اَنْوَارُ الْبَیَان

فِی حَلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآن

حصہ اوّل

تالیف

علی محمدؒ پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سیّد احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنْوَارُ الْبَیَان

فی حلّ

لُغَاتُ الْقُرْآن

حصّہ اوّل

تالیف

علی محمّد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر
مکتبہ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ
۱۰۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

اَلْاِنْتِسَابُ

میں اپنی اس تالیف کو مقصودِ کائنات تاجدارِ مدینہ حضرت محمّد مُصطفےٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بابرکت نام کے ساتھ منسوب کرتا ہوں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِہٖ وَیُزَکِّیْہِمْ وَیُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝ اور میں اس کو اپنے لئے ذریعۂ نجات و مغفرت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین۔

نام کتاب ــــــــــــــ انوار البیان فی حل لغات القرآن
نام مؤلف ــــــــــــــ چوہدری علی محمد ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر
ناشر ــــــــــــــ مکتبہ سید احمد شہیدؒ ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
دوسرا ایڈیشن ــــــــــــــ ۲۰۰۵ء
سرورق ــــــــــــــ حضرت سید نفیس شاہ صاحب زید مجدہم
کتابت ــــــــــــــ عبدالرشید میلسوی جامعہ اشرفیہ فیروزپور روڈ لاہور
تعداد ــــــــــــــ ایک ہزار
مطبع ــــــــــــــ عظیم علیم پرنٹرز داتا دربار روڈ لاہور
قیمت ــــــــــــــ

پیش لفظ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بَعْدُ!

....

یہ کتاب قرآن حکیم کے اُن طالب علموں کے لئے لکھی گئی ہے جو زبانِ عربی کا کم از کم ابتدائی علم رکھتے ہُوں اور صرف و نحو کی مبادیات سے واقف ہُوں اور اس سلسلہ میں مزید معلومات کے خواہشمند ہُوں۔ یہ کتاب نہ صرف اُن کو قرآنی عبارت کے مختلف الفاظ اور جملوں کی تعلیل صرفی اور ترکیب نحوی میں مددگار ثابت ہوگی بلکہ ربط الفاظ و آیات میں بھی معاونت کرے گی۔

عام لغات (ڈکشنری) کی کتابوں میں الفاظ کے مواخذ و معنی بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہے اور ان کے صرفی و نحوی پہلو کو چھوڑ دیا گیا ہے اس طرح طالب علم نہج عبارت اور نشستِ الفاظ کی اصولی وجوہ سے ناواقف رہ جاتا ہے۔ بقول مولانا محمد نذیر عرشی مصنف مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ۔

"ترکیب نحوی نہ جاننے والے لوگوں کی زباندانی کی مثال اس کوتاہ نظر راہرو کی سی ہے جس کی نظر پگڈنڈی کے صرف اتنے ہی حصے پر ہے جو اس کے پاؤں کے سامنے ہے اور وہ اس تسلسلِ نظر کے ساتھ اپنی مسافت طے کرتا جارہا ہے بخلاف اس شخص کے جو جانتا ہے کہ یہ کلمہ فعل ہے یہ فاعل ہے یہ اسم موصول ہے یہ جملہ اس کا صلہ ہے، یہ کلمہ مقدم آنا واجب ہے اور یہ مؤخر ہونا چاہئے اس کلمہ میں ضمیر کا ہونا ضروری ہے اس کا مرجع یہ ہے وغیرہ وغیرہ، اس پر عبارت کا مطلب و مدعا خود بخود آئینہ ہوجاتا ہے اور جب وہ عبارت کا ترجمہ کرتا ہے تو ایک مُبصّر کی حیثیت سے کرتا ہے اس کی مثال اس وسیع النظر اور دوربین راہرو کی سی ہے جس نے سفر پر روانہ ہونے سے پہلے نقشہ کے ذریعہ، سفرناموں کے مطالعہ سے اور واقفانِ راہ سے گفتگو کرکے تمام منازلِ سفر پر نظر ڈال لی ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس کا سفر خطرات سے محفوظ ہوگا۔"

ایسی ہی وجوہات کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری الفاظ، جملوں اور آیات کی صرفی و نحوی لحاظ سے وضاحت کردی گئی ہے اس طرح اصطلاحًا یہ کتاب نہ تو ایک لغات (ڈکشنری) ہے نہ تفسیر نہ ترجمہ، اس بناء پر اس کا نام **انوار البیان فی حل لغۃ القرآن** رکھا گیا ہے۔

سورت اور اس کی آیات کو یا آیات میں مندرجہ جملوں یا الفاظ کو اس ترتیب سے لکھا گیا ہے کہ پہلے

سورت کا نمبر دیا ہے اس کے بعد آیت کا نمبر ہے۔ ازاں بعد جملہ یا الفاظ کا حوالہ ہے۔ مثلاً ۳ : ۱۱۹ میں ۳ : سورۃ آل عمران کو ظاہر کرتا ہے اور ۱۱۹ ۔ سورۃ آل عمران کی آیت ۱۱۹ کو، اور اس آیت میں مندرج مشکل الفاظ کو اس آیت کے محاذ درج کیا ہے ۔

چونکہ اس کتاب میں صرف مشکل الفاظ کی تشریح کی گئی ہے لہذا ضروری نہیں کہ ہر سورۃ یا ہر پارہ اس کے انہی الفاظ سے شروع ہو جو قرآن میں ہیں ۔

جن کتابوں سے کتاب ہذا کی تالیف میں استفادہ کیا گیا ہے ان کی فہرست آخر میں درج کی گئی ہے ۔ چونکہ کتاب ہذا کا مقصد طالب علم کو قرآن حکیم کے سمجھنے میں معاونت کرنا ہے لہذا ان کتب سے دل کھول کر مدد لی گئی ہے ۔ مؤلف کتاب ہذا کو اپنی کوتاہی علم کا شدت سے احساس ہے لہذا کتاب ہذا میں جو محاسن نظر آئیں ان کے لئے سزاوارِ تحسین وہ ہستیاں ہیں جن کے گلستانِ تصنیف سے خوشہ چینی کی گئی ہے البتہ جو خامیاں رہ گئی ہیں ان کے لئے ذمہ دار وہ خود مؤلف ہے جس کے لئے وہ بارگاہ ایزدی سے معافی کا خواستگار ہے ۔

جملہ حقوق ہر قسم کی بندش سے مبرا ہیں یہ کتاب محض قرآن حکیم کی حقیر سی خدمت کے طور پر تحصیل ثواب کے لئے لکھی گئی ہے لہذا اس کو بہتر صورت میں پیش کرنے میں مؤلف کو کوئی اعتراض نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ کتاب کا عنوان اور مؤلف کا نام بدستور باقی ہے صرف اس استدعا کی یاد دہانی کے طور پر کہ جب بھی کوئی قاری اس کتاب کو پڑھے مؤلف کے حق میں خدائے ذوالجلال کے حضور میں دعائے خیر کرے ۔

اعتذار

خداوند تعالیٰ کو کچھ ایسا ہی منظور تھا کہ جب تالیف کا کام آخری مراحل میں تھا تو مؤلف کو رعشہ کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ جس سے مؤلف کی کارکردگی اور قوت حافظ بری طرح متأثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کتاب کا مسودہ مکمل ہونے پر اس کو دوبارہ دیکھنے اور اغلاط کو درست کرنے کی طاقت نہ رہی۔

لیکن بایں ہمہ کتاب کی اہمیت و عظمت کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے کرمفرما مولانا مبشر احمد صاحب استاذ الحدیث دار العلوم الاسلامیہ لاہور کے سپرد کر دی جنہوں نے ماشاء اللہ پوری توجہ اور حسب استطاعت بشری نظر ثانی کر دی ہے جس کے لئے میں ان کا بیحد مشکور و ممنون ہوں۔

مشورہ

وہ طالب علم جو قرآن حکیم کو لغات (ڈکشنری) یا امدادی کتابوں کا سہارا لے کر پڑھتے ہیں

ان کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے نظریہ کے مطابق کسی مستند ترجمہ کو زیر نظر رکھیں تاکہ آیات کا ربط اور مضمون کا تسلسل قائم رہے

فقط والسلام

طالب دعا
راجی الرحمۃ اللہ علی محمد
غفر اللہ لہ ولوالدیہ ط

تقریظ

یادگار سلف شیخ طریقت سلطان القلم جناب حضرت **سیّد انور حسین شاہ** صاحب مدظلہ العالی۔ خلیفہ مجاز حضرت رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

باسمہٖ سبحانہٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ۔

پیش نظر کتاب "اَنْوَارُ الْبَیَانِ فِیْ حَلِّ لُغَاتِ الْقُرْآنِ"

جو کہ چوہدری علی محمد صاحب زاد اللہ محاسنہٗ نے تقریباً عرصہ ۱۲ ر سال میں تصنیف فرمائی ہے لاریب بڑی محنت سے یہ کام سرانجام دیا ہے۔ ہمارے مخدوم مولانا مفتی مبشر احمد صاحب زید مجدہم نے از اوّل تا آخر اس پر نظر ثانی فرمائی ہے جو اس کتاب کے قابل اعتماد ہونے کی دلیل ہے اللہ تعالیٰ مؤلف ممدوح کی سعی مشکور فرمائے اور مسلمانوں کو اس سے متمتع ہونے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تقریظ

حضرتِ العلّامہ المفتی مُبَشِّر اَحْمَدْ صاحب اُستاذ الحدیث

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ اقبال ٹاؤن لاہور

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ○ امابعد ○

قرآن مجید کا اصلی موضوع انسان کے لئے ایسی راہنمائی فراہم کرنا ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ ایسی زندگی گذار سکے۔ جو بعد کی زندگی کے لئے مفید ہو۔ جیسے کہ حضرت مولانا الشاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ نے فرمایا ہے کہ نزول قرآن کا مقصدِ اصلی انسانوں کی تہذیب وتربیت اور ان کے عقائد باطلہ اور اعمال فاسدہ کی اصلاح ہے۔

قرآن کریم کی دو شانیں ہیں ایک شانِ تَعَبُّد اور دوسری شانِ تدبُّر۔

شانِ تعبّد کا مفہوم ہے کہ اس کی تلاوت کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور نبوت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی ذکر ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا کہ وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے، اور شانِ تدبُّر کا مطلب ہے کہ اس میں غور وفکر اور نزول قرآن کے مقاصد کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہونا تو اس کے لئے تعلیم قرآن کو ضروری قرار دیا گیا۔ اور یہ بھی مقاصد نبوت میں سے ایک مقصد ہے جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ۔ یعنی وہ انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

حالاتِ حاضرہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ تلاوت قرآن کی گرمی کچھ مسلمانوں میں موجود ہے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کی عمومی زندگی کا تدبّرِ قرآن سے رشتہ ٹوٹ چکا ہے اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کہ پھر سے مسلمانوں کا تعلق قرآن فہمی سے جڑ جائے ہمارے محترم بزرگ جناب چوہدری علی محمد صاحب دام اقبالہٗ (بی اے آنرز) پی سی الیس ریٹائرڈ ایڈیشنل کمشنر نے قلم اٹھایا اور رات دن محنت کرکے اختصار کے ساتھ لغات قرآن کے حل کے لئے ایک مسودہ مرتب کیا جس کا نام انوار البیان فی حل لغات القرآن تجویز کیا۔

اس تالیف سے ان کا اولین مقصد تو نجاتِ اخروی ہے اور حصول رضائے الٰہی ہے۔

اور ثانیاً یہ مقصود ہے کہ شاید میری اس حقیر سی کاوش سے مسلمان استفادہ کرکے تدبّرِ قرآن کی طرف راغب ہوجائیں اور اپنی آخرت بھی سنوار لیں۔

چوہدری صاحب موصوف کی اس تالیف کو بندہ نے حرفاً حرفاً پڑھا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ یہ تالیف موجودہ دور کے اردو تعلیم یافتہ طبقہ کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

چوھدری صاحب موصوف نے حل لغات کے علاوہ کہیں کہیں آیات کا مفہوم بھی اس اچھوتے انداز میں واضح کیا ہے کہ پڑھ کر دل عش عش کر اٹھتا ہے۔

خصوصیات تالیف ھذا

اس تالیف کی خصوصیات یہ ہیں!

۱۔ حل لغات وتراکیب آیات
۲۔ بیان نحوی وصرفی تحقیقات
۳۔ مختصر وآسان تشریحات
۴۔ عمدہ وعجیب وغریب نکات
۵۔ قیمتی وبہترین اشارات
۶۔ مسائل پر جید استدلالات
۷۔ مستند اور مضبوط حوالہ جات

بندہ بارگاہ الہی میں دعا گو ہے کہ یہ تالیف چوہدری صاحب موصوف کے لئے اور ان کی اولاد کے لئے ذخیرۂ آخرت بنے اور عوام وخواص کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

احقر مبشر احمد غفرلہ الاحد
خادم الحدیث بجامعہ دار العلوم الاسلامیہ
اقبال ٹاؤن لاہور

خلاصہ تقریظ از جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب

صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زیر نظر کتاب لغات القرآن الکریم صرف منتہی حضرات کے استفادہ کے لئے ہے اس سے عام قاری کی بجائے وہی استفادہ کرسکتا ہے جو عربی زبان و ادب سے بنیادی واقفیت رکھتا ہو۔ ایک شخص جس نے عربی گرامر کبھی نہیں پڑھی اس کے لئے قواعد یا حذف یا الفاظ کے باہم متقلوب ہونے یا تقدیم و تاخیر کی بحثیں چنداں مفید نہیں۔

اگر مصنف کا مقصود ہی یہی ہے کہ بنیادی عربی قواعد و زبان سے واقفیت رکھنے والوں کے لئے مزید فہم القرآن کے لئے یہ کام کیا گیا ہے۔ تو نہایت مفید ہے اور اردو زبان میں شاید یہ پہلا کام ہے جس میں پرانی جملہ تفاسیر کے محاسن کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انداز بیان نہایت شستہ اور رواں ہے۔ یہ تالیف ترکیب نحوی پر مبنی ہے۔ اس میں احکام پر مشتمل آیات میں تاریخی و دیگر تفسیری روایات کی بجائے قواعد زبان کی نشاندہی پر زور دیا گیا ہے اردو میں اس نوع کی تفسیر یقیناً ایک خلاء کو پُر کرے گی!

تاہم اس قسم کی لغوی بحثیں زیادہ شرح و بسط کے ساتھ الفراء م ۲۰۷ھ کی معانی القرآن میں وارد ہیں زیر نظر کتاب لغات القرآن عربی طلبہ کے استفادہ کے لئے ترتیب دینا مقصود ہے تو مذکورہ کتاب سے استفادہ اس کے حسن کو اور بڑھا دے گا۔

جناب چوہدری علی محمد صاحب نے ایک نہایت علمی کام مکمل فرمایا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت شاقہ اور کار خیر پر خیر کثیر عطا فرمائے۔ واللہ الموفق

ڈاکٹر محمد اکرم چوہدری
صدر شعبہ عربی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

پَارَهْ آلـمّ

(۱)

سورة الفاتحة

و

البقرة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱) سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ (۵)

سُوْرَةٌ: جس طرح دنیا کی دوسری کتابیں مختلف ابواب میں تقسیم ہوتی ہیں اسی طرح قرآن حکیم کو بھی مختلف حصوں یا ٹکڑوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ہر ایک حصہ کو سورۃ کہتے ہیں اس صورت میں یہ سُؤْرَةٌ (مہموز العین) سے مشتق ہے جس کے معنی کسی شے کے بقیہ اور بچے ہوئے حصہ (ٹکڑہ) کے ہیں۔ اور سورۃ بھی قرآن کا ایک ٹکڑہ اور حصہ ہے۔ اس صورت میں واؤ کو ہمزہ سے بدلا ہوا قرار دیا جائے گا۔

۲۔ السُّوْرَةُ: کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں۔ جیسا کہ نابغہ کا ایک شعر ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَعْطَاكَ سُوْرَةً ۔ تَرٰى كُلَّ مَلِكٍ دُوْنَهَا يَتَذَبْذَبُ

(بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا مرتبہ بخشا ہے۔ جس کے ورے ہر بادشاہ متذبذب نظر آتا ہے)

قرآن کی ہر سورت اپنی بلند رتبت کی وجہ سے سورۃ کہلاتی ہے۔

(۳) یا سورۃ القرآن سورۃ المدینۃ سے مشتق ہے جس کے معنی شہر پناہ یا شہر کے گرد حفاظت کے لئے بنائی گئی فصیل کے ہیں اور ہر سورۃ القرآن بھی فصیل کی طرح اپنے مضامین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۲) اور (۳) کی صورت میں یہ سور سے مشتق ہے اور اس کا واؤ اصلی ہے کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے۔

قرآن حکیم کی سورتیں طویل، درمیانی، اور مختصر ہیں، مختصر سے مختصر سورۃ تین آیات کی ہے۔ مثلاً سورۃ العصر (۱۰۳) اور سورۃ الکوثر (۱۰۸)

اَلْفَاتِحَةُ: اسم فاعل واحد مؤنث، فَتْحٌ مادہ سے مشتق ہے۔ اَلْفَتْحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں۔ یہ ازالہ دو قسم کا ہے ایک وہ جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے جیسے فَتْحُ الْبَابِ (دروازہ کھولنا) مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (۱۲:۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔ دوم: جس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً فَلَمَّا نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ (۶:۴۴) جب انہوں نے اس نصیحت کو جو اُن کو دی گئی تھی فراموش کر دیا۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی۔

اس سورۃ کے کئی نام ہیں۔ اَلْفَاتِحَةُ کھولنے والی۔ اس لئے کہ قرآن حکیم کی سب سے پہلی سورۃ ہونے کے باعث

باقی قرآن حکیم کے لئے مثل دروازہ کے ہے اور اس دروازہ کے کھلنے سے باقی قرآن حکیم آتا ہے (۲) ہر چیز کے مبدأ کو الفاتحۃ کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی لئے سورۃ فاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے۔ (۲) سبع مثانی (سات دوہرائی جانے والی آیتیں) کیونکہ بالاتفاق اس کی سات آیات ہیں جو نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ (۳) اُمّ الکتاب و اُمّ القرآن، کہ قرآن حکیم کے جملہ مضامین کو مشتمل ہے۔ (۴) سورۃ الصلوٰۃ: کہ اس کا ہر نماز میں پڑھنا واجب ہے۔ (۵) سُوْرَۃُ الْحَمْدِ۔ کہ لفظ اَلْحَمْد سے شروع ہوتی ہے (۶) سورۃ الشفاء کہ یہ سورۃ ہر مرض کی شفاء ہے (۷) سورۃ الرُّقْيَة۔ یعنی پڑھ کر دم کرتے یا پھونک مارنے والی سورۃ۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سانپ کے کاٹے ہوئے شخص کو یہ سورۃ پڑھ کر دم کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔

(۸) اساس القرآن۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سورت قرآن کی جڑ ہے اور نیو ہے۔

(۹) سورۃ الکنز۔ کیونکہ یہ مطالب اور معارف کا خزانہ ہے (۱۰) سورۃ الوافیہ (کہ ہر قرات میں اسے سالم ہی پڑھا جاتا ہے توڑ کر نہیں پڑھا جاتا۔ جیسا کہ بعض دیگر سورتوں کو پڑھا جا سکتا ہے (۱۱) سورۃ الکافیہ۔ کہ نماز میں یہی سورۃ بدوں کسی دوسری سورۃ کے کافی تو ہو سکتی ہے لیکن کوئی دوسری سُورت بدوں اس سورۃ کے کافی نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ ب حرف جار ہے۔ جو مصاحبت یا استعانت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اگر مصاحبت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ برکت حاصل کرتے ہوئے۔ اور اگر استعانت کے لئے ہو تو ترجمہ ہوگا۔ اللہ کے نام کے ساتھ مدد حاصل کرتے ہوئے (گویا اس کے معنی ہیں ساتھ، مدد کے ساتھ) اِسْمٌ۔ نام۔ مادہ س۔م۔و سے مشتق ہے۔ سَمَا يَسْمُوْ (باب نصر) سُمُوٌّ بمعنی بلند ہونا جیسے عربی میں کہتے ہیں سَمَوْتُ اِلَيْهِ بَصَرِيْ۔ میں نے اس کی طرف نظر اٹھائی۔ جب کسی کا نام لیا جاتا ہے تو گویا اس کو بلند یا لا کرتے ہیں تاکہ وہ آنکھوں میں نچ جائے۔ اِسْم کی جمع اَسْمَاء ہے بعض کے نزدیک اس کا مادہ وِسْمٌ ہے جس کے معنی علامت کے ہیں اور واؤ ہمزہ سے بدل گئی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے، عربی زبان کا عام ضابطہ ہے کہ کسی لفظ کے مادہ کے اصلی حروف تصغیر میں ظاہر کر دیئے جاتے ہیں اس قاعدہ کے موافق اگر اسم مادہ وِسْم سے قرار دیا جائے تو اس کا اسم تصغیر وُسَيْمٌ اور اور جمع اَوْسَام ہوگی مگر ایسا نہیں ہے بلکہ اسم کی تصغیر سُمَيٌّ اور جمع اَسْمَاءٌ ہے جو قاعدہ کے موافق ہے، لہٰذا اِسْمٌ سُمُوٌّ سے مشتق ہے نہ کہ وِسْمٌ سے۔

بِسْمِ۔ میں اسم کا الف کثرتِ استعمال کے باعث ساقط ہو گیا ہے اور اس کے بدلے میں ب لمبی لکھی جاتی ہے بِسْمِ اللّٰهِ میں ب کا تعلق فعل سے ہے یا اسم سے جو ہر دو یہاں محذوف ہیں۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال دونوں طرح آیا ہے۔ متعلق اسم ہونے کی صورت میں عبارت کچھ یوں ہوگی بِسْمِ اللّٰهِ اِبْتِدَائِيْ (اللہ کے نام سے میری ابتدا ہے)۔ قرآن مجید میں اس کی مثال۔ وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا (۱۱:۴۱) سوار ہو جاؤ کشتی میں اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور اللہ کے نام سے اس کا ٹھہرنا ہے۔ متعلق فعل کی صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ اَبْدَاُ بِسْمِ اللّٰهِ (میں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ۔ (٩٦ : ١) پڑھ اپنے رب کے نام سے

اللہ۔ اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات آیا ہے یہ کسی خاص صفت کے لئے نہیں بولا جاتا۔ باقی تمام صفات خداوندی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ نزول قرآن سے پہلے بھی اللہ کا لفظ خداوند تعالیٰ کے لئے بطور اسم ذات کے مستعمل تھا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ترجمان القرآن (از مولانا آزاد) ۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ دونوں نام رَحْمَةً سے مشتق ہیں، دونوں میں مبالغہ ہے رَحْمٰن کے معنی میں رَحِیْم کی نسبت زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے اس میں رَحِیْم کی نسبت ایک حرف زائد ہے اور زِيَادَةُ الْاَلْفَاظِ تَدُلُّ عَلٰى زِيَادَةِ الْمَعْنٰى یعنی زائد حروف زیادۃ معنی پر دلالت کرتے ہیں۔ رَحْمٰن کا لفظ اللہ کی طرح ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے اور اس کی دلیل یہ آیت شریفہ ہے: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۤءُ الْحُسْنٰى (١٧ : ١١٠) کہہ دو تم (خدا کو) اللہ کے نام سے پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اس کے سب نام اچھے ہیں۔ بخلاف اس کے رحیم کا لفظ ماسوی اللہ کے لئے بھی مستعمل ہے مثلاً رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہا گیا ہے آیۃ شریفہ ہے لَقَدْ جَاۤءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ (٩ : ١٢٨) (لوگو) تمہارے پاس تمہی میں سے ایک پیغمبر آئے ہیں جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے انہیں بہت گراں گذرتی ہے تمہاری بھلائی کے حریص ہیں ایمان والوں کے حق میں تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

بعض کے نزدیک اللہ تعالیٰ دنیا میں رحمٰن اور آخرت میں رحیم ہے کہ دنیا میں مومن اور کافر سب اس کی رحمت سے متمتع ہوتے ہیں اور آخرت میں رحمت سے فائدہ اٹھانے والے صرف مومن ہوں گے۔ اس بارہ میں اور بھی بہت سے اقوال ہیں

گرامر کے لحاظ سے الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کی دو صورتیں ہیں (١) یہ اللہ کی صفت ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا اللہ کے نام سے جو کہ رحمٰن اور رحیم ہے (٢) یہ اللہ کا بدل ہے اور ترجمہ ہے اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ کی بَ کا تعلق اسم (محذوف) سے ہے یا فعل (محذوف) سے۔ اول الذکر کی صورت میں یہ جملہ اسمیہ ہوگا اور مؤخر الذکر کی صورت میں جملہ فعلیہ۔ اس کی ترکیب نحوی کچھ یوں ہوگی۔

بِ .... حرف جار

اسم .... مضاف

اللہ .... مضاف الیہ موصوف

الرَّحْمٰن .... صفت اول

الرَّحِيْم .... صفت ثانی

(صفت اول و صفت ثانی) صفت — موصوف صفت مل کر مضاف الیہ — مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور — جار مجرور مل کر متعلق فعل

اَبْدَأُ .... فعل (محذوف)

اَنَا .... ضمیر فاعل مستتر در فعل محذوف) پس فعل اپنے فاعل اور متعلق فعل سے

مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔

کیا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ قرآن مجید کا حصہ ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مکہ اور کوفہ کے قاری اسے قرآن مجید کا حصہ سمجھتے ہیں۔ لیکن مدینہ، بصرہ اور شام کے قرار کا کہنا ہے کہ یہ قرآن کا حصہ نہیں (شوکانی زیرآیت ۱:۱) مؤخرالذکر قراء کے ایک گروہ کا خیال ہے کہ یہ آیت سورۃ فاتحہ کا حصہ ہے باقی سورتوں کا نہیں۔

جو اس کو سورۃ فاتحہ کا حصہ سمجھتے ہیں ان کے نزدیک یہ ایک مکمل آیت ہے لہٰذا اس کو علیحدہ نمبر دیتے ہیں اور باقی آیات کی تعداد چھ شمار کرکے کل سات آیات (سبع مثانی) مکمل کرتے ہیں اور جو اسے سورۃ فاتحہ کا حصہ شمار نہیں کرتے وہ آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّاۗلِّيْنَ میں اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پر وقف کرکے علیحدہ آیت نمبر ۶ شمار کرتے ہیں۔ جبکہ اول الذکر گروہ اسے ایک ہی آیت شمار کرتا ہے۔

اَلْحَمْدُ۔ حَمِدَ يَحْمَدُ، (باب سمع) سے مصدر ہے۔ ثنا کرنا۔ تعریف کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی فضیلت اور ثنا کو حمد کہتے ہیں۔ یہ مدح سے خاص اور شکر سے عام ہے۔ کیونکہ مدح ان افعال پر بھی ہوتی ہے جو کہ انسان سے اختیاری طور پر سرزد ہوتے ہیں اور ان اوصاف پر بھی جو پیدائشی طور پر اس میں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس طرح مال کے خرچ کرنے اور علم و سخا پر انسان کی مدح ہوتی ہے اسی طرح اس کی درازی قد و قامت اور چہرہ کی خوبصورتی پر بھی تعریف کی جاتی ہے۔ لیکن حمد صرف افعال اختیاریہ پر ہوتی ہے نہ کہ اوصاف اضطراریہ پر۔ اور شکر تو صرف کسی کے احسان کی وجہ سے اس کی تعریف کو کہتے ہیں۔ لہٰذا ہر شکر حمد ہے مگر ہر حمد شکر نہیں ہے اور ہر حمد مدح ہے مگر ہر مدح حمد نہیں ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں "عربی میں حمد کے معنی ثنا رجمیل کے ہیں یعنی اچھی صفتیں بیان کرنے کے۔ اگر کسی کی بُری صفتیں بیان کی جائیں۔ تو یہ حمد نہ ہوگی۔

حمد۔ پر الف لام (ال) تعریف کا ہے یہ یا تو جنس کے لئے ہے اور حمد کے اس مضمون کی طرف اشارہ کر رہا ہے جسے ہر شخص جانتا ہے یا یہ استغراق کے لئے ہے۔

لِلّٰهِ میں لام اختصاص کا ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَلدَّارُ لِزَيْدٍ۔ پس اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے معنی یہ ہوئے کہ حمد و ثنا میں جو کچھ اور جیسا کچھ بھی کہا جا سکتا ہے وہ سب اللہ کے لئے ہے کیونکہ خوبیوں اور کمالوں میں سے جو کچھ بھی ہے سب اسی سے ہے اور اسی میں ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ جملہ خبریہ اسمیہ ہے اور استحقاقِ حمد کے استمرار پر دلالت کرتا ہے

اس جملہ سے ثنا کرنا مقصود ہے اور بندوں کو حمد کی تعلیم دی گئی ہے تقدیر جملہ یہ ہے قُوْلُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ (لوگو الحمد للہ کہا کرو) اس تقدیر کی ضرورت اس لئے ہے کہ آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ سے مناسبت پیدا ہو جائے

کیونکہ نَعْبُدُ کے قائل بندے ہیں۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ربّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے رَبَّ یَرُبُّ (باب نَصَرَ) سے۔ استعارۃً بمعنی فاعل استعمال ہوتا ہے مطلق صورت میں یعنی اضافت اور تعریف سے خالی ہونے کی صورت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اور اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا جاتا ہے اور دوسروں پر بھی جیسے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ (اللہ تعالیٰ کی صفت: تمام جہانوں کا پالنے والا۔ رَبُّ الدَّارِ (ماسوی اللہ کے لئے: گھر کا مالک) رَبَّ بمعنی کسی پر سیاست رانی کرنا مثلاً رَبَّ الْقَوْمِ۔ کسی کا کام درست کرنا۔ جیسے رَبَّ الْاَمْرِ۔ کسی کو پالنا جیسے رَبَّ الْوَلَدَ۔

رَبٌّ: تربیت کے معنی میں بھی ہو سکتا ہے۔ تربیت دینا۔ یعنی کسی چیز کو اس کی ازلی استعداد اور فطری صلاحیت کے مطابق آہستہ آہستہ مرتبہ کمال کو پہنچانا۔ اس پرورش میں محبت شفقت، حفاظت، نگہداشت، اور امانت کا عنصر موجود ہوتا ہے، جیسے ماں کا بچے کو پالنا۔ یا ماں باپ کا بچے کی نشوونما میں اس کی نگہداشت کرنا اور ہر ضرورت کو بروقت اور حسب وقت اس کی استعداد کے مطابق پورا کرنا۔ اس لئے رَبٌّ بمعنی پروردگار، پالنہار، پالنے والا آتا ہے۔

عَالَمِیْنَ۔ عَالَمٌ کی جمع ہے (استعمال میں اس کے لفظ سے اس کا واحد نہیں پایا جاتا۔ یعنی قرآن مجید میں لفظ عالَمٌ بصیغہ مفرد استعمال نہیں کیا گیا) اللہ تعالیٰ کے سوا ہر شے کو عالَم کہتے ہیں اس میں تمام وہ مخلوق شامل ہے خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں اور جو کچھ ان کے درمیان ہے (سب کا) مالک و پروردگار ہے

عَالَمْ نام ہے اس چیز کا جس کے ذریعہ سے کسی چیز کا علم ہو پھر غلبۃً استعمال ہونے لگا ان چیزوں میں جن کے ذریعہ صانع یعنی باری تعالیٰ کا علم حاصل ہو۔

چونکہ عَالَم کے تحت میں اجناسِ مختلف موجود ہیں اس لئے عَالَمِیْن بصیغہ جمع لایا گیا ہے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے بدیں وجہ مجرور ہے۔

(۲:۲) اَلرَّحْمٰنِ والرَّحِیْمِ، ہر دو کی وضاحت اوپر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بیان میں ہو چکی ہے اللہ کی صفت دوم، سوم یا اللہ کا بدل ہیں۔

(۲:۳) مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ مَالِكِ مضاف مضاف الیہ یَوْمِ الدِّیْنِ مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، لہٰذا مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ صفت چہارم ہے اللہ کی۔ بعض کے نزدیک یہ اللہ کا بدل ہے صفت نہیں کیونکہ اللہ معرفہ ہے۔ اور یہ نکرہ۔ اس کے نکرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اسم فاعل جب حال یا مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے تو مضاف الی المعرفہ بھی معرفہ نہیں بنتا۔ المالک جزا و حساب کے دن کا مالک۔ یوم الدین کی قرآن مجید نے یوں وضاحت کی ہے۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ

لِنَفْسٍ شَيْئًا وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ (۸۲ : ۱۹) جس دن کوئی کسی کے کچھ بھی کام نہ آسکیگا اور حکم تمام تر اس روز صرف اللہ ہی کا ہوگا۔

علامہ پانی پتیؒ رقمطراز ہیں : يَوْمِ الدِّيْنِ : قیامت کا دن ہے دِيْن۔ جزاء اور بدلے کو کہتے ہیں اور كَمَا تَدِيْنُ تُدَانُ دِيْن ہی سے مشتق ہے (یعنی جیسے تو فعل کرے گا ویسا ہی بدلہ لیگا...... بالفظ دین سے اسلام اور اطاعت مراد ہے کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ جس میں اسلام اور اطاعت کے سوا کوئی چیز نفع نہ دیگی

مجاھد کہتے ہیں کہ يَوْمِ الدِّيْنِ بمعنی یوم الحساب ہے چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ یعنی یہ سیدھا حساب ہے

(۱:۴) اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

نَعْبُدُ ... فعل
نَحْنُ ..... (ضمیر مستتر) فاعل
اِيَّاكَ ..... مفعول۔ (جو تخصیص کے لئے مقدم کر دیا گیا ہے)
فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا | معطوف علیہ

وَ ... حرف عطف

نَسْتَعِيْنُ .... فعل
نَحْنُ .... (ضمیر مستتر) فاعل
اِيَّاكَ ...... مفعول (مقدم برائے تخصیص)
فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا | معطوف

اِيَّاكَ - اِيَّا اور كَ سے مرکب ہے (یعنی نحو ہی سے - علامہ راغب اصفہانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ کلمہ ضمیر منصوب منفصل کے تلفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ جب ضمیر منصوب اپنے عامل پر مقدم ہو یا اس پر کسی کلمہ کا عطف ڈالا جائے یا اِلَّا کے بعد آئے تو اس کے ساتھ (یعنی اِیَّا کے ساتھ) استعمال ہوتی ہے (۱) مثلاً تقدیم کی صورت میں ہے اِيَّاكَ نَعْبُدُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) (۲) عطف کی صورت میں قرآن مجید میں ہے نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ (۱۷ : ۳۱) ان کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اور (۳) اِلَّا کے بعد : وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ (۱۷ : ۲۳) اور تیرے پروردگار نے قطعی طور پر ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو!

مفعول مقدم کی صورت میں تخصیص کے معنی پائے جاتے ہیں۔ گویا جب کہا جائے نَعْبُدُكَ تو اس کے معنی ہوں گے ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جب کہا جائے اِيَّاكَ نَعْبُدُ تو اس کے معنی ہوں گے ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں

نَسْتَعِيْنُ : مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) سے عَوْن ۔ مادہ۔ ہم مدد چاہتے ہیں، ہم مدد مانگتے ہیں اِيَّاكَ۔ صرف تجھی سے۔

فَائِدَہ اَوَّل: یہاں اِیَّاکَ جو کہ بطور مفعول مستعمل ہے اسے فعل سے قبل لانے اور پھر اسے دوہرانے سے مقصود اس کی اہمیت کو ذہن نشین کرانا ہے اور عبادت اور طلب کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص کرنا ہے یعنی ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں تیرے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے اور تیرے سوا کسی سے امداد طلب نہیں کرتے۔ اس حصر و تخصیص کے مدِنظر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرنا یا اس سے مدد مانگنا قطعاً ممنوع اور حرام ہے۔ خواہ وہ کوئی انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، حیوانات سے ہو نباتات سے ہو یا جمادات سے ہو، استعانت (مدد طلب کرنا) سے یہاں اعانت کے بنیادی معنی مراد ہیں جس میں اس کے جملہ پہلو شامل ہوں، ورنہ اس عالم اسباب میں بعض قسم امداد ماسوی اللہ سے طلب کرنا منع نہیں ہے مثلاً آپ کمزوری کے باعث اٹھ نہیں سکتے اور کسی اور کو اٹھنے میں مدد دینے کو کہتے ہیں، آپ طالب علم ہیں اور استاد سے یا کسی عالم سے اپنے علم کی تحصیل کے لئے امداد کے طالب ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ حالانکہ آپ کا فی الواقع اٹھنے کے قابل ہونا، یا مرض سے شفا پانا، یا علم کا حاصل کرنا بالآخر قبضہ قدرت میں ہے آپ صرف دنیاوی اسباب سے استفادہ چاہتے ہیں اور حقیقتاً ان اسباب کے مہیا کرنے کا مُسبّب وہی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کامل اطاعت اور پورے دین کا حاصل صرف یہی دو چیزیں ہیں (عبادت اور استعانت) بعض سلف کا قول ہے کہ سارے قرآن کا راز سورۃ الفاتحہ میں ہے۔ اور پوری سورۃ کا راز اس آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ میں ہے۔

فائدہ دوم خداوند تعالیٰ کی حمد ہو چکی، اس کی ربوبیت اس کی رحمانیت اور اس کی رحیمیت اس کا روزِ جزاء و سزا کا مالک مطلق ہونا بیان ہو چکا اس کی حقیقت دل کی گہرائیوں میں اتر چکی اس کا اثر جسم کے رونگٹے میں بس گیا۔ تو بندہ بصد عجز و انکسار عبادت میں اس ذات وحدہٗ لاشریک کے آگے جھک گیا۔ اور صرف اور صرف اسی کو حامی و ناصر جانتے اور مانتے ہوئے پکار اٹھا۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔ اس یک لخت غیب کے درجہ سے مرتبہ خطاب کی جانب عدول کے متعلق تفسیر مظہری میں یوں تحریر ہے:۔

"اگر کسی چیز کے احوال و صفات ناقابل اشتراک اور مخصوص ہوں اور وہ صفات ذکر کر دی جائیں تو اس چیز کی ذہن میں ایسی تعیین ہو جاتی ہے کہ گویا وہ سامنے آگئی، شدتِ تخیل غیر محسوس کو محسوس کر کے دکھا دیتی ہے علم غائبانہ شہود سے بدل جاتا ہے، حضور ذہنی وجود خارجی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ علم حصولی معائنہ میں تبدیل ہو جاتا ہے پس جب ذاتِ ربوبیت کا نام ذکر کر دیا اور مخصوص صفات کو بھی بیان کر دیا تو ذاتِ غائب شدتِ استحضار کی وجہ سے عارف کی نظر کے سامنے آگئی۔ اس لئے اس نے غائبانہ طرز کلام سے انتقال کر کے تخاطب کا اسلوب اختیار کیا، جس ذات کا وہ غائبانہ ذکر کر رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے حاضر ہو گئی اور اس نے

حاضر ذہنی سے اس طرح بات کرنی شروع کر دی جیسے حاضر مرئی خارجی سے کی جاتی ہے ۔

۱ : ۵ = اِہْدِنَا - امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم ہِدَایَۃٌ باب ضرب ، مصدر سے، تو ہم کو راہ بتلا، تو ہماری رہنمائی کر، اصل میں فعل لازم ہے اور لِ الیٰ کے ساتھ متعدی کے معنی دیتا ہے لیکن بغیر صلہ کے بھی بطور متعدی استعمال ہوتا ہے مثلاً ہَدَی الرَّجُلُ آدمی کا ہدایت پانا ۔ (فعل لازم) اور ہَدَاہُ الطَّرِیْقَ کسی کو راہ بتانا ۔ بمعنی ہَدَاہُ اِلَی الطَّرِیْقِ وَ لِلطَّرِیْقِ ۔ فعل متعدی ہے ۔

ہدایت کے اصل معنی لطف و مہربانی کے ساتھ رہنمائی کرنے اور راستہ بتانے کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کا استعمال ہمیشہ خیر و نیکی میں ہوا کرتا ہے ۔ اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو پھر مقصد تک پہنچانے کے معنی میں ہوتی ہے ۔

اَلصِّرَاطَ ۔ راہ ۔ راستہ ، سیدھے اور آسان راستے کو صِرَاط کہتے ہیں اس کی جمع صُرُطٌ ہے ۔ الصِّرَاط یہاں موصوف ہے اس کی صفت اَلْمُسْتَقِیْمَ آگے آتی ہے ۔

اَلْمُسْتَقِیْمَ اسم فاعل ، واحد مذکر منصوب ۔ اِسْتِقَامَۃٌ (استفعال) قوم ۔ مادہ بمعنی سیدھا ۔ صحیح ، الصِّرَاط کی صفت ہے ۔ اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ، کی ترکیب یوں ہوگی ۔

اِہْدِ .... فعل		فعل اپنے فاعل اور دو مفعولوں سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔
اَنْتَ - ضمیر مستتر فاعل		
نَا ...... مفعول اول		
الصراط ...... موصوف ۔	موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی	
اَلْمُسْتَقِیْمَ ..... صفت		

۱ : ۶ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۔ یہ جملہ بدل کل ہے الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے ۔ ترکیب یوں ہوگی ۔

صِرَاطَ			مضاف	مضاف ، مضاف الیہ مل کر بدل کل الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے
الَّذِیْنَ		موصول	موصول و صلہ مل کر مضاف الیہ	
اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ ۔ فعل با فاعل و ضمیر مفعول عائد الی الذین مل کر جملہ فعلیہ ہو کر	صلہ			

یعنی الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ سے مقصود وہ سیدھا راستہ ہے جس کی طرف رہنمائی کی دعا کی گئی ہے جو انعام یافتہ لوگوں کا ہے ۔ یہ انعام یافتہ کون لوگ ہیں ؟ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ

الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (۴:۶۹)
اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، اور نیک لوگ۔

انعام کے معنی ہیں وہ کیفیت جسے انسان لذیذ پاتا ہے پھر اس کا استعمال ان اشیاء پر ہونے لگا جو اس لذت کا سبب بنتی ہیں

۷۔ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۰ یہ اَلَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ سے بدل ہے (یعنی تیرے انعام یافتہ بندے وہ ہیں) جو (تیرے) غضب اور گمراہی سے سالم اور محفوظ ہیں۔ یعنی جن پر نہ تیرا غضب نازل ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے

فائدہ: نعمتوں کی قسمیں۔ دنیاوی، اخروی۔
وہبی۔ کسبی۔
جسمانی۔ روحانی۔

وہبی یعنی خداداد۔ جیسے روح۔ عقل، بینائی۔ قوتِ تغذائی، قوتِ گویائی وغیرہ۔
کسبی۔ جو اپنی محنت سے حاصل ہو۔ | جیسے نفس کو رذائل سے پاک کرنا، اور عمدہ اخلاق سے آراستہ کرنا
| اور بدن کو خوبصورت کپڑوں اور زیورات سے زینت دینا۔
اور مال و جائداد و عہدہ حاصل کرنا۔

اخروی۔ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی کوتاہیوں کو معاف کردے اور راضی ہو کر اعلیٰ علیین میں ملائکہ مقربین کے ساتھ ٹھکانہ دے۔

فائدہ: اگر مضمون کی خاطر غَیْرِ کی تکرار مطلوب ہو تو دوسری دفعہ غَیْرِ کی بجائے وَ لا لاتے ہیں جس کا مابعد مجرور ہوگا۔ مثلاً مِنْ غَيْرِ اَبٍ وَّلَا اُمٍّ۔ بغیر باپ کے اور بغیر ماں کے۔ یا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۰ (۳۱:۲۰) اور بعض لوگ ایسے ہیں کہ خدا کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر روشن کتاب کے۔ یا آیت زیرِ غور صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۰ ان لوگوں کا راستہ جن پر تیرا انعام و فضل ہوا۔ جن پر تیرا غضب نہ ہوا اور جو نہ گمراہ ہوئے، بعض کے نزدیک وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں لا زائد تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ بمعنی غیر صراط الذین غضبت علیھم وغیر الضَّآلِّيْنَ عن الھدیٰ بھی ہو سکتا ہے۔ نہ راستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ راستہ ان لوگوں کا جو ہدایت کے راستہ سے گمراہ ہو گئے۔

فائدہ: بعض کے نزدیک مغضوب علیھم سے مراد اہل یہود ہیں اور الضآلین سے نصاریٰ۔

ترمذی نے عدی بن حاتم سے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الیھود مغضوب علیہم و النصاریٰ ضلال ۔ لیکن علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں ۔ میں کہتا ہوں کہ المغضوب علیہم ولا الضالین۔ ایسے دو عام لفظ ہیں جس کے تحت تمام کفار اور خدا کے نافرمان اور بدعتی سب لوگ داخل ہو سکتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے حق میں جو کسی ممنوع القتل کو عمداً قتل کرے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ (۴: ۹۳) فرمایا ہے اور کفار اور بدعتیوں کے بارے میں ارشاد فرمایا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ (۱۰: ۳۲) اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا) اور اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۱۸: ۱۰۴) (وہ لوگ جن کی سعی دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی)

اَلْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ ۔ غَضِبَ یَغْضَبُ (باب سمع) فعل لازم ہے بمعنی غضبناک ہونا۔ عَلٰی کا صلہ لگاکر مَغْضُوْبٌ عَلٰی اسم مفعول بنایا گیا ہے وہ جس پر غضب نازل ہوا۔

الغضب کے اصل معنی ہیں انتقام کے لئے دل میں خون کا جوش مارنا۔ لیکن غضب الٰہی سے مراد سزا اور عذاب ہوتا ہے غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْہِ (۴: ۹۳) اور خدا اس پر غضبناک ہوگا۔ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ میں غیر نفی کے لئے ہے جملہ کا مطلب ہے جن پر غضب نازل نہیں ہوا۔

وَلَا الضَّآلِّیْنَ ، وَ عاطفہ ہے لا ۔ غَیْرِ کی جگہ تکرار کی خاطر لایا گیا ہے وَلَا الضَّآلِّیْنَ کا عطف جملہ سابقہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ پر ہے ۔ اَلضَّآلِّیْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ضَآلٌّ واحد بحالت رفع ، بہک ہوئے گمراہ ، راہ بھولے ہوئے ۔ اَلضَّلَال کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانے کے ہیں اور یہ ھِدَایَۃ بالمقابل استعمال ہوتا ہے ۔

فائدہ : سورۃ فاتحہ کے ختم پر قدرے فصل کے ساتھ آمین کہنا مسنون ہے ، صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : (لوگو !) جب امام ولا الضالین تک پہنچ جائے تو آمین کہا کرو۔ کیونکہ اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں ۔ اور جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق پڑجائے گی اس کے تمام گذشتہ گناہوں پر قلمِ عفو کھینچ دیا جائیگا۔

اٰمِیْن کے معنی ہیں : اِسْمَعْ وَاسْتَجِبْ : (یعنی خداوندا ہماری دعا سن اور قبول فرما۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) یا اِفْعَلْ : (یا اللہ ایسا ہی کر)

یاد رہے کہ آمین قرآن مجید کا حصہ نہیں ، اور اسی لئے اسے لکھا نہیں جاتا ، بعض کے نزدیک ، مَنْ قَالَ اِنَّ اٰمِیْن من القرآن کفر : جس نے کہا کہ آمین قرآن کا حصہ ہے اس نے کفر کیا ۔ (روح المعانی)

(۲) سُوْرَۃُ الْبَقَرَۃِ مَدَنِیَّۃٌ (۸۷)

۲ : ۱ ۔ الٓمّٓ ۔ الف ۔ لام ۔ میم ۔ ان کو حروف مقطعات کہتے ہیں ۔ ان کی تفسیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں ۔ بعض کے نزدیک ان کے معانی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو معلوم ہیں ۔ ھٰذَا سِرٌّ بَیْنَ اللہِ وَبَیْنَ الرَّسُوْلِ (یہ ایک بھید ہے مابین اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے)

بعض علماء نے کہا ہے کہ ان حروف مقطعات اور متشابہات (۳ : ۷) کا علم نہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بلکہ آپ کے اتباع کاملین کو بھی تھا ۔ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ میں راسخین فی العلم (۳ : ۷) میں سے ہوں اور جو لوگ متشابہات اور مقطعات کی تفسیر کے عالم ہیں ان میں سے ایک میں بھی ہوں

حروف مقطعات کا استعمال عربی کلام میں پایا جاتا ہے لیکن بہت کم ، مثلاً الراجز کا شعر ہے :

قُلْتُ لَھَاقِفِیْ فَقَالَتْ قَافْ ۔ لَا تَحْسَبِیْ اِنَّا نَسِیْنَا الْاِیْجَافْ

اس میں قَافْ سے وَقَفْتُ ۔ ہے ۔ لو میں ٹھیر گئی ۔

۲ : ۲ ۔ ذٰلِکَ الْکِتَابُ ۔ ذٰلِکَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے ۔ اور واحد مذکر ہے اس کی تثنیہ اور جمع یہ ہوگی تثنیہ ذٰنِکَ اور جمع اُولٰئِکَ ؛ اور مونث کی صورت میں واحد تِلْکَ ۔ تثنیہ تَانِکَ اور جمع ۔ اُولٰئِکَ ذٰلِکَ اگرچہ اسم اشارہ بعید کے لئے ہے لیکن اس کا استعمال بطور اشارہ قریب بھی آتا ہے ۔ مثلاً خفاف کا شعر ہے ۔

اقول لہ والرمح یاطر متنہ ۔ تامل خفافا اننی انا ذٰلک ۔۔

(میں نے اس کو کہا جب کہ نیزہ اس کی کمر کو دوہرا کر رہا تھا ۔ خفاف کو اچھی طرح دیکھ لے ۔ میں یہاں ہوں)

قرآن مجید میں بھی ذٰلِکَ اسم اشارہ قریب کے لئے اکثر جگہ استعمال ہوا ہے ۔ مثلاً ذٰلِکَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہِ اِلَیْکَ : (۳ : ۴۴) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ باتیں اخبار غیب میں سے ہیں جو ہم تمہارے پاس وحی کرتے ہیں ۔

بقول امام رازی : ھٰذَا اور ذٰلِکَ میں اصل لفظ ذَا ہے جو کہ حرف اشارہ ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے ۔ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (۲ : ۲۵۵) کون ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے کسی کی سفارش کر سکے ۔ یا مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللہَ قَرْضًا حَسَنًا (۲ : ۲۴۵) کون ہے کہ وہ خدا کو قرض حسنہ دے ، ھَا ماقبل ذَا توجہ دلانے کے لئے استعمال کرتے ہیں پس جب کوئی چیز قریب ہوتی ہے تو اس کو ھٰذَا سے بیان کرتے ہیں ۔ یعنی اے مخاطب یہ رہی مشار الیہ چیز ، لیکن جب

کوئی چیز دُور ہوتی ہے تو مخاطب کو یہ بتلانے کے لئے کہ وہ چیز تجھ سے دُور ہے اسم اشارہ ذَا کے ساتھ
کَ خطاب کا اور لؔ تاکید کا لگا دیتے ہیں۔ پس ذٰلِکَ اگرچہ عرف عام میں اشارہ بعید کے معنوں میں آتا ہے
اس کے بنیادی معنوں میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔

جس طرح بعض دفعہ ھٰذَا کا لفظ تحقیر و تنقیص کے لئے بولتے ہیں مثلاً اَمْ اَنَا خَیْرٌ مِّنْ ھٰذَا الَّذِیْ هُوَ مَهِیْنٌ وَّلَا یَكَادُ یُبِیْنُ ۔ (۴۳: ۵۲) بے شک میں اس شخص سے بہتر ہوں جو کچھ عزت نہیں رکھتا اور نہ صاف گفتگو کر سکتا ہے۔ اسی طرح یہاں ذٰلِکَ کے لفظ کے استعمال سے الکتٰبُ کی تعظیم شان کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔

اَلکِتٰبُ، مشارٌ الیہ۔ اس سے مراد قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جو سورۃ البقرۃ سے پیشتر نازل ہو چکا تھا۔ (۲) یہ بھی ممکن ہے کہ سارے قرآن مجید کی طرف اشارہ ہو۔ (۳) الؔ عہد کا ہے و الکِتٰبُ الموعُود انزالہ اور اَلکِتٰبُ سے مراد وہ کتاب جس کے انزال کا عہد کر رکھا ہو، جیسا کہ آیت شریف رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِکَ وَیُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَیُزَکِّیْهِمْ (۲: ۱۲۹) سے ظاہر ہے کہ انبیاء سابقہ کو بعثت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشگی علم تھا اور اَلکِتٰبُ (القرآن) کا ان پر منزل من اللہ ہونا بھی معلوم تھا (۴) الؔ تخصیص کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی ایسی کامل کتاب کہ اس کا ثانی نہ ہو، جس کے سامنے اور کتاب۔ کتاب کہلانے کی مستحق نہیں۔

لَا رَیْبَ فِیْهِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ لاَ۔ نفی جنس کے لئے ہے۔ بدیں وجہ لَا رَیْبَ مبنی بر فتح ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ لاَ جنس کے بعد نکرہ مفرد ہو تو مبنی بر فتح ہوتا ہے۔ جیسے لَا رَجُلَ فِی الدَّارِ۔

رَیْبٌ : رَابَ یُرِیْبُ : (باب ضرب کا مصدر ہے۔ اور رَیْبٌ اس شک یا گمان کو کہتے ہیں جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے، رَیْبٌ : ذہنی اضطراب، تہمت، اور سوء ظن کے معنوں میں بھی آتا ہے

فِیْهِ : جار مجرور ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الکِتٰبُ کے لئے ہے۔ یا اس کا مرجع کلام ما سبق بھی ہو سکتا ہے

ھُدًی : ھَدٰی یَھْدِیْ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ ہدایت کے معنیٰ لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ھدایۃ کے معنیٰ لطف و کرم کے ساتھ راہنمائی کرنے کے ہیں تو پھر قرآن مجید میں ہے فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ ۔ (۳۷: ۲۳) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ اور وَیَهْدِیْهِ اِلٰی عَذَابِ السَّعِیْرِ ط (۲۲: ۴) اور دوزخ کے عذاب کا راستہ دکھائے گا۔ کیوں استعمال ہوا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں طنزاً کافروں کے لئے اس کا استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشادِ الٰہی ہے کہ :

فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (۸۴: ۲۴) تو (اے پیغمبر) انہیں عذاب الیم کی خوشخبری سنا دو۔

لِلْمُتَّقِیْنَ ۔ مُتَّقِیْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور، لِلْمُتَّقِیْنَ۔ متقیوں کے لئے، تقویٰ کرنے والوں

کے لئے۔ تشریح میں تقویٰ سے مراد ہر اس چیز سے بچنا ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔ و ق ی۔ مادہ۔

یہاں لَارَیْبَ کے بعد ج نشان وقف مندرج ہے اور فِیْہِ کے بعد ج کا نشان وقف، اور حاشیہ پر مع درج ہے، مع معانقہ کا مخفف ہے جس کے لغوی معنی گلے ملنے کے ہیں۔ یہاں دو جگہ قریب قریب ہیں جن پر تین نقطے لکھے ہوئے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں لفظوں میں سے دوسرے کو پہلے سے وہ ارتباط ہے جو دوسرے لفظ کو اگلے لفظ کے ساتھ ہے پس خواہ پہلے لفظ پر وقف کرو۔ اور دوسرے کو اس سے اگلے لفظ کے ساتھ ملا کر پڑھ لو۔ اس صورت میں دوسرے لفظ کا ربط پہلے لفظ کے ساتھ ہوگا، نہ کہ اگلے لفظ کے ساتھ، بہر صورت اگر ایک پر وقف کرو تو دوسرے پر ہرگز وقف نہ کرو۔

تمام قرآن مجید میں متقدمین کے نزدیک ۱۶ معانقے ہیں لیکن متاخرین کے نزدیک ان کی تعداد ۱۸ ہے۔ آیت زیر غور کی مندرجہ بالا کی روشنی میں مندرجہ ذیل دو صورتیں ہوں گی۔

(۱) ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَارَیْبَ فِیْہِ: یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس صورت میں ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ سے پہلے فِیْہِ محذوف سمجھا جائے گا۔ اور عبارت یوں ہوگی، ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ ج (فِیْہِ) ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ یہ کتاب اس میں کچھ شک نہیں۔ اس میں متقیوں کے لئے راہنمائی ہے۔ وقف کی یہ صورت بہتر سمجھی جاتی ہے کیونکہ اس میں نسبتاً مبالغہ زیادہ ہے اس کی تائید قرآن مجید میں اور جگہ بھی ہوتی ہے مثلاً۔ تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَارَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (۳۲:۲) اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے۔

(۲) دوسری صورت میں عبارت یوں ہوگی۔ ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَارَیْبَ ج فِیْہِ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ اس صورت میں لَارَیْبَ کے بعد فِیْہِ محذوف سمجھا جائیگا۔

عربی میں فِیْہِ۔ کے حذف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ چنانچہ جب یہ کہنا مقصود ہو کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں تو لَابَاْسَ فِیْہِ کی بجائے صرف لَابَاْسَ کہہ لیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثال قَالُوْا لَاضَیْرَ اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ (۲۶:۵۰) وہ بولے کچھ ڈر نہیں ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ جانے والے ہیں۔ (یعنی تمہارے ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور ہمیں سولی پر لٹکانے میں کوئی ڈر نہیں۔ یہاں لَاضَیْرَ فِیْہِ کہنے کی بجائے صرف لَاضَیْرَ کہہ دیا۔

علامہ پانی پتی ؒ لَارَیْبَ فِیْہِ ... کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَارَیْبَ فِیْہِ یعنی اس کتاب کے دلائل ایسے واضح اور اس درجہ روشن ہیں کہ نظر صحیح کے بعد منصف آدمی اس کے وحی اور منجانب اللہ ہونے میں ذرا سا شک نہیں کر سکتا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں خبر انشاء کے معنی میں ہے، یعنی لوگو! اس کتاب کے منزل من اللہ ہونے میں شک و شبہ نہ کرو۔ لَارَیْبَ میں لَا نفی جنس کے لئے ہے رَیْبَ اسم اور فِیْہِ خبر۔ یا یوں کہو

کہ فِیْهِ صفت اور لِلْمُتَّقِیْنَ خبر، اور هُدًی بلحاظ حال منصوب، یا لاَ کی خبر تو محذوف مانو۔ جیسے لَاضَیْرَ میں اور فِیْهِ کو هُدًی کی خبر کہو جو هُدًی کے نکرہ ہونے کی وجہ سے اس پر مقدم ہو گئی ہے۔ تقدیر عبارت یوں سمجھو لَارَیْبَ فِیْهِ، فِیْهِ هُدًی (یہ سب توجیہیں گو بجائے خود درست اور بجا ہیں) لیکن بہتر اور سب سے بہتر توجیہ یہ ہے کہ یہ سب مسلسل مگر علیحدہ علیحدہ جملے قرار دیئے جائیں اور ہر جملہ لاحقہ کو سابقہ کی تاکید مانا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ دو جملوں کے بیچ میں حرف عطف نہیں لایا گیا۔ پس ذٰلِكَ الْكِتٰبُ ایک ایسا جملہ ہے جو اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ یہ کتاب ایسے اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے جو غایت کمال کے ساتھ موصوف ہے اور اس حیثیت سے اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔ اسی پر قیاس کرلو هدی للمتقین کو۔

هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ، متقیوں کے لئے ہادی ورہنما اس کتاب کو اس لئے کہا گیا کہ گو بمطابق ارشاد باری تعالیٰ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ ط (۲: ۱۸۵) تمام انسانوں کے لئے رشد وہدایت ہے لیکن اس سے فائدہ صرف متقی اور پرہیزگار ہی حاصل کرسکتے ہیں۔ جن میں اس سے استفادہ حاصل کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

(۱) وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا (۱۷: ۸۲) اور ہم قرآن میں ایسی چیزیں نازل کرتے ہیں جو ایمان والوں کے حق میں شفاء اور رحمت ہیں اور ظالموں کا اس سے اور نقصان بڑھتا ہے۔

(۲) قُلْ هُوَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هُدًی وَّشِفَآءٌ ط وَالَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَیْهِمْ عَمًی ط (۴۱-۴۴) کہہ دو کہ جو ایمان لاتے ہیں ان کے لئے یہ قرآن ہدایت اور شفاء ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی ہے اور یہ ان کے حق میں موجب نابینائی ہے۔

(۲-۳) اَلَّذِیْنَ ...... اسم موصول جمع مذکر۔

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ، اٰمَنَ یُؤْمِنُ اِیْمَانًا۔ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان لاتے ہیں۔ اٰمَنَ متعدی اور لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ب اور ل کے صلہ کے ساتھ بھی متعدی مستعمل ہے۔ ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی ماننا اور قبول کرنا جیسے اٰمَنْتُ بِاللهِ۔ میں نے اللہ کو مانا۔ قبول کیا۔ اللہ پر ایمان لایا۔ اور اٰمَنَ لَهٗ۔ تابعدار اور مطیع ہونا۔ شرع کی اصطلاح میں ایمان کے معنی ہیں اِقْرَارٌ بِاللِّسَانِ وَتَصْدِیْقٌ بِالْقَلْبِ زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کرنا۔

اَلْغَیْبُ : یہ غَابَ یَغِیْبُ (باب ضَرَبَ یَضْرِبُ) کا مصدر ہے غِیَابٌ وَغَیْبَةٌ وَغُیُوْبٌ، دیگر مصادر ہیں۔ اس کے معنی کسی چیز کے نگاہوں سے پوشیدہ اور اوجھل ہونے کے ہیں۔ اور ہر وہ چیز جو انسان کے علم اور حواس سے پوشیدہ ہو اس پر غیب کا لفظ بولا جاتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ، ملائکہ۔ حشر ونشر، جنت ودوزخ سب شامل ہیں

جملہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ صلہ ہے اَلَّذِیۡنَ ۔اسم موصول کا۔ اور معطوف علیہ اگلے جملہ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ کا۔

وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ ۔ واؤ عاطفہ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ جملہ فعلیہ ہے اور معطوف جس کا عطف جملہ سابقہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ پر ہے۔

یُقِیۡمُوۡنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِقَامَۃٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۔ اقامت بمعنی سیدھا کھڑا کرنا ہے یعنی تعدیل ارکان، نہایت خشوع وخضوع اور حضورِ قلب سے نماز ادا کرنا وَیُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ اور نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں ۔

وَمِمَّا رَزَقۡنٰهُمۡ يُنۡفِقُوۡنَ ۔ واؤ عاطفہ مِمَّا مرکب ہے مِنۡ جار اور ما موصولہ سے رَزَقۡنَا فعل بافاعل هُمۡ مفعول رَزَقۡنٰهُمۡ جملہ فعلیہ ہوکر مَا موصول کا صلہ ۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر مِنۡ حرف جار کا مجرور ہوا۔ اور جار اپنے مجرور سے مل کر فعل يُنۡفِقُوۡنَ سے متعلق ہے، فعل وفاعل ومتعلق فعل مل کر جملہ فعلیہ ہوکر جملہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ کا معطوف ہوا۔ يُنۡفِقُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنۡفَاقٌ (افعال) مصدر وہ خرچ کرتے ہیں۔

تینوں جملے جو ایک دوسرے پر معطوف ہیں صلہ ہوئے موصول اَلَّذِیۡنَ کے۔ اور موصول اپنے صلہ سے مل کر مُتَّقِیۡنَ کی صفت ہوئی ۔ یعنی متقین وہ ہیں جو (۱) غیب پر ایمان لاتے ہیں (۲) نماز کو صحیح صحیح ادا کرتے ہیں اور (۳) جو روزی ہم نے ان کو دی ہوئی ہے اس سے (ہماری راہ میں) خرچ کرتے ہیں ۔

(۲:۴) وَالَّذِیۡنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔ اَلَّذِیۡنَ موصول ثانی ۔ یُؤۡمِنُوۡنَ بِ فعل بافاعل ۔ مَا اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ ۔ مَا موصولہ ۔ اُنۡزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اِلَیۡكَ جار مجرور مل کر متعلق فعل اُنۡزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل (مفعول مالم یسم فاعلہ) اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف علیہ ہوا اگلے جملہ کا۔

وَمَا اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۔ واؤ عاطفہ، مَا موصولہ، اُنۡزِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب (ضمیر مالم یسم فاعلہ یا نائب فاعل کی طرف راجع ہے) مِنۡ حرف جار، قَبۡلِكَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل اُنۡزِلَ ۔ فعل اپنے نائب فاعل اور متعلق فعل سے مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوا۔ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہے جملہ سابقہ پر، معطوف علیہ اور معطوف دونوں جملے مفعول ہوئے یُؤۡمِنُوۡنَ کے، یؤمنون اپنے فاعل ضمیر اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ اور صلہ ہوا اَلَّذِیۡنَ کا۔ اَلَّذِیۡنَ موصول اپنے صلہ سے مل کر معطوف ہوا پہلے اَلَّذِیۡنَ پر یا مُتَّقِیۡنَ پر۔

وَبِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ يُوۡقِنُوۡنَ ۔ واؤ عاطفہ، بِالۡاٰخِرَةِ جار مجرور مل کر متعلق فعل يُوۡقِنُوۡنَ کے، يُوۡقِنُوۡنَ فعل بافاعل اور متعلق فعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہوکر خبر ہوئی هُمۡ کی، جو مبتدا ہے، مبتدا اپنی خبر کے ساتھ مل کر جملہ

اسمیہ ہوا۔ اور یہ جملہ اسمیہ یُوْمِنُوْنَ کا معطوف ہوا۔ معطوف و معطوف علیہ مل کر صلہ ہوئے اپنے موصول اَلَّذِیْنَ کا۔ الذین موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر پہلے اَلَّذِیْنَ پر معطوف ہوا۔ اور معطوف علیہا اپنے معطوف سے مل کر صفت ہوئی ... المتقین کی :

وَالَّذِیْنَ ...... یُوْقِنُوْنَ ۵ (آیۃ ۴) کا ترجمہ ہوا۔ (وہ کتاب ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں اور جو ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا آپ پر اور جو نازل کیا گیا آپ سے پہلے اور وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا متقین کی مندرجہ ذیل تین مزید صفات ہیں۔

(۱) وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر نازل کیا گیا۔

(۲) وہ ایمان لاتے ہیں ان کتب الٰہیہ اور ان صحیفوں پر جو آپ سے قبل (دوسرے پیغمبروں پر) نازل کئے گئے۔

(۳) وہ آخرت پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔

الْاٰخِرَۃ : ضد ہے دنیا کی : دنیا مشتق ہے دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونا کے ہیں۔ خواہ یہ قرب ذاتی۔ حکمی، مکانی، زمانی، یا بلحاظ مرتبہ کے ہو۔ چونکہ وہ حال کے بہت ہی قریب ہے اس لئے اسے دنیا کہتے ہیں۔ اسی طرح آخرت کو اس کے متاخر اور پیچھے ہونے کی وجہ سے آخرت کہتے ہیں۔ اصل میں دنیا اور آخرت دونوں دو صفتیں تھیں اب ان پر اسمیت غالب آئی اور استعمال میں دنیا و آخرت اسم کہلائے جانے لگے۔

هُمْ : ضمیر حصر کے فائدہ کی غرض سے یُوْقِنُوْنَ پر مقدم کی گئی۔ یعنی آخرت کے گھر کا یقین صرف انہی پرہیزگاروں کو حاصل ہے جن کی چند صفتیں اوپر مذکور ہو چکیں۔

یُوْقِنُوْنَ ، مضارع جمع مذکر غائب اِیْقَانٌ (افعال) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔

۲ : ۵ ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید، جمع مذکر۔ وہ سب، یعنی وہ مومن اور متقی لوگ جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ کلمہ عَلٰی متقی لوگوں کے ہدایت خداوندی پر متمکن و مستقر ہونے پر دلالت کرتا ہے ای ثَابِتُوْنَ عَلَی الْهُدٰی ہدایت پر ثابت قدم رہنے والے۔ هُدًی کو نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے اور اس ہدایت کا مِنْ رَّبِّهِمْ ہونا تعظیم کی مزید تاکید ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ، واؤ عطف کی ہے۔ اُولٰٓئِكَ مبتدا، هُمْ مبتدا، الْمُفْلِحُوْنَ خبر، دونوں مل کر اُولٰٓئِكَ کی خبر ہوئے۔ یہ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر جملہ سابقہ کا معطوف ہوا۔

هُمْ ضمیر مقدم برائے حصر لائی گئی ہے یعنی فلاح بھی انہی کا حصہ ہے جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں

الْمُفْلِحُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع اَلْمُفْلِحُ واحد اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ فلاح پانے والے، مراد پانیوالے کامیابی حاصل کرنیوالے۔

کفروا۔ ماضی جمع مذکر غائب، کُفْر و کُفران و کُفُور۔ مصادر ہیں۔

الکفر: کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اسی لئے رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔ یا کسان کو بھی کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی بیج کو زمین کے اندر چھپا دیتا ہے۔ کفر زیادہ تر شریعت حقہ سے انکار یا دین سے انکار کے لئے استعمال ہوتا ہے اور سب سے بڑا کفر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت یا اس کے فرستادہ انبیاء سے یا ان کی لائی ہوئی شریعت سے انکار ہے۔

کُفْرَانٌ، زیادہ تر نعمت کے انکار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کُفُورٌ دونوں قسموں کے انکار پر بولا جاتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (اے پیغمبر) جن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کیا۔ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ: سَوَآءٌ برابر، اسم مصدر ہے بمعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سَوِیٌّ مادہ۔

ءَاَنْذَرْتَہُمْ: ءَ ہمزہ استفہام ہے۔ لیکن یہاں یہ ہمزہ تسویہ کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی دونوں چیزوں کی برابری کرنے کے لئے۔ خواہ۔ ءَاَنْذَرْتَ، ماضی واحد مذکر حاضر، اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، جس کا مرجع اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ہے خواہ تو ان کو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ: عذاب الٰہی سے خوف دلانے کو کہتے ہیں۔ اَمْ۔ خواہ۔ یا۔ کیا۔ ءَ (ہمزہ) اور اَمْ، گو دونوں استفہام کے لئے آیا کرتے ہیں، لیکن یہاں ان کو اس معنی میں استعمال نہیں کیا گیا بلکہ معنی استواء کی تاکید کے لئے مستعمل ہیں۔

لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ لَمْ تُنْذِرْ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر، ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ...... لَمْ تُنْذِرْھُمْ۔ ان کے لئے یکساں ہے کہ آپ ان کو عذاب الٰہی سے ڈرائیں یا نہ ڈرائیں

لَا یُؤْمِنُوْنَ: مضارع نفی جمع مذکر غائب۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

اس آیت کی ترکیب نحوی یوں ہوگی! اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِیْنَ اسم موصول کَفَرُوْا جملہ فعلیہ ہو کر اپنے موصول کا صلہ، موصول اور صلہ مل کر اسم اِنَّ۔ سَوَآءٌ عَلَیْہِمْ ءَاَنْذَرْتَہُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ خبر اِنَّ کی۔

لَا یُؤْمِنُوْنَ جملہ فعلیہ خبر ثانی اِنَّ کی۔

۲ : ۷ ۔ خَتَمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَتْمٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے مہر لگائی۔ اس نے مہر لگا دی۔

امام راغب فرماتے ہیں ۔ اَلْخَتْمُ. اَلطَّبْعُ کے لفظ دو طرح سے استعمال ہوتے ہیں۔ کبھی تو خَتَمْتُ، اور طَبَعْتُ کے مصدر ہوتے ہیں اور اس کے معنی کسی چیز پر مہر کی طرح نشان لگانے کے ہیں۔ اور کبھی اس نشان کو کہتے ہیں جو مہر لگانے سے بن جاتا ہے۔

اور مجازاً کبھی اس سے کسی چیز کے متعلق وثوق حاصل کر لینا۔ اور اس کا محفوظ کر لینا مراد ہوتا ہے جیسا کہ کتابوں یا دروازوں پر مہر لگا کر انہیں محفوظ کر دیا جاتا ہے کہ کوئی چیز ان کے اندر داخل نہ ہو۔

یہاں آیت ہذا میں بھی خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ کے معنی ہیں: خدا نے ان کے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے (کہ نصیحت و پندار کا ان میں دخل نہیں ہوتا)

وَعَلٰی سَمْعِہِمْ: واؤ عاطفہ ہے۔ عَلٰی سَمْعِہِمْ معطوف ہے عَلٰی قُلُوْبِہِمْ پر۔ اَیْ وَخَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی سَمْعِہِمْ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے کانوں پر مہر لگا دی۔ سَمْعٌ اصل میں مصدر ہے اور مصادر جمع کی صورت میں نہیں لائے جاتے اس لئے یہاں لفظ سَمْعٌ مفرد لایا گیا ہے۔ اَبْصَارِہِمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کی آنکھیں۔ اَبْصَارٌ۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ اور اس کا معنی ہے کسی چیز کا آنکھ سے ادراک کرنا۔ لیکن کبھی اس کا اطلاق قوتِ باصرہ پر بھی ہوا کرتا ہے۔ کبھی نفس آنکھ کو بھی بصر کہتے ہیں۔

غِشَاوَۃٌ۔ غَشِیَ یَغْشٰی (باب سمع) کا مصدر ہے۔ غَشْیَۃٌ، غِشَاوَۃٌ، وَغِشَاءٌ اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَۃٌ (اسم) وہ پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔
وَعَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً۔ (۴۵:۲۳) اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ اور وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی (۹۲:۱) رات کی قسم جو (دن کو) چھپا لے۔

فائدہ: علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں خَتَمَ اللّٰہُ۔۔۔ الخ۔ یہ اس دعویٰ کی (کہ ان پر ہدایت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ وعظ کرنا نہ کرنا برابر ہے) دلیل ہے اور یہ دلیل اس لئے بیان ہوئی ہے کہ بظاہر اس دعویٰ کا ثبوت نظر نہیں آتا تھا۔ اس کے ثبوت میں فرمایا کہ یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر کر دی ہے۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے یعنی ان کی جبلت میں تاریکی ہے اور بہیمیت کی اندھیریوں نے ان کو ہر طرف سے محیط ہو کر اس امر کے قابل ہی نہ رکھا۔

(۲:۸) وَمِنَ النَّاسِ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بعض ایسے بھی ہیں۔ یہ آیت عبد اللہ بن ابی بن سلول اور معتب بن قشیر اور جد بن قیس اور ان کے رفقاء کے بارہ میں نازل ہوئی ہے جن میں اکثر یہودی تھے۔ اور بعض منافق۔ نَاسٌ اصل میں اُنَاسٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض حرف تعریف یعنی الف لام لے آئے یہ جمع ہے انسان کی۔ اور بعض کے نزدیک جمع نہیں بلکہ اسم جمع ہے کیونکہ جمع کے اوزان میں فُعَالٌ نہیں آیا۔ یہ یا تو اَنِسَ یَاْنَسُ اَنَسٌ مصدر باب سمع سے۔ بمعنی مانوس ہونا۔ یا اٰنَسَ یُؤْنِسُ اِینَاسٌ (باب افعال) سے مشتق ہے۔ جس کے معنی دور سے دیکھنا یا محسوس کرنے کے ہیں۔ چونکہ آدمی ایک دوسرے کو دکھائی دیتے ہیں اس لئے انہیں نَاسٌ کہتے ہیں۔ جس طرح جنوں کو ان کے مخفی اور پوشیدہ ہونے کی وجہ سے جنّ کہتے ہیں۔

مَنْ یَّقُوْلُ۔ مَنْ اسم موصول یقولُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ صلہ ہے بِاللّٰہِ معطوف علیہ

ہے اور بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ معطوف۔ ای اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاٰمَنَّا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۔ واؤ حالیہ ہے اور جملہ مابعد جملہ حالیہ۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے۔ حالانکہ وہ ایماندار نہیں ہیں۔

(۲:۹) يُخٰدِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُخَادَعَةٌ۔ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ فریب کرتے ہیں۔ وہ دھوکہ دیتے ہیں اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں کہ جو کچھ دل میں ہو اس کے برعکس ظاہر کرکے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو

امام راغب رح رقمطراز ہیں: (اس میں) اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے سے مراد اس کے رسول اور اولیاء کو فریب دینا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کرکے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی سا معاملہ کرنا گویا اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے۔ اسی بناء پر فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔ (۴۸:۱۰) جو لوگ تم سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں۔

اَللّٰهَ۔ فعل يُخٰدِعُوْنَ کا مفعول ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ واؤ عطف کا ہے۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر معطوف اور اَللّٰهَ معطوف علیہ۔ ای وَيُخٰدِعُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اور وہ دھوکہ دیتے ہیں ایمان لانے والوں کو۔

وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ مَا نافیہ۔ يَخْدَعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَدْعٌ۔ مصدر (باب فتح سے) اَنْفُسَهُمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مفعول يَخْدَعُوْنَ کا۔ ترجمہ: حالانکہ وہ اپنے آپ ہی کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اَنْفُسٌ جمع ہے نَفْسٌ کی۔ نفس ذات شے کو کہتے ہیں خواہ جوہر ہو یا عرض۔ (جو بذات خود قائم ہو وہ جوہر ہے مثلاً ذات باری تعالیٰ کہ اس کے لئے بھی نفس کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ (۵:۱۱۶) تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے ضمیر میں ہے) عرض وہ چیز جو دوسری چیز کی وجہ سے قائم ہو۔

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۔ واؤ حالیہ، مَا يَشْعُرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ يَخْدَعُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ يَشْعُرُوْنَ۔ شُعُوْرٌ مصدر، (باب نصر) سے ہے۔ مطلب یہ ہے وہ تو اس سے اس کا ادراک نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں سمجھتے۔ یہ الشَّعْرُ سے ہے جس کے معنی بال ہیں اور اس کی جمع اَشْعَارٌ ہے ۔۔۔ امام راغب رح لکھتے ہیں، شَعَرْتُ کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں اور اسی سے شَعَرْتُ كَذَا مستعار ہے۔ جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں۔ اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافتِ نظر کی وجہ سے ہی شاعر کہا جاتا ہے۔ تو لَيْتَ شِعْرِيْ كَذَا کے محاورہ میں شعر اصل میں علم لطیف کا

نام ہے۔ پھر عرف میں موزوں اور مقفیٰ کلام کو شعر کہا جانے لگا۔

(۲: ۱۰) مَرَضٌ ۔ اَلْمَرَضُ ۔ کے معنی ہیں انسان کے مزاجِ خصوصی کا اعتدال اور توازن کی حد سے نکل جانا یہ دو قسم پر ہے (۱) مرض جسمانی جیسا کہ ارشاد ہے ۔ وَلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ (۲۴: ۶۱) اور نہ بیمار پر کچھ گناہ ہے ۔ (۲) مَرَضٌ کا لفظ اخلاق کے بگڑنے پر بھی بولا جاتا ہے اور اس سے اخلاق رذیلہ مثلاً جہالت، شک، بزدلی، بخل، نفاق وغیرہ مراد ہوتے ہیں ۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ ۔ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ (۹: ۱۲۵) اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خبث پر خبث زیادہ کیا۔ آیت ہذا میں یہی دوسرے معنی لئے گئے ہیں ۔ کیونکہ جس طرح مرض جسمانی انسان کے بدن کو کمزور کر دیتا ہے اسی طرح یہ اخلاق رذیلہ بھی انسان کے دین کو ضعیف کر دیتے ہیں ۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ ۔ فَ نتیجہ کے لئے ہے ۔ ای نتیجۃً ۔ زاد ۔ یَزِيْدُ ۔ (باب ضرب) زَيْدٌ وَزِيَادَةٌ مصدر، ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ اس نے زیادہ کیا۔ اس نے بڑھایا ۔ زَادَ ۔ فعل لازم اور متعدی ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے ، یہاں یہ بطور فعل متعدی استعمال ہوا ہے ۔ فعل لازم کی مثال قرآن مجید میں ہے ۔ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ (۳۷: ۱۴۷) اور ہم نے اس کو بھیجا ایک لاکھ یا اس سے زیادہ لوگوں کی طرف (اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۔ یا وہ زیادہ تھے)

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ اَللّٰهُ ۔ فاعل ۔ مَرَضًا مفعول ثانی زَادَ فعل کا ۔

فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۔ خدا نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا ۔ مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کے دلوں میں شک و نفاق کا مرض ہے ۔ انہوں نے اس مرض کو دفع کرنے کی کوشش نہیں کی حتیٰ کہ وہ جڑ پکڑ گئی اور قانونِ قدرت کے مطابق بڑھتی گئی ۔

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ موصوف صفت ، اَلِمَ يَاْلَمُ اَلَمٌ ۔ (باب سمع) اَلِمٌ ۔ اسم فاعل ۔ فعل لازم قرآن مجید میں ہے يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ (۴: ۱۰۴) تو جس طرح تم شدید درد پاتے ہو اسی طرح وہ بھی شدید درد پاتے ہیں۔ اَلَمَ يُؤْلِمُ اِيْلَامٌ (افعال) دکھ درد دینا ۔ مُؤْلِمٌ اسم فاعل ۔ یہاں اَلِيْمٌ بمعنی مُؤْلِمٌ ہے ۔ دکھ دینے والا ۔ دردناک ۔ (راغب)

بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔ بَ سببیہ ہے ۔ اور مَا مصدریہ ۔ كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب ۔ بہ سبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ۔ بہ سبب ان کے کذب کے (كَذَبَ يَكْذِبُ كِذْبٌ جھوٹ بولنا)

۲: ۱۱ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔ اِذَا شرطیہ ۔ قِيْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر ، یہ کثیر المعانی لفظ ہے ۔ اور قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال

ہوا ہے۔ مثلاً بولنا۔ رائے۔ نظریہ، کسی کو کوئی بات الہام کرنا، حکم دینا۔ روایت کرنا۔ وغیرہ۔

قِیْلَ اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن قرآن مجید میں جس جگہ حرف شرط کے بعد آیا ہے وہاں مضارع کا ترجمہ کیا جائے گا۔ کہیں حال کا کہیں مستقبل کا۔ کہا گیا۔ کہا جاتا ہے۔ کہا جائے گا۔

لَا تُفْسِدُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو، فِی الْاَرْضِ جار مجرور مل کر متعلق لَا تُفْسِدُوْا لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ، مقولہ نائب فاعل قِیْلَ کا ہے۔ سارا جملہ جملہ فعلیہ ہو کر شرط ہے۔ اگلا جملہ قَالُوْا... مُصْلِحُوْنَ تک۔ اس شرط کی جزاء ہے۔

اِنَّمَا۔ یہ مرکب ہے اِنَّ اور مَا۔ بے شک۔ تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتی ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتی ہے۔

مُصْلِحُوْنَ ۰ اسم فاعل جمع مذکر، درست اعمال کرنے والے، نیک، اصلاح کرنے والے۔ بگاڑ کرنے والے۔

۲ : ۱۲) اَلَآ۔ خبردار ہو جاؤ، سن لو، جان لو، حرف تنبیہ ہے۔

ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ ۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب، تاکید کے لئے ہے۔ اَلْمُفْسِدُوْنَ ۰ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اَلْمُفْسِدُ۔ واحد۔ فساد ڈالنے والے۔ بگاڑ کرنے والے (بے شک) یہی فساد ڈالنے والے ہیں

لَا یَشْعُرُوْنَ ۰ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ شعور نہیں رکھتے ہیں۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں، نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۹)۔ اٰمِنُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ۔ (افعال) مصدر تم ایمان لاؤ۔

کَمَا مرکب ہے کَ اور مَا سے کَ حرف تشبیہ ہے۔ مَا مصدریہ ہے، ای اٰمِنُوْا اِیْمَانًا مِثْلَ اِیْمَانِ النَّاسِ۔

السُّفَهَآءُ۔ السَّفِیْہُ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل۔ بے سمجھ، احمق۔ السَّفِیْہُ کے اصل معنی جسمانی ہلکا پن کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں سَفِهَتِ الرِّیْحُ الشَّیْئَ۔ اس چیز کو ہوا لے اڑی۔ پھر بسبب خفیف ہونے عقل کے اس کا اطلاق بے وقوفی اور حماقت پر ہونے لگا۔ سَفِیْہٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ اسم فاعل ہے بمعنی بے وقوف

اَلنَّاسُ (۱) اَلْ جنس کے لئے ہے۔ جس سے مراد مرد کامل ہے کیونکہ جنس بول کر فرد کامل مراد لیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ہم بولتے ہیں "فلاں انسان ہے" یعنی کامل انسان ہے اس تقدیر پر اَلنَّاسُ سے مراد اہل ایمان ہیں جو صحیح معنی میں انسان ہیں۔ (۲) اَلْ عہد کا بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

۲ : ۱۴) لَقُوْا: ماضی جمع مذکر غائب، لَقْیٌ ولِقَاءٌ (باب سَمِعَ) مصدر، لَقُوْا اصل میں لَقِیُوْا۔ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا۔ ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقُوْا ہو گیا۔ جب وہ ملتے ہیں، جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا ماضی کا صیغہ ہے۔ لیکن حرف شرط کے بعد آنے کی وجہ سے بمعنی مضارع آیا ہے۔ ملاحظہ ہو (۲ : ۱۱)

اَلَّذِیْنَ: اسم موصول۔ اٰمَنُوْا صلہ موصول اپنے صلہ سے مل کر لَقُوْا کا مفعول ہے
خَلَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ (ماضی بمعنی مضارع بحوالہ ۲: ۱۱) خَلَا یَخْلُو۔ (باب نَصَرَ) خَلَا تُو مصدر
وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ خَلَاءٌ خلوت میں ہونا یا اکیلا ہونا۔ خَلَا اِلٰی کسی کے ساتھ اکیلا ہونا۔ یا خلوت میں ہونا
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰی شَیٰطِیْنِہِمْ اور جب وہ اپنے شیطان ساتھیوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں۔ یعنی جب اہل
ایمان ان کے پاس نہیں ہوتے
مُسْتَھْزِءُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) مصدر، ھَزْءٌ۔ مادہ۔ مذاق کرنے
والے۔ ٹھٹھا کرنے والے۔ مذاق بنا کر انکار کرنے والے
(۲: ۱۵) یَسْتَھْزِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتِھْزَاءٌ۔ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ عربی زبان میں جب
وہی یا ویسا ہی فعل جواباً استعمال کیا جائے تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس فعل کی سزا دینا یا اس کی مدافعت
کرنا۔ اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِہِمْ کے یہ معنی نہیں کہ اللہ ان سے مذاق کرے گا۔ بلکہ اس کے معنی ہیں یرجع
وبال الاستھزاء عَلَیْہِمْ ان کے استہزاء کا بوجھ یا عذاب ان ہی پر لوٹا دے گا۔ (بیضاوی)
بعض علماء نے الفاظ پر مبنی دیگر تاویلات بھی کی ہیں۔ جو کتب تفسیر میں دیکھی جا سکتی ہیں۔
یَمُدُّھُمْ۔ یَمُدُّ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ مَدَّ یَمُدُّ۔ (باب نَصَرَ) مَدٌّ۔ مصدر۔ وہ
ڈھیل دے رہا ہے۔ وہ مہلت دے رہا ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ضمیر کا مرجع وہ لوگ
ہیں جو (۲: ۸) میں مذکور ہوئے۔ جو کہتے تو یہ ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے لیکن حقیقۃً وہ
ایمان نہیں رکھتے۔
اَلْمَدُّ کے اصل معنی (لمبائی میں کھینچنے کے ہیں۔ اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃ
کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا
کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے مَدَدْتُ عَیْنِیْ اِلٰی کَذَا۔ للچائی ہوئی نظروں
سے دیکھنا۔ مثلاً۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا مِّنْہُمْ (۱۵-۸۸) اور ہم نے کفار
کے کئی جوڑوں کو جو فوائد دنیا سے متمتع کیا ہے۔ تم ان کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھنا اور۔
مَدَدْتُہٗ فِیْ غَیِّہٖ بمعنی گمراہی پر مہلت دینا۔ فوراً گرفت نہ کرنا۔ باب افعال سے اَمَدَّ یُمِدُّ
بمعنی مدد کرنا وغیرہم۔
طُغْیَانِہِمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کی سرکشی، طَغِیَ یَطْغٰی۔ باب سَمِعَ۔ اور طَغٰی یَطْغٰی
(باب فَتَحَ) طُغْیَانٌ۔ اپنی حد سے بڑھ جانا۔ نافرمانی اور معصیت کوشی میں حد سے بڑھ جانا۔ ھِمْ
ضمیر جمع مذکر غائب۔ یَعْمَھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَمَہٌ (باب فتح۔ سمع) مصدر

بمعنی حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متردد پھرنا۔ یَعْمَهُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر ھِمْ کا حال ہے۔

عَمَهٌ کے معنی لغوی یہ ہیں کہ کسی معاملہ میں سرگشتہ وحیران ہونا جیسا کہ اعمٰی (اندھے) کا حال ہوتا ہے

ترجمہ یوں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ٹھٹھا کرتا ہے یعنی انہیں ٹھٹھا کرنے کی سزا دیتا ہے اور ان کو ان کی سرکشی میں ڈھیل دیئے جاتا ہے۔ (اور ان کی حالت یہ ہے کہ) وہ حیرانگی کی وجہ سے سرگرداں و متردد بھٹک رہے ہیں۔

(۲:۱۶) اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ، یہی وہ لوگ ہیں

اِشْتَرَوُا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر، بیچنے اور خریدنے ہر دو معنوں میں آتا ہے اور یہاں بمعنی خرید کرنا ہے۔ انہوں نے خرید کیا۔ انہوں نے مول لیا۔ مُشْتَرِیْ خرید کرنے والا۔

الضَّلٰلَةَ۔ گمراہی، بھٹکنا، گمراہ ہونا۔ ضَلَّ یَضِلُّ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے بھٹک جانا۔ هِدَايَة کی ضد ہے اشتروا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

بِالْهُدٰى۔ بٖ عوض اور بدلہ کے لئے ہے۔ هُدًى۔ بمعنی ہدایت، یعنی انہوں نے ہدایت دے کر اس کے بدلہ میں گمراہی مول لے لی۔

فَمَا۔ فَ۔ تفریعیہ (مستنبطہ) مَا نافیہ۔ رَبِحَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ رِبْحٌ و رَبَاحٌ۔ (باب سَمِعَ) کا مصدر۔ (تجارت کا) نفع دینا (آدمی کا تجارت میں) نفع کمانا۔

تِجَارَتُهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی تجارت (پس ان کی تجارت نفع آور نہ ہوئی)

مُهْتَدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ ہدایت پانے والے۔

اِسْتَوْقَدَ۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِسْتِیْقَادٌ (استفعال) مصدر۔ اس نے آگ جلائی۔ اسی سے ہے وَقُوْدٌ۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

فَلَمَّا۔ فَاءٌ عطف اور ترتیب کے لئے ہے لَمَّا حرف شرط ہے اَضَاءَتْ مَاحَوْلَهٗ جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ اس کی جزاء۔ پس جب۔

اَضَاءَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل۔ نَارًا کی طرف راجع ہے اِضَاءَةٌ (باب افعال) مصدر ض و ء مادہ۔ روشن کرنا یعنی جب اس نے آگ کو روشن کر دیا۔

مَاحَوْلَهٗ۔ مَآ۔ صلہ حَوْلَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر موصول۔ حَوْلَ۔ ارد گرد، آس پاس۔ جو اس کے ارد گرد یا آس پاس تھا۔ ہٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع المستوقد۔ آگ جلانے والا ہے، موصول وصلہ مل کر اضاءت کا مفعول ہے

بِنُوْرِهِمْ۔ بٖ حرف جار لتعدیہ کا ہے۔ نُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر، مجرور، جار اور مجرور مل کر متعلق فعل۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ (تو) اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو لے گیا۔ ان کی روشنی سلب کر لی۔

وَتَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ واؤ عاطفہ ہے تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فِيْ ظُلُمٰتٍ متعلق فعل تَرَكَ۔ اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا۔

لَا يُبْصِرُوْنَ، مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِبْصَارٌ (افعال) مصدر، یہ جملہ حال ہے اپنے ذوالحال هِمْ کا۔ دراں حالیکہ وہ کچھ نہیں دیکھتے۔

فائدہ: آیت ہذا میں الذی بمعنی اَلَّذِيْنَ استعمال ہوا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے بعد ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع لائی گئی ہے الذی کا لفظ جمع کے معنوں میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا (۹: ۶۹) اور تم لوگ بھی گھسے جیسا وہ لوگ گھسے تھے اور وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (۳۹: ۳۳) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا۔ تو یہی لوگ پرہیزگار ہیں۔

(۲: ۱۸) صُمٌّ۔ بہرے، اَصَمُّ کی جمع ہے اَفْعَلُ كَعَلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر، صُمٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر

بُكْمٌ۔ گونگے۔ اَبْكَمُ کی جمع جس کے معنی پیدائشی گونگے کے ہیں۔

عُمْيٌ۔ اَعْمٰی کی جمع۔ اَعْمٰی کا استعمال آنکھوں کے اندھے اور دل کے اندھے دونوں کے لئے ہوتا ہے۔

صُمٌّ۔ خبر اول ہے مبتدا محذوف هُمْ کی بُكْمٌ خبر دوم اور عُمْيٌ خبر سوم، مبتدا محذوف اپنی ہر سہ اخبار سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اور یہ معطوف علیہ ہے اگلے جملہ کا۔

فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ فَا حرف عطف بمعنی ترتیب کے۔ هُمْ مبتدا۔ لَا يَرْجِعُوْنَ فعل با فاعل جو جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہے مبتدا کی۔ مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں۔ اندھے ہیں پس وہ (کسی طرح سیدھے راستہ کی طرف) نہیں لوٹیں گے!

(۲-۱۹) اَوْ۔ اَوْ۔ اصل میں شک کے لئے وضع کیا گیا ہے کہ جہاں دو باتوں میں شک کے طور پر برابری ہو وہاں اس کا استعمال ہوتا تھا۔ پھر مطلقاً دو چیزوں کی برابری بیان کرنے میں استعمال ہونے لگا کہ جہاں شک مقصود نہیں جیسا کہ بولتے ہیں جَالِسِ الْحَسَنَ اَوِ ابْنَ سِيْرِيْنَ۔ کہ خواہ تو حسن کے پاس بیٹھ یا ابن سیرین کے، دونوں کے پاس بیٹھنا برابر ہے۔ اس مقام پر (آیت ہذا) بھی یہ کلمہ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے کہ منافقوں کو خواہ آگ جلانے والوں سے تشبیہ دو خواہ مینہ سے بھاگنے والوں سے دونوں برابر ہیں (تفسیر حقانی) اَوْ کے معنی یا ہیں یہ حرف عطف ہے۔

كَصَيِّبٍ: كَ تشبیہ کا ہے۔ صَيِّبٍ۔ صَوْبٌ مصدر (باب نصر) سے مشتق ہے اور فَيْعِلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بارش یا مینہ برسانے والا بادل ہیں۔

صَيِّبٍ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای اَصْحَابِ صَيِّبٍ۔ تقدیر کلام یوں ہوگی: اَوْ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ اَصْحَابِ صَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ یا پھر ان کی مثال آسمانی بارش والوں کی سی ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ منافقوں کو دونوں قصوں سے تشبیہ دینا برابر ہے)

السَّمَآءِ۔ (سموّ مادہ) ہر شئے کے بالائی حصہ کو سَمَآءٌ کہا جاتا ہے جس طرح اَرْض بول کر کسی چیز کا نیچے کا حصہ مراد لے لیتے ہیں۔ جیسے شاعر نے گھوڑے کی صفت میں کہا ہے، د

وَاَحْمَرُ كَالدِّيْبَاجِ اَمَّا سَمَآؤُهٗ - فَرَيَّا وَاَمَّا اَرْضُهٗ فَمَحُوْلُ

(وہ دیبا کی طرح سُرخ ہے اس کا بالائی حصہ موٹا اور گداز ہے۔ اور اس کا زیریں حصہ (یعنی ٹانگیں) لاغر اور سخت ہے)

بعض نے کہا ہے کہ یہ اسمائے نسبیہ سے ہے کہ ہر سماء اپنے ماتحت کے لحاظ سے سَمَآءٌ ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے اَرْضٌ ہے۔ بجز سماء علیا (فلک الافلاک) کے کہ وہ ہر لحاظ سے سَمَآءٌ ہی ہے اور کسی کے لئے ارض نہیں بنتا۔

نیز بارش کو بھی سَمَاء کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی اوپر سے آتی ہے۔ بادل اور آسمان مراد لینا بھی ممکن ہے آیت ہذا میں مراد بادل ہے۔

فِيْهِ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع صَيِّبٌ ہے یا سمآءٌ کیونکہ لفظ سماء مذکر و مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے (۱) وَالسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳: ۱۸) اور جس سے آسمان پھٹ جائیگا (مذکر) (۲) اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ (مؤنث)

ظُلُمٰتٌ۔ جمع ہے ظُلْمَةٌ کی، تاریکیاں، اندھیرے۔

رَعْدٌ۔ گرج کو کہتے ہیں۔ مثلاً بولا جاتا ہے رَعَدَتِ السَّمَآءُ وَبَرَقَتْ۔ بادل گرجا اور چمکا۔

بَرْقٌ۔ بادلوں میں پیدا ہونے والی چمک۔ ملاحظہ ہو رَعْدٌ۔ متذکرہ بالا۔

يَجْعَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر،

جَعَلَ۔ یہ لفظ ہر کام کرنے کے لئے بولا جا سکتا ہے اور فعل۔ صَنَعَ کی بہ نسبت عام ہے، یہ پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بمعنی صَارَ وَطَفِقَ۔ اس صورت میں یہ متعدی نہیں ہوتا۔ مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُوْلُ كَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔

(۲) بمعنی اَوْجَدَ۔ (یعنی ایجاد کرنا۔ پیدا کرنا) جیسے وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ (۶: ۱) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔

(۳) ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (۴۲: ۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔ اور وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا (۱۶: ۸۱) اور تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔

(۴) بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے قرآن پاک ہے الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲: ۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔

(۵) کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا۔ عام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ہ (۲۸: ۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچادیں گے اور پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے باطل کی مثال۔ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنَاتِ۔ (۱۶: ۵۷) اور یہ لوگ خدا کے لئے بیٹیاں تجویز کرتے ہیں۔

اَصَابِعَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی انگلیاں اِصْبَعٌ کی جمع۔

اٰذَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے کان۔ اُذُنٌ کی جمع۔

مِنَ الصَّوَاعِقِ۔ جار مجرور مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کے متعلق ہے۔ الصَّوَاعِقِ جمع الصَّاعِقَةُ کی۔ کڑک بجلی کی کڑک۔ صَاعِقَةٌ یا تو صَعِقَ يَصْعَقُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی بے ہوش ہونے کے ہیں۔ یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکر اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اور آواز رعد کی صفت ہے یا خود رعد کی صفت ہے اخیر صورت میں ۃ اس میں مبالغہ کے لئے ہوگی۔

حَذَرَ الْمَوْتِ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اپنے فعل يَجْعَلُوْنَ کا مفعول لہٗ ہیں۔ موت کا ڈر، موت کے ڈر سے (یعنی بجلی کی کڑک کے باعث موت کے خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں دے لیتے ہیں۔

مُحِيْطٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر قیاسی اِحَاطَةٌ۔ مصدر (باب افعال) حوط۔ مادہ۔ ہر طرف سے احاطہ کرلینے والا ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔ جملہ معترضہ ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قریب ہے كَادَ۔ يَكَادُ۔ كَوْدٌ مصدر (باب سمع) افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اگرچہ یہ فعل تامہ ہے لیکن استعمال میں اس کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے جیسے آیت ہذا میں: يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو اچک لے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲: ۷۱)

يَخْطَفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ خَطْفٌ مصدر (باب سَمِعَ) اچک لے۔ جھپٹ لے جائے، بَازٍ مُخْطِفٌ۔ باز جو اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔

يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا کہ کوئی پوچھتا تھا کہ اس کڑک میں ان کا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ گویا بجلی کی چمک سے وہ اندھے ہی ہوجاویں گے۔

كُلَّمَا۔ جب کبھی۔ کلمہ شرط ہے۔ یہ لفظ مرکب ہے كُلٌّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ كُلٌّ ہمیشہ منسوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے۔ كُلَّمَا کے بعد اکثر فعل ماضی آتا ہے۔ جیسے آیت ہذا میں كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ آیا ہے یا جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱ : ۷) جب بھی میں نے ان کو بلایا۔ یا جیسے كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ۔ (۳ : ۳۷) حضرت زکریا جب کبھی عبادت گاہ میں اس کے پاس جاتے۔

وغیرہ۔

اَضَآءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِضَاءَةٌ (افعال) مصدر، اس نے روشن کیا۔ ضَوْءٌ مادہ، — الضَّوْءُ۔ کے معنی نور اور روشنی کے ہیں۔ ضَآءَتِ النَّارُ۔ آگ روشن ہوگئی۔ فعل میں ضمیر فاعل کا مرجع اَلْبَرْقُ ہے۔ اس میں مفعول محذوف ہے ای اضاء الصراط لهم جب بجلی کی روشنی ان کے لئے راستہ کو روشن کرتی ہے۔ مَشَوْا فِيْهِ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مَشْیٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر فِيْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الصراط (محذوف) کے لئے ہے۔ اَظْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِظْلَامٌ (افعال) کا مصدر، اس نے اندھیرا کیا۔ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ وہ ان پر اندھیرا کرتا ہے یعنی جب ان پر اندھیرا طاری ہو جاتا ہے (برق کے نہ چمکنے سے)

لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ اگر۔ حرف تمنا میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ کاش۔

شَآءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِيَّةٌ (باب سمع) سے مصدر۔ چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ شَآءَ۔ اصل میں شَيِئَ۔ (سَمِعَ) تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح۔ اس لئے یَ کو الف سے بدل دیا گیا۔ شَآءَ ہوگیا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اس نے چاہا۔ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ۔ اگر خدا چاہے۔ اگر خدا چاہتا۔

لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ۔ لام جزا میں تاکید کے لئے ہے بَ تعدیہ کا ہے سَمْعِ۔ اَلسَّمْعُ کے معنی قوت سامعہ کے ہیں لیکن کبھی بطور مصدر بمعنی سننا۔ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور کبھی اس سے خود کان بھی مراد ہوتے ہیں۔ آیت ہذا میں قوت سامعہ مراد لی گئی ہے یعنی اگر اللہ چاہتا، تو ان کی سننے کی قوت کو لے جاتا یا زائل کر دیتا۔

کان کے معنی میں بھی آیا ہے۔ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ۔ (۲ : ۷) اور بطور مصدر اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ۔ (۲۶ : ۲۱۲) اور وہ (وحی کے) سننے سے محروم کئے جا چکے ہیں۔

وَاَبْصَارِهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَیْ لَذَهَبَ بِاَبْصَارِهِمْ۔ اور لے جاتا۔ یا زائل کر دیتا ان کی قوتِ بینائی کو، یا ان کی آنکھوں کو، اَبْصَار۔ بمعنی آنکھیں (۲ : ۷) میں مستعمل ہے: وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ۔ اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے۔

قَدِيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِيْرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کی ذات کے سوا کسی مخلوق کو قَدِيْرٌ نہیں کہہ سکتے۔

(۲:۲۱) اُعْبُدُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، عِبَادَةٌ وَعُبُوْدَةٌ مصدر (باب نصر) تم بندگی کرو، تم عبادت کرو لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ کی اصل وضع امید یا اندیشہ کے لئے ہے لیکن جس چیز کی امید کی جائے اس کا ممکن ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے لَعَلَّ الشَّبَابَ يَعُوْدُ کہنا غلط ہے کیونکہ جوانی کا لوٹنا ممکن نہیں۔

قرآن مجید میں فرعون کا جو قول لَعَلِّيْ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ (شاید میں آسمانی اسباب تک پہنچ جاؤں) آیا ہے ۔ (حالانکہ اس کا آسمان تک پہنچنا ناممکن تھا) اس کی یہ دو وجوہات دی گئی ہیں۔

(۱) اس کی جہالت کہ وہ جانتا ہی نہ تھا کہ آسمان کہاں ہے اور یہ کہ اس کا وہاں تک پہنچنا ناممکن ہے،

(۲) فرعون اہل دربار کو دھوکہ دینا چاہتا تھا۔ وہ فریب کے ساتھ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اس کے لئے آسمان تک پہنچنا ممکن ہے۔

اگرچہ لَعَلَّ امید اور اندیشہ کے معنی ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے لیکن جب اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے لئے ہو تو اس کے معنیٰ میں قطعیت آجاتی ہے۔ کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی مراد لینا صحیح نہیں۔

لَعَلَّكُمْ: شاید کہ تم۔ امید ہے کہ تم۔

تَتَّقُوْنَ ۝ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم بچتے ہو۔ تم پرہیز کرتے ہو۔ تم پرہیزگار ہوتے ہو۔ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

الَّذِيْ۔ اسم موصول۔ رَبَّكُمْ کے لئے ہے۔

فِرَاشًا۔ جس کو بچھایا جاتا ہے۔ یعنی بستر

بِنَآءً۔ چھت، عمارت، جو چیز بنائی جائے۔ بناء کہلاتی ہے۔

الْاَرْضَ۔ جعل۔ کا مفعول اول ہے۔ فِرَاشًا مفعول ثانی، دونوں مل کر معطوف علیہ ہوئے والسماء بناءً کے۔ واؤ عاطفہ ہوا۔ السَّمَآءَ مفعول اول اور بِنَآءً مفعول ثانی۔ دونوں مل کر معطوف جملہ سابقہ کے معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول اول و دوم ہوئے جَعَلَ کے جعل فاعل اور دونوں مفعول سلہ ہوئے الَّذِيْ کا۔

رِزْقًا۔ روزی، رزق، اَخْرَجَ کا مفعول ہے۔

اَنْدَادًا۔ مفعول ہے لَا تَجْعَلُوْا کا۔ بمعنی مقابل، برابر، نِدٌّ کی جمع ہے۔ نِدّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ یہ حال ہے لا تجعلوا کی ضمیر سے۔

(۲: ۲۳) اِنْ کُنْتُمْ۔ اِنْ شرطیہ ہے۔

رَیْبٍ۔ رَابَ۔ یُرِیْبُ۔ رَیْبٌ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے بمعنی شک میں ڈالنا۔ اَرَابَ یُرِیْبُ اِرَابَۃً (باب افعال) سے بھی شک میں ڈالنا کے معنی آتے ہیں، ریب۔ اس شک یا وہم کو کہتے ہیں جس کا بعد میں ازالہ ہو جائے۔ جیسے آیت ہذا۔ یا اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ البعث (۲: ۲۵) اگر تم کو (قیامت کے دن) پھر جی اٹھنے میں کسی طرح کا شک ہو۔

رَیْبَ الْمَنُوْنِ ۝ (۵۲: ۳۰) گردشِ زمانہ، زمانہ کے حوادث کہ ان کے وقوع میں شک رہتا ہے کہ کب وقوع پذیر ہو جاویں۔

مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے مِنْ جار ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اس کا صلہ اگلا جملہ نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا ہے۔ نَزَّلْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَنْزِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تَنْزِیْلٌ۔ کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے نازل کرنا۔ اور اِنْزَالٌ کے معنی ہیں یکبارگی نازل کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ۔ (۹۷: ۱) بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔ یعنی اس شب میں یہ کلام لوحِ محفوظ سے بیت المعمور تک یکبارگی نازل ہوا۔ اور وہاں سے دنیا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حسب ضرورت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر نازل ہوتا رہا۔

فَاْتُوْا۔ ف۔ جزائیہ ہے (جواب شرط میں) اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ مصدر۔ اَتٰی۔ یَاْتِیْ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) ا ت ی۔ مادّہ۔ ب کے صلہ کے ساتھ لاؤ تم۔

سُوْرَۃٍ۔ سورت (ملاحظہ ہو ابتداء سورۃ الفاتحہ) یہاں سورۃ سے مراد ایک سورۃ کی مقدار ہے (جو کم از کم تین آیات پر مشتمل ہو) نہ کہ فرد سورۃ مراد ہے۔

مِنْ مِّثْلِہٖ۔ یہ سورت کی صفت ہے یعنی قرآن کی سورتوں جیسی کوئی سورت لے آؤ۔ جو بلاغت اور حسنِ نظم میں قرآن کی سورتوں جیسی ہو۔ اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مثلہ کی ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا نَزَّلْنَا ہے (یعنی قرآن مجید)

فائدہ۔ یہ امر، امر تعجیز ہے کہ مخاطب ایسا کرنے سے عاجز رہیگا۔ خود قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِہٖ وَلَوْ کَانَ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ ظَھِیْرًا (۱۷: ۸۸)

کہہ دو، اگر انسان اور جن اس بات پر مجتمع ہوں کہ اس قرآن جیسا بنا لائیں۔ تو اس جیسا نہ لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

ادعُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) تم بلاؤ۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ اللّٰہِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر مِنْ جار کا مجرور۔ دُوْنَ بمعنی ورے سوائے ۔جو کسی شے سے چھوٹا اور قاصر ہو وہ دُوْنَ کہلاتا ہے اصل میں دُوْنَ کے معنی پاس اور قریب جگہ کے ہیں ۔ اور اسی لئے کتابوں کے تصنیف کرنے کو تدوین کہتے ہیں کہ ایک مضمون کو دوسرے مضمون کے قریب اور متصل پاس کیا جاتا ہے پھر بطور مجاز کے رتبہ میں بھی اس لفظ کا استعمال ہونے لگا۔ مثلاً زید دُوْنَ عَمرٍو۔ زید عمرو سے کم رتبہ ہے اسی لئے حقیر چیز کو دُوْنَ یا دَنِیٌّ کہتے ہیں۔ اس عالم کو کہ حقیر اور ذلیل ہے دُنیا (مونث کا صیغہ) کہتے ہیں۔ یا اس لئے کہ قریب اور پاس ہے اور آخرت عالم بعید ہے۔ پھر اس میں بھی وسعت دی گئی ہے اور اس کلمہ کا ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے پر اطلاق ہوا۔ اور لفظ غیر کے ہم المعنیٰ ہو گیا۔ اس مقام پر (یعنی آیت ہذا میں) اس کے معنی غیر کے ہیں یعنی خدا کے غیر اور اس کے سوا۔ (تفسیر حقانی)

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ ای فَافْعَلُوْا تو کر دیکھو۔

(۲: ۲۴) فَاِنْ ۔ ف ۔ عاطفہ ہے۔ اِنْ شرطیہ ۔ لَمْ تَفْعَلُوْا۔ فعل مضارع نفی جحد بلَمْ (بمعنی ماضی) تم نہ کر سکے۔ تم نے نہ کیا۔

وَلَنْ تَفْعَلُوْا (اور ہرگز نہ کر سکوگے) یہ جملہ معترضہ ہے لن تفعلوا۔ مضارع نفی تاکید بلن فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔ فَ جزائیہ ہے۔ جملہ جواب شرط ہے (جزائیہ) اِتَّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم بچو، تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

وقُود۔ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ وَقَدَ یَقِدُ (باب ضرب) آگ کا سلگنا۔ باب افعال سے اَوْقَدَ یُوْقِدُ آگ جلانا۔ روشن کرنا۔ هَا ضمیر واحد مونث غائب۔ النّار کے لئے ہے

اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۔ جملہ خبریہ ہے اور النَّارَ سے موضع حال میں ہے اُعِدَّتْ ماضی مجہول واحد مونث غائب ۔ اِعْدَادٌ (باب افعال) سے مصدر۔ وہ تیار کی گئی ۔ ع دد ۔ مادہ۔

(۲: ۲۵) وَبَشِّرِ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر تَبْشِيْرٌ (تفعیل) سے مصدر۔ تو خوشخبری دے، تو بشارت دے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ صلہ اور موصول مل کر جملہ۔ فعل بَشِّرْ کا مفعول ہے۔

اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ جملہ اپنے فعل بَشِّرْ کے متعلق ہے ۔ اس کی اپنی ترکیب یہ ہے ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل جَنّٰتٍ موصوف ۔ تجری من تحتها الانہٰر جملہ فعلیہ ہو کر جنّٰتٍ کی صفت ۔ موصوف، صفت مل کر اَنَّ کا اسم۔ لَهُمْ۔ اَنَّ کی خبر۔

ترجمہ:۔ کہ ان کے لئے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔
(۱) نہریں ان باغوں کے نیچے زیرزمین بہتی ہیں۔ اور درختوں کی جڑیں ان سے مطلوبہ نمی حاصل کرتی ہیں
اصل عبارت تحتَ اَشجارِھَا ہے۔ مضاف حذف کر دیا گیا ہے۔ اور مضاف الیہ اس کا قائمقام بنایا گیا ہے۔ یعنی باغات کے درختوں کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جیسا کہ عام طریقہ آبپاشی ہے۔
(۳) تَحْتِهَا بمعنی تحتَ اوامرِ اَهْلِهَا یعنی ان باغات میں نہریں ہیں جو باغات میں رہنے والوں کے حکم کے تحت چلتی ہیں۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَادٰی فِرْعَوْنُ فِیْ قَوْمِہٖ قَالَ یٰقَوْمِ اَلَیْسَ لِیْ مُلْكُ مِصْرَ وَھٰذِہِ الْاَنْھٰرُ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِیْ۔ (۴۳ : ۵۱)
اور فرعون نے اپنی قوم میں پکار کر کہا اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں اور کیا یہ نہریں میرے (حکم کے) تحت نہیں بہہ رہیں۔
(۴) یہ نہریں نہ صرف باغات کی آبپاشی کی ضروریات کے لئے ہوں گی۔ ان کی دیگر صفات بھی قرآن میں مذکور ہیں۔ مثلاً :۔
(۱) فِیْهَا اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ (۴۷ : ۱۵) (جنت) میں پانی کی نہریں ہیں جو بو نہیں کریگا۔
(۲) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ (ایضاً) اور دودھ کی نہریں جس کا مزہ نہیں بدلے گا۔
(۳) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۔ (ایضاً) اور شراب کی نہریں جو پینے والوں کے لئے (سراسر) لذت ہیں
(۴) وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی (ایضاً) اور شہد مصفیٰ کی نہریں ہیں
جَنّٰتٍ جمع ہے جَنَّةٍ کی، جنتیں، بہشتیں۔ باغات۔ یہ مشتق ہے اَلْجَنُّ (باب نصر) سے جس کے اصل معنیٰ کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَیْهِ الَّیْلُ (۶ : ۷۶) جب رات نے ان کو (اپنے پردہ تاریکی سے چھپالیا۔ اَلْجَنَّةُ ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے۔ اگرچہ دونوں میں بُعدِ بعید ہے۔ اور یا اس لئے کہ بہشت کی نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ (۳۲ : ۱۷) کوئی متنفس نہیں جانتا کہ ان کے لئے کیسی آنکھوں کی ٹھنڈک چھپا کر رکھی گئی ہے۔ جَنّٰتٍ بوجہ اسم اَنَّ ہونے کے منصوب ہے بسبب جمع مؤنث سالم کے نصب تابع جر کے آئی ہے۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ:۔
جنّٰتٍ : جمع لانے کی وجہ یہ ہے کہ بہشت سات ہیں (۱) جنت الفردوس (۲) جنت عدن

(۳) جنت النعیم (۴) دارالخلد (۵) جنت الماویٰ (۶) دارالسلام (۷) علیین۔

تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب. جَرْیٌ وَجَرَیَانٌ (باب ضرب) سے مصدر وہ بہتی ہے، وہ جاری ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔

تَحْتِهَا۔ مضاف، مضاف الیہ، تَحْتِ بمعنی نیچے. اسم ظرف ہے یہ فوقٌ کی ضد ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کے لئے ہے۔

کُلَّمَا۔ جب بھی۔ جس بار بھی۔ یہ لفظ مرکب ہے کُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے

مِنْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔

رِزْقًا۔ رُزِقُوْا کا مفعول بہ ہے، جب بھی ان کو ان میں سے کسی قسم کا میوہ کھانے کو دیا جائے گا۔

کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور اگلا جملہ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ جواب شرط ہے۔

هٰذَا کا اشارہ نوع رزق کی طرف ہے اور الَّذِیْ رُزِقْنَا سے قبل مِثْلَ محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ هٰذَا مِثْلُ الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ۔ یہ پہلے رزق کی مثل ہے لفظ مثل تشبیہ بلیغ کرنے کے لئے حذف کر دیا گیا۔ گویا یہ دوسری دفعہ کا میوہ بعینہٖ پہلا ہی ہے۔

مِنْ قَبْلُ۔ سے مراد دنیا کے میوے ہیں یا بہشت کے میوے جو کہ صورۃً سب یکساں نظر آئیں گے۔ لیکن ذائقہ اور لذت میں مختلف۔

قَبْلُ۔ ظرف زمان اور ظرف مکان ہر دو طرح مستعمل ہے۔ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازم ہے جب بغیر اضافت کے آئے تو ضمہ پر مبنی ہوگا جیسے آیت ہذا میں ہے۔

اُتُوْا بِهٖ۔ اُتُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ۔ مصدر (باب ضرب) بَا کے صلہ کے ساتھ بمعنی لانا۔ ان کے پاس لایا جائے گا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ رُزِقُوْا کی طرف راجع ہے۔

مُتَشَابِهًا اسم فاعل واحد مذکر، منصوب، اَلشِّبْهُ، اَلشَّبَهُ، اَلشَّبِیْهُ۔ کے اصل معنی مماثلت بلحاظ کیف کے ہیں۔ اس کا استعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو اندرونی یا بیرونی کیفیت میں ایک جیسی ہوں مثلاً رنگ۔ شکل، انصاف۔ ظلم۔ وغیرہ۔ اگر دو چیزیں محض ایک ہی طرح کی ہوں۔ تو ایک چیز دوسری چیز کی شبیہ کہلائے گی۔ لیکن اگر حسی یا معنوی تماثل اتنا گہرا ہو کہ دونوں چیزوں میں امتیاز نہ ہو سکے۔ تو

اس کو شُبْهَةٌ کہا جائے گا۔ پس مُتَشَابِهًا (باہم ملتا جلتا۔ ایک دوسرے کی مانند) کا مطلب یہ ہے کہ (اور) ان کو ایک دوسرے کے ہم شکل میوے دیئے جائیں گے۔ جو اصل اور مزہ میں مختلف ہونے کے باوجود۔ رنگت اور شکل میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے (راغب) وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا جملہ معترضہ ہے

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ۔ موصوف، صفت، اَزْوَاجٌ، زَوْجٌ کی جمع ہے بمعنی جوڑے ہم مثل چیزیں اقران حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو۔ خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔

یہاں آیت میں ازواج سے مراد بیبیاں، عورتیں، مراد ہیں۔

مُطَهَّرَةٌ۔ تَطْهِيْر (تفعیل) مادہ طہر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پاک کی ہوئی، پاکیزہ،

ازواج مطہرۃ۔ پاکیزہ بیبیاں۔

وَهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ٥ واؤ حالیہ ہے هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ جملہ اسمیہ ہے اور لَهُمْ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيْهَا۔ ای فِیْ جَنّٰتٍ۔ خٰلِدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ کسی شے کے بربادی سے بچنے اور اپنی اصلی حالت پر باقی رہنے کا نام خُلُوْدٌ ہے۔ اسی بنا پر اہل عرب عام طور پر خلود کا استعمال اس چیز کے لئے کرتے ہیں جو دیرپا ہو۔ اور اس میں تغیّر و فساد مدت کے بعد پیدا ہو۔

(۲ : ۲۶) لَا يَسْتَحْيٖ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ استحیاءٌ (استفعال) سے مصدر۔ وہ نہیں جھجکتا وہ نہیں شرماتا۔ وہ نہیں جھینپتا۔

اَنْ يَّضْرِبَ : اَنْ مصدریہ ہے۔ يَضْرِبَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ کہ وہ بیان کرے۔

مَثَلًا مَّا۔ مَثَلًا۔ مفعول ہے فعل يَضْرِبَ کا۔ مَا۔ ابہامیہ ہے جو نکرہ کے ابہام کو زیادہ کرتا ہے۔ کوئی سی مثال۔ جیسے کہتے ہیں اَعْطِنِیْ كِتَابًا مَّا (ای اَیَّ كِتَابًا) مجھے کوئی سی کتاب دیدو۔

بَعُوْضَةً۔ واحد اس کی جمع بَعُوْضٌ ہے بمعنی مچھر، یہ بَعْضٌ سے مشتق ہے۔ چونکہ حیوانات کی نسبت اس کا جسم ذرا سا ہوتا ہے اس لئے اس کو بَعُوْضَةً کہنے لگے۔ یہ مَثَلًا کا عطف بیان ہے۔

فَمَا فَوْقَهَا۔ فا۔ عطف کے لئے ہے۔ مَا موصولہ، اور فَوْقَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ، موصول وصلہ مل کر معطوف ہے بَعُوْضَةً معطوف علیہ کا۔ یا وہ بیان کرے مثال اس سے کسی بڑی شے کی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ

فا۔ تعقیبیہ ہے اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ (اَمَّا وہ حرف ہے کہ جو کسی امر مجمل کی تفصیل کے لئے آتا ہے اور اس میں شرط کے معنی بھی پائے جاتے ہیں اس لئے اس کے جواب میں فاء آتی ہے۔ اس کے بعد جو اسم آتا ہے اس کو

مبتدا، اور جس پر فاء داخل ہوتی ہے اس کو خبر کہتے ہیں) پس اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر مبتدا اور فَيَعْلَمُوْنَ .... مِنْ رَّبِّهِمْ (تمام ترکیبی تفصیلات کے ساتھ) اس کی خبر ہوئی۔

اَنَّهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَثَلًا کے لئے ہے۔

وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا...... الخ پر ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح اَمَّا شرطیہ تفصیلیہ ہے۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ باقی جملہ اپنی تمام تفصیلات ترکیبی کے ساتھ خبر ہے اپنے مبتدا کی۔

(مَا استفہامیہ ذَا بمعنی اَلَّذِیْ۔ اور جملہ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ مقولہ ہے اپنے قول کا)

ترجمہ:۔ اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں اس مثال سے خدا کی مراد ہی کیا ہے؟

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ معطوف علیہ و معطوف مل کر جملہ مستانفہ (اپنا جملہ ہے) یا جواب ہے مَاذَا کا یا ان دونوں جملوں کا۔ کہ جن کے ابتدا میں اَمَّا ہے) بیان ہے۔

الْفٰسِقِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْفَاسِقُ۔ واحد۔ فَسَقَ يَفْسِقُ (باب ضَرَبَ) فَسَقَ يَفْسُقُ (باب نَصَرَ) فِسْقٌ وَ فُسُوْقٌ مصدر۔ فِسْقٌ کے معنی نکلنے کے ہیں۔ عرب بولتے ہیں فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِهٖ: چھوہارہ اپنے چھلکے سے باہر نکل آیا۔ عرف شرع میں فِسْق خدا کی فرمانبرداری سے گناہ کر کے خارج ہونے کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ۭ (۱۸: ۵۰) اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا) وہ جنات میں سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے باہر نکل گیا۔

شرع میں فسق کے تین درجے ہیں (۱) تغابی۔ باوجودیکہ گناہ کو بُرا سمجھتا ہے مگر کبھی خواہش نفسانی سے اس کا مرتکب ہوجاتا ہے (۲) انہماک یعنی گناہ کرنے کی عادت کرلے اور کچھ پرواہ نہ کرے (۳) جحود۔ یہ کہ گناہ کو اچھا جان کر عمل میں لاوے اور خدا و رسول کے فرمان کی کچھ حقیقت نہ سمجھے۔ اس تیسرے درجے میں انسان کافر ہوجاتا ہے۔

(۲-۲۷) يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَقْضٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ توڑتے ہیں۔

مِيْثَاقِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمِيْثَاقُ۔ اس عہد کو کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو۔ اسم۔ واحد مذکر۔ اس کی جمع مواثیق ہے۔ بمعنی عہد۔ اَوْثَقَ يُوْثِقُ (باب افعال) رسی سے مضبوط باندھنا۔ زنجیر میں جکڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ (۸۹-۲۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا: اور وَثِقَ يَثِقُ (ضَرَبَ) وُثُوْقٌ..... بِفُلَانٍ اعتبار کرنا، بھروسہ کرنا۔ ثِقَةٌ قابل بھروسہ آدمی۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عہد ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ اس (عہد) کو پختہ اور مضبوط باندھنے کے بعد

یَقْطَعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ قَطْعٌ مصدر باب فتح ۔ وہ کاٹتے ہیں ۔

مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ۔ مَا۔ موصولہ۔ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖ اَنْ یُّوْصَلَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یُوْصَلَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْصَالٌ (افعال) مصدر بمعنی جوڑا جانا۔ اَنْ یُّوْصَلَ کہ اس کو جوڑا جائے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اس کو قطع کرتے ہیں (مثلاً صلہ رحمی)

اَلْخٰسِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ گھاٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ خُسْرٌ وخُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) سے۔

(۲ : ۲۸) کَیْفَ حرف استفہام ہے۔ کیسے، کیونکر، کس طرح۔ یہاں سوال سے مقصود کفار کی جرأت انکار پر استعجاب ہے یا برائے زجر و توبیخ آیا ہے۔ کَیْفَ کا استعمال قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی آیا ہے سیاق ہمیشہ توبیخ و تنبیہ ہی رہا ہے۔

وَکُنْتُمْ...... الخ۔ جملہ حالیہ ہے۔ جملہ کَیْفَ تَکْفُرُوْنَ سے حال ہے (توجیہ کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی آیۃ ہذا)

الف: کُنْتُمْ اَمْوَاتًا۔ (حالانکہ) تم بے جان تھے۔ پیدائش سے پہلے، صلب پدر میں تشکیل سے پہلے۔

ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو۔ مثلاً۔ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِہٖ (۱۰:۵۱) کیا جب وہ آواقع ہوگا تب اس پر ایمان لاؤ گے۔

یا یہ متاخر ہونا رتبہ یا مرتبے کے لحاظ سے ہو ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں: اس سے بھی بڑھ کر مثلاً اگلی ہی آیت (۲ : ۲۹) میں ارشاد ہوتا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىھُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اس کے معنی یہ ہیں (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور انہیں سات آسمان درست کر کے بنا دیئے۔ زمین و مافیہا کی خلقت کے بعد آسمانوں کی تخلیق کا ذکر مؤخر الذکر کی عظمت و تفضل کے لئے ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں آسمانوں کے بنائے جانے کے بعد زمین کا بنایا جانا صاف ظاہر ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰھَا (۷۹ : ۳۰) اور اس کے بعد اس نے زمین کو پھیلایا۔

تراخی فی المرتبہ کی دوسری مثال وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ (۷) ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ (۸) ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (۹) (۳۲ : ۷-۹) اور اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی

سے پیدا کیا۔ پھر اس کو درست کیا۔ پھر اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔ اس میں تراخی فی الوقت بھی ہے۔

تراخی فی المرتبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا شعر ہے۔

فَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ ۔ شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَكْلِ الطَّعَامِ ۔

شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے

یا متاخر ہونا وقت کے لحاظ سے ہو۔ مثلاً ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ٥

(۲ : ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا تاکہ تم شکر کرو،

ثُمَّ عام طور پر تراخی وقت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی پھر۔ اس کے بعد۔

(ب) ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ۔ پھر تمہیں مار دیگا دنیوی زندگی ختم ہونے پر۔

(ج) ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ یعنی جس دن صور پھونکا جائیگا۔ تو پھر تمہیں دوبارہ زندہ کرے گا۔

(د) ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ پھر تم اسی کی طرف پلٹائے جاؤ گے (حساب و کتاب اور سزا و جزاء کے لئے)

تُرْجَعُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔

(۲ : ۲۹) ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔

ثُمَّ کی بحث کے لئے آیت (۲ : ۲۸) متذکرہ بالا ملاحظہ ہو۔ یہاں تراخی فی المرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر، مزید براں۔

اِسْتَوٰى ۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا

اِسْتِوَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

اِسْتَوٰى کے جب دو فاعل ہوتے تو اس کے معنی دونوں کے برابر اور مساوی ہونے کے آتے ہیں جیسے لَايَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹ : ۲۰) اہل دوزخ اور اہل جنت برابر نہیں۔ اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے ہونے کے معنی آتے ہیں جیسے

فَاسْتَوٰى (۶) وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (۷) (۵۳ : ۶-۷) پھر سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔

اور وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى ۔ (۲۸ : ۱۴) جب وہ پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں

اِسْتَوٰى کے معنی کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

جب اس کا تعدیہ عَلٰى کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے

وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (۱۱ : ۴۴) اور وہ (کشتی) جودی پہاڑ پر جا ٹھہری یا جا لگی۔ اور لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ

(۴۳ : ۱۳) تاکہ تم ان کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔

اور جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔
ثُمَّ اسْتَوٰىٓ اِلَى السَّمَآءِ۔ پھر اس نے قصد کیا آسمان کی طرف۔ پھر اس نے توجہ کی آسمان کی طرف۔
فَسَوّٰىهُنَّ۔ فَ نتیجہ کا ہے سَوّٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر اس نے پورا پورا بنایا۔ هُنَّ۔ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع السَّمَآءِ ہے۔
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ سات آسمان۔ یہ هُنَّ کا بدل ہے۔
(۲: ۳۰) وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ۔ بالعموم بطور اسم ظرفِ زمان مستعمل ہے۔ لیکن بطور ظرف مکان یا حرف مفاجات یا حرفِ مؤکد بھی استعمال ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے تو وہاں لفظ اُذْكُرْ محذوف ہے۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ۔ اور آپ ان سے بیان کر دیجئے کہ جب (یا جبکہ۔ جس وقت) آپ کے رب نے فرمایا۔
اَلْمَلٰٓئِكَةِ۔ مَلْاَكٌ سے جمع ہے، جیسے شَمْاَلٌ کی جمع شَمَآئِلُ ہے اَلْمَلٰٓئِكَةُ میں ۃ تانیث الجمع کی ہے۔ مَلَكٌ وَ مَلْاَكٌ بھی بصیغہ واحد بمعنی فرشتہ ہے
اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً یہ جملہ مقولہ ہے قول قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کا۔ جَاعِلٌ۔ واحد مذکر اسم فاعل۔ جَعْلٌ سے۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ خَلِيْفَةً مفعول بہ ہے جَاعِلٌ کا۔ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانا چاہتا ہوں، مقرر کرنے والا ہوں۔
خَلِيْفَةٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر (خَلِيْفٌ ہے اس لئے اس کی جمع خُلَفَاءُ آتی ہے۔ مگر مبالغہ کے لئے ۃ کو زیادہ کر کے خلیفۃ بنایا گیا ہے۔ اس کے معنی نائب کے ہیں کہ جو پیچھے کام کرے۔ خَلْفٌ سے مشتق ہے
فِيْهَا۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْضِ کی طرف راجع ہے۔
مَنْ موصولہ ہے۔ جو
يَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔ يَسْفِكُ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَفْكٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بہانا۔ الدِّمَآءَ خون۔ واحد دَمٌ۔ مفعول ہے اپنے فعل يَسْفِكُ کا۔ (جو) خون بہائے گا۔ یعنی قتل و خون کریگا۔ خون ریزیاں کریگا۔
نُسَبِّحُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْبِيْحٌ مصدر۔ (باب تفعیل) ہم پاکی بیان کرتے ہیں۔ تسبیح خدا تعالیٰ کی جمیع عیوب سے پاکی بیان کرنا ہے، خواہ زبان سے ہو یا دل سے ہو۔ دلالت حال سے بیان کی جائے
نُقَدِّسُ۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم تیری پاکی بیان کرتے ہیں۔ تَقْدِيْسٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تقدیس کے معنیٰ اس تطہیرِ الٰہی کے ہیں جو آیت وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا (۳۳: ۳۳) میں مذکور ہے (اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے) اس تطہیر کے معنیٰ ازالۂ نجاستِ محسوسہ کے نہیں۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم تیرے

سچا اوری میں اشیاء کو پاک وصاف کرتے ہیں۔

مَالَا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) اس کا صلہ، جو تم نہیں جانتے ہو۔

(۲:۳۱) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ (اور اللہ نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھا دیئے۔ یہاں اسماء سے مراد محض چیزوں کے نام ہی نہیں بلکہ کلمۃ کی انواع ثلثہ یعنی مخبر عنہ (اسم) خبر۔ اور رابطہ (حرف) تینوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں اسماء سے کلام کی انواع ثلثہ۔ ان کی صورتیں مع ان کی ذوات وخصوصیات مراد ہیں۔

كُلَّهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مؤکد الاسماء کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب، تمام، (جملہ تفصیلات)

عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ عَرَضَ عَلٰى دکھلانا، پیش کرنا۔ سامنے کرنا۔ (پھر ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے کیا) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب راجع ہے طرف مسمیات کے جو کہ ضمناً سمجھی جاتی ہیں۔ اس لئے کہ تقدیر کلام یہ ہے۔ اَسْمَاءَ الْمُسَمَّيَاتِ۔ مضاف الیہ کو حذف کر دیا۔

فَقَالَ۔ فَاءَ عاطفہ ہے قَالَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

اَنْۢبِئُوْنِىْ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ نِ وقایہ۔ اور یِ ضمیر واحد متکلم (مفعول بہ) اپنے فعل اَنْۢبِئُوْا کا۔ اِنْبَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مجھے بتاؤ۔ مادہ ن ب و۔

اَسْمَاءِ هٰٓؤُلَآءِ۔ مضاف مضاف الیہ هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ جمع۔ اس کا اشارہ چیزوں کی طرف ہے۔

(۲-۳۲) سُبْحٰنَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو پاک ہے۔

اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا۔ اِلَّا حرف استثناء۔ مَا موصولہ عَلَّمْتَنَا فعل فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ اپنے مستثنیٰ منہ (عِلْمَ) کا (ہمیں تو کچھ علم نہیں) مگر وہی جو تو نے ہمیں علم دیا۔

اَلْعَلِيْمُ۔ بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔

اَلْحَكِيْمُ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے حکمت والا۔

(۲:۳۳) مَا تُبْدُوْنَ۔ مَا موصولہ تُبْدُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ تُبْدُوْنَ تم ظاہر کرتے ہو۔ تم ظاہر کرو گے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی نمایاں طور پر ظاہر کرنا۔ یا ظاہر ہونا۔ بدء۔ مادہ

كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، تم چھپاتے تھے۔ كِتْمَانٌ۔ كَتْمٌ (باب نَصَرَ)۔ چھپانا۔ پوشیدہ کرنا۔

(۲-۳۴) وَاِذْ قُلْنَا۔ ملاحظہ ہو (۲:۳۰)

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔ یہ جملہ مقولہ ہے قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ کا۔ اُسْجُدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، سُجُوْدٌ

باب نَصَرَ سے مصدر تم سجدہ کرو

اِبْلِیْسُ شیطان کا نام ہے بوجہ معرفہ وعجمہ کے غیر منصرف ہے۔ بعض نے اسے اِبْلَاسٌ (اِفْعَالٌ) بمعنی سخت ناامیدی کے باعث غمگین ہونا سے مشتق کہا ہے۔

اَبٰی۔ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب ضَرَبَ و فتح) مصدر اس نے سختی سے انکار کیا۔

اِسْتَکْبَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِکْبَارًا (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر اس نے تکبر کیا۔ اس نے گھمنڈ کیا۔ اس نے غرور کیا۔

کَانَ ماضی واحد مذکر غائب۔ کَوْنٌ (باب نصر) مصدر، یہ بطور فعل ناقص وفعل تام آتا ہے۔ یہاں بطور فعل تام آیا ہے۔ بمعنی صَارَ۔ ہوگیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا (۷۸ : ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے تو وہ ریت ہوکر رہ جائیں گے۔

(۲ : ۳۵) اُسْکُنْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَنْتَ ضمیر اُسْکُنْ کی تاکید کے لئے ہے۔ اَلْجَنَّۃَ مفعول فیہ اُسْکُنْ کا۔ یعنی تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔

اَنْتَ وَزَوْجُکَ۔ اَنْتَ معطوف علیہ۔ وَ حرف عطف۔ زَوْجُکَ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف تو اور تیری بیوی۔

کُلَا۔ امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، تم دونوں کھاؤ۔ مِنْھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْجَنَّۃ کے لئے ہے۔

حَیْثُ، جہاں۔ جس جگہ ظرف مکان ہے مبنی برضمہ، مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے

شِئْتُمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر حاضر مَشِیَّۃٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے شَاءَ، یَشَاءُ۔ شَاءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح اس لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ تم دونوں نے چاہا حَیْثُ شِئْتُمَا۔ جہاں سے چاہو حَیْثُ مضاف شِئْتُمَا جملہ فعلیہ ہوکر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ کُلَا کا۔

رَغَدًا بافراغت، وسیع۔ خوب، یہ اصل میں باب سَمِعَ سے مصدر ہے۔ رَاغِدًا کی جمع بھی ہوسکتی ہے جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے رَغَدًا صفت ہے اَکْلًا (مصدر محذوف کی) ای وَکُلَا مِنْھَا اَکْلًا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا اور وہاں (جنت میں) جہاں سے چاہو دل بھر کر خوب کھاؤ۔

لَا تَقْرَبَا۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سمع) مصدر تم دونوں مت قریب جاؤ۔

فَتَکُوْنَا۔ فَ جواب نہی کے لئے ہے تَکُوْنَا مضارع تثنیہ مذکر حاضر قُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم دونوں ہوجاؤ گے (گنہگاروں میں سے)

اَزَلَّھُمَا۔ اَزَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِزْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ اَلزَّلَّۃُ کے اصل معنی بلاقصد کے قدم پھسل جانے کے ہیں۔ جو گناہ بلاقصد سرزد ہوجائے اسے بھی بطور تشبیہ زَلَّۃٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ

قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔ ھُمَا ضمیر مفعول بہ تثنیہ غائب۔ حضرت آدم اور حضرت حوا کے لئے ہے یعنی اس نے (شیطان نے) ان دونوں کو پھسلا دیا ان دونوں کے قدم ڈگمگا دیئے۔

عَنْھَا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب شَجَرَۃَ کی طرف راجع ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع جنت ہے۔

مِمَّا کَانَا فِیْہِ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا اسم موصول سے۔ کَانَا فِیْہِ صلہ ہے موصول کا ہِ ضمیر واحد مذکر غائب یا الجنۃ کے لئے ہے یا جنت کی نعمتوں اور راحتوں کے لئے۔ اگلے جملہ میں لفظ اھبطوا (تم اترو۔ تم اتر جاؤ) آیا ہے اس کی رعایت سے یہاں ہِ کا مرجع الجنۃ زیادہ موزوں ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور اس نے نکلوا دیا ان دونوں کو وہاں سے جہاں وہ تھے۔

اِھْبِطُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُبُوْط (باب ضَرَبَ) مصدر جس کے معنی کسی چیز کے بے اختیاری حالت میں نیچے اترنے کے ہیں۔ جیسا کہ پتھر بلندی سے گر پڑتا ہے۔

اِھْبِطُوْا (تم سب نیچے اترو) جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ حضرت آدم، اور حضرت اور شیطان ہر سہ کو جنت سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔ یا ہبوط آدم کے ان کی نسل ان کے ساتھ شامل ہوگئی۔ اس لئے صیغہ جمع کا استعمال ہوا ہے

بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ (تم ایک دوسرے کے دشمن رہو گے) یہ جملہ اِھْبِطُوْا سے موضع حال میں ہے۔ (یعنی تمہاری نسل میں باہم عداوت، حسد، بغض، خود غرضی وغیرہ رہیگی۔

مُسْتَقَرٌّ۔ اسم ظرف مکان (استقبال) قرارگاہ، ٹھہرنے کی جگہ، یہ مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے

مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَۃٌ جمع۔ معین اور طویل مدت تک فائدہ اٹھانا۔ معاش، فائدہ، نفع، وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ محاورہ ہے۔ متع اللہ بکذا۔ وامتعہ اللہ اسے دیر تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے۔

حِیْنٍ، وقت، زمانہ، مدت۔ اَحْیَانٌ جمع۔ اِلٰی حِیْنٍ ایک مدت تک

فَتَلَقّٰی ف۔ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ تَلَقّٰی باب تفعل اور التقی باب افتعال الشئ مِنْہُ بمعنی اخذہ منہ۔ پانا، وصول کرنا، جب بہشت سے نکل جانے کا حکم ہوا تو حضرت آدم علیہ السلام فرط ندامت سے مدت مدید و عرصہ بعید تک روتے اور استغفار کرتے رہے کہ رحمت خداوندی کو ترس آگیا۔ یا رحمت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پر کلمات القاء کئے جو حضرت آدم نے اخذ کر لئے، اور ان پر عمل کرتے ہوئے توبہ کی وہ کلمات کون سے تھے؟ جمہور کا خیال ہے کہ وہ کلمات یہ تھے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (۷: ۲۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں کرے گا تو یقیناً ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ یہی حضرت

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کردہ کلمات یہ تھے
سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَىٰ جَدُّكَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ ۔ ظَلَمْتُ نَفْسِي
فَاغْفِرْلِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ ۔ اے اللہ میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں تیری حمد کے ساتھ
تیرا نام بڑا بابرکت ہے اور تیری شان بہت بلند ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی جان پر ظلم
کیا۔ مجھے بخشش دے۔ بے شک تیرے سوا کوئی گناہ کو بخشنے والا نہیں۔

فَتَابَ عَلَيْهِ ۔ پس اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

فَائِدَة ۔ یہاں بھی محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے۔ جب خداوند تعالیٰ نے کلمات مغفرت حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر القا کئے انہوں نے یہ کلمات اخذ کرلئے۔ ان پر عمل کرتے ہوئے ان کلمات سے دعائے مغفرت شروع کردی۔ خداوند تعالیٰ کو اپنے بندہ کی گریہ وزاری پر رحم آیا اور اس کا گناہ (لغزش) معاف کردیا۔

تَابَ عَلٰى ۔ تَوْبٌ وتَوْبَةٌ مصدر سے تَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، التَّوْبُ یا التَّوْبَةُ کے معنی گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ امام خطابی فرماتے ہیں التوبة عود العبد الی التوبة بعد المعصية (توبہ کے معنی گناہ کے بعد بندہ کا نیکی کی طرف پلٹنا۔ امام راغب فرماتے ہیں (گناہ کا باحسن وجوہ چھوڑ دینے کا نام توبہ ہے یہ تَابَ يَتُوْبُ کا مصدر ہے باب نَصَرَ سے اور لازم ومتعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ساتھ آئے تو بندہ کا اللہ کی طرف توجہ کرنا اور رجوع کرنا کے معنی ہوتے ہیں اور بندہ کے گناہ سے باز آنے کے ہیں۔ اور جب اس کا تعدیہ علیٰ کے ساتھ آئے تو اللہ تعالیٰ کا بندہ کی توبہ قبول کرنا یا توبہ کی توفیق دینے کے معنی ہوتے ہیں تَابَ بمعنی: اس نے توبہ کی، وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا اس نے معاف کیا۔

فائدہ ۔ خداوند تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کا توبہ اور اس کی توبہ قبول کرنا بیان فرمایا ہے حضرت حوّا کا توبہ کرنا ذکر نہیں کیا۔ یہ اس لئے کہ عورت احکام میں تابع ہے مرد کے۔ اسی لئے قرآن مجید میں اکثر مرد ہی مخاطب ہیں

اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۔ یہ جملہ اسمیہ معترضہ ہے۔

اَلتَّوَّابُ ۔ تَوْبَةٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ کرنے والا۔ بہت معاف کرنے والا بہت توبہ قبول کرنے والا۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو توّاب کہتے ہیں۔
بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرتا ہے جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے والے کے ہیں۔ قرآن مجید میں توّاب کا لفظ جہاں بھی آیا ہے خداوند تعالیٰ کی

صفت کے لئے آیا ہے

۲ : ۳۸ ۔ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۔ قُلْنَا ۔ ہم نے کہا (ماضی جمع متکلم) قول ہے ۔ اور اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا ۔ اس کا مقولہ ۔ اگلی عبارت تا اختتام آیت ۳۹ ۔ قُلْنَا کا مقولہ ہے اهبطوا ۔ آیت (۲ : ۳۶) میں بھی آیا ہے اس آیت میں اس کا اعادہ پھر کیا گیا ہے تاکہ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي .... الخ کا پورا پورا ارتباط اس کے ساتھ ہو جاتے جَمِيعًا ۔ لفظاً اهبطوا سے حال ہے اور معنیً تاکید ہے یعنی سب اترو مجتمع ہو کر یا الگ الگ ۔ ہم نے کہا کہ تم سب یہاں سے اتر جاؤ ۔

فَإِمَّا ۔ فاء عطف اور ترتیب کے لئے آیا ہے ۔ إِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ للتاکید سے مرکب ہے ۔ پھر اگر ۔

يَأْتِيَنَّكُمْ ۔ يَأْتِيَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب ۔ إِتْيَانٌ مصدر (باب ضرب) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ كُمْ ضمیر جمع کی ، آدم وحوّا اور بشمول ابلیس لائی گئی ہے یا آدم وحوّا اور ان کی اولاد کے لئے کہ وہ احکام ہدایت منجانب اللہ کی مکلف ہے ۔

فَمَنْ ۔ فَ ربط کے لئے ہے اور مَنْ شرطیہ ہے ۔

هُدَايَ ، مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر تَبِعَ کا مفعول ۔ فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ ۔ جملہ شرطیہ اس سے اگلا جملہ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ جواب شرط جملہ جزائیہ ۔ یہ جملہ شرط وجزاء دونوں مل کر شرط اول ۔ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى کی جزاء ۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ معطوف علیہ اور وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ معطوف ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے ۔

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ واؤ عطف کا ہے لَا مشابہ لَيْسَ منفی ہے هُمْ مبتدا ۔ يَحْزَنُونَ فعل با فاعل مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ حزنٌ باب سمع مصدر ۔ غمگین ہونا ۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

(۲ : ۳۹) خَالِدُونَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ۔ خُلُودٌ باب نصر سے مصدر ۔ ہمیشہ رہنے والے ۔

(۲ : ۴۰) يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۔ یاء حرف ندا ۔ بَنِي إِسْرَائِيلَ مضاف ، مضاف الیہ مل کر منادیٰ ۔ بَنِي إِسْرَائِيلَ اصل میں بنین تھا ۔ ن جمع اضافت کے سبب گر گیا ۔ إِسْرَائِيلَ منصوب بوجہ غیر منصرف عجمہ و معرفہ ہونے کے ہے ۔ إِسْرَائِيلَ کے معنی عَبْدُ اللهِ ۔ یعنی اللہ کا بندہ ہے یہ عبرانی زبان کا لفظ ہے بَنِي إِسْرَائِيلَ اے اسرائیل کے بیٹو ، یا اے اسرائیل کی اولاد ۔ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب ہے ۔

اذْكُرُوا فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ ذِكْرٌ (باب نصر) تم یاد کرو ،

نِعْمَتِيَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میری نعمتیں ، میرے احسان ۔ یہاں نعمت لفظاً واحد ہے لیکن اس کے معنی جمع کے ہیں کیونکہ نعمت ایک نہ تھی بلکہ غیر متناہی تھیں ۔ ی ضمیر واحد متکلم کی ہے ۔ میری نعمتیں ۔

أَوْفُوا ۔ فعل امر ، جمع مذکر حاضر ، إِيفَاءٌ (إِفْعَالٌ) تم پورا کرو ۔

عَهْدِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔

اُوْفِ۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ میں پورا کروں گا۔

بِعَهْدِكُمْ۔ یعنی وہ وعدہ جو میں نے تم سے کیا ہے اُوْفِ اصل میں اُوْفِیْ تھا۔ لیکن اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ جملہ جزاء ہے جیسا کہ جملہ اولیٰ شرطیہ کی خبر بن رہا ہے اس لئے اُوْفِ میں یٰ حذف ہو گئی۔

وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ۔ واؤ عاطفہ ہے اِیَّایَ میں فعل محذوف ہے گویا عبارت یوں ہے اِیَّایَ اِرْهَبُوْا اِیَّایَ۔ ضمیر منصوب منفصل مفعول ہے۔ اور حصر کا فائدہ دیتی ہے، اور مفعول کو تخصیص کے لئے فعل سے مقدم لایا گیا ہے (ملاحظہ ہو ۱: ۴)

اِرْهَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور تم صرف مجھ ہی سے ڈرو،

فَارْهَبُوْنِ۔ دوسرا جملہ ہے ف جزا کا ہے۔ اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے گویا کلام یوں ہے ان کنتم راھبین شَیْئًا فَارْهَبُوْنِیْ۔ اگر تم کسی شے سے ڈرتے ہو تو مجھ سے ڈرو۔ اِرْهَبُوْنِ۔ اِرْهَبُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ اور ی متکلم محذوف ہے اِرْهَبُوْا رَهْبَةً۔ مصدر باب سَمِعَ سے ہے رَهْبَةً ایسے خوف یا ڈر کو کہتے ہیں۔ جس میں احتیاط اور اضطراب دیے چینی شامل ہو۔

(۲: ۴۱) مَا اَنْزَلْتُ ما موصولہ اور اَنْزَلْتُ اس کا صلہ۔ اس کی تقدیر یوں ہے بِمَا اَنْزَلْتُهٗ جو میں نے نازل کیا ہے۔ یعنی قرآن مجید

مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سچا ماننے والا، سچا کہنے والا۔ تصدیق کرنے والا۔ یہ حال مؤکدہ ہے حال محذوفہ سے جو کہ اَنْزَلْتُ میں ہے ای اَنْزَلْتُهٗ مُصَدِّقًا۔

مَا مَعَكُمْ، مَا موصولہ مَعَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ مراد اس سے تورات ہے۔

بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اَنْزَلْتُهٗ ہے، یعنی قرآن مجید۔

لَا تَشْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم مت خریدو، تم مت مول لو وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اور میری آیات میں (تحریف کرکے) ان کے بدلے تھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی منفعت) نہ حاصل کرو،

اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ قیمت کے عوض ایسا کرنا روا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا کرکے جو قیمت بھی وصول کرو گے وہ حقیر ہے۔ کیونکہ دنیا کا مال خواہ کتنا ہی ہو۔ آخرت کی لذات کے مقابلہ میں وہ لاشی اور حقیر ہے۔ قرآن مجید میں ہے فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ (۹: ۳۸) سو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلہ میں تو بہت ہی قلیل ہے

وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ۔ اور مجھ ہی سے ڈرتے رہا کرو (ملاحظہ ہو ۲: ۴۰) پہلی آیت میں فَارْهَبُوْنِ فرمایا کیونکہ خطاب بنی اسرائیل کے لوگوں سے تھا۔ اور یہود میں جو خدا ترس تھے ان کو راہب کہتے تھے۔ بعد میں اِیَّایَ

فَاتَّقُوۡنِ ۝ ارشاد ہوا کیونکہ جب وہ راہب ایمان لاکر امت محمدیہ میں داخل ہوجائیں گے۔ تو امت محمدیہ میں خداترس کو متقی کہتے ہیں۔

۲:۴۲ لا تلبسوا الحق ۔ لا تلبسوا فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَبۡسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) سے دراصل لَبۡسٌ کے معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں لیکن دوسرے معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَلَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ (۶ : ۸۲) جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ظلم سے مخلوط نہیں کیا۔ یا آیت ہذا لَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ بِالۡبَاطِلِ تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔

لَبِسَ الثَّوۡبَ کے معنی کپڑا پہننے کے ہیں۔ اور جو چیز پہنی جائے اسے لباس کہتے ہیں۔ تمثیل اور تشبیہ کے طور پر تقوٰی کو بھی لباس کہا ہے مثلاً وَلِبَاسُ التَّقۡوٰی (۷ : ۲۶) اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے۔

وَتَكۡتُمُوا الۡحَقَّ ای ولا تکتموا الحق اور حق بات کو نہ چھپاؤ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ وَلَا تَلۡبِسُوا الۡحَقَّ پر ہے وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ : جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم اس بات کا علم رکھتے ہو۔ اس سے خوب واقف ہو، اس کو خوب جانتے ہو۔

۲:۴۳ ۔ اقیموا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقَامَۃٌ (افعال) جس کے معنی ٹھیرنے قائم کرنے اور درست رکھنے کے ہیں نماز کے ساتھ اَقَامَ یُقِیۡمُ کا مطلب ہے نماز پر دوام اور اس کے ارکان کی حفاظت کرنا۔ سو اقیموا الصلوٰۃ کے معنی ہوئے نماز کو باقاعدہ اور ہمیشگی کے ساتھ ادا کیا کرو۔

ق د م مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوئے ہیں

اٰتُوۡا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاءٌ (افعال) مصدر، تم دو۔

الزکوٰۃ ۔ مادہ ۔ ز ک ی ۔ اس کے اصل معنی اس نمو (افزونی، بڑھوتری) کے ہیں جو برکتِ الٰہیہ سے حاصل ہو اور اس کا تعلق دنیاوی چیزوں سے بھی ہے اور اخروی امور کے ساتھ بھی۔ شرع میں زکوٰۃ وہ حصہ مال ہے جو مال سے حق الٰہی کے طور پر نکال کر فقراء کو دیا جاتا ہے اور اسے زکوٰۃ یا تو اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں برکت کی امید ہوتی ہے اور یا اس لئے کہ اس سے نفس پاکیزہ ہوتا ہے۔ یعنی خیرات و برکات کے ذریعے اس میں نمو ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے تسمیہ میں ان ہر دو امور کا لحاظ کیا گیا ہو۔ کیونکہ یہ دونوں خوبیاں زکوٰۃ میں موجود ہیں۔

زَكّٰی یُزَكِّیۡ تَزۡكِیَۃً (باب تفعیل)، پاک کرنا، اصلاح کرنا۔ مثلاً قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ زَكّٰىهَا (۹۱ : ۹) جس نے اپنے نفس کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔

وَارۡكَعُوۡا ۔ واؤ عطف کا ہے اِرۡكَعُوۡا فعل امر جمع مذکر حاضر، الرُّكُوۡعُ (باب فَتَحَ) مصدر سے جس کے معنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے پھر کل کو جزء کے ساتھ تعبیر کرکے رکوع سے

مراد نماز بھی لی جاتی ہے اور یہاں اشارہ نماز باجماعت ادا کرنے کی طرف ہے، محض عاجزی اور انکساری کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً لبید کا شعر ہے۔

اُخَبِّرُ اَخْبَارَ الْقُرُوْنِ الَّتِیْ مَضَتْ۔
اَدِبُّ کَاَنِّیْ کُلَّمَا قُمْتُ رَاکِعُ ،

میں گذشتہ لوگوں کی خبر دیتا ہوں (میں سن رسیدہ ہونے کی وجہ سے) رینگ کر چلتا ہوں اور خمیدہ پشت کھڑا ہوتا ہوں۔

۲: ۴۴۔ اَتَاْمُرُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور جملہ تَاْمُرُوْنَ النَّاسَ ... الخ پر داخل ہے یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا مت کرو۔ تَاْمُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَمْرٌ مصدر (باب نصر) تم حکم دیتے ہو۔ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کرنے کا حکم دیتے ہو اور ..... الخ اَلْبِرَّ۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ نیکوکاری مصدر ہے۔

وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ ، یہ جملہ حال ہے ضمیر فاعل تَنْسَوْنَ۔ سے۔

تَتْلُوْنَ ، مضارع جمع مذکر حاضر تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پڑھتے ہو، تم تلاوت کرتے ہو۔ اَلْکِتٰبَ سے مراد یہاں توراۃ ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ الف استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ ہے۔ اس صورت کی مندرجہ ذیل توجیہات ہیں۔

(۱) جیسا کہ اجزائے جملہ معطوفہ کا عام قاعدہ ہے کہ حرف استفہام حرف عطف کے بعد آتا ہے مثلاً فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ فَکَیْفَ تَتَّقُوْنَ۔ وغیرہ۔ لیکن ہمزہ استفہامیہ حرف عطف پر اس امر پر آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔ اس کی چند اور مثالیں قرآن مجید میں یہ ہیں۔ اَوَکُلَّمَا عٰھَدُوْا عَھْدًا۔ (۲: ۱۰۰) اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰی (۷: ۹۷) اور اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ (۱۰: ۵۱)

(۲) ہمزہ استفہامیہ کے بعد عبارت مقدر ہے جو اگلے جملہ معطوف کے لئے معطوف علیہ ہے۔ یعنی تقدیر کلام یہ ہے اَتَتْلُوْنَ الْکِتٰبَ فَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ کیا تم کتاب پڑھتے ہو۔ پھر کیوں نہیں سمجھتے؟

(۲: ۴۵) اِسْتَعِیْنُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ تم مدد طلب کرو۔ ملاحظہ ہو (۱: ۴)

اِنَّھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الصَّلٰوۃ ہے۔

لَکَبِیْرَۃٌ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے کَبِیْرَۃٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ الصَّلٰوۃ کی صفت ہے بمعنی شاق، دشوار۔

اَلْخٰشِعِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُشُوْعٌ مصدر (باب فتح) ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے

والے۔

۲ : ۴۶ اَلَّذِیْنَ ..... اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ صفت ہے اپنے موصوف الْخٰشِعِیْنَ کی۔

مُلٰقُوْا رَبِّہِمْ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر مضاف، رَبِّہِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ (اضافت کی وجہ سے مُلٰقُوْنَ کا نون جمع گر گیا ہے) اپنے رب کو پہنچنے والے، اپنے رب کو پانے والے۔

رٰجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر رُجُوْعٌ مصدر رَاجِعٌ واحد۔ لوٹنے والے۔ پھر آنے والے۔

۲ : ۴۷ ۔ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ۔ تمام عالموں پر، تمام جہانوں پر۔ اگرچہ عالم کا اطلاق ماسوی اللہ کے جمیع مخلوق پر ہوتا ہے۔ اور جب اس کو جمع کر کے عالمین بولا جاتے تو اور بھی شمول اور عموم کا فائدہ دیتا ہے لیکن یہ ایک محاورہ ہے جس سے مراد اکثر لوگ ہیں، یعنی ہم نے تم کو دنیا کے اکثر لوگوں پر فضیلت بخشی ہے۔

اسی طرح کُلّ بول کر اکثر چیزیں مراد لی جاتی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ملکہ بلقیس کے متعلق وارد ہے وَاُوْتِیَتْ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ اور اسے دیا گیا تھا ہر چیز سے حصہ۔ حالانکہ بہت سی چیزیں اس کو نہ ملی تھیں۔ تو مطلب یہ ہے کہ اسے اکثر چیزیں دی گئی تھیں۔

۲ : ۴۸ ۔ لَا تَجْزِیْ ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب جس کا مرجع نَفْسٌ ہے، جَزَآءٌ (باب ضَرَبَ) وہ کام آئے گی۔ وہ بدلہ ہوگی۔

شَیْئًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اگر شَیْئًا سے مراد حق ہو تو اس وقت لفظ شَیْئًا آیہ میں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا اور آیہ کے معنی ہوں گے۔ کہ کوئی کسی کے لئے حق کا بدلہ نہ دے گا۔

(۲) اگر شَیْئًا سے مراد جزاء ہو تو مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہوگا۔ اور آیت کے معنی ہوں گے، کہ کوئی کسی کو بدلہ نہ دے گا۔ خواہ کسی قسم کا بدلہ دینا ہو

(۳) بعض نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آوےگا

(۴) یہ بھی کہا ہے کہ کوئی قیامت کی سختیوں اور عذاب میں کسی کے لئے کفایت نہ کرے گا۔

لَا تَجْزِیْ ..... الخ یَوْمًا کی صفت ہے

شَفَاعَۃٌ ۔ شفاعت شفع بمعنی جفت ہے۔ یعنی طاق کی ضد۔ گویا شفاعت کرنے والا۔ اپنے آپ کو اس کے ساتھ ملا کر (کہ جس کی یہ سفارش کرتا ہے) اس اکیلے کو جوڑا کرتا ہے۔

لَا یُؤْخَذُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر وہ نہیں لیا جائے گا۔

منہا۔ ضمیر ھا کا مرجع نفس عاصیہ (گنہگار شخص بھی ہو سکتا ہے اور نفس شافعہ (سفارش کرنے والا شخص)

بھی، راجح قول نفس عاصیہ ہے۔

عَدْلٌ کے معنی برابری کے ہیں۔ چونکہ معاوضہ اور فدیہ دے کر دونوں برابر ہوجاتے ہیں اس لئے معاوضہ اور فدیہ اور بدل کو بھی عدل کہنے لگے۔ اور اسی لئے انصاف کو بھی عدل کہتے ہیں۔

وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۔ و اؤ عاطفہ لَا يُنْصَرُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

۲: ۴۹۔ وَاِذْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِذْ بمعنی جب۔ جبکہ۔ جس وقت، چونکہ۔ اسم ظرف ہے (اِذْ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے بھی آتا ہے) اس سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر یوں ہے ۔ وَاذْكُرْ اِذْ...... اور یاد کیجئے (یا ان سے ذکر کیجئے) جب ..... قرآن مجید میں جہاں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْكُرْ محذوف ہے، یہاں یہ جملہ اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ (۲: ۴۷) کا معطوف ہے۔ اور اسی طرح وَاِذْ فَرَقْنَا (۲: ۵۰) وَاِذْ وٰعَدْنَا (۲: ۵۱) وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى (۲: ۵۳) وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى (۲: ۵۴) وَاِذْ قُلْتُمْ (۲: ۵۵) وغیرہ کا عطف اُذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ پر ہے۔

نَجَّيْنٰكُمْ ۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو بچایا۔ ہم نے تم کو نجات دی۔

يَسُوْمُوْنَكُمْ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول سَوْمٌ ۔ باب نَصَرَ مصدر۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے وہ تم کو مجبور کرتے تھے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۴-۶)

سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر يَسُوْمُوْنَ کا مفعول ثانی۔ سُوْٓءٌ ۔ برائی، برا کام سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۔ عذاب کی سختی یعنی سخت عذاب۔

جملہ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۔ حال ہے اٰلِ فِرْعَوْنَ سے یا ضمیر نَجَّيْنٰكُمْ یا دونوں سے۔ دونوں جملے يَسُوْمُوْنَكُمْ سے حال ہیں

ذٰلِكُمْ ۔ یہ۔ یہی۔ ذَا اسم اشارہ بعید ہے اور كُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ اس کا اشارہ التذبیح اور الاستحیاء (بیٹوں کا ذبح کرنا اور عورتوں کو زندہ رکھنا) کی طرف ہے

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ۔ جملہ معطوف علیہ ہے۔ اور جملہ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ معطوف۔

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۔ بَلَآءٌ موصوف، عَظِيْمٌ صفت مِنْ جار۔ رَبِّكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق موصوف،

(۲: ۵۰) وَاِذْ ..... ملاحظہ ہو ۲: ۴۹

فَرَقْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ہم نے پھاڑ دیا۔ ہم نے الگ الگ کر دیا۔ فَرْقٌ مصدر بمعنی الگ الگ ہونا

الگ الگ ہونا ۔ اسی سے فِرقہ ہے جو تباعت سے الگ ہوگیا ہو۔ بَ معنی لَ ہے۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِکُمُ الْبَحْرَ۔ جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا فَلَقَ بھی قریب قریب انہی معنوں میں آتا ہے قرآن مجید میں ہے فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔ (۲۶ : ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہوگیا۔ گویا بڑا پہاڑ ہے البحر سے مراد بحیرۂ قلزم ہے جسے حضرت موسیٰ اور ان کی قوم نے مصر سے ہجرت کے وقت طے کیا تھا۔

فَاَنْجَیْنٰکُمْ۔ فَ تعقیب کی ہے اَنْجَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِنْجَاءٌ (افعال) مصدر نجو مادہ۔ بچالینا، نجات دینا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پس ہم نے تم کو بچالیا دریا میں ڈوبنے سے، یا فرعون اور اس کی فوج کے ہاتھوں پکڑے جانے سے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے اَغْرَقْنَا سے۔ درآں حالیکہ تم ان کا غرق ہونا دیکھ رہے تھے۔

۲ : ۵۱ ۔ وٰعَدْنَا ماضی جمع متکلم مواعدۃ (مفاعلۃ) مصدر باب مفاعلہ اگرچہ اشتراک عمل چاہتا ہے لیکن اہل عرب کے روزمرہ میں واحد کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً کہتے ہیں دَاوَیْتُ الْعَلِیْلَ۔ میں نے بیمار کا علاج کیا۔ عَاقَبْتُ اللِّصَّ میں نے چور کو سزا دی۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے (موسیٰ سے) وعدہ کیا

اشتراک کی صورت ... یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے وعدہ کیا، اور حضرت موسیٰ نے اسے قبول کیا۔ گویا حضرت موسیٰ کا وعدہ کو قبول کرنا وعدہ سے مشابہ فعل ہونے کی وجہ سے وعدہ ہی کے ضمن میں آتا ہے

فائدہ :۔ جب بنی اسرائیل غلامی کی لعنت سے نجات حاصل کر کے آزادی کی نعمت سے سرفراز کئے گئے۔ تو مشیت ایزدی یہ ہوئی کہ انہیں ایک کتاب شریعت دی جائے جس میں پورا نظام شریعت اور دستور زندگی مندرج ہو جس پر عمل کر کے وہ بے راہ روی سے بچتے رہیں۔ اس لئے حضرت موسیٰ کو کوہ طور پر چالیس روز کا چلّہ پورا کرنے کا حکم ہوا۔ جسے حضرت موسیٰ نے تسلیم کیا۔ یہی یہ وعدہ ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

اربعین لَیْلَۃً ۔ چالیس راتیں۔ مراد چالیس دن اور رات۔

ثُمَّ ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے۔

اِتَّخَذْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اتخاذ (افتعال) مصدر تم نے اختیار کیا۔ تم نے بنا لیا۔ اَلْعِجْلَ بچھڑا۔ گائے کا بچہ۔ اس کی جمع عُجُوْلٌ اور مونث عِجْلَۃٌ یہ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ہے۔

اس جملہ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ میں مفعول ثانی محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اِتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ اِلٰھًا تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا۔

وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے فاعل اِتَّخَذْتُمْ سے اور حال یہ ہے کہ ایسا کرنے سے تم نے عبادت کو اس کی غلط جگہ پر ٹھہرایا لہٰذا اپنی جانوں پر ظلم کرنے کے مرتکب ہوئے۔

۲: ۵۲ - عَفَوْنَا عَنْكُمْ - عَفَوْنَا (الصلۃ عَنْ) ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ عَفْوٌ (باب نصر) سے مصدر عن کے صلہ کے ساتھ - بمعنی معاف کرنا۔ عَفَا عَنْ ذَنْبِہٖ۔ اس نے اس کا گناہ معاف کر دیا عَفَا اللّٰہُ عَنْہُ اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کرے۔

لَعَلَّکُمْ - لَعَلَّ - حرف مشابہ بالفعل ہے امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے لایا جاتا ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيبٌ (۴۲: ۱۷) شاید قیامت قریب ہی آپہنچی ہو، کُمْ اسم ہے لَعَلَّ کا - شاید تم۔

تَشْکُرُوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر، شُکْرٌ وَ شُکُوْرٌ (باب نَصَرَ) مصدر- شکر ادا کرنا۔ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ شاید کہ تم شکر گذار بن جاؤ۔

(۲: ۵۳) اَلْکِتٰبَ - سے مراد- تورات ہے۔

اَلْفُرْقَانَ کے لغوی معنی ہیں وہ چیز جس سے حق و باطل کے درمیان فرق کیا جا سکے۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں۔ اَلْفُرْقَانُ فَرْقٌ سے ابلغ ہے کیونکہ یہ حق اور باطل کو الگ الگ کر دینا کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے فَرْقٌ کا لفظ عام ہے جو حق اور باطل کو الگ الگ کرنے کے لئے بھی آتا ہے اور دوسری چیزوں کے متعلق بھی آتا ہے۔

علماء کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اَلْکِتٰبُ اور اَلْفُرْقَانُ کے درمیان عطف تفسیری ہے۔ اور مراد دونوں سے ایک ہی ہے (۲) اس سے مراد یہاں توریت اپنے احکام و شرائع کے لحاظ سے ہے۔ (۳) اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوتے تھے۔ (۴) اس سے مراد وہ فتح و غلبہ ہے جو بنی اسرائیل کو حکومت فرعونی کے مقابلہ میں عطا ہوا تھا۔

۲: ۵۴ - وَاِذْ قَالَ - ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ - یٰقَوْمِ - یا حرف ندا، قَوْمِ منادیٰ۔ قَوْمِ اصل میں قَوْمِیْ تھا۔ یٔ متکلم حذف کر کے کسرہ کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا۔

بِاتِّخَاذِکُمُ الْعِجْلَ - بآ سببیہ ہے اِتِّخَاذِ مصدر۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۵۱) مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ اَلْعِجْلَ مفعول اِتِّخَاذِ مصدر کا۔ اپنی گئو سالہ گیری کے سبب سے۔ یعنی گائے کے بچھڑے کو بطور معبود کے اپنا لینے کے سبب سے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

فَتُوْبُوْا - فَ سببیہ ہے۔ تُوْبُوْا- امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ پس تم توبہ کرو۔

بَارِئِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ بَارِئٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے۔ ایجاد و اختراع کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اس کا مادہ بُرْءٌ ہے- اَلْبُرْءُ وَالْبَرَآءُ وَالتَّبَرِّیْ کے اصل معنیٰ کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں یا بیزاری ظاہر کرنے کے۔ مثلاً بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں نے بیماری سے

نجات پائی یعنی میں تندرست ہوگیا۔ اور بَرِأْتُ مِنْ فُلَانٍ وَتَبَرَّأْتُ میں فلاں سے بیزار ہوں قرآن مجید میں ہے بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ (۹: ۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔

بَارِئِكُمْ تمہارا خالق، تمہارا پیدا کرنے والا

فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ فاء تعقیب کا ہے۔ اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ قَتْلٌ مصدر (باب نصر) سے۔ اَنْفُسَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُقْتُلُوْا کا۔ پس قتل کرو اپنی جانوں کو، یعنی تم میں سے جو بری ہیں وہ مجرموں کو قتل کریں (خواہ وہ ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں)

ذٰلِكُمْ۔ یہی یعنی التوبة والقتل۔ توبہ اور قتل (جو اوپر مذکور ہے)

خَيْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ہمزہ محذوف ہے ای ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ مِنَ العصیان والاصرار علی الذنب یعنی عصیان اور اصرار گناہ کے مقابلہ میں یہ توبہ اور قتل تمہارے لئے بہتر ہے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے تو اس کا جملہ شرطیہ محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے ان فعلتم ما امرتم به فقد تاب علیکم۔ اگر تم نے وہی کیا جس کا تمہیں حکم ملا تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرلیگا

(۲) اور اگر یہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے تو فَتَابَ عَلَيْكُمْ جملہ معطوف ہے جس کا عطف محذوف عبارت پر ہے ای فعلتم ما امرتم به فتاب علیکم۔ تم نے وہی کیا جس کا تم کو حکم ہوا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی

۲: ۵۵۔ وَاِذْ قُلْتُمْ .... ملاحظہ ہو ۲: ۴۹)

لَنْ نُّؤْمِنَ۔ مضارع منفی تاکید بلَن۔ لَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے صیغہ جمع متکلم۔ ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔

جَهْرَةً۔ جَهَرَ يَجْهَرُ۔ (باب فتح) سے مصدر ہے، جس کا مطلب آواز کو بلند کرنا ہے۔ جَهَرْتُ بِالْقِرَاءَةِ میں نے پڑھنے میں آواز کو اٹھایا۔ یا بلند کیا۔ مگر یہاں دیکھنے کے معنی میں مستعار لیا گیا ہے کھلم کھلا یا روبرو دیکھنا جَهْرَةً یا تو نَرٰی کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے کیونکہ جَهْرَةً میں بھی ایک قسم کی رؤیت پائی جاتی ہے یا فاعل ضمیر فاعل نریٰ یا مفعول بہ اللہ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

الصّٰعِقَةُ۔ بجلی کی کڑک، ہولناک دھماکہ، بعض علماء کے نزدیک صاعقہ تین قسم پر ہے۔ (۱) بمعنی موت وہلاکت، جیسے فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹: ۶۸) اور جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مر جائیں گے۔ (۲) بمعنی عذاب مثلاً اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ (۳) بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک جیسے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳: ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی

دیتا ہے۔
وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے ۔
۲ : ۵۶ بَعَثْنٰکُمْ ۔ بَعَثْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔
چنانچہ یَوْمُ الْبَعْثِ اس سے ہے یعنی دوبارہ اٹھنے کا دن۔
لَعَلَّکُمْ شاید کہ تم ۔ (ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱ ، ۲ : ۵۲)
(۲ : ۵۷ ۔ وَظَلَّلْنَا عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ، اور اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ہر دو جملوں کا عطف بَعَثْنٰکُمْ پر ہے ۔ ظَلَّلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَظْلِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے ، ہم نے سایہ کیا ۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔
عَلَیْکُمُ الْغَمَامَ ۔ عَلَیْکُمْ ۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہے اور اَلْغَمَامَ اسم جنس ہے اور فعل ظَلَّلْنَا کا مفعول ہے بمعنی ابر، بادل ۔ اَلْمَنَّ اسم ہے ۔ شبنمی گوند جو وادی تیہ میں بھٹکنے والے اسرائیلیوں کے کھانے کے لئے اللہ تعالیٰ روزانہ درختوں پر جما دیتا تھا۔

اَلسَّلْوٰی ۔ ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں
کُلُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَکْلٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں اُءْکُلُوْا تھا ۔ تم کھاؤ۔
طَیِّبٰتِ ، ستھری چیزیں ۔ پاکیزہ چیزیں ۔ طَیِّبَۃٌ کی جمع طَیِّبٰت مضاف ہے مَا رَزَقْنٰکُمْ ما موصولہ رَزَقْنٰکُمْ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے موصول اور صلہ مل کر مضاف الیہ طَیِّبٰت کا۔
جو بطور رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں کا صاف ستھرا و پاکیزہ حصہ ۔
وَمَا ظَلَمُوْنَا ۔ ما نافیہ ہے جملہ کا عطف محذوف عبارت پر ہے
فَظَلَمُوْا وَلَمْ یُقَابِلُوْا النِّعَمَ بِالشُّکْرِ ۔ پس انہوں نے ظلم کیا اور نعمتوں کو شکر کے ساتھ قبول نہ کیا ۔ وَمَا ظَلَمُوْنَا (اس ناشکری سے) انہوں نے ہم پر تو ظلم نہ کیا (یعنی ہمارا تو کچھ نہ بگاڑا) وَلٰکِنْ کَانُوْٓا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ لیکن اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے ۔ یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑتے رہے ۔ کَانُوْا یَظْلِمُوْنَ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ۔
فائدہ مَا رَزَقْنٰکُمْ تک مخاطبین سے بلاواسطہ خطاب تھا ۔ اب ان کی اہانت کے لئے ضمیر غائب لائی گئی ہے کہ تم نے ہماری نعمتوں کی قدر دانی نہ کی اور کفران نعمت کے مرتکب ہوئے لہٰذا تم خطاب کے لائق نہیں رہے ۔
اس التفاتِ ضمائر کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔
۲ : ۵۸ ۔ منھا ۔ ھا ، ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْقَرْیَۃِ کی طرف راجع ہے ای من طعام القریۃ و ثمارھا یعنی اس قریہ میں جو طرح طرح کی نعمتیں اور میوے ہیں وہ کھاؤ۔
اَلْقَرْیَۃِ بستی ۔ منصوب بوجہ ظرفیت یا بوجہ مفعول ہے اس کی جمع اَلْقُرٰی ہے ۔ یہ کونسی بستی تھی اس کے متعلق

مختلف اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں اس سے مراد اریحا ہے بعض کے نزدیک اس سے بیت المقدس مراد ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد ایلیا ہے۔ اور بعض اس سے شام مراد لیتے ہیں۔

حَیْثُ شِئْتُمْ۔ حَیْثُ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ ہے۔ شِئْتُمْ۔ شَآءَ یَشَآءُ مَشِیْئَۃٌ (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں شَیِئْتُمْ تھا۔ یِ کی حرکت ماقبل کو دی۔ اور ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ شِئْتُمْ ہو گیا۔ تم نے چاہا۔ حَیْثُ شِئْتُمْ جہاں سے چاہو۔

رَغَدًا با فراغت، خوب، اچھی طرح۔ وسیع۔ یہ اصل میں رَغَدَ یَرْغَدُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے۔ اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے رَاغِدٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ۔ مطلب یہ کہ کھاتے پھرو، اس میں جہاں چاہو محظوظ ہو کر (رغبت سے خوب اچھی طرح) منصوب بوجہ مصدر کے ہے۔ یا ضمیر کلوا سے حال ہے۔

اَلْبَابَ۔ دروازہ۔ اَلْبَابَ معرفہ لایا گیا ہے کہ اس سے مراد القریۃ کا دروازہ ہے جو اَلْقَرْیَۃَ سے اریحا مراد لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک۔ الباب سے مراد اس شہر کا کوئی بھی دروازہ ہے اور اس کے سات دروازے بتائے جاتے ہیں

فمن قال ان القریۃ اریحا قال ادخلوا من ای باب کان من ابوابھا و کان لھا سبعۃ ابواب، اور جن کے نزدیک القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے الباب سے مراد بیت المقدس کا خاص دروازہ ہے جسے باب حطہ کہتے ہیں (و من قال ان القریۃ ھی بیت المقدس قال ھو باب حطۃ۔

سُجَّدًا ضمیر ادخلوا سے حال ہے سجدہ کرتے ہوئے سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ بعض نے سجدہ کے یہاں لغوی معنی مراد لئے ہیں یعنی تذلیل و انکسار خشوع و خضوع۔ اور جملہ کا مطلب ہے کہ جب تم دروازے سے داخل ہو تو نہایت انکساری اور تواضع سے مطیع اور فرمانبرداروں کی طرح داخل ہو

اور جنہوں نے اس کے شرعی معنی لئے ہیں ان کے نزدیک مطلب یہ ہوگا کہ جب تم دروازہ کے اندر داخل ہو جاؤ تو سجدہ شکر بجالاؤ۔ بعض نے اس سے جھکنا اور رکوع مراد لیا ہے

حِطَّۃٌ۔ حَطَّ یَحُطُّ (باب نَصَرَ) حَطٌّ مصدر، اترنا۔ نازل ہونا۔ ای اَنْزَلَہٗ۔ اس نے اسے اونچی جگہ سے نیچی جگہ رکھا چنانچہ کہتے ہیں حَطَطْتُ الرَّحْلَ میں نے سواری سے پاؤں اتار کر نیچے رکھ دیا اور یہاں حِطَّۃٌ سے مراد یہ ہے حُطَّ عَنَّا ذُنُوْبَنَا۔ (اے اللہ ہمارے گناہ ہم سے اتار دے (یعنی اپنے گناہوں کے بوجھ کو ہلکا کرنے کی دعا کرو)

بعض کے نزدیک اس کے معنی معلوم نہیں محض امتثال امر مقصود تھا۔ بعض نے اسے توبہ کے معنی میں لیا ہے۔ اور یہ قُوْلُوْا کا مفعول بھی ہو سکتا ہے یعنی تم حِطَّۃٌ حِطَّۃٌ کہتے ہوئے داخل ہو۔

نَغْفِرْ لَکُمْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بوجہ جواب امر کے مجزوم ہے۔ تو ہم تمہیں معاف کر دیں گے

خَطٰیٰکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری خطائیں۔

سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ۔ سَ مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل کے معنی دیتا ہے مُحْسِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُحْسِنٌ واحد، نیکوکار مرد۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ یعنی اس حکم کی تعمیل پر تم میں سے جو گنہگار ہیں ان کی توبہ قبول ہوگی اور ان کو مغفرۃ عطا ہوگی، اور جو تم میں پہلے ہی نیک اور فرمانبردار ہیں ان کے لئے ثواب بڑھا دیں گے۔

۲: ۵۹ فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ۔ فاء عاطفہ ہے بَدَّلَ فعل الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا یہ جملہ فاعل ہے فعل بَدَّلَ کا قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَھُمْ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے فعل بَدَّلَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ ہے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا۔ (یعنی جو نافرمانی کرنے والے تھے) اس قول کو جو ان سے کہا گیا تھا بدل کر کوئی غیر قول بولنے لگے۔ یعنی جو الفاظ ان کو تلقین کئے گئے تھے۔ انہیں ترک کر کے ازراہ استہزاء اور کلمات بکنے لگے۔ اس امر میں مختلف اقوال ہیں کہ یہ کلمات کیا تھے لیکن حاصل یہی ہے کہ بجائے توبہ و انابت کے وہ تمسخر سے کام لینے لگے۔

فَاَنْزَلْنَا۔ فاء ترتیب کی ہے اس پر۔ تو۔ پس ہم نے اتارا یا نازل کیا

رِجْزًا۔ عذاب، بلا، عقوبت۔ آفت۔ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ ایک آسمانی آفت۔

بِمَا کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔ باء سببیہ ہے مَا موصولہ اور کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ کَانُوْا یَفْسُقُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب فِسْقٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے، بسبب اس کے کہ وہ نافرمانی کیا کرتے تھے یا کرتے رہے تھے۔

۲: ۶۰۔ وَاِذْ یاد کرو، جب۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲-۴۹)

اِسْتَسْقٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِسْقَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر اس نے پانی مانگا۔ اس نے پانی طلب کیا سَقْیٌ مادہ۔ السَّقْیُ وَالسُّقْیَا کے معنی پانی پینے کی چیز دینے کے ہیں (مثلاً پانی۔ شربت۔ شراب وغیرہ)۔ سَقٰی یَسْقِیْ (باب ضَرَبَ)، وَاَسْقٰی یُسْقِیْ (باب افعال) پانی پینے کے لئے دینا۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں۔ (۱) باب ضَرَبَ سے وَسَقٰھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا۔ (۷۶-۲۱) اور اُن کا پروردگار اُن کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲) باب افعال سے وَاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا (۷۷-۲۷) اور تم کو میٹھا پانی پلایا۔ السِّقَایَۃُ پینے کا برتن۔ جَعَلَ السِّقَایَۃَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْہِ (۱۲: ۷۰) اس نے اپنے بھائی کے شلیتے یا پالان میں پینے کا برتن رکھ دیا۔

اَلْحَجَرَ۔ پتھر۔ اس میں الف لام عہد کا ہے (یعنی خاص پتھر مراد ہے) بعض کے نزدیک الف لام جنس کا ہے کوئی خاص پتھر نہ تھا۔ بلکہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ جس پتھر پر عصا مارتے اس میں سے چشمے ابل پڑتے

فَانْفَجَرَتْ۔ فا سببیہ ہے۔ فَانْفَجَرَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاکَ الْحَجَرَ فَضَرَبَ فَانْفَجَرَتْ۔

اِنْفَجَرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِنْفِجَارٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر۔ خوب پھوٹ نکلنا۔ اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ مثلاً بولتے ہیں فَجَّرْتُهٗ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا تو وہ بہہ گیا۔

صبح کو فجر اس لئے بولتے ہیں کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے ... اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۷: ۱۶۰) تو ہم نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی کو پتھر پر مار دو تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

اِنْفِجَارٌ اور اِنْبِجَاسٌ میں فرق یہ ہے کہ انبجاس صرف کسی تنگ چیز سے بہہ نکلنے کا نام ہے اور انفجار کا استعمال تنگ مقام ہو یا فراخ دونوں کے متعلق ہوتا ہے۔

كُلُّ اُنَاسٍ۔ اُنَاسٌ جمع جس کی لفظی طور پر واحد نہیں ہے بعض کے نزدیک غیر لفظی طور پر اِنْسَانٌ کی جمع ہے یا اِنْسٌ کی۔ اس کے معنی ہیں لوگ۔ یہاں كُلُّ اُنَاسٍ کے معنی كُلُّ سَبْطٍ ہر قبیلہ نے ہر گروہ نے۔

مَشْرَبَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَشْرَبَ اسم ظرف مکان ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے بنی اسرائیل قوم موسیٰ کے لئے ہے۔

لَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر عِثِيٌّ اور عُثِيٌّ (باب سمع) مصدر سے۔ جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں۔

مُفْسِدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، فساد ڈالنے والے، فساد کرنے والے۔ یہ لَا تَعْثَوْا کا حال مؤکد ہے۔

وَاِذْ قُلْتُمْ:۔ ای وَاذْكُرِ الْوَقْتَ اِذْ قُلْتُمْ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب تم نے کہا۔

طَعَامٍ وَّاحِدٍ۔ مراد اس سے وہ خوراک تھی جو صحرائے تیہ میں ان کو بصورت من و سلویٰ ملتی تھی۔ طَعَامٍ وَّاحِدٍ اس لئے کہا کہ روز یہی دو چیزیں ایک ہی قسم کی بلا تنوع ملتی تھیں اور بس۔

فَادْعُ لَنَا۔ فاء عاطفہ سببیہ ہے۔ ہمارے عدم صبر کے سبب سے ہمارے لئے مانگو۔ اُدْعُ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تو مانگ۔ تو دعا کر۔

يُخْرِجْ لَنَا۔ يُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، صیغہ واحد مذکر غائب ضمیر کا مرجع رَبَّكَ (تیرا رب) ہے کہ ہمارے لئے پیدا کرے۔ يُخْرِجْ لَنَا کے بعد شَيْئًا محذوف ہے کہ کوئی ایسی شے پیدا کرے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔

تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ۔ تُنْۢبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِنْۢبَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جو زمین اگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنے رب سے دعا کرو کسی ایسی چیز کے پیدا کرنے کی جو زمین سے اگتی ہو از قسم ساگ .... الخ۔

مِنْۢ بَقْلِهَا۔ مِنْ بیانیہ ہے بَقْل ساگ، ترکاری۔ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (الْاَرْض کے لئے) مضاف الیہ۔

قِثَّآئِهَا مضاف مضاف الیہ۔ قِثَّآء۔ اسم جنس ہے۔ اس کی جمع نہیں آتی۔ ککڑی۔ یا ککڑیاں۔

فُوْمِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ فُوْمٌ ۔گیہوں ۔ (راغب ، ابن عباس) بنو ہاشم کی زبان میں بھی فُوم گیہوں کے معنی میں استعمال ہوتا تھا۔ بعض کے نزدیک جس اناج کی روٹی پکتی ہو اسے فُوم کہتے ہیں ۔ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ اصل میں ثُوم تھا۔ جس کے معنی لہسن کے ہیں ۔ ثاء کو فاء سے بدل دیا ہے اور یہ جائز ہے جیسا کہ مَغَاثِیْر (مُغثُوْرٌ کی جمع ایک قسم کی گوند ہے) مَغَافِیْر (مِغْفُورٌ کی جمع ایک درخت کی گوند) کہا جاتا ہے

عَدَسِہَا مضاف مضاف الیہ عَدَسٌ بمعنی مسور۔

بَصَلِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَصَلٌ بمعنی پیاز۔

ان سب میں ھَا ضمیر واحد مونث غائب الْاَرْضُ کے لئے ہے۔

قَالَ ای قَالَ مُوْسٰی او قال اللہ ۔ اس سے اگلی عبارت مَا سَاَلْتُمْ تک اس قول کا مقولہ ہے۔

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ ۔ الف استفہامیہ ہے ۔ تَسْتَبْدِلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ اِسْتِبْدَالٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر سے ۔ تم بدلتے ہو۔

الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی ۔ اپنی جملہ تراکیب کے ساتھ یہ جملہ مفعول بہ ہے فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا۔ اور بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ متعلق فعل تَسْتَبْدِلُوْنَ کا۔

اَدْنٰی مادہ دُنُوٌّ سے مشتق ہے ۔ اور دَانٍ دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے اس کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ۔ (۱) اگر اَقْصٰی کے بالمقابل آئے تو اَقْرَبُ کے معنی دیتا ہے مثلاً اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى (۸-۴۲) جب تم (مدینے کے) قریب کے ناکے پر تھے۔ اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر دُنْيَا مونث ہے ۔ اَدْنٰی کی اور قُصْوٰی مونث ہے اقصٰی کی۔

(۲) اگر اکبر کے مقابلہ میں آئے تو بمعنی اَصْغَرُ آتا ہے ۔ مثلاً ۔ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ ۔ (۳۲-۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے دن) بڑے عذاب کے سوا عذاب اصغر (دنیا کے عذاب) کا بھی مزہ چکھائیں گے ۔ (۳) کبھی بمعنی اول (نشاۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِر (نشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے ۔ مثلاً خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ (۲۲-۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اٹھایا اور آخرت میں بھی۔

(۴) کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْذَلُ بھی آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَيْرٌ (۲:۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔

جب اَدْنٰی بمعنی ارذل ہو تو دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہوگا۔ دوسری صورتوں میں دَانٍ سے۔

اِهْبِطُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ هُبُوْطٌ (باب ضَرَبَ) تم سب اترو ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲:۳۶ متذکرۃ الصدر)

مِصْرًا ۔ اسم نکرہ باتنوین بمعنی کوئی شہر ۔ مَصْرٌ (باب نَصَرَ) شہر بنانا ۔ شہر کو آباد کرنا ۔ اِهْبِطُوْا مِصْرًا ۔ جاؤ کسی شہر میں جا رہو۔

فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ یہ جملہ امر بالہبوط کی علت ہے یا جواب امر ہے۔ پس بے شک جو تم مانگتے ہو تم کو مل جائیگا
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ۔ اَلضَّرْبُ کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے یعنی مارنے کے ہیں۔
اور مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) ہاتھ۔ لاٹھی تلوار وغیرہ سے مارنا۔
جیسے فَضَرْبَ الرِّقَابِ (۴:۴۷) تو ان کی گردنیں اڑا دو، یا۔ اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲: ۶۰) اپنی لاٹھی پتھر
پر مارو، وغیرہ۔ (۲) ضَرْبُ الْاَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ بارش کا برسنا۔ (۳) ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ، دراہم کو ڈھالنا۔ (۴)
ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ۔ سفر کرنا۔ (۵) ضَرْبُ الْخَيْمَةِ خیمہ لگانا وغیرہ۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔ یا ضَرْبُ الْخَيْمَةِ سے ماخوذ ہے۔ مطلب یہ کہ ذلت اور ناداری نے انہیں اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے یا یہ محاورہ ضُرِبَتِ الطِّيْنُ عَلَى الْحَائِطِ (مٹی دیوار پر لیس دی گئی) سے مشتق ہے یعنی ذلت اور ناداری کو ان پر لیس دیا گیا یا چپکا دیا گیا۔ اَلْمَسْكَنَةُ کو فقر یا ناداری اس لئے کہتے ہیں کہ فقر آدمی کو نچلا بٹھا دیتا ہے اور چلبلا پن اور اکڑ سب جاتی رہتی ہے۔ ترجمہ ہے۔ اور ان پر ذلت و غربت مسلط کر دی گئی

بَآءُوْ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا۔ وہ لوٹے، وہ پھرے۔ بَوَاءٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وہ ایسی جگہ اترے کہ ان کے ساتھ اللہ کا غضب ہے، یہاں بِغَضَبٍ موضع حال میں ہے جیسے خَرَجَ بِسَيْفِهٖ میں ہے اور مُرَّ بِزَيْدٍ کی طرح مفعول نہیں ہے اور بِغَضَبٍ پر باء لا کر تنبیہ کی ہے کہ موافق جگہ میں ہونے کے باوجود وہ غضب الٰہی میں گرفتار ہیں تو ناموافق جگہ میں تو بالاولیٰ ان پر غضب ہوگا۔ اس کا مادہ بَاءُوْ ہے۔

ذٰلِكَ کا مشار الیہ غَضَبٌ ہے۔ یا ذلت و فقر و غضب ہر سہ کی طرف اشارہ ہے
بِاَنَّهُمْ میں باء سببیہ ہے۔ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ (سبب اول) وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ (سبب دوم) یعنی اس ذلت و فقر و غضب کا سبب ان کا آیات اللہ سے انکار اور نبیوں کا ناحق قتل تھا

فائدہ ۔ نبیوں کا قتل تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے۔ بِغَيْرِ الْحَقِّ کا لفظ زور دینے کیلئے بڑھایا گیا ہے گویا ان کے فعل کے ناحق ہونے کو تکراراً بیان کیا ہے، جن نبیوں کو قتل کیا گیا ان میں حضرت شعیاء، حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہم السلام بھی ہیں۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) اگر ذٰلِكَ کا اشارہ آیات اللہ سے انکار اور قتل انبیاء کی طرف ہے تو بِمَا میں باء سببیہ ہے اور مَا موصولہ اور مطلب یہ ہوگا کہ ان کا آیات اللہ سے انکار اور انبیاء کا ناحق قتل کا سبب ان کی نافرمانی اور حدود اللہ سے

تجاوز تھا۔ یعنی ان کا مسلسل کفر اور تجاوزِ حدود اللہ ان کو آہستہ آہستہ قتلِ انبیاء جیسے گھناؤنے جُرم کے ارتکاب تک لے گیا۔

(۲)، بعض کے نزدیک اسم اشارہ ذٰلِكَ تکراراً مضمون کو پُرزور بنانے کے لئے آیا ہے اور باء بمعنی مع ہے اور مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے ان پر ذلت و فقر چسپاں کر دیا۔ اور وہ مورد غضب الٰہی اس لئے ہوئے کہ وہ آیاتِ الٰہی سے منکر ہوئے۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا مسلسل نافرمانی کے مرتکب ہوئے اور تجاوز حدود اللہ پر مصر رہتے۔

عَصَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب عِصْيَانٌ مَعْصِيَةٌ (باب ضرب) انہوں نے نافرمانی کی۔ عَصَوْا۔ اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یاء متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا۔ واو اور یا ہر دو ساکن ہوئے الف اجتماعِ ساکنین سے گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔

كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ زیادتی کیا کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کیا کرتے تھے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں۔ ایمان لا چکے ہیں۔ اس سے مراد کون لوگ ہیں؟ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں۔ جو آخری رسول اور آخری کتاب پر (ایمان لا چکے ہیں) یعنی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ایمان لانے کے معنی کل عقائد ضروریہ کے تسلیم کر لینے کے ہیں۔ توحید پر ایمان۔ رسالت پر ایمان۔ فرشتوں پر ایمان۔ آسمانی کتابوں پر ایمان، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اور اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مطلق صورت میں قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی آیا ہے مراد اس سے مسلمان ہی ہیں

اَلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہوئے۔ هَادُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے هُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ اَلنَّصٰرٰى ۔ جمع معرفہ۔ عیسائی لوگ، یہ نَصْرَانٌ کی جمع ہے جیسے نَدَامٰى جمع ہے نَدْمَانٌ کی

اَلصّٰبِئِيْنَ ۔ ایک مذہبی فرقہ کا نام۔ جس کے عقائد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

عراق، روم، شام، الجزیرہ میں آباد تھے۔ لیکن ان ممالک میں جب دوسرے مذاہب کا غلبہ ہوا یہ نصاریٰ سے جا ملے لیکن خفیہ طور پر بت پرستی کرتے رہے۔ اب بھی اس لادینی بت پرستی کے پیروکار کہیں کہیں موجود ہیں لیکن اپنے اعتقادات کو نہایت سختی سے چھپا کر رکھتے ہیں۔ لفظ صَابِئٌ کے عربی ہونے میں علماء میں اختلاف ہے

مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ ۔ میں مَنْ موصولہ ہے اور اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا ۔ اپنی جملہ تراکیب نحوی کے ساتھ اس کا صلہ ہے۔ مطلب یہ کہ مسلمانوں میں سے (جو بیشتر ایمان لاچکے ای اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا) یہودیوں میں سے نصاریٰ میں سے۔ اور صابئین میں سے جو مسلمان آئندہ زمانہ میں بھی اپنے ایمان پر ثابت قدم رہیگا اور جو یہودی۔ نصاریٰ یا صابئین اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے۔ ان کو ان کے رب کے ہاں اجر ملیگا۔ اور ان کے لئے نہ کوئی اندیشہ ہوگا۔ اور نہ وہ کوئی غم کریں گے۔ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب تفسیر

لکھتے ہیں کہ : یعنی اللہ کی ذات وصفات پر ایمان لائے جیساکہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اور وہ ایمان ہر قسم کی شرکت آمیزی سے پاک ہو۔ اس ایمان باللہ کے تحت میں اس کے سارے لوازم وتضمنات بھی داخل ہیں ورنہ خدا پر مطلق ایمان توکسی نہ کسی صورت میں تقریبًا ہر انسان کا ہے۔ اور ان لوازم توحید میں سب سے اونچے نمبر پر ایمان بالرسل ہے کہ بندوں کا صحیح تعلق اللہ کے ساتھ قائم کرنے والی اور اس کا سیدھا راستہ بتاتے والی ذات رسول ہی کی ہوتی ہے۔

یوم آخرت پر ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ سارے احکاماتِ آخرت پر ایمان لایا جائے۔

فائدہ۔ جلالین میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ ای امنوا بالانبیاء من قبل۔ بیضاوی اس کے معنی لکھتے ہیں۔ الذین اٰمَنُوْا بِاَلْسِنَتِھِمْ جو محض زبانی ایمان لائے۔ اس کے علاوہ مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں (ملاحظہ ہو روح المعانی

فَلَھُمْ میں فاء جزائیہ ہے۔ اس سے قبل جملہ مَنْ اٰمَنَ ..... عَمِلَ صَالِحًا جملہ شرطیہ ہے اور بعد کی عبارت ... یَحْزَنُوْنَ تک جزائیہ ہے۔

فائدہ: صابئین۔ صابی فرقہ کے لوگ، یہ ایک ستارہ پرست قوم تھی جو بابل اور بلادِ عراق میں آباد تھی۔ اس لفظ کے عربی ہونے میں اختلاف ہے عراق پر مختلف ادوار میں بیرونی اقوام کی فتح یابی کی صورت میں ان میں سے بعض فاتح قوم کا مذہب اختیار کر لیتے رہے۔ جب عراق، شام اور مصر میں اسلام کا غلبہ ہوا تو ان میں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ کھلم کھلا اپنے مذہب پر قائم رہے۔ اور کچھ اپنے قدیم دستور پر تقیہ کا پردہ ڈال کر کافرانہ اعمال میں مصروف ہو گئے۔ فرقہ اسماعیلیہ کی حیلہ گری اسی فرقہ کے تقیہ کی ایک نمود ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو احکام القرآن للجصاص)

وَاِذْ اَخَذْنَا۔ ای وَاذْکُرُوْا اِذْ اَخَذْنَا۔ اور یاد کرو وہ وقت (جب ہم نے تم سے عہد لیا تھا)

مِیْثَاقَکُمْ، مضاف، مضاف الیہ، مِیْثَاقٌ پختہ عہد، قول وقرار جس پر قسم کھائی گئی ہو، یا پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ (وِثَاقَۃٌ سے اسم آلہ) یا پختگی اور مضبوطی بمعنی مصدر جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ من بعد میثاقہٖ (۲ : ۲۷)

وہ جو توڑتے رہتے ہیں عہد خداوندی کو اسے پختہ باندھنے کے بعد (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۷)

یہ عہد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اتباع اور تورات پر عمل کرنے کا تھا۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ۔ واؤ عاطفہ ہے فَوْقَ۔ اسم ظرف اوپر۔ تَحْتُ کی ضد ہے اَلطُّوْرُ عربی زبان میں طُور پہاڑ کو کہتے ہیں۔ لیکن قرآن مجید میں طور کا استعمال ایک مخصوص اور متعین پہاڑ کے لئے ہوا ہے چنانچہ الطود میں الف لام عہد کا ہے جو اس پر دلالت کر رہا ہے۔

جملہ کا ترجمہ ہے اور ہم نے طور کو تم پر بلند کیا اور کھڑا کیا۔ اس کی فی الواقع کیا صورت تھی اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے حکم پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پہاڑ اپنی جگہ سے الگ کر کے بنی اسرائیل کے سروں پر سائبان کی طرح لا کھڑا کیا۔ اور بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اگر تم تورات کو نہ مانو گے تو یہ پہاڑ تم پر چھوڑ

دیا جائے گا۔ بعض نے توریت کے اس بیان سے ملتی جلتی رائے کا اظہار کیا ہے کہ وہ پہاڑ کے نیچے آ کھڑے ہوتے اور کوہ سینا پر زیر و بالا دھواں تھا۔ کیونکہ خداوند شعلہ میں ہو کر اس پر اترا، اور سارا پہاڑ متزلزل ہو گیا۔ (باب خروج ۱۹ آیت ۱۸-۱۸) اوران کو حکم ہوا کہ توریت کو قبول کرو۔ ورنہ پہاڑ کو تم پر گرا دیا جائے گا۔ اور تم اس کے نیچے دفن ہو کر رہ جاؤ گے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

خُذُوْا مَا اٰتَيْنٰكُمْ۔ خُذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم لو، تم پکڑو۔ مَا موصول اور اٰتَيْنٰكُمْ جملہ فعلیہ ہو کر اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر خُذُوْا کا مفعول ہوا۔ مراد توریت۔

بِقُوَّةٍ۔ جار مجرور۔ مضبوطی سے

لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ۔ حرف مشبہ بالفعل كُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ تاکہ تم (یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں)

تَتَّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیزگار بنتے ہو۔

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۔ شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔ تاکہ تم بچ جاؤ۔

ثُمَّ۔ پھر، ازاں بعد۔ حرف عطف ہے۔ تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے۔

تَوَلَّيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، تَوَلِّيٌ (تفعّل) تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا

لَوْلَا۔ امتناعیہ ہے۔ اور لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ۔ فَضْلُ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ عَلَيْكُمْ جار مجرور مل کر متعلق فضل۔ فضل اپنے متعلق اور مضاف الیہ (اللہ) سے مل کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف وَرَحْمَتُهٗ کا۔ معطوف علیہ اپنے معطوف سے مل کر مبتدا۔ جس کی خبر حَاضِرٌ محذوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شامل حال نہ ہوتی۔

لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۔ لام تاکید کا ہے جواب شرط میں آیا ہے۔ یہ جملہ جملہ فعلیہ ہو کر جواب شرط ہے۔ تو تم ضرور خسارہ پانے والوں میں سے ہوتے۔

(۲ : ۶۵) وَلَقَدْ۔ واؤ۔ عاطفہ ہے لام تاکید کا۔ قَدْ، ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ سو لام تاکید اور قَدْ فعل عَلِمْتُمْ پر داخل ہونے پر معنی ہوں گے۔ تحقیق تم خوب جانتے ہو۔ تاکید بالائے تاکید۔

اِعْتَدَوْا۔ انہوں نے زیادتی کی۔ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود سے گذر گئے۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ حق سے تجاوز کرنے کو اِعْتِدَاءٌ کہتے ہیں۔

فِي السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن کے دوران سَبْتٌ کے اصل معنی قطع کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں سَبَتَ اَنْفَهٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ پھر اس کے معنی ہفتہ کا دن ہے۔ کیونکہ اہل یہود اس روز کاروبار چھوڑ دیتے تھے اس لئے اس روز کا دوسرے کاروباری ایام سے رشتہ کٹ گیا۔ اس طرح آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا (۷۸ : ۹) اور ہم نے تمہاری نیند کو موجب راحت بنایا۔ اس میں سُبَات کے معنی حرکت و عمل سے کٹ کر آرام کرنا کے ہیں،

بعض کہتے ہیں کہ ہفتہ کو سبت اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو قطع کیا یعنی پیدا کیا۔ یا اس لئے کہ یہود کو اس دن عبادت کے سوا اور کل کاموں سے قطع تعلق کرنے کا حکم ہوا تھا۔

قِرَدَةً۔ بندر۔ جمع کا صیغہ ہے۔ قِرْدٌ واحد ہے۔ منصوب بوجہ کُوْنُوْا کی خبر کے ہے۔

خٰسِئِیْنَ۔ خَسْءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ذلیل و خوار۔ خَسْأٌ کسی کو دھتکارنے کے لئے آتا ہے۔ مثلاً خَسَأْتُ الْکَلْبَ۔ میں نے کتے کو دھتکارا۔ خٰسِئِیْنَ۔ کُنْتُمْ کی ضمیر سے حال ہے یا قِرَدَةً کی صفت

نَجَعَلْنٰهَا۔ ھَا۔ میں ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ یا اَلْقَرْیَةَ کے لئے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یا خِسْیَانٌ کے لئے ہے یا واقعہ کے لئے ہے یا اس قصہ کے لئے۔

نَکَالًا۔ نَکْلٌ جانور کی بیڑی اور لوہے کی لگام کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَنْکَالٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا (۷۳: ۱۲) بے شک ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ۔ نَکَالًا۔ مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا

مَا بَیْنَ یَدَیْهَا۔ جو اس کے سامنے ہے وَ مَا خَلْفَهَا۔ اور جو اس کے بعد میں ہے۔ ہر دو جملہ میں مَا بمعنی مَنْ ہے اور مراد اس وقت کے موجود لوگ اور اس زمانہ کے بعد میں آنے والے لوگ ہیں ھَا ضمیر کا مرجع وہی ہے جو جَعَلْنَا ھَا میں اوپر بیان ہوا۔

وَ مَوْعِظَةً۔ ای وَجَعَلْنٰهَا مَوْعِظَةً۔ اور ہم نے بنا دیا اس واقعہ کو متقیوں پرہیزگاروں کے لئے نصیحت۔

مَوْعِظَةٌ اسم مصدر بمعنی نصیحت ہے۔ قاموس القرآن میں ہے مَوْعِظَةٌ اس نصیحت کو کہتے ہیں جس میں مخاطب کو ڈرایا جائے۔ خلیل نحوی کا قول یہ ہے کہ کسی شخص کو بھلائی کی یاددہانی کرانا اس طرح پر کہ اس کے دل پر اثر ہو موعظۃ اور وعظ کہلاتا ہے اور بقول بعضے موعظۃ وہ کلام ہے جس میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ خیر و صلاح کی دعوت دی گئی ہو۔ (تفسیر خازن)

علامہ عبد اللہ بن احمد نسفیؒ لکھتے ہیں۔ موعظہ وہ نصیحت ہے جس میں محبوب و مرغوب چیز کی طرف دعوت دی جائے اور ہر مکروہ و ناپسند چیز سے روکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی صفت موعظۃ فرمائی ہے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ (۱۰: ۵۷) اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت آچکی ہے۔

اَلْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔ اِتِّقَاءٌ مصدر۔

(۲: ۶۷) اَنْ تَذْبَحُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَذْبَحُوْا۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ذَبْحٌ (باب فتح) مصدر سے کہ تم ذبح کرو۔

اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا؟ ا ہمزہ استفہامیہ تَتَّخِذُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر سے تو بناتا ہے۔ تو پکڑتا ہے نَا۔ ضمیر مفعول جمع متکلم۔ هُزُوًا۔ مفعول ثانی۔ مصدر باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ مسخرا۔ کیا تو ہمارا مذاق اڑاتا ہے۔

اَعُوْذُ ۔ مضارع واحد متکلم عَوْذٌ (باب نصر) مصدر سے ۔جس کا معنیٰ دوسرے سے التجا کرنا اور پناہ مانگنا ہے میں پناہ چاہتا ہوں بِاللّٰہِ اللہ کی۔

اَنْ اَکُوْنَ ۔ اَنْ مصدریہ اَکُوْنَ مضارع منصوب واحد متکلم ۔ کَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ، کہ میں ہو جاؤں ۔

اَلْجَاھِلِیْنَ ۔ جَاھِلٌ کی جمع بحالتِ جر اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حاضر ، جہالت تین قسم پر ہے (۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا اور یہی اس کے اصل معنیٰ ہیں (۲) کسی چیز کے خلاف واقع یقین وا عتماد کر لینا (۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط ۔ اسی لحاظ سے آیت ہٰذا میں ھُزُوًا کو جہالت قرار دیا ہے ۔ جہالت کے معنی ناواقفیت کے بھی ہو سکتے ہیں ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے : یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲ : ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے ۔

۲ : ۶۸ ۔ اُدْعُ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعْوَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے ۔ تو دعا کر ، تو مانگ ۔

یُبَیِّنْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب ، تبیین (تفعیل) مصدر سے ۔ وہ کھول کر بیان کر دے

مَا ھِیَ ۔ وہ کیسی ہے ؟ یہاں گائے کی ماہیت یا جنس دریافت نہیں کی گئی ۔ کیونکہ یہ تو ان کو معلوم ہی تھا صرف تجاہل عارفانہ سے بال کی کھال اتارنے لگے تھے ۔

فَارِضٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ، فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے ۔جس کے معنی لکڑی کاٹنا ۔ یا کسی ٹھوس چیز کو کاٹنا ہے ۔

فَارِضٌ ۔ وہ بیل یا گائے جس نے اپنی جوانی کی عمر کاٹ دی ہو اور عمر رسیدہ ہو گئی ہو ، یا زمین کو جوتنے والا بیل یا گائے

بِکْرٌ ۔ بن بیاہی ۔ کنواری ۔جس نے ابھی بچہ نہ جنا ہو ۔ قرآن مجید میں ہے ۔ فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا (۵۶ : ۳۶) تو ہم نے ان کو کنواریاں بنایا ۔

عَوَانٌ ۔ میانہ عمر ۔ عورتوں اور مویشیوں میں جو درمیانی عمر کی ہو اس کو عَوَان کہتے ہیں اس کی جمع عُوْنٌ ہے ۔

بَقَرَۃٌ صَفْرَآءُ ۔ موصوف صفت ، زرد رنگ کی گائے ۔ صَفْرَآءُ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع بروزن فَعْلَاءُ ، فُعْلٌ ، صُفْرٌ ہے ۔ صَفْرَآءُ صفت اول ہے بَقَرَۃٌ کی ۔

فَاقِعٌ لَّوْنُھَا ۔ فَاقِعٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ لَوْنُھَا مضاف مضاف الیہ مل کر فَاقِعٌ کا فاعل ۔ اسم فاعل اپنے فاعل سے مل کر بقرہ کی صفت ثانی ہے ۔ فَاقِعٌ شوخ زرد رنگ ۔

تَسُرُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ، سُرُوْرٌ (باب نَصَرَ) وہ بھاتی ہے ۔ خوش آتی ہے ۔ تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ دیکھنے والوں کو بھاتی ہے ، بھلی لگتی ہے ۔ یہ صفت سوم ہے بقرۃ کی ۔

تَشٰبَہَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَشَابُہٌ (تفاعُلٌ) مصدر بمعنیٰ باہم مشابہ و مماثل ہونا ۔ تَشٰبَہَ وہ مشابہ ہوا ۔ وہ مشتبہ ہوا

اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَہَ عَلَیْنَا ۔ بے شک ہمیں گائیوں میں شبہ پڑ گیا ۔ یہ مکرر سوال کرنے کا عذر ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ جن صفات کی گائے ارشاد ہوئی اس جیسی بکثرت پائی جاتی ہیں ۔ اس لئے ہمیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کونسی گائے سے ہمارا مقصود حاصل

ہوگا۔ یہاں تشابہت مؤنث کا صیغہ اس لئے استعمال نہیں کیا کہ لفظ البقر مذکر ہے (اگرچہ مراد مؤنث ہے)
لَمُھْتَدُوْنَ ای لمھتدون الی البقرۃ المراد بذبحھا۔ ہم ضرور راہ پالیں گے (یعنی تلاش کریں گے)
وہ گائے جس کا ذبح کرنا مقصود ہے۔ لام تاکید کا ہے۔
مُھْتَدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِھْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر، ہدایت پانے والے، راہ راست پانے والے
(۲:۷۱) ذَلُوْلٌ ۔ نرم، مطیع، ہموار، پست، ذِلٌّ ۔ اور ذُلٌّ ۔ سے، (باب ضَرَبَ، منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔ اس قسم کی مطیع اور منقاد سواری کو ذَلُوْلٌ کہا جاتا ہے۔
تُثِیْرُ : مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِثَارَۃٌ ۔(باب افعال) مصدر بمعنی برانگیختہ کرنا۔ ابھارنا۔ زمین کے جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے میں چونکہ یہ معنی موجود ہیں اس لئے ان دونوں کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جوتنے کے لئے آیت ہذا۔ اور ہواؤں کے بادلوں کو لانے کے لئے اَللّٰہُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا۔ (۳۰:۴۸) خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو ابھارتی ہیں (اوپر اٹھاتی ہیں)
وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۔ لَا تَسْقِیْ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ سَقْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ نہ وہ پانی پلاتی ہے۔ نہ وہ سیراب کرتی ہے۔ اَلْحَرْثَ ۔ کھیتی، زراعت حَرَثَ یَحْرِثُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی بیج ڈالنا۔ کھیتی کرنا۔ کھیت کو بھی حَرْث کہتے ہیں۔
لَا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ نہ (ایسی) مطیع و منقاد کہ زمین جوتے۔ یہ صفت ہے بَقَرَۃٌ کی۔ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ ۔ اور نہ کھیت سیراب کرتی ہے یہ صفت دوم ہے بَقَرَۃٌ کی۔
مُسَلَّمَۃٌ اسم مفعول واحد مؤنث تَسْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ سالم، بے داغ۔ یہ صفت سوم ہے بَقَرَۃٌ کی۔
شِیَۃٌ ۔ داغ۔ نشان، علامت۔ شِیَاتٌ ۔ جمع شِیَۃٌ اصل میں وَشْیَۃٌ تھا۔ اور وَشَیٰ یَشِیْ باب ضَرَبَ کا مصدر ہے۔ اس کی ھا واؤ محذوف کے عوض میں ہے وَشْیٌ کے اصل معنی کسی چیز میں اس کے تمام رنگوں کے خلاف اور رنگ لگانے کے ہیں۔ یعنی ایسا رنگ جو سائے بدن کے رنگ کے خلاف ہو، وَشْیٌ مادہ۔ لَا شِیَۃَ فِیْھَا اس میں اپنے رنگوں کے علاوہ کوئی خلاف رنگ نہ ہو۔ یعنی بے داغ ہو، یہ صفت چہارم ہوئی بَقَرَۃٌ کی۔
اَلْـٰٔنَ ۔ اب ۔ ظرف زمان ہے۔ مبنی بر فتح ہے، الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔ راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں اَلْـٰٔنَ ۔ ہر وہ لحہ جو ماضی اور مستقبل کے درمیان فرض کیا جائے۔ اسے اَلْـٰٔنَ کہتے ہیں۔ جیسے اَلْـٰٔنَ اَفْعَلُ کَذَا ۔ میں اب کرتا ہوں۔ اور اَلْـٰٔنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ آتا ہے۔ اون مادہ ہے۔
اَلْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ۔ اب تو لایا ہے صحیح بتہ۔ یعنی اب پوری حقیقت اس گائے کی بیان کی ہے۔

وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ہ كَادَ يَكَادُ۔ كَوْدٌ۔ (باب سَمِعَ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے اور فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے (ا) کَادَ۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی ہی اچک لے جائے (گو ابھی اس نے ان کی بینائی اچکی نہیں ہے لیکن قریب ہے کہ ایسا ہو جائے) (ب) اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن قریب تھا کہ واقع نہ ہی ہوتا۔ جیسے آیت ہذا میں ہے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ہ پھر انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور قریب تھا کہ وہ ذبح نہ ہی کرتے۔ یعنی ذبح کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے (نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۰) كَوْدٌ۔ بمعنی ارادہ اور خواہش بھی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا۔ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى (۲۰ : ۱۵) بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

(۲ : ۷۲) فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا۔ فاء عاطفہ ہے۔ اِدّٰرَاْتُمْ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا تَدَارُءٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی لڑائی میں ایک دوسرے پر سے ہٹانا۔ متفق نہ ہونا۔ ایک دوسرے پر ذمہ داری ڈالنا ای تَدَافُعٌ۔ تَدَارَءْتُمْ۔ کی تاء کو دال میں بدل کر دال مابعد میں مدغم کر دیا۔ پھر ابتداء بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ وصل لائے۔ اِدّٰرَاْتُمْ ہو گیا۔ معنی یہ ہے کہ۔ تم ایک دوسرے پر (اس قتل کا) الزام لگانے لگے۔

فِيْهَا ای فِيْ قَتْلِ نَفْسٍ۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسًا ہے۔

مُخْرِجٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ نکالنے والا۔ باہر نکالنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ۔ مَا موصولہ، كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم چھپاتے تھے۔ اور موصول وصلہ مل کر مُخْرِجٌ کا مفعول بہ ہے۔ یعنی جو تم چھپاتے تھے اللہ اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ كِتْمَانٌ یا كَتْمٌ مصدر۔

(۲ : ۷۳) فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا۔ هُ ضمیر واحد مذکر کا مرجع نَفْسٌ ہے۔ چونکہ مقتول شخص آدمی تھا اس لئے ضمیر مذکر لائی گئی ہے۔ بِبَعْضِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب بَقَرَةٌ کے لئے ہے۔ پس ہم نے کہا کہ مقتول کی میت کو گائے کے کسی ٹکڑے سے مارو، یا اس کا کوئی پارچہ مقتول کی لاش پر رکھ دو۔

فائدہ: بِبَعْضِهَا۔ کے بعد عبارت مقدر ہے۔ ای فَضَرَبُوْهُ فَحَيِيَ۔ پس انہوں نے مقتول کو گائے کے جسم کا ایک ٹکڑا لگایا۔ تو وہ زندہ ہو گیا۔

كَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح۔ یعنی مقتول کے زندہ ہونے کی طرح۔ جس طرح یہ مقتول زندہ ہو گیا اسی طرح اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا ہے۔

یُرِیْکُمْ اٰیٰتِہٖ ۔ یُرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِرَائَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ دکھاتا ہے۔ فعل بافاعل۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مفعول اوّل اٰیٰتِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ مفعول ثانی۔ وہ تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو یا تو اس قتل کے وقت کے تھے۔ یا نزول آیت کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں۔

لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ لَعَلَّکُمْ۔ شاید تم سمجھ جاؤ۔ تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۱ : ۵) تَعْقِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقْلٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی سمجھنے اور عقل رکھنے کے ہیں۔

ثُمَّ ۔ پھر۔ تب، (ملاحظہ ہو ۲ : ۲۸) یہاں ثُمَّ استبعادِ قسوۃ کے لئے ہے۔ یعنی اتنی رقت اور نرمی کے اسباب دیکھنے پر یہ قساوت ہے جو نہایت بعید ہے۔ بہت بڑی قساوت ہے۔ قساوۃ اصل میں اس موٹائی کو کہتے ہیں جو سختی اور کرختگی لئے ہوئے ہو۔ اور یہاں رحمت اور نرمی اور خیر کا دلوں سے نکل جانا مراد ہے۔

بعض کے نزدیک یہ تراخی زمان کے لئے ہے روح المعانی میں ہے وقیل انھا للتراخی فی الزمان لانہم قست قلوبہم بعد مدۃ حین قالوا ان المیت کذب علیہم۔ یہ تراخی زمان کے لئے ہے کیونکہ ان کے دل کچھ مدت کے بعد سخت ہوگئے، جب وہ یہ کہنے لگے کہ میت نے ان کے خلاف جھوٹ کہا ہے۔

قَسَتْ ۔ ماضی۔ واحد مؤنث غائب قَسْوَۃٌ وَقَسَاوَۃٌ (باب نصر) بمعنی دل کا سخت ہونا۔ بے رحم ہونا۔ سنگ دل ہونا۔ حَجَرٌ قَاسٍ۔ سخت پتھر۔ قَسِیُّ الْقَلْبِ، سخت دل، پتھر دل۔

فَھِیَ ۔ فاء عاطفہ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قلوب ہے

کَالْحِجَارَۃِ ۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے۔ پتھر کی طرح (سخت)

اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً ۔ اَوْ بمعنی یا، اور بمعنی بَلْ۔ اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ شدید قَسْوَۃً (تمیز) سختی اور غلظت کے لحاظ سے۔

جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ اَوْ کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔

(۱) بمعنی یا۔ تشبیہ میں اختیار دینے کے لئے۔ یعنی مخاطب کو اختیار ہے کہ ان کے دلوں کو خواہ پتھر سے تشبیہ دے یا پتھر سے بھی زیادہ سخت سے۔ دونوں صورتیں صحیح ہیں

(۲) بمعنی بَلْ۔ بلکہ۔ ان کے دل سختی میں گویا پتھر ہیں۔ بلکہ سختی میں پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْہُ الْاَنْھٰرُ ۔ واؤ عاطفہ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل مِنَ الْحِجَارَۃِ جار مجرور۔ مل کر اِنَّ کی خبر مقدم لَمَا میں لام تاکید کی ہے۔ اور مَا اسم موصول (بمعنی اَلَّذِیْ) یَتَفَجَّرُ۔ فعل مِنْہُ جار مجرور مل کر متعلق فعل۔ اَلْاَنْھٰرُ فاعل۔ فعل، متعلق فعل اور فاعل مل کر صلہ اپنے موصول کا ہے موصول اور صلہ مل کر اِنَّ کا اسم مؤخر ہے اِنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ترجمہ ہوگا۔ بے شک جن میں سے

دریا یا نہریں پھوٹتی ہیں۔ وہ پتھروں میں سے ہی تو ہیں یا پتھروں سے ایسے پتھر بھی تو ہیں جن سے دریا پھوٹ کر نکلتے ہیں۔ یَتَفَجَّرُ، مضارع واحد مذکر غائب۔ تَفَجُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، پھوٹ کر نکلتا ہے اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔

فُجُوْرٌ کے معنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنے کے ہیں۔ بدکردار اور کاذب کو فاجر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بدکرداری اور کذب بیانی بھی فجور کی ایک قسم ہے۔ اور فَجَرَ کے معنی پانی یا چشمہ جاری کرنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا (۵۴:۱۲) اور ہم نے زمین میں چشمے جاری کر دیئے۔

یَشَّقَّقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَشَقُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ یَشَّقَّقُ اصل میں یَتَشَقَّقُ تھا۔ ت کو ش میں بدل کر ش کو ش میں مدغم کر دیا۔ وہ پھٹ جاتا ہے وہ شق ہو جاتا ہے۔ اَلشِّقَّةُ پھاڑا ہوا ٹکٹ۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا اور بعض ایسے پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں اور ان میں سے پانی نکلنے لگتا ہے۔

یَهْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ هُبُوْطٌ، مصدر (باب ضرب) وہ اُوپر سے نیچے کو گر پڑتا ہے۔ وہ اترتا ہے، یعنی ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کے خوف سے (اوپر سے) نیچے گر پڑتے ہیں۔ مِنْهَا میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور ھَا، ضمیر کا مرجع الحجارۃ ہے۔

عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ، عَمَّ اور عَمَّا میں فرق صرف یہ ہے کہ اول الذکر میں مَا کے الف کو ادغام کے وقت حذف کر دیا گیا ہے اور مؤخر الذکر میں اسے بحال رکھا گیا ہے۔ تاکہ مَا استفہامیہ (اول الذکر) اور ما موصولہ خبریہ (مؤخر الذکر) میں تمیز ہو سکے۔ قرآن مجید میں ہے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸:۱) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔

(۲ : ۷۵) اَفَتَطْمَعُوْنَ، ہمزہ استفہامیہ۔ فَا، عاطفہ (ملاحظہ ہو۔ ۲-۴۴) تَطْمَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر طَمَعٌ۔ مصدر (باب فتح) تم توقع رکھتے ہو۔ تم طمع رکھتے ہو۔

اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اس سے قبل حرف جر محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے فِیْ اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یُؤْمِنُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تقدیر کلام اَفَتَطْمَعُوْنَ فِیْ اِیْمَانِهِمْ۔ جملہ اَنْ یُّؤْمِنُوْا..... وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ اپنی تمام تراکیب نحوی کے ساتھ مفعول ہے تَطْمَعُوْنَ کا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو اگلا نحو) آیت میں خطاب مسلمانوں سے ہے اور بیان یہودیوں کا ہے۔

کَلٰمَ اللّٰهِ ای التوراۃ۔

یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ یُحَرِّفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَحْرِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ بگاڑ دیتے ہیں، بدل دیتے ہیں۔ یہ تحریف معنوی بھی ہو سکتی ہے اور لفظی بھی۔ یَسْمَعُوْنَ کَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ۔ ای یسمعون

التَّوْرَاةَ وَيُؤَوِّلُوْنَهَا تَاوِيْلًا فَاسِدًا حَسْبَ اَغْرَاضِهِمْ تورات کو سنتے پھر اپنی اغراض کے مطابق اس کی مختلف فاسد تاویلیں کرتے ہیں۔

(۲ : ۷۶) لَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ لُقِيٌّ وَلِقَاءٌ (باب سمع) مصدر، وہ ملے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ملتے ہیں جب وہ سامنے آتے ہیں۔ لَقُوْا اصل میں لَقِيُوْا تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا ماقبل کو دیا۔ ی بسبب اجتماع ساکنین گر گئی۔ لَقِيَ مادہ۔

خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خَلَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی خلوت میں ہونا۔ اکیلے ہونا۔ خَلَا۔ وہ تنہا ہوا۔ وہ اکیلا ہوا۔ وہ خلوت میں ہوا۔ مطلب۔ جب ان میں سے بعض دوسرے کے پاس خلوت میں ہوتے ہیں۔

۲ : ۷۵ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝

اَ ہمزہ استفہامیہ۔ فَ۔ حرف عطف۔ تَطْمَعُوْنَ۔ فعل بافاعل۔ اَنْ مصدریہ۔ يُؤْمِنُوْا فعل اس میں هُمْ ضمیر مستتر اس کا فاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر ذوالحال لَكُمْ جار مجرور متعلق ہوا يُؤْمِنُوْا فعل کے۔ وَاوٌ حالیہ قَدْ تحقیق کا۔ كَانَ فعل ناقص۔ فَرِيْقٌ موصوف مِنْهُمْ جار مجرور متعلق كَائِنٌ محذوف کے كَائِنٌ اپنے متعلق سے مل کر صفت ہوئی فَرِيْقٌ موصوف کی۔ صفت موصوف سے مل کر اسم ہوا كَانَ کا۔

يَسْمَعُوْنَ فعل اس میں هُمْ ضمیر اس کا فاعل كَلَامَ مضاف اللّٰهِ مضاف الیہ۔ مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر مفعول ہوا فعل يَسْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر معطوف علیہ۔ ثُمَّ حرف عطف يُحَرِّفُوْنَ۔ فعل مضارع هُمْ ضمیر اس کا فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے مل کر ذوالحال مِنْ حرفِ جار بَعْدِ مضاف مَا مصدریہ عَقَلُوْا فعل هُمْ ضمیر فاعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر بتاویل مصدر مضاف الیہ ہوا بَعْدِ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا جار کا۔ جار مجرور سے مل کر متعلق ہوا يُحَرِّفُوْنَ کا۔

وَ۔ حالیہ هُمْ ضمیر مبتدا۔ يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل۔ فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر خبر ہوئی مبتدا کی۔ مبتدا خبر سے مل کر حال ہوا ذوالحال يُحَرِّفُوْنَ کا۔ يُحَرِّفُوْنَ فعل اپنے فاعل (هُمْ) اور مفعول (ہٗ) اور متعلق (مِنْۢ بَعْدِ) سے مل کر معطوف ہوا۔ معطوف علیہ يَسْمَعُوْنَ کا۔

معطوف معطوف علیہ سے مل کر خبر ہوئی كَانَ کی۔ كَانَ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر حال ہوا ذوالحال (اَنْ يُّؤْمِنُوْا) کا۔ اَنْ يُّؤْمِنُوْا فعل اپنے فاعل (هُمْ) اور متعلق (لَكُمْ) سے مل کر بتاویل مصدر مفعول ہوا تَطْمَعُوْنَ کا۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ ۔ الف استفہامیہ، تُحَدِّثُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَحْدِیْث (تفعیل) مصدر بمعنی باتیں کرنا۔ بیان کرنا، کہنا۔ هُمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (ضمیر کا مرجع مسلمان ہیں) کیا تم ان کو (مسلمانوں کو بتاتے ہو۔

بِمَا ۔ بَ حرف جار ہے مَا موصولہ فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مجرور بَ کا۔ جار مجرور مل کر فعل تُحَدِّثُوْنَ کے متعلق۔

لِيُحَاجُّوْكُمْ میں لام کَی کا ہے بمعنی تاکہ۔ يُحَاجُّوْا فعل مضارع منصوب جمع مذکر غائب، مُحَاجَّةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ وہ (یعنی مسلمان) جھگڑا کریں تم سے (یعنی اہل یہود سے)

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ الف استفہامیہ ہے فَ عاطفہ۔ حرف استفہامیہ کے حرف عطف سے متقدم ہونے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ (۲:۴۴) کیا تم نہیں سمجھتے۔

قَالُوْا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ ...... تَعْقِلُوْنَ ۔ وہ (یعنی اہل یہود) کہتے ہیں (اپنے ساتھیوں سے خلوت میں) کیا تم ان کو (یعنی مسلمانوں کو) وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں (یعنی توراۃ میں جو باتیں دین اسلام کے برحق ہونے کے متعلق آئی ہیں) تاکہ وہ (یعنی مسلمان) تمہارے مقابلہ میں تمہارے رب کے حضور قیامت کے روز بطور حجت پیش کر سکیں۔ کیا تمہیں عقل نہیں ہے۔

۲: ۷۷ ۔ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ ۔ الف۔ استفہامیہ واؤ عاطفہ (ملاحظہ ہو ۲: ۴۴) يَعْلَمُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اہل یہود کے لئے ہے۔

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۔ ما موصولہ۔ يُسِرُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر (صلہ اپنے موصول کا) جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

يُعْلِنُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعْلَانٌ (اِفْعَالٌ) جو وہ ظاہر کرتے ہیں

۲: ۷۸ ۔ مِنْهُمْ ۔ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الیہود کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔

اُمِّيُّوْنَ ۔ بے پڑھے لکھے۔ اُمِّيٌّ کی جمع۔ اُمِّيٌّ ۔ اُمٌّ (ماں) کی طرف منسوب ہے یعنی وہ جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ویسا ہی رہا۔ کچھ لکھا پڑھا نہ ہو۔ عرب والوں کو اہل یہود اس واسطے اُمِّيُّوْنَ کہتے تھے کیونکہ وہ قوم پڑھی لکھی نہ تھی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اُمّی کہا گیا ہے تو یا تو اس لئے کہ آپ قوم اُمّیین کے ایک فرد تھے یا اس لئے کہ آپ نے کسی مخلوق کی شاگردی کر کے علوم متعارفہ حاصل نہیں کئے تھے۔ اگرچہ بواسطہ وحی الٰہی آپ کو وہ علوم حاصل ہوئے جو آپ سے پہلے اور آپ کے بعد کسی مخلوق کو نہ حاصل ہوئے نہ ہوں گے۔

الْكِتٰبَ :۔ ای التوراۃ ۔ جیسا کہ کلام کے سیاق و سباق سے ظاہر ہے۔ اس میں ال عہد کا ہے۔

اَمَانِيَّ ۔ جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے۔ اَمَانِيُّ بروزن اَفَاعِيْل ، تشدید یاء ہے اُمْنِيَّةٌ کی جمع

م ن ی حروف مادّہ. قرآن مجید میں اورجگہ ہے۔ وَقَالُوْا لَنْ یَّدْخُلَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ کَانَ ھُوْدًا اَوْ نَصَارٰی تِلْکَ اَمَانِیُّھُمْ (۲: ۱۱۱) اور وہ (یہودی اور عیسائی) کہتے ہیں کہ یہودیوں اور عیسائیوں کے سوا اور کوئی بہشت میں نہ جانے گا۔ یہ ان لوگوں کے خیالات باطلہ ہیں اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰی اَلْقَی الشَّیْطٰنُ فِیْٓ اُمْنِیَّتِہٖ (۲۲: ۵۲) اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر اس کا حال یہ تھا کہ جب وہ کوئی آرزو کرتا تھا تو شیطان اس کی آرزو میں وسوسہ ڈال دیتا تھا۔ نیز قرآن مجید میں ہے وَلَاُضِلَّنَّھُمْ وَلَاُمَنِّیَنَّھُمْ.... (۴: ۱۱۹) اور میں ان کو گمراہ کرتا رہوں گا۔ اور ان کو (جھوٹی) امیدیں دلاتا رہوں گا۔

المفردات میں ہے۔ کہ کسی چیز کی تمنا سے جو صورت ذہن میں آتی ہے اسے اُمْنِیَّۃ کہا جاتا ہے۔ اور کذب چونکہ کسی غیر واقعی چیز کا تصور کرکے لفظوں میں بیان کر دینے کو کہتے ہیں گویا تمنّی جھوٹ کا مبدأ ہے لہٰذا جھوٹ کو تمنّی سے تعبیر کرنا بھی صحیح ہے۔ اسی معنی میں حضرت عثمانؓ کا قول ہے مَا تَغَنَّیْتُ وَلَا تَمَنَّیْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ (میں نے جب سے مسلمان ہوا نہ راگ گایا ہے نہ جھوٹ بولا ہے۔

وَاِنْ ھُمْ اِلَّا۔ میں ان نافیہ ہے۔ اور اِلَّا حرف استثناء

یَظُنُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نَصَرَ) سے مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ مطلب اور وہ محض اٹکل پچو باتیں بناتے ہیں۔

ظَنٌّ: کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظنّ کہتے ہیں، یہ علامات قوی ہوں تو اُن سے علم کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے، مگر جب بہت کمزور ہوں تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے نہیں بڑھتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہوجائے اور علم کا درجہ حاصل کرلے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کرلیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنْ استعمال ہوتا ہے مثلاً یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا اللّٰہِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر ہونا ہے، مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص ہوتا ہے مثلاً وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّھَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْہِ (۲۱: ۸۷) اور ذوالنون کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہوکر) غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم ان پر قابو نہیں پا سکیں گے۔

۲: ۷۹۔ وَیْلٌ۔ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، عذاب کی شدت، رسوائی، کلمہ حسرت وندامت۔ اگر وَیْلٌ: وَیْلَۃٌ کی اضافت ضمیر کی جانب ہو تو غیبت، خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں۔ مثلاً وَیْلَتَنَا مضاف مضاف الیہ (ہائے ہماری ہلاکت) (۱۸: ۴۹) وَیْلَکَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تو مر سے وَیْلَنَا (۲۱: ۱۴) ہائے ہماری موت (کلمہ حسرت)۔

تفسیر حقانی میں ہے وَیلٌ زبانِ عرب میں ناراضگی کے موقع پر استعمال ہوتا ہے جیسا کہ ہماری زبان میں تُف اور پھٹے منہ بولتے ہیں پس وہ جو امام احمد اور ترمذی اور ابو یعلیٰ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ ویل جہنم میں ایک کنواں ہے اور ابن جریرؒ نے روایت کیا ہے کہ وہ جہنم میں پہاڑ ہے۔ سو اس سے مراد یہ ہے کہ یہ چیزیں خدا تعالیٰ کے کلمۂ ویل کا مظہر ہیں یعنی ان کی ناراضگی ان صورتوں میں ظہور کرے گی۔ سو یہ سب سچ ہے

مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ تعلیلیہ (متعلق بہ ویل) اور مَا موصولہ ہے۔ یعنی تُف ہے ان کے لئے بوجہ اس کے جو ان کے ہاتھوں نے لکھا۔

كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ اَيْدِىْ جمع يَدٌ کی۔ مضاف، هِمْ مضاف الیہ مضاف الیہ مل کر فاعل كَتَبَتْ کا ان کے ہاتھوں نے لکھا۔ یہ جملہ صلہ ہے اپنے موصول کا۔

باوجود یکہ لکھتے ہاتھوں ہی سے ہیں نہ کہ پاؤں سے۔ پھر اس کو جو ذکر کیا تو تاکید کے لئے ہے۔

مِمَّا يَكْسِبُوْنَ۔ بوجہ اس کے جو انہوں نے کمایا۔ مِمَّا کے لئے اوپر تحریر ہو چکا

يَكْسِبُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ وہ کماتے ہیں۔ وہ کمائی کرتے ہیں۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ۔ لَنْ تَمَسَّ۔ فعل مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مؤنث غائب کا صیغہ۔ مَسٌّ باب نَصَرَ ضَرَبَ) سے۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم کو ہرگز نہ چھوئے گی۔

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً۔ موصوف وصفت اَيَّامٌ۔ يَوْمٌ کی جمع ہے۔ اصل میں اَيْوَامٌ تھا۔ واؤ کو یاء بنایا اور یا کو یا میں مدغم کیا۔ اَيَّامٌ ہو گیا۔ اَيَّامًا بوجہ ظرف منصوب ہے اور مَعْدُوْدَةً اپنے موصوف کی نسبت سے منصوب ہے۔ مَعْدُوْدَةً۔ اسم مفعول واحد مؤنث ہے۔ اور اس کی جمع مَعْدُوْدَاتٌ ہے۔ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً گنتی کے چند دن۔ عَدٌّ (باب نَصَرَ) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ عَدَدٌ۔ گنتی۔ شمار۔

اَتَّخَذْتُمْ۔ اصل میں اَاِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اور ہمزہ وصل محذوف ہے۔ اِتَّخَذْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِتِّخَاذٌ مصدر (افتعال) سے۔ کیا تم نے اختیار کیا ہے یا لے رکھا ہے عَهْدًا مفعول عِنْدَ اللهِ اللہ کے حضور، اللہ کے پاس۔ یعنی اللہ سے کوئی وعدہ لے رکھا ہے۔

فَلَنْ يُّخْلِفَ اللهُ عَهْدَهٗ۔ یہ جملہ جواب شرط میں ہے اس سے قبل شرط مقدر ہے ای اِنِ اتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللهُ عَهْدَهٗ۔ اگر تم نے اللہ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے وعدہ کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ فَاءِ جواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔ لَنْ يُّخْلِفَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ اِخْلَافٌ (اِفعال) مصدر۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ۔ میں اَمْ متصلہ اور منقطعہ دونوں ہو سکتے ہیں۔ پہلی صورت میں اسے اَمْ مُعَادِلَۃ کہیں گے اور

یہ ہمزہ استفہامیہ کے معنی دے گا۔ تقدیرِ کلام یوں ہوگی اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ام تَقُوْلُوْنَ عَلَيْهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ دوسری صورت میں (یعنی بصورت منقطعہ) بمعنی بَلْ ہوگا۔ ای بَلْ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ یا کیا تم اللہ پر وہ باتیں بناتے ہو جن کو تم خود بھی نہیں جانتے۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں اَمْ متصل یا اس کو منقطعہ کہا جاوے بمعنی بَلْ ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸ : ۹)

مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اس میں مَا موصولہ ہے اور لَا تَعْلَمُوْنَ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر صلہ ہے۔ جسے تم خود نہیں جانتے

۲ : ۸۱ ۔ بَلٰى ۔ ہاں ۔ حرف ایجاب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے استعمال ہوتا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲ : ۷۶)

مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً ..... خٰلِدُوْنَ ۔

مَنْ موصولہ ہے۔ كَسَبَ سَيِّئَةً جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف اور معطوف علیہ و معطوف مل کر صلہ (مَنْ موصولہ کا) صلہ اور موصول مل کر مبتدا۔ متضمن معنی شرط۔ فَ جزائیہ۔

اُولٰٓئِكَ ، مبتدا ، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اول ۔

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۔ هُمْ مبتدا فِيْهَا متعلق خٰلِدُوْنَ ۔ جو خبر ہے مبتدا کی ۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر خبر ثانی ہے مبتدا اُولٰٓئِكَ کی ۔ یہ مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر ہے مبتدا متذکرہ بالا کی ۔ اب مبتدا اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر معطوف علیہ ہے اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا

نقشہ یوں ہوگا۔

مَنْ — موصول
كَسَبَ سَيِّئَةً — جملہ فعلیہ ہو کر معطوف علیہ } دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا } موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مبتدا (م)
وَاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ ۔ جملہ فعلیہ ہو کر معطوف
فَ ۔ حرف جزا ۔
اُولٰٓئِكَ — مبتدا ۔
اَصْحٰبُ النَّارِ — خبر اول
هُمْ ۔ — مبتدا
فِيْهَا — متعلق خٰلِدُوْنَ } جملہ اسمیہ ہو کر خبر ثانی مبتدا اُولٰٓئِكَ کی } مبتدا اپنی دونوں خبروں کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہو کر خبر مبتدا (م) کی
خٰلِدُوْنَ — خبر
(جملہ شرط و جزا مل کر ... ہو کر معطوف علیہ اپنے معطوف (آیۃ ۸۲) کا)

كَسَبَ کے معنی لغت میں نفع حاصل کرنے کے ہیں ۔ سَيِّئَةً (گناہ) کے ساتھ اس کا تعلق بطور استہزاء کے ہے ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد بار ایسا استعمال آیا ہے مثلاً بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ (۴ : ۱۳۸)

اے پیغمبر! بشارت سنادو منافقوں کو کہ ان کے لئے دکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے

وَ اَحَاطَتْ بِہٖ خَطِیْئَتُہٗ۔ اور اس کے گناہ نے اس کا احاطہ کر لیا ہو۔ یعنی وہ اپنے گناہوں میں گھر گیا ہو اور اسے توبہ نصیب نہ ہوئی ہو۔

فَاُولٰٓئِکَ۔ پس وہی لوگ۔

خٰلِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔

۲ : ۸۲۔ اس آیت کا عطف سابقہ آیت پر ہے۔

۲ : ۸۳۔ اِذْ فعل محذوف۔ اُذْکُرُوْ کے متعلق ہے اسم ظرفِ زمان ہے۔ بطور اسم ظرفِ مکان یا حرفِ مفاجاۃ بھی آتا ہے۔

مِیْثَاقٌ بروزن مِفْعَالٌ اسم آلہ ہے۔ پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کا ذریعہ۔ وَثَاقَۃٌ سے۔ یا پختگی اور مضبوطی۔ (بمعنی مصدر) جیسے اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَہْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ (۲ : ۲۷) وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑتے ہیں۔ مِیْثَاقٌ اس عہد کو بھی کہتے ہیں جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۷) مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بنی اسرائیل سے لیا گیا عہد۔ اَخَذْنَا کا مفعول ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ سے لے کر وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ تک میثاق کا مضمون ہے۔

لَا تَعْبُدُوْنَ (مضارع منفی جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی ہے (تم پرستش نہیں کرو گے بمعنی تم پرستش مت کرو) یہ صریح امر یا نہی سے۔ ابلغ ہے۔ ایسے ہی اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ لَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّ لَا شَہِیْدٌ (۲ : ۲۸۲) اور نہ نقصان پہنچایا جاوے لکھنے والا اور نہ گواہ۔ لَا یُضَآرَّ بمعنی نہی ہے یعنی کاتب اور گواہ کو نقصان مت پہنچاؤ۔

اسی بنا پر یہ اَحْسِنُوْا (جو بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا سے قبل محذوف ہے) اور قُوْلُوْا (جو آگے آرہا ہے) کا عطف لَا تَعْبُدُوْنَ پر مستحسن ہو گیا۔

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ای وَ اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا (اور ماں باپ سے بھلائی کرتے رہنا)

وَ ذِی الْقُرْبٰی۔ اس کا عطف جملہ ماقبل میں اَلْوَالِدَیْنَ پر ہے۔ یعنی اور قرابت داروں کے ساتھ (بھی) حسن سلوک کرنا۔ اَلْقُرْبٰی مثل الحُسْنٰی یا الرُّجْعٰی مصدر ہے۔

وَالْیَتٰمٰی۔ یتیم کی جمع ہے۔ اس کا عطف بھی مثل ذی القربٰی۔ اَلْوَالِدَیْنَ (جملہ سابقہ) پر ہے

وَ الْمَسٰکِیْنَ۔ مسکین کی جمع۔ اس کا عطف بھی مثل ذی القربٰی والیتٰمٰی ہے۔ مِسْکِیْنٌ بروزن مِفْعِیل سُکُوْن سے مشتق ہے۔ مسکین کو مسکین اس لئے کہتے ہیں کہ اسے فقر اور تنگدستی نے ایک جگہ ساکن کر دیا ہے۔

وَ قُوْلُوْا۔ اس کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے (اَحْسِنُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا)

حُسْنًا۔ نیک بات۔ مصدر ہے۔ مبالغہ کے طور پر قول کو حُسْن (نیکی) کہہ دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی بات

کہو جو سرتاپا نیکی ہو

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ ہر دو جملوں کا عطف اَحْسِنُوْا پر ہے۔

ثُمَّ۔ پھر۔ تراخی زمان کے لئے ہے اس میں توبیخ ہے مخاطبین کے لئے کہ مدت مدید تک اس میثاق کے زیر اثر رہنے کے بعد تم پھر گئے۔

تَوَلَّیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیْ مصدر سے۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑلیا۔

وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ جملہ حالیہ مؤکدہ ہے فاعل تَوَلَّیْتُمْ سے یا یہ جملہ معترضہ ہے اور تم تو ہو ہی ایسی قوم جو عادۃً مواثیق سے پھر جانے والی ہے۔ مُعْرِضُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر حاضر اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ منہ موڑنے والے۔ رخ گردانی کرنے والے۔ شروع رکوع سے بنی اسرائیل کو بطور غیبت ارشاد فرمایا اور ثُمَّ تَوَلَّیْتُمْ صیغہ خطاب سے کلام کا رُخ موڑ دیا۔ جو بنی اسرائیل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اور جو آپ سے پہلے تھے سب کو بطور تغلیب خطاب ہے

۲ : ۸۴ ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ (مضارع منفی صیغہ جمع مذکر حاضر) خبر بمعنی نہی۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو آیۂ سابقہ ۲ : ۸۳ لَا تَعْبُدُوْنَ کے محاذ۔ تَسْفِکُوْنَ۔ سَفْکٌ۔ مصدر (باب ضرب) سے مشتق ہے جس کے معنی خون بہانا۔ اور آنسو بہانے کے ہیں۔ لَا تَسْفِکُوْنَ دِمَآءَکُمْ آپس میں کشت وخون نہیں کروگے۔

دِمَآءَکُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ تمہارا خون

فائدہ۔ لَا تَسْفِکُوْنَ سے لے کر مِنْ دِیَارِکُمْ تک میثاق کا مضمون ہے اور یہ بدل ہے میثاق کا

ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ۔ ثُمَّ تراخی فی الرتبۃ۔ اَقْرَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے اِقْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے پھر تم نے اس پر پابند رہنے کا اعتراف بھی کرلیا

وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ۔ حال مؤکدہ ہے۔ یعنی اور تم اس بات کے گواہ ہو کر یہ عہد ہوا تھا۔ تَشْهَدُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُهُوْدٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی حاضر ہونے اور موجود ہونے کے ہیں یا اس کا مصدر شَهَادَۃٌ ہے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں

۲ : ۸۵ ۔ ثُمَّ۔ یہاں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں بلکہ بُعد عہد کے لئے ہے۔ عہد کے توڑ دینے کے استبعاد کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ۔ پھر یہ تمہی ہو کہ (اس میثاق کو توڑ کر) آپس میں خون ریزی کرتے ہو

اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ۔ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں اَنْتُمْ مبتدا ہے اور هٰٓؤُلَآءِ خبر ہے اور معنی یہ ہیں کہ: پھر تم وہی بد عہد ہو جیسے کہا کرتے ہیں کیا تم وہی شخص ہو جس نے ایسا کیا۔ صفت بدلنے کو بمنزلہ ذات کے بدلنے کے ٹھہرا کر ایسے کلام کا استعمال کیا کرتے ہیں اور جملہ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَکُمْ یا تو حال ہے اور عامل اس میں معنیٰ اشارہ کے ہیں اور یا اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ کا بیان ہے اور یا یہ کہا جائے هٰٓؤُلَآءِ بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور جملہ

تَقْتُلُوْنَ ..... الخ۔ صلہ ہے اور صلہ و موصول مل کر اَنْتُمْ کی خبر ہے
تَظَاهَرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَظَاهُرٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے، تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرتے ہو اصل میں تَتَظٰهَرُوْنَ تھا۔ ایک تاء گر گئی۔ عَلَيْهِمْ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان لوگوں کے خلاف جن کے ساتھ زیادتی کرتے ہوئے وہ کشت و خون کرتے ہیں اور جن کو وہ ان کے گھروں سے باہر نکالتے ہیں۔
اَلْعُدْوَانِ ۔ ظلم و زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ عدوان کے معنی تعدی اور ظلم کے ہیں (امام ابوبکر سجستانی) بعض علماء سے نقل ہے کہ عدوان کے معنی بُری طرح حد سے بڑھ جانے کے ہیں خواہ یہ بات قوت میں ہو یا فعل میں ہو یا حال میں ہو۔ عدوان اس زیادتی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جو ظلم کے بدلہ کے طور پر ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۹۳) ظلم کا بدلہ صرف ظالموں ہی سے لیا جائیگا۔ یا زیادتی نہیں صرف ظالم لوگوں پر۔ یا جرم کی سزا صرف ظالموں ہی کو ملے گی۔
تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۔ یہ جملہ فاعل تُخْرِجُوْنَ سے حال ہے۔
يَاْتُوْكُمْ ۔ يَاْتُوْا ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیۃ) كُمْ، ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر (وہی لوگ غیر قوموں کے) قیدی ہو کر تمہارے پاس آئیں۔ اُسٰرٰى ۔ اَسِيْرٌ کی جمع ۔ قیدی۔
تُفٰدُوْهُمْ : تُفٰدُوْا ۔ مضارع مجزوم (جواب شرط) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُفَادَاةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے فدیہ دے کر چھڑانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع فعل يَاْتُوْا کی ضمیر فاعل ہے، یعنی وہ لوگ جو قیدی بن کر آتے ہیں تم فدیہ دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو۔
وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ۔
واؤ حالیہ ہے هُوَ ضمیر شان جو اِخْرَاجُ کی طرف عائد ہے۔ حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم پر حرام تھا۔ جملہ حالیہ ہے اور هُمْ ضمیر فاعل يَاْتُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے
اَفَتُؤْمِنُوْنَ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اور فاء عاطفہ تو کیا تم ایمان لاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۴)
فَمَا ۔ فاء ۔ عاطفہ ۔ مَا ۔ نافیہ ۔
خِزْيٌ ۔ ذلت و خواری ۔ رسوائی ۔ خَزِيَ يَخْزٰى (باب سمع) کا مصدر ہے يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۔ مضاف مضاف الیہ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ کے منصوب ہے۔
يُرَدُّوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔
اَشَدِّ ۔ نہایت سخت، بہت شدید۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے
الْعَذَابِ : مضاف الیہ۔ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ ای الی عذاب اشدّ من عذاب الدنیا۔ (اور قیامت کے روز) ایسے عذاب کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو اس دنیاوی عذاب سے شدید تر ہوگا۔

وَ مَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔ جملہ معترضہ ہے ۔ مَا نافیہ ہے۔ عَمَّا۔ عَنْ حرف جار۔ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے ۔

فائدہ ۔ مدینہ میں مشرکوں کے دو قبیلے تھے۔ اوس اور خزرج ۔ یہ دونوں قبیلے آپس میں برسرپیکار رہتے تھے۔ یہودیوں کے بھی اس وقت مدینہ میں یا گردو نواحِ مدینہ میں دو بڑے قبیلے تھے، بنی نضیر اور بنی قریظہ، یہ دونوں قبیلے بھی باہمی کدورتوں کی وجہ سے ایک دوسرے کے حریف تھے ۔ ان دونوں میں بنی نضیر قبیلہ خزرج کے حلیف تھے۔ اور بنی قریظہ قبیلہ اوس کے ساتھی تھے اوس اور خزرج کی باہمی خانہ جنگیوں میں یہودی قبیلے بھی اپنے اپنے حلیف کے ہمراہ اپنے ہی ہم مذہب قبیلوں کے مقابل لڑتے تھے اور ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ایک دوسرے کو ان کے گھروں سے بے گھر کرتے تھے ۔ لیکن (عجیب بات ہے کہ) ان یہودی قبیلوں میں سے کوئی لڑائی کے دوران اگر دوسری قوم کے ہاتھ میں اسیر ہوجاتا تو اسرائیلی کا آزاد کرانا کار ثواب سمجھ کر فدیہ دے کر اسے رہا کرا لیتے تھے حالانکہ اس کا جلاوطن کرنا ہی حرام تھا جس کے سبب وہ اسیر ہوا تھا۔

۲ : ۸۶ اُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ بعید مذکر، اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جن کی کرتوتیں اوپر مذکور ہوئیں۔

اِشْتَرَوْا ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر جس کے معنی بیچنا اور خریدنا دونوں ہیں ۔ ش ر ی ۔ مادہ ۔ آیت ہذا میں یہ بمعنی خریدنے کے ہے۔ یعنی جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔ اردو میں اکثر اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔ اور مشتری خریدار کو کہتے ہیں ۔ چنانچہ مثل ہے ، مشتری ہوشیار باش ۔ خریدار کو چوکس رہنا چاہئے ۔ انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے ۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (۹ : ۱۱۱) خدا نے مومنوں سے .... خرید لئے ہیں ۔

اور بیچنے کے معنی میں ہے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲ : ۲۰) اور اس کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ ڈالا۔

لَا یُخَفَّفُ ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب ۔ تَخْفِیْفٌ (تفعیل) ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ کمی نہیں کی جائے گی ۔ تخفیف نہیں کی جائے گی ۔

وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے لَا نافیہ ھُمْ مبتدا ۔ یُنْصَرُوْنَ ۔ فعل مضارع مجہول ہے جو جملہ فعلیہ ہوکر مبتدا کی خبر ہے ۔ اور جملہ لَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ جملہ اسمیہ ہوکر معطوف ہے جملہ سابقہ کا۔ یُنْصَرُوْنَ ۔ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

۲ : ۸۷ ۔ اَلْکِتٰبَ : ای التَّوْرٰۃَ ۔

قَفَّیْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ تَقْفِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ پیچھے بھیجنا ۔ پیچھے کردینا ۔ اس کا مادہ قَفَا ہے ۔ قفا کا معنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ (گدی) قَفْوٌ اور قُفُوٌّ پیچھے چلنا ، پیروی کرنا (اس معنی میں مجرد باب نصر سے مستعمل ہے) تَقْفِیَۃٌ (باب تفعیل) دو مفعول چاہتا ہے اور اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوتی ہیں

(۱) کبھی دونوں مفعول پر حرف جر نہیں ہوتا۔ مثلاً قَفَّيْتُ زيدًا عَمْرًوا میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا۔
(۲) کبھی مفعول دوم پر بؔ آتا ہے۔ قرآن مجید میں اسی طرح مستعمل ہے مثلاً آیت ہذا۔ اور ہم نے اس کے پیچھے رسول بھیجے
اور ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۷ : ۲۷) پھر ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے
اپنے رسول بھیجے۔ (۳) کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (۵۷ : ۲۷) اور (پھر ان
رسولوں کے) پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔

اَلْبَيِّنٰتِ۔ بَيِّنَةٌ کی جمع ہے بوجہ جمع مؤنث سالم کے منصوب ہے۔ روشن دلیلیں۔ کھلی ہوئی دلیلیں۔
اَيَّدْنٰهُ۔ اَيَّدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاْيِيْدٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر بمعنی مدد کرنا۔ قوت دینا۔ تائید کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول
واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی تائید کی۔

رُوْحِ الْقُدُسِ۔ مضاف مضاف الیہ، یہ موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے جیسے کہتے ہیں حَاتِمُ
الْجُوْدِ اور رَجُلُ صِدْقٍ۔ اور یہ مبالغہ کے اختصاص کے لئے ہے۔ یہاں بھی اَلْقُدُسِ (پاکی) روح کی
صفت ہے۔ پاک و مقدس روح۔ روح القدس سے مراد یا حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا القدس سے مراد
اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور روح سے مراد وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اندر پھونکی تھی۔
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا۔ (۶۶۔ ۱۲) ہم نے اس میں اپنی روح سے پھونکا۔
اس میں متعدد اقوال ہیں جو کسی تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

اَفَكُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ فاء عاطفہ ہے۔ كُلَّمَا مرکب ہے كُلَّ اور مَا سے۔ مَا مصدریہ ہے۔ اور كُلَّمَا کے معنی
كُلَّ وَقْتٍ۔ یعنی جب، جبکہ، جب جب وقت، جب بھی۔ اسی وقت کے معنی کی وجہ سے اس مَا کو مصدریہ ظرفیہ
یعنی ظرف کا نائب کہتے ہیں نہ کہ خود ظرف۔ كُلَّمَا میں لفظ كُلَّ ظرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی شے
کی طرف مضاف ہے جو ظرف کی قائم مقام ہے۔ كُلَّمَا تکرار کے واسطے آتا ہے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے،
مثلاً كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴ : ۵۶) كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱ : ۷) اَفَكُلَّمَا تو کیا جب کبھی

مَا لَا تَهْوٰى۔ مَا موصولہ ہے۔ لَا تَهْوٰى اَنْفُسُكُمْ اس کا صلہ۔ لَا تَهْوٰى مضارع منفی واحد مؤنث غائب
هَوًى (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی خواہش کی طرف نفس کا مائل ہونا۔ جسے تمہارے جی ناپسند کرتے ہیں۔
اِسْتَكْبَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِكْبَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر تم نے تکبر کیا۔ تم نے غرور کیا۔ یعنی ایمان
لانے اور پیغمبروں کے اتباع سے تکبر کرنے لگے۔

فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ۝ پس کسی گروہ کو تم نے جھٹلایا اور کسی گروہ کو قتل کرنے لگے (یہاں
صیغہ مضارع اس لئے استعمال ہوا کہ یہ ایک امر عظیم ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو امر عظیم ہوتا ہے اس کو اس طرح بیان
کیا کرتے ہیں۔ کہ وہ بالکل پیش نظر ہو جائے گویا اب ہو رہا ہے۔ (مظہری)

غُلْفٌ، جمع اَغْلَفُ واحد۔ اَغْلَفُ اس چیز کو کہتے ہیں جو غلاف میں بند ہو۔ چنانچہ غَلَّفْتُ السَّیْفَ کے معنی ہیں، میں نے تلوار کو نیام میں بند کردیا۔ مطلب یہ کہ ہمارے دل غلافوں میں بند ہیں اس لئے قرآن مجید کی باتیں ہمارے تک نہیں پہنچ سکتیں۔

بعض کے نزدیک غُلْفٌ اصل میں غُلُفٌ تھا۔ لام کے ضمہ کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا اور یہ غِلَافٌ کی جمع ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔ غِلَافٌ کے معنی مخزن ہیں۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ ہمارے دل خود ہی علوم و معارف کے گنجینے اور مخزن ہیں لہٰذا ہمیں دوسروں کے علوم سے استفادہ کی ضرورت نہیں۔

بَلْ حرف اِضْراب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر بند ہیں یا وہ علوم و معارف کے خزانے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا نے ان کے کفر کے سبب ان پر لعنت کر رکھی ہے۔ بَلْ کے متعلق ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۵)

فَقَلِيْلًا۔ میں فاء سببیہ ہے۔ قَلِيْلًا منصوب ہے اس لئے کہ یہ صفت ہے مفعول مطلق محذوف اِيْمَانًا کی اور مَا زائدہ ہے۔ ای فَاِيْمَانًا قَلِيْلًا يُّؤْمِنُوْنَ ○ پس یہ تھوڑے ہی پر ایمان لاتے ہیں۔

(۲ : ۸۹) لَمَّا۔ جب د شرطیہ ہے، نیز ملاحظہ ہو۔ ۲۱۴۰۲)

كِتٰبٌ یعنی قرآن۔ نکرہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے۔

مُصَدِّقٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَصْدِيْقٌ مصدر (باب تفعیلٌ) تصدیق کرنے والا۔ سچا ماننے والا۔ سچا کہنے والا۔

مَا مَعَهُمْ مَا۔ موصول مَعَهُمْ۔ صلہ (کتاب) جو ان کے پاس تھی۔ یعنی توراۃ۔

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔ ای اَنْكَرُوْهُ انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یہ جملہ یا ضمیر فاعل کَانُوْا سے حال ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ حالانکہ وہ کافروں پر فتح مانگا کرتے تھے (اس نبی کے وسیلہ سے)،

مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ اسم ظرف ہے۔ ظرف زمانی اور مکانی دونوں کے لئے آتا ہے یہ ظروف مبنیہ میں سے ہے بعض ان میں سے ضمہ پر بعض فتحہ پر اور بعض سکون پر مبنی ہیں۔

اسماء جہات ستہ یعنی۔ قَبْلُ۔ بَعْدُ۔ تَحْتُ۔ فَوْقُ۔ قُدَّامُ۔ خَلْفُ۔ مبنی برضمہ ہیں۔ ان پر ضمہ آتا ہے جب ان کا مضاف الیہ محذوف ہو اور دل میں مقصود ہو۔ جیسا کہ آیت ہذا میں کہ اصل میں مقصود یہ تھا مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ۔ لیکن اگر مضاف الیہ محذوف نہ ہو تو حرف جار کا اثر قبول کریں گے۔ جیسے مِنْ قَبْلِ ذٰلِكَ مِنْ بَعْدِهٖ۔ قَبْلُ کا استعمال چار طور پر ہوتا ہے (۱) تقدم زمانی۔ جیسے قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ

عُزُّزْنٰهَا۔ (۲۰:۱۳۰)

(۲) تقدم مکانی کسی مقام کا دوران رفتار میں پہلے واقع ہونا۔ اور دوسرے مقام کا بعد کو واقع ہونا۔ مثلاً لاہور سے کراچی جاتے ہوئے ساہیوال قبل آئے گا اور ملتان بعد میں اور کراچی سے لاہور آتے ہوئے ملتان قبل آئیگا اور ساہیوال بعد میں۔ (۳) تقدم بلحاظ مرتبہ جیسے عبد الملک قبل الحجاج۔ عبدالملک مرتبہ میں حجاج سے پہلے ہے یعنی بڑا ہے (۴) ترتیب فنی و تعلیمی میں تقدم۔ جیسے تعلم الھجاء قبل تعلم الخط۔ ہجا کی تعلیم کتابت سیکھنے سے پہلے دی جاتی ہے۔ (راغب)

قرآن مجید میں لفظ قَبْلُ عموماً تقدم زمانی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

کَانُوْا یَسْتَفْتِحُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ وہ فتح مانگا کرتے تھے۔ یعنی جب کبھی یہود کی کفار و مشرکین سے جنگ ہوتی تو وہ اس نبی کی وساطت سے اللہ سے مخالفین پر فتح کی دعا کیا کرتے تھے۔ جس کا ذکر اور بعثت کا وعدہ تورات میں دیا گیا تھا۔ اور ان الفاظ سے دعا کیا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ نَبِیِّكَ الَّذِیْ وَعَدْتَنَا اَنْ تَبْعَثَهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا الْیَوْمَ عَلٰی عَدُوِّنَا۔ اے اللہ ہم تجھ سے تیرے اس نبی آخر الزمان کا واسطہ دے کر سوال کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے وعدہ فرمایا ہے کہ تو آج ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح دے (روح المعانی)

فَلَمَّا۔ پس جب (شرطیہ ہے)

مَا عَرَفُوْا۔ مَا موصولہ ہے اور ضمیر جو اس کی طرف عائد ہے محذوف ہے۔ عَرَفُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ مَعْرِفَةٌ وَعِرْفَانٌ سے۔ انہوں نے پہچانا۔ انہوں نے جانا۔ جس کو وہ جان اور پہچان چکے تھے۔ فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ کَفَرُوْا بِهٖ جواب شرط ہے۔ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔

اَلْکٰفِرِیْنَ۔ میں الٓ عہد کا ہے۔ یعنی یہ لوگ (جن میں کفر موجود ہے) لعنت کے مستحق ہیں۔ یا الٓ جنس کا ہے یعنی تمام کافروں پر اللہ کی لعنت اور پھٹکار ہے (اس میں یہ منکرین بھی آگئے)

بِئْسَمَا۔ مرکب ہے بِئْسَ اور مَا سے۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بمعنی بُرا ہے اصل میں بَئِسَ تھا۔ باب سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فا، کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔ پس بُری ہے وہ چیز جس کے لئے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا۔

اَنْ یَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ: اَنْ مصدریہ ہے
بَغْیًا۔ مفعول لہٗ ہے یَكْفُرُوْا کا۔ بمعنیٰ بوجہ سرکشی، زیادتی، ضد، حسد
اَنْ یُّنَزِّلَ اللّٰهُ ...... مِنْ عِبَادِهٖ اَنْ مصدریہ ہے یہ جملہ بَغْیًا کا مفعول لہٗ ہے۔ مطلب یہ کہ جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کا سودا چکایا وہ بہت بُری ہے۔ اور سودا کیا تھا؟ یہ کہ انہوں نے انکار کردیا اس کلام سے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا (اور ان کے انکار کی وجہ کیا تھی؟) بَغْیًا۔ یعنی ان کی سرکشی ضد و حسد (جو ان کے انکار کے محرکات تھے) (اور ان محرکات کی کیا وجہ تھی؟) یہ کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہتا ہے ازراہِ فضل اپنا کلام کیوں نازل فرماتا ہے۔ ان کی توقعات و خواہشات کی تکمیل کیوں نہیں ہوتی؟ (کہ یہ نبی جس پر قرآن نازل ہورہا ہے بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے تھا نہ کہ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے)

فَبَآءُوْا۔ فَ عاطفہ ہے۔ بَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب بَوْءٌ مصدر سے (باب نَصَرَ) انہوں نے کمایا وہ لوٹے۔ سو انہوں نے کمایا (غضب بالائے غضب) یعنی اپنے پر غضب بالائے غضب لے آئے۔
غَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ۔ غضب کے بعد غضب، یہاں اس سے مراد محض دو غضب نہیں بلکہ پے در پے متعدد غضب۔ مثلاً ایک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کا انکار کیا۔ اور اللہ کا ان پر اس سبب سے غضب ہوا۔ اور اس سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کرنے اور توراۃ پر عمل نہ کرنے۔ گئوسالہ کی عبادت کرنے وغیرہ سے بھی غضب الٰہی میں مبتلا تھے اب غضب پر غضب ہوگیا۔
مُّهِیْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر (افعال) هون۔ مادہ۔ ذلیل کرنے والا۔ اہانت آمیز
۲: ۹۱ - اِذَا قِیْلَ لَهُمْ ...... اَنْزَلَ اللّٰهُ جملہ شرطیہ ہے قَالُوْا ...... عَلَیْنَا جواب شرط ہے۔ اور وَیَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ۔ جملہ حالیہ ہے قَالُوْا کی ضمیر مستتر سے وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ۔ حال مؤکدہ ہے مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے مراد قرآن اور تمام کتب سماویہ ہیں مَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْنَا سے مراد توراۃ ہے۔

مَا وَرَآءَهٗ۔ میں مَا موصولہ ہے اور وَرَآءَهٗ مضاف، مضاف الیہ مل کر صلہ۔ مراد اس سے توراۃ کے علاوہ جو کتب سماویہ ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب توراۃ کے لئے ہے (جو ان (یہود) پر نازل ہوئی۔
وَرَآءَ۔ وَرَآءَ۔ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔
وَهُوَ۔ میں هُوَ ضمیر قرآن پاک کی طرف راجع ہے۔ یا قرآن اور انجیل کی طرف۔ مَا مَعَهُمْ جو ان کے پاس ہے
قُلْ۔ ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ ازاں بعد آیت کے آخر تک مقولہ ہے
فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ ...... مِنْ قَبْلُ جزا ہے جو شرط سے مقدم آئی ہے بعد کا جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اگر تم ایماندار تھے تو خدا کے رسولوں کو پہلے کیوں قتل کیا کرتے تھے۔

فَلِمَ۔ میں فاء جوابِ شرط پر دلالت کرتا ہے (جزائیہ ہے) لِمَ میں لام تعلیل کا ہے۔
مَ۔ اصل میں مَا تھا۔ جو استفہامیہ ہے (کس لئے۔ کیوں) مَا استفہامیہ کو مَا خبریہ سے جدا کرنے کے لئے الف کو حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح قرآن مجید میں فِیْمَ اور بِمَ اور عَمَّ آیا ہے مثلاً فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ (۱۵:۵۴) تو کاہے کی خوشخبری دیتے ہو۔ اور عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ (۷۸:۱) (یہ) لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں۔ اور قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ (۴:۹۷) (فرشتوں نے) پوچھا تم کس حال میں تھے؟
تَقْتُلُوْنَ بمعنی قَتَلْتُمْ ہے۔ مضارع کا صیغہ۔ ازمنہ گذشتہ میں ان کے قتل انبیاء کے فعل کے استمرار کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ انبیاء کا قتل کرنا اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہودیوں کے آباء واجداد سے ظہور میں آیا تھا۔ لیکن چونکہ یہ خلف اپنے سلف کے افعال سے راضی اور ان کے متبع ہیں اس لئے ان کے قتل کو ان کی طرف بھی منسوب کر دیا گیا ہے۔

۲:۹۲۔ وَلَقَدْ جَآءَکُمْ مُّوْسٰی۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ تحقیق کا ہے۔ اور بیشک تمہارے پاس (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) آئے۔
بَیِّنٰتٍ۔ روشن دلائل۔ یہاں مراد وہ معجزات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر اپنی قوم کی طرف بھیجے گئے۔ مثلاً عصا۔ ید بیضاء۔ انفلاق البحر (سمندر کو پھاڑ کر قوم کو پار کرنا) وغیرہ یہ نو معجزات تھے۔ بِالْبَیِّنٰتِ۔ میں باء تعدیہ کے لئے ہے یعنی حضرت موسیٰ لائے۔
اِتَّخَذْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) تم نے اختیار کیا (بطور معبود کے)
اَلْعِجْلَ۔ بچھڑا۔ گئو سالہ۔ گائے کا بچہ۔
مِنْ بَعْدِہٖ۔ موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد۔ یا آپ کے کوہِ طور پر جانے کے بعد۔
وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے۔

(۲:۹۳) وَاِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَکُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَکُمُ الطُّوْرَ خُذُوْا مَآ اٰتَیْنٰکُمْ بِقُوَّۃٍ ملاحظہ ہو (۲:۶۳)
وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اِسْمَعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ سَمَاعٌ (باب سَمِعَ) سے۔ تم سنو (یعنی قبول کرو اور اطاعت کرو) اطاعت کو سننے سے اس لئے تعبیر کیا کہ سننا اطاعت کا سبب ہے۔
عَصَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے نہیں مانا۔ مَعْصِیَۃٌ وَعِصْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے
وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْعِجْلَ بِکُفْرِہِمْ۔ اور ان کے کفر کے سبب بچھڑا (گویا) ان کے دلوں میں رچ گیا یا اَلْعِجْلَ۔ مضاف الیہ ہے اس کا مضاف حذف کیا گیا ہے اصل میں حُبُّ الْعِجْلِ تھا۔ معنی ہوں گے اور پلا دی گئی ان کے دلوں میں بچھڑے کی محبت بسبب ان کے کفر کے۔ عربی محاورہ میں جب کسی کی محبت

یا بُغض دل کے اندر سرایت کر جائے تو اس کے لئے لفظ شَرَابٌ کو بطور استعارہ بیان کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ بدن میں نہایت تیزی سے سرایت کرتی ہے۔

بِئْسَمَا۔۔۔۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ تقدیر کلام یوں ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ فَبِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ۔ پہلا جملہ شرط اور دوسرا جوابِ شرط۔ اگر تم (بقول تمہارے) ایمان دار ہو تو تمہارا ایمان بہت بری بات بتاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم ایماندار ہی نہیں ورنہ ایسے قبیح افعال کے تم مرتکب نہ ہوتے۔

۲:۹۴۔ خَالِصَةً۔ خاص کر کے۔ خَاصَّةً۔ مخصوص خصوصی طور پر۔ خالص۔ خُلُوْصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلدَّارُ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ سب لوگوں کو چھوڑ کر۔ یعنی دوسروں کے لئے نہیں۔ اَلنَّاسِ میں الْ یا تو استغراق کا ہے یا جنس کا۔ یا مسلمانوں کے لئے ہے یا یہ الْ عہد کا ہے۔

اِنْ كَانَتْ۔۔۔۔۔۔ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ شرط اول۔ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ میں۔ جملہ دوم شرطیہ ہے (شرط دوم) اور جملہ اول جوابِ شرط۔ لہٰذا فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ شرط اول و دوم دونوں کا جواب ہے۔

تَمَنَّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم آرزو کرو، تم تمنا کرو، تَمَنِّيٌ (تفعّل) مصدر

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ۔ مضارع نفی تاکید بلن۔ يَتَمَنَّوْا اصل میں يَتَمَنَّوْنَ تھا۔ نون اعرابی لَنْ کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔ هٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع اَلْمَوْت ہے۔

اَبَدًا۔ ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ کبھی بھی۔

بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے اور مَا موصولہ۔

قَدَّمَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ پہلے بھیج چکے۔ پہلے کر چکے۔ (جو ان کے ہاتھوں نے کر کے بھیجے)

(۲:۹۶) لَتَجِدَنَّهُمْ۔ لام تاکید کا۔ لَتَجِدَنَّ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر، — وُجُوْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع اہل یہود ہیں جن سے اوپر خطاب ہے تو ان کو ضرور پائے گا۔ تو ان کو ضرور پاتا ہے

اَحْرَصَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ لالچی۔ بڑا لالچی حِرْصٌ سے۔

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ ای وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ مِنَ النَّاسِ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔

اور تو بے شک ان کو ضرور پائے گا زندگی کے لئے زیادہ حریص بہ نسبت دوسرے لوگوں کے اور بہ نسبت مشرکین کے اسی طرح وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا۔ کا عطف النَّاسِ پر ہے اگرچہ مشرکین اَلنَّاس میں داخل

تھے لیکن کلام میں زور پیدا کرنے کے لئے ان کو علیحدہ ذکر کیا۔
یہاں کلام میں معانقہ ہے۔ مندرجہ بالا صورت اَشْرَکُوْا پر وقف کرنے پر ہو گی۔ لیکن اگر حَیٰوۃٍ پر وقف کیا جائے تو جملہ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا اگلے جملہ کے ساتھ مل کر معنیٰ دے گا۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہو گی۔ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا (ناسٌ) یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ یہاں مِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا سے مراد یہود ہیں۔ جو قائل تھے کہ حضرت عزیر؊ اللہ کے بیٹے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ نِ ابْنُ اللّٰہِ (۹: ۳۰) اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں۔ مطلب اس صورت میں یہ ہوگا۔ اور یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں جن میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ کاش جیتا رہے ہزار برس۔
یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّۃٌ (باب سَمِعَ) پسند کرتا ہے۔ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔
لَوْ۔ یہاں لَوْ تمنائی ہے اور لَیْتَ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ کاش۔ لَوْ یُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَۃٍ۔ کاش وہ ہزار برس جیتا رہے۔
وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِہٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ یُّعَمَّرَ۔ میں واو عاطفہ ہے مَا نافیہ۔ مُزَحْزِحٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلزَّحْزَحَۃُ مصدر بمعنی دور ہٹانا۔ برطرف کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ (۳: ۱۸۴) پس جو شخص آگ سے دور رکھا گیا۔
ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب اَحَدُ ھُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اَنْ یُّعَمَّرَ فاعل ہے مُزَحْزِحِہٖ کا۔ اور معنی یہ ہیں کہ کوئی ان میں سے ایسا نہیں کہ اس کو عمر دیا جانا عذاب سے بچا سکے۔
اَنْ مصدریہ ہے۔ اور یُعَمَّرَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَعْمِیْرٌ مصدر (باب تفعیل) کہ اس کی عمر (زیادہ) کی جائے۔ اس کو عمر دی جائے۔
۲: ۹۷۔ مَنْ کَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِیْلَ جملہ شرطیہ ہے۔ اس کا جواب فَھُوَ عَدُوٌّ اللّٰہِ (وہ اللہ کا دشمن ہے) محذوف ہے۔
فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ۔ فاء تعلیلیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ جِبْرِیْلَ کی طرف راجع ہے اور نَزَّلَہٗ میں ہٗ ضمیر مفعول اور مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ ترجمہ۔ کس لئے کہ اس نے تو اس قرآن مجید کو اتارا۔
عَلٰی قَلْبِکَ۔ تیرے دل پر۔ حق عبارت یہ تھا کہ عَلٰی قَلْبِیْ (میرے دل پر) ہوتا۔ کیونکہ قُلْ کے بعد مقولہ حکم کے مخاطب کی زبان سے ہے۔ لیکن بطور حکایتِ کلامِ باری تعالیٰ کے عَلٰی قَلْبِکَ فرمایا۔
بِاِذْنِ اللّٰہِ۔ بَ حرف جار اِذْنِ اللّٰہِ مضاف۔ مضاف الیہ مل کر مجرور۔ یہ نَزَّلَ کے فاعل سے حال ہے
مُصَدِّقًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ نَزَّلَہٗ کی ضمیر ہٗ سے حال ہونے کے ہے۔

لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (تصدیق اس کی جو) جو اس سے پہلے (یعنی پہلے اتر چکا ہے۔ يَدَيْهِ میں ہٖ ضمیر کا مرجع قرآن مجید ہے۔ لام حرف جر ہے بَيْنَ مضاف يَدَيْهِ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اور مضاف مضاف الیہ مل کر ما موصولہ کا صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مجرور

وَهُدًى وَّبُشْرٰى۔ هُدًى وَّبُشْرٰى بھی مُصَدِّقًا کی طرح نَزَّلَهٗ کے ھا ضمیر سے حال ہیں۔ هُدًى راہنمائی۔ ہدایت۔ راہ دکھانا (باب ضَرَبَ) مصدر و اسم مصدر۔

بُشْرٰى۔ خوشخبری۔ ایسی خبر کہ جس کو سن کر بشرہ پر مسرت و خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں۔

۲ : ۹۸۔ مَنْ شرطیہ ہے جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ مَنْ كَانَ عَدُوًّا ....

وَمِيْكٰلَ فھو کافر مجزی بالشد العذاب۔ جو کوئی مخالف (یا دشمن) ہو اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اس کے پیغمبروں کا یا جبرئیل کا یا میکائیل کا تو وہ کافر ہے اور مستوجب عذاب شدید ہے۔

عربی میں واؤ صرف عطف ہی کے لئے نہیں آتا۔ بلکہ بمعنی اَوْ (یا) بھی مستعمل ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے۔ یعنی ان میں سے جو کسی ایک کا دشمن ہے وہ سب کا دشمن ہے۔

عَدُوًّا۔ عَدُوٌّ۔ مصدر بھی ہے اور اس صورت میں یہ ضد ہے دوستی اور محبت کا۔ عَدُوٌّ اسم بھی ہے اس صورت میں یہ مقابل ہے دوست کا۔ یہاں موخر الذکر صورت میں استعمال ہے عَدُوًّا بوجہ خبر کَانَ کے منصوب ہے

فَاِنَّ اللّٰهَ۔ میں فا جزائیہ ہے۔ اس صورت میں جملہ سابقہ شرطیہ اور فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ۔ جواب شرط ہوگا ترجمہ آیت یوں ہوگا۔ جو کوئی مخالف ہوا اللہ کا یا اس کے فرشتوں کا یا اسکے پیغمبروں کا یا جبرئیل کا۔ یا میکائیل کا۔ تو اللہ (بھی) بالیقین مخالف ہے (ایسے) کافروں کا۔ (تفسیر الماجدی)

۲ : ۹۹۔ وَلَقَدْ۔ واؤ عاطفہ۔ لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے۔

مَا يَكْفُرُ بِهَا۔ میں مَا نافیہ ہے اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰيٰتٍ۔ کی طرف راجع ہے۔

الْفٰسِقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی ہیں کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانا۔ اور یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۲ : ۱۰۰۔ اَوَكُلَّمَا۔ ہمزہ استفہامیہ (استفہام انکاری کے لئے) واؤ عاطفہ كُلَّمَا۔ كُلَّ اور مَا سے مرکب ہے بمعنی كُلَّ وَقْتٍ۔ جب۔ جب کبھی، جب بھی۔ جس جس وقت (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۸۷)

عٰهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُعَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر سے۔ انہوں نے عہد باندھا۔ انہوں نے عہد کیا۔ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا۔ کیا ہمیشہ ایسا ہی نہیں ہوتا رہا کہ جب انہوں نے کوئی عہد کیا۔ (تفہیم القرآن)

کیا یوں نہیں کہ جب کبھی انہوں نے وعدہ کیا۔ (ضیاء القرآن)

نَبَذَہٗ۔ نَبَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَبْذٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ بمعنی پھینکنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو پھینک دیا۔ یا توڑ دیا۔ ضمیر کا مرجع عَھْد ہے (باب نَصَرَ سے بمعنی نچوڑنا بھی آتا ہے اسی سے نَبِیْذٌ نچوڑا ہوا عرق۔

بَلْ۔ حرف اضراب ہے پہلے قول سے اعراض اور دوسرے کی توثیق۔ یعنی ایک فریق کی تو بات ہی کیا بلکہ ان میں سے اکثر کا تو اس عہد پر ایمان ہی نہ تھا (نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۱۴۵)

۲ : ۱۰۱۔ لَمَّا جب۔ لَمَّا کئی طرح سے استعمال ہوتا ہے۔

(۱) بطور حرفِ شرط۔ اس صورت میں ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے مثلاً آیت ہذا۔ کہ ماضی کے دو جملوں جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ ..... نَبَذَ فَرِیْقٌ۔ جو بالترتیب جملہ شرطیہ جملہ جزائیہ ہیں۔ یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ اِلَی الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ۔ (۱۷-۶۷) پھر جب وہ (ڈوبنے سے) بچاکر تم کو خشکی کی طرف لے آیا تم نے منہ پھیر لیا۔ جب کے معنی میں اسم ظرف بھی ہے۔ ای۔ اِذْ

(۲) بطور حرف استثناء۔ بمعنی اِلَّا۔ مگر۔ مثلاً۔ اِنْ کُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَیْھَا حَافِظٌ۔ (۸۶ : ۴) کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔

(۳) حرف جازم فعل۔ مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی مؤکد کر دیتا ہے

(ل) ماضی کی نفی زمانہ حال تک باستمرار چلی آتی ہے۔

(ب) جس فعل کی نفی ہوتی ہے اس کے ثبوت (یعنی ہو جانے) کی توقع رہتی ہے۔

مثلاً (۱) بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ (۳۸ - ۸) بلکہ انہوں نے میرے عذاب کا مزہ ابھی تک چکھا ہی نہیں (گو ان کا یہ مزہ چکھنا متوقع امر ہے)

(۲) وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ (۴۹ : ۱۴) اور ایمان تو ہنوز تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا (گو اس کا تمہارے دلوں میں داخل ہونا متوقع ہے)

(۴) لَمَّا یہ لَمَّ یَلُمُّ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے۔ اپنا اور دوسروں کا حصہ کھالینا لَمَمْتُ اَجْمَعَ۔ میں نے سب سمیٹ لیا۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْکُلُوْنَ التُّرَاثَ اَکْلًا لَّمًّا (۹۰ : ۱۹) اور تم میراث کے مال کو سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۲۱۴)

لَمَّا جَآءَ ...... مَا مَعَھُمْ۔ جملہ شرطیہ اور نَبَذَ فَرِیْقٌ .... ظُھُوْرِھِمْ جواب شرط اور کَاَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ط موضع حال میں ہے۔

مُصَدِّقٌ۔ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔

مَا مَعَهُمْ۔ موصول وصلہ مل کر مجرور ہے لام حرف جار کا۔ اور جار مجرور مل کر متعلق مُصَدِّقٌ کا۔
كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ اس کا اسم لَا يَعْلَمُوْنَ فعل بافاعل ہے۔ فعل اپنے فاعل کے ساتھ مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر كَاَنَّ کی خبر۔ كَاَنَّ اپنے اسم اور خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر فَرِيْقٌ سے حال ہے ۔ گویا وہ جانتے ہی نہیں۔
وَرَاءَ۔ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی اضافت فاعل کی طرف بھی ہوتی ہے اور مفعول کی طرف بھی۔ اس کا معنی ہے آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے یا پیچھے ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ۔ انہوں نے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا۔ یعنی قابلِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے اس پر عمل نہ کیا۔
اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ انہوں نے پیروی کی۔ انہوں نے اتباع کیا۔ مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ۔ مَا موصولہ۔ تَتْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ پڑھتی ہے۔ وہ (جماعتِ شیاطین) پڑھتی ہے۔ وہ تلاوت کرتی ہے۔ مضارع بطور حکایتِ حال ماضی آیا ہے اس لئے ماضی کے معنی دیتا ہے۔ تلاوت کا لفظ آسمانی کتابوں کی اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے۔ جو کبھی ان کے پڑھنے اور کبھی ان کے مضامین امر و نہی اور ترغیب و ترہیب کے ذہن نشین کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔ اِتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو حضرتِ سلیمان کے عہدِ سلطنت میں پڑھا کرتے تھے۔
عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ۔ عَلٰى بمعنی فِیْ ہے سُلَيْمٰنَ۔ بوجہ عجمہ و معرفہ۔ غیر منصرف منصوب ہے عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۔ سلیمان کے زمانہ حکومت میں۔
اَلشَّيٰطِيْنُ۔ جمع شیطن کی ہے۔ شَطَنَ مادہ سے فَيْعَالٌ کے وزن پر۔ ہر سرکش اور شریر شخص کو شیطان کہتے ہیں خواہ وہ جن ہو یا انسان۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶ : ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں کو اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا تھا۔
الشَّيٰطِيْنَ ۔ بوجہ عمل لٰكِنَّ منصوب ہے
وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا ۔ حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر نہیں کیا بلکہ شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ یہاں جادو کرنے کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اگلے جملے میں ارشاد ہوتا ہے۔
يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ کہ وہ لوگوں کو سحر (جادو) سکھاتے تھے، یعنی لوگوں کو جادو سکھانا یا اس پر خود عمل کرنا حضرت سلیمان ؑ کا فعل نہ تھا بلکہ اس وقت کے سرکش اور شریر افراد کا یہ کام تھا کہ لوگوں کو

جادو سکھاتے تھے۔ یُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ۔ حال ہے کَفَرُوْا کی ضمیر فاعل مستتر ھُمْ سے
وَمَآ اُنْزِلَ عَلَی الْمَلَکَیْنِ بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ۔
واؤ عاطفہ ہے اور جملہ کا عطف جملہ سابقہ مَا تَتْلُوْا ..... عَلٰی مُلْکِ سُلَیْمٰنَ پر ہے۔ یعنی وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمانؑ کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور ان (علوم و فنون کے پیچھے) جو بابل میں ہاروت و ماروت کو حاصل تھے۔

چونکہ عطف تغایر کو چاہتا ہے اس لئے مَآ اُنْزِلَ سے سحر کی نوع دیگر مراد ہے یا سحر کے سوا دیگر علوم و فنون (عبد اللہ یوسف علی) اُنْزِلَ سے نازل من اللہ مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی علمی استعداد جو ان کو اللہ کی طرف سے حاصل تھی (بابل میں ہاروت ماروت پر کوئی جادو وادو نازل نہیں ہوا تھا۔ (حقانی)

بِبَابِلَ ھَارُوْتَ وَمَارُوْتَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہیں اور بدیں وجہ منصوب۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔ ہاروت و ماروت شہر بابل میں دو شخص تھے کہ جن کو ان کے عجائب افعال اور نیک جبلتی کی وجہ سے ان کو لوگ فرشتہ کہتے تھے اور ان کا یہ لقب مشہور ہو گیا تھا۔ یہ شخص اس فن سے واقف تھے مگر اس کو برا سمجھتے تھے۔ یہاں تک کہ جو شخص ان کے پاس سیکھنے آتا اس سے یہ کہہ دیتے تھے۔ کہ بھائی خدا نے یہ علم ہم کو تمہاری آزمائش کے لئے دیا ہے اس کو نہ سیکھو ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔
(ان کے متعلق یہ کہانی کہ وہ دو فرشتے تھے جو حضرت ادریس علیہ السلام کے عہد میں زمین بابل میں آئے تھے ایک حسین عورت زہرہ پر عاشق ہو گئے اور اس کے بہکانے پر غیر شرعی کام کئے اور سزا میں ایک کنویں میں اُلٹے لٹکائے گئے وغیرہ۔ سب بے حقیقت اور بے تکی باتیں ہیں)

وَمَا یُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ۔ مَا نافیہ۔ یُعَلِّمٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں نہیں سکھاتے تھے۔
تَعْلِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے
حَتّٰی۔ اِلٰی۔ اَنْ۔ جب تک۔
یَقُوْلَا۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ حتی کے بعد اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب آیا ہے۔ قَوْلٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ دونوں کہہ دیتے تھے۔

فِتْنَۃٌ۔ آزمائش۔ فِتْنَۃٌ۔ فَتْنٌ۔ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں لفظ فِتْنَۃٌ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً آزمائش، (آیہ ہذا) آفت، مصیبت، فساد، کفر، بدنظمی، عبرت، ایذا وغیرہ۔
اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ میں اِنَّمَا کا حصر ہے۔ ہم تو صرف آزمائش ہیں۔
لَا تَکْفُرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو کافر مت بن

فَيَتَعَلَّمُوْنَ۔ فاء عاطفہ ہے۔ يَتَعَلَّمُوْنَ کا عطف يُعَلِّمٰنِ پر ہے اور نفی میں شامل نہیں۔ تقدیر کلام کچھ ایسے ہے وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ (يُعَلِّمٰنِهِمْ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقَوْلِ) فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا ..... الخ۔ وہ دونوں کسی کو نہ سکھاتے تھے جب تک کہ یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں "تو کافر نہ بن"۔ (لیکن جب وہ اس پر بھی سیکھنے پر اصرار کرتے تو) وہ ان کو اس قول کے بعد سکھانے پر آمادہ ہوجاتے اور وہ لوگ ان دونوں سے سیکھتے ایسی بات کہ ..... الخ

يَتَعَلَّمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَعَلُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ وہ سیکھتے تھے

مَا يُفَرِّقُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے يُفَرِّقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَفْرِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ جدائی پیدا کرتے تھے بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ جادو جو وہ ہاروت وماروت سے سیکھتے تھے جدائی ڈالنے کے لئے۔

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ۔ واؤ حالیہ ہے۔ مَا نافیہ مشابہ بلیس۔ بِضَآرِّيْنَ میں باء زائدہ ہے اور مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو ہٖ متذکرۃ الصدر میں ہے۔ مطلب۔ اَىْ مَا يَضُرُّوْنَ بِهٖ اَحَدًا اس سے وہ کسی کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے تھے جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا .... الخ پر ہے مَا يَضُرُّهُمْ میں مَا موصولہ ہے يَضُرُّهُمْ جملہ فعلیہ ہوکر معطوف علیہ ہے اور وَلَا يَنْفَعُهُمْ جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر معطوف۔ معطوف علیہ ومعطوف مل کر صلہ ہوا مَا موصولہ کا۔ وہ لوگ وہ بات سیکھتے تھے جو ان کو ضرر دیتی تھی اور ان کو نفع نہیں دیتی تھی۔

وَلَقَدْ عَلِمُوْا۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر، تحقیق کے معنی دیتا ہے عَلِمُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اَلْيَهُوْدُ کے لئے ہے۔

لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ۔ لام ابتدائیہ (جو مبتدا پر داخل ہوتا ہے) مَنْ موصولہ اِشْتَرٰهُ (اِشْتَرٰى فعل بافاعل ہٗ مفعول جملہ فعلیہ خبریہ ہوکر) صلہ اپنے موصول کا اور موصول وصلہ مل کر مبتدا ہے (جس پر کہ لام ابتدا داخل ہوا ہے)

ترجمہ: اور بے شک وہ (یہود) جان چکے تھے کہ جس نے اس (سحر) کو (کتاب اللہ کے عوض) خریدا اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ جملہ لَمَنِ اشْتَرٰهُ .... مِنْ خَلَاقٍ مفعول ہے عَلِمُوْا کا اِشْتَرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِشْتِرَآءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے خریدا۔ اس نے مول لیا۔

(یا اس نے بیچا) ہٗ ضمیر مفعول سحر کے لئے ہے۔
خَلَاقٍ۔ حصہ۔ اپنی عادت اور خلق سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خلاق ہے۔
وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ۔ واؤ عاطفہ مَا موصوفہ ہے۔ شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ جملہ فعلیہ ہوکر صفت (ہٗ کا مرجع مَا بمعنی شَيْئًا ہے) بِئْسَ فعل ذم ہے۔ برا ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ اور جس شئے کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی۔ شَرَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب شِرَاءٌ سے (باب ضَرَبَ) سے بمعنی خرید و فروخت کرنا۔ ہر دو معنی یعنی خریدنا اور فروخت کرنا کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝ کاش وہ جانتے۔
فائدہ۔ اگر کوئی بطور شبہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے تو بطور تاکید یہ فرمادیا وَلَقَدْ عَلِمُوْا (بیشک جان چکے) تو پھر لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (کاش وہ جانتے) کے کیا معنی ہوں گے؟
جواب یہ ہے کہ علم کی دو قسمیں ہیں۔ ایک علم سطحی ہے جو محض زبان پر ہے اس کا دل سے یا عمل سے کوئی تعلق نہیں۔ دوسرا علم جو قلب کی گہرائیوں تک جا گھسے اور اس کو منور کردے۔ اور یہی علم نافع ہے۔ یہود کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچاننا بھی اسی قبیل سے تھا۔ کہ وہ سطحی جانتے تھے اور مانتے تھے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں لیکن یہ اقرار ان کی زبانوں تک ہی محدود تھا ان کے دل اس کے نور سے عاری تھے اس لئے ان کی یہ پہچان ان کو کچھ نافع نہ تھی (تلخیص از تفسیر مظہری)
قرآن حکیم کی مندرجہ ذیل آیات متعلقہ ہیں۔ ۲: ۱۲۶ اور ۶: ۲۰۔
۲: ۱۰۳۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔ (ای اٰمَنُوْا بِالرَّسُوْلِ اَوْ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ او بالتورٰۃ)
واؤ۔ عاطفہ ہے لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا۔ جملہ شرطیہ اور واتقوا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جملہ شرطیہ دوم ہے۔ اور جملہ لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ۔ جواب شرط ہے اصل اس کی یوں ہوگی۔
وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَاُثِيْبُوْا مَثُوْبَةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرًا مِّمَّا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ
اور اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو وہ ضرور صلہ پاتے خدا کے ہاں سے جو اس چیز سے بہتر ہوتا جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا
لَمَثُوْبَةٌ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ مَثُوْبَةٌ۔ ثَوْبٌ سے ہے جس کے معنی کسی چیز کے اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں۔ یا غور و فکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں۔ اول الذکر کی مثال ثَابَ فُلَانٌ اِلٰى دَارِهٖ۔ فلاں اپنے گھر لوٹ آیا۔ یا ثَابَتْ اِلَیَّ نَفْسِی میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔ مؤخر الذکر کی مثال ثَوْبٌ ہے۔ کیونکہ سوت کاتنے سے مقصود کپڑا بننا ہے لہذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالتِ مقصود کی طرف لوٹ آتا ہے۔

یہاں مَثُوْبَۃٌ بمعنی اچھا بدلہ۔ ثواب، جزا ہے۔ خَیْرٌ یہاں بطور صیغہ افعل التفضیل ہے۔ مفضل علیہ (سحر) کو یا تو اس لئے حذف کیا گیا کہ مفضل کو مفضل علیہ سے اس قدر عالی سمجھا کہ مفضل علیہ سے اس کو کسی قسم کی مناسبت ہو۔ یا اس واسطے کہ تخصیص کسی شے کی نہ رہے۔ تفضیل کل ہو جائے اور معلوم ہو جائے کہ مفضل جملہ اشیاء سے بہتر ہے لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ۔ آیت سابقہ ملاحظہ ہو۔

۲: ۱۰۴۔ رَاعِنَا۔ (ر ع ی۔ مادہ سے مشتق ہے مُرَاعَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر سے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے مُرَاعَاۃٌ بمعنی حفاظت کرنا۔ کسی کی طرف کان لگانا۔ مثلاً رَاعَیْتُہٗ سَمْعِیْ۔ میں نے اس کی طرف کان لگایا۔ یا کسی کی بات کی طرف دھیان دیا۔ مثلاً ھُوَ لَا یُرَاعِیْ اِلٰی قَوْلِ اَحَدٍ۔ وہ کسی کی بات پر دھیان نہیں دیتا۔ رَاعِنَا۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہماری طرف متوجہ ہو۔

اَلرَّعْیُ۔ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں۔ خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعے سے ہو۔ مثلاً اَرْعَیْتُہٗ میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور رَعَیْتُہٗ میں نے اس کی نگرانی کی۔ اسی سے رِعْیٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعًی چراگاہ کو۔ اسی سے رَاعِیْ چرواہا کو کہتے ہیں۔ نیز رَاعِنْ یہود کی زبان میں ایک نہایت فحش گالی تھی۔ رَاعِنَا (ہماری طرف کان لگا یا متوجہ ہو) کو ذرا زبان دبا کر رَاعِیْنَا بولتے اور اپنے دل میں اس کے معنی لیتے۔ اے ہمارے چرواہے یا بطور گالی رَاعِنَا۔ رَاعِنْ سے بمعنی احمق۔ استعمال کرتے۔ ان کی دیکھا دیکھی اور ان کی نیت کو جانے بغیر مسلمان بھی کبھی یہ لفظ (بمعنی ہماری طرف متوجہ ہو) استعمال کر لیتے تھے۔ آیت ہذا میں خداوند تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس کے استعمال سے منع فرمایا ہے تاکہ یہ ذو معنی لفظ کسی گستاخی کا باعث نہ بن سکے۔ اور ہدایت فرمائی کہ وہ (یعنی مسلمان) رَاعِنَا کے بجائے اُنْظُرْنَا کہا کریں۔

وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اِسْمَعُوْا سِمَاعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم سنو۔ تم سنتے رہو۔ یعنی اُنْظُرْنَا (آپ ہماری طرف نظر فرمائیں) کہو اور پھر دھیان سے سنو۔

۲: ۱۰۵۔ مَا یَوَدُّ۔ مَا نافیہ ہے۔ یَوَدُّ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّۃٌ مصدر۔ باب سَمِعَ۔ نہیں پسند کرتے۔ نہیں چاہتے ہیں۔

مِنْ بیانیہ ہے۔ اور وَلَا الْمُشْرِکِیْنَ میں واؤ عاطفہ اور لَا زائدہ ہے اَنْ یُّنَزَّلَ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ یُنَزَّلَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَنْزِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے بمعنی نازل کیا جانا۔ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ یہ جملہ مفعول ہے یَوَدُّ کا۔ ترجمہ یہ ہوگا۔ وہ لوگ جو کافر ہیں کتاب والے ہوں یا مشرک تمہارے رب کی طرف سے تم پر کسی بھلائی کے نازل کئے جانے پر خوش نہیں ہیں۔

وَاللّٰہُ میں واؤ حالیہ ہے۔

یَخْتَصُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِخْتِصَاصٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے ۔ وہ خاص کرتا ہے۔ وہ مخصوص کرتا ہے۔ ترجمہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جسے چاہے مخصوص کرلے ۔

ذُوا الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ ذُوْا مضاف۔ اَلْفَضْلِ موصوف اَلْعَظِیْمِ۔ صفت ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ عظیم فضل والا ۔ بڑے ہی فضل کا مالک ۔

۲: ۱۰۶۔ مَا شرطیہ ہے اور جازم فعل ہے ۔ مَا مِنْ اٰیَۃٍ جو آیت بھی۔ جس آیت کو بھی ۔

نَنْسَخْ ۔ مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ نَسْخٌ (باب فتح مصدر بمعنی زائل کرنا۔ بدل دینا۔ بیکار کردینا۔ ایک چیز کو دوسری کی جگہ قائم کرنا ۔ صورت بدل دینا۔ لکھنا۔ اَلْاِسْتِنْسَاخُ (باب استفعال) کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن بمعنی نسخ (لکھنا) بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ مثلاً۔ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۴۵: ۲۹) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔ تَنَاسُخٌ ایک کے بعد دوسری چیز کا اس کے قائم مقام ہونا ۔ جیسا کہ اہل ہنود میں مسئلہ تناسخ ہے کہ آتما یعنی روح ہر موت پر دوسرا روپ دھار لیتی ہے اور عمل جاری رہتا ہے تاآنکہ آتما کو نروان (نجات) حاصل ہو۔

آیت ہذا میں جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں ۔

اَوْ ۔ یا۔ حرف عطف ہے ۔

نُنْسِھَا ۔ مضارع جمع متکلم۔ اصل میں نُنْسِیْھَا تھا۔ یا کو ساقط کیا گیا ہے ۔ یہ اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے اَنْسٰی یُنْسِیْ۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع آیت ہے ہم اسے فراموش کرا دیتے ہیں نَسِیَ ۔ مادہ ۔

نَاْتِ ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے ۔ یہ فعل لازم ہے ۔ لیکن ھا ۔ کے صلہ کے ساتھ آئے تو متعدی کے معنی دیتا ہے ۔ ہم لاتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَۃٍ کے لئے ہے ۔ نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْھَا اَوْ مِثْلِھَا۔ جملہ جواب شرط ہے ۔

(۲: ۱۰۷) اَلَمْ تَعْلَمْ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے ۔ لَمْ تَعْلَمْ نفی جحد بَلَمْ کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۔ کیا تو نہیں جانتا۔

مَا لَکُمْ میں مَا نافیہ ہے۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ اللہ کے سوا ۔

وَلِیٌّ ۔ وِلَایَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے ۔ مددگار

نَصِیْرٌ ۔ نَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صیغہ صفت ہے ۔ بچانے والا۔

۲: ۱۰۸ ۔ اَمْ ۔ یا۔ کیا۔ خواہ ۔ حرف عطف ہے استفہام کے معنیٰ دیتا ہے کبھی بمعنیٰ بَلْ (حرف اضراب

بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور کبھی زائدہ ہوتا ہے۔ مثلاً اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اَمْ اَنَا خَيْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) عبارت کی تقدیر یوں ہے۔ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَيْرٌ (کیا تم نہیں دیکھتے میں بہتر ہوں.....)

تُرِيْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةٌ مصدر (باب افعال) کیا تم چاہتے ہو، کیا تم ارادہ کرتے ہو۔

اَنْ۔ مصدریہ ہے۔

كَمَا۔ کاف حرف تشبیہ ہے۔ مَا موصول (بعد کو آنے والا جملہ اس کا صلہ) جیسا کہ۔

مَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ۔ مضارع مجزوم بوجہ شرط وصل کی وجہ سے مجزوم کو مکسور کر دیا گیا۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ تَبَدُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، بدلہ میں لینا مَنْ شرطیہ۔ جو ایمان کے بدلہ میں کفر کو لے گا۔ یا ایمان چھوڑ کر کفر لے گا۔

فَقَدْ۔ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے۔ سارا جملہ جواب شرط ہے۔

قَدْ ضَلَّ۔ ماضی پر آنے کی وجہ سے قَدْ تحقیق کے معنی میں ہے۔ ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ کھو گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ مضاف، مضاف الیہ مل کر ضَلَّ کا مفعول۔ بمعنی راہ راستگی۔ سو بے شک وہ راہ راستگی کھو بیٹھا۔ راہ سے دور جا پڑا۔

۲: ۱۰۹۔ وَدَّ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وُدٌّ۔ مَوَدَّةٌ مصدر (باب سمع) اس نے دل سے چاہا۔ دل سے خواہش کی۔

لَوْ۔ یہاں بطور حرف تمنّیٰ استعمال ہوا ہے۔ کاش۔

يَرُدُّوْنَكُمْ۔ يَرُدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر (باب نصر) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ تم کو لوٹا دیویں۔ مرتد بنا دیں۔

كُفَّارًا۔ مفعول ثانی ہے (كُمْ مفعول اول) فعل يَرُدُّوْنَ کا۔

حَسَدًا۔ بوجہ حسد۔ مفعول لہٗ۔

مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ۔ اَنْفُسِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عِنْدِ کا جو مضاف ہے۔ یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور اپنے جار مِنْ کا۔ جار مجرور مل کر صفت حَسَدًا کی۔ یعنی بوجہ حسد کے جو اُن کے دلوں میں ہے۔

مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ۔ بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ یعنی یہ سب ان کی گذشتہ کاروائی اس پر ہے کہ ان معجزات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات سے جو تورات میں مذکور ہیں حق ان پر ظاہر

ہوچکا تھا۔

فَاعْفُوْا۔ فاء عاطفہ۔ اُعْفُوْا۔ عَفْوٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم معاف کردو

اِصْفَحُوْا۔ صَفْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ فعل امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر ہے۔ تم درگذر کرو۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ جملہ انشائیہ ہے اور معطوف ہے جس کا عطف فاعفوا پر ہے۔

(۲:۱۱۰) وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ۔ واؤ عاطفہ، مَا شرطیہ۔ مِنْ خَيْرٍ بیان ہے مَا

کا۔ لِاَنْفُسِكُمْ۔ متعلق فعل تُقَدِّمُوْا ہے۔ اور جو بھلائی تم اپنے لئے آگے بھیج رکھو گے۔ یہ جملہ شرط ہے

اور اگلا جملہ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ جواب شرط ہے۔ تُقَدِّمُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَقْدِيْمٌ (تفعیل)

مصدر سے۔ تم آگے بھیجو گے۔

۲: ۱۱۱۔ لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ۔ لَنْ يَّدْخُلَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلَن صیغہ واحد مذکر غائب

فعل مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ اَلْجَنَّةَ۔ مفعول ہے فعل لَنْ يَّدْخُلَ کا۔

اَمَانِيُّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی (جھوٹی) تمنائیں۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع۔

هَاتُوْا۔ اسم فعل۔ یعنی اسم بمعنی فعل امر جمع مذکر حاضر ہے۔ لاؤ۔

یہ اصل میں اِيْتَاءٌ (افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰتُوْا تھا۔ ہمزہ کو ھاء سے بدل کر هَاتُوْا

کرلیا۔ مُهَاتَاةٌ۔ کوئی چیز کسی کو دینا۔

ا ت ی اور ھ ت ی حروف مادہ ہیں ہر دو صورت میں فعل امر کی گردان یوں آئے گی۔ هَاتِ هَاتِيَا

هَاتُوْا..... الخ۔

بُرْهَانَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دلیل۔ بُرْهَانٌ واحد بَرَاهِيْنُ جمع۔

۲: ۱۱۲۔ بَلٰى۔ حرف ایجاب ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۷۶۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ جس کسی نے۔

اَسْلَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اسلام لایا۔ وہ تابعدار ہوا۔ وہ مسلمان ہوا۔

اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس سے انسان کی جان ومال محفوظ ہوجاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان

سے اقرار ہو۔ خواہ اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ

اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴)

اعراب (گنوار) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ تو۔ کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ اس آیت

میں یہی اسلام مراد ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زبان سے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کر

اور قضاء وقدر الٰہی کے آگے سر جھکا دے۔ اسلام کے اس معنی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا۔ فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (۲۷ : ۸۱) جو یقین رکھتا ہے ہماری آیات پر سو وہ حکم بردار ہیں۔

مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ۔ جس کسی نے اللہ کے سامنے اپنا چہرہ (یعنی اپنی گردن) کو جھکا دیا۔ وَهُوَ مُحْسِنٌ حال ہے (درآنحالیکہ وہ نیکی کرنے والا بھی ہو) یہ سارا جملہ شرط ہے۔

فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ ..... الخ جواب شرط ہے۔

فاء جوابِ شرط کے لئے ہے۔ لَهٗ اور اَجْرُهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے

وَلَا يَحْزَنُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ حُزْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۲ : ۱۱۳- اَلْيَهُوْدُ اور النَّصٰرٰى میں ال عہد کا ہے۔ مراد اَلْيَهُوْدُ سے مدینہ منورہ کے یہودی اور باسی ہیں اور النَّصٰرٰى سے مراد عیسائیوں کا ایک وفد جو نجران سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ دوران گفتگو دونوں فریق آپس میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نبوت اور انجیل سے انکار کیا۔ اور عیسائی حضرت موسٰی کی نبوت اور توراۃ سے منکر ہوئے۔

اور بعض کے نزدیک عامۃ الیہود اور عامۃ النصاریٰ مُراد ہیں

وَهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ط جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ سب الکتاب پڑھتے ہیں۔ یعنی یہودی توراۃ پڑھتے ہیں جو حضرت عیسٰی اور انجیل کی تصدیق کرتی ہے۔ اور عیسائی انجیل پڑھتے ہیں جو حضرت موسٰی کی نبوت اور توراۃ کی تصدیق کرتی ہے۔

يَتْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر سے وہ تلاوت کرتے ہیں۔ وہ پڑھتے ہیں

كَذٰلِكَ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید بمعنیٰ یہود اور نصاریٰ کا قول۔ اسی قسم کی بات۔

اَلَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ وہ لوگ جو نہیں جانتے یا جن کے پاس علم نہیں۔ مراد مشرکین عرب اور دیگر بت پرست اور مجوس ہیں اور ان کے علاوہ جو فرقے کفار کے گزرے ہیں۔ کیونکہ ہر فرقہ دوسرے کی تکذیب کرتا رہا ہے۔

مِثْلَ قَوْلِهِمْ۔ بیان ہے ذٰلِكَ کا بمعنی مثل قول الْيَهُوْدِ لِلنَّصٰرٰى وقول النصاریٰ لِلْيَهُوْدِ مطلب یہ ہوا کہ ایسی قسم کی باتیں وہ لوگ کہتے ہیں جو کچھ نہیں جانتے۔ خواہ مشرکین عرب ہوں کہ مسلمانوں کے متعلق کہتے تھے کہ مسلمان راہ حق پر نہیں۔ خواہ مشرکین قریش ہوں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب راہ حق پر نہیں۔ یا اس سے مراد پچھلی قوموں کے لوگ ہیں جو اپنے نبیوں کے متعلق کہتے تھے کہ یہ راہِ حق پر نہیں اور اپنے آباء واجداد کے نقش قدم پر چلنے پر مصر تھے۔

يَحْكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حُكْمٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ وہ حکم دیگا یا حکم دیتا ہے

یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فیہ ہے فعل یَحۡکُمُ کا۔
فِیۡمَا۔ میں مَا موصولہ ہے کَانُوۡا فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ۔ صلہ ہے
سو اللہ فیصلہ کردے گا ان میں قیامت کے روز (اس بات کا) جس میں یہ جھگڑتے رہتے ہیں۔
۲:۱۱۴۔ مَنۡ استفہامیہ ہے۔ کون ہے؟۔ استفہام انکاری ہے۔ یعنی کوئی نہیں ہے۔
اَظۡلَمُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ظالم۔
مِمَّنۡ۔ مرکب ہے مِنۡ حرف جار اور مَنۡ موصولہ ہے۔ اس شخص سے جو۔
مَنَعَ۔ فعل با فاعل۔
مَسٰجِدَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول اول مَنَعَ کا۔
اَنۡ یُّذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ۔ کہ لیا جائے ان میں خدا کا نام۔
یہ مَنَعَ کا مفعول ثانی ہے۔ صاحب تفسیر مظہری نے اس کی مثال وَمَا مَنَعَنَا اَنۡ نُّرۡسِلَ (۱۷:۵۹) دی ہے
جس میں اَنۡ نُّرۡسِلَ دوسرا مفعول ہے مَنَعَ کا۔
وَسَعٰی فِیۡ خَرَابِہَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مَسٰجِدَ کے لئے ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
خرابی معنوی بھی ہو سکتی ہے جب کسی کو مسجد میں اللہ کے ذکر سے منع کیا جائے یا حسی جب اس کو فی الواقع مسمار کیا جائے۔ مثلاً بصورت اول مشرکین مکہ کا مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکے رکھنا۔ اور بصورت دوم بخت نصر کا بیت المقدس کو اجاڑ دینا۔
مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ کی مسجدوں کو اس کے ذکر سے روکے اور ان کی ویرانی کے درپے ہو۔
اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ بعید بصیغہ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ مراد وہ لوگ جو اللہ کی مساجد میں اس کا نام لینے سے روکتے ہیں اور ان کی خرابی کے درپے ہیں

اَنۡ مصدریہ ہے۔
مَا کَانَ لَہُمۡ۔ ان کو لائق نہ تھا۔
خَآئِفِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خَآئِفٌ واحد۔ خَوۡفٌ سے ڈرنے والے۔ یہ حال ہے ضمیر یَدۡخُلُوۡھَا سے۔
صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:۔
اِلَّا خَآئِفِیۡنَ۔ یعنی (مسلمانوں کے رعب و دبدبہ سے ڈرتے ہوئے) یعنی داخلہ کی اجازت غیر مسلم کو صرف اس حال میں دی جا سکتی ہے کہ وہ مسلمانوں کا محکوم ہو۔ اور اس کا داخلہ سرکشانہ نہیں محکومانہ ہو۔ قرآن مجید میں لفظ مساجد بصیغہ جمع ہے۔ لیکن ایک قول ہے کہ مساجد سے یہاں مراد مسجد حرام یا حرم کعبہ ہی ہے۔ المراد بالمساجد

المسجد الحرام (معالم عن ابن زید) اور اس شبہ کا کہ لفظ جمع سے مراد واحد کیونکر ہوگی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ محاورۂ زبان میں یہ جائز ہے۔ مثلاً اگر کوئی محض ایک ہی نیک مرد کو ایذا پہنچائے تو یہ کہنا درست ہوگا کہ نیکوں کو ستانے والا بڑا ظالم ہے۔ کما نقول لمن اذی صالحاً واحداً ومن اظلم من اذی الصالحین (کشاف)

ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ آیت سارے کافروں کے حق میں ہے کہ عبادت سے روکنے والے تو سارے ہی کافر ہیں اور مساجد سے مراد کل روئے زمین ہے۔ چنانچہ کافروں کو دارالاسلام میں داخلہ کا کوئی حق نہیں بجز اس کے کہ مسلمانوں کی ہی شرائط پر ہو۔ اور یہ قول امام زیدی کی طرف منسوب ہے (احمدی)

اور اگر مراد مسجد حرام لی جائے تو قانونی اور تشریعی حیثیت سے قطع نظر، واقعاتی رنگ میں بات بالکل صحیح نظر آئے گی۔ چنانچہ مسجد حرام اس وقت سے آج تک بحمد اللہ مسلمانوں کے قبضہ میں ہی چلی آرہی ہے۔

۲: ۱۱۵ - لِلّٰهِ۔ خبر مقدم۔ اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ۔ مبتدا مؤخر۔ مشرق ومغرب اللہ ہی کا ہے۔

فَاَيْنَمَا۔ فاء عاطفہ۔ اَيْنَمَا ظرفیہ متضمن بمعنی شرط۔ فعل تُوَلُّوْا کا مفعول فیہ ہے۔

اَيْنَ (شرطیہ اور مَا موصولہ کا مرکب ہے) جہاں کہیں۔ جس طرف۔

تُوَلُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب گر گیا ہے تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ یہاں اس آیہ میں پہلے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی (جس طرف تم (اپنے منہ) کرو۔

منہ پھیرنے کے معنی میں ہے بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۔ (۲۱: ۵۷) جب تم جا چکو گے منہ پھیر کر۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ۔ جملہ فعلیہ خبریہ ہو کر شرط ہے۔

فَثَمَّ۔ فاء جزائیہ ہے ثَمَّ۔ اسم اشارہ۔ ظرف۔ خبر مقدم۔ وَجْهُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ جملہ اسمیہ خبریہ ہو کر جزاء شرط کی ہے۔

وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ وُسْعٌ وَ سَعَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وَسِعَ الْاِنَاءُ الْمَتَاعَ کے معنی ہیں۔ برتن میں متاع کے لئے کافی گنجائش تھی۔ وَسِعَتْ رَحْمَةُ اللّٰهِ كُلَّ شَيْءٍ۔ اللہ کی رحمت ہر چیز کو آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔ اَلسَّعَةُ۔ کا لفظ قدرت کے لئے۔ فعل کے لئے اور حال کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ یہ اسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔ اس کے معنی ہیں ایسی ذات جو اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے ہر ایک چیز پر وسیع ہے۔ یعنی اسے آسانی سے گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن مجید میں یہ لفظ بحالت رفع (وَاسِعٌ) ۸ دفعہ آیا ہے۔ ۷ دفعہ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ اور ایک دفعہ بطور مضاف وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ اور بحالت نصب ایک دفعہ وَاسِعًا حَكِيْمًا۔ اور ہر جگہ بغیر ال کے آیا ہے۔

یہاں بمعنیٰ صاحبِ وسعت، کشائش والا، صاحبِ فضل، صاحب جود و مغفرۃ۔
۲:۱۱۶- اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اختیار کیا۔ اس نے پسند کیا
وَلَدًا۔ اسم جنس۔ کوئی بچہ۔ لڑکا ہو یا لڑکی۔ اولاد
سُبْحٰنَهٗ۔ سبحٰنَ پاک ہے۔ نصب۔ نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو۔ جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ (اللہ پاک ہے) یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَهٗ وہ پاک ہے۔ سُبْحٰنَكَ تو پاک ہے۔ سُبْحٰنَ مصدر ہے جس کے فعل کو کبھی استعمال نہیں کیا گیا۔
بَلْ۔ حرف اضراب ہے یہ نہیں جو پہلے جملہ میں کہا گیا (کہ اس کی اولاد ہے) بلکہ سچ بات یہ ہے جو اگلے جملہ میں بیان ہو رہی ہے۔ یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)
قٰنِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قَانِتٌ واحد۔ اطاعت کرنے والے۔ فرمانبردار۔ حکم بجالانے والے۔ اَلْقُنُوْتُ (باب نَصَرَ) جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا ہے اسی سے دعائے قنوت ہے۔ اللہ کے حضور اپنی فرمانبرداری کا اظہار۔
۲:۱۱۷- بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ بَدِیْعٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنیٰ مُبْدِعٌ۔ موجد۔ نیا نکالنے والا۔ نئی طرح بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اَلْاِبْدَاعُ۔ ایسی چیز کو ایجاد کرنا جس کی سابق میں مثال نہ ہو۔ بغیر کسی کی اقتدار اور پیروی کرنے کے کسی صنعت کو نکالنا۔
جب اللہ تعالیٰ کے متعلق ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا۔ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا۔
اِذَا۔ ظرف زمان ہے۔ جب۔ اس وقت۔ بطور حرف فجائیہ بھی آتا ہے بمعنیٰ ناگہاں۔ مثلاً فَاِذَا ھِیَ حَیَّۃٌ تَسْعٰی (۲۰: ۲۰) پس یکایک وہ دوڑتا ہوا سانپ بن گیا۔ یہاں بمعنیٰ جب آیا ہے۔ شرطیہ ہے
قَضٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب بمعنی مضارع۔ ارادہ کرتا ہے۔ وَاِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ وہ جب کوئی چیز کرنا چاہتا ہے، یہ جملہ شرط ہے اور فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ جزا ہے شرط کی۔ شرط اپنی جزاء سے مل کر جملہ فعلیہ شرطیہ ہوا
فَاِنَّمَا۔ ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے۔ جو حصر کے معنیٰ دیتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ سوائے اس کے نہیں۔ بے شک۔ تحقیق۔
كُنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، ہو جا۔ كَوْنٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔
فَیَكُوْنُ۔ پس وہ ہو جاتا ہے۔
۲:۱۱۸- لَوْلَا۔ لَوْ حرف شرط۔ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ کیوں نہیں۔ کیوں نہ۔
یہ حروف التحضیض۔ (کسی کو کسی کام کرنے پر ابھارنا۔ یا آمادہ کرنا) العرض (نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا) میں

ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۶ : ۴۳ ، یالغات القرآن جلد پنجم۔
دیگر حروف التحضیض والعرض یہ ہیں۔ اَلَّا۔ ھَلَّا۔ لَوْمَا۔
یُکَلِّمُنَا۔ یُکَلِّمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کلام کرتا ہے تَکْلِیْمٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ کیوں ہم سے کلام نہیں کرتا۔
تَاْتِیْنَا۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم اِتْیَانٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ ہمارے پاس آئے۔ وہ ہمارے پاس آتی ہے۔ اَوْ تَاْتِیْنَا اٰیَۃٌ ای وَلَوْلَا تَاْتِیْنَا اٰیَۃٌ۔ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی نشانی۔
تَشَابَھَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ایک جیسی ہو گئی۔ یہاں فعل قُلُوْبُھُمْ کے لئے آیا ہے بمعنی ان کے دل ایک جیسے ہو گئے۔ یعنی عناد اور نابینائی میں پہلے اور پچھلے لوگوں کے دل برابر ہیں۔ تَشَابَھَتْ کا فاعل قُلُوْبُھُمْ ہے۔
قَدْ بَیَّنَّا۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے بَیَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے واضح طور پر بیان کرنا۔ بے شک ہم واضح طور پر بیان کر چکے ہیں۔
یُوْقِنُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، وہ یقین کرتے ہیں۔
بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا (بشارت دینے والا۔ اور ڈرانے والا) دونوں حال ہیں اَرْسَلْنٰکَ کے کاف سے۔
اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ہ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جَحِیْمٌ دہکتی ہوئی آگ۔ جَحْمٌ آگ کے سخت بھڑکنے کو کہتے ہیں (باب سَمِعَ) سے آتا ہے جَحِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ سخت بھڑکنے والی آگ، دوزخ
۲ : ۱۲۰۔ لَنْ تَرْضٰی۔ مضارع منفی تاکید بَلَنْ۔ واحد مؤنث غائب۔ یہاں اَلْیَھُوْدُ (اسم جمع "یہودیوں کی جماعت") کے لئے آیا ہے۔ یہود ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔
وَلَا النَّصٰرٰی۔ اور نہ ہی نصاریٰ راضی ہوں گے۔
مِلَّتَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، ان کا دین۔ ان کا مذہب۔
ھُدَی اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی ہدایت۔ یعنی اللہ کی دی ہوئی ہدایت۔
اَلْھُدٰی۔ اسم معرف باللام۔ اصل ہدایت۔ یعنی اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اللہ کی طرف سے دی گئی ہدایت ہی اسلام ہے۔ تو گویا اسلام ہی حق ہے (جس طرف یہ کفار بلاتے ہیں وہ حق نہیں ہے)
لَئِنْ۔ لَامْ اور اِنْ سے مرکب ہے لام تاکید کا ہے اور اِنْ شرطیہ۔
اِتَّبَعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔ تو نے اتباع کیا۔
اَھْوَآءَھُمْ۔ اَھْوَاءٌ جمع ہے ھَوٰی کی۔ خواہشیں۔ ھَوٰی خواہش نفسانی کو کہتے ہیں۔ اَھْوَاءَ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کی خواہشات۔

لَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَاءَ هُمْ بَعْدَ الَّذِیْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ سارا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ۔ جواب شرط ہے۔

اَلْعِلْمِ۔ سے مراد یا تو وحی ہے یا دین ہے جس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا۔

ترجمہ ہوگا۔ اگر آپ چلے ان کی خواہشوں پر بعد اس کے کہ آچکا آپ کے پاس علم تو آپ کے لئے نہ کوئی حمایتی ہے کہ اللہ سے بچالے اور نہ کوئی مددگار۔

۲: ۱۲۱۔ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَمَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ:

اس آیت کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ یَتْلُوْنَهٗ۔ تِلَاوَتِهٖ۔ بِهٖ۔ بِهٖ میں علماء نے ہ کے مرجع کے متعلق اختلاف کیا ہے۔ اگرچہ آیت کے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ہم نے یہاں اَلْكِتٰبَ سے مراد توراۃ و انجیل لیا ہے اور اس کو ہ کا مرجع اختیار کیا ہے (صاحب تفہیم القرآن کی مطابقت میں) اور بعض نے الکتاب سے مراد اَلْقُرْاٰن لیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ موصول اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ صلہ۔ حَقَّ۔ مصدر کی طرف اضافت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو کتاب دی گئی اور جسے وہ پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے اُولٰٓئِكَ کا مشار الیہ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ ہے جو اس کتاب سے کفر کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ تفہیم القرآن میں اس کا ترجمہ یوں ہے۔

جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے وہ اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور جو اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کریں وہی اصل میں نقصان اٹھانے والے ہیں۔

یعنی اہل کتاب میں سے جو سچے دل سے توراۃ و انجیل کو پڑھتے ہیں ان کو اسلام اور پیغمبر اسلام پر ایمان لانے میں کوئی تامل نہیں ہو سکتا۔

اَلْخٰسِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ نقصان اٹھانے والے۔ خسارہ پانے والے۔

۲: ۱۲۳۔ اِتَّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے (وق ی مادہ۔ تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو۔ یَوْمًا۔ موصوف ہے اور باقی سارا جملہ یُنْصَرُوْنَ تک اس کی صفت۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے اپنے فعل اِتَّقُوْا کا۔ اسی لئے منصوب ہے۔

لَا تَجْزِیْ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ بدلہ نہیں ہوگی۔ وہ کام نہ آئے گی۔ شَیْئًا۔ کچھ بھی۔ کوئی جان دوسری جان کے کسی کام نہ آسکے گی۔

عَدْلٌ۔ عوض۔ معاوضہ، فدیہ۔ عدل۔ انصاف، برابر (اور نہ اس کی طرف سے کوئی معاوضہ یا فدیہ قبول ہوگا۔)

۲: ۲۴ - اِذْ - ظرف زمان ہے اس سے قبل فعل اُذْكُرُوْا یا اُذْكُرْ محذوف ہے۔ تم یاد کرو جب۔ یا تو یاد کر جب۔

اِبْتَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے آزمایا۔ اس نے امتحان لیا۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر سے ابتلاء کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ امتحان لینے والا اس شخص کی لیاقت اور صلاحیت سے پوری طرح باخبر ہو جائے۔ دوسرے یہ کہ اس کی لیاقت و صلاحیت کا تو ممتحن کو پوری طرح علم ہو مگر اوروں کی نظر میں اس کی حالت کا پیش کرنا منظور ہو کہ وہ کس قابلیت و صلاحیت کا مالک ہے۔ قرآن مجید میں ابتلاء کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو دوسرے معنیٰ مراد ہوتے ہیں۔

اِبْتِلَاءٌ کے اصل معنیٰ کسی امر شاق کی تکلیف دینے کے ہیں۔ یہ بَلَاءٌ (ب ل و، ب ل ی حروف مادّہ) سے مشتق ہے۔ تکلیف دینا آزمائش کو مستلزم ہے۔

اِبْرَاهِمَ مفعول۔ رَبُّهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔

بِكَلِمٰتٍ۔ باء حرف جار۔ كَلِمٰتٍ مجرور۔ كَلِمَةٌ واحد۔ كَلِمَة کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے میری بات سنو۔ اور فعل کو بھی۔ قرآن مجید میں متعدد معنی میں استعمال ہوا ہے مثلاً دعائیہ کلمات جیسے فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ۔ (۲: ۳۷) پھر آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمات سیکھے۔ اور وہ کلمات وہ دعائیہ کلمات ہیں جو رَبَّنَا ظَلَمْنَا وغیرہ ہیں۔ یا باتیں جیسے آیت ہذا۔ جب پروردگار نے چند باتوں میں حضرت ابراہیم کی آزمائش کی۔ حضرت عیسیٰ کا مراد ہونا۔ جیسے اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (۳: ۳۹) بے شک خدا تمہیں یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو خدا کے فیض یعنی عیسیٰ کی تصدیق کریں گے۔ بعض نے کلمہ سے مراد کلمہ توحید۔ قرآن مجید لیا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَاَتَمَّهُنَّ۔ فاء عاطفہ ہے اَتَمَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے پورا کر دیا هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب كَلِمٰتٍ کے لئے ہے۔ ان کو۔

فائدہ - وہ کلمات (باتیں) کیا تھے؟ جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آزمایا گیا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔ چند ایک باتیں یہ ہیں۔ ستارے۔ چاند۔ سورج کو بغور دیکھ کر اس نتیجہ پر پہنچنا کہ پروردگار ہمیشہ رہنے والا ہے ان چیزوں کی طرح زوال پذیر نہیں۔ آتشِ نمرود میں صبر کرنا۔ عرب کے بے آب و گیاہ ریگستان میں اپنی زوجیہ اور ننھے سے بچے کو حکم الٰہی کی بجا آوری میں۔ چھوڑ آنا۔ خداوند تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری میں اپنے بیٹے حضرت اسماعیل کو ذبح کرنے میں تامل نہ کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ صاحب تفسیر مظہری ہیں کہ کلمات سے مراد تمام اوامر و نواہی ہیں۔

قَالَ - ای قَالَ اللّٰهُ۔

جَاعِلُكَ - مضاف مضاف الیہ۔ تجھ کو بنانے والا۔ تجھ کو کرنے والا۔

اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدا۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ کے جس کی پیروی کی جائے

اِئْتِمَامٌ۔ اِفْتِعَالٌ۔ مصدر ہے۔ اَمَّ یَؤُمُّ (باب نصر) اَمٌّ۔ مصدر۔ بمعنی قصد کرنا۔

اَلْاِمَامُ۔ وہ ہے جس کی اقتدار کی جائے خواہ وہ انسان ہو۔ یا اس کے قول وفعل کی اقتدار کیجائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جاتے حق پر ہو یا باطل پر۔ مذکر ومؤنث دونوں پر آتا ہے۔ اِمَامٌ کی جمع اَئِمَّۃٌ ہے جیسے کِنَانٌ کی جمع اَکِنَّۃٌ (پردے۔ غلاف) ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْٓ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ (۳۶ : ۱۲) ہر چیز کو ہم نے روشن کتاب میں لکھ رکھا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ لوح محفوظ کی طرف اشارہ ہے۔

قَالَ۔ ای قَالَ اِبْرٰهِیْمُ۔

وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ۔ واؤ عاطفہ مِنْ تبعیضیہ ذُرِّیَّتِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جملہ کا عطف جَاعِلُكَ کے کاف پر ہے۔ ای وجَاعِلُ بَعْضَ ذُرِّیَّتِیْ اور کیا میری اولاد میں سے بھی بعض کو امام بنانے والا ہے۔

ذُرِّیَّۃٌ۔ ذَرٌّ سے ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّیَّۃٌ ہے۔ مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔

لَا یَنَالُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَیْلٌ باب سَمِعَ۔ مصدر۔ نہیں پائے گا۔ نہیں پہنچے گا۔

عَهْدِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا عہد۔ میرا وعدہ۔

(۲ : ۱۲۵) وَاِذْ۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ۔ یاد کرو جب (ملاحظہ ہو ۲ : ۱۲۴)

اَلْبَیْتَ۔ اس سے مراد خانہ کعبہ ہے اگرچہ بیت عام ہے جیسے اَلنَّجْمُ کا اطلاق ثریا پر اکثر آتا ہے

مَثَابَۃً۔ یہ جَعَلْنَا کا مفعول ثانی ہے مَثَابَۃً ظرف مکان ہے لوگوں کے لوٹنے کی جگہ۔ اس کا مادہ ثَوْبٌ ہے جس کا معنیٰ اصلی حالت کی طرف لوٹنا۔ یا کسی کام کی اصلی غرض کی طرف لوٹنا ہے جو غرض پہلے سوچ لی گئی ہو۔ آغاز عمل انجام فکر ہوتا ہے اور آخر عمل اول فکر یعنی آدمی پہلے سوچتا ہے۔ جب سوچ چکتا ہے تو کام شروع کرتا ہے۔ کام ختم ہوجاتا ہے تو سوچی ہوئی غرض کا حصول سامنے آجاتا ہے اور عمل نتیجہ سے ہمکنار ہوجاتا ہے۔ بس اسی سوچی ہوئی غرض کے ظہور فعلی کی طرف لوٹنے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اور نتیجہ کو ثواب یا مثوبۃ کہاجاتا ہے۔ کعبہ کی تعمیر اور حکم تعمیر سے پہلے مقرر کرلیا گیا تھا کہ لوگ اس کو مرکز عبادت بنائیں اس کی طرف رُخ کریں وہاں جمع ہوں اس لئے کعبہ مَثَابَۃً اور جانے رجوع ہوگیا۔ اسی طرح سوت کاتنے کی اصل غرض کپڑا بنانا اور کپڑا حاصل کرنا ہوتی ہے اس لئے کپڑے کو ثَوْبٌ کہتے ہیں اسی طرح نتیجہ عمل کو ثواب (جزاو سزا) کہتے ہیں

اَمْنًا۔ بمعنی باعث یا جائے امن۔ بے خوفی، دلجمعی۔ اس کا عطف مَثَابَةً پر ہے مصدر ہے۔ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔
اِتَّخِذُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ اِفْتِعَالٌ۔ مصدر۔ تم اختیار کرو۔ بنالو۔ اس سے پہلے قُلْنَا مقدرہ ہے
ہم نے کہا۔ ہم نے حکم دیا (یہاں مخاطبین الناس ہیں)
مُصَلًّی۔ ظرفِ مکان۔ تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ صلوٰۃ کی جگہ۔ نماز پڑھنے کی جگہ۔ ترجمہ ہوگا اور ہم نے کہا کہ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز بنالو۔ (یعنی طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھنا)
مقام ابراہیم سے مراد وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ تعمیر کرتے رہے۔ مقام ابراہیم اگرچہ حدود کعبہ میں ایک مختص مقام کا نام ہے لیکن یہاں مراد کعبہ کی ساری حدود ہیں۔
عَهِدْنَا اِلٰی۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ عَهِدَ (باب سَمِعَ) اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کے ساتھ معاہدہ کرنا۔ کوئی شرط عائد کرنا۔ کسی چیز کا کرنا۔ لازم قرار دینا۔ کسی کام کو کسی کے ذمہ لگانا ہے۔
یہاں ترجمہ ہوگا۔ ہم نے ابراہیم و اسمٰعیل علیہ السلام کے ذمہ لگایا۔
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ۔ اَنْ مصدریہ طَهِّرَا امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ تَطْهِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر سے۔ تم دونوں پاک رکھو یعنی معاصی اور ناجائز افعال کے ارتکاب سے میرے گھر کو پاک رکھو۔
بَيْتِيَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول طَهِّرَا کا۔ اور مراد اس سے خانہ کعبہ ہے
لِلطَّآئِفِيْنَ۔ لام حرف جار۔ الطَّآئِفِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ الطَّآئِفُ واحد طَوْفٌ مصدر (باب نَصَرَ) کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ چکر کاٹنے والے۔ پھیرے لینے والے۔ طواف کرنے والے۔ مجازًا وسوسہ اور خطرہ کو بھی طائف کہتے ہیں
یہ مجرور ہے اپنے جار کا۔ طواف کرنے والوں کے لئے۔
وَالْعٰكِفِيْنَ واؤ عاطفہ۔ الْعٰكِفِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ واحد۔ عُكُوْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر ہے جس کے معنی۔ تعظیمًا کسی چیز پر متوجہ ہونا۔ اور اس سے وابستہ رہنا۔ عَاكِفٌ مجاور۔ الگ بیٹھنے والا۔ جم کر بیٹھنے والا اعتکاف کرنے والا۔ اعتکاف شرع میں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنے کو کہتے ہیں۔
اور معتکف وہ شخص ہے جو عبادت کی نیت سے مسجد ہی میں رہے اور باہر نہ نکلے۔ سوائے ضرورت شرعی کے
قرآن مجید میں ہے وانتم عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ۔ (۲:۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔
یا اور جگہ آیا ہے يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ۔ (۷ : ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے ہیں
یا محض روکے رکھنے کے لئے ہے وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا۔ (۴۸ : ۲۸) اور قربانی کے جانور کہ روک دیئے گئے ہیں۔ اس کا عطف الطَّآئِفِيْنَ پر ہے۔
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ واؤ عاطفہ۔ الرُّكَّعِ اسم فاعل جمع مذکر رَاكِعٌ واحد رکوعٌ (باب فتح) مصدر جھکنے والے۔ رکوع کرنے والے۔ رکوع کے اصل معنی انحناء یعنی جھک جانے کے ہیں۔ اور نماز میں خاص

تشکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔
السُّجُوْدِ۔ جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ سجدہ کرنے والے یہ سَجَدَ یَسْجُدُ (باب نَصَرَ) کا مصدر بھی ہے جس کا مطلب۔ سجدہ کرنا۔ سرزمین پر رکھنا۔ فروتنی کرنا ہے۔ کبھی سجود کی تعبیر نماز سے بھی کی جاتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاِدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ (۵۰: ۴۰) اور نماز کے پیچھے۔
وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۔ اور نماز پڑھنے والوں کے لئے۔ ان کا عطف بھی الطَّآئِفِیْنَ پر ہے۔
اَنْ طَهِّرَا ... الخ میں اَنْ مفسرہ بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ عہد بمعنی قول ہے اور یہ عَهِدْ نَا کی تفسیر ہے۔
۲: ۱۲۶۔ وَاِذْ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۲۴۔ اور یاد کرو جب۔
رَبِّ۔ اصل میں یَارَبِّیْ تھا۔ یاحرف ندا محذوف ہے۔ اور ی ضمیر متکلم کو تخفیفاً گرادیا گیا۔ اے میرے رب
اجْعَلْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فَتَحَ) مصدر۔ تو کردے۔ تو بنادے۔ ای صَیِّرْ تو بنادے
هٰذَا۔ یعنی کعبہ اور اس کے ارد گرد کی وادی۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔
رَبَّنَا اِنِّیْ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ۔ (۱۴: ۳۷)
اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد وادی (مکہ) میں جہاں کھیتی نہیں تیرے عزت والے گھر کے پاس
لا بسائی ہے۔ یہ مفعول اول ہے اِجْعَلْ کا۔
بَلَدًا اٰمِنًا۔ بَلَدًا (شہر) مفعول ثانی۔ موصوف۔ اٰمِنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اَمْنٌ سے امن والا
پُرامن۔ صفت۔ یہ سارا جملہ رَبِّ اجْعَلْ ..... الخ معطوف علیہ۔ وَارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرَاتِ
مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یہ جملہ معطوف ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
اَهْلَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اُرْزُقْ کا۔ ہٗ ضمیر کا مرجع بَلَدًا ہے۔ مِنَ الثَّمَرَاتِ
متعلق فعل ہے اور مَنْ اٰمَنَ ..... اَلْیَوْمِ الْاٰخِرِ بدل البعض ہے اَهْلَهٗ
مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ میں مَنْ موصولہ ہے اور باقی جملہ اس کا صلہ
ترجمہ:۔ اور اس شہر کے باشندوں میں سے جو ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر اس کو میووں کی روزی عطا کر۔

قَالَ۔ ای قَالَ اللّٰهُ۔
مَنْ كَفَرَ۔ مَنْ موصولہ اور کَفَرَ فعل اور فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے اپنے موصول کا۔ اور یہ موصول اپنے صلہ سے مل کر مبتدا متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور جو کفر کرے گا۔
فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُمَتِّعُ مضارع واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ کَفَرَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو بھی کچھ نفع پہنچاؤں گا۔ کچھ متاعِ زندگی دوں گا۔

یہ تَمْتِیْعٌ (تفعیلٌ) مصدر سے ہے بمعنی تھوڑا بہت مال واسباب زندگی کے لئے دینا۔
جملہ جواب شرط ہے قَلِیْلاً صفت ہے جس کا موصوف زَمَانًا محذوف ہے۔ ای زمانا قلیلاً۔
تھوڑے عرصہ کے لئے۔ چند دنوں کے لئے۔

اَضْطَرُّہٗ۔ اَضْطَرُّ مضارع واحد متکلم۔ اِضْطِرَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی کو ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ اس مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ وہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو جیسے آیت ہذا میں (پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے مجبور کر دوں گا۔ یعنی مجبورًا دھکیل دونگا (۲) دوسرے یہ کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی پھر دو قسمیں ہیں (ا) کسی ایسے جذبہ کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف نہ ہو۔ مثلاً شراب نوشی یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر ان کا ارتکاب کرے۔

(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت ارتکاب کرے جس کے نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ (۲: ۱۷۳)۔ تحقیق اس نے تم پر مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے حرام کر دیا ہے۔ ہاں جو ناچار ہو جائے (بشرطیکہ خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ اور حد (ضرورت) سے باہر نہ نکل جائے اس پر کچھ گناہ نہیں۔

لفظ ضرورت بھی اسی مادہ ض ر ر سے مشتق ہے۔

بِئْسَ۔ بُرا ہے فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (باب سَمِعَ) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا
اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان صَیْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرارگاہ۔ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ۔ ای وَبِئْسَ الْمَکَانُ الَّذِیْ یَصِیْرُ اِلَیْہِ الْکَافِرُ۔ بُرا ہے وہ مکان (ٹھکانا) جس کی طرف کافر لوٹے گا۔ مراد عذاب دوزخ ہے۔

۲: ۱۲۷۔ یَرْفَعُ۔ مضارع (بمعنی حکایتِ حالِ ماضی یعنی وہ فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) صیغہ واحد مذکر غائب۔ رَفْعٌ۔ باب فتح۔ مصدر سے وہ اٹھا رہا تھا۔ وہ بلند کر رہا تھا۔

اَلْقَوَاعِدُ۔ جمع اس کی واحد دو طرح سے ہے۔
(۱) اَلْقَاعِدَۃُ۔ جس کے معنی بنیاد ہے۔ دیوار کا وہ حصہ جس پر پوری عمارت قائم ہوتی ہے۔ اَلْقَوَاعِدُ بنیادیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں مستعمل ہے۔

اَلْقَاعِدُ۔ وہ عمر رسیدہ عورت جو حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہو۔ یہاں تاء تانیث لانے کی ضرورت نہیں جو صفات عورتوں کے لئے مخصوص ہیں ان میں تاء تانیث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا جو ناء تانیث ذکر کرکے رفع اشتباہ کیا جائے۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے۔ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا (۲۴ : ۶۰) اور بڑی عمر کی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی۔

وَاِسْمٰعِیْلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اسمٰعیل معطوف ہے۔ اس کا عطف اِبْرٰهٖمُ پر ہے

الْبَیْتِ۔ سے مراد کعبہ ہے۔ اور جب ابراہیم اور اسماعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔

رَبَّنَا.... الخ سے قبل عبارت مقدر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ قَآئِلِیْنَ (یہ کہتے ہوئے) رَبَّنَا.... الخ یہ جملہ ابراہیم واسمٰعیل سے حال ہے۔

ترجمہ:۔ جب (حضرت) ابراہیم واسمٰعیل (علیہما السلام) بیت اللہ کی بنیادیں اونچی کر رہے تھے۔ دونوں دعا کئے جاتے تھے (یا کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما۔ تَقَبَّلْ مِنَّا کے بعد طَاعَتَنَا اِیَّاكَ محذوف ہے۔

تَقَبَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو قبول کر۔ تَقَبُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ یہ علت ہے قبول کر لینے کی۔ استدعا کے لئے (کیونکہ) بے شک تو ہی سمیع علیم ہے

۲ : ۱۲۸۔ رَبَّنَا...... اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ یہ دعا ہے جو کہ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا سے شروع ہوئی تھی۔

مُسْلِمَیْنِ۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر مُسْلِمٌ واحد۔ دو فرمانبردار مسلمان۔

مُسْلِمَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث مُسْلِمَاتٌ جمع۔ فرمانبردار مسلمان۔

اور ہماری اولاد (یا نسل) میں سے بھی ایک گروہ اپنا فرمانبردار بناتے رہیو۔

اَرِنَا۔ اَرِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِرَاءَةٌ۔ (افعال) مصدر سے ر ء ی مادہ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔

مَنَاسِكَنَا۔ اسم ظرف مَنْسِكٌ کی جمع مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَرِ کا۔ ہمارے حج اور عبادت کے طریقے۔

نَسْكٌ عبادت۔ پرستش۔ نُسُكٌ قربانی نَاسِكٌ عابد۔ دین کے راہ پر چلنے والا۔ مَنْسِكٌ قربانی کی جگہ۔ دین کا راستہ۔ عبادت کا طریقہ۔ حج کا طریقہ۔

تُبْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَوْبَةٌ۔ (باب نصر) مصدر۔ تو معاف کر۔ تو توبہ قبول کر۔

تَابَ یَتُوْبُ۔ اگر اِلٰی کے صلہ کے ساتھ آئے تو بمعنی بندے کا توبہ کرنا۔ معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا ہے اور جب عَلٰی کے ساتھ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کی توبہ قبول کرنے اور رحم کے ساتھ متوجہ ہونے کے

معنی ہوتے ہیں۔ تُبْ عَلَيْنَا۔ ہمارے حال پر رحم کے ساتھ توجہ فرما۔
التَّوَّابُ۔ بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ کہا جاتا ہے۔ جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے ہوں گے۔ اور جب اللہ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے۔ مسلسل۔ بار بار بندوں کی توبہ قبول کرنے کے ہیں۔

۲ : ۱۲۹۔ اِبْعَثْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھیجنا۔ تو بھیج۔ اسی باب سے بمعنی مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ یا کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانا بھی آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ (۲ : ۵۶) پھر موت آجانے کے بعد ہم نے تم کو از سرنو زندہ کیا۔ یہاں اس آیت میں بمعنی بھیج آیا ہے۔
فِيْهِمْ اور مِنْهُمْ میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع یا اُمَّةً مُّسْلِمَةً ہے یا الذُّرِّيَّة ہے۔ الذریۃ زیادہ مناسب ہے۔
رَسُوْلًا مفعول ہے فعل اِبْعَثْ کا۔ اور يَتْلُوْا۔ يُعَلِّمُهُمْ۔ يُزَكِّيْهِمْ یہ سب رَسُوْلًا کی صفت واقع ہوتے ہیں۔
يَتْلُوْا مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ جو ان کو تیری آیات پڑھ کر سنایا کرے۔
وَيُعَلِّمُهُمْ اور ان کو (کتاب اور دانائی) سکھایا کرے۔
وَيُزَكِّيْهِمْ۔ يُزَكِّيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَزْكِيَةٌ (تفعیل)
اور (ان کے دلوں کو) پاک صاف کیا کرے۔
۲ : ۱۳۰۔ مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے۔
يَرْغَبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روگردانی کرنا۔ منہ پھیرنا۔ اور اِلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی عاجزی وانکساری سے مانگنا۔ التجا کرنا۔
رَغْبٌ (باب سمع) مصدر۔ اول الذکر کی مثال۔ آیۃ ہذا۔ کون روگردانی کرسکتا ہے۔ یعنی کوئی روگردانی نہیں کرسکتا۔ مؤخر الذکر کی مثال۔ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ (۹۴ : ۸) اور اپنے رب کی طرف عاجزی سے متوجہ ہوجایا کرو۔
اِلَّا۔ حرف استثناء مگر۔
مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ۔ مَنْ موصول۔ سَفِهَ۔ فعل ماضی۔ واحد مذکر غائب سَفْهٌ (باب سمع) اس نے بیوقوفی پر آمادہ کیا۔ نَفْسَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول سَفِهَ کا۔ مَنْ سَفِهَ

نَفْسَہٗ جس نے اپنے نفس کو نادانی یا بے وقوفی پر آمادہ کیا۔ یا اپنے آپ کو ذلیل کیا۔ اپنے آپ کو احمق بنایا۔

لَقَدِ۔ لام تاکید اور قَدْ تحقیق کے لئے ہے جب ماضی پر داخل ہو۔

اِصْطَفَیْنٰہُ۔ اِصْطَفَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ بمعنی صاف اور خالص چیز لے لینا۔ جیسے اِخْتِیَارٌ۔ کے معنیٰ بہتر چیز لے لینا۔ اور اِجْتِبَاءٌ کے معنی عمدہ چیز منتخب کرلینا۔ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اِبْرٰاھِیْمَ ہے۔ ہم نے اس کو منتخب کر لیا۔

۲ : ۱۳۱۔ اَسْلِمْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تو حکم برداری کر۔ شریعت میں اسلام کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ایک وہ جس سے انسان کی جان و مال محفوظ ہوجاتے۔ یعنی اسلام کا صرف زبان سے اقرار خواہ دل سے اعتقاد ہو یا نہ ہو۔ اس کا درجہ ایمان سے نیچے ہے۔ اس معنی ہیں قرآن مجید میں آیا ہے۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا ط (۴۹ : ۱۴) کہتے ہیں گنوار کہ ہم ایمان لائے۔ تو کہہ کہ تم ایمان نہیں لائے۔ پر کہو کہ ہم مسلمان ہوئے۔ (۲) دوسرے وہ کہ زبان کے اعتراف کے ساتھ ساتھ دل سے بھی اعتقاد ہو۔ عمل سے پورا کرے۔ اور قضا و قدرِ الٰہی کے آگے سرِ تسلیم خم کردے۔ آیت ہذا (۲ : ۱۳۱) میں یہی اسلام مراد ہے۔

۲ : ۱۳۲) وَوَصّٰی بِھَا۔ وَصّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بآء تعدیہ کے لئے ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع یا ملۃ (۲ : ۱۳۰) ہے یا حضرت ابراہیم کا وہ فعل ہے جو انہوں نے خدا کے حکم اَسْلِمْ کے جواب میں اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہہ کر تعمیل حکم ربانی کی۔ اور اسی دین (ملت) کی اس نے وصیت کی۔ کسی واقعہ کے پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کو وصیت کہتے ہیں۔

بَنِیْہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول وَصّٰی بِھَا کا۔ بَنِیْ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بحالت نصب) (بَنُوْنَ جمع اِبْنٌ کی) تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع ساقط ہوگیا۔ اپنے بیٹوں کو۔

وَیَعْقُوْبُ۔ واؤ عاطفہ۔ یَعْقُوْبُ معطوف ہے اِبْرٰاھِیْمَ پر۔ اور یعقوب نے بھی۔

یعنی جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹوں کو یہی نصیحت کی تھی۔

یٰبَنِیَّ۔ یَا حرف ندا۔ بَنِیَّ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنَ تھا۔ (بَنُوْنَ کی حالت نصب۔ کیونکہ یہ مضاف ہے اور اگر منادیٰ مضاف ہو تو منصوب ہوتا ہے) یائے متکلم کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے نون جمع ساقط ہوگیا۔ اور اب دو یاء جمع ہوئیں۔ یاء کو یاء میں

مدغم کیا۔ بَنِیَّ ہو گیا۔ اے میرے بیٹو۔
اِصْطَفٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے چن لیا۔ نیز ملاحظہ ہو۔
(۲ : ۱۳۰) اِصْطَفَیْنٰہُ کے محاذ۔
الدِّیْنَ سے مراد دین اسلام ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُؕ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہی ہے۔
لَا تَمُوْتُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تاکید بانون ثقیلہ۔ تم نہ مرو موت سے
وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے فَلَا تَمُوْتُنَّ سے۔ سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو
۲ : ۱۳۳۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ یہاں اضراب کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور اس معنی کے ساتھ ساتھ استفہام انکاری کے معنی کو بھی شامل ہے۔ مطلب یہ کہ حقیقت یہ نہیں ہے جو تم کہتے ہو:۔ ما مات بنی الاعلی الیہودیۃ وغیرہ۔ بلکہ حقیقت تو وہ ہے جو آگے بیان ہو رہی ہے اور تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے جب حضرت یعقوب علیہ السلام کو موت آ پہنچی۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۸ : ۹)
شُھَدَاءَ۔ شَھِیْدٌ کی جمع ہے۔ شہید شرع میں وہ شخص ہے۔ جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو شَھِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ یعنی۔ شَاھِدٌ۔ مشاہدہ کرنے والا۔ گواہ۔ وہ شخص جو جائے وقوعہ پر موجود ہو اور مشاہدہ کرنے والا ہو۔ شُھَدَاءُ۔ اس کی جمع۔ موقعہ پر موجود لوگ۔ موقعہ مشاہدہ کرنے والے لوگ۔ گواہ (جمع) اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ۔ کیا تم موجود تھے۔ (استفہام انکاری ہے یعنی تم اس وقت موجود نہ تھے۔
اِذْ حَضَرَ۔ میں اِذْ ظرف زمان ہے۔ جب حاضر آ ہوئی۔ جب قریب آ گئی۔
اِذْ قَالَ۔ اِذْ حَضَرَ سے بدل ہے۔ جس وقت (اس نے) کہا۔ یا جس وقت اس نے پوچھا۔
مَا تَعْبُدُوْنَ مَا بمعنی مَنْ استفہامیہ ہے۔ تم کس کی عبادت کرو گے؟
اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ۔ بدل ہے اٰبَآءِ سے یعنی آپ کے بزرگ اجداد ابراہیم و اسماعیل و اسحق (علیہم السلام)
اِلٰھًا وَّاحِدًا۔ موصوف و صفت مل کر بدل ہے۔ اِلٰھَكَ اور اِلٰہَ اٰبَآئِكَ میں اِلٰہَ کا۔
وَنَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ اور ہم اسی کے فرمانبردار رہیں گے۔ یہ جملہ حال ہے فاعل نَعْبُدُ سے۔ یا یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ سابقہ نَعْبُدُ اِلٰھَكَ ۔۔۔۔ الخ پر ہے۔
۲ : ۱۳۴۔ تِلْكَ اُمَّۃٌ۔ اسم اشارہ لبعید واحد مؤنث۔ اس کا اشارہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد کی طرف ہے۔ اُمَّۃٌ۔ جماعت۔ اُمت۔ ہر وہ جماعت جس میں کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو

اسے امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت پر ہو یا جغرافیائی یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔
اَمَّ یَئُمُّ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ ہے قصد کرنا۔ اُمَّۃٌ بمعنی مقصود ہوا۔ جماعت کو امت اس لئے کہنے لگے۔ کہ جس طرف جماعت ہوتی ہے لوگ اسی کا قصد کرتے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۲:۱۲۴۔ لفظ اِمَامًا کے محاذ۔

کَسَبَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے کمایا۔ اچھا یا بُرا کوئی کام کیا۔

لَهَا۔ لَکُمْ۔ میں لام منفعت کے لئے ہے یعنی اس اچھے یا بُرے کام کی جزا و سزا اس کے کرنے والے کے لئے ہے۔

لَا تُسْئَلُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر، تم سوال نہیں کئے جاؤ گے۔ تم سے سوال نہیں ہوگا۔ تم سے پوچھ گچھ نہیں کی جائے گی۔

عَمَّا۔ مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔

کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ہے مَا موصول کا۔

۲: ۱۳۵۔ قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب۔ اہل کتاب کے لئے ہے۔ یہودی۔ نصاریٰ۔

کُوْنُوْا۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر، کَوْنٌ مصدر۔ باب نَصَرَ۔ مصدر تم ہو جاؤ۔

تَهْتَدُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے تو ہدایت پاؤ گے۔ راہ راست پر آجاؤ گے۔

قُلْ۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کو کہہ دیجئے۔

بَلْ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا

بَلْ۔ بلکہ۔ مِلَّۃَ۔ دین۔ مذہب۔ مضاف۔ اِبْرَاهِیْمَ مضاف الیہ۔ حَنِیْفًا۔ حال۔ مضاف الیہ۔ اِبْرَاهِیْمَ کا۔ حَنِیْفٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہِ حق پکڑے اور باقی سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔ المفردات میں ہے۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس کے مقابل جَنَفٌ ہے جس کے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جملہ کی تقدیر یوں ہے بَلْ نَتَّبِعُ مِلَّةَ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا یہ نہیں جیسا تم کہتے ہو، بلکہ ہم اختیار کئے ہوئے ہیں دین ابراہیم جو تمام باطل راہیں چھوڑ کر ایک راہِ حق پر جمے ہوئے تھے۔

بَلْ۔ بَلْ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر اس کے بعد کوئی مفرد کلمہ آئے تو اس واسطے یہ بطور حرفِ عطف استعمال ہوگا۔ قرآن مجید میں

یہ اس طرح استعمال نہیں ہوا۔

(۲) جب اس کے بعد کوئی جملہ آئے تو یہ حرف اضراب ہے (لفظی معنی روگردانی کرنا) اس صورت میں یہ ماقبل سے اعراض کے لئے آتا ہے اور تدارک یعنی اصلاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تدارک کی دو صورتیں ہیں ۔

(ا) ایک تو یہ کہ مابعد ماقبل کا مناقض (متضاد) ہو لیکن اس صورت میں کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ مابعد کے حکم کی تصحیح سے ماقبل کا ابطال مقصود ہوتا ہے جیسے اِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا قَالَ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ (۸۳-۱۳-۱۴) جب ہماری آیات اس کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ اگلوں کی کہانیاں ہیں (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ انہوں نے جو برائیاں کمائی ہیں اس سے ان کے دلوں پر زنگ لگ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں نہیں ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ ان کے دل زنگ آلود ہیں۔ یہاں ان کے دلوں کی زنگ آلودگی کی تصحیح سے ان کے اس قول کا ابطال ہوا کہ قرآن مجید اگلوں کی کہانیاں ہے ۔

(۲) اور کبھی مابعد کا ابطال اور ماقبل کی تصحیح مقصود ہوتی ہے ۔ جیسے کہ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَكْرَمَنِ ؕ وَاَمَّاۤ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَیَقُوْلُ رَبِّیْۤ اَهَانَنِ ۚ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْیَتِیْمَ ۙ (۸۹-۱۵-۱۷) پس آدمی (کا حال یہ ہے) کہ جب اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے اور اس کو عزت اور نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے عزت بخشی ۔ اور جب اس کو وہ (دوسری طرح) آزماتا ہے کہ اس پر رزق تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے پروردگار نے مجھے ذلیل کیا ۔ (ایسا) ہرگز نہیں بلکہ تم لوگ یتیم کی خاطر نہیں کرتے ....

تا آیت ۲۰۔ مطلب یہ ہے کہ رزق کی فراخی یا تنگی دربار الٰہی میں اکرام یا اہانت کی دلیل نہیں بلکہ یہ پروردگار کی طرف سے آزمائش ہے مگر یہ لوگ اس حقیقت سے بے خبر ہیں ۔ اور مال کو بیجا خرچ کر رہے ہیں۔

پس یہ مال کا بے جا صرف ۔ یتیم و مسکین کی حق تلفی اور مال وجاہ کی بے جا حرص ۔ یہ اسباب ذلت و اہانت ہیں ۔ روزی کی تنگی یا کشائش بذاتہٖ اہانت و ذلت و عزت نہیں ۔

یہاں دوسرے امر کا ابطال منظور ہے ۔ اور اول کی تصحیح یعنی آزمائش کا اثبات کیا جا رہا ہے ۔ اور روزی کی تنگی یا کشائش کی بنا پر عزت و اہانت کا ابطال ہو رہا ہے ۔

(ب) دوسرے یہ کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے مثلاً اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ۔(۷-۱۷۹) وہ حیوانوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ۔

یا۔ بَلْ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ (۲۱: ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ (یہ

نزآن) پریشان (باتیں ہیں جو) خواب (میں دیکھ لی) ہیں (نہیں) بلکہ اس نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے۔ (نہیں) بلکہ وہ شاعر ہے۔ (اور یہ قرآن اس کے شاعرانہ خیالات کا نتیجہ ہے)

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں۔ پھر مزید اسے افترا بتلاتے ہیں۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

قرآن حکیم میں بَلْ جہاں بھی آیا ہے انہی دونوں (ا۔ ب) معنی میں سے کسی ایک معنی میں استعمال ہوا ہے

۲:۱۳۶۔ اس آیت میں جہاں بھی مَا آیا ہے وہ موصولہ ہے۔

قُوْلُوْٓا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کہو۔ ای قولوا ایھا المؤمنون لھؤلاء الیھود والنصاریٰ ای مؤمنو۔ ان یہود و نصاریٰ سے کہہ دو

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا۔ اور جو نازل کیا گیا ہماری طرف یعنی قرآن۔

الْاَسْبَاطِ۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ سِبْط کی جمع ہے جس کے معنی پوتے نواسے دونوں کے آتے ہیں۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ ہوتا ہے۔ جب اسباطِ یہود یا اسباطِ بنی اسرائیل کہا جائے۔ تو اس سے مراد قبیلہ ہوتا ہے جو ایک دادا کی اولاد ہو۔

اُوْتِيَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیا گیا۔ اسے دیا گیا۔

بَيْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جُدائی۔ ملاپ۔ دو چیزوں کے درمیان اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔ جیسے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (۱۸-۳۲) اور ہم نے رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی۔

بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے جیسے بَيْنَ الْبَلَدَيْنِ دو شہروں کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ دو آدمیوں کے درمیان اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں اور وہاں بَيْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ مثلاً فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (۲۰:۵۸) پس ہمارے اور تیرے درمیان وعدہ ٹھہرا لے اور جب بَيْنَ کی اضافت اَيْدِي (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (۷:۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔

بَيْنَ اَحَدٍ۔ اگرچہ بَيْنَ ہمیشہ غیر واحد کی طرف مضاف ہوتا ہے لیکن چونکہ یہاں اَحَدٍ بمعنی فریق آیا ہے اس لئے بَيْنَ کی اضافت اَحَدٍ کی طرف درست ہے۔

نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ہ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔

۲:۱۳۷۔ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ۔ میں فَاِنْ شرطیہ ہے۔ اٰمَنُوْا فعل بافاعل بِمِثْلِ میں بِ زائدہ اور تاکید کے لئے ہے۔ مِثْلِ صفت ہے مصدر محذوف کی۔ اور مَا مصدریہ ہے تقدیر

کلام یوں ہے۔ اِنْ اٰمَنُوْا اِیْمَانًا مِثْلَ اِیْمَانِکُمْ اگر وہ تمہارے ایمان کی طرح ایمان لے آویں۔ یہ ہوسکتا ہے کہ لفظ مِثْلَ زائد ہو جیسا کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (۴۲-۱۱) اس جیسی کوئی شی نہیں۔ آیت ۰ کَ زائد ہے۔ جس سے مراد قرآن اور نبی ہے۔ اور بِہٖ کی ضمیر اس کی طرف راجع ہے۔ تقدیر ۰ اِنْ اٰمَنُوْا بِمَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ یعنی جس چیز پر تم ایمان لائے ہو اگر اس پر یہ لوگ بھی ایمان لائیں تو راہ پالیں

یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَقَدِ اھْتَدَوْا جوابِ شرط۔ ترجمہ ہوگا: تو یہ بھی ہدایت یاب ہوجا ئیں

وَاِنْ تَوَلَّوْا۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ ا نے پشت پھیری۔ انہوں نے منہ موڑا۔ فعل با فاعل جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جزائیہ ہے۔

= فَاِنَّمَا۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اِنَّمَا کلمہ حصر ہے ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ جملہ اسمیہ ہوکر جزاء اپنی شرط

= شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ مقابلہ

اَلشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں شَقَقْتُ بِنِصْفَیْنِ۔ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰: ۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّ انْشَقَّتْ (۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ اَلشِّقَاقُ وَالْمُشَاقَّۃُ (باب مفاعلۃ) مخالفت کر عداوت رکھنا۔ فَاِنَّمَا ھُمْ فِیْ شِقَاقٍ۔ تو (سمجھ لو کہ) وہ تمہارے مخالف ہیں۔

= فَسَیَکْفِیْکَھُمُ اللّٰہُ۔ ف عاطفہ ہے سَ مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے میں کر دیتا ہے۔ سوف استقبال کے لئے ہے۔ یَکْفِیْ مضارع واحد مذکر غائب کِفَایَۃٌ (باب ضرب) مص سے۔ وہ کافی ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول یَکْفِیْ کا ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی اَللّٰہُ فاعل فعل یَکْفِیْ کا۔ تمہارے لئے ان سے اللہ کافی ہے یعنی تمہاری طرف سے اللہ اُن سے نمٹ لیگا۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری پشت پناہی کرے گا۔

= اَلسَّمِیْعُ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اسماء حسنٰی میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= اَلْعَلِیْمُ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔ خوب جاننے والا۔ قرآن مجی میں اس کا بیشتر استعمال خدا تعالیٰ کی صفت میں ہی ہوا ہے۔ کیونکہ اصل علم اُسی ہی کا ہے۔

= صِبْغَۃَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا رنگ۔ صِبْغَۃَ اسم مصدر ہے۔ رنگ کی ہیئت اور کیفیت کو صبغۃ کہتے ہیں۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) یہ اٰمَنَّا (آیت ۱۳۶ متذکرہ بالا) کا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے اور صبغۃ اللہ سے اللہ کا دین مراد لیا ہے۔ اور ہم ایمان لائے اللہ کے دین پر۔

(۲) یہ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ سے بدل ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے ملت ابراہیم سے مراد اللہ کا دین لیا ہے
(۳) اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ مثلاً تقدیر کلام ہے (آ) عَلَیْکُمْ صِبْغَۃَ اللّٰہِ اللہ کے رنگ کو اپنے اوپر لازم پکڑو۔
(ۤ) صَبَّغَنَا اللّٰہُ صِبْغَتَہٗ۔ اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا۔ مصدر کو تاکید کے لئے بطور مفعول مطلق لایا گیا ہے۔
(۴) بعض نے کہا ہے کہ صبغۃ اللہ سے ختنہ مراد ہے۔ کیونکہ اس سے مختون خون آلود ہوجاتا ہے۔
(۵) تفہیم القرآن میں ہے کہ مسیحیت کے ظہور سے پہلے یہودیوں کے ہاں یہ رسم تھی کہ جو شخص ان کے مذہب میں داخل ہوتا تو اسے غسل دیتے تھے اور اس غسل کے معنی ان کے ہاں یہ تھے کہ گویا اس کے گناہ دھل گئے اور اس نے زندگی کا ایک نیا رنگ اختیار کر لیا۔ یہی چیز بعد میں مسیحیوں نے اختیار کر لی۔ اس کا اصطلاحی نام ان کے ہاں اصطباغ (بپتسمہ) ہے …… اسی کے متعلق قرآن کہتا ہے کہ اس رسمی اصطباغ میں کیا رکھا ہے اللہ کا رنگ اختیار کرو۔ جو کسی پانی سے نہیں چڑھتا بلکہ اس کی بندگی کا طریقہ اختیار کرنے سے چڑھتا ہے۔
وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً ط اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہو سکتا ہے؟ مَنْ استفہامیہ ہے اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ ضمیر اس میں ھُوَ راجع طرف مَنْ کے ہے جو ممیز ہے اور صِبْغَۃً تمیز۔ (اور بدیں وجہ یہ منصوب ہے)
وَنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے۔ لَہٗ میں ضمیر ہٗ اللہ کی طرف راجع ہے عٰبِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عبادت کرنے والے۔ بندگی کرنے والے۔
(۲: ۱۳۹) اَتُحَآجُّوْنَنَا۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ تُحَآجُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَاجَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر ہے۔ جس کے معنی دوسرے سے حجت کرنے کے۔ یا جھگڑنے کے ہیں نَا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تم ہم سے (اللہ) کے دین کی بابت جھگڑتے ہو۔
فِی اللّٰہِ۔ ای فی دِیْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے دین کی بابت۔ اس کے متعلق یا اس کے بارہ میں
مُخْلِصُوْنَ۔ اِخْلَاصٌ (اِفْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اخلاص کے معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک کر دینا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے پاک وصاف اور خالی ہونا ہے۔ یعنی ہم خدا کی اطاعت یا بندگی خالص کرنے والے ہیں۔ ہماری عبادت محض خدا تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہیں ہے۔
قُلْ۔ جملہ فعلیہ انشائیہ ہو کر قول ہے۔ اور باقی آیت لغایت وَنَحْنُ لَہٗ مُخْلِصُوْنَ اس کا مقولہ ہے اَللّٰہُ۔ ذوالحال ہے۔ وَھُوَ رَبُّنَا وَرَبُّکُمْ۔ حال اول۔ اور وَلَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ حال ثانی

اور نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ۔ حال ثالث ہے ذوالحال کا۔ یا یہ تینوں جملے تُحَآجُّوْنَنَا کے نَا سے حال ہیں
یعنی تمہارا اللہ (یا اللہ کے دین کی بابت) محاجہ (بحث جھگڑا) بے بنیاد ہے اور ناقابل قبول۔ دین کی
بابت ہم تم سے زیادہ مخلص اور فرمانبردار ہیں۔

۲ : ۱۴۰۔ اَمْ۔ معادلة للهمزة ہے (یعنی ہمزہ استفہام انکاری جو اوپر اَتُحَآجُّوْنَنَا میں آیا ہے اسی
معنی میں یہ آیا ہے) (ای وقل یا محمد) اَمْ تَقُوْلُوْنَ ...... کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل
اور اسحق اور یعقوب (علیہم السلام) اور اسباط یہودی یا نصرانی تھے؟

تمہارا یہ کہنا بھی بے بنیاد اور ناقابل تسلیم اور افتراء ہے کیونکہ یہودیت اور نصرانیت تو ان حضرات علیہم السلام
کے بعد کی بات ہے انما حدثت الیھودیة والنصرانیة لعدھم و ثبت کذبکم یا معشر الیھود
والنصٰری علیٰ ابراھیم وَ بَنِیْہِ۔

مقصود یہ ہے کہ تمہاری یہ دونوں باتیں محاجة فی دین اللہ وقولکم کانوا ابراھیم ۔ ۔ ۔ الخ
ھُوْدًا او نصارٰی بالکل غلط ہیں۔

قُلْ (ای قل یا محمد) تو کہہ (زجر و توبیخ کے پیرایہ میں آیا ہے۔

اَمْ۔ یہاں متصلہ ہے ای ایکما اعلم (تم میں سے کون بہتر جانتا ہے) استفہام انکاری ہے۔ ای لستم
اعلم بحال ابراھیم علیہ السلام فی باب الدین بل اللہ تعالیٰ اعلم بذٰلک دین کی بابت ابراہیم
علیہ السلام کے حال کو تم بہتر نہیں جانتے بلکہ خداوند تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَا کَانَ
اِبْرٰھِیْمُ یَھُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّ لٰکِنْ کَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا ط (۳ : ۶۷) ابراہیم (علیہ السلام) نہ تو
یہودی تھے اور نہ عیسائی بلکہ سب سے بے تعلق ہو کر ایک (خدا) کے ہو رہے تھے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ استفہامیہ اَظْلَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور کون زیادہ ظالم ہے
مِمَّنْ۔ مِنْ۔ حرف جار۔ اور مَنْ اسم موصول سے مرکب ہے کَتَمَ شَھَادَةً۔ کَتَمَ فعل بافاعل۔
شَھَادَةً مفعول۔ عِنْدَہٗ۔ مِنَ اللہِ۔ دونوں شَھَادَةً کی صفت ہیں۔ جو چھپاتا ہے اس شہادت
کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس ہے۔ کَتَمَ شَھَادَةً عِنْدَہٗ مِنَ اللہِ۔ صلہ ہے اپنے موصول کا
موصول اپنے صلہ سے مل کر مجرور ہے اپنے جار مِنْ کا۔

یہ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ اور اللہ کی جانب سے
شہادت کیا تھی؟ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ خدا کی کتاب جو ان کے پاس آئی تھی۔ اس میں انہوں نے پڑھا
کہ حقیقی دین اسلام ہے اور محمد علیہ الصلوٰة والسلام اللہ کے سچے رسول ہیں۔ ابراہیم۔ اسمٰعیل، اسحٰق
اور یعقوب علیہم السلام یہودیت و نصرانیت سے الگ تھے۔ لیکن پھر بھی نہ مانا اور اتنا ہی نہیں بلکہ

اس بات کو چھپا بھی رکھا۔

۲ : ۱۴۱۔ تِلْكَ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ اُمَّةٌ۔ اُمّت۔ یہ ایک امت تھی۔

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ وہ گذر گئی۔ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ ایک امت تھی جو گذر گئی۔

یہاں امت سے مراد حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ۔ ملاحظہ ہو۔ آیت ۲ : ۱۳۴۔ متذکرۃ الصدر۔ اس مضمون کو بیان مبالغہ کے لئے مکرر بیان فرمایا۔ تاکہ اپنے آباؤاجداد کے بھروسے پر نہ رہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلے مضمون میں تو خطاب اہل کتاب کو تھا اور اس میں ہم کو ہے کہ مبادا مسلمان ان کا اقتدار کرنے لگیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ پہلی آیت سے انبیاء علیہم السلام مراد ہیں اور دوسری سے یہود اور نصاریٰ کے آباء واجداد مراد ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔

پارہ سَیَقُولُ

(٢)

سُورَةُ الْبَقَرَة

۲:۱۴۲ سَیَقُوْلُ : مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے یَقُوْلُ واحد مذکر غائب قَوْلٌ مصدر باب نَصَرَ) سے وہ کہتا ہے۔ وہ کہیگا یہاں بمعنی جمع مذکر غائب آیا ہے یعنی السفہاء (سفیہ لوگ) کہیں گے

السُّفَهَآءُ۔ سَفِیْهٌ کی جمع۔ بے وقوف، کم عقل لوگ، احمق۔ یہاں مراد یہود اور مشرکین ہیں۔

مَاوَلّٰهُمْ۔ مَا استفہامیہ ہے۔ وَلّٰهُمْ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَوَلِّیَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی موڑنا پھیرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کس نے موڑا ان کو، کس نے پھیر دیا ان کو (یہ سوالیہ انداز بطور تحقیق نہیں بلکہ بطور تعریض وطنز ہے)

قِبْلَتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا قبلہ۔ قبلہ اصل میں کسی شے کے سامنے ہونے کی حالت اور ہیئت کو کہتے ہیں۔ جیسے جِلْسَةٌ بیٹھنے کی حالت کو بولتے ہیں، پھر بطور نقل کے اس مکان کو کہنے لگے جس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے ہیں۔

۲:۱۴۳ كَذٰلِكَ۔ اسی طرح۔ ایسے ہی۔ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذَا۔ اسم اشارہ واحد مذکر۔ لَ علامت اشارہ بعید۔ کاف آخر، حرف خطاب واحد مذکر حاضر کے لئے۔ اور واحد مؤنث حاضر کے لئے كَذٰلِكِ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُمْ۔ اور جمع مذکر حاضر کے لئے كَذٰلِكُنَّ۔ اس کا مشبہ بہ۔

(۱) یا ارشاد باری تعالیٰ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا (۲ : ۱۳۰) ہے یا قولہ تعالیٰ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ آیت ماقبل (۲: ۱۴۲) ہے۔ اور یہ معطوف ہے ہر دو کا۔ (۳) یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تمہارے لئے ایسا قبلہ مقرر کر رکھا ہے۔ جو مشرق اور مغرب کے درمیان وسط میں ہے۔ اسی طرح تم کو اُمَّةً وَّسَطًا بنایا۔ جو افراط و تفریط سے مبرا ہے نہ نصاریٰ جیسی افراط۔ کہ عیسیٰ کو خدا بنا دیا نہ یہودیوں جیسی تفریط کہ دین میں تحریف اور تبدیلی کر ڈالی۔ (خازن)

وَسَطًا صیغہ صفت وَسَطٌ مصدر (باب ضرب) ٹھیک درمیانی۔ برگزیدہ۔ عادل۔ (مدارک وبیضاوی) وَسِیْطٌ۔ وہ آدمی جو نسبی اعتبار سے درمیانہ اور مرتبے کے لحاظ سے بہت بڑا ہو (اَوْسَطُهُمْ نَسَبًا وارفعهم مجدًا) ـــــ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں کہ: وَسَط۔ کا لفظ قابل غور ہے اس کا معنی ہے درمیان ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے انسان کی زندگی کا درمیانی عرصہ (عہد شباب) اس کی زندگی کا بہترین وقت ہے۔ دن کے درمیانی حصہ دوپہر میں روشنی اپنے نقطۂ عروج پر ہوتی ہے۔ اسی طرح اخلاق میں میانہ روی قابل تعریف ہوتی ہے افراط وتفریط دونوں پہلو مذموم، بخل اور فضول خرچی کی درمیانی حالت کو سخاوت، بزدلی اور طیش کی درمیانی حالت کو شجاعت کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اس عظیم المرتبت خطاب سے سرفراز فرمایا۔ ان کے عقائد۔ ان کی شریعت، ان کے

نظام اخلاق ۔ سیاست اور اقتصاد میں افراط و تفریط کا گذر نہیں ۔ یہاں اعتدال ہے توازن ہے ۔ موزونیت ہے ۔ لِتَكُوْنُوْا ۔ لام تعلیل ہے تَكُوْنُوْا ۔ فعل مضارع منصوب (بوجہ اَنْ مقدرہ بعض کے نزدیک لام تعلیل بذاتِ خود ہی ناصب ہے) جمع مذکر حاضر ، نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہو گیا ہے ۔ تاکہ تم ہو بن جاؤ ۔ لِتَكُوْنُوْا ..... الاٰیۃ ۔ امت محمدیہ کے وسط بنانے کی علت ہے ۔

شُهَدَاءَ ۔ شَهِيْدٌ کی جمع ہے جو مبالغہ کے لئے ہے ۔ جیسے عَلِيْمٌ کی جمع عُلَمَاءُ ہے ۔ شُهَدَاءُ بوجہ الف التانیث غیر منصرف ہے ۔ يَكُوْنُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب ۔ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ۔ اور تاکہ رسول تم پر گواہ ہو ۔

مَا جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم بمعنی صَيَّرْنَا ۔ ہم نے بنایا ۔ مَا نافیہ ہے ۔ اب معنی ہوں گے ہم نے نہیں بنایا اَلْقِبْلَةَ ۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا ۔ اور الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَا موصول وصلہ مل کر صفت ہے اَلْقِبْلَةَ کی ۔ لِنَعْلَمَ ۔ لام تعلیل کا ۔ نَعْلَمَ مضارع منصوب جمع متکلم ۔ کہ ہم کو معلوم ہو جائے ۔ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِيْ ہے ۔ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مفعول اول ہے نَعْلَمَ کا ۔

مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ۔ مِمَّنْ ۔ مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے ۔ يَنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ صلہ اپنے موصول کا ۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی نَعْلَمَ کا ۔ معنی یہ ہوں گے تاکہ ہم اس شخص کو جو رسول کی پیروی کرتا ہے جُدا جان لیں اس شخص سے جو اُلٹے پاؤں پھرے ۔ يَنْقَلِبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِنْقِلَابٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر سے وہ لوٹتا ہے وہ لوٹے گا ۔ وہ پھرتا ہے وہ پھرے گا ۔

عَقِبَيْهِ ۔ مضاف مضاف الیہ عَقِبَيْهِ اصل میں عَقِبَيْنَ تھا ۔ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت گر گیا ۔ عَقِبٌ بمعنی ایڑی ۔ اِنْقَلَبَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وہ اپنے پاؤں پر (یا ایڑیوں پر) الٹا پھر گیا ۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو اس تبدیلی کعبہ پر شک و تردد کا شکار ہو کر مرتد ہو گئے ۔

وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً ۔ واوٗ عاطفہ ۔ اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے اس کا اسم محذوف ہے ای اِنَّهَا هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو وہ مفہوم ہے جو کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ میں ہے یا یہ ضمیر قبلہ یا تبدیل و تحویل کی طرف راجع ہے ۔ لام فاصلہ یا فارقہ ہے اور اِنْ مخففہ اور اِنْ نافیہ میں فرق کرنے کے لئے آیا ہے اِنْ یہاں حرف تحقیق و تاکید ہے اِنْ كَانَتْ ، قَدْ كَانَتْ ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۔ (۱۵-۷۸) تحقیق اصحاب الایکہ ظالم تھے ۔ كَبِيْرَةً صفت مشبہ واحد مؤنث منصوب ۔ تانیث كَانَتْ کے مؤنث ہونے کی وجہ اسم محذوف

(ای تولیۃ الکعبۃ ۔ تحویلۃ الکعبۃ) کے مؤنث ہونے کی وجہ سے ہے اور نصب بوجہ کَانَتْ کی خبر ہونے کے کبیرۃً بمعنی شاقۃً ۔ شاق گراں ۔ سخت ۔ ناگوار ۔ مقدار میں بڑا ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً ۔ (۹: ۱۲۱) وہ جو خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت (وہ ان کے نامہ اعمال میں لکھ لیا جاتا ہے)

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۔ ای وما کان اللہ مریدًا لان یضیع ایمانکم ۔ مریدًا خبر کان محذوف ہے لام کے بعد اَنْ مقدرہ ہے لان یضیع ایمانکم جملہ متعلق خبر ہے يُضِيْعَ فعل بوجہ عمل اَنْ مقدرہ منصوب ہے ۔ ترجمہ ہوگا ۔ اور اللہ نہیں چاہتا کہ تمہارے ایمان کو ضائع کر دے ۔ یہاں ایمان سے مراد الصلوٰۃ (نماز) ہے ۔ اور مراد اہل ایمان کی وہ نمازیں ہیں جو وہ تحویل قبلہ سے قبل بیت المقدس کی طرف منہ کر کے پڑھتے رہے تھے ۔ تفسیر مظہری میں ہے کہ صحیحین میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ تحویل قبلہ سے پہلے بہت سے آدمی مر گئے اور شہید ہو گئے تھے ہم کو کچھ علم نہ تھا کہ ان کے بارہ میں کیا کہیں (آیا ان کی نمازیں پڑھی ہوئی اکارت گئیں یا انہیں ثواب ملے گا) اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ لام برائے تحقیق و تاکید ہے رَءُوْفٌ رَأْفَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ امام خطابی نے رأفت و رحمت کا فرق بیان کیا ہے کہ رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریبًا نہیں ہوتی ۔

۲: ۱۴۴ قَدْ نَرٰى ۔ ہم دیکھ رہے ہیں ۔ قَدْ جب مضارع پر داخل ہو تو علاوہ دیگر معانی کے تکثیر کے معنی بھی دیتا ہے ۔ آیہ ہذا میں صاحب کشاف نے قَدْ نَرٰى کے معانی رُبَمَا نَرٰى ہم اکثر دیکھتے ہیں لکھا ہے ۔

نَرٰى ۔ رؤیۃ (باب فتح) سے ۔ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے ۔ ہم دیکھتے ہیں ۔

تَقَلُّبَ ۔ تَفَعُّلٌ کے وزن پر مصدر ہے ۔ پھر پھر جانا ۔ پھرنا ۔ مضاف ہے ۔ وَجْهِكَ مضاف، مضاف الیہ مل کر تَقَلُّبَ کا مضاف الیہ ہے ۔ تمہارے منہ کا بار بار پھرنا ۔ آپ کے منہ کا پھر پھر جانا ۔ فِی السَّمَآءِ متعلق تَقَلُّبَ کے ۔ جملہ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۔ مفعول ہے قَدْ نَرٰى کا ۔

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ ۔ فاء سببیہ ہے ۔ ماقبل مابعد کا سبب ہے یعنی بسبب آپ کے بار بار آسمان کی طرف منہ اٹھانے کے (برائے تحویل قبلہ) ہم ضرور پھیر دیں گے ۔ لام تاکید کا ہے اور نُوَلِّيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ بصیغہ جمع متکلم ہے ۔ تَوْلِيَةً (تفعیل) سے مصدر ۔ كَ ضمیر مفعول اول ہم آپ کو ضرور پھیر دیں گے قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔ قِبْلَةً موصوف ۔ تَرْضٰىهَا جملہ فعلیہ ہو کر صفت ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قِبْلَةً کے لئے ہے

فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۔ تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں ۔

فَوَلِّ ۔ فاء تفریع الامر (معاملہ کی پیش رفت) کے لئے ہے وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے!
تَوْلِیَۃ (تفعیل) مصدر سے ۔ تو (اب) تو پھیر لے
شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط المسجد الحرام موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ شَطْرَ ۔ طرف سمت جہت ۔ مسجد حرام کی طرف ۔مسجد حرام اس واسطے کہ اس میں قتال و شکار کرنا حرام ہے ۔
شَطْرَ کے منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں
(۱) یہ منصوب بنزع خافض ہے ۔یعنی اصل میں اِلٰی شَطْرِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ تھا ۔ اِلٰی حرف جر کو حذف کر کے شَطْرَ کو منصوب کر دیا (ایسے منصوب کو منصوب بنزع خافض کہتے ہیں) نَزَعَ الشَّیْءَ مِنْ مَکَانِہٖ کسی شے کو اپنی جگہ سے اکھیڑ دینا ۔ اور خَفَضَ الْکَلِمَۃَ ۔ کلمہ کو زیر دینا الخافض زیر دینے والا حرف ۔ نَزْعُ الْخَافِضْ زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا ۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۶ : ۶۸ ۔
(۲) شَطْرَ بوجہ ظرف ہونے کے منصوب ہے ۔
حَیْثُ ۔ جہاں ۔جس جگہ ۔ ظرف مکان ہے ۔حَیْثُمَا ۔ جہاں کہیں ۔شَطْرَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔اس کی طرف یعنی مسجد حرام کی طرف ۔
فائدہ ۔ بظاہر مناسب یہ تھا کہ بجائے مسجد حرام کے کعبہ فرماتے ۔کیونکہ قبلہ تو کعبہ ہی ہے ۔لیکن مسجد حرام اس لئے فرمایا کہ اس طرف اشارہ ہو جائے کہ جو کعبہ سے دور ہو اس پر جہت کعبہ کا استقبال واجب ہے عین کعبہ کا نہیں
اَلَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ (وہ لوگ جن کو کتاب دی گئی) سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں ۔
اَنَّہٗ ۔ تحقیق وہ ۔ بیشک وہ ۔ ہٗ سے مراد تحویل قبلہ ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب خوب جانتے ہیں کہ یہ تحویل قبلہ حق ہے کیونکہ تورات میں موجود ہے کہ نبی آخرالزماں دو قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے اب بوجہ عناد وحسد کے انکار کرتے ہیں
۲ : ۱۴۵ ۔وَلَئِنْ ۔ واؤ حرف عطف ، جملہ کا عطف وَاِنَّ الَّذِیْنَ پر ہے لام تمہید قسم کا ہے اَلْمُوْطِئَۃُ لِلْقَسَمِ اور مَا تَبِعُوْا قِبْلَتَکَ جواب قسم قائم مقام جواب شرط ہے اِنْ حرف شرط ہے (اور اگر آپ لے ہی آئیں تمام دلائل ان لوگوں کے پاس جن کو کتاب ملی ہے تو وہ پیروی نہیں کریں گے آپ کے قبلہ کی ۔
وَمَا بَعْضُھُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَۃَ بَعْضٍ ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔۔ اور نہ ان میں سے بعض دوسروں کے قبلہ کی پیروی کرنے والے ہیں ۔ اس وقت یہود و نصاریٰ میں خود قبلہ کے متعلق اختلاف تھا ۔اگرچہ بیت المقدس کو دونوں قبلہ مانتے تھے لیکن عیسائی عبادت کے وقت اپنا رخ مشرق کی طرف کرتے تھے (بیت المقدس مدینہ منورہ سے جانب شمال ہے)
علاوہ ازیں خود یہودیوں میں اہل سمریہ (Samaritans) میں اختلاف تھا ۔

اگرچہ دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرو تھے۔ (سمر یہ اُردن اور بحیرۂ روم کے درمیان فلسطین کا ایک ضلع تھا)
اِتَّبَعْتَ ، ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو نے پیروی کی۔
اَھْوَاءَ ھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی خواہشیں۔ ھَوٰی کی جمع ۔ مَاجَآءَكَ میں ما موصولہ ہے۔ مِنَ الْعِلْمِ (مِنْ بیانیہ ہے۔ ای مَا اُوْحِيَ اِلَيْكَ۔
وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ ...... مِنَ الْعِلْمِ۔ شرط۔ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ جواب شرط ہے۔ اس جملہ کی ترکیب بھی اسی طرح ہے۔ جو جملہ سابقہ وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ ...... قِبْلَتَكَ کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔
اِذًا حرف جزا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں
اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰھُمُ الْكِتٰبَ۔ اہل کتاب یہود و نصاریٰ۔ يَعْرِفُوْنَهٗ۔ وہ اس کو پہچانتے ہیں۔ اس کو جانتے ہیں
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا (۱) علم، قرآن یا تحویل قبلہ ہے یا (۲) یہ ضمیر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے گو ماسبق میں ان کا ذکر نہیں ہے۔ یہی زیادہ راجح ہے۔ يَعْرِفُوْنَ کی ضمیر علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔

فَرِيْقًا مِّنْھُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور ھُمْ سے مراد الذین لم یسلموا جو جانتے ہوئے بھی آپ کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ لَيَكْتُمُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ يَكْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب كَتْمٌ باب نصر مصدر سے وہ چھپاتے ہیں۔ وہ چھپاتے ہیں۔ اَلْحَقَّ۔ مفعول۔ حق بات۔ حقیقت۔ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کا نبی قبلتین ہونا جو تورات میں مذکور ہے۔ وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے حالانکہ وہ جانتے ہیں
٢: ١٤٧ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ۔ کلام مستانفہ ہے اَلْحَقُّ مبتدا۔ مِنْ رَّبِّكَ خبر۔ حق تو آپ کے رب ہی کی طرف سے ہے۔ اَلْمُمْتَرِيْنَ، اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُمْتَرِيْ۔ واحد۔ اِمْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔ مری۔ مادہ۔ اِمْتَرٰى يَمْتَرِيْ اِمْتِرَاءً۔ شک میں پڑنا۔ مِرْيَةٌ۔ شک۔ جھگڑا۔ مِرَاءٌ جھگڑا۔ بحث مباحثہ۔

٢: ١٤٨ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ۔ واؤ عاطفہ۔ اور كُلٍّ میں تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلِكُلِّ اُمَّةٍ وِجْهَةٌ۔ وِجْهَةٌ۔ مصدر بمعنی قبلہ۔ یا اسم مکان۔ یعنی وہ سمت جس کی طرف رخ کیا جائے۔ اول صورت میں واؤ کا موجود ہونا غیر قیاسی ہے۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کو حذف کر دیا جائے (جیسا کہ عِدَةٌ و زِنَةٌ میں واؤ محذوف ہے) صرف اصل پر تنبیہ کرنے کے لئے باقی رکھا گیا ہے۔
دوسری صورت میں واو کا موجود ہونا قیاسی ہے۔ مراد دونوں صورتوں میں وہ سمت ہے جس کی طرف رخ کیا جاتا ہے ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب یہ كُلٍّ کی طرف راجع ہے
مُوَلِّيْھَا۔ وَلّٰى يُوَلِّيْ تَوْلِيَةٌ (تفعیل) سے۔ مُوَلِّيْ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ مضاف ہے۔ ھَا ضمیر

واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ، اس کی طرف رُخ پھیرنے والا۔ منہ کرنے والا۔ وَلّیٰ اِلیٰ کسی کی طرف توجہ کرنا اور وَلّیٰ عَنْہُ رخ پھیرنا اعراض کرنا۔ اول الذکر کی مثال۔ لَوْ یَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَیْہِ (۹: ۵۷) یہ اگر کوئی سی بھی پناہ کی جگہ پاتے یا کوئی غار یا کوئی (اور) جگہ گھس بیٹھنے کی تو بہ ضرور منہ اٹھا کر ادھر چل پڑتے۔ مؤخر الذکر کی مثال ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْہُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ (۴۴: ۱۴) پھر انہوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے (یہ تو) پڑھایا ہوا (اور) دیوانہ ہے۔

جملہ کا ترجمہ:۔ اور ہر ایک کے لئے ایک سمت ہے جس کی طرف وہ منہ کرتا ہے (ہر ایک امت کا اپنا اپنا قبلہ ہے جس کی طرف وہ منہ کرتی ہے)

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ۔ اِسْتَبِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِبَاقٌ (افتعال) مصدر تم سبقت کرو۔ تم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اَلْخَیْرٰتِ۔ خَیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ نیکیاں۔ بھلائیاں۔ خوبیاں۔ شریف عورتیں۔ نیک عورتیں۔ مراد نیکیاں ہیں۔ ال استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی نیکیاں۔ الخیرات مجرور ہے۔ اس سے قبل اِلیٰ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اتحاد قبلہ ہی نیکی نہیں ہے اس کے علاوہ اور بھی نیکیاں ہیں جن پر سب دین متفق ہیں تم ان سب نیکیوں (بشمول تحویل قبلہ) کو اپنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔ یہود اور منافقین نے تو محض کج حجتی کے طور پر تحویل قبلہ کو موضوع سخن بنا رکھا ہے۔

اَیْنَمَا۔ جہاں کہیں، اَیْنَ شرطیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ یہاں بطور ظرف مکان متضمن بمعنی شرط ہے۔ اور مَا مزیدہ ہے ای فی ای موضع تَکُوْنُوْا۔ تم جہاں کہیں بھی ہو۔ یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا یَاْتِ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط کے) ب تعدیہ کے لئے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ جَمِیْعًا صفت ہے کُمْ کی۔ تم سب کو، یعنی تم جہاں کہیں بھی ہوگے تم سب کو اللہ تعالیٰ اکٹھا کرے گا۔

۲: ۱۴۹۔ حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ۔ ظرف مکان ہے۔ مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ۔ جس جگہ سے آپ نکلیں۔ بطور مجاز کے اس کے معنی یہ ہوں گے۔ آپ جہاں کہیں ہوں یہ معنی شرط کو شامل و متضمن ہے اسی لئے اگلے جملہ میں فَوَلِّ پر فاء (بطور جواب شرط) لائے ہیں۔

فَوَلِّ وَجْہَکَ۔ ای فَوَلِّ وَجْہَکَ اِذَا صَلَّیْتَ۔ جب نماز پڑھو تو اپنا منہ پھیر لیا کرو۔ وَلِّ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ تو پھیر لے۔ اِنَّہٗ۔ ای التولیۃ الی القبلۃ۔ قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

لَلْحَقُّ۔ میں لام زائدہ ہے۔

۲: ۱۵۰۔ تولیۃ کے تکرار (آیات ۱۴۴-۱۴۹-۱۵۰) کے متعلق مفسرین نے مختلف حکمتیں لکھی ہیں جو کہ کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔

لِئَلَّا ۔ میں لام علت کی ہے ۔ یعنی آیات ماقبل میں قبلہ کی طرف منہ کرنے کی بار بار تاکید کی وجہ یہ ہے کہ اہل کتاب کو اعتراض کی کوئی گنجائش نہ رہے ۔ اَلَّا ۔ اَنْ مصدریہ اور لَا منفی سے مرکب ہے لِئَلَّا يَكُوْنَ تاکہ نہ ہو یا نہ رہے ۔
حُجَّةٌ ۔ اعتراض ۔ دلیل ۔ حُجَجٌ ۔ جمع ۔ مِنْهُمْ ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلنَّاسِ کے لئے ہے ۔ فَلَا تَخْشَوْهُمْ ۔ لَا تَخْشَوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ خَشْيَةٌ مصدر باب سَمِعَ ۔ تم مت ڈرو ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ اَلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کی طرف راجع ہے ۔

اِخْشَوْنِيْ ۔ اِخْشَوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تم مجھ سے ڈرو ۔
وَلِاُتِمَّ ۔ واؤ عاطفہ ہے اگلے جملہ کا عطف جملہ سابقہ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ .... پر ہے ۔ اور (اس لئے کہ) میں تم پر اپنا انعام پورا کردوں ۔

۲ : ۱۵۱ ۔ كَمَا ۔ میں ک حرفِ تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ ۔ كَمَا اَرْسَلْنَا کا تعلق یا تو لِاُتِمَّ سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ ۔ تاکہ میں اپنی نعمت تم پر پوری کروں ۔ جیسے کہ رسول بھیجنے کی نعمت پوری کی ۔ یا اس کا تعلق لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ سے ہے اور معنی ہوں گے تاکہ تم فلاح پاؤ جیسا کہ تم کو میرے تمہیں میں سے تمہارے پاس رسول بھیجنے سے ہدایت و فلاح نصیب ہوئی ۔ (مظہری ۔ تفہیم القرآن)
يُزَكِّيْكُمْ ۔ يُزَكِّيْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزْكِيَةٌ (تفعیل) مصدر كُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ وہ تم کو پاکیزہ کرتا ہے ۔ وہ تم کو پاک بناتا ہے ۔
مَا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ مضارع نفی حجد بَلَمْ ۔ تم نہیں جانتے تھے ۔
۲ : ۱۵۲ ۔ اَذْكُرْكُمْ ۔ اَذْكُرْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جوابِ شرط) کا صیغہ واحد متکلم ذِكْرٌ مصدر ہے ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ میں تم کو یاد رکھوں گا ۔ لَا تَكْفُرُوْنِ ۔ فعل نفی جمع مذکر حاضر ۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے ۔
۲ : ۱۵۳ اِسْتَعِيْنُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) مصدر ۔ تم مدد طلب کرو ۔
۲ : ۱۵۴ ۔ بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔ یعنی تمہارا ان کو (شہداء کو) اموات کہنا بالکل باطل بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ احیاء (زندہ) ہیں اَحْيَاءٌ زندہ لوگ حَيٌّ کی جمع ہے ۔
لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ۔ شُعُوْرٌ (باب نَصَرَ) مصدر ۔ جس کے معنی بذریعہ حس جاننے کے ہیں ۔ تم نہیں جانتے ہو ، تم نہیں سمجھتے ہو ۔
۲ : ۱۵۵ لَنَبْلُوَنَّكُمْ ۔ لَ تاکید کا ہے نَبْلُوَنَّ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ ۔ صیغہ جمع متکلم ۔ بَلَاءٌ مصدر (باب نَصَرَ) بمعنی آزمائش ، آزمائش میں ڈالنا ۔ آزمانا ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ ہم تم کو ضرور ضرور آزمائیں گے اَلْخَوْفِ ۔ خوف سے مراد خوف اللہ تعالیٰ ۔ اَلْجُوْعِ سے مراد صوم رمضان ۔ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد

زکوٰۃ وصدقات مِنَ الْاَنْفُسِ سے مراد امراض اور مِنَ الثَّمَرٰتِ سے مراد موت الاولاد ہے۔
یا بالترتیب خوف سے مراد خوفِ دشمن۔ جوع سے مراد بھوک، قحط، نَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ سے مراد مالوں میں خسارہ یا بالکل ہلاک ہونا اور نَقْصٍ مِّنَ الْاَنْفُسِ سے مراد جانوں کی کمی یعنی قتل ہونا یا مرجانا یا امراض کا لاحق ہونا۔ یا بڑھاپا ہے اور پھلوں کی کمی یہ ہے کہ کوئی آفت آجائے جس سے پھل جاتے رہیں یا کم ہوجائیں۔ وغیرہ

۲: ۱۵۶ = اَلَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ...... الخ صابرین کی صفت ہے۔
= اِذَا حرفِ شرط ہے اور جملہ شرطیہ ہے قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ..... الخ جواب شرط ہے۔
= مُصِیْبَۃٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر ہے۔ غم، تکلیف، سختی۔ دکھ پہنچانے والی ہر چیز۔ اس کی جمع مَصَائِبُ وَمُصِیْبَاتٌ ہے۔ اس کا مادہ صَوْبٌ ہے۔
المفردات میں ہے اَصَابَ السَّھْمُ۔ تیر ٹھیک نشانہ پر جالگا اور مُصِیْبَۃٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جاکر بیٹھ جائے اس کے بعد (عرف میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہوگیا۔ قرآن مجید میں ہے وَمَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ (۴۲-۳۰) اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے اعمال سے ہے۔
= رٰجِعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاجِعٌ واحد۔ رُجُوْعٌ (ضَرَبَ) سے مصدر۔ لوٹ جانے والے، پھر جانے والے

۲: ۱۵۷ = اُولٰٓئِکَ۔ یعنی وہ لوگ جن میں مندرجہ بالا صفات ہوں یعنی صَابِرِیْنَ۔
اُولٰٓئِکَ مبتدا اول۔ صَلَوٰتٌ مبتدا ثانی۔ عَلَیْھِمْ۔ متعلق مبتدا ثانی۔ پھر یہ مجموعہ مبتدا اول کی خبر۔
= وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اُولٰٓئِکَ مبتدا، ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔ اس کی خبر۔
= صَلَوٰتٌ رحمتیں۔ برکتیں۔ صَلٰوۃٌ کی جمع۔ ص ل و مادہ۔
= مُھْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِھْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ ہدایت یافتہ، ہدایت پانے والے۔

۲: ۱۵۸ = شَعَآئِرِ۔ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے شَعِیْرَۃٌ بروزن فَعِیْلَۃٌ بمعنی مَفْعَلَۃٌ ہے مَشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ شعائر اللہ۔ عرف شریعت میں عبادت کے مکانات اور زمانوں اور علامات کو کہتے ہیں۔ مکاناتِ عبادت جیسے کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ، جمرات ثلاث صفا مروہ۔ منیٰ و جمیع مساجد وغیرہ۔ زمانے (اوقات) جیسے رمضان اور اشہر حج۔ عیدین۔ جمعہ۔ اور علامات جیسے اذان، اقامت، نماز باجماعت وغیرہ۔
= اِعْتَمَرَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِمَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر اس نے عمرہ کیا۔ عمرہ زیارتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ اس کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے

اور طوافِ کعبہ کرے۔ اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے۔ پھر حجامت کرا کر احرام اتار دے۔
= حَجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَجٌّ و حِجٌّ۔ مصدر (باب نصر) قصد کرنا۔ زیارت کے لئے جانا، حج کرنا
= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا۔ جُنَاحٌ۔ جُنُوْحٌ (باب فتح۔ نصر۔ ضرب) سے ماخوذ ہے
جنح اذا مال عن القصد المستقیم یعنی مقصد مستقیم سے دوسری جانب مائل ہونا۔ پس وہ گناہ جو حق سے
دوسری طرف مائل کردے جُنَاحٌ ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ۔ پس نہیں ہے گناہ اس پر۔ اَنْ مصدریہ ہے۔
يَطَّوَّفَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) صیغہ واحد مذکر غائب کہ وہ طواف کرے یعنی سعی کرے يَطَّوَّفَ
اصل میں يَتَطَوَّفَ (باب تفعّل) تَطَوُّفٌ سے تھا۔ تاء کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ ترجمہ ہوگا۔ نہیں ہے اس پر
گناہ کہ وہ ان دونوں (صفا و مروہ) کے درمیان سعی کرے۔

شانِ نزول اس آیت کا اس طرح ہے کہ صفا و مروہ پر آساف و نائلہ دو بُت تھے۔ آساف صفا پر تھا اور
نائلہ مروہ پر۔ اہل جاہلیت ان بتوں کی تعظیم کے لئے صفا مروہ کے درمیان طواف کیا کرتے تھے۔ جب اسلام کا ستارہ
چمکا تو مسلمان صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے سے ان بتوں کی وجہ سے احتراز کرتے تھے اور نفرت کرتے تھے
ادھر انصار قبل از اسلام منات بُت کی عبادت کیا کرتے تھے۔ اور اس کے سامنے پکار کر دعا کیا کرتے تھے
اس لئے انصار بھی صفا مروہ کے درمیان دوڑنے سے کراہت کرتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے باب
میں یہ آیت نازل فرمائی (مظہری) مسلمانوں کو حکم ہوا کہ صفا مروہ کے درمیان جو تم سعی کیا کرتے تھے اسے
جاری رکھو۔ یہ ایک نیک کام ہے اس کے جاری رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ احناف کے نزدیک صفا مروہ کے
درمیان سعی واجب ہے۔
= تَطَوَّعَ۔ اس نے خوشی سے نیکی کی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر سے۔ جس کے
معنی اصل میں تو نیکی میں تکلف کرنے کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم اور فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ
ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔
= شَاكِرٌ۔ شَاكِرٌ۔ شُكْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو جب شکر سے متصف کیا جائے
تو اس سے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انعام فرمانا اور جو کچھ عبادت انہوں نے ادا کی ہے اس کی جزا دینا مراد ہے
یہاں شاکر بمعنی قدردان۔ حق ماننے والا۔
= فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ.... الخ جوابِ شرط ہے۔ اسی طرح مَنْ
تَطَوَّعَ.... الخ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ..... الخ جواب شرط۔
٢ : ١٥٩ = يَكْتُمُوْنَ۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب۔ كَتْمٌ مصدر۔ باب نصر۔ وہ چھپاتے ہیں۔ فعل بافاعل
مَا اَنْزَلْنَا اس کا مفعول من الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى بیان مَا۔ مِنْ بَعْدِ مَا متعلق ہے يَكْتُمُوْنَ سے

فِی الْکِتٰبِ متعلق ہے بَیَّنّٰا سے یہ سب مجموعہ صلہ ہوا اپنے موصول اَلَّذِیْنَ کا۔ پھر موصول وصلہ مل کر اِنَّ کا اسم ہوا۔

= بَیَّنّٰہُ۔ بَیَّنّٰا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْھُدٰی ہے۔

= فِی الْکِتٰبِ ۔ ای فی التوراۃ من صفۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کتاب سے یہاں مراد توراۃ ہے۔ جس میں نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق واضح بیان موجود ہیں۔ اور النَّاس سے مراد علماءِ بنی اسرائیل ہیں۔ بعض کے نزدیک کتاب سے مراد تمام کتب آسمانی ہیں جو مختلف انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اور اَلنَّاس سے مراد جمع علماء ہیں۔

= اُولٰٓئِکَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو الکتاب میں مبیّنہ حقائق وہدایت کو چھپاتے ہیں۔

= یَلْعَنُھُمْ۔ یَلْعَنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَعْنٌ (باب فَتَحَ) وہ لعنت کرتا ہے یا کرے گا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= اَللّٰعِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعْنٌ مصدر سے۔ اگر لاعِنٌ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو لعنت کے معنی ہوں گے قرب یا رحمت سے دور کرنا۔ عذاب دینا۔ اور اگر اس کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنیٰ ہوں گے بددعا دینا۔ گالیاں دینا۔ سخت سُست کہنا۔ دھتکار کر نکال دینا۔ پھٹکارنا۔ لَعِیْنٌ بمعنی مَلْعُوْنٌ۔ (مَفْعُوْلٌ) یہاں لٰعِنُوْنَ سے مراد ملائکہ ومؤمنین ہیں۔

۲ : ۱۶۰ = اِلَّا الَّذِیْنَ ...... الخ استثناء متصل ہے اور ضمیر ھُمْ (جو یَلْعَنُھُمْ میں ہے) مستثنیٰ منہ ہے۔

= تَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَوْبَۃٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ انہوں نے توبہ کی۔ وہ باز آگئے۔ جب تَوْبَۃٌ کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں۔ اور جب تعدیہ عَلٰی سے ہوتا ہے۔ تو توبہ قبول کرنے کے معنی آتے ہیں۔

بندہ کا توبہ کرنا۔ معصیت کے بعد اسے چھوڑ کر نیکی اور اطاعت کی طرف واپس آنا ہے۔

= اَصْلَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِصْلَاحٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر انہوں نے اپنی اصلاح کی۔ وہ سنور گئے انہوں نے اپنے کام کو درست کیا۔ انہوں نے نیک کام کئے۔

بَیَّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ۔ (تفعیلٌ) مصدر انہوں نے بیان کیا۔ مطلب یہ ہے کہ علماء اہل کتاب جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سماویہ میں مندرج صفات کو خلائق سے دانستہ چھپا رکھتے تھے۔ اور بدیں وجہ مستوجب لعن ٹھہرے۔ ان میں سے جو توبہ کرکے اپنے اس گناہ سے باز آگئے۔ اپنے آپ کی اصلاح کرلی۔ اور حقائق کو کما حقہٗ لوگوں سے بیان کردیا (تو اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول کرلیگا)

= اُولٰٓئِكَ۔ سے مراد الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَیَّنُوْا ہیں۔

= اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ۔ اَتُوْبُ۔ مضارع واحد متکلم۔ چونکہ تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہیں اور فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہے اس لئے مطلب ہوا کہ: میں (یعنی اللہ) ان کی توبہ قبول کرلوں گا۔ ان کو معاف کردوں گا۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔

= اَلتَّوَّابُ۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت توبہ قبول کرنے والا۔ تَوْبَةٌ سے مشتق ہے اگر اس کی نسبت بندہ سے ہو۔ تو معنی ہوں گے بہت توبہ کرنے والا

۲: ۱۶۱ = وَھُمْ كُفَّارٌ۔ جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔

۲: ۱۶۲ = خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔ خٰلِدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ فِیْهَا۔ اس میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب لعنۃ کے لئے ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یا یہ اَلنَّار۔ (دوزخ) کے لئے ہے اور اَلنَّار کو اس کی شان کی عظمت کی وجہ سے مضمر رکھا گیا ہے اور اسم کی جگہ ضمیر کو لایا گیا ہے

خٰلِدِیْنَ۔ عَلَیْهِمْ کی ضمیر سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

= لَا یُخَفَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔ یعنی عذاب میں کمی نہیں کی جائے گی۔ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ۔ یہ جملہ حال ہے ضمیر خٰلِدِیْنَ سے

= وَلَا ھُمْ یُنْظَرُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یُنْظَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مادہ ن ظ ر ہے۔ لَا یُنْظَرُوْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) مصدر اِنْظَارٌ۔ مہلت دینا سے مشتق ہے اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (اور یہی راجح ہے)

(۲) یہ مصدر اِنْتِظَارٌ سے مشتق ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کا انتظار کیا جائے گا کہ کسی قسم کی معذرت کریں

(۳) یہ مصدر نَظْرٌ سے مشتق ہے بمعنی دیکھنا۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اور نہ ان کی طرف نظرِ رحمت، کی جائے گی

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲: ۱۶۳ = اِلٰهُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا معبود۔

= اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ وَاحِدٌ۔ صفت مؤکدہ ہے اِلٰهٌ کی کیونکہ اِلٰهٌ کی تنوین سے خود وحدت مترشح ہے۔ اور اِلٰهٌ موصوف کو وحدانیت کی تاکید اور تائید کے لئے ذکر فرمایا۔ موصوف وصفت مل کر اِلٰهُكُمْ کی خبر ہوئے۔

= لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ۔ زیادتی تاکید و تقریر کے لئے ہے۔ اور یہ اِلٰهُكُمْ کی دوسری خبر ہے۔

= الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ بھی اِلٰهُكُمْ کی تیسری اور چوتھی خبر ہے۔

۲: ۱۶۴ = اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔

(۱) فی خلق السمٰوٰت وَ الاَرۡضِ
(۲) واختلاف اللیل والنھار
(۳) والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع الناس
(۴) وما انزل اللہ من السماءِ من ماءٍ۔
(أ) فاحیا بہ الارض بعد موتھا
(ب) وبث فیھما من کل دابۃٍ
(۵) وتصریف الریاح
(۶) والسحاب المسخر بین السماءِ والارض

یہ سب جملے یکے بعد دیگرے اِنَّ کی خبر ہیں۔

لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ ...... اسم اِنَّ۔ (لَامَ کو اِنَّ کے اسم کی خبر کے بعد میں آنے کی وجہ سے لایا گیا ہے)

= اِخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَالنَّھَارِ سے مراد دن رات کا آگے پیچھے آنا۔ ان کا چھوٹا بڑا ہونا۔ کرۂ ارضی پر مختلف مقامات پر ان کا طوالت میں کم وبیش ہونا ہے۔

= اَلۡفُلۡكِ۔ یہ لفظ مذکر مؤنث، واحد، جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کشتی، جہاز۔

= تَجۡرِیۡ بِمَا۔ تَجۡرِیۡ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے۔ بِمَا میں ب تعدیہ کا ہے تَجۡرِیۡ بِ۔ وہ لے جاتی ہے۔ وہ لے کر چلتی ہے۔ اور مَا موصولہ ہے۔ یَنۡفَعُ النَّاسَ (جو) نفع پہنچاتی ہے لوگوں کو، یعنی اور جہازوں میں، کشتیوں میں جو چلتے ہیں سمندر میں وہ چیزیں لے کر جو لوگوں کو نفع پہنچاتی ہیں۔ سامان تجارت وغیرہ۔

= اَحۡیَا بِہٖ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ (بمعنی مضارع) وہ زندہ کرتا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءٍ

= بَثَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی مضارع) وہ پھیلاتا ہے وہ بکھیرتا ہے (باب نصر، ضَرَبَ) اصل میں بَثَّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں اس لئے ہوا سے خاک اڑنے۔ غم سے بے قرار ہونے۔ اور راز کے افشار کرنے کے لئے بَثٌّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً فَکَانَتۡ ھَبَآءً مُّنۡۢبَثًّا (۵۶-۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں۔ اور یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ۔ (۱۰۱-۴) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔

= فِیۡھَا۔ اور اس سے قبل بَعۡدَ مَوۡتِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اَلۡاَرۡضَ کے لئے ہے

= دَآبَّۃٍ۔ الدب اور اَلدَّبِیۡبُ (باب ضَرَبَ) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس میں ۃ وحدت کی ہے دَوَآبٌّ جمع ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال ہر ذی حیات چیز کے لئے ہوا ہے۔

دَابَّۃُ الْاَرْضِ ۔ جس کا ذکر آیت شریفہ (۲۷: ۸۲) میں آیا ہے اس سے ایک خاص جانور مراد ہے جو قیامت سے پہلے زمین سے نکلیگا۔ (بعض کے نزدیک مکہ معظمہ میں کوہ صفا کے پھٹنے سے زمین سے مودار ہوگا) جو کہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور نشان لگا کر سچے ایمانداروں اور چھپے ہوئے منکروں کو ایک دوسرے سے ممتاز کردیگا
= تَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہواؤں کا بدلنا تَصْرِيْف (تفعیل) مصدر۔ صَرَّفَ يُصَرِّفُ کا۔ معنی پھرنا۔ بدلنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے صَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ (۴۶: ۲۷) اور ہم نے (اپنی) نشانیاں پھیر پھیر کر (بیان کردی ہیں)
الرِّيٰحُ ۔ رِيْح کی جمع ہے۔
فائدہ ۔ قرآن مجید میں جہاں ارسال ریح کا ذکر ہے اگر یہ لفظ جمع ہے یعنی ریاح کا لفظ استعمال ہوا تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر ریح یعنی واحد کا لفظ استعمال ہوا ہے تو عذاب کے معنیٰ مراد ہیں۔ چنانچہ ریاح (جمع) کے متعلق ارشاد ہے وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ (۱۵: ۲۲) اور ہم ہی ہوا کو چلاتے ہیں جو بادلوں کو پانی بردار کرتی ہے۔ اور اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيٰحَ مُبَشِّرٰتٍ (۳۰: ۴۶) کہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔ اور ریح (واحد) کے متعلق فرمایا اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا (۵۴: ۱۹) ہم نے ان پر ایک زناٹے کی آندھی چلائی۔ اور اِشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ (۱۴: ۱۸) اس کو سخت ہوا لے اڑی۔
= السَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ۔ موصوف وصفت۔ تابع فرمان بادل (جو آسمان اور زمین کے درمیان معلق ہے) یعنی وہ بادل جو اس کے یعنی اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں جدھر اس کا حکم ہوتا ہے ادھر کو وہ چلتے ہیں۔ اور جہاں وہ چاہتا ہے برستے ہیں۔
بعض نے السحاب کو موصوف اور المسخر بین السماء والارض کو اس کی صفت لکھا ہے۔ اور ترجمہ یوں کیا ہے۔ اور بادلوں میں جو زمین اور آسمان کے درمیان مقید ہیں نہ اوپر جاتے ہیں نہ نیچے گرتے ہیں۔
سحاب اسم جنس جمعی ہے۔ اس کا واحد سحابۃ ہے یہ مذکر بھی آتا ہے اور مؤنث بھی۔ مفرد بھی آتا ہے اور جمع بھی۔ لفظ کی رعایت سے اس کی صفت مفرد آتی ہے جیسے آیت مندرجہ بالا۔ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور معنی کی رعایت سے جمع بھی لائی جاتی ہے جیسے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳: ۱۲) اور اٹھاتا ہے بھاری بادل۔ مذکر کی مثال جیسے آیت مذکورہ (وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ ....)
= يَعْقِلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَقْلٌ (ضَرَبَ) مصدر، وہ سمجھتے ہیں۔ وہ غور کرتے ہیں۔
۲: ۱۶۵ = وَمِنَ النَّاسِ ۔ میں واؤ حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ باوجود ان براہین منیرہ کے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی لوگوں میں بعض ایسے ہیں .... مَنْ بمعنی اَلَّذِيْ ہے۔

= یَتَّخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِتِّخَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ قرار دیتا ہے۔ بناتا ہے۔
= اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے۔ نظیر، مثل، ند اور مثل میں فرق یہ ہے۔ کہ مثل عام ہے اور ند خاص۔ مثل کا استعمال ہر قسم کی شرکت کے لئے ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام نے اَنْدَادًا کی تفسیر یہ فرمائی ہے کل ما کان مشغلاً عن اللہ مانعاعن امتثال امرہٖ : ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کی یاد سے غافل کردے اور اس کے احکام کی تعمیل سے روکے وہ انداد ہے خواہ وہ بت ہوں گمراہ رئیس ہوں مال ودولت ہو، اولاد ہو۔ علم وفن۔ لیکن ندٌّ کا استعمال صرف کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہونے کے لئے ہے۔
= یُحِبُّوْنَہُمْ۔ مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ باب افعال سے۔ اِحْبَابٌ مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع اَنْدَادًا ہے۔
= کَحُبِّ اللّٰہِ۔ میں کاف تشبیہ کا ہے۔
= اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ۔ اَشَدُّ شِدَّۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے اَشَدُّ کا متعلق محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اَشَدُّ حُبًّا لِلّٰہِ مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ لِلْاَنْدَادِ یعنی مومنین کی اللہ سے جو محبت (میلان قلب) ہے وہ مشرکین کی غیر اللہ سے محبت سے کہیں زیادہ ہے۔
= لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔
= یَرٰی۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ اس کی درج ذیل صورتیں ممکن ہیں۔
(۱) اس فعل کا فاعل اَحَدٌ محذوف ہے ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے ان لوگوں کو جو ظالم ہیں اس صورت میں اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا فعل یری کا مفعول ہوگا۔
(۲) یری کا فاعل اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر ظالم لوگ دیکھ پاتے یا جان جاتے۔
= اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ۔ ظرف زمان ہے فعل یری کا۔ جب دیکھیں گے وہ عذاب (جو ان کو ملے گا)
= اَنَّ الْقُوَّۃَ ...... شَدِیْدُ الْعَذَابِ مفعول یری کا (۲) کی صورت میں۔
لَوْ کا جواب محذوف ہے۔ محذوف جواب عبارت کے سیاق وسباق کے مطابق ایک سے زیادہ بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ حذف میں تعیین تو ہوتی نہیں مثلاً یہاں جواب محذوف ہے۔ لَمَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَنْدَادًا (تو ہرگز اس کے یعنی اللہ کے سوا کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے) بھی ہو سکتا ہے اور لوقعوا من الحسرۃ والندامۃ فیما لا یکاد یوصف۔ تو ناقابل بیان حسرت وندامت کا شکار ہو جاتے۔
مندرجہ بالا تقریر پر آیت کے معنی ہوں گے (۱) اگر ظالم لوگ عذاب اور مصائب دنیوی دیکھتے وقت یہ جانتے کہ تمام قوت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ شدید العذاب ہے تو ہرگز من دون اللہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراتے اور نہ اور کسی سے محبت کا دم بھرتے۔ (۲) اگر یہ ظلم کرنے والے قیامت کے دن عذاب دیکھتے وقت یہ بات

جائیں گے کہ تمام قوت اللہ تعالیٰ کو ہے اور وہ اشد العذاب ہے تو سخت نادم ہوں گے۔

= فائدہ۔ لَوْ یَرَیٰ اور اِذْ یَرَوْنَ میں لَوْ اور اِذْ یہاں مستقبل کے لئے آتے ہیں۔ حالانکہ یہ ماضی پر استعمال ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں تو مستقبل بھی مثل ماضی کے ہے جیسے ماضی کا وقوع یقینی ہوتا ہے اسی طرح اللہ کے نزدیک مستقبل کا وقوع بھی یقینی ہے۔

یہاں لَوْ بمعنی کاش (حرف تمنیٰ) بھی ہو سکتا ہے۔

۲: ۱۶۶ = اِذْ تَبَرَّاَ۔ ای اُذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ تَبَرَّاَ۔ یاد کرو اس وقت کو کہ جب بیزاری ظاہر کریں گے۔

= تَبَرَّاَ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَرُّءٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ (یہاں جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۹: ۳) کہ خدا ان مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی (ان سے دست بردار ہے)

اَلْبُرْءُ۔ اَلْبَرَاءُ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں۔ جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ بَرَّءْتُہٗ وَ اَبْرَءْتُہٗ۔ میں نے اس کو تہمت سے بری کر دیا۔ رَجُلٌ بَرِیْٓءٌ پاک اور بیگناہ آدمی۔ بَرْءٌ۔ مادہ۔

= اُتُّبِعُوْا۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّبَاعٌ۔ مصدر (اِفْتِعَالٌ) جن کی پیروی کی گئی۔ پیشوا لوگ اِتَّبَعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جنہوں نے پیروی کی۔ جنہوں نے اتباع کیا۔ مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے معبودانِ باطل خود اپنے پیروکاروں سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔

= وَرَاَوُا الْعَذَابَ۔ واؤ حالیہ ہے ای تَبَرَّءُوْا فِیْ حَالٍ رُؤْیَتِہِمُ الْعَذَابَ وہ بیزاری کا اظہار کریں گے درآنحالیکہ وہ عذاب دیکھ رہے ہوں گے۔

= وَ تَقَطَّعَتْ بِہِمُ الْاَسْبَابُ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَقَطَّعَتْ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَقَطُّعٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ کٹ گئی۔ ٹوٹ گئی۔ اَلْاَسْبَابُ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ رسیاں۔ ذرائع۔ سبب اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ درخت پر چڑھا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا جو کسی دوسری شے کے توصّل کا ذریعہ ہو۔ یہاں آیت شریف میں اسباب سے مراد نفع کی توقع۔ دفع ضرر کی تمنا۔ قرابت، دوستی وغیرہ۔ قیامت کے روز یہ سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔ جاتے رہیں گے۔

= بِہِمْ میں بَ عَنْ کے معنی میں بھی ہو سکتی ہے بِہِمْ ای عَنْہُمْ اور بِ سببیہ بھی ہو سکتی ہے۔ ای تَقَطَّعَتْ بِسَبَبِ کُفْرِہِمْ یعنی یہ قطع تعلق بسبب ان کے کفر کے ہوگا۔

۲: ۱۶۷ = لَوْ۔ یہاں بمعنی لیت (حرف تمنیٰ) ہے ای کاش۔

= کَرَّۃً۔ کَرٌّ۔ کسی طرف مڑ جانا۔ جھک جانا۔ لوٹ جانا۔ کَرَّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے جس کے معنی

ایک بار۔ کَرَّۃً ۔ ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک واپسی ۔ دشمن پر یکبارگی حملہ کرنے کو بھی اسی مناسبت سے کَرَّۃٌ کہتے ہیں کَرَّادٌ بار بار لوٹ، لوٹ کر دشمن پر حملہ کرنے والا۔ سورۃ الملک میں ہے ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ (۶۷:۴) پھر نگاہ کو دوسری بار ڈال۔ پھر دوبارہ (غور سے) نگاہ ڈال۔

= فَنَتَبَرَّأَ۔ ف تمنیٰ کے جواب میں ہے۔ نَتَبَرَّأَ۔ مضارع منصوب کا صیغہ جمع متکلم۔ منصوب بوجہ جواب تمنیٰ کیونکہ لَوْ بمعنی لَیْتَ آیا ہے۔ نصب علی جواب التمنی لان لو فی معنی التمنیٰ والمعنی لیت لنا کرّۃ فنتبرا ۔ (مدارک التنزیل) مطلب آیت کا ہے اے کاش ہیں ایک بار پھر دنیا میں جانا نصیب ہو کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی (دنیا میں) ان سے بیزار ہوں۔

= کَمَا میں کاف حرف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ہے۔ اسی طرح جیسے یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں۔

= کَذٰلِکَ ۔ کاف حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ بعید۔ اس میں ذٰ ۔ اسم اشارہ ہے ۔ اور لِ حرف خطاب ہے اسی طرح

= یُرِیْھِمُ اللّٰہُ اَعْمَالَھُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْھِمْ۔

یُرِیْ مضارع ۔ جمع مذکر غائب اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر وہ دکھائے گا۔ ھِمْ ۔ یُرِیْ کا مفعول اول ۔ (ھِمْ کا مرجع مشرکین معبودانِ باطل کے پیروکار ہیں) اَعْمَالَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی ۔ اور اگر یُرِیْ افعال قلوب سے ہو تو حَسَرٰتٍ اس کا تیسرا مفعول ہو جائیگا۔ ورنہ حال ہوگا (تفسیر مظہری)

= وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ۔ خٰرِجِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔ اور وہ کبھی دوزخ سے نہ نکلیں گے۔ وَمَا ھُمْ بِخٰرِجِیْنَ اصل میں مَا یَخْرُجُوْنَ تھا۔ جملہ فعلیہ سے جملہ اسمیہ اس لئے بنا لیا گیا کہ بطور مبالغہ یہ سمجھا جائے کہ جہنم میں ہمیشہ ہی کے لئے رہیں گے۔ اور اس لئے کہ نجات اور خلاصی پانے سے بالکل مایوس ہو جائیں۔ جملہ فعلیہ میں اتنا مبالغہ نہیں۔

۲:۱۶۸ = حَلٰلًا طَیِّبًا۔ حَلٰلًا۔ مفعول ہے کُلُوْا کا طَیِّبًا صفت ہے حَلٰلًا کی۔ پاک، ستھرا حلال ۔

= لَا تَتَّبِعُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تم پیروی مت کرو۔ اِتِّبَاعٌ ۔ (افتِعَالٌ) مصدر۔

= خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ خُطُوٰتِ جمع ہے خُطْوَۃٍ کی۔ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ خُطْوَۃً ایک بار قدم اٹھانا۔ خطو مادہ ۔ خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ سے مراد شیطانی راستے ہیں مطلب یہ ہے کہ شیطان کے نقش قدم پر مت چلو

= عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ۔ موصوف وصفت ۔ کھلا دشمن ۔ مُبِیْنٌ ۔ اَبَانَ یُبِیْنُ۔ اِبَانَۃً ۔ (باب افعال) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ اِبَانَۃٌ ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ بین مادہ۔ اس سے باب افعال تفعیل، استفعال۔ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی اسی لئے مُبِیْنٌ کے معنی ظاہر بھی ہیں ظاہر کرنے والا بھی۔

= السُّوْءِ۔ سُوْءٌ۔ دراصل اس شئے کو کہتے ہیں جو انسان کو غمگین کرنے والی ہو۔ برائی، آفت، گناہ، برا کام۔ عیب۔ یہ سب سوء میں شامل ہیں۔

= اَلْفَحْشَآءِ۔ بأساء کے وزن پر مصدر ہے۔ فُحْش۔ مادہ۔ اَلْفَحْشَآء وہ قول یا فعل جس کی برائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے۔ برا کام، بے حیائی کا کام، زنا۔ قرآن مجید میں مختلف معانی میں مستعمل ہے مثلاً وہ کام جو شرعاً برا ہو، بخل، بیحیائی۔ زنا۔ امر قبیح۔

= وَاَنْ تَقُوْلُوْا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور جملہ کا عطف السُّوْٓءِ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ اور تمہیں السوء۔ اَلْفَحْشَآء اور خدا پر ایسی باتیں بنانے کا حکم دیتا ہے جن کا تم کو کوئی علم نہیں۔ یعنی جو تمہاری من گھڑت ہیں اور لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے ان کو احکام خداوندی سمجھنے لگتے ہو۔ تَقُوْلُوْا۔ قَوْل۔ کا صلہ جب عَلیٰ کے ساتھ آتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی کے خلاف گھڑ لینا۔ کسی پر بہتان لگانا مَالَا تَعْلَمُوْنَ۔ علم سے یہاں مراد علم یقینی یا علم ثابت بالوحی ہے۔ پس اس وعید کے تحت میں صرف کفر کے ہی نہیں بلکہ بدعت کے اقوال بھی داخل ہو جاتے ہیں (الماجدی) الا تخاذ الانداد۔ تحلیل المحرمات تحریم الطیبات (بیضاوی)

۲: ۱۷۰ = قِیْلَ لَهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع النَّاس ہے جو یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ کُلُوْا..... میں اوپر آیا ہے۔ مَالَا تَعْلَمُوْنَ تک النَّاس سے خطاب بصیغہ حاضر تھا۔ اب ان کی طرف ناگواری کے اظہار کے لئے حاضر سے بصیغہ غائب ان کا ذکر ہو رہا ہے۔ اور عقلاء سے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے۔ ان احمقوں کی طرف دیکھو ہماری پند و نصائح کیا جواب دے رہے ہیں۔

= اِتَّبِعُوْا۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پیروی کرو۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ ای القرآن۔

= بَلْ حرف اضراب ہے۔ یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کا اثبات مقصود ہے۔ یعنی ہم مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کی پیروی نہیں کریں گے بلکہ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا کی پیروی کریں گے۔

= مَآ اَلْفَیْنَا۔ ما موصولہ ہے۔ اَلْفَیْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِلْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ اَلْفَیْنَا بمعنی وجدنا ہم نے پایا۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَی الْبَابِ (۱۲: ۲۵) اور دونوں نے دروازے کے پاس اس کے شوہر کو پایا۔ لَفِیٌ مادہ۔

= اَوَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ الف استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے لَوْ حرف شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر یوں ہے۔ اَیَتَّبِعُوْنَهُمْ وَلَوْ کَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ شَیْئًا۔ کیا وہ (پھر بھی) اپنے آباء و اجداد کا اتباع کریں گے۔ اگرچہ ان کے آباء و اجداد کچھ بھی نہ سمجھتے ہوں (یعنی دین کے متعلق)

= وَلَا یَھْتَدُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ لَا یَھْتَدُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اور نہ ہی وہ ہدایت پاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

۲ : ۱۷۱ = وَمَثَلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کَمَثَلِ الَّذِیْ یَنْعِقُ بِمَا لَا یَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّ نِدَآءً ۔ اس میں اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کا مضاف محذوف ہے اور تقدیر کلام یہ ہے ومثل داعی الذین کفروا..... الخ یَنْعِقُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ نَعْقٌ ۔ نَعِیْقٌ ۔ نُعَاقٌ (باب فتح ۔ ضَرَبَ) مصادر۔ فعل لازم و متعدی ہر دو میں مستعمل ہے۔ چنانچہ بولتے ہیں۔ نَعِقَ الْغُرَابُ کوے کا کائیں کائیں کرنا۔ اور متعدی بالباء نَعِقَ بِغَنَمِہٖ اس نے چیخ کر اپنی بکریوں کو ڈانٹا۔ بِمَا میں ب تعدیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ ۔ جملہ کا ترجمہ ہوگا۔ اور کافر لوگوں کو دعوتِ حق دینے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جو چلا چلا کر ایسی شے کو پکار رہا ہے جو کچھ بھی سوائے پکارنے کے اور چلانے کے نہیں سنتی۔ یعنی وہ صرف آواز کو سنتے ہیں معنی اور مفہوم کو نہیں سمجھتے

دُعَآءً = دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر بمعنی پکار، بلانا، دعا کرنا، مانگنا۔ دعو ۔ مادہ۔ نِدَآءً ۔ نَادٰی یُنَادِیْ کا مصدر بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ ندی مادہ۔ دعا اور نداء قریباً ہم معنی ہیں۔

= صُمٌّ ۔ خبر ہے جس کا مبتدا مضمر ہے ای ھُمْ صُمٌّ ۔ وہ بہرے ہیں (آیات کو غور سے نہیں سنتے)

= بُکْمٌ ۔ خبر ثانی ۔ وہ گونگے ہیں۔ (کہ کلمات خیر ان کی زبان سے نہیں نکلتے)

= عُمْیٌ ۔ خبر ثالث ۔ وہ اندھے ہیں (کہ ہدایت کو نہیں دیکھتے)

= لَا یَعْقِلُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ۔ یعنی چونکہ ان کی فکر و نظر میں خلل واقع ہو گیا ہے اس لئے دین کی بات سمجھتے ہی نہیں۔

۲ : ۱۷۲ = اُشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ۔ جملہ شرطیہ کو شرط کے بعد لایا گیا ہے۔ ترجمہ اگر تم صرف اسی کی ہی (یعنی اللہ ہی کی) عبادت کرتے ہو تو اس کا شکر بھی ادا کرو۔ یہاں صیغہ امر وجوب کے لئے آیا ہے نہ کہ صرف اجازت کے لئے۔

۲ : ۱۷۳ = اِنَّمَا ۔ بعض کے نزدیک یہ کلمہ حصر ہے بمعنی لیس "سوائے اس کے نہیں کہ"، لیکن حنفیوں کے نزدیک یہاں اِنَّمَا حصر کے لئے نہیں آیا بلکہ یہ لفظ اِنَّ حرف تحقیق اور مَا کافہ سے مرکب ہے، کیونکہ اول الذکر کی صورت میں سوائے مردار اور خون کے اور کوئی شے حرام نہیں کی گئی۔ حالانکہ ان دو کے علاوہ اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائی ہیں۔

= حَرَّمَ ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر، اس نے منع کیا۔ حرام ۔ ممنوع ۔ حرمت والا۔ ایک ہی مادہ حرم سے مشتق ہیں۔ ماہ ہائے حرام ۔ (حرمت والے مہینے) کو حرام اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں بعض چیزوں کو حرام (ممنوع) قرار دیا گیا ہے۔ جب کہ دیگر مہینوں میں حلال ہیں۔

= اَلْمَیْتَۃُ ۔ مردار جس کو شریعت نے کھانے کے قابل نہیں قرار دیا۔ تفسیر حقانی میں ہے اَلْمَیْتَۃُ بروزن فَیْعَلَۃٌ اور اس کا اصل مَیْتُوْتَۃٌ ہے پس جب کہ واؤ اور ی جمع ہوئے اور اول ساکن تھا تو واؤ کو ی میں بدل دیا۔ پھر ی کو ی میں مدغم کر دیا۔ لیکن کثرت استعمال سے اس کو بالتخفیف پڑھنے لگے۔ ورنہ دراصل مشدّد ہے۔ لغت میں میتہ اس جانور کو کہتے ہیں جو لطور معمول ذبح کئے بغیر مر جائے یا مارا جائے

= وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ط واؤ عاطفہ مَا موصولہ۔ اُهِلَّ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب اِهْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنیٰ ہلال دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں۔ پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ ولادت کے وقت بچے کے رونے اور حاجیوں کے لبیک لبیک کہنے کو بھی اہلال کہا جاتا ہے۔ یہاں بھی اہلال کے وہی لغوی اور عرفی معنی یعنی نامزد کرنا۔ آواز لگانا اور ذکر کرنا مراد ہیں۔

ترجمہ:۔ اور وہ چیز جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے۔

= فَمَنْ میں فاء عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے۔

= اُضْطُرَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ وہ بے بس کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے اصل معنیٰ انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ضرر مادہ اِضْطِرَارٌ اصل میں اِضْتِرَارٌ تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا ہے اِضْطِرَارٌ ہو گیا۔

= غَیْرَ بَاغٍ حال ہے اور وَّ لَا عَادٍ اس پر معطوف ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ جواب شرط ہے۔ بَاغٍ بَغْیٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِیٌ (ناقص یائی) تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ ی کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ بَاغٍ ہو گیا۔ بمعنی حد سے نکل جانے والا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ عَادٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے عَدْوٌ (باب نصر) عُدْوَانٌ مصدر جس کے معنیٰ ظلم کرنے یا حد سے بڑھنے کے ہیں عَادٍ اصل میں پہلے عَادِوٌ تھا۔ واؤ کو یا سے بدلا عَادِیٌ ہو گیا۔ ی کو گرا دیا۔ عادٍ رہ گیا (قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر پڑتی ہے)

فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ میں بغاوت و عدوان کا تعلق کھانے سے ہے باغی کا یہ مطلب ہے کہ بے حکمی نہ کرے یعنی نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور عادی کے یہ معنیٰ ہیں کہ زیادتی نہ کرے۔ یعنی بقدر ضرورت کھائے۔ تقدیر آیت یہ ہے۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فَاَکَلَ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ۔ پس جو عاجز ہوا یا لاچار ہو گیا۔ درآنحالیکہ وہ نہ باغی حکم عدولی کرنے والا ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) کوئی گناہ نہیں۔

= غَفُوْرٌ ۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے (باب ضَرَبَ) بہت بخشنے والا۔ (کہ بعض حالات میں

جرائم پر بھی مؤاخذہ نہیں کرتا رَحِیْمٌ۔ (ایسا شفقت والا کہ تنگی کے موقع پر آسانی بہم پہنچا دیتا ہے)

۲: ۱۷۴ = یَکْتُمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب کَتْمٌ (باب نصر) مصدر وہ چھپاتے ہیں یا چھپا لیتے ہیں۔

= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ میں مَا موصول ہے مِنَ الْکِتٰبِ۔ ای فی الکتب فی صفۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یعنی ان کی الہامی کتاب توراۃ یا انجیل میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے متعلق جو نازل ہوا تھا اس کو چھپا لیتے ہیں یا مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی یہود توراۃ میں بعض تعلیمات و حقائق کو چھپا لیتے تھے اور اس سے مقصود ان کا دنیاوی نفع کمانا ہوتا تھا۔

= یَشْتَرُوْنَ بِہٖ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر وہ بدلے میں لیتے ہیں یا حاصل کرتے ہیں۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتمانِ حقیقت ہے یا یہ ضمیر مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ الْکِتٰبِ کی طرف عائد ہے۔

= ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ موصوف، صفت، تھوڑی قیمت، حقیر معاوضہ

= وَلَا یُزَکِّیْھِمْ۔ واؤ عاطفہ، لَا یُزَکِّیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ پاک نہیں کرے گا تَزْکِیَۃٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور نہ ہی وہ ان کو پاک کرے گا۔ یعنی نہ ہی اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت سے ان کے گناہ معاف کرے گا۔

= عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ موصوف صفت۔ دردناک، دکھ دینے والا۔ فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔

۲: ۱۷۵ = اُولٰٓئِکَ یہی ہیں وہ لوگ، اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔

= فَمَآ اَصْبَرَھُمْ عَلَی النَّارِ۔ مَا استفہامیہ ہے اور بمعنی توبیخ آیا ہے۔ ای مالذی صبرھم (ای شیٔ جَسَّرَھُمْ علی النار حتی ترکوا الحق واتبعوا الباطل۔ دوزخ کا عذاب جھیلنے پر انہیں کس نے صبر دیا اور کس شے نے انہیں اس کی جسارت دلائی کہ حق کو ترک کر کے باطل کے تابع ہو گئے۔ یا مَا بمعنی تعجب ہے۔ تعجب ہے ان کے حال پر کہ حق کو ترک کر کے اس جرأت صبر اور بیباکی سے عذاب جہنم کے لئے تیار ہیں۔ کیا ہی ان کا صبر ہے جہنم کے عذاب کو جھیلنے کا۔ اس صورت میں یہ افعال تعجب میں سے ہے (مَآ اَفْعَلَہٗ، اَفْعِلْ بِہٖ۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں)

= ذٰلِکَ۔ ای مجموع ما ذکر من اکل النار وعدم التکلیم والتزکیۃ والعذاب المرتب علی الکتمان ما انزل اللّٰہُ من الکتاب۔ یعنی ان کا اپنے پیٹوں کو دوزخ کی آگ سے بھرنا۔ خداوند کریم کا ناراضگی سے ان سے کلام تک نہ کرنا۔ اور نہ ہی ان کے گناہوں کی مغفرت کر کے ان کو پاک کرنا اور دردناک عذاب میں مبتلا کرنا سب ہی اس میں شامل ہیں۔

= ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ط میں ب سببیہ ہے ۔ ای ذٰلك العذاب بسبب اَنَّ اللّٰہَ نَزَّلَ الکِتٰبَ بالحق فرفضوہُ بالتکذیب ۔ یہ عذاب ان پر بدیں سبب نازل ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے تو کتاب کو حق کے ساتھ نازل کیا مگر انہوں نے اس کی تکذیب کرتے ہوئے اس کو چھوڑ دیا۔ الکتٰب سے مراد توراۃ بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ یا مطلق کتاب مراد ہے کہ جو توراۃ و قرآن و دیگر کتب سماویہ کو شامل ہے۔

= فِی الْكِتٰبِ میں الکتٰب میں الف لام یا تو جنس کا ہے ۔ اور اختلاف کے معنی یہ ہیں کہ کتاب کے بعض حصے پر تو ایمان لائے اور بعض کے ساتھ کفر کیا ۔ یا الف لام عہد کا ہے ۔ اور اس صورت میں اشارہ یا تو توراۃ کی جانب ہے اور یا القرآن کی طرف۔

= لَفِیْ میں لام تاکید کا ہے ۔

= شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ط موصوف، صفت. اَلشَّقُّ شگاف کو کہتے ہیں۔ پھاڑ کر برابر دو ٹکڑوں میں کرنا۔ شَقَقْتُهٗ بِنِصْفَیْنِ میں نے اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ ڈالا۔ چیرنا، پھاڑنا۔ جیسے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰ : ۲۶) پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ (باب انفعال) اِنْشِقَاقٌ لازم آتا ہے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴ : ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔

باب فِعَالٌ سے اَلشِّقَاقُ اور باب مفاعلہ سے مُشَاقَّةٌ بمعنی مخالفت کرنا۔ دشمنی کرنا ہے اس صورت میں شِقَاقٌ بمعنی مخالفت، باہم دشمنی، مقابلہ، باہم ضد بازی ہے ۔ جملہ کا مطلب ہو گا کہ وہ ضد میں آکر (نیکی سے) دور ہو گئے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے مخالفت میں دور نکل گئے ہیں ان کی باہمی مخالفت و عناد کا پاٹ طویل ہو گیا ہے ۔

۲ : ۱۷۷ = اَلْبِرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے ۔ اور اس کے معنی خشکی کے ہیں پھر معنی وسعت کے لحاظ سے اس سے اَلْبِرُّ مشتق کیا گیا جس کے معنی وسیع پیمانہ پر نیکی کرنے کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲ : ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ، بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی بَرٌّ و بَارٌّ اسم صفت ۔ اَبْرَارٌ وَ بَرَرَةٌ جمع، نیک، نیکوکار۔ اطاعت شعار۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَرٌّ وَ بَارٌّ بِوَالِدَیْهِ۔ وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے ۔

= اَنْ تُوَلُّوْا میں اَنْ مصدریہ ہے۔ تُوَلُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے گر گیا ہے۔ تَوْلِیَةٌ (تفعیل) مصدر یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ جیسے اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ (آیت ہذا) کہ تم اپنے منہ کرو" پہلے معنی میں آیا ہے اور

بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (۲۱ : ۵۷) جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر۔ دوسرے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= قِبَلَ۔ اَلْجِھَۃُ (المعجم الوسیط) طرف۔ سمت، مقابلہ۔ طاقت (قاموس القرآن) جہت کے معنی میں آیت ہذا میں مستعمل ہے لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ۔ نیکی (بس یہی) نہیں کہ (نماز میں) تم پھیر لو اپنے رُخ مشرق کی طرف اور مغرب کی طرف۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قِبَلَكَ مُھْطِعِیْنَ۔ (۷۰ : ۳۶) تو ان کافروں کو کیا ہوا ہے کہ تمہاری طرف دوڑتے چلے آتے ہیں۔

قِبَلَ۔ بمعنی طاقت وقدرت بھی آیا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَنَاْتِیَنَّھُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَھُمْ بِھَا۔ (۲۷ : ۳۷) ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجیں گے جن کے مقابلہ کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔

قَبْلُ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور یہ بَعْدُ کی ضد ہے۔ باب تفعل سے بمعنی قبول کرنا قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے۔

= وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ ..... الخ اَلْبِرَّ منصوب بوجہ عمل لٰکِنَّ ہے اَلْبِرَّ کی دو صورتیں ہیں (۱) البِرُّ۔ نیکی۔ بھلائی، نیکی کرنا (باب سَمِعَ) مصدر بمعنی فاعل لطور مبالغہ آیا ہے۔ اور تقدیر عبارت یوں ہے وَلٰکِنَّ الْبَارَّ مَنْ اٰمَنَ ..... الخ ولیکن نیکی کرنے والا وہ ہے جو اللہ پر ایمان لایا ..... الخ

(۲) مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ (مضاف الیہ) کا مضاف مقدر ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَلٰکِنَّ الْبِرَّ بِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ ... الخ بلکہ اصل نیکی تو اس کی ہے جو اللہ پر ایمان لایا .... الخ

= اٰتٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔

= عَلٰی حُبِّہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں (۱) اس کا مرجع اَلْمَالُ ہے یعنی مال کی محبت ہوتے ہوئے بھی اس نے اس کو دیا۔ یا خرچ کیا۔ (۲) اس کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی محبت میں اس نے مال خرچ کیا (۳) یہ بھی ممکن ہے کہ یہ ضمیر مصدر اِیْتَاءٌ (دینا۔ خرچ کرنا) کی طرف راجع ہو۔ مال کو دیا دینے کی محبت سے۔ یعنی اس کا دل خرچ کرنے سے ناخوش نہیں ہوا بلکہ خوب جی کھول کر دیا۔

= ذَوِی الْقُرْبٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ قرابت والا۔ قرابت دار۔ نزدیکی رشتہ دار۔ ذُوْ۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے۔

= اِبْنُ السَّبِیْلِ۔ راستہ کا بیٹا یعنی مسافر، راہگزر۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنُ السَّبِیْلِ کہتے ہیں۔

فِی الرِّقَابِ۔ رِقَابٌ۔ گردنیں رَقَبَۃٌ کی جمع ہے۔ ای اٰتَی المال فی تَخْلِیْصِ الرِّقَابِ اَوْ فی فَكِّ الرِّقَابِ جو خرچ کرتا ہے مال کو غلام آزاد کرانے میں۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمایا ہے

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ فَكُّ رَقَبَةٍ ط (۹۰ : ۱۲ - ۱۳) اور تم کیا سمجھے کہ گھاٹی کیا ہے ؟ کسی کی گردن چھڑانا۔
رَقَبَۃٌ اصل میں گردن کا نام ہے۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف عام میں یہ غلام کا نام پڑ گیا۔

= اَلْمُوْفُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ پورا کرنے والے۔ پورا دینے والے۔ وَفْیٌ مصدر۔ اپنا عہد پورا کرنے والے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَنْ اٰمَنَ پر ہے۔

= عَاھَدُوْا - ماضی جمع مذکر غائب مُعَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ انہوں نے معاہدہ کیا۔ انہوں نے عہد باندھا

= اَلْبَاْسَآءِ - سختی، فقر، تنگ۔ پستی۔ اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ صفت نہیں ہے بعض کے نزدیک صفت ہے۔ جو موصوف کے قائم مقام ہے۔

= الصّٰبِرِیْنَ - الصّٰبِرِیْنَ کو یہاں اَلْمُوْفُوْنَ کی طرح معطوف نہیں لایا گیا بلکہ فقر و مرض اور جہاد فی سبیل اللہ کے مواقع پر صبر و استقلال کو دیگر نیک اعمال متذکرہ بالا پر فضیلت کے اظہار کے لئے اسے منصوب علی الاختصاص والمدح لایا گیا ہے (نصب علی الاختصاص کے لئے ملاحظہ ہو عربی زبان کی گرامر مصنفہ ڈبلیو رائٹ آرٹیکل ۳۵ جلد دوم)

= اَلضَّرَّآءِ - تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت۔ اسم ہے۔ سَرَّآ اور نَعْمَآءٌ کی ضد ہے۔ اَلْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ دونوں مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔

= وَحِیْنَ الْبَاْسِ - مضاف مضاف الیہ۔ حِیْنَ - بمعنی وقت۔ اَلْبَاْسِ - لڑائی۔ دبدبہ، سختی۔ آفت جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں کثرت سے مستعمل ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ط (۴ : ۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے۔ اور سزا کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

اَلْبَاْسَآءِ اور اَلْبَاْسِ۔ مادہ ب ء س سے مشتق ہیں۔

= اُولٰٓئِكَ مندرجہ بالا اوصاف کے حامل۔

= صَدَقُوْا - انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صِدْقٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ای صدقوا فی الدین واتباع الحق وطلب البرّ۔ جو دین کے بارہ میں سچے اترے اور حق کے اتباع اور نیکی کی طلب میں کما حقہٗ فعّال رہے۔

= اَلْمُتَّقُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر پرہیزگار۔ تقویٰ رکھنے والے۔

گویا ایک نیک اور راستباز متقی میں مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

(۱) جو ایمان رکھتا ہو! (ا) اللہ پر (۲) یوم آخرت پر (۳) ملائکہ پر (۴) کتاب (قرآن مجید) پر (۵) نبیوں پر۔

(۲) جو مال خرچ کرتا ہو اللہ کی محبت کی خاطر (۱) قرابت داروں پر (۲) یتیموں پر (۳) مسکینوں پر (۴) مسافروں پر (۵) سوال کرنے والوں پر (۶) غلاموں کے آزاد کرانے پر۔
(۳) جو نماز پڑھتا ہو۔
(۴) جو زکوٰۃ دیتا ہو
(۵) جو ایفاء عہد کرتا ہو
(۶) جو تنگ دستی، تکلیف اور جنگ کی سختی میں صابر اور ثابت قدم رہتا ہو۔

۲: ۱۷۸ = كُتِبَ عَلَيْكُمُ۔ كُتِبَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ كَتْبٌ وَكِتَابٌ (باب نصر) لکھنا۔ علیٰ کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ واجب کرنا۔ کہا جاتا ہے
كَتَبَ اللّٰهُ عَلَىٰ عِبَادِهِ الطَّاعَةَ وَعَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اطاعت کا حکم دیا ہے اور اپنی ذات پر رحمت کو ضروری قرار دیا ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمْ تم کو حکم دیا ہے۔ تم پر لازم قرار دیا ہے۔ تم پر فرض کیا گیا ہے۔
= اَلْقِصَاصُ۔ خون کا بدلہ۔ خون بہا۔ مفعول مالم یسم فاعلہٗ
اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ محاورہ ہے قَصَصْتُ اَثَرَهٗ میں اس کے نقش قدم پر چلا۔ قرآن مجید میں ہے فَارْتَدَّا عَلٰى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸: ۶۴) تو وہ اپنے اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔ اور جگہ آیا ہے وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (۲۸: ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چلی جا۔
قصہ کو قصہ اسی لئے کہتے ہیں کہ قصہ بیان کرنے والا اصل واقعہ کی پیروی اپنے بیان میں کرتا ہے۔
= فِي الْقَتْلٰى۔ اَلْقَتْلٰى جمع ہے اَلْقَتِيْلُ کی (بمعنی مقتول) فِي الْقَتْلٰى۔ یعنی مقتولوں کے بارہ میں
= اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ۔ آزاد کے بدلہ میں آزاد۔ حُرٌّ۔ اس آزاد مرد کو کہتے ہیں جو کسی کا غلام شرعی نہ ہو۔ یہ عَبْدٌ کی ضد ہے۔ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ۔ ایک غلام کا آزاد کرنا۔ حُرِّيَّتٌ آزادی
= عُفِيَ لَهٗ۔ عُفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ عَفَا يَعْفُوْا (باب نصر) عَفْوٌ۔ جس کے معنی آسان حاجت سے زیادہ۔ معاف کرنا ہیں۔ مَنْ عُفِيَ لَهٗ۔ جس شخص (قاتل) کو معاف کیا ہو۔ شَيْءٌ۔ کچھ۔ کچھ چیز۔ مِنْ اَخِيْهِ۔ اس کے بھائی کی طرف سے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مقتول ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر مقتول کے بھائی (یعنی وارث) کی طرف سے قاتل کو قصاص کے سلسلہ میں کچھ معافی دی جائے تو مقتول کے بھائی (یا وارث) کو معروف طریقہ سے (باقی قصاص) کا مطالبہ کرنا چاہئے اور قاتل کو چاہئے کہ خوشی خوشی سے وہ اسے ادا کرے اِتِّبَاعٌ (اِفْتِعَالٌ) بمعنی پیروی کرنا۔ یہاں مطلب یہ ہے

کہ معافی کے بعد باقیماندہ قصاص کا مطالبہ رائج الوقت طریقہ سے کرے اور اِحْسَانٍ یعنی احسان مانتے اور شکریہ ادا کرتے ہوئے۔ یعنی قاتل کو مقتول کے بھائی (یا وارث) کی طرف سے دی گئی معافی کا احسان ملتے ہوئے اور شکریہ ادا کرتے ہوتے باقی ماندہ خون بہا ادا کرنا چاہئے۔

= تَخْفِيْفٌ بروزن تَفْعِيْلٌ مصدر ہے بمعنی ہلکا کرنا۔ آسانی کرنا۔ تخفیف کرنا۔

= اِعْتَدٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے زیادتی کی۔ اس نے حق سے تجاوز کیا۔ عدد۔ مادہ۔

۲ : ۱۷۹ — اُولِی الْاَلْبَابِ۔ اُولِیْ۔ والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا اور بحالت نصب وجر اُولِیْ۔ اَلْبَابٌ۔ لُبٌّ کی جمع بمعنی عقل۔ اُولِی الْاَلْبَابِ۔ عقل والے۔ صاحب عقل

= خَیْرًا۔ بہتری۔ بھلائی۔ نیک کام، نیکی۔ یہاں اس سے مراد مال ہے یہ لفظ اسی معنی میں اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے جیسے وانہ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ مال و دولت کی شدید محبت رکھتا ہے۔ یہاں خَیْرًا بمعنی مالاً کثیرًا۔ آیا ہے۔

= اَلْوَصِیَّۃُ۔ مصدر ہے۔ (باب سمع) مرنے کا وہ حکم جو کہ مرنے سے پہلے بعض لوگوں کے متعلق وہ دے کر مرتا ہے اَلْوَصِیَّۃُ لِلْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ جملہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ متعلق اَلْوَصِیَّۃُ سے اِنْ تَرَکَ خَیْرَ جملہ شرطیہ ہے جواب شرط جملہ اولی سے سمجھا جاتا ہے

= حَقًّا۔ مصدر مؤکدہ ہے اور فعل محذوف کا مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای حق ذلک علی الْمُتَّقِیْنَ حَقًّا متقیوں یعنی خدا ترسوں پر یہ لازم کر دیا گیا

۲ : ۱۸۱ — فَمَنْ بَدَّلَہٗ۔ میں ضمیر ہٗ۔ اِلْیْصَاءٌ (نصیحت کرنا) کی طرف راجع ہے۔ اور اِیْصَاءٌ اَلْوَصِیَّۃَ میں ضمناً مذکور ہے مَنْ شرطیہ ہے اور فَمَنْ بَدَّلَہٗ بَعْدَ مَا سَمِعَہٗ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّمَآ اِثْمُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یُبَدِّلُوْنَہٗ جواب شرط ہے پس جو کوئی وصیت کو بدل دے بعد اس کے کہ وہ اسے سن چکا ہو تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہے جو اس کو بدل دیں گے اِثْمُہٗ میں ہٗ کی ضمیر یا تو تبدیل شدہ اِیْصَاءٌ کی طرف راجع ہے یا خود تبدیل کی طرف

۲ : ۱۸۲ — مُوْصٍ اسم فاعل واحد مذکر اِیْصَاءٌ مصدر باب (افعال) اصل میں مُوْصِیٌ تھا وصیت کرنے والا

= جَنَفًا۔ مَیْلاً عَنِ الْحَقِّ خَطَاً وَجَھْلاً۔ غلطی سے یا نادانستگی سے حق سے دوسری طرف جھک جانا۔ طرفداری کجی۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ مصدر ہے۔

اِثْمًا۔ مصدر۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ عمداً ارتکاب ظلم کرنا۔

خَافَ۔ فعل بافاعل ہے۔ مِنْ مُّوْصٍ متعلق ہے خَافَ سے یہ جملہ شرطیہ ہے فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ۔

جواب شرط ہے

٢:١٨٣ = كُتِبَ عَلَيْكُمُ ۔ ای فُرِضَ عَلَيْكُمْ ۔ جیسا کہ اوپر آیت ۱۸۰-۸-۱۷ میں آیا ہے۔
= الصِّيَامُ ۔ مفعول مالم یسم فاعلہٗ ۔ صَامَ يَصُوْمُ ۔ صَوْمٌ وَصِيَامٌ ۔ مصدر باب نصر۔ الصَّوْمُ کے اصل معنی کسی کام سے رُک جانے یا باز رہنے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق کھانے پینے، چلنے پھرنے یا گفتگو کرنے سے ہو۔ گفتگو سے رکنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا (١٩ : ٢٥) کہ میں نے خدا کے لئے روزے کی منت مانی ہے ۔ یعنی کلام سے خاموش رہنے کی جیسا کہ بعد میں اسی آیت میں اس کی تفسیر یوں کی گئی ہے فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ۔ تو آج میں ہرگز کسی آدمی بات نہ کروں گی۔

چلنے پھرنے سے رُک جانے کے معنی میں شاعر کا قول ہے خَيْلٌ صِيَامٌ وَاُخْرٰى غَيْرُ صَائِمَةٍ ۔ کچھ گھوڑے اپنے تھان پر کھڑے ہیں اور دوسرے میدان جنگ میں ہیں

آیت ہذا میں اصطلاح شریعت میں کسی مکلف کا روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے عمداً قے کرنے اور جماع سے رُکے رہنے کو صیام کہتے ہیں اور یہاں صیام کے معنی رمضان کے روزے ہیں ۔

= كَمَا ۔ میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے ۔ یہاں تشبیہ روزوں کے فرض ہونے میں ہے ۔ روزوں کے دنوں کی تعداد یا ان کی کیفیت میں نہیں ہے ۔

= لَعَلَّكُمْ ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، اس کا اسم ۔ شاید تم ۔

= تَتَّقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ تم بچتے رہو ۔ تم ڈرتے رہو (ارتکاب گناہ سے) تم پرہیزگار ہو جاؤ ۔

٢:١٨٤ = اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ موصوف و صفت منصوب بوجہ فعل مقدر صُوْمُوْا ۔ (جس کا یہ مفعول فیہ ہے) چند گنتی کے دن ۔

مَعْدُوْدٰتٍ = اسم مفعول جمع مؤنث ۔ مَعْدُوْدَةٌ ۔ واحد ۔ گنے ہوئے

= فَمَنْ ۔ شرطیہ ۔ كَانَ کا اسم ضمیر ہے جو مَنْ کی طرف راجع ہے اور مَرِيْضًا اس کی خبر ۔ معطوف علیہ اَوْ حرف عطف عَلٰى سَفَرٍ معطوف موضع نصب میں ہے ۔ اَىْ اَوْ كَانَ مُسَافِرًا ۔ فَعِدَّةٌ مبتدا اس کی خبر محذوف ہے ۔ ای فَعَلَيْهِ عِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۔ مِنْ اَيَّامٍ اُخَرَ صفت ہے عِدَّةٌ کی ۔ پس فَمَنْ كَانَ ...... عَلٰى سَفَرٍ شرط ہے اور فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ جواب شرط ہے ۔

عِدَّةٌ یہ عَدٌّ سے بروزن فِعْلَةٌ بمعنی مَعْدُوْدٌ ہے (جیسے کہ طِحْنٌ بمعنی مَطْحُوْنٌ ہے (پسا ہوا آٹا) گنے ہوئے ۔

= یُطِیْقُوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِطَاقَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں ہ ضمیر واحد مذکر کا مرجع صیام ہے یُطِیْقُوْنَ۔ کے متعلق مفسرین کے متعدد اقوال ہیں مثلاً (۱) یُطِیْقُوْنَ بمعنی یُطَوَّقُوْنَ، یکلفون (روزہ رکھنے میں) تکلیف محسوس کریں۔ جو بہ تکلف و بمشقت روزہ رکھ سکتے ہوں۔

(۲) یُطِیْقُوْنَ سے پہلے لَا مقدر ہے اور تقدیر یوں ہے لَایُطِیْقُوْنَ (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں (۳) اس کا مفہوم وہی ہے جو اَطَاقَ فُلَانٌ کا ہے۔ اَطَاقَ میں باب افعال کا ہمزہ سلب ماخذ کے لئے ہے اس لئے اَطَاقَ فُلَانٌ کا مطلب ہوا فلاں شخص میں طاقت نہیں ہے۔ اس صورت میں یُطِیْقُوْنَهٗ کا مطلب ہوگا کہ وہ اس کی (روزہ رکھنے کی) طاقت نہیں رکھتے ہیں۔

= فِدْیَۃٌ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ۔ فِدْیَۃٌ۔ مبدل منہ۔ طَعَامُ مِسْکِیْنٍ مضاف مضاف الیہ ہوکر بدل ہے فِدْیَۃٌ سے مطلب یہ کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ ان کے ذمہ فدیہ ہے۔ جو ایک مسکین کا کھانا ہے۔ فِدْیَۃٌ مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا۔ مال خرچ کرکے مصیبت سے چھٹکارہ حاصل کرنا۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

= فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ۔ تَطَوَّعَ ماضی واحد مذکر غائب تَطَوُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر اس نے خوشی سے نیکی کی۔ اس نے شوق سے نیکی کی۔ تَطَوُّعٌ کے اصل معنی تو نیکی میں تکلف کے ہیں۔ مگر عرف میں جو چیزیں کہ لازم و فرض نہ ہوں جیسے نوافل وغیرہ ان کے بجالانے اور انجام دینے کو کہتے ہیں۔

خَیْرًا۔ بمعنی نیکی۔ بھلائی۔ اور خَیْرٌ بمعنی بہتر۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے پس جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے وہ اس کے لئے بہتر ہے۔

= وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ اَنْ تَصُوْمُوْا مبتدا۔ خَیْرٌ لَّکُمْ اس کی خبر۔ اور روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے

۲: ۱۸۵ = شَهْرُ رَمَضَانَ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اَلَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ۔ میں اَلَّذِیْ موصول اور اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ صلہ اپنے موصول کا۔ صلہ و موصول مل کر مبتدا کی خبر۔ هُدًی لِّلنَّاسِ حال ہے قرآن سے یعنی نازل کیا گیا اس ماہ میں قرآن در آنحالیکہ وہ سراپا ہدایت[۱] ہے لوگوں کے لئے اور (اس میں) روشن[۲] دلیلیں ہیں ہدایت کی (وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی) اور یہ حق و باطل میں فرق[۳] کرنے والا ہے (وَالْفُرْقَانِ) تینوں قرآن سے حال ہیں اور ۲ و ۳ کا عطف هُدًی ۱ پر ہے۔

هُدًی۔ اسم و مصدر (باب ضَرَبَ) ہدایت، ہدایت کرنا۔ بَیِّنٰتٍ۔ جمع بَیِّنَۃٌ واحد۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت۔ اَلْفُرْقَانِ۔ مصدر بھی ہے یعنی الگ الگ کرنا۔ حق کو باطل سے جدا کرنا۔ اور صیغہ صفت بھی ہے یعنی حق کو باطل سے جدا کر دینے والی شے۔ آیت ہذا میں وہ دلائل مراد ہیں جو حق کو باطل سے جدا کر دینے والی ہیں اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن مجید میں قرآن، توراۃ۔ دلیل و حجت کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔

= فَمَنْ شَھِدَ مِنْكُمُ الشَّھْرَ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَلْیَصُمْهُ جوابِ شرط شَھِدَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے شُھُوْدٌ مصدر سے بمعنی پانا۔ شَھَادَۃٌ مصدر سے شَھِدَ بمعنی شہادت دینا ہے۔ الشَّھْرَ میں الف لام عہد کا ہے مراد رمضان کا مہینہ ہے۔ فَلْیَصُمْهُ میں ف جواب شرط کے لئے ہے لِیَصُمْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب صَوْمٌ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول فیہ۔ اور اس کا مرجع الشَّھْرَ ہے پس وہ اس کا (رمضان کے مہینے کے) روزے رکھے۔

= مِنْ اَیَّامٍ اُخَرَ۔ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنا۔

= اَلْیُسْرَ۔ اَلْیُسْرُ کے معنی آسانی اور سہولت کے ہیں اور یہ اَلْعُسْرُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا (۶۵:۷) خدا عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔

= اَلْعُسْرَ۔ تنگی، سختی۔ اَلْیُسْرُ کی ضد ہے۔

= وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ۔ صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں (اور تاکہ تم گنتی پوری کرو) (العدۃ میں الف لام مضاف الیہ کے عوض ہے تقدیر عبارت کی یوں ہے عدۃ شھر رمضان بقضاء ما افطرمنہ (یعنی تاکہ ماہ رمضان کی شمار افطار کئے ہوئے روزوں کو قضاء کر کے پوری کرلو...... ولتکملوا العدۃ کا مع اپنے معطوف وَلِتُكَبِّرُوا...... الخ کے اَلْیُسْرَ پر عطف ہے (یا تو) اس وجہ سے کہ اَلْیُسْرَ باعتبار معنی کے ماقبل کی علت ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہم نے یہ احکام یعنی مریض اور مسافر کے لئے افطار کو مباح کرنا اور مرض کے ایام کی قدر قضا واجب کرنا اس لئے مشروع کردیئے تاکہ تم پر سہولت ہو اور تاکہ تم ماہ رمضان کے دنوں کی گنتی افطار کئے ہوئے روزوں کی قضاء کر کے پوری کرلو..... الخ یا لتکملوا..... (اس کے بعد اس آیت کی دیگر صورتیں بیان کی گئی ہیں)

اس صورت میں آیت یُرِیْدُ اللّٰہُ...... لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کا ترجمہ ہوگا اور اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی کرنی اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور (چاہتا ہے کہ) تم گنتی پوری کرلیا کرو (افطار روزوں کی قضا پوری کرکے) اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو۔ اس بات پر کہ اس نے تم کو سیدھی راہ دکھائی اور تاکہ تم احسان مانو (یعنی تاکہ تم روزہ کے واجب ہونے پر شکر کرو اس لئے کہ وہ درجات کے ملنے کا ذریعہ ہے اور مریض اور مسافر کے لئے افطار کے مباح ہونے پر شکر کرو کہ اس میں تمہارے لئے تخفیف اور رخصت ہے۔ تُكْمِلُوْا۔ تم پورا کرو، تم مکمل کرو۔ اِكْمَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی لام کے آنے سے حذف ہوگیا۔

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ کا عطف لِتُكَبِّرُوا اللّٰہَ پر ہے۔

= رَمَضَانَ۔ رَمِضَ کا مصدر ہے جو جلنے اور سوختہ ہونے کے لئے آتا ہے پھر اس کی طرف شَھْرٌ کی اضافت کی گئی۔ اور اسے علم قرار دیا گیا۔ اس ماہ کو رمضان سے یا تو اس لئے موسوم کیا گیا کہ اس ماہ میں بھوک پیاس کی

سوزش سے روزہ دار سوختہ ہوجاتا ہے یا اس لئے کہ گناہ اس میں جل جاتے ہیں اور یا اس لئے کہ جب لوگوں نے قدیم زبان سے مہینوں کے نام منتقل کئے تو یہ مہینہ سخت تمازت کے زمانہ میں واقع ہوا۔(بیضاوی)
لیکن صحیح یہ ہے کہ علم تقویم میں یہ قمری سال کے ایک مہینہ کا نام ہے۔

۲: ۱۸۶ = وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔ اِذَا ظرف زمان ہے سَاَلَ فعل كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ عِبَادِيْ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل عَنِّيْ جار مجرور مل کر متعلق فعل۔ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ جملہ شرطیہ۔ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ای قُلْ لَهُمْ (ای عبادی) اِنِّيْ قَرِيْبٌ ۔ جواب شرط۔

= اُجِيْبُ ۔ مضارع واحد متکلم۔ اِجَابَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی قبول کرنا۔ میں قبول کرتا ہوں۔

اَلدَّاعِ ۔ بلانے والا۔ پکارنے والا۔ دُعَاءٌ (دع و مادہ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بحالت رفع وجر۔ دَعْوَةَ الدَّاعِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اُجِيْبُ کا مفعول۔

= دَعَانِ ۔ اصل میں دَعَانِيْ تھا۔ یٓ ضمیر واحد متکلم حذف ہوگئی اور نؔ وقایہ ہے دَعَا ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے مجھے پکارا۔ اس نے مجھ سے دعا کی۔

= فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ ۔ فؔ سببیہ ہے لِيَسْتَجِيْبُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِسْتِجَابَةٌ (باب استفعال) ان کو چاہئے کہ میرا حکم مانیں ان کو چاہئے کہ میرا امر قبول کریں۔ ای اذا دعوتھم الی الایمان والطاعۃ کما انی اجیبھم اذا دعونی لحوائجھم ۔ یعنی جب میں ان کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلاؤں تو ان کو میرا حکم ماننا چاہئے جیسا کہ میں ان کی دعا قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے اپنی حاجات کے لئے پکارتے ہیں

اِسْتِجَابَةٌ بمعنی اِجَابَةٌ (افعال) ہے۔ والاجابۃ فی اللغۃ الطاعۃ فالاجابۃ من العبد الطاعۃ و من اللہ الاثابۃ والعطاء۔ لغت میں اجابت بمعنی اطاعت ہے۔ بندہ کی طرف سے اجابت بمعنی اطاعت اور اللہ کی طرف سے جزا عطا کرنا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۳: ۱۹۵) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی۔ اور وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (۴۲: ۳۸) اور جو اپنے پروردگار کا فرمان قبول کرتے ہیں۔

= وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ لِيُؤْمِنُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور چاہئے کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں

= يَرْشُدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب رُشْدٌ (باب نصر) مصدر وہ سیدھے راہ پر آجائیں۔ وہ ہدایت پاجائیں۔ اَلرُّشْدُ غَيٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (۲: ۲۵۶) گمراہی سے ہدایت الگ ہوچکی۔

۲: ۱۸۷ = اُحِلَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر حلال کیا گیا۔ مباح کیا گیا

الرَّفَثُ مفعول مالم یسم فاعلہٗ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف ہے الرَّفَثُ کا۔ رفث ایک لفظ جامع ہے جس قسم کا مرد عورتوں سے فائدہ اٹھائیں سب کو یہ شامل ہے ۔ اور رفث کو الٰی سے اس لئے متعدی کیا ہے کہ اس لفظ کے اندر افضاء (جماع) کا مضمون ہے اور افضاء کا صلہ الٰی آتا ہے۔

ترجمہ جائز کر دیا گیا تمہارے لئے روزوں کی راتوں میں پاس جانا اپنی بیبیوں کے۔

= کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ ۔ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْتَانُوْنَ اِخْتِیَانٌ (اِفْتِعَالٌ) خین مادّہ ۔ خیانت کرنا ۔ اِخْتِیَانٌ میں خِیَانَۃٌ سے زیادہ مبالغہ ہے۔ تم اپنے آپ سے خیانت کیا کرتے تھے۔

= فَتَابَ عَلَیْکُمْ ۔ یعنی جب تم نے توبہ کرلی تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ تَابَ عَلٰی ۔ اللہ کا بندے کی توبہ قبول کرلینا ۔ اُسے معاف کر دینا۔

= عَفَا عَنْکُمْ ۔ اس نے تم کو معاف کر دیا ۔ اس نے تمہارے گناہ مٹا دیئے۔ عَفْوٌ (باب نَصَرَ) مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے عَفْوٌ کا استعمال جب کسی کے جرم کے معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے۔

= فَالْئٰنَ میں ف ترتیب کا ہے اَلْئٰنَ (اب) ظرف زمان ہے الف لام بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

= بَاشِرُوْھُنَّ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ تم اپنی عورتوں سے یعنی اپنی بیویوں سے مباشرت کرو۔ (مطلب یہ کہ اب روزوں میں رات کے وقت اپنی عورتوں سے تم کو مباشرت کی اجازت ہے بَاشَرَ یُبَاشِرُ مُبَاشَرَۃً ۔ (مفاعلہ) مصدر بَشَرٌ مادّہ ۔ اَلْبَشَرَۃُ کے معنی انسان کی جلد کی اوپر کی سطح ہے انسان کو بشر اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی جلد بالوں سے صاف ہوتی ہے اس کے برعکس حیوا کی کھال پر اُون ، بال یا پشم ہوتی ہے۔

اَلْمُبَاشَرَۃُ کے اصل معنی تو ایک کی جلد کو دوسرے کی جلد کے ساتھ ملانا کے ہیں مگر کنایۃً عورت سے مجامعت کرنا کے معنی میں آتا ہے۔

= اِبْتَغُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر تم تلاش کرو۔ تم چاہو ، اِبْتَغُوْا فعل بافاعل مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ ۔ مفعول ۔ جملہ ہٰذا ۔ اور جملہ وَکُلُوْا ۔ اور وَاشْرَبُوْا تینوں کا عطف بَاشِرُوْھُنَّ پر ہے

= یَتَبَیَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر (حتی کہ) ظاہر ہو جائے ۔ ممیز ہو جائے اَلْخَیْطُ الْاَبْیَضُ موصوف وصفت سفید دھاگہ اَلْخَیْطِ الْاَسْوَدِ موصوف وصفت مجرور ۔ سیاہ دھاگہ

= مِنَ الْفَجْرِ ۔ بیان ہے اَلْخَیْطُ کا۔

= وَاَنۡتُمۡ عٰکِفُوۡنَ فِی الۡمَسٰجِدِ ط میں واوٴ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ تم مسجدوں میں اعتکاف کے لئے بیٹھے ہوئے ہو عٰکِفُوۡنَ جمع عَاکِفٌ کی اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ شرع میں عبادت کی نیّت سے مسجد میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ اور اس کے لغوی معنٰی ہیں مقیم ہونے والے اور ایسے جمنے والے کہ ٹلے ہی نہیں۔ آیۃ ہذا میں اپنے شرعی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور مَا ھٰذِہِ التَّمَاثِیۡلُ الَّتِیۡۤ اَنۡتُمۡ لَہَا عٰکِفُوۡنَ ہ (۲۱:۵۲) اپنے لغوی معنٰی میں آیا ہے۔

= تَقۡرَبُوۡھَا میں ھَا ضمیر کا مرجع حُدُوۡد ہے۔

۲ : ۱۸۸ = لَا تَاۡکُلُوۡۤا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت کھاوٴ اَمۡوَالَکُمۡ ایک دوسرے کا مال بَیۡنَکُمۡ آپس میں۔ اور باہم ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاوٴ۔

= وَ تُدۡلُوۡا بِہَاۤ اِلَی الۡحُکَّامِ۔ واوٴ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اسی لئے تُدۡلُوۡا تَاۡکُلُوۡا کے لَا کے تحت میں ہے اَیۡ وَلَا تُدۡلُوۡا۔ اور مت کھینچ لیجاوٴ۔ یہ یُدۡلُوۡا۔ اِدۡلَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ڈول نکالنا یا ڈول ڈالنا کے ہیں جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَاَدۡلٰی دَلۡوَہٗ (۱۲:۱۹) اس نے کنویں میں اپنا ڈول ڈالا۔ پھر استعارہ کے طور پر اس کے معنی کسی چیز تک پہنچنے کے لئے ذریعہ بنانا بھی آجاتے ہیں۔ یعنی نہ ہی رسائی حاصل کرو اس مال سے (رشوت دے کر) حاکموں تک (تاکہ وہاں جھوٹ سچ بول کر ناجائز طور پر فیصلہ اپنے حق میں کرالو۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ قاضی کا فیصلہ بھی حرام کو حلال نہیں کر سکتا)۔

= لِتَاۡکُلُوۡا فَرِیۡقًا مِّنۡ اَمۡوَالِ النَّاسِ۔ تاکہ یوں کھاوٴ کچھ حصہ لوگوں کے مال کا۔ یہاں لام تعلیل کی ہے کہ تم اس واسطے مقدمہ حکام کے ہاں لیجاوٴ کہ جائز یا ناجائز طور سے فیصلہ اپنے حق میں کرواکر دوسروں کا مال کھاجاوٴ۔ فَرِیۡقٌ کا مطلب گروہ بھی ہے اور کسی چیز کے حصہ اور جزر کو بھی فریق کہتے ہیں یہاں یہی معنٰی مراد ہیں۔ فَرِیۡقًا۔ اَیۡ قِطۡعَۃً وَّجُزۡءًا۔ فَرِیۡقًا مفعول ہے لِتَاۡکُلُوۡا کا۔

= وَاَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ہ یہ جملہ حال ہے۔ تَاۡکُلُوۡا کے فاعل سے۔ درآں حالیکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حرام کیا ہے۔

۲ : ۱۸۹ = اَلۡاَہِلَّۃِ ط مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو الاھلۃ کہتے ہیں پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الۡاَہِلَّۃِ ط لوگ تجھ سے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں (کہ یہ گھٹتا بڑھتا کیوں ہے) اَہِلَّۃٌ ھِلَالٌ کی جمع ہے اَھَالِیۡل بھی اس کی جمع ہے

= قُلۡ ھِیَ مَوَاقِیۡتُ لِلنَّاسِ وَالۡحَجِّ کہہ دو کہ وہ لوگوں کے (کاموں کی) میعادیں اور حج کے وقت معلوم ہونے کا ذریعہ ہے۔ ھِیَ اَیۡ اِھۡلَال۔ مَوَاقِیۡت جمع ہے مِیۡقَاتٌ کی۔ اسم آلہ، وقت کی شناخت

کے ذرائع ۔ یہ وَقْتٌ مادہ سے مشتق ہے ۔ وَقَّتَ یُوَقِّتُ تَوْقِیْتٌ (تَفْعِیْلٌ) وقت ظاہر کرنا۔ مِیْقَاتٌ اور مَوْقِتٌ کسی کام کو شروع کرنے کی جگہ ۔ جیسے میقاتِ حج ، میقات احرام۔

= ظُھُوْرِھَا ۔ مضاف ، مضاف الیہ ان کی پشتوں (کی جانب) سے ظَھْرٌ واحد۔

= وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۔ البِرُّ ای ذُو البِرِّ او البارُّ بمعنی نیکوکار۔ نیکی کرنے والا۔ اَبْرَارٌ جمع۔ بلکہ نیکوکار وہ ہے جو پرہیزگار ہو ۔ (نیز ملاحظہ ۲ : ۱۷۷)

= اِتَّقٰی ۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ وہ ڈرا۔ اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

فائدہ۔ عرب کے لوگوں کا دستور تھا کہ جب احرام باندھ لیا کرتے اور انہیں گھر میں داخل ہونے کی ضرورت پڑتی تو دروازہ سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے دیوار میں سوراخ کرکے داخل ہوتے اور اس کو بڑی نیکی سمجھتے۔

= تُفْلِحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر تم فلاح پاؤ۔ فلاح پانا بمعنی بھلائی۔ کامیابی کا حاصل کرنا اور مقصد رروری ہے۔

= لَا تَعْتَدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی حد سے گذرنا ۔ تم حد سے مت گذرو، تم زیادتی مت کرو۔ اَلْمُعْتَدُ ۔ اسم فاعل واحد مذکر، زیادتی کرنے والا۔ حد سے گذرنے والا۔

= اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ ۔ جملہ مفعول ہے فعل قَاتِلُوْا کا۔

= اَلْمُعْتَدِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر منصوب ۔ حد سے بڑھ جانیوالا۔

۲ : ۱۹۱ ۔ وَاقْتُلُوْھُمْ ۔ واؤ عاطفہ۔ اُقْتُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر مفعول ۔ جمع مذکر غائب ۔ اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ۔ ای اَلَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ وہ لوگ جو تم سے لڑائی لڑیں۔

= حَیْثُ ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ۔ مکان مبہم کے لئے آتا ہے جس کی جملہ مابعد سے تشریح ہوتی ہے ۔ جہاں ۔ جس جگہ ۔

= ثَقِفْتُمُوْھُمْ ۔ ثَقِفْتُمُوْا ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں ثَقِفْتُمْ تھا ۔ واؤ اشباع کا ہے ثَقْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے جس کے معنی پالینے کے ہیں ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= اَلْفِتْنَۃُ ۔ کے لغوی معنی امتحان اور آزمائش کے ہیں ۔ اسی لئے نعمت اور مصیبت کو بھی فتنہ کہتے ہیں ۔ فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہوجائے ۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً بمعنی آزمائش ۔ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَۃٌ فَلَا تَکْفُرْ ۔ (۲ : ۱۰۲) ہم تو ذریعہ آزمائش ہیں تم کفر میں نہ پڑو ۔ بمعنی آفت ۔ مصیبت ۔ وَحَسِبُوْا اَنْ لَّا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ ۔ (۵ : ۷۱) اور یہ خیال کرتے تھے کہ (اس سے ان پر) کوئی آفت نہیں آنے کی ۔ بمعنی عذاب

اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ ہ (۶۲:۳۷) اور ہم نے اس کو ظالموں کے لئے عذاب بنا رکھا ہے۔ اور آیت ہذا میں فتنہ سے مراد کفار کا خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا اور مسلمانوں کو مسجد حرام سے روکنا ہے (مظہری) وقیل معناہ شرکہم باللہ فی الحرم وصدھم ایاکم عنہ (بیضاوی) ان شرکہم باللہ اشد واعظم من قتلکم ایاھم فی الحرم (خازن) اوران کا اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا تمہارے ان کو مسجد حرم میں قتل کرنے سے بہت بُرا ہے۔

= اَشَدُّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر۔ بدتر۔ نہایت سخت۔ شِدَّۃٌ سے۔

۲:۹۲ = اِنْتَھَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْتِھَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ نہی مادہ۔ وہ رُک گئے۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ فَاِنِ انْتَھَوْا جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ جملہ جزائیہ۔

۲:۱۹۳ = فَلَا عُدْوَانَ ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جزائیہ ہے۔ (فَاِنِ انْتَھَوْا اس سے قبل کا جملہ شرطیہ ہے) عُدْوَانَ یہ عَدَا یَعْدُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ زیادتی، ظلم، ستم، تعدی، بہت بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ ترجمہ۔ تو کسی پر زیادتی نہیں سوائے ...... الخ اَلظّٰلِمِیْنَ ۔ ظلم کرنے والے۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مجرور۔ یہاں ظالمین سے مراد وہ لوگ ہیں جو شرک اور حرب میں باقی ہیں۔

۲:۱۹۴ = اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ ۔ موصوف صفت۔ حرمت والا مہینہ اَلْحُرُمٰتُ ۔ حرمتیں۔ بزرگیاں۔ حُرْمَۃٌ کی جمع۔ حرمت اس چیز کو کہتے ہیں جس کا ادب ضروری ہو۔

قِصَاصٌ ۔ بدلہ۔ قتل کا بدلہ قتل قاتل۔ ہر عضو کا بدلہ عضو، ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ۔ ادب کی چیزوں میں مساوات۔ یعنی ماہ حرام میں اگر دشمن قتال کرے اور اس کی حرمت کا لحاظ نہ کرے تو تم بھی دفاعی جنگ کرو (آیت ہذا) خون کا بدلہ خون۔ خون بہا۔

اَلشَّھْرُ الْحَرَامُ بِالشَّھْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ۔ ماہِ حرام کا بدلہ ماہ حرام ہی ہے اور تمام حرمتوں کا لحاظ برابری سے ہوگا۔ یعنی حرمتوں کے بارہ میں دشمن جتنی زیادتی کا مرتکب ہوگا۔ دوسرا فریق اس دشمن کے خلاف اس زیادتی کے برابر اس کا توڑ کرنے میں حق بجانب ہوگا۔

= فائدہ : اہل عرب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آتا تھا کہ ذی القعدہ ۔ ذوی الحجہ اور محرم کے تین مہینے حج کے لئے مختص تھے اور رجب کا مہینہ عمرہ کے لئے خاص کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ وجدل ۔ قتل و غارتگری ممنوع تھی تاکہ زائرین کعبہ امن و امان کے ساتھ خدا کے گھر تک جائیں۔ اور اپنے گھروں کو واپس ہو سکیں۔ اسی بنا، پر ان مہینوں کو حرام مہینے کہا جاتا تھا۔ یعنی حرمت والے مہینے۔ آیت کا منشاء یہ ہے کہ ماہ حرام کی حرمت کا لحاظ کفار کریں تو مسلمان بھی کریں اور اگر وہ اس حرمت کو نظر انداز کرکے کسی حرام مہینہ میں مسلمانوں پر دست اندازی کریں تو پھر مسلمان بھی ماہ حرام میں بدلہ لینے کے مجاز ہیں؛

(اقتباس از تفہیم القرآن)
= فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اِعْتَدٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے زیادتی کی (تم پر)
فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کا ہے۔ اِعْتَدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم زیادہ کرو۔ اِعْتِدَاءٌ۔ (زیادتی) کی جزار کو اِعْتِدَاءٌ کہنا صرف لفظی مشابہت ہے۔ مطلب یہ کہ زیادہ کرنے والے کی زیادتی کی حدتک اس زیادتی کا توڑ کرنا جائز ہے۔
= مَا اعْتَدٰی میں مَا موصولہ ہے۔
= الْمُتَّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تقویٰ کرنے والے۔ ڈرنے والے، پرہیز کرنے والے۔
۲ : ۱۹۵ = اَنْفِقُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر تم خرچ کرو۔
= لَا تُلْقُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) جمع مذکر حاضر، تم مت ڈالو۔ لقی مادہ۔ قرآن مجید میں ہے۔ کُلَّمَا اُلْقِیَ فِیْھَا فَوْجٌ (۶۷ : ۸) جب بھی اس میں کوئی جماعت ڈالی جائیگی۔
= بِاَیْدِیْکُمْ۔ بِاَ۔ حرف جار۔ اَیْدِیْکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ۔ یعنی اپنے ہاتھوں۔ اس سے قبل اَنْفُسَکُمْ محذوف ہے تقدیر عبارت یوں ہے وَلَا تُلْقُوْا اَنْفُسَکُمْ بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ۔ اور نہ پھینکو (یا نہ ڈالو) اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں۔ التھلکۃ۔ ھلک (باب ضَرَبَ و سَمِعَ) سے مصدر ہے ہلاک ہونا۔ تباہ ہونا۔ ہلاکت۔ تباہی۔
= اَحْسِنُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِحْسَانٌ۔ (افعال) مصدر۔ تم نیکی کرو۔
= اَلْمُحْسِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ سے۔ نیکی کرنے والے۔ اچھے کام کرنے والے۔
۲ : ۱۹۶ = اَتِمُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْمَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم پورا کرو۔
= اَلْحَجَّ۔ حَجَّ یَحُجُّ (باب نصر) مصدر، اصل لغت میں حج قصد زیارت کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں حج کی نیت سے اول احرام باندھ کر طواف اور وقوف کو اوقات مخصوصہ میں ادا کرنا حج کہلاتا ہے
= اَلْعُمْرَۃَ۔ عمرہ زیارتِ بیت اللہ کے سلسلہ میں ایک مخصوص عبادت کا نام ہے۔ جو حج کی طرح خاص وقت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ عمر بھر میں ایک دفعہ اس کا بجالانا بشرط استطاعت سنت مؤکدہ ہے شاہ عبد القادر دہلوی رح فرماتے ہیں کہ: عمرے کا طریق یہ ہے کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے۔ اور صفا مروہ کے بیچ دوڑے پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔
= فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْھَدْیِ۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔ اُحْصِرْتُمْ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَارٌ۔ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی روکنے

سکے ہیں خواہ رکاوٹ کسی ظاہری سبب کی بناء پر ہو۔ جیسے دشمن کا آڑے آکر روکنا۔ یا کسی باطنی سبب سے جیسے مرض کی وجہ سے رُکنے پر مجبور ہوجانا۔ پہلے جملہ کا ترجمہ یہ ہے پھر اگر تم روک لئے جاؤ۔ یعنی اگر تم حج سے یا اس عمرہ سے جس کی تکمیل کا تم کو حکم دیا گیا ہے روکے جاؤ۔ دوسرے جملہ میں ف جواب شرط کے لئے ہے مَا موصولہ ہے۔ اِسْتَيْسَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اِسْتِيْسَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی میسر آنا۔ آسان ہونا وہ میسر آیا۔ وہ آسان ہوا۔ اَلْهَدْيِ۔ اسم معرف باللام قربانی کا جانور جو ماہ حُرم میں حَرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے ترجمہ۔ تو جو قربانی کا جانور میسر آجائے (ذبح کردیا۔ ذبح کرنے کے لئے بھیجو)

= وَلَا تَحْلِقُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر حَلْقٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی بالوں کو منڈانا۔ تم بال یا سر مت منڈاؤ۔ تم حجامت نہ کراؤ۔

مَحِلَّهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلّ اسم ظرف مکان، قربانی کے حلال ہونے کی جگہ۔ جہاں قربانی کے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْهَدْیُ ہے۔

= اَذًی۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح کو یا جسم کو پہنچے۔

فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْبِهٖ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ جملہ شرطیہ ہے۔ اور فَفِدْيَةٌ.... اَوْنُسُكٍ جواب شرط۔ پس جو کوئی تم میں سے بیمار ہوجائے یا اس کے سر میں کوئی بیماری یا تکلیف ہو تو اس کے بدلہ میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی دے۔ فِدْيَةٌ۔ اَلفِدیٰ۔ اَلفِدَاءُ کے معنی کسی کو جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً (۴۷:۴) پھر اس کے بعد یا تو احسان رکھ کر چھوڑ دینا چاہئے یا کچھ مال لے کر۔ فِدْيَةٌ واحد فِدًى جمع وہ مال جو کسی کو آزاد کرانے کے لئے دیا جائے۔ یا وہ مال جو کسی عبادت میں کوتاہی کرنے کی وجہ خرچ کرکے انسان خود اپنے کو گناہ سے بچاتا ہے آیت ہذا میں اسی معنی میں مستعمل ہے۔

نُسُكٍ۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکان حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہوچکا ہے مَنَاسِكُ حج اور عبادت کے ارکان۔ قربانی بھی ارکان حج میں سے ہے یہاں قربانی ہی مراد ہے۔ نُسُكٌ کا واحد نَسِيْكَةٌ بمعنی ذبیحہ ہے۔

= فَاِذَا اَمِنْتُمْ۔ ای اذا امنتم من الاحصار یعنی جب احصار سے امن ہو مثلاً دشمن کا خوف جاتا رہے یا تم مریض تھے اب تندرست ہو گئے۔

= تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ۔ تَمَتَّعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَمَتُّعٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی برتنے۔ فائدہ اٹھانے اور مدت منفعت میں امتداد ہونے کے ہیں۔ اس نے فائدہ اٹھایا۔ یعنی جس شخص نے عمرہ کو حج کے ساتھ ملا کر فائدہ اٹھایا۔ یعنی (۱) اگر پہلے احصار میں تھا اب امن میں آگیا۔ یا پہلے بیمار تھا اب تندرست

ہو گیا۔ لیکن اس دوران وہ اپنے احرام سے حلال نہیں ہوا۔ یا (۲) پہلے سے ہی امن میں تھا (نہ احصار میں تھا نہ بیمار تھا) اور ایک ساتھ ہی حج اور عمرہ کا احرام باندھا۔ پہلے عمرہ کے ارکان ادا کئے لیکن احرام بدستور رہا۔ احرام سے حلال نہیں ہوا یہاں تک کہ ایام حج میں حج کے ارکان ادا کر کے حلق کرایا۔ اور احرام سے فارغ ہوا۔ اسی طرح ایک سفر میں دو عبادتیں جمع کرلیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں تمتع عرفی مراد ہے نہ کہ شرعی۔ اس لئے وہ تمتع اور قران دونوں کو شامل ہے۔ ان دونوں صورتوں میں قربانی لازمی قرار دیدی گئی کیونکہ دونوں صورتوں میں اس نے فائدہ اٹھایا۔

= فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ۔ ای فعلیہ ما استیسر من الھدی۔ توجو قربانی میسر آسکے اس پر لازم ہے

= فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ۔ ای فمن لم یجد الھدیَ جس کو قربانی میسر نہ آسکے یعنی جو قربانی نہ دے سکے۔

= فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ۔ ای فعلیہ صیام ثلثۃ ایام تو وہ تین دن کے روزے لازمی رکھے۔

= رَجَعْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ یہاں التفاتِ ضمائر ہے۔ اوپر خطاب واحد غائب کے صیغہ میں ہو رہا تھا۔ اب ان احکام کو جو اوپر بیان ہوئے پوری طرح ذہن نشین کرانے کے لئے صیغہ حاضر اختیار کیا گیا۔

= تِلْكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مؤنث عَشَرَةٌ مشار الیہ ہے

= كَامِلَةٌ۔ پوری (دہائی) یعنی پورے دس۔ کَمَالٌ مصدر (باب نصر۔ کرم۔ سمع) اسم فاعل واحد مؤنث۔ یعنی قربانی کی جگہ پورے دس روزے ہوتے ہیں۔ اس سے کم نہیں۔ بعض کے نزدیک لفظ کَامِلَةٌ تاکید در تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ یہ اشارہ یا تو (۱) تَمَتُّعٌ کی طرف ہے جس کا ذکر آچکا ہے اور یا (۲) اس کا اشارہ اصل حکم یعنی وجوب قربانی کی طرف ہے

= حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔ حَاضِرِي۔ باشندے۔ رہنے والے۔ حَضَارَةٌ مصدر سے جس کے معنی شہر میں رہنے کے ہیں، اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اصل میں حَاضِرِيْنَ۔ تھا۔ اضافت کے سبب نون جمع حذف ہو گیا۔ حاضری۔ مضاف، المسجد الحرام موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔

یہ تمتع یا قربانی کا وجوب یا دینا اس کے لئے ہے جس کے گھر والے مسجد حرام کے قریب نہ رہتے ہوں۔ حضرت امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جو میقات سے پرے رہتے ہیں۔

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو ان تمام احکام کی بجا آوری میں جو اوپر مذکور ہوئے ہیں

= وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اور یاد رکھو یا جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے لمن لم یتقہ اس کو جو اس سے نہیں ڈرتا۔

عِقَابٌ۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً وَّعِقَابٌ (باب مفاعلہ سے) مصدر ہے گناہ پر سزا دینا۔ پاداش جرم

کرنے کی سزا۔ عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عقاب سزا کے استحقاق کو بتاتا ہے۔ عقاب کو عقاب اسی لئے ہی کہا جاتا ہے کہ مرتکبِ جرم، جرم کے عقب میں ہی اس کا مستحق ہوجاتا ہے اور عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ عقاب کے معنی اصل میں پیچھے ہولینے کے ہیں۔ چنانچہ بولتے ہیں عقب الثانی الاول دوسرا پہلے کے پیچھے ہولیا۔ اور عقب اللیل والنھار۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہٰذا اس کا ترجمہ پاداش جرم کرنا چاہئے۔

شَدِیْدُ۔ سخت، محکم، پکا۔ شَدٌّ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے

شَدِیْدُ الْعِقَابِ ، ترکیب اضافی ہے اور شدید کی اضافت صفت مشبہ کی اپنے مرفوع کی طرف اضافت سے ہے۔ اضافۃ شدید من اضافۃ الصفۃ المشبھۃ الی مرفوعھا۔ (روح المعانی)

۲: ۱۹۷ = اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ۔ ای وقت الحج اشھر معلومٰت وھی شوال و ذوالقعدۃ وعشر لیال من ذی الحجۃ۔ حج کا وقت چند مہینے ہیں اور وہ ہیں۔ شوال۔ ذوالقعدہ اور ذوالحج کی دس راتیں۔

اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ ۔ موصوف وصفت۔ جانے بوجھے مہینے۔

فَرَضَ۔ ماضی معروف۔ واحد مذکر غائب فَرْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ فرض کے اصل معنی ہیں کسی حجم والی چیز کو جس میں صلابت ہو کاٹ دینا۔ لیکن قرآن مجید میں یہ ان معنی میں آیا ہے۔ اس نے واجب کر لیا۔ اس نے مقرر کر دیا۔ اس نے عزم کر لیا۔ اس نے اجازت دیدی۔ یہاں عزم کر لینے یا نیت کر لینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= فِيْهِنَّ۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَشْهُرٌ ہے۔

= رَفَثَ۔ ملاحظہ ہو ۲: ۱۸۷۔

= فُسُوْقٌ۔ اسم فعل۔ گناہ۔ نیز مصدر (باب ضرب۔ نصر) گناہ کرنا۔ نافرمان ہونا۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کا دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی گدری کھجور کے اپنے چھلکے سے باہر نکل آنے کے ہیں۔ فاسق کا لفظ اس شخص کے لئے استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

= جِدَالَ۔ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے باہم جھگڑا کرنا۔

فائدہ ۔ رَفَثَ۔ فُسُوْقَ اور جِدَالَ میں لَا کا تکرار تاکید ممانعت کے لئے ہے۔

= تَزَوَّدُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَزَوُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تم زادِ راہ لے لیا کرو۔ تم سفر خرچ

ہمراہ لو۔ حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ اہل یمن کی عادت تھی کہ جب وہ حج کو آتے تو زادِراہ ساتھ نہ لاتے اور اس کو توکل کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کہتے کہ ہم لوگ متوکل ہیں۔ اور جب وہ مکہ آتے تو لوگوں سے بھیک مانگتے۔ اور بقول علامہ بغوی رح بعض اوقات لوٹ اور غصب تک نوبت پہنچتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :۔ وَ تَزَوَّدُوْا۔ یعنی زادراہ اس قدر لے جایا کرو کہ جس سے وہاں تک پہنچ سکو۔ اور آبرو بچا سکو۔

= فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى۔ بیشک بہترین زادراہ تو تقویٰ ہے اس سے پہلے نہی عن المنکر کا حکم تھا۔ رفث۔ فسوق۔ جدال سے پرہیز۔ اب خیر پر برانگیختہ فرمایا ہے۔ اس کی شرح میں علامہ ابن کثیر رح رقمطراز ہیں :۔ چونکہ دنیوی توشہ کا حکم دیا تو ساتھ ہی فرمایا ہے کہ آخرت کے توشے کی بھی فکر کرلو۔ یعنی قبر میں اپنے ساتھ خوفِ خدا لے جاؤ۔ جیسے اور جگہ لباس کا ذکر کرکے ارشاد فرمایا يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (۷ : ۲۶) اے بنی آدم ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے بہتر ہے۔ یعنی خشوع و خضوع طاعت و تقویٰ کے باطنی لباس سے خالی نہ ہو بلکہ یہ لباس ظاہری لباس سے کہیں زیادہ بہتر اور نفع دینے والا ہے۔ تقویٰ مادہ وقی سے مشتق ہے۔

= اتَّقُوْنِ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی متکلم کی محذوف ہے۔ مجھ سے ڈرو۔ (اور وہ ڈر کیا ہے اس کے احکام کی تعمیل کرنا۔ اور اس کی گرفت سے بچنا۔ پرہیزگاری اختیار کرنا)

= يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ۔ یا حرفِ ندا۔ اولی الالباب۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے عقل والو۔ اَلْبَابٌ جمع ہے لُبٌّ کی بمعنی مغز بادام۔ بمعنی عقل مستعمل ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کے مغز میں ہوتی ہے۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کردے اور دوسری طرف جھکادے۔ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

مائل ہونے کے معنی میں : وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (۸ : ۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہوجاؤ۔

= اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔ تم چاہتے ہو، تم ڈھونڈھتے ہو، تم تلاش کرتے ہو۔ فَضْلًا اسم فعل (حالت نصب) تجارت کے ذریعے سے رزق۔ روزی۔ اور بھی کئی معانی میں مستعمل ہے۔ روزی کی تلاش کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ

وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۶۲: ۱۰) پھر جب نماز ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔
و لاخلاف بین العلماء فی ان المراد بالفضل المذکور فی الاٰیۃ ربح التجارۃ (اور اس بات میں علماء میں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت مذکور میں الفضل سے مراد منفعت تجارت ہے)
= فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ۔ جب تم عرفات سے لوٹو اَفَضْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اِفَاضَۃٌ (افعال) مصدر سے ہے۔ مادہ فیض ہے (باب ضرب) فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی اچھل کر بہہ نکلنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ اور اَفَاضَ (باب افعال) اِنَاءَہٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اور اَفَضْتُہٗ کے معنی اوپر سے گرانے اور بہانے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ (۷: ۵۰) کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔ وَفَاضَ الْخَبَرُ خبر کا منتشر ہونا یا پھیلنا۔ اور اسی لئے حَدِیْثٌ مُّسْتَفِیْضٌ کے معنی منتشر یعنی عام پھیلی ہوئی بات کے ہیں۔ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: اِفَاضَۃٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں اور یہ فَیَضَانُ الْمَاءِ (یعنی پانی کا زور سے بہہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے۔

باوجود اس تمام تشریح کے اس لفظ کا استعمال حاجیوں کے عرفات میں قیام کے بعد مزدلفہ یا منیٰ کی طرف واپس لوٹنے کے لئے مخصوص ہے چنانچہ معجم الوسیط میں یوں تحریر ہے (افاض الحجاج من عرفاتٍ الی منیٰ: ای انصرفوا الیھا بعد انقضاء الموقف یعنی وہ (حجاج) واپس لوٹے اس (منیٰ) کی طرف وقوف (عرفات) پورا کر لینے کے بعد اور اِفَاضَۃٌ: انصراف الحجاج عن الموقف فی عرفۃ۔ حاجیوں کی وقوف عرفات کے بعد واپسی۔ اور طواف الافاضۃ طواف یوم النحر ینصرف الحجاج من منی الی مکۃ فیطوف ویعود۔ اور طواف افاضہ: قربانی کے دن کا طواف جب حاجی منیٰ سے لوٹ کر مکہ جا کر طواف کرتے ہیں۔ اور پھر واپس (منیٰ کی طرف) مڑتے ہیں۔
= اَلْمَشْعَرِ الْحَرَامِ: موصوف وصفت۔ المشعر۔ اسم ظرف ہے بمعنی علامت، نشان، مشاعر الحج کے معنی رسوم حج ادا کرنے کی جگہ کے ہیں۔ اس کا واحد مشعر ہے اور انہیں شعائر الحج بھی کہا جاتا ہے اس کا واحد شعیرہ ہے۔ المشعر الحرام۔ حرمت والا نشان حج بمعنی مزدلفہ۔

فائدہ۔ عرفات۔ مکہ معظمہ سے جو سڑک مشرق کی جانب طائف کو جاتی ہے اس پر مکہ سے کوئی بارہ میل کے فاصلہ پر کئی مربع میل کے رقبہ کا ایک طویل وعریض میدان ہے اسے عرفات کہتے ہیں اسی نام کی ایک پہاڑی بھی اسی میدان میں واقع ہے جو سطح زمین سے کوئی دو صد گز بلند ہے۔ مسجد نمرہ اسی میدان میں واقع ہے جہاں ظہر اور عصر کی نمازیں اکٹھی پڑھی جاتی ہیں اس مسجد کو مسجد ابراہیم یا مسجد عرفہ بھی کہا جاتا ہے

عرفات کے اصل پہاڑی سلسلہ سے ذرا الگ میدانِ عرفات سے شمال مشرق میں سرخ رنگ کی ایک مخروطی پہاڑی ہے جسے جبل الرحمت کہتے ہیں۔

(۲) مزدلفہ یا مشعر الحرام۔ جب عرفات سے منیٰ کی طرف جائیں اور عرفات کے دونوں کنارے چھوڑ دیں تو مزدلفہ شروع ہو جاتا ہے جس کی حد مازماں سے لے کر محسر تک ہے اور دو پہاڑوں کے درمیان یہ سارا علاقہ مزدلفہ ہے خود مازمان اور وادی محسر مشعر الحرام میں شامل نہیں۔ حاجی حضرات یہاں مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی کر کے پڑھتے ہیں۔

= وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اُذْكُرُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ كَمَا میں کاف تشبیہ کا ہے اور مَا مصدریہ ہے هَدٰى فعل ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور یاد کرو اسے جس طرح اس نے تم کو بتایا ہے۔

= وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ واؤ حالیہ ہے اِنْ مخففہ ہے اصل میں اِنَّ تھا قَبْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہدایت ہے۔ لام فارقہ ہے الضَّآلِّيْنَ ۝ اَلضَّآلُّ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر گمراہ ہونا۔ راہِ حق سے ہٹ جانا۔ راستہ سے بھٹک جانا فراموش کرنا۔ گمراہ کرنا۔ (کوشش کا) برباد ہو جانا۔ (جبکہ ضَلَالٌ کے معنی سیدھی راہ سے ہٹ جانا کے ہیں خواہ وہ ہٹنا سہوًا ہو یا عمدًا۔ تھوڑا ہو یا زیادہ۔ تو جس سے بھی کسی قسم کی غلطی سرزد ہو گی اس کے متعلق ہم ضلالت کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء اور کفار دونوں کی طرف ضلالت کی نسبت کی گئی ہے۔ گو ان دونوں قسم کی ضلالت میں بون بعید پایا جاتا ہے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیتِ کریمہ: وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى۔ (۹۳ : ۷) میں ضَآلًّا فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ہدایتِ نبوت عطا ہونے سے قبل تم اس راہنمائی سے محروم تھے۔ (راغب) ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہو گا: اور بے شک اس سے قبل تم ناواقفوں میں سے تھے۔ نہ جاننے والوں میں سے تھے۔ (حق کی طلب میں تھے)

۲: ۱۹۹ = ثُمَّ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ تاخر زمانی ہو یا رتبہ کے لحاظ ہو۔ مولانا عبد الماجد دریاآبادی رح رقمطراز ہیں۔ ثُمَّ۔ یہاں تاخر زمانی کے لئے نہیں فصلِ کلام کے لئے ہے۔ یعنی ایک بات ختم ہوئی اب دوسری ہدایت سنو! جیسے اردو میں ایسے موقع پر "اچھا تو" یا "ہاں تو" کہتے ہیں۔

جملہ ثُمَّ اَفِيْضُوْا ..... کا عطف جملہ سابقہ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ پر ہے اور ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبۃ کے لئے آیا ہے مطلب یہ کہ جب تم عرفات سے وقوفِ عرفہ کے بعد منیٰ کی طرف واپس مڑو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کا ذکر کرو۔

ہاں تو اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ تم وہاں سے مڑا کرو جہاں سے لوگ واپس مڑا کرتے ہیں (یعنی عرفات سے نہ کہ مزدلفہ سے)

= اَفِيْضُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِفَاضَةٌ (افعال) مصدر سے۔ تم واپس مڑو، تم بہاؤ (پانی کو) یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

اس امر کے مخاطبین قریش ہیں جو حمس (شدت والے اور حیثیت والے) کہلاتے تھے اور وہ اور ان کے حلیف عرفات میں دوسرے اہل عرب کے ساتھ ٹھہرنے کو عار سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اہل اللہ ہیں۔ اور اس کے حرم کے رہنے والے ہیں اس لئے ہم حرم کو نہیں چھوڑتے اور یہاں سے نہیں نکلتے۔ پھر جب لوگ عرفات سے چلتے تھے تو حمس مزدلفہ سے کوچ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ مثل اوروں کے عرفات میں ٹھہریں اور وہاں وقوف کے بعد سب کے ساتھ مزدلفہ جائیں اور پھر وہاں سے واپس منیٰ جائیں۔

= مِنْ حَيْثُ۔ جہاں سے۔ جس جگہ سے۔ حَيْثُ اسم ظرف مکان ہے اور مبنی بر ضمہ ہے۔

= اَلنَّاسُ۔ سے حمس کے سوائے تمام لوگ مراد ہیں۔ المراد من الناس الجنس (روح المعانی) الناس سے مراد جنس انسان ہے۔ ضحاک نے کہا ہے کہ النَّاسُ سے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مراد ہیں جیسے ام يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ (۴: ۵۴) میں الناس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں

۲: ۲۰۰ = قَضَيْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) قضی مادہ۔ جب تم نے ادا کر لیا۔ جب تم پورے کر چکو۔

= مَنَاسِكَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے (حج کے) ارکان مَنْسَكٌ واحد۔

= كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ۔ کاف حرف تشبیہ ہے ذِكْرِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف۔ = اٰبَآءَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے آباد اجداد کے ذکر کی طرح یعنی جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کرتے ہو اسی طرح اللہ کا ذکر کرو۔

= اَوْ۔ یہاں اختیار کے معنی میں نہیں۔ بلکہ ترقی کے لئے ہے اور بَلْ کا ہم معنیٰ ہے یعنی بلکہ ان کے ذکر سے بھی بڑھ کر اللہ کو یاد کرو

= اَشَدَّ ذِكْرًا۔ صاحب تفسیر حقانی فرماتے ہیں: اَشَدَّ ذِكْرًا میں اگرچہ لوگوں نے بہت قیل و قال کی ہے مگر صاف قول یہ ہے کہ اَشَدَّ منصوب ہے حال ہونے کی وجہ سے اور یہ حال ذِكْرًا سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کی صفت ہو۔ اور ذِكْرًا تمیز ہے اَشَدَّ کی۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔

= خَلَاقٍ ط۔ حصہ۔ اپنے خلق اور عادت سے جو فضیلت انسان حاصل کرے اس کا نام خَلَاق ہے۔

= حَسَنَۃً ۔ بھلائی ۔ نیکی ۔ نعمت جو مسرت کا سبب ہو ۔ سَیِّئَۃٌ کی ضد ہے ۔

۲ : ۲۰۱ = قِنَا ۔ قِ ۔ نَا ۔ قِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اور نَا ضمیر مفعول جمع متکلم ۔ وِقَاءٌ ۔ وِقَایَۃٌ وَقْیٌ ۔ وَاقِیَۃٌ ۔ مصادر (لفیف مفروق) بمعنی بچانا ۔ پرہیز کرنا ۔ احتیاط کرنا ۔ وَقٰی یَقِیْ (باب ضرب سے) کسی دکھ دینے والی ضرر رساں چیز سے بچانا ۔ قِ نَا ۔ تو ہم کو بچا ۔ تو ہم کو محفوظ رکھ ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا ۔ (۶۶ : ۶) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ ۔

وَقٰی سے مضارع اصل میں یَوْقِیُ تھا ۔ لفیف مفروق میں ف کلمہ کی تعلیل مثل معتل الفاء (مثال کے ہوتی ہے ۔ لہٰذا مثال کی تعلیل کے مطابق کہ مضارع مکسور العین میں عین کلمہ سے پہلے جو واؤ واقع ہوتا ہے وہ حذف ہو جاتا ہے ۔ جیسے وَعَدَ یَوْعِدُ سے یَعِدُ لہٰذا یَوْقِیُ یَقِیُ ہو گیا ۔ لفیف مفروق کے لام کلمہ کی تعلیل مثل ناقص یائی ہوتی ہے لہٰذا مثل رَمٰی یَرْمِیُ میں یٓ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے حذف ہو جاتا ہے لفیف مفروق کے لام کلمہ میں تعلیل کی وجہ سے یَقِیُ یَقِیْ ہو گیا ۔

اسی کے مطابق صیغہ امر بنانے کے لئے علامت مضارع کو حذف کیا ۔ اور آخر میں حرف علت کو گرادیا تو قِ رہ گیا جو امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بن گیا ۔

۲ : ۲۰۲ = اُولٰٓئِکَ ۔ اسم اشارہ جمع مذکر ۔ وہ سب ۔ اس میں مشارٌ الیہم وہ مؤمنین ہیں جو دنیا اور آخرت دونوں میں حَسَنَۃً کی دعا کرتے ہیں

= نَصِیْبٌ ۔ حصہ ۔ خواہ ثواب کا ہو ۔ میراث کا ہو ۔ یا حکومت کا ہو ۔

= کَسَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے کمایا ۔ کَسْبٌ ۔ کمائی کرنا ۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا ۔ خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا ۔ قرآن مجید میں کَسَبَ کا استعمال اس طرح کیا گیا ہے ۔ (۱) قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی جیسے وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ۔ (۲ : ۲۲۵) لیکن جو قسمیں قصد دل سے کھاؤ گے ان پر مؤاخذہ کرے گا ۔ (۲) اچھا برا قول یا فعل ۔ جیسے : ثُمَّ تُوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ مَّا کَسَبَتْ (۳ : ۱۶۱) پھر ہر شخص کو اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ۔ (۳) نیک کام کرنا ۔ جیسے لَھَا مَا کَسَبَتْ (۲ : ۲۸۶) اچھا کام کرے گا تو اس کو اس کا فائدہ ملیگا ۔ (۴) برے کام کرنا ۔ جیسے وَلَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْھَا ۔ (۶ : ۶۵) اور جو (کوئی برا) کام کرتا ہے تو اس کا ضرر اسی کو ہوتا ہے ۔ (۵) مال کمانا ۔ جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبْتُمْ (۲ : ۲۶۷) پاکیزہ اور عمدہ مال جو تم کماتے ہو ۔ اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو

وَاللّٰہُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ واؤ عاطفہ ۔ سَرِیْعٌ ۔ جلدی کرنے والا ۔ سُرْعَۃٌ (باب فتح) سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں ۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَرِیْعُ الْحِسَابِ ط

ترکیب اضافی ہے سَرِیْعُ مضاف الْحِسَابِ مضاف الیہ ۔ جلدی حساب کرنے والا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللّٰہ مبتدا کی خبر ہے۔ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۲: ۲۰۳ ـــ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ط دن جو معدودے چند ہیں۔ چند گنتی کے دن، چند دن گنتی کے
ـــ فائدہ۔ حج کا ذکر ہو رہا ہے مزدلفہ میں رات بسر کر کے دسویں تاریخ ذوالحجہ کو صبح سویرے بعد از نماز فجر وہاں سے نکل کر منیٰ پہنچے۔ ۱۰ر ۱۱ر ۱۲ر تاریخ کو منیٰ میں قیام کیا اور ذکر و اذکار میں مشغول رہے۔ اور دیگر مناسک حج کی ادائیگی کی مثلاً دس تاریخ کو جمرہ عقبہ کی رمی کی، قربانی دی۔ سر منڈایا۔ احرام سے باہر آئے طوافِ زیارت کیا۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کی۔ اور واپس منیٰ آئے۔ اب منیٰ سے مکہ کی طرف واپسی کی دو صورتیں ہیں اگر کوئی شخص دسویں تاریخ کے بعد صرف دو دن قیام کر کے بارہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ چلا جائے تو بھی درست ہے اور جس کا جی چاہے بارہ تاریخ کو وہیں ٹھہرے۔ اور تیرہ تاریخ کی شام کو مکہ معظمہ واپس مڑے تب بھی درست ہے فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ ...... لِمَنِ اتَّقٰى میں اسی کی طرف اشارہ ہے

۹ ر کی فجر تا ۱۳ ر ذوالحجہ کی عصر تک ایام تشریق کہلاتے ہیں۔

= تَعَجَّلَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَجُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے عجلت سے کام لیا
مَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ ۔ جو شخص جلدی کر کے دو دن میں ہی چلا گیا۔ یعنی یوم النحر (دسویں تاریخ کے بعد ۱۱ر اور ۱۲ر کو منیٰ میں ٹھہر کر ۱۲ر کی شام کو مکہ معظمہ میں واپس ہو گیا۔ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ اس پر کوئی حرج نہیں
ہِ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ موصولہ ہے

= مَنْ تَاَخَّرَ ۔ تَاَخَّرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ تَاَخُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر پیچھے رہنا۔ پیچھے ہو جانا۔ وہ پیچھے رہ گیا۔ یا پیچھے رہا۔ جس نے تاخیر کی۔ یعنی ۱۲ر تاریخ کو بھی منیٰ میں ٹھہرا رہا اور ۱۳ر کی شام کو واپس ہوا۔
= لِمَنِ اتَّقٰى ۔ ای ذٰلِكَ التخییر و نفی الاثم للحاج المتقی ۔ یعنی اس تاخیر میں اس حاجی کے لئے کوئی حرج نہیں جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اور جس نے یہ تاخیر تقویٰ کی خاطر کی ہو

= تُحْشَرُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ حَشْرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر

۱: ۲۰۴ = وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ ۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ ...... (آیہ ۲۰۰) پر ہے۔ آیہ ۲۰۰ میں ذکر تھا کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ جو حج کے ایام اور ایسے مواضع میں صرف دنیا خدا تعالیٰ سے مانگتے ہیں کس لئے کہ آخرت اور وہاں کی نعمتوں کا ان کو یقین ہی نہیں۔ اور بعض ایسے بھی ہیں کہ دنیا و آخرت دونوں کا سوال کرتے ہیں۔ اب یہاں ان دونوں گروہوں کی تشریح ہے ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَنْ موصولہ۔

= يُعْجِبُكَ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر

تجھ کو بھلا لگتا ہے۔ تجھ کو پسند آتا ہے۔

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ متعلق قول سے ہے۔ ای فی امور الدنیا واسباب المعاش یعنی اس کی گفتگو بابت امور دنیا واسباب معاش۔ مطلب یہ ہے کہ دنیاوی امور کے متعلق یا اس کی غرض سے اظہار دعوئ محبت اور آپ سے اظہار اسلام وہ ایسے فصیح اور شیریں کلام میں کرتا ہے جو آپ کو متاثر کرتا ہے۔

= یُشْھِدُ اللّٰہَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اشھادٌ (افعالٌ) مصدر اللّٰہ مفعول۔ وہ اللہ کو گواہ بناتا ہے۔ یعنی اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ جو کچھ اس کے دل میں ہے وہ اس کی زبان کے مطابق ہے۔

= وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۰ جملہ حالیہ اَلَدُّ۔ سخت جھگڑالو۔ لَدَّ یَلُدُّ (باب نَصَرَ) افعل التفضیل کا صیغہ لَدَدٌ مصدر خِصَامٌ۔ خَصْمٌ کی جمع جیسے بِحَارٌ۔ بَحْرٌ۔ یا صِعَابٌ صَعْبٌ کی جمع ہے خَصْمٌ جھگڑنے والا۔ اَلَدُّ الْخِصَامِ جھگڑا کرنے والوں میں سب سے زیادہ جھگڑالو۔ بہت بڑا جھگڑالو۔ خِصَامٌ مصدر بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اَلَدُّ الْخِصَامِ بمعنی شَدِیْدُ الْخُصُوْمَۃِ ہوگا۔

۲: ۲۰۵ = تَوَلّٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ لوٹا۔ وہ پھرا۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔

= سَعٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ۔ مصدر (باب فتح) اس نے کوشش کی۔ اس نے جلدی کی اس نے قصد کیا۔

= لِیُفْسِدَ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور سعی سے متعلق ہے یعنی وہ زمین میں اس واسطے دوڑتا پھرتا ہے کہ فساد پھیلائے۔

۲: ۲۰۶ = اِتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعالٌ) مصدر تو ڈر۔ وَقْیٌ مادہ۔

= اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ۔ اَلْعِزَّۃُ۔ عزت۔ غرور۔ غلبہ۔ بزرگی۔ عِزٌّ۔ عِزَّۃٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) بِالْاِثْمِ۔ میں باء سببیہ ہے۔ غرور اور تکبر نے اس کو گناہ پر آمادہ کیا۔

= حَسْبُہٗ۔ اس کو بس ہے۔ اس کو کافی ہے۔ اس کو کفایت ہے۔ حَسْبُ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ حَسْبُ۔ کافی۔ کفایت۔

= اَلْمِھَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ مَھْدٌ۔ بستر، گہوارہ۔ مِھَادٌ (بستر) کی جمع اَمْھِدَۃٌ اور مُھُدٌ ہے۔

فائدہ۔ علامہ بغوی رحمہ نے بروایت کلبی ومقاتل وعطا فرمایا ہے کہ اخنس بن شریق بنی زہرہ کا حلیف تھا۔ یہ شخص بہت شیریں کلام اور خوبصورت ملیح تھا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آتا بیٹھتا اور باتیں بناتا تھا۔ اور قسمیں کھا کھا کر کہتا تھا کہ مجھے آپ سے محبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے ملاطفت فرماتے تھے۔ واقع میں وہ منافق تھا۔ اس کے بارہ میں آیات ۲۰۴:

تا ۲۰۶ نازل ہوئیں۔ (آیت ۲۰۶ میں لَہٗ۔ اَخَذَتْہُ اور حَسْبُہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اخنس کی طرف راجع ہے) اسی اخنس نے اپنے مخالف بنو ثقیف پر شب خون مار کر ان کی کھیتیاں جلادیں۔ اور ان کے مویشی ہلاک کر دیئے۔ اور اپنے ایک مدیون کے پاس تقاضے کے لئے طائف گیا اور وہاں جاکر اس کی کھیتی جلادی۔ اور اس کی گدھی کی ٹانگیں کاٹ دیں۔

اگرچہ ابتدائے کلام میں وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُكَ ...... سے اشارہ ایک واحد شخص کی طرف ہے جو بروایات اخنس بن شریق تھا۔ لیکن یہ ضروری نہیں کہ وَمِنَ النَّاسِ سے مراد ایک ہی شخص ہو بلکہ اس سے بہت سے اشخاص بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ان آیات کا انطباق محض اسی ایک ہی شخص تک محدود نہیں۔ بلکہ جہاں کہیں بھی وہ صفات پائے جائیں گے وہاں یہ آیات چسپاں ہوں گی۔

۲: ۲۰۷ = یَشْرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب شَرْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ فروخت کرتا ہے وہ اطاعت الٰہیہ کے لئے وقف کر دیتا ہے۔

شِرَاءٌ اور بَیْعٌ دونوں لازم ملزوم ہیں کیونکہ مشتری کے معنی قیمت دے کر اس کے بدلے میں کوئی چیز لینے والے کے ہیں۔ اور بائع اسے کہتے ہیں جو چیز دے کر قیمت لے۔ اور یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ایک طرف سے نقدی اور دوسری طرف سے سامان ہو۔ لیکن جب خرید و فروخت جنس کے عوض جنس ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کو بائع اور مشتری تصور کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بیع و شراء کے الفاظ ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اور عام طور پر شَرَیْتُ بمعنی بِعْتُ اور اِبْتَعْتُ بمعنیٰ اِشْتَرَیْتُ آتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ (۱۲: ۲۰) اور انہوں نے اس کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اِشْتَرَوُا الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا بِالْاٰخِرَۃِ (۲: ۸۶) جنہوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی۔

آیت ہذا میں یَشْرُوْنَ بمعنی فروخت کر دینا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ اور انسانوں میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جو اپنی جان تک اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچ ڈالتا ہے۔

= رَءُوْفٌ۔ رَءُفَ یَرْءُفُ (کَرُمَ) رأفَۃٌ مصدر سے۔ بروزن فَعُوْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ امام خطابی رأفت اور رحمت میں فرق تحریر فرماتے ہیں کہ:۔ "رحمت تو کسی مصلحت کی بنا پر کبھی ناپسندیدگی میں بھی ہوتی ہے۔ لیکن رأفت ناپسندیدگی میں تقریبًا نہیں ہوتی۔"

= نَفْسَهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی جان کو۔

= اِبْتِغَآءَ ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ ۔ مصدر ہے۔ اِبْتِغَآءَ سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم۔

= مَرْضَاتِ ۔ مَرْضَاۃ ۔ مصدر میمی و اسم مصدر ۔ پسند کرنا ۔ رضامند ہونا ۔ پسندیدگی ۔ خوشنودی، رضامندی۔ (باب سَمِعَ) مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کی رضامندی ۔ اللہ کی خوشنودی۔

اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ ۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے۔

۲:۲۰۸ = فِی السِّلْمِ ۔ اسلام ۔ اسم ہے مذکر مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= کَآفَّۃً ۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کے فاعل سے حال ہے ۔ اسم فاعل مفرد ہے ۔ مؤنث منصوب ۔ کَآفٌّ مذکر ۔ کَآفَّاتٌ ۔ جمع ۔ کَفٌّ مادہ و مصدر ۔ دفع کرنا۔

اسم فاعل مفرد مذکر منصوب بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ۃ علامت مبالغہ ہے یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے ۔ استعمال میں کَآفَّۃً ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ آتا ہے جس کے معنی ہیں سب کے سب پورے کے پورے ۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّۃً (۹:۳۶) تم سب کے سب کافروں سے لڑو ۔ اور وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (۳۴-۲۸) اور ہم نے تم کو سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم اتباع مت کرو ۔ تم پیروی نہ کرو ۔ تم نقش قدم پر مت چلو۔

= خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ شیطان کے قدم۔

= مُبِيْنٌ ۔ ظاہر ۔ صریح ۔ کھلا ہوا۔

۲:۲۰۹ = زَلَلْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ زَلٌّ ۔ زَلَلٌ ۔ زُلُوْلٌ ۔ (باب ضَرَبَ ۔ سَمِعَ) پاؤں یا زبان کا پھسل جانا ۔ تم ڈگمگائے ۔ تم نے لغزش کی ۔ تم نے ٹھوکر کھائی ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًاۢ بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا (۱۶ : ۹۴) اور اپنی قسموں کو آپس میں اس بات کا ذریعہ نہ بناؤ کہ (لوگوں) کے قدم جم چکنے کے بعد لڑکھڑا جائیں۔

= الْبَيِّنٰتُ ۔ بَيِّنَۃٌ کی جمع ۔ کھلے دلائل ۔ روشن دلیلیں۔

فَاِنْ زَلَلْتُمْ ...... الْبَيِّنٰتُ ۔ جملہ شرطیہ ۔ فَاعْلَمُوْا ...... حَكِيْمٌ ۔ جواب شرط

= هَلْ ۔ حرف استفہام ہے ۔ یہاں استفہام انکاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ هَلْ يَنْظُرُوْنَ ۔ ای مَا يَنْظُرُوْنَ۔

= يَنْظُرُوْنَ ۔ بمعنی يَنْتَظِرُوْنَ ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ نَظْرٌ ۔ (باب نَصَرَ) مصدر سے

ضمیر فاعل ان لوگوں کے لئے ہے جو اسلام میں پورے پورے داخل نہیں ہوئے ۔ ای من یترك الدخول فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً ۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ ای مَا یَنْتَظِرُوْنَ ۔اِلَّآ ۔ حرف استثناء۔

= ظُلَلٍ ۔ سائبان ۔ بدلیاں ۔ ظُلَّۃٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔

= اَلْغَمَامُ ۔ ابر ۔ سفید ابر ۔ غَمَامَۃٌ کی جمع۔

هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ ۔ یہ انتظار نہیں کرتے ہے مگر (اس بات کی) کہ اللہ اور اس کے فرشتے (ان کے اعتقاد کے موافق) سفید بادلوں کے سائبانوں کے سایہ تلے ۔ان کے اوپر آویں (جیسا کہ کوہِ طور پر موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں بادلوں میں سے دھواں اور کڑک اور شعلہ معلوم ہوا اور خداوند تعالیٰ کا جلوہ دکھائی دیا) تفسیر حقانی

= وَقُضِیَ الْاَمْرُ ۔ قُضِیَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اور معاملہ کا فیصلہ کیا جائے ۔ اور معاملہ نپٹا دیا جائے (یعنی وہ امور جو ابھی تک نو مسلم یہودیوں اور نصاریٰ کے دلوں میں جاگزیں تھے اور ان کو کافۃً اسلام میں داخل ہونے سے مانع تھے ان کے روبرو فیصلہ ہو جاویں) نیز ملاحظہ ہو نوٹ ع ۷۶۴ سورۃ البقرۃ تفسیر ماجدی)

= وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ اور اللہ کی ہی طرف تمام امور (قطعی فیصلہ کے لئے) لوٹائے جاتے ہیں تُرْجَعُ ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ رَجْعٌ مصدر سے ۔ (باب ضَرَبَ) باب ضرب ہی مصدر رُجُوْعٌ سے بطور فعل لازم بمعنی لوٹنا آتا ہے ۔ آیت ہذا میں بصورت اول مستعمل ہے۔

آیت ہذا کی مزید تشریح کے لئے عبد اللہ یوسف علی کی تفسیر نوٹ نمبر ۲۳۱ بھی ملاحظہ ہو)

۲ : ۲۱۱ = کَمْ ۔ استفہام کے لئے آئے تو اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے جیسے کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں ۔ اور اگر خبریہ ہو اور مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرے تو تمیز مفرد مجرور ہوتی ہے جیسے وَکَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا ۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا ۔

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا (۷ : ۴) یا آیت ہذا میں : کَمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ کتنی ہی کھلی نشانیاں اٰتَیْنٰھُمْ ۔ ہم نے ان کو دیں ۔

= مَنْ شرطیہ ہے اور وَمَنْ یُّبَدِّلْ ...... مَا جَآءَتْهُ ۔ جملہ شرطیہ ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ جواب شرط ہے ۔ یُبَدِّلْ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب تَبْدِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر (جو) بدل ڈالے ۔یعنی بجائے شکر کے کفر کرے

= نِعْمَۃَ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کی نعمت ۔ نعمت سے مراد وہ معجزے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اس پر انعام کئے ۔ نعمت ان کو اس لئے کہا گیا کہ وہ ہدایت کا سبب ہیں ۔ یا اس سے مراد اللہ کی کتاب ہے، اور تبدیل سے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل نہ کیا ۔

= شَدِیْدُ الْعِقَابِ : سخت عذاب دینے والا۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۹۶)

(۲: ۲۱۲) = زُیِّنَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر (وہ سنوارا گیا۔ وہ مزیّن کیا گیا۔ اسے اچھا (کرکے) دکھایا گیا۔ مطلب یہ کہ دنیا کی زندگی اسے پرکشش اور مزین کرکے دکھائی گئی

= الحیٰوۃ الدُّنْیَا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

= وَیَسْخَرُوْنَ ۔ میں واؤ عاطفہ ہے یَسْخَرُوْنَ کا عطف زُیِّنَ پر ہے سَخْرٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے وہ مذاق بناتے ہیں۔ وہ ٹھٹھا کرتے ہیں۔ مِنْ کے صلہ کے ساتھ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے۔ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْکُمْ ۔ (۱۱-۳۸) اگر تم ہم سے تمسخر کرتے ہو تو ہم تم سے تمسخر کریں گے۔

فَوْقَھُمْ ۔ فَوْقَ ۔ ظرف منصوب ۔ مضاف ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب.... مضاف الیہ ان کے اوپر۔ ان سے بڑھ کر، ان سے زیادہ، ان پر غالب

وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا فَوْقَھُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔ وَالَّذِیْنَ اتَّقَوْا ۔ مبتدا۔ فَوْقَھُمْ خبر یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ ظرف

۲: ۲۱۳ = اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ۔ موصوف صفت مل کر کَانَ کی خبر۔ اُمَّۃً بمعنی امت ۔ جماعت، مدت ۔ دین ۔ یہاں بمعنی دین مستعمل ہے۔ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً ای علی دین واحد ۔

= فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ ۔ بَعَثَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بھیجا اس نے بھیجے (نبی) جملہ ہذا سے قبل فَاخْتَلَفُوْا محذوف ہے عبارت یوں ہوگی۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ (ابتدا میں لوگ ایک ہی دین پر تھے۔ پھر ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بھیجا۔

= مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال نَبِیّٖنَ سے (اہل ایمان کو جنت کے دیگر انعامات کی) خوشخبری دینے والے۔ اور (منکرین کو ان کے گناہوں کی پاداش میں سزا سے) ڈرانے والے۔

= مَعَھُمْ ۔ ای مع النبیین ۔ الکتٰبُ سے مراد جنس کتاب ہے۔ بِالْحَقِّ کتاب سے حال واقع ہے یعنی مُشْتَمِلًا عَلَی الْحَقِّ ۔ (حق پر مشتمل) لِیَحْکُمَ ۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ اور یَحْکُمَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا کتب ہے یا اس کتاب کے ساتھ جو نبی ہے تاکہ اختلافی امور میں لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا کرے فِیْمَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ ما موصولہ ہے اور فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ۔ اس امر کے متعلق جس میں انہوں نے اختلاف کیا۔

مطلب یہ کہ: اس نے نبیوں کو مبشرین و منذرین بنا کر بھیجا۔ اور ان (میں بعض) پہ کتاب نازل فرمائی

جو سراسر حق باتوں پر مشتمل تھی تاکہ اللہ تعالیٰ خود یا اس کی مشتمل برحق کتاب یا نبی جس پر وہ کتاب نازل کی گئی ان باتوں کے متعلق جن میں لوگوں کا اختلاف تھا (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کردے۔

= وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ۔ فِیْہِ میں ضمیرہ واحد مذکر غائب کا مرجع الحق ہے یا کتاب الَّذِيْنَ موصول عہد کے لئے ہے۔ اور اس سے مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ اُوْتُوْهُ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو کتاب کی طرف راجع ہے۔ یعنی جنہیں وہ کتاب دی گئی مطلب یہ کہ اس حق میں جس پر یہ کتاب جو یہود و نصاریٰ کو دی گئی مشتمل تھی۔ انہوں نے ہی اختلاف اختیار کیا۔ (کتاب سے مراد یہاں توراۃ اور انجیل ہے جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر نازل کی گئی اور اختلاف سے مراد یہ امور ہو سکتے ہیں۔ (۱) باہمی ضد اور حسد کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر۔ (۲) کتاب میں تحریف اور تبدیل پر اختلاف (۳) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق توراۃ و انجیل میں حوالجات جو صریحاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دال تھے ان پر ان کا باہمی اختلاف۔

= مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ۔ بَیِّنٰتُ سے مراد وہ محکم آیات جو تورات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بشارت دینے والی اور آپ کے اوصاف کریمہ کو بیان کرنے والی تھیں۔ یہ جملہ اِخْتَلَفَ سے متعلق ہے۔

= بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ۔ باہمی ضد اور حسد۔ یہ اِخْتَلَفَ کا مفعول لہٗ ہے۔

= فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ۔ هَدٰى لَهٗ۔ راستہ بتلانا۔ سیدھے راستہ پر قائم رکھنا۔ هُدًى۔ هَدْيٌ۔ هِدَايَةٌ مصدر۔ مِنَ الْحَقِّ حال ہے ضمیر فِیْہِ سے یا مَا سے بِاِذْنِهٖ حال ہے الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے ای مَاذُوْنًا لَهُمْ۔ بِاِذْنِهٖ اپنے امر و ارادہ سے۔ اپنے فضل و کرم سے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والوں کو حق میں جو بھی ان کو اختلاف تھا اپنے حکم سے راہِ ہدایت دکھائی۔ یعنی ایمان والے اگر حق بات کے متعلق آپس میں کوئی اختلاف رکھتے بھی تھے تو چونکہ وہ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ محض لاعلمی یا ناسمجھی یا لاشعوری کی وجہ سے تھا۔ لیکن ان کی نیتوں میں خلوص اور جذبۂ ایمان تھا اس لئے خداوند تعالیٰ نے اپنے حکم (فضل و کرم) سے ان کو اس اختلاف سے نکال کر ہدایت کا راستہ دکھا دیا۔ صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ میں ذکر اہل حق کے اختلاف کا ہے اہل باطل سے بِاِذْنِهٖ ۔میں اِذن کے معنیٰ فضل، توفیق اور لطف کے ہیں۔

۲ : ۲۱۴ = اَمْ ۔ اَمْ۔ منقطعہ ہے اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب آیا ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہمزہ مقدر ہے۔ لفظ بَلْ کلام سابق سے اعراض کے لئے ہے۔ یہاں یہود اور نصاریٰ کے اختلاف اور ان کے متاع حیات

دنیوی پر فخر بے جاہ اور پھر اس کے بل بوتے پر مومنوں سے تمسخر سے اعراض کرنے کے لئے آیا ہے اور ہمزہ استفہامیہ مومنین کے خیال کے انکار و استبعاد کے واسطے کہ تمہارا یہ خیال درست نہیں کہ بغیر رنج و مشقت کی بھٹی سے گذرے تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ بلکہ تمہارے سے پہلے کے انبیاء اور مومنین کی طرح تمہیں بھی تنگی و سختی۔ فقر و بیماری اور طرح طرح کی بلاؤں اور مصیبتوں کی آگ سے گذرنا پڑے گا۔ تب جا کر تم جنت کے مستحق ہو گے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ فراء کا قول ہے کہ اَمْ کے معنی اَحَسِبْتُمْ اور میم زائد ہے

(اَمْ پر تفصیلی نوٹ ۱۸ : ۹ پر ملاحظہ ہو۔)

= حَسِبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) مصدر۔ تم سمجھ بیٹھے ہو۔ تم نے خیال کیا۔ یا گمان کیا۔

= اَنْ تَدْخُلُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تَدْخُلُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ کہ تم داخل ہو گے۔

= وَلَمَّا یَاْتِکُمْ مَثَلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ۔ جملہ حالیہ لَمَّا۔ ابھی تک نہیں۔ ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ (یوں ہی) بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ حالانکہ ابھی تک تم کو پہلے لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں۔

مثل الذین۔ ای مَثَلُ مِنْهُمْ کلام میں مضاف محذوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ صفت ہے مؤمنین محذوف کی۔ مِنْ قَبْلِکُمْ متعلق ہے خَلَوْا سے۔

= مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ بیان ہے مَثَلُ سے۔

= اَلْبَاْسَآءُ۔ سختی، فقر، تنگی، اسم مؤنث ہے۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے بعض کے نزدیک صفت ہے جو قائم مقام ہے موصوف کے۔

= اَلضَّرَّآءُ۔ تکلیف۔ سختی۔ تنگی، مرض، مصیبت اسم مؤنث ہے اور سَرَّآءُ۔ نَعْمَآءُ کی ضد ہے بَاْسَآءُ وَضَرَّآءُ دونوں اسم مؤنث ہیں۔ ان کا مذکر نہیں آتا۔ ان کی جمع فراء کے نزدیک اَبْؤُسٌ وَاَضُرٌّ بروزن نَعْمَآءُ اَنْعُمٌ جائز ہے۔

= وَزُلْزِلُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ زُلْزِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ زَلْزَلَةٌ۔ زِلْزَالٌ۔ مصدر وہ جھڑ جھڑائے گئے۔ وہ زلزلہ میں آگئے وہ ہلا ڈالے گئے۔

= لَمَّا۔ حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ جیسے لَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹ : ۱۴)

لَمْ اور لَمَّا کے درمیان بوجوہ ذیل فرق کیا جا سکتا ہے۔

(۱) لَمْ۔ حرف شرط کے ساتھ آسکتا ہے جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ لیکن لَمَّا نہیں آسکتا۔

۲۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد۔ مسلسل اور مستمر ہوتی ہے جیسے آیۃ ہذا۔ یا وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ اور ایمان ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ شاس عبدی ممزق کا شعر ہے ؎

فَاِنْ کُنْتُ مَاکُوْلًا فَکُنْ خَیْرَ اٰکِلٍ ــ وَاِلَّا فَاَدْرِکْنِیْ وَلَمَّا اُمَزَّقِ

ترجمہ: اگر مجھے خوراک ہی بننا ہے تو تو ہی بہتر کھانے والا بن جا۔ ورنہ میری مدد کو پہنچ ابھی تک میں تکا بوٹی نہیں کیا گیا۔

لَمْ سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے اس کا تسلسل اور اتصال کبھی تو حال تک ہوتا ہے جیسے وَلَمْ اَکُنْ؍ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا (۱۹:۴) (اے میرے رب ابھی تک تجھے پکار کر میں نامراد نہیں رہا اور کبھی حال سے پہلے نفی کا انقطاع ہو جاتا ہے جیسے لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا۔ (۷۶:۱) پہلے وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ یعنی پہلے وہ بالکل معدوم تھا اب موجود ہو گیا۔

۳۔ لَمَّا سے حاصل شدہ نفی ماضی قریب میں ہوتی ہے اور لَمْ سے حاصل شدہ نفی ماضی مطلق میں خواہ قریب ہو یا بعید۔ اسی لئے لَمْ یَکُنْ زَیْدٌ فِی الْعَامِ الْمَاضِیْ مُقِیْمًا (زید گذشتہ سال مقیم نہ تھا۔ ماضی بعید) صحیح ہے۔ لیکن لَمَّا کا استعمال اس جگہ صحیح نہیں کیونکہ سال گذشتہ ماضی بعید ہے ماضی قریب نہیں۔

۴۔ لَمَّا سے جس چیز کی نفی ہوتی ہے آئندہ اس کے ہونے کی توقع ہوتی ہے۔ جیسے بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ بلکہ انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ یعنی آئندہ چکھنے کی توقع ہے۔ لَمْ میں یہ شرط نہیں ہے۔

۵۔ لَمَّا کا مدخول جائز الحذف ہے لیکن لَمْ کا ایسا حال نہیں ہے۔ جیسے

فَجِئْتُ قُبُوْرَهُمْ بَدْءًا وَلَمَّا = فَنَادَیْتُ الْقُبُوْرَ فَلَمْ یُجِبْنَہْ (یعنی لَمَّا اَکُنْ بدءً)

میں ان کی قبروں پر سردار قوم کی حالت میں پہنچا اور اس سے پہلے میں سردار ہوا ہی نہیں تھا۔ میں نے قبروں کو پکارا لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

لَمَّا (جب) حرف شرط ہے یا حرف وجود لوجود یا حرف وجوب لوجوب۔ ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزا۔ ابن سراج۔ ابن جنی اور فارسی وغیرہ کا قول ہے کہ لَمَّا حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنی۔ ابن مالک نے کہا ہے لَمَّا اِذْ کی طرح ہوتا ہے۔ اِذْ کا مدخول بھی جملہ ماضیہ ہوتا ہے۔ اور لَمَّا کا بھی۔

لَمَّا کی جزار کا فعل ماضی ہونا بالاتفاق صحیح ہے بلکہ جمہور کے نزدیک شرط ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰکُمْ

اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (۱۷: ٦٧) جب اس نے بچاکر تم کو خشکی تک پہنچادیا تو تم نے روگردانی کی
ابن مالک کہتا ہے لَمَّا کی جزار کے مقام میں کبھی الیسا جملہ اسمیہ واقع ہوتا ہے جس کا آغاز اِذَا مفاجاتیہ سے ہوتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ٥ (۲۹: ٦٥) جب اس نے ان کو بچاکر خشکی تک پہنچادیا تو ایک دم وہ شرک کرنے لگے۔
یا اس کے شروع میں فاء ہوتی ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۱: ۳۲) جب ان کو بچاکر خشکی تک پہنچادیا ــــ تو ان میں کچھ لوگ سیدھی چال پر رہے۔
ابن مصفور نے صراحت کی ہے کہ لَمَّا کی جزا میں کبھی فعل مضارع آتا ہے جیسے فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ (۱۱: ۷۴) جب ابراہیمؑ کے دل سے خوف جاتا رہا۔ اور خوشخبری پہنچ گئی تو ہمارے فرشتوں سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگے
لَمَّا (مگر) استثنائیہ بھی آتا ہے اِلَّا کا ہم معنیٰ۔ جیسے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶: ۴) کوئی نفس ایسا نہیں کہ اس کے اعمال کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ یہ ترجمہ لَمَّا نافیہ کا ہے جیساکہ بعض لوگ اس جگہ قائل ہیں۔ محل استثناء کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہوگا۔: کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔ (لغات القرآن از مولانا عبدالدائم الجلالی)
ـــ اَلَا۔ خبردار ہوجاؤ۔ جان لو، سن رکھو، خبردار۔ یہ حرف کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً (۱) تنبیہ۔ جیسے اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ (۲: ۱۳) سن لو کہ یہی بیوقوف ہیں (۲) توبیخ و انکار جیسے اَلَا زَيْدٌ قَائِمٌ۔ (۳) تمنیٰ جیسے اَلَا تَنْزِلُ عِنْدِيْ (۴) عرض۔ یعنی کسی چیز کا نرمی سے مانگنا جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴: ۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کردے۔
(۵) تحضیض کے لئے۔ یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے جیسے اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹: ۱۳) بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر خدا کے جلاوطن کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) پہل کی
علامہ زمخشری رح قاضی بیضاویؒ اور علماء کی ایک جماعت کے خیال میں اَلَا۔ ہمزہ استفہام اور لام نافیہ سے مرکب ہے جو اپنے مابعد کے تحقیق وثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جب استفہام نفی پر داخل ہوتا ہے تو اس سے مزید ثبوت مقصود ہوتا ہے چنانچہ آیت اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى (۷۵: ۴۰) کیا اس (خدا) کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کردے۔
اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ میں اَلَا بطور حرف تنبیہ آیا ہے اور مابعد کی تحقیق پر دلالت کرتا ہے یعنی

سُن لو اللہ کی مدد آیا ہی چاہتی ہے۔

۲: ۲۱۵ = مَاذَا۔ کیا چیز ہے، کیا ہے، مَا حرفِ استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے آیا ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں تمیز ہو سکے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائدہ ہے۔

= یُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ خرچ کریں۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= مَا اَنْفَقْتُمْ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔

= مِنْ خَیْرٍ۔ ای مِنْ مَّالٍ۔ خیر کے معنیٰ بہتر، بھلائی۔ نیکی۔ نیک کام۔ پسندیدہ چیز۔ شر کی ضد ہے۔ خیر بمعنی مال قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے جیسے۔ اِنْ تَرَكَ خَیْرَا اِنِ الْوَصِیَّۃُ (۲: ۱۸۰) (جب تم میں سے کسی پر موت کا وقت آجائے اور) اگر وہ کچھ مال چھوڑ جانیوالا ہو تو تم پر دستور کے مطابق والدین اور اقرباء کے لئے وصیت کرنا فرض ہے خدا سے ڈرنے والوں پر یہ ایک حق ہے۔ یا وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

= فَلِلْوَالِدَیْنِ۔ ای فَانْفِقُوْا عَلَی الْوَالِدَیْنِ۔

= ابْنَ السَّبِیْلِ۔ مسافر۔ لفظی معنی ہیں راستہ کا بیٹا۔ چونکہ مسافر راہ نوردی کرتا ہے اس لئے اسے اِبْنَ السَّبِیْل کہتے ہیں۔

= وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ۔ میں مَا موصولہ ہے اور خیر سے مراد نیکی (کوئی بھی ہو کسی بھی صورت میں ہو) ہے۔ یہ جملہ شرط کے معنوں میں ہے اور فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ جوابِ شرط ہے۔

(۲: ۲۱۶) كُتِبَ عَلَیْكُمُ۔ كَتَبَ عَلٰی۔ واجب قرار دینا۔ فرض کر دینا۔ الْقِتَالُ ای الْجِهَادُ۔

= كُرْهٌ۔ ناگوار چیز۔ کریہہ۔ مشقت۔ مصدر بمعنی مفعول (مکروہ) ہے جیسے نَقْضٌ بمعنی مَنْقُوْضٌ ہے

= عَسٰی۔ عنقریب ہے، شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے افعال مقاربہ میں سے ہے۔ محبوب چیز میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے ہے۔

= تَكْرَهُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ كَرْهٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم ناپسند کرتے ہو۔ تم ناپسند کرو تم مکروہ سمجھو، تم کو ناگوار معلوم ہو، تم کو بُرا لگے۔ تم کو دشوار لگے۔

۲: ۲۱۷ = الشَّهْرِ الْحَرَامِ۔ موصوف وصفت۔ حرمت والا مہینہ۔

فائدہ۔ جمادی الثانی ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو آٹھ (یا بعض کے نزدیک بارہ) مہاجرین کا سردار بنا کر قریش کے ایک قافلہ کے مقابلہ میں بھیجا۔ جس شب یہ مقابلہ ہوا جس میں قریش کے چند آدمی مارے گئے تھے وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ لیکن حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

اوران کے ساتھی اسے جمادی الثانی کی آخری تاریخ سمجھ رہے تھے۔ چونکہ رجب کا مہینہ ماہ حرم ہے جس میں قتال ممنوع تھا۔ اس لئے حضرت عبداللہ اوران کے ساتھی سخت دلگیر ہوئے کہ ان سے ایسی غلطی سرزد ہوئی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اہل مکہ نے جو گناہ قصدًا اور عنادًا کئے تھے مثلاً لوگوں کو اسلام سے روکنا۔ اللہ کو نہ ماننا۔ لوگوں کو مسجد حرام سے روکنا۔ اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا۔ (یعنی مسجد والوں کو اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے) اور شرک کرنا۔ جو قتل سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔ یعنی خود تو اہل مکہ ایسے گناہوں کے مرتکب تھے۔ ان کو کیا حق ہے کہ وہ مسلمانوں پر طعن و تشنیع کریں۔ باوجود اس کے کہ ان سے یہ فعل غلطی سے سرزد ہو گیا تھا۔

= قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ۔ قِتَالٌ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے مُقَاتَلَةٌ بھی باب مفاعلۃ سے مصدر ہے فِيهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ ہے كَبِيرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے بڑا (یہاں گناہ ہونے کے لحاظ سے بڑا مراد ہے)

= صَدٌّ۔ صَدَّ يَصُدُّ (باب ضَرَبَ ونَصَرَ) کا مصدر ہے۔ رُکنا (فعل لازم) روکنا (فعل متعدی) دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ۔ خدا کے راستہ سے روکنا یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا۔

= كُفْرٌۢ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اور اس سے کفر کرنا اللہ کو نہ ماننا۔

= وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ط ای وصد عن المسجد الحرام اور مسجد حرام سے روکنا۔

= اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ۔ ای اهل المسجد الحرام۔

= اَلْفِتْنَةُ۔ فساد و شرک

= اَلْقَتْلِ۔ یعنی عمرو حضری کا قتل جو قریش کے قافلہ میں سے تھا۔ اور عام فساد اور شرک بھی مراد ہو سکتا ہے۔

= وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ لَا نفی۔ يَزَالُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (یہ لوگ ہمیشہ لڑتے رہیں گے (کفار مکہ کی طرف اشارہ ہے) لَا يَزَالُ۔ مَازَالَ مَادَامَ۔ ما انفک۔ افعال ناقصہ ہیں ہمیشہ حرف نفی کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں لیکن مثبت کے معنی ادا کرتے ہیں۔

= اِنِ اسْتَطَاعُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنِ اسْتَطَاعُوْا جملہ شرطیہ ہے اور لَا يَزَالُوْنَ ... عَنْ دِيْنِكُمْ۔ جزا۔

= حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ۔ حَتّٰى تعلیل کے لئے ہے جیسا کہ کہتے ہیں اَعْبُدُ اللّٰهَ حَتّٰى اَدْخُلَ الْجَنَّةَ۔

میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں تاکہ جنت میں جاؤں۔ یَرُدُّوْکُمْ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب رَدٌّ (باب نصر) سے مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تاکہ وہ تم کو لوٹا دیں۔ وہ تم کو مرتد بنا دیں۔ آیت کا ترجمہ ہوگا: یہ لوگ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے تاکہ اگر مقدور رکھیں تو تم کو تمہارے دین سے پھیر دیں

= وَمَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے یَرْتَدِدْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِرْتِدَادٌ (افتعال) مصدر بمعنی لوٹ جانا۔ مرتد ہو جانا۔ اور جو تم میں سے مرتد ہو گیا یعنی اپنے دین سے پھر گیا۔ فَیَمُتْ اور مر گیا (اس کا عطف یَرْتَدِدْ پر ہے)

وَھُوَ کَافِرٌ۔ جملہ حالیہ ہے در آں حالیکہ وہ کافر ہو۔ وَمَنْ یَّرْتَدِدْ سے لے کر وَھُوَ کَافِرٌ تک شرط۔ اور اس سے اگلا جملہ فَاُولٰٓئِکَ ..... خٰلِدُوْنَ جزاء ہے۔

= فَاُولٰٓئِکَ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ جمع مذکر غائب اور مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ میں ضمیر فاعل مشارٌ الیہ ہے۔

= حَبِطَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ حَبْطٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ وہ اکارت گئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہو گئے۔

= فِیْھَا۔ فِیْ۔ حرف جار۔ ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّار (دوزخ) کے لئے ہے ای فی النار

= خٰلِدُوْنَ ۝ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے۔ سدا رہنے والے

۲: ۲۱۸ = ھَاجَرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُھَاجَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر (انہوں نے (اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے) وطن چھوڑا

= جَاھَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا

= یَرْجُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب رِجَاءٌ (باب نصر) وہ امید رکھتے ہیں۔

۲: ۲۱۹ = اَلْخَمْرِ۔ شراب انگوری۔ اصل میں تو انگور کے کچے پانی کا نام جبکہ وہ نشہ آور ہو "خمر" ہے لیکن مجازاً ہر نشیلی شراب کو خمر کہہ دیتے ہیں۔

خمر یا تو اِخْتِمَارٌ بروزن (افتعال) سے ماخوذ ہے جس کے معنی خمیر اٹھنے کے ہیں چونکہ اس میں بھی خمیر اٹھ کر جوش پیدا ہوتا ہے اور جھاگ آنے لگتے ہیں اس لئے اس کا نام خمر ہوا۔

یا یہ مُخَامَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے مشتق ہے جس کے معنی چھپا لینے کے ہیں۔ چونکہ یہ وسواس کو گم کر دیتی ہے اور عقل و ہوش کو چھپا دیتی ہے۔ اس لئے خمر سے موسوم ہوئی۔

خُمَارٌ وہ چیز جس سے کوئی چیز چھپائی جاوے۔ خِمَارٌ۔ عورت کی اوڑھنی جس کے ساتھ وہ اپنے سر کو چھپاتی ہے اس کی جمع خُمُرٌ ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ۔ (۲۴: ۳۱)

وہ (عورتیں) اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھے رہا کریں۔

= اَلْمَيْسِرِ۔ اسم (مصدر میمی) جوا۔ جوا کھیلنا۔ يَسَرَ يَيْسِرُ يَسْرٌ (باب ضَرَبَ) جوا کھیلنا۔ يُسْرٌ آسانی (جوا میں بھی مال آسانی سے حاصل ہوتا ہے)

فائدہ۔ قرآن حکیم میں شراب کے حرام ہونے کے متعلق بتدریج مندرجہ ذیل آیات ہیں۔

(۱) وَمِنْ ثَمَرَاتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (۱۶: ۶۷) اس میں سَكَرًا کو رِزْقًا حَسَنًا سے علیحدہ کردیا ہے یعنی کھجور اور انگور سے نشہ حاصل کرنا رزق حسن نہیں ہے۔ یہاں شراب کے خلاف لطیف اشارہ ہے۔

(۲) يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔۔۔۔ الخ (۲: ۲۱۹) آیہ ہذا۔ اس کے متعلق شراب کے متعلق فرمان ہے کہ اس میں گو لوگوں کے لئے منافع بھی ہیں لیکن اس کا گناہ منافع سے بڑھ کر ہے۔ یہ حرمت شراب کے متعلق دوسرا قدم ہے۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (۴: ۴۳) یہاں ایک حد تک صریحاً ممانعت کردی اور یہ حرمت شراب کی طرف تیسرا قدم تھا۔

(۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (۵: ۹۰) یہاں شراب قطعی طور پر حرام ہو گئی اس کو شیطان کا فعل قرار دیکر اجتناب کا حکم ہوگیا اور جہاں نہی کسی فعل کی ہو اس کا کرنا صریحاً حرام ہے۔ آیۃ شریف ۵: ۹۱ بھی اسی مضمون کے متعلق ہے۔

= مَاذَا۔ ملاحظہ ہو آیت ۲: ۲۱۵۔ متذکرۃ الصدر

= اَلْعَفْوَ۔ ای قل انفقوا العفو۔ اَلْعَفْوُ۔ آسان۔ حاجت سے زیادہ۔ معاف کردینا۔ یہ عَفَا يَعْفُوْا (باب نَصَرَ) کا مصدر ہے بقدر طاقت جو بن آئے۔ جو اپنے اور عیال کے خرچ سے زائد ہو۔ عَفُوٌّ بروزن فَعُوْلٌ۔ بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

= يُبَيِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر کھول کر بیان کرتا ہے۔

۲: ۲۲۰) = قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ۔ ای اِصْلَاحُ اَمْوَالِ الْيَتٰمٰى من غیر اخذ اجرۃ ولا عوض خیر لکم ای اعظم اجرًا۔ یعنی یتیموں کے اموال یا کاروبار میں بغیر اجرت و عوضانہ ترقی کی کوشش کرنا۔ تمہارے لئے بہتر اجر کا باعث ہوگا۔

= اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ۔ اِنْ شرطیہ تُخَالِطُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ مُخَالَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر تم ان کو ملا لو۔ ان سے مشارکت کرلو۔ جملہ شرطیہ ہے فَاِخْوَانُكُمْ جواب

شرط۔ تو وہ تمہارے بھائی ہی ہیں اس لئے مشارکت میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔
= اَلْمُفْسِدَ - اسم فاعل واحد مذکر۔ فَسَادٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ بگاڑنے والا۔
= اَلْمُصْلِحِ - اسم فاعل واحد مذکر اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر، درستی کرنے والا۔ بگاڑ نہ کرنے والا۔ صَالِحٌ نیک۔ درست عمل کرنے والا۔
= وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعْنَتَكُمْ۔ واؤ عاطفہ لَوْ حرف شرط شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَشِیْئَۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ اور اگر اللہ چاہتا۔ شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یَ کو الف سے بدلا گیا ہے۔ وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ جملہ شرطیہ ہے۔ لَاَعْنَتَكُمْ - لام تاکید کے لئے ہے یا جواب شرط کے لئے ہے۔ اَعْنَتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْنَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی مشقت میں ڈالنے کے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا۔ یعنی اس باب میں کوئی سخت قانون بنا دیتا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔
۲ : ۲۲۱ = لَا تَنْكِحُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِكَاحٌ (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مصدر۔ تم نکاح مت کرو۔ تم عقد نہ کرو۔ اَلْمُشْرِكٰتِ۔ مشرک عورتوں کے ساتھ۔
= يُؤْمِنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ اِیْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں
= وَلَاَمَةٌ۔ لام تحقیق کے معنوں میں ہے۔ اَمَۃٌ۔ لونڈی، باندی، اسم ہے علامہ بیضاوی کے نزدیک اَمَۃٌ سے مراد عورت ہے خواہ حُرّہ ہو خواہ لونڈی ہو۔ کیونکہ سب مرد و عورت اللہ تعالیٰ کے غلام اور باندیاں ہیں وَالْاَمَۃُ۔ ای والمرأۃ المؤمنۃ حرۃ کانت او مملوکۃ فان الناس کلھم عبید اللہ وامائہ۔
= وَلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ - واؤ حالیہ ہے لَوْ بمعنی اگرچہ۔ عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ولو کان الحال ان المشرکۃ تُعْجِبُكُمْ وَ تُحِبُّوْنَھَا اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرکہ عورت تمہیں بھلی لگے اور تم اسے چاہتے ہو۔ اَعْجَبَتْكُمْ ماضی واحد مؤنث غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ تم کو بھلی لگی۔ اَعْجَبَ کے اصل معنی TO EXCITE WONDER کے ہیں۔ دوسرے میں پسند اور کشش کے جذبات ابھارنا۔ یعنی اگرچہ وہ عورت تم میں پسند اور کشش کے جذبات کا موجب ہو۔ پکھتال نے اس کا انگریزی میں ترجمہ یہ کیا ہے THOGH SHE PLEASE YOU اور عبداللہ یوسف علی اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ EVEN THOUGH SHE ALLURE YOU
= وَلَا تُنْكِحُوْا۔ واؤ عاطفہ لَا تُنْكِحُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِنْكَاحٌ (افعال) مصدر۔ تم نکاح نہ کردو۔ تم عقد مت کرادو۔ اَلْمُشْرِكِيْنَ یہ لَا تُنْكِحُوْا کا مفعول ہے جملہ میں ایک مفعول محذوف ہے

تقدیر کلام ہے: وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ اور نہ تم اپنی مومن عورتوں کا عقد مشرکین سے کراؤ۔
= وَلَوْ اَعْجَبَكُمْ: اگرچہ حال یہ ہو کہ مشرک تمہیں بھلا لگے۔ پسند آئے۔
= اُولٰٓئِكَ۔ المشرکین والمشرکٰت کی طرف اشارہ ہے۔
اُولٰٓئِكَ ..... الخ علت بیان کی گئی ہے مندرجہ بالا حکم کی۔
= يَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ دَعْوَةٌ و دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر وہ بلاتے ہیں وہ دعوت دیتے ہیں۔
= بِاِذْنِهٖ۔ اپنے امر وارادہ سے۔ اپنے فضل وکرم سے۔ توفیق دے کر اور آسانی پیدا کرکے۔
= يُبَيِّنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔
= يَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ نصیحت حاصل کریں وہ نصیحت پکڑیں۔
۲: ۲۲۲ = اَلْمَحِيْضِ۔ مصدر میمی ہے۔ بمعنی حیض آنا۔ جیسے مَبِيْتٌ۔ رات گذارنا۔ مَجِيْئٌ (ج ی ء) آنا۔ جَآءَ يَجِيْئُ۔ کا مصدر۔ محیض کے معنی (۱) حیض۔ یعنی وہ خون جو مخصوص دنوں میں صفتِ خاص کے ساتھ عورت کے رحم سے جاری ہوتا ہے (۲) ظرفِ زمان۔ وقتِ حیض یا زمانۂ حیض۔ (۳) ظرفِ مکان۔ مقامِ حیض۔
= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو ذی روح کی رُوح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔ گندگی، بیماری المنجد میں اس کے معنی تھوڑا ضرر۔ خفیف نقصان کے لکھے ہیں۔ اَذِيَ يَأْذٰى (سَمِعَ) تکلیف پانا اور اٰذٰى يُؤْذِيْ اِيْذَاءً (افعال) تکلیف دینا۔ اذی۔ مادّہ۔
= اِعْتَزِلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم الگ رہو۔ تم چھوڑ دو۔ (یعنی عورتوں کے پاس زمانۂ حیض میں نہ جاؤ) اِعْتِزَالٌ۔ (افتعال) بمعنی چھوڑنا۔ کنارہ کش ہونا۔ ایک طرف ہوجانا۔ الگ ہوجانا۔ اسی سے لفظ معتزلہ نکلا ہے۔ الگ ہوکر بنا ہوا فرقہ (واصل بن عطاء اور اس کے پیروکار)
= فِي الْمَحِيْضِ۔ ای فی زمان الحیض۔ حیض کے ایام میں۔
= يَطْهُرْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ طَهَادَةٌ وطُهْرٌ (باب نصر وکرم) یہاں تک کہ وہ عورتیں پاک ہوجائیں۔
= تَطَهَّرْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ تَطَهُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ پاک ہوں۔ وہ پاک ہوتی ہیں۔ پاک ہوجائیں۔
= فَاْتُوْهُنَّ۔ اَتٰى يَاْتِيْ اِتْيَانٌ۔ (باب ضَرَبَ) مصدر سے۔ اِئْتُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ پس تم ان عورتوں کے پاس آؤ۔ تم ان سے مجامعت کرو۔
= حَيْثُ ۔ جہاں ۔جس جگہ ۔ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ تو جہاں سے خدا نے تمہیں حکم دیا ہے یا ارشاد فرمایا ہے ان کے پاس جاؤ
= اَلتَّوَّابِيْنَ ۔ تَوَّابٌ کی جمع تَوَّابٌ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے تَابَ يَتُوْبُ تَوْبَةً (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ بہت پھر آنیوالے۔ بہت توبہ کرنے والے ۔ تَوَّابٌ ۔ ہر دو بہت توبہ کرنے والا (بندہ) بہت توبہ قبول کرنے والا (خدا) کے معنی میں آتا ہے۔
= اَلْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُتَطَهِّرُ واحد مذکر۔ تَطَهُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ پاک وصاف رہنے والے ۔پاک ہونے والے ۔ يُحِبُّ کا مفعول ہے۔
۲ : ۲۲۳ = حَرْثٌ ۔ کھیتی ۔ زراعت ۔حَرْثٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر بھی ہے ۔ بمعنی بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں۔
= اَنّٰى ۔ مندرجہ ذیل معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱) اسم ظرف زمان۔
(۲) اسم ظرف مکان۔
(۳) (ا) بمعنی کَيْفَ ۔ یعنی جیسے
} جیسے فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۔ پس اپنی کھیتی میں جاؤ جب چاہو۔ جہاں سے چاہو۔ جس ہیئت سے چاہو۔

(ب) بمعنی کَيْفَ ۔کیونکر ۔کیسے ۔ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (۲ : ۲۵۹) خدا اس (کے باشندوں) کو مرنے کے بعد کیونکر زندہ کرے گا۔
(۴) بمعنی مِنْ اَيْنَ ۔ جیسے يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا (۳ : ۳۷) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔
= شِئْتُمْ ۔ ماضی ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم نے چاہا۔ تم چاہو۔ شَآءَ يَشَآءُ مَشِيْئَةٌ ۔ (باب سَمِعَ) مصدر (نیز ملاحظہ ہو : ۲ : ۲۲۰)
= قَدِّمُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تَقْدِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تم پہلے بھیج دو۔ آگے بھیجو۔ قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ۔ اور اپنے لئے (اعمال صالحہ) آگے (آخرت میں جو کام آئیں) بھیجو۔
مطلب یہ ہے کہ عورتوں سے صحبت کرنے کو فقط اس وقت کی لذت ہی مقصود نہ رکھو، بلکہ ان فائدوں کا قصد کرو جو دین کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ مثلاً حرام کاری سے بچنا۔ نیک اولاد کا ہونا۔ کہ تمہارے لئے دعا اور استغفار کرے ۔ اور اگر مر جائے تو قیامت میں پیش خیمہ ہو۔ کیونکہ مباح امور اگر خالص اور صحیح نیت کے زیر اثر ہوں تو عبادت بن جاتے ہیں۔

= مُلٰقُوْہُ۔ مُلٰقُوْا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلٰقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ اس سے ملنے والے۔ اس کے پاس پہنچنے والے۔ مُلٰقَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر لقی مادہ۔

۲ : ۲۲۴ = عُرْضَۃً۔ آڑ۔ نشانہ۔ بہانہ۔ ہتھکنڈا۔ اَیْمَانِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری قسمیں وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰہَ عُرْضَۃً لِّاَیْمَانِکُمْ اور اللہ کو اپنی قسموں کے لئے آڑ یا بہانہ نہ بناؤ یعنی کسی اچھے کام کے نہ کرنے پر خدا کی قسم نہ کھا بیٹھو۔ کہ جب اس کے کرنے کو کہا جائے۔ تو اپنی قسم کو آڑ بنا کر نیک کام کرنے سے محروم نہ رہو۔ یا مطلب نکالنے کے لئے بات بات پر قسم نہ کھایا کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے باعزت نام کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ اس کی چار صورتیں ہیں:۔

(۱) اَنْ۔ مصدریہ۔ ماضی و مضارع پر داخل ہو کر مضارع کو نصب دیتا ہے اور اس کا مابعد بمنزلہ مصدر ہوتا ہے جیسے وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ۔ (۲:۱۸۴) اور روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے

(۲) اَنْ۔ مخففہ۔ جو کہ شروع میں ثقیلہ تھا۔ پھر خفیفہ کر لیا گیا۔ یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنیٰ دیتا ہے۔ جیسے عَلِمَ اَنْ سَیَکُوْنُ مِنْکُمْ مَّرْضٰی۔ (۷۳ : ۲۰) معلوم ہوا کہ بے شک تم میں سے کتنے ہی بیمار ہو جائیں گے۔

(۳) اَنْ۔ زائدہ۔ جو لَمَّا کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ جیسے فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ (۱۲:۹۲) پھر جب پہنچا خوشخبری دینے والا۔

(۴) اَنْ۔ مفسرہ۔ یہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنیٰ پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے فَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ (۲۳ : ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔

یا دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸ : ۶) تو ان میں جو معزز تھے وہ چل کھڑے ہوئے (اور بولے) کہ چلو۔ یعنی ان کے کہنے کا مطلب گویا یہ کہنا تھا کہ تم بھی چلو

آیت ہذا میں اَنْ مصدریہ ہے۔

= تَبَرُّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بِرٌّ (باب سمع) مصدر۔ تَبَرُّوْا۔ اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم نیکی کرتے ہو۔ یا کرو گے۔

= تَتَّقُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَآءٌ (افتعال) مصدر بمعنی پرہیز کرنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا۔ کہ تم بچتے رہو گے۔ ڈرتے رہو گے۔ یا پرہیز کرو گے یا کرتے ہو۔ تَتَّقُوْا اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔ نون اعرابی

بوجہ عمل اَنْ گر گیا۔

= تُصْلِحُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم صلح کراتے ہو، تم اصلاح کرتے ہو۔ اصل میں تُصْلِحُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ ساقط ہوگیا۔

اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ۔ (کہ اللہ کے نام کی قسم کا بہانہ کرکے (تم) نیکی اور پرہیزگاری اور لوگوں میں اصلاح نہ کرو۔ یا یہ کہ نیکی کرنے کو اور پرہیزگاری کو صلح بین الناس کو خدا کی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔

= سَمِيْعٌ۔ سَمْعٌ سے بروزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی "جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے" عَلِيْمٌ عِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہر دو اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہیں۔

۲: ۲۲۵ = لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل كُمْ ضمیر مفعول۔ لَا يُؤَاخِذُ فعل مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر بمعنی مؤاخذہ کرنا۔ گرفت کرنا۔ پکڑ کرنا۔ للہ گرفت نہیں کرے گا تمہاری۔

= بِاللَّغْوِ۔ ب سببیہ۔ اللَّغْوُ (باب نَصَرَ) بے معنی بات۔ جو کسی گنتی شمار میں نہ ہو۔ جو سوچ سمجھ کر نہ کی جائے۔ بے ہودہ بات۔ یا بیہودہ چیز۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (۲۳: ۳) اور جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ پہلوتہی کرتے ہیں۔

لَغْوٌ اس قسم کو کہتے ہیں جو بغیر نیت قسم کے بطور تکیہ کلام کے منہ سے نکل جاتی ہے۔ بقول حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آدمی کی لغو قسم اس طرح کہنا ہے کہ لَا وَاللّٰهِ۔ بَلٰى وَاللّٰهِ۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری قسموں میں سے بیہودہ قسم پر تم سے مؤاخذہ نہیں کریگا۔ اَخَذَ .... بِ۔ کسی چیز کو پکڑنا۔ کسی کو گناہ پر سزا دینا۔ مؤاخذہ کرنا۔

= بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ مَا موصولہ۔ كَسَبَتْ، فعل ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ یہاں اس کا استعمال قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی سے کام کرنے کے لئے ہوا ہے۔ یعنی وہ قسمیں جو تمہارے دلوں نے ارادۃً اور نیّۃً کھائی ہوں۔ لیکن تم سے اس (قسم) پر مؤاخذہ کرے گا جو تم نے دلی ارادہ سے کھائی ہو جس پر تمہارے دلوں نے قصد کیا ہو۔

= غَفُوْرٌ۔ مَغْفِرَةٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔ حَلِيْمٌ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ۔ جوش غضب سے اپنے

نفس اور طبیعت کو روکنا۔ بردباری۔ تحمل کرنا۔

۲: ۲۲۶ = یُؤْلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْلَاءٌ (افعالٌ) وہ عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھاتے ہیں۔ اِیْلَاءٌ و اَلِیَّۃٌ۔ اصل میں اس قسم کو کہتے ہیں کہ جس پر قسم کھانے والے کو تکلیف اور کوتاہی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور اصطلاح شریعت میں اِیلاء اس قسم کو کہتے ہیں جو عورت کے ساتھ جماع نہ کرنے پر اٹھائی اَلَوْتُ فِی الْاَمْرِ۔ کے معنی ہیں کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ قسم کھانے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْکُمْ۔ (۲۴: ۲۲) اور جو لوگ تم میں سے صاحب فضل (اور صاحب وسعت) ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں ......

= تَرَبُّصُ۔ بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ انتظار کرنا۔ خواہ کسی معاملہ کے ختم ہونے یا پورا ہونے کا انتظار ہو۔ یا کسی سامان کی گرانی یا ارزانی کا۔

آیت میں تَرَبُّصُ اَرْبَعَۃِ اَشْهُرٍ۔ مبتدا ہے اور لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ خبر ہے۔

= فَاِنْ فَآءُوْا۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ فَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فَیْءٌ (باب ضرب) مصدر ف ی ء مادہ۔ (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فَاءَ اِلیٰ (کسی چیز کی طرف) لوٹنا۔ اگر (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ جواب شرط۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ (۴۹: ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع کر لائے۔ اور سایہ کے لوٹنے کے معنی میں ہے: یَتَفَیَّؤُا ظِلٰلُهٗ۔ (۱۶: ۴۸) جن کے سائے ..... لوٹتے ہیں۔

فَیْءٌ۔ مال غنیمت۔ فِئَۃٌ گروہ، جماعت۔ بھی اسی مادہ سے ہے جس کا مطلب وہ جماعت جس کے افراد تعاون و تقاصد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

۲: ۲۲۷ = وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ۔ جملہ شرطیہ ہے ضمیر فاعل۔ عَزَمُوْا کا مرجع وہ لوگ ہیں جنہوں نے عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھا رکھی تھی۔ عَزَمُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر پختہ ارادہ کرلینا۔ اور اگر انہوں نے طلاق کا ہی پختہ ارادہ کرلیا ہے فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ جواب شرط۔ تو یاد رکھو اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (یعنی ان کے قول و فعل اور نیت سے بخوبی واقف ہے)

(۲: ۲۲۸) = اَلْمُطَلَّقٰتُ۔ اسم مفعول۔ جمع مؤنث۔ تَطْلِیْقٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ طَلْقٌ مادہ۔ طلاق دی ہوئی عورتیں۔

= یَتَرَبَّصْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب بمعنی امر غائب تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے (نکاح سے) روکے رہیں۔ منتظر رہیں۔ انتظار کریں۔ بِاَنْفُسِهِنَّ۔ اپنے آپ کو۔

= قُرُوْءٍ۔ جمع۔ قَرْءٌ واحد۔ اَلْقَرْءُ۔ کے اصل معنیٰ طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے جیسے کہ مَائِدَۃٌ۔ دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعے کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے۔ لہذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا۔ بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ احناف کے نزدیک اس سے مراد یہاں حیض ہے۔ اور شوافع کے نزدیک طُہر۔ مطلب یہ ہے کہ مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک رد کے رکھیں۔ یا انتظار کریں۔

= لَا يَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حُلُوْلٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنیٰ نازل ہونا۔ اور حِلٌّ۔ (باب ضَرَبَ) مصدر سے بمعنیٰ حلال ہونا۔ جائز ہونا۔ یہاں پر مؤخر الذکر معنیٰ مراد ہیں۔ یعنی حلال نہیں ہے۔ جائز نہیں ہے۔

= اَنْ يَّكْتُمْنَ۔ اَنْ مصدریہ۔ يَكْتُمْنَ۔ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب۔ كَتْمٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ کہ وہ عورتیں چھپائے رکھیں۔

= اَرْحَامِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَرْحَامٌ۔ جمع ہے رِحْمٌ کی۔ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔

= بُعُوْلَتُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بُعُوْلَةٌ۔ جمع ہے بَعْلٌ کی۔ جیسے فَحُوْلَةٌ جمع ہے فَحْلٌ کی۔ ان عورتوں کے خاوند۔ قرآن مجید میں ہے وَ هٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا (۱۱: ۷۲) اور یہ میرے خاوند بھی بوڑھے ہیں۔

= رَدِّهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا لوٹانا۔ ان کا پھیر لینا۔ یعنی ان عورتوں کو واپس اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔

= فِيْ ذٰلِكَ۔ ای فی مدۃ ذٰلك التربّص۔ اس عدت کے دوران۔ اس انتظار کے اندر اندر۔

= اِصْلَاحًا۔ سنوارنا۔ صلح کرنا۔ درست کرنا۔ یعنی اگر وہ (مطلقہ عورتوں کے خاوند) تعلقات درست کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں۔

= وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ۔ ای وللنسآء علی الازواج حقٌ مثل حق الّذی علیهن للازواج۔ اور عورتوں کے حقوق مردوں پر ویسے ہی ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ عام دستور کے مطابق۔ معروف طریقے کے مطابق۔

= دَرَجَةٌ۔ مرتبہ۔ (مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ کی فضیلت ہے۔

= عَزِيْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ مشکل۔ دشوار۔ عِزَّةٌ سے فَعِيْلٌ کے وزن پر بمعنیٰ فاعل

مبالغہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ زجاج نے اس کے معنی کئے ہیں۔ ایسا زبردست جس پر کوئی غالب نہ ہو سکے۔

= حَکِیْمٌ۔ حکمت والا۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کے صیغہ میں سے ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۲۹ = اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ۔ اس میں ال عہد کا ہے۔ ای التطلیق الرجعی اثنان۔ طلاق رجعی دو ہیں۔ یعنی وہ طلاقیں جن کے بعد طلاق دینے والا رجوع کر سکتا ہے صرف دو ہیں۔ تیسری طلاق کے بعد وہ رجوع نہیں کر سکتا تاآنکہ مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔ پھر وہ شخص اپنی رضامندی سے اسے خود طلاق نہ دے دے۔

= فَاِمْسَاکٌۢ بِمَعْرُوْفٍ۔ ای اذا راجعھا بعد التطلیقۃ الثانیۃ فعلیہ ان یمسکھا بمعروف یعنی جب دوسری طلاق کے بعد اس نے عورت سے رجوع کیا تو از اں بعد یا تو قاعدہ اور دستور کے مطابق عورت کو اپنے پاس روکے رکھے یا.....

اِمْسَاکٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر بمعنی روکے رکھنا۔

= اَوْ تَسْرِیْحٌۢ بِاِحْسَانٍ۔ اَوْ بمعنی یا۔ تَسْرِیْحٌ۔ نکال دینا۔ رخصت کر دینا۔ چھوڑ دینا۔ روانہ کرنا بروزن تَفْعِیْلٌ۔ مصدر ہے۔ سَرَحَ یَسْرَحُ (باب فتح) سَرْحٌ مصدر۔ بمعنی بھیج دینا۔ سَرَّحَ (باب تفعیل) سے تَسْرِیْحٌ بمعنی بیوی کو طلاق دینا۔ رخصت کرنا۔ سَرْحٌ ایک پھل دار درخت۔ سَرَّحْتُ الْاِبِلَ۔ میں نے اونٹ کو سرح درخت چرایا۔ پھر چراگاہ میں کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَکُمْ فِیْھَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ (۱۶: ۶) اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل میں) چرانے لے جاتے ہو۔ تو ان سے تمہاری عزت وشان ہے۔ اور چرواہے کو سَارِحٌ کہا جاتا ہے۔

اِحْسَانٌ۔ نیکی۔ بھلائی۔ حُسنِ سلوک۔ یا حُسنِ سلوک سے اسے چھوڑ دے۔

= لَا یَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حلال نہیں۔ جائز نہیں۔ دیکھو (۲: ۲۲۸ متذکرۃ الصدر)

= مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ۔ اٰتَیْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جو تم نے ان عورتوں کو دیا۔

= اِلَّآ۔ حرف استثناء سوائے (اس صورت کے)

= اَنْ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یَخَافَا۔ مضارع منصوب۔ تثنیہ مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ ان دونوں کو خوف ہو یا اندیشہ ہو۔

اَلَّا ۔ مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے ۔ یُقِیْمَا۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب ۔ اِقَامَۃٌ ۔ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ کہ وہ دونوں ٹھیک ٹھیک (حدود اللہ کو) قائم نہ رکھ سکیں گے۔ اگرچہ اَلَّا ۔ تحضیض (برانگیختہ کرنا) کا حرف ہے لیکن قرآن مجید میں یہ اس معنی میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا

= فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ ۔ جملہ شرطیہ ہے فَلَا جُنَاحَ عَلَیْہِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ جواب شرط ہے ۔ لَا جُنَاحَ ۔ کوئی گناہ نہیں ۔ کوئی مضائقہ نہیں ۔ کوئی حرج نہیں ۔

فِیْمَا افْتَدَتْ بِہٖ ۔ مَا موصولہ ۔ افْتَدَتْ بِہٖ ۔ صلہ ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصولہ ہے فَلَا جُنَاحَ .... بِہٖ ۔ کوئی گناہ نہیں ان دونوں کے لئے اس مال کے دینے میں جو عورت فدیہ کے طور پر دے کر (خاوند سے رہائی حاصل کرے)

= لَا تَعْتَدُوْھَا ۔ لَا تَعْتَدُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ ھَا ضمیر واحد مونث غائب ۔ جس کا مرجع حُدُوْدُ اللّٰہِ ہے تم ان حدود سے تجاوز مت کرو ۔

= مَنْ یَتَعَدَّ ۔ مَنْ شرطیہ ہے ۔ یَتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اصل میں یَتَعَدّٰی تھا ۔ جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا ۔

فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ جواب شرط ہے ۔ پس وہی بے انصاف ہیں ۔

= فَائِدَہ ۔ وَلَا یَحِلُّ ..... فَلَا تَعْتَدُوْھَا ۔ اس آیت میں یکے بعد دیگرے صیغوں کے بدلنے سے اشکال پیدا ہوگیا ہے ۔ وَلَا یَحِلُّ ...... شَیْئًا میں تَاْخُذُوْا ۔ اور اٰتَیْتُمُوْھُنَّ میں صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ استعمال ہوا ہے ۔ اور آگے اِلَّا اَنْ یَّخَافَا اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ میں تثنیہ مذکر غائب استعمال ہوا ہے ۔ پھر اِنْ خِفْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا ہے اور اس کے فوراً بعد اَلَّا یُقِیْمَا اور عَلَیْہِمَا میں پھر تثنیہ مذکر غائب کا صیغہ ہے اور اِفْتَدَتْ بِہٖ میں واحد مونث غائب کا صیغہ ہے ۔ ازاں بعد فَلَا تَعْتَدُوْھَا میں پھر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔

اس کا حل یوں ہے ۔ شروع کلام میں تمام مسلمانوں کو خطاب کیا گیا ہے لہٰذا جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے ۔ پھر کوئی خاوند بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے ۔ جن کو ڈر ہو کہ وہ (اکٹھا رہ کر) حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے ۔ لہٰذا ان کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ۔ خِفْتُمْ میں پھر عوام المسلمین سے خطاب ہے ۔ اس لئے صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ۔ آگے یُقِیْمَا اور عَلَیْہِمَا میں پھر اسی قبل الذکر خاوند اور بیوی کے جوڑے کا ذکر ہے ۔ لہٰذا صیغہ تثنیہ مذکر غائب لایا گیا ۔ اِفْتَدَتْ بِہٖ میں اس جوڑے میں سے بیوی کے عمل کا ذکر ہے کہ وہ اس مشکل کے حل میں کیا کرے ۔ لہٰذا واحد مونث غائب کا صیغہ استعمال ہوا ۔ اس طرح اس جوڑے کی مشکل کا حل بتاکر تمام مسلمانوں کو خطاب کرکے ارشاد ہوا کہ یہ ہیں اللہ کی

حُدود ان سے آگے مت بڑھو۔ اب اس آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ تم نے جو مال اپنی بیویوں کو دیا ہے (ان کو چھوڑتے وقت) اس میں سے کچھ بھی واپس لو ماسوائے اس صورت کے کہ کوئی دو خاوند بیوی کو ڈر ہو کہ اکٹھا رہنے میں وہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ واقعی وہ دونوں خاوند بیوی حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو جائز ہے دونوں کے لئے کہ عورت اپنی خلاصی کے لئے فدیہ ادا کرے (دونوں کے لئے جائز اس واسطے کہا کہ اس صورت میں عورت کے لئے جائز ہے کہ چھٹکارے کے لئے فدیہ میں کچھ دے اور مرد کے لئے جائز ہے کہ فدیہ لے لے اور عورت کی خلاصی کر دے)

۲: ۲۳۰ = فَاِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ ہے پھر اگر وہ اس عورت کو (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد تیسری) طلاق دیدے فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ جواب شرط۔ لَا تَحِلُّ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حِلٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ عورت حلال نہیں۔ تَنْكِحَ واحد مؤنث غائب نِكَاحٌ (باب ضرب) زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ زَوْجًا۔ (اسم مفعول) جوڑا (حیوانات سے) نر اور مادہ کو علیحدہ علیحدہ بھی زوج کہتے ہیں۔ اسی طرح غیر حیوانات میں بھی ہر اس شے کو جو دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔ جیسے آسمان و زمین سفیدی۔ سیاہی وغیرہ۔ زَوْجَةٌ اس مرد کی بیوی۔ اور زَوْجُهَا اس عورت کا خاوند۔ یہاں زَوْجًا بمعنی دوسرا خاوند۔ غَيْرَهٗ پہلے خاوند کے سوا۔ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔ جب تک کہ وہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے۔

تَنْكِحَ۔ وہ (عورت) نکاح نہ کرلے۔ یہاں اس آیت میں نکاح سے مراد وطی کرنا ہے۔ تفسیر ماجدی میں ہے: نکاح یہاں اپنے اصطلاحی شرعی معنی میں یعنی عقد نکاح کے مرادف نہیں۔ بلکہ اپنے اصلی اور لغوی معنی میں یعنی ہمبستری کے مرادف ہے۔

= فَاِنْ طَلَّقَهَا۔ جملہ شرطیہ یعنی اگر وہ دوسرا خاوند اس عورت کو طلاق دیدے

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَا۔ عَلَيْهِمَا اور يَتَرَاجَعَا میں تثنیہ کا صیغہ اس عورت اور اس کے پہلے خاوند کے لئے آیا ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَتَرَاجَعَا۔ مضارع منصوب کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے تَرَاجُعٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ کہ دونوں نکاح کی طرف لوٹیں یعنی (دوبارہ) آپس میں نکاح کرلیں۔

= اِنْ ظَنَّآ۔ اِنْ شرطیہ۔ ظَنَّا ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ظَنٌّ (باب نَصَرَ) مصدر۔ بمعنی اٹکل کرنا۔ گمان کرنا۔ ظَنٌّ۔ بمعنی یقین بھی آیا ہے۔ جیسے وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ (۷۵: ۲۸) اور اس نے یقین کیا کہ آیا اب وقت جدائی کا۔ یہاں آیت ہذا میں ان ظنا بمعنی دونوں کو یقین ہو یا گمان غالب ہو۔ ان ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ۔ اگر وہ دونوں یقین رکھتے ہوں کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے۔

جملہ شرطیہ ہے۔ جواب شرط وہی جملہ مذکورہ بالا۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یَّتَرَاجَعَا ہے جملہ ہٰذا میں اَنْ مصدریہ ہے
= یُبَیِّنُھَا۔ یُبَیِّنُ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے
ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
= قَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ قوم جو علم رکھتی ہے۔ یعنی اہل عقل و دانش
۲: ۲۳۱ = بَلَغْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب بُلُوْغٌ (باب نَصَرَ) وہ پہنچیں۔ وہ پہنچ جائیں۔
= اَجَلَھُنَّ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کی مدتِ مقررہ۔ اَجَلٌ۔ مدت مقررہ۔ اسی وجہ سے موت کو بھی اَجَل کہتے ہیں۔ اٰجَالٌ جمع۔
= اَمْسِکُوْھُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان عورتوں کو روک رکھو۔ ان کو رکھ لو۔
= سَرِّحُوْھُنَّ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تَسْرِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کردو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔
= بِمَعْرُوْفٍ۔ معروف طریق پر۔ شرافت اور عزت کے ساتھ۔
= لَا تُمْسِکُوْھُنَّ۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ ھُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو مت روک رکھو
= ضِرَارًا۔ مفعول لہٗ۔ ضَارَّ یُضَارُّ۔ ضِرَارًا و مُضَارَّۃً مصدر (باب مفاعلہ) ایذا دینا۔ تکلیف پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔ ایک دوسرے کو گزند پہنچانا۔
= لِتَعْتَدُوْا۔ یہ لام لَا تُمْسِکُوْھُنَّ کے متعلق ہے اور یہ بھی مفعول لہٗ ہو کر ضِرَارًا کا بیان ہے۔ وَلَا تُمْسِکُوْا ..... لِتَعْتَدُوْا۔ اور تکلیف دینے کے لئے انہیں نہ روکو۔ کہ پھر (ان پر) زیادتی کرنے لگو۔ یعنی زیادہ دنوں تک رکھنے اور کچھ دینے پر مجبور کرنے کے ساتھ ان پر ظلم کرو۔
تَعْتَدُوْا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔
= لَا تَتَّخِذُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (انتعال) مصدر۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔
= ھُزُوًا۔ ھَزَأَ۔ یَھْزَأُ (باب فتح) و ھَزِیَ۔ یَھْزَأُ (باب سَمِعَ) کا ھُزُؤٌ مصدر ہے۔ مذاق اڑانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ یہاں بطور اسم مفعول ہے۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ اور اللہ کی آیات کو ہدفِ مذاق مت بناؤ۔
= وَمَا اَنْزَلَ۔ میں مَا کا عطف نِعْمَتَ اللہِ پر ہے۔ ای وَاذْکُرُوْا مَا اَنْزَلَ ..... یعنی اللہ نے جو

نعمتیں تم پر نازل کیں۔ ان کو یاد کرو اور (اس) کتاب اور حکمت کو بھی یاد کرو جو اس نے (اپنے رسولوں کی معرفت) تم پر نازل کیں۔

یَعِظُکُمْ بِہٖ ۔جس کے ذریعہ وہ تم کو نصیحت کرتا رہتا ہے۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا اَنْزَلَ کی طرف راجع ہے

= اِتَّقُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ تم اللہ سے ڈرو۔

۲ : ۲۳۲ = وَاِذَا طَلَّقْتُمُ ...... بِالْمَعْرُوْفِ ہیں وَاِذَا .... اَجَلَھُنَّ ۔جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ ..... اَزْوَاجَھُنَّ ۔جواب شرط۔ اِذَا تَرَاضَوْا میں اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب کہ۔

لَا تَعْضُلُوْھُنَّ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عَضْلٌ (باب نَصَرَ) مصدر سے۔ جس کے معنی عضلہ (پٹھا) پکڑ کر باندھ دینا۔ یا دوسرے الفاظ میں سختی سے روک دینا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر حاضر یا تو پہلے خاوندوں کے لئے ہے یا عورتوں کے سرپرستوں کے لئے۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ جس کا مرجع وہ عورتیں جن کو دو بار طلاق دی جا چکی ہو۔ یعنی وہ عورتیں جن کو دو بار طلاق دی جا چکی ہو ان کو اپنے خاوندوں سے (اس سے مراد ان کے پہلے خاوند ہیں یا نئے خاوند ہیں جن سے وہ نکاح کرنا چاہیں) نکاح کرنے سے مت روکو۔

= اَنْ یَّنْکِحْنَ ۔میں اَنْ مصدریہ ہے یَنْکِحْنَ مضارع جمع مؤنث غائب نِکَاحٌ مصدر کہ وہ عورتیں نکاح کریں یا نکاح کر لیں۔

= تَرَاضَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَرَاضِیٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں راضی ہو نے یعنی وہ مطلقہ عورتیں اور ان کے خاوند پہلے یا نئے جن سے وہ نکاح کرنے پر باہمی رضامند ہوں

= بِالْمَعْرُوْفِ ۔ معروف کے معانی ہیں جانی پہچانی چیز۔ قانون۔ قاعدہ، دستور، حسن معاملہ حسن معاشرت اچھا طریق۔

= ذٰلِکَ ۔یہ۔ اشارہ اس طرف ہے جو عورتوں کو روکنے سے پرہیز کرنا۔ اور باہم رضامندی کا خیال رکھنا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے

= یُوْعَظُ بِہٖ ۔ یُوْعَظُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وَعْظٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے وہ نصیحت کیا جاتا ہے۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ذٰلِکَ کی طرف راجع ہے۔

= مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۔ یہ جملہ اپنی تمام تاویلات صرفی و نحوی کے

یُوْعَظُ کا مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ ہے۔ تم میں سے وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے۔
= ذٰلِکُمْ - یہ - یہی۔ ذَا۔ اسم اشارہ بعید کے لئے آتا ہے کُمْ حرف خطاب ہے اور اسی لئے مخاطب کے حالات کے اعتبار سے تذکیر۔ تانیث۔ تثنیہ۔ جمع میں بدلتا رہتا ہے
= اَزْکٰی - افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک و پاکیزہ۔ اَعْظَمُ بَرَکَۃً وَّ نَفْعًا۔ برکت اور نفع میں بڑھ کر
= اَطْھَرُ - افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَھَارَۃٌ۔ (باب نَصَرَ) مصدر۔ پاک ہونا۔
= وَالْوَالِدَاتُ - اسم فاعل جمع مؤنث۔ اَلْوَالِدَۃُ۔ واحد۔ وِلَادَۃٌ۔ (باب ضَرَبَ) بمعنی عورت کا بچہ جننا۔ وَالِدَاتٌ۔ مائیں۔ آیت ہذا سے پہلے اور پیچھے چونکہ دونوں جگہ مطلقہ عورتوں کا ہی بیان ہے اسی لئے سیاق و سباق کا لحاظ کرتے ہوئے وَالِدَاتٌ سے مراد یہاں مطلقہ عورتیں ہی ہیں اور ان ہی کے لئے رضاعت کی یہ مدت بیان کی گئی ہے۔ عمومی رضاعت کا اس میں ذکر نہیں۔ اس کے متعلق قرآن مجید کی آیت یہ آئی ہے۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ (۳۱: ۱۴) اس کی ماں تکلیف پر تکلیف سہہ کر اٹھائے رکھتی ہے (پھر اس کو دودھ پلاتی ہے اسے جننے کے بعد) اور (آخر کار) دو برس میں اس کا دودھ چھڑانا ہوتا ہے۔ یا۔ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ (۴۶: ۱۵) اس کی ماں نے اس کو تکلیف سے پیٹ میں رکھا اور تکلیف ہی سے اس کو جنا۔ اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینوں میں ہوتا ہے۔
بعض کے نزدیک اَلْوَالِدَاتُ سے مراد جمیع والدات ہیں خواہ وہ مطلقات ہوں یا منزوجات۔
= یُرْضِعْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب مضارع بمعنی امر استحبابی (مستحب) ہے۔ اِرْضَاعٌ (باب افعال) وہ دودھ پلائیں۔ جیسے اوپر آیت ۲: ۲۲۸ میں یَتَرَبَّصْنَ مضارع بمعنی امر آیا ہے
اَلرَّضَاعَۃُ۔ دودھ پلانا۔ (باب ضَرَبَ۔ سَمِعَ۔ فَتَحَ۔ تینوں سے آتا ہے)
= حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ۔ موصوف و صفت۔ پورے دو سال۔
= لِمَنْ اَرَادَ اَنْ یُّتِمَّ الرَّضَاعَۃَ۔ ای ھذا الحکم لمن اراد..... الرَّضَاعَۃ۔ یہ (حکم) اس شخص کے لئے ہے جو پوری مدت تک دودھ پلوانا چاہے۔
= عَلَی۔ اس کے (ذمہ)
= اَلْمَوْلُوْدُ لَہٗ۔ ای الَّذِیْ یُوْلَدُ لَہٗ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس الذی (مقدرہ) کی طرف راجع ہے اَلْمَوْلُوْدُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وِلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ جنا ہوا۔ جس کے لئے وہ جنا گیا ہے۔ لَہٗ۔ میں لام اختصاص کا ہے۔ بجائے اَلْوَالِدُ۔ کے اَلْمَوْلُوْدُ لَہٗ آیا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ

مائیں بچوں کو ان کے باپوں کے لئے جنتی ہیں کیونکہ مولود باپ دادا کی اولاد ہوتی ہے اور انہیں کی طرف منسوب کی جاتی ہے نہ کہ ماؤں کی طرف۔

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ۔ اور باپ کے ذمہ (ہے)

= رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ۔ خوراک ان کی اور لباس ان کا۔ كِسْوَةٌ واحد كِسَاءٌ جمع۔ كَسِيَ يَكْسٰى (باب سَمِعَ) متعدی بیک مفعول۔ لباس پہننا۔ اور كَسَا يَكْسُوْ (از باب نَصَرَ) متعدی بدو مفعول لباس پہنانا۔ یا پہننے کو دینا۔ باب نَصَرَ کی مثال۔ ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا (۲:۲۵۹) پھر ہم ان ہڈیوں پر (کس طرح) گوشت پوست چڑھا دیتے ہیں۔

باب سَمِعَ سے قرآن مجید میں استعمال نہیں ہوا۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ دستور کے مطابق۔ عادت رائج الوقت کے مطابق۔ اعتدال کے ساتھ کہ کسی فریق پر ناجائز بوجھ نہ ہو۔

= لَا تُكَلَّفُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَكْلِيْفٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے اسے تکلیف نہیں دی جائے گی۔

= اِلَّا وُسْعَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طاقت۔ اس کی وسعت۔ اس کی سمائی سَعَةٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔

= لَا تُضَآرَّ۔ فعل نہی معروف (مجہول بھی ہوسکتا ہے) صیغہ واحد مؤنث غائب مُضَارَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ بمعنی رنج پہنچانا۔ تنگ کرنا۔ ضرر پہنچانا۔ دکھ دینا۔ نہی معروف کی صورت میں لَا تُضَآرَّ اصل میں لَا تُضَارِرْ تھا۔ دو را۔ اکٹھی ہوگئیں۔ پہلی راء کو دوسری راء میں مدغم کیا اور دوسری راء اجتماع ساکنین کے سبب متحرک ہوگئی اور چونکہ اس سے ماقبل فتح اور الف تھا۔ اس لئے تجانس کے سبب فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ (۵:۵۴) کہ يَرْتَدَّ (باب افتعال) اصل میں (بطور مضارع مجزوم) يَرْتَدِدْ تھا۔ دَ کو دَ میں مدغم کیا۔ اجتماع ساکنین سے دوسری دَ متحرک ہوگئی۔ بوجہ ماقبل پر فتح کے فتح کے ساتھ متحرک ہوگئی۔ اور يَرْتَدَّ ہوگیا

= بِوَلَدِهَا۔ ب سببیہ ہے وَلَدِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بسبب اس کے بچے کے۔ بسبب اپنے بچے کے۔

= وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ۔ ای وَلَا يُضَآرَّ مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِسَبَبِ وَلَدِهٖ۔ اس جملہ کا عطف ماقبل کے جملہ پر ہے۔

مطلب یہ کہ: نہ ماں اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) باپ کو دکھ پہنچائے اور نہ باپ

اپنے بچے کے ذریعے (یعنی اس کو دکھ پہنچا کر) ماں کو دکھ پہنچائے۔ لَھَا اور لَہٗ (اپنے) میں اضافت کی تکرار اس لئے لائی گئی تاکہ وہ سمجھیں کہ اس طرح اول دکھ تو وہ اپنے بچے کو پہنچا رہے ہیں۔

اگر لَا تُضَآرَّ کو نفی مجہول لیا جائے تو اس کی صورت یہ ہوگی۔ تُضَآرَّ اصل میں لَاتُضَارَرْ تھا۔ دو رَ اکٹھے ہوئے ایک کو دوسری میں مدغم کیا۔ دوسری رَ کو پہلی رَ کی فتح کے ساتھ متحرک کیا۔ لَاتُضَآرَّ ہوگیا۔ مجہول ہونے کی صورت میں بھی وہی معنیٰ ہیں جو معروف ہونے کی صورت میں ہیں لیکن عکس ترتیب کے ساتھ۔

= وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ پر ہے۔ اور درمیانی کلام بطور جملہ معترضہ المعروف کی تفسیر ہے۔ اَلْوَارِثِ سے مراد باپ کے وارث اور لڑکے کے وارث دونوں ہی ہو سکتے ہیں۔ اور ذٰلِكَ سے مراد وہ ذمہ داریاں جو باپ کے ذمہ تھیں۔ یعنی رزقھن وکسوتھن وغیرہ وغیرہ۔

= فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ۔ جملہ شرطیہ۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا جواب شرط۔

= اِنْ اَرَادَا = ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ اِنْ شرطیہ۔ اگر وہ دونوں چاہیں۔

= فِصَالًا ۔ اسم فعل۔ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے۔ یعنی باہم جُدا ہونا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔

= تَرَاضٍ۔ باہمی رضامندی۔ آپس کی خوشی۔ ایک دوسرے سے راضی ہونا۔ تَرَاضِيٌ۔ (تَفَاعُلٌ) مصدر ہے ی حرف علت بوجہ ثقالت کے ساقط ہوگئی۔

= تَشَاوُرٍ۔ آپس میں مشورہ کرنا۔ بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔

= وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ۔ جملہ شرطیہ اور اگلا جملہ جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ اَرَدْتُّمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ تم نے چاہا۔ اَنْ۔ مصدریہ۔ تَسْتَرْضِعُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِرْضَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ میں اَوْلَادَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر تَسْتَرْضِعُوْٓا کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول محذوف ہے والمراد اَنْ تَسْتَرْضِعُوْا المراضع لاولادکم او المراضع والمرضعات جمع لمرضعۃ ومُرْضِع۔ دودھ پلانے والی عورت) مطلب یہ کہ اگر تم چاہو کہ تم اپنی اولاد کو کسی دوسری دودھ پلانے والی عورت سے دودھ پلواؤ۔ فلاجناح عَلَيْكُمْ تو کوئی حرج نہیں ہے جملہ جواب شرط ہے۔

= اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے اس پر اس کا ماقبل دلالت کرتا ہے (الاتقان) تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کر دیا۔

سَلَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ سپرد کرنا۔ سلمتم۔ ای سلمتم الی المراضع۔ تم نے دودھ پلانے والیوں کو ادا کردیا۔ مَا موصولہ ہے۔ اٰتَیْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ صلہ ہے اپنے موصول کا۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول ثانی ہے سَلَّمْتُمْ کا۔ جو کچھ تم نے دیا تھا۔ المراضع کا مفعول اول ہے۔ مطلب یہ ہے:۔ بشرطیکہ تم نے دودھ پلانے والی عورتوں کو دستور کے مطابق جو دینا تھا ادا کردیا ہو۔

= المَعْرُوْفِ۔ یہ سَلَّمْتُمْ کے متعلق ہے۔ یعنی ایسا طریقہ جو شریعت میں مستحسن اور متعارف ہو

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

= اِعْلَمُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ علم (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ بَصِیْرٌ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

وَاتَّقُوا اللّٰہَ ..... بَصِیْرٌ۔ یہ بچوں اور ماؤں کے متعلق جو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی حفاظت اور اس پر کاربند ہونے کی تاکید ہے۔

۲ : ۲۳۴ = یُتَوَفَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَوَفِّیْ (تفعل) مصدر۔ و ف ی۔ مادہ اَلْوَافِیْ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (۱۷ : ۳۵) اور جب کوئی چیز ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو۔ اور کہتے ہیں تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ اِذَا اَخَذْتُہٗ وَافِیًا وتامًا۔ کسی چیز کو پوری طرح اور مکمل طور پر لینا۔ یُتَوَفَّوْنَ (جب) ان کی روحیں مکمل طور پر قبضہ میں لی جاتی ہیں۔ یعنی مرجاتے ہیں ان کی روحیں قبض کی جاتی ہیں۔ اسی سے فوت ہوجانا بمعنی مرجانا ہے۔ وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ۔ تم میں سے جو لوگ وفات پاجاتے ہیں یا مرجائیں

= یَذَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں۔ یا چھوڑ دیتے ہیں۔ وَذْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ یَذَرُوْنَ اصل میں یَوْذِرُوْنَ تھا لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے وہ چھوڑ دیتا ہے یَذَرُوْنَ وہ چھوڑیں یا چھوڑ جائیں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الْبَیْعَ۔ (۶۲ : ۹) تو خدا کی یاد کی طرف (یعنی نماز کی طرف) جلدی کرو۔ اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔

وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا۔ اور وہ پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں

= یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِھِنَّ۔ مضارع بمعنی امر۔ یعنی وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں۔ یا انتظار کریں نیز ملاحظہ ہو۔ (۲ : ۲۲۸)

= اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّعَشْرًا۔ چار ماہ اور دس دن

فَائِدَہ۔ تین سے دس تک اگر معدود مذکر ہو تو عدد مؤنث آتا ہے اور اگر معدود مؤنث ہو

تو عدد مذکر آتا ہے عَشْرًا مذکر ہے پس اس کا معدود مؤنث ہونا چاہئے وہ لَيَالٍ (محذوف) ہے سوال پیدا ہوتا ہے کہ عَشَرَةً دس دن کی بجائے عَشْرًا (دس رات) کیوں استعمال ہوا ہے۔ اس کے متعلق مختلف جوابات مفسرین نے دیئے ہیں۔

منجملہ یہ کہ عرب ایسے موقعہ پر جب معدود ملفوظ نہ ہو۔ عدد مؤنث استعمال نہیں کرتے چنانچہ صُمْتُ عَشَرَةً نہیں کہیں گے بلکہ صُمْتُ عَشْرًا کہیں گے۔ حالانکہ روزہ دن کو رکھا جاتا ہے اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا (۲۰ : ۱۰۳) تم (دنیا میں) صرف دس دن ہی رہے ہو۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :۔ لفظ عشرًا کو مؤنث ذکر کرنا لَيَالِي کے اعتبار سے ہے کیونکہ لَيَالِي کے اعتبار سے ہی مہینوں اور دنوں کی ابتداء ہوتی ہے۔ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب کسی عدد کو لیالی اور ایام میں مبہم کرنا منظور ہوتا ہے تو لیالی کو ایام پر غلبہ دے کر لیالی کا استعمال کرتے ہیں اور ایسے موقعہ پر مذکر کا استعمال نہیں کرتے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۔ میں خطاب عام اہل اُمّت کو ہے۔ ای ایھا الائمۃ والمسلمون جمیعًا۔

۲ : ۲۳۵ = لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ۔ یہاں خطاب مطلقہ عورتوں کو جو عدت کی مدت پوری کر رہی ہوں ان کے ساتھ نکاح کا ارادہ رکھنے والے مردوں سے ہے۔

= فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ ۔ فِي بمعنی اس بارہ میں ۔ یا اس بابت مَا موصولہ۔ عَرَّضْتُمْ ب ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعْرِيْضٌ (تفعیل) مصدر۔ اشارۃً یا کنایۃً کہنا۔ تم نے اشارۃً یا کنایۃً کہا۔ جو تم نے مبہم طور پر بغیر کھولے بات کی۔ لغات القرآن میں تفسیر کبیر کا حوالہ دیتے ہوئے لکھا ہے۔

امام فخرالدین رازی رح تفسیر کبیر میں رقم فرماتے ہیں۔ تعریض ۔ لغت میں تصریح کی ضد ہے۔ اور اس کے معنی ہیں اپنی کلام میں ایسی چیز کو لے آنا کہ جو اپنے مقصود پر بھی دلالت کی صلاحیت رکھتی ہو اور غیر مقصود پر بھی مگر جانبِ مقصود کی طرف اس کی رہنمائی زیادہ مکمل اور زیادہ راجح ہو۔ یہ اصل میں عرض الشئ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جانب اور کنارے کے ہیں۔ گویا تعریض کرنے والا شخص اپنے مقصد کے گرد گھومتا ہے مگر اسے ظاہر نہیں کرتا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک حاجتمند شخص ایک شخص سے کہ جو اس کی حاجت برآری کر سکتا ہو کہنے لگے میں تو حضور کے سلام کو حاضر ہوا ہوں اور محض آپ کی زیارت کو آیا ہوں۔ اسی معنی میں یہ مصرع ہے ۔ وحسبك بالتسليم منى تقاضيًا۔ (تجھ سے تقاضے کو میرا سلام ہی کافی ہے۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَا موصولہ کی طرف راجع ہے۔ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ متعلق عَرَّضْتُمْ بِهٖ ہے خِطْبَة ۔ پیغام نکاح ۔ نکاح کی بات چیت۔ خَطَبَ يَخْطُبُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہوا کہ:۔ اے مردو جو متذکرہ بالا عدت پوری کرنے والی عورتوں سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہو نکاح کے سلسلہ میں جو بات تم تعریضاً کہو اس میں کوئی مضائقہ نہیں

= اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَكْنَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے دل میں چھپا دیا۔ تم نے دل میں محفوظ رکھا۔ اِكْنَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ دل میں چھپانا۔ محفوظ رکھنا۔ دُرٌّ مَّكْنُوْنٌ چھپا ہوا موتی۔

یا تم (ارادۂ نکاح کو) اپنے دلوں میں ہی چھپائے رکھو (تب بھی تم کو) کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ۔ سین مضارع پر داخل ہوکر معنی میں کر دیتا ہے۔ تَذْكُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ غائب۔ تم ان سے (نکاح کا) ذکر کرو گے

= لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا۔ لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تُوَاعِدُوْا مصدر مُوَاعَدَةٌ (مفاعلۃ) سے ہے۔ جس کے معنی کسی سے وعدہ کرنے کے ہیں تم ان سے وعدہ نہ کرو۔ سِرًّا۔ سِرٌّ۔ چھپی ہوئی بات کو کہتے ہیں۔ بھید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہو اس کو سِرٌّ کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَسْرَارٌ ہے بطور کنایہ اور مجاز کے سِرٌّ بمعنی جماع۔ نکاح۔ نکاح کرنے کا اظہار کرنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے یہاں یہ بطور نکاح مستعمل ہے = سِرًّا مفعول بہ ہے۔ ای لا تُوَاعِدُوْهُنَّ نِكَاحًا (لیکن) ان عورتوں سے (ایام عدت) میں باہم نکاح کا وعدہ نہ کرو۔

= اِلَّا حرف استثناء اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۔ مستثنیٰ۔ یہ مستثنیٰ مفرغ ہے یعنی وہ مستثنیٰ جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو ای لَا تُوَاعِدُوْهُنَّ مُوَاعَدَةً الا مواعدۃً معروفۃً یعنی ان سے باہم کوئی مواعدہ نہ کرو سوائے معروف طریق کے مواعدہ کے جس کا ذکر فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ میں اوپر ہو چکا ہے۔ اَنْ مصدریہ ہے

= وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ۔ لَا تَعْزِمُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ عَزْمٌ (باب ضَرَبَ) عزم کرنا۔ قصد کرنا۔ عُقْدَةُ النِّكَاحِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَعْزِمُوْا کا مفعول۔ عقد نکاح۔ نکاح کی بندش۔ نکاح کی گرہ۔ ترجمہ: اور نہ ارادہ کرو عقد نکاح کا عُقْدَةٌ۔ کے معنی گرہ۔ بندش۔ روکاوٹ۔ لکنت۔ مثلاً کہتے ہیں عُقِدَ لِسَانُهٗ۔ اس کی زبان پر گرہ لگا دی گئی۔ اور فِيْ لِسَانِهٖ عُقْدَةٌ۔ اس کی زبان میں لکنت ہے قرآن مجید میں ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (۲۰ : ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے

= اَلْكِتٰبُ۔ ای ماکتب من العدۃ۔ عدت کی مقرر کردہ مدت

= اَجَلَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی مدتِ مقررہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے

= حَتّٰی ۔ حرف جر ہے ۔ انتہار غایت کے لئے ہے ۔ تاآنکہ عدت کی مقررہ مدت اختتام کو پہنچ جائے
= فَاحْذَرُوْهُ ۔ اِحْذَرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تم ڈرو ۔ حَذَرٌ (باب سَمِعَ) مصدر ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰه ہے پس تم اس سے (یعنی خدا سے) ڈرو ۔ یا ڈرتے رہو۔
= غَفُوْرٌ ۔ صیغہ مبالغہ ۔ بڑا بخشنے والا ۔ بڑا معاف کرنے والا ۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے
حَلِيْمٌ ۔ حِلْمٌ سے فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ بہت بردبار ۔ تحمل والا ۔ جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے والا ۔ باوقار ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے ۔

٢ : ٢٣٦ = مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ۔ مَا ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں :۔
(١) مَا ۔ شرطیہ ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔ اگر تم نے ان سے مجامعت نہیں کی ۔
(٢) مَا ۔ مصدریہ ہے ۔ ترجمہ ہوگا ۔ کہ ابھی تک تم نے ان سے مجامعت نہیں کی ۔
(٣) مَا ۔ موصولہ ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی ۔
لَمْ تَمَسُّوْا ۔ مضارع نفی حجد بَلَمْ ۔ جمع مذکر حاضر ۔ مَسٌّ ۔ مَسَاسٌ وَمُمَاسَةٌ ۔ (باب نصر و سمع) چھونا ۔ لگ جانا ۔ رگڑ لگ جانا ۔ لاحق ہونا ۔ قرب صنفی یعنی جماع کرنا ۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب
مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ۔ جن کو تم نے (ابھی تک) چھوا نہیں ۔ جن سے تم نے (ابھی تک) مجامعت نہیں کی ۔
= اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ ای اولم تفرضوا لهن ....
یا نہیں مقرر کیا تم نے ۔ نہیں متعین کیا تم نے ۔ نہیں فرض کیا تم نے ۔ فَرْضٌ (باب ضرب) مصدر ۔ فَرَضَ اگر عَلٰی کے ساتھ آئے تو اس کے معنیٰ کسی چیز کے واجب اور ضروری قرار دینے کے ہیں جیسے اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ (٢٨ : ٨٥) بے شک جس نے (یعنی خدا نے) تم پر قرآن (کے احکام کو) فرض کیا ہے اور جب فَرَضَ لام کے ساتھ آئے تو متعین کرنے اور مقرر کرنے کے معنی دیتا ہے ۔ جیسے قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ (٦٦ : ٢) خدا نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کفارہ مقرر کر دیا ہے ۔ آیت ہذا میں بمعنی مقرر کرنا ۔ متعین کرنا مستعمل ہے ۔
= فَرِيْضَةً ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث ۔ اس کی جمع فَرَائِضُ ہے ۔ مقرر کیا ہوا مہر ۔ لازم کیا ہوا حکم ۔ یہاں مقرر کیا ہوا مہر مراد ہے ۔ فریضة (فَعِيْلَةٌ) کے وزن پر بمعنی مفعول ہے ۔ اس میں ت اس لئے لائی گئی ہے کہ لفظ وصفت سے اسمیت کی طرف منتقل ہو جائے ۔ اس کا منصوب ہونا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہو ۔
= وَمَتِّعُوْهُنَّ ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر تَمْتِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ۔ متاع وہ سامان ہے جو کام میں آتا ہے ۔ جس سے کسی قسم کا فائدہ حاصل کیا جاتا ہے ۔ وہ مال جو کسی عورت کو قربت سے پہلے طلاق دینے کی صورت

میں جب کہ مہر کی کوئی مقدار مقرر نہ کی گئی ہو دیا جاتا ہے ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ مَتِّعُوْھُنَّ تم ان (عورتوں) کو کچھ متاع دیدو۔ وَمَتِّعُوْھُنَّ کا عطف مقدر پر ہے ای فَطَلِّقُوْھُنَّ وَمَتِّعُوْھُنَّ۔ یعنی طلاق دیدو اور ان کو اس قدر متاع دو کہ وہ اس سے کچھ فائدہ حاصل کریں۔

= عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ یہ مَتِّعُوْھُنَّ کی صراحت ہے۔ مَتِّعُوْھُنَّ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کس قدر متاع مطلقہ کو دیا جائے۔ یہاں اس کی وضاحت کی ہے کہ مقدار مقرر نہیں ہے بلکہ صاحبِ ثروت اپنی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق دیوے۔

اَلْمُوْسِعِ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِیْسَاعٌ (افعال) مصدر۔ مالدار۔ وسعت والا۔ اَلْمُقْتِرِ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْتَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فقیر۔ تنگ دست۔ نادار۔ کم مایہ۔ یہ اصل میں قُتَارٌ و قُتَرٌ سے ہے جس کے معنی اس دھواں کے ہے جو کسی چیز کے بھوننے یا لکڑی کے جلنے سے اٹھتا ہے۔ گویا مُقْتِرٌ اور مُقْتَرٌ بھی ہر چیز سے دھوئیں کی طرح لیتا ہے۔ یعنی لکڑی جو جل رہی ہوتی یا ترکاری جو پک رہی ہوتی ہے وہ تو ملتی نہیں صرف بھاپ سونگھنے کو مل جاتی ہے۔

قَتَرٌ وَقَتَرَۃٌ وَقُتْرَۃٌ۔ بمعنی گرد و غبار۔ قَتَرَ (باب ضَرَبَ ونَصَرَ) قَتْرٌ مصدر بمعنی تنگی سے گذارہ کرنا۔

= قَدَرُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی وسعت۔ اس کی گنجائش۔

عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ۔ مالدار کے لئے اس کی وسعت کے مطابق (متاع دینا ہے) اور تنگ حال کے لئے اس کی طاقت کے مطابق۔

= مَتَاعًا۔ اسم مصدر ہے لیکن بطور مصدر بمعنی تمتیعًا استعمال ہوا ہے ای مَتِّعُوْھُنَّ تَمْتِیْعًا۔ بدیں وجہ منصوب ہے۔ (مَتَاعًا فائدہ پہنچانا معروف طریقہ سے)

= حَقًّا عَلَی الْمُحْسِنِیْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں

(۱) یہ مَتَاعًا کی صفت ہے ای مَتَاعًا وَاجِبًا عَلَیْھِمْ۔ یعنی متاع جو کہ (محسنین) پر واجب ہے۔

(۲) بطور مفعول مطلق استعمال ہوا ہے ای حق ذٰلک حقًّا۔ یہ متعہ کا دینا محسنین پر واجب ہے۔

= مُحْسِنِیْنَ۔ احسان کرنے والے۔ بھلائی کرنے والے۔ نیکوکار

۲ : ۲۳۷ = وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَھُنَّ فَرِیْضَۃً۔ درآنحالیکہ تم نے ان کا مہر مقرر کیا ہوا ہے موضع حال میں ہے فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ ای فلھن نِصْفُ الفریضۃ۔ تو اسی مقررکردہ مہر کا نصف ان عورتوں کو ادا کرو۔ مَا۔ موصولہ ہے۔

= اِلَّآ اَنْ یَّعْفُوْنَ۔ اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ یَعْفُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب

عَفْوٌ (باب نَصَرَ) وہ عورتیں معاف کردیں۔ مگر یہ کہ وہ عورتیں (اپنا حق) معاف کردیں۔
= اَوْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔
= يَعْفُوَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ یا یہ کہ وہ معاف کردے۔
= الَّذِیْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ جس کے اختیار میں عقد نکاح ہے بعض نے اس سے مراد عورت کا ولی لیا ہے لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد عورت کا شوہر ہے کیونکہ یہ شوہر ہی ہے جو نکاح کے باندھنے اور کھولنے کا مالک ہے اس صورت میں شوہر کے معاف کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنا نصف حصہ بھی عورت کو دیدے اس طرح پورا مہر عورت کی طرف آجائے گا۔
= وَاَنْ تَعْفُوْا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى واؤ عاطفہ ہے اَنْ مصدریہ ہے تَعْفُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَاَنْ تَعْفُوْا مبتدا۔ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى۔ خبر۔ تمہارا معاف کردینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے۔
تَعْفُوْا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ اس میں خطاب (۱) خاوند سے ہے۔ ای ھو خطاب للزوج والمعنی ولیعف الزوج فیترک حقہ الذی ساق من المھر الیھا قبل الطلاق فھو اقرب للتقوٰی۔ یہ خطاب خاوند سے ہے اور معنی اس کے یہ ہیں کہ خاوند معاف کردے اور مہر جو اس نے طلاق سے قبل بیوی کو ادا کیا ہوا ہے اس میں سے اپنے حصہ پر اپنے حق کو ترک کردے یعنی وہ بھی معاف کردے۔ یہ پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے۔ یہ صورت تب پیدا ہوگی کہ جب خاوند نے مجامعت سے قبل ہی پورا مہر عورت کو ادا کردیا ہو اور اب قربت سے قبل ہی طلاق کی صورت میں آدھا تو عورت کو مصداق فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اسے معاف کرنا ہی پڑے گا۔ تو باقی نصف جس کا وہ مستحق ہے اسے واپس لینے کی بجائے وہ بھی عورت کو معاف کردے۔
(۲) یہاں خطاب مردوں اور عورتوں دونوں کو ہے۔ والمعنی وعفو بعضکم عن بعض ایھا الرجال والنسآء اقرب الی حصول التقوٰی۔ اے مردو اور اے عورتو! تمہارا ایک دوسرے کو معاف کردینا (یعنی عورت، سارا مہر معاف کردے یا مرد سارا مہر ادا کردے) حصول تقوٰی کی بہتر صورت ہے۔
= وَلَا تَنْسَوُا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نِسْيَانٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ تم مت بھولو۔ تم فراموش مت کرو
= اَلْفَضْلَ۔ اسم فعل۔ آپس کے تعلقات کی بھلائی۔ میاں بیوی کے سلوک میں خوشگواری۔ پاسداری لحاظ، مروت۔ اور اگر اللہ کی طرف سے ہو تو بمعنی خیر و برکت۔ ہدایت و کرم۔
۲ : ۲۳۸ = حٰفِظُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مُحَافَظَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ تم محافظت کرو۔ تم نگرانی کرو۔ تم حفاظت کرو۔

= اَلصَّلَوٰت ۔ نمازیں ۔ جمع الصَّلٰوۃ ۔ واحد۔
= وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔ موصوف و صفت ۔ درمیانی نماز۔ اَلْوُسْطٰی اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَلْاَوْسَط ۔ مذکر۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای حٰفِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَحٰفِظُوْا عَلَی الصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی ۔ یہ خاص کا عطف عام پر مزید اہتمام کے لئے ہے۔ یعنی تمام نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر صلوٰۃ وُسطٰی کی۔ اَلصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی سے کونسی نماز مراد ہے اس پر متعدد اقوال ہیں۔
(۱) نماز فجر - حضرت عمر - حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت ابن عباس ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم و امام مالکؒ امام شافعیؒ - عکرمہؓ - معاذ بنؓ جبل - امام ابوحنیفہؒ
(۲) نماز ظہر - زید بن ثابت رضؓ - ابو سعید خدری رضؓ - اسامہ بن زید رضؓ -
(۳) نماز عصر - حضرت ابن مسعود رضؓ ابو ایوب انصاری رضؓ ابو ہریرہ رضؓ - ام المؤمنین حضرت عائشہؓ - قتادہؓ حسن بصری رحؒ
(۴) نماز مغرب - قبیعہ بن ذویب رضؓ - لیکن سلف میں سے کسی نے اس کو نقل نہیں کیا۔
بعض متاخرین کے نزدیک بغیر کسی روایتی ثبوت کے عشا بھی لکھا ہے۔ بعض علماء نے پانچوں نمازوں میں سے کوئی نماز مراد لی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مبہم رکھا ہے تاکہ سب نمازوں کی پابندی کی جائے
= قُوْمُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر قِیَامٌ (باب نصر) مصدر۔ تم کھڑے ہو۔
= قٰنِتِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر و نصب ۔ فرماں بردار اطاعت گذار قُنُوْتٌ (باب نصر) مصدر بمعنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنا۔ عبادت میں ہمہ تن مصروف ہونا۔ اور اس کے ماسوا سے توجہ پھیر لینا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ ۔ (۱۶: ۱۲۰) بے شک حضرت ابراہیم لوگوں کے امام اور خدا کے فرمانبردار تھے۔
= فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۔ ای فان خفتم من عدو وغیرہ فصلوا راجلین او راکبین ۔ اِنْ شرطیہ خفتم من عدو وغیرہ جملہ شرطیہ ۔ فصلوا راجلین اور راکبین جواب شرط رجالًا اور رکبانًا ضمیر فَصَلُّوْا سے حال ہیں۔ اگر تم کو دشمن وغیرہ کا ڈر ہو تو پیادہ چلنے کی حالت میں یا سواری کی حالت میں نماز پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہیں دشمن کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے یہ ڈر ہو کہ نماز میں خشوع و خضوع ۔ رکوع و سجود کی خاطر خواہ ادائیگی اور جملہ حقوق نماز کی ادائیگی بہ اہتمام تمام ملحوظ نہیں رکھی جا سکیگی تو تم پیادہ چلنے کی حالت میں یا کسی سواری پر سوار ہونے کی حالت میں نماز پڑھ لو خواہ دورانِ نماز قبلہ رخ رہنا بھی ممکن نہ ہو۔ یہ صلوٰۃ خوف بدوران قتال و حرب ہے اور بدونِ حرب و قتال کے متعلق سورۃ النساء میں مفصل ارشادات ہیں۔ وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ ...... (۴: ۱۰۲)

= فَاِذَا اَمِنْتُمْ ۔ ف عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان اَمِنْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ پھر جب تم امن سے ہوجاؤ۔ اور خوف جاتا رہے۔
= فَاذْکُرُوا اللّٰہَ ۔ ای فصلّوا للّٰہ ۔ کَمَا ۔ ک تشبیہ کے لئے ہے مَا موصولہ یا مصدریہ ہے اور مَا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ہ عَلَّمَ کا مفعول ثانی ہے ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مفعول اوّل ۔ ترجمہ ہوگا: پھر جب تم امن سے ہوجاؤ۔ تو اللہ کو یاد کرو۔ یعنی نماز پڑھو جس طریق سے خدا نے تم کو (بتوسط نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) سکھایا ہے جو تم پہلے نہیں جانتے تھے۔
۲ : ۲۴۰ = وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۔ ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۴ ۔ متذکرہ بالا وَصِیَّۃً ای فَلْیُوْصُوْا وَصِیَّۃً ۔ انہیں چاہئے کہ وہ وصیت کرجائیں (اس صورت میں وَصِیَّۃً مفعول ہوگا فلیوصوا کا)
= مَتَاعًا ۔ کے منصوب ہونے کی وجوہات یہ ہوسکتی ہیں
(۱) یہ مفعول مطلق ہے۔ ای مَتِّعُوْھُنَّ مَتَاعًا ۔
(۲) یہ فعل محذوف کا مفعول ہے یعنی لِیُوْصُوْا مَتَاعًا
(۳) یہ وصیّۃ کا مفعول ہے ای لیُوْصُوْا وصیّۃ مَتَاعًا ۔
مَتَاعًا سے مراد وہ چیزیں جن سے عورتیں نفع اٹھائیں ۔ یعنی نان ونفقہ ۔ کپڑا وغیرہ
= اِلَی الْحَوْلِ ۔ ایک سال تک کے لئے ۔
= غَیْرَ اِخْرَاجٍ (حال ہے اَزْوَاجِہِمْ سے ۔ گھروں سے نکالے بغیر ۔
= فَاِنْ خَرَجْنَ ۔ جملہ شرطیہ ۔ اگلا سارا جملہ مِنْ مَّعْرُوْفٍ تک جواب شرط ہے
= وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۔ اللہ زبردست ہے جو اس کے حکم کے خلاف کرے اس سے بدلہ لے سکتا ہے حکمت والا ہے ۔ جو اس کے احکام کی تعمیل کرے گا تو دیکھے گا کہ وہ احکام حکمت سے پُر ہیں اور ان کی اطاعت میں بندہ کی اپنی ہی بھلائی ہے ۔
۲ : ۲۴۱ = وَلِلْمُطَلَّقٰتِ ۔ لام استحقاق کا ہے اَلْمُطَلَّقٰتِ جمع ہے اَلْمُطَلَّقَۃُ کی جو اسم مفعول واحد مؤنث بمعنی طلاق دی گئی عورت ہے ۔ یہاں اَلْمُطَلَّقٰتُ سے مراد جمیع مطلقات ہیں یعنی معروف قاعدہ کے مطابق جملہ مطلقہ عورتوں کو متعہ کا حق حاصل ہے ۔
= حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ۔ حَقًّا ۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق کے ہے ملاحظہ ہو ۲ : ۲۳۸ متذکرہ بالا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ متعہ کا دینا متقین پر واجب ہے ۔
۲ : ۲۴۲ = کَذٰلِکَ ۔ ک تشبیہ کا ہے ذٰلِکَ کا اشارہ ان احکام کی طرف ہے جو طلاق ، عدت اور متعہ کے متعلق اوپر بیان ہوچکے ہیں ۔ اسی طرح ۔

= يُبَيِّنُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْيِيْنٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ کھول کر بیان کرنا۔
= لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔ عقل الشئ ادرکہ علیٰ حقیقتہٖ کسی شی کی حقیقت کو سمجھ لینا (معجم الوسیط) تدبر کرنا (المنجد) مطلب یہ کہ کسی شئے پر غور و فکر اور تدبر کر کے اس کی حقیقت سمجھ لینا۔ آیت کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جس طرح اللہ نے متذکرہ بالا احکام کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں اسی طرح وہ اپنے تمام احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ان پر غور و فکر کرو۔ اور ان کی حقیقت کو سمجھ پاؤ۔
= اٰيٰتِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنی آیات۔ اپنی نشانیاں۔ اپنے احکام۔
۲ : ۲۴۳ = اَلَمْ تَرَ = ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بَلَمْ ۔ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں : یہ لفظ ما بعد کا حال سنانے کے لئے شوق اور تعجب دلاتا ہے۔ پس اَلَمْ تَرَ کہنا تعجب دلانے میں ایک مثل ہو گیا۔ اور اس سے ایک ایسے شخص کو مخاطب کیا جاتا ہے کہ جس نے اس سے پہلے یہ واقعہ نہ سنا ہو اور نہ دیکھا ہو یا یہ تقریر اور تاکید ہے ایسے شخص کے لئے جس نے ان کا قصہ اہل کتاب اور اہل تاریخ سے سُن لیا ہو۔
یا اس کے معنی یہ ہیں کہ (اے مخاطب) کیا تو میرے بتانے سے بھی نہیں سمجھتا اور اس میں ایک قسم کا تعجب دلاتا ہے۔ اور قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی اَلَمْ تَرَ کا لفظ آیا ہے اور اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا۔ وہاں سب جگہ اسی قسم کے معنی مراد ہیں۔
= اُلُوْفٌ ۔ اَلْفٌ کی جمع ہزاروں۔ وَهُمْ اُلُوْفٌ ۔ ضمیر خَرَجُوْا سے حال ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے۔ اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔
= حَذَرَ الْمَوْتِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ خَرَجُوْا سے۔
= مُوْتُوْا ۔ امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر مَوْتٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ تم مر جاؤ۔
= ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فقال لھم اللہ موتوا فماتوا ثم احیاھم۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا مر جاؤ پس وہ مر گئے۔ پھر اس نے ان کو زندہ کیا۔
فائدہ :- یہ کون لوگ تھے جن کو مرنے کا حکم دیا گیا اور پھر مرنے کے بعد ان کو دوبارہ زندہ کیا۔ کس زمانے کے تھے کہاں بستے تھے۔ کہاں سے نکلے کدھر کو گئے کیوں گئے۔ ان سب میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ لیکن یہ امر واضح نظر آتا ہے کہ یہ قصہ اس آیت کے نزول کے وقت لوگوں کے علم میں تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بابت دریافت نہ کیا۔ ویسے بھی یہاں آیت کا مقصد کسی تاریخی واقعہ کا بیان کرنا نہیں بلکہ یہ امر ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ موت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے انسان اس سے بھاگ کر اپنی کوششوں سے بچ نہیں سکتا اس لئے اس قصہ کے تاریخی پس منظر

کردینے کی ضرورت نہیں۔

= لَذُوْفَضْلٍ۔ لام تحقیق وتاکید کے لئے ہیں ذُوْفَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل کرنے والا۔

۲: ۲۴۴ = وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اور اللہ کی راہ میں لڑائی لڑو (جہاد کرو) یہ بات ذہن نشین کرا دینے کے بعد کہ موت وحیات اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کوئی اپنے حیلہ سے موت کو ٹال نہیں سکتا۔ اور نہ زندگی کو بڑھا سکتا ہے اب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور دین کی سربلندی کے لئے جہاد کی ترغیب دی جا رہی ہے جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فاطیعوا وقاتلوا

= سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔ سننے والا۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور جب یہ حق تعالیٰ کی شان میں ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شی پر حاوی ہو۔ عَلِیْمٌ۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعیلٌ یہ بھی اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲: ۲۴۵ = مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ مبتدا۔ ذَا خبر ہے اَلَّذِیْ یا ذَا کی صفت ہے یا اس سے بدل ہے۔ قَرْضًا منصوب بوجہ مصدر بمعنیٰ اِقْرَاضًا ہے یا بوجہ مفعول۔ حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی۔ ترجمہ۔ ہے کوئی ایسا جو اللہ کو قرض حسنہ دے

= فَیُضٰعِفَہٗ لَہٗ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ف۔ جواب استفہام کے لئے یُضٰعِفَہٗ میں یُضٰعِفُ مضارع منصوب کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مضاعفۃ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر، باب مفاعلہ مشارکت کی وجہ سے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب قَرْضًا کے لئے۔ اور لَہٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرض دینے والے کے لئے ہے۔ اَضْعَافًا۔ ضِعْفٌ کی جمع ہے ضِعْفٌ اسم مصدر اور بطور مفعول مطلق مستعمل ہے اس کو اَضْعَافًا (بطور جمع) تنویع کے لئے بیان کیا ہے۔ کَثِیْرَۃً۔ بہت، واحد مؤنث لیکن اطلاق جمع کے موقعہ پر بھی ہوتا ہے۔

ترجمہ:۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) قرضہ حسنہ دینے والے کے لئے اس قرض (کی جزاء) کو کئی گنا بڑھا دے

= یَقْبِضُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَبْضٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ تنگ کرتا ہے وہ روکتا ہے اَلْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پورے پنجے کے ساتھ پکڑنا کے ہیں۔ جیسے قبض السیف تلوار کو پکڑنا۔

= یَبْصُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَسْطٌ (باب نَصَرَ) مصدر کشادہ کرتا ہے فراخ کرتا ہے بسط مادہ۔ قرات میں بعض نے صَ سے اور بعض نے سَ سے پڑھا ہے

بَسَطَ الشَّیْءَ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے اور توسیع کرنے کے ہیں پھر استعمال میں کبھی دونوں معنیٰ ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنیٰ متصور ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے بَسَطَ الثَّوْبَ اس نے کپڑا پھیلایا اسی سے اَلْبِسَاطُ ہے جو ہر پھیلی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے اور بَسْطٌ کبھی بمقابلہ قَبْضٌ بھی آتا ہے جیسے

آیت ہذا میں (خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے) اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ۔ (۴۲: ۲۷) اور اگر خدا اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا۔ اور
وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲: ۲۴۷) اس نے اُسے علم بھی بہت بخشا اور تن و توش بھی بڑا عطا کیا
= وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ۝ الیہ ای الی اللہ۔ تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجْعٌ (باب ضَرَبَ) تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

۲: ۲۴۶ = اَلَمْ تَرَ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ تَرَ اصل میں تَرٰی تھا۔ یاء کو حذف کیا گیا ہے۔
= اَلْمَلَاُ۔ سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت۔ اسم جمع معرّف باللّام۔ مجرور۔ م ل ء مادّہ
اَلْمَلَاُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن و جمال سے اور نفوس کو ہیبت و جلال سے بھر دے۔ اس کا مفرد کوئی نہیں ہے۔ اس کی جمع اَمْلَاءٌ ہے مَلَأَ یَمْلَأُ (باب فتح) مَلْأٌ وَمِلْأَۃٌ مصدر بِہٖ کے ساتھ بمعنی کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ بھر دینا۔ مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار (نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۷)

اَلَمْ تَرَ اِلَی الْمَلَاِ۔ ای الم تر الی قصّۃ الملا (من بنی اسرآئیل) کیا تمہیں علم نہیں بنی اسرائیل میں سے بعض گروہِ سرداران کے قصہ کا۔ (روح البیان) ای الم تر قصۃ الملأ او حدیثھم (روح المعانی) اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تو نے غور نہیں کیا۔ کیا تجھے خبر نہیں۔

فائدہ: اَلَمْ تَرَ۔ عربی میں یہ طرز خطاب ایسے موقع پر آتا ہے کہ جب مخاطب کو کسی بڑے اہم اور معروف واقعہ کی طرف توجہ دلانا مقصود ہوتا ہے۔ رویت سے ہمیشہ چشم بصارت سے دیکھنا مراد نہیں ہوتا بلکہ وہم و تخیل اور غور و فکر اور عقل کی راہ سے بھی مطالعہ و مشاہدہ مراد ہوتا ہے اور جب اس فعل کا صلہ الیٰ کے ساتھ آتا ہے تو کوئی مقصود کوئی نتیجہ نکالنا یا عبرت حاصل کرنا ہوتا ہے۔ (تفسیر ماجدی)

= مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔
= مِنْ بَعْدِ مُوْسٰی۔ ای من بعد موتہٖ او مِنْ بَعْدِ زَمَانِہٖ
= اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّھُمُ۔ اِذْ بدل ہے مِنْ بَعْدِ سے کیونکہ دونوں زمانہ کے لئے ہیں۔
ترجمہ ہوگا۔ کیا تو نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا جس نے حضرت موسیٰؑ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔ یا۔ کیا تجھے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کے قصہ کی خبر نہیں جس نے حضرت موسیٰؑ کے کے زمانہ کے بعد اپنے پیغمبر سے کہا۔

= اِبۡعَثۡ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۔ یہ مقولہ ہے قَالُوۡا کا۔ اِبۡعَثۡ تو بھیج۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بَعۡثٌ (باب فتح) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اٹھانا۔ کھڑا کرنا۔ اور سامنے کرنا۔

بَعۡث کی دو قسمیں ہیں ۔ ایک بشری دوسری الٰہی ۔ اگر اس کی نسبت فاعلِ انسان کی طرف ہو تو اس کو بشری کہیں گے جیسے کسی ایک شخص کا دوسرے شخص کو روانہ کرنا اور بھیجنا۔ اگر یہ نسبت خدا کی طرف ہو تو اس کو الٰہی کہا جائے گا۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں پہلی قسم اللہ کے ساتھ مخصوص ہے جیسے اشیاء کو عدم سے وجود میں لانا۔ دوسری مثال مردوں کو جلانا ہے ۔ کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنے ممتاز بندوں کو بھی سرفراز فرماتا ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

دِيَارِنَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِيَارٌ جمع دَارٌ کی نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارے گھر، ہمارے شہر، ہمارے وطن۔ وَاَبۡنَآئِنَا ۔ وَاوٌ عاطفہ اَبۡنَآءِ نَا مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف ۔ دِيَارِنَا معطوف علیہ۔ تقدیر کلام یوں ہے مِنۡ بَيۡنِ اَبۡنَآئِنَا ۔ اَبۡنَآء جمع ہے اِبۡنٌ کی۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ اپنے بیٹوں یا اپنی اولاد سے دور کئے گئے (اِبۡنٌ کے معنی بیٹا کے ہیں لیکن جب بیٹے بیٹیاں دونوں مقصود ہوں تو اس کی تغلیب کی وجہ سے مذکر کا صیغہ بولتے ہیں)

= فَلَمَّا ۔ فَ عاطفہ ہے لَمَّا بمعنی جب ۔ حرف شرط ہے ماضی کے دو جملوں پر آتا ہے شرط و جزاء ۔ بعض کے نزدیک حرف شرط نہیں بلکہ اسم ظرف ہے حِيۡنَ کا ہم معنیٰ ۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيۡهِمُ الۡقِتَالُ تَوَلَّوۡا اِلَّا قَلِيۡلًا مِّنۡهُمۡ اس کی جزاء ۔ پھر جب قتال ان پر فرض کر دیا گیا تو وہ (سب) پھر گئے ماسوائے ان میں سے قلیل تعداد کے ۔

تَوَلَّوۡا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ تَوَلِّیۡ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیر دی ۔ انہوں نے منہ موڑا

= الظّٰلِمِيۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ظلم کرنے والے ۔ یہاں مراد اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں ۔ یعنی اللہ کے نافرمان بندے ۔ یعنی وہ نافرمان بندے جنہوں نے جہاد سے منہ پھیر لیا ۔

= فائدہ ۱: آیت ہذا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال کے بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ایک واقعہ بیان ہو رہا ہے جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ فلسطین کے اکثر حصوں پر قابض ہو گئے تھے ۔ اور بنی اسرائیل رامہ کے علاقہ میں محصور ہو کر رہ گئے تھے اُس وقت جو ان کے نبی اور حکمران تھے ان کا نام سموئیل تھا اور وہ کافی بوڑھے ہو چکے تھے ۔ عمالقہ کی ایذا رسانیاں اور زیادتیاں دن بدن بڑھ رہی تھیں ۔ بنی اسرائیل چاہتے تھے کہ عمالقہ کی سرکوبی کریں ۔ اور اپنا کھویا ہوا اقتدار اور حکومت واپس لیں ۔ اس لئے انہوں نے بار بار اپنے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ایک مَلِكٌ (سردار) کا سوال کریں ۔ حضرت سموئیلؑ ان کی عادات سے خوب واقف

سنئے کہ یہ دعوے تو بڑے لمبے چوڑے کرتے ہیں لیکن عمل کے وقت ان کا سارا جوش سرد پڑ جاتا ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کرے اور تم جہاد سے منہ موڑ جاؤ۔

کہنے لگے حضرت جی! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ہم جہاد نہ کریں حالانکہ ہمیں گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جُدا کر دیا گیا۔

ان کی خواہش اور اصرار کے باعث اللہ تعالیٰ نے طالوت کو جب ان کا سردار اور سپہ سالار مقرر فرما دیا تو لگے اعتراض کرنے کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں نبوت نسلاً بعد نسلٍ چلتی آتی ہے اور نہ یہودا ابن یعقوبؑ کی اولاد میں سے ہے جس میں حکومت وسلطنت پشت در پشت چلی آرہی ہے تو یہ نادار اور قلاش کب سردارِ قوم اور سالارِ لشکر بن سکتا ہے؟ امامت کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔

حضرت سموئیل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ حکومت کے لئے تمہارا قائم کردہ معیار درست نہیں بلکہ اس کا صحیح معیار تو علم وشجاعت ہے اور ان دونوں باتوں میں وہ تم سب سے ممتاز ہے۔ بائبل میں ہے کہ یہ تیس سالہ نوجوان اپنے حسن وجمال میں بے نظیر تھا۔ ان کی قامت کی بلندی کی یہ حالت تھی کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھوں تک پہنچ سکتے تھے۔ اور یہ بنیامین کی نسل سے تھا۔

حضرت سموئیل نے انہیں بتایا کہ طالوت کا انتخاب کوئی انسانی انتخاب نہیں بلکہ اللہ رب العزت نے خود تمہاری قیادت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔ تمہیں اس کی عطا اور بخشش پر معترض نہیں ہونا چاہیئے

بنی اسرائیل بھلا کب آسانی سے اپنی ضد سے باز آنے والے تھے فوراً مطالبہ کیا کہ آپ دلیل پیش کیجئے کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ اس وقت ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام کے تبرکات تھے اور جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے۔ وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ اور اگر تم میں ایمان ہے تو اس سے بڑھ کر تمہیں مزید کسی نشانی کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب فرشتے اس صندوق کو اٹھائے ہوئے یا اس بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اب انہیں طالوت کے ملک (سردار) بننے کے متعلق اطمینان ہو گیا نیز انہیں ڈھارس بندھ گئی کہ اب وہ یقیناً فتحیاب ہوں گے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰؑ کا عصا اور پارچات اور حضرت ہارونؑ کا عمامہ تھا۔ انہیں واپس مل گیا ہے

جب طالوت عمالقہ کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ بنی اسرائیل کا ایک انبوہِ کثیر تھا۔ راستے میں ایک نہر (ممکن ہے کہ دریائے اردن ہی ہو) پر سے گذر ہوا تو انہیں حکم ملا کہ اب تمہارا امتحان

لیاجائے گا۔ اور وہ امتحان یہ ہے کہ اس نہر سے پانی پینے کی اجازت نہیں جس نے پانی پیا وہ میرا سپاہی نہیں ہے۔ ہاں اگر پیاس کی شدت ہو تو ایک چلو بھر کر پی لو اس سے زیادہ نہیں۔ اب کیا تھا سب ٹوٹ پڑے اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ سوائے چند مخلصین کے جو اس امتحان میں کامیاب ہوتے اور جن کی تعداد صحیح روایت کے مطابق ۳۱۳ تھی۔ باقی جتنے لوگ جو ہزاروں کی تعداد میں تھے انہوں نے لشکر سے کنارہ کشی اختیار کرلی۔ اب طالوت اپنے مٹھی بھر جانباز سپاہیوں کو لے کر آگے بڑھے لیکن جب انہوں نے جالوت کے لشکر جرار کو دیکھا تو سہم سے گئے اور کہنے لگے کہ جالوت کے اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جنگ کرنے کی ہم میں طاقت کہاں؟ لیکن انہیں کے چند مخلص ترین ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور انہیں بتایا کہ فتح و نصرت اللہ کے ہاتھ میں ہے اس سے پہلے بھی بارہا ایسے واقعات ہو گذرے ہیں جب کہ اس کی نصرت و تائید سے چھوٹی سی جماعت نے بڑی بڑی فوجوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ان لوگوں کے ضرور شریک حال ہوتی ہے جو حق و صداقت کے لئے صبر و ثبات سے کام لیتے ہیں۔

جب وہ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھے میدان میں نکلے تو بارگاہ رب العزت میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور اپنے لئے صبر و استقامت کی دعا کی اور پھر دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فتح و نصرت حاصل کرنے کے لئے صبر و ثابت قدمی شرط اولین ہے۔ جو قوم یا فرد میدانِ جہاد و میدان عمل میں شدائد و تکالیف کے سامنے صبر اور استقامت سے کام لیتا ہے وہی کامیاب ہوتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مؤمن کے پاس سب سے زیادہ مؤثر ہتھیار دعا ہے۔ جس کا اس کے دشمن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت طاہرہ بھی یہی تھی۔

ان مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست فاش دی عمالقہ کے سپہ سالار جالود کو جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے پتھر مار کر ہلاک کر دیا حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اس وقت بالکل کم سن تھے۔ زرد رُو اور لاغر و بیمار تھے۔

فائدہ = (۲) عَسٰی۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے، ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے علامہ جلال الدین سیوطی رح الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں:۔

عَسٰی۔ فعل جامد ہے۔ غیر منصرف۔ اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں اور یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں جمع ہو گئے ہیں۔ عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲ : ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے

حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بری ہو تمہارے حق میں

۲: ۲۴۷ = وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ ۔ یعنی جب بنی اسرائیل کی اس استدعا "اِبْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (آپ ہمارے لئے ایک سردار مقرر کردیں تاکہ ہم خدا کی راہ میں جہاد کریں) پر حضرت سموئیل نے اللہ سے دعا کی اور دعا کی قبولیت پر اللہ تعالیٰ نے طالوت کو ان کا سردار مقرر فرمایا تو حضرت سموئیل نے ان سے کہا وَقَالَ لَهُمْ ......

= قَدْ بَعَثَ لَكُمْ ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر ماضی قریب کے معنی دیتا ہے (اللہ تعالیٰ نے) مقرر کیا ہے

= طَالُوْتَ ۔ بوجہ معرفہ و عجمیت کے غیر منصرف ہے اور مثل داؤد ۔ و ۔ جالوت کے ہے ۔ اور بعض کے نزدیک یہ الطول سے عربی لفظ ہے اور اس کی اصل طولوت مثل رھبوت و رحموت ہے واؤ کو الف سے بدلا ۔ اس کا غیر منصرف ہونا بوجہ علمیت وشبہ العجمہ کے ہے

= مَلِكًا ۔ حال ہے طَالُوْتَ سے ۔

= اَنّٰى ۔ بمعنی مِنْ اَيْنَ ۔ كَيْفَ ۔ اسے ہم پر سرداری کہاں سے آگئی ۔ یا کیونکر آگئی ۔ یا حاصل ہوگئی نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۲۳)

= اَلْمُلْكُ ۔ اسم ومصدر ۔ سرداری ۔ امارت ۔ بادشاہت ۔ سلطنت ۔

= وَ نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ ۔ واؤ حالیہ ہے ۔ جملہ حالیہ ہے ۔ اَحَقُّ اسم تفضیل اور فاعل دونوں کے لئے آتا ہے ۔ بڑا حق دار ۔ زیادہ حقدار ۔ حالانکہ سلطنت یا سرداری کے تو ہم اس سے زیادہ مستحق ہیں

= فائدہ ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے یہودیوں کے جو بارہ خاندان ہوئے وہ بنی اسرائیل کہلاتے ہیں ۔ ان میں سے لاوہ بن یعقوبؑ کا قبیلہ وہ تھا ۔ جس میں بنی اسرائیل کے تمام پیغمبر ہوئے ہیں ۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام اسی قبیلہ سے تھے ۔ یہودا بن یعقوبؑ کا قبیلہ حکومت وسلطنت کے لئے مخصوص تھا ۔ اور حضرت داؤد و اور سلیمان علیہما السلام اسی قبیلہ میں سے تھے ۔ سب سے چھوٹا قبیلہ بنی یامین کا تھا ۔ جس میں سے طالوت تھے ۔ یہ قبیلہ مالی طور پر بھی چنداں حیثیت نہ رکھتا تھا ۔ خود طالوت سقایت (پانی بھرنا) یا دباغت (چمڑہ رنگنا) کا کام کیا کرتے تھے ان مابہ الامتیاز اسباب کی وجہ سے لاوی بن یعقوب اور یہودا ابن یعقوب کے قبیلے کے لوگ متعجب ہوئے کہ ان کو چھوڑ کر یہ سرداری قبیلہ یامین کے پاس کیسے چلی گئی

= وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ۔ واؤ عاطفہ ہے جو دونوں جملوں کو ملاتی ہے ۔ اور یہ کیونکر ہم پر سرداری کا مستحق ہوا ۔ حالانکہ اس کے پاس دولت کی فراوانی بھی تو نہیں ہے

لَمْ يُؤْتَ ۔ مضارع مجہول نفی جحد بلم ۔ واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر کو وہ نہیں

دیا گیا۔ سَعَۃً اسم ومصدر بمعنی کشائش۔ فراخی۔ وسعت۔ طاقت۔ پہنچ۔ یہ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں۔ اس کی ۃ واؤ کے بدلہ میں ہے جیسے وَعَدَ یَعِدُ عِدَۃً (باب ضرب) اور وَزَنَ۔ یَزِنُ۔ زِنَۃً (باب ضرب) واؤ کو حذف کرکے اس کے عوض ۃ لے آئے

= اِصْطَفٰہُ۔ اِصْطَفیٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَآءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے پسند فرمایا اس نے چُن لیا۔ ص ف ی مادہ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پسند فرمایا۔ یا چن لیا اصطفیٰ میں ط۔ ت کی جگہ لایا گیا ہے۔ عَلَیْکُمْ تمہارے مقابلہ میں۔

= وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ واؤ عاطفہ ہے زَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب زِیَادَۃٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ زیادہ دینا۔ بڑھانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ بَسْطَۃً۔ مفعول ثانی فِی الْعِلْمِ متعلق بَسْطَۃً واؤ عاطفہ الجسم۔ ای زادہ بسطۃ فی الجسم۔ بسطۃ۔ کشادگی، کشائش۔ وسعت فضیلت۔ اور زیادہ بخشی اس نے (اللہ نے) اس کو (طالوت کو) علم وجسم میں کشادگی۔ اور وسعت وفضیلت۔ (کہتے تھے کہ حضرت طالوت اپنے وقت میں فنون حرب اور دیانات (یعنی علم دین میں سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور جہاں تک تندرستی وتوانائی کا تعلق ہے بنی اسرائیل میں سے کوئی شخص خوبصورتی۔ وجاہت۔ قدوقامت میں ان کی برابری نہیں کرسکتا تھا۔ یہ ساری قوم میں کاندھے سے لے کر اوپر تک ہر ایک سے اونچے نظر آتے تھے۔

= وَاللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے گویا عبارت یوں ہے: اَلْمُلْکُ لِلّٰہِ وَ اللّٰہُ یُؤْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَآءُ۔ مُلْکَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ملک۔ اس کی بادشاہی۔

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر (باب سمع) وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ وسعت دینے والا۔ یعنی فقیر کو وسعت دے کر امیر کردینے والا۔

= عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ (کہ کون کس کام کے لائق ہے)

۲:۲۴۸ = اِنَّ اٰیَۃَ مُلْکِہٖ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ۔ اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اٰیَۃَ مضاف۔ مُلْکِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اٰیَۃَ۔ تحقیق اس کی امارت کی نشانی یہ ہے کہ تابوت (از خود) تمہارے پاس آجائے گا۔

تَابُوْتُ بروزن فَعَلُوْتٌ۔ توب سے مشتق ہے جس کے معنی رجوع کے ہیں۔ اور اسے تابوت اس لئے کہتے ہیں کہ جو چیز اس میں سے نکالی جاتی تھی وہ پھر واپس اسی میں چلی آتی تھی (تفسیر مظہری) اس کے

متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تابوت بمعنی لکڑی کا صندوق عموماً مستعمل ہے اس کی جمع تَوَابِیْتُ ہے۔

= فِيْهِ سَكِيْنَةٌ - میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو تابوت ہے یعنی اس میں ایسی چیزیں رکھی ہوئی ہیں جن سے تمہاری تسکین ہو جائے گی۔ یا تابوت کی واپسی کا امر ای فی اتیانہ سکون لکم وطمانیۃ

= سَكِيْنَةٌ تسکین۔ تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سُكُوْنٌ سے بروزن فَعِيْلَةٌ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِيْمَةٌ ہے۔

علامہ لغوی سید محمد مرتضیٰ زبیدیؒ لکھتے ہیں

سکینہ وہ اطمینان۔ چین وقرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی۔ یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے "یوم الغار" اور "یوم حنین" جیسے قلق واضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل کرنے کی خبر دی ہے۔

واضح رہے کہ سکینۃ کا لفظ قرآن مجید میں چھ جگہ استعمال ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے کہ بجز سورۃ بقرہ کے قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی سکینۃ آیا ہے اس کے معنی اطمینان کے ہیں۔ سورۃ بقرہ کی جس آیت کا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے استثناء فرمایا ہے وہ آیۃ کریمہ یہ ہے اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖ ...... فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ یہاں سکینۃ سے کیا مراد ہے۔ ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے تو یہاں بھی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اطمینان ہی کے معنی روایت کئے ہیں اور یہی صحیح ہیں۔ اس کے علاوہ اس بارے میں تفسیر کی کتابوں میں جو بہت سی بے سرو پا روایتیں منقول ہیں وہ نہ عقلاً صحیح ہیں نہ نقلاً۔ اور پھر سخت متعارض کہ ان کا باہم جمع کرنا غیر ممکن ہے (لغات القرآن)

= فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ - یہ جملہ تابُوْت سے موضع حال میں ہے۔

= وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ - واؤ ہر دو جگہ عاطفہ ہیں۔ بَقِيَّةٌ - بچی ہوئی چیز، باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيْلَةٌ۔ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ بچی ہوئی چیزیں کیا تھیں۔ تورات کی دو لوحیں۔ کچھ ٹوٹی ہوئی لوحوں کا ریزہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ ان کی نعلین۔ حضرت ہارون کا عمامہ اور عصاء اور ایک قفیز (ایک پیمانہ) مَنّ جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔

بَقِيَّةٌ اس کا عطف سَكِيْنَةٌ پر ہے مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ سے اور مَا موصولہ ہے۔ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ میں اٰلُ سے مراد یا تو حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام بنفسہما ہیں اور اٰلُ کا لفظ ہر دو

کی شان عظمت کے لئے مستعمل ہے۔ یا آلُ سے مراد ان کے متبعین ہیں یا بنی اسرائیل کے انبیاء۔
مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوْسٰى وَآلُ هٰرُوْنَ یہ بَقِيَّةٌ کی صفت ہے۔
= تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ یہ جملہ تابوت سے حال ہے۔ تَحْمِلُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع تابوت ہے۔ جس کو فرشتے اٹھائے ہوتے ہوں گے
= فِيْ ذٰلِكَ ۔ ای فی رجوع التابوت الیکم۔ تابوت کی تمہاری طرف واپسی۔
= لَاٰيَةً میں لام تاکید کے لئے ہے اور اٰيَةً منصوب بوجہ عامل اِنَّ ہے۔
= اِنْ كُنْتُمْ ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ جواب شرط محذوف ہے۔
اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ یہ (۱) یا تو حضرت شموئیل نبی کے کلام کا بقیہ ہے۔ (۲) یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک علیحدہ خطاب ہے۔
فائدہ ۔ روح البیان میں ہے وقال بعضہم التابوت ھو القلب والسکینۃ ما فیہ من العلم والاخلاص واتیانہ تصیر قلبہ مقر العلم والوقار۔
یعنی بعض مفسرین نے تابوت سے مراد دل۔ سکینۃ سے مراد علم و اخلاص اور تابوت کے آنے سے دل کا علم و ایمان سے بھر جانا مراد لیا ہے۔
بَقِيَّةٌ کے معنی بہترین کے بھی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ (۱۱:۱۱۶) یہاں اُولُوْا بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے اور عقل باقی رہے۔ یا ارباب فضل مراد ہیں۔ اسی سے عرب والے بولتے ہیں فلان من بقیۃ القوم یعنی فلاں آدمی قوم میں عمدہ ہے۔
اس اعتبار سے آیت کے معنی ہوئے: اس کی حکومت کی علامت یہ ہے کہ فرشتوں کے سہارے تمہاری کھوئی ہوئی ہمت واپس آجائے گی اور تمہیں اطمینان قلب ضرور نصیب ہوگا۔ اور تم آلِ موسیٰ و آلِ ہارون کے بہترین ترکہ یعنی اخلاقِ فاضلہ کے وارث بنو گے۔
۲:۲۴۹ = فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ۔
آیت سے قبل اور درمیانِ آیت بعض جگہ عبارت مقدرہ ہے۔ تقدیر کلام (بحوالہ تفسیر خازن) یوں ہے: فلما جاءھم التابوت واقروا بالملک لطالوت تاھب للخروج الی الجہاد فاسرعوا لطاعتہ وخرجوا معہ وذلک قولہ تعالیٰ (فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ) ای خرج من بیت المقدس بالجنود وھم سبعون الفا وذلک انہم لما رأوا التَّابُوْتَ لم یشکوا فی النصر فسارعوا الی الخروج فِي الْجِهَادِ وَكَانَ

وکان مسیرہم فی حر شدید فشکوا الی طالوت قلۃ الماء بینھم وبین عدوھم و قالوا ان المیاہ لا تحملنا فادع اللہ ان یجری لنا نھرًا و (قَالَ) طالوت (اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ) یعنی جب تابوت ان کے پاس آ پہنچا اور انہوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انہیں حضرت طالوت کی سرداری کا یقین ہوگیا۔ تو حضرت طالوت نے (ان کو مطمئن پاکر) جہاد کی تیاری کر کے (بیت المقدس سے) خروج کیا۔ بنی اسرائیل فوراً ان کے زیر کمان اکٹھے ہوگئے اس وقت ان کی تعداد ستر ہزار (یا بعض رواۃ کے مطابق اسی ہزار یا ایک لاکھ بیس ہزار) تھی۔ ان کی یہ اطاعت اس لئے تھی کہ جب انہوں نے تابوت کو دیکھا تو ان کو اپنی مدد ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ رہا اور سب کے سب فوراً جہاد کے لئے تیار ہوگئے۔ اس وقت بہت سخت گرمی پڑ رہی تھی اس لئے انہوں نے حضرت طالوت سے قلّتِ آب کی شکایت کی اور (کہا) کہ وہ اللہ سے ان کے لئے ایک نہر جاری کرا دے)

حضرت طالوت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نہر کی بابت بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا۔ یعنی تمہاری استدعا کے بموجب ایک جاری نہر آئے گی لیکن اس سے تمہارا امتحان بھی مطلوب ہوگا۔

فَلَمَّا۔ فَ عاطفہ ہے۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب فَصَلَ۔ فُصُوْلٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے بمعنی جُدا ہونا۔ نکلنا۔ باب ضَرَبَ۔ اس صورت میں یہ فعل لازم ہے۔ اور آیت میں یہی مراد ہے۔ لیکن اگر اس کا مصدر فَصْلٌ ہے تو یہ فعل متعدی ہوگا۔ اس صورت میں اس کے معنی ہوتے ہیں کاٹنا۔ جُدا کرنا۔ ٹکڑے کردینا۔ بچے کا دودھ چھڑانا۔ اول الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے: پھر جب طالوت فوجیں لے کر (بیت المقدس سے) نکلا۔

مُبْتَلِیْکُمْ۔ مُبْتَلِیْ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ اِبْتِلَاءٌ۔ (افتِعَالٌ) مصدر۔ تمہاری آزمائش کرنے والا۔ تم کو جانچنے والا۔

اس کا مادہ بَلْیٌ ہے (باب ضَرَبَ) سے بمعنی فرسودہ ہوجانا۔ پرانا ہوجانا۔ بوسیدہ ہوجانا۔ جیسے بَلِیَ الثَّوْبُ۔ بِلیٌ و بَلَاءٌ۔ کپڑا فرسودہ اور کہنہ ہوگیا۔ لیکن باب نَصَرَ سے یہ مادہ آزمائش کرنے اور جانچنے کے معنوں میں مستعمل ہے۔ جیسے اِنَّمَا یَبْلُوْکُمُ اللّٰہُ بِہٖ (۱۶: ۹۲) بیشک خدا تمہیں آزماتا ہے اس سے اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْکُمْ بِنَھَرٍ بیشک اللہ تعالیٰ ایک نہر سے تمہاری آزمائش کرے گا۔ یعنی تم سے ممتحن جیسا سلوک کرے گا۔ تاکہ مطیع اور عاصی میں فرق ظاہر ہوجائے۔

= مَنْ شَرِبَ مِنْہُ۔ مَنْ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ ہے۔ فَلَیْسَ مِنِّیْ۔ ف جواب شرط میں ہے اور جملہ جواب شرط ہے۔

لَيْسَ مِنِّيْ۔ نہیں ہے
میرے میں سے۔ میرے حامیوں میں سے۔ میرے طرف داروں میں سے۔ میرے حمایتیوں میں سے ای
لیس من اشیاعی (جمع شیعۃ واحد)
= وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ۔ پہلا جملہ شرطیہ۔ دوسرا جواب شرط ہے۔ واؤ عاطفہ لَمْ يَطْعَمْهُ میں لَمْ يَطْعَمْ مضارع نفی جحد بلَمْ واحد مذکر غائب (جس نے) نہ چکھا۔ طعم الشیٔ اس وقت بھی بولا جاتا ہے جب کسی چیز کو (کھانے کی ہو یا پینے کی) چکھے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع نہر کا پانی ہے۔
مِنِّيْ۔ مِنْ حرف جار یْ ساکن ضمیر واحد متکلم۔ مجرور۔ مجھ سے۔ میری طرف سے۔
= اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ = اِلَّا حرف استثناء مَنْ موصولہ۔ اِغْتَرَفَ۔ صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ۔ فَمَنْ شَرِبَ مستثنیٰ منہ۔
اِغْتَرَفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ایک چلو بھرا۔ اِغْتِرَافٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ غُرْفَةً ایک چلو پانی۔ چلو بھر پانی۔ اِغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ (جس نے) اپنے ہاتھ سے ایک چلو بھر پانی پی لیا۔ غُرْفَةً (بمعنی معروف) بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہے۔ الا من اغترف غرفۃ بیدہٖ۔ معناہ الرخصۃ فی اغتراف الغرفۃ بالید دون الکرع۔ یعنی ہاتھ سے چلو بھر پانی پی لینے کی اجازت ہے۔ بدون برتن یا منہ لگا کر پانی پینے کے۔
= فَشَرِبُوْا مِنْهُ۔ ای من النھر۔ پس ان (سب نے) نہر سے پانی پی لیا۔
= اِلَّا قَلِيْلًا۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِيْلًا مستثنیٰ۔ اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہٰذا منصوب ہے (جس کلام میں استثناء ہو اور اس میں نفی۔ نہی واستفہام نہ ہو وہ موجب کہلاتا ہے۔
= فَلَمَّا۔ پھر جب
= جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ۔ جَاوَزَ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُجَاوَزَةٌ (مفاعلۃ) بمعنی پار ہونا۔ پار اترنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب نہر کے لئے ہے۔ هُوَ ای طالوت واؤ عاطفہ۔ اَلَّذِيْنَ موصول اٰمَنُوْا صلہ۔ دونوں مل کر معطوف۔ عطف بر ضمیر هُوَ۔ مَعَهٗ۔ مَعَ اسم ظرف مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق جَاوَزَ۔ یعنی جب حضرت طالوت دریا کے پار اتر گئے۔ اور ان کے ساتھ صاحب ایمان لوگ بھی دریا پار کر گئے۔
قَالُوْا۔ صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں: (بہ نظر احوالِ ظاہر) یہ گفتگو ان میں آپس میں ہونے لگی دشمن کی کثرتِ تعداد اور اس کی عظمت و سامان پر نظر کر کے اس کی ہیبت کا دل پر بیٹھ جانا اور اپنی طرف سے

مایوس ہوجانا ایک امر طبعی تھا۔ اچھے اچھے اہل ایمان کی بھی ایسے موقع پر طبعی طور پر ہمت چھوٹ جاتی ہے
= بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ ۔ ب۔ حرف جار۔ جالوت غیر منصرف کطالوت۔ واؤ عاطفہ جُنُوْدِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ جس کا عطف جالوت پر ہے۔ جالوت اور اس کی فوجوں کے مقابلہ میں

= قَالَ الَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوا اللّٰہِ ۔ وہ لوگ جنہیں یقین تھا کہ بیشک وہ اللہ کے روبرو پیش ہونے والے ہیں۔ وہ بولے۔ یَظُنُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ظَنَّ (باب نصر) وہ یقین کرتے ہیں وہ گمان کرتے ہیں۔ آیت ہذا میں اول الذکر معانی مراد ہیں۔ مُلٰقُوْا اصل میں مُلٰقُوْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے۔ یہ اسم فاعل جمع مذکر۔ مضاف ہے اَللّٰہِ مضاف الیہ۔ یہاں مذکورہ بالا مومنین میں سے وہ لوگ مراد ہیں جن کا ایمان خدا اور آخرت پر بالکل پختہ اور غیر متزلزل تھا۔ اور وہ ہنگامی طور پر بھی مرعوب اور دہشت زدہ نہ ہوئے تھے بلکہ بڑے استقلال کے ساتھ بولے.........

= کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ ...... مَعَ الصّٰبِرِیْنَ یہ مقولہ ہے قَالَ کا۔

کَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے۔ اور مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہوتا ہے۔

یہ دو طرح مستعمل ہے:

(۱) استفہامیہ۔ مثلاً۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی دیر۔ قرآن مجید میں کَمْ استفہامیہ نہیں آیا ہے۔ (الاتقان) ــــ (۲) کَمْ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے۔ جیسے وَکَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ (۷ : ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور وَکَمْ مِّنْ مَّلَکٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا۔ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی۔

کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ ۔ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ ۔ موصوف وصفت۔ فِئَۃٌ واحد۔ گروہ۔ جماعت۔ ٹولی وہ گروہ جس کے افراد باہم مددگار ہوں اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے دوڑیں۔ فَاءَ یَفِیْءُ فَیْءٌ (باب ضرب) فئی مادہ۔ اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جیسے حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ فَاِنْ فَآءَتْ (۴۹ : ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے۔

ترجمہ ہوگا۔ (بسااوقات) چھوٹی چھوٹی کتنی ہی جماعتوں نے بڑی بڑی جماعتوں پر غلبہ پالیا اللہ کے حکم سے) یعنی اس کی توفیق ومدد سے۔

۲ : ۲۵۰ = بَرَزُوْا ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلے۔ ماضی جمع مذکر غائب بُرُوْزٌ (باب نصر) مصدر

یعنی کھلم کھلا ظاہر ہونا میدان جنگ میں صف سے مدمقابل سے لڑنے کے لئے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔
بُرُوْزٌ کی مختلف اقسام ہیں۔
(۱) بذاتہٖ کسی چیز کا خود ظاہر ہونا۔ جیسے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔
کیونکہ اس روز سکان اور مکین سب مٹ جائیں گے۔ اور زمین از خود کھل جائے گی۔ اسی لئے میدان جنگ
میں صف سے نکلنے کو مبارزت کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ
(۳: ۱۵۴) تو جن کی تقدیر میں قتل لکھ دیا گیا ہے وہ تو اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
(۲) چھپی ہوئی چیز کا کھل جانا۔ جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ۔ (۲۶: ۹۱) اور گمراہوں کے لئے دوزخ
ظاہر کردی جائے گی۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ اَفْرِغْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْرَاغٌ (افعال) مصدر بمعنی بہانا۔ دہانہ
کھولنا۔ تو ہم پر دہانہ کھول دے۔ ای اَصْبِبْ عَلَيْنَا صَبْرًا۔ ہم پر صبر انڈیل دے۔ ہم کو (بہت) صبر
عطا کر۔ صَبْرًا۔ بوجہ مفعول بہٖ منصوب ہے۔
اَفْرِغْ مادہ فرغ سے مشتق ہے اَلْفَرَاغُ۔ شغل کی ضد ہے اور فَرَغَ يَفْرُغُ فُرُوْغٌ بمعنی خالی ہونا ہے
فَارِغٌ خالی قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فَارِغًا (۲۸: ۱۰) اور حضرت موسیٰ کی اماں کا
دل بے صبر ہوگیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہوگیا۔ بعض نے کہا ہے کہ فَارِغًا کے معنی موسیٰ
علیہ السلام کے خیال سے خالی ہونا ہیں۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کا خیال ان کے دل سے بھلا دیا۔ حتیٰ کہ وہ
مطمئن ہوگئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کو دریا میں ڈالدینا انہوں نے گوارا کرلیا۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے
فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ۔ (۹۴: ۷) تو جب فارغ ہوا کرو عبادت میں محنت کیا کرو۔
اور اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کردینا کے ہیں۔ چنانچہ اَفْرِغْ
عَلَيْنَا صَبْرًا (آیت ہذا میں) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔ اسی سے مستعار ہے۔
= ثَبِّتْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَثْبِيْتٌ (تفعیل) مصدر۔ تو ثابت رکھ۔ تو قائم رکھ۔
اَقْدَامَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ مل مفعول ثَبِّتْ کا۔
= اُنْصُرْنَا۔ اُنْصُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہماری مدد فرما۔
۲: ۲۵۱ = فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ ای ان اللّٰه تعالیٰ استجاب الدعاء المؤمنین فافرغ
علیھم الصبر وثبت اقدامھم ونصرھم علی القوم الکافرین حین التقوا فھزموھم
باذن اللّٰه یعنی بقضائه وارادته۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی دعا قبول فرمائی ان پر صبر کے دہانے
کھول دیئے۔ ان کو ثابت قدمی عطا کی۔ اور قوم کفار کے ساتھ مڈبھیڑ ہونے پر اپنے ارادہ و حکم سے فتح

نصیب فرمائی۔

هَزَمُوْهُمْ۔ فعل ماضی جمع مذکر غائب ضمیر فاعل مؤمنون کی طرف راجع ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافروں کے لئے ہے۔ هَزْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ انہوں نے ان کو شکست دی

= اٰتٰهُ اللّٰهُ۔ اٰتیٰ ماضی واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع داؤد ہے۔

= اَلْمُلْكَ۔ بادشاہت۔ منصوب بوجہ مفعول اَلْحِكْمَةَ۔ ای النبوۃ۔ منصوب بوجہ مفعول حضرت داؤدؑ (حضرت سلیمانؑ کے والد) حضرت طالوت کی فوج میں بطور سپاہی شامل تھے۔ حضرت طالوت نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت داؤدؑ سے کردی اور سلطنت بھی ان کے حوالہ کردی۔ بعد میں جب نبوت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تو سلطنت اور نبوت دونوں ایک خاندان میں جمع ہوگئیں۔

وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ۔ اور اس کو سکھایا جو کچھ چاہا۔ یعنی منطق الطیر۔ خوش الحانی۔ علم زبور۔ علم سیاست وعلم سلطنت۔ صنعت الدروع (زرہ کا بنانا) اور جو کچھ کہ خداوند تعالیٰ نے چاہا

= مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ ابتدائیہ ہے۔ مَا موصولہ ہے

= يَشَآءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِيْئَةٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ اس نے چاہا۔ (بمعنی ماضی)

= وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ۔ لَوْ۔ حرف شرط ہے۔ لا نافیہ دَفْعُ مصدر مبنی للفاعل مضاف۔ اللّٰه مضاف الیہ۔ النَّاسَ مفعول۔ اور بَعْضَهُمْ بدل ہے النَّاسَ سے۔ بِبَعْضٍ۔ مفعول ثانی۔ یہ سارا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ لَفَسَدَتِ الْاَرْضُ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ فَسَدَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو بعض لوگوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرتا رہے تو (روئے) زمین پر فساد برپا ہو جائے۔

دَفَعَ۔ اگر الیٰ کے صلہ کے ساتھ آئے۔ تو حوالہ کر دینے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ (۴:۶) اور جب تم ان کا مال ان کے حوالہ کرنے لگو۔ اور جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو دفع کے معنی دفع کرنے .... دور کرنے یا ہٹانے کے آتے ہیں۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (۲۲:۳۸) بے شک خدا مؤمنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے

= ذُوْفَضْلٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فضل والا۔ صاحب فضل۔ ذُوْ۔ اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ حروف میں سے ہے جن کی تصغیر نہیں آتی۔

۲:۲۵۲ = تِلْكَ۔ یہ۔ اسم اشارہ۔ واحد مؤنث۔ مشارٌ الیہ مذکورہ بالا قصے ہیں۔ یعنی حدیث الالوف

وا ما تتہم واحیاء ھمد (آیت ۲۴۳) تملیک طالوت ۔ طالوت کو سرداری عطا کرنا۔ تابوت کا واپس آجانا۔ منافقوں اور متذبذب لوگوں کو نہر کے ابتلاء میں ڈال کر الگ کر دینا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھوں جالود کی ہلاکت۔ داؤد کو سلطنت و نبوت عطا کرنا وغیرہ۔

تِلْكَ مبتدا ہے۔ اٰیٰتُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کی خبر۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ متعلق خبر۔ نَتْلُوْ۔ مضارع جمع متکلم تِلَاوَةٌ ۔ مصدر۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ هَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول۔ اس کا مرجع اٰیٰت ہے۔ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ ۔ ہم ان کو پڑھ کر تجھے سناتے ہیں بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ صحیح صحیح یعنی اس طریقہ پر جو واقعہ کے مطابق یقینی ہے جس پر کہ اہل کتاب کو بھی شک نہیں ہو سکتا کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہ قصص مندرج ہیں

وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ واؤ عاطفہ۔ لَامْ تاکید کے لئے۔ اَلْمُرْسَلِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُرْسَلُ واحد۔ بھیجے گئے پیغمبر۔

اور یہ امر (ای نتلوھا علیک بالحق) اس پر بھی دال ہے کہ بے شک آپ مرسلین میں سے ہیں (کیونکہ متذکرہ بالا اخبار مجیدیہ و قصص غریبہ و قدیمہ نہ آپ نے کہیں پڑھے اور نہ کسی اہل علم سے سنے ہیں بلکہ وحی من اللہ کے ذریعہ سے آپ کو ان کی خبر دی گئی ہے)

پارہ
تِلْكَ الرُّسُلُ
(۳)
البقرۃ و آلِ عمران

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

۲ : ۲۵۳ = تِلْكَ - اسم اشارہ واحد مؤنث۔ الرُّسُلُ مشار الیہ۔ جمع مذکر۔ دونوں مل کر مبتدا فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ - خبر۔

الٓ - استغراق کا ہے یعنی تمام پیغمبر۔ یا الٓ عہد کا ہے اور اس سے وہ جماعت معلومہ ہے جس کا علم آیت سابقہ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ سے ہو چکا ہے۔

= فَضَّلْنَا - ماضی جمع متکلم۔ تَفْضِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ہم نے فضیلت بخشی۔ ہم نے بزرگی عطا کی۔

= بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مفعول فَضَّلْنَا کا۔ عَلٰى بَعْضٍ لعض پر ہم نے ان پیغمبروں میں سے لعض کو لعض پر برتری عطا کی۔

= مِنْهُمْ - میں ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تِلْكَ الرُّسُلُ ہے مَنْ موصول كَلَّمَ اللّٰهُ صلہ۔ یعنی ان میں سے کوئی تو وہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا۔ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ بدل ہے محل فَضَّلْنَا سے۔

= وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ - واؤ عاطفہ ہے دَرَجٰتٍ حال ہے بَعْضَهُمْ سے یا اس سے قبل فِیْ مقدر ہے۔ اور لعض کو مرتبوں کی صورت میں بلندی عطا کی۔ بَعْضَهُمْ - مضاف مضاف الیہ مل کر رَفَعَ کا مفعول ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رُسُل کی طرف راجع ہے۔ اٰتَيْنَا - ماضی جمع متکلم اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اَلْبَيِّنٰتِ - کھلی دلیلیں۔ روشن دلائل، معجزات، بَيِّنَةٌ کی جمع۔ تَبْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے مشتق ہے۔ تَبْيِيْنٌ کے معنی بیان کرنے اور واضح اور ظاہر کرنے کے ہیں۔ یہاں اَلْبَيِّنٰتُ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برص کے مریضوں کو تندرست کردینا۔ پیدائشی نابیناؤں کو صحت یاب کردینا مردوں کو زندہ کرنا (باذن اللہ) وغیرہ ہیں۔

= اَيَّدْنٰهُ - ماضی جمع متکلم تَاْيِيْدٌ (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) ہم نے اس کو قوت دی۔ ہم نے اس کی مدد کی۔ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ حضرت جبریل کے ذریعہ سے۔ رُوْحُ الْقُدُسِ۔ روح پاک۔ جانِ پاک۔ پاک فرشتہ۔ رُوْح موصوف اور الْقُدُسِ صفت ہے۔ یہاں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔ جیسے رَجُلُ صِدْقٍ میں رَجُلُ موصوف اور صدق اس کی صفت ہے لیکن یہاں ترکیب اضافی میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف ہے۔

رُوْحُ الْقُدُسِ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد ۳ یا کوئی اور مستند کتاب۔ مَا اقْتَتَلَ - مضارع منفی واحد مذکر غائب اِقْتِتَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر بمعنی آپس میں ۴

۴ جنگ وقتال

کرنا۔ باہم لڑنا۔

= مِنْ بَعْدِهِمْ۔ ای من بعد الرّسل۔ اَلَّذِیْنَ (اسم موصول جمع مذکر) مِنْ بَعْدِهِمْ صلہ یعنی رسولوں کے بعد میں آنے والے لوگ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ۔ ای من جہۃ اُولٰئک الرّسل۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، جن اَلَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِ الرُّسُلِ۔ یعنی رسولوں کے پیروکار۔ ان کے متبعین الْبَیِّنٰتُ۔ المعجزات الباھرۃ والایات الظاھرۃ۔ پرشکوہ۔ دل نشین اور روز روشن کی طرح ظاہر معجزے اور کھلے کھلے صاف اور ظاہر دلائل۔ یعنی رسولوں کی طرف سے معجزات باہرہ اور آیات ظاہرہ آجانے کے بعد اور اپنے سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد

= وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ...... مَا جَآءَتْهُمُ الْبَیِّنٰتُ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی مشیئت یہ ہوتی کہ رسولوں کے متبعین آپس میں جنگ وقتال نہ کریں تو وہ ان کو ہدایت نصیب فرمادیتا۔ حق پر سب کو متفق کردیتا۔ اور مکمل اتباع رسل ان کو نصیب فرمادیتا۔ کوئی امت اپنے رسول کے بعد اپنے اپنے رسولوں کے ہاتھوں معجزات وآیات دیکھ لینے کے بعد آپس میں اختلافات نہ رکھتی اور باہمی جنگ وجدال کے متعلق سوچتی بھی نہ۔ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا لیکن انہوں نے (باہم) اختلاف کیا اور آپس میں قتل و غارت کا ارتکاب کیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جلالی وجمالی صفات اور اپنے مختلف اسمار (مثلاً) ہادی۔ مضل، غفار۔ قہار۔ منتقم اور عفوٌ کا ظہور چاہا۔ اس لئے وہ لوگ کفر واسلام اور ہدایت وگمراہی میں بٹ گئے)

= فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ۔ پس کچھ تو ایمان لے آئے (یعنی اللہ نے اپنی مہربانی سے دینِ انبیاء کا پابند بننے کی ان کو ہدایت وتوفیق عطا فرمادی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت ہدایت کا مظہر قرار پایا

= وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ اور کچھ لوگ ہوئے جنہوں نے کفر کیا۔ یعنی اللہ نے تقاضائے عدل کے تحت ان کی مدد نہیں کی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کا دین اللہ کی صفت اضلال کا مظہر قرار پایا۔

= وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا۔ اس جملہ کا دوبارہ ذکر اول جملہ کی تاکید کے لئے ہے۔

فائدہ = اگر اللہ چاہتا کہ سب ہدایت پر آجائیں اور باہمی جنگ وجدال سے باز رہیں تو اس مشیت ازدی کی تکمیل میں کوئی شے مانع نہیں ہوسکتی تھی۔ ان میں سے بعض کا ایمان اور بعض کا کفر نعوذ باللہ خدا کی بے بسی کی دلیل نہیں بلکہ وہ جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور وہی ہوتا ہے۔ ہماری عقل اس کی حکمت اور تقدیر کی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے

= لٰكِنَّ (نون کی تشدید کے ساتھ) حرف استدراک ہے۔ یعنی پہلی بات کا وہم دور کرنے والا حرف جیسے بَلْ نیز اَنَّ۔ اِلَّا۔ اِلَّا اَنْ۔ وغیرہ۔ یہ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا كَفَرَ سُلَیْمٰنُ

وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا (۲: ۱۰۲) حضرت سلیمان نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیاطین ہی کفر کرتے تھے
لٰكِنْ (تخفیف کے ساتھ یعنی بغیر تشدید کے) حرف عاطفہ ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آتے۔ اور
یہ لٰكِنْ استدراک کے لئے بھی آتا ہے اور کچھ عمل نہیں کرتا۔ مثلاً وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ہ رَضُوْا
بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ہ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ہ (۹: ۸۶
تا ۸۸) اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے کہ خدا پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول کے ساتھ ہو کر لڑائی کرو۔ تو ان
میں جو دولت مند ہیں وہ تم سے اجازت طلب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں تو رہنے ہی دیجئے۔ کہ جو لوگ گھروں میں
رہیں گے ہم بھی ان کے ساتھ رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ عورتوں کے ساتھ جو پیچھے رہ جاتی ہیں (گھروں میں
بیٹھ) رہیں ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے تو یہ سمجھتے ہی نہیں۔ لیکن رسول اور جو لوگ اس کے ساتھ ایمان
لائے سب اپنے مال اور جان سے لڑے انہی لوگوں کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

۲: ۲۵۴ = اَنْفِقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعالٌ) مصدر۔ تم (راہ خدا میں) خرچ کرو۔ اس کا مفعول
شَيْئًا محذوف ہے۔ ای انفقوا شَيْئًا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ اور مَا سے مَا بمعنی اَلَّذِیْ اور
كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یعنی ہم نے جو تمہیں دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔
= خُلَّةٌ۔ دوستی۔ آشنائی۔ خلل مادہ۔ خَلِیْلٌ۔ دوست۔

= بَیْعٌ۔ خرید و فروخت، لین دین۔ بیچنا۔ خریدنا۔ مصدر ہے۔ سودا لے کر قیمت لینے کا نام "بیع" ہے اور قیمت
دے کر سودا لینے کا نام "شراء" ہے کبھی شراء کے معنی میں بیع اور بیع کے معنی میں شراء کا استعمال ہوتا ہے

= وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یہ جملہ محذوف کا معطوف ہے۔ ای فالمؤمنون هم المتقون والکٰفرون
هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ پس متقی مومن تو پورا پورا حقہ ادا کرتے ہیں اور کافر ہی ظالم ہیں (کہ مال کو بے محل صرف کرتے ہیں
اور احکام کی تعمیل نہیں کرتے) الظلمة کے معنی روشنی کا معدوم ہونا ہے اہل لغت اور اکثر علماء کے نزدیک ظلم کے
معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کرکے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے
ہٹا کر۔ اور اَلظُّلْمُ کا لفظ حق سے تجاوز پر بھی بولا جاتا ہے جس کی مثال دائرہ میں نکتہ کی ہوتی ہے۔ اور ظلم کا اطلاق
چونکہ ہر قسم کے تجاوز پر ہوتا ہے خواہ وہ تجاوز قلیل ہو یا کثیر۔ یہی وجہ ہے کہ ایک طرف تو ابلیس کو ظالم کہا ہے اور دوسری
طرف حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی غلطی کی بناء پر ظالم کہہ دیا گیا ہے۔ گو دونوں کے ظالم ہونے میں بہت بڑا فرق ہے

فائدہ۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ اَلْكٰفِرُوْنَ سے مراد زکوٰۃ نہ دینے والے ہیں۔ ترک زکوٰۃ کی برائی کی شدت کو
ظاہر کرنے کے لئے زکوٰۃ نہ دینے کو کفر سے تعبیر کیا ہے جیسے حج نہ کرنے کو کفر سے تعبیر کیا ہے۔ اور مَنْ لَمْ یَحُجَّ کی جگہ

من کفر فرمایا۔ آیت۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ ۝ (۳: ۹۷) اور لوگوں پر خدا کا حق (یعنی فرض) ہے کہ جو اس گھر تک جانے کا مقدور رکھے وہ بیت اللہ کا حج کرے اور جو اس حکم کی تعمیل نہیں کرے گا (یعنی حج نہ کرے گا مقدور رکھتے ہوئے) تو خدا بھی اہل عالم سے بے نیاز ہے۔

۲: ۲۵۵ = اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اَللّٰهُ۔ مبتدا۔ لا الہ الا ھو خبر اول۔ الحی القیوم خبر ثانی۔ اِلٰهَ۔ معبود۔ بروزن فِعَالٌ۔ بمعنی مَفْعُوْلٌ مَاْلُوْهٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی بندگی کی جائے اِلٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبودِ باطل۔ منصوب بوجہ عمل لَا

اَلْحَيُّ۔ زندہ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جب اس کا تعلق خداوند تعالیٰ کی ذات سے ہو تو معنی ہمیشہ زندہ رہنے والا ہو گا جس کی نہ ابتدا معلوم نہ انتہا۔

اَلْقَيُّوْمُ۔ صیغہ مبالغہ۔ بروزن فَيْعُوْلٌ۔ وہ ذات جو خود قائم رہنے والی ہو اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہو۔ خود موجود و باقی ہے اور دوسروں کو ضروریاتِ ہستی و درستی عطا کرنے والی ہے جس کی ہر چیز اپنے وجود و بقاء و نشوونما کے لئے محتاج ہے

= لَا تَاْخُذُهٗ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر۔ وہ اس کو نہیں پکڑتی ہے وہ نہیں آلیتی۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کا مرجع اللہ ہے۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ (نیا جملہ)

= سِنَةٌ۔ اونگھ۔ غنودگی۔ غفلت۔ وَسِنَ۔ يَوْسَنُ (باب سَمِعَ) کا مصدر ہے۔ اس کی ھا واؤ محذوف کے بدلہ میں ہے جیسے وَعْدٌ سے عِدَةٌ ہے۔

= نَوْمٌ۔ اسم۔ نیند۔

= مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ مَا بمعنی اَلَّذِيْ اسم موصولہ ہے۔

= مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ مَنْ استفہامیہ انکاریہ ہے ای لَا يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اَحَدٌ اِلَّا بِاَمْرِهٖ۔ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر۔ بعض کے نزدیک مَنْ ذَا مرکب ہے مَاذَا کی طرح لیکن ثعلب نے امالی میں اور ابو البقاء نے اعراب میں انکار کیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے

= مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ۔ مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے۔ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ۔ اَيْدِيْهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ بَيْنَ مضاف بمعنی ان کے سامنے یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مَا موصولہ کا صلہ ہوئے هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ اس کا مرجع مافی السمٰوٰت و مافی الارض عاقل اور بے عقل دونوں کو شامل ہے۔ یا یہ ضمیر ذَا کی طرف راجع ہے (جو مَنْ ذَا الَّذِيْ میں مذکور ہے) اور ذَا سے مراد انبیاء

اور ملائکہ ہیں۔

= وَلَا یُحِیْطُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِحَاطَۃٌ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ وہ نہیں گھیر سکتے۔ یا نہیں گھیرتے۔ (علمی) احاطہ نہیں کر سکتے۔ ضمیر فاعل مَافِی السمٰوٰت ومافی الارض کی طرف راجع ہے، یعنی وہ اس کے علم میں سے کسی شئی کا (کامل) علمی احاطہ نہیں کر سکتے۔

= اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ ای الا بما شآء ان یطلعھم علیہ۔ ہاں جس چیز کا علم وہ دینا چاہے۔

واو حالیہ ہے اور یَعْلَمُ کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے یا واؤ عاطفہ ہے۔ دونوں جملوں کا مجموعہ بتا رہا ہے کہ محیط کل اور ہمہ گیر علم ذاتی اللہ تعالیٰ کی خصوصیت ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے اس لئے دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف کو ذکر کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

= وَسِعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سِعَۃٌ۔ (باب سَمِعَ) سے مصدر۔ جیسے وَعَدَ یَعِدُ سے عِدَۃٌ ہے اس نے سما لیا۔ یعنی اس کا علم یا اقتدار (کرسی) ہر چیز کو محیط ہے۔

= کُرْسِیُّہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کرسی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے اصحاب الظواہر (علامہ ابن تیمیہؒ۔ ابن قیم۔ ابن حزم وغیرہ) کے نزدیک کرسی سے حقیقی معنی مراد ہیں یعنی بیٹھنے کی کرسی لیکن کیفیت مجہول ہے معلوم نہیں کیسی کرسی ہے کس چیز کی ہے۔ غرض ایسی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان ہے۔ بعض علماء کے نزدیک کرسی سے مراد وہ جسم محیط ہے جس کے اندر سارا جہان محد ہوا ہے۔ بعض نے انصاف اور حکومت مراد لیا ہے۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک کرسی سے علم مراد ہے۔ ممکن ہے کہ سبھی معنوں کو متضمن ہو۔

= السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ ہر دو اسم مفعول ہیں۔ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ اس کی کرسی آسمان اور زمین کو گھیرے ہوئے ہے (کوئی چیز اس سے باہر نہیں)

= وَلَا یَؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا۔ واؤ عاطفہ ہے حِفْظُھُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل لَا یَؤُدُ فعل ہٗ ضمیر مفعول۔ فعل۔ فاعل اور مفعول مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ لَا یَؤُدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَدَ یَؤُدُ۔ (بروزن قال یقول) اَدٌ واَءُوْدٌ (باب نصر) مصدر گراں بار کرنا۔ بھاری لگنا۔ تھکا دینا۔ اَلْاَوْدُ بوجھ۔ ہٗ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے۔ حِفْظُھُمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث سماوات اور ارض کے لئے ہے۔

ترجمہ:۔ اور ان کی (یعنی آسمانوں کی اور زمین کی) حفاظت اس کو نہیں تھکاتی۔

= اَلْعَلِیُّ۔ بلند مرتبہ۔ عالی شان۔ یہ عَلَاءٌ سے ہے جس کے معنی بزرگ ہونے کے ہیں بروزن فَعِیْلٌ

صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں عَلِیٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ یعنی بلند مرتبت کے۔ یہ عَلِیَ سے ہے اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہوں گے۔ وہ ذات جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ کر سکے۔

= اَلْعَظِیْمُ۔ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بزرگ۔ بڑا۔ بڑی عظمت والا۔ بڑی شان والا عَظُمَ یَعْظُمُ عِظَمٌ وعَظَامَۃٌ مصدر (باب کَرُمَ) سے ہے۔ بمعنی بڑا ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲:۲۵۶ = لَآ اِکْرَاہَ۔ منصوب بوجہ عمل لَآ۔ اِکْرَاہٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ہے۔ کسی کو زبردستی کسی کام کے کرنے پر مجبور کرنا۔ اَلْکَرْہُ وَالْکُرْہُ۔ سخت ناپسندیدگی۔ اَلْکَرْہُ اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے۔ اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ جیسا کہ آیت ہٰذا میں مراد ہے اور اَلْکُرْہُ بضم الکاف (ملاحظہ ہو المفردات) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچے۔ مثلاً ایک چیز طبعاً ناگوار ہے لیکن شریعت اسے پسند کرتی ہے اور اسے کرنا ہی پڑتا ہے جیسے جہاد۔ دوم ایسی چیز کہ طبعًا تو پسندیدہ ہو لیکن شرعًا مکروہ ہو۔ مثلاً راگ و رنگ۔

= قَدْ تَّبَیَّنَ = فعل ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ بیشک۔ تحقیق۔ تبیین ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے جس کے معنیٰ ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں

= الرُّشْدُ۔ ہدایت، راہ یابی، راستی۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے، ہدایت کی جگہ استعمال ہوتا ہے۔ صلاحیت کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْھُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَیْھِمْ اَمْوَالَھُمْ (۴ : ۶) پھر (بالغ ہونے پر) اگر ان میں عقل کی پختگی یا صلاحیت دیکھو تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

= اَلْغَیِّ۔ گمراہی۔ بدراہی۔ ضلالۃ۔ کفر۔ غ و ی۔ حروف مادہ ہیں۔

اَلْغَیّ۔ اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جہالت کبھی تو کسی عقیدہ پر مبنی ہوتی ہے۔ مثلاً مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی۔ (۵۳:۲) تمہارے رفیق (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ راہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ مثلاً وَاِخْوَانُھُمْ یَمُدُّوْنَھُمْ فِی الْغَیِّ۔ (۷ : ۲۰۲) اور ان (یعنی کفار) کے بھائی انہیں گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں

= فَمَنْ یَّکْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ م بِاللّٰہِ ط مَنْ۔ شرطیہ ہے اور یَکْفُرْ و یُؤْمِنْ فعل مضارع بوجہ شرط مجزوم ہیں۔ پس جس نے طاغوت سے انکار کیا اور اللہ پر ایمان لے آیا۔

اَلطَّاغُوْتُ۔ شیطان۔ حق سے روکنے والے بت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت طاغی۔ مفسد۔

.احد۔جمع ۔ مذکر۔مؤنث سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
علامہ محب الدین ابو البقاء عبداللہ العکبری لکھتے ہیں کہ اس کی اصل طغیوتٌ ہے کیونکہ یہ طغیت طغی سے ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ واؤ سے ہو کیونکہ اس میں یطغوا بھی بولا جاتا ہے پر یٰ کا استعمال اکثر ہے اور اسی پر مصدر طغیانٌ آیا ہے پھر لام کلمہ کو مقدم کرکے غ سے پہلے کردیا گیا تو طیغوتٌ ہوگیا طوغوتٌ بن گیا۔ پھر حرفِ علت متحرک اور اس کا ماقبل مفتوح ہوا۔ تو اس کو الف سے بدل دیا گیا۔ طاغوتٌ بن گیا۔
= فقد استمسک بالعروۃ الوثقٰی ۔جواب شرط۔ اس نے مضبوط حلقہ پکڑ لیا۔
استمسک ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ استمساکٌ (استفعالٌ) مصدر۔ مسکٌ مادّہ اس نے پکڑ لیا۔ استمساکٌ ۔پکڑ لینا۔ روک رکھنا۔
العروۃ ۔کڑا۔ حلقہ ۔کسی چیز کا دستہ یا قبضہ۔ عُرًی وعُرٰی ۔جمع۔
= الوثقٰی ۔ اسم تفضیل مؤنث ۔ الاوثقُ ۔ مذکر۔ وثیقٌ اسم فاعل ۔ وثاقۃٌ (باب کرم) بہت مضبوط ناقابل شکست، موثقٌ ومیثاقٌ ۔پختہ عہد۔ پکا وعدہ۔
لا انفصام لھا ۔ انفصام ۔ مصدر ہے (باب انفعال) ٹوٹنا ۔ لھا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب عروۃ کے لئے ہے اور جملہ حال ہے ضمیر العروۃ سے ۔
= سمیعٌ ۔ سننے والا۔ سمعٌ سے بروزن فعیلٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔جب یہ اللہ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی ہر شے پر حاوی ہو۔
= علیمٌ ۔ بڑا دانا ۔خوب جاننے والا۔ علمٌ سے بروزن فعیلٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے
۲:۲۵۷ = یخرجھم ۔ یخرج ۔مضارع واحد مذکر غائب ۔ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے ۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ الذین امنوا کے لئے ہے
= من الظلمٰت الی النور ۔ صاحب تفسیر مظہری اس آیت کی شرح میں رقمطراز ہیں
" جن لوگوں کا مومن ہونا خدا چاہتا ہے تو ان کو اپنی توفیق اور ہدایت کی مدد سے جہالت ۔ نفس پرستی وسوسوں اور کفر تک پہنچانے والے شبہات سے نکال کر اس صراط مستقیم پر لاڈالتا ہے جو ایمان تک ان کو پہنچا دیتی ہے ۔
واقدی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید میں جس جگہ الفاظ ظلمات والنور آئے ہیں ان سے مراد کفر وایمان ہے ہاں سورۃ انعام کی آیت جعل الظلمٰت والنور (۶:۱) میں شب وروز مراد ہیں آیت مذکور بتا رہی ہے کہ ایمان (اختیاری نہیں) صرف عطیہ خداوندی ہے ۔ جملہ یخرجھم من الظلمٰت

اِلَی النُّوْرِ۔ یا تو اللہ کی دوسری خبر ہے۔ یا ۲ اٰمَنُوْا کی ضمیر کا حال ہے یا اَلَّذِیْنَ کا حال ہے یا دونوں سے حال ہے۔ یا مستقل علیحدہ کلام ہے جس سے مفہوم ولایت کی توضیح یا تاکید ہو رہی ہے
== یُخْرِجُوْنَھُمْ۔ میں ضمیر فاعل الطَّاغُوْتُ کی طرف راجع ہے جبکہ ضمیر مفعول (ھُمْ) اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا کے لئے ہے۔
== اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشار الیہ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔
== فِیْھَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ النَّارِ کے لئے ہے
== خٰلِدُوْنَ۔ خُلُوْدٌ (باب نَصَرَ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت رفع۔ ہمیشہ رہنے والے
۲ : ۲۵۸ == اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے خبر ہے اس شخص کی
حَآجَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے جھگڑا کیا۔ اس نے بحث کی حجت کی۔ حجت کرنا۔ یعنی ہر ایک کا دوسرے کو اس کی دلیل اور راہ سے ہٹانے کی خواہش کرنا
== اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ اَنْ سے پہلے لام تعلیل محذوف ہے گویا عبارت ہے لِاَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْکَ۔ جھگڑا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت عطا کی تھی۔ اس لئے اس نے سرکشی کی۔ حکومت کا غرور اس کے جھگڑا کرنے کی علت تھا۔ یعنی اس نے عطاء خداوندی کے تقاضے کے خلاف کیا۔ عطا کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتا مگر کیا اس نے اس کے برعکس۔ عرب کہتے ہیں کہ عَادَیْتَنِیْ لِاَنِّیْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکَ تو میرا دشمن اس لئے ہو گیا کہ میں نے تجھ سے بھلائی کی (یہ طنزیہ کلام ہے)
== فَاْتِ بِھَا۔ اْتِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی آنا۔ لیکن جب اس کا تعدیہ بَا کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے کے ہوں گے۔ اْتِ بِ۔ تو لا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کے لئے ہے تو اسے (نکال) لے آ۔
== بُھِتَ۔ ماضی مجہول۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ بَھْتٌ (باب سمع و کرم) مصدر۔ بمعنی حیران و ششدر رہ جانا۔ وہ حیران رہ گیا۔ وہ مبہوت ہو گیا۔ یہاں فعل مجہول فعل معروف کے معنی میں ہی آیا ہے
== وَاللّٰهُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ اللّٰهُ فاعل۔ لَا یَھْدِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب فعل۔ اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول۔ اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔
۲ : ۲۵۹ == اَوْ کَالَّذِیْ۔ اَوْ حرف عطف اس کا عطف اَلَمْ تَرَ پر ہے کَ بمعنی مثل کے آیا ہے اس صورت میں اَرَاَیْتَ محذوف ہے۔ گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔ اَوْ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ۔ یعنی اَلَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ۔ کے علاوہ یہ دوسرے شخص کی مثال ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ اس کے مد مقابل بھی بیان نہیں ہوا۔ کہ آیا اس شخص نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے گفتگو کی تھی۔ یا یہ کسی اور زمانہ کا قصہ ہے

اللہ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعین نہیں فرمائی۔ ترجمہ یوں ہوگا اور کیا تم نے مثال نہیں دیکھی اس شخص کی جو ایک بستی کے پاس سے گذرا .... اخفش نے کاف کو زائد قرار دیا ہے۔
= قَرْيَةٍ ۔ بستی ۔ اور بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرٰی ۔ قُرٰی جمع قیاسی نہیں صرف سماعی ہے۔ کیونکہ فَعْلَةٌ کی جمع قیاسی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے۔ جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ اہل یمن قِرْيَةٌ بولتے ہیں اور اس کی جمع قُرٰی قیاسی ہے جیسے ذِرْوَةٌ کی جمع ذُرٰی۔ بہرکیف قرآن مجید میں قَرْيَةٌ (واحد) اور قُرٰی (جمع) آیا ہے اور یہی فصیح ہے اس کے مقابلے میں یمنی استعمال فصیح نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا (۶: ۹۲) کہ تم بستیوں کی ماں (یعنی مکہ) کے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈراؤ۔
= وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۔ هِيَ ای قَرْيَةٌ ۔ خَاوِيَةٌ ۔ اسم فاعل واحد مؤنث افتادہ۔ گری ہوئی ۔ خَوٰی يَخْوِيْ خَوًى (باب ضرب) گھر کا اجڑ جانا ۔ گر جانا ۔ اور خَوِيَ يَخْوٰی خَوَايَةٌ خَوَاءٌ (باب سَمِعَ) (جگہ یا مکان کا) خالی ہونا ۔ گر پڑنا ۔ ڈھ جانا ۔ اندر سے کھوکھلا ہو جانا۔
جملہ وَهِيَ خَاوِيَةٌ موضع جر میں ہے اور اس صورت میں قَرْيَةٍ کی صفت ہے۔ عَلٰى عُرُوْشِهَا متعلق ہے خَاوِيَةٌ سے عُرُوْشِهَا ۔ مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کے لئے ہے۔ عُرُوْشٍ جمع ہے عَرْشٌ کی۔ بمعنی چھت ۔ عَرْشُ الْبَيْتِ گھر کی چھت ۔ بیل کو چڑھانے کے لئے جو چھت یا ٹٹی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔
قریۃ خاویۃ علی عروشھا ۔ شہر جو چھتوں سمیت ڈھا پڑا تھا۔
= اَنّٰى ۔ ای کیف ۔ کیونکر ۔ کیسے ۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۲۳ ۔ هٰذِهٖ ۔ یہ بستی ۔ یا اس بستی کے لوگ ۔
= بَعْدَ مَوْتِهَا ۔ اس کی موت کے بعد ۔ اس کی ویرانی کے بعد (بستی یا بستی کے رہنے والوں کی بربادی کے بعد) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اس کا مرجع قَرْيَةٌ ہے۔
= اَمَاتَهُ اللّٰهُ ۔ اللہ فاعل ۔ اَمَاتَ فعل ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر ہٗ ۔ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ اس نے (یعنی خدا تعالیٰ نے) اس کو (یعنی اس شخص کو جو اس قریہ کے پاس سے گذرا ۔ اور اس کو برباد دیکھ کر کہا کہ اس بربادی کے بعد اللہ اسے کیسے زندہ کر دے گا ۔ موت دی مار ڈالا۔
= ثُمَّ بَعَثَهٗ ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر ۔ بَعَثَهٗ بَعَثَ ۔ بَعَثَ ۔ ماضی ۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے ۔ اس نے اسے زندہ اٹھا کھڑا کیا ۔ ہٗ ضمیر

مفعول مذکورہ بالاشخص کی طرف راجع ہے۔ اگر رسولوں کے متعلق اس کا استعمال ہو تو بَعَثَ کے معنی اللہ کی طرف سے مبعوث کرنے اور بھیجنے کے ہوں گے۔ مثلاً اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا (۱۷: ۹۴) کیا خدا نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

= قَالَ کَمْ لَبِثْتَ - ای قال اللّٰہ۔ کَمْ لَبِثْتَ - ای کَمْ زمانًا لَبِثْتَ - تو کتنی مدت ٹھہرا۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۲۱۱ - اور ۲: ۲۴۹ - لَبِثَ (باب سَمِعَ) لَبْثٌ - مصدر۔ بمعنی ٹھہرنا۔ رہنا۔

= بَعْضَ یَوْمٍ - مضاف مضاف الیہ۔ بَعْض۔ کچھ۔ ٹکڑا۔ کل کے اعتبار سے شے کے کسی جزء کو بعض کہتے ہیں۔ اس لئے کُل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے بَعْضَ یَوْمٍ۔ دن کا کچھ حصہ۔

= قَالَ - ای قَالَ اللّٰہُ۔

= بَلْ - حرف اضراب ہے۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۱۳۵ -

= لَمْ یَتَسَنَّہْ - نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ (باوجود سالہا گذر جانے کے) تمہارا مشروب یا طعام خراب نہیں ہوا۔ تَسَنُّہٌ (باب تفعل) مصدر سے۔ عمر رسیدہ ہونا۔ پرانا ہونا۔ خوراک کا لُس ہو جانا خوراک کو پھپھوندی لگ جانا۔ سَ نَ نَ حروف مادہ ہیں۔ یَتَسَنَّ۔ اصل میں یَتَسَنَّنُ تھا۔ چونکہ تین نون جمع ہو گئے تھے اخیر کو ی سے بدلا۔ پھر ی کو الف سے بدلا الف جزم کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ ہ استراحت یعنی سکتہ کی ہے۔ مادہ سَ نَ ہ سے سَنِہَ یَسْنَہُ سَنَہٌ (باب سمع) سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی بہت سالوں والا ہونا۔ طعام یا شراب کا متغیر ہو جانا۔ بگڑ جانا۔

= وَلِنَجْعَلَکَ - محذوف پر معطوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ادیناك ذٰلك لتعلم قدرتنا۔ ہم نے تجھے یہ کچھ اس لئے دکھلایا تاکہ تو جان لے ہماری قدرت کو (بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے) اور یہ اس لئے کہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی (یا دلیل) بنائیں۔

= وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ - اور ہڈیوں کو دیکھ۔ مراد گدھے کی ہڈیاں (جو اس شخص کے پاس تھا، یا اہل قریہ کی ہڈیاں (جو اس وقت مر کھپ چکے تھے) یا اس کی اپنی ہڈیاں یا اس کے گدھے کی ہڈیاں (روح المعانی) عِظَامٌ ہڈیاں۔ عَظْمٌ کی جمع جیسے سِھَامٌ سَھْمٌ کی جمع ہے۔

= نُنْشِزُھَا - مضارع جمع متکلم۔ اِنْشَازٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم جوڑ دیتے ہیں۔ حرکت دیتے ہیں اٹھا دیتے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب العظام کے لئے ہے۔

النَّشْزُ۔ بلند زمین کو کہتے ہیں۔ اور نَشَزَ فُلَانٌ کے معنی بلند زمین کے قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے نَشَزَ فُلَانٌ عَنْ مَقَرِّہٖ کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی کسی کا اپنی قرارگاہ سے اوپر ابھر آنے کے

کے ہیں۔ اور سر اوپر اٹھنے والی چیز کو نَاشِزٌ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آتا ہے وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا (۵۸ : ۱۱) اور جب کہا جائے کہ اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو۔

اور نَشْزٌ و اِنْشَازٌ کے معنی زندہ کرنا بھی آتے ہیں کیونکہ زندگی میں ایک طرح کا ابھار پایا جاتا ہے۔ اور اسی معنی میں آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔

= نَکْسُوْھَا۔ مضارع جمع متکلم۔ کِسْوَۃٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنانا (کسی کے اوپر لباس کی طرح) چڑھانا۔ یا جس طرح لباس سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اسی طرح چھپا دینا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع العظام ہے۔ لحمًا مفعول ثانی۔ ہم ان (ہڈیوں) پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ یا ان کو گوشت سے چھپا دیتے ہیں جس طرح جسم کو لباس سے چھپا دیتے ہیں۔ کِسْوَۃٌ لباس کا جوڑا۔

= تَبَیَّنَ = ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر بمعنی ظاہر ہونا۔ واضح ہونا۔ لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس شخص کے لئے ہے۔ جب یہ امر اس پر واضح ہو گیا۔ یعنی اللہ کی قدرت کی ہمہ گیری اس پر واضح ہو گئی۔

= اَعْلَمُ۔ میں جانتا ہوں بمعنی یقین کرتا ہوں۔

۲ : ۲۶۰ = وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ میں اِذْ سے قبل عبارت مقدر ہے ای اُذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ۔ یا وَاذْکُرِ الْوَاقِعَۃَ اِذْ۔ اور وہ وقت یاد کرو جب۔ یا وہ واقعہ یاد کرو جب۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی وَاِذْ آیا ہے وہاں لفظ اُذْکُرْ محذوف ہے۔ یعنی آپ ان سے ذکر کیجئے یا آپ از خود یاد کیجئے اِذْ اسم ظرف ہے۔ قَالَ فعل اِبْرٰھٖمُ۔ فاعل۔

= رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی۔ یہ جملہ مقولہ ہے اور کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی جملہ مفعول ہے اَرِنِیْ کا۔ ترجمہ ہوگا۔ اور (اے نبی) اس واقعہ کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم نے کہا اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردوں کو کیونکہ زندہ کرے گا؟۔ اَرِنِیْ میں اَرِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ نَ وقایہ اور یَ ضمیر واحد متکلم کی۔

= قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ۔ قال۔ ای قال اللّٰہُ۔ ہمزہ استفہامیہ وَ حرف عطف۔ حرفِ عطف سے پہلے کلام مقدر ہے ای اَلَمْ تَعْلَمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ کیا تو نہیں جانتا۔ اور تجھے یقین نہیں آیا۔

= قَالَ بَلٰی۔ ای قال ابراھیمُ بَلٰی۔ ہاں کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۲ : ۷۶)

= وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ۔ لِیَطْمَئِنَّ کا لام محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے!

سَئَلْتُکَ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ ۔ میں نے اطمینان دِل کے لئے تجھ سے سوال کیا ہے، اِطْمِیْنَانٌ (اِفْعِیْعَالٌ) مصدر ہے۔
= خُذْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نَصَرَ) مصدر تو لے۔ تو پکڑ۔
= مِنَ الطَّیْرِ صفت ہے اَرْبَعَۃً کی جو مفعول ہے فعل خُذْ کا۔
= صُرْھُنَّ اِلَیْکَ ۔ صَارَ یَصُوْرُ ۔ (باب نَصَرَ) وَصَارَ یَصِیْرُ (باب ضَرَبَ) صَیْرٌ و صَوْرٌ ۔ مصدر سے ۔ مائل کرنا ۔ ہلانا ۔ سدھانا ۔ (باب ضَرَبَ سے بمعنی ٹکڑے ٹکڑے کرنا بھی ہے صَارَ اِلٰی کَذَا ۔ کے معنی کسی خاص مقام تک پہنچ جانے کے ہیں صِیْرُ الْبَابِ ۔ دروازہ کا سگاف یا جھروکا ۔ اسے صِیْرٌ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نقل و حرکت کا منتہیٰ ہوتا ہے اس لئے اَلْمَصِیْرُ اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل و حرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے قرآن مجید میں ہے : وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ (۵ : ۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ ہی لوٹنے کی جگہ ہے یا وَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ (۶۷ : ۶) اور جو لوگ اپنے رب کے منکر ہوئے ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور بری جگہ ہے وہ پہنچنے کی۔

صُرْھُنَّ ۔ صُرْ ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ بمعنی پھر ان کو اپنی طرف مانوس کرلے (ضیاء القرآن) پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو ۔ (تفسیر کبیر) پھر ان کو اپنی طرف آنے کے لئے سدھاؤ ۔ (عبد اللہ یوسف علی)
= مِنْھُنَّ ۔ میں ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث اربعۃً من الطیر کی طرف راجع ہے۔
= جُزْءً ۔ ایک حصہ ۔ کچھ حصہ ۔ اَجْزَاءٌ جمع ۔ اِجْعَلْ کا مفعول اِجْعَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر جَعْلٌ (باب فتح) سے مصدر ۔ تو رکھ ۔ تو بنا دے۔
= اُدْعُھُنَّ ۔ اُدْعُ ۔ فعل امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔ دَعْوَۃٌ (باب نَصَرَ) سے مصدر ۔ بمعنی بلانا ۔ پکارنا دعا کرنا ۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔ تو ان کو پکار ۔ تو ان کو بلا۔
= یَاْتِیْنَکَ سَعْیًا ۔ یَاْتِیْنَ مضارع جمع مؤنث غائب اِتْیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر ۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔ وہ آئیں تیری طرف یا تیرے پاس ۔ سَعْیًا ۔ مصدر ۔ موضع حال میں ہے ۔ دوڑتے ہوئے۔

۲ : ۲۶۱ = مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْۢبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ ط
مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ یہ جملہ مبتدا ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ ۔ خبر۔
اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ صفت ہے حَبَّةٍ کی۔
مِّائَةُ حَبَّةٍ ۔۔۔۔ بتدار
فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ ۔۔۔۔ خبر] صفت ہے سَنَابِلَ کی۔

اس عبارت میں مضاف محذوف ہے خواہ مبتدار کی طرف حذف ماناجائے یا خبر کی جانب۔
پہلی صورت میں عبارت ہوگی۔ مَثَلُ (اِنْفَاقِ) الَّذِيْنَ ۔۔۔۔۔ كَمَثَلِ حَبَّةٍ ۔ ترجمہ ہوگا: جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
دوسری صورت میں عبارت ہوگی مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔۔۔۔۔ كَمَثَلِ بَاذِرِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ ۔ اور ترجمہ ہوگا۔ راہ خدا میں اپنا مال خرچ کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بونے والا۔ جس دانے سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ سے مراد خدا کی راہ میں کسی مد میں خرچ کرنا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد جہاد ہے۔
يُنْفِقُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔
سَنَابِلَ ۔ جمع۔ سُنْۢبُلَةٌ واحد۔ بال۔ خوشہ۔
حَبَّةٍ ۔ حَبَّةٌ واحد۔ حُبُوْبٌ ۔ دانے اناج کے۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو دغیرہ۔ دوائی دغیرہ کی گولی کو بھی حَبَّةٌ یا حَبٌّ کہتے ہیں۔
= يُضٰعِفُ مضارع واحد مذکر غائب۔ مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وہ بڑھاتا ہے۔ وہ بڑھائیگا
= وَاسِعٌ ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا۔ سَعَةٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔
۲ : ۲۶۲ = اَلَّذِيْنَ ۔ اسم موصول معہ اپنے صلہ کے مبتدار۔ اور لَهُمْ اَجْرُهُمْ ۔۔۔۔ الخ اس کی خبر
= ثُمَّ ۔ یہاں تراخی فی المرتبہ (تفاوتِ مرتبہ) کے لئے ہے۔ یعنی انفاق اور ترک المنّ والاذیٰ کے درمیان تفاوت کے اظہار کے لئے۔ دوسرے لفظوں میں نفس الانفاق اپنی جگہ پر ٹھیک ہے لیکن بعد میں احسان نہ جتانا اور اپنی فوقیت کا اظہار نہ کرنا اس سے بھی بڑھ کر ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۴۶ : ۱۳) جن لوگوں نے کہا کہ خدا ہمارا پروردگار ہے۔ پھر وہ اس پر قائم رہے تو ان کو

نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔ مطلب یہ کہ ایمان لانے سے ایمان پر استقامت بڑھ کر نیکی ہے
نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۳۸ -
= لَا یُتْبِعُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ (اس کے) پیچھے نہیں کرتے۔
= مَا اَنْفَقُوْا ۔ مَا موصولہ۔ اَنْفَقُوْا ۔ (ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب) صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول اپنے فعل لَا یُتْبِعُوْنَ کا۔ مَا اَنْفَقُوْا ای انفاقہم۔
= مَنًّا ۔ مَنَّ یَمُنُّ (باب نصر) مَنٌّ وَمِنَّۃٌ مصدر اَلْمِنَّۃُ کے معنی بھاری احسان کے ہیں اور یہ دو طرح پر ہوتا ہے :۔
(۱) ایک منت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (۳ : ۱۶۴) خدا نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا ہے اور یہ منت بالفعل درحقیقت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
(۲) منت بالقول۔ یعنی احسان جتانا۔ گو انسانی معاشرہ میں احسان جتلانا معیوب سمجھا جاتا ہے مگر جب کفران نعمت ہو رہا ہو تو اس کے اظہار میں کچھ قباحت نہیں ہے کسی نے کہا ہے اذا کُفِرَتِ النعمۃ حسنت المنۃ ، جب نعمت کی ناشکری ہو رہی ہو تو احسان جتلانا ہی مستحسن قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے یَمُنُّوْنَ عَلَیْکَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰہُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ ھَدٰکُمْ ـــ لِلْاِیْمَانِ ۔ (۴۹ : ۱۷) یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ خدا نے تم پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا۔
اس میں ان کی طرف سے منت بالقول یعنی احسان جتلانا مراد ہے اور اللہ کی طرف سے منت بالفعل یعنی انہیں ایمان کی نعمت سے نوازنا مراد ہے۔
یہاں مَنًّا احسان جتلانا مراد ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔
= اَذًی ۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اُخروی۔
اذًی ۔(باب سَمِعَ) تکلیف پانا۔ اور آذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً ۔ (باب افعال) بمعنی کسی کو تکلیف دینا۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔
ترجمہ :۔ جو لوگ اپنا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کچھ خرچ کر چکے ہیں اس کے عقب میں نہ تو احسان جتلاتے ہیں اور نہ اذیت پہنچاتے ہیں الخ۔
۲ : ۲۶۳ = قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۔ اچھی بات، مناسب بات ۔ یعنی معذرت کی نرم بات کہنا۔

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ موصوف وصفت ۔ مبتدا ۔ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى خبر۔

= مَغْفِرَةٌ ۔ معاف کرنا ۔ درگذر کرنا ۔ غَفَرَ يَغْفِرُ کا مصدر باب ضرب سے ۔ مَغْفِرَةٌ ۔ کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں ۔

(۱) خدا سے مغفرت مانگنا ۔ (ا) اپنے لئے کہ سائل کو کچھ نہ دے سکا (ب) سائل کے لئے کہ سوال کرنا معیوب ہے ۔

(۲) سائل کے الحاح اور تلخ کلامی پر چشم پوشی کرنا ۔ (بیضاوی)

(۳) سائل سے معافی مانگنا اور معذرت کرنا ۔ (بیضاوی ۔ کشاف)

(۴) سائل کی پردہ پوشی کرنا (الخازن)

بعض نے اس آیت کی تقدیریوں کی ہے ؛ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اَوْلٰى وَالْمَغْفِرَةُ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَا اَذًى ۔ یعنی نرم بات کہنا بہت اچھا ہے لیکن مغفرت اس صدقہ سے بہتر ہے جس کے بعد دکھ دیا جائے ۔ اس میں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کی خبر محذوف لی گئی ہے ۔ اور مَغْفِرَةٌ مبتدا اور خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ اس کی خبر لی گئی ہے ۔

= غَنِيٌّ ۔ کلی طور پر بے نیاز ۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے ۔

= حَلِيْمٌ ۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ بردبار ۔ تحمل کرنے والا ۔

حِلْمٌ ۔ جس کے معنی نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقعہ پر بھڑک نہ اٹھے ۔ قرآن مجید میں حلم بمعنی عقل بھی آیا ہے ۔ مثلاً اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ (۵۲ : ۳۲) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں ۔

۲ : ۲۶۴ = لَا تُبْطِلُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ تم باطل مت کرو تم ضائع مت کرو ۔ تم رائیگاں مت کرو ۔

= كَالَّذِيْ ۔ میں ك حرف تشبیہ ہے ۔ محل نصب میں ہے ۔ نصب یا تو مفعول مطلق ہونے کی صورت میں ہے ای ابطالا کابطال الذی ینفق ۔ ترجمہ ہوگا ۔ اس شخص کے ثواب کو رائیگاں کرنے کی طرح اپنے ثواب کو اکارت نہ کرو جو ...... الخ

یا حال ہونے کی بنا پر ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔ کہ ثواب کو برباد کرنے میں اس شخص کی مانند نہ ہو جاؤ

= يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ۔ رِئَاءَ کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :

(۱) منصوب مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے ہے ۔ یعنی لوگوں کو دکھانے کی غرض سے وہ خرچ کرتا ہے

(۲) حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے ۔ یعنی لوگوں کو دکھاتے ہوئے خرچ کرتا ہے ۔

(۳) مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ یعنی لوگوں کی دکھاوٹ کا خرچ کرنا۔

رِئَاءُ۔ دَاءِ یُرَائِیْ (باب مفاعلۃ) مُرَاءَۃٌ دَرِئَاءٌ مصدر (ر ء ی۔ مادہ) خلاف اصل وخلاف حقیقت دکھانا۔ دکھاوا۔ خود نمائی۔ کسی کو دکھانے کے لئے کسی کام کا کرنا۔

رِئَاءَ النَّاسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے دکھاوے کے لئے

= وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی: حالانکہ اس کا ایمان نہ اللہ پر ہوتا ہے اور نہ یوم آخرت پر

فَائِدَہ۔ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ انفاق صدقہ کی قید نہیں ہے کیونکہ ریاکاری خیرات کا ثواب بہرحال برباد ہوجاتا ہے خواہ ریاکاری کرنے والا مومن ہی ہو بلکہ اس جملہ کا ذکر حقیقت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ دکھاوٹ کے لئے خیرات کرنا مومن کی شان نہیں ہے بلکہ یہ منافق کی خصوصیت ہے۔ (مظہری)

= صَفْوَانٍ۔ صاف اور چکنا پتھر۔ اس کا واحد صَفْوَانَۃٌ ہے (ص ف و۔ مادہ)

= اَصَابَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصَابَۃٌ (افعال) وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس پر آپڑا۔

= وَابِلٌ۔ اسم۔ سخت بارش۔ موسلا دھار بارش۔ بڑے بڑے قطروں کی بارش۔ وَبْلٌ (آسمان کا) بہت بارش برسانا۔ (گھوڑے کا) بے تحاشا دوڑنا۔

فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ۔ پھر اس پر زور کا مینہ برس گیا۔ اس پر زور کی بارش برسی۔

= صَلْدًا۔ سپاٹ اور سخت پتھر جس پر کچھ نہ اُگے۔ صَلْدٌ کی جمع اَصْلَادٌ ہے۔

= لَا یَقْدِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نہیں قدرت رکھتے وہ۔ عَلٰی شَیْءٍ۔ کسی چیز پر۔ مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا موصولہ سے۔ کَسَبُوْا۔ انہوں نے کمایا۔ یعنی اس سپاٹ پتھر پر جو بھی انہوں نے محنت کی تھی جو کہ سخت بارش کے آنے سے دُھل بہ کر صاف ہوگئی۔ اور اُن کی قسمت میں ان کی کمائی میں سے کچھ بھی نہ آیا۔

اسی طرح ریاکار پر مُرورِ دہر اور موت کا مینہ برسے گا تو ان کے اعمال سخت پتھر کی طرح دھل جائیں گے اور آخرت میں ان کی کمائی میں سے ان کو کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

چونکہ اَلَّذِیْ سے جنس یا جمع مراد ہے گو لفظ مفرد ہے اس لئے معنوی لحاظ سے لَا یَقْدِرُوْنَ کی ضمیر جمع اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔

= اَلْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔ موصوف وصفت مل کر لَا یَھْدِیْ کا مفعول ہے۔ اور اللہ کافر قوم کو

ہدایت نہیں دیتا۔

۲: ۲۶۵ = ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مَرْضَاتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ اِبْتِغَآءَ۔ مضاف۔ ابْتِغَآءَ منصوب بوجہ مفعول لہٗ یُنْفِقُوْنَ کا۔ جو اپنا مال خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ابْتِغَآءٌ بروزن (افْتِعَالٌ) مصدر ہے۔ بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مَرْضَات مصدر میمی واسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی۔ خوشنودی۔ رضامندی۔ اسی سے ہے رَاضِیٌ۔ اسم فاعل رِضْوَانٌ خوب رضامندی۔

= وَتَثْبِیْتًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے تَثْبِیْتًا بھی منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہے ای ولتثبیت (ایمان واعتقاد کے استحکام کے واسطے) تَثْبِیْتٌ (باب تفعیل) مصدر ہے بمعنی ثابت قدم کرنا۔ ثابت رکھنا۔ مستحکم کرنا۔ مضبوطی۔ تاکید۔ اپنے نفسوں کے (ایمان واعتقاد میں) استحکام کے لئے ــــ "اور اسلام کو مضبوط بنانے۔ اور اللہ کے وعدۂ جزاء کی تصدیق کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی غرض سے اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں" (تفسیر مظہری)

"اپنے دلی اعتقاد سے خرچ کرتے ہیں" (تفسیر حقانی)

"اور اپنے نفس میں پختگی (پیدا کرنے کی غرض سے" (تفسیر ماجدی)

"اور خلوصِ نیت سے اپنا مال خرچ کرتے ہیں" ترجمہ مولانا فتح محمد جالندھری۔

= کَمَثَلِ جَنَّۃٍ۔ ک تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ جَنَّۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ (ان) لوگوں کی مثال جو اپنا مال اللہ کی خوشنودی اور اپنے نفس کی پختگی کے لئے خرچ کرتے ہیں) ایک (ایسے) باغ کی سی ہے۔

= بِرَبْوَۃٍ۔ ب حرف جار بمعنی عَلٰی۔ رَبْوَۃٍ۔ مجرور۔ اسم ہے اس کی جمع رُبًی (دبی) بمعنی ٹیلہ بلندی۔ بلند جگہ۔ رَبَا۔ یَرْبُوْ۔ رِبَاءٌ (باب نصر) ٹیلہ پر چڑھنا۔ رَبَا فُلَانٌ۔ فلاں اونچی جگہ پر چلا گیا۔ یا چڑھ گیا۔ آیت ہذا میں اونچی جگہ کے معنوں میں مستعمل ہے۔

رَبَا۔ یَرْبُوْ رَبْیٌ (باب نصر) بمعنی (گھوڑے کا) پھولنا۔ چونکہ پھولنے میں بلندی اور ابھرنے کے معنی متضمن ہیں اس لئے ایسی زمین جو اپنی زرخیزی کی وجہ سے یا کھاد وغیرہ سے پھولے اور ابھرے اسے بھی رَبْوَۃٌ کہتے ہیں۔ ان معنی میں قرآن مجید میں ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۲۲ : ۵) پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہو جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔

بِرَبْوَۃٍ صفت ہے جَنَّۃٍ کی جملہ اَصَابَھَا وَابِلٌ بھی جَنَّۃٌ کی صفت ہے۔

= فَاٰتَتْ۔ فَ سببیہ ہے اٰتَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِیْتَاءٌ (اِفعَالٌ) مصدر۔ وہ لائی اُکُلَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّۃٍ ہے اس باغ کا یہ وہ اس کا پھل۔ اَلْاُکُل۔ پھل۔ خوراک۔

= ضِعْفَیْنِ۔ دوچند۔ دوگنا۔ تو وہ دوگنا پھل لاتا ہے۔

= فَاِنْ لَّمْ یُصِبْهَا۔ فَ عاطفہ اِنْ شرطیہ لَمْ یُصِبْ۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ پھر اگر وہ نہ برسے اس پر۔ جملہ شرطیہ ہے۔

فَطَلٌّ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ طَلٌّ۔ ہلکی بارش۔ پھوار۔ اوس۔ شبنم۔ اس کی جمع طِلَالٌ وَطِلَلٌ۔ ہے یہ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف ہے۔ ای فطل یکفیھا۔ تو اس کے لئے پھوار ہی کافی ہے۔

= بَصِیْرٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے دیکھنے والا۔ جاننے والا۔

فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا مال اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کا عمل اس باغ کی طرح ہے جو ایک اونچے ٹیلہ پر زرخیز زمین پر واقع ہو کر اگر ذراسی بارش اس پر پڑے تو اس کو پھل دوگنا آئے اور اگر زور کی بارش نہ ہو اور صرف پھوار ہی پڑ جائے تو بھی کافی ہے باغ پھر بھی پھل لے آئے گا گو دو چند نہ سہی۔ یعنی ایسے لوگوں نے اگر اپنی خیرات کے ساتھ ثواب کو دوگنا کر دینے والے اعمال بھی کئے ہیں تو ثواب چند در چند حسب منشیت خداوندی ہو جاتا ہے۔ اور اگر بالفرض ایسے اعمال انہوں نے نہ بھی کئے ہوں تو بہر حال پھر بھی ان کو اپنے اصل عمل کا ثواب لازمی ملیگا وہ ہرگز رائیگاں نہیں جائے گا۔

۲: ۲۶۶ = اَیَوَدُّ۔ اَ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ یَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّۃٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر وہ پسند کرتا ہے وہ پسند کرے گا۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ آرزو کرتا ہے۔

= اَنْ تَکُوْنَ لَهٗ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ ہو اس کے لئے ایک باغ۔

= مِنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ۔ کھجوروں اور انگوروں کا۔ صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ دوسری صفت جَنَّۃٍ کی۔ اور لَهٗ فِیْهَا مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ تیسری صفت ہے جَنَّۃٌ کی۔ نَخِیْلٌ کھجوریں۔ کھجور کے درخت۔ اَعْنَابٍ۔ عِنَبٌ کی جمع بمعنی انگور تَجْرِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْیٌ وَجَرَیَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ بہتی ہے وہ چلتی ہے۔ وہ جاری ہے مِنْ تَحْتِهَا۔ اس کے نیچے سے۔ تَحْتَ ضد ہے فَوْقٌ کی۔ اسم ظرف ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّۃٌ ہے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اس (باغ)

کے نیچے یا اس باغ میں نہریں چلتی ہوں۔ چونکہ باغ میں چلنے والی نہریں باغ کے درختوں وغیرہ کے نیچے زمین پر ہوتی ہیں اس لئے درختوں کی مناسبت سے لفظ تحت استعمال ہوا ہے اس مقصد کے لئے لفظ خِلٰلُ بمعنی وسط۔ درمیان۔ بیچ بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا (۱۸ :۳۳) اور دونوں کے بیچ میں ہم نے ایک نہر جاری کر رکھی ہے۔ یا اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۱۷ :۹۱) یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو۔

لَهٗ فِيْهَا۔ میں لَ بمعنی مِلک (مالک ہونے کے) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَحَدُكُمْ ہے۔

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ۔ حال ہے اَحَدُ سے اور وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ حال ہے اَصَابَهٗ کی ضمیر سے۔

اَلْكِبَرُ۔ مصدر و اسم مصدر (باب کَرُمَ) سے۔ بڑا ہونا۔ بوڑھا ہونا۔ بڑھاپا۔ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ۔ موصوف صفت۔ ننھے ننھے۔ ضعیف و ناتواں بچے۔

= فَاَصَابَهَا۔ میں فَ عاطفہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِصَابَةٌ (باب افعال) مصدر۔ اس نے آلیا۔ اس نے پالیا۔ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع جَنَّةٌ ہے۔ اور اس (باغ) کو آلیا۔

= اِعْصَارٌ۔ تیز اور طوفانی ہوا۔ جو زمین سے بشکل عمودی اوپر کو جاتی۔ بگولہ۔ اس کی جمع اَعَاصِرُ وَاَعَاصِيْرُ ہے۔ عصر مادّہ ہے اس سے اَلْعَصْرُ (مصدر) کا معنی نچوڑنا ہے۔ اور اَلْمَعْصُوْرُ۔ وہ چیز جسے نچوڑا گیا ہو۔ اور اَلْعُصَارَةُ شیرہ جو نچوڑ کر نکال لیا جاتا ہے۔

نچوڑنے کے معنی میں قرآن مجید میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔ (۱۲ :۴۹) اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے۔ اور اِنِّىْۤ اَرٰىنِىْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا (۱۲ :۳۶) میں اپنے آپ کو (خواب) میں دیکھتا ہوں کہ شراب (کے لئے) انگور نچوڑ رہا ہوں۔

اسی مادّہ سے اَلْعَصْرُ بمعنی زمانہ اور بمعنی اَلْعَشِيُّ بھی ہے یعنی زوالِ آفتاب سے غروب آفتاب تک کا زمانہ اسی سے صَلٰوةُ الْعَصْرِ (نماز عصر) ہے۔

= فِيْهِ۔ ای فی اِعْصَارٍ۔ بگولہ میں۔

= فَاحْتَرَقَتْ۔ فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اِحْتَرَقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِحْتِرَاقٌ اِفْتِعَالٌ سے مصدر۔ جس کے معنی جلنے کے ہیں۔ فعل لازم ہے۔ پس وہ جل گئی۔ ضمیر فاعل مؤنث جَنَّةٌ کے لئے ہے۔ یعنی اس آگ بگولے کے سبب باغ جل گیا۔

فائدہ - تفسیر حقانی میں اس تمثیل کی شرح یوں بیان کی گئی ہے :۔

یہ ایک اور مثال اس شخص کے لئے بیان کی گئی ہے جو خیرات و صدقہ خلوص نیّت سے نہیں دیتا یا دے کر احسان جتلاتا اور سائل کو طعن اور عار کی باتوں سے ایذاء دیتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی کے پاس ایک ایسا عمدہ باغ ہو کہ جس میں اکثر کھجور اور انگور ہوں اور اس میں نہریں بھی ہوں یعنی آب رواں اور علاوہ اس کے اس میں ہر قسم کا میوہ ہو اور مالک باغ کا بڈھا ہو اور اس باغ کی آمدنی کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتا ہو۔ نہ دوسرے فنونِ معاش پر قادر ہو اور اس پر طرّہ یہ ہو کہ اس بیکسی کی حالت میں اس کے ضعیف ننھے ننھے بال بچے بھی ہوں کہ جن کا خرچ اور پرورش سب اسی کے ذمہ ہو۔ پھر اس حالت میں اس باغ پر کوئی آفتِ آسمانی ایسی پڑجائے جو اس کو جلاکر نیست ونابود کر دے۔

پھر دیکھئے کہ اس شخص پر کس قدر صدمہ اور کیا بیکسی اور حیرت وحسرت طاری ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان کا صدقہ وخیرات عالم غیب میں نہایت عمدہ باغ کی صورت میں کہ جس کے صفات مذکور ہوئے ظہور کرتا ہے اور عالمِ آخرت میں انسان بڈھے کی طرح حسنات اور اعمالِ صالحہ کے کرنے سے مجبور ومعذور ہوتا ہے اور اس کو اپنی اس کمائی اور اپنی اعمال صالحہ کی طرف توقع کی نظر ہوتی ہے۔

اور اس کا احسان جتلانا اور ایذاء دینا اور خلوص نیت نہ ہونا بمنزلہ بگولے کے ہے کہ جس میں لُو اور آگ ہو کہ جو اس کے اُس تروتازہ باغ کو خاک سیاہ کردیتی ہے۔ فرماتا ہے کہ آیا کوئی تم میں سے ایسا چاہتا ہے کہ ایسا باغ ایسی حالت میں تباہ ہوجائے۔ یعنی کوئی نہیں چاہتا۔ پھر تم کیوں اپنے اس تروتازہ باغ کو تباہ کرتے ہو“

= کَذٰلِکَ - ک تشبیہ کا ہے ۔ ذٰلِکَ - اسم اشارہ واحد مذکر۔ تمثیل بالا مشارٌ الیہ ہے

= یُبَیِّنُ - مضارع واحد مذکر غائب تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔

= اَنْفِقُوْا - فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم خرچ کرو۔

= طَیِّبٰتِ - طَیِّبَۃٌ - کی جمع ہے مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کا مذکر طَیِّبٌ ہے جو طَابَ یَطِیْبُ (باب ضَرَبَ) طِیْبٌ مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کے معنی ہیں پاک - پاکیزہ - ستھرا - حلال طَیِّبٰتِ ستھری چیزیں - نفیس اشیاء - پاکیزہ چیزیں - عمدہ چیزیں۔

مِنْ طَیِّبٰتِ مَاکَسَبْتُمْ - مِنْ حرف جار طَیِّبٰتِ مضاف مَا موصولہ کَسَبْتُمْ اس کا صلہ

موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔
"جو تم نے کمایا اس میں سے پاکیزہ عمدہ چیزیں (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ مِنْ تبعیضیہ ہے
= وَمِمَّا ...... الخ واؤ عاطفہ۔ مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے۔ اور نیز
وہ چیزیں خرچ کرو جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے اگائی ہیں۔
= وَلَا تَيَمَّمُوا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تَيَمُّمٌ (تفعلٌ) مصدر جس کے معنی لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی یا اس چیز کا جو پاک مٹی کے قائم مقام ہو (جیسے پتھر چونہ وغیرہ) قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔ آیت ہذا میں اول الذکر معنی مراد ہیں۔
دوسرے معانی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ۔ (۴: ۴۳) ..... یا تم عورتوں سے ہمبستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے۔ تو پاک مٹی لو اور منہ اور ہاتھوں کا مسح کر لو ....
= الْخَبِيْثَ۔ خُبْثٌ اور خَبَاثَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ۔ اصل میں تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ ہے۔ تقدیم تخصیص کے لئے ہے یہ جملہ تُنْفِقُوْنَ مِنْهُ حال ہے الْخَبِيْثَ سے مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَاكَسَبْتُمْ کی طرف راجع ہے۔ اور اپنی کمائی سے خرچ کرتے ہوئے خبیث چیز کا ارادہ مت کرو۔
اَلْخَبِيْثَ۔ بمعنی خبیث۔ گندی چیز۔ ناپاک۔ پلید۔ ہر وہ شے جو ردی اور خسیس ہونے کے سبب بری معلوم ہو خبیث کہلاتی ہے۔ منصوب بوجہ مفعول ہے
= وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ۔ جملہ حال ہے فاعل تُنْفِقُوْنَ سے۔
لَسْتُمْ لَيْسَ سے۔ جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم نہیں ہو۔ لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کے معنی رکھتا ہے۔ ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اصل میں لَيِسَ تھا تخفیفاً لَيْسَ کر دیا گیا۔
اٰخِذِيْهِ۔ اس کے لینے والے۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الْخَبِيْثَ کی طرف راجع ہے، اٰخِذِيْ اصل میں اٰخِذِيْنَ تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا۔
اٰخِذِيْ مضاف اور ہٖ مضاف الیہ۔ اٰخِذٌ بمعنی لینے والا۔ پکڑنے والا۔ یہاں اول الذکر معنی مراد ہیں۔
اَنْ مصدریہ ہے تُغْمِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِغْمَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

جس کے معنی ایک پلک کے دوسری پلک پر رکھنے کے ہیں اور لبطور استعارہ تغافل۔ تساہل اور چشم پوشی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تُغْمِضُوْا۔ تم چشم پوشی کرو۔ تم آنکھیں بند کرو۔ تم غفلت کرو۔
ترجمہ ہوگا: حالانکہ (اگر تم کو کوئی ایسی ردّی چیز دے تو) تم اسے نہ لو بجز اس کے کہ اس میں تم چشم پوشی کرلو۔ (یعنی دینے والے کا دل رکھنے کے لئے ناگواری کی صورت میں بھی اسے لے لو)
= غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔ غَنِیٌّ۔ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بے نیاز۔ بے پرواہ غیر محتاج۔ حَمِیْدٌ۔ حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر۔ حمد کیا ہوا۔ تعریف کیا ہوا ستودہ صفت کیا ہوا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔
۲ : ۲۶۸ = یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ یَعِدُ فعل کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَلْفَقْرَ مفعول ثانی۔ یَعِدُ مضارع واحد مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ڈرانا۔ وہ تم کو محتاجی سے ڈراتا ہے وہ تم کو تنگ دستی کا خوف دلاتا ہے۔
اَلْفَقْرَ۔ اسم فعل اور مصدر۔ تنگ دستی۔ ناداری۔ مفلسی۔ محتاجی۔ امام راغب نے لکھا ہے کہ فقر کا استعمال چار طور پر ہوا ہے۔
(۱) زندگی کی بنیادی ضروریات کا نہ پایا جانا۔ اسی اعتبار سے انسان کیا کائنات کی ہر شئے فقیر (محتاج) ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں فرمایا ہے۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ اِلَی اللّٰہِ (۳۵ : ۱۵) لوگو تم سب خدا کے محتاج ہو۔
(۲) ضروریات زندگی کا کما حقہ پورا نہ ہونا۔ مثلاً لِلْفُقَرَاءِ الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا ۔۔۔۔۔۔ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲ : ۲۷۳) تو ان حاجتمندوں کے لئے جو خدا کی راہ میں رکے بیٹھے ہیں
(۳) فقرِ نفس۔ یعنی مال کی ہوس۔ کتنا ہی مال ہو مگر نفس حریص رہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ :۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا (کچھ تعجب نہیں کہ فقر کفر تک پہنچا دے)
(۴) اللہ کی طرف احتیاج۔ ایسا فقر ہر آدمی ہر جانور بلکہ کائنات کی ہر چیز میں ہے سب اللہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (۲۸ : ۲۴) اے میرے پروردگار میں اس کا محتاج ہوں کہ تو مجھ پر اپنی نعمت نازل فرمائے۔
= اَلْفَحْشَاءِ۔ اسم تفضیل واحد مؤنث اس سے واحد مذکر اَفْحَشُ آئے گا اور جمع فُحْشٌ۔ فُحْشٌ مادہ بھی ہے۔ بمعنی بُرا کام۔ وہ قول وعمل جس کی برائی کھلی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا بُرا لگے۔ بے حیائی امر قبیح۔ بمعنی زنا بھی آیا ہے۔
= وَاللّٰہُ یَعِدُکُمْ۔ اوپر آیا ہے اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ شیطان تمہیں محتاجی سے ڈراتا ہے

یہاں ارشاد ہے وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً۔ اور اللہ تم سے مغفرت کا وعدہ کرتا ہے۔ وَعَدَ یَعِدُ بمعنی ڈرانا اور وعدہ کرنا ہر دو معنی میں مستعمل ہے۔

= فَضْلاً۔ اسم فعل (حالت نصب بوجہ مفعول) فضل کے معنی ہیں مہربانی۔ برتری۔ بڑھوتری۔ مال۔ قوت۔ حسن۔ رتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم وغیرہ میں زیادتی

= وَاسِعٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر باب سَمِعَ۔ وسیع فضل والا۔ کشادہ بخشش والا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= عَلِیْمٌ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲: ۲۶۹ = یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ دیتا ہے۔

اَلْحِکْمَۃَ۔ عقل مندی۔ علم۔ تدبر۔ عقل۔ دانش۔ سمجھ۔ علم و عقل کے ذریعے حق بات دریافت کر لینے کا نام حکمت ہے۔ جب حکمت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے تو اس سے اشیاء کی معرفت اور ان کا بہترین طریقہ پر ایجاد کرنا مراد ہے۔ اور جب بندہ کی طرف نسبت کی جائے تو اس سے موجودات کی معرفت اور نیک کاموں کا انجام دینا مقصود ہوتا ہے۔ قرآن حکیم کو حکیم اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ اس میں حکمت کی باتیں ہیں۔

اَلْحِکْمَۃَ۔ مفعول ہے یُؤْتِیْ کا اور مَنْ یَّشَآءُ جملہ مفعول ثانی ہے سارا جملہ یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ صفت ہے عَلِیْمٌ کی

= یُؤْتَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب جو دیا جاتا ہے یعنی جس کو دیا جاتا ہے۔ اور اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔

= خَیْرًا کَثِیْرًا موصوف و صفت۔ خیر کثیر۔ بہت بڑی بھلائی۔ تنوین عظمتِ خیر کو ظاہر کر رہی ہے۔ یعنی بہت ہی بڑی نعمت۔ جو چیز سب کو پسند ہو وہ خیر ہے اس کی ضد شر ہے

= وَمَا یَذَّکَّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر یَذَّکَّرُ۔ اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا تَ کو ذَ میں مدغم کیا گیا ہے۔ وہ نصیحت حاصل نہیں کرتا ہے۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ اُولُوْا۔ والے۔ (ال و۔ حروف مادہ) جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔ بحالتِ رفع اُولُوا ہے اور بحالت نصب و جر اُولِیْ ہوگا۔ اولوا العزم۔ صاحب عزم۔ اُولِی الْقُوَّۃِ اصحابِ قوت۔ اَلْبَابِ۔ لُبٌّ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اس عقل کے ہیں جو ہر آمیزش سے خالص ہو۔ اور عقل کو لُبّ اس لئے

کہتے ہیں کہ وہ انسان کے معنوی قویٰ کا خلاصہ ہوتی ہے جیسا کہ کسی چیز کے خالص حصے کو اس کا لُبّ اور لباب کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک لُبّ کے معنی پاکیزہ اور ستھری عقل کے ہیں چنانچہ ہر لب کو عقل کہہ سکتے ہیں لیکن ہر عقل لب نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احکام کو جن کا ادراک عقول زکیہ ہی کر سکتے ہیں اُولُوا الْاَلْبَابِ کے ساتھ مختص کیا ہے۔ مثلاً آیت ہذا مَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ .... اُولُوا الْاَلْبَابِ ط۔ جس کو دانائی دی گئی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی اور نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل پاکیزہ رکھتے ہیں۔

۲ : ۲۷۰ = وَمَا اَنْفَقْتُمْ .... مِنْ نَّذْرٍ جملہ شرطیہ ہے فَاِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُہٗ جواب شرط

= مَا اَنْفَقْتُمْ میں مَا موصولہ ہے اَنْفَقْتُمْ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ انفاق (افعال) مصدر۔ جو کچھ تم نے خرچ کیا۔ نَفَقَۃٍ اسم مجرور۔ خرچ۔ یعنی صدقہ۔ خیرات۔ زکوٰۃ۔

= نَذَرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَذْرٌ (باب ضَرَبَ) تم نے منت مانی۔ اَلنَّذْرُ کے معنی کسی حادثہ کی وجہ سے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینے کے ہیں (راغب)

نذر کسی ایسی عبادت کو اپنے اوپر لازم کر لینے کو کہتے ہیں کہ اگر وہ عبادت یہ خود اپنے اوپر واجب نہ کرے تو وہ عبادت اس پر لازم نہیں ہوتی۔ (قرطبی)

مطلب یہ کہ تم خدا کی راہ میں جس طرح کا خرچ کرو یا نذر مانو۔ اللہ تعالیٰ یقیناً اُسے جانتا ہے

اِنْذَارٌ۔ نَذَرٌ۔ نُذُرٌ بمعنی چوکنا کرنا۔ خبردار کرنا۔ ڈرانا۔ نَذِیْرٌ جمع نُذُرٌ ڈرانے والا۔ خبردار کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہر جگہ نَذِیْرٌ (ڈرانیوالا) سے مراد نافرمانوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والا ہے۔

= اَنْصَارٌ جمع نَاصِرٌ وَنَصِیْرٌ کی۔ مددگار۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر آیا ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کے بدولت اس لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۲ : ۲۷۱ = اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ۔ جملہ شرطیہ ہے۔ فَنِعِمَّا ھِیَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ تُبْدُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر (اگر) تم ظاہر کرو۔ اَلصَّدَقٰتِ صَدَقَۃٌ کی جمع۔ خیراتیں۔ زکوٰتیں۔ فَنِعِمَّا میں ف جواب شرط کے لئے ہے نِعِمَّا ھِیَ وہ کیا ہی اچھا ہے۔ اصل میں نِعْمَ مَا ھِیَ تھا۔ دونوں میموں میں ادغام ہو گیا اور عین پر جوارِ نون کی وجہ سے کسرہ آگیا۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث مراد اظہار الصدقہ ہے۔

= وَاِنْ تُخْفُوْھَا۔ جملہ شرطیہ۔ اِنْ شرطیہ۔ تُخْفُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْفَاءٌ۔

(افعال) مصدر۔ ان شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی مضارع سے ساقط ہو گیا ہے۔ ھا
ای الصدقۃ۔ ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔
= وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ۔ واؤ عاطفہ جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ای دَاِنْ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ
الفقرآءَ مفعول ثانی ہے فعل تُؤْتُوْا کا (اگر تم صدقات کو پوشیدہ رکھو اور دو ان کو حاجتمندوں
کو) یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔ دونوں شرطیہ جملوں کا جواب اگلا جملہ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ہے ھا ضمیر مفعول
واحد مؤنث غائب۔ فَھُوَ۔ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب سے
مراد اخفاء الصَّدَقَة ہے۔
= وَ يُكَفِّرُ۔ جملہ فعلیہ ہے ای دَ اللّٰهُ يُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ اور ماقبل پر معطوف نہیں ہے
يُكَفِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَكْفِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر وہ دور کردے گا وہ ساقط کر
دے گا۔ مِنْ سَيِّاٰتِكُمْ میں مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔
سَيِّاٰتِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ۔ سَيِّئَةٌ کی جمع۔ مِنْ کے زائدہ ہونے کی
صورت میں ترجمہ ہوگا۔ وہ تمہارے گناہ ساقط کردے گا۔ اور اس کے تبعیضیہ ہونے کی صورت میں
ترجمہ ہوگا۔ وہ تمہارے کچھ گناہ معاف کردے گا۔ یعنی صغیرہ گناہ معاف کردے گا۔
= وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ۔ اللّٰه مبتدا۔ خَبِيْرٌ۔ خبر۔ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ متعلق خبر۔ مَا موصولہ
بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔
اور مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔ اللہ تمہارے اعمال کی نیت اور غرض سے واقف ہے۔
خَبِيْرٌ۔ خَبَرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ قرآن مجید
میں یہ ذاتِ باری تعالیٰ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔ خَبَرٌ وَخُبْرٌ وَخُبْرَةٌ بمعنی حقیقتِ حال
سے پوری طرح باخبر ہونا۔ خَبِيْرٌ۔ جو پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو۔
۲۷۲ = لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ۔ هُدٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ہدایت۔ ان کی ہدایت
دینا۔ ان کو سیدھے راہ پر چلانا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار کے لئے ہے۔ ان کو سیدھے راہ
چلانا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔
فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اہل اسلام کو خیرات دینے کا حکم دیتے تھے اس پر
آیت اتری۔ اس کے بعد ہر مذہب کے آدمی کو خیرات دینے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیدیا
ہدای۔ اَلْهِدَايَة۔ کے معنی لطف و کرم کے ساتھ کسی کی رہنمائی کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید
جہاں کفار کو دوزخ کی طرف دھکیلنے کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہ بطور مذاق و تہکم آیا ہے

مثلاً فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (۳۷: ۲۳) پھر ان کو جہنم کے راستہ پر چلا دو۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کفار کے لئے عذاب کی بشارت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۸۴: ۲۴) تو (اے پیغمبر) انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

امام راغب رقمطراز ہیں:

”انسان کو اللہ تعالیٰ نے چار طرف سے ہدایت کی ہے۔

(۱) وہ ہدایت جو عقل و فطانت اور معارف ضروریہ کے عطا کرنے سے کی ہے۔ اور اس معنی میں ہدایت اپنی جنس کے لحاظ سے جمیع مکلفین کو شامل ہے بلکہ ہر جاندار چیز کو حسب ضرورت اس سے حصہ ملا ہے چنانچہ ارشاد ہے رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى (۲۰: ۵۰) ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر مخلوق کو اس کی (خاص طرح کی) بناوٹ عطا فرمائی پھر (ان کی خاص اغراض پورا کرنے کی) راہ دکھائی۔

(۲) دوسری قسم ہدایت کی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیج کر اور کتابیں نازل فرما کر تمام انسانوں کو راہ نجات کی طرف دعوت دی ہے۔ چنانچہ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا .... (۲۱: ۷۳) اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے (ہدایت کے یہی معنی مراد ہیں۔

(۳) سوم ہدایت بمعنی توفیق خاص آیا ہے جو ہدایت یافتہ لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى (۴۷: ۱۷) اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں (قرآن سننے سے) خدا ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے۔ ....

(۴) ہدایت سے آخرت میں جنت کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا (۷: ۴۳) اور جو کینے ان کے (اصحاب الجنۃ کے) سینوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے ان کے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ کہیں گے کہ خدا کا شکر ہے جس نے ہم کو (یہاں) کا راستہ دکھایا ......

جن آیات میں ہدایت کی نسبت پیغمبر یا کتاب یا دوسرے انسانوں کی طرف کی گئی ہے وہاں صرف راہ حق کی طرف راہنمائی کرنا مراد ہے“

۔۔۔ وَمَا تُنْفِقُوْا۔ واؤ عاطفہ ہے ما شرطیہ جازمہ ہے۔ تُنْفِقُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل ما) جمع مذکر حاضر۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ خَيْرٍ ای مَالٍ۔ جملہ شرطیہ ہے اور جو مال بھی تم خیرات کرو گے!

فَلِاَنْفُسِكُمْ ۔جوابِ شرط ف جوابِ شرط کے لئے ہے ۔ تو وہ خود اپنے ہی لئے کروگے یعنی اس کا نفع لوٹ کر تم کو ہی ملیگا۔

= وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ واؤ حالیہ ہے اور تُنْفِقُوْا کی ضمیر فاعلی ذوالحال ہے مطلب یہ ہے کہ جو کچھ تم خیرات کرو جس کی غرض سوائے حصول خوشنودیٔ ربّ کے اور کچھ نہ ہو تو وہ تمہارے ہی لئے مفید ہے۔ علامہ پانی پتی اس کی تشریح یوں فرماتے ہیں :۔

مطلب یہ ہے کہ ۔ اے مسلمانو! تمہاری خیر خیرات تو صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے پھر کیا وجہ کہ اپنی خیرات کا احسان فقیر پر رکھتے ہو یا ناپاک مال دیتے ہو۔ تو یا یہ جملہ خبریہ ہے جس میں مسلمانوں کے حال کے تقاضے کو بیان کیا ہے یا مَا تُنْفِقُوْنَ لفظاً جملہ منفی ہے اور معنی کے لحاظ سے نہی ہے۔ مراد یہ کہ تمہاری خیرات کا مقصود خوشنودیٔ ربّ کی طلب ہونا چاہئے۔ سوائے خدا کی رضا کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات نہ دو۔ اس سے ثابت ہو رہا ہے کہ سوائے رضائے خداوندی کی طلب کے اور کسی غرض کے لئے خیرات کرنی ممنوع ہے۔ ورنہ مفت میں مال کی بربادی ہوگی (تفسیر مظہری)

مَا موصولہ ہے تُنْفِقُوْنَ جمع مذکر حاضر تم خیرات کروگے۔ اِبْتِغَآءَ ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن افتعال مصدر ہے۔ اِبْتِغَآء سخت کوشش کے لئے مخصوص ہے اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود ہے ورنہ مذموم مذموم کی مثال ہے۔ فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ۔ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِہٖ (۳ : ۷) تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ سب متشابہات کا اتباع کرتے ہیں (ان کا مقصد) فتنہ انگیزی اور (غلط) معنی کی تلاش ہے۔

وَجْهِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ ثواب۔

= وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ ۔ واؤ عاطفہ ہے پہلا جملہ شرطیہ دوسرا جواب شرط ہے۔

یُوَفَّ ۔مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوْفِیَةٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس کو پورا پورا دیا جائے گا۔

فَائِدَہ ۔ صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :۔ مذکورہ بالا تینوں جملوں کے درمیان حرف عطف ذکر کیا گیا ہے حالانکہ بظاہر یہ جملہ شرطیہ سابق جملہ شرطیہ کی تاکید ہے اس لئے حرف عطف نہ ہونا چاہئے۔ حرف عطف کے ذکر کی وجہ یہ ہے کہ آخری جملہ سے پہلے جملہ کی صرف تاکید ہی مقصود نہیں بلکہ منّتِ الٰہی اور ایذار رسانی کی بُرائی کو الگ الگ دلائل سے مدلل کرنا مقصود ہے ۔پہلے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کے دینے میں خود تمہارا فائدہ ہے اس کے دینے کا فقیر پر احسان رکھنا درست نہیں۔

دوسرے جملہ کا مفاد یہ ہے کہ جس چیز کو دینے سے تمہارے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی کا حصول ہے اس کا فقیر پر احسان رکھنا تو گویا ایسے شخص سے عوض کا طلب کرنا ہے جس سے عوض طلب کرنے کے لئے

عطا نہیں کی گئی۔

تیسرا جملہ اس مضمون پر دلالت کر رہا ہے کہ جس چیز کا ایک بار بھی بدل لے لیا جاتے اس کا احسان نہیں ہوتا۔ جیسے بائع جب اپنی چیز کی قیمت لے لیتا ہے تو خریدار پر اس کا احسان نہیں ہوتا اور تم کو تو کئی گنا معاوضہ ملیگا۔ پھر فقیر پر تمہارا کیا احسان؟

= وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے ضمیر اِلَیْکُمْ سے' اور تمہاری حق تلفی نہیں کی جائے گی۔

۲: ۲۷۳- لِلْفُقَرَآءِ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای صدقاتکم للفقراء۔ تمہارے صدقات فقیروں کے لئے ہیں۔ یعنی ان صدقات کے مستحق فقیر لوگ ہیں۔ (جن کا ذکر آگے آرہا ہے)

= اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یہ صفت ہے الفُقَرَآءِ کی۔ اُحْصِرُوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اِحْصَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ بند کئے گئے۔ وہ روکے گئے۔ اَلْحَصْرُ کے معنی تضییق یعنی تنگ کرنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَاحْصُرُوْھُمْ (۹: ۵) اور ان کو گھیر لو۔ یا جیسے وَجَعَلْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ حَصِیْرًا ہ (۱۷: ۸) اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا رکھا ہے۔

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ کے راستہ میں۔ خواہ وہ جہاد ہو یا ظاہری و باطنی علوم کی تحصیل ہو۔ مثلاً اصحاب صفہ وغیرہ۔ یہ جملہ اَلْفُقَرَآءُ کی صفت ہے۔

= لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَۃٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مصدر۔ بمعنی طاقت اصل میں استطاعت کا مطلب ہے ان تمام چیزوں کا بتمام و کمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے (طوع مادہ)

ضَرْبًا۔ مارنا۔ بیان کرنا۔ ظاہر کرنا۔ ضَرْبٌ کے اصل معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ چونکہ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ اس لئے مختلف محل پر اس کے مختلف معانی ہوں گے۔ مثلاً ضَرَبَہٗ عَلَی الرَّاْسِ۔ اس نے اس کو سر پر ضرب لگائی یعنی سر پر مارا۔

ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا۔ اللہ نے مثال بیان کی۔ ضَرْبٌ فِی الْاَرْضِ۔ زمین پر چلنا۔ (کیونکہ چلنے میں زمین پر پاؤں پڑتے ہیں) جملہ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں مشغولیت کی وجہ سے زمین پر کہیں آجا نہیں سکتے (کہ روزی کما سکیں)

= یَحْسَبُھُمُ۔ یَحْسَبُ مضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سَمِعَ) سے مصدر ھُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو خیال کرتا ہے۔ اَغْنِیَآءُ غَنِیٌّ کی جمع۔ مالدار۔ دولت مند لوگ یہ فعل یَحْسَبُ کا مفعول ثانی ہے۔ وہ ان کو دولت مند خیال کرتا ہے۔

= تَعَفُّفِ۔ مصدر ہے (باب تفعل) عفت سے جس سے مراد ہے قناعت کی وجہ سے سوال

کو ترک کر دیا۔ اَلعِفَّۃُ کے اصل معنی ہیں تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنا جو بمنزل عُفَافَۃ یا عُفَّۃ یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

= اَلْجَاھِلُ۔ نادان۔ بے خبر۔ ان سمجھ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر جَھَالَۃٌ (باب سَمِعَ) مصدر

= تَعْرِفُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَعْرِفَۃٌ وعِرْفَانٌ۔ (باب ضرب) سے مصدر تو ان کو پہچان لیتا ہے۔

= سِیْمٰھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سِیْمَا۔ نشانی۔ چہرہ۔ علامت یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ پر رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہوا۔ پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا۔ سِیْمٰی ہو گیا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کی نشانی۔ ان کا چہرہ۔

= اِلْحَافًا۔ مصدر (اِفْعَالٌ) کے وزن پر۔ لپٹنا۔ اصرار کرنا۔ یہ لِحَافٌ سے ماخوذ ہے لحاف اس کپڑے کو کہتے ہیں جس سے ڈھانپا جائے۔

اِلْحَافًا۔ مصدر ہے بمعنی اسم فاعل ہو کر لَا یَسْئَلُوْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یعنی لپٹتے ہوئے لوگوں سے نہیں مانگتے۔

= اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ...... اِلْحَافًا۔ یہ پانچ وصف فقراء کے بیان ہوئے ہیں اسمیں (۱) اُحْصِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ بطور صفت ہے۔

(۲) لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ۔ (۳) یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ

(۴) تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمٰھُمْ (۵) لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا بطور حال ہیں۔

= وَمَا تُنْفِقُوْا میں مَا موصولہ ہے اور تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ اس کا صلہ (اور جو مال تم (راہ خدا میں) خرچ کرو گے۔

= فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ۔ میں فَ بوجہ بمعنی شرط جو جملہ سابقہ میں پائی جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس سے بخوبی واقف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مال جو (راہ خدا میں) خرچ ہوا۔

فَائِدَہ۔ اس آیت میں جس گروہ کا ذکر ہے۔ صاحب تفہیم القرآن نے یوں فرمایا ہے۔

اس گروہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو خدا کے دین کی خدمت میں اپنے آپ کو ہمہ تن وقف کر دیتے ہیں۔ اور سارا وقت دینی خدمات میں صرف کر دینے کی وجہ سے اس قابل نہیں رہتے کہ اپنی معاش پیدا کرنے کے لئے کوئی جدوجہد کر سکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس قسم کے رضا کاروں کا ایک مستقل گروہ تھا جو تاریخ میں اصحاب صفہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ تین چار

سو آدمی تھے۔ جو اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینے آگئے تھے۔ ہمہ وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ حضورؐ جس مہم پر چاہتے انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینہ سے باہر کوئی کام نہ ہوتا تو اس وقت یہ مدینہ ہی میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگانِ خدا کو بھی اس کی تعلیم دیتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ پورا وقت دینے والے کارکن تھے اور اپنی ضروریات فراہم کرنے کے لئے اپنے ذاتی وسائل نہ رکھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں کو توجہ دلائی کہ خاص طور پر ان کی مدد کرنا انفاق فی سبیل اللہ کا بہترین مصرف ہے۔

۲: ۲۷۴ = اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔ اَلَّذِيْنَ ۔ اسم موصول جمع مذکر۔ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً ۔ صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔ فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ ...... وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ خبر۔ فَ اس لئے کہ مبتدا میں بوئے شرط تھی۔

اَلَّيْلِ وَالنَّهَارِ اسم ظرف زمان بمعنی لَيْلًا وَنَهَارًا رات ہو یا دن۔ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً خفیہ طور پر یا علانیہ طور پر چاروں حال ہیں

= وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ای اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ ۔ لَا يَحْزَنُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنٌ (باب سَمِعَ) مصدر۔ نہ وہ غمگین ہوں گے۔

= اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا ۔ مبتدا۔ لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ ...... مِنَ الْمَسِّ ۔ خبر كَمَا ۔ کاف موضع نصب میں ہے اور مصدر محذوف کی صفت ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی:

لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا قِيَامًا مِّثْلَ قِيَامِ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ

= الرِّبٰوا ۔ سود۔ بیاج۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بآ کے بعد واؤ اور واؤ کے بعد الف سے مرقوم ہے ماسوائے سورۃ الروم آیۃ (۳۰: ۳۹) کے جہاں باء کے بعد الف سے مرقوم ہے۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں: "راس المال پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن شرع میں وہ اس زیادتی کے ساتھ مخصوص ہے جو ایک خاص ہی طریقہ پر ہو اور دوسری طرح نہ ہو"۔

تفسیر ماجدی میں ہے "۔ اہل عرب اس لفظ کو اُس زائد رقم کے لئے استعمال کرتے تھے جو قرضخواہ اپنے قرضدار سے مہلت کے معاوضہ میں وصول کرتا تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ سُود ہے اور سود کا مفہوم ہر شخص جانتا ہے"

علامہ عبداللہ یوسف علی رقمطراز ہیں: میرے نزدیک ربا کی تعریف میں ہر قسم کی (ناجائز) منافع خوری شامل ہے لیکن وہ مالی منافع جو موجودہ دور میں اقتصادیات اور بنکاری سے حاصل ہوتا ہے علامہ موصوف نے اس اختلافِ رائے کے متعلق کسی اور موقعہ پر تفصیلاً بیان کرنے کے لئے لکھا تھا

لیکن مجھے اس موضوع پر ان کی کوئی تحریر نہیں ملی

لغات القرآن جلد سوم میں مولانا عبدالرشید نعمانی رح لکھتے ہیں :۔

"حضرت الاستاذ مدظلہم (یعنی حضرت مولانا العلامہ محمود حسن صاحب ٹونکی نے ربو کے متعلق ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس میں ربا کی حقیقتِ شرعیہ کے سمجھنے میں عوام تو عوام خواص کو بھی غلط فہمیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ اس رسالہ کا بغور مطالعہ ان تمام غلط فہمیوں کے ازالہ کا ضامن ہے۔

سود :۔ علامہ ابو الاعلیٰ مودودی صاحب نے اس موضوع پر ایک مفصل کتاب لکھی ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

= لَا يَقُوْمُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب قِيَامٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ نہیں اٹھیں گے۔ وہ نہیں کھڑے ہوں گے ای لَا يَقُوْمُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ یعنی قیامت کے دن وہ قبروں سے نہیں اٹھیں گے (مگر اس شخص کی طرح جسے شیطان نے پاگل بنادیا ہو)

= كَمَا ۔ کاف ۔ حرف تشبیہ اور مَا موصولہ سے مرکب ہے ۔ جملہ يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ صلہ ہے۔

= يَتَخَبَّطُهُ ۔ يَتَخَبَّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَخَبُّطٌ ۔ (تفعّل) مصدر ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو پاگل بنا دیتا ہے ۔ مخبوط الحواس بنا دیتا ہے کہ اٹھنے کا ارادہ کرے گر پڑے پھر اٹھے گر پڑے ۔ اَلْمَسِّ ۔ مصدر ۔ جن کی جھپٹ ۔ ذرا چھو جانا ۔ جنون ۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں ۔ شیطان سے مراد جنّ ہے خَبْط کا معنی ہے سخت ضرب جس کے ساتھ بگاڑ بھی ہو ۔ قاموس میں ہے ۔ خَبَطَ الشَّيْطَانُ فُلَانًا ۔ یا تَخَبَّطَ الشَّيْطَانُ فُلَانًا ۔ فلاں شخص کو جن نے چھو کر دکھ پہنچایا ۔ اَلْمَسُّ سے مراد ہے جنون یا چھو جانا مِنَ الْمَسِّ کا تعلق ہے يَقُوْمُ سے یا يَتَخَبَّطُ سے ۔ مطلب اس طرح ہوگا کہ سود خوار قبروں سے اس طرح ہی اٹھیں گے جیسے جن کے جھپٹے میں آیا ہوا آدمی جنون زدہ ہو کر اٹھتا ہے اور شیطان اس کی عقل خراب کر دیتا ہے ۔

= ذٰلِكَ ۔ کا اشارہ یا اَكْلَ الرِّبٰو کی طرف ہے یا اس کے نتیجے میں جو عذاب نازل ہوتا ہے اس کی طرف ہے ۔ روح المعانی میں ہے اشارۃ الی الاکل او الی نزل بہم من العذاب

= بِاَنَّهُمْ ۔ میں با سببیہ ہے ۔ بایں سبب ۔ اس لئے ۔

ذٰلِكَ مبتدا ہے ۔ اور بِاَنَّهُمْ ..... مِثْلُ الرِّبٰوا ۔ اس کی خبر ۔

ترجمہ :۔ یہ (عذاب) اس لئے ہے کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی ہے جیسے سود (لینا)

= وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ جملہ حالیہ ہے ترجمہ: حالانکہ اللہ نے سودے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔ اَحَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے حلال کیا۔ حَرَّمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحْرِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر جس کے معنی حرام کر دینے اور سختی سے روک دینے کے ہیں۔ (اس نے حرام کر دیا۔ اس نے منع کر دیا)

یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ روح المعانی میں آیا ہے (جملۃ مستانفۃ من اللہ تعالیٰ ردّا علیہم ......) اور منکرین کے قول اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا۔ کی تردید میں آیا ہے کہ تمہارا یہ کہنا باطل ہے۔ بیع کو (بوجوہ) اللہ نے حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کر دیا ہے۔

= فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَانْتَهٰى۔ مَنْ شرطیہ ہے جَآءَهٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔ مَوْعِظَةٌ اسم مصدر فاعل فعل جَاءَ۔ کا۔ وعظ، نصیحت۔ مِنْ رَّبِّهٖ متعلق جَآءَ کے۔ فَانْتَهٰى اِنْتَهٰى۔ واحد مذکر غائب۔ اِنْتِهَآءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ رُک گیا۔ وہ باز آگیا۔ اس نے چھوڑ دیا فَ عاطفہ اِنْتَهٰى کا عطف جَآءَهٗ پر ہے۔ ہر دو جملہ شرط ہیں۔ اور فَلَهٗ مَا سَلَفَ ط اف جواب شرط کے لئے اور مَا موصولہ جواب شرط۔ مَا سَلَفَ جو گذر چکا۔ سَلَفَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ سَلَفَ (باب نَصَرَ) مصدر جس کے معنی گزرنے اور ہو چکنے کے ہیں۔

= وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ یہ جملہ بھی معطوفہ ہے۔ اور اس کا عطف جملہ فَلَهٗ مَا سَلَفَ پر ہے۔ اور اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔

= وَمَنْ عَادَ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے عَادَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے عَادَ ماضی واحد مذکر غائب جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں عَادَ اصل عَوَدَ تھا واؤ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتح واؤ پر ثقیل تھا۔ اس لئے واؤ کو الف سے بدلا عَادَ ہو گیا۔ مطلب اور جو کوئی پھر کرے۔ یہاں عود سے مراد سود کو پھر حلال سمجھنا ہے۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جواب شرط ہے۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے اُولٰٓئِكَ کا اشارہ مَنْ عَادَ کی طرف ہے۔ جمع کا صیغہ باعتبار معنی کے ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب النار کی طرف راجع ہے۔

۲:۲۷۶ = يَمْحَقُ مضارع واحد مذکر غائب مَحْقٌ (باب فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ مَحْقٌ مٹانا۔ گھٹانا۔ کسی چیز کی برکت زائل کر دینا۔ بے برکت بنانا۔

= يُرْبِي مضارع واحد مذکر غائب۔ اِرْبَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ رَبْوٌ، رَبْوَةٌ، رَبَاءٌ۔ بڑھانا۔ بڑھنا۔

بلندی۔ وہ بڑھاتا ہے۔
= الصَّدَقٰتِ ۔ زکوتیں ۔خیراتیں۔
= كَفَّارٍ اَثِيْمٍ موصوف وصفت ۔ كَفَّارٌ۔ كَافِرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ناشکرا۔
اَثِيْمٌ۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ (اٰثِمٌ) گنہگار۔ اَثِمَ يَاْثَمُ (باب سَمِعَ) اِثْمٌ وَاَثَامٌ و
اَثِمٌ۔ مصدر۔ بمعنی گناہ کا ارتکاب کرنا۔ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ۔ ہر گنہگار، ناشکرا۔
۲: ۲۷۷ = اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اسم۔
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ اسی طرح وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ
معطوف ہیں اور ان کا عطف بھی جملہ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔
لَهُمْ اَجْرُهُمْ .... يَحْزَنُوْنَ ۔ اپنے اسم کی خبر ہے۔
= لَا يَحْزَنُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ حُزْنٌ (باب سمع) مصدر نہ وہ غمگین ہوں گے
۲: ۲۷۸ ۔ اس آیت میں جملہ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ، شرطیہ ہے اور جملہ جزائیہ مقدم لایا گیا ہے
= اِتَّقُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرو، تم بچو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اِتِّقَاءٌ۔ مصدر اللّٰهَ
مفعول۔ اللہ سے ڈرو۔
= ذَرُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ (باب سمع وفتح) مصدر تم چھوڑ دو، اس مادہ سے اس معنی
میں صرف مضارع اور اس کے مشتقات ہی مستعمل ہیں۔
= مَا بَقِيَ ۔ موصول وصلہ مل کر ذَرُوْا کا مفعول۔ مِنَ الرِّبٰوا متعلق مَا بَقِيَ ۔ اے ایمان والو اللہ سے
ڈرو اور جو کچھ سود لینا باقی رہ گیا ہے اس کو چھوڑ دو۔ اگر تم سچے مؤمن ہو۔
۲: ۲۷۹ = فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا جملہ شرطیہ فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ جواب شرط۔
= فَاْذَنُوْا ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اِئْذَنُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِذْنٌ وَاَذَنٌ (باب
سَمِعَ) مصدر۔ بِالشَّئِ ۔ جاننا۔ خبردار ہونا۔ ترجمہ۔ تو خبردار ہو جاؤ خدا اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے
فَاَيْقِنُوْا ۔ یقین کر لو
= وَاِنْ تُبْتُمْ ۔ جملہ شرطیہ ۔ اور اگر تم توبہ کر لو گے یعنی قابل اعتراض باتوں سے باز رہو گے فَلَكُمْ
رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ جواب شرط ۔ تو اصل زر کے تم حق دار ہو ۔ تو تم کو تمہاری اصل زر ہی مل سکتی ہے لا
غیر ۔ اس سے زیادہ نہیں۔
= لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ (اصل سے زیادہ لے کر) تم کسی (قرض دار) پر ظلم کرو گے۔ اور نہ
(اصل کی ادائیگی میں کمی کر کے یا ٹال مٹول سے کام لے کر) تم پر ظلم کیا جائیگا۔

۲ : ۲۸۰ == وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ ۔ اِنْ شرطیہ كَانَ فعل ناقص۔ الذی عَلَيْهِ الْحَقُّ مِنْ دَيْنِهٖ (جس کے ذمہ قرض ہو) كَانَ کا اسم (محذوف) ذُوْعُسْرَةٍ (تنگ دست، مفلس) مضاف مضاف الیہ ۔ كَانَ کی خبر۔ اور اگر قرضدار تنگ دست ہو۔ یہ تمام جملہ شرط ہے۔

== فَنَظِرَةٌ ۔ ف شرط کے جواب کے لئے ہے نَظِرَةٌ مصدر۔ مہلت دینا۔ انتظار۔ مبتدا۔ جس کی خبر محذوف ہے ای فعلیکم نظرۃ ۔ توتم پر اس کی فراخی تک مہلت دینا واجب ہے ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۔ فراخی تک ۔ مَيْسَرَةٌ ضد ہے عُسْرَةٌ کی آسانی ۔ فراخ حالی۔ دولت مندی۔

== وَاَنْ تَصَدَّقُوْا ۔ واؤ عاطفہ اَنْ مصدریہ تَصَدَّقُوْا مضارع جمع مذکر حاضر، تم خیرات کرو۔ تم صدقہ دو۔ تم بخش دو۔ یعنی اگر تم زرِ قرضہ بخش ہی دو۔ تَصَدُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تَصَدَّقُوْا اصل میں تَصَدَّقُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

== اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے ۔ جملہ محذوف ہوگا۔ ان كنتم تعلمون انه خير لكم عملتموه ۔ اگر تم جانتے ہوتے کہ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو تم ایسا ہی کرتے۔

۲ : ۲۸۱ == يَوْمًا ۔ مفعول فیہ۔

== تُوَفّٰى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ پورا دیا جائیگا تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی پورا پورا دینے کے ہیں۔

== مَا كَسَبَتْ ۔ مَا موصولہ، كَسَبَتْ واحد مؤنث غائب كَسْبٌ (باب ضَرَبَ) سے مصدر۔ جو اس نے کمایا۔ اس کا پورا پورا بدلہ اسے دیا جائے گا۔

== وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے كُلُّ نَفْسٍ سے ۔ اور صیغہ جمع باعتبار معنی آیا ہے ۔

۲ : ۲۸۲ == تَدَايَنْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ایک دوسرے کو قرض دیا۔ تم نے ایک دوسرے کو ادھار دیا۔ تَدَايُنٌ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی ایک دوسرے سے قرض کا لین دین کرنے کے ہیں۔ دَيْنٌ ۔ بمعنی قرض ۔ دَيْنٍ مفعول بہ (مجرور بوجہ حرف ب کے) تَدَايَنْتُمْ ۔ بِدَيْنٍ ۔ تم آپس میں دین یا ادھار کا معاملہ کرو۔

== اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اَجَلٌ کے معنی کسی چیز کی مدت مقررہ کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ (۲۸ : ۲۸) ان دو متعینہ مدتوں میں سے جونسی مدت میں پوری کردوں ۔

موت کو بھی اجل کہا گیا ہے کہ اس کا وقت بھی معین اور مقرر ہے ۔ اَجَلٌ کے معنی وجہ کے بھی ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (۵ : ۳۲) اس (قتل) کی

وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم نازل کیا۔

مُسَمًّی۔ اسم مفعول، واحد مذکر تَسْمِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کا نام لیا گیا ہو، جس کا نام رکھا گیا ہو۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ مقررہ یا متعین مدت کے لئے جس کی مدت نامزد کی گئی ہو۔ مطلب یہ کہ اس معاملہ یا سودے کی مدت بالکل صاف اور متعین ہونا چاہئے۔ گول اور مجمل نہ رہے۔ جاڑوں کے زمانہ میں" برسات کے موسم میں اور بیع کی فصل میں" ان مبہم مدتوں کی بجائے تعین وصراحت ہونا چاہئے کہ فلاں سنہ کے فلاں مہینہ کی فلاں تاریخ ....

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یَا حرف ندا۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر منادیٰ۔ اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی جملہ شرطیہ ہے فَاکْتُبُوْہُ جواب شرط۔

= فَاکْتُبُوْہُ: فَ جواب شرط کے لئے ہے اُکْتُبُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم لکھ لو۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع دَیْن ہے۔ جس کا آپس میں لین دین زیر بحث ہے۔ ای الدین الذی تدا ینتم بہٖ۔

= وَلْیَکْتُبْ واؤ عاطفہ لِیَکْتُبْ فعل امر واحد مذکر غائب۔ کِتَابَۃٌ (باب نصر) چاہئے کہ لکھے بَیْنَکُمْ۔ ای بین الدائن والمدیون۔ بین الطالب والمطلوب۔ کَاتِبٌ۔ لِیَکْتُبْ کا فاعل۔ بِالْعَدْلِ۔ اَیْ بِالْحَقِّ۔ اور کاتب کو چاہئے کہ دائن اور مدیون کے درمیان (دین کے متعلق) ٹھیک ٹھاک انصاف سے لکھے۔ فعل یَکْتُبْ کا مفعول محذوف ہے ای الدین اوامرالمتدائنین (طرفین کا لین دین)

= وَلَا یَاْبَ واؤ عاطفہ۔ لَا یَاْبَ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر اصل میں یَاْبٰی تھا۔ نہی میں یار کو ساقط کر دیا۔ نہ انکار کرے۔ اب ی مادہ۔

= اَنْ یَّکْتُبَ میں اَنْ مصدریہ ہے

= کَمَا۔ کَ اور مَا سے مرکب ہے۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ یعنی جیسا۔ جیسے جس طرح۔ اور ما موصولہ ہے۔ فَلْیَکْتُبْ فَ عطف کا ہے لِیَکْتُبْ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای امر المتداینین اوامرالدین بین الطرفین۔ باہمی لین دین کرنیوالوں کا معاہدہ بابت دین۔ ترجمہ:۔ اور لکھنے والا جیسا کہ خدا نے اُسے سکھایا ہے۔ لکھنے سے انکار نہ کرے اور دستاویز لکھ دے۔

= لِیُمْلِلِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب چاہئے کہ وہ لکھوائے۔ اِمْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اَمَلَّ یُمِلُّ اِمْلَالٌ۔ مضمون کو بول کر لکھوانا۔ بعض صورتوں میں دوسرے لام کو یا سے بدل

دیتے ہیں۔ (اس کو علم صرف میں ابدال سماعی کہتے ہیں) مثلاً اَمْلَلْتُ سے اَمْلَيْتُ میں نے بول کر لکھوایا۔ اور اِمْلَالٌ سے اِمْلَاءٌ (یہاں ہمزہ قائمقام یٰ کے ہے) بول کر لکھوانا

= الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ۔ ای المدیون۔ مقروض۔ جو زیر بار ہے۔ جس کے ذمہ حق (قرض) ہے

= وَلْیَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ۔ واؤ عاطفہ۔ لِیَتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر یَتَّقِ اصل میں یَتَّقِیْ تھا۔ لام کے عمل سے یٰ ساقط ہو گئی۔ چاہئے کہ وہ ڈرے۔ اللّٰهَ مفعول رَبَّهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اللہ کی صفت۔

ترجمہ: اور مضمون وہ لکھوائے کہ جس پر مطالبہ ہو اور وہ (لکھوانے والا یا کاتب) اللہ سے ڈرے جو اس کا رب ہے۔

= وَلَا یَبْخَسْ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا یَبْخَسْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ بَخْسٌ (باب فتح) مصدر۔ اور وہ کم نہ کرے۔ (اور وہ اس میں کوئی کسر نہ رکھے) یعنی لکھوانے والا یا کاتب کم نہ لکھے۔ یا لکھوائے۔

= اِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا۔ اِنْ شرطیہ۔ کَانَ فعل ناقص اَلَّذِیْ اسم موصول عَلَیْهِ الْحَقُّ۔ صلہ۔ صلہ موصول مل کر اسم کَانَ۔ (جس پر حق واجب ہے یعنی مدیون) سَفِیْهًا خبر کَانَ اَوْ ضَعِیْفًا خبر ثانی۔ اور اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ۔ خبر سوم۔ لَا یَسْتَطِیْعُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَنْ مصدریہ۔ یُمِلَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کہ وہ لکھوائے۔ یعنی اگر مدیون اس قابل نہ ہو کہ وہ خود مضمون دستاویز لکھوا سکے۔ یہ سارا جملہ شرط ہے

= فَلْیُمْلِلْ وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ جواب شرط۔ تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ (یعنی بے کم و کاست) لکھوائے سَفِیْهًا۔ بے وقوف، بے عقل۔ سَفَهٌ وَسَفَاهَةٌ (باب کرم) بے وقوف ہونا۔ جاہل ہونا۔ بوزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ عاجز۔ احمق۔ (ابن زید) جاہل (مجاہد) مبذر المال، فضول خرچ (الشافعی)

ضَعِیْفًا۔ ضعیف۔ سست۔ کمزور۔ ضُعْفٌ (باب سَمِعَ) مصدر بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ضعیف العقل۔ ضعیف الرائے۔ ضعیف یہاں ایک جامع لفظ ہے۔ نابالغ اور پیر فرتوت سب اس میں آجاتے ہیں۔

= اِسْتَشْهِدُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم گواہ لاؤ۔ تم گواہ بناؤ۔ تم گواہ کرو۔ اِسْتِشْهَادٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی گواہ بنانے کے ہیں اور گواہی طلب کرنے کے ہیں شَهِدَ عَلٰی (باب سَمِعَ) کسی چیز کی گواہی دینا۔ کسی کے خلاف شہادت دینا۔ شَاهِدٌ۔ آنکھ سے مشاہدہ کرنے والا۔ سچا گواہ۔

= مِنْ رِّجَالِكُمْ ۔ اپنے لوگوں میں سے ۔ صفت ہے شَهِيْدَيْنِ کی ۔
= مِمَّنْ تَرْضَوْنَ ۔ صفت ہے رَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ کی اور مِنَ الشُّهَدَآءِ بدل ہے مِنْ سے جو مِمَّنْ میں ہے ۔ (اُن میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں سے
تَرْضَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم پسند کرتے ہو، تم راضی ہو ۔ رِضًی (باب سَمِعَ) سے مصدر
= اَنْ تَضِلَّ ۔ اَنْ مصدریہ ناصب فعل ہے ۔ اور یہ مفعول لہٗ ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے
لِاَنْ تَضِلَّ فَتُذَكِّرَ ۔ کیوں اگر ان دونوں میں سے ایک، بھول جائے گی تو (دونوں میں سے دوسری اس کو) یاد دلا دیگی ۔ یعنی دو عورتوں کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ اگر ان میں سے کوئی بات بھول جائے تو دوسری اس کو یاد کرا دے ۔
تَضِلَّ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ وہ (عورت) بہک جائے، بھول جائے ۔ بھٹک جائے
= تُذَكِّرَ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَذْكِيْرٌ (تفعیل) سے مصدر ۔ وہ (عورت) یاد دلائے تُذَكِّرَ ۔ منصوب ہے اس کا عطف تَضِلَّ پر ہے ۔
= اِحْدٰىهُمَا ۔ ان دونوں میں سے ایک ۔ اِحْدٰى مضاف ۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب ۔ مضاف الیہ ۔ فاعل ہے اور اَلْاُخْرٰى ۔ دوسری ۔ پچھلی ۔ مفعول ہے تُذَكِّرَ کا ۔
= لَا يَاْبَ ۔ نفی واحد مذکر غائب ۔ اِبَاءٌ (باب فتح) مصدر ۔ اصل میں يَاْبٰى تھا ۔ نہی میں ی کو ساقط کر دیا ۔ نہ انکار کرے ۔
= اِذَا مَا ۔ جب کبھی ۔ جبہ ۔ جونہی کہ ۔
= دُعُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ۔ دُعَاءٌ (باب نَصَرَ) مصدر، وہ بلائے گئے ۔ وہ بلائے جائیں وہ پکارے گئے ۔ وہ پکارے جائیں ۔
= لَا تَسْئَمُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم کاہلی نہ کرو ۔ تم مت اکتاؤ ۔ سَاٰمَةٌ (باب فتح) ملول ہونا اکتانا ۔ اَلسَّاٰمَةُ (س ء م) کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہو جانے کے ہیں ۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ تک کرنے) اور اِنْفِعَالًا (کسی چیز سے زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے ۔
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے ۔ وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ (۴۱: ۳۸) اور وہ کبھی تھکتے ہی نہیں ۔ نیز اور جگہ فرمایا ۔ لَا يَسْئَمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ (۴۱: ۴۹) انسان بھلائی کی دعائیں کرتا کرتا تھکتا ہی نہیں ۔ ایک شاعر نے کہا ہے ؎
سَئِمْتُ تَكَالِيْفَ الْحَيٰوةِ وَمَنْ يَّعِشْ ــ ثَمَانِيْنَ حَوْلًا لَا اَبَا لَكَ يَسْئَمْ

میں زندگی کی خوشگواریوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی کو پہنچ جاے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے
= اَنْ تَكْتُبُوْهُ ۔ اَنْ مصدریہ ۔ تَكْتُبُوْا ۔ مضارع جمع مذکر حاضر کِتَابَةٌ (باب نصر) سے مصدر بمعنی لکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول بہ واحد مذکر غائب جس کا مرجع الدَّيْن یا الحق یا الکتاب ہے۔
تَكْتُبُوْا اصل میں تَكْتُبُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے حذف ہو گیا ہے اَنْ تَكْتُبُوْهُ بتاویل مصدر لَا تَسْئَمُوْا کا مفعول ہے۔
= صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا (خواہ وہ معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا۔ دونوں تَكْتُبُوْهُ کی ضمیر ہٗ سے حال ہیں
= اِلٰى اَجَلِهٖ ۔ لکھو وقتِ ادا کے تعین کے ساتھ (جو فریقین کے مابین طے پایا ہو) یہ بھی تَكْتُبُوْهُ کی ہٗ سے حال ہے۔
= ذٰلِكُمْ ۔ ذٰلِكَ ۔ اسم اشارہ كُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے۔ یہ ۔ یہی ۔ اس سے معاہدہ کی کتابت ۔ گواہان کا تقرر ۔ یا سب کچھ جو اوپر مذکور ہوا ۔ مراد ہے ۔
= اَقْسَطُ ۔ قَسَطَ يَقْسِطُ (باب ضرب) قَسْطٌ مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ انصاف کرنے والا ۔ قَسْطٌ ۔ اضداد میں سے ہے ۔ اس کے معنی ظلم کرنے کے بھی آتے ہیں اور انصاف کرنے کے بھی ۔ یہاں اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ کے معنی اللہ کے حکم میں زیادہ انصاف والے ہوں گے قَسَطَ يَقْسِطُ فَهُوَ قَاسِطٌ ۔ بمعنی ظلم کرنا۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۱۵:۷۲) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ لیکن جب اَقْسَطَ يُقْسِطُ فهو مُقْسِطٌ (افعال) سے آئے ۔ تو اس کے معنی ہوں گے اس نے انصاف کیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۔ (۹:۴۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے
= اَقْوَمُ ۔ بہت درست رکھنے والا ۔ زیادہ درست ، زیادہ سیدھا ۔ قِيَامٌ مصدر باب نصر بمعنی راست ہونا ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔
= اَدْنٰى ۔ نزدیک تر ۔ کم تر ۔ رذیل تر ۔ اَقْصٰى (زیادہ دور) کے مقابل آئے تو اَدْنٰى کے معنی نزدیک تر ہوں گے ۔ اکثر (زیادہ) کے مقابل آئے تو بمعنی کمتر ۔ جیسے وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ (۵۸: ۷) اور نہ اس سے کم نہ زیادہ ۔ اَكْبَرُ (زیادہ بڑا کے مقابل آئے تو بمعنی اَصْغَرُ (بہت چھوٹا) جیسے وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ (۳۲:۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا چھوٹے (کمتر) عذاب کا بھی مزہ چکھائیں گے ۔ اور خیر کے مقابل رذیل تر کے معنی میں جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ (۲:۶۱) تو اس (موسیٰ علیہ السلام) نے کہا کہ بھلا بہتر چیز چھوڑ کر ان کے بدلے ناقص (رذیل تر) چیزیں کیوں لیتے ہو۔

یہ دَانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔

= اَلَّا تَرْتَابُوْا ۔ اَلَّا اصل میں اَنْ لَا تھا (اَنْ مصدریہ لَا نافیہ) نون کا لام میں ادغام کر دیا گیا۔
لَا تَرْتَابُوْا ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ تم شک میں نہ پڑو۔ تم شبہ میں نہ پڑو۔ اِرْتِیَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس کے معنی شک کرنا اور دوسرے کو متہم سمجھنا ہے۔ کہ تم شبہ میں نہ پڑو۔

اَدْنٰی اَلَّا تَرْتَابُوْا ۔ یہ دفع شبہ کے لئے سہل ترین یا قریب ترین (طریقہ) ہے ای اقرب الی انتفاء ریبکم وشککم۔ یعنی اس طرح تم قرض کی رقم اس کی شہادت اس کی میعاد کے متعلق کسی قسم کے شک و شبہ سے بچے رہو گے۔

= اِلَّا ۔ استثناء منقطع۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاكْتُبُوْهُ مستثنیٰ منہ اور اِلَّا حرف استثناء اور اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ مستثنیٰ ان کے درمیان کا کلام جملہ معترضہ ہے۔

= اَنْ تَكُوْنَ ۔ اَنْ مصدریہ تَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ اَنْ تَكُوْنَ میں ضمیر اسم ہے ای المعاملۃ۔ (ای الا ان تکون المعاملۃ تجارۃ حَاضِرَةً ۔ مگر جبکہ معاملہ دست بدست تجارت کا ہو) تِجَارَةً حَاضِرَةً ۔ موصوف و صفت مل کر خبر تَكُوْنَ کی۔ (اور بدیں وجہ منصوب ہے) تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ صفت ثانی ہے تِجَارَةً کی۔ اور صفت اول حَاضِرَةً ہے

= تُدِیْرُوْنَهَا ۔ تُدِیْرُوْنَ ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھراتے ہو۔ اِدَارَةٌ (باب افعال) مصدر بمعنی گھمانا چکر دینا۔ پھرانا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کو تم آپس میں پھیرتے پھراتے ہو۔ مراد یہاں ہاتھوں ہاتھ لین دین ہے۔

= جُنَاحٌ ۔ گناہ۔ مضائقہ۔ حرج۔ جُنَاحٌ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے مائل کر دے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ اور پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔

= اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۔ اَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے۔ لَا تَكْتُبُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع تِجَارَةً ہے (مراد معاہدہ تجارت ہے) مطلب یہ کہ اگر تجارت حاضرہ ہے۔ دست بدست لین دین اور نقد بنقد ہے تو اس صورت میں معاہدہ تجارت نہ لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

= وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۔ اور جب آپس میں خرید و فروخت کرتے ہو تو گواہ بنا لیا کرو۔ جمہور کے نزدیک یہ امر استحبابی ہے یعنی بہتر ہے کہ گواہ بنا لیا کرو۔ گواہ بنانے اور اس میں رعایت کا ذکر اوپر

بیان ہو چکا۔ یہ عام خرید و فروخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔ فروخت نقد قیمت پر ہو یا ادھار
اَشْهِدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِشْهَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گواہ کر لیا کرو، گواہ کر لو۔
= تَبَايَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَبَايُعٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر جس کے معنی باہمی خرید و فروخت کرنے کے ہیں۔ تَبَايَعْتُمْ۔ باہمی خرید و فروخت کرو۔
= لَا يُضَآرَّ۔ فعل نہی مجہول واحد مذکر غائب۔ ضِرَارٌ و مُضَارَّةٌ (مفاعلۃ) تکلیف نہ دی جائے دکھ نہ پہنچایا جائے۔ ضرر مادہ۔
= شَهِيْدٌ۔ شاہد۔ گواہ۔ کسی چیز کے مشاہدہ کرنے والے کو بھی شہید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے شہید وہ ذات ہے جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور شرع میں شہید وہ شخص ہے جو اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔
= وَاِنْ تَفْعَلُوْا جملہ شرطیہ ہے۔ ای وَاِنْ تفعلوا الضرار او ما نھیتم عَنْہ اگر تم کاتب یا گواہ کو تکلیف پہنچاؤ گے یا جس بات سے تمہیں منع کیا گیا ہے اسے کرو گے۔
= فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہٗ ای ذٰلک الفعل۔ فُسُوْقٌ۔ (باب نصر) مصدر نافرمانی کرنا۔ گناہ کرنا۔ جواب شرط۔ تو یہ فعل تمہارے لئے گناہ کی بات ہے۔
= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بابت ان امور کے جن کے کرنے کا اس نے حکم دیا ہے اور جن سے اس نے منع کیا ہے۔ ای فیما امرکم بہ و نھاکم عنہ۔
= وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ۔ اور اللہ تمہیں وہ احکام بتاتا ہے جن میں تمہاری بھلائی ہے۔
= وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ اور اللہ ہر چیز سے بخوبی واقف ہے۔
صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں۔
"لفظ اللہ کو تین بار تین جملوں میں ذکر کیا۔ کیونکہ ہر جملہ اپنا خاص مقصد رکھتا ہے۔ پہلے جملہ میں ترغیب تقویٰ ہے۔ دوسرے جملہ میں وعدۂ انعام ہے اور تیسرے جملہ میں اللہ کی عظمت شان کا اظہار ہے"

۲: ۲۸۳ = وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا۔ اِنْ شرطیہ ہے اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ۔ جملہ شرط ہے۔ واؤ عاطفہ اور جملہ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا معطوف ہے جس کا عطف فعل شرط پر ہے (اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے)
= فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول مالم یسم فاعلہ فعل محذوف کا ای فَلْيُؤْخَذْ رِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (تو گروی کے طور پر کوئی چیز قبضہ میں لی جائے یعنی قرض لینے والا قرض دینے والے کو کوئی چیز بطور رہن دیوے) یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا - جملہ شرط ہے اَمِنَ ماضی. واحد مذکر غائب اَمْنٌ اَمَانَةٌ۔ اَمَانٌ۔ مصدر ہیں اور ان سب کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے۔ قرآن مجید میں ہے وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (۸ : ۲۷) یعنی وہ چیزیں جن پر تم امین مقرر کئے گئے ہو ان میں خیانت نہ کرو۔

اَمِنَ يَأْمَنُ (باب سَمِعَ) اَمْنٌ و اَمَانَةٌ کسی کو امین بنانا (امانت دار بنانا) کسی پر اعتبار کرنا

ترجمہ:۔ اگر تم میں سے کوئی کسی دوسرے کو امانت دار بنائے یعنی اس کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھے۔

= فَلْيُؤَدِّ الَّذِیْ - فَ جواب شرط کے لئے۔ لِيُؤَدِّ فعل امر واحد مذکر غائب تَاْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پس چاہئے کہ وہ ادا کرے۔ اَدٰى يَاْدِیْ (باب ضرب) اُدِیٌّ اور اَدّٰى يُؤَدِّیْ تَاْدِيَةً (تفعیل) ادا کرنا۔ ا د ی مادہ

= اؤْتُمِنَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِئْتِمَانٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر جس پر اعتبار کیا گیا ہو۔ جس کو امانت دار بنایا گیا ہو۔ جس کو امین بنایا گیا ہو۔ اَمَانَتَهٗ جو چیز اس کی امانت میں رکھی گئی ہو

فَلْيُؤَدِّ الَّذِی اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ ۔ جواب شرط

= وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ - وَاوْ عاطفہ لِيَتَّقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ لَامْ لام امر۔ يَتَّقِ اصل میں يَتَّقِیْ تھا۔ بوجہ لام امر یٰ کو ساقط کر دیا گیا اِتِّقَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) و ق ی مادہ۔ اور چاہئے کہ وہ ڈرتا رہے اللہ سے جو اس کا رب ہے۔

= لَا تَكْتُمُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ كَتْمٌ و كِتْمَانٌ مصدر (باب نصر) بمعنی چھپانا، پوشیدہ رکھنا۔ تم مت چھپاؤ۔

= وَمَنْ يَّكْتُمْهَا - مَنْ شرطیہ۔ يَكْتُمْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ كَتْمٌ (باب نصر) مصدر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الشَّهَادَةَ ہے اور جو شخص اسے چھپائیگا جملہ شرط ہے۔

= فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ - فَاِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے اٰثِمٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اِثْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ قَلْبُهٗ، مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ کے لئے ہے۔ اٰثِمٌ خبر مقدم اور قَلْبُهٗ مبتدا مؤخر ہے اور پورا جملہ اِنَّ کی خبر ہے۔ فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ۔ جملہ جواب شرط ہے ترجمہ:۔ اور جو شخص اس کو (یعنی شہادت کو) چھپاتا ہے تو اس کا دل یقیناً گنہگار ہے۔

۲: ۲۸۴ = لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ ۔ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ مبتدا مؤخر۔ لِلّٰہِ خبر مقدم۔ جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

= وَاِنۡ تُبۡدُوۡا مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ اَوۡ تُخۡفُوۡہُ ۔ اِنۡ شرطیہ تُبۡدُوۡا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اصل میں تُبۡدُوۡنَ تھا۔ نون عامل (حرف شرط) کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ اِبۡدَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر تم ظاہر کرو۔ مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ۔ اسم موصول وصلہ مل کر تُبۡدُوۡا کا مفعول۔ مراد اس سے انسان کی قلبی بیماریاں مثلاً۔ نفاق۔ دکھاوٹ۔ بیجا تعصب۔ دنیا کی محبت۔ غصہ۔ غرور۔ آرزو۔ حرص۔ ترک توکل۔ ترک صبر۔ حسد۔ کینہ وغیرہ۔ ہیں (تفسیر مظہری)

اَوۡ تُخۡفُوۡہُ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ہے سارا جملہ شرط ہے یُحَاسِبۡکُمۡ بِہِ اللّٰہُ جواب شرط۔

= یُحَاسِبۡکُمۡ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مُحَاسَبَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارا حساب لیگا۔ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لیگا۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ہے۔

= فَیَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۔ یَغۡفِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَغۡفِرَۃٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ بخش دے گا۔ یا بخش دیتا ہے۔

= لِمَنۡ یَّشَآءُ۔ یَشَآءُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَشِیۡئَۃٌ (باب فتح) مصدر۔ جسے وہ چاہتا ہے

= قَدِیۡرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قَدِیۡرٌ۔ اس کو کہتے ہیں جو حکمت کے مطابق جو کچھ چاہے کرے۔ اسی لئے اللہ کے سوا کسی مخلوق کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے (راغب)

۲: ۲۸۵ = اٰمَنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِیۡمَانٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ وہ ایمان لایا۔ ا م ن مادّہ

= اٰمَنَ الرَّسُوۡلُ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡہِ مِنۡ رَّبِّہٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ ...... وَرُسُلِہٖ

رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) ایمان لائے اس پر جو ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا۔ یعنی (قرآن مجید) اور مؤمنین (بھی ایمان لائے) یہ سب ایمان رکھتے ہیں اللہ پر ...... اور اس کے پیغمبروں پر

کُلٌّ اس میں مضاف الیہ محذوف ہے۔ تنوین اس کے عوض ہے۔ کُلٌّ ای کُلُّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمۡ ان میں سے ہر ایک۔ (یعنی المؤمنین میں سے ہر ایک۔ کل واحد من المؤمنین)

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب کے متعلق رقمطراز ہیں

کُلٌّ ان میں سے ہر ایک۔ مضاف الیہ محذوف ہے تنوین اس کے عوض ہے۔ بیضاوی نے لکھا ہے کہ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کا عطف یا الرَّسُوۡلُ پر ہے اس صورت میں وہ ضمیر مضاف الیہ جس کی جگہ تنوین لائی

گئی ہے الرَّسُوْل اور المُؤْمِنُوْنَ دونوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہوگی یا المؤمنون مبتدا ہے اس وقت ضمیر مضاف الیہ صرف المُؤْمِنُوْنَ کی طرف راجع ہوگی اور کُلٌّ اپنی خبر کے ساتھ مل کر المؤمنون کی خبر ہوگی اس صورت میں اٰمَنَ کا فاعل تنہا الرَّسُوْلُ ہوگا۔

عظمتِ شانِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے اٰمَنَ کی نسبت صرف الرَّسُوْلُ کی طرف کی گئی ہے۔ یا اس وجہ سے تنہا ایمان رسول کا ذکر کیا گیا ہے کہ رسول کا ایمان مشاہدہ اور معائنہ کے ساتھ تھا۔ اور دوسرے لوگوں کا ایمان نظری اور استدلالی تھا۔

بظاہر ط کا وقف المُؤْمِنُوْنَ کے فوراً بعد یہ بتا رہا ہے کہ المؤمنون کا عطف الرسول پر ہی ہے اور یہ اگلے جملہ کا مبتدا نہیں ہے۔

= كُتُبِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طرف سے (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اتاری ہوئی کتابیں صحیفے۔ ہدایتیں۔ نوشتے وغیرہ۔

= لَا نُفَرِّقُ۔ ای ویقولون لا نفرق ... الخ لَا نُفَرِّقُ مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم۔ تَفْرِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ فرق مادہ۔ ہم تفریق نہیں کرتے ہیں (کہ کسی پیغمبر کو سچا اور کسی کو جھوٹا کہیں بلکہ سب کو سچا کہتے ہیں)

= بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ۔ اَحَدٍ یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے اسی لئے اس پر بَيْنَ داخل ہوا ہے کیونکہ بَيْنَ ایسے اسم پر داخل ہوتا ہے جو کثرت پر دلالت کرتا ہو۔ ہم بَيْنَ قَوْمٍ کہیں گے بَيْنَ زَيْدٍ نہیں کہیں گے۔

= وَقَالُوْا۔ اس کا عطف اٰمَنَ پر ہے یعنی سب ایمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں ....

= سَمِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم سَمْعٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ ہم نے سنا۔ ہم نے سمجھا۔

= وَاَطَعْنَا۔ واؤ عاطفہ۔ اَطَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی۔ اِطَاعَةٌ (باب افعال) مصدر۔

= غُفْرَانَكَ رَبَّنَا۔ اس سے قبل نسئلك محذوف ہے ہم تجھ سے سوال کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے مانگتے مانگتے ہیں۔ غُفْرَانَكَ مضاف مضاف الیہ۔ غُفْرَانٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ تیری بخشش۔ اے ہمارے رب ہم تجھ سے تیری بخشش مانگتے ہیں

غُفْرَانَ بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَيْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ لوٹ کر آنا۔ حاضر ہونا۔ مائل ہونا۔ آیۃ ہذا میں بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور بطور مصدر ہی قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے اِنَّا نَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَاِلَیْنَا الْمَصِیْرُ (۵۰ : ۴۳) تحقیق ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے۔

بطور اسم ظرف مکان قرآن مجید میں ہے حَسْبُھُمْ جَھَنَّمُ یَصْلَوْنَھَا وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (۵۸-۸) اے پیغمبر ان کو دوزخ (ہی کی سزا) کافی ہے یہ اس میں داخل ہوں گے۔ سو وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اور وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ (۶۷ : ۶) اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے انکار کیا ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بُرا ٹھکانہ ہے۔

(۲ : ۲۸۶) لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا۔ جملہ مستانفہ ہے لَا یُکَلِّفُ. مضارع منفی واحد مذکر غائب تَکْلِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اللہ تکلیف نہیں دیتا نَفْسًا۔ اسم مفعول واحد مؤنث منصوب کسی جان کو۔ کسی شخص کو۔ اِلَّا حرف استثناء وُسْعَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وُسْعَ۔ طاقت سمائی۔ قدرت ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو نفس کی طرف راجع ہے۔ اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا (ذمہ وار نہیں بناتا) مگر اس کی بساط کے مطابق۔

= لَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ۔ لَھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جو نفس کی طرف راجع ہے جو (اچھی) کمائی اس نے کی (اس کا فائدہ) اسی کو ملیگا اور جو (برائی) اس نے کی (اس کا بوجھ) اسی پر ہوگا۔

فائدہ۔ یہاں خیر کے لئے کسب کا لفظ اور شر کے لئے اکتساب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سو جاننا چاہئے کہ اکتساب افتعال کے وزن پر ہے اور اس میں کوشش اور طلب کا مفہوم پایا جاتا ہے گویا نیکی کا بدلہ تو بہرحال ملیگا خواہ اس کی تحصیل میں کوشش صرف کی گئی ہو یا نہیں۔ لیکن بدی کی پاداش صرف اس صورت میں ملیگی جب اس کی تحصیل میں طلب اور کوشش شامل ہو۔

= رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا.... الخ اس عبارت کا عطف قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا الخ (آیۃ ۲۸۵) پر ہے یا اس سے قبل فعل قُوْلُوْا مقدر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے۔ قُوْلُوْا رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا..... الخ اللہ تعالیٰ نہایت کرم نوازی سے اپنے بندوں کو تعلیم دیتا ہے کہ مجھ سے یوں دعا کیا کرو۔ مجھ سے یوں مانگا کرو تاکہ میں تمہیں تمہاری لغزشوں اور خامیوں سے درگذر کرتے ہوئے تمہاری توقعات سے بڑھ کر عطا کروں۔

= لَا تُؤَاخِذْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر مُؤَاخَذَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ جس کے معنی گناہ پر پکڑنے اور گرفت کرنے کے ہیں نَا ضمیر مفعول جمع متکلم تو ہمارا مواخذہ نہ فرما۔ تو ہمیں نہ پکڑ۔

= اِنْ نَّسِیْنَا۔ اِنْ شرطیہ ہے نَسِیْنَا فعل ماضی جمع متکلم (باب سمع) مصدر۔ اگر ہم بھول جائیں

= او اَخْطَأْنَا۔ اَوْ حرفِ عطف ہے یا کے معنی دیتا ہے اَخْطَأْنَا ماضی جمع متکلم اِخْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ یا ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔

= لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا۔ لَا تَحْمِلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔

= اِصْرًا۔ بھاری بوجھ۔ اصل میں اِصْرٌ کے معنی اس بوجھ کے ہیں جو اپنے اٹھانے والے کو چلنے سے روک دے۔ یہاں مراد تکلیف شاقہ اور سخت اور دشوار امور سے ہے۔ اِصْرٌ۔ اس عہد مؤکد کو بھی کہتے ہیں جو خلاف ورزی کرنے والے کو ثواب اور خیرات سے روک دے جیسے قرآن مجید میں ہے، ءَ اَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ۔ (۳: ۸۱) بھلا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا پختہ عہد لیا۔

= لَا تُحَمِّلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْمِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ)، نَا ضمیر متکلم مفعول۔ تو ہم پر بار نہ ڈال تو ہم پر بوجھ نہ ڈال۔ تو ہم سے نہ اٹھوا۔

= مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ۔ مَا۔ موصولہ ہے اور اگلا جملہ اس کا صلہ۔ لَا نفی جنس کا ہے اور اس کے عمل سے طَاقَةَ مبنی بر فتحہ۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حِمْلٌ کی طرف راجع ہے لَا تُحَمِّلْنَا ای لا تحملنا بحمل۔

= وَاعْفُ عَنَّا۔ واوٌ عاطفہ۔ اعْفُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر عَفْوٌ۔ (باب نصر) مصدر سے عَفَا۔ يَعْفُوْ عَفْوٌ ۱ اس کا استعمال جب کسی کے جرم کو معاف کرنے کے لئے ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ بذریعہ عَنْ ہوتا ہے (اے پروردگار ہمارے) تو ہمارے گناہ بخش دے۔ ہمارے جرم معاف کر دے۔ ہمارے گناہ مٹا دے۔ ہمیں معاف کر دے۔

عَفْوٌ کے معنی بچے ہوئے مال کے بھی ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ۔ (۲: ۲۱۹) اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دیجئے جو بچے اپنے خرچ سے۔ یعنی وہ خرچ کرو جو اپنے عیال کے نفقہ سے بچ رہے۔

عَفُوٌّ مصدر (باب نصر) بمعنی زیادہ ہونے کے بھی ہیں مثلاً جو چیز زیادہ اور گھنی ہو جاتی ہے تو بولتے ہیں عفا الشیٔ۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا (۷: ۹۵) پھر ہم نے تکلیف کو آسودگی سے بدل دیا یہاں تک کہ وہ (مال و اولاد میں) زیادہ ہو گئے۔ یہاں عَفَوْا بمعنی كَثُرُوْا آیا ہے۔

= وَاغْفِرْ لَنَا۔ واوٌ عاطفہ اِغْفِرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) سے مصدر

توبخش دے ۔تومعاف کردے ۔ اصل میں غَفْرٌ ایسے لباس پہناد ینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رہ سکے ۔ مغفرت الٰہی کا یہ مطلب ہے، کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے ۔
اسی اعتبار سے عفو کا استعمال معاف کرنے اور بخشش دینے کے معنی میں ہوتا ہے
مِغْفَرٌ ڈھال کو کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دشمن کے وار سے بچاتی ہے ۔

= وَارْحَمْنَا ۔ واؤ عاطفہ ۔ اِرْحَمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ رَحْمَۃٌ (باب سمع) مصدر ۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اور (اے ہمارے پروردگار) توہم پر رحم کر

= مَوْلٰنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ہمارا مولیٰ ۔ کارساز ۔ مددگار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سُورۃ اٰل عمران

(۳-۲) اَلْحَيُّ - اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں ہے حَيَاۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
اَلْقَيُّوْمُ ط قائم بالذات - ہر شے کو قائم رکھنے والا۔ دیکھو ۲ : ۲۵۵

(۳ : ۳) = اَلْكِتٰبَ - اَلْقُرْاٰنَ ، بِالْحَقِّ - حق کے ساتھ - صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ :
حق کا جو مفہوم علامہ راغب اصفہانی نے بیان کیا ہے وہ بہت جامع اور لطیف ہے۔
لکھتے ہیں الحق للفعل والقول : الواقع بحسب ما یجب وقدر ما یجب وفی الوقت الذی یجب - یعنی کوئی قول اور فعل اس وقت حق کہلاتا ہے جبکہ وہ اس طرح پایا جائے جیسے چاہیئے اس انداز سے پایا جائے جتنا مناسب اور موزوں ہو اور اس وقت پایا جائے جب کہ اس کی ضرورت ہو۔

قرآن کو بالحق کی صفت کے ساتھ متصف کرکے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح فرمادیا کہ قرآن آیا اور ایسی آن بان سے آیا جو اس کی شایانِ شان تھی۔ اور ایسے دلائل وبراہین سے مزیّن ہو کر آیا جن کو عقل سلیم ماننے پر مجبور تھی۔ اور عین اس وقت آیا جب کہ ہر طرف گھپ اندھیرا چھا چکا تھا۔ اور انسانیت کا کاروان دشت حیرت وضلالت میں بھٹک رہا تھا اور اس وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے آیا۔ جب عقل انسانی اپنی طفولیت کی حد عبور کرکے فکر ونظر کی وادی میں قدم رکھ چکی تھی۔ اور انسان کے حواس کو مرعوب کرنے والے معجزات سے کہیں زیادہ عقل وخرد کو مطمئن کرنے والی آیات بینات کی ضرورت تھی۔

سبحان اللہ کیا اعجاز ہے بالحق کے ایک لفظ میں معانی کا سمندر کوزے میں بند کرکے رکھ دیا ہے۔

۳ : ۴ = اَلْفُرْقَانَ - فَرَقَ سے ہے لیکن وسیع المعانی ہے۔ حق وباطل میں فرق کرنیوالا۔
یہاں الفرقان کے متعلق علماء سے مختلف اقوال منقول ہیں۔ قتادہ اور ربیع بن انس نے قرآن لیا ہے

امام رازی رح کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جن سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے۔

بعض کے نزدیک وہ دلائل ہیں جو حق و باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں بعض متاخرین نے اس سے عقل مراد لی ہے۔ امام ابن جریر طبری نے کہا ہے کہ ان کے نزدیک بہترین قول یہ ہے کہ یہ الفصل بین الحق والباطل یعنی حق و باطل میں تمیز کرنے والی قوت کو فرقان کہا جاتا ہے۔ روح المعانی میں ہے الفرقانُ انه القرآنُ فرق به بین الحق والباطل فاحل فیه حلاله و حرم حرامه وشرع شرائعه وحد حدوده وفرائضه وبین بیانه وامر بطاعته ونہی عن معصیته وذکر بهذا العنوان بعد ذکره باسم الجنس تعظیما لشانه ورفعا لمکانه۔

اسم جنس کی حیثیت سے ذکر کرنے کے بعد اس عنوان (الفرقان) سے قرآن کو دوبارہ اس کی تعظیم شان اور رفع مکان کے لیے ذکر کیا گیا ہے

= عَزِیْزٌ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُوا نْتِقَامٍ۔ صاحب انتقام۔ جو انتقام پر قادر ہو۔ انتقام۔ سزا دینا۔ بدلہ لینا۔ غلبہ پانا۔ بروزن اِفْتِعَالٌ مصدر ہے نَقِمَ سے جس کا معنی کسی شے کو بُرا سمجھنا۔ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینا) کے لئے بولا جاتا ہے (اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

۳ : ۶ = اَلْحَکِیْمُ۔ حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۳ : ۷ = مُحْکَمٰتٌ۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ مُحْکَمَۃٌ مفرد اِحْکَامٌ۔ مصدر (افعال) پختہ۔ درست جن کے معانی اور الفاظ میں اجمال اور اشتباہ نہ ہو۔ لفظ اپنے معانی پر واضح دلالت کرتا ہو اور غیر مراد کا احتمال نہ ہو

= اُخَرُ۔ اُخْرٰی کی جمع جو اٰخَرُ کی تانیث ہے

= مُتَشٰبِھٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُتَشَابِھَۃٌ مفرد۔ قرآن حکیم میں متشابہات سے کیا مراد ہے اس کے معنیٰ کی تشریح علماء نے مختلف طور پر کی ہے عام فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ظاہرًا مراد کا علم نہ ہو سکے تو وہ متشابہ ہے۔

= نوٹ۔ تفسیر بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جامع رسالہ موسوم بہ رسالہ التواجہ بما یتعلق بالتشابہ تحریر فرمایا ہے جو ازحد مفید ہے اور آل عمران کی تفسیر میں حاشیہ پر مندرج ہے

= زَیْغٌ۔ کجی۔ حق سے روگردانی۔ زَاغَ یَزِیْغُ کا مصدر ہے۔

= اِبْتِغَآءَ۔ چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مصدر ہے بَغْیٌ سے۔ باب افتعال۔ بغیٌ کے اصل معنی کسی چیز کی طلب

ہیں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا کے ہیں خواہ وہ تجاوز کر سکے یا نہ کر سکے۔ بَغْیٌ دو قسم پر ہے
(۱) محمود یعنی عدل و انصاف کی حد سے آگے نکل کر مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ فرض کی حد سے تجاوز کر کے نوافل
بجا لانا۔ (۲) مذموم یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ زنا کو بھی بغی کہتے ہیں کہ اس
میں حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔

= تَاْوِیْلٌ۔ اَوْلٌ سے بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے مرجع
اور جائے بازگشت کو مَوْئِل کہتے ہیں۔ کسی شے کو خواہ وہ شی علم ہو یا فعل اس کی اصلی مراد کی طرف لوٹانے کا نام تاویل
ہے۔ علم کی مثال وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗ اِلَّا اللّٰهُ۔ (اور اس کی تاویل سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا) اور فعل کی مثال
هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ۔ (۷:۵۳) اب کیا یہ لوگ اس کے سوا کسی اور بات کے منتظر ہیں کہ وہ
انجام سامنے آجائے۔ الخ۔

تاویل۔ تفسیر۔ تشریح۔ تعبیر۔ کل بیٹھنی۔ بیان۔ حقیقت۔ ٹھیک پڑنا۔ انجام کار قیامت جیسے کہ
(۷:۵۳) میں اس معنی میں آیا ہے۔

= آیۃ ہذا میں اللہ پر وقف ہے وَالرّٰسِخُوْنَ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۳: ۸ = لَا تُزِغْ۔ دیکھو زَیْغٌ آیۃ مندرجہ بالا (۳: ۷) فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو کج نہ کر۔ تو نہ پھیر
= هَبْ۔ واحد مذکر حاضر۔ امر۔ وَهْبٌ۔ هِبَةٌ مصدر۔ باب فتح۔ تو عطا کر۔ تو بخشش کر۔
وَهَّابٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عطا کرنے والا۔ بہت زیادہ بخشش کرنیوالا۔ اس سے قبل اِنَّ اور
كَ اور اَنْتَ کو لا کر اللہ تعالیٰ کی صفت واہبہ میں سخت تاکید پیدا کی گئی ہے۔ مطلب یہ ہوگا: یقیناً وہاب
تو تو ہی ہے۔

۳: ۹ = اَلْمِیْعَادُ۔ وعدہ۔ ظرف زمان بھی ہے وقتِ وعدہ۔

۳: ۱۰ = لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ۔ نفی تاکید بلن۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اَلْغِنٰی۔ تونگری۔ بے
نیازی۔ غنی۔ مالدار۔ بے نیاز۔ اَغْنٰی عَنْهُ شَیْئًا۔ اس کو کسی حد تک بے نیاز کر دینا۔ هٰذَا مَا یُغْنِیْ
عَنْكَ شَیْئًا۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئیگی۔ تمہارے لئے کسی فائدہ کی نہ ہوگی۔ تمہیں کوئی فائدہ نہ دے گی۔
مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ (۱۱۱-۲) اس کا مال اس کے کام نہ آیا۔ لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ ان کا مال اور ان کی اولاد ان کو اللہ کی جانب سے کسی حد تک بھی بے نیاز نہ کر سکیں گی
یعنی ان کو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے۔

= وَقُوْدُ۔ وَقَدَ یَقِدُ (ضَرَبَ) (آگ کا بھڑکنا) سے۔ ایندھن۔ نیز وِقَادٌ وَقِیْدٌ۔
بمعنی ایندھن۔

۳: ۱۱ ــ كَدَاْبِ ۔ کَ حرف تشبیہ یا تمثیل ۔ دَاْبٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں مسلسل روش ۔ عادۃ مستمرہ ۔ ایسی عادت جس پر ہمیشہ عمل ہوتا ہے ۔

ــ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ میں اگر اس کو نیا جملہ تصور کیا جائے تو اس صورت میں دَاْبُهُمْ محذوف تصور ہوگا ۔ اور اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آیتہ ما قبل میں جن کفار کا ذکر ہوا ہے ان کا طریقہ بھی وہی تھا جو کہ آل فرعون کا اور ان سے پہلے لوگوں کا تھا ۔

دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق آیہ سابقہ میں مذکور کفار کے مال و اولاد سے ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی جس طرح آل فرعون کو اس کا مال اور اس کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکی ان (کفار) کو بھی ان کا مال اور ان کی اولاد اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکیں گے

ایک تیسری صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کا تعلق وَقُوْدُ النَّارِ سے ہے اور عبارت کچھ اس طرح ہے ۔ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ یعنی آل فرعون کی طرح یہ بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہونگے

جمہور علماء نے سب سے پہلی صورت کو اختیار کیا ہے

ــ عِقَابٌ ۔ مار ۔ سزا ۔ ایذا ۔ عذاب ۔ عقوبت ۔ سزا دینا ۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عِقَابٌ عَقُوْبَةٌ مُعَاقَبَةٌ عذاب کے لئے مخصوص ہیں ۔ عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں (جیسے تعاقب پیچھا کرنے کو کہتے ہیں) چنانچہ بولتے ہیں عَقَبَ الثَّانِي الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا ۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو ارتکاب جرم کے پیچھے دی جاتی ہے لہٰذا اس کا ترجمہ پاداش عمل کرنا چاہئے ۔

۳: ۱۲ ــ تُحْشَرُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر اَلْحَشْرُ (باب نصر) کے معنی لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کر کے نکال کر لڑائی وغیرہ کی طرف لے جانے کے ہیں چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ اَلنِّسَآءُ لَا يُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جاتے ۔ تم جمع کئے جاؤ گے ۔

ــ اَلْمِهَادُ ۔ اسم ۔ بچھونا ۔ مراد ٹھکانہ ۔ قرارگاہ ۔ مَهْدٌ گہوارہ ۔ زمین ۔ مُهُوْدٌ ۔ جمع

۳: ۱۳ ــ يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۔ يَرَوْنَ کی ضمیر کا مرجع فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بھی ہو سکتا ہے اور اُخْرٰى (کافروں کا گروہ) بھی ۔ اسی طرح يَرَوْنَهُمْ میں هُمْ ضمیر مسلمانوں کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور کفار کے متعلق بھی ۔ اس طرح اس فقرہ کے ترجمہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

۱ : ۔ مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۲ : ۔ مسلمان کافروں کو ان کی اصل تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۳ : ۔ مسلمان اپنے آپ کو کافروں سے دوچند دیکھ رہے تھے ۔

۴:۔ کفار مسلمانوں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے
۵:۔ کفار مسلمانوں کو ان کی تعداد سے دوچند دیکھ رہے تھے۔
٦:۔ کافر اپنے تئیں مسلمانوں سے دوچند دیکھ رہے تھے۔

رای العین مصدر مؤکد لیرون ہے۔ بادی النظر میں تعداد کا اندازہ ایک اضافی امر ہے اگر حوصلے بلند اور دل میں ولولہ ہو تو مد مقابل کی تعداد اصل سے کم معلوم دیتی ہے۔ اور اس کے برعکس اگر حوصلے پست ہوں تو دشمن کی تعداد اصل سے زیادہ دکھائی دیتی ہے اس لحاظ سے معانی نمبر۲ بعید از قیاس ہے کیونکہ مسلمان جوش ایمان سے پُر تھے اس لئے ایسی حالت میں دشمنوں کی تعداد اصل سے زیادہ ہرگز معلوم نہیں دیتی بلکہ اصل سے کم نظر آتی ہے معنی ۳ بھی قرین قیاس نہیں مسلمان بخوبی جانتے تھے کہ ان کی تعداد ۳۱۳ ہے اور جبکہ کفار کی تعداد ۱۰۰۰ کے لگ بھگ تھی۔ اس لئے کسی بھی صورت میں وہ ۳۱۳ کو ۱۰۰۰ ہزار سے دگنا خیال نہیں کر سکتے تھے۔ اس طرح معنی نمبر ۴ بھی بعید از قیاس ہے کہ کافر ۱۰۰۰ ہزار ہوتے ہوئے ۳۱۳ کو اپنے سے دوچند یعنی ۲۰۰۰ ہزار کیسے خیال کر سکتے تھے۔

رہے معانی نمبر ۱۔ نمبر ۵۔ نمبر ٦۔ تو فریقین میں سے ایک فریق (مسلمانوں) کے جوش ہمت وجرأت اور دوسرے فریق (کفار) کے جذبہ کو مد نظر رکھتے ہوئے تینوں صورتیں ممکن ہیں۔ اس اضافی کیفیت کی تائید میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی جا سکتی ہے فرماتے ہیں نظرنا الی المشرکین فرأیناهم یضعفون علینا ثم نظرناهم فما رأیناهم یزیدون علینا رجلا واحداً۔ (ہم نے مشرکین کی طرف دیکھا تو بادی النظر میں ان کو اپنے سے دوگنا دیکھا پھر دوبارہ جب (جوش ایمانی اپنے زوروں پر آیا) ہم نے ان کو دیکھا تو ایسا پایا کہ ہم سے وہ ایک آدمی بھی زائد نہ تھے

دوسری طرف ابوجہل کا قول ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں کو دیکھا تو (چونکہ ابھی مد مقابل کا زور ملاحظہ ہی نہ کیا تھا) ابوجہل نے کہا ان محمد او اصحابه اکلة جزور۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھی تو اونٹ کا ایک لقمہ ہیں۔

لیکن جب مسلمانوں کی جرأت وہمت کا مزہ چکھا تو نگاہ میں فرق آگیا۔ اور مسلمانوں کی تعداد اصل تعداد سے دوگنا دکھائی دینے لگی۔ جمہور علماء ومفسرین نے اس فقرہ کا مطلب وہی لیا ہے جو کہ نمبر ۱ پر درج ہے یعنی مسلمان کافروں کو اپنے سے دوچند دیکھ رہے تھے حالانکہ وہ تگنے سے بھی زیادہ تھے۔

= یُؤَیِّدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَأْیِیْدٌ مصدر باب تفعیل وہ قوی کرتا ہے۔
= عِبْرَةً۔ عبرت۔ نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنے حال کو قیاس کرنا۔

= اُولِی الْاَبْصَارِ۔ اصحاب نظر۔ اصحابِ عقل۔

۳ : ۱۴ = زُیِّنَ ۔ تَزْیِیْنٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ سنوارا گیا۔ مزیّن کیا گیا۔ اچھا دکھلایا گیا۔

= قَنَاطِیْرِ۔ قنطار کی جمع۔ ڈھیر۔ انبار۔ کثیر مال۔ پُل۔ قنطار کی لفظی ساخت بلندی کے مفہوم کو چاہتی ہے اسی لئے اونچی عمارت کو قنطرۃ کہتے ہیں۔

= مقنطرۃ۔ ڈھیر کیا ہوا۔ قنطرۃٌ مصدر باب فعللۃ رباعی مجرد۔

= اَلْمُسَوَّمَۃِ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث۔ تَسْوِیْمٌ مصدر سُوْمَۃٌ سے باب تفعیل نشان زدہ ممتاز۔ سِیْمَۃٌ سُوْمَۃٌ سِیْمَآ۔ علامت، نشان۔ سَوْمٌ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانا۔ اس مفہوم کے دو اجزاء ہیں۔ جانا اور طلب۔ کبھی صرف دوسرا جزو ملحوظ ہوتا ہے جیسے یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (۲ : ۴۹) تمہیں سخت تکلیفیں دینے کی تلاش میں رہتے تھے۔

چرانے کو بھیجنے کے لئے بھی آتا ہے سُمْتُ (باب نصر) اَسَمْتُ (باب افعال) سَوَّمْتُ (باب تفعیل) میں نے چرانے کے لئے بھیجا۔ قرآن حکیم میں ہے۔ شَجَرٌ فِیْہِ تُسِیْمُوْنَ (۱۶ : ۱۰) درختوں میں تم اونٹوں کو چراتے ہو یا چرانے کے لئے بھیجتے ہو۔ سَائِمَۃٌ۔ چرنے والے جانور۔

= مَاٰبِ۔ مَاٰبٌ مصدر بھی ہے اور اسم زمان و مکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنے کا وقت اَوْبٌ اور اِیَابٌ مصدر ہیں۔ اِنَّ اِلَیْنَآ اِیَابَھُمْ (۸۸ - ۲۵) تحقیق ان کا لوٹنا ہماری طرف ہے

۳ : ۱۵ = قُلْ۔ ای قل یا محمد۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= اَؤُنَبِّئُکُمْ۔ اَ۔ استفہامیہ نہیں بلکہ تقریر اور ثبوت کے لئے ہے اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَۃٌ (باب تفعیل) سے بمعنی خبر دینا۔ بتانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاؤں، میں تمہیں بتاتا ہوں

خَیْرٍ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ بہتر۔ زیادہ اچھی، عمدہ تر۔ ذٰلِکُمْ سے مراد وہ چیزیں اور نعمتیں جو دنیاوی ہیں اور اوپر مذکور ہوئی ہیں۔ (وہ بہتر چیز کونسی ہے وہ یہ کہ متقیوں کے لئے ان کے رب کے ہاں جنتیں ہیں جن میں نہریں جاری ہیں۔

اَزْوَاجٌ اور رِضْوَانٌ کا عطف جَنّٰتٌ پر ہے۔ اور ان کے لئے ہوں گی پاک بیبیاں اور خدا کی خوشنودی۔

۳ : ۱۶ = قِنَا۔ قِ نَا۔ قِ واحد مذکر حاضر۔ امر معروف نَا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ وَقیٰ (لفیف مفروق) (باب ضرب) وَقیٰ یَقِیْ وِقَایَۃً۔ وَقیٰ یُوْقیٰ۔ قِ۔ لَا تَقِ۔ گردان امر یوں ہوگی۔ قِ۔ قِیَا۔ قُوْا۔ قِیْ

قِیَا قِینَ ۔ قِ اصل میں اِضْرِبْ کے وزن پر اِوْقِیْ تھا۔ عمل تعلیل سے اَوْ شروع میں اور ی ساکن آخر میں گر گئی۔ قِنَا۔ ہم کو بچا۔ ہم کو محفوظ رکھ۔

۳: ۱۷ = وَالْقَانِتِینَ ۔ اطاعت گذار۔ اسم فاعل جمع مذکر معرّف باللّام قَنُوْتٌ باب نَصَرَ سے جس کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔

= اَلْمُنْفِقِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْفَاقٌ مصدر۔ راہِ خدا میں خرچ کرنے والے۔ اَنْفَقَ یُنْفِقُ ۔ باب افعال سے۔ خرچ کرنا۔ باب مفاعلہ سے نَافَقَ یُنَافِقُ فِی الدِّیْنِ ۔مذہب میں منافقت کرنا

= اَلْمُسْتَغْفِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِسْتِغْفَارٌ مصدر باب استفعال ۔گناہوں کی معافی مانگنے والے

= اَسْحَارِ ۔ سَحَرٌ کی جمع جس کے معنی رات کی تاریکی کے ساتھ دن کی روشنی کے ملنے کے ہیں۔ اسی لئے سحر صبح کے اول وقت کو کہتے ہیں۔اسحار صبح کے اوقات۔

۳: ۱۸ = شَھِدَ اللّٰہُ ۔ اللہ تعالیٰ نے گواہی دی۔ اس صورت میں اس کا مصدر شَھَادَۃٌ ہے اور اگر شُھُوْدٌ سے ہو تو معنی ہوں گے اس نے پایا۔

= وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ ۔ واؤ حرف عطف ہے اور ملائکہ اور اولوا العلم معطوف اللّٰہ معطوف علیہ معطوف ہمیشہ معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس فعل شہد کا اطلاق ان ہر دو معطوف پر بھی ہوگا یعنی اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور اہل علم بھی گواہی دے رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ

= قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۔ ھُوَ کی تعریف ہے کہ عدل و انصاف کو قائم فرمانے والا۔

صاحب تفسیر خازن لکھتے ہیں ومعناہ انہ تعالیٰ قائم بتد بیر خلقہ وقائم بارزاقھم ومجازیھم باعمالھم۔

ابو الاعلیٰ مودودی اس کا ترجمہ یوں فرماتے ہیں:۔ اور فرشتے اور سب اہل علم بھی راستی اور انصاف کے ساتھ اس پر گواہ ہیں۔

پیر کرم شاہ ضیاء القرآن میں یوں رقمطراز ہیں:۔

قائماً بالقسط کی ایک ترکیب یہ ہے کہ یہ حال ہے اور لفظ اللہ ذو الحال۔ اور دوسری ترکیب یہ ہے کہ:۔ لا الٰہ الا ھُو میں ھُوَ ضمیر اس کا ذو الحال ہے اور یہ حال معنیً اس کی صفت ہے اس صورت میں یہ مشہود بہ میں داخل ہوگا۔ یعنی ان سب گواہوں نے اس کی وحدانیت کی گواہی بھی دی اور اس کے ساتھ اس کے عدل و انصاف کی بھی شہادت دی۔

= لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳: ۱۹ = وَمَا اخْتَلَفَ ۔میں مَا نافیہ ہے اور مَا جَآءَ ھُمْ میں مَا بیانیہ ہے

= بَغْيًا بَيْنَهُمْ - بوجہ باہمی حسد و مخالفت کے۔
۳: ۲۰ = وَمَنِ اتَّبَعَنِ - اِتَّبَعَنِ اصل میں اِتَّبَعَنِیْ تھا۔ اور وہ جنہوں نے میری پیروی کی۔
= اَلْاُمِّيّٖنَ - مشرکین عرب جو اہل یہود اور نصاریٰ کے علاوہ تھے۔ اُمِّیٌّ کے معنی اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو نہ لکھ سکے نہ پڑھ سکے۔ اس زمانہ میں عرب کی یہ مخصوص صفت تھی کہ وہ اکثر و بیشتر بے پڑھے لکھے تھے اور اس صفت میں دوسری قوموں سے ممتاز تھے۔
= تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیٌ سے۔ اگر تولّی کا لفظ متعدی بنفسہٖ ہو تو معنی ولایت (دوستی) اور قریب ترین مواضع سے اس کے حصول کو چاہتا ہے۔ جیسے وَلَّيْتُ سَمْعِيْ كَذَا۔ میں نے اپنے کان کو فلاں چیز پر لگایا۔ یا جیسے قرآن حکیم میں ہے وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ (۵: ۵۶) اور جو شخص خدا اور اس کے رسول سے دوستی کرے گا۔
اور جب تعدیہ بذریعہ عَنْ ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا مقدر تو اس کے معنی اعراض اور روگردانی اور دور ہونے کے ہیں جیسے آیت ہذا میں۔ یہاں عَنْ مقدر ہے پس فَاِنْ تَوَلَّوْا کا معنی ہوگا اگر وہ روگردانی کریں
۳: ۲۱ = يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ - جو عدل و انصاف کا حکم کرتے تھے۔
= اَلِيْمٌ - دردناک۔ الم۔ درد۔ دکھ۔ تکلیف۔ جمع آلام۔
۳: ۲۲ = حَبِطَتْ - ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ اکارت ہوگئے۔ وہ مٹ گئے۔ وہ ضائع ہوگئے
۳: ۲۳ = يُدْعَوْنَ - مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ سے۔ بلائے جائیں گے۔ بلائے جاتے ہیں۔
= لِيَحْكُمَ - میں حکم کی اضافت کتاب اللہ کی طرف ہے
= ثُمَّ حرف عطف ہے اور پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے یہاں معطوف علیہ محذوف ہے اور عبارت کچھ یوں ہوگی۔ وھم یعلمون انہ ھوالحق ثم یتولیٰ فریق منھم - یہاں علم ہونے کے بعد ان کی روگردانی کا فعل مذکور ہے استبعاداً لتولیھم۔
= مُعْرِضُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ هُمْ مُعْرِضُوْنَ یا تو فَرِيْقٌ کی صفت ہے۔ وھم قوم لایزال الاعراض دینھم (وہ ایک ایسا ٹولہ تھا کہ دین سے روگردانی سے باز نہیں آتا تھا۔ یا فریق کا حال ہے اور فریق ذوالحال ہے۔
۳: ۲۴ = غَرَّهُمْ - ماضی واحد مذکر غائب۔ غُرُوْرٌ مصدر۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا فاعل جملہ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ہے۔ ای غَرَّهُمْ افتراءھم و

کِذْبُہُمْ - اور ان کے کذب وافترا کی مثالیں۔

۱:۔ لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط

۲:۔ اٰبَآءُ نَا الْاَ نْبِیَآءُ یَشْفَعُوْنَ لَنَا۔

۳:۔ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی وَعَدَ یَعْقُوْبَ اَنْ لَّا یُعَذِّبَ اَبْنَاءَ ہٗ ۔وغیرہ وغیرہ

۳ : ۲۵ = فَکَیْفَ ۔ ای فکیف یکون حالھم

= لِیَوْمٍ - میں ل بمعنی فِیْ آیا ہے ای فی یوم -

۳ : ۲۶ = تَنْزِعُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ توچھین لیتا ہے۔ تو اکھاڑ پھینکتا ہے۔

۳ : ۲۷ = تُوْلِجُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تو داخل کرتا ہے

ولج مادہ۔ کسی تنگ جگہ میں داخل کرنا۔ جیسے باب ضَرَبَ سے وَلَجَ یَلِجُ (حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (۷ : ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

۳ : ۲۸ = فَلَیْسَ مِنَ اللّٰہِ فِیْ شَیْءٍ ۔ اس فقرہ کی ترتیب کچھ یوں ہو سکتی ہے۔

۱:۔ فلیس (لہ) من ولایۃ اللّٰہ فی شیءٍ (الخازن) تو اس کے لئے اللہ کی طرف سے کوئی دوستی نہیں ہوگی۔ کیونکہ وہ تو اللہ کے دشمنوں کے دوست ہیں تو اللہ ان کو کیسے دوست رکھیگا۔ کیونکہ موالاۃ اللّٰہ وموالاۃ الکفار ضدان لا یجتمعان ۔ کہ خدا کی دوستی اور کفار کی دوستی باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ جو کبھی اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

۲:۔ فَلَیْسَ لَہٗ نصر او ولایۃ من اللّٰہِ فی ایّ امرٍ۔ تو کسی امر میں بھی اس کو اللہ کی دوستی یا مدد نصیب نہ ہوگی۔ (عبداللہ یوسف علی)

= اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْہُمْ تُقٰـۃً ۔ تَتَّقُوْا ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَّقُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عامل اَنْ کے گر گیا۔

تُقٰـۃً مصدر ہے تُقٰـۃً اصل میں وِقَاۃٌ تھا۔ واؤ کو تا سے بدل دیا گیا۔ وق ی۔ حروف مادہ ہیں۔ وَقٰی۔ یَقِیْ ۔ اِتَّقٰی یَتَّقِیْ ۔ بچنا۔ پرہیز کرنا۔ حفاظت کرنا۔

ماسوائے ایسی حالت کے کہ تم کو ان سے ظلم کا ڈر ہو۔ ای الّا ان تخافوا منھم مخافۃً (الخازن) یا تم ان کے ظلم سے بچنے کے لئے ایسا طرز عمل اختیار کرو۔ (تفہیم القرآن)

= یُحَذِّرُکُمْ ۔ یُحَذِّرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (اور اللہ) تم کو ڈراتا ہے۔ خبردار کرتا ہے اپنی ذات سے۔ یعنی اپنے غضب۔ اپنی ناراضگی سے۔

= اَلْمَصِیْرُ ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ یَصِیْرُ کا مصدر بھی ہے۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرارگاہ۔ ٹھکانہ۔

لوٹنا۔ مائل ہونا۔ کاٹنا۔ جمع ہونا۔

۳ : ۳۰ = بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗ۔ میں ھا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے اور ہٗ ضمیر کا مرجع یا عمل سوء ہے یا یوم۔

= تَوَدُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب وُدٌّ (باب سمع) سے مصدر۔ وہ چاہیگی۔ آرزو کرے گی۔ دوست رکھیگی۔

= اَمَدًا۔ مدت مدید۔

= رَءُوْفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَأْفَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۳ : ۳۳ = اِصْطَفٰى۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کرلیا۔ صَفْوٌ سے۔ باب افتعال میں ت کو ط سے اور واؤ کو ی سے بدل کر اِصْطَفٰى ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ کا کسی بندہ کو چن لینا۔

۳ : ۳۴ = ذُرِّيَّةً۔ اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کو ذُرِّيَّة کہتے ہیں۔ مگر عرف عام میں چھوٹی بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ یا تو

۱:۔ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کا ہمزہ متروک ہوگیا ہے۔ جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ۔ یا

۲:۔ اس کی اصل ذُرْوِيَّةٌ ہے۔ یا

۳:۔ ذَرٌّ سے بمعنی بکھرنا۔ فُعْلِيَّةٌ کے وزن پر جیسے قُمْرِيَّةٌ ہے۔

اس کی جمع ذَرَارِيُّ اور ذُرِّيَّاتٌ ہے۔

= ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ایک نسل جس کے بعض بعض کی اولاد تھے۔ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ۔ ذُرِّيَّةٍ کی صفت ہے۔

۳ : ۳۵ = اِمْرَاَتُ عِمْرٰنَ۔ عمران۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی ہمشیرہ حضرت مریم کے باپ کا نام تھا۔ اِمْرَاَتُ عِمْرٰنَ۔ میں عمران سے مراد حضرت موسیٰؑ کے والد نہیں بلکہ عمران کی عورت سے مراد عمران کی نسل میں سے ایک عورت ہے۔ حضرت یحییٰ کی والدہ حضرت ہارون کی اولاد سے تھیں۔ اور حضرت مریم کی والدہ اور حضرت یحییٰ کی والدہ آپس میں رشتہ کی بہنیں تھیں۔ لہٰذا حضرت مریم امّ عیسیٰ علیہ السلام آل عمران میں سے ہوئیں۔

یا یہ ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے باپ کا نام بھی عمران ہی تھا۔

۳ : ۳۵ = نَذَرْتُ۔ ماضی واحد متکلم نَذْرٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) میں نے منت مانی۔ میں نے نذر مانی۔

= مُحَرَّرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَحْرِیْرٌ مصدر۔ آزاد کیا ہوا۔
بیت المقدس کی خدمت کے لئے مخصوص (مجاہد) عبادت کے لئے خالص کرلیا گیا (شعبی)
دنیا کے دھندوں سے آزاد کردہ (جعفر صادق ؒ)
۳: ۳۶ = اُعِیْذُھَا۔ میں اس کو پناہ دیتی ہوں۔ اِعَاذَۃٌ سے اَعَاذَ یُعِیْذُ (باب افعال) کرم یکرم) سے مضارع واحد متکلم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ھَاذَ یَعُوْذُ۔ ب۔ باب نصر۔ کسی کی پناہ طلب کرنا۔ یا پناہ لینا۔
وَ اللّٰہُ سے تا کَالْاُنْثٰی، جملہ معترضہ ہے۔ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُھَا مَرْیَمَ سے پھر عمران کی عورت کا بیان شروع ہوجاتا ہے۔
= اَلرَّجِیْمِ۔ ملعون۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ رَجْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ۔ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے شیطان کے لئے آیا ہے۔ کہ راندۂ درگاہ الٰہی ہے۔
۳: ۳۷ = اَنْبَتَھَا۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر بمعنی اگانا۔ بڑھانا۔ اس نے اس کو بڑھایا (جاندار کے لئے) اس نے اس کو اگایا۔ (نباتات کے لئے) ای رَبَّھَا الرَّبُّ تَرْبِیَۃً حَسَنَۃً فِیْ عِبَادَۃٍ وَطَاعَۃٍ لِرَبِّھَا۔ (روح المعانی)
= کَفَّلَھَا زَکَرِیَّا۔ اس نے (اللہ نے) اس کو (مریم کو) زکریا کی کفالت میں دیدیا۔ کَفَّلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَکْفِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔
کَفَّلَ کا فاعل اللہ۔ یعنی اللہ نے زکریا کو مریم کا کفیل بنادیا۔ اس صورت میں ھا ضمیر مفعول اوّل اور زکریا مفعول دوم ہوگا۔ لیکن تکفیل کے معنی کسی کو اپنی کفالت (ذمہ داری) میں لے لینا بھی ہے۔ اس لئے زکریا فاعل بھی ہوسکتا ہے۔ یعنی زکریا نے مریم کو اپنی ذمہ داری میں لے لیا کَفَلَ (باب نصر) بمعنی کسی کو اپنی ذمہ داری میں لے لینا۔ کفیل ذمہ دار۔
۳: ۳۹ = بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے ایک فرمان۔ اس فرمان سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں چونکہ ان کی پیدائش اللہ تعالیٰ کے ایک غیر معمولی فرمان سے خرقِ عادت کے طور پر ہوئی تھی۔ اس لئے ان کو قرآن میں کلمۃ من اللہ کہا گیا ہے۔ (تفہیم القرآن)
= حَصُوْرًا۔ عورت کے پاس نہ جانے والا۔ عورتوں سے بے رغبت۔ جو عورت کے پاس نہ جائے خواہ نامردی کے باعث یا پاکبازی اور عفت کی خاطر۔ اس کو حَصُوْرٌ کہتے ہیں حَصْرٌ سے بروزن فعولٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۳: ۴۰ = اَلْکِبَرُ۔ اسم مصدر۔ بڑھاپا۔ پیرانہ سالی۔

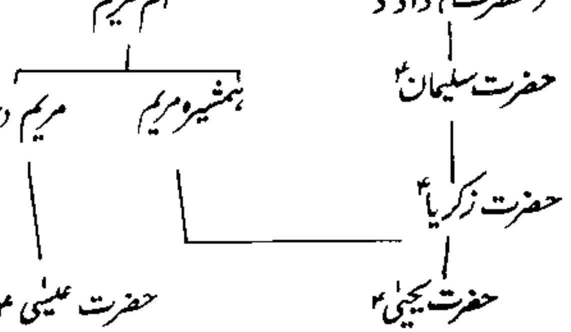
= عَاقِرٌ - بانجھ - عَقَارَۃٌ سے جس کے معنی عورت کے بانجھ ہونے کے ہیں۔

۳ : ۴۱ = اَلْعَشِیِّ - شام - سورج ڈھلے - بعد زوال - دن کا پچھلا وقت - زوال سے لے کر صبح تک کا وقت - نمازِ مغرب سے لے کر عشار کی نماز تک کا وقت -

= اَلْاِبْکَارِ - صبح بروزن افعال اسم ہے

فائدہ نمبر ۱:- آیات نمبر ۴۰ اور ۴۱ میں کلام مابین زکریا اور اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے سوال منجانب زکریاؑ ہے اور جواب منجانب اللہ تعالیٰ ہے۔

فائدہ نمبر ۲:- حضرت یحییٰؑ کا شجرۂ نسب کچھ یوں بنتا ہے۔



۳ : ۴۳ = اُقْنُتِیْ - تو بندگی کر - اطاعت کر - قُنُوْتٌ سے جس کے معنی خشوع خضوع کے ساتھ عبادت میں لگے رہنے کے ہیں - فعل امر - صیغہ واحد مؤنث حاضر -

= اِرْکَعِیْ - فعل امر - واحد مؤنث حاضر - تو رکوع کر۔

۳ : ۴۴ = اَنْبَاۗءِ - نَبَاٌ کی جمع - خبریں - حقیقتیں - جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَاٌ کہتے ہیں - کوئی خبر نَبَاٌ نہیں کہلاتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔

= لَدَیْھِمْ - لدی مضاف - ھُمْ مضاف الیہ - ان کے پاس -

لَدٰی - ظرف مکان غیر متمکن - پاس - طرف - ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدٰی کی وہی حالت ہوتی ہے جو عَلٰی حرفِ جر کی ہوتی ہے۔

مثلاً لَدَیْنَا - عَلَیْنَا - لَدَیْهِ - عَلَیْهِ -

= یُلْقُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر - وہ ڈال رہے تھے - اَلْاِلْقَاءُ (افعال) کے معنی کسی چیز کو اس طرح ڈالنا کہ وہ دوسرے کو سامنے سے نظر آئے - پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے - قرآن مجید میں ہے - قَالَ اَلْقِهَا یا

مُوْسٰی فَاَلْقٰھَا۔ (۲۰ : ۱۹) اللہ نے فرمایا کہ اے موسٰی (علیہ السلام) اسے ڈال دو (نیچے پھینک دو) تو اس نے اس کو ڈال دیا۔
= اِذْ یُلْقُوْنَ ...... مَرْیَمَ۔ جب وہ (مجاور) اپنی قلمیں (یہ فیصلہ کرنے کے لئے) پھینک رہے تھے کہ ان میں سے مریم کی سرپرستی کون کرے۔ یعنی قرعہ اندازی کی خاطر قلمیں پھینک رہے تھے۔ کہ کس کے نام قرعہ پڑتا ہے۔ یہاں اقلام سے مراد تیر بھی ہو سکتا ہے۔ تیروں کے ذریعہ قرعہ اندازی کا ان لوگوں میں دستور تھا۔
= یَخْتَصِمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جھگڑ رہے تھے (مریم کی کفالت کے سلسلہ میں)
۳ : ۴۵ = کَلِمَۃٍ مِّنْہُ۔ اس (اللہ) کی جانب سے ایک کلمہ۔ اس کا ایک کلمہ۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّہٗ خَلَقَ (عِیْسٰی) بِکَلِمَۃِ اللّٰہِ وَھُوَ قَوْلُہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسٰی کو اپنے قول کُنْ سے پیدا کیا۔ یہاں کلمہ سے مراد حضرت عیسٰیؑ کی ذات ہے
= اَلْمَسِیْحُ ۔ بعض علماء کے نزدیک مسیح کا لفظ عبرانی لفظ مشوح سے معرب ہے جس کے معنی معرب کے ہیں۔ اکثر علماء کے مطابق یہ لفظ مشتق ہے اور یہ لفظ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے یعنی مسح کرنے والا۔ کیونکہ آپ جس بیمار پر اپنا ہاتھ مبارک پھیر دیتے تھے وہ صحتیاب ہو جاتا تھا۔ یا مسیح بمعنی مساحت کرنے والا۔ زمین کی پیمائش کرنے والا۔ یا زمین پر مسافت پیادہ کرنے والا۔ کیونکہ آپ نے ساری عمر تبلیغ دین کے لئے مسافت میں گذار دی اور کہیں مستقل رہائش اختیار نہ کی۔

اور مسیح اس شخص کو بھی کہتے ہیں جس کے چہرے کا ایک رُخ صاف ہو یعنی نہ آنکھ ہو نہ بھویں۔ اسی بناء پر دجال کو دجّال مسیح کہتے ہیں۔
= عِیْسٰی ۔ عبرانی لفظ الیشوع کا معرب ہے بمعنی سید۔ سردار۔
= وَجِیْھًا ۔ صیغہ صفت ۔ وَجَاھَۃٌ مصدر۔ (باب کرم) وجاہت والا۔ قدر و منزلت والا با عزت
۳ : ۴۶ = اَلْمَھْدِ ۔ اسم۔ گہوارہ۔ پنگھوڑا۔ مراد شیرخوارگی کا زمانہ یا ماں کی گود میں ہونے کا زمانہ
= کَھْلًا ۔ باوقار۔ متوسط عمر کا آدمی جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ ہوں۔ عمر کا وہ حصہ جب آدمی کی قوتیں شباب پر ہوں۔

الکھل ۔ ادھیڑ عمر کا۔ تیس سے پچاس سال تک کی عمر والا۔ (المنجد)
= یُکَلِّمُ النَّاسَ ..... کَھْلًا۔ یعنی بچپن سے لے کر پکی عمر تک حکمت و دانش کی باتیں لوگوں کو

بتائے گا۔

۳ : ۴۷ = اَنّٰی ۔ کیونکر۔ کیسے ۔ دیکھو ۲ : ۲۲۳

= قَضٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَآءٌ مصدر۔ قضا رفعلی ہو یا قولی ۔ بشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال فیصلہ کردینا یا کرلینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کردینا۔ ضرور مفہوم قضا کے اندر ماخوذ ہے ۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔

بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقدر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کرلینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مارڈالنا۔

ان سب معانی کے لئے اس کا استعمال قرآن حکیم میں ہوا ہے۔ یہاں مراد فیصلہ کرنا ہے۔۔

اِذَا قَضٰی اَمْرًا۔ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔

۳ : ۴۸ = آیۃ ۴۷ بطور جملہ معترضہ بیچ میں آگئی ۔ آیۃ ۴۶ میں فرشتوں کا کلام جو شروع ہوا تھا آیۃ ۴۷ کے بعد اب پھر جاری ہوگیا۔ یہ سلسلہ کلام آیۃ ۴۹ کے اختتام سے قبل ہی ختم ہو کر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلام بغیر کسی تمہید کے شروع ہوجاتا ہے۔ یہ طرز کلام انشار عربی میں انوکھا اور غیر معروف نہیں ہے ۔ اور قرآن حکیم میں اس کی اکثر مثالیں ملیں گی۔

= وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ .... کا عطف يُبَشِّرُكِ پر ہے اور ہر دو يُعَلِّمُهُ اور يُبَشِّرُ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے ۔

۳ : ۴۹ = الطِّيْنِ ۔ گارا۔ مٹی۔ خاک ۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ ۔ مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے گو اس سے پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہوجائے۔

= كَهَيْئَةِ ۔ ک ۔ حرف تشبیہ۔ هَيْئَةِ ۔ کسی چیز کی حالت ۔ کیفیت ۔ شکل وصورت ھئی ماد

= اَنْفُخُ ۔ نَفْخٌ سے باب نصر۔ مضارع واحد متکلم۔ میں پھونک مارتا ہوں۔

= اُبْرِئُ ۔ اِبْرَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ اِبْرَاءٌ۔ ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنا اور نجات دلانا۔ میں بری کردیتا ہوں مرض سے ۔ میں تندرست کردیتا ہوں

= اَكْمَهَ ۔ مادرزاد اندھا۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔

= اَبْرَصَ ۔ کوڑھی ۔ جس کو برص کی مرض ہو۔ ہر دو اکمہ وابرص کی تانیث وجمع بروزن اَفْعَلُ (واحد مذکر) فَعْلَاءُ (واحد مؤنث) فُعْلٌ (جمع مذکر ومؤنث) ہوگی۔

= اُنَبِّئُكُمْ ۔ میں تم کو بتاؤں یا بتاتا ہوں ۔ نَبَّاَ يُنَبِّئُ ۔ نَبَاٌ خبر۔

= تَدَّخِرُوْنَ (باب افتعال) اصل میں تَذْتَخِرُوْنَ تھا۔ اِذْتَخَرَ يَذْتَخِرُ ۔ پہلے

کو دال سے تبدیل کیا۔ پھر ذال کو دال بناکر دال کو دال میں مدغم کیا۔ اِدَّخَرَ یَدَّخِرُ ہوگیا۔
تَدَّخِرُوْنَ تم ذخیرہ کرتے ہو۔ تم آئندہ کے لئے جمع کرتے ہو۔
۳: ۵۲ = اَحَسَّ ۔ اِحْسَاسٌ (افعال) سے محسوس کیا اس نے ماضی واحد مذکر غائب
ای عرف منہم اصرارھم علی الکفر
= فَلَمَّا۔ میں ف فصاحت کے لئے ہے۔
= مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ ط کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔
= حَوَارِیُّوْنَ ۔ حَوَارِیٌّ کی جمع ۔ حَوَارِیٌّ حَوَرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی خالص سپیدی کے ہیں ۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے۔ بقول شاہ عبدالقادر صاحب حواری اصل میں دھوبی کو کہتے ہیں۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصحاب میں سے پہلے دو شخص جو ان کے تابع ہوئے دھوبی تھے۔ حضرت عیسٰی نے ان کو کہا تھا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو میں تم کو دل دھونے سکھادوں وہ ان کے ساتھ ہوئے اس طرح سب کو یہ خطاب ٹھہر گیا۔
۳: ۵۴ = مَکَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب ۔ یہاں اس کا فاعل اہل یہود ہیں۔ مَکْرٌ ۔ سے جس کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دیا جائے ۔ یہ دو قسم پر ہے اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے ورنہ مذموم۔ چال چلنا ۔ فریب کرنا ۔ دھوکہ دینا ۔ دھوکہ کی سزا دینا یا سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اردو میں ہم معنی آتے ہیں۔
۳: ۵۵ = مُتَوَفِّیْکَ ۔ مُتَوَفِّیٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف ک ضمیر واحد مذکر مضاف الیہ۔ میں تجھے وفات دینے والا ہوں۔ میں تجھے اپنی گرفت میں لے کر اٹھانے والا ہوں۔ میں تجھے نیند میں سلانے والا ہوں ۔ اور (اس حالت نیند میں) آسمان کی طرف اٹھانے والا ہوں اس کا مصدر تَوَفِّیٌ ہے ۔ جس کا معنی پورا پورا لینا۔ تمام حق گرفتن ۔ تَوَفَّیْتُ الشَّیْءَ ای اَخَذْتُہٗ وَقَبَضْتُہٗ تَامًّا۔
سو آیۃ میں مُتَوَفِّیْکَ کا مطلب یہ ہوا۔ میں تجھے سارے کے سارے کو یعنی روح بمعہ جسم قبضہ میں لینے والا ہوں ۔ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ ۔ اور اپنی طرف اٹھا لیجانے والا ہوں۔ اگرچہ توفی کے اور معانی بھی ہیں جیسا کہ اوپر مندرج ہے لیکن آیت کا مطلب متذکرہ بالا جمہور علماء کے نزدیک مقصود ہے اور متعدد احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔
= مُطَهِّرُکَ ۔ مُطَهِّرٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تجھ کو پاکیزہ کرنے والا ہوں ۔ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور تجھ کو ان لوگوں (کی تہمتوں) سے پاک کرنے والا ہوں ۔ جنہوں نے (تیرا) انکار کیا۔

۳ : ۵۷ = فَیُوَفِّیْهِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوْفِیَةٌ سے۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا

۳ : ۵۸ = ذٰلِکَ۔ یعنی۔ الذی ذکرته لك من اخبار عیسٰی وامه مریم والحواریون وغیر ذلك من القصص (یعنی وہ ذکر جو میں نے حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ حضرت مریم اور ان کے حواری وغیرہ کے متعلق تجھ سے کیا ہے)

= مِنَ الْاٰیٰتِ وَالذِّکْرِ الْحَکِیْمِ۔ یہ اللہ کی آیات اور کلامِ پُرحکمت ہے جس میں سے یہ باتیں تجھے سنائی جارہی ہیں۔

۳ : ۵۹ = اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے سامنے آدم اور عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش یکساں ہے وہ بھی اسس کی قدرت کی جلوہ گری ہے اور یہ بھی۔

۳ : ۶۰ = اَلْحَقُّ۔ یعنی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تخلیق آدم و تخلیق عیسٰی علیہما السلام میں کوئی اختلاف نہیں ہے ہر دو اس کی قدرتِ کاملہ کی جلوہ گری کا نتیجہ ہیں بالکل حق وصداقت ہے

= مُمْتَرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِمْتِرَاءٌ مصدر باب افتعال۔ شک میں پڑنے والے تردد کرنے والے۔

۳ : ۶۱ = حَاجَّكَ۔ حَاجَّ (مفاعلہ) یُحَاجُّ مُحَاجَّةً۔ اس نے تجھ سے جھگڑا کیا۔ حجت بازی کی۔

= فِیْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر یا تو قصہ عیسٰی علیہ السلام متذکرہ بالا مراد ہے یا یہ ضمیر اَلْحَقُّ کی طرف راجع ہے۔

= تَعَالَوْا۔ تم آؤ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَعَالِیٌ سے جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں اصل میں تَعَالِ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔ بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعتِ منزل کے ہیں۔ توگویا تَعَالَوْا میں رفعتِ منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ علماء لغت کے نزدیک تَعَالِ مطلقاً هَلُمَّ کے ہم معنیٰ ہے۔

= نَبْتَهِلْ۔ جمع متکلم مضارع مجزوم۔ اِبْتِهَالٌ۔ (افتعال) مصدر۔ ہم مباہلہ کریں۔ مباہلہ کہتے ہیں کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۳ : ۶۲ = مَا مِنْ اِلٰہٍ میں نافیہ ہے اور لَھُوَ میں لام تاکید کے لئے ہے۔
۳ : ۶۴ = کَلِمَۃٍ سے یہاں مراد جملہ اَلَّا نَعْبُدَ ..... مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ہے جو آیۃ شریفہ میں آگے چل کر مذکور ہے۔
= سَوَآءٍ بَیْنَنَا۔ اسم مصدر ہے۔ برابر۔ اِسْتِوَاء یعنی دونوں طرف سے برابر ہونا۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔ سٖ پر اگر ـُ ہو تو قصر ہو گا جیسے سُوًی (وَلَا اَنْتَ مَکَانًا سُوًی) اور اگر سٖ پر ـَ ہوگا تو مد کے ساتھ آئیگا جیسا کہ آیت ہذا میں۔ سَوَآءٍ بمعنی وسط کے بھی آتا ہے جیسے فِیْ سَوَآءِ الْجَحِیْمِ (۳۷ : ۵۵) دوزخ کے بیچوں بیچ۔ بمعنی تمام کے بھی آتا ہے جیسے فِیْ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِلسَّآئِلِیْنَ۔ (۴۱ : ۱۰) چار دن میں سائلین کی ضرورت کے مطابق پوری پوری۔
کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَ بَیْنَکُمْ۔ وہ بات جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یعنی اَلَّا نَعْبُدَ ..... مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔
۳ : ۶۶ ھَآ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ۔ ھَا حرف تنبیہ۔ اَنْتُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مرفوع مبتدا۔
ھٰٓؤُلَآءِ۔ یہ ھَا اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو یہاں اُولَآءِ خبر ہے۔ دیکھو تمہیں ہو وہ لوگ۔
= حَاجَجْتُمْ۔ حَاجَّ یُحَاجُّ مُحَاجَّۃٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے حجت بازی کی۔ تم نے جھگڑا کیا
۳ : ۶۷ = حَنِیْفًا۔ سب باطل راہیں چھوڑ کر راہِ حق کو پکڑنے والا۔ دیکھو ۲ : ۱۳۵۔
۳ : ۶۸ = اَوْلٰی۔ زیادہ لائق۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔
ولی سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے جیسے اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی۔ (۷۵ - ۳۴ - ۳۵) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔ یہاں اَوْلٰی ..
.. بِاِبْرٰھِیْمَ۔ لوگوں میں سے ابراہیم کے سب سے نزدیک یا قریب۔
۳ : ۶۹ = وَدَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَدَّ یَوَدُّ وُدٌّ۔ مَوَدَّۃٌ۔ مصدر۔ اس نے دل سے چاہا۔
= لَوْ۔ بمعنی کہ۔
۳ : ۷۰ = تَشْھَدُوْنَ۔ تم شاہد ہو۔ تم حاضر ہو۔ تم گواہی دیتے ہو۔ شُھُوْدٌ جس کے معنی حاضر ہونے کے اور موجود ہونے کے ہیں۔ یا شَھَادَۃٌ سے جس کے معنی گواہی دینے کے ہیں۔ ای وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ حقیقتھا بلا شبھۃ بمنزلۃ علم المشاھدۃ اور تم بلا شک حقیقت کو بمنزلہ علم مشاہدہ کے جانتے ہو۔ (روح المعانی)

۳ : ۷۱ = تَلۡبِسُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَبۡسٌ سے۔ تم خلط ملط کرتے ہو۔ مُلَابِسَةٌ باہم خلط ملط ہونا تَلۡبَسُوۡنَ ۔ لُبۡسٌ سے بمعنی پہننا

۳ : ۷۲ = وَجۡهَ النَّهَارِ ۔ دن کا شروع حصہ۔ جیسے وَجۡهُ الدَّهۡرِ ۔ زمانہ کا شروع ۔ اللہ کی رضا۔ جیسے فَعَلَ ذٰلِكَ لِوَجۡهِ اللّٰهِ ۔ اللہ کی خوشنودی کے لئے یہ کام کیا۔ چہرہ ۔ ذات جیسے یَبۡقٰی وَجۡهُ رَبِّكَ (۵۵ : ۲۷)

۳ : ۷۳ = طَآئِفَةٌ مِّنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ ۔ کا خطاب اہل کتاب کے دوسرے اشخاص سے ہے جو اسی طائفہ کے ہم مذہب ہیں۔

۳ : ۷۳ = وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا اِلَّا لِمَنۡ تَبِعَ دِيۡنَكُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ الۡهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنۡ يُّؤۡتٰٓى اَحَدٌ مِّثۡلَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ اَوۡ يُحَآجُّوۡكُمۡ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ۔ مفسرین نے اس کو مشکل ترین آیت شمار کیا ہے (ضیاء القرآن)

وقال الواحدی ان ھذہ الاٰیۃ من مشکلات القراٰن واصعبہ تفسیرًا۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ اہل یہود کے طائفہ کا قول جو آیہ ماقبل (۳ : ۷۲) میں دیا گیا ہے اس آیۃ کے ساتھ ہی ختم ہوگیا اور وَلَا تُؤۡمِنُوۡا سے اللہ تعالیٰ کا کلام شروع ہوجاتا ہے۔

یحتمل ان یکون الخبر عن الیھود قد تم عند قولہ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ۔ وقولہ وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا ، من کلام اللہ تعالیٰ ثبت بہ قلوب المؤمنین لئلا یشکوا عند تلبیس الیھود وتزویرھم فی دینھم یقول اللہ عزوجل لا تصدقوا یا معشر المؤمنین الا من تبع دینکم ولا تُصَدِّقوا ان یُؤتیٰ احد مثل ما اوتیتم من الدین والفضل ولا تصدقوا ان یحاجوکم عند ربکم او یقدروا علیٰ ذٰلِكَ فان الھدیٰ ھدی اللہ وان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ واسع علیم۔ فتکون الاٰیۃ کلھا خطابا للمؤمنین عند تلبیس الیھود لئلا یرتابوا ولا یشکوا۔

(احتمال ہے کہ اہل یہود کے متعلق بات لعلھم یرجعون پر ختم ہوگئی۔ اور وَلَا تُؤۡمِنُوۡۤا الخ کلام اللہ ہے اور یہ اس لئے کہ مومنین کے دل نہ ڈگمگائیں اور اہل یہود کی اپنے دین میں تزویر و تلبیس باعث شک نہ بنے۔ سو اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے مومنو! سوائے اپنے مذہب کے پیروکار کے کسی پر اعتبار نہ کرو۔ اور نہ ہی یہ باور کرو کہ جو عنایات تم پر ہوئی ہیں کسی اور پر بھی ہوسکتی ہیں اور نہ ہی اس امر کو دل میں جگہ دو کہ وہ تم پر خدا کے حضور دلیل میں غالب آجائیں گے کیونکہ ہدایت تو وہی ہے

جو اللہ کی ہدایت ہے۔ اور فضل صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ بڑی ہی وسعت رکھنے والا ہے اور علیم ہے)

۲۔ اس میں قُلْ اِنَّ الْھُدٰی ھُدَی اللّٰہِ جملہ معترضہ ہے اور دوسرے سب جملوں کا تعلق لَا تُؤْمِنُوْا سے ہے۔ یعنی لَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ وَ لَا تُؤْمِنُوْا اَنْ یُّؤْتٰی اَحَدٌ مِّثْلَ مَا اُوْتِیْتُمْ وَ لَا تُصَدِّقُوْا اَنْ یُّحَاجُّوْکُمْ عِنْدَ رَبِّکُمْ (ضیاء القرآن بحوالہ تفسیر قرطبی) مت مانو کسی کی بات ماسوائے ان لوگوں کے جو تمہارے دین کی پیروی کرتے ہیں اور مت یقین کرو کہ جو انعام و فضل تم پر کیا گیا ہے وہ کسی اور کو بھی دیا جا سکتا ہے اور مت مانو یہ بات کہ وہ تمہارے رب کے نزدیک تم پر دلیل سے غالب آ سکتے ہیں۔

تفسیر الخازن میں ہے ثم اختلفوا فیہ فمنھم من قال ھذا کلام معترض بین کلامین و ما بعدہٗ متصل بالکلام الاول ای لا تؤمنوا الا لمن تبع دینکمْ و لا تؤمنوا ان یؤتیٰ احد مثل ما اوتیتم ...... و لا تؤمنوا ان یحاجوکم عند ربکم

۳۔ طائفۃ من اھل الکتاب کا کلام لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ پر ختم ہو جاتا ہے اور قل ان الھدیٰ سے آیۃ کے اخیر تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ کہ ہدایت تو وہی ہے جو اللہ کی ہدایت ہے کہ جس طرح وہ ہدایت تمہیں عطا ہوئی تھی اسی طرح وہ اسے کسی اور کو بھی عطا کرے۔ یا وہ تمہارے رب کی عطائیگی کے بارہ میں حجت بازی کریں تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ ان الفضل بید اللہ ...... الخ

یہاں عِنْدَ رَبِّکُمْ کا مطلب عِنْدَ فِعْلِ رَبِّکُمْ ہوگا۔

۴۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی اپنی انگریزی تفسیر THE HOLY QURAN میں اہل یہود کے کلام کو (لا تؤمنوا سے لے کر) لمن تبع دینکم پر ختم کر کے آگے یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

Say : "True guidance Is the guidance of God : (Fear ye) lest a revelation Be sent to someone (else) Like unto that which was sent Unto you? Or that those (Receiving such revelation) Should engage you in argument Before your Lord?"

۵ — اور اگر اِذْ کو بمعنی اِنْ حرف شرط لیا جائے تو مطلب یوں ہو سکتا ہے کہ اگر اہل یہود وہ کہیں جو انہوں نے لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ تک کہا تو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان سے) کہہ کہ اِنَّ الْهُدٰى ۔۔۔۔ مَا اُوْتِيْتُمْ۔ اگر وہ خدا کی دَین (عطائیگی) پر کٹ حجتی سے کام لیں تو کہہ اِنَّ الْفَضْلَ ۔۔۔۔۔ مَنْ يَّشَآءُ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بات کہنے کے لئے ہدایت کی جاتی ہے یا تو مَنْ يَّشَآءُ پر ختم ہو جاتی ہے۔ یا آیۃ ۷۴ کے اخیر تک چلی جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مذکورہ صورتوں کے علاوہ ان فقروں کی اور بھی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں

۳ : ۷۴ = يَخْتَصُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مخصوص فرماتا ہے

= ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ الفضل موصوف العظیم صفت۔ صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ ذو مضاف۔ فضل عظیم کا مالک۔

۳ : ۷۵ = تَاْمَنْهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب تو اس کو امانت دے۔ تو اس کو امین بنائے۔

= بِقِنْطَارٍ۔ مال کثیر۔ ڈھیروں۔ انبار۔ جمع قَنَاطِيْر۔

= يُؤَدِّهٖ۔ واحد مذکر غائب۔ مضارع۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ وہ اسے ادا کر دے گا۔ اداء مادہ۔ تَاْدِيَةٌ مصدر

= مَا دُمْتَ - مَا دَامَ افعال ناقص میں سے ہے باب نصر۔ ضرب) سے دوامٌ مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جب تک تو ٹھہرا رہا۔ جب تک تو رہا۔

مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا۔ جب تک تو اس کے سر پر کھڑا ہے۔

= لَيْسَ عَلَيْنَا ۔۔۔۔ سَبِيْلٌ۔ ای لیس علینا فی ما اصبناہ من اموال العرب عتابٌ وذمٌّ۔ اہل عرب کے مال میں سے جو بھی ہم ہتھیا لیں اسی پر مؤاخذہ نہیں ہے۔ امیوں (غیر یہودیوں) کے معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے ان سے وہ خلافی کریں۔ دھوکہ دیں۔ نقصان پہنچاویں۔ امانت کو ادا نہ کریں۔ کسی طور پر مال اینٹھ لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۳ : ۷۶ = بَلٰى۔ حرف۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ بلیٰ کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴ : ۷) کافروں کو خیال ہے کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔ (۲) یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو

نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَیْسَ زید بقائمٍ کیا زید کھڑا نہیں۔ جواب میں کہا جائیگا بَلٰی۔ ہاں یعنی کھڑا ہے۔ یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ o بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ (۷۵: ۳۔۴) کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی شَهِدْنَا (۷: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

نَعَمْ اور بَلٰی میں فرق یہ ہے کہ نَعَمْ استفہام مجرد کے جواب میں آتا ہے۔ اور بَلٰی بالاتفاق ایجاب کے جواب میں نہیں آتا۔ بلکہ اس استفہام کے جواب میں آتا ہے جو مقترن (متصل) بنفی ہو۔ نیز بَلٰی ابطال نفی کے لئے آتا ہے۔ اور نَعَمْ تصدیق ماقبل کے لئے۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ۔ (۷: ۱۷۲) بلٰی کی مثال۔ اور نَعَمْ کی مثال۔ فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ۔

= اَوْفٰی۔ اِیْفَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پورا کیا۔

(۳: ۷۸) = یَلْوٗنَ مضارع جمع مذکر غائب لَیٌّ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گھماتے ہیں۔ وہ پھراتے ہیں۔ لَیٌّ موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوٰی یَلْوِیْ (ضرب) لَوَی لِسَانَهٗ یا لوی بلسانه اس نے زبان پھیرلی یعنی جھوٹ کہا۔ خود اپنی طرف سے بات گھڑلی۔ مطلب یہ کہ زبان مروڑ کر الفاظ بگاڑ کر ادا کرتے ہیں۔ مثال۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کو قُلْ اَنْ مَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ پڑھنا۔

اگر لَوٰی کے اول مفعول پر عَلٰی ہو تو متوجہ ہونے اور منہ پھیر کر دیکھنے کے ہیں۔ لَا یَلْوِیْ عَلٰٓی اَحَدٍ۔ وہ ایسا بھاگا کہ کسی طرف منہ پھیر کر نہ دیکھا۔

۳: ۷۹ = وَلٰكِنْ۔ اور کُوْنُوْا کے درمیان یَقُوْلُ محذوف ہے بلکہ وہ تو یہ کہے گا۔

= رَبّٰنِیّٖنَ۔ زاہد۔ خدا پرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ مربیّ۔ مرشد خلق۔ رَبّانی کی نسبت رب کی طرف ہے اس نسبت سے اسے رَبّیٌّ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مبالغہ کے لئے الف نون کا اضافہ کردیا ہے۔ جیسے بڑی گھنی ڈاڑھی والے کو لِحْیَانِیْ اور بہت فربہ گردن والے کو رَقْبَانِیْ کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں ربّانی کا مطلب ہوگا بالکل اللہ والا۔

= تَدْرُسُوْنَ۔ (باب نصر) مضارع جمع مذکر حاضر تم پڑھتے ہو

۳: ۸۰ = وَلَا یَاْمُرَكُمْ۔ ثُمَّ یَقُوْلَ پر عطف ہے اور اس کا فاعل لبشر ہے جو ابتدائی

آیۃ میں مذکور ہے اور وہ بندہ نہیں حکم دے گا تمہیں۔
= اَيَأْمُرُكُمْ۔ تعجب اور استفہام انکاری کے طور پر ہے یعنی وہ ایسا حکم ہرگز نہیں دیگا۔ ضمیر فاعل بشر کی طرف راجع ہے۔
۳: ۸۱ = اس آیۃ میں میثاق النبیین کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبیوں کے بارہ میں میثاق لیا گیا۔ دوسرا وہ میثاق جو نبیوں سے لیا گیا تھا۔

بعض مفسرین نے پہلا مطلب اختیار کیا ہے اور ان میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بھی ہیں اور بعضوں نے دوسرا مطلب اختیار کیا ہے۔ لیکن پہلا مطلب زیادہ قرین قیاس ہے۔ دوسرے مطلب کی صورت میں ماحاصل یہ ہوگا کہ اللہ نے نبیوں میں سے ہر ایک نبی سے یہ عہد لیا تھا کہ اگر کوئی دوسرا رسول اس کے عہد میں مبعوث ہو تو اس کا فرض ہے کہ اس کی تصدیق کرے۔ اور اس کا ساتھ دے۔

تاریخ میں کب اور کہاں ایسے حالات معرض وجود میں آئے کہ ایک امت کی جانب ایک رسول کتاب و حکمت لے کر آیا ہو اور اس کی حیات ہی میں ایک دوسرا رسول کتاب و حکمت کے ساتھ مبعوث ہوا ہو۔ اگر کبھی دو نبی ایک ہی وقت میں ایک ہی امت کی طرف بھیجے گئے تو دوسرا محض پہلے کی تائید اور نصرت کی خاطر مبعوث ہوا۔

اور جہاں تک اس آیت سے یہ مطلب اخذ کرنے کا سوال ہے کہ اس سے مراد تمام انبیاء سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی پیروی کا اقرار لیا گیا تھا تو امام رازی نے اس بارہ میں ایک بہت معقول سوال اٹھایا ہے کہ رسول مقبول کی بعثت کے وقت تمام انبیاء رفوت ہو چکے تھے وہ کیسے ایسے وثاق کے مکلف ہو سکتے تھے۔ لہٰذا جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا موقف ہے وہ درست ہے کہ یہ میثاق ہر امت سے لیا گیا کہ ان میں سے ہر ایک کو بذریعہ رسول کتاب و حکمت دی گئی ہے لیکن جب کبھی اس کے بعد کوئی اور رسول منجانب اللہ کتاب و حکمت لے کر آئے۔ جو پہلی کی تصدیق و تائید میں ہو تو اس وقت کی امت پر فرض ہوگا کہ نئے آنے والے رسول کی پیروی کرے اور اس کے ساتھ تعاون کرے کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور جتنے بھی خدا کے رسول ہیں سب اسی کی دعوت دینے والے ہیں۔
= وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ۔ اور یاد کرو جب ہم نے نبیوں کے بارہ میں عہد لیا تھا۔
= لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ ہر دو فعل مضارع معروف بالام تاکید و نون ثقیلہ ہیں۔ تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔
= اِصْرِيْ۔ میرا عہد۔ چونکہ عہد کی ذمہ داری کا بھی انسان پر بوجھ ہوتا ہے اس لئے اِصْرٌ کا

استعمال عہد کے معنی میں بھی ہوتا ہے جمع اٰصَادٌ

۳: ۸۴ = اَسْبَاط ۔ قبیلے ۔ ایک دادا کی اولاد ۔ سِبْطٌ کی جمع جس کے معنی پوتے اور نواسے دونوں کے ہیں ۔ مگر نواسے کے معنی میں اس کا استعمال زیادہ آتا ہے یہاں حضرت یعقوب کی اولاد مراد ہے ۔

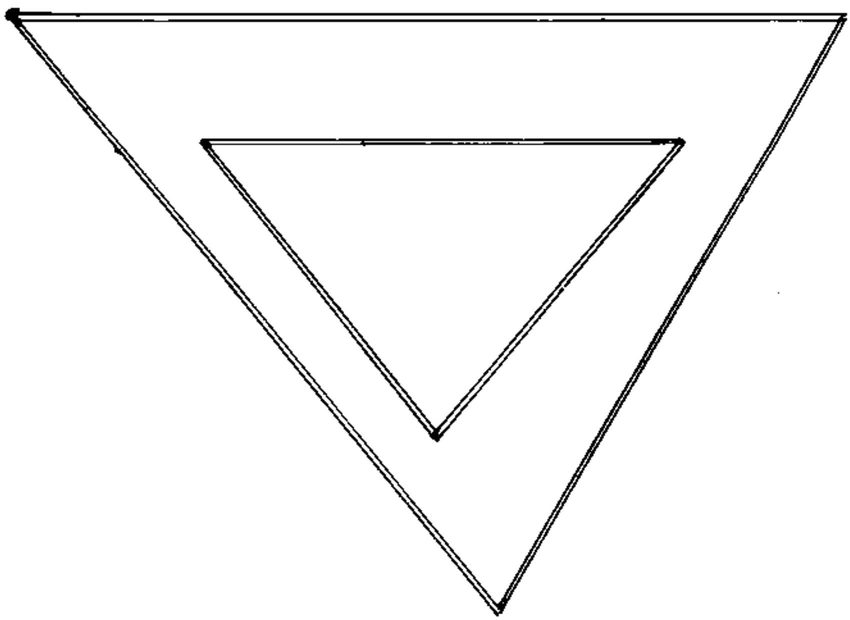
۳ ۔ ۸۵ = یَبْتَغِ ۔ اصل میں یَبْتَغِیْ تھا ۔ من عامل کی وجہ سے غ جو آخری متحرک حرف تھا ساکن ہوگیا ۔ ی بوجہ ساکنین کے گر گئی ۔ ی کی موجودگی کو ظاہر کرنے کے لئے غ مکسور کردی گئی مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ۔ ابتغاء مصدر ۔ چاہے ۔ ڈھونڈے ۔ طلب کرے ۔

۳: ۹۱ = مِلْءُ ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے ۔ جمع اَمْلَاءٌ

مِلْءُ الْاَرْضِ ۔ مضاف مضاف الیہ اتنی مقدار جو زمین بھر میں سما سکے ۔

= اِفْتَدٰی ۔ اس نے اپنے چھڑانے کا بدلہ (فدیہ) دیا ۔

ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِدَاءٌ (افتعال) کے وزن پر ۔



پارہ
لَنْ تَنَالُوا
(۴)
آلِ عِمْرَان - النِّسَآء

۳: ۹۲ = لَنۡ تَنَالُوۡا ۔ مضارع نفی تاکید بلَن ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر
اصل میں لَنۡ تَنَالُوۡنَ تھا۔ لَنۡ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ صیغہ جمع کو ظاہر کرنے کے لئے اخیر میں الف زائد کردیا گیا۔ تم ہرگز نہیں پاؤ گے۔ تم ہرگز نہیں پہنچو گے۔
نَیۡلٌ سے (باب سمع)
= اَلۡبِرَّ۔ مصدر۔ مفعول بہ ہے فعل لَنۡ تَنَالُوۡا کا۔ نیکو کاری۔ نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ طاعت صلاحیت۔ سچائی۔ نیک برتاؤ۔
بِرٌّ۔ میں اعتقادی و عملی دونوں قسم کی نیکیاں شامل ہیں۔
مثال۔ لَیۡسَ الۡبِرَّ اَنۡ تُوَلُّوۡا وُجُوۡھَکُمۡ قِبَلَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ ......
(۲: ۱۷۷)
= تُنۡفِقُوۡا ۔ اِنۡفَاقٌ (اِفۡعَالٌ) سے جمع مذکر حاضر فعل مضارع معروف۔ نون اعرابی عامل کی وجہ سے حذف ہوگیا ہے۔ تم خرچ کرو۔ تم خرچ کرو گے۔ تم خرچ کرتے ہو۔
۳: ۹۳ = اِسۡرَآئِیۡلُ ۔ سے اگر بنی اسرائیل مراد لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا۔ کہ نزول تورات سے قبل بنی اسرائیل نے رسماً بعض چیزیں حرام قرار دے لی تھیں جن کی حرمت توراۃ میں مذکور نہیں ہے۔ اور اگر اسرائیل سے مراد حضرت یعقوب علیہ السلام لئے جادیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ انہوں نے طبعی کراہت کی وجہ سے یا کسی مرض کی بناء پر احتراز فرمایا تھا۔ پھر ان کے بعد ان کی اولاد نے ان چیزوں کو ممنوع سمجھ لیا تھا۔
۳: ۹۴ = اِفۡتَرٰی ۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔
اِفۡتِرَاءٌ (اِفۡتِعَالٌ) ماضی واحد مذکر غائب فری حروف مادہ اَلۡفَرۡیُ (نصر) کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِفۡرَاءٌ (افعال)۔ کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفۡتِرَاءٌ۔ جھوٹ ۔دشمنی۔
اِفۡتَرٰی عَلَیۡہِ الۡکَذِبَ کسی پر تہمت لگانا۔ کسی پر جھوٹ باندھنا۔
فَمَنِ ...... الۡکَذِبَ ۔ پس جو شخص اللہ پر جھوٹا بہتان تراشتا ہے۔
= مِنۡ بَعۡدِ ذٰلِکَ ۔ اس وضاحت کے بعد جو آیۃ ۹۳ میں کی گئی ہے۔
۳: ۹۵ = مِلَّۃَ ۔ دین کی طرح ملت بھی اس دستور کا نام ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی زبان پر بندوں کے لئے مقرر فرمایا تھا۔ تاکہ اس کے ذریعہ وہ قرب خداوندی حاصل کرسکیں دین اور ملت میں فرق یہ ہے کہ ملت کی اضافت صرف اس نبی کی طرف ہوتی ہے جس کا

وہ دین ہوتا ہے پس فَاتَّبِعُوْا ...... اِبْرَاھِیْمَ پس دین ابراہیم کی پیروی کرو

= حَنِیْفًا۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحَنِیْفُ۔ بروزن فَعِیْلٌ جو باطل کو چھوڑ کر استقامت پر آجائے۔ جو سب سے بے تعلق ہو کر صرف خدا کا ہو جائے

۳ : ۹۷ = فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرَاھِیْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا۔ فِیْہِ اور دَخَلَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب بَیْت کی طرف راجع ہے جو آیہ ماقبل میں مذکور ہے۔

• فِیْہِ اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ (فمنھا) مقام ابراھیم۔ اس میں کئی روشن نشانیاں ہیں (ان میں سے ایک) مقام ابراہیم ہے۔

۳ : ۹۹ = تَصُدُّوْنَ۔ صَدٌّ (نَصَرَ) تم روکتے ہو۔ تم بند کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= تَبْغُوْنَھَا۔ تم اس کو چاہتے ہو بَغْیٌ سے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ھَا ضمیر واحد مونث غائب جو سبیل اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔ سبیل مذکر مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

• عَوِجَ یَعْوَجُ (سمع) سے اسم ہے ٹیڑھا ہونا۔ کج ہونا۔ جو کجی آنکھوں سے نظر آجائے مثلاً دیوار کا ٹیڑھا ہونا۔ وہ عَوَجٌ (بفتح عین) ہے اور جو نظر نہ آئے مثلاً سوچ سمجھ میں کجی۔ قول میں کجی (عین کے کسرہ کے ساتھ) ہے۔

۳ : ۱۰۱ = یَعْتَصِمْ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم اِعْتِصَامٌ (افتعال) مصدر۔ مضبوط پکڑنا ہے۔ عِصْمَۃٌ۔ گردن بند۔ حمیل۔ عُصْمَۃٌ اور عَصَامٌ کتے وغیرہ کی گردن کا پٹہ۔ عِصَامٌ۔ مشک کا بندھن مِعْصَمٌ کلائی کا پہنچا۔ عَصْمٌ مصدر۔ ضَرَبَ سے اختیار کرنا۔ بچانا۔ محفوظ رکھنا عَصَمَ اِلَیْہِ اس نے اس کی طرف پناہ لی۔ اِعْتِصَامٌ (اِفْتِعَالٌ) گناہ سے بچے رہنا۔ اِنْعِصَامٌ (انفعال) گناہ سے بچنا۔

۳ : ۱۰۳ = اَلَّفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَاْلِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ تالیف القلوب دلوں کو اکٹھا کرنا۔ باہمی الفت پیدا کرنا۔

= شَفَا۔ کنارہ۔ یہ لفظ ہلاکت کے قریب ہونے کے لئے ضرب المثل ہے (ش ف و حروف مادہ ہیں) چنانچہ کہتے ہیں اَشْفٰی فُلَانٌ عَلَی الْھَلَاکِ فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا

= حُفْرَۃٍ۔ گڑھا۔ حَفْرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ حُفَرٌ جمع حَفَّارٌ گورکن۔ مِحْفَرٌ بیلچہ۔ شَفَا حُفْرَۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ گڑھے کا کنارہ

= اَنْقَذَکُمْ۔ اَلْاِنْقَاذُ (افعال) کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا۔ نجات دینا۔ اس نے

تم کو بچالیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ فَرَسٌ نَقِیْذٌ دشمن کے ہاتھ سے چھینا ہوا گھوڑا۔ گویا وہ دشمن سے بچالیا گیا ہے۔ جمع نَقَائِذُ۔

۳: ۱۰۴ — وَ لْتَكُنْ مِنْكُمْ۔ لِتَكُنْ میں لام امر ہے صیغہ واحد مؤنث غائب۔ امر غائب و متکلم معروف بناوٹ کے لحاظ سے کوئی مستقل فعل نہیں بلکہ ایک دوسرا نام مضارع بلام امر کا ہے لام امر و مضارع غائب و متکلم معروف کے آٹھوں صیغوں سے خاص ہے جو صیغہ ہائے واحد کو جزم دیتا ہے۔ جیسے لِيَكُنْ (واحد مذکر غائب) لِتَكُنْ (واحد مؤنث غائب) اور لِاَكُنْ واحد متکلم۔ نون اعرابی کے سقوط اور نون ضمیری کی قائمی میں مثل لَمْ کے عمل کرتا ہے۔

وَ لْتَكُنْ۔ چاہئے کہ ہو ایک (جماعت) تم میں سے جو ......

— مِنْكُمْ۔ میں مِنْ۔ تبیین کے لئے ہے تبعیض کے لئے نہیں۔ یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام تمام امت پر واجب ہے کسی مخصوص جماعت کی ذمہ داری نہیں۔

۳: ۱۱۱ — لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلن۔ صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تمہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

— اَذًى۔ تکلیف۔ اذیت۔ کوفت۔

— يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۔ وَلّٰى يُوَلِّىْ۔ (باب تفعیل) پیٹھ دینا۔ پشت پھیر کر بھاگنا۔ اَدْبَارٌ جمع دُبُرٌ کی۔ بمعنی پیٹھ۔ وہ تمہاری طرف پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

۳: ۱۱۲ — ضُرِبَتْ۔ ڈال دی گئی۔ مار دی گئی۔ لازم کردی گئی۔ مسلط کردی گئی۔ لگادی گئی۔ ضَرْبٌ سے ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ عَلٰى کے ساتھ تاریک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ۔ ذلت (اور رسوائی) ان پر لازم کردی گئی ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ۔ ذلت و رسوائی۔ محتاجی اور بے نوائی ان پر مسلط کردی گئی۔ ان پر لازم کردی گئی۔

— ثُقِفُوْا۔ ثَقِفَ (سَمِعَ) کسی چیز کو پانا اور اس پر کامیاب ہونا۔ وہ پائے گئے۔

— حَبْلٌ۔ رسی۔ عہد و پیمان۔ چونکہ رگ بھی رسی سے مشابہت رکھتی ہے اس لئے قرآن حکیم میں شاہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيْدِ (۵۰: ۱۶) فرمایا ہے۔

— بَآءُوْ۔ انہوں نے کمایا۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹے (باب نصر) بَوَاءٌ۔ جس کے اصل معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں۔ مجازاً اس کے معنی کمانے۔ لوٹنے۔ اقرار کرنے کے بھی آئے ہیں۔ ب و ء۔ مادہ۔

مَكَانٌ بَوَاءٌ۔ اترنے۔ فروکش ہونے کے لئے سازگار اور موافق جگہ۔ بَوَّأْتُ لَهٗ مَكَانًا۔

میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ۔(۳: ۱۲۱) اور جب تم صبح گھروں سے رخصت ہوئے اور مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب جگہ پر بٹھانے لگے۔

= ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ ...... وَالْمَسْكَنَةُ۔ لازم کردی گئی ان پر ذلت اور رسوائی جہاں کہیں بھی وہ ہیں۔ بجز اس کے کہ وہ کسی عہد نامہ کی رو سے اللہ سے یا دوسرے لوگوں سے پناہ حاصل کر سکیں (اللہ کی طرف سے عہد نامہ ان کا اہل کتاب ہونا اور پابند شریعت ہونا۔ اور لوگوں کی طرف سے عہد نامہ۔ کسی سیاسی معاشرتی وجوہ کی بناء پر بہ شرائط پناہ حاصل کرنا) اور وہ مستحق ہوگئے اللہ کے غضب کے اور مسلط کر دی گئی ان پر محتاجی اور بے نوائی۔

۳: ۱۱۲ = عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی۔ انہوں نے کہنا نہ مانا۔ مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَصَوْا اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا اب واؤ اور یاء دو ساکن اکٹھے ہوگئے لہٰذا الف گر گیا اور عَصَوْا رہ گیا۔

= كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِعْتِدَاءٌ مصدر (افتعال) ع د و۔ مادہ۔ وہ زیادتی کرتے تھے۔ وہ حدود شرعیہ سے تجاوز کرتے تھے۔

۳: ۱۱۳ = اٰنَاءَ۔ اوقات۔ گھڑیاں۔ اِنْیٌ۔ واحد۔ وقت کا کچھ حصہ۔ ا ن ی۔ حروف مادہ

۳: ۱۱۵ = فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ۔ تو اس کار خیر سے انکار نہیں کیا جائے گا۔ یعنی اس کار خیر کا ان کو اجر دیا جائے گا۔ مضارع مجہول نفی تاکید بلن۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۳: ۱۱۶ = لَنْ تُغْنِيَ۔ مضارع معروف نفی تاکید بلن۔ صیغہ واحد مؤنث غائب (باب افعال) وہ کفایت ہرگز نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہ آئے گی۔

هٰذَا مَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تمہارے کسی کام نہ آئے گی۔

۳: ۱۱۷ = صِرٌّ۔ ٹھر۔ پالا۔ سردی۔ ٹھنڈک۔ لُو۔ باد سموم

۳: ۱۱۸ = بِطَانَةً۔ ولی۔ دوستی۔ رازدار۔ بھیدی۔ اَسْتَر۔ کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا ہے بطن سے مشتق ہے بطن کا استعمال ہر شے میں ظہر کے خلاف ہوتا ہے۔ باہر کی جانب کو ظہر کہتے ہیں۔ اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔ کپڑے کے اوپر کے حصہ کو ظہارہ اور اندرونی اور نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا ہے بطانۃ کہتے ہیں۔

= لَا يَاْلُوْنَكُمْ = مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر (باب نَصَرَ) اَلْوٌ اُلُوٌّ۔ اُلِیٌّ۔ مصادر کسی کام میں کوتاہی کرنا۔ دیر لگانا۔ کہتے ہیں لَمْ يَأْلُ جُهْدًا۔ اس نے کوشش کرنے میں کوتاہی نہیں کی۔

= خَبَالًا ۔ تباہ کرنا ۔ خرابی مچانا ۔ فساد ۔ تباہی ۔ وہ خرابی یا فساد جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔

لَا يَأْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وہ تمہیں خرابی پہنچانے میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

= وَدُّوْا ۔ وہ پسند کرتے ہیں ۔ وہ محبت کرتے ہیں ۔ وہ تمنا کرتے ہیں ۔ وُدٌّ ۔ محبت وَدُوْدٌ محبت والا ۔ (اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے)

وَدَّ ۔ يَوَدُّ ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= عَنِتُّمْ ۔ تم کو مضرت پہنچی ۔ تم کو ایذا پہنچی ۔ عَنَتٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ۔ عَنَتٌ ۔ گناہ ۔ بدکاری ۔ زنا ۔ تکلیف ۔ مشقت ۔ فساد ۔ ہلاکت ۔ غلطی ۔ جور ۔ اذیت

= اَفْوَاهِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَفْوَاهٌ ۔ فُوْهٌ کی جمع ہے ہ کو گرا کر م سے بدل کر فَمٌ بمعنی منہ ہے۔

۳: ۱۱۹ = هٰاَنْتُمْ ۔ هَا تنبیہ کے لئے ہے اَنْتُمْ ۔ مبتدا اور اُولَآءِ خبر ہے۔

= لَقُوْكُمْ ۔ وہ تم سے ملتے ہیں ۔ ماضی جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ لَقُوْا اصل میں لَقِيُوْا تھا ۔ لِقَيٌ سے ۔

= خَلَوْا ۔ وہ تنہا ہوئے ۔ وہ اکیلے ہوئے ۔ خَلَاءٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= عَضُّوْا ۔ انہوں نے کاٹ کاٹ کھایا ۔ انہوں نے دانتوں میں دبایا ۔ عَضٌّ سے (باب سمع) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔

= اَلْاَنَامِلَ ۔ اَنْمِلَةٌ کی جمع ۔ جس کے معنی پہلے پورے کے ہیں جس میں ناخن ہوتا ہے ۔ انگلیاں ۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۔ تمہارے خلاف غصہ و غضب کی وجہ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

۳: ۱۲۰ = تَمْسَسْكُمْ ۔ (باب ضَرَبَ ۔ نَصَرَ) وہ تم کو چھوئے ۔ وہ تم کو پہنچے ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔

= تَسُؤْهُمْ ۔ وہ ان کو بری لگتی ہے ۔ وہ ان کو ناخوش کرتی ہے مضارع واحد مؤنث غائب هُمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب۔

= كَيْدٌ ۔ مصدر اور اسم مصدر ۔ اچھی تدبیر ۔ بری تدبیر ۔ مکر و فریب ۔ چال ۔ داؤ۔

= مُحِيْطٌ ۔ اسم فاعل ۔ اِحَاطَةٌ ۔ مصدر ۔ حوط ۔ مادہ ۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا ۔

۳: ۱۲۱ = یہاں سے لے کر سورۃ کے آخر تک کلام جنگ اُحد کے بعد نازل ہوا ۔ تُبَوِّئُ ۔ دیکھو ۱۱۲:۳

= مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ - مَقَاعِدَ - صیغہ جمع منتہی الجموع - ظرف مکان - مَقْعَدٌ واحد - بیٹھنے کی جگہ - گھات لگانے کے مقامات - مورچے

۳: ۱۲۲ = هَمَّتْ - ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب - هَمٌّ - مصدر - هَمَّ يَهُمُّ (نصر) اس نے ارادہ کیا -

= طَائِفَتَانِ - دو گروہ - دو جماعتیں - دو فرقے - طَائِفَةٌ کا تثنیہ ہے -

جنگ احد کے لئے ۷ / شوال بروز ہفتہ ۳ ہجری کو جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار مجاھدین کے ہمراہ مدینہ شریف سے نکلے - تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ہمراہ تھا لیکن راستہ میں شوط کے مقام پر وہ اپنے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ الگ ہو گیا - اس کی دیکھا دیکھی قبیلہ اوس کی شاخ بنی حارثہ اور خزرج کی شاخ بنی سلمہ جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان کے دل میں بھی جنگ سے واپسی کا خیال ہوا - لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دستگیری کی اور اس لغزش کے ارتکاب سے ان کو بچالیا -

= تَفْشَلَا - وہ دونوں بزدلی کریں - فَشِلَ يَفْشَلُ (سمع) فَشَلٌ بزدل ہونا - بزدلی کرنا - ہمت ہار دینا - مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث غائب - نون اعرابی اَنْ کی وجہ سے گر گیا -

= وَاللّٰهُ - میں واؤ حالیہ ہے -

۳: ۱۲۳ = اَذِلَّةٌ - کمزور - نرم دل - ذلیل - ذَلِيْلٌ کی جمع ہے -

۳: ۱۲۴ = اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ - أ - برائے استفہام - لَنْ يَّكْفِيَ - مضارع منفی تاکید بَلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر كَفٰى يَكْفِيْ (ضرب) كِفَايَةٌ سے کافی ہونا - كِفَايَةٌ اس چیز کو کہتے ہیں جو ضرورت کو اس طرح پوری کردے کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے - کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے

= اَنْ يُّمِدَّكُمْ - مَدَّ يَمُدُّ وَاَمَدَّ يُمِدُّ - د - ب - کسی کو لشکر یا رسد مہیا کرنا - يُمِدُّ کی دال کے ضمہ کو نصب بوجہ اَنْ آئی ہے -

۳: ۱۲۵ = يَاْتُوْكُمْ - میں ضمیر فاعل اہلِ کفار کی طرف راجع ہے جو جنگِ احد میں اہل اسلام کے خلاف نبرد آزما تھے

= مِنْ فَوْرِهِمْ - فَوْرٌ - اسم فعل - جوش - اُبال - عجلت - فورًا - اَلْفَوْرُ کے معنی سخت جوش مارنے کے ہیں - یہ لفظ آگ کے بھڑک اٹھنے پر بھی بولا جاتا ہے اور ہانڈی اور غصہ کے جوش کھانے پر بھی - قرآن مجید میں ہے وَفَارَ التَّنُّوْرُ (۱۱: ۴۰) اور تنور جوش مارنے لگا -

ہانڈی کے اوبال کو فَوَّارَۃٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَّارَۃُ الماءِ کہتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے فعلتُ کَذَا مِنْ فَوْرِیْ ۔ میں نے جوش میں ایسا کیا۔

پس یَاْتُوْکُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا کا مطلب یہ ہوا کہ
اور کافر تم پر جوش کے ساتھ دفعتہً حملہ کر دیں۔

= مُسَوِّمِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسَوِّمٌ واحد تَسْوِیْمٌ مصدر سُوْمَۃٌ سے اپنے لئے نشان مقرر کرنے والے یا اپنے گھوڑوں کا خصوصی نشان بنانے والے۔

= وَمَا جَعَلَہُ اللّٰہُ ۔ میں ہٗ ضمیر اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے اتارنے کے ذریعہ سے مسلمانوں کی امداد کے امر کے متعلق ہے

۳ : ۱۲۷ = لِیَقْطَعَ ۔ قَطْعٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب فتح) مضارع پر لام جار مکسور فعل کی علت یا سبب بیان کرنے کے لئے آئے تو اس کے بعد اَنْ مصدری ناصب کا آنا ضروری ہے اور مضارع پر اسی اَنْ کی وجہ سے نصب آیا ہے اگر اَنْ مذکور نہ ہو جیسا کہ آیۃ ہذا میں ہے تو محذوف مقدر قرار دیا جائیگا۔ لیکن اگر فعل سے پہلے لا نفی آیا ہو تو لام جر کے بعد اَنْ کو ذکر کرنا لازم ہے۔ جیسے لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْکُمْ حُجَّۃٌ (۲ : ۱۵۰)

= لِیَقْطَعَ ۔ تاکہ کاٹ دے۔ ہلاک کر دے۔

= طَرَفًا ۔ طَرَفٌ کی جمع اَطْرَافٌ ۔ ایک ٹکڑہ۔ ایک حصہ۔

= یَکْبِتَہُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَبْتٌ مصدر باب ضَرَبَ تاکہ وہ ان کو ذلیل کرے۔ مضارع پر نصب لام جار مکسور کی وجہ سے ہے جو کہ محذوف ہے اصل میں یہ لِیَقْطَعَ کی طرح لِیَکْبِتَھُمْ تھا۔

= خَائِبِیْنَ ۔ نامراد۔ خَیْبَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۳ : ۱۲۶ - ۱۲۷ = ترجمہ۔ خدا تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ امداد کا وعدہ مسلمانوں کو خوشخبری اور ان کے اطمینان قلب کی خاطر کیا۔ اور دوم یہ کہ اہل کفار کا ایک بازو کٹ جائے اور وہ ذلیل وخوار ہو کر نامراد واپس لوٹیں۔

۳ : ۱۳۰ = الرِّبٰوا ۔ بیاج۔ سُود

= اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً ۔ کئی گنا۔ چند در چند۔ مُضٰعَفَۃً ۔ اَضْعَافًا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳ : ۱۳۱ = اُعِدَّتْ ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ اِعْدَادٌ سے (اِفْعَالٌ)

جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں ۔ اُعِدَّتْ وہ تیار کی گئی

۳: ۱۳۳ == سَارِعُوْا ۔ جلدی کرو، دوڑو ۔ سرعت سے کام لو ۔ مُسَارَعَۃٌ جس کے معنی دوڑنے اور دوڑانے کے ہیں ۔ امر ۔ جمع مذکر حاضر ۔

۳: ۱۳۴ == اَلسَّرَّآءِ ۔ خوشی ۔ خوشحالی ۔ الضَّرَّآءِ کا متضاد

== الضَّرَّآءِ ۔ تکلیف ۔ سختی ۔ تنگی ۔ مرض ۔ بیماری ۔ مصیبت ۔

== کَاظِمِیْنَ ۔ کَاظِمٌ کی جمع ہے کَظْمٌ ۔ کُظُوْمٌ ۔ مصدر ۔ (ضرب) غصہ روکنے والے غصہ پی جانے والے ۔ کُظُوْمٌ کا اصل معنی ہے سانس رکنا ۔ مجازاً خاموش ہوجانا ۔ بَعِیْرٌ کَاظِمٌ اور اِبِلٌ کُظُوْمٌ ۔ وہ اونٹ جس نے جگالی کرنی چھوڑ دی ہو کَظَمَ السِّقَاءَ اس نے پانی بھر کر مشک کا منہ باندھ دیا ۔ کَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ میں قفل لگادیا

== الْعَافِیْنَ ۔ عَافٍ ۔ معاف کرنا ۔ عَفُوٌّ سے ۔ معاف کرنے والے ۔

۳: ۱۳۵ ۔ لَمْ یُصِرُّوْا ۔ مضارع نفی حجد بلم ۔ انہوں نے اصرار نہیں کیا ۔ جمے نہیں رہے ۔ اڑے نہیں رہے ۔

۳: ۱۳۷ == سُنَنٌ ۔ سُنَّۃٌ کی جمع ۔ طریقے ۔ راہیں ۔ مثالیں ۔ سنت، قانون شرعی ۔ طور واطوار عادت ۔ دستور ۔ طریقہ جاریہ ۔ یہاں مراد مختلف قوموں کے عروج وزوال

۳: ۱۳۹ == لَا تَھِنُوْا ۔ وَھْنٌ سے ۔ فعل نہی ۔ جمع مذکر حاضر ۔ تم سست مت ہو ۔ تم بزدل مت ہو ۔ تم کمزور مت ہو ۔

۳: ۱۴۰ == یَمْسَسْکُمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ تم کو لگتا ہے تم کو پہنچتا ہے ۔ تم کو چھوتا ہے ۔

== قَرْحٌ ۔ کسی بیرونی شے سے پہنچنے والا زخم ۔ مثلاً ۔ تلوار کا زخم ۔

اَلْقَرْحُ ۔ اندر سے پیدا ہونے والا زخم ۔ مثلاً پھوڑا ۔ پھنسی کا زخم ۔ اول متعدی ہے اور باب فتح سے آتا ہے دوم لازم ہے اور باب سمع سے آتا ہے لیکن کبھی باب فتح سے آتا ہے ۔ جیسے قَرَحَ قَلْبُہٗ ۔ اس کا دل زخمی ہوگیا ۔ قَرْحٌ مصدر بھی ہے ۔ زخمی کرنا ۔ قُرْحٌ اس دکھ اور تکلیف کو بھی کہتے ہیں جو کسی زخم سے پیدا ہو ۔ یہاں زخمی ہونا اور دکھ پانا مراد ہے

۳: ۱۴۰ == نُدَاوِلُھَا ۔ جمع متکلم مضارع ۔ مُدَاوَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) ھَا ضمیر واحد مؤنث مفعول ہم اس کو ادلتے بدلتے رہتے ہیں ۔ دَلْوٌ دَوْلٌ ڈول (اجو اوپر نیچے آتا جاتا ہے) دَوْلَۃٌ دُوْلَۃٌ

مالی چکر۔ دولت کہ وہ بھی ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ آتی جاتی رہتی ہے۔

۳: ۱۴۱ = لِيُمَحِّصَ ۔ تَمْحِيْصٌ ۔ (تفعیل) تاکہ خالص اور صاف کر دے۔

اَلْمَحْصُ ۔ کسی چیز کو کھوٹ اور عیب سے پاک کرنا۔ مَحَّصْتُ الذَّهَبَ میں نے سونے کو آگ میں گلا کر اس کے کھوٹ کو الگ کر دیا۔ دلوں کے پاک کرنے پر تمحیص کا استعمال بمثل تزکیہ و تطہیر ہوتا ہے۔

دعا میں ہم کہتے ہیں اَللّٰهُمَّ مَحِّصْ عَنَّا ذُنُوْبَنَا ۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں کو جو ہمارے ساتھ لگے ہوئے ہیں دور کر دے۔

= يَمْحَقَ ۔ مَحْقٌ مصدر (فتح) وہ گھٹاتا ہے۔ تاکہ وہ مٹا دے۔ تاکہ وہ ہلاک کر دے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (۲: ۲۷۶) خدا سود کو نابود اور خیرات کو بڑھاتا ہے۔

۳: ۱۴۲ = لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ ۔ میں يَعْلَمُ مضارع مجزوم بوجہ لَمَّا کے ہے متحرک کرنے کے لئے میم کو کسرہ دیا گیا۔ ابھی جانا ہی نہیں اللہ نے یعنی آزما کر دیکھا ہی نہیں

= وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۔ میں میم پر فتح بوجوہ ذیل ہے۔

۱:۔ واؤ حرف عطف ہے اور يَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ کا يَعْلَمِ اللّٰهُ پر عطف ہے۔ دراصل یہاں بھی مجزوم تھا۔ لیکن التقاء ساکنین کی وجہ سے میم سے قبل لام کی فتح کی رعایت سے اسے فتح دیا گیا۔

۲:۔ داؤ۔ واو الصرف ہے جس کے بعد اَنْ پوشیدہ ہوتا ہے لہٰذا واؤ کے بعد اور يَعْلَمَ سے پہلے اَنْ مقدر ہے جیسے کہا جاتا ہے۔ لَا تَاْكُلِ السَّمَكَ وَتَشْرَبَ اللَّبَنَ

۳:۔ امام حسن رضؓ کی قرأت میں یہاں بھی يَعْلَمِ کی میم کو زیر ہے۔ کیونکہ واؤ عاطفہ ہے اور یہ يَعْلَمَ پہلے يَعْلَمِ پر معطوف ہے اور لَمَّا کی وجہ سے مجزوم (یہاں لام ماقبل میم کی حرکت کی رعایت ملحوظ نہیں رکھی گئی۔

۴:۔ ابو عمروؒ کی قرأت میں یہ يَعْلَمُ میم کے پیش کے ساتھ ہے۔ اس صورت میں واؤ ابتدائیہ ہے اور جملہ نیا ہے۔ اب معنی یہ ہوں گے کہ رب تعالیٰ صابروں کو جانتا ہے اور انہیں بقدر صبر اجر دے گا۔

۳: ۱۴۳ = كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ ۔ ماضی استمراری، صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنَّوْنَ اصل میں

تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ ت کو ت میں مدغم کردیا گیا ہے تَمَنِّیٌ سے مضارع یَتَمَنّٰی م ن ی مادہ باب تفعّل۔ تم تمنا کیا کرتے تھے۔ تم آرزو کیا کرتے تھے۔

= تَلْقَوْہُ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ سے جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الموت ہے تم اس سے ملاقی ہو۔ تم اس سے ملو۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ تم اس کو اپنے مقابل پاؤ۔ یہاں موت سے مراد جہاد میں شہادت ہے۔ یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں جنگ وجدل سے قبل تم آرزو کیا کرتے تھے کہ تمہیں بھی ایسی شہادت کا موقعہ میسر آئے جو شہدائے بدر کو آیا تھا۔ تو لو اب اس جنگ (جنگ احد) میں تم اُسے اپنے سامنے پا رہے ہو۔ فی الحقیقت پا رہے ہو۔

= وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۔ برائے تاکید ہے۔

۳:۱۴۴ = اَفَائِنْ۔ اَ استفہامیہ ف زائد۔ اِنْ۔ اگر نہیں۔ تاکید وتحقیق۔

اِنْ کی چار صورتیں ہیں

۱۔ اِنْ۔ شرطیہ۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ۔ (۵:۱۱۸) اگر تو ان کو عذاب دے تو تیرے بندے ہیں۔ اِنْ یَّنْتَهُوْا یُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ۔ (۸:۳۸) اگر وہ باز آجائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا۔

۲۔ اِنْ مخففہ۔ جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہے جیسے اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَیْكَةِ لَظٰلِمِیْنَ ۝ (۱۵:۷۸) بلاشبہ اصحاب الایکہ ظالم تھے۔ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا۔ (۲۵-۴۲) تو ضرور یہ ہم کو ہمارے معبودوں سے بہکا دیتا۔

۳۔ اِنْ نافیہ۔ یہ جملہ اسمیہ پر بھی آتا ہے اور جملہ فعلیہ پر بھی۔ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ (جملہ فعلیہ) وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (جملہ اسمیہ) (۶:۱۱۶) سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ یا اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا (۴۵:۳۲) ہم اس کو محض ظنی خیال کرتے ہیں اور اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ (۷۴:۲۵) یہ خدا کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے۔

اس کے بعد اکثر اِلَّا و لَمَّا آتا ہے مگر ہر جگہ ضروری نہیں۔ مثلاً اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا تمہارے پاس اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

۴۔ اِنْ موکدہ جو زائد ہوتا ہے اور مَا نافیہ کی تاکید میں آتا ہے۔ مثلاً وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِیْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِیْهِ۔ (۴۶:۲۶) اور ہم نے ان کو مقدور دیا تھا اُن چیزوں کا جن کا تم کو مقدور نہیں دیا۔ لیکن یہاں اِنْ نافیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں مَا نافیہ نہ ہوگا بلکہ مَا بیانیہ ہوگا۔

یا جیسے کہتے ہیں مَااِنْ یَّخْرُجُ زَیْدٌ زید باہر نہیں نکلے گا۔
= اِنْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ۔ اِنْقَلَبَ یَنْقَلِبُ اِنْقِلَابٌ الٹ جانا۔ پھر جانا۔ لوٹ جانا۔ اَعْقَابٌ۔ عَقِبٌ کی جمع۔ ایڑیاں۔ اِنْقَلَبَ عَلٰی عَقِبَیْہِ۔ وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا وہ الٹے پاؤں پھر گیا۔
۳ : ۱۴۵ = کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا۔ کِتٰبًا۔ حکم ازلی۔ قانون۔ فریضہ۔ اللہ کی کتاب، قرآن۔ تحریر لوحِ محفوظ۔
مُؤَجَّلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ تَاْجِیْلٌ۔ مصدر (تفعیل) اجل مادّہ مؤجلاً۔ مقرر الوقت وہ جس کا وقت مقرر ہو۔ تَاْجِیْلٌ۔ وقت دینا۔ مہلت دینا۔ وقت مقرر کرنا۔ دیر کرنا۔
کِتٰبًا مُّؤَجَّلًا موصوف وصفت ہیں۔ یہ یا تو موت کی تعریف ہے کہ موت ایسا تحریر شدہ امر ہے جس کا وقت مقرر ہے یا اذن اللہ کی تعریف ہے کہ اذن اللہ ایک ایسا حکم ہے کہ جس کے نفاذ کا وقت مقرر شدہ ہے۔
= نُؤْتِہٖ مِنْھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ دنیا کے لئے ہے۔ اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ثواب کے لئے ہے یا مَنْ کی طرف راجع ہے۔ مِنْھَا میں مِنْ۔ فِیْ کے معنوں میں بھی لیا جاسکتا ہے اب اس کا ترجمہ یوں ہوگا۔
(۱) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔
(۲) جو شخص اپنے اعمال کا صلہ دنیا میں چاہتا ہے ہم اس کو یہ صلہ دنیا سے ہی یا دنیا میں ہی دیدیتے ہیں۔
۳ : ۱۴۶ = کَاَیِّنْ۔ اصل میں اَیِّ تھا۔ اس پر کاف تشبیہ داخل کرکے نون تنوین کو نون کی شکل میں لکھ دیا۔ کَاَیِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے۔ خاص کر قرآن مجید میں یہ بصورت خبر ہی آیا ہے یہ مبہم کثرتِ تعداد پر دلالت کرتا ہے ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے۔ جیسے آیۃ ہذا میں وَکَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ۔ اور کتنے ہی نبی گذرے ہیں کہ ان کی معیت میں اللہ والوں کی کثیر تعداد نے جہاد کیا۔ اس مثال میں کَاَیِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا لیکن کس کی؟ یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِنْ نَّبِیٍّ آیا تو ابہام دور ہوگیا۔ اور معلوم ہوگیا کہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی۔
کَاَیِّنْ۔ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی

مفرد کبھی نہیں آتی۔

كَأَيِّنْ۔ استفہام کے لئے بھی آتا ہے مثلاً حضرت ابی بن کعب رض نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رض سے پوچھا تھا۔ كَأَيِّنْ تَقْرَأُ سُوْرَةَ الْاَحْزَابِ اٰيَةً۔ آپ سورۃ احزاب کی کتنی آیات پڑھتے ہیں؟ حضرت ابن مسعود رض نے جواب دیا کہ ثَلٰثًا وَّ سَبْعِيْنَ۔ تہتر (۷۳)

دیگر مثالیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔۔۔۔ (۱۲: ۱۰۵)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۔۔۔۔۔۔۔ (۲۹: ۶۰)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ ۔۔۔۔۔ (۶۵: ۸)

= رِبِّيُّوْنَ۔ زمخشری نے اس کا معنی رب والے کیا ہے الرَّبِّيُّوْنَ الرَّبَّانِيُّوْنَ۔ قرطبی نے اس کا معنی انبوہ کثیر کئے ہیں۔ اس صورت میں اس کا واحد رِبِّيٌّ اور رِبَّةٌ ہوگا بمعنی جماعت کی طرف منسوب ہے۔

= وَهَنُوْا۔ ماضی معروف جمع مذکر غائب وَهْنٌ سے مَا وَهَنُوْا وہ کمزور نہیں پڑے۔ انہوں نے بزدلی نہیں دکھائی۔ وَهْنٌ۔ کمزور اور ضعیف ہونا۔

= مَا اسْتَكَانُوْا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ باب افتعال مسکن مادہ۔ السُّكُوْنُ۔ حرکت کے بعد ٹھہرنا۔ (باب نصر) رہائش اختیار کرنا۔ سکون۔ راحت۔ تسلی سب کو محیط ہے۔ لیکن مفسرین نے مسکین کے معنی مَنْ لَّا شَيْءَ لَهٗ (یعنی جس کے پاس کچھ نہ ہو) کئے ہیں۔ اور تَسَكَّنَ مسکین اور محتاج ہونا ہے۔ اور اِسْتِكَانَ (اِسْتِكَانَةٌ) وَاسْتَكَنَ بمعنی ذلیل و عاجز ہونا ہے۔ پس مَا اسْتَكَانُوْا۔ کا مطلب ہوا۔ وہ دب نہیں گئے۔ وہ عاجز نہیں آئے۔ انہوں نے کمزوری نہیں دکھائی ہمت نہیں ہاری۔ ہار نہیں مانی۔

۳: ۱۴۷ = اِسْرَافَنَا۔ ہماری زیادتی۔ (افعال) اِسْرَافٌ سے جس کا مطلب کسی کام میں انسان کا حد سے تجاوز کرنا ہے۔ حد سے زیادہ خرچ کرنے کو بھی اسراف کہتے ہیں۔

۳: ۱۴۸ = فَاٰتٰهُمُ۔ میں ف سبب کے لئے ہے یعنی بہ سبب ان کے جہاد فی سبیل اللہ اور استقامت فی الحرب۔ صبر و توکل علی اللہ کے اللہ تعالیٰ ان کو ثواب دنیا (یعنی نصرت، غنیمت غفران الذنوب) سے بھی نوازتا ہے۔ اور بہترین ثواب آخرت سے بھی۔

= وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اٰتٰى کا مفعول ثانی ہے۔ اور اللہ (ان کو) آخرت کا بھی عمدہ بدلہ دیگا۔ واو عاطفہ۔ حُسْنَ (حَسُنَ يَحْسُنُ کا مصدر) بہتر

ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف ۔ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ حُسْنَ کا ثوابِ آخرت کا عمدہ ثواب یا بدلہ۔

۳: ۱۴۹ = يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۔ ای یرجعوکم الیٰ امرکم الاول وھو الکفر و الشرک باللہ۔ یعنی تمہیں تمہاری پہلی حالت کی طرف لوٹا دیں گے جو کفر و شرک کی حالت تھی۔

۳: ۱۵۰ = بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۔ اضراب عن مفھوم الجملۃ الاولیٰ (شوکانی) یہ پہلے جملہ کے مفہوم کا دوسرا پہلو ہے۔ یعنی اُدھر اگر تم کفار کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں کفر و شرک اور خسارے کی طرف لے جاویں گے۔ اور ادھر یہ حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین دوست اور بہترین مددگار ہے۔

۳: ۱۵۱ = سَنُلْقِيْ ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے ۔ نُلْقِيْ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِلْقَاءٌ۔ مصدر (افعال) لقی مادّہ۔ ہم ڈالنے کو ہیں۔ ہم عنقریب ڈالیں گے۔

= بِمَا ۔ بوجہ ۔ بمقابلہ ۔ بدلہ میں

= سُلْطَانًا ۔ زور ۔ قوت ۔ حجت ۔ برہان ۔ سند۔ حکومت

= مَاْوٰى ۔ مصدر۔ اور اسم ظرف ۔ قیام کرنا ۔ سکونت پذیر ہونا ۔ مقام سکونت ۔ ٹھکانہ ۔ پناہ گاہ اوٰی یَاوِیْ۔ (ضَرَبَ)

= مَثْوٰى ۔ ظرف مکان ۔ مَثَاوِیْ جمع ۔ ٹھکانہ ۔ قیام گاہ ۔ فرودگاہ ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثواء ثُوِیًّا ۔ مصدر متعدی بنفسہٖ بھی ہے ۔ ثَوَی الْمَکَانَ اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اترا۔ ٹھہرا۔ اَثْوٰی بِالْمَکَانِ ۔ (افعال) وہ وہاں مدتِ دراز تک ٹھہرا رہا۔ اَثْوَیْتُہٗ ۔ میں نے اس کو ٹھہرایا۔ ثَوّٰی ۔ یُثَوِّیْ (تفعیل لازم) وہ مرگیا۔ ثَوَّیْتُہٗ (باب تفعیل متعدی) میں نے اس کو ٹھہرایا اور تَثَوَّیْتُہٗ (باب تفعل) میں اس کا مہمان ہوا۔

اگلی چند آیات کو سمجھنے کے لئے جنگ احد (جس سے ان آیات کا تعلق ہے) کا مختصر سا نقشہ نگاہ میں رکھنا ضروری ہے۔

شوال ۳ھ کی ابتدا میں کفار قریش تقریبًا ۴ ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے۔ تعداد کی کثرت کے علاوہ ان کے پاس سازو سامان بھی مسلمانوں کی نسبت بہت زیادہ تھا۔ اور پھر جنگ بدر کے انتقام کا شدید جوش بھی رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تجربہ کار صحابہ کرام کی رائے یہ تھی کہ مدینہ میں محصور ہو کر مدافعت کی جائے۔ مگر چند نوجوانوں نے جو شہادت کے شوق سے بے تاب تھے اور جنہیں بدر کی جنگ

میں شریک ہونے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ باہر نکل کر لڑنے پر اصرار کیا۔ آخر کار ان کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر نکلنے کا ہی فیصلہ کر لیا۔ ایک ہزار آدمی آپ کے ہمراہ نکلے مگر مقام شوط پر پہنچ کر عبداللہ بن ابی اپنے ۳۰۰ ساتھیوں کو لے کر الگ ہو گیا۔ عین وقت پر اس کی اس حرکت سے مسلمانوں کے لشکر میں خاصا اضطراب پھیل گیا۔ حتیٰ کہ بنو سلمہ اور بنو حارثہ کے لوگوں نے بھی دل شکستہ ہو کر پلٹ جانے کا ارادہ کر لیا۔ (آیہ ۱۲۲) مگر پھر اولوالعزم صحابہ کی کوششوں سے یہ اضطراب رفع ہو گیا اور ان ہر دو گروہوں نے پلٹنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ باقی ماندہ ۷۰۰ آدمیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمراہ لے کر آگے بڑھے۔ اور احد کی پہاڑی کے دامن میں اپنی فوج کو اس طرح صف آرا کیا کہ پہاڑ پشت پر تھا اور قریش کا لشکر سامنے۔

پہلو میں صرف ایک درّہ ایسا تھا کہ جس سے اچانک حملہ کا خطرہ ہو سکتا تھا۔ وہاں آپؐ نے حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی زیر قیادت پچاس تیر انداز بٹھا دیئے اور ان کو تاکید کر دی کہ کسی کو ہمارے قریب نہ پھٹکنے دیا جائے۔ اور کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا۔ اگر تم دیکھو کہ ہماری بوٹیاں پرندے نوچے لئے جاتے ہیں تب بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا۔

اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ ابتدا میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا یہاں تک کہ مقابل کی فوج میں ابتری پھیل گئی۔ لیکن اس ابتدائی کامیابی کو کامل فتح کی حد تک پہنچانے کے بجائے مسلمان مال غنیمت کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ ادھر جن تیر اندازوں کو عقب کی حفاظت کے لئے بٹھایا گیا تھا انہوں نے جو دیکھا کہ دشمن بھاگ نکلا ہے اور غنیمت لٹ رہی ہے تو وہ بھی اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں لگ گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تاکیدی فرمان یاد دلا کر بہت روکنے کی کوشش کی مگر چند آدمیوں کے سوا (جن کی تعداد دس سے بھی کم تھی) کوئی نہ ٹھہرا۔

اس موقعہ سے خالد بن ولید نے جو اس وقت لشکر کفار کے رسالہ کی کمان کر رہے تھے۔ بروقت فائدہ اٹھایا۔ اور پہاڑی کا چکر کاٹ کر پہلو کے درہ سے حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ نے اپنے باقیماندہ ساتھیوں کے ساتھ حملہ کو روکنا چاہا مگر مدافعت نہ کر سکے۔ اور یہ سیلاب یکایک مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا دوسری طرف جو دشمن بھاگ گئے تھے وہ بھی پلٹ کر حملہ آور ہوئے۔

جب مسلمانوں پر اچانک دو طرف سے حملہ ہوا تو ان کی صفوں میں ابتری پھیل گئی۔ کچھ لوگ مدینہ کی طرف بھاگ نکلے۔ اور کچھ احد پر چڑھ گئے۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انچ اپنی جگہ سے نہ ہٹے۔ دس بارہ جاں نثار آپ کے ہمراہ تھے اور آپ بھاگنے والوں کو پکار رہے تھے اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ۔

اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ۔ میری طرف آؤ اللہ کے بندو۔

لڑائی کا پانسہ ایک دم پلٹنے سے مسلمان اس غیر متوقع صورتِ حال سے اس قدر سراسیمہ ہوئے کہ ایک بڑا حصہ پراگندہ ہو کر بھاگ نکلا۔ تاہم چند بہادر سپاہی ابھی تک میدان میں ڈٹے ہوئے تھے۔ اتنے میں افواہ اڑ گئی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے۔ اس خبر نے صحابہؓ کے رہے سہے ہوش و حواس بھی گم کر دیئے۔

بعض کمزور دل کے مسلمانوں نے تو یہاں تک کہنا شروع کر دیا کہ کاش کوئی ہمارے لئے ابوسفیان سے (جو اس وقت لشکرِ کفار کے کمانڈر تھے) امان طلب کرے۔ بعض منافقوں نے تو یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام اگر نبی ہوتے تو شہید کیسے کئے جاتے آؤ اپنے پہلے دین کی طرف لوٹ جائیں۔ (اسی کے متعلق ایسے اشخاص کو آیہ ۱۴۴ میں سرزنش ہوئی ہے)

لیکن جلد ہی آپؐ کی شہادت کی افواہ غلط نکلی۔ اور تمام صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ آپؐ زندہ ہیں۔ اس حقیقت نے مسلمانوں کو ہمت بندھائی۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہونے لگے۔

ادھر اپنے قیدیوں کو چھڑا لینے اپنے لوٹے ہوئے مال کو واپس لینے نیز مسلمانوں کو وسیع پیمانے پر شہید کرنے کے بعد قریش نے خیال کیا کہ ان کا مقصد حاصل ہو گیا اس لئے انہوں نے اتنی ہی کامیابی پر اکتفا کیا۔ جو حالات نے ان کو نصیب میں کر دی تھی۔ مزید براں شدتِ کارزار سے ان کی اپنی ہمت بھی قریب قریب جواب دے چکی تھی۔ اس لئے انہوں نے بجائے مدینہ کا رُخ کرنے کے اپنے سپہ سالار ابوسفیان کے حکم پر اپنا اسباب باندھا۔ اور مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کی شیرازہ بندی کو دوبارہ دیکھ کر اور اپنے میں مزید لڑائی کی قوت نہ پا کر انہوں نے اس کو ہی غنیمت جانا کہ اب کے ہمارا ہاتھ اوپر ہے مزید خطرہ مول نہ لیا جائے۔ بہرکیف انہوں نے میدانِ کارزار کو چھوڑ کر مکہ کے لئے رختِ سفر باندھ لیا۔ اِدھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غار میں کچھ وقت آرام کر کے مدینہ کی طرف واپسی فرمائی۔

اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کا پھر تعاقب کیا۔ اور حمراء الاسد جو مدینہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے جا کر قیام کیا۔ اس وقت ابوسفیان کا لشکر چند میل آگے روحاء کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ہر دو فریق کو ایک دوسرے کے متعلق خبر ملی کہ مقابل فریق

ڈٹنے کو تیار ہے لیکن تین دن تک قیام کے بعد ابوسفیان اپنے میں دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ پاکر مکہ کی طرف چل دیا۔

(تفہیم القرآن - ضیاء القرآن - تفسیر علامہ عبداللہ یوسف علی - اردو دائرہ معارف اسلامیہ حیاۃِ محمدؐ مصنفہ محمد حسین ہیکل مصری)

۳ : ۱۵۲ = تَحُسُّوْنَهُمْ - تَحُسُّوْنَ - مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول - اَلْحَاسَّةُ - اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق شاعرہ خمسہ (یعنی سمع - بصر - شم - ذوق - لمس) پر ہوتا ہے۔

حَسَسْتُ (نصر) واَحْسَسْتُ محسوس کرنا۔ اَحْسَسْتُ (افعال) دو طرح استعمال ہوتا ہے

(۱) قوت حس سے کسی چیز تک پہنچنا (محسوس کرنا)

(۲) کسی کے حاسہ پر مارنا جیسے کَبَدْتُہٗ - میں نے اس کے جگر پر مارا۔ اور حاسہ پر مارنے سے کبھی انسان مر بھی جاتا ہے اس لئے حَسَسْتُہٗ بمعنی قَتَلْتُہٗ بھی آجاتا ہے۔ آیہ ہذا میں انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی جب تم کافروں کو قتل کر رہے تھے۔

= فَشِلْتُمْ - ماضی معروف جمع مذکر حاضر فَشَلٌ مصدر - باب سمع - فَشَلٌ کے معنی ہیں پست ہمت ہو جانا - بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا - یعنی جب تم پست ہمت ہو گئے یا بزدلی کے ساتھ کمزور ہو گئے

= حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ ۔

مندرجہ ذیل تین صورتوں میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱) فراء کے نزدیک اس میں تقدیم و تاخیر ہے اور جملہ کی تقدیر یوں ہے حَتّٰٓى اِذَا تَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ فَشِلْتُمْ - تاآنکہ اس حکم کے متعلق جو تم کو دیا گیا تھا جھگڑنے لگے اور نافرمانی کی - (یعنی اس حکم کی خلاف ورزی کی - جو تم کو اپنی پوزیشن کو نہ چھوڑنے کے متعلق دیا گیا تھا) پس تم بزدل ہو گئے اور پست ہمت ہو گئے (جیسا کہ مابعد کی جنگی صورت حالات نے بتا دیا)

(۲) اللہ نے نصرت کا جو وعدہ فرمایا تھا سچ کر دکھایا۔ لیکن تم نے بزدلی باہم جھگڑا اور نافرمانی سے کام لیا۔ (اور فتح کا موقعہ گنوا دیا)

(۳) بعض کے نزدیک یہ شرط ہے جس کا جواب محذوف ہے یعنی تاآنکہ تم نے بزدلی اور پست ہمتی دکھائی - اور بین حکم کی خلاف ورزی کی اور حکم عدولی سے کام لیا تو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کو روک لیا

= مَا تُحِبُّوْنَ - سے مراد فتح و ظفر اور غنیمت ہے۔

= مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا - سے مراد وہ گروہ جو اپنی پوزیشن کو چھوڑ کر مالِ غنیمت کو

اصل کرنے کے حق میں تھا۔
= مِنْكُمْ ..... الْاٰخِرَةَ ۔ سے مراد دوسرا گروہ جو حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بجا آوری
ں ہر صورت اپنی پوزیشن پر ڈٹے رہنے کے حق میں تھا۔
= صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ ۔ صَرَفَ عَنْ ۔ کسی کو کسی شے سے باز رکھنا۔ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ
نہیں ان پر فتح حاصل کرنے سے باز رکھا ۔ یا تمہیں ہزیمت کے ساتھ مشرکین سے پھیر دیا
= لِيَبْتَلِيَكُمْ ۔ تاکہ تم کو آزمائے اور تمیز کرے مومنوں کی منافقوں سے ۔ دنیا پسندوں
آخرت پسندوں سے ۔ صابروں کی شکوہ کنندگان سے ۔ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنیوالوں
ہٹ دھرمی سے کام لے کر اپنی رائے پر اڑے رہنے والوں کی ۔
۳ : ۱۵۳ = تُصْعِدُوْنَ ۔ باب افعال اِصْعَادٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر اَصْعَدَ يُصْعِدُ
مین پر نشیب سے بلندی کی طرف یا بلندی سے نشیب کی طرف چلنا۔ یہاں مراد احد کی بلندی کی
رف بھاگ رہے تھے ۔ یا دور بھاگ رہے تھے ۔ صُعُوْدٌ بلند مقام کی طرف چڑھنا۔
= وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ ۔ لَوٰى (ضَرَبَ) رسی کا بٹنا ۔ کسی چیز کو خمیدہ کرنا ۔
لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ (۶۳ : ۵) تو وہ سر پھیر لیتے ہیں ۔ يَلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ کتاب
ورات) کو زبان موڑ موڑ کر پڑھتے ہیں ۔
محاورہ ہے فُلَانٌ لَا يَلْوِىْ عَلٰى اَحَدٍ ۔ وہ کسی کی طرف گردن موڑ کر بھی نہیں دیکھتا
سخت ہزیمت اٹھا کر بھاگ اٹھنے کے موقعہ پر بولا جاتا ہے ۔ اسی سے ہے اِذْ تُصْعِدُوْنَ
لَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ جب تم دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے تھے
= اُخْرٰىكُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ اٰخِرٌ اٰخَرُ کی مؤنث اُخْرٰى ۔ پچھلی ۔ دوسری ۔
خْرٰىكُمْ تمہاری پچھلی طرف سے (یعنی جب تم بھاگ رہے تھے تو پیچھے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ
لم تمہیں واپس آنے کے لئے پکار رہے تھے ۔
= اَثَابَكُمْ ۔ اس نے تم کو عوض میں پہنچایا اَثَابَ (افعال) ثَوْبٌ سے ۔ اِثَابَةٌ بمعنی
ل کی جزا دینا خواہ وہ انعام ہو یا سزا ۔ یہاں سزا کے معنی مراد ہیں اور فاعل اللہ تعالیٰ ہے ۔
= غَمًّاۢ بِغَمٍّ ۔ (۱) رنج کے سبب سے رنج ۔ تم نے نافرمانی کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
رنج پہنچایا اللہ نے اس کے عوض تم کو (شکست کا) رنج پہنچایا ۔
، غم بالائے غم ۔ غمِ اوّل فتح وظفر اور غنیمت کا ہاتھ سے نکل جانا ۔ غمِ ثانی قتل وہزیمت یا غمِ
ل قتل وجراح ۔ اور غمِ ثانی یہ افواہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں ۔

= لِكَیْلَا : ل حرف جار۔ کَیْ۔ تاکہ۔ لَا۔ لا نفی۔ کَیْ۔ کبھی ناصب مضارع ہوتا ہے جو معنی اور عمل دونوں میں اَنْ مصدری کی طرح ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا = اور کبھی تعلیلیہ ہوتا ہے یعنی لام (حرف جارہ) کی طرح معنی کے اعتبار سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی۔ اس کے بعد کبھی مَا استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے کَیْمَ جِئْتَ۔ تو کیوں آیا۔ وقف کی صورت میں اس کے بعد ھا لایا جاتا ہے جیسے کَیْمَہْ (کس لئے) کبھی مَا مصدری یا مَا کافہ آتا ہے جیسے

اِذَا اَنْتَ لَمْ تَنْفَعْ فَضُرَّ فَاِنَّمَا
یُرَجَّی الْفَتٰی کَیْمَا یَضُرُّ وَ یَنْفَعُ

(ترجمہ۔ تو فائدہ رساں نہ ہو تو ضرر ہی پہنچا کیونکہ آدمی سے دو ہی وجہ سے امید کی جاتی ہے۔ ضرر کے لئے یا نفع کے لئے)

یہ اَنْ مصدریہ مقدرہ پر وجوبًا داخل ہوتا ہے جیسے جِئْتُكَ کَیْ تُکْرِمَنِیْ میں تیرے پاس آیا تاکہ تو میری عزت کرے۔ عام طور پر اس کا استعمال لام کے بعد ہوتا ہے۔ جیسے جِئْتُكَ لِکَیْ تُکْرِمَنِیْ۔

کَیْ ناصبہ سے پہلے کبھی لام حرف جر مذکور ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ اسی طرح اس کے بعد کبھی لَا نفی ہوتا ہے کبھی نہیں۔ قرآن میں لِکَیْلَا کی مثالیں (۱۶: ۷۰) (۲۲: ۵)(۳۳: ۳۷) (۳۳: ۵۰) (۵۷: ۲۳) کَیْلَا یَکُوْنَ دُوْلَۃً بَیْنَ الْاَغْنِیَاءِ مِنْکُمْ (۵۹: ۷)

= فَاتَکُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ فَوْتٌ مصدر و اسم فعل تم سے فوت ہوگئی۔ تمہارے ہاتھ سے نکل گئی۔ تم سے چھوٹ گئی۔ یا چھوٹ جائے یا تم سے بچ کر نکل جائے۔

= اَصَابَکُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِصَابَۃٌ سے تم کو پہنچی۔ تم کو پیش آئی۔ مَا فَاتَکُمْ اور مَا اَصَابَکُمْ میں مَا بیانیہ ہے۔

۳: ۱۵۴ = اَمَنَۃً۔ امن۔ دلجمعی۔ چین۔ اَمْنٌ سے

نُعَاسًا۔ اونگھ۔ نَعْسَانٌ۔ نیند سے بھرا ہوا آدمی۔ اونگھتا ہوا آدمی۔ نَعْسٌ اور نُعَاسٌ۔ مصدر۔ اونگھنا۔ اِنْعَاسٌ (اِفْعَالٌ) کسی کو سلا دینا۔ اَمَنَۃً مؤنث ہے اور نُعَاسٌ مذکر۔ لہٰذا فعل یَغْشٰی (جو نعاسًا کے فورًا بعد آیا ہے) میں ضمیر فاعل نُعَاسًا کی طرف راجع ہے

اَمَنَۃً نُعَاسًا کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اَمَنَۃً۔ فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور نُعَاسًا اس کا بدل ہے یعنی بدل اور مبدل منہ لَامَنَۃً

مطلب وہ ذہنی اور جسمانی سکون کی تحصیل ہے جس سے گذشتہ دماغی اور جسمانی پریشانیاں اور تھکاوٹیں دور ہو جائیں۔

۲ = نُعَاسًا فعل اَنْزَلَ کا مفعول ہے اور اَمَنَةً اس کا حال جو اس سے پہلے لایا گیا ہے مثال اس کی رَاَیْتُ رَاکِبًا رَجُلًا

(نوٹ) حال وہ اسم ہے جو کہ فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت (صورت) کو بیان کرے) یعنی اللہ نے ان پر اونگھ نازل کی کہ وہ پرسکون حالت میں آگئے۔

۳ = نُعَاسًا۔ اَمَنَةً کا عطف بیان ہے (یعنی وہ تابع جو اپنے متبوع کو صاف طور پر بیان کر دے) یعنی سکون و اطمینان کی وہ حالت جو ہلکی سی نیند کی صورت میں تھی۔

۴ = یا اَمَنَةً مفعول لہٗ ہے کہ (جس کے واسطے فعل واقع ہوا) اس نے نازل کیا اونگھ کو تم پر اس واسطے کہ باعث سکون ہو

۵ = اَمَنَةً اٰمِنَ کی جمع ہے (جیسے بَرَرَةٌ بَارٌّ جو اصل میں بَارِرٌ ہے کی جمع ہے) اور یہ کُمْ ضمیر مفعول پر حال ہے اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور نازل کیا اونگھ کو تم پر جو کہ امن میں آچکے تھے۔

= یَغْشٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب غَشْیٌ اور غَشْیَانٌ مصدر باب سمع اس نے ڈھانپ لیا۔ اس میں نُعَاسٌ فاعل ہے

= اَهَمَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اِهْمَامٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی فکر میں ڈالنا هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ۔ ان کی جانوں نے ان کو فکر میں ڈال دیا تھا۔ یعنی جن کو اپنی جانوں کی فکر پڑی ہوئی تھی۔

= هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَیْءٍ۔ کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے استفہام انکاری ہے۔ یعنی ہمارا تو اس کام میں کوئی دخل ہی نہیں (یہ ان منافقین کا قول ہے جو مدینہ ہی میں رہ کر مدافعت کا مشورہ دیتے تھے۔ لیکن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے مشورہ کے خلاف باہر نکل کر مقابلہ کا فیصلہ کیا)

= بَرَزَ۔ وہ نکلا۔ باب نصر۔ بُرُوْزٌ کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہونے کے ہیں۔ بُرُوْزٌ کی کئی شکلیں ہیں۔ ایک تو بذاتہٖ کسی چیز کا خودنما ہو جانا۔ جیسے وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً (۱۸: ۴۷) اور تو دیکھے کہ زمین کھل گئی۔ یہاں زمین کا صاف طور پر کھل جانا مراد ہے کیونکہ اس روز

زمین پر مختلف قسم کے جونشانات ارضی از قسم مکانات، پہاڑ، ٹیلے۔ مکان و مکین وغیرہ مٹ جائیں گے
کبھی چھپی ہوئی چیز کے کھل جانے کے متعلق اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ
لِلْغٰوِيْنَ (۲۶: ۹۱) اور دوزخ ظاہر کردی جائے گی گمراہوں کے لئے۔

میدان جنگ میں صف سے نکل کر سامنے میدان میں کھل کر آجانے کو مبارزت کہتے ہیں
= مَضَاجِعِهِمْ۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ قتل گاہیں۔ مقتل۔ ضَجْعٌ سے جس کا اصل معنی سونا ہے لیکن سونے سے کبھی موت مراد لی جاتی
= لَبَرَزَ الَّذِيْنَ ...... مَضَاجِعِهِمْ۔ جن کا قتل لکھا جاچکا ہے وہ تو اپنے اپنے مقتلوں کی طرف نکل کر ہی رہیں گے۔
= وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ .... یہ سب مصائب اس لئے تھے کہ آزمائے اللہ تعالیٰ
يُمَحِّصَ مَحَّصَ يُمَحِّصُ (باب تفعیل) تاکہ صاف کرے (دیکھو ۳: ۱۴۱)

۳: ۱۵۵ = اِسْتَزَلَّهُمْ۔ اس نے ان کو بہکا دیا۔ (باب استفعال) الزَّلَّةُ بلاقصد کے قدم پھسل جانا۔ زَلَّةٌ پھسلنے کی جگہ باب افعال سے اَزَلَّ يُزِلُّ پھسلانا۔
فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ (۲: ۱۳۶) ان دونوں کو شیطان نے پھسلا دیا۔
= بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا۔ ان کے کسی عمل کی وجہ سے۔
= حَلِيْمٌ۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ بہت تحمل والا۔

۳: ۱۵۶ = غُزًّى۔ جمع غَازِيٌ واحد۔ غَازِيٌ کی جمع غُزَاةٌ بھی ہے غَزْوٌ مصدر۔ غَزَا يَغْزُوْ (نصر)
= ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ۔ ای سافروا فی الارض لتجارۃ وغیرھا۔ یعنی تجارت وغیرہ کے لئے سفر کرتے۔ ضَرَبُوْا میں فاعل اخوانھم ہے۔

۳: ۱۵۷ = مُتُّمْ۔ ماضی معروف جمع مذکر حاضر۔ مَوْتٌ مصدر۔ باب نصر۔ یا اگر تم مرجاؤ۔ ماضی بمعنی مضارع۔ اصل میں نَصَرْتُمْ کے وزن پر مَوَتْتُمْ تھا۔ پہلی ہر دو تا کو تا ثالث میں مدغم کیا مَتُّمْ ہوگیا۔ مصدر میں واؤ کی رعایت سے میم کو ضمہ دیا گیا مُتُّمْ ہوگیا۔

۳: ۱۵۹ = فَبِمَا۔ مَا۔ زائدہ ہے اور تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ صرف اللہ کی رحمت کی وجہ سے ہے کہ باوجود مخالفین کے قصور کے آپ کا رویہ ان کی طرف لطف و محبت کا ہے۔
= لِنْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر لِيْنٌ مصدر۔ تو نے نرمی کی۔ تو نے نرم مزاجی سے کام لیا

لَانَ يَلِينُ (ضَرَبَ)

== فَظًّا ۔ بدکلام ۔ بدخو ۔ بداخلاق ۔ لفظ کی اصل وضع اس گندے پانی کے لئے ہے جو غلاظت سے بھری ہوئی آنتوں کے اندر ہوتا ہے۔

== غَلِيْظَ الْقَلْبِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ سخت دل والا ۔ بداخلاق ۔ بدخو۔

== لَا نْفَضُّوْا ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے ۔ اِنْفَضُّوْا (باب انفعال) انفضاض سے ہے۔ متفرق ہونا ۔ تتر بتر ہونا ۔ وہ ضرور منتشر ہوگئے ہوتے ۔

== لَوْ ۔ یہ چھ طریق پر مستعمل ہے ۔

۱۔ زمانہ ماضی میں شرط کے لئے جیسے لَوْ جَاءَنِیْ لَاَکْرَمْتُہٗ ۔ اگر وہ میرے پاس آتا تو میں اس کی عزت کرتا ۔

۲۔ زمانہ مستقبل میں تمنا کے معنی میں ۔ لَوْ تَلْتَقِیْ اَصْدَاءُ نَا بَعْدَ مَوْتِنَا ۔ کاش ہمارے اصدار موت کے بعد ملتے ۔ لَوْ اَنَّ لَنَا کَرَّۃً ۔ کاش ایک بار اور ہم کو دنیا میں جانا مل جاتا بعض نے کہا ہے کہ یہ لَوْ شرطیہ ہی ہے جس کو تمنّیٰ کا معنی دیا گیا ہے۔

۳۔ مصدریہ ۔ بمعنی اَنْ ۔ لیکن یہ نصب نہیں دیتا ۔ عموماً وَدَّ یَوَدُّ کے بعد آتا ہے جیسے وَدُّوْا لَوْ تَاْتِیْھِمْ ۔ وہ چاہتے ہیں کہ تو ان کے پاس آئے ۔

۴۔ تمنا کے لئے ۔ اس وقت اس کا جواب منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے لَوْ تَاْتِیْنِیْ فَتُحَدِّثَنِیْ ۔ کاش تو میرے پاس آتا اور مجھ سے باتیں کرتا ۔

۵۔ عرض کے لئے ۔ مثل اَلَا ۔ اس کا جواب بھی منصوب اور فار کے ساتھ آتا ہے جیسے لَوْ تَنْزِلُ عِنْدَنَا فَتُصِیْبَ خَیْرًا ۔ اگر تو ہمارے پاس آتا تو بہتری پاتا ۔

۶۔ تقلیل کے لئے جیسے تَصَدَّقُوْا وَلَوْ بِظِلْفٍ مُحَرَّقٍ ۔ صدقہ دو اگرچہ جلا ہوا کھر ہی ہو

۳ : ۱۶۰ == يَخْذُلْكُمْ ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب لام پر جزم حرف اِنْ کی وجہ سے ہے ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ ۔ اگر وہ تمہیں بے مدد چھوڑ دے ۔ تمہاری مدد نہ کرے ۔ خَذْلَانٌ سے جس کے معنی ہیں ایسے شخص کا عین موقعہ پر ساتھ چھوڑ کر الگ ہو جانا جس کے متعلق گمان ہو کہ وہ پوری پوری مدد کرے گا ۔ لہٰذا ساتھ چھوڑ دینا ۔ دغا دینا ۔ قرآن حکیم میں ہے وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا (۲۵ : ۲۹) اور شیطان انسان کو عین موقعہ پر دغا دینے والا ہے ۔

۳ : ۱۶۱ == اَنْ يَّغُلَّ ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ صیغہ واحد مذکر غائب غَلَّ يَغُلُّ ۔

(باب نَصَرَ) سے غَلَّ غُلُوْلٌ۔ صرف مال غنیمت میں خیانت کرنے کو کہتے ہیں۔
اَنْ یَّغُلَّ کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے۔
غُلٌّ طوق جمع اَغْلَالٌ۔ اِذِ الْاَغْلَالُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ (۴۰: ۷۱) جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔ کنایہ کے طور پر مَغْلُوْلُ الْیَدِ کنجوس شخص کو کہا جاتا ہے وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ (۱۷: ۲۹) اور اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ کرلو یعنی بہت تنگ نہ کرلو۔
= تُوَفّٰی۔ پورا دیا جائے گا۔ تَوْفِیَةٌ سے وفی مادہ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔
۳: ۱۶۲ = بَآءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب بَآءَ یَبُوْءُ بَوْءٌ۔ (نَصَرَ) اس نے کمایا۔ وہ لوٹا اَلْبَوَاءُ۔ کے اصل معنٰی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ مَکَانٌ بَوَاءٌ۔ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے سازگار اور موافق ہو۔
بَوَّأْتُ لَهٗ مَکَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی وَاَخِیْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُیُوْتًا۔ (۱۰: ۸۷) اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنے لوگوں کے لئے مصر میں گھر بناؤ۔
بَآءَ بِسَخَطٍ۔ وہ ایسی جگہ اترا کہ اس کے ساتھ اللہ کا غصہ وعقوبت ہے
= سَخَطٍ۔ غصہ۔ وہ سخت غصہ جو عقوبت کا مقتضی ہو۔
= مَاْوٰی۔ مصدر۔ ونیز اسم ظرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت ٹھکانہ اَوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ)
= اَلْمَصِیْرُ = اسم ظرف مکان ومصدر۔ صَیْرٌ۔ مادہ۔ صَارَ یَصِیْرُ (ضَرَبَ) صَیْرٌ صَیْرُوْرَةٌ۔ مَصِیْرٌ۔ مصدر ہیں۔ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹنا۔
اَلْمَصِیْرُ۔ بطور اسم ظرف مکان بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔
۳: ۱۶۳ = هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اشارہ ان دو گروہوں کے افراد کی طرف ہے، جن کا بیان آیۃ ما قبل میں ہوا ہے یعنی گروہ اول مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ اور گروہ ثانی مَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ ط۔ یعنی ان ہر دو گروہ کے افراد کے الگ الگ درجے ہیں
۳: ۱۶۴ = مَنَّ۔ مصدر۔ بڑا احسان کیا۔
وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ (۱۴: ۱۱) لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس پر احسان فرماتا ہے۔ بعض نے اس کے معنٰی غیر مقطوع

غیر محدود کئے ہیں فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ (۹۵ : ۶) ان کے لئے بے انتہا اجر ہے۔
مَنٌّ سے شبنمی گوند بھی مراد ہے وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (۲: ۵۷) اور ہم نے تم پر مَنّ اور سلویٰ اتارا۔

۳ : ۱۶۵ — اَصَابَتْكُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ (مصیبت) تم کو پہنچی
اَصَبْتُمْ۔ تم نے پہنچائی۔ اَصَابَ يُصِيْبُ (ضَرَبَ) لازم اور متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اِصَابَةٌ سے جس کے معنی پہنچنا۔ پہنچانا۔ پالینا۔
مُصِيْبَةٌ۔ وہ مشکل جو آپہنچے۔
— اَوَلَمَّا۔ میں واؤ عطف کے لئے ہے اور ہمزہ استفہام کے لئے۔ لَمَّا جب اَلَمَّا کیا جب۔

آیت کا شروع کا جملہ کچھ اس طرح ہوگا۔ اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا (وَ) قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا۔ کیا جب (اُحد میں) تم کو مصیبت (بصورت قتال وہزیمت) پہنچی تو تم پکار اٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت (حالانکہ ہم مسلمان ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود ہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بدر کے غزوہ میں) تم نے اس سے دوگنی مصیبت ان کو پہنچائی تھی (جنگِ احد میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے اور بدر کی جنگ میں مشرکین کے ستر آدمی قتل ہوئے اور ستر قید کر لئے گئے۔ اور پھر بدر کی لڑائی فیصلہ کن تھی اور کفار کی شکستِ فاش تھی جبکہ احد میں پہلے مرحلہ پر مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا اور آخر میں اپنی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں کو ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔ لیکن باوجود پلہ بھاری ہونے کے دشمن اپنی فتح کا خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھا سکا)

۳ : ۱۶۶ — وَلِيَعْلَمَ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے (تاکہ تمیز کرے اللہ تعالیٰ مومنین اور منافقین میں)
۳ : ۱۶۷ — اَوِادْفَعُوْا۔ اَوْ اِدْفَعُوْا۔ یا دفاع کرو اپنا۔
— لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا۔ اگر ہم جانتے کہ یہ ایسی جنگ ہے جو عام طور پر ان معنوں میں لی جاتی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے (لیکن اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر سازوسامان سے لیس لشکر کے ساتھ ٹکر لینا جنگ نہیں خودکشی ہے۔

(لکن ما انتم علیہ لیس بقتال بل القاء بالنفس الی التھلکۃ (بیضاوی)
اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: اگر ہمیں یقین ہوتا کہ جنگ ضرور ہوگی تو ہم ضرور شامل ہو جاتے

لیکن ہمیں تو اس امر کا یقین ہے کہ جنگ نہیں ہوگی۔
= لَا اتَّبَعْنٰكُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے
= هُمْ لِلْكُفْرِ...... لِلْاِيْمَانِ۔ اس دن وہ ایمان کی نسبت کفر کے زیادہ نزدیک تھے۔
= تَكْتُمُوْنَ = مضارع جمع مذکر حاضر۔ كَتْمٌ سے جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپائے ہوئے ہو
۳: ۱۶۸ = اَلَّذِيْنَ۔ سے مراد عبد اللہ بن ابی اور اس کے ساتھی ہیں جو کہتے تھے کہ یہ کوئی جنگ ہے، یہ تو خودکشی ہے
= لِاِخْوَانِهِمْ۔ میں یا تو اخوان سے مراد یا تو منافقین ہیں جو جنگ احد میں قتل ہوئے یا وہ مسلمان جو جنگ احد میں شہید ہوئے تو اس صورت میں وہ ان کے نسبی بھائی تھے دینی بھائی نہ تھے۔
وَقَعَدُوْا۔ میں واؤ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ خود پیچھے بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے۔ قَعَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب قُعُوْدٌ مصدر۔ جو قَاعِدٌ (ایک بیٹھنے والا) کی جمع بھی ہے
= فَادْرَءُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ دَرْءٌ مصدر باب فتح۔ تم ہٹالو، تم دفع کرو۔ تم دور کرو۔
۳: ۱۶۹ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر نون ثقیلہ برائے تاکید۔ تو مت خیال کر۔ تو مت سمجھ۔
۳: ۱۷۰ = يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر خوش ہیں۔ خوش ہوتے ہیں بِالَّذِيْنَ ان کے متعلق لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ جو ابھی نہیں آملے ان کے ساتھ۔ مِنْ خَلْفِهِمْ ان کے پیچھے رہ جانے والوں میں سے۔
۳: ۱۷۲ = اِسْتَجَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِجَابَةٌ مصدر۔ اِسْتِفْعَالٌ سے جوب مادّہ۔ انہوں نے مانا۔ انہوں نے قبول کیا۔ اِسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ۔ انہوں نے اللہ کا فرمان قبول کیا۔ اِسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ (جو) اپنے پروردگار کا حکم قبول کرتے ہیں۔ (۴۲: ۳۸) فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ (۳: ۱۹۵) تو ان کے پروردگار نے ان کی دعا قبول کرلی
= اَلْقَرْحُ۔ زخم۔ آبلہ۔ جمع قُرُوْحٌ۔
۳: ۱۷۳ = حَسْبُنَا اللّٰهُ۔ کافی ہے ہمارے لئے اللہ کی ذات۔ اللہ ہی ہمارے لئے کافی ہے حَسْبٌ۔ مصدر۔ حَسِبَ يَحْسُبُ (نَصَرَ) سے۔
= وَكِيْلٌ۔ صفت مشبہ۔ وَكْلٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔ ضامن

ذمہ دار۔

= آیۃ ۱۷۲ میں اللہ اور اس کے رسول کا فرمان قبول کرنے والوں اور ان میں نیکو کاروں اور پرہیزگاروں کے لئے اجر عظیم کی بشارت ہے یہی بشارت ان کے لئے بھی ہے جن کا ذکر آیۃ ۱۷۳ میں ہوا ہے جو دشمن کی کثرت سے مرعوب نہیں ہوئے بلکہ ان کا ایمان اور مضبوط ہو گیا اور انہوں نے کلیۃً اللہ پر ڈوری ڈال دی۔

۳ : ۱۷۵ = یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَہٗ۔ اَخَافَ یُخِیْفُ (افعال) خَوَّفَ یُخَوِّفُ (تفعیل) کے دو مفعول ہوتے ہیں۔ فَلَا تَخَافُوْھُمْ۔ کا قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہاں اس کے معانی یُخَوِّفُکُمْ اَوْلِیَآءَہٗ ہیں۔ یعنی پہلا مفعول کُمْ محذوف ہے یعنی شیطان تم کو اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ یعنی اپنے ساتھیوں کا ڈر تمہارے دلوں میں ڈالتا ہے۔

= خَافُوْنِ اصل میں خَافُوْنِیْ ہے تم مجھ سے ڈرو۔

۳ : ۱۷۶ = حَظًّا۔ حَظٌّ (واحد) حُظُوْظٌ (جمع) حصہ۔ نصیب۔ مقررہ حصہ۔

۳ : ۱۷۷ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے، جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں کے آتے ہیں۔

۳ : ۱۷۸ = اَنَّمَا۔ بیشک۔ تحقیق۔ بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل مَا کافّہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

= اِنَّمَا۔ ایضاً۔

= نُمْلِیْ مضارع جمع متکلم۔ اِمْلَاءٌ۔ مصدر۔ ملی مادّہ (باب افعال) ہم ڈھیل دیتے ہیں۔ ہم مہلت دیتے ہیں۔

۳ : ۱۷۹ = لِیَذَرَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل لام ہے وَذْرٌ مصدر کہ چھوڑ دے۔ ہر دو باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ سے آتا ہے۔ اس کا مضارع یَوْذِرُ۔ یَوْذَرُ آئے گا۔ لیکن عموماً مضارع باب سمع سے آتا ہے۔ یَوْذَرُ کی واؤ حذف ہو گئی۔ یَذَرُ ہو گیا۔ لام کے عمل سے منصوب ہو کر لِیَذَرَ ہو گیا۔

= لِیُطْلِعَکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِطْلَاعٌ (باب افعال) سے مصدر طَلَعٌ مادّہ کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ کہ وہ تم کو واقف کر دے۔ تم کو آگاہ کر دے۔

۳ : ۱۸۰ = یَبْخَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ (باب سمع) بخل کرتے ہیں۔ بُخْلٌ۔ مصدر۔ بخل۔ کنجوسی۔ بخیل بصیغہ مبالغہ بہت بڑا کنجوس۔ بَخِلَ (سَمِعَ)۔ بَخُلَ (کَرُمَ)

کے مفعول اول پر عَلٰی یا عَنْ آتا ہے (سیوطی) اور دوسرے مفعول پر (اگر مذکور ہو تو) باء آتی ہے۔
جیسے بَخِلَ عَلَيْهِ بِهٖ۔ اس نے اس کو وہ چیز دینے میں کنجوسی کی لیکن آیۃ ہذا میں یَبْخَلُوْنَ
اور بَخِلُوْا کے بعد ایک ہی مفعول مذکور ہے اور اس پر ہر دو جگہ باء آئی ہے۔
= هُوَ سے مراد ان کا بخیلی کا فعل ہے۔
= سَيُطَوَّقُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَ مستقبل قریب کے لئے آتا ہے۔
تَطْوِيْقٌ (تفعیل) مصدر۔ طوق کی طرح ان کی گردن میں ڈالا جائے گا۔ طَوْقٌ۔ گردن بند۔ گھیرا
طاقت۔ وسعت۔ قابو۔ رسی کا بل۔ طوق مصدر بھی ہے۔ اِطَاقَةٌ (افعال) کسی چیز پر قابو
رکھ سکنا۔
= مِيْرَاثُ۔ مصدر مرفوع۔ ملکیت
۳: ۱۸۱ = ذُوْقُوْا۔ تم چکھو۔ ذَوْقٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ ذَائِقَةٌ۔ مزا
چکھنے والا۔
= حَرِيْقٌ۔ جلا دینے والا۔ فاعل اور مفعول دونوں کے لئے آتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔
اور جلا ہوا۔ مُحْرِقٌ بھی فاعل آتا ہے جیسے تپ محرقہ اردو میں ہے۔
۳: ۱۸۲ = قَدَّمَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيْمٌ مصدر۔ پہلے کر چکے یا پہلے بھیج چکے
= ذَالِكَ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے
= ظَلَّامٌ۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔
یہاں حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات عالی سے نفیِ ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے
یہاں ظَلَّامٌ میں مبالغہ کمیت کے لحاظ سے ہے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے۔ یعنی ذرا سا ظلم
بھی نہیں کرتا۔
یہ مطلب نہیں کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا اور تھوڑا سا ظلم کر لیتا ہے۔
۳: ۱۸۳ = اَلَّذِيْنَ۔ یعنی وہ لوگ جن کو ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ کہا گیا ہے۔
۳: ۱۸۴ = الزُّبُرِ۔ کتابیں۔ اوراق۔ زبور کی جمع صحائف۔
= الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ۔ موصوف وصفت۔ روشن کتاب۔ یعنی جس میں شریعت کے احکام
درج ہوں۔ بعض نے الزُّبُرِ سے صحیفے مراد لیا ہے اور الکتاب المنیر سے توراۃ اور انجیل
۳: ۱۸۵ = تُوَفَّوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَوْفِيَةٌ سے تم کو پورا دیا جائے گا۔
= زُحْزِحَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ ہٹا دیا گیا وہ بچا لیا گیا۔ زَحْزَحَةٌ رباعی مجرد

بروزن زَلْزَلَةٌ باب فَعْلَلَةٌ۔ جس کا وزن کبھی فِعْلَالٌ کے وزن پر آتا ہے جیسے زِلْزَالٌ اور کبھی فَعْلَلٰی کے وزن پر جیسے قَهْقَرٰی (پچھلے پاؤں چلنا)

= اَلْغُرُوْرِ۔ یہاں اسم فعل آیا ہے مصدر بھی ہے غَرَّ یَغُرُّ (نصر) فریب دینا۔ کسی کو غافل پاکر اس سے اپنا مقصد حاصل کرنا۔ قرآن مجید میں ہے مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ (۸۲ : ۶) اے انسان تجھ کو کس چیز نے اپنے رب کریم کے متعلق دھوکہ دیا۔

وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ اِلَّا غُرُوْرًا (۱۷ : ۶۴) اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے وہ سب دھوکہ ہے۔ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ اور دھوکہ دینے والا (اسم فاعل۔ شیطان) تمہیں خدا کے بارہ میں کسی طرح کا فریب نہ دے۔ بس غرور سے مال وجاہ۔ خواہش نفسانی۔ شیطان اور ہر وہ چیز مراد ہے جو انسان کو فریب میں مبتلا کر دے۔

غُرُوْرٌ۔ مصدر۔ دھوکہ دینا۔ فریب دینا۔

مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ دھوکہ کا سامان۔ مغرور بروزن مفعول دھوکہ کھایا ہوا۔ فریب خوردہ۔ غِرٌّ بھی بمعنی بھولا۔ فریب خوردہ۔

۳ : ۱۸۶ = لَتُبْلَوُنَّ۔ مضارع مجہول بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر بَلَاءٌ سے بلی مادّہ۔ بَلَاءٌ سے ماضی جب باب سمع سے آتی ہے تو اس کے معنی بوسیدہ ہونے کے آتے ہیں۔ بَلِيَ الثَّوْبُ کپڑا بوسیدہ اور پرانا ہوگیا۔ اور جب اس کی ماضی باب نصر سے آتی ہے تو امتحان اور آزمائش کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ (۶۸ : ۱۷) تحقیق ہم نے آزمایا ان کو جیسا کہ ہم نے اصحاب الجنۃ کو آزمایا تھا۔

= لَتُبْلَوُنَّ۔ یقیناً تم ضرور آزمائے جاؤ گے۔

= فِيْ۔ کے باب میں۔

= لَتَسْمَعُنَّ۔ سَمْعٌ سے مضارع معروف بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور سنو گے

= اَذًى۔ ہر وہ ضرر جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے۔

اذیت دینے والی باتیں۔ دلآزار باتیں۔ اَذًى كَثِيْرًا۔ لَتَسْمَعُنَّ کا مفعول ہے۔

= اَلْعَزْمُ۔ وَالْعَزِيْمَةُ۔ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ مصمم ارادہ کرنا۔ عَزْمَةٌ وعَزَمَاتٌ۔ پختہ ارادہ۔ خدا کی طرف سے عائد کردہ فرض۔ عَزِيْمَةٌ وعَزَائِمُ۔ ثابت قدمی۔ ارادہ کی پختگی۔ اَمْرٌ عَازِمٌ۔ کام جس کا پختہ ارادہ کرلیا گیا ہو۔ وَعَزَمَ الْاَمْرُ۔ اس مخصوص کام کا کرنا واجب ہوگیا۔

= مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - ای من صواب التدبیر الذی لا شك ان الرشد فیہ ولا ینبغی لعاقل ترکہ واصلہ من قولك عزمت علیك ان تفعل کذا ای الزمتك ان تفعل لا محالۃ ولا تترکہ وقیل معناہ فان ذلك مما قد عزم علیکم فعلہ -
درست تدبیر کہ جس کی راستگی کے متعلق کوئی شک نہیں۔ اور ایک عقلمند کو اسے ترک نہ کرنا چاہیے اور اس کے اصل معنی میں یہ قول ہے کہ عَزَمْتُ کَذَا ۔ میں نے پختہ ارادہ کر لیا کہ تم ایسے کرو۔ یعنی تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ تم ہر حال میں اس کو کرو اور ترک مت کرو اور یہ بھی کہ اس کام کا کرنا تم پر لازم کر دیا گیا ہے۔ (الخازن)

اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ - تو یہ فعل (اجر اور تقویٰ) ان امور میں سے ہے جو تم پر واجب کر دیا گیا ہے فَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا کا جواب محذوف ہے جو فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ سے لیا گیا ہے ۔ گویا آیت کی تقدیر یہ ہے ان ذلك عزمۃ من عزمات اللہ ۔ یہ خدا کی طرف سے عائد کردہ حقوق میں سے ہے (کشاف) صاحب المفردات ۔ ومؤلفین تفہیم القرآن وضیاء القرآن نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے ۔

۳ : ۱۸۷ = لَتُبَيِّنُنَّهٗ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ کہ تم ضرور بیان کرو گے یہ میثاق کا مضمون ہے یعنی اہل کتاب سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم ضرور بیان کرو گے لوگوں کے سامنے اور اس کو چھپاؤ گے نہیں۔

= فَنَبَذُوْهُ ۔ ہٗ ضمیر میثاق کی طرف راجع ہے ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ نَبَذَ يَنْبِذُ (ضرب) نَبْذٌ سے پھینکنا ۔ نَبَذَ يَنْبُذُ (نصر) نچوڑنا ۔ نَبِيْذٌ نچوڑا ہوا عرق ۔ انہوں نے اس کو پھینک دیا ۔ یا ڈال دیا ۔

۳ : ۱۸۸ = اَتَوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ باب ضرب ۔ اِتْيَانٌ مصدر اتی یاتی (ب) کوئی چیز لانا کسی کو لانا ۔

اَتَوْا ۔ وہ لائے ۔ وہ آئے ۔ وہ پہنچے ۔ اَتَوْا بِ ۔ انہوں نے کیا

يَفْرَحُوْنَ بِمَا اَتَوْا ۔ خوش ہوئے اپنے کئے پر ۔

= مَفَازَةٌ ۔ فَازَ (مادہ فوز) کا مصدر ہے ۔ باب نصر ۔ کامیاب ہونا ۔ فَازَ يَفُوْزُ بِالْاَمْرِ ۔ کسی امر میں کامیاب ہونا ۔ فَازَ يَفُوْزُ مِنَ الْمَكْرُوْهِ کسی تکلیف سے نجات پانا ۔

فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۔ ہرگز خیال نہ کریں کہ وہ عذاب سے نجات پالیں گے ۔

۳ : ۱۸۹ = مُلْكٌ ۔ اسم و مصدر ۔ اقتدار اعلیٰ ۔ بادشاہت ۔

۳ : ۱۹۱- قُعُوْدًا- جمع قَاعِدٌ کی - حالت نصب - بیٹھے ہوئے -
= جُنُوْبِہِمْ- جُنُوْبَ مضاف ھُمْ مضاف الیہ - جَنْبٌ کی جمع - ان کے پہلو -
= فَقِنَا - ف زائد ہے - قِ - امر واحد مذکر حاضر - وَقیٰ یَقِیْ وِقَایَۃً سے نَا ضمیر جمع متکلم -
مفعول -
۳ : ۱۹۴= کَفِّرْ - امر معروف واحد مذکر حاضر - تَکْفِیْرٌ مصدر - مٹادے - معاف کردے -
دور کردے -
۳ : ۱۹۵= فَاسْتَجَابَ - ماضی واحد مذکر غائب اس نے قبول کیا - اس نے مانا -
اِسْتِجَابَۃٌ سے - باب استفعال -
= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ - لفرط الاتصال والاتحاد - اتصال واتحاد میں یگانگت کے لئے
یا مِنْ بمعنی الکاف ہے ای بعضکم کبعض - یعنی طاعت وفرمانبرداری پر ثواب اور معصیت
ونافرمانی پر عقوبت میں تم سب ایک دوسرے کی طرح ہو - کسی کے لئے الگ معیار جزا و سزا
نہیں ہے یا تم میں سے مرد اور عورتیں سب جزا و سزا کے ایک ہی اصول کے تحت ہیں
یہ ایک جملہ معترضہ ہے -
= اُخْرِجُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے -
= اُوْذُوْا - ماضی مجہول - جمع مذکر غائب وہ ستائے گئے - ان کو اذیت دی گئی (اذی مادّہ)
اُوْذُوْا اصل میں اُوْذِیُوْا تھا - ی مضموم ماقبل مکسور کی وجہ سے ی کا ضمہ ماقبل کو دیا گیا -
ی اور واؤ دو ساکنین اکٹھے ہوگئے - لہٰذا ی کو گرادیا گیا - اُوْذُوْا ہوگیا - جیسا اُوْذِیَ - اسے دیا گیا
(ماضی مجہول واحد مذکر غائب سے اُوْتُوْا جمع مذکر غائب -
= لَاُکَفِّرَنَّ - لام تاکید ونون ثقیلہ - اُکَفِّرُ - مضارع واحد متکلم - میں ضرور مٹادوں گا ان کے
نامۂ عمل سے ان کے گناہ - یا میں ضرور معاف کردوں گا ان کے گناہوں کو -
= لَاُدْخِلَنَّہُمْ - لام تاکید با نون ثقیلہ مضارع واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب -
میں ان کو ضرور داخل کروں گا -
= ثَوَابًا - جَزَاءً - انعام کے طور پر - بدلے کے طور پر -
۳ : ۱۹۶= لَا یَغُرَّنَّکَ - واحد مذکر غائب نہی با نون تاکید ثقیلہ - مت دھوکہ میں ڈالے تجھ کو
غَرَّ یَغُرُّ (نَصَرَ) غُرُوْرٌ مصدر
= تَقَلُّبُ بروزن تفعّل - مصدر - پھرنا - پھر پھر آنا - آنا جانا - الٹنا پلٹنا - بلا روک ٹوک نقل و حرکت

کرنا۔ اپنے کاموں میں بلا روک ٹوک آزاد ہونا۔
= مَاْوٰهُمْ۔ اسم ظرف مکان۔ مقام سکونت۔ ٹھکانہ۔ مَاْوٰی مصدر بھی ہے
= اَلْمِهَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ ٹھکانہ مراد ہے۔ قرار گاہ۔
۳: ۱۹۸ = نُزُلًا۔ مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔
= اَلْاَبْرَارِ۔ بَرٌّ۔ بَارٌّ۔ کی جمع۔ نیک لوگ۔
۳: ۲۰۰ = صَابِرُوْا۔ صیغہ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ مقابلہ میں مضبوط جمے رہو۔ مُصَابَرَةٌ سے (مفاعلۃ) جس کے معنی صبر کے ساتھ کسی سے جنگ کرنے کے ہیں۔
صاحب مفردات لکھتے ہیں۔
اَلصَّبْرُ۔ کے معنیٰ عقل و شریعت دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے تقاضے کے مطابق اپنے آپ کو روکے رکھنے کے ہیں۔ صبر ایک عام لفظ ہے جو کہ مختلف مواقع استعمال کے اعتبار سے مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ کسی مصیبت پر نفس کو روک رکھنے کو صبر کہا جاتا ہے یہ جَزَعٌ کی ضد ہے اور جنگ میں نفس کو روک رکھنا شجاعت ہے اس کی ضد جُبْنٌ ہے یہی صبر اگر کسی پریشانی کسی حادثہ کو برداشت کرنے کی صورت میں ہو تو اُسے رَحْبُ الصَّدْرِ کشادہ دلی کہتے ہیں۔ جس کی ضد ضَجَرٌ ہے۔ اگر کسی بات کو روک رکھے تو اسے کتمان کہتے ہیں اس کی ضد مَذَلٌ ہے۔ (مجبور ہو کر راز کو فاش کر دینا)
قرآن سے ان تمام صفات کو صبر کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔
اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا۔ ثابت قدم رہو اور استقامت رکھو۔ یعنی عبادت الٰہی پر اپنے آپ کو روک رکھو۔ اور خواہشات نفسانی کے خلاف جہاد کرو!
= رَابِطُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دل لگائے رکھو۔ تم لگے رہو۔ تم آمادہ رہو۔ رِبَاطٌ اور مُرَابَطَةٌ سے جس کے معنی محافظت اور نگرانی کرنے اور چوکی دینے کے ہیں۔
خازن بغدادی لکھتے ہیں۔ مُرَابَطَةٌ کی اصل یہ ہے کہ اِدھر کے لوگ اپنے گھوڑے اور اُدھر کے لوگ اپنے گھوڑے اس طرح باندھیں کہ فریقین میں سے ہر ایک دوسرے سے جنگ کرنے کے لئے مستعد رہیں۔ بعد میں ہر اس شخص کو جو سرحد پر اقامت گزین ہو کر سرحد پار کا دفاع کرنے لگا مرابط کہنے لگے گو اس کے پاس کوئی سواری بندھی ہوئی نہ ہو۔
شرعًا مرابطت کی دو قسمیں ہیں ایک اسلامی سرحد پر کافروں کے مقابلہ میں دفاع کے لئے چوکی دیتے رہنا۔ دوسرے نفس کی بندش اور نگرانی کرنا۔ اسی لئے حدیث میں ایک نماز

کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں مصروف رہنے کو رباط کہا گیا ہے۔

(۴) سُوْرَۃُ النِّسَآءِ (۹۲)

۴ : ۱ = بَثَّ۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب باب ضرب۔ نصر۔

= نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ ایک جان۔ من اصل واحد وھو ادم ابوالبشر علیہ السلام یعنی ایک اصل سے جس سے مراد ذات آدم علیہ السلام ہے۔ صیغہ واحد مؤنث نفس کے لئے آیا ہے۔ جو مؤنث سماعی ہے۔

= زَوْجَھَا۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت (جوڑا) کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو وہ اس کا زوج کہلاتی ہے۔

زَوْجَھَا میں ھا ضمیر مؤنث واحد نفس کی رعایت سے اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ زوج سے مراد حضرت آدم کی زوجہ حضرت حوّا مراد ہیں۔

= مِنْھُمَا۔ ھُمَا۔ ضمیر تثنیہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی طرف راجع ہے یعنی حضرت آدم اور حضرت حوّا علیہما السلام سے کثیر تعداد میں مرد اور عورتیں پیدا کیں۔

= تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ۔ تم باہم سوال کرتے ہو اس کے نام سے۔ تم آپس میں مانگتے ہو اس کے واسطے سے۔ تَسَآئُلٌ۔ (تَفَاعُلٌ) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَسَآءَلُوْنَ تھا تاء تثنیہ کو حذف کر دیا گیا۔ بِہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللہ کی طرف راجع ہے۔

= وَالْاَرْحَامَ۔ منصوب ہے اس کا عطف لفظ اللہ پر ہے اَرْحَامٌ رِحْمٌ کی جمع ہے

ـــــــ رِحْمٌ عورت کے پیٹ کا وہ حصہ ہے جس میں بچہ پیدا ہونے سے پیشتر شکم مادر میں پلتا ہے۔ استعارہ کے طور پر رحم کا لفظ قرابت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے واتقوا الارحام۔ اور ڈرو قطع رحمی سے۔

= رَقِیْبًا۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ مطلع۔ منتظر۔ راہ دیکھنے والا۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر اسم صفت ہے۔

۴: ۲ = اٰتُوْا۔ اِیْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دو۔

= لَا تَتَبَدَّلُوْا۔ نہی۔ جمع مذکر غائب۔ تَبَدُّلٌ (تفعّل) سے جس کے معنی بدل ڈالنے کے ہیں۔ تم نہ بدل ڈالو۔

= اِنَّهٗ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اکل مال یتیم کی طرف راجع ہے جس سے وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ میں ممانعت فرمائی ہے۔

= حُوْبًا۔ گناہ۔ وبال۔ اسم ہے۔ اَلْحُوْبُ (باب نصر) سے جرم کا ارتکاب کرنا۔

۴: ۳ = خِفْتُمْ۔ خَوْفٌ (اجوف واوی) باب سمع سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ اصل میں خَوِفْتُمْ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ دو ساکن جمع ہوئے۔ الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ بعد ازاں تا کلمہ کے فتح کو کسرہ سے بدلا کہ ماضی مکسور العین ہے۔

خِفْتُمْ۔ تم ڈرے۔ تم کو ڈر ہوا۔

= اَلَّا۔ اَنْ لَا کا مخفف ہے،

= تُقْسِطُوْا۔ تم انصاف کرو۔ تم انصاف کروگے۔

اقساط سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُقْسِطُوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ کہ تم انصاف نہیں کروگے۔ یا نہ کر سکوگے۔

= طَابَ۔ طَیْبٌ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ خوش لگے۔ بھلا معلوم دے صاحب مدارک التنزیل نے مَا طَابَ لَكُمْ سے مراد لیا ہے جو تمہارے لئے حلال ہیں۔

= اَلَّا تَعْدِلُوْا۔ کہ تم انصاف نہیں کر سکوگے۔

= اَدْنٰى۔ دَانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ اَلدُّنُوُّ۔ (باب نصر) کے معنی قریب ہونے کے ہیں۔ یہ قرب ذاتی۔ حکمی۔ مکانی۔ زمانی۔ اور قرب بلحاظ مرتبہ کے سب کو شامل ہے۔ قرآن میں ہے وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ (۶: ۹۹) اور (اسی طرح) کھجور کے گابھے سے (نکلتے ہیں) خوشے یا گچھے جو جھکے پڑتے ہیں۔

اور آیت کریمہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ (۵۳ : ۸)
پھر قریب ہوئے اور آگے بڑھے۔ اس میں قرب حکمی مراد ہے۔
لفظِ اَدْنٰی کبھی بمعنی اَصْغَرَ آتا ہے اس صورت میں اَکْبَرَ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ (۵۸ : ۷) نہ اس سے کم نہ زیادہ۔
اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَرْذَلُ آتا ہے اس وقت یہ خیر کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ۔ (۲ : ۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں چاہتے ہو۔
اور کبھی بمعنی اول (نشاۃ اولیٰ) استعمال ہوتا ہے اور اَلْاٰخِرَ (نشاۃ ثانیہ) کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے جیسے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ (۲۲ : ۱۱) اس نے دنیا میں بھی نقصان اُٹھایا اور آخرت میں بھی۔
اور کبھی اَدْنٰی بمعنی اَقْرَبُ آتا ہے اور اقصیٰ کے بالمقابل استعمال ہوتا ہے جیسے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی (۸ : ۴۲) جس وقت تم مدینے کے قریب کے ناکے پر تھے اور وہ (کافر) بعید کے ناکے پر۔
وَذٰلِكَ اَدْنٰی اَنْ یَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجْهِهَا (۵ : ۱۰۸) یہ طریق زیادہ قریب ہے کہ گواہ صحیح صحیح شہادت دیا کریں۔ یہاں اَدْنٰی بمعنی اقرب آیا ہے۔
= اَلَّا تَعُوْلُوْا۔ تاکہ تم ایک طرف نہ جھک جاؤ۔ تم بے انصافی نہ کرو۔
تَعُوْلُوْا۔ عَوْلٌ (نصر) سے مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جس کا معنی انصاف کو چھوڑ کر بڑھتی وصول کرتے کے ہیں۔ عَالَ الْمِیْزَانُ۔ ترازو جھک گئی۔ عَالَ الْحَاكِمُ۔ حاکم نے بے انصافی کی۔ عَالَ السَّهْمُ۔ تیر نشانہ سے ہٹ گیا۔
۴ : ۴ = صَدُقٰتِهِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صَدُقَةٍ کی جمع ہے بمعنی مہر۔
= نِحْلَةً۔ مصدر۔ واسم۔ باب فتح۔ خوشدلی کے ساتھ۔ اپنی خوشی سے بغیر مطالبہ کے۔
= طِبْنَ۔ وہ خوش ہوئیں۔ ان کو بھلا معلوم ہوا۔ طَیِّبٌ۔ مصدر۔ باب ضرب۔
= هَنِیْٓـًٔا۔ صیغہ صفت مشبہ۔ هَنَاءٌ۔ مصدر۔ (فتح۔ ضرب۔ نصر) خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر واحد۔ جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ هَنِیْئٌ۔ خوش گوار۔ مُبارک۔ وہ چیز جو بغیر محنت کے مل جائے۔
= مَرِیْٓـًٔا = صفت مشبہ۔ خوشگوار۔ مَرَاءَةٌ مصدر۔ خوش گوار ہونا (کَرُمَ۔ سَمِعَ۔

فَتَحَ - اِمْرَاءٌ (اِفْعَالٌ) کھانے کو خوشگوار بنانا۔ اِسْتِمْرَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ - کھانے کو خوشگوار پانا۔

۴ : ۵ = قِیٰمًا - مصدر بھی ہے (باب نصر) جس کے معنی ہیں کھڑا ہونا۔ بیٹھنے کی حالت سے اٹھنا۔ اور قَائِمٌ کی جمع بھی ہے۔ کھڑے ہونے والے۔ قیام کا لفظ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ کسی شخص کا تسخیری طور پر یا اپنے ارادہ سے کھڑا ہونا۔ مثال۔ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ (۱۱ : ۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض نہس نہس ہو گئے ہیں (تسخیری طور پر کھڑا ہونے کے معنی میں)

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا (۲۵ : ۶۴) اور وہ لوگ اپنے رب کے حضور سجدہ میں اور قیام میں راتیں گذارتے ہیں (قیام اختیاری کی مثال)

۲ - قِیَامٌ لِلشَّیْءِ - کسی شے کی حفاظت اور نگرانی کرنا۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (۴ : ۳۴) مرد عورتوں پر راعی اور محافظ ہیں۔

۳ - کسی کام کا پختہ ارادہ کر لینا۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ (۵ : ۶) مومنو! جب تم ارادہ کرو نماز پڑھنے کا۔

۴ - قِیَامٌ اور قِوَامٌ اس چیز کو بھی کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقا وابستہ ہو۔ مثلاً آیۃ ہذا۔ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا۔ (۴ : ۵) نہ دو نادانوں کو اپنے مال جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے

= اَمْوَالَكُمْ - سے اصل مراد وہ مال ہے جو نادان یتیموں کا دوسروں کی تحویل میں بطور نگران دیا گیا ہے۔ هُمْ کی بجائے كُمْ کی ضمیر کا استعمال اس اہمیت کو اجاگر کرنے کے لئے ہوا ہے کہ یہ مال ایسا ہی قابل توجہ اور قابل احتیاط ہے جیسا کہ تمہارا اپنا مال۔ اس لئے اس کا ضیاع بہر نوع مذموم ہے۔ اور جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا (جسے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زندگی کا سہارا بنایا ہے) کے الفاظ اس مال کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اس کو بے مقصد خرچ کرنا منع ہے تو اس آیۃ کا مطلب یہ ہوا کہ نابالغ۔ بے سمجھ یتیموں کے مال کی اپنا مال سمجھ کر حفاظت کرو یہ مال زندگی کا سہارا ہے اس لئے اسے بے مقصد خرچ کے لئے ان کے مال ان نادان یتیموں کے حوالے نہ کرو۔ جو نادانی کی وجہ سے اسے چند دنوں میں اڑا دیں گے (لیکن ان کے کھاتے

پینے اور لباس ضروریہ پر اس مال سے خرچ کر سکتے ہو)

۴: ۶ = اِبۡتَلُوۡا - تم آزماؤ - تم امتحان لو - اِبۡتِلَاءٌ - (اِفۡتِعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر - یعنی تم ان کی آزمائش مختلف طریقوں سے کرتے رہو کہ آیا شعور محکم کو پہنچ گئے ہیں اور اپنے نفع و نقصان کو صحیح طور پر پرکھ سکتے ہیں۔

= حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ - نکاح مصدر ہے اس کے معنی نکاح کرنا یا جماع کرنا دونوں ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ جب وہ بلوغت کو پہنچ جاویں اور سنِ تمیز کو پالیں

= رُشۡدًا - رُشۡد کے معنی ہیں ہدایت - صلاحیت - راہ یابی - بھلائی - راستی - حسن تدبیر - (رَشَدَ يَرۡشُدُ کا مصدر ہے) یہاں مراد صلاحیت ہے۔

= اِدۡفَعُوۡا - تم دیدو - تم حوالہ کردو - دَفۡعٌ سے - امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= وَلَا تَاۡكُلُوۡهَا - یعنی تم خود اس مال سے خرچ مت کرو۔

= اِسۡرَافًا - فضول مدّوں میں۔

= بِدَارًا - جلدی کر کے بروزن فِعَالٌ - مصدر - یعنی شتابی اور سرعت سے کام لے کر ان کا مال بے دریغ خرچ نہ کر ڈالو کہ بڑے ہو گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے۔

= فَلۡيَسۡتَعۡفِفۡ - امر - واحد مذکر غائب - استعفاف (اِسۡتِفۡعَالٌ) مصدر - وہ بچتا رہے یعنی یتیموں کے مال خود خرچ کرنے سے پرہیز کرے۔

= بِالۡمَعۡرُوۡفِ - مناسب مقدار میں۔

= حَسِيۡبًا - حساب لینے والا - حساب کرنے والا - بروزن فَعِيۡلٌ بمعنی فاعل ہے۔

۴: ۷ =

= قَلَّ - ماضی معروف واحد مذکر غائب - وہ کم ہوا - قِلَّةٌ مصدر سے - كَثۡرَةٌ کی ضد ہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ - قلیل ہو یا کثیر۔

= مَفۡرُوۡضًا - اسم مفعول - فَرۡضٌ مصدر - فرض کیا گیا - مقرر کردہ۔

۴: ۹ = وَلۡيَخۡشَ - واحد مذکر غائب امر خَشۡيَةٌ مصدر باب سمع - اس کو ڈرنا چاہئے - وہ ڈرتا رہے۔

= ذُرِّيَّةً - چھوٹے چھوٹے بچے - واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= ضِعٰفًا - ضُعۡفٌ سے - کمزور - ناتواں - ضَعِيۡفٌ کی جمع ہے۔

۴: ۹ = خَافُوۡا عَلَيۡهِمۡ - وہ فکر مند ہوئے ان کے متعلق۔

= وَلْيَخْشَ ...... خَافُوْا عَلَيْهِمْ۔ پس جو لوگ یتیموں کے سرپرست ہیں وہ ڈریں یتیموں کے ساتھ سلوک کرنے میں اور سوچیں کہ اگر وہ خود اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے کمزور ناتواں بچے چھوڑ کر اس جہاں سے رخصت ہوں تو اپنے ان بچوں کے متعلق وہ کتنے فکرمند ہوتے۔ پس جیسے وہ اپنے پسماندگان سے اپنے بچوں کے متعلق سلوک کی تمنا رکھتے ہیں ویسا ہی سلوک وہ اب اپنے زیر سرپرستی یتیموں سے کریں۔

= سَدِيْدًا۔ سَدِيْدٌ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سَدَّ يَسُدُّ سَدَدًا وَسَدَادًا درست ہونا۔ هُوَ يَسُدُّ فِيْ قَوْلِهٖ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے۔ قُلْتُ لَهٗ سِدَادًا مِنَ الْقَوْلِ میں نے اسے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔ (سَدِيْدٌ كَاَمِيْرٍ استوار و درست منتہی الادب)

۴: ۱۰ = سَيَصْلَوْنَ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے۔ يَصْلَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب صَلْيٌ مصدر۔ باب ضرب۔ صَلٰى يَصْلِيْ صَلْيًا۔ گوشت بھوننا۔ صَلٰى فلان النَّارَ وَفِيْهَا وَعَلَيْهَا۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلِيَ (سَمِعَ) آگ کی گرمی برداشت کرنا۔ آگ میں جلنا۔ آگ میں داخل ہونا۔ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى (۸۷-۱۲) بڑی تیز آگ میں داخل ہوگا۔ (باب افعال) اِصْلَاءٌ متعدی۔ آگ میں داخل کرنا۔ آگ میں پھینکنا۔ فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (۴: ۳۰) ہم اسے عنقریب جہنم میں داخل کریں گے۔

= سَعِيْرًا۔ السَّعْرُ کے معنی آگ کے بھڑکنے کے ہیں۔ سَعَرْتُ النَّارَ میں نے آگ بھڑکائی سَعِيْرٌ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا۔ عنقریب میں دہکتی ہوئی آگ (جہنم) جلیں گے۔

۴: ۱۱ = يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ۔ يُوْصِيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ اِيْصَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وصی مادّہ

اَلْوَصِيَّةُ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ طور پر ہدایت کرنے کو کہتے ہیں۔ اَلْوَصِيَّةُ اَلْاِيْصَاءُ کا اسم ہے۔ هٰذِهٖ وَصِيَّتُهٗ یہ اس کی وصیت ہے۔ جمع وَصَايَا۔ وَصَايَا اللّٰه اللہ تعالیٰ کے احکام جو بندوں پر فرض ہوئے۔ اللہ کی طرف سے وصیت بمعنی حکم کے ہے (آیۃ) تَوَاصِيْ۔ (تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت کرنا۔

وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۱۰۳: ۳) اور آپس میں حق کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے ہیں۔ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ

(۲۹: ۸) اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔
= حَظٌّ۔ حصہ۔ نصیب۔ مقررہ حصہ۔ جمع حُظُوْظٌ۔
۱۔ ایک لڑکے کا حصہ = دو لڑکیوں کے حصہ کے برابر
۲۔ اگر متوفی کی دو یا دو سے زیادہ لڑکیاں ہوں تو کل جائداد کا ⅔ حصہ ان کو ملیگا۔
۳۔ اگر متوفی کی صرف ایک لڑکی ہو تو کل جائداد کا ½ حصہ اس کو ملے گا۔
۴۔ اگر متوفی کی اولاد ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو ⅙ حصہ ملیگا۔ اور بقایا اولاد کو حسب قاعدہ تقسیم ہوگا۔
۵۔ اگر متوفی کی اولاد نہ ہو اور وارث صرف والدین ہوں تو اس کی ماں کو کل جائداد کا ⅓ حصہ ملیگا باقی ⅔ حصہ باپ کا ہوگا۔
۶۔ اگر متوفی کے بہن بھائی بھی ہوں اور اس کی اولاد نہ ہو تو متوفی کی وصیت پورا کرنے اور اس کا قرض ادا کرنے کے بعد ماں کو ⅙ حصہ ملے گا۔ باپ کے باعث بھائی بہنوں کو حصہ نہ ملے گا۔
= لَا تَدْرُوْنَ۔ مضارع نفی جمع مذکر حاضر۔ دِرَايَةٌ مصدر۔ د ر ی مادہ۔ تم نہیں جانتے۔
= اٰبَآؤُكُمْ ...... نَفْعًا۔ تم نہیں جانتے کہ نفع (حصہ) حاصل کرنے میں تمہارے ماں باپ یا لڑکے لڑکیوں میں تمہارے نزدیک کون زیادہ حقدار ہے۔ یا حق حاصل کرنے میں زیادہ قریب ہے، یعنی کس کو کتنا ملنا چاہئے اور کونسی ترجیحات تم اختیار کرو۔
= فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر شدہ حصے (بیان فرما دیئے ہیں)

۴: ۱۲ =

بیوی کی وراثت کی تقسیم

۱۔ متوفیہ کی کوئی اولاد نہ ہو تو بیوی کو ¼ حصہ ملے گا۔ خواہ بیوی ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔
۲۔ اگر اس کی اولاد ہو تو بیوی کو ⅛ حصہ ملے گا۔ خواہ ایک ہو یا زیادہ۔ بقیہ دیگر وارثوں کو۔
نوٹ:۔ ہر صورت میں متوفی یا متوفیہ کی جائداد پر اس کی وصیت اور اس کے قرض کا بار مع تجہیز و تکفین اولیت رکھتا ہے۔

دیگر صورتیں

۱۔ اگر کوئی مرد یا عورت بے اولاد مرے اور اس کے ماں باپ بھی زندہ نہ ہوں (کلالہ) اور

اس مرد یا عورت کا اخیافی (ماں ایک باپ الگ) ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اس بھائی یا بہن کو ۱/۶ حصہ ملے گا۔

۲۔ اگر کلالہ (مرد یا عورت) کے ایک سے زیادہ اخیافی بھائی بہن ہوں گے تو سب کو ملاکر ۱/۳ حصہ ملیگا اور سب میں برابر تقسیم ہوگا۔

ہر دو صورتوں میں جائداد پر پہلا بار متوفی یا متوفیہ کی وصیت اور اس کے قرض کی اور تجہیز و تکفین کا ہوگا۔

کلالہ — وہ میت جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ (حدیث)

کلالہ کی اصل کلال ہے۔ جس کے معنیٰ ضعف کے ہیں۔ اعشیٰ کا شعر ہے

فَاٰلَیْتُ لَا اَرْثِیْ لَھَا مِنْ کَلَالَۃٍ
وَلَا مِنْ حَفًا حَتّٰی تُلَاقِیْ مُحَمَّدًا

(جب تک اونٹنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک نہ پہنچا دے گی مجھے اس کی تھکان اور فرسودہ پائی پر رحم نہیں آئے گا)

توسیع استعمال کے بعد عرف عام میں کلالہ سے مراد وہ لوگ ہوتے ہیں جو منقطع الطرفین ہوں (نہ ان کے والدین ہوں نہ ان کی اولاد) معجم القرآن)

قریب کے رشتہ کو چھوڑ کر کوئی دور کا رشتہ دار ہو تو اس کو بھی کلالہ کہا جاتا ہے مثلاً اگر حقیقی چچا کا لڑکا ہو تو اسے ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ کہیں گے اور اگر رشتہ کے چچا کا بیٹا ہو تو ھُوَ ابْنُ عَمِّیْ کَلَالَۃً۔ کہیں گے۔

صاحب معجم القرآن (پروفیسر عبد الرؤف) نے لکھا ہے کہ:۔

سلف کا اجماع ہے کہ آیت ہذا میں اخیافی بھائی مراد ہیں۔ زمخشری نے بھی کشاف میں یہی معنی مراد لئے ہیں۔

= غَیْرَ مُضَآرٍّ۔ جو نقصان دہ نہ ہو۔ یعنی ایسی وصیت۔ یا قرض نہ ہو جو محض وارثوں کو نقصان پہنچانے کی خاطر عائد کیا گیا ہو۔

مُضَآرٍّ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں مُضَارِرٌ (ضرر سے بروزن مفاعل) سے ہے۔

= وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ۔ (وراثت کے متعلق) یہ ہے حکم اللہ کا۔

۴ : ۱۳ = یُدْخِلْہُ۔ میں فاعل اللہ تعالیٰ ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر مَنْ کی طرف راجع ہے۔

== یَعْصِ ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ جو اسم جازم فعل ہے) اصل میں یَعْصِیْ تھا۔ عِصْیَانٌ مصدر باب ضرب ۔ مَنْ یَّعْصِ ۔ جو نافرمانی کرے گا۔

== یَتَعَدَّ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَتَعَدّٰی تھا (عُدْوَان مصدر) مَنْ یَّتَعَدَّ جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا۔

== مُھِیْنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِھَانَۃٌ مصدر۔ باب افعال۔ ذلیل وخوار کرنے والا۔

۴: ۱۵ == یَاْتِیْنَ ۔ مضارع۔ جمع مؤنث غائب اِتْیَانٌ ۔ مصدر باب ضرب۔ وہ عورتیں آئیں یہاں بمعنی مرتکب ہوئیں۔

== فَاسْتَشْھِدُوْا شَھِیْدَیْنِ ۔ فَاسْتَشْھِدُوْا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِشْھَادٌ (استفعال) سے ۔ تم گواہ لاؤ۔ استشہاد۔ گواہ لانا۔ یا گواہ طلب کرنا۔ دونوں معنوں میں آتا ہے۔

== فَاحِشَۃٌ ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی برائی۔ ایسی بے حیائی کا اثر دوسرے پر پڑے۔ زنا۔

== یَتَوَفّٰھُنَّ ۔ یَتَوَفّٰی ۔ مضارع واحد مذکر غائب (فاعل موت) تَوَفِّیٌ مصدر۔ (باب تفعل) ھُنَّ ۔ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ وَفِیَ ۔ مادہ۔ وافی۔ پورا۔ باب افعال۔ پورا کرنا۔ یا پورا دینا باب تفعیل سے پورا پورا دینا۔ باب تفعل (توفی مصدر) پورا پورا لینا۔ قبضہ کر لینا۔ کبھی مراد روح کا قبض کر لینا ہوتا ہے۔ (باب استفعال) اسْتِیْفَاءٌ پورا پورا وصول کر لینا۔

یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ ۔ موت ان پر پورا پورا قبضہ کر لے۔ موت ان کو آلے۔

۴: ۱۶ == فَاٰذُوْھُمَا ۔ اٰذُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) ھا۔ ضمیر مفعول تثنیہ (مذکر، مؤنث دونوں کے لئے) غائب۔ ان دونوں کو ایذا دو۔ ان دونوں کو مارو پیٹو۔

== اَعْرِضُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِعْرَاضٌ سے تم درگذر کرو۔ تم کنارہ کشی کرو۔ تم چھوڑ دو۔

۴: ۱۷ == اِنَّمَا التَّوْبَۃُ عَلَی اللّٰہِ لِلَّذِیْنَ ۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول کرنا اپنے ذمہ لے لیا ان لوگوں کے حق میں۔

== اَلتَّوْبَۃُ ۔ تَابَ ۔ اس نے توبہ کی۔ وہ پھر آیا گناہ سے وہ باز آیا۔ باب نصر سے اس نے قبول کیا جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے معنی ہوتے ہیں، جیسے فَتُوْبُوْا اِلٰی بَارِئِکُمْ (۲: ۵۴) پس چاہئے کہ توبہ کرو تم اپنے خالق کے حضور۔

اور جب عَلٰی سے ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ فَتَابَ عَلَیْکُمْ (۲: ۵۴) پھر حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔

== مِنْ قَرِیْبٍ ۔ جلدی۔ شتاب۔

۴: ۱۸ = اَعْتَدْنَا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ اِعْتَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اَلْاِعْدَادُ۔ تیار کرنا مہیا کرنا۔ عدد مادہ۔

وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (۹: ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں۔ وآیۃ ہذا۔ اور اگر مصدر اِعْتِدَاءٌ سے ہو تو معنی ہوتے ہیں زیادتی کرنے کے لیکن اس کا مادہ عدوٌ ہے

۴: ۱۹ = تَرِثُوْا۔ تم وارث ہو جاؤ۔ تم میراث میں لے لو۔ (حَسِبَ یَحْسِبُ) وِرَاثَۃٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر نون اعرابی اَنْ ناصبہ کے آنے سے گر گیا

= اَنْ تَرِثُوْا ...... كَرْهًا۔ کہ تم۔ (اس کے شوہر کے مرنے کے بعد بیوہ کو متوفی کی میراث سمجھ کر) زبردستی وارث بن جاؤ

= لَا تَعْضُلُوْهُنَّ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب تم ان کو نہ روکو۔ تم ان کو بند نہ کرو۔ تم ان کو منع نہ کرو (باب نصر) عَضْلٌ سے۔ سختی کے ساتھ روکنا یعنی عدت ختم ہونے کے بعد ان کو نکاح ثانی سے مت روکو۔

= تَذْهَبُوْا بِ۔ تم لے جاؤ۔ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ۔ (۲: ۲۰) اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو لیجائے ان کے سننے کی قوت اور ان کی بینائی۔

= بَعْضِ۔ کچھ حصہ۔

= عَاشِرُوْهُنَّ۔ تم ان کے ساتھ زندگی گذارو۔ تم ان کے ساتھ برتاؤ کرو۔ مُعَاشَرَۃٌ (مفاعلۃ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= بِالْمَعْرُوْفِ۔ اَلْمَعْرُوْفُ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جس کی خوبی عقل یا شریعت سے ثابت ہے۔ اَلْمُنْكَرُ۔ اس کی ضد ہے۔ دستور کے مطابق۔ مناسب طور پر۔

= عَسٰى۔ عنقریب۔ شتاب۔ ممکن ہے توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے، ہو سکتا ہے

۴: ۲۰ = اِسْتِبْدَالَ (استفعال) بدلنا۔ تبدیلی چاہنا۔ مصدر ہے۔

= قِنْطَارًا۔ مال کثیر۔ مال کا انبار۔

۴: ۲۰ = بُهْتَانًا۔ بہتان لگا کر۔

= اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ صریح گناہ کرتے ہوئے۔ صریح ظلم کرتے ہوئے۔

۴: ۲۱ = قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ قَدْ ماضی قریب کے لئے اَفْضٰى اِلٰى۔ کسی جگہ پہنچنا اَفْضٰى بِيَدِهٖ اِلٰى كَذَا۔ کے معنی ہیں کسی جگہ ہاتھ پہنچ جانا۔ اَفْضٰى اِلٰى۔ ای وَصَلَ۔ وَاَفْضٰى اِلَى الْمَرْاَةِ۔ خَلَا بِهَا۔ اس کے ساتھ خلوت کی۔ جماع کیا۔ اَفْضٰى۔ وہ پہنچ گیا۔ وہ بے حجابانہ مل گیا۔

فضا اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں کوئی عمارت اس جگہ کی کسی چیز کے ادراک سے مانع نہ ہو۔ خلوت بھی اسی وجہ سے افضاء سے موسوم ہوئی کہ اس میں ہر وہ چیز جو مجامعت سے مانع تھی دور ہو گئی۔

قَدْ اَفْضٰی .... بَعْضٍ۔ حالانکہ تم تنہائی میں ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔

= اَخَذْنَ ۔ ماضی جمع مؤنث غائب وہ لے چکی ہیں۔ یا انہوں نے لیا۔

۲۲:۴ = مَقْتًا ۔ مصدر۔ منصوب۔ کسی شخص کو برائی کا مرتکب دیکھ کر اس سے بغض رکھنا۔ سبب بُغض۔ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ (۶۱:۳) سخت مبغوض ہے اللہ کے نزدیک م ق ت مادّہ۔ یعنی تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی سخت ناپسندیدگی کا سبب ہوگا۔

۲۳:۴ = اَرْضَعْنَكُمْ ۔ ماضی جمع مؤنث غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ رَضِعَ (سَمِعَ) رَضَعَ (فَتَحَ) رَضْعًا وَرَضَعًا وَرَضَاعَۃً ۔ بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ رَاضَعَہٗ رِضَاعًا و مُرَاضَعَۃً دودھ شریک بھائی کے ساتھ دودھ پینا۔ اَرْضَعَہٗ ۔ دودھ پلایا اس کو۔

= رَبَائِبُكُمْ ۔ رَبَائِبُ ۔ رَبِيْبَۃٌ کی جمع ہے۔ زیر پرورش لڑکی جو اگلے شوہر سے ہو۔ ربیبہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں تربیت پاتی ہے تمہاری جورؤوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں۔

= فِیْ حُجُوْرِكُمْ ۔ حُجُوْر ۔ حِجْرٌ کی جمع۔ حفاظت۔ جو تمہاری حفاظت۔ نگرانی میں

= دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۔ جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔

= حَلَائِلُ ۔ جمع حَلِيْلَۃٌ ۔ واحد بمعنی زوجہ۔ حَلٌّ سے مشتق ہے حَلٌّ گرہ کھولنا۔ اترنا حلال ہونا۔

= مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۔ اَصْلَابٌ جمع صُلْبٌ کی۔ بمعنی ریڑھ کی ہڈی۔ مراد تمہاری نسل سے تمہارے تخم سے۔

پَارَہْ

وَالْمُحْصَنٰتُ

(۵)

سُوْرَۃُ النِّسَآء ۴

۴: ۲۴ = اَلْمُحْصَنٰتُ - اسم مفعول - جمع مؤنث - مُحْصَنَةٌ واحد مُحْصِنَةٌ اسم فاعل - واحد - اِحْصَانٌ - مصدر - (بروزن افعال) آزاد (۱) پاکدامن عورتیں۔ دوشیزہ ہوں یا نہ ہوں - (۲) شوہر والیاں یعنی منکوحہ - (۳) آزاد دوشیزائیں۔

صاحب معجم القرآن نے لکھا ہے کہ سورۃ النساء میں مندرجہ بالا معانی محصنٰت کے بالترتیب لئے گئے ہیں۔ جس ترتیب سے یہ لفظ سورۃ نساء میں آیا ہے۔

تعلب نے لکھا ہے کہ ہر پاکدامن عورت کو مُحْصَنَہ (اسم مفعول) اور مُحْصِنَہ (اسم فاعل) کہا جاتا ہے لیکن شوہر والی عورت کو مُحْصَنَہ (اسم مفعول) کہیں گے۔

قاموس میں ہے اِمْرَأَةٌ حَصَانٌ پاکدامن یا شوہر والی عورت۔

راغب نے اس کی تائید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر حُرِّمَتْ کے بعد اَلْمُحْصَنٰتُ قرآن میں آیا ہے وہاں شوہر والیاں مراد ہے اور اسم مفعول کا صیغہ ہے اور اگر حُرِّمَتْ کے بعد نہیں ہے تو فتح (کسرہ) برص دونوں صحیح ہیں۔ شوہر والیاں ہوں یا عام پاک دامن عورتیں۔

اصل میں احصان کا معنی ہے حفاظت رکھنا۔ حصن سے بمعنی قلعہ

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ (۱۲: ۴۸) صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا) جو تم احتیاط سے محفوظ رکھ لو گے۔

اَلْحِصَانُ کے معنی مُحْصَنَةٌ (بفتح الصاد وبکسر) عورت کے ہیں خواہ وہ احصان پاکدامنی کی وجہ سے ہو۔ یا کسی کے ساتھ نکاح کر لینے سے یا اپنے شرف ذات اور حریت کی وجہ سے محفوظ ہو۔ اگر کوئی عورت شرف ذاتی یا عفت اخلاقی کی وجہ سے بدکاری سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتی ہے تو مُحْصِنَہ (اسم فاعل) ہے۔ اور اگر شوہر حفاظت کرتا ہے تو مُحْصَنَةٌ (اسم مفعول) ہے

= اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - جنہیں تمہارے دائیں ہاتھوں نے قبضہ میں لے لیا۔ ان سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جو جہاد میں کفار کے ساتھ مذہبی جنگ کے نتیجہ میں مسلمانوں کے قبضہ میں آئیں۔ (مَسْئَلَہ) جو اسیر عورت کسی کے حصہ میں آئے وہ ایک ماہواری گذرنے کے بعد اس سے صحبت کر سکتا ہے اگر اس کے شکم سے اولاد پیدا ہوئی تو اس کے حقوق بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسے دوسری اولاد کے۔ اب وہ لونڈی کو فروخت نہیں کر سکتا اور اس کے مرنے کے بعد وہ خود بخود آزاد بھی ہو جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

= كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ - کتاب مصدر مؤکدہ ہے اس کا فعل كَتَبَ محذوف ہے گویا

اس کی تقدیر یوں ہے: کَتَبَ عَلَیْکُمْ کِتَابَ اللّٰہِ۔ ای کتب اللہ علیکم تحریم ذٰلِكَ کتاب (مصدر) بمعنی حکم۔ فرض۔ حکم الٰہی۔ فریضہ۔ جیسے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (۲: ۱۸۳) اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں۔

= اَنْ تَبْتَغُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ تم تلاش کرتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) اَلْبَغْیُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنے کے ہیں۔ خواہ تجاوز کر سکے یا نہ بَغْیٌ۔ دو قسم پر ہے۔ (۱) محمود یعنی عدل و انصاف سے تجاوز کر کے (بڑھ کر) مرتبہ احسان حاصل کرنا اور فرض سے تجاوز کر کے تطوع بجا لانا۔

(۲) مذموم۔ یعنی حق سے تجاوز کر کے باطل کو اختیار کرنا۔ یا شبہات میں پڑنا۔
بَغْیٌ (ثلاثی مجرد) کا استعمال قرآن میں اکثر مذموم معنی میں ہوا ہے۔ اَنْ تَبْتَغُوْا کہ تم تلاش کرو تم حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

اَنْ تَبْتَغُوْا مفعول لہٗ ہے اُحِلَّ کا۔

یعنی ماسوا ان عورتوں کے (جو آیۃ ۲۳ ماقبل میں حرام کی گئی ہیں) باقی تم پر حلال کر دی گئی ہیں یہ اس لئے کہ تم اپنے مال خرچ کر کے ان کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکو۔

= مُحْصِنِیْنَ۔ اپنے نفس کو حرام کاری سے بچانے والے۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ منصوب۔
مُسَافِحَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) زنا کرنے والے۔

یعنی تم اپنا مال خرچ کر کے حلال عورتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کر سکتے ہو۔ لیکن اپنے نفس کو پاکدامن رکھتے ہوئے اور زنا کاری سے بچتے ہوئے۔ گویا ابتغار کی اجازت مشروط ہے

= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ باب استفعال۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ تم برت چکے۔ یعنی جب تم نے نکاح کر کے ان سے ہمبستری کا فائدہ اٹھایا۔ تو مقررشدہ مہر ان کو ادا کرو۔

اِسْتَمْتَعْتُمْ سے متعہ جو رافضیوں کے نزدیک جائز ہے اس پر استدلال کرنا سراسر باطل ہے کیونکہ الفاظ مُحْصِنِیْنَ اور غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ صاف طور پر اس کی تردید کرتے ہیں۔

= اُجُوْرَهُنَّ۔ ان کا حق ان کا مہر۔ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر فَاٰتُوْهُنَّ کا مفعول۔
اُجُوْرٌ۔ اَجْرٌ کی جمع ہے

= فَرِیْضَۃً۔ مقرر کیا ہوا مہر۔ لازم کیا ہوا حکم۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث۔ فرضٌ مادّہ

۴: ۲۵ = طَوْلًا۔ بمعنی السعۃ والغنٰی۔ مال و دولت۔ تونگری۔ انعام۔ وسعت۔ گنجائش

مقدور۔ قدرت۔ طال۔ یطول کا مصدر۔ طَوْلٌ مادہ۔ اس کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک تو درازی اور فضیلت میں غلبہ حاصل کرنا۔ دوسرے کسی شخص کے ساتھ احسان کرنا۔ اور اس کو انعام دینا۔ یہاں مراد مقدور بمعنی مہر و نفقہ ہے۔

= فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ میں ف جواب شرط کے لئے ہے اور مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ سے مراد وہ لونڈیاں ہیں جو دوسرے کی ملکیت ہوں جیسا کہ عبارتِ مابعد فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ۔ سے ظاہر ہے

= مِنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ۔ تمہاری باندیاں۔ کنیزیں جو مسلمان ہیں۔

= بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ۔ بعض (جمع ابعاض) کے معنی ہیں حصہ۔ قسمت۔ ٹکڑا۔ جزو۔ کچھ۔ کوئی سا۔ کوئی آدمی۔ کوئی چیز۔ کسی۔ یعنی تم ایک دوسرے کے حصے ہو۔ ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔ ایک دوسرے کی ہی جنس سے ہو۔ انسانی طور پر۔ بوجہ شرکتِ اسلام۔ بوجہ وحدتِ خیال بوجہ وحدتِ دین و ایمان۔

= مُحْصَنٰتٍ۔ مُسٰفِحٰتٍ۔ دیکھو آیہ ماقبل۔

= مُتَّخِذٰتِ۔ اسم فاعل۔ جمع مؤنث۔ اِتِّخَاذٌ۔ (افتعال) اَخْذٌ۔ مادہ۔ کسی چیز کو اپنے تسلط و تصرف میں داخل کرلینا۔ خواہ ہاتھ سے پکڑ لینا ہو یا کسی کی گرفت کرلینا۔ باب افتعال سے اس کے معنی بنانا۔ اختیار کرلینا۔ اس باب سے یہ فعل متعدی بدو مفعول ہوگا۔

لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا۔ کہ بنائیں ان میں سے بعض بعض کو اپنا غلام یا تابعدار۔ (۴۳-۳۲) بَعْضًا مفعول بہ سُخْرِيًّا مفعول لہٗ۔

مُتَّخِذٰتِ۔ بنانے والیاں۔ پکڑنے والیاں۔

= اَخْدَانٍ۔ خِدْن کی جمع جس کے معنی مصاحب اور رفیق کے ہیں۔ مگر عام طور پر اس مصاحب پر بولا جاتا ہے جو جنسی خواہش پوری کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہو۔ چھپے یار۔ چھپے آشنا۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔

= مُحْصَنٰتٍ ...... اَخْدَانٍ۔ تاکہ وہ نکاح کے سنجیدہ فعل سے پاکدامن بن جائیں اور اعلانیہ زناکار اور چوری چھپے یار بنانے والیاں بن کر نہ رہیں۔

= اُحْصِنَّ۔ ماضی مجہول جمع مؤنث غائب۔ اِحْصَانٌ۔ سے بمعنی حریت۔ عفت۔ تزوّج۔ اسلام۔ قید میں رکھنا۔ نکاح کی قید یا پناہ میں لائی گئیں۔

= مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ۔ جو (سزا) آزاد عورتوں کے لئے ہے

= ذٰلِكَ ۔ یہ لونڈیوں سے نکاح کی اجازت کی طرف اشارہ ہے
= اَلْعَنَتَ ۔ گناہ ۔ بدکاری ۔ زنا ۔ تکلیف ۔ مشقت ۔ فساد ۔ ہلاکت ۔ غلطی ۔ خطا ۔ جور اذیت ۔ عَنِتَ یَعْنَتُ ۔ (سمع) کا مصدر ہے۔ یہاں متفقہ طور پر مفسرین اس سے مراد زنا لیتے ہیں ۔
= اَنْ تَصْبِرُوْا ۔ اَنْ مصدریہ ہے اور فعل کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہوتا ہے ای صَبْرُکُمْ ۔ تمہارا صبر کرنا ۔
۴ : ۲۶ = سُنَنَ ۔ سُنَّۃٌ کی جمع ہے سُنَّۃٌ کے معنی ہیں ۔ راہ ۔ رسم ۔ دستور ۔ طریقہ جاریہ ۔ یَہْدِیَکُمْ کا مفعول ثانی ہے ۔ چلائے تم کو ان لوگوں کی راہوں پر
= یَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ۔ تَابَ یَتُوْبُ (نصر) تَوْبًا ۔ وَتَوْبَۃً وَّمَتَابَۃً ۔ تَابَ اِلَی اللّٰہِ ۔ نادم اور پشیمان ہو کر گناہ سے روگردانی کر کے اللہ کی طرف متوجہ ہونا ۔ تَائِبٌ توبہ کرنے والا ۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ ۔ اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کر کے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا ۔ تَوَّابٌ ۔ (توبہ قبول کرنے والا)
۴ : ۲۷ = تَمِیْلُوْا ۔ مَالَ یَمِیْلُ (ضرب) مَیْلًا ۔ درمیانی راہ سے کسی ایک طرف ہٹ جانا ایک طرف مائل ہو جانا ۔ راست روی سے ہٹ جانا ۔ تَمِیْلُوْا ۔ تم بہک پڑو ۔ کج روی اختیار کرو
۴ : ۲۸ = اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ ۔ تم سے (پابندیوں کا بوجھ) ہلکا کرے ۔
یُخَفِّفَ کا مفعول محذوف ہے ۔
۴ : ۲۹ = تَرَاضٍ ۔ باہمی رضامندی ۔ آپس کی خوشی ۔ ایک کا دوسرے سے راضی ہونا ۔ (باب تفاعل) مصدر ہے ۔ ی ۔ حرف علت بوجہ ثقالت ۔ آخر سے گر گئی ۔ رضی مادہ
۴ : ۳۰ = عُدْوَانًا ۔ عَدَا یَعْدُوْ ۔ عَدْوًا وَّعُدْوَانًا وَعُدُوًّا وَعُدُوًّا ۔ (باب نصر) زیادتی ۔ ظلم و ستم ۔ سرکشی ۔
= نُصْلِیْہِ ۔ اَصْلٰی یُصْلِیْ اِصْلَاءً ۔ (افعال) سے مضارع جمع متکلم ۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو آگ میں (جہنم میں) داخل کریں گے ۔
اَلصَّلْیُ (سمع) کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں ۔ (باب افعال) سے آگ میں پھینکنا ۔ آگ میں ڈالنا ۔
۴ : ۳۱ = تَجْتَنِبُوْا ۔ اِجْتِنَابٌ (افتعال) سے اگر تم بچتے رہو گے ۔ اجتناب کرو گے ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ اصل میں تَجْتَنِبُوْنَ تھا ۔ اِنْ جازم فعل کی وجہ سے

ون اعرابی گر گیا۔

= نُكَفِّرْعَنْكُمْ۔ نُكَفِّرْ۔ جمع متکلم مضارع جوابِ شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہم دور کر دیں گے تَكْفِيْرٌ مصدر بروزن تفعیل۔

= مُدْخَلًا۔ داخل ہونے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان۔ مُدْخَلًا۔ مصدر میمی ہے (باب افعال) پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ہم تمہیں عزت کی جگہ میں داخل کریں گے (یعنی جنّت میں) دوسری صورت میں۔ ہم تمہیں عزت کے ساتھ (جنت میں) داخل کریں گے۔

۴: ۳۲ = وَلَا تَتَمَنَّوْا - مضارع نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تَمَنِّيٌ باب تفعّل سے اصل میں تَتَمَنَّوْنَ تھا۔ لا (نہی یا جازم فعل) کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ تم آرزو مت کرو تم ہوس نہ کرو۔ تمنّیٰ کا بیشتر استعمال کسی بے حقیقت چیز کے تصور کرنے کے لئے ہوتا ہے۔

التمنی عبارۃ عن ارادۃ مایعلم او یظن انہ لا یکون (رازی۔ روح البیان) تمنی وہ ارادہ ہے جو متمنی جانتا ہے کہ پورا نہیں ہوسکتا۔ یہ اس لئے کہ حقیقت کی دنیا میں یہ اس کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے ورنہ جہاں تک اس کی اپنی ہمت اور کوشش کا تعلق ہے وہ اسی آیت میں فرمادیا کہ:۔ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا۔ مردوں کے نصیب میں وہی ہے جو انہوں نے کمایا۔ یعنی جو جتنی محنت کریگا اتنا ہی پھل پائے گا۔

= وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ۔ واؤ کا عطف وَلَا تَتَمَنَّوْا پر ہے یعنی بے کار ہوس نہ کرو بلکہ وہی چیز اللہ سے طلب کرو۔ لَا تَتَمَنَّوْا مَا لِلنَّاسِ واسئلوا اللّٰہ من خزائنہٖ۔ جو چیز لوگوں کو دی گئی ہے اس کی تمنا مت کرو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانوں سے ویسی نعمت کی طلب کرو۔

۴: ۳۳ = لِكُلٍّ ہر شخص کے لئے۔

= مَوَالِيَ۔ مَوْلٰى۔ کی جمع۔ چچا کے بیٹے۔ (البغوی) عصبات (مجاہد) کلالہ (ابوصالح) عام وارث (کلبی) دوست۔ متوکل۔ محافظ (۴۷: ۱۱) آقا۔ مالک (۱۶: ۷۶)

= عَقَدَتْ اس نے باندھا۔ عَقْدٌ سے جس کے معنی باندھنے۔ گرہ باندھنا۔ سوگند کھانا۔ کسی چیز کے اطراف کو آپس میں جمع کر دینا (باب ضرب) عُقْدَةٌ گرہ۔ عُقَدٌ جمع۔ نَفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ گرہوں میں پھونکیں مارنے والیاں۔

عَقْدٌ۔ عہد باندھنا۔ قول و قرار۔ عہد و پیمان۔ اس کی جمع عُقُوْدٌ ہے۔ عقد یمین عہد و پیمان کی پختگی =

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ. اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے۔
= وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا ...... وَالْاَقْرَبُوْنَ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہو سکتی ہیں۔
۱۔ کُلٍّ مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ اَحَدٍ محذوف ہے۔
۲۔ کُلٍّ مضاف ہے اور مَالٍ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ اور مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ اس مال کی صفت ہے۔

پہلی صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ "ہر ایک شخص کے لئے اس ترکہ کے متعلق جو اس نے چھوڑا ہے ہم نے وارثان مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں الوالدان والاقربون وارثان (موالی) کی صفت ہے یعنی یہ وارثان والدین اور قریبی رشتہ دار ہیں۔

دوسری صورت میں ترجمہ یوں کیا جائے گا: ہر مال کے لئے جو والدان اور اقربون نے ترکہ میں چھوڑا ہے ہم نے وارث، (موالی) مقرر کر دیئے ہیں۔ اس صورت میں والدان والاقربون مورثین ہیں

دوسری صورت جمہور کے نزدیک زیادہ صحیح ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے یہی مروی ہے
= وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ ...... نَصِيْبَهُمْ۔ نیا فقرہ ہے

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ (اور وہ لوگ جن سے تمہارا عہد و پیمان بندھ چکا ہے) سے کیا مراد ہے بعض نے اس سے مراد وہ عورتیں لی ہیں جن سے تمہارا عہد و پیمان (نکاح) بندھ چکا ہو (ترجمان القرآن ابو الکلام) لیکن اکثریت نے اس سے مراد وہ اشخاص لئے ہیں جن سے زندگی میں باہمی عہد و پیمانِ وراثت ہو چکا ہو۔ یہ رسم عہد جاہلیت سے بھی چلی آرہی تھی اور ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں ایک انصاری کی وفات کے بعد اس کا مہاجر بھائی بند وارث ہوتا۔

اس آیت نے اس طریقہ کو منسوخ کر دیا اور حکم ہوا کہ ان کی مدد کرو۔ ان کی خیر خواہی کرو ان کو فائدہ پہنچاؤ لیکن میراث انہیں نہیں پہنچتی۔ (ابن کثیر۔ عبد اللہ یوسف علی)

بعد میں یہ دستور مابین انصار و مہاجرین آیۃ ۳۳ : ۶ سے منسوخ ہو گیا۔

۴:۳۴ = قَوّٰامُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ قَوَّامٌ۔ واحد صیغہ مبالغہ۔ نگران۔ سرپرست۔ محافظ۔ مصلح۔ برتر۔ قَوَّامٌ یا قَيِّمٌ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارہ یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلاتے اور اس کی نگہبانی اور حفاظت کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔
= بِمَا۔ بوجہ۔ ب سببیہ ہے اور مَا مصدریہ۔

= بَعْضَهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مردوں کے لئے ہے اور بَعْضٍ عورتوں کے لئے (مدارک)
= فَالصّٰلِحٰتُ۔ پس نیک بیبیاں (وہ ہیں جو آگے بیان ہوئی ہیں)
= قٰنِتٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مؤنث۔ فرماں بردار، اطاعت گذار۔ قُنُوْتٌ سے قَانِتٌ لمذکر خضوع اور عاجزی کرنے والا۔ نماز میں طویل قیام کرنے والا۔ بندگی پر قائم و دائم رہنے والا۔ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ

(۲:۱۱۶) سب اس کے فرمانبردار ہیں۔ اِنَّ اِبْرٰھِیْمَ کَانَ اُمَّۃً قَانِتًا (۱۶:۱۲۰) بے شک
ابراہیم (لوگوں کے) امام اور (خدا کے) فرمانبردار تھے۔
= حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ۔ مردوں کی عدم موجودگی میں اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والیاں۔ شوہروں
کی عزت وآبرو کی ان کے نفع ونقصان کی اور ان کے بھیدوں کی حفاظت کرنیوالیاں (لام بمعنی فی ہے)
= بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ۔ جیساکہ حفاظت فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کی عزت وآبرو کی۔ ان کے حقوق کی۔ ان کی
نگہداشت ونان ونفقہ کی مردوں کو حکم دے کر۔ بِمَا میں ب سببیہ اور ما مصدریہ۔
یا اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے کا حکم دیا ہے۔
(عبداللہ یوسف علی)
= تَخَافُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرتے ہو۔ تمہیں خوف ہو۔ خَوْفٌ (باب سمع) مصدر سے
= نُشُوْزَھُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ (مصدر۔ باب نصر۔ ضرب) ان کی سرکشی۔ ان کی نافرمانی۔
مراد شوہر سے نفرت۔ اطاعت سے گریز۔ شوہر کے مقابلہ میں غرور۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل تَخَافُوْنَ
کا مفعول ہے۔
= فَعِظُوْھُنَّ۔ عِظُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر وَعْظٌ سے ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ تم ایسی
عورتوں کو نصیحت کرو۔ ان کو سمجھاؤ (باب ضرب) ابن فارس کہتے ہیں کہ اَلْوَعْظُ کے
معنی خوف دلانے اور ڈرانے کے ہیں۔
= اَلْمَضَاجِعِ۔ اسم ظرف جمع۔ المضجع واحد۔ بستر۔ خواب گاہیں۔ اضجع واضطجع پہلو کے
بل لیٹنا۔ الضَّجِیْعُ ساتھ لیٹنے والا۔
= فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا۔ بَغْیٌ۔ تلاش کرنا۔ ڈھونڈھنا۔ چاہنا۔ عَلٰی بمعنی خلاف۔ یعنی
پھر ان کے خلاف (کوئی ظلم کی) راہ تلاش مت کرو۔
تَبْغُوْا اصل میں تَبْغُوْنَ تھا لا نہی کے سبب نون اعرابی گر گیا۔
۴:۳۵ = شِقَاقَ۔ اَلشَّقُّ۔ شگاف۔ کہتے ہیں۔ جیسے شَقَقْتُہٗ بِنِصْفَیْنِ میں نے
اسے برابر دو ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔ قرآن کریم میں ہے ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (۸۰:۲۶)
پھر ہم نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ یا اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔
الشِّقُّ (بکسر ش) اس مشقت کو کہتے ہیں کہ جو تنگ ودو سے بدن یا جسم کو لاحق ہوتی ہو۔
اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (۱۶:۷) مگر جان پر مشقت جھیلنے کے بعد۔
شِقَاقٌ۔ کے معنی مخالفت، عداوت۔ ناچاقی۔ کے ہیں۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے۔ شق طرف

شقاق بمعنی الگ الگ (مخالف) طرفوں میں ہونا۔
= فَابۡعَثُوۡا۔ تم بھیجو۔ تم بلا بھیجو۔ تم اٹھاؤ۔ مقرر کرو۔ بَعۡثٌ سے باب فتح امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
= حَکَمًا۔ مفعول بہ۔ منصف۔ پنچ۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُکۡمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد جمع۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ فیصلہ کرنے والے کو حکم کہتے ہیں۔ حاکم سے زیادہ بلیغ
= یُرِیۡدَا۔ تثنیہ مذکر غائب اس سے مراد دو پنچ۔ ایک خاوند کی طرف سے ایک بیوی کی طرف سے۔ اصل میں یُرِیۡدَانِ تھا۔ اَنۡ ناصبہ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔
= یُوَفِّقِ اللّٰہُ۔ یُوَفِّقِ مضارع مجزوم مکسور بالوصل واحد مذکر غائب تَوۡفِیۡقٌ مصدر باب تفعیل موافقت پیدا کر دے گا۔
= بَیۡنَھُمَا۔ میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مونث، غائب مرد اور عورت کے لئے ہے۔

۴: ۳۶ = وَبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔ اس کی تقدیر ہے وَاَحۡسِنُوۡا بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا۔
= وَبِذِی الۡقُرۡبٰی ۔۔۔۔۔ اَیۡمَانُکُمۡ۔ میں ذوی القربٰی۔ والیتامٰی۔ والمساکین ۔۔ والجارِ ذِی الۡقُرۡبٰی۔ والجار الجنب۔ والصاحب بالجنب۔ وابن السبیل۔ اور مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ سے پہلے اَحۡسِنُوۡا محذوف ہے۔
= الجار ذی القربٰی۔ اَلۡجَارُ۔ جو جوار میں یعنی پہلو میں رہنے والا ہو بمعنی پڑوسی ذوی القربٰی قرابت دار ہو۔ یعنی رشتہ دار پڑوسی الجار الجنب۔ جُنُبٌ بمعنی دور۔ اجنبی۔ یعنی وہ پڑوسی جو رشتہ دار نہ ہو۔ صاحب بالجنب۔ پہلو کا رفیق۔ قریبی دوست سفر کا ساتھی۔ ابن السبیل۔ مسافر
= مُخۡتَالًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِخۡتِیَالٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی اکڑنے والا۔ اترانے والا۔ اپنے آپ کو بڑا خیال کرنے والا۔
= فَخُوۡرًا۔ خبر ثانی کَانَ۔ مبالغہ کا صیغہ فاخرٌ سے فعول بمعنی فَاعِلٌ بہت فخر کرنے والا گھمنڈ کرنے والا۔ اترانے والا۔ شیخی خورہ۔
۴: ۳۷ = یَبۡخَلُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ بُخۡلٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ بخل کرتے ہیں۔ کنجوسی کرتے ہیں۔
= فَضۡلِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ فضل کے معنی مال۔ برتری۔ قوت۔ حسن۔ مرتبہ۔ عزت۔ حکومت۔ عقل۔ علم۔ حلم۔ وغیرہ میں زیادتی کے ہیں
= اَعۡتَدۡنَا۔ ہم نے تیار کیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ اِعۡتَادٌ مصدر۔ عَتَدٌ مادہ۔ اَلۡعَتَادُ

ضرورت کی چیزوں کا پہلے سے ذخیرہ کر لینا۔ یہی معنی اِعْدَادٌ کے ہیں۔
اَعْتَدْنَا بروزن اَفْعَلْنَا۔ اِعْتَادٌ سے فعل ماضی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اصل میں اَعْدَدْنَا ہے۔ ایک دال کو ت میں تبدیل کیا گیا ہے۔
۴ : ۳۸ = یَکُنْ۔ مضارع مجزوم فعل ناقص کَوْنٌ سے (باب نصر) اصل میں یَکُوْنُ تھا۔ مَنْ جازم فعل کی وجہ سے ن ساکن ہوگیا۔ اجتماع ساکنین (واؤ۔ نون) کی وجہ سے واؤ گرگئی
= قَرِیْنًا۔ بروزن فعیل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے (باب کرم) ساتھی۔ دوست۔ اس کی جمع قُرَنَاءَ ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ وَقَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ۔ (۴۱ : ۲۵) اور ہم نے شیطان کو ان کا ہمنشین مقرر کردیا۔
ایک زمانہ کے لوگ یا امت قَرْنٌ کہلاتی ہے۔ اس کی جمع قُرُوْنٌ ہے جیسے قُرُوْنِ اُولیٰ۔ پہلی امتیں۔ قَرْنٌ جانور کا سینگ بھی ہے۔ ذوالقرنین دو سینگوں والا۔ (یہاں سینگ تشبیہ کے طور پر استعمال ہوا ہے)
= آیات ۳۶ = ۳۷ - ۳۸- میں مُخْتَالًا فَخُوْرًا۔ ان اشخاص کے لئے ہے جو اپنے مال و دولت۔ عزت، وجاہ۔ وغیرہ پر اتراتے ہیں۔ اور فخر کرتے ہیں۔ اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ ...... الخ مُخْتَالًا فَخُوْرًا کی صفت ہے۔ کافرین سے مراد یہی مندرجہ بالا گروہ ہے کہ کفرانِ نعمت سے کام لیتے ہوئے اللہ کے دیئے ہوئے فضل پر بیجا گھمنڈ کرتے ہیں۔ اس کے صحیح استعمال میں کنجوسی کرتے ہیں دوسروں کو اس کے صحیح استعمال سے منع کرتے ہیں۔ اور اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کو دوسروں سے چھپاتے ہیں۔
= وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ کی تین صورتیں ہیں
۱:۔ یہ اَلَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ۔ پر عطف ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اللہ ان لوگوں کو بھی پسند نہیں کرتا۔ جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ...... الخ
۲:۔ یہ لِلْکٰفِرِیْنَ پر عطف ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ ان لوگوں کے لئے بھی جو اپنا مال دکھاوے کے طور پر استعمال کرتے ہیں ..... الخ ہم نے ان کے لئے بھی رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے
۳:۔ وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ۔ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔
اس صورت میں وَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ ...... بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ مبتدا۔ اس کی خبر محذوف (فلهم الشیطان قَرِیْنًا۔ تو شیطان ان کا ساتھی ٹھہرا) اور جس کا ساتھی شیطان ہو (تو وہ

جان لے کہ شیطان) بہت بُرا ہے ایک ساتھی کی حیثیت سے۔

۴ : ۳۹ = وَمَاذَا عَلَيْهِمْ ۔ اور کیا تکلیف ہوتی ان کو۔ اور کیا مصیبت آجاتی ان پر۔ اور کیا نقصان ہو جاتا ان کا۔

۴ : ۴۰ = مِثْقَالَ ۔ وزن ۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۔ ایک ذرہ کے وزن کے برابر۔ ثقل مادہ ۔ باب کرم سے اسم آلہ ہے ۔

= تَكُ ۔ اصل میں تَكُوْنُ تھا۔ اِن کے عمل سے واو حرف علت حذف ہو گیا۔ اور نون کو بھی خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرت استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا کَوْنٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہوئے۔ وہ ہوتی ہے وہ ہو گی

= يُضَاعِفْهَا ۔ مضارع معروف ۔ مجزوم بوجہ جواب شرط۔ مُضَاعَفَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو حَسَنَةً کی طرف راجع ہے۔ وہ اس کو بڑھا دیگا۔ دوچند کر دے گا

= مِنْ لَّدُنْهُ ۔ اس کی طرف سے (یہاں) اپنی طرف سے۔ لَدُنْ ۔ ظرف مکان (رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ اے رب ہمارے ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا فرما۔

اور ظرف زمان ۔ اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا ۔ میں اس کے پاس طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک مقیم رہا۔

۴ : ۴۲ = يَوَدُّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ پسند کرتا ہے وہ آرزو کرتا ہے یا کرے گا۔

لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۔ کاش انہیں دبا کر اوپر سے مٹی برابر کر دی گئی ہوتی۔ تُسَوّٰى وہ برابر کردی گئی۔ وہ برابر کر دی جائے ۔ وہ ملا دی جائے ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ زمین ان کو اپنے اندر لے کر برابر ہو جاتی۔ لَوْ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے جملہ بتاویل مفرد يَوَدُّ کا مفعول ہو گا۔ ای يَوَدُّوْنَ اَنْ يُّدْفَنُوْا ۔

= حَدِيْثًا ۔ بات۔

۴ : ۴۳ = سُكَارٰى ۔ سَكْرَانُ کی جمع ہے سَكَرٌ و سُكْرٌ ۔ سَكِرَ (سَمِعَ ، سَكِرَا من الشراب ۔ شراب سے مدہوش ہو جانا

وَاَنْتُمْ سُكَارٰى ۔ دراں حالیکہ تم شراب کے نشہ میں ہو۔

= وَلَا جُنُبًا ۔ اور نہ حالت جنابت میں۔ درآں حالیکہ تم پر غسل واجب ہو۔

= عَابِرِيْ سَبِيْلٍ ۔ عَابِرِيْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ گذرنے والے ۔ عبور کرنے والے ۔ راہ چلتے

مسافر۔ عَابِرِیْ۔ اصل میں عَابِرِیْنَ تھا بوجہ اضافت نون جمع ساقط ہوگیا۔

= اَلْغَآئِطِ۔ نشیبی وسیع میدان۔ مراد قضائے حاجت کا مقام۔ یا قضائے حاجت عرب قضائے حاجت کے لئے نشیبی میدان میں جایا کرتے تھے کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں۔ اس لئے لبطور کنایہ براز یا قضائے حاجت کا مقام ہے۔ عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے

وَكَمْ مِنْ غَائِطٍ دُوْنَ سَلْمٰى۔

اور سلمیٰ سے ادھر ادھر بھی وسیع میدان ہیں۔

= تَيَمَّمُوْا۔ تم قصد کرو۔ تم ارادہ کرو۔ تم تیمم کرو۔ تَيَمَّمٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تیمم کے معنیٰ لغت میں مطلق قصد کرنے کے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں پاک مٹی کا یا اس چیز کا جو پاک مٹی کا قائم مقام ہو قصد کرنا۔ اور طہارت کی نیت سے دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر مسح کرنا مراد ہے۔

= صَعِيْدًا۔ زمین، خاک۔ الصَّعُوْدُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ صَعِيْدٌ کا لفظ وَجْهُ الْاَرْضِ۔ یعنی زمین کے بالائی حصہ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

۴:۴۴ = اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ۔ بھٹک جاؤ

۴:۴۵ = كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا۔ كَفٰى يَكْفِىْ (ضرب) كفاية الشئ۔ کسی شی کا کافی ہونا۔ کسی چیز پر قناعت کرنا اور دوسری چیز سے بے نیاز ہونا۔ وَلِيًّا۔ صفت مشبہ (فَعِيْلٌ) وِلَايَةٌ محافظ۔ حامی۔ بچانے والا۔ کارساز۔ مددگار۔ دوست۔ رفیق۔ كَفٰى بِاللّٰهِ۔ میں اللہ فاعل ہے ب زائدہ کی وجہ سے مکسور ہے۔ وَلِيًّا تمیز ہے لبطور دوست اللہ ہی کافی ہے۔

۴:۴۶ = هَادُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب هُوْدٌ۔ مصدر۔ باب نصر۔ وہ یہودی ہوئے مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا۔ جو یہودی ہیں ان میں سے بعض لوگ۔

= يُحَرِّفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تحریف (تفعیل) مصدر۔ تحریف کرتے ہیں۔ بدل ڈالتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ تحریف خواہ لفظی ہو یا معنوی یہاں دونوں مراد ہیں۔

= الْكَلِمَ۔ جنس جمع ہے۔ كَلِمَةٌ واحد ہے۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ کلمات کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں (یہاں کلمات سے مراد کلماتِ توراۃ ہیں)

= مَوَاضِعِهٖ۔ اسم ظرف جمع مَوْضِعٌ واحد۔ وَضْعٌ مصدر باب فتح۔ رکھنے کے مقامات۔ اصلی جگہوں سے وَضَعَ اتار کر رکھ دینا۔

= اِسْمَعْ۔ توسُن۔ سماع و سماعة۔ سے امر کا صیغہ۔ واحد مذکر حاضر۔

= غَيْرَ مُسْمَعٍ ۔ مُسْمَعٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ باب افعال ۔ اِسْمَاعٌ مصدر نہ سنا گیا۔
وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ۔ سنیئے نہ سنوائے جاؤ۔ کا محاورہ دو طرح بولا جاتا ہے۔
(۱) ایک بددعا کے طور پر۔ سنو تم بہرے ہو جاؤ کچھ نہ سن سکو
(۲) دوسرا دعا کے طور پر۔ سنو۔ تمہیں کوئی ناگوار بات، نہ سننی پڑے۔
= رَاعِنَا۔ ہماری رعایت کر۔ ہماری طرف کان لگا۔ ہمارا خیال رکھ۔ مُرَاعَاةٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ مزید دیکھیں ۲: ۱۰۴
= لَيًّا ۔ مصدر موڑنا۔ مروڑنا۔ پھیرنا۔ گھمانا۔ لَوٰى يَلْوِىْ (ضَرَبَ) زبان کو مروڑ کر
یہود ایک تو تورات میں لفظی اور معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے تھے۔ کہ اس میں جو حصص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعبثت یا ان کی صفات کے متعلق تھے۔ ان کو حرفاً یا معنیً تبدیل کر دیتے تھے۔ دوسرے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے تھے اور ان کو دعوتِ حق دی جاتی تھی تو وہ کہتے تھے۔
(۱) سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا یعنی باآواز بلند تو یہ کہتے ہیں سَمِعْنَا (ہم نے سن لیا۔ سمجھ لیا) اور بعد میں آہستہ سے یہ بھی کہہ دیتے۔ عَصَيْنَا۔ ہم قبول نہیں کرتے ہم انکار کرتے ہیں ہم نہیں مانتے
(۲) اِسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ ۔ جو دعا اور بددعا دونوں کے معنی میں لئے جا سکتے ہیں تشریح اوپر گذر چکی
(۳) اور کہتے رَاعِنَا ۔ (معنی اوپر دیئے گئے ہیں۔ مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۰۴)
لَيًّا۔ مصدر ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے
طَعْنًا فِى الدِّيْنِ (دین پر طعنہ زنی کرتے ہوئے) بھی ان کے جملہ کلام کے متعلق ہے اور ان کی نیت کو ظاہر کرتا ہے۔
فرمایا۔ اگر وہ مندرجہ بالا دو معنی فقرات کی بجائے نیک نیتی سے (۱) سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا۔
(۲) اِسْمَعْ ۔ توجہ فرمائیے۔ (۳) اُنْظُرْنَا ۔ ہم پر نظر فرماویں۔ ہماری طرف التفات فرماویں۔ تو انہی کے لئے بہتر اور درست ہوتا۔
۴ ۔ ۴۷ = نَطْمِسَ ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ جمع متکلم۔ طَمْسٌ مصدر باب ضَرَبَ (نَصَرَ) کہ ہم صورت بگاڑ دیں۔ طَمْسٌ کے اصل معنیٰ مٹانا۔ بگاڑنا اور ملیا میٹ دینا کے ہیں متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے
= فَنَرُدَّهَا ۔ مضارع جمع متکلم رَدٌّ سے باب نصر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو وُجُوْهًا کی طرف راجع ہے۔ ان کو پھیر دیں ان کا رخ ان کی پیٹھوں کی طرف۔ عَلٰى اَدْبَارِهَا

ادبار جمع دبر کی۔ بمعنی پیٹھ) پھیر دیں۔

= نَلْعَنَهُمْ۔ مضارع جمع متکلم لَعْنٌ مصدر (فتح) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان پر لعنت کریں۔ لَعَنَّا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے لعنت کی۔

اَصْحٰبَ السَّبْتِ۔ ہفتہ کے دن والے۔ ۵۳۶ ق م سے ۶۲۸ ق م کے درمیان یہودیوں کے نبی یرمیاہ اور نبی حزقیل علیہما السلام کے وقت میں یہودیوں کو سبت یعنی ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کرنے سے منع کر دیا گیا تھا۔ لیکن ایک گروہ نے خلاف ورزی کرتے ہوئے صریحاً خلاف ورزی کی دوسرا گروہ باز رہا لیکن پہلے گروہ کو منع نہ کیا۔ تیسرے گروہ نے سرگرمی سے پہلے گروہ کو اس خلاف ورزی سے منع کیا لیکن وہ باز نہ آیا۔ آخر خدا کی لعنت نے ان کو آلیا۔ اور پہلے گروہ کے چہرے مسخ کر کے ان کو بندروں کی شکل دیدی گئی۔

۴: ۴۸ = اِفْتَرٰى۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ افتراءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ یعنی اس نے گناہِ عظیم کا ارتکاب کیا۔

۴: ۴۹ = يُزَكُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَزْكِيَةٌ مصدر۔ باب تفعیل۔ پاک قرار دیتے ہیں تزکیہ نفس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تزکیہ بالفعل۔ اچھے اعمال کے ذریعہ جو محمود طریقہ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى (۸۷: ۱۴) جس نے تزکیۂ نفس کیا وہ فلاح پاگیا

دوسرا تزکیہ بالقول۔ انسان خود اپنے اچھا ہونے کا دعویٰ کرے۔ یہ طریقہ مذموم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ مثلاً لَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ۔ (۵۳-۳۲) اپنے آپ کو پاک نہ ٹھہراؤ۔ یہاں اس آیۃ میں دوسرا طریقہ مراد ہے۔

= فَتِيْلًا۔ باریک دھاگہ۔ ڈورا جو دو انگلیوں میں بکڑ کر بٹا جاتا ہے۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ڈورا یا سوتا ہوتا ہے وہ بھی فتیل کہلاتا ہے مراد قلیل۔

۴: ۵۰ = وَكَفٰى بِهٖ اِثْمًا مُّبِيْنًا۔ اور یہی کھلا گناہ ہے ب زائد ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یہ جملہ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ کے لئے ہے جو اس جملہ میں فاعل ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۴: ۴۵) اور یہی افترار علی اللہ ان مفتریوں کے لئے بطور ایک صریح گناہ کے کافی ہے۔

۴: ۵۱ = جِبْتِ۔ بُت۔ جادوگر۔ شیطان۔ جادو۔ جبت اور طاغوت سے ہر وہ جنس مراد ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاوے۔ خواہ وہ بُت ہو یا آدمی ہو یا جن۔ یا شیطان طٰغُوْت۔ شیطان۔ حق سے روکنے والا۔ بُت۔ معبود باطل۔ سرکش۔ سخت۔ طاغی۔

طَغٰی مادہ۔ طَغٰی یَطْغٰی طُغْیَانًا۔ سرکشی کرنا۔ اَطْغَاہُ (افعال) اسے سرکشی طغیان پر ابھارا۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰی۔ بے شک انسان سرکش ہوجاتا ہے۔

= ھٰٓؤُلَآءِ۔ مراد الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ وَ۔ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ کافروں سے کہتے ہیں کہ اَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی ..... سَبِیْلًا۔ انتم ہی وہ لوگ ہو جو اہل ایمان سے زیادہ راہ راست پر ہو (الخازن)

لِلَّذِیْنَ۔ بمعنی ان کے متعلق۔ یعنی وہ کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ ایمان لانے والوں کی نسبت زیادہ راہ راست پر ہیں۔

۴: ۵۳ = فَاِذًا۔ اگر ایسا ہوتا تو۔ اس وقت۔ حرفِ جزا ہے۔ جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے

= لَا یُؤْتُوْنَ۔ نہیں دیتے ہیں۔ نہ دیتے۔

= نَقِیْرًا۔ اسم منصوب۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا۔ مراد حقیر ترین چیز۔

۴: ۵۴ = فَقَدْ اٰتَیْنَآ اٰلَ اِبْرٰھِیْمَ۔ تو یاد رہے ہم دے چکے ہیں (قبل ازیں) آل ابراہیم کو کتاب وحکمت اور عظیم سلطنت۔ مثلاً حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو۔ یعنی ایسی ہی نعمت قبل ازیں آل ابراہیم کو بھی تو دی جا چکی ہے پھر یہ اب مؤمنوں کو وہی نعمت دیئے جانے پر کیوں جلتے ہیں۔

بعض کے نزدیک النّاس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ مراد ہیں۔

۴: ۵۵ = اٰمَنَ بِهٖ۔ ای بالنبیّ صلی اللہ علیہ وسلم و ما انزل الیہ۔ یعنی ان میں سے کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان پر نازل شدہ کلام الٰہی پر ایمان لے آئے۔

= صَدَّ عَنْهُ۔ صَدٌّ۔ روکنا۔ رکنا۔ صَدَّ یَصُدُّ (نصر) صَدٌّ وَصُدُوْدٌ۔ مصدر واحد کا صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بعض اس سے باز رہے۔ یعنی ایمان نہ لائے

= وَکَفٰی بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا۔ جَهَنَّمَ بوجہ عجمہ اور تانیث غیر منصرف ہے۔ لہٰذا اس کا اعراب فتح سے آیا ہے۔ یہ فاعل ہے کَفٰی کا۔ سَعِیْرًا تمیز ہے۔ اور دھکتی ہوئی آگ کے طور پر جہنم ان کے لئے کافی ہے۔

۴: ۵۶ = نُصْلِیْهِمْ۔ ہم ان کو داخل کریں گے۔ نیز ملاحظہ ہو (۴: ۳۰)

= کُلَّمَا۔ کُلَّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ کُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ ما حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے کُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا

فِیْہِ (۲: ۲۰) اور آیۃ ہٰذا۔
= نَضِجَتْ ۔ واحد مؤنث غائب ماضی معروف نَضْجٌ مصدر (سمع) پک جائیں گی (ان کی کھالیں)، نَاضِجٌ۔ پکا ہوا گوشت۔ پکا ہوا پھل۔
۴: ۵۷ = ظِلًّا ظَلِیْلًا ۔ ظِلٌّ۔ سایہ۔ پرچھائیں۔
ظَلِیْلٌ صیغہ صفت ہے گھنی چھاؤں۔ ٹھنڈا سایہ۔ ظِلٌّ کے بعد اسے تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی ہم ان کو گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔ ربیع بن انس کہتے ہیں کہ ظِلًّا ظَلِیْلًا سے مراد عرش کا سایہ ہے جو کبھی زائل نہ ہوگا۔
۴: ۵۸ = تُؤَدُّوْا ۔ تم ادا کرو۔ اصل میں تُؤَدُّوْنَ تھا۔ اَنْ حرف ناصبہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَاْدِیَۃٌ (باب تفعیل) سے ادی۔ ادو۔ مادہ اَلْاَدَاءُ ۔ یکبارگی اور پورا پورا حق دے دینا۔
= نِعِمَّا ۔ یہ لفظ مرکب ہے نِعْمَ اور مَا سے۔ یعنی بہت عمدہ۔ بہت اچھا۔ نِعِمَّا یَعِظُکُمْ بِہٖ ۔ کیسی ہی عمدہ بات کی وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔
۴: ۵۹ = تَاْوِیْلًا ۔ تَاْوِیْلٌ بروزن تَفْعِیْلٌ۔ اَوْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ اسی لئے مرجع اور جائے بازگشت کو مَوْئِلٌ کہتے ہیں۔
اَوَّلَ الشَّیْءَ اِلَیْہِ اس کی چیز کو واپس لوٹا دو۔ یقال فی الدعاء اول اللہ علیک ضالتک خدا تمہاری گم شدہ چیز کو واپس دلائے۔ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا انجام کار بہتر ہے۔

Best and most suitable for final determination

۴: ۶۰ = یَزْعُمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ زَعْمٌ مصدر۔ باب نصر۔ وہ گمان کرتے ہیں وہ دعویٰ کرتے ہیں۔
= یَتَحَاکَمُوْٓا اِلٰی ۔ مضارع جمع مذکر غائب (اصل میں یَتَحَاکَمُوْنَ تھا۔ نون اعرابی اَنْ ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ تَحَاکُمٌ۔ تَفَاعُلٌ۔ مصدر۔ تحاکم الی الْحَاکِمِ۔ باہمی جھگڑے کو کسی حاکم کے پاس فیصلہ کے لئے لے جانا۔ یُرِیْدُوْنَ ..... الطَّاغُوْتِ۔ یعنی دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ جو کلام آپ پر نازل ہوا ہے اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا ہے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ادھر باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے ان لوگوں کے پاس لے جائیں جو اللہ تعالیٰ سے سرکش ہیں۔

= وَقَدْ اُمِرُوْا ...... بِہٖ۔ حالانکہ ان کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ انکار کریں۔ باز رہیں ایسے لوگوں سے (طاغوت سے) کیونکہ ان کو تو حکم یہ تھا کہ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (آیہ ماقبل)

۴: ۶۱ = تَعَالَوْا۔ تَعَالِیٌ (تفاعُلٌ) جس کے معنی بلند ہونے اور آنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعَالَ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو بلند مقام کی طرف بلایا جائے۔ پھر ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال کیا گیا۔

بعض علماء کے نزدیک یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعتِ منزل کے ہیں گویا تَعَالَوْا میں رفعتِ منزل کے حصول کی دعوت ہے قرآن مجید میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے۔ اہل لغت نے تَعَالَ کو مطلقاً ھَلُمَّ (چلے آؤ۔ آؤ) کے معنی میں لیا ہے۔

= یَصُدُّوْنَ عَنْکَ صُدُوْدًا۔ صَدٌّ۔ مصدر بمعنی رکنا۔ باز رہنا۔ روک دینا۔ باز رکھنا فعل لازم و متعدی ہر دو صورت میں استعمال ہوتا ہے۔ صَدَّ یَصُدُّ (نَصَرَ) بواسطہ عَنْ منہ پھیر لینا اعراض کرنا۔ روک دینا۔ پھیر دینا۔ صَدِیْدٌ مصدر (نَصَرَ۔ ضَرَبَ) رونا پیٹنا۔ چیخنا۔ تَصْدِیَۃٌ مصدر (تفعیل) تالی بجانا۔ صُدُوْدًا۔ آخر میں تاکید کے لئے ہے۔

۴: ۶۲ = اِنْ اَرَدْنَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= تَوْفِیْقًا۔ توفیق کے معنی ہیں دو چیزوں میں مطابقت کرنا۔ اسی لئے عرفِ عام میں تقدیر کے موافق اچھے اعمال سرزد ہونے کا نام توفیق ہے۔ یہاں مراد اصلاح باہمی اور ملاپ کے ہیں۔ باہمی مصالحت۔

۴: ۶۳ = فِیْ اَنْفُسِہِمْ۔ ان کے اپنے متعلق۔ ان کے لئے۔

= بَلِیْغًا۔ اثر کرنے والا۔ پہنچنے والا۔ بلاغت والا۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ۔ ان سے ان کے حق میں اثر کرنے والی بات کہہ۔

۴: ۶۴ = اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَہُمْ جب وہ ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر جَآءُوْکَ تمہارے پاس آجاتے۔ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ اللہ سے بخشش طلب کرتے۔ وَاسْتَغْفَرَ لَہُمُ الرَّسُوْلُ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے لئے بخشش طلب کرتے۔

= لَوَجَدُوْا ...... رَحِیْمًا۔ جوابِ شرط۔

۴: ۶۵ = فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ اس جملہ میں فَلَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ یہ نفی ـــ ـــ ـــ ہے۔ ای لَیْسَ الْاَمْرُ کَمَا یَقُوْلُوْنَ یعنی بات وہ نہیں جو یہ کہتے ہیں یعنی

وُہ جو قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اِنْ اَرَدْنَا اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّتَوْفِیْقًا ؕ غلط کہتے ہیں۔ جھوٹ بکتے ہیں بلکہ تیرے رب کی قسم بات یہ ہے کہ لَا یُؤْمِنُوْنَ ...... الخ

ب ۔ یہ لَا تاکید کے لئے ہے یعنی قسم کی تاکید میں۔

ج ۔ یہ نفی کے معنی میں ہے اور لَا یُؤْمِنُوْنَ کی نفی کی تاکید میں۔ یعنی نہیں۔ تیرے رب کی قسم۔ یہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے ...... الخ۔ اس کے قریب قریب اُردو میں بھی ہم بولتے ہیں کہ نہیں خدا کی قسم میں یہ نہیں کروں گا۔ مطلب یہ کہ میں ہرگز ہرگز یہ نہیں کروں گا۔

= یُحَکِّمُوْكَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حَكَّمَ یُحَكِّمُ۔ تَحْكِیْمٌ (تفعیل) کسی کو منصف بنانا۔ یعنی جب تک آپ کو منصف نہ بنائیں گے

= شَجَرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ باب نصر۔ اختلاف ہوا۔ جھگڑا ہوا۔ شُجُوْرٌ سے جس کے معنی آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے کے ہیں۔

= قَضَیْتَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضٰی یَقْضِیْ (باب ضَرَبَ) قَضَآءٌ مصدر تونے فیصلہ کر دیا تونے حکم دیا۔

= حَرَجًا ۔ تنگی ۔ مضائقہ ۔ حرج ۔ خلش ۔

۴ : ۶۶ = مَا یُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۔ میں ما بیانیہ ہے ۔ یعنی جس چیز کا انہیں حکم دیا جاتا ہے ۔

= اَشَدَّ تَثْبِیْتًا ۔ اَشَدَّ پختہ تر۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ تَثْبِیْتًا مصدر باب تفعیل۔ ثابت کرنا۔ ثابت رکھنا۔ یعنی ان کے ایمان میں ثابت قدمی کی پختگی کا باعث ہوتا۔ یعنی اس طرح وہ سختی سے اپنے ایمان میں ثابت قدم ہو جاتے ۔

۴ : ۶۷ = اِذًا ۔ حرف جزا ہے ۔ جواب شرط۔ جزا کے لئے آتا ہے تب۔ اس وقت۔ (دیکھو ۴ : ۵۳) اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف کی صورت میں بدل لیتے ہیں۔ یہاں اِذًا ۔ وہ جواب ہے جس کا سوال مقدر ہے۔ جیسے کہ سوال ہے کہ اس خَیْرًا لَّهُمْ اور اَشَدَّ تَثْبِیْتًا کے بعد پھر کیا ہوتا تو جواب ہے۔ تو پھر ہم ان کو اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

= مِنْ لَّدُنَّا ۔ ہماری طرف سے لَدُنْ ظرف زمان ہے تو نہایت وقت کی ابتدا پر دلالت کرتا ہے ۔ جیسے اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰی غُرُوْبِهَا ۔ میں اس کے پاس مقیم رہا ابتدار طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ۔

ظرفِ مکان بھی ہے جس کا معنی ہے پاس ۔ طرف ۔ قرآن حکیم میں عموماً اسی کا استعمال ہے

مثلاً آیت ہذا۔

۴:۶۹ == مِنْ بیانیہ ہے

== حَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا۔ حَسُنَ بمعنی مَا اَحْسَنَ تعجب کے لئے ہے۔ بظاہر حَسُنَ اُولٰئِكَ رُفَقَاءً چاہیئے تھا۔ علماء نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

ایک تو یہ ہے کہ اس کی تقدیر کلام یہ ہے حسن کل واحد منهم رَفِيْقًا۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ رفیق۔ بریدں کے الفاظ واحد۔ جمع۔ جنس سب معانی کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ اس لئے رفیق یہاں بمعنی رُفَقَاء ہے۔

۴:۷۱ == حِذْرَكُمْ۔ تمہارا بچاؤ جس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے۔ حذر کہلاتا ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْحَذَرُ (ن) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ قرآن حکیم میں ہے اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (۶۴:۱۴) تمہاری عورتوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن (بھی) ہیں سو ان سے بچتے رہو۔

حِذْرٌ سے یہاں مراد اسلحہ جنگ وغیرہ ہیں جن کے ذریعہ دشمن سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ خُذُوْا حِذْرَكُمْ۔ احتیاطی تدابیر مکمل رکھو۔ اپنے بچاؤ کا انتظام پورا رکھو۔ اپنے بچاؤ کے ہتھیار موجود رکھو۔ مقابلہ کے لئے چوکنے اور تیار رہو۔

== اِنْفِرُوْا۔ تم نکلو۔ تم کوچ کرو۔ (نصر، ضرب) نَفِيْرٌ اور نُفُوْرٌ سے۔ جس کے معنی نکلنے کوچ کرنے۔ اور بھاگنے (فرار ہونے) کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں نفور کے معنی کسی چیز کے لئے بیتاب ہونے کے ہیں یا اس سے بیزار ہونے کے ہیں۔

فَانْفِرُوْا۔ پس تم نکلو۔

== ثُبَاتٍ۔ جمع۔ ثُبَةٌ واحد۔ گروہ۔ ٹولے۔ ثُبَاتٍ ای فِیْ ثُبَاتٍ۔

== جَمِيْعًا۔ سب اکٹھے ہو کر۔ جماعت کی صورت میں۔

== اِنْفِرُوْا۔ سے مراد مطلق باہر نکلنا بھی ہے اور جہاد کے لئے دشمنوں کے مقابلہ میں نکلنا بھی ہے یہاں دونوں ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ جنگ احد کے بعد دشمنوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اطراف و نواح کے قبیلوں کے تیور بدل گئے تھے اور وہ ہر وقت مسلمانوں کے درپے آزار تھے۔ اس لئے حکم ہوا کہ جب بھی باہر نکلو تو دشمنوں سے خطرہ کے پیش نظر مسلح ہو کر گروہ کی صورت میں نکلو تاکہ بوقت ضرورت خاطر خواہ مدافعت کر سکو۔

دوسری صورت میں پہلے خدا اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا۔ اور اب دین کی سربلندی کے لئے جہاد

کی تعلیم دی جارہی ہے۔ اور حکم ہوتا ہے کہ دشمن کے مقابلہ میں متفق و مجتمع حالت میں نکلو۔ اور باقاعدہ اسلحہ جنگ سے لیس ہوکر۔

۴: ۷۲ = لَیُبَطِّئَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ بَطَّأَ یُبَطِّئُ تَبْطِئَۃٌ (تفعیل) بطأ مادہ۔ لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ اَلْبُطْءُ۔ چلنے میں دیر لگانا اور سستی کرنا۔ جملہ کے معنی یہ ہیں۔ اور تم میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو خود بھی دیر لگاتے ہیں اور دوسروں سے بھی دیر لگواتے ہیں۔

= شَهِیْدًا۔ سے یہاں مراد موجود ہے۔

۴: ۷۳ = لَیَقُوْلَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ تو ضرور کہہ اُٹھے۔ فعل بافاعل یٰلَیْتَنِیْ ---- عَظِیْمًا مفعول

= کَاَنْ لَّمْ تَكُنْ ---- مَوَدَّةٌ ۔ لَیَقُوْلَنَّ اور یٰلَیْتَنِیْ کے درمیان جملہ معترضہ ہے یعنی جیسے تمہارے اور اس کے درمیان دوستی یا باہمی محبت کا کوئی رشتہ تھا ہی نہیں۔ اور اسے محض اپنی خود غرضی ملحوظ ہے مومنوں سے اسے کوئی سروکار نہیں۔

= مَوَدَّةٌ ۔ مصدر۔ دوستی۔ محبت۔ دلی رغبت۔

۴: ۷۴ = فَلْیُقَاتِلْ ۔ مُقَاتَلَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس سے خطاب مؤمنین سے ہے جنہوں نے آخرت کے لئے اپنی دنیاوی زندگی بیچ دی فَلْیُقَاتِلْ پس چاہیے کہ لڑیں۔

= وَمَنْ یُّقَاتِلْ ۔ میں فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ کے ہے۔

۴: ۷۵ ۔ مَا لَكُمْ ۔ کیا ہوگیا ہے تمہیں۔ کیا وجہ ہے۔ یہ استفہام تحریض علی الجہاد کے لئے ہے یعنی جہاد میں برانگیختہ کرنے کے لئے ہے۔

= وَالْمُسْتَضْعَفِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر (باب استفعال) سَبِیْلِ اللّٰهِ پر عطف ہونے کی وجہ سے مجرور ہے۔ یعنی کہ تم جنگ کیوں نہیں کرتے اللہ کی راہ میں اور بے بس مرد۔ عورتوں اور بچوں (کی خلاصی) کے لئے۔ یہاں بے بس مرد۔ عورتیں اور بچوں سے مراد ہیں وہ جو مکہ میں مسلمان ہوئے اور مشرکین نے ان کو ہجرت سے روکے رکھا۔ اور ان پر طرح طرح کی اذیتیں اور سختیاں کیں

۴: ۷۶ = کَیْدَ ۔ تدبیر۔ (خواہ اچھی ہو یا بری) چال۔ داؤ۔ کید (باب ضرب) مصدر بمعنی چال چلنا۔ تدبیر کرنا۔

۴: ۷۷ = كُفُّوْا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں اُكْفُفُوْا بروزن اُنْصُرُوْا تھا۔ تم روکو۔

كَفَّ يَكُفُّ ۔ كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ (عَنِ الْقِتَالِ) امام قرطبیؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف الزہری ۔ المقداد بن الاسود الکندی ۔ قدامہ بن مظعون ۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اور دیگر صحابہ کی ایک جماعت کے متعلق نازل ہوئی ۔

ان حضرات کا تقاضا تھا کہ ان کو مکہ میں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں اب جب کہ ان کی حالت بہتر ہو گئی ہے تو ان کو اپنے موذی دشمنوں کے ساتھ مقاتلہ کی اجازت دی جائے ۔

لیکن چونکہ ابھی جہاد کا حکم نازل نہیں ہوا تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو نماز اور روزہ پر زیادہ توجہ دینے کے لئے فرمایا کرتے تھے جو فرض کئے جا چکے تھے اور قتال سے منع فرماتے تھے ۔

= كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ ۔ جب ان پر جہاد فرض کیا گیا ۔ اور مشرکین سے قتال کا حکم ہوا اور بدر کے میدان کی طرف نکلنے کا حکم ہوا ۔

= فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۔ ان میں سے ایک فریق ۔ ایک گروہ ۔ سارے نہیں بلکہ ان میں سے ایک گروہ جو ایمان میں پختہ نہ تھے

= يَخْشَوْنَ النَّاسَ ۔ يَخْشَوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَشْيَةٌ مصدر (باب سمع) سے لوگوں سے ڈرنے لگے ۔ یعنی مشرکین سے مقاتلہ سے خوف کھانے لگے ۔ فَرِيْقًا لفظاً واحد ہے لیکن معنیً جمع ہے ۔

= لَوْلَا ۔ کیوں نہ ۔ اَخَّرْتَنَا ۔ تو نے ہمیں مہلت دی ۔

= اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۔ اجل مدت مقررہ کو کہتے ہیں موت کو اجل بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر ہے اِلٰى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۔ کچھ مدت تک ۔ تھوڑا عرصہ اور ۔

= فَتِيْلًا ۔ کھجور کی گٹھلی کے ریشے برابر ۔ ملاحظہ ہو ۴ : ۴۹ ۔

۴ : ۷۸ = يُدْرِكْكُمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ۔ اِدْرَاكٌ سے ۔ پلستر کیا ہوا ۔ بلند ۔ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۔ (۲۲ : ۴۵) بہت بلند محل ۔ مُشَيَّدَةٌ تَشْيِيْدٌ (تفعیل) سے اسم مفعول اونچے اور مضبوط بنائے ہوئے ۔

= فَمَالِ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ ۔ اس قوم کو کیا ہو گیا ہے ، یہ کیسی ہے ۔ مَا شَانُ هٰؤُلَآءِ الْقَوْمِ

= لَا يَكَادُوْنَ ۔ كَادَ يَكَادُ (فتح) كَوْدٌ مصدر ۔ كَادَ يَكَادُ ۔ اگرچہ افعال تامہ ہیں لیکن استعمال میں ان کے بعد دوسرا فعل ضرور آتا ہے ۔ جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے ،

لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۔ بات سمجھنے کے قریب ہی نہیں جاتے ۔

۴ : ۸۰ = حَفِيْظًا ۔ نگہبان ۔ حفاظت کرنے والا ۔ حِفْظٌ سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ـــ

۴: ۸۱ = طَاعَةٌ۔ ای یَقُوْلُوْنَ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۔یعنی منہ سے تو اطاعت کا دم بھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم مطیع فرمان ہیں۔ طَاعَةٌ اسم بمعنی حکمبرداری۔ قبول کرنا۔حکم ماننا۔ طَوْعٌ سے۔

= بَرَزُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ نکلتے ہیں بُرُوْزٌ سے باب نصر۔جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہوتے کے ہیں۔ یعنی جب آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔

= بَیَّتَ۔ اس نے رات کے وقت مشورت کی۔ یعنی تو ایک طائفہ (گروہ) رات بھر (آپ کے خلاف) ایسے مشوروں میں لگا رہتا ہے جو غَیْرَ الَّذِیْ تَقُوْلُ ہے۔ یعنی جو وہ کہتا ہے (کہ ہم فرمانبردار ہیں) اس سے بالکل مختلف ہے۔ تقول میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَائِفَةٌ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر (واحد مذکر حاضر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ طائفہ رات بھر مشورہ کرتا رہتا ہے ان باتوں کے خلاف جو آپ نے فرمائی ہیں۔

= یُبَیِّتُوْنَ۔جو وہ رات بھر مشورہ کرتے ہیں۔

۴: ۸۲ = لَوْكَانَ۔ ای لَوْكَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ اگر یہ قرآن ہوتا (اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے)

۴: ۸۳ = اَمْرٌ۔ کے معنی حکم کے ہیں لیکن یہ جملہ اقوال و افعال کے لئے بھی عام ہے۔چنانچہ قرآن میں ہے۔ وَاِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (۱۱: ۱۲۳) اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے امر۔ یعنی کوئی بات۔ کوئی معاملہ۔ اس کی جمع اُمُوْر ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ۔ اس کا مطلب ہے کہ جب بھی ان کے پاس کوئی خبر۔ کوئی امر، کوئی معاملہ (خواہ وہ امن کے متعلق ہو یا خوف کے متعلق) پہونچتا ہے۔

= اَذَاعُوْا بِهٖ۔ وہ مشہور کر دیتے ہیں۔ اس کا تذکرہ عام کر دیتے ہیں۔ اس کو شہرت دیدیتے ہیں اشاعت کر دیتے ہیں۔ افشا کر دیتے ہیں۔ اَذَاعُوْا۔ اِذَاعَةٌ سے بمعنی شہرت دینا۔ خبر پھیلانا۔ راز ظاہر کرنا۔ ذَیْعٌ مادہ۔

اُولِی الْاَمْرِ۔ صاحب الامر۔ حاکم بااقتدار۔ ذمہ دار۔ حاکم۔ اہل عقل وبصیرت۔ اہل الرائے۔

وهم كبار الصحابة كابی بكر وعمر وعثمان وعلی۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

(یعنی صحابہ کبار جیسے حضرت ابو بکر۔حضرت عمر۔حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

= لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ تو ضرور جان لیتے اس بات کو وہ جو ان میں سے استنباط کرنے والے ہیں۔ عَلِمَ کا فاعل اَلَّذِیْنَ ہے۔ فاعل جب اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔

= یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ۔ اِسْتِنْبَاطٌ (استفعال) مصدر۔ جو اس کی تحقیق کرتے ہیں۔ جو غور وخوض کر کے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ تو گویا اس صورت میں متعلقہ خبر اپنے صحیح اور اصلی روپ میں سامنے

آجاتی اور امن و خوف کی غلط کیفیت جو بغیر سوچے سمجھے لوگ خبروں سے اخذ کر لیتے ہیں پیدا نہ ہوتی۔

۴: ۸۴ = فَقَاتِلْ ۔ میں ف جزائیہ ہے۔ اور فقاتل فی سبیل اللہ جواب شرط ہے شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہوگی۔ ان افردوك وتركوك وحدك فقاتل فی سبیل اللہ۔ اگر (منافقین) تمہیں تنہا چھوڑ دیں تو تُو اللہ کی راہ میں اکیلا ہی لڑ۔

= لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ ۔ تو صرف اپنی ذات کی حد تک مکلف (ذمہ دار) ہے۔

= حَرِّضْ ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو تاکید کر۔ تو تحریض دلا۔ تو ابھار۔ حَرِّض علی القتال

= عَسٰی ۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔

= عَسٰی اَنْ يَّكُفَّ ۔ ممکن ہے۔ یا توقع ہے کہ روک دے۔ كَفّ مصدر۔ باب نصر۔

اَشَدُّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ شدید تر۔

= بَاْسَ ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ زور۔ جنگ کی شدت۔ توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی جنگ کی شدت کو روک دے۔ کیونکہ لڑائی کی شدت کے طور پر اللہ کی گرفت بہت سخت ہے۔

= اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۔ عذاب دینے۔ سزا دینے۔ یا ضعیف و عاجز کر دینے میں اللہ تعالیٰ بہت سخت (اُن سے)

= يَشْفَعْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ جزم فعل بوجہ عمل مَنْ ہے۔ جو سفارش کرتا ہے جو معاونت کرتا ہے۔

= كِفْلٌ ۔ حصہ۔ پورا پورا حصہ۔

= مُقِيْتًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِقْوَاتٌ مصدر۔ قُوْتٌ ۔ مادہ۔ قادر۔ نگران۔ محافظ۔ روزی دینے والا۔ بعض نے اس کا معنی شاہد بھی لیا ہے۔ یعنی اللہ ہر بات پر نظر رکھنے والا ہے۔

۴: ۸۶ = حُيِّيْتُمْ ۔ تمہیں دعا دی جائے۔ تمہیں سلام کیا جائے۔ تَحِيَّةٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَيُّوْا ۔ تم دعا دو۔ تم سلام کرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= حَسِيْبًا ۔ حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی فاعل۔

۴: ۸۷ = اَصْدَقُ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ سچ بولنے والا۔ زیادہ سچا۔

= فَمَا لَكُمْ ۔ کیوں تم میں۔ فِی الْمُنٰفِقِيْنَ ۔ منافقوں کے بارہ میں۔ فِئَتَيْنِ ۔ دو گروہ۔ یعنی

کیا وجہ ہے کہ منافقوں کے بارہ میں تم دو گروہوں میں ہو گئے ہو۔ بعض لوگ جنہوں نے اسلام

قبول کرلیا تھا وہ دنیاوی مفاد یا باہمی معاشرتی یا خانگی تعلقات کی وجہ سے مکہ سے یا دیگر مقامات سے ہجرت سے باز رہے۔ بعض انہی وجوہ کی بناء پر مدینہ ہجرت کرنے کے بعد وہاں سے ناسازگی آب وہوا یا دیگر بہانہ سازی سے واپس اپنے علاقوں کو چلے گئے۔ اور وہاں کم وبیش اپنی کافر قوم کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف ان کی کاروائیوں میں حصہ لیتے رہے۔ مسلمانوں کی رائے ان کے بارہ میں مختلف تھیں۔ ایک گروہ ان کو خارج از اسلام گردانتا تھا۔ جب کہ دوسرا گروہ ان کو مسلمان ہی گردانتا تھا۔ کہ کلمہ پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں نماز پڑھتے ہیں۔ ان میں وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو حقیقت میں بالکل مجبور تھے۔ اور ہجرت نہ کر سکتے تھے۔ اور ان پر ان کے کافر ومشرک افراد طرح طرح کے ظلم وستم ڈھاتے تھے قرآن حکیم میں ان کو مستضعفین شمار کیا گیا ہے۔

= اَرْكَسَهُمْ ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اِرْكَاسٌ سے (اللہ نے) ان کو سر کے بل اوندھا گرا دیا ہے۔ ای رَدَّهُمْ اِلَى الْكُفْرِ۔ ان کو کفر کی طرف الٹا پھیر دیا ہے۔ اَرْكَسَ اور نَكَسَ ہم معنی ہیں۔

= اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ ...... اَضَلَّ اللّٰهُ۔ یعنی مستضعفین کے علاوہ جو اپنی مرضی سے وہیں کفار میں رہ گئے۔ یا آکر واپس چلے گئے انہوں نے دنیاوی مفاد کو اسلام پر ترجیح دی اور کفر کی طرف لوٹا دیئے گئے۔ اب اس میں اختلاف کا کونسا موقع ہے۔

۴:۸۹ = فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً تاکہ تم بھی اور وہ بھی یکساں ہو جائیں

= فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر وہ ہجرت سے منہ موڑیں۔ انکار کریں۔

۴:۹۰ = يَصِلُوْنَ۔ وہ پناہ پکڑیں یا جاملیں۔ فعل مضارع جمع مذکر غائب وَصْلٌ باب ضَرَبَ مصدر۔

= حَصِرَتْ۔ حَصَرٌ (سَمِعَ) ماضی واحد مونث غائب وہ گھر گئی وہ تنگ ہو گئی۔ وہ رک گئی حِصَارٌ مَحْصُوْرٌ اسی سے مشتق ہیں۔

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ محصور ہو چکے ہیں ان کے سینے۔ (کوئی راہ نکلنے کی نہیں ملتی تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں)

جن منکرین ہجرت کو پکڑنے اور قتل کرنے کے متعلق حکم ہوا۔ ان میں دو گروہوں کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے (۱) جو اس قوم سے جاملیں جن کے ساتھ تمہارا معاہدہ امن ہے۔

(۲) جو تمہارے پاس آجائیں لیکن ان کے دل اس قدر محصور ہو چکے ہوں کہ وہ کوئی راہ نہیں پاسکتے کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں۔

نَسَلَّطَهُمْ۔ اس نے ان کو زور دیا۔ ان کو مسلط کیا۔ سَلِیطٌ (تفعیلٌ) بمعنی غلبہ اور مسلط کرنا۔ یہاں تقویت قلب کے لئے آیا ہے۔ برائے ازالۃ الحصر (تنگ دلی۔ ذہنی کرب۔ حصر کی کیفیت)۔ مدارک۔ عبد اللہ یوسف علی۔ الخازن۔

= فَلَقٰتَلُوْکُمْ۔ عطف ہے لَسَلَّطَهُمْ پر یعنی اگر اللہ چاہتا تو وہ ان کو تمہارے ساتھ لڑنے کے لئے تقویت قلب دیدیتا۔ اور وہ حصور اور بے یقینی کی کیفیت اپنے دل میں نہ پاتے۔ تو پھر وہ ضرور تم سے قتال کرتے۔

بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا تو وہ ضرور تم سے لڑتے لیکن یہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ جب وہ مسلط ہی ہوگئے تو لڑنے کی کونسی گنجائش رہ گئی۔

ولو شآء اللّٰه ...... فَلَقٰتَلُوْکُمْ۔ جملہ معترضہ ہے۔

خدا نے مسلمانوں پر اپنی عنایت کا ذکر کیا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈالدیا اور وہ مسلمانوں سے قتال کی اپنے میں ہمت نہ پا سکے۔

= فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ۔ پس اگر وہ تم سے اعراض کریں۔ ایک طرف رہیں۔ کنارہ کش رہیں اِعْتَزَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اعتزالٌ (افتعالٌ) مصدر۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔

= السَّلَمَ۔ صلح۔ انقیاد۔ فرمانبرداری۔ اطاعت۔ تَسْلِیمٌ سے بمعنی سپرد کرنا۔ اسم ہے۔

۴: ۹۱ = رُدُّوْا۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ رَدٌّ سے باب نصر۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔

کُلَّمَا رُدُّوْا اِلَی الْفِتْنَةِ۔ جب کبھی حالات نے ان کو فتنہ کی طرف پھیرا۔ تو اُرْکِسُوْا فِیْهَا۔ وہ سر کے بل اس میں جا گرے۔

اُرْکِسُوْا۔ وہ الٹ دیئے گئے۔ اِرْکَاسٌ سے۔ سر کے بل اوپر سے نیچے الٹ دینا۔ ملاحظہ ہو ۴: ۸۸۔

اس جملہ میں اُرْکِسُوْا۔ فعل مجہول استعمال ہوا ہے۔ بعض دفعہ فاعل کو اس تیزی و تندی سے کرتا ہے کہ گمان ہوتا ہے کہ اس کو کوئی طاقت مجبور کر رہی ہے ورنہ وہ اپنے طور پر شاید اتنی جلدبازی نہ کرتا۔ اس سے اس کی بے تابی اور شدت خواہش ظاہر ہوتی ہے جیسا کہ حضرت لوط کے قصہ میں۔ سورۃ ہود میں آیا ہے وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ (۱۱-۷۸) جب فرشتوں کو انسانی شکل میں قوم لوط نے حضرت لوط کے ہاں دیکھا۔ تو اپنی مذموم خواہش کے زیر اثر وہ سرپٹ اس طرف دوڑے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ آبلہ زیر پا ہیں اور کوئی اور طاقت ان کو اڑائے لئے جا رہی ہے اصل میں ان کی شدتِ خواہش ان کو بھگائے لئے جا رہی تھی۔

اسی طرح آیت ہذا میں اُرْکِسُوْا سے فی الحقیقت یہ مراد نہیں کہ ان کو کوئی اور مسلمانوں کے خلاف قتال میں حصہ لینے پر مجبور کر رہا تھا بلکہ ان کا ایمان تو سطحی تھا۔ ان کے نہاں خانۂ دل میں تو شرک اور کفر بسا ہوا تھا موقعہ پاتے ہی وہ مسلمانوں کے خلاف جوش و خروش کے ساتھ برسرپیکار ہو گئے۔

= یُلْقُوْا اور یَکُفُّوْا عطف ہیں یَعْتَزِلُوْا پر۔ اس لئے لَمْ کا عمل ان ہر دو فعل پر ہے

= ثَقِفْتُمُوْهُمْ۔ تم پاؤ ان کو۔

= سُلْطَانًا مُّبِیْنًا۔ کھلا کھلا اختیار۔ پورا پورا اختیار۔

۴: ۹۲ = تَحْرِیْرُ۔ آزاد کرنا۔ مصدر ہے (تفعیل)

= رَقَبَةٍ۔ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ انسانی بدن کے لئے استعمال ہونے لگا اردو زبان میں بھی گردن سے مراد جان یا جسم انسانی مراد لیا جاتا ہے پھر عرف عام میں غلام کے لئے استعمال کیا جانے لگا۔ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ۔ غلام کا آزاد کرنا۔

= دِیَةٌ۔ خون بہا۔ اصل میں وَدٰی یَدِیْ کا مصدر ہے اور وَدْیٌ تھا۔ واؤ کو حذف کر کے آخر میں ۃ لائی گئی ہے۔ دیت میں سو اونٹ دیئے جاتے ہیں۔

= مُسَلَّمَةٌ۔ سالم۔ بے داغ۔ یعنی ایسے اونٹ جو بے داغ ہوں۔

= یَصَّدَّقُوْا۔ تَصَدَّقَ یَتَصَدَّقُ۔ تَصَدُّقٌ (تفعل) مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ وہ معاف کردیں۔ اصل میں یَتَصَدَّقُوْا تھا۔ تاء کو صاد میں مدغم کیا۔ اور مدغم فیہ کو شدّ دی گئی

تَوْبَةً۔ مصدر منصوب۔ یعنی بطور توبہ کے۔ اللہ سے توبہ کرنے کے طور پر۔

۴: ۹۳ = مُتَعَمِّدًا۔ تَعَمُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَمَدًا۔ جان بوجھ کر

= خَالِدًا۔ ہمیشہ رہیگا اس میں۔

= اَعَدَّ۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادٌ (اِفْعَالٌ) تیار کرنا۔ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اعداد کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جائے

۴: ۹۴ = فَتَبَیَّنُوْا۔ تم تحقیق کرلو۔ تم کھول لو۔ تَبَیُّنٌ (تَفَعُّلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر

= تَبْتَغُوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم ڈھونڈھتے ہو۔ اِبْتِغَاءٌ مصدر بغی مادّہ۔ البغی کے معنی ہیں کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا۔

= عَرَضَ۔ مال و متاع سامان۔ اسباب۔ دنیاوی مال اَلْعَرَضُ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ دنیا کے لئے بولتے ہیں۔ الدُّنْیَا عَرَضٌ حَاضِرٌ۔ دنیا تو پیش افتادہ ساز و سامان کا نام ہے

قرآن مجید میں آیا ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ (۸: ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ سازو سامان کے طالب ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔
اور يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى (۷: ۱۶۹) وہ اس دنیا کے مال و متاع لیتے ہیں۔
عَرَضَ کے اور بھی معانی ہیں جو اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

= كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے یعنی ابتدا میں تمہاری بھی زبانی شہادت اسلام پر اعتبار کر لیا گیا تھا۔ قَبْلُ ظرف زمان ہے ظرف مکان بھی آتا ہے اس کو بَعْدُ کی طرف اضافت لازمی ہے جب بغیر ظرف کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔

= مَنَّ اللّٰهُ۔ اللہ نے احسان فرمایا۔

= فَتَبَيَّنُوْا۔ کا لفظ دوبارہ قتل میں انتہائی احتیاط برتنے کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= شان نزول آیۃ ہذا یہ ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی قیادت میں کفار کے خلاف لشکر روانہ فرمایا۔ جب کفار کو خبر ملی تو وہ سب بھاگ گئے۔ مرداس نامی ایک شخص جو مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ اپنے مال مویشی کے ساتھ وہیں ٹھہرا رہا جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ مرداس نے بھی جواب میں اللہ اکبر کہا۔ اور کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ان کے پاس آگیا اور السلام علیکم کہا۔

لیکن حضرت اسامہ رضؓ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اسے قتل کر دیا اور اس کا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو رنجیدہ خاطر ہوتے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی

۴: ۹۵ = اَلْقَاعِدُوْنَ۔ بیٹھنے والے۔ یعنی جو جہاد پر نہ گئے اور پیچھے گھروں میں بیٹھے رہے۔

= غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ۔ ماسوائے معذوروں کے عذر خواہ بیماری کے سبب ہو۔ یا کسی اور مجبوری کی وجہ سے۔

= كُلًّا۔ ہر ایک کے لئے۔ سب کے لئے۔ یعنی سب مسلمانوں کے لئے خواہ وہ قاعدون میں سے ہیں یا مجاہدین میں سے۔ ہر ایک فریق کے لئے بحیثیت مسلمان ہونے کے اللہ تعالیٰ نے اچھے ثواب کا وعدہ کر رکھا ہے۔ لیکن مجاہدین کو اللہ تعالیٰ نے فضیلت بخشی ہے قاعدین پر اور ان کو اجر عظیم دے گا۔

كُلٌّ۔ لفظاً واحد ہے۔ لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے۔ واحد جمع۔ مذکر۔ مؤنث۔ سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلًّا بوجہ فعل وَعَدَ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

۴ : ۹۷ = اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۔ بے شک وہ لوگ جن کی روحوں کو فرشتوں نے قبض کیا۔

یہ آیت ان مسلمان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو بلا کسی معذوری یا مجبوری کے اپنے عزیز و اقارب اور مال و جائداد کی وجہ سے مکہ میں ہی رہ گئے جب کہ ہجرت اس وقت فرض تھی۔ فرشتوں اور ان کے درمیان یہ مکالمہ ہوا جب فرشتے ان کی روحیں قبض کر رہے تھے

= تَوَفّٰهُمُ ۔ ان (فرشتوں کی جماعت) نے ان (کی روحوں) کو قبض کیا۔ اس نے ان کو اٹھایا وہ ان کو قبض کرتی ہے۔ تَوَفّٰى فعل ماضی بھی ہو سکتا ہے اور فعل مضارع بھی۔ تَوَفِّيْ سے قبض کرنا۔ مضارع کی صورت میں اصل میں تَتَوَفّٰى تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔ صیغہ واحد مؤنث غائب باب تفعیل۔ لفیف مفروق۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

= ظَالِمِيْ ۔ اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون جمع گر گیا۔ ظَالِمِيْ اَنْفُسِهِمْ اپنی جانوں کے دشمن۔

تَوَفّٰهُمُ کی ضمیر مفعول هُمْ سے حال ہے یعنی در آں حالیکہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ یا کر رہے ہوں گے۔

= قَالُوْا ۔ کہیں گے فرشتے۔ فِيْمَ كُنْتُمْ ۔ تم کس شغل میں تھے۔ تمہارے کیا طور طریقے تھے یعنی تم نے ہجرت کیوں نہ کی۔

= قَالُوْا ۔ کہیں گے وہ لوگ۔ كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۔ ہم وہاں ہجرت سے مجبور و معذور تھے

= قَالُوْا کہیں گے فرشتے۔ اَلَمْ تَكُنْ ..... فِيْهَا ۔ کیا اللہ کی زمین اتنی فراخ و وسیع نہ تھی کہ تم وہاں سے دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔

= فَاُولٰٓئِكَ ۔ پس یہی لوگ ہیں۔

= مَاْوٰهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانہ۔ ان کا مقام سکونت۔ مَاْوٰى اسم ظرف بھی ہے اور مصدر بھی۔

= مَصِيْرًا ۔ اسم ظرف۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانہ۔

۴ : ۹۸ = اَلْمُسْتَضْعَفِيْنَ ۔ جو درحقیقت مجبور و معذور تھے۔ مُسْتَضْعَفِيْنَ ۔ کمزور۔ ناتواں ضعیف لوگ۔

= لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً ۔ کسی حیلہ و چارہ کی استطاعت نہ رکھتے تھے۔

= وَلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ۔ اور نہ (باہر نکلنے کی) کوئی راہ تلاش کر سکتے تھے۔

۴ : ۱۰۰ = سَعَةً ۔ کشائش ۔ وسعت ۔ فراخی ۔ طاقت ۔ پہنچ ۔ وَسِعَ يَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر ہے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہیں ۔ اول سے واؤ کو حذف کرکے آخر میں اس کے عوض تا ر لائے ہیں جیسے عِدَةٌ (وعدہ) زِنَةٌ (وزن)

سَعَةٌ کا استعمال مقامات کے لئے بھی ہوتا ہے اور حالت کے لئے بھی ۔ اور فعل کے لئے بھی چنانچہ مقام کے بارہ میں ارشاد ہے اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً (آیۃ ہذا) کیا اللہ کی زمین اتنی کشادہ نہ تھی ۔ حالت کے بارہ میں ہے لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ (۶۵ : ۷) اور صاحب دولت اپنی دولت کے مطابق خرچ کرے ۔ فعل کے بارہ میں ہے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔ (۲ : ۲۵۵) اور اس کی حکومت آسمانوں اور زمین کو اپنی وسعت میں لئے ہوئے ہے (یہاں کشائش رزق مراد ہے ۔

— مُرَاغَمًا ۔ صاحب کشاف نے مراغم کے یہ معنی بیان کئے ہیں ۔ مراغم کا معنی ہجرت گاہ یا ہجرت کا راستہ ہے ۔ المنجد میں اس کے معنی بھاگنے کی جگہ ۔ قلعہ ۔ جائے پناہ ۔ (یعنی اس کو بہت جگہیں ایسی مل جائیں گی جہاں وہ پناہ لے سکے)

= يُدْرِكْهُ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ۔ اِدْرَاكٌ سے (موت) اس کو آپکڑے ۔

۴ : ۱۰۱ = ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ (حیب) تم زمین میں سفر کرو ۔ ضَرَبَ فِى الْمَاءِ پانی میں تیرنا ۔

= تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۔ تم قصر کرو نماز میں ۔ یعنی نماز کو مختصر کرلو ۔

= يَفْتِنَكُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر مفعول ۔ جمع مذکر حاضر ۔ فَتْنٌ وَفُتُوْنٌ مصدر باب ضرب ۔ کہ تم کو پریشانی میں ڈال دیں گے ۔ مصیبت میں مبتلا کر دیں گے ۔

آیت ہذا میں کلام اِنْ خِفْتُمْ ...... كَفَرُوْا ۔ کلام ماقبل سے منفصل ہے اور کلام مابعد سے متصل ۔ اس صورت میں یہ شرط ہے اور جواب شرط اس کے بعد محذوف یعنی " تو بھی قصر نماز کرلو ۔ اور اگر اس کو کلام ماقبل کے ساتھ لیا جاوے تو مطلب ہے کہ " تم قصر نماز کرسکتے ہو جب تم حالت سفر میں ہو اور حیب دشمنوں کی طرف سے تکلیف وگزند کا اندیشہ ہو ۔

بہرکیف بحالت سفر اور بحالت خوف کفار ۔ دونوں حالتوں میں قصر جائز ہے ۔

۴ : ۱۰۲ = وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ ۔ (اور چاہئے کہ وہ پکڑے رکھیں اپنے ہتھیار) اس گروہ کے لئے ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شروع نماز میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہے ۔

= فَاِذَا سَجَدُوْا ۔ (پس جب یہ پہلا گروہ سجدہ کرچکے) فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۔ (تو یہ پیچھے

چلے جائیں حفاظت کرنے کے لئے)
= لَمْ يُصَلُّوْا۔ (جس دوسرے گروہ نے ابھی نماز پڑھنا شروع نہیں کی)
= اَمْتِعَتِكُمْ۔ تمہارا سازوسامان۔ مَتَاعٌ کی جمع۔
= يَمِيْلُوْنَ۔ مضارع۔ مَيْلٌ مصدر (ضرب) وہ حملہ کردیں گے۔
= مَيْلَةً وَّاحِدَةً۔ یکبارگی حملہ کرنا۔ مَالَ يَمِيْلُ (ضَرَبَ) جھک جانا۔ ادھر ادھر مڑ جانا۔ مَالَ عَلٰى حملہ کرنا۔ مَالَ عَنْ۔ اعراض کرنا۔ کنارہ کشی کرنا۔ وَمَالَ اِلٰى۔ کسی کی طرف رغبت کرنا۔
= تَضَعُوْا۔ تم اتار رکھو۔
= حِذْرَكُمْ۔ تمہارا بچاؤ۔ تمہارے بچاؤ کا سامان۔ اپنا بچاؤ ملحوظ رکھو۔
۴: ۱۰۳ = اِطْمَاْنَنْتُمْ۔ تم مطمئن ہو جاؤ۔ تم مطمئن ہو گئے۔ اِطْمِيْنَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب
= مَوْقُوْتًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَقْتٌ۔ مصدر۔ وقت مقرر کیا ہوا۔ یعنی جس کا وقت مقرر شدہ ہے
كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا۔ ایک فرض جس کی ادائیگی کا وقت مقرر ہے
۴: ۱۰۴ = لَا تَهِنُوْا۔ تم سست مت ہو جاؤ۔ تم کمزور دل نہ ہو جاؤ۔ وَهْنٌ۔ سے فعل نہی جمع مذکر حاضر۔
وَلَا تَهِنُوْا ۔۔۔۔ القوم = دشمن قوم کو ڈھونڈھ نکالنے اور اس کا مقابلہ کرنے میں بزدلی نہ دکھاؤ
= تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ۔ تم دردمند ہوتے ہو۔ تم تکلیف پاتے ہو۔ اَلَمٌ سے، درد۔ تکلیف۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ (یعنی اگر تم کو دشمن کا مقابلہ کرنے اور اس کا تعاقب کرنے میں دکھ یا تکلیف پہنچتی ہے تو ان کو بھی تمہاری طرح تم سے مقابلہ کرنے سے ویسی ہی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے)
= اَرٰىكَ اللّٰهُ۔ جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ یعنی جو حقیقت حال کا علم خدا نے تمہیں عطا کیا ہے
= وَلَا ۔۔۔۔۔۔ خَصِيْمًا۔ ای ولا تکن خصیما للخائنین۔ اور خیانت کرنے والوں کے لئے جھگڑا کرنے والا۔ یا طرفداری کرنے والا نہ بن۔
لَا تَكُنْ۔ فعل ناقصہ۔ لَا تَكُنْ کی ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اسم لا تکن۔ خصیماً خبر۔
۴: ۱۰۷ = لَا تُجَادِلْ۔ تو مت جھگڑ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جدل مادہ۔ باب مفاعلۃ مُجَادَلَةٌ سے۔
= خَوَّانًا۔ بہت زیادہ خیانت کرنے والا۔ بڑا دغاباز۔ خِيَانَةٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔
= اَثِيْمًا۔ گنہگار۔ اَثِيْمٌ بمعنی اٰثِمٌ۔ فَعِيْلٌ بمعنی فاعل۔
= يَسْتَخْفُوْنَ۔ وہ چھپتے ہیں۔ وہ چھپے رہ سکتے ہیں۔ اِسْتِخْفَاءٌ۔ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر خفی مادہ

يُبَيِّتُوْنَ۔ تَبْيِيْتٌ مصدر باب۔ تفعيل۔ رات کو سوچتے ہیں۔ رات کو سوچتے اور تدبیریں کرتے ہیں۔ مَالَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ۔ ایسی باتیں سوچتے اور کہتے ہیں جن پر خدا راضی نہیں ہے۔
مُحِيْطًا۔ اسم فاعل۔ مفرد اِحَاطَةٌ مصدر۔ ہرطرف سے گھیرے ہوئے۔ پورا پورا قابو رکھنے والا۔ ہرطرح سے جاننے والا۔ یہاں احاطۂ علمی مراد ہے۔
۴: ۱۱۲ = يَرْمِ بِهٖ۔ رَمٰى يَرْمِىْ۔ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب۔ رَمْىٌ مصدر۔ اس کی تہمت لگائے۔ الزام لگائے۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر خطیئۃ اور اثمٌ کی طرف راجع ہے يَرْمِ اصل میں يَرْمِىْ تھا۔ مَنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حذف ہوگئی۔
= بَرِيْئًا۔ بے تعلق۔ بے گناہ۔
ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْئًا۔ پھر اس گناہ کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیتا ہے۔
= اِحْتَمَلَ۔ اس نے اٹھالیا اِحْتِمَالٌ سے بمعنی برداشت کرنا۔ اٹھانا۔
فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ط تو اس نے بہتان اور ایک صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر اٹھالیا
۴: ۱۱۴ = نَجْوٰهُمْ۔ اسم نکرہ۔ سرگوشی۔ سرگوشی کرنے والے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا مادہ ن ج و ہے۔
اَلنَّجْوَةُ۔ بلند جگہ۔ جگہ جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔
نَجَوْتُهٗ۔ کسی کو علیحدہ بلند مقام پر چھوڑنے کے بھی ہیں۔ نَاجَيْتُهٗ کے معنی سرگوشی کرنے کے ہیں۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء ہونے سے بچانے کے ہیں۔ اس سے اِسْتِنْجَاءٌ ہے۔ استنجاء کرنے اور رفع حاجت کے لئے علیحدہ جگہ تلاش کرنا۔ گویا ہر صورت میں علیحدگی اور خلوت کا مفہوم غالب ہے۔
= لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ۔ ان کے اکثر خفیہ مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں۔
= اِلَّا ...... بَيْنَ النَّاسِ۔ ہاں وہ جو (ایسے مشوروں میں) صدقہ خیرات کی تلقین کرے۔ یا نیکی و بھلائی کی بات کہے یا لوگوں میں اصلاح کی بات کہے تو وہ مستثنیٰ ہے۔ یعنی ایسے خفیہ مشورے خیر سے خالی نہیں کہلائے جائیں گے۔ یہاں اَمَرَ بمعنی ترغیب و تلقین ہے۔
۴: ۱۱۵ = يُشَاقِقِ۔ واحد مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ۔ يُشَاقِقْ ہوا۔ ق ثانی بوجہ حرف مابعد کے ساتھ وصل کے لئے مکسور ہوا۔ جو مخالفت کرتا ہے شِقَاقٌ مصدر باب مفاعلہ سے ہے شَقٌّ (مضاعف) کے معنی طرف۔ ضد۔ مخالفت۔ ٹکڑہ۔
= نُوَلِّهٖ۔ جمع متکلم مضارع ہٖ ضمیر مفعول راجع اِلٰى مَنْ تَوْلِيَةٌ مصدر باب تفعیل۔ ہم پھیر دیں گے۔

اُسے۔ ہم اس کو مختار بنا دیں گے۔
= مَاتَوَلّٰی۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ وہ متولی ہوا۔ وہ پھر گیا۔ تَوَلِّیٌّ (تفعّلٌ)
نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی۔ جدھر وہ خود جانا چاہتا ہے ہم اسے ادھر ہی جانے دیں گے۔
= نُصْلِہٖ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِصْلَاءٌ مصدر۔ باب افعال سے۔ صَلْیٌ مادہ اصل میں نُصْلِیْہِ تھا جواب شرط کی وجہ سے ی گر گئی۔ ہم اس کو داخل کریں گے۔ ہم اس کو آگ میں پھینکیں گے۔
۴: ۱۱۷ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= اِنٰثًا عورتیں۔ اُنْثٰی کی جمع ہے جس کے معنی عورت کے ہیں۔ معبودانِ باطل کو اناث کہا ہے کیونکہ مشرکین اپنے بتوں کو انواع واقسام کے زیوروں سے آراستہ کرتے اور ان کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے تھے۔ جیسے لات، منات۔ عُزّٰی۔ نائلہ۔ یہ سب مؤنث نام ہیں۔
۲۔ ضحاک کا بیان ہے کہ مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں بتاتے تھے اور مدعی تھے کہ ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ یہ بارگاہِ الٰہی میں ہمارے قرب کا موجب ہیں چنانچہ انہوں نے خوبصورت شکل میں ان کے مجسمے تراشے اور کہا کہ یہ اللہ کی بیٹیوں کی شبیہ ہیں جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ قرآن میں ہے وجعلوا الملئکۃ الذین ...... اِنٰثًا۔ اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے بندے ہیں۔ عورتیں قرار دیا۔
۳۔ راغب اصفہانی فرماتے ہیں۔ معبودانِ عرب (لات و منات و عزّٰی وغیرہ) چونکہ پتھروں سے بنائے ہوئے تھے۔ اس لئے منجملہ جمادات تھے اور بقول حسن بصریؒ جس کو ابن جریر اور حاتم نے نقل کیا ہے۔ بے جان چیز جس میں روح نہ پائی جائے۔ اناث میں شامل ہے لہٰذا یہ پتھر کے بت جو سرتاسر منفعل اور غیر فاعل ہیں یعنی یہ اثر تو قبول کر لیتے ہیں لیکن مؤثر ہونے کی ان میں ذرا بھی اہلیت وقوت نہ ہے کیسے عبادت کے لائق ہو سکتے ہیں۔
= مَرِیْدًا۔ صفت مشبہ۔ سرکش۔ ہر خیر سے خالی۔ مارد۔ متمرد۔ اطاعت سے خارج۔
۴: ۱۱۸ = لَعَنَہُ اللّٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر شیطان کی طرف راجع ہے اور قال فعل کا فاعل بھی شیطان ہی ہے
= لَاَتَّخِذَنَّ۔ مضارع واحد متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ اتخاذٌ (افتعالٌ) سے۔ بہت سی چیزوں میں سے کسی ایک کو لینا۔ یا اختیار کرنا۔ یعنی میں ضرور لوں گا۔
= نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا۔ نَصِیْبًا حصہ۔ مفروضًا۔ کاٹ کر الگ کیا ہوا۔ مقرر شدہ۔ یعنی تیرے بندوں سے ایک معتد بہ حصہ کاٹ کر ضرور ہی اپنی طرف کر لوں گا۔
= لَاُضِلَّنَّہُمْ۔ میں ان کو ضرور بہکاؤں گا۔ میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔ اِضْلَالٌ۔ سے۔

= لَاُمَنِّيَنَّهُمْ۔ باب تفعیل۔ میں ان کو (طرح طرح کی) امیدیں دلاؤں گا۔
تَمْنِيَةٌ وَّ تَمَنِّيَةٌ ۔ مَنّٰى يُمَنِّىْ۔ آرزو دلانا رغبت دلانا۔
= لَاٰمُرَنَّهُمْ۔ میں ان کو ضرور حکم دوں گا۔ اَمْرٌ سے
= لَيُبَتِّكُنَّ۔ بَتَّكَ يُبَتِّكُ تَبْتِيْكٌ (تفعیل) کاٹنا۔ کاٹ کاٹ کر ٹکڑے کرنا۔ چیرنا۔ يُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ۔ وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے ۔ (کفار عرب اس اونٹنی کو جو پانچ بچے جنتی اور پانچواں نر ہوتا تو اس کے کان چھید کر بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ۔ اور اس سے کسی قسم کا کام نہ لیتے۔ یہ بھی شرک کی ایک شکل ہے
وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ ۔ میں ان کو شدت یا اصرار سے حکم دوں گا اور اس کے نتیجہ میں وہ ضرور جانوروں کے کان کاٹا کریں گے ۔ ف پچھلے فعل کے نتیجہ کو ظاہر کرتی ہے ۔
= وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۔ اور میں ان کو حکم کروں گا پس وہ ضرور ہی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق کی شکلیں بگاڑیں گے ۔
تغییر (تفعیل) غَيَّرَ يُغَيِّرُ ۔ بگاڑنا۔ بدلنا۔ مسخ کرنا۔ یہ صورت کا بگاڑ یا مسخ کرنا جسمانی بھی ہوسکتا ہے ۔ مثلاً پہرہ داروں کی آنکھیں نکالنا۔ عورتوں کا بال کٹا کر اپنی نسوانیت کو بگاڑنا وغیرہ (یہ بگاڑ غیر فطری استعمال مخلوق بھی ہوسکتا ہے) مثلاً جانوروں کے ساتھ خواہش رانی کرنا یا مردوں کے ساتھ صاحب کشاف کی تشریح کے مطابق دین اسلام جو دین فطرت ہے اس میں ردّوبدل اور کاٹ چھانٹ کرنا وغیرہ وغیرہ ۔
۴ : ۱۲۰ = يَعِدُهُمْ ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ وَعِدَةٌ ۔ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان سے وعدہ کرتا ہے ۔ وہ ان کو ڈراتا ہے
= يُمَنِّيْهِمْ ۔ اور غلط امیدیں دلاتا ہے جھوٹی آرزوئیں پیش کرتا ہے ۔
= غُرُوْرًا ۔ دھوکہ۔ فریب
۴ : ۱۲۱ = مَحِيْصًا ۔ جائے پناہ۔ بچ نکلنے کی جگہ۔ حَاصَ يَحِيْصُ (اجوف یائی) باب ضَرَبَ بچنا۔ الگ ہونا۔ مَنْ حَاصَ عَنِ الشَّرِّ سَلِمَ ۔ جو برائی اور شر سے الگ رہا وہ محفوظ رہا۔ مَحِيْصٌ اسم ظرف مکان۔ بھاگ کر پناہ لینے کی جگہ۔
۴ : ۱۲۲ = جَنّٰتٍ اى فى جنّٰتٍ
= قِيْلًا (اپنی) بات میں کلام میں ۔ قول میں ۔
۴ : ۱۲۳ = اَمَانِيِّكُمْ ۔ اَمَانِىْ ۔ اُمْنِيَّةٌ کی جمع ۔ تمہاری ٹھہرائی ہوئی امیدیں ۔ تمہارے خیالات

کے اندازے۔ اس میں خطاب بت پرستوں سے ہے۔
= لَیْسَ کا اسم محذوف ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ لَیْسَ الْاَمْرُ مَنُوْطًا بِاَمَانِیِّکُمْ اَیُّھَا الْمُشْرِکُوْنَ ۔ اے مشرکو بات (یعنی انجام کار) تمہاری امیدوں پر منحصر نہیں ہے۔
۴: ۱۲۴ = نَقِیْرًا۔ کھجور کی گٹھلی کے اوپر کا چھلکا بمعنی ذرہ برابر۔
۴: ۱۲۵ = اَحْسَنُ۔ بہتر۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔
= مَنْ اَحْسَنُ۔ استفہام انکاری ہے یعنی کوئی بہتر نہیں ہو سکتا بلحاظ دین کے ۔۔۔۔ الخ۔
= مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَهٗ لِلّٰہِ۔ جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔
= حَنِیْفًا۔ ایک طرف ہونے والا۔ حَنَفٌ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلائے۔ حَنِیْفًا حال ہے اس کا ذوالحال وہ شخص ہے جس نے ملت ابراہیمی کی پیروی اختیار کی۔ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا۔ اور جس نے تمام ادیان باطلہ کو چھوڑ کر صرف دین ابراہیمی کا اتباع کیا۔
۴: ۱۲۶ = مُحِیْطًا۔ ملاحظہ ہو ۴: ۱۰۸۔ یہاں احاطۂ قدرت مراد ہے۔
۴: ۱۲۷ = یَسْتَفْتُوْنَكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِفْتَاءٌ۔ اِسْتِفْعَالٌ۔ مصدر۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ آپ سے فتویٰ لیتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اِسْتِفْتَاءٌ کسی مشکل بات کا حل دریافت کرنا۔ اِفْتَاءٌ کسی مشکل مسئلہ کو حل کرنا۔ ف ت ی حروف مادہ۔
= یُفْتِیْکُمْ۔ وہ تم کو حکم دیتا ہے۔ تم کو مشکل بات کا حل بتاتا ہے۔ اِفْتَاءٌ اِفْعَالٌ سے واحد مذکر غائب۔
= تَرْغَبُوْنَ۔ تم چاہتے ہو۔ تم رغبت کرتے ہو۔ رَغْبَةٌ مصدر مضارع جمع مذکر حاضر۔ رغب الیه طلب یعنی خواہش کرنا۔ رغب عنه ترکه متعمدًا۔ کسی چیز کو عمدًا چھوڑ دینا۔ اس کی طرف رغبت نہ رکھنا۔
اس آیت کی ترکیب میں حسب ذیل ملحوظ رہیں۔
یُفْتِیْکُمْ (وہ تمہیں فتوی دیتا ہے۔ مشکل بات کا حل بتاتا ہے) ان باتوں میں۔
یُفْتِیْکُمْ۔ (ا) فِیْھِنَّ ای فی النِّسَآءِ (جن کے متعلق تم دریافت کرتے ہو۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)
(ب) فِی یتامی النساء ۔۔۔۔۔۔ تَنْکِحُوْھُنَّ۔ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)
(ج) فِی الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ یُفْتِیْکُمْ (محذوف)
یُفْتِیْکُمْ (محذوف) (د) فِی اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ۔

= یَتٰمَی النِّسَآءِ (مضاف مضاف الیہ) بیوہ عورتوں کے یتیم بچے۔ ای اَوْلَادُ النِّسَآءِ بعض نے اس کا مطلب النسآء الیتامیٰ (موصوف وصفت) یتیم لڑکیاں لیا ہے۔

= تَرْغَبُوْنَ۔ کا صلہ عَنْ یا اِلٰی یا فِیْ مذکور نہیں لہٰذا۔ تَرْغَبُوْنَ عَنْ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ کا مطلب ہوگا جن سے تم نے نکاح کرنا نہیں چاہتے (بوجہ ان کے عدم حسن اور عدم مال ودولت کے) اور تَرْغَبُوْنَ اِلٰی یا فِیْ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ کا مطلب ہوگا جن کے ساتھ تم نکاح کی خواہش رکھتے ہو (بوجہ ان کے حسن اور مال ودولت کے)

= تَرْغَبُوْنَ کا عطف تُؤْتُوْنَ پر بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کی تقدیر ہوگی وَلَا تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ اور نہ تم خواہش رکھتے ہو ان کے ساتھ نکاح کی۔

یتامی النسآء اور مستضعفین کے متعلق احکام سورۃ النساء سورۃ ہٰذا کے رکوع ۱و۲ میں ارشاد فرمائے ہیں۔ وَمَا یُتْلٰی سے عَلِیْمًا تک اصل استفتاء کا جواب نہیں ہے بلکہ قُلِ اللّٰہُ یُفْتِیْکُمْ فِیْھِنَّ (کہہ دے اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو کہ (ابھی) اللہ تعالیٰ تم کو ان عورتوں کے بارہ میں بتاتا ہے) یہ کہہ کر لوگوں کی توجہ سابقہ احکام کی طرف مبذول کرائی جارہی ہے۔ جو اسی سورۃ کے آغاز میں یتیم لڑکیوں کے متعلق بالخصوص اور یتیم بچوں کے متعلق بالعموم فرمائے گئے تھے اس سے یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ لوگوں کے ذہن نشین ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یتیموں کے حقوق کی کتنی اہمیت ہے

۴: ۱۲۸ = یہاں سے اصل استفتاء کا جواب شروع ہوتا ہے۔

= بَعْلِھَا۔ اس عورت کا خاوند۔

= نُشُوْزًا۔ مصدر۔ منصوب نکرہ (نصر۔ ضرب) زیادتی۔ ناموافقت۔ شوہر کی طرف سے نشوز سے مراد ہے کہ عورت کو ذلیل سمجھ کر۔ ہمبستری ترک کردینا۔ یا مصارف کم کردینا۔ لاپرواہی۔ بدسلوکی

= اِعْرَاضًا۔ بے رخی۔ کنارہ کشی۔ روگردانی۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ اس لئے وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کردے۔ یعنی جھکادے وہ جُنَاحٌ سے موسوم ہوا پھر ہر گناہ کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ کنایۃً حرج اور مضائقہ بھی مراد لیا جاتا ہے۔

= فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَا۔ ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کوئی مضائقہ نہیں۔ کوئی حرج نہیں۔

= یُصْلِحَا۔ وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں۔ مضارع منصوب تثنیہ مذکر غائب۔ اِصْلَاحٌ سے

= اُحْضِرَتْ۔ وہ حاضر کی گئی۔ اِحْضَارٌ سے جس کے معنی حاضر کرنے کے ہیں ماضی مجہول واحد

مؤنث غائب۔

= اَلشُّحَّ ۔ خود غرضی ۔ کنجوسی ۔ بخل ۔ حرص ۔ راغب لکھتے ہیں کہ شح وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ خود غرضی ۔ یہ مصدر ہے اور ابواب ۔ سمع ۔ ضرب ۔ نصر ۔ تینوں سے آتا ہے

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ (۵۹ : ۹) اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۔ اور طبائع تو خود غرضی کی طرف مائل ہوتی ہیں۔

= وَاِنْ تُحْسِنُوْا ...... اور اگر تم احسان کرو ۔ یہاں خطاب صرف مردوں سے ہے کہ وہ احسان کریں اور نداتر س سے کام لیں ۔ کیونکہ بحیثیت قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ کے اس پر فرائض بھی زیادہ عائد ہوتے ہیں اور اسی سے عالی ظرفی اور جذبہ فیاضی کی زیادہ امید کی جا سکتی ہے۔

۴ : ۱۲۹ = وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا ۔ تم ہرگز نہیں کر سکتے ۔ تم ہرگز کرنے کی طاقت نہیں رکھتے ۔ طوع مادہ۔

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ (۲۱ : ۴۳) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں۔

= اَنْ تَعْدِلُوْا ۔ کہ تم عدل و انصاف کر سکو ۔ پورا پورا انصاف کر سکو۔

= فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ ۔ مَالَ يَمِيْلُ مَيْلاً ۔ مَالَ عَلٰى ۔ مخالفت کی طرف مائل ہونا ۔ یعنی مکمل بے تعلقی اختیار کرو ۔ مَالَ اِلٰى ۔ کسی سے رغبت کی خاطر اس کی طرف مائل ہونا۔

مَالَ عَنْ ۔ روگردانی کرنا۔

یہاں صلہ چھوڑ دیا گیا ہے ۔ جس سے معانی میں وسعت پیدا ہو گئی ہے ۔ اس کا مطلب ہو سکتا ہے کہ تم بالکل ایک بیوی کی طرف ازراہ محبت مائل نہ ہو جاؤ ۔ یا یہ کہ تم بالکل ایک بیوی کے خلاف بوجہ نفرت نہ ہو جاؤ ۔ دونوں بیک وقت بھی یہ حالتیں بعید از قیاس نہیں کہ ایک کی طرف تو شدت کی رغبت ہو اور دوسری کی طرف شدتِ نفرت لیکن عبارت مابعد کا قرینہ بتا رہا ہے کہ یہاں تَمِيْلُوْا عَلٰى کے صلہ کے ساتھ ہے ۔ یعنی ایک بیوی سے مکمل کنارہ کشی اور قطع تعلقی اختیار نہ کرو کہ اسے لٹکتا چھوڑ دو ۔ یعنی نہ تو اس کی بیوی کی حیثیت رہے نہ مطلقہ کی۔

= تَذَرُوْهَا ۔ تم اس کو چھوڑ دو۔

= اَلْمُعَلَّقَةِ ۔ اسم مفعول واحد مؤنث ۔ تَعْلِيْقٌ مصدر ۔ باب تفعیل لٹکائی گئی ۔ نہ اِدھر نہ اُدھر ۔ نہ بیوی بن کر رہنے کے قابل اور نہ آزاد کہ نکاح ثانی کر سکے۔

۴ : ۱۳۰ = يَتَفَرَّقَا ۔ وہ دونوں الگ ہو جائیں۔

= يُغْنِ اللّٰهُ ۔ يُغْنِ اصل میں يُغْنِيْ تھا ۔ جوابِ شرط کی وجہ سے ی گر گئی ۔ اَغْنٰى يُغْنِيْ اِغْنَاءٌ (افعال) اللہ اس کو بے احتیاج بنا دے گا ۔ محتاج نہ رکھیگا ۔ بے نیاز کر دیگا۔

= مِنْ سَعَتِہٖ۔ وسعت بخشش سے۔ یعنی اللہ خود ان کی ضروریات کو پورا کر دے گا۔
سَعَۃً۔ وسعت۔ گنجائش۔ کشائش۔ فراخی۔ وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کا مصدر
۴ : ۱۳۱ = وَصَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَوْصِیَۃٌ سے (باب تفعیل) ہم نے حکم دیا۔
۴ : ۱۳۲ = وَکِیْلًا۔ صفت مشبہ۔ کارساز۔ مددگار۔ نگہبان۔
۴ : ۱۳۵ = قَوّٰمِیْنَ۔ جمع قَوَّامٌ واحد۔ اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی ہیں۔ انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔
= اَلْقِسْطِ۔ اسم مصدر۔ انصاف۔ یہ ظلم اور جور کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اگر باب ضَرَبَ (قَسَطَ یَقْسِطُ۔ قَسْطًا وَقُسُوْطًا سے آئے تو معنی ہوتے ہیں حق سے تجاوز کرنا۔ حق کے خلاف کرنا۔ صفت قَاسِطٌ ہے۔ جس کی جمع قَاسِطُوْنَ وقُسَّاطٌ ہے اگر باب افعال سے آئے تو معنی انصاف کرنا۔ عدل کرنا کے ہیں۔

پہلی مثال۔ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَھَنَّمَ حَطَبًا۔ (۷۲ : ۱۵) اور جو دوسروں کا حق مارنے والے ہیں۔ وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔ یہاں مراد راہِ حق سے مڑ جانے والے بھی ہیں۔
دوسری مثال۔ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔ (۴۹ : ۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُھَدَآءَ لِلّٰہِ۔ ای کُوْنُوْا قَوَّامین بالعدل فی جمیع الشہادات لوجہ اللّٰہ۔ یعنی ہر شہادت میں خدا کی رضا کی خاطر عدل وانصاف کرنے والے ہو۔
= اِنْ یَّکُنْ۔ خواہ وہ (مشہود علیہ) ہو یعنی وہ فریق جس کے خلاف گواہی دی جارہی ہو۔ خواہ وہ امیر ہو یا غریب۔
= اَوْلٰی بِھِمَا۔ اَوْلٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ لائق۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ قریب۔ وَلْیٌ سے۔
جب اس کا صلہ لام واقع ہو۔ تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے۔
مثلاً قرآن مجید میں ہے اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی۔ (۷۵ : ۳۴) کم بختی ہو تیرے لئے کم بختی۔
فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِھِمَا۔ اللہ ان دونوں کا بہتر خیر خواہ ہے۔ (یعنی غنی کا بھی اور فقیر کا بھی)۔
یعنی تم کو ان کی خیر خواہی کی خاطر جھوٹی گواہی دینے کی ضرورت نہیں۔ تم سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ ان کا

خیرخواہ ہے۔ اس واسطے کُوْنُوْا قَوّٰامِیْنَ بِلّٰہِ۔

علامہ مودودی نے تفہیم القرآن میں فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِہِمَا کا ترجمہ یہ کیا ہے: بہرحال اللہ تعالیٰ دونوں سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ تم اس کا لحاظ رکھو۔

لیکن الخازن۔ صاحب مدارک التنزیل۔ صاحب ضیاء القرآن اور علامہ عبداللہ یوسف علی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

= فَلَا تَتَّبِعُوا الْھَوٰٓی اَنْ تَعْدِلُوْا۔ پس خواہش نفس کی پیروی نہ کرو انصاف کرنے میں۔
اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے: خواہش نفس کی پیروی مت کرو تاکہ تم عدل کرنے والے بن سکو کیونکہ عدل عبارت ہے ترکِ خواہشِ نفسانی سے (الخازن)

= تَلْوٗا۔ تم پیچ دو۔ تم توڑ مروڑ کر بیان کرو۔ زبان کو گول مول کرکے بات کرو (یعنی حق بات کو صاف بیان نہ کرو۔ اور زبان کو یوں بات دبا کر بات کرو کہ اس کا کچھ اور ہی مطلب نکل آئے)
(نیز ملاحظہ ہو ۴: ۶۴)

= تُعْرِضُوْا۔ یعنی شہادت دینے سے پہلو تہی کروگے۔ تُعْرِضُوْا اصل میں تُعْرِضُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔

۴: ۱۳۶ = یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا .... اے ایمان والو صمیم قلب سے اور ثابت قدمی کے ساتھ ایمان لاؤ۔ .....

اٰمِنُوْا۔ ای اثبتوا علی الایمان ودادموا علیہ۔ ثابت قدم رہو ایمان پر اور اس پر مداومت اختیار کرو۔ (کشاف)

اَلْکِتٰبِ۔ پہلی صورت میں الکتاب سے مراد القرآن ہے اور دوسری صورت میں الکتٰب اسم جنس ہے اور اس سے مراد وہ ساری کتابیں ہیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نازل ہوئیں۔

۴: ۱۳۸ = بَشِّرْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) بشارت، خوشخبری یہاں بشارت انذار کے معنی میں آیا ہے اور طنز کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ ایسے کلام کو صنعتِ تعریض کہتے ہیں۔

۴: ۱۳۹ = اَیَبْتَغُوْنَ۔ ءَ استفہامیہ (کیا) یَبْتَغُوْنَ۔ اِبْتِغَاءٌ۔ (افتعال) سے کیا وہ ڈھونڈھتے ہیں۔ تلاش کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں۔

۴: ۱۴۰ = وَقَدْ نَزَّلَ عَلَیْکُمْ۔ کا اشارہ سورۃ انعام کی آیت ۶: ۱۸۶ کی طرف ہے جہاں ارشاد حق تعالیٰ ہے وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْھُمْ حَتّٰی

يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ..... الخ۔
سورۃ الانعام مکی ہے اور یہ ہدایت مشرکین مکہ کی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت کے متعلق ہے جہاں میں وہ آیات الٰہی پر نکتہ چینیاں کرتے تھے۔
موجودہ سورۃ النساء میں کم وبیش یہودیوں کی ایسی ہی مجالس میں بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے جو اپنی ان مجلسوں میں آیاتِ الٰہی کا مذاق اڑاتے تھے۔ نکتہ چینی کیا کرتے تھے اور انکار کرتے تھے۔ یہ سورۃ مدنی ہے۔

= اِذَا سَمِعْتُمْ۔ کے لفظی معنی ہیں جب تم سنو۔ لیکن اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: جب تم دیکھو۔ (کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جارہا ہے اور مذاق اڑایا جارہا ہے) تو فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ ان کے پاس مت بیٹھو

= يَخُوْضُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب اصل میں يَخُوْضُوْنَ تھا۔ حَتّٰى حرفِ جر کے بعد ان مقدرہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ وہ مشغول رہیں (ایسی باتوں میں۔ خَوْضٌ مصدر باب نصر۔

= حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ۔ (ان کے پاس مت بیٹھیں) اس وقت تک کہ وہ (یہ کفر و استہزاء چھوڑ کر) کسی دوسری بات کو چھیڑیں۔

۴: ۱۴۱ = يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ۔ انتظار کر رہے ہیں کہ تمہارے ساتھ کیا گذرتی ہے (نیکی یا بدی کامیابی یا ناکامی) یعنی تمہارا کیا انجام ہوتا ہے۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) سے۔

= اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ کا عطف اِنَّ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ (آیۃ ۱۳۹) پر ہے اور منافقین متذکرہ آیہ ۱۳۸ کے متعلق ہے لہٰذا فعل بَشِّرْ (آیۃ ۱۳۸) کا اطلاق اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اور الذين يتربصون بِكُمْ پر ہوگا۔ یعنی اے نبی علیہ السلام ان منافقین کو دردناک عذاب کی بشارت فرما دے۔ جنہوں نے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بنا رکھا ہے اور جو تمہاری ناکامی یا ناکامیابی پر گہری نظر رکھے ہوئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ کس طرح ہر دو صورت میں مالی فائدہ حاصل کیا جائے۔

= قَالُوْٓا۔ ای المنافقین یعنی یہ منافقین تم سے کہتے ہیں

= اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ۔ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے۔ یعنی ہم تمہارے ساتھ شریک جنگ تھے ہمیں بھی مال غنیمت سے حصہ ملنا چاہئے۔

= اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ۔ نفی جحد بلم کا صیغہ جمع متکلم۔ اِسْتِحْوَاذٌ (استفعال) مصدر۔ کیا ہم تم پر غالب نہ آگئے تھے۔ اِسْتَحْوَذَ الْعِيْرُ عَلَى الْاَتَانِ۔ گورخر گدھی پر غالب آگیا (یعنی گدھے

کا مادہ خر کی پشت پر چڑھ کر (جیساکہ جفتی کی صورت میں ہوتا ہے) دونوں جانب سے قابو میں کر لینا
حَوْذٌ مادہ

= نَمْنَعْكُمْ مِّنَ - ای اَلَمْ نَمْنَعْكُمْ مِنْ - کیا نہیں بچایا تھا ہم نے تم کو (مومنوں) سے کیا ہم نے تمہاری حفاظت نہ کی تھی۔

۴ : ۱۴۲ = يُخٰدِعُوْنَ - وہ فریب کرتے ہیں ، وہ دھوکہ دیتے ہیں۔ مُخَادَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اَلْخِدَاعُ کے معنی ہیں جو کچھ دل میں ہو اس کے خلاف ظاہر کر کے کسی کو اس چیز سے پھیر دینا جس کے وہ درپے ہو۔

= يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ - یہ (اپنے زعم میں) خدا کو چکمہ دیتے ہیں - یہاں اللہ کو دھوکہ دینا اس کے رسول اور صحابہ کو فریب دینا مراد ہے۔

وَهُوَ خَادِعُهُمْ - (وہ انہیں کو دھوکہ میں ڈالنے والا ہے) بعض نے اس کے معنی کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کی فریب کاریوں کا بدلہ دے گا۔ بعض نے کہا ہے کہ مقابلہ اور مشاکلہ کے طور پر کہا گیا ہے۔ جیساکہ آیت وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ (۳ : ۵۴) میں ہے

(مشاکلہ - مقابلہ - علم بدیع کی معانی خوبیوں میں سے دو خوبیاں ہیں۔

مقابلہ۔ دو یا دو سے زائد متوافق معنی کو لاکر ہر ایک کے مقابل کو ذکر کر دیا جائے ترتیب کے ساتھ مشاکلہ - شئی کو ایسے لفظ کے ساتھ ذکر کرنا جو اس کے لئے موضوع نہ ہو اس کے غیر کی صحبت میں واقع ہونے کی وجہ سے۔

= كُسَالٰى - كَسْلَانُ کی جمع ہے سُست کاہل۔ جس کام میں سستی نہ کرنی چاہئے اس میں سستی کرنے کو کَسَل کہتے ہیں۔ كَسِلَ يَكْسَلُ (سمع) سستی کرنا بمثل سُكَارٰى سُكْرَانُ۔

= يُرَآءُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - مُرَاءَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے مصدر (رَأْيٌ) سے (مہموز العین اور ناقص یائی) وہ دکھاوٹ کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں - وہ دکھلاتے ہیں (لوگوں کو)

یا رَاٰى يَرٰى سے مضارع مجہول ہے وہ دیکھے جاتے ہیں۔ یا کہ وہ دیکھے جائیں لوگوں سے یعنی لوگ انہیں دیکھیں۔ (عبداللہ یوسف علی)

۴ : ۱۴۳ = مُذَبْذَبِيْنَ - اَلذَّبْذَبَةُ - اصل میں معلق چیز کی ہلنے کی آواز کو کہتے ہیں پھر بطور استفادہ ہر قسم کی حرکت اور اضطراب کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مُذَبْذَبِيْنَ

بَیْنَ ذٰلِکَ. یعنی ہمیشہ مضطرب رہتے ہیں۔ کبھی مسلمانوں کی طرف اور کبھی کفار کی طرف۔
ذَبْذَبَ فُلَانٌ تَرَدَّدَ بَیْنَ اَمْرَیْنِ وَلَا تَثْبُتُ صُحْبَتُہٗ لِوَاحِدٍ مِّنْھُمَا
دو امور یا دو آدمیوں کے درمیان حالت تردّد میں ہونا اور ان میں سے کسی ایک کے ساتھ ثابت قدم نہ ہونا۔

۴ : ۱۴۴ = سُلْطٰنًا۔ سلطان۔ زور۔ قوت۔ حجت۔ دلیل۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ حکومت
سلطان کے معنی حجت و برہان کے ہیں۔ اسی معنی میں ارشاد الٰہی ہے۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ط (۵۵ : ۳۳) نہیں نکل سکتے تم بدوں سند کے۔ کبھی اس سے مراد معجزہ لیا جاتا ہے۔ جیسے اِذْ اَرْسَلْنٰہُ اِلٰی فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ (۵۱ : ۳۸) اور جب بھیجا ہم نے اس کو فرعون کے پاس کھلی سند دیکر۔ (یہاں مراد معجزہ بھی لیا جا سکتا ہے۔ اور کھلی دلیل بھی۔)
یہاں واضح دلیل مراد ہے۔ یعنی کفار کے ساتھ اس قسم کے قریبی تعلقات اور رچینہ مراسم منافقت کی کھلی دلیل ہیں۔ اس کے بعد اگر تم پر اللہ تعالیٰ کی گرفت آئے تو تم کو گلہ شکوہ کیا

۴ : ۱۴۵ = اَلدَّرْکِ۔ طبقہ۔ درجہ۔ اَلدَّرْکُ اور اَلدَّرَکُ دونوں لغتیں ہیں۔
بلندی کی طرف جو یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو اہل عرب درجات کہتے ہیں اور پستی کی طرف یکے بعد دیگرے درجے ہوتے ہیں ان کو دَرَکَات کہتے ہیں۔ جہنم کے مختلف طبقات (درکات) علیٰ سبیل التنزل یہ ہیں۔
(۱) جہنم۔ (۲) لظی۔ (۳) حطمہ (۴) سعیر (۵) سقر (۶) جحیم (۷) ہاویہ۔ سب سے نیچے منافقوں کا یہی ٹھکانہ ہے۔

۴ : ۱۴۷ = مَا۔ استفہامیہ ہے۔ ای انہ تعالیٰ لا یعذب الشاکر المؤمن
یعنی اللہ تعالیٰ شکر گذار اور مومن بندے کو عذاب نہ دے گا۔
کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں سزا دے کر اور تم شکر گذار اور مومن ہو۔
= شَاکِرًا۔ قدر شناس۔ قدر دان۔

پَارَہ

لَايُحِبُّ اللّٰهُ

(۶)

النِّسَآء و الْمَآئِدَة

۴ : ۱۴۸ = لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ

لَا یُحِبُّ فعل نفی مضارع۔ اَللّٰہُ فاعل اَلْجَھْرَ مفعول۔

= اَلْجَھْرَ۔ مصدر۔ زور سے کہنا۔ ظاہر کرنا۔ اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کے کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جہر ہے۔ جَھَرَ (فتح) جَھْرًا و جِھَارًا و جَھْرَۃً۔ جَھَرَ بِالْاَمْرِ۔ اعلان کرنا۔ جَھَرَ بِالْقَوْلِ۔ آواز بلند کرنا۔ جَھَرَ الصَّوْتَ۔ آواز اٹھانا۔ کَلَّمْتُہٗ جَھْرًا وَ بِالْجَھْرِ میں نے اس سے کھلے اور صاف الفاظ میں بات کی۔

لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً۔ (۲ : ۵۵) کہ جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (۴ : ۱۵۳) ہمیں نمایاں اور ظاہر طور پر خدا دکھا دو۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ کا مفعول ہے اَلْجَھْرَ بِالسُّوْءِ۔ بری چیز کا کھلم کھلا علی الاعلان اظہار۔

مِنَ الْقَوْلِ۔ کلام۔ زبانی۔ یعنی اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ کوئی بری بات علی الاعلان برملا کہی جائے

= اِلَّا مَنْ ظُلِمَ۔ اِلَّا حرف استثناء۔ بعض کے نزدیک اِلَّا مَنْ ظُلِمَ میں استثناء منقطع ہے اور اس صورت میں اِلَّا مَنْ ظُلِمَ کا مطلب ہوگا فَلَا یُؤَاخِذُ اللّٰہُ بِالْجَھْرِ بِہٖ۔ البتہ مظلوم کے بری بات برملا کہنے پر اللہ تعالیٰ مواخذہ نہیں فرمائے گا۔

اور بعض کے نزدیک یہ استثناء متصل ہے۔ اور اس میں مضاف محذوف ہے۔ اور آیت کی تقدیر یوں ہے۔ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا جَھْرَ مَنْ ظُلِمَ۔ یعنی سوائے مظلوم کے ظالم کو علانیہ برا کہنے کے اللہ تعالیٰ کسی کو پسند نہیں کرتا کہ وہ کسی کو علانیہ برا کہے۔

= سَمِیْعًا۔ مظلوم کے شکوہ کو سننے والا ہے

= عَلِیْمًا۔ ظالم کے ظلم کو بخوبی جاننے والا ہے۔

۴ : ۱۴۹ = تُبْدُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُبْدُوْنَ تھا۔ اِنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اِبْدَاءٌ سے۔ تم ظاہر کرو۔

= تَعْفُوْا عَنْ۔ عَفْوٌ سے جمع مذکر حاضر۔ یہ بھی اصل میں تَعْفُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ عَفَا عَنْ۔ معاف کرنا۔ سزا نہ دینا۔ تَعْفُوْا عَنْ۔ تم برائی کو معاف کر دو۔ تم درگذر کرو تم برائی کی سزا نہ دو۔

= عَفُوًّا۔ بروزن فَعُوْلٌ عَفْوٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور عَفْوٌ کے معنی برائی سے یا گناہ سے درگذر کرنے کے ہیں۔ عَفُوًّا۔ بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے

۴ : ۱۵۱ = حَقًّا ۔ بمعنی یَقِیْنًا ۔ درحقیقت۔

۴ : ۱۵۳ = تُنَزِّلَ ۔ تَنْزِیْلٌ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو اتار لائے ۔ تو اتروائے تَنْزِیْلٌ بروزن تفعیل ۔ ترتیب سے اور یکے بعد دیگرے تفریق سے نازل کرنا ۔ اتارنا ۔ تُنَزِّلَ منصوب بوجہ اَنْ ناصبہ ہے ۔

= الصّٰعِقَۃُ ۔ بجلی کی کڑک ۔ صاعقہ کے اصل معنی فضا میں سخت آواز اور ہولناک دھماکہ کے ہیں ۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور نقصان کا سبب بن جاتی ہے اور کبھی اس سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے ۔ لہٰذا ان آثار کی وجہ سے صاعقہ بمعنی آگ ۔ عذاب ۔ موت تینوں طرح قرآن میں مستعمل ہے مثلاً وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے ۔ اَنْذَرْتُکُمْ صَاعِقَۃً مِّثْلَ صَاعِقَۃِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا ۔ اور فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ (۵۱ : ۴۴) سو تم کو (ایک ہولناک کڑک کے نتیجہ میں) موت نے آپکڑا ۔ صاعقہ یا تو صَعِقَ یَصْعَقُ (سمع) کا مصدر ہے ، بے ہوش ہونا ۔ یا صَعِقٌ سے بمعنی مذکور اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔ بے ہوش کرنے والی ۔

= بِظُلْمِھِمْ ۔ ای بِسَبَبِ ظُلْمِھِمْ ۔ یعنی بسبب ان کے ظلم کے ۔

= ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ ۔ کے بعد اِلٰھًا محذوف ہے یعنی اس کے بعد انہوں نے بچھڑے کو (اپنا معبود) بنالیا ۔

= عجل ۔ بچھڑا ۔ گوسالہ ۔ گائے کا بچہ ۔ امام ابو منصور ثعالبی نے فقہ اللغۃ میں گائے بیل ۔ کی عمر کے لحاظ سے تین الفاظ استعمال کئے ہیں ۔ (۱) عِجْلٌ بچہ (۲) شبوب جوان ۔ ۳ ۔ فَارِضٌ عمر رسیدہ

= اَلْبَیِّنٰتُ ۔ یعنی الدلالات الواضحات صریح اور واضح دلیلیں مثلاً عصا ۔ ید بیضاء سمندر کا پھٹ جانا ۔

= سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ۔ روشن معجزات ۔ واضح دلائل ۔ یا رعب و دبدبہ ۔ واضح غلبہ ۔

۴ : ۱۵۴ = رَفَعْنَا ۔ باب فتح ۔ رَفْعٌ سے ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے بلند کیا ۔ ہم نے اٹھایا ۔

= وَرَفَعْنَا فَوْقَھُمُ الطُّوْرَ ۔ ہم نے بلند کیا ان کے اوپر کوہ طور کو ۔ ان کے سروں پر کوہ طور کو معلق کردیا ۔ (ابن کثیر)

اللہ تعالیٰ نے کوہ طور کو ان کے اوپر کھڑا کردیا ۔ کہ ان پر سایہ فگن ہو گیا تاکہ وہ ڈر جائیں اور نقض عہد سے باز رہیں (الخازن) پہاڑ کے دامن میں میثاق لیتے وقت ایسی خوفناک صورت حال

پیدا کردی گئی تھیں کہ ان کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا پہاڑ ان کے اوپر آپڑے گا۔

عہد سے مراد وہ میثاق ہے جو کوہِ طور کے دامن میں بنی اسرائیل کے نمائندوں سے لیا گیا تھا۔ (تفہیم القرآن مودودی)

اور ہم نے کوہ طور کی بلندیوں کے دامن میں ان سے عہد لیا تھا۔ (عبداللہ یوسف علی)

صاحب المفردات لکھتے ہیں :۔

الرَّفْعُ۔ (فتح) کے معنی بلند کرنے اور اٹھانے کے ہیں۔ یہ کبھی تو مادی چیز کو جو اپنی جگہ پر پڑی ہوئی ہو اسے اس کی جگہ سے اٹھا کر بلند کرنے پر بولا جاتا ہے جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (۲: ۱۶۳) اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر لا کھڑا کیا۔ یا آیۃ ہذا۔ اور اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا۔ (۱۳: ۲) اللہ تعالیٰ وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمان کو بدون کسی سہارے کے جسے تم دیکھ سکو اونچا بنا کھڑا کیا۔

اور کبھی ناموری اور شہرت ذکر بلند کرنے کے لئے۔ جیسے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (۹۴: ۴) اور ہم نے تمہارے ذکر خیر کا آوازہ بلند کیا۔

اور کبھی مرتبہ کی بلندی بیان کرنے کے لئے جیسے نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (۱۲: ۷۶) اور ہم جس کو چاہتے ہیں اس کے درجے بلند کر دیتے ہیں۔

= بِمِیْثَاقِهِمْ۔ میں ب سببیہ ہے۔ یعنی بِسَبَبِ اَخْذِ مِیْثَاقِهِمْ۔ ان سے پختہ وعدہ لینے کے لئے۔ المیثاق۔ پختہ عہد و پیمان جو قسموں کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہو وَثْقٌ سے۔

= لَا تَعْدُوْا۔ فعل نہی تم تعدی نہ کرو۔ تم تجاوز نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ عَدْوٌ سے باب نصر۔

= السَّبْتِ۔ روز شنبہ۔ سنیچر کا دن۔ اہل یہود کے نزدیک سنیچر کا دن متبرک اور تعظیم کا دن تھا۔ اور اس دن وہ اپنے کام کاج سے قطع تعلق رکھتے تھے۔ یہودیوں کا عزت و حرمت کا دن انگریزی اور عبرانی شبات کا عربی مترادف۔

اس روز ان پر بعض کام کرنے اور بعض نہ کرنے کے احکام عائد تھے۔ اسی طرف اس آیۃ میں اشارہ ہے کہ سبت کے روز احکام کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ حدود جو مقرر کی گئی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا۔

= مِیْثَاقًا غَلِیْظًا۔ پختہ وعدہ۔ غَلِیْظٌ غِلْظَةٌ صفت مشبہ۔ سخت۔ شدید۔ اَلْغِلْظَةُ۔ بمعنی موٹاپن۔ گاڑھاپن۔ سخت پن۔ مثلاً فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ (۴۸: ۲۹) پھر

موٹی اور سخت ہوئی۔ اور پھر اپنی نال (تنے) پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۴ : ۱۵۵ = فَبِمَا۔ میں ب سببیت کے معنی پر دلالت کرتا ہے۔ اور مَا زائدہ ہے اور تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ۔ نقض مصدر نَقْضٌ سے بمعنی توڑ دینا۔ نقضِ مضاف ھم ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے توڑ دینے کی وجہ سے۔

= فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ میں تقدیر عبارت یوں ہے فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت مسلّط کر دی اور كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اور قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ۔ اور قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پر ہے۔ یعنی وہ ہماری لعنت کے نیچے اس واسطے بھی آگئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات سے انکار کیا۔ انبیاء کو ناحق قتل کیا اور (گستاخانہ) یہ بات کہی کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں

= غُلْفٌ۔ جمع۔ اس کا واحد اَغْلَفُ ہے اصل میں لام پر ضمہ تھا جو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا۔ اَغْلَفُ وہ چیز ہے جو کسی غلاف میں بند ہو۔ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ یعنی ہمارے دل غلافوں کے اندر بند ہیں تمہاری نصیحت کی رسائی ہمارے دلوں تک ناممکن ہے۔

= بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا۔ جملہ معترضہ ہے اور ان کے قول قلوبنا غلف کے جواب میں آیا ہے کہ ان کے دل غلافوں کے اندر کیا بند ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے (بوجہ ان کے کفر کے) اس لئے ان میں تھوڑے ہی ہوں گے جو ایمان لائیں گے۔

= طَبَعَ۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے چھاپ لگادی۔ اس نے ٹھپہ لگا دیا۔ (باب فتح) سے صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۴ : ۱۵٦ = وَبِكُفْرِهِمْ۔ کا عطف بھی فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ آیۃ ماقبل پر ہے اسی طرح وَقَوْلِهِمْ ...... رَسُوْلَ اللّٰهِ کا عطف فَبِمَا نَقْضِهِمْ پر ہے۔ یعنی وہ بدیں سبب بھی مورد لعنت ہوئے کہ انہوں نے پیہم کفر کا ارتکاب کیا۔ (یعنی پہلے حضرت موسیٰؑ کا اور پھر حضرت عیسیٰؑ کا اور ازاں بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) اور حضرت مریم پر بہتان عظیم باندھا۔

۴ : ۱۵۷ = وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کا عطف حسب بالا فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ پر ہے۔

= مَا قَتَلُوْهُ۔ سے لے کر آیۃ ۱۵۹ تک جملہ معترضہ ہے۔

= مَا صَلَبُوْہُ۔ مَا نافیہ ہے۔ صَلَبُوْا صَلْبٌ سے (باب ضرب) ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہے انہوں نے اس کو سولی نہیں پڑھایا تھا۔
الصلب ھو تعلیق الانسان للقتل۔ کسی انسان کو لٹکا دینا تاکہ وہ مرجائے یہ صلب ہے،
= شُبِّہَ۔ وہی صورت بنادی گئی۔ مانند کردیا گیا۔ تَشْبِیْہٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو کسی چیز کے مانند کر دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
وَلٰکِنْ شُبِّہَ لَھُمْ۔ بلکہ سولی چڑھانے کا معاملہ ان پر مشتبہ کردیا گیا۔ ان کو یوں معلوم ہوا کہ انہوں نے حضرت عیسٰی کو سولی چڑھا دیا۔ لیکن حقیقت میں حضرت عیسٰی کو وہ نہ قتل کر سکے اور نہ ہی سولی پر چڑھا سکے۔ محض مسلوب کی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مشابہت کی وجہ سے غلط فہمی ہوئی
= وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا...... اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ یہ ان اختلاف کرنے والوں کے متعلق ہے جو عیسائی تھے اور ان میں آپس میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی متفق علیہ قول نہیں بلکہ اُن میں بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت اسی بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل حقیقت ان کے لئے بھی (یعنی نصارٰی کے لئے بھی جنہوں نے یہود کے دعوئ قتل و تصلیب پر پرا اعتبار کر لیا ہے) مشتبہ ہی رہی۔ کوئی فرقہ ان میں سے کہتا ہے کہ جس شخص کو صلیب پر چڑھایا وہ مسیح نہ تھا۔ بلکہ ان کی شکل کا کوئی اور آدمی تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح کو ہی تھا مگر ان کی وفات صلیب پر نہ ہوئی تھی۔
اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر موت مسیح کے جسم انسانی کی واقع ہوئی تھی مگر الوہیت کی روح جو اس میں تھی وہ اٹھالی گئی۔
اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوتے اور پھر جسم سمیت اٹھالئے گئے۔ علیٰ ہذا القیاس۔
= وَمَا قَتَلُوْہُ یَقِیْنًا۔ ان کی مندرجہ بالا غلطیوں کا قرآنِ حکیم نے ازالہ کر دیا۔ کہ یقینًا انہوں نے حضرت مسیح کو قتل نہیں کیا۔ بس یہ حقیقت ہے اور پھر اس کی مزید تصریح کردی بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف (جسمانی طور پر زندہ) اٹھالیا۔
۴: ۱۵۸ = رَفَعَہٗ کی مزید تشریح کے لئے رَفَعْنَا ۴: ۱۵۴ کے تحت ملاحظہ ہو۔
۴: ۱۵۹ = اِنْ نافیہ ہے۔
= بِہٖ قَبْلَ مَوْتِہٖ۔ میں ضمیر ہٖ حضرت عیسٰی کی طرف راجع ہے۔
یعنی جب حضرت عیسٰی زمین پر نزول فرمائیں گے تو ان کی طبعی موت سے قبل تمام اہل کتاب (یہودی

اور عیسائی) جو اس وقت موجود ہوں گے۔ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاکر اسلام میں داخل ہوں گے۔

بعض کے نزدیک اس کا مرجع اہل کتاب میں سے کا ہر فرد ہے لیکن اکثر مفسرین پہلے ہی قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

۴ : ۱۶۰ = فَبِظُلْمٍ میں باء سببیہ ہے۔

= بِصَدِّھِمْ۔ صَدٌّ۔ روکنا۔ رکنا۔ صَدَّ یَصُدُّ (نصر) کا مصدر۔ ان کے (لوگوں کو اللہ کے راستے سے) روکنے کی وجہ سے۔

= کَثِیْرًا۔ نَاسًا کَثِیْرًا۔ (بہت لوگوں کو) بھی ہو سکتا ہے۔ اور صَدًّا کَثِیْرًا۔ (کثرت سے روکنا) بھی۔

۴ : ۱۶۱ = نُھُوْا۔ نَھْیٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ ان کو منع کیا گیا۔ ان کو روکا گیا۔ نَھٰی یَنْھٰی (فتح) وَنَھِیَ یُنْھٰی نُھُوْا۔ اصل میں نُھِیُوْا تھا۔ ماقبل مکسور کی وجہ سے یاء پر ضمہ دشوار تھا۔ اس لئے یہ ضمہ ماقبل کو دیا۔ اب ی اور و ساکنین ہونے کی وجہ سے ی گر گئی۔

= جو چیزیں باوجود پہلے حلال ہونے کے اب اہل یہود پر حرام کردی گئی تھیں ان کی وجوہات یہ چار جرائم تھے۔ ان کا ظلم کرنا۔ لوگوں کو راہ حق سے روکنا۔ سود کھانا۔ اور لوگوں کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

۴ : ۱۶۲ = لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْھُمْ۔ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیہ ۱۶۰ میں اَلَّذِیْنَ ھَادُوْا کی طرف راجع ہے۔

= یُؤْمِنُوْنَ کا فاعل رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ اور اَلْمُؤْمِنُوْنَ ہیں۔

= اَلْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ۔ نماز کو عزم و اہتمام کے ساتھ پڑھنے والے۔ مُقِیْمِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔

= اَلْمُقِیْمِیْنَ کا عطف اَلْمُؤْمِنُوْنَ پر ہے۔ نحوی قاعدہ کے مطابق اَلْمُقِیْمُوْنَ ہونا چاہئے تھا اسے اپنے معطوف علیہ کے خلاف اعراب کیوں دیا گیا۔ اس کے متعلق علماء نے متعدد جواب دیئے ہیں۔ لیکن سب سے بہتر وہ توجیہ ہے جو سیبویہ نے کی ہے۔ کہ مُقِیْمِیْنَ پر نصب تعظیم کی وجہ سے ہے۔ اور اس نے اس کی کئی مثالیں بھی دی ہیں وھٰذا اصح ما قیل فیہ (قرطبی)

= اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْھِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (یہی لوگ جنہیں ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے) اشارہ اُولٰٓئِکَ کے مشارٌ الیہم رَاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ۔ اَلْمُؤْمِنُوْنَ۔ مُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ۔ مُؤْتُوْنَ

الزکوٰۃ۔ المؤمنون باللہِ والیوم الاٰخِر۔ ہیں۔

= مُؤْتُوْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر حاضر۔ اَلْمُؤْتِیْ واحد اِیْتَاءٌ مصدر باب افعال۔ دینے والے۔ ادا کرنے والے۔

۴ : ۱۶۳ = اَوْحَیْنَا۔ ہم نے وحی بھیجی۔ ہم نے حکم بھیجا۔ اِیْحَاءٌ۔ اِفْعَالٌ۔ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَحْیٌ مصدر۔ اشارہ سے بتانا۔ اشارہ سے بات کرنا۔ دل میں بات ڈالنا۔ لغت عربی میں وحی کا معنی اشارہ کرنا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے فَخَرَجَ عَلٰی قَوْمِہٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰی اِلَیْہِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا (۱۹-۱۱) پھر وہ (عبادت کے) حجرے سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے تو ان سے اشارے سے کہا کہ خدا کو صبح و شام یاد کرتے رہا کرو۔

لیکن اس کا اطلاق مختلف مفہوموں پر ہوتا رہتا ہے مثلاً ۱:۔ بطریق الہام کسی چیز کو دل میں ڈال دینا۔ جیسے وَاَوْحَیْنَا اِلٰی اُمِّ مُوْسٰی اَنْ اَرْضِعِیْہِ (۲۸ : ۷) اور ہم نے موسیٰ کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ اس کو دودھ پلاؤ۔

(۲) اپنے طبعی اور غیر فطری فرائض کی انجام دہی کے لئے فطری طور پر ہدایت خالق کی طرف سے ہوتی ہے اور اسے وحی تسخیری بھی کہتے ہیں۔ جیسے وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ (۱۶ : ۶۸) اور تمہارے رب نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا۔

(۳) کسی کو پُراسرار طریقہ پر کسی امر کی تعلیم دینے کو بھی وحی کہتے ہیں جیسے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶ : ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) جنوں اور انسانوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا وہ دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں ملمع باتیں ڈالتے رہتے ہیں۔

۴۔ شریعت میں کلمہ الٰہیہ کو وحی کہا جاتا ہے جو انبیاء و اولیاء کی طرف القاء کیا جاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔ مثلاً فرمایا:۔

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ۔ (۴۲ : ۵۱) اور کسی آدمی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ خدا اس سے بات کرے۔ مگر الہام کے ذریعہ سے یا پردہ کے پیچھے سے۔ یا کوئی فرشتہ بھیج دے۔ تو وہ خدا کے حکم سے جو خدا چاہے القاء کرے۔

الہام کی مثال اُمِّ مُوْسٰی کے بارہ میں اوپر گذر چکی ہے۔

وحی کی دوسری دو قسمیں بذریعہ فرشتہ یا از پس حجاب بلاواسطہ یہ دونوں انبیاء کے لئے

مخصوص ہیں۔ وحی جو فرشتہ کے ذریعہ ہوتی ہے تو فرشتہ ظاہری آنکھوں سے نظر آتا ہے اور اس کا کلام سنائی دیتا ہے جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک معین شکل میں آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پیام رسالت پہنچایا کرتے تھے۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہِ طور پر اللہ کا کلام سنا تھا۔

ایک اور صورت وحی کی القاء فی الروع یعنی دل میں کسی بات کا ڈال دینا۔ جیسے حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ روح القدس نفث فی روعی۔ روح القدس نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انقطع الوحی وبقیت المبشرات رؤیا المؤمن۔ کہ وحی تو منقطع ہو چکی ہے مگر مبشرات یعنی رؤیا مومن باقی رہ گئے ہیں

= اٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ اس کا عطف اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ پر ہے آیت کی تقدیر گویا یوں ہے!

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ (الکتٰبَ) کَمَآ اٰتَیْنَا (ای اَوْحَیْنَا اِلٰی) دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔

۴: ۱۶۴ = رُسُلًا کا عطف بھی اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ (آیہ ماقبل) پر ہے۔ اور (جیسے وحی بھیجی ہم نے) دوسرے رسولوں پر۔ یہی صورت رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْھُمْ کی ہے۔

۴: ۱۶۵ = حُجَّةٌ عذر۔ حجت۔ جمع حُجَجٌ۔

= مُنْذِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب ڈرانے والے۔

= بَعْدَ الرُّسُلِ۔ یعنی نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کے بعد ان کی بعثت اور کتب سماویہ کے ان پر نازل کرنے کے بعد۔

۴: ۱۶۶ = لٰکِنِ اللّٰهُ یَشْھَدُ۔ آیات ماقبل کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ لٰکِنِ اللّٰهُ سے پہلے عبارت انھم لَا یَشْھَدُوْنَ (یہ لوگ آپ کی رسالت کی اور کتاب اللہ کے نازل ہونے کی شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے۔

= شَھِدَ ب۔ کسی کے متعلق شہادت دینا۔ شَھِدَ عِنْدَ الْحَاکِمِ بِفُلَانٍ اَوْ عَلٰی فُلَانٍ۔ اس نے حاکم کے سامنے فلاں کے متعلق یا فلاں کے خلاف شہادت دی۔

اَللّٰهُ یَشْھَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَیْکَ اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے اس کتاب کی بابت (اس کے حق میں) جو اس نے نازل کی تمہاری طرف۔

= اَنْزَلَہٗ بِعِلْمِہٖ۔ کہ اس نے اتارا اسے اپنے علم سے۔ یعنی یہ کلام جو نازل کیا ہے اللہ تعالیٰ کے علم کی جلوہ گاہ ہے۔ (اس میں ان چیزوں کا علم ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا)

جیسے ارشاد ہے وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ۔ (۲: ۲۵۵) اور وہ اس کی منشاء کے بغیر کسی چیز کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔) یہاں بھی علم سے مراد اللہ کا خاص علم ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔ اور صرف اسی قدر اپنے بندوں کو دیتا ہے جتنا کہ وہ خود چاہے۔

۴: ۱۶۷ = صَدُّوْا۔ صَدٌّ سے انہوں نے روکا۔

۴: ۱۶۹ = يَسِيْرًا۔ آسان۔ سہل۔ يُسْرٌ مادہ۔ صفت مشبہ واحد مذکر منصوب۔

۴: ۱۷۰ = وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔

اِنْ تَكْفُرُوْا کے بعد فَهُوَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَتَضَرَّرُ بِكُمْ۔ اگر تم انکار کرو گے یا کفر کرو گے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکو گے وہ تمہارے کفر وایمان سے بالاتر ہے اور تمہارے کفر سے اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔

۴: ۱۷۱ = لَا تَغْلُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر غُلُوٌّ (باب نَصَرَ) تم مبالغہ مت کرو۔ تم حد سے نہ بڑھو۔ تم زیادتی مت کرو۔

= عَلَى اللّٰهِ۔ عَلٰى اکثر استعلاء کے معنوں میں آتا ہے جیسے حُمِلَ عَلَى الدَّابَّةِ۔ جانور پر لادا گیا۔ یا اَللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اللہ ہر شی پر قادر ہے۔

لیکن یہاں صرف متعلق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

= كَلِمَتُهٗ۔ صاحب ضیاء القرآن نے کلمہ کی بڑی اچھی اور عام فہم تشریح کی ہے۔

فرماتے ہیں کلمہ کا لغوی معنیٰ تو ہے ما ينطق به الانسان جس کے ساتھ نطق کیا جائے یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق حقیقی معنوں میں نہیں ہوتا بلکہ مجازاً ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ وجہ مجاز کیا ہے۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کلمہ کے اطلاق کی وجہ یہ ہے کہ ہر مولود کے دو سبب ہوتے ہیں ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اس کی تخلیق سے متعلق ہو اور وہ اپنی زبان قدرت سے کُنْ فرما کر اذنِ ظہور دے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ مادۂ منویہ شکم مادر میں قرار پکڑے اور وقت معین گذرنے کے بعد اس کی ولادت ہو۔

پہلا سبب اگرچہ حقیقی ہے لیکن نگاہوں سے پوشیدہ ہے اس لئے اُسے سبب بعید کہہ لیجئے۔ اور دوسرا سبب کیونکہ عادی اور عام ہے اور اسے ہر ایک جانتا ہے مؤمن ہو یا غیر مؤمن اس لئے اسے سبب قریب کہہ لیجئے۔ اب یہاں دلائل قطعیہ سے ثابت ہے کہ سببِ قریب

یعنی ماد، منویہ موجود نہیں۔ اس لئے اس پر سبب بعید یعنی کلمہ کُنْ کا اطلاق کردیا۔ اور آپ کو کَلِمَۃُ اللّٰہِ یا کَلِمَۃٌ مِّنْہُ کہہ دیا۔ اور عربی لغت میں سبب کا اطلاق مسبّب پر عام ہوتا ہے جیسے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا انا دعوۃ ابی ابراھیم یعنی میں اپنے پدر بزرگوار ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ حالانکہ آپ دعا نہ تھے دعا کا جواب تھے۔ دعا ابراہیمی چونکہ آپ کی تشریف آوری کا سبب بنی تھی اس آپ پر دعا کا اطلاق کردیا۔

نیز کلمہ کا لفظ بشارت اور آیت کے معنیٰ میں بھی مستعمل ہوتا رہتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ آپ وہ بشارت ہیں جو حضرت مریم کو دی گئی۔ یا آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی آیت (نشانیوں میں سے ایک روشن نشانی) ہیں۔

= رُوْحٌ مِّنْہُ ۔ ضیاء القرآن میں ہے: روح کا معنیٰ ہے مابہ الحیاۃ جس کے ساتھ زندگی قائم ہو۔ اور زندگی دو قسم کی ہوتی ہے۔ حسّی اور معنوی۔ حسّی زندگی وہ ہے جس کے ذریعے چلنا پھرنا۔ بولنا سننا۔ سمجھنا یاد کرنا وغیرہ قسم کے افعال صادر ہوتے ہیں اور معنوی زندگی وہ ہے جس سے مکارم اخلاق رحم۔ محبت۔ سخاوت وغیرہ کا ظہور ہوتا ہے اسی لئے قرآن حکیم کو بھی کئی بار روح کہا گیا ہے۔ کیونکہ وہ حیات معنوی کا سبب ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۴۲: ۵۲) اسی طرح ہم نے اپنے حکم سے آپ پر روح یعنی قرآن نازل کیا حضرت مسیح کیونکہ حیاتِ حسّی اور معنوی دونوں کے مظہر اتم تھے اس لئے آپ کو بطورِ مبالغہ روح یعنی سراپا رُوح کہہ دیا۔ جیسے ہم بہت کسی خوبصورت انسان کو حُسنِ مجسّم کہہ دیتے ہیں۔

المفردات میں ہے۔ کبھی روح کا اطلاق سانس پر ہوتا ہے۔ جیسے شعر ہے:۔

وقلت لہ ادفعہا الیک واحیہا

بروحك واجعل لہا قیتۃ قَدْرًا

تو میں نے کہا اسے اٹھاؤ۔ اور قدرے نرم پھونک مار کر اسے سلگاؤ اور اس میں تھوڑا سا ایندھن ڈال دو۔

کبھی روح کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جس کے ذریعہ زندگی۔ حرکت۔ منافع کا حصول اور مضرات سے بچاؤ حاصل ہوتا ہے۔ آیت کریمہ: وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (۱۷: ۸۵) اور تجھ سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہیں تو اُن سے کہہ دیجئے یہ میرے پروردگار کا حکم ہے۔

روح کے دیگر معانی۔ روح۔جان۔بھید کی بات۔فیضِ غیبی بھی ہیں۔
کبھی روح کو آل کے ساتھ بطور معرفت حضرت جبریل کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے جیسے تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ (۷۰: ۴) فرشتے اور جبریل اس کی طرف چڑھتے ہیں۔حضرت جبریل کو رُوۡحُ الۡقُدُسِ (۲: ۸۷) اور رُوۡحُ الۡاَمِیۡنُ (۲۶: ۱۹۲) سے بھی ذکر کیا ہے۔
= مِنۡہُ۔ اس سے۔روح کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف جزئیت کی نہیں بلکہ تشریف اور تفضیل کی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کا کسی کو اپنی ذات کی طرف منسوب کرنا اس چیز کے لئے شرف اور فضل کا اظہار ہے۔اور ایسی اضافت کا استعمال قرآن حکیم اور کلام عرب میں عام ہے۔مثلاً اللہ تعالیٰ شیطان کو فرماتے ہیں۔ اِنَّ عِبَادِیۡ لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ (۱۵: ۴۲) یعنی میرے بندوں پر تو قابو نہیں پا سکتا۔ بندے تو سب اللہ تعالیٰ کے ہی ہیں۔ مومن ہوں کافر ہوں۔نیک ہوں یا بد۔لیکن اطاعت شعار بندوں کی اضافت اپنی طرف کی اور ان کو اپنا مخصوص اور مخلص بندہ ہونے کا شرف بخشا۔
یہاں بھی روحٌ مِّنۡہُ یا روح اللہ کہہ کر اس خصوصی شرف و مقبولیت کا اظہار مقصود ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بارگاہِ الٰہی میں حاصل ہے مِنۡہُ کے لفظ سے یہ کہنا کہ قرآن سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح اللہ کی جزء ہیں بالکل ناحق ہے۔کیونکہ آپ اس طرح جزئیت ثابت کرنے پر بضد ہوں تو پھر اس میں حضرت عیسیٰ کی خصوصیت باقی نہیں رہتی کیونکہ قرآن میں حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف موجود ہے وَنَفَخۡتُ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (۱۵: ۲۹) میں نے اپنی روح آدم میں پھونکی۔صرف آدم ہی نہیں بلکہ تمام اولادآدم کے متعلق ارشاد ہے ثُمَّ جَعَلَ نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ ثُمَّ سَوّٰىہُ وَنَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ (۳۲: ۸ : ۹) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر بچہ آدم کو مادہ منویہ سے تخلیق کر کے اور اس کے اعضاء درست کر کے اس میں اپنی روح پھونک کر۔صرف آدم اور بنی آدم ہی نہیں بلکہ کائنات کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کا جزو ماننا پڑے گا۔جیسے کہ ارشاد باری ہے وَسَخَّرَ لَکُمۡ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا مِّنۡہُ (۴۵: ۱۳) اس نے اپنی طرف سے تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے مطیع کر دیا۔ لہٰذا مِنۡ رُّوۡحِیۡ۔ مِنۡ رُّوۡحِہٖ۔ مِنۡہُ کے الفاظ سے کسی چیز کی جزئیت ثابت نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)
= اَلۡقٰہَا۔ اس کو ڈالا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ کلمہ کی طرف راجع ہے۔
= ثَلٰثَۃٌ۔ تین۔ اسم عدد ہے اشارہ ہے عیسائیوں کے مسئلہ تثلیث کی طرف۔
= اِنۡتَہُوۡا۔ تم رک جاؤ۔ تم چھوڑ دو۔ اِنۡتِہَاءٌ (اِفۡتِعَالٌ) سے جس کے معنی جس کام سے منع کیا جائے

اس سے باز رہنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۴: ۱۷۲ = لَنْ یَّسْتَنْکِفَ الْمَسِیْحُ۔ اِسْتِنْکَافٌ سے مضارع نفی تاکید بَلَنْ باب استفعال سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ہرگز عار نہیں سمجھے گا۔ وہ ہرگز حقیر سمجھ کر سرتابی نہیں کرے گا۔

وَمَنْ یَّسْتَنْکِفْ۔ مضارع مجزوم بالشرط۔ جو عار کرے گا۔ یا جو حقیر سمجھ کر سرتابی کریگا۔ جو حقیر سمجھ کر غرور کے ساتھ سرتابی کرے گا۔

۴: ۱۷۳ = فَیُوَفِّیْهِمْ۔ تَوْفِیَةٌ (تفعیل) سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو پورا پورا دیگا۔

= اُجُوْرَهُمْ۔ ان کا حق ان کا بدلہ۔ اُجُوْرُ جمع ہے اَجْرٌ کی۔ مفعول بہ فعل فَیُوَفِّیْهِمْ کا۔

= اِسْتَنْکَفُوْا۔ اِسْتِنْکَافٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ دیکھو ۴: ۱۷۲ الآیہ ماقبل یستنکف۔

۴: ۱۷۵ = اِعْتَصَمُوْا بِهٖ۔ انہوں نے اس کو مضبوطی سے پکڑا۔ یعنی اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑا۔ اعتصام (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۴: ۱۷۶ = یَسْتَفْتُوْنَکَ۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مضارع جمع مذکر غائب۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے فتویٰ چاہتے ہیں۔ آپ سے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ آپ سے حکم پوچھتے ہیں اس کے بعد فِی الْکَلٰلَةِ محذوف ہے۔ یعنی کلالہ سے متعلق آپ سے پوچھتے ہیں۔ چونکہ جواب میں کَلٰلَة کا ذکر آگیا اس لئے یہاں محذوف کر دیا گیا۔

= یُفْتِیْکُمْ۔ وہ تم کو فتویٰ دیتا ہے۔ حکم دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر

= اَلْکَلٰلَةَ۔ وہ لوگ جو منقطع الطرفین ہوں۔ یعنی نہ ان کے والدین ہوں اور نہ ان کی اولاد ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ کلالہ وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ۔ بعض اہل لغت نے لکھا ہے کہ کلالہ اس وارث کو کہتے ہیں جو میت کا نہ باپ ہو نہ اولاد۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کلالہ اولاد کے علاوہ دوسرے وارثوں کو کہتے ہیں۔

۴: ۱۷۶ = اَنْ تَضِلُّوْا۔ اَنْ نافیہ ہے۔ کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ۔ تم بھٹک نہ جاؤ۔ تم ٹھیک راہ پر نہ چلو۔ ضَلَالَةٌ سے جمع مذکر حاضر۔ مضارع معروف۔ اصل میں تَضِلُّوْنَ تھا۔ اَنْ ناصبہ کے سبب سے نون اعرابی گر گیا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سُوْرَةُ الْمَائِدَة

۵: ۱ = اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ایفاء وعدہ۔ وعدہ کا پورا کرنا
= عُقُوْدٌ۔ قول وقرار۔ عہد وپیمان۔ عَقْدٌ کی جمع۔ عقد کہتے ہیں ایک چیز کو ایک چیز میں مضبوطی سے باندھنا۔ اور گرہ لگانا۔
یہاں اس سے مراد وہ تمام تکالیف شرعیہ اور احکام دینیہ ہیں کہ جن کی تعمیل بندوں پر لازمی اور ضروری ہے اور اسی میں داخل ہیں امانات اور معاملات کے جملہ عہد وپیمان کہ جن کا پورا کرنا واجب ہے۔

عقدہ۔ گرہ۔ معمہ۔ گنجلک امر۔

= بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ ط بہیمہ اصل میں اس جانور کو کہتے ہیں جس میں نطق نہ ہو۔ مالا نطق لہ (راغب) بے زبان جانور۔ عرفِ عرب میں درندوں اور پرندوں کو اگرچہ وہ بھی بے زبان ہیں بہیمہ نہیں کہا جاتا۔ مگر دوسرے چارپائے چرنے والے جانور مراد لئے جاتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک ہر چوپائے کو بہیمہ کہا جاتا ہے (اسم لکل ذی اربع) اس صورت میں اس کی اضافت انعام کی طرف بیانیہ ہے۔
اَنْعَامٌ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ دیگر مویشی بھیڑ۔ بکری۔ گائے بھینس کو بھی شامل کیا جاتا ہے
اگر ان میں اونٹوں کو داخل نہ کیا جائے تو دوسروں کو انعام نہیں کہا جا سکتا۔
بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ۔ بے زبان مویشی قسم کے جانور۔
= غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ۔ مُحِلِّي۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل میں مُحِلِّيْنَ تھا۔ بوجہ اضافت نون حذف کردیا گیا۔ مُحِلٌّ۔ واحد اِحْلَالٌ مصدر۔ حلال قرار دیئے جانے والے۔ اِحْلَالٌ کسی چیز کو

حلال بنا دینا۔ یا حلال قرار دینا۔ یا ذمہ داری سے باہر نکل آنا۔
حِلٌّ کا معنی ہے گرہ کھول دینا۔ کسی جگہ اترنے کی صورت میں عموماً سامان کھولا جاتا ہے اس لئے حلول کا معنی اترنا ہوگیا۔ اس مادہ سے جتنے مشتقات ہیں سب کے مفہوم میں کھولنے یا اترنے کا معنی ضرور پایا جاتا ہے۔

غَیْرَ مُحِلِّی الصَّیْدِ۔ شکار کو حلال قرار دینے والے نہ ہو۔ یعنی شکار کو حلال قرار مت دو
= وَاَنْتُمْ حُرُمٌ۔ واؤ حالیہ ہے۔ حُرُمٌ۔ حَرَامٌ کی جمع ہے احرام باندھنے والے یا حرم کے اندر داخل ہونے والے۔ حرم سے خانہ کعبہ مراد ہے۔ یعنی جب کہ تم خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔
اَلْحَرَمُ کو حرام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے اس کے اندر بہت سی ایسی چیزیں حرام کردی ہیں جو کہ دوسری جگہ حرام نہیں ہیں اور یہی معنی اَلشَّهْرُ الْحَرَامِ کے ہیں۔ رَجُلٌ حَرَامٌ وَ مُحْرِمٌ وہ شخص جو حالت احرام میں ہو۔ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ۔ جب کہ تم حالت احرام میں ہو یا خانہ کعبہ کی حدود میں ہو۔

٥: ۲ = لَا تُحِلُّوْا۔ فعل نہی۔ تُحِلُّوْا۔ اِحْلَالٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِحْلَالٌ عہد و پیمان سے آزاد ہونا۔ اَحَلَّ الشَّیْءَ کسی چیز کو حلال کرلینا۔ اس کے متعلق حدود اور بندشوں سے اپنے آپ کو آزاد کرلینا۔ اس کا احترام (جو حدود اور بندشوں سے مستلزم ہے) نہ کرنا۔ بے حرمتی کرنا۔ (حسنین محمد مخلوف مفتی الدیار المصریہ السابق۔ اپنی کتاب کلمات القرآن۔ تفسیر وبیان'' میں لَا تُحِلُّوْا کا معنی لَا تَنْتَهِكُوْا لکھتے ہیں۔ اِنْتَهَكَ الشَّیْءَ۔ بے عزتی کرنا۔ بیحرمتی کرنا۔

= شَعَائِرَ۔ شَعِیْرَۃٌ کی جمع ہے شَعِیْرَۃٌ بروزن فَعِیْلَةٌ۔ بمعنی مُنْفَعِلَةٌ بمعنی مَشْعَرَۃٌ ہے مَشْعَرَۃٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔ اور اِشْعَارٌ کے معنی علم میں لانے کے ہیں۔ ہر وہ شی جو کسی چیز کا نشان ہو یا کسی علامت کو بتائے اسے شَعِیْرَۃٌ سے موسوم کیا جا سکتا ہے۔
حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رح فرماتے ہیں کہ شَعَائِرَ اللّٰہِ عرف دین میں مکانات ازمنہ۔ علامات وادقاف عبادت کو کہتے ہیں۔ مکانات عبادت مثلاً کعبہ۔ عرفہ، مزدلفہ۔ جمار ثلاثہ صفا و مروہ۔ ازمنۂ عبادت مثلاً رمضان۔ حرم کے مہینے۔ عید الفطر۔ عید النحر۔ جمعہ۔ ایام تشریق اور علامات عبادت مثلاً اذان و اقامت۔ نماز باجماعت۔ نماز جمعہ و نماز عیدین۔ شَعَائِرَ اللّٰہِ اللہ کی نشانیاں
اَلْهَدْیَ۔ اسم معرف باللام۔ قربانی کا وہ جانور جو ماہِ حُرُم میں حرم کے اندر قربانی کے لئے بھیجا جاتا ہے هَدْیٌ۔ هِدَایَةٌ سے بمعنی کسی چیز کا راستہ بتانا۔ کسی چیز کی طرف رہنمائی کرنا۔ هَدْیٌ وہ جانور جو حرم کی طرف لیجایا جائے۔ ال سے اس کو مخصوص کردیا گیا۔ اس جانور کے لئے جو قربانی کے لئے

= تَعَاوَنُوْا۔ تم آپس میں مدد کرو۔ تم آپسیں تعاون کرو۔ تَعَاوُنٌ (تَفَاعُلٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= لَا تَعَاوَنُوْا۔ اصل میں تَتَعَاوَنُوْا تھا۔ ایک ت کو گرادیا گیا ہے۔ نہی جمع مذکر حاضر۔ مت تعاون کرو۔ مت مدد کرو ایک دوسرے کی۔
= اَلْعُدْوَانِ۔ عَدَا یَعْدُوْا (نَصَرَ) سے مصدر ہے۔ ظلم وستم۔ زیادتی۔ تعدی۔ حد سے گذر جانا۔
= عِقَاب۔ مار۔ عذاب۔ سزا۔ عقوبت۔ سزا دینا۔
عَاقَبَ یُعَاقِبُ کا مصدر ہے۔ عقاب وہ سزا ہے جو جرم کے سرزد ہونے پر دی جاتی ہے یعنی پہلے ارتکاب جرم ہوتا ہے اور بعد میں اس پر سزا ہوتی ہے۔ عقب پیچھے کو کہتے ہیں۔
۵: ۳ = اُهِلَّ۔ اِهْلَالٌ (افعالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پکارا گیا۔
ہلال نیا چاند۔ ۲ اَهَلَّ۔ نیا چاند نکلا۔ نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانا یا پکارنا۔ حاجیوں کا لبیک کہنا۔ اَهَلَّ بِذِکْرِ اللّٰہِ۔ اس نے (کام کرتے وقت) اللہ کا نام لے کر پکارا۔
اُهِلَّ ب کسی جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اللہ کا نام لے کر پکارنا۔ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ۔ پکارا گیا غیر اللہ کے لئے۔ اس میں وہ جانور بھی شامل ہے جس کو ذبح کرتے وقت اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر پکارا جائے۔ اور وہ جانور بھی جو اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کردیا گیا ہو۔ خواہ بوقت ذبح بسم اللہ بھی پڑھی جاوے۔
= اَلْمُنْخَنِقَةُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ انخناق (انفعال) مصدر۔ گلا گھونٹ کر مارا ہوا۔ گلا گھٹنے سے مرنے والی۔ اسی سے مرض خناق ہے جس سے گلا گھونٹ جاتا ہے۔
اَلْمَوْقُوْذَةُ۔ وَقْذٌ۔ مصدر (باب ضَرَبَ) چوٹ کھا کر مرا ہوا۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔
= اَلْمُتَرَدِّیَةُ۔ اسم فاعل واحد مؤنث (باب تفعل) وہ جانور جو اوپر سے گر کر ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ اَلرَّدٰی (سمع) بمعنی ہلاکت۔ اور التَّرَدِّیْ (تفعل) اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَا یُغْنِیْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰی۔ (۹۲ : ۱۱) اور جب وہ جہنم میں گریگا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔
تَرَدّٰی فِی الْبِئْرِ۔ کنوئیں میں گرنا۔ پس اَلْمُتَرَدِّیَةُ اوپر سے گر کر مرا ہوا جانور
= اَلنَّطِیْحَةُ۔ صیغہ صفت بروزن فَعِیْلَةٌ۔ بمعنی مَفْعُوْلَةٌ۔ نَطِیْحَةٌ بمعنی مَنْطُوْحَةٌ نَطْحٌ مصدر (فتح۔ ضرب) وہ جانور جو دوسرے کے سینگ کی چوٹ سے مرا ہو۔ نَطَحَ الثَّوْرُ

لیجایا جارہا ہو۔

= اَلْقَلَائِدَ ۔ قَلَائِدُ جمع قِلَادَۃٌ کی ہے وہ چیز جو گردن میں لٹکائی جائے۔ ہار۔ رسی۔ پٹہ اَلْقَلَائِدُ سے مراد ذَوَاتُ الْقَلَائِد وہ جن کے گلے میں رسیاں یا پٹے ڈالے گئے ہیں۔ یہ ھَدْیٌ کی صفت میں ہے یعنی وہ جانور جن کی گردنوں میں پٹے ڈلے ہوئے ہیں اور حرم کی طرف ذبح کرنے کے لئے لیجائے جا رہے ہیں۔

= اٰمِّیْنَ ۔ اٰمٌّ کی جمع اَمٌّ ہے جس کے معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اٰمِّیْنَ قصد کرتے ہوئے ہیں۔ (بیت الحرام کا) اسم فاعل جمع مذکر۔ اَمٌّ (باب نصر) قصد کرنا۔

= الشھر الحرام ۔ الھدی ۔ القلائد ۔ اٰمّین سب شعائر اللّٰہ کے معطوف ہیں۔

= اِذَا حَلَلْتُمْ ۔ جب تم احرام سے نکلو حِلٌّ اور حَلَالٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= اِصْطَادُوْا ۔ تم شکار کرلو۔ تم شکار کرسکتے ہو۔ اصطیادٌ (افتعالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر یہاں امر سے یہ مطلوب نہیں کہ احرام سے باہر نکلنے کے بعد ضرور شکار کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ پھر تمہیں شکار کرنے کی اجازت ہے اور پہلے جو بندش لگائی گئی تھی غیر محلی الصَّیْدِ وَانتم حرم اب وہ نہیں رہی۔

= لَا یَجْرِمَنَّکُمْ ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ۔ جَرْمٌ مصدر (باب ضرب) کُمْ ضمیر مفعول۔ باعث نہ بن جائے۔ برانگیختہ نہ کرے۔ آمادہ نہ کرے۔

= شَنَاٰنُ ۔ دشمنی کرنا۔ بغض رکھنا۔ یہ مصدر سماعی ہے خلاف قیاس۔ اس کا فعل فَتَحَ اور سَمِعَ دونوں سے آتا ہے۔ بغض۔ عداوت۔ دشمنی۔

= تَعْتَدُوْا ۔ تم زیادتی کرنے لگو۔ تم حد سے گذر جاؤ۔ اِعْتِدَاءٌ ۔ (اِفْتِعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۔
شَنَاٰنُ قَوْمٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ اَنْ صَدُّوْکُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۔ وجہ عداوت کہ انہوں نے تمہیں مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکا تھا جس کے لئے فعل کی نفی آئی ہے۔ اَنْ تَعْتَدُوْا کہ تم زیادتی کرو۔

اگر مخالفین کے ساتھ تمہیں مسجد حرام میں جانے سے روکنے کی وجہ سے رنج و عداوت ہے تو یہ رنج تمہیں ان کے خلاف زیادتی کرنے پر آمادہ نہ کردے۔ معجم الوسیط میں اس کا مطلب لَا یَحْمِلَنَّکُمْ بُغْضُ قَوْمٍ عَلَی الْاِعْتِدَاءِ عَلَیْہِمْ لکھا ہے۔

خَامِصٌ پچکے ہوئے پیٹ والا آدمی۔

غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ۔ متجانف اسم فاعل واحد مذکر تَجَانُفٌ (تفاعل) مصدر۔ گناہ کی طرف میلان رکھنے والا۔ حق سے پھرنے والا۔ یعنی گناہ کی طرف میلان یا رغبت یا حق سے روگردانی محرک فعل نہ ہو بلکہ محض اضطراری و مجبوری اس کا باعث ہو تو مندرجہ بالا ممنوعات کا استعمال قوت لایموت کی حد تک جائز ہے اور اللہ غفور رحیم ہے اسے معاف کردے گا۔

۵ : ۴ = عَلَّمْتُمْ۔ باب تفعیل تَعْلِیْمٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے سکھلایا۔ تم نے تعلیم دی۔
= اَلْجَوَارِحِ۔ شکاری جانور۔ زخمی کرنے والے۔ جَارِحَۃٌ کی جمع جس کے معنی شکاری جانور کے ہیں۔ خواہ وہ پرندہ ہو از قسم باز۔ عقاب وغیرہ۔ یا درندہ از قسم کتا وغیرہ۔ یہ جَرْحٌ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں زخمی کرنا۔

وَمَا علمتم من الجوارح کا عطف اَلطَّیِّبَاتِ پر ہے اور ماعلمتم من الجوارح کا عطف مضاف محذوف ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے واحل لکم صید ما علمتم من الجوارح اور ان شکاری جانوروں کا کیا ہوا شکار بھی تمہارے لئے حلال ہے جنہیں تم نے سکھلایا اور سدھایا ہوا ہے۔
= مُکَلِّبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُکَلِّبٌ واحد۔ تَکْلِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ شکاری جانور کو شکار کی تعلیم دینے والے۔ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑنے والے کَلْبٌ۔ کتا یا درندہ۔ بھونکنے والا جانور۔ مکلبین علمتم کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی جب تم سدھاتے ہوئے جانوروں سے شکار کر رہے ہو۔ تو ان سدھائے ہوئے جانوروں کا شکار تمہارے لئے حلال ہے۔
= تعلمونھن میں ھُنَّ کی ضمیر الجوارح کی طرف راجع ہے تم ان کو سکھلاتے ہو۔ تم ان کو تعلیم دیتے ہو مِمَّا عَلَّمَکُمُ اللّٰہُ۔ جو اللہ نے تمہیں بتایا ہے۔ یا سکھلایا ہے یا جس کی اس نے تعلیم دی ہے۔
= اَمْسَکْنَ عَلَیْکُمْ۔ جسے وہ پکڑ رکھیں تمہارے لئے۔

۵ : ۵ = محصنین۔ مسافحین۔ متخذی اخدان۔ دیکھو ۴ : ۲۵-۲۶
= حَبِطَ۔ اکارت گیا۔ ضائع گیا۔ باب سمع۔

۵ : ۶ = اَلْمَرَافِقِ۔ جمع۔ المِرْفَقُ اَلْمَرْفِقُ۔ واحد کہنیاں۔ اَلْمُرْفَقُ۔ وہ چیز جس سے سہارا لیں۔ وہ چیز جس سے نفع اٹھایا جائے۔ اسی سے ہے مَرَافِقُ الدَّارِ۔ گھر کے منافع کی چیزیں۔ لوازمات خانہ۔ جیسے کنواں۔ نلکا۔ باورچی خانہ۔ پاخانہ وغیرہ۔
= اَرْجُلَکُمْ۔ منصوب ہے لہٰذا اس کا عطف اَیْدِیَکُمْ پر ہے
= جُنُبًا۔ دور۔ اجنبی۔ جنبی۔ جَنْبٌ سے بمعنی دور رہنا۔ دور کرنا: جنبی جسے جنابت لاحق ہو یعنی جس پر

وَنَخُوۃٌ بیل کا یا اس جیسے سینگوں والے جانور کا سینگ سے مارنا۔
= اَلسَّبُعُ ۔ درندہ ۔ واحد اَسْبُعٌ وَسِبَاعٌ وَسُبُوعٌ جمع ۔
= ذَکَّیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے ذبح کیا ذَکَّی الذَّبِیحَۃَ اس نے جانور کو ذبح کیا
اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ (سوائے اس کے جسے تم ذبح کرلو) یہ استثنار یا تو اَلْمُنْخَنِقَۃُ سے لے کر وَمَا
اَکَلَ السَّبُعُ تک جتنے جانور مذکور ہوئے ہیں سب کے لئے ہے اور جمہور نے اسی معنی میں اس
کو لیا ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے اگر اس جانور کو مرنے سے قبل ذبح کرلیا جائے تو وہ المنخنقۃ
الموقوذۃ المتردیۃ اور النطیحۃ کے معنی میں آتا ہی نہیں
یا یہ استثنا منقطع ہے جیسا کہ امام رازی نے تحریر کیا ہے کہ مذکورہ جانور حرام ہیں البتہ ان کے
علاوہ جو حلال جانور تم ذبح کرلو وہ تمہارے لئے جائز ہیں ۔
الکلبی کا قول ہے کہ یہ استثنار صرف مَا اکل السبع کے لئے ہے۔
= النُّصُبُ اسم مفرد ۔ بُت ۔ جمع نُصُبٌ بمعنی مَنْصُوبٌ مَا نُصِبَ وَ عُبِدَ مِنْ دُوْنِ
اللہِ (المعجم الوسیط)
نصب کرنا ۔ گاڑنا ۔ کعبہ کے ارد گرد پتھر گاڑے ہوئے تھے جن پر بعض بتوں کے نام پر قربانی
کے جانور قربان کئے جاتے تھے اور ان کا خون ان پر چھڑکا جاتا تھا اور گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تھا
= تَسْتَقْسِمُوْا ۔ باب استفعال ۔ تم قسمت معلوم کرو ۔ تم بانٹو ۔ تم تقسیم چاہو اِسْتِقْسَامٌ
بمعنی تقسیم کا خواستگار ہونا ۔ اور جوئے کے تیروں سے حصہ کی تقسیم چاہنا ۔
= اَلْاَزْلَامِ ۔ تیر ۔ زَلَمٌ واحد ۔ ازلام سے وہ تیر مراد ہیں جن کے ذریعے مشرکین عرب کسی اہم
کام کو کرنے یا نہ کرنے کے متعلق فیصلہ کرتے تھے ۔ یہ تیر خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے تھے کسی پر اَمَرَنِیْ رَبِّیْ
اور کسی پر نَھَانِیْ رَبِّیْ لکھا ہوا ہوتا تھا ۔
= فِسْقٌ اسم فعل مصدر ۔ گناہ ۔ نافرمانی کرنا ۔ حدود شریعت سے نکل جانا ۔ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرنا ۔ وغیرہ
= یَئِسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ وہ مایوس ہوا ۔ ناامید ہوا ۔ (باب سمع)
= اُضْطُرَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اِضْطِرَارٌ سے ۔ وہ بے اختیار کیا گیا ۔ وہ مجبور کیا گیا
وہ لاچار کیا گیا ۔ باب افتعال ضَرَرٌ سے اصل میں اضترار تھا تاء کو طاء سے تبدیل کیا گیا ۔
عام طور پر اس کا استعمال اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو ایسے امر پر مجبور کیا گیا ہو جسے وہ ناپسند
کرتا ہو ۔
= مَخْمَصَۃٍ ۔ اسم بمعنی المجاعۃ ۔ بھوک ۔ ایسی بھوک جس سے پیٹ پچک جائے وَجُلٌ

غسل واجب ہو۔ جنبی کو جنب اس لئے کہا جاتا ہے کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔ یہ لفظ واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ مذکر۔ مؤنث سب کے لئے یکساں بولا جاتا ہے۔

= اَلْغَائِطِ۔ قضائے حاجت کی جگہ۔ دیکھو ۴: ۴۳

= صَعِیْدًا۔ زمین۔ خاک۔ دیکھو ۴: ۴۳

= حَرَجٍ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی ہیں کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ۔ ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔

= مِیْثَاقَ۔ عہد۔ وَاثَقَکُمْ بِہٖ (جس کے پورا کرنے کے لئے) اس نے تم کو پابند کیا۔ وَاثَقَ مواثقۃ و وِثَاقًا۔ کسی کو کسی معاہدہ کا پابند کرنا۔ وِثَاقٌ۔ وَثَاقٌ۔ جمع وُثُقٌ۔ رسی۔ زنجیر۔ بندش۔ اخلاقی بندش اسی سے وثیقہ (اقرار نامہ۔ تحریری معاہدہ وغیرہ) اور وثیقہ نویس ہے۔

۵: ۸ = قَوّٰامِیْنَ۔ جمع منصوب قَوَّامٌ واحد۔ اگرچہ مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن اسم فاعل کے معنی میں ہے انصاف کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے حقوق ادا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔ اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنے کے لئے کھڑے ہونے والے۔

لِلّٰہِ میں مضاف محذوف ہے اس کی تقدیر یوں ہے قَوّٰامُوْنَ لِحُقُوْقِ اللّٰہِ۔ اولاوامر اللہ اولدین اللہ۔ اولعہد اللہ۔

= شُھَدَاءَ بِالْقِسْطِ۔ حال من الضمیر فی قَوّٰامِیْنَ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا مومنو! انصاف کی گواہی دیتے ہوئے اللہ کے دین کے لئے یا اس کے حقوق کی ادائیگی کے لئے کمربستہ ہوجاؤ۔ یا پہلے فقرہ پر عطف ہوسکتا ہے۔ کونوا شھداء بالقسط اور انصاف کے ساتھ سچی گواہی دینے والے بن جاؤ۔

= وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ۔ دیکھو ۵: ۲

۵: ۱۱ = ھَمَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ اس نے ارادہ کیا۔ ھَمٌّ بمعنی ارادہ غم۔ جمع ھُمُوْمٌ۔

= فَکَفَّ۔ اس نے روک دیا۔ کَفٌّ مصدر باب نصر

۵: ۱۲ = بَعَثْنَا۔ ہم نے بھیجے۔ ہم نے مقرر کئے۔ ہم نے اٹھائے۔

= نَقِیْبًا۔ اسم منصوب۔ سردار۔ قوم کی طرف سے ایفائے عہد کے ذمہ دار۔ قوم کے حالات کی تفتیش کرنے والا۔ ہر ایک کی پوچھ گچھ کرنے والا۔

نقیب اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی قوم کے صحیح حالات سے باخبر ہو۔ اور ان کی بہتری اور برتری کا ذمہ دار

اوران کے کردار پر کڑی نظر رکھنے والا ہو۔
= وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَکُمْ۔ یہ خطاب نقیبوں سے ہے اس کی تقدیر یوں ہے وقال اللّٰه للنقباء اِنِّیْ مَعَکُمْ۔ اور بعض کے نزدیک اس کی مخاطب بنی اسرائیل کی ساری قوم ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے کیونکہ ضمیر اکثر قریب ترین اسم ماسبق مذکور کی طرف راجع ہوتی ہے۔ اس کے بعد کلام کی نئے سرے سے ابتدا ہوتی ہے اور لَئِنْ سے لے کر سوآء السّبیل تک کلام قوم بنی اسرائیل سے ہے۔
= لَئِنْ اَقَمْتُمُ سے لے کر قَرْضًا حَسَنًا تک شرط ہے۔ جو ان پانچ امور پر مشتمل ہے اقام الصّلٰوۃ ایتاء الزکوٰۃ۔ ایمان بالرّسل۔ تعزیر الرسل قرضۃ حسنۃ۔ اور لا کفرن سے لے کر الانہار تک جواب شرط ہے۔
= عَزَّرْتُمُوْهُمْ۔ تم نے ان کی مدد کی۔ تم نے ان کو قوت پہنچائی۔ تم نے ان کی تعظیم کی۔
تعزیرٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے یعنی میم ماقبل کی حرکت کو لمبا کرنے کے لئے۔
= لَاُكَفِّرَنَّ۔ میں محو کردوں گا۔ میں مٹادوں گا۔ تَکْفِیْرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس طرح چھپانے اور ڈھانپ دینے کے ہیں گویا وہ کبھی تھی ہی نہیں۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔
= سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ سیدھی راہ۔ راہ مستقیم۔ ہدایت و رشد کی راہ۔
۱۳:۵ = فَبِمَا۔ میں ب سببیہ ہے اور مَا لفظاً زائد اور معناً کلام میں قوت و زور پیدا کرنے کے لئے ہے۔
= نَقْضِهِمْ ان کا عہد شکنی کرنا۔ نَقْضٌ مصدر۔ نقض ینقض (نصر) توڑ دینا۔
= لَعَنّٰهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لَعْنٌ مصدر (باب فتح) ہم نے لعنت کی ہم نے رحمت سے دور کردیا۔
اللَّعْنُ اَلْاِبْعَادُ مِنَ الرَّحْمَةِ۔ لعنت رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں
= قٰسِيَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ سخت دل۔ سنگدل۔ ایسے کہ ایمان کے لئے نرم نہیں پڑتے
= خَآئِنَةٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل ہوسکتی ہیں۔
۱۔ یہ مصدر ہے بمعنی خیانت، دغا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ تمہیں متواتر ان کی طرف سے خیانت کے ارتکاب کی اطلاع ہوتی رہیگی۔
۲۔ یہ اسم فاعل ہے اصل میں خَآئِنٌ تھا۔ ۃ مبالغہ کے لئے آئی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے تمہیں ہمیشہ ان میں سے کسی بڑے خائن کا علم ہوتا رہے گا۔
۳۔ خائنۃ صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے۔
ولا تزال تطلع علی فرقۃ خائنۃ منھم۔ اور آپ کو اکثر ان میں سے کسی نہ کسی خیانت کرنے والی جماعت

کی اطلاع ملتی رہیگی ۔

= لَا تَزَالُ ۔ افعال ناقص میں سے ہے۔ تو ہمیشہ رہیگا۔ فاعل کے ساتھ استمرار فعل کے معنی دیتا ہے،
= تَطَّلِعُ ۔ تو خبردار ہوگا۔ تو اطلاع پائے گا۔ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ ۔ تو ہمیشہ اطلاع پاتا رہیگا۔ تجھے متواتر اطلاع ملتی رہیگی۔
= وَاصْفَحْ ۔ تو در گذر کر۔ صَفْحٌ ۔ (باب فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۵: ۱۴ = فَاَغْرَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے لگا دی ۔ ہم نے چسپاں کر دی۔ ہم نے ڈال دی۔ اِغْرَاءٌ سے جس کے معنی لگا دینے ، ڈالنے ۔ رغبت دلانے اور چسپاں کرنے کے ہیں۔ مادہ غرى
اغرىٰ بين القوم ۔ اى افسد ۔ اور اغرى العداوة بينهم اى القى العداوة بينهم۔
قرطبی نے الاغراء بالشئ کا مطلب الالصاق من جهة التسليط عليه لکھا ہے کسی چیز کا اس طرف سے چسپاں کرنا جس طرف جوڑنے والی چیز لگی ہوئی ہو۔

۵: ۱۵ = يَعْفُوْا ۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفْوٌ سے وہ معاف کرتا ہے ۔ اس فعل کا فاعل رَسُوْلُنَا ہے
= نُوْرٌ ۔ سے مراد رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن بھی ہے۔

۵: ۱۶ = سُبُلَ السَّلَامِ ۔ سلامتی کی راہیں۔ يَهْدِىْ کا مفعول ہے۔ اور يهدى به میں ضمیر ہ کِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ کی طرف راجع ہے ۔
= بِاِذْنِهٖ ۔ بِتَوْفِيْقِهٖ ۔ وبارادته۔

۵: ۱۸ = اَلْمَصِيْرُ ۔ صَارَ يَصِيْرُ ۔ (ضَرَبَ) سے اسم ظرف مکان ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔
اَلْمَصِيْرُ ۔ مصدر بھی ہے۔

۵: ۱۹ ۔ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ ۔ فترة ۔ اسم فعل ۔ مصدر۔
دھیما ہو جانا ۔ سست ہو جانا۔ کسی نبی کی شریعت کا دھیما پڑ جانا۔ اور آئندہ نبی کا اس وقت تک مبعوث نہ ہونا۔ دونوں کے درمیانی وقفہ کو فترة کہتے ہیں ۔ جب کوئی چیز چلتے چلتے رک جائے تو کہتے ہیں کہ فترالشئ اور اگر کوئی کام پہلے بڑی سرگرمی سے ہو رہا ہو اور پھر وہ بند ہو جائے تو اس کے لئے بھی فتر کا استعمال ہوتا ہے۔ اور دو نبیوں کے درمیانی زمانہ کو فترة کہتے ہیں اور یہاں یہی مراد ہے۔ یعنی نبیوں کے مدتوں تک آنے کے بعد۔
اَنْ ۔ مبادا۔

۵: ۲۱ = لَا تَرْتَدُّوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ تم مت پھرو ۔ تم مت لوٹ جاؤ۔ ارتداد (افتعال)

پھر جانا۔ لوٹ جانا۔

= علیٰ ادبارکم۔ ادبار جمع دبر کی ہے بمعنی پیٹھ۔ پیٹھ دے کر پھر جانا۔ پیٹھ پھیرنا۔

= فتنقلبوا۔ ف اول الذکر فعل کے انجام کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے

تنقلبوا۔ تم پھرو گے۔ تم لوٹو گے۔ یعنی پیٹھ پھیر کر مڑ نہ جاؤ ورنہ انجام اس کا یہ ہوگا کہ تم خسارہ کھانے والے بن کر لوٹو گے۔

۵ : ۲۳ = یخافون۔ ای یخافون اللہ۔ اللہ سے ڈرنے والے۔

= انعم اللہ علیھما۔ یہ ان دو آدمیوں کی صفت ہے یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور وفاء عہد کی نعمت سے نوازا تھا۔

= ادخلوا علیھم الباب۔ ای ادخلوا الباب علیھم ان پر (چڑھائی کرتے ہوئے) دروازے سے داخل ہو جاؤ۔

۵ : ۲۶ = فانھا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث الارض المقدسۃ (آیہ: ۲۱) کی طرف راجع ہے

= یتیھون۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تاہ یتیہ تیھا (ضرب) وتیھانا مصدر۔ سرگرداں گھومتے رہیں گے۔ تیہ۔ لق ودق بیابان۔ وہ بیابان جس میں مسافر گم ہو جائے۔

= فلا تاس۔ (باب سمع) تو غم نہ کھا۔ اصل میں تاسیٰ (آسی بمعنی غمگین ہونا سے) تھا لام نہی کے آنے سے آخر سے ی گر گئی۔

۵ : ۲۷ = واتل۔ ای واتل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اتل۔ تو پڑھ تو تلاوت کر۔ تو پڑھ کر سنا۔ تلاوۃ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= علیھم۔ میں ھم ضمیر جمع مذکر غائب اہل یہود کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ انہیں رنج تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے ان کو نبی بنا کر کیوں بھیجا گیا

= قربا قربانا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب تقریب۔ مصدر۔ دونوں نے قربانی دی۔ تقریب پیش کرنا۔ نزدیک لانا۔ قرب حاصل ہونے کی امید پر بھینٹ دینا۔ تقریب کا مادہ قرب ہے قربان اس چیز کو کہتے ہیں جو قرب خداوندی کے حصول کا ذریعہ ہو۔ خواہ کوئی چیز ہو جاندار ہو یا بے جان یا اعمال صالحہ۔ اسلامی عرف میں اس ذبیحہ کو قربان کہا جاتا ہے جو اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے ذبح کیا جاتا ہے۔ اس کی جمع قرابین ہے۔

۵ : ۲۸ = بسطت الیّ۔ تو نے میری طرف (ہاتھ) بڑھایا۔ تو نے مجھ پر (ہاتھ) اٹھایا۔ (یعنی مارنے یا حملہ کرنے کے لئے)

۵: ۲۹ = تَبُوْءَ ۔ تو حاصل کرے۔ تو سمیٹے ۔ تو کمائے ۔ تو لوٹے ۔ تو پھر جائے ۔ بَآءَ یَبُوْءُ بَوْءٌ ۔ او بَوَآءٌ ۔

= اَنْ تَبُوْٓءَ بِاِثْمِیْ وَ اِثْمِكَ (کہ تو ہی سمیٹ لے میرا گناہ اور اپنا گناہ) تیرا گناہ یعنی میرا قتل اور میرا گناہ ۔ اس نقصان کا گناہ جو اپنی جان بچانے کی کوشش کرتے ہوئے میرے ہاتھ سے تجھے پہنچ جائے ۔ (تفہیم القرآن) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بِاِثْمِیْ سے مراد بحذف مضاف بِاِثْمِ قَتْلِیْ (میرے قتل کرنے کا گناہ) یعنی اپنے سابقہ گناہوں میں تو میرے اس قتل کا گناہ بھی شامل کرلے ۔ یا بِاِثْمِیْ سے مراد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے سابقہ کردہ گناہ بھی تیرے کندھوں پر ہی پڑ جائیں ۔ اور مظلومیت کی وجہ سے ان کا بوجھ میرے کندھوں سے تیرے کندھوں پر چلا جائے اور میرا قتل میرے گناہوں کا کفارہ بن جائے ۔

۵: ۳۰ = طَوَّعَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ تطویع (تفعیل) سے اس (کے نفس) نے رغبت دلائی ۔ اس نے راضی کرلیا ۔ اس نے آمادہ کرلیا ۔ اس نے آسان کردیا ۔

اس کے نفس نے تسویل و ترغیب سے اسے اس پر آمادہ کرلیا اور وہ اس کام کے کرنے پر رضامند ہوگیا

۵: ۳۱ = فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا ۔ پس بھیجا اللہ نے ایک کوا ۔ فَ اس فقرہ میں محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے ۔ علماء نے مابعد کے فقرہ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ (تاکہ وہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے) سے استدلال کیا ہے کہ ہابیل کے قتل کے بعد قابیل کو کچھ سمجھ نہ آئی کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کو مردار خور جانوروں درندوں پرندوں سے کیسے محفوظ کرے ۔

اسی الجھن میں وہ لاش کو کئی دن اٹھائے پھرتا رہا تا آنکہ اللہ نے کوّوں کا ایک جوڑا بھیجا ایک کوے نے دوسرے کوے کو مار دیا اور پھر اپنی چونچ اور پنجوں سے زمین کو کھود کر اس گڑھے میں مردہ کوے کو دفن کردیا

= یَبْحَثُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَحْثٌ مصدر باب فتح سے بمعنی کریدنا ۔ کھودنا ۔ تلاش کرنا ۔ اسی سے بحث مشتق ہے کہ بحث میں بھی مختلف پہلوؤں کو لاکر اصلی نکتہ کو تلاش کیا جاتا ہے ۔

= لِیُرِیَهٗ ۔ (تاکہ اسے دکھائے) میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر تو صاف طور پر قاتل کی طرف راجع ہے لیکن ضمیر فاعل اللہ کی طرف یا کوے کی طرف راجع ہو سکتی ہے ۔

= یُوَارِیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَارٰی یُوَارِیْ مُوَارَاةٌ (مفاعلۃ) وہ چھپائے وہ چھپاتا ہے ۔ تَوَارٰی چھپ جانا ۔ جیسے حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (۳۸: ۳۲) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا ۔ اَلْوَرَآءُ ۔ پیچھے ۔ پچھلی جانب ۔ خلف ۔ جیسے وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ۔ (۱۱: ۷۱) اور اسحاق کے بعد یعقوب کی خوشخبری دی ۔

= سَوْءَۃَ ۔ لاش ۔ عیب ۔ فضیحت ۔ مرد و عورت کی شرمگاہ کو بھی کہتے ہیں مادہ سُوْءٌ۔ اَلسُّوْءُ۔ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کردے اسے سُوء کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو یا اخروی کے۔ اور عام اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے۔

= یٰوَیْلَتٰی مضاف مضاف الیہ اصل میں یَا وَیْلَتِیْ تھا۔ ہائے میری بربادی۔ لیکن ندا کے وقت افسوس اور حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا۔ اور اس کے ماقبل کو یعنی ت کو فتح دیدیا۔ اس طرح یٰوَیْلَتَا ہوگیا لیکن ضمیر واحد متکلم کو ظاہر کرنے کے لئے ی کو بدستور رکھ کر الف کو اس کے اوپر لگادیا۔

وَیْلٌ ہلاکت، بربادی۔ عذاب کی شدت۔ عذاب دوزخ کی ایک وادی۔ وَیْلَۃٌ رسوائی تباہی۔ کلمہ حسرت و ندامت۔

= اَعَجَزْتُ ۔ میں عاجز رہا۔ میں قاصر رہا (میں تو اس سے بھی قاصر رہا کہ اس کوّے کی مانند ہی ہوتا)

= اَجْلِ ۔ مصدر ہے اَجَلَ کا۔ واسطے۔ غرض۔ سبب۔ وجہ۔ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۔ اسی وجہ سے۔ بایں سبب۔

۵: ۳۲ = مُسْرِفُوْنَ ۔ اِسْرَافٌ سے حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بیجا صرف کرنے والے۔

۵: ۳۳ - یُنْفَوْا ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَفْیٌ مصدر (باب ضَرَبَ) نَفٰی یَنْفِیْ ۔ یُنْفَوْا ان کو نکال دیا جائے۔ نَفَی الرَّجُلَ مِنْ بَلَدِہٖ ۔ آدمی کو اس کے شہر سے شہر بدر کرنا۔

۵: ۳۴ = تَقْدِرُوْا عَلَیْہِمْ ۔ تم ان پر قادر ہوجاؤ۔ تم ان پر قابو پالو، تم ان پر قدرت حاصل کرلو (باب ضرب) مضارع جمع مذکر حاضر۔

۵: ۳۶ = لِیَفْتَدُوْا بِہٖ ۔ کہ اس کو فدیہ کے طور پر ادا کریں (تاکہ روز قیامت کے عذاب سے نجات حاصل کریں۔

۵: ۳۸ = کَسَبَا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ ان دونوں نے کمایا۔

= نَکَالًا ۔ اسم منصوب۔ عبرت۔ عبرتناک سزا دینا۔ نَکَّلَ یُنَکِّلُ تَنْکِیْلًا (تفعیل) رسوا کرنا۔ بھگادینا۔ اپنے سے ایک طرف کردینا

۵: ۴۰ = لَا یَحْزُنْكَ ۔ تجھے رنجیدہ نہ کرے۔ تجھے دلگیر نہ کرے۔

= یُسَارِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُسَارَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگاتے ہیں اس میں دو گروہوں کا ذکر ہے الذین یسارعون فی الکفر۔ اور الذین ھادو

اور اگر ایک ہی گروہ مثلاً الذین یسارعون فی الکفر مراد ہے تو پھر اس گروہ کے آدمیوں کا آپس میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کے لئے دوڑ لگانا ہے۔

= سَمّٰعُوْنَ۔ خوب کان لگاکر سننے والے جاسوس۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر سَمَّاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگاکر سننا۔ کبھی تو نقص بینی اور جاسوسی کے لئے ہوتا ہے اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کے لئے۔ چنانچہ سَمَّاعٌ کا استعمال جاسوس اور مطیع دونوں کے لئے ہوتا ہے، یہاں بھی دونوں معنی بن سکتے ہیں۔ بعض مفسرین نے پہلے معنی اختیار کئے ہیں اور بعض نے دوسرے

= لِلْكَذِبِ میں لام تعلیل بمعنی "کو" بھی آسکتا ہے اور بمعنی "کے لئے" بھی۔

اول الذکر میں اس کا مطلب ہوگا کہ وہ ہر قسم کے جھوٹ اور افتراء کو خوب کان لگاکر سنتے ہیں جو اسلام کے خلاف ہو۔ اور موخر الذکر میں: کہ وہ کان لگاکر سنتے ہیں تاکہ نقص بینی سے کام لے کر اس میں کذب وافتراء کی آمیزش کرکے آگے سنائیں۔

= يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ۔ يُحَرِّفُوْنَ مضارع تحریف (تفعیل) سے۔ بدل دیتے ہیں۔ بگاڑ دیتے ہیں۔ اَلْكَلِمَ جمع ہے اَلْكَلِمَةُ کی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ جو قولی بھی ہو سکتی ہے جیسے میری بات سنو! اور فعلی بھی جیسے یہ بات کرو۔

یہاں بات قول کے معنوں میں ہے اور سے صریحًا اس سے مراد کلام اللہ ہے اللہ کی کلام یا اللہ کے احکام جن سے مراد وہ کلام یا احکام مراد ہیں جو تورات میں موجود تھے جیسا کہ آیت ۵ : ۱۳ (اسی سورۃ کی آیت نمبر ۱۳ سے مترشح ہے) تو فقرہ کا مطلب ہوا کہ یہ لوگ اللہ کے کلام میں تحریف کر دیتے ہیں

= مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ فقرہ ماقبل کی تشریح میں آیا ہے یعنی یہ تحریف الفاظ کو یا احکام کو اپنی صحیح جگہ سے ادھر ادھر کرکے کرتے ہیں۔

مَوَاضِعِهٖ مضاف مضاف الیہ ہے اور ہ کی ضمیر اَلْكَلِمَ کی طرف راجع ہے۔ مَوَاضِع جمع ہے مَوْضِعٌ کی جو اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف زمان بھی جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا ہے،

آیۃ ۵ : ۱۳ میں يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ استعمال ہوئے ہیں اور آیۃ ہذا میں مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ لفظ بعد اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ مواضع ایک مخصوص حالت اختیار کر چکے ہیں۔ یا تو اللہ کی جانب سے ان کا صحیح محل متعین ہو چکا ہے۔ جیسا کہ مدارک التنزیل میں ہے: یمیلونہ عن مواضعہ التی وضعہ اللّٰہ فیہا۔ علیحدہ کر دیتے ہیں کلام کو اس کے صحیح مقام سے جس میں اللہ نے اس کو متعین کیا ہے۔ یا بَعْدِ کے بعد لفظ عِلْم محذوف ہے۔ کہ مواضع کے صحیح محل کا علم ہوتے ہوئے بھی کلام کو ان مواضع سے بدل دیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد علی نے ترجمہ کیا ہے۔

اس آیت میں وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا کے شروع اور آخر میں علامت ؕ واقعہ ہوئی ہے یہ وقف معانقہ کی علامت ہے۔ تفصیل کے لئے ۲:۲ لفظ فِیْهِ ملاحظہ ہو۔

اگر قُلُوْبُهُمْ پر وقف کریں تو وَمِنَ الَّذِیْنَ سے نیا جملہ شروع ہوگا۔ اور یہ بیان فَاحْذَرُوْا تک چلا جائے گا۔ اور اگر الَّذِیْنَ هَادُوْا پر وقف کریں تو مابعد کی عبارت فَاحْذَرُوْا تک الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ اور وَالَّذِیْنَ هَادُوْا ہر دو کے متعلق ہوگی۔ یہی جمہور علماء و مفسرین نے اختیار کیا ہے۔

ازاں بعد مَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ سے لے کر مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا تک جملہ معترضہ ہے۔ اور اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ سے لے کر عَذَابٌ عَظِیْمٌ تک ان ہر دو گروہوں کی سزا مذکور ہے۔

= اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا۔ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے (جو ہم تمہیں بتاتے ہیں) وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ اور اگر یہ حکم (جو ہم نے بتایا ہے) تم کو نہ دیا جائے۔

= فَاحْذَرُوْا۔ تم بچ جاؤ۔ تم ڈرو (نہ مانو) (باب سمع) حَذَرٌ سے جس کے معنی کسی خوف کی بات ڈرنے اور بچنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= یَقُوْلُوْنَ ...... فَاحْذَرُوْا۔ صاحب ضیاء القرآن نے الکشاف کے حوالہ سے ایک خاص واقعہ بیان کیا ہے جس کی طرف اس فقرہ میں اشارہ کیا جارہا ہے مختصرًا:

خیبر کے دو اعلیٰ خاندانوں کے ایک مرد اور ایک عورت نے زنا کا ارتکاب کیا۔ توراۃ میں مندرجہ احکام کے مطابق علماء یہود نے ان کو رجم کرنا مناسب نہ سمجھا اور ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور حکم کے لئے بھیجا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ اگر حضور دُرّے لگانے اور منہ کالا کرنے کا حکم دیں تو مان لینا اور اگر رجم کا حکم دیں تو انکار کر دینا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے عالم صوریا کو حَکَم بنا کر توراۃ کا حکم ان پر صادر فرمایا اور ان کو مدینہ میں رجم کیا گیا۔

آیت کے مختلف جزویات کی تشریح کے بعد اس کا ترجمہ مطابق جمہور علماء یوں ہوگا:

اے رسول جو منافقین زبانی ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن دل سے ایمان نہیں لائے یا جو یہودی بن گئے ہیں ان ہر دو میں سے ان لوگوں پر تو غمگین اور دل گیر نہ ہو جو کفر کی راہ میں ایک دوسرے کے ساتھ دوڑ لگا رہے ہیں یہ لوگ بڑے کان لگا لگا کر تجھے سنتے ہیں کہ بعد میں اس میں کذب و افترا کی آمیزش کریں۔ اور آگے ان لوگوں کو جا کر سنائیں جو ابھی تک تیرے پاس خود نہیں پہنچے یہ لوگ کتاب اللہ کے الفاظ اور معانی کو ان کا صحیح محل متعین ہونے کے باوجود اصل مواضع سے بدل کر بگاڑ کر پیش کرتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں ایسا حکم دیا جائے جیسا کہ ہم نے بتایا ہے

تو اس کو قبول کر لو۔ اور اگر اس سے مختلف ہے تو قبول نہ کرنا۔

مختلف الفاظ کے جو مختلف معنے اوپر تشریح میں بیان ہوئے ہیں ان کے مطابق بھی معانی درست ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ الفاظ کا انتخاب اور پھر ان کی ترکیب استعمال جملہ مندرجہ بالا معانی کو شامل ہے اور یہی کلام کا اعجاز ہے۔

= فِتْنَتَهٗ۔ اس کا فتنہ اس کی آزمائش، اس کا امتحان۔ فتنہ۔ نیز بمعنی عذاب۔ بربادی۔ فساد

۵:۴۲ = اَكّٰلُوْنَ۔ بڑے کھانے والے۔ اَكْلٌ سے مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے

= لِلسُّحْتِ۔ سُحْت۔ حرام۔

۵:۴۳ = يُحَكِّمُوْنَكَ۔ تحکیم (تفعیل) مصدر وہ آپ کو منصف بناتے ہیں۔ وہ آپ سے فیصلہ کراتے ہیں۔ کیف یحکمونك۔ وہ کیسے آپ کو منصف بناتے ہیں جبکہ ...... اس میں بھی اشارہ ہے مندرجہ بالا واقعہ زناء کا۔ (۵:۴۱)

۵:۴۴ = اَسْلَمُوْا۔ وہ تابع ہوئے۔ وہ حکم بردار ہوتے۔ یعنی تورات کے احکام کے خود بھی فرماں بردار تھے۔ اور لوگوں کو بھی اسی کی تعلیم دیتے رہے۔

یہاں نبیین سے مراد وہ انبیاء ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئے اور ان کی اپنی الگ کتاب یا شرع نہ تھی۔

= الرَّبّٰنِيُّوْنَ۔ زاہد۔ خداپرست۔ درویش۔ اللہ والے۔ مربی۔ مرشد۔ سریانی لفظ ہے اہل عرب کے کلام میں قلیل الوجود ہے۔

بعض کا خیال ہے کہ ربّ کی طرف منسوب ہے۔ بعض کے نزدیک ربٌّ مصدر کی طرف منسوب ہے یعنی ربّانی وہ ہے کہ جو علم کی پرورش کرے۔ یا علم کے ذریعے اپنے نفس کی تربیت کرے۔

= اَحْبَار۔ حِبْرٌ کی جمع۔ علماء۔

رَبّٰنِيُّوْنَ اور اَحْبَار۔ کا عطف اَلنَّبِيُّوْنَ پر ہے۔

یعنی اس کے مطابق حکم بردار مسلمان۔ انبیاء ربانیون اور احبار یہودیوں کو پیروی کی تلقین کرتے رہے۔ یا اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

= اُسْتُحْفِظُوْا۔ باب استفعال۔ ماضی مجہول صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ نگران ٹھہرائے گئے اِسْتِحْفَاظٌ۔ نگہبان بنانا

= النَّبِيُّوْنَ۔ الرَّبّٰنِيُّوْنَ۔ الْاَحْبَار۔ ہر سہ فعل يَحْكُمُ کے فاعل ہیں۔

بِمَا اسْتُحْفِظُوْا۔ صرف ربانیون اور احبار کے لئے آیا ہے۔ النبیون کی صفت اَسْلَمُوْا

سے پیشتر ازیں کردی گئی ہے۔
لیکن بعض نے اسے ہر سہ گروہ کے لئے لیا ہے کیونکہ کتاب اللہ کی حفاظت ان سب کے ذمہ کی گئی تھی۔
= فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ .... قَلِيلًا ۔ اس میں مسلمانوں کو بھی تنبیہ کی جارہی ہے کہ علمائے یہود کی طرح بادشاہوں اور امیروں سے ڈر کر تم بھی قرآن کے معانی میں ہیر پھیر شروع نہ کر دینا بلکہ ان ڈرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا۔
۵ : ۴۵ = فِيهَا میں ھا ضمیر بما انزل اللہ کی طرف راجع ہے جس سے مراد تورات ہے۔
= الْجُرُوحَ ۔ جُرْحٌ کی جمع ۔ زخم۔
= قِصَاصٌ ۔ بدلہ۔ ہر چوٹ کا بدلہ ویسی ہی چوٹ ۔ قتل کا بدلہ قتل ۔ عضو کا بدلہ عضو۔
= تَصَدَّقَ ۔ اس نے خیرات کی۔ اس نے بخش دیا۔ ماضی معروف (تفعل) واحد مذکر غائب۔ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِينَ (۱۲ : ۸۸) خدا خیرات کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔ وَاَنْ تَصَدَّقُوا خَيْرٌ لَّكُمْ (۲ : ۲۸۰) اور اگر (زر قرض) بخش دو تو تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔
= كَفَّارَةٌ ۔ گناہ کا شرعی اتار۔ اَلْكَفَّارَةُ ۔ جو چیز گناہ کو دور کردے اور اسے ڈھانپ دے اسے کفارہ کہا جاتا ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ (۵ : ۸۹) یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسمیں کھالو۔
۵ : ۴۶ = قَفَّيْنَا ۔ ماضی معروف جمع متکلم ۔ تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کر دینا اس کا مادہ قُفَا ہے۔ بمعنی گردن اور سر کا پچھلا حصہ۔ قُفُوٌّ ۔ قَفْوٌ ۔ کسی کے پیچھے چلنا۔ پیروی کرنا (اس معنی میں باب نصر سے مستعمل ہے)
تَقْفِيَةٌ دو مفعول چاہتا ہے ۔ جیسے قَفَّيْتُ زَيْدًا عَمْرًوا ۔ میں نے زید کو عمرو کے پیچھے بھیجا کبھی مفعول دوم پر ب آتا ہے ۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے قَفَّيْنَا بِعِيسٰى ۔ اور (ان کے پیچھے) ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا۔
= عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ ۔ ان کے نقش قدم پر۔ ان کے پیچھے پیچھے۔
۵ : ۴۷ = وَلْيَحْكُمْ ۔ پس چاہیئے کہ وہ ضرور فیصلے کریں ۔ یا حکم دیں ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
۵ : ۴۸ = مُهَيْمِنًا ۔ مُهَيْمِنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب ۔ بمعنی نگران ۔ مشاہد هَيْمَنَةٌ مصدر۔ نگرانی کرنا ۔ حفاظت کرنا۔ همن ۔ مادہ۔ اَلْمُهَيْمِنُ ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

نگران۔ حفاظت کرنے والا۔ مخلوق کے اعمال و ارزاق و آجال کا کفیل و ذمہ دار۔
= عَمَّا۔ جس چیز سے۔ اصل میں عَنْ مَا تھا۔ نون کو میم میں مدغم کیا گیا۔
= لَا تَتَّبِعْ۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔
= وَ لَا تَتَّبِعْ .... مِنَ الْحَقِّ۔ اور اس حق بات سے جو تمہارے پاس آگئی ہے پھر کر ان کی خواہشات کا اتباع نہ کر۔ (اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن یہاں مخاطب سے دوسرے لوگ مراد لئے جاتے ہیں۔ کیونکہ حضور علیہ السلام کا ان کی خواہشات کا اتباع کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔
= لِكُلٍّ۔ ہر ایک کے لئے۔ لِكُلٍّ مِّنْكُمْ۔ تم میں سے ہر امت کے لئے۔ مراد امتِ موسیٰؑ و امتِ عیسیٰؑ و امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علیہم اجمعین۔
= شِرْعَةً۔ بمعنی شریعت۔ لغت میں شریعت اس راستے کو کہتے ہیں جو پانی کی طرف لے جاتا ہو۔ اسی مناسبت سے شرعہ و شریعت اس راستہ کو کہا جاتا ہے جو نجات دارین کی طرف راہنمائی کرتا ہو۔ اسی سے شارع بمعنی عام راستہ۔ سڑک ہے۔
= مِنْهَاجٌ۔ کھلا راستہ۔ واضح اور روشن راستہ۔ نھج مصدر۔ (باب فتح) لازم و متعدی دونوں کے لئے آتا ہے۔ نَهْجٌ۔ مَنْهَجٌ و مِنْهَاجٌ۔ تینوں ہم معنی ہیں۔
بعض کے نزدیک دونوں (شرعۃ و منہاج) کے معنی طریق کے ہیں۔ اور طریق سے یہاں مراد دین ہی ہے۔ لیکن جب لفظ مختلف ہوں تو متعدد الفاظ کو تاکید کے لئے اکٹھا لایا جاتا ہے۔
حضرت ابن عباس کے نزدیک شرعۃ وہ ہے جس کو قرآن لے کر آیا ہو اور منہاج وہ سبیل یا راستہ جو سنت میں وارد ہوا ہے۔
= فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (پس تم نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے یعنی تم ان باریکیوں اور جھگڑوں میں مت پڑو۔ بلکہ اللہ کے اس آخری دین۔ آخری کتاب اور آخری رسول پر ایمان لا کر نیکی کے میدان میں ایک دوسرے سے بازی لیجانے کی کوشش کرو۔
۵:۴۹ = اَنْ يَّفْتِنُوْكَ۔ اَنْ۔ بمعنی مبادا۔ ایسا نہ ہو کہ۔ يَفْتِنُوْكَ۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب فَتْنٌ سے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں۔
= فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ (پس اگر وہ منہ پھیر لیں) سے مراد مخالفین اسلام ہیں۔ یعنی اگر بار بار پند و نصائح اور فہمائش و تنبیہ کے باوجود وہ اپنی اصلاح پر آمادہ نہ ہوں۔
۵:۵۱ = يَتَوَلَّهُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَلّٰی (تفعّل) اصل میں يَتَوَلّٰى تھا۔ ضمیر هُمْ کے آنے سے ی گر گئی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جو ان سے محبت کرتا ہے۔ دوستی کرتا ہے

والا بنتا ہے۔ منہ موڑنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض کرنا کے معنوں میں بھی آتا ہے۔

۵:۵۲ = یُسَارِعُوْنَ فِیْھِمْ۔ ای یسارعون فی مودۃ الیھود والنصاریٰ وموالاتھم لانھم کانوا اھل ثروۃ ویسار۔ یعنی یہود کی محبت اور دوستی کی طرف دوڑ دوڑ کر جاتے تھے کیونکہ وہ اہلِ ثروت اور اہل دولت تھے۔

= دَآئِرَۃٌ۔ گردش۔ مصیبت۔ دَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث۔ جس کے معنی چکر لگانا ہیں پھر مصیبت۔ گردش زمانہ کو بھی دائرہ یا دوارہ کہہ دیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ویتربص بکم الدوائر علیھم دائرۃ السَّوْءِ (۹ : ۹۸) وہ تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں ان ہی پر بری مصیبت واقع ہو۔

= اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے چھپایا۔ اِسْرَارٌ سے

۵:۵۳ = جَھْدَ اَیْمَانِھِمْ۔ بڑی بڑی قسمیں۔ سخت سے سخت قسمیں۔ بہت کڑی قسمیں۔ بڑی پکی قسمیں۔

۵:۵۴ = اَذِلَّۃٍ۔ نرم دل۔ کمزور۔ ذلیل۔ ذَلِیْلٌ کی جمع قلت۔

ذَلِیْلٌ کے معنی کبھی تو متواضع اور نرم دل کے ہوتے ہیں۔ (جیسا کہ یہاں مراد ہے) اور کبھی کمزور اور ذلیل کے۔

= اَعِزَّۃٍ۔ زبردست۔ سخت (جیسا کہ یہاں مراد ہے) عزت والے۔ عزیز کی جمع۔

= لَوْمَۃَ لَآئِمٍ۔ لَامَ یَلُوْمُ (نصر) لومۃ مصدر۔ کسی چیز کو برا سمجھ کر ملامت کرنا (خواہ وہ چیز بری ہو یا نہ ہو) لائم اسم فاعل واحد مذکر۔

۵:۵۵ = وَلِیُّکُمْ۔ تمہارا دوست۔ تمہارا مددگار۔

= یَتَوَلَّ۔ دیکھو ۵:۵۱۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دوست رکھتا ہے۔

۵:۵۹ = تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ۔ تَنْقِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم انکار کرتے ہو۔ تم بیر رکھتے ہو۔ تم عیب دیتے ہو ہم کو۔ نَقْمٌ سے۔ اِنْتَقَمَ مِنْہُ۔ کسی سے بیر رکھنا۔ کسی میں عیب نکالنا۔ کسی سے بدلہ لینا۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْھُمْ فَاَغْرَقْنٰھُمْ فِی الْیَمِّ (۷ : ۱۳۶) تو ہم نے ان سے بدلہ لیکر چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

= ھَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّا ...... الخ کیا تم ہم میں عیب نکالتے ہو یا ہم سے نفرت کرتے ہو۔ کیونکہ ہم اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔

= وَاَنَّ اَکْثَرَکُمْ فٰسِقُوْنَ (اور تم میں سے اکثر لوگ فاسق ہیں) کا عطف اَنْ اٰمَنَّا پر ہے۔ واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثریت تم میں سے فاسقوں کی ہے۔ (لہٰذا تم کس بل بوتہ

ہم میں عیب نکالتے ہو) باوجود اس کے کہ تم میں سے اکثر لوگ ایمان سے خارج ہیں۔ تھانوی)
۵ : ۶۰ = اُنَبِّئُکُمْ۔ میں تم کو بتاؤں۔ تَنْبِئَۃٌ سے مضارع واحد متکلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول۔
= مَثُوْبَۃً۔ بدلہ جزاء ثواب۔ مَثُوْبَۃً باعتبار جزاء وسزا یا ثواب کے۔ بطور ثواب کے۔ بحیثیت ثواب کے لغوی حیثیت سے ثواب اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کی جزاء کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن عرف عام میں زیادہ تر نیک اعمال کی جزاء کے لئے مستعمل ہے۔
= ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ ..... عِنْدَ اللّٰہِ۔ اللہ کے نزدیک جزاء یا سزا پانے کے لحاظ سے ان میں سے کون برا ہے۔
ذٰلِکَ کا اشارہ کس کی طرف ہے اس میں مختلف بیانات ہیں۔
صاحب تفہیم القرآن نے اس کا مشار الیہ فَاسِقُوْنَ لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے کیا میں ان لوگوں کی نشاندہی کروں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بھی بدتر ہے۔
ابن کثیر نے ذٰلِکَ سے مراد فاسقین کا یہ گمان لیا ہے جو وہ اہل ایمان کے متعلق رکھتے تھے کہ غلط راستہ پر ہیں اور ترجمہ یوں کیا ہے۔
" تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ خدا کے پاس بدلہ پانے میں کون بدتر ہے۔
قریب قریب یہی معنی صاحب مدارک التنزیل نے لئے ہیں فرماتے ہیں
ذٰلک اشارۃ الی الایمان ای بشر مما نقمتم من ایماننا ثوابًا یعنی ہمارے ایمان پر جو سزا مترتب ہونے کا تم گمان کرتے ہو۔
مَنْ لَّعَنَہُ اللّٰہُ ...... السَّبِیْلِ یہ ھَلْ اُنَبِّئُکُمْ کی وضاحت میں ہے۔
۵ : ۶۱ = یَکْتُمُوْنَ۔ (جس کو وہ چھپاتے ہیں یعنی نفاق۔
۵ : ۶۲ = اَلْعُدْوَانِ۔ عَدَا یَعْدُوْا کا مصدر ہے (باب نصر) ظلم وستم۔ زیادتی۔
= السُّحْتَ۔ حرام۔ دیکھو ۵ : ۴۲
= لَوْلَا۔ اگر ماضی پر داخل ہو تو زجر و توبیخ کے لئے ہوتا ہے یعنی انہوں نے کیوں ایسا نہ کیا۔ کیوں اپنے فرض کی ادائیگی میں غفلت اور کوتاہی کی۔
اور اگر مضارع پر داخل ہو تو کسی کام پر برانگیختہ کرنے اور اکسانے کے لئے ہوتا ہے۔ یہاں مضارع پر داخل ہے اور مقصد یہ ہے کہ اہل کتاب کے علماء اپنا فرض منصبی ادا کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

(اس میں علمائے اسلام کو بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید بلیغ ہے)
= لَوْلَا .... السُّحْتَ کیوں نہیں رَبَّانِیِّیْن اور احبار اٹھ کھڑے ہوتے اور منع کرتے لوگوں کو گناہ اور عصیان کی باتوں سے اور حرام کھانے سے۔
۵ : ۶۴ = مَغْلُوْلَۃٌ۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث غَلٌّ۔ مصدر۔ (نصر) گردن سے بندھا ہوا۔ بند۔ بخیل۔ غَلٌّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ بیڑی۔ ہتھکڑی۔ پیٹ کی جلن۔ بدخلق عورت وغیرہ۔ یہاں باندھنا اور جکڑنا کے معنی مراد ہیں۔
= غُلَّتْ اَیْدِیْہِمْ وَلُعِنُوْا۔ (بد دعائیہ کلمات ہیں) جکڑے جائیں ان کے ہاتھ اور پھٹکار ہو ان پر۔
= مَبْسُوْطَتٰنِ۔ اسم مفعول۔ تثنیہ مؤنث۔ مَبْسُوْطَۃٌ مفرد۔ (بلکہ اس کے دونوں ہاتھ) کھلے ہوئے ہیں۔ فراخ ہیں۔ وہ بڑا کریم اور جواد ہے۔ بَسِیْطُ الْیَدَیْنِ۔ سخی آدمی۔
= وَلَیَزِیْدَنَّ .... کُفْرًا۔ لَیَزِیْدَنَّ۔ فعل بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ کَثِیْرًا مِّنْہُمْ مفعول مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ فاعل۔ طُغْیَانًا وَّکُفْرًا۔ اخیر۔
اور جو کلام تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ ان میں سے اکثر کو مزید طغیان اور کفر میں دھکیل دیگا (کیونکہ وہ ہٹ دھرمی سے مخالفت اور نافرمانی کرتے ہیں۔
= اَوْقَدُوْا۔ انہوں نے آگ سلگائی۔ ایقاد (افعال) مصدر ماضی جمع مذکر غائب۔
= اَطْفَاَھَا۔ اس نے اس کو بجھا دیا۔ اِطْفَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ ماضی واحد مذکر غائب ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔
۵ : ۶۶ = لَوْ اَنَّہُمْ اَقَامُوْا۔ اگر وہ (اپنے عمل سے) قائم کرتے۔ یعنی ان پر پورا پورا عمل کرتے۔
= لَاَکَلُوْا۔ لام برائے تاکید ہے اَکَلُوْا۔ انہوں نے کھایا۔ وہ ضرور کھاتے۔ وہ ضرور فراخیٔ رزق پاتے
= مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ۔ اظہار مبالغہ کے لئے آیا ہے، یعنی ان کو اوپر سے اور نیچے سے (یعنی ہر طرف سے) رزق کی فراخی اور کثرت نصیب ہوتی۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْہِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ (۷: ۹۶) اور اگر ان بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے (یعنی ان کو بے شمار برکتوں سے نوازتے۔
= مُقْتَصِدَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ سیدھے راستہ پر قائم۔ راست رو
۵ : ۶۷ = فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ۔ تو تُو نے اس کی رسالت یا پیغام بری کا حق ادا نہیں کیا۔

= یَعْصِمُكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عِصْمَةٌ مصدر (باب ضرب) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تم کو بچا لیگا۔

= اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ۔ ای لا یمکنہم مما یریدون بك۔ جو کہ تم کو پہنچانے کے ارادے رکھتے ہیں۔ ان کی ان کو توفیق نہ دے گا۔

کافروں کو تمہارے مقابلہ میں کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا (تفہیم القرآن)

۵ : ۶۸ = لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ ۔ تم کسی چیز پر نہیں ہو۔ تم کسی اصل پر نہیں ہو۔ تم کسی دین پر تصور نہیں کئے جاؤ گے۔

= فَلَا تَاْسَ عَلَی الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ۔ آپ افسوس نہ کریں کافروں پر۔

فلا تحزن علیہم فان ضرر ذلك لاحق بہم۔ آپ غم نہ کھائیں ان پر اس کفر کا بدلہ وہ خود ہی پا لیں گے (کشاف)

۵ : ۶۹ = اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔

آیت ہذا میں اگر اَلصّٰبِئُوْنَ کو اِنَّ کے تحت لیا جائے تو اس کو منصوب ہونا چاہئے تھا اور اَلصّٰبِئِیْنَ ہوتا جیسا کہ آیت ۲ : ۶۲ میں ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

اول تقدیر میں آیت یوں ہو۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ وَالصَّابِئُوْنَ كَذٰلِكَ۔ بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے (یعنی جو مسلمان ہے) اور جو یہودی بنے۔ یا جو نصرانی ہیں ان میں سے جو اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے اور یہی حال صابیوں کا ہے۔

دوم یہ کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا کی خبر محذوف لی جائے اور اَلنَّصٰرٰی کو اَلصّٰبِئُوْنَ پر معطوف سمجھا جائے۔ اور مَنْ اٰمَنَ کو ان دونوں گروہوں کی خبر لیا جائے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی ہوئے ان میں سے جو لوگ اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا۔ اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اور صابیوں اور نصاریٰ میں سے جو لوگ اللہ پر اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کئے تو ان کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

۵ : ۷۰ = لَا تَهْوٰی ۔ هَوِیَ (باب سمع) سے مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ نہیں چاہتی ہے

وہ نہیں پسند کرتی ہے۔ ھَوِیَ۔ نفس کا خواہش کی طرف مائل ہونا۔
= بِمَا لَا تَھْوٰی۔ ایسا حکم ہے کہ جسے ان کے نفسوں نے (یعنی انہوں نے) پسند نہ کیا۔
= فَرِیْقًا۔ یعنی رسولوں کے ایک گروہ کو۔
= فِتْنَۃٌ۔ آفت، مصیبت، عذاب۔ فَتْنٌ سے جس کے اصل معنی سونے کو آگ میں تپا کر کھرا کھوٹا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔
قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معنی میں استعمال کئے گئے ہیں۔
۵: ۷۲ = لَقَدْ کَفَرَ کا فاعل اَلَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ ...... ابْنُ مَرْیَمَ ہے یعنی جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی تو ہے۔ وہ کافر ہو گئے۔
۵: ۷۳ = ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ۔ تین (خداؤں) میں سے تیسرا (خدا) ہے۔ تین خدا۔ اللہ۔ دوسرا مسیح۔ تیسرا۔ حضرت مریم یا روح القدس۔
۵: ۷۵ = اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝ اَنّٰی۔ جہاں۔ کیونکر۔ جب۔ اسم ظرف زمان و مکان۔ ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی (جب۔ جس وقت) ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ۔ (جہاں۔ کہاں)
اور استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ۔ (جیسے۔ کیونکر۔ یُؤْفَکُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ سے۔ (باب ضرب) پھیرے جاتے ہیں۔ بھٹک رہے ہیں۔ الٹے پھر رہے ہیں۔
اِفْکٌ۔ جھوٹ۔ بہتان۔ کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔
بعض دفعہ فعل مجہول اس لئے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ظاہر کیا جا سکے کہ فاعل نے فعل کو اس تیزی سے اور اندھا دھند کیا۔ گویا اس کا فعل اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یا اس کے پس پشت محرکِ فعل کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے۔
اس کی دیگر مثالیں۔ وَجَآءَہٗ قَوْمُہٗ یُھْرَعُوْنَ اِلَیْہِ۔ (۱۱-۷۸) اور اس کی قوم اس کی طرف بھگ ٹٹ دوڑ کر آئی۔
اور وَاُلْقِیَ السَّحَرَۃُ سٰجِدِیْنَ (۷: ۱۲۰) اور جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے
۵: ۷۷ = لَا تَغْلُوْا۔ تم مبالغہ نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ تم غلو مت کرو۔ غُلُوٌّ (نَصَرَ) کے معنی ہیں حد سے گذرنا۔ مضارع نہی جمع مذکر حاضر۔
= ضَلُّوْا۔ فعل لازم۔ وہ گمراہ ہو گئے۔ وہ گمراہ ہوئے۔

= اَضَلُّوْا۔ فعل متعدی۔ انہوں نے (دوسروں کو) گمراہ کیا۔

۵: ۷۸ = عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ۔ حضرت داوٗد اور حضرت عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر۔ یعنی حضرت داوٗد اور حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام نے اپنی زبان سے ان کے لئے بددعا کی۔ اور وہ ملعون ہوئے۔ یعنی اللہ کی پھٹکار ان پر پڑی

= عَصَوْا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔

= کَانُوْا یَعْتَدُوْنَ۔ وہ حد سے بڑھ جایا کرتے تھے۔ زیادتیاں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔

۵: ۷۹ = کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ۔ وہ ایک دوسرے کو منع نہیں کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری نہی۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔

۵: ۸۰ = یَتَوَلَّوْنَ۔ دوستی رکھتے ہیں۔ تَوَلّٰی سے بمعنی دوستی رکھنا۔ منہ موڑ لینا۔ اعراض کرنا الفاظ اضداد میں سے ہے۔

= سَخِطَ۔ (سَمِعَ) وہ غصہ ہوا۔ وہ ناراض ہوا۔

اَنْ سَخِطَ اللّٰہُ ...... خٰلِدُوْنَ ۝ یہ قَدَّمَتْ کی تعریف ہے یعنی انہوں نے کیا آگے بھیجا۔ (۱) اللہ کی ناراضگی (۲) دائمی عذاب۔

۵: ۸۱ = النَّبِیِّ۔ سے یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے صریحًا حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تھی۔ اگر یہودی صحیح طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم کو مانتے تو وہ کبھی بھی مخالفین رسول اکرم سے محبت یا تعلق نہ رکھتے۔

= اِتَّخَذُوْھُمْ۔ میں ضمیر ہُمْ جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا (آیۃ ماقبل) کی طرف راجع ہے

۵: ۸۲ = لَتَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ تو ضرور پائے گا۔

= لَتَجِدَنَّ۔ فعل بافاعل۔ اَلْیَھُوْدَ۔ وَالَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا دونوں مفعول۔ اَشَدَّ النَّاسِ ...... اٰمَنُوْا۔ حال۔ یعنی تو ضرور پائے گا اہل یہود اور مشرکین کو ایمان والوں کی عداوت میں تمام لوگوں سے سخت ترین۔

اسی طرح دوسرے فقرہ کا بھی ترجمہ ہوگا۔ اور تو ضرور پائے گا ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں ایمان والوں کی دوستی میں ان سب سے قریب ترین۔

= قِسِّیْسِیْنَ جمع منصوب۔ قِسِّیْسُوْنَ۔ جمع مرفوع۔ اس کی واحد قِسٌّ اور قِسِّیْسٌ ہے۔ بمعنی عیسائی عالم۔ یا درویش۔ یہ سریانی لفظ ہے۔

— رُھْبَانٌ ۔ زاہدانِ اہل کتاب ۔ اہل کتاب کے درویش ۔
رَاھِبٌ ۔ واحد ۔ جیسے فَارِسٌ کی جمع فُرْسَانٌ اور رَاکِبٌ کی جمع رُکْبَانٌ ہے
راہب اس عبادت گذار کو کہتے ہیں ۔ جو دنیا کے ہنگاموں سے الگ تھلگ خانقاہوں اور حجروں
میں مصروف ذکر وفکر رہتا ہے ۔
علامہ قرطبی نے رہبانیت کی یوں تشریح کی ہے ۔
الرُّھْبَانِیَّۃُ وَالتَّرَھُّبُ التَّعَبُّدُ فِیْ صَوْمِعَۃٍ ۔
قِسِّیْسِیْنَ اور رُھْبَانًا ۔ اَنَّ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہیں ۔

پَارَہْ
وَاِذَا سَمِعُوْا
(۷)
اَلْمَائِدَۃُ وَالْاَنْعَامُ

وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ

۵ : ۸۳ = تَفِيْضُ۔ فَاضَ يَفِيْضُ فَيْضًا۔ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وُہ بہتی ہے۔ وہ جاری ہوتی ہے۔ فَاضَ الْمَآءُ کے معنی ہیں کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ یہاں آنسوؤں کے آنکھوں سے بہنے کے لئے آیا ہے۔

= اَلدَّمْعِ۔ آنسو۔ اشک۔ واحد۔ دُمُوْعٌ وَاَدْمُعٌ جمع۔

= رَبَّنَا سے جو کلام شروع ہوا تھا وہ آیۃ ۸۴ کے اختتام پر الصّٰلِحِيْنَ پر ختم ہوتا ہے۔

۵ : ۸۵ = فَاَثَابَهُمُ۔ فَ سببیہ ہے۔ اَثَابَ يُثِيْبُ اِثَابَةً (باب افعال) بدلہ دینا انعام دینا۔ ثواب دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو بدلہ یا انعام دیا۔ یہاں ماضی مستقبل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ یعنی وہ ان کو بدلہ دے گا۔ انعام دے گا۔

= جَنّٰتٍ ..... فِيْهَا۔ اَثَابَ کا مفعول ثانی

۵ : ۸۹ = عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ۔ عَقَّدَ يُعَقِّدُ تَعْقِيْدًا (باب تفعیل) ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نے پختہ کیا۔ تم نے مضبوط کیا۔ تم نے گرہ باندھی۔ اَلْاَيْمَانَ۔ يَمِيْنٌ کی جمع۔ قسمیں معاہدے۔ یعنی وہ قسمیں جن کا تم نے پختہ اقرار کرلیا ہے۔ جو نیتاً وارادۃً تم نے اٹھائی ہیں۔

= تَحْرِيْرُ۔ (باب تفعیل) مصدر ہے آزاد کرنا۔ کسی کو مسجد کی خدمت یا خدا کی عبادت کے لئے وقف کردینا۔ جیسے نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا (۳۵:۳) جو بچہ میرے پیٹ میں ہے اس کو تیری نذر کرتی ہوں۔ لکھنا۔ تحریر کرنا۔ وغیرہ۔ یہاں آزاد کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

اَلْحُرُّ۔ آزاد مرد۔

= رَقَبَةٍ۔ گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں کا نام پڑگیا۔ جس طرح الفاظ راس اور ظھر کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ کے معنوں میں اور جگہ فَكُّ رَقَبَةٍ بھی آیا ہے

۵ : ۹۰ = اَلْمَيْسِرُ۔ اسم مصدر۔ جوا۔ جوا کھیلنا۔ قمار بازی۔

يُسْرٌ سے۔ يُسْرٌ کے معنی آسانی۔ اور سہولت کے ہیں یہ عُسْرٌ کی ضد ہے۔ چونکہ جوا کھیلنے میں بھی مال آسانی اور بلا کلفت حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اَلْمَيْسِر کہا جاتا ہے۔

= اَلْاَنْصَابُ۔ نُصُبٌ کی جمع۔ بُت وہ تمام چیزیں جو عبادت کے لئے نصب کی جائیں۔ خواہ وہ مورتی ہو یا پتھر۔ یا اور کچھ۔ ان کو انصاب کہا جاتا ہے۔ یہاں انصاب سے مراد وہ پتھر ہیں جو حرم

میں کعبہ کے ارد گرد نصب تھے اور کفار ان کے لئے جانور ذبح کرتے اور ان کا خون ان پتھروں پر مل دیتے اور گوشت ان پتھروں پر رکھ دیتے ۔ جسے قرآن مجید نے حرام فرمایا ۔ دیکھو ۵ : ۳ ۔

= اَلْاَزْلَامُ ۔ تیر ۔ تیر پھینک کر شگون لینا ۔ دیکھو ۵ : ۳

= رِجْسٌ ۔ ناپاک ، پلید ، گندہ ۔ عقوبت ۔ عذاب ۔ بلا ۔ اَرْجَاسٌ ۔ جمع (حرمت شراب کے متعلق ملاحظہ ہو ۔ (۲ : ۲۱۹)

۵ : ۹۱ = یُوْقِعَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْقَاعٌ (انعال) مصدر ۔ وہ ڈال دے ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ہے ۔

= یَصُدَّکُمْ ۔ وہ تم کو روک دے ۔ صَدٌّ مصدر ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔

= مُنْتَھُوْنَ ۔ باز آنے والے ۔ منع ہو جانے والے ۔ رُک جانے والے ۔ اِنْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر اصل میں مُنْتَھِیُوْنَ تھا ۔ مادہ نَھْیٌ

۵ : ۹۲ = اِحْذَرُوْا ۔ باب سَمِعَ ۔ حَذَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تم ڈرو ۔ تم بچو ۔

= تَوَلَّیْتُمْ ۔ تَوَلِّیٌ سے ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ تم پھر گئے ۔ تم نے منہ موڑ لیا ۔ تَوَلِّیْ کا معنی والی ہونا ۔ حاکم ہونا بھی ہے ۔

۵ : ۹۳ = اس آیۃ میں الفاظ ۔ اٰمَنُوْا ۔ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ اِتَّقَوْا ۔ بہ تکرار استعمال ہوئے ہیں بعض کے نزدیک یہ تکرار تاکید و مبالغہ کے لئے ہے اور ایمان و تقویٰ اور ان پر مزید درجۂ احسان حاصل کرنے کے لئے ابھارنے اور جوش دلانے کے لئے ہے

اور بعض کے نزدیک عَلَی الَّذِیْنَ کے متصل اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ زمانہ ماضی کے متعلق ہے یعنی وہ لوگ جو صاحب ایمان تھے اور نیک اور صالح اعمال کے حامل تھے اگر حرمت سے پہلے انہوں نے میسر و انصاب و ازلام سے کام لیا تو ان کو وہ معاف ہے ۔ اور اس کے ساتھ ہی اِذَا مَا شرط کے لئے ہے اور اس سے متصل اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مستقبل کے لئے ۔ یعنی بشرطیکہ وہ آئندہ بھی ڈرتے رہیں گے ان چیزوں سے جو حرام کی گئی ہیں اور ایمان پر ثابت قدم رہیں گے اور اچھے کام کریں گے ۔ پھر جس جس چیز سے روکا جائے اس سے رُکیں ۔ اور جو فرمان الٰہی ہو اسے مانیں پھر خدا ترسی کے ساتھ نیک رویہ اختیار کریں (الخازن ۔ تفہیم القرآن)

صاحب ضیاء القرآن اور عبداللہ یوسف علی نے علامہ بیضاوی کی تشریح نقل کی ہے کہ فرماتے ہیں ۔ ان مکرر الفاظ سے صحابہ کرام کی تین حالتوں یا ان کے تین مقامات کا ذکر کیا جا رہا ہے پہلے اِتَّقَوْا

وَاٰمَنُوْا سے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس حالت کا بیان ہے جس کا تعلق ان کے اپنے قلب اور روح کے ساتھ ہے۔

دوسرے اِتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا سے ان کے تقویٰ اور ایمان کی اس کیفیت کا بیان ہے جو ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان تھی اور آخری اِتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا سے تقویٰ اور احسان کی اس حالت کی طرف اشارہ ہے جو ان کے اور ان کے رب کے درمیان تھی۔ یا پہلے ان کے ابتدائی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ پھر ان کے درمیانی حالت کی طرف اور آخر میں ان کے اعلیٰ ترین مقام کی طرف جبکہ عابد و معبود۔ ساجد و مسجود میں دوری کے پردے اٹھ جاتے ہیں اور نعمتِ مشاہدہ سے دل کی آنکھیں روشن ہوتی ہیں اسی لئے اِتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا فرمایا۔ جب کہ انسان مقام احسان پر فائز ہوتا ہے۔ اور احسان کا مفہوم حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔

یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں جبکہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے جیسے کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر (حالت عبادت میں) تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو وہ تو تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۵ : ۹۴ = لَيَبْلُوَنَّكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ضرور آزمائے گا۔ وہ تمہاری ضرور جانچ کریگا۔

بَلَاءٌ سے (باب نصر) مادہ بَلِيٌ۔

= رِمَاحُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نیزے۔

= تَنَالُهٗ۔ اس کو پاتی ہے۔ اس تک پہنچتی ہے۔ نَيْلٌ سے (باب فتح)

۵ : ۹۵ = وَاَنْتُمْ حُرُمٌ (واؤ حالیہ (درآنحالیکہ) اَنْتُمْ حُرُمٌ (تم حالتِ احرام میں ہو تم احرام باندھے ہوئے ہو۔

= مُتَعَمِّدًا۔ عَمَدًا۔ جان بوجھ کر۔ ارادۃً (باب تفعل)

= النَّعَمِ۔ اسم جنس۔ چوپایہ۔ اونٹ، بکری، گائے۔ بھینس وغیرہ جمع اَنْعَامٌ وَنُعْمَانٌ

= ذَوَا عَدْلٍ۔ دو معتبر عادل شخص۔

= هَدْيًا۔ اسم نکرہ منصوب۔ قربانی کا جانور جو ماہِ حُرُم میں حَرَم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

= بَالِغَ الْكَعْبَةِ۔ بالغ۔ پہنچنے والا۔ بُلُوْغٌ سے بمعنی پہنچنا۔ کعبہ سے مراد حدودِ حرم ہے کیونکہ جانور کعبہ میں نہیں ذبح کئے جاتے۔

بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۔ یعنی وہ جانور پھر پہنچ جائے کعبہ یعنی مکہ معظمہ میں۔
= هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ ۔ حال ہے جس کا ذوالحال مِثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ ہے یعنی چوپایوں میں سے ویسا ہی جانور جو شکار کیا گیا ہو وہ پہنچایا جائے ذبح کے لئے حدود حرم میں
= وَمَنْ قَتَلَهٗ ...... صِيَامًا ۔ اور جس نے عمدًا شکار مارا تو اس پر پاداش واجب ہوگی جس کی تین صورتیں ہیں۔
(۱) چوپایوں میں سے اسی قیمت کا جانور جو حرم مکہ میں لاکر ذبح کیا جائے۔
(۲) یا کفارہ کے طور پر اس جانور کی قیمت کے برابر مساکین کو کھانا کھلائے۔
(۳) یا اس قیمت میں جتنے مساکین کو کھانا کھلایا جا سکتا ہے ان مساکین کی تعداد کے برابر روزے رکھے۔ اور ہر صورت میں فیصلہ تمہارے میں سے دو صاحب عدل و انصاف شخص کریں گے
= لِيَذُوْقَ ۔ ل ۔ تاکہ ۔ يَذُوْقَ ۔ مضارع منصوب واحد مذکر ۔ ذَوْقٌ (نَصَرَ) سے مصدر تاکہ وہ چکھے۔
= وَبَالَ اسم منصوب ۔ مضاف ۔ اَمْرِهٖ مضاف ۔ مضاف الیہ دونوں مل کر وَبَالَ کا مضاف الیہ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۔ مضاف و مضاف الیہ مل کر مفعول بہ ہے يَذُوْقَ کا ۔ بداعمالی کی سخت سزا۔
= عَادَ ۔ وہ پھرا ۔ اس نے عود کیا ۔ وہ پھر آ رہا (باب نَصَرَ) عَوْدٌ سے جس کے معنی کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔
= يَنْتَقِمُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ وہ انتقام لے گا ۔ وہ بدلہ لے گا ۔ وہ سزا دے گا ۔ باب افتعال اِنْتِقَامٌ سے۔
۵ : ۹۶ = طَعَامُهٗ ۔ اس کا کھانا ۔ اس میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب صَيْدُ الْبَحْرِ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تمہارے لئے پانی کے جانوروں کا کھانا بھی جائز۔ یعنی ان کا جن کو تم شکار نہیں کرتے بلکہ انہیں سمندر خود بخود زندہ یا مردہ خود بخود باہر پھینک دے۔
= وَلِلسَّيَّارَةِ ۔ مسافروں کے لئے ۔ یعنی تمہارے لئے بھی جو حالتِ احرام میں ہو اور ان کے لئے بھی جو مسافر ہیں اور حالتِ احرام میں نہیں ہیں۔
۵ : ۹۷ = اَلْكَعْبَةَ ۔ چوکور مکعب شکل کا مکان جس کی ہر جانب مربع ہو ۔ یعنی چھت، فرش، چاروں اطراف ۔ جو بیرونی سطح سے اونچا ہو ۔ یعنی کرسی پر بنا ہوا ہو ۔ مراد مسلمانوں کا قبلہ ۔ اس کو کعبہ اسی لئے کہتے ہیں کہ اول تو ملحقہ سطح سے اونچا بنا ہوا ہے یعنی کرسی ملحقہ سطح سے اونچی ہے ۔ اور دوسرے قریبًا قریبًا مربع الجوانب مکعب شکل کا ہے ۔ اصل میں اس کا کوئی ضلع بھی دوسرے کے برابر نہیں ہے موقع پر اس کی

پیمائش یوں ہے۔

شرقی دیوار کا طول	۱۱ میٹر ۵۸ سینٹی میٹر	
مغربی دیوار کا طول	۱۱ میٹر ۹۳ سینٹی میٹر	
(شمالی) شامی جانب کی دیوار کا طول	۱۰ میٹر ۲۲ سینٹی میٹر	
(جنوبی) یمنی جانب کی دیوار کا طول (رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان)	۱۰ میٹر ۱۳ سینٹی میٹر	

کعبہ کی سطح زمین سے بلندی = ۱۵ میٹر
دیوار شرقی سے مقام ابراہیم تک فاصلہ = ۱۱ میٹر ۱۰ سینٹی میٹر

(الحرم المکی ۔ الحاج عباس کرارۃ) القاہرہ

= اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ ۔ عزت والا گھر۔ حرمت والا گھر۔
= اَلشَّھْرَ الْحَرَامَ ۔ عزت و حرمت والا مہینہ۔ یا اگر اَلشَّھْرَ کو اسم جنس لیا جائے تو اس کے معنی اَشْھُرُ الْحُرُمْ ہوں گے۔ عزت و حرمت والے مہینے۔ یعنی ذوالقعدہ۔ ذوالحجہ، محرم۔ اور رجب المرجب
= اَلْھَدْیَ وَالْقَلَآئِدَ ۔ کے لئے دیکھو ۵:۲۔ قربانی کے جانور اور وہ جانور جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوئے ہوں۔
= قِیٰمًا لِلنَّاسِ ۔ قِیَامٌ وَقِوَامٌ ۔ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے سہارے کوئی قائم رہ سکے۔ جس طرح کہ عِمَادٌ وَسِنَادٌ ۔ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو سہارا لگا دیا جائے چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔
وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيَامًا ۔ (۴:۵) اور بے عقلوں کو ان کا مال جسے خدا نے تم لوگوں کے لئے سبب معیشت بنایا ہے۔ مت دو۔
اسی طرح آیت ہذا میں ہے کہ :۔
اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو عزت والا گھر ہے لوگوں کے لئے بقاء کا باعث بنایا ہے۔
اَلْبَیْتَ الْحَرَامَ ۔ کعبہ کی صفت ہے۔ الشھر الحرام ۔ الھدی ۔ القلائد

سب کا عطف الکعبۃ پر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان سب کو لوگوں کی بقاء اور ان کی اجتماعی زندگی کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ قِیَامًا۔ جَعَلَ کا مفعول ثانی ہے

۵: ۹۸ — شَدِیْدُ الْعِقَابِ ؕ سخت سزا دینے والا۔

۵: ۹۹ = مَا تُبْدُوْنَ ۔ جو تم ظاہر کرتے ہو یا جو تم ظاہر کرو گے۔ اِبْدَاءٌ (افعال) سے
= مَا تَکْتُمُوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو۔ جو تم چھپاؤ گے۔ کَتْمٌ سے۔

۵: ۱۰۱ = اِنْ تُبْدَ ۔ اصل میں تُبْدٰی تھا۔ اِنْ کے عمل سے ی حذف ہوگئی۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اگر وہ ظاہر ہو جائے۔

اِبْدَاءٌ۔ مصدر بَدْءٌ مادہ۔

= تَسُؤْکُمْ ۔ وہ تم کو بری لگے۔ وہ تم کو ناخوش کرتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) سَوْءً ۔ سَوْءٌ سے مادہ۔ سوء۔ السُّوْءُ ہر وہ چیز جو انسان کو غم میں مبتلا کردے۔ خواہ وہ امور دنیوی کے قبیل سے ہو۔ یا اخروی کے اور عام ہے اس سے کہ اس کا تعلق احوال نفسانیہ سے ہو یا بدنیہ سے یا ان امور خارجیہ سے جن کا تعلق جاہ وجلال کے چلے جانے یا کسی قریبی رشتہ دار یا دوست کے فوت ہو جانے سے ہوتا ہے۔ قرآن میں لفظ یا اس کے مشتقات بمعنی بیماری ۔ رسوائی ۔ برائی بھی آیا ہے۔

اس آیت کے ترجمے میں بعض نے اِنْ تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ۔ وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا حِیْنَ یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ کو اکٹھا لیا ہے اور اسے اَشْیَاءَ کی صفت لکھا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

لے ایمان والو! مت پوچھ گچھ کیا کرو ایسی باتوں کے متعلق کہ اگر تم پر عیاں کردی جائے ان کی حقیقت تو تمہاری ناگواری یا تنگی کا باعث بنیں۔ اور اگر اس وقت دریافت کیجائیں جب قرآن نازل ہو رہا ہو تو تم پر ان کی وضاحت کردی جاتی۔ (یعنی احکام الٰہی کے سمجھنے میں جو تمہیں مشکلات یا دقتیں درپیش ہوتیں ان کی وضاحت کردی جاتی)

اس ترکیب کو صاحب مدارک التنزیل اور مولانا محمد علی نے لیا ہے۔ دوسروں کے نزدیک یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا .... تَسُؤْکُمْ ۔ اور وَاِنْ تَسْئَلُوْا .... تُبْدَ لَکُمْ کو الگ الگ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ لے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھا کرو کہ اگر ظاہر کی جائیں تو تمہارے لئے تنگی کا باعث بنیں (جیسے قوم موسیٰؑ نے گائے کے متعلق سوال کر کر کے اپنے اوپر دائرہ اختیار تنگ کر لیا تھا۔ ملاحظہ (دیکھو ۲: ۶۸ — ۷۱) (ہاں) اگر تم ایسی باتیں

حیب قرآن نازل ہورہا ہو (تو کسی مشکل یا دقیق امر کو سمجھنے کی خاطر) دریافت کرو تو وہ تم پر واضح کردی جائیں۔ (اسے الخازن۔ ضیاء القرآن۔ اور تفسیر عبداللہ یوسف علی میں اختیار کیا گیا ہے)

= عَفَا اللّٰہُ عَنْهَا۔ کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ ایک تو یہ کہ اس بارے میں تم نے جو آب تک کیا ہے اسے اللہ نے معاف کر دیا ہے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن۔ تفہیم القرآن)

۲۔ یعنی حیب قرآن کے کسی حکم کے نزول کے وقت تم نے وضاحت کی خاطر سوال کئے تو خدا تمہیں یہ معاف کردے گا (عبداللہ یوسف علی)

۵:۱۰۲ = سَأَلَهَا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَشْیَاءَ نہیں بلکہ المسئلۃ (پوچھ دریافت۔ سوال وجواب) محذوف ہے۔ یعنی ایسا ہی مسئلہ اٹھایا تھا ایک قوم نے تم سے پہلے بھی (یہاں قوم سے مراد کسی ایک خاص نبی کی قوم نہیں بلکہ سوال کرنے والوں کی ایک جماعت یعنی کئی سوال کرنے والوں نے ایسے سوال کئے تھے مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے اونٹنی کے متعلق اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے اللہ تعالیٰ کو بالجہر دیکھنے کے متعلق۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی قوم نے المائدہ کے متعلق)

= ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ۔ بھا بمعنی بترکھم العمل بھا مراد ہے پھر وہ منکر ہو گئے اس وضاحت پر عدم عمل کی وجہ سے۔ پھر وہ ان احکام کا انکار کرنے والے ہو گئے۔

۵:۱۰۳ = بَحِيْرَةٍ۔ بروزن فعیلۃ بمعنی مفعولۃ۔ کان پھٹا۔

بَحَرْتُ الْعِيْرَ۔ میں نے اونٹ کے کان اچھی طرح کاٹ ڈالے۔ اہل عرب کی کفر کی رسموں میں سے ایک یہ تھی کہ اگر کسی بت کے لئے کسی مویشی کی نذر مانتے تو اس کے کان پھاڑ دیتے نشان کے لئے اور اس کو بحیرہ کہتے۔

= سَائِبَةٍ۔ عرب کے زمانہ جاہلیت میں وہ جانور جو بُت کے نام کر کے چھوڑ دیا جاتا تو اُسے سائبہ کہتے تھے۔ سَابَ يَسِيْبُ (ضرب) بے مقصد گھومنا۔ جانور کا آزاد کرنا۔ سائبہ وہ اونٹنی جو تمام مشقت سے آزاد کردی گئی ہو۔

یہ جانور سائبہ بھی بے روک ٹوک جدھر چاہے پھرتا رہتا۔ کوئی اس کو روکتا نہ تھا

= وَصِيْلَةٍ۔ وہ نوخیز اونٹنی جس کے سب سے پہلے حمل میں مادہ بچہ ہو اور دوسرے حمل میں بھی مادہ ہو۔ اس کو وصیلہ کہا جاتا تھا کیونکہ دو متواتر دو حملوں میں مادہ بچے ہوئے۔ درمیان میں نر پیدا نہیں ہوا۔ دونوں مادہ بچے متصل پیدا ہوئے اس لئے

وہ اونٹنی وصیلہ کہلاتی تھی۔ اس اونٹنی کو مشرک بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے او
اس کا دودھ نہیں دوہتے تھے۔
= حَام۔ حَامِیْ۔ جنوانے والا اونٹ۔ جس اونٹ کی پشت سے دس بچے پورے
ہوتے یعنی سواری اور بوجھ کے قابل ہوجاتے تو اس اونٹ پر لادنا موقوف کر دیتے
اور چارے یا پانی پر سے نہ ہٹاتے۔ اسے حامی کہتے۔
۵: ۱۰۵ = عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۔ اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔ تم پر اپنی جانوں کا فکر لازمی ہے
۵: ۱۰۶ = شَهَادَۃُ بَیْنِکُمْ ذَوَا عَدْلٍ مِنْکُمْ آپس میں تمہاری گواہی تم میں سے
دو معتبر اور صاحب عدل شخص ہیں۔
= اَوْ اٰخَرَانِ یا دو اور شخص مِنْ غَیْرِکُمْ۔ غیروں میں سے۔ غیر قبیلہ۔ غیر مسلم (جمہور)
= تَحْبِسُوْنَهُمَا۔ تم ان دونوں کو روک لو۔ حَبَسَ یَحْبِسُ (ضَرَبَ) روکے رکھنا مضارع
جمع مذکر حاضر۔ هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔
= اِنِ ارْتَبْتُمْ = اگر تم شک میں پڑے۔ اگر تمہیں شک پڑ جائے۔ اِرْتِیَابٌ (افتعالٌ
رَیْبٌ۔ (مادّہ)
= لَا نَشْتَرِیْ بِهٖ ...... لَمِنَ الْاٰثِمِیْنَ۔ یہ الفاظ جن گواہان سے قسم لیجارہی ہے
وہ کہیں گے۔
۵: ۱۰۷ = عُثِرَ عَلٰی۔ اسے اطلاع کردی گئی۔ اسے خبر کردی گئی (باب نصر۔ ضرب) عُثُوْ
سے جس کے معنی بغیر چاہے کسی چیز پر مطلع ہوجانے کے ہیں ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
عَثَرَ یَعْثُرُ عِثَارًا وَعُثُوْرًا ۔ کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔ اور مجازاً اس کا استعمال کسی شخص
کے اچانک بلا طلب کسی بات پر مطلع ہوجانے کے لئے ہوتا ہے۔
وَکَذٰلِکَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ ۔ (۱۸: ۲۱) اور اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے
باخبر کردیا۔ یعنی لوگوں کے قصد کے بغیر ہی ہم نے ان کے حال پر مطلع کر دیا۔
= اِسْتَحَقَّا۔ وہ دونوں حقدار ہوئے۔ اِسْتِحْقَاقٌ ماضی کا صیغہ تثنیہ غائب اِسْتَحَقَّا اِثْمًا
وہ دونوں گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یا کسی گناہ کے سزاوار ہوئے۔ گناہ کر کے مستحق سزا
ہوئے۔
= اِسْتَحَقَّ عَلَیْهِمُ الْاَوْلَیٰنِ۔ پہلے دونوں نے جن کا حق ضائع کیا تھا۔
= فَیُقْسِمٰنِ۔ پس وہ دونوں قسم اٹھاویں یعنی وہ دو نئے گواہ جو حقداروں میں سے

لے جاویں۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِقْسَامٌ (اِفعَالٌ) مصدر
= لَشَهَادَتُنَا ...... اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ یہ قسم کے الفاظ وہ دو نئے گواہ کہیں گے جوکہ حقداروں میں سے لئے گئے ہیں۔

۵ : ۱۰۸ = اَدْنٰى = زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔ جب یہ اکبر کے مقابلہ میں ہوتو اصغر کے معنیٰ دیتاہے اور جب خیر کے مقابلہ میں ہوتو اَرذل کے معنی دیتا ہے اور جب اقصٰی (دور) کے مقابلہ میں ہوتو نزدیک کے معنی دیتاہے۔ یہ دَانٍ اور دَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے۔ پہلی صورت (دانٍ سے) اقرب (نزدیک) اور دوسری صورت میں ارذل کے معنی میں آتا ہے۔
= يَّاْتُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اصل میں يَاْتُوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون گر گیا۔ يَّاْتُوْا ب۔ وہ لائیں۔ اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ کہ وہ گواہی دیں۔
= عَلٰى وَجْهِهَا۔ کماحقہٗ۔ جیساکہ چاہئے۔ ٹھیک ٹھیک۔
= اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ (زیادہ خوف کھائیں کہ) ان کی قسموں کے بعد قسم کو (وارثانِ میت کی طرف) لوٹایا جائے گا۔ یعنی ان کی قسم پر دوسرے فریق کی قسم لی جائے گی۔ اور ان کی قسم کی تردید ہوجائے گی۔

آیات نمبر ۱۰۶ - ۱۰۷ - ۱۰۸ = مطلب یہ ہوگا: اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاوے۔ اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لئے شہادت کا نصاب یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحب عدل آدمی گواہ بنائے جائیں۔

یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آجائے۔ تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لئے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے۔ اور وہ خدا کی قسم کھاکر کہیں کہ:۔

" ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں اور خواہ ہمارا کوئی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا کے واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں اگر ہم نے ایسا کیا تو گنہگاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص ان لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا۔ اور وہ خدا کی قسم کھاکر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے "

اس طریقے سے زیادہ توقع کی جا سکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے یا کم از کم اس بات کا ہی خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے اللہ سے ڈرو اور سنو! اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

۵: ۱۰۹ — مَاذَا اُجِبْتُمْ۔ تمہیں کیا جواب دیا گیا۔ اِجَابَةٌ جس کے معنی جواب دینے کے ہیں۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔

یعنی جب تم نے لوگوں کو دین حق کی دعوت دی تو اس کے ردّ عمل میں ان کا کیا جواب تھا۔ انہوں نے کہاں تک اسے قبول کیا اور کہاں تک اس کے منکر ہوئے۔

لَاعِلْمَ لَنَا۔ ہمیں کوئی علم نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کو سرے سے اس بات کا علم ہی نہ تھا۔ کہ ان کی تبلیغ کا کیا اثر ہوا۔ اس جواب کی مختلف وجوہ بیان کی جاتی ہیں۔

۱— یہ کہ یوم حشر کی ہولناکی کی وجہ سے مخاطبین دین حق کے ردّ عمل کا مفصل بیان بڑا مشکل ہو گا۔

۲— یہ کہ کمال انکساری کی وجہ سے۔ کہ اے خدا ہمارا علم تیرے علم کے مقابلہ میں اس قدر حقیر اور نامکمل ہے کہ نہ ہونے کے برابر ہے۔

امام فخر الدین رازی رح فرماتے ہیں کہ:۔

قَالُوْا لاعلم لنا لانك تعلم ما اظهروا وما اضمروا ونحن لا نعلم الا ما اظهروا نعلمك فيهم انفذ من علمنا فلهذا المعنى نفوا العلم عن انفسهم لان علمهم عند الله كلا علم۔ (انہوں نے) جواب دیا (اے اللہ) تو ان کے (مخاطبین کے) ظاہر و باطن کو جانتا ہے۔ اور ہم ان کے ظاہر کو جانتے ہیں۔ تیرا علم ان کے بارہ میں ہمارے علم سے کہیں زیادہ عمیق اور دقیق ہے بدین وجہ انہوں نے اپنی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے نہ ہونے کے برابر ہے۔

۳— یہ کہ ہمارا علم نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ ہم اپنی زندگی میں ان کے ظواہر سے باخبر رہے لیکن مرنے کے بعد ہمیں کوئی علم نہیں کہ انہوں نے کیا کیا عمل کئے اور ان کا ردّ عمل کیا رہا۔ اس کا علم تو ہی رکھتا ہے۔

ایسا ہی جواب حضرت عیسٰی علیہ السلام نے آیت ۵: ۱۱۷ میں دیا۔ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ۔ میں ان پر گواہ رہا جب

تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تُو ہی ان پر نگران تھا۔

= عَلَّامٌ۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

عَلَّامُ الغُیُوْبِ۔ ایسا زبردست جاننے والا جو ہر طرح کی معلومات کا ان کے گوناگوں ہونے کے باوجود علم رکھتا ہو۔ جو اَبْ موجود ہے اسے بھی جانتا ہے جو آئندہ ہوگا اسے بھی جانتا ہے جو ظاہر ہے اسے بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اسے بھی۔ جو تھا۔ جو ہے۔ جو ہوگا سب کچھ جانتا ہے۔

۵ : ۱۱۰ = اَیَّدْتُّكَ۔ میں نے تیری مدد کی۔ اَیَّدْتُّ تَاْیِیْدٌ (تفعیل) سے بمعنی مدد دینا۔ قوت دینا۔ اَیَّدْتُّ ماضی کا صیغہ واحد متکلم كَ ضمیر مفعول بہ

= بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ روح القدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں یا روح القدس سے مراد پاک مقدس روح ہے کیونکہ ارواح اپنی ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ کچھ روحیں مقدس پاک۔ نورانی اور مشرف ہیں اور کچھ ارواح خبیث۔ مکدر اور آلودہ ہیں یہاں مراد کہ ہم نے ایک پاک۔ صاف۔ مقدس مطہر روح سے نوازا۔

= اَلْمَهْدِ۔ اسم۔ گہوارہ۔ مراد شیر خوارگی کا زمانہ۔ یاماں کی گود میں فِی الْمَهْدِ۔ بحالت طفولیت۔

= كَهْلًا۔ ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے کچھ بال کالے اور کچھ سفید ہوگئے ہوں۔ بحالتِ کہولت۔

كَهْلًا حال ہے جملہ تُكَلِّمُ النَّاسَ ذوالحال ہے۔

= تُكَلِّمُ النَّاسَ تو باتیں کرتا ہے تَكْلِیْمٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا ط یعنی بحالت طفولیت وکہولت ہر دو حالت میں تو باتیں کرتا تھا دلائل وبرہان سے۔

= وَاِذْ عَلَّمْتُكَ۔ اس کا عطف اِذْ اَیَّدْتُّكَ پر ہے۔

= الْكِتٰبَ سے مراد تورات ہے۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور توریت کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراۃ کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد توریت بھی اور دوسری [کتا]ب بھی۔ ابن کثیر۔ الکتاب بمعنیٰ الخط۔ لکھنا پڑھنا۔

الطِّیْنِ۔ گارا۔ مٹی۔ خاک۔ مٹی اور پانی کا آمیزہ

= كَهَیْئَةِ۔ كَ۔ بمعنی مثل۔ مانند۔ ہیئت۔ اسم۔ صورت۔ شکل۔

= تَنْفُخُ۔ تو پھونک مارتا ہے۔ نَفْخٌ سے واحد مذکر حاضر۔

= فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ھیئۃ کی طرف راجع ہے۔

= تُبْرِئُ۔ تو تندرست کرتا ہے۔ تو صحت یاب کرتا ہے اِبْرَاءٌ سے بَرِئَ۔ مادہ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ فعل با فاعل

= اَلْاَکْمَہَ۔ مادر زاد اندھا۔ کَمَہٌ واحد بمعنی نابینا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے تُبْرِئُ کا مفعول بہ۔

= اَبْرَصَ۔ کوڑھی۔ اس کا عطف اَلْاَکْمَہَ پر ہے۔

= تُخْرِجُ الْمَوْتٰی۔ تو مُردوں کو (قبر سے زندہ حالت میں) نکالتا تھا۔

= کَفَفْتُ۔ میں نے روک دیا تھا کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَنْکَ۔ میں نے بنی اسرائیل کو تیرے قتل سے روک دیا تھا۔

اس آیت میں جہاں خداوند تعالیٰ نے ان احسانات اور انعامات کا ذکر کیا ہے جو کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام پر فرمائے گئے تھے لیکن اِذْ تَخْلُقُ سے لے کر تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ تک بار بار لفظ بِاِذْنِیْ (میرے حکم سے) فرمایا ہے۔ جس سے یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ یہ تمام خرقِ عادت کام محض اللہ تعالیٰ کے حکم پر تمہارے ہاتھوں سرانجام ہوتے تھے کیونکہ حقیقت میں وہی ذاتِ باری تعالیٰ خالق کل ہے اور شافی الامراض ہے۔ اور مردوں کو زندہ کرنے والی ہے مخلوق میں بذاتِ خود کوئی ایسی قدرت نہیں رکھتا۔

۵: ۱۱۱ = اَلْحَوَارِیّٖنَ۔ حواری جمع کا صیغہ اس کا مفرد حَوَارِیٌّ ہے جو حَوْرٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی سپیدی کے ہیں۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اصحاب کا خطاب ہے ان کو سپیدی سے نسبت اس لئے دی گئی کہ ان کے کپڑے سفید تھے یا بقول بعض وہ دھوبی تھے اور کپڑے دھو کر صاف کیا کرتے تھے اور حواری نبطی زبان میں دھوبی کو کہتے ہیں۔

= اَوْحَیْتُ۔ یہاں وحی سے مراد الہام ہے یعنی میں نے بذریعہ الہام ان کے دلوں میں ڈالا۔

اِذْ اَوْحَیْتُ ۔۔۔۔۔ الاٰیۃ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جب ہم نے حواریوں کے دل میں بذریعہ الہام یہ بات ڈال دی کہ وہ مجھ پر اور میرے رسول پر دل سے ایمان لے آویں تو انہوں نے تمہاری دعوت الی الحق سنکر اسے قبول کر لیا۔ اور تمہیں (کہنے لگے، ہم ایمان لے آئے ہیں اور (اے پیغمبر) تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۵: ۱۱۲ = هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ۔ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ یَسْتَطِیْعُ مضارع واحد مذکر غائب استطاع استفعال مصدر۔ حواری تو قبل ازیں دل میں مسلمان ہو چکے تھے اس لئے ان کا یہ کہنا کہ کیا تیرا رب یہ کر سکتا ہے۔ کسی شک پر مبنی نہ تھا۔ بلکہ جیسا کہ کلام مابعد وَتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا سے واضح ہے۔ محض مزید اطمینانِ قلب اور تقویتِ ایمان کی خاطر انہوں نے مائدہ طلب کیا تھا۔ جیسا کہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا۔ رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی اور خدا تعالیٰ کے ارشاد اَوَلَمْ تُؤْمِنْ پر فرمایا تھا بَلٰی وَلٰکِنْ لِّیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ (۲: ۲۶۰) لیکن میں دیکھنا اس لئے چاہتا ہوں کہ میرا دل اطمینان حاصل کرے۔

= مَآئِدَۃً۔ کھانا جو دسترخوان پر چنا ہوا ہو۔ یا وہ دسترخوان جس پر کھانا چنا ہوا ہو۔

= اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ اللہ سے ڈرو (اور ایسے سوال مت کرو) جواب شرط ہے۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ شرط ہے عموماً جواب شرط شرط کے بعد ہی آتا ہے۔ لیکن عربی ادب میں اور دیگر زبانوں میں بھی اکثر جوابِ شرط کو شرط سے قبل لایا جا سکتا ہے

۵: ۱۱۷ = تَوَفَّیْتَنِیْ۔ تو نے مجھے اٹھا لیا۔ تو نے مجھے قبض کیا۔ تو نے مجھے وفات دی۔ تَوَفَّیْتَ تَوَفِّیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تَوَفِّیٌ کے اصل معنیٰ لغت میں کسی چیز کو کامل طور پر قبضہ میں لینے کے ہیں۔ جیسے نیند کی حالت میں ہوش کو پورے طور پر اٹھا لیا جاتا ہے یا موت کے وقت روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔ تَوَفِّیْ کا استعمال موت کے لئے کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اس کے حقیقی اور لغوی معنی نہیں ہیں بلکہ مرادی اور تعبیری معنی ہیں۔

= الرَّقِیْبَ عَلَیْہِمْ۔ اَلرَّقِیْبُ۔ نگہبان۔ خبر رکھنے والا۔ محافظ۔ راہ دیکھنے والا۔ کُنْتَ کی خبر ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(٦) سُوْرَۃُ الْاَنْعَام (۵۵)

٦: ١ = ثُمَّ حرف عطف ہے۔ لیکن کوئی دوسرا حرفِ عطف اس کے قائمقام نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ معنیٔ عطف پر دلالت کے ساتھ ساتھ کفار کی نادانی اور ان کے عقیدہ کی قباحت کو بھی عیاں کر رہا ہے ثُمَّ دالۃ علٰی قبح فعل الکافرین (قرطبی)

= یَعْدِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَدْلٌ۔ مصدر۔ (باب ضَرَبَ)

یعنی وہ الوہیت میں اپنے معبودانِ باطل کو خداوند تعالیٰ کا ہمسر اور اس کے برابر بناتے ہوئے ہیں۔ (وہ عدل و انصاف کرتے ہیں یہاں یہ معنی مراد نہیں) یہاں بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ کو دَھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ (١٦: ١٠٠) کے ہم معنیٰ لیا گیا ہے۔

بعض نے اس کو عَدُوْلٌ سے مشتق لیا ہے اور بِرَبِّھِمْ میں ب بمعنیٰ عَنْ مراد لیا ہے یعنی عَنْ رَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ اپنے رب کی حکم عدولی کرتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ ھُمْ قَوْمٌ یَّعْدِلُوْنَ (٢٧: ٦٠) بلکہ یہ لوگ راستہ سے الگ ہو رہے ہیں۔

٦: ٢ = قَضٰی۔ مقرر کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر۔ قضاء میں فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری ارادہ یا حکم یا عمل کو ختم کر دینا کا مفہوم ضرور موجود ہوتا ہے۔ سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ مقدر کرنا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کر کے قطع تعلق کر لینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مار ڈالنا۔ ان سب معانی کے لئے قضاء کا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور اس آیۃ میں مراد "مقرر کی" ہے

= اَجَلًا۔ میعاد۔ قَضٰی اَجَلًا۔ یعنی اس نے موت کے وقت کا فیصلہ کر چھوڑا ہے۔ اَجَلًا مفعول ہے قَضٰی کا۔

= وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ۔ اَجَلٌ۔ ایک دوسری مدت۔ مُسَمًّی۔ طے شدہ۔ نامزدہ۔ مقرر کردہ شدہ۔ اور اول الذکر میعاد کے علاوہ جو زندگی اور موت کے متعلق ہے ایک دوسری مدت بھی اس

کے ہاں طے شدہ ہے یعنی اس کا وقت بھی متعین ہے جو صرف اس کے علم میں ہے۔
= ثُمَّ۔ بعینہٖ وہی مفہوم ادا کرتا ہے جس کے لئے یہ لفظ پہلی آیت میں استعمال ہوا ہے۔
= تَمْتَرُوْنَ۔ تم شک کرتے ہو۔ تم تردد کرتے ہو۔ اِمْتِرَاءٌ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِمْتِرَاء کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک وشبہ یا تردد ہو۔

۶:۴ = مُعْرِضِیْنَ۔ اعراض کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔
= کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ۔ انہوں نے حق کو جھٹلایا۔ اَلْحَقّ مفعول بہ ہے کَذَّبُوْا کا۔
= اَنْۢبٰٓؤُا۔ اَلْۢبَآءُ۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَاٌ کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو۔ اسے نَبَاٌ کہا جاتا ہے۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبأ نہیں بولتے۔ کیونکہ اس وقت تک کوئی خبر نبأ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ رسول نے بیان کیا ہو۔

۶:۶ = قَرْنٍ۔ سینگ۔ عورت کے گیسو، بالوں کا بٹا ہوا حصہ (پٹی) زمانہ۔ ایک زمانہ کے لوگ۔ قَرْنُ الشَّمْسِ۔ سورج کا کنارہ۔ عمر۔ سن۔ ھُوَ عَلٰی قَرْنِیْ۔ وہ میرا ہم عمر ہے۔ ۱۰-۲۰-۳۰-۴۰-۵۰-۶۰-۷۰-۸۰-۹۰-۱۰۰-۱۲۰ سال کو بھی قرن کہتے ہیں۔ قرن کی جمع قرون ہے۔ یہاں مراد وہ قوم جو کسی ایک زمانہ میں ہو۔
= مَکَّنّٰھُمْ۔ ہم نے ان کو با اقتدار بنایا۔ ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا۔ تَمْکِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) سے ماضی جمع متکلم۔ مَکُنَ یَمْکُنُ (باب کَرُمَ) حاکم کے پاس مرتبہ حاصل کیا۔ اَمْکَنَ۔ یُمْکِنُ (افعال) با اقتدار ہونا۔ قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ باب کرم۔ افعال سے فعل لازم آئیگا اور تفعیل سے متعدی۔
= السَّمَآءَ۔ ای المطر۔ یعنی بارش۔ کیونکہ یہ اوپر سے آتی ہے۔
= مِدْرَارًا۔ دَرٌّ اور دَرُوْرٌ سے بہت برسنے والا۔ لگاتار برسنے والا۔ (صیغہ مبالغہ) سَمَآءٌ مِدْرَارٌ۔ لگاتار اور بکثرت برسنے والا مینہ۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا۔ (۷۱:۱۱) وہ تم پر لگاتار مینہ برسائے گا۔
= مِنْ تَحْتِہِمْ۔ مِنْ تَحْتِ اَشْجَارِھِمْ۔ مِنْ تَحْتِ بَسَاتِیْنِھِمْ۔ ان کے باغوں میں
= اَنْشَاْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔

۶ : ۷ = فِیْ قِرْطَاسٍ ۔ کاغذ پر لکھی ہوئی صحیفہ کی صورت میں ۔ قِرْطَاسٌ کی جمع قَرَاطِیْسُ
۶ : ۸ = لَقُضِیَ الْاَمْرُ ۔ پھر تو فیصلہ ہی ہو گیا ہوتا ۔ پھر تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا ۔ (ان کی) ہلاکت کا فیصلہ ہو گیا ہوتا ۔
= لَا یُنْظَرُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول ۔ جمع مذکر غائب ۔ ان کو مہلت نہیں دی جائے گی ۔
= لَوْ اَنْزَلْنَا سے لَا یُنْظَرُوْنَ تک ۔ اگر ہم فرشتہ اتارتے تو بات ختم ہی ہو گئی ہوتی ۔ قصہ ہی ختم ہو گیا ہوتا ۔ پھر ان کو مہلت نہ دی جاتی ۔

قُضِیَ الْاَمْرُ کے مختلف معانی کے پیشِ نظر اس فقرے کے مختلف معانی مفسرین نے لئے ہیں ۔

۱ ۔ اگر فرشتہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتارا جاتا تو فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ کر معترضین یا تو ہلاک ہو گئے ہوتے یا مخبوط الحواس ہو جاتے ۔ لیکن ان دونوں صورتوں میں پھر ان کو مہلت دینے کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔

۲ ۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ فرشتہ ان کی تصدیق رسالت کے لئے یا لوگوں کو ڈرانے اور تبلیغ کے لئے اتارا جاتا تو پھر ان کے ایمان لانے یا نہ لانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا اس صورت میں حقیقت آشکار ہو گئی ہوتی اور سوائے اس حقیقت کے اعتراف کرنے کے کوئی چارہ کار ہی نہ ہوتا ۔ اور نہ ہی مزید مہلت کی ضرورت رہتی ۔ پھر تو صرف حساب لینا ہی باقی رہ جاتا

۶ : ۹ = لَوْ جَعَلْنٰهُ ۔ اگر ہم بناتے کسی فرشتہ کو نبی ۔ ہُ ضمیر واحد مذکر نبی (محذوف) کے لئے ہے ۔ لَجَعَلْنٰهُ رَجُلًا ۔ تو ہم اس کو ضرور انسان کی شکل میں بناتے ۔ اس میں ہُ ضمیر مَلَكًا کی طرف راجع ہے ۔ انسانی شکل میں بنانے کی ضرورت اس واسطے کہ فرشتوں کی اصلی صورت غیر مرئی ہے جسے مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی ۔
= لَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ ۔ لَبَسَ عَلَيْهِ (ضَرَبَ) کسی پر معاملہ کو مشتبہ یا مخلوط کر دینا ۔ ہم ان کے لئے حقیقت کو مشکوک کر دیتے ۔

(یا خود ہی پھر بات مشکوک ہو جاتی کیونکہ جب فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ایک مزید شک یہ پیدا ہو جاتا کہ یہ حقیقۃً فرشتہ ہے یا پھر انسان ہی ہے)

= مَا یَلْبِسُوْنَ ۔ ای ما یلبسون علی انفسھم جس شک میں انہوں نے خود اپنے آپ کو ڈال رکھا ہے ۔

۶ : ۱۰ = اُسْتُهْزِئَ بِ اس سے ٹھٹھا کیا گیا ۔ (رسولوں کے ساتھ ٹھٹھا کیا گیا تھا اور ان کا

مذاق اڑایا گیا تھا، ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= حَاقَ۔ حَاقَ يَحِيْقُ (ضَرَبَ) اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حیق مادّہ
= سَخِرُوْا۔ سُخْرٌ۔ انہوں نے ٹھٹھا کیا۔ مذاق کیا۔ انہوں نے ہنسی کی۔
فَحَاقَ .... يَسْتَهْزِءُوْنَ۔
حَاقَ فعل۔
مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فاعل۔
اَلَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ۔ مفعول۔
جس حقیقت کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان مذاق اڑانے والوں کو سزا دینے کے لئے آگھیرا۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۱:۴۱)

٦:١٢ = لِمَنْ۔ کس کا ہے۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔
كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ رحمت فرمانے کو اس نے اپنے اوپر لازم اور واجب کرلیا ہے۔ یہاں واجب سے مراد یہ ہے کہ اس نے رحمت کرنے کا وعدہ مؤکدہ کرلیا ہے

٦:١٣ = سَكَنَ۔ وہ ٹھہرا۔ وہ بسا۔ وہ رہا۔ اس نے آرام پکڑا۔ سکون جس میں حرکت کرنے کی صلاحیت ہو اس کے حرکت نہ کرنے کا نام ہے۔

٦:١٤ = فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے
= وَلَا تَكُوْنَنَّ۔ فعل نہی بانون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔ لَا تَكُوْنَنَّ سے قبل وَقِيْلَ لِيْ محذوف ہے۔ یعنی مجھ سے یہ بھی کہا گیا کہ تم شرک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بننا۔

٦:١٦ = يُصْرَفْ (ضرب) صَرْفٌ۔ مصدر۔ مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب
صَرَفَ يَصْرِفُ صَرْفٌ۔ وہ ہٹا لیا جائے گا۔ وہ بچا لیا جائے گا۔ اس سے ٹال دیا جائیگا
= عَنْهُ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب۔ عذاب کی طرف راجع ہے۔
= فَقَدْ رَحِمَهٗ۔ تو یقیناً رحم فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس پر ہٗ کی ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے

٦:١٧ = يَمْسَسْكَ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ واحد مذکر غائب مَسٌّ سے (باب سمع) لگائے۔ پہنچائے۔ اَلْمَسُّ کے معنی چھونا کے ہیں اور لَمْسٌ کے ہم معنی ہے لیکن لَمْسٌ کسی چیز کے تلاش کرنے کو بھی کہتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جائے لیکن مَسٌّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسۂ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو سکتا عورت سے مجامعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ

بَشَرٌ (۳ : ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے ہاتھ تو لگایا نہیں (یعنی میرے ساتھ مجامعت نہیں کی) آیت ہذا کے معنوں میں مَسَّتْهُمُ الْبَأْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ (۲ : ۲۱۴) ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں ۔ ک ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= كَاشِفٌ ۔ اسم فاعل مفرد۔ كَاشِفُوْنَ اور كَاشِفِيْنَ ۔ جمع قیاسی ۔ كَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ باب ضرب ۔ متعدی اور باب سمع سے لازم آتا ہے یعنی شکست کھانا ۔ كَاشِفٌ ضرر کو دفع کرنے والا۔ تکلیف سے رہائی دلانے والا۔

۶ : ۱۸ = اَلْقَاهِرُ ۔ اَلْقَهْرُ کے معنی کسی پر غلبہ پاکر اسے ذلیل کرنے کے ہیں اور تذلیل وغلبہ ہر دو کے معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں معنی یہ ہوں گے ۔ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے ۔

وَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ (۹۳ : ۹) تو تم بھی یتیم پر ستم نہ کرو۔ یعنی اسے ذلیل نہ کرو اَلْقَاهِرُ خبر ہے هُوَ مبتدا کی۔

۶ : ۱۹ = قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۔ اَيُّ شَيْءٍ مبتدا ر اَكْبَرُ خبر شَهَادَةً تمیز (اے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کہ گواہی کے لحاظ سے کونسی چیز سب سے بڑی (معتبر) ہے۔

یہ اس سوال کے جواب میں ہے جو کلبی کی روایت کے مطابق کفار مکہ نے کیا تھا ۔ اَرِنَا مَنْ يَّشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ۔ آپ نے ان سے پوچھا جواب میں کہ کونسی شہادت سب سے معتبر ہے اور پھر فرمان خداوندی کے مطابق ان کو بتایا۔ اَللّٰهُ شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے ۔

بعض کے نزدیک اللہ پر وقف ہے ۔ اور یہ پہلے سوال اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً کا جواب ہے اور شَهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ نیا جملہ ہے۔ اور اس سے پہلے وَهُوَ محذوف سمجھا جائیگا۔

لِاُنْذِرَكُمْ ۔

= لِاُنْذِرَكُمْ ۔ اُنْذِرَ ۔ اِنْذَارٌ سے مضارع ہے اور بوجہ عمل لام منصوب ہے ۔ یہ لام لام كَیْ کہلاتا ہے لام كَیْ کے بعد اَنْ مقدرہ ہے جو مضارع کو نصب دیتا ہے ۔ صیغہ واحد متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تاکہ میں تم کو ڈراؤں

= مَنْۢ بَلَغَ ۔ لِاُنْذِرَ مَنْ بَلَغَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ۔ تاکہ جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان کو متنبہ کروں ۔

= اَئِنَّكُمْ ۔ الف استفہامیہ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کیا واقعی تم

لَتَشْهَدُوْنَ ۔ لام تاکید تَشْهَدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم گواہی دیتے ہو۔
اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ کیا تم واقعی یہ شہادت دیتے ہو۔
= اٰلِهَةً اُخْرٰى ۔ اٰلِهَةً بہت سے معبود اِلٰهٌ کی جمع ۔ اُخْرٰى ۔ اٰلِهَةً کی صفت ہے
لر موصوف جمع غیر ذوی العقول ہو تو صفت واحد مونث آتی ہے جیسے وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى
: ۱۸) اور اس میں اور بھی بہت سی ضرورتیں پوری کرتا ہوں ۔ آیۃ ہذا میں پتھروں اور لکڑی کے بنے ہو
ں کو اٰلِهَة کہنے کی وجہ سے تحقیر کے طور پر ان غیر ذوی العقول اٰلِهَة کی صفت بجائے جمع
کے واحد مونث لائی گئی ہے۔
= بَرِيْٓءٌ ۔ بیزار ۔ بے تعلق ۔ بے گناہ ۔ بروزن فعیلٌ بَرَاءَةٌ سے بمعنی اسم فاعل ہے
: ۲۰ = يَعْرِفُوْنَهٗ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں ۔ کہ آپ کا
لیہ مبارک ۔ خصائل ۔ صفات تورات اور انجیل میں مذکور ہیں ۔
= خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ اَهْلَكُوْا اَنْفُسَهُمْ ۔ اَوْبَقُوْا اَنْفُسَهُمْ ۔ (جنہوں نے) اپنے نفسوں کو ہلاکت
ر گھاٹے میں ڈال دیا ۔ بانکارھم بنبوة محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
سلم کی نبوت سے انکار کرکے ۔
= فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ ای لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائیں گے ۔
: ۲۲ = يَوْمَ ۔ مفعول بہ ۔ تقدیر کلام ہے اُذْكُرْ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ۔
= تَزْعُمُوْنَ ۔ تم دعویٰ کرتے تھے (باب نصر) زَعْمٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ۔ زَعْمٌ کا
ستعمال زیادہ تر دعویٰ باطل اور ایسے قول کے بیان کرنے کے متعلق ہوتا ہے جو مظنہ کذب ہو ۔
تحقق نہ ہو بلکہ مشکوک ہو ۔ اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے مذمت کے
لئے ہوا ہے ۔
= كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ ای كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اَنَّهَا تَشْفَعُ لَكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۔ جن کے متعلق تمہارا
یہ زعم تھا کہ وہ خدا کے ہاں تمہاری سفارش کریں گے ۔
۶ : ۲۳ = فِتْنَةٌ ۔ اس کا لغوی معنی پرکھنا اور آزمائش کرنا ہے لیکن یہاں فتنہ سے مراد عذر
ور بہانہ ہے
= ثُمَّ لَمْ تَكُنْ ...... مُشْرِكِيْنَ ۔ پھر ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا بجز اس کے کہ وہ
جھوٹ کا سہارا لے کر کہیں گے ۔ اللہ کی قسم جو ہمارا پالنے والا ہے ہم شرک کرنے والے تھے
: ۲۴ = ضَلَّ ۔ گم ہوگیا ۔ گمراہ ہوگیا ۔ ہلاک ہوگیا ۔

= مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۝ جو بُت وہ گھڑ کر پوجا کیا کرتے تھے وہ سب بناوٹی معبود گم ہو جائیں گے (یعنی وہ ان کو وہاں نہ پائیں گے۔)

۶: ۲۵ = یَسْتَمِعُ اِلَی۔ کان لگا کر سنتے ہیں

= اَکِنَّۃً۔ کِنَانٌ کی جمع۔ پردے۔ غلاف۔

= وَقْرًا۔ اسم مصدر۔ منصوب۔ ثقل۔ گرانی، بہرہ پن۔

مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین و کفار میں سے بعض تیری باتوں کو کان لگا کر سنتے ہیں لیکن ان کی ہٹ دھرمی۔ ضد۔ تعصب اور جمود کی وجہ سے ان کے دلوں پر پردے اور ان کے کانوں میں بہرہ پن ہو گیا ہے کہ سننے کے باوجود نہ وہ کچھ سمجھ پاتے ہیں اور نہ کچھ ان کے پلے پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ان چیزوں کو اپنی طرف منسوب کرنے کی وجہ یہ ہے کہ گو اصل سبب ان کی محرومی کا تو ان کا متواتر اعراض و انکار ہے لیکن سبب پر مُسَبّب کا مترتب ہونا یا مؤثر پر اثر کا مترتب ہونا اس قانونِ فطرت کے تحت ہے جو خدا نے بنایا ہے اس لئے سبب اور مؤثر کی بجائے ان کو خود ذاتِ باری کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔

= اَکِنَّۃً اور وَقْرًا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔

حَتّٰی۔ جب تک۔ جہاں تک۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ بَلَغَ تَکْذِیْبُھُمْ اِلٰی اَنَّھُمْ ان کا اعراض و تکذیب اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ جب بھی وہ تیرے پاس آتے ہیں جھگڑا کرتے ہیں

= یُجَادِلُوْنَکَ مضارع جمع مذکر غائب مُجَادَلَۃٌ سے جدل مادّہ۔ باب مفاعلۃ۔ وہ تم سے جھگڑا کرتے ہیں۔

= اِنْ۔ نافیہ ہے۔

۶: ۲۶ = یَنْھَوْنَ عَنْہُ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَھْیٌ مصدر (باب فتح) وہ منع کرتے ہیں وہ روکتے ہیں۔ عَنْہُ سے مراد عَنْ اتباعِ الرَّسُوْلِ۔ صلّی اللہ علیہ وسلم۔

= یَنْئَوْنَ عَنْہُ۔ دور رہتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب نَأْیٌ مصدر۔

۶: ۲۷ = وُقِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ وَقْفٌ اور وُقُوْفٌ۔ مصدر۔ باب ضرب) جب ان کو روک کر کھڑا کیا جائے گا۔

اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ۔ جب وہ دوزخ کے کنارے لا کھڑے کئے جاویں گے (ماضی بمعنی مضارع) اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں جب وہ دوزخ کے متعلق مطلع کئے جاویں گے۔ یا دوزخ کے کنارے پیش کئے جائیں گے۔ یا عَلٰی بمعنی فِیْ ہے اور مطلب اس کا یہ ہے کہ جب

وہ نارِ جہنم میں ڈالے جائیں گے۔

مثال اس کی عَلٰی مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ای فِی مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (۲: ۱۰۲) حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد حکومت میں۔

= يٰلَيْتَنَا ۔ یا ۔ حرف تنبیہ ۔ یا حرف ندا جس کا منادیٰ محذوف ہے۔ لَيْتَ حرف مشبہ بفعل تمنا کے لئے مستعمل ہے۔ نَا اسم۔ اے کاش ہم۔

= نُرَدُّ ۔ مضارع مجہول جمع متکلم۔ رَدٌّ ۔ مصدر۔ (باب نصر) ہم پھیر دیئے جائیں یا پھیر دیئے جاتے ہیں۔ ہم لوٹا دیئے جائیں۔ یا لوٹا دیئے جاتے ہیں۔

= وَلَا نُكَذِّبَ ۔ مضارع منفی منصوب بوجہ جواب تمنا۔ يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ ۔ واؤ مثل فَ کے ہے جو تمنا کے جواب میں ہے

= نَكُوْنَ ۔ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ جواب تمنا۔

= بَلْ ۔ للاضراب عن الوفاء بما تمنوا ۔ ان کے ایفائے تمنا کے ردّ میں آیا ہے یعنی ان کی یہ تمنا یا آرزو کہ اگر وہ واپس دنیا میں لوٹائے جائیں تو وہ تکذیب قرآن سے باز رہیں گے اور مومن بن جائیں گے۔ بالکل غلط اور جھوٹ ہے بلکہ وہ یہ اس لئے کہہ رہے ہیں کہ اب بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۔ ان کے راز افشا ہو گئے ہیں۔ ان کی جھوٹی قسموں کی حقیقت کھل گئی ہے۔ اور سوائے یہ کہنے کے انہیں کوئی چارہ کار نظر نہیں آتا۔

= بَدَا ۔ ظاہر ہو گیا (باب نصر) بَدْوٌ اور بَدَاءٌ سے جس کے معنی کھلم کھلا ظاہر ہو جانے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= كَانُوْا يُخْفُوْنَ ۔ ماضی استمراری۔ يُخْفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِخْفَاءٌ سے وہ چھپایا کرتے تھے۔

= لَعَادُوْا ۔ لام جواب لَوْ میں واقع ہے وہ پھر کریں۔ وہ پھر کرتے ہیں۔ عَوْدٌ مصدر

= نُهُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نیز ملاحظہ ہو (۴: ۱۶۱)

۶: ۲۹ = اِنْ نافیہ ہے۔

= مَبْعُوْثِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے

۶: ۳۰) = اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۔ الاشارة الی البعث ۔ دوبارہ اٹھائے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیا یہ حق نہیں۔

۶: ۳۱ = لِقَآءَ ۔ حاصل مصدر۔ پیشی۔ ملاقات۔ لَقِيَ ۔ يَلْقٰى لِقَاءٌ (سَمِعَ) استقبال

کرنا۔ پانا۔ ملاقات کرنا۔ لَاقَی یُلَاقِیْ (مفاعلۃ) مُلَاقَاۃٌ۔ آمنے سامنے آنا۔ ملنا۔ ملاقات کرنا
= بَغْتَۃً۔ ایک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ بَغَتَ یَبْغَتُ بَغْتًا۔ اچانک آنا۔ یکایک آنا
ناگاہ آنا۔

= یٰحَسْرَتَنَا۔ کلمۂ تاسّف وائے قسمت۔ ہائے افسوس۔ یَا حرفِ ندا۔ حَسْرَتَنَا مضاف مضاف الیہ مل کر مُنادیٰ۔ حسرت منادیٰ حقیقی نہیں۔ صرف کثرتِ حسرت کے اظہار کے لئے اسے منادیٰ بنایا گیا ہے۔

= عَلٰی مَا فَرَّطْنَا فِیْھَا۔ اس کوتاہی پر جو ہم سے اس زندگی میں ہوئی۔ مَا نافیہ نہیں ہے بیانیہ ہے۔ فرّط فیہ۔ قصّرفیہ وضیعہ حتیٰ مَات۔ ترکہ واغفلہ۔ کوتاہی کرنا۔ غفلت برتنا۔ فرط سے باب تفعیل۔ افراط وتفریط اسی سے ہے۔ یعنی کسی شے میں معمول سے کمی یا بیشی کرنا۔ باب تفعیل میں تقصیر اور کوتاہی کرنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

= یَحْمِلُوْنَ۔ ۔۔ ۔۔ وہ اٹھائیں گے۔ اٹھائے ہوئے ہوں گے۔

= اَوْزَارَھُمْ۔ اُن ۔۔ ۔۔ ۔ اَوْزَارٌ جمع ہے وِزْرٌ کی

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ اور ۔۔ ۔۔ ۔۔ ہے۔ خبردار جان لو، سُن لو۔

= سَآءَ۔ سَآءَ یَسُوْءُ (نصر) ۔۔ ۔ فعل ۔۔ ہے۔ سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔

۶: ۳۳ = لَیَحْزُنُکَ۔ لام تاکید۔ یَحْزُنُ مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول۔ تم کو رنجیدہ کرتی ہے (یہ بات) اس کا فاعل اَلَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ ہے یعنی وہ بات جو یہ کہہ رہے ہیں

= یَجْحَدُوْنَ ہ جَحَدَ جُحُوْدٌ۔ مصدر۔ باب فتح۔ وہ انکار کرتے ہیں۔

۶: ۳۴ = اُوْذُوْا۔ وہ ستائے گئے۔ ان کو ایذا دی گئی۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔

اذی مادّہ۔ اٰذٰی یُؤْذِیْ اِیْذَاءً وَاُوْذِیَ یُوْذٰی اِیْذَاءً

= مُبَدِّلَ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تبدیل کرنے والا۔

= نَبَاِیْ۔ اسم مجرور۔ مضاف۔ خبر۔ اَنْبَاءٌ جمع۔ خبریں۔

۶: ۳۵ = کَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب کَرُمَ یَکْرُمُ۔ اس باب میں اس کا مصدر۔ کِبْرٌ۔ کُبْرٌ اور کَبَارَۃٌ آتا ہے جس کے معنی بڑا ہونا۔ کَبُرَ شاق ہے۔ دشوار ہے۔ ناگوار ہے

= اِعْرَاضُهُمْ - ان کی روگردانی - فاعل ہے کَبُرَ کا۔
= اَنْ تَبْتَغِیَ - کہ تو ڈھونڈھے یا تلاش کرے - اِبْتِغَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ -
= نَفَقًا - اسم منصوب مفعول - سرنگ - نَافِقَاءُ اور نُفَقَۃٌ گوہ کا لیٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں - ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور جب شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے نکل جاتی ہے - نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورخی کا نام ہے -
= سُلَّمًا - اسم منصوب مفعول - سیڑھی - زینہ - سُلَّمٌ کی جمع سَلَالِمُ اور سَلَالِیْمُ ہے سُلَّمٌ اَلسَّلَامَۃ سے مشتق ہے -
= فَتَاْتِیَھُمْ - تو لے آئے اُن کے پاس -
فَاِنِ اسْتَطَعْتَ جملہ شرط ہے جس کا جواب فَافْعَلْ محذوف ہے - عبارت یوں ہوگی فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَھُمْ بِاٰیَۃٍ فَافْعَلْ (اگر تو طاقت رکھتا ہے کہ ڈھونڈھ نکالے زمین میں کوئی سرنگ یا آسمان تک جانے کے لئے کوئی سیڑھی کہ لے آئے ان کے پاس کوئی معجزہ تو کر دیکھ)
یہ شرط - اور اِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمْ جوابِ شرط ہے۔
بعض کے نزدیک آیت ہذا میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن نہی کا مدعا یہ نہیں کہ رسول کریمؐ ایسا کر رہے تھے اور آپ کو منع کیا گیا بلکہ یہ اسلوبِ کلام کسی چیز سے پرہیز اور اجتناب کی تاکید کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔
اور بعض کے نزدیک یہ خطاب امت کے ہر فرد کو ہے - علامہ ابو حیّان نے اسی قول کو اختیار کیا ہے - لیکن قرآن حکیم کے فرمودات کی روشنی میں پہلا قول زیادہ صحیح معلوم دیتا ہے۔
قرآن کریم میں قریب قریب اسی حالت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے۔
۱) فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (۱۸ : ۶) (اور آپ جو اِن پر اتنا غم کھاتے ہیں) سو شاید آپ ان کے پیچھے غم کے مارے جان ہی دے دیں گے - اگر یہ لوگ اس مضمون قرآنی پر ایمان نہ لائے (یعنی اتنا غم نہ کریں کہ قریب بہ ہلاکت کر دے)
۲) لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ۝ (۲۶ : ۳) شاید آپ ان کے

ایمان نہ لانے پر رنج پر رنج کرتے کرتے) اپنی جان دیدیں گے
(۳) اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ
(۲۸ : ۵۶) آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

سو صریحًا آیت ہذا میں بھی خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے اور فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم پر ان کا اعراض کرنا شاق گذرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سُرنگ لگاؤ اور وہاں سے خدا کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈھ نکالو اور لا کر پیش کر دو۔ اگر ہو سکتا ہے تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لانے کے ہی نہیں۔ اگر خدا کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں خود ہدایت پر جمع کرتا۔ (ابن کثیر)

۶ : ۳۶ = یَسْتَجِیْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ استجابۃٌ (استفعال) سے مصدر ج و ب حروف مادہ۔ دعوت قبول کرتے ہیں۔

= اَلْمَوْتٰی۔ المَیِّتُ کی جمع۔ مُردے۔

یہاں اَلَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ کے مقابلہ میں اَلْمَوْتٰی واقع ہوا ہے سننے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے ضمیر زندہ ہیں جو نیک و بد میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں مُردہ وہ لوگ ہیں جو لکیر کے فقیر ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی اور تعصب کی وجہ سے کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔

= یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ یَبْعَثُ مضارع واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو اٹھائے گا۔

وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ۔ رہے مُردے تو انہیں تو اللہ تعالیٰ بس قبروں ہی سے اُٹھائے گا (تفہیم القرآن) یعنی جو مردہ دل اور مردہ ضمیر ہیں وہ تو ایمان نہیں لائیں گے۔ اور روزِ محشر قبروں سے ہی اٹھیں گے۔ اور اپنے کئے کی سزا بھگتنے کے لئے خدا کے حضور لوٹائے جائیں گے

۶ : ۳۸ = دَآبَّةٍ۔ جانور۔ چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔ اس میں ۃ وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَآبُّ ہے قرآن مجید میں دَآبَّةٌ کا لفظ ہر حیوان کے لئے آیا ہے۔

= مَا فَرَّطْنَا۔ ماضی منفی جمع متکلم تَفْرِیْطٌ مصدر (باب تفعیل) ہم نے کمی یا کوتاہی نہیں کی۔ ہم نے کسی (ضروری) چیز کو نہیں چھوڑا۔ (ملاحظہ ہو ۶ : ۳۱)

۳۹: = صُمٌّ ۔ اَصَمُّ کی جمع ہے۔ بہرے۔
بُکْمٌ ۔ اَبْکَمُ کی جمع ہے۔ گونگے۔

۶: ۴۰ = اَرَءَیْتَکُمْ ۔ اَخْبِرُوْنِیْ ۔ مجھے بتاؤ۔ بھلا بتاؤ تو۔
اَ۔ ہمزہ استفہام۔ رَاَیْتَ فعل یا فاعل جس میں ت فاعل ہے۔ اس کے بعد ک۔ کُمَا
ہ۔ خطاب کے لئے ہیں۔ اور محض ضمیر فاعل کی تاکید کے لئے لائے جاتے ہیں۔ تَ کو حالت
یہ۔ جمع اور تانیث میں اس کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور ان حالتوں میں بجائے تَ کے
ۓ میں حسب مقام تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ اگر ک۔ کما۔ کُمْ برائے تاکید نہ لائے جائیں
ت میں ضمیر کے مطابق تبدیلی ہو جائے گی۔ مثلاً اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی (۹۶ : ۹) کیا تم نے
شخص کے حال پر نظر کی جو منع کرتا ہے۔
اور قُلْ اَرَاَیْتُمْ مَا تَدْعُوْنَ ۔ (۴۶ : ۴) (اے پیغمبر) ان لوگوں سے کہو کہ بھلا دیکھو تو سہی
بن کو تم (اللہ کے سوا) پکارتے ہو۔ راٰی مادہ۔ مہموز العین اور ناقص یائی ہے۔ اس سے مشتق رُؤیۃ
ہے۔

: ۴۱ = یَکْشِفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کَشْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دور کرتا ہے۔
تَنْسَوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نِسْیَانٌ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو ضبط میں نہ رکھنے
ہیں۔ خواہ یہ ترک ضعف قلب کی وجہ سے ہو یا از راہ غفلت۔ یا قصداً کسی چیز کی یاد بھلا دی
ئے۔ حتیٰ کہ وہ دل سے محو ہو جائے۔ نَسِیَ یَنْسٰی (سمع)
(جب مصیبت کا انتہائی وقت آتا ہے تو بدترین مشرک بھی اپنے دوسرے معبودوں کو بھلا
صرف اللہ تعالیٰ کا نام ہی پکارتا ہے۔)

۴۲ = بَاْسَآءِ ۔ سختی۔ فقر۔ اسم مؤنث۔ بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔
الضَّرَّآءِ = تکلیف۔ سختی۔ تنگی۔ بیماری۔ مصیبت۔ اسم ہے۔ بَاْسَآء اور اَلضَّرَّآء
نوں مؤنث ہیں۔ اور ان کا مذکر نہیں آتا۔
یَتَضَرَّعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَضَرُّعٌ (تفعل) مصدر۔ عاجزی کرتے ہیں
گڑگڑاتے ہیں۔ تاکہ عاجزی کریں۔
آیۃ میں فَاَخَذْنٰھُمْ سے قبل فکفروا وکذبوا محذوف ہے۔
یعنی ہم نے رسول بھیجے لیکن انہوں نے انکار کیا اور ان کی نافرمانی کی اور تکذیب کی تو ہم
۔ ان کو تکالیف میں مبتلا کیا۔ (بیضاوی) لیکن اگر متن کو بعینہٖ لیا جاوے تو معانی ہونگے

ہم نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان کو مصائب و آلام میں مبتلا کیا تاکہ وہ عاجزی کے ہمارے سامنے جھک جائیں۔ (تفہیم القرآن)

صاحب کشاف اور صاحب روح المعانی نے اول الذکر کو اختیار کیا ہے۔

۶:۴۳ = لَوْلَا ۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) امتناعیہ (اگر نہ) لَوْ حرف شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے۔ لفظاً کوئی تغیر پیدا نہیں کر دو جملوں پر داخل ہوتا ہے۔ جملہ اسمیہ۔ جملہ فعلیہ۔ پہلے جملہ کا ایک جزو ضرور محذوف ہوتا خواہ خبر ہو یا فعل۔

ابن مالک کا قول ہے کہ لَوْلَا کے پہلے جملہ کی خبر اگر عام ہو جیسے کائن ثابت وغیر تو واجب الحذف ہے۔ اور اگر عمومی خبر نہ ہو بلکہ کسی مادہ کے ساتھ مقید ہو مثلاً۔ اٰکِلٌ شارب ۔قائم ۔ قاعد ۔ ذاھب ۔ ماشی ۔ وغیرہ اور بغیر ذکر کے معلوم نہ ہو سکے تو ذکر واجب ہے ۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ مبارک ہے لولا قومك حدیث عھد بالاسلام لھدمت الکعبۃ ۔ اگر تیری قوم نئی نئی اسلام میں داخل نہ ہوئی ہو تو میں کعبہ کو ڈھا دیتا۔ (اور ابراہیمی بنیادوں پر دوبارہ تعمیر کرتا) اور ذکر کے بغیر اگر خبر معلوم ہو سک ہو تو ذکر و حذف دونوں جائز ہیں ۔ مثلاً لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ (۴: ۸۳) عَلَيْكُمْ ۔ فَضْلُ اللّٰهِ کے متعلق ہو تو خبر محذوف ہو گی۔ ورنہ نازلٌ کے متعلق ہو کر فضل اللہ کی خبر ہو گی۔

اور اگر لَوْلَا ضمیر پر داخل ہو تو ضمیر مرفوع ہونی ضروری ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ (۳۴: ۳۱) مبرد کے نزدیک ضمیر کا مرفوع ہونا ضروری نہیں۔

(۲) تحضیض اور عرض کے لئے بھی لَوْلَا آتا ہے یعنی فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا (تحضیض) نرمی سے کسی کام کی طلب کرنا (عرض) اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے۔ خواہ لفظاً ہو یا معنیً۔ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ ۔ (۲۷: ۴۶) تحضیض اور لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۔ (۶۳: ۱۰) عرض۔

۳۔ زجر و توبیخ کے لئے۔ اس وقت یہ ماضی پر داخل ہوگا۔ لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۔ (۲۴: ۱۳) اور فَلَوْلَاۤ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا ۔ (۶: ۴۳)

(۴) استفہام کے لئے لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ (۶: ۸) اور لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۔ (۶۳: ۱۰) لیکن جمہور اہل ادب کے نزدیک اول آیت میں توبیخ اور دوسری آیہ

میں عرض کے لئے ہے۔

= فَلَوْلَا اِذْجَآءَ هُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا۔ فَلَوْلَا تَضَرَّعُوْا اِذْجَآءَ هُمْ بَاْسُنَا۔ پھر جب ہمارا عذاب ان پر آیا تو کیوں نہ انہوں نے زاری کی اور توبہ کی۔

= قَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب قَسْوَۃٌ مصدر۔ قسو مادّہ ناقص واوی قسا یقسوا (نصر) اصل میں قَسَوَتْ تھا واؤ ساقط ہوکر قَسَتْ ہوگیا۔ (دل) سخت پڑ گئے۔ خشک ہو گئے حق کو قبول نہیں کرتے۔

۶: ۴۴ = فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ہم نے ہر شے کے دروازے ان پر کھول دیئے یعنی ان کو ہر قسم کی نعمتوں سے نوازا۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ یک دم۔ یکایک۔

= مُبْلِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مرفوع۔ مُبْلِسٌ واحد۔

مایوس۔ غمگین۔ پشیمان۔ متحیر۔ خاموش۔ جن کو کوئی بات بن پڑی ممکن نہیں۔ اللہ کی رحمت سے مایوس۔ بَلَسٌ۔ بےخبر آدمی۔

۶: ۴۵ = دَابِرُ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ جڑ۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

= وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ حمد الٰہی اس واسطے کہ ظالم قوموں کی بیخ کنی سے خدا کی مخلوق کو نجات نصیب ہوئی۔ اس نعمت پر خدا کی حمد انسان پر لازم ہے۔

۶: ۴۶ = اَرَءَيْتُمْ۔ ملاحظہ ہو ۶: ۴۰۔

= نُصَرِّفُ۔ مضارع جمع متکلم تَصْرِيْفٌ مصدر۔ (باب تفعیل) ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔ ہم کھول کھول کر ہر پہلو سے بیان کرتے ہیں۔

= يَصْدِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدْفٌ مصدر (باب ضرب) اعراض کرتے ہیں

۶: ۵۲ = لَا تَطْرُدْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) طَرْدٌ سے جس کے معنی ذلیل سمجھ کر ہانکنے اور دور کرنے کے ہیں۔ دھتکارنا۔

= غَدٰوۃ۔ تڑکا۔ طلوع فجر اور طلوع آفتاب کا درمیانی وقت

= اَلْعَشِيِّ۔ (۱) زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک کا وقت۔ اسی بنار پر ظہر اور عصر کو صَلٰوتَا الْعَشِيِّ۔ بولتے ہیں۔

(۲) دن کا پچھلا وقت۔ (۳) زوال سے لے کر صبح صادق تک کا وقت (۴) عَشِيٌّ و

عِشَاءٌ نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔
= فَتَطْرُدَهُمْ۔ کہ تو ان کو اپنے سے دور ہٹا دے۔ تَطْرُدَ واحد مذکر حاضر منصوب بوجہ جواب نہی (مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ۔ ان کے حساب کی کوئی ذمہ داری تجھ پر نہیں)
= فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ جواب نہی۔ (وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ) یہ بھی جائز ہے کہ فَتَطْرُدَهُمْ پر عطف ہے بوجہ تسبب کے کہ ظالمین میں سے ہونا بوجہ ان کو اپنے سے دور ہٹانے کے ہے۔

یہ آیت حضرت بلال۔ خباب۔ سلمان۔ عمار وغیرہم کے متعلق نازل ہوئی تھی کہ اکابرین مکہ حضور سے کہتے تھے کہ ہم آپ کے پاس حاضر تو ہوں لیکن ان گنواروں۔ ناداروں کے ساتھ بیٹھنا ہماری ہتک ہے۔

۶:۵۳ = فَتَنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ اس کے علاوہ مصیبت سے بچانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع بھی ہو سکتا ہے ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔
= مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ خدا نے ان پر بڑا احسان کیا مَنَّ يَمُنُّ (نصر) مَنٌّ مصدر احسان کرنا۔ مَنَّانٌ احسان کرنے والا۔ اَلْمَنَّانُ۔ خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
۶:۵۵ = تَسْتَبِيْنَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِسْتِبَانَةٌ (استفعال) بین مادہ سے وہ ظاہر ہو جائے۔ کھل جائے۔
= سَبِيْلُ۔ راستہ۔ راہ۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔
۶:۵۶ = نُهِيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم۔ نَهْيٌ سے مجھے روکا گیا ہے۔ مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔
۶:۵۷ = بَيِّنَةٌ۔ واحد۔ بَيِّنَاتٌ۔ جمع۔ روشن اور کھلی دلیلیں۔ ایسی دلیلیں جو حق اور باطل کے فرق کو واضح کر دیں۔
= كَذَّبْتُمْ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد اللہ تعالیٰ ہے (کشاف) یا اللہ کی جانب سے آئی ہوئی کلام۔ یعنی اَلْقُرْاٰنُ ومعجزات الباهرة وبراهين الواضحة (الخازن)
= تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ یعنی جس عذاب یا پاداش کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو۔ استعجال (استفعال) سے جمع مذکر حاضر۔
= يَقُصُّ۔ قَصَّ يَقُصُّ (نصر) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ بیان کرتا ہے۔ یعنی اللہ

تعالیٰ بیان کرتا ہے۔
= اَلْفَاصِلِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر فَیْصِلٌ مصدر۔ فیصلہ کرنے والے۔ حق کو باطل سے الگ کرنے والے۔
٦ : ۵۸ = لَقُضِیَ الْاَمْرُ ۔ بات کا فیصلہ ہو گیا ہوتا اَلْقَضَآءُ کا معنی قَوْلاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔ حکم کرنا۔ خبردار کرنا۔ تمام کرنا کے معنی میں بھی آتا ہے ملاحظہ ہو (٦ : ٢)
٦ : ۵۹ = تَسْقُطُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب (باب نصر) وہ گرتی ہے۔ سُقُوْطٌ بمعنی گرنا ہے۔
= وَرَقَةٍ ۔ اسم مفرد۔ نکرہ۔ کوئی ایک پتہ۔ وَرَقٌ چاندی کا سکہ۔ (فَابْعَثُوْٓا اَحَدَکُمْ بِوَرِقِکُمْ هٰذِهٖٓ ۔ تو اپنے میں سے کسی کو یہ سکہ دے کر شہر میں بھیجو۔ (۱۸ : ۱۹)
= حَبَّةٍ ۔ دانہ۔ غلہ۔ اناج۔ گندم۔ جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں حُبُوْبٌ جمع۔
= رَطْبٍ ہرا۔ یَابِسٍ خشک۔ دونوں مجرور بوجہ حرف جار۔ مِنْ کے ہیں۔
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ۔ لوح محفوظ
٦ : ٦٠ = یَتَوَفّٰکُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّیٌ مصدر۔ (باب تفعّل) کُمْ ضمیر مفعول۔ تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے۔ یا لے لیگا۔
یہاں تَوَفِّیْ کا لفظ نیند کے معنی میں استعمال ہوا ہے کیونکہ نیند بھی موت کی بہن ہے۔
= جَرَحْتُمْ ۔ تم نے کمایا۔ (باب فتح) جَرْحٌ سے جس کے معنی زخمی کرنے کمانے اور کسی میں طعن کرنے کے ہیں۔ یہاں کمانے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یُقَالُ فُلَانٌ یَجْرَحُ لِعِیَالِهٖ ۔ وہ اپنے کنبے کے لئے کماتا ہے۔
٦ : ۵۸ = ثُمَّ یَبْعَثُکُمْ فِیْهِ پھر اٹھاتا ہے تم کو (نیند سے) دن کے وقت ہٖ کی ضمیر النَّهَارِ کی طرف راجع ہے۔
= یُقْضٰٓی اَجَلٌ مُّسَمًّی تاکہ پوری کردی جائے (اس نیند اور بیداری کے تسلسل سے تمہاری عمر کی) میعادِ مقررہ۔
٦ : ٦١ = حَفَظَةً ۔ حَافِظٌ کی جمع۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والے۔
= تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ۔ (فرشتوں کی جماعت) اس کو اٹھا لیتی ہے۔ اس کی روح کو قبض کر لیتے ہیں۔

= لَا یُفَرِّطُوْنَ ۔ وہ (اس میں) کوتاہی نہیں کرتے۔ یعنی اللہ کے فرستادے اس کے حکم کی بجاآوری میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ملاحظہ ہو ٦: ۳۱ - ٦: ۳۸
٦: ٦٢ = رُدُّوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب رَدٌّ سے۔ وہ واپس لائے گئے۔ وہ لوٹائے گئے۔ وہ پھیرے گئے۔ یعنی عبادہٖ ۔ اس کے بندے موت کے بعد اس کے حضور لوٹائے جائیں گے۔
= اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ ۔ حساب کرنے والوں میں سب سے زیادہ جلد اور تیز حساب کرنیوالا
٦: ٦٣ = تَضَرُّعًا۔ عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا۔ بروزن تفعّل مصدر ہے
= لَئِنْ اَنْجٰنَا۔ اگر وہ (اللہ) ہمیں نجات دیدے (یہ ان کی دعا ہے لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ)
٦: ٦٤ = كَرْبٍ ۔ اسم مصدر۔ نکرہ۔ سخت غم۔ دم گھوٹنے والا غم
٦: ٦٥ = يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا۔ یَلْبِسَ مضارع واحد مذکر غائب۔ لَبْسٌ مصدر (باب ضَرَبَ) کُمْ ضمیر مفعول وہ تم کو ملا دے۔ یعنی باہم دست وگریباں کردے۔ شِیَعٌ ۔ جمع شِیْعَةٌ کی۔ اَلْبَسَ عَلَیْهِ الْاَمْرُ جب بات مشتبہ اور گڈمڈ ہو جائے۔ وَلَبَسَ عَلَیْهِ الْاَمْرُ خلط ملط ہو جانا کہ حقیقت پہچانی نہ جا سکے۔ قرآن میں ہے وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ (۲: ۴۲) اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط مت کرو۔ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا تم کو مختلف فرقوں میں بانٹ دے کہ آپس میں الجھ جاؤ اور ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے لگو
= یُذِیْقَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِذَاقَةٌ مصدر (باب افعال) وہ چکھائے۔
یَبْعَثَ ۔ یَلْبِسَ اور یُذِیْقَ منصوب آئے ہیں بوجہ عمل اَنْ کے۔
= بَاْسَ ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔
= یُذِیْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۔ تم میں سے ایک فریق کی سختی و ایذارسانی کا مزہ دوسرے فریق کو چکھائے
٦: ٦٦ = كَذَّبَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر قرآن حکیم کے لئے ہے
= وَكِيْلٌ ذمہ دار۔ کارساز۔ نگران۔ نگہبان۔
٦: ٦٧ = مُسْتَقَرٌّ ۔ القرار۔ الثبوت ۔ نهاية۔ غاية۔
لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۔ یعنی قرآن کی ہر ایک خبر میں ایک حقیقت ایک غایت ہے یا خدا بتائی ہوئی ہر خبر کے لئے اس کے وقوع پذیر ہونے کا وقت اور مکان ہے اور اس میں کوئی

تاخیر یا ردوبدل نہیں ہے۔

۶ : ۶۸ = یَخُوْضُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَوْضٌ سے (باب نصر) وہ مشغول ہوتے ہیں ۔ اردو میں غور وخوض استعمال ہوتا ہے۔ لیکن یہاں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ استہزائً اور طعناً آیاتِ ربانی (قرآن حکیم) پر بحث کرتے ہیں یا نکتہ چینی کے لئے انہیں زیر بحث لاتے ہیں۔

= یَخُوْضُوْا ۔ مضارع مجزوم۔ منصوب حتّٰی کے عمل کی وجہ سے

= اِمَّا ۔ اِنْ اور مَا سے مرکب ہے ۔کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے ۔

۱ ۔ بطور حرف تفصیل ۔ جیسے اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا ۔(۷۶: ۳) ہم نے انسان کو راستہ دکھایا اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن جاتے ۔

(۲) شک وابہام کے موقع پر جیسے جَآءَ اِمَّا زَیْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو۔

(۳) اباحت وتخییر کے لئے۔ تَعَلَّمْہُ اِمَّا الْفِقْہَ وَاِمَّا اللُّغَۃَ ۔ فقہ سیکھ یا لغت۔ یہاں اگر کے معنی میں ہے۔

= یُنْسِیَنَّکَ ۔ یُنْسِیَنَّ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَسِیَ سے وہ تم کو بھلا ہی دے ۔

= لَا تَقْعُدْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر (باب نصر) قُعُوْدٌ ۔ تو نہ بیٹھ ۔ تجھے بیٹھنا نہ چاہیئے

الذِّکْرٰی ۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا ۔ یاد ۔ پند ۔ موعظت ۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے ۔ نصیحت کے معنوں میں آیا ہے۔ وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ (۵۱: ۵۵) اور نصیحت کرتے رہو کہ نصیحت مؤمنوں کو نفع دیتی ہے۔ ان ہی معنوں میں یہ اگلی آیت میں استعمال ہوا ہے ۔ لیکن یہاں بمعنیٰ یاد آیا ہے ۔یعنی یاد آنے کے بعد ۔

۶ : ۶۹ = مِنْ حِسَابِہِمْ میں ضمیر ھِمْ کافروں کے لئے ہے یعنی تقویٰ اختیار کرنے والوں پر کافروں کے حساب سے کچھ بوجھ نہ ہوگا۔ انہیں معنوں میں آیۃ ۵۲ میں استعمال ہوا ہے۔

= وَلٰکِنْ ذِکْرٰی ۔ لیکن نصیحت کرنا تقویٰ اختیار کرنے والوں پر فرض ہے۔

تقدیر کلام یوں ہے وَلٰکِنْ عَلَیْہِمْ ذِکْرٰی ۔

= لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب بھی کافروں کے لئے ہے ۔

۶ : ۷۰ = ذَرْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر وَذْرٌ سے (باب سمع وفتح) تو چھوڑ دے ۔

= غَرَّتْہُمْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ ھُمْ ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ دنیاوی زندگی نے ان کو بہکا رکھا ہے ۔

وَ ذَكِّرْ بِهٖ ۔ اور نصیحت کرو قرآن کے ذریعہ سے ۔ یعنی ان مشرکوں کو قرآن کی روشنی میں نصیحت کرو۔ ذَكِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کی طرف راجع ہے ۔

= اَنْ ۔ کہ ۔ یہ کہ ۔ اَنْ ۔ مبادا کے معنوں میں بھی آتا ہے جیسے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ه (۴۹ : ۶) اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو ۔ اور پھر اپنے کئے پر پشیمان ہو ۔

اکثر مفسرین نے یہاں اَنْ کو انہیں معنوں میں لیا ہے ۔ لیکن اگر اسے ’’کہ‘‘ کے معنیٰ میں لیا جائے جیسا کہ علامہ عبد اللہ یوسف علی نے لیا ہے تو عبارت کے معنی زیادہ واضح ہو جاتے ہیں اس صورت میں اَنْ کے بعد کا جملہ ذَكِّرْ کا مفعول بہٖ ہوگا۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں ۔

و منهم من جعله (ای تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ) مفعولا به لذکر ۔ ان میں سے بعض نے ’’تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ‘‘ کو ذَكِّرْ کا مفعول بہٖ لیا ہے ۔

= تُبْسَلَ ۔ وہ گرفتار ہو جائے ۔ وہ ہلاکت کے سپرد کی جائے ۔ اِبْسَالٌ سے مضارع مجہول واحد مؤنث غائب بُسِلَ معنیٰ تُهْلَكُ (ابن عباس رضی اللہ عنہ)

تُحْبَسُ ۔ (قتادہ) ای فی نار جهنم ۔ تحرق بالنار (الضحاك)

= تَعْدِلْ ۔ وہ بدلہ دیوے (ضرب) عدل سے جس کے معنیٰ اصل میں مساوی اور برابر کرنے کے ہیں ۔ چونکہ بدلہ کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ جس چیز کا بدلہ ہے اس کے برابر ہے ۔ اس لئے بدلہ کرنے کے معنی بھی آتے ہیں ۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔

= وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ ...... الخ ۔ اور نصیحت کر قرآن کے ذریعہ سے کہ : پکڑا جائیگا آدمی اپنے عملوں کی وجہ سے اور نہیں ہوگا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ کوئی سفارشی ۔ اور اگر وہ ہر چیز فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہے تو وہ بھی اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

= اُولٰٓئِكَ ۔ وہ لوگ جو دین کو کھیل اور دل لگی سمجھتے ہیں اور جنہیں دنیوی زندگی نے دھوکہ میں رکھا ہوا ہے ۔

= اُبْسِلُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب' وہ ہلاک کئے گئے وہ ہلاک ہوئے ۔ وہ گرفتار کئے گئے ۔ وہ پکڑے گئے ۔ وہ ثواب سے محروم کئے گئے ۔ (اوپر تُبْسَلَ ملاحظہ کیا جائے)

= حَمِیْمٌ ۔ نہایت گرم پانی۔ اس سے حمام مشتق ہے جہاں گرم پانی مل سکتا ہے۔
حَمِیْمٌ قریبی دوست کو بھی کہتے ہیں حَمٌّ سے۔
۶ : ۷۱۔ نُرَدُّ ۔ مضارع مجہول جمع متکلم۔ رَدَّ یَرُدُّ ۔ (باب نصر) سے ہم پھیر دیئے جائیں۔ ہم لوٹائے جائیں۔ ہمیں لوٹا دیا جائے۔
= اَعْقَابِنَا ۔ عَقِبٌ کی جمع مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ایڑیاں ۔ الرَّدُّ عَلَی الْاَعْقَابِ بمعنی الرُّجُوْعُ اِلَی الشِّرْكِ وَالضَّلَالِ۔
= كَالَّذِی اسْتَهْوَتْهُ الشَّیَاطِیْنُ ۔ لغت مصدر محذوف۔ ای انرد ردًّا مثل ردالذی استھوتہ الشیطین ۔ او ندعوا دعاء مثل دعاء الذی استھوتہ الشیطین ۔ کیا ہم پھر جائیں مثل پھرنے اس شخص کے جسے شیاطین نے بھٹکا دیا ہو۔ یا پکاریں مثل پکارنے اس شخص کے .... الخ۔
= اِسْتَهْوَتْهُ ۔ اس نے اس کو راستہ بھلا دیا۔ اِسْتِهْوَاءٌ ۔ (استفعالٌ) راستہ بھلا دینا۔ فریفتہ کرنا۔ بلندی سے پستی کی طرف لانا۔
= حَیْرَانَ ۔ حیران ۔ سراسیمہ۔ بہکا ہوا۔ متردد۔ حیرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔
= لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے۔
= اِئْتِنَا ۔ ہمارے پاس آ۔ اِئْتِ صیغہ امر۔ نا ضمیر جمع متکلم اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ (ضَرَبَ) سے
= لَہٗ اَصْحٰبٌ ...... اِئْتِنَا ۔ اس کے ساتھی ہوں جو اسے بلا رہے ہوں ہدایت کی طرف ۔ اور پکار رہے ہوں کہ ہماری طرف آجا۔"
۶ : ۷۲ = وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ ۔ ای وا مرنا لان اقیموا الصَّلٰوۃَ وَ اتَّقُوْہُ ۔ (اور ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ) تم نماز قائم کرو اور اس سے ڈرو۔
۶ : ۷۳ ۔ وَیَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۔ اور جس دن وہ کہیگا کہ حشر ہو جائے اسی دن وہ ہو جائے گا۔ (تفہیم القرآن)
یَوْمَ بمعنٰی حِیْنَ (وقت) بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے (وہ) وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا) اور جس وقت (بھی) وہ کسی شے کو کہتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔
= قَوْلُہُ الْحَقُّ ۔ اس کا ارشاد عین حق ہے۔ عین حقیقت ہے۔ جو وہ حکم دیتا ہے وہ

ہو کر ہی رہتا ہے اس کا قول اٹل ہے قَوْلُہٗ مبتدا۔ اَلْحَقُّ خبر۔

۶: ۷۴ = اَرٰىكَ - اَرٰى - مضارع واحد متکلم رَاٰى یَرٰى رَاْیًا وَ رُؤْیَۃً (فتح مہموز العین ناقص یائی) میں دیکھتا ہوں۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھے دیکھتا ہوں۔ میں تجھے پاتا ہوں۔

۶: ۷۵ = كَذٰلِكَ - اسی طرح - كَمَا اَرَیْنَاہُ قبح الشرك جس طرح ہم نے اس کو شرک کی قباحت (باپ کی اور اس کی قوم کی گمراہی) دکھائی تھی۔ اسی طرح ہم نے چشم بصیرت سے اس کو ملکوت السمٰوٰت والارض کا مشاہدہ کرا دیا۔

= نُرِیْ۔ مضارع جمع متکلم۔ اَرٰى یُرِیْ (باب افعال) اِرَاءَۃً۔ ہم دکھاتے ہیں یہاں مضارع ماضی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= مَلَكُوْتَ - مصدر۔ مُلْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ بذریعہ ازدیادِ وت اقتدارِ کامل۔ غلبہ تامہ حکومت حقیقیہ۔ بقول راغب۔ ملکوت - اللہ کی بادشاہت کے لئے مخصوص ہے۔

= وَلِیَكُوْنَ - ای فعلنا ذٰلك لیكون (ہم نے ایسا اس لئے کیا) کہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

= اَلْمُوْقِنِیْنَ - اسم فاعل جمع مذکر۔ معرفہ۔ مجرور۔ اَلْمُوْقِنُ - واحد - اِیْقَانٌ مصدر۔ عین الیقین کے مرتبہ پر فائز ہونے والے۔

۶: ۷۶ - جَنَّ علی - اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپا لیا۔ جَنٌّ سے (باب نَصَرَ)

= اَفَلَ - وہ غائب ہو گیا۔ وہ غروب ہو گیا۔ (ضَرَبَ - نَصَرَ - سمع) اُفُوْلٌ سے بمعنی آفتاب - ماہتاب - وغیرہ ستاروں کا غروب ہونا۔ اٰفِلٌ اسم فاعل جمع اٰفِلِیْنَ

۶: ۷۷ = بَازِغًا - درخشاں - روشن - بُزُوْغٌ سے بمعنی طلوع ہونا۔ چمکنا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔

۶: ۷۸ = ھٰذَا رَبِّیْ - اَھٰذَا رَبِّیْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اَنْ استفہامیہ محذوف ہے اور استفہام انکاری کے طور پر آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لے میری قوم کیا یہ میرا رب ہے؟ ہرگز نہیں۔

۶: ۷۹ = وَجَّهْتُ - ماضی معروف واحد متکلم۔ تَوْجِیْہٌ مصدر (باب تفعیل) میں نے اپنا رُخ پھیر لیا۔

= فَطَرَ - فَطْرٌ مصدر۔ وہ عدم سے وجود میں لایا۔ اس نے پیدا کیا۔ فَطْرٌ کے اصل معنی

پھاڑ دینے کے ہیں یعنی عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لایا۔
= حَنِيْفًا۔ اَلْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ الحنیف بروزن (فعیل) جو باطل کو چھوڑ کر حق واستقامت کی طرف آجاتے۔ اس کی جمع حُنَفَاءُ ہے۔ حَنِيْفٌ حَنَفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
٦: ٨٠ = حَاجَّهٗ۔ مُحَاجَّةٌ (مفاعلة) سے باہم حجت کرنا۔ دلیل بازی کرنا۔ الحُجَّةُ اس دلیل کو کہتے ہیں جو صحیح مقصد کی وضاحت کرے۔ اور دو متناقض امور میں سے ایک کی صحت کی مقتضی ہو۔
حَاجَّ اس نے حجت بازی کی۔ اس نے جھگڑا کیا۔
= هَدَانِ۔ اصل میں هَدَانِیْ ہے اس نے مجھے ہدایت دی۔ مجھے ہدایت یافتہ کیا۔ هِدَايَةٌ سے (باب ضرب)
= اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْئًا۔ اللہ میرا رب ہے کوئی تکلیف مجھے پہنچانا چاہے تو۔ (ورنہ میں ان سے نہیں ڈرتا جن کو تم رب کا شریک ٹھہراتے ہو)
= اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ہمزہ استفہامیہ۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔ تم نصیحت کیوں نہیں پکڑتے (باب تفعل)
٦: ٨١ = لَمْ يُنَزِّلْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ اس نے نہیں نازل کیا۔ اس نے نہیں اتارا۔ یعنی جس کے لئے اس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ تم کو کوئی اجازت نامہ نہیں دیا۔
= اَلْفَرِيْقَيْنِ۔ موحدین کا فریق اور مشرکین کا فریق۔ حضرت ابراہیم اور اس کے پیروکار ایک فریق۔ مشرکین مخالفین دوسرا فریق۔
= بِالْاَمْنِ۔ ای امن من العذاب۔ عذاب سے بےخوفی اور اطمینان
٦: ٨٢ = لَمْ يَلْبِسُوْا۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب لَبْسٌ مصدر۔ انہوں نے نہیں ملایا۔ انہوں نے مخلوط نہیں کیا۔
= آیت ٨٢ پر حضرت ابراہیم کا کلام ختم ہوا۔
٦: ٨٤ = ذُرِّيَّةٌ ذَرٌّ سے۔ نسل۔ اولاد۔ ذَرَّةٌ ذرہ بھر۔
٦: ٨٨ = حَبِطَ عَنْ۔ اَلْحَبْطُ۔ (حسب یحسب) کے معنی کسی کام کے ضائع ہو جانے اور اکارت ہونے کے ہیں۔ آیۃ ہذا۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے

سب ضائع ہوجاتے۔ ارشاد ہے لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ۔ (۳۹: ۶۵) تو یقیناً تمہارے عمل برباد ہوجائیں گے
حَبِطَ عَنْهُ ای ذھب عنہ۔

۶: ۸۹ = بِهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث۔ الکتب۔ والحکم۔ والنبوۃ کی طرف راجع ہے۔ یا اس کا مرجع آیات قرآنی ہیں جو دلائل التوحید والنبوۃ کے متعلق ہیں۔

= هٰٓؤُلَآءِ۔ یعنی اہل مکہ۔

= وَكَّلْنَا بِهَا۔ وَكَّلْنَا۔ ماضی معروف جمع متکلم۔ تَوْكِيلٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے مقرر کردیا ہے

= قَوْمًا۔ گروہ۔ جماعت۔ بلا تخصیص نسل دوطن (اُس صورت میں جب کہ ایسی قوم بلاواسطہ مخاطب نہ ہو) ایک نسب اور وطن سے تعلق رکھنے والی جماعت (جہاں پیغمبروں نے ان کو خطاب کیا ہو جیسے یٰقَوْمِ یا اِذْقَالَ لقومہٖ)

یہاں اس آیۃ میں قوم سے مراد اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین۔ تابعین تبع تابعین۔ عربی، عجمی سب مراد ہیں جو اہل ایمان تھے۔

۶: ۹۰ = اُولٰٓئِكَ سے مراد وہ اٹھارہ انبیاء ہیں جو اوپر مذکور ہیں۔

= اِقْتَدِهْ۔ تو اس کی پیروی کر۔ تو اس کی اقتدا کر۔ اقتدار کا معنی ہے کسی کے کام کے موافق کوئی کام کرنا

علامہ قطب الدین الکشاف کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔

کہ یہاں اقتدار سے مقصود صرف اخلاق فاضلہ اور صفات کمال ہیں ان جلیل القدر انبیاء کی پیروی کرنا ہے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر فَبِهُدٰهُمُ میں هُدًى کی طرف راجع ہے۔

= اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ (آیۃ ۸۹) سے لے کر اِقْتَدِهْ (آیۃ ۹۰) تک ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ تھے انبیاء جنہیں ہم نے کتاب وحکمت اور نبوت عطا کی۔ پس اگر یہ لوگ (اہل مکہ) ان (کتاب وحکمت۔ نبوت یا آیات قرآنی) سے انکار کرتے ہیں۔ تو ہم نے مقرر کردیا ہے ایک ایسی قوم کو (اصحاب النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ انصار۔ مہاجرین وغیرہ) جو ان (کتاب وحکمت۔ نبوت یا آیاتِ قرآنی) سے منکر نہیں ہے (بلکہ ان پر ایمان رکھتی ہے) یہی (انبیاء علیہم السلام) وہ لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرمائی تو بھی ان کی ہدایت کی (جو میں نے ان کو عطا کی) پیروی کر

= عَلَيْهِ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن یا تبلیغ قرآن ہے۔ اور اسی طرح هُوَ ضمیر کا مرجع بھی قرآن ہے۔

= اِنْ نافیہ ہے۔

= ذِکْرٰی ۔ نصیحت ۔ اوپر ۶: ۶۸ ملاحظہ ہو۔

۶: ۹۱ = مَا قَدَرُوْا ۔ ماضی منفی معروف ۔ صیغہ جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے تعظیم نہیں کی ۔ انہوں نے نہیں پہچانا۔

= تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ = جن کو تم نے متفرق اور مختلف کاغذوں میں لکھ رکھا ہے (تاکہ اپنے مطلب کے اوراق مختلف مواقع پر پیش کئے جاسکیں جیسا کہ ان کے اپنے مفاد میں مناسب ہو)

= قَرَاطِيْسَ ۔ اَلْقِرْطَاسُ ۔ ہر وہ چیز جس پر لکھا جائے ۔ کاغذ وغیرہ

= قُلِ اللّٰهُ ۔ جواب ہے قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى کا۔ قُلِ اللّٰه کو اگر جملہ اسمیہ لیا جائے تو تقدیر ہوگی قُلْ هُوَ اللّٰهُ ۔ اور جملہ فعلیہ کے اعتبار سے اس کی تقدیر ہوگی ۔ قُلْ اَنْزَلَهُ اللّٰهُ ۔

= خَوْضِهِمْ ۔ ان کی بیہودہ گوئی ۔ باتیں بنانا ۔ گھسنا ۔ خَاضَ يَخُوْضُ کا مصدر ہے خَوْض کے معنی پانی میں گھسنے کے ہیں بطور استفادہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے استعمال ہوتا ہے

۶: ۹۲ = لِتُنْذِرَ ۔ کہ ڈرائے تو ۔ تو ڈرائے گا ۔ تو ڈراتا ہے ۔ اِنْذَارٌ ۔ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔

= اُمَّ الْقُرٰى ۔ مکہ معظمہ ۔ بستیوں کی اصل اور بڑی بستیوں کی ماں ۔

= مَنْ حَوْلَهَا ۔ جو اس کے ارد گرد ہے ۔ یعنی تمام اہل مشرق ومغرب۔

۶: ۹۳ = اِفْتَرٰى ۔ اس نے جھوٹ باندھا ۔ اس نے بہتان تراشا ۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

= مَنْ قَالَ ۔ ای من اظلم ممن قال ۔ اور کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو کہے ۔

= وَلَوْ تَرٰى ۔ کاش تو دیکھے ۔ کاش تو دیکھ سکے۔

= غَمَرٰتِ ۔ غَمْرَةٌ کی جمع ۔ موت کی سختیاں ۔ جو سارے اعضا پر چھا جائیں ۔ غَمْرَةٌ وہ کثیر پانی جس کی تہ نظر نہ آئے ۔ بطور تشبیہ اس سے مراد جہالت ۔ غفلت لی جاتی ہے ۔ جو قویٰ پر غالب آجائے۔

= بَاسِطُوْٓا ۔ اصل میں بَاسِطُوْنَ تھا ۔ اَيْدِيْهِمْ کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ن ساقط ہو گیا ۔ کھولنے والے ۔ بڑھانے والے ۔

یعنی کاش تو ان ظالمین کو اس حالت میں دیکھ سکے جب موت کی سختیاں ان پر غالب ہوں گی ۔ اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے) ہاتھ اپنے ان کی طرف بڑھا رہے ہوں گے ۔

= اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ - اس سے پہلے يَقُوْلُوْنَ لَهُمْ محذوف ہے ۔ اَخْرِجُوْا اَنْفُسَكُمْ لاؤ اپنی جانیں ۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ۔ اگر ہو سکتا ہے تو چھڑا لو اپنی جانیں ہمارے ہاتھوں سے اَخْرِجُوْا فعل امر حاضر ۔ اَنْفُسَكُمْ مفعول بہ ۔

= تُجْزَوْنَ - تم بدلہ دیئے جاؤ گے ۔ تم جزا دیئے جاؤ گے ۔ جَزَاءٌ سے جمع مذکر حاضر ۔

= عَذَابَ الْهُوْنِ - اسم ہے ۔ اَلْهَوَانُ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے ۔

(۱) انسان کا کسی ایسے موقع پر نرمی کا اظہار کرنا کہ جس میں اس کی سبکی نہ ہو ۔ یہ قابل ستائش ہے قرآن حکیم میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵:۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر متواضع ہو کر چلتے ہیں ۔

(۲) هَوَانٌ بمعنی ذلت اور رسوائی کے بھی آتا ہے یعنی دوسرا انسان اس پر مسلط ہو کر اس کو سبکسار کرے ۔ تو یہ قابل مذمت ہے قرآن حکیم میں ہے فَاَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ ۔ (۴۱:۱۷) تو ۔۔۔۔ کڑک نے ان کو آپکڑا اور وہ ذلت کا عذاب تھا ۔

اور اگر عَلٰی کے ساتھ آئے تو معنی معاملہ کے آسان ہونے کے ہیں جیسے هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ (۱۹:۲۱) کہ یہ مجھے آسان ہے ۔

سو عَذَابَ الْهُوْنِ بمعنی ذلت کا عذاب ۔

= تَسْتَكْبِرُوْنَ - اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم تکبر کرتے تھے تم گھمنڈ کرتے تھے ۔

۶:۹۴ = جِئْتُمُوْنَا - تم ہمارے پاس آپہنچے - اس میں واؤ اشباع کا اور نَا ضمیر جمع متکلم ہے

= فُرَادٰی - فَرْدٌ - کی جمع - اکیلے اکیلے - ایک ایک ۔

= خَوَّلْنٰكُمْ - ہم نے تم کو عطا کیا ۔ ہم نے تم کو دیا ۔ تَخْوِيْلٌ (تفعيل) سے جس کے معنی ایسی چیزوں کے عطا کرنے کے ہیں جن کی نگہداشت کی ضرورت پڑے ۔ جیسے عربی میں کہتے ہیں فُلَانٌ خَالُ مَالٍ اَوْخَائِلُ مَالٍ ۔ یعنی فلاں مال کی خوب نگہداشت کرنے والا ہے (آیۃ ہذا میں : جو مال ومتاع ہم نے تم کو دیا تھا تم سب پیچھے چھوڑ آئے)

ماضی جمع متکلم - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔

= فِيْكُمْ - اى فِيْ اُمُوْرِكُمْ - تمہارے معاملات میں ۔

= شُرَكٰٓؤُا یعنی شُرَكَاءُ لِلّٰهِ

یعنی جن کو تم یہ سمجھتے تھے کہ تمہاری فلاح وبہبود اور نفع ونقصان میں اللہ کے ساتھ شریک ہیں

اور عمل و دخل رکھتے ہیں۔
= تَقَطَّعَ ۔ کٹ گیا۔ ٹوٹ گیا۔ قطع قطع ہوگیا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ تَقَطُّعٌ (تفعّل) سے
تَقَطَّعَ بَیْنَکُمْ ۔ ای تقطع ما بینکم من الوصل ۔ بے شک تمہارے درمیان جو رشتہ تھا
وہ اُوٹ گیا۔
= ضَلَّ ۔ کھو گیا۔ گم ہوگیا۔ ضائع ہوگیا۔ ہلاک ہوگیا۔ گمراہ ہوگیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے
دور جا پڑا۔
= مَا کُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۔ اور جو دعوے تم کیا کرتے تھے (وہ کھو گئے)
۶: ۹۵ = فَالِقُ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَلْقٌ مصدر۔ پھاڑنے والا۔ بیج اور گٹھلی کو پھاڑ
کر سبزہ نکالنے والا۔ (فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی) تاریکی کو پھاڑ کر صبح کرنے والا۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ)
= اَلْحَبِّ ۔ دانہ۔ غلہ۔ گندم۔ اناج۔ اس کی جمع حبوب ہے۔ عام (دوائی وغیرہ کی گولیوں کو)
بھی حَبّ کہتے ہیں۔
= النَّوٰی ۔ النَّوَاۃُ ۔ اس کی واحد۔ کھجور کی گٹھلیاں۔
= تُؤْفَکُوْنَ ۔ تم پلٹائے جاتے ہو۔ تم پھیرے جاتے ہو۔ اِفْکٌ سے جس کے معنی کسی شے
کے اپنے اصلی رخ سے پھرنے کے ہیں۔
یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف
در فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر
= ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۔ یہ ہے اللہ (ان خوبیوں والا) اور (تم دیکھو) تم کدھر
بہکے چلے جا رہے ہو۔
۶: ۹۶ = سَکَنًا ۔ برائے تسکین۔ آرام۔ راحت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔
سُکُوْنٌ سے اسم ہے۔ بسنے کی جگہ۔ آرام و سکون کی جگہ یا وقت۔ محلاً للسکون (قرطبی)
= حُسْبَانًا ۔ برائے حساب۔ شمار۔ حُسْبَانٌ بمعنی حساب و شمار۔
حَسَبَ یَحْسُبُ (نصر) کا مصدر ہے۔
قرآن مجید میں جو یہ آیا ہے وَیُرْسِلَ عَلَیْھَا حُسْبَانًا (۱۸: ۴۰) اور بھیج دے اس پر عذاب
تو یہاں حُسْبَانٌ کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ (۱) ایک آگ یا بھبوکا۔ (۲) دوسرا عذاب
اور حقیقت میں حساب کے مطابق سزا۔
= تقدیر ۔ اندازہ۔ مقدار کو مقرر کرنا۔ خواہ کسی نوعیت کے متعلق ہو۔

٦ : ٩٧ = لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ٥ اہل دانش واہل علم کے لئے۔
٦ : ٩٨ = مُسْتَقَرٌّ ۔ ظرف مکان ۔ بروزن اسم مفعول اِسْتِقْرَارٌ مصدر ۔ قرارگاہ ۔ ٹھہرنے کی جگہ
= مُسْتَوْدَعٌ ۔ ظرف مکان ۔ بروزن اسم مفعول اِسْتِیْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر ۔ امانت رکھنے کی جگہ ۔ حفاظت کی جگہ ۔ رحمِ مادر ۔

مُسْتَقَرٌّ اور مُسْتَوْدَعٌ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں ۔ بعض نے کہا ہے کہ مستقر سے مراد شکم مادر اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد باپ کی پیٹھ ۔

اور بعض نے کہا ہے کہ مستقرٌ سے مراد زمین ہے جہاں انسان دنیوی زندگی بسر کرتا ہے اور مُسْتَوْدَعٌ سے مراد قبر ہے ۔ جہاں مرنے کے بعد حشر تک کا درمیانی عرصہ گذارنا ہوتا ہے

اور بعض کے مطابق مستقر سے مراد دنیوی زندگی (ظرف زمان) اور مستودع روانگی کا وقت (ظرف زمان) وداع سے رخصت ہونا ۔ اس کی تقدیر ہے ۔ فَلَکُمْ مُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ۔
= یَفْقَھُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ سمجھ رکھتے ہیں ۔ سمجھتے ہیں ۔
٦ : ٩٩ = نَبَاتَ ۔ گھاس ۔ سبزی ۔ زمین کی پیداوار ۔ روئیدگی ۔ زمین سے پیدا کرنا ۔ زمین سے اگنے والی ہر چیز ۔
= مِنْہُ ۔ میں ضمیر نبات کی طرف راجع ہے ۔ یعنی بناتات سے ہم سرسبز کونپلیں نکالتے ہیں
= خَضِرًا ۔ سبزہ ۔ سبز ۔ خَضَرٌ سے جس کے معنی سبز اور ہرا ہونے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔
= مُتَرَاکِبًا ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر ۔ تَرَاکُبٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر ۔ تہ بر تہ ۔ ایک پر ایک سوار ۔ رَکْبٌ اور رُکُوْبٌ کے معنی کسی جانور پر سوار ہونا ۔ اناج کی بالی کے دانے باہم متصل ہوتے ہیں ۔ ایک دانہ دوسرے سے وابستہ ہوتا ہے ۔ کوئی اوپر ہوتا ہے کوئی نیچے ۔ اس لئے اس کو تراکب کہا گیا ہے ۔

گویا تہ بر تہ ہونے کے سبب ایک دانہ دوسرے پر سوار ہوتا ہے ۔ مکی کا سٹہ ۔ اور انار کے دانے بہترین مثال ہیں ۔
= طَلْعِھَا ۔ اس کا گابھا ۔ اس کا خوشہ ۔ اس کا شگوفہ ۔
= قِنْوَانٌ ۔ قِنْوٌ کی جمع ۔ کھجوروں کے گچھے ۔
= دَانِیَۃٌ ۔ جھکنے والے ۔ لٹکنے والے ۔ دُنُوٌّ سے جس کے معنی قریب ہونے کے ہیں ۔
جھکنے اور لٹکنے میں بھی قربت کے معنی پائے جاتے ہیں ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔

= اَعْنَاب۔ عِنَبٌ۔ کی جمع۔ انگور

= الرُّمَّان۔ انار

= مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ۔ اپنی نوع اور قسم کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن اپنی اپنی انفرادی شکل و شباہت کے لحاظ سے الگ الگ۔ مثلاً ایک مکی کا خوشہ بظاہر ہر خوشۂ مکی سے مشابہت رکھتا ہے لیکن اس کا سائز' دانوں کی قطاروں کی تعداد، ہر قطار میں دانوں کی تعداد۔ ان کا باہمی فاصلہ وغیرہ ایسی چیزیں جو کسی دو خوشوں میں ایک جیسی نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا ہر خوشہ کی انفرادیت اپنی اپنی

= يَنْعِهٖ مصدر۔ مجرور۔ مضاف ہٖ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے پکنے کو۔ يَنْعٌ (ضرب فتح) پھل پکنا۔

٦: ١٠٠ = وَخَلَقَهُمْ۔ واؤ حالیہ ہے۔ خَلَقَ میں فاعل اللہ ہے۔ هُمْ ضمیر الجنّ کی طرف راجع ہے حالانکہ اللہ نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔

= خَرَقُوْا لَهٗ۔ انہوں نے تراشا۔ خَرْقٌ سے۔ ماضی، جمع مذکر غائب۔

اَلْخَرْقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ قرآن میں ہے کہ:۔ خَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا (١٥: ١٧) کیا تو نے اس کو اس لئے پھاڑا ہے کہ مسافروں کو غرق ردے۔ خَرْقٌ۔ خَلْقٌ کی ضد ہے۔ جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی یز کو بنانے کے ہیں اور خَرْقٌ کے معنی کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنے کے ہیں۔ آیۃ راہیں، اور بے سمجھے (جھوٹ، بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں

: ١٠١ بَدِيْعُ۔ اَلْاِبْدَاعُ۔ کسی کی تقلید اور اقتدار کے بغیر کسی چیز کو ایجاد کرنا۔ اسی سے نئے ودے ہوئے کنویں کو رَكِيَّةٌ بَدِيْعٌ۔ کہتے ہیں۔ جب اِبْدَاعٌ کا لفظ اللہ عزوجل کے لئے ستعمال ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں بغیر آلہ۔ بغیر مادہ اور بغیر زمان و مکان کے کسی شے کو ایجاد کرنا ر یہ معنی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مختص ہیں

بَدِيْعٌ بمعنی مُبْدِعٌ یعنی اس چیز کا پیدا کرنے والا جس کی سابق میں کوئی مثال نہ ہو اللہ الیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= اَنّٰى۔ کس طرح۔ کیونکر۔ کیسے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا (٢: ٢٥٩) اللہ تعالیٰ ان بستیوں کو کیونکر زندہ کرے گا۔

: ١٠٣ = وَكِيْلٌ۔ صفت مشبہ۔ وَكَلٌ سے (ضرب) نگران۔ نگہبان۔ کارساز امن۔ گواہ۔

لَاتُدْرِكُ ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو نہیں پا سکتی اَدْرَكَ کسی چیز کی غایت کو پہنچنا
اَدْرَكَ الصَّبِیُّ ۔لڑکا بچپن کی آخری حد کو پہنچ گیا۔ یعنی بالغ ہوگیا۔
حَتّٰی اِذَا اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ (۱۰: ۹۰) یہاں تک کہ اس کو غرق (کے عذاب نے) آپکڑا۔
ادراک کا معنی ہے کسی چیز کو گھیر لینا۔ اس کا احاطہ کرلینا۔ ظاہر ہے کہ احاطہ اس چیز کا ہوسکتا ہے جو محدود ہو اور کسی خاص سمت میں پائی جاتی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات نہ تو محدود ہے اور نہ کسی خاص سمت میں موجود۔ اس لئے اس کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔ آیۃ ہذا میں ترجمہ ہوگا۔
نظریں اس کو نہیں گھیر سکتیں اور وہ سب نظروں کو گھیرے ہوئے ہے۔

۶ : ۱۰۴ = بَصَائِرُ کھلی دلیلیں ۔ ظاہر نصیحتیں۔ بَصِیْرَةٌ کی جمع۔ جس طرح جسم کے لئے بصارت (بینائی) ہے اسی طرح روح کے لئے بصیرت ہے۔
= اَبْصَرَ۔ اس نے دیکھا۔ (افعال) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= عَمِیَ۔ وہ اندھا ہوا۔ عَمًی مصدر۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب یہاں کورِ دِل ہونا مراد ہے
= حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ حِفْظٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہ کل کا نگہبان ہے۔

۶ : ۱۰۵ = نُصَرِّفُ الْاٰیٰتِ ۔ ہم پھیر پھیر کر۔ طرح طرح سے آیاتِ (توحید) کو بیان کرتے ہیں
= دَرَسْتَ ۔ دَرْسٌ اور دِرَاسَةٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر
تونے پڑھا۔ تونے پڑھ سنایا۔ دَرْسٌ ۔اَلْقِرَاءَةُ علی الغیر۔ دوسرے کو پڑھ کر سنانا
= نُبَیِّنَهٗ مضارع صیغہ جمع متکلم تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم ظاہر کردیں۔ ہم کھول دیں

۶ : ۱۰۶ = لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ جملہ معترضہ ہے جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان آگیا ہے

۶ : ۱۰۸ = لَا تَسُبُّوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ سَبٌّ سے (باب نصر) تم برا مت کہو۔ تم گالیاں نہ دو۔
= عَدْوًا ۔ظُلْمًا وَّعُدْوَانًا۔ زیادتی۔ تعدی۔ ظلم وستم۔ حد سے بڑھنا۔ زیادتی کرنا۔
(یعنی برا کہنے لگیں گے خدا کو زیادتی اور بے سمجھے۔

۶ : ۱۰۹ = جَهْدَ۔ تاکید، پوری کوشش، مشقت۔ جَهَدَ یَجْهَدُ کا مصدر ہے۔
اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ۔ وہ پوری کوشش سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔
= اٰیَةٌ نشانی ۔ یہاں نشانی سے مشرکین کی مراد کوئی خاص نشانی ہے جیسے عصا موسیٰ حضرت عیسیٰ کا مُردوں کو اللہ کے حکم سے زندہ کرنا۔ کوڑھیوں کو تندرست کرنا وغیرہ۔

محمد بن کعب القرضی اور الکلبی نے کہا ہے کہ مشرکین نے بطور خاص نشانی کے یہ مطالبہ کیا تھا کہ کوہ صفا سونا ہوجائے۔ ہمارے کچھ مرے ہوئے لوگ زندہ ہوجائیں کہ آپ کی تصدیق کریں مابعد الممات کے متعلق۔ اور ہمیں فرشتے دکھائیے کہ ہم ان سے آپ کی صداقت کے متعلق دریافت کریں۔

= اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ۔ کہ نشانیاں تو صرف اللہ ہی کے پاس ہیں۔ یہ مشیت ایزدی ہے کہ ان کو ظاہر کرے یا نہ کرے۔ یا کب اور کن حالات میں کرے۔

= مَا یُشْعِرُکُمْ۔ میں مخاطبین اہل ایمان ہیں۔ (گو بعض کے نزدیک یہاں خطاب مشرکین سے ہے)، تمہیں کیا خبر۔ تمہیں کیسے سمجھایا جائے۔ یُشْعِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ آگاہ کرے۔ واقف بنائے۔ سمجھائے۔

= اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آبھی جائے تو پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ یا تقدیر یوں ہے۔ اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ یُؤْمِنُوْنَ اَوْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ کہ جب ایسی خاص نشانی آجائے تو یہ ایمان لائیں گے یا نہیں لائیں گے۔

= نُقَلِّبُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَقْلِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم (حق کی طرف) پھیر دیتے ہیں۔ موڑ دیتے ہیں۔

= کَمَا۔ جیسے۔ جیساکہ۔ جس طرح۔ کَمَا تعلیل کے لئے بھی آتا ہے۔ جیساکہ بعض کے نزدیک اس کا استعمال ان آیات میں آیا ہے۔

(۱) کَمَا اَرْسَلْنَا فِیْکُمْ رَسُوْلًا مِّنْکُمْ۔ (۲:۱۵۱) فَاذْکُرُوْنِیْ ....(۲:۱۵۲) چونکہ میں نے پیغمبر بھیج دیا تمہیں میں سے۔.... اس لئے میری یاد کرو۔ یہاں ارسالِ رُسُل ذکرِ الٰہی کی علت ہے۔

(۲) وَاذْکُرُوْہُ کَمَا ھَدٰىکُمْ۔ (۲:۱۹۸) چونکہ اللہ نے تمہیں ہدایت کردی اور ذکر کا طریقہ بتادیا۔ اس لئے اس کی یاد کرو۔ یہاں ہدایت ذکر کی علت ہے۔

(۳) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَھُمْ وَاَبْصَارَھُمْ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖٓ اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ (آیۃ ہذا) کیونکہ وہ پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ایمان نہیں لائے تھے ہم ان کے دلوں اور نظروں کو پھیر دیں گے۔

یہاں ان کے پہلی مرتبہ کے معجزوں (آیات) پر ایمان نہ لانا علت بن گیا ان کے تقلیب قلوب و ابصار کا۔

الکشاف اور ابن کثیر نے اس آیۃ میں کاف کو تعلیل کے معنوں میں لیا ہے۔ المنجد میں ہے کہ کاف کبھی تعلیل کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسے اُذْکُرُوا اللّٰہَ کَمَا ھَدٰىکُمْ (۲:۱۹۸) اللہ کو

یاد کرو کیونکہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

لغات القرآن میں ہے کہ کاف کو تعلیل کے لئے اخفش اور بعض کوفیوں نے قرار دیا ہے اور اکثر اہل عربیت نے انکار کیا ہے۔

= اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ پہلی مرتبہ۔ اس سے مراد یا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سابقہ معجزات ہیں مثلاً شق القمر وغیرہ۔ یا سابقہ انبیاء کے معجزات مثلاً عصاء موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ کا کوڑھوں تندرست کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

= نَذَرُ ھُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وَذْرٌ مصدر (از باب سَمِعَ) ہم ناقابلِ پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں۔ صرف مضارع اور امر مستعمل ہے

= طُغْیَانِھِمْ۔ ان کی گمراہی۔ ان کی سرکشی۔ ان کی شرارت۔ ان کی بے راہی۔

= یَعْمَھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَہٌ مصدر۔ (باب فتح۔ سَمِعَ) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ وہ حیران و پریشان پھرتے ہیں۔ عَمَہٌ۔ سرگردانی۔ حیرانی۔ گمراہی۔ تردد۔

= لَیُؤْمِنُنَّ بِھَا۔ میں کفار کے قول کی نقل ہے۔ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ میں ان کا جواب (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ہے) اور وَمَا یُشْعِرُکُمْ سے لے کر آخر آیۃ ۱۱۱ تک پارہ ۸) مسلمانوں سے خطاب (منجانب اللہ) ہے۔

= قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ سے یَعْمَھُوْنَ تک عبارت کچھ یوں ہوگی۔ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَمَا یُشْعِرُکُمْ اَنَّھَا اِذَا جَآءَتْ لَا یُؤْمِنُوْنَ کَمَا لَمْ یُؤْمِنُوْا بِہٖ اَوَّلَ مَرَّۃٍ (بِذٰلِکَ) وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَھُمْ وَاَبْصَارَھُمْ وَنَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ...... اور آپ کو کیسے سمجھایا جائے کہ جب یہ خاص نشانیاں (جن کا یہ لوگ مطالبہ کر رہے ہیں) آجائیں گی جب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے جیسے کہ وہ ایمان نہ لائے تھے جب پہلی مرتبہ (حسب اللہ کی طرف سے خاص نشانیاں اس کے انبیاء کی معرفت ظہور میں آئی تھیں) اور (اب ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے) ہم ان کے دلوں کو (حق طلبی کے قصد سے) اور ان کی نگاہوں کو (حق بینی کی نظر سے) پھیر دیں گے۔ اور ان کو (ان کی) سرکشی (وکفر) میں حیران و سرگرداں چھوڑ دیں گے۔

(ملاحظہ ہو بیان القرآن از مولنا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور ضیاء القرآن از پیر کرم شاہ صاحب بھیروی)

پَارَہ
وَلَوْ اَنَّنَا
(۸)
اَلْاَنْعَامُ وَالْاَعْرَافُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃَ

۶ : ۱۱۱ = حَشَرْنَا۔ ہم نے اکٹھا کیا۔ ہم نے جمع کیا۔ اَلْحَشْرُ (نصر) کے معنیٰ۔ لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے مجبور کرکے نکال کر لڑائی کی طرف لیجانے کے ہیں۔
ایک روایت میں ہے اَلنِّسَآءُ لَا یُحْشَرْنَ عورتوں کو جنگ کے لئے نہ نکالا جائے۔
اور یہ انسان اور غیر انسان سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (۸۱ : ۵) اور جب وحشی جانور اکٹھے کئے جائیں گے قیامت کے دن کو بھی یوم الحشر کہا جاتا ہے کہ سب کو اس روز اکٹھا کیا جائے گا۔
= قُبُلًا۔ جمع۔ قَبِیْلٌ واحد۔ جماعت در جماعت۔ گروہ در گروہ۔ بعض کے نزدیک قَابِلٌ کی جمع۔ یعنی آنکھوں کے سامنے۔ آگے۔
= یَجْھَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَھْلٌ۔ جَھَالَۃٌ مصدر (باب سمع) وہ نہیں جانتے۔ وہ جاہل ہیں۔ وہ جہالت کرتے ہیں۔ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔
۶ : ۱۱۲ = کَذٰلِکَ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت رکھتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیاطین جن وانس سے اس کے دشمن پیدا کئے۔
= یُوْحِیْ۔ مضارع واحد مذکر۔ اِیْحَآءٌ سے وہ وسوسہ ڈالتا ہے وہ وحی بھیجتا ہے۔ یہاں شیاطین جن وانس کی وسوسہ اندازی کو وحی سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ یہ سب باتیں بھی بڑی رازداری اور چپکے چپکے ہوتی ہیں
= زُخْرُفَ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ اور کسی شے کے کمالِ حسن کو زخرف کہتے ہیں۔ اسی لئے سونے کو بھی زُخْرُفٌ کہا جاتا ہے۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے

ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ یہاں ملمع اور زیب کے معنی میں آیا ہے۔
= غُرُوْرًا۔ دھوکہ دینے کے لئے۔ تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں۔
= مَا فَعَلُوْہُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ شیاطین جن وانس کا لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالنا۔ اور جھوٹی باتیں ملمع کی صورت میں اذہان میں ڈالنے کی طرف راجع ہے
= یَفْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ دروغ بازی کرتے ہیں۔ وہ افترا، بہتان باندھتے ہیں۔
٦: ۱۱۳ = تَصْغٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ جھکتی ہے۔ وہ جھکتے ہیں۔
صغو اور صغی سے (باب سمع۔ نصر) اَصْغٰی اِلٰی حدیثہٖ۔ کان لگانا۔ کان دھرنا۔
اصغٰی الیہ سننے کے لئے جھکنا۔ جھکنا۔ مائل ہونا۔
الیہ اور یَرْضَوْہُ میں ہٗ ضمیر ان وسوسوں اور ملمع فریب کی باتوں کی طرف راجع ہے جو شیاطین جن وانس ایک دوسرے کو سکھاتے اور دوسرے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے تھے۔
= یَقْتَرِفُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب اقتراف (افتعالٌ) سے۔ وہ کمائیں۔ وہ کریں
اقتراف۔ کے اصل معنیٰ درخت سے چھال اتارنے کے ہیں اور زخم سے چھلکا کریدنے کے۔ جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قرف کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ کمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے خواہ وہ کسب اچھا ہو یا بُرا جیسے قرآن پاک میں ہے سَیُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ (٦: ۱۲۰) وہ عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔
اور وَاَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا (۹: ۲۴) اور مال جو تم کماتے ہو۔
لیکن اس کا بیشتر استعمال بُرے کام کرنے پر ہوتا ہے۔
= وَلِتَصْغٰی اِلَیْہِ معطوف ہے غُرُوْرًا پر۔ کہ دھوکہ میں رکھیں ...... ان کو۔ اور یہ کہ مائل ہو جائیں اس کی طرف ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔
اسی طرح وَلِیَرْضَوْہُ اور وَلِیَقْتَرِفُوْا کا عطف بھی غُرُوْرًا پر ہے۔ یعنی اس لئے کہ وہ ان ملمع باتوں کو پسند کرنے لگیں۔ اور جو گناہ وہ کر رہے ہیں وہ کرتے رہیں (اور حق وصداقت کی طرف سے غافل اور دھوکہ میں رہیں)
٦: ۱۱۴ = اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ ...... مُفَصَّلًا۔ سے قبل قل یا محمد (صلی

اللہ علیہ وسلم لِهٰؤُلَآءِ المشرکین محذوف ہے۔
= اَبْتَغِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں تلاش کروں۔ میں چاہوں اِبْتِغَآءٌ (افتعال) سے
= حَکَمًا۔ منصف۔ فیصلہ کرنے والا۔ حُکْمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد اور جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ خصوصی فیصلہ کرنے والے کو حَکَم کہتے ہیں اس لئے یہ حاکم سے زیادہ بلیغ ہے۔
= مُفَصَّلًا۔ اسم مفعول تفصیل وار۔ یعنی اوامر ونواہی کو الگ الگ کیا گیا ہے۔
۶: ۱۱۴ = اَلْمُمْتَرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُمْتَرِیْ واحد اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ شک میں پڑنے والے۔ تردّد کرنے والے۔

۶: ۱۱۵ = کَلِمَتُ۔ حکم۔ یا ازلی تحریر۔ یا قرآن۔ یا ثواب وعذاب کا وعدہ۔
کَلِمَتُ سے یہاں مراد قرآن مجید ہے۔ کیونکہ اہل لغت نے تصریح کی ہے کہ وہ کلمات کثیرہ جو کہ مقصد واحد سے متعلق ہوں ان کو بسا اوقات کلمہ (واحد) کہہ دیا جاتا ہے۔ جس طرح زہیر کا قصیدہ جو کہ کثیر اشعار کا مجموعہ ہے۔ اسے کلمہ زہیر بھی کہہ دیتے ہیں۔
یا کلمہ سے مراد خداوند تعالیٰ کی ہر بات ہے۔ جس کے متعلق فرمایا کہ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ فرماتا ہے وہ امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔ اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں۔ (ابن کثیر)
۶: ۱۱۶ = تُطِعْ۔ تو حکم مانے۔ تو حکم مانے گا۔ اِطَاعَةٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔
تُطِعْ۔ اصل میں تُطِیْعُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے یٓ حذف ہوگئی۔
= اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اور اِنْ هُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= یَخْرُصُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خَرْصٌ سے (باب نَصَرَ) وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں
اَلْخَرْصُ۔ پھلوں کا اندازہ کرنا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خِرْصٌ بمعنی مَخْرُوْصٌ کہتے ہیں۔ اٹکل کرنا اور جھوٹ بولنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیہ ہذا میں اور آیت (۴۳: ۲۰) میں ہے اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔ یہ تو صرف اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔
اور بعض کے نزدیک یَخْرُصُوْنَ بمعنی یَکْذِبُوْنَ ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔
۶: ۱۱۹ = فَصَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَفْصِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تفصیل وار بیان کر دیا ہے۔ الگ الگ بیان کر دیا ہے
= اُضْطُرِرْتُمْ (اِضْطِرَارٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر حاضر مادہ ضرر تم مجبور کئے گئے۔ تم مجبور ہو جاؤ۔ تم لاچار ہو جاؤ۔ یا کئے جاؤ۔

= اِلَیْہِ ۔ ای الیٰ اکلہٖ ۔ اس کے کھانے کے لئے ۔ اس کے کھانے پر۔
= کَثِیْرًا ۔ ای کثیرًا من الذین یجادلونک فی اکل المیتۃ وغیرہ۔
یعنی ان لوگوں میں جو آپ سے مجادلہ کرتے ہیں مردہ کے کھانے کے متعلق یا دیگر ایسے احکام کے متعلق بہت سارے اپنی خواہشات کی پیروی کی وجہ سے اور بے علمی کے سبب گمراہ ہیں اور صداقت کو نہیں جانتے ۔
= لَیُضِلُّوْنَ ۔ یُضِلُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے لام برائے تاکید ۔ بلاشبہ وہ گمراہ کرتے ہیں ۔
= اَلْمُعْتَدِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب ومجرور ۔ اَلْمُعْتَدِیْ واحد ۔ اِعْتِدَاءٌ (افتعالٌ) سے مصدر ۔ حق سے ہٹنے والے ۔ حد سے تجاوز کرنے والے ۔
٦: ١٢٠ = ذَرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ وَذْرٌ سے تم چھوڑ دو ۔ ملاحظہ ہو ٦: ١٠٩ ۔
= کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ کَانُوْا یَقْتَرِفُوْنَ ۔ ماضی استمراری (جس کا) وہ ارتکاب کیا کرتے تھے ۔ ملاحظہ ہو ٦: ١١٤
٦: ١٢١ = فِسْقٌ ۔ اصطلاح شریعت میں فِسْقٌ کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا ۔ گناہ کرنا ۔ عمومًا عملی گناہ کو فِسق کہتے ہیں ۔ اور ضروریاتِ دین کے انکار کو کفر ۔ عربی میں ہے فَسَقَتِ الرُّطَبَۃُ عَنْ قِشْرِھَا ۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی ۔ فاسق بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے ۔
= یُوْحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ وہ وحی کرتے ہیں ۔ وہ دل میں ڈالتے ہیں ۔ وہ وسوسہ ڈالتے ہیں ۔
٦: ١٢٢ = یَمْشِیْ بِہٖ فِی النَّاسِ ۔ کا مطلب ہے (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کے اجالے میں ۔ (یا جس کی مدد سے) وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے ۔ یا اس کا مطلب یوں بھی ہوسکتا ہے کہ (ہم نے اس کے لئے نور بنادیا) جس کو لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا ہے (اور اس طرح دوسروں کو بھی روشنی مہیا کرتا ہے)
= کَذٰلِکَ ۔ ای کما زین للمؤمن ایمانہٗ ۔ یعنی جس طرح مؤمن کے لئے اس کا ایمان خوبصورت و دلکش بنادیا گیا اسی طرح کافروں کے لئے ان کا عمل جاذب و دلکش کردیا گیا ۔
٦: ١٢٣ = وَکَذٰلِکَ ۔ ای وکما جعلنا فی مکۃ صنادیدھا (اکابرھا) لیمکروا

فیھا ۔یعنی جس طرح مکہ میں ہم نے وہاں کے بڑے لوگوں کو (مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارت کرنے والا بنا رکھا تھا اسی طرح ہم نے ہر بستی میں ......

= جَعَلْنَا ۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے پیدا کیا۔

= اَکَابِرَ ۔ اَکْبَرُ کی جمع ہے رئیس لوگ۔ مُجْرِمِیْھَا ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مضاف ھَا مضاف الیہ ۔ اصل میں مُجْرِمِیْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔

اَکَابِرَ مُجْرِمِیْھَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں

۱۔ اَکَابِرَ ۔ مضاف مجرمیھا (مضاف مضاف الیہ مل کر) مضاف الیہ۔ اور مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول جَعَلْنَا کا۔ اس صورت میں جعلنا کا مفعول اول فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ ہوگا۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔

جس طرح مکہ میں ہم نے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے والا بنایا ہے۔ اسی طرح ہم ہر بستی میں اس کے بڑے بڑے مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کرنے کے لئے کھڑے کر دیتے ہیں۔

۲۔ مُجْرِمِیْھَا ۔ اَکٰبِرَ کا بدل ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے بڑے بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول۔ مسلمانوں۔ اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کرنے کے لئے مکہ میں بنایا ہے اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں یعنی مجرموں کو (رسول مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کرنے کے لئے بنا دیتے ہیں۔

۳۔ اَکٰبِرَ اور مُجْرِمِیْھَا دونوں جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ اور مطلب آیت یوں ہوگا

جس طرح ہم نے مکہ میں رئیسوں کو اس بستی کے مجرم بنا دیا ہے تاکہ وہ (رسول اور مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) شرارتیں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں بڑے لوگوں کو وہاں کے مجرم بنا دیتے ہیں تاکہ وہ رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں شرارتیں کریں

۴۔ مُجْرِمِیْھَا ۔ مفعول اول ہے جَعَلْنَا کا اور اَکَابِرَ مفعول ثانی۔ اور یہاں مفعول ثانی کو مقدم کیا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے۔

جس طرح ہم نے مکہ میں یہاں کے مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیا ہے کہ (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) تدبیریں کریں اسی طرح ہم ہر بستی میں مجرموں کو بڑے لوگ بنا دیتے ہیں تاکہ وہ وہاں (رسول۔ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف) وہاں تدبیریں کریں۔

۶:۱۲۴ = جَآءَتْھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اکابر مکہ کی طرف راجع ہے (یہ اکابر

کفار قریش تھے)

= سَیُصِیْبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ پہنچے گا۔

= اَجْرَمُوْا۔ انہوں نے جرم کیا۔ اِجْرَامٌ (اِفعَال) سے ماضی جمع مذکر غائب

= صَغَارٌ۔ ذلت۔ خواری۔ صَغُرَ یَصْغُرُ (کَرُمَ یَکْرُمُ) کا مصدر ہے جس کے معنیٰ ذلیل ہونے کے ہیں۔ یہاں لبطور اسم بمعنی ذلت و خواری مستعمل ہے۔

۶: ۱۲۵ = ضَیِّقًا۔ تنگی۔ مضائق۔ گناہ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کے ہیں۔ اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بنی کنانہ کے ایک شخص سے دریافت فرمایا کہ مَا الْحَرَجَۃُ۔ اس نے جواب دیا الحرجۃ فینا الشَّجَرَۃُ تکون بین الاشجار التی لاتصل الیھا راعیۃ ولا وحشیۃ ولا شئٌ۔

(حرجہ ہمارے ہاں اس درخت کو کہتے ہیں جو درختوں کے جھنڈ کے درمیان ہو کہ وہاں نہ تو چرواہا جا سکے نہ کوئی وحشی جانور اور نہ کوئی اور چیز وہاں پہنچ سکے)

تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:۔

کَذٰلِکَ قَلْبُ الْمُنَافِقِ لَایَصِلُ اِلَیْہِ شَیْءٌ مِّنَ الْخَیْرِ۔

(منافق کا دل بھی ایسا ہوتا ہے کہ وہاں تک کوئی نیک بات نہیں پہنچتی۔

= کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ ۔ کَاَنَّ ۔ حرف مشبہ بالفعل اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع ۔ ما زائدہ ہے اس کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ کَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہوجاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کر سکتا ہے نہ مرفوع۔

یہاں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گویا۔ جیسے مثلاً کَاَنَّ زَیْدًا اَسَدٌ گویا زید شیر ہے۔

= یَصَّعَّدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَصَعُّدٌ۔ مصدر (باب تفعّل) اِصْعَادٌ (افعال) چلنا۔ سیر کرنا۔ پہنچنا۔ اس کے مفعول پر فِیْ آنا ضروری ہے۔ جیسے اَصْعَدَ فِی الْاَرْضِ وہ زمین پر چلا۔ اس نے زمین پر سیر کی۔ (باب تفعیل) سے (صَعَّدَ یُصَعِّدُ) چڑھ کر اوپر پہنچ جانا۔ مفعول پر فِیْ یا عَلٰی آتا ہے۔

تَصَعُّدٌ (باب تفعل) میں اس کا معنیٰ دشوار گذرنا اور شاق ہونا کے ہیں جیسے تَصَعَّدَ

فِي الشَّیْءُ ۔ وہ چیز مجھ پر شاق گذری ۔ لیکن اگر باب تفعل کی ت کو ص میں ادغام کرکے اِصَّعَّدَ بنالیا جائے جس سے مضارع آیۃ ہذا میں آیا ہے تو چڑھ کر پہنچ جانے کا معنیٰ ہوتا ہے اور مفعول پر فِیْ آتا ہے ۔ یَصَّعَّدُ اصل میں یَتَصَعَّدُ تھا ۔ ت کو ص میں مدغم کیا ۔ ص پر شد دیا گیا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ ۔ گویا وہ (دشواری سے) آسمان پر چڑھ رہا ہے ۔

= یَجْعَلُ عَلٰی ۔ ڈال دیتا ہے ۔ مسلّط کردیتا ہے ۔

= الرِّجْسَ ۔ رِجْسٌ ۔ ناپاک ۔ پلید ۔ گندہ ۔ نجس ۔ عذاب ۔ عقوبت ۔ گناہ ۔

= اَلرِّجْسَ سے مراد شیطان بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ ابن کثیر میں ہے ۔

۶ : ۱۲۶ = ھٰذَا ۔ اشارہ ہے اس طرف جو قرآن میں آیا ہے ۔ یا اشارہ ہے اسلام کی طرف یا اس بیان کی طرف جو خدا نے توفیق شرح صدر اور خذلان کے متعلق اوپر فرمایا ہے (بیضاوی) قرآن ۔ اسلام ۔ دین حق ۔

= مُسْتَقِیْمًا ۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے ۔

= یَذَّکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ تَذَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) سے ۔ نصیحت پکڑتے ہیں ۔

۶ : ۱۲۷ = دَارُ السَّلٰمِ ۔ سلامتی کا گھر یعنی جنّت ۔

= وَلِیُّھُمْ ۔ ان کا ولی ۔ ان کا دوست ۔ ان کا حامی و ناصر ۔

۶ : ۱۲۸ = وَیَوْمَ یَحْشُرُھُمْ ۔ ای اذکر یَوْمَ یَحْشُرُھُمْ ۔ اور یاد کرو وہ دن جب وہ (اللہ) ان سب کو اکٹھا کرے گا ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ جمیع جن و انس کے لئے ہے ۔ الخازن ۔ صاحب مدارک التنزیل اور بیضاوی نے نَحْشُرُ (نون کے ساتھ صیغہ جمع متکلم پڑھا ہے)

= یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ۔ اس سے پہلے یَقُوْلُ محذوف ہے تقدیر ہے وَیَقُوْلُ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ ...... اے جنات کے گروہ ۔ یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں ۔ اَلْمَعْشَرُ ۔ اسم مفرد مَعَاشِرُ جمع ۔ بڑا گروہ

= اِسْتَکْثَرْتُمْ ۔ تم نے بہت زیادہ (تابع) کرلیا ۔ اِسْتِکْثَارٌ ۔ (استفعال) سے ۔ کسی کام کو بہت زیادہ کرنا ۔ اسی باب سے لفظ استحصال ہے بہت زیادہ وصول کرنا ۔ یہاں اِسْتَکْثَرْتُمْ مِّنَ الْاِنْسِ سے مراد یہ ہے کہ انسانوں میں بہتوں کو تم ضلالت اور سرکشی کی طرف لے گئے تھے ۔

= اَوْلِيٰٓـؤُهُمْ مِّنَ الْاِنْسِ - انسانوں میں سے جوان شیاطین کے دوست - ہمنوا ان کے ساتھ تعلق رکھتے تھے۔
= اِسْتَمْتَعَ - اس نے فائدہ اٹھایا - اس نے کام نکالا۔
= اَجَّلْتَ - تونے مدت مقرر کی - تَاْجِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) سے جس کے معنی مدت ٹھہرانے اور دیر کرنے کے ہیں - اَجَلٌ - وقتِ مقررہ - مدت مقررہ - چونکہ موت کا وقت بھی مقرر ہے اس لئے اَجَلٌ موت کو بھی کہتے ہیں۔
= قَالَ - ای قَالَ اللّٰهُ۔
= مَثْوٰىكُمْ - مَثْوٰى - ظرف مکان مفرد - مَثَاوِیْ - جمع ٹھکانہ - دراز مدت تک - ٹھہرنے کا مقام - فرودگاہ۔
۶: ۱۲۹ = نُوَلِّیْ - مضارع جمع متکلم - تَوْلِيَةٌ (تفعیل) ہم حاکم بنا دیتے ہیں - ہم مسلط کر دیتے ہیں - یا ہم دوست بنا دیتے ہیں۔
صاحب مدارک نے نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا - کی تشریح تین طرح کی ہے
۱:- ایک کو دوسرے کے پیچھے دوزخ میں داخل کرنا - اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ مُوَالَاۃ ہوگا - کسی کام کا پیہم پے درپے کرنا۔
۲:- ایک ظالم کو دوسرے ظالم پر مسلط کرنا - اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَايَةٌ ہوگا حکومت - غلبہ - تسلط - یہ قول عام اہل تفسیر کا ہے
۳:- ایک کو دوسرے کا دوست اور مدد گار بنا دینا - اس وقت نُوَلِّیْ کا ماخذ وِلَايَةٌ ہوگا - دوستی - مدد - قتادہ کا یہی قول ہے - ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے۔
۶: ۱۳۰ = يَقُصُّوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب - قَصَصٌ مصدر (باب نَصَرَ) وہ نقل کرتے ہیں - وہ پڑھتے ہیں - وہ بیان کرتے ہیں یا بیان کرتے تھے۔
= يُنْذِرُوْنَكُمْ - مضارع جمع مذکر غائب - كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر - اِنْذَارٌ (افعال) وہ ڈراتے تھے۔
= غَرَّتْهُمْ - غَرَّتْ - ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب - دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں رکھا ہوا تھا - ان کو بہکا رکھا تھا۔
۶: ۱۳۱ = ذٰلِكَ - ذٰلِكَ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای الامر ذٰلِكَ - حقیقت یہ ہے - یا بات یہ ہے۔

یہ اشارہ ہے ارسالِ رُسُل کی طرف۔ یعنی یہ رسولوں کا بھیجنا اور ان کا لوگوں کو سوءِ عاقبت سے ڈرانا۔ اس وجہ سے ہے کہ بہ

اَنْ ۔ مصدریہ ہے۔

= لَمْ یَکُنْ ۔ نہیں ہے۔ لَمْ یَکُنْ فعل ناقص۔ مضارع مجزوم۔ نفی جحد بلم کَوْنٌ سے باب نصر۔

= مُھْلِكَ الْقُرٰی ۔ بستیوں کو ہلاک کرنیوالا۔

یعنی تیرا رب بستیوں کو ہرگز ہلاک نہیں کرتا۔ مضاف مضاف الیہ ہو کر خبر کَانَ کی

= بِظُلْمٍ ۔ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بِظُلْمٍ مِّنْھُمْ ۔ (۲) بِظُلْمٍ مِّنْہُ (من اللہ) جمہور نے اول الذکر کو ترجیح دی ہے

= غٰفِلُوْنَ ۔ غفلت کرنے والے۔ بے خبر۔

مطلب یہ ہے کہ ۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو بشیر اور نذیر بنا کر اس لئے بھیجتا ہے کہ وہ کسی بستی یا قوم کو ان کے ظلم و شر اور کفر و شرک کی وجہ سے جبکہ وہ ان بدیوں کے مآل ناواقف اور بے خبر ہوں ہلاک نہیں کرتا۔ (بلکہ باقاعدہ خدا کے فرستادہ جو انہی میں سے ہوتے ہیں ان کو نیک و بد سے مطلع کرتے ہیں۔ اور خداوند تعالیٰ کے وعدے وعید سے ان کو باخبر کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد وہ اگر بدیوں کے عمدًا مرتکب ہوں تو مکافات عمل میں ہلاکت ان کا مقدر بن جاتی ہے

٦ : ١٣٢ = لِکُلٍّ ۔ ای لکل مِّن المکلفین ۔ لکل عامل ۔ ہر عاقل بالغ عامل کے لئے۔

٦ : ١٣٣ = یَسْتَخْلِفْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب مجزوم۔ بوجہ جواب شرط ۔ تمہارا جانشین بنا دے تمہاری جگہ لے آئے۔

= مَا یَشَآءُ ۔ مَا بیانیہ ہے۔ جسے چاہے۔ جیسے چاہے۔

ذُرِّیَّۃِ ۔ اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّیّت ہے۔ لیکن عرفِ عام میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

ذُرِّیَّۃٌ کے بارے میں تین اقوال ہیں۔

۱ :۔ یہ ذَرَءَ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کی ہمزہ متروک ہو گئی ہے جیسے رَوِیَّۃٌ اور بَرِیَّۃٌ میں

۲ :۔ اس کی اصل ذُرْرِیَّۃٌ سے ہے ۔ (۳) ذَرٌّ سے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ فُعْلِیَّۃٌ

کے وزن پر جیسے قُمْرِیَّۃٌ - ذُرَارِیُّ - ذُرِّیَّاتٌ جمع۔
= قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ۔ اٰخَرُ کی جمع ہے۔ دوسری قوم۔ دوسرے لوگ۔
مِنْ ذُرِّیَّۃِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ۔ ایک دوسری قوم کی نسل سے۔
۶: ۱۳۴ = لَاٰتٍ۔ اٰتٍ۔ آنے والا۔ اِتْیَانٌ سے جس کے معنی آنے کے ہیں۔ لام تاکید کے لئے آیا ہے۔ اسم فاعل واحد مذکر
= مُعْجِزِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز کر دینے والے۔ ہرا دینے والے۔ اِعْجَازٌ (افعالٌ) سے دوسرے کو عاجز بنا دینا۔ عاجز کر دینا۔ مُعَاجَزَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یعنی تم اس کو ایسا کرنے سے ہرگز روک نہیں سکتے۔
۶: ۱۳۵ = عَلٰی مَکَانَتِکُمْ۔ علی غایۃ استطاعتکم جتنا تم سے ہو سکے۔ اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر گذرو۔
= اِنِّیْ عَامِلٌ۔ ای انی عامل ما امرنی بہ ربی۔ میں تو وہی کرتا رہوں گا جو میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے۔ یا یوں بھی ہو سکتا ہے انی عامل علی مکانتی۔ جو کچھ مجھ سے ہو سکتا ہے میں کرتا رہوں گا۔
= عَاقِبَۃُ الدَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عَاقِبَۃٌ۔ عاقبت۔ انجام امر۔
عَقِبَ یَعْقِبُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیچھے آنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال ہر شے کے آخر اور انجام کے لئے ہوتا ہے۔ اس کا استعمال ثواب کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ (۲۸: ۳) اور انجام نیک تو پرہیز گاروں ہی کا ہے۔ مگر اضافت کی صورت میں کبھی عقوبت کے معنی میں آتا ہے جیسے ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی (۳۰: ۱۰) پھر جن لوگوں نے برائی کی ان کا انجام بھی برا ہوا۔
= اَلدَّارُ۔ (دَوْرٌ مادہ) مکان کو کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ چار دیواری سے گھرا ہوتا ہے۔ اس کی جمع دِیَارٌ ہے۔ پھر دار کا لفظ شہر۔ علاقہ۔ بلکہ سارے جہان پر بولا جاتا ہے۔ اور اَلدَّارُ الدُّنْیَا اور الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ (موصوف۔ صفت) نشأۃ اولیٰ۔ نشأۃ ثانیہ میں دو قرار گاہوں کی طرف اشارہ ہے۔
بعض نے دار الدنیا۔ دار الاٰخرۃ کو مضاف مضاف الیہ بھی کہا ہے۔ اَلدَّارُ دنیا کے گھر کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور آخرت کے گھر کے لئے بھی۔
اسی طرح اس آیۃ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

کس کے لئے انجام اچھا ہوتا ہے اس دنیا کے گھر کا۔ یعنی کس کی دنیوی زندگی کا اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے (ضیاء القرآن)
۲- آخرت میں انجام اچھا کس کا ہوتا ہے
۳- انجام کار کس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ (تفہیم القرآن)
صاحب روح المعانی کے قول کے مطابق لفظ دار سے مراد دار دنیا ہے نہ کہ دارِ آخرت
الخازن یوں رقمطراز ہیں۔
فسوف تعلمون غدًا فی یوم القیامۃ لمن تکون عاقبۃ الدار وھی الجنۃ۔ کل قیامت کے دن تم جان لوگے عاقبۃ الامر کس کا ہوگا۔ یعنی جنت کس کے نصیب میں ہوگی۔ ان تمام صورتوں میں مَنْ موصولہ ہوگا۔
= علامہ زمخشری اور علامہ بیضاوی نے مَن کو استفہامیہ معنی میں لیا ہے۔
ان کے نزدیک تقدیر کلام یوں ہے۔
این تکون لہ العاقبۃ التی خلق اللّٰہ تعالیٰ لہا ھذہ الدار۔
= عام فہم ترجمہ وہ ہے جو ابن کثیر نے اختیار کیا ہے: قریب میں تمہیں معلوم ہوجائے گا۔ کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے۔
۶ : ۱۳۶ = جَعَلُوْا۔ انہوں نے کیا۔ انہوں نے ٹھہرایا۔ انہوں نے مقرر کیا۔ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ (۶ : ۱۰۰) انہوں نے اللہ کے شریک بنائے۔ (وصفی طور پر) اور آیہ ہذا میں:
انہوں نے اللہ کے لئے ایک حصہ مقرر کر رکھا ہے ان کھیتیوں اور مولیشیوں سے جو اس نے پیدا کئے ہیں (فعلی طور پر۔ ای فعلوا یا لفعل)
= ذَرَاَ۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ ذَرْأٌ (باب فتح) سے۔ جس کے معنی پیدا کرنے۔ ظاہر کرنے اور بکھیرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
= اَلْحَرْثِ۔ حَرَثَ یَحْرِثُ (ضرب) کا مصدر۔ کھیتی۔ زراعت۔ کھیت کو حَرْثٌ کہتے ہیں جیسے نِسَآءُکُمْ حَرْثٌ لَّکُمْ (۲ : ۲۲۳) تمہاری بیویاں تمہاری کھیتی ہیں۔
= اَلْاَنْعَامِ۔ مولیشی۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ نَعَمٌ کی جمع۔
= نَصِیْبًا۔ حصہ (اللہ کی نذر و نیاز کے لئے)
= سَآءَ۔ بُرا ہے۔ سَآءَ یَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ مصدر
۶ : ۱۳۷ = زَیَّنَ۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کر کے دکھایا۔

تَزْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل شُرَكَاؤُهُمْ۔ اور قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ مفعول۔

= يُرْدُوْهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِرْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر رَدَى۔ مادہ۔ کہ وہ ہلاکت میں ڈال دیں ان کو۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ کی طرف راجع ہے۔ رَدِیٌّ ہلاک رَدْیٌ اور رَدَيَانٌ مصدر۔ لازم (باب ضَرَبَ) کود کر چلنا۔ لڑھکنا۔ متعدی۔ ریزہ ریزہ۔ چورا کر دینا۔ کوٹنا۔ رَدًى۔ مصدر (باب سمع) ہلاک ہونا اِرْدَاءٌ (افعالٌ) ہلاک کرنا۔ مشقت ڈال دینا۔

= لِيُرْدُوْهُمْ میں لام عاقبت۔ یا لام مآل ہے۔ جو کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے یا لام علّت ہے۔

= لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ۔ تاکہ مشتبہ کر دیں ان پر ان کا دین۔ يَلْبِسُوْا۔ مضارع منصوب لَبْسٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) تاکہ وہ خلط ملط کر دیں۔ گڑبڑ کر دیں۔

۶:۱۳۸ = حِجْرٌ۔ ممنوع۔ عقل۔ اصل میں جس مکان کا احاطہ پتھروں سے بنایا جائے اسے حجر کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیار ثمود کو حجر کہا گیا ہے۔ قرآن میں ہے:۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ (۱۵:۸۰) اور وادیٔ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ اور حَجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حجر کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے هَلْ فِیْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِیْ حِجْرٍ۔ (۸۹:۵) کیا بے شک یہ چیزیں قسم کھانے کے لائق ہیں۔ حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا تناول ممنوع ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ یہاں حِجْرٌ اسم مصدر ہے جو اسم مفعول (مَحْجُوْرٌ) کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جس طرح ذِبْحٌ مَذْبُوْحٌ کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے

= بِزَعْمِهِمْ۔ بزعمهم الباطل من غير حجة۔ اپنے گمان باطل سے بغیر کسی حجت یا دلیل یا حقیقت کے۔ یعنی یہ بات محض وہ اپنے گمان باطل کی بناء پر رکھتے ہیں

= وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا۔ اور بعض چوپائے ایسے ہیں جن کی پشتیں (انہوں نے) حرام قرار دے رکھی ہیں (یعنی ان پر نہ سواری کرتے ہیں اور نہ بار لادتے ہیں کیونکہ ان کو کسی نہ کسی بت یا دیوتا (بصورت بت یا انسان کے نام منسوب کر رکھا ہے اور بعض چوپائے ایسے ہیں جن کو ذبح کرتے وقت وہ اللہ کا نام نہیں لیتے (اور اگر کسی کا نام لیتے ہیں تو ماسوی اللہ

کسی اور بُت یا شریک کا نام لیتے ہیں اور اس طرح اس کو شرعاً حرام کر دیتے ہیں)
اور پھر یہ ممنوع و مذموم افعال کو منجانب اللہ قرار دیتے ہیں۔
= اِفْتِرَاءً عَلَيْهِ۔ یہ ان کا فعل اللہ تعالیٰ پر محض ایک بہتان اور من گھڑت اور افترار پردازی ہے۔ خدا نے ایسا کوئی حکم یا اجازت نہیں دے رکھی
۶: ۱۳۹ = هٰذِهٖ۔ (متذکرہ بالا آیت ۱۳۸) یا وہ جانور جو سائبہ اور بحیرہ کہلاتے تھے جس کے لئے ملاحظہ ہو (۵: ۱۰۳)
= فَهُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب۔ تو مرد اور عورتیں سب (اس میں شریک ہو سکتے ہیں)
= سَيَجْزِيْهِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ (اللہ) ان کو ان کی مشرکانہ کرتوتوں کی) جزا دے گا۔ بدلہ دے گا۔
وَصْفَهُمْ۔ مصدر۔ مضاف۔ ھُمْ مضاف الیہ۔ ان کے بیان کی۔ ای وصفھم الکذب علی اللہ ان کا جھوٹا اور بے بنیاد بیان اللہ کے خلاف
۶: ۱۴۱ = مَعْرُوْشٰتٍ۔ اسم مفعول کی جمع مؤنث۔ مَعْرُوْشَةٌ واحد۔ عَرْشٌ سے عَرَشَ۔ اس نے لکڑی کا گھر بنایا۔ عَرْشٌ چھتری ٹٹی۔ عَرَشْتُ الْكَرْمَ۔ میں نے انگور کی بیل کے لئے چھتری بنادی۔ (باب ضرب) ہر چھتری کے لئے اونچا ہونا لازم ہے اسی علو کے مفہوم کے لحاظ سے عرش بادشاہ کے تخت کو بھی کہتے ہیں۔ اور مجازاً اقتدار و سلطنت بھی مراد لیتے ہیں۔
مَعْرُوْشٰتٍ۔ چھتری پر چڑھائی ہو بیلیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ اس سے عام بیلیں مراد ہیں خواہ چھتریوں پر چڑھائی گئی ہوں یا نہ۔ مگر اوپر پھیلائی جاتی ہوں۔ مثلاً انگور۔ خربوزہ۔ تربوز۔ کدو وغیرہ
غَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ۔ وہ پودا جو چھتری پر نہ چڑھایا جائے۔ جس کی بیل نہ ہو اور اپنے تنہ پر کھڑا ہو۔ مثلاً کھجور کا درخت۔ گیہوں۔ جو۔ وغیرہ۔
= اُكُلُهٗ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایسی کھیتیاں جس کے پھل۔ میوہ الگ الگ ہوں اپنے ذائقہ اور کیفیت میں مختلف ہوں۔ یا اپنے مزہ اور غذائیت میں مختلف ہوں
ہٗ ضمیر الزَّرْعَ کے لئے ہے۔
= مُتَشَابِهًا۔ رنگ و شکل میں غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ذائقہ میں۔ کھانے میں۔ یا نوع کے لحاظ سے ایک جیسے لیکن انفرادی خصوصیات میں مختلف۔
= ثَمَرِهٖ۔ میں ہٗ ضمیر ان میں سے ہر ایک کے لئے ہے۔ ای کل واحد من ذلک

= اٰتُوْا حَقَّهٗ۔ اور اللہ کا حق ادا کرو۔ یعنی اس میں سے اللہ کی راہ میں دو۔
یہ عشر کے متعلق بھی ہو سکتا ہے اور صدقہ اور خیرات کے متعلق بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن زکوٰۃ نہیں۔ کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ آیت مدنی ہے اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے
= يَوْمَ حَصَادِهٖ۔ اس کے کاٹنے کے دن۔ یہاں حَصَادِ سے مراد وہ کھیتی ہے جو صحیح وقت میں کاٹی گئی ہو
فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا (۱۰:۲۴) میں سے مراد وہ کھیتی جو بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو۔ قرآن میں ہے مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ (۱۱:۱۰۰) ان میں سے بعض تو باقی ہیں اور بعض کا تہس نہس ہو گیا۔ (یہاں تباہ کی گئی بستیاں مراد ہیں)
= لَا تُسْرِفُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِسْرَافٌ (افعال) سے۔ تم بیجا مت اڑاؤ۔ تم حد سے نہ بڑھو
۶ : ۱۴۲ = وَمِنَ الْاَنْعَامِ۔ اور پیدا کیا اس نے چوپایوں میں سے
= حَمُوْلَةً۔ لادنے والے جانور۔ بوجھ اٹھانے والے۔ حِمْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ چوپائے از قسم اونٹ۔ گھوڑا۔ گدھا۔ وغیرہ۔
= فَرْشًا۔ مصدر بھی ہے لیکن اس جگہ ایسے چھوٹے چوپائے مراد ہیں جو کہ ان پر بوجھ نہیں لادا جاتا جیسے بکریاں بھیڑیں وغیرہ۔ یا ایسے جانور جو فرش پر لٹا کر ذبح کئے جاتے ہیں۔
= خُطُوٰتِ۔ خُطْوَةٌ کی جمع۔ قدم۔ شیطان کی پیروی مت کرو
۶ : ۱۴۳ = ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ یہ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا کا بدل ہے۔
۲۔ یہ كُلُوْا کا مفعول ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس صورت میں وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ جملہ معترضہ ہے۔
۳۔ اس کا فعل محذوف ہے ای اَنْشَاَ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ اس نے پیدا کئے آٹھ جوڑے۔
اَزْوَاجٌ۔ جوڑے۔ ہم شکل چیزیں۔ اقران۔ زَوْجٌ کی جمع ہے۔ حیوانات کے جوڑے میں نر اور مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ لہذا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ کے معنی ہوئے آٹھ زوج یعنی آٹھ چوپائے مشتمل بر نر و مادہ۔ (پیدا کئے)
= الضَّاْنِ۔ اسم جنس۔ بھیڑ۔ مادہ۔ دنبہ وغیرہ جن پر اون ہو۔ ضائن کی جمع ہے جیسے رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے ضَائِنَةٌ مؤنث۔ ہر دو کی جمع ضَأْنٌ ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے۔
اَلْمَعْزِ۔ اسم جنس۔ بکریاں۔ اس کا واحد مَاعِزٌ ہے اور مؤنث مَاعِزَةٌ۔

= مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ۔ بکریوں میں سے دو چوپائے (ایک نر اور ایک مادہ)
= ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ۔ کیا دونوں نر حرام کئے ہیں اس نے (ایک نر ضاَن میں سے ایک نر معز میں سے)؟ اس میں ءَ الف استخبار ہے یعنی کسی چیز کے متعلق دریافت کرنا خواہ (۱) بصورت استفہام ہو یعنی بطور سمجھنے کے۔ جیسے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا (۲: ۳۰) کیا تو مقرر کریگا زمین پر اس شخص کو بطور خلیفہ جو اس میں فساد کرے گا۔ یا (۲) بطور تہدید یعنی زجر و توبیخ جیسے آیۃ ہذا میں۔۔۔۔
= اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ۔ یا وہ (بچہ) جسے ان دونوں مادنیوں (یعنی مادہ بھیڑ اور مادہ بکری کے) رحم لئے ہوتے ہیں؟ یعنی جو ان کے پیٹ میں ہے اس کو اللہ نے حرام کیا ہے؟
= نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ۔ مجھے کسی علمی دلیل سے بتاؤ۔
= (آیہ ۱۴۳۔ ۱۴۴) اس امر پر توبیخ کی گئی ہے کہ خدا نے ان چاروں قسم کے چوپایوں میں سے (بھیڑ بکری۔ اونٹ، گائے) یا ان کی مادنیوں کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچوں کو حرام نہیں کیا۔ یہ محض تمہاری اپنی بنائی ہوئی باتیں ہیں کہ کسی کو سائبہ۔ بحیرہ وغیرہ کا نام دے کر حرام کر لیا۔ اور کسی کو مردوں کے لئے حلال اور مردوں کے لئے حرام کر دیا۔
۶: ۱۴۴ = وَصّٰكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اس نے تم کو حکم دیا۔ وَصّٰى ماضی
۶: ۱۴۵ = مَسْفُوْحًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَفْحٌ مصدر (باب فتح)، بہایا ہوا۔ بہتا ہوا۔
= رِجْسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ عذاب۔ بلا۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع
= فَاِنَّهٗ۔ میں ضمیر ہٗ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ کی طرف راجع ہے۔
= فِسْقًا۔ اسم فعل۔ حالت نصب۔ گناہ کی چیز۔ فِسْقٌ کے معنی ہیں دائرہ شریعت سے نکل جانا عربی میں محاورہ ہے فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِهٖ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی۔
اَوْ فِسْقًا۔ یا ناپاک گوشت (یہاں چونکہ جانوروں کے گوشت کا ذکر ہو رہا ہے اس لئے فِسق سے مراد وہ گوشت ہے جو نافرمانی کا سبب بن سکے یا گناہ کا موجب ہو سکے۔ یا ایسا ہو کہ وہ شریعت کے احکام کے خلاف ہو)
فِسْقًا کا عطف ہے لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ پر اور فَاِنَّهٗ رِجْسٌ جملہ معترضہ ہے۔ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ فِسْقٌ کی صفت ہے۔ یعنی (کھانے والے پر حرام ہے) مردار بہتا ہوا خون۔ سور کا گوشت یا وہ

یا وُہ جانور جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔
= اُھِلَّ ۔ پکارا گیا اِھْلَالٌ سے ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِھْلَالٌ کے معنی نیا چاند دیکھتے وقت آواز لگانے اور پکارنے کے ہیں پھر ہر آواز کے متعلق اس کا استعمال ہونے لگا۔ پس جس جانور کو بھی اللہ کے سوا کسی غیر کی نذر سے نامزد کیا جائے خواہ وہ غیر بت ہو یا جن یا خبیث رُوح ۔ یا پیر پیغمبر یا کوئی مکان یا تھان ۔ اور اس نیت سے ذبح کیا جاوے کہ اس سے ان کی خوشنودی یا تقرب حاصل ہوگا سو وہ جانور حرام اور مَا اُھِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہوگا خواہ بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جاوے یا نہ۔
اسی طرح وہ جانور بھی جس پر بوقت ذبح اللہ کے سوا کسی کا نام لیا جائے۔ اس زمرہ میں شامل ہے۔ اُھِلَّ لِلّٰہِ بِ ۔ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہنا۔ (الفرائد ریہ)
= اِضْطُرَّ ۔ وہ بے اختیار کیا گیا۔ وہ لاچار کیا گیا۔ اِضْطِرَارٌ (افتعالٌ) سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اضطرار کے معنی ہیں انسان کو کسی ضرر رساں چیز پر مجبور کرنا۔ عام طور پر اس کا استعمال انسان کو کسی ایسی چیز یا ایسے امر پر مجبور کرنا جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔
= غَیْرَ بَاغٍ ۔ بَاغٍ اصل میں بَاغِیٌ تھا۔ یٌ ساقط ہوگئی۔ حد سے نکل جانیوالا۔ حکم عدولی کرنے والا۔ بَغْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔
= عَادٍ ۔ زیادتی کرنے والا۔ عَدْوٌ سے جس کے معنی ظلم کرنے اور حد سے بڑھنے کے ہیں اسم فاعل واحد مذکر عَادٍ اصل میں عَادِوٌ تھا۔ واو پہلے یا ہوا۔ پھر گر گیا۔
قاعدہ ہے کہ جو واؤ اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ یا ہو کر گر جاتی ہے۔
۶ : ۱۴۶ = ھَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب ھُوْدٌ مصدر (باب نَصَرَ) یہودی ہوئے یعنی جو یہودی ہیں ھُوْدٌ یہودیوں کی جماعت
= ذِیْ ظُفُرٍ ۔ جس کے پنجے ہوں۔ پنجہ والے شکار کرنے والے جانور۔
ظُفُرٌ ناخن۔ خواہ انسان کا ہو یا حیوان کا۔ لیکن آیۃ ہذا میں پنجہ والے شکاری جانور مراد ہیں
= اَلْغَنَمَ ۔ اسم جنس ۔بکری ۔بکریاں ۔
= شُحُوْمَھُمَا ۔ ان دونوں (گائے اور بکری) کی چربی۔ شُحُوْمٌ ۔ شَحْمٌ کی جمع ہے
= اَلْحَوَایَا ۔ انتڑیاں ۔ آنتیں ۔ حَوِیَّۃٌ کی جمع ۔
= اِخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۔ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۔ ای ما لصق بالعظام من الشُّحُوْمِ ۔ وہ چربی

جو ہڈیوں سے چمٹی ہوئی ہو۔

۶: ۱۴۷ = یُرَدُّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب رَدٌّ مصدر (باب نصر) لَا یُرَدُّ ۔ نہیں لوٹایا جائے گا۔

= بَأْسُہٗ ۔ اس کا عذاب ۔ مضاف مضاف الیہ ۔

۶: ۱۴۸ = تَخْرُصُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم اٹکلیں مارتے ہو ۔ تم جھوٹ بولتے ہو خَرْصٌ سے باب نصر۔

۶: ۱۴۹ ۔ اَلْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۔ دلیل کامل ۔ الحجة الدلیل ۔ البالغة اسم فاعل ۔ واحد مؤنث ۔ پہنچی ہوئی ۔ پہنچنے والی (حقیقت کو پہنچنے والی ۔ انتہا کو پہنچنے والی ۔ دلیل تامہ ۔

۶: ۱۵۰ = ھَلُمَّ ۔ اسم فعل بمعنی امر ۔ واحد تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے تذکیر و تانیث ہر حالت میں ھَلُمَّ ہی آتا ہے ۔ لازم بھی ہے متعدی بھی ہے ۔ لاؤ ۔ حاضر کرو ۔ آؤ ۔ آیۃ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے ۔ اور آیۃ ۳۳: ۱۸ میں ھَلُمَّ اِلَیْنَا لازم استعمال ہوا ہے ۔

= یَعْدِلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے عدیل (ہمسر) اوروں کو بھی بناتے ہیں ۔

۶: ۱۵۱ = تَعَالَوْا ۔ تم آؤ ۔ تَعَالِیٌ سے باب تفاعل امر کا صیغہ جمع ۔ مذکر حاضر ۔ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بلند مرتبہ کے ہیں ۔ لہٰذا جب کوئی شخص دوسرے کو تعال کہہ کر بلاتا ہے تو گویا وہ رفعت کے حصول کی طرف دعوت دیتا ہے قرآن حکیم میں جہاں تَعَالَوْا کا استعمال ہوا ہے وہاں یہ چیز موجود ہے جیسے تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ (۳: ۶۴) جو بات یکساں تسلیم کی گئی ہے اس کی طرف آؤ ۔

اور تَعَالَوْا اِلٰی مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ (۴: ۶۱) جو حکم خدا نے نازل کیا ہے اس کی طرف رجوع کرو ۔ تَعَالَ ۔ ھَلُمَّ کے ہم معنی ہے

= اَتْلُ اصل میں اَتْلُوْا ہے ۔ مضارع مجزوم واحد متکلم ۔ میں پڑھ کر سناؤں ۔ تِلَاوَةٌ سے ت ل و مادہ تلاۃ (نصر) کے معنی کسی کے پیچھے پیچھے اس طرح چلنے کے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی اجنبی چیز حائل نہ ہو یہ کہیں تو جسمانی طور ہوتا ہے اور کہیں اس کے احکام کا اتباع کرتے سے اس معنی میں اس کا مصدر تُلُوٌّ تلوٌّ آتا ہے اور کبھی یہ متابعت کسی قرأت (پڑھنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے غور و فکر کرنے کی صورت میں ہوتی ہے اس معنی میں اس کا مصدر تِلَاوَةٌ ہے پہلی مثال وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰھَا ۔ (۹۱: ۲) اور چاند کی قسم جب وہ سورج کا اتباع کرتا ہے ۔ اور وَیَتْلُوْہُ شَاھِدٌ مِّنْہُ (۱۱: ۱۷) اور ان کے ساتھ ایک (آسمانی) گواہ بھی اس کی جانب سے ہو ۔ یعنی ایسا شاہد

جو اس کی پیروی کرتا ہے اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتا ہے۔

يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ (۳: ۱۱۳) وہ آیات الٰہی کی تلاوت کرتے ہیں۔

اَلتِّلَاوَةُ۔ بالخصوص خدا تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ کتابوں کے اتباع کو تلاوۃ کہا جاتا ہے۔ کبھی یہ اتباع ان کے اوامر و نواہی (احکام) ترغیب و ترہیب اور جو کچھ ان سے سمجھا جا سکتا ہے ان کی اتباع کی صورت میں۔ مگر یہ لفظ قرأت (پڑھنے) سے خاص ہے یعنی تلاوت کے اندر قرأت کا مفہوم پایا جاتا ہے مگر قرأت کے اندر تلاوت کا مفہوم نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ کسی کا خط پڑھنے کے لئے تَلَوْتُ رُقْعَتَكَ نہیں بولتے۔ بلکہ یہ لفظ صرف قرآن پاک کے کچھ پڑھنے پر بولا جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے پڑھنے سے اس پر عمل کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

= مَاحَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ۔ جو تمہارے رب نے تمہارے لئے حرام کیا ہے۔ (اس کی تفصیل آیۃ ہذا اور آیات نمبر ۱۵۱ - ۱۵۲ - ۱۵۳ - میں دی گئی ہے)

= اِمْلَاقٍ ط بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔ مفلس۔ تنگدست ہونا۔ اَمْلَقَ مفلس ہونا۔ اَمْلَقَ الدَّهْرُ مَالَهُ۔ زمانہ نے اس کے مال کو ہاتھ سے نکال دیا۔ کنگال کر دیا۔

مِنْ اِمْلَاقٍ تنگدستی کی وجہ سے۔

۶ : ۱۵۲ = اَشُدَّهٗ۔ اس کی عقل و تمیز اور قوت کا مکمل ہونا۔

اَشُدَّ کے معنی ہیں قوت و عقل و تمیز کا مکمل ہونا۔

= اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ اِيْفَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= اَلْكَيْلَ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ غلہ ناپنا۔ كِلْتُ الطَّعَامَ۔ میں نے اسے غلہ ناپ کر دیا كَالَ يَكِيْلُ كَيْلاً (ضرب) گیہوں وغیرہ (اناج غلہ) کی مقدار کو کسی پیمانہ سے ناپنا۔ اِكْتَالَ يَكْتَالُ۔ اِكْتِيَالٌ مِنْهُ وَعَلَيْهِ۔ اپنے لئے ناپنا۔ اَلْمِكْيَالُ۔ ناپنے کا آلہ۔

= بِالْقِسْطِ۔ انصاف و عدل کے ساتھ۔

= تَذَكَّرُوْنَ۔ تم نصیحت پکڑو۔ تم دھیان رکھو۔ تَذَكُّرٌ (تفعّل) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

۶ : ۱۵۳ = فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ تمہیں متفرق کر دے گی تمہیں جدا جدا کر دے گی۔ اس کا فاعل السُّبُلَ ہے (سبیل کی جمع) راستے۔ راہیں۔

ای فتمیل بکم ھذہ الطرق المختلفۃ المضلۃ عن دینہ وطریقہ الذی ارتضاہ لعبادہ۔ کہ یہ مختلف اور گمراہ کن راستے تمہیں اللہ کے اس دین اور طریق مستقیم سے ہٹا دیں۔

جسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے۔
= ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ - ای امرکم باتباع دینہ وطریقہ یہ ہے اس کا وہ طریقہ جس کے اتباع کا وہ تمہیں حکم دیتا ہے۔
٦ : ۱۵۴ = ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ۔ یہاں ثُمَّ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں
(۱) ثُمَّ ۔ پھر ۔ التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے ۔ یعنی ماقبل سے مابعد کے وقت کے لحاظ سے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبہ کے لئے بھی بولتے ہیں۔ ایسے موقع پر اس کے معنی ہوں گے مزید براں ۔ اس سے بڑھ کر ۔ ان معنوں میں یہ آیۃ ۲ : ۲۹ میں استعمال ہوا ہے ۔ ارشاد باری ہے ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وہی ذات ہے جس نے سب کچھ جو زمین میں ہے تمہارے واسطے پیدا کیا ۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا تو سات آسمان مکمل کر دیئے۔
یہاں تراخی فی الوقت تو ہو نہیں سکتا کیونکہ سورۃ والنّٰزعات ۷۹ : ۲۸ میں آسمان کے پیدا کرنے کے بعد آیۃ ۳۰ میں فرمایا وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۷۹ : ۳۰) اس کے بعد اس نے زمین کو بچھایا۔
لیکن یہ محض لغوی بحث ہے درحقیقت قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا پہلے ذکر ہے اور آسمانوں کی پیدائش کا ذکر بعد میں اور کہیں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ کسی جگہ بھی مقصودِ کلام یہ نہیں ہے کہ کس کو پہلے بنایا گیا اور کس کو بعد میں ۔ بلکہ موقع محل کے مطابق ہر ایک کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے ۔ (ملاحظہ ہو بیضاوی - ٦ : ۱۵۴ - تفہیم القرآن ۷۹ : ۳۰)
ثُمَّ عاطفہ ہے ۔ اور اس کا عطف وَصّٰكُمْ پر ہے ۔ اور یہ عطف ایک خبر کے بعد دوسری خبر بتانے کے لئے ہے کہ جب اللہ پاک اپنے قول وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدحِ توریت پر ثُمَّ کے ذریعہ عطف فرمایا ۔ کہ اب تمہیں یہ بھی خبر دیتے ہیں کہ ہم نے حضرت موسیٰ ؑ کو بھی کتاب دی تھی جو کہ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ ...... الخ تھی ۔
= تَمَامًا ۔ پورا کرنا ۔ پورا ہونا ۔ تمام کرنا ۔ تمام ہونا ۔ کسی شے کے تمام کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس حد تک پہنچ چکی کہ اب کسی خارجی شے کی اس کو احتیاج نہیں رہی ۔ مکمل ۔ ناقص کی ضد ہے ناقص وہ ہے جو کسی خارجی شے کا محتاج ہو (یہاں پورا ہونا بطور نعمتوں اور نصائح کے ہے)
= عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ ۔ عَلٰى كُلِّ مَنْ اَحْسَنَ ۔ ہر وہ شخص جو نیک عمل کرے ۔ بھلائی کی روش اختیار کرے ۔
٦ : ۱۵۵ = وَهٰذَا كِتٰبٌ ۔ یعنی قرآنِ حکیم ۔

٦: ١٥٦ = اَنْ تَقُوْلُوْا ۔ اَنْ اَنْزَلْنٰهُ کی علت ہے یعنی ہم نے اسے نازل فرمایا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو
= طَآئِفَتَیْنِ ۔ یعنی یہود اور نصاریٰ ۔
= اِنْ کُنَّا ۔ اِنْ ثقیلہ سے مخفف ہے ۔ وَاِنَّهٗ کُنَّا اور یہ کہ ہم (ان کے پڑھنے اور پڑھانے سے بالکل بے خبر تھے)
= دِرَاسَتِهِمْ ۔ ان کا پڑھنا پڑھانا ۔ ان کی تلاوت ۔ دَرَسَ یَدْرُسُ کا مصدر ہے ۔ مضاف ہے ۔ هِمْ ۔ ضمیر جمع مذکر غائب جو ان کتب کے متعلق ہے جن کا ذکر ابھی ہوا ہے کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی تھی ۔ مضاف الیہ ہے
٦: ١٥٧ = اَوْ تَقُوْلُوْا ۔ قبل الذکر اَنْ تَقُوْلُوْا پر عطف ہے ای ۔ اَوْ اَنْ تَقُوْلُوْا ۔ یا تم یہ نہ کہہ سکو ۔
= بَیِّنَةٌ ۔ کھلی دلیل ۔ واضح دلیل ۔ روشن نشانی ۔ واحد ۔ بَیِّنٰتٌ جمع ۔
= صَدَفَ عَنْهَا ۔ صَدَفَ یَصْدِفُ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے اس سے منہ پھیر لیا ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الیٰ اٰیٰتِ اللّٰہ ۔ صدف ۔ روگردانی کرنا منہ موڑنا ۔ کترانا ۔
٦: ١٥٨ = یَنْظُرُوْنَ ۔ نَظَرَ یَنْظُرُ (نَصَرَ) مضارع ۔ جمع مذکر غائب ۔ وہ انتظار کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں ۔
هَلْ یَنْظُرُوْنَ ۔ وہ کس کی انتظار کر رہے ہیں اِلَّآ اَنْ ۔ سوائے اس کے کہ ۔ یہاں استفہام انکاری ہے بمعنی کہ وہ کسی اور بات کا انتظار نہیں کر رہے بجز اس کے کہ :۔
= اَلْمَلٰٓئِکَةُ ۔ سے مراد موت یا عذاب کے فرشتے ہیں ۔
= رَبُّكَ ۔ سے مراد امر ربك بالعذاب ۔ تیرے رب کا حکم ان کے عذاب کے لئے ۔
= اٰیٰت ۔ سے مراد آیاتِ قاہرہ ہیں ۔
٦: ١٥٩ = فَرَّقُوْا ۔ فَرَّقَ یُفَرِّقُ تَفْرِیْقٌ (تفعیل) انہوں نے ٹکڑے کر دیئے ۔ یعنی انہوں نے مذہب کے کئی فرقے بنا دیئے ۔ ماضی جمع مذکر غائب
= وَکَانُوْا شِیَعًا اور ہو گئے کئی گروہ ۔ اور گروہوں میں بٹ گئے ۔ شِیَعًا جمع ہے شِیْعَةٌ کی ۔ اصل میں شیاع کے معنی انتشار اور تقویت کے ہیں ۔ اس کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے ۔
= لَسْتَ مِنْهُمْ فِیْ شَیْءٍ ۔ تو کسی امر میں بھی ان میں سے نہیں ہے ۔ یعنی آپ کا ان سے کوئی

سروکار نہیں ہے آپ کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔
= یُنَبِّئُھُمْ ۔ نَبَّاَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) وہ بتا دے گا۔ وہ خبردار کرے گا۔ مضارع جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔
۶ : ۱۶۱ = قِیَمًا۔ صیغہ صفت ہے یا قیام کا مخفف ہے۔ درست۔ ثابت۔ صلاح وبقاء کا مدار احوال دنیا و آخرت کو درست کرنے والا۔ مستقیم۔ مستحکم۔
= حَنِیْفًا۔ تمام باطل راستوں سے ہٹ کر ایک راہ حق اختیار کرنے والا۔
دِیْنًا قِیَمًا اور مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ دونوں صراط مستقیم کی تعریف ہیں۔ حَنِیْفًا ابراہیم کی صفت ہے یا دِیْنًا قِیَمًا ۔ (۱) صراط کا بدل محلی ہے (۲) ھَدٰنِیْ کا دوسرا مفعول ہے (۳) اس سے فعل عَرَّفَنِیْ وغیرہ محذوف ہے۔ اور مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ۔ دین کا عطف بیان ہے۔
۶ : ۱۶۲ = نُسُکِیْ ۔ نُسُکٌ عبادت۔ پرستش۔ قربانی۔ اَلنُّسْکُ کے معنی عبادت کے ہیں۔ نَاسِکٌ عابد کو کہتے ہیں لیکن یہ لفظ ارکانِ حج کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔ المَنَاسِکُ اعمال حج ادا کرنے کے مقامات۔ فَاِذَا قَضَیْتُمْ پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے ادا کر چکو یہاں عبادت کے معنوں میں آیا ہے یعنی میری عبادت
لسان العرب میں ہے النُّسُکُ وَالنُّسْکُ۔ العبادۃ والطاعۃ وکل ما یتقرب بہ الی اللہ تعالیٰ۔ یعنی ہر وہ عبادت اور اطاعت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ سے قرب کا ذریعہ ہو
= بِذٰلِکَ کا اشارہ مندرجہ بالا اقوال کی طرف ہے جو آیات ۱۶۱ میں مذکور ہوئی ہیں۔
۶ : ۱۶۴ = اَبْغِیْ۔ میں تلاش کروں۔ بَغٰی یَبْغِیْ (ضرب) بَغْیٌ مصدر
= اِلَّا عَلَیْھَا۔ مگر اس کا بوجھ (یعنی عمل کا) اس (نفس) پر ہوگا۔ اس کے ذمہ ہوگا۔ وہی اس کا ذمہ وار ہوگا یعنی کوئی شخص بھی جو عمل کرتا ہے اس کی ذمہ داری اسی کی گردن پر ہوگی۔
= تَزِرُ۔ وہ بوجھ اٹھاتی ہے یا بوجھ اٹھا دے گی۔ وِزْرٌ۔ مصدر (باب ضرب) یعنی بوجھ اٹھانا۔ وَازِرَۃٌ بوجھ اٹھانے والی۔ وِزْرٌ بوجھ۔ وَزِیْرٌ (بروزن فعیل) بادشاہ کا مددگار۔ حکومت کا بوجھ اٹھانیوالا۔
۶ : ۱۶۵ = لِیَبْلُوَکُمْ۔ بَلَا یَبْلُوْا۔ (نصر) لام تعلیل کے لئے یَبْلُوْ امضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تم کو آزمائے۔ بَلَاءٌ مصدر۔
= مَا اٰتٰکُمْ۔ (وہ نعمت) جو اس نے تم کو دی۔
= سَرِیْعُ الْعِقَابِ۔ سریع۔ سرعت سے کرنے والا۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ عقاب سزا۔ عقوبت۔ عذاب۔ سزا دینا۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ (مفاعلۃ) سے

عقوبت ۔ معاقبہ، و عقاب تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں

(۷) سورۃ الاعراف (۳۹)

۷: ۱ = الٓمّٓصٓ ۔ حروف مقطعات ہیں جن کا علم خدا تعالیٰ کی ذات کو ہے۔
= كِتٰبٌ ۔ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے یعنی ھُوَ كِتٰبٌ ۔ كِتٰبٌ سے مراد یہاں القرآن ہے ۔
= صَدْرِكَ ۔ تیرا سینہ ۔ صَدْرٌ سے ۔ مضاف ۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔ مضاف الیہ ۔ واحد صُدُوْرٌ ۔ جمع ۔ بعض حکماء کے نزدیک قرآن میں جہاں کہیں قَلْبٌ کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں صرف علم وعقل کی طرف اشارہ ہے ۔ جیسے فرمایا ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ (۵۰: ۳۷) جو شخص دل آگاہ رکھتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے ۔ اور جہاں صَدْر ۔ استعمال ہوا ہے وہاں علم وعقل کے علاوہ شہوت ۔ ہوائے نفس اور غضب وغیرہ قویٰ نفسانیہ کی طرف بھی اشارہ ہے ۔ چنانچہ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ (۲۰: ۲۵) میں نفسانی قویٰ کی اصلاح کا سوال ہے ۔
= حَرَجٌ ۔ تنگی ۔ مضائقہ ۔ شک ۔ گناہ ۔ تنگ ۔ اصل میں حَرَجٌ کے معنی اشیار کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں ۔ اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہا جاتا ہے ۔ چنانچہ اور جگہ آیا ہے ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا (۴: ۶۵) اور ... پھر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں (نہ محسوس کریں) کبیدہ خاطر نہ ہوں ۔
= فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ۔ پس نہ چاہئے کہ ہو تیرے سینہ میں کوئی تنگ یا تنگی خاطر اس سے ۔

تقدیر کلام یوں ہے ۔ ھٰذَا كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ ۔ یہ کتاب (القرآن) ہے ۔ جو نازل کی گئی ہے تیری طرف تاکہ تو ڈرائے (لوگوں کو) اس (کی نواہی سے پرہیز نہ کرنے کی عاقبت) سے اور یہ ایک نصیحت ہے مومنوں کے لئے ۔ پس چاہئے کہ تیرے سینہ میں اس (کی تبلیغ) کے متعلق کوئی تنگی وشک وشبہ نہ ہو ۔ یعنی آپ بلا جھجک اور بے دھڑک اس کی تبلیغ فرمادیں ۔ مخالفین کی تکذیب اور تنقید کا کوئی ڈر دل میں نہ رکھیں ۔ کیونکہ تیرے اللہ کی طرف سے یہ حق وصداقت پر مبنی کتاب ہے ۔

= ذِکْرٰی ۔ نصیحت کرنا۔ بہت ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ نصیحت۔ موعظت۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

ذِکْرٰی کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ یہ بحالت نصب ہے اضمار فعل کے ساتھ ای لِتُنْذِرَ بِہٖ وَتُذَکِّرَ تَذْکِیْرًا۔ اس صورت میں اَلذِّکْرٰی بمعنی التذکیر ہے

۲:۔ یہ بحالت رفع ہے۔ اور اس کا عطف کِتٰبٌ پر ہے۔ ای ھُوَ کِتٰبٌ وَّذِکْرٰی لِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

۳:۔ یہ بحالت جر ہے۔ والعطف علی محل لِتُنْذِرَ یعنی لِلْاِنْذَارِ وَلِلذِّکْرٰی ڈرانے کے لئے اور نصیحت کے لئے۔

۷:۳ = اِتَّبِعُوْا۔ تم پیروی کرو۔ اِتِّبَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اس سے قبل لفظ قُلْ محذوف ہے۔ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو کہہ دے لوگوں سے۔

(۲) یہ بلاواسطہ لوگوں سے خطاب ہے۔

= وَلَا تَتَّبِعُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ بمعنی لَا تَتَّخِذُوْا۔ تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو یا لَا تَتَّبِعُوْا سے مراد لَا تَقُوْلُوْا ہے۔ تم مت کہو۔

= قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ تم بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ یہ قلت۔ قلت زمانی بھی ہو سکتی ہے یعنی قلیل عرصہ کے لئے نصیحت پکڑتے ہو اور پھر فراموش کر دیتے ہو۔ مَا عملاً زائد ہے لیکن قلت کی تاکید کرتا ہے۔

۷:۴ = کَمْ۔ سوالیہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ کتنی دیر۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی مدت۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً کَمْ دِرْھَمًا عِنْدَکَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ کبھی محذوف ہوتی ہے مثلاً کَمْ لَبِثْتَ ۔ یعنی کَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔

۱۔ خبریہ۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔ کبھی اس صورت میں اس کی تمیز پر مِنْ جارہ داخل ہوتا ہے جیسے کَمْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ (آیۃ ہذا) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔

= بَیَاتًا ۔ اَلْبَیَاتُ وَالتَّبْیِیْتُ۔ رات کے وقت دشمن پر حملہ کرنا۔ شبخون مارنا۔ آیۃ ہذا۔ بَیَاتًا اَوْ ھُمْ قَآئِلُوْنَ رات کے وقت جب وہ سو رہے تھے یا دن کو جب وہ قیلولہ (دوپہر کا سونا۔ آرام کرنا)

کرتے تھے۔ بَيَّتَ يُبَيِّتُ تَبْيِيْتٌ (تفعیل) رات کو مشورہ کرنا۔ بَيَّتَ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ (۴: ۸۱)
ان میں بعض لوگ مشورہ کرتے ہیں۔ بَاتَ يَبِيْتُ (ضرب) رات گذارنا۔ رات ہوجانا۔

= قَائِلُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَيْلُوْلَةٌ مصدر۔ دوپہر میں سونے والے، دوپہر کو آرام کرنے والے۔ آیہ ہذا میں سونا مراد ہے۔

۷ : ۶ = فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ ارسل اِلَيْهِمْ۔ لَنَسْئَلَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ سو ہم ضرور پوچھیں گے۔ اَلَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ۔ ان لوگوں سے جن کی طرف رسول بھیجے گئے تھے (کہ انہوں نے رسولوں کا کہاں تک اتباع کیا۔

= اَلْمُرْسَلِيْنَ۔ رسولوں سے (کہ انہوں نے خدا کا پیغام پہنچا دیا)

۷ : ۷ = فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ۔ نَقُصَّنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید بانون ثقیلہ۔ قَصَّ يَقُصُّ۔ (نصر) عَلٰی کسی سے کوئی بات بیان کرنا۔

= بِعِلْمٍ۔ اپنے علم کی بنا پر (یعنی ان کے احوالِ ظاہرہ و باطنہ اور ان کے اقوال و افعال کے متعلق خدا کے علم محیط کی بنا پر)

= هُمْ کی ضمیر رسل اور مرسل الیہم کی طرف راجع ہے۔

= وَمَا كُنَّا غَائِبِيْنَ۔ غیر حاضر۔ غائب ہونے والے۔ اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔ (ان کے قول و فعل کے وقت) ہم بے خبر نہ تھے۔

۷ : ۸ = اَلْوَزْنُ۔ (تولنا) یعنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنا۔

وَزَنَ يَزِنُ۔ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو۔ یا قپان کے ذریعہ معین کی جاتی ہے۔ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔

= اَلْحَقُّ۔ حق۔ برحق۔

اَلْوَزْنُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ۔ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) اَلْوَزْنُ موصوف۔ اَلْحَقُّ صفت۔ صفت موصوف مل کر مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ خبر۔ (يَوْمَئِذٍ اصل میں جملہ محذوف يَوْمَ يَسْئَلُ اللّٰهُ الْاُمَمَ وَرُسُلَهُمْ۔ کی جگہ آیا ہے)

(۲) اَلْوَزْنُ۔ مبتدا۔ اور الْحَقُّ خبر۔ يَوْمَئِذٍ متعلق خبر۔ پہلی صورت میں معنی ہوں گے۔ جس دن رسل اور مرسل الیہم سے پوچھ گچھ ہوگی۔ اس دن پورا پورا تول تولا جائے گا۔

دوسری صورت میں معنی ہوں گے اور اس دن (اعمال کا) تولنا برحق ہے۔

= مَوَازِيْنُهُ - اسم آلہ - میزان کی جمع - یا اسم مفعول مَوْزُوْنٌ کی جمع ہے - وزن کرنے کا آلہ یعنی ترازو - یا وزن کئے جانے والے اعمال -

۷:۹ = خَسِرُوْا (باب سمع) خُسْرَانٌ مصدر - خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ - انہوں نے اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا -

= بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ - اى يَكْذِبُوْنَ - جھٹلاتے تھے - یا بے انصافی کیا کرتے تھے

۷:۱۰ = مَكَّنّٰكُمْ - ماضی جمع متکلم - تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر - ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا - ہم نے ان کو با اقتدار بنایا - ہم نے ان کو آباد کیا -

= مَعَايِشَ - مَعِيْشَةٌ کی جمع - سامان زندگی - زندہ رہنے کے اسباب -

۷:۱۱ = صَوَّرْنٰكُمْ - ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَوَّرَ يُصَوِّرُ (باب تفعیل) تمہاری شکل وصورت بنائی -

یہاں خطاب تو حاضرین کو ہے لیکن مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یعنی ہم نے آدم کو پیدا کیا اس کو اچھی صورت بخشی اور پھر فرشتوں کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا -

یہ اسلوب بیان قرآن میں عام ہے مثلاً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمعصر یہودیوں کو فرمایا گیا وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۲:۴۹) اور یاد کرو اس وقت کو جب ہم نے تم کو آل فرعون سے نجات دلائی - اس میں حالانکہ خطاب رسول اکرم کے زمانہ کے یہودیوں سے ہے لیکن مراد ان کے اسلاف ہیں - جو حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانہ میں ہو گذرے تھے

۷:۱۲ = طِيْنٍ - گارا - خاک - مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ -

۷:۱۳ = فَاهْبِطْ مِنْهَا - امر واحد مذکر حاضر - تو اتر جا - هَبَطَ يَهْبِطُ (ضرب) اترنا - هُبُوْطٌ - مصدر - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب - اس سے مراد یا تو جنت ہے یا آسمان سے زمین کی طرف مراد ہے هبوط - بلندی سے پستی کی طرف ذلت وخواری کی صورت میں نیچے آنے کو کہتے ہیں - یہاں یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ ہماری بارگاہ سے دفع ہو جاؤ -

= فَمَا يَكُوْنُ لَكَ - یہ تیرے لئے درست نہیں ہے - تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں ہے - اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا - کہ تو تکبر و غرور کرے اس جگہ - (جنت یا سماء یا بارگاہ خداوندی میں) یعنی تیرا کوئی حق نہیں کہ تکبر کرے اور پھر بھی تو یہاں رہے -

= الصّٰغِرِيْنَ - ذلیل - بے عزت لوگ -

۷:۱۴ = اَنْظِرْنِيْ - تو مجھ کو مہلت دے - تو مجھ کو ڈھیل دے - اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر

حاضر۔ ن وقایہ ۔ ی ضمیر واحد متکلم۔
= یُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح) وہ (یعنی لوگ) اٹھائے جاویں گے یوم قیامت۔
۷: ۱۵ = اَلْمُنْظَرِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع ۔ مُنْظَرٌ واحد۔ اِنْظَارٌ ۔ مصدر۔ باب افعال جن کو مہلت دی گئی ۔ مہلت یافتہ ۔ ڈھیل دیئے ہوئے۔
۷: ۱۶ = فَبِمَا ۔ ب اس میں سببیہ ہے۔
= اَغْوَیْتَنِیْ ۔ اِغْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ۔ اَغْوٰی یُغْوِیْ اِغْوَاءٌ ۔ غَیٌّ اور غَوٰی کے معنی ہیں: بہک جانا ۔ گمراہ ہونا ۔ لعنتی ہونا ۔ برباد ہونا ۔ ناکام ونامراد ہونا ۔ خائب وخاسر ہونا ۔ زندگی خراب ہونا ۔ باب افعال سے ۔ بہکانا ۔ گمراہ کرنا ۔ برباد کرنا ۔ خائب وخاسر کرنا ۔ زندگی خراب کرنا یا گمراہی کی سزا دینا ۔ یعنی سزاءً گمراہ کرنا ۔ جیسے اِنْ کَانَ اللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَکُمْ (۱۱: ۳۴) اگر خدا یہ چاہے کہ تمہیں تمہاری گمراہی کی سزا دے۔

اغوار کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی کو ایسا حکم دینا کہ جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس آیت میں یہ آخری دو معنی مراد ہو سکتے ہیں ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے حکم پر سجدہ نہ کرنے کی سزا میں ابلیس کو جنت سے (یا درگاہ سے) نکل جانے کا حکم دیا تھا۔
یا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا لیکن اس کی حکم عدولی اس کی گمراہی کا سبب بن گئی ۔ سو فَبِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کا ترجمہ ہوگا۔
بدیں وجہ کہ میری حکم عدولی پر تو نے سزاءً راہِ مستقیم سے مجھے دور کر دیا ہے
= لَاَقْعُدَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ صیغہ واحد متکلم۔ قَعَدَ یَقْعُدُ (نصر) قُعُوْدٌ سے میں ضرور بیٹھوں گا ۔ میں تاک میں بیٹھوں گا۔
= صِرَاطَكَ ۔ تیرا راستہ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ صِرَاطَكَ ای علٰی صراطك تیرے راستہ پر۔
= لَاَقْعُدَنَّ لَھُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ تیرے سیدھے راستہ پر ان کو گمراہ کرنے کے لئے میں ان کی تاک میں بیٹھوں گا۔
۷: ۱۷ = لَاٰتِیَنَّھُمْ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ صیغہ واحد متکلم ۔ میں ضرور آؤں گا ان کے پاس (ان کو بہکانے کے لئے)
۷: ۱۸ = مَذْءُوْمًا ۔ حقارت کیا ہوا ۔ ذلیل ۔ ذَاَمَہٗ (باب تفعیل) ای عابہٗ وحقرہٗ

وطردہ - عیب لگانا - ذلیل کرنا - دھتکارنا - ذَامَہٗ - ذِیْمًا وَذَامًا (ضرب) عیب لگانا - مذمت کرنا
= مَدْحُوْرًا - دَحَرَ یَدْحَرُ دَحْرًا وَدُحُوْرًا (فتح) دھتکارنا - دور کرنا - ہٹانا - مَدْحُوْرًا -
مردود - دھتکارا ہوا - راندہ ہوا - قرآن میں آیا ہے وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷: ۹۸)
اور وہ ہر طرف سے دھتکار کر نکال دیئے جاتے ہیں
= لَاَمْلَئَنَّ - مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ - میں ضرور بھر دوں گا - مَلَأٌ سے (باب فتح)
جس کے معنی بھرنے اور پر کرنے کے ہیں - اَلْمَلَأُ - وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری
حسن اور جمال اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے - قرآن میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ
بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (۲: ۲۴۶) بھلا تم نے بنی اسرائیل کی ایک جماعت کو نہیں دیکھا - اور وَقَالَ
الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِہٖ (۷: ۲۷) اور قوم فرعون میں جو سردار تھے کہنے لگے -
اور کہتے ہیں فُلَانٌ مَلَاُ الْعُیُوْنِ - یعنی سب اسے عزت کی نظر سے دیکھتے ہیں - گویا اس نے
ان کی نظروں کو اپنے جلوے سے بھر دیا ہے - اَلْمِلْاُ - کسی چیز کی اتنی مقدار کہ برتن کو بھر دے - قرآن
میں ہے - فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا وَّلَوِافْتَدٰی بِہٖ - (۳: ۹۱) سو
ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی نہ لیا جائے گا - اگرچہ وہ معاوضہ میں اس کو دینا بھی چاہے -
= مِنْکُمْ - ای منك و منہم - مخاطب کی ضمیر غالب آئی ہے -
۷: ۲۰ = لِیُبْدِیَ لَھُمَا - لام عاقبت کے لئے ہے - یعنی شیطان نے ان کے دلوں میں وسوسہ
اندازی کی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی لباس اتار دیا گیا - اور وہ اپنے آپ کو برہنہ دیکھنے لگے -
یُبْدِیَ مضارع واحد مذکر غائب - اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کہ ظاہر کر دے - کھول دے - نمایاں
کر دے - بَدَءٌ مادہ -
= وُوْرِیَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب وَارٰی یُوَارِیْ مُوَارَاۃٌ (مفاعلۃ) ودی مادہ -
وہ چھپایا گیا - وہ پوشیدہ رکھا گیا -
= سَوْاٰتِھِمَا - مضاف مضاف الیہ - ان دونوں کی شرمگاہیں - سَوْءَۃٌ کی جمع ہے -
= لِیُبْدِیَ لَھُمَا مَاوُوْرِیَ عَنْھُمَا مِنْ سَوْاٰتِھِمَا - یہ بھی شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی
غرض وغایت ہے - یعنی ان دونوں کی شرمگاہوں کے وہ حصے جو ڈھانپ کر ان سے چھپائے گئے
تھے ان پر بے پردہ کر دے - (کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر دونوں اس کے دھوکہ میں آگئے تو نتیجۃً وہ
بے پردہ ہو جائیں گے)
= مَا نَھٰکُمَا میں مَا نفی کے ہے - نہیں منع کیا تھا اس نے تم دونوں کو -

= عَنْ هٰذِہِ الشَّجَرَۃِ. یعنی عن الاکل عن ھذہ الشجرۃ اس درخت کا پھل کھانے سے۔
۷ : ۲۱ = وَقَاسَمَهُمَا۔ ان کے سامنے قسم اٹھائی۔
۷ : ۲۲ = فَدَلّٰهُمَا بِغُرُوْرٍ۔ ان دونوں کو ڈھلالیا۔ ان دونوں کو نیچے ڈال دیا۔ ان دونوں کو کھینچ لیا۔ ان دونوں کو نیچے گرادیا۔ دَلّٰی تَدْلِیَةٌ (تفعیل) سے جس کے معنی کسی کو حیلہ سے کام میں لگادینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَدْلِیَۃٌ اِدْلَاءُ الدَّلْوِ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی ڈول ڈالنے کے ہیں اسی منا سبت سے نیچے ڈال دینے اور کھینچ لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے
بِغُرُوْرٍ۔ غرور۔ دھوکہ۔ فریب۔ جھوٹی امید۔ لالچ۔
= بَدَتْ۔ ظاہر ہوگئی بَدْوٌ اور بَدَاءٌ سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
= طَفِقَا۔ وہ دونوں لگے۔ (اس کام کو جو آگے مذکور ہے) طَفِقَ (سمع) کَادَ کی طرح افعال مقاربہ میں سے ہے۔ جس طرح کَادَ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے ہوتی ہے اسی طرح طَفِقَ کی خبر بھی مضارع ہوتی ہے۔ اور بغیر اَنْ کے آتی ہے۔ جیسے یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲ : ۲۰) برق کی یہ حالت ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی اس نے ان کی بینائی لے لی۔
اور طَفِقَ کی مثال آیۃ ہذا۔ طَفِقَا یَخْصِفٰنِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ۔ اور چپٹانے لگ گئے اپنے (بدن) پر جنت کے پتے۔
= یَخْصِفٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب خَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔
۷ : ۲۴ = اِهْبِطُوْا۔ تم سب اترو۔ هُبُوْطٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نیچے اترنا۔ ہبوطِ آدم۔ حضرت آدم کا جنت سے زمین پر اترنا۔
= مُسْتَقَرٌّ۔ ظرف مکان۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔
= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد۔ اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین وقت تک فائدہ اٹھانا۔ سامان جو کام میں آتا ہے جس سے کسی طرح فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔
= اِلٰی حِیْنٍ۔ ایک وقت تک۔
۷ : ۲۶ = اَنْزَلْنَا۔ کا لغوی معنی ہے اوپر سے نیچے آنا۔ جیسے اَنْزَلْنَا الْمَاءَ ہم نے پانی (بارش کی صورت میں) نازل کیا۔ انسانی ضروریات زندگی کو بہم پہنچانے کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اکثر و بیشتر ارضی چیزیں تدبیرات سماویہ سے ظہور میں آتی ہیں۔ مثلاً یہی لباس کہ کپاس سے تیار ہوتا ہے جو اپنی نشوونما کے لئے پانی کی محتاج ہے جو اوپر سے برستا ہے۔ اسی طرح

آیا ہے وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ (۳۹: ٦) اور اس نے تمہارے لئے چوپائے (مویشی) بھیجے یا نازل کئے۔ پیدا کئے۔

= رِيْشًا۔ باعث زینت۔ رِيْشٌ۔ رونق۔ لباس زینت۔ رِيْشٌ اصل میں پرندوں کے پروں کو کہتے ہیں۔ اور اس کا واحد رِيْشَةٌ ہے۔ اور چونکہ پرندوں کی پروں سے رونق ہے اور وہ ان کے لئے ایسے ہی ہیں جیسے انسان کے لئے کپڑے۔ اس لئے اس کا استعمال بطور استعارہ رونق۔ زیب و زینت اور کپڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ رِيْشًا صفت بھی ہو سکتا ہے لِبَاسًا کی جو اس سے قبل محذوف ہے

= وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ اور پرہیزگاری کا لباس وہ سب سے بہتر ہے۔

یہ نیا جملہ ہے لِبَاسُ التَّقْوٰى مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اور ذٰلِكَ خَيْرٌ۔ خبر۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى هُوَخَيْرٌ بعض نے لِبَاسَ التَّقْوٰى کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس کو لِبَاسًا پر عطف لیا ہے۔ لیکن جمہور اول الذکر کی طرف گئے ہیں

لِبَاسُ التَّقْوٰى سے مختلف علما نے مختلف معانی لئے ہیں۔ مثلاً لباس الحرب۔ (ڈھال۔ زرہ وغیرہ) خشیۃ اللہ۔ الایمان۔ السّمت الحسن۔ عمل صالح۔ الحیاء وغیرہ۔

= ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللهِ میں ذٰلِكَ کا اشارہ انزال اللباس کی طرف ہے۔ اور آیات سے مراد اللہ کی نعمتیں۔ اس کا فضل و کرم بھی ہو سکتا ہے۔ اور نشانیاں بھی۔

= لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ تاکہ وہ (انسان) نصیحت پکڑیں۔

۷: ۲۷ = لَايَفْتِنَنَّكُمْ۔ مضارع منفی بانون ثقیلہ۔ فَتَنَ يَفْتِنُ (ضَرَبَ) سے صیغہ واحد مذکر غائب۔ تمہیں فتنہ میں مبتلا نہ کرے۔ تمہیں گمراہ نہ کردے۔

= يَنْزِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزْعٌ مصدر (باب ضرب) اتروادیا۔ بمعنی ماضی۔

= لِيُرِيَهُمَا۔ مضارع منصوب۔ اِرَاءَةٌ سے۔ هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ۔ تاکہ وہ ان دونوں کو دکھائے۔

= يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا۔ حال ہے اَبَوَيْكُمْ سے۔

= اِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطٰن کی طرف راجع ہے۔

= قَبِيْلُهٗ۔ اس کا کنبہ۔ اس کی جماعت۔ اس کا گروہ۔

۷: ۲۸ = فَاحِشَةً۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے ہر وہ چیز جس کی ممانعت اللہ نے کردی ہے۔ مثلاً برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا۔ جس کی یہاں ان

آیات میں مذمت کی گئی ہے۔ زنا وغیرہ۔

۷: ۲۹ = بِالْقِسْطِ۔ بالعدل وھوالوسط من کل امر۔ قسط سے مراد عدل یعنی ہر کام میں درمیانی راستہ اختیار کرنا نہ اس میں افراط ہو نہ تفریط۔

= وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ کی تقدیر یوں ہے قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ وَقَالَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الخازن) تو کہہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رب نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ اور فرمایا ہے اپنے چہرے سیدھے کرو (قبلہ کی طرف) ہر نماز کے وقت۔

= اَقِيْمُوْا۔ اقامۃ الشیٔ اعطاء الشیٔ حقہ وتوفیتہ شروطہ۔ یعنی کسی چیز کو کماحقہٗ اس کی تمام شرائط کو پورا کرتے ہوئے ادا کرنا۔ اَقِيْمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم قائم کرو۔ تم درست کرو۔ اقامۃ (باب افعال) سے بمعنی قائم کرنا۔ درست رکھنا۔

= وُجُوْهَكُمْ۔ تمہارے چہرے۔ الوجہ سے مراد دلی توجہ اور نیت صحیحہ بھی مراد ہو سکتی ہے

= مَسْجِدٍ۔ اسم ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی ہے۔ سو اس کا معنی وقت نماز بھی ہو سکتا ہے اور مسجد اور ہر وہ جگہ جہاں نماز ادا کی جائے۔

= بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتدا کی (باب فتح) بَدَاَ۔ يَبْدَاُ۔ كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ (۲۹: ۲۰) اس نے کیسے مخلوق کو پہلی مرتبہ پیدا کیا۔

= تَعُوْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَادَ يَعُوْدُ عَوْدٌ (باب نصر) الْعَوْدُ۔ کسی کام کو ابتداءً کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف پلٹنے کو عَوْدٌ کہا جاتا ہے۔ خواہ وہ پلٹنا بذاتہٖ ہو یا قول و عزم سے۔ جیسے وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ (۶: ۲۸) اگر یہ (دنیا میں) لوٹائے بھی جائیں تو جن (کاموں) سے ان کو منع کیا گیا تھا وہی کرنے لگیں۔ اور اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا (۷: ۸۸) یا تم ہمارے مذہب میں آجاؤ۔

= تَعُوْدُوْنَ۔ تم پھر آؤ گے۔ تم پھر لوٹو گے۔

= كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم لوٹو گے۔

۷: ۳۰ = كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ۔ (جس طرح اس نے تم کو پہلے پیدا کیا تھا ویسے ہی تم اس کی طرف لوٹو گے ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت دیدی اور ایک گروہ ہے کہ جس پر گمراہی واجب ہو گئی)۔ اس کے معانی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ کیا ننگے پیدا ہوئے تھے تو ننگے ہی اٹھائے جائیں گے۔ یا جس بنا پر کسی کی خلقت

ہوئی تھی اسی پر اس کی واپسی ہوگی۔ یا جیسا قرآن میں ہے: ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ (۶۴ : ۲) کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مؤمن پیدا کیا اور کسی کو کافر۔ اور پھر ایسا ہی اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ (ابن کثیر)

۷ : ۳۱ = زِیْنَتَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری زینت۔ یہاں زینت سے مراد لباس ہے

= لَا تُسْرِفُوْا۔ تم اسراف نہ کرو۔ حد سے نہ بڑھ جاؤ۔ تم بیجا خرچ نہ کرو۔

۷ : ۳۲ = مَنْ کس نے۔

= اَخْرَجَ۔ یہاں بمعنیٰ اس نے پیدا کی۔

= خَالِصَۃً۔ خاص کر۔ صرف (انہی کے لئے روز قیامت کو)

۷ : ۳۴ = اَجَلٌ = مدت مقررہ۔ مقررہ وقت۔ (عذاب کے نازل ہونے کا)

موت کو بھی اجل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کا وقت بھی مقرر ہے

= لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے۔ وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔

= لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ پہلے نہیں ہو سکتے (باب استفعال)

۷ : ۳۵ = اِمَّا۔ اگر۔ یا۔ خواہ۔ جیسے اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِیْہِمْ حُسْنًا (۱۸ : ۸۶) خواہ ان کو عذاب دے خواہ ان سے حسن سلوک کر۔ آیۃ ہذا میں بمعنی اگر استعمال ہوا ہے نیز ملاحظہ ہو۔

۷ : ۳۷ = یَنَالُہُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نَیْلٌ۔ مصدر (باب سمع) پہنچ جائے گا۔ پہنچتا رہیگا۔

= نَصِیْبُہُمْ۔ ان کا حصہ۔ یعنی خوراک۔ عمر۔ صحت۔ بیماری۔ اچھا یا برا کام کرنے کے مواقع گناہ کرنے یا توبہ کرنے کے مواقع۔ وغیرہ وغیرہ۔

= مِنَ الْکِتٰبِ۔ (جو ان کی قسمت میں) لکھا ہوا ہے۔ اَلْکِتٰبِ۔ نوشتہ تقدیر۔

= حَتّٰۤی اِذَا۔ یہاں تک کہ جب۔

= یَتَوَفَّوْنَہُمْ = مضارع جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ یہ ان اشخاص کی طرف راجع ہے جو زندگی میں اللہ تعالیٰ کے خلاف جھوٹی بہتان بازی کرتے تھے اور اس کی آیات کو جھٹلاتے تھے۔ یَتَوَفَّوْنَ حال ہے رُسُلُنَا سے یعنی درآنحالیکہ وہ

(یعنی اللہ کے فرستادہ فرشتے) ان کی روحیں قبض کر رہے ہوں گے۔ یا قبض کریں گے۔ وہ جان نکالتے ہیں یا نکالیں گے۔ یا ان کی جان لینے کے لئے یَتَوَفَّوْنَ (باب تفعیل)
= قَالُوْٓا۔ اِذَا کا جواب۔
= اَیْنَمَا۔ یہاں۔ اَیْنَ (کہاں۔ ظرف مکان) اور مَا موصولہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ این الاٰلھۃ التی کُنْتُمْ تَدْعُوْنَھَا۔ ای تَعْبُدُوْنَھَا۔ کہاں ہیں وہ جن کو تم معبود پکارتے تھے (اللہ کے سوا)۔ اَیْنَمَا۔ بمعنی جہاں کہیں جس طرف۔
اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (۴:۷۸) جہاں کہیں بھی تم ہوگے موت تم کو آلے گی۔
= ضَلُّوْا عَنَّا۔ ہم کو چھوڑ گئے۔ ہم سے گم ہو گئے ہیں۔
۷:۳۸ = لَعَنَتْ اُخْتَهَا۔ لَعَنَتْ۔ بمعنی لعنت بھیجے گی (یعنی وہ جماعت جو نئی جہنم میں داخل ہورہی ہوگی) اُخْتَهَا۔ اپنی بہن پر (یعنی اپنی جیسی جماعت پر جو اس سے قبل جہنم میں داخل ہو چکی ہوگی۔ اپنی جیسی سے مراد یہ کہ جس پاداش میں دونوں جہنم میں پہنچی ہیں یعنی مشرکین کی جماعت مشرکین پر۔ یہود کی جماعت یہود پر۔ وغیرہ وغیرہ)
= اِدَّارَكُوْا۔ تَدَارَكَ یَتَدَارَكُ (تفاعل) تدارک کے "تا" کو دال میں ادغام کر کے شروع میں ہمزہ وصل لائے اِدَّارَكَ ہو گیا۔ اِدَّارَكُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَدَارُكٌ سے۔
اَلدَّرْكُ اور اَلدَّرَجُ کے ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن الدَّرَجُ کا لفظ اوپر چڑھنے کے اعتبار سے بولا جاتا ہے اور اَلدَّرْكُ کا لفظ نیچے اترنے کے لحاظ سے۔ اسی لئے درجات الجنۃ اور درکات النار کا محاورہ ہے۔ قرآن میں ہے وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ (۲:۲۵۳) اور بعض کو بلند درجات سے نوازا۔ یا اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۴:۱۴۵) بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقہ میں ہوں گے۔
سمندر کی گہرائی کی تہ کو اور اس رسی کو جس کے ساتھ پانی تک پہنچنے کے لئے دوسری رسی ملائی جائے۔ اس کو بھی درک کہتے ہیں۔ یا وہ رسی جو بڑی رسی سے باندھی جائے یا وہ رسی جو ڈول کے کنڈے سے باندھی جائے۔ درك کہلاتی ہے۔ اس لئے یکے بعد دیگرے ایک چیز کے کسی دوسری چیز سے ملنے کو (تاکہ غایت کو پہنچ سکے) ادراک کہتے ہیں۔ اسی طرح پیہم کوششوں سے کسی حقیقت کے پا لینے کو بھی ادراک کہتے ہیں۔
پس تدارک کے معنی پے در پے ایک دوسرے سے ملنے کے ہیں۔ عربی محاورہ ہے تَدَارَكَ الْقَوْمُ قوم کے فرد ایک دوسرے سے جا ملے۔ (ہلاک ہو گئے) آیۃ ہذا میں اِدَّارَكُوْا سے مراد یہی ہے

کہ جب ان کی جماعتیں ایک دوسرے سے ملتی ملتی ختم ہو جائیں گی۔ یعنی جب سب امتیں اس میں (دوزخ میں) یکے بعد دیگرے جمع ہو جائیں گی۔

= اُخْرٰىهُمْ۔ ان میں کی آخری۔ یا پچھلی۔ یا دوسری۔ اُخْرٰى اور اٰخِرٌ کی مؤنث۔

= اُوْلٰىهُمْ۔ ان کی پہلی۔ اگلی۔ اَوَّلٌ کا مؤنث۔

= قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ۔ کے مندرجہ ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ سب سے آخری امت (دوزخ میں داخل ہوگی) اپنے سے پہلی امتوں کو کہیگی!

۲۔ (دوزخ میں) ہر پیچھے آنے والی امت اپنے سے پہلے والی امت کو کہے گی!

۳۔ جو امت زمانہ کے لحاظ سے بعد میں آئی تھی۔ وہ اپنے سے پہلی امت کو کہے گی۔ کیونکہ یہ پہلی امت تھی جو اپنے بعد میں آنے والوں کے لئے گمراہی کے دین کو چھوڑ گئی تھی (دنیا میں)

۴۔ یا مرتبہ کے لحاظ سے آخری امت وہ ہوگی جو تابعین کی جماعت تھی۔ اور اولیٰ وہ جماعت ہوگی جو کہ قائدین کی جماعت تھی۔ لہٰذا تابعین قائدین کو کہیں گے

۷:۳۹ = كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝ جو تم کمایا کرتے تھے۔ جو تم کماتے رہے تھے۔

۷:۴۰ = يَلِجَ۔ وَلَجَ يَلِجُ سے مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ وُلُوْجٌ مصدر۔ داخل ہو جائے۔

= سَمِّ الْخِيَاطِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سم۔ ناکہ۔ سوراخ۔ خیاط۔ سوزن۔ سوئی۔ سم الخیاط سوئی کا ناکہ۔

۷:۴۱ = مِهَادٌ۔ بچھونا۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ مَهْدٌ گہوارہ۔ پالنا۔ زمین۔ مَهْدٌ مصدر (باب نَصَرَ) بچھانا۔ اختیار کرنا۔ کام کرنا۔ تمہید۔ کام کو ہموار کرنا۔ عذر سننا۔ عذر قبول کرنا

= غَوَاشٍ۔ غَاشِيَةٌ کی جمع۔ اصل میں غَوَاشِيُ تھا۔ حالتِ رفع کے سبب ی کو ساقط کر دیا گیا۔ معنی آگ کے پردے۔ ہر طرف سے ڈھانک لینے والی آگ۔

۷:۴۳ = نَزَعْنَا۔ ماضی معروف۔ جمع متکلم۔ نَزْعٌ۔ مصدر۔ (باب فتح) ہم نکال دیں گے چھین لیں گے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷:۲۷

= غِلٍّ۔ اسم فعل۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ غَلَّ يَغِلُّ۔ (باب ضرب) کینہ سے سینہ کا بھرنا۔ غِلًّا وَغَلِيلًا مصدر غَلَّ يَغُلُّ غُلُوْلًا۔ دھوکہ دینا۔

= تَحْتِهِمْ۔ ان کے نیچے۔ تَحْتَ قُصُوْرِهِمْ۔ ان کے محلوں کے نیچے۔ یا ان کے حکم پر۔ یعنی نہریں ان کے حکم پر چلیں گی۔ فرعون نے کہا تھا۔ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ

(۴۳ : ۵۲) بیضاوی نے اس کے معنی لکھے ہیں۔ تحت قصری - تحت امری - او بین یدی -

= نُوْدُوْا - ماضی مجہول جمع مذکر غائب - نِدَاءٌ مصدر - باب مفاعلہ - ان کو پکارا جائیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

= اُوْرِثْتُمُوْهَا - تم اس کے وارث بنائے گئے - تمہیں وہ میراث میں دی گئی - واؤ اشباع کا ہے ۔ اصل میں صیغہ اُوْرِثْتُمْ ہے جو اِيْرَاثٌ (افعالٌ) سے ہے ۔

۷ : ۴۴ = نَادٰى - ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلۃ) اس نے پکارا یہاں ماضی بمعنی مضارع ہے ۔

= اَذَّنَ - ماضی واحد مذکر غائب - اس نے پکارا - اَلْاُذُنُ سے مشتق ہے - اُذُنٌ بمعنی کان - استعارہ کے طور پر وہ شخص جو ہر ایک کی بات سُن کر اسے مان لیتا ہے جیسے قرآن میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ (۹ : ۶۱) اور کہتے ہیں کہ وہ نرا کان ہے یعنی ہر ایک کی بات سن کر مان لیتا ہے۔

اُذُنٌ سے دیگر مشتقات اِذْنٌ - حکم - اجازت - ارادہ - مشیت - اَذِنَ - اس نے سنا اس نے حکم دیا - وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ - (۸۴ : ۲) اور وہ اپنے رب کا فرمان سنے گی - اور اسے واجب بھی ہے - اور لَا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ (۷۸ : ۳۸) نہیں کلام کریں گے - مگر وہ (کلام کر سکیگا) جسے اس کا رحمٰن (اللہ تعالیٰ) حکم دے گا - وَاَذَّنَ (باب تفعیل) وہ پکارا - مُؤَذِّنٌ - پکارنے والا - اور (باب تفعّل) سے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ - (۷ : ۱۶۷) اور (اس وقت کو یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے (یہود کو) آگاہ کردیا تھا -

= مُؤَذِّنٌ - سے مراد بعض نے اسرافیل (صاحب صور) لیا ہے بہرکیف اس سے مراد کوئی فرشتہ ہے جو اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کو سُن سکتا ہے ۔

۷ : ۴۵ = يَبْغُوْنَهَا - مضارع جمع مذکر غائب - هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو سبیل کی طرف راجع ہے - وہ اس کو چاہتے ہیں - بَغْيٌ مصدر -

= عِوَجًا - ٹیڑھا - عِوَجٌ کجی - ٹیڑھا پن - عَوِجَ يَعْوَجُ (سَمِعَ) سے ۔

۷ : ۴۶ = اَلْاَعْرَافِ - سے مراد - وہ دیوار ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان حائل ہے - اَعْرَافٌ عُرْفٌ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں مکان مرتفع - بلند جگہ - عرف الفردوس - گھوڑے

کی گردن کے بال - عُرْفُ الدِّیْكِ - مرغے کی کلغی۔
= سِیْمٰھُمْ - ان کا چہرہ - ان کی نشانی - سِیْمَا کے معنی نشانی اور علامت کے ہیں - یہ اصل میں وِسْمٰی تھا - واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ پر رکھا گیا - تو سِوْمٰی ہوا پھر واؤ کے ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یاء کر لیا گیا تو سِیْمٰی ہو گیا - سِیْمٰی مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔
= نَادَوْا - ماضی جمع مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر - باب مفاعلہ - انہوں نے پکارا - (یا ماضی بمعنی مضارع) وہ پکاریں گے - اس کا فاعل رِجَالٌ۔
= لَمْ یَدْخُلُوْھَا - (ابھی) وہ اس میں (جنت میں) داخل نہیں ہوئے ہوں گے۔
= وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ - اور وہ (جنت میں داخل ہونے کے) خواہشمند ہوں گے۔
لَمْ یَدْخُلُوْھَا وَھُمْ یَطْمَعُوْنَ (ای اَصْحَابُ الْاَعْرَافِ)
اصحاب اعراف کے بارہ میں کہ یہ کون ہوں گے مفسرین میں اختلاف ہے لیکن راجح قول یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہونے کی وجہ سے ابھی خداوند کریم نے ان کو بہشت میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی ہوگی - لیکن وہ داخل ہونے کی خواہش رکھتے ہوں گے - جیسا کہ آگے چل کر بیان ہوتا ہے کہ وہ اہل جہنم کو دیکھیں گے تو پکار اٹھیں گے :- اے ہمارے رب ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔
۷ : ۴۷ = صُرِفَتْ - ماضی مجہول واحد مؤنث غائب وہ پھیری گئی - (ماضی بمعنی مضارع وہ پھیری جائیں گی) یعنی جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی - یا پھیریں گے
= تِلْقَآءَ - طرف - لِقَاءٌ سے - جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں - اسم ہے - ملاقات کرنے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَآءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
۷ : ۴۸ = اَغْنٰی عَنْ - فائدہ بخشنا کام آنا - غنی بنا دینا - مَآ اَغْنٰی عَنْکُمْ وہ تمہارے کسی کام نہ آیا - اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔
= جَمْعُکُمْ - تمہاری جمعیت - تمہاری جماعت - تمہارا جمع ہونا۔
= مَآ اَغْنٰی میں ما نافیہ ہے اور مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ میں مَا بیانیہ ہے۔
= مَا کُنْتُمْ تَسْتَکْبِرُوْنَ - جس کا تم گھمنڈ کیا کرتے تھے - ماضی استمراری جمع مذکر حاضر
۷ : ۴۹ = اَھٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ میں اَ استفہامیہ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ قریب (مبتدا)

اس کا مشار الیہ اصحابُ الجنۃ محذوف ہے۔ اَلَّذِیْنَ خبر۔ اَقْسَمْتُمْ (تم قسمیں کھاتے تھے)
= لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ۔ اَلَّذِیْنَ کے صلہ میں داخل ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ اَھٰٓؤُلَآءِ ھُمُ الَّذِیْنَ اَقْسَمْتُمْ عَلَیْھِمْ بِاَنْ لَا یَنَالُھُمُ اللّٰہُ بِرَحْمَۃٍ۔ کیا یہ (جنتی) لوگ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھاتے تھے کہ اللہ اپنی رحمت سے ان کو نہیں نوازے گا۔

= اُدْخُلُوْا ..... تَحْزَنُوْنَ۔ (کلام مذکرہ بالا کے بعد اہل جنت کی طرف متوجہ ہو کر وہ یہ کہیں گے) یا ان کا کلام بِرَحْمَۃٍ پر ختم ہو گیا اور یہ جملہ اصحاب اعراف کے حق میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے کہا گیا کہ اب تم نے اصحاب الجنۃ اور اصحاب النار کا حال دیکھ لیا۔ تم بھی جنت میں جاؤ داخل ہو جاؤ..... الخ یا اصحاب اعراف یہ کہیں گے کہ (دیکھو انہیں تو حکم مل گیا ہے کہ) داخل ہو جاؤ جنت میں ..... الخ۔ یہاں اصحاب اعراف کا کلام ختم ہوا۔

۷ : ۵۰ = اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ اَفِیْضُوْا۔ تم بہاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفَاضَۃٌ سے۔ اَفَاضَ الْمَآءُ۔ کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے جیسے فرمایا تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ۔ (۵ : ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے ثُمَّ اَفِیْضُوْا مِنْ حَیْثُ اَفَاضَ النَّاسُ (۲:۱۹۹) پھر جہاں سے اور لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس ہو۔ یہاں اِفَاضَۃٌ کے معنی مجمع کثیر کے یکبارگی لوٹنے کے ہیں۔ اور یہ فَیْضَانُ الْمَآءِ (یعنی پانی کا زور سے بہ نکلنا) کے ساتھ تشبیہ دے کر بولا جاتا ہے

۷ : ۵۱ = اَلَّذِیْنَ ...... یہ نیا جملہ ہے اور یہاں سے کلام اللہ کی طرف سے ہے۔ اصحاب النار کی التجا اور اہل جنت کا جواب علی الکافرین پر ختم ہو گیا۔ اَلَّذِیْنَ بمعنی جن لوگوں ..
مَا کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ مَا بمعنی کَمَا۔ کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ انکار کیا کرتے تھے۔

۷ : ۵۲ = فَصَّلْنٰہُ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْصِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے اس کو کھول کر بیان کر دیا۔ ہم نے اس کی الگ الگ (مختلف پہلوؤں سے) تفصیل (وضاحت) کر دی
= عَلٰی عِلْمٍ۔ یہ اللّٰہ کا حال بھی ہو سکتا ہے اور کِتٰبٍ کا بھی۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہوں گے "ہم نے اپنے علم کامل سے اس کی وضاحت کر دی۔ دوسری صورت میں معنی ہوں گے "ہم نے اس کی وضاحت کر دی ہے اور وہ تمام عُلُوم پر مشتمل ہے۔
= ھُدًی وَّرَحْمَۃً۔ حال ہے فَصَّلْنٰہُ کا۔ یعنی درآں حالیکہ وہ ہدایت اور رحمت ہے۔

۷:۵۳ = یَنْظُرُوْنَ ۔ ای یَنْتَظِرُوْنَ ۔ وہ انتظار کرتے ہیں ۔ یا انتظار کر رہے ہیں۔
= ھَلْ ۔ یہ حرف استخبار اور کبھی استفہام کے لئے آتا ہے ۔ قُلْ ھَلْ عِنْدَکُمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْہُ لَنَا (۶:۱۴۹) کہہ دو تمہارے پاس کوئی سند ہے (اگر ہے) تو اسے ہمارے سامنے لاؤ ۔ اور کبھی تنبیہ ۔ تبکیت یا نفی کے لئے بھی آتا ہے ۔ جیسے ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا (۱۹: ۶۵) بھلا تم اس کا کوئی ہمنام جانتے ہو۔
(نفی) ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۔ (۶۷: ۳) کیا تجھے کوئی شگاف نظر آیا۔
(نفی) ھَلْ ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔ (۲۱:۳) ھَلْ ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔ یہ شخص (کچھ بھی) نہیں ہے مگر تمہارے جیسا آدمی ہے۔
اللہ تعالیٰ کی قدرت پر تنبیہ اور اس کی سطوت پر تخویف ۔ ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ ان کو کسی بات کا انتظار نہیں مگر صرف اس کے اخیر نتیجہ کا انتظار ۔ کیا یہ اس کی دھمکی یا اس کی تعبیر کے سچ مچ وقوع پذیر ہوجانے کا انتظار کر رہے ہیں ۔ یعنی یہ کس بات کے منتظر ہیں ۔ کیا یہ انتظار کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو وعید آئی ہیں وہ فی الواقع انجام کار ٹھیک بیٹھتی ہیں یا نہیں (تنبیہ)
= یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ ۔ جس روز آجائے گا اس کا انجام ۔ یعنی جس دن اس کتاب کے وعدے وعید کے عواقب اور نتیجے ظاہر ہوں گے ۔
= نُرَدُّ ۔ ہم لوٹائے جائیں ۔ مضارع مجہول رَدٌّ مصدر ۔ (باب نصر)
= فَنَعْمَلَ ۔ تاکہ ہم عمل کریں ۔ مضارع منصوب بوجہ جواب استفہام صیغہ جمع متکلم ۔
= خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ۔ ملاحظہ ہو (۷: ۹)
= ضَلَّ عَنْھُمْ ۔ گم ہوگئے ان سے ۔ چھوڑ گئے ان کو ۔ (یعنی جو بہتان بازی وہ کیا کرتے تھے اور جن معبودانِ باطل کی وہ پرستش کیا کرتے تھے وہ ان کو چھوڑ گئے)
۷:۵۴ = اِسْتَوٰی عَلٰی ۔ اس نے قرار پکڑا ۔ وہ قائم ہوا ۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا ۔ متمکن ہوا ملاحظہ ہو (۲: ۲۹) اِسْتَوٰی کا یہ معنی نہیں کہ خداوند تعالیٰ عرش پر بیٹھ گیا ۔ کیونکہ مکان اور حلول سے پاک ہے ۔ اس کے استویٰ کی جو کیفیت ہے وہ ہمارے فہم سے بالاتر ہے۔
عرش کے معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰: ۳ ۔
= یُغْشِیْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَغْشٰی یُغْشِیْ (باب افعال متعدی بدو مفعول) یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ ۔ وہ رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے ۔ غَشِیَ یَغْشٰی (سمع) ۔ چھا جانا ۔ ڈھانک لینا۔

= حَثِيْثًا۔ دوڑتا ہوا۔ شتاب۔ جلد۔ حَثٌّ سے جس کے معنی کسی کام پر ابھارنے اور رغبت دلانے کے ہیں۔ فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ یعنی حَاثٌّ (رغبت کرتے ہوئے) یا بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنے مَحْثُوْثٌ (جسے رغبت دلائی گئی ہو) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جس کا استعمال سریع یعنی جلد اور شتاب کے معنی میں ہوتا ہے۔

= يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا۔ اگر یطلبہ کا فاعل لَيْل ہے تو یہ الّیل کا حال ہے یعنی وہ دن کو جلد پالینے کی کوشش میں ہے۔ اور اگر اس کا فاعل النھار ہے تو یہ النہار کا حال ہے یعنی دن رات کو جلد پالینے کی کوشش میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دونوں رات اور دن سرعت سے ایک اور دوسرے کے پیچھے پیہم رواں دواں ہیں۔

= مُسَخَّرَاتٍ۔ اسم مفعول جمع مؤنث مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر مادہ باب تفعیل۔ تابع تسخیر ہیں۔ زیر فرمان۔

= تَبَارَكَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ اور صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے۔ اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے

۷: ۵۵ = اُدْعُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم پکارو دَعْوَةٌ سے۔ باب نصر۔

= تَضَرُّعًا۔ عاجزی سے۔ گڑگڑا کر۔ بروزن تفعّل مصدر ہے۔

= خُفْيَةً۔ پوشیدہ۔ چھپا ہوا۔ یہاں بمعنی چپکے چپکے۔ آہستہ آہستہ

= مُعْتَدِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْتِدَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ حد سے آگے بڑھنے والے حد سے تجاوز کرنے والے۔

۷: ۵۶ = طَمَعًا۔ توقع۔ امید۔ رکھتے ہوئے۔

۷: ۵۷ = بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والی بُشُرٌ بروزن فُعُلٌ بَشِيْرَةٌ کی جمع ہے (ہوائیں آنے والی بارش کی خوشخبری دیتی ہیں)

= بَيْنَ يَدَيْ۔ بَيْنَ۔ درمیان۔ بیچ۔ جب اس کی اضافت اَيْدِي (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسے ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ م بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ (۷: ۱۷) پھر میں ضرور آؤں گا ان پر سامنے سے۔ یا اس کے معنی قبل (پہلے) کے ہوتے ہیں۔ مثلاً۔ آیۃ ہذا۔ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ۔ اس کی رحمت سے پہلے (یہاں رحمت سے مراد بارش ہے)

= اَقَلَّتْ۔ قلت اور کثرت اصل وضع کے لحاظ سے صفاتِ عدد سے ہیں جس طرح

کہ عِظَمٌ اور صِغَرٌ صفاتِ اجسام سے ہیں۔ بعدہٗ کثرت وقلت اور عظم وصغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور استعارہ استعمال ہونے لگا ہے۔ مثلاً۔ قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا (۷۳: ۲) رات کو قیام کرو مگر تھوڑی رات۔ اس میں قلیل کا استعمال تعداد کے لئے نہیں بلکہ وقت کی کمی کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔

باب (افعال) سے اِقْلَالٌ کے معنی قلیل پانے یا ہلکا سمجھنے کے ہیں۔ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا محض حکمی ہوتا ہے مثلاً اَقْلَلْتُ مَا اَعْطَیْتَنِیْ میں نے تمہارے دیئے کو حقیر سمجھا۔ اور کبھی اس شے کی قوت کے اعتبار سے ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں ہے۔ اِذَا اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا جب وہ بھاری بھاری پتھروں کو اٹھا لاتی ہے۔

یہاں اَقَلَّتْ کہہ کر اشارہ فرمایا ہے کہ وہ بادل جن کو اٹھا لاتی ہے اگرچہ فی نفسہٖ بھاری ہوتے ہیں لیکن ہوا کی قوت کے اعتبار سے نہایت ہلکے ہیں اَقَلَّتْ بمعنی حَمَلَتْ ہے۔

= سُقْنٰهُ۔ سَاقَ يَسُوْقُ۔ سَوْقٌ (باب نصر) سے ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم اسے ہانک لیجاتے ہیں۔ (ماضی بمعنی مضارع)

= لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ۔ ویران بستی۔ خشک وبے گیاہ علاقہ۔

= فَاَنْزَلْنَا بِهٖ۔ پھر ہم اس سے اتارتے ہیں۔

ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) یہ بَلَدٍ مَّيِّتٍ کی طرف بھی راجع ہو سکتا ہے اور معنی ہوں گے۔ ہم پانی کو ویران بستی پر اتارتے ہیں۔ (۲) یا یہ سحاب کے لئے ہے کہ ہم ان بادلوں سے پانی اتارتے ہیں۔

(۳) یا یہ سوق کے لئے ہے۔ کہ ہمارا ان کو ہانک کر لیجانا ویران بستی پر پانی برسانے کے لئے ہے

= اَخْرَجْنَا بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الماء کے لئے ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ یعنی یہ مثال تمہیں اس لئے دی ہے کہ اس سے تم یہ نصیحت قبول کر لو کہ اسی طرح وہ تم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دیگا اور قیامت وقوع ہو گی

۷: ۵۸ = خَبُثَ۔ وہ خبیث ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اَلَّذِیْ اسم موصول البلد کے لئے ہے یعنی وہ بستی جو خبیث اور خراب ہے۔

= نَكِدًا۔ اسم صفت منصوب۔ بے فائدہ۔ قلیل النفع۔ گھٹیا۔ شعر ہے ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش کلام نیست

در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

= نُصَرِّفُ۔ ہم مختلف طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔ ہم پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں۔
تَصْرِیْفٌ۔ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔

۷ : ۶۰ = اَلْمَلَاُ۔ اسم جمع۔ معرّف باللام۔ سرداروں کی جماعت۔ بڑے لوگوں کی جماعت۔
مَلَاَ یَمْلَاُ۔ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار چونکہ قوم کے دلوں کو اپنی خوبیوں اور محاسن سے بھر دیتے ہیں اس لئے انہیں مَلَاُ انہیں کہتے ہیں۔ مِلْأُ الْاَرْضِ زمین کی وسعتوں کو مق بھر بھر دینا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۱ : ۹۷)

۷ : ۶۱ = لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ۔ لَیْسَ۔ فعل ناقص۔ واحد مذکر غائب۔ بمعنی نہیں۔
ضَلٰلَةٌ۔ گمراہی۔ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ مجھ میں کوئی گمراہی نہیں ہے۔

۷ : ۶۲ = اُبَلِّغُكُمْ۔ بَلَّغَ یُبَلِّغُ تَبْلِیْغٌ (تَفْعِیْلٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ میں تم کو پہنچ ہوں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
= رِسٰلٰتِ۔ رِسَالَةٌ کی جمع۔ پیغامات۔

۷ : ۶۳ = عَلٰی رَجُلٍ۔ عَلٰی لِسَانِ رَجُلٍ۔ (تم میں سے) ایک شخص کی زبان سے یا اس کے ذریعہ سے۔

۷ : ۶۴ = عَمِیْنَ۔ عَمٍ کی جمع۔ بحالتِ نصب۔ عَمٍ۔ عَمًی سے بروزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یہ اصل میں عَمِیٌ تھا۔ چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا ی حذف ہو جاتا ہے۔ اس لئے یاء حذف ہوگئی۔ اور عَمٍ رہ گیا۔ حالت رفع میں جمع عَمُوْنَ آئے گ

۷ : ۶۵ = اِلٰی عَادٍ سے پہلے .. اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔ یہ عطف بھی ہوسکتا ہے نوح پر (آیہ ۵۹) عَادٍ سے مراد قوم عاد ہے۔ عاد حضرت نوح کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے۔ اس کی نسل اسی کے نام سے موسوم ہوئی۔
عاد بن عوص بن ارم بن شالح بن ارفخشذ بن سام بن نوح علیہ السلام۔

۷ : ۶۶ = سَفَاهَةٍ۔ سَفِهَ یَسْفَهُ (سَمِعَ) کا مصدر۔ بے عقلی۔ بے وقوفی۔ جہالت
= اَمِیْنٌ۔ امانت دار۔ معتبر۔ امن والا۔ اَمَانَةٌ اور اَمْنٌ سے۔ اسم فاعل کا صیغہ بھی ہے۔ اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فَعِیْلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔

۷ : ۶۹ = بَصْطَةً۔ بَسْطَةٌ۔ کشادگی۔ وسعت۔ کشائش۔ بسیط۔ کشادہ۔ وسیع
= اٰلَآءَ۔ اِلْیٌ کی جمع۔ احسانات۔ نعمتیں۔

۷ : ۷۰ = اَجِئْتَنَا۔ الف استفہامیہ۔ جِئْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ نا ضمیر

ع متکلم۔ کیا تم (اس لئے) ہمارے پاس آئے ہو۔
= نَذَرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل لِنَعْبُدَ) جمع متکلم۔ وَذْرٌ۔ مصدر (باب
بیعَ) درخور اعتنانہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دینا۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں
ف مضارع اور امر مستعمل ہیں۔ نذَرَ۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں۔
= بِمَا تَعِدُنَا۔ جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ وَعَدَ یَعِدُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر حاضر
صیغہ ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ تم ہمیں دھمکاتے ہو۔ وَعَدَ یَعِدُ۔ وعدہ کرنے کے لئے بھی آتا ہے
لیکن یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔
:۷۱ = وَقَعَ۔ واجب ہوگیا۔ لازم ہوگیا۔ (باب فتح) وُقُوْعٌ) مصدر وَقَعَ الشَّیْئُ مِنْ
یَدِیْ۔ چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْہِمْ۔ قول کا ان پر واجب ہونا۔ وَقَعَ الْحَقُّ۔ حق کا
ثابت ہونا۔ وَقَعَ الْاَمْرُ۔ کسی امر کا واقع ہونا۔ وقوع پذیر ہونا۔
= رِجْسٌ۔ عقوبت۔ عذاب۔ اَرْجَاسٌ۔ جمع۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔
= اَتُجَادِلُوْنَنِیْ۔ الف استفہامیہ۔ تُجَادِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر
واحد متکلم۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے۔ کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو۔
= مَا نَزَّلَ اللّٰہُ۔ میں مَا نافیہ ہے (نہیں اتاری اللہ نے ان ناموں کے لئے کوئی سند)
:۷۲ = دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا دُبُوْرٌ سے جس کا معنی پشت پھیرنے کے
ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
:۷۳ = اِلٰی ثَمُوْدَ۔ اِلٰی قَوْمِ ثَمُوْدَ۔ ثمود بن عاد بن ارم سام بن نوح علیہ السلام۔
= لَکُمْ اٰیَۃً۔ اَیْ اٰیَۃً لَّکُمْ نَاقَۃٌ کا حال ہے۔
= فَذَرُوْھَا۔ ف۔ پس۔ ذَرُوْا۔ امر صیغہ جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ سے (ملاحظہ ہو ۷۰:۷)
= لَا تَمَسُّوْھَا۔ اس کو مت چھوؤ۔ ای لَا تَضْرِبُوْھَا۔ لَا تعقروھا۔ اولا تطردوھا۔ اس کو
مت گزند پہنچاؤ۔
= فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ جواب نہی۔ اور اسی لئے مضارع منصوب ہے۔
:۷۴ = بَوَّاَکُمْ۔ تم کو جگہ دی۔ تَبْوِیَۃٌ (تَفْعِیْلٌ) سے جس کے معنی ٹھکانا دینے اور
حسب جگہ فروکش کرنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْبَوَاءُ۔ کے اصل معنی کسی
جگہ کے اجزار کا مساوی (سازگار موافق) ہونے کے ہیں۔ مَکَانٌ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں
اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّاْتُ لَہٗ مَکَانًا۔ میں نے اس کے لئے

جگہ کو ہموار اور درست کیا۔ آیۃ ہذا میں معنی یہ ہوگا: تم کو ٹھکانہ کے لئے عمدہ اور مناسب جگہ دی۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ۔ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔ یا تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳: ۱۲۱) ایمان والوں کو لڑائی کے لئے مورچوں پر (مناسب جگہ) متعین کرنے لگے۔

= تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا۔ ای تتخذون قصورًا من سهولها۔ اس کے میدانی علاقوں میں عالیشان محل بناتے ہو۔ سُهُوْلٌ سَهْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی نرم زمین کے ہیں جملہ کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نرم زمین سے (مٹی لے کر) محل تعمیر کرتے ہو۔

لیکن رَجُلٌ سَهْلِيٌّ کے معنی ہیں میدانی علاقہ کے رہنے والا آدمی۔

= تَنْحِتُوْنَ۔ نَحْتٌ (باب ضرب) سے۔ تم تراشتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

= لَا تَعْثَوْا۔ تم فساد نہ کرو۔ اَلْعَيْثُ وَالْعَثِيُّ (سخت فساد پیدا کرنا) دونوں تقریبًا ہم معنی ہیں لیکن عَيْثٌ کا لفظ زیادہ تر فساد حسّی کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اَلْعَثِيُّ حکمی یعنی ذہنی یا فکری فساد کے لئے آتا ہے۔ آیۃ ہذا میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ آیہ (۲: ۶۰) میں بھی یہ جملہ انہی معنوں کے لئے آیا ہے۔

۷: ۷۵ = اُسْتُضْعِفُوْا۔ وہ ضعیف سمجھے گئے۔ وہ کمزور خیال کئے گئے۔ استضعاف۔ (استفعال) سے ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔

۷: ۷۷ = فَعَقَرُوْا۔ پس انہوں نے کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

= عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی کی حد سے گذر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَتَا يَعْتُوْا عُتُوٌّ وَعِتِيٌّ۔ حکم عدولی کرنا۔ (باب نصر) ملاحظہ ہو ۴۴؛۵ - اور ۲۱:۲۵ -

۷: ۷۸ = الرَّجْفَةُ۔ الرَّجْفُ۔ اضطراب شدید کو کہتے ہیں۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ۔ زمین متزلزل ہوئی۔ یا جیسا کہ قرآن میں ہے۔ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جب زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے۔ الرَّجْفَةُ بمعنی زلزلہ۔ بھونچال۔ کپکپاہٹ۔ لرزش۔

= جٰثِمِيْنَ۔ جثم (باب ضرب۔ نصر) جَثْمٌ جُثُوْمٌ۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ اسی سے استعارہ کے طور پر آیہ ہذا میں استعمال ہوا۔ جس کے معنی ہیں: صبح کے وقت وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ یعنی منہ کے

بل گرے پڑے تھے۔
۷ : ۸۰ = وَلُوْطًا۔ ای وارسلنا لوطًا۔
= اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ = کیا تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو۔ ملاحظہ ہو ۷ : ۲۸
۷ : ۸۱ = مُسْرِفُوْنَ۔ اسم فاعل۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حد اعتدال سے یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ بے جا و بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ غرض حد حلال سے حد حرام کی طرف بڑھنے والے۔
۷ : ۸۳ = الْغَابِرِيْنَ۔ الْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے۔ اسی سے غُبْرَةٌ ہے۔ تھنوں میں باقیماندہ دودھ۔ غُبَارٌ وہ گردا جو قافلہ کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جاتا ہے۔ مٹی اڑنے کے بعد فضا میں باقی رہ جائے۔ لہٰذا۔ الغابِرِيْنَ پیچھے رہ جانے والے۔
۷ : ۸۴ = اَمْطَرْنَا۔ ہم نے برسایا۔ اِمْطَارٌ۔ برسانا۔ (باب افعال) مطر (نصر) (آسمان کا) بارش برسانا۔ مَطَرٌ۔ بارش۔ ابو عبیدہ کا قول ہے کہ مَطَرَ کا استعمال باران رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ کا نزول عذاب میں۔
۷ : ۸۵ = اَخَاهُمْ۔ ان کا بھائی۔ اس سے قبل اَرْسَلْنَا محذوف ہے۔
= اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وَفٰی یَفِیْ اِیْفَاءٌ۔ پورا کرنا۔ اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ (افعال) پورا کرنا۔ اَوْفٰی بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کیا۔ اَوْفَی الْکَیْلَ۔ پیمانہ پورا ناپنا۔ اَوْفُوا الْکَیْلَ۔ پیمانہ پورا ناپو۔
= اَلْکَیْلُ۔ غلہ سے پیمانہ بھرنا۔ پیمانہ سے غلہ ناپنا۔
= اَلْمِیْزَانَ۔ وَزْنٌ سے وزن کرنا۔ ای اَوْفُوا الْمِیْزَانَ۔ وزن کو پورا کرو۔ یعنی پورا پورا تولو۔
= لَا تَبْخَسُوْا۔ تم گھاٹا کر نہ دو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنی ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔
۷ : ۸۶ = لَا تَقْعُدُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ بیٹھو۔ تم نہ بیٹھا کرو۔ قُعُوْدٌ سے بمعنی بیٹھنا۔ (باب نَصَرَ)
= تُوْعِدُوْنَ۔ تم ڈراتے ہو۔
لَا تَقْعُدُوْا۔۔۔ تُوْعِدُوْنَ۔ تمام راستوں پر مت بیٹھو کہ لوگوں کو (شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے سے) ڈراؤ۔ یعنی شعیبؑ اور حق پر ایمان لانے کے تمام راستوں کو دھمکیوں اور

تہدید سے بندست کرو۔ کل طریق سے مطلب کل طریق من الحق والدین (حق اور دین کی طرف جانے والے تمام راستے)

= وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ ۔ (ای ولا تقعدوا بکل صراط تصدون عن سبیل اللّٰہ من اٰمن بہ ۔ ای ولا تمنعوا من یرید الایمان باللّٰہ ۔ اور جو اللّٰہ پر ایمان لانا چاہتا ہے اس کو خدا کی راہ سے روکنے کے لئے تمام راستے بندمت کردو۔

= تَبْغُوْنَهَا ۔ تم اس کو چاہتے ہو بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو کہ سبیل اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔

= عِوَجًا ۔ عوج ۔ کجی ۔ ٹیڑھا پن ۔

= لَا تَقْعُدُوْا ...... عِوَجًا ۔ یعنی راستہ پر ہو ابن کرمت بیٹھ جاؤ ۔ کہ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر خدا کی راہ سے روکے رکھو ۔ اور طریق حق میں مین میخ نکالتے رہو۔

پارہ
وَقَالَ الْمَلَأُ
(۹)
الاعراف والانفال

وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

۷:۸۸ = لَتَعُوْدُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم پھر آؤ گے ۔تم مڑ آؤ گے۔ تم پلٹ آؤ گے ۔ عَادَ یَعُوْدُ عَوْدًا (باب نصر) کسی شے سے پلٹنے کے بعد (پلٹنا خواہ بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم وارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کو کہتے ہیں ۔

= مِلَّتِنَا ۔ ہمارا مذہب ۔ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ۔ یا تمہیں واپس ہمارے دین میں لوٹ آنا ہوگا ۔ یہ خطاب کفار اور مشرکین کا حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے پیروؤں سے تھا۔ ان کے پیرو قبل ازیں مشرکین ہی کے مذہب سے تھے ۔ لہٰذا مشرکین کے مذہب میں واپس لوٹ آنے کا خطاب ان پیروکاروں سے ہے جو بذاتہٖ حضرت شعیبؑ نہیں ہے کیونکہ وہ تو کبھی بھی مشرکین کے دین پر نہ تھے)

= اَوَلَوْ كُنَّا كَارِهِيْنَ ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے واؤ برائے حال ۔ تقدیر کلام یوں ہے۔ اتعیدوننا فی ملتکم فی حال کراھتنا ومع کوننا کارھین ۔ کیا تم ہمیں اپنے دین کی طرف لوٹا دو گے حالانکہ ہمیں اس سے کراہت ہے ۔ نفرت ہے ۔

۷:۸۹ = اِفْتَرَيْنَا ۔ اِفْتِرَاءٌ ۔ سے ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے بہتان باندھا ۔

= قد افترینا ...... منھا ۔ تقدیر کلام یوں ہے ان عدنا فی ملتکم بعد اذ نجّٰنا اللّٰہ منھا قد افترینا علی اللّٰہ کذبا ۔ باوجود اس کے کہ اللہ نے ہمیں اس (تمہارے دین) سے ہمیں نجات بخشی ہے اگر ہم تمہارے دین کی طرف لوٹتے ہیں تو ہماری طرف سے یہ اللہ تعالیٰ پر صریحًا جھوٹا بہتان ہوگا

= وَمَا يَكُوْنُ لَنَا ۔ اور نہیں ہے (کوئی وجہ) ہمارے لئے ۔

= فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب ملت مشرکین کی طرف راجع ہے ۔

= اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ۔ یعنی ماسوائے اس کے کہ مشیت ایزدی ہی یہی ہو اور یہ ہمارا مقدر ہو چکا ہو ۔

= وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ تمیز۔ اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔
= اِفْتَحْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو فیصلہ کر دے۔ اَلْفَتَّاحُ۔ قاضی۔ فیصلہ کرنے والا۔ اَلْفَتَّاحَةُ حکومت۔ فَتْحٌ سے۔ فتحٌ کے معنی فتح ونصرت بھی ہیں۔
۷: ۹۱ = الرَّجْفَةُ۔ الزلزلة۔ زلزلہ۔ بھونچال۔ لرزش۔ کپکپاہٹ۔
= جٰثِمِیْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ منہ کے بل گرے ہوئے۔
۷: ۹۲ = لَمْ یَغْنَوْا فِیْھَا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ غِنًی مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا (گویا وہ کبھی بستے ہی نہ تھے) غَنَیْتُ بِالْمَکَانِ۔ میں مکان میں ٹھہرا۔ قیام کیا۔ غنی القوم فی دارھم۔ لوگوں نے اپنے گھروں میں مدت تک قیام کیا۔ مَغْنٰی۔ قیام گاہ۔
۷: ۹۳ = اٰسٰی۔ میں افسوس کروں۔ میں غمگین ہوں۔ میں غم کھاؤں۔ اَسًی سے (باب سمع) مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اٰسٰی اصل میں آءْسٰی تھا۔ دوسری ہمزہ الف میں بدل گئی۔ اٰسٰی ہو گیا۔
= کَیْفَ اٰسٰی۔ میں کیسے غم کھاؤں۔ میں کیوں غم کھاؤں۔
(یعنی اس قدر نصیحت و وعظ کے بعد ان کے مسلسل انکار اور ہٹ دھرمی کی جو ان کو یہ سزا ملی ہے وہ کسی رنج و ہمدردی کے مستحق نہیں ہیں)
۷: ۹۴ = اَلْبَأْسَآءِ۔ اسم مؤنث ہے بُؤْسٌ سے مشتق ہے۔ بَأْسٌ بُؤْسٌ اور بَأْسَآءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر وفاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔ اور اَلْبَأْسُ و اَلْبَأْسَآءُ جسمانی زخم۔ بدنی تکلیف جسمانی امراض اور نقصان کے لئے آتے ہیں۔
= الضَّرَّآءِ = ضرر سے وہ تکلیف مراد ہے جو فقر و حاجت سے ہوتی ہے۔ تکلیف۔ سختی تنگی۔ اَلْبَأْسَاءُ و اَلضَّرَّاءُ۔ دونوں اسم مؤنث ہیں ان کا مذکر نہیں آتا۔
= یَضَّرَّعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَضَرُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اصل میں یَتَضَرَّعُوْنَ تھا۔ ت کو ض میں مدغم کر دیا گیا۔ (تاکہ وہ زاری کریں۔ عاجزی کریں)
۷: ۹۵ = السَّیِّئَةَ اصل میں سَوْأَةٌ تھا واؤ کو ی سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا ہے بمعنی برائی۔ خطا کاری۔ گناہ۔ فعل بد۔ ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً ناگواری اور تکلیف کا باعث بنے۔ زبوں حالی۔ یا مصیبت یا سختی۔
= الحسنة۔ السیئة کی ضد ہے ہر وہ شی جو فی نفسہٖ یا نتیجۃً آسائش۔ فرحت واطمینان کا باعث بنے۔ نیکی۔ نیکوکاری۔ خوشحالی۔ سلامتی۔

= عَفَوْا ۔ عَفَا یَعْفُوْا (نصر) وہ بڑھ گئے ۔ وہ زیادہ ہوگئے ۔ عَفْوٌ سے جس کے معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ عَفَوْا ۔ ای کثروا فی انفسھم واموالھم ۔ مال وجان میں کثرت ہونا۔

= السَّرَّآءِ ۔ نعمت ۔ فراخی ۔ خوشی ۔ اصل میں حالت شادمانی کا نام سرا ہے۔

= بَغْتَةً ۔ اچانک ۔ ایک دم ۔ یکایک ۔ دفعۃً ۔

= آیات ۹۴ ۔ ۹۵ میں بعض کے نزدیک نَبِیٍّ کے بعد فَکَذَّبُوْهُ محذوف ہے ۔ یعنی ہم نے جب کبھی کسی بستی میں نبی بھیجا۔ تو انہوں نے اسے جھٹلایا۔ تو ہم نے ان کو محتاجی اور بیماری میں پکڑ لیا۔

لیکن بعض کے نزدیک یَضَّرَّعُوْنَ کے بعد اضمار ہے ۔ یعنی ولکن لم یَضَّرَّعُوا محذوف ہے کہ ہم نے ان پر محتاجی اور بیماری عائد کردی کہ وہ سرکشی سے باز آئیں ۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ تو ہم نے ان کو دوسرا موقع دیا اور ان کی تنگی اور بیماری کو فراخی اور مال وجان کی کثرت میں بدل دیا۔ کہ شاید اب اللہ کی طرف جھکیں گے اور ہمارے رسولوں کا اتباع کریں گے ۔ لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو اچانک سزا کے طور پر ہم نے ان کو اپنی گرفت میں جکڑ دیا

۷ : ۹۷ = اَمِنَ ۔ وہ بے خوف ہوگیا ۔ وہ نڈر ہوگیا ۔ اَمْنٌ سے (باب سمع) ماضی واحد مذکر غائب ۔ اَمْنٌ بمعنی امن ۔ بے خوفی ۔ دلجمعی ۔

= بَأْسُنَا ۔ ہمارا عذاب ۔

= بَيَاتًا ۔ رات کے وقت ۔ راتوں رات ۔

۷ : ۹۸ = ضُحًى ۔ چاشت کے وقت ۔ دوپہر کے وقت ۔

۷ : ۹۹ = مَكْرٌ ۔ چال ۔ اَلْمَكْرُ کے معنی کسی شخص کو حیلہ کے ساتھ اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں ۔ اگر اس سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو محمود ہوتا ہے اور اگر اس سے کوئی برا فعل مقصود ہو تو مذموم ہوتا ہے ۔

اور جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو یہ محمود ہے ۔ جیسے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝ (۳ : ۵۴) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے ۔ اور وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ (۳۵ : ۴۳) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر ہوتا ہے

۷ : ۱۰۰ = لَمْ يَهْدِ ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ ۔ هِدَايَةٌ مصدر ۔ باب ضرب ۔ اصل میں يَهْدِىْ تھا ۔ لَمْ کی وجہ سے مضارع بمعنی ماضی ہوا ۔ کیا ہدایت نہیں کی ۔ کیا موجب ہدایت نہیں ہوا ۔

جب لازم کو حرف ب۔ یا حرفِ جر لگا کر متعدی بنایا جائے تو معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً ذَھَبَ گیا ذَھَبَ بِہٖ لے گیا۔ موجودہ صورت میں ھَدٰی یَھْدِیْ پر اللام حرف صلہ لایا گیا ہے یَھْدِیْ لِ ۔ واضح کرنا۔

= اَوَلَمْ یَھْدِ لِلَّذِیْنَ ...... بِذُنُوْبِھِمْ۔ کیا ان لوگوں کو جو سابق اہل زمین کے بعد زمین کے وارث ہوئے ہیں اس امرواقعی نے واضح نہیں کردیا۔ کہ اگر ہم چاہیں تو ان کے قصوروں پر انہیں پکڑ سکتے ہیں۔

= وَنَطْبَعُ ...... لَا یَسْمَعُوْنَ۔ اگر یہ جملہ پہلے پر عطف ہے تو مطلب یہ ہوگا:۔

" اور ہم ان کے دلوں پر مہر لگا سکتے ہیں کہ وہ کچھ سنیں ہی نہیں۔

اور اگر یہ نیا جملہ ہے تو اس کا معنی ہوگا۔ (اگر یہ حقائق سے سبق نہ سیکھیں گے تو) ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ وہ کچھ سُن ہی نہ سکیں۔ (انسان دھیان دے کر نصیحت تبھی سنتا ہے اگر اُس کا دل اثر قبول کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔ اگر دل پر مہر لگی ہوئی ہے تو پھر سنتا کون ہے)

۷: ۱۰۱ = اَنْۢبَآئِھَا۔ اَنْۢبَآءُ۔ نَبَاٌ کی جمع ہے۔ خبریں۔ نَبَاٌ۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظنِ غالب حاصل ہو۔ جس خبر میں یہ باتیں نہ ہوں اس کو نبأ نہیں کہتے۔ کوئی خبر اس وقت تک نَبَأ کہلانے کی مستحق نہیں ہوتی جب تک کہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور اللہ کے رسول نے بیان فرمایا ہو۔

= ھَا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب القُرٰی کی طرف راجع ہے۔ بستیوں سے یہاں مراد حضرت نوح۔ لوط۔ ہود۔ شعیب علیہم السلام کی قوموں کی بستیاں ہیں۔

= فَمَا کَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا۔ لام تاکید کے لئے۔ اور ہرگز نہ ہوا یہ کہ وہ ایمان لاتے۔ یعنی وہ ہرگز ایمان نہ لائے۔ (اس پر جس کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے) نیز ملاحظہ ہو ۷: ۸۹۔

۷: ۱۰۲ = مَا وَجَدْنَا ..... مِنْ عَھْدٍ۔ اور ہم نے ان میں سے اکثر کو عہد کا پابند نہ پایا۔ مَا نافیہ ہے ۔

= اِنْ۔ مخففہ ہے اِنَّ سے۔ اِنَّا وَجَدْنَا ضرور پایا ہم نے۔

= فَاسِقِیْنَ۔ حکم عدولی کرنے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانیوالے

۷: ۱۰۳ = فَظَلَمُوْا بِھَا۔ فکفروا عنھا۔ انہوں نے ان آیات سے انکار کردیا۔ ظلم کہتے ہیں کسی شے کو اس کی مخصوص جگہ سے ہٹا کر نقصان کے ساتھ یا زیادتی کے ساتھ یا وقت بدل کر یا جگہ بدل کر بے جگہ رکھ دینے کو۔ یہاں ظلم اس لئے استعمال ہوا کہ بجائے ان آیات پر ایمان لانے کے انہوں نے انکار کردیا۔

۷: ۱۰۵ == حَقِيْقٌ - سزاوار۔ لائق۔ ثابت۔ قائم۔ حَقٌّ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ حقٌّ کے اصل معنی مطابقت اور موافقت کے ہیں جیسے کہ دروازے کی چول اپنے گڑھے میں۔ اس طرح میں فٹ آجاتی ہے کہ وہ استقامت کے ساتھ اس میں گھومتی رہتی ہے۔

لفظ حق کئی طرح پر استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے۔ اس معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ (۶: ۶۲) پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس بلائے جائیں گے۔

۲:۔ ہر وہ چیز جو مقتضائے حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو۔ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل برحق ہے۔ مثلاً مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ۔ (۱۰: ۵) (اس نے سورج چاند کو منور بنایا۔ ان کی منزلیں مقرر کیں) یہ سب کچھ اس نے حکمت کے تقاضوں کے عین مطابق پیدا کیا

۳:۔ کسی چیز کے بارہ میں اس طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ بعث۔ ثواب۔ عقاب اور جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے۔

۴:۔ وہ قول یا عمل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر اس کا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار میں جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے۔ چنانچہ قرآن میں آیا ہے:۔

وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا۔ یا حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ۔ (۳۲: ۱۳) میری طرف سے یہ بات طے پا چکی ہے کہ میں دوزخ بھر دوں گا.....

حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ - حق یہی ہے کہ۔ (میرے لئے) واجب یہی ہے کہ۔ (میرے لئے) سزاوار یہی ہے۔

۷: ۱۰۷ == اَلْقٰى۔ اَلْقٰى يُلْقِيْ اِلْقَآءٌ (افعال) ماضی واحد مذکر غائب اس نے زمین پر پھینکا

== فَاِذَا۔ اذا یہاں دفعۃً۔ ناگہاں۔ فورًا۔ کے معنوں میں آیا ہے۔ ویسے اس کا معنیٰ جب اس وقت۔ بھی ہے۔

== ثُعْبَانٌ۔ بہت بڑا سانپ۔ اژدھا۔ اسم ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے

== مُبِيْنٌ۔ صاف۔ ظاہرًا۔ کھلا۔ سچ مچ کا۔

۷: ۱۰۸ == نَزَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب فتح) نَزْعٌ سے باہر نکالا۔

== بَيْضَآءُ۔ سفید۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث بَيَاضٌ سے۔ اس کی جمع بِيْضٌ ہے

اور مذکر اَبْيَضُ ہے۔

۷ : ۱۱۱ — اَرْجِہْ ۔ اَرْجِئْہُ تو اس کو ڈھیل دے۔ تو اسے مہلت دے اِرْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ڈھیل دینے یا مہلت دینے کے ہیں یا ملتوی کرنے کے۔ رجاء مادہ۔ اَرْجِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب

آیات ۱۰۹- ۱۱۰- ۱۱۱- میں مختلف اقوال ہیں

(۱) اِنَّ هٰذَا سے لے کر فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ تک سردارانِ قوم فرعون کا کلام ہے اور خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے۔

(۲) یہ کلام سردارانِ قوم فرعون کا ہے لیکن خطاب فرعون سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ برائے تعظیم لایا گیا ہے

(۳) اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک سردارانِ قوم کا خطاب فرعون سے ہے اور فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ فرعون کا خطاب سردارانِ قوم سے ہے کہ تم کیا مشورہ دیتے ہو۔

اسی طرح آیت ۱۱۱ میں قَالُوْا کے متعلق مختلف صورتیں ہیں۔

(ا) اگر خطاب جملہ حاضرین دربار سے ہے تو جمع مذکر غائب کی ضمیر ان حاضرین کی طرف راجع ہے۔

(ب) اگر خطاب سرداران کا فرعون سے ہے (نمبر ۲ مذکورہ بالا) تو قَالُوْا سے مراد انہی سرداروں سے ہے۔ جنہوں نے خطاب کے بعد فرعون کو از خود تجویز پیش کی۔

(ج) مذکورہ، نمبر ۳ کی صورت میں ضمیر فاعل سرداروں کی طرف راجع ہے۔

مندرجہ بالا صورتوں میں نمبر ۲ - اور (ج) سے عبارت زیادہ واضح ہو جاتی ہے

علاوہ ازیں ایک اور امر حل طلب ہے وہ یہ ہے کہ آیات نمبر ۱۰۹- ۱۱۰- میں اِنَّ هٰذَا سے لے کر مِنْ اَرْضِكُمْ تک کلام سردارانِ قومِ فرعون کی طرف منسوب ہے لیکن سورۃ الشعراء (۲۶ : ۳۴-۳۵) میں یہ خطاب فرعون کی طرف سے سرداران کو ہے۔ عبارت یوں ہے قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ (۳۵) لیکن حقیقت میں ہر دو میں کوئی اختلاف یا تضاد نہیں ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات دیکھ کر جب ناظرین (فرعون اور اس کے سرداران و دیگر حاضرین) بھونچکے رہ گئے تو باہمی چہ میگوئیوں میں یہ خدشہ ہر ایک کے دل میں تھا جو وہ اپنی اپنی زبانوں سے ادا کرنے لگے کہ یہ تو بڑا ماہر جادوگر معلوم دیتا ہے جس کا ارادہ اپنے جادو کے زور سے قبطیوں کو ان کے ملک سے باہر نکالنے اور حکومت پر خود قبضہ کرنے کا ہے۔

= اَلْمَدَآئِنِ ۔ مَدِيْنَةٌ کی جمع ۔ مدینہ کی جمع مُدُنٌ بھی ہے۔ معرف باَل

= حٰشِرِیْنَ ۔ ہرکارے اکٹھے کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ حَاشِرٌ واحد
۷:۱۱۲ = یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ۔ کہ وہ لے آئیں تمہارے پاس تمام سرکردہ ماہر جادوگروں کو
۷:۱۱۳ = اَلسَّحَرَةُ ۔ جادوگر۔ اس کی واحد سَاحِرٌ ہے۔
۷:۱۱۵ = اِمَّا ۔ یہ کئی معنی دیتا ہے۔
(۱) حرف تفصیل ہوتا ہے جیسے اِنَّا هَدَیْنٰهُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۔(۷۶:۳)
ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا۔ اب وہ شکرگذار بندہ بنے یا ناشکرا۔
(۲) شک وابہام کے موقع پر بھی آتا ہے جیسے جَآءَ اِمَّا زَیْدٌ وَاِمَّا عَمْرٌو ۔ یا تو زید آیا ہے یا عمرو
گویا یہ معلوم نہیں کہ ان دونوں میں سے کون آیا ہے۔
(۳) اباحت اور تخییر کے معنی بھی دیتا ہے۔ جیسے آیۂ ہذا۔ نیز ملاحظہ ہو (۷:۳۵)
۷:۱۱۶ = وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ ۔ انہوں نے ان کو ڈرایا۔ دہشت زدہ کردیا۔ اِسْتِرْهَابٌ (استفعال)
سے ماضی جمع مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الناس کے لئے ہے
الرَّهْبُ ۔ الرَّهْبَةُ ۔ ایسے خوف کو کہتے ہیں جس میں احتیاط اور اضطراب بھی ہو جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ
رَهْبَةً (۵۹:۱۳) تمہاری ہیبت تو (ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے) بڑھ کر ہے۔
۷:۱۱۷ = تَلْقَفُ ۔ وہ نگل جاتی ہے۔ وہ نگل جائے گی۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی وہ نگل گئی (باب
سَمِعَ) لَقْفٌ سے جس کے معنی پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں خواہ منہ میں نگلنے کی صورت
میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔
= یَاْفِكُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ سے (باب ضرب) جس کو وہ پلیٹ رہے تھے۔
جس کو وہ جھوٹے طور پر بنا رہے تھے۔ اِفْكٌ جھوٹ۔
۷:۱۱۹ = هُنَالِكَ ۔ اسم ظرف زمان ومکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔
= صٰغِرِیْنَ ۔ ذلیل۔ بےعزت۔
۷:۱۲۰ = اُلْقِیَ ۔ وہ ڈالا گیا۔ وہ پھینک دیا گیا۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حقیقت کو دیکھ کر وہ اس طرح بے اختیار سجدہ میں گر گئے گویا کسی بیرونی
طاقت نے ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔
امام رازیؒ نے لکھا ہے کہ وہ اس طرح فوراً سجدہ میں گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی بیرونی طاقت نے
پکڑ کر ان کو سجدہ میں گرا دیا ہے۔
سورۂ ھود میں ہے وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ یُهْرَعُوْنَ اِلَیْهِ ۔(۱۱:۷۸) اور اس کی قوم کے

لوگ دوڑتے ہوئے اس کے پاس آنے (یعنی وہ یوں دوڑ کر آئے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کو پیچھے سے کوئی ہانک کر بھگائے لا رہا ہے۔ یعنی ان کی شدت جذبات اور سرعت کار سے یوں نظر آرہا تھا کہ ان کو اس فعل پر مجبور کیا جا رہا ہے۔ اس اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے

۷:۱۲۳ = مَكْرٌ۔ چال۔ نیز ملاحظہ ہو ۷:۹۹۔

۷:۱۲۴ = لَأُقَطِّعَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔
میں ضرور ضرور کاٹوں گا۔ تَقْطِيعٌ (تفعیل) سے جس کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے ہیں قطع کا لفظ ہر قسم کی چیز کے جدا کرنے کے لئے آتا ہے خواہ مادّی ہو یا غیر مادّی۔

= مِنْ خِلَافٍ مختلف طرفوں سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= لَأُصَلِّبَنَّكُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ میں تم کو ضرور سولی چڑھاؤنگا تَصْلِيبٌ (تَفْعِيلٌ) سے۔ جس کے معنی سولی چڑھانا کے ہیں۔ صَلِيبٌ۔ سُولی۔

۷:۱۲۶ = تَنْقِمُ۔ تو بیر کرتا ہے۔ تو انکار کرتا ہے۔ تو عیب دیتا ہے۔ تو ناپسند کرتا ہے (باب ضَرَبَ سَمِعَ) نَقْمٌ سے جس کے معنی غصہ ہونے۔ ناپسند کرنے اور انکار کرنے کے ہیں خواہ اس کا اظہار زبان سے ہو یا سزا دے کر۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ مَا استفہامیہ ہے۔

= اَفْرِغْ عَلَيْنَا۔ تو ہم پر بہا دے۔ تو انڈیل دے۔ دہانہ کھول دے۔
اِفْرَاغٌ (اِفْعَالٌ) جس کے معنی بہانا یا دہانہ کھولنے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ یہاں ایک مادی چیز کے طور پر صبر کے بہانے اور دہانہ کھولنے کا سوال کیا جا رہا ہے۔ یعنی صبر ان پر اس طرح بہایا جائے کہ وہ سب پہ چھا جائے گویا صبر بمنزلہ ظرف کے ہو اور مانگنے والے بمنزلہ مظروف فیہ کے۔

۷:۱۲۷ = تَذَرُ۔ تو چھوڑتا ہے۔ تو چھوڑے گا۔ وَذْرٌ سے۔ اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں

= يَذَرَكَ۔ وہ تجھے چھوڑ دیتا ہے اس میں فاعل حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور ك ضمیر مفعول فرعون کے لئے ہے۔

= قَاهِرُوْنَ۔ غالب۔ مسلّط۔

۷:۱۲۹ = اُوْذِيْنَا۔ ہم کو ستایا گیا۔ ہم کو سزا دی گئی۔ اِيْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) ماضی مجہول جمع متکلم اٰذٰى ماضی معروف۔ اُوْذِيَ۔ ماضی مجہول اَذًى۔ مادہ
فَيَنْظُرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب نَصَرَ) کہ وہ دیکھے۔

۷:۱۳۰ = سِنِيْنَ۔ قحط۔ سال۔ برس۔ سَنَةٌ کی جمع۔ قحط سالی۔

= نَقْصٍ۔ مصدر۔ کم کرنا۔ اسم کمی۔ (باب نَصَرَ)

۷ : ۱۳۱ = لَنَا هٰذِہٖ۔ یہ ہمارا حق تھا۔ اس کے ہم مستحق تھے۔
= تُصِبْهُمْ۔ ان کو پہنچے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) کسی کو تکلیف کا آلینا۔ تکلیف پہنچنا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔
= یَطَّیَّرُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَطَیُّرٌ (تفعّل) سے اصل میں یَتَطَیَّرُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ یَتَطَیَّرُوْا ہوگیا۔ تَ کو ط میں مدغم کرکے ط کو مشدد کردیا یَطَّیَّرُوْا ہوگیا۔ معنی وہ برا شگون لیتے تھے۔ وہ بدشگونی کرتے تھے۔ یَتَطَیَّرُوْا بِمُوْسٰی وَمَنْ مَّعَہٗ۔ حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بدشگون ٹھہراتے۔
= طٰٓئِرُھُمْ۔ ان کا شگونِ بَد۔ ان کی فالِ بَد۔ ان کی بُری قسمت۔ ان کی نحوست۔ ان کی نامبارکی اصل میں۔ طائر کے معنی اڑنے والا کے ہیں۔ طَارَ یَطِیْرُ طَیَرَانٌ کا استعمال اسی معنی میں ہوتا ہے لیکن عرب جاہلیت کا معمول تھا کہ جب وہ کسی اہم کام کا ارادہ کرتے تو پرندوں کو للکارتے اور ان سے فال لیتے۔ اگر پرندے دائیں سے بائیں نکل جاتے تو اسے برا سمجھتے اور منحوس تصور کرتے اور پھر اس کام کو نہ کرتے۔ چنانچہ اس طرح اس کا استعمال پرندوں سے برا شگون لینے کے معنی میں ہونے لگا۔ پھر ہر اس شے کے لئے کہ جس سے بدفالی لی جائے۔ یا اسے منحوس سمجھا جائے اس کا استعمال ہونے لگا۔

الغرض چونکہ عرب پرندے کو شوم اور نحوست کی دلیل سمجھتے تھے اس لئے مدلول کو دلیل کا نام دے کر خود طائر اور طیر کو شوم سے موسوم کردیا۔ طائر کا استعمال حصہ اور نصیب میں بھی کرتے ہیں۔
= عِنْدَ اللّٰہِ۔ مِنْ جَانِبِ اللّٰہِ۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ (امکافاتِ عمل کے قانون کے مطابق ان کے نصیب میں کردیتا ہے)

۷ : ۱۳۲ = مَھْمَا۔ جو کوئی بھی۔ جو کچھ بھی۔ جب کبھی۔ مَھْمَا تَفْعَلْ اَفْعَلْ۔ جو کچھ تم کروگے بس بھی کروں گا۔

مَھْمَا تَاْتِنَا مِنْ اٰیَۃٍ۔ تو کوئی بھی نشانی لائے گا۔ تو جب کبھی بھی کوئی نشانی لائے گا۔
زمخشری رح نے اس آیت کی تشریح میں لکھا ہے کہ بِہٖ کی ضمیر لفظ کی رعایت سے اور بِھَا کی مؤنث ضمیر معنی کے لحاظ سے لائی گئی ہے۔ ہر دو میں ضمیر آیۃ کی طرف راجع ہے۔

۷ : ۱۳۳ = اَلْجَرَادَ۔ اسم جنس۔ ٹڈی۔ ملخ۔ جَرَادَۃٌ واحد۔ اَلْقُمَّلَ۔ اسم جنس۔ غلہ کو کھاجانیوالا بیڑا۔ چیچڑی کی جنس سے۔ جوئیں۔ اَلضَّفَادِعَ۔ مینڈک۔ جمع۔ اس کی واحد ضِفْدَعٌ ہے۔

= مُفَصَّلٰتٍ۔ اسم مفعول ۔جمع مؤنث ۔ تَفْصِيْلٌ۔ مصدر۔ جُداجُدا۔ کھلی ہوئی۔ واضح
۷:۱۳۴ = اَلرِّجْزُ۔ عقوبت ۔بلا۔ عذاب ۔کپکپا دینے والا۔ اور لرزا دینے والا عذاب
= اُدْعُ۔ تو مانگ ۔ تو دعا کر۔ تو بلا۔ (باب نَصَرَ) دَعْوَۃٌ سے ۔امر۔ واحد مذکر حاضر۔
= بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ۔ اس عہد کے واسطے سے جو اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔
= كَشَفْتَ عَنَّا۔ تو نے ہم پر سے ہٹا دیا۔
۷:۱۳۵ = اِلٰٓى اَجَلٍ۔ ایک مقررہ مدت کے لئے۔ ایک مقررہ مدت تک۔
= هُمْ بٰلِغُوْهُ۔ جس کو انہوں نے مکمل کرنا ہی تھا۔ اس مدت تک انہوں نے پہنچنا ہی تھا۔
یعنی جب ان کو لامحالہ عذاب عظیم آنا ہی تھا۔

یہ عذاب عظیم ان کا دریائے قلزم میں غرق ہونا تھا۔ ان کو جو مہلت دی گئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا کے نتیجہ میں وہ ایک مقررہ وقت تک تھی اور وہ وقت مقررہ ان کی غرقابی کا وقت تھا۔ اس وقت تک ان کا زندہ رہنا بہرکیف ان کا مقدر تھا۔ اور اس درمیانی عرصہ کے لئے ان کو پہلے عذاب سے (یعنی جراد۔ قمل ۔ضفادع ۔ دم سے) نجات دی گئی۔ اس وقت مقررہ کو وہ پہنچنے والے تھے کہ انہوں نے پھر توبہ کا عہد جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا توڑ دیا۔ اور وہ اس طرح اپنی کرتوت پر غرقابی کے عذاب کے مستحق ہو گئے اور کیفر کردار کو پہنچ گئے۔

= اِذَا۔ یکلخت ۔ نیز ملاحظہ ہو ۷:۱۰۷۔
= يَنْكُثُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَكْثٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑنے لگتے ہیں ۔ وہ توڑ دیتے ہیں ۔
۷:۱۳۶ = فَانْتَقَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم ۔پس ہم نے انتقام لیا۔ بدلہ لیا۔
= اَلْيَمِّ۔ اسم جنس۔ دریا۔ يَمٌّ۔ مصدر۔ دریا میں ڈالنا۔ دریا کا ساحل پر چڑھ آنا۔
۷:۱۳۷ = كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ۔ جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔ جسے حقیر و ذلیل سمجھا جاتا تھا۔ یعنی بنی اسرائیل۔ ماضی استمراری مجہول۔
= مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا۔ زمین کے شرق و غرب کا۔ ارض سے مراد یہاں مصر و شام کے دونوں ملک ہیں۔ والارض ھی ارض الشام والمصر۔ (قرطبی)
= كَلِمَةُ الْحُسْنٰى۔ وعدۂ خیر۔ و ھی وعد ھم بالنصر علی عدو ھم والتمکین فی الارض من بعد ھم۔ ان کے دشمنوں پر فتح و نصرت ۔اور ان کے بعد ملک میں اقتدار کا وعدہ۔
= دَمَّرْنَا۔ ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے خراب کر دیا۔ ہم نے اکھیڑ مارا۔ تَدْمِيْرٌ (تفعیل) سے

ماضی جمع متکلم۔
= کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ہ (باب ضَرَبَ۔ نَصَرَ) جو بلند عمارتیں وہ بنایا کرتے تھے۔ جن عمارتوں کو وہ اونچا بناتے تھے۔ جو چھتریاں وہ بناتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عَرْشٌ۔ مصدر۔ لکڑیوں کی چھتری بنانا۔ مکان بنانا۔ تَعْرِیْشُ الْبَیْتِ۔ گھر کی چھت بنانا۔
۷ : ۱۳۸ = جٰوَزْنَا۔ جَاوَزَ۔ یُجَاوِزُ مُجَاوَزَۃٌ۔ پار کرنا۔ آگے گذر جانا۔ یا پار کرانا۔ پار اتارنا ہم نے پار کرا دیا۔ ہم نے پار اتار دیا۔ جَوْزٌ سے جس کے معنی وسط کے ہوتے ہیں۔ جَوْزُ الطَّرِیْقِ راستے کا وسط۔ جَاوَزَہٗ۔ کسی چیز کے وسط سے آگے گذر جانا۔ فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ھُوَ (۲ : ۲۴۹) پھر جب وہ (حضرت طالوت) اس دریا کے وسط سے آگے گذر گئے۔ یعنی پار ہو گئے۔ آیۃ ہذا میں:۔ ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر سے پار کر دیا۔ جائز۔ جوانہ۔ جائزہ۔ مجاز۔ سب جَوْزٌ سے مشتق ہیں
= فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ۔ تو ان کا ایک قوم پر گذر ہوا۔ وہ ایک قوم پر جا نکلے۔
= یَعْکُفُوْنَ۔ عَکَفَ یَعْکُفُ (باب نَصَرَ) عُکُوْفٌ سے جس کے معنی تعظیماً کسی چیز پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔
شریعت کی اصطلاح میں الاعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا۔ یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ۔ اپنے بتوں کی عبادت میں مگن بیٹھے رہتے تھے۔
۷ : ۱۳۹ = ھٰٓؤُلَآءِ۔ قوم کی طرف اشارہ ہے
= مُتَبَّرٌ۔ اسم مفعول۔ واحد۔ تَتْبِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ٹوٹ جانے والا۔ ٹوٹا ہوا۔ تباہ برباد۔ ہر ٹوٹے ہوئے برتن کو بھی مُتَبَّرٌ کہتے ہیں۔
تَبَارٌ۔ ہلاکت۔ مِتْبَر۔ کلہاڑا۔ (جس سے ہلاک کیا جا سکتا ہے)۔ قرآن میں ہے وَلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا (۱۷ : ۷) اور جس چیز پر غلبہ پاویں اسے تباہ کر دیں۔
وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا (۷۱ : ۲۸) اور ظالم لوگوں کے لئے اور زیادہ تباہی لا۔
= مَا ھُمْ فِیْہِ۔ جس (کام) میں وہ لگے ہوئے ہیں۔ (وہ ہلاک و برباد ہونے والا ہے)
۷ : ۱۴۰ = اَبْغِیْکُمْ۔ میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ اَبْغِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ کُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔
۷ : ۱۴۱ = اِذْ بمعنی اُذْکُرُوْا۔ یاد کرو۔
= یَسُوْمُوْنَکُمْ۔ وہ تم کو تکلیف دیتے تھے۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَوْمٌ۔ مصدر۔

نیز ملاحظہ ہو۔ ۲: ۴۹ اور ۳: ۱۴۔
= بَلَاۤءٌ۔ آزمائش۔ مصدر ہے۔ جب باب نَصَرَ سے ہو تو بمعنی آزمائش۔ آتا ہے۔ اور جب باب سمع سے آئے تو بمعنی زائل ہونا۔ بوسیدہ ہونا آتا ہے۔ جیسے ھَلْ اَدُلُّكَ عَلٰی شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَ مُلْكٍ لَّا یَبْلٰی۔ (۲۰: ۱۲۰) کیا میں تم کو ایک ایسا درخت نہ بتاؤں جو ہمیشہ ہے اور ایسی بادشاہت جو کبھی زائل نہ ہو۔
۷: ۱۴۲ = فَاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ اور پورا کیا ہم نے ان (تیس راتوں) کو (مزید) دس راتوں سے۔
= فَتَمَّ۔ پس تمام ہوا۔ یعنی پورا ہوگیا۔
= مِیْقَاتُ۔ ظرف زمان۔ مقررہ وقت۔ میعاد۔ وہ میعاد وقت جس میں مقررہ کام کیا جائے۔ امام راغب نے اس کو اسم آلہ (بروزن مفعال) کہا ہے۔
= اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً۔ چالیس راتیں۔ یہی مدت چلہ کشی کی اصل ہے۔ وضاحت کے لئے کتب تفسیر کی طرف رجوع کریں۔
۷: ۱۴۳ = اَرِنِیْۤ۔ ای ادنی ذاتك او نفسك۔ مجھے اپنی ذات اقدس دکھائیں۔
= اَنْظُرْ اِلَیْكَ۔ کہ میں تجھے دیکھ سکوں۔ تیرا دیدار کر سکوں۔
= اِسْتَقَرَّ۔ وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا۔ استقرار (استفعال) سے جس کے معنی ٹھہرے رہنے اور قرار پکڑنے کے ہیں۔
= تَجَلّٰی۔ اس نے تجلی کی۔ وہ روشن ہوا۔ وہ ظاہر ہوا۔ وہ جلوہ افروز ہوا۔ تَجَلِّیٌ سے جس کے معنی ہویدا اور ظاہر ہونے کے ہیں ماضی واحد مذکر غائب۔ باب تفعل۔
= دَكًّا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھاکر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر ہموار کرنا۔ دَكٌّ سے جس کا معنی ہموار اور نرم زمین کے ہیں۔ چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔ دَكَّةٌ (باب نصر) مصدر۔
= خَرَّ۔ وہ گر پڑا۔ خَرٌّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔
= صَعِقًا۔ بے ہوش۔ صَعِقَ یَصْعَقُ۔ صَعِقٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
صَعِقٌ۔ قرآن میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً:۔
(۱) فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ۔ (۳۹: ۶۸) تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

(۲) نَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۔ (۱۳:۴۱) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔
(۳) وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار میں سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے (بجلی کی کڑک) اور کبھی وہ عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔
قتادہ نے یہاں موت کے معنی ہی لئے ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ یہاں بیہوشی اور غشی مراد ہے (لیکن یہ بھی نیند کی طرح ایک قسم کی موت ہے)
= اَفَاقَ ۔ وہ ہوش میں آیا۔ اسے افاقہ ہوا۔ اِفَاقَةٌ سے (باب افعال) نشہ یا غشی کے بعد ہوش آنا۔ یا مرض کے بعد قوت پانا۔ فوق مادہ۔
۷:۱۴۴ = اِصْطَفَيْتُكَ ۔ میں نے تجھ کو امتیاز دیا۔ میں نے تجھ کو برگزیدہ کردیا۔ میں نے تجھ کو سرفراز کیا۔ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) صَفْوٌ مادہ۔ الصَّفَاءُ کے اصل معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا کے ہیں۔ اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی پاک اور صاف چیز کا لے لینا۔ جیسے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز کا منتخب کرلینا اسی سے ہے المصطفیٰ اور المجتبیٰ۔
۷:۱۴۵ = اَلْاَلْوَاحُ ۔ لَوْحٌ ۔ کی جمع۔ تختیاں۔ (جن پر توراۃ لکھی ہوئی تھی)
= مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ۔ كَتَبْنَا کا مفعول
= مَوْعِظَةً (بطور نصیحت کے) وَتَفْصِيْلًا (بطور تفصیل کے)
لِكُلِّ شَيْءٍ ۔ مبدل منہ۔ یعنی ہر وہ شی لکھ دی جس کی بطور نصیحت یا بطور تفصیل بنی اسرائیل کو ضرورت تھی
= اَحْسَنِهَا ۔ اس کی خوبیوں کو۔
= سَاُرِيْكُمْ ۔ میں عنقریب تمہیں دکھاؤں گا۔ سَ مستقبل قریب کے لئے۔ اُرِيْكُمْ ۔ میں تم کو دکھاؤں گا۔ اَرٰى يُرِيْ اِرَاءَةٌ (افعال) دکھانا كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر رای ۔ مادہ۔
= دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ۔ نافرمانوں کا گھر۔ مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں۔
آخرت کا ٹھکانہ جہنم (مجاہد) جہنم (الحسن وعطاء) ملک شام جہاں قرونِ ماضی کے نافرمانوں کے کھنڈرات ہیں۔ (قتادہ) ملک مصر جہاں فرعون اور اس کی قوم کے کھنڈرات ہیں۔
۷:۱۴۶ = سَاَصْرِفُ ۔ میں عنقریب پھیر دوں گا۔ فعل بافاعل۔ اَلَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ مفعول فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۔ اَلَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ سے حال۔ عَنْ اٰيٰتِيَ ۔ متعلق فعل۔ جو لوگ زمین

بر بغیر حق کے تکبر و نخوت سے کام لیتے ہیں عنقریب میں ان کو اس پاداش میں، اپنی آیات (کی پیروی) سے پھیر دوں گا۔
اور تصریف کیا ہوگی، اس کا بیان وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ .... سَبِیْلَ الْغَیِّ یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًاؕ میں کیا گیا ہے کہ اگر وہ تمام معجزات و حقائق کو دیکھ بھی لیں تو بھی ایمان نہ لاویں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھ بھی لیں تو اختیار نہ کریں۔ (اس کے برعکس) اگر گمراہی کا راستہ دیکھیں تو جھٹ اپنا لیں (وائے محرومی)
= ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے تصریف کی طرف۔ یعنی یہ تصریف اس لئے ہے کہ بِاَنَّهُمْ .... غٰفِلِیْنَ۔
۷ : ۱۴۷ = هَلْ۔ استفہام انکاری۔ (نہیں دی جائے گی ان کو جزا مگر اس فعل کی جس کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے)
۷ : ۱۴۸ = اِتَّخَذَ۔ بنالیا۔ اختیار کرلیا۔ پسند کرلیا۔ ٹھہرالیا۔
= حُلِیِّهِمْ۔ ان کے زیورات۔ ان کے گہنے۔ حُلِیٌّ حَلْیٌ کی جمع۔ مضاف مضاف الیہ۔
حَلِیَ یَحْلٰی۔ (سمع) آراستہ ہونا۔ حَلْیٌ آراستہ کرنا۔
یُحَلَّوْنَ فِیْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ (۱۸:۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے
= عِجْلًا۔ گائے کا بچھڑا۔ گوسالہ۔ جَسَدًا۔ خون و گوشت رکھنے والا۔ یا ڈھانچہ بغیر روح کے۔
= لَهٗ خُوَارٌ۔ گائے کی آواز (اس سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی)
(جب حضرت موسیٰ میقاتِ رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے تھے تو سامری نے بنی اسرائیل سے زیورات لے کر بچھڑے کا سا مجسمہ بنایا۔ جو گائے کی سی آواز نکالتا تھا)
= اِتَّخَذُوْهُ۔ ای اتخذوه الٰهًا۔
۷ : ۱۴۹۔ سُقِطَ۔ گرادیا گیا۔ (باب نصر) سُقُوْطٌ سے جس کے معنی گر پڑنے کے ہیں۔
سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ۔ محاورہ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ نادم ہوئے۔ اصل میں تھا سُقِطَ النَّدَمُ فِیْ اَیْدِیْهِمْ۔ ندامت ان کے ہاتھوں میں ڈال دی گئی۔
وَلَمَّا سُقِطَ فِیْ اَیْدِیْهِمْ۔ جب حقیقت پا کر کہ نہ تو وہ عِجْل بات کرسکتا ہے اور نہ کوئی راہِ ہدایت دکھا سکتا ہے۔ وہ اپنے کئے پر پشیمان ہوئے۔
۷ : ۱۵۰ = غَضْبَانَ۔ صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔ غضبان وہ شخص جس کے غصہ میں شدت ہو۔ غُضُبَّةٌ۔ وہ شخص جس کو جلد غصہ آجائے۔
= اَسِفًا۔ مصدر ہے۔ افسوس کرنا۔ پچھتاوا۔ شدید الغضب (شدید غصہ میں) —

حَزِیْنًا۔ متاسف۔

= بِئْسَمَا۔ برا ہے جو کچھ۔ بری ہے وہ چیز۔ مَا بمعنی شَیْ کے تمیز ہے بِئْسَ کے فاعل مضمر کی۔ یا مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ۔ اور بِئْسَ کا فاعل ہے۔

= خَلَفْتُمُوْنِیْ ۔ تم نے میری جانشینی کی۔ تم نے میرے بعد کیا۔

= اَعَجِلْتُمْ ۔ اَ۔ استفہامیہ۔ عَجِلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم نے جلدی کی۔ تم نے جلدبازی کی۔ عَجَلٌ اور عُجْلَۃٌ سے۔

= اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّکُمْ۔ کیا تم نے اپنا رب کا حکم آنے سے پہلے ہی یہ جلدی کرڈالی۔ یعنی میں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس کے احکام وصول کرنے کے لئے گیا ہوا تھا۔ تاکہ تمہارے پاس لاؤں اور تم ان احکام کے مطابق عمل کرو۔ لیکن تم نے اس کا انتظار کئے بغیر اتنی شتابی سے ایک گوسالہ کو خدا بنا ڈالا۔

= یَجُرُّہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ جَرٌّ مصدر (باب نَصَرَ) ہٗ ضمیر مفعول اس کو کھینچتے ہوئے

= ابْنَ اُمَّ۔ یَا حرفِ ندا محذوف۔ اِبْنَ اُمَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔

یا ابْنَ اُمِّ میں بعض نے میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے اصل میں ابْنَ اُمِّیْ تھا۔ ی کو تخفیفاً ساقط کردیا گیا۔ میم کو مفتوح پڑھنے والوں کے نزدیک بھی میم پر فتح زیادہ تخفیف کی وجہ سے ہے۔

= اِسْتَضْعَفُوْنِیْ۔ انہوں نے مجھے کمزور سمجھا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ باب استفعال۔ ن وقایہ۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔

= لَا تُشْمِتْ بِیْ۔ تو نہ ہنسا۔ تو نہ خوش کر۔ اَلشَّمَاتَۃُ کے معنی دشمن کی مصیبت پر خوش ہونے کے ہیں۔ اَشْمَتَ اللّٰہُ بِہِ الْعَدُوَّ۔ کے معنی ہیں۔ اللہ اسے مصیبت پہنچائے جس سے اس کے دشمن خوش ہوں۔

فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَاءَ۔ تو ایسا نہ کر کہ دشمن مجھ پر ہنسیں۔ لَا تُشْمِتْ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ اِشْمَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ حدیث شریف میں ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَدَرْکِ الشَّقَاءِ وَشَمَاتَۃِ الْاَعْدَاءِ۔ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں بری تقدیر سے اور بدبختی سے اور ایسی بات سے جس سے دشمن خوش ہوں

٧: ١٥٢ ــــ سَیَنَالُھُمْ۔ سَ۔ مستقبل قریب کے لئے ہے یَنَالُ مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ عنقریب ان کو آپہنچے گا۔ عنقریب ان کو آئیگا۔ نَیْلٌ۔ مصدر۔ نَالَ یَنَالُ (باب سمع)

= اَلْمُفْتَرِیْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ افترا پرداز۔ بہتان باندھنے والے ۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ فری۔ مادہ۔

اِفْتِرَاءٌ کا لفظ صلاح اور فساد دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ ۔ شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے ۔ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِیْمًا۔(۴: ۴۸) جس نے خدا کا شریک مقرر کیا اس نے بڑا بہتان باندھا ۔ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ (۱۱: ۵۰ تم (شرک کرکے خدا پر) محض بہتان باندھتے ہو۔

۷: ۱۵۳ = مِنْ بَعْدِهَا ۔ ای مِنْ بَعْدِ السَّیِّاٰتِ (من بعد التوبة) ھا ضمیر سیئات کے لئے ہے ۔

۷: ۱۵۴ = سَكَتَ ۔ وہ تھم گیا۔ اس نے سکوت (خاموشی) اختیار کیا۔ (باب نَصَرَ) سُكُوْتٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ اَلسُّكُوْتُ ۔ سکوت ترکِ کلام کے ساتھ مخصوص ہے اور چونکہ سکوت، سکون کی بھی ایک قسم ہے ۔اس لئے یہاں اس آیۃ میں اس کا استعمال بطور استعارہ سکون ہی کے معنوں میں ہوا ہے ۔

= نُسْخَتِهَا۔ نسخہ یعنی کتاب ۔لکھی ہوئی تحریر۔ مضامین ۔ان کے مضامین میں (رحمت اور ہدایت تھی)

= یَرْهَبُوْنَ ۔ وہ ڈرتے ہیں ۔مضارع جمع مذکر غائب ۔ رَهْبٌ (باب فتح) سے

۷: ۱۵۵ = اِخْتَارَ قَوْمَهٗ ۔ ای اختار من قومہ ۔ اختیار (افتعال) سے اس نے اپنی قوم سے چن لئے ۔

= لِمِیْقَاتِنَا ۔ ہمارے مقررہ وقت پر ۔مضاف مضاف الیہ ۔ مِیْقَاتٌ اسم ظرف زمان ۔ طے شدہ مقرر شدہ وقت ۔

= اَلرَّجْفَةُ ۔ الزلزلۃ الشدیدۃ ۔ الرجف (باب نصر) اضطراب شدید کو کہتے ہیں ۔ رَجَفَتِ الْاَرْضُ ۔ زمین زلزلہ سے ہل گئی ۔ بَحْرٌ رَجَّافٌ ۔ متلاطم سمندر (نیز دیکھو ۷: ۹۱)

= مِنْ قَبْلُ ۔ مِنْ بَعْدُ کی ضد ہے ۔ قَبْلُ اور بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا ۔ یا تو اس پر ضمہ ہوگا ۔یا اس پر دو زبر ہوں گے ۔بَعْدًا ۔ قرآن مجید میں بَعْدًا استعمال نہیں ہوا ہے ۔

= اِنْ هِیَ ۔میں اِنْ نافیہ ہے ۔

= فِتْنَتُكَ ۔ فتنۃ مضاف كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیری آزمائش۔ فتنہ کے معنی عذاب کے بھی ہیں جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ۔(۵۱:۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔ یا يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

۷:۱۵۶ = اِنَّا هُدْنَا اِلَيْكَ ۔ بے شک ہم نے تیری طرف رجوع کر لیا ہے۔ هَادَ يَهُوْدُ (باب نصر) سے۔ هُدْنَا ۔ ماضی جمع متکلم کا صیغہ ہے هَادَ بمعنی رَجَعَ ہے۔ اس کا معنی تُبْنَا ہو سکتا ہے ہم اپنے کئے پر تائب ہیں۔

= اُصِيْبُ بِهٖ ۔ جسے میں اس کو دیتا ہوں (جسے میں چاہوں) اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةً (افعال) سے مضارع واحد متکلم۔

= سَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ ۔ میں اس کو لکھ دوں گا ھا۔ ضمیر واحد مؤنث غائب رَحْمَةَ کی طرف راجع ہے۔ میں اس کو مقدر کر دوں گا۔ اسے (رحمت کو ان کی تقدیر میں) لکھ دوں گا۔

۷:۱۵۷ = اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ بدل ہے اَلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ کا۔

فَسَاَكْتُبُهَا .... كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۔ کا ترجمہ ہوگا۔ میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کی قسمت میں لکھ دوں گا۔ جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور جو ہماری آیات پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ ہیں جو پیروی کرتے ہیں اس رسول اور نبی امی کی جس کا ذکر وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں پاتے ہیں۔ وہ ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے۔ حلال کرتا ہے ان کے لئے پاکیزہ چیزوں کو اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزوں کو۔ اور ان پر سے اس بوجھ کو اتارتا ہے (جس میں وہ دبے ہوئے ہیں) اور وہ بندش یا زنجیریں کھولتا ہے جنہوں نے ان کو جکڑ رکھا ہے

= الرَّسُوْلَ ۔ پیغمبر۔ بھیجا ہوا۔ رِسَالَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ ۔ اور یہ مُرْسَلٌ بروزن مُفْعَلٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول کہا گیا ہے۔

= النَّبِيَّ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اصل میں نَبِيْءٌ تھا۔ ہمزہ کو یا سے بدل کر یا، میں مدغم کر دیا گیا۔ نَبِيٌّ ہوا۔ بمعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام کی بنا پر غیب کی باتیں بتانے والا۔ خدا تعالیٰ کے متعلق خبر دینے والا۔ مخلوق کی طرف مبعوث ہونے کے باعث النبیؔ کہا گیا ہے۔

= اَلْاُمِّيَّ ۔ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے۔ حدیث شریف میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب ۔ ہم امی جماعت ہیں نہ لکھنا جانیں نہ حساب کرنا۔ بعض کے نزدیک اُمِّيٌّ اُمٌّ کی طرف منسوب ہے جس طرح ایک نوزائیدہ بچہ

پڑھنا لکھنا نہیں جانتا۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے۔
بعض نے کہا ہے کہ اُمی۔ امّ القریٰ (مکہ) کی وجہ سے ہے۔ چونکہ اہل مکہ یعنی قریش من حیث القوم بے پڑھے لکھے امی تھے۔ اس لئے بے پڑھے لکھے شخص کو اُمی کہا جانے لگا۔
لفظ اُمی آپ کے حق میں صفت مدح ہے دوسروں کے حق میں نہیں۔ جس طرح صفت کبر ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے اور غیر کے لئے مذموم۔
= اِصْرَهُمْ۔ ان کے بوجھ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہاں مراد ان سخت احکام سے جو یہودیوں پر عائد تھے۔ اِصْرٌ۔ بھاری بوجھ۔ تکلیف شاقہ۔ دشوار امر۔
= یَضَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَضْعٌ مصدر۔ باب فتح۔ وہ اتارتا ہے۔ وہ دور کرتا ہے۔
= اَلْاَغْلٰلُ۔ قیدیں۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ زنجیریں۔ غُلّ کی جمع۔ غُلّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔
= اٰمَنُوْا بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ کی طرف راجع ہے۔
= عَزَّرُوْهُ۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب راجع الی الرَّسُوْلِ النبیّ۔ تَعْزِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے انہوں نے اس کی تعظیم کی۔ انہوں نے اس کو قوت دی۔ انہوں نے اس کی رفاقت کی۔
= النُّوْر۔ ای اَلْقُرْاٰنُ الْعَظِیْم۔

آیات ۱۵۶ = ۱۵۷ میں اِنَّا هُدْنَا اِلَیْكَ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ختم ہوئی اور قَالَ کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دعا کا جواب شروع ہوا۔
بعض نے یہ جواب آیت ۱۵۷ کے اختتام اَلْمُفْلِحُوْنَ پر ختم کیا ہے۔ اس صورت میں آیت ۱۵۷ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیشینگوئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ نبی امی ان صفات کا حامل ہوگا جو کہ یَاْمُرُ بِالْمَعْرُوْفِ سے لے کر كَانَتْ عَلَیْهِمْ تک مذکور ہیں۔ اور اس کا مبارک ذکر تورات۔ انجیل (جو ابھی تک یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں نازل نہیں ہوئی تھیں) میں ملے گا۔ پس اس نبی امی کی پیروی کا حکم فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے لیکر اُنْزِلَ مَعَهٗ تک ارشاد ہوا۔
شروع میں ارشاد ہوا۔ الذین یتّبعون الرّسول النبیّ الامّی (اتباعِ رسول) اور پھر ارشاد ہوا۔ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ اُنْزِلَ مَعَهٗ۔ (اتباع القرآن) لہٰذا یہ اشارہ ہے اتباع القرآن و اتباع السنّۃ کی طرف۔

بعض کے نزدیک حضرت موسیٰؑ کی دعا کا جواب آیت ۱۵۶ کے ساتھ ختم ہوگیا اور آیت نمبر ۱۵۷ میں بنی اسرائیل کو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھے ان کو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی دعوت دی گئی ہے۔

۷ : ۱۵۸ = کَلِمٰتِهٖ۔ کلمات جمع کلمۃ کی۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب (راجع الی اللہ) مضاف الیہ۔ یعنی قرآن۔ یا ما انزل علیہ وعلیٰ سائر الرسل من کتبہ ووحیہ۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا (یعنی قرآن) اور جو کتابیں یا وحی دوسرے تمام رسولوں پر نازل ہوئیں۔

۷ : ۱۵۹ = اُمَّةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ نیز اس کے معنی مدت۔ طریقہ۔ دین۔ بھی ہیں۔ اُمَّةٌ گروہ۔ باعتبار لفظ واحد ہے اور باعتبار معنی جمع ہے۔

= یَهْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ ہدایت کرتے ہیں۔ هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) هَدٰى يَهْدِىْ۔

= وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ۔ اور اسی حق کے ساتھ عدل کرتے تھے۔ ہٖ ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔ يَعْدِلُوْنَ۔ عَدَلَ يَعْدِلُ (ضرب) سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔

۷ : ۱۶۰ = قَطَّعْنٰهُمُ۔ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْطِيْعٌ مصدر (باب تفعیل) اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کردینے کے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق حاسہ بصر سے ہو جیسے اجسام وغیرہ، یا بصیرت سے ہو جیسے معنوی چیزیں۔ قرآن میں ہے۔

اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا۔ (۵ : ۳۸) اور جو چوری کرے مرد ہو یا عورت ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اور دوسری جگہ ہے۔

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ (۲۲ : ۱۹) جو کافر ہیں ان کیلئے آگ کے کپڑے قطع کئے جائیں گے۔

یہاں اس آیۃ میں جملہ کا مطلب ہے کہ ہم نے ان کو بانٹ دیا۔ ہم نے ان کو تقسیم کردیا۔

= اَسْبَاطًا۔ سَبْطٌ کی جمع۔ قبیلے۔ ایک دادا کی اولاد۔ اثنتی عشرۃ کا بدل ہے۔

= اُمَمًا۔ فرقے۔ قبیلے۔ جماعتیں۔ امتیں۔ انواع۔ اُمَّةٌ کی جمع۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطۂ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ موجودہ صورت میں یہ رابطہ مشترکہ ان کا ایک ہی جد امجد حضرت یعقوب علیہ السلام سے ہونا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷ : ۱۵۹) اُمَمًا بدل ہے اَسْبَاطًا سے۔ یعنی ہم نے بانٹ دیا ان کو بارہ قبیلوں میں۔ ہر ایک کی الگ الگ جماعت

بنادی گئی۔

= اِسْتَسْقٰهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (باب استفعال) اس نے اس سے پانی مانگا۔ سقی مادہ۔ ساقی۔ پلانے والا۔

= انْبَجَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ پھوٹ نکلی۔ اِنْبِجَاسٌ سے جس کے معنی کسی تنگ مقام سے پانی کے بہ نکلنے کے ہیں۔ بَجَسَ وانْبَجَسَ الْمَآءُ۔ پانی پھوٹ کر بہ نکلا۔ انفجر کا ہم معنی ہے۔ جیسا (۲: ۶۰) میں آیا ہے۔ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا۔ اس تنگ مقام (یعنی پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔

= اُنَاسٌ لوگ۔ نَوْسٌ سے ماخوذ ہے۔

= مَشْرَبَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ پینے کی جگہ۔ چشمہ۔

= ظَلَّلْنَا ہم نے سایہ کیا۔ ہم نے سائبان کیا۔ ہم نے سایہ فگن کر دیا۔ ہم نے سایہ کیا (ان پر ابر کا) ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ باب تفعیل۔

۷: ۱۶۱ = اَلْقَرْيَةَ۔ یہاں اور ۲: ۵۸ میں القریۃ سے مراد بیت المقدس ہے

= مِنْهَا۔ ای من اثمار القریۃ وزروعھا۔ یعنی شہر میں پائے جانے والے پھل وغیرہ

= حِطَّةٌ۔ ہم بخشش مانگتے ہیں۔ تو ہمارے گناہ جھاڑ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۵۸)

۷: ۱۶۲ = رِجْزًا۔ عذاب۔ بلا۔ عقوبت۔ الرّجز کے اصل معنی اضطراب کے ہیں۔ اسی سے رَجَزَ الْبَعِيْرُ۔ جس کے معنی ضعف کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔

۷: ۱۶۳ = اَلْقَرْيَةَ۔ مدین اور کوہ طور کے درمیان سمندر کے ساحل پر ایک بستی۔

= حَاضِرَةَ الْبَحْرِ = لب دریا۔ سمندر کے کنارے۔ حَاضِرَةٌ۔ حُضُوْرٌ سے اسم فاعل ہے۔ مضاف البحر مضاف الیہ۔ بحر سے بحیرۂ قلزم مراد ہے۔

= يَعْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ عُدْوَانٌ مصدر۔ باب نصر۔ حدِ شرعی سے تجاوز کر رہے تھے۔ زیادتی کر رہے تھے۔

= السَّبْتِ۔ سنیچر کا دن۔ یوم شنبہ۔ سنیچر کے دن کی تعظیم کرنا۔ کام کاج سے چھٹی کرنا۔

= شُرَّعًا۔ الشَّرْعُ۔ سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ شِرْعٌ شَرِيْعَةٌ کہا جاتا ہے پھر استعارہ کے طور پر طریق الٰہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں۔ شُرَّعًا شَارِعٌ کی جمع اسم فاعل ہے۔ شَارِعَةُ الطَّرِيْقِ کی جمع شَوَارِعُ آتی ہے

جس کے معنی کھلی سڑک ہے۔ آیہ ہذا میں شُرَّعًا کے معنی ہیں کہ (مچھلیاں ان کے سامنے) پانی کے اوپر واضح طور پر آجاتیں۔

= لَا يَسْبِتُوْنَ۔ جب وہ سنیچر نہیں مناتے تھے۔ یعنی جس دن سنیچر کا دن نہ ہوتا تھا (اور ان کو مچھلیاں پکڑنے کی ممانعت نہ ہوتی تھی)۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔

= لَا تَاْتِيْهِمْ۔ وہ ان کے سامنے (بے دھڑک اور نمایاں) نہ آتی تھیں

= نَبْلُوْهُمْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ بَلَاءٌ سے باب نصر۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا

۷: ۱۶۴ = اُمَّةٌ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے کا ایک گروہ۔ ایک جماعت۔ سنیچر کے دن مچھلیوں کے شکار نہ کرنے کے متعلق اس بستی کی آبادی تین مختلف الخیال گروہوں میں بٹ گئی۔

ایک گروہ کھلم کھلا نافرمانی کا مرتکب تھا۔ اور بے دھڑک اس روز شکار کرتا تھا۔

دوسرا گروہ خود تو شکار کرنے کے حق میں نہ تھا اور نہ شکار کرتا تھا۔ لیکن شکار کرنے والوں کو روکتا بھی نہ تھا۔

تیسرا گروہ نہ صرف شکار سے اجتناب کرتا تھا بلکہ شکار کرنے والوں کو اس حکم عدولی سے منع بھی کرتا تھا۔

= لِمَ تَعِظُوْنَ۔ تم کیوں نصیحت کرتے ہو۔ وَعْظٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

یہاں مخاطب تیسرا گروہ ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے اور متکلم دوسرا گروہ ہے۔

= مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ۔ سوال کا جواب ہے۔ ای ان موعظتنا اِيَّاهُمْ معذرةً الٰى ربكم لان الامر بالمعروف والنهى عن المنكر واجب علينا۔ یعنی ہمارا ان کو نصیحت کرنا اپنے اللہ کے حضور اپنی معذرت کے طور پر ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم ہم پر واجب ہے (ہم اس حکم کی تعمیل میں ایسا کر رہے ہیں)

۷: ۱۶۵ = نَسُوْا ماضی معروف جمع مذکر غائب نِسْيَانٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ بھول گئے۔ یعنی انہوں نے چھوڑ دیا (متذکرہ بالا پہلے گروہ کے افراد مراد ہیں)

= بَئِيْسٍ۔ شدید۔ سخت۔ بروزن فعیل۔ بَأْسٌ اور بُؤْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۷: ۱۶۶ = عَتَوْا۔ انہوں نے سرکشی کی۔ نافرمانی کی۔ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ سے۔

= نُهُوْا۔ نَهْيٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو منع کیا گیا۔

= قِرَدَةً۔ جمع۔ قِرْدٌ۔ واحد۔ بندر۔ لنگور۔

= خٰسِئِيْنَ ۔ ذلیل ۔خوار۔ خَسْأٌ سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۷: ۱۶۷ = تَاَذَّنَ ۔ اس نے اعلان کیا۔ اس نے خبر دی ۔ اِذْنٌ سے باب تفعل تَاَذُّنٌ جس سنا دینے کے ہیں ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔

= لَيَبْعَثَنَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ جواب قسم کے لئے بے بَعْثٌ سے وہ ضرور ہی بھیجے گا۔

= يَسُوْمُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَوْمٌ مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان کو تکلیف دیتا ہے یا تکلیف دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۴۹ و ۳: ۱۴ -

هُمْ کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے ۔ اس میں علماء میں اختلاف ہے ۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر اس گروہ کے افراد کے لئے جنہوں نے متواتر حکم عدولی کرتے ہوئے سبت کے روز بھی مچھلیوں کا شکار کیا۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد پوری یہودی امت ہے۔

اور بعض کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہمعصر یہودی مراد ہیں ۔ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ۔

۷: ۱۶۸ = قَطَّعْنٰهُمْ ۔ ملاحظہ ہو۔ ۷: ۱۶۰ ۔ ہم نے ان کو بانٹ دیا ۔ تقسیم کر دیا ۔

۷: ۱۶۹ = خَلَفَ ۔ وہ جانشین ہوا ۔ وہ پیچھے آیا (باب نصر) اول معنی میں خِلَافَةٌ ۔ جانشین ہونا ۔ اور دوسرے معنی میں خَلْفٌ (پیچھے آنا) سے ہے ۔

= خَلْفٌ ۔ ناخلف ۔ بُرے جانشین ۔ امام بغوی لکھتے ہیں خَلْفٌ اس قرن (نسل) کو کہتے ہیں جو دوسرے قرن کے بعد آتا ہے ۔

ابن الاعرابی کا قول ہے کہ خَلَفٌ (لام کے زبر کے ساتھ) نیک کے لئے آتا ہے اور خَلْفٌ (لام کے جزم کے ساتھ) بد کے لئے آتا ہے۔

= وَرِثُوا الْكِتٰبَ ۔ جو کتاب الٰہی (توریت) کے وارث ہوئے یعنی پہلی نسلوں کے بعد اب جن پر اس کتاب الٰہی پر گامزن رہنا فرض ٹھہرا۔

= عَرَضَ ۔ مال و متاع ۔ سامان و اسباب ۔ امام راغب لکھتے ہیں العَرَضُ ۔ ہر وہ چیز جسے ثبات نہ ہو۔ ابو عبیدہ کے نزدیک جملہ متاع دنیا اس میں شامل ہے ۔ یہ جو بولا جاتا ہے الدنیا عرض حاضر ۔ (کہ دنیا تو پیش افتادہ سامان کا نام ہے) یہ بھی دنیا کی بے ثباتی ہی بتانے کے لئے ہے ۔ قرآن مجید میں ہے تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللّٰهُ

یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ (۸: ۶۷) تم لوگ پیش افتادہ سازوسامان کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔

= اَدْنٰی۔ زیادہ نزدیک (مذکر کے لئے بولاجاتا ہے) دَانٍ دَدَنِیٌّ کا اسم تفضیل ہے دُنْیَا (مونث ہے) یہاں یہ لفظ دنیا کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔

یَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰی۔ وہ اس دنیا کا مال و دولت لیتے ہیں۔

= سَیُغْفَرُ لَنَا۔ وہ ہمیں ضرور بخش دیا جائیگا۔ یعنی جو یہ مال حلال و حرام ہم حاصل کر رہے ہیں اس کا ہم سے مواخذہ نہ ہوگا۔

= وَاِنْ یَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ۔ واؤ حالیہ ہے یعنی حال یہ ہے کہ بجائے حرام مال کے ہتھیانے پر توبہ کرنے اور مغفرت طلب کرنے کے ویسے ہی طریقہ کا مزید مال حاصل کرنے پر مصر ہیں۔

= مِیْثَاقُ الْکِتٰبِ۔ ای المیثاق المذکور فی الکتاب۔ وہ وعدہ جو کتاب (توراۃ) میں مذکور ہے یعنی اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔

= دَرَسُوْا۔ انہوں نے پڑھا۔ دَرْسٌ اور دِرَاسَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

= مَا فِیْهِ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الکتاب کی طرف راجع ہے

۷: ۱۷۰ = یُمَسِّکُوْنَ۔ جمع مذکر غائب تَمَسُّكٌ باب تفعّل سے۔ وہ پکڑے ہوئے ہیں وہ پابند ہیں۔ اِمْسَاكُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز سے چمٹ جانا۔ اور اس کی حفاظت کرتے کے ہیں۔

۷: ۱۷۱ = نَتَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم نَتْقٌ سے (باب نصر) ہم نے اٹھایا۔ (سیوطی)، ہم نے اکھاڑ دیا (لغوی)، ہم نے معلق کردیا (فراء) نَتْقٌ (باب ضرب و نصر) کھینچنا۔ ہلانا۔ بات کہنا کسی چیز کو کھینچنا اور ہلانا اس طرح کہ وہ ڈھیلی پڑجائے (راغب)

لسان العرب میں ہے کہ النتق۔ الزعزعۃ۔ والھز والجذب والنفض یعنی نتق کا معنی جھٹکا دینا۔ زور سے ہلانا۔ کھینچنا اور جھاڑنا ہے۔ جب پہاڑ میں زلزلہ آتا ہے تو یہ کیفیت رونما ہوتی ہے۔ اور جو لوگ پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہوتے ہیں انہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ان پر ابھی گرا چاہتا ہے۔ اس قسم کی صورت حال سے بنی اسرائیل کو دوچار کردیا گیا۔

= ظُلَّۃٌ۔ سائبان کی طرح سایہ دار بدلی۔ پھر ہر چیز پر جو سائبان کی طرح چھا جانیوالی ہو اس پر استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَّوْجٌ کَالظُّلَلِ (۳۱: ۳۲) جب (بادلوں کی طرح) سمندر کی بڑی بڑی موجیں انہیں ڈھانپ لیتی ہیں۔

= اَلْجَبَل سے مراد کوہ طور ہے۔
= وَاقِعٌ۔ گر پڑنے والا۔ وَقُوْعٌ سے (باب فتح) اسم فاعل واحد مذکر۔
= خُذُوْا۔ قُلْنَا لَهُمْ خُذُوْا
= مَا اٰتَيْنٰكُمْ۔ یعنی تورات۔

۷:۱۷۲ = ظُهُوْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ظُهُوْرٌ۔ ظَهْرٌ کی جمع ہے پیٹھیں پشتیں۔ نسلیں۔
= ذُرِّيَّة۔ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے
اصل میں یہ لفظ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے
قرآن میں آیا ہے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ۔ (۳:۳۴) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے
ذُرِّيَّةٌ کے اصل کے متعلق تین قول ہیں۔

(۱) — بعض کے نزدیک یہ ذَرَءَ اللّٰهُ الْخَلْقَ سے ہے یعنی اصل میں مہموز اللام ہے مگر کثرتِ استعمال کے سبب دَرِيَّةٌ وَبَرِيَّةٌ کی طرح ہمزہ کو ترک کر دیا گیا۔ اور ذُرِّيَّةٌ ہو گیا۔ اس مادہ ذرء
(۲) — بعض کے نزدیک یہ اصل میں ذُرُوِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ تھا اور ذَرٌّ (ذرر) سے مشتق ہے جیسے قُرِّيَّةٌ قَرٌّ سے۔
(۳) کہ آیت کریمہ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۷:۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے میں ذَرَأْنَا ذَرَيْتُ الْحِنْطَةَ (گیہوں کو ہوا میں صاف کرنا) سے مشتق ہے۔ اس صورت میں مادہ ذرو ہے

= وَاِذْ اَخَذَ ...... ذُرِّيَّتَهُمْ۔ میں مِنْ ظُهُوْرِهِمْ بدل ہے مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ کا اور ذُرِّيَّتَهُمْ (مضاف مضاف الیہ) مفعول ہے اَخَذَ کا۔
ترجمہ:۔ اور جب تیرے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا۔ (یعنی اپنے روبرو لا حاضر کیا)
= اَشْهَدَهُمْ۔ اس نے ان کو گواہ بنایا۔ اس نے ان کی شہادت لی۔
= اَنْ تَقُوْلُوْا ...... غٰفِلِيْنَ۔ یہ جملہ مفعول لہٗ ہے فَعَلْنَا ذٰلِكَ کا جو محذوف ہے۔

۷:۱۷۳ = اَوْ تَقُوْلُوْا۔ عطف ہے اَنْ تَقُوْلُوْا۔ (آیہ سالقہ پر)
= اَفَتُهْلِكُنَا۔ الف لام استفہام کے لئے ہے۔ تُهْلِكُ مضارع واحد مذکر حاضر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا تو ہمیں ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

= مُبْطِلُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو۔ جھوٹے۔ اہلِ باطل
۱۷۵ = اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔ تِلَاوَۃٌ سے جس کے معنی پڑھنے۔ تلاوت کرنے اور معنی تدبر کرنے کے ہیں۔ امر واحد مذکر حاضر۔ (خطاب حضرت رسولِ کریم سے ہے۔
= نَبَأَ۔ خبر۔ حال۔ نَبَأَ الَّذِیْ حال اس شخص کا۔
= اٰتَیْنٰـهُ اٰیٰتِنَا۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیاں دیں۔ ہم نے اس کو اپنی نشانیوں کا علم دیا۔
= فَانْسَلَخَ مِنْهَا۔ وہ چھوڑ نکلا۔ وہ گذر گیا۔ اَلْسَلْخُ۔ کے اصل معنی ہیں کھال کھینچنا۔ (باب انفعال) محاورہ ہے سَلَخْتُهٗ فَانْسَلَخَ۔ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھنچ گئی۔ اسی سے ہے سَلَخْتُ عَنْهُ۔ میں نے اس کی زرہ کھینچی یعنی اتار لی۔ گذر جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ (۹ : ۵) جب حرمت کے مہینے گذر جائیں۔ سانپ کی کینچلی اتار دینے کو عربی میں کہتے ہیں انسلخت الحیة من جلدھا (سانپ اپنی جلد سے نکل گیا) پس فانسلخ منھا کا یہ مطلب ہوا کہ ۔ اس شخص نے ان آیات وہدایات کو چھوڑ دیا۔ اور گمراہی میں چلا گیا۔
= اَتْبَعَهٗ۔ وہ اس کے پیچھے لگ گیا۔
= غٰوِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غَاوِیٌ واحد۔ گمراہ۔ کج رو۔
= بِهَا۔ میں ضمیر اٰیٰتِنَا کی طرف راجع ہے۔
= اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ۔ ای مال الی الدنیا ورغب فیھا۔ (لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔ اس کی رغبت اس میں رچ بس گئی۔
= تَحْمِلْ عَلَیْهِ۔ تو اس پر حملہ کرے۔
= یَلْهَثْ۔ ہانپنا۔ زبان باہر نکالنا۔ وہ زبان باہر نکال دیتا ہے (باب فتح) لَهْثٌ وَلُهَاثٌ۔ تکان وغیرہ کا عاجزی اور پیاس سے زبان باہر نکالنا۔ لُهَاثٌ۔ پیاس کی گرمی۔ موت کی سختی۔ باب سمع۔ پیاسا ہونا۔ لَهْثَانٌ پیاس۔ التھات (باب افتعال) پیاس وتکان وغیرہ سے زبان باہر نکالنا۔
۱۷۷ = سَآءَ مَثَلَا نِ الْقَوْمُ۔ میں مَثَلًا تمیز ہے۔ یعنی مثال کے لحاظ سے بُری ہے وہ قوم۔
۱۷۸ = الْمُهْتَدِیْ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ معرفہ۔ ہدایت یاب۔
= وَمَنْ یُّضْلِلْ۔ ای ومن یُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ اور جن کو اللہ گمراہ کردے۔
۱۷۹ = ذَرَاْنَا۔ ہم نے پیدا کیا۔ ماضی جمع متکلم۔
= لِجَهَنَّمَ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ غایت کا نہیں۔ یعنی ان کو پیدا کرنے کی غایت ان کو جہنم میں

ڈالنے کی نہ تھی۔ بلکہ اپنے کفر و نافرمانی کے انجام کے طور پر وہ جہنمی بن گئے۔
قرآن میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ مثلاً فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔ پس فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھالیا تاکہ بڑا ہو کر وہ ان کا دشمن بنے اور باعث زحمت ہو۔
تو یہاں انہوں نے اس نیت اور اس غرض کے لئے نہیں اٹھایا تھا کہ واقعی ان کا دشمن نکلے۔ بلکہ ان کی نیت اور مقصد تو یہ تھا کہ جب یہ بڑا ہو گا تو ہمارے کام آئیگا لیکن ان کے اٹھانے کا نتیجہ یہ نکلا کہ انجام کار وہی موسیٰؑ ان کی اور فرعون کی بربادی کا باعث بنا۔

۷ : ۱۸۰ = ذَرُوْا۔ تم چھوڑ دو۔ وَذْرٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر
= يُلْحِدُوْنَ۔ اِلْحَادٌ مصدر۔ وہ کجراہی کرتے ہیں۔ وہ غلط نسبت کرتے ہیں۔ الحاد کا معنی سیدھی راہ سے منہ موڑنا۔
يُلْحِدُوْنَ فِيْۤ اَسْمَآئِهٖ۔ جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں یعنی اس کے اسماء الحسنیٰ کا اطلاق اس کے سوا کسی غیر پر کرتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب کے پیروکار اس کو رحمٰن یمامہ کہا کرتے تھے۔ یا اللہ تعالیٰ کو ایسے ناموں سے پکارنا جو اس نے اپنے لئے نہیں رکھے۔ یا جو اس کی شان کے شایان نہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کو یَا رَفِیْقُ کہہ کر پکارنا۔ وغیرہ۔ لَحْدٌ۔ بغلی قبر

۷ : ۱۸۱ = يَعْدِلُوْنَ۔ عدل و انصاف کرتے ہیں۔ بِهٖ میں ضمیر الحق کی طرف راجع ہے۔

۷ : ۱۸۲ = سَنَسْتَدْرِجُهُمْ۔ استدراج (استفعالٌ) سے۔ اس کے معانی علماء نے مختلف پہلوؤں سے کئے ہیں لیکن اصل میں کوئی اختلاف نہیں۔
(۱) ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑتے ہیں (مولانا تھانوی ؒ)
(۲) استدراج کے معنی ہیں مخفی طریقہ سے آہستہ آہستہ کسی چیز کی طرف چلنا۔ (معالم)
(۳) ہم ان کے ساتھ ایسی تدبیریں کرنے والے ہیں جن کا ان کو پتہ بھی نہ ہو۔ (عطار)
(۴) ہم ان کے اعمال کو ان کی نظر میں پسندیدہ بنادیں گے پھر ان کو ہلاک کردیں گے (کلبی)
(۵) جب وہ کوئی نیا گناہ کرتے ہیں تو ہم ان کو جدید نعمت بخشتے ہیں۔ (ضحاک)
(۶) ہم ان پر اپنی نعمتوں کو بہاتے ہیں لیکن شکر ادا کرنا فراموش کرادیتے ہیں (سفیان)
(۷) ہم ان کو آہستہ آہستہ پستی میں گرادیں گے اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو۔ (کرم شاہ)
دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں تَدَرُّجٌ درجہ بدرجہ چڑھنا۔
(۸) ہم قَلِيْلًا قَلِيْلًا ہلاکت کی طرف لیجائیں گے۔ (مظہری)
= مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اس طرح کہ ان کو علم تک نہ ہو گا۔

= اُمْلِیْ ۔ میں ڈھیل دوں گا۔ میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) جس کے
نی مہلت میں ڈالنے۔ ڈھیل دینے۔ اور لمبی لمبی امیدیں دلانے کے ہیں۔ مضارع
احد متکلم۔
= کَیْدِیْ ۔ میری تدبیر۔ کَیْدٌ ہر اچھی یا بُری تدبیر کو کہتے ہیں قرآن حکیم میں اس کا استعمال بطور
ست ہوا ہے وہاں اس کے مذموم معنی مراد ہیں جہاں بھی اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو اس کے
دو معنی مراد ہیں۔ حسنِ تدبیر۔
= مَتِیْنٌ ۔صیغہ صفت مشبہ۔ مضبوط۔ محکم۔ ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں حصہ کو متن کہتے
ں۔ اس سے مَتُنَ فعل بنا لیا گیا۔ مَتُنَ اس کی پشت قوی اور مضبوط ہو گئی۔ اس کے اعضاء
نت اور مضبوط ہو گئے۔ مَتِیْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال سے متین کا معنی قوی
محکم ہو گیا۔ متانت۔ مضبوطی۔ سنجیدگی۔
۱۸۴۔ جِنَّةٌ ۔جنون۔ سودا۔ دیوانگی۔ جَنٌّ سے مشتق ہے۔ چونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی
، اس لئے اسے جِنَّۃٌ کہتے ہیں۔
= اِنْ ھُوَ میں اِنْ نافیہ ہے۔
۱۸۵ = مَلَکُوْتَ ۔ مَلَکَ فعل مبالغہ کے لئے تا بڑھا دی گئی ہے۔
تدارِ کامل۔ غلبہ تامہ۔ حکومتِ حقیقیہ۔ بقول راغب ملکوت اللہ کی بادشاہی و حکومت کے
خاص ہے۔
= اِقْتَرَبَ ۔ وہ قریب آ لگی۔ اِقْتِرَابٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔
= اَجَلُھُمْ ۔ ان کی مدت مقررہ۔ ان کی موت۔
اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا میں تین امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے
ملکوت ارض و سماء۔
مختلف النوع مخلوق جو اس ارض و سماء میں ہے۔
اجل کا کسی وقت بھی آ لگنا۔
بَعْدَهٗ میں ہٗ ضمیر (واحد مذکر غائب) قرآن کی طرف راجع ہے۔
۱۸۶ = یَذَرُھُمْ ۔ وہ چھوڑ دیتا ہے ان کو۔ وَذْرٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ
مفعول جمع مذکر غائب
طُغْیَانِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔ سرکشی، نافرمانی۔

= یَعْمَھُوْنَ - وہ سرگردان وگمراہ پھرتے ہیں - عَمَۃٌ - مصدر - (باب فتح - سمع) عَمَۃٌ سرگر عَمِۃٌ - عَامِۃٌ - سرگردان وحیران - متردّد -

۷ : ۱۸۷ = اَیَّانَ - کب - مَتٰی کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے ہوتا ہے -

بعض اس کی اصل اَیَّ اَوَانٍ بمعنی کونسا وقت - بتاتے ہیں - الف کو حذف کرکے واؤ یار کیا گیا پھر اس یار کو اَیّ کی یار میں مدغم کیا گیا - اَیَّانَ ہوگیا -

= مُرْسٰھَا - مُرْسَا مضاف ھا مضاف الیہ - (مصدر میمی ہے) ٹھیرانا - جمانا - مادہ رَ ہے رَسَا یَرْسُوْ (نصر) ٹھیرنا - جگہ پر جم جانا - اس سے مصدر میمی مُرْسَا آتا ہے لیکن ثلاثی مز میں باب افعال سے اِرْسَاءٌ مصدر - اور مصدر میمی مُرْسَا آتا ہے - ٹھہرانا - جمانا - کشتی لنگرانداز ہونا -

اَیَّانَ مُرْسٰھَا - اس کا وقوع کب ہوگا -

= لَا یُجَلِّیْھَا - مضارع منفی واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (تَجْلِیَۃٌ (تف مصدر - اس کو نمودار نہیں کرے گا - لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَا - اَیْ لَا یُظْھِرُ لِوَقْتِھَا المعین اِ اللّٰہُ - وَلَا یَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِکَ غَیْرُہٗ - اس کا وقت معین وہی ظاہر کرسکتا ہے - بتا سکتا - اور کسی اس کے سوا قدرت نہیں ہے -

= ثَقُلَتْ - (باب کرم) ثِقَلٌ مصدر - وہ بھاری ہوئی - ماضی بمعنی مضارع - وہ بھا ہوگی - حَسَنْ کہتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض وسمار پر بہت بھاری گذرے گی (بوجہ متعدد اسباب کے کہ آسمان پھٹ جائیں گے - ستارے ٹوٹ پڑیں گے - پہاڑ جائیں گے - زمین متزلزل ہوجائے گی - وغیرہ وغیرہ -

= بَغْتَۃً - اک دم - اچانک - یکایک - آنًا فانًا -

= حَفِیٌّ - باخبر - جو تحقیق وتدقیق کرچکا ہو - بڑا مہربان - متلاشی - محقق -

کَاَنَّکَ حَفِیٌّ عَنْھَا - اس میں تقدیم وتاخیر ہے - تقدیر کلام یوں ہے یَسْئَلُوْنَکَ کَاَنَّکَ حَفِیٌّ بِھِمْ - وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو -

یا وہ تم سے اس انداز میں پوچھتے ہیں کہ تاریخ وقوع سے تم واقف ہو - یا تم اس کی خود تحقیق کرچکے ہو -

۷ : ۱۸۸ = لَاسْتَکْثَرْتُ - میں ضرور بہت جمع کرلیتا - اِسْتِکْثَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جب

معنی کسی چیز کو کثیر سمجھنے یا کسی کام کو بہت زیادہ کرنے کے ہیں۔
یہاں اگر غیب سے مراد وقت موت لیا جائے تو لَاسْتَكْثَرْتُ کا مطلب ہوگا کہ میں بہت نیکیاں جمع کر لیتا عمل صالح کرکے اور اعمال سوء سے اجتناب کرکے۔
اور اگر عام معنی لئے جاویں تو مطلب ہوگا کہ نقصان سے بچتے ہوئے اور نفع کو اختیار کرتے ہوئے میں بہت کچھ جمع کر لیتا۔ اور ایذا وغیرہ سے بچ جاتا۔
۷: ۱۸۹ = زَوْجَهَا۔ اس (مؤنث) کا جوڑا یعنی خاوند۔ اور زَوْجُهٗ اس (مذکر) کا جوڑا یعنی اس کی بیوی۔ گویا زوج کا مطلب ہوا بالمقابل صنف سے ساتھی۔
= لِيَسْكُنَ۔ تاکہ تسکین پائے۔ اطمینان حاصل کرے۔ اس میں فاعل نَفْسٌ ہے جو کہ مؤنث استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں صیغہ مذکر کا لایا گیا نَفْسٌ کے معنی کے لحاظ سے کیونکہ اس سے مراد یہاں آدم (مرد) ہے۔ اور اسی مناسبت سے زوج کا لفظ جو اس آیت میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد بیوی ہے
= تَغَشّٰهَا۔ اس (مرد) نے اس (عورت) کو ڈھانکا۔ کنایہ" اس مرد نے اس عورت سے ہمبستری کی۔ تَغَشَّى الْمَرْأَةَ۔ وہ عورت کے پاس گیا (اس سے مجامعت کی) غِشَاوَةٌ سے پردہ جس سے کوئی شے ڈھانپ دی جائے۔
= فَمَرَّتْ بِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حَمْلًا کی طرف راجع ہے وہ اس حمل کو لئے پھرتی ہے
= دَعَوَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب (اگرچہ تثنیہ میں ایک مرد اور ایک عورت شامل ہیں لیکن مرد کی جنس کے غلبہ کی وجہ سے تثنیہ مذکر لایا گیا) ان دونوں نے پکارا۔ ان دونوں نے دعا کی۔
۷: ۱۹۱ = مَالَا يَخْلُقُ۔ میں مَا موصولہ ہے۔
لَا يَخْلُقُ۔ اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں دونوں ضمیروں کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ لیکن يَخْلُقُ میں هُوَ (مستتر) ضمیر واحد ہے اور يُخْلَقُوْنَ میں هُمْ ضمیر جمع ہے اس کی توضیح علماء نے یوں کی ہے کہ ما موصولہ کی دو حیثیتیں ہیں۔ لفظی اعتبار سے وہ واحد ہے اور لَا يَخْلُقُ میں اس کی اسی حیثیت کو معتبر رکھا گیا ہے۔ اور معنوی لحاظ سے جمع ہے اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ میں اسی معنوی حیثیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے
دوسری بات جو یہاں غور طلب ہے۔ وہ یہ ہے کہ شرکاء سے یہاں مراد بت ہیں۔ اور وہ بے جان تھے قاعدہ کے مطابق تو ان کے لئے ضمیر مؤنث ہونا چاہئے تھی۔ لیکن یہاں جمع مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی توجیہ یوں کی گئی ہے کہ کفار و مشرکین کا عقیدہ ان کے متعلق یہ تھا کہ یہ بت عقل و حیات رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کے عقیدہ کے مطابق ان کا ذکر کیا گیا۔
۷: ۱۹۲ = لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ استطاعت

نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ طَوْعٌ مادہ۔

= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ کا مرجع مشرکین ہیں اور اَنْفُسَهُمْ میں ضمیر هُمْ وہ بُت ہیں جن کو مشرکین نے اللہ کا شریک بنایا ہوا تھا۔

۷: ۱۹۳ = تَدْعُوْهُمْ۔ تم ان کو پکارتے ہو۔ تم ان کو بلاتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَدْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام و اوثان کے لئے ہے۔

= اِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ۔ ای الی ما هو هدى ورشاد والى ان يهدوكم والمعنى وان تطلبوا منهم كما تطلبون من الله الخير والهدى لا يتبعوكم الى مرادكم وطلبتكم ولا يجيبوكم كما يجيبكم الله الى الهدى۔
رشد وہدایت کی طرف اس واسطے کہ تمہیں راہ ہدایت دکھائیں۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان سے خیر و ہدایت کے لئے دعا کرو۔ جیسا کہ تم اللہ تعالیٰ سے خیر و ہدایت کی دعا کرتے ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری پکار کو سن کر پورا کرتا ہے یہ تمہاری مراد یا طلب کو پورا نہیں کر سکتے۔

یا اس کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے اگر تم ان کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ تمہاری پیروی نہ کریں۔

= اَدَعَوْتُمُوْهُمْ۔ خواہ تم ان کو پکارو۔ ان کو دعوت دو۔ دَعَوْتُمْ۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کا ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصنام کے لئے ہے۔

= صَامِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خاموش۔ چپ۔ صَمْتٌ سے جس کے معنی خاموش ہونے کے ہیں۔ صَمَتَ يَصْمُتُ۔ (نصر) خاموش رہنا۔ ناطق کی ضد ہے۔

۷: ۱۹۴ = تَدْعُوْنَ۔ تم پکارتے ہو۔ ای تعبدون۔ (جن کی) تم عبادت کرتے ہو۔ وتسمونهم الهة۔ جنہیں تم الٰہ کا نام دیتے ہو۔

= عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ۔ تم ہی جیسے بندے۔ بت اگرچہ پتھر اور لکڑی کے بے جان مجسمے ہوا کرتے تھے ان کو تمہارے جیسے بندے کہنا وجوہ ذیل کی بناء پر ہو سکتا ہے۔

(۱) مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کے اعتقاد کے مطابق ان سے بات کی گئی۔

(۲) یہ الفاظ بطور استہزاء استعمال کئے گئے ہیں کہ اے عقل کے دشمنو۔ اگر تمہاری بات کو مان بھی لیا جائے کہ یہ زندہ ہیں اور سنتے سمجھتے ہیں تو پھر بھی زیادہ سے زیادہ تمہاری طرح کے انسان ہی

ہوں گے۔ تو پھر اپنے جیسے انسان کی بندگی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالنا کہاں کی دانشمندی ہے
(۳) بتوں کو عباد کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ یہ بھی تمہاری طرح اس کے مملوک ہی ہیں۔ جس طرح تم مخلوق ہو اس طرح پر یہ بھی مخلوق ہیں۔
= فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ پس پکار دیکھو ان کو، انہیں چاہیئے کہ تمہاری پکار کو قبول کریں اگر تم اپنے اعتقاد پر سچے ہو (لیکن بھلا یہ ایسا کرتے ہیں ہرگز نہیں)
۷: ۱۹۵ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= كِيْدُوْنِ۔ میرے خلاف تدبیریں کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو (تم سب اور تمہارے شرکاء
= فَلَا تُنْظِرُوْنِ۔ تم مجھے ڈھیل مت دو۔ تم مجھے مہلت نہ دو۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ محذوف ہے۔
(یعنی تم جو یہ دھمکی دیتے ہو کہ تمہارے بت اگر ناراض ہو گئے تو میری خیر نہیں تو بلا لو اپنے ان شرکا کو۔ اور خود بھی ان کے ساتھ مل کر میرے خلاف جو سازش چاہو تیار کرلو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ کیونکہ مجھے اللہ کی حمایت پر یقین ہے
۷: ۱۹۶ = وَلِيِّ۔ میرا حمایتی۔ میرا مددگار۔ میرا ناصر۔
= اَلْكِتٰبَ۔ القرآن
= يَتَوَلّٰى۔ جو مدد کرتا ہے۔ جو دوست رکھتا ہے۔
۷: ۱۹۸ = وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى۔ ملاحظہ ہو (۷: ۱۹۳)
اگر یہاں ہُمْ کی ضمیر مشرکون کی طرف راجع ہے جیسا کہ الحسن کا قول ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ اگر تم ان (مشرکین) کو ہدایت کی طرف پکارو تو وہ نہیں سنیں گے اور تو ان کو دیکھے گا کہ وہ تیری طرف دیکھ رہے ہیں لیکن کچھ دیکھ پا نہیں رہے (یونہی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن حقیقت میں پکار کو سمجھ نہیں رہے)
لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک ہُمْ کی ضمیر کا مرجع وہ اصنام و اوثان ہیں جن کو مشرکین اللہ کے شریک ٹھہرا رہے تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ (یا ہدایت کے لئے بلاؤ) تو اپنی مصنوعی آنکھوں سے معلوم دیں گے کہ دیکھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس قابل ہی نہیں کہ دیکھ سکیں۔
یہ مضمون آیت ۱۹۳ کے بعد دوبارہ لایا گیا ہے کہ ان بتوں کی لاچارگی اور بے لبسی ان کے

ذہن نشین کرائی جائے

۷ : ۱۹۹ = خُذ ۔ تو پکڑ۔ تو لے ۔ تو اختیار کر۔ اَخْذٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

= اَلْعَفْوَ ۔ آسان ۔ حاجت سے زیادہ ۔ معاف کر دینا۔ عَفَا یَعْفُوْا ۔ (باب نصر) کا مصدر ہے اور اسم بھی ہے ۔ عربی میں کہتے ہیں خُذْ مَا عَفَا لَكَ جو تمہیں بآسانی بغیر مشقت کے ملے وہ لے لو۔

اور قرآن میں ہے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲ : ۲۱۹) (اے محمد) لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا مال خرچ کریں ۔ تو ان سے کہہ دو جو تمہاری حاجت سے زیادہ (جس کے خرچ سے تمہیں تکلیف نہ ہو) اور معاف و درگذر کرنے کے معنوں میں قرآن میں اکثر استعمال ہوا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے عَفُوٌّ ہے ۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا (۴ : ۴۳) بیشک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے ۔

اور ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ (۲ : ۵۲) پھر اس کے بعد ہم نے تم کو معاف کر دیا۔

اور مَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ (۴۲ : ۴۰) مگر جو درگذر کرے اور معاملے کو درست کر لے ۔ آیہ ہذا میں معاف کرنے اور درگذر کرنے کے معنی ہیں

= اَلْعُرْفِ ۔ عُرْفٌ بروزن فُعْلٌ اسم ہے مَعْرُوْفٌ کے معنوں میں ۔ پسندیدہ کام ۔ نیک کام نیکی ۔ مَعْرُوْفٌ ۔ ہر اس قول یا فعل کا نام ہے جو کہ اس کی خوبی شریعت یا عقل سے ثابت ہو۔ مُنْكَرٌ کی ضد ہے ۔ جس سے مراد ہر وہ بات جو شریعت و عقل کی رو سے بری سمجھی جائے ۔

= اَعْرِضْ ۔ تو منہ پھیر لے ۔ تو کنارہ کش ہو جا۔ اِعْرَاضٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔

۷ : ۲۰۰ = اِمَّا ۔ اِنْ شرطیہ اور ما زائدہ سے مرکب ہے ۔ اگر ۔ یا ۔ ملاحظہ ہو ۷ : ۱۱۵ ۔

= يَنْزَغَنَّكَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ نَزْغٌ سے لَكَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَزْغٌ کے معنی ہیں انگلیوں کے پوروں سے کسی کو گدگدانا ۔ کسی کو برائی پر اکسانا ۔ اور کسی گناہ پر آمادہ کرنا۔ النزغ الضرب بروس الاصابع والمراد ھٰھنا التحریك الى الشر والاغواء والوسوسة (مظہری)

المفردات میں ہے النَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونا۔ مِنْ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ (۱۲ : ۱۰۰) بعد اس کے کہ شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں فساد ڈال دیا۔

یہاں بمعنی وسوسہ میں ڈالے ۔ برائی پر اکسائے۔

= فَاسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ۔ استعاذۃ (استفعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

۷: ۲۰۱ = مَسَّھُمْ۔ مَسَّ یَمُسُّ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو چھو جائے۔ وہ ان کو پہنچ جاتے، وہ ان کو لگ جاتے۔ کبھی اس سے مراد قربت جنسی (جماع) بھی ہوتی ہے۔ مثلاً اِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ (۲: ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔ لازم اور متعدی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتا ہے۔

= طٰٓئِفٌ۔ وسوسہ۔ خطرہ۔ پھر جانے والا۔ پھیرے والا۔ پہلے معنی مجازی ہیں۔ اور دوسرے حقیقی طٰٓئِفٌ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ طَوْفٌ کے معنی کسی چیز کے گرد چکر کاٹنا۔ قرآن میں ہے۔ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا (۲: ۱۵۸) اس پر کچھ گناہ نہیں کہ دونوں کا طواف کرے (اسی طرح خانہ کعبہ کے گرد چکر کاٹنے کو طواف کہتے ہیں) اسی طرح جو شخص گھروں کے گرد اگرد حفاظت کے لئے چکر لگاتا رہتا ہے اسے طائف کہتے ہیں۔ اور اسی سے جن۔ خیال۔ حادثہ وغیرہ کو بطور استعارہ طائف بولتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اِذَا مَسَّھُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ۔ جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے۔ یا جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گذر۔ یعنی جو شیطان انسان پر چکر کاٹتا رہتا ہے اور اس کو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا وسوسہ اور خطرہ اثر کر گیا۔

اور فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ (۶۸: ۱۹) پھر پھیرا کر گیا اس پر کوئی پھیرا کرنے والا تیرے رب کی طرف سے۔ یعنی اس پر آفت پھر گئی۔

= تَذَكَّرُوْا۔ تَذَكُّرٌ (باب تفعل) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چونک گئے۔ انہوں نے یاد کیا۔ (ما امر اللہ بہ ونہی عنہ جس کے کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا تھا اور جس سے اس نے منع فرمایا ہوا تھا) یا وہ پاگئے۔ سمجھ گئے۔ شیطان کے وسوسہ کو اور اس کی چال کو۔

= مُّبْصِرُوْنَ (تو فوراً) ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ حقیقت کو جان گئے۔

۷: ۲۰۲ = اِخْوَانُھُمْ۔ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ الشیاطین کی طرف راجع ہے۔ ماقبل میں اگرچہ الشیطان (مفرد) استعمال ہوا ہے۔ لیکن یہاں اس سے مراد جنس شیطان ہے اس لئے یہاں ضمیر جمع لائی گئی ہے۔ یعنی اخوان الشیاطین۔ وہ گروہ جو متقین کے متضاد ہے۔

= يَمُدُّوْنَھُمْ۔ یَمُدُّوْنَ کا فاعل الشیاطین ہے اور ھم ضمیر کا مرجع اِخْوَانُھُمْ (اخوان الشیاطین)

= اَلْغَيِّ۔ اسم فعل۔ گمراہی۔ بدراہی۔ غ ی ی مادہ۔

= ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ۔ (انہیں پھر گمراہ کرنے میں وہ کوتاہی نہیں کرتے) مضارع منفی جمع مذکر غائب

(باب انفعال) اِقْصَارٌ سے وہ باز نہیں رہتے۔ وہ کمی نہیں کرتے۔ وہ کوتاہی نہیں کرتے۔ اَقْصَرَ عَنِ الشَّیْءِ کے معنی ہیں وہ اس چیز سے رُک گیا۔

۷: ۲۰۳ = لَمْ تَاْتِهِمْ۔ تو نہیں لاتا ان کے پاس۔ نفی حجد بلم۔ واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

= لَوْلَا۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ ۶: ۴۳۔

= اِجْتَبَیْتَھَا۔ جَبَی (ضَرَبَ) جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِیَۃ کہتے ہیں اور اس کی جمع جَوَابٍ ہے قرآن میں ہے وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴: ۱۳) اور (ایسے) لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔ باب افتعال سے اِجْتِبَاءٌ انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ جیسے اَلْمُجْتَبٰی منتخب شدہ۔ برگزیدہ۔

آیۃ ہذا میں اِجْتَبَیْتَ بمعنی اِخْتَرَتَ وَاخْتَلَقْتَ کے ہے کیوں نہیں تم خود گھڑ لیتے۔ کیوں نہیں تم خود بنا لیتے۔ کیوں نہیں تم خود اختراع کر لیتے۔ (جیسا کہ بقول کافرین کے وہ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن حکیم کو از خود گھڑ کر پیش کرتے تھے)

ھَا ضمیر کا مرجع اٰیۃٍ ہے۔

= اَتَّبِعُ۔ میں اتباع کرتا ہوں اِتِّبَاعٌ (افتعال) مضارع صیغہ واحد متکلم۔

= یُوْحٰی۔ وحی کی جاتی ہے۔ اِیْحَاءٌ (افعال) سے مضارع مجہول واحد مذکر غائب

= ھٰذَا۔ ای القراٰنُ۔

= بَصَائِرُ۔ بَصِیْرَۃٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ واضح براہین۔

۷: ۲۰۴ = اِسْتَمِعُوْا۔ تم کان لگا کر (غور سے) سنو (استماع (افتعال) سے امر جمع مذکر حاضر

= اَنْصِتُوْا۔ تم خاموش رہو۔ چپکے سنتے رہو۔ اِنْصَاتٌ (باب افعال) سے نَصَتَ یَنْصِتُ (ضرب) چپ رہنا۔ خاموشی سے سننا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

۷: ۲۰۵ = تَضَرُّعًا بروزن تَفَعُّلٌ مصدر ہے۔ عاجزی کرنا۔ گڑگڑانا۔

= خِیْفَۃً۔ خَافَ یَخَافُ (فتح) کا مصدر ہے۔ خوف۔ ڈر۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ خِیْفَۃً کے معنی ہیں خوف کی حالت۔ قرآن میں ہے کہ:۔ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی۔ قُلْنَا لَا تَخَفْ (۲۰: ۶۷) (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا (اے موسیٰ) مت ڈر۔ کبھی خِیْفَۃً بمعنی خوف بھی آتا ہے۔ مثلاً وَالْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ (۱۳: ۱۳) اور فرشتے سب اس کے خوف سے۔

= دُوْنَ الْجَھْرِ۔ چپکے چپکے۔ بغیر بلند آواز کے۔

= الْغُدُوُّ۔ صبح صبح کو نکلنا۔ صبح صبح کو پہنچنا۔ فجر اور طلوعِ آفتاب کا درمیانی وقت۔ دن کا ابتدائی حصہ میں چلنا۔ یہ الغُدوۃُ کی جمع بھی ہے۔
= اَلْاٰصَالُ۔ شام۔ شام کا وقت۔ اُصُلٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی شام کے وقت کے ہیں
۷ : ۲۰۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ۔ بے شک وہ جو تیرے رب کے قرب میں ہیں۔ یہاں مراد فرشتے ہیں۔

(۸) سورۃ الانفال (۸۸)

۸ : ۱ = اَلْاَنْفَالُ۔ مالِ غنیمت نَفَلٌ کی جمع جس کے معنی زیادتی کے ہیں۔ اسی لئے زائد نماز کو نَافِلَہٌ کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے وَمِنَ الَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ (۱۷ : ۷۹) اور بعض حصہ شب میں بیدار ہوکر تہجد کی نماز پڑھا کر یہ تمہارے لئے نفل ہے۔
اسی اعتبار سے اولاد کی اولاد کو نافلہ کہتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ نَافِلَةً (۲۱ : ۷۲) اور ہم نے اس کو (حضرت ابراہیم کو) اسحٰق عطا کیا اور مزید برآں یعقوب بھی۔
پھر عطیہ اور بخشش کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ کیونکہ بخشش بھی بغیر استحقاق ایک شی مزید ہے۔
بعض کے نزدیک نفل اور غنیمت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ ان میں صرف اعتباری فرق ہے وہ مال جو فتح کے بعد چھینا ہوا ہوتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے اور اس لحاظ سے فتح کا لازمی نتیجہ مال حاصل ہونا نہیں بلکہ محض ایک عطاء غیر لازم ہے لہٰذا مالِ مستزاد یا نفل کہلاتا ہے
بعض کے نزدیک ان میں نسبت عموم وخصوص مطلق ہے یعنی غنیمت عام ہے اور ہر اس مال کو غنیمت کہتے ہیں جو لوٹ سے حاصل ہو خواہ مشقت سے یا بلا مشقت کے۔ فتح سے قبل حاصل ہو یا بعد میں۔ استحقاق سے حاصل ہو یا بلا استحقاق۔ اور نفل خاص کر اس مال کو کہتے ہیں جو مال غنیمت سے قبل از تقسیم حاصل ہوا ہو۔
بعض کے نزدیک نفل وہ مال ہے جو بغیر جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھ لگ جائے۔ اور اسے فئے بھی کہتے ہیں۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جو سامان وغیرہ مال غنیمت کی تقسیم کے بعد

بانٹا جاتا ہے اسے نفل کہتے ہیں۔

عام استعمال میں ہر دو نفل اور غنیمت ایک ہی معنی میں لئے جاتے ہیں۔

= یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۔ ای یسئلونک عن قسمۃ الغنائم۔ مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

= اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ ۔ اپنے باہمی احوال کی اصلاح کرو۔

۸ : ۲ = وَجِلَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) ڈر جاتے ہیں (ان کے دل) مَوْجِلٌ نشیبی گڑھا خوف کی جگہ۔

= تُلِیَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تلاوت کی جاتی ہیں۔ پڑھی جاتی ہیں (آیات اس کی)

= زَادَتْهُمْ ۔ تو وہ زیادہ کر دیتی ہیں ان کو۔ وہ بڑھا دیتی ہیں ان کو۔ اِیْمَانًا ۔ بحیثیت ایمان کے یعنی ان کے ایمان کو اور بڑھا دیتی ہیں۔ ان کا ایمان اور قوی ہو جاتا ہے۔

۸ : ۵ = کَمَا ۔ جیسے۔

ان آیات کا صحیح مطلب سمجھنے کے لئے مختصرًا ان کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔

شعبان المعظم ۲ھ میں مدینہ کے شمالی جانب ابوسفیان کی قیادت میں ایک تجارتی وفد شام سے مکہ کی جانب لوٹ رہا تھا۔ ان کی گذرگاہ مسلمانان مدینہ کی زد میں تھی۔ ابوسفیان نے حفظ ماتقدم کے طور پر امداد کے لئے مکہ کو اپنا آدمی دوڑایا۔ جس نے حالات کو نہایت مبالغہ کے ساتھ مکہ والوں کے سامنے بیان کیا۔ اس پر مکہ سے ابوجہل کی سرکردگی میں ایک لشکر جرار جملہ سامان حرب سے لیس ہو کر جنوب سے مدینہ کی جانب چڑھ نکلا۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو ان کو معلوم ہوا کہ قافلہ مسلمانوں کی زد سے بچ کر نکل گیا ہے اس پر ابوجہل کے کئی آدمیوں نے رائے دی کہ اب جب کہ مقصد پورا ہو گیا ہے ہمیں لوٹ جانا چاہئے لیکن ابوجہل اور اس کے لشکر کی اکثریت اس پر رضامند نہ ہوئی ان کا ارادہ تھا کہ مسلمانوں کی اس مختصر جمعیت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جائے جس سے نہ صرف ان کا مذہب بلکہ ان کی یہ تجارتی شاہراہ ہمیشہ کے لئے مسلمانوں سے محفوظ ہو جائے گی۔ لہٰذا انہوں نے آگے بڑھنے کا عزم کیا۔

ادھر مسلمانوں کو جب ایک طرف سے قافلہ کی آمد اور دوسری طرف کفار کے لشکر کی یلغار کا علم ہوا تو ان کے سامنے دو راستے تھے شمال میں قافلہ پر حملہ کر کے مال حاصل کریں۔ یا جنوب میں کفار کے لشکر کا مقابلہ کر کے دین حق کی سربلندی قائم کریں۔

باہمی مشاورت کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤخر الذکر راستہ اختیار کرنے کا حکم

صادر فرمایا۔ چند ایک مسلمان اس فیصلہ پر اتنے خوش نہ تھے ان کے خیال میں وہ سیدھے موت کے منہ میں جا رہے تھے کیونکہ لشکر کفار کے جمِّ غفیر اور مسلمانوں کی تعدادِ حقیر میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ پھر اُدھر ہر شخص کیل کانٹے سے لیس اور اِدھر مسلمانوں میں اکثر نہتے تھے۔ لیکن انجام کار حالات نے ثابت کر دیا کہ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتخاب بالکل برحق تھا۔ اور آخر کار حق ہی کی فتح ہوئی اور نتیجہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے خوشگوار نکلا۔

(یہ غزوۂ بدر رمضان سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے)

اب ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ایک فریق بدر کے میدان میں علی الرغم اور بمجبوری نکلا تھا اب مال غنیمت کی تقسیم پر بھی بعض ناخوش ہیں کیونکہ زمانہ جاہلیت میں جو مال جس کے ہاتھ آجاتا وہی اس کا مالک بن بیٹھتا تھا۔ اب خداوند تعالیٰ کا حکم آگیا کہ سارے کا سارا مال غنیمت اللہ اور اللہ کے رسول کی ملکیت ہے جس طرح چاہیں تقسیم کریں۔ لیکن ان کو علم نہیں کہ گو بظاہر یہ طریقہ تقسیم ان پر شاق ہے لیکن اس کے دور رس نتائج نہ صرف اسلام بلکہ ان کے اپنے حق میں بغایت خوشگوار ہوں گے۔

= اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ (جس طرح) تیرے رب کا تجھے اپنے گھر سے (کفار کے مقابلہ میں) نکالنا حق بجانب تھا۔ (اسی طرح خداوند تعالیٰ کا یہ فرمان کہ اَلْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ حق بجانب ہے)

= وَاِنَّ۔ میں واؤ حالیہ ہے حالانکہ یقیناً (مومنوں کا ایک گروہ ناخوش تھا)

۸ : ۶ = يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ۔ اس (تصادم) کو حق بجانب سمجھتے ہوئے بھی وہ آپ سے یوں دچرا کر رہے تھے (حق ظاہر ہو جانے کے بعد بھی وہ آپ سے مجادلہ کر رہے تھے)

= كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ (وہ یوں محسوس کر رہے تھے) گویا وہ موت کو سامنے اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی اس کے منہ میں (علی الرغم) ہانکے جا رہے تھے۔

(اس آیۃ پر انفال کے حکم اور کفار کے خلاف قتال کے حکم کا موازنہ ختم ہوا۔ ازاں بعد جنگ بدر کے واقعات کی تفصیل ہے)

۸ : ۷ = وَاِذْ۔ جب۔ اس سے قبل اُذْكُرْ محذوف ہے (یاد کرو) یعنی اُذْكُرْ اِذْ .... یاد کرو جب۔

= يَعِدُكُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ۔ (ضَرَبَ) وہ وعدہ کرتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے۔ جب اس نے تم سے

(دو گروہوں میں سے ایک کا) وعدہ کیا تھا۔
= اِحْدَی الطَّآئِفَتَیْنِ ۔ دو گروہوں میں سے ایک۔ یَعِدُ کا مفعول ثانی ہے
= اَنَّھَا لَکُمْ ۔ کہ وہ تمہارے لئے ہے۔ احدی الطائفتین کا بدل ہے۔ یہاں طائفتان (دو گروہ) سے مراد۔ ایک تو وہ قافلہ جو شام سے سامان تجارت لئے جارہا تھا۔ اور دوسرا وہ مسلح لشکر جو ابو سفیان کی قیادت میں مدینہ کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ تھا کہ ان دونوں میں سے ایک پر تمہیں غلبہ دیا جائے گا (جسے تم منتخب کرو گے)
= تَوَدُّوْنَ ۔ تم چاہتے ہو۔ وُدٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ باب سمع۔ مَوَدَّۃٌ مصدر وَدُوْدٌ صیغہ مبالغہ۔ بہت چاہنے والا۔ بہت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔
= اَلشَّوْکَۃُ ۔ کانٹا۔ مجازًا ہتھیار اور سختی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
= غَیْرَ ذَاتِ الشَّوْکَۃِ جو قافلہ بغیر ہتھیاروں کے تھا۔ (یہاں مراد تجارتی قافلہ جو شام سے آرہا تھا)
= یُحِقَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ احقاق مصدر۔ سچ کو سچ کر دکھائے حق کو قائم کر دے۔ حق کو ثابت کر دے۔ (باب افعال)
= بِکَلِمٰتِہٖ ۔ بِاٰیٰتِہٖ ۔ اور بِاَمْرِہٖ ۔ اپنی نشانیوں سے لیعنی عین لڑائی کے دوران فرشتوں کا مومنوں کی امداد کے لئے نزول اور کفار کے دلوں میں رعب کا چھا جانا۔ یا اپنے ارشاد و حکم کے ذریعہ سے۔ کہ لڑنے کا حکم دے کر باوجود کمی اسلحہ و قلت تعداد کے بانجام مسلمانوں کو فتح عطا کرنا
= یَقْطَعَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ قَطْعٌ مصدر۔ تاکہ کاٹ دے تاکہ ہلاک کر دے۔ (باب فتح)
= دَابِرَ ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پیچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مذکر۔
۸ : ۹ = تَسْتَغِیْثُوْنَ ۔ تم فریاد کرتے ہو۔ تم فریاد چاہتے ہو اِسْتِغَاثَۃٌ (استفعال) سے کسی کو مدد کے لئے پکارنا۔ فَاسْتَغَاثَہُ الَّذِیْ مِنْ شِیْعَتِہٖ عَلَی الَّذِیْ مِنْ عَدُوِّہٖ (۲۸ : ۱۵) تو جو شخص ان کی قوم سے تھا اس نے دوسرے شخص کے مقابلہ میں جو موسیٰ علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی۔
غَیْثٌ مدد مانگنا اور پانی مانگنا بھی ہو سکتا ہے۔ غَیْثٌ بمعنی بارش۔ جیسے کَمَثَلِ غَیْثٍ اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ (۵۷ : ۲۰) جیسے بارش کہ اس سے کھیتی اگتی اور کسانوں کو بھلی لگتی رہے۔

اِسْتَجَابَ ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ (استفعالٌ) سے مصدر جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔ صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔

= مُمِدُّکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مُمِدٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِمْدَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مدد دینے والا۔

= مُرْدِفِیْنَ ہ اَلرِّدْفُ ۔ تابع ۔ یعنی ہر وہ چیز جو دوسرے کے پیچھے ہو۔ لگاتار۔ پے درپے ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے۔

۸ : ۱۰ = وَمَا جَعَلَہُ ۔ میں مَا نافیہ ہے اور ہٗ ضمیر قول کریم اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ کی طرف راجع ہے ای امداد من اللہ۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع نزول الملٰئکۃ ہے جو امداد کی عملی صورت ہے۔

۸ : ۱۱ = یُغَشِّیْکُمُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَغْشِیَۃٌ بروزن تفعلۃ باب تفعیل سے مصدر ہے جیسے تَصْدِیَۃٌ ۔ تالیاں بجانا۔ (۸ : ۳۵) اور تَصْلِیَۃٌ (۵۶ : ۹۴) نماز پڑھنا۔ یا ایندھن کا آگ میں جلنا۔ یہاں باب تفعیل سے متعدی بدو مفعول آیا ہے مفعول اول کُمْ اور مفعول ثانی النُّعَاسَ اس نے غنو گی سے تم کو ڈھانپ دیا۔ وہ غنودگی سے تم کو ڈھانک رہا تھا۔

= النُّعَاسَ ۔ اسم معرفہ ۔ اونگھ (تھانوی) خفیف سی نیند (راغب)

= اَمَنَۃً ۔ مفعول لہٗ ۔ امن وچین سے ۔ یا مصدر ہے۔

= مِنْہُ ۔ ای من اللہ ۔ اَمَنَۃً کی صفت ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی تھی

= بِہٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع ماء ہے

= رِجْزَ ۔ عقوبت ۔ بلاء، عذاب ۔ کپکپا اور لرزا دینے والا عذاب۔ پلیدی۔ وسوسہ شیطانی ۔ شیطان کا مومنین کو پیاس سے ڈرانا۔

= لِیَرْبِطَ ۔ تاکہ مضبوط کرے (تمہارے دلوں کو) رَبْطٌ معدر (باب ضرب) مضارع منصوب بوجہ لام تعلیل محد

= بِہٖ ۔ ای بالماء یا ہٖ ضمیر ربط کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

۸ : ۱۲ = اَنِّیْ مَعَکُمْ ۔ یُوْحِیْ کا مفعول ہے۔ اور کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ ملائکہ کے لئے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر المؤمنین کے لئے ہے۔

= فَثَبِّتُوْا ۔ تم ثابت قدم رکھو۔ تم استوار کرو۔ تم قائم رکھو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (خطاب ملائکہ سے ہے)

سَاُلْقِیْ ۔ اِلْقَاءٌ سے ۔ مضارع واحد متکلم ۔ میں ڈال دوں گا۔

= فَوْقَ الْاَعْنَاقِ ۔ گردنوں پر۔ گردنوں کے اوپر کے حصوں پر۔

= بَنَانٍ۔ بَنَانَۃٌ کی جمع ہے ہاتھ اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے اور بدن کے جوڑوں کو بھی بنان کہتے ہیں۔

قرطبی لکھتے ہیں کہ:۔ قیل المراد ببنان ھٰھنا اطراف الاصابع من الیدین و الرجلین۔ وقال الضحاک البنان کل مفصل۔ یعنی بنان سے یہاں مراد ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کے پوروے ہیں۔ اور حضرت ضحاک کہتے ہیں۔ تمام جوڑوں کو بنان کہتے ہیں۔

یہاں فوق الاعناق اور بنان خاص طور پر کیوں مذکور فرمائے۔ اس کے متعلق متعدد توضیحات ہیں۔

منجملہ یہ کہ فوق الاعناق سر ہوتا ہے جو سب سے اہم حصہ جسم ہے۔ اور بنان۔ انگلیوں کے پوروے۔ سب سے چھوٹے حصۂ جسم ہیں۔ ان دونوں کو بیان کر کے تمام حصص جسم کو مراد لیا ہے یعنی جسم کے کسی حصہ کو نہ چھوڑو۔ (مارو۔ مارو، خوب مارو۔ کسی حصۂ جسم کو نہ چھوڑو۔

اوپر انی معکم کے تحت بیان ہوا کہ کُم کا ضمیر جمع مذکر حاضر المؤمنین کی طرف راجع ہے امام رازی لکھتے ہیں کہ انی معکم کے متعلق دو قول ہیں۔

اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ ان کے ساتھ ہے۔ یعنی فرشتوں کے ساتھ ہے کہ اس نے ان کو مسلمین کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔

دوم۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو وحی کی کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہے پس تم (یعنی فرشتے) ان کی (مسلمانوں کی) مدد کرو اور ان کو ثابت قدم رکھو۔ یہی سب سے بہتر ہے کیونکہ اس کلام سے (یعنی انی معکم سے) مقصود خوف و روع کا ازالہ کرنا تھا اور کفار سے خوف و خطر مسلمانوں کو تھا نہ کہ فرشتوں کو۔

اسی طرح فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منہم کل بنان میں بھی حکم مومنوں سے ہے کیونکہ ملائکہ مقاتلہ و محاربہ کے لئے نازل نہیں ہوئے تھے۔ بلکہ یہ کام مؤمن مجاہدین کے ہاتھوں ہونا تھا۔ ملائکہ مومنین کی امداد اور تثبیت الاقدام کے لئے بھیجے گئے تھے۔

یعنی جملہ موجبات فتح و ظفر عطا ہو چکے۔ یعنی النعاس۔ الماء من السماء۔ تطہیر الاجسام و الارواح۔ اذھاب رجز الشیطان۔ ربط القلوب۔ تثبیت الاقدام۔ معیت خداوندی۔ القاء الرعب فی قلوب الکافرین۔ تو حکم ہوا کہ فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منہم کل بنان۔ تو اب ہمت کرو اور کافروں کی گردنیں اڑادو اور کاٹ کاٹ کر رکھ دو۔

۸: ۱۳ = ذٰلِکَ۔ یعنی یہ کافروں کا قتل اور ان کو قیدی بنانا وغیرہ۔

= بِاَنَّهُمْ۔ ای لبسبب

= شَاقُّوْا ۔ انہوں نے مخالفت کی ۔ شاقۃٌ اور شِقَاقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب ۔شاق کے معنی ہیں ضد ۔ مخالفت ۔ مقابلہ ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا ۔ شق طرف کو کہتے ہیں یعنی اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف کو چھوڑ کر مخالف طرف اختیار کرلی ۔

ذٰلِكَ مبتدا ہے اور بانہم شاقوا اللہ ورسولہ اس کی خبر ہے ۔

= مَنْ يُّشَاقِقِ ۔ مضارع مجزوم مکسور بالوصل ۔ واحد مذکر غائب ۔ باب مفاعلہ ۔ جو مخالفت کرتا ہے ۔

۷: ۱۴ = ذٰلِكُمْ ۔ کافروں سے خطاب ہے ۔ اے کافرو! یہ سزا ہے تمہاری ۔

= فَذُوْقُوْهُ ۔ پس چکھو اسے ۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ اس سزا کی طرف راجع ہے جس طرف ذٰلکم میں اشارہ ہے ۔یعنی یہ موجودہ سزا تو اب چکھو ۔

= وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ۔ واؤ عاطفہ بھی ہوسکتی ہے اور واؤ بمعنی مع بھی ۔ یعنی یہ عذاب عاجلہ تو اب چکھو ۔ اور اس کے ساتھ عذاب آجلہ آخرت میں ملیگا جو جہنم کا عذاب ہے

۷: ۱۵ ۔ زَحْفًا ۔ زَحَفَ يَزْحَفُ (فتح) کا مصدر ہے زحفا حال ہے من الذین کفروا کا ۔یعنی درآں حالیکہ کفار کثیر التعداد ہوں ۔

زمخشری لکھتے ہیں ۔ زحف وہ انبوہ درانبوہ لشکر ہے جو اپنی کثرت کی بنا پر ایسا معلوم ہونے لگے کہ گویا گھسٹ رہا ہے یہ زَحْفُ الصَّبِيِّ سے ہے جس کا استعمال بچہ کے سرین کے بل ذرا ذرا گھسٹنے کے لئے آتا ہے مصدری اسم ہوکر مستعمل ہے ۔اس کی جمع زُحُوْفٌ ہے

= فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۔ تو ان کی طرف اپنی پیٹھیں مت پھیرو ۔ ادبار جمع دُبُرٌ کی ہے

۸: ۱۶ = مُتَحَرِّفًا ۔ اسم فاعل منصوب ۔مفرد ۔ تَحَرُّفٌ مصدر ۔ (باب تَفَعُّلٌ) مڑنے والا ۔ پھرنے والا ۔ دشمن کو فریب دینے کے لئے پیٹھ پھیرنے والا ۔ تاکہ پلٹ کر حملہ کرے یا لوٹ کر مسلمانوں کی صف میں آکر مل جائے تاکہ مدد حاصل کر سکے ۔ پینترا بدلنے والا ۔ اصل مادہ حرف ہے ۔

= مُتَحَيِّزًا ۔ اسم فاعل منصوب مفرد مذکر ۔ تحیزٌ مصدر باب تفعّل ۔ مڑ کر سمٹ کر اپنی جماعت کی طرف آنے والا تاکہ ساتھیوں کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کرسکے ۔

اصل مادہ حوزٌ اجوف واوی ہے ۔ مُتَحَيِّزٌ ۔ پیچیدہ ۔ جوڑیدار سانپ کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سمٹا ہوا اڑا ہوا ہوتا ہے ۔ اَحْوَزَ ثَوْبَهٗ (افعال)، اس نے اپنے کپڑوں کو سمیٹ لیا ۔

جمع کرلیا

= بَآءَ ۔ اس نے کمایا ۔ وہ پھرا ۔ وہ لوٹا ۔ (باب نصر) بَوَاءٌ سے جس کے معنی ٹھکانہ درست کرنے اور جگہ ہموار کرنے کے ہیں ۔ مجازاً کمانے اور لوٹنے ۔ اقرار کرنے کے بھی آتے ہیں ۔

= مَاْوٰىهُ ۔ مَاْوٰى ۔ مضاف ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ ۔ اس کا ٹھکانہ اس کی جگہ اوٰى یَاْوِیْ (ضرب) سے مصدر اور اسم ظرف ۔

قرآن میں جہاں مَاْوٰى بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں اسم ظرف کے معنیٰ میں آیا ہے ——— اور جہاں بغیر اضافت کے استعمال ہوا ہے وہاں مصدری معنی مراد ہیں مثلاً عِنْدَ هَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى (۵۳ : ۱۵) میں مأوٰی مصدر ۔ مضاف الیہ ہے ۔

= اَلْمَصِيْرُ ۔ اسم ظرف مکان ۔ نیز مصدر ۔ صَارَ یَصِيْرُ (ضرب) سے ۔ صَيْرٌ مادہ ۔ لوٹنے کی جگہ ۔ ٹھکانہ ۔ قرارگاہ ۔

۸ : ۱۷ ۔ رَمَيْتَ ۔ تو نے پھینکا ۔ رَمٰى یَرْمِیْ (ضَرَبَ) سے ماضی واحد مذکر حاضر ۔ ناقص یائی ۔

= لِيُبْلِيَ ۔ لام تعلیل ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْلٰى یُبْلِیْ (باب افعال) اِبْلَاءٌ مصدر بَلْوٌ دبَلِیٌّ مادہ ۔ بِلْیٌ وبَلَاءٌ کے معنی کپڑے کا پرانا اور بوسیدہ ہونے کے ہیں ۔ اسی سے ـــ بَلَاہُ السَّفَرُ ۔ ای اَبْلاہُ کا محاورہ ہے ۔ یعنی سفر نے اسے لاغر کردیا اور بَلَوْتُهٗ کے معنیٰ ہیں میں نے اسے آزمایا ۔ گویا کثرت آزمائش سے میں نے اسے کہنہ کردیا ۔ اور اسی آزمائش کے معنی میں اس کا اکثر استعمال ہوتا ہے ۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ (۲ : ۱۵۵) اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک سے تمہاری آزمائش کریں گے ۔ یا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ (۳۷ : ۱۰۶) بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی ۔ تکلیف کو بھی بَلَاءٌ کہا گیا ہے کیونکہ تکلیف بھی ایک طرح کی آزمائش ہی ہے ۔ جیسے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَنَعْلَمَ الصَّابِرِيْنَ (۴۷ : ۳۱) ہم تم کو ضرور آزمائش میں ڈالیں گے تاکہ تم میں سے مجاہدین اور ثابت قدم رہنے والوں کو معلوم کریں (یعنی جہاد کی تکلیف میں مبتلا کرکے)

اللہ تعالیٰ کبھی بندوں کا تنگی کے ذریعہ امتحان لیتے ہیں کہ ان کے صبر کو جانچیں اور کبھی خوشحالی سے آزماتے ہیں کہ اس کے بندے شکر گذار بنتے ہیں یا نہیں ۔ اور اس میں شک نہیں کہ کماحقہٗ صبر کرنا آسان ہے بہ نسبت کماحقہٗ شکر کرنے کے ۔ کیونکہ آرام و آسائش میں انسان زیادہ نفسانی خواہشات میں محو ہو جاتا ہے اور اپنے منعم کو اور اس کا شکر بجالانے کو بھول جاتا ہے ۔ اسی بنا پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں مَنْ وُسِّعَ

عَلَيْهِ دُنْيَاهُ فَلَمْ يَعْلَمْ اِنَّهٗ قَدْ مُكِرَ بِهٖ فَهُوَ مَخْدُوْعٌ عَنْ عَقْلِهٖ۔ جس پر دنیا فراخ کی گئی اور اسے یہ معلوم نہ ہوا کہ آزمائش کی گرفت میں ہے تو وہ فریب خوردہ اور عقل وفکر سے محروم ہے۔

اور حضرت عمرؓ کا قول ہے بلینا بالضَّرَّآءِ فصبرنا وبلینا بالسَّرَّاءِ فلم نصبر۔ تکلیف سے ہمیں آزمایا گیا تو ہم نے صبر کیا اور فراخ حالی سے ہمیں آزمایا گیا تو صابر نہ نکلے

اِن ہی معانی کی روشنی میں بعض نے لیبلی المؤمنین منہ بلآءً حسنًا کا ترجمہ کیا ہے۔ تو یہ اس لئے تھا کہ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ایک بہترین آزمائش سے کامیابی کے ساتھ گذار دے۔ (تفہیم القرآن) تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندوں کو اپنی جانب سے ایک باوقار آزمائش سے آزمائے۔ (عبد اللہ یوسف علی)

لیکن جمہور مفسرین نے بَلَآءً کا معنی احسان۔ عطاء اور نعمت لیا ہے۔ اور یُبْلِیْ کا مطلب عطا کرنا یا نعمت سے نوازنا۔

الخازن لکھتے ہیں:۔

فقد اجمع المفسرون علی ان البلاء ھنا بمعنی النعمۃ۔ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہاں بلاء سے مراد نعمت ہے۔

صاحب کشاف رقمطراز ہیں:۔

ولیبلی المؤمنین منہ بلآءً حسنًا۔ ای لیعطیھم عطاءً جمیلًا۔ تاکہ مؤمنین کو عطاءِ جمیل سے نوازے۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔

ولینعم علیھم نعمۃً عظیمۃً بالنصر والغنیمۃ۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ان کو فتح اور مال غنیمت کی نعمت عظیم عطا فرمائے۔

صاحب منتہی الادب نے منجملہ دیگر معانی کے اَبْلَاہُ بَلَاءً کا معنی نعمت داد اورا۔ کیا ہے۔ یعنی کفار کا مؤمنوں کے ہاتھوں قتل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے الرَّمْی کا معجزہ اس واسطے عمل میں لایا گیا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو فتح اور مال غنیمت کی نعمتوں سے نوازے۔

۸ : ۱۸ = ذٰلِکُمْ۔ یہی۔ کُمْ ضمیر جمع مخاطب۔ یہ معاملہ تو تمہارے ساتھ تھا (اشارہ ہے بلاءِ حسن کی طرف) معطوف علیہ

= وَ ۔ عطف کے لئے ہے ۔ اور (جہاں تک کافروں کا تعلق ہے ان کے ساتھ معاملہ یہ ہے)
= اَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ معطوف ہے ذٰلِكُمْ پر۔
= مُوْهِنُ اسم فاعل ۔ واحد مذکر ۔ مضاف ۔ وَهْنٌ مادہ ۔ کمزور کرنے والا۔
= كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ دونوں مل کر مُوْهِنُ کے مضاف الیہ ۔
کافروں کی چال ۔ کافروں کا مکرو فریب ۔ اس کی جمع کَيَادٌ ہے
۸ : ۱۹ = تَسْتَفْتِحُوْا ۔ تم فتح چاہتے ہو ۔ تم فیصلہ چاہتے ہو ۔ (باب استفعال) اِسْتِفْتَاحٌ سے
جمع مذکر حاضر ۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا ہے ۔ اصل میں تَسْتَفْتِحُوْنَ تھا ۔
فتح الحاکمُ بَيْنَ النَّاسِ ۔ حاکم نے لوگوں کے درمیان فیصلہ دیا ۔ اَلْفَتَّاحُ صیغہ مبالغہ
قاضی ۔ فیصلہ کرنے والا ۔ یہاں خطاب کافروں سے ہے ۔ انہوں نے انصاف مانگا تھا
کہ جب کفار مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو غلاف کعبہ کو پکڑ کر انہوں نے دعا مانگی تھی اَللّٰهُمَّ
ان کان محمد علی الحق فانصرہ وان کنا علی الحق فانصرنا اے اللہ اگر محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
حق پر ہیں تو ان کو فتح دے اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمیں فتح دے۔
سو ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے فقد جاءکم الفتح تو لو فیصلہ تمہارے
پاس آپہنچا۔
= اِنْ تَنْتَهُوْا ۔ اگر تم باز آجاؤ ۔ اِنْتِهَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے مضارع ۔ جمع مذکر حاضر ۔ اِنْ
شرطیہ کی رو سے نون اعرابی گر گیا۔
= اِنْ تَعُوْدُوْا ۔ اگر تم پھر کرو گے (شرارت) عَوْدٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر ۔ نون اعرابی
بوجہ اِنْ شرطیہ ساقط ہوگیا۔
= نَعُدْ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ عَوْدٌ مصدر (باب نصر) ہم بھی دوبارہ کریں گے ۔ (یعنی ہم بھی پھر
تمہیں سزا دیں گے)
= تُغْنِيَ ۔ وہ کام آئے گی ۔ وہ کفایت کرے گی ۔ اِغْنَاءٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب ۔
= فِئَتُكُمْ ۔ تمہارا گروہ ۔ تمہاری جمعیت ۔
۸ : ۲۰ = لَا تَوَلَّوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ مت پھرو ۔ تَوَلِّيٌ سے بمعنی منہ پھیرنا ۔ اصل میں
تَتَوَلَّوْا تھا ۔ ایک تاء حذف ہوگئی ۔
= عَنْهُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے ۔ کیونکہ
بموجب ارشاد باری تعالیٰ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (۴ : ۸۰) جس نے رسول

(صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ گویا رسول کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔

یا یہ ضمیر اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ (۹: ۶۲) حالانکہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ مستحق ہے کہ وہ اسے راضی کریں۔

یا یہ ضمیر امر بالطاعۃ کی طرف راجع ہے۔ کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور اس کے حکم سے سرتابی نہ کرو۔

۸: ۲۲ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ الدَّوَابُّ۔ دَابَّةٌ کی جمع ہے۔ جانور۔ چارپائے۔ پاؤں دھرنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ تمام جانوروں میں سب سے بدتر۔ شَرّ اصل میں اَشَرُّ تھا۔ کثرت استعمال سے ہمزہ ساقط ہو گیا۔ اسی طرح خیر بھی اصل میں اَخْیَرُ تھا۔

= الصُّمُّ الْبُكْمُ۔ بہرے اور گونگے۔

ان لوگوں کو جو سنتے ہیں مگر کان نہیں دھرتے تصدیق حق نہیں کرتے۔ ان کو زُمرۂ حیوانات میں شامل کیا۔ پھر ان کو سب سے بدتر زمرہ میں رکھ دیا کہ حیوان بھی ہیں اور اس پر مستزاد یہ کہ بہرے اور گونگے ہیں کہ سمجھتے ہی کچھ نہیں۔

۸: ۲۳ = لَاَسْمَعَهُمْ۔ وہ ان کو ضرور سنا دیتا۔ اِسْمَاعٌ (اِفْعَالٌ) سے بمعنی سنا دینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب لام برائے تاکید۔

= وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ۔ واؤ حالیہ۔ اور هُمْ مُعْرِضُوْنَ حال ہے۔ درآنحالیکہ وہ روگردانی کرنے والے ہوں گے۔

۸: ۲۴ = اِسْتَجِيْبُوْا۔ تم حکم مانو۔ تم قبول کرو۔ استجابۃ (استفعال) سے امر جمع مذکر حاضر

= دَعَاكُمْ۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب یہاں بھی ضمیر واحد آئی ہے جس طرح ۸: ۲۰ میں عَنْهُ میں آئی ہے۔

= لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ ای الی شیٔ الذی یحییکم۔ ایسے امر کی طرف جو تمہارے مردہ دلوں کو اور روحوں کو حیاتِ نو بخشتی ہے۔

= يَحُوْلُ۔ حَوْلٌ سے باب نصر مضارع واحد مذکر غائب۔ اللہ آڑ بن جاتا ہے۔ اللہ حائل ہو جاتا ہے۔

= قَلْبِهٖ۔ ای اھوائہ۔ اس کے ارادے۔ اس کی خواہشات۔ یعنی اس کے دلی ارادوں اور

خواہشات کی تکمیل اس کے اپنے بس کی بات نہیں بلکہ یہ خداوند تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے
۸ : ۲۵ == خَاصَّةً ۔ خاص کر۔ چن کر۔ خَصَّ سے جس کے معنی مخصوص کرنے کے ہیں۔ یہ یا تو الذین ظلموا منکم کو مخصوص کرنے کے لئے ہے یعنی ڈرو اس فتنہ سے جس کی تمامتر اعمال مخصوص طور پر ان ہی لوگوں تک محدود نہ رہے گی جنہوں نے تم میں سے ظلم کا ارتکاب کیا ہو (بلکہ دوسرے بھی اس کی لپیٹ میں آجاتے ہیں) مراد اس سے اجتماعی فتنے ہیں مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے غافل ہوجانا۔ ترک جہاد۔ میدان جہاد سے فرار وغیرہ
۸ : ۲۶ == مُسْتَضْعَفُوْنَ ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ (باب استفعال) اِسْتِضْعَافٌ سے ناتواں اور کمزور سمجھے گئے۔ عاجز پائے جانے والے لوگ۔ یعنی تمہیں حقیر اور ناتواں خیال کیا جاتا تھا۔

== يَتَخَطَّفَكُمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر۔ تَخَطُّفٌ (تفعّل) مصدر۔ کہ تم کو اُچک لیں۔ تم کو جھپٹ لیں۔

خَطَفَ يَخْطِفُ (ضرب) و اِخْتَطَفَ يَخْتَطِفُ اِخْتِطَافٌ (افتعال) کسی چیز کو سرعت سے اچک لینا۔ یکاد البرق یخطف ابصارھم (۲ : ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں کی بصارت کو اچک لے۔

و یتخطّف النّاسُ من حولھم (۲۹ : ۶۷) اور لوگ ان کے گردونواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔

== اٰوٰىكُمْ ۔ اس نے تم کو ٹھکانہ دیا۔ اس نے جگہ دی۔ اِیْوَاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اوی۔ مادّہ

== اَيَّدَكُمْ ۔ تم کو قوت دی۔ تمہاری مدد کی۔ تائیدٌ (تفعیل) سے جس کے معنیٰ مدد کرنے اور قوت دینے کے ہیں۔

۸ : ۲۷ == لَا تَخُوْنُوْا ۔ تم خیانت نہ کرو۔ خِيَانَةٌ سے (باب نصر)

== تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ۔ تَخُوْنُوْا مضارع مجزوم ہے اور لَا تَخُوْنُوْا پر عطف ہے تقدیر کلام یوں ہے وَلَا تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ ۔ اور نہ آپس کی امانتوں میں خیانت کرو

== وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ اور تم اس خیانت کے قبیح اور مذموم ہونے کو جانتے ہو۔

۸ : ۲۸ ۔ فِتْنَةٌ = آزمائش۔ قرآن حکیم میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات مختلف معانی میں استعمال ہوتے ہیں۔

۸ : ۲۹ = یَجْعَلْ لَّكُمْ - یجعل - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - پیدا کرے گا تمہارے لئے - مہیا کریگا تمہیں -
= فُرْقَانًا - فرقان کے لفظی معنی فرق کرنے والی چیز کے ہیں - مفسرین نے اس جگہ متعدد معانی لئے ہیں
۱:- نور و توفیق - جو حق و باطل کو الگ الگ کرتا ہے -
۲:- فتح - جو حق کو باطل سے اور کفر کو اسلام سے - یقین کو شبہات سے نتیجۃً الگ الگ کر دیتی ہے
۳:- وہ چیز جو تمہارے تمام ڈر دور کر دے گی - مایفرق بینکم و بین ما تخافون - جو تمہارے اور جس سے تم ڈرتے ہو اس کے درمیان فرق کرے
۴:- ایسے معجزات کہ جن سے تمہیں دنیا میں ایک نمایاں مقام حاصل ہوگا - اور تمہاری شہرت ہوگی -
= یُكَفِّرْ - مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط - دور کر دیگا - زائل کر دیگا -
۸ : ۳۰ = لِیُثْبِتُوْكَ - لام تعلیل کے لئے - یُثْبِتُوا - اِثْبَاتٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب تاکہ تم کو قید کر لیں - گرفتار کر لیں - باندھ لیں -
= یَمْكُرُ - مضارع واحد مذکر غائب - وہ خفیہ تدبیریں کر رہے تھے - یا کر رہا تھا (ملاحظہ ہو ۷ : ۹۹)
۸ : ۳۱ = اَسَاطِیْرُ - کہانیاں - من گھڑت لکھی ہوئی باتیں - اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع
۸ : ۳۳ = وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ - وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ
اور جب تک تو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین مکہ) میں موجود تھا - تو اللہ ان کو عذاب دینے کا نہ ہوا - اور نہ ہی وہ ان کو عذاب دینے والا ہوا جب تک وہ استغفار کر سکتے تھے یعنی ان میں یہ صلاحیت موجود تھی -
وَهُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں -

بعض کے نزدیک یہ کہ جب مشرکین بیت اللہ کا طواف کرتے تو یہ پڑھتے تھے - لبیك اللّٰھم لبیك لا شریك لك لبیك الا شریکا ھو لك تملکہ و ما ملك غفرانك - اسی طلب غفران کی وجہ سے وہ عذاب سے مامون رہے - لیکن یہ صورت حال تو فتح مکہ تک بدستور رہی اور اس کی موجودگی میں ہی فتح مکہ کی صورت میں وہ معتوب ہو گئے -

بعض نے کہا ہے کہ دن کو وہ یہ کہتے ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء - لیکن رات کو اپنی ندامت کا اظہار کرتے اور دعا کرتے غفرانك اللّٰھم لہذا ان پر عذاب نہ آیا - لیکن اس میں بھی وہی مذکورہ بالا اعتراض ہو سکتا ہے اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں - سب سے زیادہ قابل فہم وہی ترجمہ ہے جو اوپر کیا گیا ہے یہ ترجمہ عبد اللہ یوسف

عسلی نے کیا ہے اور تفہیم القرآن میں بھی اسی مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے۔

حضرت ابن عباس رضو کا قول ہے:

وفیھم من سبق لہ من العنایۃ انہ یؤمن ویستغفر۔ مثل ابی سفیان بن حرب۔ صفوان بن امیۃ۔ عکرمۃ بن ابی جھل وسھیل بن عمرو۔

(اور ان مشرکین میں بعض ایسے تھے کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی عنایت کر رکھی تھی کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور اپنی سابقہ غلط روی کی معافی مانگ لیں گے۔

۸ : ۳۴ = وَمَالَهُمْ۔ اور کیا عذر ہے ان کے لئے۔ کیا وجہ۔ کیا امر مانع رہ گیا ہے ان کے لئے

= يَصُدُّوْنَ۔ صَدَّ يَصُدُّ (نصر) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ باز رکھتے ہیں، وہ روکتے ہیں

= اَوْلِيَاءَهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کی طرف راجع ہے۔ اَوْلِيَاءُ اس کے متولی۔ اس کی ولایت کے مستحق۔ مضاف۔ ہٗ مضاف الیہ۔ اَوْلِيَاءُ جمع ہے اس کا واحد ولیٌّ ہے

۸ : ۳۵ = مُكَاءً۔ منہ سے سیٹی بجانا۔ اور انگلیوں سے چٹکی بجانا۔ مَكَا يَمْكُوْ (نصر) مُكَاءً کے معنی پرند کے سیٹی بجانے کے ہیں۔

(مشرکین و کفار کی نماز بے روح ہونے کے اعتبار سے پرندوں کی سیٹی کے بمنزلہ ہے۔

مُكَاءً مَكْوٌ۔ دونوں مصدر ہیں۔ مکو مادّہ۔

= تَصْدِيَةً۔ صَدّٰى يُصَدِّي تَصْدِيَةً (تفعیل) بِيَدَيْهِ۔ دونوں ہاتھوں سے تالی بجانا۔ الصَّدّٰى صدائے بازگشت کو کہتے ہیں۔

مشرکین کی نماز کو مکاء و تصدیہ اس کے بے روح ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے جیساکہ بحوالہ بالا۔ راغبؒ نے تحریر کیا ہے۔ یا جیساکہ امام قرطبیؒ نے لکھا ہے۔

کانت قریش تطوف بالبیت عراۃً یصفقون ویصفرون فکان ذلک عبادۃ فی ظنہم۔ قریش ننگے ہو کر طوافِ کعبہ کیا کرتے تھے اور تالیاں اور سیٹیاں بجاتے تھے اور ان کے خیال میں یہ عبادت تھی۔

حضرت ابن عباس سے بھی ایسی ہی روایت ہے کہ کفار طواف کعبہ بالکل ننگے ہو کر کیا کرتے تھے اور سیٹیاں اور تالیاں بجانا ان کی نماز تھی۔

= فَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ پس چکھو عذاب۔ العذاب سے مراد جنگ بدر میں ان کی ہزیمت اور ان کا قتل اور اسیر ہونا مراد ہے۔

۸: ۳۶ = فَسَيُنْفِقُوْنَهَا۔ سَ مستقبل کے لئے آیا ہے۔ يُنْفِقُوْنَ ۔ اِنْفَاقٌ سے مضارع جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ کی طرف راجع ہے ا یہ آئندہ بھی (اسی طرح) خرچ کریں گے۔

= ثُمَّ تَكُوْنُ ۔ ای ثم تکون عاقبة انفاقہا۔ پھر ان کا یہ مال خرچ کرنا ان کے لئے باعثِ حسرت (وندامت) بن جائے گا۔

= جَهَنَّمَ ۔ اگر مجرور ہے لیکن م بالفتح آیا ہے بوجہ غیر منصرف ہونے کے۔ غیر منصرف بوجہ عجمہ اور تانیث کے ہے

= يُحْشَرُوْنَ ۔ يُسَاقُوْنَ ۔ ہانک کر لیجائے جائیں گے۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب

۸: ۳۷ = فَيَرْكُمَهٗ ۔ رَكُوْمٌ ۔ مصدر سے مضارع واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب نصر۔ ہٗ ضمیر الخبیث کی طرف راجع ہے۔ الخبیث یہاں اسم جنس ہے۔ یعنی خبیثوں کا گروہ۔ خبیث لوگ۔

= فیجعلہٗ ۔ پھر ڈال دے اس جنس خبیث کو۔

= اُولٰٓئِكَ ۔ الفریق الخبیث۔

۸: ۳۸ ۔ يُغْفَرْ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ معاف کردیا جائے گا۔

= يَعُوْدُوْا ۔ جمع مذکر غائب مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ عَوْدٌ مصدر۔ باب نصر، اگر وہ لوٹے۔ اگر انہوں نے دوبارہ لڑائی کی۔ اگر انہوں نے پہلی کرتوتیں دہرائیں۔

= فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ تو پہلے نافرمانوں کے ساتھ ہمارا طریقہ عمل گذر چکا ہے یعنی ماضی میں جب بھی نبیوں کی امتوں نے ان کی نافرمانی کی تو جو سلوک ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا وہ تاریخ میں موجود ہے اور یہ جانتے ہی ہیں۔ مکافاتِ عمل کا وہی قانون ان پر بھی لاگو کیا جائے گا۔

۸: ۳۹ = فِتْنَةٌ ۔ ای فسادٌ فی الارض (مظہری) شرک (بیضاوی)

= اَلدِّيْنُ ۔ دین الاسلام (الخازن۔ مدارک التنزیل۔ بیضاوی۔ الکشاف۔ الدّین۔ بمعنی القھر۔ الغلبۃ۔ الاستعلاء۔ والسلطان۔ یعنی غلبہ۔ بالادستی۔ قوّت واقتدار۔ (مظہری)

= مَوْلٰىكُمْ ۔ ناصرکم ومعینکم۔ تمہارا حامی و مددگار۔

پَارَہْ

وَاعْلَمُوْا

(۱۰)

اَلْاَنْفَالُ وَالتَّوْبَۃُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ

۸ : ۴۱ = اَنَّمَا = اَنَّ اور مَا سے مرکب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی بیشک تحقیق ۔ بجز اس کے نہیں ۔ مَا ۔ موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ ۔ جو چیز ۔ جو مال ۔

= غَنِمْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ (باب سمع) غَنْمٌ اور غَنِیْمَۃٌ ۔ مصدر ۔ اَلْغَنَمُ ۔ بکریاں ۔ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ (۶ : ۶) اور گائیوں اور بکریوں میں سے ۔ الخ ۔ اَلْغَنَمُ کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا ۔ ان کو حاصل کرنا ۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو ۔ خاص طور پر فتح کے بعد دشمن سے چھینا ہوا مال ۔

غَنِمْتُمْ تم نے دشمن سے پایا ۔ یا چھینا ۔ لیکن غیر دشمن سے حاصل شدہ مال بھی غنیمت میں شمار ہے ۔ قرآن میں ہے فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ (۴ : ۹۴) سو اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں ۔

= مِنْ شَیْءٍ ۔ مِنْ بیانیہ ہے ۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ۔ جو کوئی چیز بھی تم مالِ غنیمت میں حاصل کرو ۔

= ذِی الْقُرْبٰی ۔ اَلْقُرْبٰی ۔ اسم مصدر ہے بمعنی قرابت ۔ رشتہ داری ۔ ذِیْ بمعنی ذُوْ ۔ بحالتِ جر ہے ۔ والا ۔ صاحب ۔ ذِی الْقُرْبٰی ۔ قرابت رکھنے والا ۔ رشتہ دار ۔ قرابت دار

= ابْنَ السَّبِیْلِ ۔ مسافر ۔ راہ نورد ۔

= وَمَا اَنْزَلْنَا ۔ بِاللّٰہِ پر معطوف ہے ۔ اور مَا اَنْزَلْنَا سے مراد وہ آیات جو جنگ بدر کے دوران نازل ہوئیں ۔ الملئکۃ جو مسلمانوں کی امداد کو بحکم ایزدی اتر کر شامل ہوئے اور فتح جو نتیجۃً حاصل ہوئی

= یَوْمَ الْفُرْقَانِ ۔ حق اور باطل کے درمیان تمیز کرنے والا دن ۔ مراد یہاں یوم بدر ہے ۔

= اِلْتَقٰی ۔ آمنے سامنے ہوئے ۔ بالمقابل ہوئے ۔ ان کی مڈبھیڑ ہوئی ۔ ماضی واحد مذکر غائب

اِلْتِقَاءٌ مصدر (افتعالٌ) لقی مادہ

= اَلْجَمْعٰنِ ۔ دوگروہ ۔ دو فوجیں ۔ جَمْعٌ کا تثنیہ ہے مراد یہاں مسلمانوں کی فوج اور کفار کی فوج ہے۔

۸: ۴۲ = اِذْ یا تو یَوْمَ الْفُرْقَانِ سے بدل ہے یا اس کی تقدیر یوں ہے اُذْکُرُوْا اِذْ اَنْتُمْ ۔

= اَلْعُدْوَةِ ۔ جانب وادی ۔ کنارہ ۔ اس کی جمع عُدًی ہے اس کو عین کی کسرہ کے ساتھ عِدْوَةٌ بھی پڑھا جاتا ہے اس صورت میں اس کی جمع عِدًی ہوگی ۔

بدر کے اطراف و جوانب میں جو پہاڑ ہیں ان کے مختلف حصے مختلف ناموں سے موسوم ہیں ان میں سے دو پہاڑیاں جو دور سے ریت کے دو سفید تودوں کی شکل میں دکھائی دیتی ہیں ۔ اب بھی ان میں سے جو پہاڑی مدینہ منورہ کی جانب ہے اس کا نام العدوۃ الدنیا ہے اور دوسری جو مکہ کی طرف ہے العدوۃ القصوٰی سے موسوم ہے اور جو بہت اونچا سا پہاڑ ان دونوں کے درمیان ہے وہ آجکل جبل اسفل کہلاتا ہے کیونکہ اس کے نیچے نیچے ابوسفیان اپنے تجارتی قافلہ کا راستہ کاٹ کر سمندر کے کنارے کنارے گذر گیا تھا جو بدر سے تین میل کے فاصلہ پر ہے جس کا ذکر قرآن پاک میں بایں الفاظ آیا ہے وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ۔ (اور کارواں تم سے نیچے تھا)

= الدُّنْیَا ۔ اَدْنٰی کی مؤنث ہے جو دَنٰی یَدْنُوْ (قریب ہونا) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے مراد وادی بدر کی وہ سمت جو مدینہ منورہ سے قریب تر تھی ۔

= اَلْقُصْوٰی ۔ اَقْصٰی سے مؤنث ہے جو قَصٰی یَقْصُو سے اسم تفضیل ہے اور یہاں العدوۃ القصوٰی سے مراد بدر کی وادی کی وہ جانب جو مدینہ منورہ سے دور والی جانب واقع تھی ۔

= اَلرَّکْبُ ۔ کارواں ۔ قافلہ سوار ۔ رَاکِبٌ کی جمع جس کے معنی سوار کے ہیں ۔

= تَوَاعَدْتُّمْ ۔ تم نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تَوَاعُدٌ (تفاعل) سے ماضی جمع مذکر حاضر ہے ۔

= لَاخْتَلَفْتُمْ ۔ اِخْتِلَافٌ سے ماضی جمع مذکر حاضر ۔ لام تاکید کے لئے ۔ تم ضرور آپس میں اختلاف کرتے ۔

= اَلْمِیْعَادِ ۔ ظرف زمان ۔ وعدہ کا وقت ۔

وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعَادِ ۔ اور اگر تم ہر دو فریق یعنی مسلمان ایک طرف اور کفار دوسری طرف ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی کا وعدہ کرتے تو تم دونوں وقت وعدہ کی خلاف ورزی

کرتے اور تقدیم وتاخیر سے کام لیتے۔ یعنی تم اس واسطے باز رہتے کہ تمہارے مقابلہ میں ان کی تعداد کثیر تھی اور وہ باقاعدہ مسلح تھے اور وہ اس واسطے کترا جاتے کہ ان کے دلوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہیبت تھی۔ اس طرح تم ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہ آتے۔

= وَلٰكِنْ ۔ ای ولکن اللہ جمعکم علیٰ غیر میعادٍ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم ہر دو فریق کو کسی مقررہ وقت کے بغیر ہی آپس میں ٹکرا دیا۔ (کیونکہ مسلمان مدینہ سے قافلہ کے لئے نکلے تھے اور کفار مکہ سے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ لیکن بعد میں حالات نے مشیت ایزدی کے تحت ان کو جنگ بدر میں باہم ٹکرا دیا۔

= لِيَقْضِيَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ (باب ضرب) قَضٰى يَقْضِيْ کہ وہ پورا کردے۔

= لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ تاکہ اللہ تعالیٰ اس امر کو پورا کردے جس نے ہونا ہی تھا۔ (یعنی جس کے ظہور میں آجانے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کر چکا تھا)

= لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۔ جو ہلاک ہوتا ہے وہ دلیل روشن کے ساتھ ہلاک ہو۔ یعنی دلیل روشن ظاہر ہو گئی۔ حق و باطل کی تمیز کھلم کھلا سامنے آگئی۔ حق کی فتح اور باطل کی شکست نے ہر دو کی حقیقت کو واضح کر دیا۔ اچھا اور برا راستہ معلوم ہو گیا۔ اب اگر کوئی جان بوجھ کر باطل اختیار کر کے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دینا چاہتا ہے تو ڈال دے (کیونکہ کفر ہلاکت ہے)

= وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۔ اور جسے زندہ رہنا ہے تو وہ اب حق کی فتح کو دیکھ کر یقین محکم سے حق پر زندہ رہے (حق زندگی ہے)

۸ : ۴۳ = اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۔ ای واذکر یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ علیك اذ یریکھم ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب اس نے تم کو (خواب میں دشمن قلیل تعداد میں) دکھائے تھے۔

= اَرٰىكَهُمْ ۔ يُرِيْكَهُمْ ۔ اِرَاءَةٌ (باب افعال) سے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول ثانی۔ جمع مذکر غائب۔ اس نے تم کو وہ دکھائے۔ وہ تم کو وہ (دشمن) دکھائیگا رَاٰى مادہ

= لَفَشِلْتُمْ ۔ لام تاکید۔ ماضی۔ جمع مذکر حاضر۔ فَشَلٌ (باب سمع) سے مصدر۔ فَشَلٌ کے معنی ہیں کم ہمت ہو جانا۔ بزدلی کے ساتھ کمزور ہو جانا۔ تم لیست ہمت ہو گئے یا ہو جاؤ گے۔

تم ہمت ہار دیتے۔
= لَتَنَازَعْتُمْ ۔ تم ضرور ایک دوسرے کے ساتھ تنازعہ کرتے۔ جھگڑتے۔ تنازع (تفاعل) سے باہم کشاکشی اور جھگڑا کرنا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔
= سَلَّمَ ۔ (باب تفعیل) تَسْلِیْمٌ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بچالیا۔
۸: ۴۴ = یُرِیْکُمُوْهُمْ ۔ اس نے تمہاری نظروں میں ان کو دکھایا۔
کُمُوْا اصل میں کُمْ ہے۔ واو اشباع کا ہے اور دو ضمیروں کے درمیان فرق کرنے کو لایا گیا ہے۔
= اِلْتَقَیْتُمْ ۔ تم ملے۔ تمہارا آمنا سامنا ہوا۔ اِلْتِقَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر حاضر
= یُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ ۔ وہ ان کی نظروں میں تمہیں کم کرکے دکھا رہا تھا۔ یا کم محسوس کرا رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۳۔
= لِیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط اوپر ملاحظہ ہو ۸: ۴۲
۸: ۴۵ = فَاثْبُتُوْا ۔ ثَبَاتٌ سے (باب نصر) امر جمع مذکر حاضر۔ تم ثابت قدم رہو۔
۸: ۴۶ = فَتَفْشَلُوْا ۔ ورنہ تم ہمت ہار دوگے۔
= وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ ۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔
۸: ۴۷ = بَطَرًا ۔ مصدر۔ اترانا۔ اشارہ ہے لشکر کفار کی طرف جو قافلہ کی حمایت میں مکہ سے بڑے طمطراق سے نکلا تھا۔
بَطِرَ (سمع) بطرًا۔ زیادہ نعمت میں پڑکر اترانا یا بہک جانا۔ بَطِرَ الْحَقَّ ۔تکبر سے حق کے قبول کرنے سے انکار کرنا۔
= مُحِیْطٌ ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر قیاسی۔ اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) حوط مادہ۔ ہر طرف گھیر لینے والا۔ یہاں بمعنی عالم کل ہے۔
۸: ۴۸ = جَارٌ ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ مجازًا حمایتی۔ مددگار۔ رفیق۔
= تَرَآءَتْ ۔ وہ سامنے ہوئی۔ وہ روبرو ہوئی۔ وہ دیکھنے لگی۔ تراءٍ (تفاعل) سے ماضی واحد مؤنث غائب۔
تَرَاءِیٌ ۔ ایک دوسرے کے باہم اس طرح مقابل اور قریب ہونا کہ یہ اس کو اور وہ اس کو دیکھ سکے۔ رَأْیٌ مادہ۔ مہموز العین وناقص یائی۔ رَاٰی یَرٰی رَأْیًا وَرُؤْیَةً ۔ اس کا امر رَ ہے۔ تَرَاءَتِ الْفِئَتٰنِ ای تلاقی الفریقان ۔جب دونوں فریق بالمقابل ہوئے۔

= نَكَصَ - نَكْصٌ وَنُكُوْصٌ مصدر۔ (باب ضرب ونصر) الٹے پاؤں بھاگنا۔ بد دل ہونا۔ نَكَصَ ۔وہ الٹے پاؤں بھاگا۔ نَكْصٌ کے اصل معنی ہیں جس کام کے درپے ہو اس سے لوٹ جانا۔ پلٹ جانا۔

= عَقِبَيْهِ ۔اس کی دونوں ایڑیاں۔ عَقِبٌ ۔واحد۔ اَعْقَابٌ جمع۔

= شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ سخت سزا دینے والا۔ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہ جملہ شیطان کا کلام بھی ہو سکتا ہے جو کہ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ سے شروع ہوا تھا۔ یا یہ جملہ مستانفہ ہے

۸ : ۴۹ = غَرَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔اس نے فریب دیا۔ دھوکہ دیا۔ غُرُوْرٌ مصدر (باب نصر)

= هٰٓؤُلَآءِ ۔ ای المسلمین۔

۸ : ۵۰ = لَوْ تَرٰٓى ۔ اگر تو دیکھے۔ کاش تو دیکھتا یا دیکھ سکتا۔

= يَتَوَفَّى ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ وہ جان نکالتا ہے۔ یہاں اَلْمَلٰٓئِكَةُ (جمع) کے لئے استعمال ہوا۔ وہ جان نکالتے ہیں۔

تَوَفِّيٌ کے اصل معنی کسی چیز کو پورا لینا اور اس پر پورے طور پر قبضہ کر لینے کے ہیں۔ موت کے وقت بھی روح پورے طور پر قبض کر لی جاتی ہے۔

= ذُوْقُوْا ۔ ای ویقولون ذُوْقُوْا ۔ تم چکھو۔ ذَوْقٌ سے امر۔ جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر) ذُقْ ۔ تو چکھ۔

= عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۔ جلا دینے والا عذاب۔ آگ کا عذاب۔ حَرْقٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ۔

۸ : ۵۲ = كَدَاْبِ ۔ كَ حرف تشبیہ دَاْبٌ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں جیسے دَاَبَ فِي السَّيْرِ ۔ وہ مسلسل چلا۔ اور قرآن حکیم میں ہے۔ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ (۱۴ : ۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا رکھا ہے کہ دونوں دن رات ایک دستور پر چل رہے ہیں۔

دَاْبٌ ۔ عادت مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ آیۃ ہذا۔ ونیز آیہ (۳ : ۱۱) یعنی آلِ فرعون کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں۔ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۔ ای داب هٰٓؤُلَآءِ مثل داب آل فرعون ۔ ان کی عادت مستمرہ بھی وہی ہے جو آل فرعون کی تھی۔ اور وہ عادت مستمرہ کیا تھی۔ کفروا بایٰت اللّٰهِ ۔ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار۔

۸: ۵۳ = ذٰلِكَ۔ ای ذٰلك العذاب۔
= لَمْ يَكُ ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ کَوْنٌ سے اصل میں کانَ سے مضارع یَکُوْنُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ن پر جزم آئی ن اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ واؤ حرف علت ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی۔ لَمْ یَكُ رہ گیا۔ یہاں بمعنی فعل استمراری ہے۔ یعنی نہیں ہے نہیں تھا۔ نہیں ہوگا۔
= مُغَيِّرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تغییرٌ (باب تفعیل) بدلنے والا۔
لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا۔ وہ (اللہ تعالیٰ) کبھی نہیں ہوا بدلنے والا۔ اور نہ ہی ہوگا۔
= يُغَيِّرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَغْيِيْرٌ مصدر (یہاں تک) کہ وہ بدل ڈالیں۔ (بھلائی کو برائی سے۔ خوشحالی کو بدحالی سے)
= مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ ای ما بہم۔ یعنی یہاں تک کہ وہ خود بدل ڈالیں ان نعمتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے ان پر نازل کی ہوئی تھیں۔
۸: ۵۴ = كَدَاْبِ ...... قَبْلِهِمْ۔ یہ تکرار تاکید کے لئے ہے۔
۸: ۵۵ = شَرَّ الدَّوَابِّ۔ بدترین جانور۔ (ملاحظہ ہو ۸: ۲۲)
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ؁ ای اصروا علی الکفر ولجوا فیه فلا یتوقع منہم الایمان۔ وہ لوگ جو کفر پر مصر ہیں ان سے ایمان کی توقع نہیں کی جا سکتی (یہ بنو قریظہ تھے)
۸: ۵۶ = اَلَّذِيْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ۔ بدل ہے الذین کفروا کا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے (جب بھی) آپ نے معاہدہ کیا
= يَنْقُضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَقْضٌ مصدر (باب نصر) وہ توڑتے ہیں۔
= فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ۔ ہر بار
۸: ۵۷ = اِمَّا۔ اگر۔
= تَثْقَفَنَّهُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) تو ان کو پائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اصل میں ثَقْفٌ کے معنی کسی چیز کے ادراک کرنے اور اس کے سرانجام دینے میں حذاقت (کام کو اچھی طرح کرنا) اور مہارت کے ہیں۔ لیکن بعد میں صرف ادراک کرنے او پانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا اگرچہ حذاقت نہ ہو۔ قرآن میں ہے وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲: ۱۹۱) اور قتل کر ڈالو انہیں جہاں کہیں بھی انہیں پاؤ

= فَشَرِّدْ بِہِمْ - شَرَدَ الْبَعِیْرُ - کے معنی ہیں اونٹ بدک کر بھاگ نکلا اور شَرَّدْتُ بِہٖ میں نے اس سے ایسا برتاؤ کیا کہ اُسے دیکھ کر دوسرے لوگ اس جیسا کام نہ کریں۔ جیسے نَکَّلْتُ بِہٖ کا مطلب ہے کہ میں نے اسے دوسروں کے لئے عبرت بنا دیا۔
فَشَرِّدْ بِہِمْ۔ توان کو ایسی سخت سزا دے کہ دوسرے دیکھ کر بھاگ جائیں۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین کفروا (آیۃ ۵۵) کی طرف راجع ہے۔
= مَنْ خَلْفَہُمْ۔ جو ان کے پیچھے ہیں۔ یعنی توان کو ایسی سخت سزا دے کہ جو ان کے پیچھے ہیں وہ یہ دیکھ منتشر ہو جائیں۔
= لَعَلَّہُمْ یَذَّکَّرُوْنَ۔ شاید وہ نصیحت حاصل کریں اور اپنی بداعمالیوں سے باز آجائیں۔
۸ : ۵۸ = تَخَافَنَّ - خَوْفٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔ تو ڈرے۔ تجھ کو ڈر ہو۔
= فَانْبِذْ اِلَیْہِمْ - ای اطرح الیہم العھد۔ تو تو اس عہد کو (جو تو نے ان کے ساتھ کیا ہے) ان کی طرف پھینک مار۔ یعنی منسوخ کردو۔
= عَلٰی سَوَاءٍ - واضح طور پر۔ یعنی ان کو اس منسوخی کا علم ہو جائے اور وہ نتائج کی ذمہ داری کا احساس کرنے لگیں (یعنی دونوں فریقوں کو مساوی طور پر معلوم ہو جائے کہ اب عہد منسوخ ہو چکا ہے۔
۸ : ۵۹ = لَا یَحْسَبَنَّ۔ نہی غائب واحد مذکر غائب۔ بانون ثقیلہ۔ (باب سمع) وہ ہرگز خیال نہ کرے۔
= سَبَقُوْا - انہوں نے سبقت کی۔ وہ آگے نکل گئے۔ سَبْقٌ سے ماضی جمع مذکر غائب وہ بازی لے گئے۔
= لَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا۔ جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی وہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے۔
= اِنَّہُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ۔ یقیناً وہ (پیروانِ حق کو) درماندہ نہیں کر سکتے۔ یقیناً وہ (اللہ تعالیٰ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ہرا نہیں سکتے۔
۸ : ۶۰ = اَعِدُّوْا۔ تم تیار کر رکھو۔ اِعْدَادٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔
اَلْاِعْدَادُ بمعنی تیار کرنا۔ مہیا کرنا۔ یہ عَدٌّ سے ہے جیسے سَقْیٌ سے اِسْقَاءٌ۔ اور اَعْدَدْتُ ھٰذَا لَکَ کے معنی ہیں کہ یہ چیز میں نے تمہارے لئے تیار کر دی ہے تم اسے شمار کر سکتے ہو اور

جس قدر چاہو اس سے حسب ضرورت لے سکتے ہو۔
= رِبَاطِ۔ باندھنا۔ سرحد پر جوکی دینا۔ باب مفاعلہ سے مصدر ہے ثلاثی مجرد میں رَبْطٌ کا بھی مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں مضبوط اور مستحکم باندھنا نیز اسم بھی آتا ہے۔ جس چیز کے ساتھ گھوڑے باندھے جائیں اس کو بھی رباط کہتے ہیں اور جس جگہ دشمن کے دفاع کے لئے گھوڑے باندھے جائیں مثلاً پڑاؤ۔ چھاؤنی اس کو بھی رباط کہتے ہیں۔ یہاں لبطور مصدر ہی استعمال ہوا ہے۔ بمعنی گھوڑے باندھنا۔ یعنی گھوڑوں کو دشمن سے دفاع کی خاطر چاک وچوبند باندھے رکھنا کہ جب ضرورت پڑے استعمال میں لائے جا سکیں۔
= تُرْهِبُوْنَ۔ تم ڈراؤ۔ تم ڈرا سکو۔ تم ڈراتے رہو۔ تم ڈراؤ گے۔ اِرْهَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کا معنی خوف زدہ کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔
= بِهٖ۔ ضمیر ہ کا مرجع مَا اسْتَطَعْتُمْ ہے۔
= وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ۔ اور دوسرے (دشمن) جو ان (کھلے دشمنوں) کے علاوہ ہیں یعنی جن کا مسلمانوں کو علم نہیں ہے لیکن ان کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔
يُوَفَّ۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پورا پورا تمہیں واپس دیا جائے گا۔
۸ : ۶۱ = اِنْ جَنَحُوْا۔ اگر وہ جھکیں۔ جُنُوْحٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ (باب ضرب۔ نصر۔ فتح)
= لِلسَّلْمِ۔ صلح کے لئے۔ صلح کی طرف۔ سَلْمٌ مذکر ومؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ لَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سَلْمٌ کی طرف راجع ہے۔
۸ : ۶۲ = يَخْدَعُوْكَ۔ وہ تجھے دھوکہ دیں۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
= حَسْبُكَ۔ حَسْبُ اسم فعل ہے بمعنی کافی۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ مضاف۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔
تیرے لئے کافی ہے۔ حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر بھی ہے۔
۸ : ۶۳ = وَاَلَّفَ۔ اس نے الفت دی۔ اس نے محبت ڈال دی۔ تَاْلِيْفٌ (باب تفعیل) سے جس کے معنی جمع کرنے اور الفت پیدا کرنے کے ہیں۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔
= قُلُوْبِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

عرب کے سارے جزیرہ میں ہر طرف عداوت و نفرت کی آگ بھڑک رہی تھی مزاج اتنے آوارہ اور جذبات اتنے مشتعل تھے کہ ذرا ذرا سی بات پر لڑائی شروع ہو جاتی۔ اور برسوں جاری رہتی۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد نقشہ ہی بدل گیا۔ خدا نے ایسی تالیف القلوب کی کہ اسلام کے دائرہ میں آتے ہی وہ حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ ایک دوسرے کے قریب آگئے۔ اوس اور خزرج کے قبائل ایک بیّن مثال تھے۔

۸ : ۶۵ == حَرِّضْ ۔ تَحْرِیْضٌ (باب تفعیل) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رغبت دلا۔ تو ابھار۔ تو تاکید کر۔ تو آمادہ کر۔

الحرض ۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو نکمّی ہو جائے اور درخور اعتنار نہ رہے۔ اس لئے جو چیز قریب بہ ہلاکت ہو جاتے اس کے متعلق حَرِضَ کہا جاتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتّٰی تَکُوْنَ حَرَضًا (۱۲ : ۸۵) یا تو قریب بہ ہلاکت ہو جاؤ گے۔

التَّحْرِیْضُ (باب تفعیل سے) کے معنی ازالہ حرض کے ہیں۔ یعنی کسی چیز سے بگاڑ اور خرابی دور کر دینا۔ جیسے مَرَّضْتُہٗ میں نے اس کے مرض کو دور کر دیا۔

تَحْرِیْضٌ کے معنی کسی کو مزیّن کر کے اور اسے آسان صورت میں پیش کر کے اس پر برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ۔ مومنوں کو جہاد پر برانگیختہ کر

۸ : ۶۶ == اَلْئٰنَ ۔ اب ۔ ظرف زمان ہے اور مبنی بر فتح ۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔

== خَفَّفَ ۔ اس نے تخفیف کی ۔ اس نے ہلکا کر دیا۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

== ضَعْفًا ۔ سستی ۔ کمزوری ۔ ضَعُفَ یَضْعُفُ (باب کَرُمَ) کا مصدر ہے سُست ہونا

۸ : ۶۷ == اَسْرٰی ۔ قیدی ۔ اَسِیْرٌ کی جمع ہے اُسْرٰی بھی جمع ہے۔ الْاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں۔ اُسَارٰی پاؤں کی بیڑی۔

== یُثْخِنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِثْخَانٌ مصدر (باب افعال) کثرت سے خون بہا دے نَخُنَ (باب کَرُمَ ۔ ثَخُنَ الشَّیْءُ کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہونا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ ویسے اس کا استعمال کثرتِ قتل اور غلبہ و تسلّط جو کثرتِ قتل کا نتیجہ ہے کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔

== مَاکَانَ لِنَبِیٍّ ...... اَلْاَرْضِ ۔ نبی کے لئے زیبا نہیں کہ اس کے پاس جنگی قیدی ہوں جب تک کہ وہ زمین میں دشمنوں کو کچل نہ دے۔ یعنی جب تک جنگ میں دشمنوں

کو تہ تیغ کرکے ان کا قلع قمع کرکے ان کی طاقت کو کچل کر پورا غلبہ و تسلّط حاصل نہ کر لیا جائے جنگی قیدی بنانا جائز نہیں ہے

= عَرَضَ ۔ مال و متاع ۔ اسباب و سامان ۔ سریع الزوال مال و متاع

۸:۶۸ = کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰہِ ۔ اللہ کا فرمان ۔ اشارہ ہے ارشاد الٰہی کی طرف فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰیٓ اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْھُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَھَا (۴۷ : ۴) پس جب ان کافروں سے تمہاری مڈبھیڑ ہو جائے تو پہلا کام گردنیں مارنا ہے یہاں تک کہ تم خوب ان کو تہ و تیغ کرکے کچل دو ۔ تب قیدیوں کو مضبوط باندھو ۔ اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ احسان کرو یا فدیہ کا معاملہ کرو تا آنکہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے

= سَبَقَ ۔ وہ پہلے گذر چکا ۔ وہ پہلے ہو چکا ۔ اس نے سبقت کی ۔

= لَمَسَّکُمْ ۔ تم کو ضرور پہنچتا ۔ (عذاب عظیم) لام تاکید کا ہے ۔ مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ مَسَّ (باب نَصَرَ) کا معنی ہے چھو دینا ۔ دکھ پہنچانا ۔ لاحق ہونا لگ جانا ۔ (باب نصر اور سمع) سے یہ بمعنی جماع بھی آتا ہے ۔ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ (۳ : ۴۷) میرے ہاں بچہ کیونکر ہوگا حالانکہ کسی انسان نے مجھے ہاتھ لگایا نہیں ۔ اور اِنْ طَلَّقْتُمُوْھُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْھُنَّ (۲ : ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو ۔

مجازًا مَسَّ کا اطلاق جنون پر بھی ہوتا ہے مثلاً کَالَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ۲ : ۲۷۵) جیسا کہ کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو ۔

تکلیف کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً مَسَّنِیَ الشَّیْطٰنُ (۳۸ : ۴۱) شیطان نے مجھ کو اذیت دے رکھی ہے

= فِیْمَآ اَخَذْتُمْ ۔ اس بارے میں جو تم نے لیا ۔ بوجہ اس کے جو تم نے لیا ہے یعنی جو مال غنیمت تم نے لیا ہے (اس میں قیدیوں کا فدیہ لینا بھی شامل ہے) لبعض نے اس سے قیدی مراد لئے ہیں ۔

= لَوْلَا .... عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے اپنا حکم پہلے ہی لوح محفوظ میں لکھ نہ دیا ہوتا ۔ کہ مالِ غنیمت تمہارے لئے حلال ہے اور اگر اس کا یہ دستور نہ ہوتا کہ جب تک وہ بیان کھول کر نہ کردے تب تک وہ عذاب کسی کو نہیں دیا کرتا ۔ تو جو مالِ غنیمت اور جو مال فدیہ تم نے

لیا ہے اس پر بھاری عذاب ہوتا۔ (یہ حکم جو لوح محفوظ میں لکھا جا چکا تھا لیکن ابھی نازل نہیں ہوا تھا سورۃ محمد میں آیۃ ۴ میں نازل ہوا۔ اوپر ملاحظہ ہو کِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ کے مآخذ)
الخازن۔ بیضاوی۔ زمخشری نے اس آیۃ کا مطلب اِن ہی معنوں میں لیا ہے۔

لیکن مودودی صاحب نے تفہیم القرآن میں آیہ ۶۷:۴ سورۃ محمد کا نزول سورۃ انفال کی آیۃ ہٰذا کے نزول سے قبل کا تصور کیا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں:۔

اس عبارت (یعنی سورۃ انفال کی آیہ ھٰذا) پر غور کرنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ اس موقعہ پر عتاب جس بات پر ہوا تھا وہ یہ تھی کہ جنگِ بدر میں دشمنوں کو اچھی طرح کچل دینے سے پہلے مسلمان دشمن کے آدمیوں کو قید کرنے میں لگ گئے تھے۔ حالانکہ جنگ سے پہلے جو ہدایت سورۃ محمد میں ان کو دی گئی تھی وہ یہ تھی کہ:۔

" جب تم ان کو اچھی طرح کچل دو تب قیدیوں کو مضبوط باندھو"

تاہم سورۃ محمد میں مسلمانوں کو قیدیوں سے فدیہ لینے کی اجازت فی الجملہ دی جا چکی تھی اس لئے جنگ بدر کے قیدیوں سے جو مال لیا گیا اسے اللہ نے حلال قرار دیا اور مسلمانوں کو اس کے لینے پر سزا نہ دی۔

" اگر اللہ کا نوشتہ پہلے نہ لکھا جا چکا ہوتا "لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ" کے الفاظ اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہے ہیں کہ اس واقعہ سے پہلے فدیہ لینے کی اجازت کا فرمان قرآن میں آ چکا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ قرآن کے اندر سورۃ محمد کی اس آیت کے سوا کوئی دوسری آیت ایسی نہیں ہے جس میں یہ فرمان پایا جاتا ہو۔ اس لئے یہ ماننا پڑے گا کہ یہ آیت (سورۃ محمد آیت ۴) سورۃ انفال کی آیت (آیۃ ہذا) سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔

مگر یہ یاد رہے کہ ترتیب نزول کے مطابق سورۃ انفال ۸۸ نمبر پر ہے اور سورۃ محمد نمبر شمار ۹۵ پر ہے۔

اس میں دیگر اقوال یہ بھی ہیں کہ:۔

۱:۔ خدا پہلے سے طے کر چکا ہے کہ بدری صحابی کو عذاب نہیں کرے گا۔ ان کے لئے مغفرت تحریر ہو چکی ہے (الحسن۔ مجاھد۔ سعید بن جبیر)

۲:۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دینے کے بعد کسی قوم کو گمراہ نہیں کرتا۔ تا آنکہ واضح نہ کر دے اُن پر کہ کس چیز سے بچنا لازمی ہے اور یہ کہ بھول اور غفلت کی وجہ سے کسی فعل کا ارتکاب موجب سرزنش نہ ہوگا۔ (ابن جریج)

٨ : ٦٩ = فَكُلُوْا ۔ میں فَ تسبیب کی ہے اس سے قبل سبب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے قد اَبَحْتُ لَكُمُ الغَنَائِمَ فَكُلُوْا ۔ (میں نے تمہارے لئے مال غنیمت حلال کر دیا پس اسے کھاؤ استعمال کرو)

= حَلٰلًا طَيِّبًا ۔ یہ یا تو مصدر محذوف اَكْلًا کی صفت ہے یعنی حلال اور طیب کے طور پر استعمال میں لاؤ۔ یا یہ مِمَّا غَنِمْتُمْ کا حال ہے کہ مال غنیمت سے حلال اور طیب مال کھاؤ۔ استعمال کرو

٨ : ٧٠ = مَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۔ قیدی جو تمہارے قبضہ میں ہیں۔

= مِمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ ۔ اى الفدية ۔

٨ : ٧١ = اَمْكَنَ مِنْهُمْ ۔ اس نے قابو کروایا ۔ اس نے پکڑوایا ۔ متعدی بدو مفعول ۔ اِمْكَانٌ (افعال) سے واحد مذکر غائب اَمْكَنْتُ فُلَانًا مِنْ فُلَانٍ ۔ میں نے فلاں کو فلاں پر قدرت دی اصل میں اَمْكَنَكَ مِنْهُمْ (اس نے تم کو ان پر قدرت دی ۔ اس میں كَ ضمیر مفعول اول اور ہُم ضمیر مفعول ثانی ہے ۔

٨ : ٧٢ = اٰوَوْا ۔ اِيْوَاءٌ (افعال) سے ۔ ماضی ۔ جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے جگہ دی ۔ انہوں نے پناہ دی ۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ (١٨ : ١٠) جب چند نوجوانوں نے غار میں پناہ لی ۔ اور وَتُؤْوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ (٢٣ : ٥١) اور جسے چاہو اپنے پاس جگہ دو ۔ یا ٹھکانا دو ۔

= مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۔ تو تمہارا ان سے ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے تم کو ان کی رفاقت سے کوئی سروکار نہیں ۔ ولایت وسیع المعانی لفظ ہے اور عربی میں حمایت نصرت ۔ مددگاری ۔ پشتیبانی ۔ دوستی ۔ قرابت ۔ سرپرستی ۔ اور اس سے ملتے جلتے مفہومات کے لئے بولا جاتا ہے۔

بعض نے ولایت سے وراثت مفہوم لیا ہے ۔ یعنی تمہارے لئے ان کی وراثت سے کوئی چیز نہیں ہے ۔

= اِسْتَنْصَرُوْكُمْ ۔ وہ تم سے مدد چاہیں ۔ اِسْتِنْصَارٌ (استفعال) سے ماضی جمع مذکر غائب ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ۔

= فَعَلَيْكُمُ ۔ تم پر فرض ہے ۔ تمہارے ذمہ ہے ۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن میں ہے ۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ (٨٨ : ٢٦) بیشک پھر ہمارا ذمہ ہے ان سے حساب لینا ۔

= عَلٰى قَوْمٍ ۔ کسی قوم کے خلاف ۔ قرآن میں آیا ہے لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

(۲۸۶:۲) ہر نفس جو نیکی کماتا ہے اس کا فائدہ اسی کو ہے اور جو بدی کماتا ہے وبال اسی کے خلاف ہے۔ اسی پر ہے۔

= مِیْثَاقٌ۔ معاہدہ۔ عہد و پیمان۔

۸:۷۳ = اِلَّا تَفْعَلُوْہُ ۔ اِلَّا۔ اِنْ اور لَا سے مرکب ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای الا تفعلوا مَا اَمَرْتُکُمْ من توا صل المسلمین وتولی بعضھم بعضًا حتی فی التوارث تفضیلاً لنسبۃ الاسلام علی نسبۃ القرابۃ ولم تقطعوا العلائق بَیْنَکُمْ دبین الکفار۔ اے مسلمانو! اگر تم باہمی مقاربت ومواصلت نہ رکھوگے اور ایک دوسرے کی مددگاری نہیں کروگے اور دین اسلام کی نسبت کو رشتہ داری کی نسبت پر فضیلت نہ دوگے۔ اور اپنے اور کفار کے درمیان تعلقات کو منقطع نہیں کروگے تو .... الخ

= تَکُنْ اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے حرف آخر پر جزم آگئی واؤ اجتماعِ ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ تَکُنْ ہوگیا۔ مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب۔ کَوْنٌ مصدر۔ (فتنہ برپا) ہو جائیگا۔

۸:۷۵ = اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ اہل قرابت رشتہ دار۔ ارحام جمع رِحْم کی ہے یشکمی رشتہ دار وہ رشتے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے ساتھ متعلق ہوں۔

(۹) سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ ۹ (۱۱۳)

۹ : ۱ = بَرَاءَۃٌ ۔ بیزاری ۔ بیزار ہونا ۔ خلاصی ۔ چھٹکارا پانا ۔ بری ہونا ۔ قطع تعلقی ۔ مصدر ہے ۔ اَلْبُرْءُ ۔ اَلْبَرَاءُ ۔ اَلتَّبَرِّیْ کے اصل معنی کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنے کے ہیں ۔ اس لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ ۔ میں نے مرض سے نجات پائی اور بَرَأْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں ۔

اور قرآن میں ہے اَنَّ اللّٰہَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ وَرَسُوْلُہٗ (۹ : ۳) اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی ۔

اور اَنْتُمْ بَرِیْٓــٔـوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۰ : ۴۱) تم میرے عملوں سے بری الذمہ ہو اور میں تمہارے عملوں سے بری الذمہ ہوں ۔

بَرَآءَۃٌ خبر ہے جس کا مبتدا ھٰذِہٖ محذوف ہے ۔ یعنی ھٰذِہٖ بَرَآءَۃٌ ۔ یہ (اعلانِ) برأت (قطع تعلقی) ہے ۔ مِنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے اِلَی الَّذِیْنَ عَاھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ مشرکوں میں سے ان لوگوں کی طرف جن سے تم نے (مسلمانوں نے) معاہدہ کر رکھا ہے (جیسا کہ کہتے ہیں ھٰذَا کِتٰبٌ مِّنْ فُلَانٍ اِلٰی فُلَانٍ یہ تحریر ہے فلاں کی جانب سے فلاں کی طرف) ۔

اس کا پس منظر مختصراً یہ ہے کہ ۹ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر الحج مقرر فرما کر مکہ روانہ کیا ۔ ان کے جانے کے بعد آیات سورۃ براٰۃ ۱ تا ۳۷ نازل ہوئیں ۔ جن میں صاف صاف حکم دیا گیا تھا کہ اب کفر کے ساتھ سابقہ معاہدے منسوخ ہیں ۔ رسالتمآب علیہ التحیۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو پیچھے بھیجا کہ حج کے دن ان احکام خداوندی کا اعلانِ عام کریں ۔

چنانچہ دسویں ذوالحجہ کو جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ آیات

تلاوت فرمائیں۔

اس سورۃ کے ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں ہے۔ علماء نے اس کی متعدد وجوہات لکھی ہیں لیکن صحیح بات وہی ہے جو حضرت امام رازی رح نے تحریر فرمائی ہے:۔

کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ نہیں لکھوائی اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بھی نہیں لکھی۔ اور بعد کے لوگ بھی اس کی پیروی کرتے چلے آئے!

۹: ۲ = فَسِيْحُوْا۔ سَاحَ يَسِيْحُ (باب ضرب) سَيْحٌ سے امر، جمع مذکر حاضر۔ تم پھر لو۔ سیاحت کرلو۔ گھوم پھر لو۔ چل پھر لو۔

اَلسَّاحَةُ کے معنی فراخ جگہ کے ہیں۔ اسی اعتبار سے مکان کے صحن کو سَاحَةُ الدَّارِ کہا جاتا ہے۔ وسیع مکان میں ہمیشہ جاری رہنے والے پانی کو سَائِحٌ کہا جاتا ہے۔ سَاحَ فُلَانٌ فِي الْاَرْضِ کے معنی پانی کی طرح زمین میں چکر کاٹنے کے ہیں۔ اسی سے ہمیشہ سفر کرنے والے کو سَائِحٌ یا سَيَّاحٌ کہا جاتا ہے۔ اور آیت ۹: ۱۱۲ میں السَّائِحُوْنَ سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں۔

فَسِيْحُوْا میں خطاب مشرکین سے ہے۔

= اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ۔ تم اللہ کو عاجز کر سکنے والے نہیں ہو۔ یعنی نہ تو تم اس کے قبضہ سے بچ کر نکل سکتے ہو اور نہ اس کے پلان کو فیل کر سکتے ہو

= وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے یعنی اس دنیا میں قتل و شکست کی ذلت اور آخرت میں عذاب کی ذلت۔

۹: ۳ = اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ..... اِلَى النَّاسِ۔ تمام لوگوں کے لئے اطلاع عام براءت صرف ان مشرکین سے تھی جن کے ساتھ معاہدات تھے اور اَذَانٌ تمام لوگوں کے لئے اس براءت کی اطلاع عام۔

= يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ۔ بڑے حج کا دن یعنی یوم عرفات ۹ ذوالحج کا دن۔ جس دن حجاج میدان عرفات میں قیام کرتے ہیں۔ اور غروب آفتاب سے قبل مزدلفہ کی طرف جانے کے لئے نکل آتے ہیں۔

۸۔ ۹۔ ۱۰ ذوالحج حج کے ایام ہیں۔ مناسک حج میں میدان عرفات میں قیام سب سے اہم ہے۔ یا اس سے یوم النحر بھی مراد ہو سکتا ہے یعنی دسویں ذوالحج کیونکہ اس دن مناسکِ

حج پوری ہوجاتی ہیں یعنی حجاج طواف اور قربانی سے فارغ ہوجاتے ہیں۔ یا جملہ ایام حج مراد ہیں کہ عرب میں عمرہ کو حج اصغر کہتے ہیں اور ذی الحجہ کی مقررہ تاریخوں میں جو حج ہوتا ہے اسے حج اکبر کہا جاتا ہے۔

لیکن یہاں چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ۱۰ ذوالحجہ کو اعلان سنایا تھا لہٰذا یہاں مراد یوم النحر ہی ہوسکتا ہے (یعنی آج حج اکبر کے دن اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف سے یہ اعلان عام کیا جاتا ہے)

= بَرِیْءٌ۔ بری۔ بری الذمہ۔ بیزار۔ ملاحظہ ہو (۹: ۱)

= وَرَسُوْلُہٗ۔ واؤ حرف عطف رَسُوْلُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف۔ اس کا معطوف علیہ اللہ ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق معطوف اور معطوف الیہ کا اعراب ایک ہی ہونا چاہئے تھا۔ یعنی اللہ کی طرح رسولہٗ بھی منصوب ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس کے مرفوع ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رسولہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ہے اور اس کی خبر بریٌٔ محذوف ہے اور یہ جملہ ورسولہٗ بریٌٔ بصورت جملہ پہلے جملہ ان اللہ بریٌٔ کا معطوف ہے۔

= اِنْ تُبْتُمْ۔ اگر تم تائب ہوجاؤ۔ یہاں خطاب مشرکین سے ہے کہ اگر تم شرک وکفر سے باز آجاؤ

= اِنْ تَوَلَّیْتُمْ۔ اگر تم پھر گئے۔ تَوَلّیٌ (تفعّلٌ) سے ماضی جمع مذکر حاضر۔

= بَشِّرْ۔ تو خوشخبری دے۔ تو بشارت دے۔ تو خبر دے۔ تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ بشارت کا استعمال استہزاء کے طور پر ہوا ہے

۹: ۴ = لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ۔ نَقَصَ یَنْقُصُ (باب نصر) نَقْصًا وَنُقْصَانًا۔ کم ہونا۔ گھٹنا۔ کم کرنا۔ گھٹانا نَقَصْتُ زَیْدًا حَقَّہٗ میں نے زید کے حق میں کمی کردی اس کے حق کو گھٹا دیا۔

لَمْ یَنْقُصُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تمہارے حق میں کمی نہیں کی۔ یعنی تمہاری حق تلفی نہیں کی۔ تمہارا نقصان نہیں کیا۔ انہوں نے تمہارا قصور نہیں کیا۔ (انہوں نے تکمیل عہد میں کمی نہیں کی)

= لَمْ یُظَاھِرُوْا عَلَیْکُمْ۔ ظَاھَرَ یُظَاھِرُ مُظَاھَرَۃً (باب مفاعلۃ) ایک دوسرے کی امداد کرنا۔ عَلَیْکُمْ۔ تمہارے خلاف۔ مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر غائب انہوں نے تمہارے خلاف کسی دوسرے کی مدد نہیں کی۔

۹: ۵ = اِنْسَلَخَ۔ وہ گذر گیا۔ (یعنی جب حرمت والے مہینے گذر جائیں) نیز ملاحظہ ہو (۷: ۱۷۵)

= اُحْصُرُوْھُمْ (باب نصر۔ باب ضرب) ان کو محصور رکھو۔ ان کو قید رکھو۔ ان کو روکے رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حَصْرٌ سے۔

= مَرْصَدٍ۔ واحد مَرَاصِدُ جمع۔ ظرف مکان۔ گھات کی جگہ۔ رَصَدَ یَرْصُدُ (نصر)

نگاہ رکھنا۔ گھات لگانا۔
وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ۔ ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو۔
= فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ۔ تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَخْلِيَةٌ (تَفْعِيْلٌ) سے مصدر چھوڑ دینا۔
۹: ۶ = اِسْتَجَارَكَ۔ اس کا مادہ جَوْرٌ ہے اَلْجَارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ اِسْتَجَارَ۔ اس نے پناہ طلب کی۔ اِسْتَجَارَكَ۔ اس نے تجھ سے پناہ طلب کی۔ اِسْتِجَارَةٌ (افتعال) ماضی واحد مذکر غائب ك ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جَارٌ پناہ دینے والا۔ مددگار۔ وَ اِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ (۸: ۴۸) اور میں تمہارا حامی مددگار ہوں۔ اور وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا
اور معنی قرب کے اعتبار سے جَارَ عَنِ الطَّرِيْقِ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں راستہ سے ایک طرف مائل ہونے کے۔ پھر مطلقاً حق سے عدول کرنے کے لئے اس کو اصل قرار دے کر اس سے اَلْجَوْرُ بمعنی ظلم بنایا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے وَمِنْهَا جَائِرٌ (۱۶: ۹) اور بعض راستے سیدھی راہ سے ایک جانب مائل ہو رہے ہیں۔ جور وستم۔ ظلم وستم کے معنی میں عام استعمال ہوتا ہے
= فَاَجِرْهُ۔ پس اس کو پناہ دے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب
= وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ۔ یہاں پناہ طلب کرنے سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی مشرک چار ماہ کی مدت گذرنے کے بعد بھی اس مطلب کے لئے پناہ مانگے کہ وہ قرآن حکیم کے پیغام کو سمجھے اور اپنی غلط فہمیاں۔ شک وشبہات دور کرنے کے لئے موقعہ چاہتا ہے تو اسے یہ موقعہ فراہم کرنا چاہئے۔ (اگلا جملہ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ اس معنی کی طرف اشارہ ہے)
= مَاْمَنَهٗ۔ مَاْمَنٌ۔ جائے امن۔ ظرف مکان۔ مَاْمَنَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جائے امن (اس کی قوم کی بستی ہو یا کوئی اور جگہ جہاں وہ امن پا سکے) اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ۔ اَمَانٌ مصدر۔
۹: ۷ = كَيْفَ۔ کیسا۔ کیسے۔ کیونکر۔ یہاں بطور استفہام انکاری استعمال ہوا ہے۔ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖ۔ ان (عہد شکن) مشرکین کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک کوئی معاہدہ کیونکر ہو سکتا ہے (یعنی نہیں ہو سکتا)
یعنی اگر یہ مشرکین اللہ اور اللہ کے رسول کے ساتھ کئے گئے معاہدوں کو بار بار توڑنے کا ارتکاب کرتے ہیں تو اللہ اور اللہ کا رسول ان کے ساتھ عہد کا پاس کیسے کر سکتے ہیں۔
= فَمَا۔ مَا مصدریہ ظرفیہ یا جزائیہ ہے (مثال مصدریہ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

رَحُبَتْ (١٠: ٢٥) اور باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہوگئی۔
مثالِ مصدریہ ظرفیہ ۔ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَادُمْتُ حَیًّا (١٩: ٣١) اور اس نے مجھے تاکید کی ہے نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں زندہ رہوں۔
مثال جزائیہ ہے۔ مَا یَفْعَلْ اَفْعَلْ (جو کچھ وہ کرے گا میں کروں گا۔
یہاں اس آیت میں معنی مصدریہ ظرفیہ ہے۔ یعنی جب تک وہ تمہارے معاہدہ پر قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو۔
٩: ٨ = کَیْفَ۔ یہاں بھی استفہام انکاری یا اظہار حیرت وتعجب کے لئے ہے اس کی تکرار مشرکین کی متواتر عہد شکنی اور عدم ثبات کے لئے ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے:۔
کَیْفَ یَکُوْنُ لَھُمْ عَھْدٌ وَاِنْ یَّظْھَرُوْا عَلَیْکُمْ۔ اور کیسے رہ سکتا ہے معاھدہ ان کے ساتھ جب کہ حال یہ ہے کہ اگر ان کو تم پر برتری حاصل ہوجائے تو..... الخ
= لَا یَرْقُبُوْا۔ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) رَقْبٌ مصدر۔ (باب نصر) پاس یا لحاظ نہیں کریں گے۔ رعایت نہیں کریں گے۔
رَقَبَ یَرْقُبُ۔ رَقُوْبٌ و رِقَابَۃٌ۔ رِقْبَانٌ۔ نگرانی کرنا۔ نگہبانی کرنا۔ انتظار کرنا۔ ڈرانا۔
الرَّقَبَۃُ اصل میں گردن کو کہتے ہیں۔ پھر عرف عام میں غلام کے معنوں میں استعمال ہونے لگا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:۔
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مُّؤْمِنَۃٍ (٤: ٩٢) کہ جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے (بھی) مار ڈالے تو ایک مسلمان غلام آزاد کرائے۔
نگران کو رقیب کہتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ اس شخص کی گردن پر نظر رکھتا ہے جس کی نگرانی منظور ہوتی ہے یا اس لئے کہ وہ نگرانی کے لئے اپنی گردن بار بار اٹھا کر دیکھتا ہے۔
انتظار کرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَکُمْ رَقِیْبٌ (١١: ٩٣) تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ تَرَقُّبٌ (تفعّل) انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ جیسے قرآن کریم میں ہے فَخَرَجَ مِنْھَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ (٢٨: ٢١) موسیٰ علیہ السلام شہر سے نکل بھاگے اور دوڑتے جاتے تھے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔
لہٰذا لَا یَرْقُبُوْا۔ وہ (اپنے عہد کا) پاس نہیں کریں گے۔ اپنے عہد کی نگہبانی (یا پاسبانی) نہیں کریں گے۔
= فِیْکُمْ۔ تمہارے بارے میں۔

= اِلًّا۔ اِلٌّ کے معنی قرابت۔ عہد۔ حلف اور اللہ کے ہیں۔ قرابت کے معنوں میں حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

لعمرك ان الّك من قريش

كالّ السقب من رأل النعام

تیری جان کی قسم تیری قرابت قریش سے ایسی ہے جیسی کہ اونٹنی کے بچے کی قرابت شتر مرغ کے بچے سے ہے۔

اور عہد کے معنوں میں :۔

وجدنا هموكاذبًا الهم

وذوالالّ والعهد لا يكذب

ہم نے ان کو عہد کا جھوٹا پایا۔ حالانکہ عہد کرنے والا جھوٹ نہیں بولتا

اور حلف کے معنوں میں :۔

لولا بنو مالك والالّ مرقبة

ومالك فيهم الآلاءُ والشرف (اوس بن حجر)

اگر بنو مالک نہ ہوتے اور قسم کہ جس کی پابندی کی گئی۔ اور بنو مالک ہی میں بخشش ہی اور شرافت ہے۔

اور اللہ کے معنی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول :۔

ان هٰذا الكلام لم يخرج من اِلٍّ۔

یہ کلام اللہ تعالیٰ سے سرزد نہیں ہوا۔

لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً۔ تمہارے بارے میں نہ قرابت کا لحاظ رکھیں گے اور نہ عہد کا اور نہ حلف کا اور نہ اللہ تعالیٰ کا۔

= ذِمَّةً۔ عہد۔ اس کی جمع ذِمَمٌ ہے۔

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو راضی کرتے ہیں۔ وہ تم کو خوش کرتے ہیں۔ رِضًى مادہ ہے اور ثلاثی مجرد سے مصدر بھی۔

۔ اَفْوَاهِهِمْ۔ اَفْوَاهٌ مضاف هم مضاف الیہ۔ اَفْوَاهٌ۔ فُوْهٌ کی جمع بمعنی مُنْہ بِاَفْوَاهِهِمْ اپنے منہ سے یعنی زبانی کلامی۔

= تَاْبٰی۔ وہ انکار کرتے ہیں۔ لیکن یہاں قُلُوْبٌ جمع مکسر کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال ہوا ہے بمعنی ان کے دل انکار کرتے ہیں۔ اِبَاءٌ مصدر مضارع واحد مؤنث غائب اَبٰی یَاْبٰی (فتح) انکار کرنا۔ ناپسند کرنا۔ مکروہ جاننا۔ ناخوش ہونا (باب ضرب) سے بھی آتا ہے۔

= فَاسِقُوْنَ۔ راستی سے نکل جانے والے۔ نافرمانی کرنے والے۔ حدود شریعت سے نکل جانے والے۔ اللہ کی اطاعت سے نکل جانے والے۔

۹ : ۹ = اِشْتَرَوْا۔ انہوں نے مول لیا۔ انہوں نے بیچا۔ اِشْتَرٰی یَشْتَرِیْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے جس کے معنی خریدنا اور بیچنا دونوں آتے ہیں۔

اِشْتَرَوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِیْلًا۔ انہوں نے اللہ کی آیات کے بدلے تھوڑی سی قیمت قبول کرلی۔ (یعنی ہوائے نفس کے تابع ہوگئے اور اللہ کی آیات پر یقین نہ کیا)

= صَدُّوْا عَنْ۔ وہ پھر گئے۔ انہوں نے ترک کردیا۔ انہوں نے (دوسروں) کو روکا۔ باز رکھا

= سَآءَ۔ یَسُوْءُ۔ (نصر) ماضی واحد مذکر غائب سَوْءٌ سے۔ بُرا ہے۔

= مُعْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مرفوع۔ اَلْمُعْتَدِیْ واحد۔ حق سے تجاوز کرنے والے۔ اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ یہ لفظ زیادتی کے ہر پہلو کو جامع ہے۔ یہاں مراد عہد شکنی ہے

۹ : ۱۲ = نَکَثُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نَکْثٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ و نصر) انہوں نے عہد کو توڑا نکثیۃٌ۔ عہد شکنی۔ جھوٹ۔ ایسا دشوار کام جس میں لوگ عہد و پیمان کو توڑ ڈالیں۔

= طَعَنُوْا۔ انہوں نے طعن کیا۔ انہوں نے عیب نکالا۔ طَعْنٌ سے جس کا اصل معنی نیزہ مارنا ہے (باب ضرب۔ نصر۔ فتح) ہر وہ چیز جو دل کو دکھ پہنچانے والی ہو اس کو بھی طعن کہتے ہیں۔ مثلاً عیب جوئی۔ طعنہ زنی۔

طَعْن۔ بمعنی نیزہ زنی اکثر باب نصر سے آتا ہے۔ اور جب اس کا تعلق طعن بالقول سے ہو تو باب فتح سے۔ یہاں مراد عیب جوئی۔ نقص بینی۔ کے ہیں۔

= اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ۔ رؤس المشرکین۔ کفر کے پیشوا۔ کافروں کے لیڈر۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق اس سے مراد ابوسفیان بن حرب۔ الحرث بن ہشام، سہیل بن عمرو۔ ابوجہل وغیرہ ہیں۔ ائمۃ۔ امام کی جمع ہے۔ لیڈر۔ سردار۔ قائد۔ پیشوا۔ سرکردہ۔

= یَنْتَھُوْنَ۔ وہ باز رہتے ہیں۔ (شاید وہ باز آجائیں) وہ باز آجائیں۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِنْتِھَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر نَھْیٌ۔ مادہ۔

۹ : ۱۳ = اَلَا تُقَاتِلُوْنَ۔ کیا تم جنگ نہیں کروگے۔ کیا تم نہیں لڑو گے۔

= بَدَءُوكُمْ - انہوں نے پہلے تم سے شروع کیا۔ (یعنی زیادتی میں پہل انہوں نے کی) بَدْءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔

۹ : ۱۴ یَشْفِ - مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں یَشْفِیْ تھا۔ بوجہ جواب شرط ی محذوف ہو گئی۔ شِفَاءٌ مصدر (باب ضرب) شفا دے گا۔ (یعنی مشرکین و کفار کی طرف سے ایذا رسانیوں کے دکھ سے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا)

۹ : ۱۵ = وَیُذْهِبْ غَیْظَ قُلُوْبِهِمْ - ان کے دلوں کا غصہ دور کر دیگا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مؤمنین کی طرف راجع ہے۔

۹ : ۱۶ = حَسِبْتُمْ - تم نے گمان کیا۔ تم نے خیال کیا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ تم گمان کر رہے ہو۔ تم خیال کر رہے ہو۔ حِسْبَانٌ مصدر۔ صیغہ ماضی جمع مذکر حاضر۔

= تُتْرَکُوْا - تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ تَرْکٌ سے مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔

= لَمَّا - حرف جازم ہے مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ مثال کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴ اور ۴۹ : ۱۴)۔ لَمَّا پر تفصیلی بحث کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴)

= یَعْلَمْ - مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمَّا - اس نے نہیں جانا۔ اس نے معلوم نہیں کیا۔ لَمَّا یَعْلَمِ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک معلوم نہیں کیا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا علم کسی امر کے وقوع ہونے پر موقوف نہیں وہ ہر اس چیز کا علم رکھتا ہے جو ہو چکی ہے یا ہو رہی ہے یا ہونیوالی ہے خواہ مستقبل قریب میں ہو یا مستقبل بعید میں۔ لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ کے علم سے مراد جاننا نہیں ہے بلکہ جتانا۔ پہچان کروانا دوسروں کے علم میں لانا اور امر معلوم کو ممیز و ممتاز کرنا ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے ابھی تک دوسروں کے سامنے اس امر کو نکھارا ہی نہیں۔ اس کی پہچان ہی نہیں کروائی ——— آیۃ ہذا کا ترجمہ یوں ہوگا۔ کہ کیا تمہارا خیال ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائیگا حالانکہ ابھی تک تم میں سے مجاہدین کو اور اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین کے سوا کسی دوسرے کو اپنا ولی دوست یا ہمراز نہ بنانے والے اشخاص کی (امتحان لے کر) اس نے پہچان ہی نہیں کرائی ہے۔

ع ابھی عاشقی کے امتحاں اور بھی ہیں۔

= وَلِیْجَةً - دُلُوْجٌ بمعنی دُخُوْلٌ سے بنایا گیا ہے۔ گہرے دوست، اندرونی دوست، علامہ قرطبی رح فرماتے ہیں کہ:۔ فَوَلِیْجَةُ الرَّجُلِ من یختص بدخلۃ امرہ دون الناس

دلیجہ وہ شخص جسے عامۃ الناس سے ورے اپنے اندرونی راز کے لئے مختص کیا جائے۔ اندرونی دوست
یہ واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔

۹ : ۱۷ = مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ ۔ مشرکوں کو یہ روا نہیں۔ ان کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ ان کے لئے یہ جائز نہیں۔ ان کا یہ کام نہیں ہے۔

= اَنْ يَّعْمُرُوْا ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ جمع مذکر غائب۔ عِمْرَانٌ مصدر باب نصر عمر مادہ۔ وہ آباد کریں۔ (آباد کرنے والوں میں وہاں جاکر نماز پڑھنے والے۔ عبادت کرنے والے متولی۔ مجاور۔ خادم سب شامل ہیں۔

= مَسٰجِدَ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول يَعْمُرُوْا کا۔ اللہ کی مسجدیں۔ اگرچہ یہ حکم عام ہے اور اس کا اطلاق تمام مساجد پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں مراد مسجد حرام ہے جس میں کعبہ شریف واقع ہے (یعنی مشرکین مسجد حرام اور کعبہ مکرمہ کے متولی اور مجاور۔ خادم وغیرہ نہیں بن سکتے اور نہ ہی وہ اس میں اب عبادت کر سکتے ہیں)

= شٰهِدِيْنَ ۔ گواہ۔ ماننے والے۔ شہادت دینے والے۔ شَهَادَةٌ اور شُهُوْدٌ سے اسم مذکر شَاهِدٌ واحد واؤ سے حال ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ وَهُمْ شَاهِدُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ۔ وَهُمْ حذف ہو گیا اور شٰهِدِيْنَ بحالت نصب ہو گیا۔

= حَبِطَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب، وہ اکارت گئے۔ ضائع ہو گئے۔ حَبْطٌ مصدر

۹ : ۱۸ = لَمْ يَخْشَ ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ يَخْشَ اصل میں يَخْشٰى تھا۔ لَمْ کے عمل سے ی ساقط ہو گیا۔ وہ نہیں ڈرتا۔

= عَسٰى ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے، محبوب شے میں امید کے لئے اور مکروہ بات میں خوف کے لئے آتا ہے۔ بقول حضرت ابن عباس رض کے قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ عَسٰى ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں۔ مثلاً فرمانِ الٰہی ہے عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ضرور تیرا رب تجھے مقام محمود میں پہنچائیگا۔ مقام محمود میں پہنچانا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شافع محشر بننا ایک یقینی امر ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

لیکن راغب نے المفردات میں اس سے اتفاق نہیں کیا وہ رقمطراز ہیں کہ:۔
اکثر مفسرین نے اس کی تفسیر "لوازم یعنی یقین" سے کی ہے وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں طمع اور رجا کا استعمال صحیح نہیں ہے مگر یہ ان کی کوتاہ نظری ہے کیونکہ جہاں کہیں قرآن میں عَسٰى کا لفظ

آیاہے وہاں اس کا تعلق انسان کے ساتھ ہے نہ کہ اللہ کے ساتھ۔ لہٰذا آیتِ کریمہ عَسٰی رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ (۷:۱۲۹) کے معنی یہ ہیں، تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھو کہ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے۔

یہ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝ پس یہی لوگ ہیں جن سے توقع ہے کہ راہِ ہدایت پائیں گے۔

۹ : ۱۹ = سِقَايَةَ ۔ پانی پلانا۔ عِمَارَةَ ۔ آباد کرنا۔ صاحب ضیاء القرآن۔ مظہری۔ قرطبی و بیضاوی لکھتے ہیں :۔ الفاظ آیت سقایۃ و عمارۃ مصدر ہیں۔ اگر یہ اسم فاعل کے معنی میں استعمال ہوں تو کلام میں کسی لفظ کو مقدر ماننے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی معنیٰ ہوگا :۔ کہ حاجیوں کو پانی پلانے والا اور مسجد کو آباد کرنے والا اس شخص کی طرح نہیں ہوسکتا جو اللہ اور قیامت پر ایمان لائے اور جہاد کرے۔

اور اگر مصدری معنی ہی میں مستعمل ہو تو پھر کلام میں حذف ماننا پڑیگا۔ اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو مشبہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام یوں ہوگی۔ اجعلتم اھل السقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام ... اور یا مشبہ بہ میں محذوف مانیں تو اس وقت تقدیر کلام ہوگی۔ اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کایمان من اٰمن باللہ و الیوم الاٰخر وجہاد من جاھد فی سبیل اللہ۔

= لا یستوٗن = مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہیں

۹ : ۲۰ = اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللهِ ۔ ای اعظم درجۃ من اھل السقایۃ والعمارۃ عند اللہ ۔ یعنی اللہ کے نزدیک ایمان والوں، ہجرت کرنے والوں اور اپنے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کا درجہ اہل سقا، و اہل عمارت سے بہت بڑا ہے۔

= اَلْفَآئِزُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَائِزٌ واحد۔ کامیاب، انتہائی مقصود پانے والے۔

= يُبَشِّرُهُمْ ۔ وہ ان کو خوشخبری دیتا ہے تَبْشِيْرٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= رِضْوَانٍ ۔ رضامندی ۔ خوشنودی ۔ مرضی ۔ رضا ۔ رَضِيَ يَرْضٰى کا مصدر ہے رِضْوَانٍ اور جَنّٰتٍ ۔ بوجہ ب حرف جر کے مجرور ہیں ۔

= فِیۡهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث جَنّٰت کی طرف راجع ہے
= نَعِیۡمٌ اسم نکرہ۔ نعمت ۔ راحت ۔ نعمت کثیرہ ۔
= فِیۡ جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ (۵۶:۱۲) نعمتوں کی بہشت میں اور جَنّٰتِ النَّعِیۡمِ (۲۱:۸) نعمتوں کے باغ میں۔
= مُّقِیۡمٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ دوامی۔ لازوال۔ اِقَامَۃٌ سے۔ نَعِیۡمٌ مُّقِیۡمٌ لازوال دائمی نعمتیں
۹ : ۲۳ = لَا تَتَّخِذُوۡۤا اَوۡلِیَآءَ ۔ تم دوست مت بناؤ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے
= اِسۡتَحَبُّوۡا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسۡتِحۡبَابٌ (استفعال) سے (اگر) وہ عزیز رکھیں۔
= یَتَوَلَّهُمۡ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَوَلِّیۡ سے جوان دوستی رکھے گا۔

۹ : ۲۴ = عَشِیۡرَتُكُمۡ ۔ تمہاری برادری ۔ تمہارا کنبہ۔ تمہارا قبیلہ۔
= اِقۡتَرَفۡتُمُوۡهَا ۔ اصل میں اِقۡتَرَفۡتُمۡ ۔ ہے واؤ اشباع کا ہے۔
اِقۡتَرَفَ یَقۡتَرِفُ اِقۡتِرَافٌ (افتعال) کمانا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَمۡوَالٌ کی طرف راجع ہے ۔جو مال تم نے کمائے ہیں۔
= کَسَادَهَا ۔ مضاف مضاف الیہ کَسَادٌ مصدر۔ تجارت نہ چلنا۔ سودا نہ بکنا۔ خریدار نہ ملنا۔ (باب نصر وکرم) سُوۡقٌ کَاسِدٌ ۔ وہ بازار جس میں خریدار کم ہوں۔ اردو میں کساد بازاری اس وقت بولتے ہیں جب بازار میں خرید وفروخت مدہم پڑجائے۔
= فَتَرَبَّصُوۡا ۔ پس تم انتظار کرو۔ تم منتظر رہو۔ تم راہ دیکھو ۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
= فَتَرَبَّصُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ تہدید وتخویف کے لئے ہے (یعنی تو پھر اب عذاب الٰہی کا انتظار کرو) پس انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے۔
۹ : ۲۵ = مَوَاطِنَ ۔ مواقع جنگ۔ لوگوں کے رہنے کی جگہ۔ مَوۡطِنٌ واحد وَطۡنٌ مصدر (باب ضَرَبَ) جگہ پکڑنا۔ مقیم ہونا۔ اِیۡطَانٌ (باب افعال) تَوۡطِیۡنٌ (تفعیل) اِسۡتِیۡطَانٌ (استفعال) تینوں ابواب سے بمعنی رہنے کی جگہ اختیار کرنا۔ تَوَطُّنٌ (تفعّل) جگہ پکڑ لینا۔ کسی چیز پر دل لبستہ ہو جانا۔
مَوَاطِنَ ۔ظرف مکان فی حرف جار کی وجہ سے نَ مکسور ہونا چاہئے تھا۔ لیکن ایسی جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہو یعنی ایسی جمع جس کے پہلے دو حرف مفتوح اور تیسری جگہ الف ہو جیسے مَسَاجِدُ ۔ مَصَابِیۡحُ ۔ یہ جمع قائم مقام دو سببوں کے ہے لہٰذا مواطن غیر منصرف ہے اور اس وجہ

سے ن کے نیچے کسرہ نہیں آیا۔
مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ سے مراد یہاں وہ جنگیں ہیں جن میں باوجود دشمن کے مقابلہ میں قلت کی وجہ سے مسلمانوں کو خداوند تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا۔ مثلاً بدر۔ بنو قریظہ اور بنو نظیر کے خلاف جنگیں۔ حدیبیہ۔ خیبر۔ مکہ وغیرہ۔
= وَيَوْمَ حُنَيْنٍ کیا اس کا عطف مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ پر ہے تو اس صورت میں يَوْمَ مفتوح کیوں آیا ہے اس کی متعدد توضیحات دی گئی ہیں۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ نیا جملہ ہے اور اس سے پہلے اذكروا مضمر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَاذْكُرُوْا يَوْمَ حُنَيْنٍ۔ اور یاد کرو جنگ حنین کا واقعہ۔
= لَمْ تُغْنِ۔ تُغْنِ اصل میں تُغْنِیْ تھا لَمْ کی وجہ سے ی حذف ہو گئی۔ وہ کام نہ آئی (یعنی کثرت)
= بِمَا۔ میں مَا مصدریہ ہے بِ بمعنی مَعَ کے ہے
رَحُبَتْ۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی (باب کرم) رُحْبٌ سے جس کے معنی فراخ ہونے کے ہے ماضی واحد مؤنث غائب۔
بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود کشادہ اور فراخ ہونے کے۔ باوجود اپنی وسعت کے اور کشادگی کے۔
(نیز ملاحظہ ہو ٩ : ٧٥)
= وَلَّيْتُمْ۔ تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تولیۃ سے
= مُدْبِرِيْنَ۔ پیٹھ دکھانے والے۔ پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے۔ دُبُرٌ ہر چیز کے پچھلے حصہ کو کہتے ہیں
٩ : ٢٦ = سَكِيْنَتَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سکینہ وہ اطمینان۔ چین و قرار اور سکون ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندہ کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں یہ اس کے لئے ایمان کی زیادتی یقین میں قوت اور استقلال پیدا کر دیتا ہے۔
= لَمْ تَرَوْهَا۔ اصل میں تَرَوْنَ (مضارع جمع مذکر حاضر۔ لَمْ کی وجہ سے ن اعرابی گر گیا جن کو تم نے نہ دیکھا۔
٩ : ٢٧ = يَتُوْبُ اللّٰهُ۔ اللہ اپنے طرف لوٹنے کی توفیق دیگا۔ (یعنی کافروں میں سے جسے چاہیگا اپنی طرف لوٹنے کی توفیق عطا فرمائے گا اور ان کو اسلام سے مشرف فرمائیگا۔ تَابَ يَتُوْبُ (نصر) بمعنی لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ جب اللہ کی طرف اس کی نسبت ہو تو بمعنی لوٹنے یا رجوع کرنے کی توفیق بخشنا۔ توبہ قبول کرنا۔ رحمت سے توجہ فرمانا)

۹: ۲۸ == نَجَسٌ ۔ نَجِسٌ وَ نَجَاسَۃٌ ۔مصدر (باب سمع ۔نصر) ناپاک، پلید۔ خواہ ظاہری ہو یا باطنی ۔ یہاں مصدر استعمال ہوا ہے ۔ مذکر ۔ مؤنث ۔ تثنیہ ۔ جمع سب پر اس کا اطلاق ہوتا ہے !

== عَیْلَۃً ۔ فقر، مفلسی ۔ عَالَ یَعِیْلُ (ضرب) سے مصدر ہے (یعنی اگر مشرکین کے داخلہ پر بندش سے تمہیں تجارتی کاروبار میں کساد بازاری یا آمدنی میں کمی کا اندیشہ ہو تو فَسَوْفَ یُغْنِیْکُمُ اللّٰہُ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں غنی کردے گا۔

۹: ۲۹ == لَا یُحَرِّمُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر وہ حرام قرار نہیں دیتے ۔

== لَا یَدِیْنُوْنَ ۔ مضارع منفی ، جمع مذکر غائب (باب ضَرَبَ) وہ مذہب اختیار نہیں کرتے وہ دین اختیار نہیں کرتے ۔ دَانَ وَتَدَیَّنَ ب ۔ مذہب اختیار کرنا۔

== دِیْنَ الْحَقِّ ۔ سچا دین یعنی اسلام

== عَنْ یَدٍ ۔ (اپنے) ہاتھ سے ۔ دلی اطاعت کے طور پر

== وَھُمْ صَاغِرُوْنَ ۔ اور وہ اپنے صغیر (حقیر اور مغلوب) ہونے کا دلی احساس رکھتے ہوں اپنے آپ کو حقیر و صغیر جانتے ہوئے ۔

۹: ۳۰ == یُضَاھِئُوْنَ ۔ مُضَاھَاۃٌ (مفاعلۃ) وہ مشابہت پیدا کررہے ہیں ۔ وہ نقل اتار رہے ہیں ۔ ایسی باتیں کررہے ہیں جیسے قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ ضَھِیٌّ ۔ مثل ۔ مانند شبیہ ۔ ضَھْیٌ ۔ مصدر (ناقص یائی (باب سمع) عورت کا مرد کی طرح ہوجانا کہ نہ حیض ہو۔ نہ حمل نہ پستان ۔ ضَھْیَاءُ ۔ مرد نما عورت ۔ مضاھات مشابہت ، ضھی مادہ ۔ بعض کے نزدیک یہ مہموز اللام (ضھاءٌ) اور اس کی قرأت یُضَاھِئُوْنَ ہے ناقص یائی کی صورت میں قرأت یُضَاھُوْنَ ہوگی ۔

== قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ ۔ بد دعا کا کلمہ ہے : خدا ان کو غارت کرے ۔ یا ان کے قول کہ "عزیر اللہ کا بیٹا ہے" اور یہ کہ "مسیح اللہ کا بیٹا ہے" کی قباحت پر کلمہ تعجب ہے۔

== اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۔ اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ۔ کہاں ۔ کیسے ۔ کیونکر ۔ کتنے ۔

یُؤْفَکُوْنَ ۔مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِفْکٌ (ضَرَبَ) سے ۔کسی شے کا اصلی جانب سے منہ پھیرنے کا نام افک ہے ۔ جھوٹ ۔ بہتان ۔ ان ہر دو میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے ۔ کیسے بھٹکائے جا رہے ہیں ۔ یا اس کا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے ۔ کدھر بھٹکے چلے جا رہے ہیں ۔ اور فعل مجہول محض ان کی ہٹ دھرمی کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی

بیرونی طاقت ان کو جبراً ابھگارہی ہے۔ ایسی دیگر مثالیں ۱۱: ۷۸ اور ۷: ۱۲۰ میں ملاحظہ فرمادیں۔
افک الف کے فتح اور کسرہ دونوں کے ساتھ مستعمل ہے۔ بمعنی جھوٹ بولنا۔

۹: ۳۱ — اَحْبَارَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ احبار جمع حبر کی۔ اہل تفسیر اسے حَبْر (بالفتح) اور اہل لغت حِبْر (بالکسر) پڑھتے ہیں۔ فراء کے نزدیک دونوں طرح صحیح ہے اس کا معنی ہے جید عالم جو بڑی عمدگی اور سلیقہ سے بات کر سکے۔

= رُهْبَانَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رُهْبَانٌ رَاهِبٌ کی جمع ہے جو رَهْبَةٌ بمعنی خوف سے ماخوذ ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اپنی ساری زندگی اللہ کے خوف سے اس کی عبادت کے لئے وقف کردیں۔

— اَرْبَابٌ۔ جمع ہے رَبٌّ کی۔ معبودان۔

— الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ۔ فعل اِتَّخَذُوْا کا مفعول ثالث پہلے دو مفعول اَحْبَارَهُمْ اور رُهْبَانَهُمْ ہیں۔

یہاں رب (ارباباً) ماننے سے مراد یہ ہے کہ معاصی میں ان کا حکم ماننا۔ ان کے حرام کو حلال کہنے کو حلال ماننا۔ اور حلال کو حرام کہنے کو حرام ماننا۔

۹: ۳۲ — يُطْفِئُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ اصل میں يُطْفِئُوْنَ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ کہ وہ بجھا دیں۔

— نُوْرَ اللّٰهِ۔ یہاں مراد اسلام ہے۔ دین اللہ۔

— اَفْوَاهِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے منہ۔ اس کا ترجمہ اپنی پھونکوں سے بھی ہو سکتا ہے
— اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی منہ کے ہیں۔ فَمٌ کی اصل فُوْهٌ تھی۔ ہ کو گرا کر واو کو میم سے بدل دیا گیا۔

قرآن مجید میں جہاں صرف منہ سے کہنے پر بات رکھی گئی ہے وہاں دروغ بیانی کی طرف اشارہ ہے اور اس طرف تنبیہ ہے کہ اعتقاد واقع کے مطابق نہیں۔

= يَاْبٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر (باب فتح) وہ انکار کرتا ہے وہ نہیں مانتا۔
— لَوْ۔ اگرچہ۔

= كَرِهَ۔ ناپسند کریں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب سمع) یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے

۹: ۳۳ — لِيُظْهِرَهٗ۔ کہ اس کو غالب کرے۔ ہٗ کی ضمیر دین کی طرف راجع ہے۔
— عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ تمام دینوں پر۔

اگر لیُظھِرَہٗ کی ضمیر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں تو عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ بمعنی علیٰ اھل الادیان کلہم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دینوں کے پیروؤں پر غالب کریگا

۹: ۳۴ = یَصُدُّوْنَ ۔ ای یمنعون الناس عن الایمان وعن الاسلام لوگوں کو اسلام سے روکتے تھے۔

= وَالَّذِیْنَ یَکْنِزُوْنَ ۔ میں اشارہ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّھْبَانِ کی طرف ہے۔ یَکْنِزُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَنْزٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ جمع کرکے رکھ چھوڑتے ہیں۔

= اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ ۔ سونا اور چاندی ۔ یعنی مال و دولت۔

= فَبَشِّرْھُمْ ۔ بَشِّرْ ۔ تو خوشخبری دے ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَبْشِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے بشارت کا لفظ طنزًا استعمال ہوا ہے۔ ھُمْ ضمیر الذین یکنزون کی طرف راجع ہے

۹: ۳۵ = یُحْمٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحْمَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ خوب گرم کیا جائے گا۔ تپایا جائے گا۔ حَمْیٌ سے۔ اس مادہ سے متعدد الفاظ متعدد معانی میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً قرآن میں ہے فِیْ عَیْنٍ حَامِیَۃٍ (۱۸-۸۶) گرم چشمے میں۔ یا جیسا ایک دوسری قرآت میں ہے۔ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ ۔ سیاہ بدبودار کیچڑ والے چشمے میں۔ حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ ۔ (۴۸: ۲۶) جاہلانہ حمیت (ضد۔ کد۔ نفرت) مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۔ سڑے ہوئے گارے سے اسی طرح عربی میں بولتے ہیں حَمَیْتُ اَنْفِیْ مَحْمِیَّۃً ۔ میں نے اپنی عزت کی حفاظت کی۔ اسی سے حامی ۔ مددگار۔ حمایت کرنے والا ۔ وغیرہ وغیرہ۔

= یُحْمٰی عَلَیْھَا ۔ اصل میں (یَوْمَ) تُحْمَی النَّارُ عَلَیْھَا تھا۔ اس صورت میں تُحْمٰی مسند اور النَّارُ مسند الیہ ہے النَّارُ کو حذف کردیا گیا۔ تو عَلَیْھَا جار مجرور ہوکر مسند الیہ ہوا۔ اس انتقال اسناد کی وجہ سے تُحْمٰی (صیغہ واحد مونث غائب) کی بجائے یُحْمٰی (صیغہ واحد مذکر غائب) لایا گیا۔ جیسے کہتے ہیں رُفِعَتِ الْقِصَّۃُ اِلَی الْاَمِیْرِ ۔ اور جب القصۃ کو حذف کیا جائیگا تو رُفِعَ اِلَی الْاَمِیْرِ کہیں گے۔

عَلَیْھَا میں ضمیر ھَا اور اس طرح آیۃ سابقہ میں یُنْفِقُوْنَھَا میں اور آیۃ ہذا میں تُکْوٰی بِھَا میں ضمیر واحد مونث غائب لائی گئی ہے۔ حالانکہ اس کا اشارہ اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ کی طرف ہے جو تثنیہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اَلذَّھَبَ وَالْفِضَّۃَ سے مراد کثرت دنانیر (دینار کی جمع) اور کثرت دراہم (درہم کی جمع) ہے اور بوجہ جمع مذکر غیر سالم کے ان کی ضمیر واحد مونث لائی گئی ہے
یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ ۔ جس دن تپایا جائے گا اس سونے اور چاندی کو یا ان سے

بنائے ہوئے سکوں کو دوزخ کی آگ میں

= فَتُكْوٰى ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب كَیٌّ سے (باب ضرب) كَوٰى يَكْوِىْ۔ كَوَيْتُ الدَّابَّةَ بِالنَّارِ كَيًّا۔ میں نے جانور کو گرم لوہے سے داغ دیا۔ فَتُكْوٰى پس داغ دیئے جائیں گے (ان سونے چاندی یا ان کے سکوں سے)

= جِبَاهُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جِبَاهٌ جَبْهَةٌ کی جمع ان کی پیشانیاں ۔

= جُنُوْبُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جُنُوْبٌ جُنُبٌ کی جمع ان کے پہلو

= ظُهُوْرُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ظُهُوْرٌ ظَهْرٌ کی جمع ان کی پیٹھیں ۔ ان کی پشتیں ۔

= هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ ۔ ای یقول لہم هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ

۹ : ۳۶ = عِدَّةٌ گنتی ۔ شمار ۔ عدت یعنی وہ گنتی کے دن جن کے گذر جانے پر مطلقہ یا بیوہ سے نکاح حلال ہو جاتا ہے ۔

= حُرُمٌ ۔ ادب والے ۔ عزت والے حَرَامٌ کی جمع ۔ بمعنی حرمت والا ۔ حرام ، ممنوع ۔ جس چیز سے منع کر دیا جائے وہ حرام ہے ۔ حرمت کے ماہ کو بھی شہر حرام اس واسطے کہا جاتا ہے کہ ایسے ماہ میں اللہ تعالیٰ نے بعض ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے جو دوسرے اوقات میں حلال ہیں ۔

اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ۔ چار حرمت والے مہینے یعنی ذوالقعدہ ، ذوالحجہ ، المحرم ۔ الرجب ۔

= اَلْقَيِّمُ ۔ صیغہ صفت ۔ مفرد ۔ مذکر ۔ درست ۔ ٹھیک ۔ سیدھا ۔

الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (موصوف و صفت) ایسا دین جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے

= فِيْهِنَّ ۔ میں هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ہے یا اس کا مرجع اِثْنَا عَشَرَ شَهْرًا بھی ہو سکتا ہے ۔ یعنی بارہ مہینے (ہمیشہ) اپنے نفسوں پر ظلم کرنے سے بچو

= كَافَّةً ۔ اسم فاعل ۔ مفرد ۔ مؤنث ۔ كَافٌّ مذکر كَافَّاتٌ جمع كَفٌّ مادہ (مضاعف ثلاثی) و نیز مصدر ۔ یا یہ اسم فاعل مفرد مذکر بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں تا علامتِ مبالغہ ہوگی ۔ استعمال میں یہ ہمیشہ حال ۔ منصوب اور نکرہ ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب پورے کے پورے ۔ جَمَاعَةً ۔ قرآن میں ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ (۳۴ : ۲۸) اور (اے محمد) ہم نے آپ کو سب لوگوں کے لئے (بشیر و نذیر بنا کر) بھیجا ہے ۔ امام راغب نے اس کا ترجمہ کیا ہے ۔ ہم نے تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے ۔

۹ : ۳۷ = اَلنَّسِيْٓءُ ۔ اَلنَّسْءُ کے معنی کسی چیز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دینے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے

نُسِئَتِ الْمَرْاَۃُ۔ عورت کے حیض کا مقرر وقت ٹل گیا حیض آنے میں تاخیر ہوگئی۔ نُسْأَۃٌ نَسِیْئٌ و نَسِیْئَۃٌ۔ تاخیر۔ اسی سے ہے مِنْسَأَۃٌ۔ لاٹھی یا ڈنڈا کہ اس سے کسی چیز کو پیچھے ہٹایا جاتا ہے۔ اور اسی سے نَسَأَ اللّٰہُ فِیْ اَجَلِکَ۔ اللہ تمہاری اجل میں تاخیر کر دے۔ یعنی تمہاری عمر دراز کرے۔

عرب کا قدیم دستور تھا کہ ذو القعدہ و ذو الحجہ۔ محرم اور رجب المرجب کے مہینوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور اس میں کسی قسم کا جنگ و جدال جائز نہیں سمجھتے تھے لیکن جب ان کا بگاڑ عروج کو پہنچا تو ان میں سے بعض زور آور قبائل اپنے مفاد کی خاطر بعض دفعہ اعلان کر دیتے کہ اس سال ہم نے فلاں مہینے کو اشہر حرم سے خارج کر دیا ہے اور اس کی بجائے فلاں مہینے کو اشہر حرم میں داخل کر لیا ہے۔ اس طرح وہ چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اپنی مرضی سے ان کے تعین میں ردو بدل کر لیتے۔ اس قسم کا ردو بدل اَلنَّسِیْئُ کہلاتا تھا۔

= زِیَادَۃٌ۔ زَادَ یَزِیْدُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے زیادتی۔ زیادہ ہونا۔ زیادہ کرنا۔ اَلنَّسِیْئُ کفر میں مزید اضافہ کا باعث ہے۔

= یُضَلُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) سے گمراہ کئے جاتے ہیں۔

= یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ یعنی کافر لوگ اس النَّسِیْئُ کے ذریعہ مزید گمراہ کئے جاتے ہیں۔ ان کے سردار نسی کے ذریعہ ان کو گمراہ کرتے ہیں۔

اس جگہ فعل (یُضَلُّ) مسند اور الذین کفروا (مفعول مالم یسم فاعلہٗ) مسند الیہ ہے۔ فعل کا اسناد مفعول کی طرف کرنے کی قرآن میں متعدد مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی آیۃ میں آگے آیا ہے زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ۔

= یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا۔ حلال قرار دے لیتے ہیں اس کو کسی سال اور حرام قرار دے دیتے ہیں اسے کسی سال۔ یعنی کسی سال حرمت کے مہینے کو ماہ حرام رہنے دیتے ہیں اور کسی سال اس کو حلال قرار دے دیتے ہیں۔ یعنی کسی سال اس میں قتل و غارت کو جائز قرار دے لیتے ہیں۔

یُحَرِّمُوْنَهٗ اور یُحِلُّوْنَهٗ ہر دو میں ضمیر واحد مذکر غائب النَّسِیْئُ کی طرف راجع ہے۔ جس سے وہ ماہ حرام کو بدل دیا کرتے تھے۔

= لِیُوَاطِئُوْا۔ مضارع جمع مذکر غائب مُوَاطَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر تاکہ موافقت پیدا کر لیں درست کر لیں۔ برابر کر لیں۔ لِیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ تاکہ جس تعداد کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کے ساتھ موافقت پیدا کر لیں۔ مہینوں کی گنتی کو برابر کر لیں۔

= فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ۔ پس اس طرح جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے اس کو اپنی مطلب براری

کے لئے) حلال کریں۔
= زُيِّنَ ۔ مزیّن کر کے دکھایا گیا۔ خوشنما کرکے دکھایا گیا۔ تَزْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔
= سُوْءُ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمال کی بُرائی۔ قباحت۔ گناہ۔ بُرا کام۔ عیب۔ سَآءَ يَسُوْٓءُ سَوْءٌ۔ (باب نصر) سے اسم ہے۔ ان کے بُرے اعمال۔ ان کے اعمال میں سے بُرے عمل
۹: ۳۸ = مَالَكُمْ۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ اور جگہ ہے وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا (۹۹: ۳) اور انسان کہیگا اس کو (یعنی زمین کو) کیا ہوگیا ہے۔
= اِنْفِرُوْا۔ نَفَرَ يَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم نکلو۔ نَفَرَ کے اصل معنی ہیں منتشر ہونا۔ لیکن مختلف حروف کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے مثلاً نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی۔ کسی چیز کی طرف دوڑ کر جانا۔ نَفَرَ مِنْ۔ کسی چیز سے کترانا۔
یہاں آیۃ ھٰذا میں نَفَرَ سے نکلنا۔ کوچ کرنا کے معانی لئے گئے ہیں۔ اِنْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ تم خدا کے راستہ میں نکلو۔ (یہ آیت جنگ تبوک کے موقعہ پر نازل ہوئی)
= اِثَّاقَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اصل میں تَثَاقَلْتُمْ (باب تفاعل) تھا ت کو ث میں مدغم کیا گیا۔ حرفِ مدغم بمقام دو حروف کے ہے جن میں کا پہلا حرف ساکن ہے چونکہ حرف ساکن سے ابتدا نہیں کی جا سکتی۔ لہٰذا حرف مدغم سے پہلے ہمزہ وصل لایا گیا۔ اِثَّاقَلْتُمْ ہوگیا۔
جس کا مطلب ہے کہ تم بوجھ کے سبب جھک گئے۔
اِثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ۔ تم بوجھل ہو کر زمین ہی سے لگ گئے۔ یعنی جہاد کے لئے نکلنے کی بجائے تمہارے پاؤں زمین سے جم کر رہ گئے۔
قرآن حکیم میں اور بھی ایسی مثالیں ہیں مثلاً
(۱) وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا (۲: ۷۲) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تھا پھر تم اس کے بارہ میں ایک دوسرے سے جھگڑنے لگے تھے۔ اصل میں تَدَارَءْتُمْ تھا۔ تا کو دال میں مدغم کیا چونکہ مدغم سے ابتدا نہیں ہو سکتی بوجہ سکون کے لہٰذا ہمزہ وصل زیادہ کیا گیا
(۲) حَتّٰٓى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا (۷: ۳۸)
(۳) حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ (۱۰: ۲۴) کہ اصل میں تَدَارَكُوْا اور تَزَيَّنَتْ تھا۔
۹: ۳۹ = اِلَّا۔ اِنْ لَّا۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا۔ اگر تم نہیں نکلو گے (اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے)

= یُعَذِّبْکُمْ ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط کے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= یَسْتَبْدِلْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وہ بدل کرلے آئیگا۔

= وَلَا تَضُرُّوْہُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ جو کہ محذوف ہے

۹: ۴۰ = اِلَّا تَنْصُرُوْہُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ ۔ ای ان لم تنصروہ فسینصرہ اللّٰہ کما نصرہ (اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ) اگر تم نے (یہ خطاب ہے تثاقل کرنے والوں سے جو جنگِ تبوک کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ نکلے تھے) رسول کی مدد نہیں کی (تو کیا ہوا) اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا۔ جیسا کہ اس نے مدد فرمائی تھی جب کافروں نے ان کو (مکہ سے) نکالا تھا جب کہ دو میں سے دوسرا وہ تھا (یعنی وہ محض دو افراد تھے۔ ایک اور اور دوسرا وہ خود۔ قلت تعداد پر زور دینے کے لئے یہ محاورہ استعمال ہوا ہے) ثَانِیَ اثْنَیْنِ) منصوب ہے بوجہ نَصَرَہُ اللّٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب پر حال ہونے کے۔

= اِذْ ھُمَا بدل ہے اِذْ اَخْرَجَہٗ کا۔ اسی طرح اِذْ یَقُوْلُ بدل ثانی ہے۔

= لِصَاحِبِہٖ ۔ صاحب (ساتھی) سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اور ہٖ ضمیر کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

= فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ ۔ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ اس کے فوراً بعد کا جملہ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا جو کہ مرتگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ ۔ پر عطف ہے اور معطوف و معطوف علیہ میں شرکتِ احوال لازم ہے۔

بعض کے نزدیک اس ضمیر کا مرجع حضرت ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ خوف کی حالت ان پر طاری تھی۔ اور انہیں سکینہ کی ضرورت تھی۔

= لَمْ تَرَوْھَا ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر حاضر۔ تَرَوْا اصل میں تَرَوْنَ تھا لَمْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جُنُوْدٌ ہے۔

= کَلِمَۃَ ۔ بات۔

= السُّفْلٰی ۔ اسم تفضیل ہے۔ سُفْلٰی صیغہ واحد مؤنث۔ سُفْلٰی ۔ جب ال کے ساتھ آئے جیسا کہ موجودہ شکل میں ہے تو تفضیلِ کل کے معنی دیتا ہے السُّفْلٰی ۔ سب سے نیچی ۔ سرنگون ۔

عُلْیَا کی ضد ہے اَلْعُلْیَا سے بلند۔
۹:۴۱ — خِفَافًا۔ سبک بار۔ ہلکے۔ خَفِیْفٌ کی جمع بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
— ثِقَالًا۔ بوجھل ثقیل کی جمع ہے۔ ہر دو خِفَافًا وَثِقَالًا۔ اِنْفِرُوْا سے حال ہیں۔
خِفَافًا وَثِقَالًا۔ یعنی ہر حال میں خواہ تم جوان ہو یا بوڑھے۔ فقیر ہو یا امیر۔ سوار ہو یا پیادے۔ تندرست ہو یا بیمار۔ تنہا ہو یا عیالدار (روح البیان) جنگ کے سامان کے ساتھ یا بغیر سامانِ جنگ کے۔
۹:۴۲ — عَرَضًا۔ روبرو لانا۔ پیش کرنا۔ پیش افتادہ سامان۔ سامنے رکھا ہوا مال ومتاع یہاں عَرَضًا قَرِیْبًا۔ بمعنی سہل الحصول مال ہے۔
— سَفَرًا قَاصِدًا۔ قریبی سفر۔ قَصْدٌ سے جس کا معنی ہے وسطی راستہ پر چلنا۔ القصد بمعنی المعتدل
— لَاتَّبَعُوْكَ۔ لام تاکید۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ضرور تیری اتباع کرتے۔ تیرے پیچھے چلتے۔
— شُقَّةُ۔ مسافت۔ بقول راغب وہ منزل مقصود جس تک بہ مشقت پہنچا جائے۔ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ۔ مسافت ان کو دور دراز نظر آئی۔ کٹھن سفر ان کو بہت دور کا سفر نظر آیا۔
سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہیں گے)
— لَوِ اسْتَطَعْنَا۔ اگر ہمیں استطاعت ہوتی۔ اگر ہمیں طاقت ہوتی۔
۹:۴۳ — عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ۔ (اے محمدؐ) تجھے اللہ بخشے۔ اللہ تجھے معاف فرمائے۔ خدا تیرا بھلا کرے عفو کے اصل معنی مٹانا ہیں جیسے عَفَتِ الرِّيْحُ الدَّارَ (ہوا نے گھر کے نشانات مٹا دیئے) اور عَفَوْتُ عَنْهُ کے معنی ہیں قصدت ازالة ذنبه صارفًا عنه میں نے اس سے درگذر کرتے ہوئے اس کے گناہ مٹانے کا ارادہ کر لیا۔
لیکن شیخ محمد بن طیب فارسی شارح قاموس سے منقول ہے کہ:
عفو کا بغیر گناہ کے نہ ہونا گو عرف میں مشہور ہو گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ عفو بمعنی عدم لزوم (لازم نہ ہونا) بھی ہوتا ہے۔ اور اس کے اصل معنی ترک کے ہیں اور اسی پر اس کے سارے معانی گھومتے رہتے ہیں۔ امام فخر الدین رازی نے واحدی رح سے نقل کیا ہے کہ عفو کے اصل معنی زیادہ ہونے کے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلِ الْعَفْوَ (۲:۲۱۹) کہہ جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ اور حَتّٰى عَفَوْا (۷:۹۵) یعنی جوان کی تعداد تھی اس سے زیادہ ہو گئے۔
ان اقوال کی روشنی میں عربی محاورہ عفا اللہ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا لازم نہیں آتا۔ بقول شیخ محمد بن طیب مذکورہ بالا، حافظ کا شعر ہے:
عَفَا اللّٰهُ عَنْ شَيْءِ النَّوَائِبِ — جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔

(اللہ تمہیں زمانہ کی گردشوں کے شر سے بچائے۔ اور دارین میں نیک اجر دے۔
اور واحدی کے مطابق اس کا ترجمہ "اللہ تیرا بھلا کرے" بھی ہو سکتا ہے۔
شانِ نزول اس آیت کا یہ ہے کہ جنگِ تبوک کے موقعہ پر موسم کی شدت اور مسافت کی مشقت کی وجہ سے بہت سوں نے شرکت سے معذرت پیش کی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ہر ایک منظور فرمالی۔ اس کی متعدد معقول وجوہات تھیں۔
(۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی کریم النفسی
(۲) معقول وجوہات کی بناء پر استثناء سے انکار قرینِ انصاف نہ تھا۔
(۳) عسکری پالیسی کے لحاظ سے بھی ایسے اشخاص کو جبراً ساتھ لیجانا خلاف مصلحت تھا جو دلی جذبہ کے ساتھ جہاد میں شرکت کے متمنی نہ تھے۔
لہٰذا خداوند تعالیٰ کا قول لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِيْنَ۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی سرزنش نہ تھی بلکہ اس سے مقصد صرف یہ تھا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو سچے اور جھوٹوں میں تمیز ہو جاتی۔ اسی وجہ سے اس استفسار سے پہلے عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ کے الفاظ ارشاد فرما دیئے۔
بعض کے نزدیک تو یہ کلمات اظہار تکریم و تعظیم کے لئے ہیں۔ اہل عرب کا دستور تھا کہ جب کسی کی عزت و توقیر کا اظہار مقصود ہوتا تو اس کے ساتھ گفتگو کا آغاز ایسے ہی کلمات (عفاک اللہ) سے کیا کرتے تھے۔
امام رازی فرماتے ہیں کہ اِنَّ ذٰلِكَ يَدُلُّ عَلٰى مبالغة الله فى تعظيمه وتوقيره یعنی ان کلمات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کا اظہار فرمایا ہے۔
= حَتّٰى يَتَبَيَّنَ ۔ سے قبل وَهَلَّا تَوَقَّفْتَ ۔ محذوف ہے۔ اور کیوں نہ تو نے توقف کیا (ان کو پیچھے رہنے کی اجازت دینے میں)
يَتَبَيَّنَ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبَيُّنٌ (تفعّل) مصدر۔ تجھ پر ظاہر ہو جاتے۔ کھل کر سامنے آجاتے۔
٩ : ۴۴ ــ لَا يَسْتَاْذِنُكَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِيْذَانٌ مصدر۔ تجھ سے اجازت نہیں مانگیں گے۔
لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ۔ اگر اَنْ يُّجَاهِدُوْا بمعنی فِىْ اَنْ يُّجَاهِدُوْا لیا جاوے تو معنی ہوگا۔ وہ لوگ جو اللہ

اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے سے بچنے کی خاطر تم سے پیچھے رہنے کی اجازت نہیں مانگیں گے۔ یا یہ اس طرح ہے ان یستاذنوک فی التخلف کراھۃ ان یجاھدوا۔ کہ وہ تجھ سے پیچھے رہنے کی اجازت طلب کریں کیونکہ وہ اپنے مال اور جان سے جہاد کرنا نہیں چاہتے۔

۹ : ۴۵ == اِرْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ۔ ان کے دل شک میں پڑ گئے اِرْتَابَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ ریبٌ مادہ۔ شک۔

== یَتَرَدَّدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تَرَدُّدٌ تفعلٌ) مصدر۔ ڈانواں ڈول ہیں۔ تردّد میں پڑے ہوئے ہیں۔

۹ : ۴۶ == لَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ۔ اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا۔

خُرُوْج کے لفظی معنی نکلنا کے ہیں (خَرَجَ یَخْرُجُ سے مصدر ہے) خواہ اپنی قرار گاہ سے نکلے یا اپنی حالت سے نکلے۔ اور قرار گاہ خواہ گھر ہو یا شہر یا خیمہ اور حالت خواہ اندرون میں ہو یا اسباب خارجی میں ہو۔ سب کے لئے خروج استعمال ہوتا ہے

== لَاَعَدُّوْا لَہٗ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَعَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تیار کیا اِعْدَادٌ سے جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کا اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔

== عُدَّۃٌ۔ سازوسامان۔ اسباب، ہتھیار وغیرہ اس کی جمع عُدَدٌ آتی ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ آتی ہے۔ لَاَعَدُّوْا لَہٗ عُدَّۃً۔ تو وہ ضرور جنگ کا سامان تیار کرتے۔

== کَرِہَ (باب سمع) اس نے ناپسند کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

== اِنْبِعَاثَھُمْ۔ ان کا اٹھنا۔ (ان کا لڑائی کے لئے نکلنا) اِنْبِعَاثٌ (اِنْفِعَالٌ) مصدر اٹھ کھڑا ہونا۔

== فَثَبَّطَھُمْ۔ پس اس نے ان کو باز رکھا۔ ان کو روک دیا۔

ثَبَّطَ یُثَبِّطُ تَثْبِیْطٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

۹ : ۴۷ == خَرَجُوْا فِیْکُمْ۔ ای خَرَجُوْا مَعَکُمْ۔

== خَبَالًا۔ فساد۔ تباہی۔ خَبَلَ یَخْبُلُ (نصر) سے مصدر ہے، وہ خرابی یا فساد کہ جس کے لاحق ہونے سے کسی جاندار میں اضطراب اور بے چینی پیدا ہو جائے۔ مثلاً جُنُوْن۔

یا ایسا مرض جو عقل اور فکر پر اثر انداز ہو اسے خبال کہتے ہیں۔
= لَاْاَوْضَعُوْا۔ لام تاکید الف لام زائدہ۔ اَوْضَعُوْا۔ اَوْضَعَ یُوْضِعُ اِیْضَاعٌ (اِفْعَالٌ) آرام سے یا تیز چلنا۔ آرام سے یا تیزی سے اونٹ کا چلانا۔ ماضی جمع مذکر غائب وضع مادہ یہ لفظ مختلف المعانی ہے وَضْعٌ نیچے رکھنا۔ مَوْضِعٌ رکھنے کی جگہ۔ وضع کرنا۔ کم کرنا۔ تواضع۔ انکساری وغیرہ
= خِلٰلَکُمْ تمہارے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ خلال بمعنی درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع۔ جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔
= یَبْغُوْنَکُمُ۔ اَوْضَعُوْا کا حال ہے۔ یعنی وہ تمہارے درمیان بھاگیں دوڑیں گے تمہارے درمیان فتنہ ڈالنے کے لئے کوشش کرتے ہوئے۔ یَبْغُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ چاہتے ہیں تمہارے لئے۔ ای یَبْغُوْنَ لَکُمْ۔
= سَمّٰعُوْنَ۔ سَمْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سَمَّاعٌ کی جمع۔ خوب کان لگا کر سننے والے۔ جاسوس۔ کان لگا کر سننا کبھی تو جاسوسی کے لئے ہوگا۔ اور کبھی قبول کرنے اور ماننے کیلئے آیۃ ہذا میں اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔
۹ : ۴۸ = اِبْتَغَوْا۔ اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے تلاش کیا۔ انہوں نے چاہا۔
لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَۃَ۔ انہوں نے فتنہ انگیزی میں کوشش کی۔ انہوں نے فتنہ بپا کرنا چاہا۔
= مِنْ قَبْلُ۔ اس سے قبل یعنی جنگ احد کے موقعہ پر جب عبد اللہ بن ابی راستہ میں تین سو ساتھیوں کو لے کر الگ ہوگیا تھا۔
= قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ قَلَبَ یَقْلِبُ۔ قَلْبٌ۔ پلٹنا۔ الٹنا۔ موڑ دینا۔ پھیر دینا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے۔ نیچے کے حصہ کو اوپر۔ اندر کے حصہ کو باہر اور باہر کے حصہ کو اندر کرنا۔ قَلَبَ الْاَرْضَ لِلزِّرَاعَۃِ۔ زراعت کے لئے ہل پھالے سے زمین کو الٹ پلٹ کرنا۔
قَلْبُ الْاَمْرِ۔ معاملہ کو الٹ پلٹ کر دیکھنا اور جانچنا کہ اس کا ہر پہلو صاف ظاہر ہو جائے۔
قَلَّبَ (باب تفعیل) سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔ معاملہ کو خوب الٹ پلٹ کر پرکھنا اور جانچنا قَلَّبُوْا لَکَ الْاُمُوْرَ۔ تیرے لئے بہت سی باتوں کو خوب الٹ پلٹ کر دیکھتے رہے (کہ تیرے خلاف ان کو کس طرح استعمال کیا جائے)
= حَتّٰی جَآءَ الْحَقُّ۔ یہاں تک کہ حق وقوع پذیر ہوگیا (اور ان کی سازشیں اور مکاریاں ناکام ہو گئیں

= ظَھَرَ۔ ظاہر ہوا۔ آشکارا ہوا۔ غالب آگیا۔
= اَمْرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا حکم۔ اللہ کا دین۔
= وَھُمْ کَارِھُوْنَ۔ باوجودیکہ وہ ناخوش ہی رہے۔
۹:۴۹ = اِئْذَنْ لِّیْ۔ تو رخصت دے۔ تو اجازت دے۔
اَذِنَ یَأْذَنُ (سَمِعَ) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِذْنٌ مصدر جس کے معنی ہیں اجازت دینا۔
= لَا تَفْتِنِّیْ۔ فعل نہی۔ تو مجھے فتنہ میں نہ ڈال۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال۔ تو مجھے گمراہی میں نہ ڈال۔ فَتَنَ یَفْتِنُ (ضرب) فتونٌ سے۔ اصل میں لَا تَفْتِنْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم اور اس سے قبل نون وقایہ جس میں لَا تَفْتِنْ کا نون مدغم ہوا۔ تو مجھے آزمائش میں نہ ڈال یعنی میری مجبوری ایسی ہے کہ اگر آپ اجازت نہ دیں گے تو میں مجبوراً تعمیل سے قاصر رہوں گا۔ اس لئے آپ جہاد میں جانے کے لئے حکم ہی نہ دیں تاکہ میں نافرمانی کی آزمائش سے بچ جاؤں
= اَلَا۔ حرف تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے ہے) یہاں بطور استفتاح کے استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ جب یہ شروع کلام میں آتا ہے تو اپنے مابعد کے مضمون پر زور دیتا ہے اور اس کے تحقق کو ثابت کرتا ہے جیسے اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ (۲:۱۳) خبردار ہو کہ یہی بیوقوف ہیں
آیۃ ہذا میں ہے اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا۔ خبردار ہو کہ فتنہ میں تو وہ پہلے ہی گر چکے
= سَقَطُوْا۔ وہ گر پڑے۔ سُقُوْطٌ سے ماضی۔ جمع مذکر غائب۔
= لَمُحِیْطَۃٌ۔ اسم فاعل مؤنث۔ احاطۃٌ مصدر اَحَاطَ یُحِیْطُ اِحَاطَۃً (باب افعال) حَوْطٌ مادہ۔ چاروں طرف سے گھیر لینے والی۔
۹:۵۰ = تُصِبْکُمْ۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃً (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ اصل میں تُصِیْبُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے ی حرف علت گر گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر پہنچے تم کو۔
= تَسُؤْھُمْ۔ سَآءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ (نَصَرَ) مضارع واحد مؤنث غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان کو بری لگتی ہے۔ ان کو غمگین کرتی ہے۔
= قَدْ اَخَذْنَا اَمْرَنَا۔ ہم نے پہلے ہی اپنا معاملہ ٹھیک کر لیا تھا۔ ہم نے پہلے ہی احتیاطی تدبیریں اختیار کر لی تھیں۔ (اس لئے ہمیں یہ تکلیف نہیں پہنچی)
= یَتَوَلَّوْا۔ پھر جاتے ہیں۔ لوٹ جاتے ہیں۔ تَوَلِّیْ سے مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= فَرِحُوۡنَ ۔ خوش ۔ اترانے والے ۔ صفت مشبہ ۔ جمع ۔ فَرِحٌ واحد۔

۹ : ۵۲ = تَرَبَّصُوۡنَ ۔ تم انتظار کرتے ہو ۔ تم راہ دیکھتے ہو ۔ تَرَبَّصَ یَتَرَبَّصُ تَرَبُّصٌ (تفعل) سے ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔

ھَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَا ۔ تم ہمارے بارہ میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو ۔ تمہیں ہمارے بارے میں کس بات کی امید ہو سکتی ہے ۔ تم ہمارے بارے میں کس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ہمیں پیش آئے گی۔

= اِلَّاۤ اِحۡدَی الۡحُسۡنَیَیۡنِ ۔ سوائے اس کے کہ یہ دو اچھی باتوں میں سے ایک ہو گی ۔ یعنی ہمارے بارے میں تم جس نتیجہ کے منتظر ہو یا امید رکھتے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ایک تو ضرور ہو گی یعنی اگر کامیاب ہو گئے تو فتح ہماری اور اگر شہید ہو گئے تو آخرت سنور گئی۔

۹ : ۵۳ = اَنۡفِقُوۡا ۔ تم خرچ کرو اِنۡفَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر ۔ یہاں خبر کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ یعنی تم خوشی سے خرچ کرو یا مجبوری سے (تمہاری طرف سے یہ خرچ قبول نہیں کیا جائے گا) اس کی مثال قرآن میں ہے اِسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ (۹ : ۸۰) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں۔

= لَنۡ یُّتَقَبَّلَ ۔ مضارع مجہول نفی تاکید بلن ۔ ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا ۔ ای لن یتقبل منکم نفقاتکم انفقتم طوعًا او کرھًا ۔ یعنی تم خوشی جو مال بھی خرچ کرو گے ہرگز قبول نہیں کیا جائیگا

= طَوۡعًا ۔ فرماں برداری ۔ اطاعت ۔ مصدر ہے اور کُرۡہًا کی ضد ہے اس کا فعل نصر اور سمع دونوں ابواب سے آتا ہے۔

= کَرۡھًا ۔ مصدر ہے ۔ ناگوار ہونا ۔ ناخوشی ۔ مجبوری۔

۹ : ۵۴ = کُسَالٰی ۔ کَسۡلَانٌ کی جمع ۔ سست ۔ کاہل ۔ جیسے سُکَارٰی سَکۡرَانٌ کی جمع ہے۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دیئے ہوئے مال کی عدم قبولیت کی یہ وجوہات ہیں۔

(۱) انھم کفروا باللہ وبرسولہٖ (۲) لا یاتون الصلوۃ الا وھم کُسالٰی (۳) لَا ینفقون الا وھم کٰرِھُوۡنَ

۹ : ۵۵ = بِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع ان کے اموال واولاد۔

= تَزۡھَقَ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ وہ نکلے ۔ وہ نکلے گی ۔ زَھَقَ یَزۡھَقُ (فتح) زُھُوۡقٌ بمعنی غم سے جان نکلنا ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے ۔ وقل جاء الحق وزھق

اَلْبَاطِلُ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (۱۷: ۸۱) اور کہہ دے کہ حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ باطل تو مٹنے ہی والا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لِ۔ لام تعلیل ہے ای لتزھق
تَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کَافِرُوْنَ۔ ٥ اور ان کا دم نکلے اس حال میں کہ وہ کافر ہوں۔
(تاکہ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت میں بھی عذاب پائیں)

۹: ۵۶ == یَفْرَقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب فَرَقٌ مصدر (سَمِعَ) وہ ڈرپوک ہیں

۹: ۵۷ == لَوْ یَجِدُوْنَ۔ اگر وہ پائیں۔ وَجَدَ یَجِدُ (ضرب) وَجْدٌ۔

== مَلْجَأً۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ۔ لَجْأٌ مصدر۔ (باب ضرب۔ فتح۔ سمع) مَلْجَأٌ بھی مصدر ہے۔

== مَغٰرٰتٍ۔ مَغَارٌ اور مَغَارَۃٌ کی جمع مَغَاوِرُ بھی اس کی جمع ہے مَغَارٌ و مَغَارَۃٌ لوٹ۔ غار۔ اَلْمُغَارُ لوٹ کی جگہ۔ بچاؤ کی جگہ۔ زمین کے اندر گھسنے کی جگہ
اَلْغَوْرُ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔

== مُدَّخَلًا۔ اسم ظرف مکان۔ داخل ہونے کی جگہ۔ باب افتعال سے مفتعلٌ کے وزن پر۔

== لَوَلَّوْا۔ وہ ضرور منہ پھیر لیں گے۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

== یَجْمَحُوْنَ۔ جَمَحَ یَجْمَحُ (باب فتح) جَمْحٌ۔ جُمُوْحٌ۔ جِمَاحٌ مصدر۔ گھوڑے کا سرکشی کرنا۔ جَمُوْحٌ منہ زور گھوڑا۔ جَمَحَتِ الْمَرْأَۃُ زَوْجَھَا۔ شوہر کی اجازت کے بغیر عورت اس کے گھر سے نکل کر چلی گئی۔ جَمَحَ الرَّجُلُ۔ وہ آدمی خود رائے ہوگیا۔ وہ اپنی قوت کے ساتھ سرپٹ دوڑا۔ وَھُمْ یَجْمَحُوْنَ۔ وہ اپنی تمام قوت کے ساتھ سرپٹ (اس طرف) دوڑیں گے۔

۹: ۵۸ == یَلْمِزُکَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ طعن کرتا ہے۔ وہ عیب لگاتا ہے۔ تجھ پر (باب ضرب) لَمْزٌ مصدر لُمَزَۃٌ۔ عیب چین۔ پیٹھ پیچھے برائی کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ۔ لَمَّازٌ کے بھی یہی معنی ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃٍ (۱۰۴: ۱) ہلاکت ہو ہر عیب گو، غیبت کرنے والے اور عیب چین پر۔ ھُمَزَۃٌ اور لُمَزَۃٌ دونوں ہم معنی ہیں۔

== فِی الصَّدَقٰتِ۔ صدقات کی تقسیم کے بارے میں۔

== اُعْطُوْا۔ اَعْطٰی یُعْطِیْ اِعْطَاءٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو دیا گیا

ان کو دیا جائے۔
= یَسْخَطُوْنَ۔ سَخِطَ یَسْخَطُ (سمع) سَخَطٌ سے مضارع جمع مذکر غائب، وہ ناراض ہوجاتے ہیں
۹ : ۵۹ = وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ جواب لَوْ محذوف ہے
تقدیر کلام یوں ہے ولو انہم رضوا ما اتٰہم اللّٰہ ورسولہ لکان خیرًا لہم
= رَاغِبُوْنَ۔ رَاغِبٌ کی جمع رغبت کرنے والے۔ رَغِبَ فِیْهِ وَرَغِبَ اِلَیْهِ کے معنی ہیں
کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنا۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کرنا اور انحراف کرنا کے
معنی میں ہوتا ہے۔ مثلاً وَمَنْ یَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ (۲ : ۱۳۰) اور کون ہے جو ملتِ
ابراہیم سے انحراف کرے۔
= سَیُؤْتِیْنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔ اللہ اپنے فضل سے ہمیں عطا فرمائے گا (اور اس کا رسول بھی)
۹ : ۶۰ = وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا۔ یعنی صدقہ اور زکوٰۃ کا مال وصول کرنے والا عملہ۔ اہل کار
هَا ضمیر کا مرجع الصَّدَقٰتِ ہے۔
= وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ۔ جن کی تالیف قلوب مقصود ہو۔ اَلَفَ یَاْلِفُ (ضرب)
ہم آہنگی کے ساتھ جمع ہونا۔ محاورہ ہے اَلَّفْتُ بَیْنَهُمْ۔ میں نے ان میں ہم آہنگی
پیدا کردی۔ اسی سے الفت (محبت) ہے۔ اسی سے مُؤَلِّفٌ ہے جو مختلف اجزاء
کو یکجا جمع کرے۔
یہاں اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت
و محبت و رغبت پیدا کرنا مقصود ہو۔ ان کی تین صورتیں تھیں۔
(۱) کفار کے رئیسوں کو اس غرض سے دینا کہ وہ خود بھی غریب مسلمانوں کو اذیت نہ دیں
اور دوسروں کو بھی اذیت دینے سے روکیں۔
(۲) کفار کو اسلام کی رغبت دلانے کے لئے دینا۔
(۳) نومسلموں کی ان کی خاطرداری کے لئے اعانت کرنا۔
اَلْمُؤَلَّفَةِ اسم مفعول واحد مؤنث تالیف (تفعیل) مصدر۔ ملائے گئے۔ جوڑے
گئے۔ المؤلفۃ قلوبہم۔ وہ جن کے دل جوڑے گئے۔
= اَلرِّقَابِ۔ گردنیں رَقَبَةٌ کی جمع۔ رقبۃ بمعنی گردن۔ جان۔ غلام۔ رقبہ اصل میں
گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے اس کا استعمال ہونے لگا۔ اور عرف میں یہ غلاموں
کا نام پڑ گیا۔ جس طرح کہ راس (سر) اور ظہر (پشت) کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔

فِی الرِّقَابِ ۔ ای فی فک الرقاب ۔ غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے ۔
= اَلْغَارِمِیْنَ ۔ غَارِمٌ کی جمع ہے ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ قرضدار ۔ غَارِمٌ کا مادہ غُرْمٌ ہے جس کا معنیٰ قرض ۔ تاوان ۔ اور ہر وہ چیز جس کا ادا کرنا لازم ہو ۔ غَرِیْمٌ ۔ قرضدار اور قرضخواہ دونوں کے لئے مستعمل ہے ۔
= اِبْنَ السَّبِیْلِ ۔ مسافر ۔
= فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰہِ ۔ یہ سب مدات زکوٰۃ کے خرچ کے لئے اللہ کی طرف سے فرض کی گئی ہیں ۔
۹ : ۶۱ — یُؤْذُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ ایذا دیتے ہیں دکھ دیتے ہیں ۔
= اُذُنٌ ۔ اُذُنٌ ۔ کان ۔ مجازاً اس شخص کو کہتے ہیں جو کان لگا کر سنے اور سن کر مانے کانوں کا کچا ۔ ھُوَ اُذُنٌ ۔ مبالغہ کا مفہوم پیدا کرنے کے لئے تمام وجود کو جسم کا ایک حصہ کا نام دیدیا گیا ہے ۔ گویا کہ وہ اتنا سنتا ہے کہ صرف کان ہی کان ہے ۔ جیسے جاسوس کے لئے عَیْنٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں ۔ انگریزی میں محاورہ ہے
یعنی وہ اس قدر انہماک سے سن رہا تھا گویا اس کے جسم کا ایک ایک حصہ کان کا کام دے رہا ہے
= اُذُنُ خَیْرٍ لَّکُمْ ۔ اس کی تقدیر یوں بھی ہو سکتی ہے اذن ذی خیر لکم تمہارے ساتھ بھلائی کرنے والے کا کان ۔
یا اس کا مطلب یوں بھی ہو سکتا ہے ھو اذن فی الخیر ولیس باذن فی غیر ذلک ۔ وہ صرف تمہاری بھلائی کے لئے سنتا ہے کسی اور غرض کے لئے نہیں سنتا ۔
یا اس کا یہ مطلب ہے ۔ اس کا تمہاری بات سن لینا اور تم سے اعراض کرنا تمہارے لئے ہی اچھا ہے ۔ یعنی تمہاری باتوں کو سن لیتا ہے اور چُن چُن نہیں کرتا ورنہ تمہاری منافقت آشکارا ہو جائے ۔
= یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ ۔ یعنی (صرف) اللہ کی باتوں پر یقین و ایمان رکھتا ہے ۔ یا یُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ مومنوں کی باتوں پر اعتبار کرتا ہے (تمہاری باتیں تو محض سن ہی لیتا ہے یہ مت خیال کرو کہ وہ ان کو سچی بھی سمجھتا ہے)
۹ : ۶۲ — لِیُرْضُوْکُمْ ۔ یُرْضُوْا ۔ اَرْضٰی یُرْضِیْ اِرْضَاءٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر غائب ۔ اصل میں یُرْضِیُوْنَ تھا ۔ یٗ پر ضمہ ثقیل ہونے کی بناء پر ماقبل کو دیا ۔ پھر یٗ

اجتماع ساکنین کی وجہ سے گرگئی۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام گرگیا یُرْضُوْا رہ گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تمہیں وہ راضی کرلیں۔

وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ۔ يُرْضُوْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب لائی گئی ہے حالانکہ اس کے مرجع دو ہیں اللہ اور اس کا رسول۔ اور قاعدہ کے مطابق ضمیر تثنیہ کی ہونی چاہئے تھی۔ واحد کی ضمیر اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی رضا ایک ہی ہے۔

یا کلام تقدیر یوں ہے وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ وَرَسُوْلُهٗ كَذٰلِكَ۔ یعنی اللہ زیادہ حق دار ہے کہ وہ اسے راضی کریں اور اسی طرح اس کا رسول بھی زیادہ حقدار ہے کہ وہ اسے راضی کریں

۹: ۶۳ — يُحَادِدِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصل میں يُحَادِدُ تھا۔ بوجہ عمل مَنْ مجزوم ہوا۔ اور وصل کی وجہ سے مکسور کردیا گیا۔

مُحَادَدَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ مخالفت کرنا۔ حَدٌّ۔ ہر چیز کی انتہاء۔ حدِ فاصل تیزی۔ بہادری۔ کبھی حد بمعنی گناہ۔ اور سزائے گناہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے حدیث میں آیا ہے اِنِّیْ اَصَبْتُ حَدًّا فَاَقِمْهُ عَلَیَّ میں نے ایک حد کو پالیا ہے تو اب وہ حد مجھ پر قائم کیجئے۔ یعنی مجھ سے گناہ ہوگیا ہے اس کی سزا دیدیجئے۔

۹: ۶۴ — يَحْذَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) وہ ڈرتا ہے۔ آیہ ہذا میں جمع مذکر غائب کے لئے آیا ہے؛ وہ ڈرتے ہیں۔

— تُنَبِّئُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اس کا فاعل سُوْرَةٌ ہے وہ ان کو آگاہ کردے وہ ان کو مطلع کردے۔ نَبَّأَ يُنَبِّئُ تَنْبِئَةٌ (باب تفعیل) سے۔ نَبَأٌ مادہ۔

— عَلَيْهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب هِمْ۔ تُنَبِّئُهُمْ میں ضمیر هُمْ کا مرجع المُؤْمِنِيْنَ محذوف ہے اور فِيْ قُلُوْبِهِمْ میں ضمیر هِمْ المنٰفقین کے لئے ہے۔ یعنی منافق لوگوں کو ڈر ہے کہ کہیں مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہوجائے کہ ان کے دل کی حالت (منافقت) مومنین پر ظاہر ہوجائے۔

یا ان ہر سہ ضمیر کا مرجع منافقین ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

منافق خوف کھاتے ہیں کہ ان کے بارے میں کوئی ایسی سورت نازل نہ ہوجائے جو ان کے ما فی الضمیر کو ظاہر کردے۔ (اس صورت میں عَلٰی بمعنی فِیْ ہوگا۔ ان کے بارہ میں)

— اِسْتَهْزِءُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) سے امر کا صیغہ تہدید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی تم ہنسی اڑاؤ جیسا تم چاہتے ہو۔ جو چاہو کرلو۔ (آخر کار) اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا

تَحۡذَرُوۡنَ ۔ جس بات سے تم ڈرتے ہو اسے اللہ تعالیٰ نکال باہر لائے گا ہی ۔ (یعنی تمہاری منافقت کو ظاہر کردے گا)

۹: ۶۵ = نَخُوۡضُ ۔ مضارع جمع متکلم خَوۡضٌ مصدر۔ (باب نصر) ہم تو شغلاً کہہ رہے تھے ۔ خوض کے اصل معنی ہیں گھسنا۔ قرآن میں اس کا استعمال قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے ۔

اسی سے ہے غور و خوض ۔ یعنی کسی معاملہ کی تہ تک پہنچنے اور اس کے اندر گھس کر تحقیقات معلوم کرنا۔

= نَلۡعَبُ ۔ مضارع جمع متکلم لَعِبٌ مصدر۔ (باب سمع) ہم خوش طبعی اور دل لگی کر رہے تھے۔

= کُنۡتُمۡ تَسۡتَهۡزِءُوۡنَ ۔ تم ہنسی مذاق کر رہے تھے ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔

۹: ۶۶ = لَا تَعۡتَذِرُوۡا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

اِعۡتِذَارٌ (اِفۡتِعَالٌ)۔ مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر نہ کرو۔

= طَآئِفَةً ۔ یہاں طائفہ سے ہر دو جگہ گروہ مراد ہو سکتا ہے ۔ یعنی تم میں سے ایک گروہ کو ہم معاف بھی کر دیں ۔ تو دوسرے گروہ کو ہم ضرور سزا دیں گے ۔

اس صورت میں پہلے گروہ سے مراد وہ طبقہ لیا جا سکتا ہے جو اپنے قول کی اہمیت اور گہرائی کو سمجھے بغیر کم فہم و کم عقل انسانوں کی طرح جو ہر بات کو سطحی طور پر ہی لیتے ہیں اور سنجیدگی سے نہیں لیتے ۔ اگر ایسا گروہ استہزار کا مرتکب ہو تو توبہ کرنے پر ایسے گروہ کو معاف کیا جا سکتا ہے لیکن جو جان بوجھ کر اور اپنے قول کے نتائج سے باخبر ہوتے ہوئے بھی ایسا کرتے ہیں اور پھر توبہ بھی نہیں کرتے تو ایسے گروہ کو تو ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ وہ محض مسخرے ہی نہیں بلکہ وہ تو صحیح معنوں میں مجرم ہیں ۔

اور اگر پہلے لفظ طائفہ (لفظ جمع) سے مراد شخص واحد لیا جائے جیسا کہ اہل عرب بعض دفعہ ایسا کر لیتے ہیں تو اس طائفہ سے مراد مخاشن بن حمیر الاشجعی ہے جو بلا سمجھے کافروں کے ساتھ ہنسی ٹھٹھا میں شامل ہو جاتا تھا۔ اگرچہ وہ ان کے دھڑے میں سے تھا لیکن بعض باتوں میں وہ ان کے ساتھ شامل نہ ہوتا تھا۔ لہٰذا مقابلۃً اس کا گناہ خفیف تھا ۔ اس نے توبہ کر لی خداوند تعالیٰ نے اس کی توبہ قبول کر کے اسے معاف فرما دیا ۔ وہ حقیقی معنوں میں اسلام لے آیا اور جنگ یمامہ شہید ہوا۔

= مُجْرِمِیْنَ ۔ مجرم ۔ اسم فاعل بمعنی اسم صفت استعمال ہوا ہے ۔
۹ : ۶۷ = بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۔ ای متشابهة فی النفاق کالبعاض الشیٔ الواحد ۔
یعنی نفاق میں ایک دوسرے کے اس طرح مشابہ ہیں گویا ایک ہی شے کے حصے ہیں گویا ایک ہی کل کے پرزے ہیں ۔
= یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ ۔ اپنے ہاتھوں کو بھینچ رکھتے ہیں ۔ یعنی صدقات اور خرچ فی سبیل اللہ میں بخیلی سے کام لیتے ہیں ۔
= نَسُوا اللّٰهَ ۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ۔ یعنی اس کے ذکر سے غفلت برتی اور اس کے احکام پر عمل نہ کیا ۔
= فَنَسِیَهُمْ ۔ پس اس نے ان کو بھلا دیا ۔ یعنی اپنی رحمت اور فضل و کرم سے محروم کر دیا
۹ : ۶۸ = هِیَ حَسْبُهُمْ ۔ ان کے لئے یہی کافی ہوگا ۔ یعنی عذاب اتنا سخت اور عظیم ہوگا کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی ۔
= عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ۔ قائم رہنے والا عذاب ۔ یعنی دائمی عذاب ۔
۹ : ۶۹ = كَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ ۔ میں كَ محل رفع میں ہے بمعنی تم بھی اپنے سے پہلے آدمیوں کی طرح ہو ۔ یا كَ محل نصب میں ہے بمعنی تم نے بھی وہی کام کیا جو تم سے پہلوں نے کیا تھا
ای انتم كالذین من قبلكم ۔ تم بھی اپنے سے پہلوں کی طرح ہو ۔
= كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ ۔ اَشَدَّ ۔ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے ۔ كَانُوْا کے عمل سے منصوب ہے ۔ (اسی وجہ سے اَكْثَرَ منصوب ہے) تم سے زیادہ طاقت در تھے اور مال و اولاد کی کثرت میں بھی تم سے بڑھ کر تھے ۔
= فَاسْتَمْتَعُوْا ۔ انہوں نے فائدہ اٹھایا ۔ استمتاع (استفعال) سے ۔ مال و متاع سے فائدہ اٹھانا ۔ کام میں لانا ۔ برتنا ۔ متع مادہ ۔
= خَلَاقِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کا حصہ ۔
= فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ ۔
تم نے بھی اپنے (دنیاوی) حصہ کا ویسے ہی فائدہ اور لطف اٹھایا جیسا تم سے پہلوں نے اپنے (دنیاوی) حصہ سے فائدہ اور لطف اٹھایا تھا ۔
= خُضْتُمْ ۔ تم نے بحث وتمحیص ۔ خَاضَ یَخُوْضُ (نصر) خَوْضٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ خَوْضٌ کے معنی ہیں فضول بحث ۔ بیہودہ گوئی ۔ باتیں بنانا ۔ اس کے اصل معنی پانی

میں گھسنے کے ہیں بطور استعارہ سب کاموں میں گھسنے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے ۔

۹: ۷۰ = نَبَأٌ ۔ خبر ۔ اطلاع ۔

= ثَمُوْدَ ۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے اور اسی طرح ابراہیم بھی غیر منصرف ہے ۔

= اَصْحٰبِ مَدْیَنَ ۔ اہل مدین ۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ۔

= وَالْمُؤْتَفِکٰتِ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث مجرور المؤتفکۃ واحد اِیْتِفَاکٌ (افتعال) مصدر اِفْکٌ مادہ ۔ الٹی ہوئی ۔ منقلب ۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں ہیں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں ۔ اور جن کی تخت گاہ سدوم شہر یا سدوم تھی ۔ حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کردی ۔

= اَتَتْھُمْ رُسُلُھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ کے بعد فَکَذَّبُوْھُمْ فَاُھْلِکُوْا محذوف ہے ۔ ان سب کے پاس ان کے رسول روشن دلائل لے کر آتے تھے لیکن انہوں نے ان کی تکذیب کی پس ہلاک ہوگئے ۔ یا ہلاک کردیئے گئے ۔

۹: ۷۱ = سَیَرْحَمُھُمُ اللّٰہُ ۔ میں س تاکید اور مبالغہ کے لئے آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضرور ان پر اپنی رحمت فرمائے گا ۔

۹: ۷۲ = جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔ عَدْنٌ مصدر اس کا فعل ابواب نَصَرَ ضَرَبَ سے آتا ہے ۔ اس کے معنی ہیں رہنا ۔ بسنا ۔ کسی جگہ مقیم ہونا ۔ جنّٰتِ عدن کے معنی ہوئے رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا ۔

عدن کو بعض علماء عَلَم قرار دیتے ہیں اور بعض صفت ۔ جو لوگ عَلَم کہتے ہیں وہ اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں اور اس آیہ شریفہ کو پیش کرتے ہیں ۔ جنّٰت عدن التی وعد الرحمٰن عبادہ بالغیب (۱۹: ۶۱) ہمیشگی کی جنتیں جن کا وعدہ رحمٰن نے اپنے بندوں سے دربردہ کر رکھا ہے ۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے ۔

اور جو لوگ عدن کو عَلَم نہیں بلکہ جنت کی صفت بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں ۔ چنانچہ محاورہ ہے عدن بالمکان اس نے اس جگہ قیام کیا ۔ اور عدن سے مراد اقامۃ علیٰ وجہ الخلود ۔ یعنی دائمی طور پر رہنا ۔ اسی وجہ سے تمام جنتیں جنتِ عدن ہیں ۔

علامہ قرطبی کے نزدیک عدن جنت کے ایک اعلیٰ درجہ کا نام ہے جو وسط میں ہے

اور دوسرے جنّت اس کے اردگرد ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنتیں سات ہیں۔ دارالخلد۔ دارالجلال دارالسلام۔ جنّت عدن۔ جنت المأوٰی۔ جنت نعیم۔ جنت الفردوس۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: عدن دار اللّٰہ لم تراھا عین ولم تخطر علی قلب بشر لا یسکنھا غیر ثلثۃ النبیون۔ والصدیقون والشھداء۔ یعنی عدن اللہ کا وہ گھر ہے جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور کسی انسان کے دل نے تصور نہیں کیا۔ اس میں صرف تین قسم کے لوگ رہتے ہیں۔ نبی۔ صدیق اور شہید۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے طوبیٰ لمن دخلھا۔ خوش بخت ہے وہ جو اس میں داخل ہوا۔

= رِضْوَانٌ۔ خوشنودی۔ رضا۔ مرضی۔ رضامندی۔ رَضِیَ یَرْضٰی کا مصدر ہے (باب سمع) بہت بڑی رضا مندی۔ اور نہایت خوشنودی کو رضوان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اس لئے قرآن عظیم میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے رضاءِ الٰہی کے لئے مخصوص ہے۔

۹: ۷۳ — جَاهِدِ۔ تو جہاد کر۔ تو لڑائی کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔

مجاھدۃ (مفاعلۃ) سے۔ مجاہدہ ہاتھ اور زبان دونوں سے ہوتا ہے (اس آیۃ سے لے کر وہ تقریر شروع ہوتی ہے جو غزوہ تبوک کے بعد نازل ہوئی تھی۔

= اغْلُظْ عَلَيْهِمْ۔ ان پر سختی کر۔ غِلْظَةٌ سے (باب نصر۔ کرم) بمعنی گاڑھا پن۔ موٹاپا۔ دِقَّةٌ کی ضد ہے۔ ولیجدوا فیکم غلظۃ۔ (۹: ۱۲۳) چاہیئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ سختی بمعنی سخت مزاجی۔ اور فاستغلظ فاستوی علی سوقہٖ (۴۸: ۲۹) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہو گئی۔

۹: ۷۴ = مَا قَالُوْا میں ما نافیہ ہے انہوں نے نہیں کہا۔

= هَمُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ هَمٌّ مصدر۔ باب نصر۔ انہوں نے ارادہ کر لیا۔ انہوں نے قصد کیا۔

= لَمْ يَنَالُوْا۔ نفی جحد بلم۔ ینالوا نیلٌ سے۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ باب سمع۔ انہوں نے نہ پایا۔ وہ نہ پا سکے۔

هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ انہوں نے ایسی باتوں کا ارادہ کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔ (اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے)

آیہ ہذا میں وہ کیا بات تھی جو انہوں نے کہی۔ لیکن پھر قسم کھا کھا کر کہا کہ انہوں نے نہیں کہی

یا وہ کونسا ارادہ تھا جو انہوں نے کیا لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس میں صریحًا معلومات میسر نہیں۔ مگر منافقوں کے متعلق ایک نہیں متعدد ایسی باتیں منسوب تھیں جو کہ وہ مسلمانوں کی عدم موجودگی میں اسلام کو گزند پہنچانے کے لئے یا استہزاءً وہ کئی بے سروپا باتیں بکتے تھے لیکن جب ان کو ان باتوں کی تصدیق کے لئے آمنے سامنے لایا جاتا تو نہ صرف انکار کر دیتے بلکہ قسمیں کھا کھا کر اپنی برأت ثابت کرنے کی کوشش کرتے۔

اسی طرح اسلام کو گزند پہنچانے کی خاطر وہ کئی منصوبے بناتے لیکن جب ان میں کامیابی نہ ہوتی اور ان کے مذموم عزائم کا انکشاف ہو جاتا تو قسمیں کھا کر کہتے کہ انہوں نے ہرگز ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ حالانکہ یقینًا انہوں نے کفر کا کلمہ بولا تھا اور اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور انہوں نے ایسا ارادہ بھی کیا جسے وہ حاصل نہ کر سکے۔

= مَا نَقَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بُرا نہ مانا۔ انہوں نے قابل عیب نہ سمجھا۔ نَقَمْتُ الشَّیْءَ وَ نَقِمْتُهُ۔ کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے) پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵ : ۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

وآیۃ ہذا۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ (اور انہوں نے مسلمانوں میں عیب ہی کونسا دیکھا ہے سوائے اس کے کہ خدا نے اپنے فضل سے اور اس کے رسول نے ان کو دولتمند کر دیا)

نیز آیا ہے۔ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (۵ : ۵۹) تم ہم میں برائی ہی کیا دیکھتے ہو سوائے اس کے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اور.....

اسی نِقْمَةٌ سے بمعنی عذاب و انتقام لیا گیا ہے۔

= مِنْ فَضْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۹ : ۶۲)

= يَتُوْبُوْا۔ اصل میں يَتُوْبُوْنَ تھا اِنْ حرف شرط کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔

= يَكُ اصل میں يَكُوْنُ تھا۔ ماقبل جملہ شرط کی جزاء کی وجہ سے مجزوم ہوا۔ اور نون بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گیا۔ اور واؤ حرفِ علت بوجہ حالتِ جزم گر گئی۔

= فَاِنْ يَّتُوْبُوْا۔ اگر وہ توبہ کر لیں۔ اپنے کفر و نفاق سے باز آجائیں۔

= وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا۔ اور اگر وہ ایمان اور توبہ سے روگردانی کریں۔ اور کفر و نفاق پر مصر رہیں۔
٩: ٧٥ = عٰهَدَ اللّٰهَ۔ اس نے اللہ سے وعدہ کیا۔
= لَنَصَّدَّقَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ یا لام تعلیل کا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ تو ہم ضرور ہی خیرات دیدیں گے۔ صدقہ ادا کردیں گے۔
اصل میں نَتَصَدَّقَنَّ تھا۔ ت کو صاد میں مدغم کیا گیا۔
٩: ٧٦ = مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رُخ گردانی کرنیوالے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو رخ پھیر لینے اور منہ موڑنے کے۔ اور اجتناب کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ (٤: ٦٣) تم ان سے اعراض برتو۔ اور نصیحت کرتے رہو۔ یا وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (٢٠: ١٢٤) اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا۔ اور بغیر عَنْ بھی کثرتِ استعمال کی وجہ سے منہ موڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ (٣٤: ١٦) تو انہوں نے شکر گذاری سے منہ موڑ لیا پس ہم نے چھوڑ دیا ان پر ...... اور اگر اعرض کے بعد عَلٰی آئے تو سامنے رکھنا۔ پیش کرنا کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ (٢: ٣١) پھر اس نے ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔
اور اگر اعرض کے بعد لام آئے تو سامنے آنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً اَعْرَضَ لِيْ وہ میرے سامنے آیا۔
٩: ٧٧ = فَاَعْقَبَهُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَعْقَبَ يُعْقِبُ اِعْقَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی ہیں اثر چھوڑنا۔ وارث بنانا۔ اَعْقَبَهُمْ۔ اس نے ان کو وارث بنا دیا۔ اس نے ان میں یہ اثر چھوڑا۔
فَاَعْقَبَهُمْ میں ضمیر فاعل البخل کے لئے ہے۔ یعنی ان کے بخل نے ان میں ہمیشہ کے لئے نفاق پیدا کر دیا۔ اور وہ منافق ہو گئے۔ یا ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق جما دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل (بخل) کی عاقبت نفاق کی شکل میں ان کے دلوں میں راسخ کر دی اور وہ ہمیشہ کے لئے منافق بن گئے۔
= يَلْقَوْنَهٗ۔ وہ اس سے ملاقات کریں گے۔ وہ اس کی پیشی میں جائیں گے۔ اِلٰی يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ۔ یعنی قیامت کے دن تک۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے

= بِمَا اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔
یعنی بخل نے یا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ہمیشہ کے لئے نفاق کو کیوں بھر دیا اس کی یہ دو وجوہ بیان ہوئی ہیں۔
(۱) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا اس کی خلاف ورزی کی۔
(۲) کہ وہ اس دوران کذب بیانی کرتے رہے۔

۹ : ۷۸ = سِرَّهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا بھید۔ ان کا راز۔
= نَجْوٰهُمْ۔ ان کی سرگوشیاں۔ اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں۔ اور اَنْجَيْتُهٗ وَ نَجَّيْتُهٗ کے معنی (الگ کر دینے) نجات دینے کے ہیں۔
چنانچہ ارشادِ ربانی ہے فَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۲۷ : ۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو نجات دی۔ النَّجْوَةُ کے معنیٰ بلند جگہ کے ہیں جو بلندی کی وجہ سے اپنے ماحول سے الگ معلوم ہو۔ نَاجَيْتُهٗ میں نے اس سے سرگوشی میں کہا۔ یعنی اپنے بھید کو دوسروں سے الگ رکھنے (چھپانے کے لئے) اور اسے افشاء ہونے سے بچانے کے لئے۔ قرآن میں آیا ہے:۔
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸ : ۹) اے مومنو! جب تم سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا۔
یا پھر اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً (۵۸ : ۱۲) جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے مساکین کو کچھ دیا کرو۔
نَجْوٰى وہ سرگوشی جو کہ برائی پر مبنی ہو اور اس کو مشورہ سے طے کیا جاوے۔

۹ : ۷۹ = يَلْمِزُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ طعن کرتے ہیں۔ وہ عیب نکالتے ہیں (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۵۸)
= اَلْمُطَّوِّعِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اَلْمُطَّوِّعُ۔ واحد۔ تَطَوُّعٌ (تفعّل) مصدر۔ اصل میں اَلْمُتَطَوِّعِيْنَ تھا۔ تاء کو ط میں مدغم کیا۔
تَطَوُّعٌ کا اصل معنی ہے اطاعت میں بناوٹ کرنا۔ اور عرف شرع میں ایسی طاعت کو کہتے ہیں جو فرض نہ ہو لبطور نفل اپنی طرف سے کی جائے لیکن تَطَوُّعٌ اپنے اندر استطاعت

استطاعت کا مفہوم رکھتا ہے اس لئے اَلۡمُطَّوِّعِیۡنَ کا ترجمہ ہوا۔ خیرات کرنے والے صاحب استطاعت۔

اَلَّذِیۡنَ یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ۔ جو لوگ مومنوں سے ان لوگوں کو جو صاحب استطاعت ہیں اور خوشی خوشی خیرات کرتے ہیں ریاکاری کا الزام لگاتے ہیں۔

= وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُہۡدَہُمۡ۔ کا عطف اَلۡمُطَّوِّعِیۡنَ پر ہے یعنی یہ لوگ ان کی بھی عیب چینی کرتے ہیں جن کے پاس سوائے اپنی محنت و مشقت کے اور کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے نہیں ہے۔

= فَیَسۡخَرُوۡنَ مِنۡہُمۡ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔ ان پر ہنستے ہیں۔
سَخِرَ یَسۡخَرُ (سمع) بِہٖ و مِنۡہُ۔ ٹھٹھا کرنا۔ اسی سے ہے المَسۡخَرَۃُ۔ وہ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔

۹ : ۸۰ = اِسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ۔ اِسۡتَغۡفِرۡ فعل امر بمعنی خبر ہے تقدیر کلام یوں ہے اِسۡتَغۡفَرۡتَ لَہُمۡ یا محمد اَوۡ لَمۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَہُمۡ فَلَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَہُمۡ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کے لئے بخشش طلب کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیگا
= سَبۡعِیۡنَ مَرَّۃً۔ ستر بار۔ ستر کا عدد مقررہ حد یا غایت کے لئے نہیں بلکہ کثرت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۸۱ = اَلۡمُخَلَّفُوۡنَ۔ وہ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے۔ اسم مفعول جمع ہے اس کا فاعل بیان نہیں کیا گیا پیچھے چھوڑ دینے والا۔ اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے یا شیطان یا ان کی سستی یا مؤمنین ہو سکتے ہیں۔
= بِمَقۡعَدِہِمۡ۔ مَقۡعَدٌ اسم ظرف مکان۔ مفرد۔ مَقَاعِدُ جمع۔ قَعۡدَۃٌ۔ قُعُوۡدٌ مصدر۔ باب نصر بیٹھنے کی جگہ۔ یعنی اپنے گھروں میں بیٹھے رہنے پر (خوش ہیں)
= خِلٰفَ۔ اس کے معنی پیچھے۔ مخالفت دونوں ہو سکتے ہیں۔ خلاف کے معنی ''الٹا'' بھی ہو سکتے ہیں۔ قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَاَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ (۵:۳۳) یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور پاؤں الٹی طرف سے۔ یعنی دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔
= لَا تَنۡفِرُوۡا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت نکلو۔ تم مت کوچ کرو۔ نَفَارٌ اور نُفُوۡرٌ سے۔ نَفَرَ اِلَی الۡحَرۡبِ۔ وہ لڑائی کے لئے نکلا۔ اِلَّا تَنۡفِرُوۡا یُعَذِّبۡکُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا (۹ : ۳۹) اگر نہ

نکلوگے تو خدا تم کو دردناک عذاب دیگا۔

نُفُوْرٌ بمعنی نفرت اور بدکنا بھی ہے جیسے مَا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۳۵: ۴۲) تو اس سے ان کی نفرت ہی بڑھی۔ یا كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ (۷۴: ۵۰) گویا وہ گدھے ہیں کہ بدک جاتے ہیں۔

= اَلْحَرِّ۔ گرمی۔ یعنی اتنی شدید گرمی میں گھر سے نہ نکلو۔

= يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سمجھ جاتے۔ جان لیتے۔ فِقْهٌ مصدر (باب سمع) سمجھنا۔

۹: ۸۲ = فَلْيَضْحَكُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ ہنسیں۔

وَلْيَبْكُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب۔ انہیں چاہئے کہ روئیں۔ دونوں فعل امر بمعنی خبر آئے ہیں یعنی سَيَضْحَكُوْنَ قَلِيْلًا وَيَبْكُوْنَ كَثِيْرًا۔ وہ تھوڑا ہنسیں گے (اس چند روزہ زندگی میں) اور زیادہ روئیں گے (ابدی زندگی آخرت میں) امر کا صیغہ اس کے حتمی اور واجبی ہونے کے بیان کے لئے آیا ہے۔ یعنی یہ ان کا مآل حتمی ہے ضرور ہو کر رہیگا۔

= بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ ان کے رونے اور ہنسنے کا سبب بیان کیا ہے۔

= رَجَعَكَ اللّٰهُ۔ اللہ تجھے واپس لیجائے

امام رازی کے قول کے مطابق الرجع مصير الشئ الى المكان الذى كان فيه الرجع کسی شے کا اس جگہ کی طرف لوٹنا ہے جہاں وہ پہلے تھی۔

اس صورت میں جملہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدا تمہیں واپس مدینہ لیجائے۔

رَجْعٌ متعدی ہے اور رُجُوْعٌ لازم ہے گردان ہر دو کی باب ضرب سے آتی ہے۔

= اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مخلفون ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ طَآئِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ ان مخلفون کے دو گروہ بنا دیئے۔ ایک وہ جس کا ذکر فَاسْتَاْذَنُوْكَ سے شروع ہونے والا ہے اور دوسرا جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

مؤخر الذکر گروہ میں وہ شامل ہیں جنہوں نے معقول وجوہات کی بنا پر جہاد میں شرکت نہ کی لیکن پھر بھی جہاد میں اپنی عدم شمولیت پر نادم ہوئے اور توبہ کی جو بارگاہِ الٰہی میں قبول کرلی گئی۔

= فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ۔ اى فان ردك الله الى المدينة وفيها طائفة من المتخلفين۔ (بیضاوی) اللہ تعالیٰ اگر تجھے مدینہ واپس لے آئے اور وہاں

تو پیچھے رہنے والوں کے ایک گروہ سے ملے۔
= فَاسْتَأْذَنُوْكَ ۔ پھر وہ اجازت طلب کریں تجھ سے ۔
= لِلْخُرُوْجِ ۔ جہاد پر نکلنے کے لئے۔ خَرَجَ يَخْرُجُ (نصر) نکلنا۔
= لَنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا ۔ تم میرے ساتھ (جہاد کے لئے) ہرگز نہ نکلو گے۔
= خَالِفِيْنَ ۔ جمع خَالِفٌ کی ۔ خَالِفٌ کا ایک معنی تو ہے پیچھے رہ جانے والا۔
علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ خَلَفَ بمعنی فَسَدَ ہے جس طرح کہتے ہیں خَلَفَ اللَّبَنُ ۔ دودھ خراب ہوگیا۔ یا اہل عرب کہتے ہیں کہ فلان خالفة اھل بیتہ ۔ فلاں شخص اپنے سارے کنبے سے زیادہ فسادی ہے ۔ تو آیۃ کا مطلب یہ ہوگا۔ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْفَاسِدِيْنَ ۔ یعنی فساد کرنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔ لیکن اکثریت نے دو پیچھے رہ جانے والے" ہی ترجمہ کیا ہے ۔
۹: ۸۴ = مِنْهُمْ ۔ اَحَدٍ کی صفت ہے۔
= مَاتَ ۔ یہ اَحَدٍ کی دوسری صفت ہے ۔ مَاتَ فعل ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے یعنی ان مخلفین (خالفین) میں سے آئندہ اگر کوئی مر جائے (تو تُو اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا)
= اَبَدًا ۔ ظرف متعلق نہی ۔ کبھی بھی ۔ یعنی یہ نہی ہمیشہ کے لئے نافذ العمل ہوگی۔
= وَلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۔ ای ولا تقم علی قبرہ ابدًا
= اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہے۔ یعنی یہ لوگ جن کی طرف منھم میں اشارہ کیا گیا ہے ساری عمر اللہ اور اللہ کے رسول کے منکر رہے اور اسی حالتِ فسق و کفر میں مرگئے۔
۹: ۸۵ = يُعَذِّبَهُمْ بِهَا ۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اموال و اولاد کے لئے ہے۔
= تَزْهَقَ ۔ وہ نکلے یا نکلیگی (باب فتح) زَهُوْقٌ سے جس کے معنی غم سے جان نکلنے اور کسی شے کے مٹ جانے کے ہیں ۔ نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۵۵ ۔
تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ ۔ ان کے دم نکلیں ۔ ان کی جانیں نکلیں
= وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۔ میں واؤ حالیہ ہے در آنحالیکہ۔
۹: ۸۶ = اُولُوا الطَّوْلِ ۔ صاحب دولت و ثروت ۔ طَوْلٌ ۔ مال ۔ تونگری ۔ دولت، انعام وسعت ۔ مقدرت ۔ قدرت ۔ طَالَ يَطُوْلُ (باب نصر) کا مصدر ۔
= ذَرْنَا ۔ ذَرْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (باب سَمِعَ ، فَتَحَ) سے وَذْرٌ مصدر اس سے ماضی نہیں آتی۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہمیں چھوڑ دے۔

= نَكُنُ ۔ مضارع جمع متکلم فعل ناقص۔ اصل میں نَكُوْنُ تھا
= اَلْقٰعِدِيْنَ ۔ جہاد میں شریک نہ ہونے والے ۔ اور گھروں پر رہ جانے والے ۔ بیمار۔ عورتیں اور بچے ۔ ایسے پیچھے رہ جانے والے جن کے پاس فی الواقع کوئی معقول اور حقیقی عذر موجود تھا۔ بیماری وغیرہ۔
۹ : ۸۷ = لَا يَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ سے وہ سمجھ نہیں رکھتے ۔ وہ سمجھتے نہیں ہیں۔
۹ : ۸۸ = لٰكِنِ الرَّسُوْلُ ۔ لٰكِنْ کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) لٰكِنَّ (مشدد) سے مخفف بنایا ہوا ہے اس صورت میں یہ حرف ابتداء ہے اور غیر عامل ہوتا ہے اسی لئے اسم پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے آیۃ ہذا میں لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ اور فعل پر بھی جیسے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (۳: ۶۷) اس صورت میں یہ استدراک کا فائدہ دیتا ہے۔
(۲) حروف عاطفہ کا کام بھی دیتا ہے جبکہ اس کے بعد کوئی مفرد آئے مثلاً لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ (۴: ۱۶۶) لیکن یہ بھی استدراک کے لئے آیا ہے۔
(استدراک کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل کے حکم کے خلاف مابعد کی طرف کسی حکم کی نسبت کی جاتے اسی لئے ضروری ہے کہ لٰكِنْ (یا اسی طور لٰكِنَّ) سے پہلے کوئی ایسا حکم ہو جو پیچھے آنیوالے حکم کی نقیض یا ضد ہو۔ جیسے مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا .... حَنِيْفًا مُّسْلِمًا (مذکورہ بالا) ابراہیم (علیہ السلام) نہ یہودی تھا نہ عیسائی وہ تو تمام علائق سے کٹا ہوا ایک پکا مسلم تھا)
= اَلْخَيْرٰتُ ۔ بھلائیاں ۔ خَيْرٌ کی جمع ۔ مَنَافِعُ الدَّارَيْنِ
۹ : ۸۹ = اَعَدَّ ۔ اِعْدَادٌ سے ماضی۔ واحد مذکر غائب ۔ اس نے تیار کیا۔ تیار کر رکھا ہے۔
۹ : ۹۰ = اَلْمُعَذِّرُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تَعْذِيْرٌ (تفعیل) مصدر جھوٹا عذر پیش کرنے والے۔ مُعَذِّرٌ ۔ وہ شخص ہے جس کے پاس کوئی حقیقی عذر نہ ہو۔ اور پھر بھی وہ عذر پیش کرے۔ بعض علماء کے نزدیک مُعَذِّرُوْنَ دراصل مُعْتَذِرُوْنَ (باب افتعال) سے ت کو ذال سے بدلا اور ذال کو ذال میں مدغم کیا اور مُعَذِّرُوْنَ ہوگیا۔ اس باب سے اس کے معنی ہوں گے۔ صحیح عذر والے۔
ابن کثیر نے بھی یہی مطلب لیا ہے لکھتے ہیں:۔
یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہوسکتے تھے!

مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آآ کر اپنی کمزوری ضعیفی بے طاقتی بیان کرکے اللہ کے رسول سے اجازت لینے آتے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انہیں معذور خیال فرمادیں تو اجازت دیدیں یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قرأت میں وَجَآءَ الْمُعْذِرُوْنَ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملہ کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ بیٹھے رہے اور نہ آئے نہ اپنا رُک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رُک جانے کی اجازت چاہی۔

= اَلْاَعْرَابُ۔ گنوار۔ بدو۔ اعراب بادہ نشین کو کہتے ہیں۔ یہاں پر خاص کردہ قبائل مراد ہیں جو مدینہ کے اردگرد آباد تھے۔

= لِيُؤْذَنَ لَهُمْ۔ کہ ان کو اجازت مل جائے۔

= وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ یہ دوسرا گروہ تھا جو گھر بیٹھے رہے۔ اور یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ حیلۃً محض ظاہرداری کے لئے ہی کوئی عذرِ لنگ پیش کردیں۔

۹۱:۹ = اِذَا نَصَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نُصْحٌ مصدر۔ (باب فتح) جب وہ خلوص رکھیں جب وہ مخلص ہوں۔ ظاہری اور باطنی طور پر مطیع وفرمانبردار ہوں۔

= مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ (ایسے) نیکوکاروں پر کوئی وجہِ الزام نہیں۔

۹۲:۹ = اَتَوْكَ۔ ماضی جمع مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئے۔

= لِتَحْمِلَهُمْ کہ تو ان کو سواری مہیا کرے۔ حَمْلٌ سے جمع مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر

= تَفِيْضُ۔ وہ بہتی ہے وہ جاری ہے۔ فَيْضٌ سے باب ضرب۔ اس کا استعمال اگر آنسو اور پانی کے لئے ہو تو اس کا معنی جاری ہونے اور بہنے کے آتے ہیں۔

= الدَّمْعِ۔ آنسو۔ اشک۔ دُمُوْعٌ جمع۔

۹۳:۹ = السَّبِيْلُ۔ راہ۔ راستہ۔ کھلی سڑک۔ سُبُلٌ جمع۔ سَبِيْلُ اللّٰهِ۔ جہاد۔ طلب علم۔ حج۔ یا ہر امرِ خیر جس کا حکم باری تعالیٰ سے ملا ہو۔ لَيْسَ لَكَ عَلَيَّ سَبِيْلٌ۔ تم مجھ سے بازپرس نہیں کر سکتے۔ یعنی تمہارے لئے مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى۔ راہِ بازپرس صرف ان کے خلاف پائی جاتی ہے۔

= اَلْخَوَالِفِ۔ خَالِفٌ اور خَالِفَةٌ کی جمع ہے۔ خَالِفَةٌ کے معنی ہیں پیچھے رہ جانے والی عورت۔

پَارَهْ

يَعْتَذِرُوْنَ

(١١)

اَلتَّوْبَة وَيُوْنُس وَهُوْد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَعۡتَذِرُوۡنَ اِلَیۡکُمۡ اِذَا رَجَعۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ

۹: ۹۴ = یَعۡتَذِرُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِعۡتِذَارٌ (اِفۡتِعَالٌ) مصدر۔ وہ معذرت کریں گے۔ وہ بہانے بنائیں گے۔

۹: ۹۵ = اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ۔ تم ان کی طرف پھرو گے۔ تم ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (ماضی بمعنی مضارع)

= لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ۔ اَعۡرَضَ یُعۡرِضُ اِعۡرَاضٌ (اِفۡعَالٌ) عَنۡ منہ موڑنا۔ منہ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ درگذر کرنا۔ معاف کرنا۔

یہاں بمعنی۔ تاکہ تم ان کو معاف کردو۔ ان سے درگذر کرو۔ صرف نظر کرو۔ تعرض نہ کرو اسی معنی میں ہے۔ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَعِظۡہُمۡ (۴: ۶۳) تم ان سے اعراض برتو (درگذر کرو) اور نصیحت کرتے رہو۔

منہ پھیرنے۔ روگردانی کرنے۔ کنارہ کشی کرنے کے معنی میں آیۃ ہذا میں ہی ہے۔ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ۔ پس تم ان سے منہ پھیرلو۔ کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰہِلِیۡنَ (۷: ۱۹۹) اور جاہلوں سے کنارہ کشی کرو۔ نیز ملاحظہ ہو ۹: ۷۶)

= رِجۡسٌ۔ ناپاک۔ پلید۔ گندہ۔ نجس۔

= مَاۡوٰىہُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَاۡوٰى۔ اسم ظرف اور مصدر۔ اٰوٰى یُؤۡوِیۡ اِیۡوَاءٌ (اِفۡعَالٌ) اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اَوَیَ یَاۡوِیۡ (ضَرَبَ) وہ بیٹھا۔ وہ اترا۔ بصورت اسم ظرف۔ اس کے معنی ہیں ٹھکانہ۔ قیام کا مقام۔ پناہ گاہ۔ یہاں بطور اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔

۹ : ۹۷ = اَلۡاَعۡرَابُ ۔ بدو لوگ ۔ بادیہ نشین ۔ اعرابی ۔ نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۹
= اَشَدُّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بروزن اَفۡعَلُ ۔ زیادہ ۔ شدید ۔ زیادہ سخت ۔ زیادہ طاقت ور ۔
= اَجۡدَرُ ۔ زیادہ لائق ۔ زیادہ سزاوار ۔ زیادہ حقدار ۔ زیادہ مستحق ۔ مَا اَجۡدَرَہٗ اَنۡ یَّاۡخُذَ بِہٖ ۔ صیغہ تعجب ۔ وہ اس کے لئے کس قدر زیبا ہے ۔ جَدَارَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے
= مَغۡرَمًا ۔ اسم مصدر ۔ منصوب ۔ تاوان ۔ اَلۡغُرۡمُ ۔ مفت کا تاوان ۔ یا جُرمانہ ۔ وہ مالی نُقصان جو انسان کو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر اٹھانا پڑے ۔ غَرِمَ کَذَا غُرۡمًا وَمَغۡرَمًا ۔ فلاں نے نقصان اٹھایا ۔ اُغۡرِمَ فُلَانٌ غَرَامَۃً اس پر تاوان پڑگیا ۔
قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغۡرَمُوۡنَ (۵۶ : ۶۶) (کہا ہے) ہم مفت تاوان میں پھنس گئے جو مصیبت یا تکلیف انسان کو پہنچتی ہے اسے غرام کہا جاتا ہے ۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۲۵ : ۶۵﴾ کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے ۔
یَتَّخِذُ مَا یُنۡفِقُ مَغۡرَمًا ۔ (آیۃ ہذا) کہ جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں اُسے تاوان سمجھتے ہیں ۔
= یَتَرَبَّصُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَرَبُّصٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر ۔ وہ انتظار کرتا ہے ۔ وہ راہ دیکھتا ہے ۔
= الدَّوَآئِرَ ۔ دَائِرَۃٌ کی جمع ۔ مصائب ۔ گردشیں ۔ یعنی وہ یَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَآئِرَ اس انتظار میں ہیں کہ تم گردشِ ایام کے چکر میں پھنس جاؤ ۔
= عَلَیۡهِمۡ دَآئِرَۃُ السَّوۡءِ ۔ گردشِ ایام (یا مصائب و آلام) ان ہی کے نصیب میں ہوں (بددعائیہ جملہ ہے) دعائیہ جملہ پر جب عَلٰی استعمال ہو تو وہ بددعا میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔
۹ : ۹۹ = قُرُبٰتٍ ۔ قُرۡبَۃٌ کی جمع ہے ۔ مرتبہ کا قرب ۔ خوشنودی ۔ رضا ۔ یعنی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ ۔
= صَلَوٰتِ ۔ صَلٰوۃٌ کی جمع ۔ دعائیں ۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا ذریعہ ۔
= اَلَاۤ اِنَّهَا یہ اللہ کی طرف سے ان کے اعتقاد کی صحت کی تصدیق کی شہادت ہے ۔ اور اِنَّهَا میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب ۔
نَفَقَتُهُمۡ ۔ (ان کا راہ خدا میں خرچ) کے لئے ہے اَلَاۤ اِنَّهَا قُرۡبَۃٌ لَّهُمۡ بے شک ان کا اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ان کے لئے قربِ الٰہی کا موجب ہے ۔

= سَیُدْخِلُھُمْ ۔ میں سَ تحقیق اور تاکید کے لئے ہے ۔

۹ : ۱۰۰ = اَلسّٰبِقُوْنَ ۔ آگے پہنچنے والے ۔ آگے بڑھنے والے ۔ سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۔ سَابِقٌ کی جمع ۔

= اَلْاَوَّلُوْنَ ۔ اَوَّلُ کی جمع ۔

اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَ الْاَنْصَارِ ۔ (مہاجرین و انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے ایمان و اطاعت میں سبقت اور پہل کی) سے کون حضرات مراد ہیں ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔

۱۔ شعبی کہتے ہیں ان سے مراد وہ مہاجرین و انصار ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعتِ رضوان کا شرف حاصل کیا ۔

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری ۔ سعید بن المسیب ۔ حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہم کا قول ہے کہ ان سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلتین کی طرف نماز پڑھی

۳۔ وہ لوگ جو جنگ بدر میں شہید ہوگئے ۔

اور اگر انصار کو مہاجرین سے الگ ایک طائفہ لیا جائے تو اس سے مراد وہ انصار ہوں گے جو (۱) بیعت عقبہ اولیٰ اور عقبۃ الثانیہ سے مشرف ہوئے تھے ۔

(۲) جنہوں نے حضرت ابوزرارہ ۔ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہما کی تبلیغ و تعلیم پر جب وہ مدینہ شریف آئے تھے ایمان و اسلام قبول کیا ۔

بعض نے الانصار کو راء کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اور اس کو السّٰبِقُوْنَ پر عطف قرار دیا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا ۔ (وہ لوگ) جو مہاجرین میں سے سابقون اوّلون ہیں اور انصار ۔ اور وہ جنہوں نے احسن طریقہ سے ان کی پیروی کی ۔ تو راضی ہوگیا اللہ تعالیٰ ان سے اور وہ راضی ہوگئے اللہ تعالیٰ سے ۔ لیکن پہلی قرأت جمہور کے نزدیک اصح ہے

= بِاِحْسَانٍ ۔ عمدگی کے ساتھ ۔ احسن طریقہ سے ۔ احسان کے معنی غیر کے ساتھ بھلائی کرنے اور کسی اچھی بات کے کرنے کے ہیں۔ یہاں [illegible]

۹ : ۱۰۱ = وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۔ ای ومن من حولکم من الاعراب منٰفقون ۔ اور ان اعراب میں سے جو تمہارے اردگرد بستے ہیں کچھ منافق ہیں ۔

وَمِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَةِ ۔ یہ وقف معانقہ کی صورت ہے ۔

اگر علامت اوّل ∴ پر وصل کیا جائے اور علامت ثانی پر وقف کیا جائے تو اس کا عطف مِمَّنْ حَوْلَكُمْ پر ہوگا ۔ اور مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ صفت ہوگی منافقون کی اور تقدیر کلام یوں

ہو گی وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مُنٰفِقُوْنَ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ
(اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے ارگرد بسنے والے بدوؤں میں سے اور اہل مدینہ میں سے کچھ منافق ہیں جو پکے ہو گئے ہیں نفاق میں)

اور اگر علامت ∴ اول پر وقف کیا جائے اور علامت ∴ ثانی پر وصل کیا جائے تو جملہ مستانفہ (نیا جملہ) ہوگا۔ اور تقدیر کلام یوں ہو گی وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ (قَوْمٌ) مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں)

اور اب ترجمہ یوں ہوگا۔ اور تمہارے اردگرد یعنی مدینہ کے اردگرد بسنے والے بدوؤں میں کچھ منافق ہیں اور اہل مدینہ میں سے کچھ لوگ ہیں جو نفاق میں پکے ہو گئے ہیں۔

= مَرَدُوْا۔ نافرمان و سرکش ہونا۔ مَرَدَ عَلَى النِّفَاقِ۔ نفاق پر جمے رہنا۔ اَلْمَارِدُ وَالْمَرِيْدُ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔

یہ شَجَرٌ اَمْرَدُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جو سب پتے جھڑ جانے سے بالکل ننگا ہو گیا ہو۔ اسی طرح غُلَامٌ اَمْرَدُ۔ وہ لڑکا جس کی داڑھی مونچھ نہ نکلی ہو اس کا منہ سبزہ سے عاری ہو۔ الرَّمْلَةُ الْمَرْدَاءُ وہ ریت کا ٹیلہ جو ہر قسم کے سبزہ سے عاری ہو۔

قرطبیؒ نے لکھا ہے اصل المرد الملاسة ومنه صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ۔ (۲۷: ۴۴) یعنی اَلْمَرْدُ۔ اصل میں چکنا اور ہموار ہونا ہے۔ جیسے شیشے جوڑ کر صاف و ہموار کیا ہوا محل (الملاسة ہموار اور چکنا ہوتا)

صاحب کشاف نے مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ کا مطلب تَمَهَّرُوْا فِيْهِ۔ لکھا ہے یعنی نفاق میں ماہر ہو گئے ہیں۔

۹: ۱۰۲ = اٰخَرُوْنَ۔ دوسرے لوگ۔ اور لوگ۔ اٰخَرُ کی جمع ہے۔ یعنی منافقوں کے علاوہ کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا (اور اپنے کئے پر نادم ہوئے کہ وہ کیوں جہاد کے لئے جنگ تبوک میں شامل نہ ہوئے)

۹: ۱۰۳ = تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع اٰخَرُوْنَ ہے۔ اور هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صَدَقَةً ہے یعنی ان کے مالوں سے صدقہ وصول کیجئے کہ اس طرح آپ ان کو پاک و صاف کر دیں گے۔

= صَلِّ عَلَيْهِمْ۔ ان کے لئے دعا کیجئے۔ امر واحد مذکر حاضر۔

= سَكَنٌ۔ تسکین۔ آرام۔ راحت۔ رحمت۔ برکت۔ جس سے سکون حاصل ہو۔

۹ : ۱۰۵ = سَتُرَدُّوْنَ ۔ تم پھیرے جاؤ گے ۔ تم لوٹائے جاؤ گے ۔ ردٌ سے مضارع مجہول ۔ جمع مذکر حاضر۔

= اِعْمَلُوْا ۔ ای اعملوا مَاشِئْتُمْ ۔ جو جی چاہے تم کرو۔

۹ : ۱۰۶ = مُرْجَوْنَ ۔ (ر ج و ۔ ر ج ی مادہ) رجاء کنارہ ۔ جیسے رَجَا الْبِئْرِ ۔ کنویں کا کنارہ ۔ اس کی جمع اَرْجَاءٌ ہے قرآن مجید میں ہے وَالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۔ (۶۹ : ۱۷) اس کے کناروں پر فرشتے ہوں گے ۔ رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو ۔ قرآن میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۷۱ : ۱۳) تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے خدا کا وقار دل سے بھلا دیا ہے ۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا تَخَافُوْنَ کیا ہے یعنی تم کیوں نہیں ڈرتے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف ورجاء باہم لازم وملزوم ہیں ۔ جب کسی محبوب چیز کے حصول کی توقع ہوگی تو ساتھ ہی اس کا ہاتھ سے چلے جانے کا اندیشہ بھی ہوگا ۔ اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ ہمیشہ امید پائی جاتی ہے جیساکہ قرآن میں ہے ۔ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (۴ : ۱۰۴) اور تم کو خدا سے وہ امیدیں ہیں جو ان کو نہیں ۔

مُرْجَوْنَ ۔ مُرْجًى ۔ یعنی مُرْجَوٌ کی جمع ہے ۔ اسم مفعول ۔ امید وبیم کے درمیان لٹکا ہوا مُعَلَّقٌ جو نتائج کے متعلق خوف ورجاء کے درمیان معلق ہیں ۔ کہ ان کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہ یعنی جن کا معاملہ ابھی طے نہیں ہوا ۔ اور اللہ کے حکم کے انتظار میں تاخیر میں پڑا ہوا ہے ۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ ۔ کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ان کا معاملہ ملتوی ہے ۔

یہ اشارہ ہے کعب بن مالک ۔ مرارہ بن الربیع ۔ ہلال بن امیہ کی طرف ۔ کسی شرعی عذر کے بغیر یہ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوئے تھے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ان سے ہر ایک نے قطع تعلق کر لی ۔ آخر پچاس دن کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی ۔ (دیکھو آیات ۱۱۴ ۔ ۱۱۵ ۔ سورۃ ہذا)

= اِمَّا ۔ بطور حرف تفصیل آیا ہے ۔ جیسے اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۔ (۷۶ : ۳) ہم نے انسان کو راستہ دکھلا دیا اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر رہے ۔

۹ : ۱۰۷ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ۔ اس کا عطف وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ پر ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا (اور ان منافقوں میں وہ لوگ بھی

ہیں) جنہوں نے ایک مسجد تیار کی ۔
= ضِرَارًا ۔ کُفْرًا ۔ تَفْرِیقًا ۔ اِرْصَادًا ۔ تمام مفعول لہٗ ہیں ۔ یعنی اس مسجد کی تعمیر کا مقصد رضائے خداوندی نہیں ہے ۔ بلکہ اس کا مقصد تو یہ ہے کہ
(۱) مسلمانوں کو نقصان پہنچایا جائے ۔
(۲) اس میں بیٹھ کر کفر کو فروغ دینے کی تجویزیں سوچی جائیں ۔
(۳) مسلمانوں کی جمعیت کو منتشر کیا جائے
(۴) وہ شخص جو اب تک خدا اور رسول کا دشمن چلا آرہا ہے اسے بطور کمین گاہ استعمال کیا جائے
یا یہ مصدر ہیں اور حال کی جگہ استعمال ہوئے ہیں ۔
= ضِرَارًا ۔ ضرر سے مشتق ہے ۔ ایذا دینا ۔ نقصان پہنچانا ۔ ضرر پہنچانا ۔ ضَارَّ یُضَارُّ (باب مفاعلۃ) سے مصدر ۔ اِرْصَادًا گھات لگانا ۔ مِرْصَادٌ و مَرْصَدٌ گھات لگانے کی جگہ ۔ کمین گاہ ۔ رصد مادہ ۔
= مِنْ قَبْلُ ۔ قَبْلُ ۔ بَعْدُ ۔ اکثر اضافت کے ساتھ آتے ہیں ۔ جب بغیر اضافت کے ہوں تو ضمہ پر مبنی ہوں گے ۔ جیسے آیہ ہذا میں ۔ بمعنی پہلے سے ۔
= وَلَیَحْلِفُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ جمع مذکر غائب (باب ضرب) اور وہ ضرور ہی قسمیں کھائیں گے ۔ (یعنی جب ان سے کوئی پوچھے کہ یہ شرارت تم نے کیوں کی تو اپنی صفائی میں قسمیں کھانے لگیں گے ۔
= یَشْهَدُ ۔ شَهَادَةٌ ۔ مصدر ۔ جس کے معنی ہیں کھول کر بیان کرنا ۔ موجود ہونا ۔ گواہی دینا ۔ بیان کرنا ۔ جاننا ۔ ان سب کا باب ایک ہی ہے ۔ سَمِعَ یَسْمَعُ ۔ مصادر جُدا جُدا ہیں ۔
شَهِدَ اللّٰهُ ۔ قَضَى اللّٰه ۔ قَالَ اللّٰه ۔ بَيَّنَ اللّٰهُ ۔ وَيَشْهَدُ اللّٰه ۔ اللہ یہ فیصلہ دیتا ہے ۔ یا کہتا ہے ۔ بیان کرتا ہے ۔
اس آیہ میں اس مسجد کا ذکر ہے جو اسلام کو نقصان پہنچانے کی خاطر ابو عامر کے ساتھیوں نے اس کے ایما پر مسجد قباء کے مضافات میں تیار کی تھی ۔ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا تھا ۔ چونکہ اس کی بنیاد مسلمانوں کو ضرر پہنچانے پر رکھی گئی تھی ۔ اس لئے اس کا نام ہی تاریخ میں مسجد ضرار پڑ گیا ۔
۹ : ۱۰۸ = لَا تَقُمْ فِيْهِ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ۔ تو اس میں مت کھڑا ہو یعنی لَا تُصَلِّ فِيْهِ اس میں نماز مت پڑھ ۔

قرآن مجید میں نماز کے لئے کہیں قیام کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ کہیں رکوع کا اور کہیں سجدہ کا۔ اسے تسمیۃ الشَّیْءِ باسمِ جُزْئِہٖ (کسی چیز کو اس کے جزو کے نام سے پکارنا) کہتے ہیں۔
فِیْہِ کی ضمیر واحد مذکر مسجد (ضرار) کے لئے ہے۔

= مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ۔ وہ مسجد جس کی اساس (بنیاد) پہلے دن سے ہی تقویٰ پر درست کی گئی ہو۔

= اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ تَطَهُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اَنْ ناصبہ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو گیا۔ یعنی پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔

= اَلْمُطَّهِّرِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر تَطَهُّرٌ مصدر۔ اصل میں المتطھرین تھا۔ تا کو طاء میں مدغم کیا گیا۔ پاک ہونے والے۔ پاکیزہ رہنے والے۔

۹: ۱۰۹ = اَسَّسَ بُنْیَانَهٗ۔ اَسَّسَ (باب تفعیل) تَاْسِیْسٌ بنیاد رکھنا۔ اس نے بنیاد رکھی۔ بُنْیَانَهٗ۔ بُنْیَانٌ۔ یعنی مَبْنِیَّۃٌ۔ غُفْرَانٌ کی طرح مصدر ہے بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر دِیْن کے لئے یعنی مَنْ اَسَّسَ بُنْیَانَ دِیْنِہٖ۔ جس نے اپنے دین کی بنیاد رکھی۔ یا مَنْ وَضَعَ اَسَاسَ مَا یَبْنِیْہِ۔ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی

= شَفَا۔ شفا کنارہ۔ کنویں وغیرہ کے کنارے کو کہتے ہیں۔ جمع اَشْفَاءٌ (شفو مادہ) اس کا تثنیہ شَفَوَانِ آتا ہے۔ شفا قرب ہلاکت کے لئے ضرب المثل ہے۔ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ (۳: ۱۰۳) آگ کے گڑھے کے کنارے تک۔ اور اَشْفٰی فُلَانٌ عَلَی الْهَلَاكِ۔ فلاں ہلاکت کے قریب پہنچ گیا

= جُرُفٍ۔ ندی یا نالے کا وہ کنارہ جس کا نچلا حصہ پانی بہا کر لے گیا ہو اور اوپر کا حصہ موجود ہو۔ اسے جِرْفَۃٌ کہتے ہیں۔ جُرُفٍ اس کی جمع ہے۔ اسی سے یہ قول ہے فلان یبنی علی جُرُفٍ هَارٍ۔ لایدری ما لیل من نهارٍ۔ فلاں شخص دریا کے گرنے والے کنارہ پر مکان بناتا ہے۔ اس کو دن رات میں تمیز نہیں۔

جَرَفَ الشَّیْءَ (نصر) پوری چیز یا اس کا بیشتر حصہ لیجانا۔ یا جَرَفَ الطِّیْنَ۔ پھاوڑا یا بیلچہ سے مٹی کھودنا یا کھرچنا۔

= هَارٍ۔ اسم فاعل مجرور۔ هَوْرٌ۔ مادہ۔ قریب السقوط۔ گرنے کے قریب۔

هَارٍ کی اصل هَاوِرٌ یا هَائِرٌ تھی۔ اول هَاوِرٌ کے واؤ کو یا هَائِرٌ کے ہمزہ کو نقل مکانی کر کے راء سے آخر میں کر دیا۔ یعنی راء کو مقدم کر دیا اور واؤ یا ہمزہ کو مؤخر کر دیا۔ هَارِوٌ اور هَارِءٌ ہو گیا پھر واؤ اور ہمزہ کو یاء سے بدل کر هَارِیٌ کر دیا اور حالت جر کی وجہ سے یٰ کو ساقط کر دیا اس طرح

هَارٍ ہو گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ھَادِرٌ کے واوٌ یا ھَائِرٌ کے ہمزہ کو بغیر نقل مکانی کے تخفیفاً حذف کردیا۔ اس صورت میں را د پر مختلف حالات میں تینوں اعراب آسکتے ہیں۔

بعض اہل لغت کے نزدیک ھَارٍ اسم فاعل کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اس کی اصل ھَوَرٌ یا ھَیَرٌ تھی واؤ۔ اور یاء کو ماقبل مفتوح ہونے کی وجہ سے الف سے بدل دیا گیا ھَارٌ ہو گیا اس صورت میں بھی اس پر تینوں اعراب آئیں گے۔

جُرُفٍ ھَارٍ موصوف وصفت مل کر مضاف شفا مضاف الیہ۔

= اِنْھَارَ۔ وہ گر پڑا۔ اِنْھِیَارٌ (انفعال) مصدر۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بانی عمارت کے لئے ہے۔ ای من اَسَّسَ بُنْیَانَہٗ۔ اِنْھَارَ الْبِنَاءُ۔ عمارت کا منہدم ہونا۔ گرنا۔

= ظٰلِمِیْنَ۔ ظلم کرنے والے۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کی اپنی جگہ سے ہٹا کر غلط جگہ پر رکھنا (ان لوگوں نے اپنی عمارت کی بنیاد ہی غلط موقع اور غلط محل پر رکھی تھی)

٩: ١١٠ = لَایَزَالُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ زَوَالٌ مصدر۔ فعل ناقص ہے۔ دوام اور تسلسل کا معنی دیتا ہے۔ ہمیشہ رہیگا۔

= بُنْیَانُھُمُ۔ ان کی عمارت۔ بَنَوْا۔ انہوں نے بنائی۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ بِنَاءٌ مصدر۔ بنی مادہ۔

= رِیْبَۃً۔ رَیْبٌ سے اسم ہے۔ رَابَ یَرِیْبُ (باب ضَرَبَ) شبہ وگمان میں ڈالنا کسی سے کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھنا۔ رِیْبَۃٌ شک وشبہ۔ تہمت۔ بے چینی۔ بے یقینی۔ رِیَبٌ۔ جمع۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کا معنی شک ونفاق کیا ہے۔ کلبی کے نزدیک حسرت وندامت ہے السدی اور المبرّد نے اس کا مطلب غم وغصہ لیا ہے۔ یعنی یہ کیفیات ان کے منصوبہ کے ناکام ہوجانے اور جس عمارت پر انہوں نے اتنی امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں اس کے منہدم ہوجانے کی وجہ سے ہمیشہ ان کے دل کو بے چین اور مضطرب رکھیں گی۔

= اِلَّآ اَنْ۔ بجز اس کے کہ۔ مگر یہ کہ۔

= تَقَطَّعَ۔ پارہ پارہ ہوجائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ تَقَطُّعٌ (تفعّل) سے مضارع۔ واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَتَقَطَّعَ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی۔

اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُھُمْ۔ ای تجعل قلوبہم قطعًا وتفرق اجزاء امابالسیف واما بالموت والمعنی ان ھٰذہ الریبۃ باقیۃ فی قلوبہم الی ان یموتوا علیھا۔ یہاں تک کہ ان کے دل

ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں۔ اوران کے اجزا بکھر جائیں۔خواہ تلوار سے یا موت سے۔
مطلب یہ کہ یہ بے چینی۔ بے یقینی۔ اضطراب وحسرت وندامت کی کیفیت ان کے دلوں پرطاری رہیگی۔حتی کہ وہ اسی حالت میں مرجائیں گے۔
= حَكِيْمٌ۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کو حکیم کہہ کر مسجد ضرار کے انہدام کے حکم کی حکمت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔
۹ : ۱۱۱ = اِشْتَرٰى۔ اس نے خرید لیا۔ اس نے خریدا۔ اِشْتَرٰى يَشْتَرِيْ اِشْتِرَاءٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اِشْتِرَاءٌ کے معنی خریدنے اور بیچنے دونوں کے آتے ہیں۔
= وَعْدًا۔ اسم مصدر۔
وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ حَقًّا وَعْدًا کی صفت ہے۔ اور وَعْدًا بوجہ فعل محذوف منصوب ہے گویا تقدیر کلام یوں ہے۔ وَعَدَهُمْ عَلَيْهِ (عَلٰى ذٰلِكَ الْاَمْرِ) وَعْدًا حَقًّا۔ اس بات پر اس نے ان کے ساتھ سچا وعدہ کر رکھا ہے۔
عَلَيْهِ کے معنی لَازِمٌ عَلَيْهِ بھی ہو سکتے ہیں۔ اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہوگی:۔ وَعَدَهُمْ وَعْدًا حَقًّا لَازِمٌ عَلَيْهِ۔ اس نے ان سے ایک سچا وعدہ کر رکھا ہے جس کا پورا کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔
= فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ۔ یعنی اس وعدہ کا ذکر تورات۔ انجیل اور قرآن میں ہے۔
= اَوْفٰى۔ زیادہ وعدہ پورا کرنے والا۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنا وعدہ پورا کرنے والا کون ہے؟ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔
= فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ۔ فَاسْتَبْشِرُوْا۔ خوشیاں مناؤ۔ بشارت پاؤ۔ اِسْتِبْشَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں۔
بِبَيْعِكُمْ۔ اپنے سودے پر۔ اَلَّذِيْ بَايَعْتُمُ اللّٰهَ بِهٖ۔ جو سودا تم نے اللہ کے ساتھ کیا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر۔ سودا کی طرف راجع ہے۔
= ذٰلِكَ۔ اي ذٰلِكَ الْبَيْعُ۔ اور یہی سودا۔
۹ : ۱۱۲ = اَلتَّائِبُوْنَ۔ اَلْعَابِدُوْنَ۔ اَلْحَامِدُوْنَ۔ اَلسَّائِحُوْنَ۔ اَلرَّاكِعُوْنَ اَلسَّاجِدُوْنَ۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ وَالْحَافِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ۔ سب اسم صفت کے صیغے ہیں اور مؤمنین کی صفت ہیں۔
التائبون سے لے کر النَّاهُوْنَ تک متعدد صفات کا ذکر آیا ہے لیکن ان میں حرفِ

عطف استعمال نہیں ہوا۔ لیکن وَالنَّاھُوْنَ سے پہلے حرف عطف لایا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کے متعدد جواب دیئے ہیں۔

(۱) ایسے مواقع پر حرف عطف کا ذکر کرنا اور نہ کرنا دونوں صحیح ہیں۔ اس لئے یہاں مزید کسی توجیہ کی ضرورت نہیں۔

۲۔ اَلنَّاھُوْنَ کا اَلْاٰمِرُوْنَ پر عطف ہے کیونکہ یہ دونوں مل کر ایک مکمل صفت بنتے ہیں

۳۔ علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ قریش کی لغت یہ ہے کہ سات کے عدد تک حرفِ عطف ذکر نہیں کرتے اور جب آٹھواں ذکر کرتے ہیں تو پھر حرف عطف کا ذکر کر دیا جاتا ہے۔ اَلنَّاھُوْنَ چونکہ آٹھویں صفت ہے اس لئے واؤ کا اضافہ کر دیا۔

= اَلسَّآئِحُوْنَ۔ سِیَاحَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ سَاحَ یَسِیْحُ (ضَرَبَ) سِیَاحَۃٌ زمین پر گھومنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ سَائِحٌ واحد۔

اَلسَّآئِحُوْنَ کے مفسرین نے متعدد معانی لئے ہیں۔ سیاحت کرنے والے۔ یعنی اقامت دین کے لئے جہاد میں نکلنے والے۔ کفر زدہ علاقوں سے ہجرت کرنے والے۔ دعوتِ دین۔ اصلاح خلق۔ طلب علمِ صالح۔ مشاہدۂ آثارِ الٰہی۔ تلاشِ رزقِ حلال کی خاطر سیاحت کرنے والے

ابن کثیر اور اکثر مفسرین سلف۔ صحابہ و تابعین نے اَلسَّآئِحُوْنَ سے مراد روزہ دار لئے ہیں

= اَلنَّاھُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلنَّاھِیْ واحد۔ نَھْیٌ مصدر (باب فتح) روکنے والے منع کرنے والے۔

= اَلْمُنْکَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْکَارٌ۔ مصدر۔ وہ قول یا فعل جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔

= بَشِّرْ۔ بَشَّرَ یُبَشِّرُ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری دے۔ تو خبر کر دے۔ یہاں مُبَشَّرٌ بِہٖ اس کی عظمت کے پیش نظر حذف کر دیا گیا ہے۔ گویا وہ ایسی چیز ہے جس کی خوشخبری دی جا رہی ہے جسے فہم سمجھ نہیں سکتا اور کلام بیان نہیں کر سکتا۔

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ ای بشر یامحمد صلی اللہ علیہ وسلم من فعل ھذہ الافعال التسع

یعنی جو مؤمن ان توصیفات سے متصف ہے اس کو خوشخبری دیدیں۔

۹:۱۱۳ = مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ زیبا نہیں نبی کے لئے اور نہ ایمان والوں کے لئے

= یَّسْتَغْفِرُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب۔ وہ مغفرت طلب کریں۔ وہ معافی مانگیں۔

= اُولِیْ قُرْبٰی۔ ای ذی قرابۃ لھم قرابت دار۔ رشتہ داری رکھنے والے رشتہ دار۔ قربی اسم

معدر۔ رشتہ داری قرابت۔
= مَوْعِدَةً۔ اسم مصدر۔ وعدہ
= اِیَّاہُ۔ اسی کو۔ اسی سے۔ واحد مذکر غائب کی ضمیر منصوب منفصل۔ اس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باپ ہے
= تَبَرَّاَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ بیزار ہوا۔ اس نے بیزاری ظاہر کی۔ تَبَرُّءٌ سے جس کے معنی بیزار ہونے کے ہیں۔ جیسے بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔
= اَوَّاہٌ۔ نرم دل۔ بہت آہ کرنے والا۔ اَوَّہٌ سے جس کے معنی آہیں بھرنے کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعَّالٌ اٰہَ یَئُوْہُ۔ جیسے قَامَ یَقُوْمُ۔
= حَلِیْمٌ۔ بردبار۔ تحمل مزاج باوقار۔ حِلْمٌ کے معنی ہیں جوشِ غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
۹:۱۱۵ = مَاکَانَ اللّٰہُ لِیُضِلَّ۔ اللہ کا دستور نہیں۔ اللہ کا طریقہ نہیں کہ وہ گمراہ کردے
= مَا یَتَّقُوْنَ۔ جن سے ان کو بچنا چاہیے۔ جن سے وہ بچیں۔ مَا موصولہ ہے۔
۹:۱۱۷ = تَابَ۔ تَابَ یَتُوْبُ۔ (باب نصر) ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے توبہ کی وہ پھر آیا۔ وہ گناہ سے باز آیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ اس نے معاف کیا۔ یہاں (رحمت سے) متوجہ ہونے اور معاف کرنے کے معنی میں آیا ہے۔

یعنی اللہ نے رحمت سے توجہ فرمائی۔ اللہ نے معاف فرمادیا۔ تَوْبٌ اور تَوْبَۃٌ سے۔ جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو اس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور انابت کے (بار بار واپس آنا) کے ہوتے ہیں۔ اور جب عَلٰی کے ساتھ ہوتا ہے تو توبہ قبول کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ مثلاً قرآن میں آتا ہے۔ تُوْبُوْا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا (۲۴:۳۱) سب خدا کے آگے توبہ کرو۔ اور فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَعَفَا عَنْکُمْ (۲:۱۸۷) سو اس نے تمہارا قصور معاف کردیا اور تمہاری حرکات سے درگذر فرمایا۔

= تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معاف کرنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے استطاعت رکھنے کے باوجود جنگ سے پیچھے رہ جانے کی اجازت مانگی تھی اور آپ نے ان کو اجازت دیدی تھی۔ اس لغزش کا آپ سے مواخذہ نہ کیا گیا جیسا کہ ۹:۴۳ میں ارشاد ہوا ہے عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ۔ لیکن یہ فعل ترکِ افضل میں آتا ہے کہ افضل یہ تھا کہ خوب چھان بین کرکے صرف مستحق معذور لوگوں کو

پیچھے رہ جانے کی اجازت دی جاتی نہ کہ یہ کوئی ایسا قصور تھا جو قابل مؤاخذہ تھا (نیز ملاحظہ ہو ۹: ۴۳)
بعض کے نزدیک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معافی میں تبرکاً شامل کیا گیا ہے اور مقصود مہاجرین اور انصار کی شان کو اونچا دکھانا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کی شان کو بلند کرنے کے لئے فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوۡلِ (۸: ۴۱) میں اپنا نام تبرکاً شامل کر لیا ہے۔

= سَاعَةِ الۡعُسۡرَةِ۔ مشکل گھڑی۔ تنگی کا وقت۔ غزوہ تبوک کی طرف اشارہ ہے جب کہ مسلمان سخت مشکلات میں گھرے ہوئے تھے۔ سخت گرمی کا موسم تھا۔ سفر طویل اور کٹھن تھا۔ سواریوں کی ازحد قلت تھی، راشن انتہائی طور پر قلیل اور پینے کا پانی نہایت کمیاب تھا۔ مسلمان قلیل التعداد اور مقابلہ قیصر روم کے لشکر جرار سے تھا۔

= كَادَ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَوۡدٌ مصدر (باب سَمِعَ) افعال مقاربہ میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر كَادَ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا، قریب الوقوع کے ضرور تھا جیسے کہ آیہ ہذا میں ہے كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ۔ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ گئے تھے لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے
اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوۡهَا وَمَا كَادُوۡا يَفۡعَلُوۡنَ (۲: ۷۱) انہوں نے اس (گائے) کو ذبح کر دیا لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

= يَزِيۡغُ۔ مضارع واحد مذکر غائب زَيۡغٌ سے (باب ضرب) پھرنے لگے تھے۔ پھر جانے کے قریب ہو گئے تھے۔ كَادَ يَزِيۡغُ کجی کی طرف مائل ہو چلے تھے۔ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا كَادَ يَزِيۡغُ قُلُوۡبُ فَرِيۡقٍ مِّنۡهُمۡ۔ حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل کجی کے قریب پہنچ چکے تھے اگرچہ فی الواقع ابھی کج نہیں ہوتے تھے۔

= ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ۔ لَقَدۡ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ ...... کے بعد اس تکرار سے مراد تاکید ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عَلَيۡهِمۡ میں ضمیر هِمۡ جمع مذکر غائب فَرِيۡقٍ کی طرف راجع ہو۔ اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔ پھر اس نے ان لوگوں پر رحم کے ساتھ توجہ کی جن کے دل کج ہو چلے تھے (مگر انہوں نے اس کجی کا اتباع نہ کیا بلکہ نبی ہی کا ساتھ دیا)

= بِهِمۡ میں ضمیر جمع مذکر غائب ثُمَّ تَابَ عَلَيۡهِمۡ کے مطابق یا تو النبی و المهاجرين والانصار کی طرف راجع ہے یا فَرِيۡقٍ کے لئے ہے

= رَءُوۡفٌ۔ مہربان۔ شفقت کرنے والا۔ رَاۡفَةٌ سے فَعُوۡلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے

۹: ۱۱۸ = وَعَلَى الثَّلٰثَةِ کا عطف اَلنَّبِيِّ پر ہے ای وَتَابَ عَلَى الثَّلٰثَةِ اور اس نے ان تینوں کو بھی معاف کردیا۔ ان تینوں پر بھی نظر رحمت فرمادی۔
= اَلَّذِيْنَ خُلِّفُوْا۔ جن کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا تھا۔ یعنی کعب بن مالک رضؓ، ہلال بن امیہؓ۔ مرارۃ بن الربیع
= بِمَا رَحُبَتْ۔ میں مَا مصدریہ ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ۔ باوجود فراخ ہونے کے ان پر زمین تنگ ہوگئی۔
= ضَاقَتْ۔ ضِيْقٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ تنگ ہوگئی
= رَحُبَتْ۔ رُحْبٌ سے (باب کرم) ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کشادہ ہوئی۔ وہ فراخ ہوئی۔
= مَلْجَاَ۔ اسم ظرف مکان۔ پناہ کی جگہ لَجَاٌ مصدر۔ پناہ پکڑنا۔ (باب فتح۔ سمع) مَلْجَاٌ بھی مصدر ہے۔
= ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا۔ اور رحمت سے توجہ کی۔ تاکہ وہ بھی توبہ کریں۔ اور اللہ کی طرف رجوع کریں۔
= اَلتَّوَّابُ۔ بار بار توبہ قبول کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
اور اگر یہ بندہ کی صفت ہو تو معنی ہوں گے کثرت سے توبہ کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو کہ یکے بعد دیگرے گناہ چھوڑتے چھوڑتے بالکل گناہوں کو ترک کردے۔
۹: ۱۲۰ = مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ۔ زیبا نہیں تھا درست نہیں تھا۔ مناسب نہ تھا اہل مدینہ کے لئے۔
= اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔ کہ اللہ کے رسول کو چھوڑ کر پیچھے ٹھہرے رہتے۔
= لَا يَرْغَبُوْا۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب سمع) عزیز نہ سمجھیں۔ رَغِبَ فِيْهِ۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ محبت کرنا۔ دلچسپی لینا۔ رَغِبَ عَنْ۔ منہ پھیر لینا۔ چھوڑنا۔ اعراض کرنا۔ روگردانی کرنا۔ رَغِبَ بِهٖ عَنْ غَيْرِهٖ۔ کسی کو کسی پر فضیلت دینا۔ برتری دینا۔
لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ وہ اپنی جانوں کو اس کی جان پر فضیلت وبرتری نہ دیں۔ اپنی جانوں کو اس کی جان سے عزیز نہ سمجھیں۔ نَفْسِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع رسول اللہ ہے
= ذٰلِكَ۔ بمعنیٰ یہ اس لئے۔
= ظَمَاٌ۔ پیاس۔ تشنگی۔ یہ ظَمِئَ يَظْمَاُ کا مصدر ہے جس کے معنی پیاس لگنے کے ہیں۔ ظَمْاٰنُ بروزن فَعْلَانُ صیغہ صفت ہے۔ پیاسا۔ تشنہ۔

= نَصَبٌ۔ تھکان۔ مشقت۔ کوفت۔ تکلیف۔
= مَخْمَصَةٌ۔ بھوک خَمَصَهُ الْجُوْعُ۔ بھوک کا کسی کو دبلے پیٹ والا کر دینا۔ خَمِيْصٌ خالی پیٹ والا۔
= لَا يَطَئُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وَطْأٌ مصدر (باب سَمِعَ) نہیں پامال کریں گے نہیں چلیں گے۔
= مَوْطِئًا۔ اسم ظرف (باب سمع) پاؤں رکھنے کی جگہ۔ وَطَاءَةٌ۔ مَوْطَأٌ۔ مَوْطِئٌ پاؤں کی جگہ۔ وَطِئَ يَطَأُ (باب سَمِعَ) روندنا۔
= يَغِيْظُ الْكُفَّارَ۔ جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث بنے۔
= لَا يَنَالُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نَيْلٌ سے۔ وہ نہیں پائیں گے۔ وہ نہیں پاتے ہیں۔ وہ نہیں حاصل کرتے۔ وہ نہیں کامیاب ہوتے۔ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا وہ دشمن سے کوئی چیز حاصل نہیں کرتے (از قسم قتل۔ قیدی۔ مال غنیمت وغیرہ۔
= ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ...... عَمَلٌ صَالِحٌ۔ اللہ کی راہ میں جو پیاس۔ تکلیف۔ بھوک وہ اٹھاتے ہیں اور ہر قدم جو وہ اٹھاتے ہیں جو کفار کو ناگوار گذرتا ہے اور ان کے غیظ و غضب کو بھڑکاتا ہے اور ہر وہ فائدہ جو وہ دشمن پر حاصل کرتے ہیں یا اللہ کی راہ میں وہ دشمن سے جو نقصان اٹھاتے ہیں اس ہر فعل کے بدلہ میں ان کے حساب میں نیک عمل لکھا جاتا ہے۔
۹:۱۲۱ = وَلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا۔ نہیں طے کرتے وہ کسی وادی کو۔
= كُتِبَ لَهُمْ۔ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے۔ ان کے حساب میں لکھ لیا جاتا ہے۔
= اَحْسَنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ بہت اچھا۔ بہترین۔
۹:۱۲۲ = لِيَنْفِرُوْا۔ کہ نکل جائیں۔ نکل کھڑے ہوں۔ (جہاد کے لئے) یا علم دین کے حصول کے لئے۔ یا تبلیغ کے لئے۔
= كَافَّةً۔ اسم فاعل۔ مفرد۔ مؤنث۔ منصوب۔ اس صورت میں تاء مبالغہ کے لئے ہوگی۔ استعمال میں كَافَّةً۔ ہمیشہ حال منصوب اور نکرہ ہوتا ہے۔ جس کے معنی ہیں سب کے سب۔ پورے کے پورے۔
= لَوْلَا۔ کیوں نہ۔ تفصیل کے لئے ۶:۴۳ ملاحظہ ہو۔
= نَفَرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَفْرٌ۔ نُفُوْرٌ۔ نِفَارٌ۔ مصدر (باب سَمِعَ وَضَرَبَ) کیوں نہ نکلے۔ کیوں نہ نکل کر جائے۔

= لِيَتَفَقَّهُوْا۔ مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب۔ تَفَقُّهٌ مصدر۔ تاکہ سمجھ حاصل کرتے رہیں دین کے مسائل سیکھتے رہیں۔
= لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ تاکہ وہ (نافرمانیوں سے بچیں۔ ڈریں۔
اَلْحَذَرُ۔ (سمع) خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنا۔ بچنا۔ محتاط رہنا۔ يَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (۹:۳۹) آخرت سے ڈرتا ہے۔
۹:۱۲۳ = يَلُوْنَكُمْ۔ مضارع جمع مذکر حاضر کُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وَلْيٌ مصدر۔ باب نصر۔ جو قوم تمہارے نزدیک بستی ہے۔ جو تمہارے نزدیک ہیں۔ اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِيْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین و اعتقاد یا بلحاظ دوستی و نصرت ہو۔
= وَلْيَجِدُوْا۔ اور وہ پائیں۔ ان کو پانا چاہئے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
= غِلْظَةً۔ اسم مصدر۔ سختی۔ دل کی سختی۔ قوت۔ سخت مزاجی۔ اَلْغِلْظَةُ۔ کے معنی موٹاپا یا گاڑھاپن کے ہیں۔ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً۔ چاہئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔
قرآن میں ہے فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ (۴۸:۲۹) پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر کھڑی ہوگئی۔ اور سخت و شدید کے معنی میں بھی آیا ہے
= ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ (۳۱:۲۴) پھر ہم عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے انہیں لیجائیں گے۔
یہاں مطلب یہ ہے کہ جب کفار کے مقابلہ میں نکلو تو اپنی قوت و سطوت کا بھرپور مظاہرہ کرو اور اس شد و مد سے حملہ کرو کہ دشمن کو دوبارہ اٹھنے کی ہمت نہ پڑے۔
۹:۱۲۴ = اِذَا مَا۔ جب کبھی۔
= فَمِنْهُمْ۔ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب۔ منافقین کی طرف راجع ہے جن میں سے بعض جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی تو مذاق کے طور پر مسلمانوں سے پوچھتے "کہو تم میں سے کس کے ایمان میں اس سے اضافہ ہوا ہے"
= زَادَتْهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَيُّكُمْ کی طرف راجع ہے۔ یعنی تم میں سے کون ہے جس کا اس سورۃ نے ایمان زیادہ کر دیا ہے۔ زَادَتْ کا فاعل هٰذِهٖ ہے جس کا اشارہ سورۃ کی طرف ہے۔

= یستبشرون مضارع جمع مذکر غائب اِستبشار (استفعال) مصدر۔ وہ خوش ہوتے ہیں وہ خوشیاں مناتے ہیں (سورۃ کے نزول پر)

۹ : ۱۲۵ = فزادتھم رجسا الی رجسھم ۔ یہ سورۃ ان کی نجاست میں مزید نجاست کا اضافہ کرتی ہے۔ شاعر کا یہ شعر کتنا مناسب حال ہے۔

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شور بوم خس

۹ : ۱۲۶ = یفتنون ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ فتن سے۔ وہ مصیبت میں مبتلا کئے جاتے ہیں۔ آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیۃ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

منافقین جو غفلت اور عناد کا شکار تھے۔ ان کو راہ ہدایت پر لانے کے لئے سال میں متعدد بار ایسے حالات سے دوچار کر دیا جاتا جو ان کو خواب غفلت سے دوچار کر دیتے۔ اسلام کے خلاف ان کی سازشیں ناکام ہوتیں۔ بے سروسامانی کے باوجود مسلمان ہر میدان میں اپنے سے طاقتور دشمنوں کو شکست پر شکست دیتے چلے جاتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک سے ایسے معجزات رونما ہوتے جن کے دیکھنے کے بعد حضور کی صداقت کا یقین ہو جاتا۔

اس کے علاوہ انہیں طرح طرح کی تکالیف اور مالی خساروں میں بتلا کیا جاتا تاکہ یہ خواب غفلت سے بیدار ہوں۔ لیکن انہیں توبہ کی توفیق نہ ہوتی اور نہ نصیحت قبول کرنے کی توفیق نصیب ہوتی۔

۹ : ۱۲۷ = انصرفوا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ چل دیتے۔ وہ پلٹ جاتے (حضور کی مجلس سے) انصراف (انفعال) سے صرف مادہ۔

الصرف کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا یا کسی اور چیز سے بدل دینا۔ محاورہ ہے کہ صرفتہ فانصرف میں نے اسے پھیر دیا وہ پھر گیا۔

= صرف اللہ قلوبھم ۔ اللہ نے ان کے دل پھیر دیئے (ایمان سے یا فہم قرآن سے) یہ جملہ منافقین کے لئے بددعائیہ بھی ہو سکتا ہے۔ خدا ان کے دلوں کو پھیر دے۔

= بانھم ۔ میں باء سببیہ ہے۔ بدیں وجہ۔ اس سبب سے۔ کہ انھم قوم لا یفقھون ۔ یہ لوگ سوءِ فہم اور عدم تدبر کا شکار ہیں۔ سوجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ کچھ سمجھتے ہی نہیں۔

۹ : ۱۲۸ = عزیز علیہ ۔ شاق گذرتی ہے اس پر۔ گراں گذرتی ہے اس پر۔ بروزن فعیل مبالغ کا صیغہ ہے جب اس کا صلہ علیٰ ہو تو شاق اور دشوار کے معنی دیتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت

ہو تو جو ہمیشہ غالب رہے کا معنی دیتا ہے اس کا باب نَصَرَ ہے۔ اور جب ضرب ہو تو اس کا معنی گراں ہونے کا ہوتا ہے۔

= مَا عَنِتُّمْ۔ میں مَا موصولہ ہے عَنِتُّمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتٌ سے۔ عَنِتَ یَعْنَتُ۔ (سمع) دشواری میں پڑنا۔ مصیبت میں ہلاک ہونا۔ یعنی تمہارا دشواری میں پڑنا یا کسی مشقت یا تکلیف میں مبتلا ہونا اس پر شاق گذرتا ہے۔

= حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ۔ ای حریص علی ایمانکم وایصال الخیر الیکم۔ یعنی تمہارے لئے ایمان۔ بھلائی اور ہدایت کا نہایت ہی خواہشمند ہے۔

حَرِیْصٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ حرص کرنے والا۔ تلاش رکھنے والا۔ شدت سے خواہش رکھنے والا۔

اس آیت میں خطاب نہ صرف اہل عرب سے ہے بلکہ ساری دنیا کے عوام الناس سے ہے

۹: ۱۲۹ = تَوَلَّوْا۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری۔ تَوَلِّیٌ سے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب

= حَسْبِیَ۔ حَسْبُ۔ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ حَسْبُ اسم فعل بمعنی کافی۔ مجھ کو کافی ہے۔ مجھ کو بس ہے۔ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱۰) سُوْرَۃُ یُوْنُس (۵۱)

۱۰: ۱ = الٓـرٰ ۔ الف ۔ لام ۔ را ۔ حروف مقطعات ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲:۱)

= تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۔ تِلْكَ ۔ اسم اشارہ بعید ۔ مفرد ۔ مؤنث ۔ اٰيٰتِ مضاف الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مشارٌ الیہ ۔
یہ پُر از حکمت کتاب کی آیاتیں ہیں ۔ آیات سے مراد وہ آیات بھی ہو سکتی ہیں جو اس سورۃ میں ہیں اس سورۃ میں الکتاب سے مراد السورۃ یعنی سورۃ ہذا ہے ۔ یا آیات سے مراد آیاتِ قرآنی ہیں اور الکتاب سے مراد القرآن ہے ۔ یعنی یہ آیات قرآن کی آیات ہیں جو حکمت سے پُر ہیں ۔
اسم اشارہ بعید آیات کی عظمت شان کے لئے استعمال کیا گیا ہے ۔

= اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا ۔ میں اَ استفہام انکاری کے لئے ہے ۔ کیا لوگوں کو یہ بات بہت ہی عجیب نظر آتی ہے (حالانکہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے) النّاس سے مراد کفار عرب ہیں

= رَجُلٍ ۔ سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ ای الی بَشَرٍ مِّنْ جِنْسِهِمْ ۔ انہیں کی جنس سے ایک فرد ۔

= اَنْذِرْ ۔ اِنْذَارٌ سے امر واحد مذکر حاضر ۔ تو ڈرا ۔

= اَنْذِرِ النَّاسَ میں النَّاسَ سے مراد جمیع الناس ہیں

= قَدَمَ صِدْقٍ ۔ مضاف مضاف الیہ اَنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔ قَدَمٌ بمعنی پاؤں اور صِدْقٍ کے معنی ہیں سچائی ۔ قوت ۔ خیر ۔ خلوص ۔ شرف ۔ فضیلت
قَدَمَ صِدْقٍ کے مختلف معانی کئے گئے ہیں ۔

۱ ۔ القدم ۔ السابقۃ ۔ والمعنی انھم قد سبق لھم عند اللہ خَيْرٌ (رازی) یعنی القدم کے معنی

السابقة ہیں اور آیت کے معنی ہیں ان کے لئے اللہ کے حضور ایسی خیر مقدر ہے جس میں انہیں ترجیح دی جائیگی۔

۲ = اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ ان کے لئے نیک اجر ہے (مجمع البیان ۔مظہری)

۳ = اَنَّ لَهُمْ مَنْزِلَةً رَفِيعَةً۔ ان کے لئے بلند مرتبہ ہے (کشاف، بیضاوی۔ زجاج۔ روح المعانی)

۴ = اَنَّ لَهُمْ مَقَامَ صِدْقٍ۔ ان کے لئے فضیلت کا مقام ہے۔ (کشاف)

۵ = قَدَمَ صِدْقٍ۔ سے مراد اعمال صالحہ ہیں۔ اور قدم سے کنایۃً مراد عمل ہے جو اقدام کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے جس طرح کنایۃً نعمت کو یَدٌ (ہاتھ) کے لفظ سے بیان کر دیتے ہیں اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے: ان کے لئے اللہ کے حضور وہ اعمال صالحہ ہوں گے۔ جو انہوں نے کئے (مدارک)

۶ = قَدَمَ صِدْقٍ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے (ضیاء القرآن بحوالہ مظہری وقرطبی) لیکن آیت کے سیاق و سباق سے مناسبت نہیں رکھتا۔

۱۰: ۳ = اِسْتَوٰى عَلَى۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ متمکن ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۹ اور ۷: ۵۴

= اَلْعَرْشِ۔ عرش اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے قرآن میں ہے وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا (۲: ۲۵۹) اور اس مکانات اپنی چھتوں پر گرے پڑے تھے اسی سے عَرَشْتُ الْكَرْمَ وَعَرَّشْتُهٗ (باب نصر) کا محاورہ ہے۔ جس کے معنی انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بنانا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیل کو مُعَرَّشٌ بھی کہا جاتا ہے۔ قرآن میں آیا ہے مَعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ (۶: ۱۴۱) ٹٹیوں پر چڑھائے ہوتے اور ٹٹیوں پر نہ چڑھائے ہوتے اور وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (۷: ۱۳۷) اور جو وہ ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے۔

یا بقول حضرت ابن عباس و مجاہد ما کانوا یبنون من القصور وغیرھا۔ محل وغیرہ جو وہ تعمیر کرتے تھے۔

اس بلندی کو ملحوظ رکھتے ہوئے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہا جاتا ہے۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ اور بطور کنایہ عرش کا لفظ عزت۔ غلبہ۔ سلطنت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُهٗ (یعنی فلاں کی عزت جاتی رہی۔

عرشِ الٰہی سے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں اور اس کی حقیقت ہمارے فہم سے بالاتر ہے وہ عام بادشاہ کے تخت کی مانند نہیں کیونکہ ذاتِ الٰہی اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے

بعض کے نزدیک عرش سے مراد فلک الاعلیٰ (فلک الافلاک) ہے۔ واللہ اعلم بالصواب،
= یُدَبِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دَبَّرَ یُدَبِّرُ تَدْبِیْرٌ (تفعیل) وہ انتظام کرتا ہے۔ تدبیر کرتا ہے۔ اَلْاَمْرَ۔ ہر کام کی۔
= شَفِیْعٌ۔ شفاعت کرنے والا۔ سفارش کرنے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔
= تَذَکَّرُوْنَ۔ ای تفکرون۔ تم کیوں نہیں غور وفکر کرتے۔ تم کیوں نہیں سوچتے۔
۱۰ : ۴ = وَعْدَ اللّٰہِ۔ وَعْدَ۔ اسم ومصدر منصوب۔ مضاف اللہ مضاف الیہ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) یہاں وعدہ سے مراد اِلَیْہِ مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا ہے۔ حَقًّا اسم ومصدر۔ وعدہ کی تاکید ہے وَعْدَ اللّٰہِ حَقًّا۔ ای وعدکم اللہ ذلک وعدًا حقًا یہ ایک سچا وعدہ ہے جو اللہ نے تم سے کیا ہے
= اِنَّہٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَدْءٌ مصدر (باب فتح) یہ جملہ متانفہ (نیا) ہے۔ وہ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے۔ یعنی تخلیق اول اسی نے کی
= یُعِیْدُہٗ۔ اس کو دہراتا ہے۔ اس کا اعادہ کرتا ہے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے گا۔ لوٹائے گا۔
= بِالْقِسْطِ۔ ای بالعدل۔ عدل وانصاف کے ساتھ۔
= حَمِیْمٌ۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔
۱۰ : ۵ = ضِیَاءً۔ چمک روشنی۔ چمکنا۔ روشن ہونا۔ اجوف واوی ہے۔ اور مہموز اللام۔ اصل میں ضِوَاءٌ تھا۔ چونکہ واؤ کا ماقبل مکسور ہے اس لئے اس کو یاء سے بدل دیا۔ ضیاء یا تو مصدر ہے۔ جیسے قَامَ سے قِیَامٌ اور صَامَ سے صِیَامٌ۔ یا ضَوْءٌ کی جمع ہے جیسے سَوْطٌ سے سِیَاطٌ اور حَوْضٌ سے حِیَاضٌ لیکن نُوْرًا (جو چاند کی صفت میں آیا ہے) سے اس کا مصدر ہونا ہی زیادہ مناسب ہے مصدر کی صورت میں بمعنی اسم فاعل بھی ہو سکتا ہے روشن کنندہ۔ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَاءً۔ ای ذات ضِیَاءٍ۔ روشنی والا۔ روشن۔ درخشاں۔ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالذات ہو (لسان)
= نُوْرًا۔ ای ذَا نُوْرٍ (نور والا) مُنِیْرًا۔ چمکدار۔ نور اس روشنی کو کہتے ہیں جو بالواسطہ ہو۔ (لسان العرب)
= قَدَّرَہٗ۔ قَدَّرَ یُقَدِّرُ تَقْدِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) ماضی واحد مذکر غائب۔ قَدَّرَ اللّٰہُ عَلَیْہِ الْاَمْرَ۔ و قدر اللہ لہ الامر۔ اللہ تعالیٰ کا کسی چیز کا فیصلہ کرنا۔ یا اس کا حکم عائد کرنا۔ قَدَّرَ الشَّیْءَ بِالشَّیْءِ کسی چیز کو کسی دوسری چیز پر قیاس کرنا۔ مقرر کرنا۔ تقدیر میں لکھ دینا۔ مقدر کر دینا۔
آیۃ ہذا میں۔ منزلیں مقرر کرنا۔ جیسا کہ قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَقَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ (۳۴ : ۱۸) اور ان میں سفر کی منزلیں ایک اندازے پر مقرر کر دیں۔ اور وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ (۳۶ : ۳۹) اور ہم نے

حساب سے چاند کی منزلیں مقرر کردیں۔

قَدَّرَہٗ میں ضمیرہٗ کا مرجع الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دونوں ہیں ایک کا ذکر کرکے دونوں مراد لینا قرآن میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَقُّ اَنْ یُّرْضُوْہُ (۹: ۶۲) حالانکہ اللہ اور اللہ کا رسول زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کریں۔ اس صورت میں ترجمہ آیت ہذا کا یہ ہوگا۔ اور ان دونوں کی حساب سے منزلیں مقرر کردیں۔

بعض کے نزدیک یہ ضمیر واحد مذکر غائب الْقَمَرَ کے لئے ہے اور منازل سے مراد یہاں چاند کی مختلف منزلیں ہیں جو ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔ چاند کو اس لئے مختص کیا گیا ہے کہ بہ نسبت سورج کے اس کی گردش عام فہم ہے اور اسی پر مہینے اور سال مرتب کئے جاتے ہیں اور یہی حساب شرع میں رائج ہے۔

= اَلْحِسَابَ۔ حساب الاوقات۔ ساعات۔ ایام۔ شہور۔ وغیرہ کا حساب۔

۱۰: ۷ = لَا یَرْجُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رِجَاءٌ۔ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے۔ یقین نہیں رکھتے۔ رجاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔

بعض مفسرین نے اس کا معنی لَا یَخَافُوْنَ وہ نہیں ڈرتے۔ کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خوف اور رجاء باہم لازم ملزوم ہیں۔ جب کسی محبوب چیز کے ملنے کی توقع ہو تو ساتھ ہی اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ بھی دامن گیر رہتا ہے اور ایسے ہی اس کے برعکس صورت میں اندیشہ کے ساتھ امید پائی جاتی ہے۔

= لِقَآءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری ملاقات۔ ہمارے سامنے (ان کی) پیشی۔ ہم سے (ان کی) ملاقات۔ ہمارا دیدار۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سَمِعَ) لِقَاءٌ۔ ملنا۔ دیکھنا۔ ملاقات کرنا۔ لَاقٰی یُلَاقِیْ مُلَاقَاۃٌ۔ (باب مفاعلہ) آمنے سامنے آنا۔ ملاقات کرنا۔

= اٰیٰتِنَا۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ مراد دلائل توحید۔ یا بقول حضرت ابن عباسؓ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن۔

= غٰفِلُوْنَ۔ غفلت برتنے والے۔ دھیان نہ دینے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اعراض کرنے والے

۱۰: ۸ = اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہ لوگ۔ یہاں مشارٌالیہ دو ٹولے مذکور ہوتے ہیں۔ (۱) اَلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا۔ اور اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۔

= مَاْوٰىھُمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔

۱۰: ۹ = جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔ موصوف وصفت۔ نعمت وراحت۔ عیش وآرام کے باغات۔

۱۰: ۱۰ = دَعْوٰىهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دعا ان کی پکار۔ ان کی صدا۔ ان کا نعرہ
= تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِيَّة کے معنی کسی کو حَيَّاكَ اللهُ (اللہ تمہیں زندہ رکھے) کہنے کے ہیں۔ اصل میں یہ جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے اصل میں تحیہ حیات سے مشتق ہے پھر دعائے حیات کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔
تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کا ایک دوسرے کو دعاء حیات دینا بھی ہو سکتا ہے اور ملائکہ کی طرف سے بھی ان کے لئے دعاء حیات ہو سکتا ہے۔
پہلی صورت میں اس کا معنی ہوگا کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دیں گے۔ اور دوسری صورت میں (ملائکہ کی طرف سے) ان کو دعاء حیات اور سلامتی کی دعا ہوگی۔
= وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اور آخر میں وہ سب پکار اٹھیں گے:
اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

۱۰: ۱۱ = يُعَجِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَعْجِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ جلدی کر دیتا۔ تعجیل کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ عجلت سے جلدی کرنا جیسے قرآن میں ہے وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ (۲۰: ۱۱۴) قرآن کی تلاوت میں جلدی مت کرو۔ تعجیل بھی بمعنی جلدی کرنا ہے مثلاً مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ (۱۷: ۱۸) جو دنیا کی آسودگی کے خواہشمند ہیں ہم ان میں سے جسے چاہیں اور جتنا چاہیں جلدی دے دیتے ہیں (العاجلۃ بمعنی دنیاوی سازوسامان) یا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (۳۸: ۱۶) ہم کو ہمارا حصہ حساب کے دن سے پہلے ہی دیدے۔
= اِسْتِعْجَالَهُمْ اِسْتِعْجَال (استفعال) مصدر۔ مضاف۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ کسی کام میں جلدی کی طلب کرنا۔ عجلت چاہنا۔ مثلاً يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (۲۲: ۴۷) وہ لوگ تم سے جلدی عذاب لانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ اِسْتِعْجَالَهُمْ ان کا جلدی کے لئے طلبگار ہونا
وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ۔ انسان جس طرح فائدہ کے لئے جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ تعالیٰ اسے نقصان پہنچانے میں جلد باز ہوتا (یعنی اگر اس کا قانونِ جزاء ایسا ہوتا کہ ہر بدعمل کا برا نتیجہ فوراً کام کر جاتے) تو اس کا وقت کب کا پورا ہو چکا ہوتا (لیکن قانون جزا نے یہاں ڈھیل دے رکھی ہے) ابوالکلام آزاد رح
= لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ۔ ان کا وقت ختم ہو گیا ہوتا۔ اور وہ کب کے ہلاک ہو گئے ہوتے۔

= فَنَذَرُ۔ مضارع جمع متکلم وَذَرَ یَذَرُ (باب سَمِعَ) وَذْرٌ مصدر۔ ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اس کا ماضی مستعمل نہیں صرف مضارع اور امر مستعمل ہے۔ اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای ولکن لا نجعل فَنَذَرُ۔ لیکن ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم ان کو چھوڑ دیتے ہیں۔

= طُغْیَانِہِمْ۔ ان کی سرکشی۔ ان کی گمراہی۔ ان کی نافرمانی۔

= یَعْمَھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَہٌ مصدر۔ (باب فتح۔ سمع) وہ سرگردان پھرتے رہیں عَمَہٌ۔ سرگردانی۔ گمراہی میں حیرانی۔

١٠: ١٢ = الضُّرُّ۔ تکلیف، بلا، سختی۔ ضرر۔ ایذا۔ اسم ہے۔ یہ بدحالی خواہ اپنے نفس (اندرون) میں ہو بسبب علم و فضل اور عفت کی کمی ہونے کے۔

٢۔ یا اپنے بدن میں کسی عضو کے نہ ہونے کے باعث یا کسی نقص کی بناء پر

٣۔ خواہ حالتِ ظاہری میں بوجہ مال و جاہ کی قلت کے۔

= لِجَنْبِہٖ۔ جَنْبٌ۔ پہلو۔ یعنی اپنے پہلو کے بل۔

= کَشَفْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے ٹال دیا۔ (آیہ ہذا) کھولنا اور پردہ ہٹانا کے معنی میں جیسے لَقَدْ کُنْتَ فِیْ غَفْلَۃٍ مِّنْ ھٰذَا فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَکَ (٥٠: ٢٢) یہ وہ دن ہے کہ اس سے تو غافل ہو رہا تھا اب ہم نے تجھ پر سے پردہ ہٹا دیا۔

= مُسْرِفِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حدِ اعتدال سے آگے بڑھ جانے والے بے جا و بے ہودہ صرف کرنے والے۔ حدِ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

= زُیِّنَ لِلْمُسْرِفِیْنَ۔ ١۔ یہ تزئین اللہ کی جانب سے بھی ہو سکتی ہے۔

٢۔ شیطان کی جانب سے بھی اور ٣۔ انسان کے اپنے نفسِ امارہ کی طرف سے بھی۔

١٠: ١٣ = اَلْقُرُوْنَ۔ قَرْنٌ کی جمع۔ وہ قومیں جن سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔ قومیں۔ امتیں۔

١٠: ١٣ = لَمَّا۔ جب۔

١٠: ١٥ = اِئْتِ۔ اَتٰی یَاْتِیْ (ضَرَبَ) اِتْیَانٌ مصدر۔ بمعنی آنا۔ جب اس کے صلہ میں ب آتی ہے تو یہ متعدی بمعنی لانا ہو جاتا ہے۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَتٰی ب... لانا۔ اور اَتٰی ... ہ۔ کسی کو کوئی چیز پیش کرنا۔

١٠: = مِنْ تِلْقَآءِ نَفْسِیْ۔ تلقآءی۔ میری طرف سے۔ اپنی طرف سے۔

تِلْقَآءَ۔ طرف۔ لِقَآءٌ سے جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ ملاقات کرنے اور آمنے سامنے

ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لِقَاءَ کا اسم ہے۔ جَلَسَ تِلْقَاءَهٗ وہ اس کے مقابل بیٹھا۔ فَعَلَ الْاَمْرَ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِہٖ۔ اس نے اس کام کو خود کیا بغیر اس کے کہ کسی نے اس کو مجبور کیا ہو۔

= اِنْ اَتَّبِعُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ بڑا سخت دن۔ یوم قیامت۔ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ (۲:۲۲) جس روز تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائیگی۔

عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ یَوْمٍ عَظِیْمٍ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابَ مضاف مضاف مضاف الیہ مل کر فعل اَخَافُ کا مفعول۔

۱۰: ۱۶ = مَا تَلَوْتُهٗ۔ میں تلاوت نہ کرتا۔ میں نہ پڑھتا اس کو (قرآن کو) تَلَوْتُ ماضی واحد متکلم

= لَآ اَدْرٰىكُمْ۔ لَآ اَدْرٰى۔ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ وہ خبردار نہ کرتا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نہ ہی وہ (اللہ تعالیٰ) آگاہ کرتا تمہیں بِہٖ اس (قرآن) سے۔

= لَبِثْتُ ماضی واحد متکلم لَبْثٌ مصدر۔ میں رہا۔ میں رہتا رہا۔

۱۰: ۱۷ = اِفْتَرٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ اِفْتِرَاءٌ سے

۱۰: ۱۸ = اَتُنَبِّئُوْنَ۔ الف استفہام کے لئے ہے تُنَبِّئُوْنَ جمع مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ اور تَنْبِيءٌ سے۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو۔

= اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا یَعْلَمُ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ کیا تم اللہ کو ایسی بات بتاتے ہو جو زمین و آسمان میں اس کے علم میں نہیں۔ (یعنی زمین و آسمان کی ہر بات تو اس کے علم میں ہے پھر تم یہ کیا بات اس کو بتا رہے ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری اس بات کا وجود ہی نہیں اور تم محض ایک بے بنیاد، من گھڑت بات بنا رہے ہو (اس سے کفار کی بتوں سے شفاعت کی امید کی حقیقت کی نفی قطعی طور پر مقصود ہے)

۱۰: ۱۹ = فَاخْتَلَفُوْا۔ بعد میں انہوں نے مختلف عقیدے اور مسلک بنا لئے۔ بعد میں مختلف عقیدوں میں بٹ گئے۔

= كَلِمَةٌ۔ ای القضاء والتقدیر۔ ایک بات پہلے سے طے شدہ۔ ازلی حکم۔

= سَبَقَتْ (جو) پہلے سے (طے) ہو چکا ہے۔ واحد مؤنث غائب۔ باب ضرب سے۔ اسی سے مسابقہ

اور استباق آتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی چلنے میں آگے ہونے کے ہیں۔
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ہ
اگر تیرے رب کا فیصلہ پہلے سے صادر نہ ہو چکا ہوتا تو ان کا آپس کا جھگڑا کبھی کا چکا دیا گیا ہوتا
١٠: ٢٠ = لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ (کیوں نہ نازل کی گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی جانب سے۔ کفار کا ابتداء سے یہ طریق رہا ہے کہ جو نشان نازل ہو چکے ہیں ان کو تو مانتے نہیں۔ اور یہ رٹ لگائے رہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں نازل ہوا۔ نشان سے اصل مقصد ان کا اپنا مطلوبہ نشان ہے۔
١٠: ٢١ = اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَةٌ۔ مصدر (افعال) ذَوْقٌ (اجوف واوی) اَذَاقَ يُذِيْقُ اِذَاقَةً چکھانا۔ ماضی بمعنی مضارع۔ ہم چکھاتے ہیں۔ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً۔ لوگوں کو رحمت سے نوازتے ہیں۔
= مَسَّتْهُمْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو پہنچی۔ ان کو لاحق ہوئی۔ مَسَّ يَمَسُّ (نصر) چھونا۔ پہنچنا۔ مَسَّ الْمَرَضُ اَوِ الْكِبَرُ فُلَانًا۔ فلاں کو بیماری یا بڑھاپا لاحق ہوا۔
= مَكْرٌ۔ اَلْمَكْرُ کے معنی حیلہ سے کسی شخص کو اس کے مقصد سے پھیر دینے کے ہیں۔ اگر اس چال سے کوئی اچھا فعل مقصود ہو تو یہ محمود ہے ورنہ مذموم۔
جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ہمیشہ اول الذکر معنی میں آتا ہے جیسے قرآن میں آیا ہے وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (٣: ٥٤) اور خدا خوب چال چلنے والا ہے اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْ اٰيَاتِنَا۔ تو فوراً ہماری آیات میں مکروفریب کرنے لگ پڑتے ہیں یعنی ان کی الٹ تاویلیں کرنی شروع کر دیتے ہیں۔
(یعنی بجائے اس کے کہ تکلیف سے خلاصی اور نعمت ورحمت کی نوازش کو اللہ تعالیٰ سے منسوب کریں وہ حیلہ بہانہ سے اسے یا تو اپنے بتوں کی طرف منسوب کرنے لگتے ہیں یا ستاروں کی گردش پر اسے محمول گردانتے ہیں)
= اَسْرَعُ مَكْرًا۔ اي اسرع مكرا منكم۔ وہ اپنی چال چلنے میں تم سے بہت تیز ہے۔ یعنی جب وہ تمہاری چالوں پر سزا دینے کو آجائے تو وہ تم سے بہت تیز تر ہے
= رُسُلَنَا۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرستادہ۔ یعنی فرشتے۔ کراماً کاتبین۔
= مَا تَمْكُرُوْنَ۔ جو فریب تم کر رہے ہو۔ جو چالیں تم چل رہے ہو۔

۱۰: ۲۲ = یُسَیِّرُکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
وہ تم کو سیر کراتا ہے۔ تم کو لئے پھرتا ہے۔ تَسْیِیْرٌ (تفعیل) مصدر
= الفُلْکُ۔ کشتی۔ جہاز۔ یہ لفظ مؤنث۔ مذکر۔ واحد۔ جمع سب کے لئے آتا ہے۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔
= جَرَیْنَ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ جَرٰی یَجْرِیْ (ضَرَبَ) جَرْیٌ سے۔ وہ چلیں۔ وہ جاری ہوئیں۔ وہ رواں ہوئیں۔
= بِھِمْ۔ ان کو لے کر۔
= بِرِیْحٍ۔ میں ب سببیہ ہے۔ ریح طیبہ کی وجہ سے۔ یعنی موافق ہوا کی وجہ سے۔ رِیْحٌ عَاصِفٌ کی ضد ہے۔
= فَرِحُوْا بِھَا۔ وہ اس موافق ہوا کی وجہ سے شاداں و فرحاں ہیں۔
= رِیْحٌ عَاصِفٌ۔ بادِ تند۔ آندھی۔ عَاصِفٌ۔ عَصَفَ یَعْصِفُ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ عَصَفَتِ الرِّیْحُ۔ ہوا تیز چلی۔ عَصَفَ الرَّجُلُ۔ آدمی تیز دوڑا۔
= اُحِیْطَ بِھِمْ۔ ان کو گھیر لیا گیا ہے۔ اُحِیْطَ۔ اَحَاطَ یُحِیْطُ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب
= مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ۔ خَالِصَۃً۔ اسی کی اطاعت کرتے ہوئے۔ اطاعت و عبادت میں خَالِصَۃً اسی کے بن کر۔ بلا شرکت غیرے اسی کی اطاعت میں ہو کر۔
یہاں پہلے مخاطب کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ پھر وَجَرَیْنَ بِھِمْ سے لے کر اگلی آیت تک غیب کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ یہ خطاب سے غیبت کی طرف انتقال اظہارِ ناراضگی اور بُعد کے لئے ہے
= اَنْجَیْتَنَا۔ تو ہمیں بچالے۔ تو ہمیں نجات بخشے۔ تو ہمیں چھٹکارا دلادے۔ اَنْجٰی یُنْجِیْ اِنْجَاءٌ۔ (اِفْعَالٌ) رہائی دلانا۔ نجات دلانا۔
= مِنْ ھٰذِہٖ ای من ھذہ الاحوال۔ من ھذہ الریح العاصف۔ ان مصائب و شدائد سے۔ اس بادِ تند (طوفان) سے۔
۱۰: ۲۳ = اَنْجٰھُمْ۔ اس نے ان کو نجات دلائی۔ اس نے ان کو بچالیا۔ ماضی واحد مذکر غائب
= اِذَا۔ یہاں اور آیہ (۲۱) اِذَا لَھُمْ مَکْرٌ۔ میں بطور حرف مفاجاۃ استعمال ہوا ہے۔ تو۔ تو۔ اچانک (اچانک اپنا رویہ بدل کر دوسرا رخ اختیار کر لیتے ہیں) اس کو اذا الفجائیہ بھی کہتے ہیں خَرَجْتُ فَاِذَا الْاَسَدُ بِالْبَابِ۔ میں نکلا تو اچانک دروازہ پر شیر تھا۔
= یَبْغُوْنَ۔ بَغٰی یَبْغِیْ بَغْیٌ (باب ضَرَبَ) زیادتی کرنے لگتے ہیں۔ سرکشی کرنے لگتے ہیں

بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
اصل میں یَبْغِیُوْنَ تھا۔ ی کی حرکت ماقبل کو دی۔ ی اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ اسی باب سے چاہنا اور طلب کرنے کے معنی بھی آتے ہیں۔
بَغْیٌ کا تعلق فعل محمود اور فعل مذموم دونوں سے ہے۔
محمود اس طرح کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرنا۔ مثلاً مزدور کو زیادہ مزدوری دینا۔
اور مذموم اس طرح کہ حق سے تجاوز کرکے باطل کو اختیار کرنا۔ قرآن میں پانچ معانی میں استعمال ہوا ہے۔ ظلم۔ گناہ۔ حسد۔ زنا۔ طلب و تلاش
= اِنَّمَا بَغْیُکُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ۔ تحقیق تمہاری سرکشی کا (وبال) تمہیں پر پڑے گا۔ تمہاری سرکشی تمہارے اپنے ہی خلاف جائے گی۔
= نُنَبِّئُکُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم آگاہ کریں گے۔ ہم تم کو جتلا دیں گے یعنی جتلانے کے بعد سزا دیں گے۔
۱۰: ۲۴ = اِخْتَلَطَ۔ اختلاط سے (باب افتعال) وہ مل گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
بِہٖ ای بالماء (بارش کے) پانی کے ساتھ۔
= نَبَاتُ الْاَرْضِ۔ زمین کا سبزہ۔ اگنے والی ہر چیز۔ نَبَتَ یَنْبُتُ (نصر) اگنا۔ اگانا۔
= فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا یَاْکُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ۔ زمین سے اگنے والا سبزہ جس میں سے بعض کو انسان اور چوپائے کھاتے ہیں بارش کے پانی سے مل گیا (اور بکثرت اگ آیا)
= زُخْرُفَ۔ ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت۔ کسی شے کے کمالِ حُسن کو زخرف کہتے ہیں۔ لیکن جب اس کا استعمال قول کے لئے ہو تو جھوٹ سے آراستہ اور ملمع سازی کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قرآن میں آیا ہے۔ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶: ۱۱۲) ملمع کی باتیں۔ فریب کی باتیں۔
= اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا۔ وَازَّیَّنَتْ زمین اپنے ہرے بھرے زیوروں سے آراستہ ہوئی
اِزَّیَّنَتْ۔ اصل میں باب تفعل سے تَزَیَّنَتْ تھا۔ تا کو زا میں مدغم کیا۔ زا ساکن ہو گئی اس سے قبل ہمزہ وصل لایا گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَزَیُّنٌ زینت پانا۔ آراستہ ہونا۔
اِزَّیَّنَتْ وہ (زمین انواع واقسام کی نباتات سے) آراستہ و پیراستہ ہو گئی۔ مزیّن ہو گئی۔
= اَھْلُھَا۔ اہل زمین۔ زمین کے باسی۔
= اَنَّھُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْھَا۔ کہ وہ اس پر قادر ہیں۔ قدرت و قبضہ رکھتے ہیں۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث

غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ مراد اس سے وہ بناتات جو اس پر اگی ہوئی ہے۔ یعنی اہل زمین خیال کرنے لگے کہ یہ زمین اور اس پر ہمہ نوع بناتات ان کے قبضہ قدرت میں ہے۔
= اَتَاهَآ اَمْرُنَا۔ اِذَا کا جواب ہے۔ یعنی جب زمین اپنے جوبن پر آگئی۔ اور اہل زمین اس پر اپنا مکمل قبضہ خیال کر کے اترانے لگے تو اچانک ہمارا حکم آپہنچا عذاب کی صورت میں۔
= لَیْلًا اَوْ نَهَارًا۔ رات کے وقت یا دن کے وقت۔ اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہمارے حکم کو وقوع پذیر ہونے میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ خواہ دن ہو یا رات اور وہ سب جاگ رہے ہوں یا سب سو رہے ہوں۔
= فَجَعَلْنٰهَا۔ میں ھا ضمیر الارض کی طرف راجع ہے لیکن اس سے مراد زمین پر کی بناتات ہے، جو اس کی آرائش وزیبائش کا باعث تھی۔ جَعَلْنَا ھا۔ بناڈالا ہم نے اس کو۔
= حَصِیْدًا۔ حَصَدَ یَحْصِدُ وَ یَحْصُدُ (باب ضرب ونصر) حِصَادٌ وحَصَادٌ فصل کاٹنا حَصِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ مفعول۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جڑ سے کٹی ہوئی کھیتی۔
= لَمْ تَغْنَ۔ تَغْنَ اصل میں تَغْنٰی تھا۔ لَمْ کی وجہ سے آخر سے حرف علت ساقط ہو گیا۔ مضارع نفی بَلَمْ صیغہ واحد مؤنث غائب مضارع منفی بمعنی ماضی منفی۔
غَنِیَ یَغْنٰی (باب سَمِعَ) غَنِیَ بالمکان۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ لبنا۔ رہنا۔ کَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ۔ گویا وہ کل یہاں تھی ہی نہیں۔ اَمْسِ کل گذشتہ۔
= کَاَنْ۔ جیسے کہ۔ گویا کہ۔
۱۰: ۲۵ = دَارِ السَّلٰمِ۔ سلامتی کا گھر۔ یعنی جنت۔
۱۰: ۲۶ = اَحْسَنُوْا۔ انہوں نے بھلائی کی۔ انہوں نے احسان کیا۔
اِحْسَانٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ یعنی جس کام کے کرنے کا حکم تھا اس کو بجالائے۔ اور جس سے منع کیا گیا اس سے باز رہے۔
حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کی تعریف یہ کی ہے۔
اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ کہ تو اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرے جیسا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ سکتا تو اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
= اَلْحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اچھی۔ عمدہ نیک جزاء ای اَلْمَنْزِلَةُ الْحُسْنٰی۔ یعنی جنت۔

= وَزِیَادَۃٌ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ یعنی دیدار الٰہی۔
= لَا یَرْھَقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب رَھْقٌ مصدر (باب سمع) نہیں چھائیگا۔ رَھْقٌ چھاجانا۔ پالینا۔ ایک شے کا دوسری شے پر زبردستی چھاجانا۔
= قَتَرٌ۔ غبار۔ (الفرائد الدریۃ) قَتَرٌ وقُتَارٌ کے اصل معنی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں ہے۔ کنجوس آدمی بھی مال دینے کی بجائے گویا دھواں دے کر بہلاتا ہے۔ یہاں مراد سیاہی سے ہے (المفردات) کنجوسی، بخیلی، اسراف کی ضد ہے۔ یہاں غبار ہی زیادہ موزوں ہے (رسوائی وذلت کا غبار۔ (ضیاء القرآن) وَلَا یَرْھَقُ وُجُوْھَھُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّۃٌ۔ اور ان کے چہروں پر نہ رسوائی کا غبار چھایا ہوگا اور نہ ذلت کا (اثر ہوگا)
۱۰: ۲۷ — وَالَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ۔ اس کا عطف لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا پر ہے ای وَلِلَّذِیْنَ کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ۔ اور سیئات سے مراد برائیاں از قسم کفر وشرک۔
= جَزَآءٌ۔ یہاں بمعنی سزا کے ہے۔ یا بمعنی بدلہ۔
= بِمِثْلِھَا۔ باء زائدہ ہے۔ یا متعلقہ بجزاء ہے۔
جَزَآءُ سَیِّئَۃٍ بِمِثْلِھَا۔ برائی کی سزا اس برائی جیسی ہی ہوگی۔ یعنی یہ لوگ جیسا کریں گے ویسا بھریں گے یہاں اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کریں گے اور برائی کا بدلہ اس سے زیادہ نہیں بلکہ اس کے برابر ہی دیں گے بخلاف اپنی اس کرم نوازی کے جو احسان کرنے والوں پر فرمائی تھی وہاں نیکی بدلہ الحسنیٰ سے دے کر فرمایا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔
= عَاصِمٍ۔ بچانے والا۔ حفاظت کرنیوالا۔ روکنے والا۔ عِصْمَۃٌ سے جس کے معنیٰ حفاظت کرنے اور روکنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مالھم من اللّٰہ من عاصم ای لا یعصمہم احد من عقابہ۔ کوئی ان کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیگا۔
= کَاَنَّمَا۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ما زائدہ۔ ما کے آنے سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا۔ البتہ کَاَنَّ کا لفظی تصرف باطل ہوجاتا ہے اس وقت یہ اپنے مابعد کو نہ منصوب کرسکتا ہے نہ مرفوع۔ گویا کہ
= اُغْشِیَتْ۔ اِغْشَاءٌ (افعال) سے ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک دی گئی۔ (ان کے چہرے ڈھانک دیئے گئے ہیں)
= قِطَعًا۔ قِطْعَۃٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔ مِنَ الَّیْلِ۔ قِطَعًا کا بیان ہے۔
= مُظْلِمًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِظْلَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تاریکی میں پڑا ہوا۔ تاریک۔ ظُلْمَۃٌ اندھیرا ظُلُمٰتٌ جمع۔ مُظْلِمًا۔ الَّیْلِ سے حال ہے۔

= کَاَنَّمَا اُغْشِیَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّیْلِ مُظْلِمًا۔ ترجمہ ہوگا۔ گویا ان کے چہرے ڈھانپ دیئے گئے ہیں تاریک رات کے ٹکڑوں سے۔

صاحب تفسیر مظہری نے ترجمہ کیا ہے:۔

ایسا معلوم ہوگا کہ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔

۱۰: ۲۸ = مَکَانَکُمْ۔ ای الزموا مَکَانَکُمْ وَلَا تَبْرَحُوْا۔ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ۔ اپنی اپنی جگہ کو مت چھوڑو۔ اپنی اپنی جگہ پر قائم رہو۔

= زَیَّلْنَا۔ زَیَّلَ یُزَیِّلُ تَزْیِیْلٌ۔ (تفعیل) متفرق اور پراگندہ کرنا۔ زَیَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے جدا کردیا۔ ہم نے تفریق کردی۔ فَزَیَّلْنَا بَیْنَهُمْ پھر ہم ان کے باہمی تعلقات منقطع کردیں گے۔ ماضی بمعنی مضارع زَیْلٌ مادہ۔

= مَا کُنْتُمْ اِیَّانَا تَعْبُدُوْنَ ہ مَا۔ نافیہ ہے۔ تم ہماری تو عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔

۱۰: ۲۹ = اِنْ۔ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَغٰفِلِیْنَ میں لام اِنْ مخففہ اور نافیہ میں فرق کے لئے آیا ہے۔

۱۰: ۳۰ = هُنَالِكَ۔ تب۔ ظرف مکان ہے مجازًا یہاں بطور ظرف زمان استعمال ہوا ہے بطور ظرف مکان مطلب ہوگا۔ وہاں۔ میدان حشر میں

= تَبْلُوْا۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ بَلَاءٌ سے۔ ہر جان آزمالیگی۔ جان لیگی۔ خبر پالے گی۔ بَلْوٌ مادہ۔

= مَا اَسْلَفَتْ۔ یعنی جو اعمال اس نے آگے بھیجے تھے۔ اَسْلَفَتْ ماضی واحد مؤنث غائب وہ پہلے کر چکی۔ اس نے آگے بھیجا۔

= رُدُّوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ماضی بمعنی مضارع۔ وہ لوٹائے جائیں گے۔ وہ واپس لائے جائیں گے۔ اس کا عطف زَیَّلْنَا پر ہے۔ اور ضمیر جمع مذکر غائب الذین اشرکوا کے لئے ہے۔

= ضَلَّ عَنْ۔ ذَهَبَ عَنْ۔ چھوڑ جائیں گے۔ ان سے کھو جائیں گے۔

= مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔ جو انہوں نے من گھڑت خود ساختہ (معبود) بنا رکھے تھے۔ یا جو افتراء وہ باندھ کرتے تھے۔ وہ ان سے گم ہو جائیگا۔ وہ سارے جھوٹ جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے گم ہو جائیں گے۔

۱۰: ۳۱ = اَمَّنْ۔ اَمْ مَنْ۔ یا کون۔ بھلا کون۔

= السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ۔ سمع سے مراد قوت سماعت بھی ہے اور کان بھی اسی طرح البصار سے مراد بینائی بھی ہے اور آنکھیں بھی۔ اَبْصَار بَصَرٌ کی جمع ہے۔

= يُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ کارخانہ ہستی کے جملہ امور کا انتظام و انصرام کرتا ہے۔
دَبَّرَ يُدَبِّرُ تَدْبِيْرٌ (تفعیل) تدبیر کرنا۔ چلانے کا انتظام کرنا۔
= اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔ الھمزۃ للانکار الواقع۔ ہمزہ انکار واقع کے لئے ہے۔ ف حرف عطف ہے اور عبارت محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی اذا اعترفتم بربوبیتہ جب تم اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہو تو کیوں نہیں تقویٰ اختیار کرتے۔ تقویٰ کے معنی ڈرنا یا بچنا کے ہیں۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ عَذَابَهٗ پھر اس کے عذاب سے کیوں نہیں ڈرتے۔
دوسری صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ الشِّرْكَ فِى الْعُبُوْدِيَّةِ۔ تو پھر اس کی عبادت میں شرک کرنے سے کیوں نہیں بچتے۔
١٠: ٣٢ = اَلْحَقُّ۔ رَبُّكُمْ کی صفت ہے۔
= مَاذَا۔ مَا استفہامیہ ہے اور ذا بمعنی الذی۔ یعنی کیا ہے۔ کون ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ کیا ہے حق کے بعد سوائے گمراہی کے۔
= فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔ اَنّٰى اسم ظرف ہے۔
(١)۔ جب ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰى۔ جب۔ جس وقت۔
(٢)۔ اگر ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ۔ جہاں۔ کہاں۔ ہوتا ہے۔
(٣)۔ اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ۔ کیسے۔ کیونکر۔ ہوتا ہے
آیت ہذا میں ٢۔ اور ٣۔ ہر دو معنی ہو سکتے ہیں۔ یعنی تم کدھر بھٹکائے جا رہے ہو۔ یا تم کیسے بھٹکائے جا رہے ہو۔ تُصْرَفُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے تم پھیرے جاتے ہو۔ تمہیں پھیر دیا جا رہا ہے۔ صَرْفٌ۔ سے بمعنی پھرنا۔ اس سے تَصْرِيْفٌ پھیرنا۔ بدلنا (باب تفعیل سے)
١٠: ٣٣ = كَذٰلِكَ۔ اسی طرح۔
= فَسَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے فسق کیا۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

یعنی جس طرح یہ ثابت ہو گیا کہ حق نہ ہوگا تو نتیجۃً گمراہی ہوگی۔ اسی طرح تیرے رب کا فرمان فاسقوں کے بارہ میں پورا ہو کر رہیگا۔ کہ یہ چونکہ حدود شریعت سے نکل گئے ہیں لہذا اب یہ ایمان لانے سے رہے۔ یعنی اب یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ بدل ہے الکلمۃ کا۔
١٠: ٣٤ = هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ۔ ہے کوئی تمہارے خود ساختہ معبودوں میں سے؟
= مَنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ جو ابتدائی تخلیق کرے۔ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ۔ پھر (فنا کے بعد) اس کا اعادہ

کرے۔ یعنی دوبارہ پیدا کرے۔
یہ سوال استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معبودانِ باطل میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کرسکتا۔
= تُؤۡفَکُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَفَکَ یَاۡفِکُ (ضَرَبَ) اَفِکَ یَاۡفَکُ (سَمِعَ) جھوٹ بولنا۔ اَفَکَہٗ عَنۡ رَاۡیِہٖ۔ کسی کو اپنی رائے سے پھیر دینا۔
اِفۡکٌ کے اصلی معنی کسی شے کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھیرنا ہے۔ پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے۔ جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔
تُؤۡفَکُوۡنَ۔ تم کدھر پھیرے جا رہے ہو۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کی طرف۔ قول میں راستی سے دروغ گوئی کی طرف۔ اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔
۱۰ : ۳۵ = لَا یَھِدِّیۡ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اصل میں یَھۡتَدِیۡ تھا۔ بمعنی وہ ہدایت نہیں پاتا ہے۔ وہ راہ نہیں پاتا ہے۔
= یُھۡدٰی۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کو ہدایت کی جائے۔ اس کی رہنمائی کی جائے
= لَا یَھِدِّیۡ اِلَّآ اَنۡ یُّھۡدٰی۔ جو از خود راہ نہ پائے مگر یہ کہ اس کی راہنمائی کی جائے۔
امام رازی فرماتے ہیں کہ الھدی سے یہاں مراد نقل و حرکت ہے چنانچہ جب کسی عورت کی ڈولی اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو کہتے ہیں اھدیت المرأۃُ الی زوجھا ھدی۔
اسی طرح قربانی کو جو حرم کی طرف لے جائی جاتی ہے الھدی کہتے ہیں۔ اور تحفہ کو ہدیہ اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ ایک آدمی سے دوسرے آدمی کے پاس منتقل ہوتا ہے۔ اسی طرح جو آدمی دوسرے دو آدمیوں کے درمیان ان کے سہارے چلتا ہو۔ اس کے متعلق کہتے ہیں۔ فلان یھادی بین اثنین۔ پس جب ثابت ہوگیا کہ الھدی کے معنی نقل و حرکت کے ہیں۔ تو اس آیہ کے معنی یہ ہوئے کہ جو خود بخود ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکتا سوائے اس کے کہ اسے اٹھا کر وہاں لیجایا جائے۔
= فَمَا لَکُمۡ۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے۔
= کَیۡفَ تَحۡکُمُوۡنَ۔ کیسے فیصلے کرتے ہو۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُکۡمٌ۔ تم حکم کرتے ہو۔ تم فیصلہ کرتے ہو۔
۱۰ : ۳۶ = لَا یُغۡنِیۡ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اَغۡنٰی یُغۡنِیۡ اِغۡنَآءٌ (اِفۡعَالٌ) فائدہ نہیں دیگا بے نیاز نہیں کرے گا۔ اَغۡنٰی مِنۡ۔ کسی چیز سے بے نیاز کرنا۔ اس کا قائم مقام ہو کر اس کی ضرورت پوری کرنا
۱۰ : ۳۷ = مَا کَانَ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنُ اَنۡ یُّفۡتَرٰی مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ۔ اس کی تقدیر یوں ہے

ماکان ھذا القرآن لان یفتریٰ من دون اللہ۔ جیساکہ قرآن میں آیا ہے وماکان المؤمنون لینفروا کافۃ (۹: ۱۲۲) ایسا نہیں ہوسکتا کہ مومن نکل کھڑے ہوں سارے کے سارے۔

اس آیت کا مطلب ہوگا کہ یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بنا سکے۔

افتراء بمعنی اختلاق ۔ گھڑنا۔ یعنی کسی اور کا خود ساختہ ہو۔ کَانَ فعل ناقص۔ ھٰذا اسم کان۔ القرآن تعریف اسم۔ ان یفتریٰ خبر اول کَانَ مِنْ دُوْنِ اللہِ خبر ثانی۔

= وَ لٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ۔ تَصْدِیْقَ ۔ کا نصب دو وجہ سے ہوسکتا ہے!

(۱) کہ اس سے قبل کَانَ مقدر ہے اور یہ اس کی خبر ہے۔ یا

(۲) اس سے قبل فعل اَنْزَلَہٗ محذوف ہے اور یہ فعل محذوف کی علت ہے۔ یَدَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= تَفْصِیْلَ الْکِتٰبِ ۔ تَفْصِیْلَ کا نصب بھی مثل تَصْدِیْقَ کے ہے ۔ اَلْکِتٰبِ سے مراد وہ اصولی تعلیمات ۔حقائق و شرائع جو تمام کتب آسمانی کا لب لباب ہیں۔

= لَا رَیْبَ فِیْہِ ۔ یعنی اس کے من رب العلمین ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۰: ۳۸ = اَمْ ۔ کیا۔ استفہام انکاری ہے۔

= قُلْ فَاْتُوْا ۔ ای قل ان کان الامر کما تقولون فاتوا ...... الخ

یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہو کہ اگر حقیقت الامر وہی ہے جو تم کہتے ہو تو لے آؤ۔

= وَادْعُوْا ۔ للمعاونۃ ۔ اپنی معاونت کے لئے بلالو۔

۱۰: ۳۹ = بَلْ ۔ بلکہ ۔ (ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵)۔

آیۃ ہذا میں اس کا استعمال ماقبل کے ابطال کے لئے ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے کہ یہ کلام من گھڑت اور خود ساختہ ہے (ام یقولون افترٰىہُ) اور مابعد کے اثبات کے لئے کہ (حقیقت یہ ہے) وہ اس کلام کو پوری طرح سمجھ نہیں پائے اور نہ ہی اس کلام کا انجام (جس کی وہ خبر دیتا ہے) ابھی تک ان کے سامنے آیا ہے۔

= کَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ ۔ کَذَّبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جھٹلایا (باب تفعیل) ب تعدیہ کے لئے ہے اس صورت میں مطلب ہوگا۔ کَذَّبُوْا ب انہوں نے جھٹلایا اور اس سے اگلا جملہ مَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِہٖ (مفعول ہوگا۔ انہوں نے جھٹلایا (اس کلام کو) جس کے علم کو وہ احاطۂ ادراک میں نہ لا سکے (ہٖ ضمیر القرآن کے لئے ہے) مَا موصولہ ہے لَمْ یُحِیْطُوْا ۔ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی۔ انہوں نے احاطہ نہ کیا۔ وہ حاوی نہ ہوئے ۔ انہوں نے پوری طرح نہ جانا۔ عِلْمِہٖ مضاف۔

مضاف الیہ۔ اس کے علم کو (یعنی قرآن حکیم کے جملہ علوم کو) یعنی اس چیز (قرآن حکیم) کو جسے وہ پوری طرح نہ جان سکے۔ انہوں نے جھٹلا دیا۔ اس کا انکار کردیا۔ یا انہوں نے تکذیب کی اس چیز کی جس کے معارف پر دہ مکمل آگہی حاصل نہ کر سکے۔

= لَمَّا۔ حرف نفی۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانہ حال تک ممتد۔ مسلسل ہوتی ہے (ابھی تک نہیں) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۲۱۴)

= تَاْوِیْلُهٗ۔ تَاْوِیْلٌ (تفعیل) اَوْلٌ سے مشتق ہے جس کا معنیٰ کسی چیز کا اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے کے ہیں۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آتے اسے مَوْئِلٌ کہتے ہیں (یعنی جائے بازگشت) کہا جاتا ہے۔ لوٹ آنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا۔ (۱۸: ۵۸) بلکہ ان کے لئے ایک مقررہ وقت ہے بدوں جس کے وہ کوئی پناہ گاہ نہ پائیں گے۔

پس تَاْوِیْلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا۔ وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا

غایت عمل کے متعلق ہے هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَهٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُهٗ (۷: ۵۳) کیا اب صرف وہ اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے۔ یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہوجائے گی۔

آیۃ ہذا میں اسی عملی غایت کی طرف اشارہ ہے یعنی ابھی تک وہ اجر و ثواب یا سزا و عذاب جس کا ذکر قرآن حکیم میں ہوا ہے پردۂ غیب میں مستور ہے اور ابھی تک اس کا وقوع نہیں ہوا۔

اور ترجمہ آیت ہذا کا ہوگا۔ جس کی حقیقت یا انجام کار ابھی تک ان پر ظاہر بھی نہیں ہوا۔

۱۰: ۴۱ = بَرِیْٓئُوْنَ۔ بیزار۔ بے تعلق۔ بری الذمہ۔

۱۰: ۴۲ = یَسْتَمِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) سے وہ سنتے ہیں۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں۔

= تُسْمِعُ۔ اِسْمَاعٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو سناتا ہے۔ تو سنائیگا۔

= الصُّمَّ۔ جمع۔ اس کا واحد اَصَمُّ ہے۔ اس کی مؤنث واحد صَمَّآءُ ہے۔ دونوں کی جمع صُمٌّ وصُمَّانٌ

ہے صَمَّ یَصَمُّ صَمَمًا وَصَمًّا اونچا سننا۔ بالکل نہ سننا۔ بہرہ ہونا۔
۱۰:۴۳ = عُمْیَ۔ اندھے۔ آنکھوں سے اندھے یا دل کے اندھے۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اَعْمٰی کی جمع۔ عُمْیَاءُ واحد مونث۔ ہر دو کی جمع عُمْیٌ ہے۔ عَمِیَ یَعْمٰی (سَمِعَ) عَمًی۔ اندھا ہونا۔ دل کا اندھا ہونا۔

۱۰:۴۵ = یَوْمَ۔ ای اذکر یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یاد کرو اس دن کو
= یَحْشُرُهُمْ۔ جب وہ ان کو اکٹھا کریگا۔
= کَاَنْ۔ گویا کہ۔ کَاَنْ اصل میں کَاَنَّ ہی تھا۔ اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ساقط ہوجاتاہے۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع جو کَاَنَّ کا خصوصی عمل ہے
= لَمْ یَلْبَثُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے۔ لَبِثَ (باب سَمِعَ)
= یَتَعَارَفُوْنَ بَیْنَهُمْ۔ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) لیکن ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں گے۔ اس سے اور رنج وصدمہ بڑھے گا کیونکہ شناسا لوگوں سے توقع نفع کی ہوا کرتی ہے۔
اور جس دن ایسا ہوگا کہ اللہ ان سب کو اپنے حضور جمع کریگا۔ اس دن انہیں ایسا معلوم ہوگا گویا (دنیا میں) اس سے زیادہ نہیں ٹھہرے جیسے گھڑی بھر کو لوگ ٹھہر جائیں (ترجمان القرآن)

= قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔ اس میں مَا كَانُوْا مُهْتَدِیْنَ۔ صفت ہے الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ کی۔ اور ترجمہ یوں ہوگا:۔
تحقیق گھاٹے میں رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور وہ ہرگز ہدایت یافتہ نہ تھے۔ (راہِ راست پر نہ تھے) (تفہیم القرآن۔ ضیاء القرآن)
یا: ترجمہ یوں ہوگا۔ جن لوگوں نے اللہ کی ملاقات کو جھٹلایا۔ اور راہ ہدایت سے انکار کیا۔ وہ سخت گھاٹے میں رہے۔ (عبداللہ یوسف علی)
۱۰:۴۶ = اِمَّا۔ اگر۔ یا۔ خواہ۔
= نُرِیَنَّكَ۔ نُرِیَنَّ۔ مضارع۔ جمع متکلم بانون ثقیلہ۔ كَ۔ ضمیر مفعول۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر۔ یا۔ خواہ

ہم تجھے دکھادیں۔

= نَعِدُهُمْ ۔ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم وعدہ عذاب کرتے ہیں وَعْدٌ مصدر (باب ضرب)

= نَتَوَفَّيَنَّكَ ۔ مضارع جمع متکلم بانون تاکید ثقیلہ تَوَفِّيٌ مصدر۔ (باب تفعل) ہم تیری زندگی پوری کردیں۔ ہم تیری روح قبض کرلیں ۔ ہم تجھے وفات دیدیں۔

= ثُمَّ ۔ واؤ کے معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے بعض نے اسے فتح سے پڑھا ہے۔ ثَمَّ بمعنی وہاں۔ ثُمَّ پھر۔

= شَهِيدٌ بمعنی شَاهِدٌ۔ گواہ۔ علم رکھنے والا۔ یا اس سے مراد مقتضائے شہادت ہے یعنی عقاب۔ یعنی ثُمَّ اللهُ يُعَاقِبُ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افعال کا بدلہ دیں گے۔

کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے آتے ہیں۔ جیسے فرمایا وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا (۱۲: ۲۶) اس کے قبیلہ میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ، جن برے نتائج یا عذاب سے ہم ان کو ڈرا رہے ہیں ان میں سے بعض نتائج کو بھگتنا۔ ہم خواہ آپ کو (آپ کی زندگی میں ہی) دکھادیں یا اس سے قبل ہی آپ کو اٹھالیں (اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا) بہرصورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں جو وہ کر رہے ہیں (اس لئے وہ نتائج سے بچ نہیں سکیں گے آپ کے جیتے جی نہیں تو آپ کے بعد یہاں نہیں تو آخرت میں اپنے کئے کا بدلہ ضرور پاکر رہیں گے)

۱۰: ۴۷ = قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۔ (تو پھر) ان کے درمیان فیصلہ عدل و انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے کیونکہ رسول کی بعثت اتمام حجت ہے پھر کوئی امت عذر پیش نہیں کرسکتی کہ ہمارے پاس کوئی راہ ہدایت دکھانے والا آیا ہی نہ تھا۔

یا بَيْنَهُمْ سے مراد بین امۃ ورسولٍ ہے کہ باوجود لوگوں کے ظلم و تشدد کے دعوت حق کو روکنے کے۔ حق فتح مند ہوگا اور باطل نامراد۔

۱۰: ۴۸ = اَلْوَعْدُ : دھمکی ۔ عذاب کا وعدہ ۔ اکثر جگہ روزِ قیامت مُراد ہے۔ اسم ومصدر مرفوع معرف باللام ہے

۱۰: ۴۹ = اَجَلٌ ۔ مدت مقررہ ۔ وقتِ مُعیّن ۔

= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ۔ وہ دیر نہیں کرسکتے ۔ وہ تاخیر نہیں کرسکتے ۔

اِسۡتَاخَرَ یَسۡتَاخِرُ اِسۡتِئۡخَارٌ (استفعال) اَخرٌ مادہ۔
= لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسۡتِقۡدَامٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ) مصدر وہ اول نہیں ہو سکتے۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ وہ تقدیم (تاخیر کی ضد) نہیں کر سکتے۔
١٠ : ٥٠ = اَرَاَیۡتُمۡ۔ اس میں بلفظ استفہام تنبیہ کے معنی میں ہے۔ ماضی جمع مذکر حاضر کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے سوچا۔ کیا تم نے غور کیا۔ بمعنی اَخۡبِرُوۡنِیۡ ہے (بھلا) مجھے بتاؤ تو سہی
= بَیَاتًا۔ رات میں آپڑنا۔ رات میں سوتے دشمن پر حملہ کرنا۔ شبخون مارنا۔ رات کو آنا۔ جیسے فَجَآءَهَا بَاۡسُنَا بَیَاتًا اَوۡ هُمۡ قَآئِلُوۡنَ (٧:۴) پس آیا ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت (جب کہ وہ سوتے تھے) یا (دن کو) جب وہ قیلولہ (دن کا آرام) کرتے تھے۔
بَیۡتٌ۔ انسان کا رات کا ٹھکانہ۔ بعد میں مطلق مسکن کے لئے اور مکان کے لئے اسے بَیۡتٌ (گھر) کہا جانے لگا۔
= مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ اس میں مَا استفہام کے لئے اور ذا موصولہ ہے گویا یہ مَا اور ذَا سے مرکب ہے۔ بعض اس کو بسیط کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے بمعنی الذی یا پورا استفہام ہے۔ بمعنی کیا۔ کیسے۔ جیسے مَاذَا تَفۡعَلُ۔ تو کیا کرتا ہے
= یَسۡتَعۡجِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب باب استفعال۔ وہ جلدی مانگتا ہے۔ اس میں جلدی چاہتا ہے یہاں جمع کے صیغہ میں استعمال ہوا ہے۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں۔
= مِنۡهُ۔ میں ضمیرہٗ یا عذاب کے لئے ہے۔ ای من العذاب۔ اس صورت میں مِنۡ تبعیضیہ ہے یعنی عذاب میں سے کچھ۔ یا ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔ ای من اللہ۔ اللہ سے جلدی عذاب کی طلب کر رہے ہیں۔
آیۃ ہذا میں اِنۡ اَتٰىكُمۡ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوۡ نَهَارًا شرط ہے اور جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کو یا دن کے وقت آپڑے (تو تم کیا کر سکتے ہو۔
جب حالت یہ ہے کہ کچھ نہیں کر سکیں گے تو مَاذَا یَسۡتَعۡجِلُ مِنۡهُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ تو کس لئے اللہ سے جلدی کا مطالبہ کر رہے ہیں یہ مجرم لوگ
١٠ : ٥١ = اَثُمَّ اِذَا مَا۔ الف استفہام کے لئے۔ ثُمَّ پھر اِذَا مَا۔ یعنی کب۔ تب
= بِهٖ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ پھر کیا تم اس (عذاب) کے واقع ہونے پر ہی ایمان لاؤ گے۔ پھر کیا جب آہی جائے گا تو تم ایمان لاؤ گے۔
(اصل میں منکرین اسلام کا عذاب پر ایمان ہی نہ تھا تب ہی تو وہ کہتے تھے: وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰى

هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (آیۃ ۴۸) اور اسی لئے وہ اس کی جلدی مچا رہے ہیں)
= آلْئٰنَ - ہر وہ لمحہ جو ماضی اور مستقبل کے مابین فرض کیا جائے اسے آلْئٰنَ کہتے ہیں جیسے اَلْئٰنَ اَفْعَلُ كَذَا میں اب کرتا ہوں الئٰنَ کا لفظ ہمیشہ الف لام تعریف کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اٰنَ اصل میں اَوَانٌ تھا۔ ہمزہ کو حذف کر کے واؤ کو الف سے بدلا اس کے ساتھ الف لام تعریف کا شامل کرلیا تو اَلْئٰنَ ہوگیا۔ ظرف زمان ہے مبنی بر فتح بمعنی اب۔
آلْئٰنَ - اَ اَلْاٰنَ ہے۔ پہلا الف استفہام کے لئے ہے تقدیر کلام یوں ہے ویقال لہم اَلْئٰنَ تؤمنون ای حین وقع العذاب۔ اور ان سے کہا جائے گا کیا تم اب ایمان لاتے ہو۔ جب عذاب وقوع پذیر ہو چکا۔
= وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ہ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب عذاب کے لئے ہے واو حالیہ ہے حالانکہ تم اس کی جلدی مچا رہے تھے (اس کے جلدی نازل ہونے کے لئے بیتاب تھے)
۱۰:۵۲ = عَذَابَ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لیکن الخلد یہاں مبالغہ کے اظہار کے لئے صفت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ عَذَابَ الْخُلْدِ دائمی عذاب
= هَلْ - استفہام انکاری ہے۔
۱۰:۵۳ = يَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ - مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِنْبَاءٌ (استفعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ آپ سے خبر پوچھتے ہیں۔ نَبَأٌ سے۔
= اَحَقٌّ هُوَ۔ میں هُوَ ضمیر کا مرجع عذاب موعود ہے
= اِيْ۔ ہاں۔ البتہ۔ حرف جواب ہے بمعنی نَعَمْ اور ہمیشہ قسم سے پہلے آتا ہے اور کلام مُقَدَّم کی تحقیق اور توثیق کے لئے وضع کیا گیا ہے۔
= وَرَبِّيْٓ ای وَاللّٰہِ - خدا کی قسم۔ بخدا۔
= مُعْجِزِيْنَ - اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہرا دینے والے۔
(منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر نہ نشر نہ عذاب نہ ثواب۔ لیکن ہوگا یہ سب کچھ۔ ان چیزوں کے لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کو عاجز نہیں بنا سکتے۔
۱۰:۵۴ = وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ سے قبل عبارت محذوف ہے۔ سلسلہ کلام اس طرح ہے اور (آنے والا عذاب اس درجہ ہولناک ہے اور اس کا وقوع اس قدر یقینی ہے کہ) اگر ہر اس شخص کے پاس جس نے ظلم کیا ہے روئے زمین کی دولت بھی ہو تو ضرور اُسے اس عذاب سے بچنے کے لئے فدیہ میں دیدے۔

= اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ سے۔ یہ اضداد میں سے ہے
اَسَرَّ کے معنی چھپایا اس نے۔ پوشیدہ رکھا اس نے۔ یا اس نے ظاہر کیا۔
ابو عبید کہتے ہیں۔ انہوں نے اپنی ندامت اور پشیمانی کا اظہار کیا۔ (ایسے ہولناک عذاب کو دیکھ کر ندامت کو چھپانا ناممکن ہے۔ اس وقت صبر اور تصنع سے کام لینا ناممکن ہے)
اور جنہوں نے اس کو چھپانے اور پوشیدہ رکھنے کے معنوں میں لیا ہے ان کے مطابق:
شدتِ امر کی وجہ سے بول نہیں سکیں گے۔ لیکن دل ہی دل میں شرمندہ ہوں گے۔
= لَمَّا۔ جب۔

۱۰:۵۵ = اَلَآ۔ تنبیہ کے لئے ہے۔ سن لو۔ جان لو۔ خبردار ہو جاؤ۔

۱۰:۵۷ = مَوْعِظَۃٌ۔ اسم مصدر۔ نصیحت۔ یعنی قرآن ایسی جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کی نصیحت موعظت۔ اوامر۔ نواہی۔ توحید وغیرہ مذکور ہے

۱۰:۵۸ = قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا۔ ای قل بفضل اللّٰہ وبرحمتہ ان جاءت ھذہ الموعظۃ من ربکم فبذلک فلیفرحوا۔
یعنی (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے کہ یہ قرآن محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے پس چاہئے اس پر خوشیاں منائیں۔
ذٰلِکَ کا مشار الیہ الموعظۃ بھی ہو سکتا ہے (الخازن) یا اس کا اشارہ فضل اور رحمت کی طرف ہے۔ امام قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِکَ (واحد) کو واحد۔ تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ (العرب تاتی بذلک الواحد والاثنین والجمع) بحوالہ ضیاء القرآن
دوسری صورت میں فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا کا ترجمہ ہوگا۔
پس چاہئے کہ اس فضل و رحمت ربانی پر خوشیاں منائیں۔
ھُوَ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کی یا تو قرآن (الموعظۃ) کے لئے ہے۔ یا اللہ کی طرف سے فضل و رحمت کی عطاء کے لئے
= یَجْمَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ جمع کرتے ہیں۔ یعنی دنیاوی مال و منال کا حصول۔

۱۰:۵۹ = قُلْ۔ ای قل لکفار مکۃ (الخازن) (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کفار مکہ سے کہہ دیجئے۔
= اَرَءَیْتُمْ۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۰:۵۰)
= مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ۔ میں مَا موصولہ ہے یعنی جو رزق اللہ تعالیٰ تمہیں دیتا ہے۔

= فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا۔ تم خود ہی بعض کو حرام اور بعض کو حلال کر دیتے ہو۔ جیسے کہ کفار کا قول تھا۔ وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا (۶: ۱۳۹) یعنی کافروں نے کہا کہ جو ان مواشی کے پیٹ میں ہے وہ خالصۃً ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔

= تَفْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جھوٹ باندھتے ہو، جھوٹے طور پر منسوب کرتے ہو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے فَرٰی يَفْرِیْ فَرْیٌ (ضرب) فَرٰی علیہ الکذب۔ کسی کے ذمہ جھوٹی بات اور بہتان لگا دینا۔ یعنی معنی باب افتعال سے ہیں۔

۱۰: ۶۰ — مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ۔ میں مَا استفہامیہ توبیخ اور وعید کے لئے آیا ہے۔ مبتدا۔ ظَنُّ مضاف۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف افترا کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خیال ہے اُن کا یوم القیامۃ کے متعلق۔ ای اَیُّ شَیْءٍ ظنہم فی ذلک الیوم اِنّی فاعل بہم۔ کیا خیال ہے ان کا کہ اُس دن میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں (یعنی وہ اپنے کئے کی سزا بھگت کر ہی رہیں گے)

۱۰: ۶۱ — شَاْنٍ (ش ء ن مادہ) کے معنی حالت اور اس اتفاقی معاملہ کے ہیں جو کسی کے مناسب حال ہو۔ اس کا اطلاق صرف اہم امور اور حالات پر ہوتا ہے۔

شان الرأس۔ چھوٹی چھوٹی ہڈیوں کے ملنے کی جگہ جس سے انسان کا قوام ہے۔ اس کی جمع شُؤُوْنٌ آتی ہے شَاْنٌ دھندا۔ فکر۔ حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شَاْنٌ کہتے ہیں۔

= وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ۔ مِنْهُ۔ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب شَاْنٌ کے لئے ہے۔ ابو البقاء نے اس مِنْ کو اجلیہ کہا ہے یعنی جو اہم کام آپ کر رہے ہیں اور (اس کے ثبوت اور تقویت کے لئے) جو آیات قرآنی آپ پڑھتے ہیں انہیں ہم خوب جانتے ہیں۔ دوسرا مِنْ زائدہ ہے اور قرآن۔ مفعول بہ ہے

— وَمَا تَكُوْنُ سے لے کر من قُرْاٰنٍ تک خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ میں خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام لوگوں سے ہے یعنی اَنْتُمْ جَمِيْعًا۔ تم سب۔ (مدارک التنزیل)

= شُهُوْدًا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔

= تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ۔ تم گھستے ہو۔ تم لگتے ہو۔ تم مصروف ہوتے ہو۔
اَفَاضَ اِنَاءَهٗ کے معنی برتن کو لبالب بھر دینے کے ہیں یہاں تک کہ پانی اس سے نیچے گرنے لگے۔ اسی سے اَفَاضُوْا فِی الْحَدِيْثِ کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہونے اور چرچا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن میں ہے لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَفَضْتُمْ فِيْهِ (۲۴:۱۴) توجس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس کی وجہ سے تم پر۔۔۔۔۔۔۔۔ نازل ہوتا۔
اور جگہ آیا ہے هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ۔ (۴۶:۸) وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارہ میں کرتے ہو۔
لہٰذا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ۔ یعنی جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو
= مَا يَعْزُبُ مضارع منفی واحد مذکر غائب عُزُوْبٌ مصدر۔ (باب نصر) غائب نہیں ہے۔ چھپا ہوا نہیں ہے۔ عَزَبٌ مرد بلا بیوی۔ یا عورت بلا شوہر
= مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ۔ میں مِنْ زائد تاکید کے لئے آیا ہے مِثْقَالَ۔ اسم مفرد۔ ہموزن۔ برابر۔ ثِقْلٌ۔ بوجھ۔ وزن۔ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ ذرہ برابر۔
= كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔ روشن کھلی کتاب۔ لوح محفوظ۔
۱۰:۶۳ — اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۔ یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے۔
۱۰:۶۴ = اَلْبُشْرٰى۔ خوشخبری۔
= لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ۔ جملہ معترضہ ہے۔ اللہ کے وعدوں میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی كَلِمٰت۔ اقوال۔ وعدے۔
= ذٰلِكَ سے مراد۔ دنیوی و اخروی زندگی کے متعلق بشارت ہے۔
۱۰:۶۵ = اَلْعِزَّةَ۔ عزت۔ سرفرازی۔ غلبہ۔ قدرت۔ بزرگی۔ اقبال۔ عَزَّ يَعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی مستعمل ہے۔
۱۰:۶۶ — وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاءَ۔ میں مَا۔ (۱) نافیہ ہے شُرَكَاءَ مفعول ہے يَدْعُوْنَ کا۔ اور يَتَّبِعُ کا مفعول محذوف ہے۔ اس طرح اس کا ترجمہ ہوگا۔
وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کے شریک کے طور پر پکارتے ہیں دراصل کسی حقیقت کا اتباع نہیں کر رہے۔
(۲) دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مَا استفہامیہ ہے۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔
جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو اللہ کا شریک سمجھ کر پکار رہے ہیں (آخر) وہ کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں

= اِنْ یَتَّبِعُوْنَ - میں اِنْ نافیہ ہے اسی طرح اِنْ ھُمْ میں بھی اِنْ نافیہ ہے۔
= یَخْرُصُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ خَرَصَ یَخْرُصُ (باب نصر) وہ اٹکل دوڑا رہے ہیں وہ قیاسی باتیں کہہ رہے ہیں۔ اصل میں ہر وہ بات جو ظن وتخمین سے کہی جائے اسے خَرْصٌ کہا جاتا ہے عام اس سے کردہ اندازہ غلط ہو یا صحیح ۔

۱۰: ۶۷ = ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا۔

تَسْکُنُوْا۔ سَکَنَ یَسْکُنُ (نصر) سُکُوْنٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سکون پذیر ہو۔ تم چین حاصل کرو۔ اصل میں تَسْکُنُوْنَ تھا۔ لام کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔

مُبْصِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر حالتِ نصب۔ اِبْصَارٌ مصدر (باب افعال) ابصار کے معنی دیکھنا۔ جاننا۔ سمجھنا کے بھی آتے ہیں اور دکھانے اور سمجھانے کے بھی۔

اسی بناء پر مُبْصِرٌ کے معنی دیکھنے والا اور دکھانے والا دونوں ہو سکتے ہیں۔ جو خود روشن ہو وہ بھی مُبْصِر ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کردے وہ بھی مُبْصِر ہے

آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو۔ اور (جس نے تمہارے لئے) روشن دن بنا دیا۔

لیکن جب رات کو دن کے مقابلہ میں لایا گیا ہے تو تَسْکُنُوْا کے مقابلہ میں دن کے وقت کے لئے تتحرکوا متوقع تھا لیکن اس کو وہاں حذف کیا گیا۔ اسی طرح جب دن کے لئے مُبْصِرًا لایا گیا ہے تو اس کے مقابلہ میں رات کے وقت کے لئے مُظْلِمًا کا استعمال چاہیئے تھا جو یہاں محذوف ہے۔ یعنی عبارت یوں ہوتی۔ ھو الذی جعل لکم الّیل مظلمًا لتسکنوا فیہ وَالنھار مبصرًا لتتحرکوا ۔ یعنی وہی ہے جس نے رات کو اندھیری والی بنایا کہ تم (چونکہ عدم روشنی کی وجہ سے اور کوئی کام نہیں کر سکتے تو) اس میں تم آرام کرو۔ اور دن کو روشن بنایا (کہ تم اس کی روشنی میں اپنے کاروبار کے لئے چلو پھرو)

لیکن متن قرآن کے مطابق تسکنوا کی رعایت سے تتحرکوا اور مُبْصِرًا کی رعایت سے مُظْلِمًا کو ذہن میں لانا مشکل نہیں۔

مُبْصِرًا۔ یہاں بمعنی روشن ۔ یا دوسروں کو روشن کرنے والا۔ دیکھنے والا۔ یا دکھانے والا دونوں صحیح ہیں ۔ دیکھنے والا کے معنی میں یہ ترکیب ایسی ہے جیسے کہتے ہیں نَھَارُہٗ صَائِمٌ اس کا دن روزہ رکھتا ہے ۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دن کو روزہ رکھتا ہے۔ فعل کی نسبت فاعل کی طرف کرنے کے ظرف کی طرف کر دی ۔ جیسا ہم اردو میں بولتے ہیں ندی بہہ رہی ہے ۔ حالانکہ

ندی ظرف مکان ہے۔ اور اپنی جگہ قائم ہے اس میں جو پانی ہے وہ بہہ رہا ہے اسی طرح مُبْصِرًا سے مراد یہ نہیں کہ دن دیکھ رہا ہے بلکہ لوگ دن کے وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں

١٠: ٦٨ = اِنْ نافیہ ہے مِنْ زائدہ ہے تاکید نفی کے لئے آیا ہے

= سُلْطٰنٍ ۔ حجت ۔ دلیل ۔ برہان ۔ سند ۔ زور ۔ قوت ۔ حکومت ۔ یہاں بمعنی دلیل اور سند کے مستعمل ہے۔

= بِھٰذَا ۔ یعنی اس بیہودہ اور باطل قول کی اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ۔

١٠: ٧٠ = مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ فِی الدُّنْیَا متعلق بہ مَتَاعَ ہے ۔ اور یہ مبتدا بھی ہو سکتا ہے اور خبر بھی ۔ اگر اسے مبتدا لیا جائے تو خبر محذوف مانی جائے گی اور اس کی تقدیر ہو گی ۔ لَھُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ ان کے لئے دنیا میں (چند روزہ) سازوسامان ہے ۔ (اس کے مزے اڑا لیں) اور اگر مَتَاعَ کو خبر لیا جائے تو مبتدا کو محذوف مانا جائے گا اور اس کی تقدیر ہوگی اِفْتِرَاءُ ھُمْ او حَیَاتُھُمْ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا ۔ ان کی بہتان بازی اور ان کی (یہ چند روزہ) زندگی دنیا کا (ہی) سازوسامان ہیں ۔

١٠: ٧١ = اُتْلُ ۔ امر ۔ واحد مذکر حاضر ۔ تو پڑھ ۔ تو تلاوت کر ۔ تِلَاوَۃٌ سے ۔

= نَبَأٌ ۔ خبر ۔ اطلاع ۔

= کَبُرَ عَلٰی ۔ گراں گذرنا ۔ کَبُرَ عَلَیْہِ الْاَمْرُ ۔ یہ کام اس کے لئے دشوار ہے ۔ اس کے لئے بھاری ہے ۔ کَبُرَ ماضی واحد مذکر غائب (باب کرم) ناگوار ہونا ۔

= تَذْکِیْرِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا نصیحت کرنا ۔ میرا سمجھانا ۔ تَذْکِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہے ذِکْرٌ مادہ ۔

= غُمَّۃً ۔ تاریک ۔ مشتبہ ۔ مبہم ۔ دشوار ۔ پوشیدہ ۔

اَلْغَمُّ کے بنیادی معنی ہیں کسی چیز کو چھپا لینا ۔ اسی طرح بادل کو الغمام کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو ڈھانپ لیتا ہے ۔ ثُمَّ لَا یَکُنْ اَمْرُکُمْ عَلَیْکُمْ غُمَّۃً ۔ پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ رہے ۔ یعنی اس کا کوئی پہلو تم پر پوشیدہ نہ رہ جائے جو بعد میں تمہارے لئے قلق و اضطراب کا باعث ہو ۔

= اِقْضُوْٓا اِلَیَّ ۔ تم کر گذرو ۔ تم فیصلہ کر لو ۔ قَضَاءٌ سے امر کا صیغہ ۔ جمع مذکر حاضر ۔

= لَا تُنْظِرُوْنَ ۔ تم مجھے ڈھیل نہ دو ۔ تم مجھے مہلت نہ دو ۔ اِنْظَارٌ سے مضارع منفی جمع مذکر حاضر ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے ۔

= مَقَامِيْ ۔ اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں
۱۔ اس سے کنایۃً "نفس" مراد ہے ۔ جیسے قرآن میں ہے وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ (۵۵:۴۶)
ای خاف ربه ۔
۲۔ بمعنی مکثی ۔ میرا (تمہارے درمیان) رہنا ۔
۳۔ ای قیامی علی الدعوۃ میرا دعوت دینے کے لئے کھڑا ہونا ۔
۴۔ مقام کے معنی عزت کا مقام ۔ مذکورہ بالا جملہ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ
یعنی تم پر میرا عزت کا مقام گراں گذرتا ہے ۔
اس آیت میں اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ شرط ہے
اور فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جوابِ شرط ہے اور فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ جواب شرط پر معطوف
یا فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ جملہ معترضہ ہو سکتا ہے اور فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ جواب
شرط ہے ۔ اَمْرَكُمْ مضاف مضاف الیہ ہو کر اجْمَعُوْا کا مفعول ہے اور شُرَكَآءَكُمْ کا عطف
اَمْرَكُمْ پر ہے اور مفعول معہٗ ہے ۔
۱۰:۷۲ = فَاِنْ ۔ بایں ہمہ اگر ۔ اگر پھر بھی ۔
= تَوَلَّيْتُمْ ۔ تم پھرتے ہو ۔ تم منہ موڑتے ہو ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تَوَلِّیٌ سے ۔
۱۰:۷۳ = خَلٰٓئِفَ ۔ خلیفہ کی جمع ۔ جانشین ۔ قائمقام ۔ نائب ۔ (یعنی ہم نے ان لوگوں کو جو حضرت
نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی میں بچا لئے گئے ہلاک ہونے والوں کے بعد زمین پر خلیفہ بنا دیا)
= اَلْمُنْذَرِيْنَ ۔ اسم مفعول ۔ جمع مذکر ۔ وہ لوگ جن کو نافرمانی اور سرکشی کی سزا سے ڈرایا گیا ۔ ڈرائے
جانے والے ۔
۱۰:۷۴ = فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ۔ پس نہ ہوئے وہ کہ ایمان
لاویں اس بات پر جس کو وہ جھٹلا چکے تھے (یعنی ان قوموں نے بھی اپنے پیشروؤں کی طرح
بینات (روشن دلائل) کا انکار ہی کیا)
= اَلْمُعْتَدِيْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر منصوب اِعْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے ۔ حق سے ہٹنے والے
حد سے تجاوز کرنے والے ۔ اَلْمُعْتَدِ ۔ اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کی خواہش کی تعمیل میں حق
و انصاف کی حدود سے تجاوز کر جائے ۔
الاعتداء معناه تجاوز حدود الحق والعدل اتباعًا لهوى النفس وشهواتها
(المنار)

۱۰: ۷۵ = مَلَاۡئِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ اس کے سرداروں کی جماعت۔
اَلْمَلَاُ ۔ اسم جمع۔ سرداروں کی اور بڑے لوگوں کی جماعت ۔سردارانِ قوم کی جماعت۔
مَلَاٌ سے مشتق ہے۔ مَلَاَ یَمْلُوُ (نصر) مَلْاٌ د مِلَاءَۃٌ ۔ بھرنا۔ اَلْمِلْءُ ۔ وہ مقدار
جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا
(۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی کا زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائیگا۔
اَلْمَلَاُ ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو
ہیبت وجلال سے بھر دے
۱۰: ۷۷ = اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ۔ کیا تم حق کے متعلق ایسی باتیں کہتے ہو جب وہ
(یعنی حق) تمہارے سامنے ہے۔
۱۰: ۷۸ = لِتَلْفِتَنَا ۔ کہ تو ہم کو پھیر دے۔ لَفَتَ یَلْفِتُ (ضرب) لَفْتٌ سے واحد مذکر حاضر۔ نَا
ضمیر مفعول جمع متکلم۔
= عَمَّا ۔ عَنْ مَا
= تَكُوْنَ ۔ ای یَكُوْنَ ۔ یعنی اس لئے کہ اس سرزمین مصر میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے
۱۰: ۷۹ = اِئْتُوْنِیْ ۔ میرے پاس لاؤ۔ اس میں نون وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم کی۔
= سَاحِرٍ عَلِیْمٍ ۔ ماہر جادوگر۔
۱۰: ۸۰ = اَلْقُوْا ۔ تم ڈالو اِلْقَآءٌ سے امر جمع مذکر حاضر۔ مُلْقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈالنے والے ہو۔
۱۰: ۸۱ = اَلْقَوْا ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے ڈالا۔
= مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ۔ یعنی جادو وہ نہیں جو میں لایا ہوں بلکہ جادو وہ ہے جو تم پیش کر رہے ہو
= سَیُبْطِلُهٗ ۔ سَیُمْحِقُهٗ او سَیُظْهِرُ بُطْلَانَهٗ ۔ یعنی اس کو مٹادیگا یا اس کا بطلان (جھوٹ)
ظاہر کردیگا۔
= لَا یُصْلِحُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ وہ نہیں سنوارتا۔ وہ تقویت نہیں دیتا۔ لَا یُقَوِّیْهِ
(بیضاوی)
۱۰: ۸۲ = بِكَلِمٰتِهٖ ۔ اپنے احکام سے۔ اپنے ارشادات سے۔ اپنے دلائل قطعیہ سے۔
= فَمَآ اٰمَنَ ۔ مَا نافیہ ہے اور اٰمَنَ ۔ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے،
= ذُرِّیَّةٌ ۔ اَلذُّرِّیَّةُ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں۔ مگر عرف عام میں مطلق اولاد پر یہ
لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

یہ کس مادہ سے مشتق ہے اس میں علمائے لغت کا اختلاف ہے!
ذُرٌ۔ ذَرٌ۔ ذَرْءٌ اس کے مصادر بیان کئے گئے ہیں۔
یہاں ذُرِّیَّۃٌ سے مراد چھوٹی اولاد (نوجوان) لیا گیا ہے۔ اس کی چند وجوہات ہیں۔
بالکل چھوٹے بچوں کا ایمان لانا نہ لانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ اتنا شعور ہی نہیں رکھتے۔ نوجوان اس لئے یہاں مراد لیا گیا ہے کہ ان کے اس فعل سے جو دوسری جانب سے ظلم و ستم و عذاب و عتاب کا طوفان اٹھ کھڑا ہونے کا ڈر تھا اس کا مقابلہ جوان خون ہی کر سکتا ہے بوڑھے اس کی تاب نہیں لا سکتے۔
اور اس کی مثال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے بھی ملتی ہے کہ آپ کی دعوتِ حق پر پہلے پہل جو اصحاب ایمان لائے تھے وہ سب نوجوان ہی تھے۔ حضرت علی بن ابیطالب حضرت جعفر طیار حضرت زبیر حضرت طلحہ حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت مُصعب بن عمیر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تمام حضرات قبول اسلام کے وقت ۲۰ سال سے کم عمر کے تھے۔
ابتدائی مسلمانوں میں صرف حضرت عبیدہ بن حارث ہی ایسے تھے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عمر کے تھے۔ اس لئے یہاں ذُرِّیَّۃٌ سے مراد نوجوان لینا ہی صحیح ہے۔
= قَوْمِہٖ۔ میں ہ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔
(۱) بعض کہتے ہیں کہ اس کا مرجع فرعون ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل تو ساری کی ساری ان پر ایمان لا چکی تھی اور ان کی نبوت و رسالت کو مانتی تھی اس لئے چند نوجوانوں کا ایمان لانا حضرت موسیٰؑ کی قوم کی منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ فرعون کی قوم سے چند اشخاص نے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لایا تھا۔ مثلاً حضرت بی بی آسیہ رضؓ (فرعون کی بیوی) فرعون کا خزانچی۔ اس کی بیوی اور چند جادوگر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تھے۔
لیکن اگر قرآن کریم کے الفاظ پر غور کیا جائے تو ان کا یہ استدلال چنداں وزنی نہیں ہے علماء ادب کی تحقیق کے مطابق اگر اٰمَنَ کا صلہ بِ ہو تو اس کے معنی کسی پر ایمان لانا اور اس کی تصدیق کرنا ہوتا ہے۔ اور اگر اس کا صلہ لَ ہو تو پھر اس کا معنی اطاعت و انقیاد کے ہوتے ہیں یعنی کسی کی بات ماننا اور اس کے کہے پر چلنا اور عمل کرنا۔ یہاں اٰمَنَ کا صلہ ب نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کی اکثریت کا کفر ثابت ہو بلکہ اٰمَنَ لِ استعمال ہوا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرتِ موسیٰؑ کی رسالت کو مانتے تھے لیکن اس معرکۂ حق و باطل میں آپ کا ساتھ دے کر فرعون اور اس کی قوم کے ظلم و ستم کا سامنا کرنا نہیں چاہتے تھے
(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اس کا مرجع مُوْسٰی ہے اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو اوپر بیان ہو چکی

اور دوسری یہ کہ ضمیر ہمیشہ قریب تر کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسیٰ کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔

= مَلَإِیْهِمْ۔ ان کے سرداران۔ ان کے سرداروں کی جماعت۔ مضاف مضاف الیہ۔
اس میں ھِمْ ضمیر کا مرجع کون ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ھِمْ کا مرجع ذُرِّیَّۃٌ ہے اور یہاں مراد خود بنی اسرائیل کے وہ نوجوان ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی میں کھلم کھلا آگے آگئے تھے وہ اپنے سرداران یعنی بڑے بوڑھوں سے ڈرتے تھے کیونکہ اگرچہ ان کے بوڑھے حضرت موسیٰؑ کو مانتے تھے لیکن کھل کر سامنے آنے سے فرعون کے ظلم و عتاب سے بچنے کے لئے گریز کرتے تھے۔ اور انہیں یہ خدشہ تھا کہ ان کے نوجوانوں کی دیدہ دلیری سے کہیں ساری قوم مورد عتاب نہ ہو جائے اس لئے وہ اپنے نوجوانوں کے اس اقدام پر خوش نہ تھے اور ان کو سختی سے روکتے تھے۔

(۲) اس کا مرجع فرعون ہے اور فرعون کے لئے ضمیر جمع لانے کی دو وجوہات ہیں۔
ا۔ فرعون کے لئے جمع کی ضمیر اس کی عظمت کے اظہار کے لئے ہے
(ب) فرعون سے مراد آل فرعون ہے جیسے ربیعہ اور مضر قبیلے کے افراد اپنے سرداروں کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں ھِمْ سے مراد آل فرعون ہے۔

= یَفْتِنَھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتْنٌ سے اَنْ کے عمل کی وجہ سے منصوب ہے ھُمْ ضمیر مفعول۔ اَلْفَتْنُ کے اصل معنیٰ سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔
مثلاً یَوْمَ ھُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳) اس دن جب ان کو آگ میں الٹا سیدھا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ (۵۱:۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

یہ لفظ قرآن میں متعدد معانی میں استعمال ہوا ہے۔ آزمائش، مصیبت۔ فساد تختۂ مشق۔ عبرت۔ وغیرہ۔

اَنْ یَّفْتِنَھُمْ۔ میں یَفْتِنُ صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ اس کا فاعل یا تو (۱) فرعون ہے اور صیغہ جمع اس لئے نہیں لایا گیا کہ سرداران فرعون بھی اس کے تابع امر تھے (خازن) یا (۲) فِرْعَوْنَ وَمَلَإِیْهِمْ ہے جیسا کہ عبد اللہ یوسف علی نے اپنے ترجمہ میں استعمال کیا ہے کہ وہ انہیں کسی عذاب میں مبتلا نہ کر دیں۔

= عَالٍ - سرکش - متکبر - غالب - عُلُوٌّ سے صیغہ اسم فاعل واحد مذکر۔ عالٍ اصل میں عَالِوٌ تھا۔ واؤ پہلے ی ہوا پھر گر گیا۔ کیونکہ جو واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں ہو اور اس کا ماقبل مکسور ہو وہ ی ہو کر گر پڑتا ہے۔

= مُسْرِفِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِسْرَافٌ مصدر۔ حدّ اعتدال سے یا حدّ مقرر سے بڑھنے والے بیجا صرف کرنے والے۔

۱۰: ۸۴ = یٰقَوْمِ۔ اے میری قوم۔ یہاں قوم سے مراد وہ نوجوان ہیں جو آیہ ماقبل میں بالفاظ ذُرِّیَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ۔ مذکور ہیں۔

۱۰: ۸۵ = فِتْنَةً۔ تختۂ مشق۔ ملاحظہ ہو آیۂ ماقبل یَفْتِنَهُمْ۔

۱۰: ۸۷ = تَبَوَّاٰ۔ مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ٹھہراؤ۔ تم دونوں اتارو۔ تم دونوں جگہ تیار کرو تَبَوُّءٌ (تفعّلٌ)

= قِبْلَةً۔ کعبہ کا رُخ جو نماز میں سامنے ہوتا ہے۔ سامنے کا رُخ۔ جیسے اَیْنَ قِبْلَتُكَ۔ تمہارا رُخ کدھر کو ہے۔ جو چیز منہ کے سامنے ہو اسے بھی قبلہ کہتے ہیں۔ نماز پڑھنے والے کے سامنے کعبہ ہوتا ہے اس لئے اسے بھی قبلہ کہتے ہیں۔

اصل لغت میں القبلہ بالمقابل آدمی کی حالت کو کہا جاتا ہے جیسے جِلْسَةٌ و قِعْدَةٌ۔ عرف میں اس جہت کو قبلہ کہا جاتا ہے جس کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی جاتی ہے۔

یہاں قبلہ سے مراد نماز کا مقام ہے فرعون نے چونکہ نماز پڑھنے کی ممانعت کر دی تھی اس لئے بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ اپنے گھروں ہی کو مقام نماز بنالو۔ اور وہاں نماز پڑھا کرو۔

اس آیہ میں تثنیہ کی ضمیر حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی طرف راجع ہے پھر جمع کی ضمیر ہے جس میں تمام قوم شامل ہے۔ اور پھر بَشِّرْ میں ضمیر واحد ہے جو حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے۔

= لِیُضِلُّوْا۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ یہ اس لئے کہ وہ گمراہ کریں۔

۱۰: ۸۸ = اِطْمِسْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو مٹا دے طَمْسٌ سے محو کرنا۔ مٹا دینا۔

اِطْمِسْ عَلٰۤی اَمْوَالِهِمْ۔ ان کے مال تباہ کر دے۔ ان کے مال غارت کر دے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ۔ جب تارے مٹا دیئے جائیں گے۔ یا وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰۤی اَعْیُنِهِمْ۔ (۳۶: ۶۶)۔ اور اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کی روشنی کو مٹا دیں۔

= اُشْدُدْ = امر واحد مذکر حاضر۔ تو سخت کر دے۔ شَدٌّ سے (باب نصر۔ ضرب)، تو ان کے

دلوں پر) مہر لگادے۔

ترجمہ آیۃ:۔ اور موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے پروردگار! تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو اس دنیوی زندگی میں سامان آرائش اور مال و دولت اکٹھے رکھے ہیں اے ہمارے پروردگار کیا یہ اس لئے دے رکھے ہیں کہ وہ لوگوں کو تیری راہ سے گمراہ کرتے پھریں۔ (رَبَّنَا اطْمِسْ .... عَلٰى قُلُوْبِهِمْ جملہ دعائیہ ہے کافروں کے لئے بد دعا ہے) اے ہمارے پروردگار ان کے اموال کو تباہ کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے (ان پر مہریں لگادے)۔ (فَلَا يُؤْمِنُوْا ..... اَلِيْمٌ جواب دعا ہے) تاکہ جب تک وہ عذاب دردناک نہ دیکھ لیں وہ ایمان نہ لائیں۔ (یعنی ایمان کی دولت اب ان کو آسانی سے میسر نہ آسکے بلکہ اس سے پیشتر وہ کئے کی خاطر خواہ سزا بصورت عذاب الیم چکھ نہ لیں)

۱۰:۸۹ = اِسْتَقِيْمَا ۔ امر تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں ثابت قدم رہو۔ استقامۃٌ سے (باب استفعال)

= لَا تَتَّبِعٰٓنِّ ۔ فعل نہی تثنیہ مذکر حاضر۔ با نون ثقیلہ اِتِّبَاعٌ مصدر (افتعال) تم دونوں ہرگز پیروی نہ کرنا۔ تم دونوں ہرگز اتباع نہ کرنا۔

۱۰:۹۰ = جٰوَزْنَا ۔ ماضی جمع متکلم مُجَاوَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے ہم نے پار کر دیا

= اَدْرَكَهُ ۔ اس نے اس کو پالیا۔ اِدْرَاكٌ سے جس کے معنی کسی شے کو پوری طرح پالینے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب ۂ ضمیر کا مرجع فرعون ہے

= اَلْغَرَقُ ۔ اسم فعل۔ ڈوبنا۔ غرقابی۔

اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۔ جب غرقابی نے اس کو اچھی طرح آلیا۔ یعنی جب اس کا غرق ہوجانا یقینی ہو گیا۔

۱۰:۹۱ = آٰلْئٰنَ ۔ اصل میں ءَ اَلْاٰنَ تھا۔ ءَ استفہام انکار و توبیخ کے لئے ہے اسم ظرف زمان ہے۔ اس کا عامل محذوف ہے۔ گویا عبارت کی تقدیر یوں ہے اَتُؤْمِنُ الْاٰنَ حِيْنَ يَئِسْتَ مِنَ الْحَيَاةِ) کیا اب ایمان لاتے ہو جب زندگی سے بالکل مایوس ہوگئے ہو۔ (اور موت سامنے دکھائی دے رہی ہے)

۱۰:۹۲ = نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ ۔ ہم تیرے بدن کو بچالیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون مصر میں حکمران تھا۔ وہ رعمیس ثانی (Rameses II) تھا جس کی لاش حنوط کی شکل میں مصر کی حنوط شدہ لاشوں میں دریافت ہوئی ہے (انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ زیر عنوان ممی)

١٠: ٩٣ — بَوَّأْنَا۔ ہم نے جگہ دی۔ ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ ہم نے ٹھہرنے کی جگہ تیار کی۔ (ملاحظہ ہو ١٠: ٨٧) تَبْوِيَةٌ سے ماضی جمع متکلم۔ مُبَوَّأ۔ اسم ظرف۔ ٹھہرنے کی جگہ مسکن۔ بَوَاءٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو ہموار ہو اور اس کے کچھ اجزار اوپر نیچے نہ ہوں۔

= صِدْقٍ۔ راستی۔ سچائی۔ نام نیک۔ سچی بات۔ عمدہ۔ پسندیدہ۔ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازًا نیک نام۔ ثناء اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

اَلصِّدْقُ۔ اَلْكِذْبُ کی ضد ہے۔ اصل میں یہ دونوں قول کے متعلق استعمال ہوتے ہیں۔ خواہ اس کا تعلق زمانہ ماضی کے ساتھ ہو یا زمانۂ مستقبل کے ساتھ۔ وعدہ کی قبیل سے ہو یا وعدہ کی قبیل سے نہ ہو۔ الغرض یہ بالذات قول ہی کے متعلق استعمال ہوتے ہیں پھر قول میں بھی صرف خبر کے لئے آتے ہیں دیگر اصناف کلام میں استعمال نہیں ہوتے۔ اسی لئے ارشاد ہے۔ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا۔ (٤: ١٢٢) اور خدا سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟ یا اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ (١٩: ٥٤) وہ وعدے کا سچا تھا۔

نیز ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس بنا پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے

(١) فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (٥٤: ٥٥) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

(٢) اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (١٠: ١٢) ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔

(٣) اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ (١٧: ٨٠) مجھے داخل کر اچھا داخل کرنا۔ یعنی میرا داخلہ اچھی طرح ہو۔

(٤) وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّأَ صِدْقٍ۔ ہم نے بنی اسرائیل کو بہترین ٹھکانہ عطا کیا
مُبَوَّءَ — مضاف۔ صِدْقٍ مضاف الیہ۔ مَنْزِلًا صَالِحًا۔ (ایک اچھا ٹھکانہ)

= اَلْعِلْمُ۔ سے مراد (١) تورات ہے۔ اور اختلاف سے مراد وہ اختلافات ہیں جو تورات کے مندرجات کی تاویل میں ان میں پیدا ہو گئے۔ اور نتیجۃً وہ کئی فرقوں میں بٹ گئے
تفہیم القرآن۔ مدارک التنزیل)

(٢) قرآن ہے۔ اور اختلاف سے مراد یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اختلاف ہے

بعض تورات میں مذکور نشانیوں کی بناء پر صحیح تاویل کرتے ہوئے قرآن اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور بعض نے بعض وحسد کی بناء پر انکار کردیا۔ (الخازن)

١٠: ٩٥ = تَكُوْنَنَّ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ بانون ثقیلہ۔

لَا تَكُوْنَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر بانون ثقیلہ۔ تو ہرگز نہ ہو۔

١٠: ٩٦ = حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ۔ کے لفظی معنی ہیں جن پر تیرے رب کا کلمہ ثابت ہوچکا ہے۔ کلمہ بمعنی کلام۔ بات۔ حکم۔ اور یہاں کلمہ رب سے کیا مراد ہے۔ مختلف مفسرین نے اس کے مختلف معانی لئے ہیں۔

ان پر حق کی حجت قائم ہوچکی ہے (ابن کثیر)

جن پر تیرے رب کا قول راست آگیا ہے۔ یعنی یہ قول کہ جو لوگ حق کے طالب نہیں ہوتے وہ اپنے دلوں پر ضد۔ تعصب اور ہٹ دھرمی کے قفل چڑھائے رکھتے ہیں (تفہیم القرآن)

جن پر تیرے اللہ کا فرمان صادق آگیا (یعنی اس کا یہ قانون کہ جو آنکھیں بند کرلے گا اسے کچھ نظر نہیں آئے گا (ترجمان القرآن)

تیرے رب کا حکم یعنی خلقت هٰؤلاء للنار ان پر راست آگیا (الخازن)

اس کا وہ قول جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ یا اس کا یہ قول وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٥ (٣٢: ١٣) (مدارک التنزیل)

١٠: ٩٧ = لَا يُؤْمِنُوْنَ پر وقف نہیں ہے۔ عبارت یوں ہے۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ۔ اگرچہ ان کے پاس ساری نشانیاں آجائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے (حتی کہ وہ دردناک عذاب میں اپنے آپ کو گھرا ہوا پائیں گے اس وقت ان کا ایمان ان کو نفع بخش نہ ہوگا)

١٠: ٩٨ = فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَا اِيْمَانُهَا اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔

لَوْلَا۔ کی دو صورتیں ہیں۔

(١) لَوْلَا نافیہ ہے اور فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ۔ بمعنی فَمَا كَانَتْ قَرْيَةٌ ہے (کوئی بھی بستی ایسی نہ ہوئی) یہ ہروی کا قول ہے۔

(٢) لَوْلَا استفہامیہ ہے۔ اور بمعنی هَلَّا۔ برائے سرزنش اور توبیخ کے استعمال ہوا ہے۔ یعنی کیوں نہ کوئی بستی ایمان لائی کہ اس کا ایمان اس کے لئے نفع بخش ہوتا اور وہ عذاب سے بچ جاتی؟

اِلَّا حرف استثناء ہے قَوْمَ يُوْنُسَ مستثنیٰ۔ اس میں مستثنیٰ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) مستثنیٰ متصل۔ (۲) مستثنیٰ منقطع۔
مستثنیٰ متصل وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے ہو۔ جیسے جَاءَنِی الْقَوْمُ اِلَّا زَیْدًا۔ زید قوم میں داخل تھا۔ لیکن اِلَّا سے قوم سے الگ (مستثنیٰ) ہو گیا۔ پس قوم مستثنیٰ منہ ہے۔
مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہ ہو۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّآ اِبْلِيْسَ یہاں ابلیس ملائکہ کی جنس سے نہ تھا۔ بلکہ وہ جنوں میں سے تھا۔)
۱۔ قَوْمَ یُوْنُسَ ۔ مستثنیٰ متصل اس صورت میں ہے کہ قریہ میں بھی افرادِ قوم ہی بستے ہیں۔ لہٰذا قوم یونس اور باشندگانِ قریہ ایک ہی جنس سے ہیں۔
۲۔ مستثنیٰ منقطع۔ اس لحاظ سے ہے کہ قریہ اور قوم لفظی لحاظ سے ایک جنس نہیں ہیں۔
ابن عطیہ کا قول ہے کہ لفظی لحاظ سے یہ استثناء منقطع ہے لیکن معنوی لحاظ سے مستثنیٰ متصل ہے کیونکہ تقدیرِ عبارت یوں ہے مَا اٰمَنَ مِنْ اَهْلِ قَرْيَةٍ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ۔ (کسی بستی کے بسنے والے ایمان نہ لائے بجز قوم یونس کے)
= كَشَفْنَا عَنْهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ان سے دور کر دیا۔ ہٹا دیا۔
= عَذَابَ الْخِزْيِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسوا کن عذاب۔
= مَتَّعْنٰهُمْ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو مال و متاع دے کر بہرہ مند کیا۔
۱۰: ۹۹ = اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ۔ اَ۔ استفہامیہ۔ فَ مقدر عبارت پر دلالت کرتی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے تو روئے زمین پر سب کے سب ایمان لے آتے لیکن مشیتِ ایزدی یہ نہیں ہے تو کیا آپ ....) تُكْرِهُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ (باب افعال) اِكْرَاهٌ سے۔ تو ان کو مجبور کرے گا یا تو ان سے زبردستی کرے گا (جب تک وہ مومن بن جاویں)۔
۱۰: ۱۰۰ = يَجْعَلُ الرِّجْسَ۔ الرِّجْسُ۔ کے اصل معنی ناپاک۔ نجس۔ پلید۔ اور گندہ کے ہیں۔ جیسے اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ (۶: ۱۴۵) یا سور کا گوشت کہ یہ چیزیں بیشک ناپاک ہیں۔
وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۔ اور خدا (شرک و کفر کی) نجاست انہیں لوگوں پر ڈالتا ہے جو (دلائل وحدانیت میں) عقل کو کام میں نہیں لاتے۔
۱۰: ۱۰۱ = اُنْظُرُوْا۔ نَظَرٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم دیکھو۔ تم غور کرو۔
= مَاذَا = مَاذَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اسم جنس ہے (۲) موصول ہے اور اَلَّذِیْ کا ہم معنی ہے (۳) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا موصولہ ہے (۴) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ ہے (۵) ذا اسم اشارہ اور مَا زائدہ ہے (۶) مَا استفہامیہ اور ذَا زائدہ ہے۔

مَاذَا۔ کیا۔ مَاذَا تَفْعَلُ تو کیا کر رہا ہے۔ لِمَاذَا جِئْتَ تو کیسے آیا۔ کس لئے آیا

= یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۔ (۲: ۲۱۹) تم سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔

یہاں آیۃ میں ذَا بمعنی اَلَّذِیْ آیا ہے۔

= مَا تُغْنِیْ۔ مَا نافیہ ہے۔

= اَلنُّذُرُ۔ نذیر کی جمع ہے ڈرانیوالے۔ یعنی رسول۔ پیغمبران۔ اور اگر النُّذُرُ بمعنی مصدر ہو تو بمعنی اِنْذَار (ڈرانا۔ تنبیہ کرنا) یعنی جو لوگ ایمان لانا ہی نہیں چاہتے ان کو (اللہ کی) آیات اور رسول (یا اس کی تنبیہیں) کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتے۔

۱۰: ۱۰۲ = فَهَلْ یَنْتَظِرُوْنَ ۔ میں هَلْ نافیہ ہے۔

= اَیَّامِ ۔ یَوْمٌ کی جمع ہے۔ دن۔ وقت کے علاوہ یہ لفظ عذاب اور نعمت دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

والعرب تسمی العذاب ایامًا والنعم ایامًا۔ لقولہ تعالیٰ وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ ۔ (۱۴: ۵) عرب عذاب کو بھی ایام کہتے ہیں۔ اور نعمت کو بھی ایام کہتے ہیں جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے وَذَكِّرْهُمْ بِاَیّٰمِ اللّٰهِ ۔ اور انہیں یاد دلاؤ اللہ کی نعمتیں۔

یا اَیَّام سے مراد وقائع۔ واقعات بھی مراد ہو سکتا ہے جیسے عرب پہلے واقعات کو اَیَّامُ العرب کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت ہذا میں ایام الذین خلوا من قبلھم سے مراد ہے ان لوگوں کے واقعات و حالات جو ان سے قبل گذر چکے ہیں (یعنی جب اتمام حجت اور حق کے روز روشن کی طرح ظاہر ہو جانے پر بھی وہ نافرمانی اور سرکشی سے باز نہ آئے تو ان پر مختلف طریقوں سے اللہ کا عذاب نازل ہوا۔

۱۰: ۱۰۳ ثُمَّ ۔ پھر (اس وقت)

= نُنَجِّیْ ۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) تَنْجِیَةٌ ۔ مصدر۔ ہم بچا لیتے ہیں۔

= كَذٰلِكَ ۔ بے شک ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہی اللہ کا دستور ہے۔

نُنْجِ ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ ۔ مصدر (باب افعال) اصل میں نُنْجِیْ تھا۔ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ہم پر یہ حق ہے کہ ہم مومنوں کو بچالیں۔

۱۰:۱۰۴ = يَتَوَفّٰكُمْ - مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّيٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ (جو) تمہاری جانیں لے لیتا ہے۔ تمہیں موت دیتا ہے۔

۱۰:۱۰۵ = حَنِيْفًا بروزن فَعِيْلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ حنیف کہلاتا ہے۔

حَنِيْفًا - اَلدِّيْنِ - کا حال بھی ہو سکتا ہے اور اَلْوَجْهُ کا بھی۔

پہلی صورت میں معنی۔ دوسرے ادیان سے بچ کر اس دین کو اختیار کروں۔ دوسری صورت میں معنی۔ تمام ادیانِ باطلہ سے منہ موڑ کر پوری استقامت کے ساتھ دین اختیار کروں۔

۱۰:۱۰۶ = لَا تَدْعُ - فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ آخر سے واؤ حرف علت محذوف ہے۔ تو مت پکار۔ تو مت عبادت کر۔

۱۰:۱۰۷ = يَمْسَسْكَ - مَسَّ يَمَسُّ (باب سَمِعَ) مَسٌّ وَمَسِيْسٌ کسی کو ہاتھ سے چھونا کسی کو تکلیف پہنچا۔ مَسٌّ ب پہنچانا۔ (متعدی) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ - اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے۔

= لَا كَاشِفَ - اسم فاعل مفرد مذکر۔ كَاشِفُوْنَ جمع۔ کوئی تکلیف کو رفع کرنے والا نہیں۔ كَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا (باب ضَرَبَ) باب سَمِعَ سے لازم ہے۔ بمعنی شکست کھانا

= رَآدَّ - ردّ کرنے والا۔ پھیرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ روکنے والا۔ رَدٌّ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= يُصِيْبُ بِهٖ - پہنچاتا ہے۔ عطا کرتا ہے۔ بِهٖ میں ضمیر کا مرجع فضل ہے۔ یعنی جس کو چاہتا ہے فضل عطا کرتا ہے۔

۱۰:۱۰۸ = وَكِيْلٍ - ذمہ دار۔ ضامن۔

۱۰:۱۰۹ = يَحْكُمُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ فیصلہ کرتا ہے۔ وہ فیصلہ کرے۔

(١١) سورہ هُــوْد مَكِّيَّةٌ (٥٢)

١١: ١ == الۤرٰ ۔ حروف مقطعات ۔ ملاحظہ ہو۔
== كِتٰبٌ ۔ ای هو كِتٰبٌ ۔ کتاب خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ۔ یہ وہ کتاب ہے
== اُحْكِمَتْ ۔ ماضی مجہول ۔ واحد مؤنث غائب اِحْكَامٌ سے ۔ جس کے معنی مضبوط اور محکم کرنے کے ہیں ۔ یوں پختہ اور استوار کرنا کہ اس میں کسی خلل اور نقص کا گمان تک نہ رہے ۔ بمعنی مضبوط اور مستحکم بنادی گئی ہیں ۔
== فُصِّلَتْ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْصِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) سے کھول کر بیان کی گئی ہیں ۔
== لَدُنْ ۔ ظرف مکان ہے ۔ بمعنی طرف، پاس، عموماً اس سے پہلے مِنْ حرف جار آتا ہے جیسے قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا (١٨: ٧٦) تم کو میری طرف سے (اپنے ساتھ نہ رکھنے کا) عذر حاصل ہوگا ۔ رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۔ (١٨: ١٠) اے ہمارے رب ہم پر اپنے ہاں سے رحمت نازل فرما۔
وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (١٨: ٦٥) ہم نے اسے اپنے پاس سے علم بخشا تھا۔
مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۔ بڑے دانا اور باخبر (خدا) کی طرف سے
١١: ٢ == اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ط یہ مفعول لہٗ ہے ہر دو فعل اُحْكِمَتْ وَفُصِّلَتْ کا ۔ بمعنی اس کی آیات کو محکم اور مضبوط بنایا گیا ہے ۔ اور ان کو مکمل وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے ۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ۔ یا یہ کلام ماقبل سے منقطع ہے اور یہاں سے الگ کلام ہے ۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ۔
تقدیر کلام یوں ہے قل لهم یا محمد الا تعبدوا الا اللّٰہ۔
١١: ٣ == تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۔ اس کی طرف لوٹو ۔ ای ارجعوا الیه بالطاعة والعبادة ۔ اس کی

اطاعت و عبادت کو حرزِجان بناکر اس کی طرف متوجہ ہوجاؤ

= یُمَتِّعۡکُمۡ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو بہرہ اندوز کریگا۔ (باب تفعیل) مَتَاعًا حَسَنًا۔ اچھا مال ومتاع۔ خوشگوار نعمتیں۔

= ذِیۡ فَضۡلٍ۔ زیادہ نیکی کرنے والا۔ مَنۡ کَانَ لہ فضل فی العمل۔ جو زیادہ عملِ (نیک) کرے گا۔ فَضۡلَہٗ۔ عطاءہٗ۔ جزاءہ۔ یعنی اسی قدر اس کی جزاء اور عطا میں اضافہ ہوگا

= یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ۔ یوم القیامۃ

۱۱:۵ = یَثۡنُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ثَنٰی یَثۡنِیۡ (باب ضرب، ثَنۡیٌ ...... الشَّیۡءَ۔ موڑنا۔ لپیٹنا۔ تہ کرنا۔ ثَنٰی صَدۡرَہٗ۔ اس نے اپنے دل میں دشمنی چھپائے رکھی جب اس کا صلہ عَنۡ ہو تو معنی موڑنا۔ پھیرنا۔ رد کنا ہوتا ہے۔

اور جب اس کا صلہ عَلٰی ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے کسی چیز کو کسی چیز پر لپیٹنا تاکہ وہ چھپ جائے۔ یَثۡنُوۡنَ۔ وہ دوہرا کئے دیتے ہیں (اپنے کفر وعداوت کو چھپانے کے لئے)

= لِیَسۡتَخۡفُوۡا۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسۡتِخۡفَاءٌ (اِسۡتِفۡعَالٌ) سے۔ کہ وہ آڑ کرلیں پردہ کرلیں۔ چھپالیں۔ اصل میں یَسۡتَخۡفُوۡنَ تھا۔ لام تعلیل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔

= مِنۡہُ۔ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے۔

= یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَھُمۡ۔ مضارع جمع مذکر غائب ثِیَابَھُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ اِسۡتِغۡشَاءٌ مصدر (باب استفعال) وہ اوڑھتے ہیں۔ یَتَغَطَّوۡنَ بِھَا مُبَالَغَۃً فِی الۡاِسۡتِخۡفَاءِ۔ کپڑوں کو خوب اوڑھ لیتے ہیں اپنے آپ کو مزید چھپانے کے لئے۔

اَلَا حِیۡنَ یَسۡتَغۡشُوۡنَ ثِیَابَھُمۡ یَعۡلَمُ مَا یُسِرُّوۡنَ وَمَا یُعۡلِنُوۡنَ ہ

خبردار (یاد رکھو) جب یہ کپڑوں سے اپنے آپ کو ڈھانپ لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے چھپے کو بھی جانتا ہے اور کھلے کو بھی۔

پارہ نمبر ۱۱ الحمد للہ آج مورخہ یکم ذو الحجہ بروز پیر

کو تمام ہوا۔ مطابق یکم مئی ۱۹۹۵ء

پَارَہْ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

(١٢)

هُوْد - يُوْسُفْ

وَمَامِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ

۱۱: ۶ — دَابَّةٍ - اَلدَّبُّ وَالدَّبِيْبُ - (باب ضَرَبَ) کے معنی آہستہ چلنا اور رینگنا کے ہیں - یہ لفظ حشرات الارض کے متعلق زیادہ تر استعمال ہوتا ہے یہ لفظ عرف میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغت میں ہر حیوان ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ دَابَّةٍ - ہر چلنے والا - پاؤں دھرنے والا - رینگنے والا جانور - اس کی جمع دَوَابٌّ اور مادہ دب ب ہے - دَابَّةُ الْاَرْضِ - ایک غیر معروف قسم کا جانور جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ قیامت کے قریب خروج کرے گا اور نشان لگا کر ایما نداروں اور منکروں کو ایک دوسرے سے الگ کردے گا - چنانچہ قرآن حکیم میں ہے وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ (۲۷: ۸۲) اور جب ان کے بارہ میں وعدہ (عذاب کا) پورا ہو گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا۔

= عَلَى اللّٰهِ - اللہ کے ذمہ ہے -

= مُسْتَقَرَّهَا - مضاف مضاف الیہ - مُسْتَقَرٌّ ظرف مکان اِسْتِقْرَارٌ (باب استفعال) سے بمعنی قرار - مُسْتَقَرٌّ بمعنی قرارگاہ - ٹھہرنے کی جگہ - ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع دَابَّةٍ ہے - مستقر سے مراد بعض کے نزدیک رحم مادر ہے - صاحب روح المعانی نے صلب پدر مراد لیا ہے

= مُسْتَوْدَعَهَا - اسم ظرف مکان ہے - مضاف منصوب - ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ - امانت رکھنے کی جگہ - اِيْدَاعٌ امانت رکھنا خواہ اپنے پاس یا دوسرے کے پاس اِسْتِيْدَاعٌ (اِسْتِفْعَالٌ) بطور امانت کسی کے پاس کچھ رکھنا - تَوْدِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مسافر کو الوداع کہنا - یا چھوڑ دینا - جیسے قرآن میں ہے مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ (۹۳: ۳) (اے محمد) تمہارے پروردگار نے نہ تم کو چھوڑا ہے -

آیہ ہذا میں امانت رکھنے کی جگہ سے مراد پشت پدر - قبر لیا گیا ہے - صاحب روح المعانی نے اس سے مراد موضعها فی الْاَرْحَامِ (رحم مادر) لیا ہے -

= كُلٌّ - ای كل واحد من الدواب ورزقها ومستقرها ومستودعها (ہر ذی حیات

جانور۔ اس کا رزق۔ اس کی قرار گاہ اور اس کی لطور امانت رکھے جانے کی جگہ،
= کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ لوح محفوظ۔
۱۱:۷ عَرْشُہٗ۔ عرش۔ تخت شاہی۔ جیسے وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَى الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اپنے والدین کو تخت پر بٹھایا۔ یا اَیُّکُمْ یَاْتِیْنِیْ بِعَرْشِہَا (۲۷: ۳۸) کوئی تم میں ایسا کہ ملکہ کا تخت میرے پاس لے آئے۔

اَلْعَرْشُ۔ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے قرآن حکیم میں آیا ہے وَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰى عُرُوْشِہَا (۲: ۲۵۹) اور اس کے مکان اپنی چھتوں پر گرے پڑے۔ اسی سے انگور کی بیلوں کے لئے ٹٹیاں بنانا بھی عرش کہلاتا ہے اور ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی بیلوں کو معرش کہتے ہیں۔ ان معنوں میں قرآن میں ہے۔ وَمَا کَانُوْا یَعْرِشُوْنَ (۷: ۱۳۷) جو وہ ٹٹیوں پر چڑھاتے تھے۔

عَرْشٌ بمعنی عزت۔ غلبہ۔ سلطنت بھی مستعمل ہے چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ ثُلَّ عَرْشُہٗ (فلاں کی عزت جاتی رہی)

اور جہاں تک عرش الٰہی کا تعلق ہے ہم صرف نام کی حد تک واقف ہیں۔ اور اس کی حقیقت انسان کے فہم سے بالاتر ہے وہ بادشاہ کے عرش کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں عرش باری تعالیٰ کا حامل قرار پائے گا نہ کہ محمول۔ حالانکہ ذات باری تعالیٰ اس سے بالاتر ہے کہ کوئی چیز اسے اٹھائے۔

= وَکَانَ عَرْشُہٗ عَلَى الْمَآءِ۔ یہاں جملہ معترضہ ہے جو غالباً لوگوں کے اس سوال کے جواب میں ہے کہ اگر آسمان وزمین اگر پہلے نہ تھے اور بعد میں پیدا کئے گئے تو پہلے کیا تھا؟ (تفہیم القرآن)
= لِیَبْلُوَکُمْ۔ ل۔ تعلیل کے لئے ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ یَبْلُوَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ بَلَآءٌ مصدر (باب نصر) بَلْیٌ مادہ۔ تاکہ وہ آزمائش کرے یعنی اس نے آسمان وزمین اور ان کے مابین جملہ مخلوق، ان کا حیاتی انتظام وانصرام۔ بود وباش خوراک وپوشاک، وغیرہ اس لئے پیدا کئے کہ تم کو خلیفۃ اللہ بنا کر تم کو اختیارات سونپ کر اور اخلاقی ذمہ داریاں ڈال کر آزمائش کرے کہ تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔
(تفہیم القرآن۔ روح المعانی)
= فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ۔ لفظی معنی ہیں چھ دنوں میں۔ چونکہ جس زمانہ کے متعلق اس کا استعمال ہوا سورج کی تخلیق بھی نہیں ہوئی تھی۔ لہٰذا دنوں کا لفظ عام معنوں میں نہیں لیا جا سکتا۔ عربی زبان

یہ مطلقاً وقت اور زمانہ کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ وہ زمانہ ایک دن کا ہو یا ایک سال کا۔ ایک صدی کا ہو یا ایک ہزار سال کا۔ خواہ کتنا ہی دراز کیوں نہ ہو۔ آیۃ ہذا میں سِتَّةِ اَيَّامٍ سے مراد چھ ادوار زمانہ ہیں ہر دور کی مقدار کتنی تھی۔ قرآن اور حدیث میں اس کی کوئی وضاحت نہیں ہے۔

= لَئِنْ۔ میں لام زائدہ ہے اور اِنْ حرف شرط ہے اِنْ شرطیہ پر آنے والا لام ہمیشہ زائدہ ہوتا ہے

= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔

۱۱: ۸ = اَخَّرْنَا۔ ہم روک لیں۔ ہم تاخیر کردیں۔ ماضی جمع متکلم۔ تَاخِيْرٌ (تفعیل) سے

= اُمَّةٍ۔ مدت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو۔ اسے اُمّت کہا جاتا ہے۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بناء پر ہو (جیسے امت محمدیہ) یا عصری وحدت کی وجہ سے ہو (جیسے پچھلی امتیں) امت باعتبار لفظ کے واحد ہے اور معنی کے اعتبار سے جمع ہے۔

جہاں بھی امت کے معنی مدت کے ہوں گے وہاں اس کا مضاف محذوف ہوگا۔ اور مضاف الیہ قائم مقام مضاف کے سمجھا جائے گا۔ مثلاً آیۃ موجودہ میں اصل میں یوں تھا۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى زَمَنِ اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ ۔ زَمَنَ کو حذف کرکے اُمَّةٍ کو اس کا قائم مقام سمجھا گیا۔

اُمَّتْ کے مجازی معنی طریقہ اور دین کے بھی ہیں عربی میں ہے فُلَانٌ لَا اُمَّةَ لَهٗ۔ فلاں کا کوئی دین اور مذہب نہیں ہے۔

= يَحْبِسُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب هٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ حَبْسٌ سے (باب ضَرَبَ) (کس چیز نے) اس کو روک رکھا ہے۔

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ جان لو۔ دیکھو۔ سن رکھو۔ کان کھول کر سن لو۔ حرف بسیط ہے۔ مرکب نہیں ہے۔

= مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ۔ ان سے پھیرا نہیں جا سکیگا۔ ان سے ہٹایا نہیں جا سکے گا۔ ٹالا نہیں جا سکیگا

اَلصَّرْفُ۔ کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا۔ یا کسی اور چیز سے بدل دینا یعنی جس روز وہ واقع ہوگا پھر ٹلنے کا نہیں۔

= حَاقَ۔ اَلْحُيُوْقُ۔ اَلْحَيَقَانُ (باب ضرب) کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ بَ کے ساتھ آئے تو متعدی ہوتا ہے۔ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

آیۃ ہذا وآیۃ (۴۶: ۲۶) اور جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اسی نے ان کو گھیر لیا۔
۱۱: ۹ == اَذَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِذَاقَۃٌ سے ذَوْقٌ مادہ۔ ہم چکھاتے ہیں۔ ہم نے چکھایا۔
ذَاقَ یَذُوْقُ (باب نصر) چکھنا۔
== نَزَعْنَا مِنْہُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزْعٌ مصدر۔ ہم نے اس (رحمت کو) اس سے چھین لیا۔
نَزْعٌ چھیننا۔ نکال دینا۔ چھانٹ کر نکال دینا۔
== یَئُوْسٌ۔ صیغہ صفت مشبہ۔ یَاْسٌ سے۔ ناامید۔
== کَفُوْرٌ۔ ناشکرا۔ یَئُوْسٌ کَفُوْرٌ یَائِسٌ کَافِرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغے کے صیغے ہیں
۱۱: ۱۰ == نَعْمَآءَ وہ انعام جس کا اثر پانے والے پر ظاہر ہو۔ مراد راحت وآسائش۔
== فَرِحٌ۔ وہ لذت جو مطلوب کے حاصل ہونے پر دل میں پیدا ہوتی ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ
خوش۔ اترانے والا۔ فرحت محسوس کرنے والا۔
== فَخُوْرٌ۔ مبالغہ کا صیغہ فَخْرٌ مصدر۔ بہت زیادہ فخر کرنے والا۔ شیخی خور۔ یعنی وہ اترانے
لگتا ہے کہ یہ مال ودولت کی فراوانی اور اقبال مندیاں اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ ہیں۔
۱۱: ۱۲ == لَعَلَّکَ۔ لَعَلَّ اور کَ پر مشتمل ہے۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ہے اور لَعَلَّ حرف
مشابہ بفعل ہے۔ حرف عامل ہے اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع۔
اِنَّ یا اَنَّ۔ کَاَنَّ لَیْتَ لٰکِنَّ لَعَلَّ۔ ناصب اسم اند رافع درخبر ضد ما ولا
امید وخوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے۔
(۱) امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے۔ جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ (۲۶: ۴۰) فرعون کی
قوم والوں نے کہا "ہم کو امید ہے کہ (اگر وہ جیت گئے تو) ہم جادوگروں کی پیروی کریں گے"
یہاں امید کا رجوع خود یہ کلام کرنے والوں کی طرف تھا۔
(۲) کبھی مخاطب کو امید دلانے اور امیدوار رکھنے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع
مخاطب کی طرف آتا ہے کیونکہ امید وبیم کی کیفیت مخاطب کے دل سے متعلق ہے مثلاً
لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (۲۰: ۴۴) شاید وہ غور کرلے یا ڈر جائے۔
اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہ السلام کو حکم دیا کہ فرعون کے پاس جاؤ اس سے
کہو کہ ہم اللہ کے رسول ہیں۔ اور یہ امید لے کر جاؤ کہ "شاید وہ غور کرے یا ڈر جائے۔ یہاں امید
دلانے کا تعلق حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام سے ہے۔
(۳) کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے اور نہ مخاطب سے بلکہ کسی تیسرے شخص غائب سے ہوتا ہے

جیسے فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضَ مَايُوْحٰى اِلَيْكَ (آیہ ہذا- ۱۱: ۱۲) اگر تمہارے متعلق یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید تم کچھ چیز وحی میں سے جو تمہارے پاس آتی ہے۔ چھوڑ دو" یہاں یہ امید کی کیفیت، لوگوں کے دلوں میں ہے لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ہے اور کَ ۔ لَ ۔ نَا ۔ ھُمْ اس کا اسم ۔

لَعَلَّ کا حرف جب اللہ تعالیٰ اپنے لئے استعمال کرے تو اس کے معنی میں قطعیت آجاتی ہے ۔ اس بناء پر بہت سی آیات میں لفظ کَیْ سے اس کی تفسیر کی گئی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشے کے معنی لینا صحیح نہیں ہے ۔

لَعَلَّ طمع اور اشفاق (ڈرتے ہوئے چاہنے) امید اور خوف ۔ بیم و رجاء کے معنی ظاہر کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ لَعَلَّہٗ ۔ شاید وہ ۔ لَعَلَّكَ ۔ شاید تو ۔ لَعَلَّنَا ۔ شاید ہم وغیرہ ۔

= وَضَآئِقٌ بِہٖ ۔ ضَآئِقٌ ۔ تنگ ہونے والا۔ ضَيْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اَلضِّيْقُ کے معنی تنگی کے ہیں یہ سَعَةٌ کی ضد ہے وَضَآئِقٌ بِہٖ صَدْرُكَ اس خیال سے تمہارا دل تنگ ہو۔ اس کا عطف تَارِكٌ پر ہے ۔

= وَكِيْلٌ ۔ نگہبان ۔ نگران ۔

۱۱: ۱۳ = اَمْ ۔ کیا ۔

= اِفْتَرٰىهُ ۔ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے ۔ اِفْتَرٰى يَفْتَرِىْ ۔ فَرْىٌ مادہ ۔ من گھڑت بات بنانا ۔ عجیب بات ۔ عظیم بات ۔ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹: ۲۷) تم ایک عجیب شے لائی ہو ۔ اِفْتَرٰىهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَايُوْحٰى اِلَيْكَ کی طرف راجع ہے ۔

۱۱: ۱۳ = مُفْتَرَيٰتٍ ۔ اسم مفعول جمع مؤنث ۔ خود ساختہ ۔ من گھڑت

۱۱: ۱۴ = فَاِلَّمْ اَىْ فَاِنْ لَّمْ ۔

= لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ ۔ اور اگر وہ تمہاری دعوت (برائے معاونت) قبول نہ کریں ۔ مضارع نفی جحد ۔ لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر ۔ مشرکین کی طرف راجع ہے جن کو یہ چیلنج دیا جا رہا ہے اسی طرح سے فَاعْلَمُوْا میں بھی خطاب مشرکین سے ہے ۔

= فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۔ پس کیا (اب) تم اسلام لے آؤ گے ۔

۱۵ = نُوَفِّ ۔ وَفّٰى يُوَفِّىْ تَوْفِيَةٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا ۔ نُوَفِّ اصل میں نُوَفِّیْ تھا جواب شرط ہونے کے سبب یٰ ساقط ہو گئی ۔

آیۃ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اَلدُّنْيَا ہے ۔

= لَا يُبْخَسُوْنَ ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب بَخْسٌ سے اور وہ دنیا میں گھاٹے میں نہیں رکھے جائیں گے۔ اگر ھَا ضمیر کا مرجع اعمال کا بدلہ ہے۔ تو ترجمہ ہوگا ان کے اعمال کے عوض میں کمی نہیں کی جائے گی۔

۱۱:۱۶ = حَبِطَ يَحْبَطُ (سَمِعَ) اکارت گیا۔ ضائع ہوگیا۔ مٹ گیا۔ ماضی واحد مذکر غائب
= فِيْهَا ۔ ای فِی الدُّنْیَا

۱۱:۱۷ = بَيِّنَةٍ ۔ کھلی دلیل۔ برہان قاطع۔ واضح دلالت کو بَيِّنَةٌ کہتے ہیں خواہ دلالتِ عقلیہ ہو یا محسوسہ۔

بَيِّنَةٌ سے یہاں کیا مراد ہے۔ مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔ عقلی دلیل۔ قرآن مجید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ دینِ حق۔

= اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۔ پچھلی دو آیات (۱۵:۱۶) میں ان لوگوں کا ذکر ہوا جن کی ساری تگ ودو۔ دنیاوی زندگی۔ اور اس کے لوازمات کے حصول کی خاطر تھی۔ اور اب آیۃ ہذا میں وہ لوگ مذکور ہیں جو محض رضائے الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے کوشاں ہیں۔

اس سوالیہ جملہ کا جواب محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ يُّرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا وَلَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۔ کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن اور واضح دین پر چل رہا ہے اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو محض دنیاوی زندگی اور اس کی زینت کا ہی خواہاں ہے اور جس کے لئے آخرت میں سوائے جہنم کی آگ کے کچھ بھی نہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ سے مراد بعض نے حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب مراد لئے ہیں اور جواب محذوف كَمَنْ هُوَ فِىْ ضَلَالَةٍ وَّكُفْرٍ لیا ہے

= يَتْلُوْهُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اگر یہ تِلَاوَةٌ مصدر سے ہے تو معنی ہوگا وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے اور اگر تِلْوٌ مصدر سے ہے تو اس کا مطلب: (۱) پیچھے چلتا ہے۔ وہ ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ ہر دو مصدر سے يَتْلُوْ باب نصر سے ہے۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ہے یا صرف بَيِّنَةٍ ہے۔

= شَاهِدٌ ۔ گواہ۔ حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَهَادَةٌ اور شُهُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شَاهِدٌ سے کون مراد ہے (۱) اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں

ابن عباس ۔علقمہ ۔ابراہیم نخعی ۔مجاھد ۔عکرمہ ۔ضحاک وغیرہم۔
(۲) اس سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔(حسن بصری ۔قتادہ)
(۳) اس سے مراد قرآن مجید ہے (الحسین بن الفضل)
= مِنْهُ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع یا تو اللہ ہے۔ یا القرآن۔
= اِمَامًا۔ پیشوا۔ مقتدار۔ رہنما۔ بروزن فِعَالٌ۔ اسم ہے بمعنی مَنْ یُؤْتَمُّ بِہٖ۔ یعنی جس کا قصد کیا جاتے۔ چونکہ راہنما اور مقتداء کا قصد کیا جاتا ہے غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ جس کی پیروی کی جائے وہ انسان ہو کر اس کے قول فعل کی اقتدا کریں۔ یا کتاب جس کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے نیز جمع کے موقع پر بلفظ واحد بھی مستعمل ہے۔
= اُولٰٓئِكَ۔ ای من کان علیٰ بینۃ مِنْ رَّبِّہٖ۔ اسم اشارہ جمع۔

مندرجہ بالا آیت کے الفاظ کے متعلق مختلف اقوال کی روشنی میں

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ کا ترجمہ متعدد صورتوں میں ہو سکتا ہے مثلاً۔
(۱) کیا وہ شخص (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) جو اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل کی پیروی کر رہا ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی پروردگار کی طرف سے (تائید میں) آگیا ہو اور اس سے پہلے موسیٰ (علیہ السلام) کی کتاب راہنما اور رحمت کے طور پر آئی ہوئی بھی موجود ہو۔ (وہ بھی دنیا پرستوں کی طرح انکار کر سکتا ہے) ایسے لوگ تو اس پر ایمان ہی لائیں گے۔
(تفہیم القرآن۔ یہاں اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ يَتْلُوْهُ بمعدر تِلْوٌ۔ ہٗ ضمیر برائے بَيِّنَة شاہد براد قرآن مجید۔ مِنْهُ کی ضمیر ہٗ برائے پروردگار متصور ہوئی)
(۲) کیا وہ لوگ جو اپنے رب کی طرف سے ایک بیّن دلیل پر قائم ہوں۔ اور جن کے پاس خدا کی طرف سے ایک گواہ (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اسے پڑھ کر سناتا ہو (مصدر تلاوۃ سے) اور اس سے قبل موسیٰ کی کتاب بطور راہنما و رحمت بھی موجود ہو۔ وہ ان کی مانند ہو سکتے ہیں جو اس کے منکر ہیں اور دنیاوی لالچ میں گرفتار ہیں)
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ میں ہر مومن شامل ہے جیسا کہ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ سے ظاہر ہے۔ اور بَيِّنَةٍ سے مراد قرآن حکیم ہے۔ شاہد سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
(مولانا محمد علی)

(۳) پھر دیکھو جو لوگ اپنے پروردگار کی جانب سے ایک روشن دلیل رکھتے ہوں (یعنی وجدان وعقل کا فیصلہ) اور اس کے ساتھ ہی ایک گواہ بھی اس کی طرف سے آگیا ہو (یعنی اللہ کی وحی) ......
(ترجمان القرآن) وغیرہم۔
= یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ اور یَکْفُرُوْنَ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن المجید ہے۔
= اَلْاَحْزَابِ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع ہے۔
= مَوْعِدُہٗ۔ اسم ظرف مکان۔ وَعْدٌ۔ مصدر۔ وعدہ کی جگہ۔ ٹھکانہ۔
= لَا تَکُ۔ تَکُ اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ لا نہی کے عمل سے واؤ اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا۔ لَا تَکُنْ رہ گیا۔ خلاف قیاس نون کو حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔ لَا تَکُ رہ گیا۔ تو نہ ہو تو مت ہو۔

۱۱: ۱۸ = یُعْرَضُوْنَ عَلٰی۔ پیش کئے جائیں گے۔ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب عَرَضَ الشَّیْءَ بِفُلَانٍ کسی چیز کو کسی کے پیش کرنا عَرَضَ الشَّیْءَ عَلَیْہِ کوئی چیز کسی کو دکھلانا یا پیش کرنا۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲: ۳۱) پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا۔ اور یَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ (۴۶: ۲۰) اور جس روز کافر دوزخ کے سامنے کئے جائیں گے۔
= اَلْاَشْھَادُ۔ گواہی دینے والے۔ گواہ۔ شَاھِدٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع اَصْحَابٌ ہے یا شَھِیْدٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِیْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے۔ یہاں اَشْھَادٌ سے مراد وہ ملائکہ ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ یا اس سے مراد رسول اور پیغمبر اور انبیاء ہیں یا اس سے مراد جملہ خلائق ہیں۔

۱۱: ۱۹ = یَصُدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدٌّ۔ مصدر۔ (باب نَصَرَ) روکتے ہیں
= یَبْغُوْنَھَا۔ بَغْیٌ سے مضارع جمع مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ وہ اس کو چاہتے ہیں۔ اس کا مرجع دین الٰہی ہے جس کو سَبِیْلِ اللّٰہِ سے تعبیر کیا گیا ہے مطلب ہوا کہ وہ دین الٰہی کو حق سے پھرا ہوا چاہتے ہیں۔
یا اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنوں کو ٹیڑھے راستے پر لے جانے کے خواہشمند ہیں
= عِوَجًا۔ ٹیڑھا۔ کج۔

۱۱: ۲۰ مُعْجِزِیْنَ۔ عَجْزٌ کے اصلی معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا۔ یا اس کا حاصل ہونا ایسے

وقت میں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے رہ جانے کی بولا جاتا ہے قرآن میں آیا ہے وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ (۴۲: ۳۱) اور تم زمین میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ یعنی جسے وہ چاہے وہ کرنے سے تم اسے قاصر نہیں کر سکتے

= يُضٰعَفُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب مُضٰعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ بڑھا دیا جائے گا۔ دوگنا کر دیا جائے گا۔

= خَسِرُوْٓا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ فعل لازم۔ نقصان اٹھانا۔ گمراہ ہونا۔ ہلاک ہونا۔ (باب سَمِعَ) خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ۔ انہوں نے خود نقصان اٹھایا۔

= ضَلَّ عَنْهُمْ ۔ ان کو چھوڑ گئے۔ ان سے گم ہو گئے (یعنی وہ جھوٹے بت جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ اور جو اپنے معبودانِ باطل سے انہوں نے موہوم امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب کہیں بھی نظر نہ آئیں)

۱۱: ۲۲ = لَاجَرَمَ ۔ یقیناً اور حقًّا کا ہم معنٰی ہے اور بعض کے نزدیک لَاجَرَمَ کا معنٰی ہے لَاضِدَّ وَلَامَنْعَ ۔ کوئی رد کاوٹ نہیں۔ کوئی ممانعت نہیں۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

لَاجَرَمَ وَلَاجُرْمَ ۔ یعنی ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔ یہی قسم کے معنٰی دیتا ہے اور کہتے ہیں کہ لَاجَرَمَ لَاَفْعَلَنَّ ۔ قسم خدا کی میں ایسا ضرور کروں گا۔

بعض کے نزدیک لَا زائدہ ہے جَرَمَ فعل متعدی ہے اور کَسَبَ کے معنی میں ہے بعض نے فعل لازمی بنا کر وَجَبَ کے معنی میں لیا ہے بعض نے لَاجَرَمَ کو مرکب بنایا ہے حَقًّا کے معنی میں

= اَلْاَخْسَرُوْنَ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان پانے والے۔ گھاٹا پانے والے۔ خَسَارَةٌ وَخُسْرَانٌ مصدر۔ اَخْسَرُ کی جمع ہے۔

۱۱: ۲۳ = اَخْبَتُوْٓا ۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ جھکے۔ انہوں نے عاجزی کی۔

اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی تواضع۔ اور خشوع وخضوع کے ہیں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اَخْبَتَ الرَّجُلُ آدمی نے نشیبی اور نرم زمین کا قصد کیا یا وہاں اتر گیا۔ اس کے بعد لفظ الاخبات (افعال) نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ (۲۲: ۳۴) اور عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دو۔

آیہ ہذا میں وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

اورحضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق اس کا معنی خَافُوْا ہے قتادہؓ نے رجوع کا معنی کیا ہے
۱۱ : ۲۶ = عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ۔ یوم کی صفت الیم مجازًا کی گئی ہے کہ عذاب کا وقوع
دن ۔ (یعنی دن رات) میں ہی ہوتا ہے یعنی ایسا دن کہ جس میں دردناک عذاب ہی عذاب ہو
یوم سے مراد یوم قیامت بھی ہوسکتا ہے اور یوم طوفان بھی۔

۱۱ : ۲۷ = اَرَاذِلُنَا ۔ ہم میں سے نیچ قوم ۔ ہمارے رذیل لوگ ۔ اَرْذَلُ کی جمع جو رِذَالَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

بعض کے نزدیک یہ جمع الجمع ہے رذل کی جمع اَرْذُلُ اور اَرْذُلُ کی جمع اَرَاذِلُ ہے
= بَادِیَ الرَّاْیِ ۔ بادی النظر میں ۔ ظاہرًا ۔ سرسری نظر میں ۔
۱۱ : ۲۸ = اَرَءَیْتُمْ ۔ اَخْبِرُوْنِیْ ۔ مجھے بتاؤ تو ۔ بھلا یہ تو بتاؤ
= فَعُمِّیَتْ عَلَیْکُمْ ۔ پھر وہ پوشیدہ کردی گئی ہو تم پر (یعنی وہ تمہاری نظروں سے پوشیدہ ہو) ماضی مجہول واحد مؤنث غائب ۔ تَعْمِیَۃٌ (تفعیل) سے ۔ جس کے معنی اندھا کردینے اور چھپا دینے کے ہیں ۔
= اَنُلْزِمُکُمُوْھَا ۔ الف استفہامیہ نُلْزِمُ مضارع جمع متکلم ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول اوّل ۔ ھَا مفعول دوئم ۔ ضمیر کا مرجع الرَّحْمَۃَ ہے ۔ واؤ دو ضمیروں کے درمیان وصل کے لئے ہے ۔ کیا ہم اس کو تم پر چپٹادیں ۔ کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں ۔ (تھانوی)
اسی طرح اَسْقَیْنٰکُمُوْہُ ۔ (۱۵ : ۲۲)
= وَاَنْتُمْ لَھَا کٰرِھُوْنَ ۔ حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو ۔ جب کہ تم اس کو ناپسند کرتے ہو ۔

۱۱ - ۲۹ = یٰقَوْمِ ۔ اے میری قوم قَوْمِ اصل میں قَوْمِیْ تھا ۔
= عَلَیْہِ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ۔ تبلیغ رسالت کے لئے ہے ۔ یعنی اس تبلیغ پر میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگ رہا ۔
= طَارِدٍ ۔ طَرْدٌ سے اسم فاعل ۔ واحد مذکر حاضر ۔ ہانکنے والا ۔ تَطْرُدُ (باب نصر) ہانکنا ۔ کسی کو ذلیل وحقیر جان کر دور کردینا ۔ ہٹا دینا ۔
وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۔ یعنی میں ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں اپنے پاس سے اس واسطے دھتکارنے سے رہا ۔ جو تمہاری نظروں میں ذلیل ہیں لیکن وہ درحقیقت خداوند

تعالیٰ کے حضور شرف باریابی پانے والے ہیں۔
ایسا ہی مطالبہ کفار نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا۔ کہ جس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔
وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (الاٰیۃ ۶ : ۵۲) اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ خاص اسی کی رضا کا قصد کرتے ہوئے۔
= تَجْهَلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جہالت کرتے ہو۔ تم نادانی کرتے ہو۔
اَلْجَهْلُ ۔ جہالت۔ نادانی۔ جہالت تین قسم پر ہے۔
(۱) انسان کے ذہن کا علم سے خالی ہونا۔ اور یہی اس کے اصل معنیٰ ہیں۔
(۲) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ قطع نظر اس کے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہے یا غلط۔ جیسے قصدًا نماز ترک کر دینا۔
جاہل کا لفظ عمومًا بطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بغیر مذمت کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ آیت يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲ : ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔
وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت کئے جا رہے ہو۔
= اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ الف استفہامیہ۔ تم کیوں غور نہیں کرتے۔ تم کیوں نصیحت نہیں پکڑتے۔ تَذَكُّرٌ (تَفَعُّلٌ) سے دھیان دینا۔ نصیحت پکڑنا۔
۱۱ : ۳۱ = تَزْدَرِيْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِزْدِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے زَرْيٌ مادہ (باب افتعال میں ت کو د سے بدلا گیا ہے) تمہاری آنکھیں دیکھتی ہیں۔ (جنہیں تمہاری نظریں حقیر اور بے وقعت دیکھتی ہیں۔ یہ اصل میں تَزْدَرِيْهِمْ اَعْيُنُكُمْ تھا۔ (یعنی مفعول محذوف ہے) یعنی تم انہیں حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ زَرٰى عَلٰى ۔ کسی پر عیب لگانا۔
= لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ کہ اللہ ان کو بھلائی نہیں دیگا۔ اجر نہیں دے گا۔
= اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ای ان قلت شیئًا مِّن ذٰلك انی اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ (اگر میں کوئی ایسی بات کہوں تو میں ظالموں میں سے ہو جاؤں گا)
۱۱ : ۳۲ = جَادَلْتَنَا (باب مفاعلہ) تو نے ہم سے جھگڑا کیا۔ جَدْلٌ مادہ۔
= تَعِدُنَا ۔ تو ہمیں ڈراتا ہے۔ تو ہمیں دھمکی دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم

وعدہ کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے (توہم سے وعدہ کرتا ہے) لیکن یہاں پہلے معنی مراد ہیں۔
۱۱:۳۳ = مُعْجِزِیْنَ۔ ملاحظہ ہو (۱۱:۲۰) عاجز کر دینے والے۔
۱۱:۳۴ = یُغْوِیَکُمْ۔ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب۔ اِغْوَاءٌ (افعالٌ) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو کج راہ چھوڑ دے۔ وہ تمہیں گمراہ رکھے۔
۱۱:۳۵ = اِفْتَرٰىهُ۔ اس نے اس کو گھڑ لیا۔ اس نے اس کا افترا کیا۔ اِفْتَرٰی صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل کے فاعل جمہور کے نزدیک حضرت نوح ہیں۔ لیکن مقاتل کا قول ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بصورت اول ہٗ ضمیر سے مراد وہ کلام ہے جو حضرت نوح پر بذریعہ وحی نازل ہوا۔ اور دوسری صورت میں اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔
= اِجْرَامِیْ۔ میرے جرم کا وبال۔ ای وبال اجرامی۔
= وَاَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ۔ جو جرم تم کر رہے ہو میں اس سے بری الذمہ ہوں۔
۱۱:۳۶ = لَا تَبْتَئِسْ۔ تو غم نہ کھا۔ تو غمگین نہ ہو۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) غمگین اور رنجیدہ ہونا فعل نہی واحد مذکر حاضر۔
۱۱:۳۷ = بِاَعْیُنِنَا۔ ہماری نظروں کے سامنے۔ ہماری حفاظت اور نگرانی میں۔ وَوَحْیِنَا اور ہماری ہدایات کے مطابق۔
= وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ اور ظالموں کے بارہ میں مجھ سے درخواست نہ کریں
۱۱:۳۹ = مَنْ یَّاْتِیْهِ۔ ای اینامن یاتیہ نحن اوانتم۔ یعنی عنقریب ہی تم کو معلوم ہو جائیگا کہ عذاب کس پر آتا ہے ہم پر یا تم پر۔
= یُخْزِیْهِ۔ جو اس کو رسوا کر دے گا (جس پر نازل ہوگا) (یہ عذاب دنیا ہے)
= عَذَابٌ مُّقِیْمٌ۔ ایسا عذاب جو ہمیشہ رہیگا۔ (اور یہ عذاب آخرت ہے) مُقِیْم اِقَامَۃٌ سے اسم فاعل۔
۱۱:۴۰ = فَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب باب نَصَرَ۔ فَوْرٌ۔ فُتُوْرٌ اور فَوَرَانٌ مصادر اس نے جوش مارا۔ وہ ابل پڑا۔
= زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ۔ دو زوج۔ یعنی ایک نر اور ایک مادہ۔ زوج جوڑے کے ہر فرد کو کہتے ہیں۔ عورت کو بھی زوج کہا جاتا ہے اور مرد کو بھی۔ اس لئے جب زوجین (تثنیہ) ہوگا تو اس سے جوڑے کے دونوں فرد نر اور مادہ مراد ہوں گے۔

= اَھۡلَکَ ۔ تیرے گھر والے۔ تیرے گھر کے لوگ ، اَھۡل مضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔
جب فعل استعمال ہو تو معنی اس نے ہلاک کیا۔ اس نے غارت کیا۔ کے ہوں گے۔
= وَمَنۡ اٰمَنَ ۔ کا عطف اَھۡلَکَ پر ہے اور وہ بھی جو ایمان لائے ہوئے ہیں
اِلاَّ حرف استثناء ہے۔
مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ مِنۡیٰ ۔ مُستثنیٰ ۔
ماسوائے اُن کے جن پر پہلے ہی حکم (ان کے غارت ہونے کا) جاری ہو چکا ہے
۱۱: ۴۱ = قَالَ ۔ ای قَالَ نُوۡحٌ
= اِرۡکَبُوۡا ۔ تم سوار ہو جاؤ۔ رُکُوۡبٌ سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر۔ رُکُوۡبٌ کے اصل معنی جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں۔ لیکن یہاں کشتی پر سوار ہونے کے لئے مستعمل ہے
= فِیۡھَا ۔ ای فِی الۡفُلۡکِ
= مَجۡرٖىھَا ۔ مَجۡرِیۡ ۔ مصدر میمی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ جَرٰی یَجۡرِیۡ (باب ضَرَبَ) سے۔ اس کا پانی کی طرح ہمواری کے ساتھ رواں ہونا۔ یا مَجۡرِیۡ ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی کشتی کے چلنے کی جگہ۔ یا چلنے کا وقت =
= مُرۡسٰىھَا ۔ مُرۡسٰی مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ۔ مصدر میمی۔ اس کا ٹھہرانا اس کا جمانا۔ مادہ رَسۡوٌ ۔ رَسَا یَرۡسُوۡ (باب نصر) رَسۡوٌ کا معنی ٹھہرنا۔ جگہ پر جم جانا۔ اس سے مصدر میمی مَرۡسًا آتا ہے۔ باب افعال سے مصدر اِرۡسَاءٌ اور مصدر میمی مَرۡسًا آتا ہے ٹھہرانا جمانا۔ کشتی کا لنگر ڈالنا۔ مُرۡسٰی ۔ ظرف مکان یا ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے
اِرۡکَبُوۡا میں جو ضمیر فاعل ہے وہ ذو الحال ہے اور بِسۡمِ اللّٰہِ ...... الخ حال ہے۔
یعنی کشتی میں یہ کہتے ہوئے سوار ہو ۔ بِسۡمِ اللّٰہِ ...... الخ ۔ مَجۡرٖیۡ وَ مَرۡسٰی ظرف زمان اور ظرف مکان دونوں ہو سکتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہوں جہاں وہ چلتی ہے اور جہاں وہ رکتی ہے
بصورت ہر دو کے مصدر میمی ہونے کے مضاف (وقت) محذوف ماننا پڑے گا۔
ای وقت جریھا وارسائھا ۔ جَرٰی یَجۡرِیۡ ثلاثی مجرد ہے اور اَرۡسٰی یُرۡسِیۡ ثلاثی مزید فیہ۔
۱۱: ۴۲ = مَعۡزِلٍ ۔ اسم ظرف مکان۔ الگ جگہ۔ عَزۡلٌ مصدر الگ کر دینا۔
۱۱: ۴۳ = سَاٰوِیۡۤ ۔ اَوٰی یَاۡوِیۡ (باب ضرب) اُوِیًّا ۔ کسی جگہ نزول کرنا۔ کسی جگہ پناہ حاصل کرنا۔ اَوٰی اِلٰی کسی کے ساتھ مل جانا اور منضم ہو جانا۔ اٰوَاہُ (باب افعال) اِیۡوَاءٌ ۔ کسی کو جگہ دینا
سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا۔ اور باب افعال سے وَتُـٔوِیۡۤ اِلَیۡکَ

مَنْ تَشَآءُ (۳۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔
= یَعْصِمُنِیْ۔ عَصَمَ یَعْصِمُ۔ (باب ضَرَبَ) عِصْمَۃٌ مصدر۔ وہ مجھے بچالیگا۔
۱۱: ۴۴ = اِبْلَعِیْ۔ بَلَعَ یَبْلَعُ (فتح) امر واحد مؤنث حاضر۔ تو نگل جا۔ بَلْعٌ سے جس کے معنی نگلنے کے ہیں۔
= اَقْلِعِیْ۔ تو تھم جا۔ تو رک جا۔ (بارش سے رک جا) اِقْلَاعٌ (اِفعال) سے۔ امر واحد مؤنث حاضر۔
= غِیْضَ۔ غاضَ یَغِیْضُ غَیْضٌ۔ (باب ضَرَبَ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب پانی کو زمین میں جذب کر دیا گیا۔ پانی خشک کر دیا گیا۔ پانی اتر گیا۔
= اِسْتَوَتْ۔ اِسْتَوٰی یَسْتَوِیْ اِسْتِوَآءٌ۔ (افتعال) ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ (کشتی) ٹھہر گئی۔ جب یہ عَلٰی کے ساتھ متعدی ہو تو اس کے معنی کسی چیز پر چڑھنے۔ قرار پکڑنے اور مستوی ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہتے ہیں اِسْتَوٰی فُلَانٌ عَلٰی عَمَالَتِہٖ فلاں نے اپنا عہدہ سنبھال لیا۔ قرآن میں ہے فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِہٖ (۴۸: ۲۹) اور پھر وہ اپنی نال پر سیدھی ہو گئی۔ یا آیت ہذا میں۔ وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ اور وہ جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔
= بُعْدًا۔ بُعْد۔ دُوری۔ ہلاکت۔ لعنت۔
اَلْبُعْدُ کے معنی دوری کے ہیں۔ یہ قُرْبٌ کی ضد ہے۔ بَعِدَ (سَمِعَ) کے معنی مرنا کے ہیں۔ اور عموماً اَلْبُعْدُ ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے فرمایا کَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ (۱۱: ۹۵) جیسے ثمود تباہ ہو گئے۔
چونکہ موت و ہلاکت اور لعنت میں بھی دوری ہوتی ہے اس لئے بُعْدًا اور بَعِد کے معنی اکثر ہلاکت اور تباہی اور لعنت کے آتے ہیں۔ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ہلاکت اور بربادی ہو ظالموں کے لئے۔
= قُضِیَ الْاَمْرُ۔ قصہ تمام ہوا۔ حکم کی تعمیل ہو چکی۔ کام پورا ہو گیا۔ یعنی جنہوں نے ہلاک ہونا تھا ہلاک ہو گئے اور جنہوں نے بچایا جانا تھا بچا لئے گئے۔
۱۱: ۴۶ = اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ۔ ای اِنَّہٗ ذُوْعَمَلٍ فَاسِدٍ۔ وہ صاحب اعمال فاسدہ ہے۔ یعنی اس کے اعمال اچھے نہیں ہیں غیر صالح ہیں ذُوْ۔ کو مبالغہ کی خاطر حذف کیا گیا ہے
= فَلَا تَسْئَلْنِ اصل میں فَلَا تَسْئَلْنِیْ تھا۔ لَا تَسْئَلْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ اور ی متکلم مفعول کے لئے ہے تو مجھ سے سوال مت کر۔ مجھ سے درخواست نہ کر۔

= اَعِظُكَ - وَعَظَ يَعِظُ وَعْظٌ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں۔

۱۱: ۴۸ = اِهْبِطْ۔ تو اتر (یعنی اب کشتی سے اتر جاؤ۔ هُبُوْطٌ سے (باب ضَرَبَ) امر واحد مذکر حاضر۔

= عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ان لوگوں پر جو تیرے ساتھیوں میں سے ہیں۔ یعنی جو تیرے ساتھ ہیں۔ اُمَمٌ۔ اُمَّةٌ کی جمع ہے بمعنی جماعت

= وَاُمَمٌ۔ اُمَمٌ۔ مبتدا۔ خبر محذوف ہے تقدیر کلام:
وَمِنْهُمْ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ۔ ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو ہم مال ومتاع دیں گے۔ اپنی نعمتوں سے ان کو نوازیں گے۔

۱۱: ۴۹ = اَنْۢبَآءِ۔ خبریں۔ حقیقتیں نَبَأٌ کی جمع ہے۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأٌ کہتے ہیں۔ اور جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں کہتے۔ کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نَبَأٌ کہلانے کی مستحق نہیں۔ جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ ورسول نے بیان کیا ہو۔ اسی لئے نبی اس کو کہتے ہیں جو اللہ کی طرف سے حقیقتیں اور سچی خبریں بیان کرے
= نُوْحِيْهَآ۔ نُوْحِيْ۔ مضارع۔ جمع متکلم۔ ہم وحی کرتے ہیں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع اَنْۢبَآءِ ہے۔

۱۱-۵۰ = وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔ اس کا عطف اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (آیۃ ۲۵) پر ہے۔ گویا آیت کی تقدیر ہے وَاَرْسَلْنَا اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا۔
اَخَاهُمْ (ان کا بھائی) یعنی انہیں کے نسب کے
= مُفْتَرُوْنَ۔ جھوٹے بہتان باندھنے والے۔ اصل میں اِفْتِرَاءٌ سے مُفْتَرِيُوْنَ تھا۔ اس کا واحد مُفْتَرِيْ ہے

۱۱: ۵۲ = يُرْسِلِ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط (مکسور بالوصل) واحد مذکر غائب ہے بھیجے گا۔ اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) سے
= السَّمَآءَ۔ آسمان۔ ابر۔ بارش۔
= مِدْرَارًا۔ صیغہ مبالغہ۔ بہت برسنے والا۔
اصل میں مِدْرَارٌ۔ دَرٌّ اور دِرَّةٌ سے ہے جس کے معنی دودھ کے ہیں پھر بطور

استعارہ بارش کے لئے استعمال ہونے لگا۔
يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وہ تم پر موسلادھار بارش بھیجیگا۔ یا تم پر بار بار بارش برسانے والے بادل بھیجے گا۔ یا آسمان سے تم پر موسلادھار بارش بھیجے گا۔
= لَا تَتَوَلَّوْا۔ (جس کی طرف میں تمہیں دعوت دیتا ہوں) اس سے روگردانی نہ کرو۔ منہ نہ موڑو اعراض مت کرو۔
= مُجْرِمِيْنَ۔ ای مصرین علی ما انتم علیہ من الاجرام۔ اپنے جرموں پر اصرار کرتے ہوئے میری دعوت سے روگردانی مت کرو۔
۱۱: ۵۳ = تَارِكِيْ۔ تَارِكٌ کی جمع بحالت نصب وجر مضاف اٰلِهَتِنَا (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ۔ تَارِكِيْ اصل میں تَارِكِيْنَ تھا۔ ن بوجہ اضافت کے حذف ہوگیا (ہم) اپنے خداؤں کو چھوڑنے والے (نہیں) یعنی نہیں چھوڑیں گے۔
۱۱: ۵۴ = اِعْتَرٰىكَ۔ اِعْتَرٰى۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اِعْتَرٰى يَعْتَرِيْ (افتعال) اِعْتِرَاءٌ۔ کسی شے کی طرف قصد کرنا اور اس پر چھاجانا۔ اِعْتَرٰى (رنج والم کا) کسی پر چھاجانا۔ اِعْتَرٰىكَ۔ تجھ پر غلبہ کرلیا ہے۔ تجھ پر چھاگیا ہے۔ عرو۔ عری مادہ
= اِنْ نَّقُوْلُ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= بِسُوْٓءٍ۔ بَا تعدیہ کے لئے لایا گیا ہے۔
اِنْ نَّقُوْلُ ...... بِسُوْٓءٍ۔ ہم (کچھ) نہیں بولتے سوائے اس کے کہ ہمارے کسی خدا نے تم کو کسی خرابی میں مبتلا کردیا ہے
= اُشْهِدُ۔ اَشْهَدَ يُشْهِدُ۔ اِشْهَادٌ۔ گواہ کرنا۔ میں گواہ کرتا ہوں۔ میں گواہ بناتا ہوں
= اِشْهَدُوْا۔ تم گواہ رہو۔ شَهِدَ يَشْهَدُ (سمع) سے امر جمع مذکر حاضر۔ شَهَادَةٌ مصدر
= تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ (تشرکون پر وقف نہ کیا جائے) تم شریک ٹھہراتے ہو اس کے (خدا کے) سوا۔
= اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ میں بیزار ہوں۔ میں بری الذمہ ہوں۔ میرا کوئی سروکار نہیں۔
۱۱: ۵۵ = فَكِيْدُوْنِيْ۔ میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ میرے خلاف سازش کرلو۔ كَيْدٌ مکروفریب۔ چال۔ داؤ۔ اچھی تدبیر۔ بری تدبیر۔
(جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو بمعنی اچھی تدبیر)
= جَمِيْعًا۔ تم سب۔ یا اَنْتُمْ وَاٰلِهَتُكُمْ۔ تم اور تمہارے (جھوٹے) خدا

= لَا تُنْظِرُوْنِ۔ مجھے مہلت نہ دو ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔
۱۱: ۵۶ = ھُوَ۔ ای اللّٰہُ۔
= اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا۔ پکڑنے والا ہے اسے پیشانی کے بالوں سے۔ پکڑے ہوئے ہے اس کو اس کی چوٹی سے۔ یعنی وہ سب پر قدرت رکھتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے اس پر اپنا تصرف رکھتا ہے۔
۱۱: ۵۷ = اِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر تم روگردانی کرو۔ تَوَلَّوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تا حذف ہو گئی۔ تَوَلِّیٌ سے۔
= فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖ اِلَیْکُمْ۔ ای فان تولوا فقد ابلغتکم ما ارسلت بہ الیکم۔ اگر تم پھر روگردانی کرو تو میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں۔
= یَسْتَخْلِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب استفعال) وہ جانشین بنا دیگا۔
= حَفِیْظٌ۔ نگہبان۔ نگہداشت کرنے والا۔
۱۱: ۵۹ = جَحَدُوْا۔ انہوں نے انکار کیا۔ وہ منکر ہوئے۔
جَحْدٌ و جُحُوْدٌ سے (بابَ فَتَحَ) ماضی جمع مذکر غائب
= جَبَّارٍ۔ سرکش۔ زبردست۔ دوسرے کو مجبور کر دینے والا۔ متکبر۔ خود اختیار۔ جبّار ذات باری تعالیٰ کے لئے صفتِ مدح ہے۔ اور انسان کے لئے صفتِ ذمّ۔
= عَنِیْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ بروزن فَعِیْل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے عَنِیْدٍ۔ ضدی جو حق کو پہچانتے جانتے سے انکار کرے۔ جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرے۔ اذا ابیٰ ان یقبل الشیئَ وان عرفہ جانتے ہوئے کسی شے کو ماننے سے انکار کرے۔
۱۱: ۶۰ = اُتْبِعُوْا۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کے پیچھے لگا دیا گیا۔ ان کے پیچھے لگا دی گئی۔
= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ بربادی۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴)
= قَوْمِ ھُوْدٍ۔ (ہود کی قوم) عطف بیان۔ اپنے متبوع عاد کی وضاحت کے لئے آیا ہے یعنی وہ قوم عاد جو لعنت دارین کی مستحق ہوئی۔ قوم عاد دو قبیلوں سے منسوب ہے عادِ اولیٰ جو حضرت ہود کی قوم تھی۔ اور عاد ثانی جو عمالقی تھے۔ یہ دونوں شاخیں عاد بن عوص

ارم بن سام بن نوحؑ کی اولاد سے ہیں

۱۱:۶۱ = وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا۔ آیت ۱۱:۵۰ کی طرح اس کا عطف بھی اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ - ۱۱: ۲۵ پر ہے۔ ای وَاَرْسَلْنَا اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ط اورہم نے قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی (یعنی ان میں سے) صالح کو پیغمبر بناکر بھیجا۔

= اَنْشَاَ كُمْ۔ اَنْشَاَ يُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (اِفْعَالٌ) اس نے پیدا کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔

= اِسْتَعْمَرَ كُمْ۔ اس نے تم کو آباد کیا۔ اِسْتَعْمَرَ يَسْتَعْمِرُ اِسْتِعْمَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْعِمَارَةُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ عَمَرَ اَرْضَهٗ يَعْمُرُهَا عِمَارَةً۔ اس نے اپنی زمین آباد کی۔

قرآن مجید میں ہے وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۹: ۱۹) اور مسجد محترم (یعنی خانہ کعبہ) کو آباد کرنا۔ اور وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ (۵۲ : ۴) اور قسم ہے آباد کئے ہوئے گھر کی۔

اَلْعَمْرُ وَالْعُمُرُ۔ اس مدت کو کہتے ہیں جس میں بدن زندگی کے ساتھ آباد رہتا ہے۔

= مُجِيْبٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ نکرہ اِجَابَةٌ مصدر (باب افعال) جَوْبٌ مادہ۔ دعا قبول کرنے والا۔

۱۱:۶۲ = مَرْجُوًّا۔ اسم مفعول حالت نصب رَجْوٌ ناقص واوی۔ (باب نصر) سے اصل میں مَفْعُوْلٌ کے وزن پر مَرْجُوْوٌ تھا۔ دو واؤ اکٹھے ہوتے ایک کو دوسرے میں مدغم کیا مَرْجُوٌّ ہو گیا۔ حالت نصب میں مَرْجُوًّا۔ رَجَا يَرْجُوْا رَجَاءٌ وَرَجْوٌ۔ امیدوار رہنا۔ امید کرنا۔ خوف کرنا۔ مَرْجُوٌّ۔ وہ جس سے امیدیں وابستہ ہوں۔

(حضرت صالح کی شرافت۔ متانت۔ ذہانت وفطانت کو دیکھ کر ان کو امیدیں تھیں کہ وہ سیادت وقیادت ومشاورت میں سرمایہ قوم ثابت ہوگا اور ان کے دین سے موافقت کرکے اس کے عروج کا باعث بنیگا۔ لیکن جب انہوں نے خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کا حکم دیا۔ تو ان کی تمام امیدوں پر پانی پھر گیا)

= اَتَنْهٰنَا۔ ا الف استفہامیہ تَنْهٰی واحد مذکر حاضر نَا ضمیر جمع متکلم۔ کیا تو ہم کو منع کرتا ہے ہم کو روکتا ہے نَهْیٌ۔ (باب نصر۔ فتح۔ ضَرَبَ) روکنا۔ منع کرنا

= تَدْعُوْنَا۔ تو ہم کو بلاتا ہے۔ تو ہم کو پکارتا ہے دُعَاءٌ سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ دَعْوٌ مادہ۔

= مُرِیْبٍ۔ اسم فاعل اِرَابَۃٌ (باب افعال) رَیْبٌ مادہ۔ متردد بنادینے والا۔ تردد میں ڈالنے والا۔ بے چین کردینے والا۔

یہاں شَکٌّ کی صفت ہے فِیْ شَکٍّ مُرِیْبٍ (ہم) ایک ایسے شک میں مبتلا ہوگئے ہیں۔ جو بے چین کردینے والا ہے

۱۱: ۶۳ = اَرَءَیْتُمْ۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ بھلا یہ تو بتاؤ۔

= تَزِیْدُوْنَنِیْ۔ تم میرے لئے زیادہ کرتے ہو۔ زِیَادَۃٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع مذکر حاضر نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= تَخْسِیْرٍ (باب تفعیل) مصدر ہے زیاں کاری۔ نقصان پہنچانا۔ ہلاک کرنا (یعنی تم تو میرے نقصان میں اضافہ ہی کر رہے ہو)

= یٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً۔ یہ کفار ثمود کے مطالبہ فَاْتِ بِاٰیَۃٍ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۲۶: ۱۵۴) کے جواب میں ہے۔ اٰیَۃً بوجہ حال کے منصوب ہے،

= فَذَرُوْھَا۔ تم اس کو چھوڑ دو۔ امر۔ جمع مذکر حاضر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔

= تَاْکُلْ۔ فعل مجزوم۔ جواب طلب کی وجہ سے ہے۔

= فَیَاْخُذَکُمْ۔ میں ف حرف ناصبہ ہے جو فعل مضارع پر بتقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ جیسے زُرْنِیْ فَاُکْرِمُکَ

۱۱: ۶۵ = فَعَقَرُوْھَا۔ انہوں نے اس (اونٹنی) کی کونچیں کاٹ دیں۔

= تَمَتَّعُوْا۔ تم لطف اٹھالو۔ تم (دنیاوی مال ومتاع کا) فائدہ اٹھالو۔

۱۱: ۶۷ = اَلصَّیْحَۃُ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ۔

صَاحَ یَصِیْحُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے۔ اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

= جٰثِمِیْنَ۔ اوندھے پڑنے والے۔ زانو کے بل گرنے والے۔

جُثُوْمٌ سے جس کے معنی سینہ کے بل اوندھے منہ زمین پر پڑنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ اس کی واحد جَاثِمٌ ہے۔

۱۱: ۶۸ = لَمْ یَغْنَوْا۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ جمع مذکر غائب۔ غِنًی مصدر۔ (باب سَمِعَ) انہوں نے قیام نہیں کیا۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ غَنِیَ بِالْمَکَانِ۔ وہ مکان میں ٹھہرا۔ مَغْنٰی۔ فرودگاہ۔

کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا۔ گویا وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث

کا مرجع مِنْ دِيَارِهِمْ ہے۔
= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ ملاحظہ ہو ۱۱:۴۴ : ۱۱:۶۰۔
۱۱:۶۹ = اِبْرَاهِيْمَ۔ اى اِلٰى اِبْرَاهِيْمَ۔ منصوب لوجہ غیر منصرف ہونے کے (عجمہ اور معرفہ ہونے کی وجہ سے غیر منصرف ہے)
= بُشْرٰى۔ خوشخبری۔ ایسی خبر جس کو سن کر بشرہ (چہرہ) پر مسرت اور خوشی کے آثار نمایاں ہو جائیں
= قَالُوْا سَلٰمًا۔ سَلٰمًا کے نصب کی حسب ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) یہ بطور مصدر استعمال ہوا ہے اور اس کا فعل محذوف ہے اى نُسَلِّمُ عَلَيْكَ سَلٰمًا ہم تجھ کو سلام کہتے ہیں۔
(۲) سَلٰمًا۔ قَالُوْا کا مفعول ہے انہوں نے سلام کہا۔
= قَالَ سَلٰمٌ۔ سَلٰمٌ مبتدا ہے اس کی خبر محذوف۔ تقدیر یہ ہے سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ
= لَبِثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (سَمِعَ) وہ رہا۔ وہ ٹھہرا رہا۔ قرآن مجید میں ہے قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ (۲۳:۱۱۲) خدا تعالیٰ پوچھیگا تم کتنے برس رہے۔ مَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ۔ لفظی ترجمہ ہوگا وہ نہ ٹھہرا کہ آگیا۔ یعنی جلدی ہی آگیا۔
= حَنِيْذٍ۔ بریاں۔ تلا ہوا۔ بھونا ہوا۔ حَنْذٌ سے بروزن فعیل بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ ہے۔ جیسے حَمِيْدٌ بمعنی مَحْمُوْدٌ ہے۔
= عِجْلٍ۔ بچھڑا۔ گائے کا بچہ۔
۱۱:۷۰ اِلَيْهِ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عِجْلٌ
= نَكِرَهُمْ۔ اَلْاِنْكَارُ۔ عِرْفَانٌ کی ضد ہے اس نے نہ پہچانا۔ اس نے اجنبی خیال کیا۔ وہ ان کی طرف سے شبہ میں پڑ گیا۔ انکار عدم معرفت ہے۔ لیکن بعض اوقات، انسان جانتے ہوئے بھی انکار کر دیتا ہے۔ اسے کذب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا (۱۶:۸۳) یہ خدا کی نعمتوں سے واقف ہیں مگر واقف ہو کر انکار کرتے ہیں۔
المنکر۔ ہر اس فعل کو کہتے ہیں کہ جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے۔ یا عقل کو اس کے حسن و قبح میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۹:۲۹) اور تم اپنی مجلسوں میں ناپسندیدہ کام کرتے ہو۔
= اَوْجَسَ۔ اس نے محسوس کیا۔ اِيْجَاسٌ سے جس کے معنی دل میں محسوس کرنے اور قلب میں پوشیدہ آواز پانے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَجْسٌ مَادَّہٗ۔

اَوْجَسَ مِنْھُمْ خِیْفَۃً ۔ ان کی طرف سے دل میں ڈر محسوس کیا۔ ایک اور جگہ آیا ہے فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِہٖ خِیْفَۃً مُّوْسٰی (۲۰ : ۶۰) (اس وقت) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہ خوف اس بناء پر تھا کہ جب ان نوواردوں نے کھانے میں تامل کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کی نیت پر شبہ ہونے لگا۔ کہ کہیں یہ دشمنی کے ارادے سے تو نہیں آئے۔ کیونکہ عرب میں جب کوئی کسی کی ضیافت قبول کرنے سے انکار کرتا تو یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مہمان کی حیثیت سے نہیں آیا بلکہ قتل وغارت کی نیت سے آیا ہے۔

لیکن بعد کی تفسیر اس کی تائید نہیں کرتی۔ بلکہ اندازِ کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھنے سے ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام تاڑ گئے تھے کہ یہ فرشتے ہیں اور چونکہ فرشتوں کا علانیہ انسانی شکل میں آنا غیر معمولی حالات میں ہی ہوا کرتا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف جس بات کا ہوا وہ دراصل یہ تھی کہ کہیں آپ کے گھر والوں سے یا آپ کی بستی کے لوگوں سے یا خود آپ سے کوئی ایسا قصور تو نہیں ہوگیا جس پر گرفت کے لئے فرشتے اس صورت میں بھیجے گئے ہیں اگر بات وہ ہوتی جو بعض مفسرین نے سمجھی ہے تو فرشتے یوں کہتے کہ ڈرو نہیں ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ لیکن جب انہوں نے آپ کا خوف دور کرنے کے لئے کہا کہ " ہم تو قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں"، تو اس سے معلوم ہوا کہ ان کا فرشتہ ہونا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے ہی جان گئے تھے (تفہیم القرآن)

۱۱ : ۷۱ = فَضَحِکَتْ فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ ۔ حضرت سارہ کے ہنسنے کی دو وجوہ تھیں۔

(۱) جب آپ نے محسوس کیا کہ حضرت ابراہیم کی تشویش دور ہوگئی ہے اور آپ مطمئن ہوگئے ہیں تو خوشی سے ہنس پڑیں۔

(۲) عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ گویا عبارت یوں ہے فَبَشَّرْنٰھَا بِاِسْحٰقَ ..... یعقوب فَضَحِکَتْ ۔ ہم نے جب اسے اسحاق کی بشارت دی اور اسحٰق کے بعد یعقوب (علیہما السلام) کی تو وہ فرطِ مسرت سے ہنس پڑیں۔

۱۱ : ۷۲ = یٰوَیْلَتٰیٓ اصل میں یٰوَیْلَتِیْ تھا۔ افسوس یا حسرت کی آواز کھینچنے کے لئے ی کو الف سے بدل دیا گیا۔ وَیْلٌ کا لغوی معنیٰ ہلاکت ہے۔ یہاں اس سے مراد اپنے لئے بددعا کرنا نہیں محض اظہارِ حیرت وتعجب مقصود ہے۔ عورتیں اکثر اظہارِ حیرت وتعجب کے موقعہ پر ایسے کلمات بولتی ہیں ہائے میں مرگئی۔ ہائے میں مرجاؤں۔ یہ بھی ایسا ہی کلمہ ہے۔ یعنی یاعَجَبَا یاحَسْرَتَا۔

= ءَاَلِدُ۔ ءَ برائے استفہام۔ کیا میں جنوں گی۔
= عَجُوْزٌ۔ بڑھیا۔ پیرزن۔
= بَعْلِی میرا خاوند۔ بَعْلِ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ۔
= شَیْخٌ بوڑھا۔ شُیُوْخٌ جمع۔
٧٣:١١ = تَعْجَبِیْنَ۔ تو تعجب کرتی ہے
= حَمِیْدٌ۔ بروزن فعیل بمعنی مَفْعُوْل مَحْمُوْدٌ صفت مشبہ۔ ستودہ۔ تعریف کیا ہوا سراہا ہوا۔ حَمْدٌ سے۔
= مَجِیْدٌ۔ مجد یمجد مَجْدٌ کے معنی کرم وشرف اور بزرگی میں وسعت اور پہنائی کے ہیں۔ ذات باری تعالیٰ کا اس صفت کے ساتھ متصف ہونا اس کے وسعتِ فیض اور کثرتِ جود کے سبب سے ہے مَجِیْدٌ وسعت کرم کا مالک۔ وسیع الفضل۔ کثیر الخیر۔ رفیع الشان سب سے بڑھ کر بزرگ۔
٧٤:١١ = الرَّوْعُ۔ خوف۔ ڈر۔ رَاعَ یَرُوْعُ کا مصدر۔
= یُجَادِلُنَا۔ مضارع واحد مذکر۔ مُجَادَلَۃٌ وَجِدَالٌ مصدر۔ باب مفاعلۃ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وہ ہم سے (یعنی ہمارے فرشتوں سے) جھگڑا کرنے لگا۔
٧٥:١١ = اَوَّاہٌ بروزن فَعَّالٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت آہ آہ کرنے والا اپنے گناہوں پر دردسوز کی غمخواری میں۔ گڑگڑا کر کثرت سے دعائیں کرنے والا۔ رحمدل۔ کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے والا
= مُنِیْبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنَابَۃٌ مصدر (باب افعال) نَوْبٌ مادہ۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والا۔ خلوص کے ساتھ توبہ کرنے والا۔ ہر طرف سے مڑکر اللہ کی طرف لوٹنے والا۔
نَابَ یَنُوْبُ (نصر) کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ نَوْبَۃٌ کا بھی یہی معنیٰ ہے۔ نَائِبَۃٌ وہ مصیبت جو بار بار لوٹتی ہے۔
٧٦:١١ = اٰتِیْهِمْ۔ ان پر آنیوالا ہے۔ اٰتِیْ (آنیوالا) مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ اَتٰی یَاْتِیْ سے اسم فاعل۔
= غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ مَرْدُوْدٍ (مَفْعُوْل) اسم مفعول واحد مذکر۔ رَدٌّ سے باب نصر۔ ٹالا جانیوالا لوٹایا جانیوالا۔ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ۔ جو لوٹایا نہیں جائے گا۔ جو ٹالا جانیوالا نہیں۔
رد کیا گیا۔ شَیْطَانٌ مَّرْدُوْدٌ
٧٧:١١ = سِیْٓءَ بِهِمْ۔ سُوْٓءٌ سے ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ وہ دل گیر ہوا۔ غمگین ہوا۔

ـــ ضَاقَ - ضِيْقٌ سے۔ وسعت کی ضد ہے۔ وہ تنگ ہوا۔
ـــ ذَرْعًا - طاقت۔ گنجائش۔ ہاتھ کی کشادگی۔ اَلذِّرَاعُ - کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے اخیر تک کا حصہ۔ ہاتھ (لمبائی کی اصطلاح میں) ذِرَاعٌ - جمع۔ ذُرْعَانٌ وَاَذْرُعٌ۔

تفسیر الخازن میں ہے۔ " ازہری کا بیان ہے کہ، ذَرْعٌ۔ طاقت کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے ! اور اس کی اصل یوں ہے کہ اونٹ اپنی رفتار میں اگلے قدموں کو پچھلے قدموں کی وسعت کے اعتبار سے بڑھاتا ہے اور جب اس پر طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دیا جاتا ہے تو اس کی وجہ سے اس کے اگلے قدم تنگ ہو جاتے ہیں اور وہ کمزور ہو کر اپنی گردن لمبی کر دیتا ہے۔ پس ضِيْقُ الذَّرْعِ عبارت ہے ضِيْقُ الْوُسْعِ وَالطَّاقَة سے پس ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا سے معنی ہوئے کہ معاملہ کی خرابی سے رہائی کی صورت کوئی نہ مل سکی۔

علامہ بیضاویؒ لکھتے ہیں کہ، جب انسان کسی مکروہ امر سے مدافعت میں عاجز ہو جائے تو یہ الفاظ دل گرفتگی اور انقباض کے اظہار کے لئے بطور کنایہ بولے جاتے ہیں۔

عربی میں محاورہ ہے ضَاقَ بِكَذَا ذِرَاعِيْ - میں اس سے عاجز ہوں۔ پس ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا کے معنی ہوئے اس نے اپنے آپ کو ان کے سامنے بے بس پایا۔

ـــ يَوْمٌ عَصِيْبٌ - عَصِيْبٌ - سخت۔ بھاری۔ عَصْبٌ سے۔ جس کے معنی سخت کس کر باندھنے اور گھیر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِيْلٌ - صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ يَوْمٌ عَصِيْبٌ سخت دن۔ سخت بھاری دن۔

۱۱: ۷۸ ـــ يُهْرَعُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اِهْرَاعٌ مصدر۔ اِفْعَالٌ۔ تیز دوڑتے ہوئے مجہول کا صیغہ سرعت اور شدت جذبات کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ تیزی اور سرعت حضرت لوطؑ کے گھر کی طرف دوڑے جیسے انہیں کوئی بیرونی طاقت مجبور کر رہی ہے اور وہ اٹھے جا رہے ہیں۔

یہ مجبوری کا مفہوم اس آیۃ میں بھی ہے فَهُمْ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (۳۷: ۷۰) سو وہ بھی ان کے نقش قدم پر تیزی سے اندھا دھند چل پڑے (یعنی ان کے شوق و رغبت کی یہ شدت تھی کہ انہوں نے دلیل صحیح کی پیروی چھوڑ کر اندھی تقلید شروع کر دی گویا مجبور محض تھے)

نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۲۰ (وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ اور جادوگر بے اختیار سجدہ میں گر گئے)

ـــ بَنٰتِيْ - میری بیٹیاں۔ یعنی قوم کی عورتیں۔ (جو بیشتر قوم کے افراد سے شادی شدہ تھیں اور باقاعدہ نکاح میں تھیں) اور جو کہ ایک نبی کے لئے بمنزلہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں۔

= ھُنَّ اَطْھَرُ لَکُمْ۔ خواہش نفسانی کو پورا کرنے کے لئے وہ زیادہ پاکیزہ اور بہتر ذریعہ ہیں
= وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ۔ یعنی میرے مہمانوں کو ذلیل کر کے مجھے ذلیل نہ کرو۔
یہ لفظ خِزْیٌ سے بنا ہے بمعنی رسوائی یا خِزَایَۃٌ سے بمعنی حیاء مطلب ہوگا مجھے شرمندہ نہ کرو

۱۱:۷۹ = حَقٍّ۔ حق سے یہاں مراد حاجت۔ ضرورت۔ سروکار ہے۔ ای لیس لنا بھن حاجۃ ولا لنا فیھن شھوۃ۔ یعنی نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے اور نہ ہی ان کی خواہش۔

۱۱:۸۰ = اٰوِیْ۔ میں بیٹھوں گا۔ میں فروکش ہو جاؤں گا۔ اُوِیٌّ سے باب ضرب اوٰی اِلَی الْبَیْتِ۔ گھر میں اترا۔ ٹھکانہ لیا۔ یا پناہ لی۔ قرآن میں ہے سَاٰوِیْٓ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱:۴۳) میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔
= رُکْنٍ۔ سہارا۔ کسی چیز کی وہ جانب جس کے سہارے وہ قائم ہوتی ہے۔ استعارہ کے طور پر زور اور قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ آیۃ ہذا: اے کاش! مجھ کو تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑ سکتا۔

۱۱:۸۱ = لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْکَ یہ (لوگ) تجھ تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ ای لن یصلوا الیک بضرر ولا مکروہ۔ یعنی وہ تمہیں کوئی گزند یا تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔
= اَسْرِ۔ تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ سے جس کے معنی رات کو لے کر چلنے کے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔
قرآن مجید میں ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا (۱۷:۱) پاک ہے وہ ذات جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات۔
= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ القطع فی اٰخر اللیل۔ رات کے پچھلے حصہ میں وقیل من اوّل اللیل۔ رات کے پہلے حصہ میں۔
= لَا یَلْتَفِتْ۔ نہی واحد مذکر غائب۔ اِلْتِفَاتٌ (افتعال) مصدر۔ لَفْتٌ مادہ مڑکر نہ دیکھے
= اِلَّا امْرَاَتَکَ۔ اِلَّا۔ حرف استثناء اِمْرَاَتَکَ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنیٰ۔ اَھْلِکَ۔ مستثنیٰ منہ۔ یعنی رات کو اپنے گھر والوں کو لے کر چل پڑو ماسوائے اپنی بیوی کے (یعنی اس کو نہ لیجانا)
= مُصِیْبُھَا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اس کو پالینے والا۔ اس پر پہنچ جانے والا۔ اَصَابَ یُصِیْبُ سے۔
= مَوْعِدَھُمْ۔ مَوْعِدُ اسم ظرف زمان۔ مضاف۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ

ان کے وعدہ کا وقت

۱۱:۸۲ — سِجِّيْل - کنکر- فارسی سنگ و گِل- جو عربی میں آکر سِجِّیْل بن گیا
سِجِّیْل کا لفظ سَجْلٌ سے بناہے بمعنی جاری کرنا- دے دینا- یعنی ہر پتھر دیا ہوا یا بھیجا ہوا تھا-
یا سِجِلٌّ سے بناہے بمعنی لکھا ہوا- یعنی اللہ نے پتھروں پر لکھ دیا تھا- بعض نے کہاہے کہ سجیل اصل میں سجین تھا ن کو ل سے بدلا گیا- دوزخ کا ایک طبقہ

= مَنْضُوْدٍ- اسم مفعول - واحد مذکر- تہ بر تہ-
نَضَدْتُ الْمَتَاعَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ کے معنی ہیں سامان کو قرینے سے اوپر نیچے رکھنا- قرینے سے رکھے ہوئے سامان کو مَنْضُوْدٌ یا نَضِيْدٌ کہتے ہیں- جس تخت پر سامان جوڑ کر رکھا جائے اسے بھی نَضِيْدٌ کہتے ہیں- اس سے استعارۃً فرمایا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (۵۰: ۱۰) جن کا گابھا تہ بر تہ ہوتا ہے- یا طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۵۶: ۲۹) اور تہ بر تہ کیلوں-

۱۱:۸۳ = مُسَوَّمَةً- اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر- نشان زدہ حِجَارَةً کی صفت ہے- سِيْمَةٌ- سُوْمَةٌ و سِيْمَا- علامت- نشانی-

= هِيَ- ضمیر واحد مؤنث غائب حجارةً مُسَوَّمَةً کی طرف راجع ہے-

۱۱:۸۴ = لاتنقصوا- فعل نہی- جمع مذکر حاضر- نَقْصٌ (باب نصر) سے تم مت گھٹاؤ- تم مت کم کرو-

= اَلْمِكْيَالَ- اسم آلہ- مفرد- غلہ کو ماپنے کا پیمانہ- كَيْلٌ- مصدر- (باب ضَرَبَ) فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ- (۱۲: ۸۸) آپ ہمیں (اس کے عوض) پورا ماپ غلہ کا دیجئے-

= اَلْمِيْزَانَ- اسم آلہ- وزن کرنے کا آلہ- ترازو- مصدر- وزن کرنا (باب ضرب) جمع مَوَازِيْنَ

= اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ- میں دیکھتا ہوں تم بخیر ہو-
(۱) یعنی تم صاحب مال و دولت ہو- تمہیں ڈنڈی مارنے اور کم ماپنے یا تولنے کی کوئی وجہ نہیں ہے-
(۲) میں تم کو اچھا بھلا خوشحال پاتا ہوں لہٰذا تم اپنی مذموم حرکات اور افعال سے یہ خداداد نعمت زائل مت کرو-

= يَوْمٍ مُّحِيْطٍ- وہ دن جو مجرم کو ہر طرف سے گھیر کر اسے مجبور اور بے بس کردے گا-
عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ- اس دن کا عذاب جو ہر چیز کو گھیرنے والا ہے-
روح البیان میں ہے وصف الیوم بالاحاطۃ والمراد العذاب- مُحِيْط لفظاً یوم کی صفت ہے لیکن مراد اس سے عذاب ہے یعنی میں ڈرتا ہوں اس دن سے کہ تم پر عذاب محیط

آجائے۔

۱۱:۸۵ — اَوْفُوْا۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ)، اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ سے (وفی۔ لفیف مفروق) فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم پورا کرو۔

= وَلَا تَبْخَسُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم کم نہ دو۔ بَخْسٌ سے باب فتح۔

= وَلَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم فساد نہ کرو۔

اَلْعَیْثُ وَالْعِثِیُّ۔ سخت فساد پیدا کرنا۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو عَیْثٌ وَعُثُوٌّ کہلاتا ہے اور جس فساد کا ادراک حکمی ہو اسے عِثِیٌّ کہتے ہیں۔ عَیْثٌ وَعَثُوٌّ۔ باب نصر کے مصدر ہیں اور عِثِیٌّ وَعُثِیٌّ (باب سمع) کے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں بھی آیا ہے وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ (۲:۶۰) اور ملک میں فساد اور انتشار مت پیدا کرو۔

۱۱:۸۶ = بَقِیَّتُ اللّٰهِ۔ ای ما ابقی اللّٰه لکم من الحلال۔ حلال کی روزی اللہ جو بچت دیوے۔ (ھُوَ) خَیْرٌ لَّکُمْ (مما تاخذونه بالتطفیف) وہ بہتر ہے تمہارے لئے اس بچت سے جو تم ڈنڈی مار کر حاصل کرو۔

۱۱:۸۷ اَصَلٰوتُکَ تَاْمُرُکَ (مخول سے کہتے ہیں کیا) تمہاری نمازیں تمہیں یہی حکم دیتی ہے

= اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِیْۤ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا۔ ای او ان نترک فعلنا فی اموالنا ما نشؤ۔ (کہ ہم اپنے مالوں میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ الکشاف ذیلی نوٹ نمبر ۳)

= اِنَّکَ لَاَنْتَ الْحَلِیْمُ الرَّشِیْدُ۔ اَلْحَلِیْمُ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ اَلْحِلْمُ سے جس کے معنی ہیں نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے۔ آیت اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ (۵۲:۳۲) میں بعض کے نزدیک عقلیں مراد ہیں۔ اصل میں حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لے لیا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں اکثر مفسرین نے حَلِیْمٌ کے معنی عقل مند دانا لیا ہے گو بعض نے اس کے اصلی معنوں میں لیا ہے یعنی بردبار۔ تحمل والا۔ جو دوسروں کے گناہ اور غلطیوں کو تحمل کے ساتھ برداشت کرے۔

اَلرَّشِیْدُ۔ نیک چال۔ راست باز۔ شائستہ۔ رُشْدٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ اَلرَّشْدُ وَالرُّشْدُ۔ غَیٌّ کی ضد ہے۔ اور ہدایت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے باب نَصَرَ۔ سَمِعَ۔ دونوں سے آتا ہے۔ اس جملہ کا لفظی ترجمہ یوں ہے۔ تحقیق تو بڑا عقلمند اور راستباز

دیندار ہے۔ لیکن یہ الفاظ استہزاءً کہے گئے ہیں مراد اُن کی اِن صفات کی ضد ہے یعنی تم تو بڑے احمق اور کج راہ ہو یہ ایسے ہی ہے جیسے ہم کسی کنجوس مکھی چوس کو کہیں کہ کیا کہنے تمہاری سخاوت کے اگر حاتم طائی بھی تمہیں دیکھ لے تو تمہارے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

یا یہ کہ تم تو اچھے بھلے سمجھ دار اور دیندار آدمی ہو تم سے ایسی باتوں کی امید نہ تھی۔ کہ طعن و تشنیع کا نشانہ ہمیں ہی بناؤ۔

یا یہ کہ تم تو بردبار حلیم الطبع اور راست رو آدمی ہو جو دوسروں کی غلطیاں دیکھ کر تحمل سے کام لیتا ہے لیکن تم ہو کہ ان صفات سے متصف ہوتے ہوتے بھی ہمیں نکتہ چینی کا ہدف بناتے ہو

۱۱: ۸۸ = اَرَءَیۡتُمۡ۔ جب ہمزہ استفہام رَاَیۡتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اَرَاَیۡتَ کے معنی ہوتے ہیں اَخۡبِرۡنِیۡ لہٰذا اَرَاَیۡتُمۡ بمعنی اَخۡبِرُوۡنِیۡ ہے بھلا مجھے یہ تو بتاؤ

= مِنۡہُ۔ مِنۡ لَّدُنۡہِ۔ اپنی (خدا کی) طرف سے

= رِزۡقًا حَسَنًا۔ عمدہ روزی۔ رزقِ حلال۔ بخس اور تطفیف سے مُبَرّا یا اس سے مراد نبوت و رسالت ہے جو حضرت شعیب علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی

اَرَاَیۡتُمۡ اِنۡ کُنۡتُ عَلٰی بَیِّنَۃٍ مِّنۡ رَّبِّیۡ وَرَزَقَنِیۡ مِنۡہُ رِزۡقًا حَسَنًا۔ میں جواب شرط محذوف ہے۔ یعنی اَخۡبِرُوۡنِیۡ اِنۡ کُنۡتُ علیٰ حجۃ واضحۃ ویقین مِن ربی وکنت نبیًا علی الحقیقۃ ایصح لی ان لا اٰمرکم بترک عبادۃ الاوثان والکف عن المعاصی

بھلا بتاؤ تو سہی اگر میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح دلیل ہو اور میں سچا نبی منجانب اللہ ہوں تو کیا یہ درست ہوگا کہ میں تمہیں بت پرستی کو ترک کرنے اور گناہوں سے بچنے کے لئے نہ کہوں۔

= اُخَالِفَکُمۡ۔ مخالفۃ (باب مفاعلۃ) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے اور کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہاری مخالفت کروں۔ کہا جاتا ہے خَالَفَنِیۡ فُلَانٌ عَنۡ کَذَا جب کہ وہ اعراض کر رہا ہو اور تم اس چیز کا قصد کر رہے ہو۔ اور خَالَفَنِیۡ اِلٰی کَذَا جبکہ تم اعراض کرنے والے ہو اور وہ قصد کرنے والا ہو۔

= مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ۔ جس سے میں تم کو منع کرتا ہوں۔

مَاۤ اُرِیۡدُ اَنۡ اُخَالِفَکُمۡ اِلٰی مَاۤ اَنۡہٰکُمۡ عَنۡہُ۔ میرا یہ مقصد نہیں کہ جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں اس کا خود ارتکاب کروں۔ یعنی جس بات سے میں تم کو منع کرتا ہوں تمہیں

راہِ راست کی ترغیب دے کر اُلٹا اس بات کی طرف خود جھک جاؤں۔

= تَوْفِیْقِیْٓ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری توفیق۔ میری مقدرت۔ مجھ سے بن آنا۔ توفیق کا معنی ہے اچھے مقصد کے حصول کے لئے تمام اسباب کا مہیا کر دینا۔ یعنی میری کامیابی انحصار محض اللہ کی اعانت وتائید پر ہے۔

= اُنِیْبُ۔ اَنَابَ یُنِیْبُ (افعال) اِنَابَۃٌ۔ (نَوْبٌ مادہ) سے مضارع واحد متکلم۔ میں رجوع کرتا ہوں۔ النَّوْبُ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ ثلاثی مجرد میں باب نصر سے آتا ہے۔

۱۱:۸۹ = لَا یَجْرِمَنَّکُمْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب با نون ثقیلہ تاکید۔ جَرْمٌ مصدر باب ضرب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہرگز تم کو نہ اکسائے۔

= شِقَاقِیْٓ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری مخالفت۔ میری عداوت

شِقَاقٌ بمعنی ضد۔ مخالفت۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔

= اَنْ یُّصِیْبَکُمْ۔ مبادا کہ پہنچے تمہیں۔ اَنْ بمعنی کہ۔

یُصِیْبَ۔ واحد مذکر غائب مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (باب افعال) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کہ تم کو مصیبت پہنچے

۱۱:۹۰ = وَدُوْدٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ محبت کرنے والا۔ تواب دینے والا۔

اَلْوُدُّ۔ کے معنی ہیں کسی چیز سے محبت کرنا اور اس کے ہونے کی تمنا کرنا۔ وَدَّ یَوَدُّ (سمع) وُدٌّ وَمَوَدَّۃٌ مصدر۔

۱۱:۹۱ = مَا نَفْقَہُ۔ مضارع منفی جمع متکلم۔ ہم نہیں سمجھتے۔ فِقْہٌ۔ مصدر۔ فَقِہَ یَفْقَہُ (سمع) فِقْہٌ۔

اَلْفِقْہُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں اور یہ علم سے اخص ہے۔ قرآن میں ہے فَمَالِ ھٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا یَکَادُوْنَ یَفْقَھُوْنَ حَدِیْثًا (۴:۷۸) ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بات ہی نہیں سمجھ سکتے۔ علم الفقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے۔ فِقْہٌ سمجھ، دانش علم۔ فَقِیْہٌ۔ عقل مند۔ دانشور۔ عالم دین سمجھ دار۔

= رَھْطُکَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیری برادری۔ تیرے بھائی بند۔ رَھْطٌ بمعنی نفر۔ شخص قبیلہ۔ برادری۔ بھائی بند۔ نفر اور شخص کے معنوں میں آیا ہے تِسْعَۃُ رَھْطٍ یُّفْسِدُوْنَ (۲۷:۴۸) نو آدمی تھے جو ملک میں فساد کرتے تھے۔

برادری۔ قبیلہ۔ بھائی بند کے معنوں میں آیت ہذا۔ اور اس سے اگلی آیت (۱۱:۹۲)

يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ۔ اے میری قوم! کیا میری برادری کے لوگ تمہیں (اللہ تعالیٰ سے زیادہ عزیز ہیں ۔ اور آیت ہذا کا ترجمہ۔ اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے ۔
علامہ قرطبی لکھتے ہیں :۔ رھط خاندان کے ان افراد کو کہتے ہیں جو کسی شخص کی تقویت کا باعث ہوں اور دکھ سکھ میں اس کے شریک ہوں ۔

رھط الرجل عشیرتہ الذی یستند علیھم و یتقوی بھم ۔

= وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ۔ عزیز کے معنی محبوب ۔ غالب ۔ عزت والا۔ زبردست ۔ قوی ۔ گرامی قدر سبھی ہیں۔ عَزِيْزٌ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر عِزَّةٌ سے بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی نہ تو تو ہمارا اتنا لاڈلا ہے کہ ہم تیری زیادتیوں کو محبت کی خاطر برداشت کرتے رہیں ۔ نہ تو ہم پر اتنا غالب اور اتنا طاقتور ہے کہ ہم اپنی کمزوری کے پیش نظر چپ رہیں ۔ اور نہ تو اتنا معزز اور گرامی قدر ہے کہ ہم تیرا لحاظ کریں ۔ ہم تو محض تیری برادری کی وجہ سے تیرا لحاظ کر رہے ہیں ۔
۱۱ : ۹۲ — اَعَزُّ ۔ عِزٌّ (بمعنی عزت) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ عزت والا ۔ زیادہ طاقت ور ۔
= عَلَيْكُمْ ۔ ای عِنْدَكُمْ ۔
= اِتَّخَذْتُمُوْهُ ۔ اصل میں اِتَّخَذْتُمْ تھا۔ ضمیرہٗ کے اتصال کی بناء پر واؤ لایا گیا ہے تم نے اس کو ٹھیرایا۔ تم نے اس کو ڈال دیا ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے ۔
= وَرَآءَكُمْ ۔ وَرَآءَ۔ مصدر ہے۔ جس کا معنی آڑ ۔ حدِ فاصل ۔ کسی چیز کا آگے ہونا ۔ پیچھے ہونا ۔ علاوہ ۔ اور سوا کے ہیں ۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے ۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے ۔ وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۔ (۲ : ۹۱) اور وہ انکار کرتے ہیں اس سے جو اس کے سوا ہے ۔
نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ (۲ : ۱۰۱) اہل کتاب میں سے ایک جماعت نے کتاب اللہ کو اپنی پشت کے پیچھے ڈال دیا ۔ پھینک مارا ۔
آیت ہذا میں بھی پس پشت ڈالنے ۔ ناقابلِ لحاظ اور ناقابلِ اعتنا سمجھنے کے معنی میں آیا ہے اور آگے ہونے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا۔ (۱۸ : ۷۹) اور ان کے سامنے کی طرف) ایک بادشاہ تھا جو ہر ایک کشتی کو زبردستی چھین لیتا تھا۔
اوٹ اور آڑ کے معنوں میں آیا ہے اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (۵۹ : ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں ۔
= ظِهْرِيًّا۔ بھولا بسرا۔ فراموش شدہ ۔ پیٹھ پیچھے ڈالا ہوا۔
علامہ زمخشری لکھتے ہیں کہ۔ وَالظِّهْرِيُّ مَنْسُوْبٌ اِلَى الظَّهْرِ والکسر من تغیرات النَّسَب

ونظیرہ فی قولھم فی النسبۃ الی اَمْسِ ۔ اَمَسِیْ۔ ظِھْرِیًّا ظَھْرٌ کی طرف منسوب ہے۔ اور کسرہ نسبت کے تغیرات میں سے ہے۔ جیسے کہ اَمْسِ (کل گذشتہ) کی نسبت کرتے ہیں تو اَمِسِی بولتے ہیں۔

منتہی الارب میں ہے اِمْسِی بکسر ہمزہ منسوب است بِاَمْسِ برخلاف قیاس۔
ظِھْرِیًّا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے یہ مفعول ثانی ہے۔ اِتَّخَذْ تُمُوْہُ کی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول اوّل ہے

= مُحِیْطٌ اسم فاعل واحد مذکر اِحَاطَۃٌ مصدر حَوْطٌ مادہ باب افعال۔ ہر طرف سے گھیرے میں لے لینے والا۔

۱۱: ۹۳ = اِعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ (۱) اپنے طریقہ کے مطابق عمل کرو (۲) اپنے حدِ امکان تک کوشش کرو (۳) اپنی حالت کے مطابق کام کرو (۴) اپنی جگہ پر کام کرو۔
= اِنِّیْ عَامِلٌ۔ ای انی عامل علی مکانتی۔
= یُخْزِیْہِ۔ (جو) اس کو رسوا کرے گا۔
= اِرْتَقِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِرْتِقَابٌ مصدر باب افتعال۔ تم انتظار کرو۔
= رَقِیْبٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل۔ انتظار کرنے والا۔ منتظر۔

۱۱: ۹۴ = اَمْرُنَا۔ ہمارا حکم۔ یعنی ہمارا عذاب۔
= اَلصَّیْحَۃَ۔ چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۷
= جٰثِمِیْنَ۔ اوندھے پڑے ہوئے۔ (ملاحظہ ہو۔ ۱۱: ۶۷)

۱۱: ۹۵ = کَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْھَا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۶۸)
= بُعْدًا۔ دوری۔ ہلاکت۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۴۴۔ بَعِدَتْ۔ وہ تباہ ہوئی۔ اس پر لعنت ہوئی وہ دور ہوئی۔ (باب سمع) بَعَدٌ مصدر۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔

۱۱: ۹۶ = بِاٰیٰتِنَا۔ دھی الآیات التسع (یہ نو نشانیاں تھیں)
(۱) العصا۔ (۲) الید البیضاء (۳) الطوفان (۴) الجراد (ٹڈی)، (۵) القمّل۔ غلہ کو کھا جانے والا کیڑا (چچڑی)، (۶) الضفادع (مینڈک)، (۷) الدم (خون) (۸) النقص من الثمرات۔ (پھلوں میں کمی)، (۹) النقص من الانفس (جانوں کی تلفی)
= سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ بُرْھَانٍ مُّبِیْنٍ۔ برہان قاطع۔ حجۃ باہرہ۔ صریح دلیل۔ کھلی سند (یعنی معجزہ) مادہ سَلْطٌ (ثلاثی مجرد) یا سَلْطَنٌ (رباعی مجرد)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ قرآن مجید میں ہر ایک جگہ سُلْطٰنٍ سے حُجّت مراد ہے۔

۱۱: ۹۷ — مَلَاْئِہٖ۔ اس کے سرداروں کی جماعت۔ اَلْمَلَاُ اسم جمع معرف باللام۔ مَلْاٌ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَاٌ کہتے ہیں نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۸۷

— رَشِیْدٍ ۔ ہدایت والی راہ۔ درست۔ اور فرعون کی بات، کچھ راہ کی بات تو تھی ہی نہیں۔

نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۸۷۔

۱۱: ۹۸ — یَقْدُمُ قَوْمَہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدُوْمٌ مصدر باب نصر۔ وہ پیشوائی کریگا وہ آگے آگے ہوگا۔ اپنی قوم سے۔

= اَوْرَدَھُمْ۔ اَوْرَدَ۔ اِیْرَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اس نے پہنچایا۔ وہ لے آیا۔ اس نے لا ڈالا۔ اِیْرَادٌ کے اصل معنی گھاٹ پر لانے کے ہیں مگر بعد میں اس کا استعمال مطلق حاضر کرنے اور لے آنے کے لئے ہونے لگا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو لا ڈالیگا آتشِ (جہنم) میں۔

= الْوِرْدُ۔ اسم۔ اترنے کی جگہ۔ وارد ہونے کی جگہ۔ پانی کا گھاٹ۔ یا گھاٹ کا پانی۔ پانی کا حصہ اس کا مصدر وُرُوْدٌ ہے جس کا معنی ہے پانی کی تلاش میں جانا۔ قصد کرنا۔ پھر ہر جگہ کا قصد کرنے پر بولا جاتا ہے اور پانی پر پہنچنے والے کو وَارِدٌ کہتے ہیں اور اس کو بھی کہتے ہیں جو قافلے کے آگے جا کر پانی کی تلاش کرتا ہے اور مہیا کرتا ہے جیسے قرآن میں ہے فَاَرْسَلُوْا وَارِدَھُمْ (۱۲: ۱۹) اور انہوں نے (پانی کے لئے) اپنا سقہ بھیجا۔

= اَلْمَوْرُوْدُ۔ وِرْدٌ کی صفت ہے مفعول کے وزن پر۔ یعنی وارد ہونے کی جگہ۔ جس جگہ کا (پانی کے لئے) قصد کیا گیا ہو۔ وِرْدُ الْمَوْرُوْدِ۔ پانی کا وہ حصہ یا جگہ جسے قصدًا تلاش کر کے حاصل کیا گیا ہو۔ صاحب روح المعانی لکھتے ہیں :۔

فالورد نصیب من الماء والمورود صفتہ والمخصوص بالذم محذوفٌ وھو النار۔ ورد کا معنی ہے پانی کا حصہ۔ یہ موصوف ہے اور المَوْرُوْدِ اس کی صفت ہے اور مخصوص بالذم محذوف ہے اور وہ النار (آتشِ جہنم ہے) وِرْدُ اور مورود دونوں مل کر بِئْسَ کے فاعل ہیں

تفسیر ماجدی میں اس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے :۔ اور بری ہے وہ جگہ اترنے کی جہاں یہ اتارے جائیں گے ۔
کیا ہی برا ہے وہ گھاٹ پانی کا جہاں وہ لوگ اپنی پیاس بجھانے کیلئے لیجائے جائیں گے
۱۱: ۹۹ = اُتْبِعُوْا ۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِتْبَاعٌ (افعال) مصدر۔ ان کے پیچھے لگادیا گیا۔ ان کا پیچھا کیا جاتا رہے گا۔ (ماضی بمعنی مضارع) لَعْنَةً ۔ لعنت اور پھٹکار کے ساتھ۔ یعنی ان پر لعنت بھیجی جاتی رہیگی
= فِیْ هٰذِهٖ ۔ ای فی الدنیا
= اَلرِّفْدُ ۔ (باب نصر) کے معنی عطا اور مدد کے ہیں۔ رَفَدَ یَرْفِدُ (باب ضرب) مدد دینا ۔ عطا کرنا۔ مِرْفَدٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس میں عطیہ ڈال کر دیا جائے اسی بناء پر مِرْفَدٌ بمعنی پیالہ بھی آتا ہے ۔
= الرِّفْدُ ۔ عطیہ ۔ انعام ۔ بخشش ۔ مدد ۔ اَرْفَادٌ ۔ رُفُوْدٌ ۔ جمع ۔
= اَلْمَرْفُوْدُ ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ عطا کی گئی ۔ انعام میں دی گئی ۔
بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۔ بہت ہی برا عطیہ ہے جو انہیں دیا جائے گا۔
۱۱: ۱۰۰ = اَنْبَآءِ الْقُرٰی ۔ اَنْبَآء نَبَأٌ کی جمع ۔ خبریں ۔ حقیقتیں ۔
اَلْقُرٰی ۔ قَرْیَةٌ کی جمع ہے ۔ بستیاں ۔ دیہات ۔
= مِنْهَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القرٰی کے لئے ہے ۔
= قَآئِمٌ ۔ آباد ۔ حَصِیْدٌ ۔ حِصَادٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ کھیتی کٹی ہوئی ۔
اَلْحَصْدُ وَالْحَصَادُ ۔ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں ۔ آیت وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (۶: ۱۴۱) اور جس دن پھل توڑو اور کھیتی کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو ۔ میں وہ کھیتی مراد ہے جو اس کے صحیح وقت پر کاٹی گئی ہو ۔ لیکن آیت فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ۔ (۱۰: ۲۴) تو ہم نے کاٹ کر ایسا کر ڈالا کہ گویا وہاں کل کچھ تھا ہی نہیں ۔ میں حَصِیْدٌ سے مراد وہ کھیتی ہے جو کہ بے وقت فساد اور تباہی کی غرض سے کاٹی گئی ہو ۔ اسی طرح آیت ہذا میں بھی حَصِیْدٌ سے مراد تباہ اور برباد کردی ہوئی بستیاں ہیں
مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ : ان میں سے بعض تو قائم ہیں اور بعض کا تہس نہس ہوگیا ۔
= فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ ...... مِنْ شَیْءٍ ان کے کسی کام نہ آئے ۔ یعنی اللہ کے عذاب سے

کچھ بچت بھی نہ کر سکے۔
= لَمَّا۔ جب۔
= تَتْبِيْب۔ خسارہ میں رہنا۔ گھاٹا میں رہنا۔ تباہ و برباد کرنا۔ ہلاک کرنا۔ خسارہ۔ تباہی و بربادی ہلاکت۔ التَّبُّ وَ التَّبَابُ (ضرب) کے معنی مسلسل خسارہ میں رہنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ (۱۱۱:۱) ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں۔ (یعنی وہ ہمیشہ خسارے میں رہے)
۱۱: ۱۰۳ = فِيْ ذٰلِكَ میں اشارہ ان امتوں کے قصوں کی طرف ہے۔ جو اپنی نافرمانی اور عصیاں کی وجہ سے برباد ہو گئیں اور جن کا ذکر خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اور ذٰلِكَ يَوْمٌ میں اشارہ یوم القیامۃ کی طرف ہے۔
= لَهُ۔ اس (دن) میں مَجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ اس دن (روز قیامت) کل انسان جمع کئے جائیں گے۔
= مَشْهُوْدٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حاضر کیا گیا۔
اَلْمَشْهُوْدُ وَ الشَّهَادَةُ کے معنی کسی چیز کے مشاہدہ کرنے کے ہیں خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے ہو اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ (۱۲:۵۹) پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ لیکن اولیٰ یہ ہے کہ مَشْهُوْدٌ کے معنی صرف حاضر ہونا ہوں اور شَهَادَةٌ میں حاضر ہونے کے ساتھ مشاہدہ کا بھی اعتبار کیا جائے۔

یہاں مَشْهُوْدٌ بمعنی مَشْهُوْدٌ فِيْهِ ہے (جب کہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب يَوْمٌ کے لئے ہے) یعنی وہ دن جب تمام انسان حاضر کئے جائیں گے۔
۱۱: ۱۰۴ = وَمَا نُؤَخِّرُهٗ۔ ہم نے اس (یوم قیامت) کو ملتوی نہیں کر رکھا اِلَّا (مگر) لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ۔ ایک وعدہ کے لئے جو مقرر شدہ ہے۔
۱۱: ۱۰۵ = يَوْمَ ۔ اى اُذْكُرْ يَوْمَ ۔ یعنی بوجہ اُذْكُرْ منصوب ہے۔
= يَاْتِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ) اصل میں يَاْتِيْ تھا۔ مقام شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا کو حذف کر دیا گیا۔ فعل لازم ہے (اگر اس کے بعد مفعول پر بآ آئے تو فعل متعدی ہوتا ہے)

يَاْتِ کا فاعل کون ہے؟ اس کے متعلق صاحب الکشاف لکھتے ہیں :۔
فَاِنْ قُلْتَ فاعل یاتی ما ھو؟ قُلْتُ الله عزّوجل۔ اس صورت میں يَوْمَ يَاْتِ کا ترجمہ ہوگا۔ (یاد کرو وہ) دن جب اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہوگا۔

اور مدارک التنزیل میں ہے۔

فاعل یاْتِ ضمیر یَرْجِع الیٰ قولہ یوم مجموع لہ النَّاسُ۔ یعنی اس فعل کا فاعل وہ دن ہے جس دن تمام انسان جمع کئے جائیں گے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

(یاد کردہ) دن جب حشر کا دن آئے گا۔

= لَا تَکَلَّمُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب "وہ نہیں بولے گی۔ وہ بات نہیں کرے گی۔ تَکَلُّمٌ (تفعّل) سے۔ اصل میں تَتَکَلَّمُ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی (کوئی شخص بول نہ سکیگا)

= اِلَّا بِاِذْنِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ جیساکہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ (۷۸ : ۳۸) کوئی نہ بول سکیگا بجز اس کے کہ جس کو خدائے رحمٰن اجازت دے۔

= فَمِنْھُمْ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی ان میں سے بعض۔ مِنْ جار۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب النَّاسُ۔ کے لئے جو مَجْمُوْعٌ لَّہُ النَّاسُ میں مذکور ہے۔ یعنی اہل محشر۔ مجرور۔ جار مجرور مل کر خبر مقدم شَقِیٌّ۔ مبتدا۔ فَمِنْھُمْ شَقِیٌّ۔ ان میں سے بعض شقی ہوں گے۔

= شَقِیٌّ۔ شَقَاوَۃٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع اَشْقِیَاءُ ہے اَلشَّقَاوَۃُ بدبختی۔ یہ سعادت کی ضد ہے۔ شَقِیَ (سَمِعَ) شَقْوَۃٌ وَشَقَاوَۃٌ وَشَقَاءٌ کے معنی بدبخت ہونے کے ہیں۔ غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳ : ۱۰۶) ہم پر ہماری بدبختی غالب ہوگئی۔ یہاں آیۃ ہذا میں شَقِیٌّ سے مراد الذی وجبت لہ النار لاساءتہٖ جس کی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم اس پر واجب ہوگئی۔ اسی طرح السعید الذی وجبت لہ الجنۃ لاحسانہٖ۔ سعید وہ جس پر اس کے نیک اعمال کے سبب جنت واجب ہوگئی۔ خوش نصیب۔ خوش بخت۔ سزاوار جنت

۱۱ : ۱۰۶ — شَقُوْا۔ شَقَاوَۃٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ بدبخت ہوئے۔

= فِیْھَا۔ ای فی النار۔

= زَفِیْرٌ۔ چلّانا۔ زَفَرَ یَزْفِرُ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ زَفِیْرٌ اور شَہِیْقٌ دونوں گدھے کی آوازیں ہیں۔ قال الضحاک و المقاتل والفرّاء الزفیر اول نہیق الحمار والشہیق اخرہٗ۔ زفیر گدھے کی شروع کی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری آواز ہے۔

الخازن بغدادی لکھتے ہیں:۔

الزفیر تردید النفس فی الصدر حتی تنتفخ منہ الضلوع والشہیق

ردّ النفس الی الصدر۔ زفیر سانس کا سینہ میں اندر باہر آنا جانا ہے۔ (اس شدت سے کہ پسلیاں اس سے پھولنے لگیں۔ اور شہیق سانس کا سینہ کے اندر لے جانا ہے۔
(رد المزفیر منہ واخراجہ من الصدر) اور زفیر سانس کو کھینچ کر سینہ سے باہر نکالنا ہے۔ مراد یہ ہے کہ اہل دوزخ طرح طرح کی دردناک آوازوں میں چیختے چلاتے رہیں گے۔
= شَھِیْقٌ ۔ دھاڑنا۔ چلانا۔ مصدر ہے۔ شَہَقَ یَشْہَقُ (ضرب) گدھے کا آواز نکالنا۔ تیز باب سمع اور فتح سے بھی آتا ہے۔
۱۱: ۱۰۷ = فَعَّالٌ ۔ صیغہ مبالغہ فاعل سے۔ زبردست کام کرنے والا۔ خود مختاری سے کرنے والا
۱۱: ۱۰۸ = سُعِدُوْا ۔ سَعْدٌ سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نیک بخت بنائے گئے۔ (اباب فتح) سَعْدٌ (باب فتح) کے معنی نیک بخت کرنا۔ میں اہل لغت نے اختلاف کیا ہے۔ بعض نے آیۃ ہذا سے استدلال کرتے ہوئے ان معنوں کو جائز رکھا ہے لیکن محققین اہل لغت نے اس سے انکار کیا ہے ان کا بیان ہے کہ ان معنی میں عرب کا محاورہ اَسْعَدَہُ اللّٰہُ (اللہ اس کو نیک بخت کرے) ہے۔ اور یہ کہ سَعَادَۃٌ ۔ شَقَاوَۃٌ کی طرح لازم ہے۔
سیبویہ نے کہا ہے کہ یہ لغت قیاس سے خارج ہے۔ یا یہ باب فَعَلَ فَعَلْتُہٗ سے ہوگی یعنی لازم بھی اور متعدی بھی۔ جیسے کہ غَاضَ وہ گھٹ گیا۔ اور غِضْتُہٗ میں نے اس کو گھٹادیا۔ اسی طرح سَعَدَ وہ نیک بخت ہوا۔ اور سَعَدْتُہٗ میں نے اس کو نیک بخت کیا۔
لیکن لغت الفرائد الدریہ اور لغت المنجد میں سَعِدَ (باب سمع) اور سُعِدَ کا مصدر سَعَادَۃٌ لکھا ہے۔ بمعنی نیک بخت ہونا۔ خوش نصیب ہونا۔
صاحب روح المعانی لکھتے ہیں۔ وذکرات الفراء حکی ان ھذیلا تقول: سعدہ اللّٰہ بمعنی اسعدہ۔ یعنی قبیلہ ہذیل کے لوگ سَعَدَ کو بمعنی اَسْعَدَ بولتے ہیں یعنی بطور فعل متعدی لیتے ہیں۔
پس سُعِدُوْا (بصورت فعل مجہول) کے معنی ہوں گے۔ وہ نیک بخت بنائے گئے۔ بصورت فعل لازم۔ جو نیک بخت ہیں۔
= عَطَآءً ۔ عطا۔ بخشش۔ عطیہ۔ انعام۔ صلہ۔ اس کی جمع اَعْطِیَۃٌ اور اَعْطِیَاتٌ ہے۔ عَطَآءٌ اِعْطَاءٌ سے اسم ہے اس کی اصل عطاوٌ تھی (کیونکہ اس کا مادہ عطو ہے) مگر اہل عرب کا دستور ہے کہ جب الف کے بعد واؤ اور یاء آتے ہیں تو ان کو ہمزہ بنالیتے ہیں۔ جیسے دِکاوٌ سے دِکَاءٌ۔

عطاءً یہاں بطور مصدر استعمال ہوا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اُعْطُوْا اعطاءً اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= غَیْرَ مَجْذُوْذٍ۔ مَجْذُوْذٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ جَذٌّ مصدر۔ باب نصر۔ منقطع۔ غیر مجذوذٍ غیر منقطع۔ دوامی۔ لازوال۔

اَلْجَذُّ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ اور پتھر یا سونے کے ریزوں کو جذاذ کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں قرآن میں آیا ہے فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا (۲۱: ۵۸) پھر ان کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا۔

۱۱: ۱۰۹ = فَلَا تَكُ تو مت ہو۔ كَوْنٌ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَكُ اصل میں تَكُوْنُ تھا لا رنہی کے عمل سے واؤ حرف علت حذف ہو گیا اور نون کو خلاف قیاس حرف علت کے مشابہ مان کر کثرتِ استعمال کے سبب تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔

= مِرْيَةٍ۔ اَلْمِرْيَةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردد کرنے کے ہیں۔ اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ۔ سو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا۔ یعنی مذہب شرک شک و تذبذب کا مستحق نہیں صاف صاف قطعی انکار کے قابل ہے

= لَمُوَفُّوْهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے مُوَفُّوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر وفی ماده۔ اصل میں مُوَفِّيُوْنَ تھا۔

= غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ منقوص۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ نَقْصٌ مصدر۔ (باب نصر) کم کیا ہوا غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔ پورا پورا۔ بلا کم و کاست۔

نَقْصٌ نُقْصَانٌ۔ تَنَقَّاصٌ مصدر۔ باب نصر۔ کم ہونا۔ کم کرنا۔ (لازم و متعدی)

۱۱: ۱۱۰ = لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ۔ اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی بات طے نہ ہو چکی ہوتی۔ اس میں کلمۃ اللہ سے اس حکم ازلی کی طرف اشارہ ہے جس کی حکمت الٰہی مقتضی تھی اور یہ کہ کلمات الٰہیہ کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ان میں تغیر کی گنجائش ہوتی ہے دوسری جگہ آیا ہے۔ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ (۴۲: ۱۴) اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہی ایک وقتِ مقررہ تک کے لئے یہ بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔

یہاں کلمہ کا اشارہ عذاب الٰہی کی طرف ہے جس کا وعدہ قرآن میں کیا گیا ہے کہ منکرین کو

آخرت میں دیا جائے گا۔
= لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان فیصلہ ہو گیا ہوتا۔ تو ان کے درمیان معاملہ چکا دیا گیا ہوتا۔ یعنی ان کو اسی دنیا میں عذاب دیدیا گیا ہوتا۔
= شَكٍّ مُرِيْبٍ۔ موصوف وصفت۔ ایسا شک کہ جس میں بےچینی اور خلجان ہو۔ مُرِيْبٍ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اِرَابَةٌ (باب افعال) سے ہے رَيْبٌ مادہ۔ بےچین کرنے والا۔ متردد بنا دینے والا۔
۱۱: ۱۱۱ = كُلًّا۔ تمام۔ سارے۔ ہر ایک۔ كُلًّا کا نصب بوجہ عمل اِنَّ اور تنوین بعوض مضاف الیہ ہے۔ ای ان كل المختلفين المؤمنين والكافرين۔
= لَمَّا۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱-۱) یہ اصل میں لَمِنْ مَا تھا۔ نون کو میم سے بدلا گیا۔ لَمِمَّا ہو گیا تین میم جمع ہو گئے پہلے میم کو حذف کیا گیا۔ لَمَّا ہو گیا۔
(۲) یہ لَمَّ سے لَمَّ يَلُمُّ (باب نصر) لَمًّا مصدر ہے بمعنی جمع کرنا۔ تنوین کے عوض تخفیف کے لئے الف آگیا۔ لَمَّا ہو گیا۔ اس صورت میں معنی ہو گا۔ اِنَّ كُلًّا جَمِيْعًا۔
(ب) لَمَّا میں لام لام قسم ہے۔ مَا زائدہ ہے لَيُوَفِّيَنَّهُمْ۔ جواب قسم۔ اور تقدیر کلام یوں ہے وَاِنَّ جَمِيْعَهُمْ وَاللهِ لَيُوَفِّيَنَّهُمْ۔ خدا کی قسم ہے وہ ان سب کو ضرور پورا پورا معاوضہ دیگا پس صدیقین کو ان کی تصدیق ویقین کا بدلہ جنت ملیگا۔ اور مکذبین کو اُن کی تکذیب کے بدلہ میں جہنم ملیگی۔
ج۔ اکثر قرار نے لَمَّا کو مخفف پڑھا ہے۔ اِنْ مخفف پڑھا جائے تو اِنْ نافیہ اور لَمَّا تشدید میم کے ساتھ استثنائیہ ہو گا۔ نہیں ہے کوئی مگر تیرا رب اس کے اعمال کا بدلہ ضرور دے گا۔
= لَيُوَفِّيَنَّهُمْ۔ میں لام برائے تاکید۔ يُوَفِّيَنَّ مضارع واحد مذکر غائب میں نَّ ثقیلہ برائے تاکید۔ وَفَّى يُوَفِّي تَوْفِيَةً (تفعیل) سے وَفْيٌ مادہ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ضرور ہی ان کو پورا پورا دے گا۔
۱۱: ۱۱۲ = فَاسْتَقِمْ۔ ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے تقدیر عبارت یوں ہے لَمَّا بَيَّنَ امر المختلفين فاستقم كما اُمِرْتَ۔ جب ہر دو امر (حق و باطل) بیّن طور پر واضح ہو گئے ہیں تو ہمارے حکم کے مطابق (حق پر) قائم ہو جاؤ۔
اِسْتَقِمْ۔ تو قائم رہ۔ تو ثابت قدم رہ۔ اِسْتِقَامَةٌ سے باب افتعال سے امر واحد مذکر حاضر

= اُمِرْتَ۔ اَمَرَ سے۔ ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔ کَمَا اُمِرْتَ جیسا تجھے حکم دیا گیا۔
= وَمَنْ تَابَ مَعَكَ۔ اور جو تائب ہو کر تیرے ہمراہ ہو گئے ہیں۔
وَ حرفِ عطف تَابَ مَعَكَ کا عطف اِسْتَقِمْ پر ہے ای فاستقم انت ولیستقم من تاب من الکفر ورجع الی اللہ مُخْلِصًا۔ یعنی تو ثابت قدم رہ اور وہ لوگ بھی ثابت قدم رہیں جنہوں نے کفر سے توبہ کرکے خالص اللہ کی طرف رجوع کیا (اور آپ کے ہمراہ ہیں)
= لَا تَطْغَوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم سرکشی نہ کرو۔ تم زیادتی نہ کرو۔ طُغْیَانٌ مصدر طَغَا يَطْغُوْا۔ (باب نصر) طُغْوًا۔ طُغْوَانًا۔ طُغْیَانًا۔ حد سے گذرنا۔ طَغِیَ يَطْغٰی (باب سمع) طُغْيًا وَطُغْيَانًا۔ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا۔
۱۱:۱۱۳ = لَا تَرْكَنُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت جھکو۔ تم مت مائل ہو۔
رَكِنَ يَرْكَنُ (سمع) سے رُكُوْنٌ سے مادہ رُكْنٌ (باب نصر) سے بھی آتا ہے رُكُوْنٌ ..... اِلَيْهِ کسی کی طرف مائل ہونا۔ جھکنا۔ کسی پر بھروسہ کرنا۔ آرام لینا۔ سہارا لینا۔ اسی سورۃ میں آیا ہے لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ۔ (۱۱: ۸۰) اے کاش مجھ میں تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا میں کسی زبردست سہارے کا آسرا پکڑتا۔
= فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ فَ جواب نہی میں واقع ہے۔ یعنی ایسا مت کرو ورنہ ..... مَسَّكُمْ مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو پہنچے گی۔ تم کو چھوئے گی۔
مَسَّ يَمَسُّ (باب نصر) مَسٌّ۔ مصدر۔
= وَمَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ۔ یہ جملہ فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ کا حال ہے۔ اور حالت یہ ہوگی کہ اس وقت جب تمہیں آگ آ چھوئے گی تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہ ہوگا۔
= ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ پھر تمہاری مدد بھی نہ کی جائے گی۔
۱۱:۱۱۴ = طَرَفَیِ النَّهَارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ طَرَفَیْ اصل میں طَرَفَیْنِ تھا اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ طَرَفٌ سے تثنیہ۔ دن کے دونوں کنارے۔
= زُلَفًا۔ زُلْفَةٌ کی جمع بحالت نصب۔ بمعنی ساعت۔ منزلت۔ قربت۔ پاس۔ قریب
زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔ اور رات کی ساعتوں میں۔
= ذِكْرٰی۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت ہے
(باب نصر) سے مصدر۔ کثرتِ ذکر کے لئے ذِكْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔
۱۱:۱۱۶ = فَلَوْلَا۔ لَوْلَا کا استعمال دو طرح پر ہے۔ ایک شے کے پائے جانے سے

دوسری شے کا ممتنع ہونا۔ اس کی خبر ہمیشہ محذوف ہوتی ہے۔ اور لَوْلَا کا جواب قائمقام خبر کے ہوتا ہے جیسے لَوْلَا اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ۔ (۳۴:۳۱) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مومن ہوجاتے۔
دوئم۔ یہ اکثر هَلَّا کے معنی میں آتا ہے۔ اور اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے مثلاً لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۰:۱۳۴) تو نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہ بھیجا۔ نیز آیتہ ہذا میں فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ۔ تو کیوں نہ ہوئے تمہارے سے قبل کی امتوں میں سے (ایسے زیرک۔ سمجھدار لوگ)

= اُولُوْا بَقِيَّةٍ۔ اُولُوْا۔ (والے)۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت رفع اُولُوْا۔ اور بحالت نصب وجر اُولِيْ۔ بَقِيَّةٌ بمعنی بچی ہوئی چیز۔ باقیماندہ۔ باقی رکھا ہوا۔ بروزن فَعِيْلَةٌ بَقَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اُولُوْا بَقِيَّةٍ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی رائے باقی رہے یا اس سے مراد ارباب فضل ہیں۔ فضل کو بقیہ اس لئے کہتے ہیں کہ انسان اپنے میں سے سب سے اچھی چیز کو باقی رکھنے کا خواہشمند ہے۔ اسی لئے عربی میں فُلَانٌ مِنْ بَقِيَّةِ الْقَوْمِ اس آدمی کے لئے بولتے ہیں جو قوم میں صاحب فضل ہو یا صاحب عقل ورائے ہو۔ سب سے عمدہ ہو۔

= اِلَّا قَلِيْلًا ماسوائے چند آدمیوں کے (جن کو ہم نے نجات دی) یعنی ان قدیم امتوں میں سے چند ایک ہی ایسے تھے جو دوسروں کو فساد فی الارض سے روکتے رہے اور خود بھی بچے رہتے اور انہیں ہم نے عذاب کی گرفت سے بچالیا۔ مِنْهُمْ۔ ان قدیم امتوں میں سے۔

= اِتَّبَعَ۔ اس نے اتباع کیا۔ پیروی کی۔ پیچھے پڑے رہے۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے تَبَعٌ مادہ

= مَا اُتْرِفُوْا فِيْهِ۔ یہ جملہ اِتَّبَعَ کا مفعول ہے۔ یعنی وہ جس نازونعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے۔

اُتْرِفُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب وہ آرام دیئے گئے۔ وہ نازونعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ سے تَرَفٌ مادہ۔

اَلتُّرْفَةُ عیش وعشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرت دولت کی وجہ سے بدمست ہے قرآن مجید میں ہے وَاَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۲۳:۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= لِيُهْلِكَ۔ میں لام نفی کی تاکید کے لئے ہے

= بِظُلْمٍ۔ اگر ظلم کو مفعول کا حال لیا جائے تو معنی ہوں گے آپ کا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ہلاک کردے (محض) ان کی زیادتیوں (یا کفر وشرک) کے باعث درآں حالیکہ ان کے رہنے والے

صلح و آشتی میں لگے ہوئے ہوں۔

اور اگر ظلم کو فاعل کا حال لیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ تیرا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کردے جب کہ ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔

= وَاَھْلُھَا۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ۔

۱۱: ۱۱۸ = وَلَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ۔ لیکن وہ اختلاف کرنے والے ہمیشہ ہی رہیں گے۔

(اس سے پہلے عبارت محذوف ہے۔ جو یوں مطلب ہے۔ لیکن بعض حکمتوں کی وجہ سے اس نے ایسا نہ چاہا اب حقیقت یہ ہے کہ وہ لَا یَزَالُوْنَ مختلفین .... الخ

= وَلِذٰلِكَ خَلَقَھُمْ اور اسی لئے اس نے انہیں پیدا کیا ہے۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں

"اس جملہ کا تعلق آیت کے کس حصہ کے ساتھ ہے؟ بعض نے یہ لکھا ہے کہ اس کا تعلق اِلَّا مَارَحِمَ رَبُّكَ کے ساتھ ہے یعنی انسان کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ہمیشہ ہدایت کی راہ پر گامزن رہے۔ فقال ابن عباس و مجاھد وقتادۃ وضحاك وللرحمۃ خلقھم۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اس کا تعلق اختلاف سے ہے یعنی انسان کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کوئی راہ اختیار کرے۔ اسے کسی ایک راہ پر چلنے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ قال الحسن والمقاتل وعطاء۔ ایماء الاشارۃ للاختلاف ای للاختلاف خلقھم۔ ایک اور قول یہ بھی ہے کہ ذٰلِكَ کا مشار الیہ اختلاف اور رحمت دونوں ہیں اور واحد اسم اشارہ کا مشار الیہ دو متضاد چیزیں ہوتی رہتی ہیں، جیسے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا۔ (۱۰: ۵۸) آپ فرما دیجئے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور رحمت سے نازل ہوئی ہے پس چاہئے کہ وہ اس پر خوشی منائیں۔

علامہ قرطبی کے قول کے مطابق اہل عرب ذٰلِكَ (واحد) کو واحد تثنیہ اور جمع سب کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ یعنی اب آیت کا مطلب ہوگا کہ اہل اختلاف کو اختلاف کے لئے پیدا کیا اور اہل رحمت کو رحمت کے لئے پیدا کیا گیا۔ علامہ قرطبی کہتے ہیں ھٰذَا احسن الاقوال انشاء اللہ یہ توجیہ سب سے بہتر ہے"

۱۱: ۱۱۹ = لَاَمْلَئَنَّ۔ مضارع واحد متکلم لام تاکید اور نون ثقیلہ برائے تاکید۔ میں ضرور ضرور بھر دوں گا (جہنم کو)

۱۱: ۱۲۰ = کُلًّا۔ ای کل نبأٍ۔ یہ تمام خبریں۔ قصے۔ تنوین مضاف الیہ محذوف کے عوض ہے اور نصب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے ہے نَقُصُّ عَلَیْكَ کا۔ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مضاف الیہ

محذوف کی صفت ہے مِنْ تبعیضیہ ہے یا بیانیہ ہے۔
= مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ كُلًّا سے بدل ہے (الکشاف) عطف بیان ہے (روح المعانی)
= فِيْ هٰذِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ان قصّوں کے لئے ہے۔ جو اس سورت میں بیان ہوتے ہیں۔
= مَوْعِظَةٌ۔ پند و نصیحت۔ ذِكْرٰى۔ یاد دہانی۔ دونوں کا اَلْحَقُّ پر عطف ہے۔
۱۱:۱۲۱ = عَلٰى مَكَانَتِكُمْ۔ اپنی حد امکان تک۔ ملاحظہ ہو (۱۱: ۹۳)
= اِنَّا عٰمِلُوْنَ۔ ای انا عاملون علی مکانتنا۔

(۱۲) سُوْرَةُ يُوْسُف (۵۳)

۱۲: ۱ = الٓرٰ۔ الف لام را۔ حروف مقطعات ہیں۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۱)
= تِلْكَ۔ اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث۔ اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے اور كَ حرف خطاب ہے۔ جس کی حسب احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے۔ یہاں مراد وہ آیات ہیں جو اس سورۃ میں ہیں۔
= اَلْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔ موصوف صفت۔ واضح کتاب۔
۱۲: ۲ = اَنْزَلْنٰهُ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتاب ہے۔ مراد قرآن
= قُرْءٰنًا۔ مادہ قرء۔ اَلْقَرْءُ کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے۔ اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے۔ بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کہ دستر خوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے۔ لہٰذا قَرْءٌ نہ صرف حیض کا نام ہے اور نہ صرف طہر کا بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے

اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذاتُ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا۔ اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو اس کو بھی ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ (۲: ۲۲۸) تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں، میں ثَلٰثَةَ قُرُوْءٍ کے معنی تین مرتبہ حالت طہر سے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ قَرْءٌ کا لفظ قَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ تو انہوں نے زمانۂ طہر اور زمانۂ حیض کو جمع کرنے کے معنی کا اعتبار کیا ہے

اَلْقِرَاءَةُ کے معنی حروف وکلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قرات نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ عام ہر چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہذا اَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کی بجائے قَرَأْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے۔

اَلْقُرْاٰنُ اصل میں کُفْرَانٌ اور رُجْحَانٌ کی طرح مصدر ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ کسی نے قَرْءٌ کا معنی جمع کرنا لیا ہے قرآن سابقہ کتب الہیہ کا حاصل اور مجموعہ ہے۔ راغب نے کہا ہے کہ قرآن تمام علوم کا مجموعہ ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ یہ سورتوں کا مجموعہ ہے۔

بہرحال سب نے قرآن کی وجہ تسمیہ بیان کرنے میں جمع کا مفہوم پیش نظر رکھا ہے

پروفیسر عبدالروف نے کہا ہے کہ یہ وجہ تسمیہ غلط ہے۔ قرآن کا نام سب سے پہلے سورۂ مزمل میں آیا ہے جو ترتیب نزول کے اعتبار سے تیسری سورۃ ہے اس وقت تک نہ سورتوں کا مجموعہ تھا اور نہ کتب سابقہ کا نچوڑ اور خلاصہ۔ بلکہ قرآن کہنے کی وجہ صرف قرأت وتلاوت ہے آیت اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ (۷۵: ۱۷) سے تو ویسے بھی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرأت قرآن الگ چیز ہے۔

اور اگلی آیت فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ (۷۵: ۱۸) جب ہم اسے پڑھیں (یعنی جب ہمارا فرشتہ تمہیں وحی سنائے) تو اس کی قرأت کا اتباع کرتے رہئے۔ سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن بمعنی قرأت یا پڑھنا ہے۔

اگرچہ قرآن کے لغوی معنی متذکرہ بالا ہیں لیکن عرف عام میں یہ اللہ کی اس کتاب کا نام ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔

عَرَبِيًّا۔ عَرَبِيٌّ جو عرب کی طرف منسوب ہو۔ یا یائے نسبتی ہے عَرَبِیٌّ عرب کا باشندہ یا عرب کی زبان۔ اَلْعَرَبُ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْرَابُ عَرَبٌ کی جمع ہے۔

مگر یہ لفظ بادیہ نشین لوگوں کے ساتھ مختص ہو چکا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا (۴۹ : ۱۴) بادیہ نشین نے آکر کہا کہ ہم ایمان لے آئے۔ اَلْاَعْرَابِیُّ اَعْرَابٌ کا واحد ہے۔

اَلْاِعْرَابُ۔ کسی بات کو واضح کردینا۔ اس سے اَلْعَرَبِیُّ۔ فصیح۔ وضاحت سے بیان کرنے والا۔ یا واضح اور فصیح کلام۔ اَعْرَبَ عَنْ نَفْسِہٖ اس نے بات کو واضح بیان کردیا۔ قرآن حکیم میں آیا ہے بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ (۲۶ : ۱۹۵) صاف عربی زبان میں۔

لہٰذا قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (آیہ ہذا) قرآن واضح اور فصیح (عربی) زبان میں۔ اس کے نصب کی سندیہ ذیل وجوہات ہیں۔

(۱) قُرْاٰنًا بدل ہے اَنْزَلْنٰہُ کی ضمیر کا اور عَرَبِیًّا اس کی صفت ہے (روح المعانی)

(۲) قُرْاٰنًا حال ہے ضمیر مفعول ہٗ (اَنْزَلْنٰہُ) کا عَرَبِیًّا تمہید و تاکید حال ہے (〃 〃)

(۳) عَرَبِیًّا ضمیر کا حال ہے اور قُرْاٰنًا بطور تمہید و تاکید حال ہے (ضیاء القرآن بحوالہ قرطبی)

۱۲ : ۳ = بِمَا۔ اس کے ذریعہ سے

= اِنْ كُنْتَ۔ میں اِنْ مخففہ اِنَّ (ثقیلہ) سے ہے۔ اس کو اِنْ نافیہ سے فرق کرنے کے لئے لام فارقہ لایا گیا ہے =

= اَلْغٰفِلِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بےخبر۔ لاعلم۔ غافل

۱۲ : ۴ = اِذْ قَالَ يُوْسُفُ۔ احسن القصص سے بدل اشتمال ہے

= يُوْسُفُ بوجہ معرفہ اور عجمہ کے غیر منصرف ہے۔ عبرانی لفظ ہے۔

= يٰاَبَتِ۔ یا حرف ندا۔ اَبَتِ میں تائے تانیث۔ یائے اضافت کے عوض لائے ہیں یا اَبِیْ سے یا اَبَتِ ہو گیا۔

= رَاَيْتُهُمْ۔ میں نے ان کو دیکھا۔ رَاَيْتُ ماضی واحد متکلم۔

رَاَيْتُ۔ رُؤْيَةٌ سے بھی ہوسکتا ہے اور رُؤْيَا سے بھی۔ لیکن اگلی ہی آیت میں لفظ رُؤْيَاكَ صریحًا ظاہر کرتا ہے کہ یہ رُؤْيَا سے ہے۔ جس کے معنی ہیں خواب میں دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ رَاَيْتُهُمْ میں نے ان کو خواب میں دیکھا۔

۱۲ : ۵ = يٰبُنَيَّ۔ یا حرف ندا۔ بُنَيَّ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے۔ مضاف یَ ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث ی کو ی میں مدغم کیا گیا۔ بُنَيَّ میں تصغیر تحقیر کے لئے نہیں بلکہ شفقت اور محبت کے لئے ہے اور نحوی اسے تصغیر التحبیب کہتے ہیں اے میرے پیارے بیٹے۔

= فَيَكِيْدُوْا۔ ف سببیہ ہے فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔ يَكِيْدُوْا مضارع منصوب

بوجہ فار سببیہ یا جواب نہی میں بوجہ اضمار اَنْ (اضمار مضمر۔ پوشیدہ محذوف) مثال لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ فَیَمُوْتُوا۔ کَادَ یَکِیْدُ کَیْدًا (باب ضَرَبَ) خفیہ تدبیر کرنا۔ فَیَکِیْدُوْا لَکَ کَیْدًا۔ ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی چال ضرور چلیں گے۔

۱۲ : ۶ = کَذٰلِکَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذٰ اسم اشارہ لَ علامت اشارہ بعید۔ آخری کاف حرف خطاب (واحد مذکر) ایسے ہی۔ اسی کی طرح۔ ای مثل ذٰلک الاجتباء۔

= یَجْتَبِیْکَ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجْتِبَاءٌ افتعال۔ سے مصدر۔ جَبْیٌ مادہ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ کو منتخب کررہا ہے۔ چن رہا ہے۔ مُجْتَبٰی برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ منتخب شدہ

= اَلْاَحَادِیْثِ۔ کہانیاں۔ باتیں۔ حَدِیْثٌ کی جمع۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے۔ خواہ بذریعہ سماعت۔ خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ اس کو حدیث کہتے ہیں۔

= تَاْوِیْلٌ۔ اس کا مادہ اَوْلٌ ہے بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ اور جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے اسے مَوْئِل (جائے بازگشت) کہتے ہیں۔ پس تاویل کسی چیز کو اس غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایتِ علمی کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗٓ اِلَّا اللّٰہُ (۳:۷) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اور غایت عمل کے متعلق ہے ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ (۷ : ۵۳) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدہ عذاب کے نتائج سامنے آجائیں گے (یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے ظاہر ہوجائے گی)

تَاْوِیْلٌ۔ اصلی غایت۔ اصلی مراد۔ اصل حقیقت۔ ٹھیک ٹھیک مقصود۔

۱۲ : ۷ = فِیْ یُوْسُفَ۔ یوسف۔ بوجہ معرفہ وعجمہ غیر منصرف ہے۔ فِیْ یُوْسُفَ ای فی خبر یوسف۔ خبر (مضاف محذوف) یُوْسُفَ۔ مضاف الیہ۔

= اَلسَّآئِلِیْنَ۔ پوچھنے والے۔ جویندگانِ علم۔ طالبانِ حق۔ سوال کرنے والے۔

۱۲ : ۸ = عُصْبَۃٌ۔ عَصَبٌ سے اَلْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے۔ جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں اَلْاَعْصَابُ۔ پٹھے۔ مضبوطی کے ساتھ باندھنے کو عَصْبٌ کہتے ہیں۔ مثلاً لَاَعْصِبَنَّکُمْ عَصْبَ السَّلَمَۃِ میں تمہیں سلمہ درخت کی طرح باندھ کر چھوڑوں گا۔ فُلَانٌ شَدِیْدُ الْعَصَبِ فلاں کے جوڑ مضبوط ہیں۔ وَقَالَ ھٰذَا یَوْمٌ عَصِیْبٌ (۱۱ : ۷۷) اور بولے یہ بہت سخت دن ہے۔ عَصِیْبٌ بمعنی فاعل اور مفعول دونوں طرح مستعمل ہے۔

= اَلْعُصْبَۃُ۔ وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ اور اس طرح طاقت، اور مضبوطی کا سبب بنیں۔ دوسری جگہ قرآن میں ہے لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ۔ ایک طاقت ور جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔

وَ نَحْنُ عُصْبَۃٌ (آیت ہذا) حالانکہ ہم ایک پوری جماعت کی جماعت ہیں۔
عُصْبَۃٌ کی جمع عُصَبٌ ہے جیسے غُرْفَۃٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔

علامہ زمخشریؒ فرماتے ہیں عُصْبَۃٌ وَعِصَابَۃٌ دس اور دس سے زیادہ اشخاص کو کہتے ہیں بعض چالیس تک بتاتے ہیں ان کا یہ نام اس واسطے پڑ گیا کہ اتنے اشخاص سے سب کاموں میں قوت ہو جاتی ہے اور وقت پڑے یہ لوگ کافی سمجھے جاتے ہیں۔

۱۲: ۹ = اِطْرَحُوْہُ۔ اس کو پھینک دو۔ اس کو دور کہیں پھینک آؤ۔ طَرَحَ یَطْرَحُ (فَتَحَ) طَرْحٌ جس کے معنی پھینک دینے اور دور ڈال دینے کے ہیں۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= یَخْلُ لَکُمْ۔ خَلَا یَخْلُوْ خَلَاءٌ وخُلُوٌّ (باب نصر) خالی ہونا۔ خالی رہ جانا۔ خَلَا الْاِنَاءُ۔ برتن خالی ہو گیا۔ خَلَا الرَّجُلُ۔ آدمی تنہا رہ گیا۔ یَخْلُ لَکُمْ وَجْہُ اَبِیْکُمْ تمہارے لئے خالی ہو جائے گا تاکہ تمہارے باپ کی توجہ (صرف) تمہاری طرف ہو جائے
= وَ تَکُوْنُوْا مِنْ بَعْدِہٖ قَوْمًا صٰلِحِیْنَ۔ اس کے بعد تمہارے سب کام بن جائیں گے یا اس کا معنی یہ ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم بھلے آدمی بن جانا۔ (یعنی توبہ کر کے نیک بن جانا) اکثر مفسرین نے اسی پہلو کو اختیار کیا ہے۔

۱۲: ۱۰ = غَیٰبَتِ۔ اَلْغَیَابَۃُ۔ کے معنی نشیبی زمین کے ہیں۔ اور اسی سے گھنے جنگل کو غَابَۃٌ کہا جاتا ہے۔ غِیَابَۃٌ تاریکی۔ گہرائی مجازاً۔
= اَلْجُبِّ۔ وہ کنواں جس کی کوٹھی تعمیر نہ کی گئی ہو۔ یا جو پختہ اور لپا ہوا نہ ہو۔
غَیٰبَتِ الْجُبِّ۔ کچے کنویں کے اندھیرے میں۔ کسی اندھے کنویں کی گہرائی میں
= یَلْتَقِطْہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ التقاط (اِفْتِعَالٌ) سے لَقْطٌ مادّہ۔ وہ نکال لیگا لَقْطٌ۔ (باب نصر) زمین پر پڑی ہوئی چیز کو اٹھا لینا۔
= السَّیَّارَۃِ۔ کارواں۔ قافلہ۔ چلنے والے مسافر۔
سَیَّارٌ کا مؤنث ہے جو سَیْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی تانیث جمع کے معنی کے لحاظ سے ہے۔

= لا تامنّا علی یوسف ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو ہم کو امین نہیں بناتا یوسف پر۔ یعنی یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار نہیں کرتا۔
اصل میں تامننا (امن یامن سمع) تھا۔ نون نون میں مدغم کر دیا گیا۔
= لناصحون ۔ ناصح کی جمع ۔ خیرخواہ۔ خیرخواہی کرنے والے ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔
۱۲: ۱۲ = یرتع ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب رتع رتع ورتوع ۔ مصدر (باب فتح) جس کے اصل معنی جانوروں کے چرنے کے ہیں پھر استعارہ کے طور پر انسانوں کے جی بھر کر کھانے پینے پر یہ لفظ بولا جانے لگا۔ رتعۃ فراخی۔ ارزانی ۔ راتع چرنے والا۔ مرتع چراگاہ۔ مرتع فراخ دل وسیع الرزق ۔
یرتع ۔ وہ خوب جی بھر کر کھائے پیے ۔ یرتع ویلعب میں مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ اس کی دیگر مثالیں۔
(۱) فاتبعونی یحببکم اللہ۔ (۳: ۳۱) میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیگا
(۲) فاذکرونی اذکرکم ۔(۲: ۱۵۲) مجھے یاد کرتے رہو میں بھی تمہیں یاد کرتا رہوں گا۔
= یلعب ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ لعب مصدر (باب سمع) وہ کھیلے کودے۔
۱۲: ۱۳ = انی لیحزننی ۔ میں لام ابتدائیہ ہے۔ اس سے مضارع کے معنی حال کے لئے مختص ہو جاتے ہیں ۔ جیسے انی لاطالع الجرائد میں اخبار دیکھ رہا ہوں ۔ انک لتعلم ما نرید ۔ تجھے خوب معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں۔
انی لیحزننی ان تذھبوا بہ ۔ بیشک مجھے غمزدہ بناتی ہے (یہ بات) کہ تم اسے لیجاؤ (اور اس طرح اسے مجھ سے جدا کر دو)
= واخاف ۔ اور میں ڈرتا ہوں (یہ حضرت یعقوب کا دوسرا اندیشہ تھا) ان یاکلہ الذئب کہ کہیں اسے بھیڑیا کھا جائے ۔
۱۲: ۱۴ = ونحن عصبۃ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۸) حالانکہ ہم ایک مضبوط جتھا ہیں ۔
۱۲: ۱۵ = اجمعوا ۔ وہ سب جمع ہو گئے ۔ سب نے باتفاق فیصلہ کر لیا۔ سب نے پختہ ارادہ کر لیا۔
= جواب لما محذوف ہے۔ ای یجعلوہ فی غیبت الجب وفعلوا بہ ما فعلوا من الاذی
= اوحینا الیہ ۔ اور ہم نے اس پر وحی کی۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر کا مرجع حضرت یوسف ہیں۔ یہ وحی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ الہام کے معنی میں ہے جو غیر نبی کو یا نبی کو قبل از نبوت ہوتا رہتا ہے

= لتنبئنھم۔ تو ضرور ان کو جتلائے گا۔ تو ضرور ان کو بتلائے گا۔ (باب تفعیل) مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر حاضر تَنْبِئَۃٌ اور تَنْبِیٌّ سے ھم ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (برائے برادران یوسف)
= وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ درآں حالیکہ وہ جانتے بھی نہ ہوں گے کہ تو یوسف ہے۔
۱۲: ۱۷ = نَسْتَبِقُ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِسْتِبَاقٌ (اِفْتِعَالٌ) سَبْقٌ۔ مادہ۔ ہم ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی دوڑ دوڑنے لگے۔ اِسْتِبَاقٌ اور تَسَابُقٌ (افتعال و تفاعل) ایک دوسرے سے آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا۔
ذَھَبْنَا نَسْتَبِقُ۔ ہم اپنے سامان کو رکھ کر ایک طرف، گئے کہ مقابلہ کی دوڑ دوڑیں۔ یا ہم جاکر دوڑ کا مقابلہ کرنے لگے۔
= مُؤْمِنٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ایمان رکھنے والا۔ یقین کرنے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا۔ آپ ہم پر یقین تو نہیں کریں گے۔
۱۲: ۱۸ = وَجَآءُوْ عَلٰی قَمِیْصِہٖ بِدَمٍ کَذِبٍ۔ کَذِبٍ ای ذِیْ کِذْبٍ۔ مصدر کو صفت کے لئے مبالغہ کی خاطر استعمال کیا ہے۔ دَمٍ کَذِبٍ موصوف وصفت۔ عَلٰی قَمِیْصِہٖ ای فَوْقَ قمیصہ والمعنی اتو بدم کذب فَوْقَ قَمِیْصِہٖ۔ وہ لے آئے جھوٹ موٹ کا خون اس کی قمیص پر لگا ہوا۔
= سَوَّلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تَسْوِیْلٌ (باب تفعیل) سے جس کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کو مزین کرکے دکھانا جس پر وہ حریص ہو۔ (بلکہ تمہارے نفسوں نے یعنی تمہارے دلوں نے ایک بات جو جھوٹی ہے) مزین اور معقول شکل میں بنالی ہے۔
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَلشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ (۴۷: ۲۵) شیطان نے یہ کام انہیں مزین کر دکھایا۔
= اَلْمُسْتَعَانُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْتِعَانَۃٌ (استفعال) سے مصدر۔ وہ جس سے اعانت طلب کی جائے۔ جس سے مدد مانگی جائے۔ معاونت باہمی مدد کرنا۔ تعاون ایک دوسرے کے ساتھ مددگار ہونا۔
۱۲: ۱۹ = سَیَّارَۃٌ۔ قافلہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۰)
= وَارِدَھُمْ۔ اسم فاعل۔ مضاف۔ ھُمْ مضاف الیہ۔ پانی پر پہنچنے والا۔ قافلہ کے آگے جاکر پانی کی تلاش کرنے والا سقہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۱: ۹۸) انہوں نے اپنا سقہ بھیجا۔
= اَدْلٰی۔ اس نے لٹکایا۔ اس نے ڈول لٹکایا۔ اِدْلَاءٌ سے جس کے معنی ڈول ڈالنے اور ڈول

کھینچنے کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

= یٰبُشْرٰی۔ واہ خوشخبری۔ ارے واہ۔ کلمۂ تعجب و انبساط۔

= اَسَرُّوْہُ۔ اَسَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انہوں نے اس کو چھپا لیا سِرٌّ سے۔ سرر مادہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہے یا برادرانِ یوسف کے لئے کہ انہوں نے یوسف کی اصلی حقیقت کو چھپا لیا اور کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے ہم سے خرید لو۔

= بِضَاعَۃً۔ منصوب بوجہ حال کے۔ بطور مال تجارت کے۔ بِضَاعَۃٌ پونجی۔ سامانِ تجارت بضاعۃ بَضْعٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں گوشت کا بڑا ٹکڑا۔ اسی سے ہے المِبْضَعُ (اسم آلہ) گوشت کے ٹکڑے کاٹنے کا آلہ۔ نشتر۔ یا کہتے ہیں فُلَانٌ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ۔ فلاں میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ اَلْبِضْعُ (با کی کسرہ کے ساتھ) عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہیں۔ یہ لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ سے اوپر اور دس سے کم۔

اور علمائے لغت کے نزدیک تین سے نو تک کے لئے ہے۔ اسی سورۃ میں ہے بِضْعَ سِنِیْنَ۔ (۱۲:۴۲) چند سال۔

۱۲:۲۰ = شَرَوْہُ انہوں نے اس کو بیچا۔ شِرَاءٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں خرید و فروخت کرنے کے۔ ماضی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (برائے یُوسف) اور اگر اس کو خریدنے کے معنی میں لیا جائے تو ضمیر جمع مذکر غائب اہل قافلہ کے لئے ہوگی۔

= ثَمَنٍ بَخْسٍ۔ موصوف۔ صفت۔ حقیر قیمت۔ بَخْسٌ ناقص۔ ظلم سے کسی شے کے گھٹانے یا کم کرنے کو بَخْسٌ کہتے ہیں۔

= فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ۔ فِیْہِ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب۔ حضرت یوسف کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور قیمت کے لئے بھی۔

زَاھِدِیْنَ۔ الزُّھْدُ سے ہے جس کے معنی حقیر چیز کے ہیں۔ اس لئے کسی چیز سے بے رغبتی کرنے والے۔ یا حقیر سی چیز پر راضی ہو جانے والے کو زَاھِدٌ فِی الشَّیْءِ کہا جاتا ہے پس وَکَانُوْا فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ وہ اس کے بارہ میں بے رغبت تھے۔

۱۲:۲۱ = اَکْرِمِیْ۔ اِکْرَامٌ (افعال) سے امر واحد مؤنث حاضر۔ تو با عزت کر۔

= مَثْوٰہُ۔ مَثْوٰی مضاف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کی قیام گاہ۔ اس کا ٹھکانہ۔ اس کی مہمانی۔ مَثْوٰی ظرف مکان مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا مقام۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) ثَوَاءٌ وہ اقامت پذیر ہوا۔ قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (۴۷: ۱۲) اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔
اَکْرِمِیْ مَثْوٰىهُ۔ اس کے قیام کو باعزت و اکرام بنانا۔ یعنی اسے دوران قیام عزت و توقیر سے رکھنا۔
= کَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اس طرح یعنی جس طرح ہم نے اس کو بھائیوں کے ہاتھوں قتل سے بچاکر۔ کنویں کی گہرائیوں سے نجات دلاکر اس پر احسان کیا۔ اسی طرح ہم نے اس پر اپنی کرم نوازی سے عزیز مصر کے ہاں عزت و اکرام کا ٹھکانہ دلاکر ملک مصر میں اس کے قدم جما دیئے۔
۱۲: ۲۱ = فِی الْاَرْضِ۔ ای فی ارض مصر۔ مصر کی سرزمین۔
= مَکَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم مَکَّنَ یُمَکِّنُ تَمْکِیْنٌ (تفعیل) ہم نے اس کو ٹھکانہ عطا کیا ہم نے اس کو جماؤ بخشا۔ تمکین دی۔ ہم نے اس کے پاؤں جما دئے
= وَلِنُعَلِّمَهٗ لام تعلیل کے لئے۔ یعنی ہم نے یوسف کے قدم ارض مصر میں جما دیئے اور اس کو جاہ و تمکنت عطا کی کہ (اب) اسے تاویل احادیث کا علم بھی عطا کریں۔
ابن کثیر لکھتے ہیں کہ: پھر ہم نے مصر میں لاکر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمادیں۔
۱۲: ۲۳ = رَاوَدَتْهُ۔ اس عورت نے اس کو پھسلایا۔ اس سے خواہش کی گفت و شنید کی
الرَّوْدُ۔ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ بار بار کسی چیز کی طلب میں آمد و رفت کے ہیں
رَاوَدَ یُرَاوِدُ مُرَاوَدَةً (مفاعلۃ) عَنْ نَفْسِهٖ وعَلٰى نَفْسِهٖ۔ کسی کو گناہ کی رغبت دلانا۔
اَرَادَ یُرِیْدُ اِرَادَةً۔ چاہنا۔ خواہش کرنا۔ رغبت کرنا۔ اَرْوَدَ یُرْوِدُ (افعال) اِرْوَادٌ۔ رُوَیْدٌ نرمی کرنا......فِی السَّیْرِ نرم رفتار سے چلنا۔
رَاوَدَتْهُ عَنْ نَفْسِهٖ۔ وہ عورت اس کو گناہ کی رغبت دلانے لگی۔ اَلَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا وہ عورت جس کے گھر میں وہ تھا۔
= غَلَّقَتْ۔ اس عورت نے بند کیا (دروازہ) غَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ اس عورت نے دروازے بند کر دیئے۔
= هَیْتَ لَكَ۔ ادھر آؤ۔ چلے آؤ۔ هَیْتَ لَكَ۔ لَکُمَا۔ لَکُمْ۔ لَکُنَّ۔ چلے آؤ۔ تو ایک۔ تم دونو۔ تم سب وغیرہ۔
هَیْتَ۔ اَقْبِلْ۔ اَسْرِعْ۔ اسم فعل بمعنی امر۔ آؤ۔ جلدی کرو۔

= مَعَاذَ اللّٰہِ۔ مَعَاذَ۔ مصدر میمی اور اسم ہے۔ مضاف۔ اللّٰہِ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ (یعنی یہ گناہ کا کام ہے میں اس کے کرنے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں)

عَوْذٌ اور مَعَاذٌ۔ کسی کی پناہ پکڑنی اور کسی سے وابستہ ہوجانا۔ جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ میں (ہر گناہ سے) اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

= اِنَّہٗ رَبِّیْ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع عزیز مصر بھی ہوسکتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی۔ لہٰذا پہلی صورت میں رَبِّیْ (میرا رب) سے مراد (میرا آقا) عزیز مصر ہوگا۔ اور دوسری صورت میں میرا رب یعنی میرا خدا ہوگا۔ اِنَّہٗ رَبِّیْ وہ میرا مربی ہے۔

= اَحْسَنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے اچھا کیا۔ اس نے اچھا بنایا۔

= مَثْوَایَ۔ میرا ٹھکانہ۔ میری قیام گاہ۔ میری مہمانی۔ مضاف۔ مضاف الیہ

اَحْسَنَ مَثْوَایَ۔ اس نے مجھے بہترین ٹھکانہ دیا ہے۔ اس نے میرے قیام کا نہایت اچھے طریق پر بندوبست کیا ہے۔

= اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

۱۲:۲۴ = ھَمَّتْ بِہٖ۔ اس عورت نے اس مرد کا ارادہ کر لیا۔

اَلْھَمُّ کا معنی پگھلا دینے والے غم کے ہیں اور یہ ھَمَمْتُ الشَّحْمَ فَانْھَمَّ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ میں نے چربی کو پگھلایا چنانچہ وہ پگھل گئی۔

اصل میں ھَمَّ کے معنی ارادہ کے ہیں جو ابھی دل ہی میں ہو۔ (راغب)

ھَمَّ بِالْاَمْرِ اِذَا قَصَدَہٗ وَعَزَمَ عَلَیْہِ۔ ھَمَّ کا معنی ہے کسی چیز کا قصد کرنا اور عزم کرنا۔ (الکشاف) الھم ھو المقاربۃ من الفعل من غیر دخول فیہ۔ ھَمَّ کے معنی ہیں کسی فعل سے مقاربت بغیر وہ فعل کئے کے۔ (الخازن)

ھَمَّتْ بِہٖ وَھَمَّ بِھَا۔ اس عورت نے اس مرد کا قصد کر لیا تھا۔ اور وہ آدمی بھی اس عورت کا قصد کر لیتا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ۔ اگر اس نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔

متذکرہ معنی کے لحاظ سے کلام میں تقدیم و تاخیر ہے۔ عام قاعدہ کے مطابق شرط پہلے اور جزاء بعد میں آنا چاہئے تھی۔ اور کلام یوں چاہئے تھا۔ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ ھَمَّ بِھَا۔ لیکن یہاں جزاء کو مقدم لایا گیا ہے اور شرط کو بعد میں لایا گیا ہے۔ یہ طرز کلام شاذ نہیں ہے قرآن مجید میں اور جگہ بھی ایسا کیا گیا ہے۔ مثلاً وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰی

فٰرِغًاؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا (۲۸:۱۰) اور اُمِّ موسیٰ کا دل ایسا بیقرار ہوا کہ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال ظاہر کر دیتیں اگر ہم نے اس کے دل کو مضبوط و مربوط نہ کر دیا ہوتا۔ یہاں بھی جزا مقدم ہے اور شرط مؤخر۔

تو گویا اس صورت میں آیت کا مطلب ہوا۔ اس عورت نے اس کا عزم بالجزم کر لیا تھا اور اگر حضرت یوسف ؑ نے اپنے رب کی روشن دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا تو وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اپنے رب کی روشن دلیل کو دیکھ لیا اس لئے ان کے ارادہ کی نوبت ہی نہ آئی۔

بعض کے خیال میں هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا۔ ایک مستقل جملہ ہے اور لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ نیا جملہ ہے جس کی جزاء محذوف ہے (تو ضرور اس کے دام تزویر میں پھنس جاتا)

اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ زلیخا نے اپنی خواہش رانی کا مصمم ارادہ کر لیا تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا خیال بھی ہو چلا تھا۔ لیکن یہ خیال جس کی پشت پر کوئی عزم نہ تھا کوئی عیب نہیں ہے، کہ یہ ایک امر طبعی ہے خلوت کی یکجائی میں جوان تندرست مرد کا محض خیال اگر جوان حسین عورت کی طرف جائے خصوصاً جبکہ پیشقدمی اور تشویق (شوق دلانا) عورت کی طرف سے ہو رہی ہو تو یہ عیب نہیں ہے بلکہ دلیل ہے مرد کے صحیح اور تندرست ہونے کی (ضیاء القرآن)

مال الى مخالطتها بمقتضى الطبيعة البشرية كميل الصائم فى اليوم الحار الى الماء البارد۔ ومثل ذلك۔ لايكاد يدخل تحت التكليف (روح المعانى)

وہ مائل ہوئے بمقتضائے طبیعت بشریہ جیسا کہ روزہ دار شدید گرمی کے دن کو ٹھنڈے پانی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ لیکن نہ تو اس کی نیت پانی پینے کی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ پانی پینے کے لئے کوئی عملی قدم اٹھاتا ہے) اس قسم کا میلان قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

والمراد بهمه عليه السلام ميل الطبع ومنازعة الشهوة لا القصد الاختيارى (بیضاوی) اور حضرت یوسف علیہ السلام کے قصد سے مراد فطری میلانِ طبیعت ہے اور تقاضائے شہوت ہے قصد اختیاری مراد نہیں ہے۔

ہاں اگر وہ اپنے رب کی برہان واضح نہ دیکھ لیتے تو (ہو سکتا ہے کہ) وہ بھی اس کے دام میں پھنس جاتے۔

الکشاف میں ہے (لولا ان رّاٰ بُرهان ربه) جوابه محذوف تقديره لولا ان رّاٰ برهان ربه لخالطها۔ اس کے ساتھ خلط ملط ہو جاتا۔ (خالط جماع کرنا۔ (الفرائد الدرّیّة)

= بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ اپنے رب کی برہان ۔ اَلْبُرْهَانُ کے معنی دلیل اور حجت کے ہیں۔ رُجْحَانٌ کی طرح فُعْلَانٌ کے وزن پر ہے۔
بعض کے نزدیک، یہ بَرَهَ یَبْرَهُ کا مصدر ہے جس کے معنی سفید اور چمکنے کے ہیں
بُرْهَان دلیلِ قاطع کو کہتے ہیں جو تمام دلائل سے زور دار ہو اور ہر حال میں ہمیشہ سچی ہو۔
روشن دلیل

یہ برہان حالیہ سلسلہ میں کیا تھی اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں
(۱) بعض کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کو اس وقت اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے جو اسے اس فعل قبیح سے منع کر رہے تھے۔
(۲) بعض کے نزدیک انہیں عزیزِ مصر سامنے نظر آیا جس کے دیکھنے پر اس کے احسانات وشفقت یاد آگئی۔ اور وہ اس فعل سے باز رہے۔
(۳) بعض کے نزدیک ان کو آیات قرآنی لکھی ہوئی نظر آئیں لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِيْلًا (۱۷: ۳۲) زنا کے پاس بھی مت جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی اور بری راہ ہے
= كَذٰلِكَ ۔ ایسے ہی ۔ اسی کی طرح ۔ (یعنی جس طرح ہم نے اس وقت ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچا لیا۔ اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے۔
= لِنَصْرِفَ ۔ تاکہ ہم دور کر دیں ۔ نَصْرِفَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام۔ جمع متکلم۔ الصَّرْفُ کے معنی ہیں کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پھیر دینا ۔ صَرَفَ عَنْهُ اس کی طرف سے پھیر دینا۔
= السُّوْٓءَ ۔ برائی ۔ برا فعل ۔ گناہ ۔ عیب
= الفَحْشَآءَ ۔ اَفْحَشُ فَحْشَآءُ فُحْشٌ سے اسم تفضیل واحد مؤنث فُحْشٌ مادہ۔ وہ قول یا فعل جس کی برائی کھلی ہوئی ہو۔ اور اس کا سننا یا کرنا برا لگے ۔ بیحیائی کی بات ۔
= مُخْلَصِيْنَ ۔ برگزیدہ ۔ چنے ہوئے ۔ خالص ۔
۱۲: ۲۵ = وَاسْتَبَقَا ۔ اِسْتَبَقَ يَسْتَبِقُ اِسْتِبَاقٌ (افتعال)، سَبْقٌ مادہ سے ماضی تثنیہ مذکر غائب ۔ وہ دونوں دوڑے ۔ ان دونوں نے ایک دوسرے پر سبقت کی ۔ اِسْتِبَاقٌ کے معنی ہیں ایک کا دوسرے پر سبقت لیجانا۔
= قَدَّتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اس عورت نے پھاڑ دیا ۔
= قَمِيْصَهٗ ۔ اس مرد کی قمیض کو ۔ یعنی زلیخا نے یوسف علیہ السلام کی قمیض پھاڑ دی ۔ قَدٌّ مادہ

= مِنْ دُبُرٍ۔ پیچھے سے۔ دُبُرٌ۔ پیٹھ۔ پشت۔
= اَلْفَیَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ انہوں نے پایا۔ اِلْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ لَفْیٌ مادہ۔ اَلْفَیْتُ وَجَدْتُ۔ کسی چیز کو پالینا۔ بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَیْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَ نَا۔ (۲: ۱۷۰) ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔
۱۲: ۲۶ = رَاوَدَتْنِیْ۔ اس عورت نے مجھ کو پھسلایا۔ ماضی واحد مؤنث غائب ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳
= شَھِدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اَلشُّھُوْدُ وَالشَّھَادَۃُ۔ کسی چیز کا مشاہدہ کرنا۔ خواہ بصر سے ہو یا بصیرت سے اور صرف حاضر ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
شہادت جب اپنی ذات کے متعلق ہو تو اس کے معنی اقرار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا۔ (۷: ۱۷۲) انہوں نے کہا کہ ہاں ہم اقرار کرتے ہیں۔
اور کبھی شہادت کے معنی فیصلہ اور حکم کے ہوتے ہیں مثلاً آیت ہذا۔ شَھِدَ شَاھِدٌ مِّنْ اَھْلِھَا۔ اس کے خاندان کے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ دیا۔ (یہاں یہ آدمی موجود تو تھا نہیں۔ لہٰذا اس کا وقوعہ کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)
۱۲: ۲۸ = کَیْدِکُنَّ۔ تم عورتوں کی چال کَیْدٌ مصدر۔ اسم مصدر۔ اچھی تدبیر۔ بُری تدبیر۔ مکر وفریب۔ داؤ۔
۱۲: ۳۰ = تُرَاوِدُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ بہلاتی ہے۔ وہ پھسلاتی ہے۔ خواہش رکھتی ہے۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۲: ۲۳۔ اور ۱۲: ۲۶۔
= فَتٰھَا۔ اس کا غلام۔ مضاف مضاف الیہ۔
اَلْفَتٰی۔ نوجوان۔ فَتَاۃٌ۔ نوجوان عورت فَتَآءٌ مصدر۔
بعدہٗ ہر دو فَتٰی و فَتَاۃٌ غلام اور لونڈی کے معنی میں استعمال ہونے لگے۔
= شَغَفَھَا۔ شَغَفَ واحد مذکر غائب۔ ماضی۔ شَغَفَ یَشْغَفُ (فتح) شَغْفٌ سے۔ جس کے معنی محبت کا دل کے پردوں میں اتر جانے کے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ (آدمی) اس عورت کے دل میں اتر گیا۔ اس نے اس کو فریفتہ کر لیا۔
شَغَافٌ کے معنی پردۂ دل کے ہیں قَدْ شَغَفَھَا حُبًّا اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر چکی ہے۔ حُبًّا۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے
۱۲: ۳۱ = مَکْرِھِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کا مکر۔ چال۔ مکارانہ باتیں۔

(ملاحظہ ہو ٣: ٥٤) الکشاف۔ بیضاوی۔ مدارک التنزیل میں مکر کو لفظ اغتیاب کا ہم معنی لکھا ہے۔
(اغتیاب بمعنی عیب گیری کرنا۔ غیبت کرنا، کیونکہ مکر بھی خفیہ ہوتا ہے اور غیبت بھی بیٹھ پیچھے کی جاتی ہے۔ لہٰذا مکر بمعنی لعن وطعن طنز وتشنیع
= اَرْسَلَتْ اِلَیْهِنَّ۔ ای دعتھن۔ اس عورت نے ان عورتوں کو دعوت دی۔
= اَعْتَدَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس نے تیار کی۔ اعتاد (افعال) سے۔ عَتَّدَ وَاَعْتَدَ الشَّیْءَ۔ تیار کرنا۔ عَتُدَ یَعْتُدُ الشَّیْءُ۔ تیار ہونا۔ آمادہ ہونا۔ اَلْعَتِیْدُ۔ تیار۔ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْهِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ (٥٠: ١٨) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر یہ اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار ہے۔
= مُتَّکَاً۔ اسم ظرف مکان۔ سہارا لگانے کی جگہ۔ جس پر ٹیک لگائی جائے۔ گاؤ تکیہ مسند وغیرہ۔ اِتَّکَاَ یَتَّکِاُ اِتِّکَاءٌ (افتعال) عَلَی السَّرِیْرِ۔ تخت پر سہارا لے کر بیٹھنا۔ تَوَکَّاَ عَلٰی عَصَاہُ۔ سہارا لگانا۔ ٹیک لگانا۔ مجازاً مراد کھانا ہے۔ یعنی طعام یا ضیافت جس میں لوگ تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں۔ امام رازی کا قول ہے مُتَّکَاً سے مراد کھانے کی وہ چیز جس کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت ہو
= اُخْرُجْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ خَرَجَ یَخْرُجُ (نصر) خُرُوْجٌ سے (اے یوسف ذرا) باہر تو نکل
= اَکْبَرْنَہٗ۔ ماضی جمع مؤنث غائب۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اِکْبَارٌ (افعال) سے ان عورتوں نے اس کو بڑا سمجھا۔ ای اعظمنہ۔ اس کو انہوں نے عظیم پایا۔ مراد یہ کہ اس کے حسنِ بیمثال کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ دم بخود ہو گئیں۔
= قَطَّعْنَ۔ انہوں نے (ہاتھ) کاٹ ڈالے۔ تَقْطِیْعٌ (تفعیل) سے ماضی جمع مؤنث غائب مراد یہ کہ انہوں نے ہاتھ زخمی کر لئے۔
= حَاشَ لِلّٰہِ۔ کلمہ تعجب۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰہِ ہے الف کو تخفیف کے لئے گرادیا گیا۔
= مَا هٰذَا بَشَرًا۔ میں مَا نافیہ ہے اور عاملہ ہے اور لَیْسَ (فعل ناقص) کا عمل کرتا ہے یعنی خبر منصوب ہوگی۔ قرآن حکیم میں اس کی اور مثال یہ ہے۔ مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ (٥٨: ٢) وہ عورتیں (یعنی ان کی بیویاں) ان کی مائیں نہیں ہیں۔
مَا مشابہ بِلَیْسَ کی اور مثال مَا زَیْدٌ قَائِمًا۔ (زید کھڑا نہیں ہے) ای لَیْسَ زَیْدٌ قَائِمًا۔
= اِنْ هٰذَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔
١٢: ٣٢ - لُمْتُنَّنِیْ۔ لُمْتُنَّ۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ نِیْ مفعول لَوْمٌ سے (باب نصر) تم عورتوں نے مجھے ملامت کی۔ لَوْمَةٌ ملامت۔ لَائِمٌ ملامت کرنیوالا۔ لَوْمَةَ لَائِمٍ

(۵:۶۴) ملامت گر کی ملامت۔
= فِیْہِ۔ جس کے بارہ میں
= ذٰلِکُنَّ۔ ذٰ۔ اسم اشارہ۔ یہ۔ یہی۔ کُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب خطاب کے لئے ہے۔
ذٰلِکُنَّ الَّذِیْ۔ اے عورتو یہی ہے وہ شخص
= اِسْتَعْصَمَ۔ اس نے بچالیا۔ اس نے تھام لیا۔ اس نے روک لیا۔ اِسْتِعْصَامٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب۔
= لَئِنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ لام غیر عاملہ ہے۔ اِنْ لَّمْ یَفْعَلْ۔ اگر اس نے نہ کیا۔
= مَآ اٰمُرُہٗ۔ مَا موصولہ ہے۔ اور ضمیرہٗ کا مرجع ہے۔ ای مَا اٰمُرُہٗ بِہٖ جس کا میں حکم دوں یا مَا مصدریہ ہے۔ اور ہٗ ضمیر یوسف کی طرف راجع ہے۔ ای ولئن لم یفعل امری ایاہ۔ اگر اس نے میرا حکم نہ مانا۔
= لَیُسْجَنَنَّ۔ لام تاکید با نون ثقیلہ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تو وہ ضرور قید میں ڈالا جائے گا۔
= لَیَکُوْنًا۔ لام تاکید با نون خفیفہ۔ جو بولنے میں آگیا ہے لیکن لکھا نہیں گیا۔ وہ یقیناً ہوگا
= صَاغِرِیْنَ۔ ذلیل وخوار۔ صَغَارٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت جر۔ صَاغِرٌ واحد صَغُرَ (کَرُمَ) صِغَرٌ۔ صُغْرٌ۔ صَغَارٌ۔ ذلیل وخوار ہونا۔ اور صِغَرٌ۔ صَغَرٌ۔ صَغَارَۃٌ۔ چھوٹا ہونا۔ صَغِیْرٌ۔ چھوٹا۔

۱۲: ۳۳ = رَبِّ۔ ای یارَبِّیْ اے میرے رب۔
= اَحَبُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ پیارا۔ زیادہ عزیز۔
= یَدْعُوْنَنِیْ۔ یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب دَعْوَۃٌ سے (باب نصر) نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے بلاتی ہیں۔
= اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اِلَّا۔ اِنْ لَا۔ صَرَفَ عَنْ۔ کسی کو کسی چیز سے پھیر دینا۔ ہٹا دینا۔ لَا تَصْرِفْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ۔ اگر تو ان کے چرتر کو مجھ سے پھیر نہ دیگا ہٹا نہ دے گا۔ یا دور نہ کر دے گا۔
= اَصْبُ۔ صَبَا یَصْبُوْا (باب نصر) صَبْوَۃٌ وصُبُوٌّ۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ اَصْبُ مضارع واحد متکلم۔ میں مائل ہو جاؤں گا۔ اَصْبُ اصل میں اَصْبُوْ تھا۔ جواب شرط کی وجہ سے واؤ حذف ہو گیا۔

= اَکُنْ اصل میں اَکُوْنُ تھا۔ مضارع واحد متکلم۔ جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہو کر واؤ بوجہ اجتماع ساکنین گر گیا۔ میں ہو جاؤں۔

۱۲: ۳۴ = اِسْتَجَابَ۔ اس نے قبول کیا۔ اس نے مانا۔ اِسْتِجَابَۃٌ (افتعال) سے جس کے معنی قبول کرنے اور ماننے کے ہیں۔

۱۲: ۳۵ = بَدَا۔ یَبْدُوْا (نصر) بَدُوٌّ و بَدَاءٌ سے جس کے معنی نمایاں اور ظاہر ہو جانے کے ہیں ۔ ظاہر ہو گیا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَھُمْ سَیِّئَاتُ مَا کَسَبُوْا (۳۹: ۴۷) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اَلْبَدْوُ۔ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ اور آیہ کریمہ وَجَآءَ بِکُمْ مِنَ الْبَدْوِ (۱۲: ۱۰۰) اور تمہیں (صحرا) سے یہاں لے آیا۔

یہاں بَدْوٌ بمعنی بَادِیَۃٌ صحرا ہے۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں ظاہر نظر آتی ہوں۔ اسے بَدْوٌ بَادِیَۃٌ (صحرا) کہا جاتا ہے۔

= لَھُمْ میں ضمیر عزیز مصر اور اس کے اہل و اقرباء وغیرہ کے لئے ہے۔ بَدَا لَھُمْ ان پر ظاہر ہو گیا انہوں نے یہی مناسب سمجھا۔ ان کو یہی مصلحت نظر آئی۔

= مِنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ بعد اس کے کردہ (حضرت یوسف کی پاکبازی کی) نشانیاں دیکھ چکے تھے۔

= لَیَسْجُنُنَّہٗ۔ لام تاکید با نون ثقیلہ جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول حضرت یوسف کی طرف راجع ہے کردہ اسے ضرور قید ہی کر دیں۔ یعنی حالات کے تحت مناسب یہی سمجھا کہ حضرت یوسف کو قید کر دیا جائے۔

۱۲: ۳۶ = اَرٰنِیْ۔ میں اپنے آپ کو دیکھتا ہوں۔ اَرٰی رُؤْیَۃٌ سے مضارع واحد متکلم نون وقایہ ی واحد متکلم کی ضمیر۔

= اَعْصِرُ۔ میں نچوڑتا ہوں عَصَرَ یَعْصِرُ (ضرب) عَصْرٌ سے جس کے معنی نچوڑنے کے ہیں۔

= نَبِّئْنَا۔ ہمیں آگاہ کر۔ تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم اَمر واحد مذکر حاضر

۱۲: ۳۷ = لَا یَاْتِیْکُمَا۔ مضارع منفی مجزوم بوجہ عمل لا۔ نہی صیغہ واحد مذکر غائب کُمَا۔

ضمیر تثنیہ مفعول ۔ وہ نہیں آئے گا تم دونوں کے پاس
= تُرْزَقٰنِہٖ ۔ تم دونوں کو وہ یعنی کھانا کھلایا جاتا ہے ۔ مضارع مجہول تثنیہ مذکر حاضر ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب طعام کی طرف راجع ہے ۔
= نَبَّأْتُكُمَا ۔ میں تم دونوں کو آگاہ کردوں گا ۔ ماضی (بمعنی مضارع) واحد متکلم ۔ كُمَا ضمیر تثنیہ مذکر حاضر ۔
= يَأْتِيَكُمَا ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب كُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر حاضر منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ (پیشتر اس کے کہ) تمہارے پاس (طعام) آئے ۔
= ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ۔ یہ (تعبیر) منجملہ اس علم کے ہے جو اللہ نے مجھے سکھایا ہے (یہ کہانت اور قیافہ شناسی نہیں ہے)
= تَرَكْتُ ۔ میں نے ترک کردیا ۔ چھوڑ دیا ۔ تَرْكٌ سے مضارع واحد متکلم ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کبھی اس دین پر قائم تھے بلکہ یہ کہ مجھے اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ تَرْكٌ بمعنی کسی چیز سے اعراض کرنا ۔ اس سے کوئی واسطہ نہ رکھنا ۔
= مِلَّةَ ۔ دین ۔ مذہب
۳۸:۱۲ = مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ۔ ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک ٹھہرائیں ۔
۳۹:۱۲ = يٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ۔ صَاحِبَیْ ۔ دو ساتھی ۔ دو رفیق ۔
صَاحِبَیْ اصل میں صَاحِبَیْنِیْ (میرے دو ساتھی) تھا ۔ مُنادیٰ ۔ (صَاحِبَیْنِ) یؔ (ضمیر واحد متکلم) کی طرف مضاف ہونے کی وجہ سے ایک ی گر گئی ۔ اور یہ مضاف مضاف الیہ مل کر السِّجْنِ (مضاف الیہ) کا مضاف ہوا ۔ يٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے قیدخانہ کے میرے دو ساتھیو!
= ءَاَرْبَابٌ ۔ رَبٌّ کی جمع ۔ ءَ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے ۔
مطلب یہ ہے کہ کیا جدا جدا بہت سے رب بہتر ہیں یا کہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہو ۔ یعنی جدا جدا بہت سارے رب بہتر نہیں ہیں ۔ بہتر یہی ہے کہ ایک اللہ ہو جو سب پر غالب ہو ۔
۴۰:۱۲ = مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً ۔ یعنی اس کے سوا تم جن چیزوں کی پرستش کرتے ہو وہ محض چند نام ہیں (جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے من گھڑت نام دے رکھے ہیں)

= یہاں میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ معبودانِ باطل ہیں جن کو مشرکین نے از خود نامزد کر رکھا ہے

= سُلْطَانٍ - حجت - سند۔

= الدِّيْنُ الْقَيِّمُ - موصوف و صفت وہ دین جو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے ثابت ہو۔ درست ٹھیک سیدھا۔

۱۲: ۴۱ = يَسْقِيْ - مضارع واحد مذکر غائب - وہ پلائیگا۔ سَقْيٌ مصدر (باب ضرب)

= رَبَّهٗ - اپنے مالک کو۔

= يُصْلَبُ - مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ صَلْبٌ مصدر (ضرب) وہ سولی دیا جائیگا

= قُضِيَ الْاَمْرُ - بات فیصلہ ہو چکی ہے۔ یہ امر (اسی طرح) مقدر ہو چکا ہے۔

= تَسْتَفْتِيٰنِ - تم دونوں پوچھتے ہو۔ تم دونوں فتویٰ طلب کرتے ہو۔

اِسْتِفْتَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ فَتِيٌ مادہ - قرآن مجید میں آیا ہے يَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ (۴: ۱۲۷) اور وہ تم سے یتیم عورتوں کے بارہ میں فتویٰ مانگتے ہیں۔

۱۲: ۴۲ نَاجٍ - اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں نَاجِيٌ تھا۔ نَجَاةٌ مصدر (نصر) نَجَا يَنْجُوْ نَجَاةً وَ نَجَاءً وَ نَجَايَةً خلاصی پانا۔ نجات پانا۔ نَجِيٌ مادہ۔

= فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ - شیطان نے اس کو (ذکر کرنا) بھلا دیا

= بِضْعَ سِنِيْنَ - بِضْعَ - چند - کئی - بعض کے نزدیک ۳ - سے ۹ تک بعض کے خیال میں ۵ سے ۹ تک کے عدد بضع میں داخل ہیں۔ بِضْعَ سِنِيْنَ - کئی سال۔

۱۲: ۴۳ = سِمَانٍ - موٹی - سَمِيْنٌ کی جمع جو بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ السِّمَنُ کے معنی موٹاپا کے ہیں۔ اور یہ هُزَالٌ کی ضد ہے۔ قرآن مجید میں ہے لَا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ (۸۸: ۷) جو نہ فربہی لائے اور نہ بھوک میں کچھ کام آئے۔

= عِجَافٌ - لاغر - دُبلی - اَعْجَفُ کے معنی انتہائی لاغر اور دُبلا کے ہیں اس کی مؤنث عَجْفَاءُ ہے اور جمع عِجَافٌ - یہ جمع خلافِ قیاس ہے کیونکہ اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر اس کی جمع عُجْفٌ چاہیے تھی۔

دراصل یہ نَصْلٌ اَعْجَفُ سے مشتق ہے جس کے معنی پتلے اور باریک تیر کے ہیں اَعْجَفَ الرَّجُلُ اس کے مویشی دبلے ہو گئے

= سُنْبُلٰتٍ - بالیں - خوشے - سُنْبُلَةٌ کی جمع۔

= خُضْرٍ۔ سبز۔ ہرے۔ اَخْضَرُ۔ خَضْرَاءُ۔ خُضْرٌ کے وزن پر جمع کا صیغہ ہے
= یٰبِسٰتٍ۔ اسم فاعل جمع مؤنث یَابِسَۃٌ کی جمع یُبْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) سوکھی ہوئی۔ جو سبز اور تروتازہ نہ ہو۔
= اَفْتُوْنِیْ۔ مجھے جواب دو۔ مجھ کو بتاؤ۔ اَفْتُوْا۔ اِفْتَاءٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۴۱)
= تَعْبُرُوْنَ۔ اگر تم تعبیر بیان کرتے ہو۔ عِبَارَۃٌ سے جس کے معنی تعبیر بیان کرنے کے ہیں۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ (باب نصر)
۱۲: ۴۴ = اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ۔ خیالی خواب۔ پریشان خواب۔ اَضْغَاث ضِغْثٌ کی جمع ہے ریحان۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائے۔ قرآن میں ہے خُذْ بِیَدِكَ ضِغْثًا (۳۸: ۴۴) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو۔ اَحْلَامُ حُلُمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں۔ چونکہ گھاس یا شاخوں کے گٹھے میں گھاس یا لکڑیاں ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اَضْغَاثُ اَحْلَام کہتے ہیں (خیالی خوابوں کا مٹھا۔ مضاف مضاف الیہ۔

اَحْلَامٌ۔ حِلْمٌ کی بھی جمع ہے حِلْمٌ بمعنی بردباری۔ عقل۔
= اَلْاَحْلَامُ۔ المنامات الباطلۃ۔ خواب ہائے پریشان۔
۱۲: ۴۵ = نَجَا۔ اس نے نجات پائی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔
= اِدَّكَرَ۔ اس کو یاد آیا۔ اِدِّكَارٌ (افتعال) سے جس کے معنی یاد کرنے کے ہیں اصل میں اِذْتَكَرَ تھا۔ ت کو دال میں بدلا۔ اور ذال کو دال میں مدغم کر دیا۔
= اُمَّةٍ۔ مدت۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ (۱۱: ۸) اور اگر ہم ان پر سے عذاب کچھ مدت تک ملتوی کر دیں۔
۔ اُمَّةٍ کے معنی اُمّت۔ جماعت۔ طریقہ۔ دین بھی ہیں
= اُنَبِّئُكُمْ۔ میں تم کو بتاتا ہوں۔ خبر دیتا ہوں۔ بتائے دیتا ہوں۔
۱۲: ۴۶ = اَفْتِنَا۔ ہمیں بتا۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔
۱۲: ۴۷ = تَزْرَعُوْنَ۔ تم کاشت کرو گے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ زَرْعٌ (باب فتح) سے بمعنی کھیتی کرنا۔ اگانا۔
= دَاَبًا۔ دَاَبَ يَدْاَبُ (نصر۔ فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی لگاتار کسی کام میں لگنے اور

مشقت برداشت کرنے کے ہیں اور اسی سبب سے اس کا استعمال عادت اور طریقے کے معنی میں ہوتا ہے۔ یہاں دَاَبًا معنی حسب طریقہ سابق۔ حسب عادت۔ حسب دستور کاشت کئے جاؤ۔ قرآن مجید میں ہے کہ: کَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّھِمْ (۸: ۵۴) آلِ فرعون اور ان سے قبل کے لوگوں کی طرح (یعنی ان کے طریقہ کے مانند) انہوں نے (کفار مکہ نے) بھی اپنے رب کی آیات کو جھٹلایا۔

= مَا حَصَدْتُّمْ۔ جو کچھ بھی تم کاٹو۔ (جو فصل تم برداشت کرو) حَصَادٌ سے (باب نصر) جس کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔

= فَذَرُوْہُ۔ اس کو چھوڑ رکھو۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

۱۲: ۴۸ = سَبْعٌ شِدَادٌ۔ سات سال بہت سخت

= یَّاْکُلْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اَکْلٌ سے وہ کھا جائیں گی۔ یعنی یہ سات سال قحط کے کھا جائیں گے (جو ان سالوں میں استعمال کے لئے تم نے ذخیرہ کر رکھا ہوگا۔

= مَا قَدَّمْتُمْ۔ جو تم نے پہلے سے رکھ چھوڑا ہوگا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی پہلے سے کرنا۔ پہلے سے بھیجنا۔ پہلے زمانہ میں کر چکنے کے ہیں

= مَا تُحْصِنُوْنَ۔ جو تم بچا رکھو گے۔ جو تم محفوظ رکھو گے۔ اِحْصَانٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

= اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔ صرف وہی تھوڑا سا رہ جائے گا۔ جو تم احتیاط سے رکھ چھوڑو گے حِصْنٌ مادہ۔ اس کے تمام مشتقات میں حفاظت۔ بچاؤ۔ احتیاط کا پہلو ہوتا ہے۔

۱۲: ۴۹ = یُغَاثُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مادہ غَوْثٌ وغَیْثٌ ہے الغیث کے معنی بارش کے ہیں۔ اور الغوث کے معنی مدد کے ہیں۔ باب استفعال سے مدد مانگنا کے طلب کے معنی میں مستعمل ہے جیسے بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ میں تیری رحمت کا طلب گار ہوں۔ یا اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ (۸: ۹) جب تم اپنے پروردگار سے مدد مانگتے تھے۔ اسی باب سے یَسْتَغِیْثُوْنَ (غَیْثٌ) سے پانی مانگنا بھی آتا ہے۔

یُغَاثُ (فعل مجہول) بھی دونوں معنی میں آتا ہے۔ مدد مانگنے کی صورت میں باب افعال سے اَغَاثَ یُغِیْثُ۔ اور دوسری صورت میں (پانی مانگنا) غَاثَ یَغِیْثُ سے (باب ضرب) آیت ہذا میں یُغَاثُ (مضارع مجہول) غَیْثٌ مصدر سے ہے (باب ضَرَبَ) مینہ برسایا جائے گا۔ یُغَاثُ النَّاسُ لوگوں کے لئے مینہ برسایا جائے گا۔

= فِیۡهِ میں ہٖ ضمیر عامٌ (سال) کے لئے ہے۔
= یَعۡصِرُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَصۡرٌ مصدر (باب ضَرَبَ) وہ رس نچوڑیں گے۔ (یعنی کھیتی اور پھلوں کی فراوانی ہوگی)
۱۲: ۵۰ = بَالُ۔ حال۔ خبر۔ جس حال کی پرواہ کی جائے وہ بال کہلاتا ہے اور کبھی جس حالت میں دل جمنے لگے اس کو بھی بال کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے مجازًا اس کے معنی دل اور جی کے بھی آتے ہیں
مَا بَالُ النِّسۡوَۃِ (ان) عورتوں کی حقیقت حال کیا تھی؟
۱۲: ۵۱ = قَالَ۔ بادشاہ نے عورتوں کو بلا کر پوچھا!
= مَاخَطۡبُکُنَّ۔ تم عورتوں کا کیا معاملہ تھا۔
اَلۡخَطۡبُ وَالۡمُخَاطَبَۃُ وَالتَّخَاطُبُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا اسی سے خُطۡبَۃٌ اور خِطۡبَۃٌ کا لفظ ہے لیکن خُطۡبَۃٌ وعظ ونصیحت کے معنی میں آتا ہے اور خِطۡبَۃٌ کے معنی ہیں نکاح کا پیغام۔
اَلۡخَطۡبُ۔ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت تخاطب ہو جیسے آیہ ہذا۔ یا فَمَا خَطۡبُکَ یٰسَامِرِیُّ۔ (۲۰: ۹۵) (پھر سامری سے کہنے لگے) کہ سامری تیرا کیا معاملہ ہے۔
= رَاوَدۡتُّنَّ۔ تم (عورتوں) نے پھسلایا۔ تم نے بہلایا۔ مُرَاوَدَۃٌ سے جس کے معنی دوسرے کو کسی کام پر پھسلانا۔ یا آمادہ کرنا جس کے کرنے کا وہ ارادہ نہ رکھتا ہو۔ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ رود مادہ۔
= حَاشَ لِلّٰهِ۔ کلمہ تعجب۔ اصل میں حَاشَا لِلّٰهِ تھا۔ الف کو تخفیف کے لئے گرا دیا گیا ملاحظہ ہو ۱۲: ۳۱۔
= مَا عَلِمۡنَا عَلَیۡهِ مِنۡ سُوۡٓءٍ۔ ہم نہیں جانتیں اس کے خلاف کوئی برائی۔
= اَلۡـٰٔنَ۔ اب۔ ظرف زمان ہے۔ الف لام اس پر بعض کے نزدیک تعریف کا ہے اور بعض کے نزدیک زائدہ اور لازم ہے۔
= حَصۡحَصَ الۡحَقُّ۔ کے معنی ہیں کہ حق بات جو کسی دباؤ کی وجہ سے چھپی ہوئی تھی اب اس دباؤ کے دور ہونے کی وجہ سے واضح ہو کر سامنے آگئی ہے۔ حَصَّ وَحَصۡحَصَ (ثلاثی ورباعی) دونوں طرح آتا ہے جیسے کَفَّ وَکَفۡکَفَ عَنۡ۔ دور رکھنا۔ دور کرنا۔ کسی کو بچانا۔ اور کَبَّ وَکَبۡکَبَ الرَّجُلُ عَلٰی وَجۡهِهٖ۔ پچھاڑ دینا۔
۱۲: ۵۲ = ذٰلِکَ۔ (یہاں سے حضرت یوسف کا کلام شروع ہوتا ہے) میں نے اس لئے

اس الزام کی تحقیق کرانا چاہی تھی تاکہ عزیزِ مصر کو اطمینان ہو جائے کہ میں احسان فراموش نہیں ہوں۔

= لَمْ اَخُنْهُ۔ لَمْ اَخُنْ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بَلَمْ۔ واحد متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب عزیزِ مصر کے لئے ہے۔ میں اس کے ساتھ خیانت نہیں کی۔

= بِالْغَيْبِ۔ اس کی غیر حاضری میں۔ اس کی پیٹھ پیچھے۔

= لَا يَهْدِيْ۔ کامیاب نہیں کرتا۔ چال کو سیدھی راہ پر (کامیابی کی راہ پر) نہیں چلنے دیتا

= الْخَآئِنِيْنَ۔ خیانت کرنے والے۔ دغاباز۔ خِيَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

رُمُوزِاَوقاف قُرآن مَجِید

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں کہیں نہیں ٹھہرتے کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اور اس ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے اسی لئے اہل علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کردی ہیں جن کو رُموزاوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کے تلاوت کرنے والے ان رُموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

جہاں بات پوری ہوجاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں یہ حقیقت میں گول ۃ ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقفِ تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیئے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اس کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقف لازم کی ہے اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیئے اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہوجائے اس کی مثال اُردو میں یوں سمجھنی چاہیئے کہ مثلاً کسی کو کہنا ہو کہ اٹھو۔ مت بیٹھو، جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہوجائے گا!

ط وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہیئے مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے

ج وقفِ جائز کی علامت ہے یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے

ز علامت وقف مجوز کی ہے یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقف مرخص کی ہے یہاں ملا کر پڑھنا چاہیئے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔ معلوم رہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا زؔ کی نسبت زیادہ ترجیح رکھتا ہے!

صلے: الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔
ق: قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے یہاں ٹھہرنا نہیں چاہئے۔
صل: قدیوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے اور کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔
قف: یہ لفظ قِفْ ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔
س یا سکتہ: سکتہ کی علامت ہے یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہئے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے:
وقفہ: لمبے سکتہ کی علامت ہے یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہئے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے اور وقفہ میں زیادہ

لا: لاَ کے معنی نہیں کے ہیں یہ علامت آیت کے اوپر کہیں استعمال ہوتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہئے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہئے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اُسی جگہ نہیں چاہئے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔
ك: کذلك کی علامت ہے یعنی جو رمز پہلے ہے وُہی یہاں سمجھی جائے!

ترتیب قرآن مجید منازل القرآن کے مُطابق

(۱) **المنزل الاوّل** : سورۃ الفاتحۃ (شمار سورۃ نمبر ۱) کی آیت نمبر (۱) سے لے کر سورۃ النساء (شمار سورۃ نمبر ۴) کی آخر آیت تک۔

(۲) **المنزل الثانی** : سورۃ المائدہ (شمار سورۃ نمبر ۵) کی اوّل آیۃ سے لے کر سورۃ توبہ (شمار سورۃ نمبر ۹) کی آخر آیت تک۔

(۳) **المنزل الثالث** : سورۃ یونس (شمار سورۃ نمبر ۱۰) کی اول آیت سے لے کر سورۃ النحل شمار سورۃ نمبر ۱۶) کی آخر آیت تک

(۴) **المنزل الرابع** : سورۃ بنی اسرائیل (شمار سورۃ نمبر ۱۷) کی اوّل آیت سے لے کر الفرقان (شمار سورۃ نمبر ۲۵) کی آخر آیت تک

(۵) **المنزل الخامس** : سورۃ الشعراء (شمار سورۃ نمبر ۲۶) کی اول آیۃ سے لے کر سورۃ یٰسین (شمار سورۃ نمبر ۳۶) کی آخر آیت تک

(۶) **المنزل السادس** : سورۃ صافات (شمار سورۃ نمبر ۳۷) کی آیت اوّل سے لے کر سورۃ الحجرات شمار سورۃ نمبر ۴۹ کی آخر آیت تک ؛

(۷) **المنزل السابع** : سورۃ ق (شمار سورۃ نمبر ۵۰) آیت اوّل سے لے کر سورۃ الناس (شمار سورۃ نمبر ۱۱۴) کی آخر آیت تک ؛

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

بلحاظ پارہ

ترتیب قرآن مجید بلحاظ پارہ

حصّہ اوّل

حصّہ دوم

ترتیب قرآن مجید سورتوں کے مطابق

حصہ اوّل

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوعات	مکی	مدنی
۱	الفاتحہ	۵	۲	۱	۷	۱	مکی	
۲	البقرۃ	۱۱	۱۱	۱-۲-۳	۸۶	۴۵		مدنی
۳	آل عمران	۸۹	۲۶۱	۳-۴	۲۰۰	۲۵		″
۴	النساء	۹۲	۳۱۷	۴-۵-۶	۱۷۶	۲۴		″
۵	المائدہ	۱۱۲	۳۸۵	۶-۷-	۱۲۰	۱۶		″
۶	الانعام	۵۵	۴۲۴	۷-۸	۱۶۵	۲۵	مکی	
۷	الاعراف	۳۹	۴۷۸	۸-۹	۲۰۶	۲۴	مکی	
۸	الانفال	۸۸	۵۳۷	۹-۱۰	۷۵	۱۰		مدنی
۹	التوبۃ	۱۱۳	۵۶۸	۱۰-۱۱	۱۲۹	۱۶		″
۱۰	یونس	۵۱	۶۲۸	۱۱	۱۰۹	۱۱	مکی	
۱۱	ہود	۵۲	۶۶۵	۱۱-۱۲	۱۲۳	۱۰	″	
۱۲	یوسف	۵۳	۷۰۹	۱۲-۱۳	۱۱۱	۱۲	″	
				حصہ دوئم				
۱۳	الرعد	۹۶	۱۸	۱۳	۴۳	۶	مکی	
۱۴	ابراہیم	۷۲	۴۱	۱۳	۵۲	۷	″	
۱۵	الحجر	۵۴	۶۰	۱۳-۱۴	۹۹	۶	″	
۱۶	نحل	۷۰	۸۴	۱۴	۱۲۸	۱۶	″	
۱۷	بنی اسرائیل	۵۰	۱۲۷	۱۵	۱۱۱	۱۲	″	
۱۸	الکہف	۶۹	۱۷۳	۱۵-۱۶	۱۱۰	۱۲	″	
۱۹	مریم	۴۴	۲۲۰	۱۶	۹۸	۶	″	

شمار سورت	نام سورت	نزولی نمبر	نمبر صفحہ	شمار پارہ	تعداد آیات	تعداد رکوع	مکی	مدنی
۲۰	طٰہٰ	۴۵	۲۵۱	۱۶	۱۳۵	۸	مکی	
۲۱	الانبیاء	۷۳	۲۹۸	۱۷	۱۱۲	۷	〃	
۲۲	الحجّ	۵۳	۳۳۴	۱۷	۷۸	۱۵		مدنی
۲۳	المؤمنون	۷۴	۳۷۶	۱۸	۱۱۸	۶	مکی	
۲۴	النور	۱۰۲	۴۰۹	۱۸	۶۴	۹	〃	
۲۵	الفرقان	۴۲	۴۳۹	۱۸-۱۹	۷۷	۶	〃	
۲۶	الشعراء	۴۷	۴۸۱	۱۹	۲۲۷	۱۱	〃	
۲۷	النمل	۴۸	۵۲۳	۱۹-۲۰	۹۳	۷	〃	
۲۸	القصص	۴۹	۵۶۶	۲۰	۸۸	۹	〃	
۲۹	العنکبوت	۸۵	۶۱۳	۲۰-۲۱	۶۹	۷	〃	
۳۰	الرّوم	۸۴	۶۴۰	۲۱	۶۰	۶	〃	
۳۱	لقمان	۵۷	۶۶۸	۲۱	۳۴	۴	〃	
۳۲	السّجدۃ	۷۵	۶۸۹	۲۱	۳۰	۳	〃	
۳۳	الاحزاب	۹۰	۷۰۷	۲۱-۲۲	۷۳	۹		مدنی

ترتیبِ نُزول ؎

مُرتّبہ عُلماءِ اَزہر ؒ

مَکّی ؎

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۱	اَلْعَلَقْ	۹۶	۱۹	
۲	اَلْقَلَمْ	۶۸	۵۲	آیات ۱۷ تا ۳۳ اور ۴۸ تا ۵۰ مدنی ہیں
۳	اَلْمُزَّمِّلْ	۷۳	۲۰	آیات ۱۰، ۱۱، ۲۰ مدنی ہیں۔
۴	اَلْمُدَّثِّرْ	۷۴	۵۶	
۵	اَلْفَاتِحَۃ	۱	۷	
۶	اللَّہَب	۱۱۱	۵	
۷	التکویر	۸۱	۲۹	
۸	اَلْاَعْلٰی	۸۷	۱۹	
۹	اللَّیل	۹۲	۲۱	
۱۰	اَلْفَجر	۸۹	۳۰	
۱۱	اَلضُّحٰی	۹۳	۱۱	
۱۲	اَلَمْ نَشْرَحْ	۹۴	۸	
۱۳	اَلْعَصْر	۱۰۳	۳	
۱۴	العٰدیٰت	۱۰۰	۱۱	
۱۵	اَلْکَوْثَرْ	۱۰۸	۳	
۱۶	اَلتَّکَاثُرْ	۱۰۲	۸	
۱۷	اَلْمَاعُوْن	۱۰۷	۷	پہلی تین آیات مدنی ہیں
۱۸	اَلْکَافِرُوْنَ	۱۰۹	۶	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ	تفصیل
۱۹	اَلْفِیل	۱۰۵	۵	
۲۰	اَلْفَلَق	۱۱۳	۵	
۲۱	اَلنَّاس	۱۱۴	۶	
۲۲	اَلْاِخْلَاص	۱۱۲	۴	
۲۳	اَلنَّجْم	۵۳	۶۲	آیت ۳۲ مدنی ہے
۲۴	عَبَس	۸۰	۴۲	
۲۵	اَلْقَدْر	۹۷	۵	
۲۶	اَلشَّمْس	۹۱	۱۵	
۲۷	اَلْبُرُوْج	۸۵	۲۲	
۲۸	اَلتِّیْن	۹۵	۸	
۲۹	قُرَیْش	۱۰۶	۴	
۳۰	اَلْقَارِعَة	۱۰۱	۱۱	
۳۱	اَلْقِیٰمَة	۷۵	۴۰	
۳۲	اَلْهُمَزَة	۱۰۴	۹	
۳۳	اَلْمُرْسَلٰت	۷۷	۵۰	آیت ۴۸ مدنی ہے
۳۴	قٓ	۵۰	۴۵	آیت ۳۸ 〃 〃
۳۵	اَلْبَلَد	۹۰	۲۰	
۳۶	اَلطَّارِق	۸۶	۱۷	
۳۷	اَلْقَمَر	۵۴	۵۵	۴۴ تا ۴۶ مدنی ہیں
۳۸	صٓ	۳۸	۸۸	
۳۹	اَلْاَعْرَاف	۷	۲۰۶	آیات ۱۶۳ تا ۱۷۰ مدنی ہیں
۴۰	اَلْجِنّ	۷۲	۲۸	
۴۱	یٰسٓ	۳۶	۸۳	آیت ۴۵ مدنی ہے
۴۲	اَلْفُرْقَان	۲۵	۷۷	آیات ۶۸ تا ۷۰ مدنی ہے
۴۳	فَاطِر	۳۵	۴۵	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر بسم کے	تفصیل
۴۴	مَرْیَمْ	۱۹	۹۸	آیات ۵۸ و ۷۱ مدنی ہیں
۴۵	طٰہٰ	۲۰	۱۳۵	آیات ۱۳۰ و ۱۳۱ مدنی ہیں
۴۶	الْوَاقِعَۃ	۵۶	۹۶	آیات ۸۱، ۸۲ 〃 〃
۴۷	الشُّعَرَاء	۲۶	۲۲۷	آیات ۱۹۷، ۲۲۴ تا ۲۲۷ مدنی ہیں
۴۸	النَّمْلْ	۲۷	۹۳	
۴۹	اَلْقَصَصْ	۲۸	۸۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مدنی ہیں اور آیت ۸۵ دورانِ ہجرت جُحفہ کے مقام پر نازل ہوئی
۵۰	اَلْاِسْرَاء	۱۷	۱۱۱	آیات ۲۶، ۳۲، ۳۳، ۵۷ اور ۷۳ تا ۸۰ مدنی ہیں
۵۱	یُوْنُسْ	۱۰	۱۰۹	آیات ۴۰ و ۹۴، ۹۵، ۹۶ مدنی ہیں
۵۲	ھُوْد	۱۱	۱۲۳	آیات ۱۲، ۱۷، ۱۱۴ مدنی ہیں
۵۳	یُوْسُفْ	۱۲	۱۱۱	آیات ۱ تا ۳ اور ۷ مدنی ہیں۔
۵۴	الْحِجْر	۱۵	۹۹	آیت ۸۷ مدنی ہے
۵۵	اَلْاَنْعَام	۶	۱۶۵	آیات ۲۰، ۲۳، ۹۱، ۹۲، ۱۱۴، ۱۴۲ اور ۱۵۱ تا ۱۵۳ مدنی ہیں۔
۵۶	الصّٰفّٰت	۳۷	۱۸۲	
۵۷	لُقْمٰن	۳۱	۳۴	آیات ۲۷ تا ۲۹ مدنی ہیں
۵۸	سَبَا	۳۴	۵۴	آیت ۶ مدنی ہے
۵۹	الزُّمَرْ	۳۹	۷۵	آیات ۵۲ تا ۵۴ مدنی ہے
۶۰	الغافر (مومن)	۴۰	۸۵	آیات ۵۶، ۵۷ مدنی ہے
۶۱	فُصِّلَتْ (حٰمٓ سجدہ)	۴۱	۵۴	
۶۲	الشُّوریٰ	۴۲	۵۳	آیات ۲۳ تا ۲۵ اور ۲۷ مدنی ہیں
۶۳	الزُّخْرُفْ	۴۳	۸۹	آیت ۵۴ مدنی ہے
۶۴	الدُّخَانْ	۴۴	۵۹	
۶۵	اَلْجَاثِیَۃ	۴۵	۳۷	آیت ۱۴ مدنی ہے۔
۶۶	اَلْاَحْقَافْ	۴۶	۳۵	آیات ۱۰، ۱۵، ۳۵ مدنی ہیں۔

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	تفصیل
۶۷	اَلذّٰرِیٰت	۵۱	۶۰	
۶۸	اَلْغَاشِیَة	۸۸	۲۶	
۶۹	اَلْكَهْف	۱۸	۱۱۰	آیات ۲۸، ۸۳تا ۱۰۱ مدنی ہیں
۷۰	اَلنَّحْل	۱۶	۱۲۸	آخری ۳ آیات مدنی ہیں
۷۱	نُوح	۷۱	۲۸	
۷۲	اِبْرَاهِيم	۱۴	۵۲	آیات ۱۸، ۲۹ مدنی ہیں
۷۳	اَلْاَنْبِيَاء	۲۱	۱۱۲	
۷۴	المؤمنُونَ	۲۳	۱۱۸	
۷۵	اَلسَّجْدَة	۳۲	۳۰	آیات ۱۶تا ۲۰ مدنی ہیں۔
۷۶	اَلطُّور	۵۲	۴۹	
۷۷	اَلْمُلْك	۶۷	۳۰	
۷۸	اَلْحَاقَّة	۶۹	۵۲	
۷۹	اَلْمَعَارِج	۷۰	۴۴	
۸۰	اَلنَّبَاء	۷۸	۴۰	
۸۱	اَلنّٰزِعٰت	۷۹	۴۶	
۸۲	اَلْاِنْفِطَار	۸۲	۱۹	
۸۳	اَلْاِنْشِقَاق	۸۴	۲۵	
۸۴	اَلرُّوم	۳۰	۶۰	آیت ۱۷ر مدنی ہے
۸۵	اَلْعَنْكَبُوت	۲۹	۶۹	آیات ۱تا ۱۱مدنی ہے
۸۶	اَلْمُطَفِّفِين	۸۳	۳۶	

مَدَنِی

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بسملہ کے بغیر	تفصیل
۱	اَلْبَقَرَۃ	۲	۲۸۶	آیت ۲۸۱ حجۃ الوداع میں نازل ہوئی
۲	اَلْاَنْفَال	۸	۷۵	آیات ۳۰ تا ۳۶ مکی ہیں۔
۳	اٰلِعِمْرَانْ	۳	۲۰۰	
۴	اَلْاَحْزَابْ	۳۳	۷۳	
۵	اَلْمُمْتَحِنَۃ	۶۰	۱۳	
۶	اَلنِّسَآء	۴	۱۷۶	
۷	اَلزِّلْزَال	۹	۸	
۸	اَلْحَدِیْد	۵۷	۲۹	
۹	مُحَمَّدْ	۴۷	۳۸	آیت ۱۳ ہجرت کے موقع پر راستہ میں نازل ہوئی
۱۰	اَلرَّعْدُ	۱۳	۴۳	
۱۱	اَلرَّحْمٰنُ	۵۵	۷۸	
۱۲	اَلدَّھْر	۷۶	۳۱	
۱۳	اَلطَّلَاق	۶۵	۱۲	
۱۴	اَلْبَیِّنَۃ	۹۸	۸	
۱۵	اَلْحَشْرُ	۵۹	۲۴	
۱۶	اَلنُّوْر	۲۴	۶۴	
۱۷	اَلْحَجّ	۲۲	۷۸	آیات ۵۲ تا ۵۵ مکہ اور مدینہ کے درمیان نازل ہوئی
۱۸	اَلْمُنٰفِقُوْنَ	۶۳	۱۱	
۱۹	اَلْمُجَادِلَۃ	۵۸	۲۲	
۲۰	اَلْحُجُرَات	۴۹	۱۸	
۲۱	اَلتَّحْرِیْم	۶۶	۱۲	
۲۲	اَلتَّغَابُنْ	۶۴	۱۸	

نمبر شمار	نام سورت	نمبر سورت	تعداد آیات بغیر تسمیہ کے	
۲۳	اَلصَّفُّ	۶۱	۱۴	
۲۴	اَلْجُمُعَۃ	۶۲	۱۱	
۲۵	اَلْفَتْح	۴۸	۲۹	حدیبیہ سے واپسی پر راستہ میں نازل ہوئی !
۲۶	اَلْمَائِدَۃ	۵	۱۲۰	آیت ۳ حجۃ الوداع میں عرفات کے میدان میں نازل ہوئی
۲۷	التَّوْبَۃ	۹	۱۲۹	آخری دو آیات مکی ہیں
۲۸	اَلنَّصْر	۱۱۰	۳	حجۃ الوداع میں منیٰ کے مقام پر نازل ہوئی۔

ماٰخذِ کتاب

لُغَات

(۱) المعجم الوسیط (عربی سے عربی) مؤلفہ ابراہیم مصطفیٰ۔ حامد عبدالقادر وغیرہ
(۲) المنجد (عربی سے اردو ترجمہ)
(۳) فیروز اللغات (عربی - اردو)
(۴) الفرائد الدریہ۔ از جے۔ جی ہاوہ (عربی۔ انگریزی)
(۵) منتہی الارب فی لغات العرب۔ از عبدالرحیم بن عبدالکریم صفی پوری
(۶) کلمات القرآن تفسیرٌ وبیانٌ۔ از حسنین محمد مخلوف، مفتی دیار المصریۃ
(۷) مفردات القرآن۔ از امام راغب اصفہانی۔ اردو ترجمہ محمد عبدہٗ فیروز پوری
(۸) لغات القرآن از مولانا عبدالرشید نعمانی و مولانا سید عبدالدائم الجلالی، ندوۃ المصنفین۔ ۶ جلد
(۹) قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔
(۱۰) روح المعانی۔ از علامہ ابوالفضل شہاب الدین السید محمود، آلوسی بغدادیؒ
(۱۱) تفسیر بیضاوی۔ از ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر بن محمد الشیرازی البیضاویؒ
(۱۲) الکشاف۔ از ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری الخوارزمیؒ
(۱۳) تفسیر الخازن۔ از علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی المعروف بالخازنؒ
(۱۴) مدارک التنزیل وحقائق التاویل۔ از ابوالبرکات عبداللہ بن محمود النسفیؒ
(۱۵) اضواء القرآن۔ تفسیر القرآن بالقرآن۔ از محمد الامین بن محمد المختار الجکنی و الشنقیطی
(۱۶) تفسیر جلالین از جلال الدین محمد بن احمد المحلی وجلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطیؒ
(۱۷) تفسیر مظہری۔ از علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتیؒ فارسی سے ترجمہ۔ از مولانا سید عبدالدائم الجلالی۔
(۱۸) تفسیر ابن کثیر۔ از اسماعیل بن عمر بن کثیر البصروی ثم الدمشقی (لقب عماد الدین)
(۱۹) قرآن حکیم۔ ترجمہ وتفسیر (انگریزی) عبداللہ یوسف علی۔

۲۰ ـ تفسیر حقانی ۔ از مولانا ابو محمد عبد الحق دہلوی رح
۲۱ ۔ بیان القرآن ۔ از مولانا اشرف علی تھانوی رح
۲۲ ۔ ترجمان القرآن ۔ از مولانا ابو الکلام احمد آزاد رح
۲۳ ۔ تفسیر ماجدی ۔ از مولانا عبد الماجد دریابادی رح
۲۴ ۔ ضیاء القرآن ۔ از پیر کرم شاہ ایم اے (الازہر) بھیرہ۔
۲۵ ۔ تفہیم القرآن ۔ از ابو الاعلیٰ مودودی رح

تراجم : ۲۶ ـ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از محمد علی لاہوری
۲۷ ـ قرآن مجید (انگریزی ترجمہ) از مارماڈیوک پکتھال
۲۸ ـ قرآن مجید اردو ترجمہ از مولانا فتح محمد جالندہری رح
۲۹ ـ قرآن مجید۔ اردو ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب دہلوی رح
صرف و نحو ۳۰ ـ کتاب الصرف و کتاب النحو ۔ از مولنٰنا عبد الرحمٰن امرتسری رح
۳۱ ـ علم الصرف و علم النحو ۔ از مولوی مشتاق احمد چرتھاولی رح
۳۲ ـ علم الصرف از مولنٰنا عبد اللہ محمد بن یوسف السورتی
۳۳ ـ تمرین النحو از مولانا محمد مصطفیٰ ندوی
۳۴ ـ شرح مائۃ عامل ۔ مصنف عبد القاہر جُرجانی ۔ شارح الشیخ عبد الرحمٰن جامی
۳۵ ـ ایضاح المطالب (شرح کافیہ از علامہ جمال الدین بن حاجب رح) از مولانا مشیت اللہ دیوبندی رح
۳۶ ـ اساس عربی از محمد نعیم الرحمٰن ، ایم اے ۔ لیکچرار الٰہ آباد یونیورسٹی
۳۷ ـ ترکیب القرآن ۔ قدرت اللہ ۔ جامعہ محمدیہ ۔ اوکاڑہ ۔ (صرف پارہ اوّل)
۳۸ ـ اصطلاحات نحو عربی (انگریزی ۔ عربی)
۳۹ ـ عربی زبان کی گرامر (انگریزی) از ڈبلیو رائٹ ۔ ایل ۔ ایل ڈی ۔
متفرق ۴۰ ـ الاتقان فی علوم القرآن دو جلد از علامہ جلال الدین سیوطی رح ۔ اردو ترجمہ مولانا عبد الحلیم انصاری
۴۱ ـ معجم المفہرس لالفاظ القرآن الحکیم ۔ از محمد فواد عبد الباقی ۔

اَنْوَارُ الْبَیَان

فِیْ حَلِّ

لُغَاتُ الْقُرْآن

حِصّہ دُوم

تالیف

علی مُحمّد پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

أَنْوَارُ الْبَيَان

فِي حَلِّ

لُغَاتُ الْقُرْآن

حِصّہ دُوُم

تالیف

علی مُحمّد پی سی ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

النّاشر

مَکتَبہ سَیِّد احمد شہید رحمہ اللہ

۱۰ - الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَآ اُبَرِّئُ (۱۳)

يُوْسُف ۞ اَلرَّعْدُ ۞ اِبْرَاهِيْم

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ

۱۲:۵۳ = مَا اُبَرِّئُ۔ مَا نفی کا ہے اُبَرِّئُ مضارع واحد متکلم۔ اِبْرَاءٌ (افعال) سے جس کے معنی ہر بری چیز۔ مرض وغیرہ سے بری کرنے اور نجات دلانے کے ہیں۔ مَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتا ہوں۔

= لَاَمَّارَۃٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَمَّارَۃٌ اَمْرٌ سے ہے جس کے معنی حکم دینے کے ہیں۔ اٰمِرٌ۔ حکم دینے والا۔ اَمَّارٌ مبالغہ کا صیغہ بڑا حکم دینے والا۔ شرارت پر اکسانے والا۔ اَمَّارَۃٌ اَمَّارٌ سے صیغہ مؤنث ہے۔

= اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوں گی۔

۱۔ اِلَّا حرف استثناء متصل مَا بمعنی مَنْ۔ ای کل نفس اَمَّارَۃٌ اِلَّا من رحمہا اللہ (بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے) سوائے اس نفس کے جس پر میرا پروردگار رحم کرے۔

۲ = اِلَّا۔ استثناء منقطع مَا مصدریہ غیر زمانیہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بالسُّوْٓءِ لکن رحمۃ رَبِّیْ ھی التی تصرف عنہا السُّوْٓءَ بے شک نفس تو برائی ہی کا حکم دینے والا ہے لیکن میرے رب کی رحمت اس کو برائی سے بچا دیتی ہے۔

۳۔ اِلَّا حرف استثناء مَا مصدریہ زمانیہ

ای ان النفس لامارۃ بالسوء فی کل وقت الا فی وقت رحمۃ ربی۔ یعنی بے شک نفس تو ہر وقت برائی ہی کا حکم دیتا ہے سوائے اس وقت کے کہ جب میرے رب کی رحمت ہو

شروع آیۃ ۵۲ سے اختتام آیۃ ۵۳ تک اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ کلام حضرت یوسف کا ہے یا کہ زلیخا کا۔ مجاہد۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ ابن ابی الہذیل۔ ضحاک۔ حسن۔ قتادہ اور سدی قائل ہیں کہ یہ حضرت یوسف کا کلام ہے اور وہ اس کی وجہ یہ فرماتے ہیں کہ شانِ کلام سے صاف ظاہر ہے کہ یہ الفاظ حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں کلام میں جو نیک نفسی۔ عالی ظرفی۔ فروتنی اور خدا ترسی بول رہی ہے وہ خود گواہ ہے کہ ہر فقرہ اس زبان سے نکلا ہوا نہیں ہے جس سے ھَیْتَ لَکَ وغیرہ الفاظ نکلے تھے ایسے پاکیزہ کلمات تو حضرت یوسف

ہی کی زبان مبارک سے نکل سکتے تھے۔

دوسری طرف امام ماوردیؒ۔ ابن تیمیہؒ اور ابن کثیرؒ کے مطابق واقعہ کے سیاق وسباق اور معنوی لحاظ سے اَلْئٰنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ سے لے کر غَفُوْرٌ رَّحِیْم تک زلیخا کا کلام ہی ہوسکتا ہے۔

۱۲: ۵۴ = اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِیْ۔ میں اس کو خالص کرلوں اپنی ذات کے لئے۔ یعنی میں اس کو ذاتی مشیر بنالوں۔ اَسْتَخْلِصُ اِسْتِخْلَاصٌ (استفعال) سے مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے

= كَلَّمَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع یوسف علیہ السلام ہے۔ اس (عزیز مصر) نے اُس (حضرت یوسف) سے کلام کیا۔ گفتگو کی۔

= مَكِيْنٌ۔ صاحب منزلت۔ معزز۔ محترم۔ مرتبہ والا۔ كَوْنٌ مصدر مَكِيْنٌ صفت مشبہ

۱۲-۵۶ = مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَمْكِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہم نے اس کو جاہ عطا کیا یا اقتدار بنایا۔

= يَتَبَوَّأُ وہ اترے۔ فروکش ہورہے۔ تَبَوُّءٌ (تفعّل) مصدر۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ب وء مادہ کے حروف ہیں۔

= مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع (الارض (ارض مصر) ہے۔

= نُصِيْبُ۔ مضارع جمع متکلم (افعال) اَصَابَ يُصِيْبُ اِصَابَةً۔ ہم سرفراز کرتے ہیں ہم پہنچاتے ہیں۔ صَوْبٌ مادہ۔

۱۲: ۵۸ = مُنْكِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْكَارٌ مصدر۔ نہ پہچاننے والے۔ ناواقف۔ نہ ماننے والے۔ انکار کرنے والے۔

۱۲: ۵۹ = جَهَّزَهُمْ۔ اس نے ان کے لئے تیار کردیا۔ جَهَّزَ يُجَهِّزُ تَجْهِيْزٌ (تفعیل) سے بمعنی سامان تیار کردینا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ھُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب (برادرانِ یوسف کے لئے) جِهَازٌ۔ سامان۔ مال واسباب۔ سازوسامان۔

= اِئْتُوْنِیْ۔ ب۔ اَتٰی يَاْتِیْ اِتْيَانٌ (ضرب) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جب اس کے صلہ میں بَ آئے تو متعدی ہوجاتا ہے۔ اِئْتِ بِ۔ میرے پاس لا۔ اِئْتُوْنِیْ بِاَخٍ لَّكُمْ اپنے بھائی کو میرے پاس لاؤ۔ نِیْ میں نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم اتی مادہ۔

= اُوْفِیْ۔ مضارع واحد متکلم۔ میں پورا کرتا ہوں۔ میں پورا کروں گا۔

اَوْفٰی يُوْفِیْ اِيْفَاءٌ (افعال)، اَوْفٰی بِالْوَعْدِ۔ وعدہ پورا کرنا۔ اَوْفَی النَّذْرَ نذر پوری کرنا۔ اَوْفَی الْكَيْلَ پیمانہ پورا ماپنا۔ وَفٰی مادہ۔

= المُنْزِلِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر - اِنْزَالٌ مصدر - مہمان ٹھہرانے والے - اتار نیوالے - (کہ مہمان کو اس کی سواری - گھوڑا - اونٹ وغیرہ سے خیر مقدم کرتے ہوئے اتارا جاتا ہے) لہٰذا میزبان کو مُنْزِلٌ کہتے ہیں -

= کَیْلَ - غلہ - اَلْکَیْلُ غلہ سے پیمانہ بھرنا -

۱۲:۶۰ = لَا تَقْرَبُوْنِ - فعل نہی - جمع مذکر حاضر - نون وقایہ - ضمیر متکلم محذوف - تم میرے پاس مت آؤ - تم میرے نزدیک مت پھٹکو -

۱۲:۶۱ = سَنُرَاوِدُ - مضارع جمع متکلم - مُرَاوَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر - رَوْدٌ مادہ - ہم پھیرنے کی کوشش کریں گے - نیز ملاحظہ ہو ۱۲:۲۳ -

= لَفٰعِلُوْنَ - لام تاکید کے لئے - اور ہم ضرور کریں گے -

۱۲:۶۲ = لِفِتْیٰنِہٖ - جمع - فَتًی - واحد لام حرف جر - فِتْیَانٌ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ - اپنے خادموں سے - فَتًی - بمعنی غلام - جوان - سخی -

= اِجْعَلُوْا - رکھ دو - بنادو - جَعْلٌ سے امر جمع مذکر حاضر -

= بِضَاعَتَہُمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی پونجی - ان کا سامانِ تجارت - ملاحظہ ہو ۱۲:۱۹

= رِحَالِہِمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی خرجیں - ان کے کجاوے - بمراد - ان کے سامان میں - ان کے مال و اسباب میں -

اصل میں اونٹ پر سواری کے لئے جو چیز رکھی جاتی ہے یعنی پالان وغیرہ - اس کو رحل کہتے ہیں - مجازًا منزل - مسکن - خرجیں اور سامانِ سفر کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے رِحْلِہٖ اس کا اسباب سفر - اس کا کجاوہ -

= لَعَلَّہُمْ یَعْرِفُوْنَہَا - ھا - ضمیر واحد مؤنث غائب - بِضَاعَۃٌ (بِضَاعَتَہُمْ) کی طرف راجع ہے ای لعلہم یعرفون حق ردّھا - یعنی جب وہ اپنی پونجی اپنے اسباب میں دیکھیں تو اخلاقی طور پر اس کے واپس کرنے کے حق کو یاد کریں کہ اس کے بدلہ میں غلہ تو ہم لے آئے ہیں یہ نقدی غلہ دینے والوں کا حق ہے جو انہیں واپس ہونا چاہئے -

۱۲:۶۳ = نَکْتَلْ - مضارع مجزوم - جمع متکلم - اِکْتِیَالٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر - ہم ناپ بھر غلہ لے لیں -

۱۲:۶۴ = اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ - اٰمَنُ - مضارع واحد متکلم اَمِنَ یَاْمَنُ (سمع) اَمْنٌ و اَمَانٌ و اَمَنَۃٌ سے - اَمِنَ عَلٰی کسی چیز کو کسی کی حفاظت میں دینا - اٰمَنُکُمْ عَلَیْہِ میں اس کو

تمہاری حفاظت میں دیدوں۔ اس کو تمہارے سپرد کردوں۔

كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ۔ جیساکہ میں نے تمہیں محافظ بنایا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے (کیونکہ اس وقت بھی ان بھائیوں نے یہی کہا تھا کہ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ (آیت ۱۲)

= فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا۔ حَافِظًا۔ منصوب بوجہ تمیز ہے یا بوجہ حال کے۔ جملہ میں ف محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے (تم کیا حفاظت کروگے بہترین محافظ تو اللہ ہی ہے)

۱۲: ۶۵ = مَا نَبْغِيْ۔ نَبْغِيْ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَغٰى يَبْغِيْ (ضَرَبَ) بَغْيٌ سے۔ اس کے معنی کسی چیز کی طلب میں درمیانہ روی کی حد سے تجاوز کرنا کے ہیں خواہ تجاوز کرسکے یا نہ کرسکے۔ گو لغت میں بَغْيٌ کا لفظ محمود اور مذموم دونوں قسم کے تجاوز پر بولا جاتا ہے مگر قرآن میں اکثر جگہ مذموم کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مَا نَبْغِيْ میں مَا نفی کے لئے بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ ہم نے بادشاہ کی تعریف میں اور اس کے احسان و کرم نوازی میں حد سے تجاوز نہیں کیا تھا۔ اور یہ اس کا ثبوت ہے کہ اس نے ہماری نقدی بھی واپس کردی ہے۔

یا مَا استفہامیہ ہے ای اَیَّ شَیْءٍ نَطْلُبُ وَرَاءَ هٰذَا۔ اس سے زیادہ ہمیں اور کیا چاہیے کہ بادشاہ نے ہمیں غلہ بھی پورا دیا اور ہماری نقدی بھی واپس کردی۔

= نَمِيْرُ۔ مَارَ يَمِيْرُ مَيْرٌ (باب ضَرَبَ) سے مضارع جمع متکلم

اَلْمَيْرُ۔ مصدر خوراک۔ کھانا۔ مَارَ عِيَالَهٗ۔ عیال کے لئے خوراک لانا۔ اَلْمَائِرُ اسم فاعل خوراک لانے والا۔ نَمِيْرُ اَهْلَنَا ہم اپنے اہل خانہ کے لئے خوراک لائیں گے۔

= نَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ۔ ایک اونٹ کا بوجھ غلہ زیادہ لائیں گے۔

= ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ یہ غلہ آسانی سے مل جاویگا۔

۱۲-۶۶ = مَوْثِقًا۔ مصدر منصوب۔ وُثُوْقٌ بھی مصدر ہے۔ پختہ پیمان۔ مَوْثِقٌ۔ مضبوط عہد۔ وَثْقٌ مادہ۔ وَثِقَ يَوْثِقُ (باب حسب)

= لَتَأْتُنَّنِيْ بِهٖ۔ لام تاکید بانون ثقیلہ۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم اس کو میرے پاس ضرور لے آؤ گے

= يُحَاطَ بِكُمْ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَةٌ سے۔ احاطہ کرلینا۔ گھیرے میں لے لینا گھیر لینا۔ بجز اس کے کہ تم گھیرے میں آجاؤ۔ تمہارا احاطہ کرلیا جائے۔ تم کو بے بس کردیا جائے

= یٰبَنِیَّ ۔ یہ مادہ ب ن ی سے مشتق ہے یَاحرفِ ندا۔ بَنِیَّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ بَنَیْتُ اَبْنِیْ بِنَاءً وَ بِنْیَةً وَ بُنْیَانًا کے معنی تعمیر کرنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے وَبَنَیْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا (۷۸: ۱۲) اور تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اِبْنٌ (بیٹا) بھی اسی سے ہے یہ اصل میں بَنَیٌ تھا۔ اس کی جمع اَبْنَاءٌ اور تصغیر بُنَیَّ آتی ہے بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے اس لئے اِبْنٌ کہاجاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کا بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب اس کی تربیت۔ دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اسے اس کا ابنٌ کہاجاتا ہے۔ نیز جسے کسی چیز سے لگاؤ ہو اسے بھی اس کا اِبنٌ کہاجاتا ہے۔ مثلاً فُلَانٌ اِبْنُ حَرْبٍ فلاں جنگ جو ہے۔

بَنِیَّ اصل میں بَنِیْنُوْنَ۔ بَنُوْنَ (اِبْنٌ کی جمع بحالت رفع) تھا۔ جب اس جمع مذکر سالم کو یائے متکلم کی طرف مضاف کیا تو جمع کا نون لوجہ اضافت گر گیا۔ بَنِیْوِیَ ہو گیا۔ اب واؤ اور ی جمع ہوئے واؤ ساکن تھا اس لئے بقاعدہ مَرْمِیٌّ واؤ کو ی سے بدل کر ی کو ی میں ادغام کیا ی ماقبل واؤ کے ضمہ کو حرف ماقبل ن کو دیا اور ی کی رعایت سے ن کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا اور ی کو گرادیا۔ بَنِیَّ رہ گیا۔ یٰبَنِیَّ۔ اے میرے بیٹو۔

= مَا اُغْنِیْ ۔ مَا نفی کے لئے ہے اُغْنِیْ اِغْنَاءٌ (اِفعالٌ) سے مضارع واحد متکلم۔ اَغْنٰی عَنْهُ دور کرنا۔ مَا اُغْنِیْ عَنْكُمْ۔ میں تم کو دور نہیں کر سکتا۔ میں تم کو بے نیاز نہیں بنا سکتا مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ اللہ سے کسی شے میں۔ میں کسی شے میں تم کو اللہ سے بے نیاز نہیں کر سکتا (یعنی ہوگا تو وہی جو اللہ کو منظور ہے میری نصیحت کا مطلب یہ نہیں کہ تم اب مشیت ایزدی سے بے نیاز ہو جاؤ)

= اِنِ الْحُكْمُ میں اِنْ نافیہ ہے۔

= عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ اسی پر میرا توکل ہے۔

۱۲: ۶۸ = مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ۔ میں یُغْنِیْ کا فاعل حضرت یعقوب کی رائے ہے یا ان کا متفرق طور پر مصر میں داخل ہونا۔ یعنی حضرت یعقوب کی رائے یا ان کا علیحدہ علیحدہ ہو کر شہر مصر میں داخل ہونا ان کو تقدیر الٰہی سے نہ بچا سکا۔

= اِلَّا حَاجَةً۔ استثناء منقطع۔ سوائے اس کے کہ یہ ایک خواہش تھی حضرت یعقوبؑ کے دل کی۔ حَاجَةً۔ خواہش۔ ارمان۔ ضرورت۔ غرض۔ اس کی جمع حَاجَاتٌ وحَوَائِجُ

= قَضٰهَا۔ ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول برائے حَاجَةً۔ قَضٰی یَقْضِیْ (ضرب)

قَضَآءٌ مصدر۔ پورا کرنا۔ حاجت پوری کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا۔ وغیرہ۔
قَضٰھَا۔ جس کو اس نے پورا کیا۔
= اِنَّہٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰہُ۔ جو علم ہم نے اس کو دیا تھا اس کی وجہ سے وہ صاحب علم تھے۔ یعنی خوب جانتے تھے کہ انسانی تدبیر قضائے الٰہی کو ٹال نہیں سکتی لیکن مقصد کے حصول کے لئے اسباب کا مہیا کرنا ہر شخص پر فرض ہے نتیجہ تقدیر ایزدی پر منحصر ہے۔
۱۲: ۶۹ = اٰوٰی۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ اِیْوَآءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب اَلْمَاْوٰی۔ اٰوٰی یَاْوِیْ (ضَرَبَ) اُوِیٌّ۔ مَاْوًی۔ جس کے معنی کسی جگہ نزول کرنے یا پناہ حاصل کرنے کے ہیں۔ اٰوٰی یَاْوِیْ اِلٰی۔ کسی کے پاس اترنا۔ کسی کے ساتھ مل جانا۔ اٰوٰہُ (افعال) کسی کو جگہ دینا۔ جیسا کہ آیۂ ہذا میں ہے۔ اس کا مضارع یُؤْوِیْ ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَ تُؤْوِیْٓ اِلَیْكَ مَنْ تَشَآءُ (۲۳: ۵۱) اور جسے چاہو اپنے پاس ٹھکانہ دو۔
اٰوٰٓی اِلَیْہِ اَخَاہُ۔ اس نے اپنے بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔
= لَا تَبْتَئِسْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِبْتِئَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) سے۔ تو غمگین نہ ہو۔ تو غم نہ کھا۔ (ملاحظہ ہو ۱۱-۳۶) بُؤْسٌ مادہ
= جَھَّزَھُمْ بِجَھَازِھِمْ۔ ان کا سامان تیار کردیا۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۵۹)
= السِّقَایَۃَ۔ پانی پینے کا برتن۔ صُوَاعٌ (پینے کا بڑا جام) صَاعٌ پیمانہ کو بھی کہتے ہیں
= رَحْلِ۔ شلیتہ۔ خرجن۔ کجاوہ۔ (ملاحظہ ہو ۱۲: ۶۲)
۱۲: ۷۰ = اَلْعِیْرُ۔ قافلہ۔ کارواں یہ مؤنث ہے۔ اور عَادَ یَعِیْرُ سے مشتق ہے اس کی جمع عِیَرَاتٌ اور عِیْرَاتٌ ہے۔
صاحب المفردات لکھتے ہیں۔ العِیْرُ۔ قافلہ جو غذائی سامان لا د کر لاتا ہے اصل میں یہ لفظ غلہ بردار اونٹوں اور ان کے ساتھ جو لوگ ہوتے ہیں ان کے مجموعہ پر بولا جاتا ہے مگر کبھی اس کا استعمال صرف ایسے اونٹوں کے لئے اور کبھی صرف ایسے لوگوں کے لئے بھی ہوتا ہے۔
۱۲: ۷۱ = تَفْقِدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم گم کر رہے ہو۔ تم کھو رہے ہو۔
مَاذَا تَفْقِدُوْنَ۔ تمہاری کونسی چیز گم ہوگئی ہے فَقْدٌ مصدر (باب ضَرَبَ) تَفَقَّدَ (باب تفعّل) اس نے جستجو کی۔ اس نے تلاش کیا۔ اس نے خبر لی۔ اس نے حاضری لی۔
وَ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ (۲۷: ۲۰) اس نے پرندوں کی حاضری لی۔
۱۲: ۷۲ = نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ۔ ہم نے بادشاہ کا پیمانہ گم کردیا ہے۔ مَفْقُوْدٌ گم شدہ

= وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ۔ جو شخص اس کو لا کر دے گا (اس کے لئے) ایک بار شتر (غلہ) انعام ہے۔
= زَعِیْمٌ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ زَعَامَۃٌ۔ ضمانت دینا۔ ذمہ لینا۔ کفیل ہونا۔ زَعِیْمٌ کی جمع زُعَمَآءُ ہے۔
۱۲:۷۳ = تَاللّٰہِ۔ خدا کی قسم۔ تَ یہاں واؤ یا بآء کے بدلے میں ہے۔
۱۲:۷۵ = فَھُوَ جَزَآؤُہٗ۔ وہ خود اپنی سزا ہے۔ یعنی چوری کی سزا میں خود چور صاحب مال کا غلام بن جائے گا۔
۱۲:۷۶ = بَدَأَ۔ اس نے شروع کیا۔ اس نے ابتدا کی۔ بَدْءٌ سے باب فتح ماضی واحد مذکر غائب۔ فعل میں فاعل کی ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس کے متعلق دو مختلف اقوال ہیں۔ (۱) اس کا مرجع المؤذن ہے۔ پکارنے والا۔ یعنی جس نے پہلے پکار کر کہا تھا۔ ایتھا العیر اِنَّکُمْ لَسَارِقُوْنَ (آیہ: ۷۰) (۲) اس کا مرجع حضرت یوسفؑ ہیں کیونکہ تلاش کے لئے وہ قافلہ کو بادشاہ کے حضور لے آئے تھے اور حضرت یوسف نے خود ان کے متاع کی تلاشی لی یا اپنے سامنے دوسروں سے تلاشی کروائی قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْہِ اپنے بھائی کے سامان (کی تلاشی) سے پہلے) میں اَخِیْہِ کی ضمیر واحد مذکر غائب بلاشک وشبہ حضرت یوسف کی طرف راجع ہے جس سے اس امر کو تقویت پہنچتی ہے کہ بَدَأَ کے فاعل حضرت یوسف خود تھے۔
= اَوْعِیَتِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَوْعِیَۃٌ وِعَآءٌ کی جمع ہے وِعَآءٌ اس کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بحفاظت رکھی جائے۔ شلیتہ۔ خرجی۔
اَلْوَعْیُ (ض) کے معنی عموماً بات وغیرہ کو یاد کرلینا کے ہیں۔ جیسے وَعَیْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ میں نے اسے یاد کرلیا۔ قرآن مجید میں ہے لِنَجْعَلَھَا لَکُمْ تَذْکِرَۃً وَّتَعِیَھَا اُذُنٌ وَّاعِیَۃٌ (۶۹: ۱۲) تاکہ اس کو تمہارے لئے یادگار بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد کریں۔ اَلْاِیْعَاءُ (اِفْعَال) کے معنی ساز وسامان کو وِعَاء (ظرف) میں محفوظ کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے جَمَعَ فَاَوْعٰی (۷۰: ۱۸) مال جمع کیا اور اس کو بند رکھا۔ اَلْوِعَاءُ کے معنی بوری یا تھیلا جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کرکے رکھی جائیں۔ اس کی جمع اَوْعِیَۃٌ ہے۔
= اِسْتَخْرَجَھَا۔ اس کو نکالا۔ اس کو نکلوایا۔ اِسْتِخْرَاجٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ھَا ضمیر مؤنث غائب اس کا مرجع السقایۃ ہے یا صُوَاعُ ہے جو مذکر مؤنث

ہردو کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= کِدْنَا۔ ماضی جمع متکلم کَیْدٌ۔ مصدر (باب ضرب) ہم نے خفیہ تدبیر کی۔

= دِیْنِ۔ قانون۔ مَا کَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاہُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ۔ بادشاہ مصر کے قانون کے مطابق حضرت یوسف ؑ اپنے بھائی کو نہیں رکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہاں چوری کی سزا جرمانہ اور تازیانہ تھی۔ لیکن یہ مشیت ایزدی تھی کہ برادرانِ یوسف نے کہہ دیا کہ ہم چور کو وہی سزا دیں گے جو ہم خود دیتے ہیں۔ یعنی چور کا صاحبِ مال کا غلام بن جانا۔

= نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ۔ ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔ یہاں علمی درجے مراد ہیں جو حضرت یوسف کو اپنے بھائیوں کی نسبت اللہ کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔

= وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ۔ اور ہر صاحب علم پر ایک دوسرا علمی فوقیت رکھتا ہے تا آنکہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ پر جا ختم ہوتا ہے کہ علم کی ابتدا بھی اسی سے ہے اور انتہا بھی اسی پر ہے۔

۱۲: ۷۷ = اَسَرَّهَا۔ اَسَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اس نے چھپایا اس نے چھپائے رکھا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس ضمیر کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ اس قول کی طرف راجع ہے جو بعد میں آرہا ہے یعنی اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ؕ کے الفاظ آپ نے اپنے دل میں کہے اور ان کو ان پر ظاہر نہ کیا۔ بعض نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔ اس بنا پر کہ یہ طریق غیر مستعمل ہے۔

(۲) ضمیر اجابت کی طرف راجع ہے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنا جواب دل میں چھپائے رکھا اور ان پر ظاہر نہ کیا۔

(۳) ضمیر ان کے قول (مقالہ۔ گفتگو) کی طرف راجع ہے۔ یعنی انہوں نے یوسف ؑ کے سارق ہونے کے متعلق جو بات کہی وہ انہوں نے اس کی حقیقت کو اپنے دل میں چھپائے رکھا۔ اور ان پر ظاہر نہ کیا

(۴) ضمیر محذوف کی طرف راجع ہے یعنی یوسف علیہ السلام نے اپنے غصہ اور کبیدہ خاطری کو جو ان کے قول کے نتیجہ میں پیدا ہوئی چھپائے رکھا اور ظاہر نہ کیا۔

= لَمْ یُبْدِهَا۔ لَمْ یُبْدِ مضارع نفی جحد بلَمْ اصل میں یُبْدِیْ تھا۔ ی بوجہ عمل لَمْ (اجتماع ساکنین) گر گئی۔ اس نے اس کو ظاہر نہ کیا۔ هَا ضمیر کے متعلق اوپر اَسَرَّهَا میں ملاحظہ ہو۔

= قَالَ۔ ای قَالَ فِیْ نَفْسِهٖ۔ اپنے جی میں کہا۔

= اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا۔ تم بہت بری جگہ ہو۔ تمہاری پوزیشن تو بہت ہی بری ہے (کہ تم نے اپنے بھائی کو باپ سے چرایا اور اپنی بریت کے لئے طرح طرح کی کذب بیانی کی)

= تَصِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بیان کرتے ہو۔ تم بتاتے ہو۔ وَصْفٌ (باب ضَرَبَ) سے
١٢: ٧٩ = مَعَاذَ اللّٰہِ۔ مَعَاذَ مصدر میمی ہے اور اسم ہے اور مضاف اللّٰہِ مضاف الیہ۔ اللہ کی پناہ۔ تقدیر کلام۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مَعَاذًا مِنْ اَنْ نَاْخُذَ۔ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ ہم کسی آدمی کو پکڑ رکھیں (ما سوا اس آدمی کے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے)
= اِذًا۔ حرف جزا ہے اصل میں اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں جواب اور جزاء کے لئے آتا ہے۔
= لَظٰلِمُوْنَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔
= اِسْتَیْئَسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ مایوس ہو گئے اِسْتِیْئَاسٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ی ء س حروف مادہ۔ ویسے ثلاثی مجرد سے یَئِسَ (سَمِعَ) بھی انہیں معنوں میں آتا ہے لیکن باب استفعال سے س اور ت مبالغہ کے لئے زائد لائے ہیں۔
= خَلَصُوْا۔ خَلَصَ یَخْلُصُ (نَصَرَ) خُلُوْصٌ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ الگ بیٹھے۔ وہ اکیلے بیٹھے۔
= نَجِیًّا۔ خَلَصُوْا کی ضمیر جمع مذکر سے حال ہے۔ بوجہ مصدر ہونے کے حال ہے۔ باہم سرگوشی کرتے ہوئے۔ باہم مشورہ کرتے ہوئے (یعنی الگ ایک طرف جا کر مشورہ کرنے لگے) نَجْوٰی۔ سرگوشی
= مَا فَرَّطْتُمْ فِیْ یُوْسُفَ۔ میں مَا زائدہ ہے اور جملہ حالیہ ہے۔ فَرَّطَ یُفَرِّطُ تَفْرِیْطٌ۔ (تَفْعِیْلٌ) اِفْرَاطٌ (افعالٌ) کے معنی حد سے بہت زیادہ تجاوز کر جانا۔ اور تفریط (تفعیل) کے معنی حد سے بہت پیچھے رہ جانا۔ یعنی کوتاہی کرنا۔
وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِیْ یُوْسُفَ اور اس سے قبل تم یوسف کے بارہ میں کوتاہی کر چکے ہو۔ قصور کر چکے ہو۔
قرآن میں اور جگہ آیا ہے۔ مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ (٦: ٣٨) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ میں) کسی چیز (کے لکھنے) میں کمی نہیں کی۔
= لَنْ اَبْرَحَ۔ مضارع نفی تاکید بلن۔ واحد متکلم۔ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ بَرِحَ یَبْرَحُ (سَمِعَ) کسی جگہ سے ہٹنا۔ پلٹنا۔ میں (یہاں سے) نہیں ہٹوں گا۔ اَلْاَرْضَ۔ ارض مصر۔ میں اس سرزمین مصر سے نہیں ہٹوں گا۔
= یَحْکُمَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فیصلہ کرے۔
١٢: ٨١ = وَمَا شَهِدْنَآ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا۔ ہم تو شاہد صرف اتنے ہی کے تھے جتنا ہم جانتے تھے

یعنی بنیامین کے متعلق قول وقرار دیتے وقت تو ہم نے صرف اتنی ہی ذمہ داری لی تھی جتنی ہمارے ظاہر علم میں آسکتی تھی۔
= حٰفِظِیْنَ۔ حَافِظٌ کی جمع بحالت نصب وجر۔ حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنے والے
وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِیْنَ۔ یعنی جو کچھ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوا۔ اس کے متعلق ہم کیا حفاظتی قدم لے سکتے تھے۔ (یعنی بنیامین کا پیمانہ چرانا نہ ہمارے روبرو ہماری آنکھوں کے سامنے ہوا اور نہ ہی کسی اور طریقہ سے ہمارے علم میں آیا۔ لہٰذا ہم غائب کے متعلق کوئی حفاظتی قدم نہ لے سکتے تھے۔
۱۲: ۸۲ = اَلْقَرْيَةَ۔ بستی۔ بستی کے رہنے والے اس کی جمع قُرٰی ہے جو کہ جمع سماعی ہیں ہے قیاسی ہے۔ کیونکہ قیاسی جمع فَعْلَةٌ کی فِعَالٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْيَةٌ کی جمع ظِبَاءٌ ہے
= اَلْعِيْرَ۔ قافلہ۔ کارواں۔ عَادَ يَعِيْرُ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چلنے کے ہیں یہ مؤنث ہے اور اس کی جمع عِيْرَاتٌ ہے۔
= اَقْبَلْنَا فِيْهَا۔ جس میں ہم آئے ہیں۔ اَقْبَلَ (افعال) سے بمعنی آگے آنا۔ متوجہ ہونا۔ رُخ کرنا
۱۲: ۸۳ = بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا۔ ملاحظہ ہو ۱۲: ۱۸۔
= بِهِمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب آئی ہے کیونکہ اس وقت حضرت یعقوبؑ کے تین بیٹے جُدا تھے۔ حضرت یوسف۔ بنیامین۔ اور یہودا جس نے کہا تھا کہ میں تو اس ارضِ مصر سے نہیں ہٹوں گا۔ جب تک کہ میرا باپ مجھے اجازت نہ دے یا اللہ تعالیٰ کوئی فیصلہ نہ کردے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸۰۔
۱۲: ۸۴ = تَوَلّٰى عَنْهُمْ۔ اس نے ان سے منہ پھیر لیا
= يٰاَسَفٰى۔ اصل میں يَا اَسَفِيْ تھا۔ یائے متکلم کو بوجہ تخفیف الف سے بدل دیا۔ ہائے افسوس۔ و الاسف اشد الحزن علٰی مافات۔ الاسف کسی کھوئی چیز پر شدتِ غم کو کہتے ہیں۔

صاحب المفردات نے لکھا ہے کہ۔ الاسف۔ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ اور کبھی الاسف کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفرادًا بھی بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس کے معنی جذبہ انتقام سے خونِ قلب کے جوش مارنے کے ہیں۔ اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقت ور آدمی پر ہو تو منقبض ہو کر حزن بن جاتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے حُزن اور غضب کی حقیقت دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ لفظ دو ہیں اور ان کی اصل ایک ہی ہے۔ جب کوئی شخص اپنے سے کمزور کے ساتھ جھگڑتا ہے تو غیظ

وغضب کا اظہار کرتا ہے اور جب اپنے سے قوی کے ساتھ جھگڑتا ہے تو واویلا اور غم کا اظہار کرتا ہے
یَآسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ میں تجنیس لفظی ہے جو کلام کی لطافت اور خوبصورتی کو دوبالا کرتی ہے اس کی اور مثالیں یہ ہیں (۱) وَهُمْ یَنْهَوْنَ عَنْهُ وَیَنْئَوْنَ عَنْهُ (۶:۲۶) اور وہ (دوسروں کو) اس سے روکتے ہیں اور خود بھی) اس سے الگ رہتے ہیں
(۲) مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ - وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ یَّقِیْنٍ (۲۷:۲۲) اور میں آپ کے پاس ملکِ سباء کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔

= کَظِیْمٌ - صفت مشبہ - مفرد بمعنی کَاظِمٌ - کَظْمٌ - مصدر (ضرب) سخت غمگین جو اپنے غم کو گھونٹ کر رکھے - ظاہر نہ کرے - اَلْکَظْمُ اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِکَظْمِهٖ اس نے اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا یعنی غم میں مبتلا کر دیا۔
اَلْکُظُوْمُ - سانس رکنے کو کہتے ہیں اور خاموش ہو جانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے کُظِمَ فُلَانٌ - اس کا سانس بند کر دیا گیا (مراد نہایت غمگین ہونا ہے) کَظْمُ الْغَیْظِ کے معنی غم روکنے کے ہیں جیسے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (۳:۱۳۴) اور غصے کو روکنے والے ہیں۔
مَکْظُوْمٌ - مَمْلُوْءٌ مِنَ الْحُزْنِ - غم واندوہ سے لبریز مگر لبوں پر خاموشی کی مُہر۔

۱۲: ۸۵ = تَاللهِ - خدا کی قسم - بخدا۔
= تَفْتَؤُا - اصل میں لَا تَفْتَؤُا تھا - افعال ناقصہ میں سے ہے چونکہ آیت میں تَاللهِ تَفْتَؤُا ہے اس لئے حرفِ نفی حذف ہو گیا - کیونکہ قسم کے ساتھ جب علامت اثبات نہیں ہوتی تو وہ نفی پر محمول ہوتی ہے - لَا تَفْتَؤُا ای لَا تَزَالُ - تو ہمیشہ رہتا ہے تو ہمیشہ رہیگا - تَاللهِ تَفْتَؤُا تَذْکُرُ یُوْسُفَ بخدا آپ تو یوسف (علیہ السلام) ہی کی یادیں لگے رہیں گے۔
= حَرَضًا - مضمحل - بے کار - بیمار - جو چیز نکمی اور بے کار ہو جائے اور درخور اعتنا نہ رہے در اصل یہ مصدر ہے - حَرِضَ یَحْرَضُ (سمع) حَرَضًا - باب نصر - ضرب سے بھی انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے - مصدر حَرَضٌ وحُرُوْضٌ - بری بیماری میں مبتلا ہو کر لاغر و ناتواں ہونا۔

= اَلْهَالِکِیْنَ - اسم فاعل - جمع مذکر (ضرب - سمع - فتح) ہلاک ہونیوالے - مرنے والے۔

۱۲: ۸۶ = اَشْکُوْا - یَشْکُوْ سے مضارع واحد متکلم - میں کھولتا ہوں - میں شکوہ کرتا ہوں میں اظہار غم کرتا ہوں - شَکَا - یَشْکُوْ شَکْوًی وَشَکْوًا وشَکَاوَةً وشِکَایَةً شکایت کرنا - وَتَشْتَکِیْ اِلَی اللهِ (۵۸:۱) اور خدا سے شکایت (رنج وملال) کرتی ہے۔

= بَثِّیْ۔ مضاف مضاف الیہ بَثٌّ اس انتہائی حزن و ملال اور غم کو کہتے ہیں جس کو انسان ہزار کوشش کے باوجود چھپا نہ سکے۔ بَثِّیْ میری زبوں حالی۔

۱۲: ۸۷ = فَتَحَسَّسُوْا مِنْ۔ امر جمع مذکر۔ تم تلاش کرو۔ تم پتہ لگاؤ۔
تَحَسُّسٌ (تَفَعُّلٌ) تَحَسَّسَ مِنْہُ۔ خبر دریافت کرنا۔ تَحَسَّسَ الْخَبَرَ خبر معلوم کرنے کی کوشش کرنا
اَلْحَاسَّۃُ اس قوت کو کہتے ہیں کہ جس سے عوارض حسیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق مشاعر خمسہ (سمع۔ بصر۔ شم۔ ذوق۔ لمس) پر ہوتا ہے۔

= لَا تَايْئَسُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم ناامید نہ ہو یَأْسٌ سے (باب سمع) یَئِسَ یَيْئَسُ یَأْسًا۔ اسم فاعل یَائِسٌ (نیز ملاحظہ ہو ۱۲: ۸۰)

= رَوْحِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رَوْحٌ۔ فیض رحمت۔ راحت۔

۱۲: ۸۸ = دَخَلُوْا عَلَیْہِ۔ وہ اس کے پاس گئے۔ (یعنی حضرت یوسفؑ کے پاس پہنچے)

= مَسَّنَا الضُّرُّ۔ ہمیں (سخت) تکلیف پہنچی ہے۔ ہم سخت مصیبت میں ہیں (غلہ کی ناداری کی وجہ سے)

= مُزْجٰىۃٍ۔ اسم مفعول واحد مؤنث مُزْجٰى۔ واحد مذکر۔ اِزْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ حقیر۔ قلیل بے قدر۔

= فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ۔ ہمیں پورا ماپ دیدیں۔ (یعنی اگرچہ ہماری پونجی حقیر ہے لیکن ہم غلہ کی پوری مقدار کی درخواست کرتے ہیں) بضاعۃ مُزْجٰىۃٍ۔ حقیر سی قیمت۔

= تَصَدَّقْ عَلَيْنَا۔ ای تفضل عَلَیْنَا وزد نا عَلٰی حَقِّنَا۔ ہم پر مہربانی کیجئے اور ہمارے حق سے بھی ہمیں زیادہ عنایت کیجئے۔ اس نفضل یا زیادہ کو صدقہ کہا گیا ہے اس سے حقیقی صدقہ مراد نہیں ہے

= اَلْمُتَصَدِّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ خیرات یا صدقہ دینے والے۔ یہاں زیادہ دینے والے۔ رعایت دینے والے مراد ہیں۔

۱۲: ۸۹ = اِذْ اَنْتُمْ جَاهِلُوْنَ۔ جب تم نادان تھے۔ جب تم لاعلمی کی وجہ سے اپنے فعل کی قباحت کے ادراک سے قاصر تھے۔ یہاں جہالت بمعنی لاعلمی آیا ہے

۱۲: ۹۰ = ءَ اِنَّكَ۔ استفہام حیرت اور حیرانی کا ہے۔ کیا سچ مچ تو (یوسف ہے)

= لَاَنْتَ یُوْسُفُ۔ لام ابتدائیہ ہے۔ اَنْتَ مبتداء اور یوسف اس کی خبر ہے (جملہ خبریہ ہے)

= عَلَیْنَا میں ضمیر جمع متکلم حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت بنیامین دونوں کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور جملہ برادران کے لئے بھی۔

= یَتَّقِ۔ اصل میں یَتَّقِیْ۔ اِتِّقَاءٌ۔ مصدر (باب افتعال) مضارع واحد مذکر غائب بوجہ

شرط مجزوم ہے۔ جو ڈرے گا۔ تقویٰ اختیار کرے گا

یَتَّقِ۔ (لِیَتَّقِ) امر واحد مذکر غائب بھی ہو سکتا ہے۔ جیسے وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ۔ اسے چاہئے کہ اپنے رب (اللہ) سے ڈرے۔ (۲: ۲۸۳)

۱۲: ۹۱۔ اٰثَرَکَ۔ اٰثَرَ یُؤْثِرُ اِیْثَارٌ (اِفْعَالٌ) ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری پر ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ ماضی واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو فضیلت بخشی۔

قرآن میں اور جگہ آیا ہے وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ (۵۹:۹) دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں

= خٰطِئِیْنَ۔ خَاطِئٌ کی جمع۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر خَطَأٌ سے۔ خطاکار۔ گنہگار خطا کرنے والے۔ چوکنے والے۔

۱۲: ۹۲ = تَثْرِیْبَ۔ سرزنش۔ الزام۔ گرفت۔ پکڑ۔ گناہ پر جھڑکنا۔ یا ڈانٹنا۔

۱۲: ۹۴ = فَصَلَتِ الْعِیْرُ۔ قافلہ روانہ ہوا۔

= تُفَنِّدُوْنِ۔ اصل میں تفندونی تھا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تم مجھے بہکا ہوا بتاتے ہو۔ اَلْفَنَدُ کے معنی ہیں رائے کی کمزوری۔ (باب تفعیل) سے۔ التفنید بمعنی کسی کو کمزور رائے یا فاتر العقل بتانا۔

فَنَدٌ اصل میں پہاڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں اسی سے بوڑھے کھوسٹ کو فَنَدٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی عمر کی انتہا کو پہنچ چکا ہوتا ہے۔ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ اگر تم مجھ کو یہ نہ کہو کہ بوڑھا بہک گیا ہے۔ سٹھیا گیا ہے۔ اگر تم مجھے بیوقوف خیال نہ کرو۔

۱۲: ۹۵ = ضَلٰلِکَ۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ تیرا بہکا پن۔ تیرا وہم۔ غلطی۔ تیرا افراطِ محبتِ یُوسف سے بہک جانا۔

۱۲: ۹۶ = فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ۔ فَلَمَّآ اَنْ میں اَنْ زائدہ ہے اور لَمَّا کی تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جب خوشخبری دینے والا آن پہنچا۔

= اَلْقٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قمیص کے لئے ہے۔ اس نے اس کو ڈالا۔ اس نے قمیص کو (حضرت یعقوب کے چہرہ پر ڈالا۔

= اِرْتَدَّ۔ اِرْتِدَادٌ (افتعالٌ) سے جس کے معنی ہیں اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹنا۔

مرتد وہ شخص جو کفر سے اسلام میں داخل ہو کر واپس کفر کی طرف لوٹ جائے۔

۱۲: ۹۷ = اِسْتَغْفِرْلَنَا۔ اِسْتَغْفِرْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت مانگ۔

تو معافی مانگ۔ لَنَا ہمارے لئے

۱۲:۹۹ ــــ اٰوٰى اِلَيْهِ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ اٰوٰى۔ اس نے اتارا۔ اس نے جگہ دی۔ اِيْوَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ اٰوٰى اِلَيْهِ۔ اپنے پاس جگہ دی۔

ــــ اُدْخُلُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم داخل ہوجاؤ (یہ خطاب حضرت یوسف نے سب سے کیا تھا والدین وبرادران سے)

۱۲:۱۰۰ ــــ خَرُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خَرٌّ سے۔ وہ گرپڑے۔

ــــ نَزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ۔ میرے درمیان اور میرے بھائیوں کے درمیان شیطان نے ناچاقی ڈال دی تھی۔

النَّزْغُ کے معنی کسی کام کو بگاڑنے کے لئے اس میں دخل انداز ہونے کے ہیں

ــــ اَلْبَدْوِ۔ صحرا۔

ــــ لَطِيْفٌ۔ لطف کرنے والا۔ کرم کرنے والا۔ مہربانی کرنے والا۔ نرمی اور رحمت کرنے والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۲:۱۰۱ ــــ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ فَاطِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر فطرٌ (باب نصر۔ ضرب) سے عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ لغت میں فَطْرٌ کے معنی پھاڑنا ہیں اللہ تعالیٰ آسمانوں کو عدم سے پھاڑ کر وجود میں لانے والا ہے۔ اس لئے لفظ فاطر استعمال ہوا ہے۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ۔ مضاف مضاف الیہ۔

فَاطِرَ کے نصب کی مندرجہ ذیل وجوہ ہوسکتی ہیں۔

(۱) یہ آیت کے شروع میں جو لفظ رَبِّ ہے اور بطور منادیٰ واقع ہوا ہے اس کی صفت ہے؛

(۲) یہ خود منادیٰ ہے اور اس سے پہلے یاء محذوف ہے اور بوجہ مضاف ہونے کے منصوب ہے

۱۲:۱۰۲ ــــ ذٰلِكَ۔ کا اشارہ ان واقعات کی طرف ہے جو قصہ یوسف میں اوپر بیان ہوئے ہیں اور یہ خطاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

ــــ اَنْبَآءِ الْغَيْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کی خبریں۔

ــــ نُوْحِيْهِ۔ نُوْحِيْ۔ مضارع جمع متکلم ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اسے وحی کرتے ہیں ہم بذریعہ وحی (آپ پر) نازل فرماتے ہیں۔

ــــ لَدَيْهِمْ۔ لَدٰى مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔ لَدٰى بمعنی پاس۔ طرف۔ حقیقت میں یہ لَدُنٌ (طرف) کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔

= اَجْمَعُوْا۔ وہ جمع ہوئے۔ وہ متفق ہوئے۔ ماضی جمع مذکر غائب۔
= اَمْرَھُمْ۔ اپنی تجویز۔ اپنا ارادہ۔ اپنی بات۔ (کہ حضرت یوسف کو کنویں کی گہرائی میں ڈالدیں)
= وَھُمْ یَمْکُرُوْنَ۔ درآں حالیکہ وہ اس بابت اپنی چالیں چل رہے تھے۔ تدبیریں کر رہے تھے۔
اَجْمَعُوْا۔ اَمْرَھُمْ۔ یَمْکُرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب برادرانِ یوسف کی طرف راجع ہے
۱۲: ۱۰۳ = حَرَصْتَ۔ تونے حرص کی۔ تونے چاہا۔ حِرْصٌ سے مذکر حاضر ماضی معروف۔
وَلَوْ حَرَصْتَ۔ جملہ معترضہ ہے۔ مبتدا اور خبر کے درمیان۔
۱۲: ۱۰۴ = عَلَیْہِ درسِ ہدایت پر۔ یا قرآن کی تبلیغ پر۔
= اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= ھُوَ۔ ای اَلْقُرْاٰنُ۔
۱۲: ۱۰۵ = کَاَیِّنْ۔ کتنی ہی، بہت سی۔ کثیر تعداد۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶
= یَمُرُّوْنَ عَلَیْھَا۔ جن پر یہ گذرتے ہیں۔ (کثیر التعداد نشانیاں جو سفر زندگی میں ان کے راستہ میں پڑتی ہیں۔ اور یہ ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں)
= مُعْرِضُوْنَ۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑ لینے والے۔ اعراض کرنیوالے۔
۱۲: ۱۰۷ = اَفَاَمِنُوْا۔ ہمزہ استفہامیہ۔ اَمِنُوْا۔ وہ نڈر ہو گئے۔ وہ بے خوف ہو گئے۔ کیا وہ اپنے آپ کو مطمئن محسوس کرتے ہیں۔ کیا وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ اَمْنٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔
= غَاشِیَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ ہر وہ چیز جو کسی کو ڈھانک لے۔ یا اس پر چاروں طرف سے چھا جائے۔ اس کو غاشیہ کہتے ہیں۔
غَشِیَ یَغْشٰی۔ غَشْیٌ۔ غِشَایَۃٌ ڈھانکنا۔ چھپانا۔ غِشَاوَۃٌ۔ پردہ۔ ڈھکنا۔
غَشْیٌ۔ بمعنی بیہوشی بھی انہی معنوں میں ہے کہ ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں۔ جیسے کہ ان پر پردہ پڑ گیا ہے۔ غ ش و۔ غ ش ی مادہ۔
قرآن حکیم میں پردہ کے معنی میں بھی آیا ہے۔ وَعَلٰٓی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور فَغَشِیَھُمْ مِّنَ الْیَمِّ مَا غَشِیَھُمْ۔ (۲۰: ۷۸) تو دریا کی موجوں نے ان پر چڑھ کر انہیں ڈھانپ لیا (یعنی ڈبو دیا) اور فَلَمَّا تَغَشّٰھَا حَمَلَتْ۔ (۷: ۱۸۹) سو جب وہ اس سے ہمبستری کرتا ہے تو اسے حمل رہ جاتا ہے۔ اور اَنْ تَاْتِیَھُمْ غَاشِیَۃٌ۔ (آیۃ ہذا) کہ ان پر خدا کا عذاب نازل ہو کر ان کو ڈھانپ لے۔ یعنی ایسی مصیبت جو چاروں طرف سے ان پر چھا جائے۔ اور

گھوڑے کی جھول کی طرح ان کو ڈھانپ لے۔
اور كَالَّذِىْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ (۳۳: ۱۹) جیسے کسی پر موت سے غشی طاری ہو جائے
اور هَلْ اَتٰكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (۸۸: ۱) بھلا تم کو ڈھانپ لینے والی (قیامت) کا حال معلوم ہے
= بَغْتَةً ۔ یک دم۔ اچانک۔ یکایک۔ اَلْبَغْتُ (فتح) کے معنی ہیں کسی چیز کا یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہوجانا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔
۱۲: ۱۰۸ = هٰذِهٖ سَبِيْلِىْ ۔ میرا طریق یہی ہے۔ اى الدعوة الى التوحيد۔ توحید کی دعوت
= اَدْعُوْٓا ۔ مضارع واحد متکلم۔ دَعْوَةٌ سے۔ میں بلاتا ہوں
= بَصِيْرَةٍ ۔ دلیل ۔ سمجھ۔ بینائی۔ یہاں بمعنی دلیل ہے۔
اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ۔ میں عَلٰى بَصِيْرَةٍ جار مجرور مل کر حال ہے اَدْعُوْٓا کی ضمیر واحد متکلم کا۔ اَنَا ضمیر واحد متکلم کی تاکید ہے اور وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ۔ ذوالحال پر عطف ہے
میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اور میں اور وہ جو میری پیروی کرنے والا ہے ایک واضح دلیل پر ہیں۔ یعنی اس راہ پر علیٰ وجہ البصیرت قائم ہیں۔
۱۲: ۱۰۹ = وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۔ یعنی ہم نے تجھ سے قبل بھی بستیوں کے باسیوں میں سے ہی انسانوں کو رسول بنا کر بھیجا۔ اور انہی کی طرف وحی بھیجتے رہے۔ یعنی یہ سب انسان (بشر) تھے اور شہروں کے بسنے والے تھے جنہیں ہر ایک جانتا تھا۔
= اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ۔ (کیا وہ چلے پھرے نہیں) میں ضمیر کا مرجع نبوت کے منکر اور کافر لوگ ہیں۔
= مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ جو ان سے پہلے تھے۔ یعنی جو انہی کی طرح اپنے وقت کے نبیوں اور رسولوں کے منکر تھے۔
۱۲: ۱۱۰ = اِسْتَيْئَسَ ۔ اِسْتِيْئَاسٌ (استفعال) سے ماضی۔ واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) وہ مایوس ہو گئے۔ وہ ناامید ہو گئے۔

حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا

اس کے متعلق صاحب ضیاء القرآن نے نہایت مفید بحث کی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔
آیت کا یہ حصہ بڑا غور طلب ہے۔ رسولوں کے مایوس ہونے کا مطلب کیا ہے؟ ظَنُّوْا کا فاعل کون ہیں اَنَّهُمْ کا مرجع کون ہیں۔ قَدْ كُذِبُوْا کا نائب فاعل کون ہے؟
پہلی بات کا جواب تو یہ ہے۔ کہ جب انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوموں کو عرصہ دراز تک توحید کی دعوت دی۔ اور اس کی صداقت پر دلائل وبراہین پیش کئے اور طرح طرح کے معجزات دکھائے تب بھی ان کے

دل میں ایمان کی شمع فروزاں نہ ہوئی تو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے — ظَنُّوْا کا فاعل بعض لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ انبیاء نے یہ ظن کیا کہ ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کی نصرت اور کفار پر عذاب نازل کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ ایفاء نہیں کیا گیا۔ لیکن اس طرح کا ظن انبیاء کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں تھا اس لئے انہوں نے ظن کے معنی میں تاویل کی اور کہا کہ اس سے مراد محض وہم و خیال ہے جس پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ کہا کہ اس ظن کی وجہ ان کا اجتہاد تھا۔ لیکن صاف بات یہ ہے کہ ظَنُّوْا کا فاعل کفار ہیں۔ کفار نے یہ گمان کیا کہ یہ رسول جو ہمیں ہر روز عذاب کے نزول سے ڈراتے تھے وہ عذاب کہاں ہے ہم نے تو ان کی دعوت کو ٹھکرانے میں اور انہیں اذیت پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی تو اگر وہ عذاب آنا ہوتا تو اب تک آ گیا ہوتا۔ عذاب کا نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے ہم سے غلط بیانی کی ہے یا جس نے ان سے وعدہ کیا کہ میں ان پر عذاب اتاروں گا اس نے وعدہ خلافی کی ہے (مظہری)

علامہ آلوسیؒ نے بھی طویل بحث کے بعد آخر اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ انبیاء کی تعظیم اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ ظن کی نسبت انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ کی جائے بلکہ غیروں کی طرف کی جائے۔ اب اگر معنی یہ کیا جائے کہ کفار نے یہ خیال کیا کہ ان سے غلط بیانی کی گئی ہے تو اس صورت میں ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا فاعل کفار ہی ہوں گے۔

اور اگر یہ معنی کیا جائے کہ کفار نے یہ گمان کیا کہ انبیاء سے نزول عذاب کا وعدہ جو کیا گیا ہے اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے یعنی وہ پورا نہیں کیا گیا تو اس وقت ھُمْ کا مرجع اور کُذِبُوْا کا نائب فاعل حضرات انبیاء ہوں گے۔

اس بحث کی روشنی میں انہوں نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یہ کہ جب نصیحت کرتے کرتے رسول مایوس ہو گئے اور وہ منکرین گمان کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ بولا گیا ہے اس وقت ہماری مدد ان (رسولوں) کے پاس آگئی۔

= فَنُجِّیَ۔ فَ نتیجہ کے لئے آیا ہے۔ پس نتیجۃً نُجِّیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْجِیَۃٌ۔ (تفعیل) مصدر۔ اس کو بچالیا گیا۔ اس کو نجات دی گئی۔

= لَا یُرَدُّ۔ نہیں ٹالا جاتا۔ نہیں ہٹایا جاتا۔

۱۲:۱۱۱ = قَصَصِهِمْ۔ ان کے قصے۔ ان پہلی قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں۔ یا ان پہلے پیغمبروں کے واقعات۔ یا حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے یہ واقعات (جو بیان ہوئے)

= عِبْرَةٌ۔ درس نصیحت۔

= اُولِی الْاَلْبَابِ۔ اصحابِ عقل۔ سمجھ دار لوگ۔
= مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى۔ ای ما کان ھذا القرآن حدیثا یفترٰی۔
یہ قرآن کوئی من گھڑت بات نہیں ہے۔
= يُفْتَرٰى۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) سے۔ خود ساختہ ہو مگر خدا کی طرف منسوب کی گئی ہو۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ (۹۶)

۱۳ : ۱ = تِلْكَ۔ کا اشارہ سورۃ ہذا کی آیات کی طرف ہے۔ ای تلك الآیات۔ اٰیات الکتٰب۔ یہ آیتیں الکتاب کی آیات ہیں۔ اور الکتاب سے مراد سورۃ ہذا بھی ہو سکتی ہے اور القرآن بھی۔ متوخر الذکر کی صورت میں معنی ہوں گے ایات ھذہ السورۃ ایات القرآن الذی ھو الکتاب اس سورۃ کی آیات الکتاب (القرآن) کی ہیں۔
= اَلَّذِیْٓ اسم موصول اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ صلہ۔ اور تمام کا تمام قرآن جو تیرے رب کی جانب سے تجھ پر نازل کیا گیا ہے اَلْحَقُّ بالکل سچ ہے۔
۱۳ : ۲ = عَمَدٍ۔ ستون۔ اس کی جمع عُمُوْدٌ وعِمَادٌ ہے۔
= تَرَوْنَهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع السَّمٰوٰت بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ اللہ وہ (صاحب قدرت وحکمت) ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے بلند کیا۔ جیسا کہ تم انہیں (سماوات کو) دیکھ رہے ہو۔ یا اس ضمیر کا مرجع عَمَدٍ ہے اس صورت میں ترجمہ ہو گا۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ایسے ستونوں کے بلند کیا جن کو تم دیکھ سکو۔ (یعنی ستون ہیں تو سہی لیکن تم ان کو دیکھ نہیں سکتے۔ (اس صورت میں کشش ثقل۔ قدرتِ الٰہی۔ امر ربی وغیرہ کو غیر مرئی ستون کا نام دیا جا سکتا ہے)
= اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ۔ پھر وہ عرش پر قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲ : ۲۹ - ۷ : ۵۴ - ۱۰ : ۳)
= كُلٌّ۔ ای کل واحد منھما۔ دونوں میں سے ہر ایک۔ یعنی سورج اور چاند۔ یہ بھی ہو سکتا ہے

سس اور قمر کے الفاظ بطور جنس استعمال ہوئے ہوں۔ اور شمس سے مراد کائنات میں لاتعداد ستارے
ہں جن کے گرد کئی سیارے گھومتے ہیں اور قمر سے مراد وہ تمام سیارے ہوں جو اپنے نظام میں ستاروں
کے گرد گھومتے ہیں۔ اور اس صورت میں کُلٌّ سے ہر ایک ستارہ اور ہر ایک سیارہ مراد ہوگا۔

= لِاَجَلٍ مُّسَمًّى۔ ایک مقررہ میعاد تک۔

= یُدَبِّرُ۔ ای اللہ یُدَبِّرُ۔ اللہ تعالیٰ تدبیر فرماتا ہے انتظام فرماتا ہے

۳:۱۳ = مَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (نصر) پھیلایا۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی لمبائی میں کھینچنے
اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی لئے عرصہ دراز کو مُدَّۃٌ کہتے ہیں۔

مَدَّ الْاَرْضَ۔ اس نے زمین کو بچھایا۔

زمین اگرچہ گول ہے لیکن یہ کُرہ اس قدر وسیع و عریض ہے کہ اس کو اس کی اصلی شکل میں
مکمل طور پر دیکھنے سے قاصر ہیں۔ اور ہماری محدود وسعتِ نظر کے لحاظ سے ہمیں یہ چپٹی نظر آتی ہے۔ (رازی)

= رَوَاسِیَ۔ مادہ۔ رَسْوٌ۔ رَسْیٌ۔ رَسَا الشَّیْءُ (نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور
استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴:۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں
جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَاسِیَ بمعنی پہاڑ بھی بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے مستعمل ہے اس
کی واحد رَاسِیَۃٌ ہے۔

= یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ۔ یُغْشِیْ (افعال) فعل متعدی بدو مفعول۔ اِغْشَآءٌ مصدر۔ مضارع واحد مذکر
غائب۔ وہ رات سے دن کو ڈھانپ دیتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو: ۱۲: ۱۰۷)

۱۳:۴ = قِطَعٌ۔ قِطْعَۃٌ کی جمع۔ ٹکڑے۔

= مُتَجٰوِرٰتٌ۔ اسم فاعل جمع مونث۔ مُتَجَاوِرَۃٌ واحد۔ تَجَاوُرٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ برابر برابر
باہم ملے ہوئے۔ اس کا مادہ جَوْرٌ ہے لیکن مختلف ابواب سے مختلف صلہ کے سبب ہر جگہ
معنی میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ مثلاً۔ جَارٌ ہمسایہ۔ مددگار۔ شریک تجارت۔ پناہ دینے والا۔ پناہ
پانے والا۔ پناہ چاہنے والا۔

جِوَارٌ۔ ہمسائگی۔ پناہ۔ مکان کے آس پاس کا صحن۔

جَوْرٌ۔ راستی سے پھر جانا۔ راستہ سے مڑ جانا۔ بشرطیکہ اس کے بعد عَنْ آئے۔ اگر عَلٰی مذکور
ہوگا جیسے جَارَ عَلَیْهِ تو ظلم کرنے کے معنی میں ہوگا۔

مُجَاوَرَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) ہمسایہ ہونا۔ کسی کی پناہ میں ہو جانا۔

... امان۔ کسی کو پناہ دینا۔ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ مختلف قسم کے ٹکڑہ ہائے اراضی جو قریب

قریب واقع ہوں۔

= زَرْعٌ۔ زَرْعٌ اصل میں مصدر ہے اور اس سے مَزْرُوْعٌ (اسم مفعول) یعنی کھیتی مراد ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا (۳۲: ۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعے کھیتی اگلتے ہیں۔ زَرْعٌ واحد ہے یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ اس کی جمع زُرُوْعٌ ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے وَزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ (۴۴: ۲۶) اور کتنی ہی کھیتیاں اور کتنے ہی عمدہ عمدہ مکانات۔

اس سے مُزْدِعٌ بمعنی زَرَّاعٌ بمعنی کسان ہے

یہاں زَرْعٌ مختلف النوع کھیتیاں مراد ہیں۔

= نَخِيْلٌ۔ کھجوریں یا کھجور کے درخت۔ نَخْلٌ اور نَخِيْلٌ اسم جنس ہے۔ کھجور کے درخت نخل و نخیل کھجوروں کو بھی کہتے ہیں۔

= صِنْوَانٌ۔ جمع ہے اس کی واحد صِنْوٌ ہے اس کا معنی مثل ہے۔ جیسے حدیث شریف میں ہے عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِيْهِ۔ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثل ہوتا ہے۔

صِنْوَانٌ۔ کھجوروں کے ان متعدد درختوں کو کہتے ہیں جو ایک ہی جڑ سے ہوئے ہوں۔ غَيْرُ صِنْوَانٍ کھجوروں کے وہ درخت جو مختلف جڑوں سے ہوئے ہوں۔ کھجوروں کے الگ الگ درخت

۱۳: ۵ = تَعْجَبْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ واحد مذکر حاضر۔ (اگر) تو تعجب کرتا ہے۔ حیران ہے (باب سمع) تعجب اس حالت کا نام ہے جو انسان کو کسی شے کا سبب معلوم نہ ہونے پر پیش آتی ہے

اِنْ تَعْجَبْ۔ ای ان تعجب من قولہم فی انکار البعث۔ یعنی ان کی انکار آخرت کے متعلق باتیں اگر آپ کو تعجب خیز لگتی ہیں (تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے ءَاِذَا كُنَّا ..... خَلْقٍ جَدِيْدٍ)

= اَلْاَغْلَالُ۔ طوق۔ ہتھکڑیاں۔ غُلٌّ کی جمع ہے۔ اَلْغَلَلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی لئے غَلَلٌ اس پانی کو کہتے ہیں جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ اور اِنْغَلَّ کے معنی درختوں کے درمیان میں داخل ہونے کے ہیں لہذا غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے

۶:۱ = يَسْتَعْجِلُوْنَكَ۔ يَسْتَعْجِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مدر وہ جلدی مانگتے ہیں۔ تعجیل چاہتے ہیں۔ عجلت۔ کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی مل کرنے کی کوشش کرنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر بِالسَّيِّئَةِ برائی یہاں بمعنی عذاب آیا ہے يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ یہ لوگ تجھ سے شر (عذاب) کی جلدی چاہتے ہیں

نیکی یعنی بخشش سے پہلے۔ یعنی اللہ کی طرف سے ان کو جو سنبھلنے کی مہلت دی جارہی ہے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے وہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ اس مہلت کو جلدی ختم کر دیا جائے اور ان کی باغیانہ روش پر فوراً گرفت کر ڈالی جائے۔ نادان یہ نہیں جانتے کہ اگر ان کے اعمال بد کے نتیجہ میں عذاب آگیا اور وہ برباد ہو گئے تو ان کو پھر کیا فائدہ پہنچیگا۔

= اَلْمَثُلٰتُ۔ جمع مؤنث اس کی واحد اَلْمَثُلَةُ ہے۔ مَثُلَةٌ وہ سزا جس سے دوسرے عبرت حاصل کرکے ارتکاب جرم سے رک جائیں۔ یہی معنی نکال کے ہیں۔ اَلْمَثُلٰتُ۔ عبرت ناک سزائیں۔ عبرت ناک عذاب۔ عبرتناک نظیریں۔ عبرت ناک عذاب کے نزول کے واقعات

= خَلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ وہ گذر چکی۔ خُلُوٌّ سے (باب نصر)

۱۳: ۷ = لَوْ لَا۔ کیوں نہیں۔

= اٰيَةٌ سے مراد یہاں معجزہ ہے (یعنی معجزے تو ان کو بار ہا دکھائے گئے لیکن ہر دفعہ کسی نئے معجزہ کا وہ مطالبہ کرتے رہے)

= مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ڈرانیوالا۔

= هَادٍ۔ اصل میں هَادِیٌ تھا۔ اسم فاعل واحد مذکر هِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) راستہ بتانیوالا۔ ہدایت کرنے والا۔

= وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اور ہر قوم کے لئے آپ ہادی ہیں۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہوا ہے جیسے پہلے انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قوموں کی طرف ہدایت کے لئے بھیجے گئے

۱۳: ۸ = اُنْثٰى۔ عورت۔ مادہ۔

= تَغِيْضُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب غَيْضٌ وَمَغَاضٌ پانی کا کم ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَغِيْضَ الْمَاءُ۔ (۱۱: ۴۴) اور پانی خشک ہو گیا۔

غَاضَ يَغِيْضُ (باب ضرب) نَقَصَ کی طرح لازم اور متعدی دونوں طرح آتا ہے۔ آیت بالا (۱۱: ۴۴) فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ اور آیۃ ہذا میں متعدی استعمال ہوا ہے لہٰذا اس کے معنی کم کرنے یا کم ہونے۔ ہر دو ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح تَزْدَادُ بھی لازم و متعدی مستعمل ہے۔

وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ۔ اور جو ارحام کم کرتے ہیں اور جو وہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کم کرنے اور زیادہ کرنے کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بچہ کا نامکمل ہونا (کمی) اور اس کا مکمل ہونا۔

(۲) بچہ کی رحم مادر میں مدت۔ عام مدت سے کم کا جنم دینا یا گرا دینا۔ خواہ وہ مکمل شکل بننے سے قبل ہو یا بعد میں

اور عام مدت سے زیادہ وقت رحمِ مادر میں رہنا جس کی مدت دو سال تک ہو سکتی ہے (ابو حنیفہؒ) چار سال ہو سکتی ہے (امام شافعی) یا پانچ سال ہو سکتی ہے (امام مالکؒ)

(۳) حیض میں کمی کہ ایامِ حمل میں اکثر حیض بند ہو جاتا ہے۔ اور یہ بچہ کی خوراک بنتا ہے یا حیض کا پھر جاری ہو جانا۔

بہرکیف اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ رحمِ مادر میں حمل کی بابت جو تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں خواہ وہ شاذ ہوں یا عام سب اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔

۱۳: ۹ = اَلْمُتَعَالِ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَعَالِیْ مصدر۔ (باب تفاعُلٌ) اصل میں المُتَعَالِیْ تھا۔ عُلُوٌّ مادہ۔ مُتَعَالِیْ۔ عالی سے زیادہ مبالغہ پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی عالی کا معنی بزرگ۔ عالی مرتبہ۔ برتر۔ غالب۔ وغیرہ۔ اور متعالی کا معنی بہت بزرگ۔ بہت غالب۔ بہت برتر وغیرہ۔

۱۳: ۱۰ = مُسْتَخْفٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِخْفَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ چھپنے والا۔ چھپنے کی خواہش کرنیوالا۔ یہ لفظ اصل میں مُسْتَخْفِیْ تھا۔ خفی مادہ اِخْفَاءٌ (افعالٌ) چھپانا۔ مُسْتَخْفٍ بِالَّیْلِ جو چھپا رہتا ہے رات کے وقت۔ یعنی وہ جو رات کی تاریکی کے پردے میں دکھائی نہیں دیتا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔

= سَارِبٌ۔ گلیوں میں پھرنے والا۔ راہ چلنے والا۔ سُرُوْبٌ مصدر۔ اپنے رُخ پر چلنا۔ اس کی جمع سَرْبٌ ہے جیسے رَاكِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔

۱۳: ۱۱ = لَهٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔ ای مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ۔ مَنْ جَهَرَ بِهٖ۔ مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ۔ مَنْ هُوَ سَارِبٌ بِالنَّهَارِ۔

= مُعَقِّبٰتٌ۔ اسم فاعل۔ مؤنث۔ جمع الجمع مُعَقِّبٌ واحد۔ مُعَقِّبَةٌ جمع۔ تَعْقِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ عقب مادہ۔ روز و شب میں باری باری آنیوالے ملائکہ۔ ایک دوسرے کے پیچھے آنیوالے مُعَقِّبٰتٌ اصل میں مُعْتَقِبٰتٌ تھا۔ ت کو ق میں مدغم کر دیا گیا۔ جس طرح وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ (۹: ۹۰) میں مُعَذِّرُوْنَ اصل میں مُعْتَذِرُوْنَ تھا۔

= بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اس کے سامنے۔

= يَحْفَظُوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اس کی نگہبانی کرتے ہیں۔

= لَا يُغَيِّرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ تَغْيِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ نہیں بدلتا ہے۔

= مَا بِقَوْمٍ۔ سے مراد کسی قوم کی اچھی حالت ہے۔

= حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ۔ جب تک کہ وہ خود اپنی خوشحالی کو (اپنے سوء اعمال سے) نہیں بدل لیتے۔ اس تغییر کی نسبت فاعلی قوم کی طرف کر کے اس کا اظہار کردیا ہے کہ یہ تبدیلیاں قوم کے اپنے قصد۔ عمد و اختیار سے ہوتی ہیں۔ باقی اگر کوئی تبدیلی کسی قوم میں کسی مجبوری یا اضطراب یا لاعلمی کے نتیجہ کے طور پر ہو جائے تو اس پر یہ گرفت نہیں اور یہ تبدیلی منجانب اللہ بوجوہ عمل میں آتی ہے۔

= مَرَدَّ۔ مصدر میمی ہے۔ فَلَا مَرَدَّ لَهٗ۔ تو اس کا کوئی رد نہیں۔ کوئی توڑ نہیں۔ اس کو کوئی موڑ نہیں سکتا۔ کوئی ردّ نہیں کر سکتا۔ کوئی روک نہیں سکتا۔

رَدَّ يَرُدُّ مَرَدٌّ وَمَرْدُوْدٌ۔ پھرنا۔ واپس کرنا۔ مَرَدٌّ ظرف زمان یا مکان بھی ہے۔

= مِنْ دُوْنِهٖ۔ اللہ کے سوا۔

= وَالٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ اصل میں وَالِیٌ تھا۔ وِلَايَةٌ مصدر (باب ضَرَبَ) مددگار حامی۔ مدد پر قادر

١٣:١٢ = يُرِيْكُمُ۔ وہ تم کو دکھاتا ہے۔ اَرٰى يُرِيْ (افعال) اِرَاءَةٌ سے مضارع۔ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں۔ یہ بَرْقَ کا بھی حال ہو سکتا ہے اور مخاطبین کا بھی۔ پہلی صورت میں برق ذا خوف ذا طمع یعنی برق جس میں خوف اور طمع ہو۔

دوسری صورت میں کہ تم اس سے خائف اور طامع ہو۔ خوف کی حالت اس طرح کہ کہیں بجلی گر کر نقصان کا باعث نہ بن جائے اور طمع کی حالت کہ بارش ہو گی اور کھیتیاں سیراب ہوں گی۔

= يُنْشِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اَنْشَاَ يُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (افعال) نَشَاَ مادہ۔ يُنْشِئُ السَّحَابَ۔ وہ بادل کو اٹھاتا ہے۔ وَيُنْشِئُ اللّٰهُ الشَّيْءَ۔ اللہ پیدا کرتا ہے اَنْشَاَ الْحَدِيْثَ وَالْكَلَامَ۔ وضع کرنا۔ ابتدا کرنا۔ وَاَنْشَاَ زَيْدٌ عمدہ شعر کہنا۔ و نَشَاَ۔ پیدا ہونا زندہ ہونا۔ نَشْاَةَ الثَّانِيَةَ۔ دوسری دفعہ پیدا ہونا۔ دوبارہ زندہ ہونا۔

= السَّحَابَ الثِّقَالَ۔ موصوف وصفت۔ بھاری بادل۔ بوجھل بادل۔ (پانی سے بھرے ہوئے) السحاب اسم جنس ہے۔ مذکر۔ مؤنث واحد۔ جمع۔ سب پر استعمال ہوتا ہے۔ الثِّقَالُ ثَقِيْلٌ کی جمع ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ۔ ثَقِيْلٌ۔ بوجھل۔ بھاری۔ گراں بار۔

١٣:١٣ = يُسَبِّحُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ تسبیح کرتا ہے۔ وہ سبحان اللہ پڑھتا ہے تَسْبِيْحٌ۔ پاکی بیان کرنا۔ سَبْحٌ سے السَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں سبح (فتح) سَبْحًا وَسِبَاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم

کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔ جیسے کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ ہ (۲۱: ۳۳) سب اپنے اپنے فلک یعنی مدار میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔ التَّسْبِیْحُ کے معنی خدا کی پاکیزگی اور اس کی تنزیہہ بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الہٰی میں تیزی کرنا کے ہیں۔ پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا۔ پس تسبیح کا لفظ قولی۔ فعلی۔ قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

= الرَّعْدُ۔ اس کڑک کو کہتے ہیں جو بجلی سے چارج شدہ بادلوں کے آپس میں رگڑے سے پیدا ہوتی ہے۔ الرَّعْدُ اس فرشتہ کا نام بھی ہے جس کے ذمہ بادلوں کی تدبیر اور انتظام ہے۔ الرعد ملک انہ مؤکل بالسحاب یصرفہ حیث یؤمر۔ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں پر مقرر ہے اور جیسا کہ اس کو حکم ہوتا ہے ان کو اِدھر اُدھر کرتا ہے۔

= وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۔ ای دیسبح الملٰئکۃ من ھیبتہ واجلالہ اور فرشتے بھی اس کے جاہ وجلال اور رعب ودبدبہ کے خوف سے اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

= الصَّوَاعِقَ۔ الصاعقۃ کی جمع ہے۔ کڑک۔ بجلیاں۔ مفردات میں ہے الصاعقۃ ہولناک دھماکہ کو کہتے ہیں۔ اور اس کا استعمال اجسام علوی کے بارہ میں ہوتا ہے اور اس کی تین قسمیں ہیں اول بمعنی موت وہلاکت جیسے فصعق من فی السمٰوٰتِ ومن فی الارض (۳۹: ۶۸) جو لوگ آسمان میں ہیں اور زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

دوم بمعنی عذاب۔ جیسے فرمایا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے ڈراتا ہوں اس جیسا مہلک عذاب جو عاد و ثمود پر آیا تھا۔

سوم بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک۔ جیسا آیۃ ہذا میں۔ وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صاعقہ کے آثار ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضا میں سخت آواز کے ہیں پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔

= فَيُصِيْبُ بِهَا۔ پھر ڈالتا ہے اُسے۔ پھر پہنچاتا ہے اسے۔ پھر گراتا ہے اسے۔ اَصَابَ یُصِیْبُ اِصَابَۃٌ (افعال) سے مضارع واحد مذکر غائب۔

= الْمِحَالِ۔ مضاف الیہ۔ سخت گرفت کرنے والا۔ سزا میں پکڑنے والا۔ سخت قوت والا۔ اس کا مادہ محل ہے۔

۱۳:۱۴= لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے۔

= دَعْوَۃُ الْحَقِّ۔ دَعْوَۃٌ۔ دعا۔ پکار۔ پکارنا۔ دَعَا یَدْعُوْا کا مصدر ہے۔ اَلْحَقُّ۔ سچ۔

صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ : الحق کا کلمہ یا تو سچ جو باطل کی نقیض ہے کے معنی میں ہوگا۔ یا اللہ تعالیٰ کا اسم ہوگا تو پھر یہ دعوۃٌ کی صفت ہوگی۔ لیکن مرکب توصیفی کی جگہ مرکب اضافی ذکر ہوا ہے اور لغت عرب میں موصوف کو صفت کی طرف مضاف کر دیا جاتا ہے جیسے کلمۃ الحق یا مسجد الجامع۔ یا مکۃ المکرمۃ۔ دعوۃ الحق۔ یعنی وہ دعا جو سچی اور درست ہے اور جو قبول ہوتی ہے وہ وہی دعا ہے جو اللہ تعالیٰ کی پاک ذات سے کی جاوے۔

اور اگر الحق۔ اسماء الٰہی میں سے ہے تو اس وقت معنی ہوگا۔ دعوۃ المدعو الحق الذی یسمع فیجیب۔ (علامہ ابوحیان نے بحر محیط میں پہلی ترکیب کو صحیح قرار دیا ہے اور وہی واضح بھی ہے)

= لَا یَسْتَجِیْبُوْنَ۔ وہ جواب نہیں دیں گے۔ وہ قبول نہیں کریں گے۔ وہ جواب نہیں دے سکتے مضارع منفی جمع مذکر غائب ضمیر کا مرجع ہے والذین یدعون من دونہٖ۔ وہ لوگ جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔

= بَاسِطِ کَفَّیْہِ۔ بَاسِطٌ۔ پھیلانے والا۔ کھولنے والا۔ دراز کرنے والا۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَسَطَ الشَّیْءَ۔ کے معنی ہیں کسی چیز کو پھیلانا اور توسیع کرنا۔ پھر استعمال میں کبھی دونوں معنی ملحوظ ہوتے ہیں اور کبھی ایک معنی مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ بَسَطَ الثَّوْبَ۔ اس نے کپڑا پھیلایا اور اسی سے البساط ہے جو ہر پھیلائی ہوئی چیز پر بولا جاتا ہے۔ کبھی یہ بمقابلہ قبض کے آتا ہے جیسے وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَیَبْسُطُ (۲:۲۴۵) اور خدا ہی روزی کو تنگ کرتا ہے اور وہی اسے کشادہ کرتا ہے!

جب اس کا ہاتھوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے تو اس صورت میں اس کے مختلف مفہوم ہوتے ہیں۔ مثلاً کسی چیز پر ہاتھ ڈالنے یعنی پکڑنے اور گرفت کرنے کے معنی میں جیسے وَلَوْ تَرٰی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ۔ (۶:۹۳) کاش تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی کی بیہوشی میں ہوں گے اور فرشتے (ان کی جان نکالنے کے لئے یا عذاب کے لئے) اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔

کبھی دست درازی یعنی حملہ کرنے اور مارنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے لَئِنْ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقْتُلَنِیْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْکَ لِاَقْتُلَکَ (۵:۲۸) تو اگر قتل کرنے کے لئے مجھ پر ہاتھ اٹھائیگا تو میں تجھ پر مارنے کو ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا۔ اور کبھی ہاتھوں کے کھلنے سے مراد عطاء و بخشش ہوتی ہے جیسے بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵:۶۴) بلکہ اس کے دونوں ہاتھ (بخشش کے لئے) کشادہ ہیں۔

آیۃ ہذا میں ہاتھ پھیلانے سے مراد مانگنا اور طلب کرنا ہے۔ کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ اِلَی الْمَآءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ۔ پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والے کی طرح کہ پانی اس کے منہ تک پہنچ جاوے۔

= فَاهُ۔ فَا مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کے منہ کو۔ اس کے منہ تک

= بَالِغِہٖ۔ بَالِغٌ پہنچنے والا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مُنہ کے لئے ہے۔

= ضَلٰلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔

یہاں بمعنی عبث۔ بے اثر۔ بھٹکنے والی۔

۱۳: ۱۵ = طَوْعًا۔ فرمانبرداری۔ مصدر ہے یہ کُرْہٌ کی ضد ہے۔

اَلطَّوْعُ کے معنی ہیں بطیب خاطر تابعدار ہوجانا۔

= کَرْھًا۔ مصدر۔ اسم مصدر۔ ناگوار ہونا۔ ناخوشی۔ مجبوری۔ زبردستی۔ خوف کے جذبہ کے تحت ناگواری اور دل کی کراہت سے کسی کام کو سرانجام دینا۔

= وَظِلٰلُهُمْ معطوف ہے مَنْ پر ای یسجد ظِلٰلُهُمْ اور ان کے سائے بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔

= بِالْغُدُوِّ۔ الغُدْوَۃُ وَالْغَدَاۃُ کے معنی دن کے ابتدائی حصہ کے ہیں۔ اس آیہ میں غُدُوٌّ۔ (غُدْوَۃٌ کی جمع) اٰصَال کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں عصر اور مغرب کا وقت جسے عرف عام میں شام کہتے ہیں۔ اور اٰصَال اور اُصُلٌ جمع ہے اَصِیْلٌ کی۔

بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ صبح اور شام کے وقت۔

۱۳: ۱۶ = اَفَاتَّخَذْتُمْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف استبعاد کے لئے ہے۔

ای بعد ان علمتموہ رب السمٰوٰتِ والارض اتخذتم من دونہ اولیاءَ۔

کیا یہ جاننے کے بعد بھی کہ وہ (اللہ تعالیٰ) ارض و سماوات کا پروردگار ہے تم اس کے سوا دوسروں کو کارساز یا حمایتی قرار دیتے ہو۔

= هَلْ یَسْتَوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِوَآءٌ (افتعال) مصدر۔ استوی یَستوی برابر ہونا هَلْ یَسْتَوِیْ۔ استفہام انکاری ہے۔ برابر نہیں ہے۔ کیا برابر ہے (یعنی برابر نہیں ہے)

= هَلْ تَسْتَوِیْ۔ کیا وہ برابر ہوسکتی ہے۔ برابر نہیں ہوسکتی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے۔ یعنی تاریکی اور روشنی برابر نہیں ہے۔

= فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَیْهِمْ۔ اور نتیجۃً ان پر (اللہ کی مخلوق اور ان کے اولیائے باطل کی مخلوق) باہم مشتبہ ہوگئی۔ گڈمڈ ہے

= اَلْقَهَّارُ۔ صیغہ مبالغہ۔ ایسا زبردست غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں
قَهَرَ يَقْهَرُ (فتح) قَهْرٌ وَقَهَرٌ۔ مصدر۔

۱۳: ۱۷= فَسَالَتْ ۔ فَ سببیہ ہے۔ سَالَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب (باب ضرب) وہ بہی۔ وہ بہنے لگی ۔ وہ جاری ہوئی۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے وہ (وادیاں) بہنے لگیں بسبب آبِ سماوی کے
السَّيْلُ ۔ بہاؤ۔ سیلاب۔

= اَوْدِيَةٌ۔ نالے۔ وادیاں ۔ اَلْوَادِيْ۔ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو۔ اسی سے دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہاجاتا ہے۔ وَادٍ کی جمع اَوْدِيَةٌ جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِيَةٌ اور نَاجٍ کی جمع اَنْجِيَةٌ ہے

= بِقَدَرِهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع اَوْدِيَةٌ ہے بِقَدَرِ هَا۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق۔ اپنی اپنی مقدار کے مطابق۔

= اِحْتَمَلَ۔ اس نے اٹھایا ۔ اِحْتِمَالٌ سے جس کے معنی برداشت کرنے اور اٹھانے کے ہیں حَمْلٌ سے باب افتعال ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔

= السَّيْلُ ۔ سیلاب۔ بہاؤ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔ فَسَالَتْ

= زَبَدًا۔ جھاگ ۔ اسم ہے

= رَابِيًا۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر۔ چڑھنے والا۔ پھولنے والا۔ بلند۔ رَبْوٌ سے۔ جس کے معنی پھولنے کے ہیں۔ رَبْوَةٌ۔ بلند جگہ یا ٹیلہ کو کہتے ہیں۔ رَبَا يَرْبُوا۔ (نصر) اونچی جگہ پر جانا۔ فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَابِيًا۔ پھر سیلاب نے پھولا ہوا جھاگ اوپر اٹھایا۔ یعنی جھاگ اس کے اوپر آگئی۔

= مِمَّا۔ مِنْ مَا۔

= مَا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ۔ جن چیزوں پر آگ جلاتے ہیں ۔ اَوْقَدَ يُوْقِدُ اِيْقَادٌ (افعال) آگ جلانا فِي النَّارِ۔ آگ میں۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔ یعنی جن چیزوں کو آگ میں تپا کر پگھلاتے ہیں (مثلاً لوہا تانبا چاندی۔ سونا۔ وغیرہ ان میں سے بھی اسی قسم کا جھاگ اوپر اٹھتا ہے) یعنی پگھلی ہوئی دھات کے اوپر آجاتا ہے۔

= اِبْتِغَاءَ حِلْيَةٍ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ زیور کی تلاش میں ۔ زیور کی خواہش میں۔ اِبْتِغَاءَ مصدر ہے اور حال مستعمل ہوا ہے ۔ یعنی زیور یا سامان کی خواہش کرتے ہوئے ان (دھاتوں) کو آگ میں پگھلاتے ہیں۔ (تو اس صورت میں بھی پگھلی ہوئی دھات پر جھاگ آجاتی ہے)

= كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے حق اور باطل کی

= جُفَاءً۔ اس کی مجرد باب ضرب سے اور مزید فیہ باب افعال سے ہے مگر معنی دونوں کا ایک ہے ناکارہ۔ ناچیز۔ وہ جھاگ اور کوڑا جو نالہ کے بہاؤ میں دونوں کناروں پر آکر جم جاتا ہے۔ یا دیگچی کے ابھان کے ساتھ اوپر آکر ادھر ادھر گر جاتا ہے یا کناروں پر جم جاتا ہے۔ اسم ہے۔

= یَمْکُثُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَکْثٌ مصدر۔ (باب نصر) وہ باقی رہ جاتا ہے۔ اَلْمُکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھیرے رہنے کو کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے قَالَ لِاَهْلِهِ امْکُثُوْٓا (۲۸:۲۹) تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ تم یہاں ٹھہرو اور اِنَّکُمْ مّٰکِثُوْنَ (۴۳:۷۷) تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے۔

= کَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۔ یوں اللہ تعالیٰ مثالیں بیان فرماتا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں

اس تمثیل میں اس علم کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا تھا آسمانی بارش کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ اور ایمان لانے والے لوگوں کو ان ندی نالوں کی مانند ٹھہرایا گیا ہے جو اپنے ظرف کے مطابق بارانِ رحمت سے بھر پور ہو کر رواں دواں ہو جاتے ہیں۔ اور اس ہنگامہ اور شورش کو جو تحریک اسلامی کے خلاف منکرین ومخالفینِ حق نے برپا کر رکھی تھی اس جھاگ اور خس وخاشاک سے تشبیہ دی ہے جو ہمیشہ سیلاب کے اٹھتے ہی سطح پر اپنی اچھل کود دکھانی شروع کر دیتا ہے۔

جھاگ خواہ سیلابی پانی کی سطح پر ہو یا پگھلانے کے وقت مائع دھات پر۔ وہ علی الترتیب کوڑا کرکٹ اور میل کچیل پر مشتمل ہوتی ہے ناکارہ اور بے فائدہ ہوتی ہے۔ ایسی جھاگ ندی کے کنارے لگ کر وہیں سوکھ جاتی ہے اور کوئی اسے پوچھتا بھی نہیں اور دھاتوں کی صورت میں کھوٹ اور فضول سمجھ کر پھینک دی جاتی ہے۔ ان کے نیچے جو رہ جاتا ہے وہ کارآمد اور مفید ہے۔ وادی کی صورت میں پانی رہ جاتا ہے جو زمین کو سیراب کرتا ہے اور دھاتوں کی صورت میں اصل دھات رہ جاتی ہے جو زیورات بنانے اور دوسرا سامان بنانے کے کام آتی ہے۔

اسی طرح مخالفین حق کی شرانگیزیاں تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی ہیں اور تعلیمات اسلام کو دوام نصیب ہوتا ہے افادیت دوام پذیر ہوتی ہے۔

۱۳:۱۸ = اِسْتَجَابُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب استجابۃ (استفعال) انہوں نے قبول کیا۔ انہوں نے مانا۔ ای اجابوا الی ما دعا اللہ الیہ۔ جس امر کی طرف خدا نے انہیں بلایا انہوں نے قبول کیا

= الحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث بروزن فُعْلٰی۔ اچھی۔ عمدہ۔ بھلائی۔ نیکی نیک (بدلہ) یعنی جنت۔

اَلْحُسْنٰى اِسْتَجَابُوْا کے مصدر کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔ ای استجابوا الاستجابۃ الحُسْنٰی۔ یعنی انہوں نے بطریقِ احسن (دعوت حق) قبول کرلی۔

اور الحُسْنٰی مبتدا بھی ہو سکتا ہے جبکہ للذین استجابُوا اس کی خبر ہے اس صورت میں معنی ہوں گے۔ جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا مان لیا ان کے لئے نیک بدلہ (یعنی جنت) ہے۔

= لَافْتَدَوْا بِہٖ۔ لام تاکید کے لئے ہے افتدوا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِفْتِدَاءٌ (افتعال) انہوں نے اپنے چھڑانے کا فدیہ دیا۔ لَافْتَدَوْا بِہٖ وہ اسے بطور فدیہ دے ڈالیں۔

اصل میں والذین لم یَسْتَجِیْبُوا لَہٗ۔ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ہے۔ لوان لھم مافی الارض جمیعاو مثلہ معہ لافتدوا بہ جملہ معترضہ ہے۔ یعنی جن لوگوں نے اپنے پروردگار کا کہنا نہیں مانا ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا۔ خواہ ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو اور اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ یہ سب دولت اپنے بچاؤ کے لئے خرچ کر ڈالیں (یہ ان کے کسی کام نہ آئے گی)

= اَلْمِھَادُ۔ اسم۔ بچھونا۔ مراد ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔ گہوارہ۔ بستر۔ ہموار زمین۔ بِئْسَ الْمِھَادُ۔ بری ہے قرارگاہ۔

۱۳: ۱۹ = یَتَذَکَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَذَکَّرَ یَتَذَکَّرُ تَذَکُّرٌ (تفعّلٌ) نصیحت پکڑنا۔ یَتَذَکَّرُ۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ (واحد بمعنی جمع آیا ہے۔ بے شک نصیحت وہی پکڑتے ہیں جو صاحبِ فہم ہوں

۱۳: ۲۰ = یُوْفُوْنَ۔ پورا کرتے ہیں۔ وفا کرتے ہیں۔ (اللہ کے ساتھ کئے گئے وعدہ کو) پورا کرتے ہیں۔

= اَلْمِیْثَاقَ۔ پختہ عہد۔ پیمان۔ وعدہ۔

۱۳: ۲۱ = یَصِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وَصْلٌ سے۔ وہ جوڑتے ہیں۔

وَصْلٌ وصِلَۃٌ۔ مصدر۔ (باب ضرب) جوڑنا۔ پہنچنا۔ جڑنا۔ (باب افعال) سے پہنچانا۔ جوڑ دینا۔

۱۳: ۲۲ = اِبْتِغَآءَ۔ باب افتعال) بغیٌ سے۔ اَلْبَغْیُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کی خواہش کرنا خواہ تجاوز کر سکے یا نہ۔

بَغْیٌ دو قسم پر ہے۔

(۱) محمود یعنی حدِ اعتدال سے تجاوز کرکے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ اور فرض سے تجاوز کرکے تطوع بجالانا

(۲) مذموم۔ حق سے تجاوز کرکے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔

اِبْتِغَآءٌ۔ خاص کر کوشش کر کے کسی چیز کو طلب کرنے پر بولا جاتا ہے۔ اگر اچھی چیز کی طلب ہو تو یہ کوشش محمود ہوگی۔ مثلاً آیۃ ہذا۔ اِبْتِغَآءَ وَجْہِ رَبِّھِمْ۔ اپنے رب کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اِبْتِغَآءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ۔ (۱۷: ۲۸) اپنے پروردگار کی رحمت حاصل کرنے کے لئے۔

= يَدْرَءُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَرْءٌ مصدر باب فتح ۔ دور کرتے ہیں دفع کرتے ہیں (نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں)

الدَّرْءُ ۔ (فتح) کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہوجانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَوَّمْتُ دَرْءَهٗ۔ میں نے اس کی کجی کو درست کردیا۔ اور دَرَءْتُ عَنْهُ میں نے اس سے دفع کیا (دور کیا ہٹایا)

= عُقْبٰى ۔ عاقبت ۔ انجام ۔ بدلہ ۔ بھلائی ۔ جزار عمل ۔ کیونکہ یہ بھی فعل کی انجام دہی کے بعد ہی ملتی ہے قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں ۔

عُقْبٰى وَعَاقِبَةٌ کا استعمال ثواب اور نیکی کی بہتر جزار کے لئے مخصوص ہے ۔ جس طرح کہ عُقُوْبَةٌ ومُعَاقَبَةٌ اور عِقَابٌ کا استعمال عذاب اور برائی کی سخت سزا کے ساتھ خاص ہے ۔ جیسے هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۔ (۱۸ : ۴۴) ایسے موقعہ پر کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ثواب کے لحاظ سے بھی اور انجام کے لحاظ سے بھی بہتر ۔ اور وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۲۸ : ۸۳) اور نیک انجام تو متقیوں کے لئے ہے ۔

اور عِقَابٌ کے بارے میں ارشاد ہے اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۔ (۳۸ : ۱۴) ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہوگیا ۔

لیکن اضافت کے ساتھ عاقبت کا استعمال عُقُوْبَةٌ کے معنی میں ہوتا ہے مثلاً ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰى (۳۰ : ۱۰) پھر برا کام کرنے والوں کا انجام برا ہی ہوا ۔

علاوہ ازیں ذیل کی آیت میں عقبیٰ کا استعمال ثواب اور عذاب دونوں کے لئے ہوا ہے ۔ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (۱۳ : ۳۵) یہ انجام ہوگا اہل تقویٰ کا اور کافروں کا انجام آتش (دوزخ) ہے ۔

عُقْبَى الدَّارِ یہاں مضاف مضاف الیہ استعمال ہوا ہے ۔ عُقْبٰى سے مراد نیک انجام اور الدَّار سے مراد دنیا ہے ۔ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ان کے لئے دنیا (کے نیک کاموں کا) نیک انجام ہوگا ۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں عقبی الدار ای عاقبۃ الدنیا وھی الجنۃ ۔ دنیا میں نیک کام کرنے کا نیک انجام یعنی جنت ۔

۱۳ : ۲۳ = جَنّٰتُ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ اور عقبی الدار (آیۃ سابقہ) کا بدل ہے ۔ عدن کے باغات ۔ عدن کے معنی ہیں رہنا ۔ بسنا ۔ کسی جگہ مقیم ہونا ۔ مصدر ہے اور باب نصر وضرب سے آتا ہے ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ کے معنی رہنے بسنے کے باغات ۔ جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا ۔

عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں کہ جنتوں میں سے ایک خاص جنت کا نام ہے اور اس کی دلیل میں یہ آیت لاتے ہیں جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَہٗ بِالْغَیْبِ (۱۹: ۶۱) وہ عدن کے باغات جن کا وعدہ غائبانہ خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے۔ کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔ اور جو حضرات عدن کو علم نہیں بلکہ جنت کی صفت بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ عدن کے معنی اصل میں استقرار اور ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عَدَنَ بِالْمَکَانِ۔ یعنی اس نے اس جگہ قیام کیا اور عدن سے مراد اقامۃ علی وجہ الخلود ہے یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔

امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جنتیں سات ہیں۔ (۱) دار الخلد (۲) دار الجلال (۳) دار السلام (۴) جنت عدن (۵) جنت الماویٰ۔ (۶) جنت النعیم۔ (۷) جنت الفردوس۔

جنت عدن کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جنت میں ایک محل ہے جس کے ۲۵ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازہ پر حوریں بیٹھی ہیں۔ اس میں نبی صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔

= صَلَحَ۔ (باب نصر۔ فتح۔ کرم) صَلَاحٌ۔ صُلُوْحٌ سے جس کے معنی نیک ہونا اور نیکی کرنا کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب۔

صاحب کشاف لکھتے ہیں کہ صَلَحَ بفتح اللام زیادہ فصیح ہے

= یَدْخُلُوْنَھَا۔ میں یَدْخُلُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی صفت آیۃ سابقہ نمبر ۲۲ میں کی گئی ہے اور ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتِ عَدْنٍ ہے واؤ حرف عطف اور مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِھِمْ وَاَزْوَاجِھِمْ وَذُرِّیّٰتِھِمْ کا عطف ضمیر ید خلونھا پر ہے۔

یعنی ان جنت عدن میں وہ لوگ (جو آیۃ سابقہ میں بیان ہوئے ہیں) داخل ہوں گے۔ اور ان کے آباؤ اجداد ان کے زوج اور ان کی اولاد میں سے وہ لوگ جو صاحب ایمان ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے (یعنی جنت میں داخلہ تو بشرط ایمان ہے لیکن اعلیٰ مراتب کی عطاء و دہش رب کریم اپنے ان بندوں کی نسبت سے فرمائیں گے جو اوپر مذکور ہوئے ہیں)

وَالْمَلٰٓئِکَۃُ سے نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔

۱۳: ۲۵ = سُوْٓءُ الدَّارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سُوْٓءٌ۔ برائی۔ آفت۔ عیب۔ برا کام گناہ۔ الدَّارُ۔ دنیا۔ چونکہ اسے عُقْبَی الدَّارِ کے مقابلہ پر لایا گیا ہے اس لئے اس سے مراد سوء عاقبۃ الدنیا ہے (دنیا کے برے کاموں کا برا انجام)

۱۳: ۲۶ = یَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ کشادہ کرتا ہے۔ وسیع کرتا ہے۔ فراخ کرتا ہے۔ بَسْطٌ سے (باب نصر)

= يَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ مصدر (ضرب) وہ تنگ کرتا ہے یَبْسُطُ کے مقابلہ میں آیا ہے لہٰذا فراخ کرتا ہے یا وسیع کرتا ہے کی ضد ہے۔ یعنی کم کرتا ہے۔ تنگ کرتا ہے۔

اس کا مادہ قدرۃٌ ہے جس کا معنی قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ قابو پانا۔ غالب آنا۔ مقدار مقرر کرنا۔ اندازہ لگانا کے ہیں۔

= فَرِحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب وہ خوش ہوئے وہ اترائے فَرْحٌ سے (باب سمع) فَرْحٌ کا استعمال پسندیدہ اچھی خوشی کے لئے بھی ہوتا ہے اور مذموم خوشی کے لئے بھی۔ پہلی صورت میں اس کا مطلب خوش ہونا ہے۔ اور دوسری صورت میں بدمست ہونا۔ اترانا۔

= فِي الْاٰخِرَةِ۔ ای فی جنب الاخرۃ آخرت کے مقابلہ میں۔

= مَتَاعٌ۔ اسم مفرد اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین اور عرصہ دراز تک فائدہ اٹھانا۔ معاش۔ فائدہ۔ نفع وہ سامان جو کام میں آتا ہے۔ مال و متاع جس سے کہ ہر قسم کا فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ مُتْعَةٌ فائدہ اندوزی یہاں مَتَاعٌ بمعنی مُتْعَةٌ لَا تَدُوْمُ۔ ایسا فائدہ جو دیر پا نہ ہو۔ متاع حقیر۔

۱۳: ۲۷ = اَنَابَ۔ اَنَابَ يُنِيْبُ اِنَابَةٌ (باب افعال) بار بار لوٹ کر آنا۔ اَنَابَ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ رجوع ہوا۔ انابۃٌ الی اللّٰہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونا۔ اور توبہ کرنا۔ اَلنَّوْبُ۔ کسی چیز کا بار بار لوٹ کر آنا۔ نَوْبٌ وَنَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر۔

۱۳: ۲۸ = اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اَنَابَ کا بدل ہے۔ یعنی جو لوگ ایمان لائے۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ۔ اور جن کے دل ذکر الٰہی سے اطمینان حاصل کرتے ہیں ان کو خداوند تعالیٰ اپنی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔ (يَهْدِيْ اِلَيْهِ)

۱۳: ۲۹ = طُوْبٰى (مادہ طیب) طَابَ يَطُوْبُ (ضرب) سے مصدر ہے اصل میں طُيْبٰى (بروزن فُعْلٰی) تھا۔ یا ساکن ماقبل اس کا مضموم اس لئے یا کو واؤ سے بدل لیا گیا۔ بمعنی خوبی۔ خوش حالی۔ ہر قسم کی خوش گواری جس میں بقاء۔ عزت۔ غنا شامل ہو۔

طوبیٰ ایک درخت کا نام ہے جو بہشت میں ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف ہے:۔

جاء اعرابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ أفی الجنۃ فاکھۃ؟ قال نعم فیھا شجرۃ تدعیٰ طوبیٰ ھی تطاف الفردوس۔

(ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا: یا رسول اللہ کیا جنت میں میوے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں! جنت میں ایک درخت ہے جس کو طوبیٰ کہا جاتا ہے! جو الفردوس کے وسط میں ہے۔

لہذا یہاں اس سے مراد جنت کا درخت مراد لینا ہی زیادہ صحیح ہے۔
طُوْبٰی کو مصدر کے معنی میں لیا جائے تو اس کا ترجمہ ہوگا۔ ان کے لئے خوشحالی اور خوش گواری ہے۔ یا مژدہ ہو ان کے لئے۔
اور اگر اس سے جنت کا درخت مراد لیا جائے تو ترجمہ ہوگا:
ان کے لئے طوبیٰ ہے یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت۔ اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔ یعنی جنت اور جنت کے میوہ دار درخت اور خاص کردہ درخت جس کا نام طوبیٰ ہے۔
= حُسْنُ۔ حَسُنَ یَحْسُنُ۔ سے مصدر ہے۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مضاف۔
= مَاٰب (مادہ اوب) اٰبَ یَؤُوْبُ (نصر) سے مصدر میمی۔ لوٹنا۔ واپس ہونا۔ نیز اسم ظرف زمان (لوٹنے کا وقت) اور اسم ظرف مکان (لوٹنے کی جگہ) بھی ہے۔ مضاف الیہ۔ حُسْنُ مَاٰبٍ جائے بازگشت کی عمدگی۔ خوشگواری۔ یعنی آخرت کی عمدگی۔ نیک انجام۔
اَوْبٌ اور اَیَابٌ مصدر بھی ہیں۔
١٣: ٣٠ = كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ۔ ای کما ارسلنٰك یامحمد الی هٰذه الامة كذٰلك ارسلنا انبیاء قبلك الی امم قد خلت و مضت۔
یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ہم نے تجھے اس امت کی طرف بھیجا ہے اسی طرح تجھ سے پہلے ہم نے نبیوں کو ان امتوں کی طرف بھیجا جو (پہلے) گذر چکی ہیں۔
= لِتَتْلُوَاْ (تاکہ) ۔ لام تعلیل کا ہے (یعنی تمہیں بھیجنے کی علت وغایت کیا تھی) (تاکہ) تو تلاوت کرے تو پڑھے۔ مضارع واحد مذکر۔ تِلَاوَةٌ مصدر تَلَا یَتْلُوْ۔ (باب نصر) تَلْوٌ وتِلَاوَةٌ جس کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ لیکن یہ لفظ آسمانی کتابوں کے اتباع اور پیروی کے لئے مخصوص ہے تلاوت قرأت سے خاص ہے ہر تلاوت قرأت ہو سکتی ہے لیکن ہر قرأت تلاوت نہیں۔ مثلاً۔ تَلَوْتُ القراٰن وَقَرَأْتُ القراٰنَ (میں نے قرآن مجید پڑھا) درست ہے۔ لیکن تَلَوْتُ رقعتك میں نے تیرے رقعہ کی تلاوت کی۔ درست نہیں ہے۔ کیونکہ جب تلوت القراٰن کہا جائے گا تو پڑھ کر اس کا اتباع واجب بھی ہے۔ لیکن رقعہ پڑھ کر اس کا اتباع ضروری نہیں ہے۔ لہذا یہاں قَرَأْتُ رقعتكَ کہیں گے
آیت شریفہ واتبعوا ما تتلوا الشیاطین (٢: ١٠٢) (اور وہ پیچھے لگ لئے اس (علم) کے جو پڑھتے تھے شیاطین) میں جو شیطانوں کے پڑھنے کو تلاوت کہا گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان کو یہ زعم تھا کہ وہ (شیاطین) کتب الٰہیہ کی تلاوت کرتے ہیں۔
تلاوت کا فعل جب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کے معنی نازل کرنے کے

ہوں گے جیسے ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ (۳: ۵۸) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم تم پر آیتیں اور حکمت والی نصیحت اتارتے ہیں۔ اور آیت شریفہ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (۲: ۱۲۱) (وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے) میں علم و عمل دونوں کا اتباع کامل مراد ہے

= لِتَتْلُوَا عَلَيْهِمْ۔ تاکہ تو ان کو پڑھ کر سنائے۔

= وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ۔ حال یہ ہے کہ وہ رحمٰن کا انکار کر رہے ہیں یہ جملہ حال ہے ارسلنا کا یعنی یعنی آپ کی رسالت اور نزولِ قرآن کی شکل میں ہم نے ان پر دینی اور دنیوی نعمتوں کی فراوانی کر دی ہے اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اس بلیغ الرحمۃ رحمٰن (اللہ تعالیٰ) کا انکار کر رہے ہیں۔

= هُوَ۔ ای الرحمٰن الذی کفرتم بہ۔ یعنی وہی رحمٰن جس کا تم انکار کر رہے ہو (میرا پروردگار ہے)

= مَتَابِ۔ اصل میں مَتَابِىْ تھا۔ مَتَابِ مضاف یاء متکلم مضاف الیہ۔ یاء کو حذف کر دیا گیا۔ میری والپی۔ میرا رجوع۔ مَتَاب۔ تَابَ يَتُوْبُ سے مصدر ہے (باب نصر) تَوْبَةٌ۔ تَوْبٌ۔ تَابَةٌ سب مصدر ہیں۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ یعنی اسی کی طرف مجھے والپس جانا ہے۔

۱۳: ۳۱ = سُيِّرَتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ چلائی گئی۔ پہاڑوں کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی وہ چلائے گئے۔ یا وہ چلائے جائیں۔

تَسْيِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ سَيْرٌ سے بمعنی چلنا۔ یعنی پہاڑ اپنی جگہوں سے ہلا دئیے جائیں۔

= قُطِّعَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پھاڑ دی گئی یا وہ پھاڑ دی جاتی۔ ٹکڑے ٹکڑے کر دی جاتی۔

= اَلْقَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق اجسام وغیرہ سے ہو جیسے لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ (۷: ۱۲۴) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ جیسے معنوی چیزیں۔ مثلاً وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۴۷: ۲۲) اور اپنے رشتوں کو توڑ ڈالو۔

قطع الارض۔ زمین کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ یا بمعنی مسافت طے کرنا۔

یعنی ایسا قرآن جس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے کہ اس میں سے چشمے پھوٹ پڑیں اور نہریں جاری ہو جائیں یا جس کے معجزہ سے طویل مسافتیں چشم زدن میں طے کی جا سکیں۔

= كُلِّمَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یعنی جس سے مُردے بلائے جا سکیں۔ جس کے اثر سے مُردے کلام کرنے لگیں۔

= وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

اس میں جواب شرط محذوف ہے سیاق وسباق کے مطابق اس کا جواب سامع پر چھوڑ دیا ہے۔
(۱) بعض کے نزدیک اس کا جواب لکان ہذا القرآن ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھاڑ دی جاتی۔ یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے (تو وہ یہی قرآن ہے) اس کی تائید میں وہ یہ آیت لاتے ہیں۔ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ (۵۹: ۲۱)
(۲) بعض کے نزدیک جوابِ شرط ہے لَمَا اٰمَنُوْا بِهٖ۔ یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے۔ اس کے جواز میں وہ یہ آیت لاتے ہیں وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰی وَحَشَرْنَا عَلَیْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْٓا۔ (۶: ۱۱۱)
(۳) لبعض کے نزدیک جواب شرطیہ ہے مَا كَانَ ذٰلِكَ بَعِیْدًا مِّنْ قُدْرَتِهٖ یہ اس کی قدرت سے بعید نہ تھا۔
(۴) لبعض کے نزدیک اس کا جواب پہلے آچکا ہے تقدیر کلام یہ ہے وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی۔ (اور ان کے درمیان کی عبارت جملہ معترضہ ہے) یعنی اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردے بولنے لگتے تو یہ پھر بھی رحمٰن سے انکار (ہی) کرتے۔
= بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ط بلکہ سارا اختیار اللہ ہی کا ہے یعنی یہ سب امور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں اگر چاہیں تو آنِ واحد میں سب کچھ ظہور پذیر ہو جائے۔ لیکن جب ایمان لانا ان کے مقدر میں ہی نہیں تو پھر ان کے مطالبات کو پورا کرنے کا فائدہ؟
حرف بَلْ خود اس طرف اشارہ کر رہا ہے کہ فقرۂ ماقبل میں جو چیزیں بیان ہوئی ہیں وہ مؤثر حقیقی نہیں ہیں۔
= اَفَلَمْ یَایْئَسِ۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ یَایْئَسِ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب۔ یَاْسٌ مصدر (باب سَمِعَ) یَئِسَ یَیْئَسُ۔ کیا وہ مایوس نہیں ہوئے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
عام علماء نے یَایْئَسُ کا ترجمہ مایوس ہونا کیا ہے لیکن لبعض کے نزدیک اس کا ترجمہ۔ کیا انہوں نے نہیں جانا ہے۔ اس کے استشہاد میں رباح بن عدی کا یہ شعر بیان کرتے ہیں:۔

الم ییئس الاقوام انی انا ابنہ - وان کنت عن ارض العشیرۃ نائیًا

ترجمہ:۔ کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ میں اس کا بیٹا ہوں۔ اگرچہ میں قبیلہ کی سرزمین سے دور ہوں۔

حضرت ابن عباس ۔ مجاہد۔ حسن ۔فرّاء جوہری نے یہی مطلب لیا ہے ۔
امام راغب اصفہانیؒ المفردات میں رقمطراز ہیں :۔
کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض نے لکھا ہے کہ یہاں اس کے معنی اَفَلَمْ یَعْلَمْ کے ہیں ۔ یعنی کیا انہوں نے اس بات کو نہیں جان لیا ۔ مگر اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اس کے حقیقی معنی ہیں بلکہ یہ اس کے لازم معنی ہیں کیونکہ کسی چیز کے انتفاء کا علم اس سے نا امید ہونے کو مستلزم ہے لہٰذا یہاں بھی (بلحاظ قرآن) یہ کہہ سکتے ہیں کہ یَیْئَسُ بمعنی یَعْلَمُ کے ہے ۔
= لَا یَزَالُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب زَوَالٌ مصدر ۔ فعل ناقص ۔ ہمیشہ رہیگا ۔
وَ لَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اور کافر لوگ ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے ۔
= تُصِیْبُھُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ ان کو پہنچتی رہیگی ۔ ان پر پڑتی رہیگی ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔
= قَارِعَۃٌ ۔ اسم فاعل واحد مؤنث ۔ قَارِعَاتٌ وَقَوَارِعُ جمع ۔ مصیبت ۔ بلا ۔ حادثہ ۔ اچانک آجانے والی مصیبت ۔ قَرَعَ یَقْرَعُ (فتح) کھٹکھٹانا ۔ قَرَعَ الْبَابَ ، اس نے دروازہ کھٹکھٹایا قیامت بھی اچانک آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیمہ ہے اس لئے اس کو القارعۃ کہا گیا ہے
تقدیر کلام یوں ہے ۔ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا تُصِیْبُھُمْ قَارِعَۃٌ بِمَا صَنَعُوْا ۔
اور کافروں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے کوئی نہ کوئی حادثہ ہمیشہ پڑتا رہیگا ۔
= تَحُلُّ ۔ ای لایزال تحل ۔ ہمیشہ اترتی رہیگی ۔ تَحُلُّ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ حُلُوْلٌ اور حَلٌّ سے (باب نصر) بمعنی اترنا ۔ فروکش ہونا ۔ اصل میں اترتے وقت جس رسی سے اسباب بندھا ہوتا ہے اس کی گرہ کھولنے کو حَلٌّ کہتے ہیں ۔ پھر محض اترنے کے لئے بھی اس کا استعمال ہونے لگا
تَحُلُّ کا فاعل قَارِعَۃٌ ہے (یہ مصیبتیں ان پر براہ راست آتی رہیں گی ۔ یا ان کے گھروں کے ارد گرد قرب وجوار میں نازل ہوتی رہیں گی)
= وَعْدُ سے مراد فتح مکہ ہے ۔ (ابن عباس) یا قیامت کا دن (حسن بصری)
۱۳ : ۳۲ = اُسْتُھْزِئَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا ۔ اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) مصدر ۔
= اَمْلَیْتُ ۔ ماضی واحد متکلم ۔ میں نے ڈھیل دی ۔ اِمْلَاءٌ (افعال) اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ۔ اسی سے مَلَاوَۃٌ مِّنَ الدَّھْرِ یا مَلِیٌّ مِّنَ الدَّھْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں قرآن پاک میں ہے وَاھْجُرْنِیْ مَلِیًّا (۱۹ : ۴۶) اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا

= عِقَابِ۔ ای عقابی۔ میری سزا۔ میرا سزا دینا۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔

۱۳: ۳۳ — قَائِمٌ۔ عالم۔ جاننے والا۔ نگہبان۔ نگران۔ قومٌ وقومۃٌ وقیامٌ وقامۃٌ مصدر ہیں مختلف صلوں کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے۔ مثلاً قَامَ عَلٰی۔ نگرانی کرنا۔ قَامَ لِ۔ تعظیم اور لحاظ رکھنے کا مفہوم ہوگا۔ قَامَ بِ سے ادا کرنے کا مطلب ہوگا۔ قَامَ اِلٰی سے ارادہ اور استقبال مراد ہوگا۔ قَامَ عَنْ سے ہٹ جانے کی غرض ہوگی۔

— سَمُّوْهُمْ۔ ان کے نام لو۔ ان کی صفات بیان کرو۔ ان کے گُن گاؤ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کے محض نام گنواؤ۔ مثلاً لات و عُزّٰی وغیرہ۔

= تُنَبِّئُوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تم اس کو بتاتے ہو یا بتاؤ گے۔ تَنْبِئَۃٌ۔ تَنَبِّئٌ (باب تفعیل) سے ن ب ء حروف مادہ

صُدُّوْا۔ صَدٌّ۔ صُدُوْدٌ باب نصر سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ روکے گئے وہ روک دیئے گئے۔ یعنی محروم کر دیئے گئے۔ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ۔ راہ حق سے محروم ہو گئے۔ راہِ حق ان پر مسدود کر دیا گیا۔ راہِ راست سے روک لئے گئے۔

= هَادٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ هدایة مصدر اصل میں هادی تھا۔ ہدایت دینے والا۔ راستہ بتانے والا۔

= اَفَمَنْ هُوَ ...... اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ۔ کیا اللہ تعالیٰ جو ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہے۔ (اور ان لوگوں کے بنائے ہوئے شریک۔ ایک برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ پھر باوجود اس کے کہ ان کا اس ذات وحدہٗ لاشریک سے کوئی مقابلہ ہی نہیں) ان لوگوں نے خدا کے شریک بنائے ہیں۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے (ذرا) ان (شرکاء) کو بیان تو کرو (کہ وہ کون ہیں کیسے ہیں کہاں ہیں۔ کیا کر سکتے ہیں۔ اب تک انہوں نے کون سے کام کئے ہیں اور کن کن صفات سے متصف ہیں۔ عقل کے اندھو! تم کیا بیان کرو گے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ) تم اس (اللہ) کو کوئی (نئی) بات بتاؤ گے جو اس ارضی دنیا میں اس کے علم میں نہیں (حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے کیونکہ وہ عالم کل شئ ہے اور نہ ہی کسی ایسی بات کا تمہارے پاس مدلل ثبوت ہو سکتا ہے) تو پھر کیا یہ محض منہ سے باتیں بناتے ہو (جن کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں اور یہ خداوندانِ باطل تم نے یونہی بغیر سوچے سمجھے نامزد کر لئے ہیں)

= اَشَقُّ۔ شَقٌّ سے جس کا معنی مشقت اور سختی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی بہت ہی سخت۔

— وَاقٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اصل میں وَاقِیٌ تھا۔ بچانیوالا۔ حفاظت کرنے والا۔ وَقْیٌ۔ وِقَایَةٌ

وَاقِیَۃٌ مصادر ہیں بمعنی کسی چیز کو مُضر اور نقصان دہ چیزوں سے بچانا۔ چنانچہ قرآن میں ہے فَوَقٰھُمُ اللّٰہُ شَرَّ ذٰلِکَ الۡیَوۡمِ۔ (۷۶ : ۱۱) تو خدا نے اُن کو بچالیا اس دن کی برائی سے۔ اور قُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ اَھۡلِیۡکُمۡ نَارًا۔ (۶۶ : ۶۶) اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔

اسی سے تقویٰ ہے۔ نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا احتمال و اندیشہ ہو۔ کبھی تقویٰ اور خوف کو ایک دوسرے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

۱۳ : ۳۵ = مَثَلُ۔ یہاں بمعنی صفت و کیفیت آیا ہے۔ یعنی جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے ....

= اُکُلُھَا۔ پھل۔ میوہ۔ مضاف۔ ھَا مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس جنت کا پھل یا میوہ۔

اَلۡاَکۡلُ کے معنی کھانا تناول کرنے کے ہیں اور جو چیز کھائی جائے اسے اُکُلٌ وَاُکۡلٌ کہا جاتا ہے۔

اُکُلُھَا دَآئِمٌ۔ اس کا پھل ہمیشہ رہنے والا ہے۔

= وَظِلُّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا سایہ۔ ای وَظِلُّھَا دَآئِمٌ۔

= عُقۡبٰی۔ بمعنی انجام۔

۱۳ : ۳۶ = اَلۡاَحۡزَابُ۔ حِزۡبٌ کی جمع۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔

الاحزاب۔ یعنی الجماعات الذین تحزبوا علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من الکفار و الیھود و النصاریٰ۔ کفار۔ اہل یہود۔ اور اہل نصاریٰ میں سے وہ گروہ جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گروہ بندی کی ہوئی تھی۔ اور آپ کی مخالفت پر تلے ہوئے تھے۔

وَمِنَ الۡاَحۡزَابِ مَنۡ یُّنۡکِرُ بَعۡضَہٗ۔ یعنی کفار اہل یہود و اہل نصاریٰ میں سے مخالف جماعتوں کے بعض لوگ جو قرآن کے کچھ حصوں کے انکاری ہیں (جو حصے کہ ان کی خواہشات کے مطابق نہیں ہیں)

= اَدۡعُوۡا۔ مضارع واحد متکلم دَعۡوَۃٌ سے۔ میں پکارتا ہوں۔ میں پکاروں گا۔ میں دعوت دیتا ہوں میں دعوت دوں گا۔

= مَاٰبِ۔ میرا لوٹنا۔ میری واپسی۔ مَاٰبِ ظرفِ مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۳ : ۲۹

۱۳ : ۳۷ = اَنۡزَلۡنٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= حُکۡمًا۔ حکم کے طور پر۔ جس میں حلال و حرام۔ نیکی و بدی۔ ہدایت و گمراہی وغیرہ ہر قسم کے احکام موجود ہیں۔

= عَرَبِيًّا۔ واضح طور پر۔ عربی زبان میں۔
حُكْمًا اور عَرَبِيًّا دونوں بوجہ حال کے منصوب ہیں۔ اس کے معنی '' احکام کی کتاب عربی زبان میں'' یا ''واضح اور ظاہر احکام کی کتاب'' دونوں ہو سکتے ہیں۔
= كَذٰلِكَ۔ یعنی جس طرح انبیائے سلف پر ان ہی کی زبان میں وحی الٰہی نازل کی گئی تھی اسی طرح قرآن حکیم بھی اہل مکہ کی اپنی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ یا جس طرح واضح احکام کی کتب الٰہیہ سابقہ انبیاء پر نازل ہوتی تھیں اسی طرح یہ قرآن مجید بھی واضح احکام کا مجموعہ نازل کیا گیا ہے۔
= اَهْوَاءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَهْوَاءٌ۔ هَوٰى کی جمع۔ ان کی خواہشیں۔
۱۳: ۳۸ = يَاْتِيَ بِاٰيَةٍ۔ لائے کوئی آیت۔ لائے کوئی نشانی۔ پیش کرے کوئی معجزہ۔
= اَجَلٍ۔ مدت مقررہ۔ وقت مقررہ
= كِتَابٌ۔ ای حکم معین یکتب علی العباد حسبما تقتضیہ الحکمۃ ایک معین حکم جو بتقاضائے حکمت بندوں کے لئے لکھا گیا ہو۔
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ۔ تمام اوقات مقررہ پر جو کچھ ہونا ہے وہ پیشتر ہی تحریر شدہ ہے اور کوئی اس کو آگے پیچھے یا اس کے الٹ نہیں کر سکتا۔
۱۳: ۳۹ = يُثْبِتُ۔ ای یثبت مایشآء
= اُمُّ الْكِتٰبِ۔ لوح محفوظ۔ جو تمام کتب کی اصل جڑ ہے۔
۱۳: ۴۰ = اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ اصل میں اِنْ نُرِيَكَ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے اور نون ثقیلہ تاکید کے لئے۔ اِنْ شرطیہ۔ اگر ہم تجھ کو دکھلا دیں۔
= نَعِدُهُمْ۔ مضارع جمع متکلم وَعْدٌ مصدر (باب ضرب) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی جس عذاب کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں۔ یا وعدہ کیا ہوا ہے۔
= نَتَوَفَّيَنَّكَ۔ نَتَوَفَّيَنَّ۔ مضارع با نون ثقیلہ برائے تاکید۔ جمع متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تیری زندگی پوری کر دیں۔ ہم تیری روح قبض کر لیں۔
۔ مطلب یہ کہ جس عذاب کا وعدہ ہم نے ان کافروں سے کیا ہوا ہے ان میں سے کوئی عذاب ہم آپ کی زندگی میں ان پر نازل کر کے آپ کو دکھا دیں یا عذاب آنے سے قبل ہم آپ کو اٹھا لیں (یہ ہماری مرضی ہے) کیونکہ آپ کے ذمہ تبلیغ ہے اور حساب لینا ہمارا کام ہے۔
۱۳: ۴۱ = نَاْتِي۔ اَتٰى يَاْتِيْ (باب ضرب) اِتْيَانٌ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔ ہم آتے ہیں ہم چلے آتے ہیں۔ اِتْيَانٌ کے معنی ''آنا'' کے ہیں خواہ کوئی بذاتہٖ آئے یا اس کا حکم پہنچے۔ یا اس کا نظم

دلسق اور حکم عملاً جاری ہو۔ جیسے فَاَتَی اللّٰہُ بُنْیَانَھُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ (۱۶: ۲۶) سو اللہ نے ان کی ساری عمارت جڑسے اکھاڑ دی۔ اَتَیْتُہٗ بِکَذَا وَ اَتَیْتُہٗ کَذَا۔ کے معنی کوئی چیز لانا اور دینا کے ہیں

= نَنْقُصُھَا۔ نَنْقُصُ۔ مضارع جمع متکلم۔ نَقْصٌ مصدر (باب نصر) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ ہم اس کو کم کرتے ہیں۔

اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا۔ میں نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا حال ہے نَاْتِیْ کا۔ یعنی ہم زمین کو اس کی تمام طرفوں سے کم کرتے چلے آتے ہیں۔ (یہاں اِتْیَانٌ مصدر اس معنی میں استعمال ہوا ہے جس طرح (۱۶: ۲۶) متذکرہ بالا میں) مطلب یہ کہ اہل کفار کے علاقے آہستہ آہستہ اہل اسلام کے اثر و نفوذ میں چلے آ رہے ہیں۔ (علاقوں سے جغرافیائی۔ اعتقادی۔ تمدنی۔ سبھی حدود مراد لی جاسکتی ہیں)

= مُعَقِّبَ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ تَعْقِیْبٌ (تفعیل) سے عقب مادہ۔ ردّ کر دینے والا۔ لوٹا دینے والا۔ لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ۔ اللہ کے فیصلہ کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا اور نہ اس پر بحث کر سکتا ہے۔ یہ عَقَّبَ الْحَاکِمُ عَلٰی حُکْمِ مَنْ قَبْلَہٗ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یعنی حاکم نے اپنے پیشرو کے خلاف فیصلہ دیدیا۔ (الکشاف) نیز ملاحظہ ہو ۱۳: ۱۱۔ اور ۱۳: ۲۲)

۱۳: ۴۲ = مَکَرَ۔ ماضی واحد مذکر۔ اس نے تدبیر چلی۔ اس نے چال چلی۔ اس نے حیلہ سے کام لیا۔ اَلْمَکْرُ۔ حیلہ۔ تدبیر۔ چال۔ اچھے کام کے لئے ہو تو محمود۔ برے کام کے لئے ہو تو مذموم

= عُقْبَی الدَّارِ۔ ملاحظہ ہو ۱۳: ۲۲۔ نیک انجام۔

۱۳: ۴۳ = مُرْسَلًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر منصوب۔ ر س ل۔ مادہ۔ بھیجا ہوا۔ پیغامبر پیغمبر۔ رسول۔

= کَفٰی۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ (باب ضَرَبَ) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے کِفَایَۃٌ مصدر۔ اور اسم مصدر بھی ہے اَلْکِفَایَۃُ ہر وہ چیز جس سے ضرورت پوری ہو جائے۔ اور مراد حاصل ہو جائے اور مزید حاجت نہ رہے۔

کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا (گواہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے) میں بَ زائدہ ہے۔ بغیر باء کے انہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَکَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ (۳۳: ۵) اور خدا مومنوں کے لئے جنگ کی ضروریات کے سلسلے میں کافی ہوا۔

اور اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَھْزِءِیْنَ (۱۵: ۹۵) ہم تمہیں ان لوگوں کے شر سے بچانے کے لئے جو تم سے استہزاء کرتے ہیں کافی ہیں۔

= وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ۔ واؤ حرف عطف۔ مَنْ اسم موصول عِنْدَہٗ عِلْمُ مِّنَ الْکِتٰبِ۔ صلہ۔ صلہ وموصول مل کر معطوف۔ اللہ معطوف علیہ۔ (اور وہ جس کے پاس کتاب کا علم ہے یعنی اللہ تعالیٰ) الکتاب سے مراد لوح محفوظ ہے۔

اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک من عندہٗ علم من الکتٰب سے مراد علمائے اہل کتاب ہیں۔ اور الکتاب سے مراد توریت وانجیل ہے بعض کے مطابق مومنین ہیں جو قرآن حکیم کا علم رکھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں مَنْ عِنْدَہٗ سے مراد جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۴) سُوْرَۃ اِبْرَاھِیْم (۷۲)

۱:۱۴ = الٓرٰ۔ ملاحظہ ہو الٓمّٓ ۲:۱

= کِتٰبٌ۔ یعنی القراٰنُ۔ کِتٰبٌ خبر ہے۔ اس کا مبتدا ھٰذَا محذوف ہے اَنْزَلْنٰہُ۔۔ اس کی صفت ہے۔ اَنْزَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کِتٰبٌ ہے کِتٰبٌ یہاں نکرہ ہے نکرہ کا استعمال بعض دفعہ رفع شان کے اظہار کے لئے بھی کیا جاتا ہے یعنی موصوف کی شان اس قدر مشہور ومعروف ہے کہ اسے معرفہ لانے کی ضرورت نہیں۔

= اَلنَّاسَ میں ال استغراق کا ہے جو کلیت چاہتا ہے۔ یعنی جمیع نسلِ انسانی۔

= ظُلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ میں ظُلُمٰت کا صیغہ جمع اور نور کا صیغہ واحد اس بات کی دلیل ہیں کہ گمراہیاں اور اقسام کفر کثرت سے ہیں جب کہ ہدایت کی راہ صرف ایک ہی راہ مستقیم ہے۔

= اِلٰی صِرَاطِ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ بدل ہے النُّوْرِ کا۔ کیونکہ مقصود النُّوْرِ سے وہی راستہ ہے عزیز وحمید کا جو سب پر غالب ہے۔

۲:۱۴ = اللّٰہِ ۔ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کا عطف بیان ہے کیونکہ یہ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ الْعَزِیْزِ الْحَمِیْدِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔

= وَيْلٌ ۔ اسم مرفوع ۔ ہلاکت ۔ عذاب ۔ خرابی ۔ بربادی ۔ دوزخ کی ایک وادی ۔ کلمہ زجر و عید کلمہ حسرت و ندامت ہے ۔
وَيْلٌ مِّنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ۔ عذاب شدید سے خرابی ۔ عذاب شدید کے باعث خرابی (یہ عذاب دنیوی بھی ہو سکتا ہے اور عذاب اخروی بھی)
= يَسْتَحِبُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر وہ محبوب رکھتے ہیں وہ پسند کرتے ہیں ۔ وہ ترجیح دیتے ہیں ۔
= يَصُدُّوْنَ ۔ صَدَّ يَصُدُّ صَدًّا ۔ لازم و متعدی دونوں میں مستعمل ہے ۔ وہ روکتے ہیں وہ باز رہتے ہیں ۔ اعراض کرتے ہیں ۔ آیہ ہذا میں دونوں معنی مراد ہیں ۔
= يَبْغُوْنَهَا ۔ (وہ اسے چاہتے ہیں) میں ھَا ضمیر کا مرجع سَبِيْلِ اللّٰهِ ہے ۔
= عِوَجًا ۔ کج ۔ ٹیڑھا ۔ العوج (نصر) کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانے کے ہیں ۔ جیسے عُجْتُ الْبَعِيْرَ بِزِمَامِهٖ میں نے اونٹ کو اس کی مہار کے ذریعہ ایک طرف موڑ دیا ۔
اَلْعَوَجُ ۔ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے جیسے لکڑی وغیرہ میں کجی ۔ اور العِوَجُ (عین کے کسرے کے ساتھ) اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے ۔ جیسے کہ معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں کہ عقل و بصیرت سے ہی ان کا ادراک ہو سکتا ہے ۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ (۳۹ : ۲۸) قرآن واضح جس میں کوئی کجی نہیں ہے یا جیسے کہ آیہ ہذا ۔
= ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۔ موصوف و صفت ۔ بُعد حقیقۃً ضالّ (گمراہ) کے لئے ہے مبالغہ کے لئے گمراہ کے فعل گمراہی (ضلال) کی صفت میں اسے استعمال کیا گیا ہے ۔ یعنی وہ گمراہی میں بہت دور جا چکے ہیں
۱۴ : ۴ = بِلِسَانِ قَوْمِهٖ ۔ اس کی قوم کی زبان کے ساتھ ۔ یعنی جس کی زبان وہی ہو جو اس کی قوم کی زبان ہے ۔ لِسَانٌ کے لفظی معنی زبان کے ہیں اور مجازاً کلام اور لغت کے لئے بھی بولتے ہیں ۔
رَجُلٌ لَسِنٌ ۔ وہ شخص جو اپنی بات وضاحت سے بیان کر سکے ۔
۱۴ : ۵ = اَنْ اَخْرِجْ میں اَنْ اَیْ کے معنی میں ہے اس لئے کہ اَرْسَلْنَا میں قُلْنَا کے معنی بھی شامل ہیں ۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَقُلْنَا لَهٗ اَخْرِجْ .....
= ذَكِّرْهُمْ ۔ امر واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تو ان کو یاد دلا ۔ تو ان کو سمجھا ۔ تو ان کو نصیحت کر ۔

= اَیَّامِ اللّٰہِ۔ اللہ کے دن ۔ یعنی اللہ کی وہ نصیحتیں جو مختلف قوموں کو عطا ہوئیں مثلاً حکومت اقتدار وغیرہ۔ یا وہ مصیبتیں جو قوموں کو ان کے اعمال کی پاداش میں یا ان کی آزمائش کے لئے ان پر نازل ہوئیں۔ مثلاً وبا، قحط، محکومی غلامی وغیرہ۔ جو اپنی اہمیت کی وجہ سے جزو تاریخ بن چکی ہیں۔ تاریخ کے اہم واقعات۔ ایام کی اضافت اللہ کی جانب ان واقعات کی اہمیت پر دلالت کرنے کے لئے ہے

= ذٰلِكَ کا اشارہ اَیَّامِ اللّٰہِ کی طرف ہے۔

= صَبَّارٍ۔ بڑا صبر کرنے والا۔ صَبْرٌ سے (فَعَّالٌ) کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= شَكُوْرٍ۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ بڑا قدردان۔

شُكْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جب اس کا استعمال اللہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی قدردان کے آتے ہیں۔

۱۴ : ۶ = یَسُوْمُوْنَكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو تکلیف دیتے تھے سَامَ یَسُوْمُ سَوْمًا۔

اَلسَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزاء سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ کبھی صرف جانا کے معنی میں آتا ہے جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ۔ اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے۔ یا سُمْتُ الْاِبِلَ فِي الْمَرْعٰى۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹ بھیجے۔ اور انہی معنوں میں قرآن پاک میں آیا ہے مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۔ (۱۶: ۱۰) اور اسی سے درخت بھی (شاداب) ہوتے ہیں جن میں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔

اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے آیہ ہذا میں۔ یعنی تم کو تکلیف پہنچانے کی نت نئی راہوں کے طالب و کوشاں رہتے ہیں۔

اس مادہ سے سِيْمَةٌ وَسُوْمَةٌ وَسِيْمَا۔ بمعنی علامت و نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ۔ (۵۵: ۴۰) مجرمین اپنی نشانیوں یا علامتوں سے پہچانے جائیں گے اور الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ۔ (۳: ۱۲۵) اپنے پر یا اپنے گھوڑوں پر نشانِ امتیاز بنانے والے۔

= يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ وہ تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے۔ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے۔

تفسیر مظہری میں ہے سُوْٓءَ الْعَذَابِ سے مراد قتلِ اولاد نہیں ہے بلکہ بنی اسرائیل کو غلام بنانا اور سخت ترین کام لینا مراد ہے کیونکہ وَيُذَبِّحُوْنَ کا عطف مغایرت کو چاہتا ہے۔

= یَسْتَحْیُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ جیتا رہنے دیتے تھے
= بَلَاءٌ عَظِیْمٌ۔ بڑی بھاری آزمائش۔ بہت بڑی آزمائش۔

۱۴: ۷ = تَاَذَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب تفعّل) (تَاَذُّنٌ) اس نے سنا دیا۔ اس نے خبر کردی۔ اس نے اعلان کردیا۔ اس نے بتادیا۔ (ملاحظہ ہو ۷: ۱۶۷)

۱۴: ۸ = تَکْفُرُوْا۔ تم ناشکری کرو۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَکْفُرُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا۔

۱۴: ۹ = نَبَؤُا۔ نَبَأٌ۔ خبر۔ اطلاع۔
= قَوْمِ نُوْحٍ۔ یہ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ کا بدل یا عطف بیان ہے۔ ان لوگوں ان قوموں کی خبر جو تم سے قبل گذر چکی ہیں۔ یعنی قوم نوح ......۔ اسی طرح عَادٍ کا عطف قَوْمِ نُوْحٍ پر ہے اور ثمود اور وَالذین من بعدھم کا عطف بھی قوم نوح پر ہے اور لا یعلمھم اِلَّا اللّٰہ جملہ معترضہ ہے (کیا تم کو اپنے سے پہلے قوموں کی خبر نہیں ملی یعنی نوح ؑ کی قوم۔ عاد اور ثمود کی قوم اور وہ قومیں جو ان کے بعد آئیں جن کے صحیح حالات اور تعداد کا علم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا)

= فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ۔ رَدَّ یَرُدُّ۔ (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے انہوں نے لوٹادیا۔ انہوں نے الٹادیا۔ انہوں نے پھیر دیا۔ جیسے رُدُّوْھَا عَلَیَّ۔ (۳۸: ۳۳) ان گھوڑوں کو میرے پاس لوٹا لاؤ۔

اس جملہ کے مندرجہ ذیل مختلف معانی مفسرین نے لکھے ہیں۔

(۱) غصہ سے اپنی پشتِ دست کاٹنے لگے۔ یہ عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (۳: ۱۱۹) وہ تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں۔ سے ملتا جلتا محاورہ ہے۔

(۲) وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھنے لگے۔ خاموش رہنے کے لئے یا تعجب کے اظہار کے لئے یا استہزاء کے طور پر۔

(۳) اگر اَفْوَاھِھِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَنْبِیَاء کو قرار دیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔ انہوں نے اپنے ہاتھ انبیاء کے منہ پر رکھ دیئے ان کو خاموش کرنے کے لئے گستاخانہ انداز میں

(۴) وہ ان کی (انبیاء کی) تکذیب کرتے تھے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ رَدَدْتُ قَوْلَ فُلَانٍ فِیْ فِیْہِ۔ ای کَذَّبْتُہٗ۔ میں نے فلاں کی بات قبول نہ کی۔ فلاں کی بات کو جھٹلادیا۔

= کَفَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم منکر ہوئے۔
= مُرِیْبٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِرَابَۃٌ (باب افعال) متردد بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا تردد میں ڈالنے والا۔ یہ شَکٍّ کے بعد مُرِیْبٍ کا اضافہ تاکید مزید کے لئے ہے۔ یعنی شک ایسا نہیں جو

نکل جاتے بلکہ شبہات اور زیادہ بڑھتے جاتے ہیں۔

۱۴: ۱۰ — اَفِی اللّٰہِ شَكٌّ۔ ای ءانتم فی شك مریب من اللہ تعالیٰ۔ توکیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو۔ (منکرین نے کہا تھا کہ (انا کفرنا بما ارسلتم بہ وانا لفی شك مما تدعوننا الیہ مریب۔ جو حکم تم کو دیکر بھیجا گیا ہے ہم اس سے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہمیں دعوت دے رہے ہو اس کی صداقت کے متعلق ہم سخت تذبذب و شک میں ہیں۔

اس کے جواب میں ان کے نبیوں نے کہا کہ:

کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارہ میں شک کرتے ہو! کیونکہ یہ پیغام ہمارا نہیں اس ذات تعالیٰ کی جانب سے ہے اور اس میں شک کرنا اس ذات کے متعلق شک کرنے کے مترادف ہے۔ یہ پیغام برحق ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ تمہیں بلا رہا ہے کہ اس کے مطابق تم عمل کرو تو وہ تمہارے گناہ بخش دے۔

= فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ فَطْرٌ مصدر (باب نصر وضَرَبَ) عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانیوالا۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ یا تو بدل ہے اللہ کا یا اس کی صفت ہے۔ یعنی وہ اللہ جو فاطر السمٰوٰت والارض ہے۔

= يُؤَخِّرَكُمْ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب۔ تاخیرٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو مہلت دے۔

= اِنْ اَنْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔ استثناء سے قبل جو اِنْ اور مَا آتے وہ نافیہ ہوتا ہے۔

= سُلْطَانٍ مُّبِيْنٍ۔ موصوف صفت۔ روشن دلیل۔ بیّن ثبوت۔ واضح برہان۔ معجزہ۔

۱۴: ۱۱ = يَمُنُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَنٌّ۔ مصدر۔ (باب نصر) وہ احسان کرتا ہے

۱۴: ۱۲ = سُبُلَنَا۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ سَبِيْلٌ کی جمع۔

= هَدَانَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ هِدَايَةٌ سے۔ هَدَانَا سُبُلَنَا۔ اس نے ہم کو حق کے راستے بتا دیئے۔

= لَنَصْبِرَنَّ۔ مضارع جمع متکلم لام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور ہی صبر کریں گے۔

= اٰذَيْتُمُوْنَا۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم نے ہم کو ایذا دی۔

۱۴: ۱۳ = لَتَعُوْدُنَّ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ تم کو ضرور بالضرور لوٹ آنا ہوگا (ہمارے مذہب میں) عَوْدٌ (باب نصر) سے جس کے معنی کسی شے سے پلٹنے کے بعد (خواہ

پلٹنا بذاتِ خود ہو یا بذریعہ قول یا بذریعہ عزم وارادہ) اس کی طرف پھرنے اور لوٹنے کے ہیں۔
= اَوْحٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ دیا۔ اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔
= لَنُھْلِکَنَّ الظّٰلِمِیْنَ۔ لَنُھْلِکَنَّ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ۔ ہم ضرور تباہ کردیں گے بلاک کردیں گے۔
۱۴:۱۴ = لَنُسْکِنَنَّکُمُ۔ مضارع جمع متکلم۔ بالام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْکَانٌ مصدر باب افعال۔ ہم تم کو یقیناً آباد کردیں گے۔ یا۔ آباد رکھیں گے۔
= وَعِیْدِ۔ اصل میں وَعِیْدِیْ تھا۔ میرا وعدۂ عذاب۔ میری طرف سے ڈراوا۔
۱۴:۱۵ = اِسْتَفْتَحُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے فیصلہ مانگا۔ انہوں نے فتح چاہی۔ اِسْتِفْتَاحٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے جس کے معنی غلبہ یا فیصلہ طلب کرنے کے ہیں۔ فتح کے معنی غلبہ کی مثال نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ قَرِیْبٌ (۶۱:۱۳) (تمہیں) خدا کی طرف سے مدد (نصیب ہوگی) اور فتح عنقریب (ہوگی) اور فیصلہ کی مثال قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِیْمَانُھُمْ (۳۲:۲۹) کہہ دیجئے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہ فیصلہ کے روز (یعنی روز قیامت) کافروں کو ان کا ایمان لانا ذرا بھی نفع نہ دے گا۔ یا۔ ربنا افتح بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷:۸۹) اے ہمارے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمادے۔

استفتحوا کا فاعل کون ہے۔ ضمیر کا مرجع انبیاء بھی ہوسکتے ہیں اور کفار بھی۔
پہلی صورت میں انبیاء نے کفار سے مایوس ہوکر فتح کی دعا کی۔ اور اللہ نے کفار کو نامراد کردیا۔
دوسری صورت میں کفار نے دعا مانگی کہ اگر یہ انبیاء سچے ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر۔ چنانچہ عذاب آیا جس نے ہر سرکش کو نامراد کردیا۔
= خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَیْبَۃٌ سے (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔ اَلْخَیْبَۃُ کے معنی ناکام ہونے اور مقصد فوت ہوجانے کے ہیں۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی (۲۰:۶۱) اور جس نے افتراء کیا نامراد ہوگیا۔ یا فَیَنْقَلِبُوْا خَآئِبِیْنَ (۳:۱۲۷) کہ وہ ناکام ہوکر واپس جائیں۔
= جَبَّارٍ۔ زبردست دباؤ والا۔ زور کرنے والا۔ سرکش۔ مجبور کرنے والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَلْجَبْرُ کے اصل معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کی اصلاح کرنے کے ہیں۔ اس صورت میں یہ ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے وصف مدح ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان

ناجائز تعلق سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرے یا کسی غیر حق بات کو زبردستی منوائے یا کروائے تو ایک مذموم صفت ہے اور اسی معنی میں آیہ ہذا میں اس کا استعمال ہوا ہے۔ یعنی زبردستی کرنیوالا سرکش۔

= عَنِیْدٍ۔ عناد رکھنے والا۔ مخالف۔ ضدی۔ جان بوجھ کر حق کی مخالفت کرنے والا۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع عُنُدٌ ہے (عَنَدَ (باب نصر و ضرب) وَعَنِدَ (باب سَمِعَ) وعَنُدَ (باب کَرُمَ) حق کی مخالفت کرنا۔

۱۴:۱۶ = مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ۔ وَرَآءَ لغات اضداد میں سے ہے اس کے معنی جس طرح "پیچھے" کے ہیں "آگے" کے بھی آتے ہیں۔ یہاں بمعنی مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ (اس کے آگے ہے) یعنی ان کی اس دنیاوی نامرادی و ناکامی کے آگے آخرت میں جہنم ہوگا۔

= صَدِيْدٍ۔ پیپ۔ کچ لہو۔ جو اہل دوزخ کے جسموں میں سے بہیگی۔ یہ مَآءٍ کا عطف بیان ہے

۱۴:۱۷ = يَتَجَرَّعُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَآءٍ صَدِيْدٍ ہے۔ تَجَرُّعٌ مصدر (بابِ تفعُّلٌ) وہ اس پانی کو گھونٹ گھونٹ کر پیئے گا۔ باب تفعّل کی خصوصیات میں تکلف ہے۔ یعنی پیاس کی شدت کے باعث وہ پینے پر مجبور بھی ہوگا لیکن اس بدبودار کھولتی ہوئی پیپ کو پیئے تو کیونکر۔ حلق سے اترے تو کیسے۔ ایک آدھ گھونٹ اور وہ بھی بڑی مشکل سے۔ جَرْعٌ مصدر (باب نصر و سمع) جُرْعَةٌ گھونٹ۔

= لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ يَكَادُ۔ مضارع واحد مذکر غائب كَوْدٌ مصدر۔ قریب ہے۔ لَا يَكَادُ قریب نہ تھا كَادَ يَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

يُسِيْغُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسَاغَةٌ مصدر باب افعال ہٗ ضمیر مفعول اس کا مرجع مَآءٍ صَدِيْدٍ ہے۔ سَاغَ يَسِيْغُ (ضرب) سَيْغٌ سَوْغٌ مادہ۔ کے معنی ہیں شراب کا آسانی کے ساتھ حلق میں اتر جانا۔ باب افعال سے اَسَاغَ يُسِيْغُ کے معنی حلق سے نیچے اتارنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (۱۶ : ۶۶) پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ۔ وہ اس کو (آسانی کے ساتھ حلق سے نیچے نہیں اتار سکیگا۔

= مِنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ ای من جمیع الجہات۔ تمام اطراف سے، ہر سمت سے۔

= مَيِّتٍ۔ اسم صفت مجرور۔ مرنے والا۔ مردہ۔ وَمَا هُوَ بِمَيِّتٍ اور (بایں ہمہ) وہ مریگا نہیں۔

= غَلِيْظٌ۔ غِلْظَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ سخت۔ شدید۔ اس کی جمع غِلَاظٌ ہے

۱۴: ۱۸ = کَرَمَادٍ ۔ ک تشبیہ کے لئے رَمَادٍ ۔ راکھ ۔ خاکستر ۔ اسم ہے اس کی جمع اَرْمِدَۃٌ۔
= اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ ۔ اِشْتَدَّتْ ۔ ماضی ۔ واحد مؤنث غائب ۔ وہ سخت ہو گئی۔
اِشْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) سے مصدر ۔ اِشْتَدَّتْ بِہِ الرِّیْحُ ۔ جس کو ہوا تیزی سے اڑا لے گئی۔
= عَاصِفٍ ۔ تیز و تند ہوا ۔ سخت جھونکا ۔ عَصْفٌ جس کے معنی تیز و تند ہوا چلنے اور آندھی آنے کے ہیں ۔ المفردات میں ہے رِیْحٌ عَاصِفٌ تند ہوا جو ہر چیز کو توڑ کر بھس کی طرح بنا دے۔
عَصْف کے معنی بھس ہیں جیسے کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ۔ (۱۰۵: ۵) جیسے کھایا ہوا بھس ہو۔
یَوْمٍ عَاصِفٍ آندھی کا دن ۔ عَاصِفٌ بمعنی مَعْصُوْفٌ ہے عَاصِفٌ کی جمع عَوَاصِفُ ہے
= لَا یَقْدِرُوْنَ مِمَّا کَسَبُوْا عَلٰی شَیْءٍ ۔ ای لا یقدرون علی شیء مما کسبوا ۔ یعنی جو کچھ انہوں نے کمایا تھا اس میں سے انہیں کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔
= ذٰلِکَ ۔ یعنی ضیاع اعمال ۔
= ضَلٰلٍ ۔ گمراہی ۔ بھٹکنا ۔ راہ سے دور جا پڑنا ۔ کھو جانا ۔ ضائع ہو جانا ۔ گم ہو جانا ۔ ہلاک ہو جانا سیدھی راہ سے ہٹ جانا ۔ مغلوب ہو جانا ۔ یہاں ضلال بعید سے مراد راہِ حق سے بُعد یا ثواب سے محرومی ہے ۔ یعنی ان کے اعمال نیک تو ضائع ہو گئے اور وہ ثواب سے محروم رہے اور اعمال سوء کا عذاب بدستور رہا ۔ گویا نیکی برباد گناہ لازم کے مصداق ہوئے۔
۱۴: ۲۱ = بَرَزُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ باب نصر بُرُوْزٌ سے ۔
وہ کھلم کھلا سامنے ہوئے ۔ یا سامنے آنا ۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل مستعمل ہے ۔ وہ کھلم کھلا (اللہ کے) سامنے آئیں گے ۔ (روز قیامت) قرآن مجید میں ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں بَرَزُوْا کے لئے ملاحظہ ہو ۳: ۱۵۴ ۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ مخلوق ہے۔
= الضُّعَفٰٓؤُا ۔ اور الضعفآء میں محض رسم الخط کا فرق ہے۔
الضُّعَفَاءُ سے مراد وہ ضعیف الرائے لوگ ہیں جو دوسروں کی رائے کا اتباع کرتے ہیں ۔ اور اسی طرح اَلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْا سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے ضعفاء کو اپنا مطیع اور متبع بنایا تھا ۔ اور جنہوں نے ضعفاء کو گمراہ کیا اور اپنے نبیوں کی نصیحت کو سن کر اس کا اتباع کرنے سے روکے رکھا۔
= مُّغْنُوْنَ عَنَّا ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اصل میں مُغْنِیُوْنَ تھا ۔ اَغْنٰی یُغْنِیْ سے اسم فاعل واحد مُغْنِیْ ۔ اَغْنٰی عَنْ ۔ دور کرنا ۔ ھٰذَا مَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا ۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا۔
فَھَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ ۔ کیا تم ہٹا سکنے والے ہو

(یعنی کیا تم ہٹا سکتے ہو) ہم سے اللہ کے عذاب میں سے کوئی حصہ یعنی اس میں سے ہمارے حق میں کمی کرا سکتے ہو۔

= تَبَعًا۔ تابع۔ پیروی کرنے والے۔ تَابِعٌ کی جمع ہے۔ جیسے صَاحِبٌ کی جمع صَحَبٌ ہے اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا۔ ہم تمہارے تابع تھے۔ تمہارے پیروکار تھے۔

= اَجَزِعْنَا۔ اَ۔ ہمزہ استخبار ہے (کسی چیز کے متعلق کوئی خبر دریافت کرنا) اور دو چیزوں کے درمیان برابری ثابت کرنے کے لئے آیا ہے۔ بمعنی خواہ۔ جیسے سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۶:۲) یکساں ہے ان کے حق میں خواہ آپ انہیں ڈرائیں یا نہ ڈرائیں۔

جَزِعَ يَجْزَعُ (سَمِعَ) بے صبری کرنا۔ جَزِعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم بے صبری کریں۔ بیقراری کریں۔ مضطرب ہوں۔ اَجَزِعْنَا اَمْ صَبَرْنَا۔ (برابر ہے ہمارے لئے) خواہ ہم بیقراری کریں یا صبر سے کام لیں۔

= مَحِيْصٍ۔ ظرفِ مکان۔ مجرور۔ پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ حَيْصٌ سے۔ اسی سے ہے حَاصَ عَنِ الْحَقِّ۔ یعنی وہ حق سے اعراض کر کے سختی اور مصیبت کی طرف لوٹ گیا۔

مَحِيْصٌ۔ مَغِيْبٌ کے وزن پر مصدر میمی بھی ہو سکتا ہے۔

۲۲:۱۴ = لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ۔ جب معاملہ طے ہو چکے گا۔ یعنی جب (سب کی قسمت کا فیصلہ ہو چکیگا

= فَاَخْلَفْتُكُمْ۔ ماضی واحد متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم سے وعدہ خلافی کی اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔

= لَا تَلُوْمُوْنِيْ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اصل میں تَلُوْمُوْنَنِيْ تھا۔ نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ تم مجھے ملامت نہ کرو۔ تم مجھے الزام مت دو۔ لَوْمٌ سے باب نصر

= لُوْمُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم ملامت کرو۔

= مُصْرِخِكُمْ۔ اسم فاعل مضاف۔ كُمْ۔ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ صَرَخَ يَصْرُخُ باب نصر۔ چیخنا۔ فریاد کرنا۔ (فعل لازم)

صَرَخَ الْقَوْمُ۔ (فعل متعدی) بمعنی فریاد رسی کرنا۔ مدد کرنا۔ مُصْرِخٌ فریاد رسی کرنے والا۔ مددگار مَا اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ۔ میں تمہارا فریاد رس نہیں ہو سکتا۔ یعنی میں تمہاری فریاد رسی نہیں کر سکتا۔ میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

= كَفَرْتُ۔ میں انکار کرتا ہوں۔

= اَشْرَكْتُمُوْنِ۔ تم نے مجھے شریک بنایا۔ اس میں نون وقایہ ہے ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے

اَشْرَكْتُمُوْنِ۔ تم نے شریک بنایا۔ تم نے شرک کیا۔
= مِنْ قَبْلُ۔ ای فی الدنیا۔ اس سے قبل یعنی دنیا میں۔
= اَلِيْمٌ۔ دردناک۔ دکھ دینے والا۔ فَعِيْلٌ بمعنی فَاعِلٌ۔
۱۴: ۲۳ = تَحِيَّتُهُمْ۔ ان کی دعائے ملاقات۔ ان کی دعائے خیر۔ تَحِيَّةٌ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ تَحِيَّةٌ اصل میں اسم مصدر ہے۔ یہ لفظ بقائے دوام درازی عمر اور ثانوی اعتبار سے خیروبرکت اور استحکام کی دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔ اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ فرشتے ان کو سلامتی کی دعا سے خوش آمدید کہیں گے۔
۱۴: ۲۴ = ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔ کلمہ طیبہ سے مراد ایمان و توحید ہے اس فقرہ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔ یہ قولہ تعالیٰ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کی تفسیر ہے
(۲) مَثَلًا و كَلِمَةً طَيِّبَةً بوجہ ضرب کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں اور کلام یوں ہے ضَرَبَ اللّٰهُ كَلِمَةً طَيِّبَةً مَثَلًا۔ بمعنی جَعَلَهَا مَثَلًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کو مثال کے طور پر بیان فرماتا ہے۔ كَلِمَةً طَيِّبَةً بوجہ موصوف وصفت ہونے کے ہم اعراب ہیں۔
(۳) اللہ تعالیٰ کلمہ طیبہ کے لئے مثال بیان فرماتا ہے ای ضرب اللّٰهُ لكلمةٍ طيبةٍ مثلاً
(۴) كلمةً طيبةً کا نصب بوجہ مَثَلًا کے بدل ہونے کے ہے
(۵) كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ کا جر بوجہ ک حرف تشبیہ کے ہے۔ اور شجرة طيبة یہ کلمہ کی دوسری صفت ہے
(۶) كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی کلام یوں ہے هِيَ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ۔
= اَصْلُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی جڑ۔ جمع اُصُوْلٌ۔
= ثَابِتٌ۔ استوار۔ محکم۔ مضبوط۔ ثَبَاتٌ اور ثُبُوْتٌ سے اسم فاعل۔ واحد مذکر۔
= فَرْعُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی شاخ۔ جمع فُرُوْعٌ
۱۴: ۲۵ = تُؤْتِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل شَجَرَةٌ کی طرف راجع ہے وہ دیتی ہے۔ وہ لاتی ہے۔ یعنی وہ درخت دیتا ہے یا لاتا ہے۔
= اُكُلَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُكُلٌ۔ میوہ۔ پھل۔ خوراک۔ اَكَلَ يَاْكُلُ سے اُكُلٌ وَاُكْلٌ جو چیز کھائی جائے۔ اُسے اُكُلٌ کہتے ہیں۔ اُكُلَهَا۔ اس درخت کا پھل۔

= یَتَذَکَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ خوب سمجھ لیں۔ وہ نصیحت پکڑیں۔ تَذَکُّرٌ تفعّل مصدر۔

۱۴: ۲۶ = کَلِمَۃٍ خَبِیْثَۃٍ۔ اس سے مراد کفر و شرک ہے۔

= اِجْتُثَّتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ اِجْتِثَاثٌ (افتعال) وہ جڑ سے اکھاڑ لی گئی۔ اس کو جڑ سے اکھاڑ لیا گیا۔

۱۴: ۲۷ = یُثَبِّتُ اللّٰہُ ...... بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ۔ ثبات بخشتا ہے اللہ تعالیٰ اس قولِ ثابت (کلمہ طیبہ) کی برکت سے۔

۱۴: ۲۸ = بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا ۔ ای بدلوا شکر نعمت اللہ کفرًا۔ انہوں نے اللہ کی نعمت کا حقِ شکر کفرانِ نعمت سے بدل ڈالا۔

= اَحَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِحْلَالٌ سے۔ انہوں نے لا اتارا۔ اصل میں حَلٌّ کے معنی گرہ کشائی کے ہیں۔ اور حَلَلْتُ کے معنی کسی جگہ پر اترنے کے ہیں۔ اور فروکش ہونا کے بھی آتے ہیں۔ اصل میں یہ ہے حَلُّ الْاَحْمَالِ عِنْدَ النُّزُوْلِ سے۔ جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہیں کھول دینا کے ہیں۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ لہٰذا حَلَّ (باب نصر) حُلُوْلٌ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں۔ اسی سے ہے مَحِلَّۃٌ اترنے کی جگہ۔ حَلَّ (باب ضَرَبَ) سے کسی چیز کا حلال ہونا (حرام کی ضد) کے ہیں۔

= دَارَ الْبَوَارِ تباہی و بربادی کا گھر۔ البوار۔ بَارَ یبور بورًا و بوارًا۔ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے بہت مندا پڑنے کے ہیں۔ اور چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ اس لئے بَوَار۔ بمعنی ہلاکت استعمال ہونے لگا۔

اَحَلُّوْا قَوْمَھُمْ دَارَ الْبَوَارِ۔ انہوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں (یعنی دوزخ میں اپنی ناشکری کی وجہ سے) لا اتارا

۱۴: ۲۹ جَھَنَّمَ۔ دَارَالْبَوَارِ کا عطف بیان ہے دَارَالْبَوَارِ کی وضاحت کے لئے آیا ہے

= یَصْلَوْنَھَا۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلِیٌّ سے (باب سمع) وہ اس میں داخل ہوں گے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے۔

۱۴: ۳۰ = اَنْدَادًا۔ مقابل۔ برابر۔ نِدٌّ کی جمع۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

= یُضِلُّوْا۔ ای یضلوا الناس ۔ لوگوں کو گمراہ کریں۔ بھٹکائیں۔
= سَبِیْلِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
= تَمَتَّعُوْا۔ امر۔ جمع مذکر حاضر (باب تفعّل) تَمَتُّعٌ سے تم فائدہ اٹھالو۔ تم برت لو۔ قرآن مجید میں دنیاوی سازوسامان کے متعلق جہاں کہیں بھی تَمَتَّعُوْا آیا ہے تو اس سے تہدید (ڈرانا دھمکانا) مراد ہے۔
= مَصِیْرَکُمْ۔ مَصِیْر۔ اسم ظرف مکان۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مضاف الیہ۔ تمہارے لوٹنے کی جگہ۔ صَارَ یَصِیْرُ۔ (ضرب) سے مراد ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہونا ہے۔ اسی لئے مَصِیْرٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی چیز نقل وحرکت کے بعد پہنچ کر ختم ہو جاتی ہے۔
۱۴: ۳۱ = یُقِیْمُوْا۔ مضارع منصوب اِقَامَۃٌ سے صیغہ جمع مذکر غائب وہ ٹھیک ٹھیک ادا کریں پابندی سے ادا کریں۔
= خِلٰلٌ۔ دوستی۔ باب مفاعلہ سے مُخَالَّۃٌ مصدر نیز خُلَّۃٌ کی جمع بھی ہو سکتی ہے۔ جس کے معنی دوستی کے ہیں۔ خَلِیْلٌ دوست۔ گہرا دوست
۱۴: ۳۳ = دَآئِبَیْنِ۔ پھرنے والے۔ ایک دستور پر چلنے والے۔ اسم فاعل تثنیہ مذکر۔ اَلدَّأْبُ کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ جیسے دَأَبَ فِی السَّیْرِ دَأْبًا۔ وہ مسلسل چلا۔ نیز دَأْبٌ کا لفظ عادتِ مستمرہ پر بھی بولا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے کَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ (۳: ۱۱) ان کا حال بھی فرعونیوں کا سا ہے یعنی ان کی سی عادت جس پر وہ ہمیشہ چلتے رہے ہیں۔
سَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ۔ اس نے سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگا دیا کہ وہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔
۱۴: ۳۴ = اٰتٰکُمْ۔ اس نے تم کو دیا۔ اٰتٰی یُؤْتِیْ اِیْتَاءٌ (باب افعال) سے صیغہ واحد مذکر غائب ماضی معروف۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
= تَعُدُّوْا۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے گر گیا۔ اگر تم گننے لگو۔ اگر تم شمار کرنے لگو۔ عدد مادّہ
= لَا تُحْصُوْھَا۔ مضارع منفی مجزوم۔ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ لَا حذف ہو گیا ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ تم اس کو شمار نہ کر سکو گے۔ یعنی تم اللہ کی نعمتوں کو شمار نہیں کر سکو گے۔ اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ۔ (افعال) سے مصدر۔ گننا۔ شمار کرنا۔ اصل میں یہ لفظ حَصًی سے مشتق ہے

جس کا معنی کنکریاں ہے۔ اور اس سے گننا کا معنی اس لئے لیا گیا ہے کہ عرب لوگ گنتی میں کنکریاں استعمال کرتے تھے۔ جس طرح ہم انگلیوں پر گنتے ہیں۔

= ظَلُوْمٌ۔ نہایت ظلم کرنے والا۔ بڑا بے انصاف۔ نہایت ستمگار۔ ظُلْمٌ سے بروزن فَعُوْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= كَفَّارٌ۔ صیغہ مبالغہ۔ زبردست کافر۔ بہت بڑا ناشکرا۔

۱۴: ۳۵ = هٰذَا الْبَلَدَ۔ البلد الحرام۔ مکہ معظمہ۔

= اٰمِنًا۔ امن والا۔ پرامن۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمِنَ يَأْمَنُ۔ (باب سمع) سے۔

= اُجْنُبْنِيْ۔ تو مجھ کو دور رکھ۔ تو مجھ کو بچا۔ جَنْبٌ سے باب نصر جس کے معنی دور رکھنے اور بچانے کے ہیں۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= بَنِيَّ۔ میرے بیٹوں کو۔ اصل میں بَنِيْنِيَ تھا۔ نون جمع ی متکلم کی طرف اضافت سے گر گیا۔ اور جمع کی ی اور متکلم کی ی مدغم ہوئیں۔

= اَنْ بمعنی کہ۔

۱۴: ۳۶ = اِنَّهُنَّ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب بے شک ان (بتوں) نے۔

= رَبِّ۔ یَارَبِّ۔ اے میرے پروردگار۔

= اَضْلَلْنَ۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے۔ ان مورتیوں نے گمراہ کیا۔ بہکایا۔ یہاں مراد بتوں سے ہے یعنی ان بتوں نے گمراہ کیا۔

= مَنْ عَصَانِيْ۔ جس نے میری نافرمانی کی۔ عَصٰی سے ماضی واحد مذکر غائب۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی۔

۱۴: ۳۷ = اَسْكَنْتُ۔ اِسْكَانٌ (افعال) سے ماضی واحد متکلم میں نے بسایا۔ سکن مادہ۔

= ذُرِّيَّتِيْ۔ میری اولاد۔ ذُرِّيَّةٌ مضاف۔ ی ضمیر واحد متکلم۔ مضاف الیہ۔

= غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ۔ جس میں کوئی زراعت نہیں۔ جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں۔

= لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ اس لئے کہ وہ نماز کی پابندی کریں۔

= اَفْئِدَةً۔ فُؤَادٌ کی جمع بمعنی دل۔ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ۔ ای افئدة من افئدة

النَّاسِ۔ لوگوں کے دلوں میں سے کچھ دل یعنی کچھ لوگ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔
= تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ۔ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب ذُرِّيَّتِيْ کی طرف راجع ہے۔
هَوِيَ يَهْوِيْ (باب ضَرَبَ) هَوِيٌّ سے تَهْوِيْ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے۔ بمعنی وہ گرتی ہے۔ وہ گریگی۔ وہ پھینک دیتی ہے وہ پھینک دے گی۔
هَوِيٌّ کے معنی سرعت سے اوپر سے نیچے گرنے اور جلدی گذر جانے کے ہیں۔ اسی معنی میں ہے تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ (۲۲: ۳۱) ہوا نے اس کو بڑی دور دراز جگہ پھینک دیا (باب سَمِعَ) سے هَوٰى يَهْوٰى هَوًى۔ بمعنی چاہنا۔ خواہش کرنا۔
جیسے اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ (۵۳: ۲۳) یہ لوگ نرے اٹکل پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔
فراء نے تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ کے معنی تُرِيْدُهُمْ بتایا ہے۔ وہ ان کا ارادہ کریں۔ وہ ان کو چاہیں۔ جیسا کہ بولتے ہیں رَاَيْتُ فُلَانًا يَهْوِيْ نَحْوَكَ میں نے فلاں کو تیرا ارادہ کرتے دیکھا فراء نے تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ کے معنی تَسْرَعُ اِلَيْهِمْ کے بھی بتائے ہیں۔ یعنی ان کی طرف تیزی سے آئیں۔ ابن الانباری اس کے معنی تنحط الیہم و تنحدر و تنزل (وہ ان کی طرف فروکش ہوں۔ اتریں۔ نزول کریں) بیان کرتے ہیں۔ یہ ارباب لغت کا بیان ہے
اور مفسرین میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما مشتاق ہونے کے معنی کہتے ہیں۔ سدی مائل ہونے کے اور قتادہ تیزی سے رواں ہونا بتاتے ہیں۔
تَهْوِيْ کی ضمیر فاعل اَفْئِدَةً کی طرف راجع ہے۔ پس فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ کا ترجمہ ہوا۔ پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے
۱۴: ۳۸ = نُخْفِيْ۔ مضارع جمع متکلم (باب افعال) اِخْفَاءٌ مصدر۔ (جو) ہم چھپاتے ہیں۔ چھپا کر کرتے ہیں۔ چھپا کر رکھتے ہیں۔
= نُعْلِنُ۔ مضارع جمع متکلم۔ (باب افعال) اِعْلَانٌ مصدر ہم ظاہر کرتے ہیں۔
= وَهَبَ۔ ماضی۔ واحد مذکر غائب۔ وَهْبٌ۔ هِبَةٌ مصدر۔ (باب فتح) اس نے بخشا۔ وَهَّابٌ بہت عطا کرنے والا۔
= عَلَى الْكِبَرِ۔ بڑھاپے میں۔ باوجود بڑھاپے کے۔
= مِنْ ذُرِّيَّتِيْ۔ ای بعض ذُرِّيَّتِيْ۔ (میری اولاد میں سے بھی بعض کو) بعض اس واسطے کہا کہ ان کو منجانب اللہ علم تھا کہ آئندہ اولاد میں سے کافر بھی ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ

نے فرمایا کہ میں تم کو (حضرت ابراہیم کو) لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ تو حضرت ابراہیم نے کہا قَالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ (کیا میری نسل سے بھی) حکم ہوا۔ قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۱۲۴) کہا میرا وعدہ نافرمانوں کو نہیں پہنچتا۔

= تَقَبَّلْ ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تَقَبُّلٌ (تفعّل) سے (توقبول کر)

= دُعَآءِ ۔ ای دُعَائِیْ۔ میری دعا۔ (یعنی یہ دعا کہ مجھے اور میری اولاد کو نماز کا پابند کردے) یا دعا سے مراد عبادت بھی ہو سکتا ہے۔ کہ اے رب میں اور میری اولاد میں سے بعض جو عبادت کریں اسے شرف قبولیت عطا فرما۔

۱۴: ۴۲ = لَا تَحْسَبَنَّ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر بانون ثقیلہ حِسْبَانٌ سے۔ تو خیال نہ کر تو گمان نہ کر

= يُؤَخِّرُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے وہ ان کو مہلت دے رہا ہے۔ ڈھیل دے رہا ہے۔ هُمْ ضمیر کا مرجع الظّٰلِمُوْنَ ہے۔

= تَشْخَصُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیگی۔ ضمیر فاعل الابصار کے لئے ہے وہ ٹکٹکی باندھ کر دیکھیں گی۔ وہ دہشت کے سبب کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

اور جگہ آیا ہے شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۲۱: ۹۷) کافروں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔ شُخُوْصٌ مصدر۔ یعنی آنکھوں کا کھلا رہنا۔ ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا۔

۱۴: ۴۳ = مُهْطِعِيْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مُهْطِعٌ واحد۔ اِهْطَاعٌ (افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت سے نظر نہ اٹھانیوالا۔ بلانے والے کی طرف خاموش چلا جانیوالا۔ گردن دراز کرکے نظر جمائے تیزی سے چلنے والا۔

= مُقْنِعِيْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مضاف۔ اصل میں مُقْنِعِيْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اِقْنَاعٌ (افعال) سے مصدر قِنْعٌ مادہ۔

اٹھانے والے۔ اٹھائے ہوئے۔ اَقْنَعَ رَأْسَهٗ ۔ اس نے اپنے سر کو اونچا کیا۔ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ ۔ اپنے سروں کو اوپر اٹھانیوالے۔

= لَا يَرْتَدُّ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں لوٹے گی۔ ضمیر فاعل کا مرجع طَرْفُهُمْ ہے۔ ان کی نگاہ۔ ان کی آنکھ۔ یعنی ان کی آنکھ جھپک تک نہ سکیگی۔

= هَوَآءٌ ۔ اسم۔ خالی۔ خوف کے سبب سمجھ سے خالی۔ اصل میں هَوَآءٌ اس فضاء اور خلاء کو کہتے ہیں۔ جو آسمان اور زمین کے درمیان ہے لیکن محاورہ میں قلب کی صفت

واقع ہوتی ہے۔ اور جو ڈرپوک ہو جرأت مندنہ ہو۔ اس کو قَلْبٌ ھَوَاءٌ کہتے ہیں اَفْئِدَتُھُمْ ھَوَاءٌ۔ ان کے دل ہوا ہو رہے ہوں گے۔

اس آیہ میں یوم حشر کی ہولناکی اور دہشت انگیزی کا منظر بیان ہوا ہے یعنی لوگ گردن آگے کو بڑھائے خوف وہراس سے ٹکٹکی لگائے دوڑے جا رہے ہوں گے۔ سراوپر کو شدتِ اضطراب سے اٹھے ہوئے ہوں گے۔ اور آنکھیں پتھرائی ہوں گی کہ پلکیں اوپر اٹھی ہوئی ہیں تو وہاں ہی جم کر رہ جائیں گی۔ اور نیچے واپس نہ آسکیں گی۔ اور دل ہوا ہوئے جا رہے ہوں گے۔ اور اس حالت میں لوگ موقفِ حساب کی طرف دوڑ رہے ہوں گے

۱۴: ۴۴ = اَنْذِرْ ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تو ڈرا۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔

= یَوْمَ ۔ مفعول ثانی ۔ اَلنَّاسَ ۔ مفعول اوّل اَنْذِرْ کا۔ تو ڈرا لوگوں کو اس دن سے۔

= اَخِّرْنَا ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تو ہم کو مہلت دے۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) سے۔

= اَجَلٍ قَرِیْبٍ۔ مدت قلیل اَجَلٍ مدت مقررہ

= نُجِبْ ۔ اَجَابَ یُجِیْبُ اِجَابَۃٌ سے مضارع مجزوم جمع متکلم۔ ہم قبول کرلیں گے جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= نَتَّبِعْ ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) سے ہم اتباع کریں گے۔ ہم پیروی کریں گے۔ جواب دعا ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

= اَوَلَمْ تَکُوْنُوْا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ ۔ کیا تم اس سے پہلے قسمیں نہیں اٹھایا کرتے تھے مِنْ قَبْلُ ۔ قَبْلُ ۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔ بغیر اضافت کے آئے تو اس پر ضمہ ہوگا۔

= مَالَکُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۔ جواب القسم۔ یعنی تم قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے ہم کو کوئی زوال نہیں ہے۔

زَالَ یَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) زَوَالٌ کا معنی کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہوجانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ زوال۔ سمت الراس سے جھک جانا۔ جیسے کہ سورج کا نقطۂ نصف النہار سے ڈھلنا۔ نقطۂ عروج سے نیچے آنا۔ دنیاوی جاہ وجلال یا مال ودولت کی حالت سے کم ہوجانا۔ نقطۃ الراس سے انحطاط۔

= مِنْ صلہ تاکید نفی کے لئے آیا ہے۔

۱۴/۲۵ سَکَنْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بستے رہے۔ تم آباد رہے۔
مَسَاکِنِ ۔ مَسْکَنٌ کی جمع۔ اسم ظرف مکان۔ ٹھہرنے اور رہنے کا مقام۔
= تَبَیَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ واضح ہوگیا۔ وہ ظاہر ہوگیا۔ وہ کھل گیا۔ (یعنی ان کے ساتھ جو سلوک ہوا اس کی روایات بھی تم کو پہنچی ہوں گی اور ان کے آثار سے تم نے مشاہدہ بھی کر لیا ہوگا)
= وَضَرَبْنَا لَکُمُ الْاَمْثَالَ۔ اور ہم نے تم کو مثالیں بیان کیں۔ یعنی کتب سماویہ میں ان واقعات کو مثال کے طور پر بیان کیا۔ کہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی یہی نتیجہ پاؤ گے۔
۱۴:۴۶ = مَکَرُوْا مَکْرَھُمْ۔ انہوں نے اپنی چالیں چلیں۔ اس میں ھُمْ ضمیر فاعل کا مرجع یا تو الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ ہے یعنی وہ لوگ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور جن کے مساکن میں تم آباد رہے۔ یا اس کا مرجع کفار قریش ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف گھنیر چالیں چلیں۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ۔ (۸ : ۳۰) اور یاد کرو جب خفیہ تدبیریں کر رہے تھے آپ کے بارہ میں وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو شہید کر دیں یا آپ کو جلاوطن کر دیں لیکن صورت اول زیادہ صحیح ہے۔
= وَعِنْدَ اللّٰہِ مَکْرُھُمْ۔ اللہ تعالیٰ سے ان کی یہ چالیں مخفی نہ تھیں سب کی سب اس کے علم میں تھیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے مکر کا توڑ تھا۔ عندہ جزاء مکرھم والطالۃ لہٗ۔ (مظہری)
= تَزُوْلَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ اپنی جگہ سے ٹل جائے۔ وہ اپنے مقام سے ہل جائے زَالَ یَزُوْلُ زَوَالٌ (باب نصر) سے۔
= اِنْ۔ کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ اِنْ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ اور یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور واقعی ان کی چالیں ایسی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں۔ (۲) اِنْ نافیہ ہے اور لام تاکید نفی کے لئے آیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور نہیں تھیں ان کی چالیں کہ ان سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔
۱۴:۴۷ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ فعل نہی بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد مذکر حاضر۔ تو ہرگز خیال نہ کر۔ تو ہرگز گمان نہ کر۔ (یہ خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے)
لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ مُخْلِفَ وَعْدِہٖ رُسُلَہٗ میں اللہ مفعول اول ہے لَا تَحْسَبَنَّ کا اور مُخْلِفَ مفعول ثانی ہے۔ جبکہ رُسُلَہٗ مُخْلِفَ کا مفعول اول ہے اور وَعْدَہٗ اس کا

مفعول ثانی۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے مخلف رسلہ وعدہٗ تو ہرگز خیال نہ کر کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنیوالا ہے۔ یعنی جو وعدے اس نے کئے ہیں وہ ضرور پورے کرے گا۔

وعدے۔ مثلاً اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا۔ (۴۰: ۵۱) بیشک ہم اپنے پیغمبروں کی مدد کرتے رہتے ہیں یا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔ (۵۸: ۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔

= عَزِیْزٌ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ دشوار۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= ذُوا نْتِقَامٍ۔ انتقام لینے والا۔ بدلہ لینے والا۔

۱۴: ۴۸ = یَوْمَ۔ یا انتقام کا ظرف زمان ہے یعنی وہ انتقام اس روز لے گا جس روز کہ زمین بدل کر دوسری زمین کردی جائے گی۔ یا یہ اُذْکُرْ (محذوف کا مفعول ہے۔ یاد کرو اس دن کو۔

= تُبَدَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ بدل دی جائے گی۔

= غَیْرَ الْاَرْضِ ایک دوسری زمین کی صورت میں۔

= السَّمٰوٰتُ۔ ای وتبدل السمٰوٰت غیر السَّمٰوٰتِ اور آسمان بدل کر دوسرے آسمان کردیئے جائیں گے۔

= وَبَرَزُوْا۔ وہ کھلم کھلا خدا کے سامنے پیش ہوں گے (ملاحظہ ہو ۱۴: ۲۱)

= اَلْقَھَّارِ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست غالب جس کے مقابلہ میں سب ذلیل ہوں۔ قَھْرٌ۔ مصدر۔ جس کا معنی کسی پر غلبہ پاکر اُسے ذلیل کرنے کے ہیں۔

۱۴: ۴۹ = مُقَرَّنِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر — اِقْتِرَانٌ کے معنی اِزْدِوَاجٌ کی طرح دو یا دو سے زیادہ چیزوں سے کسی معنی میں مجتمع ہونے کے ہیں قَرَنٌ اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ساتھ دو یا دو سے زیادہ اونٹوں کو باندھا جائے جیسے قَرَنْتُ البعیر مع البعیر۔ میں نے اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ ایک رسی سے باندھ دیا۔

= قَرَّنْتُہٗ (تفعیل) میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں۔ وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری یا دوسرے اوصاف میں کسی کا ہم پلّہ ہو اسے اس کا قِرْنٌ کہتے ہیں۔ اسی سے قَرِیْنٌ بمعنی ساتھی، ہم نشین ہے۔

مُقَرَّنِیْنَ۔ باہم کس کر مضبوطی سے باندھے گئے۔ جکڑے ہوئے۔

= اَصْفَادِ۔ زنجیریں۔ بیڑیاں۔ صَفَدٌ اور صَفَادٌ کی جمع
۱۴: ۵۰ = سَرَابِیْلُ۔ کرتے۔ پیراہن۔ قمیصیں۔ سِرْبَالٌ کی جمع۔
= قَطِرَانٍ۔ رال۔ تارکول۔ گندھک۔
= تَغْشٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ڈھانک لیتی ہے۔ وہ ڈھانک لے گی۔ غَشْیٌ وَغِشَایَۃٌ (باب سمع) بمعنی ڈھانکنا۔ چھپانا۔
تَغْشٰی وُجُوْھَھُمُ النَّارُ۔ آگ ان کے چہروں کو چھپائے ہوئے ہوگی۔
۱۴: ۵۱ = لِیَجْزِیَ۔ تاکہ وہ بدلہ دے۔ (جزا دے) لام تعلیل یَجْزِیَ واحد مذکر غائب جَزٰی یَجْزِیْ (باب ضَرَبَ)
۱۴: ۵۲ = ھٰذَا۔ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ۔ یہ قرآن۔
= بَلٰغٌ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ بَلُغًا۔ (باب نصر) مصدر۔ اَلْبُلُوْغُ کے معنی مقصد اور منتہی کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ۔ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے حَتّٰی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔
بَلٰغٌ کے معنی کافی ہونے کے بھی آتا ہے مثلاً اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (۲۱: ۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری پوری تبلیغ ہے۔
ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ۔ (آیۃ ہذا) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔
= وَلِیُنْذَرُوْا۔ معطوف ہے محذوف پر یعنی لِیُنْصَحُوْا وَلِیُنْذَرُوْا۔ تاکہ انہیں نصیحت کی جائے اور ان کو ڈرایا جائے۔
= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بَلٰغٌ ہے یعنی اس قرآن کے ذریعہ سے۔
= وَلِیَذَّکَّرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر اصل میں یتذکّر تھا۔ تَ کو ذ میں مدغم کیا گیا۔ تاکہ نصیحت حاصل کریں۔
= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ صاحب عقل۔ اہل فہم۔ عقل و فہم والے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

(۱۵) سورۃ الحجر (۵۴)

۱۵: ۱ = تلک۔ اشارہ ہے ان آیات کی طرف جو اس سورۃ میں ہیں۔
= الکتٰب۔ مکمل کتاب۔ ایسی کتاب جو اپنی افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے صحیح معنوں میں کتاب کہلانے کی مستحق ہے۔
= قراٰنٍ۔ کی تنکیر تعظیم کے لئے ہے۔ ایٰتُ قراٰنٍ۔ یہ آیات الکتاب کی ہیں اور قرآن مبین کی
= مُبِیْنٍ۔ صفت ہے قرآن کی۔ یعنی وہ قرآن جو اپنا مدعا صاف صاف ظاہر کرتا ہے جو الرشد اور الغی کو مُبَیَّن (واضح) طور پر بیان کرتا ہے۔

فارق بین الحق والباطل والحلال والحرام۔ جو حق اور باطل اور حلال وحرام میں فرق بیان کرنے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

رُبَمَا (۱۴)

اَلْحِجْر النَّحْل

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

۱۵:۲ = رُبَمَا۔ رُبَّ و رُبَّةَ و رُبَّمَا و رُبَتَمَا۔ حرف جر ہے۔ رُبَمَا فتح
و تشدید باء کے ساتھ یا رُبَمَا فتح باء بلا تشدید کے ساتھ ہر دو صورت میں مستعمل ہے
سیاقِ کلام کے موافق تکثیر و تقلیل۔ یعنی "اکثر" اور "کبھی کبھی" کا فائدہ دیتا ہے
رُبَّ نکرہ پر داخل ہوتا ہے اور زائد کے حکم میں ہوتا ہے جیسے رُبَّ جَاهِلٍ رَفَعَ۔ اور جب
اس پر مَا کافہ داخل ہو جائے (کافہ یعنی سابق عامل کو عمل سے روک دینے والا) تو اس کا دخول فعل
اور معرفہ پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے رُبَّمَا الْخَلِيْلُ مُقْبِلٌ اور رُبَّمَا اَقْبَلَ الْخَلِيْلُ۔ اس صورت
میں بیشتر اس کا دخول ایسے جملہ فعلیہ پر ہوتا ہے جس کا فعل ماضی ہو خواہ وہ لفظاً موجود ہو یا معناً۔ لیکن
آیہ ہذا میں یہ فعل مستقبل پر داخل ہوا ہے لیکن مضارع پر اس کا دخول بہت کم واقع ہوتا ہے۔
رُبَمَا اگرچہ کلام عرب میں اکثر استعمال ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں آیا ہے۔
رُبَمَا۔ بمعنی کسی وقت۔ بہت وقت۔ کبھی کبھی۔ اکثر۔
= يَوَدُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مَوَدَّةٌ مصدر۔ (باب سمع) وہ آرزو کرے گا۔ وہ
آرزو کرتا ہے۔ پسند کریگا۔ یا پسند کریگا۔ ودد۔ مادہ
۱۵:۳ - ذَرْهُمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو چھوڑ دے
تو ان کو رہنے دے۔
= يَاْكُلُوْا و يَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہیں یا یہ بھی جائز ہے کہ ان سے پہلے
لام مقدر ہو۔ يَتَمَتَّعُوْا۔ مضارع مجزوم۔ جمع مذکر غائب۔ مزے اڑالیں۔ عیش کرلیں۔
= يُلْهِهِمُ۔ مضارع مجزوم بوجہ متذکرہ بالا۔ واحد مذکر غائب۔ اَلْهٰى يُلْهِيْ اِلْهَاءٌ
(افعال) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو بھلائے رکھے۔ ان کو غافل بنائے رکھے۔
= اَلْاَمَلُ۔ امید؛ توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔ فاعل۔ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ۔ ان کی (جھوٹی)
امید ان کو غافل بنائے رکھے۔
۱۵:۴ = مِنْ قَرْيَةٍ۔ ای قریۃ من القری۔ بستیوں میں سے کسی بستی کو۔
= كِتَابٌ۔ ایک مقرر وقت۔ وقت جو لوح محفوظ پر مکتوب ہے
= مَعْلُوْمٌ۔ جو ہر وقت علم میں ہے۔ سہول چوک کی نذر نہیں ہوتا۔ کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہو جائے

وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ یہ جملہ قَرْيَةٌ کا حال ہے یا جیسا کہ صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ یہ قَرْيَةٌ کی صفت ہے۔

۵/۱۵ مَا تَسْبِقُ ۔ مَا نفی کا ہے تَسْبِقُ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب سَبَقَ (ضَرَبَ) سے جس کے اصل معنی چلنے میں مقدم ہونے کے ہیں مگر اس کا استعمال بطور مجاز و استعارہ مطلق بڑھنے اور سبقت کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے مَا تَسْبِقُ وہ آگے نہیں نکل جائے گی۔ وہ آگے نہیں نکل سکتی اس کا فاعل اُمَّةٍ ہے۔

= مِنْ اُمَّةٍ ۔ ای امۃ من الامم قوموں میں سے کوئی قوم۔

= اَجَلَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اپنی تقدیر کی میعاد مقررہ۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب افراد قوم کی رعایت سے لائی گئی ہے۔ جس طرح کہ یَسْتَاْخِرُوْنَ میں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے

= لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ پیچھے نہیں رہ سکتے۔

۶:۱۵ = قَالُوْا ۔ اشارہ ہے کفار مکہ کی طرف

= الذِّكْرُ ۔ ذکر کے لفظی معنی تو نصیحت کے ہیں لیکن قرآنی اصطلاح میں قرآن ہی کا ایک نام ہے

۷:۱۵ = لَوْ مَا ۔ شرطیہ ہے حرف تحضیض (ابھارنا) ہے۔ حرف توبیخ ہے۔ کیوں نہیں۔

لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ ۔ کیوں نہیں لے آتا تو ہم پر ملائکہ کو۔ (شہادت تصدیق کے لئے یا ان کے انکار پر عذاب کے لئے)

۸:۱۵ = مَا كَانُوْا ۔ کی ضمیر فاعل کا مرجع کفار و منکرین مکہ ہیں۔

= اِذًا ۔ تب۔ اس وقت۔ جواب و جزاء کے لئے بھی آتا ہے۔ جواب ان کے سوال کا کہ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ اور جزاء شرطِ مقدر کی۔ تقدیر کلام یوں ہے: و لو نزلنا الملٰئکۃ مَا كَانُوْا منظرین وما اخرعذابھم۔ اور اگر ہم فرشتے اتار دیں تو نہ ان کو مہلت دی جائے گی اور نہ ان کا عذاب ٹل سکے گا۔

= مُنْظَرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنْظَارٌ (افعال) مصدر۔ مہلت دیئے ہوئے۔ جن کو مہلت دی گئی ہو۔ منصوب بوجہ خبر كَانُوْا ۔

۹:۱۵ = الذِّكْرُ ۔ آیت (۶) میں کافروں نے قرآن مجید کو الذکر تعریضاً اور استہزاءً کہا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسی لفظ کو دہرا کر فرمایا کہ یہ بے شک الذکر ہے یعنی یہ ایسی پند و نصائح سے پُر اور شرف و عزت بخشنے والی کتاب ہے کہ اس کے بعد کسی اور کتاب کو الذکر نہیں کہا جا سکتا۔

۱۰:۱۵ = قَدْ اَرْسَلْنَا ۔ کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے۔ ای ولقد ارسلنا رسلاً ۔ بشیرًا

ہم نے رسول بھیجے۔

= شِيَعِ ۔ شِيْعَةٌ کی جمع۔ فرقے۔ گروہ۔ شِيْعَةٌ۔ وہ فرقہ یا گروہ جو کسی بات پر باہم متفق ہو۔ اس کا اصل شَيَاعٌ ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی لکڑیاں جن کے ذریعے سے بڑی بڑی لکڑیوں کو آگ لگائی جاتی ہے۔ الشیاع کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینا کے بھی ہیں۔ جیسے شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی۔ یا شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہو گئی۔ اسی سے اشاعۃ خبر کا پھیلانا ہے۔

گروہ کے معنی میں اور جگہ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا (۲۸ : ۴) وہاں کے باشندوں کو گروہ درگروہ کر رکھا تھا۔ قوم اور فرقہ کے معنوں میں بھی آیا ہے هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَ هٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۔ (۲۸ : ۱۵) یہ (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم کا ہے اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے ہے۔

یہاں شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ بمعنی پہلی قومیں۔

۱۵ : ۱۱ = يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر وہ ٹھٹھا کرتے ہیں كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ ماضی استمراری۔ وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

۱۵ : ۱۲ = نَسْلُكُهٗ ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع الاستہزاء ہے جو يَسْتَهْزِءُوْنَ کا مصدر ہے۔ ہم (اس استہزاء و تکذیب کو گنہگاروں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔ السُّلُوْكُ (باب نصر) کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (۷۱ : ۲۰) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔

یہ فعل متعدی بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۔ (۷۴ : ۴۲) تمہیں کس چیز نے دوزخ میں لا ڈالا۔

اسی سے ہے سَلَكْتُ الْخَيْطَ فِي الْاِبْرَةِ ۔ میں نے سوئی میں دھاگہ ڈالا۔

۱۵ : ۱۳ = لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الذکر (آیۃ ۹) ہے۔

= خَلَتْ ۔ خَلَا يَخْلُوْ (باب نصر) خُلُوٌّ سے ماضی۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ گذر گئی۔ اَلْخَلَاءُ خالی جگہ۔ جہاں عمارت و مکان وغیرہ نہ ہو۔

اور اَلْخُلُوُّ کا لفظ زمان اور مکان دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ چونکہ زمانہ گذرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اس لئے قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۔ کے معنی ہوں گے۔ پہلوں کی یہی روش گذر چکی ہے یعنی وہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اور ان کے ساتھ یہی ہوا۔

= سُنَّةٌ ۔ دستور۔ طریقہ جاریہ۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔

۱۵: ۱۴ = فَظَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ سے (باب فتح وسمع) اَلظِّلُّ سایہ یہ الضِّحُّ دھوپ کی ضد ہے ظَلٌّ اور ظُلُوْلٌ کے معنی دن میں کسی کام کو انجام دینے کے ہیں جس طرح بَاتَ یَبِیْتُ کا استعمال رات گذارنے کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی ظَلَّ یَظَلُّ کا استعمال دن گذارنے کے لئے ہوتا ہے۔

یہ افعال ناقصہ میں سے ہے اور کسی کام کو دن کے وقت کرنے کے معنی میں آتا ہے کیونکہ دن کے وقت (از طلوع آفتاب تا غروب آفتاب) چیزوں کا سایہ موجود رہتا ہے۔

یہ صَارَ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی مثلاً لَظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِہٖ یَکْفُرُوْنَ (۳۰: ۵۱) تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگ جائیں گے۔

فَظَلُّوْا فِیْہِ یَعْرُجُوْنَ۔ پھر وہ دن دہاڑے چڑھنے لگیں۔

= فِیْہِ۔ ای فی ذٰلک الباب۔ اس دروازہ میں۔

فَظَلُّوْا فِیْہِ یَعْرُجُوْنَ۔ لفظی ترجمہ یہ ہے اور وہ روز روشن میں اس میں چڑھنے لگیں۔
اس میں ضمیر کا مرجع مشرکین وکفار ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان مشرکین کے لئے آسمان میں ایک دروازہ ہم کھول دیں اور وہ اس میں دن دہاڑے چڑھ جائیں اور عالم بالا کے عجائبات اپنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھ لیں تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۱۵: ۱۵ = لَقَالُوْا۔ اس میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= سُکِّرَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ سُکِرَ و سُکِّرَ۔ بینائی کا مدہم ہونا۔ سُکِّرَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ چندھیا گئی۔ سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا ہماری آنکھیں چندھیا گئی ہیں۔ ہماری آنکھیں بند کردی گئی ہیں۔ ہماری آنکھوں کی بینائی بند کردی گئی ہے۔

= مَسْحُوْرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مَسْحُوْرٌ واحد۔ سِحْرٌ مصدر۔ وہ لوگ جن پر جادو کردیا گیا ہو۔

۱۵: ۱۶ = بُرُوْجًا۔ بُرُجٌ کی جمع ہے برج کا لغوی معنی ہے ظاہر ہونا۔ اس سے عورت کے بناؤ سنگار کرکے نمائش و دکھاوے کو تَبَرُّجٌ کہتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (۳۳: ۳۳) اور جاہلیت قدیم کے مطابق اپنے کو دکھاتی مت پھرو۔
اسی لغوی کے معنی کی مناسبت سے اس کا اطلاق ان چیزوں پر ہونے لگا جو دور سے نمایاں ہوتی ہیں مثلاً قلعہ۔ محل۔ شاہراہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے ستارے جو دور سے نمایاں ہوتے ہیں اہل عرب بُرج کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ روح المعانی میں ہے المراد بالبروج الکواکب العظام بروج سے مراد بڑے بڑے ستارے ہیں بعض نے ان سے مراد وہ بارہ برج لئے ہیں جو مدار آفتاب کو

بارہ حصوں میں تقسیم کرنے سے بنتے ہیں ان میں سے ہر ایک حصہ کو برج کہتے ہیں اور علمائے ہیئت نے ہر ایک کا علیحدہ نام رکھا ہے مثلاً حمل۔ ثور۔ جوزا۔ سرطان۔ اسد۔ سنبلہ۔ میزان۔ عقرب۔ قوس۔ جدی۔ دلو۔ حوت۔

قرآن حکیم میں مضبوط قلعے۔ محلات کے معنی میں آیا ہے۔ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) خواہ تم بڑے بڑے محلوں میں رہو۔

= زَيَّنّٰهَا۔ زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مفعول ہم نے اس کو مزین کیا ہم نے ان کو زینت دی۔

۱۵: ۱۷ = رَجِيمٍ۔ الرِّجَامُ۔ بمعنی پتھر۔ اسی سے اَلرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں جیسے سنگسار کیا گیا ہو۔ اسے مرجوم کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ (۲۶: ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جانے والوں میں سے ہوں گے۔

رَجِيمٌ بروزن فَعِيلٌ بمعنی مَفْعُولٌ یعنی مَرْجُومٌ ہے ملعون۔ راندہ۔ مردود۔ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے شیطان کی صفت میں مستعمل ہے

۱۵: ۱۸ = اِسْتَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِسْتِرَاقٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے سرق مادہ۔ اس نے چرایا۔ اس نے چوری کی۔

اِسْتَرَقَ السَّمْعَ اس نے چوری چھپے سُن لیا۔

= فَاَتْبَعَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اس ضمیر کا مرجع مَنْ موصول ہے وہ اس کے پیچھے لگا۔ اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔ وہ اس کا تعاقب کرتا ہے۔

= شِهَابٌ۔ الشِّهَابُ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا شعلہ ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ شِهَابٌ مُّبِينٌ ایک روشن شعلہ۔ روشنی کرنے والا انگارہ

شیطان کا آسمان کی باتیں سن لینا اور اس کے تعاقب میں شہاب مبین کے لگ جانے سے کیا مراد ہے اس کا جواب انسان کے موجودہ علم کی روشنی میں تسلی بخش طور پر دینا مشکل ہے۔ بہرحال ایک مسلمان کا ایمان ہے کہ قرآن کی ہر بات حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اس لئے اگر ہماری سمجھ میں کوئی بات نہیں آتی تو یہ ہماری علمی کوتاہی ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وقت آجائے کہ ہم حقائق کائنات میں خاطر خواہ علمی دسترس حاصل کرلیں تو یہ عقدہ جو اس وقت لاینحل دکھائی دیتے ہیں خود بخود کشا ہو جائیں۔ مختلف تفاسیر میں اس کو مختلف طریقوں سے بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ تنقیدی ذہن انہیں قبول کرنے سے ہچکچاہٹ محسوس کرتا ہے۔

۱۵: ۱۹ = مَدَدْنٰهَا۔ مَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیلایا۔ ہم نے پھیلا دیا۔
هَا ضمیر کا مرجع الارض ہے۔ اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبانی میں) کھینچنے کے ہیں اور بڑھانے کے ہیں۔ اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّۃ کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵: ۴۵) تو نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔
= اَلْقَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔
= فِیْهَا۔ ای فی الارض۔ اس میں یعنی زمین میں
= رَوَاسِیَ۔ رَاسِیَۃٌ کی جمع۔ بوجھ۔ پہاڑ۔ رَسُوٌّ مادہ۔ رَسَا الشَّیْءُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اَرْسٰی (افعال) کے معنی ٹھہرانے اور استوار کردینے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴: ۱۳) اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ جمی رہیں۔ رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ (۷۷: ۲۷) اونچے اونچے پہاڑ۔
پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِیَ کہا گیا ہے۔
= مَوْزُوْنٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ شَیْءٌ کی صفت ہے اَلْوَزْنُ (تولنا) کے معنی کسی چیز کی مقدار معلوم کرنے کے ہیں۔ عرف عام میں وزن اس مقدار خاص کو کہتے ہیں جو ترازو کے ذریعہ معین کی جائے جیسے قرآن مجید میں ہے وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ (۱۷: ۳۵) ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو۔ اور اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو۔ لہٰذا موزون بمعنی اندازہ کی ہوئی۔ جانچی ہوئی۔ مناسب۔ اور وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔ کے معنی ہوئے: اور ہم نے اس میں ہر مناسب چیز اگائی
یا مَوْزُوْنٍ: مقدر بمقدار معین تقتضیہ حکمتہ۔ ایک مقررہ اندازہ کے مطابق جس کو اس کی حکمت متقاضی ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور اس میں ہم نے ہر ایک چیز ایک اندازے کے مطابق اگائی۔

۱۵: ۲۰ = مَعَایِشَ۔ مَعِیْشَۃٌ کی جمع۔ سامان زندگانی۔ وسائل معاش۔ کھانے پینے کی چیزیں
= وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ۔ ای و لمن لستم لہ برازقین۔ یعنی اور ان کے لئے بھی ہم نے سامانِ زینت مہیا کیا ہے جنہیں تم روزی دینے والے نہیں۔ مثلاً جنگلی جانور۔ درندے۔ کیڑے مکوڑے یا سمندر میں بسنے والے جانور وغیرہ۔ یعنی ایسی مخلوق جو انسان کے ہاتھوں روزی حاصل نہیں کرتی
۱۵: ۲۱ = اِنْ۔ نافیہ ہے۔
= خَزَآئِنُهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْءٍ ہے۔

اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُہٗ۔ نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے (بھرے پڑے) ہیں۔

= مَا نُنَزِّلُہٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ۔ ہم اس چیز کو نہیں اتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق

۱۵:۲۲ — لَوَاقِحَ۔ جمع ہے اس کی واحد لَاقِحٌ ہے۔ لَقْحٌ اور لَقَاحٌ لازم ہیں جیسے لَقِحَتِ النَّاقَۃُ (باب سمع) اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ یا لَقِحَتِ الشَّجَرَۃُ درخت بارآور ہوگیا۔ اس لئے لَوَاقِحَ کا مطلب ہوا۔ باردار۔ وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے ہوئے بادل کو اٹھائے ہوئے ہوں لَوَاقِحَ کا واحد صرف لَاقِحٌ ہے اور یہ جمع خلاف قیاس ہے اس کا مؤنث استعمال نہیں ہے صرف لغات القرآن حصہ نجم عبد الدائم الجلالی میں اس کی مؤنث لَاقِحَۃٌ دی ہے مظہری میں بھی ہے اور لَقُوْحٌ کی جمع بھی بتایا گیا ہے۔

= فَاَسْقَیْنٰکُمُوْہُ۔ اَسْقَیْنَا اِسْقَاءٌ (افعال) سے ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول ثانی واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ ہے۔ ہم نے وہ تم کو پلایا۔ ہم نے وہ (بارش کا) پانی تمہیں پینے کے لئے دیا۔

= خٰزِنِیْنَ۔ خزانہ کرنے والے۔ جمع کرنے والے۔ ذخیرہ کرنے والے خَزْنٌ سے باب نصر۔ بمعنی خزانہ میں جمع کرنا۔

۱۵:۲۳ = نُحْیٖ۔ مضارع جمع متکلم ہم زندہ کرتے ہیں (باب افعال) احیاءٌ سے۔

= نُمِیْتُ۔ مضارع جمع متکلم اِمَاتَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ مَوْتٌ مادہ۔ ہم مارتے ہیں ہم موت دیتے ہیں۔

= وٰرِثُوْنَ ہ وَرِثَ یَرِثُ وِرْثٌ فھو وَارِثٌ۔ وارث ہونا یعنی کسی کے مرنے کے بعد اس کی چیز کا مالک ہونا۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ مجازًا بولا جاتا ہے کیونکہ وہ تو ہر شے کا حقیقی مالک ہے، اس نے اہل دنیا کو جو ملکیت دے رکھی ہے وہ مجازی ہے ایک وقت آئے گا کہ جب یہ مجازی ملکیت بھی ختم ہو جائے گی اور تمام وراثت مالک حقیقی کے پاس لوٹ جائے گی۔

۱۵:۲۴ — اَلْمُسْتَقْدِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ استقدام (استفعال) مصدر۔ پہلے زمانہ میں گذرے ہوئے لوگ۔ اگلے لوگ۔ یا نیکیوں میں سبقت کرنے والے۔ یا اسلام لانے میں اولیت حاصل کرنے والے۔

= مُسْتَاْخِرِیْنَ۔ پیچھے آنے والے۔ بعد میں آنے والے۔ نیکیوں میں پیچھے رہ جانے والے۔ اسلام لانے میں تاخیر کرنے والے۔

۱۵: ۲۵ = یَحْشُرُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کو اکٹھا کرے گا۔

۱۵: ۲۶ = صَلْصَالٍ۔ صَلْصَالٌ (مادہ ص ل ل) کے اصل معنی کسی خشک چیز سے آواز آنے کے ہیں۔ جیسے صَلَّ الْمِسْمَارُ۔ جس کے معنی مسیخ کو کسی چیز میں ٹھونکنے سے آواز پیدا ہونے کے ہیں اور کھنکنے والی خشک مٹی کو بھی صلصال کہتے ہیں۔ صَلْصَالٌ کے معنی سڑی ہوئی مٹی کے بھی ہیں اور یہ صَلَّ اللَّحْمُ سے مشتق ہے جس کے معنی گوشت کے بدبودار ہوجانے کے ہیں صَلْصَالٌ۔ اصل میں صَلَّالٌ ہے ایک لام کو ص سے بدل دیا گیا ہے۔ اور آیت کریمہ أَإِذَا ضَلَلْنَا فِي الْأَرْضِ (۳۲ : ۱۰) کیا جب ہم زمین میں ملیامیٹ ہوجائیں گے۔ میں ایک قرأت صَلَلْنَا بھی ہے یعنی جب ہم گل سڑ گئے

= حَمَإٍ۔ گارا۔ کیچڑ۔ الحمی سے حَمَاٌ مادہ۔ اَلْحُمَأُ سیاہ بدبودار مٹی۔ اَحْمَأْتُھَا۔ میں نے اسے کیچڑ سے بھر دیا۔ اور جگہ قرآن میں ہے عَيْنٍ حَمِئَةٍ۔ سیاہ بدبودار کیچڑ والا چشمہ۔

= مَسْنُونٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ سَنٌّ مصدر۔ (باب نَصَرَ) متغیر۔ سڑا ہوا۔ سنت رسول رسول کا طریقہ۔ مسنون۔ سنت کے مطابق۔

صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ۔ کھنکنے والی مٹی جو پہلے سڑی ہوئی بدبودار کیچڑ کی شکل میں تھی علماء لغت نے لکھا ہے کہ مختلف حالتوں میں مٹی کے مختلف نام ہیں

(۱) پانی میں بھگونے سے پہلے تُرَابٌ کہتے ہیں۔ جیسے اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ (۱۸: ۳۷) کیا تو اس ذات سے انکار کرتا ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا۔

(۲) پانی میں بھیگ جائے تو اسے طِيْنٌ (کیچڑ) کہتے ہیں۔ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ (۳۷: ۱۱) ہم نے ان کو چپکتے گارے سے پیدا کیا۔

(۳) جب کافی عرصہ بھیگی رہے یہاں تک کہ اس کی رنگت سیاہ ہوجائے تو اسے حَمَإٍ کہتے ہیں۔

(۴) جب اس سیاہ کیچڑ میں بدبو پیدا ہوجائے یا اسے کوئی اور صورت دی جائے تو اسے مَسْنُوْنٌ کہتے ہیں

(۵) اور جب سیاہ بدبودار کیچڑ خشک ہوجائے تو اُسے صَلْصَالٌ کہتے ہیں۔

(۶) جب خشک سیاہ۔ بدبودار۔ کیچڑ آگ میں پکائی جائے تو اسے فَخَّارٌ کہتے ہیں۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵: ۱۴) اس نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔

۱۵: ۲۷ = اَلْجَآنَّ ۔ اَلْجَنُّ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں ۔ جیسے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ (۶: ۷۶) جب رات نے اس کو (پردہ تاریکی) سے چھپا دیا اسی معنی میں الجَنَانُ دل ۔ کیونکہ وہ حواس سے مستور رہتا ہے ۔ یا المِجَنُّ المِجَنَّۃُ الجُنَّۃُ ۔ ڈھال کیونکہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے ۔ اور اَلْجَنَّۃُ باغ ۔ ایسا باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے ۔ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ (۱۸: ۳۹) اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہوئے تو کیوں نہ ..... اور جَنِيْنٌ (فعیل بمعنی مفعول) وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے کہ وہ حواس انسانی سے مستور ہے یا الجنین قبر (فعیل بمعنی فاعل) چھپانے والی ۔

تو گویا جن ایک ایسی مخلوق ہے جو انسانی نظروں سے پوشیدہ اور اوجھل ہے ۔

جَآنّ ، جِنّ کی جمع ہے

حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جس طرح ابو البشر (سارے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح اَبُوالْجِنّ (جنوں کے باپ) کا نام الجانّ ہے

بعض کے نزدیک اَلْجَآنَّ اسم جنس ہے مراد ہے جنوں کی جنس جیسے الانسان ۔ انسانوں کی جنس کا نام ہے ۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۔ (۷۲: ۱۴) اور ہم میں سے بعض مسلمان ہیں اور بعض ہم میں سے راہِ حق سے مڑ جانے والے ہیں یعنی کافر ۔

= السَّمُوْمِ ۔ اس کا مادہ س م م ہے السَّمُّ (بفتح سین وضمۃ آں) کے معنی تنگ سوراخ کے ہیں ۔ جیسے سوئی کا ناکہ یا کان اور ناک کا سوراخ ہوتا ہے ۔ اس کی جمع سُمُوْم آتی ہے ۔ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے ۔

سَمَّهُ يَسُمُّهُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی چیز میں گھس جانا ۔ اسی سے السَّامَّۃُ ہے یعنی وہ خاص لوگ جو ہر معاملہ میں گھس کر اس کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں ۔

اَلسَّمُّ زہر قاتل کو کہتے ہیں کیونکہ یہ اپنے لطفِ تاثیر سے بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے اور یہ اصل میں مصدر بمعنی فاعل ہے ۔

السَّمُوْم ۔ لُو ، گرم ہوا ۔ جو زہر کی طرح بدن کے اندر سرایت کر جاتی ہے ۔ جیسے وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۵۲: ۲۷) اور ہمیں لو کے عذاب سے بچا لیا ۔ السَّمُوْمُ الریح الحارۃ التی تقتل ۔ سخت گرم ہوا جو مار ڈالے دیتی ہو ۔ سَمُوْم بغیر دھوئیں کی آگ ۔ قیل السَّمُوْمُ

نارٌ لا دخان لھا۔ سموم وہ آگ ہے جس کا دھواں نہ ہو۔

نَارِ السَّمُوْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہ اضافۃ العام الی الخاص کی مثال ہے یا اضافۃ الموصوف الی الصفۃ کی۔ مراد اس سے النار المفرطۃ الحرارۃ ہے یعنی بہت ہی گرم آگ، (جو زہر کی طرح یا بادِ سموم کی طرح لطف تاثیر سے روئیں روئیں میں سرایت کر جائے) گویا نار السموم سے دو صفات نمایاں ہیں۔ ایک تو انتہائی گرمی کہ اس کے سبب سے منصف میں غضب و بیقراری کی سی حالت پائی جائے اور دوسرے غایت درجہ لطافت کہ اس کی وجہ سے وہ غیر مرئی ہو۔ اور یہی جنات کی عام صفتیں ہیں

۱۵: ۲۹ = سَوَّيْتُهٗ۔ سَوَّيْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ میں نے اس کو پورا پورا بنا دیا۔ میں اس کو پورا پورا بنا دوں (ماضی بمعنی مستقبل) سوی مادہ

= نَفَخْتُ۔ ماضی واحد متکلم نَفْخٌ سے (باب نصر) جب میں پھونک دوں۔ ماضی بمعنی مستقبل

= قَعُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر وقوعٌ مصدر (وَقْعٌ ثلاثی مجرد مثال واوی) باب فتح۔ وَقَعَ يَقَعُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قَعْ ہوگا۔

قاعدہ: اگر علامت مضارع کا مابعد متحرک ہے تو آخر کو جزم دیدیں گے جیسے وَهَبَ يَهَبُ سے هَبْ۔ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً) قَعْ امر واحد مذکر حاضر سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہوا قَعُوْا گر پڑو۔ یعنی تم بلا تاخیر سجدے میں گر پڑو۔

۱۵: ۳۰ = اَجْمَعُوْنَ۔ سب کے سب۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔

۱۵: ۳۱ = اَبٰى۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَلْاِبَاءُ کے معنی شدتِ امتناع یعنی سختی کے ساتھ انکار کرنے کے ہیں ہر اباء امتناع ہے ہر امتناع اباء نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ (۹: ۳۲) اور خدا تعالیٰ اپنے نور کو پورا کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ يا اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ (۲: ۳۴) اس نے سختی سے انکار کیا اور تکبر کیا۔ (باب ضرب و فتح)

۱۵: ۳۳ = لَمْ اَكُنْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ میں نہیں ہوں۔ میں ایسا نہیں۔ مجھے گوارا نہیں۔ میری شان کے شایان نہیں۔ لَمْ اَكُنْ لِاَسْجُدَ۔ میں ایسا نہیں کہ سجدہ کروں۔ لِاَسْجُدَ میں لام تاکید نفی کے لئے ہے۔

۱۵: ۳۴ = مِنْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع یا سماء ہے یا جَنَّة ہے یا زمرۃ ملائکہ (محذوف) ہے۔

= رَجِيْمٌ۔ مردود۔ راندہ ہوا۔ ملاحظہ ہو (۱۵: ۱۷)

۱۵: ۳۶ = فَاَنْظِرْنِیْ۔ فَاَ محذوف پر دلالت کرتا ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔
اِذَا جعلتنی رجیمًا ملعونًا الیٰ یوم الدین فَاَنْظِرْنِیْ (جب تونے مجھے روزِ قیامت تک مردود و ملعون قرار دے ہی دیا ہے تو مجھے مہلت دیدے (یعنی مجھے زندہ رہنے دے)
اَنْظِرْنِیْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ۔ تو مجھ کو مہلت دے۔
اِنْظَارٌ (افعال) مصدر۔
= یُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ وہ دن جب آدم اور اس کی ذریت قبروں سے اٹھائی جائے گی۔ بَعَثَ کے معنی بھیجنے کے بھی آتے ہیں مثلاً وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا۔ (۱۶: ۳۶) اور ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا۔ یوم الدین۔ یوم تبعثون ۔یوم الوقت المعلوم سب سے مراد یوم قیامت ہے
۱۵: ۳۷ = اَلْمُنْظَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر المُنْظَرُ۔ واحد۔ مہلت یافتہ۔ مہلت دیئے گئے
۱۵: ۳۹ = بِمَا۔ بسبب اس کے۔ بہ بدل اس چیز کے۔
= اَغْوَیْتَنِیْ۔ اَغْوَیْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تونے مجھے گمراہ کیا۔ تونے مجھے بے راہ کردیا۔ جب اغوار کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک گمراہی پر سزا دینا۔ دوسرے بے راہ کرنا۔ بھٹکانا۔ علامہ قرطبی نے اغوار کے معنی مایوس کرنا اور ہلاک کرنا بھی کئے ہیں۔
کسی کو ایسا حکم دینا جس کی نافرمانی اس کی گمراہی کا باعث بن جائے اس کو بھی اغوار کہا جاتا ہے۔ اس صورت میں بِمَا اَغْوَیْتَنِیْ کا معنی ہوگا۔ بوجہ اس امر کے کہ تونے مجھے ایسا حکم دیا کہ اس کی نافرمانی میری بے راہ روی کا سبب بن گئی۔
= لَاُزَیِّنَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد متکلم۔ تزیینٌ (تفعیل) سے میں ضرور آراستہ کروں گا۔ مُزَیَّن کر کے دکھاؤں گا (برے کاموں کو)
= لَاُغْوِیَنَّھُمْ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کروں گا۔
= اَجْمَعِیْنَ سارے کے سارے۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔
۱۵: ۴۰ = اَلْمُخْلَصِیْنَ۔ جو چن لئے گئے ہیں۔ یعنی جنہیں تونے اپنی عبادت اور اطاعت کے لئے چن لیا۔ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔
۱۵: ۴۱ = ھٰذَا۔ اس کا مشارٌ الیہ اخلاص ہے۔

= صِرَاطٌ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ۔ صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ موصوف صفت۔ عَلَیَّ بمعنٰی اِلَیَّ۔
هٰذَا (الْاِخْلَاصُ) صِرَاطٌ عَلَیَّ (ای طریق فی الوصول اِلَیَّ مِنْ غیر ضلال) مُسْتَقِیْمٌ
لاعوج فیه اصلاً (مظھری)۔
یہی اخلاص (ریار، تکلف اور تصنع سے کلیۃً اجتناب) میری طرف پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے
اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)
تفسیر خازن میں ہے۔ قال الحسنُ معناهُ ھذا اصراط الیّٰ مستقیم یعنی میری طرف آنے کا
سیدھا راستہ۔
۱۵: ۴۲ = اَلْغٰوِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ غَوِیٌّ واحد۔ گمراہ۔ کج رو۔ بھٹک جانے والے
۱۵: ۴۳ = مَوْعِدُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مَوْعِدٌ اسم ظرف زمان ومکان۔ ان کے
وعدہ کی جگہ۔ یا وقت۔ یہاں اسم ظرف مکان ہے (جہنم)
۱۵: ۴۴ = لَهَا۔ هَا ضمیر کا مرجع جہنم ہے۔
= سَبْعَةُ اَبْوَابٍ۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں۔ ہر ایک طبقہ کا ایک ایک دروازہ ہے
ان سات طبقوں کے نام یہ ہیں۔ جہنم۔ لظیٰ۔ الحطمۃ۔ السعیر۔ السقر۔ الجحیم۔ الہاویہ۔
= مِنْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب غاوین دوزخیوں کی طرف راجع ہے جن کا ذکر آیات بالا (۴۲، ۴۳)
میں اوپر آیا ہے اس صورت میں تقدیر کلام یوں ہے لِكُلِّ بَابٍ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ مِّنْهُمْ ہر دروازہ
کے لئے ان میں سے کا ایک مقسوم یعنی مخصوص حصہ یا گروہ ہوگا۔ اکثر مفسرین نے یہی صورت
اختیار کی ہے۔ عبداللہ یوسف علی نے ھم کی ضمیر کا مرجع ابواب لیا ہے اور ترجمہ یوں کیا ہے
اس جہنم کے سات دروازے ہیں ان دروازوں میں سے ہر ایک دروازے کے لئے جہنمیوں کا
ایک خاص ٹولہ مختص ہے۔
۱۵: ۴۶ = اُدْخُلُوْهَا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب برائے جَنّٰتٍ وعیونٍ ہے
تم سب داخل ہو جاؤ اس میں۔ اس سے قبل قِیْلَ لَهُمْ محذوف ہے۔ کہنے والے فرشتگان
ہوں گے۔ جو متقین کو خوش آمدید کہیں گے۔ یا یہ حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے
= بِسَلٰمٍ۔ سلامتی کے ساتھ۔ سَلِمَ یَسْلَمُ کا مصدر جس کے معنی ہیں عیوب وآفات سے
سلامت رہنا۔ ان سے چھٹکارا پانا اور بری ہو جانا۔
= اٰمِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اٰمِنٌ واحد۔ مطمئن۔ بے خوف وخطر۔ بے کھٹک۔ امن میں
۱۵: ۴۷ = نَزَعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزْعٌ مصدر (باب فتح) سے ہم نکال دیں گے۔ نَزَعَ

النَّزْعُ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں جیسا کہ کمان کو درمیان سے کھینچا جاتا ہے اور کبھی یہ لفظ اعراض کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جان نکالنے کو بھی نزع کہتے ہیں۔ اسی طرح محبت یا عداوت کو دل سے نکالنے کو بھی نَزْعٌ کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے وَنَزَعْنَا مَافِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ۔ جو کینے ان کے دلوں میں ہوں گے ہم سب نکال دیں گے۔ کھینچنے اور چھیننے کے معنی میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۳: ۲۶) اور توجس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ (۴: ۵۹) اگر تم جھگڑ پڑو کسی بات میں۔ یعنی تمہاری آپس میں کسی امر کے متعلق کھینچا تانی ہو جائے۔ اختلاف ہو جائے
= غِلٍّ۔ دلی کدورت۔ قلبی عداوت۔ کینہ۔ غَلَّ یَغِلُّ (باب ضَرَبَ) کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غَلَّ یَغُلُّ (باب نصر) اَلْغُلُوْلُ خیانت کرنا مَاکَانَ لِلنَّبِیِّ اَنْ یَّغُلَّ (۳: ۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر خدا خیانت کرے۔
= اِخْوَانًا۔ بھائی بھائی۔ یعنی بھائیوں کی طرح۔ حال ہے ھِمْ (فِیْ صُدُوْرِهِمْ) سے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ اور مُتَقٰبِلِیْنَ بھی حال ہے یعنی وہ اس حالت میں وہاں ہوں گے۔ جیسے بھائی بھائی تختوں پر بیٹھے ہوئے اور ایک دوسرے کے آمنے سامنے۔
۱۵: ۴۸ = لَا یَمَسُّهُمْ مضارع منفی واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ نہیں پہنچے گا۔ نہیں چھوئے گا ان کو۔
= نَصَبٌ۔ کوفت۔ تھکن۔ مشقت۔ تکلیف۔
۱۵: ۴۹ = نَبِّئْ امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) سے۔ تو آگاہ کر دے۔
۱۵: ۵۲ = وَجِلُوْنَ۔ صفت مشبہ۔ جمع مذکر۔ وَجِلٌ واحد وَجَلٌ مصدر۔ (باب سمع) خوف زدہ۔ ڈرنیوالا۔ اَلْوَجَلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں مَوْجِلٌ نشیبی گڑھا۔ خوف کی جگہ۔

یہاں اِنَّا (بیشک ہم) اور وَجِلُوْنَ جمع کے صیغے آئے ہیں۔ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ خوف کی کیفیت اپنی اور اپنے اہل خانہ کی طرف سے بتا رہے تھے۔
۱۵: ۵۳ = لَا تَوْجَلْ۔ ای لا تخف۔ مت ڈر۔ مت خوف کھا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر
= نُبَشِّرُكَ۔ مضارع جمع متکلم۔ بَشَّرَ یُبَشِّرُ تَبْشِیْرٌ (تفعیل) كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو خوشخبری دیتے ہیں۔
۱۵: ۵۴۔ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ۔ بَشَّرْتُمْ ماضی بمعنی حال جمع مذکر حاضر۔ واؤ اشباع کی ہے لحرف میم مضموم

کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے) ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم ہے۔ ہمزہ استفہامیہ ہے
کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو۔
= عَلٰی۔ یہاں بمعنی مَعَ کے ہے (یعنی باوجودیکہ) جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ (۱۳: ۶) بیشک تیرا پروردگار صاحب مغفرت ہے لوگوں کے لئے باوجود ان کی زیادتیوں کے۔
اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ۔ کیا تم مجھے بشارت دیتے ہو باوجودیکہ (درآں حالیکہ) مجھے بڑھاپا لاحق ہو چکا ہے۔
= بِمَ۔ کس چیز کے ساتھ۔ بِ حرفِ جر اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا اور فتحہ کو اپنے حال پر باقی رکھا گیا ہے تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا موصولہ میں امتیاز ہو سکے۔ کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔
فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ۔ سو تم بشارت کس چیز کی دیتے ہو۔
۱۵: ۵۵ = اَلْقٰنِطِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْقَانِطُ واحد قُنُوْطٌ مصدر (باب ضرب وسمع) خیر سے ناامید ہونے والے۔
۱۵: ۵۶ = مَنْ يَّقْنَطُ۔ استفہام انکاری۔ کون ناامید ہوتا ہے۔ یعنی کوئی ناامید نہیں ہوتا۔ قَنِطَ يَقْنَطُ (باب سمع)
= الضَّآلُّوْنَ۔ ضَالٌّ کی جمع ہے ضَلٰلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ گمراہ۔ بہکے ہوئے
۱۵: ۵۷ = خَطْبُكُمْ۔ تمہاری مہم۔ تمہارا کام۔ تمہارا معاملہ۔
= اَلْمُرْسَلُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ بھیجے ہوئے۔ فرستادہ
۱۵: ۵۸ = اُرْسِلْنَا۔ ماضی مجہول۔ جمع متکلم۔ ہم بھیجے گئے ہیں۔
= اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ۔ ای لِاِهلاكِ قوم مجرمين۔ ہم مجرم قوم کی طرف (بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کو ہلاک کر دیں)
۱۵: ۵۹ = اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ۔ سوائے خاندان لوط کے۔ اِلَّا۔ حرف استثناء۔ اٰلَ لُوْطٍ مستثنیٰ۔ اگر مستثنیٰ منہ قوم مجرمین ہو تو استثناء منقطع ہے کیونکہ خاندانِ لوط مجرمین میں سے نہ تھا۔ اور اگر مستثنیٰ منہ قوم لیا جاوے تو استثناء متصل ہے کیونکہ قوم لوط میں آلِ لوط بھی شامل ہے۔
(یعنی سوائے خاندان لوط کے کہ ان کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔
= اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ۔ اِنَّا بیشک ہم۔ لام تاکید کے لئے ہے۔

مُنَجُّوْ اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّیْ واحد اصل میں مُنَجِّیُوْنَ تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گر گئی۔ مُنَجُّوْ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کو بچانے والے۔ نجات دینے والے۔ مطلب یہ کہ ان کو ہم ضرور بچالیں گے۔

۱۵: ۶۰ = اِلَّا امْرَأَتَهٗ۔ سوائے اس کی بیوی کے۔ اس کا مستثنیٰ منہ آلِ لُوْطٍ (ضمیر ھٗ) ہے یعنی خاندانِ لوط کے سارے لوگوں کو ہم بچالیں گے سوائے اس کی بیوی کے۔

= قَدَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تقدیر (تفعیل) مصدر۔ ہم نے طے کیا ہے۔

فرشتوں کا فعل کی نسبت اپنی طرف کرنا بدیں وجہ ہو سکتا ہے کہ قرب واختصاص کے پیش نظر مصاحب اکثر مالک کے حکم کو جمع متکلم کے صیغہ سے ظاہر کرتے ہیں مثلاً بادشاہ کا سفیر جب یہ کہے کہ ہمارا یہ موقف ہے تو اس کا مطلب یہی لیا جائے گا کہ بادشاہ کا یہ موقف ہے۔ اس صورت میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ طے کر رکھا ہے۔ یا اس کا مطلب ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ بامرِالٰہی ہم نے طے کیا ہے۔ اور اس قسم کی مثال سورۃ مریم میں ہے لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا (۱۹: ۱۹) تاکہ میں تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دوں

= الْغٰبِرِيْنَ۔ پیچھے رہ جانے والے۔ جس طرح قافلہ گذر جاتا ہے اور غبار پیچھے رہ جاتا ہے (حضرت لوط کو جھوٹا سمجھنے والے کافر شہر سدوم میں باقی رہے اور خدا کے نبی اپنے ساتھیوں کو (آل لوط کو) لے کر شہر سے نکل گئے۔ پیچھے رہ جانے والے مورد عذاب الٰہی ہوئے اور تباہ ہوگئے۔ حضرت لوط کی بیوی بھی ان پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اور ان کے ساتھ ہلاک ہوگئی۔

قَدَّرْنَا اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ۔ ہم نے طے کر رکھا ہے کہ وہ ضرور پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوگی

۱۵: ۶۲ = مُنْكَرُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ ناآشنا۔ اجنبی۔ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ۔ اجنبی لوگ یا ایسے لوگ جن سے شر کا خوف ہو

۱۵: ۶۳ = بَلْ۔ بلکہ۔ بَلْ یہ لفظ اضراب کے لئے آتا ہے یعنی پہلی بات کی تکذیب اور اگلی بات کی تاکید کے لئے آتا ہے۔ قَالُوْا بَلْ۔ انہوں نے کہا کہ ایسا نہیں (یعنی ہم اجنبی نہیں یا کسی شر سے نہیں آئے ہیں) بلکہ ......

= يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) وہ شک کرتے ہیں وہ مُتردّد ہیں۔ مَرْیٌ مادہ ہے

۱۵: ۶۴ = بِالْحَقِّ۔ ان کافروں کے لئے یقینی عذاب۔ اَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ۔ ہم تیرے پاس ایک اٹل حقیقت لے کر آئے ہیں (یعنی ان کافروں کے لئے یقینی عذاب)

۱۵: ۶۵ = فَاَسْرِ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَسْرِ بِ تورات کو لے کر چل۔ سَرٰی يَسْرِيْ (ضَرَبَ)

اور اَسْرٰی یُسْرِیْ (افعال) سَرْیَۃٌ وسُرْیَۃٌ و سِرَایَۃٌ رات کو سفر کرنا۔ اور سَرٰی ب واَسْرٰی بِ۔ رات کو لے کر چلنا۔ فَاَسْرِ بِاَھْلِکَ سورات کو اپنے گھروالوں کو لے کر چل دیں۔
= بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ۔ رات کے کسی حصہ میں ۔ رات کا آخری حصہ۔ رات کا سب سے تاریک حصہ
= اِتَّبِعْ۔ تو پیروی کر۔ تو پیچھے پیچھے چل۔ تو اتباع کر۔ امر واحد مذکر حاضر۔
= اَدْبَارَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ادبار۔ اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع ہے اَدْبَارَھُمْ ان کی پیٹھیں۔ ان کے پیچھے۔
= لَا یَلْتَفِتْ فعل نہی واحد مذکر غائب اِلْتِفَاتٌ (افتعال) سے لَفْتٌ مادہ۔ پھیرنا۔ موڑنا لَا یَلْتَفِتْ اَحَدٌ کوئی پیچھے مڑکر نہ دیکھے۔ ثلاثی مجرد سے باب ضرب سے آتا ہے جیسے اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا (۱۰:۷۸) کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ (جس راہ پر ہم اپنے باپ دادا کو پاتے رہے ہیں اس سے) ہم کو پھیر دو۔
= اِمْضُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ مَضٰی یَمْضِیْ (ضَرَبَ) مُضِیٌّ۔ مصدر۔ تم چلے جاؤ۔
= حَیْثُ۔ جہاں۔ جس جگہ
= تُؤْمَرُوْنَ۔ مضارع مجہول، جمع مذکر حاضر۔ (جہاں کا) تمہیں حکم دیا گیا ہے۔
۱۵: ۶۶= قَضَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم قَضَاءٌ مصدر۔ ہم نے بذریعہ وحی (اس کو) آگاہ کردیا۔
= ذٰلِکَ الْاَمْرَ۔ اس امر سے۔ ہم نے یہ فیصلہ اس کو بھیج دیا۔
اَلْقَضَاءُ کے معنی قولاً یا فعلاً کسی کام کا فیصلہ کر دینے کے ہیں۔
قَضٰی اِلٰی۔ قطعی طور پر اطلاع دینا۔
= دَابِرَ۔ جڑ۔ بیخ۔ بنیاد۔ پچھاڑی۔ پچھا۔ دُبُوْرٌ سے جس کے معنی پشت پھیرنے کے ہیں اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
= مُصْبِحِیْنَ۔ اسم فاعل۔ صبح کرنے والے۔ صبح کرتے کرتے۔ صبح ہوتے ہی۔
ھٰٓؤُلَاءِ سے حال ہے
۱۵: ۶۷= یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) خوشیاں مناتے خوش خوش
۱۵: ۶۸= ضَیْفِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے مہمان۔ ضَیْفٌ اصل میں ضَافَ یَضِیْفُ کا مصدر ہے جس کے معنی کسی شخص کے پاس مہمان بن کر آنے کے ہیں۔ پھر مہمان ہی کو یہ نام دیا گیا۔ یہ واحد۔ تثنیہ۔ جمع کے لئے یکساں آتا ہے۔ اگرچہ کبھی اس کی جمع ضُیُوْفٌ

اور اَضْیَافٌ بھی آتی ہے۔ جیسے شعر ہے:

یَا ضَیْفَنَا لَوْ زُرْتَنَا لَوَجَدْتَنَا ۔ نَحْنُ الضُّیُوْفُ وَاَنْتَ رَبُّ الْمَنْزِلِ

= لَا تَفْضَحُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر متکلم کی محذوف ہے فَضَحَ یَفْضَحُ (فتح) سے تم مجھے رسوا مت کرو ”میری فضیحت مت کرو۔

۱۵: ۶۹ = لَا تُخْزُوْنِ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر۔ خِزْیٌ مادّہ۔ تم مجھے رسوا مت کرو۔

۱۵: ۷۰ = اَوَلَمْ نَنْهَكَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے اور واو لبعض کے نزدیک عبارت مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ ای لم نتقدم الیك ولم ننهك عن ذٰلِكَ ۔ کیا ہم تمہیں پہلے نہیں کہہ چکے اور تمہیں اس سے منع کر چکے ۔ لَمْ ننهك مضارع نفی جحد بلم۔ جمع متکلم۔ نَهٰی یَنْهٰی (فتح) سے ۔ کیا ہم نے تجھے منع نہیں کیا تھا۔

= عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۔ لوگوں سے یعنی دوسرے لوگوں کے پناہ دینے سے۔ دوسرے لوگوں کی مدافعت کرنے سے۔ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان حائل ہونے سے ۔

۱۵: ۷۲ لَعَمْرُكَ ۔ ل قسم کے لئے ہے ۔ عَمْرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جان کی قسم۔ تیری زندگی کی قسم۔

عَمر و عُمر ہم معنی لفظ ہیں لیکن قسم میں یہ اکثر مفتوح استعمال ہوتا ہے کیونکہ سہل الادا ہے

= سَكْرَتِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی مستی۔ ان کا نشہ۔ ان کی مدہوشی۔

= یَعْمَهُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهٌ مصدر (باب فتح و سمع) سرگردانی ۔گمراہی میں حیرانی ۔ وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ۔ تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں سرگرداں مست ہیں اور بہکے بہکے پھرتے ہیں۔

(اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) مدارک التنزیل میں ہے کہ یہ خطاب فرشتوں کا حضرت لوط علیہ السلام سے تھا۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

= اَلصَّیْحَةُ ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر ہے بمعنی آواز بلند کرنا۔ دراصل یہ صَیْحٌ کے معنی آواز پھاڑنا کے ہیں اور یہ انْصَاحَ الثَّوْبُ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں کپڑا پھٹ گیا اور اس سے آواز نکلی۔ یہاں الصیحۃ بطور حاصل مصدر استعمال ہوا ہے ۔ بلند آواز۔ چیخ۔ ہولناک آواز

چنگھاڑ۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔

آیۃ ہذا میں بمعنی چنگھاڑ۔ سخت کڑک۔ ہولناک آواز۔ آیا ہے

= مُشْرِقِيْنَ۔ یہ اَخَذَتْهُمُ میں ضمیر هُمْ کا حال ہے۔ یعنی ان کو ایک ہولناک چنگھاڑ نے آلیا جبکہ وہ دن میں داخل ہو رہے تھے۔ یعنی جبکہ سورج نکل ہی رہا تھا۔

۱۵: ۷۴ = عَالِيَهَا۔ عَالِيْ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بلند۔ عُلُوٌّ سے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قُرٰى قوم لوط۔ قوم لوط کی بستیاں۔

= سَافِلَهَا۔ سَافِلٌ سُفُوْلٌ سے اسم فاعل واحد مذکر مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔

= فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا۔ ہم نے ان بستیوں کو تہ و بالا کر دیا۔

= سِجِّيْلٍ۔ کنکر۔ کنکریلے پتھر۔

۱۵: ۷۵ = مُتَوَسِّمِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اَلْمُتَوَسِّمُ واحد تَوَسُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اہل فراست۔ علامات سے اندازہ کرنے والے۔ نتیجے اخذ کرتے ہیں۔ اَلْوَسْمُ (باب ضَرَبَ) کے معنی داغ اور نشان لگانے کے ہیں اور سِمَةٌ علامت اور نشان کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ (۶۸: ۱۶) ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگائیں گے۔

۱۵: ۷۶ = مُقِيْمٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ قائم رہنے والا۔ دوامی۔ سَبِيْلٌ مُّقِيْمٌ ایسا راستہ جہاں بہت آمدورفت ہو۔

= اِنَّهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم لوط کی بستیوں کے لئے ہے یہ سدوم اور عمورہ کے برباد شدہ شہر بحر لوط یا بحیرہ مردار کے جنوب مشرقی کنارے واقع تھے اور حجاز سے شام جاتے ہوئے یا عراق سے مصر جاتے ہوئے ان کی بربادیوں کے نشان آج بھی پائے جاتے ہیں۔

۱۵: ۷۸ = اِنْ۔ اِنَّ کا مخفف ہے

= اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ۔ اَيْكَةٌ۔ بن۔ جنگل۔ گھنا جنگل۔ درختوں کا جھنڈ۔ جنگل کے بسنے والے یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھی۔

۱۵: ۷۹ = اِنْتَقَمْنَا۔ ماضی۔ جمع متکلم۔ ہم نے انتقام لیا۔ ہم نے سزا دی۔

نَقِمَ۔ (ضَرَبَ۔ سَمِعَ) مِنْ۔ سزا دینا۔ وَنَقَمَ الْاَمْرُ عَلٰى فُلَانٍ وَمِنْ فُلَانٍ

فُلَانٍ۔ ملامت کرنا۔ عیب لگانا۔ مکروہ جاننا۔ جیسے وَ مَا نَقَمُوْا مِنْہُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے
اِنْتَقَمَ۔۔۔۔ مِنْ۔ سزا دینا۔ بدلہ دینا۔ انتقام لینا (افتعال)
= اِنَّہُمَا۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث۔ قوم لوط اور اصحاب الایکہ (کی بستیوں) کی طرف راجع ہے۔ ہر دو قوم کی بستیاں یا ہر دو قومیں امام مبین پر واقع ہیں۔
= اِمَامٌ۔ الامام اس کو کہتے ہیں کہ جس کی اقتدار کی جاوے۔ ای من یؤتمّ بہٖ (جس کا قصد کیا جاوے) چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں جس کی پیروی کی جائے خواہ وہ انسان ہو یا اس کا قول وفعل ہو یا کتاب ہو۔ خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جائے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اسے بھی امام کہتے ہیں۔ اس کی جمع ائمّۃ (فعالٌ سے افعلۃٌ) ہے
بِاِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف صفت۔ کھلے راستہ پر۔ شاہراہ۔
۱۵:۸۰ = اَصْحٰبُ الْحِجْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حجر والے۔ حجر کے رہنے والے۔ تمام مفسرین کے نزدیک اور مؤرخین کے نزدیک اصحاب حجر سے مراد قوم ثمود ہے۔ لیکن مولانا سید سلیمان ندوی رح کی تحقیق کے مطابق یہ قوم ثمود نہیں ہے بلکہ وہ نبطی ہیں جنہوں نے حجر کو اپنا مرکز قرار دیا تھا۔ اگرچہ قوم ثمود کا دارالسلطنت بھی یہی شہر تھا۔ یہ شہر اس وادی میں ہے جو حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔
۱۵:۸۱ = مُعْرِضِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ اعراض کرنے والے۔ رُخ پھیر لینے والے۔ منہ موڑنے والے۔
۱۵:۸۲ = یَنْحِتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَانُوْا یَنْحِتُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ وہ تراشتے تھے۔ وہ تراش کر بنایا کرتے تھے۔ نَحْتٌ سے۔ (باب ضرب) کَانُوْا یَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا۔ وہ پہاڑوں کو تراش گھر بنایا کرتے تھے۔
= اٰمِنِیْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع ہے۔ بےخوف۔ مطمئن۔ دلجمعی۔ یَنْحِتُوْنَ سے حال ہے یعنی دراں حالیکہ وہ اپنے آپ کو بےخوف ومطمئن محسوس کرتے تھے۔ (اس امر کی دلجمعی محسوس کرتے تھے کہ پہاڑوں میں ان کے مکانات چوری چکاری۔ اعدار۔ عذاب الٰہی سے ان کو بچائے رکھیں گے)
۱۵:۸۳ = الصَّیْحَۃُ۔ ملاحظہ ہو۔ ۱۵:۷۳
۱۵:۸۵ = اِصْفَحْ۔ صَفْحٌ سے امر واحد مذکر حاضر۔ تو در گذر کر۔ تو کنارہ کشی کر (باب فتح)

الصفح الجمیل۔ ایسی کنارہ کشی ، ایسا در گذر کہ اس میں غم وتردّد یا شکوہ شکایت نہ ہو۔
۱۵: ۸۷ = مَثَانِیَ۔ جمع منصوب۔ نکرہ۔ مَثْنٰی واحد ثِنْیٌ یا ثَنَاءٌ مصدر ثِنْیٌ کا معنی دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا اعادہ کرنا۔ چھانٹ لینا۔ اور ثَنَاء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔
یہ مَثَانِیَ اس لئے ہے کہ نماز میں بار بار اس کی تکرار کی جاتی ہے یا یہ مَثَانِیَ اس لئے کہ اللہ کی ذات وصفات اور اسماء حسنیٰ کی ثناء ہے اور یہ ثناء بار بار دہرائی جاتی ہے
سبعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ بار بار دوہرائی جانے والی آیات میں سے سات۔
اکثریت کی رائے ہے کہ اس سے مراد سورۃ فاتحہ ہے جس کی سات آیات ہیں اور اس کی تلاوت نہ صرف بہ تکرار ہر نماز میں ہر رکعت میں کی جاتی ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی اکثر بطور ورد و دعا پڑھی جاتی ہے
۱۵: ۸۸ = لَاتَمُدَّنَّ۔ فعل نہی با نون ثقیلہ واحد مذکر حاضر۔ تو لمبا نہ کر۔ تو نظر نہ اٹھا۔ لَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ تو ہرگز آنکھ اٹھا کر نہ دیکھ۔ مَدَّ یَمُدُّ (باب نصر) اَلْمَدُّ سے جس کے معنی لمبائی میں کھینچے اور بڑھانے کے ہیں۔ جب آنکھوں کے لئے اس کا استعمال ہو تو معنی نظر اٹھانے کے آتے ہیں۔
= مَتَّعْنَا بِهٖ۔ ماضی جمع متکلم مَتَّعَ (تفعیل) مال ومتاع دینا۔ مَتَّعْنَا بِهٖ۔ ہم نے جس مال و متاع سے (ان میں سے بعض کو) نوازا
= اَزْوَاجًا۔ اَصْنَافًا۔ مختلف اصناف کے لوگ۔ مختلف قسم کے لوگ۔
= مِنْهُمْ۔ ای من الکفار کالیھود والنصاریٰ۔ یعنی کفار میں سے مختلف لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ کو جو مال ومتاع ہم نے دے رکھا ہے۔
آیت (۲۰: ۱۳۱) میں بھی انہی معنوں میں یہ جملہ استعمال ہوا ہے اَزْوَاجٌ بمعنی اقسام۔ آیت سُبْحَانَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا (۳۶: ۳۶) پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کی چیزیں پیدا کیں۔ میں بھی آیا ہے۔
المفردات میں ہے اَلزَّوْجُ۔ جن حیوانات میں نر اور مادہ پایا جاتا ہے ان میں سے ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے یعنی نر اور مادہ دونوں میں سے ہر ایک پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ حیوانات کے علاوہ دوسری اشیاء میں سے جفت کو زوج کہا جاتا ہے جیسے موزے اور جوتے وغیرہ۔ پھر ہر اس چیز کو جو دوسری کی مماثل یا مقابل ہونے کی حیثیت سے اس سے مقترن ہو۔ (متصل وقریب ہو) وہ زوج کہلاتی ہے۔ قرآن میں آیا ہے وَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی (۷۵: ۳۹) اور (آخر کار) اس کی دو قسمیں کیں یعنی مرد اور عورت۔

وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ۔ اور ان پر غم نہ کیجئے (۱) بوجہ ان کے ایمان نہ لانے کے۔ یا (۲) بوجہ ان کے مالدار ہونے کے۔

= اِخْفِضْ۔ خَفَضَ۔ یَخْفِضُ (ضَرَبَ) سے امر۔ واحد مذکر حاضر۔ توجھکادے۔ تو نیچے کر دے خَفْضٌ سے جو رَفْعٌ کی ضد ہے بمعنی نیچے کرنا۔ جھکا دینا۔ جیسے قرآن میں آیا ہے خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ (۵۶:۳) قیامت کسی کو پست کرے اور کسی کو بلند۔ اس کے معنی نرم رفتاری اور سکون وراحت کے بھی آتے ہیں۔

= جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ۔ بازو، پرندہ کا پَر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ۔ اس کی جمع اَجْنِحَۃٌ ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ اور تو جھکادے اپنا بازو یا پَر۔ مطلب یہ کہ نرم برتاؤ کرو۔

۱۵:۸۹ = اَلنَّذِیْرُ۔ کا مفعول عذاب ہے جو کہ محذوف ہے۔ اور اگلی آیت میں کَمَا اَنْزَلْنَا اس مفعول محذوف کی صفت ہے۔

یعنی میں واضح طور پر تم کو ڈراتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لائے تو خدا کا عذاب تم پر نازل ہوگا مثل اس عذاب کے جو ہم نے (ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے) المقتسمین پر نازل کیا تھا۔

۱۵:۹۰ = اَلْمُقْتَسِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِقْتِسَامٌ (افتعال) سے۔ بانٹ لینے والے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں۔ یعنی اپنی کتابوں کے بعض حصوں کو ماننے والے اور بعض کو نہ ماننے والے۔ بعض کے نزدیک وہ بارہ یا سولہ اشخاص تھے جن کو ولید بن مغیرہ نے حج کے دنوں میں مکہ کی طرف آنے والے مختلف راستوں اور گھاٹیوں پر متعین کر دیا تھا۔ اور جو باہر سے آنے والوں کو بدظن کیا کرتے تھے کہ خبردار اس شخص کے قریب بھی نہ آنا جس نے ہم میں سے نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے۔

ان کو مقتسمین اس لئے کہا ہے کہ انہوں نے راستے آپس میں بانٹ رکھے تھے۔ اور یہ لوگ جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے تھے۔ یا جنگ بدر سے قبل ہلاک ہو گئے تھے۔

یا اس کے معنی حلف اٹھانے والوں کے ہیں (قسم سے) یعنی وہ دشمنان اسلام جنہوں نے باہم سازش کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں حلف اٹھاتے تھے۔ اور جو قرآن کے ان حصوں کو جو ان کی مرضی کے مطابق ہوتے تھے لے لیتے تھے اور جو حصے وہ ناگوار پاتے تھے ان سے انکار کر دیتے تھے۔

۱۵:۹۱ = یہ آیت المقتسمین کی صفت ہے

= عِضِیْنَ۔ پارہ پارہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ یہ العِضَۃُ سے ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کا ٹکڑا۔ اس کی جمع عِضُوْنَ و عِضِیْنَ ہے اسی سے العُضْوُ اور العِضْوُ ہے جس کا معنی ہیں بدن کا ایک حصہ

یا ٹکڑا۔ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یعنی کسی نے کہا کہ جادو ہے اور کسی نے کہا کہ پہلے لوگوں کی کہانیاں اور قصے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ بعض نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعض باتیں مان لیں اور بعض کا انکار کر دیا۔

۱۵:۹۲ == فَوَرَبِّكَ ۔ واؤ قسم کے لئے ہے تیرے رب کی قسم۔ انس و محبت اور التفات کے اظہار کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ محبوب کا نام یا اس کی اضافت قسم میں شامل کر لیتے ہیں۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق آیا ہے کہ جب انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے محبت کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تو کہا کرتیں وَرَبِّ مُحَمَّدٍ یعنی محمد کے رب کی قسم۔ اور جب ناراضگی کا اظہار منظور ہوتا تو کہتیں وَرَبِّ اِبْرَاهِیْمَ۔ یعنی ابراہیم کے رب کی قسم۔

قرآن میں یہ طرزِ خطاب کسی اور کے لئے استعمال نہیں کیا گیا۔ اس آیت کے علاوہ مندرجہ ذیل مقامات پر یہی طرز اختیار کیا گیا ہے۔

(۱) فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (۴: ۶۵) سو تیرے پروردگار کی قسم یہ لوگ ایماندار نہ ہوں گے جب تک کہ آپس کے جھگڑے میں تجھے حَکَم نہ بنالیں۔

(۲) فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ (۱۹: ۶۸) سو قسم ہے تیرے پروردگار کی ہم ضرور ان کو جمع کریں گے اور شیاطین کو بھی۔

اسی طرح آیۃ ذیل میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کی قسم کھائی ہے۔

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ۔ (۱۵: ۷۲) تیری جان کی قسم یہ لوگ اپنی طاقت کے نشے میں مست ہیں اور بہکے بہکے پھر رہے ہیں

۱۵:۹۴ == اِصْدَعْ۔ صَدَعَ یَصْدَعُ (فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو کھول کر سنا دے۔ صَدْعٌ کے معنی ٹھوس اجسام مثلاً شیشہ لوہا وغیرہ میں شگاف کرنے یا شگاف پڑ جانے اور اس کے شق کرنے یا شق ہو جانے کے ہیں (باب فتح و تفعیل ہر دو سے فعل متعدی آتا ہے اور باب انفعال اور باب تفعّل سے لازم آتا ہے۔ کھل جانا اس کے مفہوم میں داخل ہے اسی اعتبار سے کسی بات کے کھلم کھلا کہنے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اسی سے محاورہ ہے صَدَعَ الْاَمْرَ اس نے بات کو واضح اور ظاہر کر دیا۔ پھٹنے اور شق ہو جانے کے معنی میں قرآن میں آیا ہے وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶: ۱۲) اور قسم ہے پھٹ جانے والی زمین کی۔

== اَعْرِضْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ تو کنارہ کشی کر۔ تو منہ پھیر لے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔

۱۵:۹۵ == اِنَّا كَفَیْنٰكَ۔ تحقیق ہم کافی ہیں تیرے لئے (بمقابلہ تمسخر کرنے والوں کے) یعنی وہ

آپ کو گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔

۱۵:۹۶ = اَلَّذِیْنَ یَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخَرَ۔ یہ مُسْتَھْزِئِیْنَ کی صفت ہے یا مبتدا ہے فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اس کی خبر ہے۔

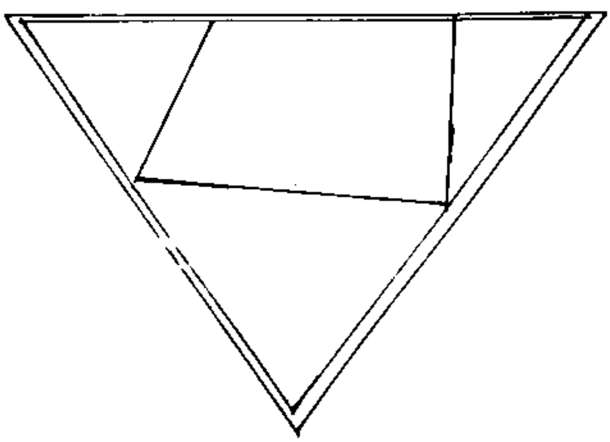
یعنی یہ تمسخر کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود بھی قرار دیتے ہیں۔

آیت ۹۵ : ۹۶ کا ترجمہ ہوگا۔

تیری طرف سے ان لوگوں کا مقابلہ کرنے کے لئے جنہوں نے دین سے تمسخر کرنا اپنا وطیرہ بنا رکھا ہے اور اللہ کے سوا دوسرے معبود بنا رکھے ہیں، ہم کافی ہیں۔ وہ اپنے انجام کو جلدی ہی جان لیں گے۔

۱۵:۹۷ = یَضِیْقُ صَدْرُکَ۔ ضَاقَ یَضِیْقُ (ضَرَبَ) سے مضارع واحد مذکر غائب ضِیْقٌ مصدر۔ تیرا دل تنگ پڑتا ہے۔ تیرے دل کو کوفت ہوتی ہے۔

۱۵:۹۹ = اَلْیَقِیْنُ۔ موت۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰٓی اَتٰىنَا الْیَقِیْنُ (۷۴:۴۷) یہاں تک کہ ہم کو موت آگئی۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۶) سُوْرَةُ النَّحْلِ (۷۰)

= اَتٰی۔ اَتٰی یَاْتِیْ اِتْیَانٌ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے اور ایسی متعدد مثالیں قرآن مجید میں ہیں۔ قطعی طور پر وقوع پذیر ہونے والی اور قریب ہونیوالی بات کو ماضی کے لفظوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ گویا سمجھو کہ یہ بات ہو ہی چکی۔
اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ۔ اللہ کا حکم آن ہی پہنچا۔ (یعنی بہت جلد آنے والا ہے اور ضرور بالضرور آئیگا
= اَمْرُ اللّٰہِ۔ خدا کا حکم۔ اس سے مفسرین نے متعدد معانی مراد لئے ہیں
(۱) امر سے مراد سزائے کفر و شرک کا حکم ہے۔ یہ سزا (عذاب) دنیوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی
(۲) اس سے مراد روز قیامت ہے۔
(۳) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ مسلمانوں کو فتح و ظفر ہوگی۔ اور مشرکین شکست و ہزیمت بربادی و رسوائی سے دوچار ہوں گے۔
= لَا تَسْتَعْجِلُوْہُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَمْرُ اللّٰہِ کی طرف راجع ہے تم اس کی جلدی (وقوع پذیر ہونے کے لئے بیتابی) مت کرو
عُجْلَۃٌ سے باب استفعال جس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے ہی حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔ باب استفعال کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت طلب ماخذ ہے جیسے استغفر اس نے مغفرت مانگی۔ اِسْتَعْجَلَ اس نے عجلت چاہی۔
= یُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِیْلٌ۔ مصدر باب تفعیل وہ نازل کرتا ہے۔ یعنی اللہ نازل کرتا ہے۔
= بِالرُّوْحِ۔ روح کے ساتھ۔ روح بمعنی وحی یا قرآن۔ کیونکہ ہر دو دین میں بمقام روح فی الجسد کے ہیں (جیسے جسد انسانی میں روح) اور ہر دو جہالت و کفر سے مردہ دلوں کو زندگی بخشتے ہیں۔
= عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ۔ اپنے بندوں میں سے وہ جن پر چاہتا ہے (اپنے حکم سے وحی دے کر فرشتوں کو بھیجتا ہے)

= اَنْ اَنْذِرُوْا۔ یہ الرُّوْح کا بدل ہے یعنی مقصود وحی لوگوں کو اس کی وحدانیت میں کسی اور کو شریک ٹھہرانے سے ڈرانا ہے یا خبردار کرنا ہے۔
اَنْذِرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم ڈرساؤ۔ تم ڈراؤ۔ تم خبردار کرو۔ تم آگاہ کرو، اِنْذَارٌ ایسا اعلان جس میں خوف بھی ملا ہوا ہو۔
= اَنَّهٗ۔ ضمیر شان۔ (اگر جملہ سے پہلے ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہو تو اگر وہ ضمیر مذکر کی ہے تو اس کو ضمیر شان کہتے ہیں اور اگر مؤنث کی ہو تو اس کو ضمیر قصہ کہتے ہیں۔
اَنْ اَنْذِرُوْا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ والمعنی یقول اللہ تعالیٰ بواسطۃ الملائکۃ لِمَنْ یشاء من عبادہٖ (ای رسلہ) اعلموا الناس قولی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا۔ یعنی خداوند تعالیٰ وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو فرماتا ہے کہ لوگوں کو میرے اس قول سے خبردار کردو کہ کوئی معبود نہیں سوائے میرے۔
- فَاتَّقُوْنِ۔ ف نتیجہ کے لئے ہے اِتَّقُوْنِ مجھ سے ڈرو۔
اِتَّقُوْا فعل امر۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون وقایہ۔ ی واحد متکلم محذوف ہے یعنی جب میں ہی معبود ہوں تو صرف مجھی سے ڈرو۔
۱۶: ۳ = تَعٰلٰى۔ وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے تَعَالِیٌ سے (باب تفاعل) لیکن باب تفاعل کا استعمال تکلف وتخیل کے لئے نہیں بلکہ یہ ابتدار کی صورت ہے۔ جیسے تَبَارَكَ اللّٰهُ (خدا تعالیٰ بہت بابرکت ہے) باب تفاعل کے خواص میں سے تخییل ہے یعنی دکھاوے کے لئے حصول ماخذ کو اپنے میں دکھانا۔ جیسے تَمَارَضَ زَيْدٌ زید نے دکھاوے کے لئے اپنے تئیں بیمار بنایا۔
۱۶: ۴ = نُطْفَةٌ۔ اسم مفرد۔ صاف پانی۔ مراد نطفہ انسانی۔
= فَاِذَا۔ بعض کے نزدیک ظرف زمان ہے۔ سیبویہ کے نزدیک ظرف مکان ہے اہل کوفہ کے نزدیک حرف ہے اکثر شرط پر آتا ہے۔ اور مستقبل کے معنی دیتا ہے (بطور ظرف زمان) حرف مفاجات (کسی چیز کا اچانک پیش آنا) کی صورت میں زمانہ حال کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اسی معنی میں آیا ہے بطور حرف مفاجات۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰: ۲۰) پس اس نے اسے ڈال دیا اور وہ دوڑتا ہوا ایک سانپ بن گیا۔
پس اِذَا کے معنی ہوئے۔ جب۔ اسوقت۔ ناگہاں۔
= خَصِيْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت جھگڑالو۔ اَخْصَامٌ۔ خُصَمَآءُ، خُصْمَانٌ۔ جمع

۱۶ : ۵ = اَلْاَنْعَامَ ۔ مولیشی ۔ بھیڑ ۔ بکری ۔ گائے ۔ اونٹ ۔ مولیشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ اس میں اونٹ شامل نہ ہو ۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے ۔

اَلْاَنْعَامَ ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے کہ اس کا فعل محذوف ہے یا بوجہ اَلْاِنْسَانَ (آیت ۴ مذکورہ) پر عطف ہونے کے ۔ ای خلق الانسان والانعام ۔

= دِفْءٌ ۔ جاڑے کی پوشاک ۔ گرمی کا اسباب ، جڑاول ۔ اَدْفَاءٌ جمع ۔ دِفْءٌ کے اصل معنی گرمی یا حرارت کے ہیں اور یہ بَرْدٌ (سردی) کی ضد ہے ۔ یہاں دِفْءٌ بمعنی جاڑے کا سامان ہے ۔ جاڑے کی سردی سے بچاؤ کے لئے گرم سامان ۔ سرمائی پوشش (غلاف البرد) از قسم دوشالہ ، شال ، پوستین ۔ کمبل دُھسّے وغیرہم ۔

آیت ہذا میں خَلَقَهَا کے بعد ج کا وقف ہے جو کہ وقف جائز ہے ۔ یعنی یہاں ٹھہرنا بہتر ہے اور نہ ٹھہرنا جائز ہے ۔ اگر خَلَقَهَا کے بعد وقف کیا جائے تو وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا الگ ہوگا اور لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ الگ نیا جملہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا : اور اس نے چوپایوں کو پیدا کیا ۔ ان سے تم کو گرم لباس اور دیگر فوائد حاصل ہیں ۔ اور اگر وقف نہ کیا جائے تو لام اجلیہ ہوگا (یعنی سبب تخلیق) اور والانعام خلقها لكم ایک جملہ مکمل ہو کر فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ ۔ الگ جملہ مستانفہ ہوگا ۔ اور ترجمہ ہوگا ۔ اور اس نے چوپایوں کو تمہارے لئے پیدا کیا ان سے (حاصل ہوتے ہیں) گرم لباس و دیگر فوائد

۱۶ : ۶ = جَمَالٌ ۔ رونق ۔ جمال ۔ زیب وزینت ۔ وجاہت ۔

= تُرِيْحُوْنَ ۔ ردح (مادہ) سے مشتق ہے یہ مادہ کثیر المشتقات ہے ۔ تُرِيْحُوْنَ المراوحة سے ہے جس کے معنی دو کاموں کو باری باری کرنے کے ہیں ۔ استعارہ کے طور پر رَوَاحٌ سے شام کو آرام کرنے کا وقت مراد لیا جاتا ہے ۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے ۔ اَرَحْنَا اِبِلَنَا ۔ ہم نے اونٹوں کو آرام دیا (یعنی باڑے میں لے آئے ۔ مُرَاحٌ باڑہ) اَرَاحَ يُرِيْحُ اِرَاحَةٌ (افعال) اونٹوں کو بوقت شام باڑہ میں لانا ۔ تُرِيْحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم شام کو چوپایوں کو باڑے میں واپس لے آتے ہو ۔

= تَسْرَحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم صبح کے وقت چرانے لے جاتے ہو ۔ سَرْحٌ سے السَّرْحُ ایک قسم کا پھل دار درخت ہے اس کا واحد سَرْحَةٌ ہے سَرَحْتُ الْاِبِلَ کے اصل معنی تو اونٹ کو (سرح) درخت چرانے کے ہیں بعد میں چراگاہ میں چرنے کے لئے کھلا چھوڑ دینے پر اس کا استعمال ہونے لگا ۔

حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۔ جب تم صبح کو جنگل میں (چوپایوں کو) چرانے کے لئے لے جاتے ہو ۔

سَارِحٌ اونٹوں کو چرانے والا چرواہا ۔

آیت ہٰذا میں چوپایوں کو شام کے وقت واپس لانے کو پہلے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس وقت وہ سیر شکم ہونے کے باعث زیادہ بارونق دکھائی دیتے ہیں۔

۱۶: ۷ = لَمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ۔ جہاں تک تم نہیں پہنچ سکتے۔ بٰالِغِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ بٰلِغِيْ اصل میں بَالِغِيْنَ تھا۔ ن جمع بسبب اضافت حذف ہو گیا۔ بُلُوْغٌ مصدر۔

= شِقِّ الْاَنْفُسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جانی مشقت۔ جانی دشواری۔ شِقٌّ بمعنی مشقت جانکاہی۔

۱۶: ۸ = وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ۔ (گھوڑے۔ خچر۔ گدھے) ان تینوں کا عطف اَلْاَنْعَامَ پر ہے۔ ای وخلق الخیل والبغال والحمیر۔

= زِيْنَةً۔ یا تو مفعول لہٗ ہے اور ترجمہ ہوگا کہ تم سوار ہو ان پر زینت کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف لِتَرْكَبُوْهَا پر ہے (ان کو پیدا کیا) کہ تم ان پر سوار ہو (اور ان کو پیدا کیا) زینت کے لئے بھی۔

۱۶: ۹ = عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ عَلَى اللّٰهِ۔ اللہ کے ذمہ ہے قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ ای بیان الطریق القاصد المستقیم۔ سیدھے مستقیم راستہ کی واضح نشاندہی کر دینا۔ یعنی سیدھے راستہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعہ سے لوگوں پر واضح کر دینا اللہ کے ذمہ ہے اور اس ذمہ داری کو وہ وحی کے ذریعہ سے اپنے رسولوں کی وساطت سے پورا کر دیتا ہے۔

قَصْدٌ۔ اسم مصدر و مصدر ہے بمعنی فاعل۔ سیدھا جانے والا راستہ۔ یعنی سیدھا راستہ جَائِرٌ کی ضد ہے۔ قَصْدٌ (باب افتعال) سے بمعنی اعتدال اور افراط و تفریط کے درمیان۔ میانہ راہ کے معنی دیتا ہے۔

السّبیل اسم جنس ہے۔

بعض نے وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ۔ کا ترجمہ کیا ہے: اور سیدھا راستہ اللہ تک پہنچتا ہے (عَلٰی کو اِلٰی کے معنی میں لیا ہے۔

= وَمِنْهَا جَائِرٌ۔ اور بعضی راہ کج اور ٹیڑھے بھی ہیں۔ (جو حق تک نہیں پہنچاتے)

جَائِرٌ جَوْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جَوْرٌ کے معنی راہ سے ہٹنے اور کج ہونے کے ہیں۔ جَائِرٌ وہ راستہ جو کج ہو اور حق تک نہ لیجائے۔

۱۶: ۱۰ = مِنْهُ شَرَابٌ۔ اس سے پانی پینے کو ملتا ہے۔ وَمِنْهُ شَجَرٌ اور اس سے سبزہ پیدا ہوتا ہے۔

= تُسِيْمُوْنَ - اَسَامَ يُسِيْمُ اِسَامَةٌ (افعال) سے جمع مذکر حاضر۔ تم چراتے ہو۔ السَّوْمُ کے معنی کسی چیز کی طلب میں جانے کے ہیں۔ پس اس کا مفہوم دو اجزار سے مرکب ہے یعنی طلب اور جانا۔ پھر کبھی صرف ذہاب یعنی چلے جانا کے معنی ہوتے ہیں جیسے سَامَتِ الْاِبِلُ (اونٹ چراگاہ میں چرنے کے لئے چلے گئے) اور کبھی صرف طلب کے معنی پائے جاتے ہیں۔ جیسے سُمْتُ کَذَا۔ (میں نے اسے فلاں کو تکلیف دی) اور اسی سے ہے یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْءَ الْعَذَابِ (۲: ۴۹) وہ لوگ تم کو بُرا دکھ دیتے تھے۔ (باب نصر) باب افعال، تفعیل سے اَسَمْتُ وَسَوَّمْتُ الْاِبِلَ میں نے اونٹوں کو چرنے کے لئے بھیجا۔ باب افعال ہی سے ہے تُسِيْمُوْنَ - تم چراتے ہو یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

۱۶: ۱۱ = يُنْبِتُ - مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ اِفْعَالٌ سے وہ اُگاتا ہے۔

= بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَاءٌ ہے جو کہ سالقہ آیت میں ہے۔

= الزَّرْعَ - زَرَعَ يَزْرَعُ (فتح) سے مصدر ہے اس کے اصل معنی انباتٌ یعنے اگانے کے ہیں۔ لیکن یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول مَزْرُوْعٌ آیا ہے یعنی کھیتی۔ اسی معنی میں اور جگہ آیا ہے فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا۔ (۳۲: ۲۷) پھر ہم اس (پانی) کے ذریعہ سے کھیتی نکالتے ہیں۔

زَرْعٌ کے اصل معنی اگانے کے ہیں جو بونے سے مختلف ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے کہ اَفَرَأَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ (۵۶: ۶۴) بھلا بتاؤ تو کہ جو تم بوتے ہو کیا اُسے تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔

= يَتَفَكَّرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب تَفَكُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں۔

۱۶: ۱۲ = مُسَخَّرَاتٌ - اسم مفعول۔ جمع مؤنث مُسَخَّرَةٌ واحد۔ تَسْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ زیر تسخیر۔ مغلوب۔ تابع فرمان۔

ابواب ثلاثی مجرد سے باب سَمِعَ سے بمعنی ٹھٹھا کرنا کے آتا ہے

۱۶: ۱۳ = وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِيْ۔ اس جملہ کا عطف اَلَّيْلَ آیۃ ۱۲ پر ہے۔ ای وَسَخَّرَ لَكُمْ مَا ذَرَاَ لَكُمْ - یا اس کا فعل محذوف ہے ای خلق و اَبْدَعَ۔

ذَرَاَ يَذْرَاُ (باب فتح) ذَرْءٌ۔ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ (اور اس نے ان چیزوں کو بھی پیدا کیا یا مسخر بنایا) جن کو اس نے تمہارے (فائدے کے) لئے زمین پر پھیلا دیا۔

= مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ - یہ حال ہے فعل محذوف کا - اَلْوَانُهٗ مضاف مضاف الیہ - اَلْوَانٌ جمع لَوْن کی جس کے معنی رنگ کے ہیں - کبھی اَلْوَانٌ سے مراد کسی چیز کے انواع و اقسام بھی مراد ہوتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے اَلْوَانٌ مِّنَ الطَّعَامِ قسم قسم کے کھانے۔
یہاں مختلف النوع اور مختلف اللون مراد ہو سکتے ہیں ۔
= یَذَّکَّرُوْنَ - مضارع جمع مذکر غائب ای یتعظون - نصیحت پکڑتے ہیں تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔

۱۶: ۱۴ = طَرِیًّا تروتازہ۔ طَرَاوَۃٌ سے جس کے معنی تروتازہ ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= تَسْتَخْرِجُوْا - مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَسْتَخْرِجُوْنَ تھا نون اعرابی (لام محذوف) حرف عامل کی وجہ سے حذف ہوگیا۔ تم نکالتے ہو استخراج (باب استفعال) سے۔
= حِلْیَۃً - بمعنی زیور - حَلِیَ یَحْلیٰ (باب سمع) آراستہ ہونا۔ عورت کا زیور پہننا - وَحَلّٰی یُحَلِّیْ تَحْلِیَۃً (تفعیل) عورت کو زیور پہنانا - عورت کے لئے زیور بنانا۔ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ ۔ (۱۸: ۳۱) ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔
حَلْیٌ زیورات حُلِیٌّ زیورات۔
= تَلْبَسُوْنَهَا - تم جسے پہنتے ہو۔ تم اس کو پہنتے ہو۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب حِلْیَۃً کی طرف راجع ہے
= مَوَاخِرَ - صیغہ صفت جمع مَاخِرَۃٌ - مَاخِرٌ واحد مَخْرٌ و مُخُوْرٌ مصدر۔ باب فتح - پانی کو چیرنے والی کشتیاں۔
مَخَرَ یَمْخَرُ (فتح) مَخَرَ یَمْخُرُ (نصر) مَخْرٌ و مُخُوْرٌ کشتی کا پانی کو آواز کے ساتھ چیرنا سمندر کو چیر کر چلنے والی کشتی کو سَفِیْنَۃٌ مَاخِرَۃٌ کہتے ہیں
= وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ - تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ لام حرف عامل ، گر گیا۔ تاکہ تم اس کے فضل (رزق) کو تلاش کرو۔
(۱) جملہ کا عطف تَسْتَخْرِجُوْا پر ہے
(۲) یا اس کا عطف علت محذوف پر ہے۔ ای لتنتفعوا بذٰلك ولتبتغوا (تاکہ تم اس سے استفادہ کرو اور تلاش کرو......)
(۳) یا یہ متعلق فعل محذوف ہے ای فعل ذٰلِكَ لتبتغوا۔ اس نے ایسا کیا تاکہ تم تلاش کرو...... فضل قرآن مجید میں مختلف معانی میں آیا ہے یہاں مراد رزق روزی ہے ۔

۱۶: ۱۵ == اَلْقٰی ۔ اِلْقَاءٌ (اِفعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ڈالا۔
== رَوَاسِیَ۔ رُسُوٌّ۔ مصدر رَسَا الشَّیْءُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴: ۱۳) اور بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ اونچے اونچے پہاڑوں کو بوجہ ان کے اثبات اور استواری کے رواسی کہا گیا ہے۔

لہٰذا رَوَاسِیَ بمعنی اونچے اونچے پہاڑ۔ بندرگاہ کو مَرْسٰی (اسم ظرف مکان) اس واسطے کہتے ہیں کہ یہاں بھی جہاز اور کشتیاں آکر ٹھہر جاتی ہیں۔

رَوَاسِیَ رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے۔ پہاڑ۔

== تَمِیْدَ۔ مَادَ یَمِیْدُ مَیْدٌ (باب ضرب) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے۔ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ ای لِئَلَّا تَمِیْدَ بِکُمْ کہ وہ تم کو لے کر نہ ڈگمگائے نہ ڈولے (یہ زمین کی اضطراری و اضطرابی حرکت مراد ہے)

== اَنْھٰرًا۔ کا عطف رَوَاسِیَ پر ہے اور سُبُلًا کا عطف اَنْھٰرًا پر ہے۔

۱۶: ۱۶ == وَعَلٰمٰتٍ ۔ اس کا عطف سُبُلًا پر ہے۔ ای وجعل العلامات اور اس نے مختلف علاماتِ راہ از قسم ٹیلے۔ پہاڑ۔ درخت۔ چشمے وغیرہ پیدا کئے تاکہ راہنمائی کریں۔ اسی طرح ستاروں کی راہنمائی بذریعہ مخصوص ستاروں کے جن کو دیکھ کر رات کے وقت مسافر راہ تلاش کرتے ہیں۔ مثلاً قطب ستارہ۔ ثریا۔ بنات النعش۔ الجدی وغیرہ۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ النُّجُوْمَ لِتَھْتَدُوْا بِھَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (۶: ۹۷) اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعہ سے خشکی اور تری کی تاریکیوں میں راہ پاؤ۔ یہاں النجم بطور اسم جنس آیا ہے۔

۱۶: ۱۸ == تَعُدُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَعُدُّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ عَدٌّ مصدر۔ عَدَّ یَعُدُّ (باب نصر) اِنْ تَعُدُّوْا اگر تم شمار کرنے لگو۔ اگر تم گننے لگو تو ان کو گن نہ سکو گے۔

۱۶: ۱۹ == مَا تُسِرُّوْنَ ۔ جو تم چھپاتے ہو وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ آشکار کرتے ہو۔ اِعْلَانٌ سے۔

۱۶: ۲۰ == وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لَا یَخْلُقُوْنَ شَیْئًا میں یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ صفت ہے اَلَّذِیْنَ کی۔ یعنی وہ (معبودانِ باطل) جن کو (مشرکین) اللہ کے سوا

پکارتے ہیں۔ کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے۔

۱۶: ۲۱ = اَیَّانَ۔ کب۔ مَتٰی کے قریب المعنی ہے بعض کے نزدیک یہ اصل میں اَیُّ اٰوَانٍ تھا۔ (کونسا وقت ہے) الف کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا پھر یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ اَیَّانَ بن گیا۔

= یُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ بَعْثٌ مصدر

۱۶: ۲۲ = مُنْکِرَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ اِنْکَارٌ مصدر مُنْکِرٌ واحد مذکر۔ یہاں بمعنی جمع آیا ہے۔ انکار کرنے والے۔

= مُسْتَکْبِرُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْتَکْبِرٌ واحد اِسْتِکْبَارٌ (اِستِفْعَالٌ) سے مصدر۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مغرور۔

۱۶: ۲۳ = لَاجَرَمَ۔ بے شک۔ یقینًا۔ ضرور۔ حقًا

۱۶: ۲۴ = مَاذَا۔ کیا ہے یہ؟ کیا چیز ہے؟

مَاذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے کوئی بسیط اغیر مرکب اور کوئی اس کو مرکب کہتا ہے۔ بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اور اَلَّذِیْ کا ہم معنی یا پورا حرف استفہام ہے۔

مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَاذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذا موصولہ ہے۔ جیسے آیت ہذا یا آیت یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ۔ (۲: ۲۱۹) لوگ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں۔ یا مَا استفہامیہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا زائدہ ہے اور ذَا اسم اشارہ۔ یا مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ ہے

= اَسَاطِیْرُ۔ اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع ہے جیسے اُرْجُوْحَۃ کی جمع اَرَاجِیْحُ۔ اور اُحْدُوْثَۃٌ کی جمع اَحَادِیْثُ ہے۔ اَسَاطِیْرُ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَلسَّطْرُ وَالسَّطَرُ قطار کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں کی یا آدمیوں کی۔ سَطَرَ فُلَانٌ کَذَا کے معنی ایک ایک سطر کرکے لکھنے کے ہیں۔

کِتٰبٌ مَّسْطُوْرٌ۔ لکھی ہوئی کتاب۔ سَطْرٌ کی جمع سُطُوْرٌ ہے جیسے عَیْنٌ کی جمع عُیُوْنٌ اسی سے مُسَیْطِرٌ بمعنی نگہداشت کرنے والا۔ وارد ہے یہ تَسَیْطَرَ فُلَانٌ عَلٰی کَذَا وَسَیْطَرَ عَلَیْہِ کَذَا۔ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کی حفاظت کے لئے اس پر سطر کی طرح سیدھا کھڑا ہونے کے ہیں۔

۱۶: ۲۵ = لِیَحْمِلُوْا میں لام تعلیل کا ہے یَحْمِلُوْا یَحْمِلُوْنَ تھا۔ لام حرف عامل سے نون اعرابی

گر گیا۔ (بوجہ اس کے) یا نتیجۃً وہ اٹھائیں گے۔
= اَوْزَارَهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ اپنے بوجھ۔ وِزْرَةٌ کی جمع۔
= وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یعنی بوجھ میں سے کچھ۔ بعض حصہ۔
= يُضِلُّوْنَهُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ يُضِلُّوْنَ کا فاعل وہ کفار ہیں جن کا ذکر اوپر چل رہا ہے اور هُمْ ضمیر مفعول کا مرجع اَلَّذِيْنَ اسم موصول ہے۔ یعنی قیامت کے دن وہ اپنے گناہوں کا مکمل بوجھ اٹھائیں گے اور کچھ ان لوگوں کا بھی بوجھ اٹھائیں گے جن کو یہ بربنائے جہالت گمراہ کر رہے ہیں۔
= بِغَيْرِ عِلْمٍ۔ فاعل کا حال بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ وہ ہوگا۔ جو اوپر مذکور ہوا۔ اور مفعول کا بھی حال ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کچھ ان جاہلوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے جنہیں وہ گمراہ کر رہے ہیں۔
= اَلَا۔ خبردار۔ دیکھو۔ سن لو۔ جان لو۔
= سَاءَ۔ سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (باب نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ فعل ذم ہے۔ برا ہے۔ (کتنا برا ہے)
۱۶: ۲۶ = مَكَرَ۔ اس نے (یہاں بمعنی جمع۔ انہوں نے) خفیہ تدبیر چلی۔
= الْقَوَاعِدَ۔ اس کی بنیادیں۔ اس کی واحد القاعدۃ ہے۔ جس چیز کسی چیز کا قعود ہو یعنی قیام ہو۔ وہ قاعدہ ہے۔ الْقَوَاعِدُ۔ بمعنی عمر رسیدہ عورتیں ہو تو اس کا واحد القاعد ہے جیسے کہ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ (۲۴: ۶۰) عورتوں میں سے بڑی بوڑھی عورتیں ہیں۔
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) خَرٌّ مصدر۔ وہ گر پڑا۔
= شُرَكَاءِيَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرے شریک (تمہارے زعم کے مطابق)
= كُنْتُمْ تُشَاقُّوْنَ فِيْهِمْ۔ جن کی بابت تم جھگڑا کیا کرتے تھے۔
ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر۔ مُشَاقَّةٌ وَشِقَاقٌ مصدر بمعنی مخالفت کرنا۔ عداوت کرنا۔ جھگڑنا۔ ضد کرنا۔
۱۶: ۲۸ = تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ وہ فرشتوں کی جماعت ان کی جان قبض کرتی ہے
تَوَفِّيْ (باب تفعل) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
= ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ۔ حال ہے تَتَوَفّٰهُمْ کی ضمیر هُمْ سے۔ ظَالِمِيْ اصل میں ظَالِمِيْنَ تھا نون بوجہ اضافت کے ساقط ہو گیا۔ درآں حالیکہ وہ اپنے اوپر ستم کر رہے تھے (بوجہ کفر کے)

= فَاَلْقَوُا السَّلَمَ ۔ اَلْقَوْا ۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ڈالا۔ سَلَمَ (اسم ہے) صلح ۔ انقیاد۔ فرماں برداری ۔ اطاعت ۔ عاجزی ۔ تَسْلِيمٌ سے جس کے معنی سپرد کرنے کے ہیں۔ اَلْقَوُا السَّلَمَ۔ وہ اطاعت وعاجزی کا اظہار کریں گے۔

= مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۔ سے قبل وَقَالُوْا محذوف ہے۔

۱۶: ۲۹ = مَثْوَى ۔ ظرف مکان واحد۔ مَثَاوِى جمع ۔ ٹھکانا۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا انتظام فرودگاہ۔

آیات ۲۷- ۲۸- ۲۹ میں کلام اور متکلم کے متعلق اشکال ہے جس کی وضاحت حسب ذیل ہے

يَقُوْلُ اَيْنَ ...... سے تُشَاقُّوْنَ فِيْهِمْ تک اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اِنَّ الْخِزْىَ الْيَوْمَ ...... ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ اہل علم کا کلام ہے

مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ .... یہ کفار مشرکین کا کلام ہے

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ ...... خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ اہل علم کا کلام ہے۔

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ ارشاد ربانی ہے۔

۱۶: ۳۰ = خَيْرًا ۔ بہتر ۔ بھلائی ۔ نیکی ۔ نیک کام ۔ پسندیدہ فعل ۔ عقل ۔ عدل ۔ فضل جملہ اشیاء نافعہ ۔ خیر میں شامل ہیں۔ شَرٌّ کی ضد ہے۔

= حَسَنَةٌ ۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان، بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنۃ کہلاتی ہے ۔ سَيِّئَةٌ کی ضد ہے

= وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ ۔ آخرت کا گھر۔ یعنی آخرت کا ثواب۔

= وَلَنِعْمَ ۔ اور بہت ہی عمدہ ہے ۔ کلمہ مدح ہے ۔ بِئْسَ کی ضد ہے۔

۱۶: ۳۱ = جَنّٰتُ عَدْنٍ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھی جَنّٰتٌ یا یہ مبتدا ہے جس کی خبر محذوف ہے ای لھم جَنّٰتٌ ۔ یا یہ مبتدا ہے اور يَدْخُلُوْنَهَا اس کی خبر ہے۔ اور جملہ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ حال ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات۔

فِيْهَا کو مَا يَشَآءُوْنَ کیا اشارہ ہے کہ تمام خواہشات کی تکمیل جنت میں ہو گی!

۱۶: ۳۲ = طَيِّبِيْنَ ۔ پاکیزہ ۔ ستھرے ۔ پاک ۔ طَيِّبٌ کی جمع ہے یہ ضمیر هُمْ (تَتَوَفّٰهُمْ) سے حال ہے درآنحالیکہ وہ پاک وصاف ستھرے گناہوں کی آلودگی سے صاف تھے

= يَقُوْلُوْنَ ۔ الْمَلٰٓئِكَةُ کا حال ہے (یعنی اس وقت فرشتے ان متقین سے کہیں گے۔

۱۶: ۳۳ = هَلْ يَنْظُرُوْنَ ۔ هَلْ نفی کے معنوں میں مَا کے مرادف آیا ہے۔ نہیں انتظار کر رہے (یہ منکرین) مگر (اس بات کا) کہ ..... یعنی یہ منکرین تو بس اسی امر کا انتظار کر رہے ہیں کہ.....
= اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے ملائکہ موت یا ملائکہ عذاب مراد ہیں۔ اور اَمْرُ رَبِّكَ سے وقوعِ حشر یا نزولِ عذاب مراد ہے۔

۱۶: ۳۴ = حَاقَ بِ ۔ اس نے گھیر لیا۔ وہ نازل ہوا۔ (باب ضرب) حَيْقٌ سے جس کے معنی گھیر لینے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَاقَ بِهِمْ ای احاط بہم
= سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا۔ سَيِّاٰتُ ۔ اعمالِ بد۔ گناہ۔ بُرے کام۔ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا ۔ ای جَزَاءُ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِهِمْ۔ ان کے اعمالِ بد کی سزائیں (اس دنیا میں۔ آخرت میں۔ یا ہر دو جگہ)
= مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۔ جس (عذاب۔ سزا) پر وہ تمسخر کیا کرتے تھے۔ اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مذاق اڑانا۔

۱۶: ۳۵ = وَلَا حَرَّمْنَا ۔ نہ ہم حرام ٹھہراتے (کسی چیز کو) مِنْ دُوْنِهٖ بغیر اس کے حکم کے۔
حَرَّمَ يُحَرِّمُ تَحْرِيْمٌ (تفعیل) سے حرام ٹھہرانا۔
= هَلْ ۔ بمعنی مَا نافیہ آیا ہے (پیغمبروں کے ذمہ صرف صاف صاف اور واضح طور پر پیغام کا پہنچا دینا ہی ہے)

۱۶: ۳۶ = اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ۔ ای كان يقول لهم اعبدوا الله ۔
= اِجْتَنِبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بچو۔ تم پرہیز کرو۔ تم اجتناب کرو۔ (باب افتعال)
= اَلطَّاغُوْتُ ۔ شیطان۔ ہر وہ معبود جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا پرستش کی جائے۔ لہٰذا ساحر۔ کاہن۔ سرکش کو طاغوت کہیں گے۔ معبود باطل وداعی الی الضلالۃ
= حَقَّتْ عَلَيْهِ ۔ ثَبَتَتْ ۔ وَجَبَتْ عَلَيْهِ (اور بعض کے لئے ضلالت) واجب ہو گئی (بوجہ ان کی سرکشی اور پیغام انبیاء سے بے اعتنائی برتنے کے)

۱۶: ۳۷ = تَحْرِصْ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ (باب ضَرَبَ) سے اِنْ تَحْرِصْ ۔ اگر تو چاہتا ہے۔ اگر تو حریص ہے۔ اگر تیری تمنا ہے۔ اگر تجھ کو خواہش ہے۔
اَلْحِرْص ۔ شدتِ خواہش۔ فرطِ آرزو۔ اصل میں یہ حَرَصَ الْقَصَّارُ الثَّوْبَ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں دھوبی نے کپڑے کو پتھر پر مار مار کر (اس کو دھونے کی آرزو میں) پھاڑ دیا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ (۱۲: ۱۰۳)

گو تم کتنی ہی خواہش کرو بہت سے آدمی ایمان لانے والے نہیں ہیں۔

۱۶:۳۸ = جَهْدَ ۔ پوری کوشش ۔ طاقت ۔ مشقت ۔ جَهَدَ يَجْهَدُ ۔ سے مصدر ۔ جس کے معنی ہیں پورے طور پر کوشش اور مشقت کرنا۔

= اَيْمَانِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی قسمیں جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۔ پورے شدومد سے قسمیں کھانا۔ یعنی وہ بڑے شدومد سے پکی قسمیں کھاکر کہتے ہیں۔

= لَا يَبْعَثُ ۔ مضارع منفی ۔ واحد مذکر غائب ۔ نہیں اٹھائے گا۔

= بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا ۔ بَلٰى بمعنی بَلٰى يَبْعَثُهُمْ ۔ ہاں وہ ضرور اٹھائے گا۔ وَعْدًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ حَقًّا ای واجب عَلَيْهِ ۔ یعنی وعدہ جس کا پورا کرنا اس کے ذمہ ہے۔

۱۶:۳۹ = لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل مقدر يبعثهم سے ہے جس پر لفظ بلیٰ دلالت کرتا ہے۔ اور لَہُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ يَمُوْتُ (آیت ۳۸) کی طرف راجع ہے اس میں مؤمن کافر سبھی شامل ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ مردوں کو ضرور بالضرور دوبارہ اٹھائیگا تاکہ ان پر (وہ بات) واضح کردے جس کے متعلق ان میں اختلاف تھا

۱۶:۴۱ = لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب بَوَّأَ يُبَوِّئُ تَبْوِئَةً (باب تفعیل) سے ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔

اور جگہ آیا ہے، وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (۱۰:۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کے لئے عمدہ جگہ دی۔

= لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کافروں کی طرف راجع ہے

۱۶:۴۲ = الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۔ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ دونوں اَلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ کی مدح ہیں۔

۱۶:۴۳ = اَهْلَ الذِّكْرِ ۔ ای اهل الكتاب۔

= قَبْلِكَ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۶:۴۴ = بَيِّنٰتِ ۔ بمعنی معجزات وشواہد صدق پیغمبر۔ واضح دلائل۔

= الزُّبُرِ ۔ الكتاب ۔ کتابیں ۔ اس کا واحد زَبُوْرٌ ہے۔

= بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۔ اس کے متعلقات کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ لیکن آیت کے سیاق وسباق سے اس کا تعلق اَرْسَلْنَا ہی سے ہے کہ جو انبیاء بھیجے گئے ان کی تائید وتصدیق روشن دلائل اور

معجزات سے بھی کی گئی۔ اور احکام شرعیہ جن کی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ اس کتاب الٰہیہ میں بیان کئے گئے جوان کو دی گئی۔ ای ارسلناھم بالبینٰت والزبر۔

= الذکر۔ یہاں اس سے مراد قرآن مجید ہے۔ نصیحت نامہ۔

= لتبین۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تبین۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو بیان کرے (کھول کھول کر)

= یتفکرون۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ غور وخوض کریں۔ اور حقائق کو سمجھیں۔

۱۶: ۴۵ = افامن۔ ہمزہ استفہامیہ۔ امن یامن۔ (سمع) امن۔ مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع) کیا وہ محفوظ ہیں۔ کیا وہ بے فکر اور نڈر ہوگئے ہیں۔

= مکروا السیئات۔ مکروا ماضی جمع مذکر غائب۔ السیئات یا تو مصدر محذوف کی صفت ہے ای مکروا المکرات السیئات جو مذموم منصوبے باندھتے رہتے ہیں۔ یا مکروا کا مفعول ہے۔

= ان یخسف۔ یخسف۔ مضارع منصوب بوجہ عمل ان۔ واحد مذکر غائب۔ خسف مصدر (باب ضرب) کہ دھنسا دے۔ غرق کردے۔ ان یخسف بھم الارض ان کو زمین میں دھنسا دے۔

= حیث۔ مبنی برضمہ ہے۔ ظرف زمان ومکان۔

۱۶: ۴۶ = تقلبھم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی آمد وشد۔ ان کا چلنا پھرنا۔ ان کے سفر۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ فلا یغررک تقلبھم فی البلاد (۴۰: ۴) سو ان لوگوں کا شہروں میں چلنا پھرنا یعنی سفر کرنا تجھے دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ تقلب (تفعل) سے۔

(ان) یاخذھم فی تقلبھم۔ وہ ان کو چلتے پھرتے میں پکڑلے۔

= معجزین۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ناکام کردینے والے۔

= تخوف۔ (تفعل) ڈرانا۔ خوف دلانا۔ خوف ظاہر کرنا۔ اس کا تعدیہ بذریعہ علیٰ آیا ہے۔

باب تفعل کی خاصیتوں میں سے ایک خاصیت تدریج بھی ہے یعنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ کرنا جیسے تجرع زید۔ زید نے گھونٹ گھونٹ کر پیا۔ یہاں بھی انہی معنوں میں آیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ بار بار ظالموں کو انتباہ کرتا ہے۔ جو زلزلوں کی صورت میں یا آندھیوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اگر پھر بھی وہ سبق حاصل نہ کریں اور باز نہ آئیں تو تدریجاً وہ ہلاک ہوجاتے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے قرطبی کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ:۔

ایک روز حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے پوچھا، اے لوگو! اویاخذھم علیٰ تخوف۔ کا کیا مطلب ہے۔ سب خاموش ہوگئے۔ بنی ہذیل کا ایک بوڑھا اٹھا

اور اس نے عرض کی اے امیر المومنین یہ ہماری لغت ہے یہاں التخوف کا معنی التنقص ہے
یعنی آہستہ آہستہ کسی چیز کا گھٹتے چلے جانا (اور اس نے اس کی تائید میں ابوبکر ہذلی کا یہ شعر پڑھا)
تَخَوَّفَ الرَّحْلُ مِنْهَا تَامِكًا قَرِدًا۔ كَمَا تَخَوَّفَ عُوْدَ النَّبْعَةِ السَّفَنُ
ترجمہ:۔ کجاوے نے میری اونٹنی کی موٹی تازی اونچی کوہان کو گھسا کر کم کردیا ہے جس طرح نبعہ درخت
کی لکڑی کو گھسانے والا آلہ گھسا کر چھوٹا کردیتا ہے)
عَلٰى تَخَوُّفٍ یہ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ کا دوسرا رخ ہے۔
= فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔ یہ اخذ علی تخوف کی تعلیل ہے۔ یعنی وہ انتباہ کرکے بار
بار مصیبتیں لاکر ظالموں کو توبہ و رجوع کا موقعہ میسر کرتا ہے۔ کیونکہ وہ رؤف و رحیم ہے۔
۱۶: ۴۸ = يَتَفَيَّؤُا۔ مضارع واحد مذکر غائب تَفَيُّؤٌ (تفعل) مصدر۔ فَيْئٌ مادّہ
جھکے جاتے ہیں۔ لوٹتے ہیں۔ اَلْفَيْئُ وَالْفَيْئَةُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ کر آنا کے
ہیں۔ مثلاً فَاِنْ فَاءُوْا۔ (۲: ۲۲۶) اگر وہ (اس عرصہ میں قسم سے) رجوع کرلیں۔
اسی سے فَاءَ الظِّلُّ ہے جس کے معنی سایہ کے (زوال کے بعد) لوٹ آنے کے ہیں۔ اور فیئ
اس سایہ کو کہا جاتا ہے جو (زوال کے بعد) لوٹ کر آتا ہے۔
= سُجَّدًا۔ الظِّلٰلُ کا حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔
= دٰخِرُوْنَ۔ دَخُوْرٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ذلیل وخوار ہونے والے۔ عاجزی کرنے والے
الدخور۔ ای الصغار والذل۔ یعنی عاجزی و درماندگی۔
= وَهُمْ دٰخِرُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ یعنی اس حال میں کہ وہ اظہار عجز کر رہے ہیں۔
یعنی سائے اپنے خالق کے حکم کی اطاعت میں بےچون وچرا ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ کہ تخلیق
کائنات میں یہی سنت اللہ ہے۔
۱۶: ۵۰ = مِنْ فَوْقِهِمْ۔ ان کے اوپر سے۔ خداوند تعالیٰ کی بالادستی اور اس کے علوّ
مرتبت اور فضیلت کے اظہار کے لئے ہے۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ
عِبَادِهٖ (۶: ۱۸) اور وہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے۔
۱۶: ۵۱ = لَا تَتَّخِذُوْا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ۔ دو معبود مت اختیار کرو یہ تعدد کی نفی ہے
دو کثرت و تعداد کا ادنیٰ درجہ ہے جب دو کی نفی ہوئی تو اس سے زیادہ کی نفی خود بخود ہوگئی
= فَارْهَبُوْنِ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تم مجھ سے ڈرو۔ (باب
سمع) رَهْبَةٌ سے۔ بےتابی اور بےچینی کے ساتھ ڈرنا۔

اِنَّمَا هُوَ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ۔ صیغہ غائب کے معًا بعد صیغہ متکلم کی طرف انتقال صفتِ التفات کہلاتا ہے۔ اور عربی اسلوب بلاغت میں یہ ایک اعلیٰ صفت ہے اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اسی سورت کی آیت نمبر ۵، ملاحظہ ہو۔ غائب سے متکلم کی طرف التفات اپنی کبریائی اور عنایات کی طرف توجہ دلانا۔ یا ترہیب میں شدت پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

۵۲:۱۶ = وَاصِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ دوامی۔ ہمیشہ جاودانی۔ لازوال۔ قائم رہنے والا۔ الدِّیْنُ کی ضمیر کا حال ہے۔ یہاں الدِّیْنُ سے مراد اطاعت ہے۔ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا اطاعت ہمیشہ اسی کو سزاوار ہے۔

وَاصِبًا وُصُوْبٌ سے مشتق ہے۔ (باب ضرب) اور اگر بذریعہ عَلٰی مصدر سمع ہو تو بیمار ہونا کے معنی ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں پہلے معنی ہی میں مستعمل ہے

= اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ (تو کیا اللہ کے سوا غیروں سے ڈرتے ہو) میں الف استفہامیہ ہے اور تعجب اور توبیخ کے لئے ہے۔

معنی یہ ہیں کہ: کیا اس ذاتِ حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت کے علم کے باوجود اور اس علم کے باوجود کہ وہی حاجت روا ہے تم دوسرے معبودانِ باطل سے ڈرتے ہو؟

۵۳:۱۶ = وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے نعمتوں میں سے۔ یعنی تمہارے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں۔

= تَجْئَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جَاَرَ یَجْئَرُ (فتح) جُؤَارٌ۔ اَلْجُؤَارُ کے اصلی معنی جنگلی جانوروں کے چلّانے کے ہیں۔ بلند آواز سے مدد کے لئے پکارنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جَاَرَ (ج ء ر) مادہ۔ تَجْئَرُوْنَ تم گڑگڑا کر چیخ چیخ کر مدد کے لئے اس کو پکارتے ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا تَجْئَرُوا الْيَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ (۲۳: ۶۵) آج چلّا چلّا کر مدد کے لئے مت پکارو۔ ہماری طرف سے تمہاری مطلق مدد نہ ہوگی

۵۴:۱۶ = كَشَفَ۔ ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب (باب ضرب) وہ دور کر دیتا ہے وہ ہٹا دیتا ہے، زائل کر دیتا ہے۔ اَلْكَشْفُ مصدر جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانا مجازًا غم واندوہ یا تکلیف کے دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

= اِذَا...... اِذَا كَشَفَ میں شرطیہ ہے بمعنی جب اور اِذَا فَرِيْقٌ میں اِذَا فجائیہ ہے۔ یعنی اچانک۔ یکایک۔ فورًا۔ یک لخت۔ تو۔

۵۵:۱۶ = لِيَكْفُرُوْا۔ میں لام عاقبت کا ہے یعنی شرک سے ان کی غرض اللہ کی نعمت سے

الکار تھا۔ کَاَنَّھُمْ جَعَلُوْا اَغْرَضَھُمْ فی الشرکِ کفران النعمۃ
= بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ۔ جو ہم نے ان کو عطا کیا تھا۔ یعنی نعمت کَشْفُ عَنِ الضُّرِّ تکلیف سے نجات دینے کی نعمت۔
فَتَمَتَّعُوْا۔ پس تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے اڑالو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ مصدر
آیات ۵۳۔۵۴۔۵۵۔ میں التفاتِ ضمائر ہے۔ وَمَا بِکُمْ سے لے کر اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ تک مخاطبین کے لئے ضمیر جمع مذکر حاضر لائی گئی ہے اس میں اپنی عنایت پروری اور کرم فرمائی کا ذکر مخاطبین سے کیا جارہا ہے لیکن پھر ان کی ناشکری اور کفران نعمت کے سبب اپنی ناراضگی کا اظہار کرنے کے لئے مخاطبین کو اپنی حاضری سے دور کرکے ضمیر جمع مذکر غائب لائی گئی ہے اور یُشْرِکُوْنَ۔ لِیَکْفُرُوْا۔ اٰتَیْنٰھُمْ۔ استعمال ہوتے ہیں۔ پھر تہدید اور زجر میں شدت پیدا کرنے کے لئے اور اپنی ناراضگی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ان کو پھر اپنے سامنے لایا گیا ہے اور جمع مذکر حاضر کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے فَتَمَتَّعُوْا۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس طرح محض التفات ضمائر سے مختلف احوال کا اظہار فرمایا گیا ہے۔

۱٦:۵٦ = وَیَجْعَلُوْنَ اس کا عطف یُشْرِکُوْنَ پر ہے
= لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ میں مَا موصولہ ہے جو اکثر غیر ذوی العقول کے لئے مستعمل ہوتا ہے مراد اس سے وہ اوثان۔ بُت۔ معبودان باطل ہیں جن کو مشرکین نے الوہیت کا درجہ و مرتبہ دے رکھا تھا اور ان کا اعتقاد تھا کہ یہ ان کے نفع نقصان پر قدرت رکھتے ہیں حالانکہ یہ حقیقت نہ تھی وہ تو محض خود ساختہ۔ بے جان۔ بے شعور چیزیں تھیں۔
لَا یَعْلَمُوْنَ کی ضمیر یا تو معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ بُت وغیرہ جو علم وعقل کے اوصاف سے بالکل بے بہرہ تھے۔
یا ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں جو نہیں جانتے تھے کہ یہ بت محض بے جان چیزیں ہیں اور کچھ نہیں کر سکتے۔
= وَیَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا یَعْلَمُوْنَ نَصِیْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰھُمْ۔ اور یہ لوگ اس رزق میں سے جو ہم نے انہیں دیا ہے ایک حصہ ان چیزوں (معبودانِ باطل) کے لئے مخصوص کرتے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتیں۔
ان ہی معبودوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ

وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا۔ الخ (۶: ۱۳۶)
اور ان لوگوں نے کھیتی اور مویشیوں میں سے جو اللہ ہی نے پیدا کئے ہیں کچھ حصہ اللہ کا مقرر کر رکھا ہے اور اپنے خیال کے مطابق کہتے ہیں کہ یہ حصہ اللہ کا ہے اور یہ حصہ ہمارے دیوتاؤں کا.....
= تَاللّٰهِ۔ ت حرف قسم ہے۔ خدا کی قسم۔ حرف قسم کا تؔ کے ساتھ لانا لفظ اللہ کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔
= لَتُسْئَلُنَّ۔ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع مذکر حاضر۔ تم سے ضرور بازپرس ہوگی۔ تم سے ضرور پوچھا جائیگا۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔ (یعنی آخرت کے دن)
= كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ۔ ماضی استمراری۔ تم بہتان باندھا کرتے تھے۔ تم افترا پردازی کیا کرتے تھے۔

اس آیت میں بھی التفاتِ ضمائر ہے۔ شدّت توبیخ و تہدید کے اظہار کے لئے جمع مذکر غائب سے جمع مذکر حاضر کی طرف التفات کیا گیا ہے۔

۱۶: ۵۷ = سُبْحٰنَهٗ۔ جملہ معترضہ ہے ای یجعلون للّٰہ الْبَنٰتِ ولھم ما یشتھون ان لوگوں نے اللہ کے لئے تو بیٹیاں تجویز کر رکھی ہیں اور اپنے لئے اپنی پسند کی چیز (یعنی بیٹے) سُبْحٰنَهٗ (حالانکہ وہ ذات ان باتوں سے پاک و منزہ ہے۔)

۱۶: ۵۸ = ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا۔ اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے ظَلَّ فعل ناقص ہے۔ ظَلِلْتَ وَظَلْتُ اصل میں اس کام کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو دن کے وقت کیا جائے جس طرح بَاتَ بَيِيْتُ کا استعمال رات گذارنے یا رات کے وقت میں کسی کام کو کرنے کے لئے ہے۔ ظَلَّ وظُلُوْلٌ مصدر باب سمع وفتح سے آتا ہے یہاں ظَلَّ بمعنی صَارَ ہے۔ ہوگیا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ لیکن یہاں مضارع کے معنی دیتا ہے "وہ ہو جاتا ہے" مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ اِسْوِدَادٌ مصدر (باب افعلال) سیاہ۔ غم کی وجہ سے) رنگ بگڑا ہوا۔
= كَظِيْمٌ۔ صفت مشبہ۔ كَظْمٌ وَكَظُوْمٌ مصدر۔ سخت غمگین جو اپنے غم کو دبا کر رکھے اور ظاہر نہ کرے۔

اَلْكَاظِمُ۔ روکنے والا۔ دبانے والا۔ كَاظِمُ الْغَيْظِ غصہ کو پی جانے والا۔ غصہ کو روکنے والا۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ (۶۸: ۴۸) جب اس نے

(اپنے پروردگار کو) پکارا۔ اس حال میں کہ وہ غم میں گھٹ رہا تھا۔

۱۶: ۵۹ = یَتَوَارٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوَارِیٌ (تَفَاعُلٌ) مصدر۔ وہ چھپتا ہے وری اور ورء مادہ وَرَاءٌ کے معنی آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔

= مِنْ سُوْءِ - برائی۔ بری بات۔ عیب۔ سُوْءٌ ہر وہ چیز جو غم میں ڈالدے۔

= اَیُمْسِکُہٗ۔ الف استفہامیہ۔ یُمْسِکُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْسَاکٌ (افعال) سے روکے رکھنا۔ کسی چیز کے ساتھ چمٹ جانا اور روکے رکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَابُشِّرَ بِہٖ ہے۔ کیا اس (بچی) کو بحفاظت اپنے پاس رکھے۔

= ھُوْنٍ۔ اسم۔ ذلت۔ رسوائی۔ خواری۔ عَلٰی ھُوْنٍ یعنی ذلت سہہ کر۔

مطلب یہ کہ۔ کیا قوم کی نظروں میں ذلیل ہونا برداشت کرکے بچی کو زندہ رہنے دے اور اپنے پاس رکھے یا......

= یَدُسُّہٗ مضارع واحد مذکر غائب دَسَّ یَدُسُّ (نصر) دَسٌّ ایک چیز کو دوسری چیز میں زبردستی داخل کرنا۔ دَسَّ الشَّیْءَ فِی التراب او تحت التراب۔ کسی شے کو مٹی کے نیچے چھپانا۔ اَمْ یَدُسُّہٗ فِی التُّرَابِ یا اس کو مٹی میں گاڑ دے۔

= یُمْسِکُہٗ اور یَدُسُّہٗ میں ضمیر مفعول کو مذکر مَا کی رعایت سے لایا گیا ہے۔

= اَلَا۔ حرف تنبیہ۔ آہ۔ خبردار ہو جاؤ۔ سن رکھو۔

= سَآءَ۔ بُرا ہے سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) فعل ذم ہے بمعنی برا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب

= مَا یَحْکُمُوْنَ جو وہ فیصلہ کرتے ہیں۔ حَکَمَ یَحْکُمُ (نصر) حُکْمًا۔ فیصلہ کرنا۔ اَلَا سَآءَ مَا یَحْکُمُوْنَ۔ آہ کتنا ناروا اور بھونڈا ان کا یہ فیصلہ ہے۔

۱۶: ۶۰ = مَثَلُ۔ یہاں اس کا معنی صفت ہے

= السَّوْءِ۔ سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) کا مصدر ہے۔ بُرا ہونا۔

مَثَلُ السَّوْءِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ برائی کی صفت۔

یعنی وہ صرف برائی اور بُری اور مذموم صفات سے ہی متصف ہیں کوئی خوبی یا اچھی صفت ان میں نہیں ہے۔

= اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰی۔ موصوف صفت۔ بہت بلند صفت۔ بہت بڑی خوبی۔

مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر یقین و ایمان نہیں رکھتے وہ نہایت بُری صفات کے مالک ہیں اور باری تعالیٰ اعلیٰ صفات کے مالک ہیں۔

اَلْمَثَل (معرّف باللام) صرف دو جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ اور دونوں جگہ اللہ کی شان میں ہے ایک اس آیت میں اور دوسرا پارہ نمبر ۲۱ میں وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳۰: ۲۷) اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی شان اعلیٰ و ارفع ہے۔

۱۶: ۶۱ = دَآبَّۃٍ۔ جاندار۔ جانور۔ چلنے والا۔ رینگنے والا۔

۱۶: ۶۲ = تَصِفُ اَلْسِنَتُہُمُ الْکَذِبَ۔ ان کی زبانیں جھوٹ بکتی ہیں کہ اَنَّ لَہُمُ الْحُسْنٰی کہ ان کے لئے بھلائی ہی مقدر ہے۔

= لَا جَرَمَ۔ یقیناً اور حقًا کا ہم معنی ہے۔ ضروری۔ یقینی۔ ناگزیر۔

= مُفْرَطُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ اِفْرَاطٌ (افعال) مصدر۔ آگے بھیجے ہوئے۔ آگے روانہ کئے جانے والے۔

فَرَطَ یَفْرُطُ (باب نصر) آگے بڑھ جانا۔ اور اَفْرَطَ فُلَانٌ اَعْجَلَہٗ۔ کسی کو آگے جلدی بھیجنا۔ مُفْرَطُوْنَ۔ ای مقدّمون و معجلون۔ جلدی آگے بھیجے جانیوالے۔ وَاَنَّہُمْ مُّفْرَطُوْنَ۔ اور ان کو (دوزخ میں) پہلے بھیجا جائے گا۔

افراط (باب افعال) زیادتی کرنا۔ عمدًا و قصدًا آگے بڑھنا۔ تجاوز کرنا۔ اور باب تفعیل سے تفریط کوتاہی کرنا۔

۱۶: ۶۳ = اَرْسَلْنَا اِلٰٓی اُمَمٍ۔ ای ارسلنا رسلا الی امم۔ ہم نے رسولوں کو مختلف قوموں کی طرف بھیجا۔

= اَعْمَالَہُمْ۔ ای اعمال الکفر والتکذیب۔ انکار اور تکذیب کے اعمال۔

= اَلْیَوْمَ۔ سے مراد آج بھی ہو سکتا ہے یعنی رسولِ اکرم کا زمانہ۔ اور اس سے مراد مطلقًا زمانۂ دنیا بھی ہو سکتا ہے اور اس سے مراد "آج قیامت کے دن" بھی ہو سکتا ہے۔

= وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ ای ولہم عذاب الیم فی الْاٰخِرَۃِ اور (آخرت کے دن) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

۱۶: ۶۴ = لِتُبَیِّنَ لام تعلیل کا ہے۔ تبیین مضارع واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو صاف صاف بیان کرے۔

= ھُدًی وَّرَحْمَۃً۔ اَنْزَلْنَا کے مفعول لہٗ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ یعنی ہم نے اسے ہدایت اور رحمت بنا کر نازل کیا۔

۱۶: ۶۶ = عِبْرَۃً۔ اَلْعَبْرُ کے اصل معنی ہیں ایک حالت سے دوسری حالت تک پہنچ جانا۔

مگر اَلعُبُوْرُ کا لفظ خاص کر پانی عبور کرنے پر استعمال ہوتاہے۔ خواہ کسی طریقہ سے کیا جائے بذریعہ اونٹ۔ کشتی۔ پُل۔ یا تیر کر یا پیدل۔
اَلعِبْرَۃُ اور اَلْاِعْتِبَارُ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس کے ذریعے کسی دیکھی چیز کی وساطت سے ان دیکھے نتائج تک پہنچا جائے۔
امام رازی کے مطابق عِبْرۃ وہ نشانی ہے کہ جس کے ذریعہ سے جہالت کے مقام کو عبور کرکے علم تک رسائی ہوتی ہے۔
عبرت نصیحت حاصل کرنا۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا۔
عِبْرَۃً بوجہ عمل اِنَّ منصوب ہے۔
= بُطُوْنِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے پیٹ۔ بُطُوْنٌ بَطْنٌ کی جمع ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانعام ہے۔ الانعام مذکر مؤنث دونوں طرح مستعمل ہے۔ آیت ہذا میں مذکر آیا ہے۔ لیکن سورۃ المومنون میں بطور مؤنث استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃً نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِھَا وَلَکُمْ فِیْھَا مَنَافِعُ کَثِیْرَۃٌ (۲۳:۲۱) یعنی لفظ کے لحاظ سے مذکر اور اسم جنس کے لحاظ سے مؤنث۔ اسی طرح النخل مذکر بھی آیا ہے جیسے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ (۵۴:۲۰) اور مؤنث بھی جیسے کَاَنَّھُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِیَۃٍ (۶۹:۷)
= فَرْثٍ۔ واحد۔ وہ گوبر جو جانور کی آنتوں کے اندر ہو اس کی جمع فُرُوْثٌ ہے
= سَائِغًا۔ خوشگوار سَوْغٌ سے جس کے معنی آسانی کے ساتھ کھانے پینے کی چیز کا حلق سے نیچے اتر جانا۔ سَائِغًا۔ مزے سے حلق سے نیچے اتر جانے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔
نُسْقِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُوْنِہٖ مِنْۢ بَیْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَبَنًا......
گوبر اور خون کی مابین حالت میں جو (اجزائے خوراک) ان کے شکموں میں ہوتے ہیں ان میں سے خالص اور خوشگوار دودھ (پیدا کرکے) ہم تم کو پلاتے ہیں۔
۱۶:۶۷ = وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ محذوف سے متعلق ہے تقدیر کلام ہے وَنُسْقِیْکُمْ مِّنْ ثَمَرٰتِ النَّخِیْلِ...... یا تَتَّخِذُوْنَ سے متعلق ہے اس صورت میں مِنْہُ کا تکرار تاکید کے لئے ہے۔
پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا (ہم پلاتے ہیں تمہیں) کھجور اور انگور کے پھلوں سے۔ تم بناتے ہو اس سے میٹھا رس۔ دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم کھجور اور انگور کے پھلوں سے میٹھا رس

بناتے ہو۔ ای تتخذون من ثمرات النخیل والاعناب سکرا......

= سَکَرًا۔ لغت میں شراب کو کہتے ہیں جس چیز سے نشہ ہو۔ نبیذ۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک سکر سے مراد کھجور اور انگور کا میٹھا رس ہے۔ السکر العصیر الحلو۔ سکر بمعنی میٹھا رس۔

الاتقان جلد اول (نوع ۳۸) میں آیا ہے: ابن مردویہ نے عوفی کے طریق پر ابن عباس سے روایت کی ہے کہ سکر حبشہ کی زبان میں سرکہ کو کہتے ہیں۔

۱۶: ۶۸ = النَّحْلِ۔ اسم جنس۔ شہد کی مکھی۔ مکھیاں۔

= اِتَّخِذِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے اَخْذٌ مادہ

= یَعْرِشُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب ضرب ونصر۔ انگور کی بیلوں کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹیاں بناتے ہیں یا ایسی ٹٹیوں پر وہ جو بیلیں چڑھاتے ہیں۔

اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْشٌ ہے نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۳۷

= کُلِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو کھا۔ اَکَلَ یَاْکُلُ (باب نصر) اَکْلٌ مصدر۔

= اُسْلُکِیْ۔ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو چل سُلُوْکٌ مصدر۔ (باب نصر)

= سُبُلَ۔ سَبِیْلٌ کی جمع۔ راستے۔ راہیں۔

= ذُلُلاً۔ ذَلُوْلٌ کی جمع ہے۔ بمعنی نرم۔ مطیع۔ مسخر۔ آسان۔ ذُلٌّ سے یہ فَاسْلُکِیْ کی ضمیر کا حال ہے۔

فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلاً۔ پھر بڑی تابعداری وفرماں برداری سے بے چون وچرا اپنے رب کے بتائے راستوں (شہد کی تیاری میں) چلتی رہ۔

یا یہ سُبُلَ کا حال ہے۔ بمعنی راستے جو تیرے لئے آسان کر دیئے ہیں۔

۱۶: ۷۰ = یَتَوَفّٰکُمْ مضارع واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تَوَفِّیْ سے (باب تفعّل) وہ تمہاری جانوں کو لے لیتا ہے۔

= یُرَدُّ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ رَدٌّ مصدر باب نصر۔ وہ لوٹایا جاتا ہے۔

= اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ عمر کا بڑھاپا۔ جب انسان کے قویٰ مضمحل اور ناکارہ ہوجاتے ہیں۔ یعنی بہت بڑی عمر تک جب جسمانی ودماغی قوتیں کمزور پڑ جاتی ہیں۔

= لِکَیْ میں لام عاقبت یا نتیجہ کا ہے ای نتیجۃً۔

کَیْ حرف تعلیل ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دیتا ہے لِکَیْ لَا یَعْلَمَ

= لِکَیْ لَا یَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَیْئًا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ چیزوں کا علم رکھنے کے بعد بے خبر

ہوجاتا ہے۔

١٦: ٧١ = فَمَا الَّذِيْنَ میں مَا نافیہ ہے۔

= رَآدِّيْ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالتِ نصب وجر۔ اصل میں رَآدِّيْنَ تھا۔ نَ اضافت کی وجہ سے ساقط ہوگیا۔ بحالتِ رفع رَآدُّوْنَ ہوگا رَآدٌّ کی جمع۔ رَدٌّ (مضاعف) سے اسم فاعل۔ اصل میں رَادِدٌ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے۔ پہلے کو ساکن کرکے دوسرے میں مدغم کیا۔ رَآدٌّ ہوگیا۔ رَدَّ يَرُدُّ (نصر) کے معنی ہیں۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔ پس اسم فاعل رَآدٌّ کے معنی ہوئے پھیرنے والا۔ واپس کرنے والا۔

= فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ۔ پھر جن لوگوں کو رزق میں یہ فضیلت دی گئی ہے وہ ایسے نہیں ہیں کہ اپنا رزق اپنے غلاموں (مملوک) کی طرف پھیر دیں تاکہ وہ سب اس میں (اس رزق میں) برابر ہوجائیں (برابر کے حصہ دار بن جائیں)

(جب یہ لوگ اس رزق میں جو ان کا اپنا بھی نہیں ہے۔ کسی اور کا (یعنی اللہ کا) دیا ہوا ہے اپنے غلاموں کو شریک بنانا پسند نہیں کرتے۔ تو اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ کیا اللہ ہی کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں (یعنی اس کی نعمتوں کا صرف اسی کے لئے شکریہ ادا نہیں کرتے بلکہ اس کے بندوں اور مٹی کے خود ساختہ بتوں کو اس کا شریک وسہیم ٹھہراتے ہیں)

اس آیت کے تحت تفہیم القرآن میں تفصیلی نوٹ ملاحظہ ہو۔

= يَجْحَدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب جَحْدٌ و جُحُوْدٌ مصدر باب فتح۔ وہ انکار کرتے ہیں

١٦: ٧٢ = اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجٌ کی جمع ہے۔ یہاں بیویاں مراد ہیں۔

= حَفَدَةً ۔ حَافِدٌ کی جمع ہے۔ حَفْدٌ سے اسم فاعل حَفَدَ يَحْفِدُ (باب ضرب) خدمت کے لئے دوڑتے ہوئے حاضر ہونا۔ یہاں اس سے مراد پوتے ہیں کیونکہ ان کی خدمت زیادہ سچی ہوتی ہے۔

بنو سعد العشیرہ کی لغت میں حفدۃ نواسوں کو کہتے ہیں۔ اور لفظی معنی کے لحاظ سے ہر وہ شخص خواہ رشتہ دار ہو یا نہ ہو۔ جو دوڑتے ہوئے خدمت میں حاضر ہو حَافِدٌ کہلاتا ہے

= بَاطِلٌ ۔ حق کے مقابلہ میں۔ اس سے مراد جھوٹے خدا معبودانِ باطل بھی ہوسکتا ہے۔

= وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۔ میں هُمْ ضمیر کو تاکید اور زور کا فائدہ حاصل کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔ ورنہ تو مضمون اس کے بغیر بھی ادا ہوجاتا تھا۔

۱۶: ۷۳ — لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَةٌ (اِسْتِفْعَالٌ) وہ طاقت نہیں رکھتے۔ وہ استطاعت نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

۱۶: ۷۴ — فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ۔ اللہ کے لئے مثالیں مت گھڑو۔

ضرب المثل کا معنی ہے ایک حال کو دوسرے حال سے تشبیہ دینا۔ تشبیہ حال بحال یہاں منع کیا جارہا ہے کہ اس کو کسی کے ساتھ تشبیہ نہ دی جائے کیونکہ اس کی ذات فہم انسانی سے ماوراء ہے اور ہر اعتبار سے غیر محدود اور ہر حدود نہایت سے برتر ہے اس لئے اس کی مثال دی ہی نہیں جاسکتی اور نہ ہی اس کی کوئی شبیہ ہوسکتی ہے۔

۱۶: ۷۵ — مَمْلُوْكًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ مِلْكٌ مادہ (باب ضرب) وہ جو کسی کی ملکیت میں ہو۔ یعنی غلام۔

— مَنْ اسم ہے اور بطور موصوف استعمال ہوا ہے اور عَبْدًا کی مطابقت میں نکرہ آیا ہے کَاَنَّهٗ قِیْلَ وَحُرًّا رَزَقْنَاهُ (عبدا کے مقابلہ میں حرًّا) یعنی اللہ تعالیٰ مثال دیتا ہے ایک عبد مملوک کی اور ایک آزاد شخص کی جسے خدا نے رزق حسن عطا کر رکھا ہے

— هَلْ یَسْتَوٗنَ۔ میں استفہام انکاری ہے۔ کیا یہ برابر ہو سکتے ہیں؟ یعنی یہ برابر نہیں ہو سکتے یہاں صیغہ تثنیہ کی بجائے جمع کا آیا ہے کیونکہ مقصود یہاں محض دو فرد ہی نہیں بلکہ اس قبیل کے کل اشخاص ہیں جو متضاد صفات کے مالک ہیں۔ یہ دونوں قسم کے اشخاص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

— اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اس مثال کے بعد یہی جواب دیں گے کہ ہرگز برابر نہیں۔ اس پر فرماتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہ اس قدر تو سمجھ ہے کہ دونوں برابر نہیں۔ مگر اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہیں اس قدر جاہل و بے تمیز ہیں ــــ تفسیر حقانی۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:

سوال اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کے درمیان ایک لطیف خلا ہے جسے پُر کرنے کے لئے خود لفظ الحمد للہ ہی میں بلیغ اشارہ موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ سوال سن کر مشرکین کے لئے اس کا یہ جواب دینا تو کسی طرح ممکن نہ تھا کہ دونوں برابر ہیں لامحالہ اس کے جواب میں کسی نے صاف صاف اقرار کیا ہوگا کہ واقعی دونوں برابر نہیں ہیں۔ اور کسی نے اس اندیشے سے خاموشی اختیار کرلی ہوگی۔ کہ اقراری جواب دینے کی صورت میں اس کے منطقی نتیجے کا بھی اقرار کرنا ہوگا اور اس سے خود بخود ان کے شرک کا ابطال ہوجائے گا۔ لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا جواب پاکر فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اقرار کرنے والوں کے اقرار پر بھی الحمد للہ اور خاموش رہ جانیوالوں کی خاموشی پر

بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ پہلی صورت میں معنی یہ ہونے کہ خدا کا شکر ہے اتنی بات تو تمہاری سمجھ میں آگئی دوسری صورت میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ۔ خاموش ہوگئے ؟ الحمد للہ اپنی ساری ہٹ دھرمی کے باوجود دونوں کو برابر کہہ دینے کی ہمت تم بھی نہ کر سکے ۔ مگر اکثر لوگ (اس سیدھی بات کو) نہیں جانتے ۔

۱۶ : ۷۶ = اَبْكَمُ ۔ مادرزاد گونگا ۔ بَكِمَ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ اس کی جمع بُكْمٌ ہے صُمٌّ بُكْمٌ (۲ : ۱۸) یہ بہرے اور گونگے ہیں ۔

= كَلٌّ ۔ واحد و جمع ۔ گراں بار ۔ اہل وعیال ۔ یتیم ۔ بے والد یا بے اولاد آدمی ۔ چھری یا تلوار کی پشت ۔ بے فیض آدمی ۔ سب پر بار ۔

كَلَّ يَكِلُّ (ضرب) كَلًّا وكِلَّةً ۔ كَلَالًا وكَلَالَةً ۔ تھکنا ۔ کمزور ہونا ۔ صرف دور کے رشتہ دار رکھنے والا ۔ بے اولاد و بے والد کے ہونا ۔ تلوار کا کند ہونا ۔

كَلَالَةٌ ۔ وہ آدمی جس کے مرنے پر نہ اس کی اولاد نہ اس کا ماں باپ ہو جو اس کا وارث بن سکے

كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ جو اپنے مالک پر بوجھ ہو ۔

= يُوَجِّهْهُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب وَجَّهَ يُوَجِّهُ تَوْجِيْهٌ (باب تفعیل) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ وہ اس کو بھیجتا ہے ۔ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُ ۔ وہ اس کو جہاں بھی بھیجتا ہے ۔

= لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۔ وہ درست کر کے نہیں لاتا ۔

= وَهُوَ ۔ ای وَهُوَ فی نفسہٖ ۔ اور وہ خود بھی ۔

۱۶ : ۷۷ اَمْرُ السَّاعَةِ ۔ یعنی قیامت برپا ہونے کا معاملہ ۔

= لَمْحِ ۔ اسم مصدر ۔ پلک جھپکنا ۔ لَمَحَ الْبَرْقُ ۔ بجلی چمکی ۔ یا جھپکی ۔

۱۶ : ۷۹ = مُسَخَّرٰتٍ ۔ اسم مفعول جمع مؤنث مُسَخَّرَةٌ واحد تسخیر (تفعیل) مصدر تابع ۔ فرمانبردار بنائے گئے ۔ مُطیع ۔

= جَوِّ ۔ فضاء ۔ ہوا ۔ اس کی جمع جِوَاءٌ اور اَجْوَاءٌ ہے ۔

= يُمْسِكُهُنَّ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ۔

اِمْسَاكٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ روکنا ۔ تھامے رکھنا ۔ امساک کے اصل معنی کسی چیز سے چمٹ جانا اور اس کی حفاظت کرنا ۔

۱۶ : ۸۰ = سَكَنًا ۔ فعل بمعنی مفعول ۔ ای موضعًا تسکنون فیہ وقت اقامتکم ۔ وہ جگہ جہاں تم بوقت اقامت تسکین پاتے ہو ۔

= بُیُوۡتًا۔ مفعول بَیْتٌ کی جمع۔ یہاں گھر سے مراد چمڑے کے بنے ہوئے خیمے جو مسافری کے دوران گھر کا کام دیتے ہیں۔

= تَسۡتَخِفُّوۡنَهَا۔ مضارع جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (اس کا مرجع بُیُوۡتًا ہے تم اسے ہلکا پاتے ہو۔ اِسۡتِخۡفَافٌ (استفعال) مصدر جس کا مطلب ہلکا سمجھنا۔ "الخفیف" "الثقیل" کے مقابلہ میں ہے۔

= ظَعۡنِكُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سفر۔ ظَعۡنٌ مصدر۔

= وَمِنۡ اَصۡوَافِهَا وَاَوۡبَارِهَا وَاَشۡعَارِهَا اس کا عطف وَمِنۡ جُلُوۡدِ پر ہے اور ھَا ضمیر کا مرجع الۡاَنۡعَام ہے۔

= اَصۡوَافِهَا۔ ان کی اُون۔ صُوۡفٌ کی جمع ہے۔ بھیڑوں کی اُون

= اَوۡبَارِهَا۔ ان کی اُون۔ وَبۡرٌ کی جمع اونٹ کی اون کو وَبۡر کہتے ہیں۔

= اَشۡعَارِهَا۔ ان کے بال۔ شَعۡرٌ کی جمع۔ بکری کے بال۔

ھَا ضمیر کا مرجع جیسا کہ اوپر بیان ہوا الانعام ہے جس میں بھیڑیں بکریاں اونٹ سب شامل ہیں

= اَثَاثًا۔ اثاثہ۔ گھر کا سامان۔ مال و اسباب۔ اَثٌّ سے مشتق ہے اَثَّ یَؤُثُّ (نصر) بمعنی زیادہ یا گنجان ہونا۔ پھر یہ لفظ اثاث ہر قسم کے فراوان مال پر بولا جانے لگا۔ مَتَاعٌ کی طرح اس کا بھی واحد نہیں آتا۔ اس کی جمع اِثَاثٌ (بکسر ہمزہ) ہے قرآن مجید میں ہے هُمۡ اَحۡسَنُ اَثَاثًا وَّرِءۡيًا (۱۹: ۷۴) وہ سازو سامان میں زیادہ تھے اور خوش منظر بھی۔

= اِلٰى حِيۡنٍ۔ مدت تک۔ مدت العمر۔ الیٰ ان تموتوا۔ تمہاری موت تک

۱۶: ۸۱ ظِلٰلًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ ظِلٌّ کی جمع۔ سائے۔

اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ فِىۡ ظِلٰلٍ وَّعُيُوۡنٍ (۷۷: ۴۱) بیشک پرہیزگار لوگ سایوں اور چشموں میں ہونگے

= اَكۡنَانًا۔ بوجہ مفعول منصوب ہے اَكۡنَانٌ جمع۔ اس کی واحد كِنٌّ ہے چھپنے کی جگہ، حفاظت کی جگہ۔ کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ کُنُوۡنٌ وَاَکَنَّ گھر میں چھپانا۔ دھوپ سے بچانا۔ اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے کَنَنۡتُ الشَّیۡءَ کَنًّا۔ میں نے چیز کو کِنّ میں محفوظ کر دیا کَنَنۡتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادّی شے کو گھر یا کپڑے وغیرہ میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً کَاَنَّهُمۡ لُؤۡلُؤٌ مَّكۡنُوۡنٌ (۵۲: ۲۴) جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

آیہ ہذا: وَجَعَلَ لَـكُمۡ مِّنَ الۡجِبَالِ اَكۡنَانًا۔ اور اس نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غاریں (پناہ گاہیں) بنائیں۔

= سَرَابِيْلَ۔ سِرْبَالٌ کی جمع۔ کرتے۔ قمیص، پیراہن۔ پوشاک۔
دوسری دفعہ سرابیل سے مراد زرہ بکتر لی گئی ہے۔ وہ بھی ایک قسم کا پیراہن ہی ہے۔
= تَقِيْكُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہیں بچاتی ہے
وَقٰى يَقِيْ (ضرب۔ لفیف مفروق) وِقَايَةٌ بچانا۔ نگاہ رکھنا۔
= بَأْسَكُمْ۔ تمہاری لڑائی میں۔ مضاف مضاف الیہ۔
= تُسْلِمُوْنَ۔ تم فرماں بردار رہو۔ تم اطاعت کرتے رہو۔ اِسْلَامٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔

۱۶:۸۲ = فَاِنْ تَوَلَّوْا۔ اگر یہ روگردانی کرتے رہیں۔

۱۶:۸۳ = يَعْرِفُوْنَهَا۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے۔ اِنْكَارٌ (اِفْعَالٌ) سے وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔

۱۶:۸۴ = يَوْمَ۔ کا نصب محذوف عبارت کی وجہ سے ہے۔ ای اذکر یوم ...
= نَبْعَثُ۔ مضارع جمع متکلم بَعْثٌ مصدر (باب فتح) ہم کھڑا کریں گے۔ ہم قائم کریں گے
= لَا يُؤْذَنُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب اجازت نہیں دی جائیگی (عذر و معذرت پیش کرنے کی)
= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اَلْعَتْبُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جو وہاں اترنے والے کے لئے ناسازگار ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر عَتْبٌ کے معنی ناراضگی سختی۔ خفگی کے آجاتے ہیں۔ عَتَبَ يَعْتُبُ (نصر) عتب يَعْتِبُ (ضرب) عَتْبٌ خفگی کرنا۔ ناراض ہونا۔ غصہ ہونا۔ اِعْتَابٌ (باب افعال) میں سلب ماخذ کی خصوصیت کی وجہ سے معنی ہونگے عتاب کو دور کرنا۔ ناراضگی۔ غصہ۔ خفگی کو دور کرنا۔ باب استفعال میں طلب ماخذ کی خصوصیت ہے جیسے اِسْتَغْفَرَ زَيْدٌ (زید نے مغفرت مانگی۔ لہٰذا استعتاب کا مطلب ہوا۔ طلب عتاب یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب۔ یعنی کسی سے خواہش کرنا کہ وہ تیری ناراضگی کو دور کردے اور تجھے رضامند بنالے۔

باب افعال (ثلاثی مزید فیہ) سے باب استفعال بنانا غیر قیاسی ہے کیونکہ قیاسًا باب استفعال ثلاثی مجرد سے بنایا جاتا ہے۔

وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ (اور نہ ہی ان سے اللہ تعالیٰ کے راضی کرنے کی فرمائش کیجائے گی) اور نہ ہی ان سے توبہ لیجائے گی! نیز ملاحظہ ہو لغات القرآن۔ ندوۃ المصنفین اور نیز اضواء البیان جلد سوم

تفسیر آیۃ ہذا۔

۱۶: ۸۵ = وَاِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ۔ اور جب وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا (یعنی کافر) دیکھ لیں گے عذاب کو۔

مطلب یہ ہے کہ جب وہ عذاب ان پر آپڑیگا (تو نہ اس میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔ چاہے وہ کتنا ہی روئیں بیٹیں یا چلائیں۔

۱۶: ۸۶ = شُرَكَاءَهُمْ۔ اور شُرَكَاءُنَا میں شریکوں سے مراد وہی دیوی دیوتا اور معبودانِ باطل ہیں جنہیں وہ شریکِ خدائی سمجھتے تھے۔

= كُنَّا نَدْعُوْا۔ ماضی استمراری جمع متکلم "ہم پکارا کرتے تھے ہم عبادت کیا کرتے تھے۔

= اَلْقَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (باب افعال) سے۔ انہوں نے ڈالا۔ انہوں نے پھینکا۔ اِلْقَاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ جیسے قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ قَالَ اَلْقُوْا فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ النَّاسِ۔ (۷: ۱۱۵-۱۱۶) جادوگروں نے کہا اے موسیٰ یا تو تم (پہلے) ڈالو۔ ورنہ ہم ہی پہلے ڈالنے والے ہو جاتے ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا کہ تم ہی ڈالو! پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا۔

اَلقٰى قَوْلًا اِلٰى...... کسی سے کلام کرنا۔ وَاَلْقٰى مَوَدَّةً اِلٰى۔ کسی سے دوستی یا محبت بڑھانا جیسے تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ (۶۰: ۱) تم ان کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو۔ وَاَلْقٰى سَلَمًا اِلٰى... عاجزی پیش کرنا۔ جیسے وَاَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ نِ السَّلَمَ (۱۶: ۸۷) اور وہ اس دن خدا کے حضور عاجزی پیش کر دیں گے۔ اس کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گے اس کے سامنے صلح واطاعت کی طرح ڈال دیں گے۔

اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ اور اِلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین اشرکوا ہے۔ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔ معبودانِ باطل مشرکین سے کہیں گے۔ یقیناً تم جھوٹ بول رہے ہو۔

۱۶: ۸۷ = اَلْقَوْا میں ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔ نیز اوپر ۱۶: ۸۶۔ ملاحظہ ہو۔

= ضَلَّ۔ ضَلَّ يَضِلُّ (باب ضرب) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ ضَلَالٌ و ضَلَالَةٌ مصدر۔ گمراہ ہونا۔ بھٹک جانا راہِ حق سے۔ مرکر مٹی میں گل سڑ جانا۔ (کوشش کا) برباد جانا۔ راستے سے بہک جانا۔ فراموش کرنا۔ ضائع کرنا۔ ضائع ہونا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہوجانا

ضَالَّۃٌ ج ضَوَالُّ - گم شدہ چیز جس کی تلاش کی جائے۔ اَلْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فھو احق بھا حیث وجدھا۔

ضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ۔ اور جو افترار پردازی وہ کیا کرتے تھے وہ سب کافور ہوجائے گی۔ یعنی اپنے معبودانِ باطلہ سے جو امیدیں انہوں نے وابستہ کر رکھی تھیں وہ سب دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

۱۶: ۸۸ = صَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے روکا۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ مصدر انہوں نے اوروں کو روکا۔

۱۶: ۸۹ = یَوْمَ ۔ اس کا نصب فعل محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ای اذکر یوم یاد کرو وہ دن۔

= تِبْیَانًا۔ بات یبین (ضرب) کا مصدر ہے ۔ بیان۔ وضاحت۔

۱۶: ۹۰ = اِیْتَآئِ ۔ دینا۔ عطا کرنا۔ اِیْتَآءٌ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے اس کا استعمال قرآن مجید میں بیشتر صدقہ دینے کے بارہ میں ہوا ہے۔ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی اہل قرابت کو دینا۔ اسی آیت کے متعلق حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ھذہٖ اجمع اٰیۃٍ فی القراٰن لخیر یتمثل ولشر یجتنب ۔ یہ قرآن کی جامع ترین آیت ہے اس میں ہر وہ اچھی چیز جس پر عمل کرنا ضروری ہے مذکور ہے۔ اسی طرح ہر وہ بری چیز جس سے اجتناب ضروری ہے موجود ہے

۱۶: ۹۱ = لَا تَنْقُضُوا الْاَیْمَانَ ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اَیْمَانٌ ۔ یَمِیْنٌ کی جمع ۔ قسموں کو مت توڑو۔ نَقَضَ یَنْقُضُ (نصر) توڑنا۔ اصل میں نَقْضٌ کے معنی ہیں عمارت۔ رسی یا ہار کی گرہ کھولنا۔ پراگندہ کرنا۔ عمارت کو مسمار کرنا۔

= کَفِیْلًا ۔ ذمہ دار۔ ضامن۔ ایفاءِ عہد کے لئے گواہ۔ مذکر مؤنث واحد جمع سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کی جمع کفلاء آئی ہے۔

۱۶: ۹۲ = نَقَضَتْ غَزْلَھَا ۔ نَقَضَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس عورت نے توڑ ڈالا۔ بل کھول دیئے۔

غَزْلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ غَزْلٌ کاتا ہوا دھاگہ۔

غَزَلَ یَغْزِلُ (ضرب) غَزْلٌ (روئی یا اون کا) کاتنا۔ اَغْزَلَ عورت کا چرخہ کاتنا اور باب سمع سے غَزِلَ یَغْزَلُ وَتَغَزُّلٌ ۔ عورتوں سے محبت جتانا۔ ان کے حسن وجمال کی تعریف کرنا۔ اسی سے غَزَل عشقیہ کلام ہے۔

= اَنْکَاثًا۔ ٹکڑے ٹکڑے نِکْثٌ کی جمع جس کے معنی سوت کے اس ٹکڑے کے ہیں جو دوبارہ کاتنے کے لئے توڑا جائے۔

نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا۔ اس نے اپنے دھاگے کو مضبوط کاتنے کے بعد توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اَنْكَاثًا غَزْلَ کا حال ہے۔

مکہ میں ایک بے وقوف قریشی عورت تھی جو صبح سے دوپہر تک یا دن بھر باندیوں کو ساتھ لے کر سوت کاتا کرتی تھی اور آخر میں تمام کاتا ہوا سوت توڑ ڈالتی تھی۔ اس کا نام ربطہ بنت عمرو بن سعد تھا (بغوی) بعض نے دیگر مختلف نام دیئے ہیں۔

= دَخَلًا ۔ بہانہ۔ دغا۔ فساد۔ دَخِلَ یَدْخَلُ (سمع) کا مصدر ہے۔ الدخل ما یدخل فی الشیء ولم یکن منه۔ الدخل۔ وہ ہے کہ جو کسی شے میں داخل ہو لیکن اس میں سے نہ ہو۔ یا الدخل ما یدخل فی الشیء علی سبیل الفساد۔ الدخل وہ ہے جو فساد کے واسطے کسی شے میں داخل ہو۔ ایک چیز کو دوسری میں فساد کے لئے ملانا دَغَل ہے۔ کل شیءٍ لم یصح فهو دخل و دخیل بمعنی المفسد والداخل ضد الخارج (جو چیز درست نہ ہو وہ دغل ہے) دخل بمعنی دغل ہے۔ ادغل فی۔ کسی کام میں غیر متعلق چیز کو داخل کر کے اسے خراب کر دینا۔ دخلًا بینکم۔ باہمی فساد و خیانت و دغابازی۔

دَخَلَ یَدْخُلُ (نصر) دُخُوْلٌ اندر داخل ہونا۔

تَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًا بَیْنَكُمْ۔ یہ لَا تَكُوْنُوْا کی ضمیر کا حال ہے امام رازی کے نزدیک یہ جملہ مستانفہ یا جملہ ہے اور استفہامیہ ہے۔ ای أتَتَّخِذُوْنَ اَیْمَانَكُمْ دَخَلًا بَیْنَكُمْ کیا تم اپنی قسموں کو باہمی دھوکہ بازی کا ذریعہ بناتے ہو؟

= اَرْبٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے رَبَا یَرْبُوْا۔ (نصر) رِبَاءٌ و رُبُوٌّ سے جس کے معنی بڑھنے اور چڑھنے کے ہیں۔ الرِّبٰو۔ سود۔ بیاج۔ زیادتی۔ اَرْبٰى تعداد میں اور مال و دولت میں بڑھ چڑھ کر ہونا۔

= اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کَانَ (تَكُوْنُ) تامہ ہے اور هِیَ مِنْ اُمَّةٍ۔ اُمَّةٌ کی صفت ہے اور اُمَّةٌ۔ تَكُوْنَ کا فاعل ہے۔ اس اعتبار سے معنی ہوں گے: کہ ایک قوم ایسی ہو جائے کہ جو دوسری قوم سے زیادہ طاقتور ہو۔

(۲) کَانَ یَكُوْنُ فعل ناقص ہے اور هِیَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ اس کی خبر ہے۔ گویا آیۃ کی تقدیر

اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ اُمَّۃٌ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ۔ تکرار کے سقم کو دور کرنے کے لئے اسم ظاہر اُمَّۃ کی بجائے ھِیَ ضمیر لائی گئی ہے کہ ایک جماعت دوسری جماعت سے زبردست ہو جائے۔

زمانہ جاہلیت میں قریش اور دیگر قبائل ایک قوم سے معاہدہ کر لیتے پھر جب دیکھتے کہ دوسری قوم قوی ہے تو اس سے معاملہ کر لیا۔ اور پچھلے معاہدہ کو توڑ دیا۔ اس سے مسلمانوں کو منع کیا جا رہا ہے اور ایفائے عہد پر زور دیا گیا ہے۔

= یَبْلُوْکُمْ۔ یَبْلُوْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب نصر) مَبْلَاءٌ مصدر۔ وہ آزمائش کرتا ہے۔ وہ آزماتا ہے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ (اللہ) تم کو آزماتا ہے۔

= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع یا تو فقرہ اَنْ تَکُوْنَ اُمَّۃٌ ھِیَ اَرْبٰی مِنْ اُمَّۃٍ ہے یعنی کسی گروہ کی افزائش قوت و ثروت۔ یا یہ راجع ہے اس امر و نہی کی طرف جس سے خبردار کیا جا رہا ہے۔

= لَیُبَیِّنَنَّ۔ لام تاکید کے لئے۔ مضارع بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب تَبْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ ضرور ہی کھول کر بیان کرے گا۔

۱۶: ۹۴ = وَلَا تَتَّخِذُوْا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًا بَیْنَکُمْ۔ اور اپنی قسموں کو آپس میں فریب دہی کا ذریعہ مت بناؤ۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۹۲

= فَتَزِلَّ قَدَمٌ۔ فَ تعلیل کا ہے بمعنی ورنہ۔ نتیجۃً ایسا نہ ہو۔ تَزِلَّ مضارع واحد مؤنث غائب زَلَّ یَزِلُّ (ضرب) زَلٌّ سے۔ اَلزَّلَّۃُ کے اصل معنی ہیں بلا قصد قدم پھسل جانا۔ اس لئے جو گناہ بلا قصد سرزد ہو جائے اس کو بطور تشبیہ زَلَّۃٌ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَاِنْ زَلَلْتُمْ (۲: ۲۰۹) اگر تم لغزش کھا جاؤ۔

باب استفعال سے کسی کو پھسلانے کا ارادہ کرنا۔ مثلاً اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّیْطٰنُ (۳: ۱۵۵) انہیں شیطان نے پھسلا دیا۔ یعنی شیطان انہیں آہستہ آہستہ پھسلانے کی کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ پھسل گئے۔ اسی معنی سے تزلزل بمعنی اضطراب کے ہیں اور اس میں تکرارِ حروف تکرارِ معنی پر دلالت کرتا ہے۔

مضارع کا نصب جوابِ نہی ہونے کی وجہ سے ہے فَتَزِلَّ قَدَمٌ یعنی (تم اپنی قسموں کو باہمی فساد کا ذریعہ مت بناؤ) ورنہ (تمہارا یا کسی کا یا لوگوں کا) قدم (جادۂ حق سے) پھسل جائیگا (یا کہیں ایسا نہ ہو کہ قدم راہ مستقیم سے پھسل جائے۔

= بَعْدَ ثُبُوْتِھَا۔ اس کے جم جانے کے بعد (یعنی اچھے بھلے ہدایت یافتہ قدم ڈگمگا جائیں)

= تَذُوْقُوْا۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (نصر) ذَوْقٌ سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ عامل (جواب نہی) گر گیا۔ تمہیں چکھنا پڑے۔ تمہیں بھگتنا پڑے۔ یا تمہیں چکھنا پڑے گا۔ بھگتنا پڑے گا۔
= السُّوْٓءَ۔ عذاب۔ بُرا نتیجہ۔ یہاں دنیوی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں تک عذاب آخرت کا تعلق ہے تو آیۃ کے آخر میں ہے وَلَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

= بِمَا۔ بسبب۔ بوجہ
= صَدَدْتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ صَدٌّ مصدر۔ (باب نصر) تم نے روکا۔ تم مانع ہوئے (بوجہ عہد شکنی کے)

۱۶: ۹۵ = لَا تَشْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت خریدو۔ تم مت مول لو۔ اِشْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔
= اِنَّمَا۔ ای اِنَّ مَا۔ بیشک۔ تحقیق۔ (جو بطور ثواب آخرت اللہ کے پاس ہے)
اِنَّ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اور خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے۔ حروف مشبہ بالفعل اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔ لیکن جب اِنَّ کے بعد مَا کافہ آجائے تو اِنَّ عمل نہیں کرتا۔ اور کلمہ حصر کے معنی دیتا ہے۔ جیسے اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ (۹: ۲۸) مشرکین تو پلید ہیں یعنی نجاستِ تامہ تو مشرکین کے ساتھ مختص ہے۔

۱۶: ۹۶ = یَنْفَدُ۔ نَفِدَ یَنْفَدُ (باب سمع) نَفَادٌ سے واحد مذکر غائب۔
ختم ہو جائے گا۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ (۱۸: ۱۰۹)
آپ کہہ دیجئے کہ اگر (سارے کے سارے) سمندر روشنائی ہو جائیں میرے پروردگار کی باتیں لکھنے کے لئے تو سمندر ختم ہو جائیں گے۔ اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہو سکیں گی۔
= بَاقٍ۔ باقی رہنے والا۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ ناقص یائی سے ہے۔ اصل میں بَاقِیٌ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا۔ اس کو ساکن کیا۔ اب یَ اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے تو یَ اجتماع ساکنین سے گر گئی بَاقٍ ہو گیا۔ بَقَاءٌ مصدر۔ باب سمع سے آتا ہے بَقِیَ یَبْقٰی بَقَاءٌ کسی چیز کا اپنی اصلی حالت پر قائم رہنا۔ یہ فَنَاءٌ کی ضد ہے۔
= لَنَجْزِیَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ ہم ضرور بالضرور اجر دیں گے۔
= اَحْسَنِ۔ اسم التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔
اَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ جو عمل وہ کیا کرتے تھے ان میں سے کا سب سے اچھا۔

یعنی ہم صبر کرنے والوں کو ان کے کئے کا جو بہترین عمل ہوگا اس کے مطابق اجر دیں گے۔
صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں۔
بالفاظِ دیگر جس شخص نے دنیا میں چھوٹی اور بڑی ہر طرح کی نیکیاں کی ہوں گی اُسے وہ اونچا مرتبہ دیا جائے گا جس کا وہ اپنی بڑی نیکی کے لحاظ سے مستحق ہوگا۔

۱۶ : ۹۷ = لَنُحْيِيَنَّهٗ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فعل عَمِلَ کا فاعل ہے۔ یعنی نیک صالح عمل کرنے والا۔ ہم اس کو ضرور بالضرور زندگی بخشیں گے۔
= حَيٰوةً طَيِّبَةً۔ پاکیزہ زندگی۔ اسی دنیا میں کہ اس میں رزق حلال حاصل ہو۔ قناعت ہو اطمینان و تسکین ہو رضاء الٰہی حاصل ہو۔ یا عالم برزخ کی زندگی کہ اس کی قبر روضۃ من ریاض الجنۃ ہو اس کی برزخ کی زندگی باغات جنت سے ایک باغ بن جائے یا اخروی زندگی ——— کہ وہاں نہ موت کا ڈر نہ نعمتوں کے ختم ہو جانے کا خدشہ۔ جہاں صحت بلا سقم۔ سعادت بلا شقاوت حاصل ہوگی۔

۱۶ : ۹۸ = اِسْتَعِذْ۔ تو پناہ مانگ اِسْتِعَاذَةٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے مصدر۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر کہو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
= الرَّجِيْمِ۔ الرِّجَامُ۔ پتھر۔ اسی سے الرَّجْمُ ہے جس کے معنی سنگسار کرنا کے ہیں جس کو سنگسار کیا گیا ہو اسے مَرْجُوْم کہتے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ (۲۶ : ۱۱۶) کہ تم ضرور سنگسار کئے جاؤ گے۔

پھر استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سبّ و شتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۱۸ : ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکے چلاتے ہیں۔

شیطان کو رجیم اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ ملأ اعلیٰ کے مراتب سے راندہ ہوا ہے۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۸ : ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندۂ درگاہ ہے۔

۱۶ : ۹۹ = سُلْطٰنٌ۔ تسلط۔ استیلاء۔ زور۔ اختیار۔ برہان۔ سند۔ مثلاً فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱۴ : ۱۰) کوئی کھلی دلیل لاؤ۔ یعنی واضح دلیل اور حجت قائم کرو۔ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ (۵۵ : ۳۳) اور سوائے کسی سند یا اجازت نامہ کے تم نہیں نکل سکتے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ تمام قرآن میں سلطان بمعنی حجت کے آیا ہے۔

۱۶ : ۱۰۰ = يَتَوَلَّوْنَهٗ۔ وہ اس کو دوست رکھتے ہیں۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الشَّيْطٰن ہے

= بہ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) ب تعدیہ کے لئے ہے اور ضمیر کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ای داخل فی ربہم ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا: اور وہ جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک بنانیوالے ہیں۔
(۲) ضمیر ہ کا مرجع شیطان ہے اور بہ - من اجلہ کا مرادف ہے یعنی اس کے سبب سے۔ ترجمہ ہوگا اور جو شیطان کے ورغلانے کی وجہ سے اللہ کے ساتھ (دوسروں کو) شریک ٹھہرانے والے ہیں۔
۱۶: ۱۰۱ = اَعْلَمُ۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔
= يُنَزِّلُ۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيْلٌ (تفعیل) سے مضارع واحد مذکر غائب وہ اتارتا ہے۔ وہ نازل کرتا ہے۔
= مُفْتَرٍ۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اپنی طرف سے گھڑ کر بات بنانے والا۔ اصل میں مُفْتَرِيٌ تھا ی پر ضمہ دشوار تھا اس کو ساکن کیا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوگئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی مُفْتَرٍ بن گیا۔ اس کا مادہ فَرْيٌ ہے۔ اَلْفَرْيُ کے معنی چمڑے کو سینے اور مرمت کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں اور اِفْرَاءٌ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْتِرَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔
فَرَى يَفْرِيْ (ضرب) فَرْيًا عَلٰى کسی کے خلاف بہتان باندھنا۔ جھوٹ گھڑنا۔ باب افتعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ باب سمع سے بمعنی حیران ہونا۔
باب افتعال سے قرآن حکیم میں ہے اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ (۴: ۵۰) دیکھو یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں۔
آیۃ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا (۱۹: ۲۷) یہ تو نے عجیب حرکت کی ہے (یہاں بمعنی ...)
اس میں بعض نے کہا ہے کہ فَرِيًّا کے معنی عظیم بات کے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ عجیب بات کے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی من گھڑت اور بنائی ہوئی بات کے ہیں لیکن مآل کے اعتبار سے یہ تمام اقوال ایک ہی ہیں۔
= وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ۔ اس آیت میں جملہ معترضہ ہے۔
۱۶: ۱۰۲ = نَزَّلَهٗ میں ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔
= رُوْحُ الْقُدُسِ۔ سے مراد حضرت جبریلؑ ہیں۔
= لِيُثَبِّتَ۔ میں لام تعلیل کے لئے ہے تاکہ۔ یثبت مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعیل)

تاکہ ثابت قدم رکھے۔

۱۶: ۱۰۳ = اِنَّمَا یُعَلِّمُہٗ بَشَرٌ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس میں دوسرا مفعول یعنی القرآن محذوف ہے ای انما یعلمہ القرآنُ بشرٌ۔ اس کو (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو) یہ قرآن ایک آدمی سکھلاتا ہے۔ اس کا اشارہ ایک نومسلم رومی نصرانی غلام کی طرف ہے جو انجیل وغیرہ سے واقف تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی باتیں خوب توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنا کرتا تھا۔ تو آپ بھی کبھی کبھی اس کے پاس جا بیٹھتے تھے۔

= یُلْحِدُوْنَ۔ اَلْحَدَ یُلْحِدُ اِلْحَادٌ (اِفْعَالٌ) سے جمع مذکر غائب مضارع معروف۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب میں بنایا جاتا ہے۔ پھر اصل سے ہٹ کر ایک طرف پھرنے کو بھی الحاد کہتے ہیں۔ چنانچہ کہا جاتا ہے اَلْحَدَ فُلَانٌ عَنِ الدِّیْنِ۔ فلاں دین سے پھر گیا اسی سے مُلحد دین سے پھرا ہوا کافر ہے۔ اور اَلْحَدَ السَّھْمُ عَنِ الْھَدَفِ۔ تیر نشانہ کے ایک پہلو میں جا لگا۔ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ (حقیقت سے ہٹ کر) جس کی طرف وہ مائل تھے۔ یا جس کی طرف ان کا اشارہ تھا۔

= اَعْجَمِیٌّ۔ اَلْعُجْمَۃُ کے معنی ابہام اور اخفا کے ہیں۔ یہ اَلْاِبَانَۃُ کی ضد ہے جس کے معنی واضح اور بیان کر دینا کے ہیں۔ اَلْعَجَمُ غیر عرب کو کہتے ہیں اور اَلْعَجَمِیُّ اس کی طرف منسوب شے کو کہتے ہیں۔ اَلْاَعْجَمُ وہ آدمی جس کی زبان فصیح نہ ہو خواہ وہ عربی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عربی لوگ عجمی کی گفتگو بہت کم سمجھتے تھے۔ اور اَلْاَعْجَمِیُّ۔ اَلْاَعْجَمُ کی طرف منسوب کی گئی شے۔

لِسَانٌ اَعْجَمِیٌّ۔ وہ زبان جو ایک اعجم کی ہو۔ یعنی ایسے شخص کی جو فصیح و مبین زبان نہ بول سکتا ہو۔

= مُبِیْنٌ اسم فاعل واحد مذکر کھول کھول کر فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والا۔ ایسی زبان جو بات کو فصاحت و بلاغت سے بیان کرنے والی ہو۔

۱۶: ۱۰۵ = یَفْتَرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ بہتان باندھتا ہے۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۱۰۱

آیت کا ترجمہ یوں ہے۔ حقیقۃً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہیں لاتے وہی جھوٹ اور افتراء باندھتے ہیں (اِنَّمَا کے حصر کے ساتھ کذب کا ارتکاب آیاتِ قرآنی پر ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے مخصوص ہو گیا) فی ھذہ الاٰیۃ دلالۃ قویۃ علی ان الکذب من اکبر الکبائر و افحش الفواحش والدلیل علیہ ان کلمۃ انما للحصر والمعنی ان الکذب والفریۃ لا یقدم علیھما الا من کان غیر مؤمن بایٰت اللہ تعالیٰ والا من کان کافرا و ھذا

تھدید فی النہایۃ۔

اس آیت میں اس امر کی قوی دلیل ہے کہ کذب بدترین گناہ اور بدترین فحش ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اِنَّمَا کلمہ حصر کا ہے یعنی کذب اور افتراء کے ارتکاب کی جرأت ماسوائے خدا تعالیٰ کی آیات پر ایمان نہ رکھنے والے اور کافر کے کوئی نہیں کرتا اور یہ نہایت سخت تنبیہ ہے۔

= اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو لاکر کذب کا فعل منکرینِ آیاتِ ربانی پر مختص کردیا۔ پس یہی لوگ ہیں جو (پورے کے پورے) جھوٹے ہیں۔

۱۶: ۱۰۶ = مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ بَعْدَ اِيْمَانِهٖ ۔ مبتدا

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ ۔ خبر (محذوف)

جس نے ایمان لانے کے بعد اللہ سے انکار کیا (یعنی اس کی وحدانیت سے اس کے رسول سے قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے اور عقیدۂ حشر سے) اس پر غضب الٰہی ہوگا۔

= اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ ۔ مستثنیٰ ہے ماسوائے اس کے جسے مجبور کیا گیا۔

اُكْرِهَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس پر زبردستی کی گئی۔ اِكْرَاهٌ (اِفْعَالٌ) مصدر

= وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ۔ دراں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے۔ یہ جملہ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ کا حال ہے۔

= شَرَحَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے دل کھولا۔ شَرْحٌ کے معنی گوشت وغیرہ کے پھیلنے کے ہیں۔ صَدْرًا بمعنی صَدْرَهٗ ہے ۔ ای من شرح صدرہ بکفرہٖ جس کا سینہ کفر کے ساتھ کھل جائے یعنی وہ اس کفر سے خوشی محسوس کرے۔ صَدْرًا بوجہ مفعول بہٖ ہونے کے منصوب ہے مَنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ۔ مبتداء اور فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۔ خبر ہے۔ اور اگر مَنْ شرطیہ ہے تو پہلا جملہ شرط اور دوسرا جملہ جواب شرط ہوگا۔

۱۶: ۱۰۷ = اِسْتَحَبُّوْا ۔ اِسْتِحْبَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ انہوں نے عزیز رکھا۔ انہوں نے پسند کیا۔

۱۶: ۱۰۸ = طَبَعَ عَلٰى ۔ مہر لگانا۔ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهٖ اس کے دل پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگادی۔ یعنی وہ نیکی کی توفیق سے محروم ہوگیا۔

= الْغٰفِلُوْنَ ۔ الکاملون فی الغفلۃ۔ نتائج وعواقب سے غفلت۔ غفلت کی انتہا ہے۔

۱۶: ۱۰۹ = لَا جَرَمَ ۔ یقینًا۔ حقًّا ۔ اصل میں اس کا معنی لامحالہ تھا۔ پھر توسیع استعمال کے بعد قسم یا حق (فعل ماضی) کے معنوں میں مستعمل ہونے لگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۶۲)

= هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور گھاٹے اور ٹوٹے کو خصوصی طور پر ان اشخاص کے لئے مخصوص کرنے کے لئے جن کا ذکر آیۂ بالا نمبر ۱۰۸ میں آیا ہے۔
یقینی طور پر بالکل یہی لوگ آخرت میں گھاٹا پانیوالے ہونگے!

۱۶: ۱۱۰ = ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ یہ دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ غافلون خاسرون کا حال بلحاظ مرتبت ان اصحاب سے کتنا بعید ہے جن کا آیہ ہذا میں ذکر ہے۔ ان کے لئے غضب الٰہی وخسران اور ان کے لئے مغفرت ورحمت رب تعالیٰ۔

ثُمَّ۔ پھر حرفِ عطف ہے۔ پہلی چیز سے دوسری کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ تاخیر خواہ باعتبار زمانہ ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یا بلحاظ وضع ونسبت ہو یا باعتبار نظام صناعی جیسے الاساس اولاً ثم البناء یعنی پہلے اساس (بنیاد) رکھی جاتی ہے پھر اس پر عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ دوسری دفعہ جو ثُمَّ آیا ہے وہ باعتبار زمانہ تاخیر پر دلالت کرتا ہے۔

= مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا۔ آزمائش میں ڈالے جانے کے بعد (یعنی کفار کے ہاتھوں مصائب و آلام میں ڈالے جانے کے بعد۔ جیسے حضرت عمار بن یاسر اور ان جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو اسلام سے مرتد کرنے کے لئے طرح طرح کی روح فرسا تکالیف دی گئی تھیں۔

= مِنْۢ بَعْدِهَا ضمیر۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مذکوراتِ بالا۔ یعنی آزمائش میں پڑنے اور ہجرت اور جہاد اور صبر کی طرف راجع ہے۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں:

یہاں یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ سورت تو مکی ہے اس میں ہجرت اور جہاد کا ذکر کیسا۔ لیکن اول تو ابن عطیہ کی روایت میں ہے کہ یہ آیت مدنی ہے اور مکی سورتوں میں مدنی آیتوں کی آمیزش کی مثالیں قرآن میں کثرت سے موجود ہیں) اور ہجرت سے مراد ہجرت حبشہ بھی ہوسکتی ہے اور جہاد اپنے لغوی معنوں میں (یعنی جدوجہد) پھر ان کے علاوہ صیغہ ماضی سے اخبار مستقبل کی مثالیں بھی قرآن میں شاذ نہیں۔

۱۶: ۱۱۱ = يَوْمَ۔ منصوب بوجہ رحیمٌ کا ظرف زمان ہونے کے ہے یعنی اس کی یہ مغفرت ورحمت اس روز ہوگی جس روز...... یا یہ اُذْكُرْ (محذوف) کا مفعول بہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ راجح ہے کیونکہ خٰسِرُوْنَ کے وقتِ سزا کے لئے فی الاٰخرۃ آیا ہے (فی الاٰخرۃ ھم الخٰسرون) اور یہاں بھی یوم سے مراد یومِ قیامت ہی ہے۔

= تَاْتِیْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ آئے گی۔ اِتْیَانٌ سے ضمیر فاعل كُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے

كُلُّ نَفْسٍ۔ ہر جان۔
= تُجَادِلُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے وہ جھگڑا کریگی وہ جھگڑا کرتی ہے، وہ جھگڑتی ہے۔ مُجَادَلَۃٌ باہم جھگڑنا۔ یہاں مجادلہ عذر۔ معذرت۔ اور صفائی پیش کرنے کے معنی میں ہے۔
= عَنْ نَّفْسِهَا۔ اپنی ذات کے متعلق۔ پہلا نفس (کُلُّ نَفْسٍ) جان یا شخص کے مترادف ہے اور دوسرے نفس کے معنی اس جان یا شخص کی ذات ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کل نفس ہے
= تُوَفّٰى۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَوْفِيَةٌ (تفعیل) سے ہے پورا پورا دیا جائیگا۔ پورا (بدلہ) دیا جائے گا۔
= وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ اور ان پر (ذرا بھی) ظلم نہ کیا جائے گا۔ اس میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جملہ نفوس کے لئے ہے۔
۱۶: ۱۱۲ = مَثَلًا۔ تشبیہی قصہ۔ تمثیل۔ نصب بوجہ ضَرَبَ کے مفعول ہونے کے ہے
= قَرْيَةً۔ اصل میں ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا مَثَلَ قَرْيَةٍ تھا۔
مَثَلَ قَرْيَةٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مضاف کو حذف کیا گیا اور مضاف الیہ کو قائم رکھا گیا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مَثَلًا کا بدل ہے مبدل منہ کی رعایت سے قَرْيَةً منصوب ہوا۔
دوسری صورت یہ ہے کہ ضَرَبَ بمعنی جَعَلَ ہے اور قریۃً اس کا مفعول اول ہے اور مثلاً مفعول ثانی ہے۔ قَرْيَةً کو بعد میں اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے اور اس کی صفاتِ مذکورہ (كَانَتْ اٰمِنَةً ....) کے درمیان فصل واقع نہ ہو۔
= اٰمِنَةً۔ پُرامن۔ دلجمعی والی۔ چین والی۔ اور مُطْمَئِنَّةً اسم فاعل واحد مؤنث۔ مگن۔ چین والی۔ ہر دو بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہیں۔
= يَأْتِيْهَا۔ اس تک آتا تھا۔ اس تک پہنچتا تھا۔ مضارع بمعنی ماضی۔ صیغہ واحد مذکر غائب ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةً کی طرف راجع ہے۔
= رَغَدًا۔ بافراغت۔ وسیع۔ بکثرت۔ خوب۔ اچھی طرح۔ یہ اصل میں رَغِدَ يَرْغَدُ (سَمِعَ) سے مصدر ہے بمعنی بہت نعمت ہونے کے اور صفت مشبہ ہو کر مستعمل ہے نیز راغِدٌ کی جمع بھی ہے جیسے خَادِمٌ کی جمع خَدَمٌ ہے۔
= فَكَفَرَتْ۔ پس اس نے انکار کیا۔ اس نے ناشکری کی۔ یعنی اس کے باشندوں نے۔ كُفْرٌ وَكُفْرَانٌ۔ مصدر۔

= اَلْعُمِ - نِعْمَۃً کی جمع۔ نعمتیں۔ احسانات۔
= فَاَذَاقَھَا۔ اس نے ان کو چکھایا (ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب بستی کی طرف راجع ہے۔ مراد اس بستی کے باشندے ہیں) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَذَاقَۃٌ وَاِذَاقَۃٌ مصدر۔ چکھانا۔ ذَوْقٌ۔ مصدر (اجوف واوی) مادہ۔ ذَاقَ یَذُوْقُ (نصر) چکھنا۔
= لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ ؛ بھوک اور خوف کا لباس۔ یعنی ایسی بھوک اور خوف کہ لباس کی طرح ان کا احاطہ کئے ہوتے تھی۔

اب اس آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن و امان اور اطمینان و دلجمی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ اس کو (یعنی اس میں رہنے والوں کو) رزق بافراط ہر طرف سے پہنچ رہا تھا مگر اس (کے بسنے والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو بھوک اور خوف کے لیسے عذاب کا مزہ چکھایا جو کہ انہیں ہر طرف سے گھیرے ہوتے تھا۔ (اور یہ) بوجہ ان کارستانیوں کے تھا جو وہ کر رہے تھے۔

۱۶: ۱۱۳ = وَھُمْ ظٰلِمُوْنَ حال ہے فَاَخَذَھُمُ الْعَذَابُ سے۔ یعنی پس ان کو عذاب نے آلیا درآں حالیکہ وہ (اپنے ہی حق میں) ظلم کر رہے تھے۔

۱۶: ۱۱۵ = مَآ اُھِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ۔ اَلْھِلَالُ سے ہے اَلْھِلَالُ مہینے کی پہلی اور دوسری تاریخ کے چاند کو کہتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اسے قمر کہا جاتا ہے اس کی جمع اَھِلَّۃٌ ہے الاھلال کے معنی چاند نظر آنے پر آواز بلند کرنے کے ہیں۔ پھر یہ لفظ عام آواز بلند کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور اسی سے محاورہ ہے اَھَلَّ الصَّبِیُّ ولادت کے وقت بچے نے روتے میں آواز بلند کی۔ اور حاجیوں کے باآواز بلند لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنے کو بھی اھلال کہا جاتا ہے۔ اسی طرح پکارنا۔ آواز لگانا۔ بلند آواز سے ذکر کرنا۔ نامزد کرنا۔ کسی چیز کو شہرت دینا سب کے معنی میں مستعمل ہے۔

اُھِلَّ۔ اِھْلَالٌ سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس جملہ میں مَا اسم موصول ہے اور بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے۔ مَآ اُھِلَّ بِہٖ جس کا نام لے کر آواز بلند کی گئی۔ جس کا نام پکارا گیا۔ یعنی ذبح کرتے وقت جس کا نام لیا گیا۔

اُھِلَّ بمعنی ذُبِحَ کی سند کے لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ قول پیش کیا گیا ہے۔

اذا سمعتم الیھود والنصاریٰ یھلون لغیر اللہ فلا تاکلوھا واذا لم تسمعوھم فکلوا فان اللہ قد احل ذبائحھم وھو یعلم ما یقولون۔

(جب تم سنو کہ یہود و نصاریٰ غیر خدا کا نام لے کر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ نہ کھاؤ اور اگر نہ سنو

تو کھالو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذبیحہ کو حلال کیا ہے اور وہ جانتا ہے جو کچھ وہ کہتے ہیں۔
تو گویا مَا اُهِلَّ بِهٖ کا ترجمہ ہوا۔ ذبح کے وقت جس کا نام پکارا گیا۔ اور مَا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ جسے نام لے کر غیر اللہ کے لئے ذبح کیا گیا۔ مثلاً میں ذبح کرتا ہوں لات کے لئے (کہ ذبح لات کے نام پر ہوا ہے خدا کی ذات کے لئے نہیں) ذُكِرَ عِنْدَ ذِبْحِهٖ اسم غيرہ تعالیٰ (محمد مخلوف)
= اُضْطُرَّ۔ اِضْطِرَارٌ (افتعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ بے اختیار کیا گیا وہ لاچار کیا گیا اَلضُّرُّ (ص ۷۷) کے معنی بدحالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو جیسے علم وفضل و عفت کی کمی۔ خواہ بدن سے ہو جیسے کسی عضو کا ناقص ہونا۔ یا قلتِ مال کے سبب ظاہری حالت کا بُرا ہونا۔
اضطرار کے معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں اور عرف میں اس کا استعمال ایسے کام پر مجبور کرنے کے ہیں جسے وہ ناپسند کرتا ہو۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) ایک یہ کہ مجبوری کسی خارجی سبب کی بناء پر ہو۔ مثلاً مار پٹائی کی جائے یا دھمکی دی جائے حتیٰ کہ وہ کام کرنے پر رضامند ہو جائے یا زبردستی پکڑ کر اس سے کوئی کام کروایا جائے۔
مثلاً ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ۔ (۲: ۱۲۶) پھر میں اس کو عذاب دوزخ کے بھگتنے کے لئے لاچار کر دوں گا۔
(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ وہ مجبوری کسی داخلی سبب کی بناء پر ہو۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں
(ل) کسی ایسے جذبے کے تحت وہ کام کرے جسے نہ کرنے سے اسے ہلاک ہونے کا خوف ہو۔ مثلاً شراب یا قمار بازی کی خواہش سے مغلوب ہو کر شراب نوشی یا قمار بازی کا ارتکاب کر بیٹھے۔
(ب) کسی ایسی مجبوری کے تحت اس کا ارتکاب کرے کہ جس کے نہ کرنے سے اسے جان کا خطرہ ہو مثلاً بھوک سے مجبور ہو کر مردار کا گوشت کھانا۔ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ (۵: ۳) ہاں جو شخص بھوک میں ناچار ہو جائے۔ آیۃ ہذا میں بھی یہی صورت ہے (نیز ملاحظہ ہو ۶: ۱۴۵)
بَاغٍ وَّعَادٍ اصل میں بَاغِيٌ وَعَادِوٌ تھا۔ بَاغِيٌ۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ جس کی وجہ سے گر گیا۔ یٓ ساکن ہوا۔ اب ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی بَاغٍ ہوا۔
عَادِوٌ کی واو اسم فاعل میں کلمہ کے آخر میں واقع ہونے کی وجہ سے اور ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے یٓ ہو گئی اور پھر عمل متذکرہ بالا سے یٓ گر گئی۔ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ جو لذت کا جویا نہ ہو۔

اور نہ ہی حد سے تجاوز کرنے والا ہو۔

= فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ کے بعد فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ محذوف ہے یعنی بحالتِ لاچاری گناہ نہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۱۷۳)

۱۶: ۱۱۶ = وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ اس میں لام تعلیل کے لئے ہے مَا مصدریہ ہے الكذب تَصِفُ کا مفعول۔ اور هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ مقول القول یعنی ای لَا تَقُوْلُوْا: هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ یہ الکسائی اور الزجاج کا مذہب ہے ترجمہ یوں ہوگا اور جو جھوٹ موٹ تمہاری زبانوں سے نکلے اسے (بلا سند صحیح) حلال یا حرام مت قرار دیدو۔

اگرچہ اس کے متعلق بہت سے اقوال اور بھی ہیں مگر الکسائی اور الزجاج کے مذہب کو بہت سے مفسرین نے اختیار کیا ہے: ای لا تقولوا هذا حلل وهذا حرام لاجل وصف السنتكم الكذب (روح المعانی)

= لتفتروا۔ اس میں لام عاقبت کا ہے یعنی نتیجۃً تم (اللہ تعالیٰ پر) تہمت اور بہتان کا ارتکاب کروگے تَفْتَرُوْا۔ تم افترا کرو۔ تم جھوٹ باندھلو۔ افتراء (افتعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی لام کی وجہ سے گر گیا ہے۔

= لَا يُفْلِحُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) سے وہ کامیاب نہیں ہوں گے وہ فلاح نہیں پائیں گے۔

۱۶: ۱۱۷ = مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۔ ذٰلِكَ (محذوف) مبتدا۔ مَتَاعٌ خبر قَلِيْلٌ صفت خبر۔ یہ قلیل اور چند روزہ منفعت ہے۔ ای منفعة قليلة منقطعة عن قريب۔ یعنی قلیل عیش ومنفعت جو کہ عنقریب ختم ہو جانیوالی ہے۔ مطلب یہ کہ اس افترار سے ان کو کوئی طویل المدت نفع کثیر حاصل نہیں ہوگا بلکہ قلیل المدت وقلیل المقدار فائدہ ہو تو ہو۔

۱۶: ۱۱۸ = وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ کا اشارہ سورۃ الانعام کی آیت ۱۴۶ کی طرف ہے۔ جہاں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَا اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ۔ (۶: ۱۴۶) اور جو لوگ کہ یہودی ہوئے ان پر ہم نے سب کھر والے جانور حرام کر دیئے تھے اور گائے اور بکری میں سے ہم نے ان پر ان دونوں کی چربیاں حرام کی تھیں بجز اس (چربی) کے

جو ان کی پشتوں پر یا ان کی انتڑیوں میں لگی ہوئی ہو یا جو ہڈیوں سے ملی ہوئی ہو۔ ہم نے یہ سزا ان کو ان کی شرارت پر دی تھی اور ہم ہی یقیناً سچے ہیں۔

مِنْ قَبْلُ یا حَرَّمْنَا سے متعلق ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اس سے قبل ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام کی تھیں جن کا ذکر ہم نے تجھ سے کیا ہے۔

یا یہ قَصَصْنَا سے متعلق ہے اور ترجمہ یوں ہے ہم نے یہودیوں پر وہ چیزیں حرام قرار دے دی تھیں جن کا ذکر ہم تجھ سے قبل ازیں کر چکے ہیں۔

۱۶: ۱۱۹ = مِنْۢ بَعْدِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع توبہ ہے (جیسا کہ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سے ظاہر ہے) یا اس کا مرجع الاصلاح ہے جو کہ توبہ میں مندرج ہے اور توبہ کی تکمیل کے لئے شرط ہے۔

۱۶: ۱۲۰ = اُمَّـةً - یعنی اللہ کی ... وفرمانبرداری اور طاعات وحسنات میں پوری ایک جماعت کے برابر اور قائم مقام۔ دوسرے معنی میں امام یا مقتدا کے ہیں جو امور خیر میں بطور نمونہ کام دے۔ علمبردار صداقت وحق۔ نیز جو دنیا بھر سے الگ تھلگ ہو۔ اس قوم کو بھی اُمَّـة کہتے ہیں جس کی طرف کوئی رسول بھیجا گیا ہو۔

جماعت۔ طریقہ۔ دین اور مدت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ ہر وہ جماعت کہ جس میں کسی قسم کا کوئی رابطۂ اشتراک موجود ہے اسے بھی امت کہا جاتا ہے خواہ یہ اتحاد واشتراک مذہبی وحدت کی بنا پر ہو یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی وجہ سے ہو۔

= قَانِتًا۔ قُنُوْتٌ سے اسم فاعل۔ حالتِ نصب۔ فرماں بردار۔ اطاعت گذار

اَلْقُنُوْتُ (باب نصر) کے معنی خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں جیسے کہ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ (۲: ۲۳۸) اور خدا کے حضور ادب سے کھڑے رہا کرو خشوع اور خضوع اور خاموشی کے ساتھ۔

= حَنِيْفًا۔ یکسوئی سے حق کی طرف مائل ہونے والا۔ سب سے بے تعلق ہو کر ایک خدا کا ہو رہنے والا۔ حَنِيْف کی جمع حُنَفَآءُ۔

ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا حج کرتا اور ختنہ کراتا۔ عرب کے لوگ اسے حنیف کہہ کر پکارتے تھے۔ یعنی یہ دین ابراہیم کا پابند ہے۔

اُمَّـةً۔ قَانِتًا۔ حَنِيْفًا۔ شَاكِرًا بوجہ عمل کان منصوب ہیں۔

۱۶: ۱۲۱ = اَنْعُمِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی نعمتیں۔ اس کے احسانات۔ نِعْمَةٌ کی جمع

= اِجْتَبٰهُ ۔ اِجْتَبٰی یَجْتَبِیْ اِجْتِبَاءً (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ اس نے اس کو پسند کیا ۔ اس نے اس کو چھانٹ لیا ۔ منتخب کرلیا ۔ مُجْتَبٰی برگزیدہ ۔ منتخب شدہ ۔ پسند کیا ہوا ۔ پسندیدہ ۔

۱۶: ۱۲۲ = اٰتَیْنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہم نے اس کو دیا ۔ اَتٰیٌ مادہ ۔

۱۶: ۱۲۳ = حَنِیْفًا ۔ حال ہونے کی بنا پر منصوب ہے ابراھیم سے حال ہے یا جیساکہ ابنِ مالک کا قول ہے یہ مِلَّةَ کا حال ہے ۔

۱۶: ۱۲۴ = جُعِلَ ۔ جَعْلٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب ۔ مقرر کیا گیا ۔ ٹھہرایا گیا ۔ لازم کیا گیا
= اَلسَّبْتُ ۔ اس کے اصل معنی ہیں قطع کرنا ۔ سَبْتٌ کام کاج سے قطع تعلق کرلینا ۔ ہفتہ کا دن ۔ سنیچر کی تعظیم کرنا ۔ پہلے معنی کے اعتبار سے مصدر ہے یعنی کام کاج چھوڑ دینا ۔ سنیچر کی تعظیم کرنا ۔
دوسرے معنی کے لحاظ سے (کہ سبت بمعنی سنیچر کا دن ہے) اسم ہے جس کی جمع اَسْبُتٌ اور سُبُوْتٌ ہے ۔

= اِخْتَلَفُوْا فِیْهِ ۔ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا تھا ۔ یعنی حرمتِ سبت کے احکام کے بارہ میں اختلاف کیا تھا

= لَیَحْکُمُ ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے یَحْکُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُکْمٌ سے ۔ وہ ضرور فیصلہ کردے گا ۔

۱۶: ۱۲۵ = اُدْعُ ۔ دَعَا یَدْعُوْا دُعَاءٌ دَعْوَةٌ (ناقص واوی) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو دعوت دے ۔ تو بلا ۔ تو دعا کر ۔

= جَادِلْهُمْ ۔ جَادِلْ امر واحد مذکر حاضر ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ جَادَلَ یُجَادِلُ مُجَادَلَةً (مفاعلة) باہم مناظرہ کرنا ۔ باہم جھگڑنا ۔ تو ان سے مناظرہ و مباحثہ کر ۔

= اِنْ عَاقَبْتُمْ ۔ اگر تم (انہیں) سزا دینا چاہو ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ مُعَاقَبَةً بمعنی عقوبت کرنا ۔ سزا دینا ۔

اَلْعَقِبُ وَ الْعَقْبُ پاؤں کا پچھلا حصہ یعنی ایڑی ۔ اس کی جمع اَعْقَابٌ ہے بطور استعارہ عَقِبٌ کا لفظ بیٹے پوتے پر بھی بولا جاتا ہے جیساکہ قرآن مجید میں ہے ۔ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ (۴۳: ۲۸) اور یہی بات اپنی اولاد میں پیچھے چھوڑ گئے ۔

عَاقِبَةٌ ۔ یعنی انجام کار جیساکہ قرآن پاک میں ہے فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا اَنَّهُمَا فِي النَّارِ (۵۹: ۱۷)

دونوں کا انجام یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں داخل ہوئے۔ اس میں عاقبۃ کا لفظ استعارۃً عذاب کے لئے استعمال ہوا ہے۔

اور دوسری جگہ عَاقِبَۃ کا لفظ بطور ثواب کے بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۲۸ : ۸۳) اور انجام نیک (ثواب) تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔

۱۶ : ۱۲۶ فَعَاقِبُوْا امر۔ جمع مذکر حاضر۔ تم (ان کو) سزا دو۔

عُوْقِبْتُمْ : ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں سزا دی گئی۔ تمہیں ایذا پہنچائی گئی۔

۱۶ : ۱۲۷ = وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ اور آپ کا صبر بدوں توفیق من اللہ نہیں ہے۔ یعنی صبر کی توفیق بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے

= وَلَا تَکُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ کَوْنٌ مصدر۔ تو نہ ہو۔ تو مت ہو۔

= ضَیْقٍ۔ ضِیْقٍ۔ سَعَۃٌ (وسعت وکشادگی) کی ضد ہے۔ اور ضَیْقٌ بھی بولا جاتا ہے۔ ضَیْقَۃٌ کا استعمال فقر۔ بخل۔ غم اور اسی قسم کے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً آیۃ ہذا وَلَا تَکُ فِیْ ضَیْقٍ تو تنگ دل مت ہو۔ تو غم نہ کھا۔

ضَاقَ یَضِیْقُ تنگ ہونا۔

= یَمْکُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَکْرٌ سے۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

۱۶ : ۱۲۸ = مُحْسِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُحْسِنٌ واحد۔ نیکوکار۔ بھلائی کرنے والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

سُبْحٰنَ الَّذِیْ (۱۵)

بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل ﴿﴾ الکَهْفُ ﴿﴾

(۱۷) سُورۃ بنی اسرآئیل (۱۱۱)

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا۔

۱:۱۷ سُبْحَانَ۔ السَّبْحُ سے۔ جس کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ سَبَحَ (فتح) سَبْحًا و سَبَاحَةً وہ تیز رفتاری سے چلا۔ پھر استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (۲۱:۳۳) سب (اپنے اپنے) فلک یعنی مدار میں تیز رفتاری سے چل رہے ہیں۔ اور گھوڑے کی تیز رفتاری پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹:۳) اور فرشتوں کی قسم جو (آسمان وزمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں۔

اَلتَّسْبِیْحُ کے معنی تنزیہ الٰہی بیان کرنے کے ہیں۔ اصل میں اس کے معنی عبادت الٰہی میں تیزی کرنے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر فعل خیر پر ہونے لگا ہے جیسا کہ اِبْعَاد کا لفظ شر پر بولا جاتا ہے۔ اَبْعَدَهُ اللّٰهُ خدا اسے ہلاک کرے۔ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً فَبُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (۲۳:۴۱) ہم نے ان کو خس وخاشاک بنا دیا۔ سو خدا کی مار ظالم لوگوں پر۔

پس تسبیح کا لفظ قولی، فعلی، قلبی ہر قسم کی عبادت پر بولا جاتا ہے۔

الزجاج نے لکھا ہے کہ سُبْحَانَ مصدر ہونے کی بنا پر منصوب ہے یعنی مفعول مطلق ہونے کی جہ سے اور اس کا نصب ایک پوشیدہ فعل کی بنا پر ہے جس کا اظہار متروک ہو چکا ہے اس کی اصل یوں ہے اُسَبِّحُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ تَسْبِیْحًا۔ میں اللہ کی تسبیح کرتا ہوں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ الاتقان میں رقمطراز ہیں سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) اس کا نصب اور کسی اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ یا مضمر ہو جیسے سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (۲:۳۲) اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا فعل حذف کر کے اس کو اس کی جگہ قائم کر دیا گیا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ پاک ومنزہ ہے ہر قسم کے قبائح سے وہ ذات

اَسْرٰی۔ اِسْرَاءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب مادہ سَرْیٌ سے سَرٰی یَسْرِیْ (باب ضَرَبَ) اور اَسْرٰی یُسْرِیْ اِسْرَاءٌ (باب افعال) رات کے وقت سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ باب ضرب سے فعل لازم آتا ہے اور ب کے ساتھ فعل متعدی۔ جیسے سَرٰی بِہٖ اس نے اس کو رات کو سفر کرایا۔

ابو عبیدہ کے قول کے مطابق اَسْرٰی میں ہمزہ تعدیہ کے لئے نہیں ہے لہٰذا تعدیہ کے لئے اس کے ساتھ بھی ب کو لایا گیا۔ نیز بعض کے نزدیک اَسْرٰی لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ جو لے گیا اپنے بندے کو رات کے وقت۔

بعض کے نزدیک اَسْرٰی کا مادہ س ر ی سے نہیں جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے ہیں بلکہ یہ سَرَاۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کشادہ زمین کے ہیں۔ اور اصل میں اس کے لام کلمہ میں واؤ ہے (ناقص واوی ہے) پس اَسْرٰی کے معنی ہیں کشادہ زمین میں چلے جانا۔ جیسے اَجْبَلَ کے معنی ہیں وہ پہاڑ پر چلا گیا۔ اور اَتْھَمَ کے معنی ہیں وہ تہامہ میں چلا گیا۔ اس صورت میں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو وسیع اور کشادہ سرزمین میں لے گیا۔

نیز سَرَاۃٌ ہر چیز کے افضل اور اعلیٰ حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ اسی سے سَرَاۃُ النَّھَارِ ہے جس کے معنی دن کی بلندی کے ہیں۔

= لَیْلًا۔ رات کے ایک حصہ میں۔ ایک ہی رات کے تھوڑے وقت میں لَیْلًا یہ صیغہ نکرہ کے اضافہ سے یہ تاکید و تصریح مقصود ہے کہ اتنا بڑا سفر جو عادۃً کئی ہفتوں میں ممکن تھا۔ مافوق العادۃ کے طور پر رات کی چند گھڑیوں میں ہی انجام پا گیا۔ اسی تبعیض (بعض حصہ) کی بناء پر عبد اللہ اور حذیفہ نے مِنَ اللَّیْلِ پڑھا ہے جیسا کہ قول ہے اللہ تعالیٰ کا وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ (۱۷: ۷۹)

بوجہ اسریٰ کے ظرف زمان ہونے کے منصوب ہے۔

= اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی۔ موصوف و صفت، اَقْصٰی اسم التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بہت بعید۔ بہت دور۔ زیادہ دور۔ قَصَاءٌ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں۔ مسجد اقصیٰ کو باعتبار بعد کے جو مخاطبین قرآن (اہل عرب) سے تھی اَقْصٰی کہتے ہیں۔ مسجد اقصیٰ سے مراد بیت المقدس ہے

اس کا مادہ ق ص و (ناقص واوی) سے ہے قرآن مجید میں ہے اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی (۸: ۴۲) جس وقت تم (مدینے سے) قریب کے ناکہ پر تھے اور کافر بعید کے ناکہ پر۔

= حَوْلَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَوْلَ بمعنی گرد۔ حوالی۔ حَوْلَہٗ اس کے گرد۔ اس کے آس پاس۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مسجد اقصیٰ ہے۔

= نُرِيَهٗ ۔ نُرِيَ ۔ مضارع جمع متکلم ۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع عَبْدِهٖ ہے ہم اس کو دکھا دیں ۔
= مِنْ اٰيٰتِنَا ۔ مِنْ تبعیض کے لئے ہے بعض ۔کچھ ۔ اٰيٰتِنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ آیات جمع اٰيَةٌ کی ۔نشانیاں ۔ عجائبات قدرت ۔ اپنے عجائبات قدرت میں سے بعض ۔چند ۔کچھ عجائبات
یہاں التفات ضمائر ہے ۔ پہلے خداوند تعالیٰ کو ضمیر واحد مذکر غائب سے بیان فرمایا ۔ پھر بٰرَكْنَا اور نُرِيَهٗ میں جمع متکلم کا صیغہ استعمال ہوا ۔ یہ فصاحت وبلاغت کے لئے ہے یا یہ برکات وآیات کے اظہار عظمت وتکریم کے لئے ہے ۔
= السَّمِيْعُ ۔ سَمْعٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہے ۔ سننے والا ۔
= اَلْبَصِيْرُ ۔ دیکھنے والا ۔ جاننے والا ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے
۲:۱۷ = جَعَلْنٰهُ ۔ جَعَلْنَا ۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے اس کو کیا ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الْكِتٰبَ ہے یعنی تورات جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی
= اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر ۔ نون اعرابی حذف ہو گیا ہے تم مت پکڑو ۔ تم مت اختیار کرو ۔ تم مت بناؤ ۔ اَلَّا ۔ اَنْ لَا ہے اَنْ کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔ کہ آیا یہ تفسیریہ ہے ، ناہیہ ہے ، مصدریہ ہے ۔ یا اَنْ اور اس کا مابعد الكتاب کا بدل ہے ۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے کہ اَلَّا تَتَّخِذُوْا ۔ ای قلنا لھم لا تتخذوا ۔ تقدیر کلام ہے ۔
= مِنْ دُوْنِيْ ۔ میرے سوا ۔ مجھے چھوڑ کر ۔ دُوْنَ ۔ ورے ۔ سوائے ۔ غیر ۔ ی ضمیر اضافت واحد متکلم ۔
= وَكِيْلًا ۔ صفت مشبہ ۔ نکرہ ۔ منصوب وَكْلٌ سے بمعنی کارساز ۔ ذمہ دار ۔ مددگار ۔ وکیل ۔ اس کارساز کو کہتے ہیں جس کو اپنے تمام امور سپرد کر دیئے جائیں ۔
۳:۱۷ = ذُرِّيَّةَ ۔ اولاد ۔ اصل میں تو چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذُرِّيَّت ہے مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی سب اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔ اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے مگر واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے ذُرِّيَّةَ بوجہ ندا کے ہے اس سے پہلے حرف ندا یا محذوف ہے ۔ ذُرِّيَّةَ مضاف ہے اور مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ مضاف الیہ ہے ۔ یا ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی پر سوار کیا تھا ۔ اس کے بعد اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا کا جملہ ، جملہ معترضہ حضرت نوح علیہ السلام کی تعریف میں ہے تو گویا اَلَّا تَتَّخِذُوْا ...... الخ

کی تقدیر ہے وقلنا لھم لا تتخذوا من دونی وکیلا یا ذریۃ من حملنا مع نوح۔ اور ہم نے ان سے (بنی اسرائیل سے) کہا کہ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح (علیہ السلام) کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا مجھے چھوڑ کر (کسی کو) اپنا کارساز مت ٹھہراؤ۔

شَکُوْرًا ۔ نصب بوجہ عمل کانَ کے ہے شَکُوْرٌ۔ شکر گذار

۱۷:۴ = قَضَیْنَا اِلٰی۔ ای اعلمناھم واخبرناھم۔ ہم نے (بنی اسرائیل کو) آگاہ کر دیا تھا۔ بتا دیا تھا۔ (قَضٰی اِلٰی) کسی کو بتانا۔ کسی کو وضاحت کے ساتھ بتانا۔ قَضَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔

= الکِتٰبُ ۔ ای التوراۃ۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ۔ لَتُفْسِدُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِفْسَادٌ (افعال) تم ضرور فساد کرو گے۔ تم ضرور خرابی پھیلاؤ گے۔ بعض کے نزدیک لامؔ، لام قسم ہے! اور تقدیر کلام ہے وَاللّٰہِ لَتُفْسِدُنَّ ۔ خدا کی قسم تم ضرور فساد مچاؤ گے۔

فِی الْاَرْضِ ۔ زمین میں یہاں ارض سے مراد ارض شام اور بیت المقدس ہے۔

= وَلَتَعْلُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) سے۔ تم چڑھ جاؤ گے تم سرکشی کرو گے۔ لَتُفْسِدُنَّ کی طرح لَتَعْلُنَّ میں بھی لام للقسم ہو سکتی ہے۔ اَلْعُلْوُ کسی چیز کا بلند ترین حصہ۔ یہ سُفْلٌ کی ضد ہے اَلْعُلُوُّ بلند ہونا۔ مذموم معنوں میں فساد کرنا۔ سرکشی کرنا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ (۲۸:۸۳) جو زمین میں سرکشی کرنا نہیں چاہتے۔

وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا اور تم بڑی سرکشی کا ارتکاب کرو گے (خلق پر ظلم وستم کر کے اور خالق کے قانون سے بغاوت کر کے)

= مَرَّتَیْنِ ۔ دو مرتبہ۔ الکشاف میں ہے۔ پہلی مرتبہ قتل حضرت زکریا علیہ السلام وحبس ارمیا نبیؑ۔ اور دوسری مرتبہ قصد قتل عیسیٰ علیہ السلام بمعہ عام ظلم وستم کے)

آیات ۴ ۔ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۔۴ کے بعد۔ اور اس کے بعد نتیجۃً تمہیں سخت عذاب دیا جائیگا۔ کے الفاظ محذوف ہیں۔

۱۷: ۵ = فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰھُمَا پھر جب ان دو باریوں میں سے پہلی مرتبہ کے وعدہ کا وقت آیا۔

= بَعَثْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے بھیجا۔ بَعْثٌ سے۔ یہاں بعثت سے۔ اور تشریعی بعثت نہیں کہ کسی رسول یا نبی کو بھیجا گیا بلکہ محض تکوینی بعثت مراد ہے۔

پھر تشریعی بعثت کے لئے بَعَثَ اِلٰی استعمال ہوا ہے کہ نبی ہمیشہ کسی قوم کی طرف اس کی بہتری کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور یہاں بَعَثَ عَلٰی استعمال ہوا ہے کہ سزا [illegible] مبعوث کو بھیجا گیا۔

مفسرین کے نزدیک یہاں ۵۸۶ ق۔م میں بخت نصر تاجدار بابل و نینوا کے ہاتھوں بنی اسرائیل کی تباہی و بربادی کی طرف اشارہ ہے۔

= عِبَادًا۔ عَبْدٌ کی جمع۔ بندے۔ عِبَادًا لَّنَآ۔ ہمارے بندے (بلاتخصیص ان کے اعتقادات کے) یہاں مراد ہے۔ وہ انسان جو عذاب الٰہی کے کارندوں کی حیثیت سے ان پر مسلط کئے گئے تھے۔

= اُولِیْ۔ والے۔ اُولُوْا سے اُولُوْا جمع ہے اس کا واحد نہیں۔ اگرچہ بعض ذُوْ کو اس کا واحد بیان کرتے ہیں اُولُوْا بحالت رفع اور اُولِیْ بحالت نصب وجر۔

اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ۔ سخت قوت والے۔ سخت جنگ جو۔

= بَاْسٍ قوت، بہادری۔ خوف۔ عذاب۔ جنگ۔ لَا بَاْسَ کوئی خوف نہیں۔ لَا بَاْسَ فِیْ ذٰلِكَ۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

المفردات میں ہے کہ البُؤْسُ والبَاْسُ وَالبَاْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں مگر بُؤْسٌ کا لفظ زیادہ تر فقر و فاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے اور البَاْسَاءَ اور البَاْسُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے مثلاً وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا (۴:۸۴) اور خدا لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سزا دینے کے لحاظ سے بھی بہت سخت ہے۔

= جَاسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وہ گھس پڑے۔ وہ داخل ہو گئے جَوْسٌ سے (باب نصر) لوٹ مار کے لئے گھس پڑنا۔

= خِلٰلَ۔ درمیان۔ بیچ۔ وسط۔ خَلَلٌ کی جمع ہے۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی۔

فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ۔ وہ (تمہاری) آبادیوں میں (لوٹ مار کے لئے) گھس گئے۔

= وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا۔ میں وَعْدًا۔ كَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔ اسم کان محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَكَانَ (وَعْدُ الْعِقَابِ) وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ای لا بدّ ان یُّفعل۔ اور سزا و عذاب کا وعدہ پورا ہو کر رہنا تھا۔

۱۷:۶ = رَدَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے لوٹا دیا۔ ہم نے واپس کر دیا۔ ہم نے پلٹ دیا۔ لَكُمْ تمہارے حق میں۔

= اَلْكَرَّةَ۔ اَلْكَرُّ کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ یہ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع كُرُوْرٌ ہے (مادہ کرر) اسی سے اَلْكَرَّةَ۔ بمعنی دوسری بار۔ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ پھر ہم نے دوسری بار تم کو ان پر غلبہ دیا۔

= اَمْدَدْنٰكُمْ۔ ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تمہاری مدد کی اِمْدَادٌ

(اِفْعَالٌ) سے۔
= نَفِیْرًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے اَکْثَرَ سے نَفِیْرٌ کنبہ یا قبیلہ کے افراد۔ یا یہ نَفَرٌ کی جمع ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے اور کَلْبٌ کی جمع کَلِیْبٌ ہے۔ یا نَفَرَ یَنْفِرُ (ضَرَبَ) سے مصدر ہے۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔ نَفَرَ الْقَوْمُ لِلْقِتَالِ قوم لڑائی کے لئے نکلی۔
اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ای اکثرعددا۔ جَعَلْنٰکُمْ اَکْثَرَ نَفِیْرًا۔ ہم نے تم کو کثیر التعداد بنادیا۔

۱۷: ۷ = اَسَاْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم بُرائی کروگے۔ یا تم نے بُرائی کی۔ تم نے بُرا کیا۔ اِسَاءَۃٌ سے مادہ سُوْءٌ۔
= فَلَهَا۔ میں لام بمعنی عَلٰی ہے جیسا کہ وَعَلَیْھَا مَا اکْتَسَبَتْ (۲: ۲۸۶) اور جو بد عمل) اس نے اپنے ارادہ واختیار سے کئے (اس کا برا نتیجہ عذاب وسزا کی صورت میں بھی) اسی پر ہوگا۔
یا یہ لام استحقاق کے لئے ہے جیسا کہ ارشاد حق تعالیٰ ہے لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ (۹: ۶۱) (اور جو دکھ پہنچاتے ہیں اللہ کے رسول کو) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
یا یہ لام اختصاص کے لئے ہے کہ اچھے اور بُرے کام کی جزا وسزا اس کے کرنے والے کے لئے مختص ہے یعنی وہی بھگتے گا۔
= وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ۔ دوسرا وعدہ۔ یعنی تمہاری دوسری دفعہ کی ظلم وتعدی وسرکشی ونافرمانی کے نتیجہ میں سرزنش وعذاب دینے کا وقت یا عذاب دینے کی نوبت۔
= لِیَسُوْٓءٗا .... الخ۔ تقدیر کلام ہے فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ بَعَثْنَا عَلَیْکُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ لِیَسُوْٓءٗا .... الخ
یعنی اور جب دوسرا وعدہ آگیا تو ہم نے اپنے طاقت ور۔ جنگ جو سخت بندے تمہارے خلاف بھیجے۔ تاکہ غمناک بنادیں یا بگاڑ دیں تمہارے چہروں کو .... الخ
مفسرین کے نزدیک اس کا اشارہ ۷۰ عیسوی میں رومی شہنشاہ طیطاؤس (TITUS) کے ہاتھوں ارض شام وبیت المقدس کے تاخت وتاراج کی طرف ہے۔
لِیَسُوْٓءٗا۔ میں لام تعلیل کی ہے۔ یَسُوْٓءٗا مضارع جمع مذکر غائب سَوْءٌ مصدر (باب نصر) تاکہ وہ بگاڑ دیں۔ اور جگہ ارشادِ ربانی ہے فَلَمَّا رَاَوْہُ زُلْفَۃً سِیْٓئَتْ وُجُوْہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا (۶۷: ۲۷) پھر جب وہ اس (قیامت) کو پاس آتا دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے۔ اور یہاں چہروں کو بگاڑنے سے مُراد ہے کہ ان کی مالی۔ ملکی۔ اخلاقی۔ دنیوی۔ دینی حالت کو

تہس نہس کرکے بالکل مسخ کردینا۔

سَاءَ یَسُوْءُ سُوْءٌ (باب نصر) افعال ذم سے ہے۔

= لِیُتَبِّرُوْا۔ لام برائے تعلیل، یُتَبِّرُوْا مضارع جمع مذکر غائب باب تفعیل۔ تَبَّرَ یُتَبِّرُ تَتْبِیْرًا۔ تاکہ تباہ وبرباد کردیں۔ تَبْرٌ ہلاک کرنا۔

لِیَسُوْءٗ۔ لِیَدْخُلُوْا۔ لِیُتَبِّرُوْا ان تینوں افعال میں لام برائے تعلیل ہے۔

= مَا عَلَوْا۔ اس میں مَا موصولہ ہے عَلَوْا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ عُلُوٌّ سے۔ وہ غالب آئے مَا عَلَوْا جس پر وہ قابو پائیں۔ یہ مفعول ہے لِیُتَبِّرُوْا کا۔ لِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا۔ تاکہ وہ جس پر قابو پائیں اس کو تباہ وبرباد کرکے رکھ دیں۔

۱۷: ۸ = عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ (عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے) یہ خطاب ان اسرائیلیوں سے ہے جو قرآن کے معاصر اور براہ راست مخاطب تھے۔

اس سے قبل ان تبتم عن المعاصی وتؤمنوا باللہ وبرسولہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) محذوف ہے یہ اس جملہ شرطیہ کا جواب ہے عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ

= اِنْ عُدْتُّمْ۔ یہ جملہ شرطیہ ہے اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے۔

عُدْنَا۔ جواب شرط۔ تو (اس کی سزا وعذاب دینے کے لئے) ہم بھی دوبارہ (ایسا ہی) کریں گے (جیسا کہ پہلے تمہیں سزا دی تھی) عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ باب نَصَرَ) پھر آنا۔ پھر کرنا۔ کسی چیز سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنا۔

یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی اگر تم سرکشی کی طرف دوبارہ پھرے تو پھر ہم بھی دوبارہ سزا دہی کی طرف رجوع کریں گے۔

= حَصِیْرًا۔ زندان خانہ۔ قید خانہ۔ بندی خانہ۔ حَصْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قید خانہ روکنے والا ہوتا ہے اور بمعنی مفعول بھی کیونکہ وہ رکا ہوا ہوتا ہے۔

۱۷: ۹ = لِلَّتِیْ ھِیَ اَقْوَمُ۔ ای الی الطریقۃ التی ھی اصوب (بیشک یہ قرآن رہنمائی کرتا ہے) اس راستہ کی جو صائب ترین ہے یا الی الکلمۃ التی ھی اعدل۔ یا (رہنمائی کرتا ہے) اس کلمہ کی طرف (لا الٰہ الا اللہ) جو موزوں ترین ہے۔

= یُبَشِّرُ۔ بشارت دیتا ہے۔ خوشخبری دیتا ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) سے اس کا فاعل القرآن ہے۔

۱۷: ۱۰ = اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِعْتَادٌ (اِفْعَالٌ) سے ہم نے تیار کیا۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

۱۷: ۱۱ = یَدْعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ سے باب نصر وہ دعا مانگتا ہے وہ دعا کرتا ہے

ـــ دُعَآءَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دعا کرنا۔ اس کا دعا مانگنا ای کدعائہ بالخیر۔ اپنی بھلائی کی دعا کی طرح۔ یعنی جس طرح اس کو اپنی بھلائی کی دعا کرنی چاہیئے بلاتامل اسی طرح وہ اپنی برائی کے لئے بھی دعا کر دیتا ہے (نتائج سے لاپرواہی کرتے ہوئے)

آیت ۱۰۔۹ میں بالوضاحت ارشاد فرمایا گیا کہ مؤمنین صالحین کے لئے اجر کبیر (یعنی جنت) ہے اور منکرین وکافرین کے لئے عذاب الیم (دوزخ) ہے۔ لیکن بعض لوگ یعنی کافر سزا و عذاب کے لئے بھی یوں بار بار دعائیں کرتے ہیں جیسے وہ جزا یا رحمت کے لئے کر رہے ہوں۔ مثلاً کفار مکہ کہ وہ اپنے اس احمقانہ پن میں بار بار کہتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا (ای القراٰن) ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ (۸: ۳۲) اے اللہ اگر یہ قرآن تیری طرف سے سچ ہے (تو ہمارے اس انکار پر) تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یا لے آ ہم پر دردناک عذاب۔

یا مثلاً ان سے قبل قوم ہود (علیہ السلام) نے کہا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ہ (۷: ۷۰) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو۔ یا حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے کہا وَقَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (۷: ۷۷) اور انہوں نے کہا کہ اے صالح لے آ ہم پر اس عذاب کو جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو اگر تم (سچ مچ) اللہ کے فرستادگان میں سے ہو۔

یا مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا کہنا قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَکْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۱۱: ۳۲) اے نوح تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ عذاب جس کی تم ہمیں دھمکی دیتے ہو۔

صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:

یہ جواب ہے کفار مکہ کی ان احمقانہ باتوں کا جو وہ بار بار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ بس لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈرایا کرتے ہو۔ اوپر کے بیان کے بعد معاً یہ فقرہ ارشاد فرمانے کی غرض اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ بے وقوفو! خیر مانگنے کی بجائے عذاب مانگتے ہو تمہیں کچھ اندازہ بھی ہے کہ خدا کا عذاب جب کسی قوم پر آتا ہے تو اس کی کیا گت بنتی ہے!

اور اگر اس آیت سے یہ مطلب لیا جاوے کہ یہ خطاب سب انسانوں کے لئے ہے تو اس بارہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

انسان کبھی کبھی دلگیر اور ناامید ہو کر اپنی سخت غلطی سے خود اپنے لئے برائی کی دعا مانگنے لگتا ہے

کبھی اپنے مال واولاد کے لئے بد دعا کرنے لگتا ہے کبھی موت کی کبھی ہلاکت کی کبھی بربادی کی دعا کرتا ہے لیکن اس کا خدا خود اس سے بھی زیادہ اس پر مہربان ہے اِدھر یہ دعا کرے اُدھر وہ قبول فرمائے تو ابھی ہلاک ہوجاتے۔

حدیث شریف میں بھی ہے کہ اپنی جان و مال کے لئے بد دعا نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی قبولیت کی ساعت میں ایسا کوئی کلمۂ بد زبان سے نکل جائے (اور وہ بد دعا اپنے خلاف ہی قبول ہوجائے) اس کی وجہ صرف انسان کی اضطرابی حالت اور اس کی جلد بازی ہے۔ یہ ہے ہی جلد باز۔

= عَجُوْلًا عجل سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلد باز۔ بوجہ خبر کَانَ منصوب ہے۔

۱۲:۱۷ = مَحَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ مَحْوٌ مصدر۔ باب نصر۔ ہم نے مٹا دی۔ ہم مٹا دیتے ہیں۔ ناقص واوی ہے لیکن ناقص یائی بھی آیا ہے۔ ابواب ضرب وسمع سے اور اس کا معنی بھی یہی ہے مٹانا۔ اثر زائل کرنا۔ مَحْوٌ کا اگرچہ اصل معنی مٹا دینا اور اثر زائل کرنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اس سے مراد مدہم کردینا۔ یا دھندلا دینا ہے۔

فَمَحَوْنَا اٰیَةَ الَّیْلِ۔ ہم نے مدہم کردیا رات کی نشانی کو۔ یا دھندلا بنادیا رات والی نشانی کو۔ یعنی رات کو دن کے مقابلہ میں تاریک رکھا۔ اگر رات جزوی طور پر یا کلی طور پر چاندنی ہو تو بھی دن کے مقابلہ میں تاریک ہے اور یہ تاریکی عدم مشغولیت کے لئے ہے تاکہ رات کے وقت انسان آرام کرے جیسا کہ اور جگہ فرمایا ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَالنَّھَارَ مُبْصِرًا (۱۰:۶۷) وہ وہی اللہ تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ اور دن کو بنایا، دکھلانے والا۔

یا اور جگہ فرمایا۔ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ لِبَاسًا وَّ النَّھَارَ مَعَاشًا (۷۸: ۱۰-۱۱) اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنا دیا اور ہم نے دن کو معاش (روزی کمانے) کا وقت بنا دیا۔

= مُبْصِرَةً۔ خود روشن اور دوسری چیزوں کو روشن کرنے والی۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب

= لِتَبْتَغُوْا۔ میں لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) سے اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی لام تعلیل کے عمل سے حذف ہوگیا۔ کہ تم تلاش کرو۔ تم ڈھونڈو تم چاہو۔

= فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ۔ فَضْلًا۔ روزی۔ رزق۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۶۲: ۱۰) پھر جب نماز پوری ہوچکے تو زمین پر چلو پھرو۔ اور اللہ کا رزق تلاش کرو۔

اَلْفَضْلُ کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں اور اس کی

دو قسمیں ہیں (۱) محمود۔ جیسے علم وحلم وغیرہ کی زیادتی (۲) مذموم۔ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا۔ لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

جب فضل کے معنی ایک چیز کے دوسری پر زیادتی کے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱۔ برتری بلحاظ جنس کے ہو۔ جیسے جنس حیوان کا جنس نباتات سے برتر ہونا۔

۲۔ یہ برتری بلحاظ نوع کے ہو جیسے نوع انسان کا نوع حیوان سے برتر ہونا۔ جیسے فرمایا وَلَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ .... وَفَضَّلۡنٰهُمۡ عَلٰی کَثِیۡرٍ مِّمَّنۡ خَلَقۡنَا تَفۡضِیۡلًا (۱۷: ۷۰) اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی .... اور اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔

۳۔ افضلیت بلحاظ ذات۔ مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص سے برتر ہونا

اول الذکر دونوں قسم کی فضیلت بلحاظ جوہر ہوتی ہے جن میں ادنیٰ ترقی کر کے اپنے سے اعلیٰ درجہ کو حاصل نہیں کر سکتا۔ مثلاً گھوڑا اور گدھا کہ دونوں انسان کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ البتہ تیسری قسم کی فضیلت من حیث الذات ہے اور چونکہ کبھی عارضی ہوتی ہے اس لئے اس کا اکتساب عین ممکن ہے اور یہی تیسری قسم کی فضیلت ہے جسے محنت اور سعی سے حاصل کیا جا سکتا ہے!

ہر وہ عطیہ جو دینے والے پر لازم نہیں آتا وہ فضل کہلاتا ہے:۔

ذٰلِكَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ (۵: ۵۴) یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرے

لِتَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ تاکہ تم اپنے پروردگار کا رزق تلاش کرو۔

= وَالۡحِسَابَ۔ اور (دوسرے سارے) حساب۔ دنیا اور دین کے سارے کاروبار جو وقت اور زمانے سے متعلق ہیں۔

= وَكُلَّ شَیۡءٍ فَصَّلۡنٰهُ تَفۡصِیۡلًا اور ہم نے ہر (ضروری) شے کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہے مصدر کو آخر میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۷: ۱۳ = وَكُلَّ اِنۡسَانٍ اَلۡزَمۡنٰهُ۔ ہم نے ہر انسان کے لئے لازم کر دیا ہے۔ ہم نے اس کے لئے لگا دیا ہے۔ اَلۡزَمۡنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِلۡزَامٌ سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع كُلَّ اِنۡسَانٍ ہے۔

= طٰٓئِرَهٗ۔ ہر وہ پروں والا جانور جو فضا میں حرکت کرتا ہے اسے طائر کہتے ہیں۔

طَارَ یَطِیۡرُ طَیۡرٌ وَطَیَرَانٌ وَطَیۡرُوۡرَةٌ پرندہ کا اڑنا۔ طَآئِرٌ کی جمع طیر ہے۔ جیسے رَاكِبٌ کی جمع رَكۡبٌ ہے۔ پرندے کے اڑنے کے معنی میں طَارَ یَطِیۡرُ کا اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً وَلَا طَآئِرٍ یَّطِیۡرُ بِجَنَاحَیۡهِ (۶: ۳۸) اور نہیں ہے کوئی پرندہ جو اپنے دونوں پروں سے اڑتا ہے

(مگر یہ کہ وہ سب تمہاری ہی طرح کے گروہ ہیں) اَطَّیَّرَ وَ تَطَیَّرَ خَلَادَنٌ۔ اس کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں پھر یہ ہر اس چیز کے لئے استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جائے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا تَطَیَّرْنَا بِکُمْ (۳۶: ۱۸) ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں ۔ اور اِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوْا (۷: ۱۳۱) اگر ان کو سختی پہنچتی ہے تو بدشگونی لیتے ہیں یعنی موسیٰ علیہ السلام کو باعث نحوست سمجھتے ہیں۔ اور قَالُوْا طَائِرُکُمْ مَّعَکُمْ (۳۶: ۱۹) انہوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

یہاں طائر سے مراد انسان کے نیک وبد اعمال ہیں۔ جو اپنے انجام میں لبطور جزو لانیفک اس کے ساتھ لازم کر دیئے گئے ہیں۔ طٰئِرَہٗ اس کے اعمال کی شامت اس کی بُری قسمت۔ اَلْزَمْنٰہُ فِیْ عُنُقِہٖ محاورہ عرب میں شدتِ لزوم اور کمال ربط کے اظہار کے لئے آتا ہے

امام راغب لکھتے ہیں۔ انسانی اعمال کو طائر اس لئے کہا گیا ہے کہ عمل کے سرزد ہونے کے بعد انسان کو یہ اختیار نہیں رہتا کہ اسے واپس لے سکے۔ گویا وہ اس کے ہاتھوں سے اڑ جاتا ہے۔

وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰہُ طٰٓئِرَہٗ فِیْ عُنُقِہٖ اور ہم نے ہر انسان کی بُری قسمت کو اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= یَلْقٰہُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کِتٰبًا ہے لَقِیٌّ مصدر باب سمع وہ اس کو پائے گا۔

= مَنْشُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ نَشْرٌ سے۔ کھلا ہوا۔

المفردات میں ہے۔ اَلنَّشْرُ۔ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے اور صحیفے کے پھیلانے بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کے مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں اور جگہ آیا ہے وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱: ۱۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔

۱۷: ۱۴ = اِقْرَأْ۔ تو پڑھ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ قِرَاءَۃٌ مصدر۔ باب فتح و نصر سے مستعمل ہے! اس سے قبل یُقَالُ لَہٗ مقدر ہے۔ ای یقال لہ اقرأ۔ اس سے کہا جائیگا پڑھ۔

= کِتٰبَکَ۔ ای کتاب اَعمالِکَ۔ اپنا نامۂ اعمال۔

= کَفٰی بِنَفْسِکَ الْیَوْمَ عَلَیْکَ حَسِیْبًا۔ بِنَفْسِکَ میں باء زائدہ ہے۔ نَفْسِکَ مضاف مضاف الیہ مل کر کَفٰی کا فاعل ہے۔ یعنی حساب لگانے میں آج تو خود ہی کافی ہے۔ تیری اپنی ذات ہی

کافی ہے (یعنی تیرا نامۂ اعمال بذاتِ خود تجھ پر تیرے دنیاوی اعمال کی حقیقت واضح کر دیگا)
کَفٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب ماضی بمراد استمرار ہے یعنی اس طرح کفایت کرنیوالا ۔ ضرورت پوری کرنے والا کہ اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے ۔ کِفَایَۃٌ مصدر ۔ اسم مصدر بھی ہے ۔ وہ چیز جو ضرورت کو پوری کر دے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے ۔ اسی سے اَلْکَافِیْ ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کہ وہ ذات پاک ضرورت کو پوری کرنے والی ہے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں ۔

حَسِیْبًا ۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے ۔ حساب لینے والا ۔ حساب کرنیوالا ۔

۱۷: ۱۵ == اِھْتَدٰی ۔ راہ پر آیا ۔ اس نے ہدایت اختیار کی ۔ اِھْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے ماضی واحد مذکر غائب ۔

== عَلَیْھَا ۔ ای علیھا وبال الضلال ۔ اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہے ۔

== لَا تَزِرُ ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب ۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی ۔ وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے وِزْرٌ (باب ضرب) سے وَازِرَۃٌ بوجھ اٹھانے والی ۔ نفس کی رعایت سے فاعل کو مؤنث لایا گیا ہے

== اُخْرٰی ۔ اٰخَرُ و اٰخِرُ کا مؤنث ہے ۔ دوسری ۔ پچھلی ۔ وِزْرَ اُخْرٰی ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ دوسرے کا بوجھ ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسری کا بوجھ نہیں اٹھائیگی

== مَا کُنَّا ۔ ماضی منفی ۔ جمع متکلم ۔ ہم نہیں تھے ۔ یا ہم نہیں ہیں ۔

== نَبْعَثَ ۔ مضارع منصوب ۔ جمع متکلم بَعْثٌ مصدر ۔ (باب فتح) ہم بھیج دیں ۔

۱۷-۱۶ == اَمَرْنَا ۔ اَمْرٌ سے ۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے حکم دیا ۔

اَمَرْنَا کے متعلق مختلف اقوال ہیں ۔

۱ ۔ بعض نے کہا ہے کہ اَمَرْنَا بمعنی اَمَّرْنَا ہے یعنی ہم امیر بنا دیتے ہیں یعنی حاکم کر دیتے ہیں اہل ثروت کو ۔ اور وہ دولت واقتدار کے نشے میں فسق وفجور کا ارتکاب کرتے ہیں ۔

۲ ۔ بعض کے نزدیک اَمَرْنَا بمعنی اَکْثَرْنَا ہے یعنی ہم اہل ثروت کی تعداد کثیر کر دیتے ہیں اور وہ دولت کے نشے میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں ۔

۳ ۔ بعض کے نزدیک اَمَرْنَا مُتْرَفِیْھَا کے بعد یہ عبارت مقدر ہے بِالطَّاعَۃِ عَلٰی لِسَانِ الرَّسُوْلِ یعنی ہم وہاں کے اہل ثروت اشخاص کو ان کے رسول کے ذریعہ اطاعت کا حکم دیتے ہیں لیکن وہ نافرمانی کرتے ہیں ۔

== مُتْرَفِیْھَا ۔ اسم مفعول جمع مذکر حالت نصب ۔ مضاف ھا مضاف الیہ ضمیر بستی کی طرف راجع ہے اصل میں مُتْرَفِیْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا ۔ بستی کے دولت مند ۔ اہل ثروت

صاحب اقتدار لوگ۔

مُتْرَفِیْ۔ صاحبِ دولت۔ اسم فاعل۔ اِتْرَافٌ (افعال) سے جس کے معنی عیش و آرام دینا۔ فراغت کی زندگی دینا ہے۔ اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوش حالی دی گئی۔ فَھُوَ مُتْرَفٌ۔ پس وہ آسودہ حالی اور کثرت دولت سے بدمست ہے۔ اَتْرَفَتْہُ النِّعْمَۃُ۔ عیش نے اس کو بے راہ کردیا۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاَتْرَفْنٰھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲۳:۳۳) اور دنیا کی زندگی میں ہم نے ان کو آسودگی دے رکھی تھی۔

= فَحَقَّ عَلَیْھَا الْقَوْلُ۔ ای فوجب علیھا الوعید۔ پس عذاب کا فرمان ان پر واجب ہوجاتا ہے۔ اَلْقَوْلُ۔ ای کلمۃ العذاب۔

= فَدَمَّرْنٰھَا تَدْمِیْرًا۔ فَ عطف سببی کے لئے ہے دَمَّرْنَا۔ فعل با فاعل ھَا مفعول تَدْمِیْرًا۔ مصدر برائے تاکید لایا گیا ہے۔ پس ہم اس کو تہس نہس کر دیتے ہیں۔

دَمَّرَ یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) ہلاک کرنا۔ اکھاڑ مارنا۔ تباہی لا ڈالنا۔

اور جگہ ارشاد ہے دَمَّرَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ (۴۷:۱۰) اللہ تعالیٰ نے ان پر تباہی ڈال دی۔

۱۷:۱۷ = کَمْ۔ خبریہ ہے۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ۔ میں نے کتنے ہی مردوں کو پیٹا۔

اس صورت میں کبھی اس کی تمیز سے پہلے مِنْ جارہ آتا ہے۔ جیسے کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً (۲:۲۴۹) کتنے ہی قلیل التعداد گروہ کثیر التعداد گروہوں پر غالب آگئے۔ یا کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً (۲۱:۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالا۔

آیۃ ہذا میں کَمْ خبریہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اس کی دوسری صورت استفہامیہ ہے اس حالت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ مثلاً کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔

= اَلْقُرُوْنِ۔ وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

قَرْنٌ۔ واحد۔ ایک زمانہ کے آدمی۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو۔

= وَکَفٰی بِرَبِّکَ۔ میں بِ زائدہ ہے وکَفٰی رَبُّکَ .....

وَکَفٰی بِرَبِّکَ بِذُنُوْبِ عِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا اور اپنے بندوں کے گناہوں کی بابت خبر رکھنے اور ان کو دیکھنے کے لئے تیرا رب ہی کافی ہے، کسی اور کی ضرورت نہیں۔

۱۷: ۱۸ = اَلْعَاجِلَۃَ۔ جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسود گی مراد ہے عَجَلٌ۔ عَجَلَۃٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ اَلْعَاجِلَۃَ صفت ہے اس کا موصوف الدار محذوف ہے العاجلۃ سے مراد دار دنیا ہے۔

= عَجَّلْنَا۔ ہم نے جلدی کی۔ تَعْجِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ عَجَّلْنَا لَہٗ۔ ہم اس کو جلدی دیدیتے ہیں۔

= فِیْھَا۔ ای فی تلک الدار العاجلۃ۔ ای فی الدنیا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الدار العاجلۃ۔ یعنی دار دنیا ہے۔

= یَصْلٰھَا۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ داخل ہوگا۔ صَلٰی یَصْلٰی (باب فتح) باب سَمِعَ مصدر صَلْیٌ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَھَنَّمَ کی طرف راجع ہے۔ یَصْلٰھَا وہ اس (جہنم) میں داخل ہوگا

= مَذْمُوْمًا۔ اسم مفعول۔ مذمت کیا ہوا۔ ذَمَّ یَذُمُّ (نصر) ذَمٌّ و مَذَمَّۃٌ سے برائی کرنا۔ عیب جوئی کرنا۔ مذمت کرنا۔ اَذَمَّۃٌ کسی کو پناہ دے کر اپنی حفاظت میں لینا۔ اَلذِّمَامَۃُ کفالت۔ ذمہ داری۔ اَنْتَ فِیْ ذِمَّۃِ اللہِ۔ تو اللہ کی پناہ میں ہے۔

= مَدْحُوْرًا۔ اسم مفعول۔ ٹھکرایا ہوا۔ راندہ ہوا۔ الدَّحْرُ وَالدُّحُوْرُ (باب نصر) کے معنی دھتکار دینے اور دور کر دینے کے ہیں۔

آیت ہذا میں لِمَنْ نُّرِیْدُ بدل البعض ہے اور اس کا مبدل منہ لَہٗ جس کا مرجع مَنْ ہے جو ابتدار آیت میں ہے مَنْ اور لَہٗ اگرچہ لفظاً واحد ہیں لیکن معنًی جمع ہیں۔ لہٰذا آیت کا ترجمہ ہوگا جو لوگ طلبگار ہیں دارِ دنیا کے ہم ان میں سے جس کو چاہیں جلدی ہی اس دنیا میں جتنا چاہیں دے دیتے ہیں۔

ثُمَّ جَعَلْنَا لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ نُّرِیْدُ ہے۔ اور یَصْلٰھَا میں ضمیر فاعل بھی مَنْ نُّرِیْدُ کے لئے ہے

۱۷: ۱۹ = مَشْکُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ مقبول۔

۱۷: ۲۰ = کُلًّا۔ میں تنوین عوض کی ہے اصل میں کُلَّ الْفَرِیْقَیْنِ مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے اور اس کے عوض کُلًّا پر تنوین آگئی۔

اس کی اور مثالیں وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (۳۶: ۴۰) اور سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور وَکُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِیْنَ (۲۱: ۷۲) اور سب کو ہم نے نیک بخت بنایا۔

مضاف مضاف الیہ کی صورتیں ۔

۱۔ جمع معرف باللام کی طرف کُلّ کا مضاف ہونا۔ جیسے کُلُّ الْقَوْمِ پوری قوم

۲۔ جمع معرف باللام کی ضمیر کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ (۱۵: ۲۰) تو فرشتے سب کے سب سجدہ میں گر پڑے ۔

۳۔ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہونا۔ جیسے وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ (۱۷: ۱۳) اور ہم نے ہر انسان (کے اعمال کو بصورت کتاب) اس کے گلے میں لٹکا دیا ہے۔

= نُمِدُّ۔ مضارع جمع متکلم ۔اِمْدَادٌ (افعال) ہم مدد دیتے ہیں ۔ہم امداد کرتے ہیں۔ ہم دیتے ہیں ہم سعت کھول دیتے ہیں۔ ہم اپنا رزق اور نعمتیں مطیع و عاصی دونوں کو عطا کرتے ہیں ۔

= هٰٓؤُلَآءِ وهٰٓؤُلَآءِ ۔ ان کی بھی اور ان کی بھی ۔ یعنی طالبان دنیا کی بھی اور طالبانِ آخرت کی بھی

= مَحْظُوْرًا۔ اسم مفعول ۔واحد مذکر۔ ممنوع ۔ روکی گئی ۔ بند کردی گئی ۔ یعنی تیرے رب کی نعمتیں اور بخششیں کسی پر بند نہیں ۔

۱۷: ۲۱ = فَضَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم ۔ ہم نے فضیلت دی (دنیاوی ساز و سامان کے عطا کرنے میں)

= وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا۔ لیکن باعتبار درجات و باعتبار فضل و کرم کے آخرت سب سے بڑھ کر ہے ۔

۱۷: ۲۲ = فَتَقْعُدَ۔ ورنہ تو بیٹھ رہیگا (قُعُوْدٌ (بیٹھے رہنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے

= مَخْذُوْلًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب ۔خَذْلٌ وَخِذْلَانٌ مصدر ۔ بے مدد چھوڑا ہوا خَذَلَ يَخْذُلُ (باب نصر) بے مدد چھوڑنا۔

۱۷: ۲۳ = قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ قَضَا و قَضَاءٌ مصدر۔

قضا قولی ہو یا عملی ۔ بشری ہو یا الٰہی ۔ بہر حال اس میں فیصلہ کر دینا یا فیصلہ کر لینا۔ کسی بات کے متعلق ارادہ کر لینا ۔حکم دینا ۔ یا عمل کو ختم کر دینا ۔ کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ صلہ یا سیاق کی مناسبت سے اس کے مختلف معانی ہیں ۔حکم دینا ۔ پورا کرنا ۔ عزم کرنا ۔ فیصلہ کرنا ۔ مقدر کرنا ۔ مقرر کرنا ۔ قَضٰى حَاجَتَهٗ ضرورت پوری کرنا اور اس سے فارغ ہونا قَضٰى وَطَرَهٗ اپنی حاجت پوری کر لی ۔ اپنی مراد پالی ۔

قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا (۳۳: ۳۷) زید کا دل اس عورت سے بھر گیا ۔ یعنی بے تعلق ہو گیا ۔ اس نے طلاق دیدی) قَضٰى نَحْبَهٗ مرجانا ۔ کنایۃً موت مراد ہے اصل استعمال منت پوری کرنا کے لئے ہے

= وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ط ای احسنوا بالوالدین اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

= اِمَّا ۔ اِنْ مَا ہے اِنْ شرطیہ ہے مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے۔ اگر۔
= یَبْلُغَنَّ ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع با نون ثقیلہ واحد مذکر غائب۔ وہ پہنچ جائے
= اَلْکِبَرَ ۔ اسم مصدر منصوب۔ پیرانہ سالی۔ بڑھاپا۔
= کِلَا ۔ تاکید۔ تثنیہ مذکر کے لئے آتا ہے یعنی دونوں (مذکر) یہ لفظ لفظاً مفرد ہے اور معنی کے اعتبار سے تثنیہ۔ اس لئے مفرد بھی مستعمل ہے اور تثنیہ بھی۔ بغیر مضاف الیہ کے مستعمل نہیں۔ اگر مضاف الیہ اسم ظاہر ہو تو رفع، نصب، جر۔ ہر حالت میں اس کا الف باقی رہتا ہے۔ جیسے جَاءَ کِلَا الرَّجُلَانِ وَرَأَیْتُ کِلَا الرَّجُلَیْنِ وَمَرَرْتُ بِکِلَا الرَّجُلَیْنِ۔

مگر جب مضاف الیہ ضمیر ہو تو حالت رفع میں کِلَا ھُمَا اور حالت نصب وجر میں کِلَیْھِمَا (یاء کے ساتھ) آئے گا۔ جیسے رَأَیْتُ الرَّجُلَیْنِ کِلَیْھِمَا۔

کِلْتَا ۔ دونوں (مؤنث) تاکید مؤنث کے لئے ہے۔ اس کا استعمال بھی کِلَا کی طرح ہے لیکن جب ان (کلا۔ کلتا) کی طرف ضمیر راجع ہو تو ان کا لفظ مفرد ہونے کی وجہ سے مفرد کا صیغہ لایا جاتا ہے جیسے زید وعمرو کلا ھما قائم یا کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا (۱۸:۳۳) دونوں باغ اپنا پورا پورا پھل لائے۔

= لَا تَنْھَرْ ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو مت ڈانٹ۔ تو مت جھڑک۔ نَھْرٌ مصدر باب فتح۔
۱۷:۲۴ = اِخْفِضْ ۔ خَفْضٌ مصدر سے۔ باب ضرب۔ تو جھکا دے۔ تو نرمی اختیار کر۔
= جَنَاحَ الذُّلِّ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تواضع اور انکسار کے پَر۔

جَنَاحَ بازو۔ اَجْنِحَۃٌ جمع۔ پرندہ کا پر۔ کسی شے کی جانب اور پہلو۔ بازو اور ہاتھ کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً وَلَا طَائِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ (۶: ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے۔ اور وَ اضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ (۲۰:۲۲) اور ملالے اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے۔ اور وَاضْمُمْ اِلَیْکَ جَنَاحَکَ مِنَ الرَّھْبِ (۲۸:۳۲) اور خوف (دفع کرنے) کے واسطے اپنا بازو پھر اپنے سے ملا لینا۔ وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَۃِ۔ اور ان دونوں کے لئے ذلت کا بازو مہربانی سے بچھادے۔

ذلّت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ذلّت انسان کو گراتی ہے۔ دوسری سے مرتبہ بجائے گھٹنے کے بڑھتا ہے۔ جابر کے سامنے جھک جانا اول الذکر میں شامل ہے۔ لیکن کمزور کے سامنے نرمی اختیار کرنا مؤخر الذکر میں شامل ہے۔ یہاں یہ دوسری قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں رحمت بمعنیٰ شفقت ہے۔

ذُلٌّ - ذَلَّ یَذِلُّ (ضرب) کا مصدر ہے ۔ تواضع، عاجزی،
== رَبِّ - اصل میں رَبِّیْ تھا اس سے قبل یَا حرفِ ندا مقدر ہے تخفیف کے لئے یا ساقط ہو گیا ہے ۔
== کَمَا رَبَّیٰنِیْ ۔ جیسا کہ (پیار ومحبت سے) ان دونوں نے مجھے پالا تھا۔
۱۷: ۲۵ == اَوَّابِیْنَ - اَوَّابٌ ۔ بہت رجوع ہونے والا۔ اَوْبٌ سے ۔جس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں ۔ مبالغہ کا صیغہ بروزن فَعَّالٌ ۔یہاں اپنے تمام اقوال و افعال ۔حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے ۔
اَوَّابِیْنَ ۔ اَوَّابٌ کی جمع ہے بہت رجوع کرنے والے ۔یعنی وہ جو گناہ سے توبہ کی طرف اور برائیوں سے اچھائیوں کی طرف رجوع کریں ۔
۱۷: ۲۶ == اٰتِ ۔ اِیْتَاءٌ سے ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو دے ۔
== لَا تُبَذِّرْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَبْذِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) سے تو فضول خرچی نہ کر۔ تَبْذِیْرًا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ۔
۱۷: ۲۷ == اَلْمُبَذِّرِیْنَ ۔ فضول خرچ ۔فضول برباد کرنے والے ۔ بَذْرٌ - بیج جو کھیت میں بکھیرا جاتا ہے اسی رعایت سے مال کو (فضول) بکھیرنے والے کو مُبَذِّرٌ کہتے ہیں ۔ بَذَرَ یَبْذُرُ (نصر) بکھیرنا ۔
== کَفُوْرًا ۔ صفت مشبہ ۔منصوب ۔نکرہ ۔ ناشکرا ۔
۱۷: ۲۸ == تُعْرِضَنَّ ۔مضارع بانون ثقیلہ ۔ واحد مذکر حاضر۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تو منہ پھیرلے ۔ تو تغافل کرے (یعنی عدم استطاعت کی وجہ سے اعراض پر مجبور ہو جائے ۔
== اِبْتِغَاءَ ۔ بروزن افتعال (بمعنی چاہنا ۔ تلاش کرنا (سخت کوشی کے لئے مخصوص ہے) منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے ۔ اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ ۔ رحمت کی تلاش ۔ اللہ کی طرف سے رحمت کی امید۔
== تَرْجُوْھَا ۔ جس کی تو توقع اور امید رکھتا ہے رَجَاءٌ سے (نصر) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جو رَحْمَۃٍ کی طرف راجع ہے ۔
== مَیْسُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر یُسْرٌ سے ۔ آسان ۔ نرم ۔ عُسْرٌ کی ضد۔
آیت کا ترجمہ ہوا۔ اگر اپنے رب کی طرف سے متوقع خوشحالی کی تلاش وجد وجہد کے دوران میں وقتی طور پر تنگدستی کی وجہ سے تجھے ان سے تغافل برتنا پڑے تو ان کے ساتھ نرم گفتاری کا سلوک کر۔ (ان سے مراد وہ حقدار ہیں جن کا ذکر ابھی اوپر گذرا ہے)

۲۹:۱۷ = مَغْلُوْلَةً۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ منصوب، بالکل بندھا ہوا۔ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِ گردن سے بندھا ہوا۔ ہاتھوں کا گردن سے بندھا ہونا کے معنی ہیں دینے کے لئے کھلنے سے قاصر ہونا۔ لہٰذا بخیل کو کہیں گے کہ اس کے دونوں ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہیں۔

غُلّ کے معنی ہیں باندھنا۔ جکڑنا۔ طوق۔ ہتھکڑی وغیرہ۔

ارشاد ربانی ہے، خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۶۹: ۳۰) پکڑو اس کو اور طوق پہناؤ اس کو۔

= وَلَا تَبْسُطْهَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اور نہ ہی اسے (اپنے ہاتھ کو) بالکل کھول دے۔

= تَقْعُدَ۔ تو بیٹھ جائے گا۔ ملاحظہ ہو ۱۷: ۲۲

= مَلُوْمًا۔ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ لَوْمٌ مادہ۔ ملامت زدہ۔ ملامت کیا ہوا۔

= مَحْسُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ حسرت زدہ۔ پُرافسوس۔ درماندہ۔ حیران۔ حَسَرَ یَحْسُرُ (نصر) حَسَرَ یَحْسِرُ (ضَرَبَ) لازم۔ نگاہ کا تھک جانا۔ برہنہ ہو جانا۔ پہلی مثال یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ (۶۷: ۴) نگاہ ذلیل اور تھکی ماندی تیری طرف لوٹ آئے گی۔ اور متعدی تھکا دینا یا برہنہ کر دینا۔

۱۷: ۳۰ = یَبْسُطُ۔ کھول دیتا ہے۔ مضارع واحد مذکر غائب کشادہ کر دیتا ہے۔

= یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَرَ عَلٰی عِیَالِهٖ اس نے اپنے اہل و عیال پر تنگی کی وقَدَرْتُ عَلَیْهِ الشَّیْءَ۔ میں نے اس پر تنگی کر دی گویا وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ (بغیر حساب و بے اندازہ نہیں دی گئی)

۳۱:۱۷ = خَشْیَةَ۔ خوف۔ ڈر۔ ہیبت۔ خشیۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم شامل ہو۔ اسی بناء پر آیۃ شریفہ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا (۳۵: ۲۸) اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو عالم ہیں۔ اس میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔

= اِمْلَاقٍ۔ مصدر (افعال) سے مفلس اور تنگ دست ہونا۔ فقر و فاقہ۔ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لہٗ ہے لَا تَقْتُلُوْا کا۔

= خِطْاً۔ گناہ۔ چوک۔ جرم۔ خطا۔ خَطِئَ یَخْطَاُ (سمع) کا مصدر ہے بمعنی گناہ کرنا کے آتا ہے۔

۳۲:۱۷ = فَاحِشَةً۔ الفُحْشُ وَالفَحْشَآءُ وَالفَاحِشَةُ۔ اس قول یا فعل کو کہتے ہیں جو قباحت میں حد سے بڑھا ہوا ہو۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسرے پر پڑے۔

اٰیات اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ (۴: ۱۹) ہاں اگر وہ کھلے طور پر بدکاری کی

مرتکب ہوں۔ اور وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآءِکُمْ (۴ : ۵) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھیں۔ ان دونوں آیات میں مراد زنا ہے۔

فَاحِشَةً منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہے۔

۱۷: ۳۳ = وَلِیِّهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ولی۔ اس کا وارث۔ جیسا کہ آیت شریف میں آیا ہے هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا (۱۹: ۵) مجھے اپنے پاس سے ایک وارث عطا فرما۔ قرآن مجید میں اور جگہ بمعنی مددگار۔ دوست۔ رفیق بھی آیا ہے۔

= سُلْطٰنًا۔ برہان۔ دلیل۔ سند۔ اختیار۔ زور۔ قوت۔ حُجّت۔ حکومت۔ مادہ سلط۔

فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا۔ تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا ہے۔

= لَا یُسْرِفْ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل وَلِیّ کی طرف راجع ہے۔ فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ پس اُسے چاہیئے کہ قتل کے باب میں حد سے آگے نہ بڑھے۔ یعنی قتل کا بدلہ اگر قتل ہی لینا ہے تو قاتل کے سوا دوسرے کو قتل نہ کرے۔ اور نہ ہی ایک قتل کے بدلہ میں ایک سے زیادہ مخالفین کو قتل کرے؛

= اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۵ ضرور اس کی مدد کی جائے گی۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کا مرجع مقتول ہے کہ دنیا میں اس کے قتل کا قصاص یا دیت دلانے میں اللہ تعالیٰ نے اس کے حق میں حکم فرمایا اور آخرت میں وہ ثواب کا حق دار ہوگا۔

۲۔ اس کا مرجع وَلِیّ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے مقتول کا قصاص لینے کا اختیار دیا اور دوسروں کو قصاص حاصل کرنے میں اس کی مدد کرنے کا حکم دیا۔

۳۔ اس کا مرجع وہ مقتول ہے جسے ولی نے اسراف کا ارتکاب کرتے ہوئے قتل کر دیا ہو۔ اس صورت میں مقتول ناحق کی امداد میں ولی مسرف پر قصاص یا دیت کی ادائیگی لازم آئیگی۔

۱۷: ۳۴ = لَا تَقْرَبُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم قریب نہ جاؤ۔ تم پاس نہ جاؤ۔ تم ہاتھ میں نہ لو۔

= اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ۔ ای الا بالطریقة التی ھی احسن۔ بجز اس طریق کے جو (مالِ یتیم کی حفاظت و منفعت کے بارہ میں) بہتر ہو۔

= یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ۔ اپنے سن پختگی کو پہنچ جائے۔

= وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ۔ تم عہد کی پابندی کرو۔ عہد کو پورا کرو۔ ایفائے عہد کر دیہ حکم یتیم کے ولی کے لئے ہے۔ کیونکہ جب وہ کسی کی سرپرستی قبول کرتا ہے تو خدا اور بندوں سے مال یتیم کی حفاظت کا عہد کرتا ہے۔ جس کا بجا لانا اس کا فرض ہے۔

١٧: ٣٥ = اَوْفُوْا۔ تم پورا کرو۔ تم ایفا کرو۔ اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔
= اَلْکَیْلَ۔ مصدر۔ پیمانے سے غلہ وغیرہ کا ماپنا۔
اَوْفُوا الْکَیْلَ۔ جب ماپو تو پورا پورا ماپ دو۔ مراد غلہ ہے
= کِلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ کَیْلٌ مصدر اصل میں کَیَلْتُمْ تھا۔ باب ضرب اِذَا کِلْتُمْ جب تم پیمانہ بھر کردو۔ یا کوئی چیز غلہ وغیرہ پیمانہ سے ماپ کردو۔ اَوْفُوْا۔ تو پورا پورا دو۔
= اِلْقِسْطَاسِ۔ ترازو، یہ لفظ رومی ہے۔
قِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ۔ انصاف کی ترازو۔ صحیح ترازو۔
= تَاْوِیْلًا۔ انجام کار۔ مصدر ہے اَوْلٌ سے جس کے معنی اصل کی طرف لوٹنے کے ہیں اسی لئے جائے بازگشت کو مَوْئِلٌ کہتے ہیں۔
تَاْوِیْلٌ کے معنی کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانے کے ہیں جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ چنانچہ غایت علمی کے متعلق فرمایا وَمَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ (٣:٦) حالانکہ اس کی مراد اصلی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
غایت عملی کے متعلق فرمایا ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِیْلَہٗ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ (٧:٥٣) اب وہ صرف اس کی تاویل یعنی وعدۂ عذاب کے انجام کار کا انتظار کر رہے ہیں جس دن اس وعدۂ عذاب کے نتائج سامنے آئیں گے۔
یعنی اس دن سے جو غایت مقصود ہے وہ عملی طور پر ان کے سامنے آجائے گی۔
١٧: ٣٦ = لَا تَقْفُ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ جس شے کا تجھے علم نہیں تو اس کے پیچھے نہ پڑ۔ تو اس کے درپے مت ہو۔ قَفْوٌ (باب نصر) سے۔ جس کے معنی اصل میں تو کسی کے پیچھے چلنے اور درپے ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے اتباع اور پیروی کرنے کے معنی میں آتا ہے (یعنی اپنے کان۔ آنکھ اور دل کا مکمل اور صحیح استعمال کرنے کے بعد فیصلہ کرو)
اَلْقَفَا کے معنی گدّی کے ہیں اور قَفَوْتُہٗ کے معنی کسی کی گردن پر مارنا اور کسی کے پیچھے چلنا کے ہیں
= کُلُّ اُولٰٓئِکَ۔ یہ سب کے سب۔ اُولٰٓئِکَ کا اشارہ مجموعًا السمع والبصر والفؤاد کی طرف ہے۔ اور عَنْہُ کا اشارہ فردًا فردًا ان کی طرف ہے ای کل واحد منھا کان مسئولًا عنہ۔ ان میں سے ہر ایک کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔
١٧: ٣٧ = لَا تَمْشِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ چل۔ تو مت چل۔ مَشٰی یَمْشِیْ (ضَرَبَ) سے۔ مَشْیٌ مصدر۔

= مَرَحًا۔ اَلْمَرَحُ کے معنی ہیں بہت زیادہ اور شدت کی خوشی جس میں انسان اترانے لگے مَرَحًا اترا کر۔ نخوت وتکبر سے۔ لَا تَمْشِ سے حال ہے۔
= لَنْ تَخْرِقَ مضارع نفی تاکید بلن۔ تو نہیں پھاڑ سکتا۔ تو نہیں پھاڑے گا۔ تَخْرِقَ منصوب بوجہ عمل لَنْ کے ہے۔

اَلْخَرْقُ (ضرب) کسی چیز کو بلا سوچے سمجھے بگاڑنے کے لئے پھاڑ ڈالنا۔ خَلْقٌ کی ضد ہے جس کے معنی اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانے کے ہیں اور خَرْقٌ کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا کے ہیں خَرْقٌ۔ شگاف۔ سوراخ۔ بے آب وگیاہ بیابان۔ اور خِرْقَۃٌ کپڑے کا چیتھڑا۔ دھجی۔
= لَنْ تَبْلُغَ۔ بَلَغَ یَبْلُغُ (نصر) سے مضارع نفی تاکید بہ لَنْ۔ تو نہیں پہنچ سکیگا۔ یا تو نہیں پہنچیگا۔
= طُوْلًا۔ لمبائی میں۔ بلندی میں۔ طُوْلًا کا نصب بوجہ تمیز کے ہے یا یہ لَنْ تَبْلُغَ کا مفعول لہٗ ہے یا فاعل یا مفعول (الجبال) سے حال ہے
۱۷ : ۳۸ = كُلُّ ذٰلِكَ۔ یہ سب اس کا اشارہ اوامر ونواہی کی طرف ہے جن کا ذکر آیۃ ۱۲ لا تجعل مع اللّٰہ سے شروع ہو کر آیۃ ۳۷ تک مذکور ہے۔
= سَیِّئُهٗ۔ اس کا بُرا پہلو۔ اس کی برائی۔ سَیِّئٌ۔ بد۔ بُرا۔ سُوْءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= مَكْرُوْهًا۔ ناپسند۔ بوجہ کان کی خبر ہونے کے منصوب ہے۔
كَانَ سَیِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا۔ یعنی ہر حکم میں جو چیز ممنوع ہے اس کا ارتکاب اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے یا دوسرے الفاظ میں جس حکم کی بھی نافرمانی کی جاتے وہ ناپسندیدہ ہے۔
= ذٰلِكَ۔ یہ تمام باتیں جو آیۃ ۱۲ سے لے کر یہاں تک مذکور ہیں۔
ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَیْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تیرے رب نے تیری طرف وحی کی ہیں۔
= لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ۔ اسی جملہ سے ان حکمت کی باتوں کا آغاز آیۃ ۲۱ سے ہوا تھا۔ اور اسی پر اس پند ونصائح کو ختم کیا گیا کیونکہ توحید ہی راس الحکمۃ ہے اور شرک بدترین گناہ ہے۔
= فَتُلْقٰى۔ کہ تو ڈالا جائے یا ڈالا جائے گا۔ اِلْقَاءٌ سے مضارع مجہول واحد مذکر حاضر۔
= مَلُوْمًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲۹ سورۃ ہذا۔
= مَدْحُوْرًا۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۸ سورۃ ہذا۔
۱۷ : ۴۰ = اَفَاَصْفٰىكُمْ۔ اَ۔ برائے استفہام انکاری ہے فَ عطف کا ہے جس کا عطف کلام مقدر اَفَضَّلَكُمْ علیٰ جنابہٖ پر ہے۔

اَصْفٰکُمْ۔ اَصْفٰی یُصْفِیْ اِصْفَآءٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ اس نے چن لیا اس نے منتخب کرلیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے جس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اَفَاَصْفٰکُمْ کیا (اے مشرکو جو فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے ہو اللہ نے تم کو اپنی ذات پر فضیلت دیتے ہوتے) تم کو (بیٹوں کے لئے) انتخاب کرلیا (اور اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا)

یعنی ایک تو اللہ تعالیٰ کا صاحب اولاد ہونا ہی کیا کم افترار ہے کہ مزید برآں اس کی اولاد بھی بیٹیاں قرار دیتے ہو جن کا انتساب خود اپنی جانب باعث ننگ وتحقیر سمجھتے ہو

= اِنَاثًا۔ اُنْثٰی کی جمع ہے مادہ مؤنث عورتیں۔ بیٹیاں۔

اصل میں اُنْثٰی اور ذَکَرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کے نام ہیں پھر اس معنی کے لحاظ سے مجازاً یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں۔ مثلاً وَمَنْ یَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی (۴: ۱۲۴) مرد یا عورت میں سے جو بھی نیک کام کرے گا

۱۷: ۴۱ = صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَصْرِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔ ہم نے اس کو طرح طرح سے بانٹا یا تقسیم کیا۔ کسی شے کے ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور ایک امر سے دوسرے امر کی طرف پلٹنے اور تبدیل کرنے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے تَصْرِیْفُ الرِّیَاحِ ہواؤں کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶: ۲۷) اور ہم نے آیات کو لوٹا لوٹا کر بیان کیا۔ اور صَرَّفْنَا فِیْهِ مِنَ الْوَعِیْدِ (۲۰: ۱۱۳) اور ہم نے اس میں طرح طرح کے وعید بیان کردیئے ہیں۔

= لِیَذَّکَّرُوْا۔ لام تعلیل یَذَّکَّرُوْا مضارع منصوب (نصب بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تَفَعُّلٌ) سے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔

= یَزِیْدُ هُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل۔ تَصْرِیْفٌ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= نُفُوْرًا مصدر منصوب (نصر۔ ضرب) دور ہونا۔ بھاگنا۔

مَا یَزِیْدُ هُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔ (لیکن) اس بار بار اور پھیر پھیر کر سمجھانے نے ان میں نفرت کو ہی بڑھایا یعنی وہ اور زیادہ اس سے بدکے اور دور بھاگے۔

نَفَرَ (عَنْ) کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ (اِلٰی) کسی کی طرف دوڑ کر آنا۔

۱۷: ۴۲ = لَابْتَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، اِبْتَغٰی یَبْتَغِیْ اِبْتِغَآءٌ (افتعال) لام برائے تاکید۔ انہوں نے ضرور تلاش کرلیا ہوتا۔

۱۷:۴۳ = تَعَالٰی ۔ وہ برتر ہے ۔ بلند ہے۔ تَعَالِیٌ سے ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفاعل)

= عُلُوًّا ۔ مصدر بمعنی بلند ہونا ۔ عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ ۔ عُلُوًّا ۔ بلحاظ بلندی ۔

= کَبِیْرًا ۔ بلحاظ کبریائی کے ۔

۱۷:۴۴ = اِنْ ۔ نافیہ ہے ۔

= لَا تَفْقَهُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر ۔ فِقْهٌ سے (باب سمع) تم سمجھتے نہیں ہو ۔

۱۷:۴۵ = مَسْتُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر ۔ سَتْرٌ مصدر (باب نصر) چھپا ہوا ۔ چھپایا ہوا

۱۷:۴۶ = اَکِنَّةً ۔ کِنَانٌ کی جمع پردے ۔ غلاف ۔ کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ وَکُنُوْنٌ ۔ مصدر ۔ مَکْنُوْنٌ چھپایا ہوا ۔ سیپ میں محفوظ

= وَقْرًا ۔ اسم مصدر ۔ منصوب ۔ ثقل ۔ بہرہ پن ۔ گرانی ۔

= وَلَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَةٌ مصدر ۔ منہ موڑ کر ، پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں ۔

عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ پیٹھ موڑ کر اَدْبَارٌ دُبُرٌ کی جمع بمعنی پیٹھ ۔

= نُفُوْرًا ۔ نفرت کرتے ہوئے ۔ ضمیر فاعل وَلَّوْا سے حال ہے ۔

۱۷:۴۷ = بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖ ۔ کس غرض کے لئے سنتے ہیں ۔ بِهٖ بمعنی لاجله ۔ بسببه کے مترادف ہے ۔ یعنی ان کے قرآن سننے کا سبب یا وجہ کیا ہے ۔ کس مقصد کے لئے سنتے ہیں ۔ یَسْتَمِعُوْنَ اور بِهٖ کے درمیان القرآن محذوف ہے ۔

اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ ۔ جب وہ کان لگا کر آپ کو سنتے ہیں ۔

= نَجْوٰی ۔ یہ مادہ ن ج و سے مشتق ہے اصل میں نَجَاءٌ کے معنی کسی چیز سے الگ ہونے کے ہیں اسی سے محاورہ ہے ۔ نَجَا فُلَانٌ مِنْ فُلَانٍ فلاں نے فلاں سے نجات پائی ۔

باب افعال وتفعیل سے ۔ نجات دینا کے معنی میں ہے مثلاً فَاَنْجَیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۲۷:۵۳) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا ۔

نَجَّیْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (۴۱:۱۸) اور جو لوگ ایمان لائے ان کو ہم نے بچالیا ۔ باب تفاعل اور مفاعلہ سے بمعنی سرگوشی کرنا ہے ۔ یا اپنے بھید کو دوسروں پر افشاء کرنے سے بچانا ہے ۔ مثلاً یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ (۵۸:۹) اے مومنو! جب تم آپس میں سرگوشیاں کرنے لگو تو گناہ اور زیادتی اور پیغمبر کی نافرمانی کی باتیں نہ کرنا ۔ اور وَاِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً

(۱۲:۵۸) جب تم پیغمبر کے کان میں کوئی بات کہو تو بات کہنے سے پہلے صدقہ دیا کرو۔
لفظ نَجْوٰی کبھی بطور صفت کے بھی آتا ہے اور واحد اور جمع دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے
وَاِذْ هُمْ نَجْوٰی (آیۃ ھذا) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں۔ نَجْوٰی بمعنی سرگوشیاں کرنے والے۔
= اِذْ هُمْ سے قبل وَنَحْنُ اَعْلَمُ محذوف ہے ای وَنَحْنُ اَعْلَمُ اِذْ هُمْ نَجْوٰی۔ اور ہم خوب جانتے ہیں جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں۔
= اِذْ یَقُوْلُ بدل ہے اِذْ هُمْ کا۔ یعنی جب یہ آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوتے ہیں تو اس وقت یہ (ظالم) کہہ رہے ہوتے ہیں:
= اِنْ تَتَّبِعُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے تَتَّبِعُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ مصدر۔ تم پیروی کرتے ہو تم پیروی کر رہے ہو۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ تم پیروی نہیں کر رہے (مگر ایک سحر زدہ شخص کی)
۱۷:۴۹ = رُفَاتًا۔ بوسیدہ، گلا ہوا۔ چورا چورا۔ جو چیز ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائے اسے رُفات کہا جاتا ہے رَفْتٌ مصدر (باب نصر)
= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ بَعْثٌ مصدر (باب فتح) جی اٹھنا۔ زندہ کرنا۔ اٹھ کھڑا ہونا۔
مُردوں کے لئے اس کا استعمال بمعنی جی اُٹھنا۔ زندہ کر کے اٹھا کھڑا کرنا اور حشر ہونا ہے۔
مثلاً وَالْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ (۶:۳۶) اور مردوں کو اللہ (حشر کے دن قبروں سے زندہ کر کے) اٹھا کھڑا کریگا۔
اور جب اس کا استعمال رسولوں کے لئے ہوگا تو اس کے معنی بھیجنے کے ہوں گے جیسے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۱۶:۳۶) اور ہم نے ہر جماعت میں پیغمبر بھیجا۔
مَبْعُوْثُوْنَ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ قبروں سے اٹھائے جانیوالے۔ اٹھا کر کھڑا کئے جانیوالے۔
= مِمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ (یا تم بن جاؤ یا ہو جاؤ ایسی خلقت میں سے) جو تمہارے خیال میں بہت بڑی ہے یعنی جس میں پتھر اور لوہے سے بھی حیات قبول کرنے کی صلاحیت کم ہو۔ یا دہ جسم و حجم میں تمہارے خیال میں اس قدر بڑی ہو کہ تمہارے نزدیک اللہ تعالیٰ کے لئے اس کو دوبارہ زندہ کرنا محال ہو۔
۱۷:۵۰ = قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ کے بعد جملہ لَكَانَ قَادِرًا عَلٰۤی اَنْ یَّرُدَّكُمْ اِلٰی حَالِ الْحَیٰوةِ۔ محذوف ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم (ان سے) کہہ دیجئے تم پتھر بن جاؤ یا لوہا ہو جاؤ۔ یا کوئی چیز جو تمہارے خیال کے مطابق ان سے بھی مشکل تر ہو حیات کو قبول کرنے میں تو بھی اللہ تعالیٰ مکمل قدرت رکھتا ہے تم کو دوبارہ زندہ کرنے پر۔
= یُعِیْدُنَا۔ یُعِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَةٌ (افعال) مصدر نا ضمیر جمع متکلم مفعول۔ ہمیں دوبارہ زندہ

کرکے لوٹائے گا۔

١٧: ٥١ = یُنْغِضُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب باب افعال نَغْضٌ وَنُغُوْضٌ مصدر ثلاثی مجرد سے۔ اس کے معنی اوپر نیچے یا نیچے اوپر حرکت دینے کے ہیں۔

فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ۔ وہ آپ کے سامنے سر ہلائیں گے (تعجب یا استہزاء کے طور پر)

= مَتٰی هُوَ۔ میں هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب البعث و القیامۃ کی طرف راجع ہے یعنی یہ دوبارہ زندہ ہوکر قبروں سے اٹھنا اور حشر کب ہوگا۔

١٧: ٥٢ = یَوْمَ یَدْعُوْكُمْ۔ میں یَوْمَ کا نصب بوجہ فعل مضمر اُذْكُرُوْا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یاد کرو وہ دن جب وہ (اللہ) تمہیں پکارے گا۔ یا بوجہ قَرِیْبًا کے بدل ہونے کے ہے۔ ترجمہ ہوگا (عجب نہیں یہ وقت قریب ہی آپہنچا ہو) یہ اس روز ہوگا جب اللہ تمہیں پکاریگا..... الخ

= فَتَسْتَجِیْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ۔ فَتَسْتَجِیْبُوْنَ مادہ جَوْبٌ باب استفعال سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ الجوبُ (باب ضرب) اس کے اصل معنی الجَوْبَۃ قطع کرنے کے ہیں۔ الجَوْبَۃ یہ پست زمین کی طرح (زمین میں گڑھا سا) ہوتا ہے پھر ہر طرح زمین کے قطع کرنے پر بولا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَثَمُوْدَ الَّذِیْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (٨٩: ٩) اور ثمود (کے ساتھ کیا کیا) جو وادی میں پتھر تراشتے (اور مکان بناتے) تھے۔

کسی کلام کے جواب کو جواب اسی لئے کہا جاتا ہے کہ وہ قائل کے منہ سے نکل کر فضا کو قطع کرتا ہوا سامع کے کان تک پہنچتا ہے مگر عرف میں ابتداءً کلام کرنے کو جواب نہیں کہتے بلکہ کلام کے لوٹانے پر جواب کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ........ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوْا.... الخ (٢٧: ٥٤-٥٦) اور لوطؑ کو بھی ہم نے پیغمبر بنا کر بھیجا تھا) جب کہ انہوں نے اپنی قوم والوں سے کہا کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو؟ .... مگر اس کی قوم کا جواب کچھ نہ تھا سوائے اس کے کہ انہوں نے کہا۔

پھر جواب کا لفظ سوال کے مقابلہ میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور سوال دو قسم پر ہے۔

(١) گفتگو کا طلب کرنا۔ اور اس کا جواب گفتگو ہی ہوتی ہے۔

(٢) طلب عطا۔ یعنی خیرات طلب کرنا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسے خیرات دیدی جائے جیسے اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ (٤٦: ٣١) خدا کی طرف بلانے والے کی بات قبول کرو یا اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (٢: ١٨٦) میں دعا کرنے والے کی دعا کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھ سے دعا کرتا ہے۔

اَلْاِسْتِجَابَةُ (باب استفعال) کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ اس کے معنی اِجَابَةٌ (باب افعال)

کے ہیں۔ اصل میں استجابۃ کے معنی جواب تلاش کرنا اور اس کے لئے تیار ہونے کے ہیں لیکن اسے اجابۃ سے تعبیر کرلیتے ہیں کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتے جیسے اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ (۸: ۲۴) خدا اور اس کے رسول کا حکم قبول کرو۔ کہ یہاں اِسْتَجِیْبُوْا۔ اَجِیْبُوْا کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

فَتَسْتَجِیْبُوْنَ۔ پس تم قبول کروگے، تم تعمیل کروگے۔ تم بجا لاؤ گے۔

= بِحَمْدِہٖ۔ ضمیر فاعل تَسْتَجِیْبُوْنَ کا حال ہے درآنحالیکہ تم اس (اللہ) کی حمد کررہے ہوگے

= وَتَظُنُّوْنَ۔ واؤ عاطفہ، تَظُنُّوْنَ کا عطف تَسْتَجِیْبُوْنَ پر ہے۔ اور تم یہ خیال کروگے (قیامت کی ہولناکی کے پیشِ نظر)

یا مبتدا، اَنْتُمْ مقدرہ ہے اور جملہ وَاَنْتُمْ تَظُنُّوْنَ موضع حال میں ہے اور درآنحالیکہ تم یہ گمان کررہے ہوگے۔

= اِنْ لَّبِثْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے ای ما لبثتم فی القبور او فی الدُّنْیَا۔ کہ تم قبروں میں یا دنیا میں نہایت قلیل عرصہ رہے ہو۔

۱۷: ۵۳ = یَقُوْلُوْا۔ ای قل لعبادی لیقولوا۔ یہاں یَقُوْلُوْا فعل امر جمع مذکر غائب لام امر محذوف ہے۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بندوں کو (یعنی مومنین کو) کہہ دیجئے کہ وہ ایسی باتیں کریں جو بہتر ہوں

= یَنْزَغُ۔ مضارع واحد مذکر غائب نَزْغٌ مصدر (باب فتح) فساد ڈلواتا ہے۔ نَزْغٌ دو آدمیوں کے درمیان فتنہ وفساد برپا کرنا۔ بہکانا۔ بھڑکانا۔ برانگیختہ کرنا۔

= بَیْنَہُمْ۔ ای بین المسلمین والمشرکین

۱۷: ۵۴ = یَرْحَمْکُمْ اور یُعَذِّبْکُمْ میں مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط کے ہے

= وَکِیْلًا۔ صفت مشبہ منصوب۔ کارساز۔ ذمہ دار

= زَعَمْتُمْ۔ ای ادعوا الذین تعبدون من دون اللہ وزعمتم انہم الٰھۃ۔ بلاؤ ان کو جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو اور جنہیں تم گمان کرتے ہو کہ وہ خدا ہیں۔

زَعَمْتُمْ۔ زَعْمٌ مصدر (باب نصر) تم نے زعم کیا۔ تم نے گمان کیا۔ تم نے سمجھا۔

= تَحْوِیْلًا۔ تَحْوِیْلٌ مصدر بروزن تفعیل۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت۔ حَالَ یَحُوْلُ (نصر) حائل ہونا بیچ میں آپڑنا۔ حَوْلٌ کے معنی کسی شے کے متغیر ہونے اور دوسرے سے جدا ہونے کے ہیں۔ چونکہ بیچ میں آپڑنے سے جدائی ضروری ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ حَوْلٌ بمعنی سال بھی ہے

۱۷: ۵۷ = اُولٰٓئِکَ۔ موصوف اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ صفت یَدْعُوْنَ کے بعد ضمیر مفعول محذوف ہے

موصوف اپنی صفت سے مل کر مبتدا۔ یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ خبر۔ مطلب یہ کہ یہ مشرکین جن کو خدا بنائے ہوتے ہیں اور جن کو اپنی تکلیف و مصائب میں پکارتے ہیں یہ خدا نہیں ہیں بلکہ وہ تو خود ہر لمحہ ہر لحظہ اپنے رب کریم کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مصروفِ عمل رہتے ہیں۔ اگر وہ واقعی خدا ہوتے جیسے مشرکین کا خیال ہے تو پھر انہیں کسی کی عبادت اور رضا جوئی کی کیا ضرورت تھی۔

آیت میں یَدْعُوْنَ کی ضمیر فاعل مشرکین کی طرف راجع ہے اور یَبْتَغُوْنَ کی ضمیر فاعل مشارٌ الیہم (یعنی مشرکین جن کو خدا بنائے ہوتے ہیں) کے لئے ہے

= اَلْوَسِیْلَۃَ۔ اسم ہے۔ بمعنی قُرب، نزدیکی، قُرب کا ذریعہ۔ طاعت۔ وسیلہ بروزن فعیلہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ وَسَلَ بمعنی تَقَرَّبَ۔ وہ قریب ہوگیا (رازی) وہ چیز جو اللہ کے قریب تم کو پہنچا دے (سیوطی آیت ۵: ۳۵) طاعت کے ذریعہ سے قرب (سیوطی ۱۷: ۵۷ آیت ہذا) اس کی جمع وسائل ہے جو کہ بمعنی ذرائع مستعمل ہے۔

یَبْتَغُوْنَ اِلٰی رَبِّہِمُ الْوَسِیْلَۃَ۔ اپنے رب کا قرب ڈھونڈھتے ہیں۔ اپنے رب کے قرب کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں (بندگی اور طاعت کے ذریعہ سے)

= اَیُّہُمْ اَقْرَبُ ان میں سے کون (اس راہ میں) زیادہ قریب ہوتا ہے اپنے اللہ سے)

= یَرْجُوْنَ اور یَخَافُوْنَ کا عطف یَبْتَغُوْنَ پر ہے۔

= مَحْذُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ ڈرنے کی چیز۔ قابلِ خوف، خوفناک۔ ڈرکر بچنے کی چیز حَذِرَ یَحْذَرُ (سمع) ڈرکر بچا۔ احتیاط کی۔

۱۷: ۵۸ = اِنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ۔ سے مراد کافروں اور معاندین کی بستیاں ہیں۔

اور مُھْلِکُوْھَا (ہم ان کو ہلاک کرنے والے ہیں) میں اہلاک بالعذاب مراد ہے۔ ورنہ نفس موت و ہلاکت تو طبعی اسباب سے مومن اور کافر سب کی ہوتی رہتی ہے۔

۱۷: ۵۹ = مُبْصِرَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث حالت نصب۔ واضح، روشن۔ واضح کرنیوالی الناقہ کا حال ہے۔

= تَخْوِیْفًا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے خوف دلانا۔ ڈرانا۔ ڈرانے کے لئے۔ خوف دلانے کے لئے۔ نصب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔

۱۷: ۶۰ = وَاِذْ قُلْنَا۔ واذکر زمان قولنا بواسطۃ الوحی۔ یاد کرو وہ وقت جب ہم نے بواسطہ وحی کہا تھا۔

= اَحَاطَ۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ اِحَاطَۃٌ مصدر جس کے

معنی کسی شے پر اس طرح چھا جانے کے ہیں (علمی طور پر، نفسیاتی طور پر، یا جسمانی طور پر) کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک یہاں احاطہ علمی مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو انسانوں کے ماضی حال مستقبل۔ ظاہر و باطن سب کا دقیق و عمیق علم کامل ہے۔

= الرُّءْیَا۔ خواب۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بغیر واؤ کے صرف ہمزہ کے ساتھ بغیر مرکز ہمزہ (ی بغیر نقطہ کے) لکھا جاتا ہے۔ یہ رَاٰی یَرٰی کا مصدر ہے اور بروزن فُعْلٰی اسم بھی ہے بمعنی خواب۔

بیضاویؒ لکھتے ہیں رؤیا رؤیۃ ہی کی طرح ہے مگر وہ خواب میں دیکھنے کے لئے مخصوص ہے اور یہی قول حریری کا ہے۔ علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

کہ رؤیا کبھی بمعنی رؤیت بھی آتا ہے (یعنی بیداری میں دیکھنا) اور اس کی سند میں اسی آیت کو لاتے ہیں۔

متنبی نے بھی رؤیا کا استعمال حالت بیداری میں دیکھنے کے معنی میں کیا ہے۔ اسی سے ہے

ورؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض (نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آیۃ ہذا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بہٖ (یہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

یہاں رُؤیا کا اشارہ معراج کی طرف ہے۔

= فِتْنَۃً۔ آزمائش، آزمائش کا سبب۔

= الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ۔ موصوف، صفت، وہ درخت جس کی لعنت کی گئی ہے۔

الشجرۃ الملعونۃ فی القران - ای الشجرۃ الملعونۃ مذکورۃ فی القران۔ وہ ملعون درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ قرآن میں یہ ذکر ان آیات میں آیا ہے۔

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰھَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝۶۳ اِنَّھَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْٓ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝ طَلْعُھَا کَاَنَّہٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝۶۵

(کیا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت۔ ہم نے اس کو کافروں کے لئے (موجب آزمائش بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے۔ اس کے پھل ایسے ہیں جیسے کہ شیاطین کے سر۔ الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ کا عطف الرُّءْیَا پر ہے۔ جملہ یوں ہوگا:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ مذکورۃ فی القران اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ۔ اور ہم نے جو منظر آپ کو دکھلایا تھا اُسے اور اس ملعون درخت کو جو قرآن میں

مذکور ہے لوگوں کے لئے آزمائش کا سبب بنا دیا۔
= نُخَوِّفُهُمْ ۔ نُخَوِّفُ مضارع جمع متکلم تَخْوِيْفٌ (تفعیل) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ڈراتے ہیں ۔ ہم ان کو ڈراتے رہتے ہیں ۔
= مَيَزِيْدُهُمْ ۔ يَزِيْدُ کی ضمیر فاعل کا مرجع التخويف (ان کو ڈرانا) ہے۔
۶۱:۱۷ = طِيْنًا ۔ ای من طين ۔
۶۲:۱۷ = قَالَ ۔ ای قال ابليس ۔
= اَرَءَيْتَكَ ۔ الاتقان میں ہے جب ہمزہ استفہام رَأَيْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس وقت رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنیٰ اَخْبِرْنِيْ (مجھ کو بتا۔ مجھ کو خبر دے) کے ہوتے ہیں ۔ اَرَءَيْتَكَ تو مجھے بتا۔
= الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۔ جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے ۔
آیت میں حذف ہے تقدیر کلام یوں ہے اَرَءَيْتَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لِمَ كَرَّمْتَهٗ ۔ مجھے بتا تو یہ آدم جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟
= اَخَّرْتَنِ ۔ تَاخِيْرٌ (تفعیل) سے ماضی واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم بوجہ عمل اِنْ ساقط ہو گئی۔ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اگر تو مجھے مہلت دے۔
= لَاَحْتَنِكَنَّ ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَحْتَنِكَنَّ مضارع واحد متکلم با نون ثقیلہ اِحْتِنَاكٌ افتعال ۔ مصدر جس کے معنی ٹڈی کے زمین کی روئیدگی صفاچٹ کر دینے کے ہیں ۔ چنانچہ جب مکڑی کسی کھیت کو کھا کر چٹ کر جائے تو عرب کہتے ہیں اِحْتَنَكَ الْجَرَادُ الزَّرْعَ یہاں بھی یہ لفظ اسی معنی و مفہوم کو ادا کرتا ہے ۔ یعنی اگر تو مجھے مہلت دے تو میں ذریت آدم کو راہ راست سے اکھاڑ پھینکوں گا اور ان کے ایمان کا صفایا کر دوں گا۔
باب افتعال سے بمعنی قابو میں کرنا۔ لگام دینا کے، بھی مستعمل ہے
۶۳:۱۷ = اِذْهَبْ ۔ امر، واحد مذکر حاضر۔ تو جا۔ چلا جا۔ ای اذهب وافعل ما تريد ۔ جا چلا جا۔ اور کر دیکھ جو تو چاہتا ہے ۔
= جَزَاءً مَّوْفُوْرًا ۔ موصوف صفت، پوری پوری سزا۔
مَوْفُوْرًا ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وَفْرٌ سے بمعنی بہت ہونا۔ زیادہ ہونا۔ پورا ہونا۔ جَزَاءً بوجہ مصدر کے منصوب ہے۔
۶۴:۱۷ = اِسْتَفْزِزْ ۔ امر واحد مذکر حاضر اِسْتِفْزَازٌ (افتعال) مصدر فَزٌّ مادہ

تو گھبرائے۔ فَزَّنِی فُلَانٌ اس نے مجھے پریشان کر کے میری جگہ سے ہٹا دیا۔ یا قرآن مجید میں آیا ہے فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّھُمْ مِنَ الْاَرْضِ (۱۷: ۱۰۳) تو اس نے چاہا کہ انہیں گڑبڑا کر سرزمین (مصر) میں سے نکال دے
پس وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْھُمْ بِصَوْتِكَ اور ان میں سے جس کو بہکا سکے اپنی آواز سے بہکا تارہ
= اَجْلِبْ عَلَیْھِمْ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ اَلْجَلَبُ (نصر۔ ضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو ہنکانے اور چلانے کے ہیں۔ اِجْلَابٌ (باب افعال) سے اس کے معنی اکٹھا کرنے، شور مچانے اور کھینچ لانے کے ہیں اسی سے جلب زر ہے۔ دولت کو کھینچ کر اکٹھا کرنا۔ اَجْلَبَ عَلٰی کسی پر چلا کر زبردستی اسے آگے بڑھانا جیسے گھوڑے کو چلا کر آگے دوڑانا۔

وَاَجْلِبْ عَلَیْھِمْ بِخَیْلِكَ وَرَجِلِكَ۔ اور ان پر اپنے سواروں اور پیادوں کو چڑھا کر لاتا رہ۔
خَیْلٌ۔ اصل میں گھوڑوں کو کہتے ہیں مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ خَیْلِكَ تیرے سوار۔

= رَجِلِكَ۔ رَجِلٌ وَرَاجِلٌ۔ پاپیادہ چلنے والا۔ یہ الرِّجْلُ بمعنی پاؤں سے مشتق ہے رَجِلٌ رَاجِلٌ کی جمع ہے۔ پاپیادہ چلنے والے۔ رَجِلِكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے پیادے۔
= غُرُوْرًا۔ دھوکہ۔ جھوٹی امید، فریب۔ وَعْدًا۔ مصدر۔ محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای وَمَا یَعِدُھُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا وَعْدًا غُرُوْرًا۔ اور شیطان ان سے جو وعدے کرتا ہے سب دھوکہ ہے۔
۱۷: ۶۵ = بِرَبِّكَ۔ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور بعض کے نزدیک انسان کے لئے۔ بعض کے نزدیک جملہ سابقہ کی طرح یہ خطاب بھی شیطان سے ہے؛ لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔
۱۷: ۶۶ = یُزْجِیْ۔ اَزْجٰی یُزْجِیْ اِزْجَاءٌ (افعال) وہ چلاتا ہے وہ ہنکاتا ہے۔ التَّزْجِیَۃُ (تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ چل پڑے۔ مثلاً پچھلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا مثلاً۔ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ (۲۴: ۴۳) (اللہ ہی) بادلوں کو ہنکاتا ہے۔ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ تمہارے لئے سمندروں میں جہازوں کو چلاتا ہے۔ زجی۔ زجو مادہ۔
۱۷: ۶۷ = ضَلَّ۔ ماضی بمعنی حال۔ گم ہو جاتے ہیں۔ غائب ہو جاتے ہیں۔ ضَلَالٌ۔ گمراہ ہونا بھٹکنا۔ ہلاک ہونا۔ راہ مستقیم سے بھٹک جانا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔
= نَجّٰكُمْ۔ فعل ماضی واحد مذکر غائب۔ تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ كُمْ ضمیر خطاب مفعول۔ اس نے تم کو نجات دی۔ یہاں بمعنی حال آیا ہے جب وہ تم کو نجات دیتا ہے (زمین کی طرف

تم کو بچا لاتا ہے۔ مادہ ن ج د۔
= اَعْرَضْتُمْ۔ تم روگردانی کر لیتے ہو۔ تم منہ پھیر لیتے ہو۔ اعْرَاضٌ (افعال) ماضی جمع مذکر حاضر
۱۷: ۶۸ = اَفَاَمِنْتُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اَمِنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم امن میں ہوئے۔ تم مطمئن ہوئے۔ اَمْنٌ سے۔ کیا تم بے فکر ہو گئے ہو۔ نڈر ہو گئے ہو۔
= یَخْسِفَ بِکُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب، منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ خَسْفٌ مصدر اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمْ۔ وہ تم کو دھنسا دے۔ تمہارے سمیت دھنسا دے۔
= جَانِبَ الْبَرِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یخسف کا مفعول فیہ۔ خشکی کا کنارہ۔
= یُرْسِلَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر۔ یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ تم پر بھیج دے۔
= حَاصِبًا۔ باد سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ۔ سخت آندھی۔ نیز وہ پتھراؤ جو تند ہوائیں ہو حاصب کہلاتا ہے۔ حَصْبَاءُ سے مشتق ہے۔ حَصْبَاء کنکریوں کو کہتے ہیں۔
سورۂ ملک میں ہے اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا (۶۷: ۱۷) کیا تم اس سے نڈر ہو گئے ہو وہ جو کہ آسمان میں ہے کہ وہ تمہارے اوپر ہوائے تند بھیج دے۔
۱۷: ۶۹ = اَنْ یُّعِیْدَکُمْ۔ کہ وہ لیجائے تم کو دوبارہ۔ کہ وہ تمہیں دوبارہ لوٹا دے۔ اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر۔
= تَارَۃً۔ مرتبہ۔ باری۔ دفعہ۔
= فِیْہِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع البحر ہے جو کہ اوپر آیۃ ۶۷ میں آیا ہے۔
= قَاصِفًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ طوفانِ ہوا۔ ایسی تیز آندھی کہ جو چیز اس کی زد میں آئے اس کو توڑ دے۔ قَصْفٌ (باب ضرب) توڑ دینا۔ اور اگر باب سمع سے آئے تو لازم ہے متعدی نہیں۔ قَصِفَ الْعُوْدُ۔ لکڑی اتنی نرم ہو گئی کہ ٹوٹنے کے قابل بن گئی۔
کہتے ہیں کہ خشکی پر طوفانِ مہلک حاصب کہلاتا ہے اور سمندر میں ہو تو اس کو قاصف کہتے ہیں۔
= بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ارسالِ ریح قاصف ہے۔ یا اغراق ہے (تمہارا غرق کر دیا جانا)
= تَبِیْعًا۔ پیچھا کرنے والا۔ دعویٰ کرنے والا۔ مددگار۔ تَبَعٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے

۱۷: ۷۱ یَوْمَ۔ فعل محذوف اذکر کا مفعول بہ ہے ای اذکر یوم ندعوا۔۔۔۔الخ

= یَقْرَءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب قِرَاءَۃٌ مصدر (باب فتح) وہ پڑھیں گے۔ وہ پڑھتے ہیں

= فَتِیْلًا۔ فَتَلَ یَفْتِلُ (ضرب) فَتْلٌ رسی بٹنا۔ فَتَلْتُ الْحَبْلَ فَتْلًا رسی کو بل دینا بٹی ہوئی رسی کو مفتول کہتے ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کے شگاف میں جو ایک باریک سا ڈورا ہوتا ہے اسے بھی فتیل کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ رسی کی شکل وصورت پر ہوتا ہے۔

فتیل اصل میں اس دھاگے کو کہتے ہیں جو دو انگلیوں میں پکڑ کر بٹی جاتی ہے۔ یہ حقیر چیز کے لئے ضرب المثل ہے۔ فتیلہ وہ بتی جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ لَایُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ان پر ذرہ برابر بھی ظلم یا بے انصافی نہیں کی جائیگی۔ نیز ملاحظہ ہو ۴: ۴۹

۱۷: ۷۲ = اَعْمٰی۔ اندھا۔ عَمًی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں خواہ یہ بینائی دل کی ہو یا آنکھوں کی۔

= اَضَلُّ ضَلَالٌ سے اسم التفضیل کا صیغہ ہے بہت بہکا ہوا۔ زیادہ گمراہ۔ زیادہ راہ مستقیم سے ہٹا ہوا۔

۱۷: ۷۳ = اِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ۔ میں اِنْ مخففہ ہے جو اِنَّ ثقیلہ سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ یہ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے اور لام فارقہ ہے اِنْ مخففہ کو اِنْ نافیہ یا شرطیہ سے ممیز کرتا ہے۔

کَادُوْا۔ کَادَ یَکَادُ (باب سمع) کَوْدٌ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اس کے بعد اَنْ بہت کم آتا ہے کَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی اچک لیجائے۔

اور اگر اس کے ساتھ حرف نفی آجائے تو اثباتی حالت کے برعکس فعل کے وقوع کو بیان کرنے کے لئے آتا ہے جو وقوع کے قریب نہ ہو جیسے وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔

وَاِنْ کَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَکَ اور قریب تھا کہ یہ (کافر لوگ) آپ کو بچلا دیں۔ یا یہ لوگ آپکو بچلانے ہی لگے تھے۔

بعض نے کَادَ کے معنی ھَمَّ وَاَرَادَ بھی کئے ہیں۔ اس صورت میں معنی ہوں گے۔ اور انہوں نے پختہ ارادہ کیا کہ وہ آپ کو بچلا دیں یا برگشتہ کردیں۔

= لِتَفْتَرِیَ۔ میں جیساکہ اوپر ذکر ہوچکا لام۔ لام الفارقہ ہے۔ تَفْتَرِیَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِفْتِرَاءٌ مصدر تو افترا کرے۔ تو جھوٹ باندھے۔
لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَہٗ یعنی اس وحی کے سوا (اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ) جو ہم نے آپ پر نازل کی آپ جھوٹ اور من گھڑت بات کی ہماری طرف نسبت کردیں۔
= اِذًا۔ تب۔ اسوقت (یعنی اگر آپ ایسا کردیتے تو وہ اس وقت ضرور آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے)
= لَاتَّخَذُوْكَ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اِتَّخَذُوْا۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھے ضرور اختیار کرلیتے۔
۱۷: ۷۴ = لَوْلَاَ۔ اگر نہ۔ وگرنہ (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۶۴)
= ثَبَّتْنٰكَ۔ ثَبَّتَ یُثَبِّتُ تَثْبِیْتٌ (تفعیل) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے ثابت رکھا۔ ہم نے ثابت قدم رکھا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم نے تجھے ثابت قدم رکھا۔
لَوْلَا اَنْ ثَبَّتْنٰكَ اگر ہم نے تجھے ثابت قدم نہ رکھا ہوتا۔
= كِدْتَّ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ كَادَ یَكَادُ كَوْدٌ سے (آیۃ ۱۷: ۷۳ مذکورۃ الصدر) کسی فعل کے وقوع یا عدم وقوع کے قریب پہنچ جانا۔ قریب تھا کہ تو (مائل ہوجاتا)
= تَرْكَنُ۔ رَكِنَ یَرْكَنُ (سمع) رُكُوْنٌ مصدر۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو جھک جائے تو مائل ہوجائے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (۱۱: ۱۱۳) جن لوگوں نے (ہماری) نافرمانی کی ان کی طرف نہ جھکنا۔
رُكْنٌ۔ جس سے طاقت حاصل کی جائے۔ عزت، قوت، غلبہ، بڑا معاملہ، مضبوط پہلو۔ کہتے ہیں فُلَانٌ رُكْنٌ مِنْ اَرْكَانِ قَوْمِہٖ وہ اپنی قوم کے شرفاء میں سے ہے اَرْكَانُ الدَّوْلَۃِ۔ وزراء۔ اَرْكَانُ الْعِبَادَاتِ۔ عبادات کے وہ بنیادی مضبوط پہلو جو ان عبادات کی بنیاد ہوتے ہیں اور جن کے ترک سے وہ باطل ہوجاتی ہے۔
آیت کا ترجمہ:۔ اگر ہم نے آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو قریب تھا کہ ان کی طرف کچھ نہ کچھ جھک جاتے
۷۵: = اِذًا۔ تب۔ اس وقت۔ اس صورت میں۔
= لَاَذَقْنٰكَ۔ لام تاکید کے لئے ہے اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے چکھایا۔ كَ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تجھے ضرور چکھاتے۔
= ضِعْفَ الْحَیٰوۃِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ۔ اصل کلام یہ تھا۔ لَاَذَقْنٰكَ عَذَابًا ضِعْفًا فِی

الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَعَذَابًا ضِعْفًا فِی الْمَمَاتِ۔ پھر موصوف کو حذف کرکے اس کی جگہ صفت کو قائم رکھا۔ یعنی الضعف پھر موصوف کی اضافت صفت کو دی اور الحیٰوۃ کا مضاف ہوکر ضعف الحیٰوۃ بن گیا۔ اسی طرح ضعف الممات یعنی دوگنا عذاب دنیا دُوگنا عذاب بعد از موت
= لَکَ۔ تیرے اپنے لئے۔ عَلَیْنَا ہمارے مقابلہ میں (پھر آپ اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی مددگار نہ پاتے۔

۱۷: ۷۶ = اِنْ کَادُوْا میں اِنْ۔ اِنَّ سے مخففہ ہے۔ تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے ملاحظہ ہو ۱۷: ۷۳) اِنْ کَادُوْا لَیَسْتَفِزُّوْنَکَ۔ اور تحقیق یہ (لوگ) تمہیں پریشان کرکے، ڈرا دھمکا کر یا گھبراہٹ اور خوف وہراس پیدا کرکے سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اکھاڑنے ہی لگے تھے (نیز دیکھو ۱۷: ۶۴) لِیُخْرِجُوْکَ مِنْهَا تاکہ آپ کو اس سے نکال دیں۔
= لَا یَلْبَثُوْنَ۔ مضارع نفی۔ جمع مذکر غائب لَبِثَ یَلْبَثُ (باب سمع) سے لَبْثٌ مصدر وہ نہیں رہیں گے۔ وہ نہیں ٹھہریں گے لَابِثِیْنَ۔ ٹھہرنے والے۔
= خِلٰفَکَ۔ تیرے پیچھے۔ تیرے بعد۔ خِلٰفَ مُضاف کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ

۱۷: ۷۷ = سُنَّۃَ۔ طریقہ جاریہ۔ راہ۔ رسم۔ دستور۔ سُنَّۃَ بوجہ مصدر تاکیدی کے منصوب ہے یعنی سَنَّ اللّٰہُ ذٰلِکَ سُنَّۃً......
= مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَکَ مِنْ رُّسُلِنَا۔ جن کو ہم نے تم سے قبل رسول بنا کر بھیجا۔ یہ جملہ سُنَّۃَ کا مضاف الیہ ہے سُنَّۃَ مضاف ہے اس کی اضافت رُسُل کی طرف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ دستورِ الٰہی ان رسولوں کی خاطر ہی تھا۔ وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِیْلًا ط اور ہمارے دستور میں آپ کوئی ردوبدل نہیں پائیں گے۔

۱۷: ۷۸ = اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اَقِمْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر اِقَامَۃٌ مصدر (باب افعال) اَقَامَ یُقِیْمُ اِقَامَۃً۔
= دُلُوْکِ الشَّمْسِ۔ سورج کا ڈھلنا۔ سورج کا غروب ہونا۔ سورج کا مائل بغروب ہونا
= غَسَقِ اللَّیْلِ۔ کے معنی (ابتدائے) شب کی سخت تاریکی کے ہیں۔ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ رات کی تاریکی تک۔ اَلْغَاسِقُ بمعنی تاریک رات۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ (۱۱۳: ۳) اور شبِ تاریک کی برائی سے جب اس کی تاریکی چھا جائے۔
غَاسِقٌ چاند کو بھی کہتے ہیں جب کہ وہ گہن لگ کر سیاہ ہو جائے۔ اَلْغَسَّاقُ دوزخیوں کے جسموں سے بہنے والا لہو یا پیپ، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا (۷۸: ۲۵)

مگر گرم پانی اور بہتی پیپ۔
= مَشْهُوْدًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔ حاضر کیا گیا۔ مشاہدہ کیا گیا۔ یعنی رات اور دن کے ملائکہ اس وقت حاضر ہوتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں قرأت قرآن کا۔
۱۷: ۷۹ مِنَ الَّيْلِ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رات کے بعض حصہ میں۔
= تَهَجَّدْ۔ امر واحد مذکر حاضر تَهَجُّد (تفعل) الفاظِ اضداد میں سے ہے جس کے معنی سونے اور جاگنے دونوں کے ہیں۔ اسی طرح هَجَدَ يَهْجُدُ (باب نصر) رات کو سونا یا جاگنا دونوں کے ہیں۔ هَجَّدَ (باب تفعیل) رات کو سونا یا نیند سے جاگنا دونوں کے ہیں۔ بعض کے نزدیک رات کو نیند سے نماز کے لئے بیدار ہونے کے معنی میں ہے۔ پھر اس کا اطلاق نفسِ صلوٰۃ کے لئے ہونے لگا۔ تہجد کی نماز پڑھنا۔
بعض کے نزدیک الهُجُوْدُ کے معنی نیند کے ہیں اور سوئے ہوئے آدمی کو ہاجد کہتے ہیں اور هَجَّدْتُهُ فَتَهَجَّدَ کے معنی ہیں میں نے اس کی نیند کو دور کیا پس وہ جاگ گیا۔ (ایہاں تجنب یعنی ازالہ ماخذ ہے جس کی اور مثالیں تَاَثَّمَ زَيْدٌ زید گناہ سے بچا۔ تَحَوَّبَ زَيْدٌ زید نے گناہ سے پرہیز کیا۔ اجتناب کیا۔
= بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای بالقراٰن۔ فَتَهَجَّدْ بِهٖ تلاوت قرآن کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کر۔
= نَافِلَةً اسم فاعل واحد مؤنث نَفْلٌ مصدر (باب نصر) بمعنی زائد۔ یعنی پانچ فرض نمازوں کے علاوہ زائد۔ نَافِلَةً منصوب بوجہ مصدر استعمال ہونے کے ہے عَاقِبَةٌ کی طرح نَافِلَةٌ نَفَلَ يَنْفُلُ (نصر) سے مصدر آیا ہے۔ اور بمعنی تَهَجُّدًا ہے یا یہ بِهٖ کی ضمیر راجع الی القرآن سے حال ہے۔
= عَسٰى۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ امید ہے۔ عنقریب ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔
صاحب الاتقان لکھتے ہیں کہ۔ یہ فعل جامد ہے۔ اور اس کی گردان نہیں آتی (یعنی غیر منصرف ہے) یہی وجہ ہے کہ بعض علماء نے اس کو حرف کہہ دیا ہے۔ اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے ہیں اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکا کے ہیں (ترجّی فی المحبوب اشفاق فی المکروہ) پسندیدہ بات کی آرزو کرنا اور ناپسندیدہ بات سے ڈرنا)
یہ دونوں معنی اس آیت کریمہ میں ہیں وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ بہتر

ہو تمہارے حق میں اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔ برہان میں ہے کہ جب عسٰی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کا معنی یقین ہوتا ہے۔

علماء نے عسٰی کے معنی و استعمال پر طویل بحث کی ہے۔ مختصراً اس کے معنی امید اور توقع کے ہی کئے جاتے ہیں۔

= یَبْعَثَکَ۔ بَعَثَ یَبْعَثُ (فتح) بَعْثٌ سے مضارع واحد مذکر غائب۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تم کو کھڑا کریگا۔ تم کو اٹھائیگا۔ تم کو فائز کریگا۔

= مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ صفت موصوف، مقام محمود

عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ میں نصب بوجہ ظرف ہے۔ ای عسٰی اَنْ یبعثک ربّک یوم القیامۃ فیقیمک مقاما محمودًا۔ عجب نہیں کہ تمہارا پروردگار روزِ قیامت تمہیں اٹھائے اور مقام محمود پر تمہیں فائز کردے۔

یا نصب بوجہ حال ہے بمعنی ان یبعثک ذا مقام محمود آپ کو اس حال میں اٹھائے کہ آپ صاحب مقام محمود ہوں۔ مقام محمود کی وضاحت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی کہ یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔

۱۷ : ۸۰ = اَدْخِلْنِیْ۔ تو مجھے داخل کر۔ اِدْخَالٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= مُدْخَلَ۔ مُخْرَجَ مصدر ہیں۔ مُدْخَلَ داخل کرنا۔ مُخْرَجَ نکالنا۔ منصوب بوجہ مضاف ہونے کے ہیں۔ صِدْقٍ مضاف الیہ ہے جس کے معنی راستی اور سچائی کے ہیں۔

رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ ...... مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ اے میرے پروردگار تو جہاں کہیں مجھے لیجائے سچائی کے ساتھ لیجا۔ اور جہاں کہیں سے بھی مجھے نکالے سچائی کے ساتھ نکال۔

یہ آیت کریمہ ہجرت کے وقت نازل ہوئی جس میں ایک دعا کی تلقین کی گئی۔ کہ اے میرے رب کریم میرا مکہ سے ہجرت کرنا بھی سچائی کے ساتھ ہو اور مدینہ میں ورود بھی سچائی کے ساتھ ہو۔ یعنی دونوں کا انجام نیک ہو۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مطلب قبر میں داخل ہونا اور یوم حشر میں قبر سے نکلنا مراد ہے۔ یا اس سے مراد مکہ سے نکلنا اور دوبارہ بوقت فتح مکہ میں داخل ہونا ہے۔ پیش گوئی کی اہمیت کے پیش نظر اَدْخِلْنِیْ کو اَخْرِجْنِیْ سے پہلے رکھا گیا ہے گویا جس وقت حضور علیہ السلام مکہ سے جس وقت نکل رہے تھے اس وقت ان کو معلوم تھا کہ مکہ میں دوبارہ داخل ہوں گے۔ یا اس سے مراد غار میں داخل ہونا اور

وہاں سے صحیح وسلامت نکلنا ہے۔ یا اس سے مراد نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانا اور اس سے باحسن طریقہ عہدہ برآ ہونا ہے یا اس سے مراد کسی عظیم مہم میں ادخال اور اس کو کامیابی وکامرانی کے ساتھ سر کرنا ہے

= مِنْ لَدُنْكَ اپنی طرف سے

= سُلْطٰنًا ــــ ای حُجَّةً بَیِّنَةً۔ برہان واضح۔ سند۔ حکومت۔ زور، قوت۔

= نَصِیْرًا۔ صیغہ صفت منصوب، حفاظت کرنے والا۔ مدد کرنے والا۔

سُلْطٰنًا۔ موصوف۔ یعنی ایسی قوت یا غلبہ جو ممد ومعاون ہو مزید غلبہ حاصل کرنے میں

۱۷:۸۱ = زَھَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ زُھُوْقٌ مصدر (باب فتح) وہ نکل بھاگا۔ وہ مٹ گیا۔ زُھُوْق بروزن فَعُوْلٌ بمعنی اسم فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ نکل بھاگنے والا۔ مٹ جانیوالا زَھَقَ بمعنی خَرَجَ بھی آتا ہے۔ زَھَقَ رُوْحُہٗ اس کی رُوح نکل گئی۔ اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آتا ہے وَتَزْھَقَ اَنْفُسُھُمْ وَھُمْ کَافِرُوْنَ (۹:۸۵) اور ان کی جانیں اس حالت میں نکلیں کہ وہ کافر ہوں۔

۱۷:۸۲ = لَا یَزِیْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے (یعنی قرآن) الظّٰلِمِیْنَ اس کا مفعول ہے۔

۱۷:۸۳ = اَعْرَضَ۔ اِعْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔

= نَاٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَأْیٌ مصدر یا مادہ (باب فتح) وہ دور ہوگیا۔ اس نے روگردانی کی۔ نَاٰ بِجَانِبِہٖ۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَھُمْ یَنْھَوْنَ عَنْہُ وَیَنْئَوْنَ عَنْہُ (۶:۲۶) اور وہ اس سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور خود بھی اس سے پہلو تہی کرتے ہیں۔

= یَئُوْسًا۔ یَأْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ ناامید۔ یَأْسٌ ویَاٰسَۃٌ مصدر یَائِسٌ ناامید!

۱۷:۸۴ = عَلٰی شَاکِلَتِہٖ۔ عَلٰی حرف جار۔ شَاکِلَتِہٖ مضاف ومضاف الیہ مل کر مجرور۔ شَاکِلَۃٌ شَکْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ شَاکِلَتِہٖ اس کا ڈھنگ۔ شاکلہ کے معنی اس طریقہ اور روش کے ہیں جو اس کی فطرت میں ودیعت کئے گئے ہیں۔

۱۷:۸۶ = ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِہٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ط پھر تم نہیں پاؤ گے ہمارے مقابلہ میں کوئی حمایتی ومددگار جو اُسے (وہ جو ہم نے تم پر وحی کیا ہے یعنی قرآن) واپس دلا سکے۔ بِہٖ میں ضمیر واحد

مذکر غائب اَلَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ کی طرف راجع ہے۔
۱۷: ۸۸ == ظَهِیْرًا ۔ یاور۔ مددگار۔ پشتیبان۔ مُظَاهِرَةٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت کا صیغہ ہے۔ واحد۔ جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح مذکر و مؤنث کے لئے بھی
۱۷: ۸۹ == صَرَّفْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَصْرِیْفٌ (تفعیل) ہم نے پھیر پھیر کر سمجھایا۔ ہم نے طرح طرح سے بیان کیا۔ تصریف الامر۔ کسی بات کو بار بار مختلف انداز سے بیان کرنا۔
== اَبٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِبَاءٌ مصدر۔ اس نے سختی سے انکار کردیا۔
== كُفُوْرًا ۔ انکار۔ کفر۔ منصوب بوجہ اَبٰی کے مفعول ہونے کے ہے۔
فَاَبٰی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ۔ سوائے کفر کے اکثر لوگوں نے ماننے سے انکار کردیا۔ یا اکثر لوگوں نے انکار کرنے کے سوا قبول نہ کیا۔
۱۷: ۹۰ == تَفْجُرَ ۔ تو پھاڑ ڈالے۔ تو بہالائے اَلْفَجْرُ کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کرنے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر (باب نصر)
صبح کو فجر اس واسطے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے اسی سے اَلْفُجُوْرُ ۔ دین کی پردہ دری کرنا اور فَاجِرٌ دین کی پردہ دری کرنے والا ہو۔
تَفْجُرَ ۔ منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ کے جو حَتّٰی کے بعد ہے ای حتّٰی ان تفجُرَ۔
== يَنْبُوْعًا ۔ اسم مفرد ینابیع۔ جمع۔ چشمہ۔ اَلنَّبْعُ کے معنی چشمہ سے پانی پھوٹنے کے ہیں۔ یہ نَبَعَ یَنْبَعُ (نصر) کا مصدر ہے يَنْبُوْعٌ اس چشمہ کو کہتے ہیں جس سے پانی ابل رہا ہو۔ ع
۱۷: ۹۱ == فَتُفَجِّرَ ۔ فَجَّرَ یُفَجِّرُ تَفْجِیْرًا (باب تفعیل) تو پھاڑ لائے تو بہا لائے۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل فآء کے جو نفی (لَنْ نُّؤْمِنَ) کے بعد واقع ہوا ہے۔
== خِلٰلَهَا ۔ خِلٰل ۔ بوجہ ظرف (مفعول فیہ) کے منصوب ہے۔ ای وسط تلك الجنة یعنی اس جنت کے درمیان نہریں جاری کردیں۔ جو بہ رہی ہوں۔
== تُسْقِطَ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ منصوب بوجہ عمل اَوْ جو اِلٰی اَنْ کے معنی میں ہے تو گرادے تو ڈال دے۔ اِسْقَاطٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تُسْقِطَ عَلَیْنَا ۔ تو ہم پر گرادے۔
اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا ۔ میں تُسْقِطَ فعل السَّمَآءَ مفعول كِسَفًا اسماء سے حال۔ كَمَا زَعَمْتَ جملہ معترضہ۔ یا جیسا آپ کا خیال ہے آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے گرادیں۔
== تَاْتِیَ (ب) متعدی بوجہ (ب) تو لے آئے۔ اِتْیَانٌ سے واحد مذکر حاضر۔ مضارع معروف

— قَبِیْلًا ۔ حال ہے اللہ سے اور اَلْمَلٰٓئِکَۃِ سے۔ قَبْلُ کے اصل معنی آگے اور سامنے کے ہیں اور اس صورت میں یہ دُبُرٌ و دُبُرٍ کی ضد ہے۔ اگرچہ مجازًا ہر قسم کے تقدم پر بولا جاتا ہے۔ خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا مکانی ہو۔ یا بلحاظ رتبہ کے ہو۔ قِبَلًا۔ سامنے، آگے، جیسے کہتے ہیں رَاَیْتُہٗ قِبَلًا میں نے اس کو سامنے (یعنی کھلم کھلا) دیکھا۔ اس معنی کی تائید قرآن مجید میں اسی مضمون پر دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے مثلاً وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (۲: ۵۵) (وہ وقت یاد کرو) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ باور کریں گے (تمہارے کہنے سے) جب تک ہم خدا کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں۔ اور فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓی اَکْبَرَ مِنْ ذٰلِکَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰہَ جَھْرَۃً (۴: ۱۵۳) سو یہ تو موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی بڑی فرمائش کر چکے ہیں (ان سے) یہ بولے تھے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو۔

سو یہاں اس آیت میں بھی منکرین کا یہی مطالبہ تھا کہ خدا تعالیٰ اور فرشتے ہمارے سامنے کھلم کھلا آئیں اور ہم ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

قَبِیْلًا بمعنی جماعت در جماعت بھی ہے۔ اس صورت میں یہ قَبِیْلَۃٌ کی جمع ہے۔

۱۷: ۹۳ == زُخْرُفٍ۔ سونا۔ سنہری۔ ملمع۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو بھی زخرف کہتے ہیں۔ قول کے لئے جب اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوتے ہیں۔ مثلاً یُوْحِیْ بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (۶: ۱۱۲) ایک دوسرے کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے ہیں۔ آرائش اور زینت کے معنی میں حَتّٰٓی اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا وَازَّیَّنَتْ (۱۰: ۲۴) یہاں تک کہ جب زمین اپنی پوری آرائش اور زینت کو پہنچ چکی۔

== تَرْقٰی۔ مضارع واحد مذکر رَقِیَ یَرْقٰی (سَمِعَ) رُقِیٌّ مصدر۔ جس کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں۔ تَرْقٰی تو چڑھ جائے۔ اسی سے تَرَقِّیْ وَارْتِقَاءٌ ہے اوپر چڑھنا۔ بلند ہونا ہے۔ مِرْقَاۃٌ سیڑھی، زینہ، چڑھائی۔ پاؤں رکھنے کا پتھر۔ رقی مادہ۔

== رُقِیِّکَ۔ تیرا چڑھنا۔ رُقِیٌّ مصدر۔

== تُنَزِّلَ عَلَیْنَا۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ نَزَّلَ یُنَزِّلُ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) تو اتار لائے تو اتارے ہمارے لئے۔

== ھَلْ۔ استفہام انکاری ہے۔ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا نہیں ہوں میں مگر۔ بَشَرًا۔ کُنْتُ کی خبر ہے۔ اور رَسُوْلًا صفت بَشَرًا کی۔ میں بجز ایک بشر اور رسول کے اور کیا ہوں۔

۱۷: ۹۴ — وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝

مَا مَنَعَ - فعل۔ اِلَّا اَنْ قَالُوْا فاعل۔ اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا صفت فاعل اَلنَّاسَ مفعول اوّل مَنَعَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا مفعول ثانی مَنَعَ۔ اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى ظرف مَنَعَ یا ظرف اَنْ یُّؤْمِنُوْا۔

اور جب ان کے پاس ہدایت بصورت نبوّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وقرآن پہنچی تو لوگوں کو اس پر ایمان لانے میں کوئی امر مانع نہ ہوا سوائے اس بات کے کہ کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۷: ۹۵ — مُطْمَئِنِّیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب وطن بنا لینے والے۔ قیام کرنے والے۔ طمن مادہ۔ اَلطُّمَانِیْنَۃُ وَالْاِطْمِیْنَانُ (باب افعلال) خلجان کے بعد نفس کا سکون پذیر ہونا۔ اِطْمَأَنَّ یَطْمَئِنُّ اِطْمِیْنَانٌ۔ سکون پذیر ہونا۔ قرار پکڑنا۔ اور اِطْمَأَنَّ بِالْمَکَانِ وَفِیْہِ۔ مکان میں قیام کرنا۔ وہاں ٹھہرنا۔ اس کو اپنا وطن بنا لینا۔ اَقَامَ وَاتَّخَذَہٗ وَطَنًا

یعنی اگر فرشتے زمین پر سکونت پذیر ہوتے اور انہوں نے اسی کو اپنا وطن بنایا ہوتا۔

= لَنَزَّلْنَا۔ جوابِ لَوْ۔ تو ہم ضرور اتارتے۔ لام تاکید کے لئے۔

۱۷: ۹۷ = اَلْمُهْتَدِ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهْتِدَاءٌ مصدر۔ (باب افتعال) هدی مادہ۔ ہدایت یافتہ۔ ہدایت پانیوالا۔ اصل میں اَلْمُهْتَدِیْ تھا یا کو ساقط کر دیا گیا ہے

= یُضْلِلْ۔ مضارع مجزوم۔ واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مجزوم بوجہ عمل مَنْ ہے جو اسم جازم فعل ہے۔

(دوسرے اسماء جازمہ یہ ہیں مَنْ، مَا، مَهْمَا۔ اَیْنَ۔ اَیْنَمَا۔ حَیْثُمَا۔ اَیُّ۔ اَیُّمَا اَنّٰی۔ اَیَّانَ۔ اَیَّانَمَا۔ مَتٰی۔ مَتٰی مَا۔ اِذْمَا۔ کَیْفَمَا)

= کُلَّمَا۔ کُلَّ اور مَا سے مرکب ہے اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے کُلَّ ہمیشہ منصوب آتا ہے اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ اکثر کُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ (۴: ۵۶) کُلَّمَا خَبَتْ (آیۃ ہذا) بمعنی جب بھی۔

= خَبَتْ۔ وہ بجھی۔ ماضی واحد مؤنث غائب خَبَا یَخْبُوْ (نصر) خَبْوٌ مصدر۔ بجھنا۔ ضمیر فاعل کا مرجع جہنم ہے۔

= زِدْنَاهُمْ ای زِدْنَالَهُمْ۔
= سَعِيْرًا۔ السَّعْرُ سے۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے بمعنی دھکتی ہوئی آگ۔ آگ جس کو اچھی طرح بھڑکایا گیا ہو۔
زِدْنَاهُمْ سَعِيْرًا ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ زیادہ کی جائیگی۔ یا ان کے لئے آگ کو مزید بھڑکایا جائے گا۔

۱۷: ۹۸ = ذٰلِكَ۔ اس کا مشار الیہ یا تو قول باری تعالیٰ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ہے یا وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ سے لے کر سَعِيْرًا تک جو منکرین کا حال بیان ہوا ہے
= رُفَاتًا۔ بوسیدہ۔ گلا ہوا۔ چورا چورا ہوا ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۷: ۴۹)
= مَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مرفوع۔ قبروں سے دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانیوالے۔ بَعْثٌ مصدر۔

۱۷: ۹۹ = اَوَلَمْ يَرَوْا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے بمعنی اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا۔ او۔ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا۔ کیا وہ نہیں سوچتے۔ کیا وہ نہیں جانتے۔
= اَجَلًا۔ وقت مقررہ۔ مدت مقررہ۔
= لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ یعنی اس وقت مقررہ کے آجانے (واقع ہونے) میں کوئی شک نہیں ہے۔
= اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ۔ کہ الیسوں کو پھر پیدا کردے۔ کہ ان کی مثل نئی مخلوق پیدا فرمادے۔
= كُفُوْرًا۔ كَفَرَ يَكْفُرُ سے مصدر منصوب۔ کفر کرنا۔ نہ ماننا۔ انکار کرنا۔ یعنی ان ظالموں نے سوائے کفر کے اور ہر بات سے انکار کردیا۔ یعنی یہ اپنے کفر پر اڑے ہی رہے۔
۱۷: ۱۰۰ = لَاَمْسَكْتُمْ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے اَمْسَكْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاكٌ سے تم ضرور روک رکھتے۔
= خَشْيَةَ۔ خوف۔ ڈر۔ منصوب بوجہ اَمْسَكْتُمْ کے مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔
= اِنْفَاقٌ بروزن اِفْعَالٌ۔ مصدر ہے بمعنی خرچ کرنا۔
= قَتُوْرًا۔ صیغہ صفت مشبہ، کنجوس طبیعت والا۔ بخیل۔ قَتْرٌ۔ اِسْرَافٌ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا (۲۵: ۶۷) اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ بخیلی سے کام لیتے ہیں۔ اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان اعتدال میں رہتا ہے۔
قَوَامًا بوجہ كَانَ کی خبر ہونے کے منصوب ہے۔

صاحبِ بیان القرآن اس آیت کے سابقہ آیات سے ربط کے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ :۔
اوپر کفار کا آپ کی نبوت سے انکار کرنا اور آپ سے عداوت رکھنا مذکور ہوا ہے۔ آگے بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اگر نبوت تمہارے اختیار میں ہوتی تو تم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی نہ دیتے مگر وہ فضل خاص خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے تمہاری کراہت و عداوت مانع نہیں ہو سکتی۔ نیز ان کے اس سوال کا جواب بھی نکل آیا جو کہا کرتے تھے۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (۴۳ : ۳۱) .
اور کہنے لگے کہ یہ قرآن دو (مشہور) بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا؟
جس کا جواب اس جگہ ان لفظوں میں دیا گیا ہے اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ (۴۳ : ۳۲)
تو کیا آپ کے پروردگار کی رحمتِ خاصہ کو تقسیم یہ لوگ کرتے ہیں؟
یا یہ کہ ان سے کہدو کہ میرے ذریعہ تو خداوند تعالیٰ کی رحمت کے خزانے یوں لٹائے جا رہے ہیں کہ ان کو لینے والے بہت کم ہیں۔ لیکن اگر یہی رحمت کے خزانے تمہیں دیئے جاتے تو تم اپنے بخل کی وجہ سے جو کفر کا لازمی نتیجہ ہے ان کو ضرور روک رکھتے۔ (ملاحظہ ہو انگریزی تفسیر عبد اللہ یوسف علی)
خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ۔ لفظ عام ہے ہر قسم کے کمالات اور جملہ اقسامِ نعمت پر شامل ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ یہاں اشارہ نعمتِ نبوت کی جانب ہے۔

۱۷ : ۱۰۱ ـــ تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۔ نو واضح نشانیاں ۔
۱۔ عصا۔ وَاَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ (۲۷ : ۱۰)
اور تم اپنا عصا ڈال دو پھر جب اس نے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے جیسے سانپ (کرتا ہے) تو وہ پیٹھ پھیر کر پیچھے بھاگا اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
۲۔ یدِ بیضاء وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ (۲۷ : ۱۲) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جا تو وہ بلا کسی عیب کے بالکل سفید ہو کر نکلے گا (یہ نو معجزات میں سے ہیں جو فرعون اور اس کی قوم تک (تو لیجا تیگا)
۳۔ شق ہونا سمندر کا۔ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ (۲ : ۵۰)
اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو پھاڑ دیا تھا۔ پھر ہم نے تمہیں نجات دیدی اور فرعونیوں کو غرق کر دیا۔
۴۔ قحط سالی وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ (۷ : ۱۳۰)
اور بیشک ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط سالی اور پھلوں کی پیداوار میں کمی سے۔

۵۔ طوفان ۶۔ ٹڈی ۷۔ جوئیں ۸ مینڈک ۔ اور
۹۔ خون۔ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُفَصَّلٰتٍ (۷:۱۳۳) اور بھیجا ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈی اور جوئیں اور مینڈک اور خون (یہ) سب واضح نشانیاں تھیں۔
= اَظُنُّكَ۔ مضارع واحد متکلم لَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
میں تجھ کو خیال کرتا ہوں۔ میں تجھ کو سمجھتا ہوں۔
= مَسْحُوْرًا۔ سحر زدہ۔ خبطی۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ یہاں بمعنی سَاحِرًا بھی ہو سکتا ہے میں تجھ کو جادوگر خیال کرتا ہوں (عصا۔ ید بیضاء کے معجزے دیکھنے کے بعد مناسبت جادوگر سے بھی ہو سکتی تھی)
۱۷:۱۰۲ = هٰؤُلَآءِ۔ یہ نو آیات بینات۔ یا ان میں سے بعض کی طرف اشارہ ہے۔
= بَصَآئِرَ۔ بَصِیْرَةٌ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ واضح نصیحتیں۔ بصیرت افروز نشانیاں۔ یہ هٰؤُلَآءِ سے حال ہے۔
= مَثْبُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر ثُبُوْرٌ مصدر۔ ملعون۔ خیر سے رد کیا گیا۔ ہلاک شدہ۔ اَلثُّبُوْرُ (باب نصر) کے معنی ہلاک ہونے یا زخم کے خراب ہونے کے ہیں۔ وَاِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا اے فرعون میں تجھے ہلاکت زدہ سمجھتا ہوں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا (۲۵:۱۳:۱۴) وہاں ہلاکت کو پکاریں گے آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو۔ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو۔
۱۷:۱۰۳ = یَسْتَفِزَّهُمْ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔
استفزاز (استفعال) مصدر کہ ان کے قدم اکھاڑ دے۔ هُمْ ضمیر بنی اسرائیل کی طرف راجع ہے
استفزازٌ کسی کو ہلکا اور حقیر سمجھنا۔ ڈرانا۔ کسی کو اس کی جگہ سے اکھاڑ دینا۔ گھر سے باہر نکال دینا۔
یہاں مؤخر الذکر معنی مراد ہیں نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۷۶ مذکورہ بالا۔
۱۷:۱۰۴ = مِنْ بَعْدِهٖ۔ یعنی غرقابی فرعون کے بعد
= اُسْكُنُوا الْاَرْضَ۔ یعنی اب تم فرعون کی غلامی سے آزاد ہو۔ جہاں چاہو رہو بسو۔ یا ال عہد کے لئے ہے۔ اور الارض سے مراد وہی وادی سیناء ہے جس کا وعدہ ان سے کیا گیا تھا۔
= لَفِیْفًا۔ صفت مشبہ، آدمیوں کا وہ بڑا گروہ جس میں مختلف قبائل کے آدمی جمع ہوں طَعَامٌ لَفِیْفٌ دو یا زیادہ اقسام سے ملا ہوا کھانا۔ لِفَافَةٌ لپیٹ کا کپڑا۔ لَفَّ الثَّوْبَ اس نے کپڑا لپیٹ دیا۔ لَفٌّ وَاَلْفَافٌ (جمع) وہ باغ جن کے درخت گھنے ہوں اور درختوں کی شاخیں پیچ در پیچ باہم گتھی

ہوئی ہوں۔
قرآن مجید میں آیا ہے وَجَنّٰتٍ اَلْفَافًا۔ (۷۸ : ۱۶) اور گھنے گھنے گنجان اور باہم ملے ہوئے باغ ہیں۔ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا۔ ہم تم سب کو جمع کر کے لے آئیں گے۔ لَفِیْفًا ضمیر کُمْ سے حال ہے۔
= وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ۔ ای قیام الساعۃ۔ قیامت۔
۱۷ : ۱۰۵ = بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ قرآن کے لئے ہے۔ ای ما انزلنا القرآن الا بالحق۔ ہم نے اس کلام یعنی قرآن کو حق کے ساتھ اتارا ہے لا اور یہ حق کے ساتھ ہی اترا ہے) یعنی یہ قرآن سراسر سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے۔
= بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا۔ کَ ضمیر سے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں
۱۷ : ۱۰۶ = قُرْاٰنًا۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای اٰتَیْنَا قُرْاٰنًا (ہم نے قرآن کو بھیجا)
= فَرَقْنٰہُ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ فَرَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے اسے الگ الگ حکم بیان کیا۔ الگ الگ کر کے بتایا۔ تھوڑا تھوڑا کر کے اس کو نازل کیا۔ یا اس میں حق و باطل کو الگ الگ کر کے بیان کیا۔ ای فرقنا فیہ بین الحق والباطل و بین الحلال والحرام
یہاں جار کو حذف کر کے مجرور کو بوجہ مفعول بہ کے منصوب کر دیا گیا۔
= لِتَقْرَاَہٗ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ تاکہ تو اسے پڑھے۔
= عَلٰی مُکْثٍ۔ ٹھہر ٹھہر کر اَلْمُکْثُ کسی چیز کے انتظار میں ٹھہرے رہنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ لِاَھْلِہِ امْکُثُوْٓا (۲۸ : ۲۹) اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں) ٹھہرو۔
مَکَثَ یَمْکُثُ۔ مَکُثَ یَمْکُثُ (نصر۔ کرم) انتظار کرتے ہوئے توقف کرنا۔ یہاں مراد قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا ہے تاکہ لوگ سمجھ سکیں۔
۱۷ : ۱۰۷ = یَخِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوْرٌ مصدر۔ وہ گر پڑتے ہیں۔
= لِلْاَذْقَانِ۔ جمع اَذْقَانٌ۔ ذَقَنٌ واحد۔ ٹھوڑیاں۔ لِلْاَذْقَانِ ٹھوڑیوں کے بل۔
= سُجَّدًا۔ یَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ سجدہ کرتے ہوئے۔
۱۷ : ۱۰۸ = اِنْ کَانَ۔ میں اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے۔
= لَمَفْعُوْلًا ہ لام تاکید کے لئے ہے۔ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔
اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا۔ لام فارقہ ہے۔ بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہو کر رہتا ہے۔
۱۷ : ۱۰۹ = یَبْکُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب یَخِرُّوْنَ سے حال ہے۔ روتے ہوئے۔

= یَزِیْدُ ھُمْ ۔ یَزِیْدُ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل القرآن کی طرف راجع ہے۔
= خُشُوْعًا ۔ مصدر منصوب خَشَعَ یَخْشَعُ سے فروتنی ۔ عاجزی ۔ اور یہ قرآن ان کا خشوع اور بڑھا دیتا ہے۔
۱۷: ۱۱۰ = اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ اَیًّا مَّا ۔ اَیًّا ۔ جونسا ۔ کونسا ۔ کس کس ۔ جس کیا کیا ۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی ۔ اور صفت بھی واقع ہوتا ہے ۔ لیکن یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے ۔ مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے اَیًّا کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے ای بای اسم تدعوا
تَدْعُوْا ۔ تم بلاؤ ۔ تم پکارو ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر دَعْوَۃٌ مصدر ۔ لیکن آیہ ہذا میں الدعاء بمعنی التسمیۃ استعمال ہوا ہے النِّدَاء کے معنی میں نہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ اس ذات (حق تعالیٰ) کو اللہ کا نام دو یا الرَّحْمٰن کا ۔
فَلَهُ ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب ان دو اسموں (اللّٰہ ۔ الرَّحْمٰن) کی طرف راجع نہیں بلکہ ان دونوں اسموں کے مسمیٰ کی طرف راجع ہے ۔ الفاء جواب شرط کے لئے ہے یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا (تم جو نام بھی اس کو دو) شرط ۔ اور فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ جواب شرط ۔ یعنی اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فھو حسن (جو نام بھی اس کو وہی زیبا ہے) فھو حسن کی جگہ فلہ الاسماء الحسنٰی آیا ہے یعنی جس نام سے بھی اس کو پکارو اس کے اچھے ہی اچھے نام ہیں ۔
= لَا تَجْهَرْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ۔ تو آواز بلند نہ کر ۔ اَلْجَھْرُ (باب فتح) کے اصل معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح نمایاں اور ظاہر ہونے کے ہیں ۔ حاسۂ سمع کے ظاہر ہونے کے متعلق ارشاد ہے سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ (۱۳ : ۱۰) تم میں سے کوئی چپکے سے بات کہے یا بآواز بلند پکار کر (اس کے نزدیک) دونوں برابر ہیں ۔ آیۂ ہذا میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے ۔
وَلَا تَجْهَرْ ۔ تو آواز بلند نہ کر ۔ تو بلند آواز سے نہ پڑھ ای ولا تجھر بقراءۃ صلاتک ۔
حاسۂ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق مستعمل ہے مثلاً لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی نَرَی اللّٰهَ جَهْرَةً ۔ (۲ : ۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے ۔
= لَا تُخَافِتْ فعل نہی واحد مذکر حاضر ۔ مُخَافَتَةٌ مصدر باب مفاعلہ ۔ بمعنی آہستہ گفتگو کرنا وَلَا تُخَافِتْ بِقَرَاءَةِ صَلَاتِكَ اور نہ نماز میں قرات کو بالکل چپکے چپکے ادا کر ۔
= اِبْتَغِ ۔ امر واحد مذکر حاضر ۔ اِبْتِغَاءٌ مصدر تو تلاش کر ۔ تو اختیار کر ۔
۱۷: ۱۱۱ = مِنَ الذُّلِّ اس میں مِنْ تعلیلیہ ہے ۔ یعنی بوجہ ۔ بسبب ۔ الذُّلِّ ۔ عاجزی

کمزوری، تواضع۔ ذلّت۔ جب دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر عاجزی ہو تو اس کو ذُل کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ (۱۷:۲۴) یعنی ان کے سامنے مقہور و مجبور ہو کر رہو۔

اور اگر بغیر کسی قہر و جبر کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلت حاصل ہو وہ ذِل کہلاتی ہے کہتے ہیں۔ ذَلَّتِ الدَّابَّةُ ذِلاًّ۔ منہ زوری کے بعد سواری کا مطیع ہونا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

(۱۸) سُوْرَۃُ الْکَھْفِ (۶۹)

۱:۱۸ = عَبْدِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عبد سے مراد ذات اقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ضمیر واحد مذکر غائب ہٖ کا مرجع ذات باری تعالیٰ ہے۔

= الکتٰب ۔ ای القرآن

= عِوَجًا ۔ العَوَجُ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے سیدھا کھڑا ہونے کی حالت سے ایک طرف جھک جانا کے ہیں۔ اَلعَوَجُ اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو آنکھ سے بسہولت دیکھا جا سکے۔ مثلاً لکڑی وغیرہ کا ٹیڑھا پن۔ اور العِوَج اس ٹیڑھے پن کو کہتے ہیں جو صرف عقل اور بصیرت سے دیکھا جا سکے۔ مثلاً معاشرہ میں دینی اور معاشی ناہمواریاں۔ یا فہم و ادراک میں کجی۔

اور جگہ قرآن کی تعریف میں ارشاد ہے قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ (۲۸:۳۹) یہ قرآن عربی جس میں کوئی عیب و اختلاف (لفظی یا معنوی ناہمواری) نہیں ہے۔ عِوَجٌ ۔ اسم، پیچیدگی۔ ٹیڑھاپن۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔ عِوَجًا کی تنوین تقلیل کے لئے ہے یعنی اس میں ذرا سی بھی کجی نہیں ہے

۲:۱۸ = قَیِّمًا ۔ درست کرنیوالا۔ یعنی ایسی کتاب جو (نہ صرف بذاتہٖ ہر قسم کی کجی یا خامی سے مبرا ہے بلکہ) دوسروں کی کجیوں اور خامیوں کی اصلاح کرتی ہے۔ ای ثابتًا ومقومًا لامور معاشہم و معادھم یعنی خود کجی سے بالاتر اور دوسروں کے معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ حروف مادہ ق و م

= وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا قَیِّمًا ۔ صاحب کشاف نے واؤ کو حرف عطف اور ولم یجعل لہ کو انزل پر معطوف لیا ہے۔ ان کے نزدیک قیّمًا کو الکتٰب کا حال ماننے سے حال اور ذوالحال میں فاصلہ واقع ہو جاتا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قَیِّمًا کا نصب الکتٰب کا حال ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ فعل مضمر کی وجہ سے ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا جَعَلَہٗ قَیِّمًا ۔

لیکن بعض کے نزدیک وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا میں واؤ حالیہ ہے گویا وَلَمْ یَجْعَلْ لَّہٗ عِوَجًا اور قَیِّمًا دونوں حال ہیں جب دونوں حال ہوئے تو حال اور ذوالحال میں فاصلہ نہ رہا۔

= لِیُنْذِرَ۔ لام تعلیل کے لئے ہے یُنْذِرَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تاکہ وہ ڈرائے (ڈرانے کا فاعل کتاب ہے)

لِیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔ لِیُنْذِرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بَاْسًا شَدِیْدًا تاکہ وہ کافروں کو عذاب شدید سے ڈرائے۔ مفعول اول محذوف ہے ۔

= مِنْ لَّدُنْہُ۔ اس کی طرف سے ۔

= اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۔ یہ بشارت کا بیان ہے ۔ اور مراد اس اجر سے جنت ہے ۔

۱۸: ۳ = مَاکِثِیْنَ فِیْہِ ۔ مَاکِثِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَکَثَ یَمْکُثُ (نصر) سے مَکْثٌ مادہ ومصدر۔ ٹھہرے رہنے والے ۔ ہمیشہ رہنے والے

= فِیْہِ ۔ ای فِی الْاَجْرِ ۔ فِی الْجَنَّۃِ (جائے) اجر میں ۔ یعنی جنت میں ۔

۱۸: ۵ = کَبُرَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس کا فاعل ھِیَ ضمیر مستتر ہے ۔ اور کَلِمَۃً اس کی تمیز ہے اور اس واسطے منصوب ہے ۔

کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِہِمْ ۔ کتنی بڑی بات ہے جو ان کے مونہوں سے نکلتی ہے ۔ یعنی ان کی زبانیں کیسے شدید گستاخانہ عقیدہ بیان کر رہی ہے (یہ اسلوب بیان اظہار تعجب کے لئے اختیار کیا گیا ہے)

= اِنْ یَّقُوْلُوْنَ میں اِنْ نافیہ ہے ۔

۱۸: ۶ = فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ ۔ لَعَلَّ ۔ حرف مشابہ بالفعل ہے ۔ کَ اس کا اسم ۔ شاید تو ۔ لَعَلَّ ۔ امید یا خوف پر دلالت کرنے کے لئے آتا ہے اِنَّ اَنَّ کَاَنَّ کی طرح ناصب اسم اور رافع خبر ہے ۔ امید کا رجوع کبھی متکلم کی طرف ہوتا ہے جیسے لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَۃَ (۲۶ : ۴۰) (اگر ہمارے جادوگر غالب آگئے تو ہمیں امید ہے کہ ہم ان ہی کی راہ پر رہیں گے ۔

کبھی مخاطب کو امید دلانے کے لئے آتا ہے اس وقت امید کا رجوع مخاطب کی طرف ہوتا ہے مثلاً لَعَلَّہٗ یَتَذَکَّرُ اَوْ یَخْشٰی (۲۰: ۴۴) پھر اس سے نرم گفتگو کرنا یہ امید رکھتے ہوئے کہ شاید وہ نصیحت مان جائے یا ڈر ہی جائے ۔

کبھی امید کا تعلق نہ متکلم سے ہوتا ہے نہ مخاطب سے بلکہ تیسرے شخص سے ہوتا ہے ۔ جیسے آیت ہذا میں فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ہ یعنی آپ کی حالت کو دیکھ کر لوگ یہ امید یا اندیشہ کرتے ہیں کہ آپ اپنی جان کھو دیں گے ۔ اور جگہ اس کی مثال ۔ فَلَعَلَّکَ تَارِکٌ م بَعْضَ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ (۱۱: ۱۲) یعنی لوگ یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ وحی کا کوئی حصہ ترک کر دیں گے ۔

= بَاخِعٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ بَخْعٌ مصدر باب فتح۔ اَلْبَخْعُ کے معنی غم سے اپنے تئیں ہلاک کر ڈالنا کے ہیں۔ ایک شاعر نے کہا ہے ۔
اَلَا اَیُّھَا الْبَاخِعُ الْوَجْدِ نَفْسَہٗ ۔ اے غم کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے والے۔
عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ ۔ اٰثَارٌ جمع اَثَرٌ واحد۔ اٰثَارِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اَثَرٌ نشانی۔ علامت نشانِ قدم۔ جیسے فَارْتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا (۱۸:۶۴) پھر دونوں اپنے قدموں کے نشان پر الٹے چلے۔ یہاں عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ ۔ کے معنی ہیں من بعد ھم ای من بعد تولیھم عن الایمان وتباعدھم منہ ۔یعنی ان کے ایمان سے اعراض کرنے پر اور اس سے بُعد پر۔
فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِھِمْ ۔ لوگ امید کرتے ہیں کہ آپ ان کے ایمان سے اعراض کے پیچھے غم سے اپنے آپ کو ہلاک کرلیں گے۔
= اَلْحَدِیْثِ ۔ای القراٰن۔
= اَسَفًا۔ مفعول لہٗ ہے بَاخِعٌ کا اَسَفٌ بمعنی افسوس کرنا۔ پچھتانا۔
اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ شرط۔ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفْسَکَ جزاء۔
جزا لفظاً مقدم لائی گئی ہے لیکن معنیً مؤخر ہے۔ الفاء جواب شرط کا ہے۔
۱۸: ۷ لِنَبْلُوَھُمْ ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ نَبْلُوَ۔ مضارع جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ سُکَّانُ الْاَرْضِ ۔ اہالیان ارض کے لئے ہے تاکہ ہم اہل زمین کو آزمائیں۔
۱۸: ۸ = صَعِیْدًا۔ زمین۔خاک۔ صُعُوْدٌ مصدر جس کے معنی بلند ہونے کے ہیں۔
صَعِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= جُرُزًا۔ بنجر۔ چٹیل۔ جَرْزٌ سے جس کے معنی کاٹ دینے اور کھا کر صاف کر دینے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یعنی وہ زمین جس کے درخت اور گھاس چھانٹ دیئے گئے ہوں۔ چونکہ چٹیل میدان اور بنجر زمین درختوں اور گھاس سے خالی ہوتی ہے اس لئے جُرُزٌ کہلاتی ہے۔ یعنی ایک دن ہم اس سرسبز وشاداب زمین کو چٹیل میدان بنادیں گے (یہ اپنی صنعتِ ایجاد کے بعد حکمت اعدام کی طرف اشارہ ہے)
۱۸: ۹ = اَمْ ۔ اَمْ حرف عطف ہے اس کی دو قسمیں ہیں متصل۔ منقطع۔ متصل وہ ہے جس کے پہلے ہمزہ تسویہ (سَوَآءٌ کا ہمزہ) آئے جیسے سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ (۲:۶) اس سے پہلے ہمزہ استفہام ایسا آئے جس کو اَمْ کے ساتھ ملانے سے تعیین وتخصیص مطلوب ہو مثلاً ۔ ءَزَیْدٌ عِنْدَکَ اَمْ عَمْرٌو یا جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ءٰٓالذَّکَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ

(۶:۳:۱۴۳) اس کو متصل اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا ماقبل اور مابعد دونوں ایک دوسرے سے مربوط ہو
منقطعہ جو متصل کے خلاف ہو۔ جیسے اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ (۱۶:۱۳)۔ اَمْ منقطعہ کے وہ
جو اس سے کبھی جُدا نہیں ہوتے "اِضْرَابٌ" ہے (اِضْرَابٌ یعنی پہلی بات سے اعراض کرنا)
اَمْ۔ کئی معنوں میں مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً یا۔ خواہ۔ کیا۔ اور کبھی بمعنی بَلْ استعمال ہوتا
ہے۔ اور کبھی بَلْ اور ہمزہ استفہام کے لئے آتا ہے۔ جیسا جمہور کے قول کے مطابق آیہ ہذا میں ہے
اس صورت میں اَمْ حَسِبْتَ ای بل أحسبت تو کیا تو خیال کرتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے
اَمْ منقطعہ کی مستقل خصوصیت اضراب یعنی پہلی بات سے اعراض ہے۔

اوپر آیات ۷ : ۸ میں زمین کو پیدا کرنے اور پھر روئے زمین پر زینت و آرائش کے مختلف سامانوں کے پیدا
کرنے اور پھر اس کائنات کی ساری رعنائیوں اور دلفریبیوں کو فنا کر کے بے آب و گیاہ چٹیل میدان میں تبدیل
کرنے کا ذکر ہے اور آیۃ ۹ میں اصحاب کہف والرقیم کے قصہ کا ذکر ہے ارشاد ہوتا ہے کہ جس ذات والاصفات
کے قبضہ قدرت میں تخلیق ارض و سماوات بمعہ ان کے جملہ لوازمات ہے کیا اس کا اصحاب کہف کو کچھ مدت کے
لئے ان پر نیند طاری کر کے مُرورِ وقت سے بیخبر رکھ کر دوبارہ اٹھا کر کھڑا کرنا تعجب کی بات ہے؟ ہرگز نہیں
بلکہ اس تخلیق کے مقابلہ میں یہ بات تو بالکل معمولی اور حقیر سی ہے۔

اَمْ۔ بعض دفعہ زائدہ بھی آتا ہے جیسے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ اَنَا خَیْرٌ (۴۳: ۵۱-۵۲) اس
عبارت کی تقدیر یوں ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَیْرٌ۔ (کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں بہتر ہوں)

لغت یمن میں اَمْ اَلْ کے بدل میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً لَیْسَ مِنْ امْبِرِّ امْصِیَامُ
فِیْ امْسَفَرِ۔ ای لَیْسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ (سفر میں روزہ رکھنا خاص نیکی نہیں)

= اَلْکَھْفِ۔ پہاڑ میں وسیع غار کو کہف کہتے ہیں۔ اس کی جمع کُھُوْفٌ ہے۔

= الرَّقِیْمِ ہ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک اصحاب کہف کے کتے کو رقیم کہتے ہیں۔ جیسا کہ امیہ بن صلت کا قول ہے۔

۲۔ الرقیم۔ روم میں ایک قریہ کا نام ہے **الضحاک**۔

۳۔ یہ اس پہاڑی کا نام ہے جس میں الکہف ہے۔

۴۔ الرَّقِیْمُ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعولٌ ہے نوشتہ۔ تحریر۔ لکھی ہوئی عبارت۔ قرآن میں اور جگہ
آیا ہے کِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ۔ (۸۳: ۹، ۲۰) ایک لکھی ہوئی کتاب۔ لہٰذا الرقیم وہ لوح جس پر اصحاب
کہف کے نام۔ ان کا حسب و نسب۔ ان کا قصہ اور ان کے خروج کے اسباب تحریر ہیں اور جو ان کے
مدفن پر لگائی گئی ہے۔

بعض کے نزدیک اصحاب کہف اور اصحاب رقیم دو مختلف طائفہ ہیں لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ ایک ہی گروہ تھا۔ اور لفظ اصحاب کی اضافت دو اشیاء کی طرف کی گئی ہے کیونکہ قرآن میں صرف اصحاب کہف کا ہی تذکرہ ہے اصحاب الرقیم کا الگ کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

= عَجَبًا۔ مصدر ہے بمعنی عَجِيْبٌ بطور صفت کے آیا ہے اور یہ عجیب سے زیادہ بلیغ ہے اس کا موصوف محذوف ہے۔ ای اٰيَةً اَوْ شَيْئًا عَجَبًا۔ تعجب خیز آیت یا شے۔

اصحاب الکھف والرقیم۔ اسم كَانُوْا فعل ناقص۔ حَسِبْتَ عَجَبًا۔ كَانُوْا کی خبر۔ مِنْ اٰيٰتِنَا حال ہے ترجمہ یوں ہوگا۔ تو کیا تو خیال کرتا ہے کہ اصحاب الکہف والرقیم ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز شے تھے۔

۱۸: ۱۰ = اِذْ۔ ای اذکر اِذْ۔ یاد کرو جب۔

= اَوَى۔ اُوِيٌّ سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ اترا۔ وہ جا بیٹھا۔ اَلْمَاْوٰى۔ کسی جگہ نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا۔ جیسے قرآن مجید میں آیا ہے قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ (۱۱: ۴۳) اس نے کہا کہ میں بھی پہاڑ پر جا بیٹھوں گا۔ یا پہاڑ پر جا پناہ لوں گا۔

= اَلْفِتْيَةُ۔ فِتْيَةٌ۔ فَتًى۔ کی جمع قلت ہے۔ بعض کے نزدیک یہ اسم جمع ہے مراد اصحاب الکہف سے ہے۔ (جب ان جوانوں نے پناہ لی)

= مِنْ لَّدُنْكَ اپنی طرف سے۔

= هَيِّئْ لَنَا۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ هَيَّئَا يُهَيِّئُ تَهْيِئَةٌ (باب تفعیل) کسی معاملہ کے لئے اسباب مہیا کرنا۔ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (آیہ ہذا) اور ہمارے کاموں میں درستی (کے سامان) مہیا کر۔ اور جگہ اس سورت میں آیا ہے۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا (۱۸: ۱٦) اور تمہارے کاموں میں آسانی (کے سامان) مہیا کریگا۔

اَلْهَيْئَةُ اصل میں کسی چیز کی حالت کو کہتے ہیں خواہ وہ محسوسہ ہو یا معقولہ، لیکن عام طور پر حالت محسوسہ یعنی شکل وصورت پر بولا جاتا ہے۔ عِلْمُ الْهَيْئَةِ۔ وہ علم جس میں اجرام سماویہ سے بحث ہو،

= رَشَدًا۔ رَشَدَ يَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ راستی۔ بھلائی۔ نیکی۔ راہ یابی۔ راہ راست پانا۔

۱۸: ۱۱ = فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ۔ اس میں مفعول محذوف ہے یعنی فَضَرَبْنَا حِجَابًا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ۔ ہم نے ان کے کانوں پر پردہ ڈالے رکھا۔ یعنی ایسی گہری نیند طاری کر رکھی کہ وہ کوئی آواز سنتے ہی نہ تھے۔

= عَدَدًا - بمعنی مَعْدُوْدَۃً - مصدر بمعنی صفت آیا ہے اور سِنِیْنَ موصوف ہے اَی سِنِیْنَ مَعْدُوْدَۃٍ - کچھ سال - گنتی کے کئی سال -

۱۸ : ۱۲ = بَعَثْنٰھُمْ - ہم نے ان کو اٹھا کھڑا کیا -

= لِنَعْلَمَ - لام تعلیل کا ہے نَعْلَمَ مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام -

= اَیُّ الْحِزْبَیْنِ - دونوں گروہوں میں سے کونسا گروہ - حِزْبَیْنِ تثنیہ حِزْبٌ واحد گروہ، جماعت - فرقہ - ان دو فرقوں سے کونسا فرقہ مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں -

۱- ایک فرقہ اصحاب کہف کا دوسرا فرقہ اہل شہر کا جو اس زمانہ میں وہاں آباد تھے جب اصحاب کہف کو دوبارہ اٹھایا گیا تھا -

۲- دونوں گروہ اہالیانِ شہر میں سے تھے - ایک مؤمنوں کا گروہ - دوسرا کافروں کا -

۳- اس زمانہ کے مؤمنوں میں سے ہی دو گروہ تھے -

۴- کافروں کے دو گروہ مراد ہیں - ایک گروہ یہود ایک گروہ نصاریٰ -

۵ - دونوں گروہ اصحاب کہف میں سے تھے - ایک گروہ جو کہتا تھا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ط (۱۸ : ۱۹) اور دوسرا گروہ جو کہتا تھا کہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ (ایضًا)

= اَحْصٰی - خوب گننے والا - اِحْصَاءٌ (باب افعال) سے افعل التفضیل کا صیغہ - یا اَحْصٰی یُحْصِیْ اِحْصَاءٌ (افعالٌ) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے - اس نے گنا - اس نے شمار کیا - حَصَاۃٌ سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں - عرب کنکریوں کو گنتی کے لئے استعمال کیا کرتے

= اَمَدًا - بلحاظ مدت کے - از روئے مدت - تمیز ہے اَحْصٰی کی - یا اَحْصٰی فعل ماضی کا مفعول ہے مدت -

۱۸ : ۱۳ = نَبَاَھُمْ - مضاف مضاف الیہ - ان کی خبر - ان کا قصّہ -

۱۸ : ۱۴ = رَبَطْنَا - ماضی جمع متکلم - ہم نے باندھا - ہم نے گرہ دی - رَبْطٌ مصدر - (باب ضَرَبَ، نَصَرَ) مضبوط باندھنا - رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ - اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا کیا وَ رَبَطْنَا عَلٰی قُلُوْبِھِمْ - اور ہم نے ان کے دلوں کو قوت بخشی - اِرْتَبَطَ فَرَسًا - سرحد کی حفاظت کے لئے گھوڑا تیار کرنا -

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا (۲۸ : ۱۰) اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کئے رکھتے (تو عجیب نہ تھا کہ وہ ہمارا سارا معاملہ ظاہر کر دیتیں)

= اِذْ قَامُوْا - یہ رَبَطْنَا سے متعلق ہے یعنی ہم نے ان کے دل (صبر و ثبات) سے مضبوط کر دیئے

جب وہ اٹھ کھڑے ہوئے (باطل کے مقابلہ میں یا جبار حاکم کے روبرو یا اپنی بُت پرست قوم کے سامنے) فَقَالُوْا۔ تو وہ بولے آپس میں۔ بادشاہ کے روبرو یا اپنی قوم سے۔ اِذْ تعلیل کے لئے ہے۔ یعنی چونکہ، جبکہ۔ جیسے وَلَنْ یَّنْفَعَکُمُ الْیَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۴۳: ۳۹) اب جبکہ تم ظالم ٹھہر چکے تم کو آج کے دن کوئی فائدہ نہیں۔

= لَنْ نَّدْعُوَا مضارع نفی تاکید بلن بوجہ عمل لَنْ مضارع منصوب ہوا اور نون اعرابی گر گیا۔ ہم ہرگز نہیں پکاریں گے، ہم ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ دُعَاءٌ۔ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر)

= لَقَدْ قُلْنَا۔ ای لئن سمینا ھم الھۃ لَقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا۔ یعنی اگر ہم نے رب السمٰوٰت والارض کے علاوہ کسی دوسرے کو الٰہ یا معبود قرار دیا تو ہم نے حق سے دُور کی بات کہی۔

= شَطَطًا۔ ای قَوْلًا شَطَطًا۔ او قولاً ذاشطط۔ حق سے دور کی بات۔

شَطَطٌ کے معنی حد سے زیادہ تجاوز کرنے کے ہیں (باب نصر، ضرب) چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہوتا ہے اس لئے ان معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ شَطُّ النَّھْرِ۔ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔

اور جگہ قرآن میں ہے وَاَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ سَفِیْھُنَا عَلَی اللّٰہِ شَطَطًا (۷۲: ۴) اور ہم میں سے جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں (حق سے دور کی) باتیں کہتے ہیں۔ یا فَاحْکُمْ بَیْنَنَا وَلَا تُشْطِطْ (۳۸: ۲۲) سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے

۱۸: ۱۵ = ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا۔ ھٰؤُلَآءِ مبتدا، قَوْمُنَا عطف بیان اتَّخَذُوْا خبر۔

= عَلَیْھِمْ۔ ای علی عبادتھم (ان کی عبادت کے متعلق) مضاف کو حذف کر دیا گیا۔ او علی الوھیتھم ان کی الوہیت پر۔

= سُلْطَانٌ بَیِّنٌ۔ کھلی دلیل۔

= فَمَنْ۔ میں مَنْ استفہامیہ ہے کون۔ کس نے۔ مثلاً قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶: ۵۲) کہیں گے ہائے ہماری کم بختی کس نے ہم کو ہماری خواب گاہوں سے اٹھایا؟

۱۸: ۱۶ = اِعْتَزَلْتُمُوْھُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ واوٗ اشباع کا ہے اِعْتِزَالٌ مصدر۔ تم نے ان سے کنارہ کر لیا۔ (اور جب) تم نے (ان مشرکوں سے اور جن کی یہ خدا کے سوا عبادت کرتے ہیں) ان سے کنارہ کر لیا۔ قرآن مجید میں ہے فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ۔ (۲: ۲۲۲) عورتوں سے کنارہ کش رہو اسی سے ہے مُعْتَزِلَۃٌ عقل پرست فرقہ جو اہل سنت سے الگ ہو گیا تھا۔

خواجہ حسن بصریؒ ایک دن کسی مسئلہ پر دلائل دے رہے تھے کہ ان کا ایک شاگرد واصل بن عطاء

اختلاف رائے کی بنا پر الگ ہو کر ایک گروہ سے اپنا نقطۂ نظر بیان کرنے لگا۔ خواجہ حسن بصری نے فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا۔ وہ ہم سے کنارہ کش ہو گیا۔ اسی بنا پر واصل بن عطار کے پیرو کار معتزلہ مشہور ہو گئے۔

= وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ سے اخیر آیہ ہٰذا تک کلام ان توحید پرست نوجوانوں کا آپس میں بطور مشورہ کے ہے

= وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۔ میں مَا موصولہ ہے۔ ای واذا اعتزلتموھم واعتزلتم الذین یعبدنہم اور اِلَّا اللّٰهَ استثناء متصل ہے۔ بنابریں کہ وہ (ان نوجوانوں کی قوم) اللہ کی عبادت بھی کرتے تھے اور بتوں کی بھی۔

یا وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ جملہ معترضہ اللہ کی جانب سے ہے کہ یہ نوجوان سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرتے تھے اس صورت میں مَا نافیہ ہوگا۔

= فَاْوٗا۔ تم جا بیٹھو۔ تم فروکش ہو جاؤ۔ اِيْوَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اٰوٰى۔ يُؤْوِىْ۔

= يَنْشُرْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلنَّشْرُ کے معنی کسی چیز کو پھیلانے کے ہیں۔ یہ کپڑے صحیفے کے پھیلانے، بارش اور نعمت کے عام کرنے اور کسی بات کو مشہور کر دینے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (۸۱: ۱۰) اور جب عملوں کے دفتر کھولے جائیں گے۔ اور وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (۴۲: ۲۸) اور وہی تو ہے جو لوگوں کے مایوس ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت عام کر دے گا۔

= يُهَيِّئْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَهْيِئَةٌ وتَهْيِيْءٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ فراہم کر دیگا وہ تیار کر دیگا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۱۸: ۱۰)

= مِرْفَقًا۔ رَفَقَ يَرْفُقُ (نصر) رَفُقَ يَرْفُقُ (کرم)، ورَفِقَ يَرْفَقُ (سمع) رِفْقًا۔ مَرْفِقًا ومِرْفَقًا۔ بِهٖ۔ لَهٗ۔ عَلَيْهِ۔ نرمی اور مہربانی سے پیش آنا۔ یہاں اس کا معنیٰ ہے مَا يَرْتَفِقُ اى يُنْتَفَعُ بِهٖ۔ جس سے فائدہ اور نفع حاصل کیا جائے۔ فائدے اور نفع کا سامان۔

یہاں مِرْفَقًا مفعول ہے يُهَيِّئْ کا۔ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔ اور مہیا کر دیگا تمہارے لئے تمہارے کام میں آسانی۔

۱۸: ۱۷ = تَزٰوَرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب الزَّوْرُ کے معنی ملاقات کرنا۔ زیارت کرنا باب تفاعل سے باہم ایک دوسرے کی زیارت کرنا۔

الزَّوَرُ کے معنی سینے کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اسی لئے جس کے سینے میں ٹیڑھا

بن ہوا سے اَلْاَذْوَرُ کہتے ہیں جب تَزَاوَرُ کے صلہ میں عَنْ آئے تو رُخ بچانے، سینہ موڑنے، بچ کر نکلنے اورکترانے کے معنی ہوتے ہیں لہٰذا تَزَاوَرَعَنْہُ اس نے اس سے پہلوتہی کی۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا۔ یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں تَزَاوَرُ اصل میں تَتَزَاوَرُ تھا تخفیف کے لئے ایک ت کو حذف کیا گیا۔

تَزَاوَرُعَنْ کَھْفِھِمْ کے معنی ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے

= تَقْرِضُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان سے کترا جاتی ہے قَرْضٌ کے معنی کترنا اور قطع کرنے کے ہیں۔ اس سے مقراض بمعنی قینچی قَرْضَۃٌ ومقروض ہیں = فَجْوَۃٍ۔ اَلْفَجْوَۃُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔ کھلی جگہ، وسیع میدان

= مِنْہُ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کہف کے لئے ہے۔

۱۸:۱۸ = تَحْسَبُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو خیال کرتا ہے یا کرےگا۔ اس سے قبل لَوْرَاَیْتَھُمْ محذوف ہے تقدیر کلام ہے وَلَوْ رَاَیْتَھُمْ تَحْسَبُھُمْ اَیْقَاظًا اور اگر تو ان کو دیکھے تو تو ان کو بیدار خیال کرے گا۔

= اَیْقَاظًا۔ یَقِظٌ کی جمع جیسے نَکِدٌ (درشت خو، کم داد و دہش والا) کی جمع اَنْکَادٌ ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَیْقَاظًا بمعنی جاگنے والے۔

= رُقُوْدٌ۔ رَاقِدٌ کی جمع۔ سوئے ہوئے، سونے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر مَرْقَدٌ (ظرف مکان) خواب گاہ۔

= نُقَلِّبُھُمْ۔ ہم ان کو کروٹ دیتے ہیں۔ ہم ان کی کروٹ بدلتے رہتے ہیں۔ مضارع جمع متکلم (باب تفعیل) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تَقْلِیْبٌ مصدر۔

= ذَاتَ الْیَمِیْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ۔ دائیں جانب۔ بائیں جانب۔

= بَاسِطٌ۔ دراز کرنیوالا۔ کھولنے والا۔ پھیلانے والا۔ بَسْطٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔

= ذِرَاعَیْہِ۔ اس نے دونوں ہاتھ۔ اس کے دونوں بازو، ذِرَاعَیْ۔ ذِرَاعٌ کا تثنیہ ہے۔ مضاف ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اضافت کی وجہ سے نون تثنیہ کا حذف ہو گیا ہے ذِرَاعَیْ منصوب بوجہ بَاسِطٌ کے مفعول ہونے کے ہے بَاسِطٌ ذِرَاعَیْہِ اپنے دونوں بازو پھیلانے والا (اپنے دونوں بازو پھیلائے بیٹھا ہے)

= اَلْوَصِیْدِ۔ اسم۔ گھر کی دہلیز۔ گھر کا صحن۔ یہاں مراد غار کی دہلیز یا غار کا صحن ہے۔ اَلْوَصِیْدِ اصل میں اس احاطہ کو کہتے ہیں جو مویشیوں کے لئے پہاڑ میں بنایا جائے۔ اسی سے ہے اَوْصَدْتُ الْبَابَ

میں نے دروازہ کو بند کردیا۔ اور قرآن مجید میں آیا ہے عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَۃٌ ان پر بند کی گئی آگ محیط ہوگی

= لَوِاطَّلَعْتَ عَلَیْہِمْ۔ لَوْ حرفِ شرط۔ اِطَّلَعْتَ ماضی واحد مذکر حاضر (باب افتعال) تو نے جھانک کر دیکھا۔ اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے۔ اِطَّلَعَ عَلٰی۔ ای الوقوف علی الشئ بالمعائنۃ۔ کسی شے کو سامنے کھڑا ہو کر اوپر سے نیچے کی طرف اس پر جھانکنا یا دیکھنا۔

= لَوَلَّیْتَ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ وَلَّیْتَ۔ تَوْلِیَۃٌ سے تو منہ پھیر لیتا۔

= فِرَارًا۔ مصدر حالتِ نصب۔ ڈر کر بھاگنا۔ لَوَلَّیْتَ مِنْہُمْ فِرَارًا۔ تو تُو منہ پھیر کر خوف کے مارے ان سے بھاگ جاتا۔

= مُلِئْتَ ماضی مجہول، واحد مذکر غائب۔ تو بھر گیا۔ تو بھر جاتا۔ مَلْأٌ۔ مَلْأَۃٌ۔ مِلْأَۃٌ مصدر بھرنا۔ مَالِئٌ بھرنے والا۔ مَمْلُوْءٌ بھرا ہوا۔ مَلَأٌ۔ صاحب الرائے۔ گروہ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے۔

۱۸: ۱۹ = وَکَذٰلِکَ بَعَثْنٰھُمْ۔ یعنی کَمَا اَنَمْنَاھُمْ فی الکھف وحفظنا ھم من البلاء علی طول الزمان بَعَثْنا ھم من النومۃ التی تشبہ الموت۔ یعنی جس طرح ہم نے ان کو غار (کہف) میں سُلا دیا تھا اور طویل مدت تک ان کی ہر بلا سے حفاظت کر رکھی تھی اسی طرح ہم نے ان کو اس نیند سے جو مشابہ موت کے تھی پھر اٹھا کھڑا کیا۔

= لَبِثْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ تم رہے (باب سمع) فَلَبِثَ فِیْہِمْ اَلْفَ سَنَۃٍ (۲۹: ۱۴) تو وہ ان میں ہزار برس رہے۔

= اِبْعَثُوْا۔ بَعْثٌ سے۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تم بھیجو۔

= وَرِقِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا ورق۔ یعنی چاندی کا سکّہ

= فَلْیَنْظُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ پس چاہئے کہ وہ دیکھے (یعنی وہ آدمی جس کو بھیجا جائے۔ وہ دیکھے)

= اَیُّھَا۔ ای اَیُّ اَھْلِھَا۔ اس کے (یعنی شہر کے) اہالیان میں سے کونسا۔

= اَزْکٰی طَعَامًا۔ اَزْکٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ای اَطْیَبُ۔ زیادہ پاک وستھرا وپاکیزہ، اَیُّھَا اَزْکٰی طَعَامًا۔ کہ اہل شہر میں سے کون زیادہ پاکیزہ وستھرا کھانا مہیا کرتا ہے۔

= وَلْیَتَلَطَّفْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب (باب تفعل) تَلَطُّفٌ سے۔ اسے چاہئے کہ خوش خلقی اور حُسنِ تدبیر سے کام لے۔ اس کا عطف فَلْیَنْظُرْ پر ہے۔

= لَا یُشْعِرَنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ اِشْعَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس کا

عطف بھی فَلْيَنْظُرْ پر ہے۔ اور وہ (کسی کو تمہاری) خبر نہ ہونے دے۔
۱۸:۲۰ = اِنَّھُمْ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل شہر کے لئے ہے۔
= اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ۔ اگر وہ تمہاری خبر پالیں گے۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے۔
ظَهَرَ بالمقابل بَطَنَ کے ہو تو بمعنی ظاہر ہونا۔ نمایاں ہونا جیسے مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۶:۱۵۱)
ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَهَرَ بمعنی زیادہ ہونا اور پھیل جانا کے بھی آیا ہے۔ مثلاً ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ
وَالْبَحْرِ (۳۰:۴۱) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔
ظَهَرَ جب بصلہ عَلٰی آئے تو بمعنی غلبہ پانا کے ہوتا ہے۔ جیسے آیۃ ہذا میں۔ اگر وہ تم پر دسترس پالیں گے
= يَرْجُمُوْكُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مجزوم بوجہ جواب شرط كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو سنگسار کردیں گے وہ تم کو پتھر مار کر ہلاک کر دیں گے۔
= يُعِيْدُوْكُمْ۔ اِعَادَةٌ مصدر۔ وہ دوبارہ تم کو (اپنے طریقہ میں) لوٹا دیں گے۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔
= لَنْ تُفْلِحُوْا۔ مضارع معروف نفی تاکید بلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی۔ بوجہ عمل لَنْ گر گیا۔ تم فلاح نہیں پاؤ گے۔
۱۸:۲۱ = وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ۔ اَعْثَرَ يُعْثِرُ اِعْثَارٌ (باب افعال) ہم نے مطلع کردیا
اَعْثَرَهٗ عَلٰى كَذَا۔ اس نے فلاں کو اس چیز سے باخبر کردیا۔ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ اور اس طرح ہم نے لوگوں کو ان کے حال سے (لوگوں کے قصد کے بغیر ہی) باخبر کردیا۔ عَثَرَ يَعْثُرُ (نصر) کے معنی پھسل جانے اور گر پڑنے کے ہیں مجازاً عَثَرَ عَلٰى كَذَا کے معنی کسی بات پر بغیر قصد کے مطلع ہو جانا بھی آتے ہیں۔ قرآن میں آیا ہے فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا (۵:۱۰۷) پھر اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔
كَذٰلِكَ کا اشارہ اصحاب کہف میں سے ایک شخص کا کھانا لانے کے لئے جانا ہے پرانا سکہ کھانا خریدنے کے لئے پیش کرنا۔ اس کا پرانا اپنے زمانہ کا لباس اس کی سج دھج اس کی زبان وغیرہ تھے۔ جس سے لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو پھر اپنی کہانی بتانا پڑی۔
= وَعْدَ اللّٰهِ۔ اللہ کا وعدہ۔ یعنی وعدۂ حشر ونشر۔
= يَتَنَازَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازُعٌ (تفاعل) سے۔ تنازعہ کر رہے تھے۔ باہم جھگڑ رہے تھے۔ باہم اختلاف کر رہے تھے۔
= اَمْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا معاملہ، ان کا کام، ان کا حکم۔ ضمیر هُمْ کا مرجع اصحاب کہف ہیں

اَمْرَھُمْ۔ منصوب بوجہ یَتَنَازَعُوْنَ کے مفعول ہونے کے۔ ھُمْ کا مرجع جھگڑا کرنے والے لوگ بھی ہوسکتے ہیں یعنی جب وہ اپنی بات پر جھگڑ رہے تھے۔

یہ امر کیا تھا جس پر وہ تنازعہ کر رہے تھے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ تنازعہ عمارت بنانے کے متعلق تھا۔ مومن اس جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور کافر کوئی دوسری عمارت کھڑی کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ عکرمہ کے نزدیک یہ اختلاف حشر اور بعث بعد الموت کے متعلق تھا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ یہ بعث روحانی اور جسمانی دونوں طور پر ہوگا۔ جب کہ دوسرا گروہ یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ بعث صرف روحانی ہوگا۔

۳۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ نزاع اصحاب کہف کی تعداد یا غار میں سوتے رہنے کے متعلق تھا۔

= قَالُوْا۔ ای قالوا حین توفی اللہ اصحاب الکہف یعنی جب اصحاب کہف بیدار ہونے کے بعد دوبارہ طبعی موت مر گئے۔ تو لوگوں نے کہا۔

= اُبْنُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر بِنَاءٌ۔ مصدر۔ تم بناؤ۔

= رَبُّھُمْ اَعْلَمُ بِھِمْ۔ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے۔ یا تو متنازعین کا کلام ہے کہ جب وہ اصحاب کہف کی مدتِ نوم۔ تعداد افراد۔ ان کے انساب و احوال وغیرہ کے متعلق کسی متفقہ نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تو کہنے لگے کہ ان کا رب ان کے معاملہ کو بہتر جانتا ہے ھُمْ۔ ھِمْ ضمیر کا مرجع اصحاب کہف ہیں۔

یا یہ کلام باری تعالیٰ ہے۔ اور یہ ان متنازعین کے فضول بحث و تمحیص کے رد میں ارشاد فرمایا کہ ان کی یہ قیل و قال بے فائدہ ہے صحیح حقیقت حال کو ان (اصحاب کہف) کا رب ہی بہتر جانتا ہے۔

= اَلَّذِیْنَ غَلَبُوْا عَلٰٓی اَمْرِھِمْ۔ وہ لوگ جو اپنی بات پر غالب تھے یا اپنے کام پر غالب تھے۔ یعنی حکام وقت، رؤسائے شہر۔

= عَلَیْھِمْ سے مراد غار کے اوپر۔ غار کے دہانہ پر۔ ای علیٰ باب الکہف۔

= لَنَتَّخِذَنَّ۔ لام تاکید۔ نَتَّخِذَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے ہم ضرور بنائیں گے۔ ہم ضرور تعمیر کریں گے۔

۱۸:۲۲ = سَیَقُوْلُوْنَ ابھی (کچھ لوگ) کہیں گے۔ ان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اصحاب کہف کا قصہ چھیڑا تھا۔

= رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ۔ اٹکل پچو۔ غیب کے متعلق محض قیاس آرائی۔ رَجْمًا منصوب بوجہ مصدر کے ہے ای یرجمون رجمًا بالخبر الغائب عنھم۔ اَلرَّجْمُ کے معنی سنگسار کرنے کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر رجم کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم۔ سب و شتم۔ اور کسی کو دھتکارنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

= عِدَّتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی تعداد
= لَا تُمَارِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو جھگڑا نہ کر۔ تو بحث نہ کر۔ مُمَارَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے جس کا معنی کسی ایسی بات پر جھگڑا کرنا اور گفتگو کرنے کے ہیں کہ جس میں شبہ اور تردد ہو۔ مَرِیٌ مادہ
= مِرَآءً۔ مصدر۔ گفتگو جو کسی مشکوک امر کے متعلق ہو۔ مِرَاءً ظَاهِرًا سرسری سی گفتگو۔
= لَا تَسْتَفْتِ۔ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو سوال نہ کر۔ تو دریافت نہ کر۔ تو نہ پوچھ۔ تو تحقیق نہ کر۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں فتویٰ طلب کرنا۔ اَفْتَاهُ (افعال) فتویٰ دینا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ (اے پیغمبر) لوگ تجھ سے (یتیم) عورتوں کے بارہ میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ فتی مادہ۔
وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔ اور نہ پوچھو ان (اصحاب کہف) کے متعلق ان میں سے (جو آپ سے اصحاب کہف کے بارہ میں پوچھ رہے ہیں) کسی سے
۱۸: ۲۳ = غَدًا۔ کل آئندہ۔ فردا۔ مستقبل کا کوئی زمانہ۔
۱۸: ۲۴ = اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ میں اِلَّا حرف استثناء ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ اِلَّا اَنْ تَقُوْلَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ۔ الا۔ تو یہ بھی کہے کہ اگر اللہ نے چاہا۔
= نَسِيْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ نِسْيَانٌ مصدر۔ تو بھول جاوے (یعنی انشاء اللہ کہنا بھول جاوے۔ یا اللہ کا نام لینا بھول جاوے)
= عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ عَسٰى افعال مقارب میں سے ہے۔ عنقریب ہے، ممکن ہے، توقع ہے۔ اَنْ حرف ناصب فعل مستقبل يَهْدِيَنِ مضارع منصوب۔ بوجہ عمل اَنْ۔ هِدَايَةٌ سے۔ نَ وقایہ اور یَ متکلم محذوف کہ وہ مجھے ہدایت کردے، میری رہنمائی کردے
= لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا۔ اس سے بھی قریب تر۔ اَقْرَبُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے هٰذَا کا اشارہ اصحاب کہف کے قصہ کی طرف ہے یا اس کا اس بات کی طرف اشارہ ہے جس کے متعلق انشاء اللہ کہنا بھول جاتے۔
= رَشَدًا۔ باعتبار رشد و ہدایت کے۔
وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا
اگر تم زبان سے (انشاء اللہ کہنا) بھول جاؤ یا تم بھولے سے ایسی بات زبان سے نکالو یعنی بغیر انشاء اللہ کہے اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا کہہ دو تو فوراً اپنے رب کو یاد کرو (یعنی انشاء اللہ کہو اور علاوہ یہ بھی) کہو کہ امید ہے کہ میرا رب میری رہنمائی فرمائیگا ایسی بات کی طرف جو اس موجودہ معاملہ میں رشد سے

قریب تر ہو۔

اس صورت میں آیات ۲۳ اور ۲۴ بطور جملہ معترضہ ہیں اور اصحاب کہف کا ذکر آیت ۲۴ سے آگے ۲۵ میں جاری ہے (تفہیم القرآن)

صاحب بیان القرآن رقمطراز ہیں :۔

اور جب آپ (اتفاقاً ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا) بھول جاویں اور پھر کبھی یاد آوے تو اس وقت ان شاء اللہ تعالیٰ کہہ کر) اپنے رب کا ذکر کر لیا کیجئے (یعنی جب یاد آوے کہہ لیا کیجئے اور یہ حکم افادۂ برکت کے اعتبار سے ہے جو کہ وعدوں میں مقصود ہے تعلیق و ابطالِ اثر کے لحاظ سے نہیں ہے جو کہ طلاق و عتاق و یمین وغیرہ میں مقصود ہے پس اس میں متصل کہنا ابطال اثر میں مفید ہوگا اور منفصل کہنا مفید نہ ہوگا) اور (ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ (تم نے جو امتحانِ نبوت کے لئے اصحابِ کہف کا قصہ مجھ سے پوچھا تھا جس کا جواب دینا میری نبوت کے دلائل میں سے ہے سو یہ نہ سمجھا جائے کہ میرے نزدیک اس سوال کا جواب دینا اعظم الدلائل اور سرمایۂ ناز و افتخار ہے جیسا کہ تم نے اس قصہ کو عجیب تر سمجھ کر پوچھا ہے اور اس کے جواب کو اعظم الدلائل سمجھتے ہو سو چونکہ یہ قصہ اعجب الآیات نہیں جیسا کہ تمہید قصہ میں بھی فرمایا گیا ہے أَمْ حَسِبْتَ ...... الخ (آیت ۹) اس لئے میرے نزدیک دلالۃ علی النبوۃ میں سب سے اعظم و اقرب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری نبوت ایسا امر محقق و متیقن ہے کہ اس پر استدلال کرنے کے لئے جس دلیل کو تم اعظم سمجھتے ہو میں اس سے بھی اعظم دلیلیں اس پر رکھتا ہوں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دلائل تو وقتاً فوقتاً تمہارے روبرو پیش کر چکا ہوں مثل اعجاز قرآن وغیرہ کے جو یقیناً اس سوال کے جواب سے دلالت علی المدعا میں فائق تر ہے کہ کوئی شخص کسی طریق سے اس پر قادر نہیں۔ بخلاف جواب و سوال کے کہ گو میرے اعتبار سے وہ معجزہ ہے لیکن عالم بالنقل بھی ایسے سوالات کا جواب دے سکتا ہے اور بعضے ایسے دلائل کی نسبت) مجھ کو امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (نبوۃ) کی دلیل بننے کے اعتبار سے اس (قصہ) سے بھی نزدیک تر بات تبلا دے (چنانچہ اصحاب کہف سے بھی زیادہ جن کا زمانہ قدیم تھا۔ اور جن کے اخبار کا پتہ نہ چل سکتا تھا وہ وحی سے تبلائے گئے کہ وہ یقیناً اس قصہ کے جواب سے اخبار عن الغیب میں زیادہ عجیب و غریب ہیں۔

۱۸:۲۶ == أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ۔ (أَسْمِعْ کے بعد بِهِ محذوف ہے) ہر دو افعال تعجب ہیں۔ افعال تعجب کے دو صیغے ہیں مَا أَفْعَلَهُ وَأَفْعِلْ بِهِ جیسے مَا أَحْسَنَ زَيْدًا زید کیا ہی اچھا ہے اور أَحْسِنْ بِزَيْدٍ زید کیا ہی اچھا ہے۔

أَبْصِرْ بِهِ وہ (یعنی اللہ) کیا ہی خوب دیکھنے والا ہے اور أَسْمِعْ بِهِ وہ کیا ہی خوب سننے والا ہے

== لَهُمْ ۔ میں ضمیر جمع مذکر غائب أَهْلُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ کے لئے ہے۔

== وَلِيٍّ ۔ کارساز۔ ناصر، حامی۔ مددگار

= لَا یُشْرِكُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ کسی کو شریک نہیں کرتا۔
۱۸: ۲۷ = اُتْلُ۔ تِلَادَۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر۔
= اُوْحِیَ۔ ماضی مجہول۔ وحی کی گئی۔ حکم بھیجا گیا۔ صیغہ واحد مذکر غائب
= مِنْ کِتَابِ رَبِّكَ ای من القراٰن
= مُبَدِّلَ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ تَبْدِیْلٌ مصدر۔ بدلنے والا۔ منصوب بوجہ عمل لاَ کے ہے
= مُلْتَحَدًا۔ اسم ظرف۔ بروزن اسم مفعول اِلْتِحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا باب افتعال سے مصدر میمی ہے۔ بمعنی پناہ۔

اَللَّحْدُ۔ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں کہ جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ اَلْحَدَ اِلٰی۔ کسی کی طرف مائل ہونا۔ کسی کی طرف نسبت کرنا۔ جیسے لِسَانُ الَّذِیْ یُلْحِدُوْنَ اِلَیْہِ (۱۶: ۱۰۳) اس شخص کی زبان جس کی طرف یہ نسبت کرتے ہیں (عجمی ہے) اَلْحَدَ عَنْ۔ پھرنا۔ مثلاً اَلْحَدَ عَنِ الدِّیْنِ وہ دین سے پھر گیا۔ اسی سے مُلْحِدٌ جو دین سے پھر گیا ہو۔ اور اِلْحَادٌ (باب افعال) دین سے پھر جانا ہے۔

۱۸: ۲۸ = اِصْبِرْ نَفْسَكَ۔ اِحْبِسْہَا۔ تو اس کو روک۔ یعنی تو اپنے نفس کو روک۔ استقلال سے رہ۔ صَبْرٌ سے جس کے معنی نفس کو عقل و شرع کے مطابق روکے رکھنے کے ہیں۔
= لَا تَعْدُ عَیْنٰكَ عَنْہُمْ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو اپنی آنکھوں کو ان سے نہ پھیر۔ عَدْوٌ (باب نصر) سے جس کے معنی پھرنے، دوڑنے، کسی چیز سے تجاوز کرنے اور گزرنے کے ہیں۔

اَلْعَدْوُ کے معنی حد سے بڑھنے اور باہم ہم آہنگی نہ ہونے کے ہیں اگر اس کا تعلق دل کی کیفیت سے ہو تو عداوت کہلاتی ہے رفتار سے تعلق ہو تو عَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ عدل و انصاف میں خلل اندازی کی صورت میں عُدْوَانٌ وعَدْوٌ کہا جاتا ہے۔ مُعَادَاۃٌ سے اشتقاق کے ساتھ رَجُلٌ عَدُوٌّ۔ و قَوْمٌ عَدُوٌّ۔ بمعنی دشمن۔

= تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ الحیٰوۃ الدنیا موصوف صفت دونوں مل کر مضاف الیہ زینۃ مضاف۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ تُرِیْدُ فعل با فاعل یہ سارا جملہ ضمیر لاَ تَعْدُ سے حال ہے۔ دنیوی زندگی کی رونق کا خیال کرتے ہوئے۔
= لَا تُطِعْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر، تو کہا نہ مان۔ تو اطاعت نہ کر۔
= اَمْرُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا معاملہ
= فُرُطًا۔ حد سے بڑھا ہوا۔ فَرَطَ یَفْرُطُ (نصر) آگے بڑھنا۔ مقدم ہونا۔ اِفْرَاطٌ (افعال)

حد سے بڑھ جانا تَفْرِیْطٌ (تَفْعِیْلٌ) ضائع کرنا۔ کوتاہی کرنا۔ فُرُطًا افراط و تفریط میں حد سے بڑھا ہوا

۱۸ : ۲۹ = قُلْ. تو کہہ۔ یعنی ان لوگوں سے کہہ دے جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔

= اَلْحَقُّ خبر۔ جس کا مبتدا ھٰذَا الَّذِیْ اُوْحِیَ اِلَیَّ (یہ کلام جو میری طرف وحی کیا گیا ہے) محذوف ہے۔ مِنْ رَّبِّکُمْ حال مؤکدہ ہے۔

= اَحَاطَ بِھِمْ۔ اس نے ان کو (یعنی ظالمین کو) گھیر رکھا ہوگا۔ (ماضی بمعنی مضارع مستقبل)

= سُرَادِقُھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نَارًا کے لئے ہے۔ سُرَادِقٌ فارسی سے معرب ہے اس کا اصل سَرَادَرْ یعنی دہلیز تھی یا بقول ایک اور عالم کے سُرَادِق فارسی لفظ سراپردہ سے ہے جس کے معنی ہیں گھر کے آگے پڑا ہوا پردہ۔ سُرَادِق کی جمع سُرَادِقَاتٌ ہے سُرادق ہر وہ چیز جو کسی کو اپنے گھیرے میں لے لے۔ جیسے دیوار، خیمہ وغیرہ۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ کہ اس سے مراد آگ کی چار دیواریں ہیں۔ س ر دق حروف مادہ۔ تیز بمعنی شعلہ۔ دھواں

= یَسْتَغِیْثُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ شرطیہ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ استغاثۃ (باب استفعال) سے مصدر۔ (اگر) وہ پانی مانگیں گے غَیْثٌ جس کے معنی بارش کے ہیں۔ یہ اجوف یائی ہے۔ اس کے مشابہ غَوْثٌ اجوف واوی ہے۔ اَغَاثَ یُغِیْثُ (باب افعال) اس نے مدد کی۔ باب استفعال میں پہنچ کر غیث اور غوث دونوں کی شکل ظاہری ایک طرح کی ہو جاتی ہے۔

استغاث یستغیث اجوف یائی کی صورت میں اس کے معنی پانی مانگنا۔ بارش کے لئے استدعا کرنا اور اجوف واوی کی صورت میں مدد طلب کرنا فریاد کرنا ہوں گے۔

= یُغَاثُوْا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اغاثۃ (باب افعال) سے ان کی فریاد رسی کی جائیگی

= مُھْلِ۔ پیپ اور خون (مجاہدؒ) تیل کا سیاہ تلچھٹ جو نیچے جم جاتا ہے (ابن عباسؓ) پگھلا ہوا تانبا (راغبؒ) اسی مادہ سے اَلْمَھْلُ ہے۔ جس کے معنی حلم اور سکون کے ہیں اسی سے ہے فَمَھِّلِ الْکٰفِرِیْنَ (۸۶ : ۱۷) تو کافروں کو مہلت دے۔

= یَشْوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ شَیٌّ مصدر (باب ضرب) وہ بھون ڈالے گا۔ شَوَی اللَّحْمَ۔ اس نے گوشت کو بھونا۔ شَوَی الْمَاءَ اس نے پانی کو ابالا۔

= سَآءَتْ۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ بری ہے۔

= مُرْتَفَقًا ؕ قرار گاہ۔ آرام گاہ۔ تکیہ لگانے کی جگہ (سَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی برا ہوگا ان کا ٹھکانہ

اس کے بالمقابل آیت (۳۱) میں آیا ہے۔ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔ اور کیا ہی عمدہ ہوگی ان کی آرام گاہ۔

۱۸: ۳۱ = یُحَلَّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حَلِیٌّ زیور۔ گہنا۔ حُلِیٌّ جمع۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن۔ پہنچیاں۔

= سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم۔ باریک دیبا۔ معرب ہے فارسی سے فارسی میں سُنْدُس سے باریک ریشمی کپڑے کو کہتے ہیں۔

= اِسْتَبْرَقٍ۔ معرب ہے۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔

= مُتَّکِئِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُتَّکِیٌٔ واحد اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔

= اَلْاَرَائِکِ۔ اَرِیْکَۃٌ کی جمع۔ وہ تخت جو مزین ہو اور اس پر پردہ پڑا ہوا ہو

= نِعْمَ الثَّوَابُ۔ کتنا اچھا ہے صلہ۔ کتنا اچھا ہے یہ اجر۔

= مُرْتَفَقًا۔ اوپر آیت ۱۸: ۳۰ ملاحظہ ہو۔

۱۸: ۳۲ = حَفَفْنٰہُمَا۔ حَفَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب۔ اَلْحَفُّ (باب نصر) کے معنی کسی چیز کو دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کرلینے کے ہیں حَفٌّ مادہ ہم نے ان دونوں کو گھیر لیا۔ ہم نے ان دونوں کے گرداگرد پیدا کردیا۔ حَفَفْنٰہُمَا بِنَخْلٍ ہم نے ان دونوں کے گرد کھجور کے درخت اگا رکھے تھے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَتَرَی الْمَلٰٓئِکَۃَ حَآفِّیْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ (۳۹: ۷۵) اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں یعنی اس کے دونوں جانب کو گھیرے ہوئے ہیں۔

۱۸: ۳۳ = کِلْتَا۔ تاکید تثنیہ مؤنث کے لئے آتا ہے اس کا استعمال تثنیہ مذکر کِلَا کی طرح ہے ہر دو۔ دونوں۔ دونوں میں سے ہر ایک۔

= اُکُلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا میوہ۔ اس کا پھل۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب دونوں جنتوں میں سے ہر ایک جنت کے لئے ہے۔

کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا۔ یہ دونوں باغ اپنے اپنے پھل لائے

= لَمْ تَظْلِمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نفی حجد بَلَمْ۔ اس نے نہ گھٹایا۔ اس نے نہ کم کیا۔ اس نے ظلم نہ کیا۔ یہاں ظلم کے معنی گھٹانے کے ہیں۔ اور کم کرنے کے ہیں۔ لَمْ کے استعمال سے مضارع ماضی منفی کے معنی میں ہوگیا ہے۔ ضمیر فاعل ہر دو جنتوں میں سے ہر جنت کے لئے ہے یعنی دونوں باغوں

سے کسی باغ نے بھی پھل لانے میں کوئی کمی نہ کی۔ (یعنی ہر دو باغ پورا پورا پھل لائے تھے اور کسی قسم کی کسر نہ اٹھا رکھی تھی)

= مِنْہُ میں ضمیرہٗ واحد مذکر غائب اُکُلٌ (ثمر، پھل) کے لئے ہے۔

= شَیْئًا۔ مفعول کی وجہ سے منصوب ہے۔

= فَجَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے بہایا۔ ہم نے پھاڑ کر بہایا۔ ہم نے پھاڑا۔ یعنی ہم نے جاری کر رکھی تھی (ایک نہر) دونوں کے درمیان۔ یا ہم نے دونوں باغوں میں نہریں بہا رکھی تھیں۔ (انہار متفرقۃ ھاؤھنا)

= خِلٰلَھُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خِلٰلٌ۔ درمیان۔ وسط۔ بیچ۔ خَلَلٌ کی جمع ہے جس کے معنی دو چیزوں کے درمیان کشادگی کے ہیں۔

١٨: ٣٤ = ثَمَرٌ۔ یعنی مال و دولت۔ (انواع و اقسام کا دیگر مال)

= یُحَاوِرُہٗ۔ حَاوَرَ یُحَاوِرُ مُحَاوَرَۃٌ (مفاعلۃ) وہ گفتگو کر رہا تھا۔ وہ جواب دے رہا تھا۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

= اَعَزُّ۔ زیادہ زور والا۔ زیادہ عزت والا۔ عِزٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= نَفَرًا۔ اسم جمع منصوب۔ جماعت۔ کنبہ۔ خاندان۔ کثرت انصار و اولاد نفری کے لحاظ سے مَالًا و نَفَرًا تمیز ہیں اَکْثَرُ اور اَعَزُّ کی

١٨: ٣٥ = تَبِیْدَ۔ بَادَ یَبِیْدُ (ضَرَبَ) بَیَادٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلاک ہوگی۔ وہ برباد ہوگی۔ وہ تباہ ہوگی۔ وہ خراب ہوگی۔ بَادَ کے اصل معنی بَیْدَاءُ یعنی بیابان میں کسی چیز کے متفرق اور پراگندہ ہونے کے ہیں اور اسی اعتبار سے کامل تباہی اور بربادی کے متعلق استعمال ہوتا ہے یہاں مطلب یہ ہے کہ: میں نہیں خیال کرتا کہ یہ باغ کبھی تباہ ہو۔

١٨: ٣٦ = وَلَئِنْ رُّدِدْتُّ۔ ماضی مجہول واحد متکلم اور اگر میں لوٹایا گیا۔ یعنی اگر قیامت آ بھی گئی اور میں اپنے رب کے حضور لایا گیا۔ رَدَّ یَرُدُّ (نصر) لوٹانا۔ پھیرنا۔ واپس کرنا۔

= لَاَجِدَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ واحد متکلم۔ وُجُوْدٌ مصدر۔ میں ضرور پاؤں گا۔ وَجَدَ یَجِدُ (ضَرَبَ) سے۔

= مِنْھَا۔ ای من ھٰذہ الجنۃ اس باغ سے بہتر باغ مجھے ملیگا)

= مُنْقَلَبًا۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْھَا مُنْقَلَبًا۔ تو میں یقیناً اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤں گا۔

١٨: ٣٧ = سَوّٰىكَ۔ اس نے تجھ کو پورا پورا بنادیا۔ اس نے تجھ کو برابر کیا۔ ماضی واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ سَوّٰی یُسَوِّی تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) پورا پورا بنانا۔ برابر کرنا۔ کسی چیز کو ہموار کرنا۔ خدا کا کسی چیز کو اپنی حکمت کی اقتضاء کے مطابق بنانا۔ قرآن مجید میں ہے عَلٰی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ہم قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

١٨: ٣٨ = لٰكِنَّا۔ اصل میں لٰكِنْ اَنَا ہے۔ عبارت یوں ہے لٰكِنْ اَنَا هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ۔ اس کی ترکیب یہ ہے اَنَا مبتدا اول هُوَ مبتدا ثانی۔ اَللّٰهُ مبتدا ثالث۔ رَبِّیْ مبتدا ثالث کی خبر۔ دونوں مل کر مبتدا ثانی کی خبر یہ اپنی خبر سے مل کر اَنَا مبتدا اول کی خبر۔ لیکن جہاں تک میرا تعلق ہے میرا تو عقیدہ ہے کہ وہ اللہ ہی ہے جو میرا رب ہے هُوَ ضمیر شان ہے اللہ کے لئے۔

١٨: ٣٩ = اِنْ تَرَنِ۔ اِنْ شرطیہ تَرَنِ مضارع واحد مذکر حاضر رَأْیٌ یَرٰی رَأْیٌ رُؤْیَۃٌ سے دیکھنا اصل میں تَرَایُ نِی تھا۔ اِنْ کے آنے سے یَ جو کہ حرف علت ہے ساقط ہوگئی نَ وقایہ ہے آخر میں یَ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ اِنْ تَرَنِ اگر تو مجھے دیکھتا ہے۔

= اَقَلَّ مِنْكَ۔ اَقَلَّ قِلَّۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی زیادہ کم۔

= مَالًا وَّوَلَدًا۔ تمیز ہے۔

اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ؕ اَنَا۔ تاکید ضمیر واحد متکلم ی کے لئے آیا ہے اگر تو مال و اولاد میں مجھے اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔

= فَعَسٰی رَبِّیْ ...... جَنَّتِكَ۔ جملہ اِنْ تَرَنِ ...... وَلَدًا شرطیہ ہے اور جملہ فَعَسٰی ...... جَنَّتِكَ قائم مقام جواب شرط ہے ہر دو جملوں کے درمیان فَلَا بَاْسَ مقدر ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ان ترن انا اقل منك مالا وولدا فلا باس عسٰی ربّی ان یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ اگر تو مجھے مال و اولاد میں اپنے سے کمتر دیکھتا ہے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار تیرے باغ سے کوئی بہتر چیز عطا فرماوے۔

١٨: ٤٠ = یُؤْتِیَنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ سے نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے، کہ وہ مجھے دیدے۔ مجھے عطا کردے۔

= یُرْسِلَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ جواب شرط۔

= عَلَیْهَا۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنَّۃٌ کے لئے ہے۔

= حُسْبَانًا۔ علامہ بیضاوی نے لکھا ہے کہ یہ حُسْبَانٌ حُسْبَانَۃٌ کی جمع ہے اس کا معنی بجلی کی کڑک ہے بروزن بُطْلَانٌ وغُفْرَانٌ حَسَبَ یَحْسُبُ کا مصدر ہے بمعنی حساب، شمار۔ قرآن حکیم

میں اور جگہ آیا ہے وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ (۶:۹۶) اور اسی نے رات کو موجب آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذریعہ) شمار بنایا ہے۔

موجودہ آیت میں حُسْبَانًا کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک آگ یا بجولا۔ دوسرے عذاب، حقیقت میں حساب کے مطابق سزا مراد ہے۔

یعنی عسٰی ان یرسل ...... الخ ہو سکتا ہے کہ بھیج دے اس باغ پر کوئی آسمانی عذاب

= فَتُصْبِحَ۔ میں فَ نتیجہ کے لئے ہے۔ فَتُصْبِحَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ پس ہو جائے وہ۔

= صَعِیْدًا زَلَقًا۔ موصوف صفت، ایسی زمین جس پر کوئی روئیدگی نہ ہو۔

صَعِیْدٌ۔ زمین۔ خاک۔ زَلَقًا۔ زَلِقَ یَزْلَقُ سے مصدر۔ بمعنی ایسا صاف کہ جس پر پاؤں پھسلنے لگے۔

۱۸:۴۱ = غَوْرًا۔ غَارَ یَغُوْرُ سے مصدر ہے پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ نشیبی جگہ۔ گڑھا۔ غَارَتْ عَیْنُہٗ۔ اس کی آنکھ اندر کو گھس گئی۔ غِیَارٌ بھی مصدری معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی سورج کا غروب ہونا۔ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

هَلِ الدَّهْرُ اِلَّا لَیْلَةٌ وَّنَهَارُهَا ۔ وَاِلَّا طُلُوْعُ الشَّمْسِ ثُمَّ غِیَارُهَا۔

(زمانہ نام ہے صرف رات دن اور آفتاب کے طلوع و غروب کا)

آیت ہذا میں مصدر بمعنی اسم فاعل استعمال ہوا ہے یعنی زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ (۶۷ : ۳۰)

اگر تمہارا پانی نیچے کو غائب ہی ہو جائے تو کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے۔ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا یا اس کا پانی بالکل زمین کے اندر اتر جائے۔

= لَنْ تَسْتَطِیْعَ۔ اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) سے مضارع نفی جحد بلن صیغہ واحد مذکر حاضر تو نہ کر سکیگا لَنْ تَسْتَطِیْعَ لَہٗ طَلَبًا۔ جس کو تو طلب کرے تو بھی نہ پا سکے۔

۱۸:۴۲ = اُحِیْطَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِحَاطَةٌ مصدر (باب افعال) اسے گھیر لیا گیا۔ اِحَاطَةٌ کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا۔ گھیر لینا یا قابو میں لانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ یہ اَحَاطَ بِهِ الْعَدُوُّ (دشمن نے اس کو گھیرے میں لے لیا) سے ہے۔ جب دشمن گھیرے میں لے لیتا ہے تو اپنے مخالف پر پوری طرح قابو پا لیتا ہے۔ پھر اس کا استعمال ہر اہلاک پر ہونے لگا۔ یہاں پر اُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ بمعنی اَحَاطَ الْعَذَابُ بِثَمَرِ جَنَّتِهٖ آفت نے اس کے باغ کے پھل کو تباہ کر دیا یا اگر ثمر سے مراد باغ کا پھل اور دیگر مال و متاع لیا جائے تو اَهْلَکَ مَالَہٗ کُلَّہٗ عذاب یا آفت

نے اس کا تمام مال ومتاع برباد کردیا۔
= اَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ۔ وہ کفِ افسوس ملنے لگا۔
= فِیْھَا۔ ھِیَ۔ عُرُوْشِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کے لئے ہے۔
= اَنْفَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اس نے خرچ کیا
= خَاوِیَۃٌ۔ افتادہ۔ گری ہوئی۔ کھوکھلی، خَوَاءٌ مصدر۔ اسم فاعل واحد مؤنث اس کے معنی خالی ہونے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے خَوٰی بَطْنُہٗ مِنَ الطَّعَامِ۔ اس کا پیٹ طعام سے خالی ہوگیا۔ خَوَی الْبَیْتُ گھر گر پڑا۔ منہدم ہوگیا۔ خَوَی النُّجُوْمُ ستاروں کا غروب کے لئے جھکنا۔ خوی مادہ۔
= عُرُوْشِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْش ہے عَرْشُ الْبَیْتِ گھر کی چھت عُرُوْشِھَا اس کی چھتیں۔ اس کی چھتریاں۔ اس کی ٹٹیاں۔ بیل کے چڑھانے کے لئے جو چھتری (ٹٹی) کھڑی کرتے ہیں اس کو بھی عرش کہتے ہیں۔
= یٰلَیْتَنِیْ۔ یَا۔ حرف ندا۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل نِیْ اسم اے کاش میں
= اَحَدًا۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔
۱۸: ۴۳ فِئَۃٌ گروہ۔ بقول راغب وہ گروہ جو باہم مددگار ہو۔ اور ایک دوسرے کی طرف مدد کرنے کے لئے لوٹے۔ اَلْفَیْئُ اَلْفِیْئَۃُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَاِنْ فَآءُوْا (۲: ۲۲۶) اگر وہ لوٹ آئیں۔ رجوع کرلیں۔
= یَنْصُرُوْنَہٗ کہ وہ اس کی مدد کریں (نَصَرَ یَنْصُرُ) سے جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ فعل جمع مذکر غائب اس لئے لایا گیا ہے کہ فِئَۃٌ میں جمعیت کے معنی پائے جاتے ہیں
= مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے ورے۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ اللہ کے مقابلہ میں
= مُنْتَصِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر۔ بدلہ لینے والا۔ یعنی نہ ہی وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ اِنْتَصَرَ۔ بمعنی غالب آنا۔ بدلہ لینا۔ انتقام لینا۔
قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَھُمُ الْبَغْیُ ھُمْ یَنْتَصِرُوْنَ (۴۲: ۳۹) اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم وتعدی ہو تو (مناسب طریقے سے) بدلہ لیتے ہیں۔
= اِنْتَصَرَ۔ ظالم سے بچنا۔ انتصر: امتنع من ظالمہ (المعجم الوسیط) وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا۔ الخازن لکھتے ہیں۔ ای ممتنعا لا یقدر علی الانتصار لنفسہ نہ ہی اس کو اپنے آپ کو اس (نقصان) سے بچنے کی قدرت ہوئی (نہ بچا سکا) (الخازن)
صاحب تفہیم القرآن اور عبداللہ یوسف علی نے بھی انہی معنوں میں ترجمہ کیا ہے۔ تفہیم القرآن میں ہے

اور نہ کرسکا وہ آپ ہی اس آفت کا مقابلہ۔ نہ ہی وہ اپنے آپ کو بچا سکا۔ عبد اللہ یوسف علی۔
انہی معنوں میں اور جگہ آیا ہے یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرَانِ (۵۵ : ۳۵)
تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا سو تم نہ ہٹا سکو گے (یعنی تم اس سے بچ نہ سکو گے یا اپنے آپ کو بچا نہ سکو گے)
سورۃ القمر میں ہے فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴ : ۱۰) اس نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں تو بدلہ لے (تفسیر ماجدی) میں مغلوب ہوں سو تو میری مدد کر (عبد اللہ یوسف علی)
اِنْتَصَرَ بمعنی اِنْتَقَمَ وَامْتَنَعَ ہر دو صورت میں مستعمل ہے۔
۱۸ : ۴۴ = ھُنَالِكَ۔ ایسے موقعہ پر۔ ایسے وقت میں۔ ای فی ذٰلک المقام او فی تلک الحال (یعنی جب کوئی مصیبت آپڑے)
= اَلْوَلَایَةُ۔ نصرت، مدد۔ وَلِیَ یَلِیْ۔ حَسِبَ یَحْسِبُ (لفیف مفروق) وَلَایَةٌ وِلَایَةٌ مدد کرنا
المفردات میں ہے۔ اَلْوَلَایَةُ (بفتح الواو) بمعنی نصرت اور اَلْوِلَایَةُ (بکسر الواو) بمعنی کسی کام کا متولی ہونا ہے۔ آیۃ ہذا میں بمعنی نصرت و مدد ہی ہے۔
= لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ لام حرف جار اللہ۔ الحق۔ موصوف وصفت ہو کر مجرور۔
ھُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ۔ ایسے وقت میں مدد و کارسازی اللہ برحق ہی کا کام ہے۔
= خَیْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اصل میں اَخْیَرُ تھا۔ ہمزہ کو کثرت استعمال کی وجہ سے تخفیفاً حذف کر دیا گیا ہے۔
= ثَوَابًا وَّ عُقْبًا۔ بطور ثواب دینے جزا دینے کے۔ عُقْبًا بطور جزا و ثواب کے یا بطور انجام کے۔
ہر دو منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہیں۔
۱۸ : ۴۵ = اِضْرِبْ۔ تو بیان کر۔ ضَرَبَ یَضْرِبُ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔
اَلضَّرْبُ کے معنیٰ ایک چیز کو دوسری چیز پر مارنا واقع کرنا کے ہیں۔ مختلف محل پر اس کے مختلف معانی آتے ہیں۔ لیکن ہر جگہ اصلی معانی مارنا ضرب لگانا کا مفہوم ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً مارنا ـــ
فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (۸ : ۱۲) ان کے سر مار کر اڑا دو۔ یا اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲ : ۶۰) اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔ سفر کرنا۔ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ (۴ : ۱۰۱) اور جب سفر کو جاؤ۔ (یہاں بھی تو پاؤں زمین پر مار کر ہی سفر کیا جاتا ہے۔ بنانا فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ۔ پھر سمندر میں ان کے لئے عصا مار کر خشک راستہ بنا لینا۔
لپیٹ دینا۔ چمٹا دینا۔ جیسے ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ (۲ : ۶۱) اور (آخر کار) ذلت ان سے

چمٹادی گئی - یہ ضَرْبُ الْخَیْمَۃِ (خیمہ لگانا۔ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے) سے لیا گیا ہے - یعنی ذلت نے انہیں ایسی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسے کہ کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے۔
ضرب المثل۔ یعنی ایک بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو (ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا۔ وغیرہ۔

= وَاضْرِبْ لَھُمْ ..... مَثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ آپ ان سے دنیاوی زندگی کی مثال بیان کیجئے۔
= کَمَآءٍ۔ سے قبل ھِیَ محذوف ہے جس کا مشار الیہ الحیوۃ الدنیا ہے۔ کَ حرف تشبیہ ہے اس کا تعلق محض مَآءٍ سے نہیں ہے بلکہ آگے کی پوری عبارت سے ہے۔
= اَنْزَلْنٰہُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَآءٍ کے لئے ہے۔
= فَاخْتَلَطَ۔ اِخْتَلَطَ۔ اِخْتِلَاطٌ (افتعال) سے ہے اَلْخَلْطُ (باب نصر) کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے اجزاء کو جمع کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔ آیۂ ہذا فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ پھر اس (پانی) کے ساتھ سبزہ مل کر نکلا۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَیِّئًا۔ (۹: ۱۰۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جلا دیا۔
= ھَشِیْمًا۔ صفت مشبہ منصوب بمعنی اسم مفعول شکستہ۔ ریزہ ریزہ۔ بھوسہ۔ خشک بوسیدہ گھاس۔ ھَشْمٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی ہڈی۔ سوکھی روٹی۔ ہر خشک چیز کو ریزہ ریزہ کرنا۔ کسی کی عزت وتعظیم کرنا (باب تفعیل) سے جاہ وحشم۔ تعظیم وتکریم۔
= تَذْرُوْہُ۔ ذَرْوٌ مصدر (باب نصر) وہ اس کو بلند اڑاتی ہے۔ مضارع واحد مؤنث غائب (ہوائیں) جسے اڑائے پھریں۔
= مُقْتَدِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔ اِقْتِدَارٌ (افتعال) مصدر۔ با اقتدار ہر طرح کی قدرت والا۔ کامل القدرت۔
۱۸: ۴۶ = اَلْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ باقی رہ جانے والے اعمالِ صالحہ۔ ہر وہ عمل یا قول جو معرفتِ الٰہی محبتِ الٰہی یا طاعتِ الٰہی۔ کی طرف لیجانے والا ہو باقیات الصالحات میں داخل ہے۔
= اَمَلًا۔ بلحاظ توقع یا امید کے۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔
نیز ملاحظہ ہو وَخَیْرٌ عُقْبًا۔ (۱۸: ۴۴) سورۃ ہذا۔ یعنی جن سے بہتر نتائج اور بہتر جزا کی امیدیں کیجا سکتی ہیں۔ اَمَلٌ امید۔ توقع۔ اٰمَالٌ جمع۔
۱۸: ۴۷ = یَوْمَ۔ منصوب ہے بوجہ اپنے فعل کے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ

اور یاد کرو وہ دن ......

= نُسَیِّرُ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْیِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ ہم چلائیں گے۔

تَسْیِیْرٌ۔ کسی کو مجبور کر کے چلانا کہ چلنے والے کو چلنے کی قدرت ہی نہ ہو نہ وہ صاحب ارادہ ہو جیسے پہاڑوں کو چلانا۔ یا کسی ایسے کو چلنے کا حکم دینا کہ چلنے والا حکم کو مان کر خود چلے اور چلنے کی اس کو قدرت بھی ہو جیسے آدمی کو چلانا۔ اول تسییر تسخیری ہے دوسری اختیاری۔ آیت میں تسخیری تسییر مُراد ہے۔

= بَارِزَةً۔ بَرَزَ یَبْرُزُ۔ (نصر) بُرُوْزٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث۔ کھلی ہوئی۔ یعنی کھلا میدان

= حَشَرْنٰھُمْ۔ حَشَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ماضی بمعنی مستقبل ہم اکٹھا کریں گے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو تمام مُردوں کے لئے ہے۔ یعنی ہم تمام مردوں کو اکٹھا کر دیں گے۔

= لَمْ نُغَادِرْ۔ مضارع نفی جحد بلَمْ۔ صیغہ جمع متکلم۔ مجزوم بوجہ لَمْ۔ غَادَرَ یُغَادِرُ مُغَادَرَةً۔ مُفَاعَلَۃٌ۔ ہم نہیں چھوڑیں گے۔ غَدْرٌ بے وفائی۔ غَدَّارٌ سخت بے وفا۔

۱۸:۴۸ = عُرِضُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرْضٌ مصدر۔ (باب ضرب) وہ پیش کئے گئے۔ وہ روبرو کئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ وہ پیش کئے جائیں گے۔ عُرِضَ عَلٰی وہ سامنے پیش کئے جائیں گے۔

= صَفًّا۔ صفوں میں۔ صفیں باندھے ہوئے۔

= لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ سے قبل نَقُوْلُ لَھُمْ یا یُقَالُ لَھُمْ۔ محذوف ہے۔ ای عرضوا علٰی ربّک صفًّا ویقال لھم۔ وہ تمہارے پروردگار کے سامنے صف درصف پیش کئے جائیں گے اور اُن سے کہا جائیگا۔ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا۔ تم ہمارے پاس اُسی حالت میں آئے ہو۔

= کَمَا۔ جیسے۔ جیسا۔

= بَلْ۔ بلکہ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲:۱۳۵) بَلْ زَعَمْتُمْ بلکہ تم تو خیال کر رہے تھے۔

= اَلَّنْ۔ اَنْ لَّنْ۔

= مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ وقت۔ وعدہ۔ وعدہ کا وقت۔

بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا۔ بلکہ تم تو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہارے لئے وعدہ کا کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔ وعدہ سے مراد بعث بعد الموت ہے۔ جو انبیاء کی زبانی لوگوں کو مطلع کیا گیا تھا۔

۱۸:۴۹ = وَوُضِعَ الْكِتٰبُ۔ اس کا عطف عُرِضُوْا پر ہے۔ اور الْكِتٰبُ سے مراد ہر ایک کا نامۂ اعمال ہے۔

= مُشْفِقِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب نصب بوجہ المُجْرِمُوْنَ کا حال ہونے کے ہے۔ ڈرنے والے۔ خائفین ۔ اشفاق مصدر۔ شفق سے مشتق ہے جس کے معنی غروب آفتاب کے وقت روشنی اور تاریکی کا اختلاط ہے۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اسے شفقت کہتے ہیں

= یٰوَیْلَتَنَا ۔ یا حرف ندار وَیْلَتَنَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَیْلٌ ۔ ہلاکت ، کم بختی ، بدبختی بربادی۔ نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہائے ہماری بربادی۔ وَیْلَۃٌ اس جگہ کلمہ ندامت وحسرت ہے۔

= مَالِ ھٰذَا الْکِتٰبِ ۔ مَا استفہامیہ ہے ، لِ حرف جار۔ اس کتاب کو کیا ہے ۔ اس نوشتہ کو کیا ہوگیا ہے۔ یہ نامۂ اعمال کیسا ہے ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَالِ ھٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ ط (۲۵ : ۷) کیا ہوا اس رسول کو کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔ کیسا ہے یہ رسول ..... الخ

= لَا یُغَادِرُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ نہیں چھوڑتا ہے۔ نیز دیکھو ۱۸ : ۴۷۔

= اَحْصٰھَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب صَغِیْرَۃً کَبِیْرَۃً کے لئے ہے۔ اس نے اس کو گن لیا ہے ۔ گن رکھا ہے ۔ اِحْصَاءٌ (اِفعال) مصدر حِصَاۃٌ سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کیا کرتے تھے!

۱۸ : ۵۰ = فَسَقَ ۔ فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی دائرہ شریعت سے کسی شخص کے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ عَنْ قِشْرِہٖ ۔ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پکی ہوئی کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر آنے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے ۔ فَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ ۔ وہ اپنے پروردگار کے حکم سے باہر ہو گیا۔

= اَفَتَتَّخِذُوْنَہٗ ۔ اَ ہمزہ استفہام تَتَّخِذُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب (باب افتعال) تم اس کو پکڑتے ہو ۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ تم اس کو بناتے ہو۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب برائے ابلیس۔

= وَھُمْ ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ، ابلیس اور اس کی ذرّیت کے لئے ہے۔

= بِئْسَ لِلظّٰلِمِیْنَ بَدَلًا ط ۔ الظلمین ۔ ای الواضعین للشیٔ فی غیر موضعہ کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام سے ہٹا کر رکھنا۔ بَدَلًا ۔ تمیز کی رو سے منصوب ہے۔

اس جملہ کے دو معانی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ اگر بدل کے معنی عوض کے لئے جاویں تو اس کا مطلب ہوگا: ان ظالموں یعنی کافروں اور منکروں

کو معاوضے کیسے بُرے بُرے ملیں گے۔
۲۔ اور اگر بدل کو متبادل کے معنی میں لیا جاوے تو مطلب ہوگا کہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر ابلیس اور اس کی ذریّت کو جو اصل دشمن ہیں اپنا دوست بنالینا کیسا بُرا متبادل راستہ ان ظالموں نے اختیار کیا ہے یعنی یہ ظالم خدا ناشناس کیسے احمق ہیں کہ دوست اور کارساز تو حق تعالیٰ کو سمجھتے اور یہ بجائے اس کے ابلیس اور اس کی ذریّت کو دوست اور کارساز بنائے ہوئے ہیں۔
اس آیت میں التفات ضمائر ہے صیغہ مخاطب سے یک لخت صیغہ غائب کی طرف التفات خداوند تعالیٰ کی سخت ناراضگی اور ناخوشگواری کی طرف اشارہ ہے۔ اور ظالموں کے ظلم قبیح پر ناراضگی کا اظہار ہے۔
۱۸: ۵۱ = مَاۤ اَشْهَدْتُّهُمْ مَا نفی کے لئے ہے۔ اَشْهَدْتُّ ماضی واحد متکلم میں نے شاہد بنایا۔ میں نے دکھلایا۔ اِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ابلیس اور اس کی ذریّت کے لئے ہے۔ میں نے ان کو شاہد نہیں بنایا۔ یعنی وہ موجود نہ تھے اور نہ دیکھنے کے لئے میں نے ان کو بلایا تھا۔ اس صورت میں خلق السمٰوٰت والارض اور خلق انفسھم ہر دو فعل اَشْهَدْتُّ کے مفعول ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے خَلْقَ منصوب آیا ہے۔
= مُتَّخِذَ اسم فاعل۔ واحد مذکر منصوب۔ مضاف المُضِلِّيْنَ مضاف الیہ اِتِّخَاذٌ مصدر۔ (باب افتعال) اَخْذٌ مادّہ۔ بنانے والا۔ اختیار کرنے والا۔ اَخْذٌ کا مفہوم ہے کسی چیز کو اپنے تصرف اور تسلط میں داخل کرنا۔ باب افتعال میں اس کا مطلب بنانا اور اختیار کرنا ہے۔ یہاں دو مفعول ہوں گے۔ مثلاً لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ (۵: ۵۱) یہود اور نصاریٰ کو دوست مت بناؤ۔
= الْمُضِلِّيْنَ۔ مُضِلٌّ کی جمع۔ گمراہ کرنے والے، مُتَّخِذَ کا مضاف الیہ ہے، اختیار کرنے والا گمراہ کرنے والوں کو۔
= عَضُدًا۔ مددگار۔ قوتِ بازو۔ بازو۔ عَضُدٌ کہنی سے لے کر کندھے تک کا درمیانی حصہ ہے۔ لیکن بطور استعارہ معین و مددگار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہاں عَضُدٌ (واحد) بمعنی اَعْضَادٌ (جمع) استعمال ہوا ہے۔
وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا اور میں ایسا نہیں تھا کہ گمراہ کرنے والوں کو مددگار بناتا۔ اپنا معین بناتا۔
۱۸: ۵۲ = يَوْمَ۔ ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔

= یَقُوْلُ ۔ ای یقول اللّٰہ تعالیٰ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔
= نَادُوْا ۔ امر۔ جمع مذکر حاضر۔ نِدَاءٌ مصدر۔ (مفاعلۃ) ن۔د۔ی مادّہ۔ تم پکارو۔ تم بلاؤ
= زَعَمْتُمْ ۔ ای زعمتم انہم شرکائی یا نادوا الذین زعمتم شرکائی۔ جن کو تم میرے شریک خیال کرتے تھے۔
= فَدَعَوْھُمْ ۔ پس وہ انہیں پکاریں گے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مشرکین وکافرین کے لئے ہے۔ اور ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب شرکاء کے لئے ہے۔
= مَوْبِقًا ۔ وَبَقَ یَبِقُ (ضرب) وَبِقَ یَبَقُ (سمع) وُبُوْقٌ مَوْبِقٌ ۔ وُبُوْقٌ ہلاک ہونا۔ مَوْبِقٌ ہلاکت کی جگہ۔ قید خانہ۔ دو چیزوں کے درمیان حائل ہونے والی چیز۔ یہاں مراد جہنم کا خاص درجہ ہے۔ وَجَعَلْنَا بَیْنَہُمْ مَوْبِقًا ۔ اور ہم مشرکوں اور ان کے باطل معبودوں کے درمیان ایک آڑ حائل کردیں گے۔ (آڑ سے یہاں مراد جہنم ہے)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ یُوْبِقْھُنَّ بِمَا کَسَبُوْا (۴۲:۳۴) یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کردے۔
= مُوَاقِعُوْھَا ۔ مواقعو۔ مضاف ھا مضاف الیہ۔ مُوَاقِعُوْا اصل میں مُوَاقِعُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوگیا۔ مُوَاقِعَۃ (مُفاعلۃ) مصدر۔ گرنے والے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النَّارَ کے لئے ہے۔ (وہ خیال کریں گے کہ) وہ اس (آگ) میں گرنے والے ہیں۔
= مَصْرِفًا ۔ اسم ظرف۔ صَرَفَ یَصْرِفُ (ضرب) کسی چیز کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹا دینا۔ یا ایک چیز کو دوسری چیز سے بدل دینا۔ مَصْرِفٌ لوٹنے کی جگہ، بچنے کا راستہ، نجات کی جگہ۔

اس سے باب تفعیل سے تَصْرِیْفٌ بھی بمعنی صَرْفٌ کے ہے لیکن اس میں تکثیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً وَتَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ (۲:۱۶۴) ہواؤں کے رخ کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دینا اور وَصَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ (۴۶:۲۷) اور آیات کو ہم نے لوٹا لوٹا کر بیان کردیا۔
= وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ ۔ ای ولقد صرفنا من کل مثل للناس فی ھذا القراٰن ۔ ہم نے لوگوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثالیں طرح طرح سے بیان کی ہیں۔
= جَدَلًا ۔ باب سمع سے مصدر ہے۔ جس کے معنی سخت جھگڑنے کے ہیں۔ جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑا۔ باب مفاعلۃ سے بمعنی جھگڑنا۔ بحث کرنا۔ جس میں فریقین ایک دوسرے پر غلبہ

حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط (١٦: ٢٥) اور بہت ہی اچھے طریق سے ان سے مناظرہ کرو۔ اور اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (٤٠: ٣٥) جو لوگ خدا کی آیتوں میں جھگڑتے ہیں۔

آیت ہذا میں الانسان سے مراد نافرمان اور سرکش انسان ہے۔

= اَكْثَرَ۔ بہت زیادہ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی دوسری چیزوں سے ای ان جدل الانسان اکثر من جدل کل شیٔ ء یعنی انسان ہر چیز سے بڑھکر جھگڑالو ہے۔

١٨: ٥٥ = مَا مَنَعَ النَّاسَ۔ میں مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ بھی۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور لوگوں کو بعد اس کے کہ ان کو ہدایت پہنچ چکی تھی ایمان لانے سے اور اپنے پروردگار سے مغفرت مانگنے سے کوئی امر مانع نہیں رہا تھا مگر بجز اس کے (ان کو اس کا انتظار ہو کہ) انہیں بھی اگلوں کا سا معاملہ پیش آئے یا یہ کہ عذاب درعذاب ان پر نازل ہو۔ (تفسیر ماجدی)

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو اس بات سے کہ وہ ایمان لے آئیں جب آگئی ان کے پاس ہدایت (کی روشنی) اور مغفرت طلب کریں اپنے رب سے مگر یہ کہ (وہ منتظر ہیں) آئے ان کے اگلوں کا دستور یا آئے ان کے پاس طرح طرح کا عذاب (ضیاء القرآن)

= قُبُلًا۔ قَبِيْل کی جمع ہے جیسے سُبُلٌ سَبِيْلٌ کی جمع ہے۔ اس کا معنی طرح طرح کا عذاب یا عذاب پر عذاب۔ قُبُلًا منصوب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

١٨: ٥٦ = لِيُدْحِضُوْا۔ لام تعلیل کا۔ يُدْحِضُوْا مضارع۔ جمع مذکر منصوب۔ بوجہ عمل لام۔ بمعنی لیزیلوا و یبطلوا کہ وہ زائل کردیں یا باطل کردیں۔ اِدْحَاضٌ (افعال) سے مصدر باطل کرنا۔ یا زائل کرنا۔

= بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کافرین کے مجادلہ کے لئے ہے۔ ای بالجدال

= الحَقَّ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ کہ اپنی کٹ حجتی سے حق کو باطل کردیں۔

= وَمَا اُنْذِرُوْا۔ میں بِهٖ مضمر ہے عبارت یوں ہے وَمَا اُنْذِرُوْا بِهٖ ای القرآن۔ جس سے ان کو ان کے اعمالِ بد کے انجام بد سے ڈرایا گیا ہے۔

اُنْذِرُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب ان کو ڈرایا گیا۔ یا وہ ڈرائے گئے۔ اِنْذَارٌ مصدر۔

= هُزُوًا۔ مصدر۔ بمعنی اسم مفعول۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔ هَزْءٌ مذاق۔ دل لگی۔ هزء مادہ۔ اَلْهُزْءُ کے معنی اندرونی طور پر کسی کا مذاق اڑانا کے ہیں اور کبھی یہ مذاق کی طرح گفتگو پر بھی بولا جاتا ہے چنانچہ قصدًا مذاق اڑانے کے معنی میں آیا ہے اِتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا (٥: ٥٨) یہ اسے بھی

ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔

باب استفعال سے اِسْتِھْزَاءٌ کے معنی اصل میں طلب ھزء کو کہتے ہیں لیکن اس کے معنی مذاق اڑانا کے بھی آتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی اکثر مثالیں ہیں۔

۱۸: ۵۷ = اَکِنَّۃً ۔جمع کِنَانٌ واحد۔ پردے۔ غلاف۔ اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ کیا جائے کَنَنْتُ الشَّیْءَ کَنًّا کسی چیز کو کِنٌّ میں محفوظ کر دیا۔ کَنَنْتُ (ثلاثی مجرد) خصوصیت کے ساتھ کسی مادی شے کو گھر یا کپڑے میں چھپانے پر بولا جاتا ہے۔ جیسے قرآن پاک میں آتا ہے کَاَنَّھُنَّ بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ (۳۷: ۴۹) گویا وہ چھپاتے ہوئے محفوظ انڈے ہیں۔

باب افعال سے کسی بات کو دل میں چھپانے پر بولا جاتا ہے مثلاً اَوْ اَکْنَنْتُمْ فِیْ اَنْفُسِکُمْ (۲: ۲۳۵) یا (نکاح کی خواہش کو) اپنے دلوں میں مخفی رکھو۔ ک ن ن مادہ۔

= اَنْ یَّفْقَھُوْہُ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے ہے۔ کہ اسے سمجھ سکیں۔ مراد اس سے یہ ہے لئلا یفقھوہ کہ وہ اسے سمجھ نہ سکیں۔

= فِیْٓ اٰذَانِھِمْ وَقْرًا ۔ ای وجعلنا فی اذانھم وقرا۔ اور ہم نے ان کے کانوں میں ڈاٹ دے رکھی ہے۔ یا گرانی پیدا کر رکھی ہے۔ وَقْرًا ۔ اسم مصدر منصوب۔ بمعنی ثقل۔ گرانی، بہرہ پن۔ وِقَارٌ (باب کرم) عزت وعظمت

= لَنْ یَّھْتَدُوْٓا ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ جمع مذکر غائب وہ ہرگز ہدایت نہیں پائیں گے

۱۸: ۵۸ = مَوْعِدٌ ۔ اسم ظرف زمان۔ وعدہ کا وقت

= مَوْئِلًا ۔ اسم ظرف مکان۔ وأل مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ جائے پناہ۔

وَأَلَ یَئِلُ (ضرب) وَأْلٌ وُءُوْلٌ مصدر وَأَلَ فُلَانًا کسی سے پناہ لینا۔ وَأَلَ اِلَی اللّٰہِ اللہ کی طرف رجوع کرنا۔ اَلْوَأْلُ اَلْمَوْئِلُ پناہ کی جگہ۔

۱۸: ۵۹ = تِلْکَ الْقُرٰی ۔ یہ بستیاں، مراد ان بستیوں کے باشندگان۔ اشارہ ان سرکش اللہ نافرمان قوموں کی طرف ہے جن کی ہلاکت کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ مثلاً قوم عاد۔ قوم ثمود۔ قوم لوط وغیرہ۔

= مَھْلِکِھِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ہلاک ہونا۔ مَھْلِکٌ مصدر میمی ہے۔

= مَوْعِدًا ۔ وعدہ کا وقت۔ اسم ظرف زمان۔

۱۸: ۶۰ = فَتٰىہُ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نوجوان۔ اس کا خادم۔ فَتٰی کے معنی نوجوان کے ہیں مجازاً غلام یا خادم کو بھی کہتے ہیں۔

= لَآ اَبْرَحُ۔ بَرِحَ یَبْرَحُ (سمع) بَرَاحٌ وبَرَحٌ مصدر۔
.... المکان او من المکان کسی جگہ سے ہٹنا۔ رکنا زائل ہونا۔
لَآ اَبْرَحُ۔ مضارع منفی واحد متکلم۔ افعال ناقصہ میں سے ہے مَا بَرِحَ غَنِیًّا۔ وہ دولت مند رہا۔ وہ اب تک دولت مند ہے۔ لَآ اَبْرَحُ اَفْعَلُ ذٰلِكَ۔ میں یہ کام برابر کرتا رہوں گا۔ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓی اَبْلُغَ میں برابر چلتا رہوں گا تا آنکہ پہنچ جاؤں۔
= اَمْضِیَ حُقُبًا۔ مضارع واحد متکلم مُضِیٌّ مصدر۔ (باب نصر، ضرب) میں چلتا جاؤں گا۔ اس کا عطف اَبْلُغَ پر ہے۔
= حُقُبًا۔ حُقُبٌ زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع اَحْقَابٌ ہے۔ لٰبِثِیْنَ فِیْهَآ اَحْقَابًا (۷۸:۲۳) اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے۔
اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا۔ یا میں مدتوں چلتا رہوں گا۔
۱۸:۶۱ = مَجْمَعَ بَیْنِهِمَا۔ ان دونوں کا جائے اجتماع۔ ان دونوں کا سنگھم۔ ان دونوں دریاؤں کے اتصال کی جگہ۔ هِمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب اَلْبَحْرَیْنِ کے لئے ہے۔
= حُوْتَهُمَا۔ میں ضمیر تثنیہ مؤنث حضرت موسیٰ اور ان کے خادم کے لئے ہے۔ ان دونوں کی مچھلی
= سَرَبًا۔ السَّرْبُ۔ (نصر) اس کے اصل معنی نشیب کی طرف جانے کے ہیں (اور اسم کے طور پر) نشیبی جگہ کو بھی سَرَبٌ کہتے ہیں۔ سَرَبَ (نصر) اِنْسِرَابٌ (انفعال) ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ اور بولتے ہیں اِنْسَرَبَتِ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا سانپ اپنے بل میں اتر گیا۔
فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔ اس نے سرنگ بناتے ہوئے دریا میں اپنی راہ پکڑی۔ یعنی وہ دریا میں اتر گئی جیسے کوئی جانور سرنگ میں نیچے کو جا گھستا ہے۔
سَرَبًا بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ثانی ہونے کے منصوب ہے۔ **مفعول اوّل** سَبِیْلَ ہے۔
اسی سے سَارِبٌ (اپنی مرضی سے) کسی راستے پر چلا جانیوالا ہے۔ جیسے سَارِبٌ بِالنَّهَارِ (۱۳:۱۰) دن کی روشنی میں کھلم کھلا چلنے پھرنے والا۔ سَرَابٌ۔ شدت گرما میں دوپہر کے وقت بیابان میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً (۲۴:۳۹) جیسے میدان میں سراب کہ پیاسا اسے پانی سمجھے۔ سَرَبًا المَسْلَكُ فِی خُفْیَةٍ۔ سرنگ۔ وحشی جانوروں کی بل۔
۱۸:۶۲ = جَاوَزَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب وہ دونوں آگے چلے۔ وہ دونوں گذرے۔ مُجَاوَزَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر جس کے معنی کسی چیز سے گذر جانے۔ اس کو پار کرنے اور آگے بڑھنے کے ہیں۔ یعنی

جب وہ مجمع البحرین سے آگے بڑھ گئے۔

= غَدَاءَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا ناشتہ۔ ہمارا صبح کے وقت کا کھانا۔ دن کے ابتدائی حصہ کے کھانے کو غَدَاء کہتے ہیں۔ ناشتہ سے یہاں مراد وہ مچھلی ہے جو وہ بھون کر کھانے کے طور پر ہمراہ لائے تھے۔

= نَصَبًا۔ تھکان۔ مشقت، تھکاوٹ، تکلیف۔

۱۸: ۶۳ = اَرَأَیْتَ۔ کیا تو نے دیکھا۔ محاورہ میں بطور کلمہ تعجب کے استعمال ہوتا ہے۔ اور معنی یہ لیجئے ملاحظہ ہو۔ دیکھو تو۔

= اَوَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اُوِیٌّ مصدر اَوٰی یَأْوِیْ (ضَرَبَ) ہم اترے۔ ہم فروکش ہوئے۔ ہم ٹھہرے۔ اِذْ اَوَی الْفِتْیَۃُ اِلَی الْکَھْفِ (۱۸: ۱۰) جب ان نوجوانوں نے غار میں جاکر پناہ لی یا غار میں جاکر فروکش ہوئے۔

= الصَّخْرَۃِ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ واحد۔ اس کی جمع صَخْرٌ وصُخُوْرٌ ہے۔

= فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ۔ ای نسیت ذکرہ بما رأیت منہ یعنی مچھلی کو جس حالت میں دریا میں جاتے دیکھا تو اس کا ذکر کرنا بھول گیا۔

آیت ۶۱ میں ہے نَسِیَا حُوْتَھُمَا (وہ دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے۔

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ کہ یہ بھول تو صرف حضرت موسیٰؑ کے خادم کی تھی لیکن اس کو دونوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے جیسا سورۃ الرحمٰن میں ہے یَخْرُجُ مِنْھُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ (۵۵: ۲۲) آیا ہے کہ ان دونوں سمندروں میں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں حالانکہ دو قولوں میں سے ایک یہ ہے کہ لؤلؤ اور مرجان صرف کھاری پانی سے نکلتے ہیں۔ یعنی اول الذکر میں نسیان کی اور مؤخر الذکر میں اخراج لؤلؤ و مرجان کی تخصیص ضروری نہیں سمجھی گئی۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے متعلق خادم کو یاد دلانا بھول گئے اور خادم حضرت موسیٰ کو یہ بتانا بھول گیا کہ مچھلی عجیب و غریب طریقہ سے دریا میں اتر گئی۔

= مَآ اَنْسٰنِیْهُ۔ مَآ اَنْسَانِیْ نہیں بھول میں ڈالا اس نے مجھے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ ی واحد متکلم۔ مفعول۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول ثانی۔ مبدل منہ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ہٗ ضمیر کا بدل اشتمال مَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ۔ ای ما انسانی ذکرہ الا الشیطان۔ یعنی شیطان نے اس کا ذکر کرنا مجھے بھلا دیا۔

اَنْسَانِیُ ۔ نَسِیَ مادہ اِلنْسَاءُ (افعال) سے ہے۔
= عَجَبًا ۔ یا یہ اِتَّخَذَ کا مفعول ثانی ہے (مفعول اول سَبِیْلَہٗ) جیسا کہ آیت ۶۱ مذکورہ بالا میں سَرَبًا ہے۔ ای اتخذ سبیلہ سبیلًا عَجَبًا۔
یا آخر کلام میں مچھلی کے عجیب وغریب طریقہ سے دریا میں اتر جانے اور پھر ایسے وقوعہ کو بھول جانے پر تعجب کے طور پر آیا ہے۔
۱۸ : ۶۴ = قَالَ ۔ ای قَالَ موسٰی ؛
= ذٰلِكَ ۔ ای امر الحوت مچھلی کی یہی بات (تو تھی جس کی ہمیں تلاش تھی) یا اس کا اس جگہ کی طرف ہے جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ یعنی وہی تو وہ مقام تھا جس کی ہمیں تلاش تھی۔
= مَاكُنَّا نَبْغِ ۔ جس کی ہم تلاش کر رہے تھے۔ كُنَّا نَبْغِيْ ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم۔ بَغْيٌ مصدر (باب ضَرَبَ)
= اِرْتَدَّا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب دونوں الٹے پھرے۔ اِرْتِدَادٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں رد مادہ
= اٰثَارِهِمَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کے نشاناتِ قدم۔
اٰثَار جمع اَثَرٌ واحد بمعنی علامت۔ نشانی ۔ نشانِ قدم ۔ نشان ۔ پیچھے۔
ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا (۵۷ : ۲۷) پھر ہم نے ان کے پیچھے اور پیغمبر بھیجے۔
= قَصَصًا ۔ اَلْقَصُّ کے معنی نشان قدم پر چلنے کے ہیں۔ قَصَّ يَقُصُّ قَصًّا وَقَصَصٌ (باب نصر) بمعنی اتباع الاثر۔ نشانِ قدم پر چلنا۔ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات دیکھتے دیکھتے واپس لوٹے۔
قَصَّ کے معنی پیچھے پیچھے چلنا بھی ہے۔ مثلاً وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ (۲۸ : ۱۱) اور اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے چل جا۔ قَصَّ عَلَيْهِ الْخَبَرَ ۔ کسی کو خبر دینا۔ اسی سے ہے قَصَصٌ، قِصَّۃٌ کی جمع۔ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ (۲۸ : ۲۵) اور اس سے اپنا ماجرا بیان کیا اور نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ (۱۲ : ۳) ہم تمہیں ایک اچھا قصہ سناتے ہیں۔
قَصَصًا یا تو مصدر بحالت نصب ہے یا حال ہے اِرْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا سے یعنی اپنے نشان قدم تلاش کرتے ہوئے۔ یا مفعول ہے جس کا فعل مقدر ہے۔
۱۸ : ۶۵ = مِنْ لَّدُنَّا ۔ ہماری طرف سے۔ لَدُنْ ظرف زمان وظرف مکان ہر دو مستعمل ہے مثلاً اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَّدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا ۔ میں اس کے پاس

مقیم رہا ابتداء طلوع شمس سے غروب آفتاب تک (ظرف زمان) اور فَھَبۡ لِیۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ وَلِیًّا۔(١٩: ٥) مجھے عطا فرما اپنی جانب سے کوئی جانشین (ظرف مکان)

١٨: ٦٦ = تُعَلِّمَنِ۔ تو مجھ کو سکھا دے۔ تَعۡلِیۡمٌ سے جس کے معنی سکھانے کے ہیں۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

= رُشۡدًا۔ تُعَلِّمَنِ کے مفعول ثانی کی صفت ہے ای عِلۡمًا ذَا رُشۡدٍ۔ رشد وہدایت کا علم رُشۡدٌ۔ بمعنی ہدایت۔ بھلائی۔ راستی۔ صلاحیت۔ اَنۡ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمۡتَ رُشۡدًا کہ آپ سکھائیں مجھے رشد وہدایت کا خصوصی علم جو آپ کو (منجانب اللہ) سکھایا گیا ہے۔

١٨: ٦٧ = لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنۡ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں کر سکیگا اِسۡتِطَاعَۃٌ (استفعالٌ) سے۔ طوع۔ مادہ۔

١٨: ٦٨ = لَمۡ تُحِطۡ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ تو احاطہ نہیں کریگا۔ تو نہیں گھیرے گا۔ تو قابو میں نہیں کریگا۔ اِحَاطَۃٌ مصدر۔

= خُبۡرًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے

مَا لَمۡ تُحِطۡ بِہٖ خُبۡرًا۔ جو تمہارے احاطۂ واقفیت میں نہیں ہے۔

١٨: ٦٩ = لَا اَعۡصِیۡ۔ مضارع نفی واحد متکلم۔ میں نافرمانی نہیں کروں گا۔ میں حکم عدولی نہیں کرونگا مَعۡصِیَۃٌ سے (باب ضَرَبَ) لَا اَعۡصِیۡ لَكَ اَمۡرًا۔ اور میں تمہارے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

١٨: ٧٠ = فَاِنِ اتَّبَعۡتَنِیۡ۔ پس اگر آپ میرے ساتھ رہنا چاہتے ہیں۔ اگر تم میرا اتباع کرنا چاہتے ہو یا اگر تو نے میرا اتباع کیا۔ یا میرے ساتھ رہے۔

اِتَّبَعۡتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔

= اُحۡدِثَ۔ اَلۡحُدُوۡثُ (باب نصر) کے معنی ہیں کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو۔ اَلۡحَدَثُ۔ نئی چیز۔ نیا کام۔ نئی بات۔ ہر وہ قول وفعل جو نیا ظہور پذیر ہوا ہو۔ اسے مُحۡدَثٌ کہتے ہیں۔ حَتّٰٓی اُحۡدِثَ لَكَ مِنۡہُ ذِکۡرًا۔ جب تک کہ میں خود ہی پہل کر کے تجھ سے بات نہ کروں۔

ہر وہ بات جو انسان تک سماع یا وحی کے ذریعہ پہنچے۔ اسے حدیث کہتے ہیں عام اس سے کہ وہ وحی خواب میں ہو یا حالت بیداری میں ہو۔

حَدَّثَ عَنۡ فُلَانٍ۔ کسی سے کچھ بیان کرنا۔ روایت کرنا۔ حَدَّثَ۔ خبر دینا۔ بیان کرنا۔

اُحۡدِثَ فعل منصوب بوجہ عمل اَنۡ مقدرہ کے ہے۔

= فَانْطَلَقَا۔ پس وہ چل پڑے دونوں۔ ماضی تثنیہ واحد مذکر غائب طَلْقٌ سے باب انفعال سے اِنْطِلَاقٌ۔ جس کے معنی ہیں چل پڑنا۔ الطَّلَاقُ کے معنی ہیں کسی بندھن سے آزاد کرنا۔ محاورہ ہے اَطْلَقْتُ الْبَعِیْرَ مِنْ عِقَالِہٖ وَطَلَّقْتُہٗ۔ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی سے محاورہ ہے طَلَّقْتُ الْمَرْاَۃَ۔ یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

= خَرَقَھَا۔ اس نے اس کو پھاڑ ڈالا۔ اس نے اس کو قطع کر دیا۔ خَرَقَ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضَرَبَ) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (کشتی کے لئے ہے)

خَرْقٌ۔ خَلْقٌ کی ضد ہے۔ خَلْقٌ کے معنی ہیں اندازہ کے مطابق خوش اسلوبی سے کسی چیز کو بنانا اور خَرْقٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو بے قاعدگی سے پھاڑ ڈالنا۔ بے سوچے سمجھے کسی کام کو کرنے یا بے سوچے سمجھے منہ سے بات نکالنے کو بھی خرق کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخَرَقُوْا لَہٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ (۶: ۱۰۰) اور بے سمجھے (جھوٹ اور بہتان کے طور پر) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا گھڑی ہیں۔

= اَھْلَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس پر سوار لوگ۔

= شَیْئًا اِمْرًا۔ تکلیف دہ۔ یا خلافِ شرع یا خلافِ عقل چیز۔ اِمْرًا۔ ای مُنْکَرًا (مجاہد) یعنی امر منکر و معیوب۔ لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا اِمْرًا۔ آپ نے یقیناً بہت بُری بات کر ڈالی۔ اِمْرًا۔ بھاری عجیب۔ عظیم۔ انوکھا۔ قابلِ انکار۔ علامہ بغوی کا قول ہے کہ عربی لغت میں اِمْرٌ بمعنی دَاھِیَۃٌ (خوفناک) ہے۔

۱۸: ۷۳ = لَا تُؤَاخِذْنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر ن وقایہ ہے اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میری گرفت نہ کر تو مجھے نہ پکڑ۔ میرا مؤاخذہ نہ کر۔

= بِمَا۔ بار سببیہ ہے۔ اور مَا مصدریہ ہے۔ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ۔ میری بھول چوک پر میری گرفت نہ کر۔ قرآن حکیم میں اس کی مثال یہ آیت ہے فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا (۳۲: ۱۴) سو اب مزہ چکھو بہ سبب اپنے اس دن کے آنے کو بھول جانے کا۔

= لَا تُرْھِقْنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَرْھَقَ یُرْھِقُ اِرْھَاقٌ (افعال) اَرْھَقَہٗ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْھَقَہٗ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ اَرْھَقَہٗ عُسْرًا۔ کسی کو تکلیف دینا یا تکلیف دہ کام لینا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ فَلَا اَرْھَقَكَ اللّٰہُ تم مجھ پر سختی نہ کرو۔ تم پر اللہ سختی نہ کریگا۔ لَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا۔ میرے اس معاملہ میں مجھ پر سختی نہ کر۔ ادھاق۔ کسی پر ایسا بوجھ لاد دینا کہ جس کا اٹھانا اس کے لئے ازبس مشکل ہو۔

= عُسْرًا۔ عُسْرٌ۔ تنگی۔ دشواری۔ مشکل۔ سختی۔ یُسْرٌ (آسانی) کی ضد ہے یہ تُرْھِقْنِیْ

کا مفعول ثانی ہے۔

۱۸: ۷۴ = زَكِيَّةً ۔ گناہوں سے پاک، معصوم زَكَاءٌ بروزن فَعِيْلَةٌ صفت مشبہ کا واحد مؤنث ہے۔

= بِغَيْرِ نَفْسٍ۔ بغیر کسی سبب کے (ابن کثیر) بغیر قصاص کے ۔ بغیر کسی گناہ کے۔ بغیر کسی جان کے بدلہ کے۔

= نُكْرًا۔ ایسا مشکل امر جو سمجھ میں نہ آسکے۔ امر عظیم۔ ایسا امر جس سے سب کانوں پر ہاتھ رکھیں نُکر۔ کا درجہ قبیح میں اِمْرًا سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ سخت نامرغوب۔

الا نکار کے اصل معنٰی انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لا سکتا ہو۔ المُنْكَرُ ہر وہ فعل جسے عقل سلیم قبیح خیال کرے یا عقل کو اس کے حسن وقبح میں توقف ہو۔ مگر شریعت نے بھی اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا۔ یقیناً آپ نے بڑا بیجا اور نازیبا فعل کیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ (۱۶)

الکہف ؎ مَرۡیَمۡ ؎ طٰہٰ ؎

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ

١٨: ٧٥ = لَنْ تَسْتَطِیْعَ۔ تو ہرگز نہیں کر سکے گا۔ ملاحظہ ہو آیت ٦٧ سورۃ ہذا۔
١٨: ٧٦ = لَا تُصٰحِبْنِیْ۔ تو مجھے اپنی صحبت میں نہ رکھنا۔ تو مجھے ساتھ نہ رکھنا۔ مُصَاحَبَۃٌ۔ (مُفَاعَلَۃٌ) سے فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم
= قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّیْ عُذْرًا بے شک آپ میری طرف سے حد عذر کو پہنچ چکے۔ یعنی میرا کوئی عذر نہیں ہوگا۔
١٨: ٧٧ = اِسْتَطْعَمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب استِطْعَامٌ (اِسْتِفْعَال) ان دونوں نے کھانا مانگا
= اَبَوْا۔ انہوں نے سختی سے انکار کیا۔ باب ضرب وفتح۔ ابی مادہ اِبَاءٌ مصدر۔ اَلْاِبَاءُ۔ کے معنی سختی سے انکار کرنا کے ہیں۔ یہ لفظ امتناع سے خاص ہے ہر اباء کو امتناع کہہ سکتے ہیں۔ مگر ہر امتناع کو اباء نہیں کہہ سکتے۔ اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ (٢: ٣٤) اس نے سختی سے انکار کیا۔ اور تکبر کیا۔
= یُّضَیِّفُوْھُمَا۔ ضَیَّفَ یُضَیِّفُ تَضْیِیْفٌ (تفعیل) مضارع جمع مذکر غائب ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب (کہ) وہ ان دونوں کو مہمان بنائیں یعنی ان کی مہمانی کریں۔
= (اَنْ) یَّنْقَضَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ اِنْقِضَاضٌ (انفعال) کہ گر پڑے۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ وہ (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ قضض مادہ قَضَضْتُہٗ فَانْقَضَّ۔ میں نے اسے گرایا تو وہ گر پڑا۔
= لَتَّخَذْتَ۔ لَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اِتَّخَذْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے۔ بمعنی لینا۔ پکڑنا۔ قرآن مجید میں ہے قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰہِ عَھْدًا (٢: ٨٠) ان سے پوچھو کہ کیا تم نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے۔
لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَیْہِ اَجْرًا۔ اگر تم چاہتے تو اس کام کا معاوضہ لے لیتے
١٨: ٧٨ = سَاُنَبِّئُکَ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَۃٌ مصدر (باب تفعیل) بمعنی بتانا۔ خبر دینا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ میں ابھی تجھے بتائے دیتا ہوں۔
= تَاْوِیْلِ۔ اول سے مشتق ہے اَوَّلَ یُاَوِّلُ تَاْوِیْلٌ (باب تفعیل) جس کے معنی ہیں

کسی چیز کا اصل کی طرف رجوع ہونا۔ جس مقام کی طرف کوئی چیز لوٹ کر آئے تو اسے مَوْئِل کہتے ہیں!
ملاحظہ ہو (۱۸ : ۵۸) پس تَاوِیْلٌ کسی چیز کو اس کی غایت کی طرف لوٹانا ہے جو اس سے بلحاظ علم یا عمل کے مقصود ہوتی ہے۔ غایت مقصود۔ حقیقت۔ تاویل۔ تفسیر۔

۱۸: ۷۹ = یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ۔ جو دریا میں کام کرتے تھے۔ یعنی جو دریا میں ملاحی کا کام کرتے تھے
= اَعِیْبَھَا۔ مضارع منصوب واحد متکلم۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ نصب بوجہ عمل اَنْ ہے۔ (کہ) میں اسے عیب دار کردوں۔
= وَرَاءَھُمْ۔ وَرٰی یَرٰی سے وَرَاءٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی حد فاصل۔ آڑ۔ کسی چیز کا آگے ہونا یا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا۔ ہونا کے ہیں۔
آگے کے معنی میں وَکَانَ وَرَآءَھُمْ مَّلِکٌ (آیت ھذا) اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا
پیچھے کے معنی میں۔ اِرْجِعُوْا وَرَاءَکُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا (۵۷: ۱۳) پیچھے کو لوٹ جاؤ اور (وہاں) نور تلاش کرو۔
آڑ کے معنی میں۔ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ۔ (۵۹: ۱۴) یا دیواروں کی اوٹ میں۔
علاوہ وسوا کے معنی میں۔ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْعٰدُوْنَ (۲۳: ۷)
اور جو ان کے سوا اوروں کے طالب ہوں وہ خدا کی (مقرر کردہ) حد سے نکل جانے والے ہیں۔
= غَصْبًا۔ مصدر ہے۔ حالتِ نصب۔ غَصَبَ یَغْصِبُ (ضَرَبَ) سے۔ زبردستی چھین لینا (بغیر حق کے)

۱۸: ۸۰ = فَخَشِیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ خَشْیَۃٌ مصدر (باب سمع) ہم ڈرے۔ ہمیں اندیشہ ہوا
الخازن میں ہے فَعَلِمْنَا۔ ہمیں معلوم ہوا۔
= اَنْ یُّرْھِقَھُمَا۔ اَرْھَقَ یُرْھِقُ اِرْھَاقٌ (افعال) مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ ھُمَا تثنیہ مذکر غائب۔ اِرْھَاقٌ اثر انداز ہونا۔ اکسانا۔ مبتلا کرنا۔ مجبور کرنا۔ زبردستی چھاجانا۔ دشواری میں ڈالنا۔
اَرْھَقَہٗ ظُلْمًا ظلم میں مبتلا کرنا۔ اَرْھَقَہٗ اِثْمًا۔ کسی کو گناہ پر اکسانا۔ رَھِقَ وَاَرْھَقَ (مجرد ومزید فیہ) دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَتَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ (۱۰: ۲۷) اور ان پر ذلت چھا رہی ہوگی۔ اور سَاُرْھِقُہٗ صَعُوْدًا۔ (۷۴: ۱۷) ہم عنقریب اس کو عذاب سخت میں مبتلا کریں گے۔ اور وَلَا تُرْھِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا (۱۸: ۷۳) اور میرے (اس) معاملہ میں مجھ کو دشواری میں نہ ڈالئے۔ اَنْ یُّرْھِقَھُمَا کہ وہ ان دونوں (ماں باپ) کو (سرکشی اور کفر پر) مجبور کردیگا

تقدیر کلام یوں ہوگی: فخشینا ان یرھقھما طغیانا وّ کفرًا الّو بقی حیًّا

١٨: ٨١ == يُبْدِلَهُمَا۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب اِبْدَالٌ مصدر۔ هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر۔ کہ وہ ان دونوں کو بدلہ میں دیدے۔ هُمَا ضمیر مفعول اوّل ہے اس کے بعد ولدًا (محذوف) مفعول ثانی ہے۔ ای اَنْ يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا وَلَدًا خَيْرًا مِّنْهُ کہ ان کا پروردگار ان کو بیٹا جو اس (پہلے جس کو قتل کیا گیا تھا) سے بہتر ہو۔

== زَكٰوةً۔ گناہوں اور اخلاق رذیلہ سے پاکیزگی۔

== رُحْمًا۔ مصدر ہے۔ رَحِمَ يَرْحَمُ رَحْمَةٌ ومَرْحَمَةٌ ورُحْمًا ورُحْمًا۔ مہربان ہونا۔ شفقت کرنا۔

ہر دو زَكٰوةً وَرُحْمًا منصوب بوجہ تمیز کے ہیں (جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے بڑھ کر ہو۔

== اَقْرَبُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ قریب۔

١٨: ٨٢ == اَشُدَّهُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْاَشُدُّ وَالْاَشَدُّ۔ سنِ بلوغ۔ جوانی کی پوری عُمر پورا زور۔ بَلَغَ فُلَانٌ اَشُدَّهٗ وہ سنِ بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا۔ شدد مادّہ اَشُدَّهُمَا۔ اپنے سن بلوغ کو۔

== يَسْتَخْرِجَا۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) تثنیہ مذکر غائب۔ اصل میں يَسْتَخْرِجَانِ تھا۔ اَنْ کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ استخراج (استفعال) مصدر، وہ دونوں نکال لیں

== رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ تیرے پروردگار کی مہربانی۔ رَحْمَةً۔ اَرَادَ کا مفعول لہٗ ہے کہ ان پر رحمت کرنے کے لئے پروردگار نے چاہا کہ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا۔ یا یہ مصدر منصوب ہے اس صورت میں اَرَادَ بمعنی رَحِمَهُمَا ہے۔

== عَنْ اَمْرِيْ۔ اپنی مرضی سے۔ اپنی رائے سے۔

== ذٰلِكَ۔ یعنی جو میں نے اوپر بیان کیا ہے۔

== لَمْ تَسْطِعْ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ یعنی ماضی منفی تو (صبر) نہ کر سکا۔ اس کا ماضی اِسْطَاعَ سے ہے۔ اِسْطَاعَ اصل اِسْتَطَاعَ (باب استفعال) ہی ہے تا کو تخفیفًا حذف کر دیا گیا ہے۔ دونوں ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (١٨: ٩٧) پھر ان کو یہ قدرت نہ رہی کہ وہ اس پر چڑھ سکیں اور نہ یہ طاقت رہی کہ اس میں نقب لگا سکیں۔

تَسْطِعْ اصل میں تَسْتَطِیْعُ تھا۔ لَمْ کے آنے سے کلمہ مجزوم ہوا اور اجتماع ساکنین سے یٰ حرفِ علت گر گیا۔

فَائدَہ

آیۃ ۷۹ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَھَا (اَرَدْتُّ صیغہ واحد متکلم) آیہ ۸۱ میں فَاَرَدْنَا اَنْ یُّبْدِلَھُمَا ..... رُحْمًا (صیغہ جمع متکلم) اور آیۃ ۸۲ میں فَاَرَادَ رَبُّكَ ..... رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ (صیغہ واحد مذکر غائب استعمال ہوا ہے۔ مفسرین اس کی توضیح یوں فرمائی ہے:

اگرچہ خیر و شر، نفع و ضرر ہر چیز کا خالق حقیقی اللہ ہے لیکن اہل ادب و عرفان کا طریقہ ہے کہ جب خیر اور نفع کا ذکر کرتے ہیں تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرتے ہیں اور جب شر اور ضرر کے ذکر کا موقع آتا ہے تو اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہے وَاِذَا مَرِضْتُ فَھُوَ یَشْفِیْنِ ﴿۲۶: ۸۰﴾ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء بخشتا ہے۔ یہاں کشتی توڑنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اپنی طرف کی کیونکہ کشتی توڑنا مذموم ہے اور جب دیوار درست کرنے کی وجہ بتائی تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی کیونکہ وہ خیر محض ہے۔ قتل غلام کے دو پہلو تھے۔ ایک خیر۔ اس لئے کہ اس کے والدین کو نافرمان بیٹے کے عوض میں نیک اولاد دی جا رہی ہے۔ اور دوم شر۔ اس لئے کہ بظاہر ایک معصوم بچے کو قتل کیا جا رہا ہے۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تاکہ خیر کے پہلو کی نسبت ذات خداوندی کی طرف ہو جائے اور شر کا پہلو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ علامہ بدرالدین زرکشی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی توجیہ کو پسند فرمایا ہے!
(ضیاء القرآن)

۱۸: ۸۳ — ذِی الْقَرْنَیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ترکیب اضافی بحالت جر۔ دو سینگوں والا۔ قَرْنَیْنِ۔ جمع۔ قَرْنٌ واحد۔ دو کنارے۔ دو سینگ۔ ایک نیک عادل با اقتدار بادشاہ کا نام جس کی شخصیت کے تعین میں اختلاف ہے۔

= سَاَتْلُوْا۔ سَ حرف۔ مضارع کو مستقبل قریب کے معنی میں مخصوص کر دیتا ہے۔

اَتْلُوْا۔ مضارع واحد متکلم۔ تِلَاوَةٌ مصدر۔ میں عنقریب پڑھ کر سناؤں گا۔ میں عنقریب بیان کروں گا۔ تَلْوٌ مادہ

۱۸: ۸۴ — مَكَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم تَمْكِیْنٌ (تفعیل) مصدر ہم نے تمکین بخشی۔ ہم نے جما و عطا کیا۔ ہم نے با اقتدار بنا دیا۔ مَكِنَةٌ۔ آشیانہ۔ ٹکنے کی جگہ۔ اِمْكَانٌ (اِفْعَالٌ) با اقتدار ہونا، قابو پانا۔ کسی جگہ پر قدرت حاصل کرنا۔ مَكِیْنٌ۔ جم کر رہنے والا۔

= سَبَبًا۔ سامان۔ ذریعہ۔ رسّی جس سے درخت پر اوپر چڑھا اور نیچے اترا جاتا ہے پھر اس مناسبت سے ہر اس شی کو سَبَبٌ کہا جاتا ہے جو دوسری شے تک رسائی کا ذریعہ بنتی ہو خواہ وہ علم ہو قدرت ہو۔ آلات ہوں۔

سَبَبًا۔ یعنی ایسے ذرائع از قسم علم و قدرت و آلات کہ جن سے وہ کام لے کر ہر چیز تک رسائی حاصل کر سکتا تھا۔ اس کی جمع اَسْبَابٌ ہے جس سے مراد کسی چیز کو حاصل کرنے کے ذرائع ہیں۔

راہ کو بھی سَبَبٌ کہہ سکتے ہیں کہ جس پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچا جاتا ہے۔

۱۸: ۸۵ = فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ وہ ایک راستہ پر ہو لیا۔ وہ ایک راہ پر روانہ ہوا۔

۱۸: ۸۶ = حَمِئَةٍ۔ حَمَاٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے حَمَاۃٌ دلدل۔ کیچڑ۔ گارا۔

حَمِئَۃٍ۔ کیچڑ والا۔ دلدل والا۔ حَمْءٌ مادہ۔

= مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غروب آفتاب کی جگہ۔ یہاں تصویری زبان استعمال کی گئی ہے۔ مغرب الشمس سے مراد کوئی ایک جگہ نہیں۔ جہاں سورج فی الواقع اس جگہ میں غروب ہو جاتا ہے۔ غروب آفتاب کا منظر دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ دور افق میں سورج زمین میں چھپ گیا ہے حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

یہاں بھی جب ذوالقرنین ایک جھیل یا سمندر کے کنارے پہنچا تو سورج یوں معلوم ہوتا تھا کہ دور سمندر میں ڈوب رہا ہے۔

= اِمَّا۔ یا۔ خواہ۔ اگر۔ اِمَّا کئی معنوں کے لئے آتا ہے۔ مثلاً۔

۱۔ ابہام۔ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰہِ اِمَّا یُعَذِّبُھُمْ وَاِمَّا یَتُوْبُ عَلَیْھِمْ (۹: ۱۰۶) اور کچھ اور لوگ ہیں کہ خدا کے حکم کے انتظار میں ہیں ان کا معاملہ ملتوی ہے خواہ وہ ان کو سزا دے خواہ وہ ان کی توبہ قبول کرلے۔ یا جَاءَ اِمَّا زَیْدًا وَاِمَّا عَمْرًوا۔ زید آیا ہے کہ عمر۔

۲۔ تفصیل۔ اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (۷۶: ۳) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکران کرے۔

۳۔ تخییر (اختیار دینا) جیسے اِمَّا اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّا اَنْ تَتَّخِذَ فِیْھِمْ حُسْنًا۔ (آیت ہذا) خواہ ان کو سزا دو۔ خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

یا اِمَّا اَنْ تُلْقِیَ وَاِمَّا اَنْ نَّکُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی۔ (۲۰: ۶۵) تو کیا پہلے آپ (اپنا عصا) پھینکیں گے یا ہم ہی پہلے ڈالنے والے بنیں۔

۱۸: ۸۷ = اَمَّا۔ حرفِ شرط استعمال ہوا ہے (اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ

اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے، پس، سو، لیکن، مگر۔ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ سو جو ظلم کرے گا تو ہم اسے ضرور سزا دیں گے۔

یہ تفصیل اور تاکید کے لئے بھی آتا ہے۔ مثلاً اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ (۱۸:۷۹) وہ جو کشتی تھی وہ چند غریبوں کی تھی۔

اور تاکید کی مثال اَمَّا زَيْدٌ فَذَاهِبٌ۔ لیکن زید وہ تو ضرور جانے والا ہے۔

= عَذَابًا نُّكْرًا۔ شدید عذاب، سخت عذاب۔ موصوف صفت۔ عَذَابًا بوجہ نُعَذِّبُ کے مصدر ہونے کے منصوب ہے۔

۱۸:۸۸ = يُسْرًا۔ آسانی، سہولت۔ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا۔ ہم اسے ایسے احکام کا حکم دیں گے جن کا بجالانا آسان ہوگا۔

۱۸:۸۹ = اَتْبَعَ۔ اِتْبَاعٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پیچھے لگ گیا پیچھے چل پڑا اَتْبَعَ سَبَبًا۔ وہ ایک (اور) راہ پر چل نکلا۔ یا چل پڑا۔

۱۸:۹۰ = مَطْلِعَ الشَّمْسِ۔ مَطْلِع ظرف مکان مضاف شمس مضاف الیہ۔ طلوع ہونے کی جگہ۔ سمت مشرق میں انتہائی آبادی پر۔ (کوئی پہاڑ وغیرہ)

= مِنْ دُوْنِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب شمس کے لئے ہے۔

= سِتْرًا۔ حجاب، پردہ۔ سُتُوْرٌ وَاَسْتَارٌ جمع۔ (سورج کی گرمی سے بچنے کی) آڑ۔ سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے لباس اور مکان ہر دو کی ضرورت ہے۔ لَمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۔ یعنی سورج کی گرمی سے بچنے کے لئے نہ ان کے پاس لباس تھا نہ مکان۔

۱۸:۹۱ = كَذٰلِكَ۔ خبر۔ اس کا مبتدا محذوف۔ ای اَمْرُ ذِی الْقَرْنَیْنِ كَذٰلِكَ۔ یوں ہے ذی القرنین کا حال۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ذوالقرنین کا وہ ذکر جو اوپر مذکور ہوا ہے

= قَدْ اَحَطْنَا۔ تحقیق ہم احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ بِمَا لَدَيْهِ جو اس کے پاس تھا۔ خُبْرًا۔ ای عِلْمًا۔ یعنی جو کچھ اس کے پاس تھا اس کی ہمیں پوری خبر تھی۔ یعنی جو ساز و سامان آلات و اسباب۔

قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

۱۸:۹۳ = السَّدَّيْنِ۔ دو پہاڑ۔ دو آڑ۔ سَدٌّ کا تثنیہ ہے۔

= لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ کوئی بات آسانی سے نہیں سمجھ سکتے تھے۔ كَادَ يَكَادُ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔

۱۸: ۹۴ == خَرْجًا ۔ خراج، محصول۔ باج۔ مال ۔ اَخْرَاجٌ جمع ۔
هَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا ۔ کیا ہم تمہارے لئے کچھ مال اکٹھا کردیں۔
== عَلٰٓى اَنْ ۔ یہاں بشرطیکہ کے معنی میں آیا ہے۔ یا تاکہ۔ عربی میں کہتے ہیں اُحَدِّثُكَ عَلٰٓى اَنْ تَسْتُرَهٗ ۔ میں تم کو بتاتا ہوں بشرطیکہ تم اسے راز میں رکھو۔
۱۸: ۹۵ == مَكَّنِّيْ ۔ اصل میں مَكَّنَنِيْ تھا مَكَّنَ واحد مذکر غائب ماضی۔ تَمْكِيْنٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ اس نے مجھے جگہ دی۔ اس نے مجھے بااقتدار بنایا۔ اس نے مجھے اختیار دیا۔ اس نے مجھے (جس سلطنت، مال و دولت و دیگر اسباب پر) قدرت دی ہے۔
مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ ۔ وہ دولت واقتدار و مال واسبا جس پر میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے
== اَعِيْنُوْنِيْ ۔ اِعَانَةٌ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
== بِقُوَّةٍ ۔ جسمانی مشقت ۔ محنت۔
== اَجْعَلْ مضارع مجزوم واحد متکلم۔ مجزوم بوجہ جواب امر کے ہے۔
== رَدْمًا ۔ موٹی دیوار۔ سدِّ محکم۔ رَدَمَ يَرْدِمُ (ضرب) کا مصدر ہے جس کا معنی رخنہ کو پتھروں سے بند کردینا ہے۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔
۱۸: ۹۶ == اٰتُوْنِيْ ۔ تم میرے پاس لاؤ۔ اٰتُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر۔ نِ ی وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِتْيَانٌ مصدر۔
== زُبَرَ الْحَدِيْدِ ۔ لوہے کے بڑے بڑے ٹکڑے۔ بڑی بڑی چادریں۔ زُبْرَةٌ کی جمع ہے جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ ہے۔ یعنی لوہے کی بڑی سلیں۔
== سَاوٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب مُسَاوَاةٌ مصدر۔ اس نے برابر کردیا۔ وہ برابر ہوگیا
== الصَّدَفَيْنِ ۔ صَدَفٌ سے تثنیہ۔ صَدَفٌ کے معنی کنارِ کوہ کے ہیں جہاں جاکر پہاڑ کا اوپر کا سرا تمام ہوتا ہے۔ الصَّدَفَيْنِ پہاڑ کے دونوں کنارے۔ صدف کے معنی سیپ اور اونٹ کی ٹانگوں کی کجی کے بھی ہیں۔
اعراض برتنے کے معنی میں بھی آتا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا (۶: ۱۵۷) تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا جو خدا کی آیتوں کی تکذیب کرے اور ان سے منہ پھیرلے۔
== اُنْفُخُوْا ۔ امر جمع مذکر حاضر نَفْخٌ (باب نصر) سے مصدر تم پھونک مارو۔ تم دھونکو

(یعنی جب اس نے دونوں پہاڑوں کے کناروں کے درمیان والے خلا کو پاٹ دیا لوہے کی چادروں سے تو کہا کہ اب آگ دھکاؤ)

= جَعَلَهٗ نَارًا۔ اس نے اس کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ یعنی درمیانی آہنی دیوار کو آگ کی طرح سرخ کردیا۔ لفظی معنی ہیں اس نے اس کو آگ بنادیا۔

= اُفْرِغْ۔ مضارع واحد متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔ اَلْفَرَاغُ کے معنی خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی جیساکہ قرآن مجید میں ہے وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸: ۱۰) اور موسیٰ کی ماں کا دل بے صبر ہوگیا۔ (گویا خوف کی وجہ سے عقل سے خالی ہوچکا تھا۔ عربی میں کہتے ہیں اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ۔ میں نے ڈول سے پانی بہاکر اُسے خالی کردیا۔ اور جگہ ہے اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا (۲: ۲۵۰) اور خطرات وخدشات سے خالی کرکے) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔

اُفْرِغْ۔ کہ میں ڈال دوں۔ میں بہا دوں۔ عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب لوہے کی دیوار کے لئے ہے۔ کہ میں انڈیل دوں اس (دیوار) پر

= قِطْرًا۔ پگھلا ہوا تانبہ۔ تقدیر کلام یوں ہے اٰتُوْنِیْ قِطْرًا اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا۔ میرے پاس پگھلا ہوا تانبا لاؤ کہ میں اس کو اس (لوہے کی دیوار) پر انڈیل دوں

۱۸: ۹۷ = اِسْطَاعُوْا۔ اصل میں اِسْتَطَاعُوْا تھا۔ ت اور ط قریب المخرج جمع ہوتے ت حذف ہوگئی (نیز دیکھو ۱۸: ۸۲) ماضی جمع مذکر غائب وہ نہ کرسکیں۔ ان میں استطاعت نہ ہوئی

= يَّظْهَرُوْهُ۔ کہ اس پر غالب آسکیں۔ مطلب یہ کہ اس پر چڑھ سکیں۔

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔ سو وہ اس پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ ہی اس میں نقب لگا سکیں گے۔

۱۸: ۹۸ = هٰذَا۔ سد کی طرف اشارہ ہے۔ وہ دیوار جو اس نے آڑ کے لئے بنائی تھی۔

= دَكَّآءَ۔ واحد دَكَّاوَاتٌ جمع۔ نرم پہاڑ۔ مٹی کا پشتہ۔ ہموار شدہ سطح۔

دَكَّ يَدُكُّ (نصر) کوٹنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔ ہموار کرنا۔ مدکوک۔ کوٹ کوٹ کر ریزہ کیا ہوا۔ وہ اسے ریزہ ریزہ کردے گا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا (۸۹: ۲۱) جب زمین توڑ توڑ کر ریزہ ریزہ کردی جائے گی۔

= فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ۔ ای فاذا جاء وقت وعد ربی۔ وقت وعدہ سے مراد یوم قیامت بھی ہوسکتا ہے۔ اور یاجوج ماجوج کا یوم خروج بھی۔ سیاق قرآن کے مطابق دونوں صورتیں مراد ہوسکتی ہیں۔

۱۸: ۹۹ = تَرَکۡنَا۔ ماضی جمع متکلم بمعنی مستقبل ہم چھوڑیں گے۔ یہاں جَعَلۡنَا کے مرادف استعمال ہوا ہے۔ یعنی کردیں گے۔

= یَمُوۡجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مَوۡجٌ مصدر (باب نصر) لہریں مارتے ہوں گے

۱۔ اگر وعد ربی سے مراد یوم قیامت ہے تو یہاں بَعۡضَھُمۡ کی ضمیر الناس کے لئے ہے کہ خلقت جن وانس اس روز کی ہولناکی اور شدت اضطراب سے طوفانی سمندر کی لہروں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراکر گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

۲۔ اگر وَعۡدُ رَبِّیۡ سے مراد سَدِّ ذُوالقرنین کا انہدام ہے اور یاجوج ماجوج کے خروج کا دن ہے تو ضمیر اگر (الف) النَّاس کے لئے ہے تو مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج باہر نکل پڑیں گے تو لوگ خوف وہراس سے متلاطم سمندر کی موجوں کی طرح ایک دوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہونگے

(ب) اگر ضمیر یاجوج ماجوج کے لئے ہے جیسا کہ ابوحیان کا قول ہے تو مطلب یہ ہے کہ سد کے انہدام پر یاجوج ماجوج اس اژدحام کی صورت میں باہر نکلیں گے کہ کثرت وسرعت میں ایکدوسرے سے گڈمڈ ہو رہے ہوں گے۔

وَتَرَکۡنَا بَعۡضَھُمۡ یَوۡمَئِذٍ یَّمُوۡجُ فِیۡ بَعۡضٍ۔ اور اس روز ہم ان کو ایسا کردیں گے کہ سمندر کی تند موجوں کی طرح ایک دوسرے سے الجھ رہے ہوں گے۔

= وَنُفِخَ فِی الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰھُمۡ جَمۡعًا۔ اور صور پھونکا جائیگا پھر ہم سب کو جمع کرلیں گے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدم دیوار کا وقوع قرب قیامت میں ہوگا۔

۱۸: ۱۰۰ = عَرَضۡنَا عَرۡضًا۔ عَرَضۡنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ عَرۡضًا۔ مصدر تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ ہم بالکل سامنے پیش کردیں گے۔

۱۸: ۱۰۱ = غِطَآءٍ۔ ڈھکنا۔ سرپوش۔ جو طباق کی قسم میں سے ہو۔ کپڑے وغیرہ کا نہ ہو۔ مراد غفلت۔ موٹا پردہ۔ لباس وغیرہ قسم کی چیز کو غِطَآءٌ کہتے ہیں۔ بطور استعارہ غِطَآءٌ (پردہ) کا لفظ جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَکَشَفۡنَا عَنۡکَ غِطَآءَکَ فَبَصَرُکَ الۡیَوۡمَ حَدِیۡدٌ (۵۰: ۲۲) ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھادیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے کَانَتۡ اَعۡیُنُھُمۡ فِیۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِکۡرِیۡ۔ جن کی آنکھوں پہ پردے پڑے تھے میری یاد سے

۱۸: ۱۰۲ = نُزُلًا۔ اسم۔ نزل سے مادہ۔ نَزَلَ یَنۡزِلُ (ضرب) نُزُوۡلٌ مصدر۔ اس کے معنی بلند جگہ سے نیچے اترنے کے ہیں۔ اَلنُّزُلُ وہ کھانا جو آنے والے مہمان کے لئے تیار کیا جائے طعام مہمانی۔ طعام ضیافت۔

یہاں جہنم کو کافروں کے لئے مہمانی طنزاً کہا گیا ہے اور جگہ قرآن میں ہے فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا (۳۲: ۱۹) ان کے لئے باغ ہیں بطور مہمانی کے۔

۱۸: ۱۰۳ = اَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔ اَخْسَرِيْنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ بحالت جر۔ اَخْسَرُ کی جمع خُسْرَانٌ وخَسَارَةٌ مصدر۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔

اَعْمَالًا منصوب بوجہ تمیز کے بلحاظ عمل۔

۱۸: ۱۰۴ = اَلَّذِيْنَ اسم موصول برائے اَخْسَرِيْنَ ہے

= يُحْسِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ مصدر (افعال) وہ اچھا (کام، عمل) کرتے ہیں

= صُنْعًا۔ صَنَعَ يَصْنَعُ کا مصدر ہے بمعنی کاریگری۔ اچھا کام کرنا۔ بنانا۔ صُنْعٌ کے معنی کام کو عمدگی سے کرنا۔ اس لئے ہر صنع فعل ہو سکتا ہے لیکن ہر فعل صنع نہیں ہو سکتا۔ اسی سے ہے صَانِعٌ کاریگر۔ مَصْنُوْعٌ بنائی ہوئی چیز۔

۱۸: ۱۰۵ = حَبِطَتْ وہ اکارت ہوگئے، وہ ضائع ہوگئے۔ وہ مٹ گئے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

= لَا نُقِيْمُ۔ مضارع منفی جمع متکلم اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم قائم نہیں کریں گے۔

الاقامۃ (افعال) فِي الْمَكَانِ کے معنی کسی جگہ پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کے ہیں اور اِقَامَةُ الشَّيْءِ (کسی چیز کی اقامت) کے معنی اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ (۵: ۶۸) کہو کہ اے اہل کتاب جب تک تم تورات اور انجیل کو قائم نہیں رکھو گے تم کچھ بھی راہ پر نہیں ہو سکتے یعنی جب تک علم و عمل سے ان کے پورے حقوق ادا نہ کرو۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک میں جہاں کہیں بھی نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے یا نمازیوں کی تعریف کی گئی ہے وہاں اِقَامَةٌ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ جس میں اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ نماز سے مقصود محض اس کی ظاہری ہیئت کا ادا کرنا نہیں ہے بلکہ اسے جملہ شرائط کے ساتھ ادا کرنا مراد ہے

یہاں لَا نُقِيْمُ ...... وَزْنًا کے معنی ہیں کہ ہم اسے کوئی وزن نہیں دیں گے۔ ہمارے ہاں اس کی کوئی قدر و وقعت نہ ہوگی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے یاتی ناس باعمال یوم القیامۃ ھی عندھم فی العظم کجبال تھامۃ فاذا وزنوھا لم تزن شیئا۔ لوگ قیامت کے دن اپنے ایسے اعمال پیش کریں گے جو ان کے نزدیک تہامہ پہاڑ جتنے عظیم ہوں گے۔ لیکن جب ان کو فرشتے وزن کریں گے تو ان کا کچھ بھی وزن نہ ہوگا۔

۱۸:۱۰۶ = ذٰلِكَ - یعنی ان کے کفر و معاصی کا انجام - ان کے اعمال کا اکارت جانا۔
= جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ - میں جهنم عطف بیان ہے جَزَاؤُهُمْ کا۔ کیونکہ اپنے متبوع جزار کی وضاحت کرتاہے۔
= بِمَا - ب بدلہ، یا عوض کے لئے آیا ہے اور ما مصدریہ ہے یا ب سببیت کا ہے اور مَا مصدریہ - یعنی بوجہ اس بات کے کہ انہوں نے (کفر کیا اور میری آیات و رسل کو مذاق بنالیا)
= هُزُوًا - وہ جس کا مذاق بنایا جائے هَزِءَ يَهْزَأُ (فتح وسمع) کا مصدر ہے۔ هَزْءٌ هُزُءٌ وَهُزُءٌ سب مصدر ہیں مادّہ هزء۔ یہاں مصدر بمعنی اسم مفعول آیا ہے اور منصوب ہے
۱۸:۱۰۷ = جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ - مضاف مضاف الیہ - اگرچہ فردوس کے معنی بھی جنت کے ہی لئے جاتے ہیں - لیکن یہاں اس کے معنی ایسی وادی جو انگوروں، پھولوں اور دیگر پھلوں سے بھرپور ہو۔ فردوس کے باغات۔
= نُزُلًا - ملاحظہ ہو ۱۸:۱۰۲ -
۱۸:۱۰۸ = لَا يَبْغُوْنَ - مضارع منفی جمع مذکر غائب - وہ نہیں چاہیں گے - بَغْيٌ مصدر - بَغٰى يَبْغِيْ (ضرب) بَغْيٌ۔
= حِوَلًا اس کا مادہ حول ہے۔ حَالَ يَحُوْلُ حَوْلٌ حُؤُوْلٌ (نصر) بمعنی کسی چیز کا متغیر ہونا حَوَّلَ يُحَوِّلُ تَحْوِيْلٌ (تفعیل) ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا۔ تَحَوَّلَ يَتَحَوَّلُ تَحَوُّلٌ (تفعّل) پھرنا۔ یہاں حِوَلٌ بمعنی تَحَوُّلٌ آیا ہے - یعنی پھرنا۔ لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا وہاں سے وہ مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ حِوَلٌ مصدر۔ جگہ بدلنی - تبدیلی - پلٹنا۔
حَوْلٌ بمعنی سال - حال (انسان وغیرہ کی وہ حالت جو نفس، جسم اور مال کے اعتبار سے بدلتی رہے) اسی مادہ سے مشتق ہے۔
۱۸:۱۰۹ = مِدَادًا - سیاہی - روشنائی - مَدَّ يَمُدُّ مَدٌّ بازوؤں کو پھیلانا، کسی کی عمر کو دراز کرنا حرف کو لمبا کر کے پڑھنا۔ دوات کو روشنائی ڈال کر تیز کرنا۔ اسی سے مُدَّةٌ ہے۔
= لَنَفِدَ - لَ تاکید کے لئے ہے نَفِدَ يَنْفَدُ (سمع) نَفَدٌ - نَفَادٌ مصدر۔ ضرور ختم ہوجائیگا۔ النَّفَادُ ختم ہوجانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَالَهٗ مِنْ نَّفَادٍ - (۳۸:۵۴) یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔
= كَلِمٰتِ - كَلِمَاتٌ جمع - كَلِمَةٌ واحد - معلومات الٰہیہ - عجائبات قدرت و حکمت، باتیں
= اَنْ تَنْفَدَ - کہ وہ ختم ہو - تمام ہو - نَفَدٌ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔
شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہے ؎

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ۔ ما ہم چناں دراول وصف تو ماندہ ایم
= بِمِثْلِہٖ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مِدَادًا (روشنائی) کے لئے ہے
= مَدَدًا ۔ بطور امداد کے ۔

۱۸: ۱۱۰ = یُوْحٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ۔ وحی کی جاتی ہے ۔
= یَرْجُوْا ۔ مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر (باب نصر) وامید رکھتا ہے وہ امید کرتا ہے ۔
رَجَاءٌ اس ظن کو کہتے ہیں جس میں مستقبل میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو اگرچہ خوف و وہم کے معنی میں مستعمل ہے ۔

= لِقَآءَ ۔ حاصل مصدر مضاف رَبِّہٖ (مضاف مضاف الیہ) مضاف الیہ ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ لِقَاءَۃٌ ۔ لِقَایَۃٌ مصدر ۔ ملاقات کرنا دیدار پانا ۔ آمنے سامنے آنا اور پالینا ۔ اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ (۳: ۱۴۳) اور تم موت (شہادت) آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے ۔ یا اسی سورۃ میں آیا ہے لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (۱۸: ۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے ۔
= فَلْیَعْمَلْ ۔ لِیَعْمَلْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ پس چاہیئے کہ وہ عمل کرے ۔ مجزوم بوجہ عمل لامِ امر ہے ۔
= لَا یُشْرِكْ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب ۔ مجزوم بوجہ لام نہی ۔ چاہیئے کہ وہ نہ شریک کرے (اپنے رب کی عبادت میں کسی کو)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(١٩) سُوۡرَةُ مَرۡیَمَ مَكِّيَّةٌ (٩٨)

١٩: ١ = کٓھٰیٰعٓصٓ حروف مقطعات ہیں۔ جن کے معنی خدا اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔

١٩: ٢ = ذِكۡرُ رَحۡمَةِ رَبِّكَ عَبۡدَهٗ زَكَرِيَّا۔ اس میں ھٰذَا محذوف مبتدا ہے اور ذِكۡرُ رَحۡمَةِ ...... زَكَرِيَّا۔ اس کی خبر ہے۔

عَبۡدَهٗ مفعول ہے رَحۡمَةِ کا اور زَكَرِيَّا بدل ہے عَبۡدَهٗ کا

ترجمہ یوں ہوا۔ یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندے زکریا پر فرمائی۔

١٩: ٣ = نَادٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَادٰی یُنَادِیۡ مُنَادَاةٌ (مفاعلۃ) ونِدَاءٌ۔ اس نے پکارا۔ اس نے دعا مانگی۔ نِدَاءٌ پکار۔ دعا۔ آواز ندی مادہ۔

= خَفِيًّا۔ پوشیدہ۔ چھپی ہوئی۔ خَفَاءٌ (مصدر) سے جس کے معنی خفیہ اور پوشیدہ ہونے اور چھپنے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ چپکے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ مثلاً اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً۔ (٧: ٥٥) اپنے پروردگار سے عاجزی اور چپکے چپکے دعائیں مانگا کرو۔

١٩: ٤ = رَبِّ۔ اصل میں یَا رَبِّیۡ تھا۔ حرف نداء (یا) اور مضاف الیہ (ی ضمیر واحد متکلم) کو اختصار کے لئے حذف کیا گیا۔

= وَهَنَ۔ وَهَنَ یَهِنُ (ضرب) وَهۡنٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (میری ہڈی) کمزور ہوگئی ہے۔

= عَظۡمُ۔ ہڈی۔ عِظَامٌ ہڈیاں۔ بروزن سَهۡمٌ، سِهَامٌ۔ وَهَنَ الۡعَظۡمُ مِنِّیۡ میری ہڈی کمزور پڑگئی ہے۔

= اِشۡتَعَلَ۔ باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِشۡتِعَالٌ کے معنی شعلہ بھڑکنے کے ہیں۔ اِشۡتَعَلَ۔ اس نے آگ پکڑی۔ شعلہ نکلا۔ مجازاً رنگت کے لحاظ سے بڑھاپے کے بالوں

کی سفیدی کو آگ سے تشبیہ دے کر اشتعال کا لفظ استعمال کیا ہے۔
= شَیْبًا۔ بڑھاپا۔ بالوں کی سفیدی۔ سر کے سفید ہونے کو شیب کہتے ہیں۔
شَابَ یَشِیْبُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اِشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا۔ میرا سر بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گیا ہے۔
= شَقِیًّا۔ محروم۔ بدبخت۔ شَقَاوَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَشْقِیَاءُ جمع
= لَمْ اَکُنْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد متکلم۔ اَکُنْ اصل میں اَکُوْنُ تھا لَمْ کی وجہ سے ن ساکن ہو گیا۔ اجتماع ساکنین سے حرف علت و ساقط ہو گیا۔ اَکُنْ ہو گیا۔ لَمْ اَکُنْ میں نہیں ہوا۔ (یعنی میرے ساتھ ایسا نہیں ہوا)
وَلَمْ اَکُنْ م بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ط میرے پروردگار تجھ کو پکار کر میں (کبھی) ناکام نہیں ہوا۔ یعنی میں نے تجھ سے جب ہی دعا مانگی تو نے قبول فرمائی ہے۔
۱۹: ۵ = اَلْمَوَالِیَ۔ مولیٰ کی جمع ہے وہ رشتہ دار جو ذوی الفروض ہوں وارثان کے بچے ہوئے مال کے وارث ہوں۔ چچا کے بیٹے۔ عام وارث۔ عام رشتہ دار۔ جو اپنی اولاد نہ ہونے کے باعث وارث بنیں۔ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ۔ میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں (یعنی مجھے ڈر ہے کہ میری اپنی اولاد نہ ہونے کی صورت میں میرے دوسرے رشتہ دار میرے بعد میرے اس مرکز توحید کی خدمات اور دینی علوم عالی کے فرائض کے بجالانے میں قاصر رہیں گے۔ اور اس طرح میری ساری عمر کی محنت کو نقصان پہنچے گا)
= عَاقِرًا۔ بانجھ۔ عِقَارَۃٌ مصدر۔ یہ کَانَتْ کی خبر ہے لہٰذا منصوب ہے۔
= رَضِیًّا۔ رَضِیٌّ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ۔ پسندیدہ ای مَرْضِیًّا عندک قولاً و فعلاً۔ یعنی قولاً و فعلاً تیرے نزدیک پسندیدہ ہو۔
۱۹: ۷ = سَمِیًّا۔ ہم نام۔ شَرِیْکًا لَہٗ فِی الْاِسْمِ جو نام میں اس کا شریک ہو۔ آیت کے شروع میں فَاَجَابَ اللّٰہُ دُعَاءَہٗ وقال مقدر ہے۔
۱۹: ۸ = اَنّٰی یَکُوْنُ۔ کیف او من این یکونُ۔ کیسے اور کہاں سے۔ کیونکر (میرے ہاں بیٹا ہو سکتا ہے)
= عِتِیًّا۔ عَتَا یَعْتُوْ کا مصدر ہے۔ جوہری کا بیان ہے کہ یہ اصل میں عُتُوٌّ ہی تھا۔ اس کے ایک ضمہ کو کسرہ سے بدلا۔ تو واؤ بھی یاء سے بدل گیا۔ اور عُتِیًّا ہو گیا۔ پھر ایک کسرہ کے ساتھ دوسرا کسرہ بھی لگا دیا گیا۔ تاکہ اس تبدیلی کی مزید تاکید ہو جائے اس طرح عِتِیًّا ہو گیا۔ عُتُوٌّ کا معنی ہے سرکشی

نافرمانی ۔ اطاعت سے اکڑ جانا۔ تکبر کرنا۔ حد سے بڑھ جانا۔ حکم عدولی کرنا۔
قرآن مجید میں ہے فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (۵۱: ۴۴) تو انہوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔ دوسری جگہ ہے بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ (۶۷: ۲۱) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں ـــ یہاں عِتِیًّا سے کمال پیری مراد ہے۔ جب آدمی کے اعضاء قابو میں نہیں رہتے اور وہ اپنی مرضی سے ان سے کام نہیں لے سکتا۔ وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا۔ اور میں بڑھاپے کی اس منزل تک پہنچ گیا ہوں جہاں آدمی کے اعضاء بھی اس کو جواب دیجاتے ہیں۔
۱۹: ۹ = قَالَ كَذٰلِكَ ۔ کہا یوں ہی ہوگا۔ یا ایسے ہی ہوگا۔ یعنی باوجود تمہاری پیرانہ سالی کے اور باوجود تمہاری زوجہ کے عاقر ہونے کے تمہیں لڑکے کی بشارت ہے۔
= هَيِّنٌ ۔ آسان هَوْنٌ (نصر) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
۱۹: ۱۰ = اٰيَةً ۔ کوئی ایسی نشانی کہ جس سے معلوم ہو کہ میری التجا منظور ہو گئی ہے تاکہ اس کا شکریہ ادا کروں۔ علامة علی تحقق المسئول لاشکرک (نشانی کہ جس سے میں سمجھ جاؤں کہ اب ظہور وعدہ کا وقت آ پہنچا اور میں بالکل مطمئن ہو جاؤں کہ تیرے فرشتہ نے جو بشارت مجھے پہنچائی ہے وہ تیری ہی طرف سے ہے۔ ضیاء القرآن)
= اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ۔ ای اَنْ لَّا ۔ لَا تُكَلِّمَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ تو کلام نہیں کر سکیگا تو بول نہیں کر سکیگا۔
= سَوِيًّا ۔ بھلا چنگا۔ جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے محفوظ ہو۔ درست۔ تندرست۔ صحیح۔ سالم۔ غیر ناقص۔ رَجُلٌ سَوِیٌّ ۔ وہ مرد جو اپنی خلقت میں ہر عیب۔ نقص، افراط و تفریط سے پاک ہو۔ سَوِيًّا حال ہے اور تُكَلِّمُ کا فاعل اس کا ذو الحال ہے۔
حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ سَوِيًّا کا تعلق ثَلٰثَ لَيَالٍ سے ہے۔ یعنی تین کامل راتیں

فَائِدَة

آیت نمبر ۴ میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا ہے اور قَالَ سے مراد قَالَ زَكَرِيَّا ہے۔
آیت نمبر ۷ میں يٰزَكَرِيَّا سے لے کر مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا تک اللہ تعالیٰ کا کلام ہے حضرت زکریا کی دعا کے جواب میں۔ اس سے قبل فاجاب اللہ دعاءہ وقال مقدر ہے۔
آیت نمبر ۹ میں۔ قَالَ كَذٰلِكَ میں قَالَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اور یہ کلام بلاواسطہ حضرت زکریا سے نہیں بلکہ بواسطہ فرشتہ بشارت آرندہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے بواسطہ فرشتہ کے ارشاد

فرمایا۔ ایسا ہی ہوگا۔ اور اگلی عبارت قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا۔ بھی ارشاد ربانی کا حصہ ہی ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔ ارشاد ہوا: ایسا ہی ہوگا۔ تیرا پروردگار فرماتا ہے کہ ایسا کرنا میرے لئے آسان ہے اور اس سے پیشتر میں نے ہی تو تم کو پیدا کیا تھا درآنحالیکہ تم تو کچھ بھی نہ تھے اسی طرح آیت نمبر ۱۰ قَالَ اٰيَتُكَ ...... سَوِيًّا۔ میں قَالَ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ جواب بھی فرشتہ بشارت کے واسطہ سے حضرت زکریا علیہ السلام کو دیا گیا۔

۱۹: ۱۱ = خَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ۔ اپنی قوم کی طرف نکل آیا۔

= اَلْمِحْرَابِ۔ اسم مفرد محَارِيْبُ جمع۔ کمرہ۔ بالاخانہ۔ کوٹھڑی

= اَوْحٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اَوْحٰى يُوْحِيْ اِيْحَاءٌ۔ (افعال) اس نے وحی بھیجی۔ اس نے حکم دیا۔ اس نے اشارہ سے کہا ان کو

= اَنْ سَبِّحُوْا۔ سَبِّحُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ کہ تم تسبیح پڑھو۔ تم پاکی بیان کرو۔ تم عبادت کرو

= بُكْرَةً۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= عَشِيًّا۔ شام۔ امام راغبؒ نے اس کے معنی زوال سے لےکر صبح تک کے لکھے ہیں۔

۱۹: ۱۲ = اَلْحُكْمَ۔ حکمت، دانائی۔ فراست، عقل وفہم۔

= صَبِيًّا۔ بچہ۔ لڑکا۔ وہ بچہ جو بلوغ کو نہ پہنچا ہو۔ صَبَا۔ يَصْبُوْا صَبْوٌ صُبُوٌّ وَصِبَاءٌ۔ مصدر۔ بچپن کی طرف مائل ہونا۔ بچوں کی خصلت والا۔ صَبِيٌّ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع صِبْيَانٌ۔ صِبْيَةٌ ہے۔

۱۹: ۱۳ = حَنَانًا۔ حَنَّ يَحِنُّ (ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ رحمت۔ شفقت۔ مہربانی۔ اس کا عطف اَلْحُكْمَ پر ہے اور تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔

= زَكٰوةً۔ ستھرائی۔ پاکیزگی۔ اس کا عطف بھی اَلْحُكْمَ پر ہے۔ یعنی ہم نے اس کو دانائی نرم دلی۔ اور پاکیزگی بچپن میں ہی عطا فرمادی۔

= تَقِيًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وِقَايَةٌ مصدر وق ی مادہ۔ وِقَايَةٌ کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنا۔ جو ایذا دے یا ضرر پہنچائے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۱۹: ۱۴ = بَرًّا۔ اَلْبَرُّ۔ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے اور اس کے معنی خشکی کے ہیں۔ پھر معنی کی وسعت کے اعتبار سے اس سے اَلْبِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔ اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے۔ جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ بندے نے

اپنے رب کی خوب اطاعت کی۔

اَلْبِرُّ۔ (نیکی) دو قسم پر ہے۔ اعتقادی اور عملی۔ اور آیت کریمہ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ........ الخ (۲:۱۷۷) نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن اور فرشتوں اور کتاب اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور اس کی محبت میں مال صرف کرے... الخ اس میں دونوں قسم کی نیکی کا بیان ہے۔

بِرًّا بِوَالِدَيْنِ۔ کے معنی ہیں ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا۔

بَرًّا بِوَالِدَيْهِ۔ اپنے والدین کے ساتھ نہایت اچھا سلوک اور احسان کرنے والا۔

بَرًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کا عطف کَانَ کی خبر تَقِيًّا پر ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے

= جَبَّارًا عَصِيًّا۔ جَبَّارٌ۔ سرکش۔ زبردست دباؤ والا۔ انسانوں میں جبار وہ شخص ہے جو اپنے نقص کو علو مرتبت کے ادعا سے پورا کرنا چاہے۔ جس کا وہ مستحق نہیں۔ اس معنی میں جبار کا استعمال بطور مذمت ہوتا ہے۔ اور صفت باری تعالیٰ میں جو وصف جبّار مذکور ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ارادہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں قادرِ مطلق ہے۔

جَبَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ عَصِيًّا۔ بڑا نافرمان۔ بہت بے حکم

مَعْصِيَةٌ اور عِصْيَانٌ سے بروزن فَعِيْلٌ یا مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ صاحب البحر المحیط رقمطراز ہیں عَصِيًّا کے معنی ہیں کثیر العصیان عاصی کے ہیں۔ یعنی ایسا نافرمان جو بڑی نافرمانی کرے۔ یہ اصل میں عَصُوْيٌ تھا۔ بروزن فَعُوْلٌ جو مبالغہ کے لئے ہے۔

اور اس کا احتمال بھی ہے کہ بروزن فَعِيْلٌ ہو اور یہ بھی مبالغہ کا صیغہ ہے

علامہ قرطبی رحؒ نے امام کسائی سے نقل کیا ہے کہ عَصِيٌّ اور عَاصٍ دونوں کے معنی ایک ہیں۔ اس صورت میں یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہوگا۔

جَبَّارًا عَصِيًّا ہر دو بوجہ خبر کے منصوب ہیں۔

۱۹:۱۶ = وَاذْكُرْ فِى الْكِتٰبِ مَرْيَمَ۔ یہاں سے خطاب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای اقرأ علیہم یا محمد فی القرآن قصۃ مریم۔ ان کو پڑھ کر سنائیے قصہ حضرت مریم کا۔ جو اس کتاب میں مذکور ہے۔ الکتاب سے مراد یا قرآن ہے یا سورۃ ہذا۔

= اِنْتَبَذَتْ۔ اِنْتِبَاذٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

اِعْتَزَلَتْ ۔ یک سو ہوئی ۔ ایک طرف ہوگئی تَخَلَّتْ تخلیہ میں ہوگئی ۔ جدا ہوگئی ۔ نَبْذٌ مادہ ۔ اَلنَّبْذُ کے معنی اصل میں کسی چیز کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پھینک دینے کے ہیں ۔ جیسے فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ ۔ (۳ : ۱۸۷) تو انہوں نے (ناقابلِ التفات سمجھ کر) اسے پس پشت پھینک دیا۔

= مَكَانًا شَرْقِيًّا ۔ منصوب بوجہ اسم ظرف

۱۷:۱۹ = فَاتَّخَذَتْ حِجَابًا ۔ پردہ کرلیا۔

= مِنْ دُوْنِهِمْ ۔ ای من دون اھلھا۔ اہلِ خانہ کی طرف سے پردہ کرلیا۔

= رُوْحَنَا ۔ جبرئیل علیہ السلام۔

= فَتَمَثَّلَ ۔ تَمَثَّلَ يَتَمَثَّلُ تَمَثُّلٌ (تفعّل) سے ماضی واحد مذکر غائب کسی دوسری چیز کی صورت پکڑنے کو تمثل کہتے ہیں ۔ اس معنی میں جب تمثل کا استعمال ہوتا ہے تو اس کا تعدیہ لام سے ہوتا ہے ۔ تَمَثَّلَ لَهَا ۔ وہ ظاہر ہوا اس کے سامنے بَشَرًا سَوِيًّا چنگا بھلا تندرست انسان بن کر۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۹ : ۱۰) مذکورہ بالا۔

۱۹:۱۹ = لِاَهَبَ ۔ اَهَبَ ۔ مضارع واحد اَهَبَ ۔ مضارع واحد متکلم۔ منصوب بوجہ لام عاقبت۔ (یعنی انجام کار ظاہر کرنے کے لئے) وَهَبَ يَهَبُ (فتح) وَهْبٌ جس کے معنی دینے اور بخشنے کے ہیں۔ لِاَهَبَ لَكِ تاکہ میں دے جاؤں۔

۲۰:۱۹ = لَمْ يَمْسَسْنِيْ ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ لَمْ يَمْسَسْ ۔ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب ۔ ن وقایہ ۔ ی ضمیر واحد متکلم ۔ مجھے چھوا نہیں ۔ مجھے ہاتھ نہیں لگایا ۔ مجھ سے قربت نہیں کی ۔ مَسٌّ مصدر باب فتح ۔

= لَمْ اَكُ ۔ مضارع نفی جحد بلم ۔ واحد متکلم ۔ اَكُ اصل میں اَكُوْنُ تھا ۔ لَمْ کے عمل سے نون ساکن ہوگیا۔ اجتماع ساکنین سے واؤ حرف علت گرگیا۔ اَكُنْ رہ گیا۔ ن کو اختصارًا ساقط کردیا گیا اَكُ رہ گیا۔

= بَغِيًّا ۔ بدکار۔ بَغْيٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ بَغْيٌ میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کو بَغْيٌ کہتے ہیں۔

۲۱:۱۹ = قَالَ ۔ ای قال الجبریل ۔

= كَذٰلِكَ ۔ یہ یوں ہی ہوگا۔ یعنی باوجود اس امر کے کہ تجھے کسی بشر نے نہیں چھوا تیرے بچہ ہوگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۹ : ۹ ۔

= لِنَجْعَلَهٗ ۔ لام تعلیل کا ہے ۔ نَجْعَلَ مضارع منصوب جمع متکلم۔ نصب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ

ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تاکہ ہم بنادیں اس کو (۱) لوگوں کے لئے ایک نشانی بوجہ خارق عادت پیدائش کے اور (۲) ہماری طرف سے سراپا رحمت اسرائیل کی بھٹکی ہوئی قوم کے لئے۔

= وَكَانَ اَمۡرًا مَّقۡضِيًّا۔ اور یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا بچہ پیدا کرنے کا فیصلہ کر دیا ہے اور اب یہ ہو کر رہیگا۔ اس میں تردّد کرنے کی ضرورت نہیں

۱۹:۲۲ = فَحَمَلَتۡهُ۔ پس اس نے اس کو اٹھایا۔ اس کو پیٹ میں رکھا۔ حَمَلَتۡ حَمۡلٌ سے ہے۔ جس کا معنی پیٹ کا بچہ۔ حَمۡلٌ (اَحۡمَالٌ) جمع ہے۔ ماضی واحد مؤنث غائب ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع پیٹ کا بچہ ہے۔

= اِنۡتَبَذَتۡ۔ ملاحظہ ہو ۱۹ : ۱۶ - اِنۡتَبَذَتۡ بِهٖ۔ اس کو لے کر ایک طرف الگ ہو گئی

= قَصِيًّا۔ اَلۡقَصِيُّ کے معنی بعید۔ دُور کے ہیں۔ اس کی جمع اَقۡصَاءُ ہے۔ مؤنث قَصِيَّةٌ ہے اس کی جمع قَصَايَا ہے قُصُوٌّ مادہ۔ قَصَا يَقۡصُوۡا (نصر) قَصۡوٌ و قُصُوٌّ و قَصَاءٌ مصدر مَكَانًا قَصِيًّا۔ دور جگہ۔

۱۹:۲۳ = فَاَجَآءَ هَا۔ پس وہ لے آیا اس کو۔ اَجَاءَ ماضی واحد مذکر غائب هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ اِجَاءَةٌ سے جس کے معنی لانے اور آنے پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ج۔ی۔ء مادہ

= اَلۡمَخَاضُ۔ مَخِضَ يَمۡخَضُ مِخَاضٌ و مَخَاضٌ۔ حاملہ کا درد زہ میں مبتلا ہونا۔ اَلۡمَخَاضُ۔ درد زہ۔

= جِذۡعٌ۔ تنا۔ ٹہنا۔ شاخ۔ جُذُوۡعٌ جمع شاخیں۔

= مِتُّ۔ ماضی واحد متکلم مَوۡتٌ مصدر۔ میں مرگئی ہوتی۔ یہ ابواب ضرب، سمع، نصر ہر سہ میں مستعمل ہے۔

مِتُّ۔ یا تو باب ضرب سے ہے ای مَاتَ يَمِيۡتُ جیسے جَاءَ يَجِيۡئُ یا باب سمع سے ہے مَاتَ يَمَاتُ جیسے خَافَ يَخَافُ۔ موت۔ اجوف واوی ہے۔ اجوف میں جو واوؔ اور یؔ متحرک ہو اور ماقبل اس کا مفتوح ہو تو وہ واوؔ۔ یؔ۔ الف سے بدل جائے گی یعنی خَوِفَ خَافَ ہو جائیگا اور مَوِتَ مَاتَ ہو جائے گا اور مَوِتَ مَاتَ۔ پھر چھٹے صیغے سے لے کر آخر تک۔ عین کلمہ گر کر فٓ کلمہ ابواب ضرب و سمع میں مکسور ہو جائے گا۔ یعنی خَوِفۡنَ خِفۡنَ بن جائے گا۔ اور مَوِتۡنَ مِتۡنَ ہو جائے گا۔ اور مَوِتۡتُ مِتُّ ہو جائے گا۔ اگر اس کا استعمال باب نصر سے ہے تو قرات مُتُّ ہو گی۔ جیسا کہ ابن کثیر۔ ابو عمرو۔ ابن عامر۔ ابوبکر یعقوب کا قول ہے

= یٰلَیۡتَنِیۡ۔ یا حرف ندا ہے لَیۡتَ حرف طمع یا تمنا ہے یعنی گذشتہ کوتاہی پر اظہار تأسف کے لئے آتا ہے۔ یہ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ نِیۡ اسم۔
یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ هٰذَا۔ اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَیۡتَنِیۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِیۡلًا (۲۵:۲۸) کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اور وَیَقُوۡلُ الۡكَافِرُ یٰلَیۡتَنِیۡ كُنۡتُ تُرٰبًا (۷۸:۴۰) اور کافر کہے گا کاش میں مٹی ہوتا۔
= نَسۡیًا۔ اسم۔ بھولی ہوئی۔ ایسی متروک یا حقیر شے جس کو نہ کوئی پہچانے نہ یاد کرے۔ نَسِیَ یَنۡسٰی نِسۡیَانٌ سے۔
= مَنۡسِیًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ بھولی بسری۔ فراموش کردہ۔
كُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا۔ میں نَسۡیًا کے معنی ہیں کہ میں اس حقیر چیز کے بمنزلہ ہوتی جس کی طرف کوئی دھیان نہیں دیتا۔ اگرچہ وہ بھولی ہوئی نہ ہو۔ پھر بھولی بسری چیز کے معنی کو ظاہر کرنے کے لئے مَنۡسِیًّا کا لفظ لایا گیا۔
۱۹:۲۴ = نَادٰىهَا۔ اس (فرشتہ جبریل علیہ السلام) نے اس (حضرت مریم علیہا السلام) کو پکارا
= مِنۡ تَحۡتِهَا۔ ای من مکان اسفل منھا۔ یعنی جہاں وہ تھیں اس مقام کی پائیں سے
= اَنۡ لَّا تَحۡزَنِیۡ۔ فعل نہی واحد مؤنث حاضر۔ کہ تو غم مت کھا۔ حُزۡنٌ۔ غم۔ رنج
= سَرِیًّا۔ ایک چشمہ۔ اس کی جمع اَسۡرِیَةٌ اور سُرۡیَانٌ ہے بعض نے اس کے معنی جَدۡوَلٌ (چھوٹی نہر) کے لئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر اہل لغت کا یہی قول ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تفسیر چھوٹی نہر سے کی ہے۔ جو نخلستان کی طرف رواں ہو۔ اس صورت میں یہ سَرۡیٌ (لام کلمہ ی) سے ہے۔ بعض کے نزدیک یہ سَرۡوٌ (لام کلمہ واو) سے ہے۔ اور سَرۡوٌ بمعنی رفعت کے ہے۔ جس سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں۔ یعنی تیرے رب نے تیرے سے ایک رفیع الشان بلند مرتبت لڑکا پیدا کرنے والا ہے
۱۹:۲۵ = هُزِّیۡ۔ فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ هَزٌّ مصدر۔ تو ہلا۔ باب نصر سے ہے۔ بنفسہٖ و بالباء متعدی ہے۔ ہلانا۔ هَزَّهٗ وَهَزَّ بِهٖ اس کو ہلایا۔
= جِذۡعِ النَّخۡلَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ کھجور کا تنہ۔
= تُسٰقِطۡ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔ وہ گرائے گی۔ وہ ڈالیگی مُسَاقَطَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے جس کے معنی گرانے کے ہیں۔ ضمیر مؤنث نَخۡلَةٌ کے لئے ہے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (۲۶: ۱۸۷) تو ہم پر ایک ٹکڑا آسمان سے گرا لاؤ۔

= رُطَبًا۔ تازہ خرما۔ تازہ کھجوریں۔ پکی ہوئی کھجوریں۔ جمع۔ رُطَبَةٌ واحد۔ رِطَابٌ وَ اَرْطَابٌ۔ جمع الجمع۔

= جَنِيًّا۔ تازہ چنا ہوا میوہ۔ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جَنِيٌّ تازہ پھل جو حال ہی میں توڑا گیا ہو۔ جَنْيٌ مصدر۔

۱۹: ۲۶ = كُلِىْ وَاشْرَبِىْ۔ قَرِّىْ۔ (کھا۔ پی اور ٹھنڈا کر) میں کھانے پینے کا حکم بظاہر اباحت کے لئے ہے۔ قَرِّىْ قُرٌّ سے ہے۔ جس کے معنی خنکی کے ہیں۔ قَرَّيَقِرُّ (ضرب) قُرٌّ بمعنی سردی۔ سردی چونکہ سکون کو چاہتی ہے جیساکہ اس کے برعکس حَرٌّ (گرمی) حرکت کو چاہتی ہے۔ اس لئے قَرَّ فِىْ مَكَانِهٖ کے معنی کسی جگہ جم کر ٹھہر جانا کے ہیں۔

= فَاِمَّا۔ پس اگر

= تَرَيِنَّ۔ مضارع واحد مؤنث حاضر با نون ثقیلہ۔ رُؤْيَةٌ مصدر۔ (پس اگر) تو دیکھے

= نَذَرْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ نَذْرٌ مصدر (ضَرَبَ و نصر) میں نے نذر مانی میں نے منت مانی۔

= فَقُوْلِىْ۔ یعنی تو اشارہ سے کہہ دینا۔ کیونکہ اگلا جملہ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا (آج میں کسی انسان سے گفتگو نہیں کروں گی) اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ جو روزہ حضرت مریم نے نذر کے طور پر رکھا تھا۔ اس میں بولنا منع تھا۔ یاد رہے کہ بنی اسرائیل میں چپ کے روزہ رکھنے کا طریقہ رائج تھا۔

۱۹: ۲۷ = اَتَتْ بِهٖ۔ بَ تعدیہ کے لئے بھی ہو سکتی ہے یعنی وہ اُسے لے آئی۔ یا بَ مصاحبت کے لئے بھی ہو سکتا ہے یعنی وہ اس کو ساتھ لائی۔

= تَحْمِلُهٗ۔ ضمیر مریم سے حال ہے (درآں حالیکہ وہ اُسے گود میں اُٹھائے ہوتے تھی)

= فَرِيًّا۔ گھڑی ہوئی۔ بناوٹی۔ من گھڑت۔ عظیم (جوہری) عجیب۔ حیران کن۔ (راغب) بہت قبیح فعل (ابن حیان) ہر بڑا کام خواہ وہ بُرا ہو یا اچھا۔ قول ہو یا فعل (رُوح المعانی)

۱۹: ۲۸ = يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ۔ اے ہارون کی بہن۔ اُخْتَ بوجہ منادیٰ مضاف ہونے کے منصوب ہے۔ اور هٰرُوْنَ کا نصب بوجہ اس کے غیر منصرف ہونے کے ہے۔

یہاں هٰرُوْنَ سے مراد حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام نہیں ہے کیونکہ اُن کا

زمانہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے بہت پہلے کا ہے۔
علماء کے نزدیک یا تو یہ نام حضرت مریم کے بھائی کا تھا۔ یا اسے حضرت ہارون علیہ السلام کی طرف نسبت دینے کے لئے استعمال ہوا ہے کیونکہ اہل عرب جب قبیلہ کے کسی فرد کو قبیلہ کی طرف منسوب کرتے ہیں تو اَخٌ کا لفظ استعمال کرتے ہیں مثلاً یَا اَخَا مُضَرَ (اے قبیلہ مضر کے آدمی) یَا اُخْتَ هَارُوْنَ اے حضرت ہارون کے خاندان کی لڑکی۔
= اِمْرَأَ سَوْءٍ۔ بدکار آدمی۔ سَوْءٌ بُرا ہونا۔ سَاءَ یَسُوْءُ کا مصدر۔ عَمَلُ سَوْءٍ قبیح فعل۔ رَجُلُ سَوْءٍ۔ برا آدمی۔ بدفعل۔ بدکار۔
= بَغِیًّا۔ بدکار۔ زانی۔ (ملاحظہ ہو ١٩: ٢٠)
١٩: ٢٩ = اَلْمَهْدِ۔ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جاوے۔ فِی الْمَهْدِ گہوارہ میں ہونا کا مطلب ہے۔ شیر خوارگی کا زمانہ۔ جب بچہ ماں کی گود میں ہوتا ہے۔
اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ۔ ہموار اور درست کی ہوئی زمین کو بھی کہتے ہیں۔ قرآن میں ہے۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا (٢٠: ٥٣) وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا۔ اور اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهَادًا (٧٨: ٦) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔
مَنْ كَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا۔ جو ابھی ماں کی گود میں دودھ پیتا بچہ ہے۔
١٩: ٣٠ = اٰتٰنِیَ۔ اس نے مجھ کو دی۔ اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب (باب افعال) نَ وقایہ یَ متکلم کی۔ ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔
١٩: ٣١ = مَادُمْتُ۔ فعل ناقص۔ واحد متکلم۔ مَادُمْتُ حَیًّا۔ جب تک میں زندہ رہوں۔ حَیًّا بوجہ خبر کے منصوب ہے۔
١٩: ٣٢ = بَرًّا بِوَالِدَتِیْ۔ دیکھیں ١٩: ١٤ بَرًّا بِوَالِدَیْهِ۔
= جَبَّارًا۔ ملاحظہ ہو ١٩: ١٤۔
= شَقِیًّا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بدبخت۔ محروم۔ شَقَاوَةٌ سے بدبختی۔ سَعَادَةٌ کی ضد ہے۔ شَقِیَ یَشْقٰی (سَمِعَ) شَقْوَةٌ وَشَقَاوَةٌ وَشَقَاءٌ مصدر۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے غَلَبَتْ عَلَیْنَا شِقْوَتُنَا (٢٣: ١٠٦) ہم پر ہماری کم بختی غالب ہوگئی
١٩: ٣٣ = اُبْعَثُ۔ مضارع مجہول واحد متکلم۔ بَعْثٌ مصدر۔ مجھے اٹھایا جائے گا۔
١٩: ٣٤ = ذٰلِكَ۔ اسم اشارہ۔ جس کا مشارٌ الیہ وہ ذات ہے جس کی اوصافِ جلیلہ

اوپر مذکور ہوئی ہیں (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام) یہ مبتدا ہے اور عیسیٰ خبر اول۔ اور ابنُ مَرْيَمَ خبر ثانی۔ یا بدل ہے یا عطفِ بیان۔ یعنی یہ ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ان صفات سے متصف ہیں نہ کہ وہ ایسے ہیں جیسے کہ نصاریٰ انہیں بیان کرتے ہیں۔ کہ ان کو ابن اللہ کہتے ہیں۔

= قَوْلَ الْحَقِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قول سے مراد کلمۃ اور الحق سے مراد اللہ تعالیٰ ہیں۔ ای کَلِمَةُ اللّٰهِ (کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُنْ سے بغیر باپ کے وجود میں آئے) قَوْلَ بوجہ عیسیٰ سے حال کے منصوب ہے۔

یا قول مصدر ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے اور یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کلام ہے ای واقول قول الحق۔ اس صورت میں ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ جملہ معترضہ ہوگا۔

= يَمْتَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ شک کرتے ہیں۔

۱۹: ۳۵ = مَا كَانَ لِلّٰهِ۔ اللہ کی یہ شان نہیں ہے۔

= قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَاءٌ مصدر۔ صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔ بنانا۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم دینا وغیرہ یہاں بمعنی وہ فیصلہ کرلیتا ہے (ماضی بمعنی حال)

۱۹: ۳۷ = اَلْاَحْزَابُ۔ گروہ، ٹولیاں۔ جماعتیں۔ حِزْبٌ کی جمع۔

= مِنْ بَيْنِهِمْ۔ آپس میں۔

= وَيْلٌ۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔ عذاب کی شدت۔ صمعی نے کہا ہے کہ وَيْل برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حسرت کے موقعہ پر ذَیل۔ تحقیر کے موقعہ پر دَیْس اور ترحُّم کے موقعہ پر ویح کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً يٰوَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا (۳۶:۵۲) واحسرتا ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے جگا اٹھایا۔ آیۂ ہذا میں ہلاکت و عذاب کے معنوں میں آیا ہے۔

= مَشْهَدِ۔ یہ مصدر میمی ہے بمعنی شھود۔ حاضر ہونا۔ موجود ہونا۔ (باب کرم، سمع) اسم ظرف مکان بھی ہوسکتا ہے۔ لوگوں کے حاضر ہونے کی جگہ۔ اور اسم ظرف زمان بھی ہوسکتا ہے۔ حاضری کا وقت۔

= يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ موصوف صفت ملکر مضاف الیہ۔ مَشْهَدَ مضاف۔ یوم عظیم سے مراد یوم قیامت ہے۔ جو بوجہ طوالت کے بھی یوم عظیم ہوگا۔ اور بوجہ شدت وہول بھی عظیم ہوگا

مَشۡهَدِ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ یعنی (اس) بڑے دن کی حاضری سے۔
۱۹:۳۸ = اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ (بہم) افعال تعجب ہیں یعنی مَا اَسۡمَعَهُمۡ وَمَا اَبۡصَرَهُمۡ۔ کیا ہی خوب سننے والے ہوں گے وہ اور کیا ہی خوب دیکھنے والے۔ یعنی اس روز ان کی قوت شنوائی اور قوت بینائی بدرجہ اتم ہوگی۔ جیسا کہ سورۃ قٓ میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ۔ (۵۰:۲۲) سو ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ ہٹا دیا سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔
= يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا۔ جس روز وہ ہمارے پاس آئیں گے۔
= اَلۡيَوۡمَ۔ آج کے دن۔ آج (یعنی یہاں اس دنیا میں آج یہ غفلت میں پڑے ہیں اور ایمان نہیں لاتے)
۱۹:۳۹ = يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ۔ ای یوم القیامۃ۔ الحسرۃ مصدر ہے جس کے معنی ہیں غم۔ یا جو چیز ہاتھ سے نکل جائے اس پر پشیمان اور نادم ہونا۔ اَلۡحَسۡرُ۔ (نصر۔ ضرب) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ جیسے حَسَرۡتُ عَنِ الذِّرَاعِ میں نے آستین چڑھائی۔ اسی سے حَسِيۡرٌ بمعنی حَاسِرٌ تھکی ہوئی۔ درماندہ۔ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے اپنے قویٰ کو ننگا کر دیا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے يَنۡقَلِبۡ اِلَيۡكَ الۡبَصَرُ وَهُوَ حَسِيۡرٌ۔ (۶۷:۴) نظر (ہر بار) تیری طرف ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔
= اَنۡذِرۡهُمۡ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ڈرا
= اِذۡ قُضِيَ الۡاَمۡرُ۔ جب ہر بات کا اخیر فیصلہ کر دیا جائیگا۔ یعنی جب جنت اور دوزخ دونوں کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔ اہل جنت اور اہل دوزخ کو خلود کا حکم سنا کر موت کو ان کے سامنے ذبح کر دیا جائے گا۔
اِذۡ یا تو يَوۡمَ کا بدل ہے یا الحسرۃ سے متعلق ہے۔ اور اس کا ظرف ہے۔
وَهُمۡ فِيۡ غَفۡلَةٍ وَّهُمۡ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۔ یہ دونوں جملے یا تو اَنۡذِرۡهُمۡ کے حال ہیں یعنی آپ انہیں ڈرائیے جب کہ ان کی حالت یہ ہے کہ غفلت میں پڑے ہوتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ یا ان دونوں جملوں کا عطف فِيۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ پر ہے اور اَنۡذِرۡهُمۡ ... الۡاَمۡرُ جملہ معترضہ ہے۔
۱۹:۴۱ = وَاذۡكُرۡ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اور تو ذکر کر (اپنی قوم سے) یعنی اہل مکہ سے
= فِي الۡكِتٰبِ۔ ای فی القراٰن

== اِبْرَاهِيْمَ ای قصۃ ابراھیم مع ابیہ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ان کے باپ کے ساتھ۔

== صِدِّيْقًا۔ بہت سچا۔ جو کبھی جھوٹ نہ بولے۔ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ۔

۱۹: ۴۲ == يٰۤاَبَتِ۔ یا حرف ندا۔ اَبَتِ اصل میں اَبِیْ تھا۔ تا کو یاء کے عوض لایا گیا۔ اور اَب بوجہ منادیٰ مضاف منصوب ہوا۔

۱۹: ۴۳ == اَهْدِكَ۔ مضارع واحد متکلم هِدَايَةٌ مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر اَهْدِ اصل میں اَهْدِیْ تھا ی کو حذف کیا گیا ہے۔

== صِرَاطًا سَوِيًّا۔ ای صراطًا مُستقیمًا۔ سیدھا راستہ۔ (میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا۔

۱۹: ۴۵ == يَمَسَّكَ۔ مَسَّ يَمَسُّ سے مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل اَنْ) كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کہ تجھے لگ جائے۔ یا تجھے پہنچے۔

فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا۔ تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔

۱۹: ۴٦ == اَرَاغِبٌ اَنْتَ۔ الف استفہامیہ۔ رَاغِبٌ اسم فاعل رَغِبَ فِيْهِ ورَغِبَ اِلَيْهِ کے معنی کسی چیز پر رغبت اور حرص کرنے کے ہیں۔ جیسے اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ (۹: ۵۹) ہم تو اللہ ہی کی طرف راغب ہیں۔ ہم تو اللہ سے لو لگائے بیٹھے ہیں۔ اور اگر عَنْ کے ساتھ آئے تو بے رغبتی کے معنی دیتا ہے مثلاً وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ (۲: ۱۳۰) اور کون ہے جو حضرت ابراہیم کے طریقے انحراف کرے اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِیْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ اے ابراہیم کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے۔ یا پھرنے والا ہے۔ برگشتہ ہے۔

== لَمْ تَنْتَهِ۔ مضارع نفی جحد بلَم۔ تَنْتَهِ اصل میں تَنْتَهِیْ تھا لَمْ کے آنے سے ی حرف علت گر گیا۔ تو باز نہ آیا۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ اگر تو باز نہ آیا۔

== لَاَرْجُمَنَّكَ۔ لام تاکید اَرْجُمَنَّ مضارع واحد متکلم۔ بانون ثقیلہ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ تو میں تجھے ضرور سنگسار کردوں گا۔

== اُهْجُرْنِیْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر باب نصر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میرے پاس سے دور ہو جا۔ تو مجھے چھوڑ جا۔

== مَلِيًّا ۔ اسم منصوب ۔ زمانہ دراز۔ مَلْوٌ مادہ ۔ اَلْاِمْلَاءُ کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ۔ اسی سے مَلَاوَةٌ مِنَ الدَّهْرِ یا مَلِيٌّ مِّنَ الدَّهْرِ کا محاورہ ہے جس کے معنی عرصہ دراز کے ہیں ۔ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا اور تو ہمیشہ کے لئے مجھ سے دور ہو جا
انہی معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ (۴۷: ۲۵) -
شیطان نے یہ کام ان کو مزین کر دکھایا اور انہیں طول (عمر کا وعدہ) دیا
== سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ ۔ میں تیرے لئے مغفرت کی دعا کروں گا ۔ صیغہ واحد متکلم
== حَفِيًّا ۔ حَفِيٌّ ۔ بحث کرنے والا ۔ متلاشی ۔ کسی چیز سے پورے طور پر باخبر ۔ بڑا مہربان
حَفَاوَةٌ مصدر ۔ تلاش کے ساتھ کسی کا حال پوچھنا ۔ مہربان ہونا ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے
اور جگہ قرآن میں آیا ہے يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۔ (۷: ۱۸۷) وہ تم سے یوں پوچھتے ہیں گویا تم تاریخ وقوع سے واقف ہو ۔ یا تم اس کی خوب تحقیق کر چکے ہو ۔ حَفِيَ عَنِ الشَّيْءِ ۔ کے معنی ہیں اس نے اس چیز کے متعلق سوال کیا ۔ چونکہ بہت سوالات کرنے والا اور بات کا کھوج لگانے والا علم میں پختہ ہوتا ہے اسی لئے حَفِيٌّ کا لفظ عالم کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے حَفْوٌ مادہ ۔ حَفِيٌّ بِيْ ۔ میرے ساتھ نہایت مہربان ہے نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۸۷
۱۹: ۴۸ == اَعْتَزِلُكُمْ ۔ مضارع واحد متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِعْتِزَالٌ مصدر افتعالٌ ۔ میں تم کو چھوڑتا ہوں ۔ اِعْتِزَالٌ ۔ کنارہ کرنا ۔ الگ ہو جانا ۔ ایک طرف ہو جانا
== وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ مفعول ثانی ۔ اور ان کو (بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو ۔ اللہ کو چھوڑ کر ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ دَعْوَةٌ سے تم پکارتے ہو (حاجت روائی کے لئے)
== اَدْعُوْا ۔ مضارع واحد متکلم دَعْوَةٌ سے میں پکارتا ہوں ۔
== عَسٰى ۔ امید ہے ۔ توقع ہے ۔ یقین ہے ۔
== اَلَّا اَكُوْنَ ۔ اَنْ لَّا اَكُوْنَ ۔ کہ میں نہیں ہوں گا ۔ کہ میں نہیں رہوں گا ۔
== بِدُعَاءِ رَبِّيْ میں اپنے رب سے دعا کر کے ۔ میں اپنے رب کو پکار کر (حاجت روائی کے لئے)
== شَقِيًّا ۔ شَقَاوَةٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ شَقِيٌّ کی جمع اَشْقِيَاءُ ۔ بدبخت ۔ محروم
عَسٰى اَلَّا .... شَقِيًّا ۔ یقین ہے کہ میں اپنے پروردگار کو (حاجت روائی کے

لئے، پکار کر محروم نہیں ہوں گا۔

۱۹:۴۹ = كُلًّا - ای کل واحد من اسحاق ویعقوب وابراہیم

۱۹:۵۰ = لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا۔ لِسَانَ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔
لِسَانَ منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔
لِسَانَ سے مراد ذکر ہے صدق کے معنی سچائی۔ قوت۔ خیر۔ خلوص۔ شرف۔ سچی بات
فضیلت کے ہیں۔ یہ صَدَقَ يَصْدُقُ کا مصدر ہے۔
عَلِيًّا لِسَانَ کی صفت ہے۔ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا کا مطلب ہوا سچائی
و صداقت کا وہ ذکر جو ارفع و اعلیٰ ہو۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاجْعَلْ لِّيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِى الْاٰخِرِيْنَ (۲۶:۸۴)
اور میرا ذکر نیک پچھلے (آنیوالے) لوگوں میں جاری رکھ۔ نیز ملاحظہ ہو (۱۰:۲)
چنانچہ آج تک ان ہر سہ پیغمبران کا نام یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں میں جس تقدیس و
تحریم کے ساتھ لیا جاتا ہے کسی بیان کا محتاج نہیں۔ اس سے زیادہ اس کی تفسیر اور کیا ہو گی
کہ خطہ ارضی پر جہاں کہیں مسلمان موجود ہیں اپنی پنجگانہ نماز میں كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ
وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ کا ذکر کرتے ہیں۔

= مُخْلَصًا۔ اسم مفعول۔ منصوب بوجہ خبر كَانَ۔ مخلص برگزیدہ، چنا ہوا۔ بے کھوٹ
خالص۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی نوازشات و نبوت کے لئے چن لیا۔ منتخب کر لیا تھا۔ یا جو کفر
و شرک و دیگر فواحش سے پاک رکھا گیا ہو۔

= رَسُوْلًا نَّبِيًّا۔ (اور وہ) رسول اور نبی تھے۔ رسول کا لغوی معنی فرستادہ یا پیغامبر ہے
اور اصطلاحی لحاظ سے رسول وہ ہے جو صاحب شریعت ہو خواہ وہ شریعت اس رسول کے
اعتبار سے جدید ہو یا سابقہ رسول کی شریعت۔ جو دوسرا رسول کسی قوم کی طرف پہلی دفعہ لایا ہو۔
جیسے حضرت اسماعیل علیہ السلام قوم جرہم کی طرف شریعت ابراہیمیہ لے کر آئے تھے۔
نبی۔ یا تو النبوۃ سے مشتق ہے جس کا معنی بلندی۔ رفعت ہے۔ کیونکہ نبی اپنی شان
اور رتبہ میں دوسرے لوگوں سے ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے۔ یا۔ یہ نَبَأٌ سے مشتق ہے۔ نَبَأٌ کا
معنی ہے خبر دینا۔ اور نبی دوسرے لوگوں کو خداوند تعالیٰ کے احکام کی خبر دیتا ہے خواہ وہ احکام
اسے بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ سے موصول ہوں خواہ کسی دوسرے رسول کی شریعت کے احکام ہوں جن کے
احیاء کے لئے خداوند تعالیٰ نے اسے نبوت سے سرفراز فرمایا ہو۔

۱۹:۵۲ = نَادَيْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم۔ نِدَاءٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔
ہم نے اسے پکارا۔
= مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ۔ الطور الایمن۔ موصوف صفت دائیں پہاڑی
موصوف صفت مل کر مضاف جَانِبِ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور مِنْ
حرف جار۔ دائیں پہاڑی کی جانب سے۔ یعنی جو پہاڑی حضرت موسیٰ کے دائیں طرف تھی۔
بِالْاَيْمَنِ۔ الایمن سے ہے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ اور یہ جانب کی صفت ہے
ترجمہ ہوگا: ہم نے اسے پہاڑی کی بابرکت جانب سے پکارا۔ الطور مصر اور مدین کے درمیان
ایک پہاڑ ہے۔
= قَرَّبْنٰهُ۔ ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو قریب بُلایا۔
= نَجِيًّا۔ صفت مشبہ۔ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے والے۔ چپکے چپکے مشورہ کرنے والے۔
چپکے چپکے راز کی باتیں کرنے والے۔ یہ قربناہ کی ضمیر ہٗ سے حال ہے۔ اور بدیں وجہ منصوب ہے۔
قَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا۔ اس سے راز کی باتیں کرنے کے لئے ہم نے اسے قریب بلایا۔ یا قرب بخشا
نَجِيًّا۔ نجو سے مشتق ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا اسْتَيْئَسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا
نَجِيًّا۔ (۱۲: ۸۰) جب وہ اس سے ناامید ہو گئے تو الگ ہو کر مشورہ کرنے لگے۔
۱۹:۵۳ = اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۔ اَخَاهُ۔ اس کا بھائی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر
وَهَبْنَا کا مفعول ہے۔ هٰرُوْنَ بدل ہے اَخَاهُ کا۔ اور نَبِيًّا حال ہے۔
وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا۔ اور ہم نے اپنی رحمت سے ان کے
بھائی ہارون کو نبی کی حیثیت سے ان کو بخشا۔
۱۹:۵۵ = مَرْضِيًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب۔ پسند کیا ہوا۔ پسندیدہ۔
۱۹:۵۷ = مَكَانًا عَلِيًّا۔ بلند مقام۔ یعنی شان و مرتبت میں بلند یعنی مرتبہ نبوت و تقرب
اِلَى الله۔
۱۹:۵۸ = اُولٰٓئِكَ۔ یہ اشارہ ہے ان تمام انبیاء کی جانب جن کا ذکر حضرت زکریا سے
لے کر حضرت ادریس علیہم السلام تک اوپر اس سورت میں آچکا ہے۔
= سُجَّدًا وَّبُكِيًّا۔ دونوں خَرُّوْا کی ضمیر فاعل کے حال ہیں۔ اور بدیں وجہ منصوب ہیں
سُجَّدًا جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ اور بُكِيٌّ جمع ہے بَاكٍ کی۔ (رونے والا۔ غم و اندوہ سے
آنسو بہانے والا۔) اصل میں بروزن فُعُوْلٌ جیسے سَاجِدٌ سے سُجُوْدٌ۔ رَاكِعٌ سے رُكُوْعٌ

اورقَاعِدٌ سے قُعُوْدٌ، بُكِيٌّ بھی بُكُوْيٌ تھا۔ واؤ اور یاء کے اجتماع کے سبب واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ اور یا کی مناسبت سے کاف کو کسرہ کی حرکت دی۔ بُكِيٌّ ہو گیا
اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ .... سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمان کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو وہ سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے زمین پر گر پڑتے تھے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْرَآءِيْلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا۔

اولٰئك اسم اشارہ من النبیین میں من بیانیہ ہے۔ کیونکہ جملہ انبیاء علیہم السلام منعم علیہم تھے۔ اس لئے من تبعیضیہ نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا (۴۸ : ۲۹) اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک کام کئے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔ (یعنی ان سب سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے) اسی طرح من النبیین سے مراد سارے نبی ہیں۔

مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ میں من تبعیضیہ ہے یعنی ذریۃ آدم میں سے بعض۔ ان بعض میں سے صرف حضرت ادریس علیہ السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔ حضرت ادریسؑ حضرت نوح کے جدّ امجد تھے۔ اور ان سے بہت قبل ہوئے ہیں۔

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ۔ اس میں بھی من تبعیض کے لئے ہے اور ان بعض میں سے حضرت اسماعیل حضرت اسحاق اور حضرت یعقوب علیہم السلام یہاں مذکور ہوتے ہیں۔

وَاِسْرَآءِيْلَ۔ اس کا عطف ابراہیم پر ہے۔ ای ومن ذریۃ اسرائیل اور اس ذریۃ اسرائیل (یعقوب) میں سے حضرت موسیٰ۔ حضرت ہارون۔ حضرت زکریا۔ حضرت یحییٰ و حضرت عیسیٰ علیہم السلام (کیونکہ حضرت مریم آل یعقوب میں سے تھیں) مذکور ہوتے ہیں۔

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا میں بھی من برائے تبعیض ہے (ای من جملۃ من ھدینا الی الحق واخترناھم للنبوۃ والکرامۃ) اس کا عطف ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ پر ہے یعنی اور تمام وہ جن کو ہم صراط حق پر گامزن کیا اور جن کو ہم نے نبوت کے لئے منتخب کیا۔ یہ تمام انبیاء علیہم السلام جو اُولٰٓئِكَ کے مشار الیہم ہیں۔

اُولٰٓئِكَ مبتدا ہے اور (۱) الذین ...... اجۡتَبَیۡنَا خبر ہے۔
اس صورت میں اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ...... بُكِیًّا تک جملہ مستانفہ ہے
(۲) اَلَّذِیۡنَ اجۡتَبَیۡنَا اسم اشارہ کی صفت ہے تو اِذَا تُتۡلٰی ...... بُكِیًّا اس کی خبر ہے
بعض کے نزدیک پہلا کلام اسرائیل پر ختم ہے۔ اس صورت میں مِمَّنۡ هَدَیۡنَا وَاجۡتَبَیۡنَا خبر ہے اور اس کا مبتدا محذوف ہے۔ اور جملہ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ ..... بُكِیًّا تک اس مبتدا محذوف کی صفت ہے۔ کلام یوں ہے وَمِمَّنۡ هَدَیۡنَا وَاجۡتَبَیۡنَا قَوۡمٌ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اٰیٰتُ الرَّحۡمٰنِ خَرُّوۡا سُجَّدًا وَّبُكِیًّا۔
۱۹:۵۹ = خَلَفَ ماضی واحد مذکر غائب خِلَافَةٌ سے باب نصر۔ جس کے معنی جانشین ہونے کے ہیں یا پیچھے آنے کے۔ خَلَفَ وہ جانشین ہوا۔ وہ پیچھے آیا۔
= خَلۡفٌ۔ ناخلف۔ بُرے جانشین۔
= اَضَاعُوۡا ماضی جمع مذکر غائب (باب افعال) انہوں نے ضائع کردیا۔ انہوں نے کھو دیا۔
= اَلشَّهَوٰتِ۔ شہو سے مشتق ہے الشھوۃ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز کی طرف کھینچے چلے جانا جسے وہ چاہتا ہے۔ خواہشات دنیوی دو قسم پر ہیں صادقہ اور کاذبہ۔ سچی خواہش وہ ہے جس کے حصول کے بغیر بدن کا نظام مختل ہو جاتا ہے جیسے بھوک کے وقت کھانے کی اشتہار۔
اور جھوٹی خواہش وہ ہے جس کے عدم حصول سے بدن میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی۔ پھر شہوۃ کا لفظ کبھی اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کی طرف طبیعت کا میلان ہو اور کبھی خود اس قوت شہویہ پر۔
آیت کریمہ زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ (۳:۱۴) لوگوں کے لئے ان کی خواہش کی چیزیں (مرغوبات) خوشنما کردی گئی ہیں۔ اس میں شہوات سے مراد ہر دو قسم کی خواہشات ہیں۔
اور وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ (آیۃ ہذا) اور وہ خواہشات نفسانی کے پیچھے لگ گئے۔ اس میں جھوٹی خواہشات مراد ہیں۔ یعنی ان چیزوں کی خواہش جن سے استغنار ہو سکتا ہے۔
= سَوۡفَ یَلۡقَوۡنَ۔ سَوۡفَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ یَلۡقَوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ پائیں گے۔ وہ (اس سے) دوچار ہوں گے۔
= غَیًّا۔ غوی سے مشتق ہے۔ الغی اس جہالت کو کہتے ہیں جو غلط اعتقاد پر مبنی ہو۔ جیسے کہ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمۡ وَمَا غَوٰی (۵۳:۲) تمہارے رفیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نہ راستہ بھولے ہیں اور نہ بھٹکے ہیں۔ اور کبھی عقیدہ کو اس میں دخل نہیں ہوتا۔ جیسے وَعَصٰٓی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی (۲۰:۱۲۱) اور آدم نے اپنے پروردگار کے خلاف کیا اور جہالت کا ارتکاب کیا۔

آیۃ ہذا میں غیّ سے مراد عذاب ہے کیونکہ گمراہی عذاب کا سبب بنتی ہے۔ یعنی کسی شے کو اس کے سبب کے نام سے موسوم کردینا۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا (۲۵: ۶۸) اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ سزا سے دوچار ہوگا (یعنی اس کا گناہ سزا کا سبب ہوگا) فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔ سو وہ عنقریب گمراہی کی سزا سے دوچار ہوں گے۔

۱۹: ۶۱ = جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ سدا بہار باغات۔ یا ہمیشہ رہنے کے باغات۔ عدن (باب نصر، ضرب) کے معنی کسی جگہ ٹھہرنے اور قرار پانے کے ہیں۔ المَعْدِنُ (کان) جواہرات یا دیگر معدنیات کے ٹھہرنے اور پائے جانے کی جگہ۔

جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ میں الجنّۃ کا بدل ہے

= مَاْتِیًّا۔ اسم مفعول بمعنی اسم فاعل ہے منصوب بوجہ کَانَ کی خبر کے ہے۔

مَاْتِیٌّ اصل میں مَاْتُوْیٌ تھا واؤ اور یا اکٹھے ہوئے واؤ کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا تاء کو یاء کی مناسبت سے کسرہ دیا۔ مَاْتِیٌّ ہوگیا۔ بمعنی آنے والا۔ ہوکر رہنے والا۔ ضرور آکر رہنے والا۔ اِتْیَانٌ مصدر۔ اتی مادہ۔

۱۹: ۶۲ = فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جنت عدن کے لئے ہے۔

= بُکْرَۃً وَّعَشِیًّا۔ صبح و شام۔ یہاں صبح و شام سے مراد ہمیشگی اور دوام ہے۔ کیونکہ جنت میں شام جو تاریکی کو مستلزم ہے اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ وہاں تو نور ہی نور ہے۔

۱: ۶۳ = نُوْرِثُ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِیْرَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ورث مادہ۔ ہم ارث بنائیں گے۔ ہم مالک بنادیں گے۔

= تَقِیًّا۔ پرہیزگار۔ متقی۔ وِقَایَۃٌ (افعال) مصدر جس کے معنی ہر اس چیز سے حفاظت کرنے کے ہیں جو ایذا دے۔ یا ضرر پہنچائے۔

۱: ۶۴ = مَا نَتَنَزَّلُ۔ مضارع منفی جمع متکلم۔ تَنَزُّلٌ (تفعل) مصدر۔ ہم نہیں نزتے ہیں۔

= نَسِیًّا۔ نِسْیَانٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بھولنے والا۔

۱: ۶۵ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا۔ میں رَبٌّ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ یعنی هُوَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ الخ یا یہ رَبُّكَ (آیہ ۶۴) کا بدل ہے۔

= اِصْطَبِرْ۔ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِصْطِبَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تو قائم رہ۔ تو سہتا رہ صبر کر۔

== سَمِیًّا۔ نظیر۔ ہمنام۔ ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا۔ (کیا تم کوئی اس کا ہمنام جانتے ہو) میں سَمِیًّا کے معنی نظیر کے ہیں جو اس نام کی مستحق ہو اور حقیقتہً اللہ تعالیٰ کی صفات کے ساتھ متصف ہو۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کیا تم کسی کو ایسا بھی پاتے ہو جو اس کے نام سے موسوم ہو کیونکہ ایسے تو اللہ کے بہت سارے نام ہیں جن کا غیر اللہ پر بھی اطلاق ہو سکتا ہے یا ہوتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُن سے معنی بھی وہی مراد ہوں جو اللہ تعالیٰ پر اطلاق کے وقت ہوتے ہیں

آیات ۶۴ و ۶۵۔ پورا پیراگراف ایک جملہ معترضہ ہے جو ایک سلسلۂ کلام کو ختم کرکے دوسرا سلسلۂ کلام شروع کرنے سے پہلے ارشاد ہوا ہے۔

اس کی شان نزول میں مختلف اقوال ہیں

لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اس کی شان نزول کے متعلق وہ روایت ہے جو کہ بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

گویا خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے جواب دیا کہ ہم خود نہیں آتے بلکہ تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں .... الخ

۱۹:۶۶ == ءَ۔ استفہام کے لئے۔ کیا

== اِذَا مَا۔ جب۔ جب کبھی

۱۹:۶۸ == فَوَرَبِّكَ۔ سو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے رب کی قسم۔

== لَنَحْشُرَنَّهُمْ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ نَحْشُرَنَّ۔ مضارع جمع متکلم با نون ثقیلہ ہم ان کو ضرور بالضرور جمع کریں گے۔

== وَالشَّیٰطِیْنَ۔ میں واؤ عاطفہ بھی ہو سکتی ہے اور واؤ بمعنی مَعَ (معیّۃ) بھی۔ یہاں معیت کا معنی زیادہ مناسب ہے۔ یعنی ہم انہیں مع شیاطین کے جمع کریں گے۔

== لَنُحْضِرَنَّهُمْ۔ مضارع جمع متکلم بالام تاکید و نون ثقیلہ ہم ضرور ان کو لا حاضر کریں گے

== حَوْلَ۔ گرد۔ حَالَ یَحُوْلُ سے مصدر ہے۔ اَلْحَوْلُ کے معنی دراصل کسی چیز کے متغیر ہونے کے ہیں اور دوسری چیزوں سے الگ ہونے کے ہیں۔

تغیر کے اعتبار سے حَالَ الشَّیْءُ یَحُوْلُ حُوُوْلًا۔ کا محاورہ استعمال ہوتا ہے جس کے

معنی کسی شے کے متغیر ہونے کے ہیں۔ اور الگ ہونے کے اعتبار سے حَالَ بَیْنِیْ وَ
دَبَیْنَکَ کَذَا کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی میرے اور اس کے درمیان فلاں چیز حائل
ہو گئی۔ حَوْلٌ بمعنی سال بھی ہے۔

= جِثِیًّا۔ زانو پر گرے ہوئے۔ اوندھے گرے ہوئے۔ جَثَا یَجْثُوْا (باب نصر)
جُثُوًّ وَ جُثِیًّا۔ الرَّجُلُ۔ گھٹنوں کے بل بیٹھنا۔ یہ عَتَا یَعْتُوْ (باب نصر) عُتُوًّا وَ
عِتِیًّا کی طرح ہے۔ جِثِیًّا جَاثٍ صیغہ صفت کی جمع بھی ہو سکتی ہے اور مصدر بھی بمعنی اسم فاعل
جَاثٍ کی جمع ہونے کی صورت میں جِثِیٌّ اصل میں فُعُوْلٌ کے وزن پر جُثُوْوٌ تھا ضمہ کے
بعد دو واؤ کا اجتماع ثقیل تھا۔ لہٰذا تخفیف کے لئے تاء کو کسرہ دیا۔ واؤ اول کو بوجہ سکون و کسرہ
ماقبل یاء سے بدلا۔ اب واؤ ماقبل یاء ساکن کو یاء سے بدلا۔ پھر یا کو یا میں مدغم کیا۔ پھر جیم کو
مابعد کی رعایت سے کسرہ دیا۔ جِثِیٌّ ہو گیا۔

۱۹: ۶۹ = لَنَنْزِعَنَّ۔ مضارع جمع متکلم بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ نَزْعٌ مصدر (باب
ضَرَبَ) ہم ضرور کھینچ لیں گے۔ ہم ضرور الگ کر دیں گے۔ نَزَعَ الشَّیْءَ کے معنی ہیں کسی
چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچ لینا۔ دل سے عداوت اور نفرت کو کھینچ لینے کے معنی میں بھی آتا ہے
مثلاً وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (۷: ۴۳) اور جو کینہ ان کے دلوں
میں ہوں گے ہم ان سب کو نکال ڈالیں گے۔

اور چھین لینے کے معنی میں مثلاً وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۳: ۲۶)
اور تو چھین لیتا ہے بادشاہی جس سے تو چاہے۔

= شِیْعَةٍ۔ فرقہ۔ گروہ۔ الشِّیَاعُ کے معنی منتشر ہونا اور تقویت دینے کے ہیں۔
الشِّیْعَةُ۔ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے
ہیں۔ اس کی جمع شِیَعٌ و اَشْیَاعٌ ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ اَهْلَهَا
شِیَعًا (۲۸: ۴) وہاں کے باشندوں کو گروہ درگروہ کر رکھا تھا۔ اور وَ لَقَدْ اَهْلَکْنَا
اَشْیَاعَکُمْ (۵۴: ۵۱) اور ہم تمہارے ہم مذہبوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔

= عِتِیًّا۔ عَتَا یَعْتُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ عُتُوٌّ بھی مصدر ہے عَاتٍ کی
جمع بھی ہے جیسے جَاثٍ کی جمع جِثِیٌّ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۶۸ مذکورہ بالا۔

آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا:۔
پھر ہم (چُن چُن کر) الگ کر لیں گے ہر گروہ سے ان لوگوں کو جو خدائے رحمٰن سے سرکشی

میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔
عِتِيًّا۔ اَشَدُّ کی تمیز ہے اس لئے منصوب ہے اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ سخت شِدَّةٌ سے۔ عَاتٍ کی جمع کی صورت میں یہ حال ہے۔
۱۹: ۷۰ = لَنَحْنُ۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ پھر ہم ہی ہیں (جو بہتر جانتے ہیں)
= اَعْلَمُ۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ افعل التفضیل کا صیغہ عِلْمٌ سے۔
= اَوْلٰى بِهَا۔ اَوْلٰى افعل التفضیل کا صیغہ وَلْیٌ مادہ۔ اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِی کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ خواہ وہ قرب بلحاظ مکان یا نسبت یا بلحاظ دین یا دوستی یا بلحاظ اعتقاد کے ہو۔ اَوْلٰى۔ زیادہ مستحق۔ زیادہ لائق۔ زیادہ قریب۔ اَوْلٰى کا صلہ اگر لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اور اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے۔ جیسے اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى (۷۵: ۳۴) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔
بِهَا میں ھا ضمیر کا مرجع جَهَنَّمَ (آیۃ ۶۸) ہے
= صِلِيًّا۔ الصِّلِی کے اصل معنی آگ جلانے کے ہیں۔ صلی النار۔ وہ آگ میں داخل ہوا وہ آگ میں جلا۔ یا اس نے آگ کی گرمی برداشت کی۔ (باب سمع سے)
اَصْلٰى يُصْلِى اِصْلَاءً آگ میں ڈالنا۔ اِصْطَلٰى يَصْطَلِى آگ تاپنا۔ صَلٰى يَصْلِى صَلْيًا اللَّحْمَ۔ گوشت بھوننا۔ صلی کے جملہ مشتقات میں آگ کا عنصر شامل ہے
صِلِيًّا یا صَالٍ کی جمع ہے جیسے جَاثٍ کی جِثِيًّا۔ اور عَاتٍ کی عِتِيًّا۔ یا صَلِىَ يَصْلٰى کا مصدر ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہیں آگ میں داخل ہونے والے اور دوسری صورت میں آگ میں داخل ہونا یا سوختہ ہونا۔
اَلَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۔ وہ لوگ جو جہنم کی آگ میں جلنے کے زیادہ مستحق ہیں۔
۱۹: ۷۱ = وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا۔ میں اِنْ نافیہ ہے مِنْكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع یا تو جمیع الناس ہیں یا وہ کفار جن کا ذکر اوپر ہوا ہے۔
اوپر ان کفار سے جمع مذکر غائب کے صیغہ میں خطاب ہو رہا تھا۔ اب صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے۔ یہ التفات ضمائر اسلوب قرآن ہے۔
وَارِدُهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جَهَنَّمَ کے لئے ہے۔ ورود کے متعلق بھی اختلاف ہے

کہ آیا اس سے مراد جہنم میں داخل ہونا ہے یا اس پر سے گذر جانا مراد ہے۔ ہر دو صورت ممکن ہیں اگر اول الذکر معنی مراد لئے جائیں تو بھی درست ہے اس صورت میں جہنم کی آگ مؤمنوں کے لئے ٹھنڈی اور بے ضرر ہو جاوے گی۔ جس طرح حضرت ابراہیم پر ہوئی تھی۔

اور اگر مؤخر الذکر معنی لئے جاویں تو صراط علی جہنم جسے پل صراط کہا جاتا ہے اس پر سے مؤمن بلا ضرر تیزی سے گذر جاویں گے اور جہنمی جہنم میں گر جائیں گے۔ یا اس کی تیسری صورت یہ بھی ہے کہ وارد سے مراد نہ ہی داخلہ ہے اور نہ ہی اوپر سے گذرنا بلکہ محض جہنم تک پہنچنا یا وہاں سے گذرنا مراد ہے

= کَانَ۔ ای کَانَ وُرُوْدُھُمْ

= حَتْمًا۔ ضرور۔ لازم۔ قضاء مقدر یعنی طے شدہ فیصلہ حَتَمَ الشَّیْءَ عَلَیْہِ۔ واجب کرنا۔

= مَقْضِیًّا۔ اسم مفعول۔ قَضَاءٌ مصدر۔ فیصلہ شدہ۔ مقرر۔

کَانَ عَلٰی رَبِّکَ حَتْمًا مَقْضِیًّا۔ ای کان ورودھم واجبا۔ اوجبہ اللہ تعالیٰ علی نفسہ وقضی بہ۔ ان کا ورود لازمی امر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے اور اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ یعنی یہ یقینی امر ہے جو اللہ تعالیٰ کے اختیار و ارادہ سے ضرور پورا ہو کر رہیگا۔ اور جگہ ارشاد ہے کَتَبَ رَبُّکُمْ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ (۶ : ۵۴) تیرے پروردگار نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔

۱۹ : ۷۲ = نُنَجِّیْ۔ مضارع جمع متکلم تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ہم نجات دیں گے ہم بچالیں گے۔ نجو مادہ۔

= نَذَرُ۔ مضارع جمع متکلم۔ وَذْرٌ مصدر (باب سمع) ہم ناقابل پرواہ سمجھ کر چھوڑ دیں گے اس کا صرف مضارع و امر مستعمل ہے اس کا ماضی مستعمل نہیں ہے۔

= جِثِیًّا۔ (ملاحظہ ہو ۱۹ : ۶۸)

۱۹ : ۷۳ = مَقَامًا۔ ظرف مکان۔ کھڑے ہونے کی جگہ۔ مکان۔ منزل۔ خَیْرٌ کی تمیز ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= نَدِیًّا۔ وہ محفل جہاں لوگ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ نَدِیٌّ بمعنی مجلس۔ اس کی جمع اَنْدَاءٌ وَاَنْدِیَۃٌ ہے۔ دار الندوہ۔ وہ جگہ جہاں لوگ جمع ہو کر باتیں کرتے ہیں۔ مجلس کو النَّادِیْ بھی کہا جاتا ہے اور نَادِیْ بمعنی ہم مجلس بھی آیا ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ (۹۶ : ۱۷) تو وہ اپنے یاران مجلس کو بلا لے۔

نَدِیًّا اَحْسَنُ کی تمیز ہونے کی وجہ سے مَنْصُوْب ہے۔

۱۹: ۷۴ = كَمْ مِّنْ قَرْنٍ ۔ کتنی ہی قومیں۔ یعنی بہت سی قومیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے
= كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ (۲: ۲۴۹) کتنے ہی چھوٹے گروہ غالب آئے کثیر التعداد گروہوں پر
یا وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (۲۱: ۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیوں
کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالا۔
= اَثَاثًا۔ گھر کا اسباب و مال۔ گھر کا ساز و سامان
= رِءْيًا۔ نمود۔ خوش منظر۔ سامان آرائش و زیبائش رُؤْيَةٌ سے مشتق ہے بروزن
فِعْلٌ جیسے طِحْنٌ۔
اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ مال و اسباب اور نمائش و آرائش کے ساز و سامان
میں بڑھ چڑھ کر۔ بوجہ تمیز ہونے کے اَثَاثًا وَّرِءْيًا۔ منصوب ہیں۔
۱۹: ۷۵ = مَنْ۔ یہاں شرطیہ ہے۔ جیسے مَنْ يَّعْمَلْ سُوْءًا يُّجْزَ بِهٖ۔
(۴: ۱۲۳) اگر کوئی برائی کرے گا اس کو اس کی سزا ملیگی۔ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ
اگر کوئی گمراہی میں پڑا رہتا ہے۔ اور جواب شرط میں فرمایا فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا الخ
= فَلْيَمْدُدْ۔ جواب مَنْ۔ لِيَمْدُدْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ چاہئے کہ وہ ڈھیل دے
لیکن یہاں امر بمعنی مضارع یعنی انشاء بمعنی خبر آیا ہے۔ اور ترجمہ ہوگا۔ وہ اس کو ڈھیل دیتا
رہتا ہے۔ اى مَنْ كفر مدله الرحمٰن یعنی اَمْهَلَهٗ وَاَمْلٰى لَهٗ فِي الْعُمُرِ۔ اگر کوئی
کفر کرتا ہے تو رحمٰن اسے عمر میں مہلت دیتا ہے اور ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ کفر میں اپنی من مانی
کرے اور اس پر حجت تمام ہو جائے اور بوقت گرفت اس کے پاس کوئی عذر نہ رہے۔
يَمْدُدْ۔ مَدٌّ سے باب نصر سے۔ مَدَّ يَمُدُّ مَدٌّ ڈھیل دینا۔ مَدًّا
مصدر کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔
= جُنْدًا۔ بلحاظ لشکر کے یا بلحاظ حمایتی اور مددگار کے
مَنْ هُوَ اَضْعَفُ جُنْدًا۔ کون باعتبار لشکر۔ حمایتی یا مددگار کے کمزور تر ہے
۱۹: ۷۶ = اِهْتَدَوْا۔ اِهْتِدَاءٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے
سیدھی راہ پائی۔ انہوں نے ہدایت پائی۔ اِهْتِدَاء کا استعمال کبھی ہدایت طلب کرنے
یا اس کے لئے کوشش کرنے یا کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کے متعلق بھی ہوتا ہے۔
= هُدًى۔ اسم و مصدر (باب ضرب) ہدایت۔
وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى۔ اور اللہ ہدایت والوں کی ہدایت کو

بڑھاتا ہے (جیسا کہ اس کے بالمخالف مَنْ كَانَ فِى الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا آیا ہے)

= اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ ۔موصوف، صفت، باقی رہنے والی نیکیاں۔اس سے مراد ایمان کے علاوہ کل اعمالِ صالحہ ہیں جن کا ثواب دائمی اور اجر غیر منقطع ہے اس سے کوئی خاص و متعین عبادت نہیں ہے

= مَرَدًّا۔ اَىْ مَرْجِعًا وَعَاقِبَةً ۔ مرجع ۔انجام ۔لوٹنے کی جگہ۔

خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ۔ ثواب کے لحاظ سے بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہتر۔

۱۹: ۷۷ = اَفَرَاَيْتَ ۔ اَ استفہام کے لئے ہے فَ تعقیب کے لئے ہے یعنی اس کے بعد ۔ ف کے استعمال برائے تعقیب کی مثال حَبَسَهٗ فَقَتَلَهٗ ۔ اس نے اس کو قید کیا پھر اس نے اس کو قتل کر دیا۔ یا دَخَلْتُ الْبَصْرَةَ فَبَغْدَادَ میں بصرہ میں داخل ہوا پھر بغداد میں ۔یہاں اس آیت میں اس سے یہ مطلب لیا جائے گا۔ اخبر بقصة هذا الكافر عقيب حديث اولئك الذين قَالُوْا: اَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا (آیۃ ۷۳) وعقيب مَنْ قَالَ: ءَاِذَا مَامِتُّ الخ (آیۃ ۶۶) یعنی ان لوگوں کے قصہ کے بعد جنہوں نے کہا: اَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ الخ یا اس شخص کے قصہ کے بعد جس نے کہا۔ ءَاِذَا مَامِتُّ الخ اب اس شخص کا قصہ بتائیے (الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا) جس نے ہماری آیتوں کا انکار کیا۔

صاحب الاتقان فرماتے ہیں: جب ہمزہ استفہام "رَأَيْتَ" پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رأیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی "اَخْبِرْنِىْ" (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔

لیکن ارأیت کے اردو ترجمہ "کیا تو نے دیکھا" میں بھی مراد رویت بچشم یا بہ دل نہیں ہے بلکہ کہنے والا مابعد کے کلام کے متعلق خبر ہی چاہتا ہے۔اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ یہی کیا ہے

= اَلَّذِىْ ۔یہاں کون شخص مراد ہے۔اس آیت کے شان نزول کے متعلق مختلف روایات ہیں۔ لیکن تفصیلات میں اختلاف کے باوجود نفس مضمون میں کوئی فرق نہیں۔

ایک روایت ہے کہ اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے چند اصحاب نے عاص بن وائل سے قرض دی ہوئی رقم لینی تھی جب انہوں نے اس سے تقاضا کیا تو اس نے کہا اَلَسْتُمْ تَزْعُمُوْنَ اِنَّ فِى الْجَنَّةِ ذَهَبًا وَفِضَّةً وَحَرِيْرًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ قَالُوْا بَلٰى قَالَ مَوْعِدُكُمُ الْاٰخِرَةُ وَاللّٰهِ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا (کیا آپ لوگ

یقین نہیں رکھتے کہ جنت میں سونا۔ چاندی ریشم اور جملہ ثمرات ملیں گے۔ انہوں نے کہا ہاں
کہنے لگا پھر تمہارے ساتھ آخرت کا وعدہ رہا۔ خدا کی قسم میں (وہاں) ضرور مال و اولاد سے نوازا جاؤں گا
(اور اس میں سے آپ کا قرضہ چکا دوں گا) اس پر یہ آیت نازل ہوئی
= لَأُوۡتَيَنَّ ۔ لام تاکید کے لئے ہے اُوۡتَيَنَّ مضارع مجہول بانون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم
میں ضرور بالضرور دیا جاؤں گا۔ مجھے یقیناً دیئے جائیں گے (مال و اولاد) اِيۡتَاءٌ مصدر
۱۹ : ۷۸ = اَطَّلَعَ ۔ اس میں أَ اِطَّلَعَ ہمزہ وصل کو تخفیفاً حذف کیا ٴ ہمزہ استفہام قائم
رہا۔ اَطَّلَعَ ہوا۔ کیا اس کو اطلاع ہوگئی ہے (غیب کی) کیا وہ مطلع ہوگیا ہے۔ کیا اس نے
جھانک لیا ہے (یعنی جھانک کر دیکھ لیا ہے) اِطِّلَاعٌ (اِفۡتِعَالٌ) سے ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب۔ اِطِّلَاعٌ مصدر بمعنی جھانکنا۔ مطلع ہونا۔
۱۹ : ۷۹ = كَلَّا ۔ حرف ردع وزجر ہے۔ اور اکثر انکار و منع کے لئے آتا ہے جیسے کوئی کہے
كَفَرَ زَيۡدٌ تو اس کے جواب میں کہا جائے كَلَّا ہرگز نہیں۔ یہاں انہی معنوں میں آیا ہے
کبھی كَلَّا ۔ حَقًّا ۔ بیشک کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جیسے كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ
(۱۰۲ : ۳) بے شک تم عنقریب جان جاؤ گے۔
= سَنَكۡتُبُ ۔ سَ فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے
سَنَكۡتُبُ کے اگر "ہم عنقریب لکھ لیں گے" معنی لئے جائیں تو یہ قولہ تعالیٰ مَا يَلۡفِظُ
مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَيۡهِ رَقِيۡبٌ عَتِيۡدٌ (۵۰ : ۱۸) وہ کوئی لفظ منہ سے نکالنے نہیں پاتا
مگر یہ کہ اس کے آس پاس ہی ایک تاک میں لگا رہنے والا تیار رہے (جو اسے اس وقت لکھ لیتا ہے)
کے خلاف جاتا ہے۔ اس لئے یہاں سَنَنۡظُرُ لَهٗ ونعلمه انا كتبنا قوله (ہم عنقریب
اس پر واضح کر دیں گے اور اسے بتا دیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس نے کہا تھا لکھ لیا تھا) کے معنوں میں
لایا گیا ہے۔
یا یہ تسمیة الشئ باسم سببہٖ (یعنی کسی شے کو اس کے سبب سے موسوم کرنا) کی مثال ہے۔
اور اس کے قول کو رقم کرنے سے مراد استعارةً وہ سزا دا انتقام ہے جس کا وہ اپنی اس گستاخانہ
گفتگو کی وجہ سے لامحالہ اس کا سزاوار ہے
یا جیسا کہ بعض کا قول ہے سَ یہاں تاکید کے لئے ہے یعنی جو کچھ وہ بولتا ہے ہم اسے
بالالتزام لکھ لیتے ہیں۔
= نَمُدُّ ۔ مضارع جمع متکلم مَدَدٌ مصدر۔ باب نصر۔ المد کے اصل معنی

(لمبائی) میں کھینچ اور بڑھانے کے ہیں اسی سے عرصہ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں جیسے کہ دوسری جگہ آیا ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ (۲۵:۴۵) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔ باب افعال سے اَمَدَّ یُمِدُّ بمعنی مدد دینا۔ جیسے اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ (۲۷:۳٦) کیا تم مال سے مجھے مدد دینا چاہتے ہو۔

یہاں یہ ثلاثی مجرد سے آیا ہے مَدًّا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی ہم اس کے لئے عذاب کو بڑھاتے ہی چلے جائیں گے اور یہ عذاب کو بڑھانا مدت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور شدت کے لئے بھی۔

۱۹: ۸۰ = نَرِثُهٗ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب باب حَسِبَ یَحْسِبُ سے۔ اَلْوِرَاثَةُ وَالْاِرْثُ کے معنی ہیں کسی چیز کا ایک شخص کی ملکیت سے نکل کر دوسرے کی ملکیت میں چلے جانا بلا بیع وشرار۔ بلا ہبہ وغیرہ۔ اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالکِ حقیقی ہونا۔ اس کو ہر چیز پر ظاہری۔ باطنی۔ صوری اور حقیقی اختیار ہونا۔ جیسے آیا ہے وَلِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳:۱۸۰) اور اللہ ہی حقیقی مالک ہے آسمانوں کا اور زمین کا وَنَرِثُهٗ مَا یَقُوْلُ۔ اور اس کی کہی ہوئی بات کے ہم ہی مالک رہ جائیں گے۔ یعنی جن مال واولاد کا وہ ذکر کر رہا ہے اس کے مرنے کے بعد ہم ہی ان کے مالک رہ جائیں گے۔

= وَیَاْتِیْنَا فَرْدًا۔ اور وہ ہمارے پاس تنہا ہی آئے گا۔ یَاْتِیْنَا۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ فَرْدًا۔ اکیلا۔ بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے۔

۱۹: ۸۱ = عِزًّا۔ عزت۔ قوت۔ دبدبہ۔ مدد۔ عَزَّ یَعِزُّ کا مصدر ہے۔ جس کے معنی قوی ہونے کے ہیں۔ لِیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا۔ کہ وہ ان کے لئے باعث قوت و باعثِ مدد بن سکیں۔

۱۹: ۸۲ = كَلَّا۔ حرف ردع وزجر۔ ہرگز نہیں۔

= ضِدًّا۔ مخالف۔ دشمن۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے ہے۔ بوجہ حال کے منصوب ہے۔

سَیَكْفُرُوْنَ میں ضمیر فاعل معبودانِ باطل کے لئے ہے۔ بِعِبَادَتِهِمْ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب غیر اللہ کو پوجنے والوں کی طرف راجع ہے۔ یَكُوْنُوْنَ

میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب پھر معبودان باطل کے لئے ہے۔ اور عَلَیْهِمْ میں هِمْ ضمیر کا مرجع وہی غیر اللہ کو پوجنے والے ہیں۔

ترجمہ ہو گا:۔

وہ معبودانِ باطل ان کی عبادت سے انکار کریں گے اور (الٹے) ان کے دشمن ہو جائیں گے۔

۱۹: ۸۳ = تَؤُزُّهُمْ: (وہ شیاطین) ان کو ابھارتے ہیں۔ اَزَّ یَؤُزُّ (باب نصر) مضارع واحد مؤنث غائب اَزٌّ مصدر۔ جس کے اصل معنی دیگ کے جوش مارنے کے ہیں۔ اور پھر اسی مناسبت سے ورغلانے۔ ابھارنے۔ ترغیب دلانے۔ آپس میں گتھ جانے اور اوپر اچھال دینے کے بھی آتے ہیں۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کافرین کی طرف راجع ہے اور ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب شیاطین کے لئے ہے۔ وہ شیاطین ان کافروں کو (اسلام کے خلاف) خوب ابھارتے رہتے ہیں۔ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۱۹: ۸۴ = فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ پس عجلت نہ کیجئے ان پر (نزول عذاب کے لئے)

= نَعُدُّ۔ مضارع جمع متکلم۔ عَدٌّ مصدر (باب نصر) ہم شمار کر رہے ہیں عَدًّا مصدر کو دوبارہ لاکر فعل زیادہ پُر زور بنایا گیا ہے۔

نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا۔ ہم ان کی مہلت کے ایک ایک دن کو گن رہے ہیں یا۔ ہم ان کی کارکردگیوں کو ایک ایک کر کے شمار کر رہے ہیں۔ نہ تو گنتی سے کوئی چیز چھپ سکے گی۔ اور نہ مہلت میں ذرہ برابر کمی بیشی کی جا سکے گی۔

۱۹: ۸۵ = وَفْدًا۔ مصدر۔ مہمانی۔ وَافِدٌ۔ مہمان یا کسی قوم کا نمائندہ یا قاصد اس کی جمع وَفْدٌ وُفُودٌ وِفَادٌ۔ وَاَوْفَادٌ۔ وَفَدَ یَفِدُ (ضرب) وَفَدَ الی الامیر۔ وفد بن کر آنا۔ قاصد بن کر آنا۔ چونکہ وافد مرسل الیہ کی طرف بطور مہمان جاتا ہے لہٰذا جمہور مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں۔ یعنی متقی لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور بطور مہمان حاضر ہوں گے۔ وَفْدًا بمعنی جماعتوں کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے۔ یا رُکبانًا عَلٰی نَجَائِبِ طَاعَتِهِمْ۔ یعنی اپنی بہترین طاعتوں کی سواریوں پر سوار ہو کر حاضر ہوں گے (ان کے نیک اعمال اس دن نہایت خوبصورت سواریوں کی صورت میں حاضر ہوں گے)

= نَسُوْقُ۔ مضارع جمع متکلم سَوْقٌ مصدر (باب نصر) ہم ہانک لائیں گے۔
= وِرْدًا۔ جمع۔ اس کا واحد وَارِدٌ ہے جیسے وَفْدٌ کا واحد وَافِدٌ اور رَکْبٌ کا رَاکِبٌ ہے۔ وَارِدٌ پانی پر پہنچنے والے کو کہتے ہیں اور پانی لینے یا پینے کے لئے پانی پر پہنچنے والا پیاسا ہوتا ہے اس لئے وَارِدٌ کا ترجمہ پیاسا کیا جاتا ہے۔ وِرْدًا منصوب بوجہ حال ہے۔ پیاسوں کی طرح
١٩: ٨٧۔ لَا يَمْلِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مِلْكٌ مصدر (باب ضرب) وہ اختیار نہیں رکھیں گے۔ ضمیر فاعل کا مرجع مجرمین ہیں۔ لَا يَمْلِكُوْنَ سے کفار کی شفاعت کی نفی اور اِلَّا سے اہل ایمان کی شفاعت کا اثبات ہے۔ ای ھٰؤلاء الکفار لا یملکون الشفاعة لاحد والمسلمون فیملکون الشفاعَة۔ یہ کفار کسی کی شفاعت حاصل نہ کر سکیں گے جب کہ مسلمانوں کو شفاعت حاصل ہوگی۔
= مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا۔ جس نے خداوند رحمٰن سے وعدہ لے رکھا ہے۔ عہد سے یہاں مراد اذن۔ اجازت یا اس سے مراد عہد توحید و نبوت ہے۔ یعنی جس نے ایمان و یقین کے ساتھ قولاً و عملاً یہ اقرار کیا: اِنِّیْٓ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ۔
١٩: ٨٩ = اِدًّا۔ اچنبا۔ بھاری بوجھ۔ نازیبا اور ناپسندیدہ بات۔ ایسی نہایت ناپسندیدہ بات جس سے ہنگامہ بپا ہو جائے۔
یہ اَدَّتِ النَّاقَةُ تَئِدُّ کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں اونٹنی (اپنے بچے کی جدائی میں) سخت روئی اور ہنگامہ کیا۔ اَلْاَدِيْدُ۔ شور۔ ہنگامہ۔
١٩: ٩٠ = تَكَادُ۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كَادَ يَكَادُ كَوْدٌ سے اس کے معنی ہیں کام کرنے کے قریب ہونا اور نہ کرنا۔ جیسے كَادَ يَضْرِبُ وہ مارنے ہی والا تھا مگر مارا نہیں۔ یا قرآن حکیم میں ہے يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ۔ (٢: ٢٠) قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے۔ یہاں بھی بمعنی "قریب ہے" آیا ہے۔
= يَتَفَطَّرْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب تَفَطُّرٌ (تفعّل) مصدر پھٹ جاویں ٹکڑے ٹکڑے ہو جاویں۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آیا ہے جیسے اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (٧٣: ١٨) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ تَكَادُ يَتَفَطَّرْنَ قریب ہے کہ پھٹ جاویں یا شق ہو جائیں۔

= مِنْهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کفار کا قول اِتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ہے
= تَنْشَقُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب وہ پھٹ جائے۔ وہ شق ہو جائے۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے یا وہ پھٹتی ہے۔ شق ہوتی ہے۔ یا ہو جائے گی۔ اِنْشِقَاقٌ اِنْفِعَالٌ مصدر
= تَخِرُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ خَرَّ يَخِرُّ (ضَرَبَ) خَرٌّ و خَرِيْرٌ۔ وہ گر پڑے۔ وہ گر پڑتی ہے وہ گر پڑیگی۔ خَرِيْرٌ کسی چیز کا آواز کے ساتھ نیچے گرنے کے ہیں اَلْخَرِيْرُ۔ پانی وغیرہ کی آواز کو کہتے ہیں جو اوپر سے گر رہا ہو!۔
= هَدًّا۔ مصدر بمعنی اسم مفعول۔ گرایا ہوا۔ منہدم۔ ڈھیا ہوا۔ یا یہ مفعول مطلق ہے اور تَخِرُّ فعل اس کا عامل ہے۔
اَلْهَدُّ کے معنی کسی چیز کو زور کی آواز کے ساتھ گرا دینے یا کسی بھاری چیز کے گر پڑنے کے ہیں۔ کسی چیز کے گر پڑنے کی آواز کو هَدَّةٌ کہتے ہیں۔
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر گر پڑیں۔

١٩:٩١ = اَنْ۔ مصدریہ ہے۔ کہ۔ اس بات پر کہ۔
= دَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف حذف ہو گیا۔ دَعَوْا رہ گیا۔ دُعَاءٌ باب نصر مصدر۔ پکارنا۔ دعویٰ کرنا۔ آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
اس بات پر کہ انہوں نے خدا کے لئے بیٹا تجویز کیا۔

١٩:٩٢ = مَا يَنْبَغِيْ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب اِنْبِغَاءٌ اِنْفِعَالٌ مصدر۔ لائق نہیں ہے۔ زیبا نہیں ہے۔ نہیں ہو سکتا۔ سزاوار نہیں ہے۔

١٩:٩٣ = اٰتِيْ۔ آنے والا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِتْيَانٌ مصدر۔ جب اس کا تعدیہ بؔ کے ساتھ ہو تو معنی لانے والے کے ہوں گے۔
= عَبْدًا۔ حال ہے اٰتِيْ کا۔ عاجزی۔ انکساری۔ اور خشوع خضوع کے ساتھ۔
اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ حاضر ہونے والا ہے رحمٰن کے روبرو ایک عاجز و حقیر بندہ کی حالت میں۔

١٩:٩٤ = اَحْصٰهُمْ۔ اس نے ان کو گن رکھا ہے۔ ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
= عَدَّهُمْ عَدًّا۔ اس نے ان کو خوب اچھی طرح گن رکھا ہے۔

۱۹: ۹۵ = اٰتِيْهِ - اٰتِيْ آنیوالے۔ پیش ہونے والا۔ مضاف ہٖ مضاف الیہ اس کے پاس آنے والا۔

= فَرْدًا - تنہا۔ اکیلا۔

۱۹: ۹۶ = وُدًّا - محبت۔

= يَسَّرْنٰهُ - ہم نے اسے آسان کردیا ہے۔ تَيْسِيْرٌ تَفْعِيْلٌ مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ سے مراد القرآن ہے۔

= بِلِسَانِكَ - تیری زبان میں۔ ای بلسانك العربي المبين

= لُدًّا - بہت جھگڑالو۔ جمع ہے۔ اس کا واحد اَلَدُّ ہے اس کا مادہ لَدَدٌ ہے۔ گردن کے دائیں بائیں پہلو کو لَدَدٌ کہتے ہیں۔ شَدِيْدُ اللَّدَدِ وہ شخص جس کی گردن کو کوئی پھیر نہ سکے۔ مراد وہ آدمی جس کو اس کے ارادہ سے باز نہ رکھا جا سکے۔ جس کو کوئی راستی پر نہ لا سکے۔ لَدَّ اس نے سخت جھگڑا کیا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲: ۲۰۴) اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔ قَوْمًا لُدًّا - جھگڑالو لوگ جھگڑالو قوم۔

۱۹: ۹۸ = تُحِسُّ - مضارع واحد مذکر حاضر۔ اِحْسَاسٌ اِفْعَالٌ مصدر تو محسوس کرتا ہے۔ تو آہٹ پاتا ہے۔ تو دیکھتا ہے۔

= رِكْزًا - کھٹکا۔ آہٹ۔ پوشیدہ آواز۔ آہستہ آواز۔ بھنک۔ اسم ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۲۰) سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۴۵)

۲۰: ۱ = طٰهٰ - حروف مقطعات

= لِتَشْقٰٓى - لام تعلیل کے لئے ہے تَشْقٰى مضارع واحد مذکر حاضر شَقَاوَةٌ مصدر۔ (باب سمع) شقاوت - سعادت کی ضد ہے۔ اس کے معنی ہیں تکلیف میں پڑنا۔ جیسے فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى (۲۰: ۱۲۳) نہ وہ بھٹکے گا۔ اور نہ وہ تکلیف میں پڑے گا۔ یا کمبختی جیسے رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا (۲۳: ۱۰۶) اے ہمارے رب ہم پر ہماری کم بختی نے زور کیا۔

لِتَشْقٰٓى - کہ تو مشقت میں پڑے۔ کہ تو تکلیف و تعب اٹھائے۔ اس تکلیف اور تعب کی دو صورتیں ہیں۔

ایک تو آپ کا کافروں کے ردّ و انکار پر حزن و ملال۔

دوم - راتوں کو آپ کا قرأت قرآن میں طویل قیام یہاں تک کہ قدم مبارک متورم ہوجاتے

پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا۔

کہ کفار کے راہِ حق کو تسلیم نہ کرنے پر اس قدر کبیدہ خاطر نہ ہوں کہ زندگی دوبھر ہوجائے آپ کا کام تذکیر و تبلیغ ہے اور جگہ ارشادِ ربانی ہے فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ط (۱۸: ۶) شاید آپ ان کے (اعراض کے پیچھے) غم سے اپنی جان دیدیں گے۔

دوسری صورت میں یہ کہ - اپنے آپ پر اتنی سختی کی ضرورت نہیں بلکہ آسانی سے جتنا پڑھ سکیں اتنا کافی ہے۔ جیسے ارشاد ہے فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ (۷۳: ۲۰) سو تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو۔

۲۰: ۳ = اِلَّا ۔ حرف استثناء

= تَذْكِرَةً ۔ مستثنیٰ منقطع (بدیں وجہ منصوب) ای ما انزلناہ لشقائک لٰکن تذکیرًا ۔ یعنی ہم نے قرآن کو تمہاری مشقت کے لئے نہیں بلکہ نصیحت و موعظت کے لئے اتارا تھا۔

= لِمَنْ يَّخْشٰى ۔ اس کے لئے جو (اپنے رب سے) ڈرتا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا (۷۹: ۴۵) آپ تو صرف اسی کو ڈرا سکتے ہیں جو اس سے خوف رکھتا ہو۔

۲۰: ۴ = تَنْزِيْلًا ۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ کا (بروزن تفعیل مصدر ہے بمعنی اتارنا۔ نازل کرنا یا بفعل مقدر نَزَّلَ کا مفعول مطلق ہے ای نَزَّلَ تَنْزِيْلًا۔

= اَلْعُلٰى ۔ كُبْرٰى کے وزن پر اَلْعُلْيَا (اَلْاَعْلٰى کی تانیث) کی جمع ہے۔ بلند، اونچا، بلند و بالا۔ یہ سَمٰوٰت کی صفت ہے

۲۰: ۵ = اَلرَّحْمٰنُ ۔ ای هُوَالرَّحْمٰنُ

= اِسْتَوٰى ۔ وہ ٹھہرا۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ بڑھا۔ وہ سیدھا ہوا۔ استواء (استفعال) مصدر۔ استواء کے جب دو فاعل ہوں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے ہوتے ہیں۔ جیسے لَا يَسْتَوِيْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ (۵۹: ۲۰) دوزخ کے لوگ اور جنت کے لوگ برابر نہیں۔

اِسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۔ یعنی تخت حکومت پر اس طرح قابض و متمکن ہے کہ اس کا کوئی حصہ یا کوئی گوشہ اس کے حیطۂ اقتدار سے باہر نہیں اور اس کے قبضہ و تسلط میں نہ کوئی مزاحمت ہے نہ کوئی گڑبڑ۔ سب کام و انتظام بدرجۂ اتم درست ہے۔ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں۔

۲۰: ۶ = اَلثَّرٰى ۔ ثریٰ خاک نمناک، گیلی مٹی۔ سیلی زمین کو کہتے ہیں۔ عام زمین کے نیچے گیلی مٹی ہے اور گیلی مٹی سے بھی نیچے سے مراد زمین کی اتھاہ گہرائیاں ہیں۔

۲۰: ۷ = تَجْهَرْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر حاضر۔ تو آواز بلند کرے یا کرتا ہے یا کرے گا۔ جہر۔ بلند آواز سے یا عیاں طور پر۔

الجهر کے اصل معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا حاسۂ بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر و نمایاں ہونے کے ہیں۔ چنانچہ حاسۂ بصر کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (۲:۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں گے تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور حاسۂ سمع کے متعلق آیت ہذا۔: اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ تو چپکے سے کہی ہوئی بات کو اور اس سے زیادہ چھپی ہوئی کو بھی جانتا ہے۔

= اَلسِّرَّ۔ اس بات کو کہتے ہیں جو دل میں پوشیدہ ہو یہ اعلان کی ضد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً (۲:۲۷۴) پوشیدہ اور ظاہر۔

= اَخْفٰی۔ خِفَاءٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پوشیدہ۔ یعنی وہ جس کا علم مجھ کو بھی نہ ہو۔

۲۰ : ۸ = اَلْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ موصوف وصفت۔ اچھے اچھے نام۔

۲۰ : ۱۰ = اُمْکُثُوْا۔ مَکَثَ یَمْکُثُ مَکْثٌ (باب نصر) سے فعل امر جمع مذکر حاضر تم ٹھہرو۔ تم ٹھہرے رہو۔

= اٰنَسْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ انس مادہ۔ اٰنَسَ یُؤْنِسُ اِیْنَاسٌ (افعال) انوس کرنا۔ اٰنَسَ الشَّیْءَ کسی چیز کو دیکھنا۔ اٰنَسْتُ میں نے دیکھی ہے۔

اَنِسَ (سمع) اَنُسَ (کرم) اَنَسَ (ضرب) اَنْسًا۔ مانوس ہونا۔ اسی سے اُنْسٌ محبت۔ مُؤْنِسٌ۔ اُنس دینے والا۔

= لَعَلِّیْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم۔ شاید میں۔

= قَبَسٍ۔ اَلْقَبَسُ۔ آگ کا شعلہ۔ یا اس کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے۔ اَلْقَبْسُ (ضرب) مصدر۔ قَبَسَ مِنْہُ النَّارَ آگ کو بصورت شعلہ لینا۔ قَبَسَ الْعِلْمَ علم سے فائدہ اٹھانا۔ اقتبس (باب افتعال) علم وہدایت سے فائدہ اٹھانا۔ علم حاصل کرنا نیز اس کے معنی بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ۔ (۵۷:۱۳) ہماری طرف نظر شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کرلیں لَعَلِّیْٓ اٰتِیْکُمْ مِّنْھَا بِقَبَسٍ۔ شاید میں اس آگ میں سے کوئی چنگاری تمہارے لئے لے آؤں۔

= عَلَی النَّارِ۔ ای عند النار۔ آگ کے پاس۔

= ھُدًی۔ یہ اسم بھی ہے اور مصدر بھی ھَدٰی یَھْدِیْ کا۔ بطور اسم بمعنی الھادی ہے۔ ہدایت دینے والا۔ راہنمائی کرنے والا۔ راستہ بتانے والا۔

۲۰ : ۱۱ = نُوْدِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَآءٌ مصدر۔ اس کو پکارا گیا۔ اور جگہ

قرآن مجید میں آیا ہے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (۶۲:۹) جب جمعہ کے
دن نماز کے لئے پکارا جائے۔
۲۰:۱۲ = فَاخْلَعْ۔ خَلْعٌ (باب فَتَحَ) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ پس تو اتار ڈال
= نَعْلَیْكَ۔ تیرے دونوں جوتے۔ اپنے دونوں جوتے۔ نَعْلَیْنِ تثنیہ منصوب۔ مضاف
كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ تثنیہ کا نون بوجہ اضافت کے گر گیا
= طُوًی۔ طُوٰی ایک وادی کا نام ہے
۲۰:۱۳ = اِخْتَرْتُكَ۔ ماضی واحد متکلم اِخْتِیَارٌ (افْتِعَالٌ) مصدر كَ ضمیر
مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں نے تجھے منتخب کر لیا ہے۔
= فَاسْتَمِعْ۔ پس خوب (کان لگا کر) سن۔ اِسْتِمَاعٌ افتعال) فعل امر واحد مذکر حاضر
اِسْتِمَاعٌ کے معنی غور سے سننے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَمِنْهُمْ مَنْ يَّسْتَمِعُوْنَ
اِلَيْكَ (۴۲:۱۰) اور ان میں بعض ایسے ہیں جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں۔
= لِمَا۔ میں لام کا تعلق یا اِخْتَرْتُكَ سے ہے کہ جو وحی کیا جاتا ہے اس کے لئے میں
نے تمہیں منتخب کیا ہے یا اس کا تعلق استمع سے ہے کہ جو وحی کیا جاتا ہے اسے خوب
دھیان سے سنو۔
= یُوْحٰی۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیْحَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وحی مادّہ
وحی کی جاتی ہے۔
۲۰:۱۵ = اَكَادُ اُخْفِیْهَا۔ اَكَادُ۔ كَادَ یَكَادُ كَوْدٌ سے مضارع واحد متکلم کا
صیغہ ہے یہ افعال مقاربہ میں سے ہے کسی فعل کے قریب الوقوع ہونے کو بیان کرنے کے
لئے آتا ہے۔ یہاں بمعنی اُرِیْدُ میں ارادہ رکھتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے
اُخْفِیْ مضارع واحد متکلم اَخْفٰی یُخْفِیْ اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر سے ہے
ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب الساعۃ کے لئے ہے۔ اُخْفِیْهَا۔ میں اس کو مخفی رکھنا
چاہتا ہوں۔
= لِتُجْزٰی لام تعلیل کے لئے ہے تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب تاکہ
وہ جزا دی جائے تاکہ اسے بدلہ دیا جائے ضمیر کا مرجع كُلُّ نَفْسٍ ہے۔ لِتُجْزٰی كُلُّ
نَفْسٍۢ م بِمَا تَسْعٰی۔ تاکہ ہر شخص کو اس کی کوشش کا بدلہ مل جائے۔ لِتُجْزٰی کا
تعلق اٰتِیَۃٌ سے ہے اَكَادُ اُخْفِیْهَا کا جملہ جملہ معترضہ ہے۔

۲۰: ۱۶ = فَلَا يَصُدَّنَّكَ ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب بانون ثقیلہ برائے تاکید۔ صَدٌّ سے لَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ پس ہرگز تجھے نہ روک دے۔ ضمیر فاعل کا مرجع مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا ہے۔

= عَنْهَا ای عن تصدیق الساعۃ قیامت کی تصدیق سے۔ ھا ضمیر کا مرجع الساعۃ ہے۔

= فَتَرْدٰی ۔ میں ف سببیہ ہے۔ تَرْدٰی مضارع واحد مذکر حاضر رَدِیَ يَرْدٰی (باب سمع) رَدًى مصدر بمعنی ہلاک ہونا۔ فَتَرْدٰی ورنہ تم بھی ہلاک ہوجاؤ گے

۲۰: ۱۸ = اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا ۔ تَوَكُّؤٌ (تفعل) مصدر ہے مضارع واحد متکلم۔ تَوَكَّاَ يَتَوَكَّاُ تَوَكُّؤٌ ٹیک لگانا۔ علٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی (اس کے) سہارے ٹیک لگانا۔ اَتَوَكَّاُ عَلَيْهَا ۔ میں اس (عصا) پر ٹیک لگاتا ہوں۔ اس پر سہارا لگاتا ہوں۔

اَلْوِکَاءُ کے معنی کسی چیز کے سربند کے ہیں اور کبھی وِکَاءٌ اس ظرف کو بھی کہہ دیا جاتا ہے جس میں کوئی چیز ڈال کر اس کا منہ باندھ دیا گیا ہو۔ اسی سے اَوْكَاْتُ فُلَانًا جس کے معنی کسی کے لئے تکیہ لگا دینے کے ہیں تَوَكَّاَ عَلَى الْعَصَا۔ اس نے عصا پر ٹیک لگائی اور اس سے قوت حاصل کی۔

= اَهُشُّ ۔ هَشَّ يَهُشُّ هَشًّا (باب نصر) سے مضارع واحد متکلم ہیں پتے جھاڑتا ہوں۔ اَلْهَشُّ کے معنی بھی هَزٌّ کی طرح کسی چیز کو حرکت دینے کے ہیں لیکن یہ کسی نرم چیز کو حرکت دینے کے لئے بولا جاتا ہے جیسے هَشَّ الْوَرَقَ درخت سے پتے جھاڑنا۔

= عَلٰى غَنَمِيْ ۔ اپنی بکریوں کے لئے۔

= فِيْهَا میں ھا ضمیر کا مرجع عصا ہے۔

= مَاٰرِبُ ۔ مَاْرَبَةٌ کی جمع ہے۔ ضرورتیں۔ حاجتیں۔ اَرَبٌ سخت حاجت کہ بغیر تدبیر کے پوری نہ ہو سکے۔ اَرَبٌ اُرْبَةٌ اِرْبَةٌ مَاْرَبَةٌ مصدر ہیں۔ بمعنی سخت حاجتمند ہونا۔

۲۰: ۱۹ = اَلْقِهَا ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو اس کو ڈال دے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب عصا کے لئے ہے۔ اَلْقٰى اس نے ڈال دیا۔ اِلْقَاءٌ مصدر۔

٢٠:٢٠ = حَيَّةٌ سانپ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے اس کی جمع حَيَّاتٌ ہے
= تَسْعٰى ۔ سَعْیٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب وہ دوڑتی ہے۔ وہ کوشش کرتی ہے۔ فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۔ بس اچانک وہ سانپ بن کر دوڑنے لگا۔
٢٠:٢١ سَنُعِيْدُهَا ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے نُعِيْدُ اِعَادَةٌ (افعال) سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے۔ ہم لوٹا دیں گے۔ ہم لوٹا کر پھر کر دیں گے۔ هَا کا مرجع حَيَّةٌ ہے۔
= سِيْرَتَهَا ۔ اس کی سیرت اس کی حالت۔ مضاف مضاف الیہ۔
سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ۔ ہم ابھی اسے اس کی پہلی حالت کی طرف پھیر دیں گے۔
٢٠:٢٢ = اُضْمُمْ ۔ ضَمَّ يَضُمُّ ضَمٌّ سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو ملالے
اَلضَّمُّ (نصر) دو یا دو سے زیادہ چیزوں کو باہم ملا دینا۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اپنے بازو کو اپنے بغل سے ملالو۔
ضَمَّ الشَّیْءَ اِلَيْهِ اپنی طرف کھینچنا۔ ضَمَّ عَلَى الشَّیْءِ قبضہ کرنا۔ ضَمَّهٗ اِلٰى صَدْرِهٖ گلے ملنا۔ معانقہ کرنا۔
= جَنَاحِكَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا بازو۔ تیرا پہلو۔ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ اور اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے ملالے مجاہد نے اِلٰى بمعنی تَحْتَ لیا ہے اپنا ہاتھ اپنے بازو کے نیچے ملالو۔ جناح واحد ہے اس کی جمع اَجْنِحَةٌ ہے۔ جناح پرندے کے بازو کو بھی کہتے ہیں مادہ ج ن ح سے۔ جُنَاحٌ جمع جُنُوْحٌ بمعنی گناہ ہے
= تَخْرُجْ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مؤنث غائب۔ خُرُوْجٌ سے وہ نکلے گی۔ ضمیر فاعل کا مرجع يَدَكَ ہے عربی میں يَدٌ مؤنث ہے۔
= بَيْضَآءَ سفید۔ بَيَاضٌ مصدر سے صفت مشبہ واحد مؤنث اس کا مذکر اَبْيَضُ جمع بِيْضٌ ہے یہ ضمیر فاعل تَخْرُجْ سے حال ہے
= مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۔ سُوْٓءٍ ۔ برائی۔ عیب۔ بُرا کام۔ بغیر کسی عیب کے۔ بغیر کسی مرض کے
= اٰيَةً اُخْرٰى ۔ دوسرا معجزہ یا تو اٰيَةً ۔ بَيْضَآءَ طرح ضمیر تخرج سے حال ہے اور بدیں منصوب ہے۔ یا فعل مضمر خُذْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔
٢٠:٢٣ = لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى ۔ لام تعلیل کا ہے تاکہ۔ اس لئے کہ۔ نُرِيَ مضارع۔ جمع متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ مِنْ بمعنی لبعض۔ اٰيٰتِنَا الْكُبْرٰى موصوف صفت۔ ہماری بڑی بڑی نشانیاں۔ یعنی ہم نے عصا اور ید بیضاء کے معجزے اس لئے عطا کئے

تاکہ اپنی بڑی بڑی نشانیوں میں سے کچھ نشانیاں آپ کو دکھائیں۔

۲۰: ۲۴ = طَغٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی۔ اس نے سر اٹھایا۔ طَغٰی یَطْغٰی (فتح) اور طَغِیَ یَطْغٰی (سمع) طُغْیَانٌ مصدر۔ طَغَی الرَّجُلُ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر گیا۔ طَغَی الْمَاءُ پانی کا بلند ہوجانا۔ اِنَّهٗ طَغٰی وہ بے حد سرکش ہوچکا ہے۔

۲۰: ۲۵ = رَبِّ۔ ای رَبِّیْ۔ اے میرے رب۔

= اِشْرَحْ۔ شَرْحٌ مصدر سے (باب فتح) فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو کھول دے تو کشادہ کر دے۔ شَرَحْتُ اللَّحْمَ و شَرَّحْتُهٗ کے اصل معنی گوشت (وغیرہ کے لمبے لمبے ٹکڑے کاٹ کر) پھیلانے کے ہیں اسی سے شرح صدر ہے یعنی نور الٰہی اور سکون و اطمینان کی وجہ سے سینے میں وسعت پیدا ہوجانا۔ اور جگہ ارشاد ربانی ہے اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (۹۴: ۱) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ہم نے تیرا سینہ کھول نہیں دیا۔

۲۰: ۲۶ = يَسِّرْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر تَيْسِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر تو آسان کر دے

۲۰: ۲۷ = اُحْلُلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو کھول دے۔ حَلَّ يَحُلُّ حَلٌّ (نصر) بمعنی گرہ کشائی۔

= عُقْدَةً۔ گرہ۔ لکنت۔ رکاوٹ۔ بندش۔ عَقْدٌ سے جس کے معنی باندھنے کے ہیں وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ۔ اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔

۲۰: ۲۸ = يَفْقَهُوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع مذکر غائب فِقْهٌ مصدر (باب سمع) کہ وہ (لوگ) سمجھ سکیں۔ مضارع منصوب بھی اسی طرح لکھا جائے گا۔

۲۰: ۲۹ = وَزِيْرًا۔ اَلْوِزْرُ کے معنی بارگراں کے ہیں۔ اور یہ معنی وَزَرٌ سے لیا گیا ہے۔ جس کے معنی پہاڑ میں جائے پناہ کے ہیں وَزِيْرٌ وِزْرٌ سے۔ صیغہ صفت ہے وَزِيْرٌ وہ شخص جو امیر کا بوجھ اور اس کی ذمہ داریاں اٹھائے ہوئے ہو اور اس کے عہدہ کو وزارت کہا جاتا ہے۔ وَزِيْرٌ۔ معین۔ مددگار

۲۰: ۳۱ = اُشْدُدْ۔ شَدٌّ مصدر (باب نصر، ضرب) سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو سخت کر دے۔ تو مضبوط کر دے۔ اُشْدُدْ بِهٖ یعنی اس کے وزیر ہونے سے میری قوت کو یا میری کمر کو مضبوط کر دے۔

= اَزْرِیْ۔ مضاف مضاف الیہ اَزْرٌ کا مطلب قُوَّت ہے نیز پشت کے اس حصہ کو

کہتے ہیں جہاں ازار بند (تہبند) باندھا جاتا ہے یعنی کمر۔ ازار بند بنانا۔ نالا) بھی اسی سے ہے۔
اُشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ اس کے ذریعہ میری قوت کو مضبوط کرنے
٢٠: ٣٣ = كَيْ۔ مضارع کو نصب دیتا ہے اسی وجہ سے نُسَبِّحَكَ وَ نَذْكُرَكَ منصوب ہیں۔ تاکہ ہم خوب کثرت سے تیری پاکی بیان کریں اور تیرا ذکر کریں
٢٠: ٣٦ = اُوْتِيْتَ۔ اِيْتَاءٌ (باب افعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر حاضر۔ تجھ کو دیا گیا تجھ کو عطا کیا گیا۔ اور جگہ ارشاد ہے وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ (٢: ٢٤٧) اور اسے مال کی فراخی نہیں دی گئی۔
قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ۔ تمہاری درخواست منظور کی گئی۔ تمہارا سوال منظور کیا گیا یعنی جس کا تم نے سوال کیا تھا وہ تمہیں عطا کیا گیا۔
٢٠: ٣٧ = مَنَنَّا۔ مَنٌّ مصدر سے ماضی جمع متکلم (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی اَلْمِنَّةُ جمع اَلْمِنَنُ احسان۔ مہربانی۔ نعمت۔ یہ دو طرح سے ہے ایک مِنَّت بالفعل جیسے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ (٣: ١٦٤) خدا نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے۔ اور اسی معنی میں آیت ہذا میں ہے۔
دوسرا معنی منت بالقول ہے جیسے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (٢: ٢٦٤) اپنے صدقوں کو احسان جتلا کر اور اذیت پہنچا کر باطل نہ کریں۔
= مَرَّةً اُخْرٰى۔ اور ہم نے ایک مرتبہ پہلے بھی تم پر احسان کیا تھا۔ یہاں ایک بار سے مراد شمار نہیں ہے کیونکہ قبل ازیں خداوند تعالیٰ صرف ایک احسان ہی نہیں فرمایا تھا بلکہ متعدد احسانات کئے جن کا ذکر آگے آیا ہے۔ یہاں ایک بار سے مراد یہ ہے کہ اب ہم آپ کو مانگنے پر عطا کر رہے ہیں اور اس سے قبل ہم بن مانگے ہی آپ پر احسانات کر رہے ہیں۔
مَرَّةً اُخْرٰى سے مراد یہ مؤخر الذکر احسانات ہیں یا مرۃً اخریٰ سے مراد یہ نئی درخواست کا قبول کرنا ہے۔ یعنی ہم نے پہلے بھی تم پر احسانات کئے ہیں اور یہ ایک بار پھر تم پر احسان کیا ہے کہ حضرت ہارونؑ کو نبی بنا کر تمہارے ساتھ کر دیا ہے (پھر اس کے بعد گذشتہ احسانات کا ذکر ہے)
٢٠: ٣٨ = اَوْحَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے وحی کی۔ اِيْحَاءٌ مصدر (افعال) یہاں اَوْحَيْنَا سے مراد اَلْهَمْنَا ہے یعنی ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ تدبیر ڈال دی
= مَا يُوْحٰى۔ جو وحی (یعنی) کی جاتی ہے۔ جو الہام کرنے کی بات تھی جو الہام ہی کئے جانے کے قابل تھی۔ يُوْحٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب وحی کیا جاتا ہے الہام کیا جاتا ہے۔

اندرونی القار کیا جاتا ہے۔

۲۰: ۳۹ = اَنْ۔ کہ یعنی ہم نے جو الہام کیا وہ یہ تھا کہ

= اِقْذِفِیْہِ۔ اِقْذِفْ۔ قَذْفٌ سے (باب ضرب) فعل امر واحد مؤنث حاضر کا صیغہ ہے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

اِقْذِفِیْ تو ڈال دے۔ تو پھینک دے۔ اِقْذِفِیْہِ تو اس کو ڈال دے

اَلْقَذْفُ (ضرب) کے معنی دور پھینکنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ (۳۳: ۲۶) اور اس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ اور یُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷: ۸) اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔

قَذْفٌ بطور استعارہ عیب لگانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

= التَّابُوْتِ۔ صندوق۔

= فَاقْذِفِیْہِ۔ اور اس کو ڈال دے۔ یہاں ہٖ ضمیر مفعول کا مرجع یا تو حضرت موسیٰ ہیں یا التَّابُوْتُ یعنی پھر تابوت کو (جس میں حضرت موسیٰ کو رکھا گیا ہے) دریا میں ڈال دے۔

= اَلْیَمِّ۔ البحر۔ مراد دریائے نیل ہے۔

= یَاْخُذْہُ۔ یَاْخُذْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب وہ اس کو لے لیگا۔ وہ اس کو پکڑ لے گا۔ ضمیر کا مرجع تابوت بھی ہو سکتا ہے اور حضرت موسیٰ بھی۔ لیکن عَدُوٌّ لَّہٗ میں چونکہ ضمیر کا مرجع صریحًا حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے لہٰذا یَاْخُذْہُ میں بھی ترجیحًا اس ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ ہی ہیں۔

= فَلْیُلْقِہٖ۔ پس ڈال دیگا اس کو۔ پھینک دے گا اس کو۔ اِلْقَاءٌ مصدر (افعال)

= وَاَلْقَیْتُ۔ اِلْقَاءٌ سے ماضی واحد متکلم۔ میں نے ڈالا۔ میں نے ڈال دیا۔ اَلْقَی الشَّیْءَ اِلَی الْاَرْضِ۔ زمین پر پھینکنا۔ اَلْقٰی اِلَیْہِ السَّمْعَ اس نے اس کی طرف کان لگایا یعنی اس کی بات سنی اَلْقٰی عَلٰی کسی پر مہربانی کرنا۔

اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ۔ میں نے اپنی جناب سے تم کو محبت عطا کی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اس کا مطلب ہے کہ اللہ نے اس سے محبت کی اور خلقت کے لئے حبیب بنا دیا۔

ابن عطیہ کے مطابق اپنے جمال کا پرتو اس پر ڈالا کہ جو دیکھے محبت کئے بغیر نہ رہ سکے۔

حضرت قتادہ کے نزدیک: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں میں ایسی ملاحت تھی کہ جو بھی اُن کو دیکھتا تھا محبت وعشق کے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔

فَائِدَہ: اِقْذِفِیْہِ فِی التَّابُوْتِ سے لے کر عَدُوٌّ لَّہٗ تک وہ مضمون بیان ہوا جو اُمّ موسیٰ ؑ کو الہام کیا گیا تھا۔ اب پھر خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہے کہ ہم نے اپنی جناب سے تجھے سب کی نگاہوں میں پُرکشش بنا دیا کہ خود تمہارا دشمن تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دے اور خود تمہاری پرورش پر مجبور ہو جائے۔ دیگر یہ کہ تمہاری پرورش عین ہماری آنکھوں کے سامنے ہو

= لِتُصْنَعَ۔ تُصْنَعَ۔ تو تیار ہوئے۔ تو پرورش کیا جائے۔ صَنْعٌ سے۔ مضارع مجہول واحد مذکر حاضر وَ لِتُصْنَعَ معطوف ہے اور اس کا عطف فعل مقدرہ پر ہے ای وَاَلْقَیْتُ عَلَیْکَ مَحَبَّۃً لِتُحَبَّ وَلِتُصْنَعَ۔

= عَلٰی عَیْنِیْ۔ میری نظروں کے سامنے عَیْنِیْ میں اضافت تشریف واختصاص کے لئے ہے۔ ورنہ تو اپنے عام معنی میں: دنیا کی ساری موجودات پروردگار عالم کی نگرانی میں رہتی ہیں۔

۲۰ : ۴۰ = اِذْ تَمْشِیْ۔ یہ اِذْ اَوْحَیْنَا کا بدل ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کا (موقعہ پر) چلے جانا بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک احسان تھا کہ اس کے نتیجے میں حضرت موسیٰ ؑ کی رضاعت ان کی والدہ کے سپرد ہوئی۔ اِذْ تَمْشِیْ۔ جب وہ چلتی چلتی آگئیں۔

= فَتَقُوْلُ۔ پھر کہا۔ پھر کہنے لگی۔ یعنی جب اہل خانہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلانے کے لئے کسی دائی کی تلاش میں تھے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی کا دودھ پینے کے لئے تیار نہ تھے تو ان کی بہن نے جو وہاں آگئی تھی کہا ھَلْ اَدُلُّکُمْ الخ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہوا ہے وَحَرَّمْنَا عَلَیْہِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ ھَلْ اَدُلُّکُمْ الخ (۲۸ : ۱۲)

اور ہم نے حرام کر دیں اس پر ساری دودھ پلانے والیاں اس سے پہلے۔ تو حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا کہ کیا میں تمہیں پتہ دوں ..... الخ۔

= اَدُلُّکُمْ عَلٰی۔ میں تمہاری (کسی ایسے شخص کی طرف) رہنمائی کروں۔ پتہ دوں۔

= یَکْفُلُہٗ۔ اس کی کفالت کرے۔ اس کی پرورش کرے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔

= تَقَرَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ یا یہ قُرَّۃٌ وقُرُوْرٌ سے باب سمع ہے جس کے معنی خوشی کے مارے آنکھیں روشن ہو جانے اور ٹھنڈی رہنے کے ہیں۔ یا قَرَارٌ سے ہے جس کے

معنی قرار پکڑنے اور سکون پانے کے ہیں۔ مضارع منصوب بوجہ عمل کَیْ کے ہے۔ ترجمہ ہوتا کہ اس کی آنکھ ٹھنڈی رہے۔

= لَا تَحْزَنَ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حُزْنٌ سے (باب سمع) سے کَیْ کی وجہ سے مضارع منصوب ہے (تاکہ) وہ (عورت) غمگین نہ ہووے۔

= فَنَجَّيْنٰكَ۔ پس ہم نے تجھے نجات دی۔ نَجَّيْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

= فَتَنّٰكَ۔ فَتَنَّا۔ ماضی جمع متکلم (باب ضرب) ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ فُتُوْنًا۔ مصدر۔ تاکید کے لئے لایا گیا۔ ہم نے تجھے خوب آزمائشوں میں ڈالا۔

= عَلٰی قَدَرٍ۔ وقتِ مقررہ۔ عین وقت پر۔ وقتِ مقدر (عمروتربیت کے لحاظ سے موزوں وقت۔ یا عمر کا وہ وقت جو نبوت کے لئے علمِ الٰہی میں مقرر تھا)

جریر نے عمر بن عبدالعزیز کی مدح میں کہا ہے ؎

نال الخلافۃ اوکانت لہ قدرا۔

کما اتی ربہ موسیٰ علیٰ قدر۔

٢٠: ٤١ = اِصْطَنَعْتُكَ۔ ماضی واحد متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (باب افتعال)، میں نے تم کو بنایا۔ اِصْطِنَاعٌ مصدر جس کے معنی کسی شے کی درستی اور بنانے میں مبالغہ کرنے کے ہیں۔ اِصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ۔ ای اِخْتَرْتُكَ وَاصْطَنَيْتُكَ لِنَفْسِيْ میں نے تجھے خاص طور پر اپنے لئے بنایا ہے۔ میں نے تجھے اپنا بنالیا ہے۔ میں نے تجھے منتخب کرلیا اپنے لئے۔

٢٠: ٤٢ = وَلَا تَنِيَا۔ فعل نہی۔ تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں سستی نہ کرنا۔ تم دونوں سست نہ ہو وَنْيٌ مصدر۔ (باب ضَرَبَ)

٢٠: ٤٣ = طَغٰی۔ وہ سرکش ہوگیا ہے (نیز ملاحظہ ہو ٢٠: ٢٤)

٢٠: ٤٤ = قُوْلَا۔ فعل امر، تثنیہ مذکر حاضر۔ قَوْلٌ مصدر۔ تم دونوں کہو۔ تو تم دونوں گفتگو کرو

= قَوْلًا لَّيِّنًا۔ موصوف صفت۔ نرم گفتگو۔ نرم کلام۔ لَيِّنٌ کی جمع لَيِّنُوْنَ اور اَلْيِنَاءُ ہے لَانَ يَلِيْنُ لِيْنٌ (باب ضرب) نرمی کرنا۔ نرم ہونا۔

= لَعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ۔ شاید وہ نصیحت قبول کرے۔ یہاں لَعَلَّ تعلیل کے لئے ہے اور کَیْ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= اَوْ يَخْشٰى - یا میرے غضب سے ڈر جائے - یا اپنے کفر و انکار کے مآل کو جان کر ڈر جائے

۲۰: ۴۵ = يَفْرُطَ عَلَيْنَا - ہم پر زیادتی کرے - مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب فَرْطٌ مصدر (باب نصر) افراط حد سے بہت زیادہ بڑھ جانا - زیادتی (کمی کی ضد) قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (۱۸: ۲۸) اور اس کا کام حد سے بڑھ گیا - اس کی ضد تفریط ہے - یعنی تقدم میں کوتاہی کرنا - کمی - قرآن مجید میں ہے مَا فَرَّطْنَا فِى الْكِتٰبِ (۶: ۳۸) ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز (کے لکھنے) میں کوتاہی نہیں کی -

نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَا - ہمیں ڈر ہے کہ وہ ہم پر زیادتی کرے گا -

= اَوْ اَنْ يَّطْغٰى - یا زیادہ سرکشی کرنے لگے - زیادہ سرکش ہو جائے -

۲۰: ۴۶ = اَسْمَعُ وَاَرٰى - میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں یہ مَعَكُمَا کی تفسیر ہے یعنی در حقیقت میں تمہارے ساتھ ہوں اور جو تمہارے اور اس کے درمیان قولاً و فعلاً گذر یگا میں اسے اچھی طرح سننے اور دیکھنے والا ہوں -

۲۰: ۴۷ = فَاْتِيٰهُ - پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ - فعل امر تثنیہ مذکر حاضر - اِتْيَانٌ - مصدر - ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (اس کا مرجع فرعون ہے)

۲۰: ۴۸ = تَوَلّٰى - ماضی واحد مذکر غائب - تَوَلِّىْ مصدر (تفعیل) اس نے منہ موڑا - اس نے پیٹھ پھیری - وہ پھر گیا -

۲۰: ۵۰ = رَبُّنَا - ای رَبِّىْ وَرَبُّ اَخِىْ هٰرُوْنَ - ہمارا رب یعنی میرا اور میرے بھائی ہارون - ہم دونوں کا رب -

= اَعْطٰى كُلَّ شَىْءٍ خَلْقَهٗ - كُلَّ شَىْءٍ اور خَلْقَهٗ دونوں اَعْطٰى کے مفعول ہیں - خَلْقَهٗ مصدر بمعنی اسم مفعول ہے - اور ہٗ ضمیر شَىْءٍ کے لئے ہے -

(۱) اگر كُلَّ شَىْءٍ کو مفعول اول لیا جائے اور خَلْقَهٗ کو مفعول ثانی - تو خَلْقَهٗ کے معنی ہوں گے ایسی شکل و صورت جو ان فوائد اور منافع کے لئے موزوں اور مناسب ہے جن کے لئے ہر شے کی تخلیق کی گئی - مثلاً کان - ناک، آنکھ - زبان - ہاتھ - پاؤں وغیرہ کی ساخت اور جسم میں ان کی مناسب و موزوں ترکیب و ترتیب - اس صورت میں جملہ کے معنی ہوں گے کہ ہر شے کو ایسی شکل و صورت بمعہ جملہ لوازمات بخشی - جو اس کے مقصد تخلیق کی تحصیل کے لئے ضروری تھی -

(۲) اگر خَلْقَهٗ کو مفعول اول لیا جائے اور كُلَّ شَىْءٍ کو مفعول ثانی تو اس صورت میں

خَلْقَهٗ کے معنی ہوں گے۔ اس کی مخلوق اور ہٗ ضمیر کا مرجع ذاتِ الٰہی ہوگی اور جملہ کے معنی ہوں گے اپنی مخلوق کو ہر وہ شئ عطا کی جس کی اس کو اس زمین پر زندگی بسر کرنے کے لئے ضرورت تھی۔

= ثُمَّ هَدٰى۔ پھر رہنمائی کی۔ یعنی ہر ہستی کو مقصد حیات کی تکمیل کے لئے اس کو اسی طرف لگا دیا۔ اور جملہ قویٰ و اعضاء کا مناسب طریقہ استعمال بھی سمجھا دیا۔

۲۰: ۵۱ = بَالُ۔ حال۔ خبر۔ خیال۔ بول مادہ مَا بَالُكَ کیا بات ہے؟ تمہیں کیا ہوا؟ اَمۡرٌ ذُوْبَالٍ۔ اہم معاملہ۔ الْقُرُوْنِ۔ جمع قَرْنٌ کی بمعنی قومیں۔ الگ الگ زمانے والی قومیں بَالُ مضاف۔ القرون الاولیٰ موصوف صفت ہوکر مضاف الیہ۔

فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى۔ تو پہلی قوموں کی کیا حالت ہے۔ یعنی ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ اپنے اعتقادات اور نظریات کے نتیجہ میں کس حال میں ہوں گی یا ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ سب گمراہ تھیں لہذا عذاب کی مستحق۔

۲۰: ۵۲ = فِيْ كِتٰبٍ۔ ای فِي اللَّوْحِ۔ یعنی لوح محفوظ میں۔

۲۰: ۵۳ = مَهْدًا۔ فرش۔ بچھونا

= سَلَكَ (باب نصر) سَلْكٌ وَسُلُوْكٌ۔ مصدر۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ یہ لازم و متعدی ہر دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ وہ راستہ پر چلا۔ اس نے راستہ پر چلایا۔ پہلے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا (۷۱: ۲۰) تاکہ اس کے بڑے بڑے کشادہ راستوں پر چلو پھرو۔ اور دوسرے معنی میں یعنی متعدی کے متعلق ارشاد الٰہی ہے:۔

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴: ۴۲) تمہیں کونسی بات دوزخ میں لے آئی۔

آیت ہذا۔ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا۔ ای ادخل فی الارض لاجلکم طُرُقًا۔ اور تمہارے لئے زمین میں راستے جاری کر دیئے۔

= فَاَخْرَجْنَا بِهٖ۔ پھر ہم نے اس کے (پانی کے) ذریعے (شکم زمین سے) پیدا کئے۔ اس میں فاء سببیہ نہیں ہے بلکہ تعقیب کا ہے کیونکہ سبب اخراج لفظ بِهٖ سے معلوم ہے۔

ف تعقیب کی صورت میں ترجمہ ہوگا پھر ہم نے .... الخ

= اَخْرَجْنَا میں التفات ضمائر ہے صیغہ غائب سے یک لخت صیغہ متکلم استعمال کیا گیا ہے یہ عظمت شان کے لئے ہے کہ اس کے حکم سے کسی کو انکار کی جرأت نہیں۔ جس کو جو حکم دیتا ہے وہ بجا لاتا ہے۔ قرآن مجید میں اس کی کئی مثالیں ہیں۔ مثلاً اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (۳۵: ۲۷)

= شَتّٰی بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِیْتٌ کی جمع لکھا ہے جیسے مَرِیْضٌ کی جمع مَرْضٰی ہے شَتِیْتٌ طرح طرح۔ جُدا جُدا۔ مختلف۔ متفرق پراگندہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ تَحْسَبُھُمْ جَمِیْعًا وَّ قُلُوْبُھُمْ شَتّٰی (۵۹:۱۴) تو انہیں متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے دل متفرق و غیر متفق ہیں۔

= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران۔ زَوْجٌ کی جمع ہے حیوانات کے جوڑے میں سے نر یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شئی کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد۔ زوج کہتے ہیں۔

اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰی۔ ای ازواجًا شتّٰی من نبَاتٍ۔ نباتات میں سے مختلف النوع، مماثل یا مقابل جوڑے (پیدا کئے)، شتّٰی ازواجًا کی صفت ہے

فائدہ۔ آیت ہذا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول مَآءً پر ختم ہو جاتا ہے اور فَاَخْرَجْنَا سے اللہ تعالیٰ خود اپنی قدرت کا ذکر فرماتے ہیں (ضیاء القرآن)

(۲) ۔۔ انداز کلام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب وَلَا یَنْسٰی پر ختم ہو جاتا ہے اور یہاں سے آخر پیراگراف تک پوری عبارت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور شرح و تذکیر ارشاد ہوئی ہے۔ مؤخر الذکر زیادہ قرین صحت ہے۔

اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ .... الخ جملہ مستانفہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ لَا یَضِلُّ رَبِّیْ وَلَا یَنْسٰی سے متعلق نہیں ہے۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھو الذی جعل لکم الارض الخ (اضواء البیان)

۲۰:۵۴ = اِرْعَوْا۔ تم چراؤ۔ رَعْیٌ مصدر (باب فتح) سے فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے رَعْیٌ کے اصل معنی ہیں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کرنے کے ہیں خواہ غذا کے ذریعہ سے ہو جو اس کی زندگی کی حفاظت ہے۔ خواہ اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔ رَعَیْتُہٗ میں نے اس کی نگرانی کی اور اَرْعَیْتُہٗ میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ رِعْیٌ چارہ یا گھاس۔ رَاعِیْ۔ چرانے والا۔ نگہبان۔ اِرْعَوْا (اپنے چارپاؤں کو) چراؤ

= اَنْعَامَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے مویشی۔ نَعَمٌ کی جمع۔ جس کے اصل معنی تو اونٹ کے ہیں۔ مگر بھیڑ بکری۔ گائے، بھینس پر بھی بولا جاتا ہے۔ لیکن ان کو انعام اس

وقت تک نہیں کہیں گے جب تک ان میں اونٹ شامل نہ ہوں۔
= النُّھٰی۔ جمع ہے اس کی واحد اَلنُّھْیَۃُ ہے۔ بری باتوں سے روکنے والی عقلیں۔
اُولِی النُّھٰی۔ اصحاب عقل۔ دانشور۔ ذوی العقول۔
۲۰ : ۵۵ = مِنْھَا۔ میں ضمیر ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض (آیۃ ۵۳) ہے۔
= نُعِیْدُکُمْ۔ نُعِیْدُ مضارع جمع متکلم۔ اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر بمعنی لوٹانا۔
(اور اسی میں) ہم پھر تم کو لوٹا دیں گے۔
= تَارَۃً۔ کَرَّۃً۔ باری۔ مرتبہ۔ دفعہ۔ یہ اصل میں تَاْرَۃٌ تھا۔ ہمزہ کثرت استعمال سے متروک ہوگیا۔ اس کی جمع تَارَاتٌ ہے اور تِیَرٌ اور تِئَرٌ بھی۔ ت ا ر مادہ۔
۲۰ : ۵۶ = اَرَیْنٰہُ۔ ہم نے اس کو دکھلائیں ہٗ ضمیر کا مرجع فرعون ہے۔
= اَبٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ اِبَاءٌ مصدر (باب فتح ضرب) اَبٰی یَاْبٰی۔ وَتَاْبٰی قُلُوْبُھُمْ (۹ : ۸) اور ان کے دل (ان باتوں کو) قبول نہیں کر۔
۲۰ : ۵۸ = فَلَنَاْتِیَنَّکَ۔ الفاء ترتیب کے لئے لام موضع جواب قسم محذوف ای اذا کان کذلک فواللہ لَنَاْتِیَنَّکَ۔ یعنی اگر ایسے ہے تو خدا کی قسم ہم بھی لے آئیں گے
نَاْتِیَنَّ مضارع جمع متکلم با نون ثقیلہ۔
= مَوْعِدًا۔ اسم ظرف زمان۔ یا اسم ظرف مکان۔ وعدہ کا وقت یا وعدہ کی جگہ۔
صاحب روح المعانی لکھتے ہیں کہ یہ نہ اسم ظرف زمان ہے۔ بلکہ یہ مصدر میمی ہے اور بمعنی وَعْدًا ہے اور لَا نُخْلِفُہٗ سے مراد ہے کہ ہم وعدہ خلافی نہ کریں۔
= مَکَانًا سُوًی۔ کھلا اور ہموار میدان جس میں نشیب و فراز نہ ہو تاکہ ہر چیز صاف نظر آئے
اگر مَوْعِدًا کو اسم ظرف مکان لیا جائے تو مَکَانًا سُوًی اس کی تعریف ہوگی اور اگر اسم ظرف زمان ہو تو معنی ہوں گے کہ وقت مقرر کرو جس سے ہم میں سے کوئی نہ پھرے اور اکٹھا ہونے کی جگہ کھلا میدان ہو۔
مَوْعِدًا کو وعدہ کے معنی میں لینے کی صورت میں معنی ہوں گے کہ۔ ہمارے تمہارے درمیان ایک پختہ وعدہ ہو جس کے نہ ہم خلاف جائیں نہ تم۔
سُوًی۔ (صاف۔ ہموار۔ درمیانی) کے متعلق امام راغبؒ لکھتے ہیں (جس کی دونوں طرفیں برابر ہوں وہ سُوًی ہے۔ یہ وصف ہوکر بھی مستعمل ہے اور ظرف ہوکر بھی۔ اور اصل میں یہ مصدر ہے
۲۰ : ۵۹ = یَوْمُ الزِّیْنَۃِ۔ جشن کا دن۔ عید کا دن۔

== يُحْشَرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَشْرٌ مصدر (باب نصر) اکٹھے کئے جاویں جمع کئے جاویں۔
== ضُحًى۔ وقت چاشت۔ دن چڑھے۔ وہ وقت جبکہ دھوپ چڑھ جائے۔
ضُحًى کے معنی دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں۔ نیز اس وقت کو بھی ضُحًى کہتے ہیں یعنی سارے لوگ اکٹھے کئے جاویں۔
٢٠: ٦٠ == فَتَوَلّٰى۔ پھر (فرعون) واپس مڑا۔ (یعنی دربار سے محل کو واپس چلا گیا)
== كَيْدَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا مکروفریب۔ داؤ۔ اپنے داؤ فریب کا سامان جیسا کہ آگے (٢٠: ٦٤) میں آیا ہے۔ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ تو تم اپنے سامانِ فن کو اکٹھا کرلو۔
جَمَعَ كَيْدَهٗ اس نے اپنے جادو (داؤں۔ فریب وغیرہ) کا سامان اکٹھا کیا۔
== ثُمَّ اَتٰى۔ پھر آیا۔ (یعنی یوم مقررہ پر میدان مقررہ میں حسب وعدہ تیاری کے بعد واپس آیا)
== ٢٠: ٦١ == وَيْلَكُمْ۔ کلمہ زجر و توبیخ۔ وَيْلٌ عذاب۔ ہلاکت۔ شدتِ عذاب (رسوائی تباہی۔ وَيْلَكُمْ۔ اے کم بختو۔ تمہاری کم بختی۔
== لَا تَفْتَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم افترا نہ کرو۔ تم جھوٹ مت باندھو۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ فری مادہ۔
== يُسْحِتَكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اِسْحَاتٌ مصدر۔ (افعال) سے وہ تم کو ہلاک کردیگا۔ وہ تم کو تباہ کردے گا۔
اَلسُّحْتُ اصل میں اس چھلکے کو کہتے ہیں جو اچھی طرح اتار لیا جاوے۔ اور اس لئے ہلاک ہونے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ بڑے حرام کھانے والے (کیونکہ حرام بھی دین کو تباہ کرنے والا ہے۔
== خَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ مصدر (باب ضرب) وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا اس کا مطلب فوت ہوا۔
٢٠: ٦٢ == تَنَازَعُوْا۔ تَنَازُعٌ (تفاعل) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ آپس میں نزاع کرنے لگے۔ باہم جھگڑے۔ ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ تَنَازَعُوْا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ۔ اپنے (اس) کام کے متعلق باہم جھگڑنے لگے۔ ضمیر فاعل فرعون کے جملہ جادوگروں کے لئے ہے۔
== اَسَرُّوْا۔ اِسْرَارٌ (افعال) سے ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے چھپایا۔ انہوں نے

پوشیدہ کیا۔

= اَلنَّجْوٰی۔ سرگوشی مصدر بھی ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ اَسَرُّوا النَّجْوٰی خفیہ مشورے کرنے لگے۔

٢٠: ٦٣ = قَالُوْٓا۔ آیت ٦٣ سے لے کر مَنِ اسْتَعْلٰی تک جادوگروں کا باہمی کلام ہے جو وہ خفیہ سرگوشیوں میں کر رہے تھے۔

= اِنْ هٰذٰنِ۔ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے بلاشبہ یہ دونوں۔ الخ۔ بعض کے نزدیک اِنْ نافیہ ہے اور لام بمعنی اِلَّا ہے ای ما هٰذٰنِ اِلَّا سٰحِرٰنِ۔ یہ دونوں نہیں ہیں مگر جادوگر۔ اِنْ مخففہ کی صورت میں اِنَّ ناصب اسم ہے اور اس صورت میں هٰذَيْنِ چاہئے تھا۔ اس عدم عمل کی وجہ یہ ہے کہ عرب کے بعض قبائل تثنیہ کو رفعی اور نصبی اور جرّی حالت میں الف کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ اس توجیہ کو اکثر علماء (قرطبی، ابن حیّان، آلوسی) نے پسند کیا ہے۔

= يَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى۔ اَلْمُثْلٰى اسم تفضیل واحد مؤنث۔ اس کا واحد مذکر اَلْاَمْثَلُ ہے۔ اور ہر دو کی جمع اَلْمُثُلُ ہے۔ برگزیدہ۔ بہتر۔ افضل۔ طَرِيْقَةٌ۔ طریقہ راہ۔ مذہب۔ دین۔ کہ یہ دونوں تمہارے بہتر و افضل دین کو ہی لے جائیں۔ یعنی مٹا دیں۔

٢٠: ٦٤ = فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ۔ اَجْمِعُوْا اِجْمَاعٌ (افعال) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ كَيْدَكُمْ۔ تمہاری داؤں۔ تمہاری چالیں۔ تمہارا سامان فریب۔ سامان فن و فریب۔ پس اب مل کر سب اپنے فن کا سامان اکٹھا کرلو۔

= اِئْتُوْا صَفًّا۔ تم آجاؤ صف در صف۔ پرے کے پرے۔ پرے باندھ کر۔

= اَفْلَحَ۔ وہ جیت گیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔ اِفْلَاحٌ افعال سے جس کے معنی کامیابی اور مقصد وری کے ہیں۔ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ۔

قَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى۔ آج وہی (گروہ) کامیاب ہوگا جو (اس مقابلہ میں) غالب رہیگا۔ یہاں باب استفعال بمعنی فعل استعمال ہوا ہے۔ عَلَا يَعْلُوْا عُلُوٌّ۔ بلند ہونا۔ غالب ہونا۔

= اِسْتَعْلٰى۔ اس نے غلبہ چاہا۔ اس نے بلندی چاہی۔ اِسْتِعْلَاءٌ اِسْتِفْعَالٌ سے ماضی واحد مذکر غائب علو مادہ۔

٢٠: ٦٥ = اِمَّآ۔ یا۔ اگر۔ کئی معنوں میں آتا ہے (۱) ابہام کے لئے مثلاً وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ۔ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ (٩: ١٠٦) اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان

کا کام اللہ کے حکم پر ڈھیل میں ہے یا ان کو عذاب کرے یا ان کو معاف کرے۔

(۲) تخییر۔(اختیار دینا) کے لئے مثلاً اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا (۱۸ : ۸۶) خواہ تم انہیں سزا دو خواہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

(۳) تفصیل کے لئے۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا (۷۶ : ۳) ہم نے اس (انسان) کو راستہ دکھلایا۔ اس کے بعد وہ شکر گذار بندہ بنے یا ناشکرا بن کر جئے۔

یہاں تخییر کے لئے استعمال ہوا ہے (تمہیں اختیار ہے کہ) پہلے آپ پھینکیں یا ہم ہی ہو جائیں پہلے پھینکنے والے۔

اَلْقٰى يُلْقِيْ اِلْقَآءٌ (افعال) ڈالنا۔ اَلْقٰى اس نے ڈالا۔ یا پھینکا۔

تُلْقِيَ تو پھینکتا ہے یا تو پھینکے گا۔ اَلْقُوْا تم پھینکو۔ صیغہ امر۔

۲۰ : ۶۶ = فَاِذَا۔ الخ۔ تقدیر کلام یوں ہے قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ۔ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى۔ اس طرح فاء عطف کے لئے ہے اور اِذَا یہاں حرف فجائیہ آیا ہے جو کسی امر کے اچانک وغیر متوقع ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔

حِبَالٌ حَبْلٌ کی جمع ہے بمعنی رسیاں۔ عِصِيٌّ جمع عَصَا کی۔ عصا کا الف دراصل واؤ تھا۔ جیسا کہ اس کے تثنیہ سے ظاہر ہے کیونکہ تثنیہ میں واؤ اپنے اصل کی طرف مڑ آتا ہے عَصَوَانٌ عِصِيٌّ۔ عَصَا کی جمع بروزن فُعُوْلٌ ہے لام کلمہ کی واؤ کو یاء سے بدلا تو عُصُوْيٌ ہوا پھر واؤ ماقبل یا کو یاء سے بدلا۔ یاء کو یاء میں مدغم کیا عِصِيٌّ ہوا۔ عین کلمہ کی کسرہ یاء کی رعایت سے ہے اور اسی طرح فاء کلمہ کی۔ عَصَا کی جمع اَعْصٍ اَعْصَاءٌ اور عُصِيٌّ بھی آئی ہے عصا اس لاٹھی کو کہتے ہیں جو ذرا لمبی ہو اور جسے چرواہے۔ لنگڑے۔ بوڑھے۔ ضعیف لوگ استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ لکڑی جو بطور مشغلہ آدمی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اسے مخصرہ (چھڑی) کہتے ہیں۔

يُخَيَّلُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَخْيِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ اس کو خیال ہوتا تھا اسے محسوس ہوتا تھا۔ اِلَيْهِ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰ (علیہ السلام) ہے۔

تَسْعٰى سَعْيٌ سے مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ دوڑتی ہے۔

اب آیت کا ترجمہ یوں ہو گا (حضرت موسیٰ نے) کہا بلکہ (پہلے) تمہیں ڈالو (پس انہوں نے اپنی رسیاں اور سونٹے ڈالے) اور یکایک ان کی رسیاں اور سونٹے ان کے جادو سے حضرت موسیٰ کو یوں محسوس ہونے لگے جیسے وہ دوڑ رہے ہوں۔

۲۰: ۶۷ = اَوْجَسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اَلْوَجْسُ کے معنی صوت خفی کے ہیں وَجْسٌ وہ حالت جو کسی خطرہ کے بعد دل میں پیدا ہوتی ہے لہٰذا اَوْجَسَ کے معنی ہوئے اس نے دل میں خوف محسوس کیا۔ اِیْجَاسٌ (افعال) مصدر۔

= خِیْفَةً ۔ خوف ۔ ڈر۔ خَافَ یَخَافُ کا مصدر ہے ۔

۲۰: ۶۸ = اَلْاَعْلٰی ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے اوپر۔ سب سے برتر۔ غالب۔ عُلُوٌّ مصدر۔

۲۰: ۶۹ = تَلْقَفْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ واحد مؤنث غائب۔ لَقْفٌ مصدر سے (باب سمع) وہ نگل جاتی ہے۔ یا وہ نگل جائے گی۔ لَقْفٌ کے معنی کسی چیز کو پھرتی سے لے لینا۔ خواہ ہاتھ سے یا منہ سے ۔

= مَا صَنَعُوْا ۔ اس کے لفظی معنی ہیں جو انہوں نے بنایا ہے ۔ مراد اس سے ان کی وہ شعبدہ بازی اور جادوگری ہے جس سے رسیاں اور لاٹھیاں دوڑتی معلوم دیتی تھیں ۔ رسیاں اور لاٹھیاں بذات خود اللہ تعالیٰ کی صنعت ہیں نہ کہ کسی غیر اللہ کی

= اِنَّمَا صَنَعُوْا کَیْدُ سَاحِرٍ ۔ مَا موصول ہے اور اِنَّ کا اسم ہے صَنَعُوْا اس کی صفت۔ کَیْدُ سَاحِرٍ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر۔ یعنی جو جادوگری انہوں نے کی ہے محض جادوگری کا فریب ۔ سَاحِرٍ یہاں بطور اسم جنس کے آیا ہے عدد کے لئے نہیں۔ اسی لئے قصداً صیغہ واحد میں لایا گیا ہے اسی طرح السَّاحِرُ بھی اسم جنس ہے ۔

۲۰: ۷۰ = فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا ۔ لفظی ترجمہ ہوگا۔ پس گرا دیئے گئے جادوگر سجدہ کرتے ہوئے ۔ یعنی وہ اس معجزہ کی حقیقت کو پا کر بے بس ہوگئے اور سجدہ میں گر گئے ۔ نیز ملاحظہ ہو ۷: ۱۲۰

۲۰: ۷۱ = اٰمَنْتُمْ لَهٗ ۔ میں ضمیر کا مرجع موسیٰ (علیہ السلام) ہے ۔ تم اس کی صداقت پر ایمان لے آئے کہ وہ مرسل من اللہ ہے

= قَبْلَ اَنْ : پیشتر اس کے کہ ۔ یہاں قبل سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اجازت مانگنے کے بعد وہ ان کو ایمان لانے کی اجازت دیدیتا۔ معنی صرف "بدون" یا "بغیر" کے ہیں۔ جیسے سورۃ الکہف کی آیت قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ (۱۸: ۱۰۹) کا یہ مفہوم نہیں کہ کلمات ربی کبھی بھی ختم ہوچکیں گے بلکہ وہاں بھی قبل کے معنی "بدون" یا "بغیر" کے ہیں ۔

= اِنَّهٗ ۔ میں بھی ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰ کے لئے ہے ۔ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۔ وہ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) یقیناً تمہارا بڑا (گرو) ہے جس نے تم کو بھی

جادو سکھایا ہے (یعنی وہ تو تمہارا بھی استاد نکلا)

= فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ فاء سببیہ ہے۔ یعنی بہ سبب اس کے کہ اٰمَنۡتُمۡ لَہٗ قَبۡلَ اَنۡ اٰذَنَ لَکُمۡ میں یہ کروں گا۔ لام قسم کے جواب میں آیا ہے ای اُقۡسِمُ لَاُقَطِّعَنَّ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اُقَطِّعَنَّ۔

اُقَطِّعَنَّ۔ مضارع بانون تاکید ثقیلہ کا صیغہ واحد متکلم ہے میں ضرور کاٹ ڈالوں گا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ۔ پس (بہ سبب تمہاری اس گستاخی کے کہ تم بغیر میرے حکم کے حضرت موسٰی پر ایمان لے آئے) میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ضرور (تمہارے ہاتھ پاؤں) کاٹ ڈالوں گا۔

= مِنۡ خِلَافٍ۔ الٹی طرف سے۔ یعنی ایک طرف کا ہاتھ دوسری طرف کا پاؤں۔

= وَلَاُصَلِّبَنَّکُمۡ۔ اور قسم ہے کہ میں ضرور تمہیں سولی پر چڑھاؤں گا۔ صَلَّبَ يُصَلِّبُ تَصۡلِیۡبٌ (تفعیل) سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد متکلم کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلصَّلۡبُ کے معنی سخت کے ہیں۔ اور پشت کو بھی اسی صلابت اور سختی کی وجہ سے صُلۡبٌ کہتے ہیں کسی کو قتل کرنے کے لئے لٹکانے کو صُلۡبٌ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اس شخص کی پیٹھ لکڑی کے ساتھ باندھ دی جاتی ہے۔

= فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ۔ یہاں فِیۡ بمعنی عَلٰی آیا ہے ای علٰی جذوع النخل جذوع۔ تنا۔ ٹہنا۔ جِذۡعٌ کی جمع ہے فِیۡ جُذُوۡعِ النَّخۡلِ کھجور کے تنوں پر۔

= اَیُّنَا۔ ہم میں سے۔ یعنی ربّ موسٰی اور فرعون میں سے یا حضرت موسٰی اور فرعون میں سے

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ سخت۔ قوی تر۔ اسی طرح اَبۡقٰی ہے بمعنی زیادہ دیر تک رہنے والا۔

= عَذَابًا۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ اَیُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبۡقٰی ہم میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیرپا ہے۔

٢٠: ٧٢ = لَنۡ نُّؤۡثِرَكَ۔ مضارع بانون خفیفہ تاکید جمع متکلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر اِیۡثَارٌ مصدر (باب افعال)، ہم ہرگز تجھے ترجیح نہ دیں گے۔ ہم ہرگز (تیری اطاعت کو) مقدم سمجھیں گے۔

اَلۡاَثَرُ کے اصل معنی ہیں علامت۔ نشان۔ اَثَرُ الشَّیۡءِ کسی شے کا نشان جو اس کے بعد باقی رہ گیا ہو اور جو اصل شے کے وجود پر دال ہو۔ قرآن مجید میں ہے فَانۡظُرۡ اِلٰۤی اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ (٣٠: ٥٠) تم رحمتِ الٰہی کے نشانات پر غور کرو اسی سے اس طریق کو بھی

آثار کہا جاتا ہے جس سے گذشتہ لوگوں کے اطوار و خصائل و علم و حکمت و اعتقادات وغیرہ پر استدلال ہو سکے جیسے ارشادِ الٰہی ہے۔ اِیْتُوْنِیْ بِکِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ٥ (٤٦ : ٤) میرے پاس کوئی کتاب لاؤ جو اس سے پہلے کی ہو یا علم کے وہ معتبر بقیہ جات جو ان کے مبلغ علم کی نشاندہی کر سکیں۔

یا جیسے کہ ارشاد باری ہے فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ٥ (٣٧ : ٧٠) وہ انہی کے نقشِ قدم پر دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ اس سے اَلْمَاثِرُ ہے۔ یعنی وہ انسانی مکارم جو نسلاً بعد نسلٍ روایت ہوتے چلے آتے ہیں۔

اسی سے بطور استعارہ اَلْاِیْثَارُ (افعال) کے معنی ہیں (ایک چیز کو اس کے افضل ہونے کی وجہ سے دوسری چیز پر) ترجیح دینا اور پسند کرنا۔ مثلاً آیہ ہٰذا۔ لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ ان روشن دلائل کے سامنے جو ہم کو مل چکے ہیں ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔

٢٠ : ٧٢ = وَالَّذِیْ فَطَرَنَا۔ فَطَرَنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم فَطْرٌ مصدر۔ جس کے اصلی معنی پھاڑنے کے ہیں۔ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا۔ اس نے ہمیں پیدا کیا۔ وہ ہمیں نیست سے ہست میں لایا۔ عدم سے وجود میں لایا۔

اس کی دو صورتیں ہیں

١۔ واؤ عطف کی ہے اور اس کا عطف مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ پر ہے یعنی ان روشن دلائل کے سامنے جو ہم کو مل چکے ہیں اور اس ذات کے مقابلہ میں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہیں دیں گے۔

٢۔ واؤ قسم کے لئے ہے اس صورت میں دو وجہیں ہوں گی۔

(ا) جواب قسم محذوف سمجھا جائے اور عبارت یوں ہو گی وَالَّذِیْ فَطَرَنَا لَنْ نُّؤْثِرَكَ قسم ہے اس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے۔

(ب) جواب قسم کو مقدم لا کر قسم کو مؤخر لایا گیا ہے۔

= اِقْضِ۔ قَضٰى يَقْضِىْ (ضرب) قَضَآءٌ سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو فیصلہ دیدے تو کر گذر۔ قَاضٍ اسم فاعل واحد مذکر اصل میں قَاضِیٌ تھا۔ یاء کو حذف کر دیا گیا اور تنوین عوض یا ضَ کو دی گئی۔ قَضَآءٌ کے معنی ہیں آخری یا قطعی حکم فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ۔ تو جو فیصلہ کرنا چاہے کرلے۔

٢٠ : ٧٣ = اَكْرَهْتَنَا۔ اَلْكَرْهُ وَالْكُرْهُ سخت ناپسندیدگی۔ ہم معنی ہیں۔ بعض کے

نزدیک کَرْہٌ (کاف کی فتحہ کے ساتھ) اس مشقت کو کہتے ہیں جو انسان کو خارج سے پہنچے اور اس پر زبردستی ڈالی جائے۔ اور کُرْہٌ (کاف کے ضمہ کے ساتھ) اس مشقت کو کہتے ہیں جو اسے ناخواستہ طور پر خود اپنے آپ سے پہنچتی ہے اور یہ دو قسم پر ہے

(۱) ایک وہ جو طبعًا ناگوار ہو

(۲) جو عقل یا شریعت کی رو سے مکروہ ہو۔ لہٰذا ایک ہی چیز کے متعلق انسان کہہ سکتا ہے کہ میں اسے پسند کرتا ہوں اور برا بھی سمجھتا ہوں یعنی مجھے طبعًا تو پسند ہے لیکن عقل و شریعت کی رو سے اسے برا سمجھتا ہوں۔

کَرِھْتُ کا لفظ دونوں قسم کی کراہت کے متعلق استعمال ہوتا ہے گو زیادہ تر ناگوار (کُرْہٌ) کے معنی ہی دیتا ہے۔

اِکْرَاہٌ (افعال) زبردستی کام پر مجبور کرنا۔ جیسے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (۲:۲۵۶) دین میں کوئی زبردستی نہیں۔

یا ناپسندیدہ کام پر آمادہ کرنا۔ جیسے آیہ ہذا۔ وَمَآ اَکْرَھْتَنَا عَلَیْہِ مِنَ السِّحْرِ۔ جادو کے جس کام پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ یہ جملہ معطوف ہے اس کا معطوف علیہ خَطٰیٰنَا ہے تاکہ وہ بخش دے ہمارے لئے ہماری خطاؤں کو اور اس (قصور) کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا ہے۔ یعنی فن سحر۔

۲۰: ۷۴ = اِنَّہٗ ضمیر شان (یہ ضمیر غائب بغیر مرجع کے واقع ہوئی ہے) تحقیق شان یہ ہے (مَنْ یَّاْتِ..... الخ)

= مُجْرِمًا۔ ای کَافِرًا و مُشْرِکًا۔ حال ہے۔

= لَا یَحْیٰی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب حَیَاۃٌ مصدر (باب سمع) نہ جئے گا۔ حَیِیَ یَحْیٰی۔

۲۰: ۷۵ = اس آیت میں جن لوگوں کو اَلدَّرَجٰتُ الْعُلٰی عطا ہوں گے ان کی دو صفتیں بیان کی ہیں۔

ایک یہ کہ وہ مومن ہوں گے یعنی موت کے وقت ایمان کی دولت سے سرفراز ہوں گے۔ اور دوسرے ان کے ساتھ انہوں نے نیک عمل بھی کئے ہوں گے سوالیسوں کے لئے بڑے بلند درجے ہیں۔

۲۰: ۷۶ = جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ ہمیشہ رہنے والے باغ یہ اَلدَّرَجٰتُ کا بدل ہے

= تَزَکّٰی۔ تَزَکِّیٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ پاک ہوا۔ سنور گیا۔

۲۰: ۷۷ — اَسْرِ۔ اِسْرَاءٌ سے فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو رات کو لے کر چل۔ اِسْرَاءٌ رات کو لے کر چلنے یا رات کو سفر کرنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (۱۷: ۱) پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو رات کے وقت لے گیا۔

— اَنْ مفسرہ ہے اور اَوْحَیْنَآ کی وضاحت کرتا ہے کہ ہم نے کیا وحی کی

— فَاضْرِبْ لَھُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ یَبَسًا۔ اِضْرِبْ فعل امر واحد مذکر حاضر طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ مفعول بہ اِضْرِبْ کا یَبَسًا صفت ہے طَرِیْقًا کی۔ عبارت کچھ یوں ہے اِضْرِبِ الْبَحْرَ (بِعَصَاکَ لِیَصِیْرَ لَھُمْ طَرِیْقًا یَبَسًا۔ اپنے عصا کو سمندر کے پانی پر مارو کہ ان کے لئے (پانی میں) خشک راستہ بن جائے۔

قرآن کے جملہ کے لفظی معنی ہوں گے پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بناؤ۔

یَبَسًا مصدر بمعنی اسم فاعل (یَابِسٌ) ہے یَبِسَ یَیْبَسُ اور یَابِسٌ یَیْبُسُ (باب سمع) یُبُوْسَۃٌ خشکی۔

— لَا تَخَافُ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر تو نہیں ڈرے گا۔ تجھے (کوئی) ڈر نہ ہوگا۔ وَلَا تَخْشٰی اور نہ تجھ کو خوف وخطرہ ہوگا۔

— دَرَکًا۔ پالینا۔ آپکڑنا۔ دَرَکٌ کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔

ایک تو اس رسّی کے لئے جس کے ساتھ دوسری رسّی اس غرض سے ملادی جاتی ہے کہ وہ پانی تک پہنچ جائے۔

دوسرے انسان کو جو کچھ خرابی کا نتیجہ پہنچے اس کو درک کہتے ہیں۔ یہاں دوسرے معنی مراد ہیں۔

لَا تَخَافُ دَرَکًا وَّلَا تَخْشٰی نہ تجھے پیچھے سے پکڑے جانے کا خوف ہوگا اور نہ کوئی اور اندیشہ۔

باب افعال سے اَدْرَکَ یُدْرِکُ اِدْرَاکٌ (لڑکے کا) بالغ ہونا۔ (پھل کا) پک جانا۔ کسی شخص یا چیز کو) آلینا۔ (مسئلہ کو) سمجھ لینا۔ (کسی چیز کو آنکھ سے) دیکھنا۔ مثلاً لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ (۶: ۱۰۳) (وہ ایسا ہے کہ نگاہیں اس کا ادراک نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کرسکتا ہے۔

اِسْتِدْرَاکٌ (استفعال) (کسی چیز سے کسی چیز کو) حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

۲۰: ۷۸ — فَاَتْبَعَھُمْ۔ اَتْبَعَ یُتْبِعُ اِتْبَاعٌ (افعال) سے، وہ پیچھے لگ گیا۔ وہ پیچھے ہو لیا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔

فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ۔ غَشِيَ (سَمِعَ) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اس کا مصدر غِشْيَانٌ وغِشَاءٌ وغِشَاوَةٌ ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو ڈھانک لیا۔ وہ ان پر چھا گیا۔ وہ ان کے اوپر آپڑا۔

دونوں جگہ هُمْ ضمیر فرعون وجُنُوْدُهٗ کے لئے ہے غَشِيَ کا فاعل مَا غَشِيَهُمْ ہے۔ وہ چیز جس نے ان کو ڈھانک لیا۔

ترجمہ ہوگا۔ سمندر کی اس چیز نے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا۔ یعنی سمندر کے پانی نے ان کو ایسے ڈھانپا جیسا کہ ڈھانپنے کا حق تھا یعنی مکمل طور پر۔ سمندر کے پانی یا سمندر کی موجوں کو نام لے کر بیان نہیں فرمایا بلکہ مَا غَشِيَهُمْ فرمایا کیونکہ صریحًا اس کے یہی معنی نکلتے ہیں جیسا کہ اور جگہ فرمایا فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى (۵۳:۵۴) پھر ان بستیوں کو ڈھانپ لیا جس چیز نے کہ ڈھانپ لیا (یعنی عذابِ الٰہی نے) اس طرز کلام کی عرب اشعار میں مثالیں موجود ہیں۔

۲۰:۸۰ = اَنْجَيْنٰكُمْ۔ ہم نے تمہیں نجات دی۔

= وٰعَدْنٰكُمْ۔ ہم نے تم سے وعدہ کیا (اس بات کا کہ تمہارے پیغمبر اور تمہارے اکابر یہاں آئیں

= جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ۔ جَانِبَ مضاف الطُّوْرِ مضاف الیہ اَلْاَيْمَنَ صفت ہے جَانِبَ کی۔ یعنی طور کی دائیں جانب۔

اور تمہارے لئے احکام وہدایات یہاں سے لیجائیں۔

۲۰:۸۱ = لَا تَطْغَوْا فِيْهِ۔ اس میں حد سے تجاوز نہ کرو طَغٰى يَطْغٰى (سمع) طُغْىٌ طُغْيَانٌ ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا۔ باب نصر سے طَغٰى يَطْغُوْا

= فَيَحِلَّ۔ اس میں فاء سببیہ ہے يَحِلَّ مضارع منصوب (بوجہ جواب نہی) واحد مذکر غائب حُلُوْلٌ مصدر (باب ضرب) نازل ہوگا۔ اترے گا۔

= هَوٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) هَوِيٌّ مصدر جس کے معنی اوپر سے نیچے گرنے کے ہیں۔ هَوٰى۔ وہ گر پڑا (یعنی دوزخ میں) صاحبِ کشاف نے لکھا ہے کہ اس کے اصل معنی پہاڑ سے نیچے گرنے اور ہلاک ہوجانے کے ہیں۔ یہاں اس آیت میں یہی معنی مراد ہیں۔

۲۰:۸۲ = اِهْتَدٰى ماضی واحد مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر وہ راہ راست پر آیا۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔

۲۰:۸۳ = اَعْجَلَكَ اَعْجَلَ اس نے جلدی کرائی۔ اِعْجَالٌ (افعال) مصدر۔ عجلت جلدی۔

جیساکہ اوپر آیت نمبر ۸۰ میں گذر چکا ہے کہ وٰعَدۡنٰکُمۡ جَانِبَ الطُّوۡرِ الۡاَیۡمَنَ اور یہ وہ وعدہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے اکابرین اور اپنے لئے احکام و ہدایت لے جائیں اس کے لئے حضرت موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر سربرآوردہ آدمی ہمراہ لئے اور کوہ طور کی طرف چل پڑے اور جاتی دفعہ اپنی قوم کو تاکید فرمائی کہ وہ ان کی غیر موجودگی میں کوئی ناشائستہ حرکت نہ کریں۔ اور حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بنا کر ان کے پاس چھوڑ گئے۔

جب وہ اپنے ستر آدمیوں کو لے کر کوہِ طور کے نزدیک پہنچے تو شوق ملاقاتِ الٰہی سے بیتاب ہوکر ساتھیوں کو پیچھے چھوڑا اور خود مقام مقررہ پر پہنچ گئے ارشاد الٰہی ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو پیچھے کیوں چھوڑ آئے۔ عرض کی کہ شوقِ ملاقات اور تجھے راضی کرنے کی تمنا کشاں کشاں دوڑا لائی ہے ساتھی بھی پیچھے آ ہی رہے ہیں۔ ارشاد ہوا فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَکَ ... الخ ہم نے تیری قوم کو (تیرے پیچھے) ایک آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

مَاۤ اَعۡجَلَکَ عَنۡ قَوۡمِکَ۔ کونسی بات تجھے اپنی قوم سے پہلے کھینچ لائی ہے

۲۰: ۸۴ = هُمۡ اُولَآءِ عَلٰۤی اَثَرِیۡ۔ هُمۡ مبتدا اُولَآءِ خبر عَلٰۤی اَثَرِیۡ خبر ثانی وہ لوگ (میری قوم) تو یہ رہے (اشارہ) میرے پیچھے پیچھے (چلے آرہے ہیں) عَلٰۤی اَثَرِیۡ میرے نشانِ قدم پر۔ میرے (فوراً) پیچھے مزید ملاحظہ ہو ۲۰: ۷۲

= رَبِّ۔ اے میرے رب۔

= لِتَرۡضٰی۔ لام تعلیل کی ہے تَرۡضٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تاکہ تو راضی ہو جائے

۲۰: ۸۵ = فَاِنَّا۔ میں الفا تعقیب کے لئے ہے ای فتنا هم بعد ان جئت کہ تیرے آنے کے بعد ہم نے ان کو آزمائش میں ڈال دیا ہے۔

= فَتَنَّا۔ ماضی جمع متکلم فِتۡنَةٌ مصدر (باب ضرب) فَتَنَّا اصل میں فَتَنۡنَا تھا نون کو نون میں مدغم کیا گیا ہے۔ ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔

۲۰: ۸۶ = غَضۡبَانَ۔ صیغہ مبالغہ۔ سخت غضبناک۔

= اَسِفًا۔ خشمناک ہر دو غضبان و اَسِفًا منصوب ہیں بوجہ حال ہونے کے رَجَعَ مُوۡسٰی سے۔

غَضۡبَانَ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں منجملہ اسباب منع صرف کے دو سبب (صفت اور الف نون زائدہ) پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس پر تنوین نہیں آسکتی۔

اَلۡاَسَفُ حزن اور غضب کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ کبھی اَسَفَ کا لفظ حزن اور غضب میں سے ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے۔ اصل میں اس کے معنی جذبہ انتقام سے خون قلب کے جوش مارنے کے ہیں

اگر یہ کیفیت اپنے سے کمزور آدمی پر پیش آئے تو پھیل کر غضب کی صورت اختیار کرلیتی ہے اور اگر اپنے سے طاقت ور آدمی پر پیش آئے تو منقبض ہوکر حزن بن جاتی ہے۔ غضب کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ (۴۳: ۵۵) جب ان لوگوں نے ہمیں غضب ناک کیا (غصہ دلا دیا) توہم نے ان سے انتقام لیا۔

آیت ہذا میں بھی اَسِفٌ کے معنی غضبناک کے ہی ہیں۔

= اَلَمْ یَعِدْكُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے لَمْ یَعِدْ نفی حجد بلم فعل مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا اس نے تم سے وعدہ نہیں کیا تھا؟

= اَفَطَالَ عَلَیْكُمُ الْعَهْدُ۔ الف استفہامیہ۔ طَالَ یَطُوْلُ طُوْلٌ لمبا ہونا طَوَّلَ عَلٰی تاخیر کرکے کسی کو تھکا دینا۔ اَفَطَالَ ... الخ کیا (اس) وعدہ کی (طوالت نے) تم کو تھکا دیا تھا۔ یعنی کیا وعدہ کی مدت اتنی طویل تھی کہ تم (ایفائے وعدہ کی) تاخیر سے تنگ آگئے تھے۔ یا۔ کیا عہد کی مدت تم پر طویل ہوگئی تھی۔

= فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ۔ اَخْلَفْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْلَافٌ (افعال) مصدر تم نے خلاف کیا۔ اخلافِ وعدہ کے معنی وعدہ خلافی کرنا۔ مَوْعِدِیْ مضاف مضاف الیہ میرا وعدہ۔ (یہ کہ میرے بعد وہ اس کے دین پر قائم رہیں گے اور کوئی ناشائستہ حرکت نہیں کریں گے)

۲۰: ۸۷ = بِمَلْكِنَا۔ باء حرف جار۔ مَلْكِ مجرور و مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مَلْكٌ بمعنی اختیار مَلْكِنَا ای اختیارنا۔ (الخازن) المفردات میں ہے ایک محاورہ ہے مَا لِاَحَدٍ فِیْ هٰذَا مَلْكٌ غَیْرِیْ کہ میرے سوا اس پر کسی کا اختیار یا قبضہ نہیں ہے۔

آیت ہذا مَآ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا۔ کا معنی۔ ہم نے اپنے اختیار سے وعدہ خلافی نہیں کی۔

= حُمِّلْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ ہم پر لادا گیا۔ ہم لادے گئے۔ ہم سے اٹھوایا گیا۔ تَحْمِیْلٌ (تفعیل) مصدر

= اَوْزَارًا۔ جمع وِزْرَةٌ کی۔ بمعنی وزن۔ بوجھ۔

= زِیْنَةَ۔ زیور۔ سجاوٹ۔ چمک دمک۔ یہاں زیور مراد ہے۔

وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِیْنَةِ الْقَوْمِ۔ (بلکہ واقعہ یہ ہے کہ) قوم کے زیورات کا بوجھ ہم پر بھاری ہو رہا تھا۔

یہ زیور آیا قوم موسٰیؑ کا اپنا ملکیتی تھا۔ یا جیسا کہ بائبل میں مذکور ہے کہ قوم موسٰیؑ نے قبطیوں

سے مستعار لیا ہوا تھا۔ یا فرعون کی فوج کے غرق شدہ فوجیوں کے جسموں سے حاصل کیا تھا۔ کچھ بھی ہو اس کا صرف بوجھ سمجھ کر پھینک دینا قابل تسلیم بات نہیں۔ زیورات سے کم قیمتی سامان تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے پاس تھا اس کو کیوں نہ پھینک کر بوجھ ہلکا کر لیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم سے جب کوئی معقول جواب نہ بن پڑا تو یہ عذر لنگ پیش کر دیا ہو سکتا ہے کہ حقیقت یہ ہو کہ سامری کے دھوکے میں آکر انہوں نے بلا کسی اور وجہ کے محض سامری کے حکم کی تعمیل میں زیورات اکٹھے کر کے دیدیئے ہوں۔

= فَقَذَفْنٰهَا۔ قَذَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم فاء حرف تعقیب۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع زیوراتِ قوم ہے۔ قَذَفَ یَقْذِفُ (ضرب) قَذْفٌ مصدر۔ پھر ہم نے ان زیورات کو ڈال دیا۔ ای القیناھا۔

= فَکَذٰلِکَ اَلْقَی السَّامِرِیُّ۔ پس اس طرح (جب سونا فراہم ہو گیا تو) سامری نے اُسے (آگ میں) ڈھالا۔ یہاں فَقَذَفْنٰھَا پر قوم کا جواب ختم ہوا۔ اس کے بعد کی تفصیل اللہ تعالیٰ خود بیان فرما رہے ہیں۔

۲۰: ۸۸ = عِجْلًا۔ مفعول ہے اور موصوف۔ بچھڑا۔ گوسالہ۔ گائے کا بچہ۔

= جَسَدًا۔ دھڑ۔ بدن۔ جسد کے معنی جسم کے ہیں۔ مگر یہ اس سے اخص (خاص تر) ہے کیونکہ جَسَد وہ ہے جس میں رنگ ہو جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔

جَسَدًا صفت ہے عِجْلٌ کی۔ عِجْلًا جَسَدًا (ایک سنہری) جسم والا بچھڑا۔

= خُوَارٌ۔ گائے کی آواز

= فَقَالُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع سامری اور اس کے تابعین۔

= فَنَسِیَ۔ نَسِیَ یَنْسٰی (سمع) نِسْیَانٌ مصدر۔ وہ بھول گیا۔ (کہ اُسے چھوڑ کر خواہ مخواہ طور پر تورات لینے چلے گئے)

۲۰: ۸۹ = فُتِنْتُمْ بِہٖ۔ فُتِنْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم آزمائش میں ڈالے گئے ہو اس (بچھڑے) سے۔ یعنی اس بچھڑے کے ذریعہ تمہاری آزمائش ہو رہی ہے)

۲۰: ۹۱ = لَنْ نَّبْرَحَ عَلَیْہِ عٰکِفِیْنَ۔ ای لا نزال مقیمین علی العجل وعبادتہ ہم بچھڑے کی عبادت پر ڈٹے رہیں گے ہم ہرگز نہیں ہٹیں گے۔

لَنْ نَّبْرَحَ افعال ناقصہ میں سے ہے مضارع منفی کا صیغہ جمع متکلم مؤکد بہ لَنْ۔

عٰکِفِیْنَ اسم فاعل بحالت نصب۔ اعتکاف کرنے والے۔ مجاور۔ گرد جمع ہونے والے۔

ایسے جنے والے کہ ٹلیں ہی نہیں۔
اورجگہ قرآن مجید میں ہے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ (۲۱: ۵۲) یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو۔

۲۰: ۹۲: ۹۳ = مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَتَّبِعَنِ۔ کس بات نے تجھے منع کئے رکھا کہ تو میری پیروی نہ کرے۔ یعنی میری پیروی کرنے سے تجھے کس امر نے روکے رکھا۔ اس اسلوب بیان کی قرآن مجید میں اور بھی مثالیں ہیں۔ مثلاً مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ (۷: ۱۲) تجھے سجدہ کرنے سے کس نے روکے رکھا۔ بعض کے نزدیک لا زائدہ ہے۔

= اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا۔ بموضع ظرف زمان۔ جب تم نے انہیں دیکھ لیا تھا کہ وہ بھٹک گئے ہیں

= اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ۔ کیا تونے بھی میری نافرمانی کی۔ میرے حکم کو نہ مانا۔ مَعْصِيَةٌ و عِصْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔

۲۰: ۹۴ = يَبْنَؤُمَّ اصل میں يَا بْنَ اُمِّيْ تھا دیائے متکلم کی طرف اضافت کے ساتھ یاء کو حذف کیا اور الف سے بدلا يَا بْنَؤُمَّا ہوگیا۔ پھر الف مبدلہ کو حذف کردیا گیا يَا بْنَؤُمَّ بن گیا۔

بعض نے اس مشکل کا آسان ترین حل یہ بیان کیا ہے کہ يَا بْنَؤُمَّ يَا بْنَعَمَّ کی طرح کلام میں بکثرت استعمال کی وجہ سے تحریر میں بھی ایسے ہی استعمال ہونے لگا۔

= اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔ الخ
ای انی خَشِیْتُ لوا نکرت علیہم لصاروحزبین یقتل بعضہم بعضًا فَتَقُوْلُ فَرَّقْتَ ... الخ یعنی مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے سختی سے ان کی مخالفت کی یا ان کے فعل میں چون وچراکی تو وہ دو گروہوں میں بٹ جائیں گے اور ایک دوسرے سے برسرپیکار ہو جائیں گے پھر آپ کہیں گے کہ تم نے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیا ہے۔

= لَمْ تَرْقُبْ۔ مضارع نفی حجد بلم۔ بمعنی ماضی منفی صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَقَبَ يَرْقُبُ (نصر) رُقُوْبٌ۔ تونے انتظار نہ کی۔ تونے نگاہ نہ رکھی۔ یعنی تونے میری بات یا میرے حکم کا انتظار نہ کیا۔ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ کا عطف جملہ سابقہ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ پر ہے۔

۲۰: ۹۵ = مَا خَطْبُكَ۔ اَلْخَطْبُ وَالْمُخَاطَبَةُ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا۔ اَلْخَطْبُ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت سے تخاطب (باہم گفتگو) ہو۔

مَاخَطْبُكَ تیرا کیا حال ہے۔ تیرا کیا معاملہ ہے۔ تیری کیا حقیقت ہے (تو نے یہ کیا حرکت کر ڈالی)

۲۰:۹۶ = بَصُرْتُ۔ ماضی واحد متکلم۔ میں نے دیکھا۔ مجھے نظر آیا۔ بَصُرَ یَبْصُرُ (کَرُمَ) بَصَرٌ مصدر۔ جس کے معنی دیکھنے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ اَلْبَصَرُ آنکھ کو کہتے ہیں اس کی جمع اَبْصَارٌ ہے قوت بینائی کو بصر کہتے ہیں۔

= قَبْضَةً۔ مٹھی بھر۔ تھوڑا سا لے لینا۔ القبض کے معنی ہیں کسی چیز کو پورے پنجے کے ساتھ پکڑنا۔ جیسے قَبَضَ السَّیْفَ اس نے تلوار کو پکڑا۔ قَبَضَ عَلٰی۔ مٹھی میں لے لینا۔ قبضہ میں لے لینا قَبَضَ عَنْ۔ لینے سے ہاتھ کھینچ لینا۔ مال خرچ کرنے سے ہاتھ روک لینا۔ جیسے یَقْبِضُوْنَ اَیْدِیَهُمْ (۹:۶۷) اور (خرچ کرنے سے) ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ قَبَضَ اِلٰی اپنی طرف سمیٹ لینا۔ جیسے ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا (۲۵:۴۶) پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

= اَثَرِ۔ اس کے حقیقی معنی تو نشان و علامت کے ہیں مگر مجازاً نشان قدم کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے

= فَنَبَذْتُهَا۔ پس میں نے اسے ڈال دیا۔ ماضی کا صیغہ واحد متکلم ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب

فَائِدَہ: آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ:۔

اُس نے کہا کہ میں نے ایسی چیز دیکھی جو لوگوں کو نظر نہ آئی پس میں نے رسول کے نشانِ قدم سے ایک مٹھی بھر (مٹی) لے لی پھر میں نے اسے ڈال دیا۔

لیکن آیت کے مفہوم میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ جس میں قدیم ______ مفسرین کی اکثریت شامل ہے۔ بیان کرتا ہے کہ سامری نے ایک دفعہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کو گھوڑی پر سوار دیکھا تھا اور گھوڑی کے نقش پا سے ایک مٹھی بھر مٹی لے لی تھی اس گھوڑی کا جہاں قدم پڑتا خشک گھاس سرسبز ہو جاتی اور یہ اس مٹی کی کرامت تھی کہ جب اسے بچھڑے کے بت پر ڈالا گیا تو اس میں زندگی پیدا ہو گئی اور جیتے جاگتے بچھڑے کی سی آواز نکلنے لگی۔

دوسرا گروہ جس میں ابو مسلم اصفہانی، فخر الدین رازیؒ، علامہ ابی حیان اندلسی۔ ابو الکلام آزاد۔ وغیرہ شامل ہیں ان کا بیان ہے کہ مجھے رسول یعنی حضرت موسیٰ یا ان کے دین میں وہ کمزوری نظر آئی جو دوسروں کو نظر نہ آئی اس لئے ایک حد تک میں نے ان کے نقش قدم کی پیروی کی مگر بعد میں اسے چھوڑ دیا۔

ایک تیسرا گروہ جس میں مولانا مودودی، عبد اللہ یوسف علی وغیرہ شامل ہیں اس امر کا قائل

ہے کہ سامری کا یہ بیان ایک جھوٹی اور من گھڑت کہانی تھی۔
چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ:۔
سامری ایک فتنہ پرداز شخص تھا جس نے خوب سوچ سمجھ کر ایک زبردست مکروفریب کی سکیم تیار کی تھی اس نے صرف یہی نہیں کیا کہ سونے کا بچھڑا بنا کر اس میں کسی تدبیر سے بچھڑے کی سی آواز پیدا کردی تھی۔ اور ساری قوم کے جاہل اور نادان لوگوں کو دھوکے ڈال دیا۔ اور مزید اس پر یہ جسارت بھی کی کہ حضرت موسیٰ کے سامنے ایک پُرفریب داستان گھڑ کر رکھ دی۔ اس نے دعویٰ کیا کہ مجھے وہ کچھ نظر آیا جو دوسروں کو نظر نہ آتا تھا اور ساتھ ساتھ یہ افسانہ بھی گھڑ دیا کہ رسول کے نقش قدم کی ایک مٹھی بھر مٹی سے یہ کرامت صادر ہوئی ۔
علامہ عبداللہ یوسف علی رقمطراز ہیں کہ:۔

This answer of the Samiri is a fine example of unblushing effrontery, careful evasion of issues, and invented falsehood.

سامری کا یہ جواب اس کی بے باک جرأت۔ اصل الامر سے پہلوتہی اور من گھڑت کذب وافتراٗ کی ایک لاجواب مثال ہے۔
= سَوَّلَتْ۔ تَسْوِيْلٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے بات بنائی۔ اس نے اچھا کرکے دکھایا۔ تَسْوِيْلٌ کے معنی نفس کے اس چیز کو مزین کرنے کے ہیں جس پر اُسے حرص بھی ہو۔ اور اس کے قبح کو خوشنما بنا کر پیش کرنے کے ہیں۔
مثلاً اَلشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ (۴۷ : ۲۵) شیطان نے (یہ کام) انہیں مزین کرکے دکھایا یا جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی حضرت یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ کا خون لگا کر لے آئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا (۱۲ : ۱۸) بلکہ تم اپنے دل سے یہ بات بنا لائے ہو۔
۲۰ : ۹۷ = لَا مِسَاسَ۔ مصدر منصوب بوجہ عمل لا۔ باب مفاعلہ۔ نہ کوئی مجھے چھوئے نہ میں کسی کو چھوؤں۔ یعنی باہم چھونا ہی نہ ہو۔ اَلْمَسُّ کے معنی چھونا کے ہیں اور یہ لَمْسٌ کے ہم معنی ہے۔ لیکن گاہے لَمْسٌ کے معنی کسی چیز کو تلاش کرنے کے بھی آتے ہیں اور اس میں یہ ضروری نہیں کہ وہ چیز مل بھی جاوے۔ لیکن مَسٌّ کا لفظ اس وقت استعمال ہوتا ہے جب حاسئہ لمس کے ساتھ اس کا ادراک بھی ہو اور کنایۃً مجامعت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً وَاِنْ

طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ (٢: ٢٣٧) اور اگر تم عورتوں کو ان سے مجامعت سے پہلے طلاق دیدو۔

مَسَّ بمعنی چھونا۔ پہنچانا۔ اور حق ہونا کے معنی میں بھی آتا ہے۔

= لَنۡ تُخۡلَفَهٗ۔ مضارع منفی مجہول مؤکد بلن۔ واحد مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع مَوۡعِدًا ہے۔ ترجمہ۔ تم سے اس کی بابت خلاف ورزی نہیں کی جائیگی یعنی وہ ضرور تجھ کو مل کر ہی رہیگا۔

= ظَلۡتَ عَلَيۡهِ عَاكِفًا۔ ای ظلت عاكفًا عليه جس پر تو جم کر بیٹھا ہوا ہے۔

ظَلۡتَ افعال ناقصہ میں سے ہے اور ظَلٌّ وَظَلُوۡلٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں دوام کے معنی مراد ہیں۔ ظَلۡتَ اصل میں ظَلِلۡتَ تھا۔ چونکہ دو لام کا ایک ساتھ جمع ہونا ثقیل تھا اور پھر کسرہ میں اور بھی ثقل تھا۔ تو پہلا لام حذف کر دیا گیا۔ اور ظ اپنے فتح کے ساتھ باقی رہا۔

عَاكِفًا ای مقيما۔ جم کر بیٹھنے والا۔ عُكُوۡفٌ مصدر جس کے معنی ہیں تعظیم کے طور پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو لازم پکڑ لینا۔ عكوف فی المسجد۔ مسجد میں اعتکاف کرنا۔

شرع میں اعتکاف سے مراد عبادت کی نیت سے مسجد میں جم کر بیٹھ جانا یا اپنے آپ کو روک رکھنا انہی معنوں میں ارشاد ہے وَ لَا تُبَاشِرُوۡهُنَّ وَاَنۡتُمۡ عٰكِفُوۡنَ فِى الۡمَسٰجِدِ (٢: ١٨٧) اور بیویوں سے صحبت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کئے ہوتے ہو۔ اور مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيۡلُ الَّتِىۡۤ اَنۡتُمۡ لَهَا عٰكِفُوۡنَ ۝ (٢١: ٥٢) یہ کیا (واہیات) مورتیاں ہیں جن پر تم جمے بیٹھے ہو۔

= لَنُحَرِّقَنَّهٗ۔ لام تاکید۔ نُحَرِّقَنَّ مضارع معروف بانون ثقیلہ برائے تاکید صیغہ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اِلٰهَ (اِلٰهُكَ) ہے یعنی وہ بچھڑا جس پر بطور الٰہ کے جمے بیٹھے تھے۔ حَرَّقَ يُحَرِّقُ تَحۡرِيۡقٌ (تفعیل) ہم اس کو خوب جلائیں گے۔

= لَنَنۡسِفَنَّهٗ۔ لام تاکید۔ نَنۡسِفَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب برائے الٰہ۔ ہم ضرور ہی اسے بکھیر کر بہا دیں گے۔ نَسَفَتِ الرِّيۡحُ الشَّيۡءَ کے معنی ہیں ہوا کا کسی چیز کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دینا۔ نُسَافَةٌ کے معنی اڑتی ہوئی غبار کے ہیں۔

ثُمَّ لَنَنۡسِفَنَّهٗ فِى الۡيَمِّ نَسۡفًا۔ پھر ہم نسافہ کی طرح اسے پھینک دیں گے سمندر میں۔ یعنی اس کی راکھ کو اڑا کر دریا میں بکھیر دیں گے۔ نَسۡفًا مصدر کو اخیر میں مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے ملاحظہ ہو ٢٠: ١٠٥۔

== عِلْمًا۔ بوجہ تمیز کے منصوب لایا گیا ہے!
== وَسِعَ۔ وسعت کے معنی کشادگی کے ہیں وَسِعَ یَسَعُ (سَمِعَ) کسی چیز کو اپنے اندر سمو لینے کی وسعت رکھنا۔ مثلاً: ھٰذَا الاناء یَسَعُ عِشْرِیْنَ کَیْلًا۔ یہ برتن اپنے اندر بیس کَیل لے سکتا ہے یعنی اس برتن کے اندر بیس کَیل سما سکتے ہیں۔ پس وَسِعَ کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ علم کے لحاظ سے وہ ہر شے کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے یعنی ہر شے اس کے احاطۂ علم میں ہے یا اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔ اور جگہ انہی معنوں میں ارشاد ہے۔ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (۶۵ : ۱۲) وہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے
٢٠: ٩٩ == کَذٰلِکَ نَقُصُّ عَلَیْکَ الخ کلام مستانفہ ہے اور خطاب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ جس طرح ہم نے ابھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور سامری کا قصہ بیان کیا ہے اسی طرح ہم ماضی کے اور واقعات وحالات بھی تمہیں سناتے ہیں۔
== اَنْبَآءِ۔ نَبَأٌ کی جمع۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ سچی خبریں۔
== مَا قَدْ سَبَقَ جو پہلے ہو چکا ہے۔ جو پہلے گذر چکا ہے۔
== اٰتَیْنٰکَ۔ ماضی بمعنی حال۔ ہم تجھ کو دیتے ہیں۔
== مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے۔ لَدُنَّا مضاف مضاف الیہ۔ ہماری طرف۔
== ذِکْرًا۔ بمعنی کتاب، قرآن۔ ذِکر کو تعظیم و تفخیم کے لئے نکرہ لایا گیا ہے۔ یعنی ذکر عظیم۔ قرآن کریم
٢٠: ١٠٠ == وِزْرًا۔ بوجھ۔ (گناہوں کا بھاری) بوجھ اس کی جمع اَوْزَارٌ ہے۔ اَلْوِزْرُ کے معنی بارِ گراں کے ہیں اور یہ معنی وَزَرٌ سے لیا گیا ہے جس کے معنی پہاڑ میں جائے پناہ کے ہیں۔ اور جس طرح مجازًا اس کے معنی بوجھ کے ہیں اسی طرح وِزْرٌ بمعنی گناہ بھی آتا ہے۔
٢٠: ١٠١ == خٰلِدِیْنَ فِیْهِ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وِزْر ہے۔ ای فی الوزر المراد منه العقوبة۔ یعنی وہ اس عقوبت میں ہمیشہ کے لئے مبتلا رہیں گے۔
== حِمْلًا۔ بوجھ۔ اس کی جمع اَحْمَالٌ ہے بروزن فِعْلٌ و اَفْعَالٌ۔ منصوب بوجہ سَآءَ کی تمیز کے ہے۔ اور قیامت کے دن ان کے لئے یہ بہت برا بوجھ ہوگا
٢٠: ١٠٢ == زُرْقًا۔ اَزْرَقُ (مذکر) زَرْقَآءُ (مؤنث) کی جمع ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی آنکھ کی سیاہی نیلاہٹ یا سبزی یا زردی کی طرف مائل ہو۔ زُرْقٌ کے متعلق دو قول ہیں۔
١۔ ایک یہ کہ رومی جو اہل عرب کے سخت دشمن تھے وہ گربہ چشم تھے۔ اس لئے انہوں نے دشمن کی یہ صفت بیان کی ہے اسود الکبد (سیاہ جگر) اصہب السبال (بھوری مونچھوں والا) ازرق العین (کبود چشم)۔

۲۔ دوسرے یہ کہ جیسا کہ الفراء کا قول ہے زُرْقًا بمعنی عُمْیًا ہے یعنی اندھے۔ کیونکہ جس کی آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے اس کی پُتلی نیلی ہو جاتی ہے۔

یہاں مجرموں کو نفرت کے اظہار کے طور پر کبود چشم کھڑا کیا جانا بیان ہے

زُرْقًا بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے۔

۲۰ : ۱۰۳ = یَتَخَافَتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہے۔ تَخَافُتٌ (تفاعُلٌ) مصدر چپکے چپکے آپس میں کہیں گے۔ چپکے چپکے آپس میں باتیں کریں گے۔ خَفْتٌ مادہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَانْطَلَقُوْا وَھُمْ یَتَخَافَتُوْنَ (۶۸ : ۲۳) آخروہ چلے اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوتے۔

= عَشْرًا۔ دس دن۔ عَشْرًا کے مطلق عدد سے مراد دنوں کی تعداد لی گئی ہے۔ ای عشرۃ ایام۔ یعنی دس دن۔

۲۰ : ۱۰۴ = اَمْثَلُھُمْ۔ ان میں سے زیادہ اچھا۔ بہتر۔ اَمْثَلُ کے اصلی معنی تو زیادہ مشابہ کے ہیں لیکن اس کا استعمال اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو اچھے لوگوں کے مشابہ ہو اور اس اعتبار سے اس کے معنی زیادہ بہتر اور زیادہ نیک کے ہیں۔

= طَرِیْقَۃً۔ ای رایًا وعقلًا۔ عقل اور رائے میں۔ اَمْثَلُھُمْ طَرِیْقَۃً۔ جو ان میں کا سب سے زیادہ صائب الرائے۔ محتاط اندازہ لگانیوالا۔ زیادہ زیرک۔

۲۰ : ۱۰۵ = یَنْسِفُھَا۔ نَسَفَ یَنْسِفُ (ضرب) وہ ان کو اڑا کر بکھیر دے گا۔ نَسْفٌ وَنُسُوْفٌ (نصر) کاٹنا۔ نَسْفٌ (ضرب) بنیاد اکھاڑنا۔ پہاڑ کھودنا۔ کھود کر برابر کر دینا۔ ریزہ ریزہ کرکے اڑا دینا۔ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (۷۷ : ۱۰) اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑا دیئے جائیں گے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۰ : ۹۷

۲۰ : ۱۰۶ = فَیَذَرُھَا۔ الفاء للتعقیب۔ تعقیب کے لئے ہے۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب یا جبال کے لئے ہے یا ارض کے لئے ہے۔ یَذَرُ مضارع واحد مذکر غائب وَذْرٌ مصدر یَذَرُ اصل میں (باب ضرب سے) یَوْذِرُ تھا۔ لیکن عمومی تلفظ مضارع کا باب سمع سے کیا جاتا ہے فَیَذَرُھَا۔ پس وہ اسے چھوڑ دیگا۔

= قَاعًا۔ نرم۔ ہموار۔ نشیبی میدان جو پہاڑوں اور ٹیلوں سے دور واقع ہو۔ اس کی جمع قِیْعٌ قِیْعَۃٌ اَقْوَاعٌ ہے۔ قیامت کے دن پہاڑ ریزہ ریزہ کرکے اڑا دیئے جائیں گے۔ اور سب چٹیل میدان کی شکل اختیار کرلیں گے۔ اَلْقِیْعَۃُ ہموار میدان۔ قرآن مجید میں ہے کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ

(۲۴: ۲۹) جیسے چٹیل میدان میں چمکتی ہوئی ریت ۔ قِیعٌ مادہ

= صَفْصَفًا ۔ صفصف مادہ الصَّفُّ (نصر) کے اصل معنی کسی چیز کو خط مستوی پر کھڑا کرنا کے ہیں ۔ جیسے انسانوں کو ایک صف میں کھڑا کرنا ہے ۔ یا ایک لائن میں درخت لگانا ۔

کبھی صفّ بمعنی صافّ بھی آجاتا ہے جیسے اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا (۶۱: ۴) جو لوگ خدا کی راہ میں پرے باندھ کر لڑتے ہیں وہ بیشک محبوب خدا ہیں الصَّفْصَفُ ہموار میدان ۔ گویا وہ ایک صف کی طرح ہے ۔

۲۰: ۱۰۷= عِوَجًا ۔ کجی ۔ ٹیڑھاپن یہ عَوِجَ یَعْوَجُ سے اسم ہے عَوَجٌ مصدر اَعْوَجُ صفت عَوِجَ الْعُوْدُ لکڑی ٹیڑھی ہو گئی ۔ عَوِجَ الْاِنْسَانُ آدمی بدخلق ہو گیا ۔ اِعْوِجَاجٌ ٹیڑھاپن (لکڑی کا)

= اَمْتًا ۔ ٹیلا ۔ اونچان ۔ نشیب وفراز ۔

۲۰: ۱۰۸= یَتَّبِعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ پیچھے چلیں گے ۔ اتباع کریں گے ۔ پیروی کریں گے ۔ ضمیر یَتَّبِعُوْنَ الناس کے لئے ہے تمام خلقت

اَلدَّاعِیَ ۔ بلانے والا ۔ پکارنے والا ۔ دُعَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ۔ یہاں پکارنے والے سے مراد فرشتہ اسرافیل ہے جو صور پھونکنے پر مامور ہے ۔

= لَا عِوَجَ لَهٗ ۔ اس سے کوئی کجی نہیں برتے گا ۔ یعنی اس کے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کریگا کوئی حکم عدولی نہیں کرے گا ۔ جن کو وہ پکاریگا وہ بالکل سیدھے اس کے پیچھے ہولیں گے ۔ کوئی ادھر ادھر نہیں ہوگا ۔

= خَشَعَتْ ۔ دب گئی ۔ نیچی ہو گئی ۔ پست ہو گئی ۔ عاجز ہو گئی ۔ خُشُوْعٌ مصدر ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے ۔

الخُشُوْعُ کے معنی ضَرَاعَةٌ یعنی عاجزی کرنے اور جھک جانے کے ہیں مگر زیادہ تر خشوع کا لفظ جوارح اور ضراعۃ کا لفظ قلب کی عاجزی پر بولا جاتا ہے ۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے اِذَا ضَرَعَتِ الْقَلْبُ خَشَعَتِ الْجَوَارِحُ ۔ جب دل میں فروتنی ہو تو اس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے اور قرآن مجید میں آیا ہے وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا (۱۷: ۱۰۹) اور اس سے ان کو اور زیادہ عاجزی پیدا ہوتی ہے اور خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ (۶۸: ۴۳) ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ۔ اور آیت ہذا میں وخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ آوازیں پست ہو جائیں گی ۔

= لِلرَّحْمٰنِ ۔ رحمٰن کے سامنے ۔ اس کے خوف وہیبت کی وجہ سے ۔

= ھَمْسًا۔ اسم مصدر منصوب (باب ضرب) قدم کی چاپ۔ آہٹ۔ مدھم آواز
۲۰: ۱۰۹ = لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَهٗ قَوْلًا ؕ
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ ای لا تنفع شفاعۃ شافع الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا ؕ
یعنی کسی سفارش کرنے والے کی سفارش سودمند نہ ہوگی سوائے اس شفاعت کنندہ کے جسے رحمٰن اجازت بخشے اور (پھر اس سفارش کنندہ کی) بات پر وہ (رحمٰن) راضی ہو۔
اس کی تائید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ (۲: ۲۵۵) کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔
اور یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ؕ (۷۸: ۳۸) اس دن جب کہ روح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی نہ بول سکے گا بجز اس کے جس کو رحمٰن اجازت بخشے اور وہ کہے بھی ٹھیک بات۔

۲۔ ای لاتنفع شفاعۃ شافع لاحد الا من اذن لہ الرحمٰن ورضی لہ قولا
یعنی کسی سفارش کنندہ کی سفارش کسی کے حق میں بھی سودمند نہ ہوگی سوائے اس کے حق میں جس کے لئے رحمٰن اجازت بخشے اور جس کے قول پر وہ (رحمٰن) راضی بھی ہو۔
حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک قول سے مراد لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ ہے یعنی مشفوع مومن بھی ہو
اس معنی میں قرآن مجید میں ہے ولا یشفعون الا لمن ارتضٰی (۲۱: ۲۸) اور وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کرسکتے بجز اس کے کہ جس کے لئے سفارش سننے پر رحمٰن بھی راضی ہو۔
یا كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰی (۵۳: ۲۶) اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں کہ ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی بجز اس صورت کے کہ اللہ اجازت دیدے جس کے لئے وہ چاہے اور جس کے لئے وہ رضامند ہو۔

۲۰: ۱۱۰ = یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ۔ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ تمام لوگ ہیں جو کہ حشر کے دن الداعی کی آواز پر اکٹھے ہوجاویں گے (آیت ۱۰۸ مذکورہ بالا) یا بلاقید حشر جمیع الناس مراد ہیں۔
= لَا یُحِیْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ عِلْمًا تمیز ہے لَا یُحِیْطُوْنَ سے یعنی از روئے علم وہ اس کا احاطہ نہیں کرسکتے۔ یا یوں کہ ان کا علم اس کی ذات و

صفات کا کماحقہٗ ادراک نہیں کرسکتا۔

۲۰ : ۱۱۱ == عَنَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب (لیکن یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے)

عَنِتَ يَعْنَتُ عَنَتٌ (باب سمع) سے عنت کے معنی گناہ ۔ بدکاری ۔ مشقت، فساد ۔ ہلاکت غلطی ۔ خطا ۔ زنا ۔ جور ۔ اذیت ۔ کئے گئے ہیں ۔ لیکن بدنی یا دینی ضرر کے لئے عام استعمال میں آیا ہے ۔ جیسے وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ (۳ : ۱۱۸) وہ پسند کرتے ہیں جو چیز تمہیں ضرر پہنچائے ۔ اور آیت ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ (۴ : ۲۵) یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے بدکاری کا اندیشہ رکھتا ہو یہاں بھی بدکاری دینی و بدنی ضرر کے مترادف ہے اور آیت عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹ : ۱۲۸) جو چیز تمہیں ضرر پہنچاتی ہے وہ انہیں بہت گراں گذرتی ہے ۔

آیت ہذا میں یہ باب نصر سے آیا ہے عَنَتَ يَعْنُتُ عُنُوٌّ جس کے معنی جھکنا ۔ ذلیل ہونا ۔ عاجزی و فروتنی کرنا ہے وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ اور چہرے عاجزی سے جھکے ہوئے ہوں گے ۔

== خَابَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ مصدر (ضَرَبَ) وہ نامراد ہوا ۔ وہ ناکام رہا ۔ ملاحظہ ہو ۲۰ : ۶۱

== مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۔ جس نے اٹھا رکھا ہو ظلم کا بوجھ ۔ "ظلم" اپنے عام وسیع معنی میں بھی مراد ہوسکتا ہے لیکن یہاں عموماً اس سے شرک مراد لیا گیا ہے ۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱ : ۱۳) بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے ۔

ظلم کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا ۔ خواہ کمی یا زیادتی کرکے ۔ اسے اس کے صحیح وقت یا اصل جگہ سے ہٹا کر ۔ اور اس سے زیادہ کیا ظلم ہوسکتا ہے کہ مخلوق کو الٰہ کا مقام دے کر شریک ٹھہرایا جائے ۔

ظُلْمًا ۔ یعنی زیادتی ۔

: ۱۱۲ == هَضْمًا ۔ مصدر باب ضرب ۔ نقصان ۔ کم کرنا ۔ توڑنا (یعنی شکست حق) نیکیوں کی کمی ۔ هَضْمٌ کے اصل معنی ہیں کسی نرم چیز کو کچلنا ۔ قرآن مجید میں ہے وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (۲۶ : ۱۴۸) اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف اور نازک ہونے کی وجہ سے کچلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں ۔

هَضَمَ حَقَّهٗ ۔ کسی کے حق کو کم کرنا ۔ هَضَمَ لَهٗ مِنْ حَقِّهٖ اپنے حق میں سے کسی کو کچھ حصہ بخوشی دینا ۔ هَضَمَتِ الْمِعْدَةُ الطَّعَامَ ۔ معدے کا خوراک کو ہضم کرنا ۔

اَلْهَاضِمُ ۔ ہضم کرنے والی دوا ۔

: ۱۱۳ == كَذٰلِكَ ۔ اس کا عطف كَذٰلِكَ نَقُصُّ (آیۃ ۹۹) پر ہے یعنی جس طرح اوپر کے

مضامین، قیامت کے ہول ۔ عذاب اور جہنم کے متعلق صاف صاف ارشاد ہوئے ہیں اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں وضاحت وفصاحت کے ساتھ نازل کیا ہے اور گناہوں کی سزاؤں کو پھیر پھیر کر طرح طرح سے بیان کیا ہے کہ لوگ پرہیزگار بن جائیں ۔

= یُحْدِثُ ۔ اَحْدَثَ یُحْدِثُ (افعال) اِحْدَاثٌ وہ پیدا کرے ۔ نیز ملاحظہ ہو (۲:۲۱)

= ذِکْرًا ۔ ذکر، پند ۔ نصیحت ۔ بیان ۔ نفس کی وہ ہیئت جس کے ذریعہ انسان کے لئے جو کچھ معرفت حاصل کرے اس کا یاد رکھنا ممکن ہو ۔

صاحب تفسیر ماجدی رقم طراز ہیں :۔

راہِ حق قبول کرنے کے دو ہی واسطے ہیں ۔ یا بواسطہ جذبات یا بواسطہ تعقل ۔ دونوں آیت کے اس ٹکڑے میں جمع ہوگئے ہیں ۔ یا یہ مراد ہو کہ بدیوں سے بچنے لگیں اور نیکیوں کی طرف بڑھنے لگیں ۔

یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ منکر تخویف وترہیب سے ایمان لائے اور جو مومن ہے اس کا مرتبہ فہم وتذکر قرآن سے اور دو بالا ہو جائے ۔

۲۰ : ۱۱۴ = تَعٰلَی ۔ تَعَالٰی یَتَعَالٰی تَعَالِیٌ (تفاعُلٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب وہ برتر ہے وہ بہت بلند ہے ۔ یہاں باب تفاعل تکلف یا تخییل کے لئے استعمال نہیں ہوا ۔ بلکہ مبالغہ کے لئے ہے ۔ تخییل کی مثال تَمَارَضَ زَیْدٌ زید نے دکھاوے کے لئے اپنے تئیں بیمار بتایا ۔

مدارک التنزیل میں تعالیٰ کے معنی لکھے ہیں ۔ ارتفع عن فنون الظنون واوھام الافھام وتنزہ عن مضاھاۃ الانام ومشابھۃ الاجسام ۔ یعنی ہر وہم وگمان سے بالاتر ۔ اور مخلوق کی مشابہت سے بلند و پاک ۔ اس کا مادہ علو ہے ۔

= لَا تَعْجَلْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو جلدی نہ کر عَجَلٌ وَعَجَلَۃٌ مصدر (باب سمع) تو جلدی نہ کر ۔ لَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ قرآن (کے پڑھنے) میں عجلت سے کام نہ لیں ۔

= یُقْضٰی ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب ۔ قَضَاءٌ مصدر ۔ وہ پورا کر دیا گیا ۔ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰی اِلَیْکَ وَحْیُہٗ قبل اس کہ آپ پر اس کی وحی پوری نازل ہو چکے ۔

۲۰ : ۱۱۵ = عَھِدْنَا اِلٰی اٰدَمَ ۔ ہم نے آدم سے عہد کیا تھا ۔ عَھِدَ اِلٰی ۔ عہد کرنا ۔ شرط لگانا ۔ وصیت کرنا ۔ یہ عہد شجر ممنوعہ کے پاس نہ جانے کا تھا ۔

= فَنَسِیَ ۔ ای فَنَسِیَ الْعَھْدَ ۔ پس وہ اس عہد کو بھول گیا ۔ صاحب ضیاء القرآن المفردات کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ :۔

نسیان کا معنی ہے انسان کا اس چیز کو محفوظ نہ رکھنا جو اسے ودیعت کی گئی ہے اور اس کی وجہ کبھی تو

دل کی کمزوری کبھی غفلت ہوتی ہے اور کبھی قصداً بھی انسان کسی چیز کو اپنے دل سے محو کر دیتا ہے۔ اور یہی نسیان اللہ تعالیٰ کے نزدیک مذموم ہے۔

= لَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ ہم نے (اس لغزش میں) ان کا کوئی قصد نہ پایا۔ یعنی آپ نے قصداً درخت کا پھل نہیں کھایا بلکہ بھول کر کھا بیٹھے۔ ای لم نجد لہ قصدًا علیٰ اکل الشجرۃ بل اکل ناسیًا۔ (مظہری)

۲:۔ ہم نے حکم الٰہی پر ثابت قدم رہنے کی آپ میں ہمت نہ پائی۔ شیطان نے جب دل میں وسوسہ ڈالا تو آپ فریب میں آ گئے۔

۳:۔ ہم نے ان میں ارادہ ہی نہ پایا (کہ وہ ایک عہد کی خلاف ورزی کر رہے ہیں) بلکہ محض بے خیالی اور بے احتیاطی میں ان سے سرزد ہو گئی۔

العزم عقد القلب علیٰ امضاء الامر کسی کام کے کرنے کا تہیہ کر لینا۔

۲۰: ۱۱۶ = اَبٰی۔ اِبَاءٌ مصدر سے (باب فتح) یَاْبٰی۔ انکار کرنا۔ ناپسند کرنا۔ اس نے سخت انکار کیا۔

۲۰: ۱۱۷ = فَتَشْقٰی۔ تَشْقٰی مضارع واحد مذکر حاضر۔ شَقِیَ یَشْقٰی (سمع) شَقَاوَۃٌ شَقْوَۃٌ۔ شِقْوَۃٌ مصدر۔ بدبخت ہونا۔ شقاوۃٌ جملہ اعتبارات و حیثیات سے سَعَادَۃٌ کی ضد ہے۔ جیسا سعادت دو قسم پر ہے دنیوی۔ اخروی۔ پھر سعادتِ دنیوی تین قسم پر ہے۔ سعادت نفسی۔ سعادتِ بدنی۔ سعادت خارجی۔

اسی طرح شقاوت بھی اِن ہی اقسام پر منقسم ہوتی ہے۔ چنانچہ شقاوتِ اخروی کی مثال ہے فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی (۲۰: ۱۲۳) وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ تکلیف میں پڑیگا۔

اور شقاوتِ دنیوی کے متعلق ہے فَلَا یُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰی (آیت ہذا) تو یہ تم دونوں کو جنت سے نہ نکلوا دے پھر تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ یہ (شیطان) تمہیں کوئی چکمہ دے اور تم پھنس جاؤ۔ ایسے یہ تم کو جنت کی راحتوں سے محروم کر دے گا۔ فَتَشْقٰی اور تم مشقت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ کیونکہ یہاں (جنت میں) تو ہر چیز تیار ملتی ہے۔ اگر تم یہاں سے نکال دیئے گئے تو پھر ایک ایک لقمہ کے لئے محنت کرنا پڑے گی۔

المراد بالشقاء التعب فی طلب المعاش (مظہری) شقاوت سے یہاں مراد وہ کلفت اور تھکن ہے جو کسبِ معاش کے باعث انسان محسوس کرتا ہے۔ یہاں تَشْقٰی کا لفظ

بدبختی کے معنی میں مستعمل نہیں۔

۲۰: ۱۱۸ = اَلَّا تَجُوْعَ۔ اَنْ لَّا تَجُوْعَ کہ تو نہ بھوکا رہیگا۔ جُوْعٌ سے (باب نصر) جس کا معنی بھوک لگنا ہے۔ مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جس کا معنی بھوک لگنا ہے۔ مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ جُوْعٌ بھوک۔

= فِیْهَا۔ ای فِی الْجَنَّةِ۔

= لَا تَعْرٰی۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ عَرِیَ یَعْرٰی (سمع) عُرْیَةٌ وعُرْیٌ سے ننگا ہونا۔ نہ تو ننگا ہوگا۔ نہ تو برہنہ ہوگا۔ اسی سے اَلْعَرَاءُ ہے ایسی کھلی جگہ جہاں کوئی چیز آڑ کے لئے نہ ہو۔ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ (۳۷: ۱۴۵) پھر ہم نے اُسے جبکہ وہ بیمار تھا ایک کھلے میدان میں ڈال دیا۔

۲۰: ۱۱۹ = لَا تَظْمَؤُا۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر۔ ظَمَأٌ مصدر سے (باب سمع) نہ تو پیاسا رہیگا۔ ظَمَأٌ تشنگی۔ پیاس۔ (۹: ۱۲۰) ظَمْاٰنُ۔ پیاسا۔ تشنہ۔ (۲۴: ۳۹)

= لَا تَضْحٰی۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر۔ ضَحًا وضَحَاءٌ مصدر (باب سمع) سے نہ تجھے دھوپ کی تپش ستائے۔ ضَحًا دھوپ لگنا۔ سورج سے تکلیف اٹھانا۔ اَلضُّحٰی چاشت کا وقت جب کہ سورج بلند ہو چکا ہو۔

۲۰: ۱۲۰ = وَسْوَسَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وَسْوَسَةٌ فَعْلَلَةٌ مصدر۔ اس نے دل میں بُرا خیال پیدا کیا۔ اس نے وسوسہ دلایا۔

= هَلْ اَدُلُّكَ۔ هَلْ برائے استفہام۔ اَدُلُّ مضارع واحد متکلم كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا میں تمہیں بتاؤں۔ کیا میں تمہاری راہنمائی کروں۔ دَلَالَةٌ مصدر سے (باب نصر) جس کے معنی رہنمائی کرنے کے ہیں۔

= شَجَرَةِ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشگی کا درخت۔ ایسا درخت جس کا پھل کھانے سے دوامی زندگی مل جائے۔

= مُلْكٍ۔ بادشاہی۔

= لَا يَبْلٰی۔ مضارع منفی معروف۔ واحد مذکر غائب۔ بِلًی وبَلَاءٌ (باب سمع) بمعنی پرانا ہونا بوسیدہ ہونا۔ گھس جانا۔ فنا ہونا۔ لَا يَبْلٰی۔ کبھی پرانا نہ ہو۔ جو فنا نہ ہو۔

۲۰: ۱۲۱ = فَبَدَتْ۔ فَ تعقیب کے لئے ہے۔ بَدَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وہ ظاہر ہوئی۔ يَبْدُوْ وَبَدَاءٌ۔ مصدر (باب نصر) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَبَدَا لَهُمْ

سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا (۳۹: ۴۸) اور ان کے اعمال کی برائیاں ان پر ظاہر ہو جائیں گی۔

اَلْبَدْوُ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ اور بادیہ (صحراء) کو بَدْوٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہاں ہر چیز ظاہر نظر آتی ہے۔

= سَوْاٰتُهُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان دونوں کی شرمگاہیں۔

سَوْاٰتٌ سَوْءَةٌ کی جمع ہے۔ سَوْءَةٌ کے معنی فضیحت۔ عیب۔ برا فعل۔ لاش۔

امام راغب لکھتے ہیں کہ:۔

کنایۃً سَوْءَةٌ کا لفظ عورت یا مرد کی شرم گاہ پر بھی بولا جاتا ہے۔

علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ:۔

اصل میں سَوْءَةٌ کے معنی فرج (شرمگاہ) کے ہیں۔ بعد میں اس کو ہر اس شے کے معنی میں نقل کر لیا گیا کہ جب وہ ظاہر ہو تو اس سے حیاء آنے لگے۔ خواہ وہ قول ہو یا فعل۔

فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا۔ سو بے پردہ ہو گئیں ان دونوں پر ان دونوں کی شرمگاہیں۔

= طَفِقَا۔ وہ دونوں کرنے لگے (وہ کام جو آگے مذکور ہے) ان دونوں نے شروع کیا۔

طَفِقَ يَطْفَقُ (سمع) اور طَفَقَ يَطْفِقُ (ضرب)، طَفَقٌ و طُفُوْقٌ مصدر طَفِقَ کی خبر مضارع بغیر اَنْ کے آتی ہے جس طرح كَادَ کی۔ لیکن یہ كَادَ کی طرح افعال مقاربہ میں سے نہیں ہے اور طَفِقَ کے دیگر مرادفات جَعَلَ كَرُبَ اَخَذَ بھی افعال مقاربہ میں سے نہیں۔

بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے اور طَفِقَ کو افعال مقاربہ ہی میں شمار کیا ہے۔

= يَخْصِفٰنِ۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ خَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ دونوں چپکانے لگے۔ خَصْفَةٌ چمڑے کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کے اوپر اس جیسا دوسرا ٹکڑا رکھ کر جوتا بنایا جائے۔

= عَصٰى۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ عِصْيَانٌ و مَعْصِيَةٌ مصدر۔ اس نے حکم ٹالا۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی۔ عَصٰى اصل میں عَصَيَ تھا۔ يَ بعد فتح کے واقع تھی اس لئے الف ہو گئی۔

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام نے بھول کر یہ کام کیا تھا تو پھر عَصٰى اٰدَمُ

(آدم نے نافرمانی کی) کے الفاظ ان کے متعلق کیوں کہے گئے؟

تو اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین (نیک لوگوں کی نیکیاں بسا اوقات مقربین بارگاہِ الٰہی کی سیئات شمار ہوتی ہیں (جیسا کہ سورۃ الفتح کی آیت نمبر ۲ لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۴۸: ۲ کی تفسیر میں صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔

والمراد بالذنب ما فرط من خلاف الاولی بالنسبة الی مقامه علیه الصلوٰة والسلام فهو من قبیل حسنات الابرار سیئات المقربین) خطا اور نسیان پر اگرچہ انسان پر مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ اور انسان عذاب کا مستحق قرار نہیں پائے گا۔ لیکن خواص کا معاملہ اور ہے۔ ان سے ترک اولیٰ پر بھی مؤاخذہ ہوتا ہے ؎

بود آدم دیدۂ نورِ قدیم ۔۔ موئے در دیدہ بود کوہِ عظیم

رومیؒ فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام نورِ قدیم کی آنکھ تھے اور آنکھ میں ایک بال بھی پڑ جائے تو وہ کوہِ عظیم کی طرح ناقابل برداشت ہوتا ہے۔

== رَبَّهٗ۔ ربّ مفعول ہ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع آدمؑ ہے۔

== غَوٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ غَيٌّ وَغَوَايَةٌ مصدر۔ باب ضرب۔ غوایۃ کے معنی ہیں گمراہ ہونا۔ بہک جانا۔ بے راہ رو ہونا۔ ہلاک ہونا۔ نادان ہونا۔ ناکام ہونا۔ غَوٰی وہ بہک گیا۔ وہ ناکام ہو گیا۔ وہ بے راہ ہوا۔

روح المعانی میں اس کے کئی معانی آئے ہیں۔

۱:۔ ضل عن مطلوبه الذی هو الخلود۔ یعنی اپنے مقصد میں ناکام رہا۔ مقصد تھا دائمی زندگی اور لازوال بادشاہی

۲:۔ ضل عن الرشد حیث اغتر بقول العدوّ۔ راہ مستقیم سے بھٹک گیا دشمن کی بات میں دھوکہ کھا کر۔

۳:۔ فسد علیه العیشة۔ اس کی زندگی تباہ ہو گئی۔ یعنی زندگی کا آرام چھن گیا۔

اسماعیل بن حماد الجوہری صاحب الصحاح نے اس کے معنی کئے ہیں:۔

۱۔ گمراہ ہونا ۲۔ حصول مقصد میں ناکام ہونا۔

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں اکثر مفسرین نے یہی معنی لئے ہیں کہ وہ حصول مقصد میں ناکام رہے۔

۲۰: ۱۲۲ == اِجْتَبٰهُ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت

آدم علیہ السلام ہیں۔ مادہ جبی سے مشتق ہے۔ جَبٰی یَجْبِیْ (ضَرَبَ) جِبَایَۃٌ مصدر
جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ اس نے حوض میں پانی جمع کیا۔ بڑے حوض کو جَابِیَۃ کہتے ہیں اور
اس کی جمع جَوَابٍ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے وَجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴:۱۳)
اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض۔

باب افتعال سے الاجتباءُ کے معنی ہیں انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ اور اسی سے ہے
اِجْتَبَاہُ اس نے اُس کا انتخاب کیا۔ یہاں اِجْتَبَاہُ ای اصطفاہُ۔ اس نے اس کو اپنے لئے منتخب
کر لیا۔ یعنی فیض وکرم اور تقرب کے لئے چن لیا۔

= فَتَابَ عَلَیْہِ۔ پس اس کی توبہ قبول کرلی۔ یہاں اس کا پس منظر بیان کئے بغیر توبہ
کی قبولیت مذکور ہوئی ہے۔ وہ پس منظر یہ ہے:۔

فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّہٖ کَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْہِ (۲:۳۷) پھر آدم نے اپنے
رب سے کچھ الفاظ سیکھ لئے (اور جب اس نے ان الفاظ میں دعا کی تو) اللہ تعالیٰ نے اس کی
توبہ قبول کرلی۔ اور وہ الفاظ کیا تھے؟ وہ یہ ہیں!

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ
الْخٰسِرِیْنَ (۷:۲۳) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا اور اگر
تو ہماری مغفرت نہیں کرے گا۔ تو یقیناً ہم گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائیں گے!

= ھَدٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب ھَدٰی یَھْدِیْ (باب ضرب) اس نے راہ ہدایت
دکھادی۔

۲۰:۱۲۳ = اِھْبِطَا۔ تم دونوں اتر جاؤ۔ ھَبَطَ یَھْبِطُ (ضَرَبَ) ھُبُوْطٌ سے فعل امر
تثنیہ مذکر حاضر۔ یعنی جنت سے (جو ایک اعلیٰ مقام ہے) زمین کی طرف (جو ایک ادنیٰ جگہ ہے) اترو!

= مِنْھَا۔ ای مِنَ الْجَنَّۃِ۔

= جَمِیْعًا۔ یعنی تم دونوں اور شیطان لعین بھی۔

= بَعْضُکُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ۔ تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔ یعنی جہاں تم
ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ تمہاری اولاد میں بھی یہ کیفیت ہوگی۔ یہ جملہ موضع حال میں
ہے اِھْبِطَا سے۔

= فَاِمَّا۔ فَاِنْ مَا۔ اگر۔

= فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی۔ ای فَلَا یَضِلُّ فِی الدُّنْیَا وَلَا یَشْقٰی فِی الْاٰخِرَۃِ

نہ وہ اس دنیا میں بھٹکے گا اور نہ آخرت میں بدنصیب و محروم ہوگا۔ یعنی یہاں دنیا میں بھی اس کو راہ مستقیم نصیب ہوگی۔ اور آخرت میں اپنے نیک اعمال کی جزا و ثواب سے بھی محروم نہ ہوگا۔

نیز ملاحظہ ہو ۲۰ : ۸۔

۲۰ : ۱۲۴ == اَعْرَضَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اِعْرَاضٌ (افعالٌ) مصدر۔

== ذِكْرِیْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا ذکر۔ میری یاد۔ میری نصیحت۔ میرے احکام کی بجا آوری۔ میری کتاب۔ یعنی قرآن مع اس کے اوامر و نواہی کے۔

== مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۔ موصوف و صفت۔ مَعِيْشَةً اسم مصدر منصوب۔ سامانِ زندگی۔ ضَنْكًا ۔ تنگ ہونا۔ الضنكُ کے معنی ہیں کسی مقام یا معیشت کی تنگی۔ ضَنُكَ يَضْنُكُ (کرم) کا مصدر ہے۔ چونکہ یہ مصدر ہے اس لئے جب بطور صفت استعمال ہوتا ہے تو مذکر، مؤنث، مفرد تثنیہ و جمع سب کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہاں یہ باعتبار اصل مؤنث ہی کی صفت واقع ہے۔ مَعِيْشَةً ضَنْكًا ۔ تنگ زندگی۔ لیکن یہاں تنگی محض مادی مال و دولت کا نہ ہونا مراد نہیں۔ بلکہ تنگی کا تعلق قلب سے ہے۔ ذکر الٰہی سے اعراض سے مراد حکومتِ الٰہیہ سے انکار۔ ذاتِ الٰہی پر توکل اور اس کے دیئے پر قناعت کا فقدان۔ اور اس کا لازمی نتیجہ انسان کا مادیات میں فکر و ہوس۔ اندیشہ نفع و نقصان کا شکار ہو جانا ہے اور یہ کیفیت اس کے سکون قلب اور جمعیتِ خاطر کو تباہ کر دیتی ہے اور زندگی باوجود جاہ و حشمت مال و دولت کے اس پر تنگ ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آئے دن بڑے بڑے دولت مند اور خوشحال لوگ خودکشی کا ارتکاب کرتے سنتے ہیں۔

== نَحْشُرُهٗ ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔ ہم اٹھا کھڑا کریں گے۔

۲۰ : ۱۲۵ == لِمَ حَشَرْتَنِیْ ۔ لِمَ یہ مرکب ہے لام تعلیل اور ما استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیف کے لئے ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس لئے۔ کس وجہ سے۔

۲۰ : ۱۲۶ - كَذٰلِكَ ۔ ای مثل ذلك فعلت انت ۔ تونے بھی تو اسی طرح کیا تھا۔

== اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۔ یہ سوال مقدر کا جواب ہے جیسا کہ وہ کہے یا ربّ مافعلتُ اَنَا؟ اے میرے پروردگار میں نے کیا کیا؟ جواب ملیگا: اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۔ تیرے پاس ہماری آیتیں آئیں اور تونے عمدًا ان کو ترک کئے رکھا۔ جان بوجھ کر اندھا بنا رہا اور ان کو بھلائے رکھا۔ نَسِيَ کا معنی بھلانا بھی ہے اور نظر انداز کرنا بھی۔

= وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى اور آج تو بھی اسی طرح نظرانداز کر دیا جائے گا۔

۲۰: ۱۲۷ = نَجْزِيْ ۔ مضارع جمع متکلم جَزَاءٌ مصدر و اسم (باب ضرب) ہم بدلہ دیں گے ہم بدلہ دیتے ہیں ۔ جزاء ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا بُرا۔

= اَسْرَفَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْرَافٌ (افعال) مصدر، وہ حد سے تجاوز کر گیا اس نے حد سے تجاوز کیا، وہ حد سے بڑھ گیا۔

= عَذَابُ الْاٰخِرَةِ ۔ ای عذاب النار اَشَدُّ (شدید تر) وَاَبْقٰى (زیادہ دیر پا) من عذاب الدنیا ومن المعیشۃ الضنک یعنی آخرت کا عذاب جو دوزخ میں ملیگا وہ عذاب دنیا سے زندگی کی عقوبتوں سے اور عذاب قبر سے کہیں زیادہ شدید اور دیر پا ہوگا۔

یا المعیشۃ الضنک والحشر علی العمی سے شدید تر و زیادہ دیر پا ہوگا۔

۲۰: ۱۲۸ = اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ ۔ میں لَمْ يَهْدِ کا فاعل اگلا جملہ ہے یعنی كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ کہ ان سے قبل ہم کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کے (اُجڑے ہوئے) مکانوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے ہیں۔

اس کی مثال صاحب کشاف نے سورۃ صافات (۳۷) کی آیات ۷۸ : ۷۹ دی ہیں وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۔ اور ہم نے ان کے پیچھے آنے والوں میں (یہ بات) رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں ۔ اس میں تَرَكْنَا کا مفعول اگلا جملہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ہے

آیت ہذا سے نیا کلام شروع ہوتا ہے اس میں لَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین زمانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اسی طرح قَبْلَهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب بھی ۔ اور يَمْشُوْنَ کی ضمیر فاعل بھی انہی مشرکین کے لئے ہے مَسٰكِنِهِمْ کی ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب ان قوموں کے لئے ہے جن کو ماضی میں اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کر دیا۔

= اُولِي النُّهٰى ۔ صاحب عقل ۔ دانشور۔ دیکھو ۲۰ : ۵۴ ۔

۲۰: ۱۲۹ = وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ۔ ای ولولا سبقت من ربك کلمۃ (ولولا) اجل مسمی لکان لِزَامًا ۔ اور اگر تیرے رب کی طرف سے پہلے ہی ایک فیصلہ نہ ہو گیا ہوتا اور اگر (تیرے رب کی طرف سے) ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان پر (عذاب) ابھی آ گیا ہوتا۔

سَبَقَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اس کا مرجع کلمۃ ہے کلمۃ کا معنی تاخیر عذاب کا

وعدہ (یعنی یہ کہ اس امت کو اس دنیا میں عذاب نہ ہوگا اور دوسری اقوام کی طرح اپنے اعمال بد کے نتیجہ میں اس زندگی میں ان پر ہلاکت نہ آئے گی بلکہ نبی کریم رحمۃ للعالمین کی وجہ سے ان کے اعمال کی سزا قیامت کے روز کے لئے اٹھا رکھی جائے گی)۔

اَجَلٌ مُّسَمًّى۔ صفت موصوف۔ ایک مقررشدہ وقت۔ یعنی روز قیامت۔ اَجَلٌ مُّسَمًّى کا عطف کَلِمَةٌ پر ہے لَكَانَ لِزَامًا ای لكان عذاب جنايا تهم لازمًا لهؤلاء الكفرة تو ان کے بداعمال کا عذاب لازمی طور پر ان کفار پر آگیا ہوتا (جس طرح اُمم سابقہ کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ لِزَامًا یا تو مصدر ہے اور بصیغہ صفت مبالغہ کے لئے استعمال ہوا ہے یا اسم آلہ ہے رِكَابٌ کی طرح اور مبالغہ کے لئے بصیغہ صفت استعمال ہوا ہے۔ لِزَامًا ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔ چمٹ جانے والا۔ انصاف کرنے والا حاکم۔ لَازِمٌ اسم فاعل چمٹا رہنے والا۔ واجب۔ اِلْزَامٌ باب افعال۔ چمٹا دینا۔ جیسے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم اس کو تم پر چمٹا دیں۔ (۱۱: ۲۸) اور فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ط (۲۵: ۷۷) تم نے اس کو جھٹلایا اور عنقریب یہ تکذیب تم کو چمٹ جائے گی۔ الگ نہ ہوگی وبال جان بن جائے گی اس کی (سزا) تمہارے لئے لازم ہو جائے گی۔

۲۰: ۱۳۰ = فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ۔ پس جو وہ کہتے ہیں اس پر آپ صبر کریں ان کی (دل دکھانے والی) باتوں پر صبر کریں۔ کیونکہ ان کے عذاب میں تاخیر بوجہ امہال ہے اہمال نہیں ہے یعنی یہ صرف ان کو مہلت ہی دی جا رہی ہے انہیں نظر انداز نہیں کیا جا رہا بلکہ وہ تو ان کے لئے لازم ہو چکی ہے۔

= اٰنَآئِ۔ ا ن ی۔ مادہ اَنٰى يَاْنِىْ (ضرب) الشَّئُ اس کا وقت قریب آگیا۔ مثلاً اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ (۵۷: ۱۶) کیا ابھی تک مومنوں کے لئے وقت نہیں آیا۔ اَنَى الْحَمِيْمُ پانی حرارت میں انتہا کو پہنچ گیا۔ حَمِيْمٍ اٰنٍ (۵۵: ۴۴) گرم کھولتے ہوئے چشمے۔ اَلْاِنٰى (بہ تثلیث الہمزہ) وقت کا کچھ حصہ اس کی جمع اٰنَآءٌ ہے مثلاً يَتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ (۳: ۱۱۳) جو رات کے وقت خدا کی آیتیں پڑھتے ہیں۔ اور آیۃ ہذا (۲۰: ۱۳۰) وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح اس کی پڑھا کرو۔ اَنَى وقت اس کی جمع اٰنَاء اوقات۔

اَلْاِنَاءُ برتن۔ جمع اٰنِيَةٌ وجمع الجمع اَوَانٍ۔

فَائِدَہ! قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ میں فجر کی نماز آگئی قَبْلَ غُرُوْبِهَا میں ظہر اور عصر کی نمازیں آگئیں اور اٰنَآئِ الَّيْلِ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں اور اَطْرَافَ

النَّهَارِ میں فجر و مغرب کی مکرر تاکید ہو گئی۔

= لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ تاکہ آپ خوش رہیں کہ دنیا کے آلام و افکار سے بچنے کا راستہ یہی عبادت میں مشغولیت ہے۔

٢٠: ١٣١ لَا تَمُدَّنَّ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر با نون تاکید ثقیلہ مَدَّ يَمُدُّ مَدًّا (باب نصر) اَلْمَدُّ کے اصل معنی (المبانی میں) کھینچنے اور بڑھانے کے ہیں اسی سے [illegible] مدت کہتے ہیں مَدَدْتُ عَيْنِيْ اِلٰى كَذَا۔ کسی کی طرف حریصانہ اور للچائی ہوئی نظروں سے [illegible]۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى (دنیا کا ساز و سامان [illegible] گیا ہے) تو اس کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھ۔

مَدَدْتُ فِيْ۔ مہلت دینا۔

= مَتَّعْنَا۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعیل) ہم نے دنیاوی سامان دے کر بہرہ مند کیا۔

مَا اسم موصول اور بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔

مَا مَتَّعْنَا بِهٖ۔ جو دنیاوی سامان ہم نے دیا۔

= اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ۔ ان میں کے چند گروہ۔ یہ مَتَّعْنَا کا مفعول ہے۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ (کافروں کے) جن چند گروہوں کو ہم نے دنیاوی سامان دے کر متمتع کیا ہے تو اس کی طرف ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ۔

= زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ زَهْرَةَ مضاف۔ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ دنیوی زندگی کی زیب و زینت زَهْرَةَ فعل محذوف جَعَلْنَا هم کا مفعول ہے اسی لئے منصوب ہے یا یہ منصوب اس وجہ سے ہے کہ مَتَّعْنَا کا مفعول ثانی ہے۔ اور مَتَّعْنَا اس صورت میں اَعْطَيْنَا کے معنی کو متضمن ہے۔

= لِنَفْتِنَهُمْ۔ لام برائے تعلیل نَفْتِنَ مضارع منصوب جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تاکہ ہم ان کا امتحان لیں۔ فِتْنَةٌ و فُتُوْنٌ مصدر۔

= رِزْقُ رَبِّكَ۔ تیرے پروردگار کا رزق۔ یعنی وہ اجر و ثواب جو آخرت میں آپ کے لئے ہوگا اور نبوت و ہدایت جو اس دنیا میں آپ کو عطا کر رکھی ہے۔ یا رزق سے مراد رزق حلال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی رزق کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتا ماسوائے اس رزق کے جو طیب اور حلال ہو۔

٢٠: ١٣٢ = اِصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ تو اس پر قائم رہ اِصْطِبَارٌ (افتعال) سے مصدر جس کے معنی ہیں صبر کے ساتھ قائم رہنے کے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔

= لِلتَّقْوٰی۔ ای لِلْمُتَّقِیْنَ۔ جیسے اور جگہ آیا ہے وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۷:۱۲۸)
اور فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ (۱۱:۴۹) وقی مادہ۔

۲۰ : ۱۳۳ = لَوْلَا یَاْتِیْنَا۔ کیوں نہیں لایا (یہ نبی) ہمارے پاس۔ لَا یَاْتِیْ مضارع منفی واحد مذکر
غائب اِتْیَانٌ مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اٰیَۃٌ معجزہ۔

= اَوَلَمْ تَاْتِھِمْ۔ کیا ان کے پاس نہیں آئی۔ تَاْتِ اِتْیَانٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث
غائب ہے اصل میں تَاْتِیْ تھا۔ لَمْ کے عمل سے ی حذف ہوگئی اور مضارع ماضی کے معنی میں ہوگیا۔
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔

= بَیِّنَۃٌ۔ ب ی ن مادہ ہے۔ بَانَ وَاسْتَبَانَ وَتَبَیَّنَ کے معنی ظاہر اور واضح ہوجانے
کے ہیں۔ بَیَانٌ مصدر۔ بیان۔ بولنا۔ کسی چیز کو واضح کرنے اور کھولنے کو بیان کہتے ہیں۔ یہاں بیّنۃ
سے مراد القرآن ہے جو پہلے صحیفہ ہائے آسمانی کا نچوڑ ہے۔ اور جس میں ان اگلی آسمانی کتابوں کی
تعلیمات کا واضح بیان ہے اس سے زیادہ واضح بیان اور اس سے بڑھ کر کونسا وہ معجزہ چاہتے ہیں

۲۰ : ۱۳۴ = نَذِلَّ۔ مضارع جمع متکلم ذَلَّ وَ ذُلَّۃٌ مصدر (باب ضرب) (پیشتر اس کے کہ) ہم ذلیل
ہوں یا ذلیل ہوتے۔

= نَخْزٰی۔ مضارع جمع متکلم خِزْیٌ مصدر (باب سمع) (پیشتر اس کے کہ) ہم رسوا ہوں یا رسوا ہوتے

۲۰ : ۱۳۵ = مُتَرَبِّصٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر تَرَبُّصٌ (تفعّل) مصدر۔ مُنتظر۔ راہ دیکھنے
والا۔ مراد نتائج اعمال کا انتظار کرنے والا

= فَتَرَبَّصُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم انتظار کرو۔

= فَسَتَعْلَمُوْنَ۔ س مستقبل قریب کے لئے تَعْلَمُوْنَ جمع مذکر حاضر۔ پس تم عنقریب
ہی جان لوگے یعنی موت کے وقت یا حشر میں

= الصِّرَاطِ السَّوِیِّ۔ موصوف وصفت۔ راہ مستقیم۔
السَّوِیّ اسے کہتے ہیں کہ جو کیفیت اور مقدار دونوں کے لحاظ سے افراط و تفریط سے
محفوظ ہو۔ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ۔ اصحاب مضاف الصراط السوی موصوف و
صفت مل کر مضاف الیہ۔ سیدھے راستہ پر چلنے والے لوگ۔

= اِھْتَدٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے ہدایت اختیار کی۔ اِھْتِدَاءٌ (افتعال)
سے مصدر۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ (۱۷)

اَلْاَنْبِيَاء۲۱ الحجّ۲۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ

(۲۱) سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ (۷۳)

۲۱ : ۱ = اِقْتَرَبَ ۔ اِقْتِرَابٌ (افتعال) سے ماضی واحد مذکر غائب ۔ نزدیک ہوا۔ قریب آگیا۔ مادہ ق رب۔

= مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل ۔ جمع مذکر۔ رُخ گردانی کرنے والے ۔ منہ موڑنے والے ۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ اگر اَعْرَضَ کے بعد عَنْ آئے تو بمعنی رُخ پھیرنا۔ اجتناب کرنا ہے اور اگر اس کے بعد لام آئے جیسے اَعْرَضَ لِیْ (وہ میرے سامنے آیا۔ میرے سامنے نمودار ہوا) تو سامنے آنے کے معنی دیتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے بغیر عَنْ کے بھی رُخ پھیرنے کے معنی دیتا ہے گویا اعراض کے معنی ہی رخ گردانی اور اجتناب ہوگیا۔

= حِسَابُهُمْ ۔ ان کا حساب یعنی ان کے اعمال کے حساب (کا وقت)

۲۱ : ۲ = مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ ۔ میں مَا نافیہ ہے مِنْ ذِكْرٍ ای شَیْئٌ مِّنَ الْقُرْاٰنِ

= مُحْدَثٍ ۔ اسم مفعول واحد مذکر اِحْدَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جدید۔ تازہ۔ یہ ذِكْرٍ کی صفت ہے مِنْ ذِكْرٍ مُّحْدَثٍ کوئی نئی سورت یا آیت۔

= اِسْتَمَعُوْهُ ۔ ماضی (بمعنی حال) جمع مذکر غائب ہُ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع ذِكْرٍ مُّحْدَثٍ ہے ۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر وہ اس کو سنتے ہیں۔

= وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۔ واؤ حالیہ ہے ۔ هُمْ يَلْعَبُوْنَ حال ہے اِسْتَمَعُوْا کے فاعل سے ۔ یعنی ان کا دھیان اپنے لہو ولعب کی طرف ہے سننے کی طرف نہیں یہ سننے کے ساتھ مذاق کرنے کے مترادف ہے ۔ آیۃ کا ترجمہ ہوا: نہیں آتی ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے

کوئی نئی یا تازہ سورت یا آیت مگر یہ کہ وہ اسے سنتے ہیں اس حال میں کہ وہ لہو ولعب میں مگن ہوتے ہیں۔

(ان کے پاس کوئی نئی نصیحت ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں آتی مگر وہ اسے کھیلتے ہوئے سنتے ہیں۔ ترجمہ مولانا فتح محمد صاحب)

۲۱ : ۳ = لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ یہ بھی اسْتَمَعُوْا کے فاعل سے حال ہے۔

لَاهِيَةً اسم فاعل واحد مؤنث۔ لَاهِيٌ واحد مذکر۔ لَاهِيَاتٌ جمع۔ غافل۔ لہو میں پڑے ہوئے اَللَّهْوُ۔ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے۔ یہ لَهَوْتُ كَذَا سے اسم ہے جس کے معنی کسی مقصد سے ہٹ کر بے سود کام میں لگ جانے کے ہیں۔ لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ (دراں حالیکہ) ان کے دل (یوم جزا سے ہٹ کر) غفلت میں پڑے ہوئے ہیں

مَا يَاْتِيْهِمْ سے جو فقرہ شروع ہوا تھا وہ قُلُوْبُهُمْ پر آکر ختم ہوا۔ وَاَسَرُّوْا سے نیا فقرہ شروع ہوتا ہے۔

= اَسَرُّوْا۔ وہ پوشیدہ رکھتے ہیں (ماضی بمعنی حال)

= النَّجْوٰى۔ اسم معرف باللام۔ سرگوشی۔ یا یہ مصدر ہے بمعنی سرگوشی کرنا۔ نَجْوٰى میں خود ہی اخفاء کا پہلو شامل ہے۔ اَسَرُّوْا کے لفظ نے مزید تاکید و زور پیدا کر دیا۔

وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے متعلق صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

یہاں ایک نحوی پیچیدگی ہے۔ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کے فقرہ میں اَسَرُّوْا فعل ہے نَجْوٰى مفعول۔ اور اَلَّذِيْنَ فاعل۔ نحو کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل واحد ہوتا ہے۔ اس قاعدہ کے مطابق اَسَرَّ النَّجْوٰى ہونا چاہئے تھا۔ مگر یہاں فاعل ظاہر ہونے کے باوجود اَسَرُّوْا جمع کا صیغہ کیوں استعمال کیا گیا۔

اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ اَسَرُّوْا میں واؤ ضمیر جمع نہیں ہے بلکہ علامتِ جمع ہے تاکہ اَسَرُّوْا کا لفظ سنتے ہی سننے والے کو پتہ چل جائے کہ اس کا ایک فاعل نہیں بلکہ متعدد ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ واؤ ضمیر جمع فاعل ہے اور اَلَّذِيْنَ فاعل نہیں بلکہ واؤ کا بدل ہے اور واؤ مبدل منہ ہے جیسے ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ (۵ : ۷۱) میں گذر چکا ہے کہ كَثِيْرٌ فاعل نہیں بلکہ واؤ علامت جمع اور ضمیر فاعل ہے اور كَثِيْرٌ اس کا بدل ہے۔

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ عرب کی ایک لغت میں ایسے موقعہ پر بھی فعل کا جمع کا صیغہ استعمال ہوتا رہتا ہے۔ جیسے اَكَلُوْنِي الْبَرَاغِيْثُ (مجھے پسوؤں نے رکاٹ کھایا)۔ ملاحظہ ہو سورۃ مائدہ آیت

نمبر ۱۷ ۔ ضیاء القرآن جلد اوّل ۔ فقرہ کا ترجمہ ہوگا (یہ) ظلم کار لوگ (آپ کے خلاف) سرگوشیوں کو چھپاتے رہتے ہیں۔

= ھَلْ ۔ نفی کے لئے آیا ہے ۔ ای مَا ھٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ ۔

= اَفَتَاْتُوْنَ ۔ الف استفہامیہ ۔ تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم آتے ہو ۔ تم آؤ گے ۔ اِتْیَانٌ مصدر ۔ باء کے ساتھ جب اس کا تعدیہ ہو تو معنی لانے کے ہوتے ہیں ۔

اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ ۔ کیا تم (پھر بھی) جادو (کی باتیں سننے) آؤ گے ۔

= وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ہ حالانکہ تم دیکھ رہے ہو ۔ یہ جملہ حال ہے تَاْتُوْنَ کی ضمیر فاعل سے ۔

اور یہ سارا جملہ ھَلْ ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ہ محل نصب میں ہے اور النَّجْوٰی سے بدل ہے ۔ یعنی ان کی سرگوشیاں یہ کلام ہے ۔

۲۱ : ۴ = قَالَ ۔ ای قال الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

= اَلْقَوْلَ ۔ ہر بات خواہ وہ پوشیدہ طور پر کہی جائے یا بِالْجَھْر کہی جائے تاکید کے لئے یَعْلَمُ السِّرَّ کو یَعْلَمُ الْقَوْلَ کہا ہے ۔

۲۱ : ۵ = اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ اَضْغَاثُ ضِغْثٌ کی جمع ہے جس کے معنی خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجائیں ۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے :۔ خُذْ بِیَدِکَ ضِغْثًا (۳۸ : ۴۴) اپنے ہاتھ میں مٹھی بھر گھاس لو ۔

اَحْلَامٌ حُلْمٌ کی جمع ہے جس کے معنی خواب دیکھنے کے ہیں اور چونکہ گھاس کے تنکے یا خشک شاخیں مٹھے میں بڑی بھلی سب ملی جلی ہوتی ہیں اس لئے خواب ہائے پریشان کو اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں ۔ جیسے کہ سورۃ یوسف میں ہے قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲ : ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پراگندہ و پریشان خواب ہیں ۔ اسی طرح جس بات یا کلام کا کوئی سر منہ نہ ہو اور بے ربط و ملتبس ہو اسے بھی تشبیہا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ کہتے ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں ہے یعنی یہ کلام پریشان خیالات کا مجموعہ ہے

= بَلِ افْتَرٰىهُ ۔ یہ محض پریشان خواب نہیں کیونکہ خواب میں ایسے کلام کو موزوں کرنا بھی ایک شان بے اختیاری و مجذوبیت کا مظہر ہے بلکہ یہ تو ایک من گھڑت کلام ہے جو ان کے اپنے دماغ کی اختراع ہے ۔

بَلْ ھُوَ شَاعِرٌ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ وہ ایک شاعر ہے اور یہ کلام ایک شاعرانہ جولانی طبع کا نتیجہ ہے ۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں اور جس میں کوئی ٹھوس حقیقت نہیں اور واقعیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ۔ (علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ اہل عرب شعر کو جھوٹ کے معنی میں استعمال

کرتے تھے۔ اور شاعر سے مراد ان کے نزدیک کا ذب تھا۔ اسی لئے اہلِ عرب جھوٹی دلیلوں کو ادلۃ شعریۃ کہتے ہیں)

= فَلْیَاْتِنَا بِاٰیَۃٍ۔ یہ جواب شرط محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ان لم یکن کما قُلْنَا بل کان رَسُوْلًا من اللہ عزوجل کما یقول فلیاتنا باٰیۃٍ۔ اگر یہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے بلکہ جیسا وہ خود کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرستادہ ہے تو پھر لائے ہمارے پاس کوئی (بھاری) معجزہ

= کَمَا اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ ہ جیسا کہ پہلے رسول (بھاری معجزہ) کے ساتھ بھیجے گئے تھے مثلاً حضرت موسیٰ کا معجزہ عصا۔ و ید بیضاء یا حضرت عیسیٰ کہ ان کوڑھی تندرست ہو جاتے تھے اور مردہ زندہ ہو جاتے تھے۔

یہ سارا کلام بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ سے لے کر اَلْاَوَّلُوْنَ تک النَّجْوٰی کے ضمن میں آتا ہے۔

٢١: ٦ = مَآ اٰمَنَتْ۔ مَا نافیہ ہے اٰمَنَتْ اِیْمَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ وہ ایمان لائی — اس نے مانا۔ یہاں سے جملہ مستانفہ شروع ہوتا ہے۔ اور کفار و مشرکین کے متذکرہ بالا نجویٰ کا خداوند تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلّی خاطر کے لئے جواب ہے

مَآ اٰمَنَتْ ..... اَفَھُمْ یُؤْمِنُوْنَ ہ ان سے قبل ہم نے جن بستیوں کو (باوجود معجزہ ہائے عظیم کے مرسلینِ خداوندی کی نافرمانی کی وجہ سے) ہلاک کیا ان کے اہالیان تو ایمان نہ لائے تو کیا یہ لوگ آپ سے معجزہ عظیم کا مطالبہ کر رہے ہیں (ایسے معجزہ کی صورت میں) ایمان لے آئیں گے؟۔

اَفَھُمْ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

٢١: ٧ = رِجَالًا۔ رَجُلٌ کی جمع ہے۔ مرد۔ انسان

= اَھْلَ الذِّکْرِ۔ اہل علم۔ اس سے مراد یا تو اہل کتاب ہیں یعنی علماء یہود و نصاریٰ کہ تورات اور انجیل کی تعلیمات کی روشنی میں وہ انبیاء کی بشریت سے منکر نہ تھے۔

یا یہاں ذکر سے مراد القرآن ہے اور اہل الذکر سے مراد قرآن کو ماننے والے مؤمن علماء

٢١: ٩ = اَلْمُسْرِفِیْنَ۔ اِسْرَافٌ (افعال) سے اسم فاعل جمع مذکر حدّ اعتدال یا حدّ مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔ حدّ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے۔

٢١: ١٠ = ذِکْرُکُمْ۔ ای ذکرٰی لَّکُمْ۔ تمہارے لئے نصیحت

٢١: ١١ = قَصَمْنَا۔ قَصَمَ یَقْصِمُ (ضرب) قَصْمٌ سے ماضی جمع متکلم۔ اَلْقَصْمُ

کے معنی کسی چیز کو توڑ دینے اور ہلاک کر دینے کے ہیں۔ قَصَمَ اللّٰہُ ظَھْرَ الظَّالِمِ خدا ظالم کی کمر توڑ دے قَاصِمَۃُ الظَّھْرِ پشت کو توڑ دینے والی مصیبت۔

کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْیَۃٍ کَانَتْ ظَالِمَۃً۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو جو ستمگار تھیں ہلاک کر دیا۔ یعنی ان کو توڑ موڑ کر ریزہ ریزہ اور ہلاک کر دیا۔

= اَنْشَاْنَا۔ اِنْشَاءٌ سے ماضی جمع متکلم ہم نے پیدا کیا

٢١ : ١٢ = اَحَسُّوْا۔ اِحْسَاسٌ (افعال) ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے محسوس کیا۔ انہوں نے پایا۔

= بَاْسَنَا۔ مضاف مضاف الیہ ہمارا عذاب۔ ب ء س مادہ

اَلْبُؤْسُ اَلْبَاْسُ۔ اَلْبَاْسَاءُ تینوں میں سختی اور ناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اَلْبَاْسُ اَلْبَاْسَاءُ جسمانی زخم اور نقصان کے لئے آتا ہے اور بُؤْسٌ زیادہ تر فقر وفاقہ اور لڑائی کی سختی پر بولا جاتا ہے۔

= اِذَا۔ جب۔ ناگہاں۔ اس وقت۔ ظرف زمان ہے۔ اِذَا اکثر وبیشتر تو شرطیہ ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے آیہ ہذا میں اِذَا ھُمْ مِنْھَا یَرْکُضُوْنَ۔ تو فوراً وہاں سے بھاگنے لگے۔ یہاں اِذَا فجائیہ ہے۔

= مِنْھَا۔ میں ضمیر واحد مؤنث غائب یا تو قَرْیَۃٍ کی طرف راجع ہے یا بَاْس کی طرف جو کہ یہاں النقمۃ کے معنی میں ہے۔ النقمۃ سزا۔ انتقام۔ بدلہ۔

= یَرْکُضُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب رَکْضٌ مصدر (باب نصر) تیزی کے ساتھ بھاگنا وہ تیزی سے بھاگنے لگے۔

٢١ : ١٣ = لَا تَرْکُضُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت بھاگو۔

= اُتْرِفْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں عیش دیا گیا۔ تم نازونعمت میں پالے گئے۔ اِتْرَافٌ (افعال) مصدر۔

اِلٰی مَا اُتْرِفْتُمْ فِیْہِ۔ اس حالت تعیش کی طرف جہاں تمہیں خدا نے نعمتیں، مال وزر زن وفرزند۔ و دیگر سامانِ تعیش دے رکھا تھا۔ یہ فقرہ طنزاً کہا گیا ہے کہ اب جو تمہاری ناشکری اور کرتوتوں کی وجہ سے عذاب آیا ہے تو بھاگتے کیوں ہو؟ جاؤ ناوہیں جاکر عیش لوٹو اور حکومت چلاؤ تاکہ تم سے تمہاری بربادی اور سزاو عذاب کے متعلق لوگ پوچھیں کہ بائیں انعام واکرام یہ تم عذاب میں کیوں مبتلا کئے گئے اور پھر تم اپنی کرتوتوں کا جواب دو۔

= قَالُوْا ۔ ای لما یئسوا من الخلاص بالھرب والقنوا استیلاء العذاب
یعنی جب وہ بھاگ کر بھی خلاصی پانے سے مایوس ہو گئے اور غلبۂ عذاب کا ان کو یقین ہو گیا تو پکارنے لگے یٰوَیْلَنَا۔

١٤:٢١ = یٰوَیْلَنَا۔ وائے ہماری بدبختی ۔ وائے ہماری ہلاکت

١٥:٢١ = مَا زَالَتْ افعال ناقصہ میں سے ہے یعنی وہ ختم نہ ہوا بدستور جاری رہا۔
مَا زِلْتُ اَفْعَلُ ۔ میں کرتا رہا۔ مَا زَالَتْ ان کی یہ (چیخ و پکار) جاری رہی۔
= دَعْوٰھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا دعویٰ۔ ان کی چیخ و پکار۔
مَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوٰھُمْ ۔ ان کی یہ چیخ و پکار جاری رہی ۔ وہ یہ چیخ و پکار کرتے ہی رہے۔

= حَصِیْدًا ۔ کٹی ہوئی کھیتی ۔ جڑسے کٹی ہوئی حَصَادٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ حَصَادٌ و حَصِیْدٌ کے معنی کھیتی کاٹنے کے ہیں۔
جیسا کہ ارشاد ربانی ہے وَاٰتُوْا حَقَّهٗ یَوْمَ حَصَادِهٖ (١٤١:٦) اور جس دن پھل توڑو یا کھیتی کاٹو تو خدا کا حق بھی اس میں سے ادا کرو۔

= خٰمِدِیْنَ بجھنے والے۔ خُمُوْدٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ خَمَدَتِ النَّارُ۔ آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا (جب کہ اس کا انگارا نہ بجھا ہو) قرآن مجید میں ہے فَاِذَا ھُمْ خٰمِدُوْنَ ○ (٣٦: ٢٩) سو وہ ناگہاں بجھ کر رہ گئے۔
حَتّٰى جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ○ تا آنکہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر اور (آگ کی طرح) بجھا کر ڈھیر کر دیا۔

١٦:٢١ = لٰعِبِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَاعِبٌ واحد۔ لَعِبٌ لَعِبٌ و تَلْعَابٌ مصدر کھیلنے والے۔ بیکار کام کرنے والے۔
لَعِبٌ حاصل مصدر بھی ہے بمعنی کھیل۔ لُعْبَةٌ گڑیا۔

١٧:٢١ = لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَھْوًا ۔ اگر ہمارا ارادہ ہوتا کہ ہم کوئی محض کھیل کا شغف اختیار کریں ؟ تو یقیناً ہم از خود اپنی طرف سے ہی کوئی بھی کھیل اختیار کر سکتے تھے ۔ یہ مخلوق اس کی مختلف صورتیں اس کی مختلف آزمائشیں ۔ اس کی دنیاوی زندگی کی صعوبتیں اور آخرت کی جزا و سزا یہ سب دھندا کرنے کی کیا ضرورت تھی ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تخلیقِ کائنات خود مخلوق ہی کے نفع و مصلحت کے لئے ہے جیسا کہ مولانا روم رح نے فرمایا ہے ۔

من نہ کردم امر تا سودے کنم ۔ بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

== اِنْ کُنَّا فٰعِلِیْنَ ه میں اِنْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے اگر ہمیں ایسا کرنا ہی تھا تو۔ یا یہ نافیہ ہے اور معنی ہیں۔ ہم ایسا کرنے والے نہ تھے یعنی ایسا کرنا (لہو ولعب کے لئے) ہمارا مقصود ہی نہ تھا۔

۲١: ١٨ == نَقْذِفُ ۔ مضارع جمع متکلم قَذْفٌ مصدر (باب ضرب) ہم پھینک مارتے ہیں قَذْفٌ کے اصل معنی تیر کو دور پھینکنے کے ہیں۔ پھر تیر کی شرط کو ساقط کرکے مطلق پھینکنے، ڈالنے اور اتارنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مجازًا اس کے معنی گالی دینا۔ تہمت زنا لگانا۔ اور کسی کو عیب کی طرف منسوب کرنا بھی مراد لئے جاتے ہیں ۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو۔ اور یَقْذِفُ بِالْحَقِّ (۳۴: ۴۸) وہ (اوپر سے) حق اتارتا ہے اور وَیُقْذَفُوْنَ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷: ۸) اور ہر طرف سے (ان پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔

بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ۔ بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں۔

== فَیَدْمَغُهٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ دَمْغٌ مصدر (باب فتح) پس وہ اس کو دماغ پر مارتا ہے (دماغ کی چوٹ بےہوش کرتی ہے اور اگر زیادہ قوی ہو تو موجب ہلاکت ہوتی ہے) دَمْغٌ کا معنی ہے ایسی قوی ضرب جس سے بھیجا ٹوٹ جائے۔ اس لئے آیۃ ہذا میں دماغ پر مارنے سے مراد ہوا ہلاک کرنا۔ نابود کر دینا۔

== فَاِذَا ۔ پس وہ فوراً ۔

== زَاهِقٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر مٹ جانے والا۔ زائل ہو جانے والا۔

فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ تو وہ فوراً مٹ جاتا ہے۔

== وَلَکُمُ الْوَیْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ه اور تمہارے لئے خرابی (بربادی۔ ہلاکت۔ بدبختی) ہے بوجہ (ان من گھڑت باتوں کے) جو تم بیان کرتے ہو۔ مثلاً یہ تخلیق کائنات محض ایک کھیل ہے یا یہ کہ دوسروں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہو۔ یا بیوی بیٹیاں وغیرہ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہو۔ وغیرہ ذالک ۔ یا یہ جملہ انشائیہ بصورت جملہ خبریہ ہے۔ یعنی تمہاری ان باتوں پر پھٹکار ہو

یہاں خطاب یا تو قریش سے ہے یا جمیع کفار عرب سے۔ یا التفات ضمائر ہے اور خطاب اہل قُریٰ سے ہے جن کا ذکر اوپر ہوا ہے اور غیب سے حاضر کا صیغہ وعید کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۱: ۱۹ = وَمَنْ عِنْدَهٗ ۔ وھم الملئکۃ مطلقًا علیہم السلام
لفظی ترجمہ :۔ اور جو اس کے نزدیک ہیں اور اس سے مراد فرشتے ہیں۔
= لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِہٖ ۔ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔
وہ تکبر نہیں کرتے ۔ یعنی اس کی بندگی سے سرتابی نہیں کرتے۔
= لَا یَسْتَحْسِرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِحْسَارٌ (استفعال) مصدر
وہ نہیں تھکتے ہیں۔
اَلْحَسْرُ (باب ضرب ونصر) کے معنی کسی چیز کو ننگا کرنے اور اس سے پردہ اٹھانے کے ہیں۔ نَاقَۃٌ حَسِیْرٌ ۔ تھکی ہوئی اور کمزور اونٹنی جس کا گوشت اور قوت زائل ہو گئی ہو۔
اَلْحَاسِرُ اَلْمَحْسُوْرُ ۔ تھکا ہوا ۔ عاجز ۔ درماندہ ۔ کیونکہ اس کے قوی ظاہر ہو جاتے ہیں!
اَلْحَاسِرُ اس تصور کے پیش نظر کہ اس نے خود اپنے قوی کو ننگا کر دیا۔
اور اَلْمَحْسُوْرُ اس تصور پر کہ درماندگی نے اس کے قوی کو ننگا کر دیا۔
حَسِیْرٌ حَاسِرٌ مَحْسُوْرٌ ۔ تینوں ہم معنی ہیں ۔ قرآن مجید میں ہے
یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (۶۷ : ۴) تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی ۔ اور اسی سے اَلْحَسْرَۃُ (حسرت) ہے فرطِ غم سے قوی کا ننگا ہو جانا درماندہ ہو جانا۔
۲۱ : ۲۰ = لَا یَفْتُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب فُتُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ سستی نہیں کرتے وہ نہیں اکتاتے۔ فترٌ مادہ۔
۲۱ : ۲۱ = اٰلِھَۃً مِّنَ الْاَرْضِ ۔ ای اٰلھۃ من اجزاء الارض کالحجارۃ وغیرھا
ایسے معبود جس میں ارضی عنصر موجود ہو مثلاً پتھر ۔ جانور (ہندوؤں کی گئو ماتا ۔ ہنومان بندر) درخت تلسی پیپل وغیرہ جن کو ہندو پوجتے ہیں) دریا (جیسے ہندوؤں کے نزدیک گنگا ۔ جمنا) وغیرہ
= ھُمْ یُنْشِرُوْنَ ۔ (ایسے ہیں) جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہوں
۲۱ : ۲۲ = فِیْھِمَا ۔ ای فی الارض والسمٰوٰت
۲۱ : ۲۳ = لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتے ہیں اس سے بازپرس نہیں کی جا سکتی۔
= وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ ۔ ای الناس ۔ لوگوں سے بازپرس کی جا سکتی ہے
۲۱ : ۲۴ = ھَاتُوْا ۔ اصل میں اٰتُوْ تھا ۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے ۔ اٰتِ تولا ۔ واحد مذکر حاضر

اِیْتِیْ (واحد مؤنث حاضر) اِیْتِیَا (تثنیہ مذکر و مؤنث حاضر) اِیْتِیْنَ (جمع مؤنث حاضر) ہمزہ کو ھاء سے بدل کر ھَاتِ۔ ھَاتِیْ۔ ھَاتِیَا۔ ھَاتُوْا۔ ھَاتِیْنَ کر لیا گیا۔

ھَاتُوْا جمع مذکر حاضر فعل امر۔ تم لاؤ۔

= ھٰذَا ذِکْرُ مَنْ مَّعِیَ ۔ یہ رہی کتاب (میری اور) میرے ساتھیوں کی ۔

= وَذِکْرُ مَنْ قَبْلِیْ۔ اور (یہ رہی) کتاب مجھ سے قبل والوں کی۔ (ان دونوں میں سے کسی میں یہ نکال کر دکھاؤ کہ ایک اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی خدائی کا شائبہ رکھتا ہے اور اسے یہ حق پہنچتا ہے کہ اس کی بندگی کی جائے۔

آیات ٢١: ٢٣: میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے عقلی دلائل تھے اور آیت ٢٤ میں استدلال نقلی ہے۔

= بَلْ اَکْثَرُ ھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ الْحَقَّ (یہ کوئی دلیل نہیں لاسکیں گے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر حق کو جانتے ہی نہیں۔

= فَھُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۔ اور اسی وجہ سے وہ (توحید الٰہی اور اتباع رسول سے) روگردانی کررہے ہیں۔

٢١: ٢٥ = نُوْحِیْ ۔ مضارع بمعنی ماضی جمع متکلم۔ ہم وحی بھیجتے تھے ہم نے (اس کی طرف) وحی بھیجی۔

= فَاعْبُدُوْنِ ۔ ای فاعبدونی ۔ سو میری ہی عبادت کیا کرو۔

٢١: ٢٦ = اِتَّخَذَ وَلَدًا ۔ اَلْاَخْذُ کے معنی ہیں کسی چیز کو حاصل کرلینا۔ جمع کرلینا۔ اور احاطہ میں لے لینا۔ اور یہ حصول کبھی کسی چیز کو پکڑنے کی صورت میں ہوتا ہے مثلاً مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَہٗ (١٢: ٧٩) خدا بچائے کہ جس شخص کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا ہم کسی اور کو پکڑیں۔

اور کبھی غلبہ کی صورت میں مثلاً لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ (٢: ٢٢٥) نہ اس پر اونگھ غالب آسکتی ہے اور نہ ہی نیند۔

اسی سے اَلْاِتِّخَاذُ (افتعال) ہے اور یہ دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوکر جَعَلَ کے جاری مجری ہوتا ہے جیسے لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰی اَوْلِیَآءَ (٥: ٥١) یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ اِتَّخَذَ ۔ اس نے بنالیا۔ اس نے اختیار کیا۔

وَلَدًا ۔ اَلْوَلَدُ جو جنا گیا ہو۔ یہ لفظ واحد۔ جمع ۔ مذکر۔ مؤنث چھوٹے بڑے سب

پر بولاجاتا ہے۔ وَالِدٌ جس کے ہاں جنا گیا ہو۔ وَالِدَۃٌ جس نے جنا ہو۔ وَالِدَیْنِ ماں باپ۔ وَلَدٌ بیٹا۔ بیٹی۔ اولاد سب کے لئے آتا ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا۔ ای وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ الْمَلٰئِکَۃَ وَلَدًا۔ اور وہ کہتے ہیں کہ بنالیا ہے رحمٰن نے (فرشتوں کو) اولاد۔ عرب کے کئی قبائل مثلاً بنی خزاعہ فرشتوں کو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہود و نصاریٰ حضرت عزیر علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہا کرتے تھے۔ یہاں اس بہتان صریح کی نفی کی جارہی ہے۔

= بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ۔ بلکہ وہ تو اس کے معزز بندے ہیں۔ یعنی ملائکہ، عزیر، مسیح وغیرہ

٢١ : ٢٧ = لَا یَسْبِقُوْنَہٗ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سَبْقٌ (ضرب) سے مصدر۔ اس سے وہ سبقت نہیں کرتے۔ پہل نہیں کرتے (بِالْقَوْلِ۔ بات کرنے میں)

٢١ : ٢٨ = لَا یَشْفَعُوْنَ ۔ میں ضمیر فاعل عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ کی طرف راجع ہے۔

= اِرْتَضٰی ۔ وہ راضی ہوا۔ اس نے پسند کیا۔ اِرْتِضَاءٌ (افتعالٌ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی ۔ مگر صرف اس کے لئے (سفارش کریں گے) جسے وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) پسند کرے گا

= خَشْیَتِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ہیبت۔ اس کا ڈر۔ اس کا خوف۔

= مُشْفِقُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِشْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مُشْفِقٌ واحد ڈرنے والے اس کا مادہ شفق ہے اور شفق کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ اشفق (باب افعال) سے پہلے مِن مذکور ہو تو خوف کا معنی نمایاں ہوتا ہے۔ جیسے وَهُمْ مِّنَ السَّاعَۃِ مُشْفِقُوْنَ ۔ (٢١ : ٤٩) اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں۔

اور اگر اس کے بعد عَلٰی آئے تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ مثلاً اَشْفَقَ عَلَی الصَّغِیْرِ ۔ اس نے چھوٹے پر رحم کھایا۔

٢١ : ٣٠ = کَانَتَا رَتْقًا ۔ دونوں باہم ملے ہوئے تھے۔ جڑے ہوئے تھے۔ رَتْقًا ملا ہوا جڑا ہوا۔ رَتْقٌ رَتَقَ یَرْتُقُ کا مصدر ہے۔ رَتْقٌ کے اصل معنی ہیں جڑ جانا۔ بند ہو جانا خواہ خلقی طور پر خواہ صناعی طور پر۔ یہاں مصدر بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول کے ہے۔

= فَفَتَقْنٰهُمَا ۔ پھر ہم نے ان دونوں کو الگ الگ کر دیا اَلْفَتْقُ (باب ضرب) کے معنی دو متصل چیزوں کو الگ الگ کر دینے کے ہیں۔ اور یہ رَتْقٌ کی ضد ہے

تخلیق عالم کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزادرح ترجمان القرآن میں لکھتے ہیں:۔

موجودہ زمانہ میں اجرام سماویہ کی ابتدائی تخلیق اور کرۂ ارضی کی ابتدائی نشوونما کے جو نظریئے تسلیم کرلئے گئے ہیں یہ اشارات بظاہر ان کی تائید کرتے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو ان بنیادوں پر شرح وتفصیل کی بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرسکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح نہ ہوگا۔ یہ نظریئے کتنے ہی مستند تسلیم کرلئے گئے ہوں لیکن پھر بھی نظریئے ہیں اور نظریات جزم ولقین کے ساتھ حقیقت کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ پھر اس سے کیا فائدہ کہ ان کی روشنی میں قرآن کے مجمل اور محتمل اشارات کی تفسیر کیجائے۔ لیکن کل کو کیا کریں گے اگر ان نظریوں کی جگہ دوسرے نظریئے پیدا ہوگئے۔

صاف بات یہی ہے کہ یہ معاملہ عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی حقیقت ہم اپنے علم وادراک کے ذریعے معلوم نہیں کرسکتے۔ اور قرآن کا مقصود ان اشارات سے تخلیق عالم کی شرح وتحقیق نہیں ہے خدا کی قدرت وحکمت کی طرف انسان کو توجہ دلانا ہے۔

= کُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ۔ ہر جاندار چیز۔ لفظ کُلّ محاورہ میں تقریباً کل یا بہت بڑی اکثریت کے مرادف مستعمل ہے۔ اس لئے اگر کسی جاندار کی پیدائش کا اس قاعدے سے استثناء ثابت ہوجائے تو یہ عموم قانون کے منافی نہیں۔

۲۱ : ۳۱ = رَوَاسِیَ۔ رَسٰی یَرْسُوْ (نصر) رُسُوٌّ و رَسْوٌ (مصدر) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع۔ راسِیَۃٌ واحد۔ رَسَا الشَّیْءُ (نصر) کے معنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ اور بڑی بڑی بھاری دیگیں جو ایک جگہ پر جمی رہیں۔ رَوَاسِیَ وہ مضبوط پہاڑ جو ایک جگہ جم کر ٹھہرے ہوئے ہوں۔

اَلْمَرْسٰی۔ بندرگاہ۔ جمع مَرَاسٍ۔ المِرْسَاۃُ۔ کشتی یا جہاز کا لنگر۔ مُرْسٰی مصدر میمی بھی ہے لنگر انداز ہونا۔ ظرف زمان وظرف مکان بھی ہے۔ لنگر انداز ہونے کا وقت یا لنگر انداز ہونے کی جگہ۔

= اَنْ بمعنی لِئَلَّا استعمال ہوا ہے اور ھِمْ سے مراد اہل الارض ہیں۔

= تَمِیْدَ بِہِمْ۔ تَمِیْدَ مضارع واحد مؤنث غائب (ضرب) وہ ہلے۔ وہ جھکے۔ مادہ ہلتی ہے یا جھکتی ہے۔ مَیْدٌ مصدر بمعنی کسی بڑی چیز کا ہلنا یا حرکت کرنا۔ اَنْ تَمِیْدَ بِہِمْ تاکہ وہ لوگوں کو لے کر ہلنے نہ لگے۔

= فِیْھَا ای فی الرَّوَاسِیَ پہاڑوں میں

= فِجَاجًا۔ فَجٌّ کی جمع دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ راستے۔
دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو الفَجُّ کہتے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ:۔
مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ (۲۲: ۲۷) ہر دور دراز راستے سے۔
= يَهْتَدُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (تاکہ) وہ راستہ پاسکیں۔
۲۱: ۳۲ = اٰيٰتِهَا۔ اس کی نشانیاں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب السمآء کی طرف راجع ہے
ایتھا ای ما خلق اللہ فیھا من الشمس والقمر والنجوم وکیفیۃ حرکاتہا فی افلاکھا ومطالعھا ومغاربھا وغیرھم۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آسمانوں میں سورج۔ چاند۔ ستارے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے افلاک میں دائمی گھومتے رہنا ان کے طلوع ان کے غروب کی کیفیات وغیرہم۔
۲۱: ۳۳ = فَلَكٍ ستاروں کا مدار۔ اسے کشتی نما ہونے کی وجہ سے فلک کہا گیا ہے۔
اَلْفُلْكُ کشتی۔
= يَسْبَحُونَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ تیر رہے ہیں۔ اَلسَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ استعارہ کے طور پر یہ لفظ فلک میں شمس وقمر ونجوم کی گردش کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَّسْبَحُونَ ۝ سب اپنے اپنے مدار میں تیزی سے چل رہے ہیں
اور جگہ ارشادِ ربانی ہے۔ وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا (۷۹: ۳) قسم ہے ان فرشتوں کی جو کہ (آسمان اور زمین کے درمیان) تیرتے پھرتے ہیں۔
۲۱: ۳۴ = اَلْخُلْدَ۔ خَلَدَ يَخْلُدُ (نصر) خُلُودٌ (مصدر) سے حاصل مصدر ہے۔ بمعنی دوام۔ بقا۔ ہمیشگی۔
الخُلُودُ کے معنی کسی چیز کے فساد کے عارضہ سے پاک ہونے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے کے ہیں اور جب کسی چیز میں عرصہ دراز تک تغیر وتبدل وفساد پیدا نہ ہو تو اُسے خلُود کے ساتھ متصف کرتے ہیں۔ مثلاً چولہے کے ان تین پتھروں کو جن پر دیگ چڑھائی جاتی ہے خَوَالِدُ کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ دیر تک ایک ہی جگہ پڑے رہتے ہیں۔
اس بنا پر جس میں طویل عمر ہونے کے باوجود بڑھاپے اور کمزوری کے آثار نہ ہوں اُسے مُخَلَّدٌ کہتے ہیں
= مِتَّ۔ مَاتَ يَمُوتُ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
اَفَائِنْ مِّتَّ۔ تو کیا اگر، تم مرجاؤ یا مرگئے

= فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ۔ تو یہ لوگ ہمیشہ (یہاں) رہیں گے۔ مدتوں زندہ رہیں گے۔

۲۱: ۳۵ = نَبْلُوْكُمْ۔ نَبْلُوْا مضارع جمع متکلم۔ بَلَا يَبْلُوْا (نصر) بَلْوٌ وبَلَاءٌ بلو۔ بلی۔ مادہ۔ نَبْلُوْا۔ ہم آزمائش میں ڈالتے ہیں۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

= فِتْنَةً۔ آزمائش کے طور پر۔ اِبْتِلَاءٌ مصدر ہے اس کو نَبْلُوْكُمْ کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے (علیٰ غیر لفظہٖ)

۲۱: ۳۶ = وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا فعل رَاٰی کا فاعل جب وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تم کو دیکھتے ہیں۔

= اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا۔ اِنْ نافیہ يَتَّخِذُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ هُزُوًا بمعنی مھزوًا بہٖ (جس کا مذاق اڑایا جائے) مفعول ثانی يَتَّخِذُوْنَ کا۔ یہ جملہ اذا کے جواب میں ہے۔

نہیں سلوک کرتے تم سے مگر ایک مسخرے کا سا جس کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے یعنی جب آپ کو دیکھتے ہیں تو تمسخر کرنے لگتے ہیں۔

= اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ۔ کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا (برائی سے) ذکر کرتا ہے۔ یہ جملہ یا تو معطوف ہے ان یتخذونك الا هُزُوًا جملہ پر یعنی جب یہ کافر لوگ تم کو دیکھتے ہیں تو تم سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور یہ کہتے ہیں) کیا یہ شخص ہے ۔۔۔ الخ یا یہ حال ہے یعنی یہ تمسخر کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ کیا یہ شخص ہے ۔۔۔۔ الخ

یہاں يَذْكُرُ وہ ذکر کرتا ہے بمعنی من وجہ الذم ذکر کرتا ہے برائی سے ان کو یاد کرتا ہے یا اُن کا ذکر کرتا ہے۔

اس معنی میں اور جگہ آیا ہے قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ (۲۱: ۶۰) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے جو اُن کا (ہمارے معبودوں کا) ذکر بُرائی سے کرتا ہے۔

= وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ہ یہ جملہ کلام مقدرہ کی ضمیر سے حال ہے ای انھم یعیبون علیہ ان یذکر الھتھم بالسوء والحال انھم بالقراٰن الذی انزل رحمۃ کافرون ہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ ان کے معبودان (باطل) کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ وہ خود قرآن سے جو سراسر رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے منکر ہیں۔

یہاں ذکر سے مراد قرآن بھی ہو سکتا ہے اور اقرار توحید الٰہی بھی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب

کو دو بارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۱:۳۷ = خُلِقَ مِنْ عَجَلٍ۔ اَلْعَجَلَۃُ کسی چیز کو اس کے وقت مقررہ سے پہلے طلب کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کا تعلق چونکہ انسان کی خواہشِ نفسانی سے ہوتا ہے اس لئے عام طور پر قرآن میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی حدیث مبارک ہے کہ:

العجلۃ من الشیطٰن۔ جلد بازی شیطان کا فعل ہے (جامع ترمذی)

اہلِ عرب کا محاورہ ہے کہ جو وصف کسی میں بدرجہ اتم پائی جائے اس کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ تو اس سے پیدا ہوا ہے۔ مثلاً جو بڑا غصیل ہو اسے کہتے ہیں خُلِقَ مِنْ غَضَبٍ۔ اس لئے خُلِقَ مِنْ عَجَلٍ اس کو کہا جائے گا جو بہت جلد باز ہو۔ لہٰذا اس کے معنی ہوئے کہ انسان کی سرشت میں ہی جلد بازی ہے۔ وہ فطرتاً جلد باز واقع ہوا ہے۔

= لَا تَسْتَعْجِلُوْنِ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر اصل میں لَا تَسْتَعْجِلُوْنِیْ تھا یا کو گرادیا گیا۔ تم مجھ سے جلدی کا مطالبہ کا مت کرو۔ استعجال (استفعال) مصدر

۲۱:۳۹ = لَا یَکُفُّوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ کَفَّ یَکُفُّ (نصر) کَفٌّ روکنا دفع کرنا۔ وہ نہیں روک سکیں گے۔ وہ دور نہیں کر سکیں گے۔

= لَوْ۔ حرفِ شرط ہے لو جواب شرط محذوف ہے۔ ای لو یعلم الذین کفروا حین لایکفون عن وجوھھم النار ولا عن ظھورھم ولا ھم ینصرون لما فعلوا ما فعلوا من الاستعجال۔ اگر کافر لوگ اس وقت کو جانتے ہوتے جب یہ آگ کو نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے نہ اپنی پشتوں کی طرف سے اور ان کو مدد نہ پہنچ سکے گی تو وہ شتابی کی بات جو کر رہے ہیں نہ کرتے۔

یا لَوْ یہاں بطور حرف تمنا ہے۔ اس صورت میں جواب درکار نہیں۔ ترجمہ ہوگا۔

اے کاش ان کافروں کو اس وقت کی خبر ہوتی جب یہ آگ کو نہ روک سکیں گے اپنے چہروں سے اور نہ اپنی پشتوں سے اور نہ ہی انہیں مدد پہنچ سکے گی۔

۲۱:۴۰ = بَلْ تَاْتِیْھِمْ۔ بلکہ وہ ان کو آلے گی۔ ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے یا الوعد (الموعدۃ) کے لئے ہے یا حین (الساعۃ) کے لئے ہے۔ اول الذکر واضح ہے

= بَغْتَۃً۔ اچانک۔ یک دم۔ یکایک۔

= فَتَبْھَتُھُمْ۔ وہ ان کو حواس باختہ کر دے گی۔ وہ ان کو مبہوت کر دے گی۔ وہ ان کو ہکا بکا کر دے گی۔ بَھِتَ یَبْھَتُ (سمع) بَھْتٌ مصدر۔ مضارع واحد مؤنث غائب باب کرم

سے اسی معنی میں آتا ہے بَھَتَ یَبْھَتُ (فتح) کسی کو اچانک پکڑ لینا۔
= وَلَا یُنْظَرُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی۔
۲۱: ۴۱ = اُسْتُھْزِئَ ب اِسْتِھْزَاءٌ (استفعال) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس سے ٹھٹھا کیا گیا۔ اُسْتُھْزِئَ بِرُسُلٍ رسولوں کا مذاق اڑایا گیا۔
= فَحَاقَ ب پس نازل ہوا (ان پر) گھیر لیا اس نے (ان کو) حَاقَ یَحِیْقُ (ضرب)
= سَخِرُوْا۔ سُخْرٌ مصدر (باب سمع) ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے ٹھٹھا کیا۔
فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ سَخِرُوْا مِنْھُمْ مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ۔
حَاقَ فعل اَلَّذِیْنَ۔ اسم موصول۔ سَخِرُوْا مِنْھُمْ اسم موصول کی تعریف اسم موصول معہ اپنی تعریف کے حَاقَ کا مفعول ہوا۔ پس گھیر لیا ان لوگوں کو جو اُن میں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے مَا اسم موصول کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ ہ اسم موصول کی تعریف۔ اس عذاب نے جس کے متعلق وہ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یہ جملہ مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ فاعل ہے فعل حَاقَ کا۔ یعنی جس عذاب کے متعلق وہ تمسخر کیا کرتے تھے ان تمسخر کرنے والوں کو اسی عذاب نے گھیر لیا۔
یعنی پہلے رسولوں نے جب اپنی اپنی امتوں کو مخصوص افعال قبیحہ کے عذاب سے ڈرایا (مثلاً حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو لواطت کے عذاب سے حضرت شعیب نے اپنی قوم کو ماپ تول کی کمی بیشی کرنے کے عذاب سے حضرت صالح علیہ السلام نے اونٹنی کے ساتھ برائی کے ساتھ سلوک کرنے کے عذاب سے) تو انہوں نے تمسخر اڑایا اور کہا کہ جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو اسے ابھی کیوں نہیں لے آتے اور پھر ہوا یہ کہ اس عذاب نے جس کا وہ تمسخر اڑاتے تھے اسی دنیا میں ان کو آلیا۔
مِنْھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ھُمْ کا مرجع اَلَّذِیْنَ سَخِرُوْا ہے یعنی ان کافروں میں سے وہ لوگ جو ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔ یا اس کا مرجع رسول ہیں جن کے ساتھ وہ لوگ ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔
بِہٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے یعنی وہ عذاب جس کے متعلق وہ تمسخر اڑایا کرتے تھے۔
۲۱: ۴۲ = یَکْلَؤُکُمْ۔ یَکْلَؤُ مضارع واحد مذکر غائب کَلَاءَۃٌ مصدر باب فتح۔ سمع کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہاری حفاظت کرے گا۔ اَلْکِلَاءَۃُ کے معنی کسی چیز کی حفاظت کرنا اور اسے باقی رکھنا کے ہیں۔ کَلَاَکَ اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں محفوظ رکھے۔ اَلْمُکَلَّاُ گودی۔ ہر وہ مقام جہاں کشتیوں کو محفوظ رکھا جا سکے۔
مَنْ یَّکْلَؤُکُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّھَارِ۔ کون تمہاری نگہبانی کر سکتا ہے رات کو یا دن کے وقت

خدائے رحمان سے۔ ک ل ء مادہ

۲۱:۴۳ = تَمْنَعُهُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو بچاتی ہے۔ منع کرتی ہے۔ روکتی ہے۔ حفاظت کرتی ہے۔ یہاں یہ صیغہ اٰلِهَةٌ (جمع) کے لئے استعمال ہوا ہے۔ (کیا ان کے ہمارے سوا اور خدا ہیں جو) ان کو (ہمارے عذاب سے) بچا سکتے ہیں۔

= لَا يُصْحَبُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب صَحَابَةٌ مصدر (باب سمع) ان کا ساتھ نہیں دیا جائے گا۔ وہ بچائے نہیں جائیں گے۔ صَاحِبٌ وہ جو عام طور پر ساتھ رہے۔ ساتھی۔ کبھی کسی چیز کے مالک کو بھی صاحب کہہ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کو بھی صاحب کہہ دیتے ہیں جو کسی چیز میں تصرف کا مالک ہو۔ وَلَا هُمْ مِنَّا يُصْحَبُوْنَ۔ اور نہ ہماری طرف سے ان کا ساتھ دیا جائے گا (یعنی نہ ہی ان کی مدد کی جائے گی) یعنی ہماری طرف سے ان پر سکینت۔ تسلی۔ کشائش وغیرہ کی صورت میں کسی قسم کا ساتھ نہیں دیا جائے گا۔ جیسا کہ اسی قسم کی چیزوں سے اولیاء اللہ کی مدد کی جاتی ہے

۲۱:۴۴ = بَلْ۔ حرف اضراب ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۳۵) اور یہاں اضراب (رد گردانی کرنا) کے معنی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔ یہاں بل کا ماقبل (ذکر رحمن سے روگردانی۔ ان کی سرکشی۔ اور لجاجت فی الکفر) اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے۔

یہاں ایک مزید وجہ ان کی سرکشی کی بیان کی ہے۔ بلکہ ہم نے ان کے آباء و اجداد کو سامان تعیش دیئے رکھا اور اسی عیش و عشرت میں عرصہ بعید گذر گیا (اور یہ سمجھنے لگے کہ وہ حق پر ہیں اور یہ کہ یہ سارا سامان عیش و آرام ان کو بوجہ استحقاق مل رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ کسی داعی الی الحق کی بات سننے کے لئے تیار نہیں اور اپنی سرکشی اور کفر کی حالت پر مُصِر ہیں حالانکہ بات یہ نہیں)

= مَتَّعْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَمْتِيْعٌ (تفعیل) ہم نے دنیاوی مال و متاع سے بہرہ مند کیا۔ یہاں هٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ انہی کفار قریش سے جن سے خطاب ہو رہا تھا قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ خطاب سے غیبت کی طرف التفات حقارت اور تحقیر کی بناء پر ہوا ہے۔

= نَنْقُصُهَا۔ مضارع جمع متکلم۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (باب نصر) ہم اس کو کم کرتے چلے جا رہے ہیں۔

جملہ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ہم (ان کی) زمین کو اس کی ہر طرف سے (برابر) گھٹاتے چلے جا رہے ہیں: کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ مجاہد کا قول ہے کہ اس سے مراد زمین کی ویرانی اور اہل زمین کی ہلاکت ہے

۲:۔ عکرمہ کا قول ہے کہ نقصِ زمین سے مراد ساکنانِ زمین کی ہلاکت ہے۔

۳:۔ عطار کا قول ہے کہ نقصِ زمین سے مراد علماء کی ہلاکت ہے۔
۴:۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت قتادہ اور جماعتِ اہل تفسیر نے اس کی تشریح کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اہل کفر کی زمینیں اہل ایمان کے قبضہ میں آرہی ہیں۔ اور اس طرح کافروں کی زمینیں کم ہوتی چلی جارہی ہیں۔ اس تشریح کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور جہاد ہجرت کے بعد فرض ہوا تھا تو پھر زمین کفر کے کم کردینے کا کیا معنیٰ؟

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر الاتقان میں لکھا ہے کہ:۔
یہ آیات مدنیہ ہیں۔ دوم یہ کہ یہ ایک پیشین گوئی ہے اور جس امر کا ہونا یقینی ہو اس کو ہو ہی گیا کہہ کر تعبیر کرتے ہیں۔

اس تشریح کی تائید اس آیۃ کے آخری الفاظ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کرتے ہیں (بھلا یہ لوگ غالب آنے والے ہیں۔؟ استفہام انکاری ہے۔ بلکہ انجام کار فتح اور غلبہ صرف خدا اور اس کے رسول ہی کو ہوگا)

اور جگہ ارشاد ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا (۱۳:۴۱)

۲۱: ۴۵ = اِذَا مَا۔ جب۔ جب کبھی۔
۲۱: ۴۶ = نَفْحَةٌ۔ نَفَحَ يَنْفَحُ (فتح) نَفْحٌ۔ ہوا کا چلنا۔ نَفْحَةٌ ہوا کا ہلکا سا جھونکا۔ یہاں استعارۃً اس کا مطلب ہے ذرا سا۔ تھوڑا سا۔
کہتے ہیں نَفَحَهُ بِالسَّيْفِ۔ اس نے ہلکی سی تلوار ماری۔ یہاں مراد ہے مَسَّتْهُمْ اَدْنٰى شَيْئٌ مِّنْ عَذَابِهٖ تَعَالٰى۔ خدا تعالیٰ کے عذاب کا ہلکا سا جھونکا بھی ان کو چھو جائے
۲۱: ۴۷ = نَضَعُ۔ وَضَعَ يَضَعُ (فتح) وَضْعٌ مصدر۔ مضارع جمع متکلم۔
اَلْوَضْعُ کے معنی نیچے رکھ دینے کے ہیں۔ جیسے فرمایا وَاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ (۸۸:۱۴) اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے۔
اسی سے مَوْضِعٌ ہے جس کی جمع مَوَاضِعُ ہے جس کے معنی جگہیں یا موقع جیسے قرآن میں آیا ہے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ (۵:۱۳) یہ لوگ کلماتِ (کتاب) کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔
وَضْعٌ۔ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً فَلَمَّا وَضَعَتْهَا (۳:۳۶) جب اس نے (مریم کو) جنا۔ اور کہتے ہیں وَضَعْتُ الْحَمْلَ۔ میں نے بوجھ اتار دیا۔ اور

وَضْعٌ سے مراد خلق وایجاد (یعنی پیدا کرنا) بھی ہے مثلاً اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (۳:۹۵) تحقیق پہلا گھر جو لوگوں کے (عبادت کرنے کے) لئے بنایا گیا۔

اور وَضَعَ بمعنی تیز رفتاری سے چلنے کے بھی ہیں جیسے وَضَعَتِ الدَّابَّةُ فِیْ سَیْرِھَا سواری تیز رفتاری سے چلی۔ وَاَوْضَعْتُھَا میں نے اسے دوڑایا۔ اور قرآن مجید میں ہے وَلَاَ وْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ (۹:۴۷) اور تمہارے درمیان (فساد ڈلوانے کی غرض سے) دوڑے دوڑے پھرتے۔

یہاں وَضْعٌ کے معنی نیچے رکھنا بمعنی قائم کرنے کے ہیں یعنی ہم میزانِ عدل قائم کریں گے جیسا کہ اور جگہ فرمایا وَوَضَعَ الْمِیْزَانَ (۵۵:۷) اور اس نے ترازو قائم کیا۔ اس نے ترازو رکھ دیا وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ (اَلْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ موصوف و صفت مل کر نَضَعُ کا مفعول) ہم صحیح تولنے والے ترازو قائم کریں گے۔

الموازین القسط موصوف و صفت ہیں۔ موصوف اور صفت میں واحد۔ جمع میں تطابق ہونی چاہئے۔ لیکن بقول علامہ قرطبیؒ کے القسط مصدر ہے اور جب مصدر صفت ہو تو واحد جمع سب کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔

= مِثْقَالَ۔ اسم مفرد مَثَاقِیْلُ جمع۔ ہموزن۔ وزن میں برابر۔ ثِقْلٌ بوجھ۔ مثقال ایک خاص باٹ بھی ہے جس کا وزن ۱۳/۷ درہم ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں ہموزن کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔

= حَبَّةٍ۔ دانہ۔ گندم اور جو وغیرہ اناج کے دانہ کو حَبٌّ یا حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع حُبُوْبٌ ہے۔ طب کی اصطلاح میں دوائی کی گولی کو بھی حَبَّةٌ (جمع حبوب) کہتے ہیں۔

= خَرْدَلٍ۔ رائی۔ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ۔ رائی کے دانہ کے ہموزن۔

= حٰسِبِیْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر۔ حساب لینے والے۔

۲۱:۴۸ = اَلْفُرْقَانَ (حق و باطل کو الگ الگ کر دینے والی) ضِیَاءً (روشنی) ذِکْرًا۔ نصیحت۔ سب توریت کے اوصاف ہیں جو حضرت موسیٰ پر اصالتاً اور حضرت ہارون پر نیابتاً اتاری گئی تھی۔

۲۱:۵۰ = ھٰذَا۔ ای القُرْاٰنُ۔

= ذِکْرٌ مُّبٰرَکٌ بڑی برکت والی نصیحت۔

۲۱:۵۱ = رُشْدَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ رُشْدٌ کے معنی ہیں ہدایت۔ دانائی۔ صلاحیت۔ راہ یابی۔ بھلائی۔ راستی۔ ہوشیاری۔ حسنِ تدبیر۔ رَشَدَ یَرْشُدُ کا مصدر ہے۔ یہاں مراد

دانائی فہم وفراست ہے۔
= بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ابراھیم ہے یا اس کا مرجع رُشد بھی ہوسکتاہے
۲۱:۵۲ = التَّمَاثِیْلُ ۔ تِمْثَالٌ کی جمع ۔ صورتیں ۔ مورتیں ۔ تصویریں ۔ مجسمے ۔ بُت ۔
= عٰکِفُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ عَکَفَ یَعْکِفُ (ضرب) وعَکَفَ یَعْکُفُ (نصر) عَکْفٌ ۔ ترتیب دینا ۔ جب اس کا استعمال عَنْ کے صلہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہوگا کسی کو کسی چیز سے منع رکھنا ۔ روکے رکھنا ۔ روکنا ۔ اس معنی میں ہے وَالْھَدْیَ مَعْکُوْفًا (۴۸:۲۵) اور قربانی کے جانور جو روک دیئے گئے ہیں ۔ کہتے ہیں عَکَفَہٗ عَنِ الْاَمْرِ ۔ اس نے اسے (اس) امر سے روک دیا ہے ۔ اور اگر عَلٰی کے صلہ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح لگ کر بیٹھ جانا کہ پھر اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے ۔ جیسے یَعْکُفُوْنَ عَلٰی اَصْنَامٍ لَّھُمْ ۔ (۷:۱۳۸) اپنے بتوں کی عبادت کے لئے جم کر بیٹھے رہتے تھے ۔ انہی معنوں میں صلہ لام کے ساتھ بھی مستعمل ہے مثلاً فَنَظَلُّ لَھَا عٰکِفِیْنَ (۲۶:۷۱) اور ہم انہی (کی پوجا) پر جمے رہتے ہیں ۔ یا آیہ ہذا اَنْتُمْ لَھَا عٰکِفُوْنَ ہ جن (کی پوجا) پر تم جمے بیٹھے ہو ۔ عٰکِفُوْنَ گرد جم کر بیٹھنے والے ۔ مجاور ۔ شرع کی اصطلاح میں عبادت کی نیت سے مسجد میں جم کر بیٹھنا عکوف فی المساجد کہلاتا ہے ۔ جیسا کہ ارشاد ہے وَلَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَاَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ ہ (۲:۱۸۷) اور بیویوں سے اس حال میں صحبت نہ کرو جب تم مسجدوں میں عبادت کے لئے رکے بیٹھے ہو ۔ اس کو اعتکاف (افتعال) کہتے ہیں اور وہاں بیٹھنے والوں کو معتکف کہتے ہیں
۲۱:۵۵ = لٰعِبِیْنَ ہ اسم فاعل ۔ جمع مذکر لَعِبٌ لَعْبٌ تَلْعَابٌ مصدر ۔ (سمع) لَعِبٌ حاصل مصدر بھی ہے ۔ لٰعِبِیْنَ کھیلنے والے ۔ دل لگی کرنے والے ۔ بیکار کام کرنے والے لُعْبَۃٌ گڑیا ۔ یا وہ چیز جس سے کھیل کھیلا جائے ۔ مثلاً شطرنج ۔ چوسر) وغیرہ ۔
۲۱:۵۶ = فَطَرَھُنَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب (جس کا مرجع السمٰوٰت والارض ہے) اس نے ان کو پیدا کیا ۔ فَاطِرٌ پیدا کرنے والا ۔ لغوی معنی کے لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونے چاہئیں ۔ پیدا کرنے کے معنی میں بھی یہ مفہوم موجود ہے کیونکہ پیدا کرنا بمعنی عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا ہے ۔ قرآن مجید میں آیا ہے ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (۶۷:۳) کیا تجھ کو کوئی پھوٹ (شگاف) نظر آتا ہے ۔
۲۱:۵۷ = تَاللّٰہِ ۔ بخدا ۔ اللہ کی قسم ۔ تَ حرف جر ہے ۔ اس کے معنی قسم کے ہیں ۔ اور تعجب کے ساتھ مخصوص ہے ۔ نیز قسم میں اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر داخل نہیں ہوتی ۔

= لَاَکِیْدَنَّ - لام تاکید کے لئے ہے اَکِیْدَنَّ مضارع واحد متکلم بانون ثقیلہ۔ اَلْکَیْدُ (خفیہ تدبیر) کے معنی ایک قسم کی حیلہ جوئی کے ہیں۔ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور بُرے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر بُرے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔ داؤ۔ فریب۔ چالاکی۔ تدبیر۔ حُسنِ تدبیر سب معنی کا حامل ہے۔

قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ ۝ (۱۲:۵۲) اور خدا تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے مکر کو چلنے نہیں دیتا۔ اور کَذٰلِکَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ (۱۲:۷۶) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے ایک اچھی تدبیر کردی۔

اور جب حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہوکر یہ لفظ آتا ہے تو مراد ہوتی ہے معاندین کی چالوں کو الٹ دینے سے۔ جیسے اِنَّھُمْ یَکِیْدُوْنَ کَیْدًا وَّ اَکِیْدُ کَیْدًا (۸۶:۱۵-۱۶) یہ لوگ طرح طرح کے مکر وفریب کر رہے ہیں اور میں بھی (ان کے انتقام وعقوبت کی) تدبیر کر رہا ہوں۔

لَاَکِیْدَنَّ - میں ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی تدبیر کروں گا۔ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ - لَاَجتھدن فی کسرھا۔ میں ضرور ان کو توڑنے کی کوشش کروں گا (روح المعانی) لاکسرنھا میں ضرور ان کو توڑ دوں گا۔ (مدارک التنزیل)

= تُوَلُّوْا - تَوْلِیَۃٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عمل اَنْ کی وجہ سے حذف ہو گیا۔ تم پھر جاؤ گے۔ تَوْلِیَۃٌ لغات اضداد میں سے ہے۔ منہ کرنے اور منہ پھیرنے دونوں معنی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْھَکُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ (۲:۱۷۷) طاعت یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کیا کرو یا مغرب کی طرف۔ اور آیۃ ہذا۔ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ ۝ جب تم منہ پھیرتے ہوئے چلے جاؤ گے۔

تُوَلُّوْا اصل میں تتولون تھا ایک تاء حذف ہو گئی اور نون اعرابی حسب بالا محذوف ہوا۔

= مُدْبِرِیْنَ - پھیرنے والے۔ دُبُرٌ جمع اَدْبَارٌ۔ پیٹھ۔ ہر چیز کا پچھلا حصہ۔

وَلّٰی دُبُرَہٗ - اس نے (لڑائی میں) پیٹھ پھیری۔ بزدلانہ لڑائی سے بھاگ نکلا۔

۲۱:۵۸ = جُذٰذًا - ریزہ ریزہ۔ ٹکڑے ٹکڑے۔ بروزن فُعَال بمعنی مفعول ہے جَذٌّ مصدر سے باب نصر۔ توڑنا۔ کاٹنا۔

۲۱:۶۰ = یَذْکُرُھُمْ ان (بتوں) کا ذکر (برائی سے) کرتا ہے۔ سَمِعْنَا فَتًی یَّذْکُرُھُمْ ہم نے ایک نوجوان کو سُنا ہے وہ ان کا (بتوں کا) ذکر (برائی سے) کرتا ہے۔

= یُقَالُ لَہٗ اِبْرٰھِیْمُ - اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

۲۱:۶۱ = فَاْتُوْا بِهٖ ۔فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ لاؤ اُسے۔ حاضر کرو اُسے۔
اِتْیَانٌ مصدر باب ضرب
= عَلٰٓی اَعْیُنِ النَّاسِ ؛ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے۔ لوگوں کے روبرو۔
= لَیَشْھَدُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب شَھَادَۃٌ مصدر (تاکہ) وہ گواہ رہیں (تاکہ وہ دیکھیں مشاہدہ کریں۔

اول صورت میں اس امر کے گواہ رہیں کہ وہ اقرار جُرم کرتا ہے۔ دوسری صورت میں دیکھیں کہ ہم مجرم کو کیسے سزا دیتے ہیں۔

۲۱:۶۳ = آیت میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع بُت ہیں۔ جو بڑے بُت کے ارد گرد ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے تھے۔

۲۱:۶۴ = فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓی اَنْفُسِھِمْ۔ انہوں نے اپنے آپ کی طرف رجوع کیا۔ اپنے دلوں میں سوچنے لگے۔ ایک دوسرے سے مخاطب ہوئے اور کہنے لگے۔
= اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ہ یہ بات ان بُت پرستوں نے آپس میں ایک دوسرے کو کہی۔ بیشک تم ہی غلط کار۔ زیاں کار و ستمگار ہو۔ غلط راستہ پر ہو۔

۲۱:۶۵ = نُكِسُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ نَكْسٌ مصدر (باب نصر) سر کو جھکانا۔ نُكِسُوْا ان کو سرنگوں کر دیا گیا۔

صاحب ضیاء القرآن علامہ قرطبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں اس کا یہ معنی نہیں کہ شرم و خجالت کے مارے ان کے سر جھک گئے۔ کیونکہ اگر مدعا یہ ہوتا تو عبارت یوں ہوتی نَكَسُوْا رُءُوْسَھُمْ اور یہاں نُكِسُوْا عَلٰی رُءُوْسِھِمْ ہے۔ اور اس کا معنی ہے کہ اپنی مشرکانہ جہالت اور بتوں کی عبادت کی طرف لوٹنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی معنی مروی ہے ای ادرکھم الشقاء فعادوا الی کفرھم۔ یعنی انہیں ان کی بدبختی نے آلیا اور پھر وہ اپنے کفر کی طرف لوٹ گئے۔
= لَقَدْ عَلِمْتَ ای قالوا لقد عَلِمْتَ۔

۲۱:۶۹ = كُوْنِیْ ۔ فعل امر۔ واحد مؤنث حاضر۔ تو ہو جا۔ (نارٌ سے خطاب ہے)
= سَلٰمًا۔ كُوْنِیْ سَلٰمًا۔ تو سلامتی کا باعث بن جا۔

۲۱:۷۰ = كَیْدًا۔ بری تدبیر (ملاحظہ ہو ۲۱ : ۵۷)
= الْاَخْسَرِیْنَ ۔ زیادہ نقصان میں رہنے والے۔ زیادہ گھاٹا پانے والے۔ اَخْسَرُ کی جمع افعل التفضیل کا صیغہ ہے =

۲۱:۷۱ - نَجَّیْنٰہُ (ہم نے اس کو نجات دی) میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ابراہیم ہے
= بٰرَکْنَا۔ ہم نے برکت دی ۔ ہم نے بابرکت بنایا۔
۲۱:۷۲ = نَافِلَۃً۔ ابوحیان کے نزدیک یہ مصدر ہے جیسے عَافِیَۃٌ وَعَاقِبَۃٌ اور وَھَبْنَا کے بعد بطور مصدر کے آنے کی وجہ سے منصوب ہے جیسے کہتے ہیں قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔ اور بمعنی عطا وفضل ہے یعنی ہم نے بطور عطا وفضل کے اس کو اسحاق اور یعقوب دیئے۔
یا نَافِلَۃً بمعنی زیادۃً وفضلاً ہے یعنی حضرت ابراہیم نے بیٹے کے لئے دعا کی تھی ہم نے اسے اسحاق بیٹا بھی دیا اور مزید برآں یعقوب بھی عطا کیا بغیر سوال کے۔
اس صورت میں نَافِلَۃً حال ہے یَعْقُوْبَ سے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ نفل عبادت کو بھی نفل اسی لئے کہتے ہیں کہ فرائض اور واجبات سے زائد اور ان کے علاوہ ہے
= کُلًّا۔ سب کو۔ ہر ایک کو۔ کل کو۔ جَعَلْنَا کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ کُل سے مراد حضرت ابراہیم حضرت اسحاق حضرت یعقوب علیہم السلام ہیں۔ صٰلِحِیْنَ مفعول ثانی ہے
= اَئِمَّۃً اِمَامٌ کی جمع اَفْعِلَۃٌ کے وزن پر۔ اَلْاِمَامُ جس کی اقتدار کی جائے۔ پیشوا۔ مقتدا۔ رہنما
ا م م حروف مادہ۔
۲۱:۷۴ = وَلُوْطًا اٰتَیْنٰہُ۔ اس میں جملہ کی دو صورتیں ہیں۔
ا:۔ یہ کہ یہ جملہ سابقہ جملہ وَھَبْنَا لَہٗ پر عطف ہے۔ ای و ھبنا لہ اسحٰق .... وَ (اٰتَیْنَا) لُوْطًا اٰتَیْنٰہُ ..... الخ لُوْطًا منصوب بوجہ فعل مضمر ہے۔
۲:۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور اس سے قبل اُذْکُرْ محذوف ہے اور لُوْطًا اس کا مفعول ہے۔
= حُکْمًا۔ حکمت۔ یا حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے بمعنی فیصلہ کرنا۔ اور یہ دونوں صفات نبوت و مستلزم ہیں
= کَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ۔ جو رذیل کام کیا کرتی تھی۔ یعنی جس بستی کے باشندے رذیل کام کیا کرتے تھے۔
= سَوْءٍ۔ سَاءَ یَسُوْءُ کا مصدر ہے۔ بُرا ہونا۔
قَوْمَ سَوْءٍ۔ مضاف مضاف الیہ ہیں۔ ای اصحاب عمل سیّءٍ۔ اعمالِ بد کی حامل قوم۔
قَوْمَ منصوب بوجہ خبر کَانُوْا ہے
= فٰسِقِیْنَ۔ ای خارجین عن طاعۃ اللّٰہ۔ نافرمان قوم
۲۱:۷۶ = نُوْحًا۔ فعل مقدرہ اُذْکُرْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، ای اُذْکُرْ نُوْحًا

اِذْ نَادٰی مِنْ قَبْلُ

= نَادٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلہ) اس نے پکارا (ہم کو)۔ حضرت نوح کی نداء (پکار) اس آیت میں مذکور ہے۔ فَدَعَا رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (۵۴: ۱۰) اس نے اپنے رب کو پکارا میں درماندہ ہوں سو تو بدلہ لے لے۔

= اَلْكَرْبِ الْعَظِیْمِ ہ موصوف صفت۔ اَلْكَرْبِ اسم مصدر معرفہ۔ بڑی مصیبت۔ اَلْكَرْبِ الْعَظِیْمِ بہت بڑی مصیبت۔

۲۱: ۷۸ = دَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ ۔ منصوب بوجہ فعل مضمر اُذْكُرْ۔ ہیں یا وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰی پر معطوف ہونے کی وجہ سے۔ نُوْحًا کے عامل کے یہ بھی معمول ہیں۔

= اِذْ ۔ داوٗد و سُلَیْمٰنَ سے بدل اشتمال ہے۔

= یَحْكُمٰنِ ۔ وہ دونوں فیصلہ کر رہے تھے۔ مضارع تثنیہ مذکر غائب۔

= اَلْحَرْثِ ۔ الزَّرْعُ۔ کھیتی۔ زراعت۔ حَرَثَ یَحْرُثُ کا مصدر ہے اس کے معنی بیج ڈالنے اور کھیتی کرنے کے ہیں۔ کھیت کو بھی حرث کہتے ہیں۔

= نَفَشَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب نَفْشٌ مصدر۔ (باب نصر) اَلنَّفْشُ کے معنی اون دھنکنے اور پھیلانے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں آیا ہے كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ (۱۰۱: ۵) جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اون۔ نفش الغنم (رات کے وقت بکریوں کا چرواہے کے بغیر (چرنے کے لئے) منتشر ہونا اَلنَّفَشُ اسم۔ وہ بکریاں جو رات کو بغیر چرواہے کے چرنے کے لئے منتشر ہو گئی ہوں۔

اِذْ نَفَشَتْ فِیْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۔ جس میں رات کو کچھ لوگوں کی بکریاں چر گئیں۔

= حُكْمِهِمْ ۔ میں هِمْ ضمیر واحد مذکر غائب قوم کے لئے ہے یا اس کے مفہوم مقدر پر اہل حرث اور اہل غنم کے لئے۔ یا پھر داوٗد و سلیمان اور قوم تینوں کے لئے۔ یا یہ صرف داوٗد اور سلیمان کے لئے ہے اور تثنیہ کو تعظیمًا جمع لایا گیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (۲۳: ۹۹) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوتی ہے (اس وقت) کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھے واپس بھیج دے۔ خطاب رب تعالیٰ سے ہے اور فعل بصیغہ واحد مذکر حاضر آنا چاہیے تھا لیکن آیت میں بطور جمع مذکر حاضر آیا ہے۔

حُكْمِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حکم۔ ان کا فیصلہ۔

= شٰهِدِیْنَ ۔ دیکھنے والے۔ شہادت دینے والے۔ كُنَّا شٰهِدِیْنَ ہ ہم دیکھ رہے تھے۔

۲۱: ۷۹ = فَفَهَّمْنٰهَا۔ فَهَّمَ يُفَهِّمُ تَفْهِيْمٌ (تفعيل) سمجھانا۔ فَهَّمْنَا ہم نے سمجھا دیا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب وہ معاملہ جو زیرِ تجویز تھا۔ یعنی کھیت کا بکریوں نے چر جانا۔ یہ منعول اوّل ہے۔ سُلَيْمٰنَ مفعول ثانی۔

= كُلًّا۔ ای کل واحد منهما۔ ان دونوں میں ہر ایک کو۔

= حُكْمًا وَّعِلْمًا۔ ملاحظہ ہو (۲۱: ۷۴) متذکرہ بالا۔

= سَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ۔ الطير کا عطف الجبال پر ہے۔ مَعَ۔ سَخَّرْنَا کا بھی متعلق ہو سکتا ہے۔ اور يُسَبِّحْنَ کا بھی لفظاً پہلا احتمال قوی ہے اور معناً دوسرا مع متعلق بسخرنا اوليسبحن والاول اقوى لفظاً والثانی معناً (مظہری بحوالہ ضیاء القرآن) الجبال والطير دونوں سَخَّرْنَا کے مفعول ہیں اور يُسَبِّحْنَ الجبال سے موضع حال میں ہے۔ ترجمہ:۔

اور ہم نے پہاڑوں اور پرندوں کو داؤد کا فرمانبردار بنا دیا کہ وہ سب ان کے ساتھ تسبیح کہا کرتے

= وَكُنَّا فَاعِلِيْنَ۔ اور یہ (شان) ہم دینے والے تھے۔ یعنی یہ خوارق ہمارے حکم سے تھے۔ اس لئے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔

۲۱: ۸۰ = صَنْعَةَ لَبُوْسٍ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر علمنا کا مفعول ثانی۔ اور مفعول اوّل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو زرہ بنانے کا ہنر سکھایا۔ لَبُوْسٍ۔ لوہے کی کڑیوں سے بنی ہوئی زرہ۔ اصل میں لَبُوْسٌ ہر لباس کو کہتے ہیں فَعُوْلٌ بمعنی مفعول۔ مثل مشہور ہے۔

اِلْبَسْ لِكُلِّ حَالَةٍ لَبُوْسَهَا ۔ اِمَّا نَعِيْمَهَا وَ اِمَّا بُؤْسَهَا

(ہر حال میں اس حالت کے مناسب لباس پہنو۔ سُکھ کی حالت ہو یا دُکھ کی)

= لِتُحْصِنَكُمْ۔ لام تعلیل کی ہے۔ تُحْصِنَ مضارع واحد مؤنث غائب اِحْصَانٌ مصدر اِحْصَانٌ مختلف معانی کے لئے آتا ہے لیکن ہر ایک میں روکنے اور بچاؤ کا پہلو ہوتا ہے۔ وہ تم کو بچائے وہ تم کو بچاتی ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ لِتُحْصِنَكُمْ تاکہ وہ تم کو بچائے یا تمہارا بچاؤ کرے

= بَاْسِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ تمہاری لڑائی۔ بَاْسٌ لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی۔ آفت۔ جنگ کی شدت۔ اصل میں اس کے معنی آفت و سختی کے ہیں۔ مگر لڑائی اور غلبہ کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

۲۱: ۸۱ = وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ۔ ای وَسَخَّرْنَا لِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ اس صورت میں سَخَّرْنَا فعل محذوف ہے۔ یا یہ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ

ہے اور ہم نے سلیمان کے لئے ہوا کو فرمانبردار بنا دیا۔

= عَاصِفَةً۔ باد تند۔ زور کی ہوا۔ عَصْفٌ اسم فاعل واحد مؤنث یہ الریح سے حال ہے جب وہ تیزی سے چلتی ہے۔ کہتے ہیں عَصَفَتِ الرِّیْحُ۔ جب وہ تیزی سے چلتی ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ (٣٨ : ٣٦) پھر ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم کے مطابق جہاں وہ چاہتے نرمی سے چلتی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر مکمل تسخیر عطا کی چاہیں تو تیز چلے چاہیں تو نرمی سے چلے۔

= اِلَى الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا۔ اس سرزمین کی طرف جس میں ہم نے برکت رکھ دی ہے۔ اس کو حَیْثُ اَصَابَ (٣٨ : ٣٦) ای حیث اراد کے ساتھ پڑھا جائے تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا کہ وہ جہاں چاہتے ان کے حکم کے مطابق انہیں وہاں لیجاتی۔

الارض سے یہاں مراد باتفاق ملک شام ہے اور اس ملک میں آپ کا قصر سلطنت تھا۔ لہٰذا اس کی مرکزی حیثیت سے الی الارض التی بٰرکنا فیہا۔ استعمال ہوا ہے کہ جہاں کہیں بھی تشریف لیجاتے مراجعت اسی مقام کی طرف ہوتی۔

٢١ : ٨٢ = وَمِنَ الشَّیٰطِیْنِ۔ ای وسخرنا لہ (لسلیمٰن) مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ مِنَ الشَّیٰطِیْنِ۔ اور ہم نے اس کے فرمانبردار بنا دیئے جنوں میں سے وہ جو اس کے لئے (سمندر میں) غوطہ لگاتے تھے (موتی وغیرہ نکال کر لاتے تھے)

شیطان کا لفظ ویسے تو ہر سرکش و خبیث انسان، حیوان، جن کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں اس سے مراد جن ہے۔

= یَغُوْصُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب غَوْصٌ مصدر (باب نصر) وہ غوطہ مارتے تھے۔

= دُوْنَ ذٰلِكَ۔ اس کے علاوہ۔

= حٰفِظِیْنَ۔ حفاظت کرنے والے، نگہبانی کرنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ یہاں مراد ہے سنبھالنے والے۔ ای حٰفظین من ان یزیغوا عن امرہ اس امر کی نگہبانی کرنے والے کہ وہ اس کے حکم سے رو گردانی نہ کریں۔

٢١ : ٨٣ = وَاَیُّوْبَ۔ اس سے قبل فعل اُذْكُرْ مقدرہ ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ (٣٨ : ٤١) اور یاد کر ہمارے بندے ایوب کو جب اس نے اپنے پروردگار کو پکارا۔

= مَسَّنِیْ۔ مَسَّ واحد مذکر غائب نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ پہنچی ہے مجھے۔

۲۱ : ۸۴ = اِسْتَجَبْنَا لَهٗ ۔ ہم نے اس کی فریاد سُن لی ۔ ہم نے اس کی دعا قبول کرلی استجابۃ (استفعال) مصدر۔

= كَشَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے ہٹادی۔

اَلْكَشْفُ یہ كَشَفْتُ (باب ضرب) الثَّوْبَ عَنِ الْوَجْهِ کا مصدر ہے جس کے معنی چہرہ وغیرہ سے پردہ ہٹانے کے ہیں۔ مجازاً غم واندوہ کے دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ (۵۰:۲۲) پس ہم نے تجھ پر سے پردہ اٹھا دیا۔ اور اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ط (۶ : ۱۷) اور اگر خدا تم کو سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دوسرا دور کرنے والا نہیں ہے۔

= وَاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ اور ہم نے عطا کئے اس کو اس کے گھر والے۔ اَهْلَهٗ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر اٰتَيْنَا کا مفعول۔

= رَحْمَةً۔ مفعول لہٗ اٰتَيْنَا کا۔

= ذِكْرٰى۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت نصیحت

۲۱ : ۸۵ = وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ۔ ای وَاذْكُرْ فعل مقدرہ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۲۱ : ۸۷ = ذَا النُّوْنِ۔ کما فی ۲۱ : ۸۵۔ مچھلی والا۔ حضرت یونسؑ کا لقب ہے کیونکہ آپ کو مچھلی نگل گئی تھی۔ آپ کو صاحب الحوت بھی کہتے ہیں۔

= مُغَاضِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ منصوب۔ مُغَاضَبَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ ناراض ہوکر۔ غصہ میں۔ ای غضبان علٰی قومہٖ۔ اپنی قوم سے ناراض ہوکر وہ کیوں ایمان نہیں لاتے اور اتباع حق سے کیوں دور بھاگتے ہیں۔

= اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ۔ لَنْ نَّقْدِرَ مضارع نفی تاکید بلن

قَدَرَ کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) اللہ کا حکم۔ مثلاً وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا (۳۳ : ۳۸) اور خدا کا حکم ٹھہر چکا ہے یعنی اس کے متعلق فیصلہ کیا جا چکا ہے۔ یا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰۤى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴ : ۱۲) سو پانی اکٹھا مل گیا (اور چڑھ آیا اس قدر کہ) جتنا اسے حکم دیا گیا تھا۔

(۲) اندازہ کرنا۔ مثلاً قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا (۶۵ : ۳) خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر

کر رکھا ہے۔ اسی سے مقدار ہے وَمَا نُنَزِّلُہٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (١٥: ٢١) اور ہم اسے مناسب مقدار میں اتارتے ہیں۔

(٣) بمعنی ضیق۔ تنگی کرنا۔ کمی کرنا۔ جیسے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (١٣: ٢٦) اللہ جس پر چاہے روزی کشادہ کر دیتا ہے اور جس پر چاہے تنگ کر دیتا ہے۔ اور وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ (٦٥: ٧) اور جس کا رزق یا آمدنی تنگ کی گئی ہو

(٤) قدرت رکھنا۔ طاقت رکھنا۔ وَاللّٰہُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (٢: ٢٨٤) اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اور اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْہِ اَحَدٌ (٩٠: ٥) کیا وہ یہ خیال رکھتا ہے کہ اس پر کسی کو قدرت نہیں۔

آیت ہذا میں قدر کا استعمال بمعنی ضیق تنگی کرنا کے معنی میں آیا ہے یعنی (اس نے خیال کیا) کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے (راغبؒ) ہم اس پر کوئی گرفت نہیں کریں گے۔ ہم اس پر کوئی دار وگیر نہیں کریں گے۔ (تھانویؒ)

٢١: ٨٨ = نُنْجِی مضارع جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم نجات دیتے ہیں۔ ہم رہائی دیتے ہیں۔

٢١: ٨٩ = لَا تَذَرْنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھے نہ چھوڑ وَذْرٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اس کی پرواہ نہ ہونے کے سبب پھینک دینے اور چھوڑ دینے کے ہیں۔ اس فعل سے ماضی مستعمل نہیں۔

= فَرْدًا۔ اکیلا۔ تنہا۔ (لاوارث)

٢١: ٩٠ = اَصْلَحْنَا ماضی جمع متکلم۔ اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے تندرست کر دیا ہم نے اچھا کر دیا۔

= كَانُوْا یُسٰرِعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُسَارَعَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ وہ جلدی کیا کرتے تھے۔ ماضی استمراری کے معنی دیتا ہے۔

= اَلْخَیْرٰتِ۔ نیک کام۔ نیکیاں۔ خوبیاں۔ نیک عورتیں۔ خَیْرَۃٌ کی جمع ہے۔

= رَغَبًا وَّرَهَبًا۔ رغبت سے (شوق سے) اور خوف سے۔ رَهَبًا رَهِبَ یَرْهَبُ کا مصدر ہے اسی طرح رَغَبًا۔ رَغِبَ یَرْغَبُ کا مصدر ہے دونوں موضع حال میں ہیں۔

= خٰشِعِیْنَ۔ ڈرنے والے۔ عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے والے خُشُوْعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔

فَائِدَة: اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ ...... خٰشِعِيْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع جملہ انبیاء ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔

٢١: ٩١ = وَالَّتِيْٓ۔ ای وَاذْكُرِ الَّتِيْ۔ اور یاد کر اس (خاتون) کو جس نے .....

= اَحْصَنَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اِحْصَانٌ (افعال) مصدر، اس عورت نے حفاظت کی (یعنی اپنی عصمت وعفت کی حفاظت کی) نیز ملاحظہ ہو ٢١ : ٨٠۔

= فَرْجَهَا۔ مضاف (بحالت نصب) هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ اپنی شرمگاہ

الفرجة والفرج کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی۔ قرآن مجید میں آیا ہے لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ٥ (٢٣ : ٥) وہ (مرد) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ (٢٤ : ٣١) اور وہ (عورتیں) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

فَرَجَ يَفْرُجُ (باب ضرب) فَرْجٌ۔ دروازہ یا منہ کھولنا۔ کشادہ کرنا۔ (ٹانگیں) چوڑی کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ فرج کی جمع فُرُوْجٌ جیسا کہ ارشاد ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (٥٠ : ٦) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ اور پھٹنے کے معنی میں بھی قرآن مجید میں آیا ہے وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (٧٧ : ٩) اور جب آسمان پھٹ جائے گا۔

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ اور (یاد کر) اُس (خاتون) کو جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا۔ مراد یہاں حضرت مریم (علیہا السلام) بنت عمران ہے۔ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کی والدہ محترمہ تھیں۔

= فَنَفَخْنَا۔ فَ زائدہ ہے۔ نَفَخَ يَنْفُخُ (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے ہم نے پھونک دی۔ ہم نے پھونکا۔

٢١: ٩٢ = اُمَّةً۔ امت۔ جماعت۔ مدت۔ طریقہ۔ دین۔ ہر وہ جماعت جس میں کسی قسم کا کوئی رابطہ اشتراک موجود ہو اسے امت کہتے ہیں۔ خواہ یہ اتحاد مذہبی وحدت کی بنا پر ہو۔ یا جغرافیائی اور عصری وحدت کی بنا پر اور خواہ اس رابطہ میں امت کے اپنے اختیار کو دخل ہو یا نہ ہو۔

امت کے مجازی معنی طریقہ و دین کے ہیں۔ عرب والے بولتے ہیں فُلَانٌ لَا اُمَّةَ

لَہٗ یعنی فلاں کا کوئی طریقہ یا دین نہیں۔ یہاں اس آیت میں مراد دین ہی ہے۔ اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ تحقیق یہی تمہارا دین (دین توحید) ہے یعنی تمام متذکرہ بالا انبیاء کا یہی عقیدۂ توحید رہا ہے۔ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً نصب بوجہ اُمَّتُکُمْ سے حال کی وجہ سے ہے۔

یہاں خطاب کس سے ہو رہا ہے اس کے متعلق دو اقوال ہیں۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ خطاب مسلمانوں سے ہے اور ھٰذِہٖٓ سے مراد امت مسلمہ ہے۔

دوسرے گروہ کی رائے ہے کہ خطاب عام ہے ساری نسل انسانی کے لئے اور طریقہ سے مراد طریق انبیاء مذکور ہے۔

۲۱: ۹۳ = تَقَطَّعُوْٓا ماضی جمع مذکر غائب تَقَطُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ انہوں نے کاٹ دیا۔ انہوں نے توڑ دیا۔ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

= اَمْرَھُمْ۔ ای امر دینھم۔ اپنے دین کے معاملہ کو۔ اپنے دین کے کام کو۔ یعنی اپنے دین کو۔

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ۔ انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یعنی اختلافات کو جگہ دی پھر ایک گروہ ایک بات پر جم گیا۔ دوسرے نے دوسری بات کو گرہ میں باندھ لیا۔ علیٰ ہذا القیاس

اختلفوا فی الدین فصاروا فرقًا واحزابًا حتی لعن بعضہم بعضًا وتبرأ بعضہم من بعض (الخازن) دین میں اختلاف کرنے لگے اور فرقوں اور گروہوں میں بٹ گئے ایک دوسرے پر لعن طعن کرنے لگے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔

آیت سابقہ (۲۱: ۹۲) میں خطاب حاضر سے تھا اب غائب کا صیغہ استعمال ہو رہا ہے یہ التفات ضمائر قرآن حکیم میں عام ہے۔

= کُلٌّ۔ ای کل واحد من الاحزاب۔ فرقوں کا ہر ایک۔ یعنی ہر ایک فرقہ یا گروہ۔

= رٰجِعُوْنَ۔ لوٹ آنے والے (یوم حشر کو) رُجُوْعٌ سے اسم فاعل۔ جمع مذکر۔

کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ۔ مطلب یہ کہ۔ اب یہ جو کچھ کرنا چاہیں کریں۔ آخر کار ایک دن انہوں نے ہمارے پاس آنا ہے اس دن ان کو ان کے اعمال کی جزا و سزا بھگتنا ہی پڑے گی!

۲۱: ۹۴ = کُفْرَانَ۔ کَفَرَ یَکْفُرُ سے مصدر ہے۔ نعمتوں سے ناشکری۔ انکار کرنا۔ نعمت یا کوشش کی ناقدردانی۔ لَا کُفْرَانَ لِسَعْیِہٖ اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی! اس کی کوشش اکارت نہیں جائے گی۔ اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ یعنی اس کی ہر کوشش کی کما حقہٗ قدر و قیمت لگائی جائے گی۔

= اِنَّا لَہٗ کٰتِبُوْنَ۔ ہم تو اس کے ہر فعل و عمل کو لکھے جا رہے ہیں اس لئے اس کے عمل میں سے

ذرہ برابر بھی بغیر قدر و قیمت کے نہ رہے گا۔ یہاں فرشتوں کی کتابت اعمال کو اپنی جانب منسوب کرکے فرمایا ہے
۲۱: ۹۵ —— وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَآ اَنَّھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ۝ اور حرام ہے (ناممکن ہے) کہ جس بستی کو (اہل بستی کو) ہم نے ہلاک کردیا (اس کے باشندے) پھر لوٹ کر آجائیں یہاں لَا نفی کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی جس بستی کو ہم نے ہلاک کردیا ہے وہ ہرگز ہرگز نہیں پلٹے گی۔

اس رجعت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱۔ اس تباہ شدہ بستی (یا اہل بستی کی) حیاتِ نو۔ یعنی جب وہ ایک دفعہ ہلاک کردی گئی تو اس کی نشاۃِ ثانیہ ناممکن ہے۔ وہ صرف اب قیامت کے روز ہی اٹھائی جائے گی۔

۲ — ان کا توبہ کی طرف رجوع ناممکن ہے تاآنکہ قیامت کا دن آجائے اور اس وقت ان کا رجوع بے فائدہ ہوگا کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہوچکا ہوگا۔

۳ — ان کا کفر سے ایمان کی طرف رجوع بھی تاروزِ حشر ناممکن ہوگا۔ اور حشر کے دن ایسا رجوع ناممکن الحصول ہوگا۔

نمبر ۲-و۳- کی صورت میں بستی یا اہل بستی کا اہلاک بمعنی ملزم اہلاک ہوگا۔ یعنی اگر علم الٰہی میں ان کا اہلاک مقدر ہوچکا ہے تو وہ نہ توبہ کی طرف رجوع کرسکیں گے اور نہ کفر سے ایمان کی طرف۔

آیات ۹۶ - ۹۷ قربِ قیامت کی علامت کے طور پر بیان ہوئی ہیں۔

۲۱: ۹۶ = حَتّٰی۔ جب تک کہ۔ یہاں تک کہ۔

= فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ۔ یہاں مراد یاجوج و ماجوج کے بند کے کھول دیئے جانے سے ہے۔ مضاف محذوف ہے۔ جیسے کہ آیت ۹۵ میں قَرْیَۃٍ کا مضاف اَھْلَ محذوف ہے۔

= حَدَبٍ۔ حَدِبَ یَحْدَبُ (سمع) حَدَبٌ مصدر۔ آدمی کا کبڑا ہونا۔ اَلْحَدْبَۃُ کبڑاپن۔ کہتے ہیں فی ظھرہ حدبۃ اس کی پیٹھ میں خمیدگی ہے۔ الحدبۃ من الارض بلند و سخت زمین۔

= یَنْسِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نَسَلَ یَنْسِلُ (ضرب) وَنَسَلَ یَنْسُلُ (نصر) سے۔ نَسْلٌ و نَسَلٌ و نَسَلَانٌ۔ مصدر۔ تیز چلنا۔ تیز دوڑنا۔

۲۱: ۹۷ = اِقْتَرَبَ۔ ماضی بمعنی مضارع مستقبل واحد مذکر غائب اِقْتِرَابٌ افتعالٌ مصدر۔ وہ قریب آلگے گا۔

= اَلْوَعْدُ الْحَقُّ۔ موصوف صفت۔ سچا وعدہ۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ۔ اس جملہ کا عطف فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ پر ہے

= شَاخِصَةٌ۔ کھلی کی کھلی رہ جانیوالی۔ شَخَصَ یَشْخَصُ (فتح) شُخُوْصٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث شَخَصَ بَصَرُہٗ اس کی آنکھ پتھرا گئی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے تَشْخَصُ فِیْہِ الْاَبْصَارُ (۱۴:۴۲) جبکہ دہشت کے سبب نگاہیں پھٹی رہ جائیں گی۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

= اَبْصَارُ۔ آنکھیں۔ بینائیاں۔ بَصَرٌ کی جمع ہے۔ بصر آنکھ اور بینائی دونوں کو کہتے ہیں۔ بینائی بھی آنکھ کی ہو یا دل کی ہو دونوں کو بصر کہا جا سکتا ہے۔

فَاِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ اِذَا حرف مفاجاتیہ ہے (یعنی کسی چیز کا اچانک پیش آجانا) اور فاء جزائیہ کے بطور قائم مقام استعمال ہوتا ہے۔ (مثلاً یہاں اِذَا هِیَ شَاخِصَةٌ اور فَهِیَ شَاخِصَةٌ بھی درست تھا) لیکن یہاں دونوں کو جزاء اور شرط کے اصل میں معاونت کے لئے اکٹھا استعمال کیا گیا ہے۔ هِیَ (ضمیر مؤنث غائب) ضمیر قصہ ہے (جو جملہ سے پہلے بغیر مرجع کے واقع ہو) اور مبتدا ہے شَاخِصَةٌ خبر مقدم ہے۔ اَبْصَار (مع اپنی تفسیر الذین کفروا کے) مبتدا (مؤخر) یعنی جب یہ دونوں باتیں وقوع پذیر ہوں گی تو اہل کفر کی آنکھیں (دہشت سے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

= یٰوَیْلَنَا۔ ہائے ہماری بدبختی۔ اس سے قبل یَقُوْلُوْنَ مقدر ہے جو یا تو الذین کفروا سے حال ہے یعنی درآں حالیکہ وہ کافر پکار رہے ہوں گے ہائے ہماری بدبختی۔

یا یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَنَا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ یعنی وہ پکار اٹھیں گے ہائے ہماری بدبختی۔

= بَلْ۔ بلکہ (مزید براں) ہم تو قصوروار تھے۔ یعنی یہ محض غفلت ہی نہ تھی بلکہ باوجود تنبیہ و آگہی کے ہم نے جان بوجھ کر قصور کیا اور ظالم ٹھہرے۔ (بَلْ کے متعلق مزید تفصیل ملاحظہ ہو (۲ : ۱۳۵) اور (۲۱ : ۴۴)

۲۱ : ۹۸ = حَصَبُ۔ ایندھن۔ ہر وہ چیز جو آگ بھڑکانے کے کام آئے اسے حصب کہتے ہیں

= وَارِدُوْنَ ہ اترنے والے۔ داخل ہونے والے۔ لھا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے اور تم اس دوزخ میں داخل ہونے والے ہو۔

۲۱ : ۹۹ = هٰٓؤُلَآءِ۔ ای ما تعبدون من دون اللّٰہ۔ یعنی وہ معبودانِ باطلہ جن کی اللہ کے سوا تم پوجا کرتے ہو۔

= مَا وَرَدُوْهَا (تو) وہ اس میں (جہنم میں) داخل نہ ہوتے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کی طرف راجع ہے!

= كُلٌّ ۔ یعنی عابدین ومعبودین سب کے سب
۲۱: ۱۰۰ = زَفِيْرٌ ۔ الزَّفِيْرُ کے اصل معنی سانس کے اس قدر تیزی سے آمد و شد کے ہیں کہ اس سے سینہ پھول جائے۔ یہ زَفَرَ يَزْفِرُ (حَسِبَ يَحْسِبُ) کا مصدر ہے۔ زَفِيْرٌ سانس کھینچ کر اس کو سینہ سے نکالنا ہے اور شَهِيْقٌ سینہ کی طرف سانس کا لوٹانا ہے۔
ضحاک اور مقاتل کا بیان ہے کہ زفیر گدھے کی پہلی آواز ہے اور شہیق اس کی آخری جب کہ وہ اس کو سینہ کی طرف لوٹاتا ہے۔ دونوں کا ترجمہ چیخنا چلاّنا ہے۔ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وہ جہنم میں (اشدت عذاب سے) چیخیں گے اور چلاّئیں گے۔
۲۱: ۱۰۱ = سَبَقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ پہلے سے ہو چکی ۔ پہلے سے ٹھہر چکی۔
سَبْقٌ مصدر (باب ضرب)
= اَلْحُسْنٰى ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے واحد مؤنث۔ اَلْاَحْسَنُ واحد مذکر۔ بمعنی سعادت بھلائی۔ یا مراد اس سے الجنة ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے سعادت مقدر ہو چکی ہے
= مُبْعَدُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِبْعَادٌ (افعال) مصدر۔ دور رکھے گئے۔ دور کئے ہوئے یعنی دوزخ سے ان کو دور رکھا جائے گا۔
۲۱: ۱۰۲ = لَا يَسْمَعُوْنَ میں ضمیر فاعل مُبْعَدُوْنَ کی طرف راجع ہے۔
= حَسِيْسَهَا ۔ اس کی آواز۔ اس کی آہٹ۔ هَا کا مرجع جہنم ہے۔ حسّ مادّہ
الحاسّة اس قوت کو کہتے ہیں جس سے عوارض حسّیہ کا ادراک ہوتا ہے اس کی جمع حَوَاسٌّ ہے جس کا اطلاق سمع (سننا) بصر (دیکھنا) شم (سونگھنا) ذوق (چکھنا) لمس (چھونا) پر ہوتا ہے ان کو حواس خمسہ کہتے ہیں۔ حَسَّ يَحُسُّ (نصر) کے معنی قتل کرنے کے بھی آتے ہیں مثلاً اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (۳: ۱۵۲) جبکہ تم کافروں کو قتل کر رہے تھے اس کے حکم سے۔ باب افعال سے اَحَسَّ يُحِسُّ بمعنی محسوس کرنا ہے۔ مثلاً هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ (۲۰: ۹۸) کیا تم کسی کو بھی ان میں سے محسوس کرتے ہو۔
آیت ہذا میں اَلْحَسِيْسُ وَالْحِسُّ بمعنی حرکت و آہٹ ہے۔
= اشْتَهَتْ ۔ اِشْتِهَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اس نے خواہش کی اس نے رغبت کی۔ ضمیر فاعل کا مرجع اَنْفُسُهُمْ ہے (یعنی جن چیزوں یا نعمتوں کی وہ خواہش رکھتے ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے)
یہ آیت عشرہ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کے حق میں نازل ہوئی جن کو اس دنیا میں ہی جَنَّتْ کی

بشارت دی گئی۔ ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶) حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸) حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹) حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابو عبیدۃ بن الجرّاح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

۲۱ : ۱۰۳ = لَا يَحْزُنُهُمُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب حُزْنٌ سے (باب نصر) ان کو غمگین نہ کرے گا۔

= اَلْفَزَعُ۔ گھبراہٹ۔ خوف۔ اَلْفَزَعُ انقباض اور وحشت کی اس حالت کو کہتے ہیں جو کسی خوفناک امر کی وجہ سے انسان پر طاری ہوجاتی ہے یہ جزع کی ایک قسم ہے۔

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ۔ ان کو (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کریگا۔

فزع اکبر سے مراد دوزخ میں داخل ہونے کا خوف۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ۝ (۲۷ : ۸۷) اور ایسے لوگ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے

۲۱ : ۱۰۴ = نَطْوِيْ۔ مضارع جمع متکلم طَيٌّ مصدر (باب ضرب) ہم لپیٹ دیں گے۔ طوی مادّہ طَوَيْتُ الشَّيْءَ طَيًّا۔ کے معنی ہیں کسی چیز کو لپیٹ دینا اس طرح جیسا کہ کپڑے کو اس کی درز پر لپیٹ دیا جاتا ہے (درز کپڑے کی سیون) یعنی یاد کرو وہ دن جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح لکھے ہوئے کاغذوں کا طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (طومار جمع طوامیر کاغذ وغیرہ کا سکرول۔ مٹھا) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ (۳۹ : ۶۷) اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔

= كَطَيِّ۔ کَ تشبیہ کے لئے ہے۔ طَيِّ۔ طَوٰى يَطْوِيْ (ضرب) لپیٹنا۔ کا مصدر ہے۔

= السِّجِلِّ۔ کاغذ کا طومار (سکرول مٹھا) صحیفہ۔ محضر۔

كَطَيِّ السِّجِلِّ کاغذ کے طومار کی طرح لپیٹنا۔

= بَدَاْنَا۔ بَدْءٌ وَابْتِدَاءٌ سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم نے پہلے شروع کیا۔ ہم نے ابتدار میں بنایا۔ (باب فتح)

= نُعِيْدُهٗ۔ اِعَادَةٌ مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم اسے دوبارہ کردیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے تخلیق اول کی ابتدار کی تھی (فناء کے بعد) اسی طرح ہم پھر اس کا اعادہ کریں گے (یعنی اسے پھر پیدا کردیں گے)

= کَمَا۔ جیسے۔ جس طرح۔ کاف تشبیہ کا ہے اور مَا موصولہ۔ جملہ مابعد اس کا صلہ۔
= وَعْدًا عَلَیْنَا۔ وَعْدًا مصدر منصوب جس کا فعل محذوف ہے مصدر کو فعل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ عَلَیْنَا ای لَازِمًا عَلَیْنَا (یہ) وعدہ (پورا کرنا) ہم پر لازم ہے۔ یقیناً ہم (ایسا) کرنے والے ہیں۔ یعنی یہ ایک وعدہ ہمارے ذمے ہے اور ہم اس کو ضرور پورا کریں گے!
۲۱: ۱۰۵ = الزَّبُوْرِ۔ اس کا مادہ زبر ہے اَلزُّبْرَۃُ لوہے کی بڑی سِل کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع زُبَرٌ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (۱۸: ۹۶) لوہے کی سلیں ہمارے پاس لاؤ۔
کبھی زُبَرٌ کا لفظ بالوں کے گچھے پر بولا جاتا ہے اس کی جمع زُبُرٌ آتی ہے اور استعارہ کے طور پر پارہ پارہ کی ہوئی چیز کو بھی زُبُرٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا۔ (۲۳: ۵۳) پھر لوگوں نے آپس میں (پھوٹ کر کے) اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
زَبَرْتُ الْکِتَابَ۔ میں نے کتاب کو موٹے خط میں لکھا۔ ہر وہ کتاب جو جلی اور گاڑھے خط میں لکھی ہوئی ہو اسے زبور کہا جاتا ہے۔ لیکن عرف عام میں زبور کا لفظ اس آسمانی کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد پر نازل ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں ہے وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا (۴: ۱۶۳) اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو زبور عطا کی۔
آیت ہذا میں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ بعض کے نزدیک یہاں الزبور سے مراد حضرت داؤد پر نازل کی گئی کتاب ہے۔ بعض کے نزدیک یہاں یہ بطور اسم جنس کے استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد کل کتب آسمانی ہیں۔ یہی قول راجح ہے۔
= الذِّکْرِ۔ اس کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد توراۃ ہے لیکن جمہور علماء کے نزدیک اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔
= اَلْاَرْضَ۔ سے بھی مختلف علماء نے مختلف مراد لی ہے بعض کے نزدیک یہ ہماری زمین ہے اور یہ مؤمنین کے حق میں ایک بشارت دنیوی ہے۔ اور ایک گروہ علما کا قائل ہے کہ الارض سے مراد ملک شام ہے اور یہ کہ یہ پیشین گوئی عہد صحابہؓ میں پوری ہو کر رہی۔
لیکن اکثریت علماء کی اس طرف گئی ہے کہ الارض سے مراد ارض الجنۃ ہے قرآن مجید میں الارض کا اطلاق ارض جنت پر بھی ہوا ہے مثلاً الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ واورثنا الارض نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ (۳۹: ۷۴) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کر دکھایا اور ہمیں اس زمین کا وارث کر دیا کہ ہم جنت میں جہاں

چاہیں مقام کریں۔
الزّبور۔ الذکر۔ اور الارض کی تشریح بالا کے بعد آیت کا مطلب ہوا:
لوحِ محفوظ میں لکھ دینے کے بعد ہم نے کتبِ آسمانی میں بھی (یہ قاعدہ) لکھ دیا کہ زمین بہشت کے وارث میرے نیک بندے ہی ہوں گے۔
۲۱: ۱۰۶ = ھٰذَا۔ سے مراد سورۂ ہذا میں جو توحید الٰہی اور صحتِ نبوت۔ وعدہ وعید اور پند و نصائح کے متعلق براہین قاطعہ مندرج ہیں وہ مراد ہیں۔ یا اس سے مراد القرآن ہے
= لَبَلَاغًا۔ لام تاکید کے لئے ہے بَلَاغًا مصدر ہے بمعنی پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ یہاں اس آیت میں کافی ہونا کے معنی میں ہے۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہے۔
اَلْبَلَاغ وَالْبُلُوْغُ (باب نصر) مقصد اور منتہیٰ تک پہنچنا۔ یا کافی ہونا۔ یعنی اس قرآن مجید میں جو احکام و ارشادات۔ پند و نصائح اور حقائق مندرج ہیں ان پر عمل کرنا حصولِ مقصد کے لئے کافی ہے۔
۲۱: ۱۰۷ = رَحْمَةً۔ منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔
۲۱: ۱۰۸ = فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ سو کیا (اب بھی) تم مانتے ہو؟ (کہ نہیں)
۲۱: ۱۰۹ = تَوَلَّوْا۔ اصل میں تَوَلِّيٌ (تفعّلٌ) سے بمعنی منہ پھیرنا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَتَوَلَّوْا تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی اور اس سے قبل نون اعرابی اِنْ کے عمل سے گر گیا ہے۔
= اٰذَنْتُكُمْ : اٰذَنْتُ اِيْذَانٌ سے ماضی کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم کو خبر کردی۔ میں نے تم کو اطلاع دیدی۔ الأذان الاعلام ومنه الاذان للصلوٰۃ۔ علانیہ طور پر مطلع کرنا۔ علی الاعلان۔
= عَلٰى سَوَآءٍ۔ خوب مفصل اور مدلل طور پر۔ واضح طور پر۔ پوری طرح۔
اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ۔ میں نے واضح طور پر خوب تفصیل سے اور دلیل سے تم کو مطلع کر دیا ہے احکام الٰہی کا اور عدم تعمیل میں دردناک نتائج کا۔
= اِنْ اَدْرِیْ۔ اِنْ نافیہ ہے۔ ای مَا اَدْرِیْ۔ میں نہیں جانتا۔ مجھے معلوم نہیں
۲۱: ۱۱۱ = لَعَلَّهٗ۔ لعلّ تاخیر العذاب۔ یعنی مجھے علم نہیں کہ یہ تاخیر عذاب تمہارے لئے بطور امتحان کے ہے کہ شاید اب تم ایمان لے آؤ یا یہ عارضی مہلت ہے (یہ تاخیر سے فائدہ اٹھانا محض وقتی طور پر ہے) اور یہ تم کو ڈھیل دی جا رہی ہے کہ اس مہلت سے تمہاری غفلت اور بڑھتی جائے

اور تحقق عذاب کے اسباب اور بڑھ جائیں۔

۲۱: ۱۱۲ = رَبِّ۔ (لے) میرے رب

= اُحْكُمْ۔ حُكْمٌ (باب نصر) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو فیصلہ کر دے۔ تو حکم کر

= اَلْمُسْتَعَانُ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِسْتِعَانَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جس سے مدد مانگی جائے۔ اِسْتِعَانَةٌ مدد مانگنا۔

سورۃ الفاتحہ میں ہے اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (۱: ۴)۔ بس ہم تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ اعانت۔ مدد۔ مدد دینا۔ تَعَاوُنٌ (تفاعل) باہم مدد کرنا۔

= عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ۔ ان باتوں پر جو تم کرتے ہو۔ (مراد کفار کی دھمکیاں۔ یا کلمات کفر والحاد۔

☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(٢٢) سُوۡرَۃُ الۡحَجِّ (١٠٣)

٢٢: ١ == السَّاعَۃِ۔ یعنی قیامت۔ زَلۡزَلَۃَ السَّاعَۃِ۔ قیامت کے دن کا زلزلہ۔
٢٢: ٢ == تَرَوۡنَھَا۔ تَرَوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُؤۡیَۃٌ مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ تم اس کو دیکھو گے۔ تم اس کو دیکھتے ہو۔ ھا ضمیر کا مرجع یا زلزلہ ہے یا الساعۃ ہے۔ اشارہ دونوں صورتوں میں اس دن کی ہولناکیوں کی طرف ہے۔
== تَذۡھَلُ۔ ذُھُوۡلٌ مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
الذُّھُوۡلُ ایسی مشغولیت جو غم اور بھول پیدا کردے۔ تَذۡھَلُ وہ بھول جائے گی!
== مُرۡضِعَۃٍ۔ اسم فاعل واحد مؤنث اِرۡضَاعٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ دودھ پلانے والی۔
مُرۡضِعٌ دودھ پیتے بچے والی عورت اس میں تاء تانیث کی نہیں لگاتے کیونکہ یہ صفت اناث ہی کے لئے ہے۔ البتہ جب بچہ منہ میں پستان لیتا ہے اور دودھ پیتا ہے تو اس وقت اس عورت کو مُرۡضِعَۃٌ کہتے ہیں۔
== عَمَّآ اَرۡضَعَتۡ۔ ای عن الذی ارضعت۔ یعنی ہر دودھ پلانے والی عورت اس زلزلہ کے وقت ماحول کی دہشت اور ہولناکیوں کو دیکھ کر اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی جس کو وہ دودھ پلا رہی ہوگی یا جس کو دودھ پلایا کرتی ہوگی۔
== تَضَعُ۔ وہ رکھ دے۔ وہ ڈال دے۔ وہ جنتی ہے۔ وہ ڈال دے گی۔ وہ گرا دے گی۔ وَضۡعٌ مصدر (باب فتح) سے مضارع واحد مؤنث غائب۔
== سُکٰرٰی۔ شراب کے نشہ میں مست۔ سَکۡرٌ سے جو شراب کے نشہ کو کہتے ہیں۔ یا جمع مکسر ہے یا اسم جمع۔

دودھ پلاتی عورت کا دودھ پیتے بچے کو بھول جانا۔ حاملہ کا اپنے حمل کو گرا دینا۔ لوگوں کا مدہوش شرابیوں کی طرح حرکات کرنا۔ یہ سب تمثیلاً بیان کیا گیا ہے جس طرح اور جگہ ارشاد ہے کہ: فَکَیۡفَ

تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (۷۳:۱۷) سوتم اس دن کی مصیبت سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کرے گا۔ مراد اس دن کی شدتِ ہولناکی سختی۔ دہشت کو مخاطب کے ذہن نشین کرنا ہے۔ اس میں زائد کی نفی نہیں ہے۔ وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا سخت ہوگا۔

٢٢:٣ = مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ۔ ای فِیْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ جو اللہ کے بارے میں بغیر علم و دلیل کے جھگڑا کرتے ہیں۔ مثلاً ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ کلام اللہ (القرآن) کو اساطیر الاولین کہنا۔ موت کے بعد حشر کے دن مردوں کو دوبارہ زندہ کرنا۔ اس کی وحدانیت و بعثت رُسُل وغیرہ کے بارہ میں جھگڑا کرنا۔

= مَرِيْدٍ۔ سرکش۔ باغی۔ ہر خیر سے خالی۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ مرد مادہ۔ اَلْمَارِدُ وَالْمَرِيْدُ۔ جنوں اور انسانوں سے اس شیطان کو کہا جاتا ہے جو ہر قسم کی خیر سے عاری ہو چکا ہو۔ یہ شَجَرٌ اَمْرَدُ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ درخت جس کے پتے نہ ہوں۔ رَمْلَةٌ مَرْدَاءُ ریت کا وہ ٹیلہ جس پر کوئی چیز نہ اگتی ہو۔ قرآن مجید میں ہے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹:۱۰۱) اور مدینہ والوں میں سے بعض لوگ نفاق پر اڑ کر ہر قسم کی خیر سے عاری ہو گئے ہیں۔ مختلف اقوال کے مطابق یہ آیت نضر بن حارث، ابو جہل ابی بن خلف کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

٢٢:٤ = كُتِبَ عَلَيْهِ۔ اس کے مقدر میں لکھا جا چکا ہے۔ اس کے متعلق یہ طے ہو چکا ہے (کہ جو اس کو دوست بنائے گا وہ اسے گمراہ کر کے رہیگا اور بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف رہنمائی کرے گا)

= السَّعِيْرِ۔ دہکتی ہوئی آگ، دوزخ۔ سَعْرٌ مصدر سے بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے۔ سَعِيْرٌ بمعنی مَسْعُوْرٌ۔ سَعَرْتُ النَّارَ کے معنی آگ بھڑکانا۔ مجازاً لڑائی وغیرہ کے بھڑکانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ السُّعَارُ آگ کی تپش

٢٢:٥ = فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ۔ تقدیر کلام یوں ہے فَاُخْبِرُكُمْ وَاُعْلِمُكُمْ اَنَّا خَلَقْنٰكُمْ یعنی (اگر بعث بعد الموت کے متعلق تمہیں شک ہے تو میں تمہیں مطلع کرتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا مٹی سے) الخ

= تُرَابٍ مٹی۔ نُطْفَةٍ۔ اصل میں تو آب صافی کو کہتے ہیں۔ لیکن اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔

= عَلَقَةٌ۔ جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی۔ خون کی وہ پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے اس کی جمع عَلَقٌ ہے علقہ کو علقہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اس رطوبت کے ساتھ جو اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتا ہے۔ خون کا لوتھڑا۔

= مُضْغَةٍ۔ گوشت کا ٹکڑا۔ بوٹی، گوشت کا چھوٹا ٹکڑا جو چبانے کے لئے منہ میں ڈالا جائے۔ جنین کی وہ حالت جو علقہ کی حالت کے بعد ہوتی ہے اُسے مضغہ کہتے ہیں۔

= مُخَلَّقَةٍ۔ اسم مفعول واحد مؤنث خَلَّقَ (باب تفعیل) سے اور یہ صفت ہے مضغۃ کی مخلقۃ وغیر مخلقۃ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ سالم من العیوب۔ مکمل بغیر کسی نقص و عیب کے۔ اور غیر مخلقہ اس کے برعکس جس میں جسمانی ساخت کے عیوب ہوں۔

۲:۔ مخلقۃ۔ مکمل جس میں انسانی صورت کے تمام خدوخال نمایاں ہو چکے ہوں۔ اور غیر مخلقہ جس میں یہ تکمیل ابھی ادھوری ہو۔ یہ ادھورا پن کسی درجہ میں ہو جو مضغہ کی حالت میں یا اس کے بعد لیکن تکمیل سے قبل ساقط ہو جائے

۳:۔ مخلقۃ زندہ پیدا کیا ہوا۔ جو زندہ پیدا ہو اور غیر مخلقہ جو زندہ پیدا نہ ہو یا وہ جو بوجہ سقط حمل گر جائے۔

= لِنُبَيِّنَ لَكُمْ۔ لام تعلیل کے لئے نُبَيِّنَ۔ مضارع جمع متکلم تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تاکہ ہم (اپنی قدرت) کھول کر بیان کردیں۔ ظاہر کردیں تم پر

= نُقِرُّ۔ اِقْرَارٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم قرار دیتے ہیں۔ ہم ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ یعنی اس کو سقط (گرنے) سے محفوظ رکھتے ہیں۔

= مَا نَشَآءُ۔ جس کو ہم چاہتے ہیں۔

= ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ۔ اس میں لام تعلیل کے لئے ہے جس کی علت محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے ثُمَّ نُمْهِلُكُمْ اَوْ نُرَبِّيْكُمْ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ (پھر ہم تم کو مہلت دیتے ہیں یا پرورش کرتے ہیں تمہاری) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچ جاؤ۔

= يُتَوَفّٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَوَفٍّ مصدر (باب تفعیل) اس کو وفات دی جاتی ہے۔ یعنی فوت ہو جاتا ہے وفات پا جاتا ہے وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى اور تم سے کچھ (بڑھاپے سے قبل) مر جاتے ہیں۔

= اَرْذَلِ الْعُمُرِ۔ اَرْذَلُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے زیادہ نکما (رذیل نکما)

ر ذَالَۃٌ مصدر۔ گھٹیا ہونا۔ نکما ہونا۔ ردی ہونا۔ ارذل العمر سے مراد سن خرافت ہے۔ جب بڑھاپے کی وجہ سے آدمی فاتر العقل ہوجاتا ہے۔

= کَیْلَا یَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا۔ کہ وہ جاننے کے بعد بھی کچھ نہ جانے یعنی شدتِ ضعیفی سے قوتِ حافظہ بھی جاتی رہتی ہے۔ قویٰ دماغی انحطاط پذیر ہو جاتے ہیں۔ یادداشت کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے۔ اور وہ جن امور کا وسیع علم رکھتا تھا۔ یوں بہکی بہکی باتیں کرنے لگتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے اسے ان کا کچھ علم بھی نہیں۔

= ھَامِدَۃً۔ اسم فاعل واحد مؤنث ھَمْدٌ وَھُمُوْدٌ مصدر۔ ھَمَدَتِ النَّارُ آگ کا بجھ جانا۔ آگ کا ٹھنڈا ہونا۔ اور ھَمَدَتِ الْاَرْضُ۔ زمین کا بنجر ہونا۔ بے آب وگیاہ ہونا۔

وَتَرَی الْاَرْضَ ھَامِدَۃً (اے دیکھنے والے) تو دیکھتا ہے (کہ ایک وقت میں) زمین خشک پڑی ہوتی ہے۔ اور بے آب وگیاہ ہوتی ہے۔

= فَاِذَا۔ پھر جب۔

= اِھْتَزَّتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے تروتازہ ہوکر حرکت کی۔

اِھْتِزَازٌ (افتعال) سے جس کے معنی جھومنے بل کھانے اور شادابی اور تروتازگی کی وجہ سے درخت کے ہلنے اور حرکت کرنے کے ہیں۔ ھزٌّ مادہ۔ اَلْھَزُّ کے معنی کسی چیز کو زور سے ہلانے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَھُزِّیْ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ (۱۹: ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ اور فَلَمَّا رَاٰھَا تَھْتَزُّ كَاَنَّھَا جَانٌّ (۲۷: ۱۰) جب اس نے اسے دیکھا تو (اس طرح) بل کھا رہی تھی گویا سانپ ہے اور کہتے ہیں اِھْتَزَّتِ النَّبَاتُ۔ نباتات (سبزے) کا لہلہانا۔

= رَبَتْ۔ ربو مادہ۔ رَبَا یَرْبُوْا (باب نصر) رَبْوٌ مصدر سے۔ ماضی واحد مؤنث غائب وہ بڑھی، وہ پھولی، وہ ابھری۔ اسی سے ہے رَبْوَۃٌ اونچی جگہ۔ ٹیلا۔ ربٰو سود کہ وہ بھی راس المال پر بڑھوتی ہے۔

= اَنْبَتَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اِنْبَاتٌ (افعال) وہ اُگی۔ اس نے اگایا۔ نباتات اگی ہوئی چیزیں۔

= مِنْ كُلِّ زَوْجٍ۔ ای من کل نوع۔ من کل صنف۔ ہر قسم کی

= بَھِیْجٍ۔ بھج مادہ۔ بَھْجَۃٌ۔ خوش نمائی۔ فرحت وسرور کا ظہور۔ بھیج بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بارونق۔ تروتازہ۔ نفیس۔ خوش نما۔ فرحت وسرور آور۔ بَھُجَ (کرم)

خوشنما اور تروتازہ ہونا ابتہج (افتعال) کسی چیز پر اس قدر مسرور ہونا کہ چہرہ پر خوشی کے آثار ظاہر ہوجاویں
اَبْهَجَ (افعال) خوش کرنا۔ قرآن مجید میں آیا ہے حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ (۲۷: ۶۰) سرسبز باغ
۲۲: ۶ = ذٰلِكَ۔ یعنی انسان کی تخلیق اور اس کے مختلف مدارج اور بنجر زمین کو خوشنما اور لہلہاتا سبزہ زار بنا دینا۔

۲۲: ۹ = ثَانِيَ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ ثَنٰى يَثْنِيْ (ضرب) ثَنْيٌ مصدر۔
= عِطْفِهٖ۔ اس کا شانہ۔ اس کا پہلو۔ عطف۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔
عطف کے معنی جانب و پہلو کے ہیں۔ اور اس کی جمع اعطاف ہے جیسے حِمْلٌ کی جمع اَحْمَالٌ ہے۔ عِطْفُ الْاِنْسَانِ۔ سر سے لے کر سرین تک انسان کے دونوں جانب یعنی پہلو ہیں اور یہ بدن کا وہ حصہ ہے جس کو وہ موڑ سکتا ہے اور ثَنٰى عِطْفَهٗ کا استعمال منہ موڑنے اور سختی برتنے کے لئے ہوتا ہے۔ جیسے نَاٰى بِجَانِبِهٖ۔ (اس نے پہلوتہی کی) اور صَعَّرَ بِخَدِّهٖ (اس نے اپنا گال پھلایا) جب اس کا تعدیہ بذریعہ عَلٰی ہوتا ہے تو اس کا استعمال شفقت اور میلان کے معنی میں ہوتا ہے چنانچہ عَطَفَ عَلَيْهِ (وہ اس پر مہربان ہوا) اور جب بذریعہ عَنْ اس کا تعدیہ ہوتا ہے تو پھر اس کے معنی منہ موڑنے اور بے رخی کرنے کے ہوتے ہیں۔ جیسے عَطَفْتُ عَنْ فُلَانٍ میں نے فلاں سے منہ موڑ لیا۔

ثَانِيَ عِطْفِهٖ۔ ضمیر فاعل يُجَادِلُ سے حال ہے (تکبر سے) پہلو کو موڑتا ہوا
= لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ لِيُضِلَّ۔ لام تعلیل کے لئے ہے۔ يُضِلَّ واحد مذکر غائب۔ تاکہ گمراہ کرے۔ تاکہ بہکاوے۔ (باب افعال)
= نُذِيْقُهٗ۔ مضارع جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو چکھائیں گے۔ اَذَاقَ يُذِيْقُ اِذَاقَةٌ و اَذَاقَةٌ (افعال) چکھانا۔ ذَائِقَةٌ چکھنے والی۔
= الْحَرِيْقِ۔ آگ۔ اَحْرَقَ يُحْرِقُ (افعال) کسی چیز کو جلانا۔ اِحْتَرَقَ (افتعال) جل جانا جیسے فَاَصَابَهَا اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ۔ (۲: ۲۶۶) تو (ناگہاں) اس باغ پر آگ کا بھرا ہوا بگولہ چلے اور وہ جل (کر راکھ کا ڈھیر ہو) جائے۔ حَرَّقَ يُحَرِّقُ (تفعیل) جلانا
قَالُوْا حَرِّقُوْهُ (۲۱: ۶۸) کہنے لگے اس کو جلا دو۔
اَلْحَرِيْقُ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور فاعل اور مفعول دونوں کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یعنی جلانے والا۔ جلا ہوا۔ تپ محرقہ۔ تیز بخار۔ جلا دینے والا بخار۔
۲۲: ۱۰ = ذٰلِكَ۔ ای يقال له ذٰلك۔ اس سے کہا جائے گا۔

= ظَلَّامٍ۔ ظلم سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت ظلم کرنے والا۔
= عَبِیْدِ۔ عَبْدٌ کی جمع۔ بندے۔
۲۲: ۱۱ = عَلٰی حَرْفٍ۔ حَرْفٌ بمعنی کنارہ۔ رُخ، اَحْرُفٌ حُرُوْفٌ جمع۔ یعنی وہ دائرہ دین کے وسط میں نہیں بلکہ کفر و اسلام کی سرحد پر کھڑا ہو کر بندگی کرتا ہے یعنی متذبذب حالت میں۔
= خَسِرَ۔ اس نے گھاٹا پایا۔ وہ خسارہ میں رہا۔ خُسْرٌ خَسَارٌ وخُسْرَانٌ مصدر۔
۲۲: ۱۲ = ذٰلِكَ، اى ذٰلك الدعاء۔ یہ پکار۔ یہ دعا۔
۲۲: ۲۳ =

فائدہ: آیت ۱۲ میں ہے یَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ اور آیت ۱۳ میں ہے یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ۔ یعنی پکارتا ہے اس کو کہ ضرر اس کا قریب تر ہے بہ نسبت اس کے نفع کے۔ یعنی جہاں تک اس کا مذموم معبود کو پکارنے کا تعلق ہے اس فعل سے نقصان تو لازم آگیا۔ کیونکہ غیر اللہ کو پکارنا حرام ہے اور باعثِ زیاں ہے۔ جہاں تک اس فعل سے نفع کی امید ہے تو وہ ایک موہوم امر ہے اگر کوئی نفع بالفرض ہو بھی جائے تو وہ من جانب اللہ ہوتا ہے جو سنت اللہ کے تحت اس کی قسمت میں ازل سے لکھا جا چکا ہے۔ لہٰذا جس من دون اللہ کو یہ پکارتا ہے اس سے نقصان ہی نقصان لازم ہے۔ اس طرح یہ آیت ماقبل سے متضاد نہیں ہے بلکہ اس کی تائید کرتی ہے کہ مَا لَا یَضُرُّهٗ وَمَا لَا یَنْفَعُهٗ۔

یا یوں سمجھئے کہ اس معبود باطل سے نقصان (ضرر) تو قریب تر ہے اور نفع بعید تر۔ اور عربی میں بعید کا اطلاق بے اصل اور غیر موجود شے پر بھی ہوتا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ (۵۰: ۳) اى لا رجع اصلاً۔ والبی اصلاً ہے ہی نہیں۔ یہاں بھی نفع کا بعید ہونا سے مراد ہے اس میں نفع ہے ہی نہیں۔
= بِئْسَ۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا بروزن فَعِلَ (سمع) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فا کلمہ کو کسرہ دیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔
= مَوْلٰی۔ اسم مفرد مَوَالِی جمع۔ کارساز۔ حمایتی۔ دوست
= عَشِیْرٌ۔ رفیق۔ ہم صحبت۔ ساتھی۔ شریک، بمعنی مُعَاشِرٌ میل جول رکھنے والا۔

۲۲: ۱۵ = لَنْ يَّنْصُرَهُ ا مضارع نفی تاکید بلن ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ وہ اس کی ہرگز مدد نہیں کرے گا۔

= فَلْيَمْدُدْ۔ فَ جواب شرط میں ہے لِيَمْدُدْ فعل امر واحد مذکر غائب۔ مَدٌّ مصدر۔ باب نصر سے۔ اُسے چاہئے کہ وہ تان لے۔ اسے چاہئے کہ وہ دراز کرے۔ اسے چاہئے کہ وہ کھینچ لے جائے۔

= سَبَبٍ۔ حبل۔ رسی۔ ذریعہ۔ طریق۔ راستہ۔

= السَّمَآءِ۔ گھر کی چھت۔ آسمان۔ کل ما علاک سماء ہر چیز جو تم سے اوپر ہے سَمَاءٌ ہے

= لِيَقْطَعْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ چاہئے کہ وہ کاٹ دے۔ القطع بمعنی الاختناق بھی ہے۔ کیونکہ رسی کے ساتھ گلا گھونٹنے سے سانس منقطع ہوجاتا ہے۔ اور آدمی مرجاتا ہے لہٰذا اس معنی لیقطع سے مراد ہوگا چاہئے کہ گلا گھونٹ لے۔ یعنی گلا گھونٹ کر مرجائے۔ اسی سے ہے قَطَعَ فُلَانُ الْحَبْلَ۔ یا قَطَعَ الرَّجُلُ بِحَبْلٍ قَطْعًا۔ ای اختنق بہٖ۔ آدمی رسی سے گلا گھونٹ کر مرگیا۔

= فَلْيَنْظُرْ: فعل امر واحد مذکر غائب۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے۔

= هَلْ يُذْهِبَنَّ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب هَلْ استفہام کے لئے ہے۔ اِذْهَابٌ (افعال) مصدر۔ کیا اس نے دور کردیا ہے۔

= كَيْدُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی تدبیر۔

= مَا يَغِيْظُ۔ مَا موصولہ۔ یغیظ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ غَيْظٌ مصدر (باب ضرب) وہ چیز جو اسے غصہ میں ڈالتی ہے۔ جو اسے ناگوار گذرتی ہے۔

فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ۔ پھر چاہئے کہ وہ دیکھے آیا اس کی (اِس) تدبیر نے اس چیز کو جو اسے ناگوار گذرتی تھی یا غصہ میں ڈالتی تھی دور کردیا ہے

اس آیت کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱:۔ پہلی صورت یہ ہے کہ لَنْ يَّنْصُرَهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور القطع بمعنی الاختناق ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہیں کرے گا نہ اس دنیا میں (جیسا کہ منکرین اسلام، اسلام کے ابتدائی مدارج میں مسلمانوں کی زبوں حالی اور کمزوری کو دیکھ کر اندازہ لگا رہے تھے) اور نہ آخرت میں تو وہ یقین مانے کہ اس کا یہ خیال محض عبث ہے آپ کی مدد ہوکر رہے گی

گویہ اپنے غصہ میں مر ہی جائے۔

آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد نہیں کرے گا نہ دنیا میں نہ آخرت میں تو اسے چاہیئے کہ وہ ایک رسی کے ذریعہ چھت سے لٹک جائے۔ اور پھر اپنا گلا گھونٹ کر مر جائے اور پھر دیکھے کہ اس کی اس تدبیر نے اس چیز کو دور کر دیا ہے جو اس کے لئے باعث غیظ و غضب بن رہی تھی۔ یعنی دیکھے کہ کیا خداوند تعالیٰ کی نصرت بند ہو گئی ہے ؟

انہی معنوں میں قرآن حکیم کی آیت ہے :۔

وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

(۳: ۱۱۹) اور جب وہ الگ ہوتے ہیں تو تم پر شدتِ غیظ سے انگلیاں کاٹ کھاتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے تم اپنے غیظ میں مر جاؤ۔

دوسری صورت : يَنْصُرَهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور لِيَقْطَعْ میں مفعول وحی مقدر ہے۔ ای ليقطع عن النبى صلى الله عليه وسلم الوحى (ابن جریر) ای ليقطع الوحى ان ينزل عليه (کشاف)

یعنی نصرتِ الٰہیہ آپ کے ساتھ بوجہ وحی و نبوت کے ہے اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی مدد نہ کرے (اب یہ تو ہونے سے رہا) اسے چاہیئے کہ خود رسی کے ذریعہ آسمان پر پہنچ جائے اور اس نزول وحی کے سلسلہ کو بند کر دے۔ اور دیکھے کہ اس کے غیظ و غضب کی آگ ٹھنڈی ہوئی ہے کہ نہیں (اور چونکہ یہ نہیں ہو سکے گا) تو بس پھر اس کے لئے یہی سزاوار ہے کہ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ

تیسری صورت : بعض کی رائے ہے کہ يَنْصُرُ بمعنی يَرْزُقُ ہے۔ ابو عبیدہ کا بیان ہے کہ بنو بکر سے ایک سائل ہمارے ہاں آیا اور کہا من ينصرنى نصره الله ای من يعطينى اعطاه الله اس صورت میں ضمیر ہ کا مرجع مَنْ كَانَ يَظُنُّ کا فاعل ہے اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا!

جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کھو چکا ہے اور اس کی طرف سے فراخی رزق سے مایوس ہو چکا ہے تو اسے چاہیئے کہ وہ سسک سسک جان نہ دے بلکہ ابھی گلے میں رسہ ڈال کر اپنے آپ کو چھت سے لٹکا کر خودکشی کرے اور اس تنگ دستی کا قصہ ہی ختم کر دے۔

چوتھی صورت : بعض کے نزدیک ضمیر ہ کا مرجع الدین یا الكتاب ہے لیکن یہ قول اس قول سے مختلف نہیں ہے جس میں ضمیر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لیا گیا ہے کیونکہ الدِّيْنَ

یا الکتاب کی مدد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ہی ہے۔

لیکن آیت کے سیاق وسباق کے مدنظر دوسری صورت ہی صحیح معلوم ہوتی ہے ۔ آسمان پرستی کے ذریعہ پہنچنا اور چھت سے لٹک کر خودکشی کرنا سے ظاہری لفظی مفہوم مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد انتہائی کوشش کرنا ہے۔

۲۲ : ۱۶ == کَذٰلِکَ ۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔ مثل ذٰلک الانزال۔ جس طرح ہم نے یہ (مندرجہ بالا) باتیں کھلی کھلی بیان کی ہیں اسی طرح اَنزلنٰہُ ہم نے سارا قرآن نازل کیا ہے

ہٗ ضمیر کا مرجع القرآن ہے۔

== اٰیٰتٍ بَیِّنٰتٍ ۔ موصوف صفت ہوکر اَنْزَلْنٰہُ سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے

۲۲ : ۱۷ == ھَادُوْا ۔ ماضی۔ مذکر غائب ھَوْدٌ مصدر (باب نصر) وہ یہودی ہوئے

ھَوْدٌ ۔ پشیمان ہونا۔ حق کی طرف لو ۔ ابچھڑے کی پوجا سے توبہ کرنے کی بنا پر یہود کہلائے)

یہودی ہونا۔ ھُوْدٌ ۔ یہودیوں کی جماعت

== الصّٰبِئِیْنَ ۔ ستارہ پرستوں کا ایک گروہ۔

== اَلْمَجُوْسَ ۔ مجوسی کی جمع مَجُوْسِیَّتٌ مصدر۔ آتش پرست۔

۲۲ : ۱۸ == اَلَمْ تَرَ ۔ الف استفہامیہ۔ لَمْ تَرَ ۔ نفی حجد بلم۔ تَرَ اصل میں تَرٰی تھا لَمْ [illegible] ی حذف ہوگیا [illegible] نہ دیکھنا۔

== اَلدَّوَابُّ ۔ دَآبَّۃٌ کی جمع ہے ۔ رینگنے والے جانور۔ پاؤں چلنے والا جانور۔ مذکر ومؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اگرچہ عرف عام میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ قرآن کریم میں جہاں بھی دَآبَّۃٌ کا لفظ آیا ہے تو [illegible] ہر ایک حیوان داخل ہے ۔

== یُّھِنِ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِھَانَۃٌ (افعال) مصدر۔ وہ اہانت کرتا ہے۔ یا ذلیل کرتا ہے۔ وہ اہانت کرے یا ذلیل کرے ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ ہے (جو اسمائے متضمن بمعنی حرف شرط میں سے ہے۔ اسمائے شرطیہ کو کلم المجازات بھی کہتے ہیں۔ اور یہ نو ہیں۔ مَنْ ۔ مَھْمَا ۔ مَا ۔ اَیٌّ ۔ حَیْثُمَا ۔ اِذْمَا ۔ مَتٰی ۔ اینما ۔ اَنّٰی ۔ (نہ اسم جازم آمد فعل را) جیسے وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ اَثَامًا ۔ (۲۵ : ۶۸) اور جو یہ کام کرے گا تو وہ (اس کی) سزا پائے گا۔

== مُکْرِمٍ ۔ اسم فاعل ۔ واحد مذکر اِکْرَامٌ مصدر۔ عزت دینے والا۔

فائدہ

سجدہ سے مراد سرافگندہ ہونا۔ مطیع ومنقاد ہونا ہے مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ سے مراد زمین وآسمان کی ہر چیز ہے۔ سورج۔ چاند، ستارے۔ پہاڑوں۔ چوپاؤں اور فرماں بردار انسانوں کا ذکر ان کو منفرد کرنے کے لئے کیا گیا ہے۔ جیسے کہ کہیں ساری قوم آئی اور زید اور بکر بھی آئے

سجدہ تکوینی اور تسخیری (غیر اختیاری) بھی ہے اور شرعی (اختیاری) بھی۔

اوّل الذکر کے تحت جملہ مخلوق، غیر ذوی العقول اور ایک حد تک ذوی العقول مخلوق (جہاں تک کہ ان کا اپنا کوئی اختیار نہیں مثلاً پیدائش۔ مرگ۔ بچپن سے جوان ہوجانا۔ یا جوان سے بوڑھا ہوجانا وغیرہ) شامل ہے۔ اور ثانی الذکر میں صرف ذوی العقول کو مکلّف گردانا گیا ہے۔ اطاعت وفرمانبرداری کی اہمیت ان کے ذہن نشین کرائی جاتی ہے پھر وہ اپنے اختیار سے اسے اپناتے ہیں اور کثیر من الناس کے زمرہ میں شامل ہوجاتے ہیں یا انکار کرکے کثیر حق علیہ العذاب میں جا ملتے ہیں۔

۲۲ : ۱۹ = ھٰذٰنِ خَصۡمٰنِ ۔ یہ دو فریق۔ یعنی فریق المؤمنین وفریق الکفار۔

بعض نے حضرت ابوذر رضہ کی روایت پر وہ لوگ مراد لئے ہیں جنہوں نے میدان بدر میں ایک دوسرے کو دعوتِ مبارزت دی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور کفار کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ تھے۔

= اِخۡتَصَمُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ اختصام (افتعال) مصدر جھگڑا کرنا۔ یہاں خصمٰن کے بعد جمع کا صیغہ تعدد افراد کی وجہ سے لایا گیا ہے۔

= قُطِّعَتۡ ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب تَقۡطِیۡعٌ (تفعیل) مصدر۔ پھاڑی جاتی ہے یا پھاڑی جائے گی۔ قطع کی جائے گی۔ قُطِّعَتۡ ثِیَابٌ۔ کپڑے کاٹیں جائیں گے۔ یعنی ان کے ناپ کے مطابق آگ کے کپڑے بنائے جائیں گے۔ یعنی کپڑوں کی طرح آگ اُن کے گرد لپیٹ دی جائیگی

ماضی بمعنی مضارع۔

= یُصَبُّ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ صَبٌّ مصدر (باب نصر) بہایا جائے گا۔ انڈیلا جائے گا۔ گرایا جائے گا (پانی)

= اَلْحَمِیْمُ: نہایت گرم پانی۔ اسی اعتبار سے نہایت قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے دوست کی حمایت میں گرمی دکھاتا ہے۔ وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۷۰: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا۔

۲۲: ۲۰ = یُصْهَرُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب صَهْرٌ مصدر (باب فتح) پگھلا دیا جائیگا۔ گلا دیا جائے گا۔ صَهْرٌ گرم چیز۔ صِهْرٌ رشتہ داری۔ اپنائیت۔ خسرالی رشتہ دار اِصْهَارٌ (اِفْعَالٌ) داماد بنانا۔ نکاح یا نسب کے ساتھ ملا لینا۔ مُصَاهَرَةٌ دامادی اور سمدھیانہ۔ فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔ پھر اس کو خاندان والا۔ سسرال والا بنایا۔

= اَلْجُلُوْدُ۔ جِلْدٌ کی جمع۔ کھالیں۔ چمڑے۔ ای وتصهر به الجلود اور گل جائیں گے ان کے چمڑے۔ ان کی کھالیں۔ الف لام قائم مقام اضافت ہے۔ ای جلودھم۔

= مَقَامِعُ۔ مِقْمَعٌ کی جمع۔ اسم آلہ۔ گرز۔ ہتھوڑے۔ مِقْمَعٌ ہر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے پیٹ پیٹ کر کسی کو مطیع اور مقہور کیا جائے۔ اسی سے ہے قَمَعْتُهٗ فَانْقَمَعَ (باب انفعال) میں نے اسے روکا پس وہ رک گیا۔

۲۲: ۲۲ = مِنْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نار ہے۔ بعض کے نزدیک یہ ضمیر ثِیَابٌ کے لئے ہے لیکن صاحب روح المعانی نے اسے رکیک (کمزور) کہا ہے۔

= غَمٍّ۔ رنج۔ اندوہ۔ [illegible]۔ غم کے بنیادی معنی کسی چیز کو چھپا لینے کے ہیں۔ اسی سے اَلْغُمّٰی ہے۔ جس کے معنی غبار اور تاریکی کے ہیں۔ اسی لئے بادل کو الغمام کہتے ہیں کہ وہ سورج کی روشنی کو چھپا لیتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔

اَنْ یَّاْتِیَهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (۲: ۲۱۰) کہ خدا ان کے پاس بادل کے سائبانوں میں آجائے۔ اور غُمَّةُ الْاَمْرِ۔ یعنی کسی معاملہ کا پیچیدہ اور مشتبہ ہونا ہے جیسے قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ لَا یَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَیْكُمْ غُمَّةً (۱۰: ۷۱) پھر تمہارا معاملہ تم پر مشتبہ نہ رہے۔ یعنی تمہارے لئے قلق اور اضطراب کا موجب نہ ہو۔

مِنْ غَمٍّ۔ مِنْهَا سے بدل اشتمال ہے یا یَخْرُجُوْا کا مفعول لہٗ بمعنی مِنْ اَجْلِ

= اُعِیْدُوْا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِعَادَةٌ مصدر۔ وہ لوٹا دیئے گئے۔ یہاں ماضی بمعنی مضارع مستقبل ہے۔ وہ لوٹا دیئے جائیں گے۔

= وَذُوْقُوْا۔ واؤ کے بعد قِیْلَ لَهُمْ محذوف ہے۔ سورۃ السجدہ میں ہے كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِیْدُوْا فِیْهَا وَقِیْلَ لَهُمْ ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ

الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ ٥ (۳۲: ۲۰)۔

ذُوْقُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر سے۔ تم چکھو۔

= عَذَابَ الْحَرِیْقِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَرِیْقٌ حَرْقٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور فاعل ومفعول (جلانے والا۔ جلاہوا) دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یہاں بمعنی آگ کے آیا ہے۔

۲۲: ۲۳ = یُحَلَّوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حِلْیَۃٌ بمعنی زیور۔ جیسے اَوَمَنْ یُّنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَۃِ (۴۳: ۱۸) کیا وہ جو زیور میں پرورش پائے۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن۔ پونچیاں۔

= لُؤْلُؤًا۔ لُؤْلُؤٌ مفرد لَآلِیْ جمع۔ موتی۔

= فیھا ای فی الجنّۃ۔

= حَرِیْرٌ ریشم۔

۲۲: ۲۴ = ھُدُوْٓا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ ھِدَایَۃٌ مصدر (باب ضَرَبَ) ان کو ہدایت کی گئی۔ ان کو راستہ بتایا گیا۔

دَھُدُوْٓا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الْقَوْلِ۔ ان کی راہنمائی کی گئی تھی کلمہ طیّبہ کی طرف (بعض نے قرآن مراد لیا ہے۔ ماحصل ایک ہی ہے)

= صِرَاطِ الْحَمِیْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْحَمِیْدِ سے مراد ذات خداوند تعالیٰ ہے کہ سزاوار حمد وثنا ہے اور صراط (راستہ) سے مراد اسلام ہے۔

دَھُدُوْٓا۔ اور یہ باتیں یعنی نہروں والے باغ، سونے اور موتیوں کے زیورات اور ریشمی لباس ان کو اس وجہ سے نصیب ہوں گی کہ دنیا میں اللہ کی طرف سے ان کو کلمہ طیّبہ یا قرآن مجید کی طرف ہدایت دی گئی تھی اور خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے راستہ پر ان کو گامزن فرمادیا گیا تھا۔

حَمِیْد بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی محمود ہے اور اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے۔

۲۲: ۲۵ = جَعَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب المسجد الحرام کے لئے ہے

= سَوَآءَ برابر۔ اسم مصدر ہے بمعنی استواء یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر ہونا۔ اس کا

تثنیہ و جمع نہیں آتا۔ سَوَاءَ۔ جَعَلْنٰهُ کی ضمیر ہٗ سے (ضمیر مفعول) سے حال ہے۔ جسے ہم نے بنایا سب لوگوں کے لئے برابر۔

= اَلْعَاكِفُ فِيْهِ۔ خواہ عاکف اس میں وَالْبَادِ۔ خواہ باہر سے آنے والا ہو۔
اَلْعَاكِفُ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ رہنے والا۔ باشندہ۔ متوطن، مجاور۔ لگ بیٹھنے والا جم کر بیٹھنے والا۔ عَكُوْفٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں تعظیماً کسی پر متوجہ ہونا اور اس سے وابستہ رہنا۔

شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے مسجد میں رہنا اور اس سے باہر نہ نکلنا
قرآن مجید میں ہے وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ (۲: ۸۱) جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔
اور يَعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ (۷: ۱۳۸) یہ اپنے بتوں کی عبادت کے لئے بیٹھے رہتے تھے۔ عَكَفَ يَعْكِفُ جب عَلٰى کے ساتھ آئے تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی چیز کی طرف اس طرح لگ کر بیٹھ جانا کہ پھر اس کی طرف سے منہ ہی نہ موڑے۔

= اَلْبَادِ۔ بادیہ نشین۔ باہر سے آنیوالا۔ بَدَادَةٌ مصدر جس کے معنی صحرا میں اقامت اختیار کرنے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

فَائِدَہ:۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی خبر محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نُذِقْهُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ جیسا کہ اگلی آیت سے عیاں ہے۔ وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝

= مَنْ يُّرِدْ۔ جو کوئی بھی ارادہ کرے گا۔ يُرِدْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِرَادَةٌ مصدر (افعال) سے۔ چاہے۔ ارادہ کرے یا ارادہ کرتا ہے یا کریگا۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۲: ۱۸
= فِيْهِ ای فی المسجد الحرام۔
= اِلْحَادٍ۔ کج روی۔ بروزن (افعال) مصدر ہے۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے۔ لَحَدَ الْقَبْرَ وَاَلْحَدَهٗ قبر میں لحد بنانا اور لَحَدَ الْمَيِّتَ میت کو لحد میں اتارنا۔ اَلْحَدَ فُلَانٌ فلاں حق سے پھر گیا۔ مُلْحِدٌ حق سے پھرنے والا۔
الحاد دو قسم پر ہے (۱) ایک ذاتِ الٰہی کے ساتھ کسی کو شریک کرنا یہ الحاد ایمان کے

منافی ہے اور انسان کے عقیدہ وایمان کو باطل کردیتا ہے۔
(۲) اسباب میں شرک کرکے الحاد کرنا۔ اس سے سرے ایمان باطل نہیں ہوتا لیکن اس کے عُروہ (حلقہ) کو کمزور کردیتا ہے چنانچہ آیت ہذا وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ اور جو اس میں شرارت سے کج روی وکفر کرنا چاہے اس کو ہم درد دینے والے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ اور اَلَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِىْٓ اَسْمَآئِهٖ (۷: ۱۸۰) جو لوگ اس کے ناموں کے وصف میں کج روی اختیار کرتے ہیں۔ ہر دو میں دوسری قسم کا الحاد مراد ہے۔
اسماء الٰہی میں الحاد کی بھی دو صورتیں ہیں۔
(ا) ایک یہ کہ باری تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف کرنا جو شان الوہیت کے منافی ہوں
(ب) دوم یہ کہ صفاتِ الٰہی کی ایسی تاویل کرنا جو اس کی شان کے زیبا نہ ہو۔
مُلْتَحَدٌ (مصدر میمی یا اِلْتِحَادٌ سے اسم ظرف) بمعنی پناہ گاہ ہے۔ اور اِلْتَحَدَ السَّهْمُ عَنِ الْهَدَفِ۔ یعنی تیر نشانے سے ایک جانب ہوگیا۔ یعنی نشانے سے ہٹ گیا۔
= بِظُلْمٍ ای لغیر حق۔ ناحق۔
= نُّذِقْهُ۔ مضارع مجزوم (ملاحظہ ہو ۲۲: ۱۸) جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو چکھائیں گے۔
وَمَنْ يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جو کوئی بھی اس (مسجد حرام کے) اندر ناحق بے دینی وکج روی کا ارادہ کرے گا ہم اس کو دردناک عذاب (کا مزہ) چکھائیں گے۔

۲۲: ۲۶ = وَاِذْ۔ وَاذْكُرْ حِيْنَ۔ اور یاد کر جب:
= بَوَّاْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَبْوِيَةٌ (تفعیل) سے ہم نے جگہ دی۔ ہم نے مناسب مقام تیار کیا۔ ہم نے مناسب مقام کا تعین کیا۔ جیسے کہ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ (۳: ۱۲۱) تاکہ مومنوں کو لڑائی کے لئے مناسب مورچوں پر متعین کرے۔
اَلْبَوَاءُ (مادہ ب و ء) کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی (سازگار۔ موافق) ہونے کے ہیں۔ لہٰذا مَكَانٌ بَوَاءٌ کے معنی ہیں وہ مقام جو اس جگہ پر اترنے والے کے لئے سازگار وموافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَهٗ مَكَانًا۔ میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا
وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ۔ اور یاد کرو وہ وقت جب کہ ہم نے (حضرت) ابراہیم کے لئے (بیت اللہ کی تعمیر کے لئے) جگہ مقرر کردی۔

بعض نے اسے بَاءَ يَبُوْءُ بَوَاءٌ سے لیا ہے۔ یعنی لوٹنا۔
چنانچہ مدارک التنزیل میں ہے۔ جعلنا لابراھیم مکان البیت مباءۃ ای مرجعًا یرجع الیہ للعمارۃ و العبادۃ۔
اور روح المعانی میں ہے۔ جعلنا مکان البیت مباءۃ لجدھما ابراھیم علیہ السلام ای مرجعًا یرجع الیہ للعمارۃ والعبادۃ۔
یعنی ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے بیت اللہ کو مباءۃ و مرجع (یعنی بار بار لوٹ آنے کی جگہ) بنا دیا۔ کیونکہ اس کی تعمیر کے لئے اور عبادت کے لئے وہ بار بار وہاں آتے تھے۔
الزجاج نے لکھا ہے کہ۔ المعنی بینا لہ مکان البیت لیبنیہ و یکون مباءۃً لہ و لعقبہ یرجعون الیہ و یحجّونہ۔
لیکن قرآن مجید میں اکثر اول الذکر معنی میں ہی بوّأ کا استعمال ہوا ہے مثلاً آیت شریف (۳: ۱۲۱) متذکرہ بالا۔ یا جیسے کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا (۲۹: ۵۸) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے انہیں ہم جنت کے بالاخانوں میں ٹھہرائیں گے۔ یا جگہ دیں گے) یا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً (۱۶: ۴۱) جن لوگوں نے اللہ کے واسطے ہجرت کی بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا تھا ہم ان کو دنیا میں بہت اچھا ٹھکانہ دیں گے۔

عمرو بن معدی کرب کا شعر ہے:۔
كَمْ مِنْ اَخٍ لِّيْ مَاجِدٍ ــ بَوَّاْتُهٗ بِيَدِيْ لَحَدًا
کتنے ہی میرے شریف و بزرگ بھائی تھے۔ کہ میں نے ان کو اپنے ہاتھوں سے لحد میں اتارا۔
= اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے اور اس فعل کے بعد آتا ہے جو قول کے معنی پر مشتمل ہو خواہ لفظاً ہو۔ جیسے فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا (۲۳: ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا کہ کشتی بنا۔ خواہ دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو (یعنی اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔
یہاں اس آیت میں قُلْنَا لَهٗ۔ مقدر ہے۔ گویا تقدیر کلام ہے، وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ قُلْنَا لَهٗ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْئًا...... اس کو حکم دیا کہ میرے ساتھ شریک

ذکرنا۔

= طَهِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو پاک رکھ۔ ای من الشرك والاوثان والاقذار۔ یعنی شرک سے۔ بتوں سے اور گندگی سے اسے پاک رکھ۔

= طَآئِفِيْنَ۔ طائف کی جمع۔ طواف کرنے والے۔

= قَآئِمِيْنَ۔ قیام کرنے والے۔ قَآئِمٌ کی جمع۔

= رُكَّعِ۔ رکوع کرنے والے۔ رَاكِعٌ کی جمع

= السُّجُوْدِ۔ سجدہ کرنے والے۔ سَاجِد کی جمع

۲۲ : ۲۷ = اَذِّنْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو پکار۔ تو اعلان کر۔ تَاْذِيْنٌ (تفعیل) سے۔ الاذان ای الاعلام والاعلان۔

= يَاْتُوْكَ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ وہ تیرے پاس آئیں گے۔ (یعنی اس گھر کی طرف آئیں گے جسے تونے تعمیر کیا ہے یعنی بیت الحرام

= رِجَالًا۔ پاؤں چلتے ہوئے۔ پاؤں پیادہ۔ رَاجِلٌ کی جمع ہے جیسے رَاكِبٌ کی جمع رِكَابٌ۔ رِجْلٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پاؤں کے ہیں۔ اسی مناسبت سے پاؤں پیادہ کو رَاجِلٌ کہتے ہیں۔ يَاْتُوْكَ سے موضع حال میں ہے لہذا منصوب ہے

= ضَامِرٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ دُبلا۔ جس کی کمر پتلی ہو اور پیٹ بیٹھ گیا ہو۔ ضُمُوْرٌ سے یہاں مراد سواری کا وہ جانور (اونٹ یا گھوڑا) جو دیر تک یا دور تک سواری دینے کے سبب دُبلا ہو گیا ہو۔ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

= يَاْتِيْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ وہ آئیں گی۔ ضَامِرٍ کی صفت میں ہے یعنی جو دور دراز شاہراہوں سے آرہی ہوں گی۔ (يَاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ)

= فَجٍّ۔ اَلْفَجُّ دو پہاڑوں کے درمیان کشادگی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد وسیع راستہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اس کی جمع فِجَاجٌ ہے۔ قرآن مجید میں ہے فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا (۲۱ : ۳۱) اس میں کشادہ راستے۔

= عَمِيْقٍ۔ عُمْقٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے العُمْقُ کے معنی نیچے کی طرف دُوری یعنی گہرائی کے ہیں۔ اس لئے بہت گہرے کنوئیں کو بِئْرٌ عَمِيْقٌ کہتے ہیں۔ راستہ کی صفت ہو تو اس کے معنی دور دراز کے لئے جاتے ہیں

۲۲ : ۲۸ = لِيَشْهَدُوْا۔ لام تعلیل کا ہے۔ يَشْهَدُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل لام

جمع مذکر غائب۔ تاکہ وہ حاضر آویں۔ بمعنی حاصل کریں۔ یہ یَاْتُوْکَ سے متعلق ہے یا یَاْتُوْکَ سے۔
= مَنَافِعَ لَهُمْ۔ اپنے فائدے۔ دینی۔ رضوان اللہ۔ دنیوی: ذبائح کے گوشت پوست سے حاصل کردہ فائدے اور تجارت (جیساکہ (۲: ۱۹۸) میں ہے لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ۔ تمہیں اس باب میں کوئی مضائقہ نہیں کہ تم اپنے پروردگار کے ہاں سے تلاشِ معاش کرو۔
= يَذْكُرُوْا۔ مضارع منصوب اس کا عطف نص منصوب لیشھدوا پر ہے۔ تاکہ نام لیویں۔ تاکہ ذکر کریں۔
= اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ۔ اس سے مراد قربانی کی تاریخیں ہیں یعنی ۱۰،۱۱،۱۲ ذوالحجہ۔ اور بعض کے نزدیک جملہ ایام تشریق ایام معلومات ہیں۔ یعنی ۱۰،۱۱،۱۲،۱۳ ذوالحجہ۔
حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ذوالحجہ کا پہلا سارا عشرہ ہی ایام معلومات ہے
= بَهِيْمَةِ۔ چوپایہ جانور۔ عرف عام میں درندا اور پرند کے علاوہ باقی جانوروں کو بھی بہیمہ کہا جاتا ہے اَلْبُهْمَةُ کے معنی ٹھوس چٹان کے ہیں اور تشبیہ کے طور پر بہادر آدمی کو بُہمہ کہا جاتا ہے۔ نیز ہر وہ حسی یا عقلی چیز جس کا عقل اور حواس سے ادراک نہ ہو سکے اُسے مُبہم کہتے ہیں۔ سیاہ رات کو لَيْلٌ بَهِيْمٌ (فعیل بمعنی مُفْعَل اى مُبْهَمٌ) کہتے ہیں کیونکہ تاریکی کے باعث اس کا معاملہ بھی مبہم ہوتا ہے۔
= اَلْاَنْعَامِ۔ مویشی۔ بھیڑ۔ بکری۔ گائے۔ بھینس۔ اونٹ۔ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں۔ مجازًا یہ لفظ ان کے لئے علیحدہ علیحدہ بھی بول سکتے ہیں۔ اَلْاَنْعَامُ نَعَمٌ کی جمع ہے۔
= يَذْكُرُوْا۔ فعل ہے اسم اللہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول۔ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ ظرف زمان۔ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ متعلق فعل۔ من بهيمة الانعام تعریف ہے مَا رَزَقَهُمْ کی۔ تاکہ ایام معلومات میں گائے بکری بھینس۔ بھیڑ۔ اونٹ جیسے چوپایوں کو جنہیں اس نے ان کو بطور (حلال) رزق کے عطا کیا ہے (نحر یعنی ذبح کرتے وقت) وہ اللہ کا نام لیویں
= كُلُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم کھاؤ۔ مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہاں صیغہ امر استحبابی ہے فرضیت کے مفہوم میں نہیں۔
= مِنْهَا۔ میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب بهيمة الانعام کی طرف راجع ہے

= اَطْعِمُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم کھلاؤ
= اَلْبَائِسَ۔ بھوکا۔ برے حال والا۔ مصیبت زدہ۔ بُؤْسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر یہاں بحالت مفعول آیا ہے۔
= اَلْفَقِیْرَ۔ فَقْرٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے محتاج۔ ضرورتمند۔ اس کی جمع فُقَرَاءُ ہے۔
۲۲ : ۲۹ = اس کا عطف یَذْکُرُوْا پر ہے۔
= ثُمَّ۔ پھر۔ یعنی جب تم جانور کی قربانی سے فارغ ہو چکو۔
= لِیَقْضُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب تو انہیں چاہیے کہ دور کریں۔
القضاء کے معنی قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینا۔ قضاء قولی و عملی میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں (۱) قضاء الٰہی (۲) قضاء بشری۔
۱:۔ قضاء الٰہی قضاء قولی کی مثال۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (۱۷ : ۲۳) اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔
۲:۔ قضاء الٰہی عملی کی مثال۔ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (۴۱ : ۱۲) پھر دو دن میں سات آسمان بنا دیئے۔
۲۔ (۱) قضاء بشری۔ قولی کی مثال۔ قَضَى الْحَاكِمُ بِكَذَا۔ حاکم نے فلاں فیصلہ کیا (کیونکہ حاکم ہمیشہ زبان کے ساتھ فیصلہ دیتا ہے۔
(۲) ۲۔ قضاء بشری عملی کی مثال: فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (۲ : ۲۰۰) پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کر چکو۔
آیت ہذا میں قضاء البشری عملی کی مثال ہے۔ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ میں تَفَثَهُمْ کا مضاف محذوف ہے عبارت یوں ہے ثُمَّ لْيَقْضُوْا اِزَالَةَ تَفَثِهِمْ۔ پھر انہیں چاہیے کہ اپنی میل کچیل پوری طرح دور کریں۔
= تَفَثَهُمْ۔ مضاف، مضاف الیہ۔ ان کا میل کچیل۔ تَفَثٌ کے اصل معنی اس غبار اور میل کچیل کے ہیں جو سفر میں آدمی پر چڑھ جاتا ہے لیکن حج کے بیان میں اس سے مراد احرام کھولنا حجامت بنانا۔ نہانا وغیرہ کے ہیں۔ وہ پابندیاں جو کہ احرام کی حالت میں عائد کی گئی تھیں جن سے بدن پر میل کچیل آجانا ایک قدرتی امر ہے۔
= لِيُوْفُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب اِيْفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ چاہیے کہ وہ پوری کریں

= نُذُوْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی نذریں۔ اپنی نذریں۔ اپنی منتیں۔
= وَلْيَطَّوَّفُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب تَطَوُّفٌ (تفعّل) مصدر چاہئے کہ وہ طواف کریں (طواف زیارت یعنی طواف افاضہ کی طرف اشارہ ہے)
= عَتِيْقِ۔ پرانا۔ قدیم۔ دشمنوں سے محفوظ کہ اس پر کسی جابر کا قبضہ نہیں ہوا۔ عزت وشرف والا
٢٢: ٣٠ = ذٰلِكَ۔ اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔
١:۔ یہ محل رفع میں ہے۔ مبتدا جس کی خبر محذوف ہے ای ذلك حكم الله وامرہٗ
٢:۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای اللازم ذٰلك۔ اوالواجب ذٰلك۔
٣:۔ یہ مفعول ہے اور اس کا فعل محذوف ہے۔ اور تقدیر کلام یوں ہے۔ اتبعوا ذٰلك او احفظوا ذٰلك۔ اور ذٰلکَ کا اشارہ احکام متذکرہ بالا کی طرف ہے۔
= مَنْ يُّعَظِّمْ۔ مَنْ شرطیہ۔ يُعَظِّمْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ) واحد مذکر غائب تَعْظِيْمٌ (تفعيل) مصدر۔ جو بڑا سمجھے گا۔ جو تعظیم کرے گا۔ ادب کرے گا۔
= حُرُمٰتِ اللهِ۔ مضاف مضاف الیہ حُرُمٰت۔ جمع ہے اس کا واحد حُرُمَةٌ اور حُرْمَةٌ اور حُرَمَةٌ ہے۔ حُرُمٌ بھی جمع آئی ہے۔
اَلْحُرُمَةُ۔ ہر وہ با حرمت شے جس کی بے حرمتی ممنوع ہو۔ الحَرَام وہ ہے جس سے روک دیا گیا ہو۔ منع کردیا گیا ہو۔ جس کی بے ادبی و بےحرمتی ممنوع ہو جیسے مسجد حرام وغیرہ۔ وہ مقدس و قابل تعظیم ہوئی۔ اور جس چیز کا استعمال یا اس کا کرنا ممنوع ہوا۔ جیسے مردے کا گوشت کھانا یا زنا کرنا۔ وہ ناپاک اور ناقابل نفرین ہوئی۔
حُرُمٰتِ اللهِ۔ اللہ کی حرمتیں (جن کا ادب ضروری ہو)
= فَهُوَ۔ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ای التعظیم۔
= اُحِلَّتْ۔ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ وہ حلال کردی گئی (حرام کی ضد) اِحْلَالٌ (افعال) مصدر۔
= اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔ سوائے ان (چوپایوں) کے جن کی حرمت کے متعلق تمہیں بتادیا گیا ہے مثلاً حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللهِ بِهٖ ...... الآیۃ (٥: ٣) اور تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر اللہ کے لئے نامزد کردیا گیا ہو ...... لخ
= فَاجْتَنِبُوْا۔ پس تم بچو، تم پرہیز کرو اِجْتِنَابٌ مصدر سے۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر

حاضر کا صیغہ ہے۔
= الرِّجْسَ۔ ناپاک، پلید، گندہ۔ عقوبت۔ عذاب۔ بلا۔ اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے
رِجْسٌ کی چار صورتیں ہیں:۔
(۱) طبعی (۲) عقلی۔ (۳) شرعی۔ (۴) ہرسہ کی رو سے۔
عقلی۔ مثلاً شرک۔ و لحم خنزیر۔
شرعی۔ جیسے جوا و شراب۔ اور تینوں (طبعی۔ عقلی۔ شرعی) کا مجموعہ جیسے مردار۔ کہ اس سے انسان کو طبعاً بھی نفرت ہے اور عقلی و شرعی لحاظ سے بھی ناپاک ہے۔
= اَلْاَوْثَانِ۔ وَثْنٌ کی جمع۔ بت۔ مورتی۔ ہر وہ چیز جس کی خدا کے سوا پرستش کی جائے وہ وثن ہے۔ مثلاً بت۔ مورتی۔ پتھر۔ قبر۔ جھنڈا۔ وغیرہ اوثان ہیں جب ان کی پوجا کی جائے۔
= الزُّوْرِ۔ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ اور زُرْتُ فُلَانًا کے معنی ہیں میں نے اپنا سینہ اس کے سامنے کیا۔ یعنی اس سے ملاقات کی۔
نیز الزُّوْرِ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے بھی ہیں۔ اور آیت کریمہ تَزَاوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ (۱۸: ۱۷) کے معنی یہ ہیں کہ سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے۔ الزُّوْر کو جھوٹ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حق سے ہٹ کر ہوتا ہے۔
قَوْلَ الزُّوْرِ۔ جھوٹ کی بات۔
۲۲: ۳۱ = حُنَفَاءَ۔ حَنِيْفٌ کی جمع۔ جس کے معنی ہیں ایک طرف ہونیوالا۔ حَنَفٌ سے جس کے معنی گمراہی سے استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو کوئی ایک راہ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے۔ وہ حنیف کہلاتا ہے۔
= حُنَفَاءَ لِلّٰهِ اور غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ۔ دونوں اجْتَنِبُوْا سے حال ہیں اور تاکید کے لئے آئے ہیں۔
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب خَرٌّ سے (باب ضرب) وہ گر پڑا۔ قرآن مجید میں ہے يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا (۱۷: ۱۰۷) وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں
= فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ۔ ای صورۃ حال من یشرک باللّٰہ کصورۃ حال من خرّ من السماء۔ جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے اس کی صورتِ حال اس شخص کی صورت حال کے مانند ہے جو آسمان سے گر پڑا ہو!

= فَتَخْطَفُهُ۔ فا۔ پس۔ پھر۔ تَخْطَفُ خَطْفٌ سے (باب سمع) مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ یہ باب سمع اور ضَرَبَ دونوں سے آتا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں باب سمع سے آرہا ہے۔ مثلاً اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ (۳۷: ۱۰) ہاں جو کوئی (فرشتوں کی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے۔ اور یَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو اُچک لے جائے۔

خَطْفٌ کے معنی کسی چیز کو اچک لینا یا جلدی سے جھپٹ لینا کے ہیں۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب فعل خَرَّ کے فاعل کی طرف راجع ہے۔

صاحب ضیاء القرآن فتخطفہ الطیر کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

جو بدبخت کسی کو کسی حیثیت سے خدا کا شریک ٹھہراتا ہے وہ تباہ و برباد ہوکر رہیگا۔ اس کی مثال یوں سمجھو گویا اس کو آسمان کی بے اندازہ بلندی سے نیچے پھینک دیا گیا ہو کیا ایسے شخص کے بچنے کا کوئی امکان ہے ہرگز نہیں۔ یا کوئی شکاری پرندہ اسے ہوا ہی میں دبوچ کر اپنا نوالہ بنا لیگا۔ ورنہ اتنی بلندی سے جب زمین پر گریگا تو اس کی ہڈیاں چور چور ہوجائیں گی اور اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہوجائے گا۔ دونوں صورتوں میں اس کی ہلاکت یقینی ہے۔

= تَهْوِیْ۔ هَوِیٌّ سے (باب ضرب سے) مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ جس کے معنی اوپر سے نیچے کی طرف گرنا۔ پھینک دینا کے ہیں۔ تَهْوِیْ بِهِ الرِّیْحُ اس کو ہوا نیچے کو پھینک دیتی ہے یا گرادیتی ہے اَهْوَاهُ اس نے فضا میں سے جاکر سے نیچے دے مارا اور قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی (۵۳: ۵۳) اور اس نے الٹی بستیوں کو دے پٹکا۔

اوپر سے نیچے کی طرف گرنے کی رعایت سے اس کو جھکنے اور مائل ہونے کے معنی میں بھی لیا گیا ہے مثلاً فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْ اِلَیْهِمْ (۱۴: ۳۷) سو تو کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل کردے۔

= سَحِیْقٍ۔ سُحْقٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ۔ دُور۔ بعید۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔ (۶۷: ۱۱) سو دوزخیوں کے لئے دوری ہے

۲۲: ۳۲ = ذٰلِكَ۔ ای الذی ذکر من اجتناب الرجس وقول الزّور۔ (ملاحظہ ہو ۲۲: ۳۰)

= شَعَآئِرَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی نشانیاں۔ اللہ کے نام کی چیزیں یہ شعائر اللہ

وہ چیزیں اور نشانات ہیں جو خدا کے نام سے نامزد ہیں۔ اور جن کی عظمت واحترام کا خدا نے حکم دیا ہے۔ شَعَائِرُ شَعِيْرَةٌ کی جمع ہے شَعِيْرَةٌ بروزن فَعِيْلَةٌ بمعنی مَفْعَلَةٌ (یعنی مَشْعَرَةٌ) ہے اور مَشْعَرَةٌ کے معنی نشانی کے ہیں۔

حضرت الامام شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ حصہ اوّل باب (شعائر اللہ کی تعظیم واحترام) میں فرماتے ہیں:۔

"شعائر الٰہیہ سے ہماری مراد وہ ظاہری ومحسوس امور اور اشیاء ہیں جن کا تقرر اسی لئے ہوا ہے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔ ان امور و اشیاء کو خدا کی ذات سے ایسی مخصوص نسبت ہے کہ ان کی عظمت وحرمت کو لوگ خود اللہ تعالیٰ کی عظمت وحرمت سمجھتے ہیں۔ اور ان کے متعلق کسی قسم کی کوتاہی کو ذات الٰہی کے متعلق کوتاہی سمجھتے ہیں"۔

پھر آگے چل کر فرماتے ہیں:۔

بڑے بڑے شعار الٰہیہ چار ہیں: قرآن حکیم۔ کعبۃ اللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ نماز

قرآن حکیم میں ہے:۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (٢: ١٥٨) بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ اور وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (٢٢: ٣٦) اور قربانی کے فربہ جانوروں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی نشانیوں سے بنایا ہے

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رح اپنی تفسیر فتح العزیز میں۔ کعبہ، عرفہ، مزدلفہ جمار ثلاثہ، صفا، مروہ، منیٰ، جمیع مساجد، ماہِ رمضان، اشہر حُرم، عید الفطر، عید النحر ایام تشریق۔ جمعہ، اذان، اقامت، نماز جماعت، نماز عیدین۔ سب کو شعائر اللہ میں سے گردانتے ہیں۔

= فَاِنَّهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع تعظیم شعائر اللہ ہے۔

= تَقْوَى الْقُلُوْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ دلوں کی پرہیزگاری۔ یعنی شعائر اللہ کی تعظیم دلوں کی پرہیزگاری والے افعال میں سے ہے۔

٢٢: ٣٣ = فِيْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(١) اس کا مرجع بھیمۃ الانعام (آیہ ٢٨) ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان جانوروں سے تم فائدہ اٹھا سکتے ہو ان کا دودھ پی سکتے ہو، ان پر سواری کر سکتے ہو، ان سے بچے لے سکتے ہو، ان کا گوشت کھا سکتے ہو۔ ان کی اون اور کھال سے نفع اٹھا سکتے ہو لیکن اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ایک

مقررہ وقت تک۔ یعنی جب تم ان کو حرم شریف میں قربانی دینے کے لئے مقرر کر دو تو پھر تم ان سے یہ منافع حاصل نہیں کر سکتے۔

لا یجوز رکوبھا ولا الحمل علیھا ولا شرب لبنھا الا لضرورۃ (امام ابوحنیفہ) یعنی قربانی کے جانوروں پر سوار ہونا۔ بوجھ لادنا۔ اور ان کا دودھ پینا۔ بجز اشد ضرورت کے جائز نہیں

(۲) اس کا مرجع شَعَائِرُ اللّٰہِ۔ اور حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ شعائر اللہ (آیت ۳۲) سے مراد البدن والھدایا۔ قربانی اور ہدی کے جانور ہیں۔ اور منافع سے مراد الرکوب عند الحاجۃ وشرب البانھا عند الضرورۃ ہے اور الی اجل مُّسَمًّی سے مراد الی تنحر ان کے نحر ہوجانے تک ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ کہ شعائر اللہ سے مراد جملہ مناسک حج ومشاہد مکہ ہیں اور الی اجلٍ مسمًّی سے مراد محلھا الی البیت یعنی احرام کھولنے کا موقع بیت اللہ ہے فوائد سے مراد ثواب واجر کا حاصل کرنا ہے۔ یعنی تمہارے لئے ان مناسک کی ادائیگی کے دوران ثواب واجر ہے ایام حج کے ختم ہونے تک۔ جب بیت اللہ شریف میں طوافِ زیارت کے بعد تم احرام کھولتے ہو

= ثُمَّ۔ پھر۔ اس کے بعد (یعنی پہلی چیز کا دوسری چیز سے متاخر ہونا) عام طور پر التراخی فی الوقت کے لئے بولا جاتا ہے یعنی وقت میں ڈھیل دینے کے لئے۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبۃ کے لئے بھی بولا جاتا ہے ایسے موقع پر اس کے معنی ہوتے ہیں اس سے بھی بڑھ کر۔

چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں:۔

فعارٌ ثمّ عارٌ شقاء المرء من اکل الطعام

شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ بہت ہی شرم کی بات ہے کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہوجائے (بہ ترتیب سعودی)

= مَحِلُّھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلٌّ ظرف مکان۔ یا اسم ظرف زمان۔ قربانی کے جانور کی حلال ہونے کی جگہ۔ قربان گاہ۔ ذبح کرنے کا مقام۔ حُدُودِ حرم۔ اس صورت میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع البدن والھدایا (قربانی کے جانور) ہوں گے۔

الخازن لکھتے ہیں:۔

محلھا ای محل الناس من احرامھم یعنی لوگوں کے احرام کھولنے کا موقع۔

= الی بمعنی عند۔ نزدیک۔ الی البیت العتیق سے مراد کل حرم ہے یعنی ذبح کی

جگہ حدود حرم کے اندر ہے۔

ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ۔ پھران کو ذبح کرنے کا مقام یا وقت بیت العتیق کے قریب ہے۔ اور یہ ان بهیمۃ الانعام سے فوائد کا نقطۂ عروج ہے اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی تک ان کے دنیوی فوائد تھے۔ یعنی ان پر سواری کرنا۔ ان کا گوشت کھانا۔ ان کا دودھ پینا ان کی اون وغیرہ سے منافع حاصل کرنا۔ اور اب قربان گاہ پر آکر ان کے منافع کی انتہا، ہے۔ ان کو قربان کرکے منافع دینی یعنی ثوابِ اُخروی حاصل ہوتا ہے اور یہ دنیوی منافع سے عظیم تر ہے

علامہ عبداللہ یوسف علی نے ثُمَّ کا ترجمہ آخرکار۔ آخر میں۔ کیا ہے۔ یعنی البدن اور الھدایا کی تعظیم ومنفعت بیان کرنے کے بعد اب آخرکار ان کو قربان گاہ لاکر ذبح کرکے تکمیل مناسک کرتا ہے۔

٢٢: ٣٤ = مَنْسَكًا۔ اَلنُّسُكُ کے معنی عبادت کے ہیں اور نَاسِكٌ عابد کو کہا جاتا ہے مگر یہ لفظ ارکانِ حج کے ادا کرنے کے ساتھ مخصوص ہو چکا ہے۔

مَنْسَكًا بفتحِ سین مصدر میمی بمعنی قربانی کرنا۔ اور بکسرِ میم قربانی کی جگہ یا شریعت، عبادت کا طریقہ۔ آیت ہذا میں اس کا مطلب قربانی کرنا یا قربانی ہے۔ یعنی ہر امت کے لئے ہم نے ایک قربانی مقرر کر دی ہے۔

آیت ٢٢: ٦٧۔ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ۔
ہر امت کے لئے ہم نے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس کے مطابق وہ عبادت کرتے ہیں

= لِيَذْكُرُوْا۔ تاکہ وہ ذکر کریں۔ لام تعلیل کا ہے۔ يَذْكُرُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔

= اَسْلِمُوْا۔ سَلَامٌ سے فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تم حکم بردار رہو۔ تم تابعداری کرو۔

= اَلْمُخْبِتِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِخْبَاتٌ مصدر (باب افعال)۔ عاجزی کرنے والے۔ خشوع کرنے والے۔ الخَبْتُ۔ نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں۔ اور اَخْبَتَ الرَّجُلُ کے معنی نشیبی یا نرم زمین کے قصد کرنے یا وہاں اترنے کے ہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَاَخْبَتُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ (١١: ٢٣) اور انہوں نے اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

٢٢: ٣٥ = وَجِلَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) (ان کے دل) ڈر جاتے ہیں۔ اَلْوَجَلُ کے معنی دل ہی دل میں خوف محسوس کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے قَالُوْا لَا تَوْجَلْ (١٥: ٥٣) (مہمانوں نے کہا) ڈریئے نہیں۔

۱:۔ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ ؛
۲:۔ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ
۳:۔ وَالْمُقِيْمِى الصَّلٰوةِ
۴:۔ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ٥

یہ المخبتین کی صفات ہیں۔

۲۲: ۳۶ = اَلْبُدْنَ ۔ اَلْبُدْنَ جمع ہے جس کا واحد بَدَنَةٌ ہے جس طرح ثُمْرٌ اور ثُمُرٌ ثَمَرَةٌ کی جمع ہے یہ بَدَانَةٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی موٹا تازہ ہونا ہے اس کا اطلاق صرف اونٹ پر ہوتا ہے یا گائے پر بھی ۔ اس میں علما کا اختلاف ہے لیکن یہاں جو ذبح کا طریقہ بیان ہو رہا ہے وہ اونٹ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہاں بُدْن سے مراد اونٹ ہی ہے ۔

= صَوَآفَّ ۔ صَفٌّ سے ماخوذ ہے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے ۔ اس کا واحد صَافَّةٌ ہے یہاں صَوَآفَّ بمعنی مَصْفُوْفَةٌ (اسم مفعول) ہے ۔ یعنی ایک قطار میں کی ہوئیں۔ بعض نے بمعنی مُصَفَّةٌ (اسم فاعل) یعنی قطار باندھنے والیاں بیان کیا ہے ۔

قاموس میں ہے ۔ صَافَّةٌ وہ اونٹ جس کا بایاں ہاتھ باندھ دیا جائے ۔ اور وہ اپنے دونوں پاؤں پر اور دائیں ہاتھ کے سہارے کھڑا ہو۔ (اونٹ کو نحر کرنے کا طریقہ یہی منقول ہے)

صَوَآفَّ ۔ حال ہے عَلَيْهَا کی ضمیر واحد مؤنث غائب ھَا سے ۔

= وَجَبَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب وَجْبَةٌ مصدر (باب ضرب) (جب وہ) گر پڑیں وَجَبَ الْحَائِطُ ۔ دیوار گر پڑی

= جُنُوْبُهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کے پہلو ۔ جَنْبٌ کی جمع ۔ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا ۔ ای فاذا وقعت علی الارض جب وہ زمین پر پہلو کے بل گر پڑیں (بعد از نحر)

= اَلْقَانِعَ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ قناعت کرنے والا ۔ وہ فقیر جو گھر میں بیٹھا ہے اور کسی کے آگے دستِ سوال دراز نہ کرے ۔ اَلْجَالِسُ فِيْ بَيْتِهٖ المتعفف یقنع بما یعطی ولا یسئل ۔

= اَلْمُعْتَرَّ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ اصل میں مُعْتَرِرٌ تھا ۔ اعترار (افتعال) مصدر عَرَّ مادہ ۔ مانگنے کے درپے ۔ بھیک مانگنے کے لئے سامنے آنے والا ۔ سائل ۔

= سَخَّرْنٰهَا۔ ماضی جمع متکلم ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ضمیر کا مرجع البُدْنَ ہے (اونٹ جن کا ذکر اوپر ہوا ہے)

۲۲: ۳۷ = لَنْ يَّنَالَ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ ہرگز نہیں پہنچتا۔

= دِمَآؤُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ دِمَآءٌ مصدر دَمٌ کی جمع ہے ان کے خون

= كَذٰلِكَ۔ اسی طرح۔ (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے خاص کر کر اونٹ کو کس طرح کھڑا کر کے نحر کیا جائے۔

= لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ تُكَبِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَكْبِيْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔ یعنی اس کا شکر ادا کرتے ہوئے اور حمد بیان کرتے ہوئے اس کو بزرگی سے یاد کرو۔

= عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ۔ اس بارے میں جس میں اس نے تمہاری راہنمائی کی ہے۔ یعنی اس کو تسخیر کرنے کے متعلق اور اس سے فوائد دنیوی اور دینی حاصل کرنے کے متعلق جو طریقے اس نے بتائے ہیں۔ ارشدکم الیٰ طریق تسخیرھا وکیفیۃ التقرب بھا۔

= اَلْمُحْسِنِيْنَ۔ المخلصین فی امور دینھم الموحدین۔ امور دین کی تعمیل میں مخلص بندے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر مکمل ایمان رکھنے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔

۲۲: ۳۸ = يُدٰفِعُ۔ دَافَعَ يُدَافِعُ مُدَافِعَةً (باب مفاعلۃ) الدَّفْعُ دفع کرنا ہٹا دینا۔ جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی دے دینے اور حوالہ کر دینے کے ہیں مثلاً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۴: ۶) تو ان کا مال ان کے حوالے کر دو۔

اور جب اس کا تعدیہ عَنْ کے ساتھ آئے تو اس کے معنی مدافعت کرنا۔ حمایت کرنا کے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا۔ یہاں باب مفاعلہ سے آیا ہے۔ جس میں باہم مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یعنی کافر مسلمانوں کو اذیت پہنچانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے مقابل پر ان کی مدافعت کرتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ خدا مومنوں سے ان کے دشمنوں کو ہٹاتا رہتا ہے یا دشمنوں کے مقابلہ میں مومنوں کی حمایت کرتا رہتا ہے۔

= خَوَّانٍ۔ اسم فاعل خیانۃ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت خیانت کرنے والا۔ بڑا دغاباز۔ خَائِنٌ خیانت کرنے والا۔

= كَفُوْرٍ۔ کافر۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ سخت منکر۔ بڑا احسان فراموش

۲۲: ۳۹ = اُذِنَ۔ اِذْنٌ سے (باب سمع) ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ حکم دیا گیا۔ اجازت

= يُقَاتَلُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب قِتَالٌ مصدر (باب مفاعلہ) جن سے قتال کیا جاتا ہے (جن کے خلاف جارحانہ جنگ کی جارہی ہے)

= بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ میں ب سببیہ ہے یعنی بوجہ اس کے کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے۔

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا۔ جن (مومنین) کے خلاف جارحانہ قتال کیا جارہا ہے ان کو اب مدافعت میں جہاد کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔

(یہ آیت احکام جہاد میں اولین آیت ہے اس سے قبل مسلمان کافروں کے ظلم و تشدد اور ان کی جیرہ دستیوں کو صبر و سکون کے ساتھ برداشت کرتے رہے تھے کیونکہ منشا ایزدی یہی تھا)

٢٢: ٤٠ = اُخْرِجُوْا۔ اِخْرَاجٌ (افعال) سے ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ نکالے گئے

= اَلَّذِيْنَ۔ یہ لِلَّذِيْنَ (آیہ ماقبل) کی صفت ہے یا اس کا بدل ہے۔ (وہ مظلوم لوگ)

= دَفْعُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی (طرف سے) مدافعت۔

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ۔ اور اگر خدا دفاع نہ کرتا لوگوں کا (بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ سے) بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ۔ یعنی اگر خدا تعالیٰ بعض کو بعض سے ٹکرا کر یا بعض کو بعض کا توڑ بنا کر لوگوں کا بچاؤ نہ کرتا۔

= لَهُدِّمَتْ۔ لام لَوْلَا کے جواب میں ہے اور یہ لام بے عمل کی اقسام میں سے ہے هُدِّمَتْ واحد مؤنث غائب ماضی مجہول تَهْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ منہدم کر دیے جاتے۔ ڈھا دیئے جاتے۔

= صَوَامِعُ۔ صَوْمِعَةٌ کی جمع۔ عیسائی راہبوں کے تکیے۔ صومعہ ہر وہ عمارت ہے جس کا اوپر کا سرا باہم جڑا ہوا ہو۔ چونکہ عیسائی اپنے عبادت خانوں کا سرا بلند اور باریک گاؤدم بناتے ہیں۔ اس لئے اس کو صومعہ بولتے ہیں۔

= بِيَعٌ۔ بِيْعَةٌ کی جمع جس کے معنی ہیں یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے اور گرجا گھر (CHURCHES)

= صَلَوٰتٌ۔ صَلٰوةٌ کی جمع۔ رحمتیں۔ نمازیں۔ دعائیں۔ عبادت خانے اور گرجا گھر۔ (SYNHGOGUES)

= فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع مَسٰجِدُ ہے (مَسَاجِدُ بلا تنوین آیا ہے کیونکہ غیر منصرف ہے کیونکہ یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے اسباب منع صرف میں ہے) بعض کے نزدیک اس کا مرجع جملہ معابد متذکرہ بالا ہیں۔ یعنی صوامع۔ بیع۔ صلوٰت، مساجد

= لَيَنْصُرَنَّ ۔ لام تاکید یَنْصُرَنَّ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب ، وہ ضرور مدد کرتا ہے۔
= عَزِیْزٌ۔ غالب ۔ زبردست ۔ قوی ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۲۲: ۴۱ = اَلَّذِیْنَ ۔ یا تو مَنْ یَّنْصُرُہٗ سے بدل ہے یا اُخْرِجُوْا کی صفت ہے یعنی جو اللہ کی مدد کرتے ہیں (یعنی اس کے دین کی یا اس کے رسولوں کی، اولیاؤں کی) اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں تو ......
یا وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بلاوجہ نکالے گئے ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں اقتدار بخشیں تو ......
= اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ ۔ مَکَّنَّا ماضی جمع متکلم تَمْکِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ اگر ہم ان کو اقتدار دیں ۔ اگر ہم ان کو جاہ عطا کریں ۔ اگر ہم ان کو حکومت دیں
= عَاقِبَۃُ ۔ عاقبت ۔ انجام ۔ آخر ۔ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ سب کاموں کا انجام ۔
۲۲: ۴۲ تا ۴۴ = اِنْ یُّکَذِّبُوْکَ ۔ میں کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے ۔ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ اگر کفار آپ کو جھٹلاتے ہیں (تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں —— یہ جواب شرط محذوف ہے)

فَائِدَہٗ :- ان آیات کی مندرجہ ذیل توضیحات قابل ذکر ہیں ؛

(۱)۔ اِنْ یُّکَذِّبُوْکَ ۔ جملہ شرطیہ ہے لیکن جوابِ شرط محذوف ہے جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔
(۲)۔ عاد اور ثمود کے ساتھ لفظ قوم نہیں آیا کیونکہ یہ قومیں ان ناموں کے ساتھ مشہور ہیں اور نہ قوم ہود یا قوم صالح نہیں کہا۔ اسی طرح اصحاب مدین کے ساتھ ان کے پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کا ذکر نہیں ہوا۔
(۳)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر میں کُذِّبَ فعل مجہول لاکر بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی جھٹلایا گیا تھا۔ یہاں قوم اس واسطے مذکور نہیں کہ حضرت موسیٰؑ کو ان کی قوم بنی اسرائیل نے نہیں جھٹلایا تھا بلکہ فرعون اور قبطیوں نے تکذیب کی تھی۔
(۴)۔ کَذَّبَتْ کو صیغہ تانیث سے اس لئے لایا گیا ہے کہ قوم (اس کا فاعل) اسم جمع ہے جس کے لئے تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں۔
= اَمْلَیْتُ ۔ ماضی واحد متکلم اِمْلَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ میں نے ڈھیل دی۔ میں نے

مہلت دی۔
= اَخَذْتُھُمْ۔ اَخَذْتُ ماضی واحد متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ میں نے ان کو پکڑ لیا۔ ای عاقبتھم میں نے ان کو سزا دی۔ ان کے کفر اور تکذیب کی۔
= نَکِیْرِ۔ اصل میں نکیری تھا۔ میرا انکار۔ نکیر۔ باب افعال سے بروزن فعیل مصدر غیر قیاسی ہے نَکِیْرِ۔ میرا انکار کر دینا۔ میرا ان کو نہ پہچاننا۔ میرا ان کو رد کر دینا۔ ظاہر ہے کہ خداوند تعالیٰ کا انکار کر دینا محض زبانی یا دلی انکار نہیں ہے بلکہ ان کی حالت کو دگرگوں کر دینا۔ مخالف اور برعکس حالت سے بدل دینا مراد ہے۔ مثلاً زندگی کو موت سے۔ آبادی کو ویرانی سے۔ تنعم و تعیش کو دشوار و ہیبت ناک مصیبت میں بدل دینا۔ یہاں عذاب کے معنوں میں بھی لیا جا سکتا ہے
فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ۔ پس کس قدر ہیبت ناک تھا میرا عذاب۔
۲۲: ۴۵ = فَکَاَیِّنْ۔ کَاَیِّنْ اصل میں کَاَیٍّ تھا۔ قرآنی املاء میں تنوین کو بصورت نون لکھا گیا ہے۔ کَاَیِّنْ قرآن میں ہر جگہ بصورت خبر آیا ہے۔ گو یہ استفہام کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہ مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے بعد عموماً مِنْ بطور تمیز آتا ہے۔ فَکَاَیِّنْ مِّنْ قَرْیَۃٍ اَھْلَکْنٰھَا۔ پس کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا۔
= وَھِیَ ظَالِمَۃٌ۔ اَھْلَکْنَا کے مفعول سے جملہ حالیہ ہے یعنی درآں حالیکہ وہ نافرمان تھیں
= خَاوِیَۃٌ۔ اسم فاعل واحد مؤنث خَوٰی یَخْوِیْ (ضرب) سے خَوَاءٌ مصدر۔ خَوَی الْبَیْتُ۔ گھر کا گرنا۔ منہدم ہونا۔ ڈھے جانا۔ خالی ہونا۔
= عُرُوْشِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی چھتیں۔ اَلْعَرْشُ اصل میں چھت والی چیز کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع عُرُوْش ہے عَرَشْتُ وَاعْتَرَشْتُ الْعِنَبَ۔ انگور کی بیل کے لئے بانس وغیرہ کی ٹٹی بنانا۔ اسی بلندی کی وجہ سے بادشاہ کے تخت کو بھی عرش کہتے ہیں۔
فَھِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوْشِھَا۔ پس وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں۔ اس جملہ کا عطف اَھْلَکْنٰھَا پر ہے۔
= بِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ۔ موصوف صفت۔ اس کا عطف قَرْیَۃٍ پر ہے ای وکاین من بِئْرٍ مُّعَطَّلَۃٍ۔ اور کتنے ہی بے کار کنویں۔
معطلۃ۔ اسم مفعول واحد مؤنث تَعْطِیْلٌ مصدر (باب تفعیل) خالی چھوڑے ہوئے (کنویں) جن سے کوئی پانی بھرنے والا ہی نہیں رہا۔ اَلْعَطَلُ (باب سمع) زیور سے خالی ہونا۔ یا

مزدور کا بے کار ہونا۔ عَطِلَتِ الْمَرْاَۃُ عورت زیور سے خالی ہوگئی۔

= وَقَصْرٍ مَّشِيْدٍ ۔ موصوف وصفت اس کا عطف بھی قَرْيَةٍ پر ہے ای وکاین من قصر مشید اھلکنا اھلھا۔ اور کتنے ہی قلعی چونے کے محل جن کے بسنے والوں کو ہم نے ہلاک کر ڈالا

مشید۔ اسم مفعول واحد مذکر شَدٌّ مصدر (باب ضرب) مضبوط، بلند۔

شِيْدٌ چنائی اور لپائی کا مصالحہ۔ دیوار پر پلستر چڑھانے کی چیز۔ شَادَ يَشِيْدُ۔ پلستر کرنا۔ اونچا کرنا (کسی کا مرتبہ اونچا کرنا۔ آواز کو اونچا کرکے شعر گانا) باب تفعیل سے تشیید اونچا کرنا۔ جیسے بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) اونچے بنائے ہوئے برج۔

آیت کی عبارت کچھ یوں ہوئی وکاین من قریۃ اھلکنا ھاوکم من بئر عطلناھا باھلاك اھلھا وكم من قصر مشید اخلیناھا من ساکنیہ

۲۲: ۴۶ = فتکون۔ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب کَوْنٌ مصدر منصوب بوجہ جواب استفہام ہے کہ ہو جائے۔

۲۲: ۴۷ = يَسْتَعْجِلُوْنَكَ ۔ يَسْتَعْجِلُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جلدی مانگتے ہیں۔ وہ عجلت چاہتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ جلدی آجائے۔ ك ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تجھ سے۔

= تَعُدُّوْنَ ۔ عَدٌّ سے۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم شمار کرتے ہو، تم گنتے ہو۔ مِمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ جس حساب سے تم گنتی کرتے ہو۔ یعنی تمہارے شمار کے مطابق۔ عدد مادہ

۲۲: ۴۸ = اَمْلَيْتُ ۔ ماضی واحد متکلم۔ میں نے مہلت دی۔ میں نے ڈھیل دی۔ اِمْلَآءٌ (اِفعال) مصدر۔

= اَلْمَصِيْرُ ۔ اسم ظرف مکان صَيْرٌ سے (باب ضرب) لوٹنے کی جگہ، قرارگاہ، ٹھکانا۔

اَلْمَصِيْرُ ۔ مصدر لوٹنا۔

۲۲: ۴۹ = اِنَّمَا ۔ بے شک، تحقیق۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے۔ اور ما کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

۲۲: ۵۱ = مُعٰجِزِيْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد مُعَاجَزَةٌ (مفاعلۃ) مصدر اس کے معنی ہیں مقابلہ کرکے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ یا عاجز کر دینا۔ منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی نہ حشر ہوگا نہ نشر، نہ عذاب نہ ثواب، لیکن حق یہ ہے کہ یہ سب کچھ ہوگا اور ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے۔ اس کی قدرت کو سلب نہیں کر سکتے۔ اس کو

عاجز نہیں بنا سکتے۔
= اَلْجَحِیْمُ۔ دوزخ۔ دہکتی ہوئی آگ جَحْمٌ کے معنی آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں جحیم اسی سے مشتق ہے اور فعیل بمعنی فاعل ہے۔
= سَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) انہوں نے کوشش کی۔ سَعَوْا فِیْۤ اٰیٰتِنَا۔ ای عَجَّلُوْا فی ابطال اٰیٰتنا۔ (جنہوں نے ہماری آیات (یعنی قرآن حکیم) کو جھٹلانے کی کوشش کی۔ کہتے ہیں سعی فی امر فلان اذا افسدہ بسعیہ۔ یعنی جب کوئی کوشش کرکے کسی کے کام کو بگاڑ دے تو کہتے ہیں کہ سعی فی امر فلان
۲۲:۵۲ = تَمَنّٰی۔ اَلتَّمَنِّیُ سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے (باب تفعل) المنجد میں اس کے معنی یہ دیئے ہیں۔
۱:۔ تمنی الشیٔ ارادہ کرنا۔
۲:۔ تَمَنّٰی الکتاب۔ پڑھنا۔
۳:۔ تَمَنّٰی الرَّجُلُ جھوٹ بولنا۔
۴:۔ تمنی الحدیث جھوٹی بات گھڑنا۔
امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔
التمنی کے معنی دل میں کسی خیال کے باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینے کے ہیں (التمنی تقدیر شیٔ فی النفس وتصویرہ فیھا)
بہت سے مفسرین نے آیۂ ہذا میں اس کے معنی قرأت کے لئے ہیں (تمنی الکتاب) اور اس بابت انہوں نے انحصار کیا ہے اولاً آیت شریفہ وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ (۲:۷۸) پر اور ثانیاً اس شعر پر ؎
تَمَنّٰی کتٰبَ اللّٰہِ اٰخر لیلۃ ۔ تمنّٰی داؤد الزبور علی الرُّسُلِ
مگر یہ بات واضح رہے کہ تمنی کے اصل معنی وہی ہیں جو امام راغب نے بیان کئے ہیں۔ قرأت اس کے تقدیری معنی ہیں اور ان معنوں کے لئے کوئی قرینہ حالیہ چاہئے۔ آیت مذکورہ بالا اور شعر مندرجہ بالا ہر دو میں قرینہ حالیہ کتٰب موجود ہے۔ لیکن آیہ ھذا (۲۲:۵۲) میں کوئی ایسا قرینہ حالیہ موجود نہیں کہ اس کے معنی قرأت کے لئے جائیں۔
دوسری طرف تمنا، آرزو، خیال باندھنے کے معنی میں قرآن مجید میں متعدد آیات ہیں مثلاً:۔
یَعِدُهُمْ وَ یُمَنِّیْهِمْ (۴:۱۲۰) (شیطان) ان سے وعدے ہی کرتا اور ہوسیں ہی دلاتا رہتا ہے

دی گئی۔ اُذِنَ کا متعلق محذوف ہے ای اُذِنَ لَهُمْ فِي الْقِتَالِ۔ ان کو قتال کی (جہاد کی) اجازت دی جاتی ہے۔ اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ٥ (۶۲: ۶) اگر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم ہی تم بلا شرکت غیرے اللہ کے چہیتے ہو تو موت کی تمنا کر دکھاؤ۔ اگر تم سچے ہو۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ (۴: ۱۲۳) نہ تمہاری تمناؤں پر ہے نہ اہل کتاب کی تمناؤں پر۔ وغیرہ۔

تفصیل بالا سے واضح ہے کہ آیت زیر بحث میں "تمنّی" کو آرزو اور تمنا کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اس کو قرات کے معنی پہنانا دور کی کوڑی لانے کے مترادف ہے اور اسی سے قصہ غرانیق نے جنم لیا جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں (اس قصہ کی تفصیل کے لئے کتب تفاسیر ملاحظہ ہوں)

= اَلْقَى۔ اس نے ڈالا۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= اُمْنِيَّتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُمْنِيَّةٌ واحد۔ اس کا خیال۔ اس کی تمنا اس کی جمع اَمَانِيّ ہے ای القی الشیطان امنیتہ فی امنیتہ یعنی شیطان اس کی آرزو میں اپنی آرزو شامل کر دیتا ہے۔

= يَنْسَخُ مضارع واحد مذکر غائب نَسْخٌ مصدر (باب فتح) وہ دور کر دیتا ہے وہ منسوخ کر دیتا ہے۔ النسخ کے اصل معنی ایک چیز کو زائل کر کے دوسری کو اس کی جگہ پر لانے کے ہیں اور کبھی صرف ازالہ کے معنی ہی مراد ہوتے ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں۔ پس فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ کا ترجمہ ہوا۔ پس جو (وسوسہ) شیطان ڈالتا ہے خدا اس کو دور کر دیتا ہے۔

اسی سے باب استفعال سے استنساخ کے معنی کسی چیز کے لکھنے کو طلب کرنے یا لکھنے کے لئے تیار ہونے کے ہیں۔ اور کبھی اسی باب سے بمعنی نسخ (کتاب کی کاپی کرنا یا لکھنا) بھی آجاتا ہے جیساکہ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥ (۴۵: ۲۹) جو کچھ تم کیا کرتے تھے ہم لکھواتے جاتے تھے۔

اسی سے تناسخ الازمنۃ (باب تفاعل) ایک زمانے کا گذر جانا اور دوسرے زمانے کا اس کی جگہ آجانا۔

مولانا ابو الکلام آزاد ؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:۔

اور (اے پیغمبر) ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول اور جتنے نبی بھیجے سب کے ساتھ یہ معاملہ ضرور پیش آیا کہ جونہی انہوں نے (اصلاح و سعادت کی) آرزو کی شیطان نے ان کی آرزو میں کوئی نہ کوئی فتنہ کی

بات ڈال دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی وسوسہ اندازیوں کا اثر مٹایا اور اپنی نشانیوں کو اور زیادہ مضبوط کر دیا۔

۲۲:۵۳ == لِيَجْعَلَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ یعنی یہ القا من جانب الشیطٰن اس لئے ہے کہ جن کے دلوں میں مرض ہے یا جو شقی القلب ہیں ان کے لئے فتنہ کا موجب ہو۔

== فِتْنَةً۔ اَلْفَتْنُ۔ اس کے معنی دراصل سونے کو آگ میں گھلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے۔ قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً، آزمائش، مصیبت، فساد، بدنظمی، عبرت، ایذا، دکھ، عذاب، عذر وغیرہ۔

اصل معنی کے لحاظ سے انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوا ہے مثلاً

يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ه (۱۳:۵۱) جب ان کو آگ پر تپایا جائے گا۔

اور آیت ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۶:۲۳) میں بمعنی الحجۃ دلیل۔ عذر کے معنوں میں آیا ہے۔ پھر ان کے پاس کوئی حجت نہ رہ جائے گی مگر یہ کہ وہ کہہ اٹھیں گے قسم ہے اللہ ہمارے پروردگار کی کہ ہم مشرک نہ تھے۔

آیت ہذا میں بمعنی آزمائش آیا ہے

== اَلْقَاسِيَةِ۔ قَسَا يَقْسُوْا (باب نصر) سے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے بمعنی صفت سخت، ٹھوس۔ قَسْوٌ۔ قَسْوَةٌ۔ قَسَاوَةٌ وقَسَاءَةٌ مصدر۔ محاورہ ہے هُوَ اَقْسٰى مِنَ الصَّخْرِ۔ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہے۔

وَالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ای وللقاسیۃ قلوبہم اور ان کے لئے جن کے دل بہت سخت ہیں

== شِقَاقٍ۔ ضد۔ مخالفت۔ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ہ وہ مخالفت جو بہت دور تک پہنچ چکی ہو۔ مکمل مخالفت۔ شدید عداوت۔

۲۲:۵۴ == اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو دیا گیا۔ اُوْتُوا الْعِلْمَ۔ جنہیں علم دیا گیا۔ اصحاب علم و فراست

== اَنَّهُ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے ہے۔ اسی طرح اسی آیت میں فَتُخْبِتَ لَهٗ اور فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ میں بِهٖ اور لَهٗ کی ضمائر کا مرجع القرآن ہے اور ان ہر دو میں فَ بمعنی تعقیب ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ عطف سببی کے لئے ہو۔ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ ای يَزْدَادُوْا اِيْمَانًا

ان کا ایمان اور پختہ ہو جائے فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ پھر اس کی طرف ان کے دل اور بھی زیادہ جھک جائیں۔

= تُخْبِتُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِخْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ (مزید) نرمی وانکساری اختیار کریں۔ اَلْخَبْتُ اصل میں نشیبی اور نرم زمین کو کہتے ہیں پھر اس کو نرمی اور تواضع کے معنی میں استعمال ہونے لگا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاَخْبَتُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ (۱۱: ۲۳) اور انہوں نے اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی۔

= لَهَادِ میں لام تاکید کا ہے هَادٍ هِدَايَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ اصل میں هادی تھا۔ ہدایت دینے والا۔

۲۲: ۵۵ = لَا يَزَالُ۔ افعال ناقص سے ہے مضارع منفی کا صیغہ واحد مذکر غائب زَوَالٌ مصدر۔ وہ ہمیشہ رہیگا۔

= مِرْيَةٍ اسم مصدر مری مادہ۔ اَلْمِرْيَةُ کے معنی کسی معاملہ میں تردّد کرنے کے ہیں اور یہ شک سے خاص ہوتا ہے۔ گویا جس شک سے تردّد پیدا ہو جائے اس کو مرية کہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ (۱۱: ۱۰۹) تو یہ لوگ جو غیر خدا کی پرستش کرتے ہیں اس سے تم خلجان میں نہ پڑنا۔

= بَغْتَةً۔ اچانک۔ یک دم۔ یکایک۔

= يَوْمٍ عَقِيْمٍ۔ سخت دن۔ منحوس دن۔ بے برکت دن۔ اَلْعُقْمُ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ بانجھ عورت کو عقیم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مرد کا نطفہ قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ یہاں مراد قیامت کا دن ہے۔

۲۲: ۵۶ = اَلْمُلْكُ۔ بادشاہت، اقتدارِ اعلیٰ۔ ...

= جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عیش و نعمت کے باغات۔

۲۲: ۵۷ = مُهِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر باب افعال۔ ذلیل کرنیوالا

۲۲: ۵۸ = لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ۔ لَيَرْزُقَنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ واحد مذکر غائب وہ ضرور رزق دیتا ہے یا دیگا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَللّٰهُ فاعل اللہ تعالیٰ ان کو ضرور رزق دے گا۔

۲۲: ۵۹ = لَيُدْخِلَنَّهُمْ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ اِدْخَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو ضرور داخل کرے گا! —

= مُدْخَلاً ۔ داخل ہونے کی جگہ۔ یعنی جنت۔
= یَرْضَوْنَہٗ ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مُدْخَلاً کی طرف راجع ہے جسے وہ پسند کریں گے
= حَلِیْمٌ ۔ تحمل والا۔ باوقار۔ بُردبار۔ حِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۲۲: ۶۰ = ذٰلِکَ ۔ ای الامر ذٰلِکَ ۔ سو یہ بات ہے۔
یہ تو ہے ان کا حال۔ ذٰلِکَ وقف جؔ ہے جو وقف جائز کو ظاہر کرتا ہے یہاں پچھلی بات ختم ہوتی ہے۔ اگلا جملہ مستانفہ ہے اور یہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے۔
= عَاقَبَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُعَاقَبَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے۔ اس نے بدلہ دیا۔ اس نے سزا دی۔
= عُوْقِبَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اسے ایذا دی گئی۔ اسے تکلیف پہنچائی گئی۔ وہ ستایا گیا۔ عِقَابٌ مصدر۔
مَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِہٖ ۔ جو شخص اسی قدر تکلیف پہنچائے جتنی تکلیف اسے پہنچائی گئی (یعنی جس نے دشمن کی ایذا کا بدلہ اس کی ایذا کے برابر لے لیا اور یوں معاملہ برابر کر دیا)
= ثُمَّ ۔ پھر اس کے بعد۔
= بُغِیَ عَلَیْہِ ۔ اس پر زیادتی کی گئی۔ بُغِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ بَغْیٌ مصدر
= لَیَنْصُرَنَّہُ اللّٰہُ ۔ لَیَنْصُرَنَّ ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب (جس کا مرجع وہ شخص ہے جس پر زیادتی کی گئی) اَللّٰہُ فاعل۔ تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کی مدد کرے گا!
= عَفُوٌّ ۔ بروزن فَعُوْلٌ ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت زیادہ معاف کرنے والا۔ یہ بھی اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۲۲: ۶۱ = ذٰلِکَ ۔ یہ اس لئے کہ۔ ذٰلِکَ کا اشارہ کس طرف ہے اس میں دو مختلف قول ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کا مشارٌ الیہ خداوند تعالیٰ کی نصرت ہے جو مظلوم کے حق میں آیت نمبر ۶۰ میں بیان ہوئی ہے اور اس کی دلیل حق تعالیٰ کی وہ قدرت اور طاقت ہے جس کا بیان آیت ہذا میں ایلاجِ لیل و نہار کی صورت میں آیا ہے۔
دوم۔ مشارٌ الیہ اللہ تعالیٰ کی وہ تمام صفات ہیں جو آیات ۵۶ تا ۶۰ میں مذکور ہوئی ہیں یعنی قیامت کے روز اس وحدہٗ لاشریک کی بلا شرکت غیرے مکمل بادشاہی۔ روز قیامت اس کا خلقت کے لئے واحد حاکم ہونا۔ صالحین کو جنت النعیم میں داخل کرنے کی قدرت کا مالک ہونا۔ اور کفار و مکذبین کو

عذاب مہین میں مبتلا کرنا اور اپنے مؤمن بندوں میں سے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو اس کی امداد کرنا۔ ان تمام صفات کی دلیل اس کی وہ قدرت ہے جو آیت ہذا (۶۱) میں ایلاج لیل و نہار کی صورت میں بیان ہوئی ہے۔

= بِاَنَّ۔ میں بَ سببیہ ہے۔ بِاَنَّ۔ یعنی بسبب اس امر کے کہ......

= یُوْلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر و لج مادّہ۔ وہ داخل کرتا ہے۔ اَلْوُلُوْجُ کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کے ہیں جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں سے نہ نکل جائے۔ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وہ داخل کرتا ہے رات کو دن میں۔

اسی سے ولیجۃ ہے۔ جس کے معنی دلی دوست۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَةً (۹: ۱۶) انہوں نے خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

ایلاج الیل فی النہار وایلاج النہار فی الیل سے مراد یہ ہے کہ اس نے نظام فلکی کچھ اس طرح منظم فرمایا ہے کہ زمین جب اپنے مدار میں سورج کے گرد اپنے طور پر گردش کرتی ہے تو آہستہ آہستہ رات کا کچھ حصہ (یعنی رات کی تاریکی) دن میں (دن کی روشنی میں) داخل ہو جاتا ہے۔ اور یوں دن طویل ہوتے جاتے ہیں۔ اور پھر دن کا کچھ حصہ (یعنی دن کی روشنی) رات (کی تاریکی) میں داخل ہو جاتا ہے تو دن (جوں جوں رات میں داخل ہوتا جاتا ہے) چھوٹا ہوتا جاتا ہے۔ اور رات طویل ہوتی جاتی ہے۔

۲۲: ۶۲ = ذٰلِكَ۔ اس کے بھی وہی معنی ہیں جو آیت (۶۱) متذکرہ بالا میں بیان ہوئے۔ یہاں یہ لفظ مکرر اس کی ایک دوسری صفت بیان کرنے کے لئے لایا گیا ہے یعنی نصرت مؤمنین و دیگر صفات کے اثبات کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ کہ وہ الحق ہے اس کا دین حق ہے اس کی عبادت حق ہے اور وہ اپنے قول و فعل میں حق ہے۔ اور مشرکین خود خود جھوٹے ان کے بُت جھوٹے اور ان کا مذہب باطل۔

گویا آیات ۵۶ تا ۶۰ میں جو صفات مذکور ہوئی ہیں ان کے اثبات میں مندرجہ ذیل دلائل لائے گئے ہیں۔

(۱)۔ اس کا ایلاج لیل و نہار پر قادر ہونا۔

(۲)۔ اس کا سمیع و بصیر ہونا۔

(۳)۔ اس کا الحق ہونا۔

(۴) ۔۔ ماسوی اللہ کا پکارنا باطل ہونا۔
(۵) ۔ اس کا العلی الکبیر ہونا
٢٢: ٦٣ = فَتُصْبِحُ ۔ میں فا، تعقیب کی ہے یا سببیہ بھی ہو سکتی ہے۔
تُصْبِحُ ۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِصْبَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ہو جاتی ہے وہ ہو جائے گی!
= مُخْضَرَّةً ۔ اَلْخُضْرَةُ ۔ ایک قسم کا رنگ جو سیاہی اور سفیدی کے بین بین ہوتا ہے مگر سیاہی غالب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اَسْوَدُ (سیاہ) اور اَخْضَرُ (سبز) ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں۔
عراق کا وہ علاقہ جو بہت سرسبز ہے سَوَادُ الْعِرَاقِ کہلاتا ہے۔
خَضِرَ (سمع) بمعنی سرسبز ہوگیا اور اَخْضَرَ (افعال) سبز کردیا۔ باب افعلال (اِخْضِرَارٌ) سے اِخْضَرَّ سبز ہوگیا۔ سیاہ ہوگیا۔ اسی سے مُخْضَرَّةٌ اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ ہے یعنی سبز۔ سیاہی مائل رنگ۔ بہت سبز۔
= لَطِيفٌ ۔ لُطْفٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے دقیقہ رس۔ امور دقیقہ کو جاننے والا۔ بندوں پر نہایت مہربان۔
٢٢: ٦٤ = اَلْحَمِيدُ ۔ حَمْدٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔ بمعنی مفعول ۔ یعنی مَحْمُودٌ ۔ صفت کیا گیا۔ سزاوار حمد وثنار
٢٢: ٦٥ = وَالْفُلْكَ ای اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ ..... الخ۔ اس کا عطف اسم اَنَّ پر ہے۔
= يُمْسِكُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِمْسَاكٌ (افعال) سے، وہ تھامے ہوئے ہے وہ روکے ہوتے ہے۔ وہ سنبھالے ہوئے ہے۔
= اَنْ تَقَعَ ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَقَعَ ۔ وَقَعَ يَقَعُ (فتح) منصوب بوجہ عمل اَنْ اس سے قبل عَنْ حرف جار محذوف ہے۔ ای یمسك السماء عن ان تقع علی الارض ۔ وہ آسمان کو زمین پر گرنے سے روکے ہوتے ہے۔
= رَءُوْفٌ رَافَةٌ سے۔ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بہت شفقت کرنیوالا بڑا مہربان۔
٢٢: ٦٦ = كَفُوْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ناشکرا۔ کافر۔

٢٢: ٦٧ == مَنْسَكًا۔ شریعت۔ طریقِ عبادت۔ قربانی کرنا۔ (یا قربانی کرنے کا طریقہ)
(نیز ملاحظہ ہو ٢٢: ٣٤)
== نَاسِکُوْهُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نَاسِکُوْ اصل میں نَاسِکُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گرادیا گیا۔ نَسَكَ يَنْسُكُ (باب نصر) سے اسم فاعل جمع مذکر۔ عبادت یا شریعت کے طریقہ پر چلنے والے۔ خدا کے لئے قربانی کرنے والے۔ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْسَكًا ہے۔ هُمْ نَاسِكُوْهُ جس پر وہ چلنے والے ہیں۔
== فَلَا يُنَازِعُنَّكَ۔ فعل نہی جمع مذکر غائب بانون ثقیلہ۔ مُنَازَعَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تجھ سے جھگڑا نہ کریں۔ سو انہیں نہ چاہئے کہ تجھ سے جھگڑا کریں۔
== فِي الْاَمْرِ۔ ای فی امر الدین۔ دین کے بارہ میں۔ دین کے معاملہ میں۔
یا فی امر الذبائح (خازن) ذبیحہ کے معاملہ میں۔ بدیل بن ورقا۔ بشر بن سفیان۔ یزید بن خنیس۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے جھگڑتے تھے کہ یہ کیا بات ہے کہ تم اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے کو تو کھا لیتے ہو اور خدا کے مارے ہوئے (مردہ) کو نہیں کھاتے۔ حکم ہوتا ہے کہ تم ان سے ان فضول باتوں پر جھگڑا مت کرو۔
== هُدًى۔ هِدَايَةٌ سے ہدایت، رہنمائی هُوَ عَلٰى هُدًى۔ وہ سیدھی راہ پر ہے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ۔ عَلٰى حرف جار۔ هُدًى موصوف۔ مستقیم صفت۔ موصوف صفت مل کر مجرور۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں۔
٢٢: ٦٨ == جَادَلُوْكَ۔ جَادَلُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اگر وہ تجھ سے جھگڑا کریں۔
٢٢: ٧٠ == كِتٰبٍ۔ ای لوحِ محفوظ
== يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر يُسْرٌ سے بروزن فَعِيْلٌ۔ آسان۔ سہل
٢٢: ٧١ == مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا۔ میں ما موصولہ ہے لَمْ يُنَزِّلْ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب کا صیغہ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔ سُلْطٰنًا لَمْ يُنَزِّلْ کا مفعول ہے۔ جس کی الوہیت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل یا سند نازل نہیں کی۔ (یہ دلیل سمعی ہے جو من جہت الوحی حاصل ہو سکتی ہے)
== وَ مَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ۔ اور نہ ہی خود انہیں اس کے متعلق کوئی علم ہے (یہ

دلیل عقلی ہوئی)
== وَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔ میں مَا نافیہ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔
۲۲: ۷۲ == تُتْلٰی۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ بمعنی جمع مؤنث غائب تِلَاوَۃٌ مصدر (جب) وہ پڑھی جاتی ہیں۔ یا اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔
== بَیِّنٰتٍ۔ وضاحت کے ساتھ۔ کھول کھول کر۔ صاف صاف (اٰیٰتٍ سے حال ہے)
== تَعْرِفُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے گا۔ تو پہچانیگا۔ (یعنی تو دیکھے گا) تو پہچان لیتا ہے۔ مَعْرِفَۃٌ وَعِرْفَانٌ مصدر۔ (باب ضرب)
== اَلْمُنْکَرَ۔ ناخوشی۔ ناخوشی ونفرت کے آثار۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ وہ قول وفعل جس کو عقلِ سلیم بُرا جانتی ہو یا شریعت نے اسے بُرا قرار دیا ہو۔
(یعنی جب ہماری آیات ان کو وضاحت کے ساتھ کھول کھول کر سنائی جاتی ہیں تو تُو ان کے چہرے پر ناپسندیدگی اور نفرت کے آثار دیکھے گا)
== یَکَادُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَادَ یَکَادُ کَوْدٌ (باب سمع) کَادَ اصل میں کَوِدَ تھا۔ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ اور افعال ناقصہ کی طرح عمل کرتا ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ کَادَ اگر بصورت اثبات ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنیوالا فعل واقع نہیں ہوا گو قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ۔ (۹: ۱۱۷) ان میں سے ایک گروہ کے دل کج ہونے کے قریب پہنچ ہی گئے تھے۔ (لیکن ابھی کج نہیں ہوئے تھے)
اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوْهَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ (۲: ۷۱) پھر انہوں نے اسے ذبح کیا۔ گو وہ ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔ (یعنی بہانے بنا چکے تھے)
کبھی یہ زائد ہوتا ہے اور صرف وصل کلام کے لئے آتا ہے۔ جیسے اِذَآ اَخْرَجَ یَدَہٗ لَمْ یَکَدْ یَرٰىهَا۔ (۲۴: ۴۰) جب آدمی اپنا ہاتھ نکالتا ہے تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔ ای لَمْ یَرَهَا۔
== یَسْطُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ سَطْوَۃٌ مصدر۔ وہ حملہ کر دیں۔ سَطَا یَسْطُوْ بِہٖ وَعَلَیْہِ۔ کسی پر حملہ کر کے مغلوب کرنا۔ سَطْوٌ وَسَطْوَۃٌ مصدر۔ یَکَادُوْنَ یَسْطُوْنَ بِالَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ عَلَیْهِمْ اٰیٰتِنَا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ (کافر لوگ)

ان پر جو کافروں کو ہماری آیات پڑھ کر سناتے ہیں جھپٹ ہی پڑیں گے (اٰیٰتِنَا جمع مؤنث سالم کا اعراب بحالتِ نصب وجر کسرہ کے ساتھ آتا ہے)

= اَفَاُنَبِّئُكُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ ف زائد اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم تَنْبِئَةٌ سے تفعیل مصدر كُمْ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا میں تم کو بتاؤں۔ کیا میں تم کو خبر دوں۔

= بِشَرٍّ۔ برائی۔ شر۔ شر وہ چیز ہے جس سے ہر ایک کراہت کرتا ہے۔ خیر کی ضد ہے یہاں بمعنی افعل آیا ہے یعنی بدتر۔ زیادہ نقصان دِہ۔ مکروہ تر۔ اسی سے شَرِيْرٌ و شَرَارَةٌ ہے کہ ہر دو میں کراہت و نقصان کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اور اس سے شَرَرٌ بمعنی چنگاری ہے۔ آگ کی چنگاری کو شَرَرٌ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ (٧٧: ٣٢) اس سے آگ کی (اتنی اتنی بڑی) چنگاریاں اڑتی ہیں جیسے محل۔

= اَلنَّارُ۔ ای هِيَ النَّارُ۔ (خبر جس کا مبتدا محذوف ہے)

= اَلْمَصِيْرُ۔ ٹھکانہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ قرارگاہ۔ صَارَ يَصِيْرُ (ضَرَبَ) سے اسم ظرف مکان نیز مصدر بھی ہے۔

٢٢: ٧٣ = تَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم پکارتے ہو۔ دُعَاءٌ مصدر۔

= لَنْ يَّخْلُقُوْا۔ مضارع نفی تاکید بلن۔ جمع مذکر غائب۔ وہ ہرگز پیدا نہیں کر سکیں گے

= ذُبَابًا۔ مکھی۔ اَذِبَّة۔ ذُبَّانٌ و ذُبٌّ۔ جمع۔

= يَسْلُبْهُمُ۔ مضارع مجزوم بوجہ اِنْ شرطیہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب ہے۔ (اگر) وہ ان سے چھین لے۔ سَلْبٌ مصدر جس کا مطلب ہے چھیننا۔

= لَا يَسْتَنْقِذُوْهُ۔ لَا يَسْتَنْقِذُوْنَ۔ فعل مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ مجزوم بحذف نون اعرابی۔ جواب شرط ہے۔ اِسْتِنْقَاذٌ (استفعال) مصدر هٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع شَيْئًا ہے۔ وہ اس کو نہیں چھڑا سکتے۔ اس کو واپس نہیں لے سکتے۔ اس کی خلاصی نہیں کرا سکتے۔ اَنْقَذَ يُنْقِذُ (باب افعال) چھڑانا۔ بچا لینا۔ قرآن مجید میں ہے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا (٣: ١٠٢) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے۔ تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

= ضَعُفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضُعْفٌ و ضَعْفٌ مصدر (باب نصر و کرم) وہ کمزور ہوا۔ وہ ناتواں ہوا۔ یہاں باب کرم سے استعمال ہوا ہے۔

= الطَّالِبُ۔ مراد بتوں کے پجاری۔

= اَلْمَطْلُوْبُ۔ مراد بت۔
۲۲: ۷۴ = قَوِیٌّ۔ قُوَّۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔
= عَزِیْزٌ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے
۲۲: ۷۵ = یَصْطَفِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِصْطِفَآءٌ مصدر باب افتعال۔ وہ چن لیتا ہے۔ وہ منتخب کر لیتا ہے۔ وہ برگزیدہ بنالیتا ہے۔
۲۲: ۷۸ = اِجْتَبٰىكُمْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پسند کیا۔ اِجْتِبَاءٌ مصدر (افتعال) سے۔ ج ب ی مادہ۔
= حَرَجٍ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔ الحرج والحراج کے اصل معنی اشیاء کے مجتمع یعنی جمع ہونے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ اور جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو بھی حرج کہتے ہیں۔ جیسا کہ آیۃ ھذا میں۔
وَ مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ۔ اور اس نے تم پر دین (کی کسی بات) میں تنگی نہیں کی۔
= مِلَّةَ اَبِیْكُمْ۔ اَبِیْكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مضاف الیہ مِلَّةَ مضاف تمہارے باپ (ابراہیم) کی ملت۔ ملت سے مراد دین۔ دستور اور اکثر اس سے مراد دین الٰہی ہی لیا جاتا ہے۔ بعض جگہ قرآن مجید میں اس سے مراد مذہب و شرک بھی لیا گیا ہے۔ مثلاً:۔
۱:۔ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا (۷: ۸۸) کہ اے شعیب ہم تم کو اور جو لوگ تمہارے ساتھ ایمان لائے ہیں ان کو اپنی بستی سے نکال کر رہیں گے یا یہ کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ (ان کا مذہب صریحاً شرک تھا)
(۲):۔ اِنِّیْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (۱۲: ۳۷) میں تو ان لوگوں کا مذہب (پہلے ہی) چھوڑے ہوتے ہوں۔ جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔ وغیرہ۔
مِلَّةَ سے قبل اِتَّبِعُوْا محذوف ہے ای اِتَّبِعُوْا مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ
اپنے باپ ابراہیم کی ملت کی پیروی کرو۔
= هُوَ سَمّٰىكُمُ۔ اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا۔ هُوَ ضمیر کا مرجع کون ہے۔ اس میں دو اقوال ہیں۔ حضرت ابن عباس رض حضرت مجاہد رح۔ حضرت عطار رح۔ حضرت ضحاک رح۔ السدی رح مقاتل ابن حبان رح۔ قتادہ رح۔ سب اس طرف گئے ہیں کہ ضمیر هُوَ کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید کا قول ہے کہ اس کا مرجع ابراہیم ہے۔ لیکن سیاق وسباق وقرینہ سے اول الذکر اصح ہے اور اکثریت اسی طرف گئی ہے۔

= مِنْ قَبْلُ ای من قبل نزول القران وذلك فی الکتب السماویة کالتوراة والانجیل۔ یعنی نزول قرآن سے پہلے تورات وانجیل جیسی آسمانی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔

= فِیْ ھٰذَا۔ ای فی القران۔ یعنی اس قرآن مجید میں بھی تمہیں مسلمون سے موسوم کیا گیا ہے

= لِیَکُوْنَ۔ میں لام تعلیل کا ہے۔ تاکہ ہو جائے۔

= شَہِیْدًا۔ گواہ۔ اس امر کا کہ اس نے اللہ کا کلام من وعن لوگوں تک پہنچا دیا تھا۔ اور مخاطب مومنوں کی گواہی کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تعلیم وکلام کو دوسرے لوگوں تک بلاکم وکاست پہنچا دی۔

= اِعْتَصِمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِصَامٌ مصدر۔ عصم مادہ (باب افتعال) تم مضبوط پکڑو۔ اِعْتِصَامٌ کے معنی کسی چیز کو پکڑ کر مضبوطی سے تھام لینا۔

العَصْمُ کے معنی روکنے کے ہیں۔ عَاصِمٌ روکنے والا۔ بچانے والا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے لَاعَاصِمَ الْیَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ (۱۱:۴۳) آج خدا کے عذاب سے کوئی بچانے والا نہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (١٨)

اَلْمُؤْمِنُوْنَ ٢، اَلنُّوْرُ ٢، اَلْفُرْقَان ٢

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۲۳) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ (۷۴)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ

۲:۲۳ = خٰشِعُوْنَ ۔ خُشُوْعٌ سے اسم فاعل جمع مذکر اَلْخُشُوْعُ (باب نصر) کے معنی عاجزی کرنے اور جھک جانے کے ہیں ضَرَاعَةٌ کے معنی میں آتا ہے بمعنی عاجزی کرنا لیکن زیادہ تر خشوع کا لفظ جوارح اور ضراعة کا لفظ قلب کی عاجزی پر بولا جاتا ہے۔ ایک روایت ہے اِذَا ضَرَعَتِ الْقَلْبُ وَخَشَعَتِ الْجَوَارِحُ جب دل میں فروتنی ہو تو اس کا اثر جوارح پر ظاہر ہو جاتا ہے خٰشِعُوْنَ عاجزی کرنے والے ۔ زاری کرنے والے۔

۳:۲۳ = مُعْرِضُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اعراض کرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔

۴:۲۳ فٰعِلُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَعْلٌ مصدر فِعْلٌ اسم مصدر کرنے والے، یہاں فٰعِلُوْنَ دو معنی ہو سکتے ہیں۔

اوّل :۔ یہ کہ لاداء الزکٰوة فاعلون وہ زکوٰة کی ادائیگی کرنے والے ہیں ۔ اس صورت میں فعل پر دوام اور ثبات کے معنی ہوں گے۔ یعنی وہ زکوٰة کو ہمیشہ باقاعدگی سے ادا کرتے والے ہیں !

دوم :۔ یہ کہ زکوٰة بمعنی تزکیہ نفس بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ وہ تزکیہ نفس میں کوشاں رہتے ہیں۔

۵:۲۳ = فُرُوْجِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان مردوں کی شرم گاہیں ۔ فَرْجٌ عورت اور مرد دونوں کی شرم گاہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ آیت ہذا میں بھی مرد وعورت دونوں مراد ہیں۔

اَلْفَرْجُ وَالْفُرْجَةُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت

استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے۔

قرآن مجید میں یہ شگاف کے معنوں میں اور شق کرنا۔ چیرنا۔ پھاڑنا کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے۔ مثلاً وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰ : ۶) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ اور وَ اِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (۷۷ : ۹) اور جب آسمان پھٹ جائے۔

= حٰفِظُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر غائب۔ حفاظت کرنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔ محفوظ رکھنے والے۔ بچانے والے۔ حِفْظٌ مصدر

۲۳ : ۶ = عَلٰی بمعنی مِنْ ہے۔

= فَاِنَّهُمْ میں فَ جواب شرط مقدر کے لئے ہے۔ ای فان بذلوا فروجهم لازواجهم اوامائهم فانهم غیر ملومین۔ اگر اپنی شرم گاہوں کو اپنی منکوحہ بیویوں اور لونڈیوں کے ساتھ عمل میں لادیں تو ان کے لئے کوئی ملامت نہیں ہے۔

= مَلُوْمِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ لَوْمٌ مادّہ و مصدر۔ مَلَامٌ و مَلَامَةٌ بھی مصدر ہیں لَامَ يَلُوْمُ (نصر) لَوْمًا کے معنی کسی کو برے فعل پر برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے کے ہیں لَائِمٌ ملامت کرنے والا۔ مَلُوْمٌ ملامت کیا گیا۔ ملامت زدہ۔

۲۳ : ۷ = اِبْتَغٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے چاہا اس نے تلاش کیا۔

= وَرَآءَ۔ وَرَاءَ مصدر ہے لیکن اس کے معنی ہیں آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا ہونا۔ فصل اور حدبندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے ان سب معنی میں مستعمل ہے

= اَلْعٰدُوْنَ۔ عَدْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے جمع مذکر۔ عَادُوْنَ اصل میں عَادِوُوْنَ تھا۔ واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ آیا ہے۔ اور ماقبل مکسور ہونے کی وجہ سے اس کو یؔ سے تبدیل کیا تو عَادِيُوْنَ ہوا۔ یؔ پر ضمہ دشوار ہونے کی وجہ سے نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوگئے یعنی یؔ اور واؤ۔ یؔ کو حذف کیا۔ عَادُوْنَ ہو گیا۔ عَدْوٌ کے معنی حد سے تجاوز کرنے کے ہیں لہٰذا عَادُوْنَ حد سے گذرنے والے۔ حد سے بڑھنے والے۔ حد سے نکلنے والے۔

۲۳ : ۸ = رَاعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ رَاعِیٌ کی جمع رَعٰی يَرْعٰی (فتح) رَعْیٌ وَ رِعَايَةٌ مصدر۔ مویشی کو گھاس چرانا۔ اَلْاَمِیْرُ رَعِیَّتَهٗ رِعَايَةً امیر کا اپنی رعایا پر سیاست کرنا۔ اَلْاَمْرَ حفاظت کرنا۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں کہ الرَّعْیُ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں خواہ

غذا کے ذریعے ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔
رَعَيْتُهُ کے معنی کسی کی نگرانی کرنے کے ہیں اور اَرْعَيْتُهُ کے معنی ہیں میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اسی سے ہے رِعْیٌ چارہ اور مَرْعًی چراگاہ کو کہتے ہیں۔
رَاعُوْنَ یعنی نگہداشت رکھنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔ خبر رکھنے والے۔
۹:۲۳ = يُحَافِظُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب (باب مفاعلہ) مُحَافِظَةٌ مصدر نگرانی رکھتے ہیں۔ پابندی کرتے ہیں۔
۱۲:۲۳ = سُلٰلَةٍ۔ سَلٌّ سے اسم مشتق ہے۔ سَلٌّ کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی چیز سے کھینچنا اور نچوڑنا۔ جیسے تلوار کا نیام سے سونتنا۔ یا کوئی شے چوری کھسکا لینا۔ جیسے يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا (۲۴:۶۳) جو تم میں سے آنکھ بچا کر کھسک گئے۔ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ مٹی کا جوہر۔ مٹی سے نچوڑ کر حاصل کیا ہوا خلاصہ۔
صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔
مٹی کے خمیر سے جو جوہر نکلا اس سے آدم علیہ السلام کا جسم پاک تیار ہوا۔ پھر آپ سے جو نسل انسانی چلی اس کے لئے نطفہ اصل قرار پایا جو ان غذاؤں سے پیدا ہوتا ہے جو مٹی سے اگتی ہیں اس لئے جنس انسانی کی تخلیق کے متعلق فرمایا کہ اسے مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔
۱۳:۲۳ = جَعَلْنٰهُ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے ہٗ اصل میں مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے اصل میں جَعَلْنَا نَسْلَهٗ ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم لایا گیا ہے۔
= نُطْفَةً۔ اصل میں آب صافی کو کہتے ہیں مگر اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔ کنایہ کے طور پر موتی کو بھی نُطْفَةٌ کہا جاتا ہے۔
= قَرَارٍ۔ ٹھہرنے کی جگہ (یعنی رحم) آرام کی جگہ۔ قرار گاہ۔ ٹھکانا۔
= مَكِيْنٍ۔ كَوْنٌ مصدر سے صفت مشبہ (باب نصر) مضبوط۔ محفوظ۔ حصین۔
= عَلَقَةً۔ جمے ہوئے خون کی پھٹکی۔ خون کی وہ پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے۔ عَلَقَہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ خون کی پھٹکی اس رطوبت کے ساتھ جو اس میں لگی رہتی ہے معلق ہوتی ہے
= مُضْغَةً۔ گوشت کا ٹکڑا۔ بوٹی۔ مَضْغٌ مصدر (باب فتح و نصر) بمعنی چبانا۔ مَضَاغٌ چبانے کی چیز۔
= فَكَسَوْنَا۔ ماضی جمع متکلم كَسٰى يَكْسُوْ (باب نصر) ہم نے پہنایا۔ كِسْوَةٌ لباس۔

= اَنْشَاْنٰهُ ۔ ماضی جمع متکلم ۔ اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر ۔ ہم نے اس کو پیدا کیا ۔ ہم نے اس کی پرورش کی ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کی طرف راجع ہے
ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۔ پھر ہم نے اس کو ایک نئی مخلوق بنا کر پیدا کیا ۔

= تَبَارَكَ ۔ وہ بہت برکت والا ہے ۔ وہ بڑی برکت والا ہے ۔ تَبَارُكٌ مصدر (تفاعل) بمعنی بابرکت ہونا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس فعل کی ان معنوں میں گردان نہیں آتی اور صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے ۔ اَلْبَرَكَةُ کے معنی کسی شے میں خیرالٰہی ثابت ہونے کے ہیں ۔

تَبَارَكَ بِهٖ ۔ نیک فال لینا ۔ کسی سے نیک شگون لینا ۔ بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَفِيْكَ وَعَلَيْكَ ۔ اللہ تجھ کو مبارک کرے ۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ ۔ پس بڑا بابرکت ہے اللہ ۔

= اَحْسَنُ ۔ بہت اچھا ۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ۔

= اَلْخٰلِقِيْنَ ٥ پیدا کرنے والے ۔ بنانے والے ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ خَلَقَ کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے ۔

۱۔ کسی چیز کو کسی موجود مادے اور سابقہ مثال کے بغیر پیدا کرنا ۔ ابداع الشیٔ من غیر اصل ولا احتذاء ۔ اس معنی کے لحاظ سے یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے مخصوص ہے اور یہ کسی اور میں نہیں پائی جاتی ۔

۲۔ کسی چیز کو سابقہ مادّہ سے کسی موجودہ مثال کے مطابق بنا لینا ۔ یہ صفت اللہ تعالیٰ کے سوا اوروں میں بھی پائی جا سکتی ہے اس کو صنعت کی صفت کہا جائے گا ۔ اس لحاظ سے آیۃ ہذا میں الخالقین بمعنی الصانعین آیا ہے ۔

۲۳ : ۱۶ = تُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر بَعْثٌ مصدر ۔ تم اٹھائے جاؤ گے

۲۳ : ۱۷ = طَرَآئِقَ ۔ طَرِيْقَةٌ کی جمع ہے راہیں ۔ طریقے ۔ یہاں مراد آسمان ہیں آسمانوں کو طرائق سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ ان میں فرشتوں کی آمد و رفت کے لئے اور ستاروں کی گردش کے لئے راہیں اور راستے ہیں ۔

طرائق بمعنی آسمان اس لئے لیا گیا ہے کہ عربی میں جب ایک چیز کو دوسری چیز کے اوپر رکھتے ہیں تو کہتے ہیں طَارَقْتُ الشَّیْٔ میں نے چیزوں کو ایک دوسری کے اوپر رکھا ۔ چونکہ آسمان بھی ایک دوسرے کے اوپر ہیں اس لئے انہیں بھی طَرَآئِقَ بیان کیا گیا ہے ۔

۲۳: ۱۸ = فَاَسْكَنّٰهُ - ف تعقیب کا ہے اَسْكَنَّا ماضی کا صیغہ جمع متکلم - اِسْكَانٌ (افعال) مصدر ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَاءٌ ہے پھر ہم نے اس پانی کو ٹھہرا دیا (چشموں ۔ جھیلوں ۔ یا زیر زمین آبی ذخیروں کی شکل میں)

= ذَهَابٍ - ذَهَبَ يَذْهَبُ کا مصدر ہے ۔ جانا ۔ چلنا ۔ چھوڑنا ۔

عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ ۔ اس کو (اڑا) لیجانے پر ۔ اس کو ختم کرنے پر یا ناپید کرنے پر ۔ اس کو معدوم کرنے پر یعنی اس کو تمہاری دسترس سے باہر کردیں ۔ مثلاً اتنا گہرا زمین میں چلا جائے کہ اس کو سطح تک لانا ناممکن ہو جائے یا اس کو بخارات کی صورت میں تمازتِ آفتاب سے اڑا ہی لیجائیں ۔

= قَادِرُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر ۔ قدرت رکھنے والے ۔ طاقت رکھنے والے ۔ قابو پانے والے غالب ۔

۲۳: ۱۹ = بِهٖ - میں ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع ماء ہے ۔

= فَوَاكِهُ - میوہ ۔ پھل ۔ واحد فاكهة ۔ بعض نے کہا ہے کہ فاکھہ کا لفظ ہر قسم کے میوہ جات پر بولا جاتا ہے ۔ اور بعض کے نزدیک انگور اور انار کے علاوہ باقی میوہ جات کو فاکھۃ کہتے ہیں ۔ انہوں نے ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ان دونوں کو فاکھہ پر عطف کے ساتھ ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فاکھہ کے غیر ہیں ۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے (تانیث جمع) اس پر تنوین نہیں آتی ۔

= مِنْهَا ۔ میں اگر ھا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے تو یہ ابتدائیہ ہے بمعنی "سے" جیسے مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (۱۷: ۱) اور اگر اس ضمیر کا مرجع فواکہ ہے تو مِنْ تبعیضیہ ہے ، یعنی ان میں سے بعض کو کھاتے ہو ۔

۲۳: ۲۰ = شَجَرَةً ۔ اس کا عطف جَنّٰتٍ پر ہے ۔ ای وَاَنْشَاْنَا لَكُمْ شَجَرَةً ۔ وھی شجرة الزَّيْتُوْنِ ۔ یہاں زیتون کا درخت مراد ہے ۔

= تَخْرُجُ - اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) سے مضارع واحد مونث غائب ۔ وہ نکلتی ہے وہ نکلیگی نباتات کے زمین سے اگنے کو بھی اخراج کہتے ہیں ۔ یہاں انہی معنوں میں آیا ہے ۔ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ (۳۹: ۲۱) اس سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگاتا ہے ۔

= طُوْرِ سَيْنَآءَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ طور بمعنی پہاڑ ۔ سَيْنَا جزیرہ نمائے سینا کا علاقہ سینا ۔ بوجہ تانیث بالالف (جو قائم مقام دو سببوں کے ہے جیسے صَحْرَآءُ) یا بوجہ عجمہ و معرفہ یا بوجہ معرفہ و تانیث غیر منصرف ہے ۔ طُوْرِ سَيْنَآءَ ۔ سینا کا پہاڑ ۔

== تَنۡۢبُتُ ۔ نَبَتَ يَنۡبُتُ ۔ (باب نصر) نَبۡتٌ سے جس کے معنی اُگنے اور اُگانے کے ہیں ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ، تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وہ تیل اگاتی ہے ۔ اس میں بَ تعدیہ کے لئے نہیں بلکہ حال کے لئے ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ وہ درخت اگتا ہے اور اس میں تیل دینے کی خاصیت موجود ہوتی ہے اس کو اس کو جو پھل لگتا ہے اس سے زیت (زیتون کا تیل) نکالا جاتا ہے ۔ اس کی مثال عربی محاورہ ہے جَاءَ بِثِيَابِ السَّفَرِ وہ اس حالت میں آیا کہ سفر کے لباس میں آیا ۔

== صِبۡغٍ ۔ سالن ۔ روٹی ڈبونا ۔ اصل میں صَبَغَ (نصر، ضرب، فتح) صَبۡغٌ و صِبۡغٌ ۔ الثَّوۡبَ ۔ کپڑے کو رنگنا ہے ۔ مجازاً ایسا سالن کہ اس میں روٹی ڈبونے سے رنگین ہو جائے ۔ صِبۡغٌ کہلاتا ہے ۔

٢٣ : ٢١ == اَلۡاَنۡعَامِ ۔ مویشی ، بھیڑ بکری ۔ اونٹ ۔ گائے ۔ بھینس ۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے نَعَمٌ کے معنی اونٹ کے ۔ انعام میں گو دوسرے مویشی کو بھی شامل کر لیتے ہیں لیکن جب تک ان میں اونٹ شامل نہ ہو ان کو انعام نہیں کہا جا سکتا ۔

== عِبۡرَةً ۔ عبرت ۔ نصیحت حاصل کرنا ۔ دوسرے کے حال سے اپنا حال قیاس کرنا ۔ دھیان کرنا

== نُسۡقِيۡكُمۡ ۔ نُسۡقِيۡ مضارع جمع متکلم ۔ اَسۡقٰى يُسۡقِيۡ اِسۡقَاءٌ (افعال) سے ہم پلاتے ہیں ۔ كُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ ہم تمہیں پلاتے ہیں ۔

== بُطُوۡنِهَا ۔ میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب انعام کی طرف راجع ہے اور اس آیت میں اور اگلی آیت ٢٢ میں هَا اسی معنی میں ہے ۔

== تُحۡمَلُوۡنَ ۔ مضارع مجہول ۔ جمع مذکر حاضر ۔ حَمۡلٌ مصدر (باب ضرب) تم اٹھائے جاتے ہو ۔ تم سوار کئے جاتے ہو ۔ تم لدے پھرتے ہو ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ الانعام سے مراد یہاں اونٹ لیا گیا ہے جس پر اہل عرب سوار ہو کر طویل سفر طے کیا کرتے تھے اور بوجھ کی نقل و حرکت بھی اونٹ کے ذریعہ ہوتی تھی ۔

پھر الفلك کا قرینہ اس بات کو اور تقویت دیتا ہے ۔ عرب اونٹ کو سفينة البرّ (ریگستان کا جہاز) بولتے ہیں ۔ ویسے دوسرے مویشیوں مثلاً بیل و بھینس سے بھی باربرداری کا کام لیا جا سکتا ہے ۔

٢٣ : ٢٣ == اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ہمزہ استفہام کے لئے ہے فَ عطف کے لئے اس سے قبل فعل مقدرہ ہے ۔ ای اتعرفون ذلك ای مضمون قوله تعالىٰ اماكم

مِنْ اِلٰـهٍ غَيْرُهٗ، فلا تتقون عذابه تعالیٰ الذی یستوجبه ما انتم علیه من ترك عبادته سبحانه وحده واشراككم به فی العبادة (کیاتم خدا تعالیٰ کے اس فرمان مالکم من الٰه غیرہ کے مضمون کو تم پہچانتے ہو اور نہیں ڈرتے اس کے عذاب سے جو اس کی ترک عبادت سے اور اس کے ساتھ دوسروں کو عبادت میں شریک ٹھہرانے سے لازم آتا ہے۔ لَا تَتَّقُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم نہیں ڈرتے ہو۔

۲۳: ۲۴ = اَلْمَلَؤُا۔ اسم جمع معرف باللام، سرداروں اور بڑے لوگوں کی جماعت اَلْمَلَأُ۔ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھردے۔ مَلَأَ یَمْلَأُ مَلْأً وَمَلْأَةً کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔ مِلْءٌ جمع اَمْلَاءٌ۔ وہ مقدار جس سے برتن بھر جائے۔ قرآن مجید میں ہے فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا زمین بھر بھی سونا اگرچہ وہ اسے معاوضہ میں دینا چاہے۔

م ل ء حروف مادہ۔

= اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ۔ يتفضل علىٰ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ واحد مذکر غائب عَلیٰ کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی فضیلت پائے تم پر۔ بڑائی حاصل کرے تم پر۔ تم پر برتری حاصل کرے۔ تم سے برتر ہو کر رہے۔

۲۳: ۲۵ = اِنْ۔ نافیہ ہے

= رَجُلٌ بِهٖ جِنَّةٌ۔ (ایسا) آدمی جس کو جنون ہو۔ جِنَّةٌ جَنَّ يَجُنُّ (نصر) سے مشتق ہے۔ بمعنی جنون۔ سودا۔ دیوانگی۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ (۷: ۱۸۴) تمہارے رفیق (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو (کسی طرح کا بھی) جنون نہیں ہے۔ الجنّ کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ رکھنے کے ہیں۔

جَنَّ (باب نصر) سے کسی چیز کو چھپانا۔ اور اَجَنَّ کے معنی چھپانے کے لئے کوئی چیز دینا اسی سے اَلْجِنُّ ہے جس کی جمع جِنَّةٌ آتی ہے تمام غیر مرئی روحانی مخلوق جو حواس سے مستور ہے اس صورت میں جنّ کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے۔ لہٰذا تمام فرشتے جنّ ہیں لیکن تمام جنّ فرشتے نہیں ہیں۔ اسی سے اَلْجَنَّةُ ہے۔ یعنی ہر وہ باغ جس کی زمین درختوں کی وجہ سے نظر نہ آئے۔ بہشت کو جنّت یا تو دنیوی باغات سے تشبیہ دے کر کہا گیا ہے یا اس لئے کہ بہشت کی

نعمتیں ہم سے مخفی رکھی گئی ہیں۔
دیوانگی یا جنون کو بھی جِنَّة اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کے دل اور عقل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔
= تَرَبَّصُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَرَبُّصٌ (تفعّل) مصدر سے۔ تم انتظار کرو۔ تم راہ دیکھتے رہو۔ تَرَبَّصُوْا بِہٖ اس کا انتظار کرو (کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے)
= اُنْصُرْنِیْ۔ نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اُنْصُرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو میری مدد کر۔
۲۳: ۲۶ = بِمَا۔ اس میں ب سببیہ ہے اور ما مصدریہ ای بسبب تکذیبھم ایای ان کے مجھے جھٹلانے کی وجہ سے۔
= کَذَّبُوْنِ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اصل میں کَذَّبُوْنِیْ تھا۔ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا۔ انہوں نے میری تکذیب کی۔ تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر
۲۳: ۲۷ = اَنْ۔ یہ مفسرہ ہے۔ اور اس کے مفسرہ ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے قبل ایک جملہ آئے اور اس کے بعد بھی ایک جملہ ہو۔ نیز جملہ ماقبل میں قول کے معنی ہونے چاہئیں۔ یہاں اس آیۃ شریفہ میں وحی بمعنی قول آیا ہے۔
= اِصْنَعْ۔ صَنَعَ یَصْنَعُ (باب فتح) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو بنا۔ تو درست کر۔ صُنْعٌ مصدر۔
= بِاَعْیُنِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری آنکھیں۔ ہماری آنکھوں کے سامنے، ہماری حفاظت میں
= وَحْیِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری وحی کے مطابق۔ ہمارے حکم کے مطابق۔ ہماری تعلیم کے مطابق
= فَاِذَا۔ میں ف۔ ترتیب کا ہے۔ یعنی کشتی کی تکمیل کے بعد پھر جب ہمارا حکم (یعنی عذاب) آجائے۔
= فَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، فَارَ یَفُوْرُ (باب نصر) فَوْرٌ و فُئُوْرٌ و فَوَرَانٌ مصدر۔ اس نے جوش مارا۔ وہ اُبلا۔ یعنی جب تنور جوش مارنے لگے۔
اَلْفَوْرُ کے معنی ہیں سخت جوش مارنا۔ یہ لفظ آگ کے بھڑکنے پر بھی بولا جاتا ہے۔ اور ہانڈی اور غصہ کے جوش کھانے پر بھی۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ ھِیَ تَفُوْرُ (۶۷: ۷) اور وہ (جہنم) جوش مار رہی ہوگی۔ ہانڈی کے ابال کو فَوَّارَۃٌ کہا جاتا ہے پھر تشبیہ کے طور پر پانی کے ابلتے ہوئے چشمے کو بھی فَوَّارَۃُ الْمَاءِ کہتے ہیں۔

= التَّنُّوْرُ۔ اگرچہ اس لفظ کے مختلف معانی بیان کئے گئے ہیں۔ مثلاً سطح زمین۔ وادی کا وہ مقام جہاں پانی جمع ہو۔ یا صبح جیسا کہ حضرت علی رضؓ کا قول ہے کہ فَارَ التَّنُّوْرُ۔ ای طلع الفجر ونور الصبح (پو پھٹ گئی اور صبح روشن ہو گئی)

یا تنور جو عرف عام میں اس جگہ کا نام ہے جہاں روٹی پکائی جاتی ہے اور یہاں اکثریت نے یہی معنی لئے ہیں۔

التنور میں الف لام حرف تعریف ہے اور عہد کا ہے الف لام تعریف جو عہد کے لئے آتا ہے یا تو اس کے ساتھ معہود مذکور پایا جاتا ہے مثلاً كَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (۷۳:۱۶)

یا معہود ذہنی اس کے ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ اِذْ هُمَا فِى الْغَارِ (۹:۴۰) یہاں التنور معہود ذہنی ہے یعنی بعید نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وہ تنور معلوم ہو فَارَ التَّنُّوْرُ ای فار الماء من التنور۔ جب تنور سے پانی ابل پڑے۔

= فَاسْلُكْ فِيْهَا۔ میں ف تعقیب کا ہے اُسْلُكْ فعل امر واحد حاضر کا صیغہ ہے سُلُوْكٌ مصدر سے (باب نصر) تو داخل کر۔ تو ڈال دے۔

اَلسُّلُوْكُ کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں۔ جیسے سَلَكْتُ الطَّرِيْقَ۔ میں راستہ پر چلدیا۔ فعل متعدی بن کر بھی اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً مَا سَلَكَكُمْ فِىْ سَقَرَ (۷۴:۴۲) تمہیں دوزخ میں کس نے لا ڈالا۔

یا كَذٰلِكَ سَلَكْنَاهُ (۲۶:۲۰۰) اسی طرح ہم نے ان کو ---- داخل کر دیا۔

= فِيْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الفلك (کشتی) ہے۔ فَاسْلُكْ فِيْهَا تو کشتی میں داخل کرو۔

= مِنْ كُلٍّ۔ ای من كل امة ہر قسم کی جنس سے زَوْجَيْنِ وهما امة الذكر وامة الانثٰى یعنی جنس نر و مادہ ایک جوڑا اِثْنَيْنِ دو فرد۔ یعنی ایک نر اور ایک مادہ۔ مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ہر ایک جنس کا ایک جوڑا مشتمل بر ایک نر و مادہ۔

= وَاَهْلَكَ اور (داخل کرو) اپنے گھر والوں کو۔ ای وَاَسْلُكْ اَهْلَكَ

= سَبَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پہلے ہو چکا۔ وہ پہلے گذر چکا۔ اس نے سبقت کی۔ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ اس کے بارہ میں فیصلہ پہلے ہی ہو چکا۔

= لَا تُخَاطِبْنِي۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر خَاطَبَ يُخَاطِبُ مُخَاطَبَةً۔ (مفاعلۃ) سے نَ وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھ سے گفتگو نہ کر۔ یعنی تو مجھ سے سفارش نہ کر۔

= اِنَّهُمْ مُغْرَقُوْنَ ۔ بے شک وہ غرق کئے جانے والے ہیں۔ یہ علت ہے سفارش کی ممانعت کی۔

۲۳ : ۲۸ = اِسْتَوَيْتَ ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِسْتِوَاءٌ (افتعال) سے (جب) تو چڑھ چکے (جب) تم (کشتی میں) سوار ہو چکو۔

۲۳ : ۳۰ = اِنْ ۔ مخفف ہے جو اَنَّ تاکید سے مخفف ہو کر اِنْ بن گیا۔ تحقیق اور ثبوت کے لئے ہے اس کے بعد لام مفتوح کا آنا لازمی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ھٰذا میں ہے لَمُبْتَلِيْنَ ۔

= مُبْتَلِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِبْتِلَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ جانچنے والے۔ کھرے کھوٹے کو الگ کرنے والے۔ بلی مادہ۔

۲۳ : ۳۱ = اَنْشَاْنَا ۔ ماضی جمع متکلم انشاء (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے پرورش کی۔ ن ش ء مادہ

= قَرْنًا واحد قُرُوْنٌ جمع۔ قوم (ایسی قوم جو ایک زمانے میں ہو)

قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۔ ایک دوسری قوم۔ ایک دوسری جماعت (قوم عاد یا ثمود مراد ہے)

۲۳ : ۳۲ = اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ ارسال میں قول کے معنی متضمن ہیں یعنی ہم نے رسول کی زبان سے ان کو کہا کہ :۔ اُعْبُدُوا اللّٰهَ تم اللہ کی عبادت کرو۔ اُعْبُدُوْا عِبَادَةٌ سے (باب نصر) امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے (نیز اَنْ کے لئے مزید ملاحظہ ہو ۲۳ : ۲۷۔

۲۳ : ۳۳ = اَتْرَفْنٰهُمْ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے ہم نے ان کو آرام دیا۔ ہم نے انہیں عیش و عشرت کا سامان مہیا کر رکھا تھا۔

اِتْرَافٌ اِفْعَالٌ۔ مصدر۔ التُّرْفَةُ عیش و عشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔

= مَا ھٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ تا وَمَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ (تا آیۃ ۳۸) اَلْمَلَأُ کا کلام ہے

۲۳: ۳۵ == اَيَعِدُكُمْ۔ ھمزہ استفہامیہ ہے۔ یَعِدُ وَعْدٌ سے مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا وہ تم سے (یہ) وعدہ کرتا ہے۔
== مِتُّمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ماضی بمعنی مستقبل (مَوْتٌ) مصدر (باب ضرب و سمع) (جب) تم مرجاؤ گے۔
۲۳: ۳۶ == هَيْهَاتَ۔ کلمہ بُعد ہے۔ نہایت ہی بعید ہے هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ بہت ہی بعید ہے۔ بہت ہی بعید ہے (وہ بات جو تم سے کہی جارہی ہے۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ یعنی بعث بعد الموت موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھنا)
هَيْهَاتَ ای بَعُدَ وُقُوْعُ ذٰلِكَ الْمَوْعُوْدِ یعنی بہت دور کی بات ہے اس قیامتِ موعود کا وقوع پذیر ہونا۔ گویا هَيْهَاتَ اسم فعل بمعنی ماضی ہے۔ اور اس کا تکرار تاکید بعد کے لئے آیا ہے۔
۲۳: ۳۷ == اِنْ۔ نافیہ ہے۔
== مَبْعُوْثِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور۔ اٹھائے جانے والے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ یعنی ہمیں دوبارہ زندہ نہیں اٹھایا جائے گا۔
۲۳، ۳۸ == اَفْتَرٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان باندھا۔
افتراءٌ کا لفظ اصلاح اور فساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد کے ہی معنوں میں ہوتا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک اور ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔
۲۳: ۳۹ == بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے۔
۲۳: ۴۰ == عَمَّا قَلِيْلٍ۔ میں عَنْ حرف جار ہے زَمَانٍ مجرور محذوف ہے قَلِيْلٍ صفت ہے زَمَانٍ موصوف کی۔ مَا زائدہ ہے عما قَلِيْلٍ ای عن زمان قليل تھوڑے عرصہ کے بعد ہی۔ عنقریب ہی۔
== لَيُصْبِحُنَّ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر۔ فعل ناقص۔ وہ ضرور ہو جائیں گے
۲۳: ۴۱ == الصَّيْحَةُ۔ دراصل صیح کے معنی آواز پھاڑنا کے ہیں۔ لکڑی چرنے یا کپڑے پھٹنے سے جو زور کے چرانے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصياح کہتے ہیں

اس سے صَیْحَۃٌ ہے بلند آواز، چیخ۔ پھر چیخ چونکہ گھبراہٹ کا باعث ہوتی ہے اس لئے صَیْحَاتٌ بمعنی گھبراہٹ یا عذاب بھی استعمال ہوتا ہے۔
الصَّیْحَۃُ بمعنی چیخ۔ کڑک۔ ہولناک آواز۔ چنگھاڑ ہے یہ صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر ہے اور حاصل مصدر کے معنی میں بھی آتا ہے۔ صَیْحَۃُ صور (نرسنگھے) میں پھونکنے کی آواز کو بھی کہتے ہیں۔ صیح مادہ۔
= بِالْحَقِّ۔ یہ اَخَذَتْھُمُ سے متعلق ہے یعنی وعدۂ برحق کے موافق (چنگھاڑ نے انہیں آلیا)
= غُثَآءً۔ ہانڈی کی جھاگ اور اس کوڑا کرکٹ کو کہتے ہیں جسے سیلاب بہا کر لاتا ہے اور یہ اس چیز کے لئے ضرب المثل ہے جسے (بوجہ بیکار ہونے کے) ضائع ہونے دیا جاتے اور اس کی کچھ بھی پرواہ نہ کی جائے۔ غَثَا یَغْثُو اغَثْوًا وغُثُوٌّ (نصر) الوادی۔ نالے میں غثاء۔ یعنی کوڑا کرکٹ کا زیادہ ہونا۔ غَثْوٌ مادہ۔ غَثَا یَغْثِیْ غِثْیَانٌ (باب ضرب) سے بمعنی خبث نفس کے لئے آتا ہے۔ غَثَتْ نَفْسُہٗ اس کی طبیعت خراب ہو گئی یا محاورہ کے طور پر اس کی نیت بد ہو گئی۔
= بُعْدًا۔ فعل مقدر کا مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ ای بعد والبعدا من رحمۃ اللہ تعالیٰ۔ اللہ کی رحمت سے دور ہو گئے۔ بُعْدًا عربی محاورہ میں اسی موقع پر آتا ہے جسے اُردو میں "خدا کی مار" کہتے ہیں۔
۲۳: ۴۲ = اَنْشَاْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پیدا کیا۔ اِنْشَاءٌ (افعال) سے
۲۳: ۴۳ = مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّۃٍ اَجَلَھَا۔ ای ما تسبق امۃ من الامم اجلھا۔ کوئی قوم اپنی میعاد سے آگے نہیں بڑھ سکتی (پیش دستی نہیں کر سکتی) سبقت آگے بڑھنا۔
= مَا یَسْتَاْخِرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب (باب استفعال) وہ دیر نہیں کر سکتے ضمیر جمع کا مرجع امۃ ہے جو باعتبار معنی جمع ہے۔
۲۳: ۴۴ = تَتْرَا۔ ای یتبع بعضھم بعضًا۔ یکے بعد دیگرے۔ پے در پے متواتر تَتْرٌ سے جس کے معنی کسی شے کے پے در پے آنے کے ہیں۔ الف تانیث کا ہے فرا کے نزدیک یہ تنوین کے عوض آیا ہے۔ جَآءَ الْقَوْمُ تَتْرٰی لوگ پے در پے آتے۔ اس کی اصل وَتْرٰی ہے ایک ایک کر کے آنا۔

= كُلَّمَا۔ جب کبھی۔ یہ لفظ كُلّ اور مَا سے مرکب ہے۔ اس ترکیب میں لفظ كُلَّ ظرفیت کی وجہ سے ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے آیہٰذا یا كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ (۷۱: ۷) جب کبھی میں نے ان کو دعوت دی (بلایا)

= اُمَّةً۔ ای الی اُمَّةٍ رَسُوْلُهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب امت کے لئے ہے! كَذَّبُوْهُ میں ضمیر جمع مذکر غائب اُمَّةً (یعنی جمع افراد امت) کے لئے ہے ہٗ کا مرجع رسول ہے۔ جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول (تبلیغ حق کے لئے) آیا۔ اس امت (کے افراد) نے اس کی تکذیب کی۔

= فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا۔ سو ہم نے بھی انہیں ایک کے پیچھے دوسرے کو چلتا کیا۔ (ہم ہلاک کرتے گئے) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع افراد امت ہیں جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی۔

= اَحَادِيْثَ۔ اُحْدُوْثَةٌ کی جمع۔ اس کے معنی ہیں قصے کہانیاں۔

وَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ۔ ہم نے ان کو کہانیاں بنا دیا۔ یعنی وہ قصہ ماضی بن کر رہ گئے

۲۳: ۴۵ = سُلْطٰنٍ۔ واضح دلیل۔ حجة واضحة۔

۲۳: ۴۶ = مَلَا۟ئِهٖ۔ اس کے سردار۔

= عَالِيْنَ۔ عُلُوٌّ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ عَالِيٌ واحد۔ سرکشی کرنے والے۔ متکبر زبردستی کرنے والے۔ عالی مرتبہ والے۔

۲۳: ۵۰ = اٰوَيْنٰهُمَا۔ اٰوَيْنَا ماضی جمع متکلم۔ اٰوٰى يُؤْوِيْ اِيْوَاءٌ (افعال) ی کو جگہ دینا۔ ٹھکانہ دینا۔ رہنے کا مقام دینا۔

اَوٰى يَاْوِيْ (ضرب) اُوِيٌّ واِوَاءٌ ۔ اَلْبَيْتَ والَى الْبَيْتِ۔ گھر میں اترنا۔ گھر میں پناہ لینا۔ مَاْوٰى ٹھکانا۔ جائے پناہ۔ اوی مادہ۔

هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مؤنث غائب۔ اٰوَيْنٰهُمَا ہم نے ان دونوں کو پناہ دی

= رَبْوَةٍ۔ بلند جگہ۔ ٹیلہ۔ بلندی۔ اسم ہے۔ رُبُوٌّ۔ رِبًا سے مشتق ہے اس کی جمع رُبًى ورُبِيٌّ۔ ہے اس بلند مقام سے کونسی جگہ مراد ہے اس میں مختلف قول ہیں۔

بعض کے نزدیک اس سے مراد دمشق ہے۔ بعض کے الرملة (فلسطین میں) اور بعض کے نزدیک اس سے مراد بیت المقدس یا مصر ہے!

= ذَاتِ قَرَارٍ۔ رہائش کے قابل۔ ٹھہرنے کے قابل۔ سرسبز و شاداب جگہ۔

= وَ ذَاتِ مَعِیْنٍ۔ جس میں پانی کے چشمے تھے۔ مَعِیْنٍ ای مَاءٍ مَّعِیْنٍ جاری پانی۔ ذَاتِ قَرَارٍ وَّ مَعِیْنٍ۔ صفت ہے ربوہ کی۔ مَعِیْنٍ العین (آنکھ) سے مشتق ہے۔ عَیْنٌ کا لفظ استعارۃً کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جو کہ مختلف اعتبارات سے آنکھ میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً۔

نمبر ۱:۔ مشکیزہ کے سوراخ کو بھی عَیْنٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ ہیئت اور اس سے پانی بہنے کے اعتبار سے آنکھ کے مشابہ ہوتا ہے۔

۲:۔ جاسوس کو بھی عین کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دشمن پر آنکھ لگائے رہتا ہے۔

۳:۔ پانی کے چشمہ کو بھی عین کہا جاتا ہے کیونکہ اس سے پانی ابلتا ہے جس طرح کہ آنکھ سے آنسو کا پانی جاری ہوتا ہے اور عَیْنُ الْمَاءِ سے مَاءٍ معین کا محاورہ لیا گیا ہے۔ جس کے معنی جاری پانی کے ہیں جو صاف طور پر چلتا ہوا دکھائی دے۔ اور عینٌ کے معنی جاری چشمہ کے ہیں۔

علامہ بغویؒ نے لکھا ہے:۔

المعین: الماء الجاری الظاھر الذی تراہُ العیون مفعول من عانہ یعینہ اذا ادرکہ البصر۔ یعنی معین سے مراد ہے وہ جاری پانی جو ظاہر ہو جس کو آنکھیں دیکھ رہی ہوں۔ عَانَ یَعُوْنُ (آنکھ سے دیکھنا) سے بروزن مفعول ہے اصل میں مَعْیُوْنٌ تھا۔

بعض کے نزدیک یہ مَعَنَ یَمْعَنُ (فتح) سے صفت کا صیغہ ہے بروزن فَعِیْلٌ۔ نرم رفتار سے بہنے والا پانی۔

۲۳:۵۱ = یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ۔ اے (میرے) پیغمبرو۔ اے (میرے) رسولو۔ یہ خطاب کس سے ہے۔ اس میں مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ یہ خطاب حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ہے۔ کیونکہ آیت متصلہ (نمبر ۵۰) میں ان کا ذکر ہے

۲:۔ یہ خطاب نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اور جمع کا صیغہ تعظیماً لایا گیا ہے

۳:۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے نبیوں سے ہے۔

۴:۔ یہ خطاب تمام انبیاء کی طرف ہے۔

اس ضمن میں علامہ مودودی کا وضاحتی نوٹ ملاحظہ ہو:۔

پچھلے دور کوعوں میں متعدد انبیاء کا ذکر کرنے کے بعد اب یٰاَیُّھَا الرُّسُلُ کہہ کر تمام

پیغمبروں کو خطاب کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ کہیں یہ سارے پیغمبر یکجا موجود تھے۔ اور ان سب کو خطاب کرکے یہ مضمون ارشاد فرمایا گیا۔ بلکہ اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ہر زمانے میں مختلف قوموں اور مختلف ملکوں میں آنے والے انبیاء کو یہی تعلیم و ہدایت کی گئی تھی اور سب کے سب اختلاف زمانہ و مقام کے باوجود ایک ہی حکم کے مخاطب تھے۔

بعد کی آیت میں چونکہ تمام انبیاء کو ایک اُمّت ایک جماعت ایک گروہ قرار دیا گیا اس لئے طرز بیان یہاں ایسا اختیار کیا گیا کہ نگاہوں کے سامنے ان سب کے ایک گروہ ہونے کا نقشہ کھینچ جائے گویا وہ سارے کے سارے ایک جگہ جمع ہیں اور سب کو ایک ہی ہدایت دی جا رہی ہے۔

مگر اس طرز کلام کی لطافت اس دور کے بعض کند ذہن لوگوں کی سمجھ میں نہ آسکی اور وہ اس سے یہ نتیجہ نکال بیٹھے کہ یہ خطاب حضرت نبی کریم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے انبیاء کی طرف ہے اور اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی سلسلۂ نبوت کے جاری ہونے کا ثبوت ملتا ہے تعجب ہے کہ جو لوگ زبان و ادب کے ذوقِ لطیف سے اس قدر کورے ہیں وہ قرآن کی تفسیر کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ یعنی مرزائی قادیانی گروہ اس آیت سے غلط استدلال کرتے ہیں

۵۲:۲۳ = اُمَّتُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری جماعت۔ تمہارا گروہ۔

امت کا لفظ اس مجموعہ افراد پر بولا جاتا ہے جو کسی اصل مشترک پر جمع ہو۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ اختلاف زمانہ و مقام کے باوجود ایک عقیدے اور ایک دین اور ایک دعوت پر جمع تھے اس لئے فرمایا گیا کہ ان سب کی ایک ہی اُمّت ہے اور بعد کا فقرہ خود بتا رہا ہے کہ وہ اصلِ مشترک کیا تھی جس پر سب انبیاء جمع تھے۔ (تفہیم القرآن)

بعض کے نزدیک امت سے یہاں مراد دین یا مسلک ہے۔ اُمَّتُكُمْ۔ ای مِلَّتُكُمْ وشَرِيْعَتُكُمْ (روح المعانی) اُمَّتُكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اِنَّ کی خبر ہے جب کہ هٰذِهٖ اِنَّ کا اسم ہے۔ اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف وصفت دونوں مل کر اُمَّتُكُمْ سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ اِنَّ هٰذِهٖ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً جملہ مستانفہ ہے۔

= فَاتَّقُوْنِ - ف عاطفہ مع ترتیب ہے اِتَّقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ن وقایہ اور ی متکلم کی محذوف ہے۔ سو تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔

فائدہ:- آیت ۵۱ اور آیت ۵۲ میں كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ اور اِعْمَلُوْا صَالِحًا اور فَاتَّقُوْنِ میں امر کے مخاطبین الرُّسُلُ ہیں مگر ساتھ ساتھ یہ حکم ان کے پیروؤں کے لئے بھی ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یا یہا الناس ان اللّٰہ تعالیٰ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال (یا یہا الرسل کلوا من الطیبٰت واعملوا صٰلحًا) وقال یا یہا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنٰکم ...... الخ رواہ ابوہریرہ

۲۳:۵۳ = فَتَقَطَّعُوْٓا : ف ترتیب کا ہے تقطعوا ماضی جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے. تقطع (تفعل) سے اور تقطع بمعنی قَطَعَ ہے جیسے تقدم بمعنی قدم۔ یعنی انہوں نے کاٹ دیا۔ انہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔ انہوں نے توڑ دیا۔

= اَمْرَهُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ امر بمعنی معاملہ۔ کام۔ حکم۔ اَمْرَهُمْ ای اَمْرَ دِیْنِهِمْ۔

= زُبُرًا ۔ الزُّبْرَۃُ ۔ لوہے کی بڑی سِل کو کہتے ہیں اور اس کی جمع زُبُرٌ آتی ہے جیسے اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (۱۸:۹۶) لوہے کی سلیں مجھے لادو!

کبھی زُبْرَۃٌ کا لفظ بالوں کے گچھا پر بھی بولا جاتا ہے اور اس کی جمع زُبُرٌ آتی ہے استعارہ کے طور پر پارہ پارہ کی ہوئی چیز کو بھی زُبُرٌ کہا جاتا ہے (آیہ ہذا)

زُبُرٌ بمعنی کتب۔ اوراق بھی آیا ہے اس صورت میں یہ زَبُوْرٌ کی جمع ہے جیسے وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ (۲۶:۱۹۶) اور اس کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں ہے!

زُبُرًا ۔ اَمْرَهُمْ سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۔ پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کرلیا۔ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع گذشتہ پیغمبروں کی امتیں ہیں۔

= بِمَا لَدَيْهِمْ ۔ میں مَا بمعنی اَلَّذِیْ ہے

= فَرِحُوْنَ ۔ فَرِحٌ کی جمع۔ خوش۔ اترانے والے۔ صفت مشبہ کا صیغہ۔ جمع مذکر ہے۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۔ ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے

۲۳:۵۴ ــــ فَذَرْهُمْ ۔ پس چھوڑ ان کو۔ پس رہنے دے ان کو۔ ذَرْ ۔ وَذْرٌ سے (سمع فتح) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اس کی ماضی نہیں آتی۔

یہاں خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے جس کا مرجع اہل قریش یا جملہ کفار مکہ ہیں۔

= غَمْرَتِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ای جہالتہم او حیرتہم او غفلتہم او ضلالتہم ۔ بقول صاحب مفردات غمرۃ اس پانی کثیر کو کہتے ہیں جس کی تہ نظر نہ آئے

اور یہ اس جہالت کے لئے ضرب المثل ہے جو آدمی پر چھا جاتی ہے۔ اور قرآن نے فَاَغْشَیْنٰھُمْ وغیرہ الفاظ سے اسی معنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

= حَتّٰی حِیْنٍ۔ کچھ وقت تک۔ ای الیٰ وقت موتھم۔ ان کی موت تک!

۲۳: ۵۵ = اَیَحْسَبُوْنَ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے یَحْسَبُوْنَ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر غائب ہے حُسْبَانٌ مصدر سے (باب سمع) کیا وہ خیال کرتے ہیں۔ کیا وہ گمان کرتے ہیں

= نُمِدُّ ھُمْ۔ نُمِدُّ مضارع جمع متکلم اِمْدَادٌ مصدر (باب افعال) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو دیتے ہیں۔ ہم ان کی مدد کرتے ہیں۔

۲۳: ۵۶ = نُسَارِعُ مضارع جمع متکلم مُسَارَعَةٌ مصدر (باب مفاعلة) ہم جلدی کر رہے ہیں سُرْعَةٌ جلدی۔

فائدہ۔ آیۃ ۵۵/۵۶/ میں اَیَحْسَبُوْنَ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ اَنَّمَا میں مَا موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ ہے اور اَنَّ کا اسم ہے مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ موصولہ کا بیان ہے۔ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ خبر ہے اَنَّ کی اور اس کا مرجع اسم محذوف ہے۔ گویا تقدیر کلام یوں ہے:۔

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّ الَّذِیْ نُمِدُّھُمْ بِهٖ مِنَ الْمَالِ وَالْبَنِیْنَ نُسَارِعُ بِهٖ لَھُمْ فِیْمَا فِیْهِ خَیْرُھُمْ۔ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کو مدد دیئے جا رہے ہیں ہم ان کو بھلائی پہنچانے کی خاطر جلدی کر رہے ہیں!

۲۳: ۵۷ = خَشْیَتِهٖ۔ خشیۃ۔ خوف۔ اندیشہ۔ خَشْیَةَ اَنْ مبادا کہ۔ ایسا نہ ہو کہ

= مُشْفِقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِشْفَاقٌ مصدر۔ ڈرنے والے۔

اَلشَّفَقُ۔ غروب آفتاب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی تاریکی میں مل جانے کو شفق کہتے ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ (۸۴: ۱۶) مجھے شام کی سرخی کی قسم۔ جو محبت اور خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔

اَلْاِشْفَاقُ (افعال) ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہوا ہو۔ اگر مِنْ کے واسطے متعدی ہو تو خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ اور اگر عَلٰی یا فِیْ اس کے بعد میں مذکور ہو تو محبت کا معنی نمایاں ہوتا ہے۔ جیسے اَشْفَقَ عَلَی الصَّغِیْرِ۔ اس نے چھوٹے پر رحم کھایا۔

۲۳: ۶۰ = یُؤْتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ دیتے ہیں۔ اِیْتَاءٌ سے اٰتَوْا ماضی جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ مصدر۔ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا۔ وہ جو کچھ بھی دیتے ہیں۔ جو عطیہ بھی

وہ دیتے ہیں۔

= وَجِلَةٌ۔ صفت مشبہ واحد مؤنث وَجِلٌ مذکر۔ وَجَلٌ مصدر (باب سمع) خوف زدہ ڈرنے والے۔ ڈرتے رہتے ہیں۔

وَقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ (خَائِفَةٌ اَنْ لَا تُقْبَلَ مِنْهُمْ لِتَقْصِيْرِهِمْ) میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اسم موصول اَلَّذِيْنَ کی ضمیر سے موضع حال میں ہے۔ اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو کچھ بھی وہ دیتے ہیں (حال ان کا یہ ہوتا ہے) کہ دل ان کے کانپ رہے ہوتے ہیں اس خوف سے کہ (ان کی یہ زکوٰۃ یا صدقہ) کہیں عدم قبولیت کا شکار نہ ہوجائے۔

= اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ ۝ سے قبل لام تعلیلیہ مقدر ہے اور یہ جملہ وجلۃ سے متعلق ہے۔ یعنی دل ڈر رہے ہوتے ہیں اس خوف سے کہ وہ (ایک دن) اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں (اور اس دن حقیقت منکشف ہوگی کہ کونسا عمل قبول ہوا اور کونسا نہ ہوا۔

۲۔ یا اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رَاجِعُوْنَ سے قبل مِنْ مقدرہ لایا جائے۔ ای وجلۃ من ان رجوعھم الیہ عزوجل۔ کہ دل خوف زدہ ہیں کہ انہوں نے (ایک دن) اللہ تعالیٰ کے حضور جانا ہے (تو اس وقت حقیقت آشکار ہوگی کہ کونسا عمل قبول ہوا ہے۔

۲۳: ۶۱ = اُولٰٓئِكَ۔ وہ لوگ جن کا ذکر آیات ۵۷ ۔ ۶۰ مذکورہ بالا میں ہوا ہے۔

= سٰبِقُوْنَ ۝ سبقت لیجانے والے۔ آگے بڑھنے والے۔ سَبْقٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

= لَهَا میں ضمیر هَا کا مرجع الخَيْرٰتِ ہے۔ وَهُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ۔ اور وہ بھلائیوں کی طرف سبقت لیجانے والے ہیں۔ بعض کے نزدیک لام تعلیل کا ہے اور لَهَا بمعنی لِاَجْلِهَا ہے یعنی ان بھلائیوں ہی کی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں پر (قیامت کے روز) ثواب حاصل کرنے یا جنت پانے میں سبقت لیجانے والے ہیں۔

۲۳: ۶۲ = كِتٰبٌ۔ سے مراد نامۂ اعمال ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (۱۸: ۴۹) اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری کمبختی اس نوشتہ (نامۂ اعمال) کو کیا ہوگیا ہے کہ اس نے (کوئی گناہ) چھوڑا ہی نہیں چھوٹا ہو یا بڑا۔ بعض نے اس سے مراد لوح محفوظ لیا ہے۔

= يَنْطِقُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ وہ کتاب بولتی ہے۔

۲۳:۶۳ = بَلْ۔ بلکہ۔ لیکن۔

= قُلُوْبُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں جن کا ذکر اوپر آیات ۵۳ تا ۵۶ میں آیا ہے۔

= غَمْرَةٍ۔ ملاحظہ ہو اوپر آیت ۵۴۔

= مِنْ هٰذَا۔ ای من القرآن۔ یا اس حقیقت سے کہ ان کے جملہ احوال وافعال واقوال درج کئے جا رہے ہیں۔ مِنْ هٰذَا۔ ای من هذا الدین۔

= مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ۔ دُوْنِ۔ بمعنی ورے۔ سوائے۔ غیر۔ جو کسی کے نیچے ہوں وہ بھی دون کہلاتا ہے۔

علامہ سیوطی کے نزدیک دُوْنَ ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور فوق کی نقیض ہے ذٰلك کا مشارٌالیہ کیا ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ اس کا اشارہ اوپر بیان کردہ مومنین کے اعمال صالحہ ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔ ان کے اعمال مومنون کے اعمال سے مختلف ہیں۔

۲:۔ اس کا اشارہ ان کے دلوں کا پردۂ غفلت میں پڑے رہنے کی طرف ہے (قلوبهم فی غمرة) اور ترجمہ یوں ہوگا: اس کے سوا (علاوہ) بھی ان کے (برے) عمل ہیں

۳:۔ اس کا اشارہ من هٰذا (ای القرآن) کی طرف ہے اور ترجمہ ہوگا:۔ اور ان کے اعمال قرآن کے معیار سے گرے ہوئے ہیں۔

= هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ۔ جو (عمل) یہ کرتے رہیں گے۔ یعنی یہ اعمال خبیثہ یہ لوگ کرتے ہی رہیں گے (یہاں تک کہ ان کے عیاشوں کو ہم عذاب میں پکڑ لیں گے)

۲۳:۶۴ = مُتْرَفِيْهِمْ۔ مترفی مضاف هِمْ مضاف الیہ۔ اصل میں مُتْرَفِيْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ ان کے عیش پرست۔ دولت مند اور خوش حال لوگ۔

اَلتُّرْفَةُ۔ عیش وعشرت میں فراخی اور وسعت کو کہتے ہیں۔

کہا جاتا ہے اُتْرِفَ فُلَانٌ فَهُوَ مُتْرَفٌ۔ وہ آسودہ حال اور کثرتِ دولت کی وجہ سے بدمست ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَارْجِعُوْا اِلٰى مَا اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ (۲۱:۱۳) اور جن نعمتوں میں تم عیش وآسائش کرتے تھے ان کی طرف لوٹ جاؤ۔

= اِذَا هُمْ۔ اذا مفاجاتیہ ہے۔

= یَجْئَرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ جَئْرٌ وَجُؤَارٌ مصدر (باب فتح) الجؤار کے اصل معنی وحشت کے ہیں۔ (جیسے ہرن۔ بیل وغیرہ) کے گھبراہٹ کے وقت زور سے آواز نکالنے اور چیخنے کے ہیں۔ پھر تشبیہ کے طور پر دعا اور عاجزی میں مبالغہ کرنے پر بولا جاتا ہے۔

اِذَا ھُمْ یَجْئَرُوْنَ۔ تو وہ چلّانے لگیں گے۔

۲۳: ۶۵ = لَا تَجْئَرُوا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت چلاؤ۔ تم مت گڑگڑاؤ۔ تم مت فریا وزاری کرو۔

= اَلْیَوْمَ۔ آج۔

= لَا تُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم مدد نہیں کئے جاؤ گے۔ تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔

۲۳: ۶۶ = تُتْلٰی۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَۃٌ سے۔ تلوٌ مادہ یہاں واحد بمعنی جمع آیا ہے۔ یعنی جب ہماری آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جاتی تھیں۔

= تَنْکِصُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بھاگتے ہو۔ تم پھرے جاتے ہو۔ نکوصٌ سے باب ضرب) النکوص (باب ضرب ونصر) کسی چیز سے پیچھے ہٹنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیْہِ (۸-۴۸) تو پسپا ہو کر چل دیا۔

۲۳: ۶۷ = مُسْتَکْبِرِیْنَ۔ تنکصون سے حال ہے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ باب استفعال۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والے۔ مغرور۔

= بِہٖ۔ میں ب سببیہ ہے اور ضمیر ہ بیت العتیق یا حرم کے لئے ہے۔

مستکبرین بہ۔ کعبہ شریف کی تولیت وخدمت کی وجہ سے فخر وتکبر کرنے والے (یہ اہل قریش تھے۔

= سٰمِرًا۔ السَّمَرُ۔ اصل میں رات کی تاریکی کو کہتے ہیں اور اسی سے محاورہ ہے لَا اٰتِیْکَ السَّمَرَ وَالْقَمَرَ۔ کہ میں تیرے پاس کبھی نہیں آؤں گا (رات کی تاریکی ہو یا چاند کی چاندنی) پھر رات کو باتیں کرنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اور سَمَرَ فُلَانٌ کے معنی ہیں اس نے رات کو باتیں کیں۔

سَامِرًا۔ کہانی سنانے والا۔ افسانہ گو؛ داستاں سرا۔ سَمَرٌ مصدر۔ سَمَرَ یَسْمُرُ (نصر) (رات کو باتوں میں گذارنا اور نہ سونا) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے

یا الحاج ۔ الحاضر، الجاہل، الباقر کی طرح اسم جمع ہے۔

سٰمِرًا یہاں حال ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ سٰمِرِیْنَ ہوتا تاکہ ذوالحال سے مطابقت ہوتی۔ لیکن یہ اسم مفرد ہے اور جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= تَهْجُرُوْنَ۔ هَجَرَ يَهْجُرُ (نصر) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے هُجْر کے معنی ہیں نامناسب کلام کرنا۔ بدگوئی کرنا۔ بکواس کرنا۔

مُسْتَكْبِرِيْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ۔ (خانہ کعبہ کی تولیت وخدمت پر) تکبر وفخر کرتے ہوئے ساری ساری رات (صحن حرم میں) ہرزہ سرائی میں گذار دیتے ہیں۔ یہ سارا جملہ تَنْكِصُوْنَ سے حال ہے۔

۲۳: ۶۸ = اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ فَ کلام سابقہ پر عطف کیلئے ہے۔ ای افعلوا ما فعلوا من النکوص و الاستکبار والھجر فلم یتدبروا القرآن لیعلموا بما فیہ۔

کیا ان کا آیات قرآنی سن کر پھر جانا اور تولیت کعبہ پر تکبر وفخر کرنا اور اپنی شبانہ مجلسوں میں قرآن اور فرمان رسول کے متعلق ہرزہ سرائی کرنا (محض جہالت اور ضد کی بنا پر تھا) اور انہوں نے قرآن اور فرمان رسول پر کچھ بھی تدبر نہ کیا۔ القول سے مراد القرآن اور ارشادات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

لَمْ يَدَّبَّرُوْا۔ فعل مضارع نفی حجد بلم کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ اس کا مصدر تَدَبُّرٌ (تفعّلٌ) ہے اصل میں يَتَدَبَّرُوْا تھا۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔

۲۳: ۶۹ = فَهُمْ۔ میں فَ سببیہ ہے۔ یعنی یا انہوں نے اپنے رسول مکرم کو نہ پہچانا تھا اور بدیں سبب اس کے منکر ہو گئے۔

۲۳: ۷۰ = جِنَّةٌ۔ جنون۔ دیوانگی۔ سودا۔ جَنٌّ سے مشتق ہے کیونکہ دیوانگی عقل کو چھپا دیتی ہے اس لئے اسے جِنَّةٌ کہتے ہیں۔ بِهٖ جِنَّةٌ اس کو دیوانگی ہے جنون کا لاحقہ ہے۔ اسے جنون ہے یا وہ سوداء کا مریض ہے۔

= بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ ۔ (ایسا نہیں جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں) بلکہ وہ تو ان کے پاس حق لے کر آیا (حق سے مراد توحید اور دین اسلام ہے یا ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد قرآن ہی ہو

۲۳: ۷۱ = لَفَسَدَتْ ۔ لام تاکید کا ہے فَسَدَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تو (آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے) درہم برہم ہو جاتے۔ تباہ ہو جاتے۔

= اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ۔ ہم توان کے پاس ان ہی کی نصیحت کی بات لائے تھے۔ ذکر سے مراد القرآن ہے۔ جو ان کے لئے باعث فخر وشرف ہے اور اس میں ان کے لئے موعظت حسنہ ہے۔

= مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ روگردانی کرنے والے۔ منہ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ مصدر۔ باب افعال۔ اَعْرَضَ لِیْ۔ وہ میرے سامنے آیا۔ اَعْرَضَ عَنْ۔ اس نے رُخ پھیر لیا۔ منہ موڑ لیا۔

۲۳: ۷۲ = خَرْجًا۔ محصول۔ باج۔ مال۔ اجر وجزا۔ اَخْرَاجٌ جمع۔ یعنی کیا تم تبلیغ دین کی اجرت طلب کرتے ہو۔

= خَرَاجٌ۔ مال۔ حاصل۔ مزدوری۔ خراج۔ مراد یہاں اجر وثواب۔ اور اللہ کا دیا ہوا رزق ہے۔ قرآن حکیم میں ہے مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۶: ۱۰۹- ۱۲۷- ۱۴۵- ۱۶۴، ۱۸۰) میں تم سے اس تبلیغ پر کوئی اجرت طلب نہیں کرتا۔ میرا اجر تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔

۲۳: ۷۴ = لَنٰكِبُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پھر جانیوالے۔ مڑ جانے والے۔ ہٹ جانے والے۔ راہ راست سے منحرف ہونے والے۔ نَكَبَ يَنْكُبُ۔ (نصر) نَكِبَ يَنْكَبُ (سمع) نُكُوْبٌ مصدر۔ پھر جانا۔ مڑ جانا۔

۲۳: ۷۵ = وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ۔ اور اگر ہم ان پر رحم (بھی) کریں۔ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِنْ ضُرٍّ۔ اور (اگر ہم) ان کو جو تکلیف ہے وہ بھی دور کردیں۔

= لَلَجُّوْا۔ لَجَاجٌ ولَجَاجَةٌ سے (سمع۔ ضرب) سے ماضی بمعنی مضارع۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ لَجَاجٌ کسی ممنوع فعل پر اڑ جانے کو کہتے ہیں۔ لَلَجُّوْا۔ وہ ضرور اڑے رہیں گے۔ جمے رہینگے۔ مُصر رہیں گے۔ لَلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ۔ اپنی گمراہی پر جمے رہیں گے۔

= يَعْمَهُوْنَ ۝ عَمَهَ يَعْمَهُ (فتح) عَمِهَ يَعْمَهُ (سمع) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ عَمَهٌ عُمُوْهٌ۔ مصدر۔ گمراہی میں بھٹکنا۔

لَلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ پھر بھی یہ لوگ اپنی گمراہی میں بھٹکنے میں اصرار کرتے رہیں گے

= مَا اسْتَكَانُوْا۔ ما نفی کے لئے ہے۔ اِسْتَكَانُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔

باب افتعال۔ سکن مادہ۔ استکان یستکین اِسْتِکَانٌ واِسْتِکَانَۃٌ عاجزو ذلیل ہونا مسکین عاجز۔

= وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ۔ اور نہ انہوں نے عاجزی کی۔ صیغہ جمع مذکر غائب فعل مضارع معروف۔ تَضَرُّعٌ (تفعّل) سے۔

استکانت اور تضرع مرادف نہیں اول کا تعلق ظاہر سے ہے اور ثانی کا قلب سے ہے۔

۲۳ : ۷۷ = مُبْلِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُبْلِسٌ واحد۔ مایوس۔ غمگین۔ پشیمان متحیر۔ خاموش۔ جن کو کوئی بات بن پڑنی ممکن نہیں۔ اِبْلَاسٌ (افعال) مادہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَۃُ یُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ (۳۰ : ۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار مایوس و مغموم ہوجائیں گے۔ بعض کا خیال ہے کہ ابلیس اسی سے مشتق ہے۔

بَلَسَ وابْلَاسٌ، حیرت کی وجہ سے دنگ ہوکر رہ جانا۔ خوف و دہشت کے مارے دم بخود ہوجانا۔ رنج و غم کے مارے دل شکستہ ہوجانا۔ ہر طرف سے ناامید ہوکر ہمت توڑ کر بیٹھا نامرادی کی وجہ سے برافروختہ ہوجانا۔ جس کی بنا پر شیطان کا نام ابلیس رکھا گیا۔

۲۳ : ۷۸ = اَنْشَاَ۔ اس نے پیدا کیا۔ انشاء (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب

۲۳ : ۷۹ = ذَرَاَکُمْ۔ ذَرَاَ۔ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ذَرْءٌ مصدر۔ اللہ تعالیٰ کا مخلوق کو پیدا کرنا۔ (باب فتح) اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تم کو پھیلایا

۲۳ : ۸۲ = لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قبروں سے اٹھائے جانیوالے۔ دوبارہ زندہ کئے جانے والے۔ مرنے کے بعد اٹھاکر کھڑا کئے جانے والے۔

= اِنْ۔ نافیہ ہے۔

= اَسَاطِیْرُ۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ سطور کہلاتی ہے۔

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ پہلے لوگوں کی من گھڑت کہانیاں۔

۲۳ : ۸۵ = اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔ پھر کیوں تم غور نہیں کرتے۔

۲۳ : ۸۸ = یُجِیْرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجَارَۃٌ مصدر (باب افعال)

جور مادہ۔ وہ پناہ دیتا ہے۔
= لَا یُجَارُ عَلَیْہِ۔ مضارع مجہول منفی اِجَارَۃٌ سے۔ اس کے خلاف پناہ نہیں دی جاسکتی۔ استجارۃ پناہ طلب کرنا۔ پناہ چاہنا۔
الجارُ۔ پڑوسی۔ ہمسایہ۔ جو پڑوس میں رہے ہمسایہ کہلاتا ہے یہ اسمائے متضائفہ سے ہے۔ یعنی ان الفاظ سے ہے جو ایک دوسرے کے تقابل سے اپنے معنی دیتے ہیں۔ جیسے اَخٌ۔ صَدِیْقٌ۔ کہ اخوت وصداقت دونوں جانب سے ہوتی ہے کیونکہ کسی کا پڑوسی ہونا اسی وقت متصور ہوسکتا ہے جب دوسرا بھی اس کا پڑوسی ہو۔
چونکہ شرعًا وعقلاً ہمسائے کا حق بہت بڑا ہوتا ہے اس رعائت سے اس کو بمعنی حامی و مددگار بھی لیا جاتا ہے۔ مثلاً وَاِنِّیْ جَارٌ لَّکُمْ۔ (۸: ۴۸) میں تمہارا حامی ومددگار ہوں جَارَ عَنِ الطَّرِیْقِ وہ راستہ سے ہٹ گیا۔ جَارَ عَلَیْہِ اس نے ظلم کیا۔ اسی سے جَوْرٌ ظلم کو کہتے ہیں۔
۲۳: ۸۹ = فَاَنّٰی۔ اَنّٰی استفہام اور شرط کے درمیان ایک مشترک اسم ہے۔ اَنّٰی یُحْیٖ ھٰذِہِ اللّٰہُ بَعْدَ مَوْتِھَا۔ (۲: ۲۵۹) اللہ اس (آبادی کو) اس کے مرنے کے (بعد۔ پیچھے) کیسے زندہ کرے گا۔ (استفہام)
فَاْتُوْا حَرْثَکُمْ اَنّٰی شِئْتُمْ۔ (۲: ۲۲۳) سو اپنے کھیت میں جیسے چاہو آؤ
= تُسْحَرُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم سحر زدہ ہو رہے ہو۔ تم فریب کھا رہے ہو۔ سِحْرٌ سے۔ اَنّٰی تُسْحَرُوْنَ۔ تم کیسے فریب کھا رہے ہو۔
۲۳: ۹۰ = بَلْ اَتَیْنٰھُمْ بِالْحَقِّ۔ بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) ہم نے حق ان تک پہنچا
۲۳: ۹۱ = اِذًا۔ حرف جواب اور جزا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے۔ وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔ بمعنی تب۔ اس وقت۔
قرآء کا قول ہے کہ جس جگہ اِذًا کے بعد لام آئے گا۔ تو ضرور ہے کہ اس کے لئے لَوْ مقدر ہو اگرچہ ظاہراس کا کوئی پتہ نہ ہو۔ مثلاً قولہ تعالیٰ۔ اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَا خَلَقَ۔ (آیہ ہذا) ای لو کان معہ الھۃ کما تزعمون لذھب کل الٰہٍ بما خلق......
= لَعَلَا۔ لام تاکید کے لئے ہے عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ (باب نصر) یا عَلِیَ یَعْلٰی (فتح) عَلَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ چڑھ گیا۔ اس نے چڑھائی کی۔ وہ غالب

لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ تو ضرور ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتا۔
= لَذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ۔ تو وہ اپنی مخلوق کو لے کر جُدا کر لیتا۔
۹۲:۲۳ = عٰلِمِ الْغَيْبِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا جاننے والا۔ دونوں مل کر اَللّٰہِ (سُبْحَانَ اللّٰہِ میں) کی صفت ہے اور یہی جر کی وجہ ہے۔
۹۳:۲۳ = اِمَّا تُرِيَنِّيْ۔ ای اِنْ مَا تُرِيَنِّيْ۔ تُرِيَنَّ اِرَاءَةٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نون تاکید کا ہے۔ اور ی ضمیر واحد متکلم کا ہے اس میں ما اور نون تاکید زائد ہیں۔ صرف تاکید کے لئے لائے گئے ہیں۔ عبارت یوں بھی ہو سکتی تھی۔ ان کان لَا بُدَّ مِنْ ان تريني۔ اگر یہ ضروری ہی تھا۔ کہ تو مجھے (یہ عذاب) دکھائے۔
= مَا يُوْعَدُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، جس (عذاب) کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔
۹۵:۲۳ = اَنْ نُّرِيَكَ۔ نُرِيَكَ۔ مضارع جمع متکلم۔ اِرَاءَةٌ (افعال) سے مصدر كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ کہ ہم دکھائیں تجھے۔ یعنی ہم تجھے دکھانے پر قادر ہیں۔
= نَعِدُهُمْ۔ وَعَدَ يَعِدُ وَعْدٌ (ضرب) مصدر سے۔ مضارع جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (جس عذاب کا) ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے۔
۹۶:۲۳ = اِدْفَعْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو دور کر۔ دَفَعَ يَدْفَعُ (فتح) دَفْعٌ مصدر سے۔ دفع کا تعدیہ جب الیٰ سے ہو تو دینے کے معنی ہوتے ہیں اور جب عَنْ سے ہو تو اس کے معنی حفاظت کرنے اور حمایت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً فَادْفَعُوْا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ (۶:۴) تو ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ اور اِنَّ اللّٰهَ يُدَافِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۲۲: ۳۸) خدا تو مومنوں کی (ان کے دشمنوں سے) حفاظت کرتا رہتا ہے۔
= اَحْسَنُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت اچھا۔
= السَّيِّئَةَ برائی۔ گناہ۔ فعل بد۔ یہ حسنۃ کی ضد ہے۔ س و ء حروف مادہ یہ فَيْعِلَةٌ کے وزن پر سَيْوِأَةٌ تھا۔ عین کلمہ کے واؤ کو ی سے بدلا۔ ی کو ی میں مدغم کیا۔ سیئۃ ہو گیا۔ السیئۃ اِدْفَعْ کا مفعول ہے۔ عبارت کچھ یوں تھی۔
ادفع بالحسنة التی ھی احسن الحسنات التی یدفع بھا السیئة۔ (ان (کافروں) کی برائی کا دفعیہ ایسی نیکی سے کرو جو بہترین ہو۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد فرمایا۔ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۔ (۷: ۱۹۹)

درگذر اختیار کیجئے۔ اور نیک کام کا حکم دیجئے۔ اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جایا کیجئے۔
= یَصِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وَصْفٌ مصدر (باب ضرب) (جو) وہ بیان کرتے ہیں
۲۳: ۹۷ = هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ۔ جمع مجرور مضاف الشَّيٰطِيْنِ مضاف الیہ۔
هَمْزٌ واحد۔ شیطانی وسوسے۔ خطرات نفسانی۔ وہ بُرے خیالات جو شیطان دل کے اندر چبھوتا ہے۔ هَمْزٌ بمعنی چبھونا۔ هَمَزَ (نصر۔ ضرب) اس کے اصل معنی کسی چیز کو دبا کر نچوڑنے کے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے کہ هَمَزْتُ الشَّيْءَ فِيْ كَفِّيْ۔ میں نے فلاں چیز کو اپنی ہتھیلی میں دبا کر نچوڑا۔ اور اس کے معنی غیبت کرنے کے بھی آتے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ ۢ بِنَمِيْمٍ۔ (۶۸: ۱۱) طعن آمیز اشارتیں کرنے والا۔ چغلیاں لئے پھرنے والا هَمَّازٍ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا عیب گو۔ بہت طعن کرنیوالا۔
سوار کے جوتے کی ایڑھی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کے پہلو پر مارتا ہے اسے مہماز۔ مہمز۔ مہمیز کہتے ہیں۔
۲۳: ۹۸ = یَحْضُرُوْنِ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حُضُوْرٌ مصدر (باب نصر) اصل میں یَحْضُرُوْنِيْ تھا۔ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔ میرے پاس (بھی) پھٹکیں۔
۲۳: ۹۹ = حَتّٰى۔ ابتدائیہ ہے جیساکہ ابن عطیہ کا قول ہے صاحب جلالین نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے لیکن بیضاوی اور الکشاف میں اسے حرف غایت (حد) لیا گیا ہے اس صورت میں اس کا تعلق یَصِفُوْنَ (آیت ۹۶) سے ہے اور آیات ۹۷، ۹۸۔ بطور جملہ معترضہ کے ہیں۔ معنی۔ حتیٰ کہ۔ یہاں تک۔ جب تک۔
= اِرْجِعُوْنِ۔ الرَّجُوْعُ باب ضرب سے مصدر۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ یہ خطاب اللہ تعالیٰ سے ہے اور جمع کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے لئے تعظیمًا لایا گیا ہے۔ اور سائل کی ندامت اور عجز کو ظاہر کرتا ہے جیساکہ حسان بن ثابت کا شعر ہے:۔
اَلَا فَارْحَمُوْنِيْ يَا اِلٰهَ مُحَمَّدٍ ۔ فَاِنْ لَّمْ اَكُنْ اَهْلًا فَاَنْتَ لَهٗ اَهْلُ
اِرْجِعُوْنِ اصل میں ارجعونی تھا۔ مجھے پھر بھیج دیجئے۔
۲۳: ۱۰۰ = لَعَلِّيْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے یہاں پر یہ تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے ای ارجعون لاجل ان اعمل صالحًا (ای رب) مجھے واپس بھیج دے تاکہ میں نیک عمل کماؤں۔ بعض کے نزدیک یہ ترجی (امید) و توقع کے لئے آیا ہے۔ توقع ہے کہ میں اچھے کام کروں۔ اول الذکر زیادہ موزوں ہے

= فِيْمَا۔ میں فی بمعنی الذی ہے ای الذی ترکت (فی الدنیا)
= كَلَّا۔ حرف ردع وزجر ہے (ردع یردع رَدْعٌ۔ روکنا۔ ہٹانا) بمعنی ہرگز نہیں یعنی یہ اس کی استدعا کہ اسے واپس بھیج دیا جائے دنیا میں۔ ہرگز قبول نہیں کیجائے گی
= اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا۔ یہ ایک رٹ ہے جو وہ لگائے جارہا ہے۔
= وَرَآءِ۔ مصدر ہے مِنْ کی وجہ سے مجرور ہے۔ اس کے معنی آڑ۔ حدِ فاصل۔ آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ یہ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔ مِنْ وَّرَآئِهِمْ۔ ان کے آگے۔ ان کے سامنے۔
= بَرْزَخٌ۔ دو چیزوں کے درمیان جو آڑ اور رکاوٹ ہو اسے برزخ کہتے ہیں یہاں مراد برزخ سے موت اور قیامت کا درمیانی وقفہ ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قبر ہے۔

تفسیر ماجدی میں ہے کہ موت کے بعد روح انسانی ایک درمیانی عالم میں رہتی ہے اور حشر تک رہے گی۔ اس کا اصطلاحی نام عالم برزخ ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵ : ۲۰) دونوں ہی کے درمیان ایک آڑ ہے کہ اس سے وہ دونوں تجاوز نہیں کر سکتے۔
= يُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر۔ وہ اٹھائے جائیں گے البَعْثُ کے معنی کسی چیز کو ابھارنے۔ اٹھا کھڑا کرنے اور کسی طرف بھیجنے کے ہیں قرآن مجید میں ارشاد ہے وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا (۱۶ : ۳۶) اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا۔
يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ سے مراد روزِ قیامت ہے۔

۲۳ : ۱۰۱ = نُفِخَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ نَفْخٌ مصدر (باب نصر) پھونکا جائے گا۔ نَفَخَ۔ يَنْفُخُ پھونکنا۔ نَفْخَةٌ ونِفْخَةٌ ایک بار پھونکنا۔ پیٹ پھولنا۔
= اَنْسَابَ۔ نَسَبٌ کی جمع۔ قرابتیں۔ رشتہ داریاں۔ رشتے ناطے۔ بوجہ عمل لَا منصوب ہے۔
= يَتَسَآءَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَآئُلٌ (تفاعل) سے مصدر۔ باہم پرساں حال نہ ہوں گے۔

۲۳ : ۱۰۲ = مَوَازِيْنُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اسم مفعول جمع۔ مَوْزُوْنٌ مِيْزَانٌ واحد۔ وزن کئے جانے والے اعمال۔ ترازوئیں۔ موازین جمع کا صیغہ لائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ موزونات مختلف

ہوں گے۔ ہرایک شخص کے الگ الگ اعمال تولے جائیں گے تو گویا ہرایک شخص کے اعمال کی ترازو بھی الگ الگ ہوں گی یا وزن میں تعدد ہوگا۔ لاتعداد آدمی ہوں گے اس لئے وزن کی بھی شمار نہیں۔ جتنے آدمی اتنی ہی مرتبہ وزن کشی۔ میزان کو بصورت تعدد لانے سے وزن کے تعدد کی طرف اشارہ ہے۔

۲۳:۱۰۳ = خَسِرُوْا۔ انہوں نے گھاٹا پایا۔ انہوں نے نقصان اٹھایا۔ انہوں نے گنوایا۔ انہوں نے نقصان کیا۔ انہوں نے نقصان پہنچایا۔ خُسْرٌ۔ خَسَارٌ۔ خُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) ماضی جمع مذکر غائب۔

= اَنْفُسَهُمْ۔ ان کی جانیں۔ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ۔ انہوں نے اپنی جانوں کو نقصان پہنچایا انہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا۔ انہوں نے اپنا نقصان کر لیا۔

= فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ۔ یہ یا تو خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ سے بدل ہے یا اُولٰٓئِكَ کی خبر ثانی ہے۔ یا مبتدا محذوف (هُمْ) کی خبر ہے اور جملہ مستانفہ ہے یعنی هُمْ خٰلِدُوْنَ فِيْ جَهَنَّمَ۔

۲۳:۱۰۴ = تَلْفَحُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب لَفْحٌ مصدر (باب فتح) لَفَحَ فلانا بالسیف اس نے فلاں کو تلوار سے مارا۔ یا تلوار سے سر قلم کیا۔ یا لفحت النار اوالسموم بحرھا۔ آگ یا باد سموم نے چہرے کو اپنی تپش سے جھلس دیا۔ تلفح وہ جھلس دیگی یہ جملہ حالیہ ہے یا جملہ مستانفہ ہے۔

= كٰلِحُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ كَالِحٌ واحد كَلَحَ يَكْلَحُ (فتح) سے کلوح وکلاح مصدر۔ منہ بنا کر دانت نکالنا۔ تیوری چڑھانا۔ كَلَحَ وَجْهُهٗ تیوری چڑھا ہوا ہونا کالح منہ بنا کر دانت نکالنے والا۔ کلحۃ منہ کے گول حلقہ کو کہتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے کسی نے کالح کے معنی پوچھے تو انہوں نے کہا۔ الم تر الی الرأس المشیط۔ (کیا تم نے بھُنی ہوئی سری نہیں دیکھی ؟)

۲۳:۱۰۶ = شِقْوَتُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری کم بختی۔ شِقْوَةٌ۔ شَقِيَ يَشْقٰى (سمع) کا مصدر ہے۔ شَقِيٌّ صفت بدبخت۔ اشقیاء جمع۔ شِقْوَتُنَا۔ ہماری بدبختی۔ ہماری بدنصیبی۔

۲۳:۱۰۷ = مِنْهَا۔ ای من النار۔

= عُدْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم پھر آئے۔ ہم نے پھر کیا۔ ہم نے دوبارہ کیا۔ یعنی اگر ہم نے دوبارہ

نافرمانی کی۔

۲۳: ۱۰۸ == اِخْسَئُوْا۔ خَسَأَ يَخْسَأُ خَسْأٌ (فتح) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر خَسَأَ الْكَلْبَ۔ کتے کو دھتکارنا۔ خَسَأْتُ الْكَلْبَ فَخَسَأَ۔ میں نے کتے کو دھتکارا تو وہ دور ہو گیا۔

اِخْسَئُوْا فِيْهَا۔ دھتکارے پھٹکارے ذلت کے ساتھ اس (جہنم) میں پڑے رہو اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (۲: ۶۵) ذلیل وخوار بندر ہو جاؤ

۲۳: ۱۰۹ == اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ۔ شان یہ ہے کہ میرے بندوں میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو ...

== فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ۔ اتخذتموا۔ اصل میں اتخذتُمْ تھا۔ ضمیر هم کے اتصال کی بناپر واؤ جمع لایا گیا ہے۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تم نے ان کو ٹھہرایا۔ هم ضمیر فریقٌ کے لئے ہے جس سے مراد عام مومنین یا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب الصفہ ہیں۔

== سِخْرِيًّا۔ سَخِرَ يَسْخَرُ (سمع۔ فتح)، سَخَرٌ وسَخْرٌ وسُخْرٌ وسِخْرٌ وسُخْرَةٌ مصدر۔ سَخِرَ يَسْخَرُ ٹھٹھا کرنا۔ مذاق اڑانا۔ حقارت کے ساتھ کسی سے مخول کرنا۔ استہزاء کرنا۔ قرآن مجید میں ہے: قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔ (۱۱: ۳۸) اس نے (حضرت نوحؑ نے) جواب دیا اگر آج تم ہم پر ہنستے ہو تو جس طرح تم (ہم پر) ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں رَجُلٌ سُخَرَةٌ ہنسی اڑانے والا۔ اور سُخْرَةٌ وہ ہے جس کی لوگ ہنسی اڑائیں۔ اور ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو سُخْرِيَّةٌ وسِخْرِيَةٌ کہا جاتا ہے۔

سِخْرِيًّا۔ بمعنی ٹھٹھا۔ ہنسی۔ دل لگی۔ سُخْرٌ سے اسم بھی ہے اور مصدر بھی۔ مؤخر الذکر کی صورت میں یا رنسبت مبالغہ کے لئے بڑھادی گئی ہے۔

سَخَرَ يَسْخَرُ (باب فتح) بمعنی تابع بنانا۔ مغلوب کرنا۔ ذلیل کرنا۔ بیگار لینا بھی ہے باب تفعیل سے بمعنی تسخیر کرنا۔ مطیع کرنا۔ تابع بنانا کے معنی میں اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ (۱۴: ۳۳) اس نے سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کردیا۔ اور سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ (۱۴: ۳۲) کشتیوں کو تمہارے اختیار میں کردیا۔ یا سُبْحَانَ

اَلَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا (۴۳: ۱۳) پاک ہے وہ ذات جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا۔

سِخْرِیًّا۔ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ہے

= اَنْسَوْکُمْ۔ اَنْسَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اَنْسٰی یُنْسِیْ اِنْسَاءٌ (افعال) سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ انہوں نے تم کو بھلا دیا۔ نسی مادّہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ (۵۹: ۱۹) اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے اللہ کو بھلا دیا سو اللہ نے خود ان کی جانوں کو ان سے بھلا دیا۔ باب افعال سے اَنْسٰی یُنْسِیْ متعدی بدو مفعول ہے اَنْسَوْکُمْ ذِکْرِیْ۔ انہوں نے تم سے میری یاد بھلا دی۔ یعنی ان کے ساتھ ٹھٹھا مخول کا جو مشغلہ تم نے اختیار کر رکھا تھا اس مشغلے کی وجہ سے تم ہماری یاد سے غافل ہو گئے۔

= وَکُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَکُوْنَ۔ اور تم ان کی ہنسی اڑاتے رہتے تھے (کنتم تضحکون ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے) یہ جملہ فاتخذ تموھم سخریًّا کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۳: ۱۱۱ = اس آیت شریف میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہی فریق (اللہ تعالیٰ کے بندوں کا) ہے جن کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا..... خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ۔

= بِمَا صَبَرُوْا میں باء سببیہ ہے۔ ای بسبب صبرھم علی اذیتکم تمہاری تکلیف دہی پر صبر کرنے کی وجہ سے۔

۲۳: ۱۱۲ = قَالَ ای قال اللّٰه تعالیٰ شانه۔

= کَمْ۔ اگر استفہامیہ ہو تو سوال کے لئے آتا ہے۔ کتنی مقدار۔ کتنی تعداد۔ کتنی مدت۔ (۱) اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ کبھی تمیز محذوف ہوتی ہے جیسے آیۃ ہذا میں۔ کَمْ لَبِثْتُمْ ای کم زَمَانًا لَبِثْتُمْ۔ تم کتنی مدت ٹھہرے۔ یا اس کی تمیز عَدَدَ سِنِیْنَ ہے۔ ای کَمْ عَدَدَ سنین لبثتم۔

۲:۔ اگر خبریہ ہو تو تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور تمیز مجرور ہوتی ہے۔ جیسے کَمْ قَرْیَةٍ اَهْلَکْنَاهَا۔ ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کر دیا۔ تمیز سے پہلے اکثر مِنْ آتا ہے

جیسے کَمْ مِّنْ فِئَۃٍ قَلِیْلَۃٍ غَلَبَتْ فِئَۃً کَثِیْرَۃً (۲: ۲۴۹) کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آگئی ہیں اللہ کے حکم سے۔

= عَدَدَ سِنِیْنَ۔ بحساب سالوں کے۔ سالوں کی تعداد کے حساب سے۔ یہ کَمْ کی تمیز ہے یا کَمْ ظرف زمان ہے لَبِثْتُمْ کا۔ ای کم زمانا لَبِثْتُمْ اور عَدَدَ بدل ہے کَمْ سے اور سِنِیْنَ بدل ہے عَدَدَ سے یعنی سالوں کے حساب سے تم (دنیا میں) کتنی مدت رہے۔

۲۳: ۱۱۳ = اَلْعَآدِّیْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ عَادِّیْنَ اصل میں عَادِدِیْنَ تھا۔ دو حرف ایک جنس کے اکٹھے ہوئے لہٰذا ایک کو دوسرے میں مدغم کر دیا گیا۔ حساب کرنے والے۔ گننے والے۔ شمار کرنے والے۔ عَادٌّ واحد۔

۲۳: ۱۱۴ = اِنْ لَّبِثْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے۔ ای مالبثتم تم نہیں ٹھہرے۔

= لَوْ۔ اگر شرطیہ ہے تو اس کا جواب محذوف ہے۔ یعنی اگر تم دنیاوی زندگی کی مدتِ قلیل کو جانتے ہوتے اور اخروی زندگی کی نہ ختم ہونے والی مدت کو بھی جانتے ہوتے تو تم دنیاوی زندگی کو گناہ و عصیان میں نہ گذارتے اور آج ذلیل و خوار نہ ہوتے۔ اور جہنم کے عذاب میں بھی ہمیشہ کے لئے مبتلا نہ ہوتے۔

اور اگر لَوْ حرفِ تمنا ہے تو جواب کی ضرورت نہیں صرف ان کے انجام پر حسرت کا اظہار ہے۔ یعنی کاش تم دنیاوی زندگی کی قلتِ زمانی کو جانتے۔ اور بُرے کاموں سے بچے رہتے۔

۲۳: ۱۱۵ = اَفَحَسِبْتُمْ۔ میں ہمزہ استفہام کے لئے ہے حَسِبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر حِسْبَانٌ مصدر۔ کیا تم نے گمان کیا۔ کیا تم نے جانا۔

= عَبَثًا۔ خَلَقْنٰکُمْ سے حال ہے بمعنی عَابِثِیْنَ۔ بے مقصد۔ بے فائدہ۔ یا یہ خَلَقْنٰکُمْ کا مفعول لہٗ ہے۔ فضول۔ لغو۔ عبث۔

= اَنَّکُمْ۔ معطوف ہے۔ اور اَنَّمَا معطوف علیہ۔ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا معطوف علیہ وَ حرف عطف اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ معطوف۔

۲۳: ۱۱۶ = تَعٰلٰی۔ تَعَالِیٌ سے (باب تفاعل) سے ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ برتر ہے وہ بلند ہے۔ باب تفاعل سے مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔

= اَلْعَرْشِ الْکَرِیْمِ۔ موصوف و صفت ہو کر رَبُّ کا مضاف الیہ ہے۔

عرش سے مراد عام اصطلاح میں تخت شاہی ہے۔ قرآن مجید میں بھی انہی معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً وَرَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ (۱۲: ۱۰۰) اور اونچا بٹھایا اپنے ماں

باپ کو تخت پر۔ اور اَھٰكَذَا عَرْشُكِ (٢٧: ۴٢) کیا تیرا تخت بھی ایسا ہی ہے۔
لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد ایسا عرش ہے جو کہ بجز نام کے بشر کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔
قرآن میں عرش کے وصف میں تین نام آئے ہیں۔
١:۔ اَلْعَظِیْم۔ جیسے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (٢٧: ٢٦) اللہ وہ ہے کہ سوائے اس کے کوئی معبود نہیں مالک ہے عرش عظیم کا۔
٢:۔ اَلْمَجِيْد۔ جیسے وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ (٨٥: ١۴: ١۵) اور وہ ہی بڑا بخشنے والا ہے بڑا محبت کرنے والا ہے۔ عظیم عرش کا مالک ہے یہ قرأت حمزہ اور کسائی کی ہے جنہوں نے المجید کو جر سے پڑھا ہے۔ اس قرأت کے لحاظ سے العرش المجید صفت موصوف ہیں۔ اور دونوں مل کر ذُوْ کے مضاف الیہ۔
لیکن اکثریت مفسرین کی اس طرف ہے کہ اَلْمَجِيْدُ رفع کے ساتھ ہے ذُوالْعَرْشِ اللہ تعالیٰ کی الگ صفت ہے صاحبِ عرش۔ عرش کا مالک یا خالق اور المجیدُ الگ صفت ہے۔ بڑی عظمت والا۔
٣:۔ اَلْكَرِيْمُ۔ جیسے آیت ہذا میں۔ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔
٢٣: ١١٧ = يَدْعُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ مصدر (باب نصر) مجزوم بوجہ جملہ شرطیہ کے ہے اصل میں يَدْعُوْا تھا۔ مَنْ يَّدْعُ جو پکارے گا (مدد کے لئے یا عبادت کے لئے)
= لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ میں لَهٗ یعنی پکارنے والے کے نزدیک۔ بِهٖ جس کو پکارا گیا ہو اس کے حق میں۔ یعنی اس (غیر اللہ کو معبود) پکارنے والے کے پاس (اس غیر اللہ کی بابت معبود پکارنے کی) کوئی دلیل نہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ (١٧: ٣٦) اور اس چیز کے پیچھے مت ہو لیا کر جس کی بابت تجھے (صحیح) علم نہ ہو۔
لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ۔ جملہ معترضہ ہے۔ جملہ شرطیہ اور جملہ جزاء کے درمیان۔ یا جملہ اول کی تاکید میں لایا گیا ہے۔
= فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔ جملہ جزائیہ ہے۔
= اِنَّهٗ۔ ضمیر شان ہے ای انّ الشّان لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ۔ شان یہ ہے کہ کافروں کو فلاح نہیں ہونے کی۔ بے شک (حقیقت یہ ہے۔ یقیناً) حق کا انکار کرنے

والے فلاح نہیں پائیں گے۔

۲۳: ۱۱۸ — خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سب سے بہتر رحم کرنے والا

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں :۔

سورۃ کا ابتدار قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ سے اور خاتمہ لَا یُفْلِحُ الْکٰفِرُوْنَ سے کرنا عجب لطف کلام میں پیدا کرتا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دعاء وثنار کی تعلیم کرنے کے کلام کو کس خوبی سے تمام کرتا ہے ؛

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲)

۲۴: ۱ = سُوْرَةٌ۔ خبر۔ جس کا مبتدا محذوف ہے ای ھذہ سورۃٌ۔
= فَرَضْنٰھَا۔ ماضی جمع متکلم۔ فَرْضٌ مصدر ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع لفظاً سُوْرَۃٌ ہے لیکن اس سے مراد وہ احکام ہیں جو اس سورۃ میں بیان ہوئے ہیں۔ ای فرضنا احکامھا۔ ہم نے (ان احکام کو جو) اس میں ہیں (ان کا بجا لانا سلف و خلف پر) فرض کر دیا ہے۔
۲۴: ۲ = اِجْلِدُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم کوڑے مارو، تم درّے لگاؤ۔
جَلْدَۃٌ جَلْدٌ (باب ضرب) کوڑے مارنا۔ دُرّہ لگانا۔ جِلد (کھال) پر مارنا۔
= رَأْفَۃٌ۔ ترس۔ مہربانی۔ شفقت۔ نرمی رَأَفَ یَرْأَفُ (فتح) کا مصدر ہے۔ رَؤُوْفٌ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ۔ بہت شفقت کرنے والا۔ بہت مہربان۔ ر ء ف، حروف مادہ۔ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ۔ اور تم کو ان دونوں پر (ذرا بھی) رحم نہ آنے پائے۔
۲۴: ۳ = ذٰلِكَ۔ سے مراد یا زنا ہے۔ یا ایک نیک مؤمن مرد کا پیشہ ور زانیہ سے یا عفیفہ مؤمنہ کا عادی زانی سے نکاح مراد ہے۔
۲۴: ۴ = یَرْمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ رَمٰی یَرْمِیْ (ضرب) رَمْیٌ و رِمَایَۃٌ مصدر بمعنی پھینکنا۔ مادی چیزوں مثلاً تیر وغیرہ کے متعلق ہو تو اپنے اصلی معنوں میں اس کا مفہوم ہوتا ہے مثلاً وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی (۸: ۱۷) اے پیغمبر جب تو نے تیر چلائے تو تم نے تیر نہیں چلائے بلکہ اللہ تعالیٰ نے تیر چلائے۔
لیکن جب اقوال کے متعلق ہو تو "قذف" کی طرح اس کے معنی تہمت طرازی کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں یا آگے آیت نمبر ۶ میں۔ یَرْمُوْنَ وہ تہمت لگاتے ہیں۔
= اَلْمُحْصَنٰتِ۔ پاکدامن عورتیں۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔
ثعلب نے کہا ہے کہ پاکدامن عورت کو مُحْصِنَۃٌ (اسم فاعل) بھی کہا جاتا ہے اور مُحْصَنَۃٌ

(اسم مفعول) بھی۔
اور شوہر والی کو مُحْصَنَۃٌ (اسم مفعول) کہیں گے۔ کیونکہ اس کی حفاظت اس کا شوہر کرتاہے۔ یعنی وہ شوہر کی حفاظت میں ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۴:۲۴)
۸:۲۴ = یَدْرَءُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب دَرْءٌ مصدر (باب فتح) سے وہ دور کرتاہے وہ دور کردے گا۔ دور کرسکتا ہے ۔ٹال سکتاہے۔
= عَنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع وہ عورت جس کے خاوند نے اس پر زنا کی تہمت لگائی ہو۔
= اَلْعَذَابَ سے مراد دنیوی عذاب حد ہے۔
= تَشْهَدَ۔ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ کے ہے۔ وہ (عورت) شہادت دے۔ وہ گواہی دے۔
اس جملہ میں یَدْرَءُوْا فعل اَلْعَذَابَ مفعول اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ م بِاللّٰهِ فاعل ہے یَدْرَءُوْا کا۔ اس کا اللہ کی قسم چار بار کھانا اس سے (اس تہمت کا) عذاب کو ٹال سکتاہے۔ یعنی اگر وہ چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس کا خاوند جس نے تہمت لگائی ہے جھوٹوں میں سے ہے تو یہ قسم کھانا اس سے عذاب کو ٹال سکتاہے۔
۹:۲۴ = وَالْخَامِسَةَ اس کا عطف اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍ پر ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے
۱۰:۲۴ = وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ اللّٰهِ کے بعد جواب شرط محذوف ہے
ای ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ لفضحکم وعاجلکم بالعقوبۃ۔
اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو وہ ضرور تم کو رسوا کرتا اور تمہارے فعل کا مؤاخذہ کرکے تم کو سزا دیتا۔
اس میں خطاب تہمت لگانے والے مردوں اور مرمیات (عورتیں جن پر تہمت لگائی گئی ہو) سے ہے۔
۱۱:۲۴ = اِفْكٌ ۔ اَلْاِفْكُ ہر وہ چیز جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بناپر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑدیں مُؤْتَفِكَةٌ کہاجاتاہے۔ قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى (۵۳ : ۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا۔ (اس میں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی اِفْكٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد جھوٹ۔ بہتان۔ افترا۔ پردازی ہے۔
اَفَكَ يَأْفِكُ (ضرب) اَفِكَ يَأْفَكُ (سمع) افك کسی شے کا اپنے اصلی رُخ سے پھرنا۔

= عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ۔ عُصْبَةٌ جماعت۔ گروہ۔ یہ عَصْبٌ سے ماخوذ ہے۔ اَلْعَصَبُ کے معنی بدن کے پٹھے جو جوڑوں کو تھامے ہوئے ہیں۔ لَحْمٌ عَصِبٌ بہت پٹھوں والا گوشت۔ پھر عام طور پر مضبوطی کے ساتھ باندھنے پر عَصَبٌ کا لفظ بولا جاتا ہے اَلْعُصْبَةُ وہ جماعت جس کے افراد ایک دوسرے کے حامی اور مددگار ہوں۔ جیسے وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ (۱۲: ۸) حالانکہ ہم جماعت (کی جماعت ہیں) یعنی ہم باہم متفق ہیں اور ایک دوسرے کے یار و مددگار تم میں سے ایک جماعت۔ تم میں سے ایک گروہ۔
عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ خبر ہے اِنَّ کی۔

= لَا تَحْسَبُوْهُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم اس کے متعلق خیال مت کرو۔ تم اس کے بارے میں گمان مت کرو۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع الافك ہے۔

= شَرًّا۔ برائی۔ شر۔ خیر کی ضد ہے۔

= لَكُمْ تمہارے لئے۔ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ۔ تم اسے اپنے لئے بُرا مت خیال کرو۔
اس میں خطاب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کے والدین اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم و صفوان بن معطل سے ہے یا جملہ مومنین سے جو اس افترا سے رنجیدہ اور غمگین تھے۔

= لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ۔ ان میں سے ہر شخص کے لئے۔ اس میں ھُمْ ضمیر کا مرجع وہ گروہ ہے جو اس افتراء میں شریک تھا۔ ای من الذین جاؤا بالافك۔

= تَوَلّٰى۔ اس نے اٹھایا۔ وہ متولی ہوا۔ تَوَلِّيْ سے ماضی واحد مذکر غائب۔

= كِبْرَهٗ۔ اسم مصدر مضاف ہٗ مضاف الیہ۔ اس کی بڑی ذمہ داری۔ اس کا بڑا بوجھ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ۔ اور جس شخص نے ان میں سے اس افترار کا سب سے بڑا بوجھ اٹھایا۔ (یعنی سب سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا) یعنی عبداللہ بن اُبی

۲۴: ۱۲ = لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا۔ جب تم نے یہ را فواہ افک سُنی تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے کیوں نہ اپنوں کے حق میں نیک گمان کیا۔

ضیاء القرآن میں ہے:۔
اللہ تعالیٰ مومنوں کو عتاب فرما رہے ہیں اور سرزنش کر رہے ہیں کہ تم نے سنتے ہی اس بہتان کی تردید کیوں نہ کردی اس میں تردد کی غلطی کیوں کی تمہیں تو فوراً کہہ دینا چاہیئے تھا۔ هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ : یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔
بِاَنْفُسِهِمْ سے مراد بعض نے بِاِخْوَانِهِمْ وَاَهْلِ دِيْنِهِمْ لیا ہے یعنی جب تم نے یہ افواہ سنی تو کیوں نہ مومنین اور مومنات نے اپنے دینی بھائیوں (حضرت عائشہ رض اور حضرت صفوان بن معطل رض) کے متعلق نیک گمان کیا۔
بِاَنْفُسِهِمْ بمعنی اپنے دلوں میں۔ از خود۔ اپنے اعتماد نفس کی بناء پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کرکے۔ بھی لیا گیا ہے (حقانی، مولانا ابوالکلام آزاد) یعنی جب تم نے یہ افواہ سنی تو کیوں نہ مومن مردوں (مثلاً حسان بن ثابت۔ مسطح بن اثاثہ) اور مومن عورتوں (مثلاً حمنہ بنت جحش) نے خود ہی اپنے اعتماد نفس کی بناء پر اور اپنے ساتھ نیکی کا گمان کرکے کہہ دیا کہ یہ تو کھلی ہوئی تہمت ہے
۲۴: ۱۳ = عَلَيْهِ۔ ای علی القذف۔ اپنی تہمت کے ثبوت میں۔
۲۴: ۱۴ = اَفَضْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ افاضة (افعال) سے مصدر۔ تم نے پھیلایا۔ تم منتشر ہوئے۔ ف ی ض مادہ۔ فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر باہر نکلنے کے ہیں۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً تَرٰىٓ اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵: ۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔
فَاضَ صَدْرُهٗ بِالسِّرِّ بھید ظاہر کرنا۔ اور اسی سے افاضوا فی الحدیث محاورہ مستعار ہے جس کے معنی باتوں میں مشغول ہو جانے اور چرچا کرنے کے ہیں۔
پس لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ کا ترجمہ ہوا: تو جس بات کا تم چرچا کرتے تھے اس وجہ سے تم پر عذاب عظیم نازل ہوتا۔
۲۴: ۱۵ = تَلَقَّوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَلَقِّيْ سے (باب تفعل) اصل میں تتلقون تھا ایک تاء حذف ہو گئی۔ تَلَقِّيْ یا تَلَقَّاهُ کے معنی کسی چیز کو پا لینے یا اس کے سامنے آنے کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۲۱: ۱۰۳) اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے۔ اور وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ (۲۷: ۶) اور تم کو قرآن عطا کیا جاتا ہے۔
باب افعال سے (اَلْاِلْقَاءُ) بمعنی کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے پر القاء کا لفظ بولا جاتا ہے جیسے وَكَذٰلِكَ

اَلْقَى السَّامِرِيُّ (۲۰:۸۷) اور اسی طرح سامری نے ڈال دیا۔

تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ (جب) تم اس (افواہ) کو اپنی زبانوں سے لے رہے تھے یعنی تمہا
زبانیں اس افواہ کو (ایک دوسرے سے) لیتی چلی جارہی تھیں۔ کہ تم اپنی زبانوں سے اس کا چرچا کر رہے

= هَيِّنًا۔ ہلکی۔ معمولی۔ آسان۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْنٌ سے (باب نصر) صفت مشبہ کا
صیغہ ہے۔

۲۴:۱۷ = يَعِظُكُمُ اللّٰهُ۔ يَعِظُ مضارع واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حا
وَعْظٌ مصدر۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے۔

= تَعُوْدُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَوْدٌ مصدر (باب نصر) اصل میں تَعُوْدُوْنَ
تھا۔ اَنْ کے عمل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ تم پھر آؤ۔ تم پھر کرو۔

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا۔ اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھ
اسی قسم کی حرکت کبھی نہ کرنا۔

۲۴:۱۹ = تَشِيْعَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ شُيُوْعٌ مصد
(باب ضرب) (کہ) وہ آشکار ہوئے۔ وہ فاش ہوئے۔ اس کا چرچا ہوئے۔

اَلشَّاعُ کے معنی ہیں منتشر ہونا۔ تقویت دینا۔ شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئ
اور قوت پکڑ گئی۔ شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر ہوگئی اور زیادہ ہوگئی۔

= اَلْفَاحِشَةُ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بیحیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے۔ یہ
مراد زنا ہے۔ یا تہمت زنا ہے۔

= فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ متعلق بہ اَنْ تَشِيْعَ۔

۲۴:۲۰ = وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ۔ جواب شرط محذوف ہے
(ملاحظہ ہو ۲۴:۱۰)

اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا تکرار مبالغہ کے لئے ہے اور مخاطبین کی توبیخ کے۔

۲۴:۲۱ = خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ مضاف مضاف الیہ

خَطَوْتُ اَخْطُوْ۔ کے معنی چلنے کے قدم اٹھانے کے ہیں۔ خَطْوَةٌ ایک بار قد
اٹھانا اَلْخُطْوَةُ وہ فاصلہ جو دو قدموں کے درمیان ہو۔ اس کی جمع خُطُوٰتٌ ہے۔

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ۔ شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ یعنی شیطان کی
اتباع نہ کرو۔ فَاِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب شَيْطٰن کے لئے ہے۔

= اَلْمُنْكَر۔ بُرا کام۔ وہ قول یا فعل جس کو عقلِ سلیم بُرا جانتی ہو یا شریعت نے اسے بُرا قرار دیا ہو۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِنْکَارٌ مصدر۔
= مَا زَکٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ پاک صاف نہ ہوا۔
= مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ۔ تم میں سے کوئی بھی۔
= اَبَدًا۔ کبھی بھی۔
= یُزَکِّیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَزْکِیَۃٌ مصدر (باب تفعیل) وہ پاک کرتا ہے پاک قرار دیتا ہے۔
٢٢:٢۴ = لَا یَاْتَلِ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ (جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے) اِیْتِلَاءٌ (باب افتعال) اصل یَاْتَلِیُ تھا لَا کے آنے سے آخری حرف محرک ساکن ہو گیا۔ لام کے سکون سے ی گر گئی ی کی رعایت سے لام کا کسرہ بحال ہو گیا۔ لَا یَاْتَلِ وہ قسم نہ کھائیں۔ اَلْوَۃٌ۔ اَلِیَّۃٌ اور اَلِیٌّ قسم۔
= اُولُوا الْفَضْلِ۔ اُولُوا السَّعَۃِ۔ ای الزیادۃ فی الدین والزیادۃ فی المال۔ جو دین میں بلند مرتبہ کے مالک ہیں اور جو مال و دولت میں وسعت رکھتے ہیں۔
= اَنْ یُّؤْتُوْا۔ ای علی ان لا یؤتوا۔ اوکراھۃ ان یؤتوا۔ (اس بات کی قسم کہ) وہ نہ دیں گے۔ یا دینے میں کراہت محسوس کریں۔
= لِیَعْفُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر غائب۔ عَفْوٌ سے۔ چاہئے کہ وہ معاف کریں
= وَلْیَصْفَحُوْا۔ فعل امر جمع مذکر غائب صَفْحٌ مصدر (باب فتح) چاہئے کہ وہ درگذر کریں۔

٢٣:٢۴ = یَرْمُوْنَ۔ ملاحظہ ہو ٢۴:٦
= لُعِنُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب لَعْنٌ مصدر (باب فتح) ان پر لعنت کی گئی وہ ملعون ہوئے۔ وہ رحمت سے دور کئے گئے۔
٢٥:٢۴ = یُوَفِّیْھِمُ اللّٰہُ۔ یُوَفِّیْ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ تَوْفِیَۃٌ تفعیل سے مصدر۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اَللّٰہُ فاعل۔ اللہ ان کو پورا پورا دے گا۔
= دِیْنَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یُوَفِّیْ کا مفعول ثانی۔ بمعنی جزا۔ ان کا بدلہ۔
اَلْحَقَّ۔ منصوب بوجہ صفت دِیْنَ موصوف کے۔ پورا پورا۔ واجب۔ جس کے

وہ مستحق ہیں یعنی اس روز اللہ تعالیٰ ان کو ان کا واجبی بدلہ پورا پورا دے گا۔

= اَلْحَقُّ الْمُبِیْنُ۔ یعنی ٹھیک ٹھیک صحیح فیصلہ کرنے والا۔ اور ہر امر کے پہلو کو بوضاحتِ تامہ بیان کرنیوالا۔

۲۴ : ۲۶ = مُبَرَّءُوْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مُبَرَّءٌ واحد۔ تَبْرِئَۃٌ (تفعیل) مصدر بری کئے ہوئے (اللہ کی طرف سے) بری قرار دیئے ہوئے۔ بَرْءٌ وبَرَاءٌ کا اصل مفہوم کسی بُری بات اور امر مکروہ سے چھٹکارا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ۔ میں تندرست ہوگیا اَبْرَأْتُہٗ مِنْ کَذَا میں نے اس کو تہمت سے بری کر دیا۔ بَرَاءَۃٌ بمعنی بیزاری جیسے بَرَاءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (۹ : ۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان اسی مادہ سے اَلْبَارِئُ پیدا کرنے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے

۲۴ : ۲۷ = تَسْتَاْنِسُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر استیناس (استفعال) جس کے معنی انس پکڑنے کے ہیں۔ یعنی جب تک تم (اہل خانہ) سے انس (نہ) پیدا کرلو۔ تم ان سے اجازت نہ لے لو۔ تم ان سے اذن نہ لے لو۔

= تُسَلِّمُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم سلام (نہ) کرلو۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیلٌ) سے بمعنی سلام کرنا۔

۲۴ : ۲۹ = جُنَاحٌ۔ گناہ۔ جرم۔

اَلْجَنَاحُ پرندہ کا بازو۔ قرآن مجید میں ہے وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْہِ (۶ : ۳۸) اور نہ کوئی پرندہ جو اپنے دونوں بازوؤں پر اڑتا ہے۔ پھر کسی چیز کے دونوں جانب کو بھی جَنَاحَیْنِ کہتے ہیں۔ مثلاً جَنَاحَا السَّفِیْنَۃِ (سفینہ کے دونوں جانب یا جَنَاحَا الْاِنْسَانِ انسان کے دونوں پہلو۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاضْمُمْ یَدَکَ اِلٰی جَنَاحِکَ (۲۰ : ۲۲) اپنا ہاتھ اپنے پہلو سے لگالو۔

پھر جَنَحَ بمعنی مائل ہونا۔ ایک جانب کو مائل ہونا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جیسے جَنَحَتِ السَّفِیْنَۃُ کشتی ایک جانب کو مائل ہوگئی۔ اسی لئے ہر وہ گناہ جو انسان کو حق سے دوسری طرف مائل کردے اسے جناح کہا جاتا ہے پھر عام گناہ کے معنی میں استعمال ہونے لگا

= غَیْرَ مَسْکُوْنَۃٍ۔ جس میں کوئی سکونت نہ رکھتا ہو۔ جس میں کوئی آباد نہ ہو۔

= فِیْھَا کا تعلق مَتَاعٌ لَّکُمْ جس میں تمہارا سامان ہو۔ اور ھَا کا مرجع بُیُوْتٌ ہے

= یَغُضُّوْا۔ اس میں لام امر مقدرہ ہے۔ یعنی کلام یوں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ لِیَغُضُّوْا

مومنوں سے کہو چاہئے کہ وہ (اپنی آنکھیں) نیچی رکھیں۔ یا یہ قُلْ کے جواب میں ہے اور مفعول القول مقدر ہے یعنی کہ کہا گیا ہے قل للمومنین غُضُّوْا فان تقل لھم غضوا یغضوا۔ تم مومنوں سے کہو اپنی (نگاہیں) نیچی رکھو اگر تم ان سے کہو گے اپنی نگاہیں نیچی رکھو (تو) وہ اپنی (نگاہیں) نیچی رکھیں گے۔

اَلْغَضُّ آنکھوں کے ایک پپوٹے کا دوسرے پپوٹے پر منطبق ہو جانا۔ مراد نگاہوں کا جھک جانا علامہ راغب اصفہانی المفردات میں رقمطراز ہیں:۔

الغَضُّ (نصر) کے معنی کمی کرنے کے ہیں خواہ نظر اور صورت میں ہو یا کسی برتن میں سے کچھ کم کرنے کی صورت میں ہو۔ جیسے کہ قرآن مجید میں آواز کو کم کرنے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے مثلاً وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ (۳۱:۱۹) اور بولتے وقت آواز نیچی رکھنا۔

= مِنْ اَبْصَارِهِمْ۔ مِنْ صلہ کے طور پر استعمال ہوا ہے یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں۔

بعض کے نزدیک مِنْ تبعیضیہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ زائدہ ہے۔

= یَحْفَظُوْا۔ یَغُضُّوْا کی طرح یہاں بھی لام امر مقدرہ ہے ای لیحفظوا۔ چاہئے کہ وہ بچائیں۔ محفوظ رکھیں۔ (حرام سے)

= فُرُوْجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی شرمگاہیں۔ الفرج والفرجۃ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں۔ جیسے دیوار میں شگاف، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کشادگی کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

= اَزْکٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زَکَا یَزْکُوْ (باب نصر) زَکَاءٌ و زُکُوٌّ بمعنی پاک ہونا نیک ہونا سے اَزْکٰی زیادہ ستھرا۔ زیادہ پاک۔

۲۴:۳۱ = لَا یُبْدِیْنَ۔ فعل نہی جمع مؤنث غائب اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر وہ ظاہر نہ کریں

= مَا ظَهَرَ مِنْهَا۔ مَا موصولہ ہے منھا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع زینۃٌ ہے وہ اپنی آرائش و زیبائش کو ظاہر نہ کریں سوائے زینت کے اس حصہ کے (جو اکثر عادۃً یا جبلۃً) کھلا ہی رہتا ہے (مثلاً چہرہ، ہتھیلیاں، پاؤں)

= وَلْیَضْرِبْنَ۔ لیضربن فعل امر جمع مؤنث غائب ضَرْبٌ مصدر۔ یہاں ضَرَبَ بمعنی وَضَعَ ہے بمعنی رکھنا۔ جیسے ضَرَبْتُ بِیَدِیْ عَلَى الحائط۔ ای وضعتھا علیہ۔ میں نے دیوار پر ہاتھ رکھا۔ لِیَضْرِبْنَ چاہئے کہ وہ عورتیں ڈال لیں۔

= خُمُرِهِنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی اوڑھنیاں ۔ ان کی چادریں ۔ خِمَارٌ کی جمع ۔

= جُیُوْبِھِنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کے گریبان ۔ جَیْبٌ کی جمع ۔

لِیَضْرِبْنَ بِخُمُرِھِنَّ عَلٰی جُیُوْبِھِنَّ ۔ چاہئے کہ وہ عورتیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں ۔

= بُعُوْلَتِھِنَّ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان عورتوں کے شوہر ۔ بُعُوْلَۃٌ بَعْلٌ کی جمع ہے جیسے کہ فَحْلٌ کی جمع فُحُوْلَۃٌ ہے ۔

= نِسَآئِھِنَّ ۔ ان کی ہم مذہب عورتیں ۔ مومن عورتیں ۔ (کافرہ عورت شریعت میں اجنبی مرد کے حکم میں ہے اس سے بھی پردہ واجب ہے)

= التّٰبِعِیْنَ ۔ طفیلیوں کے طور پر رہنے والے مرد ۔ جس سے وہ لوگ مراد ہیں جو بچا کھچا کھانے کو پیچھے ہولیں ۔ (خدمت گار ، کمیرے ، غلام وغیرہ)

= اَلْاِرْبَۃِ ۔ کے معنی سخت حاجت کے ہیں جسے دور کرنے کے لئے حیلہ اور تدبیر کرنی پڑے ۔ یہاں حاجت سے مراد حاجت نکاح ہے ۔ اُولِی الْاِرْبَۃِ ۔ جن کو نکاح کی حاجت ہو ۔ غَیْرُ اُولِی الْاِرْبَۃِ وہ جن کو نکاح کی حاجت نہ ہو ۔

التّٰبِعِیْنَ غَیْرُ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ ۔ مردوں میں سے ایسے طفیلی جن کو حاجتِ نکاح نہ رہی ہو ۔ (مدار حکم سلبِ حواس پر ہے نہ کہ تابع پر)

= لَمْ یَظْھَرُوْا ۔ مضارع نفی جحد بلم ۔ جمع مذکر غائب عَلٰی کے صلہ کے ساتھ ۔ جو عورات النساء سے ابھی واقف نہ ہوئے ہوں ۔ یعنی ایسے بچے جو ابھی شہوانیت کے معنی ہی سے واقف نہ ہوئے ہوں یہ معنی نہیں کہ ابھی باقاعدہ بالغ نہیں ہوئے ہیں ۔

= عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ چھپی باتیں ۔ پردہ کی باتیں ۔ عَوْرَۃٌ کی جمع ، العورۃ انسان کے مقام ستر کو کہتے ہیں مگر یہ کنایۃً معنی ہیں ۔ اصل میں یہ عار سے مشتق ہے اور مقامِ ستر کھلنے سے بھی انسان کو عار محسوس ہوتی ہے اس لئے اسے عورت کہا جاتا ہے ۔ عورت کو بھی عورت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے بے ستر رہنے کو باعث عار سمجھا جاتا ہے ۔

لَمْ یَظْھَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ (ایسے لڑکے جو) عورتوں کے پردے کی باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں ۔

العورۃ کے معنی کپڑے یا مکان وغیرہ میں شگاف کے بھی ہیں مثلاً جیسے قرآن مجید میں ہے کہ

اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ وَّمَا ھِیَ بِعَوْرَۃٍ۔ (۳۳: ۱۳) کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے۔ یعنی ان میں جگہ جگہ رخنے پڑے ہوئے ہیں جن میں سے جو چاہے کسی وقت بھی اندر گھس سکتا ہے (یعنی غیر محفوظ ہیں)

= لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِھِنَّ۔ چاہئے کہ وہ نہ ماریں اپنے پاؤں (زور سے زمین پر) یعنی پاؤں زور سے مار مار کر نہ چلیں۔

۲۴: ۳۲ = اَلْاَیَامٰی۔ بغیر بیوی والے مرد۔ بغیر شوہر والی عورتیں اس کا واحد اَیِّمٌ ہے یعنی بے نکاحوں کا نکاح کرو

= اِمَائِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لونڈیاں۔ اِمَاءٌ اَمَۃٌ کی جمع ہے اس کا عطف عِبَادِکُمْ پر ہے۔

= الصّٰلِحِیْنَ۔ یہاں صالحین سے مراد نیک اور مومن غلام وکنیزیں بھی ہو سکتا ہے اور ایسے غلام اور لونڈیاں جو خانہ داری کا بوجھ اٹھانے اور ازدواجی ذمہ داریاں نبھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

= یَکُوْنُوْا۔ فعل مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ جمع مذکر غائب۔ اس میں تمام بغیر بیوی کے مرد بغیر خاوند کی عورتیں۔ صالحین غلام و لونڈیاں آگئیں۔ یعنی فقر و غربت ان کے نکاح میں حائل نہ ہو کیونکہ فقر و غنا مشیت ایزدی پر منحصر ہے نکاح اس کا باعث نہیں۔

= یُغْنِھِمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب (جس کا مرجع اللہ ہے) ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اللہ ان کو (اپنے فضل سے) غنی کر دے گا۔

= وَاسِعٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَعَۃٌ مصدر۔ وسیع فضل والا۔ وسیع بخشش والا۔

ھو یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر حسبما تقتضیہ الحکمۃ والمصلحۃ

وہی کشائش رزق عطا کرتا ہے جس کو چاہے اور کم کرتا ہے جس کے لئے چاہے جیسا جیسا اس کی حکمت اور مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے۔

۲۴: ۳۳ = لِیَسْتَعْفِفْ۔ فعل امر، واحد مذکر غائب استعفاف (استفعال) مصدر وہ بچتا رہے۔ وہ پاکدامن رہے۔ اَلْعِفَّۃُ نفس میں ایسی حالت کا پیدا ہو جانا جس کے ذریعہ وہ غلبۂ شہوت سے محفوظ رہے۔ اصل میں اس کے معنی تھوڑی سی چیز پر قناعت کرنے کے ہیں جو بمنزلہ عفافت یعنی بچی کھچی چیز کے ہو۔

وَالَّذِیْنَ مِمَّا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ تمہارے غلاموں میں سے وہ لوگ جو.....

= یَبْتَغُوْنَ الْکِتٰبَ۔ ای یطلبون المکاتبۃ جو مکاتبت کے خواہاں ہوں۔
یَبْتَغُوْنَ مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ ابتغاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ وہ ڈھونڈ ھتے ہیں۔

مکاتبت اصطلاح شریعت میں غلام اور آقا کے مابین اس معاہدہ کو کہتے ہیں جس میں غلام اپنے آقا سے کہے کہ میں اتنی مدت میں اتنی رقم ادا کروں گا یا میں فلاں خدمت انجام دوں گا تو مجھے اس کے بدلہ میں آزاد کیا جائے۔ معاہدہ کرنے والا غلام مکاتب کہلائے گا۔

= فَکَاتِبُوْھُمْ۔ پس تم ان سے مکاتبت کرلو۔

= اٰتُوْھُمْ۔ اٰتُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِیْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم دو۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع وہ غلام جو مکاتبت کے خواہاں ہوں۔

یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے ہے یعنی جب ایسے غلام اپنے آقاؤں سے مکاتبت کرلیں تو تم ان کو شرطِ معاہدہ پورا کرنے میں مالی امداد کرو۔

= لَا تُکْرِھُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم جبر نہ کرو۔ تم مجبور نہ کرو۔ اِکْرَاہٌ (افعال) سے جس کا معنی کسی کو ایسے کام پر مجبور کرنا جو اسے ناپسند ہو۔

= فَتَیٰتِکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لونڈیاں۔ تمہاری باندیاں۔

فتاۃ واحد مؤنث۔ فَتٰی۔ مذکر۔ نوجوان لڑکا۔ خادم۔ فتیات۔ نوجوان عورتیں لیکن یہاں لونڈیاں مراد ہیں۔

= اَلْبِغَاءِ۔ بَغْیٌ سے مشتق ہے۔ البغی کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے تجاوز کرنے کی خواہش کرنا۔ خواہ تجاوز کرسکے یا نہ۔ بغی محمود اور مذموم۔ ہر دو معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ محمود مثلاً حد عدل و انصاف سے تجاوز کرکے مرتبہ احسان حاصل کرنا۔ یا فرض سے بڑھ کر تطوع بجالانا۔ باب افتعال سے قرآن مجید میں اکثر استعمال ہوا ہے مثلاً اِبْتِغَاءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ (۱۷:۲۸) اپنے پروردگار کی رحمت کے انتظار میں۔ یا اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْہِ رَبِّہِ الْاَعْلٰی (۹۲:۲۰) اپنے خداوند اعلیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے۔

مذموم۔ مثلاً حق سے تجاوز کرکے باطل یا شبہات میں واقع ہونا۔ قرآن مجید میں اکثر بَغْیٌ (باب ضرب و نصر) بمعنی مذموم ہی آیا ہے۔ جیسے یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ (۱۰:۲۳) تو ملک میں ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں۔ یا۔ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰھُمَا عَلَی الْاُخْرٰی۔ فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ۔ (۴۹:۹) اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو

زنا کو بھی بغی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں بھی حدود عفت سے تجاوز کے معنی پائے جاتے ہیں۔ البغاء ای الزنا۔ بغی زنا کار۔ فاحشہ عورت۔ بَغَایَا زنا کار عورتیں (جمع)
لَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ۔ اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو۔
= تَحَصُّنًا۔ پرہیزگاری۔ بچے رہنا۔ مصدر ہے (باب تفعل) تَحَصُّنًا کے اصل معنی قلعہ بند ہونے کے ہیں۔ (حصن قلعہ) پھر اس کا استعمال ہر طرح کی حفاظت کے متعلق ہونے لگا یہاں پاک دامنی کے معنی میں آیا ہے۔
= لِتَبۡتَغُوۡا۔ لام تعلیل کا ہے۔ تَبۡتَغُوۡا جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تبتغون تھا۔ عامل کے آنے کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔ (یہ) اس لئے کہ تم حاصل کر سکو۔ کہ تم چاہتے ہو۔
= عَرَضَ۔ مال و متاع۔ سامان۔ اسباب۔ مضاف، الحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا۔ موصوف و صفت۔ مل کر مضاف الیہ۔ دنیوی زندگی کا سامان۔ یا فائدہ۔
وَلَا تُكۡرِهُوۡا فَتَيٰتِكُمۡ عَلَى الۡبِغَآءِ لِتَبۡتَغُوۡا عَرَضَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا اِنۡ اَرَدۡنَ تَحَصُّنًا۔ اور محض دنیوی زندگی کے عارضی فائدہ کی خواہش کے لئے اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔ اگر وہ اپنی عفت کو محفوظ رکھنا چاہتی ہیں۔
= یُكۡرِهۡهُنَّ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِكۡرَاهٌ (افعال) مصدر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث۔ جو ان کو مجبور کرے گا۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ مِنۡۢ بَعۡدِ اِكۡرَاهِهِنَّ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝ ای فان الله من بعد اکراھھن (لھن) غفور رحیم۔ سو اللہ ان کے مجبور کئے جانے کے بعد (ان کے لئے) بخشنے والا ہے بعض نے غفور لھم لیا ہے یعنی اگر انہوں نے توبہ کر لی تو خدا ان کو بخش دیگا بعض نے لھم و لھن کہا ہے لیکن اصح یہی لَهُنَّ ہے۔ حضرت ابن مسعود رض۔ جابر بن عبد اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم کی قرأت یہی ہے۔
قرآن حکیم میں اور جگہ ارشاد ہے اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ۔ (۱۶: ۱۰۶) بجز اس صورت کے کہ اس پر زبردستی کی جائے درآں حالیکہ اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو (تو وہ عذاب سے مستثنیٰ ہے)
بعض نے اس کو یوں لیا ہے ومن یکرھھن (فعلیہ وبال اکراھھن لا یتعدی الیھن) فان اللہ بعد اکراھھن غفور رحیم لَهُنَّ۔ جس نے ان کو مجبور کیا اس مجبوری کا بد انجام اسی پر ہوگا۔ ان پر نہیں پہنچے گا۔ سو اللہ تعالیٰ ان کے مجبور کئے جانے

کے بعد ان کے لئے بخشنے والا ہے اور مہربان ہے۔ لیکن یہ ظاہر سے ہٹ کر ہے اور بلا ضرورت متعدد اضمار کا اضافہ ہو گیا ہے۔

۲۴: ۳۴ = اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ۔ کے مندرجہ ذیل چار مفعول ہیں۔

(۱) كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مفعول لہٗ۔

(۲) اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ احکام و ہدایات کو واضح طور پر بیان کرنیوالی آیات۔

(۳) ان قوموں کی عبرتناک مثالیں جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں۔

(۴) متقیوں کے لئے نصیحت کی باتیں۔

۲۴: ۳۵ = نُوْرٌ۔ اگرچہ نور کی تعریف میں علماء بڑی دقیق بحثوں میں گئے ہیں لیکن آسان فہم اس سے مراد وہ تعریف ہے جو صاحب لسان العرب اور حضرت امام غزالیؒ نے کی ہے کہ:۔

نور اس کو کہتے ہیں جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔

النُّوْرُ۔ وہ پھیلنے والی روشنی جو اشیاء کے دیکھنے میں مدد دیتی ہے اور یہ دو قسم پر ہے:۔

۱۔ دنیوی۔ اور۔ ۲۔ اُخروی۔

نور دنیوی پھر دو قسم پر ہے:۔

۱۔ معقول۔ جس کا ادراک بصیرت سے ہوتا ہے یعنی امور الٰہیہ کی روشنی میں جیسے عقل۔ یا قرآن کی روشنی۔

۲۔ محسوس۔ جس کا تعلق بصر سے ہے جیسے چاند سورج، ستارے اور دیگر اجسام نیرہ۔

چنانچہ نور الٰہی کے متعلق فرمایا:۔

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (۵: ۱۵) بیشک خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب تمہارے پاس آچکی ہے۔

اور نور حسی کے متعلق فرمایا:۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا۔ (۱۰: ۱۵) وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور فرمایا:۔

حضرت ابن عباس اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نور کا معنی ہادی بھی منقول ہے

= مِشْكٰوةٍ۔ اسم۔ وہ طاق جس میں چراغ رکھتے ہیں۔ چراغدان۔ ایسا طاق جو کہ دیوار کے آر پار نہ ہو بلکہ اس کی محض سامنے کی طرف کھلی ہو باقی تینوں اطراف سے بند ہو۔ مشکو مادہ

= مِصْبَاحٌ ۔ اسم آلہ۔ واحد مصابیح جمع۔ چراغ صبح۔ مادہ
= زُجَاجَةٍ ۔ شیشہ (کا فانوس)
= کَوْکَبٌ ۔ ستارہ۔ کَوَاکِبُ ۔جمع۔ستارے۔
= دُرِّیٌّ ۔ درخشندہ۔ چمکتا ہوا۔ یؔ نسبتی ہے دُرٌّ کی طرف منسوب ہے جس کے معنی موتی کے ہیں۔ یعنی موتی کی طرح چمکدار۔

کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ۔ یہ زُجَاجَةٌ کی صفت ہے یعنی وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے جو موتی کی طرح چمک رہا ہے۔

= یُوْقَدُ ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْقَادٌ مصدر (افعال) جو روشن کیا گیا ہے۔ وقد مادہ۔ اَوْقَدَ یُوْقِدُ ۔ چراغ جلانا۔ آگ جلانا۔ وقودٌ ایندھن

= شَجَرَةٍ مُّبَارَکَةٍ زَیْتُوْنَةٍ ۔ مبارکۃٍ ۔ صفت ہے شَجَرَةٌ کی۔ مبارک بوجہ کثیر المنافع ہونے کے۔ کہ اس کا تیل نسبتاً زیادہ صاف۔ کم دھواں دینے والا۔ زیادہ روشنی دینے والا ہوتا ہے۔ یا اس سے مراد ملک شام کے درخت (زیتون) سے ہے اور شام بابرکت تختۂ زمین ہے جہاں ستر نبی پیدا ہوئے۔ زَیْتُوْنَةٍ بدل ہے شَجَرَةٍ کا

= لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ (جو) نہ پورب رُخ ہے اور نہ پچھم رُخ ہے

اس جملہ کے علماء نے متعدد معانی لئے ہیں۔

(۱) نہ اس کے جانب شرقی میں کوئی آڑ ہے اور نہ جانب غربی میں۔ اس کا فیض شرق و غرب کے ساتھ مخصوص نہیں۔ کوئی جانب اس سے خالی نہیں وہ مقید کسی جہت کے ساتھ نہیں۔ (تفسیر ماجدی)

(۲) جو کھلے میدان میں یا اونچی جگہ واقع ہو۔ جہاں صبح سے شام تک اس پر دھوپ پڑتی ہو کسی آڑ میں نہ ہو کہ اس پر صرف صبح کی یا صرف شام کی دھوپ پڑے۔ (تفہیم القرآن)

(۳) نہ ایسا درخت کہ اس پر ہر وقت دھوپ پڑتی رہے اور نہ ایسا کہ ہر وقت وہ سایہ میں رہے اور کبھی دھوپ پڑے ہی نہ۔ بلکہ ایسا کہ مناسب وقت میں دھوپ میں ہو اور مناسب وقت کے لئے سایہ میں۔ (ابوحیان۔ کذا فی روح المعانی)

(۴) بمعنی الشامی۔ یعنی ملک شام کا کہ یہ ملک کرۂ ارض کے وسط میں ہے (کذا فی الخازن)

(۵) یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ شجر دنیا کے اشجار میں سے نہیں کیونکہ دنیا کے درختوں میں سے تو یا شرقی ہوگا یا غربی۔

لَا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ یہ جملہ زیتونۃ کے موضع صفت میں ہے۔

= یَكَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ۔ یُضِیْٓءُ مضارع واحد مذکر غائب اضاءة (افعال) مصدر قریب ہے کہ بھڑک اُٹھے۔ یا جل اُٹھے۔ یعنی یوں معلوم دیتا ہے کہ ابھی جل اٹھے گا۔
زَیْتُهَا مضاف مضاف الیہ اس کا تیل ھا ضمیر کا مرجع شجرة زیتونة ہے
= لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ۔ لَمْ تَمْسَسْ مضارع نفی حجد بلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع زیت ہے (اگرچہ) آگ اسے چھوئے بھی نہ۔
= نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ۔ نور کے اوپر نور۔ نور در نور۔ چند در چند نور۔
مثال میں انتہائی تیز روشنی کے چراغ کا تصور دیا گیا ہے۔ چراغ کو انتہائی صاف اور روشن فانوس میں رکھا گیا ہے۔ جو موتی کی طرح چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ پھر اسے ایک ایسے طاق میں رکھا گیا ہے جو تین اطراف سے بند ہو اور صرف سامنے کی طرف ہی کھلا ہو یعنی اس کی روشنی چاروں طرف بکھرنے نہ پائے بلکہ ایک ہی طرف مرکوز ہو۔ پھر اس چراغ میں ایسا تیل ہو جو زیتون کے درخت کا ہو (زیتون کا تیل سب تیلوں سے زیادہ صاف شفاف اور خوبیوں والا شمار ہوتا ہے) اور وہ زیتون کا درخت بھی ایسا کہ جو نہ شرقی ہو اور نہ غربی اور اپنی خوبیوں کے انتہائی درجہ میں ہو کہ بغیر آگ دکھائے یوں معلوم ہو کہ ابھی بھڑک اٹھے گا۔ پس ایسے چراغ کی روشنی نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہو گی۔
اس تمثیل کی مفسرین نے مختلف تاویلیں کی ہیں جو کتب تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں
= لِنُوْرِهٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ لِنُوْرِهٖ ای الی نُوْرِهٖ
۲۴:۳۶ = فِیْ بُیُوْتٍ۔ ای ذٰلك المصباح یُوْقَدُ فِیْ بُیُوْتٍ۔ چراغ روشن کیا جاتا ہے (ان) گھروں میں۔ یہاں بیوت سے مراد مساجد ہیں۔
= اَذِنَ۔ ای اَمَرَ۔ اس نے حکم دیا۔ اِذْنٌ مصدر۔ باب سمع۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔
= فِیْهَا۔ میں ھا ضمیر کا مرجع بیوت اور اسمہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
= تُرْفَعَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب (کہ) وہ بلند کی جاتے۔ اوپر اٹھانا۔ اوپر اٹھانے سے مراد عمارت کو اٹھانا بھی ہو سکتا ہے جیسے اذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمعیل (۲: ۱۲۷) اور جب (حضرت) ابراہیم اور (حضرت) اسماعیل (علیہما السلام) خانہ (کعبہ) کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔

اور اس کا مطلب مرتبہ کی بلندی بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ (۶:۸۳) ہم جس کے درجے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں۔

آیت ہذا میں بھی دونوں معنی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ رفع حقیقی بھی یعنی ان گھروں کی (یعنی مسجدوں کی) عمارت کو بلند کیا جائے۔ یا رفع معنوی کہ ان گھروں کی تعظیم کی جائے اور وہاں کوئی ایسا فعل نہ کیا جائے جو ادب کے منافی ہو۔

اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ۔ بُيُوْتٌ کی صفت ہے جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کی تعظیم کی جائے اور اس کا نام لیا جائے۔

= يُسَبِّحُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل رِجَالٌ (آیۃ ۳۷) ہے تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پاکی بیان کرتے ہیں۔ آیۃ ہذا میں عام اہل تفسیر نے اس سے مراد نماز پڑھنا لیا ہے۔

= اَلْغُدُوُّ۔ اَلْغُدْوَةُ کی جمع ہے۔ الغُدْوَةُ وَالغَدَاةُ کے معنی دن کا ابتدائی حصہ کے ہیں۔

= اَلْاٰصَال۔ یا اُصُلٌ کی جمع ہے جس کا معنی شام کے وقت کے ہیں۔ یا یہ اَصِيْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی عصر اور مغرب کے درمیانی وقت کے ہیں۔

— بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ بمعنی صبح و شام ہے اور یہی معنی (۷: ۲۰۵) میں مراد ہیں۔

۲۴: ۳۷ = رِجَالٌ۔ اس کا تعلق جملہ سابقہ (آیت ۳۶) سے ہے۔ ای يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ۔ ان (مساجد) میں (مومن) مرد صبح و شام اس کی تسبیح بیان کرتے ہیں

= لَا تُلْهِيْهِمْ۔ لَا تُلْهِيْ مضارع منفی واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع تجارۃ ہے) اِلْهَاءٌ (افعال) سے وہ غافل نہیں کرتی۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع رِجَالٌ ہے وہ ان کو نہیں روکتی یا وہ ان کو غافل نہیں کرتی۔

لَا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ یہ صفت رِجَالٌ کی ہے۔ یعنی ایسے مرد مومن جن کو تجارت اور بیع (ذکر اللہ۔ اقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ) غافل نہیں کرتی۔

اگرچہ تجارت ہر دو خرید و فروخت کو مشتمل ہے لیکن بیع (فروخت) کو علیحدہ لایا گیا ہے یہ اس لئے کہ فروخت میں نقد حاصل کیا جاتا ہے اس میں مزید لالچ موجود ہوتا ہے جو انسان کو ذکر الٰہی سے روک سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو جداگانہ بیان کر کے بتایا گیا ہے کہ نقد کا لالچ (بیع کی صورت میں) بھی ان کو یادِ الٰہی سے غافل نہیں کر سکتا۔

یہ رِجَالٌ کی صفت ہے۔

= اِقَامَ۔ اقامَۃٌ (افعال) مصدر سے ہے تاء کو بوجہ تخفیف حذف کر دیا گیا۔ قائم رکھنا
= اِیْتَاء۔ دینا۔ عطا کرنا۔ بروزن افعال مصدر سے ہے۔
= یَخَافُوْنَ...... الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ۔ یہ بھی رجالٌ کی صفت ہے۔
= یَوْمًا۔ ای یوم القیامۃ۔ فعل یخافون کا مفعول ہے۔ مضاف مقدرہ کا مضاف الیہ ہے ای عقاب یوم۔ ڈرتے ہیں یوم قیامت کے عذاب سے۔
= تَتَقَلَّبُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَقَلُّبٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔
وہ پھر جاتی ہے۔ وہ پھر جائے گی۔ وہ پلٹتی ہے یا پلٹ جائے گی۔ یہاں بمعنی جمع (قلوب کے لئے) آیا ہے تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ۔ ای تتقلب القلوب من الخوف فترجع الی الحنجرۃ۔ دل ڈر کے مارے حلق میں اٹک جائیں گے۔ والابصار۔ ای وتتقلب الابصار من ھول الامر و شدتہ۔ اور امر واقع کی شدت اور خوف سے تاڑے لگ جائیں گی!

۲۴:۳۸ = لِیَجْزِیَھُمُ اللّٰہُ۔ لام علت اور سبب بیان کرنے کے لئے ہے اور اس کا تعلق یُسَبِّحُ۔ لَا تُلْھِیْھِمْ اور لَا یَخَافُوْنَ سب سے ہے۔
یَجْزِیَ مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَللّٰہُ فاعل۔ تاکہ اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے۔
= اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے اس کا تعلق مَا عَمِلُوْا سے بھی ہوسکتا ہے (کہ اللہ انہیں ان کے بہترین اعمال کی جزا دے) اس صورت میں عَمِلُوْا سے مراد عام عمل بلاتخصیص ہوگا۔ ورنہ تسبیح۔ ذکر اللہ۔ اقام الصلوٰۃ۔ ایتاء الزکوٰۃ۔ تو از خود جزائے خیر کے مستحق ہیں
یا اس کا تعلق جزاء سے ہے ای لیجزیھم احسن جزاء عملھم۔ تاکہ وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزاء دے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے وَاِنْ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفْھَا وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْہُ اَجْرًا عَظِیْمًا۔ (۴:۴۰) اور اگر ایک نیکی ہوگی تو اسے دگنا کر دیگا اور اپنے پاس سے اجر عظیم دے گا۔
یا وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ (۲:۲۶۱) اور اللہ جسے چاہے افزونی دیتا رہتا ہے،
= یَزِیْدَ ھُمْ۔ ای وَلِیَزِیْدَ ھُمْ۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
۲۴:۳۹ = کَسَرَابٍ۔ کاف تشبیہ کا ہے۔ سَرَابٍ (شدتِ گرما میں دوپہر کے وقت) بیابان

میں جو پانی کی طرح چمکتی ہوئی ریت نظر آتی ہے اسے سَرَابٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بظاہر دیکھنے میں ایسے معلوم ہوتی ہے جیسے پانی بہہ رہا ہو۔ پھر اس سے ہر بے حقیقت چیز کو تشبیہ کے طور پر سَرَابٌ کہا جاتا ہے۔ کَسَرَابٍ۔ سراب کی طرح۔

= بِقِيعَةٍ۔ اَلْقِيعَةُ ہموار میدان۔ صحرا۔ دشتِ بے آب۔ کَسَرَابٍ بِقِيعَةٍ جیسے میدان میں سراب۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَ سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا (۷۸: ۲۰) اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ سراب ہو کر رہ جائیں گے۔

= اَلظَّمْاٰنُ۔ ظَمِئَ يَظْمَأُ کا مصدر ہے۔ لیکن یہاں بروزن فَعْلَانٌ صیغہ صفت آیا ہے۔ یعنی پیاسا۔ تشنہ۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَ اِنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيهَا وَ لَا تَضْحٰى (۲۰: ۱۱۹) اور تو نہ وہاں پیاسا ہے اور نہ دھوپ کھائے۔ ظ م ء مادہ

= جَآءَهٗ۔ اى جاءَ الٰى مَا توهَمَ انه ماءٌ۔ وہ اس کے پاس آیا جسے وہ پانی خیال کرتا تھا۔ یا ہٗ ضمیر سے مراد موضع سراب ہے۔ وہ جگہ جہاں اسے پانی نظر آتا تھا۔

= لَمْ يَجِدْهُ۔ میں بھی ہٗ ضمیر کا مرجع پانی ہے یا موضع سراب۔

= شَيْئًا۔ یا تو ہٗ ضمیر کے بدل ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا لَمْ يَجِدْ کا مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے۔ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا اسے کچھ بھی نہ پایا۔

= وَوَجَدَ اللّٰهَ - اس کا عطف جملہ لَمْ يَجِدْ پر ہے اور یہ تشبیہ میں ہی شامل ہے

= عِنْدَهٗ۔ میں ہٗ ضمیر کا مرجع ظَمْاٰنُ ہے یا موضع سراب ہے۔ اپنے پاس۔ جائے سراب پر۔ وَوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ۔ اور وہاں اس کے پاس (جائے سراب کے پاس) یا اپنے سامنے۔ اپنے نزدیک۔ اللہ کو پایا۔ (یعنی تڑپ کر مر گیا اور اپنے آپ کو اللہ کے حضور پایا۔)

= فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ۔ سو اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا۔

وَفّٰى يُوَفِّىْ تَوْفِيَةٌ (باب تفعیل) پورا پورا دینا۔

= سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بہت ہی جلدی حساب کر دینے والا۔

۲۴: ۴۰ = اَوْ كَظُلُمٰتٍ۔ اَوْ حرف عطف۔ كَظُلُمٰتٍ معطوف۔ كَسَرَابٍ معطوف علیہ یہ کفار کے اعمال کی دوسری مثال ہے ك حرف تشبیہ۔ ظُلُمٰتٌ تاریکیاں۔ اندھیرے۔ ظُلْمَةٌ کی جمع۔ ظلمت کہتے ہیں روشنی کے نہ ہونے کو۔ اس کی ضد نُور ہے۔ جیسے ارشاد الٰہی ہے يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (۲: ۲۵۷) وہ (اللہ) ان کو اندھیروں سے

اجالے میں نکال لاتا ہے۔ اَوْ كَظُلُمٰتٍ تا مجرور بوجہ ك حرف جار کے ہے جیسے كَسَرَابٍ ۔ یا ان (کفار) کے اعمال ایسے اندھیروں کی مانند ہیں۔

= لُجِّيٍّ۔ یائے نسبتی ہے جس کی نسبت لُجٍّ سے ہے۔ بَحْرٍ لُجِّيٍّ بہت پانی والا دریا۔ اللجاج مصدر (باب ضرب وسمع) کے معنی کسی ممنوع کام کے کرنے میں بڑھتے چلے جانے کے اور اس پر ضد کرنے کے ہیں۔ مثلاً بَلْ لَجُّوا فِي عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ۔ (۶۷: ۲۱) لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

لُجَّةُ الْبَحْرِ۔ سمندر کی موجوں کا تلاطم (اُن کا باہر آنا اور پلٹنا)

بَحْرٍ لُجِّيٍّ۔ صفت موصوف۔ بہت پانی والا دریا۔ عمیق۔ ایسا سمندر جو نہایت عمیق اور متلاطم ہو بحر الذی لا یدرك قعرہ۔ ایسا سمندر جس کی گہرائی معلوم نہ ہو سکے۔

= يَغْشٰهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ۔ يَغْشٰهُ مضارع واحد مذکر غائب غشىٌ (باب سمع) مصدر اس پر چھا رہی ہو۔ اس کو ڈھانکے ہوئے ہو۔ يَغْشٰى میں ضمیر مضارع برائے مَوْجٌ ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب بَحْرٍ کے لئے ہے۔

مِنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ اس پر ایک دوسری موج۔

= مِنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ (پھر) اس موج پر بادل۔

= ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اندھیرے (جو تہ در تہ) ایک دوسرے پر امڈے چلے آ رہے ہوں۔

= لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا۔ لَمْ يَكَدْ مضارع نفی جحد بلم۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ جس کا مرجع يَدَهٗ ہے۔

فَمَا لَهٗ نُوْرٌ۔ اس کی کیفیت آیۃ ۳۵ میں ملاحظہ ہو اور کفار اور ان کے اعمال کا بیان آیۃ ہذا میں ملاحظہ ہو۔ ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ۔

تفسیر حقانی میں ہے بَحْرٍ لُجِّيٍّ۔ یعنی بڑے گہرے اور بہت عمیق سمندر کی تہ میں (بوجہ گہرائی اندھیرا ہوتا ہے۔ پھر جب اس پر امواج کا تلاطم ہو تو اور بھی اندھیرا زیادہ ہو جاتا ہے اور جب کہ امواج پر بادل اور گھنگھور گھٹا ہوتی ہے تو انتہا درجہ کا اندھیرا ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں ہاتھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ حالانکہ پاس کی چیزوں میں سے ہاتھ بہت قریب سمجھا جاتا ہے۔

اسی طرح کفار تین اندھیروں میں مبتلا ہیں۔

اوّل = اعتقاد کی ظلمت جو بحر عمیق کے مشابہ ہے اور عقائد کا محل دل ہے جس کو مختلف موجیں مارنے میں اور خطرات شہوت کے تلاطم میں بڑی مناسبت اور کامل تشبیہ ہے۔

دوم قولِ بد کی ظلمت جوان کی زبان سے نکل کر دریا کی طرح موجیں مارتی ہے۔
سوم عمل بد کی ظلمت جو بادل کی طرح محیط ہے۔
یا۔ اس کے قلب اور سمع و بصر کی اندھیریاں مراد ہیں۔
یا۔ کافر کو جو اپنے کفر پر اصرار ہے اس ظلمات متراکمہ کو دریا اور امواج اور سحاب کی ظلمات
متراکمہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ پس وہ کافر جوان اندھیریوں میں مبتلا ہے اگر اس کو اللہ تعالیٰ ہی
اندھیریوں سے نہ نکالے اور نور میں نہ لائے تو اسے کون نکال سکتا ہے اور نور میں لا سکتا ہے۔
اسی لئے فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ۔
۲۴: ۴۱ = وَالطَّيْرُ۔ معطوف ہے اس کا عطف مَنْ پر ہے۔ طَيْرٌ۔ طائر کی جمع ہے۔
جیسے صحب جمع صاحب کی اور رکبٌ راکبٌ کی جمع ہے۔ طیرٌ کی جمع طیورٌ آتی ہے۔
بعض کے نزدیک طیرٌ واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
= صٰٓفّٰتٍ۔ صف بستہ۔ پرا باندھے۔ پرا باندھے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَافَّةٌ
واحد۔ صٰٓفّٰتٍ حال ہے الطَّيْرُ کا۔ صٰٓفّٰتٍ صف بستہ۔ کئی جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔
مثلاً ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا۔ (۲۰: ۶۴) پھر قطار باندھ کر آؤ۔ یا وَالصَّافَّاتِ صَفًّا (۳۷: ۱)
قسم ہے صف بستہ جماعتوں کی۔
صَفَّ يَصُفُّ (باب نصر) صَفٌّ و صَفَفٌ پرواز کے دوران پرندے
کا پروں کو پھیلانا۔ (الفرائد الدریہ) صٰٓفّٰتٍ۔ ای صافات اجنحتها۔ اپنے پروں کو پھیلائے
ہوئے۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ
صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ۔ (۶۷: ۱۹) کیا وہ نہیں دیکھتے اپنے اوپر پرندوں کو کہ پر پھیلائے ہوئے ہیں
اور سمیٹ بھی لیتے ہیں۔
كُلٌّ۔ ای کُلّ وَاحِدٍ مِّنْهُمْ۔ علم کی ضمیر فاعل کُلٌّ کی طرف راجع ہے اور اسی طرح
صَلَاتَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بھی کُلٌّ ہے۔
۲۴: ۴۲ = مُلْكُ۔ بادشاہی۔ مضاف السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف الیہ آسمانوں اور
زمین کی بادشاہت۔
= الْمَصِيْرُ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ صَارَ يَصِيْرُ صَيْرٌ و صَيْرُوْرَةٌ و مَصِيْرٌ (باب
ضرب) مصدر۔ لہٰذا المصیر مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان بھی۔
۲۴: ۴۳ = يُزْجِيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِزْجَاءٌ (افعال)، مصدر۔ التزجیة

(باب تفعیل) کسی چیز کو دفع کرنا کہ وہ چل پڑے۔ مثلاً پچھلے سوار کا اونٹ کو چلانا۔ یا ہوا کا بادلوں کو چلانا۔ یُزْجِیْ سَحَابًا۔ وہ بادلوں کو ہنکاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے یُزْجِیْ لَکُمُ الْفُلْکَ (۱۷: ۶۶) جو تمہارے لئے (سمندروں میں) جہازوں کو چلاتا ہے۔
اسی سے ہے رَجُلٌ مُزْجًی۔ ہنکایا ہوا آدمی۔ یعنی کمزور۔ ذلیل آدمی۔
= یُؤَلِّفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تالیفٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ وہ ملا دیتا ہے۔ وہ اکٹھا کر دیتا ہے۔ یُؤَلِّفُ بَیْنَہٗ۔ پھر (اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو) باہم اکٹھا کر دیتا ہے
ای یؤلف بین اجزاء السحاب۔
= رُکَامًا۔ ای متراکمًا تہ بہ تہ۔ بعضہ فوق بعض۔ ایک دوسرے کے اوپر
اسم مفعول ہے (تہ بہ تہ بادل) رَکَمَ یَرْکُمُ (باب نصر) تہ بہ تہ کرنا۔ ڈھیر لگانا۔
= اَلْوَدْقَ۔ اسم، بارش۔ سخت بارش۔ دوسری جگہ قرآن میں آیا ہے وَیَجْعَلُہٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِہٖ۔ (۳۰: ۴۸) اور وہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تو مینہ کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے۔
= خِلٰلِہٖ۔ اس کے درمیان۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سَحَابًا ہے۔ الخَلَلُ دو چیزوں کے درمیان کشادگی۔ اور فاصلہ کو کہتے ہیں۔
مثلاً بادلوں کے درمیان کا فاصلہ۔ گھروں کے درمیان کا فاصلہ۔ جیسے آیہ ہذا میں بادلوں کے لئے) اور گھروں کے متعلق فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّیَارِ (۱۷: ۵) اور وہ شہروں کے اندر پھیل گئے اور وَفَجَّرْنَا خِلٰلَھُمَا نَھَرًا۔ (۱۸: ۳۳) اور ہم نے ان دونوں کے درمیان ایک ندی جاری کر رکھی تھی۔
= یُنَزِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَنْزِیْلٌ (تفعیل) مصدر وہ نازل کرتا ہے برساتا ہے۔
= مِنَ السَّمَآءِ۔ آسمان سے۔
= بَرَدٍ۔ اولے۔
یُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِیْھَا مِنْ بَرَدٍ۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں کہ:۔ مِنَ الجبالِ، من برد۔ میں مِنْ دونوں جگہ زائد ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے ای ینزل من السماء بردًا یکون کالجبال۔ یعنی آسمان سے برف اتارتا ہے جو کہ پہاڑوں کی طرح ہوتی ہے۔ (یعنی اتنی کثرت سے برستی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ برف کے پہاڑ

ہیں جو آسمان سے اتر رہے ہیں ۔
صاحب تفسیر ماجدی لکھتے ہیں :۔
سماء کے لغوی معنی پر حاشیے کئی بار گذر چکے ۔ (بلند سائبان اور چھت پر اس کا اطلاق
ہو سکتا ہے ۔ یہاں مراد ابر ہے ۔ من جبال عربی محاورہ میں کثرت و عظمت کے اظہار کے
لئے آتا ہے ۔ مثلاً کثرت علم کے موقع پر عندہ جبال من العلم اور کثرت زر کے
موقع پر فلان یَمْلِکُ جبالاً من ذھب (بحر) اردو محاورہ میں بھی بولتے ہیں
اس کے پاس تو سونے کے پہاڑ ہیں ۔
زجاج نحوی کا قول نقل ہوا ہے کہ :۔
من جبال ۔ یہاں کالجبال کے معنی میں ہے حرف تشبیہ کَ محذوف ہے ۔۔۔۔
.. من السماء میں من ابتدائے غایت کا ہے اور مِنْ جِبَالٍ تبعیض کا ہے اور
ن بَرَدٍ میں مِنْ تبیین جنس کا ہے ۔
انہوں نے اس فقرہ کا ترجمہ یوں کیا ہے ۔ اور اسی بادل سے یعنی اس کے بڑے
ے حصوں میں سے اولے برساتا ہے ۔
= یُصِیْبُ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اصابۃ مصدر (باب افعال) وہ پہنچاتا ہے
وہ برساتا ہے ۔
= یَصْرِفُہٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ وہ اس کو پھیر دیتا
۔ وہ اس کو ہٹا دیتا ہے ۔ فیصیب بہٖ اور یصرفہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
کے لئے ہے ۔
سَنَا ۔ چمک دار روشنی ، بجلی کی چمک ۔ یا آگ کی چمک ۔ ہر تیز روشنی ۔
بَرْقِہٖ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سحاب ہے ۔
یَکَادُ ۔ یَذْھَبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ قریب ہے کہ لیجائے ۔
لْاَبْصَارَ آنکھوں کی بینائی ۔
۴۴ = یُقَلِّبُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تقلیبٌ (تفعیل) مصدر ۔ وہ
۔ بدل کرتا ہے ۔ وہ الٹا پلٹا ہے ۔
۴۵ = دَابَّۃٍ ۔ جانور ۔ چلنے والا ۔ پاؤں دھرنے والا ۔ رینگنے والا ۔ دَبَّ ۔
بُّ ۔ (ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ ہے ۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

اس میں ۃ وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابٌّ ہے۔
۲۴: ۴۷ = یَتَوَلّٰی مضارع واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّلٌ) مصدر وہ پیٹھ پھیرلیتا ہے
۲۴: ۴۸ = دُعُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب وہ بلائے گئے۔ ان کو بلایا گیا۔ دُعَاءٌ سے (باب نصر)
= مُعْرِضُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ منہ موڑنے والے۔ رُخ گردانی کرنے والے۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔
۲۴: ۴۹ = مُذْعِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِذْعَانٌ (افعالٌ) مصدر جس کے معنی کسی کا مطیع ومنقاد ہو جانے کے ہیں۔ بڑے مطیع وفرمانبردار ہوکر۔ سرتسلیم خم کئے چلے آتے ہیں
۲۴: ۵۰ = اِرْتَابُوْا۔ اِرْتِیَابٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب وہ شک میں پڑے رَیْبٌ مادہ۔ شک سے مراد نبوت ورسالت سے شک۔
= اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ۔ یَحِیْفَ مضارع معروف (منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب کہ وہ ظلم کرے گا۔ حیفٌ مصدر (باب ضرب) الحَیْف فیصلہ کرنے میں ایک طرف جھک جانا۔ انصاف نہ کرنا۔
۲۴: ۵۱ = اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا۔ میں قَوْلَ کَانَ کی خبر ہے بدیں وجہ منصوب ہے اَنْ یَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا اسم ہے کَانَ کا۔ ہم نے سُن لیا۔ ہم نے مان لیا۔ یہ قول ہے مومنوں کا جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف ان کے مابین فیصلہ کے لئے بلایا جائے
= لِیَحْکُمَ لام تعلیل کا ہے یَحْکُمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع رَسُوْل ہے۔
۲۴: ۵۲ = یُطِعْ۔ اَطَاعَ یُطِیْعُ (افعال) اطاعۃ سے۔ مانتا ہے فرمانبرداری کرتا ہے اطاعت کرتا ہے۔ یَخْشَ۔ خَشِیَ۔ یَخْشٰی (باب سمع) خشیۃ سے وہ ڈرتا ہے اور یَتَّقِ۔ اتقٰی یتقی اتقاء (افتعال) سے وقی مادہ۔ خوف کھاتا ہے۔ ڈرتا ہے۔ بچتا ہے (نافرمانی سے) ہر سہ مضارع مجزوم بوجہ جملہ شرطیہ ہونے کے مَنْ یہاں شرطیہ ہے بصیغہ واحد مذکر غائب ہیں۔ یَتَّقْہِ میں ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اللہ کے لئے ہے یعنی جو اللہ کی نافرمانی سے بچتا ہے۔
۲۴: ۵۳ = اَقْسَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْسَامٌ (افعال) مصدر وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ یہاں

ماضی بمعنی مضارع مستعمل ہے) یہاں بھی اشارہ منافقوں کی طرف ہے۔
= جَهْدَ۔ تاکید پوری کوشش۔ طاقت، مشقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ (فتح) کا مصدر ہے کیونکہ مصدر فعل محذوف کی تاکید میں آیا ہے لہذا منصوب ہے۔ جَهْدُ الْيَمِيْنِ ای بلوغ غایتها انتہائی شدومد سے۔ جیسے کہتے ہیں جَهْدُ نَفْسِهٖ اپنی طاقت ووسعت کے ساتھ۔ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔ وہ انتہائی زور شور سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں
= لَيَخْرُجُنَّ۔ جوابِ خبر ہے۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ جمع مذکر غائب وہ ضرور بالضرور نکل پڑیں گے۔ نکلنا سے مراد یا جہاد کے لئے یا گھر بار چھوڑ کر۔
= طاعة معروفة۔ خبر۔ مبتدا محذوف۔ ای طاعتكم طاعة معروفة۔ تمہاری اطاعت وفرمانبرداری معلوم ہے۔ یہ جملہ تعلیلیہ ہے۔ ان کو قسم کھانے سے منع کرنے کے لئے۔
یا تقدیر کلام یوں ہے۔ ای المطلوب منكم طاعة معروفة لا اليمين۔ مطلوب تم سے محض اطاعت ہے نہ کہ بڑی بڑی قسمیں کھانا۔
۲۴: ۵۴ = فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ۔ ای علی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اس کے ذمہ ہے۔ حُمِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَحْمِيْلٌ مصدر۔ اٹھوایا گیا۔ بوجھ رکھا گیا۔ اس کے ذمہ وہی بوجھ ہے جو اس پر بار کیا گیا۔ یعنی وہ اسی کا ذمہ دار ہے جس کا وہ مکلف کیا گیا جس کا بار اس پر رکھا گیا۔ ما موصولہ ہے بمعنی الَّذِيْ۔
= اِنْ تُطِيْعُوْهُ۔ شرط۔ تَهْتَدُوْا جواب شرط۔ هٗ ضمیر کا مرجع الرَّسُوْل ہے۔
= وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ۔ میں مَا نافیہ ہے۔
= اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت۔ التبليغ الموضح۔ (خدائی احکام کا) وضاحت کے ساتھ (مخاطبین تک) پہنچا دینا۔
۲۴: ۵۵ = مِنْكُمْ۔ اس آیت میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب سے ہے اور مِنْكُمْ میں مِنْ بیان کے لئے ہے بعض کے نزدیک خطاب مہاجرین سے ہے۔ اور مِنْ تبعیضیہ ہے۔
= وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے یعنی تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے۔
= لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ۔ مضارع تاکید بہ لام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب جس کا مرجع اسم موصول الَّذِيْنَ ہے لَيَسْتَخْلِفَنَّ میں ضمیر فاعل

اللہ کی طرف راجع ہے وہ ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا۔ وہ ضرور ان کو حکومت عطا کرے گا۔
استخلاف (استفعال) مصدر۔ لیستخلفنہم بمنزلہ وَعَدَ کے مفعول کے ہے۔
= وَلَيُمَكِّنَنَّ۔ مضارع تاکید بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَمْكِيْنٌ مصدر (باب تفعیل) وہ ضرور ہی جمائے گا، وہ ضرور ہی مستحکم کردیگا۔ اس کا عطف لیستخلفنہم پر ہے اور یہ بھی بمنزلہ مفعول وَعَدَ کے ہے دِيْنَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر يُمَكِّنَنَّ کا مفعول ہے اور هُمْ مفعول لہٗ ہے۔
= اِرْتَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِرْتِضَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے پسند کیا۔
= وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ۔ مضارع تاکید بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب وہ ضرور بدل دے گا (ان کے لئے) وہ ضرور ہی ان کو بدلہ میں دیگا۔ تبدیل (تفعیل) مصدر۔
= يَعْبُدُوْنَنِيْ۔ مضارع جمع مذکر غائب نونَ وقایہ یَ متکلم کے لئے۔
وہ میری عبادت کریں گے۔ یہ الَّذِيْنَ سے حال ہے۔ بایں حالیکہ وہ میری عبادت کیا کریں گے۔
لَا يُشْرِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ (میرے ساتھ کسی اور کو) شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ یہ بھی الذین سے حال ہے۔
= شَيْئًا۔ نصب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔
۲۴: ۵۷ = لَا تَحْسَبَنَّ۔ فعل نہی با نون تاکید واحد مذکر حاضر۔ تو ہرگز خیال نہ کر۔
= اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ مفعول۔ تو ہرگز خیال نہ کر کہ کافر لوگ۔
= مُعْجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ ہرا دینے والے۔ عاجز بنا دینے والے۔ یعنی اللہ کو اپنے ارادہ سے باز رکھنے والے۔
= مَاْوٰهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ٹھکانا۔ اَوٰى يَاْوِيْ (ض ب) کا مصدر ہے یہاں اسم ظرف مکان استعمال ہوا ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع الذین کفروا ہے۔
= المصیر۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان
۲۴: ۵۸ لِيَسْتَاْذِنْكُمْ۔ فعل امر واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ يَسْتَاْذِنُ میں صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے لیکن جمع مذکر غائب کے لئے استعمال ہوا ہے چاہئے کہ وہ تم سے اجازت لے لیا کریں۔

(١) اَلَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ۔ وہ جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوئے۔ یعنی تمہارے مملوک۔ غلام۔ ملازم۔

(٢) وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ۔ اور تم میں سے وہ جو ابھی بلوغت کو نہیں پہنچے۔
= اَلْحُلُمَ۔ الحِلْمُ کے معنی نفس وطبیعت پر ایسا ضبط رکھنا کہ غیظ وغضب کے موقع پر بھڑک نہ اٹھے۔ اس کی جمع اَحْلَامٌ ہے حلم کے معنی متانت کے ہیں مگر چونکہ متانت بھی عقل کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے حلم کا لفظ بول کر عقل مراد لے لیتے ہیں جیسا کہ مسبب بول کر سبب مراد لیا جاتا ہے۔
حَلُمَ يَحْلُمُ (باب کرم) حِلْمٌ درگذر کرنا۔ بردبار ہونا۔ حَلِيْمٌ صفت۔ مؤنث حَلِيْمَةٌ
حَلَّمَ (تفعیل) اور تَحَلَّمَ (تفعل) بردبار بنا دینا۔
سِنِّ بلوغت کو بھی حلم کہا جاتا ہے کہ اس عمر میں عام طور پر عقل وتمیز آجاتی ہے۔
حَلَمَ يَحْلُمُ (نصر) فِيْ نَوْمِهٖ۔ خواب دیکھنا۔ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (١٢: ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔ حُلُمٌ بروزن عُنُقٌ۔ خواب میں جماع کرنا۔ اسی سے احتلام ہے۔

= ثَلٰثَ مَرّٰتٍ۔ ای ثلاث اوقاتٍ فی الیوم واللیلۃ۔ یعنی رات اور دن کے تین اوقات میں۔

= تَضَعُوْنَ۔ جمع مذکر حاضر مضارع معروف وَضْعٌ مصدر (باب فتح) تم اتار کر رکھتے ہو جیسے وضعت المراۃ خمارھا۔ عورت کا اوڑھنی اتارنا۔ حِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ۔ جب تم اپنے کپڑے اتارتے ہو۔

= الظَّهِيْرَةِ۔ دوپہر۔ وقت ظہر۔ ٹھیک دوپہر میں جو گرمی کی شدت ہوتی ہے وہ ظھیرۃ کہلاتی ہے۔ سردیوں میں دوپہر کو ظھیرۃ نہیں بولتے۔ قرآن حکیم میں اس سے قیلولہ کا وقت مراد ہے!

= ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ۔ تین اوقات پردے کے۔ بَعْدَهُنَّ میں ضمیر جمع مؤنث غائب انہیں تین اوقات کی طرف راجع ہے۔

= طَوّٰفُوْنَ۔ طوفٌ اور طَوَافٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے جمع مذکر۔ بہت پھرتے رہنے والے، کثرت سے آنے جانے والے۔ زیادہ چکر کاٹنے والے۔ یہاں مراد لونڈی، غلام، خادم ہیں جو گھروں سے اندر باہر چکر کاٹتے رہتے ہیں۔
طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ۔ انہیں تمہارے پاس اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ اور تمہیں ایک دوسرے کے پاس آنا جانا ہوتا ہے۔ ای طوافون علیکم وطوافون بعضکم علیٰ بعض۔

طوافون علیکم میں طوافون سے مراد مملوک اور نابالغ جن کا ذکر شروع آیۃ میں آیا ہے۔

۲۴: ۵۹ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ ان سے قبل (کے لوگ) یعنی جیسے ان کے بڑے (اجازت لے کر آتے ہیں) ای کما استاذن الذین بلغوا الحلم من قبلھم۔

۲۴: ۶۰ = اَلْقَوَاعِدُ۔ القاعد کی جمع ہے بمعنی وہ عمر رسیدہ عورتیں جو نکاح۔ حمل اور حیض کے قابل نہ رہی ہوں اور ان کی خواہش نفسانی بالکل ختم ہو چکی ہو۔ القاعد میں تاء تانیث کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مرد سے اشتباہ ہی نہیں ہوتا۔ اسی طرح حوامل کی واحد حامل ہے حاملۃ نہیں ہے

بیضاوی نے القواعد کے معنی کئے ہیں اللاتی قعدن عن الحیض و الحمل۔ جو حیض وحمل ترک کر چکی ہوں (بوجہ بڑھاپے کے) الخازن میں ہے اللاتی قعدن عن الحیض والولد (جو بڑھاپے کی وجہ سے) حیض کو اور جننے کو ختم کر چکی ہوں۔

قعدہ قیام کی ضد ہے۔ المقعد۔ بیٹھنے کی جگہ۔ قاعدین بیٹھنے والے۔ جیسے فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ (۴: ۹۵) خدا نے مال اور جان سے جہاد کرنے والوں پر درجے میں فضیلت بخشی ہے۔

القاعدۃ جس کی جمع بھی القواعد ہے عمارت کی بنیاد کو کہتے ہیں۔

= لَا يَرْجُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ امید نہیں رکھتی ہیں۔ وہ آرزو نہیں رکھتی ہیں۔

رِجَاءٌ مصدر۔

= نِكَاحًا۔ مصدر بمعنی ازدواج۔ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا۔ جن کو خواہش ہی نہ ہو نکاح کرنے کی (بڑھاپے کی وجہ سے)

= اَنْ يَّضَعْنَ۔ يَضَعْنَ مضارع جمع مؤنث غائب وَضْعٌ مصدر (باب فتح) کہ وہ اتار دیں (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۸ مذکورۃ الصدر)

= مُتَبَرِّجٰتٍ۔ اسم فاعل جمع مؤنث متبرجۃ واحد۔ تبرج مصدر (تفعل) مردوں کو اپنا بناؤ سنگھار دکھانیوالی عورتیں۔

برج سے مشتق ہے جس کے معنی قصر کے ہیں۔ اسی مناسبت سے ستاروں کی مخصوص منازل کو بروج کہا گیا ہے جیسے والسماء ذات البروج (۸۵: ۱) قسم ہے آسمان کی جس میں برج ہیں۔

ثَوْبٌ مُبَرَّجٌ۔ اس کپڑے کو کہتے ہیں کہ جس میں برجوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پھر اس میں معنی حسن کے اعتبار کر کے تبرجت المرأۃ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا۔ التبرج ھو ان تظھر المرأۃ من محاسنھا ما یجب علیھا ان تسترہ۔ عورت کا

اپنے محاسن کا اظہار کرنا جن کا چھپانا اس پر واجب ہے۔
= بِزِيْنَةٍ۔ باء تعدیہ کے لئے ہے اور زینت سے یہاں مراد الزینۃ الخفیۃ ہے یعنی خفیہ محاسن۔
غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍ بِزِيْنَةٍ حال ہے جملہ ماقبل سے۔
= اَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب۔ استعفاف مصدر (استفعال) سے۔ اَنْ کی وجہ سے مصدر کے معنی میں مستعمل ہے یعنی ان کا بچا رہنا۔ (یعنی کپڑے نہ اتارنا اور پردہ رکھنا) عفٌّ عفاف عفافۃ / عفۃٌ گر حرام سے بچے رہنا۔ پاکدامن ہونا۔ ان یستعففن مبتدا ہے اور خَيْرٌ لَّهُنَّ اس کی خبر۔
اور اگر وہ (اس سے بھی بچی رہیں (یعنی رعایت کی حالتوں میں بھی پردہ قائم رکھیں) تو یہ ان کے لئے بہت بہتر ہے۔
۲۴:۶۱ = حَرَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ۔
= عَلَى۔ یہاں بمعنی فِی استعمال ہوا ہے۔ یعنی اندھوں اور لنگڑوں وغیرہ کے باب میں تم پر کوئی الزام نہیں ہے نہ ان پر۔
= اَلْاَعْمٰى۔ اندھا۔ نابینا۔ عَمِيَ يَعْمٰى۔ اندھا ہونا۔ جاہل ہونا۔ عَمِيَ يَعْمٰى (سمع) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
= اَلْاَعْرَجِ۔ عَرَجَ يَعْرُجُ (فتح) عَرِجَ يَعْرَجُ (سمع) لنگڑانا سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
= مِنْ بُيُوْتِكُمْ۔ میں من بمعنی فِی ہے۔
= اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗ۔ یا جن گھروں کی کنجیوں کے تم مالک ہو یعنی تمہارے اختیار میں ہوں
= اَشْتَاتًا۔ الگ الگ۔ جُدا جُدا۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ کی جمع اس کے معنی پراگندہ اور متفرق کے بھی ہیں۔ جیسے شَتَّ جَمْعُهُمْ شَتًّا و شَتَاتًا۔ ان کی جمعیت متفرق ہو گئی۔
= عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ۔ اپنوں پر۔ اپنوں کو۔ ای علیٰ اھلھا الذین ھم منکم دینا وقرابۃً
یعنی ان گھروں کے مکینوں پر جو کہ بوجہ دین یا بوجہ قرابت تم میں سے ہی ہیں۔
= تَحِيَّةً۔ دعائے زندگی۔ دعائے خیر۔ حیاۃ سے ماخوذ ہے حیاک اللہ (اللہ نے تجھے زندگی دی) کا مصدر ہے۔ جو خیر کا لفظ ہے مگر دعائے زندگی کے لئے استعمال کیا گیا۔ پھر ہر دعا کے لئے آنے لگا۔ اور سلام کے معنی دینے لگا۔
= تَحِيَّةً مصدر منصوب بوجہ سلموا کے مصدر اور بمعنی تسلیما آنے کے ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کہا جائے فَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا او فحیوا تحیۃً۔
= مُبٰرَكَةً خیر و برکت والا۔ اور طَيِّبَةً۔ پاکیزہ۔ نفیس۔ اچھی۔ دونوں تحیۃ کی صفات ہیں اور

اپنے موصوف کی طرح منصوب۔

= مِنْ عِنْدِ اللهِ۔ (دعا) جو اللہ کی طرف سے شروع ہے۔ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ یا اللہ تعالیٰ سے سلامتی اور پاکیزگی وبرکت کی دعا مانگو۔

۲۴: ۶۲ = وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ معطوف ہے اور اس کا عطف اٰمَنُوْا پر۔ آیت میں المؤمنون کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

(۱) الذین امنوا باللہ ورسولہ (جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور اس کے رسول پر۔

(۲) وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ (اور جب وہ کسی امر اجتماعی وعظیم کے لئے آپ کے ساتھ ہوں تو جب تک آپ سے اجازت نہیں لے لیتے جاتے نہیں ہیں۔

= اَمْرٍ جَامِعٍ۔ اجتماعی کام (مودودی) نہایت اہم امر (محمد علی) اہم مشورت کے مواقع جہاں اجتماع واہتمام کی ضرورت پڑتی ہے (تفسیر کبیر بحوالہ الماجدی) وہ معاملات جن میں خطاب عام کی ضرورت پڑے (ایضًا) مثل جمعہ وعیدین (مدارک التنزیل)

= لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ۔ اپنے کسی کام کے لئے۔ شَاْنٌ دھندا۔ فکر۔ حال، اہم معاملہ، حالت۔ مثلاً وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ (۱۰: ۶۱) اور آپ جس حالت میں بھی ہوں۔ اور كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (۵۵: ۲۹) ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔

۲۴: ۶۳ = لَا تَجْعَلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر غائب (نہ سمجھو) نہ بنالو۔

= دُعَآءَ۔ پکارنا۔ بلانا۔ دعا کرنا۔ سوال کرنا وغیرہ۔ دَعَا يَدْعُوْا کا مصدر ہے۔ یہاں دعا سے اس کے جملہ معانی مراد ہیں۔

= يَتَسَلَّلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَلُّلٌ (تفعل) مصدر۔ وہ کھسک جاتے ہیں۔ وہ چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔

= لِوَاذًا۔ لِوَاذٌ اور مُلَاوَذَةٌ۔ لَاوَذَ يُلَاوِذُ کے مصدر ہیں۔ باہم ایک دوسرے کی آڑ لینے اور پناہ لینے کو کہتے ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کی آڑ میں ایک کے بعد ایک چپکے سے سرک جاتا ہے۔

= فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ۔ فاء تعقیب کی ہے۔ لیحذر۔ فعل امر۔ واحد مذکر غائب حَذَرٌ مصدر۔ (باب سمع) ڈریں۔ ان کو چاہئے کہ ڈریں۔

= يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ۔ ای یصدون عن امرہ۔ وہ اس کے حکم سے روکتے ہیں۔ وہ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

امرہٖ میں ہٗ کا مرجع اللہ۔ یا رسول، دونوں ہو سکتے ہیں۔ ہر دو صورت میں مطلب ایک ہی ہے۔

= اَنْ ۔ کہ ۔ کہیں ۔
= تُصِیْبَهُمْ ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ (کہیں) ان پر آن پڑے ۔ ان کو پہنچے ۔ اصابة (افعال) مصدر ۔
= فِتْنَةٌ ۔ آفت ۔ مصیبت ، فتنة بمعنی آزمائش ۔ فساد ۔ خرابی بھی آیا ہے ۔
۲۴ : ۶۴ = مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۔ جس (حالت) پر تم (اب) ہو ۔ یعنی طاعت و معصیت وغیرہ کی جس حالت میں تم ہو ۔ کیونکہ وہ علیم بذات الصدور ہے ۔ اللطیف الخبیر ہے ۔
= يُنَبِّئُهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تنبئة (تفعیل) مصدر وہ بتادے گا ۔ وہ خبر دیدے گا ان کو ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۲۵) سورۃ الفرقان مَکِّیَّۃٌ (۴۲)

۲۵: ۱ = تَبَارَکَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے تبارکٌ (تفاعل) سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہ صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ کے لئے اس کی گردان نہیں آتی۔

= اَلْفُرْقَانَ۔ الفَرْقُ سے ہے جو الگ الگ ہونے کے معنی میں آتا ہے الفرق اور اَلْفَلْقُ کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن معنی انشقاق یعنی پھٹ جانا کے لحاظ سے فلق کا لفظ بولا جاتا ہے اور معنی انفصال یعنی الگ الگ ہونے کے لحاظ سے فَرْقٌ آتا ہے مثلاً فَانْفَلَقَ فَکَانَ کُلُّ فِرْقٍ کَالطَّوْدِ الْعَظِیْمِ۔ (۲۶: ۶۳) تو دریا پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا یوں ہو گیا (کہ) گویا بڑا پہاڑ ہے۔ دیکھو فرقہ (گروہ) فریق (جماعت) تفریق (قاعدہ ریاضی) فَرْقٌ (مانگ سر کے بالوں میں) سب میں الگ الگ ہونے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

الفرقان۔ فرق یفرق (نصر) فَرَقَ یَفْرِقُ (ضرب) کا مصدر بھی ہے۔ یعنی الگ الگ کرنا اور صیغہ صفت بھی مستعمل ہے۔ یعنی الگ الگ کر دینے والی چیز حق کو باطل سے۔ نور کو ظلمت سے صبح کو رات سے (وغیرہ وغیرہ)

قرآن حکیم میں یہ لفظ قرآن کے لئے۔ تورات کے لئے (کہ دونوں آسمانی کتابیں حق و باطل کو واضح طور پر الگ الگ کر دینے والی ہیں)

(۲) دلیل و حجت کے لئے (کہ یہ اصل کو لغو سے ممیز کرتی ہے) کے لئے استعمال ہوا ہے۔

(۳) جنگ بدر کے دن کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ کیونکہ وہ تاریخ اسلام میں پہلا دن ہے جس میں حق و باطل میں کھلا امتیاز ہو گیا تھا۔

اور آیت ہذا میں الفرقان۔ القرآن کے لئے آیا ہے۔

= عَبْدِہٖ کا اشارہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے۔
= لِیَکُوْنَ۔ میں لام تعلیل کے لئے ہے اور نَزَّلَ سے متعلق ہے یَکُوْنَ میں ضمیر فاعل کا مرجع عبدہٖ ہے یا الفرقان ہے
= عَالَمِیْنَ (سارے جہان۔ (تمام عالم۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوق کو عالم کہتے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد فرشتے، جن اور انسان ہیں اور ان کے علاوہ دیگر مخلوق نہیں اور بعض کے نزدیک صرف انسان ہیں۔
= نَذِیْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مُنْذِرًا۔ ڈرانیوالا۔ یعنی نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا منصوب بوجہ خبر کے ہے۔
۲-۲۵ = لَہٗ۔ میں لام اختصاص کے لئے ہے۔ خاص اسی کے لئے۔ بلاشرکتِ غیرے۔
= مُلْكُ۔ بادشاہت۔ سلطنت۔
= لَمْ یَتَّخِذْ۔ مضارع نفی جحد بلم مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ اتخاذٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے نہیں بنایا۔ اس نے قرار نہیں دیا۔ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا۔ اور نہیں بنایا اس نے (کسی کو اپنا) بیٹا۔ ای لم ینزل احدًا منزلۃ الولد۔ کسی کو بطور پسر نہیں ٹھہرایا۔ یہ جملہ، جملہ ماقبل (الذی لہ ملك السمٰوٰت والارض) پر معطوف ہے۔ اسی طرح جملہ ولم یکن لہ شریك فی الملك اور جملہ وَخلق کل شئ اور جملہ فقدرہ تقدیرًا کا عطف اسی جملہ (الذی لہ ملك السموت والارض) پر ہے۔
= قَدَّرَہٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب تقدیر (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع کُلَّ شَیْءٍ ہے۔ القدر (ضرب) اور التقدیر (تفعیل) کسی چیز کی مقدار (کمیت) کو بیان کرنے کے معنی میں آتے ہیں۔ جیسے فقدرنا فنعم القٰدرون (۷۷: ۲۳) پھر ہم نے اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ کرنے والے ہیں۔ اور واللہ یقدر اللیل والنھار (۷۳: ۲۰) اور اللہ تعالیٰ رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔ اسی سے قَدَرٌ بمعنی مقدور، حیثیت۔ بساط ہے۔ جیسے عَلَی الْمُوْسِعِ قَدَرُہٗ وَعَلَی الْمُقْتِرِ قَدَرُہٗ (۲: ۲۳۶) یعنی مقدور والا اپنے مقدور کے مطابق (دے) اور تنگدست اپنی حیثیت کے مطابق۔
فقدرہ تقدیرًا۔ پھر ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر کر دیا۔ باب تفعیل سے جب استعمال ہو تو معنی ہوتے ہیں سوچ سمجھ کر۔ پورے غور و خوض کے بعد۔ اور جب مصدر کو بھی تاکید کے لئے لایا جائے تو مطلب ہوگا کہ اس نے جو اندازہ مقرر کیا ہے اس میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہے (تا آنکہ خود اس قادر مطلق کی مشیت

الیسا چاہیے)

اس آیت میں اَلَّذِیْ (فی قولہ تعالیٰ تبارك الَّذی) کی مندرجہ ذیل صفات بیان کی گئی ہیں۔

(۱)۔ انہ ھوالذی لہ ملك السمٰوٰتِ وَالارض: وہ وہ ذات ہے کہ زمین و آسمان کی بادشاہت اسی کی ہے۔

(۲)۔ انہ لم یتخذ ولدًا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں ہے

(۳)۔ انہ لاشریك لہ فی ملکہٖ۔ اس کی حکومت میں کوئی اور اس کا شریک نہیں ہے۔

۴۔ انہ خالق کل شیٔ۔ وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے

(۵)۔ انہ قدرکل شیٔ تقدیرا۔ اس نے ہر چیز کا جسے اس نے پیدا کیا ایک اندازہ مقرر کردیا ہے

۳:۲۵ = وَاتَّخَذُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ا تخاذ (افتعال) مصدر۔

انہوں نے ٹھہرالیا۔ انہوں نے اختیار کرلیا۔ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین اور کفار کے لئے ہے۔

واؤ بمعنی لیکن ہے۔

= نُشُوْرًا۔ مصدر منصوب۔ جی اٹھنا۔ یعنی جزاو سزا کے لئے قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا۔ محض میت کے از سرِ نو زندہ ہونے کے معنی میں بھی آتا ہے۔ نشر المیت نشورًا۔ مردہ دوبارہ زندہ ہوگیا۔ اور فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا (۴۳:۱۱) پھر ہم نے اس سے شہر مردہ کو زندہ کردیا۔

اس آیت میں خداوند تعالیٰ کی صفات متذکرہ آیت (۲) کے مقابلہ میں مشرکین کے معبودانِ باطل کی چھ کمزوریاں بیان کی گئی ہیں۔

۱:۔ انھا لا تخلق شیئًا۔ وہ کوئی چیز پیدا نہیں کرسکتے۔

۲:۔ انھا مخلوقۃ کلھا وہ تمام کی تمام خود مخلوق ہیں۔

۳:۔ انھا لا تملك لانفسھا ضرًّا ولا نفعًا۔ وہ اپنی ذات کے نفع و نقصان پر قادر نہیں ہیں

۴:۔ انھا لا تملك موتًا۔ وہ موت پر کوئی قدرت نہیں رکھتے۔

۵:۔ ولاحیٰوۃً۔ نہ زندگی پر

۶:۔ ولا نشورًا۔ اور نہ ہی موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر۔

۴:۲۵ = اِنْ ھٰذَآ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ اور ھٰذا کا مشارالیہ القرآن ہے۔

= اِفْكٌ۔ الافك ہر اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑدیں مؤتفکۃ کہا جاتا ہے۔

اور جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے جھوٹ اور بہتان کو

بھی افك کہتے ہیں ۔

= اِفْتَرٰىهُ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰی یفتری افتراء (افتعال) سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع افكٌ ہے ۔وہ جھوٹ جو اس نے گھڑ لیا ہے ۔افتراء جھوٹ باندھنا ۔بہتان تراشنا ۔ضمیر فاعل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے ۔ اَعَانَ کی ضمیر فاعل قوم اٰخرون کی طرف راجع ہے عَلَیْهِ میں ضمیر ہٖ افك کے لئے ہے ۔یعنی اس افترا میں اس کی (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) امداد ایک دوسری قوم نے کی ہے ۔

= جَآءُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب (باب ضرب) مجیئة مصدر ۔ وہ آئے ۔لیکن کلام عرب میں جَآءَ و اَتٰی (مصدر اتیان) بمعنی فَعَلَ بھی مستعمل ہے ۔ فَقَدْ جَآءُوْا ظُلْمًا ۔ ای فعلوہ ۔ انہوں نے بڑا ظلم کیا ۔ ظلمًا منصوب بوجہ مفعول کے ہوا اور تنوین تفخیم (عظمت اور بڑائی) یعنی ظلم عظیم کے لئے ہے ۔

اَتٰی بمعنی فعل کی مثال لا تحسبن الذین یفرحون بما اَتَوْا ..... (۳: ۱۸۸) ہرگز خیال نہ کرو ان لوگوں کو جو اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں (کہ وہ عذاب سے حفاظت میں رہیں گے) یہاں اَتَوْا بمعنی فعلوا آیا ہے ۔ الظلم کے معنی اہل لغت واکثر علماء کے نزدیک کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنے کے ہیں ۔

= زُوْرًا ۔ الزُّوْرُ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے ہیں اور جس کے سینہ میں ٹیڑھا پن ہو اسے الازور کہتے ہیں ۔قرآن مجید میں ہے وَتَرَی الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَزَاوَرُ عَنْ کَهْفِهِمْ (۱۸: ۱۷) اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ ابھرتا ہے کہ وہ ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے ۔ تَزَاوَرَ عَنْهُ ۔ اس نے اس سے پہلو تہی کی ۔ اس سے ایک جانب ہٹ گیا ۔ اور جھوٹ بھی چونکہ جہتِ حق سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کو بھی الزور کہتے ہیں ۔

زُوْرًا ۔ بہت بڑا جھوٹ ۔ نصب اور تنوین کے لئے جَآءُوْا کے تحت ظلمًا ملاحظہ ہو ۔

۲۵: ۵ = اَسَاطِیْرُ ۔ اُسْطُوْرَةٌ کی جمع (وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے ۔ اسی طرح اُرْجُوْحَةٌ (لکڑی کا جھولا) کی جمع اَرَاجِیْحُ ہے اُثْفِیَّةٌ (ہنڈیا کا پایہ) کی جمع اَثَافِیُّ اور اُحْدُوْثَةٌ (قصہ، کہانی، خبر) کی جمع اَحَادِیْثُ ہے ۔ اَلسَّطْرُ والسَّطَرُ قطار کو کہتے ہیں خواہ کتاب کی ہو یا درختوں اور آدمیوں کی ۔

سَطَرَ یَسْطُرُ (نصر) لکھنا ۔ جیسے نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ہ (۶۸: ۱) نٓ، قسم ہے قلم کی اور اس کی جو وہ لکھتے ہیں ۔

= اِکْتَتَبَهَا ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب اس نے اس کو گھڑ کر

لکھ رکھا ہے۔ اس نے اس کو لکھوالیا ہے۔ اکتتاب (افتعال) من گھڑت چیز کو لکھنا۔ کسی سے لکھوانا۔ ہا کا مرجع اساطیر ہے۔

= فھی۔ میں ھی اساطیر کی طرف راجع ہے

= تُمْلٰی۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب وہ لکھوائی جاتی ہیں (یا اساطیر) وہ پڑھی جاتی ہیں۔ املاء کی صورت یہ ہے کہ ایک بولتا جائے یا پڑھتا جائے اور دوسرا لکھتا جائے۔

اِمْلَاءٌ دراصل اِمْلَالٌ تھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَلْيَكْتُبْ وَلْيُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَيْهِ الْحَقُّ (۲:۲۸۲) پس چاہئے کہ وہ لکھ دے اور چاہئے کہ وہ شخص بول کر لکھوائے جس کے ذمہ حق واجب ہے لام کو ہمزہ سے تخفیف کے لئے بدل دیا گیا ہے۔ ملل مادہ ہے۔

= بُكْرَةً دن کا اول حصہ۔ صبح۔

= اَصِيْلًا۔ شام۔ عصر و مغرب کے درمیان وقت کو کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ کفار مکہ و مشرکین انکار رسالت میں اس حد تک بڑھ گئے تھے کہ انہوں نے کتاب اللہ کے متعلق بھی بہتان تراشی میں بڑے شد و مد سے کام لینے لگے۔ کبھی کہتے کہ اسے تو ایک دوسرا آدمی سکھلاتا ہے حالانکہ جس آدمی کی طرف ان کا اشارہ تھا وہ عجمی تھا اور عربی اس کی مادری زبان ہی نہ تھی۔ کبھی کہتے کہ یہ من گھڑت کہانیوں کا مجموعہ ہے اور اس میں اس کی ایک دوسری قوم کے افراد مدد کر رہے ہیں۔ جن میں عبید بن الحضر حبشی کاہن، ابو فکیہہ، یسار، عداس، جبر وغیرہ کا نام لیتے تھے۔ حالانکہ یہ اُن ہی مشرکین کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور ان کی مادری زبان عربی نہیں تھی۔ بھلا ایسے آدمی ایسی کتاب کے مصنف کیسے ہو سکتے تھے؟ جس کی فصاحت و بلاغت، حسنِ بیان اور زور استدلال نے عرب بھر کے ادیبوں، دانشوروں، فصحاء و بلغاء کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔

۲۵:۶ = اَنْزَلَهُ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

= السِّرَّ۔ چھپی ہوئی بات۔ بھید۔ راز۔ دل میں جو بات چھپی ہوئی ہو اسے سرّ کہتے ہیں۔ الاسرار کسی بات کا چھپانا۔ یہ اعلان کی ضد ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (۲:۷۷)، جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ خدا کو (سب) معلوم ہے۔

۲۵:۷ = مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ۔ اصل میں مَالِهٰذَا الرَّسُوْلِ ہے۔ لام کو خط عربی کی عام وضع سے ہٹ کر هٰذَا سے الگ لکھا گیا ہے اس میں مشرکین کی طرف سے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں اہانت تصغیر شان اور رسول من اللہ ہونے میں تمسخر اور طنز کا اظہار ہے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہوں دیکھو تو کیسا ہے یہ رسول (ہماری طرح کھانا پیتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کا فرستادہ ہوں)

قرآن مجید میں سورۃ الکہف میں ہے مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً۔ (۱۸:۴۹) عجیب ہے یہ کتاب (نامۂ اعمال) کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا (گناہ) چھوڑا ہے اور نہ کوئی بڑا۔

= اَسْوَاق۔ سوق کی جمع۔ بازار

= لَوْلَا۔ کیوں نہیں۔ یہاں بطور حرف تحضیض (کسی کو فعل پر سختی سے ابھارنا یا اکسانا۔ اس وقت لَوْلَا کے بعد مضارع آنا چاہئے جیسے لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ (۲۷:۴۶) تم لوگ اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے خواہ معنًا جیسے لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ (۶۳:۱۰) تو نے مجھے کچھ دن اور مہلت کیوں نہ دی۔ پہلی صورت میں تحضیض اس امر کی ہے کہ انہیں معافی مانگنی چاہئے اور دوسری صورت میں یہ کہ تو مجھے مہلت عطا کر دیتا۔ یہاں لَوْلَا کے بعد اُنْزِلَ معنًا مضارع کے معنی میں آیا ہے لَوْلَا اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا۔ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ اس کے پاس کوئی فرشتہ بھیجا جاتا۔

= فَيَكُوْنَ۔ میں ف جواب تحضیض میں ہے۔ تاکہ وہ ہوتا (اس کے ساتھ ڈرانے والا) يَكُوْنَ کا نصب بھی لَوْلَا کے جواب کی وجہ سے ہے۔ اس کی مثال لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔ (۶۳:۱۰) تو نے مجھے اور کچھ دن مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیر خیرات دے لیتا۔ اور نیک کاروں میں شامل ہو جاتا۔

= نَذِيْرًا: صفت مشبہ منصوب۔ ڈرانیوالا۔

۲۵:۸ = يُلْقٰٓى اِلَيْهِ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر ڈالا جائے اس کی طرف۔ اتارا جائے اس کی طرف اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ یا کیوں نہ اس کی طرف (غیب سے) خزانہ ہی اتارا گیا۔

= اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ۔ یا اس کا ایک باغ ہی ہوتا۔

آیت ۷:۸ میں يُلْقٰٓى اور تَكُوْنُ اگرچہ فعل مضارع ہیں لیکن ان کا عطف اُنْزِلَ فعل ماضی پر ہے کیونکہ دونوں معطوف الیہ اور معطوف کے درمیان فَيَكُوْنَ فعل مضارع داخل ہے۔

کفار کے نزدیک کسی رسول من اللہ کے لئے ضروری تھا کہ :-

۱:۔ وہ کوئی فرشتہ ہوتا جو انسان کی طرح کھانے پینے کا محتاج نہ ہوتا اور نہ ضروریات زندگی کے لئے لئے بازاروں میں گھومنے پھرنے کی ضرورت ہوتی۔
۲:۔ اگر یہ نہیں تھا تو کم از کم ایک فرشتہ ہر وقت اس کی معیت میں رہتا اور لوگوں کو ڈراتا کہ اگر تم نے رسول کی پیروی نہ کی تو ابھی خدا کا عذاب برسا دیتا ہوں۔
۳:۔ یہ نہیں تو اس کے لئے کوئی غیب سے خزانہ ہی اتار دیا جاتا تاکہ معاش کا خاطر خواہ انتظام ہو جاتا۔
۴:۔ یا بدرجہ آخر اس کا کوئی باغ ہی ہوتا جس کا پھل وہ خود بھی کھاتا (اور دوسروں کو بھی کھلاتا)
وہ کہتے کہ یہ کیا ماجرا ہے کہ خدا کا رسول ہمارے معمولی رئیسوں سے بھی گیا گذرا ہے نہ خرچ کے لئے مال میسر نہ پھل کھانے کو کوئی باغ نصیب۔ اور دعویٰ یہ کہ ہم اللہ رب العالمین کے پیغمبر ہیں۔
= الظّٰلِمُوْنَ۔ ای الکفار۔
= اِنْ تَتَّبِعُوْنَ میں اِنْ بمعنی مَا ہے تتبعون مضارع جمع مذکر حاضر۔ کفار کا خطاب تابعین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
۹:۱۵ = ضَرَبُوْا لَکَ الْاَمْثَالَ۔ تمہارے لئے طرح طرح کی مثالیں بیان کرتے ہیں۔
فَضَلُّوْا۔ ف تفسیریہ ہے۔ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ مضارع نفی جمع مذکر غائب وہ استطاعت نہیں رکھتے وہ طاقت یا قدرت نہیں رکھتے۔
= سَبِیْلًا۔ ای طریقًا الی الحق والصّواب پس وہ راہ ہدایت وحق نہ پا سکے
= خَیْرًا مِّنْ ذٰلِکَ۔ اس سے بہتر۔ خَیْرٌ کے معنی نیکی وبھلائی۔ نیک کام ہیں۔ لیکن یہاں بمعنی اَفْعَلُ ہے، بہتر۔
= جَنّٰتٍ۔ خَیْرًا کا بدل ہے۔
= یَجْعَلْ مضارع مجزوم۔ واحد مذکر غائب۔ وہ بنا دے۔ وہ دیدے۔ اس کا عطف جَعَلَ پر ہے۔ اور جواب شرط میں ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔
= قُصُوْرًا قَصْرٌ کی جمع۔ محل۔
۲۵: ۱۱ = بَلْ کَذَّبُوْا بِالسَّاعَۃِ۔ بَلْ حرف اضراب (روگردانی کرنا) ہے مگر صرف اس صورت میں جبکہ اس کے بعد کوئی جملہ آئے۔ کبھی اضراب سے اس کے ماقبل کا ابطال ہوتا ہے، اور کبھی اضراب کے معنی ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲ : ۱۳۵۔ الاتقان جلد اول نوع چہلم)
یہاں ایک غرض سے دوسری غرض کی طرف منتقلی کے معنی میں آیا ہے یعنی بَلْ اضراب انتقالی

کے لئے ہے۔ ای انتقال الی حکایۃ نوع اٰخَرَ من اباطیلہم متعلق بامر المعاد و ماقبل کان متعلقًا بامر التوحید و امر النبوۃ۔
یہ ان کے باطل امور کی دوسری حکایت ہے جس کا تعلق آخرت کی زندگی سے ہے اور جو اس سے قبل تھا وہ امر توحید اور امر نبوت سے متعلق تھا۔
بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ۔ بلکہ یہ لوگ تو قیامت کے منکر ہیں۔
== سَعِيْرًا۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی مفعول۔ سعیر مذکر ہے لیکن یہاں نارٌ کے معنی میں آیا ہے اور اسی رعایت سے اگلی آیت میں صیغہ مؤنث لایا گیا ہے۔
۲۵: ۱۲ == رَاَتْهُمْ۔ رَاَتْ ماضی واحد مؤنث غائب جس کا مرجع سَعِيْرًا ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع کفار ہیں جن کا اوپر ذکر ہو رہا ہے (جب) وہ دوزخ (کی دہکتی ہوئی) آگ ان کو دیکھے گی۔
== تَغَيُّظًا۔ تَفَعُّلٌ کے وزن پر مصدر ہے غصہ کھانا۔ جھنجھلانا۔ اظہار غیظ و غضب۔ جوش مارنا تنوین تفخیم (شدت و بڑائی کے اظہار) کے لئے ہے۔
== زَفِيْرًا۔ چلانا۔ چنگھاڑنا۔ بروزن فعیلٌ مصدر ہے۔ یہاں بھی تنوین تفخیم کے لئے ہے۔
سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ زَفِيْرًا۔ وہ اس کا جوش مارنا اور چنگھاڑنا سنیں گے۔
۲۵: ۱۳ == اُلْقُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب القاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ ڈالے جائیں گے (ماضی بمعنی مضارع)
== مِنْهَا۔ ای من النار۔
== مَكَانًا ضَيِّقًا۔ موصوف وصفت۔ تنگ مکان۔ تنگ جگہ۔ دونوں منصوب بوجہ اسم ظرف ہونے کے۔ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا۔ ای اذا القوا فی مکان ضیق منہا۔ جب وہ ڈالے جائیں گے جہنم کی کسی تنگ جگہ میں۔
== مُقَرَّنِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُقَرَّنٌ واحد تَقْرِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ جکڑے ہوئے۔ کس کر باندھے ہوئے۔
اَلْاِقْتِرَانُ۔ اِزْدِوَاجٌ کی طرح اقتران کے معنی بھی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ جیسے اَوْجَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ (۴۳: ۵۳) یا یہ ہوتا (فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

قَرَنْتُ الْبَعِيْرَ مَعَ الْبَعِيْرِ میں نے ایک اونٹ کو دوسرے اونٹ کے ساتھ باندھ دیا۔ جس رسی کے ساتھ باندھا جاتا ہے اس کو قَرَنٌ کہتے ہیں۔

قَرَّنْتُهٗ باب تفعیل میں آئے تو مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے وَاٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ۔ (۳۸: ۳۸) اور اوروں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔

= دَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واو متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واو دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف حذف ہوگیا۔ اور دَعَوْا رہ گیا۔ دُعَاءٌ مصدر۔ (باب نصر)

= هُنَالِكَ۔ اسم ظرف زمان واسم ظرف مکان۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اس وقت۔

= ثُبُوْرًا۔ ثَبَرَ يَثْبُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ موت، ہلاکت، مرجانا۔

۲۵: ۱۴ = لَا تَدْعُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم نہ پکارو۔

= اَلْيَوْمَ۔ آج۔ آج کے دن۔

۲۵: ۱۵ = اَذٰلِكَ ہمزہ استفہام کے لئے ہے۔ ذٰلِكَ کا مشار الیہ النار ہے

= جَنَّةُ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشہ رہنے والی جنت۔ اَلْخُلْدُ مصدر۔ ہمیشگی دوام۔ بقار۔ خلد يخلد (نصر) سے۔

= كَانَتْ فعل ناقص۔ ماضی صیغہ واحد مونث غائب۔ ضمیر فاعل جنت کی طرف راجع ہے

= لَهُمْ ای للمتقین۔

= جَزَاءً۔ نیک عمل کا صلہ

= مَصِيْرًا۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔ قرارگاہ۔

جَزَاءً وَّمَصِيْرًا دونوں منصوب بوجہ خبر کے ہیں۔

۲۵: ۱۶ = كَانَ میں ضمیر کا مرجع مَايَشَآءُوْنَ ہے۔

= وَعْدًا مَّسْئُوْلًا۔ یعنی ایسا وعدہ جس کے پورا کرنے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔

واجب الادا۔ وعدہ۔ یعنی ایسا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے اس کا پورا کرنا اپنے ذمہ لیا ہے اور اس کی صفت یہ ہے لا يخلف الميعاد۔

یہاں اہل جنت کی دو صفات بیان کی گئی ہیں۔ (۱) جنت میں ان کو ان کی مرضی کے مطابق ہر شے ملیگی۔

۲- وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔

۲۵: ۱۷ = یَوْمَ - ای اذکر الیوم یاد کرو وہ دن۔ یا ان سے ذکر کرو اس دن کا۔
= یَحْشُرُھُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع کافرین و مشرکین ہیں! (جب) وہ انہیں جمع کرے گا۔
= وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اور (جب وہ جمع کرے گا) ان کو جنہیں خدا کے سوا وہ پوجتے تھے۔
= اَضْلَلْتُمْ۔ تم نے بہکایا۔ تم نے گمراہ کیا۔ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر
ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ضمیر کا مرجع اَنْتُمْ ہے خطاب ہے ان سے جن کو مشرکین خدا کے سوا پوجتے تھے یعنی ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا؟ یا وہ خود راہ راست سے بھٹک گئے تھے۔ اَمْ ھُمْ ضَلُّوا السَّبِیْلَ ۔
۲۵: ۱۸ = مَاکَانَ یَنْبَغِیْ لَنَا۔ مَاکَانَ یَنْبَغِیْ۔ ماضی استمراری منفی واحد مذکر غائب
= ہمارے لئے تو یہ بات بھی) کبھی زیبا نہ ہوئی (کہ ہم تیرے سوا کسی اور کو کارساز بنائیں (چہ جائیکہ ہم ان کو راہ راست سے بھٹکاتے اور تیرے سوا دوسروں کی عبادت پر ان کو لگاتے)
انبغاءٌ (انفعال) مصدر۔ شان کے شایاں ہونا۔ سزاوار ہونا۔ لائق ہونا۔
قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰہُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ (۳۶: ۶۹) اور ہم نے اس کو (پیغمبر کو) شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی وہ اس کے شان کے شایاں ہے۔
= نَتَّخِذَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ)۔ جمع متکلم اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر
ہم بنائیں۔ ہم بنا لیتے۔
= مِنْ اَوْلِیَآءَ میں مِنْ زائدہ تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ یا عبارت کی تقدیر یوں ہو۔
اَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ اَوْلِیَآءَ۔ کہ ہم تیرے سوا کسی دوسرے کو کارساز بنا لیتے۔
= مَتَّعْتَھُمْ۔ ماضی واحد مذکر حاضر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَمْتِیْعٌ (تفعیل)
مصدر تو نے ان کو دنیوی ساز و سامان اور آسودہ حالی سے نوازا۔
= وَاٰبَآءَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مَتَّعْتَ کا مفعول ثانی۔ اور ان کے بڑوں کو بھی)
= نَسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب نَسِیَ یَنْسٰی۔ (سمع) نِسْیَانٌ مصدر سے۔ انہوں نے بھلا دیا۔ وہ بھول گئے۔
= الذِّکْرَ۔ یاد۔ ذکر۔ موعظت۔ یہ نسیان کی ضد ہے۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا اَنْسٰنِیْہُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْکُرَہٗ (۱۸: ۶۳) شیطان نے ہی مجھ کو اس کا ذکر کرنا

جھٹلا دیا۔ یا یہاں اس سے مراد الفرآن بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ءَ اُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا۔ (۳۸: ۸) کیا ہم سب میں سے بس اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا۔

یہاں مراد تیرا ذکر۔ پندونصائح اور ایمان بالقرآن ہے۔

= بُوْرًا۔ بُوْرٌ اسم مصدر ہے اور اس کا اطلاق واحد وجمع پر ہوتا ہے۔ ہلاک ہونا۔ جمع کی مثال آیت ہذا ہے۔ وَکَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا۔ اور یہ لوگ برباد ہو کر رہے۔

واحد کی مثال عبد اللہ بن الزلعری السہمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شعر ہے۔

یَارَسُوْلَ الْمَلِیْكِ اِنَّ لِسَانِیْ ۔ رَاتِقٌ مَافَتَقْتُ اذا انا بورٌ۔

(اے بادشاہ کے قاصد جب کہ میں ہلاک ہو رہا ہوں تو میری زبان جو کچھ میں نے توڑا ہے اس کو جوڑ دیگی) یہاں انا واحد ہے اور بورٌ اس کی صفت ہے۔ لبعض کے نزدیک یہ بائر کی جمع ہے جیسے ھُوْدٌ ھَائِدٌ کی جمع ہے۔

۲۵: ۱۹ = کَذَّبُوْکُمْ۔ کَذَّبُوْا ماضی جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر حاضر ضمیر فاعل۔ معبودین کے لئے اور ضمیر مفعول عابدین کے لئے ہے۔ یعنی (سو اے کافرو) تمہارے معبودوں نے ہی تم کو جھٹلا دیا۔ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ان باتوں میں جو تم کہہ رہے ہو۔

= فَمَا تَسْتَطِیْعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ سو اے کافرو! نہ تم میں طاقت ہے (اس عذاب کو ٹال دینے کی یا پھیر دینے کی اور نہ ہی تم کو مدد پہنچ سکتی ہے)

= صَرْفًا۔ پھیرنا۔ ٹالنا۔ صَرَفَ یَصْرِفُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ اسی طرح نَصْرًا۔ نَصَرَ یَنْصُرُ کا مصدر بمعنی مدد ہے۔ یعنی پھر نہ اس عذاب کا ٹال دینا تمہاری استطاعت میں ہے اور نہ ہی کوئی مدد (بالواسطہ یا بلاواسطہ) تمہارے بس میں ہے۔

= مَنْ یَّظْلِمْ۔ جو ظلم کرے گا۔ ظلم سے مراد کسی شے کا اپنی صحیح جگہ سے دوسری جگہ رکھ دینا ہے شرک کو بھی ظلم کہتے ہیں کیونکہ خالق کو معبود بنانے کی بجائے مخلوق کو معبود ٹھہرانا کسی محل کو اپنے اصلی موقع کی بجائے غلط جگہ رکھنے کی بدترین مثال ہے۔ اسی لئے شرک کو قرآن میں ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (۳۱: ۱۳) یَظْلِمْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ شرط کی وجہ سے مجزوم ہے اور اسی طرح نُذِقْہُ جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ (ہم اسے چکھائیں گے)

= عَذَابًا کَبِیْرًا۔ موصوف وصفت ہو کر نُذِقْ کا مفعول ثانی۔

۲۵: ۲۰ = فِتْنَۃً آزمائش۔

= اَتَصْبِرُوْنَ ۔ جملہ استفہامیہ ہے کیا تم (اس آزمائش میں) صبر کرو گے ۔
لیکن یہاں امر کے معنی میں آیا ہے ۔ تم صبر کرو۔ یعنی ہر حالت میں صبر کا دامن مت چھوڑو
اس کی مثال فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ۔ سواب بھی تم باز آؤ گے ۔ مراد یہاں امر ہے۔
ای اِنْتَهُوْا۔ باز آجاؤ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَقَالَ الَّذِيْنَ (١٩)

الفُرْقَان ٢٥ اَلشُّعَرَاء ٢٦ النَّمْلُ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَقَالَ الَّذِيۡنَ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا

۲۵: ۲۱ = لَا يَرۡجُوۡنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ رَجَا يَرۡجُوۡ (نصر) رجو مادہ رِجَاءٌ وَرَجۡوٌ مصدر۔ امید کرنا۔ امید رکھنا۔ لَا يَرۡجُوۡنَ (جو) امید نہیں رکھتے۔

= لِقَآءَ نَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ لقاء حاصل مصدر۔ پہنچی۔ حاضری۔ لِقَاءٌ لَقِيَ يَلۡقٰى (سمع) کا مصدر بھی ہے۔ پالینا۔ کسی کے سامنے ہونا۔ مثلاً وَاعۡلَمُوۡا اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ۔ (۲: ۲۲۳) اور جان رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ لَا يَرۡجُوۡنَ لِقَآءَ نَا (جو) ہمارے روبرو ہونے کی امید نہیں رکھتے۔ یعنی جو یوم حشر کے منکر ہیں۔

= لَوۡلَاۤ اُنۡزِلَ ...... نَرٰى رَبَّنَا۔ یہ قال الذین کا مقولہ ہے لَوۡلَا ای ھَلَّا۔ کیوں نہ۔

= اِسۡتَكۡبَرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ۔ استکبر (باب استفعال) اپنے کو بڑا سمجھنا۔ بڑا شمار کرنا۔ اِسۡتَكۡبَرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ۔ وہ اپنے آپ کو اپنے دلوں میں بہت بڑا سمجھنے لگے تھے۔ یقیناً انہوں نے اپنے دلوں میں اپنے کو بڑا سمجھ لیا تھا۔

= عَتَوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب (باب نصر) انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ سرتابی میں حد سے گذر گئے۔ وہ شرارت میں انتہا کو پہنچ گئے۔ عُتُوٌّ مصدر عَتَا يَعۡتُوۡ اسے۔

لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِيۡرًا۔ میں لام جواب قسم میں ہے اور عُتُوًّا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ ای واللّٰہ لقد استکبروا فی شأن انفسھم و تجاوزوا الحد فی الظلم والطغیان تجاوزًا کبیرًا بالغًا اقصٰی غایتہ۔ خدا کی قسم وہ اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنے لگے تھے اور ظلم و سرکشی میں حد سے تجاوز کر گئے تھے اور ان کا تجاوز اپنی انتہائی حد تک پہنچ گیا تھا۔

= يَوۡمَ۔ ای اذکر يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰۤئِكَةَ۔ یاد کرو وہ دن جب وہ فرشتوں کو دیکھیں گے لَا بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ مجرموں کے لئے اس دن کوئی خوشخبری نہ ہو گی۔

یا يَوۡمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ ای انھم یوم یرون الملئکۃ لَا بشرٰی لھم جس روز وہ فرشتوں کو دیکھیں گے ان کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہو گی۔

یَوْمَ سے یہاں مراد یوم الموت بھی ہو سکتا ہے اور یوم القیامۃ بھی۔
= حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ الحَجَرُ۔ سخت پتھر کو کہتے ہیں۔ الحجر والتحجیر کے معنی کسی جگہ پتھروں سے احاطہ کرنا کے ہیں۔ کہا جاتا ہے حَجَرْتُہٗ حَجْرًا فَھُوَ مَحْجُوْرٌ وحَجَّرْتُہٗ تحجیرًا فھو مُحَجَّرٌ۔ جس جگہ کے اردگرد پتھروں سے احاطہ کیا گیا ہو اسے حِجْرٌ کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ کو اور دیار ثمود کو حِجْرٌ کہا گیا ہے۔
مؤخر الذکر کے متعلق قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۵: ۸۰) اور وادئ حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی!
اور حِجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنی لے کر عقل انسانی کو بھی حِجر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (۸۹: ۵) اور بے شک یہ چیزیں عقلمندوں کے نزدیک قسم کھانے کے قابل ہیں۔
حِجْرٌ حرام چیز کو بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کا کھانا ممنوع ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ (۶: ۱۳۸) اور یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ چوپائے اور کھیتی حرام ہیں۔ جاہلیت کے زمانہ میں دستور تھا کہ جب کسی کے سامنے کوئی ایسا شخص آجاتا جس سے اذیت کا خوف ہوتا اور اپنی بے بسی اور بیچارگی کا احساس ہوتا تو کہہ دیتا حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ (یعنی ہم تمہاری پناہ چاہتے ہیں) یہ الفاظ سُن کر دشمن اسے کچھ نہ کہتا۔ یا وہ بے بس شخص پکار اٹھتا حِجْرًا مَّحْجُوْرًا اور مراد اس کی اللہ تعالیٰ سے مخالفت کی اذیت سے عافیت اور خدا کی پناہ طلب کرنا ہوتی۔ جیسے کہ کہے خدایا پناہ۔ خدایا پناہ۔ ان ہی معنوں میں ابن جریج کا قول ہے:۔ عرب جب کسی مصیبت میں گھر جاتے ہیں تو کہتے ہیں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ معناہ عوذًا معوّذًا۔ ہائے بچاؤ۔ ہائے بچاؤ۔
دو چیزوں کے درمیان مضبوط آڑ یا اوٹ کو بھی حِجْرًا مَّحْجُوْرًا کہتے ہیں یعنی ایسی مضبوط رکاوٹ جو دور نہ ہو سکے۔ اس میں رکاوٹ اور حفاظت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵: ۵۳) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔
قرآن مجید میں حِجْرًا مَّحْجُوْرًا صرف دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور وہ بھی اسی سورۃ الفرقان کی آیۃ ہذا میں اور دوسرے آیت (۲۵: ۵۳) محولہ بالا۔
وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا میں ضمیر فاعل يَقُوْلُوْنَ کے متعلق دو اقوال ہیں۔

۱:- ضمیر فاعل اَلْمَلٰئِکَۃ کے لئے ہے اور حضرت ابو سعید الخدری، الضحاک، قتادہ، عطیہ و مجاہد سے یہی روایت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور فرشتے کہیں گے کہ (جنت کا داخلہ تم پر) قطعاً حرام ہے۔ ای تقول الملئکۃ حراما محرما ان یدخل الجنۃ الا من قال لا الٰہ الا اللہ وقام شرائعھا ومحجورًا صفۃ تؤکد معنی حجرًا۔ فرشتے کہیں گے کہ جنہوں نے کلمہ لا الٰہ نہیں پڑھا اور شریعت کے احکام کی پابندی نہیں کی ان کا جنت میں داخلہ قطعاً حرام اور ممنوع ہے اس صورت میں حجرًا موصوف اور محجورًا صفت برائے تاکید ہے۔

۲:- ضمیر فاعل الکفار کی طرف راجع ہے یقولون کا عطف یَرَوْنَ پر ہے۔ یعنی جب وہ اس دن کی ہولناکیوں کو دیکھیں گے۔ اور عذاب کو متوقع پائیں گے تو چلا اٹھیں گے حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ پناہ! پناہ! ان الکفار الذین اقترحوا انزال الملائکۃ اذا رأوا الملائکۃ توقعوا العذاب من قبلہم فیقولون حینئذ للملائکۃ حجرًا محجورًا۔ کفار فرشتوں کے انزال کے لئے مطالبہ کیا کرتے تھے جب وہ اس دن فرشتوں کو دیکھیں گے اور اُن سے (بجائے بشارت کے) عذاب متوقع پائیں گے تو اس وقت وہ فرشتوں سے التجا کریں گے بچاؤ۔ بچاؤ۔

۲۳:۲۵ == قَدِمْنَآ اِلٰی۔ ماضی جمع متکلم (باب سمع) قَدُمٌ مصدر۔ آگے بڑھنا۔ ہم آگے بڑھیں گے ہم متوجہ ہوں گے۔ لیکن اگر قَدُوْمٌ یا قِدْمَانٌ مصدر سے اسی باب سے آئے تو معنی سفر سے واپسی کے ہوں گے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے۔

== ھَبَآءً۔ اسم مفرد۔ باریک خاک۔ باریک ذرات۔ جو سورج کے رُخ پر کواڑ کے سوراخوں میں سے دکھائی دیتے ہیں۔ جَعَلْنٰہُ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اوّل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے۔

== مَّنْثُوْرًا۔ ھَبَآءً کی صفت ہے۔ بکھرا ہوا۔ غیر منظوم۔

۲۴:۲۵ == اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آیت ۲۵: ۱۵ میں ان کی طرف اشارہ ہے ھم المؤمنون المتقون۔ وہ وہی متقون ہوں گے جن کا ذکر آیت ۱۵ میں ہے۔

== خَیْرٌ۔ بہتر۔ اچھا۔ اور اَحْسَنُ بہت اچھا، بہتر۔ تفضیل کا صیغہ۔ یا تو خیریت اور حسن کی زیادتی کو بیان کرنے کے لئے ہے کہ وہ خیریۃ المستقر اور حسن المقیل کے انتہائی مدارج میں ہوں گے یا مقابلہ کیا ہے کفار کے تنعم، سامانِ عیش و عشرت سے جو انہیں دنیا میں حاصل رہا۔

== مُّسْتَقَرًّا خَیْرٌ کی تمیز ہے۔ مُسْتَقَرٌّ اسم ظرف مکان۔ قرار گاہ۔ یعنی جہاں تک ان کی قیام گاہ کا تعلق ہے وہ سب سے اچھے رہیں گے۔

== مَقِیْلًا۔ اسم ظرف مکان و زمان۔ قیلولہ کرنے کی جگہ یا قیلولہ کرنے کا وقت۔ قَیْلُوْلَۃٌ مصدر دوپہر میں آرام کرنا۔ مطلقاً بمعنی آرام گاہ۔ یا وقتِ استراحت۔ مَقِیْلًا بھی اَحْسَنُ کی تمیز ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے (جنت) بہترین قرارگاہ ہوگی اور بہترین آرام گاہ
۲۵:۲۵ == یَوْمَ: کا نصب بوجہ فعل محذوف اُذْکُرْ کے مفعول ہونے کے ہے۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف (۱) یَوْمَئِذٍ آیت ۲۴ پر ہے یا (ب) یَوْمَ یَرَوْنَ آیت ۲۲ پر ہے۔
== تَشَقَّقُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب تَشَقُّقٌ (تفعّل) مصدر۔ شگافتہ ہونا۔ پھٹ جانا اصل میں تَتَشَقَّقُ تھا۔ ایک تاء کو حذف کیا گیا۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے مثلاً اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴:۱) جب آسمان پھٹ جائے گا۔ الشقاق (باب مفاعلۃ مشاقۃ) کے معنی مخالفت کے ہیں۔ گویا ہر فریق جانب مخالف کو اختیار کرلیتا ہے۔ الشِّقَّۃُ پھاڑا ہوا ٹکڑا۔
== غَمَام۔ ابر (اسم جنس ہے) سفید ابر۔ جمع ہے اس کا واحد غَمَامَۃٌ ہے۔ غَمَامَۃٌ کی جمع غمائم بھی ہے۔ سفید ابر۔ رقیق مانند کہر۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر دشت تیہ میں چھایا تھا۔ قرآن میں ہے وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى (۷:۱۶۰) اور ہم نے ان پر ابر کا سایہ کردیا اور ہم نے ان پر مَنّ وسلوٰی اتارا۔ یا اس بادل کی طرح جو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ظاہر کریگا مثلاً هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِىْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ (۲:۲۱۰) یہ لوگ تو بس اس کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس خدا بادل کے سائبانوں میں آجائے۔

تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ۔ کی کئی توجیہ بیان کی گئی ہیں۔

۱۔ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ وَعَلَيْهَا غَمَامٌ کما تقول رکب الامیر بسلاحۃ ای وعلیہ سلاحۃ یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے اوپر سفید بادل نمودار ہوگا اور جیسا کہتے ہیں کہ حاکم اسلحہ کے ساتھ سوار ہوا یعنی اس حالت میں سوار ہوا کہ اس کے جسم پر اسلحہ تھا۔

(۲) باء سببیہ ہے یعنی آسمان بادلوں کے سبب سے پھٹ جائے گا۔ یعنی آسمان سے ایک سفید ابر نکلیگا جس کے سبب آسمان پھٹ جائے گا۔

(۳) باء بمعنی عَنْ ہے یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور سفید بادل ظاہر ہوگا۔ باء کو عَنْ کی بجائے اور جگہ بھی استعمال کیا گیا ہے مثلاً مَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ (۵:۵) اور جو کوئی ایمان سے انکار کرے گا۔ یا فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا (۲۵:۵۹) پوچھ لے اس کے متعلق کسی باخبر سے

(۴) باء الحال ہے یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور بادلوں کی صورت اختیار کرلے گا۔

(۵) باء مصاحبت بمعنی مع۔ یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور اس کے ساتھ بادل بھی۔

= نُزِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَنْزِيْلٌ (تفعیل) مصدر اتارا گیا۔ تَنْزِيْلًا مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۵ : ۲۶ = اَلْمُلْكُ الْحَقُّ۔ موصوف وصفت دونوں مل کر مبتدا۔ لِلرَّحْمٰنِ خبر۔ يَوْمَئِذٍ ظرف زمان متعلق مبتدا۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ۔ اس روز حکومتِ حقیقی (خدائے) رحمان ہی کی ہوگی۔

= كَانَ يَوْمًا۔ ای كان ذلك اليوم يومًا..... اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔ عَسِيْرًا (يَسِيْرًا کی ضد) سخت مشکل بھاری، عُسْرٌ سے بر وزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۲۵ : ۲۷ = يَوْمَ۔ میں عامل اُذْكُرْ محذوف ہے۔

= يَعَضُّ۔ عَضَّ يَعَضُّ (باب سمع) عَضٌّ وعَضِيْضٌ مصدر۔ دانت سے پکڑنا دانت سے کاٹنا۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ بَا اور عَلٰی کے صلہ کے ساتھ عَضَّ بِهٖ عَضَّ عَلٰی آتا ہے۔ يَعَضُّ عَلٰی يَدَيْهِ وہ اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کاٹ کھاتا ہے یا کھائیگا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ (۳ : ۱۱۹) اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر (شدتِ) غیظ سے انگلیاں کاٹ کاٹ کر کھاتے ہیں

= اَلظَّالِمُ۔ میں ال حرفِ تعریف ہے۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ حرف تعریف عہد کے لئے ہے۔ اور اس کا معہود متعین ہے۔ مثلاً قرآن میں ہے كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ (۷۳ : ۱۵/۱۶) جس طرح ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی (اس میں الرَّسُوْلَ کی الف لام نے معہود کا تعین کر دیا کہ یہ وہی رسول تھا جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا)

مفسرین کا قول ہے کہ یہ آیت عقبہ بن ابی معیط بن اُمیہ بن عبد شمس کے بارہ میں نازل ہوئی تھی اس صورت میں اَلْ عہدی عقبہ کے لئے ہے اور الظالم سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے۔

(۲) یہ حرف تعریف جنس کے لئے ہے اور استغراقِ افراد کے لئے ہے اور یہ وہ اَلْ ہے کہ جس کی جگہ لفظ كُلٌّ قائم مقام ہوتا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (۴ : ۲۸) اور انسان کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے یعنی تمام بنی نوع انسان۔ اس صورت میں الظالم سے مراد تمام ظالم اشخاص ہوں گے۔

= يٰلَيْتَنِيْ۔ یا حرف ندا ہے قریب اور بعید ہر دو کے لئے آتا ہے یا ہمیشہ اسم پر آتا ہے

یعنی منادیٰ ہمیشہ اسم ہوتا ہے جیسے یا زید۔ اے زید۔ لیکن اگر فعل پر داخل ہو جیسے اَلَا یا اُسْجُدُوْا۔ یا حرف پر داخل ہو جیسے یَالَیْتَنِیْ تو ان صورتوں میں مُنادیٰ محذوف ہوتا ہے آیۃ ھذا یٰلَیْتَنِیْ میں منادیٰ محذوف ہے ای یاقومی لیتنی۔

یا یَا حرف تنبیہ کے لئے ہے۔

لَیْتَنِیْ۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل ہے آرزو۔ تمنا کے لئے آتا ہے (اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے جیسے لَیْتَ زَیْدًا قَائِمٌ (کاش زید کھڑا ہوتا) یٰلَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ (کاش جوانی پھر آتی) کبھی اسم اور خبر دونوں کو نصب دیتا ہے۔ مثلاً یٰلَیْتَ اَیَّامَ الصِّبَا رَوَاجِعًا لَیْتَ اکثر ناممکن امر پر واقع ہوتا ہے مثلاً یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا (۷۸ : ۴۰) کاش میں مٹی ہو جاتا۔

فَیَالَیْتَ الشَّبَابَ یَعُوْدُ یَوْمًا۔ فَاُخْبِرُہٗ بِمَا فَعَلَ الْمَشِیْبُ۔

اے کاش جوانی کسی دن لوٹ آتی تو بڑھاپے نے جو سلوک کیا ہے میں اس کو بتاتا۔

یَالَیْتَنِیْ یا حرف ندا قَوْمِیْ منادیٰ محذوف لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل نِیْ اسم (یا بصورت تنبیہ معنی) اے کاش میں (نے اختیار کیا ہوتا)

= اِتَّخَذْتُ۔ ماضی واحد متکلم اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر میں نے اختیار کیا۔ یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ اے کاش میں نے اختیار کیا ہوتا۔

الرَّسُوْلَ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر الظَّالِمُ (مذکورہ بالا) میں اَل جنس کا ہے تو الرَّسُوْل میں بھی الف لام جنس کا ہوگا۔ اور الرَّسُوْل سے مراد کل رسول (تمام رسول) ہوں گے۔

(۲) اور اگر الظَّالِمُ میں اَل عہد کا ہے اور اس سے مراد عقبہ بن ابی معیط ہے تو الرَّسول میں بھی اَل عہد کے لئے ہے اور اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مقام ہے!

اب آیت کا ترجمہ:۔ تو اس دن ظالم (فرط ندامت سے) اپنے ہاتھوں کو کاٹ گا (اور کہے گا) کاش! میں نے رسول (مکرم) کی معیت میں (نجات کا) راستہ اختیار کیا ہوتا۔

سَبِیْلًا۔ اتَّخَذْتُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے

۲۵: ۲۸ = یٰوَیْلَتٰی۔ یَا حرف ندا، ویلۃ اسم مضاف۔ ی برائے نسبت واحد متکلم مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ ہائے میری بدبختی۔ ہائے افسوس، وَیْلَتٰی اصل میں وَیْلَتِیْ تھا۔ افسوس اور حسرت کی آواز کو کھینچنے کے لئے یا کو الف سے بدل کر ویلتی کردیا۔

۲۵: ۲۹ = اَضَلَّنِیْ۔ اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم اس نے مجھے بہکایا۔ اس نے مجھے گمراہ کیا۔
= الذِّکْرِ۔ سے مراد موعظۃ الرسول، کلمہ شہادت۔ یا قرآن مجید ہے۔
= جَآءَنِیْ۔ ضمیر فاعل الذکر کے لئے ہے۔
= خَذُوْلًا۔ فَعُوْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل صفت کا صیغہ ہے۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خَذَلَانٌ خِذْلَانٌ خَذْلٌ مصدر۔ مصیبت میں تنہا چھوڑ دینے والا۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہے۔

ف یٰلَیْتَنِیْ (آیہ ۲۸ تا اِذْ جَآءَنِیْ آیہ ۲۹) الظالم کا مقولہ ہے اور وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا جملہ معترضہ ہے۔

۲۵: ۳۰ = وَقَالَ الرَّسُوْلُ۔ اس کا عطف وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ۔۔۔ الخ پر ہے۔ اور دونوں جملوں کے درمیان کا کلام بطور جملہ معترضہ ہے۔ اور یہاں الرَّسُوْلُ سے مراد نبیّنا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
= مَهْجُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر هَجْرٌ سے ای متروکًا بالکلیۃ۔ کلی طور پر اس پر ایمان نہ لاتے نہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور غور کیا اور نہ اس کے وعدہ اور وعید کی طرف توجہ کی یا هُجْر سے مراد بکواس۔ بدگوئی۔ نامناسب کلام۔ یعنی کسی نے قرآن کو بکواس کہا۔ کسی نے سحر کہا۔ اور کسی نے شعر۔ نشانہ تضحیک۔
کَفٰی۔ کَفٰی یَکْفِیْ (ضرب) کفایۃ ..... الشیٔ کافی ہونا۔ کَافٍ اسم صفت۔ کہا جاتا ہے کَفَیْتُہٗ شَرَّ عَدُوِّہٖ میں نے اس کو اس کے دشمن کے شر سے بچا دیا۔
کَفٰی بِرَبِّكَ۔ میں بَا زائدہ ہے اور رب حالت رفعی میں ہے ای کَفٰی رَبُّكَ تیرا رب کافی ہے۔ هَادِیًا وَّنَصِیْرًا۔ منصوب بوجہ حال یا تمیز کے ہیں۔

۲۵: ۳۲ = جُمْلَةً وَّاحِدَةً۔ یکبارگی۔ ایک ہی دفعہ۔ ایک ہی وقت میں۔ جُمْلَةً بوجہ القُرْاٰن کے حال ہونے کے منصوب ہے۔ اور واحدۃً بوجہ جُمْلَةً کی صفت کے منصوب ہے
= کَذٰلِكَ۔ کاف حرف تشبیہ ہے اور ذٰلِكَ اسم اشارہ۔ اسی طرح۔ یعنی یہ تنزیل اسی طرح ہی ہے۔ تھوڑی تھوڑی، وقفے وقفے کے بعد۔ ضرورت کے پیش نظر۔ حکمتِ بالغہ کے مطابق مفہوم کو ذہن نشین کرنے کے لئے۔
= لِنُثَبِّتَ۔ لام تعلیل کی ہے۔ اس لئے کہ نثبت مضارع جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام

تَثْبِیْتٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم قائم رکھیں۔ ہم جمائے رکھیں۔ ہم مضبوط رکھیں، ہم ثابت قدم رکھیں ہم محکم رکھیں۔

= وَرَتَّلْنٰہُ۔ رَتَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع القرآن ہے ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔ یا پڑھ کر سنایا۔ تدریجًا نازل فرمایا۔ تَرْتِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ سہولت اور حسنِ تناسب کے ساتھ کسی کلمہ کو ادا کرنا۔ ہم نے اسے نہایت عمدہ ترتیب اور تناسب کے ساتھ اتارا ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے۔ ای کذلك نزّلنٰه ورتّلنٰه ترتیلا۔

۲۵: ۳۳ = لَا یَاْتُوْنَكَ۔ لَا یَاْتُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر نہیں لائیں گے تیرے پاس۔ نہیں پیش کریں گے تیرے سامنے۔

= مَثَلٍ۔ اعتراض۔ عجیب سوال۔ مَثُلَ یَمْثُلُ (کرم) الشیئ مُثُوْلًا کے معنی کسی چیز کا سیدھا کھڑا رہنا۔ یا دوسری چیز کی شکل وصورت اختیار کرلینا کے ہیں۔

مثلاً حدیث شریف میں ہے من احب ان یمثل له الرجال فلیتبوأ مقعدہٗ من النار۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے سامنے سیدھے کھڑے رہیں تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔

المُمَثَّلُ وہ چیز جو کسی نمونہ کے مطابق بنائی گئی ہو۔ تمثیل تصویر۔ المثل ایسی بات جو کسی دوسری بات سے ملتی جلتی ہو۔ مَثَلٌ وَمِثْلٌ دونوں ہم معنی ہیں المُثْلَةُ عبرتناک سزا۔

= جِئْنٰكَ۔ جِئْنَا ماضی جمع متکلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جِئْنَا ہم آئے۔ جَآءَ سے اور صلہ بَ کے ساتھ۔ ہم لاتے۔ ہم تیرے پاس لائیں گے۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

وَلَا یَاْتُوْنَكَ ..... بِاَحْسَنَ تَفْسِیْرًا۔ اور نہیں لائیں گے تیرے پاس کوئی اعتراض یا عجیب سوال مگر ہم تیرے پاس اس کا صحیح جواب لائیں گے۔ اور عمدہ تفسیر۔ یعنی آپ کے پاس یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال پیش کریں گے ہم اس کا صحیح جواب اور احسن تفسیر آپ کو بتلا دیں گے۔

اَحْسَنَ تَفْسِیْرًا کا عطف الحق پر ہے۔ ای جئنٰك باحسن تفسیرا

۲۵: ۳۴ = یُحْشَرُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ان کو جمع کیا جائے گا۔ ان کو سمیٹ کرلے جایا جائے گا۔ ای یُسَاقُوْنَ۔ گھسیٹ کرلے جایا جائے گا۔

= شَرٌّ۔ اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کے صیغے ہیں۔ شر کو بصیغہ تفضیل اور جگہ بھی استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ط (۵: ۶۰) آپ کہہ دیجئے کیا میں تمہیں بتاؤں وہ جو اللہ کے ہاں پاداش کے لحاظ سے اس سے بھی برا ہے

شَرٌّ۔ بدترین۔ اَضَلُّ۔ زیادہ گمراہ۔

ترکیب:۔ ھُمْ (مبتدا محذوف) اَلَّذِیْنَ یُحْشَرُوْنَ ...... سَبِیْلًا خبر۔
یا اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ مبتدا۔ شَرٌّ مَّکَانًا اس کی خبر اول وَاَضَلُّ سَبِیْلًا خبر ثانی۔ مبتدا و خبر مل کر یہ جملہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول مبتدا کی خبر ہوا۔

اَلَّذِیْنَ ...... یہ وہ لوگ ہیں (یعنی اعتراض کرنے والے۔ عجیب سوال پوچھنے والے) جو اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف لیجائے جائیں گے۔ یہ لوگ جگہ کے لحاظ سے بدترین اور طریقہ و مذہب کے لحاظ سے بہت گمراہ ہیں۔

۲۵:۳۶ = دَمَّرْنَاھُمْ۔ ماضی جمع متکلم ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تَدْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔ ہم نے ان کو اکھیڑ مارا۔ تباہ کر کے چھوڑا۔

التدمیر اشد الاھلاک واصلہ کسر الشئ علیٰ وجہ لا یمکن اصلاحہٗ۔ تدمیر اہلاک کی شدید ترین شکل ہے اور اس کی اصل کسی شے کو اس طرح توڑ پھوڑ دینا کہ اس کی اصلاح ہی ممکن نہ رہے۔ یعنی بالکل چور چور و ریزہ ریزہ ہی کر ڈالا۔

کلام کچھ یوں ہے۔

فَقُلْنَا اذْھَبَآ اِلَی الْقَوْمِ فذھبا الیھم ودَعَوْھُمْ الی الایمان فکذبوھما واستمروا علیٰ ذٰلك فدَمَّرْنٰھُمْ۔ ہم نے کہا کہ تم دونوں قوم کے پاس جاؤ پس وہ دونوں ان کی طرف گئے اور ان کو ایمان کی دعوت دی لیکن (اس قوم کے) لوگوں نے ان دونوں کی تکذیب کی اور ڈٹے رہے پس ہم نے ان کو تباہ کر کے چھوڑا۔

۲۵:۳۷ = قَوْمَ نُوْحٍ۔ ای اُذْکُرْ قَوْمَ نُوْحٍ۔ اور قوم نوح کو یاد کرو۔

بعض کے نزدیک اس سے قبل دَمَّرْنَا مضمر ہے۔ ای ودمرنا قوم نوح۔
ابوحیان کے نزدیک قوم نوح کا عطف دَمَّرْنَاھُمْ کے مفعول پر ہے اور یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قوم نوح کی ہلاکت فرعون اور اس کی تکذیب پر مترتب نہیں ہے اول الذکر (اذکروقوم نوح) ہی زیادہ صحیح ہے۔

= لَمَّا۔ جب (کلمہ ظرف زمانی ہے)

= الرُّسُلَ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ ای رَسُوْلَھُمْ اپنے رسول (کی تکذیب کی)
• ومن کذب رسولا واحدًا فقد کذب جمیع الرسل فلذا ذکرہ

بلفظ الجمع۔ جس نے ایک رسول کی تکذیب کی اس نے جملہ رسولوں کی تکذیب کی (کیونکہ تمام کی تعلیم وہی توحید الٰہی تھی) اسی وجہ سے اس کو بلفظ جمع ذکر کیا گیا ہے۔

(۲) اس سے مراد حضرت نوح اور ان کے ماقبل کے پیغمبران ہیں۔

(۳) یا الرُّسُل۔ جنس کے لئے ہے۔ یعنی وہ ہر رسول کے مخالف تھے۔ اور سلسلۂ نبوت ورسالت کے منکر تھے۔

= اٰیَۃً۔ نشان (عبرت)

= اَعْتَدْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) سے ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

= لِلظّٰلِمِیْنَ۔ ای للکفرین۔ مراد اس سے قوم مذکور ہے۔

= عَذَابًا اَلِیْمًا۔ موصوف وصفت۔ اعتدنا کے مفعول ہونے کی وجہ سے عذابًا منصوب ہے اور الیمًا اپنے موصوف کی مطابقت میں منصوب ہوا۔ دردناک عذاب۔

۳۸:۲۵ = عَادًا۔ (قوم عاد) اس کا عطف قَوْمَ نُوْحٍ پر ہے۔ ای دَمَّرْنَا عَادًا۔ یا اس سے قبل اذکر محذوف ہے اور یہ اس کا مفعول ہے۔

= ثَمُوْدَا۔ اَصْحٰبَ الرَّسِّ۔ قُرُوْنًا۔ (ای اھل قرون بہت سی امتوں کے لوگ، بہت سی امتیں، قومیں) عَادًا کی طرح ان کا عطف بھی قوم نوح پر ہے یا ان کے قبل فعل اُذْکُرْ محذوف ہے۔

ثَمُوْدَا۔ بوجہ عجمہ ومعرفہ غیر منصرف ہے اس لئے اس کے آخر میں تنوین نہیں آتی!

= بَیْنَ ذٰلِکَ۔ ان کے درمیان۔

(۱) جن کے علاقے ان قوموں کے علاقوں کے درمیان تھے!

(۲) جو ان قوموں کے درمیانی زمانہ میں گذریں۔

= کَثِیْرًا۔ قُرُوْنًا کی صفت ہے۔ ای کثیر التعداد

۳۹:۲۵ = کُلًّا ضَرَبْنَا لَہُ الْاَمْثَالَ۔ اَلْاَمْثَالَ۔ مثالیں۔ مَثَلٌ اور مِثْلٌ کی جمع ہے! جس کے معنی مانند اور نظیر کے ہیں۔ قرآن حکیم میں مثالیں عبرت پکڑنے کی خاطر بیان کی گئی ہیں۔ ضَرَبْنَا الْاَمْثَالَ۔ ہم نے مثالیں بیان کیں (تاکہ مخاطبین عبرت حاصل کریں) یہاں ضَرَبْنَا الْاَمْثَالَ۔ بمعنی اَنْذَرْنَا وَحَذَّرْنَا ہے۔ یعنی ہم نے ڈرایا اور متنبہ کیا۔ اور اس معنی کی رعایت سے کُلًّا منصوب ہے۔ ای حذرنا کُلَّ وَاحِدٍ منہم ہم نے ان میں سے ہر ایک کو مثالیں دے دے کر (اعمال بد کے انجام سے) ڈرایا۔ یا حَذَّرْنَا کُلَّھُمْ

ہم نے ان سب کو متنبہ کیا۔
= كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا۔ كُلًّا مفعول ہے تَبَّرْنَا کا۔ مقدم لایا گیا ہے۔ اَلتَّبْرُ (ضَرَبَ) کے معنی توڑ دینے اور ہلاک کر دینے کے ہیں جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:
وَلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا (۱۷: ۷) اور تاکہ جس چیز پر بھی ان کا زور چلے اسے تہس نہس کر ڈالیں۔

آیت کا مطلب یوں ہے وبَيَّنَّا لِكُلِّ وَاحِدٍ منهم القصص العجيبة من قصص الاولين انذارًا فلما اَصَرُّوْا تبرناهم تدميرًا۔ اور ہم نے ان میں سے ہر ایک کو پہلے ہلاک ہونے والی قوموں کی مثالیں بیان کیں لیکن جب وہ اپنے طریقہ کار پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو بالکل ہی برباد کر دیا۔

۲۵: ۴۰ = اَتَوْا۔ اِتْيَانٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب وہ پہنچے۔ وہ آئے۔ وہ گذرے۔ وہ لائے۔ ضمیر فاعل اہل مکہ کے لئے ہے۔ اَتَوْا عَلٰى۔ کسی شے کے پاس سے گذرے ہیں۔

لَقَدْ اَتَوْا عَلٰى میں لام تاکید کا ہے۔ اور قَدْ اگرچہ ماضی کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال سے نزدیک بنا دیتا ہے لیکن فعل ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے جیسے قوله تعالیٰ۔ قَدْ افلح المؤمنون۔ (۲۳: ۱) بے شک بامراد ہو گئے ایمان والے۔

یہاں آیت ہذا (۲۵: ۴۰) میں بھی یہ تحقیق کے معنیٰ دیتا ہے۔ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ بے شک وہ ضرور گذرے ہیں اس بستی کے پاس سے۔

القرية سے مراد سدوم وغیرہ قوم لوط کے علاقے ہیں۔

= اُمْطِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب امطارٌ (افعال) مصدر۔ مَطَرٌ بارش اس پر بارش برسائی گئی۔ ابو عبیدہ نے تصریح کی ہے کہ مَطَرَ (باب نصر) مَطَرٌ و مَطَرٌ مصدر سے استعمال بارانِ رحمت میں ہوتا ہے اور اَمْطَرَ (باب افعال) سے عذاب میں۔

= مَطَرَ السَّوْءِ۔ سَوْءٌ سَاءَ يَسُوْءُ (نصر) کا مصدر ہے، بُرا ہونا قبیح ہونا۔ مَطَرَ السَّوْءِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ قباحت کی بارش، بدبختی کی بارش۔ انجام کار غم کا باعث بننے والی بارش۔ جیسے مذمت کے سلسلے میں کہتے ہیں رجل السّوء۔ قبیح انسان جس کا حل غم میں منتج ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (۹: ۹۸) انہیں پر بری مصیبت واقع ہو۔ یہاں دائرة السوء سے مراد ہر وہ چیز ہو سکتی ہے جو انجام کار غم کا موجب ہو

یہاں مَطَرَ السَّوْءِ سے مراد مطر الحجارۃ ہے کیونکہ قوم لوط کی تباہی پتھروں کی بارش سے ہوئی تھی۔ جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھَا حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ (۱۱:۸۲) اور ہم نے برسا دیے ان پر پتھر کھنگر کے۔

مَطَرَ اُمْطِرَتْ کے مفعول ثانی ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ جس پر پتھروں کی سخت بارش برسائی گئی تھی۔ جس پر بری طرح پتھراؤ کیا گیا تھا۔

= اَفَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرَوْنَھَا۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ الفاء جملہ مقدرہ کے عطف کے لئے ہے ای الم یکونوا ینظرون الیھا فلم یکونوا یرونھا۔ کیوں نہیں یہ ان برباد (بستیوں) کی طرف نظر کرتے اور کیوں نہیں ان کو (نظر بصیرت سے) دیکھتے (کہ عذاب اللہ کے آثار سے نصیحت پکڑیں) ھا ضمیر القریۃ کی طرف راجع ہے۔

= بَلْ ۔ یہاں بطور حرف اضراب آیا ہے یعنی ماقبل سے اعراض کے لئے آیا ہے۔ اور تدارک یعنی اصلاح کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی بات یہ نہیں کہ اپنی ظاہری نظروں سے ان برباد بستیوں کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا۔ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔ اس پر ان کا ایمان ہی نہیں۔ اس لئے اصلاح احوال کی انہیں فکر ہی نہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲: ۱۳۵)

= لَا یَرْجُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر۔ وہ امید نہیں رکھتے ہیں۔ وہ یقین نہیں رکھتے۔ وہ اندیشہ نہیں کرتے ہیں۔

= نُشُوْرًا ۔ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا۔ نَشَرَ یَنْشُرُ (نصر) سے مصدر ہے

۲۵: ۴۱ = اِنْ ۔ نافیہ ہے۔ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ ۔ یتخذون مضارع جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر ك ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تجھے نہیں بناتے ہیں۔

= ھُزُوًا ھَزَءَ یَھْزَءُ (فتح) وَ ھَزِءَ یَھْزَاُ (سمع) کا مصدر ہے۔ کسی سے مسخری کرنا۔ مخول کرنا۔ ٹھٹھا کرنا۔ یہاں اسم مفعول آیا ہے بمعنی وہ جس کا مذاق اڑایا جائے مادہ ھ ز ء

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئًا نِ اتَّخَذَھَا ھُزُوًا (۴۵: ۹) اور جب ہماری کچھ آیتیں اسے معلوم ہوتی ہیں تو وہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ان یتخذونك اِلَّا ھُزُوًا ۔ نہیں بناتے تجھے مگر مرکز تضحیک۔ یعنی آپ کا مذاق اڑاتے ہیں۔

= اَهٰذَا الَّذِیۡ - ای قائلین اَهٰذَا الَّذِیۡ ۔ یہ کہتے ہوئے یا یہ کہہ کر۔
جملہ اَهٰذَا الَّذِیۡ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوۡلًا فاعل یَتَّخِذُوۡنَكَ سے موضع حال میں ہے۔
۲۵: ۴۲ = اِنۡ ۔ نون ثقیلہ سے مخفف ہے اور لَیُضِلُّنَا میں لام فارقہ ہے، جو اِنۡ مخففہ اور اِنۡ نافیہ میں فرق نمایاں کرنے کے لئے آیا ہے۔ اِنۡ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا قریب تھا کہ ہمیں یہ بہکا دیتا اپنے خداؤں سے۔
= عَلَیۡهَا - ای علیٰ عِبَادَتِهَا ۔ ان خداؤں کی عبادت سے هَا ضمیر کا مرجع اٰلِهَتِنَا ہے
= مَنۡ اَضَلُّ سَبِیۡلًا ط مَنۡ استفہامیہ مبتدا۔ اَضَلُّ خبر (بصیغہ تفضیل) سَبِیۡلًا تمیز۔ یہ جملہ یَعۡلَمُوۡنَ سے موضع مفعول میں ہے۔ اور یہ جواب ہے مخالفین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کہ كَادَ لَیُضِلُّنَا ۔ یعنی جب وہ عذاب آخرت دیکھیں گے تب ان کو علم ہو جائے گا کہ گمراہی میں وہ خود تھے یا خدا کا رسول جو درحقیقت ان کو راہ ہدایت کی طرف بلا رہا تھا۔
۲۵: ۴۳ = اَرَءَیۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۔ اَرَأَیۡتَ فعل با فاعل ۔ مَنۡ اسم موصول اِتَّخَذَ فعل متعدی بدو مفعول ۔ اِلٰهَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اِتَّخَذَ کا مفعول اول هَوٰىهُ مضاف مضاف الیہ مل کر اتخذ کا مفعول ثانی۔ اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ یہ جملہ اسم موصول کا صلہ۔ اسم موصول مع صلہ کے رَأَیۡتَ کا مفعول۔
کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنالیا۔ یعنی جو خواہش نفسانی کی پیروی میں لگ گیا۔
= وَكِیۡلًا ۔ نگہبان۔ ذمہ دار۔ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَیۡهِ وَكِیۡلًا ۔ کیا تو اس کا ذمہ دار ہے ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تو اس پر نگران مقرر نہیں ہے تو پھر تو نے کیوں اس کی خاطر اپنی جان کو عذاب میں ڈال رکھا ہے۔ اسی مضمون میں آیت شریف ہے فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنۡ یَّشَآءُ وَیَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ فَلَا تَذۡهَبۡ نَفۡسُكَ عَلَیۡهِمۡ حَسَرٰتٍ ط (۳۵: ۸) سو اللہ جسے چاہے گمراہ کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔
اور فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفۡسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِهٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ط (۱۸: ۶) سو شاید آپ ان کے (اعراض کئے) پیچھے غم سے اپنی جان دیدیں گے۔ اگر یہ لوگ اس مضمون (قرآن) پر ایمان نہ لائے
۲۵: ۴۴ = اَمۡ ۔ کیا۔ خواہ۔ یا۔

= تَحْسَبُ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو گمان کرتا ہے، تو خیال کرتا ہے، (باب حَسِبَ سمع)
حِسْبَانٌ مصدر۔
= اِنْ هُمْ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے
= بَلْ ۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں تدارک کی دوسری صورت ہے (پہلی صورت ۲۵:۴۴ ملاحظہ ہو) کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے، جیسے بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۲۱ : ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ خیالات پریشاں ہیں بلکہ اس کو اس نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔
مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالاتِ پریشان کہتے ہیں پھر مزید اسے افترا، بتلاتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔
یہاں آیۃ ہذا میں ہے کہ وہ محض چوپالوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ ہیں
۲۵:۴۵ = اَلَمْ تَرَ ۔ الف استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ صیغہ واحد مذکر حاضر کیا تو نے نہیں دیکھا۔
= اِلٰى رَبِّكَ ۔ ای الٰی صُنْعِ رَبِّكَ ۔ تیرے رب کی کاریگری کی طرف ۔ اپنے رب کی کاریگری کی طرف ۔
= سَاكِنًا ۔ اسم فاعل واحد مذکر سُكُوْنٌ سے ۔ غیر متحرک، ٹھہرا ہوا ۔
وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا جملہ معترضہ ہے ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے بمعنی پھر۔
اور جَعَلْنَا کا عطف مَدَّ (جملہ سابقہ) پر ہے ۔ اسی طرح اگلی آیت میں قَبَضْنٰهُ کا عطف بھی مَدَّ پر ہے ۔
= دَلِيْلًا ۔ راہنما۔ راہبر۔ راہ بتانے والا۔ نشانی ۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فاعل ہے ۔ ملاحوں کی اصطلاح میں دلیل اس شخص کو کہتے ہیں جو کشتیوں کو راہ بتاتا ہوا چلے
۲۵:۴۶ = قَبَضْنٰهُ ۔ قَبَضْنَا ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الظِّلَّ ہے ۔ ہم اس کو سمیٹ لیتے ہیں۔ کھینچ لیتے ہیں۔ پکڑ لیتے ہیں، قبضہ میں کر لیتے ہیں (ماضی بمعنی حال
قَبْضٌ مصدر۔
= يَسِيْرًا صفت مشبہ واحد مذکر، منصوب يُسْرٌ مادہ۔ آہستہ آہستہ (غیر محسوس طور پر) تھوڑا۔ آسان، سہل۔
فَائِدَہ:۔ آیات ۴۵ / ۴۶ ۔ کا ترجمہ : کیا تو نے اپنے رب (کی کاریگری) کو نہیں دیکھا کہ کس

کس طرح سائے کو پھیلا دیتا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا ہوا (دائمی) بنا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا۔ (کہ آفتاب کی پوزیشن کے لحاظ سے گھٹتا بڑھتا ہے) پھر اس سایہ کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹنے چلے جاتے ہیں۔

صاحب تفہیم القرآن نے اس کی تشریح یوں کی ہے۔

اس آیت کے دو رخ ہیں۔ ایک ظاہری اور ایک باطنی۔ ظاہر کے اعتبار سے یہ غفلت میں پڑے ہوئے مشرکین کو بتا رہی ہے کہ اگر تم دنیا میں جانوروں کی طرح نہ جیتے اور کچھ عقل و ہوش کی آنکھوں سے کام لیتے تو یہی سایہ جس کا تم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہو تمہیں یہ سبق دینے کے لئے کافی تھا کہ نبی جس توحید کی تعلیم دے رہا ہے وہ بالکل برحق ہے تمہاری ساری زندگی اسی سائے کے مدّ وجزر سے وابستہ ہے ابدی سایہ ہو جائے تو زمین پر کوئی مخلوق جاندار بلکہ نباتات تک باقی نہ رہ سکے، کیونکہ سورج کی روشنی و حرارت ہی پر ان سب کی زندگی موقوف ہے، سایہ بالکل نہ رہے تب بھی زندگی محال ہے کیونکہ ہر وقت سورج کے سامنے رہنے اور اس کی شعاعوں سے کوئی پناہ نہ پا سکنے کی صورت میں نہ جاندار زیادہ دیر تک باقی رہ سکتے ہیں اور نہ نباتات بلکہ پانی تک کی خیر نہیں دھوپ اور سائے میں یک لخت تغیرات ہوتے رہیں تب بھی زمین کی مخلوقات ان جھٹکوں کو زیادہ دیر نہیں سہار سکتی۔

مگر ایک صانع حکیم قادر مطلق ہے جس نے زمین اور سورج کے درمیان ایسی مناسبت قائم کر رکھی ہے جو دائماً ایک لگے بندھے طریقے سے آہستہ آہستہ سایہ ڈالتی اور بڑھاتی گھٹاتی ہے اور بتدریج دھوپ نکالتی اور چڑھاتی اور اتارتی رہتی ہے یہ حکیمانہ نظام نہ اندھی فطرت کے ہاتھوں خود بخود قائم ہو سکتا تھا اور نہ بہت سے با اختیار خدا اسے قائم کر کے یوں ایک مسلسل باقاعدگی کے ساتھ چلا سکتے تھے۔

مگر ان ظاہری الفاظ کی بین السطور سے ایک اور لطیف اشارہ بھی جھلک رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ کفر و شرک کی جہالت کا یہ سایہ جو اس وقت چھایا ہوا ہے کوئی مستقل چیز نہیں ہے۔ آفتاب ہدایت قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں طلوع ہو چکا ہے۔ بظاہر یہ سایہ دور دور تک پھیلا نظر آتا ہے مگر جوں جوں یہ آفتاب چڑھے گا یہ سایہ سمٹتا جائے گا۔ البتہ ذرا صبر کی ضرورت ہے، خدا کا قانون کبھی یک لخت تغیر نہیں لاتا۔

مادی دنیا میں جس طرح سورج آہستہ آہستہ ہی چڑھتا ہے اور سایہ آہستہ آہستہ ہی سکڑتا ہے اسی طرح فکر و اخلاق کی دنیا میں بھی آفتابِ ہدایت کا عروج اور سایۂ ضلالت کا زوال آہستہ آہستہ ہی ہوگا

۲۵: ۴۷ — لِبَاسًا۔ مفعول، منصوب۔ لباس کی طرح۔ یعنی رات لباس کی طرح ہے دونوں عیب پوش بھی ہیں اور سکون بخش بھی۔

== سُبَاتًا۔ سَبَتَ يَسْبُتُ وَيَسْبِتُ (نصر، ضرب) ہفتہ کے دن میں داخل ہونا۔ سبت منانا۔ آرام لینا۔ سُبَاتًا آرام لینے کے لئے۔ السَّبْتُ کے معنی کاٹنے (قطع کرنے) کے بھی ہیں جیسے کہتے ہیں کہ سَبَتَ شَعْرَہٗ اس نے اپنے بال مونڈے یا سَبَتَ اَنْفَہٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔

اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ حرکت و عمل سے قطع تعلق کرکے آرام کرنا۔ جیساکہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ (١٠: ٦٧) وہ وہی (اللہ) تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم اس میں چین پاؤ۔

== نُشُوْرًا۔ ای ذا نشور، پھیلنے والا۔ نَشَرَ يَنْشُرُ (نصر) نُشُوْرٌ۔ نَشَرَ الثَّوْبَ کپڑا پھیلایا۔ نَشَرَ الْخَبَرَ خبر کو نشر کرنا۔ مشہور کرنا۔ پھیلانا۔ (اسی معنی میں یہاں استعمال ہوا ہے)

ای ینشر فیہ الناسُ لطلب المعاش۔ لوگ اس (دن) کے دوران (زمین میں) پھیل جاتے ہیں رزق کی تلاش میں۔ اسی سے ہے انْتِشَارٌ (باب افتعال) پھیلنا، متفرق ہونا، بکھر جانا۔

نَشَرَ يَنْشُرُ (نصر) اللہ کا مردوں کو (زندہ کرکے) اٹھانا۔ یا مُردے کا زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا۔ اور اگر یہاں اس آیت میں اس معنی میں لیا جائے تو جَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا کا ترجمہ ہوگا اور دن کو (نیند سے جو موت کی مانند ہے) اٹھ کھڑا ہونا بنایا۔

۲۵: ۴۸ == بُشْرًا۔ خوشخبری دینے والیاں، بروزن فُعُلٌ بَشِيْرَةٌ کی جمع ہے

== بَيْنَ اَلْبَيْنُ کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں۔ جیساقرآن مجید میں آیا ہے وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا (١٨: ٣٢) اور ان دونوں کے درمیان ہم نے کھیتی پیدا کر دی تھی۔

اور کبھی جُدائی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے عرب والے بولتے ہیں بَانَ كَذَا۔ یعنی وہ چیز جُدا ہو گئی۔ کبھی وصل و ملاپ کے معنوں میں جیسے لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ (٦: ٩٤) اور تمہارا آپس کا تعلق ٹوٹ گیا۔

سو بَيْنَ۔ بمعنی درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ۔ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن جب بَيْنَ کی اضافت اَيْدِیْ (ہاتھوں کی جمع) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ مثلاً ثُمَّ لَاٰتِیَنَّهُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ (٧: ١٧) پھر میں ان کے سامنے سے آؤں گا، اور وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا (٣٦: ٩) اور ہم نے ان کے آگے بھی دیوار بنادی اور ان کے پیچھے بھی۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۷: ٦٣۔

== بُشْرًا۔ بُشُرًا سے مخفف ہے۔ اس کی جمع بُشُوْرٌ بمعنی مُبَشِّرٌ خوشخبری دینے والا۔ یا یہ

بُشُرٌ (بروزن فُعُلٌ)۔ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے بمعنی خوشخبری دینے والیاں
وَ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًۢا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ: اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے (یعنی پہلے ہوا چلتی ہے پھر بادل آتے ہیں اور پھر بارش ہوتی ہے)

= اَنْزَلْنَا ماضی جمع متکلم یہ التفاتِ ضمائر صیغہ واحد غائب سے صیغہ جمع متکلم کی طرف اس کی کمال عنایت کے اظہار کے لئے ہے۔

= مَآءً طَهُوْرًا۔ موصوف صفت، پاکیزہ پانی، اَنْزَلْنَا کا مفعول ہے۔

٢٥ : ۴٩ = لِنُحْیِ َ میں لام تعلیل کی ہے اور صیغہ جمع متکلم منصوب بوجہ عمل لام۔ تاکہ ہم زندہ کریں۔

= بِهٖ۔ میں ہٖ کا مرجع مَآءً طَهُوْرًا ہے۔

= بَلْدَۃً مَّیْتًا۔ موصوف صفت، مردہ بستی، غیر آباد شہر، جہاں کوئی نباتات نہ ہو۔ بَلْدَۃً بمعنی اَلْبَلَدُ ہے اور اسی وجہ سے مَیْتًا مذکر لایا گیا ہے۔

= نُسْقِیَهٗ۔ نُسْقِیَ۔ مضارع جمع متکلم منصوب، کیونکہ نُسْقِیَ کا عطف لِنُحْیِ َ پر ہے اسی لئے منصوب ہے۔ اِسْقَآءٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول جس کا مرجع مَآءً طَهُوْرًا ہے۔ تاکہ ہم (وہ پانی) پلائیں یا پینے کے لئے فراہم کریں۔ یا اس سے سیراب کریں۔

= مِمَّا۔ مِنْ۔ مَا سے مرکب ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَا اسم موصول۔

= اَنْعَامًا۔ الانعام۔ مویشی۔ بھیڑ۔ بکری، گائے، بھینس، اور اونٹ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔ مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ ان میں اونٹ شامل نہ ہو۔

= اَنَاسِیَّ۔ یہ یا انسی کی جمع ہے جیسے کُرْسِیٌ کی جمع کَرَاسِیُّ ہے یا یہ اِنْسَانٌ کی جمع ہے اور اصل میں اَنَاسِیْنُ تھا جیسے سِرْحَانٌ کی جمع سَرَاحِیْنُ اور بُسْتَانٌ کی جمع بَسَاتِیْنُ ہے نون کو یٰ سے بدلا اور یاء کو یاء میں مدغم کیا۔

انعام وَ اَنَاسِیَّ کو تنویع (مختلف النوع) کی خاطر نکرہ لایا گیا ہے۔

ترجمہ:۔ اور ہم پلائیں یہ پانی اپنی مخلوق میں سے کثیر التعداد مویشیوں اور انسانوں کو،

٢٥ : ٥٠ = صَرَّفْنٰهُ۔ صَرَّفْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ضمیر کا مرجع الماء المنزل من السماء ہے آسمان سے نازل کیا ہوا پانی یعنی بارش۔ ہم تقسیم کرتے رہتے ہیں ہم بانٹتے رہتے ہیں۔

== لِيَذَّكَّرُوْا۔ لام تعلیل کا ہے۔ صیغہ جمع مذکر غائب منصوب بوجہ عامل لام تعلیل۔ تاکہ وہ غور وخوض کریں۔ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

== فَاَبٰى۔ اَبٰى يَاْبٰى (باب فتح) اِبَاءٌ مصدر۔ اَبٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے سختی سے انکار کیا۔ ای ابوا عن تذکر؛ انہوں نے (اس کی ان نعمتوں پر غور کرنے اور خداوند تعالیٰ کے حق النعمۃ کو پہچاننے اور اس سے نصیحت حاصل کرنے سے) انکار کردیا۔

== كُفُوْرًا۔ کفر، کفران۔ انکار، مصدر ہے۔ اِلَّا كُفُوْرًا سوائے کفرانِ نعمت کے (یعنی انہوں نے خدا کی نعمتوں کا حق پہچاننے سے انکار کردیا۔ اور کفرانِ نعمت (یعنی اپنی ناشکری پر اڑے رہے ناشکری کی کئی صورتیں ہیں۔

نعمت میں ہی مین میخ نکالنا۔ یہ بارش تھوڑی ہے، وقت پر نہیں ہوئی۔ اس کے ساتھ جھکڑ تھا وغیرہ وغیرہ، یا اسے کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا وغیرہ وغیرہ،

٢٥:٥١ == لَبَعَثْنَا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ بَعَثْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ بَعْثٌ مصدر (باب فتح) ہم نے بھیجا۔ لَبَعَثْنَا ہم ضرور بھیجتے۔

٢٥:٥٢ == لَا تُطِعْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اَطَاعَ يُطِيْعُ (باب افعال) اطاعت کرنا حکم ماننا۔ کہا ماننا۔ لَا تُطِعْ تو کہا مت مان، تو اطاعت نہ کر۔ طوعٌ مادہ۔

٢٥:٥٣ == مَرَجَ۔ اَلْمَرَجُ کے اصل معنی خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں۔

اَلْمُرُوْجُ مل جانا۔ اختلاط۔ اس معنی میں قول حق تعالیٰ ہے۔ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (٥٠:٥) سو یہ ایک الجھن میں پڑے ہوئے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ اور وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملا رکھا ہے

== هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ۔ هٰذَا۔ یعنی ان دونوں میں سے ایک۔ عَذْبٌ میٹھا پانی، شیریں، عُذُوْبَةٌ سے جس کے معنی پانی کے میٹھا اور خوشگوار ہونے کے ہیں۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ فُرَاتٌ بمعنی شدید العذوبۃ۔ نہایت شیریں پانی، فُرُوْتَةٌ (باب کرم فَرُتَ يَفْرُتُ سے) یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ یہ شیریں ولذیذ پانی۔

== وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ۔ مِلْحٌ (مَلُحَ يَمْلُحُ باب کرم سے) یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت نمکین، اُجَاجٌ بھی اَجَّ يَؤُجُّ اُجُوْجٌ فھو اُجَاجٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی ملح مُرٌّ۔ کڑوا کھاری پانی۔ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ اور یہ نہایت کھاری اور

کڑوا پانی۔

= بَرْزَخًا۔ برزخ۔ رکاوٹ، دو چیزوں کے درمیان کی حد۔ حدّ فاصل۔ یا موت اور حشر کی درمیانی مدت کو بھی برزخ کہتے ہیں۔

= حِجْرًا مَّحْجُوْرًا۔ قوی روکاوٹ، (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲۵: ۲۲)

ان دونوں سمندروں کے متعلق متعدد اقوال اور روایات ہیں۔ اوران کو کتب تفسیر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۲۵: ۵۴ = اَلْمَآءَ سے عام پانی مراد ہوسکتا ہے جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کا خمیر اٹھانے میں استعمال ہوا۔ یا اس سے مراد مادہ منویہ ہے۔

= بَشَرًا۔ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں اور اس صورت میں تنوین تعظیم کے لئے ہے۔ یا یہ جنس بشر کے لئے ہے یعنی آدم و اولاد آدم علیہ السلام۔

= فَجَعَلَہٗ نَسَبًا وَّصِہْرًا۔ ای قسمہ قسمین ذوی نسب، ای ذکورًا ینسب الیھم وذوات صھر۔ یعنی پھر اس بشر کو دو قسموں میں تقسیم کیا۔ (۱) ذوی نسب یعنی مرد کہ جن سے نسب چلتا ہے اور کہا جاتا ہے فلاں بن فلاں (۲) ذوات صہر۔ (یعنی عورتیں کہ جن سے سسرالی رشتہ، دامادی رشتہ)۔

مطلب یہ ہے کہ ایک ناپاک، ناچیز قطرۂ آب (نطفہ) سے مردوں اور عورتوں کو پیدا کر کے باہمی قرابتوں اور رشتہ داریوں کا ایک وسیع جال پھیلا دیا۔ جس میں تمام انسانی معاشرہ باہمی محبت واحترام کے جذبات کے ساتھ منسلک ہے۔

= قَدِیْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور بوجہ خبر کَانَ منصوب ہے۔ قَدِیْرٌ اس کو کہتے ہیں کہ جو اپنی حکمت کے موافق جیسا چاہے کرے۔ یہ صفت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی میں نہیں ہے اس لئے قدیر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں کہہ سکتے۔

۲۵: ۵۵ = اَلْکَافِرُ۔ مفرد ہے لیکن بطور اسم جنس یہاں استعمال ہوا ہے۔

= ظَہِیْرًا۔ پشتیبان۔ مددگار۔ مظاھرۃ (مفاعلۃ) سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ظَہْرٌ پیٹھ، پشت

۲۵: ۵۷ = عَلَیْہِ۔ علی تبلیغ الرسالۃ او علی المذکور من التبشیر، والانذار علی القرآن۔ احکام رسالت کی تبلیغ یا بشارت دینے اور ڈرانے کے فرائض کی ادائیگی۔ یا تبلیغ قرآن۔ یعنی ان میں سے کسی کام کی تم سے اُجرت نہیں مانگتا۔

== اِلَّا - حرفِ استثناء۔ اَجْرٍ مستثنیٰ منہ۔ مَنْ شَآءَ مستثنیٰ منقطع (کیونکہ یہ مستثنیٰ کی جنس سے نہیں ہے)

ترجمہ یوں ہوگا:

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے کہ میں اس (خوشخبری سنانے یا ڈرانے) کا تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف کا راستہ اختیار کرے۔

== يَتَّخِذَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ ناصبہ۔

اِتِّخَاذٌ (افتعال) سے مصدر۔ اختیار کرتا ہے۔ اَنْ يَتَّخِذَ کہ اختیار کرے۔

۲۵:۵۸ == تَوَكَّلْ۔ تَوَكُّلٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ توکل کر بھروسہ رکھ۔ اعتماد کر۔

== اَلْحَيّ۔ زندہ۔ حَيَاةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

== كَفٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) یہ صیغہ ماضی کا ہے، لیکن مراد استمرار ہے۔ كِفَايَةٌ مصدر بھی ہے اور اسم مصدر بھی ہے۔ کفایۃ اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو ضرورت پوری کردے۔

كَفٰى۔ كَفِيٌّ۔ کافی۔ سب کے معنی ضرورت پوری کرنے والا۔ جس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔

كَفٰى کا استعمال لغت عرب میں دو طرح آیا ہے (۱) متعدی، مثلاً كَفَاكَ الشَّيْءُ۔ تیرے لئے وہ چیز کافی ہے یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (۳۳: ۲۵) اور جنگ میں اللہ اہل ایمان کے لئے کافی ہوگیا۔ اس صورت میں فاعل کے ساتھ باء حرف جر نہیں آتا

(۲) لازم۔ فاعل کے ساتھ باء حرف جرّ لایا جاتا ہے یہ باء زائدہ ہے محض تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً وَكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا (۴:۴۵) اور بطور مددگار اللہ ہی کافی ہے۔

فاعل مجرور بالباء (جس فاعل سے قبل باء حرف جرّ آیا ہو) کے بعد تمیز لایا جاتا ہے۔ جیسا کہ نَصِيْرًا۔

وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا۔ بِهٖ ضمیر فاعل کے ساتھ باء زائدہ ہے اور خَبِيْرًا تمیز ہے۔ اور اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر ہونے کے لئے وہی (اللہ) کافی ہے یعنی وہ اس قدر باخبر ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی۔

۲۵:۵۹ == اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ج اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا۔ ترکیب کے لحاظ سے

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :۔

(۱) اَلَّذِیْ اسم موصول ۔ محل جر ہے ۔ اور اَلْحَیّ (آیۃ ۵۸) کی دوسری صفت ہے اور خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ .... اس کا صلہ ۔

(۲) اَلَّذِیْ خَلَقَ (بصورت محل رفع) مبتدا ہے اور الرَّحْمٰنُ اس کی خبر ہے ۔

(۳) الرَّحْمٰنُ مبتدا ہے اور فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا اس کی خبر ہے ۔

لفظ بِهٖ میں بَا بمعنی عَنْ استعمال ہوئی ہے ۔ یوں بھی سوال کا صلہ عَنْ اور بَ دونوں آتے ہیں مثلاً (۱) سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ (۷۰: ۱: ۲) ایک مانگنے والے نے (اُس) عذاب کا سوال کیا ہے جو کافروں پر واقع ہونے والا ہے ۔

(۲) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (۱۰۲: ۸) پھر اس روز تم سے (ہر) نعمت کی پوچھ ہوگی ۔

بِهٖ، خَبِیْرًا کا صلہ بھی ہو سکتا ہے ۔ ای فَسْئَل (رجلا) خبیرًا بہٖ یعنی اس سے پوچھ جو اس کے متعلق علم رکھتا ہو ۔ ان ہر دو حالتوں میں (یعنی فسئل بہٖ اور خبیرًا بہٖ) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الرَّحْمٰن ہے ۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہو گا : اس کے متعلق پوچھ کسی خبر رکھنے والے سے ۔

دوسری صورت میں : جو اس کے متعلق خبر رکھتا ہے اس سے پوچھ ۔

خبیرًا سے مراد من علم بہ من اھل الکتاب (اہل کتاب میں سے کوئی عالم) بھی ہو سکتا ہے اور بقول ابن عباس رضہ اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام بھی ہو سکتے ہیں ۔

۲۵: ۶۰) اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا ۔ میں مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا :۔ کیا تیرے کہنے پر ہم سجدہ کریں ۔

مَا موصولہ بھی ہو سکتا ہے بمعنی اَلَّذِیْ ۔ ترجمہ ہو گا :۔ کیا جس کے لئے تم حکم کرو ہم اسی کو سجدہ کرنے لگیں ۔

= زَادَهُمْ ۔ زَادَ ماضی واحد مذکر غائب زِیَادَةٌ مصدر (باب ضرب) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (اس ضمیر کا مرجع مشرکین ہیں) زَادَ میں ضمیر فاعل امرُ بالسجود للرحمٰن ہے یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کے حکم نے ان کی نفرت کو اور بڑھا دیا ۔

= نُفُوْرًا ۔ کسی چیز سے دور بھاگنا ۔ اسی معنی میں ہے وَمَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا (۱۷: ۴۱) مگر وہ حق سے اور زیادہ دور ہی بھاگے جاتے ہیں اسی معنی میں موجودہ آیت میں استعمال ہوا ہے وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا یعنی رحمٰن کو سجدہ کرنے کے حکم نے ان کی (حق سے دوری کو) اور بڑھا دیا ۔ یعنی ان کی نفرت اور

بڑھ گئی۔ اس جملہ کا عطف قالوا پر ہے ای قالوا ذٰلك وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا۔
اِلٰی کے صلہ کے ساتھ نَفَرَ اِلٰی کے معنیٰ کسی کی طرف دوڑنے کے ہیں مثلاً نَفَرَ اِلَی الْحَرْبِ نَفَرًا۔ لڑائی کے لئے نکلنا۔

۲۵ : ۶۱ == بُرُوْجًا۔ بُرْجٌ کی جمع۔ علم فلکیات کے مطابق یہ بارہ بُرج ہیں جن کے نام یہ ہیں:۔
الحمل۔ الثور۔ الجوزاء۔ السرطان، الاسد۔ السنبلۃ۔ المیزان۔ العقرب القوس۔ الجدی۔ الدلو۔ الحوت۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (۸۵: ۱) قسم ہے برجوں والے آسمان کی۔

بُرج بمعنی بلند عمارت اور محل بھی ہے جیسے وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ (۴: ۷۸) خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں ہو،

== سِرَاجًا۔ اَلسِّرَاجُ (چراغ) وہ چیز جو بتی اور تیل سے روشن ہوتی ہے۔ مجازاً ہر روشن چیز کو روشن کہا جاتا ہے۔ یہاں سِرَاجًا سے مراد روشن سورج ہے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا:۔ وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا۔ (۷۱: ۱۶) اور آفتاب کو چراغ (کی طرح) روشن بنایا۔ سِرَاجٌ کی جمع سُرُجٌ ہے۔

== مُنِيْرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب، اِنَارَةٌ مصدر۔ (باب افعال) نُوْرٌ مادہ۔

۲۵ : ۶۲ == خِلْفَةً۔ خَلْفٌ بمعنی پیچھے قُدَّام کی ضد ہے۔ خَلَفَ يَخْلُفُ (نصر) خِلَافَةٌ جانشین ہونا۔ خَلَفٌ جو کسی کا جانشین اور قائم مقام ہو، خِلْفَةٌ ایک کا دوسرے کے بعد آنا یا قائم مقام ہونا۔ هُنَّ يَمْشِيْنَ خِلْفَةً۔ وہ سب ایک دوسرے کے بعد آجا رہی ہیں۔ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً اس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔

== لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا۔ میں اَوْ بمعنی وَاوْ (اور) کے ہے، مطلب یہ ہے کہ "یہ سب" سمجھنے والے کی نظر میں استدلالات ہیں اور شکر گذاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں۔ شُكُوْرًا مصدر۔ شَكَرَ يَشْكُرُ سے شکر گذاری۔ شکر کرنا۔

۲۵ : ۶۳ == وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ۔ اللہ کے بندوں کے اوصاف کا بیان ہے۔ نیا موضوع شروع ہوتا ہے
== يَمْشُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَشٰى يَمْشِيْ (ضرب) مَشْيٌ مصدر، وہ چلتے ہیں
== هَوْنًا۔ اسم اور مصدر۔ نرم چال۔ نرم چال سے چلنا۔ یعنی اکڑ کر شیخی کے ساتھ نہ چلنا۔
هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا۔ (نصر) نرم و آسان ہونا۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا وَ مُهَانًا وَمُهَانَةً

ذلیل وحقیر ہونا۔ پہلے معنی میں آیت ھٰذا کی مثال ہے یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وہ زمین پر نرم چال (یعنی متواضع ہو کر) چلتے ہیں۔

اور دوسرے معنی میں مثال، وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (۲: ۹۰) اور کافروں کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔ هَوْنًا۔ مَشْیٌ سے حال ہے یا صفت،

۲۵: ۶۴ == يَبِيْتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب بَاتَ يَبِيْتُ (ضرب) بَيْتُوْتَةٌ مصدر وہ رات گذارتے ہیں۔ افعال ناقصہ میں سے ہے۔

== لِرَبِّهِمْ۔ سُجَّدًا وَّقِيَامًا سے متعلق ہے۔

== سُجَّدًا سَاجِدٌ کی جمع ہے۔ سجدہ کرنے والے۔

== قِيَامًا۔ قَائِمٌ کی جمع ہے کھڑا ہونے والے۔ سُجَّدًا وَّقِيَامًا۔ دونوں بوجہ حال ہونے کے منصوب ہیں۔ مراد دونوں سے نماز ہے۔

۲۵: ۶۵ == اِصْرِفْ۔ صَرَفَ يَصْرِفُ (ضرب) صَرْفٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو ہٹادے۔ تو پھیر دے۔

== غَرَامًا۔ الغُرْمُ مفت کا تاوان یا جُرمانہ۔ وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (۵۶: ۶۶) (ہائے) ہم مفت میں تاوان میں پھنس گئے یا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ (۵۲: ۴۰) کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔

اور جو تکلیف یا مصیبت پہنچتی ہے اسے غَرَامٌ کہا جاتا ہے لہٰذا پیہم تکلیف یا ہلاکت کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا بے شک اس کا عذاب پیہم اور ہلاکت خیز ہے

۲۵: ۶۶ == اِنَّهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَهَنَّمَ کے لئے ہے۔

== سَآءَتْ۔ سَآءَ يَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے وہ بُری ہے

== مُسْتَقَرًّا۔ اسم ظرف مکان منصوب، بوجہ تمیز۔ اِسْتِقْرَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر بمعنی قرارگاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔

== مُقَامًا۔ اسم ظرف مکان۔ منصوب بوجہ تمیز۔ اِقَامَةٌ (افعال) مصدر۔ رہنے کی جگہ یعنی جہنم بطور قرارگاہ اور جائے قیام بہت بُری ہے۔

۲۵: ۶۷ == اَنْفَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ انہوں نے خرچ کیا۔ ماضی بمعنی حال۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔

= لَمْ يُسْرِفُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب اِسْرَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ فضول خرچی نہیں کرتے۔ بے جا نہیں اڑاتے۔ بیجا صرف کرنا مقدار اور کیفیت دونوں کے لحاظ سے بولا جاتا ہے چنانچہ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کر کے ایک حبہ بھی خرچ کیا جائے تو وہ بھی اسراف میں داخل ہے۔

حدّ اعتدال سے تجاوز کرنا بھی اسراف ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (۴۰: ۲۸) بے شک خدا اس شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے نکل جانے والا (اور) جھوٹا ہے۔

= لَمْ يَقْتُرُوْا۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب قَتْرٌ مصدر (باب نصر) وہ خرچ میں تنگی نہیں کرتے، کنجوسی نہیں کرتے، دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل سے کام نہیں لیتے مُقْتِرٌ بمعنی فقیر یا تنگ دست بھی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲: ۲۳۶) اور تنگ دست اپنی حیثیت کے مطابق۔ اور تنگی والے کے ذمہ اس کی حیثیت کے لائق

= كَانَ۔ ای كان اِنْفَاقُهُمْ۔ بَيْنَ ذٰلِكَ ای بین الاسراف والقتر قَوَامًا وسطًا وعدلًا۔ كَانَ فعل انفاقهم۔ اسم (محذوف) بَيْنَ ذٰلِكَ خبر اول قَوَامًا خبر ثانی۔

ان کا خرچ کرنا فضول خرچی اور کنجوسی کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے۔

= قَوَامًا۔ قوم مادہ قِوَام اور قِيَامٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی شے کی بقاء اور درستگی ہو یعنی درستی اور بقاء کا سہارا۔ اسراف اور بخل کے درمیان حد اوسط، میانہ، معتدل، متوسط

۲۵: ۶۸ = يَلْقَ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ اصل میں يَلْقٰى تھا لَقْیٌ مصدر (باب سمع) وہ پائے گا۔ لِقَاءٌ بھی مصدر ہے جس کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پالینے کے ہیں۔ ان دونوں معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے۔ سامنے آنے کے معنی میں ہے وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلٰقُوْهُ (۲: ۲۲۳) اور جان رکھو کہ ایک دن تمہیں اس کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ اور پالینے کے معنی میں ہے فَمَنْ يَلْقَ خَيْرًا يَحْمَدِ النَّاسُ اَمْرَهٗ جو شخص خیر کو پالیتا ہے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں۔

= اَثَامًا۔ گناہ، مجازاً عذاب۔ يَلْقَ اَثَامًا۔ ای یلق جزاء اٰثام۔ یعنی گناہوں کی سزا پائے گا۔ گناہوں کا عذاب پائے گا۔ اٰثَامٌ۔ اِثْمٌ کی جمع ہے بمعنی گناہ۔

۲۵: ۶۹ = يُضٰعَفْ۔ مضارع مجہول مجزوم واحد مذکر غائب (باب مفاعلہ) وہ دوگنا کیا جا ئیگا

یَلْقَ سے بدل ہے مبدل منہ کی مطابقت میں مجزوم ہے :

== یَخْلُدْ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب خلودٌ مصدر باب نصر، وہ ہمیشہ رہیگا۔ مجزوم بوجہ یضاعف کے معطوف ہونے کے۔

== فیہ ای فی ذلک العذاب المضاعف، اس دوچند کئے گئے عذاب میں۔

== مُھَانًا۔ اسم مفعول واحد مذکر اھانۃ مصدر (باب افعال) ھون مادہ، ذلیل کیا ہوا یَخْلُدْ سے حال ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲۵:۶۳)

۲۵: ۷۰ == اِلَّا۔ حرف استثناء استثناء متصل ہے اس میں مستثنیٰ مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا (موصول مع اپنے صلہ کے) اور مستثنیٰ منہ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ہے اِلَّا مَنْ ...... صٰلِحًا سوائے اس کے جس نے توبہ کرلی۔ ایمان لے آیا۔ اور نیک کام کیا

یا اِلَّا بمعنی لیکن ہے جیسا کہ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰی وَکَفَرَ (۸۸:۲۳)

== اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ (جمع کے لئے آتا ہے) وہ سب مشارٌ الیہ وہ افراد جو مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا میں مراد ہیں۔

== یُبَدِّلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر، وہ بدل ڈالیگا۔

== سَیِّاٰتِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یُبَدِّلُ کا مفعول۔ ان کی برائیاں۔ ان کے گناہ

۲۵: ۷۱ == عَمِلَ صٰلِحًا ای عمل عملا صالحا (جس نے) نیک کام کئے۔

== یَتُوْبُ اِلٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب کسی کے آگے توبہ کرنا۔ اور عَلٰی کے صلہ کے ساتھ بمعنی توبہ قبول کرنا۔ التوبُ (باب نصر) کے معنی گناہ کے باحسن وجوہ ترک کرنے کے ہیں اور یہ معذرت کی سب سے بہتر صورت ہے۔ کیونکہ اعتذار کی تین ہی صورتیں ہیں:۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ عذر کنندہ اپنے جرم کا سرے سے انکار کردے اور کہہ دے کہ میں نے کیا ہی نہیں۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے لئے وجہ تلاش کرے اور بہانے تراشنے لگ جائے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ اعترافِ جرم کے ساتھ آئندہ نہ کرنے کا بھی یقین دلائے۔ اس آخری صورت کو توبہ کہا جاتا ہے۔

شرعًا توبہ کو توبہ جب کہیں گے کہ گناہ کو گناہ سمجھ کر چھوڑ دے اور اپنی کوتاہی پر نادم ہو اور دوبارہ نہ کرنے کا پختہ عزم کرلے۔

== تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا (۲۴:۳۱) تم سب خدا کے آگے توبہ کرو (اِلٰی کے صلہ کے ساتھ) اور فتاب علیہ (۲:۳۷) پھر (اللہ نے) اس کی توبہ قبول کرلی۔ (عَلٰی کے صلہ کے ساتھ)

= مَتَابًا مصدر میمی ۔ تَابَ یَتُوبُ توبۃ و متابٌ وتابۃ فعل کے بعد مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے فَاِنَّہٗ یَتُوْبُ اِلَی اللّٰہِ مَتَابًا۔ پس اسی نے خدا کے آگے کما حقہٗ توبہ کی۔

۲۵: ۷۲ = لَا یَشْھَدُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ شہادت نہیں دیتے۔
شَھِدَ یَشْھَدُ (سمع) شھادۃ مصدر۔ گواہی دینا۔

= الزُّوْرَ۔ الزُّوَرُ کے معنی سینہ کے ایک طرف جھکا ہونے کے ہیں اور جس کے سینہ میں ٹیڑھا پن ہو اسے اَلْاَزْوَرُ کہتے ہیں۔ اور اسی معنی میں قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے تَزٰوَرُ عَنْ کَھْفِھِمْ (۱۸: ۱۷) سورج ان کے غار سے ایک طرف کو ہٹ کر نکل جاتا ہے زُوْرٌ زَوْرٌ اِزْوِرَارٌ افعلال مصادر بمعنی انحراف۔ چونکہ جھوٹ بھی جہت راست سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس کو زُوْرٌ کہا جاتا ہے۔

الزُّوْرَ یا تو بوجہ مصدر منصوب ہے یا یہ مضاف الیہ ہے اور مضاف شھادۃ محذوف ہے مضاف کو حذف کر کے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لایا گیا اور اسی کی مطابقت سے منصوب ہے، ای انھم لا یشھدون شھادۃ الزور۔

= اَللَّغْوَ۔ لغو ہر اس حرکت کو کہتے ہیں جو عبث اور لایعنی ہو آخرت کے اعتبار سے یا دنیا کے اعتبار سے بے ہودہ جس میں خیر کا کوئی پہلو نہ ہو۔

= کِرَامًا۔ کَرِیْمٌ کی جمع بزرگانہ انداز سے۔ ای مروا باھل اللغو والمشتغلین بہٖ مروا معرضین عنہم کراما مکرمین انفسھم من الخوض معھم فی لغوھم یعنی جب وہ اتفاقاً بیہودہ لوگوں کے پاس سے جو لغویات میں مشغول ہوں گذرتے ہیں تو بڑے باوقار اور باعزت طریقے سے پہلو تہی کر کے نکل جاتے ہیں اور ان کی لغویات میں شریک ہونے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ربانی ہے وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْہُ وَقَالُوْا لَنَا اَعْمَالُنَا وَلَکُمْ اَعْمَالُکُمْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ لَا نَبْتَغِی الْجٰھِلِیْنَ ۝ (۲۸: ۵۵) اور جب وہ یعنی اہل ایمان سنتے ہیں کسی بیہودہ بات کو تو منہ پھیر لیتے ہیں اس سے اور کہتے ہیں ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال تم پر سلام ہو (طنزاً۔ مطلب یہ کہ تم ہم سے دور ہی رہو جیسے اردو میں بولتے ہیں جاؤ بابا ہمارا سلام ہمارا وقت ضائع نہ کرو) ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔

= کِرَامًا ضمیر فاعل مَرُّوْا کا یا حال ہے یا تمیز، اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

= ذُکِّرُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب بمعنی حال۔ (جب) ان کو سمجھایا جاتا ہے (جب) انہیں

نصیحت کی جاتی ہے ۔

= بِاٰیٰتِ رَبِّہِمْ۔ رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ اٰیٰتِ مضاف، بآ بمعنی بذریعہ۔ یعنی بذریعہ ان کے رب کی آیات کے ۔

= لَمْ یَخِرُّوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں گر پڑتے ۔ خَرَّ یَخِرُّ (باب ضرب) خَرٌّ وخُرُوْرٌ مصدر بلندی سے پستی میں گرنا جیسے کَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ (۲۲ : ۳۱) تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے۔ اور وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا (۷ : ۱۴۳) اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ خَرَّ عَلٰی۔ اچانک آ پڑنا۔ اندھا دھند گر پڑنا۔ بغیر کسی نظم و ترتیب کے گر پڑنا۔

= عَلَیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰیٰتِ رَبِّہِمْ ہے ۔

= صُمًّا۔ بہرے اصم کی جمع۔

= عُمْیَانًا۔ اندھے اعمیٰ کی جمع ۔

ہر دو صُمًّا و عُمْیَانًا ضمیر فاعل لَمْ یَخِرُّوْا سے حال ہیں۔

لَمْ یَخِرُّوْا عَلَیْهَا صُمًّا وَّعُمْیَانًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ۔

(۱) لفظی ترجمہ یہ ہوگا۔ تو وہ ان پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے ۔

(۲) نمبر (۱) کی روشنی میں درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں ۔

ا۔ جملہ میں خُرُوْرٌ کی نفی نہیں ہے بلکہ الصم اور العمی کی نفی ہے یعنی جب ان کو (عباد الرحمٰن کو) ان کے پروردگار کی آیات نصیحت کے لئے سنائی جاتی ہیں تو وہ بہروں اور اندھوں کا سا طرز عمل اختیار نہیں کرتے بلکہ ان کو گوش ہوش سے سنتے ہیں اور چشم بینا سے دیکھتے ہیں اور غور و فکر کرکے آیات کے اسرار و معارف تک آگاہی حاصل کرتے ہیں ۔

(ب) اگر جملہ میں نفی خرور نہیں بلکہ اثبات ہے (جیسا کہ صاحب کشاف نے لکھا ہے) لیس بنفی للخرور وانما ھو اثبات لہ ونفی للصم والعمی ۔ یعنی خرور کی نفی نہیں ہے بلکہ اس کا اثبات ہے، اور نفی الصم والعمی (بہرہ پن اور اندھاپن) کی ہے تو عبارت یوں بھی ہو سکتی ہے اذا ذکروا بایت ربہم خروا علیہا صما وعمیانا ای لا یسمعون ما فیہا من الحق ولا یبصرونہ (اضواء القرآن) اس صورت میں ضمیر فاعل کا مرجع الکفار ہیں ۔ جو عباد الرحمٰن کے تذکرہ کے بعد مذکور ہیں ۔ یعنی جب ان کے (کفار کے) رب کی آیات نصیحت کے لئے ان کو سنائی جاتی ہیں تو وہ بہرے اور اندھے ہو کر گر پڑتے ہیں ان میں جو حق کی بات ہے نہ اس کو سنتے ہیں اور نہ ہی اس کو چشم حق شناس سے دیکھتے ہیں ۔

اس مضمون کو اور جگہ یوں ارشاد فرمایا ہے۔ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ (۳۱: ۷) اور جب اس کے سامنے ہماری آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے کانوں میں ثقل ہے۔

لیکن بیشتر مفسرین نے (۲: ا) کو ہی اختیار کیا ہے اور سلسلۂ کلام میں بھی قابل ترجیح یہی ہے

۲۵: ۷۴ = قُرَّةَ اَعْيُنٍ مضاف مضاف الیہ۔ آنکھوں کی ٹھنڈک۔

قَرَّ (نصر، ضرب، سمع) قَرٌّ ..... الیوم دن کا ٹھنڈا ہونا۔ اور قَرَّتْ عَيْنُهٗ۔ کسی کی آنکھ کا ٹھنڈا ہونا۔ قُرَّةٌ وقَرَّةٌ وقُرُوْرَةٌ (ضرب، سمع) قُرَّةٌ ٹھنڈک، تازگی،... جسے دیکھ کر انسان کو خوشی حاصل ہو اسے قُرَّةُ عَيْنٍ کہا جاتا ہے جیسے قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ (۲۸:۹) یہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

اَعْيُنٍ عَيْنٌ کی جمع ہے آنکھیں۔ عَيْنٌ کی جمع عُيُوْنٌ واَعْيَانٌ بھی ہے

قُرَّةَ بوجہ مفعولِ هَبْ منصوب ہے

= هَبْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر وَهْبٌ وهِبَةٌ مصدر (باب فتح) تو عطا کر، تو بخش، تو بخشش کر۔

= اِمَامًا۔ بروزن فعالٌ اسم ہے بمعنی من يؤتم به یعنی جس کا قصد کیا جائے، پیشوا مقتدا جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔

۲۵: ۷۵ = اُولٰٓئِكَ۔ جن کی اوپر صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان کی طرف اشارہ۔ وہ سب (عباد الرحمٰن) اسم اشارہ ہے۔

= يُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب، ان کو جزا دی جائے گی، ان کو بدلہ میں دیا جائیگا جزٰی يَجْزِيْ (ضرب) ـــ جزی مادہ۔ الجزاء (کافی ہونا) الجزاء (اسم) کسی چیز کا بدلہ جو کافی ہو۔ جیسے خیر کا بدلہ خیر سے اور شر کا بدلہ شر سے دیا جائے۔ جیسے فَلَهٗ جَزَآءَ نِ الْحُسْنٰى (۱۸: ۸۸) اس کے لئے بہت اچھا بدلہ ہے اور وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا۔ (۴۲: ۴۰) اور بُرائی کا بدلہ اسی طرح کی بُرائی ہے۔

= الْغُرْفَةَ۔ بالاخانہ۔ اونچے محل اس کی جمع غُرَفٌ وغُرُفَاتٌ ہے۔ غُرْفَةٌ کے معنی چلو بھر پانی کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ (۲: ۲۴۹) ہاں اگر کوئی ہاتھ سے چلو بھر پانی لے لے (تو مضائقہ نہیں)

= بِمَا۔ میں باءِ سببیہ ہے اور ما مصدریہ

= يُلَقَّوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر ان کا استقبال کیا جائیگا۔ ان کو پیش کیا جائے گا۔ لقی مادہ۔

= تَحِيَّةً ۔ دعائے خیر۔ دعائے زندگی۔ حَيَاةٌ سے ماخوذ ہے یہ مصدر ہے بمعنی کسی کو حَيَّاكَ اللهُ (خدا تمہاری عمر دراز کرے) کہنا۔ بوجہ حال کے منصوب ہے۔

= سَلٰمًا۔ سلامتی کی دعا کرنا۔ حال ہے۔

وَ يُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّ سَلٰمًا ۔ وہاں (جنت میں یا بالاخانہ میں) ان کا درازی عمر اور سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ خیر مقدم کیا جائے گا۔ یعنی فرشتے ان دعاؤں کے ساتھ اُن کا استقبال کریں گے۔

٢٥: ٧٦ = حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۔ ملاحظہ ہو سَاءَتْ مستقرًا و مُقامًا ۔ (آیت ٢٥: ٦٦) وہ جہنم کا نقشہ تھا اور یہ جنت کی تصویر ہے۔

٢٥: ٧٧ = قُلْ ۔ امر کا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب کن سے ہے اس کے متعلق ٢ / اقوال ہیں۔

(١) اس کا اطلاق عوام الناس پر ہے۔

(٢) اس کا اطلاق مشرکین و کفار پر ہے۔ خصوصًا قریش مکہ۔

= مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ ۔ مَا يَعْبَؤُا مضارع منفی واحد مذکر غائب عَبْؤٌ مصدر (باب فتح) عَبَأَ يَعْبَؤُا ۔ عبأ مادہ۔ مَا عَبَأْتُ بِهٖ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔ اَلْعِبْءُ کے معنی ثقل۔ بوجھ۔ خواہ کسی بھی شے کا ہو اس کی جمع اَعْبَاءٌ ہے لہٰذا مَا عَبَأْتُ بِهٖ کے معنی ہوں گے میرے نزدیک اس کا کوئی وزن نہیں ہے۔ یا میری نگاہ میں اس کی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ اس کا ترجمہ ہوا۔ میرے پروردگار کی نگاہوں میں تمہاری کچھ بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔

مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کیا پرواہ ہے تمہاری میرے رب کو

= لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔

(١) لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ اِيَّاهُ ۔ تمہاری اللہ تعالیٰ سے پکار یا اس کی عبادت۔

(٢) لَوْلَا دُعَاؤُهٗ اِيَّاكُمْ ۔ اس کی (اپنے نبی کی معرفت) تمہارے لئے (اپنی توحید کی طرف) دعوت

= قَدْ كَذَّبْتُمْ ۔ ماضی قریب جمع مذکر حاضر۔ تم جھٹلا چکے ہو۔ تم نے انکار کر دیا ہے، تم نے جھٹلا دیا ہے۔

= سَوْفَ ۔ عنقریب۔ جلد۔ سَوْفَ حرف ہے جو افعال مضارع کو مستقبل کے ساتھ

خاص کرکے حال سے علیحدہ کردیتا ہے۔

= لِزَامًا۔ صیغہ صفت، ہمیشہ ساتھ رہنے والا۔ چمٹ جانیوالا۔
سُبَّةٌ لِزَامٌ نہ چھوٹنے والی عار۔ چمٹی رہنے والی ننگ۔ لَازِمٌ اسم فاعل۔ چمٹا رہنے والا، واجب
لَزِمَهُ الْحَقُّ اس پر حق واجب ہوگیا۔ اِلْزَامٌ (افعال) چمٹا دینا جیسے اَنُلْزِمُكُمُوْهَا
(۱۱: ۲۸) کیا ہم اس کو تم پر چمٹا دیں وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى (۴۸: ۲۶) اور اللہ نے ان پر کلمہ
توحید واجب کردیا۔

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا: ای فسوف یکون جزاء تکذیبکم ملازمًا لکم
عنقریب تمہاری تکذیب کی سزا تم کو چمٹ جائے گی۔

اگر یہ خطاب کفار سے ہو تو مطلب ظاہر ہے کہ کفار مکہ نے دعوت توحید سے انکار کیا اور
اللہ کے رسول کی تکذیب کی اور جلد ہی اس کا عذاب جنگ بدر کی ہزیمت کی صورت میں ان کے گلے کا ہار
بن گیا۔ اور بمصداق قولہ تعالیٰ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ
الْاَكْبَرِ (۳۲: ۲۱) ہم انہیں قریب کا عذاب بھی علاوہ اس بڑے عذاب کے چکھا کر رہیں گے؛
بدر کی شکست اس زندگی میں ہمیشہ کے لئے ان کے لئے سوہانِ رُوح بن گئی اور موت کے بعد
روز قیامت اس سے بھی بڑا عذاب ان کا مقدر ٹھہرا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۲۶) سُوْرَۃُ الشُّعَرَاء (۴۷)

۲۶: ۱ = طٰسٓمّٓ : بعض کے نزدیک یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے بعض اسے قرآن مجید کے اسماء میں سے مراد لیتے ہیں بعض اسے سورۃ کا نام بتاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے بقول صاحب تفسیر مظہری رح۔ انہ رمز بین اللہ وبین رسولہ یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان ایک راز ہے :

۲۶: ۲ تِلْكَ ۔ اسم اشارہ بعید ہے واحد مؤنث ۔ مشارٌ الیہ السورۃ ہے ۔ یہ سورۃ۔

= اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۔ الکتٰب المبین موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ اٰیٰتُ مضاف ۔ واضح کتاب کی آیات ، یہ سورۃ واضح کتاب کی آیات (پر مشتمل) ہے یا یہ واضح کتاب کی آیات ہیں۔ الکتٰب سے مراد القراٰن ہے۔ مبین اسم فاعل واحد مذکر بمعنی کھولنے والا۔ ظاہر کرنے والا۔ اِبَانَۃٌ (افعال) سے بیّن مادّہ باب تفعیل (تبیین) باب تفعل تَبَیُّنٌ لازم بھی آتے ہیں متعدی بھی۔ ظاہر ہونا یا ظاہر کرنا۔ لہٰذا مبین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی ۔

۲۶: ۳ = لَعَلَّكَ ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بفعل ۔ ك اس کا اسم ۔ شاید تو۔ شاید کہ تو ، ہو سکتا ہے کہ تُو۔

= بَاخِعٌ ۔ بَخَعَ یَبْخَعُ (فتح) بَخْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ غم یا غصہ سے اپنے آپ کو ہلاک کر دینے والا۔ شاعر نے کہا ہے :۔

اَلَا اَیُّھَا الْبَاخِعُ الْوَجْدِ نَفْسَہٗ ۔ اے غم کی وجہ سے خود کو ہلاک کرتے والے۔ اور جگہ قرآن میں آیا ہے۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِھِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِھٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا (۱۸: ۶) اگر وہ اس قرآن حکیم پر ایمان نہ لائے تو شاید آپ اس غم میں ان کے پیچھے اپنی جان دیدیں گے۔

جو گدی (ریڑھ کی ہڈی میں سے گذرتی ہوئی گردن تک پہنچتی ہے اسے بخاع کہتے ہیں جب ذبح

کرتے وقت چھری یہاں تک پہنچ جائے تو ذبح مکمل ہوجاتی ہے اسی سے باخعٌ ماخوذ ہے یعنی ایسا ذبح کرنے والا جس نے چھری بخاع تک پہنچادی ہو۔

= اَلَّا یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ لَا یَکُوْنُوْا مضارع منفی مجزوم مُؤْمِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب یَکُوْنُوْا کی خبر۔ یہ ہلاکت کی وجہ ہے۔ اَلَّا اصل میں اَنْ لَا ہے۔

ای خیفۃ ان لا یؤمنوا بذلك الکتب المبین یہ اندیشہ کرتے ہوئے کہ وہ اس واضح کتاب پر ایمان نہ لائیں گے۔

٢٦: ۴ = نَشَاْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ، جمع متکلم۔ شَاءَ یَشَاءُ (باب فتح) شَیْءٌ مَشِیْئَۃٌ مصدر (اگر ہم چاہیں)۔

= نُنَزِّلْ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ جمع متکلم۔ ہم اتار دیں۔ ہم نازل کردیں۔

= فَظَلَّتْ۔ فاء تعقیب کے لئے ہے۔ ظَلَّتْ۔ افعال ناقصہ میں سے ہے ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے بمعنی صَارَ۔ وہ ہوگیا۔ آیا ہے فَظَلَّتْ پس وہ ہوگئی۔

= اَعْنَاقُھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گردنیں۔ اَعْنَاقٌ کا واحد عُنُقٌ وعُنْقٌ وعُنَقٌ ہے۔ عُنُقٌ بمعنی رئیس لوگ۔ لوگوں کی جماعت بھی ہے۔

= لَھَا۔ ظَلَّتْ کا صلہ ہے۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیَۃٌ کی طرف راجع ہے۔

= خَاضِعِیْنَ خُضُوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ الخُضُوْعُ کے معنی خُشُوْعٌ یعنی جھکنے کے ہیں۔ رَجُلٌ خُضَعَۃٌ وہ شخص جو ہر ایک کے سامنے عاجزی اور انکساری ظاہر کرتا پھرے۔ خَضَعَ یَخْضَعُ (فتح) خُضُوْعٌ وَخَضَعٌ وَخُضْعَانٌ عاجزی کرنا۔ فروتن ہونا۔ سرنگوں ہونا۔ خَاضِعِیْنَ۔ عاجزی کرنے والے۔ جھکنے والے۔

فَظَلَّتْ اَعْنَاقُھُمْ لَھَا خٰضِعِیْنَ۔ ظَلَّتْ فعل ناقص اَعْنَاقُھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر ظَلَّتْ کا اسم لَھَا ظَلَّتْ کا صلہ۔ خٰضِعِیْنَ خبر۔ اگر اَعْنَاقٌ بمعنی رؤسا لیا جائے تو یہ ترکیب کسی تاویل یا تشریح کی محتاج نہیں۔ ورنہ خبر خٰضِعَۃً چاہئے تھی اور ایک قرأت اس طرح بھی ہے فَظَلَّتْ اَعْنَاقُھُمْ لَھَا خَاضِعَۃٌ لیکن اس کی تاویل طویل ہے۔ ملاحظہ ہو ضیاء القرآن حاشیہ آیت ہذا۔

پہلی صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔

ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں پھر ان کی گردنیں اس کے آگے بالکل جھک جائیں

دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہوگا

ہم اگر چاہیں تو آسمان سے ان پر کوئی نشانی نازل کریں پھر ان کے اکابر عاجز و درماندہ ہو کر اس کے سامنے جھک جائیں۔

۲۶: ۵ == مَا يَأْتِيهِمْ میں مَا نافیہ ہے يَأْتِيْ مضارع واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ مصدر (باب ضرب) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ ان کے پاس آتی ہے یا آجائے گی! مَا يَأْتِيهِمْ نہیں آتی ان کے پاس!

== مِنْ ذِكْرٍ۔ میں مِنْ زائدہ ہے محض تاکید کے لئے اور نفی کو زور دار بنانے کے لئے لایا گیا ہے یا یہ تبعیضیہ ہے لیکن اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔ ذکرای موعظة وتذکیر۔ یعنی پند و نصیحت یا تنبیہ کی کوئی بات، یا قرآن مجید کی کوئی آیت۔

== مُحْدَثٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِحْدَاثٌ (افعال) مصدر۔ تازہ، نو بنو، نئی۔ محدث و محدثة۔ نئی چیز جو اجنبی معلوم ہو۔ محدث صفت ہے ذِكْرٍ کی۔ تازہ موعظت، تازہ فہمائش۔

== مُعْرِضِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ منہ موڑنے والے۔ اعراض کرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ عَنْهُ میں هُ ضمیر واحد مذکر غائب ذكر کی طرف راجع ہے۔

۲۶: ۶ == فَقَدْ كَذَّبُوْا۔ منجملہ دیگر خواص کے قَدْ ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے اور کبھی تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ فَقَدْ كَذَّبُوْا تحقیق یہ لوگ (پیام حق اور پیامبر حق دونوں کو) جھٹلا چکے ہیں یا انہوں نے جھٹلا دیا ہے۔ یہاں حق سے انکار کی مختلف صورتیں بیان فرمائی ہیں۔

اوّلاً۔ حق سے اعراض روگردانی۔ کبھی حق کو جادو کہہ کر، کبھی اس کو اساطیر الاولین گردان کر اور کبھی اس کو شعر گوئی بیان کر کے۔ پھر اس اعراض اور روگردانی کو آگے بڑھایا۔ اور کہہ دیا کہ یہ سراسر جھوٹ ہے۔ پھر اس پر ہی اکتفا نہ کیا۔ بلکہ خفیۃً و اعلانًا خلوت میں اور جلوت میں قولاً فعلاً اس کے استہزار میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔

== فَسَيَأْتِيهِمْ: فَ تعقیب کا ہے۔ سَ مضارع کو مستقبل قریب کے ساتھ مخصوص کر دیتا ہے بمعنی اب۔ ابھی، قریب۔ عنقریب، يَأْتِيْ فعل مضارع واحد مذکر غائب هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس وہ جلد ان پر آجائیگا۔ پس وہ عنقریب ان کو آلیگا۔ پس وہ جلد ان کے پاس آجائیگا

== اَنْبٰٓؤُا۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع۔ جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظن غالب حاصل ہو اسے نَبَأ کہتے ہیں۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نَبَأٌ نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر نبأ کہلانے

کی مستحق ہی نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو جیسے وہ خبر جو بطریق تواتر ثابت ہو یا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے بیان کیا ہو۔

اَنْبٰٓؤُا مضاف ہے اور اگلا جملہ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ مضاف الیہ ہے اس امر کی خبریں جس کا یہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔ اَنْبٰٓؤُا بصیغہ جمع آیا ہے جس طرح اعراض وتکذیب واستہزاء کی مختلف صورتیں تھیں اسی طرح آخرکار ان کی حقیقت بھی بہت سی مختلف شکلوں میں انہیں معلوم ہوگی۔

= مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ جس امر کا، جس بات کا۔

= كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ ماضی استمراری جمع مذکر غائب، وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ استہزاء کیا کرتے تھے یا اڑاتے رہے ہیں۔

ترجمہ پس عنقریب ان کو اس چیز کی حقیقت (مختلف طریقوں سے) معلوم ہو جائے گی جس کا یہ مذاق اڑاتے رہے ہیں۔

بعض کے نزدیک انبؤ مراد عقوبات ہیں یعنی عنقریب ان کو اس استہزاء کی سزا مل جائیگی خواہ وہ شکست وہزیمت کی صورت میں ہو جیسے جنگ بدر وغیرہ میں خواہ ان کی توقعات کی موت کی شکل میں ہو کہ ان کی خواہشات وتوقعات کے علی الرغم آخرکار حق کا غلبہ۔

۲۶ : ۷ = اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ ۔ آیات تنزیلیہ کے بعد مشرکین کی آیات تکوینیہ سے اعراض وروگردانی کا ذکر ہو رہا ہے ہمزہ استفہام انکاری کا ہے واؤ عبارت مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ ای اصروا علی الکفر باللہ وتکذیب مایدعوھم الی الایمان ولم ینظروا الی عجائب الارض کیا وہ اللہ (اور اس کی وحدانیت) سے انکار پر اور اس کی دعوت الی الایمان کی تکذیب پر اڑے ہوئے ہیں (تو کیا وہ) عجائبات ارض کی طرف دیکھنے سے عاری ہیں۔ لَمْ يَرَوْا مضارع نفی جحد بلم ضمیر فاعل مشرکین کی طرف ہے کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا؟

= كَمْ اسم مبنی ہے اور صدر کلام میں آتا ہے مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہے، یہ استفہام کے لئے بھی آتا ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ (۲: ۲۵۹) تو کتنی مدت اس حالت میں) رہا۔ ای کم زمانًا لبثت ۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے كَمْ خبریہ بھی آتا ہے اور اس صورت میں مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے۔ اور اس صورت میں تمیز مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ہم نے کتنی ہی بستیوں کو برباد کردیا کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے مثلاً كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً

(۲: ۲۴۹) اکثر چھوٹی جماعتیں بڑی جماعتوں پر غالب آگئیں۔
آیت ہذا میں عبارت یوں ہوگی کَمْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا
اس میں ہم نے عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں کس کثرت سے اگائیں۔
= اَنْۢبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (اِفْعَالٌ) سے ہم نے اگایا۔
= زَوْجٍ كَرِيْمٍ۔ موصوف وصفت۔ زَوْجٌ۔ خاوند۔ بیوی۔ جوڑا۔ بھانت بھانت قسم، قسم۔ كَرِيْمٍ۔ عمدہ، عزت والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد۔ زوج کریم۔ عمدہ قسم کی
۲۶: ۸ = ذٰلِكَ۔ کا اشارہ اگانے کے فعل کی طرف ہے یا اگائی ہوئی عمدہ بوٹیوں کی طرف
۲۶: ۹ = اَلْعَزِيْزُ۔ زبردست۔ غالب۔ گرامی قدر۔
۲۶: ۱۰ = وَ واؤ حرف عطف ہے معطوف علیہ کلام ماقبل ہے اور معطوف وہ کلام ہے جو آگے آرہی ہے یہ عطف القصہ علی القصہ کی مثال ہے۔
= اِذْ نَادٰى۔ ای وَاذْكُرْ اِذْ نَادٰى اور یاد کر جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ کو) یا وَاذْكُرْ لِقَوْمِكَ اِذْ نَادٰى یا دلا اپنی قوم کو جب پکارا (تیرے رب نے موسیٰ کو)
اِذْ۔ جب۔ نَادٰى بمعنی پکارا۔ یا بمعنی اَمَرَ۔ (حکم دیا)
= اَنْ۔ کہ۔ یہ کہ۔ یہ۔ یا تو مصدریہ ہے اور اس کا مابعد بمنزلہ مصدر ہے یا یہ مفسرہ ہے اور معنی ای ہے: کہ
= اِئْتِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو آ۔ تو پہنچ، اِتْيَانٌ (ضَرَبَ) سے جانے کے معنی میں بھی مستعمل ہے ملاحظہ ہو (۲۶: ۱۶) اِئْتِيَا تم دونوں جاؤ۔
= اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔ موصوف وصفت۔ ظالم قوم۔ ظالم لوگ۔
۲۶: ۱۱ = قَوْمَ فِرْعَوْنَ۔ مضاف مضاف الیہ، فرعون کی قوم۔ یہ اَلْقَوْمَ کا بدل ہے یا اس کا عطف بیان۔ ظالم لوگ یعنی قوم فرعون۔
= اَلَا يَتَّقُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا يَتَّقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب یہ اِئْتِ سے حال ہے تقدیر کلام ہے اِئْتِهِمْ قَائِلًا لَهُمْ اَلَا يَتَّقُوْنَ تو ان کے پاس جا یہ کہتے ہوئے کیا یہ لوگ نہیں ڈرتے (قہر الٰہی سے)
۲۶: ۱۲ = رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ
= اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ۔ اَنْ مصدریہ ہے يُكَذِّبُوْنِ اصل میں يُكَذِّبُوْنِیْ ہے کہ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ (میری تبلیغ کے تمام ہونے سے قبل ہی میری تکذیب شروع کر دیں گے

(الماجدی، روح المعانی)

۲۶:۱۳ == وَيَضِيْقُ صَدْرِیْ ۔ يَضِيْقُ مضارع واحد مذکر غائب ضِيْقٌ مصدر (باب ضرب) تنگ ہوتا ہے۔ گھٹتا ہے (یعنی اتنے بڑے مشن پر تنہا جاتے ہوئے گھبراہٹ محسوس ہوتی ہے تفہیم القرآن)

== لَا يَنْطَلِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب طلق مادہ الطَّلَاقُ کے اصل معنی کسی بندھن سے آزاد کرنے کے ہیں جیسے اَطْلَقْتُ الْبَعِيْرَ مِنْ عِقَالِهٖ میں نے اونٹ کا پائے بند کھول دیا۔ اسی طرح طَلَّقْتُ الْمَرْاَةَ کا محاورہ ہے یعنی میں نے اپنی عورت کو نکاح کے بندھن سے آزاد کر دیا۔

باب انفعال سے انطلاق کے معنی چل پڑنے کے ہیں جیسے اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ (۷۷:۲۹) جس چیز کو تم جھٹلایا کرتے تھے اب اس کی طرف چلو۔

لَا يَنْطَلِقُ: وہ روانی سے نہیں چلتی

== فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۔ ای ارسل جبریل علیہ السلام الی ہارون واجعلہ نبیًّا وازرنی بہ واشدد بہ عضدی لان فی الارسال الیہ علیہ السلام حصول ہذہ الاغراض کلہا لکن بسط فی سورۃ القصص وطٰہٰ واکتفی ہہنا بالاصل۔ یعنی اے میرے پروردگار تو جبرائیل علیہ السلام کو ہارون کی طرف بھیج اور اسے بھی نبوت عطا کر اور اس کی مدد سے مجھے طاقت بخش اور میری قوت بازو کو مضبوط بنا جبرائیل علیہ السلام کو اس کی طرف بھیجنے میں یہ جملہ اغراض مقصود ہیں، سورۃ قصص اور طٰہٰ میں اس کا بالتفصیل ذکر ہے یہاں صرف اصل پر اکتفا کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو ہارونؑ کے پاس بھی وحی بھیج دے (اور اسے بھی شریک نبوت کر دے)

۲۶:۱۴ == وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ ۔ اور ان کا میرے ذمہ ایک جرم (بھی) ہے یہاں اشارہ ہے ایک قبطی کے قتل کا جو حضرت موسیٰؑ کے مکہ سے جاں بحق ہو گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو ۲۸:۱۵)

۲۶:۱۵ == قَالَ كَلَّا کہا (اللہ تعالیٰ نے) ایسا ہرگز نہیں (ہو گا)

== مُسْتَمِعُوْنَ ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر مُسْتَمِعٌ واحد اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر سننے والے۔ اسی مضمون میں دوسری جگہ فرمایا لَا تَخَافَآ اِنَّنِیْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۔ (۲۰:۴۶) ڈرو نہیں میں یقیناً تمہارے ساتھ ہوں (ہر بات) سن رہا ہوں اور (ہر چیز) دیکھ رہا ہوں

استمع باب افتعال خوب دھیان سے سننا۔ کان لگا کر سننا۔

٢٦:١٦ —— فَأْتِيَا فِرْعَوْنَ۔ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اِئْتِيَا تم دونوں جاؤ۔ تم دونوں پہنچو امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر (ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۰) اتیانٌ مصدر۔

٢٦: ١٧ == اَنْ۔ مفسرہ ہے کہ ارسال میں قول کا مفہوم پایا جاتا ہے یا اَنْ مصدریہ بھی ہو سکتا ہے یعنی ہم اللہ کی طرف سے بنی اسرائیل کو لے جانے کے لئے بھیجے گئے ہیں

٢٦: ١٨ == اَلَمْ نُرَبِّكَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نُرَبِّ مضارع مجزوم نفی جحد بلم جمع متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تجھے پالا نہیں تھا۔

== فِينَا۔ اپنے ہاں۔ ہمارے اپنے پاس ای فی منازلنا ہمارے گھروں میں۔

== وَلِيدًا صیغہ صفت ہے وِلَادَةٌ سے نوزائیدہ بچہ۔

== سِنِينَ سَنَةٌ کی جمع ہے سال۔ برس۔ مجازاً قحط والے سالوں کو بھی سنین کہتے ہیں۔ جیسے وَلَقَدْ اَخَذْنَا اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ۔ (۷: ۱۳۰) اور ہم نے پکڑ لیا فرعونیوں کو قحط والے سالوں میں یعنی قحط سالی میں۔

٢٦: ١٩ == فَعْلَتَكَ۔ فَعْلَةٌ بمعنی فعل فَعَلَ سے مصدر ہے۔ فِعْل و فَعْلَةٌ ایک کام مرۃ۔ مضاف ہے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تیرا ایک کام، تیرا ایک فعل۔ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ یعنی تیرا ایک فعل بھی ہے جو تو نے کیا تھا۔ تو نے اپنی ایک اور حرکت بھی کی تھی (اشارہ ہے قبطی کے قتل کی طرف)

== كٰفِرِينَ۔ ناشکر گذار، احسان فراموش، اور جگہ قرآن مجید میں ہے لِيَبْلُوَنِي ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ (۲۷: ۴۰) تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں۔

٢٦: ٢٠ == فَعَلْتُهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اس فعل (فَعْلَةٌ) کی طرف ہے جو آیت ماقبل میں مذکور ہے۔

== اِذًا۔ تب، اس وقت۔

== الضَّآلِّينَ۔ لفظ الضلال کا اطلاق مندرجہ ذیل معانی پر ہوتا ہے!

(۱) حقیقت الامر سے ناواقفی۔ جب کوئی شخص کسی شے کی حقیقت سے ناواقف ہو تو عرب کہتے ہیں ضَلَّ عَنْهُ اسی معنی میں ہے: قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي فِي كِتٰبٍ لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنْسَى۔ (۲۰: ۵۲) فرمایا اس کا علم میرے رب کے پاس ہے جو کتاب میں مرقوم ہے میرا رب نہ کسی چیز سے لاعلم ہے اور نہ بھولتا ہے۔

(۲) طریق حق سے بھٹک کر باطل کی طرف جانا جیسے غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّينَ ۝

(سورۃ فاتحہ) نہ (راستہ) ان لوگوں کا جن پر غضب آیا ہو اور نہ ان کا جو راہِ حق سے بھٹک چکے ہوں وھذا الضلال فی الدین۔

(۳) غائب اور مضمحل ہو جانا۔ کسی چیز میں غائب یا گم ہو جانا۔ نیست ہو جانا اس کی مثال ہے وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ (۳۲: ۱۰) اور کہا کہ جب ہم (مرنے کے بعد) زمین میں نیست و نابود ہو جائیں گے۔ تو کیا ہم از سرِ نو پیدا کئے جائیں گے۔

(۴) محبت کے معنی میں۔ جیسے قَالُوْا تَاللّٰہِ اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ (۱۲: ۹۵) کہنے لگے بخدا تم (یوسف کی) قدیم محبت میں ہی (پھر ایسی باتیں کر رہے) ہو۔ یا وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی (۹۳: ۷) اور آپ کو ہدایت کی محبت میں (سرگرداں) پایا اور آپ کو ہدایت بخشی۔

وَ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ میں واؤ حالیہ ہے جب کہ میں لاعلمی کی حالت میں تھا۔

۲۶: ۲۱ = فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ۔ ماضی واحد متکلم فَرَّ یَفِرُّ فِرَارًا فَ تعقیب کا ہے پس میں بھاگ نکلا تم سے۔

= لَمَّا۔ جب، جس وقت۔ یہاں حرف شرط بھی ہو سکتا ہے اور اسم ظرف بھی۔

= وَھَبَ لِیْ۔ ماضی واحد مذکر غائب وَھَبَ یَھَبُ (فتح) وَھْبٌ وَھِبَۃٌ مصدر اس نے بخشش کی۔ اس نے بخشا۔

= حُکْمًا۔ علم و حکمت، نبوت، بوجہ مفعول منصوب ہے۔

۲۶: ۲۲ = تَمُنُّھَا۔ مَنَّ یَمُنُّ مَنًّا (نصر) سے صیغہ واحد مذکر حاضر ہے عَلٰی کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کسی کو کوئی احسان جتلانا۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نعمۃ کی طرف راجع ہے۔

= اَنْ بمعنی لِاَنْ ہے ای انما صارت نعمۃ علی لان عبدت بنی اسرائیل ولو لم تفعل ذلک لکفلنی اَھْلِیْ ولم یلقونی فی الیم

یہ جو احسان تم مجھے جتلاتے ہو یہ بسبب اس امر کے ہیں کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے اگر تو ایسا نہ کرتا تو میرے اہل خانہ میری کفالت خود کرتے اور مجھے دریا میں نہ ڈالتے

مطلب یہ ہے کہ یہ جو تو مجھ پر احسان جتلا رہا ہے یہ سب بوجہ تمہارے بنی اسرائیل کو غلامی کی سخت بندھنوں میں جکڑنے اور ان پر مظالم ڈھانے کے ہے اگر تو اسرائیل کے معصوم بچوں کو قتل کرنے کا

سفا کانہ قانون نافذ نہ کرتا تو میری ماں مجھے دریا میں کیوں ڈالتی اور مجھے تیرے گھر میں پرورش پانے کی ضرورت کہاں آتی اور پھر تیرے اس بزعم خود احسان کا کیا موقع تھا۔

فَائِدَہٗ: پچھلی آیت میں ففررت منکم اور لما خفتکم میں جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے کیونکہ فرار اور خوف صرف فرعون اہی سے نہ تھا بلکہ اس سے اور اس کے سرداروں سے تھا جس کے متعلق خبر دینے والے نے بتایا تھا قَالَ یٰمُوْسٰی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِکَ لِیَقْتُلُوْکَ (۲۸: ۲۰) اس نے بتایا اے موسیٰ سردار لوگ سازش کر رہے ہیں آپ کے بارے میں کہ آپ کو قتل کر ڈالیں۔ آیت ۲۲ میں تَمُنُّھَا اور عَبَّدْتَّ کا عمل فرعون کی ذات سے مختص ہے اس لئے یہاں واحد مذکر حاضر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

۲۶: ۲۴ = مُوْقِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ یقین کرنے والے۔ ایمان لانیوالے اِیْقَانٌ مصدر (باب افعال) اَیْقَنَ یُوْقِنُ یقین کرنا۔ یَقْنٌ مادہ۔

۲۶: ۲۵ = حَوْلَہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے گرد۔ اس کے آس پاس اَلْحَوْلُ (باب نصر) کے اصل معنی کسی چیز کے متغیر ہونے اور دوسری چیزوں سے الگ ہونے کے ہیں۔ حَالَ الشَّیْءُ یَحُوْلُ حُوُوْلًا کسی شے کا متغیر ہو جانا اور انفصال کے اعتبار سے حَالَ بَیْنِیْ وَ بَیْنَکَ یعنی میرے اور تیرے درمیان فلاں چیز حائل ہو گئی۔ تغیر کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًا (۱۸: ۱۰۸) اور وہاں سے مکان بدلنا نہ چاہیں گے۔ یہاں حولاً کے معنی تحول یعنی پھرنے کے ہیں۔

حَوْلُ الشَّیْءِ میں حول سے مراد کسی شے کی وہ جانب جس کی طرف اسے پھرنا ممکن ہو قرآن مجید میں ہے الذین یحملون العرش و من حولہ (۴۰: ۷) جو فرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو (فرشتے) اس کے گرداگرد ہیں۔

= اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ہمزہ استفہامیہ لا تستمعون مضارع منفی جمع مذکر حاضر تم نہیں سن رہے۔ تم نہیں سنتے اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ کیا تم سن نہیں رہے۔ کیا تم لوگ کچھ سنتے ہو یعنی میں تو رب العالمین کی حقیقت پوچھ رہا ہوں اور یہ اس کے افعال کا ذکر کر رہا ہے۔

۲۶: ۲۷ = قَالَ۔ ای قال فرعون۔

= رَسُوْلَکُمْ میں ضمیر کُمْ جمع مذکر حاضر۔ فرعون کے اردگرد بیٹھے ہوئے سرداروں کی طرف راجع ہے۔

۲۶: ۲۹ = لَاَجْعَلَنَّکَ۔ لام تاکید کا ہے اَجْعَلَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم

ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تو میں ضرور بالضرور تمہیں بنادوں گا۔
= المَسْجُوْنِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ قیدی، المسجون واحد سَجَنَ يَسْجُنُ (نصر) سَجْنٌ سے ۔
٢٦: ٣٠ = اَوَلَوْجِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ۔ میں واؤ حالیہ ہے اور اس پر ہمزہ استفہامیہ داخل کیا گیا ہے۔ ای اتفعل ذٰلك ولوجئتك بشیء مبین ۔ کیا تو پھر بھی (میرے ساتھ) ایسا کرے گا (یعنی قید کرے گا) جب کہ میں تیرے سامنے ایک کھلی ہوئی چیز (یعنی معجزہ) پیش کروں ۔
٢٦: ٣٢ = ثُعْبَانٌ ۔ اژدھا۔ اسم ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے
= مُبِيْنٌ ۔ صاف، کھلا۔ سچا سانول۔ غیر مبہم۔
٢٦: ٣٣ = نَزَعَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَزْعٌ مصدر (باب فتح) اس نے باہر نکالا۔
= بَيْضَاءَ بَيَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ سفید۔
٢٦: ٣٤ = مَلَاِ ۔ اسم جمع سرداروں کی یا بڑوں کی جماعت۔ مَلْأٌ بمعنی بھر دینا۔ قوم کے سردار یا اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن کے اعتبار سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں اس لئے ان کو مَلَأٌ کہا جاتا ہے ۔ جو لوگ زینت محفل ہوں دلوں کو ہیبت و عظمت سے اور آنکھوں کو ظاہری حسن وجمال سے بھر دیں مَلَأٌ کہلاتے ہیں
٢٦: ٣٦ = اَرْجِهْ ۔ اَرْجِ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اَرْجٰى يُرْجِيْ اِرْجَاءٌ (افعال) ۔۔۔ الامر ۔ کام کو مؤخر کرنا۔ کام کو ٹال دینا۔ ڈھیل دینا۔ رجیٌ مادہ رَجَاءٌ رَجْوٌ و رَجَاةٌ و رَجَاءَةٌ مصدر ہیں۔ ثلاثی مجرد سے رَجَا يَرْجُوْا (باب نصر) بمعنی امید رکھنا، امید کرنا۔ خوف کرنا۔ ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اَرْجِهْ تو اس کو ڈھیل دے ۔ اس ضمیر کا مرجع حضرت موسیٰ ؑ ہیں۔
= اِبْعَثْ امر واحد مذکر حاضر تو بھیج، تو روانہ کر، بَعَثَ يَبْعَثُ (فتح) بَعْثٌ سے جس کے معنی کسی چیز کو اٹھا کھڑا کرنے اور روانہ کرنے کے ہیں ۔ قرآن مجید میں روانہ کرنا اور اٹھا کھڑا کرنے ہر دو معنی میں آیا ہے مثلاً فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا (٥: ٣١) اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک کوّے کو بھیجا۔ اور يَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا (١٩: ٣٣) اور جس روز میں زندہ کرکے اٹھایا جاؤں گا۔
= اَلْمَدَآئِنِ ۔ مَدِيْنَةٌ کی جمع ۔ شہر ۔ بستیاں
= حٰشِرِيْنَ ۔ اکٹھے کرنے والے حَشْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ہرکارے

٢٦: ٣٧ = يَأْتُوْكَ۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر وہ لائیں تیرے پاس۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے یعنی تو ہرکاروں کو شہروں میں بھیج تاکہ وہ لے آئیں تیرے پاس۔

= سَحَّارٍ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بڑا جادوگر۔ موصوف عَلِيْمٍ ماہر صفت سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ماہر فن جادوگر۔

٢٦: ٣٨ = السَّحَرَةُ۔ ساحرٌ کی جمع۔ جادوگر۔

= لِمِيْقَاتِ۔ میقات ظرف زمان۔ وقتِ مقررہ۔ استعارۃً جائے مقررہ یا وہ جگہ جس کا وقت دیا گیا ہو۔ مضاف، يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ چنانچہ ایک معین دن کے مقررہ وقت یا مقررہ جگہ جہاں جمع ہونے کا وقت دیا گیا تھا۔ سب جادوگروں کو اکٹھا کر لیا گیا۔

= هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ۔ مجتمعون اسم فاعل جمع مذکر باب افتعال سے جمع ہونے والے۔ لفظاً ترجمہ ہوگا۔ کیا تم اکٹھے ہوگے۔ یہاں درحقیقت استفہام مراد نہیں بلکہ مجازاً ان کو جلدی کرنے پر اکسانے کے لئے ہے۔

٢٦: ۴٠ = لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ۔ (اگر ہمارے جادوگر غالب رہے یعنی یہ مقابلہ جیت گئے تو) شاید ہم جادوگروں کی راہ پر ہی رہ جائیں (اور موسیٰ کے دین سے بچ جائیں)

٢٦: ۴٣ = مُلْقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِلْقَاءٌ مصدر (باب افعال) اصل میں ملقیون تھا۔ ڈالنے والے، پیش کرنے والے۔

٢٦: ۴۴ = حِبَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ حَبْلٌ واحد ان کی رسیاں

= عِصِيَّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی لاٹھیاں۔ ان کے عصا۔ عِصِيٌّ عصا کی جمع ہے

= بِعِزَّةِ۔ بآء قسم کے لئے ہے فرعون کے اقبال کی قسم۔

٢٦: ۴۵ = فَاِذَا۔ فاء تعقیب کے لئے ہے اور اذا حرف فجائیہ ہے (پس جیسے ہی اس نے عصا کو ڈالا وہ اژدہا بن گیا اور ان کی سحر بافیاں چٹ کرنے لگا۔

= هِيَ اي عَصَايَ۔

= تَلْقَفُ مضارع واحد مؤنث غائب لَقْفٌ مصدر (باب سمع) جس کے معنی کسی چیز کو پھرتی سے لے لینے اور جھٹ اتار لینے کے ہیں۔ خواہ منہ سے نگلنے کی صورت میں ہو یا ہاتھ سے لے لینے کی شکل میں۔

وہ نگل جاتی ہے یا نگل جائے گی۔ بمعنی ماضی یہاں آیا ہے۔
= مَا ۔ موصولہ ہے!
= يَأْفِكُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِفْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کو وہ جھوٹے طور پر بنائے ہوئے تھے۔ جس کو فریب سے انہوں نے بنا رکھا تھا۔

٢٦:٤٦ = فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ۔ سو جادوگر سجدہ میں گر پڑے۔ یہاں صیغہ فعل مجہول لایا گیا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(١) جب جادوگروں نے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں یہ معجزہ دیکھا تو ان کے لئے کوئی چارہ کار ہی نہ رہا سوائے سرِ تسلیم خم کر لینے کے اور وہ سجدہ کے لئے مجبور ہو گئے۔
(٢) معجزہ کو دیکھ کر جب حقیقت ان پر عیاں ہو گئی اور ان کے دلوں پر سے جہالت و ضلالت کے پردے ہٹ گئے تو وفورِ شوق سے وہ جھٹ سجدہ میں گر پڑے۔ ان کی اندرونی کیفیات کی شدت کے اظہار کے لئے فعل مجہول لایا گیا ہے اس کی مثال سورۃ ھود میں ہے وَجَاءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (١١:٧٨) اور اس کے پاس اس کی قوم کے لوگ کھچے چلے آئے۔

٢٦:٤٩ = قَبْلَ ۔ یہاں پیشتر کے معنی میں نہیں بلکہ بدوں یا بغیر کے معنی میں استعمال ہوا ہے
= اٰذَنَ لَكُمْ ۔ اٰذَنَ واحد متکلم مضارع۔ نصب بوجہ اَنْ ہے اِذْنٌ مصدر۔ (باب سمع) اَذِنَ يَاْذَنُ اِذْنٌ ۔۔۔ل حکم دینا۔ اجازت دینا۔ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ بغیر اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔
= اِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰؑ کی طرف راجع ہے۔ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ۔ دراصل وہی تمہارا بڑا ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔
= فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ میں فَ تعقیب کا ہے لام تاکید کے لئے آیا ہے عبارت یوں ہے. فلا نستم سوف تعلمون و بال مَا فعلتم سو تم جلدی ہی اپنے کئے کی سزا پالوگے۔
= لَاُقَطِّعَنَّ لام تاکید کا اُقَطِّعَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر میں ضرور کاٹوں گا۔ قطع مادہ
= مِنْ خِلَافٍ ۔ مخالف طرفوں سے یعنی دایاں بازو اور بایاں پاؤں یا بایاں ہاتھ اور دایاں پاؤں۔
= وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ۔ لام تاکید کا اُصَلِّبَنَّ مضارع بانون ثقیلہ واحد متکلم ۔

تَصْلِيْبٌ تَفْعِيْلٌ سے ۔ میں تم کو ضرور سولی پر چڑھا دوں گا۔
كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
۵۰:۲۶ = ضَيْرَ۔ ڈر۔ ضرر۔ مضرت۔ ضار یضیر کا مصدر ہے جس کے معنی نقصان کرنے اور ضرر پہنچانے کے ہیں۔
= مُنْقَلِبُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُنْقَلِبٌ واحد اِنْقِلَابٌ مصدر قَلْبٌ مادہ۔ لوٹنے والے۔ لوٹ کر جانے والے۔
۵۱:۲۶ = نَطْمَعُ مضارع جمع متکلم (باب سمع) طَمَعٌ مصدر۔ ہم امید کرتے ہیں۔
= اَنْ كُنَّا۔ یہاں بمعنی لِاَنَّ ہے۔ کیونکہ۔ اس لئے کہ۔
۵۲:۲۶ = اَسْرِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو رات کو لے کر چل۔
اِسْرَاءٌ (افعال) جس کے معنی رات کو لے کر چلنے اور رات کو سفر کرنے کے ہیں۔ سَرْیٌ مادہ۔ سَرٰی يَسْرِيْ (ضرب) بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ باب افعال سے ہے سُبْحَانَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا (۱:۱۷) پاک ذات ہے وہ جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔
اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ۔ تم راتوں رات میرے بندوں کو (یہاں سے) لے جاؤ۔
= اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ۔ یہ وجہ ہے راتوں رات لے جانے کی۔ تحقیق تمہارا تعاقب کیا جائے گا۔ مُتَّبَعُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ مُتَّبَعٌ واحد اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ مُتَّبَعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے۔
۵۳:۲۶ = اَلْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ۔ ملاحظہ ہو آیت ۳۶۔ مذکورہ بالا۔
۵۴:۲۶ = لَشِرْذِمَةٌ۔ تھوڑی سی جماعت جو لوگوں سے الگ ہو گئی ہو۔ اس کی جمع شَرَاذِمُ، شَرَاذِيْمُ ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ ثَوْبٌ شَرَاذِمُ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی پھٹے پرانے چیتھڑوں کے ہیں۔
= قَلِيْلُوْنَ۔ قَلِيْلٌ کی جمع۔ تھوڑے۔ کم۔ شِرْذِمَةٌ کی صفت ہے۔
۵۵:۲۶ = لَغَآئِظُوْنَ۔ میں لام تاکید کا ہے۔ غَآئِظُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غَآئِظٌ واحد غَيْظٌ مادہ۔ اَلْغَيْظُ کے معنی سخت غصہ کے ہیں۔
اَلْغَآئِظُ غصہ دلانے والا۔ غضب پیدا کرانے والا۔ غیظ۔ انتہائی غضب کو کہتے ہیں۔
اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ۔ انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے۔

٢٦: ٥٦ == حٰذِرُوْنَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر حَاذِرٌ کی جمع ہے۔
بمعنی ڈرنے والے۔ ہتھیار باندھنے والے۔ مسلح محتاط رہنے والے۔
الحذر باب سمع کے اصل معنی خوف زدہ کرنے والی چیز سے دور رہنے کے ہیں
مثلاً یَحْذَرُ الْاٰخِرَةَ (۳۹:۹) وہ آخرت سے ڈرتا ہے۔
وَاِنَّا لَجَمِیْعٌ حٰذِرُوْنَ ہ میں واؤ حالیہ ہے۔ لیکن ہم سب کے سب (ان کے شر سے)
محتاط ہیں (اور ان کے شر کے ڈر سے مسلح اور چاک وچوبند ہیں)
٢٦: ٥٧ == فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۔ بس ہم نے ان کو نکال باہر کیا
باغوں اور چشموں سے۔
٢٦: ٥٨ == وَكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ۔ اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے۔
٢٦: ٥٩ == كَذٰلِكَ ۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای الامر کذلک بات یوں ہوئی
یوں ہی ہوا۔
== اَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۔ میں ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ہے۔ باغوں،
چشموں خزانوں، عمدہ مکانوں کی طرف راجع ہے۔ بنی اسرائیل مفعول ثانی۔ ہم نے بنی اسرائیل
کو ان کا مالک بنادیا۔
٢٦: ٦٠ == فَاَتْبَعُوْهُمْ ماضی جمع مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا
مرجع بنی اسرائیل ہے۔ وہ ان کے تعاقب میں گئے۔ وہ ان کے پیچھے گئے۔
== مُشْرِقِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اشراقٌ مصدر باب افعال۔ اشراق کے وقت
جب سورج طلوع ہو تو عرب کہتے ہیں شرقت الشمس اور جب اس کی روشنی
پھیل جائے تو کہتے ہیں اَشْرَقَتِ الشمس ۔ اس لئے مُشْرِقِیْنَ کا مطلب یہ ہوا
کہ جب سورج چڑھ آیا اور اس کی روشنی ہر طرف پھیل گئی تو فرعون کا لشکر تعاقب میں نکلا۔
ف: آیت ۵۴ تا ۵۶ فرعون کا اعلان ہے کہ یہ لوگ حقیر و ذلیل و کمین اور ایک
مٹھی بھر لوگ ہیں لیکن اپنی سرکشی اور شرپسندی سے انہوں نے ہم کو سخت غصہ دلایا ہے
(اگرچہ یہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن پھر بھی) ہم سب محتاط اور مسلح ہیں (اور ان کو ان کی
سرکشی اور گستاخی کا مزہ چکھا کے رہیں گے)
آیات ۵۷ تا ۵۹ عبارت جملہ معترضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے سرداروں کے
دل میں بنی اسرائیل کے خلاف حد سے زیادہ انتقام کا جذبہ پیدا کردیا کہ عام فوج کو بھیجنے کی

بجائے خود فرعون بمعہ امراء و وزراء لشکرِ جرار کے ساتھ اپنے باغات و چشمے، خزانے و عمارتیں خالی کرکے تعاقب میں چل نکلا اور یہ باغات و چشمے و محلات بنی اسرائیل کا مقدر بن گئے۔

یہاں اَوْرَثْنٰھَا میں ھا ضمیر مطلق باغوں چشموں وغیرہ کی طرف راجع ہے اور اس سے مراد خاص مصر کے باغات و چشمے وغیرہ نہیں جو امراء سلطنت خالی کرکے بنی اسرائیل کے تعاقب میں نکلے تھے۔ آیت ۵۹ میں ان باغات وغیرہ کا اشارہ فلسطین کی بابرکت زمین کی طرف جہاں ایسے باغات چشموں کی فراوانی تھی بھی ہوسکتا ہے۔

آیت نمبر ۶۰ سے سلسلہ کلام پھر شروع ہوتا ہے۔

٢٦: ٦١ = تَرَآءَ ماضی واحد مذکر غائب وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ تَرَاءِیٌ (تفاعل) سے جس کے معنی باہم ایک دوسرے کے اس طرح مقابل ہونے کے ہیں کہ یہ اس کو دیکھ سکے اور وہ اس کو۔

= الجَمْعٰنِ۔ جَمْعٌ کا تثنیہ ہے دو گروہ، دو فوجیں، دو جماعتیں۔

پس جب دونوں گروہوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

= لَمُدْرَكُوْنَ۔ لام تاکید کا مُدْرَكُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُدْرَكٌ واحد اِدْرَاكٌ اِفْعَالٌ۔ ہم پکڑے گئے۔

٢٦: ٦٢ = كَلَّا ہرگز نہیں۔

= سَيَهْدِيْنِ۔ س حرف ہے فعل مضارع کو مستقبل قریب کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے یَهْدِيْنِ مضارع واحد مذکر غائب ھِدَايَةٌ مصدر (باب ضرب) نون وقایہ یاء متکلم محذوف کہ اصل میں یَهْدِيْنِيْ تھا) وہ مجھے ہدایت کردیگا۔ وہ میری راہنمائی کرے گا وہ مجھے راہ بتادے گا۔ سَيَهْدِيْنِ وہ مجھے ابھی راہ بتادے گا۔

٢٦: ٦٣ = فَانْفَلَقَ۔ف تعقیب کا ہے انفلق ماضی واحد مذکر غائب وہ پھٹ گیا انْفِلَاقٌ (انفعال) مصدر۔ باب ضرب سے الفَلْقُ کے معنی کسی چیز کو پھاڑنے اور اس کے ایک ٹکڑے کو دوسرے سے الگ کرنے کے ہیں۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ (٦: ٩٦) وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے۔

= فِرْقٍ اسم فعل مجموعہ میں سے کاٹ کر الگ کیا ہوا ایک ٹکڑا۔

= الطَّوْدِ۔ بلند پہاڑ۔

٢٦: ٦٤ = اَزْلَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے قریب کردیا۔ اِزْلَافٌ (افعال) سے

الزُّلْفَةُ کے معنی قرب اور مرتبہ کے ہیں۔ منازل شب یعنی رات کے حصوں کو بھی زُلَفٌ کہاجاتا ہے جیسے وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (١١: ١١٤) اور رات کے کچھ حصوں میں۔
= ثَمَّ۔ وہاں۔ اس جگہ۔ اسم اشارہ ہے۔
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ۔ اور ہم نے دوسروں کو بھی (دوسرے گروہ یعنی لشکر فرعون کو بھی) وہاں پہنچادیا۔

٢٦: ٦٥ = اَنْجَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِنْجَاءٌ مصدر (باب افعال) سے ہم نے بچالیا ہم نے نجات دی۔ نجو مادہ۔

٢٦: ٦٩ = وَاتْلُ۔ میں واؤ عاطفہ ہے ای واذکر ذلك لقومك واتل علیھم نَبَاَ اِبْرَاهِيْمَ یہ مثال یا دکرائیے اپنی قوم کو اور بیان کیجئے ان کے سامنے (حضرت) ابراہیم کا قصہ
اُتْلُ تلاوۃٌ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (باب نصر) تو پڑھ۔ تو پڑھ کر سنا۔ تلوٌ مادہ۔
= نَبَأَ۔ خبر۔ قصہ۔

٢٦: ٧١ = فَنَظَلُّ۔ میں الفاء عطف کا ہے نَظَلُّ، ظَلَّ يَظَلُّ سے مضارع جمع متکلم کا صیغہ ہے افعال ناقصہ میں سے ہے ظَلَّ اگرچہ دن کے فعل کے ساتھ مخصوص ہے جیسے کہ بَاتَ کا استعمال فعل شب کے لئے ہوتا ہے لیکن توسیع استعمال سے بمعنی صَارَ مستعمل ہے لہٰذا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ کا ترجمہ ہم دن کو ان بتوں کی پوجا میں لگے رہتے ہیں کی بجائے "ہم ان بتوں کی پوجا پر جمے رہتے ہیں یا قائم رہتے ہیں۔ زیادہ صحیح ہے۔
= عٰكِفِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَاكِفٌ کی جمع۔ معتکف اعتکاف کرنے والے۔ اگرد جمع ہونے والے۔ مجاور۔ جم کر بیٹھنے والے عُكُوْفٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں تعظیم کے طور پر کسی چیز کی طرف متوجہ ہونا اور اس کو لازم پکڑلینا۔ عکوف فی المسجد کے معنی ہیں عبادت کی نیت سے اپنے آپ کو مسجد میں روکے رکھنا۔

٢٦: ٧٢ = تَدْعُوْنَ۔ دُعَاءٌ سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم پکارتے ہو یا پکاروگے۔

٢٦: ٧٣ = يَضُرُّوْنَ۔ ضَرٌّ سے مضارع جمع مذکر حاضر (باب نصر) وہ نقصان پہنچاتے ہیں۔

٢٦: ٧٤ = قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَا۔۔۔ الخ ای قالوا لا یسمعون ولا ینفعوننا

ولا یضرون وانما وجدنا اباءنا یفعلون کذٰلک انہوں نے کہاکہ یہ بت نہ سنتے ہیں نہ ہمیں کوئی نفع ونقصان پہنچاتے ہیں ہم نے تو اپنے آباء واجداد کو ایسا کرتے پایا۔

۲۶: ۷۵ = اَفَرَاَیْتُمْ۔ الف استفہامیہ توبیخ کے لئے ہے۔ کیا تم نے کبھی (آنکھیں کھول کر) دیکھا بھی (جن کی تم اور تمہارے پچھلے باپ دادا پرستش کرتے رہے)۔

۲۶: ۷۶ = الْاَقْدَمُوْنَ ہ اَقْدَمُ کی جمع ہے اَقْدَمُ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ قَدَمٌ سے جس کے معنی آگے ہونے اور سبقت کرنے کے ہیں۔ یعنی تم سے اگلے اور پہلے لوگ۔

= فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْ۔ بے شک یہ میرے دشمن ہیں کیونکہ اگر میں اب ان کی عبادت کرتا ہوں تو یوم قیامت ان کی پرستش مجھے عذاب عظیم میں مبتلا کردے گی۔

یا یہ میرے دشمن بایں وجہ ہیں کہ اس دنیا میں ان کی پرستش گمراہی اور شرک کے دروازے کھول رہی ہے جو انجام کار تباہی اور بربادی کا باعث بنے گی۔

وقیل ھومن المقلوب المراد فانی عدو لھم۔ یا یہ ترکیب مقلوب ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ میں ان کا دشمن ہوں۔

عَدُوٌّ۔ اِنَّهُمْ کی خبر ہے قاعدہ کے لحاظ سے یہ جمع (اعداء) چاہیے لیکن عدوٌّ کا لفظ صدیقٌ کی طرح واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جیسا اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ (۲: ۱۶۸) وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے اور وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۵۰) دراں حالیکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

عَدُوٌّ اسم جنس بھی ہوسکتا ہے۔

اِنَّهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع مَا ہے (مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ)

= اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ہ اِلَّا حرف استثناء ہے رب العالمین مستثنیٰ اور اِنَّهُمْ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب مستثنیٰ منہ۔ کیونکہ مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ کی جنس سے نہیں ہے لہٰذا یہ استثنا منقطع ہے۔ مطلب یہ ہے کہ: جن بتوں کی تم پرستش کیا کرتے ہو وہ میرے دشمن ہیں۔ لیکن رب العالمین میرا دشمن نہیں۔

۲۶: ۷۸ = الَّذِیْ اسم موصول۔ مبتدا۔

= خَلَقَنِیْ۔ ماضی واحد مذکر غائب نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم صفت ہے الَّذِیْ کی فَهُوَ مبتدا ثانی۔ یَهْدِیْنِ مضارع واحد مذکر غائب نِیْ ضمیر واحد متکلم

محذوف، خبر۔
۲۶:۷۹ = یُطْعِمُنِیْ وہ مجھے کھلاتا ہے یَسْقِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب سَقْیٌ مصدر (باب ضرب) نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم محذوف۔ وہ مجھے پلاتا ہے۔
۲۶:۸۰ = یَشْفِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب شِفَآءٌ مصدر نون وقایہ ی محذوف ضمیر مفعول واحد متکلم۔ وہ مجھے شفا دیتا ہے۔
۲۶:۸۱ = یُمِیْتُنِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ اِمَاتَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ مجھے موت دیتا ہے۔
= یُحْیِیْنِ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ افعال نون وقایہ ی متکلم ضمیر مفعول۔ وہ مجھے زندہ کرتا ہے یا کرے گا۔
۲۶:۸۲ = اَطْمَعُ مضارع واحد متکلم طَمَعٌ مصدر باب سمع میں توقع رکھتا ہوں۔ الطمع کے معنی ہیں نفس انسانی کا کسی چیز کی طرف خواہش کے ساتھ میلان

فائدہ: آیات ۷۷ تا ۸۲ میں اول رب العالمین کو مستثنیٰ کیا ان اصنام سے جو بہر صورت انسان کے دشمن ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں حمد و ثناء کے بعد آیات ۸۳ تا ۸۷ میں اس رب العالمین کے حضور مزید انعام و اکرام کے لئے دُعا ہے۔

۲۶:۸۳ = رَبِّ۔ یا رَبِّیْ کا مخفف ہے اے میرے رب۔
= ھَبْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ وَھْبٌ و ھِبَۃٌ مصدر (باب فتح) تو بخش کر، تو عطا کر۔
= حُکْمًا۔ حکم۔ حکم کرنا حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنے کا نام حکم ہے لیکن یہاں مراد علم و عمل کا کمال ہے ای کمالاً فی العلم والعمل (مظہری)
= اَلْحِقْنِیْ۔ اَلْحِقْ اِلْحَاقٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے ملا دے۔ تو مجھے شامل کردے۔
۲۶:۸۴ = لِسَانَ صِدْقٍ۔ لِسَانَ اسم مفرد منصوب۔ مضاف۔ صِدْقٍ۔ راستی سچائی۔ نیک نامی۔ (صَدَقَ یَصْدُقُ کا مصدر۔ مضاف الیہ۔
بمعنی ذکر جمیل۔ اچھا تذکرہ۔ تعریف، سچی ناموری۔
ہر وہ فعل جو ظاہر و باطن کے اعتبار سے فضیلت کے ساتھ متصف ہو اسے صدق سے

تعبیر کیا جاتا ہے اس بناء پر ایسے فعل کو صدق کی طرف مضاف کیا جاتا ہے جیسے فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ (۵۴: ۵۵) یعنی سچے مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۰: ۲) کہ ان کے پروردگار کے ہاں ان کا سچا درجہ ہے۔ (راغب) اور وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانہ دیا۔

آیت ہذا: وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ اور میرا ذکر نیک آئندہ آنیوالوں میں جاری رکھ۔ یعنی کہ اے اللہ تعالیٰ مجھے ایسا صالح بنا دے کہ میری موت کے بعد جب لوگ میری تعریف کریں تو ان کی تعریف غلط نہ ہو۔

۲۶: ۸۵ = وَرَثَةِ = اسم فاعل جمع مذکر مجرور مضاف وَارِثٌ کی جمع۔ مالک، حصہ دار۔ وَرِثَ یَرِثُ (حسب) وِرْثٌ اِرْثٌ، اِرْثَةٌ، وِرَاثَةٌ سے۔

= جَنَّةِ۔ مضاف، مضاف و مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَرَثَةِ کا جو مضاف ہے جنۃ النَّعِیْم کا۔

= النعیم۔ نعمت۔ راحت، عیش، اسم معرفہ، مضاف الیہ۔

۲۶: ۸۷ = لَا تُخْزِنِیْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے رسوا نہ کر۔ ای بتعذیب ابی یوم القیامۃ او ببعثہ فی اعداد الضالین یعنی قیامت کے روز میرے باپ کو عذاب دے کر یا اسے گمراہوں میں اٹھا کر مجھے شرمندہ نہ کرنا

۲۶: ۸۸ = یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ یہ جملہ یوم یبعثون کا بدل ہے اور اس دن کی سختی کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

۲۶: ۸۹ = اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ مگر وہ شخص جو لے آیا اللہ تعالیٰ کے حضور قلب سلیم۔ قلب سلیم سے مراد مومن کا دل ہے کیونکہ وہ کفر و نفاق کی بیماریوں سے محفوظ ہوتا ہے اور کافر کا دل مریض ہوتا ہے جیسے ارشاد ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ کافر نے نیک کاموں میں جتنا روپیہ بھی صرف کیا ہوا ہے اسے اس سے کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ اسی طرح اگر کسی کافر کی اولاد مومن اور صالح بھی ہو تو بھی اس کی شفاعت اس کافر کے حق میں مقبول نہ ہو گی۔ لیکن جس شخص کا دل کفر و نفاق کی بیماری سے محفوظ رہا اس نے راہ حق میں جو مال خرچ کیا ہوگا اس کا کئی گنا اجر روز قیامت اُسے دیا جائے گا نیز اس کی نیک اور صالح اولاد کی دعائیں اس کے گناہوں کی بخشش

اور اس کے درجات کی بلندی کا باعث ہوں گی۔ اور قیامت کے دن ان کی شفاعت اپنے والدین کے حق میں مقبول ہو گی اور انہیں نفع پہنچائے گی۔

واما المؤمن فینفعہ مالہ الذی انفقہ فی الطاعۃ وولدہ بالشفاعۃ والاستغفار۔ (مظہری، ضیاء القرآن)۔

۲۶: ۹۰ = اُزْلِفَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اِزْلَافٌ (افعال) مصدر۔ وہ قریب لائی گئی۔ یہاں مستقبل کے معنی میں استعمال ہوا ہے بمعنی وہ قریب لائی جائے گی۔

۲۶: ۹۱ = بُرِّزَتْ۔ ماضی مجہول بمعنی مستقبل واحد مؤنث غائب تَبْرِیْزٌ تفعیلٌ مصدر۔ وہ ظاہر کر دی جائے گی۔ بَرَزَ یَبْرُزُ (نصر) بُرُوْزٌ مصدر۔ کھلم کھلا ظاہر ہونا۔

= الْغٰوِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر غاوی واحد حالت نصب۔ اَلْغَاوُوْنَ۔ بحالت رفع گمراہ، کجراہ۔ غَوَایَۃٌ مصدر۔ غَوٰی یَغْوِیْ (ضرب) غَیٌّ اور غَوِیَ یَغْوٰی (سمع) گمراہ ہونا۔

۲۶: ۹۲ = اَیْنَمَا۔ اَیْنَ اور مَا سے مرکب ہے اَیْنَ کہاں۔ مَا موصولہ ہے کہاں ہیں (جن کی تم پوجا کیا کرتے تھے)

۲۶: ۹۳ = یَنْصُرُوْنَکُمْ۔ مضارع جمع مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (کیا) وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا کرتے ہیں۔

= یَنْتَصِرُوْنَ ہ (یا) وہ بدلہ لے سکتے ہیں، انتقام لے سکتے ہیں، اپنے آپ کا بچاؤ کر سکتے ہیں۔ انتصار (افتعال) سے۔

۲۶: ۹۴ = فَکُبْکِبُوْا۔ فَ تعقیب کا ہے کُبْکِبُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اَلْکَبُّ کے معنی کسی کو منہ کے بل گرانے کے ہیں جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَکُبَّتْ وُجُوْھُھُمْ فِی النَّارِ (۲۷: ۹۰) تو ان کو منہ کے بل اوندھا آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اَلْکَبْکَبَۃُ کسی چیز کو اوپر سے لڑھکا کر گڑھے میں پھینکدینا کَبَّ۔ ثلاثی مجرد۔ کَبْکَبَ رباعی مجرد۔ دونوں ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں لیکن رباعی مجرد میں آکر معانی میں مبالغہ کا عنصر پایا جاتا ہے۔ کبکبوا فیھا۔ ای القوا فی الجحیم علی وجوھہم مرۃ بعد اخری الی ان یستقروا فی قعرھا۔ یعنی بار بار اوندھے بل گرانا کہ گہرائی میں جا ٹکیں۔ لہٰذا۔ کُبْکِبُوْا فِیْھَا کے معنی ہوئے کہ ان کو بار بار منہ کے بل

دوزخ میں گرایا جائے گا۔ تاآنکہ اس کی گہرائی میں جا ٹکیں گے۔ فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الجحیم (آیت ۹۱) کی طرف راجع ہے۔

= هُمْ۔ ای الاصنام۔ بت۔ جھوٹے معبود (مَا کُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ جنہیں تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے تھے)

= اَلْغَاوٗنَ۔ گمراہ۔ کج رو۔ (ملاحظہ ہو آیت ۹۱)

۲۶: ۹۵ = جُنُوْدُ اِبْلِیْسَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ابلیس کی فوجیں۔

= اَجْمَعُوْنَ۔ وہ سب کے سب، تاکید کے لئے ہے یعنی اصنام۔ ان کے پجاری اور ابلیس کے لشکر۔ سب کے سب (جہنم میں اوندھے منہ گرائے جائیں گے)

۲۶: ۹۶ = قَالُوْا۔ ای الغاوٗن۔ ضمیر کا مرجع گمراہ پجاری ہیں جو معبودانِ باطل کی پوجا کرتے رہے تھے۔

= وَ هُمْ فِیْهَا یَخْتَصِمُوْنَ۔ میں واؤ حالیہ ہے فیھا میں ھا ضمیر جحیم کی طرف راجع ہے اور ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گمراہ پجاریوں اور شیاطین کی طرف راجع ہے۔ یا گمراہ پجاریوں اور معبودانِ باطل کی طرف راجع ہے۔ یا ان تینوں گروہوں کے لئے ہے یَخْتَصِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب وہ جھگڑا کرتے ہوں گے اختصامٌ (افتعالٌ) سے یہ جملہ حالیہ ہے یعنی جب یہ اصنام اور ان کے پجاری اور شیاطین دوزخ اوندھے بل گرادیئے جائیں گے تو وہ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے۔

۲۶: ۹۷ = تَاللّٰهِ۔ ت قسم کے لئے ہے اللہ کی قسم۔ یہاں سے لے کر آیت ۱۰۲ تک گمراہ پجاریوں کا کلام ہے۔

= اِنْ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اس کا اسم ضمیر الشان محذوف ہے۔ یعنی اِنَّهٗ شان یہ ہے کہ کُنَّا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ لَفِیْ میں لام فارقہ ہے۔ ہم صریح گمراہی میں تھے۔

۲۶: ۹۸ = اِذْ۔ جب۔ جس وقت۔ ظرف زمان ہے۔

= نُسَوِّیْکُمْ۔ مضارع جمع متکلم۔ تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم تم کو (عبادت میں رب العالمین کے) برابر گردانتے تھے۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر اصنام کی طرف راجع ہے۔

۲۶: ۹۹ = اَضَلَّنَا۔ اَضَلَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب، اِضْلَالٌ (افعالٌ)

مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہم کو بہکایا۔ اس نے ہم کو گمراہ کیا۔
= اَلْمُجْرِمِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر، معرفہ، کافر، گنہگار۔ مجرم لوگ۔
یعنی شیاطین جنہوں نے معبودانِ باطل کی پوجا کے لئے بہکایا۔

۲۶:۱۰۱ = حَمِیْمٍ۔ الحمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا (۴۷:۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا۔ گہرے اور قریبی دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ اپنے دوست کی حمایت میں بھڑک اٹھتا ہے اور گرم جوشی دکھاتا ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یَسْـَٔلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۷۰:۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا۔

صَدِیْقٍ حَمِیْمٍ۔ گہرا دوست، گرم جوش دوست۔

۲۶:۱۰۲ = فَلَوْ۔ یہاں لَوْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اگر ہمارے لئے ممکن ہوتا دوبارہ (دنیا میں) جانا فَنَکُوْنَ (جزاء) تو ہم اہل ایمان سے ہوتے۔ اور لَوْ تمنائی بھی ہو سکتا ہے کاش ہمیں (دنیا میں) دوبارہ جانا ملتا فَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (جواب تمنا) تو ہم مؤمن ہو جاتے۔

= کَرَّةً۔ اَلْکَرُّ۔ اصل میں مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کسی چیز کو بالذات یا بالفعل پلٹانا یا موڑ دینا۔ کَرٌّ کے بعد ۃ وحدت کی ہے۔ جس کے معنی ہیں ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک مرتبہ واپسی۔ یہاں اس کے معنی ہیں عالم آخرت سے لوٹ کر ایک بار پھر دنیا میں جانا۔

۲۶:۱۰۳ = ذٰلِکَ کا اشارہ ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مذکورہ بالا قصے اور آخرت کے دن کا نقشہ جو اوپر بیان ہوا ہے۔ اس کی طرف ہے۔
= لَاٰیَةً۔ نشانی (عبرت کی یا اس کی توحید اور قدرت کی) لام تاکید کے لئے ہے

۲۶:۱۰۵ = کَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ نِ الْمُرْسَلِیْنَ ہ کَذَّبَتْ فعل ماضی قَوْمُ نُوْحٍ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل۔ الْمُرْسَلِیْنَ، مفعول۔

۲۶:۱۰۶ = لَھُمْ اَخُوْھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب قوم نوح کی طرف راجع ہے اور اخوت (بھائی چارہ کا رشتہ نسبی ہے دینی نہیں۔
= اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ میں الف استفہامیہ ہے لَا نفی کے لئے ہے۔ تتقون مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟

٢٦:١٠٧ == اَمِيْنٌ۔ اَمَانَةٌ اور اَمْنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہوسکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فعیل کا وزن دونوں میں مشترک ہے، امانت دار، معتبر امن والا۔

٢٦:١٠٨ == اَطِيْعُوْنِ۔ ای اطیعونی تم میری فرمانبرداری کرو، امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

٢٦:١٠٩ == عَلَيْهِ۔ ای علیٰ تبلیغ ھذا۔ اس دعوت الی الحق اور وعظ و نصیحت کا

== اَجْرٍ۔ صلہ۔ اُجرت، معاوضہ، بدلہ، مزدوری،

== اِنْ۔ نافیہ ہے۔

== عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ پروردگار عالم کے ذمہ۔

٢٦:١١١ == اَلْاَرْذَلُوْنَ۔ کمین لوگ، رذیل لوگ۔ اَرْذَلُ کی جمع افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے زیادہ کمینہ۔ رذیل،

٢٦:١١٢ == مَا عِلْمِيْ میں ما استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے مجھے کیا علم؟ اور نافیہ بھی ہو سکتا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔

== بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ یہ کیا کرتے ہیں یا یہ کیوں ایمان لائے ہیں۔

ترجمہ یوں ہوگا: (۱) مجھے علم نہیں یا مجھے کیا معلوم کہ یہ کیا کام کرتے ہیں یعنی ان کا پیشہ و حرفہ کیا ہے جس کی بناء پر تم رذیل سمجھتے ہو ان کو۔

(۲) مجھے علم نہیں یا مجھے کیا معلوم کہ یہ کیوں ایمان لائے ہیں اپنی شہرت کے لئے یا دل سے

٢٦:١١٣ == اِنْ نافیہ ہے۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ۔ ان کا حساب و محاسبہ میرے پروردگار کا کام ہے یہ اس کے ذمہ ہے کہ ان کے دلوں میں کیا ہے؟

== لَوْ تَشْعُرُوْنَ۔ کاش تم کو شعور ہوتا۔ کاش تم اتنی عقل رکھتے (کہ ان کے باطن کا محاسبہ میرا کام نہیں۔ میرے رب کا کام ہے)

٢٦:١١٤ == طَارِدِ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر طَرْدٌ۔ ہانکنے والا۔ حقیر سمجھ کر اپنے سے دور کرنے والا۔ طَرَدَ يَطْرُدُ۔ (نصر) ذلیل سمجھ کر ہانکنا اور دور کردینا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۲۹) مَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ میں ان ایمان لانے والوں کو غریب و مسکین و حقیر سمجھ کر اپنے سے دور کرنے والا نہیں ہوں

٢٦:١١٥ == اِنْ۔ نافیہ ہے۔

۲۶:۱۱۶ = لَمْ تَنْتَهِ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلم واحد مذکر حاضر تَنْتَهِ اصل میں تَنْتَهِيْ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ی حرف علت حذف ہوگیا۔ انتہاء (افتعال) مصدر سے نھی مادہ تو باز نہیں آئے گا۔
= لَتَكُوْنَنَّ۔ لام تاکید کا۔ تَكُوْنَنَّ كَانَ سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو ضرور ہو جائے گا۔
= اَلْمَرْجُوْمِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور مَرْجُوْمٌ واحد رَجَمَ يَرْجُمُ (نصر) رَجْمٌ سے۔ سنگسار کرنا۔
مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ۔ سنگسار کئے جانے والوں میں سے۔
۲۶:۱۱۷ = رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ۔
= كَذَّبُوْنِ اصل میں كَذَّبُوْنِيْ تھا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ محذوف۔ انہوں نے مجھے جھٹلایا۔ انہوں نے مجھے جھوٹا قرار دیا
۲۶:۱۱۸ = اِفْتَحْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو فیصلہ کردے۔ الفتح کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں خواہ اس ازالہ کا ادراک ظاہری آنکھ سے ہو سکے یا اس کا ادراک بصیرت سے ہو مثلاً وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ (۱۲: ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا۔ یا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۷: ۹۶) توہم نے ان پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ یعنی ان کو ہر طرح آسودگی اور فارغ البالی کی نعمت سے نوازتے
فَتَحَ الْقَضِيَّةَ فِتَاحًا یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کردیا اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کردیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ (۷: ۸۹) اے ہمارے پروردگار ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کردے اسی سے اَلْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ (۳۴: ۲۶) ہے یعنی خوب فیصلہ کرنے والا اور جاننے والا
الفاتحہ ہر چیز کے مبدأ کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس کے مابعد کو شروع کیا جائے اسی وجہ سے سورۃ الفاتحہ کو فاتحۃ الکتاب کہا جاتا ہے اِفْتَحْ فُلَانٌ كَذَا فلاں نے یہ کام شروع کیا۔
= نَجِّنِيْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نِيْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تو مجھے نجات دے
۲۶:۱۱۹ = اَلْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ موصوف صفت۔ اَلْمَشْحُوْنِ اسم مفعول

واحد مذکر۔ شَحْنٌ مصدر (باب فتح) بھری ہوئی۔ الشَّحْنُ کشتی یا جہاز میں سامان لادنا یا بھرنا۔

۲۶ : ۱۲۰ = بَعْدُ ای بعد انجاءھم ان کی نجات کے بعد۔
= اَلْبَاقِیْنَ۔ باقی بچے ہوئے، باقی رہنے والے۔ بَاقِیٌ کی جمع بحالت نصب وجر ہے
یہاں مراد ہیں قوم نوح سے وہ افراد جو ایمان نہ لائے تھے۔

۲۶ : ۱۲۱ = اَکْثَرُھُمْ۔ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب قوم نوح کی طرف راجع ہے۔

۲۶ : ۱۲۳ = کَذَّبَتْ عَادُ نِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ ملاحظہ ہو ۲۶ : ۱۰۵ -

۲۶ : ۱۲۸ = اَتَبْنُوْنَ۔ الف استفہام کے لئے ہے تَبْنُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم بناتے ہو۔ تم تعمیر کرتے ہو۔ بَنٰی یَبْنِیْ بِنَاءٌ (ضرب) وَبُنْیَانٌ وبَنْیٌ بنی مادہ۔
= رِیْعٍ۔ بلند جگہ جو دور سے ظاہر ہو۔ ٹیلہ۔ مکان مرتفع۔
= تَعْبَثُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم عبث مشغول ہوتے ہو۔ عَبِثَ یَعْبَثُ (سمع) کھیل کود اور بے کار کاموں میں مشغول ہونا۔
= اٰیَةً۔ نشانی، یادگار۔

آیت کا ترجمہ: کیا تم ہر اونچی جگہ بے ضرورت یادگاریں بناتے ہو۔

۲۶ : ۱۲۹ = مَصَانِعَ۔ اسم ظرف مکان مَصْنَعٌ کی جمع۔ مکانات۔ اونچے محل قلعے۔ صَنَعَ یَصْنَعُ (فتح) صَنْعٌ وصُنْعٌ۔ بنانا۔ صَنْعَةٌ۔ کاریگری۔ ہنر
= تَخْلُدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم ہمیشہ رہوگے خَلَدَ یَخْلُدُ (باب نصر) خُلُوْدٌ مصدر۔ ہمیشہ رہنا۔ ہمیشہ رکھنا۔

ترجمہ:۔ اور رہنے کے لئے تم بڑے بڑے محل بناتے ہو۔ جیسے تمہیں ہمیشہ ہی رہنا ہے۔

۲۶ : ۱۳۰ = بَطَشْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ بَطَشَ یَبْطِشُ (ضرب) و بَطَشَ یَبْطُشُ (نصر) بَطْشٌ مصدر۔ تم نے پکڑا۔ یہاں بمعنی تم پکڑتے ہو۔
= جَبَّارِیْنَ۔ جَبَّارٌ کی جمع۔ جَبْرٌ مادہ۔ زبردست۔ زور آور۔

الجَبْرُ کے معنی زبردستی اور دباؤ سے کسی چیز کے اصلاح کرنے کے ہیں لیکن اس کا استعمال اصلاح اور محض زبردستی کے لئے بھی ہوتا ہے۔

جَبَّارٌ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ الجبار جب انسان کی صفت ہو تو اس کے معنیٰ ہوتے ہیں ناجائز تعلّی سے اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ بدیں معنی اس کا استعمال بطور مذمت ہوتا ہے جیسے وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (١٩: ٣٢) اور مجھے سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔

کبھی محض دوسرے پر استبداد کرنے والے کو جَبَّارٌ کہا جاتا ہے۔ مثلاً وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (٥٠: ٤٥) اور تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔

اور جب الجبار اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے معنی غالب آنے والا۔ زبردست بڑائی والا کے ہیں۔ جس کا استعمال مخلوق کی اصلاح کے لئے یا اپنے ارادہ کی تکمیل کے لئے (جو سراسر حکمت پر مبنی ہے) ہوتا ہے۔

یہاں اس آیت میں صاحب روح المعانی کہتے ہیں کہ اس سے مراد ایسی گرفت ہے جس میں نہ رحم ہو اور نہ اس میں تادیب کا قصد ہو اور نہ اس میں انجام پر نظر ہو۔

ترجمہ: جب تم کسی پر دار و گیر کرتے ہو تو ظالم اور بے درد بن کر دار و گیر کرتے ہو

٢٦: ١٣٢ = اَمَدَّكُمْ۔ اَمَدَّ اصل میں اَمْدَدَ تھا پہلے دال کی حرکت حرف ماقبل صحیح م کو دی دال کو دال میں مدغم کیا اَمَدَّ ہوا۔ اس کا مضارع يُمِدُّ باب (افعال) اِمْدَادٌ سے ہے۔

اَمَدَّ اِمْدَادٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے اس نے تمہاری مدد کی۔ اس نے تم کو پہنچایا۔

اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ۔ تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جن کو تم (اچھی طرح) جانتے ہو۔ یعنی مویشی، اولاد۔ باغات، چشمے، (آیات ١٣٣/١٣٤)

٢٦: ١٣٥ = عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ عذاب مضاف یوم عظیم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بڑے دن کا عذاب۔

٢٦: ١٣٧ = اِنْ هٰذَا اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ میں اِنْ نافیہ ہے۔ هٰذَا یہ پند و نصیحت اور یہ جزا و سزا کے ڈراوے جو تم ہمیں سنا رہے ہو خُلُقُ اطوار وعادات اَلْاَوَّلِيْنَ پرانے لوگ۔ یعنی یہ پند و نصائح اور جزا و سزا کی باتیں جو تم ہمیں سنا رہے ہو پرانے لوگوں کی باتوں کی طرح ہیں وہ بھی ایسا ہی ڈرایا کرتے تھے۔

٢٦: ١٣٨ = وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ (نہ ہمارے آباء واجداد پر کوئی آفت آئی)

اور نہ ہی ہم پر کوئی عذاب آئے گا۔ مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر عذاب دیئے گئے۔ عذاب دیئے جانے والے۔ عذاب یافتہ۔

۲۶: ۱۴۶ = اَتُتْرَكُوْنَ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ہے تُتْرَكُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَرَكَ يَتْرُكُ (نصر) تَرْكٌ مصدر کیا تم چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ کیا تمہیں چھوڑ دیا جائے گا۔

= فِيْمَا هٰهُنَا۔ ما موصول ہے اور هٰهُنَا اشارہ قریب۔ موجودہ حالت تنعم کی طرف ہے۔ باغات، چشمے۔ سرسبز کھیت۔ اور پرشگوفہ کھجوروں کے اشجار۔ یعنی کیا تم ان باغات وچشموں اور شاداب کھیتوں اور کھجور کے درختوں میں جن کے شگوفے بڑے نرم و نازک ہیں (عیش کرنے کے لئے) محفوظ و بے خطر چھوڑ دیئے جاؤ گے؟

اٰمِنِيْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع بے خوف۔ مطمئن، امن میں۔

۲۶: ۱۴۸ = طَلْعُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ طَلْعٌ خوشہ۔ گچھا۔ گابھہ۔

هَا ضمیر واحد مؤنث غائب نَخْلٍ کی طرف راجع ہے۔

= هَضِيْمٌ۔ اَلْهَضْمُ (باب ضرب) کے اصل معنی کسی نرم چیز کو کچلنے کے ہیں وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ اور کھجوریں کہ جن کے خوشے لطیف اور نازک ہونے کی وجہ سے کچلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔

۲۶: ۱۴۹ = تَنْحِتُوْنَ۔ تم تراشتے ہو نَحْتٌ سے (باب ضرب) جس کے معنی تراشنے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔

= فٰرِهِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر فَارِهٌ واحد۔ مہارت کے ساتھ۔ یعنی بڑے ماہر اور حاذق ہونے کی حالت میں۔ فَرِهِيْنَ کی قرأت پر ترجمہ ہوگا۔ اتراتے ہوئے۔

لیکن پروفیسر عبدالرؤف مصری نے لکھا ہے کہ فَرِهِيْنَ یا فٰرِهِيْنَ میں ہاء ہوز حاء حطی کے عوض آئی ہے اصل میں فَرِحِيْنَ یا فَارِحِيْنَ تھا جیسے مَدَحْتُهٗ وَ مَدَهْتُهٗ پڑھنا جائز ہے (معجم القرآن) اور چونکہ فرحین اور فَارِحِيْنَ دونوں کے معنی ہیں اترانے والے۔ غرور کے ساتھ خوش ہونے والے اس لئے حاذق اور ماہر کا ترجمہ کسی صورت میں نہ ہوگا۔

سو آیت ہذا کا ترجمہ ہوا۔ اور تم پہاڑوں کو تراش تراش کر مکان بناتے ہو

اور اس پر بڑا غرور کرتے ہو اتراتے ہو۔

٢٦: ١٥١ = لَا تُطِيْعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر تم اطاعت نہ کرو۔ تم پیروی نہ کرو، تم نہ مانو،

= اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمُسْرِفُ کی جمع۔ حد سے بڑھنے والے۔ تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی پیروی نہ کرو۔

٢٦: ١٥٣ = الْمُسَحَّرِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر تَسْحِيْرٌ مصدر (باب تفعیل) جادو زدہ جن پر جادو کر دیا گیا ہو۔ سِحْرٌ جادو۔

٢٦: ١٥٤ = فَاْتِ ب اَتٰى يَاْتِيْ ب لانا۔ سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو لے آ۔

٢٦: ١٥٥ = شِرْبٌ۔ شَرِبَ يَشْرَبُ ۔ شِرْبٌ سے اسم ہے پانی پینے کی ایک باری۔ پانی کا ایک حصہ۔ اس کی جمع اَشْرَابٌ ہے

= شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف و صفت ہو کر مضاف الیہ۔ شِرْبُ مضاف۔ ایک مقررہ دن کی ایک باری۔ یعنی باری کے ایک دن یہ اونٹنی پانی پیئے گی کنووں اور چشموں سے اور کوئی دوسرا انسان یا حیوان اس دن ان کنووں اور چشموں سے پانی نہیں پیئے گا اور دوسری باری کے دن قوم کے جملہ افراد اور حیوان پانی پئیں گے۔

٢٦: ١٥٦ = لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ ۔ لَا تَمَسُّوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ مت چھوؤ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث اونٹنی کی طرف راجع ہے۔

سُوْٓءٍ ہر وہ چیز ہے جو انسان کو غم میں ڈال دے۔ برائی۔ آفت، گناہ وغیرہ۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال جن معانی میں ہوا ہے امام سیوطی رحؒ نے ان کو تفصیل سے قلمبند کیا ہے!

(١) شدت کے لئے۔ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ (٢: ٤٩) وہ کرتے تھے تم پر سخت عذاب۔

(٢) کونچیں کاٹنے کے لئے۔ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ (٢٦: ١٥٦) اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا۔ یعنی ناقہ کی کونچیں نہ کاٹ ڈالنا۔

(٣) زنا کے لئے مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءً (١٢: ٢٥) کیا سزا ہے اس کی جو تیری بیوی کے ساتھ زنا کا ارادہ کرے۔

(۴) برص کے لئے۔ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ (۲۰: ۲۲) روشن بغیر کسی عیب کے یعنی برص کے۔

(۵) عذاب کے لئے۔ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ہ (۱۶: ۲۷) بے شک آج رسوائی اور سختی (یعنی عذاب) کافروں پر ہے۔

(۶) شرک کے لئے۔ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ (۱۶: ۲۸) اور ہم تو کوئی برائی (یعنی شرک) نہیں کرتے رہے۔

(۷) گالی گلوچ کے لئے لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ (۴: ۱۴۸) اللہ کسی برائی کی بات (دشنام طرازی) کو منہ پھوڑ کر کرنے کو پسند نہیں کرتا۔

(۸) گناہ کے لئے۔ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ (۴: ۱۷) جو بری حرکت (گناہ) جہالت سے کر بیٹھتے ہیں

(۹) بِئْسَ (برا ہے) کے معنی میں وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ (۱۳: ۲۵) ان کے لئے ہے بُرا گھر۔

(۱۰) ضرر کے لئے وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (۲۷: ۶۲) اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے

(۱۱) قتل وہزیمت کے لئے۔ لَمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (۳: ۱۷۴) ان کو کوئی آنچ (نہ) پیش آئی۔ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ۔ اس کو برائی کے ساتھ مت چھونا۔ یعنی اس کو کوئی گزند نہ پہنچانا۔ اس کی کونچیں نہ کاٹنا۔

= فَيَاْخُذَكُمْ۔ الفاء سببیہ ہے ورنہ تم کو آئے گا۔

= عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ (ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۳۵)

۲۶: ۱۵۷ = عَقَرُوْهَا۔ ماضی جمع مذکر غائب ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (اونٹنی کے لئے)۔ انہوں نے اس اونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔ عَقَرَ يَعْقِرُ (ضرب) عَقْرٌ سے جس کے معنی کونچیں کاٹنے کے ہیں

= فَاَصْبَحُوْا۔ افعال ناقصہ میں سے ہے اِصْبَاحٌ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے صبح کی۔ وہ ہو گئے۔

۲۶: ۱۶۵ = اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ۔ الف استفہام کے لئے ہے۔ تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تم آتے ہو۔ الذكران۔ ذَكَرٌ کی جمع۔ مرد۔ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ کیا تم (بدفعلی کے لئے) مردوں کے پاس جاتے ہو۔

= مِنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ ساری مخلوق میں سے۔
۲۶:۱۶۶ = تَذَرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، تم چھوڑتے ہو۔ وَذْرٌ مصدر بمعنی چھوڑنا اس کا فعل ماضی استعمال نہیں ہوتا۔
= عَادُوْنَ۔ عَدْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے عَادٍ کی جمع ہے۔
عَادُوْنَ اصل میں عَادِوُوْنَ تھا واؤ کلمہ میں چوتھی جگہ آیا ہے اور ماقبل اس کا مضموم نہ تھا لہٰذا اس کو ی سے تبدیل کیا عَادِیُوْن ہوا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب دو ساکن جمع ہوگئے ی اور واؤ، ی کو حذف کردیا عَادُوْنَ ہوگیا۔
۲۶:۱۶۷ = لَمْ تَنْتَہِ تو باز نہیں آئے گا۔ ملاحظہ ہو ۲۶:۱۱۶۔
= اَلْمُخْرَجِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر مجرور معرف باللام اِخْرَاجٌ مصدر نکالے گئے۔ نکالے ہوئے ملک بدر کئے جانے والے۔
= اَلْقَالِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ جرّ اَلْقَالِیْ واحد بیزار ہونے والے چھوڑنے والے۔
اصل میں اس کا مادہ واوی ہے قَلْوٌ جس کا معنی ہے پھینکنا۔ محاورہ ہے، قَالَتِ النَّاقَةُ بِرَاکِبِھَا۔ اونٹنی نے اپنے سوار کو پھینک دیا۔ جس چیز سے دل بوجہ بغض یا بوجہ ناپسندیدہ ہونے کے اس طرح گھن کھائے گویا اسے پھینک رہا ہے تو اسے مَقْلُوٌّ کہا جائے گا۔ پھینک دینے میں نفرت اور بیزاری کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے۔ لہٰذا القالین کے معنی ہوئے بیزار ہونے والے۔ چھوڑنے والے۔ پھینکنے والے۔
اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ۔ میں تمہارے فعل سے بیزار ہوں۔
قَلَا یَقْلِیْ (ضرب) اور قَلَا یَقْلُوْ (نصر) ہر دو سے سورت میں مستعمل ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَ مَا قَلٰی (۹۳:۳) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا ہے اور نہ تم سے بیزار ہے!
اگر مادہ قلی ناقص یائی مانا جائے تو بھوننے کے معنی ہوں گے جیسے قَلَیْتُ السَّوِیْقَ بِالْمِقْلَاةِ میں نے کڑھائی میں ستو بھونے لیکن قرآن مجید میں اسے ناقص واوی ہی استعمال کیا گیا ہے
۲۶:۱۷۱ = عَجُوْزًا۔ بڑھیا۔ زنِ پیر۔ راغب نے لکھا ہے کہ عَجْزٌ کے اصلی معنی ہیں

کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔

۲۶ : ۱۸۱ = اَوْفُوْا۔ اِیْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم پورا کرو۔ اَلْوَافِیْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں کَیْلٌ وَافٍ پورا ماپ۔ اَوْفٰی یُوْفِیْ اِیْفَاءٌ ـــ بِالْوَعْدِ وعدہ پورا کرنا ـــ النذر۔ نذر پوری کرنا ـــ الکیلَ پیمانہ پورا ناپنا۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ۔ ناپ پورا کیا کرو

= اَلْمُخْسِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور اَلْمُخْسِرُ واحد اِخْسَارٌ (افعال) تول میں کمی کرنے والے۔

۲۶ : ۱۸۲ = زِنُوْا۔ وَزَنَ یَزِنُ (ضرب) وَزْنٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم وزن کیا کرو۔

= بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ۔ اَلْقِسْطَاسِ۔ انصاف کی ترازو۔ یا مِہر ترازو وانصاف بھی مراد لیا جاتا ہے۔ موصوف صفت بمعنی سیدھی۔ صحیح۔ القسطاس المستقیم۔ صحیح ترازو۔

بعض کے نزدیک یہ لفظ رومی ہے۔ القصطاس بھی صحیح ہے۔

۲۶ : ۱۸۳ = لَا تَبْخَسُوْا۔ بَخَسَ یَبْخَسُ (فتح) سے فعل نہی جمع مذکر حاضر تم کم نہ دو۔ تم گھٹاؤ نہیں۔

النَّاسَ، مفعول ثانی۔ اَشْیَاءَ هُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اوّل۔

تم لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔ بَخْسٌ سے جس کے معنیٰ ظلم سے کسی چیز کے گھٹانے اور کم کرنے کے ہیں

= لَا تَعْثَوْا۔ تم فساد نہ کیا کرو۔ فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر باب سمع سے اس کا مصدر عِثِیٌّ وَعَثْیٌ ہیں جس فساد کا ادراک حکمی ہو وہ اسی باب سے ہے۔ جس فساد کا ادراک حسی ہو وہ باب نصر سے مصدر عَیْثٌ وعُثُوٌّ سے آتا ہے

= مُفْسِدِیْنَ۔ حال ہے دراں حالیکہ تم فساد کرنے والے ہو

۲۶ : ۱۸۴ = اَلْجِبِلَّةَ۔ خلقت، خلائق، یہ خَلَقَ کا مفعول ثانی ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مفعول اوّل ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور (تم سے) پہلی مخلوق کو۔

کسی چیز سے پیچھے رہ جانا۔ یا اس کا ایسے وقت میں حاصل ہونا جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو، لیکن عام طور پر اس لفظ کو کسی کام سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ اَلْقُدْرَۃُ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ (۵:۳۱) مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ میں .... ہوتا۔

اور بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اکثر امور میں عاجز ہو جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ (۱۱:۷۲) کیا میرے بچہ ہوگا؟ اور میں تو بڑھیا ہوں۔

عَجُوْزٌ کی جمع عَجَائِز اور عُجُزٌ ہے۔ عَجُوْزًا منصوب بوجہ مفعول کے ہے

= فِی الْغٰبِرِیْنَ۔ ای کانت من الغابرین۔ باقی رہنے والے، پیچھے رہ جانیوالے نجات سے رہ جانے والے۔ ہلاک ہونے والے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْغَابِرُ واحد یہاں اسم فاعل اسم صفت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ گئے۔

اسی سے غبار ہے جو اس خاک کو کہتے ہیں جو قافلہ کے گذر جانے کے بعد اڑ کر پیچھے رہ جائے۔

۲۶:۱۷۲ = دَمَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم دَمَّرَ یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) کسی چیز کو ہلاکت میں ڈالنا۔ ہم نے ہلاک کر ڈالا۔ ہم نے اکھیڑ مارا۔

۲۶:۱۷۳ = اَمْطَرْنَا۔ امطارٌ (افعال) سے ماضی جمع متکلم۔ ہم نے برسایا۔

اَمْطَرْنَا عَلَیْہِمْ مَّطَرًا۔ ہم نے ان پر بارش برسائی۔

= فَسَآءَ۔ بس برا ہے۔ سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔

= اَلْمُنْذَرُوْنَ ہ اسم مفعول جمع مذکر۔ لوگ جو ڈرائے گئے (سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے) اِنْذَارٌ (افعال) سے۔ ڈرانا۔

فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ۔ سو کیسی بری بارش تھی جو ڈرائے ہوؤں پر برسی۔ یعنی بارش کا کام تو مردہ کھیتی کو زندہ کرنا ہے لیکن کیا ہی بری تھی وہ بارش جس نے زندوں کو تہس نہس کر دیا۔

۲۶:۱۷۶ = اَصْحٰبُ الْئَیْکَۃِ۔ اہل ایکہ۔ حضرت شعیب علیہ السلام اس قوم

اَلْجَبَل پہاڑ کو کہتے ہیں جس کی جمع اجبال وجبال ہے پہاڑ کی مختلف صفات کے اعتبار سے استعارۃً ہر صفت کے مطابق اشتقاق کر لیتے ہیں۔ مثلاً معنی ثبات کے اعتبار سے کہا جاتا ہے جَبَلَہٗ علیٰ کذا۔ اللہ نے اس کی فطرت ہی ایسی بنائی ہے (یعنی وہ تبدیل نہیں ہو سکتی)

بڑائی اور عظمت کے معنی کے اعتبار سے بڑی جماعت کو جبلٌ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا (۳۶: ۶۲) اور اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا تھا۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ جِبِلًّا جِبِلَّةٌ کی جمع ہے۔

۲۶: ۱۸۵ = اَلْمُسَحَّرِيْنَ۔ جادو زدہ۔ ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۵۳

۲۶: ۱۸۷ = فَاَسْقِطْ۔ اَسْقِطْ۔ اَسْقَطَ يُسْقِطُ اِسْقَاطٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو گرادے۔

= كِسَفًا۔ كِسْفَةٌ کی جمع اَكْسَافٌ و كُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے۔ كَسَفَ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا۔

۲۶: ۱۸۹ = يَوْمَ الظُّلَّةِ مضاف مضاف الیہ۔ سائبان والا دن ظُلَّةٌ سائبان ظُلَلٌ جمع ظُلَّةٌ وہ بدلی ہے جو سایہ فگن ہو اور اکثر اس کا استعمال بری اور ناپسند صورت حال میں ہوتا ہے جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ (۷: ۱۷۱) اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ کو ان کے اوپر جیسے کہ سائبان۔

فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ پھر آن پکڑا ان کو سائبان والے دن کے عذاب نے۔ کہتے ہیں کہ ایک بدلی آئی۔ سر پر سایہ فگن ہو گئی۔ جب لوگ اس کے نیچے تپش سے پناہ لینے کے لئے جمع ہوئے تو وہ یکایک ان پر آکر گر پڑی اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔

۲۶: ۱۹۲ = اِنَّهٗ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

(الكتاب المبين سورۃ ہذا کی آیت ۲) صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

سورۃ کا آغاز اس بات سے ہوا تھا کہ کفار قرآن کریم کو اللہ تعالیٰ کا کلام ماننے کے لئے تیار نہیں تھے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت دکھ پہنچتا تھا اللہ تعالیٰ نے

اپنے محبوب کو مطمئن فرمانے کے لئے متعدد انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات بیان فرمائے اب پھر سلسلۂ کلام کفار کے انہی اعتراضات کی طرف لوٹتا ہے کہ یہ کلام کسی انسان کا وضع کردہ نہیں بلکہ اسے اس خدا نے اتارا ہے جو رب العالمین ہے
= تَنْزِيْلٌ ۔ اتارنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے تنزیل اور انزال میں فرق یہ ہے کہ تنزیل میں ترتیب اور یکے بعد دیگرے تفریق کے ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے اور انزال عام ہے ایک دم کسی شے کے اتارنے کے لئے بھی اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی۔

٢٦: ١٩٣ = نَزَلَ بِهِ عَلٰى قَلْبِكَ ۔ اس نے اس کو تیرے دل پر اتارا۔ ضمیر فاعل نَزَلَ ب الروح الامین کے لئے ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن (تنزیل) کے لئے۔ یعنی روح الامین نے قرآن کو تیرے دل پر نازل کیا۔ یا روح الامین اس کو لے کر تیرے دل پر اترا۔ یعنی ہم نے اس قرآن کو روح الامین (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے تجھ پر اتارا۔

٢٦: ١٩۴ = الْمُنْذِرِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور ڈرانے والے پیغمبر۔ اِنْذَارٌ (افعالٌ) مصدر۔ ہر پیغمبر عذاب الٰہی سے سرکشوں اور نافرمانوں کو ڈراتا ہے اس لئے ہر پیغمبر کو مُنْذِر کہا جاتا ہے۔

٢٦: ١٩٦ = زُبُرٌ ۔ زبور کی جمع کتابیں۔
= اِنَّهٗ سے مراد اس کا ذکر ہے۔

٢٦: ١٩٧ = اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
الف استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ کلام مقدرہ پر عطف کے لئے ہے جیسا کہ کہا ہو اَغَفَلُوْا عَنْ ذٰلِكَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ ...... الاٰية لَمْ يَكُنْ فعل ناقص لَهُمْ متعلق بالکون۔ اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (ای معرفة علماء بنی اسرائیل القرآن۔ علمائے بنی اسرائیل کا قرآن کے متعلق علم) اس کا اسم اور اٰيَةً اس کی خبر۔ سو مطلب یہ ہوا کہ
کیا علماء بنی اسرائیل کا قرآن مجید کے متعلق علم جس کا ذکر ان کی کتابوں میں مذکور ہے ان کے لئے کافی دلیل نہیں۔
يَعْلَمَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کے لئے بھی ہوسکتی ہے اور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کہ آپ کی نعت وصفات بھی تورات وغیرہ میں موجود ہیں
لَھُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب قریش مکہ کے لئے ہے
۲۶ : ۱۹۸ = الفائدہ آیۃ ۱۹۸ : ۱۹۹ کو سمجھنے کے لئے یہ امر زیر نظر ہے کہ کفار کا القرآن کو منزل من اللہ تسلیم نہ کرنے پر ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ حضور خود عربی ہیں اور فصیح وبلیغ بھی ہیں اس لئے ان کے لئے ایسا کلام خود بنا لینا کوئی مشکل نہیں یہ ہر دو آیات اس کا ردّ ہیں۔
= عَلٰی بَعْضِ الْاَعْجَمِیْنَ۔ کسی عجمی (غیر عربی) پر۔ بعض نے عجمی اور اعجمی میں یہ فرق کیا ہے کہ عجمی غیر عربی کو کہتے ہیں اور اعجمی غیر فصیح کو خواہ وہ عربی ہی ہو۔
یعنی اگر ہم یہ قرآن پر اتارتے اور وہ ان کو پڑھ کر سناتا تو بھی یہ ایمان نہ لاتے۔
۲۶ : ۲۰۰ = کَذٰلِكَ۔ اول کاف حرف تشبیہ ذَا اسم اشارہ (یہ۔ اس) لَ علامت اشارہ بعید آخری کاف حرف خطاب واحد مذکر۔
کَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورہ سابق کی طرف ہوتا ہے۔ ایسے ہی۔ اسی طرح۔
مؤنث کے لئے ہو تو کَذٰلِكِ آئے گا۔ اسی طرح کَذٰلِکُمْ وکَذٰلِکُنَّ ہے۔
= سَلَکْنٰہُ۔ سَلَکْنَا ماضی جمع متکلم سَلَكَ یَسْلُكُ (باب نصر) سَلْكٌ مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو چلایا۔ ہم نے اس کو داخل کیا ہم نے اس کو گھسایا۔
ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب تکذیب وتکفیر کے لئے ہے یعنی ہم نے تکذیب وتکفیر کی عادت مجرموں کے دل میں داخل کردی ہے۔
= یَرَوُا مضارع منصوب جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (یہاں تک کہ) وہ دیکھ لیں مضارع کا نصب حتّٰی کی وجہ سے ہے کہ اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہوتا ہے اور فعل مضارع کو نصب دیتا ہے۔
۲۶ : ۲۰۲ = فَیَاْتِیَھُمْ۔ یَاْتِیَ مضارع واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان پر آجائے یَاْتِیَ میں ضمیر فاعل کا مرجع العذاب الالیم ہے (آیۃ ۲۰۱) سو وہ عذاب الیم ان پر اچانک آجائے گا۔
فَ عطف کے لئے ہے اور یَاْتِیَ کا عطف یَرَوُا پر ہے اور اس عمل کی وجہ سے منصوب ہے۔

= بَغْتَةً۔ اچانک، ایک دم۔ یکایک

= لَا يَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب شُعُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ شعور نہیں رکھتے۔ وہ سمجھ نہیں پاتے۔ یعنی ان کو اس کے آنے کی خبر تک بھی نہ ہو گی!

٢٦: ٢٠٣ = فَيَقُوْلُوْا۔ یہاں بھی الفاء عطفیہ ہے اور يَقُوْلُوْا کا عطف يَرَوْا (٢٠١) پر ہے مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ پھر وہ کہیں گے۔

= مُنْظَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُنْظَرٌ واحد اِنْظَارٌ (افعال) مصدر مہلت دیئے ہوئے۔ هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے؟

٢٦: ٢٠٤ = اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وہ جلدی مانگتے ہیں وہ تعجیل چاہتے ہیں۔ کیا (اس کرتوت پر) یہ ہمارے عذاب کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ یعنی اب جو ان کو کفر و شرک پر عذاب الیم سے ڈرایا جا رہا ہے تو کبھی کہتے ہیں کہ یہ یوں ہی پچھلوں کی سی باتیں اور ڈراوے ہیں ان میں حقیقت نہیں اور بار بار اپنے رسولوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہارا یہ ڈراوا صحیح ہے تو وہ عذاب ابھی کیوں نہیں لے آتے (اس کا قرآن حکیم میں اور اسی سورۃ میں بار بار ذکر ہے) اب ان کا یہ حال ہو رہا ہے کہ عذاب کو دیکھتے ہی پکار اٹھے ہیں کہ کیا کوئی مہلت کی صورت نکل سکتی ہے؟

٢٦: ٢٠٥ = اَفَرَاَيْتَ۔ کیا تونے دیکھا۔ بھلا تونے دیکھا۔ کیا تونے غور کیا۔ ہمزہ اولیٰ بلفظ استفہام تقریر و تنبیہ کے لئے ہے محض استفہام کے لئے نہیں۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں کہ اَرَاَيْتَ عربی میں اَخْبِرْنِيْ (تو مجھے بتا) کے قائم مقام ہے اور اس پر ک داخل ہوتا ہے اور تاء کو تثنیہ جمع اور تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تغیر و تبدل کاف پر ہوتا ہے تاء پر نہیں۔ مثلاً اَرَاَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ (١٧: ٦٢) قُلْ اَرَاَيْتَكُمْ (٦: ٤٠)

= مَتَّعْنٰهُمْ۔ ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعیل) ہم نے دنیاوی سازوسامان دے کر بہرہ مند کیا۔

= سِنِيْنَ۔ سَنَةٌ کی جمع۔ کئی سال۔

بھلا بتاؤ تو اگر ہم سالوں ان کو دنیاوی عیش و عشرت کا مزہ اٹھانے دیں پھر جس عذاب کا وعدہ ان سے کیا تھا۔ وہ ان پر آجائے تو وہ عیش و عشرت ان کے کس کام کا؟

آیت ۲۰۲ میں ان کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اب نہ مہلت ملنے کا وقت ہے اور نہ قبول ایمان کا۔ آیت نمبر ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷۔ تم نے دیکھ لیا کہ دنیاوی عیش وعشرت تمہارے کسی کام نہ آیا۔

آیت نمبر ۲۰۴ جملہ معترضہ ہے اور ارشاد من جانب اللہ تعالیٰ ہے آیت نمبر ۲۰۵ سے پھر وہی سلسلہ کلام ہے جو کہ آیت ۲۰۲ میں تھا۔

۲۰۹:۲٦ = ذِكْرٰى۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ کا مصدر ہے نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد دلانا۔ پندوموعظت۔ ذِكْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے

یہ یا تو ضمیر مُنْذِرُوْنَ (آیہ ۲۰۸) کا حال ہے کہ وہ پندونصائح کرتے ہوئے انہیں (مشرکین) کو ڈراتے تھے۔ یا یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای هٰذِهٖ ذِكْرٰى یہ پندوموعظت ہے بار بار ذکر کرکے متنبہ کرنا ہلاکت سے۔ اس صورت میں یہ جملہ معترضہ ہے یا مُنْذِرِيْنَ کی صفت بمعنی ذو ذکریٰ اصحاب تذکرہ وموعظت۔

۲۱۰:۲٦ = مَا تَنَزَّلَتْ بِهٖ۔ مَا نافیہ ہے تَنَزَّلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ اس قرآن کو (جماعت) شیاطین لے کر نہیں اتری۔ تَنَزُّلٌ (تفعّل) مصدر۔

۲۱۱:۲٦ = مَا يَنْبَغِىْ ما نافیہ ہے يَنْبَغِىْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْبِغَآءٌ (انفعال) سے سزاوار نہیں، لائق نہیں۔ يَنْبَغِىْ لَهٗ اسے چاہیے اس کے لئے مناسب ہے۔ اسے سزاوار ہے۔ فعل ماضی مستعمل نہیں۔

مَا يَنْبَغِىْ لَهُمْ ان کو زیب نہیں۔ ان کو مناسب نہیں۔ ان کو لائق نہیں ہے۔

= مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مَا نفی کے لئے ہے يَسْتَطِيْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔ وہ طاقت نہیں رکھتے

۲۱۲:۲٦ = لَمَعْزُوْلُوْنَ لام تاکید کے لئے ہے مَعْزُوْلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ عَزْلٌ مصدر (باب ضرب) الگ کئے ہوئے۔ یعنی رد کے گئے۔

۲۱۳:۲٦ = لَا تَدْعُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ دُعَاءٌ دَعْوَةٌ سے دَعَا يَدْعُوْا سے۔ لَا تَدْعُ میں آخر سے واؤ حرف علت محذوف ہے یہ صیغہ حاضر کمال تخویف

اور انتہائی اہمیت کے اظہار کے لئے ہے۔

== اَلْمُعَذَّبِیْنَ ہ اسم مفعول جمع مذکر عَذَابٌ سے۔ عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔ جن کو عذاب دیا گیا۔

۲۶: ۲۱۴ == اَنْذِرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِنْذَارٌ اِفعالٌ سے، تو ڈرا تو ڈرسنا۔

== عَشِیْرَتَكَ۔ مضاف مضاف الیہ تیری برادری۔ تیرا قبیلہ۔ تیرا کنبہ تیرے رشتہ دار

اس لفظ کے ماخذ میں اختلاف ہے بعض اس کا ماخذ عِشْرَۃٌ بتاتے ہیں جس کے معنی معاشرت باہمی میل جول کے ہیں یہی ان لوگوں کا نمایاں وصف ہے (برادری۔ قبیلہ، کنبہ وغیرہ)

یا یہ عَشْرَۃٌ سے ماخوذ ہے کیونکہ یہی عدد ہی کامل ہوتا ہے گویا وہ انسان کے لئے بمنزلہ عدد کامل کے ہیں یعنی مکمل ہونے میں عدد کامل کی مانند ہیں۔

== اَلْاَقْرَبِیْنَ۔ قریبی۔ قرابت والے۔ قریب کے رشتہ دار یہ عَشِیْرَتَكَ کی صفت ہے۔ اپنی برادری کے قریبی رشتہ دار۔

۲۶: ۲۱۵ == اِخْفِضْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر خَفْضٌ مصدر باب ضرب سے جس کے معنی پست ہونے نرم روی اختیار کرنے اور جھکنے کے ہیں۔ یہ رَفْعٌ کی ضد ہے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ (۱۷: ۲۴) اور عجز و نیاز سے ان کے آگے (ماں باپ کے آگے) جھکے رہو۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ۔ اور اپنے پروں کو نیچے کیا کیجئے۔ یعنی مشفقانہ اور فروتنی سے پیش آیئے۔

== مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یہاں دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ کے نتیجے میں تمہارے رشتہ داروں میں سے جو لوگ ایمان لاکر تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ نرمی اور ملاطفت کا رویہ اختیار کریں اور جو تمہاری بات نہ مانیں (آیت ۲۱۶) ان سے اعلان برأت کردو۔

دوسرے یہ کہ قریش اور آس پاس کے اہل عرب میں سے کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے قائل ہو گئے تھے لیکن انہوں نے عملاً آپ کی پیروی

اختیار نہ کی تھی بلکہ وہ بدستور اپنی گمراہ سوسائٹی میں مل جل کر اسی طرح کی زندگی بسر کر رہے تھے جیسی دوسرے کفار کی تھی اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے ماننے والوں کو ان اہل ایمان سے الگ قرار دیا جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت تسلیم کرنے کے بعد آپ کا اتباع بھی اختیار کر لیا تھا۔ تواضع برتنے کا حکم صرف اسی مؤخر الذکر گروہ کے لئے تھا۔ باقی رہے وہ لوگ جو حضورؐ کی فرمانبرداری سے منہ موڑے ہوئے تھے جن میں آپ کی صداقت کو ماننے والے بھی تھے اور آپ کا انکار کرنے والے بھی تھے ان کے متعلق حضور علیہ السلام کو ہدایت کی گئی کہ ان سے بے تعلقی کا اظہار کر دو اور صاف صاف کہہ دو کہ اپنے اعمال کا نتیجہ تم خود بھگتو گے۔ (تفہیم القرآن)

۲۶ : ۲۱۶ = عَصَوْكَ۔ عَصَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ عَصَوْا مَعْصِيَة اور عِصْيَانٌ مصدر سے ہے۔

عَصَوْا در اصل عَصَيُوْا تھا یاء متحرک ماقبل مفتوح اس لئے یاء کو الف سے بدلا۔ واوٗ اور یاء دو ساکن جمع ہوئے لہٰذا الف جو یاء کے بدل میں تھا گر گیا اور عَصَوْا رہ گیا انہوں نے تیرا کہنا نہ مانا۔ انہوں نے تیری نافرمانی کی۔ انہوں نے تیری اطاعت نہ کی

۲۶ : ۲۱۷ = تَوَكَّلْ۔ تو بھروسہ کر۔ تو توکل کر تَوَكُّلٌ (تفعّل) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اس کا تعدیہ بذریعہ عَلٰی ہوتا ہے۔

۲۶ : ۲۱۸ = تَقُوْمُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ قِيَامٌ مصدر (باب نصر) تو کھڑا ہوتا ہے تو اٹھتا ہے۔ ای تقوم الی الصلوٰۃ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔

= تَقَلُّبَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تَقَلُّبٌ بروزن (تفعّل) مصدر ہے۔ پھرنا۔ آنا جانا گھومنا۔ الٹنا پلٹنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرا گھومنا۔ تیرا پھرنا۔ تیرا آنا جانا۔ تَقَلُّبَ منصوب بوجہ مفعول یَرٰی کے ہے۔

= السّٰجِدِيْنَ۔ سجدہ کرنے والے بمعنی نمازی۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔

۲۶ : ۲۲۱ = اُنَبِّئُكُمْ۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر میں تم کو بتاؤں۔ میں تم کو خبر دوں۔ یا۔ خبر دوں گا۔

= مَنْ موصولہ ہے۔

= تَنَزَّلُ مضارع واحد مؤنث غائب اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی تَنَزُّلٌ تَفَعُّلٌ مصدر وہ اترتی ہے۔ وہ اترے گی۔ یہاں یہ صیغہ الشّٰيٰطِيْنُ

کے لئے استعمال ہوا ہے۔ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ الشَّیٰطِیْنُ۔ شیطان کس پر اترتے ہیں

۲۶ : ۲۲۲ == اَفَّاكٍ اِفْكٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت جھوٹ بولنے والا۔
اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بناء پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَةٌ کہتے ہیں وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی (۵۳:۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا (یہاں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں الٹ دیا تھا۔

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی افكٌ بولا جاتا ہے مثلاً اِنَّ الَّذِیْنَ جَاءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (۲۴:۱۱) بے شک جنہوں نے جھوٹی تہمت لگائی ہے تمہیں لوگوں میں سے ایک جماعت ہے!
== اَثِیْمٍ (فعیل بمعنی فاعل) گنہگار۔ بڑا بدکار۔ بڑا ناہنجار۔ کثیر الاثم
۲۶ : ۲۲۳ == یُلْقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر وہ ڈال رہے تھے ضمیر فاعل کا مرجع كُلُّ اَفَّاكٍ ہے۔ وہ ڈالتے ہیں۔
== اَلسَّمْعَ۔ قوتِ سامعہ۔ کان۔ سننا۔ پہلے دو معنی کے لحاظ سے اسم ہے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے سَمِعَ یَسْمَعُ کا مصدر ہے، واحد اور جمع ہر دو طرح مستعمل ہے کیونکہ مصدر کی جمع نہیں آتی۔

اِلْقَاءِ سَمْعٌ بمعنی کان لگا کر سننا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ اَلْقَی السَّمْعَ وَهُوَ شَهِیْدٌ (۵۰:۳۷) یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے۔
یُلْقُوْنَ السَّمْعَ جو (یعنی جھوٹے اور بدکار) ان شیاطین کی طرف کان لگائے رکھتے ہیں
== اَكْثَرُهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب سے مراد افاکین جھوٹے اور کاذب لوگ ہیں۔ اور اَكْثَرُ سے مراد کل ہے یعنی یہ سب کے سب جھوٹے ہیں۔
۲۶ : ۲۲۴ == یَتَّبِعُهُمْ۔ یتبعُ مضارع واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل الغاوٗن کی طرف راجع ہے) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب الشعراء کی طرف راجع ہے
== اَلْغَاوٗنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر غَیٌّ۔ غَوِیٌّ وَغَوَایَةٌ مصدر۔ اَلْغَاوِیْ واحد۔ اصل میں اَلْغَاوِیُوْنَ تھا۔ گمراہ۔ خواہش پرست۔ یہاں مراد شعراء کے کج رو اور گمراہ پیرو۔ کج رو مدح سرا ہیں۔
(مبالغہ آمیز مدح۔ بیجا مذمت، جھوٹا تغزل، جذبات محبت کی فحش اور غلط تصویر کشی

رندی۔ مے نوشی۔ بے حیائی، عریانی، نسبی فخر، شخصی اور قومی شیخی، غرض اخلاق ذمیمہ کا ابنار۔ عموماً شعراء کے کلام میں ہوتا ہے ماسوائے اہل حق و صداقت کے، کجراہ، بیوقوف سبک سر، پڑھے لکھے اور جاہل پرستارانِ ادب ایسے کلام کو مزے لے لے کر پڑھتے، گاتے سر دھنتے اور جولانِ فکر کی سیرگاہ بناتے ہیں اس جگہ ایسے ہی غلط رو، کجراہ اور گمراہ مراد ہیں۔ (معجم القرآن)

٢٦: ٢٢٥ == وَادٍ اصل میں وَادِیٌ تھا (ودی مادّہ) الوادی اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں پانی بہتا ہو اسی سے دو پہاڑوں کے درمیان کشادہ زمین کو وادی کہا جاتا ہے اسی کی جمع اَوْدِيَةٌ ہے جیسے نَادٍ کی جمع اَنْدِيَةٌ ہے اور نَاجٍ کی جمع اَنْجِيَةٌ ہے؛ استعارہ کے طور پر مذہب، طریقہ۔ اور اسلوب بیان کو وادی کہا جاتا ہے۔ چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ فِيْ وَادٍ غَيْرَ وَادِيْكَ۔ کہ فلاں کا مسلک تجھ سے جداگانہ ہے۔ یہاں اس آیت میں بھی فِيْ كُلِّ وَادٍ سے مختلف اسالیبِ سخن مراد ہیں۔ جیسے مدح، ہجو، جدل غزل وغیرہ۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے

اِذَا مَا قَطَعْنَا وَادِيًا مِنْ حَدِيْثِنَا۔ اِلٰى غَيْرِهٖ زِدْنَا الْاَحَادِيْثَ وَادِيًا

جب ہم موضوعِ سخن کی ایک وادی کو قطع کر لیتے ہیں تو دوسری وادی میں داخل ہوجاتے ہیں

== يَهِيْمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب هَيْمٌ وهَيَمَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ سرگشتہ۔ مُسْتَهَامٌ، عشق کی وجہ سے حیران وسرگردان۔ بیمار عشق، وہ سرگرداں پھرتے ہیں

٢٦: ٢٢٧ == اِنْتَصَرُوْا۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) سے ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے بدلہ لیا۔ انہوں نے انتقام لیا۔

== مَا ظُلِمُوْا۔ میں ما مصدریہ ہے۔ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا۔ اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا۔ ان پر ظلم کئے جانے کے بعد۔ ان پر زیادتی ہوجانے کے بعد۔ یعنی جب مومن، صالح اور اللہ کا ذکر کرتے والوں کے ساتھ ظلم کیا جائے یعنی ان کے ساتھ زیادتی کی جائے (ہجو کر کے یا کسی اور طرح) تو بدلہ لینے کے لئے اشعار میں جواب دینے میں وہ مستثنیٰ ہیں یہ استثناء اس آیت کے مصداق ہے وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ط (٤٢: ٤١) اور جو اپنے پر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں۔

اس استثناء میں شعراء اسلام بھی آگئے۔ مثلاً حضرت حسان بن ثابت رضؓ، حضرت

عبداللہ بن رواحہؓ، کعب بن مالکؓ، کعب بن زہیرؓ، اور صحابہ کرام میں اکثر شعرا تھے۔
ان سب کی شاعری قوتیں اسلام کی خدمت میں اور عقائد حقہ کی تبلیغ میں صرف ہو رہی تھیں

٢٦: ٢٢٨ = اَیَّ۔ کس۔ کیسی۔ کیا۔ کونسی۔ استفہام کے لئے ہے!
= مُنْقَلَبٍ۔ اسم ظرف، مکان وزمان۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر۔
لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنے کا وقت، انجام، نتیجہ،
مصدر میمی بمعنی انقلاب بھی ہو سکتا ہے لوٹنا۔ قَلْبٌ مادّہ۔
= یَنْقَلِبُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ انقلابٌ مصدر۔ وہ لوٹتے ہیں
وہ لوٹیں گے۔ اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَنْقَلِبُوْنَ۔ کس لوٹنے کی جگہ وہ لوٹتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(٢٧) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (٤٨)

٢٧: ١ = طٰسٓ ۔ حروف مقطعات ہیں۔

= تِلْكَ ۔ ای هٰذِهٖ ۔ سورۃ ہٰذا کی طرف اشارہ ہے۔

= اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ ۔ مضاف مضاف الیہ قراٰن ؛ قَرَأْتُ الشَّيْءَ قُرْاٰنًا کے معنی ہیں جمعتہ وضممت بعضہ الی بعض ۔ میں نے اس چیز کو اکٹھا کیا اور اس میں نظم پیدا کیا۔

اور قَرَأْتُ الكتابَ کے معنی ہیں میں نے کتاب کو پڑھا۔ گویا قرآن کے معنی ہیں وہ کتاب جس میں تمام صداقتیں اکٹھی کر دی گئی ہوں اور جس میں ہر ایک حصہ کو دوسرے حصہ کے ساتھ ایسا نظم و ربط ہو کہ وہ تمام ایک مجموعہ نظر آئے

= وكتابٍ مبين میں واؤ عاطفہ کی ہے ۔ کتاب مبین موصوف وصفت مل کر آیاتُ کا مضاف الیہ ہے کیونکہ کتاب مبین کا عطف القرآن پر ہے کہ عطف احدی الصفتین علی الاخریٰ جیساکہ دو صفتوں میں سے ایک کا دوسرے پر عطف ہو مثلاً هٰذا فعل السخی والجواد الکریم۔

یہ قرآن اور ایک واضح کتاب کی آیات ہیں۔

یہاں قرآن کو معرفہ اور کتاب کو نکرہ لایا گیا ہے لیکن سورۃ الحجر میں قرآن کو نکرہ اور کتاب کو معرفہ ذکر کیا گیا ہے ارشاد ہے تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (١٥: ١) اس کی کیا وجہ ہے ۔ اس کا جواب دیا گیا ہے کہ قرآن اور کتاب کی دو حیثیتیں ہیں ؛ ایک یہ کہ دونوں اس کلام الٰہی کے عَلَمْ (نام) ہیں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

دوسری یہ کہ یہ اس کلام کی صفتیں ہیں یعنی قرآن سے مراد مَقْرُوْءٌ (پڑھا جانے والا) اور کتاب سے مکتوب جو لکھا جاتا ہے جہاں انہیں معرفہ ذکر کیا جائے گا وہاں یہ بحیثیت

عَلَمٌ (نام) مذکور ہیں اور جہاں نکرہ وہاں بحیثیت صفت (مظہری)
بعض نے کتاب مبین سے لوح محفوظ مراد لی ہے اور اس کی تنکیر عظمت شان کے لئے ہے
(ضیاء القرآن)

۲:۲۷ = هُدًى وَّ بُشْرٰى۔ آیٰتُ کا حال ہے!
= لِلْمُؤْمِنِيْنَ : اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں :
(۱) اس کا تعلق ہر دو هُدًى وَّبُشْرٰى سے ہے یعنی مومن لوگ ہی ہدایت یاب ہوتے ہیں اور بشارت کے بھی وہی مستحق ہیں ؛
(۲) اس کا تعلق صرف بُشْرٰى سے ہے یعنی ہدایت کا پیغام تو اس میں ہر ایک کے لئے یکساں ہے خواہ مومن ہو یا کافر۔ لیکن بشارت صرف اسی کے لئے ہے جس نے ہدایت پالی

۳:۲۷ = الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ۔ مؤمنین کی صفت ہے۔
= وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ہ یا اس جملہ کا عطف جملہ اول پر ہے اس صورت میں یہ مؤمنین کی تیسری صفت (اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ کے علاوہ) ہوگی۔ یا یہ ضمیر موصول سے حال ہے۔
= يُوْقِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہے اِيْقَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ یقین کرتے ہیں۔ یقن مادّہ

۴:۲۷ = زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے زینت دی۔ ہم نے خوبصورت بنا دیا۔ ہم نے خوشنما کر دیا۔ ہم نے سنوارا۔
= يَعْمَهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَمَهٌ مصدر (باب فتح، سمع) وہ سرگرداں پھرتے ہیں۔

۵:۲۷ = سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عذاب کی شدّت، عذاب کی سختی
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۲ : ۴۹ ، ۱۵۶)
= هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ہ هُمْ تاکید کے لئے مکرر لایا گیا ہے اَلْاَخْسَرُوْنَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ گھاٹا پانے والے۔
اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) دنیا کی نسبت آخرت میں ان کا خسارہ زیادہ ہوگا؛ منجملہ دیگر پہلوؤں کے خسرانِ دنیا منقطع ہے اور خُسرانِ آخرت غیر منقطع۔

(۲) دوسرے لوگوں کی نسبت یہ زیادہ گھاٹے میں رہیں گے!

۲۷: ۶ = لَتُلَقَّى۔ لام تاکید کا ہے تُلَقّٰی مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اصل میں تُتَلَقّٰی تھا ایک تاء حذف ہو گئی تَلَقِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ تجھے تلقین کیا جاتا ہے۔ تجھے سکھلایا جاتا ہے تجھے ملتا ہے۔

= لَدُنْ ظرف زمان ہے جو نہایتِ وقت کی ابتدار پر دلالت کرتا ہے مثلاً اَقَمْتُ عِنْدَهٗ مِنْ لَدُنْ طُلُوْعِ الشَّمْسِ اِلٰى غُرُوْبِهَا۔ میں اس کے پاس مقیم رہا طلوعِ آفتاب سے غروب آفتاب تک!

ظرف مکان بھی ہے بمعنی طرف پاس جیسے رَبَّنَا اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (۱۸: ۱۰) اے ہمارے رب ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔

قرآن مجید میں اکثر انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ مِنْ لَدُنْ۔ طرف سے

۲۷: ۷ = اِذْ قَالَ مُوْسٰى۔ ای اذکر لھم وقت قول موسٰی۔ ان کو یاد کراؤ وہ وقت جب (حضرت) موسٰی نے کہا۔

= اٰنَسْتُ۔ ماضی واحد متکلم ایناسٌ (افعال) مصدر۔ میں نے محسوس کیا۔ میں نے دیکھا۔ اس کا مادہ انس ہے۔ اَلْاِنْسُ (کسرہ ہمزہ کے ساتھ) جن کی ضد ہے۔ اور اُنْسٌ (بضمۃ الہمزہ) نُفُوْرٌ کی ضد ہے اٰنَسَ (باب افعال) کے معنی کسی چیز سے انس پانا یا دیکھنا کے ہیں مثلاً حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا۔ (۲۴: ۲۷) جب تک تم ان سے (اجازت لے کر) اُنس پیدا نہ کر لو۔ اور فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا (۴: ۶) اور اگر تم ان میں عقل کی پختگی دیکھو یا محسوس کرو۔

یہاں بھی اس آیۃ میں انہی معنوں میں آیا ہے۔ میں نے دیکھی ہے۔

= سَاٰتِيْكُمْ۔ سین مستقبل قریب کے لئے ہے۔ اٰتٍ اِتْيَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ آنے والا۔ لیکن جب اس کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو بمعنی لانے والا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ سَاٰتِيْكُمْ میں ابھی تمہارے پاس خبر لاتا ہوں۔ اور خبر سے مراد راستے کے متعلق معلومات ہیں۔

والمراد بالخبر الذی یاتیھم من جھۃ النار الخبر عن حال الطریق آگ کی جانب سے جو وہ خبر لائے گا اس سے مراد راستہ کے احوال کے متعلق معلومات ہیں (جو حضرت موسٰی کی منزلِ مراد کی طرف ممد و معاون ہو سکیں) (بحوالہ روح المعانی)

یعنی اگر یہ آگ کسی بستی سے یا وہاں آگ جلانے والے موجود ہیں تو شاید وہ راستہ کی رہنمائی میں معلومات بہم پہنچا سکیں۔

= اَوْ یا۔ (اگر وہ بھی کوئی چلتے پھرتے مسافر جن سے کوئی معلومات حاصل نہ ہو سکیں تو کم از کم کچھ انگارے ہی لے آؤں گا سینکنے کے لئے)

= شِهَابٍ قَبَسٍ۔ شہاب۔ انگارا۔ فضا میں ٹوٹنے والا تارا۔ چمکدار شعلہ جو بھڑکتی ہوئی آگ میں ہوتا ہے اس کی جمع شُهُبٌ ہے جیسے کِتَابٌ کی جمع کُتُبٌ ہے۔

قَبَسٍ آگ کا شعلہ۔ آگ کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے

قَبْسٌ وَاِقْتِبَاسٌ (افتعال) مصدر جس کے معنی بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ مجازاً علم و ہدایت کی طلب پر بھی بولا جاتا ہے جیسے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ (۵۷: ۱۳) ہماری طرف نظر کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر سکیں۔ یہاں مراد ہے ٹھہریئے۔

یہاں اگر قَبَسٍ بمعنی مقبوس یعنی بڑی آگ سے لکڑی وغیرہ جلا کر لی ہوئی آگ، تو شہاب کی صفت ہے یا یہ شہاب کا بدل ہے یعنی آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں۔

= تَصْطَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِصْطِلَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم تاپو۔ تم سینکو۔ صلی مادہ۔

۲۷: ۸ = جَآءَهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے جس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اِنِّیْٓ اٰنَسْتُ نَارًا۔

= نُوْدِیَ۔ نِدَاءٌ سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پکارا گیا۔ اس کو پکارا گیا اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ ضمیر واحد مذکر غائب ہے جو موسیٰ کی طرف راجع ہے یعنی (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کو آواز دی گئی۔

= اَنْ مفسرہ ہے (کیونکہ ندا میں قول کے معنی پائے جاتے ہیں اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو۔ جیسے فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ (۲۳: ۲۷) یا دلالت معنوی ہو جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا۔ (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو۔ یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب، گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو)

= بُوْرِكَ۔ بَارَكَ يُبَارِكُ مُبَارَكَةً (مُفَاعَلَةٌ) سے ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اس کو برکت دی گئی۔ وہ برکت دیا گیا۔ بابرکت ہووہ۔

= مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا۔ جو اس آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے، مفسرین کے اس میں مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) من فی النار سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور من حولہا سے مراد فرشتے ہیں:۔

(۲) من فی النار سے مراد فرشتے ہیں اور مَنْ حَوْلَهَا سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں

(۳) من فی النار سے مراد بھی فرشتے اور من حولہا سے مراد بھی فرشتے ہیں۔ (حقانی)

(۴) من فی النار سے مراد حضرت موسیٰ و فرشتگان جو وہاں اس وادی میں حاضر تھے۔ اور من حولہا سے مراد ارض شام کہ مبعثِ انبیاء و مہبط وحی رہی ہے، (کشاف وبیضاوی وغیرہ)

= وَسُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ه اور (ہر تشبیہ وتمثیل سے) پاک ہے اللہ جو رب العالمین ہے واؤ عطف کی ہے اور جملہ سبحٰن اللہ رب العلمین معطوف ہے اور بورِکَ معطوف علیہ ہے اور یہاں تک منادی کا کلام ہے۔

۲۷: ۹ = يٰمُوْسٰى ...... قيل معناه ان موسىٰ قال من المنادى قال يٰموسٰى ...... جیسے موسیٰ نے کہا ہو کون ہے یہ پکارنے والا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّهٗ اَنَا اللّٰهُ ......

= انہٗ میں ضمیر شان ہے انا مبتدا، اللہ خبر۔ العزیز الحکیم خبر کی صفات ہیں اے موسیٰ یہ میں ہوں۔ اللہ۔ بڑے غلبہ والا۔ بڑی حکمت والا۔

۲۷: ۱۰ = اَلْقِ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو ڈال دے اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر

= رَاٰهَا۔ اس نے اس کو دیکھا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا کو دیکھا هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب عَصَا کی طرف راجع ہے

= تَهْتَزُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِهْتِزَازٌ (افتعالٌ) مصدر۔ وہ بل کھاتی ہے۔ وہ پھنپھناتی ہے۔ وہ ہلتی ہے۔

یہ حال ہے مفعول ھَا سے پھر جب اس نے اس کو (عصا کو) بل کھاتے دیکھا

وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹: ۲۵) اور تو ہلا کھجور کے تنے کو اپنی طرف
== کَاَنَّهَا۔ یہ بھی یا ھا کا حال ہے یا ضمیر تَهْتَزُّ کا حال ہے جیسے کہ وہ۔ گویا وہ ہے۔
کَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے اس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے جیسے کَاَنَّ زَيْدًا اَسَدٌ۔ یہ اکثر اور خاص کر قرآن مجید میں تشبیہ کے لئے استعمال ہوا ہے!
== جَانٌّ۔ اَلْجَنُّ سے مشتق ہے جِنٌّ کی جمع ہے (باب نصر) اس کے اصل معنی کسی چیز کو حواس سے پوشیدہ کرنے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ (۶: ۷۶) جب رات نے ان کو (پردہ تاریکی سے) چھپا دیا۔
اَلْجَنَانُ دل کہ وہ بھی حواس سے مستور ہوتا ہے یا المِجَنُّ وَالْجُنَّةُ ڈھال کہ اس سے انسان اپنے آپ کو بچاتا اور چھپاتا ہے یا الجَنَّةُ جنت۔ باغ۔ کہ درختوں کی وجہ سے اس کی زمین نظر نہیں آتی یا اَلْجِنُّ جن کہ وہ بھی پوشیدہ مخلوق ہے۔
لیکن آیۃ ہذا میں جَانٌّ ایک قسم کا سانپ مراد ہے۔
== وَلّٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر وہ منہ موڑ کر پیٹھ دے کر بھاگا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ (۳: ۱۱۱) اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے ولی مادہ۔ اسی مادہ سے اور مشتقات وَلِيٌّ دوست۔ والی مددگار۔ حاکم۔
== مُدْبِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصبی، پیٹھ موڑنے والا۔ دُبُرٌ پیٹھ پشت پاخانہ کا مقام۔ اَدْبَارٌ پیٹھ پھیرنا۔ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ (۷۴: ۲۳) پھر پشت پھیر کر چلا اور (قبول حق سے) غرور کیا۔
== لَمْ يُعَقِّبْ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ تعقیب (تفعیل) مصدر۔ اس نے پلٹ کر نہ دیکھا۔ وہ پیچھے نہ پھرا۔ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔
== لَدَيَّ۔ لَدٰى مضاف یا واحد متکلم مضاف الیہ میرے پاس۔
لدٰی ظرف مکان پاس۔ طرف، ضمیر کی طرف اضافت کے وقت لدٰی کی وہی حالت ہوتی ہے جو علٰی حرف جر کی ہوتی ہے جیسے عَلَيْنَا۔ لَدَيْنَا۔ عَلَيْكَ۔ لَدَيْكَ وغیرہ
۲۷: ۱۱ == اِلَّا۔ یہاں استثناء منقطع ہے کیونکہ یہاں مستثنیٰ مَنْ ظَلَمَ ہے جس نے ظلم کیا اور مرسلین ظلم نہیں کرتے لہٰذا مستثنیٰ مستثنیٰ منہ سے نہیں ہے یہاں اِلَّا

بمعنی لیکن ہے یعنی میرے رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے۔ لیکن ان کو چھوڑ کر جو بھی ظلم کرے گا اسے ڈر ہے مَنْ تَابَ وَبَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اور وہ ظلم کرنے والا بھی اگر توبہ کرے اور برائی کرنے کے بعد نیکی کرنے لگے (تو اسے بھی کوئی ڈر نہیں) کیونکہ میں غفور اور رحیم ہوں۔

یا یہاں اِلَّا بمعنی وَلَا ہے ای لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ وَلَا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوْءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ (میرے) رسول میرے حضور ڈرا نہیں کرتے اور نہ (اسے کوئی ڈر ہے) جس نے ظلم کیا۔ لیکن اس کے بعد بدی کو نیکی سے بدل دیا تو بے شک میں غفور رحیم ہوں۔

٢٧:١٢ = جَیْبِكَ مضاف مضاف الیہ تیرا گریبان۔

= تَخْرُجْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مؤنث غائب۔ ضمیر فاعل یَدَكَ کی طرف راجع ہے۔

= بَیْضَآءَ۔ سفید۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مؤنث اَبْیَضُ واحد مذکر بِیْضٌ جمع کا صیغہ ہر دو مذکر و مؤنث کے لئے آتا ہے۔

= مِنْ غَیْرِ سُوْٓءٍ۔ بلا کسی عیب کے بلا کسی مرض (از قسم برص) کے۔ ملاحظہ ہو ٢٦: ١٥٦

= فِیْ تِسْعِ اٰیٰتٍ ای هما داخلتان فی جملة تِسْعِ اٰیٰتٍ۔ یہ دو معجزات بھی جملہ نو معجزات میں شامل ہیں۔ اس سے قبل اِذْهَبْ محذوف ہے۔

ای اذهب فی تسع اٰیٰتٍ الٰی فِرْعَوْنَ۔ ان نو معجزات (جن میں یہ دو بھی شامل ہیں) کو لے کر فرعون کے پاس جاؤ۔

٢٧:١٣ = مُبْصِرَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث بحالت نصب۔ دوسری چیزوں کو واضح اور روشن کرنے والی۔ بصیرت افروز۔ آیات کا حال ہے۔

٢٧:١٤ = جَحَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ جَحْدٌ وجُحُوْدٌ مصدر (باب فتح) انہوں نے انکار کیا۔ جحد وجحود کے معنی ہیں کہ جس چیز کا دل میں اثبات ہو اس کی نفی اور جس کی نفی ہو اس کا اثبات کرنا۔

= وَاسْتَیْقَنَتْهَا۔ ماضی واحد مؤنث غائب ها ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اِسْتِیْقَانٌ (استفعال) یقین کرنا۔ ها ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ جو آیات کی

طرف راجع ہے۔ واؤ حالیہ ہے حالانکہ (ان کے دلوں نے) ان معجزات کا یقین کرلیا تھا۔ ای علمت انفسھم علما یقینا انھا ایات من عند اللہ تعالیٰ۔ حالانکہ ان کے دلوں نے یقینی طور پر جان لیا تھا کہ یہ آیات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

استیقان ایقان سے زیادہ بلیغ ہے۔

= ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔ (محض ظلم اور تکبر کی بناء پر) دونوں ضمیر فاعل جحدوا سے حال ہیں۔ عُلُوٌّ عَلَا یَعْلُوْا کا مصدر ہے، جس کے معنی ہیں بلند ہونا۔ سرکشی کرنا۔ کسی پر غلبہ کرنا۔

۲۷: ۱۶ = مَنْطِقَ الطَّیْرِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر علمنا کا مفعول ثانی ہے نَا ضمیر جمع متکلم مفعول اول کی ہے۔ پرندوں کی بولی۔

۲۷: ۱۷ = حُشِرَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اکٹھا کیا گیا۔ جمع کیا گیا۔ حَشْرٌ مصدر ہے۔

= یُوْزَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب وَزْعٌ (نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی روک لینا۔ باز رکھنا۔ لشکر کو ترتیب دینا۔ چنانچہ وزع الجیش کے معنی ہیں اس نے لشکر کو صفوں اور گروہوں میں ترتیب دیا۔ یہاں یُوْزَعُوْنَ (وہ ترتیب دیئے گئے) میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عساکر باوجود کثیر التعداد اور متفاوت ہونے کے غیر مرتب ومنتشر نہ تھے بلکہ نظم وضبط میں تھے کہ کبھی سرکشی اختیار نہ کرتے تھے۔

وَحُشِرَ ...... فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ اور (ایک موقعہ پر حضرت سلیمان کے حکم پر) اس کے لشکر مشتمل برجن والانس والطیر اکٹھے کئے گئے اور وہ گروہوں اور صفوں میں ترتیب دیئے گئے ہوئے تھے۔ یعنی منظم اور مترتب طریقہ پر جن وانس اور پرندوں پر مشتمل لشکر جمع کیا گیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَیَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ (۴۱: ۱۹) جس دن خدا کے دشمن اکٹھے کرکے دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے۔ تو ترتیب وار کردیئے جائیں گے۔

۲۷: ۱۸ = لَا یَحْطِمَنَّكُمْ مضارع منفی تاکید بانون ثقیلہ واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ حَطْمٌ مصدر (باب ضرب) وہ تمہیں روند نہ ڈالے وہ تمہارا چورا نہ کردے۔ اَلْحَطْمُ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے کے ہیں پھر کسی چیز کو

ریزہ ریزہ کر دینے اور روندنے پر حَطْمٌ کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے
ثُمَّ یَجْعَلُہٗ حُطَامًا۔ (۳۹:۲۱) پھر اُسے چورا چورا کر دیتا ہے۔
۲۷ : ۱۹ = فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا وہ مسکرا کر ہنس پڑا۔ بعض اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ تبسم تو آپ نے اپنی عادت کے معمول کے مطابق کیا پھر وہ تبسم اضطرارًا ضحک کے درجہ تک پہنچ گیا۔
= اَوْزِعْنِیْٓ۔ امر واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اَوْزِعْ وَاِیْزَاعٌ سے جس کے معنی کسی چیز پر جما دینے کے ہیں اور الہام کرنے کے ہیں مجھے جما دے، مجھے توفیق دے۔ میری قسمت میں کر۔ اَوْزَعَ اللّٰہُ فُلَانًا اللہ تعالیٰ نے فلاں کو شکر گذاری کا الہام کیا۔
۲۷ : ۲۰ = تَفَقَّدَ الطَّیْرَ۔ تَفَقَّدَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَفَقُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ جس کے معنی گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے ہیں فقد مادہ۔ اس سے فقد یفقد (ضرب) فقدٌ بمعنی گم کرنا یا کھو دینا کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے مَاذَا تَفْقِدُوْنَ (۱۲: ۷۱) تمہاری کیا چیز گم ہوئی ہے۔
الطَّیْرَ۔ اسم جمع ہے اس کا واحد طائر ہے۔ تَفَقَّدَ الطَّیْرَ اس نے پرندوں کی حاضری لی۔ اس نے پرندوں کا جائزہ لیا۔
= بِسُلْطٰنٍ۔ سُلْطٰن حجت۔ سند۔ برہان۔ قوت۔ حکومت، سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ واضح سند۔ معقول عذر۔
۲۷ : ۲۲ = مَکَثَ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَکْثٌ مصدر (باب نصر و کرم) انتظار میں ٹھہرا۔ ضمیر فاعل ھد ھد کی طرف راجع ہے۔
= غَیْرَ بَعِیْدٍ۔ ای زمانا غیر مدید۔ غیر طویل مدت۔ تھوڑا وقت۔
مَکَثَ غَیْرَ بَعِیْدٍ۔ ہدہد تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرا (کہ آگیا) یعنی تھوڑی ہی دیر بعد ہدہد آگیا۔ غَیْرَ بَعِیْدٍ کے بعد فجاء محذوف ہے (وہ آگیا)
= اَحَطْتُّ ماضی واحد متکلم۔ احاطۃ (افعال) مصدر۔
میں نے احاطہ کیا۔ میں نے خبر معلوم کی ہے مَا لَمْ تُحِطْ بِہٖ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ واحد مذکر حاضر۔ جس کا تجھے احاطہ نہیں ہے یعنی جو آپ کو معلوم نہیں ہے۔ مَا موصولہ ہے۔
= نَبَاٍ۔ خبر۔ (ثقہ خبر)

۲۳:۲۷ = تَمْلِكُهُمْ ۔ تَمْلِكُ مضارع واحد مونث غائب مُلْكٌ مصدر باب ضرب سے وہ مالک ہوتی ہے وہ بادشاہی کرتی ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان پر بادشاہی کرتی ہے ۔ حکومت کرتی ہے۔

= اُوْتِيَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اس (عورت) کو دیا گیا۔ ایتاء (افعال) مصدر۔

= فَصَدَّهُمْ صَدَّ يَصُدُّ (نصر) سے ماضی واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس نے ان کو روک دیا۔ اس نے ان کو روک رکھا ہے۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ مصدر۔

۲۵:۲۷ = اَلَّا يَسْجُدُوْا ۔ ای لئلا یسجدوا لام تعلیل محذوف ۔ تاکہ نہ سجدہ کریں۔ بدیں وجہ وہ سجدہ نہیں کرتے ہیں ۔ اور یہ یا تو زَيَّنَ لَهُمْ سے متعلق ہے ۔ یا فصدّهم سے ۔ یعنی شیطان نے ان کے اعمال (گمراہی وشرک) کو ان کی نظروں میں مزین کر رکھا ہے اس لئے وہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے ۔ یا شیطان نے ان کو راہ راست سے روک رکھا ہے اور بدیں وجہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہیں کرتے۔

= اَلَّذِیْ ۔ ای اللہ تعالیٰ

= اَلْخَبْءَ کسی چیز کے پوشیدہ اور مخفی ذخیرہ کو خبأ کہتے ہیں یہاں مصدر بمعنی مفعول مخبوءٌ مستعمل ہے يُخْرِجُ الْخَبْءَ جو پوشیدہ چیزوں کو باہر نکالتا ہے۔

= مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ اس کی دوسری قرات مَا يُخْفُوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ہے (بیضاوی) اس سے ظاہر ہے کہ یہاں خطاب عام لوگوں سے ہے کوئی خاص گروہ مخاطب نہیں ہے۔

۲۸:۲۷ = اَلْقِهْ ۔ اَلْقِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ تو اس کو ڈال دے۔

= اِلَيْهِمْ ۔ ان کے پاس۔ ان کے سامنے۔

= تَوَلَّ عَنْهُمْ تَوَلَّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تَوَلِّیٌ مصدر تَوَلِّیٌ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہو تو اس کے درج ذیل معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ کسی سے دوستی رکھنے۔ ۲۔ کسی کام کو اٹھانے ۳۔ والی اور حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے (۱) وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵:۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی

کرے وہ ان ہی میں سے ہے (۲) وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ (۲۴:۱۱) اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی بات کو (۳) فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ ...... (۴۷:۲۲) پھر کیا تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو ......

اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں۔

پھر منہ پھیرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک وہاں سے ٹل جانا۔ دوسرے توجہ نہ کرنا اور حکم نہ ماننا۔

تَوَلَّ عَنْھُمْ تو ان سے ایک طرف ہٹ جا۔

= فَانْظُرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو دیکھ۔ یا انتظار کر جیسے اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ (۵۷:۱۳) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ حاصل کرلیں

= مَاذَا یَرْجِعُوْنَ۔ مَاذَا کلمہ استفہامیہ ہے۔ کیا (چیز، بات) ہے یَرْجِعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب رَجْعٌ و رُجُوْعٌ مسدر (باب ضرب) وہ رجوع کرتے ہیں۔ وہ جواب دیتے ہیں۔ یا ماذا یرد بعضھم علیٰ بعض من القول وہ ایک دوسرے سے کیا بات چیت کرتے ہیں۔

۲۷:۲۹ = کِتٰبٌ کَرِیْمٌ۔ موصوف صفت۔ کَرِیْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع کِرَامٌ ہے۔ عزت والا۔ عمدہ۔ بڑا۔ کِتٰبٌ کَرِیْمٌ معزز خط۔ مکتوب کا معزز ہونا تین وجہ سے ہوتا ہے۔ مضمون کی عظمت کے لحاظ سے (۲) بھیجنے والے کے اعلیٰ مرتبہ کے لحاظ سے۔ (۳) خط کے مختوم ہونے کے لحاظ سے۔

حدیث میں ہے کرم الکتب ختمہ کتاب کی عظمت اس کی مہر ہی ہیں۔

اور ابن المقنع کا قول ہے من کتب الیٰ اخیہ کتابًا ولم یختمہ فقد استخف بہٖ جس نے اپنے بھائی کو خط لکھا اور اس پر مہر ثبت نہ کی تو اس نے اس کو حقیر جانا۔

بعض کے نزدیک کریم بوجہ اس کی عجیب و غریب نوعیت کے ہے۔ کریمٌ لغرابۃ شانہٖ کہ بجائے کسی قاصد یا سفیر سلطنت کے اسے بذریعہ ایک پرندہ کے پہنچایا گیا

۲۷:۳۰ = اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ۔ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کِتٰبٌ کے لئے ہے۔ وَاِنَّہٗ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط میں ہٗ ضمیر مضمون کتاب کے لئے ہے اور اس اِنَّہٗ تک کلام ملکہ کی زبان سے ہے۔

۲۷: ۳۱ == اَلَّا تَعْلُوْا میں اَنْ یا مفسرہ ہے یا مصدریہ ہے اور ناصب فعل ہے لَا تَعْلُوْا فعل نہی جمع مذکر مخاطب تم سرکشی مت کرو علوٌّ مصدر (باب نصر) تم بڑائی مت کرو۔ تم تکبر مت کرو۔

== عَلَیَّ۔ میرے مقابلہ میں (لفظاً مجرور۔ علیٰ حرف جار یٓ ضمیر واحد متکلم مجرور)

== وَاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ۔ اور چلے آؤ میرے پاس مطیع ہوکر۔ فرمانبردار بن کر۔ اس میں جسمانی حاضری مراد نہیں۔ محض دعوت اسلام واطاعت مقصود ہے۔

فائدہ! یہ ضروری نہیں کہ خط کی عبارت بجنسہٖ یہی ہو بلکہ ممکن ہے عبارت کچھ اور ہو، یہاں صرف اس کا خلاصہ بیان کیا گیا ہو۔

یہ مکتوب ملکہ کے نام تھا لیکن مخاطبین ملکہ کے علاوہ اس کے رؤسا اور دیگر اہلِ سباء بھی تھے اسی لئے مکتوب میں صیغہ جمع استعمال کیا گیا ہے۔

۲۷: ۳۲ == اَفْتُوْنِیْ۔ افتوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ اِفْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ فتی مادہ۔ کسی مشکل مسئلہ کے جواب کو فُتْیَا و فَتْوٰی کہا جاتا ہے۔ استفتاء (استفعال) کے معنی فتویٰ طلب کرنے اور افتاء کے معنی فتویٰ دینے کے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِ قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّ (۴: ۱۲۷) اے پیغمبر! لوگ تم سے (یتیم) عورتوں کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں کہہ دو کہ خدا تم کو ان کے معاملہ میں فتویٰ دیتا ہے۔

اَفْتُوْنِیْ فِیْٓ اَمْرِیْ میرے اس معاملہ میں مجھے مشورہ دو۔

== قَاطِعَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ مَا كُنْتُ کی خبر ہے قَطْعٌ کے لفظی معنی کاٹنے کے ہیں، خواہ محسوس طور پر ہو یا عقلی طور پر ہو اول کی مثال وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا (۵: ۳۸) چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کی کرتوتوں کے عوض۔

دوسرے کی مثال آیت ہذا ہے۔ ہر رائے اور امر کو چھوڑ کر ایک رائے مقرر کر لینا اور ہر عمل کو چھوڑ کر صرف ایک ہی آخری حکم نافذ کرنا یہ قطع امر ہے۔

مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا میں کسی معاملہ کا آخری فیصلہ نہیں کرتی۔

== حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر جب تک تم شاہد نہ ہو۔ تم حاضر نہ ہو

شُهُوْدٌ حاضر ہونا، موجود ہونا۔ شَهَادَةٌ (گواہی دینا) مصدر

یہاں مطلب ہے کہ جب تک کہ تم شریک (مشورہ) نہ ہو۔

۲۷: ۳۳ = اُولُوْا۔ والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ اُولُوْا بحالت رفع اُولِیْ بحالت نصب وجر۔ اُولُوْا قُوَّةٍ۔ طاقت والے۔ صاحبِ قوت۔

اُولُوْا بَأْسٍ۔ بَأْسٍ بمعنی لڑائی۔ جنگ کی شدت، سختی، بڑے لڑنے والے، بڑے جنگجو۔ بڑے شجاع۔ بہادر۔

= اَلْاَمْرُ اِلَیْكِ فیصلۂ امر تمہارے اختیار میں ہے۔

= اُنْظُرِیْ امر واحد مؤنث حاضر۔ تو دیکھ۔ تو دیکھ لے۔ تو غور کر۔ تو غور کر لے تو سوچ لے۔

۲۷: ۳۴ = وَكَذٰلِكَ یَفْعَلُوْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں (۱) یہ جملہ معترضہ ہے اور اللہ کی طرف سے ملکہ کے کلام کی تصدیق ہے کہ جَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً

(۲) یہ ملکہ کا کلام ہی ہے اور اس کے پہلے کلام کی تاکید میں آیا ہے۔

۲۷: ۳۵ = هَدِیَّةٍ۔ تحفہ، ہدیہ۔ صفت مشبہ بمعنی مَهْدِیَّةٌ (اسم مفعول)

= فَنٰظِرَةٌ۔ ف عطف کی ہے نٰظِرَةٌ معطوف اور مُرْسِلَةٌ معطوف علیہ

= بِمَ۔ باء حرف جر ہے اور مَا استفہامیہ ہے حرفِ جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف ہو گیا ہے۔ بِمَ کس چیز کے ساتھ۔

بِمَ یَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ۔ قاصد کیا جواب لے کر لوٹتے ہیں۔

۲۷: ۳۶ = اَتُمِدُّوْنَنِ۔ ہمزہ استفہام کا ہے۔ تُمِدُّوْنَنِ اِمْدَادٌ (افعال) سے مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ ن وقایہ کے ی ضمیر واحد متکلم (محذوف)

کیا تم میری مدد کرتے ہو؟

= بِمَالٍ یہاں مال سے مراد مال حقیر ہے

= فَمَآ اٰتٰنِ َۦ اللّٰهُ۔ میں مَا موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ۔ اٰتٰی ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے) ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ جو عطا فرما رکھا ہے مجھے اللہ نے (نبوت، مال و متاع، جاہ و حشم)

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے بَلْ سے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کا ابطال مقصود ہے کہ اللہ نے جو نعمتیں مجھے عطا کر رکھی ہیں وہ ان نعمتوں سے بہتر ہیں جو اس نے تمہیں عطا

کی ہیں لیکن تم ان حقیر تحفوں پر اترا رہے ہو جو سراسر ادھا پن ہے!
= تَفْرَحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، تم خوش ہوتے ہو۔ تم ریجھتے ہو۔ فَرْحٌ (باب سمع) سے مصدر۔

۲۷: ۳۷ = اِرْجِعْ امر۔ واحد مذکر حاضر۔ جا واپس چلا جا۔ جا لوٹ جا۔ رُجُوْعٌ مصدر باب ضرب یہاں خطاب قاصد سے ہے جس کے لئے آیت ۳۶ میں فَلَمَّا جَآءَ واحد کا صیغہ ہی استعمال ہوا ہے۔ اور جہاں اس وفد کے لئے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے وہاں قاصد کے ہمراہ جو تحائف بردار تھے ان کو بھی خطاب میں شامل کر لیا گیا ہے۔
= اِلَیْھِمْ یعنی ان کی طرف جو تمہارے بھیجنے والے ہیں۔ یعنی ملکہ اور اس کے رؤسائے سلطنت۔ ای الی بلقیس وقومہا۔
= فَلَنَأْتِیَنَّھُمْ۔ لام تاکید کا ہے نَأْتِیَنَّ مضارع بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ تعدیہ بہ باء (بِجُنُوْدٍ) ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ضرور ان پر (چڑھا) لائیں گے (فوج)۔

صاحب روح المعانی رقم طراز ہیں:۔
فَلَنَأْتِیَنَّھُمْ ای فو اللہ لنا تینھم (بجنودٍ) خدا کی قسم ہم ضرور (چڑھا) لائیں گے ان پر (فوج)
اسی بناء پر لَنَأْتِیَنھم جوابِ قسم اور ولنخرجنھم کا عطف اس جواب قسم پر بیان کرتے ہیں۔

اِرْجِعْ اِلَیْھِمْ اور فَلَنَأْتِیَنَّھُمْ کے درمیان ایک خلا ہے جس کو صاحب تفسیر ماجدی یوں بیان کرتے ہیں۔
سلیمان علیہ السلام نے فرمایا۔
میں نے دعوت تو اطاعت و اسلام کی دی تھی یہ بلا اطاعت وقبول دعوت محض اظہارِ دوستی کیسا؟ یہ تو ایک صورت رشوت کی ہوئی۔ مال وقوت دونوں کے لحاظ سے تو میری سلطنت اللہ کے فضل وکرم سے بلقیس کے ملک سے کہیں بڑھی ہوئی ہے میں ان تحائف وہدایا کو واپس کرتا ہوں اور عنقریب فوج کشی کرکے ان بے دینوں کو کچل ڈالوں گا: یا دونوں کے درمیان شرط محذوف ہے ای ارجع الیھم فلیاتونی مسلمین والا فلنا تینھم الخ

= لَاقِبَلَ لَهُمْ بِهَا۔ قَبْلُ تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے خواہ یہ تقدم زمانی ہو یا تقدم مکانی ہو یا مرتبہ میں تقدم ہو یا ترتیب فنی میں تقدم ہو۔
اور استعارہ کے طور پر قوت اور مقابلہ کرنے کی قوت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے لَاقِبَلَ لِیْ بِکَذَا میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آیۃ ہذا میں لَاقِبَلَ لَهُمْ بِهَا کا معنی بھی اس طرح ہے:
جس کے مقابلہ کی ان کو طاقت نہ ہوگی!

= وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ واؤ عطف کا ہے اور لنخرجنہم کا عطف جواب قسم پر ہے (ملاحظہ ہو اوپر فَلَنَأْتِیَنَّهُمْ) لام تاکید کا ہے نُخْرِجَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (یعنی ملکۂ بلقیس کی قوم) ہم ضرور ان کو نکال باہر کریں گے۔

= مِنْهَا۔ ای من سبا۔

= اَذِلَّةً۔ ذلیل کی جمع قلت ہے۔ متواضع اور نرم دل کے لئے بھی مستعمل ہے حال ہے ضمیر مفعول سے۔

= وَهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ یہ بھی حال ہے صٰغِرُوْنَ۔ صٰغِرٌ واحد صَغَارٌ سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنی ذلیل وخوار۔ الصِّغَرُ اَلْکِبَرُ کی ضد ہے۔ صَغِرَ یَصْغَرُ (سمع) صِغَرٌ کے معنی چھوٹا ہونے کے بھی ہیں اور صَغُرَ یَصْغُرُ (کرم) صَغَرٌ وصَغَارٌ کے معنی ذلیل ہونے اور ذلت پر قانع ہونے کے ہیں اور اسی سے ہے صٰغِرٌ کے معنی ذلیل اور کم مرتبہ آدمی جو اپنی ذلت پر قانع ہو

۲۷: ۳۸ = قَالَ۔ ای قال سلیمٰنُ

۲۷: ۳۹ = عِفْرِیْتٌ۔ دیو۔ قوی ہیکل، بڑے ڈیل ڈول والا۔

= قَوِیٌّ۔ اس لئے کہ تخت خواہ کتنا ہی بڑا اور وزنی ہو میں اسے لے آنے کی قوت رکھتا ہوں۔

= اَمِیْنٌ۔ اس لئے کہ خواہ وہ کتنا ہی قیمتی اور مرصع ہو میں خیانت نہ کروں گا۔
امین۔ امانت دار، معتبر۔

۲۷: ۴۰ = اَنْ یَّرْتَدَّ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ ارتدادٌ (افتعال) مصدر۔ لوٹے۔ یا لوٹ کر آئے۔

طَرْفُكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیری نظر۔ تیری نگاہ۔

طَرْفُ العین۔ آنکھ کی پلک۔ طَرْفٌ پلک جھپکنا۔

== مُسْتَقِرًّا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ استقرار (استفعال) مصدر۔ ای ساکنًا عندہٗ قارًا علیٰ حالتہ التی علیہا۔ اپنی پہلی حالت میں اپنے سامنے رکھا پایا۔ لفظی معنی قرار پکڑنے والا۔ ٹھہرنیوالا۔

== لِيَبْلُوَنِيْ۔ لام تعلیل کا ہے یَبْلُوَا مضارع منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ، صیغہ واحد مذکر غائب ن وقایہ۔ ی متکلم۔ تاکہ وہ میری آزمائش کرے مبلا، یبلو بلاء (نص) آزمائش کرنا

== غَنِيٌّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بے نیاز، غیر محتاج۔

کوئی شکر اس کا اس کی نعمتوں کا کرے یا نہ کرے وہ بے نیاز ہے شکر کا محتاج نہیں

== كَرِيْمٌ صفت مشبہ واحد۔ عزت والا۔ كِرَامٌ جمع جیسے كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (۸۲: ۱۱) معزز لکھنے والے۔ یہاں بھی ناشکری کرنے والوں پر بھی فضل وکرم کرنے والا

۲۷: ۴۱ == نَكِّرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر نَكَّرَ يُنَكِّرُ تَنْكِيْرٌ (تفعیل)۔ تنکیر الشئی کے معنی کسی چیز کو بے پہچان کر دینے کے ہیں۔ یعنی اس کی حالت کو ایسا بدل دو کر (ملکہ سبا) پہچان نہ سکے۔

== نَنْظُرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) جمع متکلم۔ ہم دیکھیں۔ نَظَرَ يَنْظُرُ (نص) نَظَرٌ سے

== اَتَهْتَدِيْ۔ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَهْتَدِيْ مضارع معروف واحد مؤنث غائب اِهْتَدٰى يَهْتَدِيْ اهتداء (افتعال) راہ (ہدایت) پانا۔ وہ راہ پاتی ہے یعنی سمجھ جاتی ہے۔

ای الیٰ معرفۃ العرش کیا تخت کو پہچاننے کی راہ پاتی ہے او الی الایمان باللہ وبرسولہ یا (اس حیرت انگیز معجزہ کو دیکھ کر کہ اس کا تخت جو وہ سینکڑوں میل پیچھے محفوظ چھوڑ آئی ہے اور اب وہ سامنے پڑا ہے) وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی راہ پاتی ہے۔

دو اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ وہ یکایک اپنے ملک سے اتنی دور اپنا تخت موجود پاکر یہ سمجھ جاتی ہے یا کہ نہیں کہ یہ اسی کا تخت اٹھا لایا گیا ہے اور یہ مطلب بھی ہے کہ وہ اس حیرت انگیز معجزے کو دیکھ کر ہدایت پاتی ہے یا اپنی گمراہی پر قائم رہتی ہے!

(تفہیم القرآن)

۲۷:۴۲ = اَھٰکَذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ھَا حرف تنبیہ کَ حرف تشبیہ ذَا اسم اشارہ قریب مذکر کیا ایسا ہی ہے؟ کیا اس کی طرح کا ہی ہے؟ عَرْشُكِ۔ تمہارا تخت۔

= كَاَنَّهٗ۔ كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم۔ گویا کہ وہ۔ كَاَنَّهٗ هُوَ گویا وہی ہے یعنی اسی کی طرح کا ہے۔

= اُوْتِيْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ ہم کو دیا گیا۔ ہم کو ملا۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر

= اَلْعِلْمَ۔ ای العلم بکمال قدرۃ اللہ تعالٰی وصحۃ نبوتك۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور آپ کی نبوت کا علم (ہم کو پہلے ہی پہنچ چکا تھا)

= مِنْ قَبْلِهَا۔ ای من قبل ھذہ المعجزۃ۔ اس معجزہ سے قبل ہی۔

= وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ اور ہم مسلمان ہو چکے ہیں ایمان لاچکے ہیں

۲۷:۴۳ = وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (ما بمعنی مصدر کے ہے۔ یعنی اس کے غیر اللہ کے عبادت کرنے نے اُسے اسلام سے روک رکھا تھا۔

= اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۔ یہ وجہ (سبب) ہے اس کی غیر اللہ کی پرستش کی۔ کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی اس لئے جب سے اس نے آنکھ کھولی اپنے گرد کفر ہی کفر دیکھا۔

۲۷:۴۴ = اُدْخُلِيْ۔ امر واحد مؤنث حاضر، تو (عورت) داخل ہو۔ دُخُوْلٌ مصدر (باب نصر)

= الصَّرْحَ۔ محل۔ قصر۔ ہر وہ عمارتِ عالیشان کہ جس میں نقش و نگار ہوں صرح کہلاتی ہے یہاں بمعنی صحن الدار ہے، محل کے صحن میں داخل ہو

= رَاَتْهُ۔ رأت صحن الدار۔

= حَسِبَتْهُ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (الصحن کے لئے ہے) اس نے اس کو گمان کیا۔ اس نے اسے خیال کیا۔ حِسْبَانٌ (حَسِبَ سمع) گمان کرنا، خیال کرنا۔

حَسَبَ يَحْسُبُ (نصر) حَسْبٌ وحِسَابٌ وحِسْبَانٌ وحُسْبَانٌ گننا۔ شمار کرنا۔ وحَسُبَ يَحْسُبُ (کرم) حَسَبٌ وحَسَابَةٌ شریف الاصل ہونا

= لُجَّةً ۔ اسم مفرد ۔ دریا میں بڑا پانی، دریا کا وسطی حصہ جہاں پانی بہت ہوتا ہے یہاں آیت میں پانی کا حوض مراد ہے ۔ لَجّ و لِجَاج وَلِجَاجَةٌ (باب سمع وضرب) جھگڑا کرنا

= کَشَفَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اس نے کھولا ۔ اس نے کپڑا ہٹایا ۔ اَلْکَشْفُ کَشَفْتُ الثَّوْبَ عَنِ الْوَجْهِ کا مصدر ہے جس کے معنی ہیں چہرہ وغیرہ سے کپڑا اٹھانا ۔ مجازًا دکھ، تکلیف، غم واندوہ کو دور کرنے پر بھی بولا جاتا ہے جیسے فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْهِ (۶: ۴۱) جس دکھ کے لئے تم اسے پکارتے ہو وہ اس کو دور کر دیتا کَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا اس نے اپنی دونوں پنڈلیوں سے کپڑا اٹھایا ۔ پائنچہ اٹھایا سَاقٌ پنڈلی ۔ سَاقَیْنِ دو پنڈلیاں اضافت کی وجہ سے نون حذف ہوگیا ۔

= مُمَرَّدٌ ۔ اسم مفعول واحد مذکر تَمْرِیْدٌ (تفعیل) مصدر ۔ مرد مادہ ۔ چکنا ۔ صاف، ہموار ۔

= قَوَارِیْرَ ۔ قَارُوْرَةٌ کی جمع ۔ بمعنی شیشہ، یا شیشہ کا برتن ۔ گلاس، صراحی وغیرہ، بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے ۔

قَوَارِیْرَ مِنْ فِضَّةٍ (۷۶: ۱۶) اور شیشے بھی چاندی کے ۔ یعنی شیشے کے برتن چاندی کی طرح سفید ۔

صَرْحٌ مُمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِیْرَ: ایسا محل یا صحن جس میں شیشے جڑے ہوئے ہوں ۔ یعنی شیشے کا بنا ہوا ہو ۔

۲۷: ۴۵ = وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔ واؤ عطف کی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا کا عطف وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا پر ہے ۔ پارہ کے دوسرے رکوع سے آیۃ (۱۵) سے حضرت داؤدؑ اور ان کے وارث حضرت سلیمانؑ کا قصہ شروع ہوا تھا ۔ جو رکوع ۳ آیت نمبر ۴۴ کے اختتام پر مکمل ہوا ۔

اور چوتھے رکوع کا آغاز وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا سے ہوا ۔ اور یہاں ثمود کی طرف حضرت صالح کے بھیجے جانے کا قصہ شروع ہوتا ہے ۔ پہلے قصہ کے بعد یہ دوسرے قصہ واؤ عطف سے ربط کیا گیا ہے ۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا میں لام جواب قسم کے لئے واقع ہوا ہے اور قسم بشانِ حکمہ لحاظ سے ہے اور یہاں محذوف ہے ای وَ بِاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَا ۔

صٰلِحًا اَخَاهُمْ سے بدل ہے ۔

= اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ میں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ ارسال میں قول کا مفہوم موجود ہے اس حکم کے ساتھ کہ (شرک چھوڑ کر) تم اللہ (وحدہ لاشریک لہٗ) کی عبادت کرو۔
= فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ٥ میں فَاِذَا فجائیہ ہے هُمْ مبتدا۔ فَرِيْقٰنِ خبر اور يَخْتَصِمُوْنَ خبر۔ اور تو وہ دو گروہوں میں بٹ گئے (ایک مومن ایک کافر) (اور) باہم جھگڑنے لگے۔

۲۷:۴۶ = يٰقَوْمِ۔ ای یاقومی اے میری قوم۔
= لِمَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ مَا استفہامیہ۔ مَا کے الف کو تخفیفًا ساقط کردیا گیا ہے کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے؟۔
= تَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جلدی کرتے ہو، تم عجلت کرتے ہو۔ استعجال (استفعال) مصدر عجل مادہ۔
= بِالسَّيِّئَةِ۔ اس سے مراد یہاں عذاب ہے۔ سیئۃ بمعنی برائی۔ فعل بد۔ گناہ حسنۃ کی ضد ہے۔
= قَبْلَ۔ ظرف زمان ہے تقدم کے لئے استعمال ہوتا ہے یعنی پہلے۔ لیکن یہاں تقدم زمانی نہیں بلکہ تقدم مرتبت ہے۔ (ملاحظہ ہو ۲۷:۳۷)
معنی تقدم اینجا زماں نیست بلکہ تقدم مرتبت واختیار است ہمچناں کہ کسی گوید کہ صحۃ البدن قبل کثرۃ مال" (روح البیان) صحت بدن کو کثرت مال پر اولیت ہے۔
لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ۔ نیکی کے مقابلہ میں عذاب کے لئے کیوں جلدی مچا رہے ہو۔ یعنی اللہ سے خیر مانگنے کی بجائے عذاب کے لئے کیوں جلدی کر رہے ہو۔ دوسری جگہ قوم صالح کے سرداروں کا یہ قول آچکا ہے۔ يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۷:۷۷) اے صالح اگر تم پیغمبر ہو تو اس عذاب کو لے آؤ جس کی ہمیں دھمکی دیتے ہو۔
= لَوْلَا۔ اتناعیہ۔ لوحرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے جملہ اسمیہ اور فعلیہ پر داخل ہوتا ہے۔ یہاں تحضیض (فعل پر سختی کے ساتھ ابھارنا) کے لئے آیا ہے۔
لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ۔ تم کیوں نہیں اللہ سے معافی مانگتے۔
= تَسْتَغْفِرُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ استغفار استفعال مصدر تم معافی مانگتے

ہو۔ تم گناہ بخشواتے ہو۔ تم بخشش مانگتے ہو۔

۲۷: ۴۷ = اِطَّیَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَطَیُّرٌ تفعل مصدر۔ اصل میں تَطَیَّرْنَا تھا تا کو طاء میں مدغم کیا اور شروع میں ہمزہ وصل لایا گیا۔

اطّیّر تَطَیُّرٌ کے اصل معنی پرندوں سے بد فالی لینے کے ہیں پھر اس کا استعمال ہر بد فالی کے لئے ہونے لگا۔ اِطَّیَّرْنَا بِكَ ہم تجھ سے بُرا شگون لیتے ہیں۔ ہم تجھ کو منحوس سمجھتے ہیں۔

= طَائِرُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ تمہاری فال بد۔ تمہارا شگون بد، تمہاری بُری قسمت تمہاری نحوست۔ تمہاری نامبارکی۔ اصل میں طائر کے معنی اڑنے والے کے ہیں مگر عرب میں جاہلیت کے زمانے میں پرندوں سے فال لیتے تھے پرندوں کو اڑاتے اگر وہ بائیں طرف کو اڑ جاتے تو بُرا شگون لیتے اور جس کام کے لئے شگون لیا گیا تھا اس کو نہ کرتے تھے۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہونے لگا جس سے بُرا شگون لیا جاوے اور اسے منحوس سمجھا جائے مثلاً سفر جانے کے لئے گھر سے نکلے اور کالی بلی راستہ کاٹ کے نکل جائے وغیرہ۔

یعنی طائر کا لفظ بذات خود نحوست کی علامت بن گیا۔ لہٰذا طائرکُمْ کے معنی تمہاری نحوست ہوئے۔ طائرکم عند اللہ ای مکتوب عندہٗ یعنی تمہاری نحوست یا تمہاری بری قسمت تو لکھی جا چکی ہے۔ اور جگہ ہے طَائِرُكُمْ مَعَكُمْ (۳۶: ۱۹) تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے۔

= تُفْتَنُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم فتنہ میں ڈالے جاتے ہو۔

فَتَنَ کے معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا معلوم ہو جاوے۔ اسی لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے (معنی عذاب دینے) کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔ یا ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (۵۱: ۱۴) اپنی شرارت کا مزہ چکھو۔ یعنی عذاب کا مزہ چکھو۔

کبھی اس کے معنی آزمائش کرنے اور امتحان کے بھی آتے ہیں۔ جیسے وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (۲۰: ۴۰) ہم تیری کئی بار آزمائش کی۔ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ۔ البتہ تم ہی وہ لوگ ہو کہ عذاب میں پڑو گے۔

۲۷: ۴۸ = رَهْطٍ۔ نفر۔ شخص۔ قبیلہ، برادری، بھائی بند۔ دس آدمیوں سے کم جماعت کو رھط کہتے ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا اطلاق چالیس آدمیوں تک کی جماعت پر ہوتا ہے۔

تِسْعَةُ رَهْطٍ ۔ نو آدمی۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ (۱۱:۹۱) اگر تیری برادری کے لوگ نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے۔

۲۷:۴۹ ـــ قَالُوْا۔ یعنی ان نو اشخاص نے کہا۔

== تَقَاسَمُوْا۔ تَقَاسَمَ یَتَقَاسَمُ تَقَاسُمٌ (تفاعل) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم آپس میں قسمیں کھاؤ۔ تم باہم قسم کھاؤ۔

== لَنُبَيِّتَنَّهٗ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے نُبَيِّتَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم کا صیغہ ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (حضرت صالح ؑ کی طرف راجع ہے) بَيَّتَ يُبَيِّتُ تَبْيِيْتٌ تفعیل رات میں کوئی کام کرنا۔ ـــ اَلْعَدُوَّ دشمن پر شبخون مارنا۔ دشمن پر رات میں حملہ کرنا۔ لَنُبَيِّتَنَّهٗ کہ ہم ضرور صالح اور اَهْلَهٗ اس کے اہل خانہ پر شب خون مار کر (ہلاک کر دیں گے)

== لِوَلِيِّهٖ مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت صالح ہیں۔ اس کے وارث کو۔

== مَا شَهِدْنَا ۔ ہم نے نہیں دیکھا۔ ہم موجود نہ تھے۔

== مَهْلِكَ اَهْلِهٖ۔ اهلہ مضاف مضاف الیہ دونوں مل مَهْلِكَ کا مضاف الیہ۔ مَهْلِكَ مضاف۔

مَهْلِكَ مصدر میں ہو سکتا ہے اور ظرف مکان اور ظرف زمان بھی۔ ہلاک ہونا۔ مرنے کا وقت۔ مرنے کی جگہ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ۔ ہم نے دیکھا ہی نہیں ان کے متعلقین کی ہلاکت کو۔ یا ہم ان کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے۔ یا ہم جائے ہلاکت پر موجود نہ تھے ـــ یہاں اهلہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ولی ہے اور اهل ولی سے مراد حضرت صالح اور ان کے متعلقین ہیں۔

۲۷:۵۰ == مَكَرُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے خفیہ سازش کی۔ انہوں نے دھوکہ اور فریب دہی کا منصوبہ بنایا۔ لیکن جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو مکر و فریب یا دھوکہ کی سزا دینا مراد ہوتا ہے۔ یا سزا دینے کی تدبیر یا فریب دہی کی چال کا توڑ کرنا۔

== وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ اور ان کو پتہ بھی نہ چلا، وہ سمجھ ہی نہ سکے۔

۲۷:۵۱ == دَمَّرْنٰهُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع تِسْعَةُ رَهْطٍ ہے۔ ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔ ہم نے ہلاک و برباد کر دیا۔

= خَاوِيَةً۔ افتادہ، گری ہوئی۔ خَوَاءٌ مصدر۔ خَوِیَ یَخْوِیْ (ضَرَبَ) گرجانا (گھر کا) اجڑ جانا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی مفعول۔ بُيُوْتُهُمْ کا حال ہے
= بِمَا ظَلَمُوْا۔ باسببیہ ہے۔ ما مصدریہ ہے بسبب ان کے ظلم کے۔

٢٧:٥٣ = اَنْجَيْنَا۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔
= كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ ماضی استمراری، جمع مذکر غائب وہ (اپنے رب سے) ڈرا کرتے تھے۔ وہ (کفر و معصیت سے) پرہیز رکھتے تھے۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر

٢٧:٥٤ = وَلُوْطًا۔ میں واؤ عطف کا ہے اس کے بعد ارسلنا محذوف ہے ای وارْسَلْنَا لُوْطًا۔ جملہ اَرْسَلْنَا لُوْطًا کا عطف ارسلنا ... صٰلِحًا (آیت ۴۵) پر ہے یا لُوْطًا اُذْكُرْ (فعل محذوف) کا مفعول ہے ای وَاذْكُرْ لوطًا۔
= اِذْ قَالَ میں اذ ظرف زمان ہے۔ جب
= اَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ۔ الف استفہامیہ ہے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْيَانٌ (ضرب) مصدر۔
تَأْتُوْنَ اصل میں تَأْتِيُوْنَ تھا ی کا ضمہ ماقبل کو دیا اجتماع ساکنین سے یا ساقط ہو گئی تَأْتُوْنَ ہو گیا۔ اَتٰى آنا۔ اور اَتٰى ــــ کرنا جیسے وَالّٰتِيْ يَأْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ (۴: ۱۵) اور جو عورتیں بےحیائی کا کام کریں۔ یہاں اَتَأْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ کا معنی کیا تم بےحیائی کا کام کرتے ہو؟۔
= وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ۔ تَأْتُوْنَ سے جملہ حالیہ ہے کیا تم یہ بےحیائی کا کام کرتے ہو دراں حالیکہ تم سمجھ رکھتے ہو۔
تُبْصِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِبْصَارٌ (افعال) مصدر تم دیکھتے ہو۔ تم بصیرت رکھتے ہو۔ دل سے دیکھتے ہو، سمجھ بوجھ رکھتے ہو۔
وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ کے مندرجہ ذیل مطلب ہو سکتے ہیں۔
(۱) تم اس کو جانتے بوجھتے ہو کہ یہ فحش اور کار بد ہے۔
(۲) تم جانتے ہو کہ مرد کی خواہش نفس کے لئے مرد نہیں عورت پیدا کی گئی ہے۔
(۳) تم علانیہ یہ بےحیائی کا کام کرتے ہو یعنی ایک دوسرے کی آنکھوں کے سامنے یہ بےحیائی کا کام کرتے ہو۔ جیسے کہ اور جگہ آیا ہے وتاتون فی نادیکم المنکر (۲۹:۲۹) اور تم بھری مجلس میں ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہو۔

۲۷: ۵۵ == اَئِنَّكُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر بے شک تم۔

== شَهْوَةً۔ ای للشهوة، شہوت رانی کے لئے۔ یعنی کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو یا مردوں کے پاس شہوت رانی کے لئے جاتے ہو۔

== بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ہ میں حرفِ بَلْ حرفِ اضراب ہے پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر ادر زیادہ کرنے کے لئے۔ یعنی تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے شہوت رانی کرتے ہو بلکہ تم تو ہو ہی پرلے درجے کے جاہل بے وقوف قوم!

تَجْهَلُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر حاضر جَهْلٌ سے باب سمع۔ تم جہالت کرتے ہو تم نادانی کرتے ہو۔

۲۷: ۵۶ == اِلَّا الخ استثنا، مفرّغ (وہ استثنار جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو۔ جیسے ماجاءنی الا زیدٌ زید کے سوا کوئی میرے پاس نہیں آیا۔

اَنْ قَالُوْا اَخْرِجُوْا اٰلَ لُوْطٍ..... الخ اسم کانَ اور جَوَابَ قومہٖ، کانَ کی خبر۔ اور اس کی قوم کا جواب بجز اس کے نہ تھا کہ انہوں نے کہا آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو۔

== اٰلَ لُوْطٍ سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کے تابعین، من اتبع دینہ جنہوں نے ان کے دین کا اتباع کیا تھا۔

== يَتَطَهَّرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب تَطَهُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر۔ پاک صاف بنتے ہیں (باب تفعل کے خواص میں سے تکلف یعنی ماخذ میں تصنع ظاہر کرنا ہے) یعنی یہ بڑے پاک صاف بنے پھرتے ہیں (جو وہ ہیں نہیں) یا یہ انہوں نے طنزًا اور استہزاءً کہا کہ یہ بڑے پرہیزگار پاک صاف تو دیکھو)

۲۷: ۵۷ == قَدَّرْنٰهَا۔ ماضی جمع متکلم ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع امراَتَہٗ ہے) قَدَّرَ یُقَدِّرُ تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ قَدَّرْنَا ہم نے مقدر کر دیا تھا۔ ازل سے حکم دیدیا تھا۔ اس کی تقدیر کر دی تھی۔

== الغٰبِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر (قیاسی) الغٰبِرُ واحد۔ پیچھے رہ جانے والے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۶ : ۱۷۱)

۲۷: ۵۸ == فَسَاءَ۔ سَاءَ یَسُوْءُ (نصر) سَوْءٌ مصدر۔ بُرا ہے (افعال ذم

بن سے ہے، ماضی واحد مذکر غائب۔
= اَلْمُنْذَرِیْنَ ہ اسم مفعول جمع مذکر۔ ڈرائے گئے۔ وہ لوگ جن کو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا۔
اَنْذَرَ یُنْذِرُ اِنْذَارٌ (افعال) ڈرانا۔ نُذُرٌ بصورت اسم مصدر، خوف نَذِیْرٌ صفت مشبہ۔ ڈرانیوالا مُنْذِرٌ اسم فاعل۔ ڈرانے والا۔
۲۷: ۵۹ = اِصْطَفٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب، اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کرلیا
اِصْطَفٰی یَصْطَفِیْ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ صفو مادہ
مُصْطَفٰی اسم مفعول۔ برگزیدہ۔ چنا ہوا۔ پسند کیا ہوا۔ اَلصَّفَاءُ کے معنی کسی چیز کا ہر قسم کی آمیزش سے پاک اور صاف ہونا۔ اور اَلْاِصْطِفَاءُ کے معنی صاف اور خالص چیز کالے لینا کے ہیں جیسے اَلْاِخْتِیَارُ کے معنی بہتر (خیر) چیز لے لینا اور اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی عمدہ چیز منتخب کر لینے کے ہیں۔
= آللّٰهُ۔ اصل میں ءَ اَللّٰهُ تھا۔ ہمزہ استفہام کو الف سے بدل کر مد کو لایا گیا ہے
= خَیْرٌ۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور اسم تفضیل سے یہ بتانا مقصود ہے کہ یہ صفت دونوں میں پائی جاتی ہے لیکن ایک میں زیادہ دوسرے میں کم۔ جیسے زید اعلم من عمرو کا معنی ہے کہ زید عمرو سے زیادہ عالم ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ عمرو بالکل جاہل ہے لیکن یہاں تو بتوں میں واہمہ تک نہیں۔
اس لئے علماء نے تصریح کی ہے کہ یہ یہاں اسم تفضیل کے معنی میں استعمال نہیں بلکہ محض خیر و خوبی کے اظہار کے لئے ہے۔ یا اس لئے کہ کفار اپنے زعم باطل میں کچھ نہ کچھ خیر و بھلائی تو یقین کرتے تھے اسی لئے تو ان کی پوجا کرتے تھے (ضیاء القرآن)
= اَمَّا۔ مرکب ہے۔ اَمْ اور مَا موصولہ ہے۔
تقدیر کلام ہے: اعبادۃ اللہ تعالیٰ خیر ام عبادۃ ما یشرکون ہ
کیا اللہ تعالیٰ کی عبادت بہتر ہے یا ان بتوں کی) جن کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ خَلَقَ (۲۰)

اَلنَّمَلُ ٭ اَلْقَصَصُ ٭ اَلْعَنْكَبُوْتُ

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

۲۷: ۶۰ = اَمَّنْ ۔ مرکب ہے اَمْ اور مَنْ موصولہ سے اور اس میں تقدیر کلام یوں ہے ءَ الْاَصْنَامُ خَیْرٌ اَمِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ کیا بت (جن کی یہ پوجا کرتے ہیں) بہتر ہیں یا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

= مَآءً ای المطر۔ بارش

= فَاَنْبَتْنَا بِهٖ۔ ف تعقیب کی ہے۔ اَنْبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے اگایا۔ ب سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ کا مرجع مَآءً ہے پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے اگائے۔

= حَدَآئِقَ: حَدِیْقَةٌ کی جمع ہے بمعنی باغ جس کی چار دیواری ہو۔

= ذَاتَ بَهْجَةٍ مضاف مضاف الیہ۔ ذَاتَ والی۔ صاحب۔ ذُوْ کا مؤنث ہے۔ ذُوْ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں۔

بهجة رونق۔ تازگی۔ خوشنما۔ خوش منظر۔ ذَاتَ بَهْجَةٍ۔ بارونق خوش نما۔ مضاف مضاف الیہ مل کر حَدَآئِقَ کی صفت ہے۔

فَاَنْبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ پھر ہم نے اس پانی کے ذریعہ خوشنما بارونق باغات اگائے۔ یہاں غیبت سے تکلم کی طرف التفات ہے اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ فعل صرف ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے جیسا کہ آگے فرمایا مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا تمہاری طاقت نہ تھی کہ تم ان کے درخت اگا سکتے۔

= تُنْۢبِتُوْا مضارع منصوب (نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ ساقط ہو گیا) صیغہ جمع مذکر حاضر تم اگاؤ گے۔ تم اگا سکو گے۔ تم اگا سکو۔

= شَجَرَهَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حدائق ہے۔
= ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا خدا بھی ہے (جو اس کی اس کاریگری میں معاون و مددگار ہو؟)
= بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کے ابطال کے لئے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی اس صناعی میں اس کا کوئی مددگار نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ہی راہِ حق سے بھٹکے جا رہے ہیں۔
= یَعْدِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ (۱) العدل مصدر سے ہے تو اس میں مساوات کے معنی پائے جاتے ہیں عَدَلَ یَعْدِلُ فُلَانًا بِفُلَانٍ (باب ضرب) ایک کو دوسرے کے ساتھ برابر گرداننا۔
قرآن مجید میں ہے اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا (۵: ۹۵) یا اس کے برابر روزے رکھنا اس صورت میں معنی ہوں گے ای یساودن بہ غیرہٗ اس کے ساتھ غیر اللہ کو برابری دیتے ہیں۔
(۲) اگر العدول مصدر سے ہے تو بمعنی انحراف کے ہے ای انحراف عن طریق الحق راہِ راست سے بھٹکنا یا انحراف کرنا۔ اور بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُوْنَ کا ترجمہ ہوگا: بلکہ یہ لوگ ہیں ہی حق سے انحراف کرنے والے۔
۲۷: ۶۱ = اَمَّنْ، آیت ۵۹ سے جو توحید کا مضمون شروع ہوا تھا وہ آیت ۶۴ تک چلا گیا ہے اور اس ذات وحدہٗ لاشریک کی قدرت کے مختلف کرشمے بیان کر کر کے منکرین توحید کو چیلنج کیا گیا ہے کہ بھلا بتاؤ قدرت کی ان صناعیوں میں کوئی دوسرا بھی شریک ہو سکتا ہے؟ پھر آیات ۶۵ تا ۶۶ میں ان کی اس شدید گمراہی کی وجوہات بیان کی گئی ہیں
یہاں پھر منکرین توحید سے تنبیہاً سوال ہوتا ہے کیا وہ بُت (جن کی تم پوجا کرتے ہو) بہتر ہیں یا وہ ذاتِ احد (جس کی صفات آگے گنائی گئی ہیں)
= قَرَارًا۔ اسم مصدر (ٹھہراؤ) یا مصدر (ٹھہرنا) یہاں ٹھہرنے کی جگہ مراد ہے بمعنی مستقرًا۔ منصوب بوجہ جعل کے مفعول کے ہے یا بوجہ حال ہونے کے۔
= خِلٰلَهَا مضاف مضاف الیہ اس کے درمیان ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کی طرف راجع ہے۔
= رَوَاسِیَ۔ رَاسِیَةٌ کی جمع ہے یہ مادہ رسو سے مشتق ہے رَسَا الشَّیْءُ

(باب نصر) کے معنی کسی چیز کا کسی جگہ پر ٹھہرنا اور استوار ہونا ہے اور اَرْسٰی (افعال) ٹھہرانا اور استوار کر دینا کے ہیں۔

پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِیَ کہا گیا ہے جیسا کہ اسی معنی کے اعتبار سے پہاڑوں کو اَوْتَادً بھی کہا گیا ہے جیسے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (۷۸: ۵) اور کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں (نہیں) بنا دیا ہے (ای الم نجعل الجبال اوتادًا)

= حَاجِزًا۔ حجاب، پردہ۔ اوٹ۔ روک۔ آڑ۔ حَجْزٌ سے (باب نصر، ضرب) جس کے معنی دو چیزوں کو آڑ کے ذریعہ ملنے سے روک دینے کے ہیں قرآن مجید میں روکنے کے معنی میں ارشاد ہے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ (۶۹: ۴۷) پھر تم میں سے کوئی (بھی) اس سے روکنے والا نہیں۔

حجاز کو حجاز اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ تہام اور بادیہ کے درمیان حائل ہے۔

حَاجِزًا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے نصب کی وجہ یہ ہے کہ جَعَلَ کا مفعول استعمال ہوا ہے یا یہ حال ہے جس کا ذوالحال مقدر ہے۔

وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا اور دو دریاؤں کے درمیان حد فاصل بنادی یا آڑ بنا دی۔

اسی مضمون میں سورۃ الرحمٰن میں ہے مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵: ۱۹، ۲۰) اسی نے دو سمندروں کو چلایا کہ باہم مل جاویں پھر بھی ان کے درمیان ایک پردہ حائل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

۲۷: ۶۲ = يُجِيْبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجَابَةٌ (افعال) مصدر وہ دعا قبول کرتا ہے۔

= اَلْمُضْطَرَّ۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اِضْطِرَارٌ (افتعال) مصدر ضرر مادہ اصل میں یہ مُضْتَرِرٌ تھا۔ تاء افتعال کو طاء سے بدل دیا اور راء کو ادغام کر دیا۔ بے بس۔ بے کس، بےقرار۔ مجبور۔

= دَعَاهُ۔ دَعَا يَدْعُوْا (نصر) دعاءٌ سے ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع المضطر ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے

(جب) وہ (مجبور) اس (اللہ تعالیٰ) کو پکارتا ہے۔
= یَکْشِفُ ، مضارع واحد مذکر غائب کَشَفَ یَکْشِفُ کَشْفٌ (باب ضرب سے) وہ دور کر دیتا ہے۔
کَشَفْتُ الثَّوبَ عن الوجہِ سے ہے جس کے معنی چہرہ وغیرہ سے پردہ اٹھانے کے ہیں مجازاً غم و اندوہ دور کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے پہلے معنی میں ارشاد ہے یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ (۶۸: ۴۲) جس دن پنڈلی سے کپڑا اٹھا دیا جائے گا۔
دوسرے معنی میں آیا ہے فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ (۶: ۴۱) تو جس دکھ کے لئے اسے پکارتے ہو اس کو دور کر دیتا ہے۔
= السُّوْٓءَ - دکھ، تکلیف۔
= تَذَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ تم دھیان کرتے ہو۔ تم غور و خوض کرتے ہو۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ (تم لوگ بہت ہی کم غور کرتے ہو۔
= یَھْدِیْکُمْ - یَھْدِیْ مضارع واحد مذکر غائب ھِدَایَۃٌ (باب ضرب سے) کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو ہدایت کرتا ہے۔ وہ تم کو راہ دکھاتا ہے وہ تم کو راستہ سمجھاتا ہے۔
۲۷: ۶۳ = بُشْرًا بروزن فُعُلٌ بَشِیْرَۃٌ کی جمع ہے خوشخبری دینے والیاں۔
ملاحظہ ہو ۲۵: ۴۸
= بَیْنَ۔ درمیان بیچ۔ بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے۔ جیسے بین البلدین۔ دو شہروں کے درمیان۔ یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو مثلاً بین الرجلین۔ دو شخصوں کے درمیان۔ بَیْنَ الْقَوْمِ قوم کے درمیان۔
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بین کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے۔ جیسے وَمِنْ بَیْنِنَا وَبَیْنِکَ حِجَابٌ (۴۱: ۵) اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔
اور جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ (ہاتھوں) کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ

(۷ : ۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۵ : ۴۸۔
بَيْنَ يَدَيْ بمعنی پہلے۔ قبل بھی آتا ہے مثلاً وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ (۳۴: ۳۱) اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نہ تو اس قرآن کو مانیں گے اور نہ ان کتابوں کو جو اس سے پہلے کی ہیں۔

بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ اپنی رحمت سے پہلے۔ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے یعنی جو اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لئے بھیجتا ہے۔
= تَعَالٰى۔ وہ برتر ہے وہ بلند ہے تَعَالِيٌ (تفاعل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس میں موافقت مجرد پائی جاتی ہے اور تَعَالٰى بمعنی عَلَا ہے
= عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے ما موصولہ بھی ہو سکتا ہے ای عن الذی یشرکون یعنی اللہ تعالیٰ بلند و برتر ہے ان (معبودان باطل) سے۔ جن کو وہ اس کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اور ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای تعالی اللّٰہ عن اشراکھم اللہ تعالیٰ ان کے اشراک سے بلند و بالا ہے۔

۲۷ : ۶۴ = يَبْدَؤُا۔ بَدَءَ يَبْدَءُ وَيَبْدَؤُ۔ بَدْءٌ (باب فتح) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ابتدائی تخلیق کرتا ہے یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے۔ نیست سے ہست کرتا ہے۔

اسی سے اِبْتِدَاءٌ ہے شروع کرنا۔ اور بَادِيَ الرَّاْيِ (۱۱ : ۲۷) رائے فطری یعنی وہ رائے جو ابتدار سے قائم کرلی جائے۔

اور جگہ ارشاد ہے۔ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ (۷ : ۲۹) اس نے جس طرح ابتدا میں تم کو پیدا کیا تھا اس طرح تم پھر پیدا ہو جاؤ گے۔
= يُعِيْدُهٗ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَةٌ (افعال) مصدر۔ وہ دوبارہ پیدا کردے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب خلق کی طرف راجع ہے۔
= يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ ای المطر اور (من) الارض۔ ای النبات
= قُلْ۔ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
= هَاتُوْا۔ هَاتِ اسم فعل) بمعنی امر ہے لا۔ اس سے تثنیہ صیغہ هَاتِيَا اور جمع کا صیغہ هَاتُوْا آتا ہے پس هَاتُوْا (اسم فعل) امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم لاؤ

ھیت مادہ۔

۲۷: ۶۵ == قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ
ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ لَا يَعْلَمُ مضارع منفی واحد مذکر غائب
مَنْ ۔ لَا يَعْلَمُ کا فاعل فی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فاعل کی صفت الْغَيْبَ لَا يَعْلَمُ
کا مفعول۔ اِلَّا حرف استثناء منقطع ۔ اللّٰهُ مستثنیٰ ۔ آسمانوں اور زمین میں جو
(بھی مخلوق) ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے ۔

== يَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ضمیر جمع کفار ومشرکین کی طرف راجع ہے
یعنی کفار ومشرکین نہیں جانتے ۔ ان کو کوئی علم نہیں ۔ شعورٌ مصدر (باب نصر)

== اَيَّانَ ۔ اَيَّ اَوَانٍ ہے اوان کے الف اول کو حذف کرکے واؤ کو یار کیا گیا۔ پھر
یار کو ایّ کی یار میں مدغم کیا گیا۔ اَيَّانَ ہوگیا۔ کب، کس وقت ۔

== يُبْعَثُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر (باب فتح) وہ (زندہ
کرکے دوبارہ) اٹھائے جائیں گے ۔

۲۷: ۶۶ == بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ۔

== اِدّٰرَكَ ۔ تَدٰرُكٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ اصل میں تَدٰرَكَ
تھا۔ تا کا دال میں ادغام کیا پھر ابتدار بالسکون کی دشواری کی وجہ سے شروع میں ہمزہ
وصل لائے۔ اِدّٰرَكَ ہوگیا۔ تَدٰرُكٌ کے معنی ہیں (لوگوں کا) باہم آملنا۔ (غلطی کی بہتری
سے) اصلاح کرنا۔ گذری ہوئی بات کی) تلافی کرنا۔

امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ:۔

کہ اس کا معنی انتہا کو پہنچنا ۔ فنا ہوجانا ہے ۔ جب پھل پک جاتاہے اور توڑ لینے
کے قابل ہو جاتاہے تو عرب کہتے ہیں اِدّٰرَكَتِ الثَّمْرَةُ پھل نے اپنی پختگی کی
نہایت کو پا لیا ہے ۔ اس کے بعد اسے توڑ لیا جاتا ہے اور پھر وہ اپنی شاخ پر
لٹکتا ہوا نظر نہیں آتا۔

نیز جب کوئی قوم یکے بعد دیگرے لقمۂ اجل بن جائے برباد ہو جائے تو کہا جاتاہے
تَدٰرَكَ بَنُوْ فُلَانٍ اِذَا تَتَابَعُوْا فِي الْهَلَاكِ یعنی جب ایک خاندان
کے لوگ پے در پے ہلاک ہونا شروع ہوجاتے ہیں تو کہتے ہیں تدارک بنوفلان
فلاں خاندان کے لوگ پے در پے ہلاک ہو گئے۔

یہاں اِدّٰرَکَ بمعنی فنا ہوگیا۔ اسی محاورہ سے ماخوذ ہے۔

پس بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ کا مطلب ہے کہ آخرت کے متعلق ان کا علم فنا ہوچکا ہے

یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے آخرت کی حقیقت نہ پائی کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح القرآن از شاہ عبد القادر رح)

اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک ان کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اس کے متعلق تردّد میں پڑگئے اور نہ صرف شک و تردّد بلکہ ان شواہد و دلائل سے آنکھیں بند کرلیں جن میں غور و تامّل سے ان کا شک رفع ہوسکتا تھا۔

= فِیْ شَکٍّ مِّنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الاٰخرۃ ہے

= عَمُوْنَ ہ یہ بحالت رفع عَمٍ کی جمع ہے عَمٍ عَمًی مصدر سے بر وزن فَعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ اصل میں عَمِیٌ تھا۔ چونکہ ناقص یائی میں صفت مشبہ کا یا حذف ہوجاتا ہے اس لئے یاء حذف ہوگئی عَمٍ رہ گیا۔

عَمِیَ یَعْمٰی عَمًی باب سمع بمعنی نابینا ہونا۔ اندھا ہونا اور بطور استعارہ کوردل ہونا۔

فَائِدَہ :- آیت ہذا میں بَلْ بطور حرف اضراب کے استعمال ہوا ہے

قرآن مجید میں یہ دو صورتوں میں آیا ہے :۔

(۱) ماقبل سے اعراض کے لئے برائے تدارک یعنی اصلاح۔

(۲) پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے۔

یہاں اس آیت میں اس کا استعمال (۲) کی صورت میں ہے اس کے متعلق مولنا عبد الماجد۔ اپنی تفسیر ماجدی میں یوں رقمطراز ہیں :۔

منکرین آخرت کے کئی طبقے ہیں قرآن نے ان کے نفسیات کی الگ الگ پوری تشریح کردی ہے۔

ایک طبقہ تو وہ ہے جس کا ظاہری سطحی، مادّی و حسّی علم آخرت کے باب میں جواب دے جاتا ہے اور وہ طبقہ اپنے عدم علم پر قانع اور مطمئن ہوکر بیٹھ جاتا ہے!

یہ لوگ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ کے مصداق ہیں۔
دوسرا طبقہ عدم علم سے آگے قدم بڑھا کر اس عقیدہ پر جرح و قدح شروع کر دیتا ہے اور اس باب میں تشکیک و ارتیاب میں مبتلا رہتا ہے یہ گروہ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا کے تحت میں آیا۔
تیسرا طبقہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنی آنکھیں دلائل و شواہد کی طرف سے بند کر لیتا ہے اور اس کے برسرِ راہ آنے کی طرف سے قطعی مایوسی ہو جاتی ہے ایسوں کے لئے کھلی ہوئی وعید بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ہ کی ہے۔
اس کی اور مثال ۲۱ : ۵ میں ملاحظہ ہو ارشاد ہے بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ۔ نہیں بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن) پریشان خیالات ہیں نہیں بلکہ اس نے اسے گھڑ لیا ہے نہیں بلکہ وہ تو ایک شاعر ہے۔
مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو پریشان خیالات کہتے ہیں پھر مزید اسے افترار بتلاتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ نعوذ باللہ آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔
۲۷ : ۶۷ = ءَاِذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا اسم ظرف زمان کیا جب۔
= كُنَّا ماضی جمع متکلم ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا۔ کیا جب ہم خاک ہو گئے۔ اِذَا مستقبل کے واسطے آتا ہے اور ماضی کو بھی مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے لہٰذا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا کا ترجمہ ہوگا کیا جب ہم مٹی ہو جائیں گے۔
= وَاٰبَآؤُنَا۔ واؤ عطف کا ہے اٰبَآؤُنَا کا عطف اسم کان پر ہے (یعنی ضمیر كُنَّا۔ اي نَحْنُ)
= ءَاِنَّا میں ضمیر جمع متکلم نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا (یعنی منکرین اور ان کے آباء واجداد) کی طرف راجع ہے۔
ءَاِذَا كُنَّا اور ءَاِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ میں ہمزہ استفہام کی تکرار انکار میں تاکید اور مبالغہ کے لئے ہے (ای للمبالغة والتشدید فی الانکار)
= لَمُخْرَجُوْنَ ہ میں لام تاکید کے لئے ہے مُخْرَجُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر نکالے ہوئے نکالے گئے۔ اِخْرَاجٌ مصدر یہاں اخراج سے مراد قبروں سے نکالنا یا حالت فنار سے نکال کر دوبارہ زندہ کر اٹھانا ہے۔ یعنی کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادا مٹی ہو جائیں گے تو پھر ہمیں قبروں سے نکالا جائے گا (یا دوبارہ زندہ کر کے

اٹھایا جائے گا۔

۲۷: ۶۸ = وُعِدْنَا۔ ماضی مجہول جمع متکلم۔ وَعْدٌ مصدر ہم سے وعدہ کیا گیا
= مِنْ قَبْلُ۔ مِنْ قَبْلِ هٰذَا اس سے قبل۔
= اِنْ۔ نافیہ ہے
= اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ پہلے لوگوں کے من گھڑت افسانے اَسَاطِيْرُ اُسْطُوْرَةٌ کی جمع۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے سطورہ کہلاتی ہے۔

۲۷: ۶۹ = سِيْرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم سیر کرو۔ تم چلو، تم پھرو۔ سَيْرٌ مصدر (باب ضرب)

۲۷: ۷۰ = لَا تَحْزَنْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو غم نہ کھا۔ حُزْنٌ مصدر باب سمع ونصر) باب سمع سے بمعنی غمگین ہونا۔ اور باب نصر سے غمگین کرنا۔
= لَا تَكُنْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ ہو۔
= ضَيْقٍ۔ تنگ ہونا۔ ضَاقَ يَضِيْقُ (ضرب) کا مصدر ہے۔ ضَيْقٌ سَعَةٌ کی ضد ہے۔ ضِيْقَةٌ کا لفظ فقر، بخل، غم اور اس قسم کے دوسرے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ وَضَآئِقٌ بِهٖ صَدْرُكَ۔ (۱۱: ۱۲) اور اس (خیال) سے تمہارا دل تنگ ہوتا ہے اور وَيَضِيْقُ صَدْرِىْ (۲۶: ۱۳) اور میرا دل تنگ ہوتا ہے اور وَلَا تَكُ فِىْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ۝ (۱۶: ۱۲۷) اور یہ جو (بداندیش) فریب کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہو۔ (یعنی غم نہ کھا۔ یہی جملہ یہاں استعمال ہوا ہے۔

۲۷: ۷۲ = عَسٰى۔ عنقریب ہے۔ شتاب ہے۔ ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔
اس کے استعمال سے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو لغات القرآن حصہ چہارم از مولانا عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین دہلی۔
= رَدِفَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ پیچھے لگا۔ وہ پیچھے ہوا۔ رَدْفٌ مصدر باب سمع رَادِفٌ پچھلا۔ کسی کے پیچھے سواری پر بیٹھنے والا۔ اور مُرْدِفٌ اپنے پیچھے کسی کو سواری پر بٹھانے والا۔ التَّرَادُفُ یکے بعد دیگرے آنا۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے — اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ (۸: ۹) کہ ہم لگاتار آنیوالے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ تمہاری مدد کریں گے۔

= لَکُمۡ میں لام تاکید کے لئے ہے یا زائدہ ہے جیساکہ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّھۡلُکَۃِ (۲: ۱۹۵) میں بآء تاکید کے لئے بھی ہو سکتی ہے اور زائدہ بھی۔
رَدِفَ عموماً بغیر صلہ کے استعمال ہوتا ہے یعنی یہ عبارت یوں بھی ہوسکتی تھی۔ اَنۡ تَکُوۡنَ رَدِفَکُمۡ: کہ تمہارے پیچھے آہی لگا ہو۔
= بَعۡضُ الَّذِیۡ۔ بعض بمعنی اس کا کچھ حصہ۔ یہ یَکُوۡنُ اور رَدِفَ کا فاعل ہے بَعۡضُ سے مراد بَعۡضُ عَذَاب ۔ عذاب کا کچھ حصہ۔
= تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم جلدی کرتے ہو۔ تم عجلت کرتے ہو۔ تم جلدی مچاتے ہو۔ اِستعجالٌ (استفعال) مصدر۔
عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ۔ ہوسکتا ہے کہ اس عذاب کا کچھ حصہ تمہارے پیچھے آہی لگا ہو جس کی تم جلدی مچا رہے ہو!
۲۷: ۷۴ = تُکِنُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اِکۡنَانٌ (افعال) مصدر۔
اس باب سے بمعنی کسی بات کو چھپانے کے آتا ہے جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوۡ اَکۡنَنۡتُمۡ فِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ (۲: ۲۳۵) یا (نکاح کی خواہش کو) تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو! ثلاثی مجرد سے کَنَّ یَکُنُّ (نصر) کَنٌّ وَ کُنُوۡنٌ (گھر میں) چھپانا۔ کِنٌّ جمع اَکۡنَانٌ وَ اَکِنَّۃٌ پردہ ۔ گھر، چھپنے کی جگہ۔ گھونسلہ، کِنَّۃٌ لپیٹنے کی چیز۔ کمبل۔ تُکِنُّ وہ چھپاتی ہے وہ مخفی رکھتی ہے۔ مَا تُکِنُّ صُدُوۡرُھُمۡ جو ان کے سینوں نے چھپا رکھا ہے۔
= یُعۡلِنُوۡنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِعۡلَانٌ (اِفعالٌ) مصدر (جو) وہ ظاہر کرتے ہیں۔ (جمع کا صیغہ النّاس کی رعایت سے لایا گیا ہے)
۲۷: ۷۵ = غَآئِبَۃٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ۃ مبالغہ کی ہے مؤنث کی نہیں۔ بہت ہی چھپنے والی اور زیادہ سے زیادہ پوشیدہ رہنے والی چیز۔
= کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ۔ موصوف و صفت۔ واضح کتاب۔ اس سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں ہر چیز چھوٹی بڑی۔ اگلی۔ پچھلی لکھی ہوئی موجود ہے۔
۲۷: ۷۶ = اِنَّ ھٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اَکۡثَرَ الَّذِیۡ ھُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۔
بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ یَقُصُّ فعل کا مفعول اوّل اَکۡثَرَ مفعول ثانی ہے اور ضمیر ھُوَ فاعل

راجع بسوئے قرآن ہے۔
تحقیق یہ قرآن بنی اسرائیل پر بہت سی ان باتوں کو ظاہر کرتا ہے جن میں وہ اختلاف رکھتے ہیں۔
۲۷: ۷۷ == لَھُدًی لام تاکید کا ہے ھُدًی ہدایت۔
۲۷: ۷۸ == یَقۡضِیۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) وہ فیصلہ کر دے گا۔ وہ فیصلہ کرے گا یا کرتا ہے۔ یہاں فیصلہ سے مراد قیامت کے دن کا فیصلہ ہے == بَیۡنَھُمۡ۔ ای بین بنی اسرائیل الذین اختلفوا۔ او بین المؤمنین و بین الناس۔ بنی اسرائیل کے درمیان جو باہم اختلاف رکھتے تھے۔ یا مؤمنین اور دوسرے لوگوں کے درمیان۔
۲۷: ۷۹ == فَتَوَکَّلۡ۔ میں فَ ترتیب کا ہے یعنی وہ باحکمت فیصلے کرتا ہے وہ غالب اور زبردست صاحب قدر وقوت ہے بڑا دانا اور خوب جاننے والا ہے۔ پس ان خوبیوں پہ امر مترتب ہوتا ہے کہ اس پر توکل کیا جائے۔
تَوَکَّلۡ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو بھروسہ کر۔ تو اعتماد کر۔ تو توکل کر۔ تَوَکُّلٌ (تفعّل) سے
۲۷: ۸۰ == لَا تُسۡمِعُ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر اِسۡمَاعٌ (افعال) مصدر تو نہیں سناتا ہے۔ تو نہیں سنا سکتا۔
== اَلۡمَوۡتٰی۔ المیّت کی جمع۔ مُردے۔
== الصُّمَّ - صُمٌّ۔ اَصَمُّ کی جمع ہے بہرے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے اور لَا تُسۡمِعُ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اوّل الدُّعَآءَ ہے۔ یعنی تو اپنی پکار بہروں کو نہیں سنا سکتے۔
== وَلَّوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوۡلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ (حیب) وہ منہ موڑ کر چل دیں۔ یا پیٹھ پھیر کر چل دیں۔
== مُدۡبِرِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ پیٹھ موڑنے والے۔ اِدۡبَارٌ (افعال) مصدر بحالت نصب بوجہ وَلَّوۡا کے حال ہونے کے ہے۔
دُبُرٌ بمعنی مقعد۔ پشت۔ قُبُلٌ و قُبُلٌ کی ضد ہے۔ آگے کا حصہ ہر چیز کا یہ دونوں لفظ دُبُرٌ و قُبُلٌ بطور کنایہ جائے مخصوص کے معنٰی میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

التَّدْبِیْرُ (تفعیل) کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوئے اس میں غور و فکر کرنا ہے

۲۷: ۸۱ = وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِی الْعُمْیِ میں با زائدہ ہے جو خبر منفی میں زائد کی جاتی ہے۔ جیسے وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۲: ۷۴) وغیرہ۔

اور تو اندھوں کو راستہ دکھانے والا نہیں ہے۔ ای وما تھدی العمی تو اندھے کو ہدایت نہیں دے سکتا۔

= اِنْ تُسْمِعُ میں ان نافیہ ہے تُسْمِعُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِسْمَاعٌ (باب افعال) سے ہے تو سناتا ہے (پند و موعظت، تبلیغ و نصیحت یا آیات قرآنی کا پڑھ پڑھ کر سنانا)

= فَھُمْ مُّسْلِمُوْنَ پھر وہ (انہیں یعنی آیات کو) مانتے ہیں۔ یعنی سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ آیات پر عمل کرتے ہیں دل و جان سے۔

۲۷: ۸۲ = وَقَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وَقَعَ یَقَعُ وُقُوْعٌ (باب فتح سے) وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ واجب ہونا وَقَعَ الْحَقُّ ثابت ہونا وَقَعَ الشَّیْءُ مِنَ الْیَدِ کسی چیز کا ہاتھ سے گرنا۔ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْھِمْ جب ان پر (ہماری) بات (کا پورا ہونا) واجب آٹھہریگا۔ یعنی ضروری ہو جاوے گا۔

= اَلْقَوْلُ۔ اس کے کئی مصداق ہو سکتے ہیں۔ مثلاً قیام السَّاعَۃِ۔ قیامت کا وقوع پذیر ہونا۔ قیامت کی نشانیوں کا ظہور پذیر ہونا۔ عذاب و سزا کے وعدے جو ان سے کئے گئے تھے، جملہ وعدہ و عید جن کے لئے یہ لوگ جلدی مچا رہے تھے۔ یعنی جب ان سب کے متعلق اللہ کے فرمان کے پورا ہونے کا وقت آ لگے گا۔

= دَابَّۃً۔ مادہ دب ب۔ الدَّبُّ وَالدَّبِیْبُ (ضرب) کے معنی آہستہ چلنے اور رینگنے کے ہیں یہ لفظ حیوانات اور زیادہ تر حشرات الارض کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ یہ لفظ گو عرف عام میں خاص کر گھوڑے پر بولا جاتا ہے مگر لغۃً ہر حیوان یعنی ذی حیات چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ ہے وَاللّٰہُ خَلَقَ کُلَّ دَآبَّۃٍ مِّنْ مَّآءٍ (۲۴: ۴۵) اور خدا نے ہر چلتے پھرتے جانور کو پانی سے پیدا کیا۔

دَابَّۃُ الْاَرْضِ کا پیدا ہونا قیامت کی آخرترین علامت ہے اس عجیب ترین حیوان کا نام حدیث شریف میں جساسہ آیا ہے۔ اس کے قد و قامت، مقام خروج

وغیرہ کے متعلق بڑی تفصیلات روایات میں مذکور ہیں۔ لیکن امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ:
خوب جان لو کہ کتاب اللہ میں ان امور پر کوئی دلالت نہیں۔ جو چیز صحیح حدیث سے ثابت ہو گی وہ مان لی جائے گی ورنہ اس کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا۔
= تُكَلِّمُهُمْ۔ تکلم مضارع واحد مؤنث غائب تکلیمٌ (تفعیل) مصدر۔ ضمیر کا مرجع دابۃ الارض ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان سے کلام کرے گا۔ وہ ان سے بولے گا۔
ضمیر هُمْ کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) ابن عمرؓ کا قول ہے کہ دابۃ الارض کا وقوعہ اس وقت ہوگا جب زمین پر کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا نہ رہے گا۔ ابن مردویہ نے ایک حدیث ابوسعید خدری سے نقل کی ہے کہ یہی بات انہوں نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب انسان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گا تو قیامت قائم ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ایک جانور کے ذریعہ سے آخری مرتبہ حجت قائم فرمائے گا (تفہیم القرآن)
اس صورت میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے۔
(۲) ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دابۃ الارض کے پاس حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہو گی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا۔ وہ عصا سے مومنوں کے چہرے منور کرے گا۔ اور کافروں کی ناک پہ انگوٹھی سے مہر کرے گا (الخازن، ابن کثیر) اس صورت میں هُمْ ضمیر جملہ مؤمنین و کافرین جو اس وقت ہوں گے ان کے لئے ہے۔
= اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ۠ (کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے) اس کی بھی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) یہ کہ اٰیٰتِنَا میں ضمیر جمع متکلم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور جمع کا صیغہ تعظیم و تکریم کے لئے لایا گیا ہے یعنی دابۃ الارض لوگوں سے کہیگا۔ کہ وہ ہماری (اللہ تعالیٰ کی) آیات پر یقین نہیں کرتے تھے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ اس (دابۃ الارض) کے کلام کو اپنے الفاظ میں فرما رہے ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے کلام کی حکایت ہے۔
(۲) دابۃ الارض کے اپنے کلام کی نقل ہے۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔
ا دابۃ الارض صیغہ جمع متکلم اسی طرح استعمال کرے گا۔ جس طرح حکومت کا کارندہ

"ہم" کا لفظ اس معنی میں بولتا ہے کہ وہ اپنی حکومت کی طرف سے بات کررہا ہے نہ کہ اپنی شخصی حیثیت سے اور ایاتنا بمعنی ایاتِ ربّنا ہوگا۔

(ب)، نا ضمیر جمع متکلم دابۃ الارض اپنے لئے استعمال کرے گا۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا کہ وہ ہمارے خروج پر یقین نہیں رکھتے تھے۔ اور اب یہ خروج ان کی آنکھوں کے سامنے وقوع پذیر ہورہا ہے۔ خروج کو آیات میں ہی شمار کیا گیا کیونکہ یہ خارق عظیم واقعہ ہوگا

۲۷: ۸۳ - یَوْمَ۔ فعل مضمر کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ای اُذْکُرْ یَوْمَ یاد کرو وہ دن۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= نَحْشُرُ۔ مضارع جمع متکلم حَشْرٌ مصدر (باب نصر) ہم جمع کریں گے۔ ہم اکٹھا کریں گے۔

= مِنْ تبعیضیہ ہے ای یوم نجمع من کل امۃ من امم الانبیاء علیہم السلام اومن اھل کل قَرْنٍ من القرون جماعۃ کثیرۃ مکذبۃ بایٰتنا۔ جس دن ہم انبیاء علیہم السلام کی ہر امت میں سے یا مختلف اقوام سے ہر قوم میں سے ایک ایک کثیر جماعت مکذبین آیاتِ ربانی کو جمع کریں گے۔

= فَوْجًا۔ گروہ۔ جماعت کثیرہ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔

= یُوْزَعُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ وَزْعٌ مصدر (باب فتح) ان کو جمع کیا جائے گا۔

وَزَعْتُہٗ عَنْ کَذَا۔ کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا۔ یُوْزَعُوْنَ کا مفہوم یہ ہے کہ اگلوں کو چلنے میں پچھلوں کے آملنے کے واسطے روکا جائے گا۔ یہ کنایہ کثرت انبوہ سے ہے کہ کثرتِ انبوہ کے وقت ایسا ہی کیا جاتا ہے آیت وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُہٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ٥ (۲۷: ۱۷) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے تو وہ قسم وار کئے گئے۔ یہاں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عساکر باوجود کثیر التعداد ہونے اور متفرق الجنس ہونے کے غیر مترتب ومنتشر نہیں تھے۔

یہاں بھی اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر امّت اور ہر قوم سے کثیر التعداد مکذبین آیاتِ الٰہی کی اکٹھی کی جائے گی اور یہ انبوہ کثیر ایک ترتیب سے کھڑا کیا جائے گا۔

وَزْعٌ قرآن مجید میں اور جگہ بھی استعمال ہوا ہے اور مختلف معانی میں لیکن روکنے کا

مفہوم اس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ (۲۷: ۱۹) اے میرے پروردگار مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر کئے ہیں میں ان کا شکر ادا کروں۔

مگر اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھے شکر گذاری کا اس قدر شیفتہ بنا کہ میں اپنے نفس کو تیری ناشکری سے روک لوں۔

۲۷: ۸۴ == جَآءُوْا - ای جاؤا الی موقف السوال والجواب والمناقشۃ والحساب سوال وجواب حساب وکتاب کی جگہ۔ میدانِ حشر۔

== قَالَ - ای قال اللہ لھم۔

== وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا - میں واوٴ حالیہ ہے۔ لَمْ تُحِیْطُوْا ب۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم احاطہ میں نہیں لائے تھے۔

بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰیٰتی کی طرف راجع ہے۔

== عِلْمًا تمیز ہے لَمْ تُحِیْطُوْا سے۔ سارا جملہ حالیہ ہے جملہ سابقہ سے۔

منکرین آیات کے انکار کی قباحت کی تاکید کے لئے یعنی تم نے میری آیات کو جھٹلا دیا تھا درآں حالیکہ تم انہیں اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے تھے۔ یعنی بغیر کسی غور وفکر اور بغیر کسی تحقیق کے تم نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔

== اَمَّا - یہ دو لفظوں سے مرکب ہے ایک اَمْ منقطعہ سے اور دوسرے ما استفہامیہ سے۔ اَمْ منقطعہ کے وہ معنیٰ جو اس سے کبھی جدا نہیں ہوتے اضراب کے ہیں یعنی یہاں بمعنی بَلْ آیا ہے اور یہاں اضراب کی وہ صورت ہے کہ پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے، یعنی تم نے بلا سوچے سمجھے بلا غور وفکر میری آیات کی تکذیب ہی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ اور کیا کیا تم کام کرتے رہے۔ مثلاً انبیاء اور اہل ایمان کو آزار دیا جو تکذیب سے بھی بڑھ کر ہے اور اسی طرح اور اعمال کفریہ فسقیہ میں مبتلا رہے۔

== مَاذَا - کیا چیز ہے۔ کیا ہے كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (جو) تم کرتے رہے تھے۔
(اَمَّاذَا - اَمْ مَاذَا)

۲۷: ۸۵ == وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ یہاں وقع ماضی بمعنی مستقبل ہے اور سراب ان پر (اللہ کا) وعدہ پورا ہو جائے گا۔ یعنی اللہ کا عذاب ان پر نازل ہوگا (نیز

ملاحظہ ہو ۲۷: ۸۲)۔

== بِمَا۔ ب سببیہ ہے ما مصدریہ۔ بوجہ ان کے ظلم کے، (تکذیب آیاتِ الٰہی)

== لَا یَنْطِقُوْنَ۔ مضارع نفی جمع مذکر غائب وہ نہیں بولیں گے۔ وہ بول بھی نہ سکیں گے۔

۲۷: ۸۶ == اَلَمْ یَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ یَرَوْا مضارع نفی حجد بلم صیغہ جمع مذکر غائب، کیا وہ نہیں دیکھتے۔ یعنی کیا وہ نہیں جانتے۔

== لِیَسْکُنُوْا۔ لام تعلیل کا ہے لیسکنوا مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) سکونٌ مصدر (باب نصر) تاکہ آرام حاصل کریں۔

== مُبْصِرًا واحد مذکر اسم فاعل بحالت نصب، ابصار (افعال) مصدر۔ دیکھنے والا۔ دکھانے والا۔ جو خود واضح اور روشن ہو وہ بھی مُبْصِرٌ ہے اور جو دوسروں کو واضح اور روشن کرے وہ بھی مُبْصِرٌ ہے۔ دن خود بھی روشن ہے اور دوسری چیزوں کو روشن بنانے والا بھی۔

۲۷: ۸۷ == وَیَوْمَ ای واذکر یوم۔ اور یاد کرو وہ دن۔

فَفَزِعَ۔ ماضی بمعنی مستقبل واحد مذکر غائب۔ فَزْعٌ مصدر باب سمع۔ وہ ڈر جائیگا۔ وہ گھبرا جائے گا۔ وہ ڈرا۔ وہ گھبرا گیا۔

== اَتَوْهُ۔ اَتَوْا بمعنی مستقبل ماضی جمع مذکر غائب اِتْیَانٌ مصدر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے وہ سب اس کے پاس آئیں گے۔

== دَاخِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال ہونے کے۔

دَخُوْرٌ مصدر باب فتح، سمع۔ ذلیل وخوار، عاجز و درماندہ۔

۲۷: ۸۸ == تَرَی ماضی بمعنی مستقبل۔ تو دیکھے گا۔

== تَحْسَبُهَا۔ تَحْسَبُ مضارع واحد مذکر حاضر تو گمان کرے گا۔ تو خیال کریگا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب پہاڑوں کی طرف راجع ہے توان پہاڑوں کو خیال کرے گا۔

== جَامِدَةً۔ اسم فاعل واحد مؤنث جُمُوْدٌ سے جس کے معنی جمنے اور ٹھہرنے کے ہیں۔ جمی ہوئی۔ ٹھہری ہوئی۔

== وَهِیَ۔ میں واؤ حالیہ ہے هی ضمیر واحد مؤنث غائب پہاڑوں کی طرف راجع ہے

== تَمُرُّ مضارع واحد مؤنث غائب مَرُوْرٌ مصدر (باب نصر) وہ چلتی ہے وہ چل رہی ہے،

رواں ہے۔

= مَرَّ السَّحَابِ مضاف، مضاف الیہ بادلوں کی چال۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق ہونے کے

= صُنْعَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ اللہ کی کاریگری۔ صُنْعٌ۔ صَنَعَ یَصْنَعُ کا مصدر ہے باب فتح، بمعنی کاریگری۔ نکوئی کرنا۔ اَلصُّنْعُ کے معنی کسی کام (کمال مہارت سے) اچھی طرح کرنے کے ہیں۔ اس لئے ہر صنع کو فعل تو کہہ سکتے ہیں لیکن ہر فعل کو صُنع نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ ہی فعل کی طرح حیوانات اور جمادات کے لئے بولا جاتا ہے۔

صُنع۔ یہاں بطور مصدر مؤکد کے آیا ہے جیسے لک علی الف درھم عرفًا بمعنی اعترف لک بھا اعترافًا ہے اور یہاں صنع اللہ بمعنی صنع اللہ تعالٰی ذٰلک صنعًا ہے۔ اسے نحو کی اصطلاح میں المصدر المؤکد لنفسہٖ کہتے ہیں۔

اس کی اور مثالیں صبغۃ اللّٰہ (۲: ۱۳۸) اور وعد اللّٰہ (۳۰: ۶) ملاحظہ ہوں۔

= اَلَّذِیْ۔ ای اللّٰہُ۔

= اَتْقَنَ ماضی واحد مذکر غائب اِتْقَانٌ (افعال) مصدر۔ تقن مادّہ اس نے درست کیا۔ اس نے مضبوط کیا۔

یاد رہے تسیر الجبال (پہاڑوں کا رواں ہونا) اس کی اتقان صنعت کے منافی نہیں ہے کیونکہ اتقان کی حقیقت یہ ہے کہ ہر شے کو حکمت کے مطابق بنایا جائے۔ (پھر اس حکمت کے مطابق بنی ہوئی اشیاء سے جن افعال کا صدور ملحوظ رکھا گیا ہے ان کے صدور میں سرِ مو فرق نہ آنے پائے) پس جب حکمت تسیر کی متقاضی ہو تو تسیر بھی عین اتقان ہوگا۔

۲۷: ۸۹ = اَلْحَسَنَۃُ۔ نیکی۔ بھلائی۔ خوبی۔ نعمت۔ ہر وہ نعمت جو انسان کو اس کی جان یا بدن یا حالات میں حاصل ہو کر اس کے لئے مسرت کا سبب بنے حسنۃ کہلاتی ہے سیئۃ اس کی ضد ہے۔

بعض کے نزدیک الحسنۃ کی تفسیر کلمۂ توحید ہے اور اسی طرح اگلی آیت میں السیئۃ کی تفسیر شرک ہے۔

= خَیْرٌ یہاں تفضیل کے معنوں میں آیا ہے یعنی بہتر خواہ دوام کی صورت میں ہو یا کہ

اضعاف کی صورت میں۔
= مِنْهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الحسنۃ کی طرف راجع ہے۔
= فَزَعٍ ڈر، خوف، گھبراہٹ۔
۲۷: ۹۰ = اَلسَّيِّئَةِ۔ بُرائی، گناہ، فعل بد۔ الحسنۃ کی ضد ہے ملاحظہ ہو آیت مندرجہ بالا (۲۷: ۸۹) سَيِّئَةٍ اصل میں سَيْوِأَةٌ تھا۔ واؤ کو یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں مدغم کیا گیا ہے۔
= فَكُبَّتْ میں فاء سببیہ ہے كُبَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب (یہاں وجوہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ كَبَّ يَكُبُّ (نصر) كَبٌّ اوندھے منہ گرنا یا گرانا كُبَّتْ وہ اوندھے منہ گرائے جائیں گے۔
= وُجُوْهُهُمْ مضاف مضاف الیہ ان کے چہرے۔ یہاں وُجُوْهُهُمْ سے مراد اَنْفُسُهُمْ ہے۔ جیسا کہ وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (۲: ۱۹۵) سے مراد بِاَنْفُسِكُمْ ہے۔
= هَلْ۔ حرف استفہام ہے اور تصدیق کی طلب کے لئے آتا ہے یہاں اس آیت میں استفہام سے مقصود ہی نفی ہے اس لئے نفی کے معنوں میں آیا ہے اور اس کی خبر پر اِلَّا آیا ہے هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ تم کو بدلہ نہیں دیا جائے گا مگر اس کا جس کا تم نے ارتکاب کیا۔ یعنی تمہیں صرف تمہارے کئے کی سزا مل رہی ہے اور جگہ اسی معنی میں ہے هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵: ۶۰) احسان کا بجز احسان کے نہیں ہے۔
= تُجْزَوْنَ؛ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَاءٌ مصدر باب ضرب تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔ تم جزاء دیئے جاؤ گے۔
۲۷: ۹۱ = اَعْبُدَ۔ مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ میں عبادت کروں۔ جملہ مستانفہ ہے۔ تقدیر کلام ہے قُلْ اِنَّمَا اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ۔
= رَبَّ۔ اَعْبُدَ کا مفعول۔ مضاف۔ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ اشارہ ومشار الیہ مل کر مضاف الیہ.... اس شہر کے رب کی۔
= البلدۃ۔ ای مکۃ المعظمۃ
= الذی۔ ای ربّ۔

= حَرَّمَهَا۔ حَرَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَحْرِیْمٌ (تفعیل) مصدر
هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب اس کا مرجع البلدة ہے۔
اس نے اس کو حرمت دی۔ اس نے اس کا ادب رکھا۔

۲۷:۹۲ = اَتْلُوَا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ واحد متکلم تِلَاوَةٌ مصدر
تلو مادہ۔ میں تلاوت کروں۔ میں پڑھوں۔

= اِهْتَدٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔
اس نے ہدایت اختیار کی۔ وہ راہ پر آیا۔

۲۷:۹۲ = سَیُرِیْکُمْ سَ حرف ہے جو مضارع پر آکر اسے مستقبل قریب میں
کردیتا ہے۔ اَرٰى یُرِیْ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر دکھانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
حاضر۔ وہ عنقریب تم کو دکھائے گا۔

= عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ تخصیص الخطاب اولاً به علیه الصلوٰة والسلام
وتعمیمه ثانیاً للکفرة تغلیبا ای وما ربك بغافل عما تعمل انت
من الحسنات وَ مَا تعملون انتم ایها الکفرة من السیئاتِ
یعنی اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے اعمال حسنہ سے اور کفار کے اعمالِ بد سے بے خبر
نہیں۔ ان کے لئے ثواب و جزاء اور ان کے لئے عذاب ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۲۸) سُوۡرَةُ الۡقَصَصِ (۴۹)

۲۸: ۲ = الۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ : موصوف وصفت واضح کتاب جو حرام اور حلال میں اور حدود و احکام کو واضح طور پر بیان کرتی ہے۔
مراد اس سے القرآن ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

۲۸: ۳ = نَتۡلُوۡا مضارع جمع متکلم تِلَاوَةٌ مصدر۔ ہم تلاوت کرتے ہیں۔ ہم پڑھتے ہیں۔ ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔
= نَبَاِ۔ خبر۔ واقعہ، قصّہ۔

۲۸: ۴ = عَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب عُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ غالب آیا۔ وہ چڑھ گیا۔ اس نے چڑھائی کی۔
اَلۡعُلُوُّ کسی چیز کا بلند ترین حصّہ۔ سُفۡلٌ کی ضد ہے۔ عَلَا فِي الۡاَرۡضِ اس نے ملک مصر میں سر اٹھا رکھا تھا۔ بعض نے عَلَا کے معنی تجبّر و تکبر کے لئے ہیں یعنی جبر و تکبر میں بڑھا ہوا تھا۔ اور ظلم، عدوان میں حد سے بڑھا ہوا تھا۔
= شِيَعًا۔ شيعة کی جمع ہے بحالت نصب۔ فرقے۔ گروہ۔ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِيَعًا اور اس ملک الارض کے باشندوں کو گروہ در گروہ کر رکھا تھا (مختلف مقاصد کے لئے)
= يَسۡتَضۡعِفُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے)
اِسۡتِضۡعَافٌ (استفعال) مصدر۔ ضعف مادّہ۔ اس نے کمزور کر رکھا تھا۔
= طَآئِفَةً۔ گروہ، جماعت۔ یہاں مراد بنی اسرائیل ہیں۔
= يُذَبِّحُ اَبۡنَآءَهُمۡ وَيَسۡتَحۡيٖ نِسَآءَهُمۡ۔ یہ یا تو جملہ سابقہ کا بدل ہے یا يَسۡتَضۡعِفُ کی ضمیر سے حال ہے۔ مضارع حال بمعنی ماضی مستعمل ہے۔

== یُذَبِّحُ اَبْنَآءَھُمْ۔ یُذَبِّحُ مضارع واحد مذکر غائب تَذْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر وہ ذبح کر دیتا تھا۔ ضمیر فاعل فرعون کی طرف راجع ہے۔ یَسْتَحْیٖ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (استفعال) مصدر، وہ زندہ رہنے دیتا تھا۔ ضمیر فاعل کا مرجع فرعون ہے۔
اس باب سے بمعنی شرم کرتا ہے۔ وہ جھجکتا ہے۔ بھی آیا ہے مثلاً اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ۔(۳۳: ۵۳) یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی تھی اور وہ تم سے (چلے جانے کے لئے کہنے سے) شرم کرتے تھے۔
اور فَجَآءَتْهُ اِحْدٰھُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ (۲۸: ۲۵) (کچھ دیر بعد ان دونوں میں سے) ایک خاتون شرم وحیاء سے چلتی ہوئی اس کے پاس آئی۔
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب طائفۃ کی طرف راجع ہے۔ جمع کا صیغہ طائفۃ میں تعدد افراد کی رعایت سے آیا ہے۔
۲۸: ۵ == نُرِیْدُ۔ مضارع جمع متکلم ارادۃ (افعال) مصدر۔ ہم چاہتے ہیں۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی آیا ہے۔ ہم نے ارادہ کیا۔ ہم نے چاہا۔ رود مادّہ
== اَنْ نَّمُنَّ۔ نَمُنَّ مضارع جمع متکلم مَنٌّ مصدر باب نصر۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ کہ ہم احسان کریں۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ (۳: ۱۶۴) بے شک اللہ نے بڑا احسان کیا ہے مؤمنوں پر کہ انہی میں سے ایک پیغمبر ان میں بھیجا۔
اور یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲: ۲۶۴) اے ایمان والو اپنے صدقات کو احسان (جتا کر) اور اذیت (دے کر) ضائع مت کرو!
== اِسْتُضْعِفُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسْتِضْعَافٌ (استفعال) مصدر ضعف مادہ۔ وہ کمزور سمجھے گئے۔ وہ ضعیف خیال کئے گئے۔
== وَ نَجْعَلَھُمْ اَئِمَّةً۔ واؤ عطفیہ ہے نجعلھم کا عطف اَنْ نَّمُنَّ پر ہے ای ونرید اَنْ نجعلھم۔ ائمّۃً۔ پیشوا۔ راہنما۔ مقتدا۔ منصوب بوجہ نجعل کے مفعول ہونے کے ہے وَ نَجْعَلَھُمْ اَئِمَّةً اور (یہ کہ) ہم انہیں پیشوا بنائیں
ائمۃ جمع ہے امام کی اَفْعِلَةٌ کے وزن پر جیسے زَمَانٌ کی جمع اَزْمِنَةٌ ہے۔

اِمَامٌ بروزن فِعَالٌ اسم ہے بمعنی مَنْ يُؤْتَمُّ بِہٖ جس کا قصد کیا جائے (اَمَّ يَؤُمُّ باب نصر) اَمًّا وَاَمَّمَ وَتَاَمَّمَ وَاِئْتَمَّ۔ قصد کرنا۔ (امم مادہ) چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ وہ حق میں پیروی ہو یا ناحق میں۔ اور خواہ وہ انسان ہو کہ اس کے قول و فعل کی اقتدار کریں یا کتاب کہ اس کے اوامر اور نواہی پر عمل کیا جائے یا کوئی اور شئی ہو۔

= الْوَارِثِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب۔ جانشین، مالک، وارث۔

۲۸: ۶ = وَنُمَكِّنَ لَهُمْ واؤ عطف کی ہے۔ نُمَكِّنَ کا عطف اَنْ نَّمُنَّ پر ہے نُمَكِّنَ مضارع منصوب۔ جمع متکلم، تَمْكِيْنٌ مصدر (باب تفعیل) ہم ان کو قدرت دیں۔ ہم ان کو تسلط بخشیں۔

تمکین کا لغوی معنی ہے کسی کو ایسی جگہ دینا کہ وہ اس میں جماؤ کر سکے۔ مجازاً حکومت اور قدرت دینے کا معنی ہو گیا۔

= نُرِيَ مضارع جمع متکلم اِرَاءَةٌ افعال مصدر اَنْ نُّرِيَ۔ کہ ہم دکھا دیں۔

= مِنْهُمْ ای من اولئك المستضعفين ای من بنی اسرائیل۔ یعنی اس بےبس و ناتواں گروہ کے ہاتھوں (یعنی بنی اسرائیل)۔ مِنْهُمْ کا تعلق نُرِيَ سے ہے یعنی ہم فرعون و ہامان اور ان کی فوجوں کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں وہ چیزیں دکھا دیں جس کا وہ اندیشہ کرتے تھے۔ بعض کے نزدیک یہ يَحْذَرُوْنَ سے متعلق ہے لیکن الصلة لا تتقدم على الموصول۔ صلہ موصول سے مقدم نہیں ہوتا۔

= مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ہ میں ما موصولہ ہے یعنی جس کا وہ اندیشہ کرتے تھے۔ يَحْذَرُوْنَ مضارع صیغہ جمع مذکر غائب كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ۔ ماضی استمراری، وہ ڈرتے تھے، وہ اندیشہ کرتے تھے۔ حَذَرٌ مصدر (باب سمع) ضرر سے بچاؤ کرنا۔ ڈرنا

فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا تینوں نُرِيَ کا مفعول اول ہیں اور مَا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ مفعول دوم۔

مطلب یہ ہے کہ فرعون اور اس کے رؤسا بنی اسرائیل میں حضرت موسیٰ کی پیدائش اور ان کے ہاتھوں اپنی تباہی سے خائف تھے اور اس سے بچنے کے لئے انہوں نے بنی اسرائیل کے نوزائیدہ بچے قتل کرنا شروع کر دیئے تھے لیکن اللہ کو جو منظور تھا وہ ہو کر رہا حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور فرعون کے گھر ہی پرورش پائی اور بعد میں ان ہی

کی بد دعا سے مختلف آفات ارضی و سماوی سے ان کا ناک میں دم رہا اور انجام کار دریائے نیل میں غرقاب ہوئے۔

۲۸: ۷ = وَاَوْحَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِيْحَاءٌ افعالٌ مصدر وحی مادہ۔ ہم نے وحی کی ہم نے دل میں ڈال دیا۔ یہاں وحی بصورت الہام مراد ہے واؤ کا عطف محذوف پر ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ و وضعت موسٰی امہٗ فی زمن الذبح فلم تدر ما تصنع فی امرہ واوحینا۔۔۔۔ لڑکوں کو ذبح کئے جانے کے زمانے میں حضرت موسیٰؑ کی ماں نے انہیں جنم دیا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اب اس کے متعلق کیا کرے۔ پس ہم نے وحی کی۔۔۔۔

= اَنْ اَرْضِعِيْهِ۔ اَنْ بمعنی اَیْ (تفسیریہ) یا مصدریہ ہے۔ اَرْضِعِيْ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اِرْضَاعٌ افعال مصدر۔ جس کے معنی بچے کو دودھ پلانے اور پستان چوسانے کے ہیں تو اس کو دودھ پلا۔ تو اس کو دودھ پلاتی رہ۔

= اَلْقِيْهِ۔ اَلْقِيْ فعل امر واحد مؤنث حاضر اِلْقَاءٌ افعال مصدر۔ ڈالنا۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بطرف موسٰی۔ تو اس کو ڈال دے۔

= اَلْيَمِّ۔ اَلْيَمّ کے معنی دریا کے ہیں یہاں مراد دریائے نیل ہے۔

= رَآدُّوْهُ۔ رَادُّوْ۔ رَدٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے اصل میں رَادُّوْنَ تھا نون جمع اضافت کی وجہ سے گر گیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰؑ (ہم) اس کو لوٹا دیں گے تیری طرف۔ (ہم) اس کو لوٹا دینے والے ہیں!

= جَاعِلُوْهُ۔ جَاعِلُوْا اصل میں جَاعِلُوْنَ (اسم فاعل جمع مذکر جَعَلَ سے) تھا نون جمع بوجہ اضافت گر گیا۔ ہم اس کو بنانے والے ہیں۔ یعنی ہم اس کو بنائیں گے۔

۲۸: ۸ = فَالْتَقَطَهٗ۔ فَ جملہ محذوف پر عطف ہے ای ففعلت ما امرت بہ من ارضاعہ والقائہ فی الیم لما خافت علیہ۔ یعنی دودھ پلانے اور جان کے خوف کی صورت میں دریا میں ڈال دینے کے متعلق جو اسے کہا گیا تھا اس نے ایسا ہی کیا۔ التقط۔ التقاط (افتعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جس کے معنی بلاقصد و طلب کسی چیز کو پانے اور اس کو اٹھا لینے کے ہیں۔ یہاں صیغہ واحد جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی آل فرعون (فرعون کے لوگوں نے) اسے اٹھا لیا۔ ہٗ ضمیر

مفعول واحد مذکر غائب راجع بطرف موسیٰ ؑ۔

= لِيَكُوْنَ ۔ میں لام عاقبت کا ہے۔ یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ ؑ کو دریا سے اس لئے نہیں نکالا تھا کہ وہ بڑا ہو کر ان کا دشمن بنے اور رنج وغم کا باعث بنے لیکن ان کے فعل کا انجام عاقبۃً یہی نکلا۔ لام عاقبت یا لام مآل کسی فعل پر مرتب ہونے والے نتیجہ کو ظاہر کرتا ہے۔ خواہ واقع میں اس نتیجہ کے حصول کے لئے وہ کام نہ کیا گیا ہو۔ اس کی مثال رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ (۱۰:۸۸)

فرعون اور اس کے سرداروں کو سامان زینت اور مال و زر اس واسطے نہیں دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو خدا کے راستے سے گمراہ کریں لیکن اس دادو دہش پر جو نتیجہ مرتب ہوا وہ یہی تھا کہ وہ لوگوں کو راہ راست سے گمراہ کرتے رہے۔

اسی طرح آیت ہذا میں فرعون کے لوگوں نے حضرت موسیٰ ؑ کو دریا سے اس واسطے نہیں نکالا تھا کہ وہ ان کا دشمن بنے اور باعث حزن و الم ہو لیکن اس کا مآل انجام کار یہی ہوا۔

بعض نے اس کو لام علت ہی قرار دیا ہے اور چونکہ واقع میں لام کا مابعد لام کے ماقبل کے لئے علت نہیں ہے اس لئے اس کو لام تعلیل واقعی نہیں بلکہ تعلیل نما کہا جائے گا۔ یعنی فعل کا نتیجہ یہ نکلا خواہ کام اس نتیجہ کے لئے نہیں کیا گیا تھا۔

تو اس جملہ کا ترجمہ یہ ہوگا۔

فرعون کے آدمیوں نے اس کو اٹھا لیا کہ (بمقتضائے مشیت ایزدی) وہ (انجام کار) ان کا دشمن بنے اور ان کے لئے حزن و ملال کا باعث بنے۔

مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو اضواء البیان تفسیر سورۃ قصص۔

= كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ۔ وہ خطا کار تھے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

یعنی بوجہ ظلم وکفر کے وہ خطا کار تھے۔ اور ایسے ظالموں اور کافروں کو سزا یہی چاہیئے تھی (کہ خود ان کے ہاتھوں ان کا دشمن پروان چڑھے) جو مآل کار ان کی ہی کا سبب ہو۔

(۲) دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے اس محل میں بڑے خطاکار اور بڑے لغزش کھانے والے ثابت ہوئے۔
(۳) تیسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کَانُوْا خٰطِئِیْنَ۔ فی کل شیٔ فلیس خطؤھم فی تربیۃ عدوھم ببدع منھم۔ یعنی وہ تو ہر امر میں خطاکار رہے تھے لہٰذا اپنے ہاتھوں اپنے دشمن کو تربیت دینا ان کے لئے کوئی انوکھی بات نہ تھی۔

۲۸: ۹ = قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ۔ ای ھو قرۃ عین کائنۃ لی ولك ھُوَ مبتدا محذوف قرت عین مضاف مضاف الیہ مل کر خبر کائنۃ لی ولك متعلق خبر۔ یہ بچہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے لئے اور تیرے لئے۔
= لَا تَقْتُلُوْہُ۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ یہ خطاب فرعون سے ہے جمع کا صیغہ تعظیم کے لئے لایا گیا ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰؑ
= وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔ وَلَدًا پر فرعون کی بیوی کا خطاب ختم ہوا۔ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ جملہ حالیہ ہے عبارت ماقبل پر۔ ای فالتقطہ اٰل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا وقالت امراتہ کیت وکیت ... وَھُمْ لَا یشعرون بانھم علیٰ خطاء عظیم فیما صنعوا۔ فرعون کے لوگوں نے اس کو دریا سے نکال لیا۔ اپنا دشمن بننے کے لئے اور باعث حزن ہونے کے لئے اور فرعون کی عورت نے کہا قرت عین ۔۔ ۔۔۔ ولدًا۔ اور حال یہ تھا کہ اس دوران انہیں کچھ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ ایک خطاء عظیم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

۲۸: ۱۰ = اَصْبَحَ ...... فٰرِغًا۔ ای صار خالیا من کل شیٔ غیر ذکر موسیٰ علیہ السلام۔ حضرت موسیٰ کی یاد اور اس کے خیال کے سوا ہر چیز سے خالی ہوگیا۔
اَلْفَرَاغُ۔ یہ شغل کی ضد ہے فَرَغَ یَفْرُغُ فُرُوْغًا۔ خالی ہونا۔ فَارِغٌ خالی۔ اَفْرَغْتُ الدَّلْوَ۔ کے معنی ڈول سے پانی بہا کر اسے خالی کر دینا کے ہیں اور استعارۃً اسی سے ہے اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا (۲: ۲۵۰) ہم پر صبر کے دہانے کھول دے۔
= اِنْ کَادَتْ میں اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اور لَتُبْدِیْ بِہٖ میں لام

الفارقہ ہے اور بہٖ میں ہٗ ضمیر مجرور راجع بسوئے موسیٰ ہے ۔
اِنْ کَادَتْ ای اِنَّھَا کَادَتْ - ھا ضمیر قصہ ان کا اسم ہے - قریب تھا کہ وہ موسیٰ (کے راز) کو ظاہر کر دیتی ۔
= لَوْلَا - امتناعیہ ہے - لَوْ حرف شرط - اور لا نافیہ سے مرکب ہے ۔ اگر نہ ہوتا -
= اَنْ مصدریہ ہے لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا - یعنی اگر ہماری طرف سے اس کو تقویت قلب نہ ملتی ۔
= رَبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا - رَبَطْنَا ماضی جمع متکلم رَبْطٌ مصدر (باب نصر، ضرب) حفاظت کے لئے مضبوط باندھنا - رَبْطُ الْفَرَسِ - گھوڑے کو حفاظت کے لئے کسی جگہ پر باندھ دینا - اسی سے ہے رِبَاطُ الجیش - فوج کا کسی جگہ پر متعین کرنا - وہ مقام جہاں حفاظتی دستے متعین رہتے ہوں اسے رباط کہا جاتا ہے ۔
رَبَطَ اللّٰہُ عَلٰی قَلْبِہٖ اللہ تعالیٰ نے اسکے دل کو قوت بخشی اور صبر عطا کیا ۔
لہٰذا جملہ کا ترجمہ ہوگا - اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے اور اسے صبر عطا نہ کرتے ۔
لَوْلَا کا جواب محذوف ہے ای لولا ان ربطنا علیٰ قلبھا لا بدتہ
اگر ہم اس کے دل کو مضبوط نہ کرتے تو وہ اسے (یعنی موسےٰ کے راز کو) ضرور ظاہر کر دیتی
= لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ - یہ علت ہے ربط علی القلب کی - لام تعلیل کا ہے تکون مضارع واحد مؤنث غائب ضمیر کا مرجع اُمّ موسیٰ ہے - تاکہ وہ بنی بے یقین کرنے والوں میں سے ۔

یہاں ایمان سے مراد یقین و تصدیق ہے - یعنی ہم نے اس کے دل کو مضبوط رکھا اور اسے صبر عطا فرمایا تاکہ وہ ہمارے اس وعدہ پر راسخ القلب اور راسخ الیقین رہے کہ ہم حضرت موسیٰؑ کو اس کی طرف لوٹا دیں گے - اور ہم اس کو رسولوں میں سے بنائیں گے!
۲۸ : ۱۱ = قُصِّیْہِ - قُصِّیْ فعل امر واحد مؤنث حاضر - قَصَّ یَقُصُّ (مضاعف باب نصر) قَصٌّ وَقَصَصٌ - ہُ وعلیٰ اثرہٖ کسی کے پیچھے جانا - کسی کے نشانِ قدم پر چلنا - ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے - تو اس کے پیچھے پیچھے جا - اور جگہ اسی معنی میں آیا ہے فَارْتَدَّا عَلٰی اٰثَارِھِمَا قَصَصًا - (۱۸ : ۶۴)
تو وہ اپنے پاؤں کے نشانات پر الٹے لوٹے ۔

اخبار متتبعہ کو القصص (واحد، القصۃ) کہتے ہیں۔
= فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وہ اس کو دیکھتی رہی یعنی اس کے پیچھے پیچھے چلی اور اسے نظروں میں رکھا۔ ف فصیحت کے لئے ہے۔
= عَنْ جُنُبٍ۔ اَلْجُنُبُ اصل میں اس کے معنی پہلو۔ طرف کے ہیں، اور پہلو کے معنی میں اس کی جمع جُنُوْبٌ ہے جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ ہے قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (۳: ۱۹۱) جو کھڑے اور بیٹھے ہوتے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے ......
پھر لبطور استعارہ پہلو کی سمت کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ جیساکہ یمین بستمال اور دیگر اعضائیں عرب لوگ استعارات سے کام لیتے ہیں: شاعر نے کہا ہے کہ۔
مِنْ عَنْ یَّمِیْنِیْ مَرَّةً وَ اَمَامِیْ۔ (کبھی دائیں جانب سے اور کبھی سامنے سے
الجنبُ سے فعل دو معنی میں استعمال ہوتا ہے (۱) کسی کی سمت مخالف کو جانا یا اس سے دور ہونا۔ یا دور کرنا۔ بچنا۔ بچانا۔ جیسے وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی (۹۲: ۱۷) اور پرہیزگار اس سے دور رکھا جائے گا (باب تفعیل) اسی سے باب افتعال سے اجْتِنَابٌ ہے۔ بمعنی بچنا۔ پہلو تہی کرنا۔ جیسے وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (۲۲: ۳۰) اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو! اسی سے اجنبی ہے جس میں دوری کا مفہوم پایا جاتا ہے یا جُنُبٌ بمعنی جنبی جسے جنابت لاحق ہو (جس غسل واجب ہو) کہ جب تک وہ غسل نہ کرے نماز اور مسجد سے دور رہتا ہے۔
آیت ہذا میں بھی جُنُبٌ اسی "دور" کے معنی میں آیا ہے۔ ای عَنْ بُعْدٍ دُور سے اسی معنی میں ہے وَالْجَارِ الْجُنُبِ (۴: ۳۶) اور دور رہنے والے پڑوسی۔ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ، پس وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔
(۲) سمت موافق کو آنا۔ یا اس کے قریب ہونا۔ مائل ہونا۔ مشتاق ہونا۔ جیسے الصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ۔ (۴: ۳۶) قریبی دوست۔ پہلو کا رفیق۔
= وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ اور وہ لوگ (حقیقت کو) نہیں سمجھتے تھے (کہ وہ حضرت موسٰی (علیہ السلام) کی بہن ہے اور ان کی تاڑ میں ان کے پیچھے آئی ہے)
۲۸: ۱۲ = اَلْمَرَاضِعَ۔ اگر یہ مُرْضِعٌ کی جمع ہے تو اس کے معنی ہوں گے دودھ پلانے والی دائیاں۔ اس صورت میں یہ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے اور اگر یہ مَرْضَعٌ کی جمع ہے تو یہ اسم ظرف ہے یا مصدر میمی۔ اور معنی ہوں گے چھاتیاں۔ دودھ پینے کی جگہ۔

یا دودھ پلانا۔ رَضْعٌ و رِضَاعٌ و رِضَاعَۃٌ (ابواب سمع ضرب) بچے کا ماں کا دودھ پینا۔ اور باب افعال سے اِرْضَاعٌ دودھ پلانا۔ اور باب استفعال سے اِسْتِرْضَاعٌ۔ کسی سے دودھ پلوانا۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ۔ حَرَّمَ روک لینا۔ منع کرنا۔ اور ہم نے اس سے قبل ہی اس پر دائیوں کا دودھ روک دیا تھا (یعنی وہ پیتے ہی نہ تھے)

مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل ان نردھا الی اُمِّہٖ۔ اسے اپنی ماں کے پاس واپس کرنے سے پہلے۔

= فَقَالَتْ۔ ای دخلت بین المراضع ورأتہ لا یقبل ثدیا فقالت وہ دوسری دائیوں کے ساتھ وہاں پہنچی اور اس نے دیکھا کہ (بچہ) کسی کے پستان سے دودھ نہیں پی رہا تو اس نے کہا۔

= اَدُلُّكُمْ۔ مضارع واحد متکلم دَلَّ يَدُلُّ دَلَالَةٌ (نصر) سے مصدر۔ رہنمائی کرنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کیا) میں تم کو بتاؤں یا تمہاری رہنمائی کروں۔

= يَكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ۔ یکفلون مضارع جمع مذکر غائب۔ کفالۃ مصدر (باب نصر) وہ کفالت کریں گے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع موسیٰؑ ہے) جو تمہاری خاطر اس (بچہ) کی پرورش کریں گے۔

= نَاصِحُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خیر خواہی کرنے والے۔ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ای لا یقصرون فی خدمتہ وتربیتہ وہ اس کی دیکھ بھال اور تربیت میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

= كَيْ۔ تاکہ۔ مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اسے نصب دیتا ہے۔

= تَقَرَّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ قَرَّ يَقَرُّ (باب سمع) قُرَّةٌ وقُرُوْرٌ مصدر۔ جس کے معنی خوشی سے آنکھیں روشن ہو جانا اور ٹھنڈی رہنا کے ہیں۔ اگر اس کا مصدر قَرَارٌ لیا جائے تو معنی ہوں گے سکون پانا۔ قرار پکڑنا۔ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

= لَا تَحْزَنَ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب منصوب بوجہ عمل كَيْ۔ حُزْنٌ مصدر باب سمع۔ تاکہ وہ غم نہ کھائے۔ غمگین نہ ہووے۔

= لِتَعْلَمَ میں لام تعلیل کا ہے اور اسی کے عمل سے مضارع منصوب ہے۔ تاکہ

وہ جان لے۔
== وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (اَنَّ وَعْدَهٗ حَقٌّ) لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے (یا یقین نہیں رکھتے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے)
اَكْثَرَهُمْ بمعنی اکثر الناس۔

۲۸: ۱۴ == اَشُدَّهٗ۔ مضاف مضاف الیہ، اس کا زور جوانی۔ اس کا پورا زور۔
اَشَدَّ يُشِدُّ (افعال) شد مادہ۔ عقل یا عمر کی پختگی کو پہنچنا۔ اَلْاَشَدُّ وَ الْاَشُدُّ پورا جوبن۔ پورا زور بَلَغَ فُلَانٌ اَشُدَّهٗ وہ سنِ بلوغ کو پہنچا۔ وہ جوانی کی عمر تک پہنچا وہ اپنے شباب کو پہنچا۔ شَدِيْدٌ جمع اَشِدَّاءُ وَ شِدَادٌ وشُدُدٌ۔ بہادر، قوی مضبوط۔
== اِسْتَوٰى۔ نشوونما میں بہمہ وجوہ مکمل ہوگیا۔ اپنی ہر صفت میں تکمیل و اعتدال کی اس حد تک پہنچ جانا۔ تاکہ مکمل اطمینان و قرار و دل جمعی حاصل ہو جائے۔
== حُكْمًا۔ حکمت (یعنی نبوت) وَعِلْمًا (دین و شریعت کا) علم۔

۲۸: ۱۵ == عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا۔ علی بمعنی فِیْ۔ جیسا کہ آیت وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ (۲: ۱۰۲) میں عَلٰى معنی فِیْ آیا ہے۔ حِيْنِ غَفْلَةٍ۔ غفلت کا وقت۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ المدینۃ کی طرف راجع ہے لفظی ترجمہ ہوگا۔ وہ شہر میں اس کے باسیوں کی غفلت کے وقت میں داخل ہوا۔
یعنی جب اہلِ شہر غفلت میں تھے قیلولہ کر رہے تھے یا رات کو سو رہے تھے۔ گویا بازاروں میں چنداں آمد و رفت نہ تھی۔ بعض کے نزدیک یہ ان کی عید کا دن تھا۔ اور وہ لہو و لعب میں مشغول تھے۔

۲۸: ۱۵ == مِنْ شِيْعَتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شِيْعَةٌ فرقہ، گروہ۔ الشِّيَاعُ کے معنی منتشر ہونے اور تقویت دینے کے ہیں۔ شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی اور شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر ہو گئی اور زیادہ ہو گئی۔ الشیعۃ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے ارد گرد پھیلے رہتے ہیں۔
شیعۃ کی جمع شِيَعٌ و اَشْيَاعٌ ہے شیعۃ کا اطلاق واحد تثنیہ جمع مذکر اور مؤنث سب پر ہوتا ہے۔
== اِسْتَغَاثَهٗ: ماضی واحد مذکر غائب استغاثۃ (استفعال) مصدر اس نے

مدد کے لئے پکارا۔ اس نے فریاد کی ۂ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع حضرت موسیٰ ہیں۔ غ و ث، غ ی ث مادہ

اسی باب سے بمعنی اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے بھی آتا ہے لیکن اس صورت میں یہ غ ی ث سے مشتق ہوگا کیونکہ الغیث بمعنی بارش ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ و ینزل الغیث (۳۱: ۳۴) بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی بارش برساتا ہے)

استغاث (باب استفعال) ہر دو مادہ سے آتا ہے اور اس کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً آیت وَ اِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ (۱۸: ۲۹) اور اگر وہ فریاد کریں گے (یا پانی مانگیں گے) تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائیگی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا۔ یُغَاثُوۡا (فعل مجہول) کے بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں پہلی صورت میں یہ اَغَاثَ یُغِیۡثُ (افعال) سے ہوگا اور دوسری صورت میں غَاثَ یَغِیۡثُ (ضرب) سے۔

= فَوَکَزَہٗ ف تعقیب کا ہے یا اس کا عطف محذوف پر ہے۔

ای غَاثَہُ الذی من شیعتہ فوکزہ الذی من عدوہ۔ دکز (باب سمع وضرب) ماضی واحد مذکر غائب اس نے گھونسہ مارا۔ مکا مارا۔ کچوکا لگایا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع وہ قبطی ہے جو حضرت موسیٰ کے دشمنوں میں سے تھا

= قَضٰی عَلَیۡہِ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَضَآءٌ مصدر۔ قضا قولی ہو یا عملی یا لبشری ہو یا الٰہی۔ بہرحال فیصلہ کر دینا یا کر لینا۔ کسی بات کے متعلق آخری حکم یا ارادہ یا عمل کو ختم کر دینا ضرور مفہوم قضاء کے اندر ماخوذ ہے۔

سیاق کی مناسبت سے اور مختلف صلات (صلہ کی جمع) کے ساتھ مختلف معانی مراد ہوتے ہیں۔

عَلٰی کے صلہ کے ساتھ اکثر موت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً وَ نَادَوۡا یٰمٰلِکُ لِیَقۡضِ عَلَیۡنَا رَبُّکَ (۴۳: ۷۷) اور پکاریں گے اے مالک! (داروغہ جہنم کا اصطلاحی نام) تمہارا پروردگار ہمیں موت ہی دیدے۔ اور فَلَمَّا قَضَیۡنَا عَلَیۡہِ الۡمَوۡتَ (۳۴: ۱۴) پھر جب ہم نے ان کے لئے موت کا حکم صادر کیا۔

فَقَضٰى عَلَيْهِ: پس اس نے اس کا کام تمام کر دیا۔ (یعنی اس کے عمل حیات کو ختم کر دیا)۔
فَقَتَلَهٗ اسے مار دیا۔ ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کی طرف راجع ہے۔
= اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ۔ مُضِلٌّ بہکانے والا۔ گمراہ کر دینے والا۔ عَدُوٌّ کی صفت ہے۔ مُبِيْنٌ۔ عَدُوٌّ کی صفت ثانی ہے۔ کھلا۔
۲۸: ۱۶ = ظَلَمْتُ نَفْسِيْ۔ میں نے اپنے نفس پر (یعنی اپنے آپ پر) ظلم کیا ہے یعنی مجھ سے قصور ہو گیا ہے۔
= فَغَفَرَ لَهٗ پس اللہ نے اسے بخش دیا۔ معاف کر دیا۔
۲۸: ۱۷ = رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ۔
= بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ۔ میں باء قسم کی ہے ما مصدریہ ہے۔ اور جواب قسم محذوف ہے
ای اقسم بانعامك عليّ لا متنعن عن مثل هذا الفعل۔
مجھے قسم ہے تیرے انعام کی جو تونے مجھ پر کیا ہے کہ میں ایسا فعل ہرگز نہ کروں گا۔ یا میں ایسے فعل سے باز رہوں گا۔
(یہاں انعام سے مراد مغفرتِ الٰہی ہے کہ خدا نے حضرت موسیٰ کا یہ فعل یعنی قتلِ قبطی بخش دیا۔)
باء سببیہ بھی ہو سکتی ہے اس صورت میں معنی ہوں گے تیرے اس انعام کی وجہ سے جو تونے مجھ پر کیا ہے اب ہرگز مجرموں کا مددگار نہ بنوں گا۔
= فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ۔ اس کا عطف جواب قسم (مذکورہ بالا) پر ہے بس میں ہرگز مجرموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ لَنْ اَكُوْنَ مضارع نفی تاکید بہ لن واحد متکلم۔ میں ہرگز نہ بنوں گا۔
ظَهِيْرًا بروزن فعیل بمعنی فاعل مُظَاهَرَةٌ سے صفت کا صیغہ ہے۔ معین، مددگار یاور۔ پشتیبان۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔
۲۸: ۱۸ = فَاَصْبَحَ۔ دَخَلَ۔ وہ داخل ہوا۔ پھر اس کو صبح ہو گئی۔ اس نے صبح کر دی۔
= خَآئِفًا۔ اَصْبَحَ کے فاعل سے حال ہے۔ خوف کھاتے ہوئے۔ خائف، ڈرتے ہوئے، خوف و اندیشہ کی حالت میں۔
= يَتَرَقَّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَرَقُّبٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی

ہیں انتظار کرتے ہوئے کسی چیز سے بچنا۔ یعنی اس انتظار میں صبح کردی کہ دیکھیں قتل کے نتیجہ میں کیا ہوتا ہے یا خفیہ ٹوہ لگاتے صبح کردی۔

یَتَرَقَّبُ۔ حال اوّل، خائفا کا بدل ہے یا اس کی تاکید ہے۔

خَائِفًا خبر بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اَصْبَحَ فعل ناقص اور ضمیر موسیٰ علیہ السلام اس کا اسم ہوگا اور جملہ یترقب خبر بعد خبر یا خائفا کی ضمیر فاعل سے حال ہوگا۔

مطلب یہ کہ قتل کے بعد حالات کیا صورت اختیار کرتے ہیں اس انتظار میں ہراساں و اندیشہ کناں شہر میں صبح کردی۔

= فَاِذَا۔ میں اِذَا حرف مفاجاتیہ ہے اصل میں فَاِذَا بمعنی ناگہاں یا اچانک جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰: ۲۰) پس اس (موسیٰ) نے اس (عصا) کو ڈالا اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

= اِسْتَنْصَرَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب استنصارٌ استفعال مصدر نصر مادہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسیٰؑ ہے۔ اس نے اس سے مدد طلب کی۔ الذی استنصرہ جس نے (کل) اس سے مدد طلب کی تھی۔

= يَسْتَصْرِخُهٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب استصراخ استفعال مصدر صرخ مادہ، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب راجع بسوئے موسیٰ۔ وہ ان سے چیخ کر فریاد کر رہا ہے صَرَخَ يَصْرُخُ (نصر) صُرَاخ وصَرِيخٌ مصدر، چیخنا۔ فریاد کرنا باب استفعال سے زور زور سے پکار کر مدد طلب کرنا۔ یستصرخہ وہ آج پھر ان سے مدد طلب کر رہا ہے۔ مدد کے لئے پکار رہا ہے۔

= غَوِيٌّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن نَبِيٌّ فعیل۔ غیٌّ مصدر غوی مادہ بے راہ۔ گمراہ۔ بدراہ۔

۲۸: ۱۹ = فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ۔ اس میں پہلا اَنْ زائدہ ہے اور لَمَّا کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ دوسرا اَنْ مصدریہ ہے اور اسی کی وجہ سے مضارع منصوب ہے بَطْشٌ مصدر۔ (باب ضرب) سختی اور قوت کے ساتھ پکڑنا۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ (۸۵: ۱۲) بیشک تمہارے پروردگار کی گرفت بڑی سخت ہے۔

ترجمہ۔ پس جب اس (حضرت موسیٰ) نے پکڑنے کا ارادہ کیا۔

= عَدُوٌّ لَّهُمَا۔ دونوں کا دشمن۔ یعنی قبطی کیونکہ وہ ان دونوں کے مذہب پر نہ تھا۔

اور قبطی اسرائیلیوں کے سب سے بڑھ کر دشمن تھے۔
= قَالَ یٰمُوْسٰی۔ قَالَ میں ضمیر فاعل اس اسرائیلی کی طرف راجع ہے جو کل کی طرح آج بھی حضرت موسیٰؑ کو امداد کے لئے پکار رہا تھا۔ بعض کے نزدیک اس کا مرجع القبطی ہے
= اِنْ تُرِیْدُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= جَبَّارًا۔ زبردست دباؤ والا۔ سرکش۔ انسان کا ناجائز تعلّی کے ذریعہ اپنے نقص کو چھپانے کی کوشش کرنا۔ جبر کہلاتا ہے۔
لیکن جب یہ باری تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کے اشتقاق میں اہل لغت سے دو قول منقول ہیں:۔
(۱) بعض نے کہا ہے کہ یہ جَبَرْتُ الْفَقِیْرَ۔ کے محاورہ سے ماخوذ ہے جس کے معنی فقیر کی حالت کو درست کرنے اور اسے بے نیاز کر دینے کے ہیں۔ یعنی باری تعالیٰ بھی چونکہ اپنے فیضان نعمت سے لوگوں کی حالتیں درست کرتا ہے اور ان کے نقصانات پورے کرتا ہے اس لئے اسے الجبّار کہا جاتا ہے۔
(۲) یہ کہ چونکہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے آگے سب کو مجبور کر دیتا ہے اس لئے وہ جبّار ہے
یہاں اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی الْاَرْضِ کا ترجمہ یوں ہے:۔
کہ تو ملک میں زبردستی اور سینہ زوری کرنے والا بنے۔
۲۸: ۲۰ = اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ۔ اَقْصٰی افعل التفضیل کا صیغہ ہے قُصْوٰی مؤنث قَصَا یَقْصُوْا قَصْوًا وَقَصَاءً (قصی مادہ) دور ہونا۔
= یَسْعٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) دوڑتا ہوا۔ السَّعْیُ تیز چلنے کو کہتے ہیں فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ (۳۷: ۱۰۲) جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا۔ مناسکِ حج میں سَعْیُ صفا اور مروہ کے درمیان چلنے کے لئے مخصوص ہے۔
یَسْعٰی رَجُلٌ کی صفت ہے یا اس کا حال ہے۔
= اَلْمَلَاُ۔ اسم جمع معرّف باللام۔ سرداروں کی جماعت۔
= یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ۔ یَاْتَمِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِیْتِمَارٌ (افتعال) مصدر۔ امرٌ مادہ۔ باہم مشورہ کرنا۔ اگر اِیْتِمَارٌ کے صلے میں بآء مذکور ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے تو کسی کے متعلق باہم مشورہ کرنے اور قصد کرنے کا معنی ہوتا ہے۔

۲۸: ۲۱ == خَائِفًا یَتَرَقَّبُ۔ ڈرتے ہوئے اور (اپنی گرفتاری کا) کھٹکا و اندیشہ لئے ہوئے (ملاحظہ ہو آیت ۱۸، مذکورہ بالا)

۲۸: ۲۲ == تَوَجَّہَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَوَجُّہٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، وہ متوجہ ہوا۔ اس نے رُخ کیا۔ اس نے (ادھر کو) منہ کیا۔

== تِلْقَاءَ۔ طرف۔ لِقَاءٌ سے، جس کے معنی ملاقات کرنے کے ہیں۔ اسم ہے بمعنی ملاقات کرتے اور آمنے سامنے ہونے کی جگہ کو تِلْقَاءَ کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے طرف اور جہت کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ اَصْحٰبِ النَّارِ (۷: ۴۷) اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی!

== عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ۔ عَسٰى افعال مقاربہ میں سے ہے بمعنی قریب ہے ممکن ہے۔ توقع ہے۔ اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔ (ہر دو مؤخر الذکر میں بھی قرب زمانہ کا مفہوم بھی موجود ہے)

یہاں بمعنی توقع ہے۔ امید ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الاتقان فی علوم القرآن جلد اول نوع چہلم)

جملہ کے معنی ہوں گے: امید ہے کہ میرا پروردگار مجھے رسید ھے راستہ کی) راہنمائی کریگا۔

== سَوَاءَ السَّبِيْلِ۔ وسطی راستہ۔ (جو نہ دائیں طرف کو جاتے نہ بائیں طرف کو جائے بلکہ درمیانی راستہ جو سیدھا نصب العین کی طرف لیجائے) سیدھا راستہ

۲۸: ۲۳ == مَاءَ مَدْيَنَ مضاف مضاف الیہ مَدْيَنَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہے مدین کا پانی۔ یہاں ماء سے مراد ربئ کا نوا لیقون منہا مواشیہم) چاہ (کنواں) ہے جہاں سے وہ اپنے مویشیوں کو پانی پلاتے تھے۔

== اُمَّةً۔ جماعت۔ انبوہ۔ آدمیوں کا اجتماع۔

== مِنْ دُوْنِهِمْ۔ ان سے ورے۔ ان سے ایک طرف۔ ان سے الگ۔

مِنْ دُوْنِ۔ علاوہ۔ سوا۔

== تَذُوْدٰنِ۔ مضارع تثنیہ مؤنث غائب۔ وہ دونوں عورتیں روکتی ہیں، ہٹاتی ہیں ذَادَ یَذُوْدُ ذَوْدٌ (باب نصر) مطلب کہ اپنے ریوڑ کو ایک طرف روکے ہوئے ہیں

== خَطْبُكُمَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ خَطْبٌ حال۔ معاملہ۔ حقیقت، بات۔

اَلْخَطْبُ وَ الْمُخَاطَبَۃُ وَ التَّخَاطُبُ۔ باہم گفتگو کرنا۔ ایک دوسرے کی طرف بات لوٹانا۔ اس سے خُطْبَۃٌ اور خِطْبَۃٌ ہے لیکن خُطْبَۃ وعظ و نصیحت کے معنوں میں ہے۔ اور خِطْبَۃٌ کے معنی نکاح کا پیغام جیساکہ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْمَا عَرَّضْتُمْ بِہٖ مِنْ خِطْبَۃِ النِّسَآءِ (۲: ۲۳۵) اگر تم کنایۃً عورتوں کو نکاح کا پیغام بھیجو۔۔۔ تو تم کو کچھ گناہ نہیں۔

اَلْخَطْبُ اہم معاملہ جس کے بارہ میں کثرت سے تخاطب ہو۔ خُطْبَۃٌ تقریر گفتگو مُخَاطَبٌ جس سے گفتگو کی جائے۔ خَطِیْبٌ واعظ۔ تقریر کرنے والا۔

= لَا نَسْقِیْ مضارع نفی جمع متکلم۔ سَقْیٌ مصدر (باب ضرب) ہم نہیں پلاتے ہیں۔

= یُصْدِرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب (باب افعال) اِصْدَارٌ۔ مصدر۔ منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ بعد حتّٰی۔ مَصْدَرٌ کے اصل معنی پانی سے سیر ہو کر واپس لوٹنے کے ہیں باب افعال سے اس کے معنی پانی پلا کر واپس لوٹا لانے کے ہیں۔

حَتّٰی یُصْدِرَ الرِّعَآءُ جب تک یہ چرواہے اپنے جانوروں کو پانی پلا کر واپس لوٹا کر نہیں لے جاتے۔ اس کا مادہ صَدْرٌ ہے الصَّدْرُ سینہ کو کہتے ہیں پھر بطور استعارہ ہر چیز کے اعلیٰ حصہ کو (اگلے حصہ کو) صدر کہنے لگے۔ جیسے صدر المجلس۔ رئیس مجلس

نحو کی اصطلاح میں مصدر وہ اسم ہے جس سے تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔

= الرِّعَآءُ۔ الرَّاعِی کی جمع رَعْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے بمعنی چرواہا۔ گلہ بان

۲۸: ۲۴ = فَسَقٰی لَھُمَا ای فسقٰی غنمھما لاجلھما اس نے ان دونوں کی طرف سے ان کے ریوڑ کو پانی پلایا۔

= تَوَلّٰی۔ وہ پھر آیا۔ وہ واپس مڑا۔ اس نے منہ موڑا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ باب تفعل سے۔ ولی مادہ

= رَبِّ، یا رَبِّیْ۔ اے میرے پروردگار

= فَقِیْرٌ۔ محتاج

رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ای رب انی فقیر لما اَنْزَلْتَ اِلَیَّ من خیر۔

فَقِیْرٌ۔ اِنَّ کی خبر ہے مَا موصوف نکرہ اور اس کے بعد کا جملہ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ

مِنْ خَيْرٍ صفت دونوں مل کر متعلق خبر۔
اس آیت کے کئی معنی ہو سکتے ہیں:۔
۱:۔ لِمَا۔ یعنی لِاَیِّ شَیْءٍ۔ یعنی میں تیری ہر اس نعمت کا جو تو مجھے عطا کرے محتاج ہوں (جمہور)
۲:۔ لِمَا میں لام تعلیل کا بھی ہو سکتا ہے اس اعتبار سے معنی ہوں گے۔
تو نے جو مجھ پر اس قدر انعام کئے ہیں بایں سبب میں تیرے انعامات کا اور محتاج ہو گیا ہوں۔ یعنی ہر انعام جو تو مجھ پر کرتا ہے میری تشنگی کو اور بڑھاتا ہے (شوکانی)
۳:۔ میں واقعی اس خیر و برکت کا محتاج ہوں جو تو نے میری طرف اتاری ہے۔ (ضیاء القرآن)
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کی یہ وجوہات ہو سکتی ہیں:۔
۱:۔ حضرت موسیٰ کا طویل سفر کے بعد بھوکا پیاسا ہونا اور تھکا ماندہ ہونا بالکل قدرتی امر تھا۔ آپ سایہ میں آکر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے رزق کے لئے دعا کی (ماجدی)
۲:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا بھوک اور پیاس کی بے چینی کی وجہ سے نہ تھی بلکہ فرعون سے نجات پر اظہار شکر کے طور پر تھی۔
۲۸: ۲۵ = عَلَى اسْتِحْيَاءٍ۔ استفعال سے مصدر ہے۔ شرمانا۔ حیا کرنا۔ شرم و حیا سے (چلتی ہوئی) یہ تَمْشِي کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔
= لِيَجْزِيَكَ لام تعلیل کا ہے يَجْزِيَ مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ لام تعلیل)۔
جَزٰى يَجْزِيْ (ضرب) جَزَاءٌ مصدر۔ بدلہ دینا۔ جزاء دینا۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تاکہ وہ تجھے بدلہ دے (اس کا مرجع موسیٰ علیہ السلام ہیں)۔
= مَا سَقَيْتَ لَنَا۔ میں ما مصدریہ بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے لئے (ریوڑ کو) پانی پلانے کا
۲۸: ۲۶ = يٰاَبَتِ۔ اے باپ۔ اَبٌ پر ندا کے وقت تَ زیادہ کر دیتے ہیں۔
= اِسْتَاْجِرْهُ۔ اِسْتَاْجِرْ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِيْجَارٌ (استفعال) اَجْرٌ مادہ۔ مزدوری پر نوکر رکھنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب تو اس کو اجرت پر نوکر رکھ لے۔
= اِنَّ .... الْاَمِيْنُ۔ بے شک بہتر آدمی جس کو آپ نوکر رکھیں وہ ہے

جو طاقت ور بھی ہو اور دیانت دار بھی۔

۲۸ : ۲۷ == اُنْكِحَكَ۔ اُنْكِحَ مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

اِنْكَاحٌ (افعال) مصدر۔ نکاح میں دینا۔ بیاہ دینا۔

كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (کہ) میں تیرے نکاح میں دے دوں۔

== اِحْدَىٰ۔ اَحَدٌ کا مؤنث ہے ایک عورت۔

== اِبْنَتَيَّ۔ میری دو بیٹیاں۔ ی متکلم کی ہے۔ اِبْنَتَيَّ اصل میں اِبْنَتَيْنِ تھا۔ اِبْنَةٌ کا تثنیہ۔ یا، متکلم کی طرف اضافت کے سبب نون گر گیا۔ یار کو یا، میں ادغام کیا اِبْنَتَيَّ ہو گیا۔

== هَاتَيْنِ۔ هَا حرف تنبیہ تَيْن اسم اشارہ تثنیہ مؤنث مجرور یہ دونوں عورتیں

== عَلٰى۔ ای علٰی شرط (اس شرط) پر۔

== تَاْجُرَنِيْ۔ تَاْجُرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر حاضر۔ اَجَرَ يَاْجُرُ (نصر) اَجْرٌ مصدر۔ مزدوری دینا۔ یا کسی کی مزدوری کرنا۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم۔ (کہ) تو میری نوکری کرے گا۔

== حِجَجٍ۔ سال۔ برس۔ حِجَّةٌ کی جمع۔

== فَمِنْ عِنْدِكَ۔ پس یہ تمہاری مرضی ہے۔ ای فھو من عِنْدِكَ من طریق التفضل لا من عندی بطریق الالزام۔ یعنی تمہاری طرف سے احسان ہوگا میری طرف سے بطور شرط نہیں ہے۔

== اَشُقَّ۔ شَقَّ يَشُقُّ (نصر) شَقٌّ سے مضارع واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ (کہ) میں تکلیف دوں۔ میں مشقت میں ڈالوں۔

۲۸ : ۲۸ == قَالَ ذٰلِكَ ...... ای قال موسٰی

== اَيَّمَا۔ جونسی۔ مَا زائدہ ہے۔

== الْاَجَلَيْنِ۔ دو مقررہ مدتیں اَجَلٌ (مقررہ مدت) کا تثنیہ۔

== قَضَيْتُ۔ ماضی واحد متکلم قَضَاءٌ مصدر (باب ضرب) میں پوری کر دوں۔ قَضٰى يَقْضِىْ قَضَاءٌ پورا کرنا۔

== لَا عُدْوَانَ عَلَيَّ۔ عُدْوَانَ ظلم و زیادتی۔ عَدَا يَعْدُوْا باب نصر کا مصدر ہے مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔

= سَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب سَارَ یَسِیْرُ سَیْرٌ وہ چلا۔ وہ روانہ ہوا۔
= اٰنَسَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اٰنَسَ یُؤْنِسُ اِیْنَاسٌ (افعال)، انس مادّہ
اٰنَسَ الصَّوْتَ آواز سننا۔ اٰنَسَ الشئ کسی چیز کو (دور سے) دیکھنا۔ اٰنَسَ
الْاَمْرَ۔ کسی بات کو سمجھنا۔ اٰنَسَ نَارًا۔ اس نے آگ کو (دور سے) دیکھا۔
= اُمْکُثُوْا مَکَثَ یَمْکُثُ (نصر)، مَکْثٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔
تم ٹھہرے رہو۔ تم ٹھہرو۔
= لَعَلِّیْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم۔ لَعَلَّ کا اسم۔ شاید میں
توقع ہے کہ میں۔ امید ہے کہ میں۔ لیکن جب اس کا استعمال اللہ کے ساتھ ہو تو معنی
میں قطعیت آجاتی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ کے حق میں توقع اور اندیشہ کے معنی لینا صحیح
نہیں ہیں۔
= جَذْوَۃٍ۔ ای لعلی اٰتِیْکُمْ بِجَذْوَۃٍ۔ شاید کوئی چنگاری تمہارے پاس
لے آؤں۔ جَذْوَۃٌ جلنے اور شعلہ ختم ہونے کے بعد جو ایندھن باقی رہ جاتا ہے لسے
جذوۃ کہا جاتا ہے ما بقی من الحطب بعد الالتهاب یا وہ لکڑی جس پر
شعلہ نہ ہو لیکن آگ ہو۔
= لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ۔ شاید تم تاپ سکو۔ تاکہ تم سینک سکو۔
= تَصْطَلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِصْطِلَاءٌ (افتعال) مصدر آگ تاپنا
باب افتعال کے فا کلمہ میں اگر ص، ض، ط، ظ واقع ہوں تو تاء کو طاء سے بدل دیتے
ہیں۔ جیسے اصطبر صبر کرنا، وَاِضْطَرَبَ (بے چین ہونا۔ اور اِصْطَلٰی (آگ تاپنا۔
صلی مادّہ صَلٰی یصلی ضرب، صلیٌ۔ آگ میں ڈالنا۔ صَلِیَ یَصْلٰی (باب سمع)
صَلِیٌّ و صُلِیٌّ وَصِلِیٌّ آگ میں جلنا۔
۲۹:۳۰ = اَتٰھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔
= نُوْدِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ مصدر۔
اس کو پکارا گیا۔ نَادٰی یُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ۔ نِدَاءٌ۔
= شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ۔ الواد الایمن موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ
شَاطِئٌ۔ کنارہ (جمع شَوَاطِئُ) دائیں جانب کی وادی کے ایک کنارہ سے (اسے پکارا
گیا) یا شاطئ الواد (وادی کا کنارہ) مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف اور الایمن

صفت، وادی کے بائیں کنارہ سے (اسے پکارا گیا)

= اَلْبُقْعَةِ۔ زمین۔ قطعۂ زمین۔ بِقَاعٌ وبُقَعٌ۔ جمع۔ البقعۃ المبٰرکۃ۔ مبارک اس لئے کہ وہ بقعہ آیات اللہ و انوار الٰہی کے اظہار کے لئے مخصوص ہوا۔ موضع حال میں ہے شَاطِئِ سے

= مِنَ الشَّجَرَةِ۔ بدل اشتمال ہے کیونکہ درخت وادی کے اسی کنارہ میں واقع تھا

اب من شاطئ الواد الایمن فی البقعۃ المبٰرکۃ من الشجرۃ کی صورت یوں ہوئی۔ کہ حضرت موسٰی کو ان کی دائیں جانب کی وادی کے ایک کنارہ سے آواز آئی اس وادی کے ایک مبارک قطعہ اراضی سے ایک درخت میں سے جو اس وادی کے قطعہ مبارک میں واقع تھا۔

= اَنْ۔ مفسرہ ہے۔ کہ

وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ اس کا عطف اَنْ یّٰمُوْسٰی پر ہے۔ اور یہ کہ،

۲۸: ۳۱ = اَلْقِ۔ اِلْقَاءٌ (افعال) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو ڈال دے۔ تو (نیچے) پھینک دے۔ اِلْقَاءٌ کے اصل معنی کسی شی کو اس طرح ڈالنے کے ہیں کہ نظر آتی رہے۔ پھر عرف عام میں اس کا استعمال ہر طرح کے ڈالنے کے متعلق ہونے لگا۔ عَصَاكَ تیرا عصا۔ (عصو مادہ) تیری لاٹھی۔ اپنی لاٹھی۔

= فَلَمَّا رَاٰهَا۔ اس سے قبل جملہ محذوف ہے ای فالقٰہا فصارت حیّۃ تَهْتَزُّ۔ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ۔ یعنی اس نے حکم خداوندی کی تعمیل میں عصا نیچے ڈال دیا تو وہ ایک سانپ کی شکل اختیار کر گیا اور سانپ کی طرح لہرانے لگا (جھومنے لگا) رَاٰهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع عصا ہے۔

= تَهْتَزُّ مضارع واحد مؤنث غائب اِهْتِزَازٌ افتعال۔ الھزّ کے معنی کسی چیز کو ہلانے کے ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَهُزِّيْۤ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (۱۹: ۲۵) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔ اھتزاز (افتعال) کے معنی جھومنے، بل کھانے اور شادابی اور تروتازگی کی وجہ سے درخت کے ہلنے اور حرکت کرنے کے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں اھتزت النبات سبزہ لہلہانے لگا۔ تَهْتَزُّ وہ ہلتی ہے وہ بل کھاتی ہے۔ یعنی حضرت موسٰی نے دیکھا کہ ان کا عصا سانپ کی مانند جھوم رہا ہے اور بل کھا رہا ہے۔

= كَاَنَّهَا۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھا ضمیر واحد مؤنث غائب كَاَنَّ کا اسم گویا وہ۔

= جَآنٌّ ۔ ایک قسم کا سانپ ۔ پتلا۔ باریک سانپ،
= وَلّٰی ۔ ماضی، واحد مذکر غائب تولیۃ (تفعیل) مصدر۔ منہ موڑ بیٹھ دے کر بھاگا۔
= مُدْبِرًا ۔ ولّٰی کی ضمیر فاعل کا حال ہے۔ بیٹھ موڑ کر بھاگنے والا۔
اِدْبَارٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ دُبُرٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں جو قبل کی ضد ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ (۸: ۱۵) تم ان سے پیٹھ نہ پھیرنا۔
= لَمْ يُعَقِّبْ ۔ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب تعقیبٌ (تفعیل) مصدر عقبٌ مادہ۔ بمعنی ایڑی ۔ اعقابٌ جمع قرآن مجید میں ہے وَنُرَدُّ عَلٰۤى اَعْقَابِنَا (۶: ۷۱) تو کیا ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔ لَمْ يُعَقِّبْ ۔ وہ پیچھے نہ مڑا ۔ اس نے پلٹ کر نہ دیکھا ۔
= يٰمُوْسٰى ۔ سے قبل نودی یا قیل مقدر ہے۔
= اَقْبِلْ ۔ تو آگے آ۔ اقبال افعال سے جس کے معنی آگے آنے متوجہ ہوتے یا رخ کرنے کے ہیں ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔
= اٰمِنِيْنَ ۔ اٰمَنٌ سے اسم فاعل کا صیغہ۔ جمع مذکر۔ بحالت نصب وجر۔ امن والوں میں سے محفوظ ۔ امن وامان میں۔
۲۸: ۳۲ = اُسْلُكْ فعل امر واحد مذکر حاضر سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر۔ السُّلُوْكُ کے اصل معنی راستہ پر چلنے کے ہیں ۔ یہ فعل متعدی (بمعنی اَسْلَكَ) بھی استعمال ہوتا ہے، پہلے معنی میں فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۔ (۱۶: ۶۹) اور اپنے پروردگار کے راستوں پر بے روک ٹوک چلی جا ۔
دوسرے معنی میں مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ (۷۴: ۴۲) تم کو دوزخ میں کونسی بات لے آئی؟ پھر یہ داخل ہونے یا داخل کرنے کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً سَلَكْتُ المكان ۔ مکان میں داخل ہونا۔ اور فَاسْلُكْ فِيْهَا (۲۳: ۲۷) تو اس میں (یعنی کشتی میں) بٹھالے یا داخل کرلے ۔ اس دوسرے معنی میں ہی اُسْلُكْ يَدَكَ ہے تو اپنے ہاتھ کو داخل کر یا ڈال ۔
= جَيْبِكَ مضاف مضاف الیہ، تیرا گریبان اور جَيْبُ الثَّوْبِ قمیص کی وہ جیب جس میں نقدی وغیرہ رکھتے ہیں ۔ مجازاً سینہ کو بھی جیب کہا جاتا ہے اور اس کی جمع جُيُوْبٌ آتی ہے مثلاً وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ (۲۴: ۳۱) ان کو چاہئے کہ اپنے سینوں پر اوڑھنیاں اوڑھ لیں۔

== تَخْرُجْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مجزوم بوجہ جواب امر۔
(تو) وہ نکلے گا (یعنی تیرا ہاتھ)

== بَيْضَاءَ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث اَبْيَضُ واحد مذکر اور بِيْضٌ جمع (مذکر مؤنث دونوں کی) سفید۔

== مِنْ غَيْرِ سُوْءٍ۔ بغیر کسی مرض کے۔ بغیر کسی گزند کے۔ بلا عیب۔ بلا تکلیف۔

== اُضْمُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر ضَمٌّ مصدر (باب نصر) تو ملا۔ تو ملالے۔ اَلضَّمُّ کے معنی دو یا دو چیزوں سے زیادہ کو باہم ملادینے کے ہیں۔

== اِلَيْكَ۔ تیری طرف۔ اپنی طرف۔

== جَنَاحَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جَنَاحٌ مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے:
(۱) پرندے کا پر مثلاً وَلَا طَائِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ (۶: ۳۸) اور نہ پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے دو پروں سے
(۲) کسی شئی کی جانب یا پہلو۔ انسان کے دونوں پہلوؤں کو جَنَاحَا الْاِنْسَانِ کہتے ہیں اور لشکر کے دونوں جانب کو جناحا العسکر کہا جاتا ہے۔
(۳) بازو۔ اگرچہ بازو جسم کا وہ حصہ ہے جو کہنی اور کندھے کے درمیان ہے لیکن عموماً اس کو کندھے سے لے کر ہاتھ تک کے سارے حصے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ (آیت ہذا) اور اپنے بازو کو اپنی طرف ملالے۔

== مِنَ الرَّهْبِ ای لدفع الرّهب خوف سے بچنے کے لئے۔ خوف کو دور رکھنے کے لئے۔ الرهبُ، رَهِبَ يَرْهَبُ سمع کا مصدر ہے جس کے معنی ڈرنے کے ہیں۔
رَهَبٌ رَهْبٌ وَرَهْبَةٌ وَرُهْبَانٌ مصادر ہیں۔

وَاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ کی تعبیر میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) عصا کو اژدہا کی شکل میں دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوف زدہ ہوگئے تھے اور اپنے ہاتھ کو سفید دیکھ کر بھی۔ ارشاد ہوا کہ تم اپنا بازو اپنے پہلو کے ساتھ بھینچ لو۔ ایک تو تمہارا خوف دل سے دور ہو جائے گا اور دوئم تمہارا ہاتھ اپنی اصلی حالت پر آجائے گا۔ اس کی یہ تفسیر چنداں قابل تسلیم نہیں ہے۔

اوّلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام عصا کو سانپ کی شکل میں پاکر گھبرا گئے تھے تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ ڈرو مت تم ہر خطرہ سے محفوظ ہو تو اس کے بعد نبی کا دوبارہ اسی بات سے

ڈرنا بعید از قیاس ہے۔ باقی رہا ہاتھ کا منور ہونا تو یہ کسی خوف کا باعث نہ تھا کیونکہ ہاتھ کا منور ہونا کسی مرض کی وجہ سے نہ تھا۔ بلکہ وہ تو آفتاب کی مانند روشن اور تاباں ہو جاتا تھا جس سے ہاتھ کا حسن کئی گنا زیادہ ہو جاتا تھا اور یہ امر ڈرنے کا سبب نہیں ہو سکتا۔

(۲) حکم خداوندی ہے کہ جب بھی کبھی تمہیں ایسی صورت پیش آئے کہ کسی وجہ سے دل پر ڈر اور خوف، دہشت وغیرہ کا اثر محسوس کرو تو اپنے ہاتھ کو اپنے پہلوؤں سے ملالیا کرو اس سے نہ صرف ڈر اور خوف دور ہو جائے گا اور دل کو تقویت ہوگی! بلکہ دشمن محسوس ہی نہ کر سکیگا کہ پیغمبر خدا کسی ڈر اور خوف سے متاثر ہے کیونکہ انسان کا سیدھا کھڑا ہونا اور بازوؤں کو پہلوؤں کے ساتھ ملالینا عموماً یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان نہایت دلجمعی کی حالت میں ہے۔

(۳) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب کبھی ظلم کا مقابلہ کرنے کے دوران خوف و دہشت کی حالت ہو تو استقلال اور ثابت قدمی سے کام لیا کرو،

= فَذٰنِكَ۔ یعنی یہ دو۔ ذَانِ۔ ذَا کا تثنیہ ہے اسماء اشارہ میں سے ہے اور كَ ضمیر خطاب ہے۔

= اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَائِہٖ۔ ای فَاذْھَبْ اِلٰی فرعون وملائہٖ پس تم جاؤ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس یہ دونوں روشن دلیلیں لے کر۔

= قَوْمًا فٰسِقِیْنَ۔ موصوف وصفت بحالت نصب بوجہ خبر کانوا۔

فٰسِقِیْنَ فاسق کی جمع ہے۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَسَقَ یَفْسِقُ (ضرب) وفَسَقَ یَفْسُقُ (نصر) سے فِسْقٌ وَفُسُوْقٌ مصدر۔ فاسق بدکردار۔ راستی سے نکل جانیوالا یت۔ اللہ کی نافرمانی کرنے والا۔

فسوقٌ لفظی ترجمہ ہے کھجور کا اپنے چھلکے سے باہر نکل آنا۔ اصطلاح شریعت میں سق کے معنی ہیں حدود شریعت سے نکل جانا۔

۲: ۳۴ = اَفْصَحُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ فصیح۔ نَصُحَ کے معنی ہر قسم ا آمیزش سے پاک ہونا۔ افصح منی لسانًا وہ مجھ سے گفتگو میں زیادہ فصیح ہے۔ سانًا تمیز ہے افصح کی)

= رِدْاً۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اَرْدَاءٌ جمع۔ ر د ءٌ مادہ۔ الرِّدْءُ جو دوسر مددگار بن کر اس کے تابع ہو۔ فَاَرْسِلْہُ مَعِیَ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْٓ اس کو مددگار بنا کر ے ساتھ بھیج کہ میری تصدیق کرے۔ یعنی اظہار حق کے لئے۔ وضاحت کلام کے لئے۔

کفار کے ساتھ مناظرہ ومجادلہ کے لئے روانی بیان اور فصاحت بیان کی ضرورت پڑے گی اور اس میں وہ میری مدد کرے گا (یعنی ہارون علیہ السلام) اور حق کی تصدیق کو واضح کرے گا اور کفار کی تکذیب کو رد کرے گا۔

رِدْءً اس چیز کو کہتے ہیں جس کا سہارا لیا جائے رَدَأَ یَرْدَءُ (فتح) رَدْءُ الرَّجُلَ۔ کسی کی مدد کرنا۔

= یُصَدِّقُنِیْ۔ یُصَدِّقُ مضارع واحد مذکر غائب۔ (باب تفعیل) نونِ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ وہ میری مدد کرے گا۔

بعض نے اَرْسِلْہُ کا معنی کیا ہے۔ کہ اس کو (بھی) رسول بنادیجئے وَحِیَ میرے ساتھ

= یُکَذِّبُوْنِ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تکذیب (تفعیل) مصدر۔ نون وقایہ وضمیر متکلم محذوف ای یُکَذِّبُوْنِیْ۔ وہ مجھے جھوٹا قرار دیں گے۔ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ وہ میری تکذیب کریں گے۔

۲۸: ۳۵ = سَنَشُدُّ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے نَشُدُّ مضارع جمع متکلم شَدٌّ مصدر (باب نصر) ہم مضبوط کر دیں گے۔ شِدَّۃٌ مضبوطی۔ قوت جو کسی چیز میں ہو مثلاً گرہ کی مضبوطی۔ بدن کی قوت۔ گرمی کی شدت۔ عذاب کی سختی وغیرہ

= سُلْطَانًا۔ قوت، غلبہ، شوکت، سند۔ حجت۔ برہان۔ حکومت۔

= لَا یَصِلُوْنَ۔ مضارع منفی۔ جمع مذکر غائب وَصْلٌ (باب ضرب) وہ نہیں پہنچیں گے ای لا یصلون الیکما باستیلاءٍ او محاجۃ۔ یعنی نہ وہ تم پر غلبہ پا سکیں گے اور نہ تمہارے خلاف مباحثے میں فوقیت حاصل کر سکیں گے۔

= بِاٰیٰتِنَا۔ متعلق بمحذوف ای اذھبا باٰیٰتِنَا تم دونوں ہمارے نشانوں کے ساتھ (فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ (تم اور تمہارے پیروکار غالب رہیں گے)

۲۸: ۳۶ = بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ۔ ب حرف جر۔ اٰیٰتِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَیِّنٰتٍ صفت آیات کی۔ جَاءَ بِ لے کر آیا۔ ہماری روشن اور واضح نشانیاں لے کر آیا۔

= مَا ھٰذَآ میں مَا نافیہ ہے۔

= سِحْرٌ۔ موصوف صفت، مُفْتَرًی۔ اسم مفعول افتراءٌ (افتعال) مصدر خود ساختہ۔ گھڑا ہوا (جھوٹ) سحر تختلقہ لم یفعل قبلہ مثلہ۔ جھوٹ جو گھڑا گیا ہو اور قبل ازیں اس جیسا عمل میں نہ لایا گیا ہو

== بِھٰذَا۔ میں باء زائدہ ہے۔ ھٰذَا سے مراد یا جادو ہے (جو نام انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیا) یا اس سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعویٰ نبوت ہے یہ سَمِعْنَا کا مفعول ہے۔

== فِیْ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ۔ فی بمعنی واقعاً فی ایام (ان کے وقتوں میں وقوع پذیر ہونے والا۔ اٰبَآئِنَا۔ مضاف مضاف الیہ الاولین اٰباء کی صفت۔

عبارت کچھ یوں ہوگی۔ ما سمعنا بھذا کائنا او واقعًا فی ایام اٰبائنا الاولین ہم نے اپنے پہلے آباء واجداد کے زمانہ میں ایسی کوئی بات وقوع پذیر ہوتے نہیں سنی۔

۲۸ : ۳۷ == عَاقِبَۃُ۔ انجام کار۔ اختتام۔ اخیر۔ الدَّار آخرۃ الدنیا۔ یہاں عاقبۃ سے مراد عاقبت محمودہ ہے یعنی کسی کی دنیاوی زندگی کا اخیر بہتر ہوتا ہے کہ اسے قیامت میں جنت نصیب ہو۔

== اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ۔ میں انہٗ کی ضمیر ضمیر شان کی ہے۔ اور شان یہ ہے کہ ظالم (کبھی) فلاح نہیں پاتے۔ بے شک بات یہ ہے کہ ظالم بامراد نہیں ہوتے۔

۲۸ : ۳۸ == اَوْقِدْ۔ فعل امر واحد مذکر تو آگ جلا۔ تو آگ سلگا۔ تو آگ روشن کر۔ اِیْقَادٌ افعال۔ مصدر وقودٌ۔ ایندھن کی لکڑیاں۔ یہاں مراد یہ ہے کہ اے ہامان میرے لئے مٹی پر آگ جلاؤ۔ اور اینٹیں پکاؤ۔

صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ۔ صَرْحًا۔ بلند، منقش ومزین مکان (جو ہر عیب سے پاک ہو) اس لئے لَبَنٌ صَرِیْحٌ خالص دودھ کو کہتے ہیں جس میں پانی کی ملاوٹ نہ ہو۔

لَعَلِّیْٓ۔ تاکہ میں۔ شاید کہ میں۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ی ضمیر واحد متکلم اس کا اسم

== اَطَّلِعُ اِلٰی۔ اَصْعَدُ اِلٰی۔ میں چڑھ جاؤں (موسیٰ کے خدا کی طرف)

یعنی اوپر چڑھ کر موسیٰ کے خدا کو دیکھوں۔

اِطَّلَعَ یَطَّلِعُ اِطِّلَاعٌ (افتعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر متکلم۔ میں جھانکوں۔ میں اطلاع پاؤں۔

۲۸ : ۴۰ == فَنَبَذْنٰھُمْ۔ ف تعقیب کی ہے نَبَذْنَا ماضی جمع متکلم النبذ سے (باب ضرب) جس کے معنی ہیں کسی چیز کو درخور اعتنا نہ سمجھ کر پھینک دینے کے ہیں مثلاً نَبَذَہٗ فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ (۲ : ۱۰۰) تو ان میں سے ایک فریق نے اس کو (بے قدر چیز کی طرح) پھینک دیا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع فرعون اور اس کی

فوج ہے پس ہم نے ان کو پھینک دیا۔

= اَلْیَمِّ ۔ دریا ۔ سمندر۔

۲۸ : ۴۱ = اَئِمَّۃً ۔ پیشوا ۔ رہنما ۔ قائدین ۔ اِمَامٌ کی جمع جس کا معنی ہے وہ جس کی اقتدار کی جائے۔ نیز ملاحظہ ہو (۲۸ : ۵)

۲۸ : ۴۲ = اَتْبَعْنٰھُمْ ۔ اَتْبَعْنَا ماضی جمع متکلم ۔ اِتْبَاعٌ افعال سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کے پیچھے لگادیا (لعنت کو)

= اَلْمَقْبُوْحِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر مجرور المقبوح واحد۔ قبح مادہ قَبَاحَۃٌ مصدر لازم باب کرم سے۔ وقَبْحٌ مصدر (متعدی) باب فتح سے قُبْحٌ ایسی حالت اور شکل جس کو دیکھنے سے آنکھوں کو نفرت اور طبیعت کو کراہت ہو۔ قبیح عمل قبیح صورت بمعنی بدعمل ۔ بدصورت۔

۲۸ : ۴۳ = مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَھْلَکْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰی ۔ بعد اس کے کہ ہم نے ہلاک کردیا تھا پہلی قوموں کو (یعنی قوم نوح ۔ قوم ہود، قوم صالح، قوم لوط وغیرہم)

= اَلْکِتٰبَ سے مراد توریت ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل کی گئی تھی۔

= بَصَآئِرَ ۔ بَصِیْرَۃٌ کی جمع ہے۔ بمعنی بینائی۔ لیکن اس کا استعمال صرف دل کی بینائی کے متعلق ہوتا ہے یعنی دل کی وہ روشنی جس سے انسانی طاقت کے مطابق اشیاء کی حقیقت پر آگاہی ہوتی ہے۔

= لِلنَّاسِ ۔ النَّاسِ سے مراد یہاں بنی اسرائیل ہے۔

ف: بَصَآئِرَ ۔ ھُدًی ۔ وَرَحْمَۃً ۔ اَلْکِتٰبُ سے حال ہیں ۔ اور اَلْکِتٰبُ ذوالحال۔

= یَتَذَکَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَکُّرٌ تفعّل مصدر ۔ وہ نصیحت حاصل کریں۔ (تاکہ) وہ نصیحت پکڑیں۔

۲۸ : ۴۴ = وَمَا کُنْتَ ...... یہاں قرآن مجید کے من جانب اللہ وحی ہونے کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے من جانب اللہ رسول ہونے کے دلائل دیئے جارہے ہیں ۔ ارشاد ہوتا ہے یہ جو آپ نے اپنے مخاطبین کو حضرت موسیٰ کے ساتھ بیتے ہوئے واقعات جن کو وقوع پذیر ہوئے مدت مدید وعرصہ بعید گذر چکا ہے بیان کئے ہیں کیا اس امر کی دلیل نہیں ہیں کہ آپ کے پاس ان کے علم کا ذریعہ بجز وحی کے اور کوئی نہیں ہے اور آپ پر وحی کا نازل ہونا اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ آپ

فرستادۂ رب جلیل ہیں۔

یہاں تین باتیں بطور دلیل پیش کی گئی ہیں۔

(۱) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو احکام دیئے گئے آپ نہ وہاں موجود تھے اور نہ ہی شاہدین میں سے تھے۔

(۲) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں تھے اور جو ان کے ساتھ وہاں گذرا آپ وہاں مقیم نہ تھے۔

(۳) جب کوہ طور پر رب تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمائی آپ وہاں نہ تھے لیکن اب جب وحی کے ذریعہ آپ کو بتایا گیا تو آپ نے مِن و عن تفصیلات مبنی بر حق کھول کھول کر اپنے مخاطبین کو سنا دیں۔

وحی کے ثبوت میں قرآن مجید میں اور بھی کئی جگہ ایسے دلائل موجود ہیں مثلاً:۔

(۱) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ...... (۳: ۴۴) یہ واقعات غیب کی خبروں میں سے ہیں ہم آپ پر ان کی وحی کر رہے ہیں۔

(۲) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ...... (۱۱: ۴۹)

(۳) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ...... (۱۲: ۱۰۲)

(۴) ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ...... (۱۱: ۱۰۰)

یہ ان بستیوں کی بعض خبریں تھیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں

= وَمَا كُنْتَ۔ ای وَمَا كُنْتَ حَاضِرًا۔ تو حاضر نہ تھا۔ تو موجود نہ تھا۔ خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مغرب والی سمت۔ غربی جانب، یہ موصوف کی اپنی صفت کی طرف اضافت کی مثال ہے۔ جیسے مسجد الجامع۔ اصل میں الجانب الغربي تھا۔ یا موصوف محذوف ہے۔ اور صفت کو اس کا قائم مقام لایا گیا ہے اصل میں بِجَانِبِ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ تھا۔

یہاں مراد وہ جگہ ہے جہاں حضرت موسیٰ کو تورات کی تختیاں دی گئیں تھیں۔

= قَضَيْنَآ اِلٰى... ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِلٰی کے صلہ کے ساتھ اس کے معنی ہیں کہ ہم نے بھیجا تھا۔ ہم نے پہنچایا تھا۔ ہم نے دیا تھا۔ قَضٰی الْاَمْرَ اِلَيْهِ معاملہ کسی تک پہنچانا۔ آیت ہذا میں الْاَمْرَ سے مراد توریت ہے یا نبوت؛

== الشّٰهِدِيْنَ۔ گواہ۔ شہادت دینے والے۔ دیکھنے والے۔ مشاہدہ کرنے والے۔ بچشم خود دیکھنے والے۔ اشارہ بیان ان ستر لوگوں کی طرف ہے جو حضرت موسٰی کے ہمراہ کوہ طور پر گئے تھے۔ سورۃ الاعراف میں ان کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا (۷ : ۱۵۵) اور موسٰی (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے ستر مرد انتخاب کئے ہمارے وقت (موعود) یا جائے موعود کے لئے۔

۲۸ : ۴۵ == اَنْشَاْنَا۔ ماضی جمع متکلم اَنْشَاَ يُنْشِئُ اِنْشَاءٌ (افعال) سے بمعنی پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ اَنْشَاْنَا ہم نے پیدا کیا۔ ن ش ء مادہ

== قُرُوْنًا۔ جمع نکرہ بحالت نصب قَرْنٌ واحد۔ قومیں۔

اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا ای خلقنا بین زمانک و زمان موسٰی قرونا کثیرۃ ہم نے تمہارے اور حضرت موسٰی علیہ السلام کے زمانہ کے مابین کئی قومیں پیدا کیں!

== فَتَطَاوَلَ۔ میں فَ تعقیب کی ہے تَطَاوَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ طول مادہ۔ (باب تفاعل۔ درازی یا وسعت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے۔ فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ۔ پھر ان پر لمبا عرصہ گذر گیا۔ (العمر زندگی۔ عمر) اسی معنی میں باب نصر سے اور جگہ آیا ہے فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ (۵۷ : ۱۶) پھر ان پر لمبا عرصہ گذر گیا۔

== ثَاوِيًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر مَا كُنْتَ۔ ثَوٰى يَثْوِيْ (ضرب) ثَوَاءٌ۔ ثُوِيٌّ مصدر۔ ثوی المکان وفیہ وبہ۔ کسی جگہ ٹھہرنا۔ آباد ہونا۔ قیام کرنا۔ المثوٰی۔ قیام کرنے کی جگہ یا ٹھہرنے کی جگہ۔ منزل۔ ثَاوِيًا مقیم۔ آباد قیام پذیر۔

== تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا۔ (کہ) ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سناتا ہو۔ یہ جملہ یا ثَاوِيًا کی ضمیر فاعل سے حال ہے یا كُنْتَ کی خبر ثانی ہے۔

== وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ۔ لیکن بھیجنے والے ہم ہی تھے۔

اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ مگر اس وقت کی یہ خبریں) بھیجنے والے ہم ہیں۔ (تفہیم القرآن)

۲:۔ لیکن ہم ہی رسول بنا کر بھیجنے والے تھے۔ (ضیاء القرآن)

۳:۔ لیکن ہم آپ ہی کو رسول بنانے والے تھے۔ (تفسیر الماجدی)

۴:۔ لیکن ہم ہی رسول بھیجتے رہے۔ (تفسیر حقانی)

(۵) لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں۔ (بیان القرآن)
(۶) لیکن ہم ہی ہیں جو رسولوں کو وحی کے ساتھ بھیجتے ہیں۔ (عبداللہ یوسف علی)
(۷) لیکن ہم ہی لوگوں کے پاس رسول بھیجتے رہے (یکتا ل)
(۸) ولکنا ارسلناك و اخبرناک بها وعلمنا کها۔ (الکشاف، مدارک التنزیل)
لیکن ہم نے تجھے پیغمبر بنا کر بھیجا اور ان (اپنا) کی خبر تم کو دی اور ان کا علم تم کو عطا کیا۔
(۹) ایاك و مخبرین لك بها (بیضاوی) اور ہم ہی تجھے رسول بنا کر بھیجنے والے ہیں اور ان (آیات) کی تم کو خبر دینے والوں کو بھیجنے والے ہیں۔

۲۸: ۴۶ = وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ۔ ای رحمك ربك رحمة بارسالك والوحی الیك و اطلاعك علی الاخبار الغائبة۔ تمہیں پیغمبر بنا کر بھیج کر اور تم پر وحی ارسال کر کے اور غیب کی خبروں سے مطلع کر کے اپنی (خصوصی) رحمت سے نوازا ہے۔

رحمةً بوجہ فعل محذوف کے مصدر کے منصوب ہے ای رحمك رحمةً۔

= لِتُنْذِرَ۔ میں لام تعلیل کا ہے تُنْذِرَ واحد مذکر حاضر مضارع۔ تاکہ تو ڈراوے اِنْذَارٌ۔ انعال۔ مصدر۔

۲۸: ۴۷ = لَوْلَا۔ کیوں نہ، امتناعیہ ہے۔ لَوْ حرف شرط اور لا نافیہ سے مرکب ہے، اس کا جواب محذوف ہے، جواب کبھی شرط کے بعد آتا ہے مثلاً لَوْلَا اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا (۲۸: ۸۲) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں گاڑ دیتا۔
اور کبھی جواب شرط سے قبل بھی آتا ہے مثلاً وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ (۱۲: ۲۴) اس عورت نے اس کا قصد کیا اور وہ بھی اس عورت کا قصد کر لیتا اگر اس نے اپنے پروردگار کی دلیل کو نہ دیکھ لیا ہوتا۔
آیت ہذا میں بھی لَوْلَا امتناعیہ ہے اور جواب لَوْلَا محذوف ہے جو اس سے قبل ہے، ای مَا ارسلناك الیهم لَوْلَا .... ہم تجھے ان کی طرف نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ....

= اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔

= بِمَا : میں باب سببیہ ہے اور ما مصدریہ۔
وَلَوْلَآ ... (آیت ۴۷) ... (ترجمہ: ان کی طرف نہ بھیجتے) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر اپنی ہی کرتوتوں کے باعث مصیبت آئے تو یہ لوگ یوں کہہ اٹھیں ....

= فَيَقُوْلُوْا ۔ میں ف عاطفہ ہے۔

= لَوْلَآ ۔ یہاں لَوْلَآ تحضیضیہ ہے۔ یعنی کسی فعل پر سختی سے ابھارنا یا نرمی سے کسی کام کا طلب کرنا۔ موخر الذکر کو عرض بھی کہتے ہیں۔ یہاں آیت ہذا میں عرض مراد ہے۔ یعنی اے ہمارے پروردگار کیوں نہ تونے ہمارے پاس کوئی رسول بھیجا کہ ہم تیرے احکام کی پیروی کرتے اور ایمان والوں میں سے ہوتے۔

تحضیض کی مثال: لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (۲۷: ۴۶) تم لوگ اللہ سے مغفرت طلب کیوں نہیں کرتے شاید کہ تم پر کر دیا جائے۔

۲۸: ۴۸ = اَلْحَقُّ ۔ القراٰنُ ۔ الامر الحق ۔ امرِ حق

= اُوْتِيَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر۔ اسے دیا گیا۔ اسے ملا۔ وہ دیا گیا۔

= سِحْرٰنِ ۔ سِحْرٌ واحد کا تثنیہ۔ دو جادو۔ مراد ہے ذَوَا سِحْرٍ دو جادو (کا علم رکھنے والے) دو جادوگر۔ یا جادو کا وصف رکھنے والوں کو مبالغہ کے طور پر بنفسہ جادو کہہ دیا۔ یعنی دونوں مجسم جادو تھے۔

یعنون ما اوتی نبینا و ما اوتی موسٰی علیہما الصلوٰۃ والسلام سحران ۔ یعنی جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا اور جو حضرت موسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے ملا ہر دو کو وہ جادو سے تشبیہ دیتے ہیں (یعنی قرآن اور تورات کو)

= تَظٰهَرَا ۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ وہ دونوں آپس میں موافق ہوئے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے تَظَاهُرٌ (تفاعل) سے بمعنی باہم معاونت کرنا۔ ہم پشت ہونا۔
ای تعاونا بتصدیق کل واحد منہما الاٰخر وتائیدہ ایاہ ۔ یعنی ایک دوسرے کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

= بِكُلٍّ یعنی ہر دو کتابوں سے۔ قرآن سے اور تورات سے۔

۲۸: ۴۹ = اَتَّبِعْهُ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ صیغہ واحد متکلم۔ میں اس کی پیروی کروں اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔

۲۸: ۵۰ = لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم، صیغہ جمع مذکر غائب اِسْتِجَابَۃٌ استفعال۔ مصدر۔ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا۔ پھر اگر وہ (لوگ) تجھے جواب نہ دیں۔ یا ایسا نہ کر سکیں۔ یا آپ کے چیلنج قبول نہ کریں۔

= اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ بے راہ۔ زیادہ گمراہ۔ ضَلَالٌ مصدر

= مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِنْ اور مَنْ سے۔ اس سے جو۔

۲۸: ۵۱ = لَقَدْ وَصَّلْنَا۔ لام تاکید کے لئے ہے۔ قَدْ تحقیق کے معنوں میں ہے یا ماضی قریب کے لئے وَصَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَوْصِيْلٌ (تفعیل) سے وَصْل کے معنی ملانے کے ہیں۔ لیکن باب تفعیل سے اس کے معنی رسی کے مختلف ٹکڑوں کو آپس میں جوڑنے کے ہیں لہٰذا وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ کے معنی ہوئے کہ ہم پے در پے اپنا کلام ان کی طرف بھیجتے ہے اَلْقَوْلَ سے مراد یہاں قرآن مجید ہے جو حالات کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکمتِ خداوندی کے مطابق وقتاً فوقتاً نازل ہوتا رہا۔

لَهُمْ۔ لَعَلَّهُمْ اور يَتَذَكَّرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔ جو اس وقت موجود تھے۔

= لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔ ایمان لاویں۔

۲۸: ۵۲ = اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے (قرآن سے پہلے) کتاب دے رکھی تھی۔

اس سے کون لوگ مراد ہیں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک اس سے مراد حبشہ کا وہ وفد جسے حبشہ کے نجاشی نے اسلام کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کے لئے مکہ معظمہ بھیجا تھا۔ انہوں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بالمشافہ گفتگو اسلام کے بارہ میں سنی اور کلام الٰہی بھی آپ کی زبان مبارک سے سماعت کیا تو وہ اتنے متاثر ہوئے کہ مسلمان ہوگئے۔

(۲) بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک یہودیوں کا وفد تھا۔

(۳) بعض کے نزدیک یہ اہل انجیل میں سے ایک گروہ تھا۔ اور بعض نے اور نام لئے ہیں لیکن اس بارہ میں امام رازی رحمہ اللہ کا قول بہت ہی جامع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی خصوصی سبب نزول سے کیا ہوتا ہے اعتبار تو عموم عبارت کا کیا جائے گا پس جس کسی میں بھی یہ صفات پائی جائیں گی وہ اس آیت کے حکم میں داخل ہوگا۔

الکتٰب سے مراد توریت۔ زبور انجیل یا دیگر صحائف آسمانی ہیں من قبلہ میں ضمیر واحد مذکر غائب القرآن کی طرف راجع ہے۔
= بِهٖ۔ ای بالقرآن۔ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ۔ وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں
۲۸: ۵۳ = يُتْلٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس میں مفعول مالم یسم فاعلہٗ القرآن ہے وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اور جب یہ (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے۔
= مُسْلِمِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُسْلِمٌ واحد منصوب بوجہ خبر کنّا۔ ماننے والے فرماں بردار ہر وہ شخص جو توحید الٰہی اور سلسلۂ وحی کا قائل ہو اس کو مسلم کہا جاسکتا ہے
۲۸: ۵۴ = يُؤْتَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب ایتاءٌ (افعال) مصدر وہ دیئے جائیں گے۔ ان کو دیا جائے گا۔ اتی مادہ
= مَرَّتَيْنِ۔ دو مرتبہ ای مرۃ علی ایمانہم بکتابھم ومرۃ علی ایمانہم بالقرآن ایک اجر ان کی اپنی کتاب پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر قرآن پر ایمان لانیکا
= بِمَا میں ب سببیہ ہے بِمَا صَبَرُوْا بوجہ اس امر کے کہ انہوں نے صبر کیا۔ بہ سبب ان کے صبر کرنے کے۔ یعنی بسبب اس صبر و ثابت قدمی کے جو انہوں نے توراۃ و قرآن پر ایمان رکھنے میں۔ یا قرآن پر اس کے نزول سے قبل و نزول کے بعد ایمان رکھنے میں یا مشرکین اور ان کے ہم مذہب اہل کتاب کی ایذا دہی پر دکھائی۔
= يَدْرَءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَرْءٌ مصدر (باب فتح) وہ دور کرتے ہیں وہ دفع کرتے ہیں۔ وہ دفعیہ کرتے ہیں۔ الدَّرْءُ کے معنی (نیزہ وغیرہ کے) ایک طرف مائل ہوجانے کے ہیں۔ کہا جاتا ہے قَوَّمْتُ دَرْءَهٗ میں نے اس کی کجی کو درست کردیا اور دَرَأْتُ عَنْهُ میں نے اس سے دفع کیا۔
يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وہ نیکی کے ذریعہ برائیوں کا مقابلہ کرتے ہیں یا بدی کا نیکی کے ساتھ دفعیہ کرتے ہیں یا بدی کا توڑ نیکی سے کرتے ہیں۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اور عورت کو سزا سے یہ بات ٹال سکتی ہے۔
۲۸: ۵۵ = سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ مقصود اس پورے فقرہ سے سلامت روی کا اظہار ہے یہ نہیں کہ اپنے مخالفین کو سلام کرتے رہتے ہیں۔ یہ سلام متارکت و علیحدگی کے لئے ہے سلام متعارف مراد نہیں۔

۲۸: ۵۵ = لَا نَبْتَغِیْ مضارع منفی جمع متکلم ابتغاء افتعال مصدر بغی مادہ ہم نہیں چاہتے (جاہلوں سے الجھنا)

۲۸: ۵۷ = نَتَّبِعْ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ جمع متکلم۔ (اگر) ہم پیروی کریں۔

= نُتَخَطَّفْ۔ مضارع مجہول مجزوم بوجہ جواب شرط تَخَطُّفٌ تَفَعُّلٌ مصدر ہم کو اچک لیا جائے گا۔ یعنی لوٹ لیا جائے گا یا قتل کر دیا جائے گا۔

خَطَفَ یَخْطِفُ (ضرب) وخَطِفَ یَخْطَفُ (سمع) خَطْفَۃٌ مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو جلدی سے اچک لینا۔ جیسے تَخْطَفُہُ الطَّیْرُ (۲۲: ۳۱) پھر اس کو پرندے اچک لے جادیں۔

= اَوَ لَمْ نُمَکِّنْ۔ ہمزہ استفہامیہ واؤ عطف کا ہے لم نمکن مضارع منفی نفی جحد بلم۔ کیا ہم نے جگہ نہیں دی۔ تمکین تفعیل مصدر جس کے لغوی معنی ہیں کسی کو ایسی جگہ دینا کہ وہ اس میں حماؤ کر سکے۔ توسیع استعمال کے بعد مجازًا حکومت، اور قدرت دینے کا معنی ہو گیا۔

= حَرَمًا اٰمِنًا۔ موصوف وصفت خطۂ حرم جو پُرامن ہے۔

خطۂ حرم کی حدود۔ علامہ ابن ملقن کے قول کے مطابق یہ ہیں:۔

مدینہ کی جانب سے تین میل۔ عراق اور طائف کی طرف سے سات میل، جدہ کی طرف سے دس میل۔ جعرانہ کی طرف سے نو میل اور یمن کی طرف سے سات میل۔

حرم کے معنی ادب کا مقام۔ پناہ گاہ۔ مکہ معظمہ کا ایک مخصوص حصہ جس کی حدود میں اللہ تعالیٰ نے اس کے ادب کی وجہ سے بعض چیزوں کو حرام کر دیا ہے!

اَوَ لَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا۔ کیا ہم نے نہیں بسایا ان کو حرم میں جو امن والا ہے۔

= یُجْبٰٓی۔ مضارع مجہول۔ واحد مذکر غائب جِبَایَۃٌ جِبَاوَۃٌ جَبْوَۃٌ۔ مصادر باب ضرب فتح۔ جَبَی الْمَاءَ فِی الْحَوْضِ۔ حوض میں پانی جمع کیا۔ جَابِیَۃٌ حوض۔ اس کی جمع جَوَابٍ ہے جیسا قرآن مجید میں آیا ہے وجِفَانٍ کَالْجَوَابِ (۳۴: ۱۳) اور لگن جیسے بڑے بڑے حوض اور جَبَیْتُ الْخَرَاجَ جِبَایَۃً میں نے مال خراج جمع کیا۔ یُجْبٰٓی اِلَیْہِ اس کی طرف اکٹھے کئے جاتے ہیں۔ اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ کیا ہے اس کی طرف کھینچے چلے آتے ہیں۔ یعنی وہاں آ اکٹھے ہوتے ہیں۔

باب افتعال سے اَلْاِجْتِبَاءُ کے معنی ہیں انتخاب کے طور پر کسی چیز کو جمع کرنا۔ یا صرف انتخاب کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ مثلاً وَکَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ ۔(۱۲: ۶) اور اسی طرح خدا تمہیں برگزیدہ کرے گا۔ اسی سے ہے المجتبٰی انتخاب کیا ہوا۔ چنا ہوا۔ برگزیدہ۔

= رِزْقًا مصدر ثَمَرَاتُ سے حال ہے۔ بطور رزق کے

= مِنْ لَّدُنَّا۔ ہماری طرف سے۔

۲۸: ۵۸ = كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ۔ کتنی ہی بستیاں۔ كَمْ خبریہ ہے اور کثیر کے معنی دیتا ہے اور بیشتر فخر جتانے اور بڑائی ظاہر کرنے کے موقعوں پر آتا ہے جیسے آیت ہذا: (کتنی ہی بستیاں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا جو اپنی خوشحالی پر نازاں تھیں)

كَمْ استفہامیہ بھی آتا ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ (۲: ۲۵۹) تم کتنا عرصہ ٹھہرے رہے ہو

= بَطِرَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب بَطَرٌ (سمع) مصدر۔ وہ اترائی۔ وہ اکڑنے لگی

= مَعِيْشَتَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی معیشت، مَعِيْشَةٌ اسم مصدر، سامانِ زندگی۔ مَعِيْشَةً کا نصب اس کے بَطِرَتْ کے مثل مفعول بہ ہونے کی وجہ سے ہے کیونکہ بطرت فعل متعدی کو بھی متضمن ہے۔

بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا وہ (بستیاں یعنی بستیوں کے باسی) اپنی خوشحالی پر نازاں تھے۔

= لَمْ تُسْكَنْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ واحد مؤنث غائب سُكُوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ جو آباد نہ ہوئیں، جس میں سکونت اختیار نہ کی گئی، جن میں کوئی آباد نہ ہوا۔

= اِلَّا قَلِيْلًا۔ الا زمانا قليلا مگر بہت کم مدت کے لئے یا لم يسكنها من بعد هم الا قليل من الناس۔ ان کے بعد ان میں بہت کم لوگ آباد ہے۔

۲۸: ۵۹ = مُهْلِكَ الْقُرٰى۔ مُهْلِكَ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ خبر کان۔ مضاف۔ القرٰی (جمع قریۃ) مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کان کی خبر۔

= يَبْعَثَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ اَنْ مقدرہ۔ حَتّٰى يَبْعَثَ تاآنکہ وہ بھیجے۔

= اُمِّهَا۔ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القرٰی کی طرف راجع ہے۔ ان بستیوں کی ماں۔ یعنی بڑی بستی۔

= وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى۔ اس جملہ کا عطف جملہ مَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ

الْقُرٰی پر ہے کَانَ سے کُنَّا کی طرف التفات (غائب سے متکلم کی طرف) عظمتِ شان کے لئے ہے مُهْلِكِي اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کُنَّا اصل میں مُهْلِكِيْنَ تھا اضافت کی وجہ سے نَ گر گیا۔

۲۸: ۶۰ = اُوْتِيْتُمْ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم کو دیا گیا۔ تم کو ملا۔ اِيْتَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر۔

= اَبْقٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ زیادہ دیر تک رہنے والا۔ سدا رہنے والا۔

بَقَاءٌ مصدر جس کے معنی باقی رہنے کے ہیں۔

یہ لفظ جب اللہ کی طرف منسوب ہوگا تو اس کے معنی سدا باقی رہنے والے کے ہوں گے ورنہ دیر تک رہنے والے کے۔

= اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے فَ عاطفہ ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے یا عقل سے کام نہیں لیتے۔ فَ کا عطف جملہ محذوف پر ہے ای الا تفکرون" فلا تعقلون۔

= اَفَمَنْ کیا بھلا وہ شخص۔

۲۸: ۶۱ = لَاقِيْهِ۔ لَاقِيْ اسم فاعل واحد مذکر مضاف ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر اس کو پانے والا۔ اس کو حاصل کرنے والا۔

لَقِيَ يَلْقٰی (سمع) لِقَاءٌ۔ لِقَاءَةٌ مصدر

= مَتَّعْنٰهُ۔ مَتَّعْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَمْتِيْعٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو دنیاوی سامان سے بہرہ یاب کیا۔

= اَلْمُحْضَرِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔

ای محضرین للنار او العذاب۔ وہ دوزخ یا عذاب کے لئے حاضر کئے جائیں گے قرآن مجید میں اور جگہ انہی معنوں میں ارشاد ہے فَكَذَّبُوْهُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۔ (۳۷: ۱۲۷) تو ان لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا۔ سو وہ (دوزخ میں) حاضر کئے جاویں گے اور وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ (۳۷: ۵۷) اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں ہوتا (جو عذاب میں) حاضر کئے گئے ہیں

۲۸: ۶۲ = يَوْمَ۔ مفعول فیہ ہے فعل محذوف کا۔ ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔

= يُنَادِيْهِمْ۔ يُنَادِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ نَادٰی يُنَادِيْ مُنَادَاةٌ

(مُفَاعلة) وہ پکارے گا۔ وہ بلائے گا۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو۔ وہ ان کو پکارے گا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ ان کو قیامت کے دن بالواسطہ یا بلاواسطہ پکارے گا (اور یہ ندار اہانت وتوبیخ کی ہوگی)

= فَيَقُولُ۔ میں ف عاطفہ ہے یقول کی ضمیر فاعل کا مرجع بھی اللہ تعالیٰ ہے

= كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ۔ ماضی استمراری صیغہ جمع مذکر غائب زَعْمٌ (نص) سے مصدر۔ الزَّعْمُ۔ ایسا دعویٰ کرنا۔ یا بات یا قول بیان کرنا جس میں جھوٹ کا احتمال ہو۔ اسی لئے قرآن مجید میں جہاں بھی زعم کا استعمال ہوا ہے وہاں کہنے والے کی مذمت ہی مقصود ہے۔ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ تم دعویٰ کیا کرتے تھے۔ تم خیال کیا کرتے تھے (کہ میرے شریک ہیں) اور جگہ اس کا استعمال زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ (۱۷: ۵۶) جنہیں تم نے اس (اللہ) کے سوا (معبود) خیال کیا۔

۲۸: ۶۳ = حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ جن پر (اللہ کا) قول ثابت ہو چکا۔ القول سے مراد یہاں کفر و شرک پر عذاب کے متعلق آیات وعید ہیں۔

مطلب یہ کہ جن پر ان آیات وعید کے مطابق اللہ کا فرمان عذاب ثابت ہو چکا ہوگا۔ اَلَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ سے مراد وہ معبودان باطل ہیں جن کو مشرک لوگ شریک خداوندی خیال کرتے تھے۔

ف: رَبَّنَا سے لے کر اخیر آیت تک ان معبودانِ باطل کا قول ہے۔

= هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ۔ جمع کا صیغہ، یہ سب۔

= اَلَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا۔ جن کو ہم نے بہکایا۔ صیغہ جمع متکلم۔ ماضی معروف اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر۔

= اَغْوَيْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو گمراہ کیا۔ كَمَا غَوَيْنَا (ایسے ہی جیسے ہم خود گمراہ ہوئے یعنی نہ ہم کو کسی نے جبراً گمراہ کیا تھا بلکہ ہم خود اپنی مرضی سے راہ راست سے ہٹ گئے۔ اسی طرح ہم نے ان کو بھی زبردستی گمراہ نہیں کیا۔ ہم نے ان کے سامنے گمراہی کا راستہ دکھایا اور انہوں نے اپنی مرضی سے اسے اختیار کرلیا۔

= تَبَرَّأْنَا۔ ماضی جمع متکلم اَلْبُرْءُ اَلْبَرَاءُ۔ کسی مکروہ امر سے نجات حاصل کرنا بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ میں تندرست ہوا۔ میں نے مرض سے نجات پائی۔ بَرَأْتُ مِنْ فُلَانٍ میں فلاں سے بیزار ہوں۔ اسی طرح باب تفعّل سے تَبَرَّءَ

یَتَبَرَّءُ تَبَرُّءٌ بیزار ہونا۔ تَبَرَّأْنَا ہم بیزار ہو گئے ہیں۔ ہم بیزاری کا اظہار کرتے ہیں (ماضی بمعنی حال) ای تَبَرَّأْنَا من عبادتھم ایانا وہ جو ہماری عبادت کرتے تھے ہم اس سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

= اِلَیْکَ۔ تیرے سامنے۔

= مَا کَانُوْا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ۔ ای ماکانُوا ایانایعبدون انما کانوا یعبدون اھواءھم وہ ہماری بندگی تو نہیں کرتے تھے بلکہ درحقیقت وہ ہوائے نفس کی پوجا کرتے تھے۔

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سوال تو کریگا شریک ٹھہرانے والوں سے مگر قبل اس کے کہ وہ کچھ بولیں جواب دینے لگیں گے وہ جن کو شریک ٹھہرایا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عام مشرکین سے سوال کیا جائے گا تو ان کے پیشوا اور لیڈر محسوس کریں گے کہ اب آگئی ہماری شامت بھی۔ یہ ہمارے سابق ضرور کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری گمراہی کے ذمہ دار ہیں۔ اس لئے پیروؤں کے بولنے سے پہلے وہ خود سبقت کرکے اپنی صفائی پیش کرنی شروع کر دیں گے۔ (تفہیم القرآن)

۲۸: ۶۴ = اُدْعُوْا فعل امر جمع مذکر غائب۔ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) تم پکارو۔ تم بلاؤ۔ خطاب شریک ٹھہرانے والوں سے ہے۔

= شُرَکَآءَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے شرکاء یعنی تمہارے وہ معبودانِ باطل جن کو تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا۔

= فَدَعَوْھُمْ۔ پس وہ ان کو پکاریں گے۔

= لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ وہ جواب نہیں دیں گے! ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے۔

= رَاَوُا الْعَذَابَ۔ رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب (یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے) وہ دیکھ لیں گے۔ ضمیر فاعل شریک ٹھہرانے والوں کی طرف راجع ہے۔

= لَوْ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَھْتَدُوْنَ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) لَوْ حرفِ تمنا ہے اور جملہ کا مطلب ہے تَمَنَّوْا لوکانوا مھتدین۔ وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ ہدایت پانے والے ہوتے۔

(۲) یہ جملہ معترضہ ہے اور لَوْ حرف تمنا ہے کاش یہ لوگ ہدایت یافتہ ہوتے (دنیا میں)

۳:- یہ جملہ شرطیہ ہے اور لَوْ شرطیہ ہے اور جواب لَوْ محذوف ہے ای لوانھم کانوا فی الدنیا مھتدین مؤمنین لما رأوا العذاب۔ اگر یہ دنیا میں ہدایت یافتہ اور ایمان والے ہوتے تو (آخرت میں) یہ عذاب نہ دیکھتے۔

۲۸: ۶۵ = وَيَوْمَ۔ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ مابعد کا عطف وَيَوْمَ .... آیت ۶۲ پر ہے
= مَاذَا۔ مرکب ہے مَا اور ذَا سے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں
۱:- مَا استفہامیہ اور ذا موصولہ ہے۔
۲:- مَا استفہامیہ اور ذا اسم اشارہ ہے۔
۳:- مَا زائدہ اور ذا اسم اشارہ ہے۔
۴:- ما نافیہ اور ذا زائدہ ہے۔
۵:- ما استفہامیہ اور ذا فصل کے لئے۔ تاکہ ما نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے
کیا چیز ہے۔ کیا ہے۔ کیا ہے یہ۔
= اَجَبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر اِجَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم نے جواب دیا۔
جَوْبٌ مادّہ۔

۲۸: ۶۶ = فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ۔ لفظی ترجمہ ہوگا۔ تو اندھی ہو جائیں گی ان پر خبریں۔

العمی۔ بصارت اور بصیرت دونوں قسم کے اندھے پن کے لئے بولا جاتا ہے لیکن جو شخص بصارت کا اندھا ہو اس کے لئے صرف اَعْمٰی اور جو بصیرت کا اندھا ہو اس کے لئے اعمٰی اور عَمٍ دونوں کا استعمال ہوتا ہے۔

مثلاً اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی (۸۰: ۲) کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا۔ (بصارت کا اندھا پن) وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (۱۷: ۷۲) اور جو شخص اس دنیا میں اندھا ہو وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ (بصیرت کا اندھا پن)
عَمِيَ عَلَيْهِ کے معنی ہیں کہ اس پر فلاں معاملہ اس طرح غیر واضح اور مشتبہ ہو گیا کہ گویا وہ اس سے اندھا ہے (اور وہ اسے سجھائی نہیں دیتا) پس عَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْبَآءُ کا مطلب ہوا کہ اس روز وہ خبروں سے اندھے ہو جائیں گے۔ یعنی ان کو کوئی جواب نہ سوجھے گا۔ (اپنے انجام کو سامنے دیکھ کر مارے ہول کے ان کی عقلیں معطل ہو جائیں گی)

= لَا یَتَسَاءَلُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَسَاءُلٌ (تفاعل) مصدر۔ ایک دوسرے سے سوال کرنا۔ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں:
(۱) وہ ایک دوسرے سے پوچھ گچھ بھی نہ کر سکیں گے یعنی مشورہ بھی نہ کر سکیں گے کہ کیا جواب دیں۔
(۲) وہ ایک دوسرے کا حال نہ پوچھ سکیں گے۔ باہم پرسانِ حال نہ ہوں گے۔
= اَلْاَنْبَاءُ۔ نَبَاءٌ کی جمع۔ خبریں، حقیقتیں
۲۸: ۶۷ = فَعَسٰی میں ف تعقیب کا ہے عَسٰی بمعنی امید ہے۔ توقع ہے۔
= اَلْمُفْلِحِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر المفلح واحد۔ فلاح پانے والے۔ کامیاب وکامراں ہونے والے۔
۲۸: ۶۸ = یَخْتَارُ۔ مضارع واحد مذکر اِخْتِیَارٌ افتعال مصدر پسند کرتا ہے۔ منتخب کرتا ہے۔ اختیار رکھتا ہے۔ چاہتا ہے۔ اختیارٌ بمعنی اپنی مرضی و پسند میں آزاد ہونا۔
= مَا کَانَ میں مَا نافیہ ہے بعض کے نزدیک ما موصولہ ہے لیکن یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ جب وقف یَشَاءُ پر ہو۔ لیکن وقف یَخْتَارُ پر ہے۔
= اَلْخِیَرَۃُ۔ خَارَ یَخِیْرُ ضرب کا مصدر ہے پسند کرنا۔ منتخب کرنا۔ مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ۔ انہیں کچھ اختیار نہیں۔ یعنی سارے تکوینی و تشریعی اختیارات اس (اللہ) کو ہیں اور صرف اسی کو ہیں۔
= تَعٰلٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ بہت ہی بلند اور برتر۔ یہاں باب تفاعل کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔
= عَمَّا۔ عَنْ مَا۔ ما موصولہ ہے۔ جس چیز سے۔
= یُشْرِکُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِشْرَاکٌ افعال مصدر وہ شریک بناتے ہیں تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ وہ اللہ بہت ہی بلند و برتر ہے ان سے جن کو وہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ بعض نے یہاں مضارع کو مصدر کے معنی میں لیا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ جو وہ شرک کرتے ہیں اللہ اس سے بلند و برتر ہے۔
۲۸: ۶۹ = تُکِنُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ فاعل صُدُوْرٌ چونکہ اسم ظاہر ہے اور جمع مکسر ہے اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے اَکَنَّ یُکِنُّ اِکْنَانٌ افعال۔ کسی بات کو دل میں چھپانا۔ تُکِنُّ وہ چھپاتی ہے۔ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُھُمْ جو ان کے سینے

چھپائے ہوئے ہیں۔ جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِىٓ اَنْفُسِكُمْ (۲: ۲۳۵) یا اپنے دلوں میں مخفی رکھو (نکاح کی خواہش کو)

= يُعْلِنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ ظاہر کرتے ہیں۔ وہ علانیہ کرتے ہیں۔

۲۸: ۷۰ = فِى الْاُوْلٰى وَ الْاٰخِرَةِ۔ یعنی دنیا میں اور آخرت میں۔

۲۸: ۷۱ = اَرَاَيْتُمْ۔ لفظی معنی ہوں گے کیا تم نے دیکھا۔ الاتقان میں ہے کہ جب ہمزہ استفہام رَاَيْتَ پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رویت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہے۔ اور اس کے معنی اخبرنی (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔ اراُیتم۔ بھلا یہ تو بتاؤ مجھے بتاؤ تو۔

= سَرْمَدًا۔ ہمیشہ۔ دائم۔ منصوب بوجہ جعل کے مفعول ثانی ہونے کے یا بوجہ الَّيْلَ کے حال ہونے کے۔

= اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے ف کا عطف محذوف پر ہے گویا آیت کی تقدیر یوں ہے الاتتدبرون الا تسمعون تو کیا تم سوچتے نہیں اور سنتے نہیں۔

۲۸: ۷۲ = تَسْكُنُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر سُكُوْنٌ (نصر) مصدر۔ تم چین پاسکو۔ تم سکون پا سکو۔

= لِتَبْتَغُوْا۔ لام تعلیل کی ہے تَبْتَغُوْا جمع مذکر حاضر۔ لام کی وجہ سے نون اعرابی ساقط ہو گیا ہے تاکہ تم تلاش کرسکو۔ تاکہ تم تلاش کرو، تاکہ تم ڈھونڈھو۔

= الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اور لِتَسْكُنُوْا وَ لِتَبْتَغُوْا میں لف ونشر مرتب ہے۔

(علم بیان کی اصطلاح میں وہ صفت جس میں اول چند چیزوں کا ذکر کریں پھر چند اور چیزیں بیان کریں جو پہلی چیزوں سے نسبت رکھتی ہوں مگر اس طرح کہ ہر ایک کی نسبت اپنے منسوب الیہ سے مل جائے)

۲۸: ۷۴ = ملاحظہ ہو آیت ۶۲۔

۲۸: ۷۵ = نَزَعْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ نَزْعٌ (فتح) مصدر ہم نکال لیں گے (ماضی بمعنی مستقبل) نَزَعَ الشَّئَ کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں۔ یا باہر نکال لانا۔ اس کا عطف يُنَادِيْهِمْ پر ہے ای یوم نَزَعْنَا ....

= شَهِيْدًا۔ شاہد۔ گواہ۔ جو ان کے متعلق شہادت دے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں دنیا میں۔

مراد یہاں انبیاء علیہم السلام ہیں جو اپنی اپنی امت کے کفر پر گواہی دیں گے۔

= فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے اور مخاطبین امتیں ہیں۔ ای فقلنا لکل من تلک الامم ان امتوں میں سے ہر ایک سے ہم کہیں گے کہ لاؤ اپنی کوئی دلیل یا عذر (یعنی اپنی سفائی میں تم بھی کوئی دلیل پیش کرو)، هَاتُوا۔ اسم فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم لاؤ۔ تم پیش کرو۔

= اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ کے معنی دو ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ ان الحق فی الالوھیۃ للہ۔ بے شک خدائی کا حق صرف اللہ کو ہے۔

۲:۔ بے شک سچی بات اللہ ہی کی تھی۔

= ضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُوْنَ۔ ضَلَّ عَنْ گم ہو جانا۔ غائب ہو جانا۔ ضائع ہو جانا مَا موصولہ ہے۔ کانوا یفترون۔ وہ افترا باندھا کرتے تھے، وہ دروغ بافی کیا کرتے تھے۔ وہ بہتان باندھا کرتے تھے۔ یعنی وہ من گھڑت جھوٹے سہارے جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔ سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔ اور کنارہ کر جائیں گے اور کوئی بھی ان کے کام نہ آئے گا۔

= فَبَغٰى عَلَيْهِمْ۔ البغی کے معنی کسی چیز کی طلب میں میانہ روی کی حد سے ——— تجاوز کی خواہش کرنا خواہ وہ تجاوز ہو سکے یا نہ۔ بغی کا استعمال محمود اور مذموم ہر دو قسم کے تجاوز کے لئے ہوتا ہے لیکن قرآن مجید میں اکثر جگہ مذموم کے معنی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= بَغٰى عَلٰى۔ مذموم معنی میں آیا ہے کسی پر تعدی کرنا۔ کسی کے ساتھ زیادتی کرنا۔ مثلاً فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى (۴۹ : ۹) اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے انہی معنوں میں اس کا استعمال آیت ہذا میں ہے۔

فَبَغٰى عَلَيْهِمْ۔ یعنی قارون نے قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل (جن میں سے وہ خود بھی تھا) سے تعدی اور تکبر سے پیش آتا تھا۔

= الْكُنُوْزِ۔ كَنْزٌ کی جمع۔ خزانے۔ بکثرت جمع کیا ہوا مال۔ سونا۔ چاندی۔ كَنْزٌ مصدر بھی ہے کنز یکنز (ضرب) سے۔ جس کے معنی ہیں دولت جمع کر کے اسے محفوظ رکھنا۔

یہ عربی محاورہ ہے كَنَزْتُ التمر فی الوعاء (میں نے کھجوروں کو برتن میں بھر کر محفوظ کرلیا) سے مشتق ہے۔ حدیث شریف میں ہے کل مال لا یؤدی زکوتہ فھو کنز۔ جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے وہ کنز ہے۔

== مَآاِنَّ مَفَاتِحَہٗ ۔ میں ما بمعنی الذی ۔ موصولہ ہے ۔ مفاتحہ اِنَّ کا اسم اور لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَۃِ اُولِی الْقُوَّۃِ ۔ خبر ہے اِنَّ کی۔ مفاتحہ مضاف مضاف الیہ ای مفاتیح صنادیقہ ۔ یہ مفتح کی جمع ہے وہ آلہ جس سے صندوق کے تالے کو کھولا جائے بمعنی مفاتیح ۔ جس کی واحد مفتاح ہے یا یہ مَفْتَحٌ (جمع کیا ہوا خزانہ) کی جمع ہے ۔

ترجمہ ۔ کہ جس کے تالوں کی چابیاں (اپنے بوجھ سے) ایک طاقت ور جتھے (کی کمروں) کو جھکا دیتی تھیں ۔

لَتَنُوْءُ بِ مضارع واحد مؤنث غائب نَاءَ یَنُوْءُ (نصر) نَوْءٌ و تَنْوَاءٌ سے بمعنی بھاری ہونا ۔ یا بوجھ کے مارے گرے جانا ۔ باء تعدیہ کے لئے ہے جیسے ذَھَبْتُ بِہٖ یعنی (اپنے بوجھ سے) جھکا دینا ۔ گرا دینا ۔ لام تاکید کے لئے ہے ۔

== العصبۃ ۔ جماعت ، گروہ ۔ جتھہ ۔

== اولی القُوَّۃِ ۔ اُولِیْ ۔ والے ۔ بحالت نصب وجر ۔ اُولُوْا بحالت رفع ۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا ۔ قوت والے ۔ طاقت ور ۔ زور آور ۔

== اِذْ قَالَ لَہٗ قَوْمُہٗ ۔ ای اذکر اِذْقَالَ لہٗ قومُہٗ ۔

== لَا تَفْرَحْ فعل نہی ۔ واحد مذکر حاضر ۔ تومت خوش ہو ۔ تومت اترا ۔ فَرْحٌ (باب سمع) مصدر ۔

== اَلْفَرِحِیْنَ ۔ فَرِحٌ کی جمع ۔ حالت نصب بوجہ مفعول ۔ خوش ، اترانے والے ۔

۲۸ : ۷۷ == وَابْتَغِ ۔ واؤ حرف عطف ۔ ابتغ کا عطف لا تفرح پر ہے اِبْتَغِ فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ ابتغاء (افتعال) مصدر ۔ تو طلب کر ۔ تو تلاش کر ۔ تو جستجو کر ، تو حاصل کرنے کی کوشش کر ۔

== فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ ۔ میں فی یا ظرفیہ ہے یا سببیہ ۔ اس کو خرچ کر کے ۔ ما اسم موصول ۔ اٰتٰکَ اللّٰہ (جملہ خبریہ) صلہ ۔ اس (مال وزر) سے جو اللہ نے تجھے دیا ہے ۔ یعنی اسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں ۔

== الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ ۔ موصوف وصفت ۔ اِبْتَغِ کا مفعول ۔

مطلب یہ ہوا کہ جو دولت اللہ نے تجھے دی ہے اس کے ذریعہ آخرت کا گھر حاصل کرنے کی کوشش کر ۔

== لَا تَنْسَ ۔ فعل نہی ۔ واحد مذکر حاضر ۔ نَسِیَ یَنْسٰی (سمع) نَسْیٌ نِسْیَانٌ وَنِسَایَۃٌ

مصدر۔ تومت بھول۔ نہ ترک کر۔

= نَصِيبَكَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اپنا حصہ۔

یعنی اس خداداد مال و دولت سے توخود بھی حدود کے اندر رہ کر اور اسراف سے بچ کر اپنے آرام و آسائش کے لئے خرچ کر لیکن حقوق واجب کی ادائی پر توجہ کرکے اس سرمایہ کو توشۂ آخرت بھی بنالے

= اَحْسِنْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو احسان کر۔ یعنی غیر کے ساتھ نیکی کر۔

= لَا تَبْغِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تومت خواہش کر۔ تومت کوشش کر بَغَى يَبْغِي بَغْيٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= قَالَ۔ ای قال قارون فی جواب کلام قومہ۔ قارون نے اپنی قوم کے کلام کے جواب میں کہا۔

= اُوْتِيْتُهٗ۔ ماضی مجہول واحد متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ میں دیا گیا ہوں (مال ودولت) یعنی یہ مال و دولت) مجھے دی گئی ہے اُوْتِيْتُ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر سے ہے (کسی کو کوئی چیز دینا۔ اور اسی سے ہے اٰتِنَا غَدَآءَنَا (۱۸: ۶۲) ہمارا کھانا ہمیں دو۔

= عَلٰی عِلْمٍ۔ میں علی سببیہ ہے ای لاجل علم بہ سبب اس علم کے

= عِنْدِیْ۔ جو میرے پاس ہے۔

= اَوَلَمْ يَعْلَمْ۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا (تنبیہاً فرمایا)

= اَكْثَرُ جَمْعًا۔ ای اکثر ما لا او اکثر جماعۃ وعددًا۔ مال و دولت میں زیادہ یا جتھے کے لحاظ سے بڑے۔

= وَلَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۔ گنہگاروں سے توان کے گناہوں کے متعلق دریافت نہیں کیا جائے گا۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

(۱) گنہگاروں سے اس واسطے پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی کہ ان کے نامۂ اعمال میں ہی ان کے گناہوں کی تفصیل مندرج ہوگی۔

(۲) گنہگار تو اپنے چہرے سے ہی پہچان لئے جائیں گے (يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ (۵۵: ۴۱)

(۳) جب مجرموں کو سزا دینا ہوتی ہے توان سے نہیں پوچھا جاتا کہ تمہارے گناہ کیا ہیں۔ وہ تو یہی دعویٰ کریں گے کہ ہم بے گناہ ہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ مجرموں پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کو خود ان کے نامۂ اعمال دکھائے جائیں گے۔ یا ان کے اپنے اعضاء (ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ زبان، کان وغیرہ) سے ہی اعتراف جرم کرایا جائے گا۔ یہ جو اور جگہ ارشاد ہے فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ (۱۵: ۹۲) سو تمہارے پروردگار کی قسم ہے ہم ان سب سے ضرور سوال کریں گے۔ تو یہ توبیخ و تقریع کے طور پر ہو گا نہ کہ عالم الغیب کی واقفیت کے لئے۔

۲۸: ۷۹ = فِي زِينَتِهِ۔ اپنی زیب و زینت کے ساتھ۔ اپنے پورے ٹھاٹھ باٹھ کے ساتھ۔ تزک و احتشام سے۔

فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ اس جملہ کا عطف قَالَ (شروع آیۃ ۷۸) پر ہے درمیانی عبارت جملہ معترضہ ہے۔

= يَا لَيْتَ لَنَا۔ اے کاش ہمارے لئے بھی ہوتا (جو قارون کو دیا گیا ہے)

= ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ۔ ذُو۔ والا۔ صاحب۔ یہ مضاف ہے اور حَظٍّ عَظِيمٍ موصوف وصفت ہو کر مضاف الیہ۔ بڑے نصیب والا۔ بڑا خوش قسمت۔

۲۸: ۸۰ = وَيْلَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری ہلاکت، بطور کلمہ حسرت و ندامت یا کلمۂ زجر استعمال ہوتا ہے۔ وَيْلٌ بمعنی ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی۔

كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ حیف ہے تم پر تم مرو۔

= ثَوَابُ اللهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا ثواب۔ ثواب۔ انعام۔ جزاء۔ بدلہ۔ یہاں مراد جنت بھی ہو سکتی ہے۔

= لَا يُلَقَّاهَا۔ لَا يُلَقَّى۔ مضارع منفی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ نہیں دیا جائے گا کوئی شخص وہ ثواب۔ یعنی نہیں دیا جائے وہ ثواب (مگر صبر کرنے والوں کو)

لَقَّىٰ فُلَانٌ الشَّيْءَ۔ کوئی چیز کسی کی طرف پھینکنا۔ تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔

ثواب کو اس کے مفہوم (المثوبة او الجنة) کی رعایت سے مؤنث لایا گیا ہے۔

ہ يُلَقَّى کا مفعول ثانی ہے۔ مطلب یہ کہ۔ یہ جزاء اور کسی کو عطا نہیں کی جائے گی (بجز صبر کرنے والوں کے)

۲۸: ۸۱ = فَخَسَفْنَا بِهِ۔ خَسَفَ يَخْسِفُ خُسُوفٌ (ضرب) اَلْمَكَانُ کسی جگہ کا دھنس جانا۔ اَلْقَمَرُ چاند کو گرہن لگنا۔ خَسَفَ اللهُ الْاَرْضَ اللہ نے زمین کو معہ اس کی اوپر کی چیزوں کے دھنسا دیا۔ وَخَسَفَ اللهُ الْاَرْضَ بِفُلَانٍ

اللہ تعالیٰ نے فلاں کو زمین میں دھنسادیا۔ فَخَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۔ پس ہم نے اس کو زمین میں دھنسادیا۔

== فِئَةٍ واحد بحالت جر۔ گروہ۔ جماعت ۔ ایسا گروہ جو ایک دوسرے کی طرف مدد کے لئے لوٹے

== مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ اللہ کے سوا۔ جیسے وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ اور اس کے سوا اور گناہ معاف کردے ۔ مَادُوْنَ سے وہ گناہ بھی مراد ہو سکتے ہیں جو شرک سے کم درجہ کے ہیں یا وہ جو شرک کے علاوہ ہیں یہ دونوں معنی ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہیں۔

== الْمُنْتَصِرِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر حالت جر۔ بدلہ لینے والے، بچ جانیوالے۔

اِنْتَصَرَ، يَنْتَصِرُ، انتصار (انتعال) کامیاب ہونا۔ غالب آنا۔ ظالم سے بچنا۔ یعنی نہ تو وہ خود (عذاب الٰہی سے) بچ سکا۔ اور نہ وہ بدلہ لے سکا۔

۲۸: ۸۱ == اَصْبَحَ افعال ناقصہ سے ہے اِصْبَاحٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ ہو گیا۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ وہ (کرتے)، کہنے لگا۔

== تَمَنَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے آرزو کی۔ انہوں نے تمنا کی۔ تَمَنِّيٌ تفعّلٌ سے جس کے معنی دل میں کسی خیال کے دل میں باندھنے اور اس کی تصویر کھینچ لینے کے ہیں۔ تَمَنّٰى کا لفظ اکثر دل میں غلط آرزوئیں قائم کر لینے پر بولا جاتا ہے منی مادہ

== مَكَانَهٗ ۔ مضاف مضاف الیہ اس کی جگہ (یعنی اس جیسا ہونا)

== اَمْسِ کل گذشتہ۔ ظرف زمان ہے۔ ابھی کل تک، ای منذ زمان قریب۔ تھوڑا عرصہ قبل۔

مطلب یہ کہ وہ لوگ جو کل تک اس جیسا ہونے کی آرزو کرتے تھے وہ اب کہنے لگے۔

== وَيْكَاَنَّ ۔ یہ کلمہ تعجب وزجر ہے۔ مرکب ہے وَيْ (جو تعجب پر دلالت کرتا ہے) كَ ضمیر خطاب اور اَنَّ حرف مشبہ بالفعل سے ۔ بمعنی تعجب ہے کہ، خبردار کہ ۔

کسائی کا قول ہے کہ وَيْلَكَ حرف تندم (نادم ہونا) اور تعجب ہے۔ اس کی اصل وَيْلَكَ ہے۔ ارے ۔ تو مرے ۔ (اور اَنَّ حرف مشبہ بالفعل سے) تو مرے اصل بات یہ ہے

اکثر علماء کے نزدیک وَيْكَاَنَّ ایک کلمہ ہے جس کا معنی بقول مجاہد اَلَمْ يَعْلَمْ (کیا وہ نہیں جانتا ہے) بقول قتادہ اَلَمْ يَرَوْا (کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ اور بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ اَلَمْ تَرَ (کیا تو نہیں دیکھتا) ہے

== يَقْدِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے

= لَوْلَا - اگر نہ
= اَنْ مَّنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے مَنَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مَنٌّ مصدر (باب نصر) اس نے احسان کیا۔ اگر اللہ کا ہم پر احسان نہ ہوتا (جملہ شرطیہ)
= لَخَسَفَ بِنَا۔ جواب شرط ہے۔ اور لام تاکید ہے۔ تو وہ ہم کو بھی دھنسا دیتا۔
۲۸: ۸۳ = تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ۔ تِلْكَ اسم اشارہ ۔ مبتدا۔ الدَّارُ اس کی نعت اَلْاٰخِرَةُ صفت ہے الدَّارُ کی۔ نَجْعَلُهَا ..... فَسَادًا خبر۔
تِلْكَ الدار الاخرة کا اشارہ الجنة کی طرف ہے۔
= نَجْعَلُهَا۔ نَجْعَلُ مضارع جمع متکلم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اس کا مرجع الدار الاٰخرة ہے۔ ہم اس کو (مخصوص) کردیں گے۔
= عُلُوًّا۔ عَلَا یَعْلُوْا کا مصدر ہے۔ بلند ہونا۔ سرکشی کرنا۔ کسی شخص پر غلبہ کرنا۔ تسلط جمانا۔
مطلب یہ کہ تکبر و رعونت سے دوسروں پر غلبہ پا کر حقوق کو پامال کرنا۔
= العَاقِبَةُ۔ نیک انجام کار۔
۲۸: ۸۴ = خَيْرٌ مِّنْهَا افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہتر۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب راجع الی الحسنة ہے۔
۲۸: ۸۵ = لَرَآدُّكَ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ رَآدٌّ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ رَدَّ یَرُدُّ رَدٌّ (باب نصر) سے، جس کے معنی پھیر دینے یا لوٹا دینے کے ہیں۔ رَآدٌّ پھیرنے والا لوٹانے والا۔ دور کرنے والا۔ رد کرنے والا۔ دفع کرنے والا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر وہ تجھے ضرور (اپنے وطن کی طرف) لوٹا دینے والا ہے۔
= مَعَادٍ۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹ کر آنے کی جگہ۔ جائے بازگشت۔ عود کی جگہ۔ یعنی مکہ مکرمہ عَادَ یَعُوْدُ عَوْدٌ (باب نصر) بمعنی لوٹنا۔
۲۸: ۸۶ = مَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا ماضی استمراری نفی، تم (ہرگز) یہ امید نہ کرتے تھے۔ رَجَا یَرْجُوْا رَجَاءٌ امید رکھنا۔ اصل میں رَجَاءٌ ایسے ظن کو کہتے ہیں جس میں مسرت حاصل ہونے کا امکان ہو۔
= اَنْ یُّلْقٰٓى اِلَیْكَ میں اَنْ مصدریہ ہے یُلْقٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب القاء کی جائیگی ڈالی جائے گی۔ نازل کی جائے گی۔ یعنی آپ امید نہ رکھتے تھے کہ الکتٰب (القرآن) آپ پر نازل کی جائے گی۔

== اِلَّا رَحْمَۃً مِّنْ رَّبِّکَ ۔ اس کی دو صورتیں ہیں
۱۔ اِلَّا حرف استثناء ہے اور رَحْمَۃً مستثنیٰ منقطع ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے
کانہٗ قیل وما القی الیک الکتب الا رحمۃ من ربک یہ کتاب تجھ پر نازل نہ کی گئی
مگر تیرے پروردگار کی طرف سے بطور (خصوصی) رحمت کے۔
۲۔ اِلَّا بمعنی لکن ہے اور استدراک کے لئے آیا ہے۔ لیکن یہ تیرے پروردگار کی سراسر
رحمت ہے کہ یہ کتاب تجھ پر نازل کی گئی۔ (استدراک: پہلی بات کا وہم دور کرنے کے لئے
جو لفظ بولا جائے اسے حرفِ استدراک کہتے ہیں مثلاً بَلْ۔ لٰکِنْ۔ اِلَّا۔ وغیرہ)
== ظَهِيْرًا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے صفت کا صیغہ ہے مددگار، معین۔ واحد
جمع، مذکر، مؤنث سب کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔
۲۸: ۸۷ == لَا يَصُدُّنَّكَ۔ لَا يَصُدُّنَّ مضارع منفی تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر
غائب (اصل میں يَصُدُّوْنَ تھا۔ نون ثقیلہ کے آنے سے واؤ اور نون اعرابی ساقط ہوگئے۔
كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ ہرگز تجھے روک نہ دیں۔ وہ ہرگز تجھے نہ روکیں۔ صَدٌّ
مصدر باب نصر۔ ضمیر فاعل کا مرجع کٰفِرِیْنَ ہے۔
== اُدْعُ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر دَعَا يَدْعُوْا دلع۔ دُعَاءٌ وَّدَعْوَۃٌ مصدر باب نصر
تو دعوت دے۔ تو بلا۔ تو دعا کر۔ تو مانگ۔
ادع کے بعد مفعول محذوف ہے ای اُدْعُ النَّاسَ۔ تو لوگوں کو دعوت دے۔ تو لوگوں
کو بلا۔
۲۸: ۸۸ == لَا تَدْعُ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو مت پکار۔ اس کا مفعول اِلٰهًا ہے
یعنی تو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہ پکار۔
== هَالِكٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ هَلَكَ هَلَاكٌ تَهْلُكَةٌ۔ مصادر (ضرب، سمع،
فتح)، ہلاک ہونے والا۔ فنا ہونے والا۔ ۔۔۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۲۹) سورة العنکبوت ۸۵

۲۹: ۱ = اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ
ہمزہ استفہام انکاری ہے حَسِبَ (ماضی بمعنی حال) حِسْبَانٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَسِبَ يَحْسَبُ (سَمِعَ) و حَسِبَ يَحْسِبُ (حسب) سے بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔
حَسِبَ افعال قلوب میں سے ہے افعال قلوب متعدی بدو مفعول استعمال ہوتے ہیں
= النَّاسَ اسم جمع۔ فاعل۔ (کیا لوگ خیال کرتے ہیں)
= اَنْ يُّتْرَكُوْا میں اَنْ مصدریہ ہے يُتْرَكُوْا مضارع مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے اور ضمیر مفعول مالم یسم فاعلہ کا مرجع النّاس ہے (کہ وہ چھوڑ دیئے جائیں گے) اور یہ جملہ حَسِبَ کا مفعول اول ہے۔
= اَنْ يَّقُوْلُوْا۔ میں بھی اَنْ مصدریہ ہے بتقدیر لام یہ حسب کا مفعول ثانی ہے۔
اٰمَنَّا۔ ایمان سے باب افعال۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم ایمان لائے۔
وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۔ ضمیر يُتْرَكُوْا سے حال ہے۔
گویا تقدیر کلام ہے اَحَسِبُوْا تَرْكَهُمْ غَيْرَ مَفْتُوْنِيْنَ لِقَوْلِهِمْ اٰمَنَّا کیا وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا چھٹکارا بغیر کسی آزمائش کے (محض) بوجہ ان کے قول کے کہ "ہم ایمان لے آئے" ہو جائے گا۔
یعنی کسی کا صرف یہ کہنا کہ میں مومن ہوں کافی نہیں جب تک کہ اس کو آزمائش کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے۔ اسی مضمون میں ارشاد الٰہی ہے:۔
ام حسبتم ان تدخلوا الجنة ولما یأتکم مثل الذین خلوا من

قبلکم۔ مستھم البأساء والضراء وزلزلوا حتی یقول الرسول والذین امنوا معہ متی نصر اللہ الا ان نصر اللہ قریب (۲: ۲۱۴)
کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے دراں حالیکہ (ابھی) تم پر ان لوگوں کے حالات پیش نہیں آئے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں انہیں تنگی اور سختی پیش آئی اور انہیں ہلا ڈالا گیا یہاں تک کہ پیغمبر اور جو لوگ ان کے ہمراہ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی امداد آخر کب آئے گی!

۲۹: (۳۰) وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یہ جملہ حال ہے الناس سے یا ضمیر یفتنون سے۔

واؤ حالیہ ہے لام تاکید کے لئے اور قد یہاں تحقیق کے معنوں میں آیا ہے فَتَنَّا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے فَتَنَ يَفْتِنُ (ضرب) فِتْنَةٌ مصدر۔ بے شک ہم نے آزمائش میں ڈالا۔ یا آزمایا تھا ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گذرے۔

= فَلَيَعْلَمَنَّ میں فَ ترتیب کا لام تاکید کا يَعْلَمَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب سو (اللہ تعالیٰ) ان کو ضرور جان کر رہیگا۔ اس کے بعد وَلَيَعْلَمَنَّ کو مکرر تاکید مزید کے لئے لایا گیا ہے!

فائدہ۔ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم ازل سے ابد تک کا ہے اُسے آزما کر معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے آزمائش محض اتمامِ حجت اور استحقاق جزاء و سزا پر قائل کرنے کے لئے ہے

= وَلَيَعْلَمَنَّ۔ اس کو دوبارہ مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

۲۹: ۴ = اَمْ۔ یہاں ہمزہ کے معادل کے طور پر آیا ہے جیسے اَحَسِبَ النَّاسُ میں اور استفہام انکاری کے معنی دیتا ہے گویا حق سبحانہ تعالیٰ مومنوں کو یہ منوانا چاہتا ہے کہ وہ آزمائش اور امتحان سے ضرور گذارے جائیں گے۔ اور کافرین کو یہ ذہن نشین کرانا چاہتا ہے کہ ارتکاب سیئات کے بعد وہ اللہ کے انتقام سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔

= يَسْبِقُوْنَا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جمع مذکر غائب سَبَقَ يَسْبِقُ (ضرب) سَبْقٌ مصدر۔ سبقت لے جانا۔ آگے نکل جانا۔ نا ضمیر جمع متکلم اَنْ يَّسْبِقُوْنَا کہ وہ ہم سے آگے نکل جائیں گے۔ ہم سے (بچ کر) نکل جائیں گے۔

= سَاءَ۔ بُرا ہے سَاءَ يَسُوْءُ سَوْءٌ (نصر) سے۔ فعل ذم ہے بمعنی بِئْسَ

= مَا يَحْكُمُوْنَ۔ میں ما موصولہ ہے۔ اور يَحْكُمُوْنَ صلۃ عائد محذوف

ای حکمھم ھذا۔ ہے جو سَاءَ کا فاعل ہے۔ بڑا غلط ہے وہ فیصلہ جو وہ کررہے ہیں۔

۲۹: ۵ = مَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰہِ۔ شرط۔ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ۔ جواب شرط

یَرْجُوْا مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ مصدر (باب نصر) ر ج و مادہ۔ امید رکھتا ہے توقع رکھتا ہے۔

= اَجَلَ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا مقرر کردہ وقت۔ اَجَلَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہے

= لَاٰتٍ۔ لام تاکید کے لئے ہے اٰتٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اِتْیَانٌ مصدر ات ی مادہ۔ آنے والا۔

۲۹: ۶ = جَاھَدَ ماضی واحد مذکر غائب مُجَاھَدَۃٌ مفاعلۃ مصدر اس نے جہاد کیا اس نے کوشش کی۔ الجُھْدُ وَالجَھْدُ کے معنی وسعت و طاقت اور تکلیف و مشقت کے ہیں۔ مجاہدہ باب مفاعلہ سے ہے باب مفاعلہ میں مقابلہ کا مفہوم پایا جاتا ہے یہ مقابلہ اپنے نفس سے بھی ہو سکتا ہے اور شیطان یا دیگر شیطانی قوتوں سے بھی۔

پھر مفاعلہ میں مبالغہ کا بھی مفہوم پایا جاتا ہے چنانچہ اس کے معنی انتہائی کوشش کے بھی ہو سکتے ہیں اور باب افتعال سے الاجتہاد کے معنی کسی کام پر پوری طاقت صرف کرنے اور اس میں انتہائی مشقت اٹھانے پر طبیعت کو مجبور کرنے کے ہیں۔

یہاں جَاھَدَ سے مراد۔ جاھد فی طاعۃ اللہ یا فی لقاء اللہ ہے یعنی اللہ عزوجل کی اطاعت میں کوشش کرتا ہے یا لقاء الٰہی کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔

= یُجَاھِدُ لِنَفْسِہٖ تو وہ اپنے فائدے کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔

۲۹: ۷ = لَنُکَفِّرَنَّ میں لام تاکید کا ہے نُکَفِّرَنَّ مضارع بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ کَفَّرَ یُکَفِّرُ تَکْفِیْرٌ (تفعیل) گناہ کو چھپانا اور اس طرح مٹانا جیسا کہ اس کا ارتکاب ہی نہیں ہوا۔ باب تفعیل کے خواص میں سے سلب مادہ (کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا) بھی ہے یہاں اس ہی معنی میں آیا ہے کفولہ و عنہ ذنبہ (خدا کا) کسی کا گناہ معاف کردینا یا اس سے گناہ کو محو کردینا گویا کہ اس کا ارتکاب ہوا ہی نہ تھا۔ پس ترجمہ ہوگا:

لَنُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ ——— تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کردیں گے۔ انہی معنی میں اور جگہ ارشاد ہے لَکَفَّرْنَا عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ (۵: ۶۵) تو ہم ان سے ان کے گناہ محو کردیتے، اور نُکَفِّرْ عَنْکُمْ سَیِّاٰتِکُمْ (۴: ۳۱) تو ہم تمہارے (چھوٹے چھوٹے) گناہ معاف کردیں گے۔

= لَنَجْزِیَنَّھُمْ لام تاکید کا ہے نَجْزِیَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ ہم بدلہ دیں گے

= اَحْسَنَ الَّذِیْ کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔
(۱)۔ اگر اَحْسَنَ (جو افعل التفضیل کا صیغہ ہے) جزاء کی تعریف میں ہے ای باحسن جزاء اَعْمَالِهِمْ تو ترجمہ ہوگا۔ ہم انہیں ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دیں گے۔
(۲) اگر یہ افعال کی تعریف ہے ای بجزاء احسن اعمالھم۔ تو ترجمہ ہوگا۔ ہم ان کے بہترین اعمال کے مطابق بدلہ دیں گے۔

۸:۲۹ = وَصَّیْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ وَصّٰی یُوَصِّیْ تَوْصِیَةٌ (تفعیل) حکم دینا۔ وَصَّیْنَا ای امرنا۔ ہم نے حکم دیا۔ ہم نے ہدایت کی۔ الوصیۃ کے اصل معنی ہیں کہ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا۔ وَصّٰی ب کسی کام کا عہد لینا کسی کام کا اشارہ کرنا۔ وَصّٰی اِلٰی فُلَانٍ کسی کو اپنے مال اور بال بچوں پر اپنے مرنے کے بعد وصی بنانا اور وَصّٰی فُلَانٌ بِوَلَدِهٖ مہربان بنانا۔ پس وصینا الانسان بوالدیه حُسْنًا ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ مہربان رہنے کا حکم دیا۔
= وَالِدَیْهِ اسم فاعل تثنیہ۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اصل میں وَالِدَیْنِ تھا نون بوجہ اضافت کے ساقط ہوگیا۔ اس کے ماں باپ۔
= جَاهَدَاكَ۔ جَاهَدَا ماضی تثنیہ مذکر غائب كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر (اگر) وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں۔ مُجَاهَدَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) سے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۶
= فَاُنَبِّئُکُمْ۔ اُنَبِّئُ مضارع واحد متکلم۔ نَبَّاَ یُنَبِّئُ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) سے خبردار کرنا۔ اطلاع دینا۔ آگاہ کرنا۔ خبر دینا۔ ن ب ء مادہ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پھر میں آگاہ کروں گا تمہیں۔

۹:۲۹ = لَنُدْخِلَنَّهُمْ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان کو ضرور داخل کریں گے۔

۱۰:۲۹ = اُوْذِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ ستایا گیا۔ اسے ایذا دی گئی اِیْذَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر اٰذٰی یُؤْذِیْ۔ اذی مادہ
= فِی اللّٰهِ۔ لاجل عزوجل اللہ تعالیٰ کی وجہ سے۔ او فی سبیل اللہ۔ اللہ کے راستہ میں
= جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ کَعَذَابِ اللّٰهِ۔ (تو) اس نے لوگوں کی آزمائش کو، لوگوں کی ایذا رسانی کو اللہ کے عذاب کے برابر سمجھا۔ یعنی اس نے دونوں کو ایک سی حیثیت دیدی۔

۱۱:۲۹ = ملاحظہ ہو ۲۹: ۳

۱۲:۲۹ = سَبِیْلَنَا۔ طریقتنا۔ دیننا۔ ہمارا طریقہ۔ ہمارا دین۔ ہمارا مذہب۔
= وَلْنَحْمِلْ۔ لام۔ لامِ امر ہے۔ اگرچہ اس کی ذاتی حرکت کسرہ ہوتی ہے لیکن واؤ اور فاء کے بعد متحرک ہونے کی بہ نسبت ساکن زیادہ آیا کرتا ہے۔ نَحْمِلْ مضارع مجزوم (بوجہ لام امر) جمع متکلم اور ہم (تمہارے گناہوں کے بوجھ کو) اٹھالیں گے۔
۲۹: ۱۳ = لَيَحْمِلُنَّ اصل میں يَحْمِلُوْنَ تھا۔ نون ثقیلہ کے آنے سے واؤ اور نون اعرابی ساقط ہو گئے۔ وہ ضرور اٹھائیں گے۔ لام جواب قسم کا بھی ہو سکتا ہے قسم محذوف ہے ای واللہ ليحملن۔
= اَثْقَالَ۔ ثِقْلٌ کی جمع بحالت نصب۔ بوجھ (گناہوں کے) مراد یہاں ان لوگوں کے گناہوں کے بوجھ ہیں جن کو انہوں نے گمراہ کیا تھا۔
= كَانُوْا يفترون۔ ماضی استمراری۔ جمع مذکر غائب (جو جھوٹ) وہ گھڑا کرتے تھے جو دروغ بافی وہ کیا کرتے تھے۔ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر
۲۹: ۱۴ = وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ ظالم تھے۔ یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت اور وعظ کا کوئی اثر قبول نہ کیا اور اپنے کفر اور معاصی کی حالت پر وہ اڑے رہے۔

۲۹: ۱۶ = وَاِبْرَاهِيْمَ۔ منصوب بوجہ مفعول فعل مضمر ای اُذْكُرْ اِبْرَاهِيْمَ
۲۹: ۱۷ = اَوْثَانًا۔ وَثَنٌ کی جمع منصوب بوجہ مفعول۔ ہر وہ چیز جس کی خدا کے سوائے پرستش کی جائے وثن ہے مورتی ہو یا پتھر۔ قبر ہو۔ یا جھنڈا۔
= اِفْكًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ جھوٹ۔ بہتان۔
الافك ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو، اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصل رُخ چھوڑ دیں مؤتفکہ کہا جاتا ہے۔ جیسے ارشاد باری ہے وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ (۶۹: ۹) اور الٹی ہوئی بستیوں نے (یعنی ان کے باسیوں نے) گناہ کے بڑے بڑے) کام کئے تھے۔

جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو بھی افك کہا گیا۔ اَفَكَ يَأْفِكُ اَفِكَ يَأْفَكُ (ضرب و سمع) اِفْكٌ مصدر کسی شئے کا اپنے اصلی رُخ سے پھرنا۔
تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا۔ تم جھوٹ تراشتے ہو۔

= فَابْتَغُوْا۔ (الرِّزْقَ) ابتغوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ابتغاء مصدر باب افتعال تم تلاش کرو۔ تم چاہو۔ الرزق میں الف لام استغراق کے لئے ہے یعنی ہر قسم کا رزق
۱۸:۲۹ = تُكَذِّبُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ بوجہ ان شرطیہ ساقط ہوگیا۔ تکذیب (باب تفعیل) اگر تم لوگ (مجھے) جھٹلاتے ہو۔

اس کے بعد جملہ محذوف ہے۔ فَلَا تَضُرُّوْنَنِيْ بِتَكْذِيْبِكُمْ (اپنی تکذیب سے تم مجھے کوئی ضرر نہیں پہنچاتے ہو۔ کیونکہ تم سے قبل بھی امتوں نے اپنے رسل کی تکذیب کی۔ (اور وہ ان رسولوں کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے۔

= اُمَمٌ۔ اُمَّةٌ کی جمع۔ امتیں۔ فرقے، جماعتیں۔

= اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت۔ واضح پیغام رسانی۔ پیغام الٰہی کو صاف صاف اور کھول کر واضح طور پر پہنچا دینا۔

فائدہ:۔ اُعْبُدُوا اللّٰهَ (آیت ۱۶) سے لے کر البلغ المبین آیت ۱۸ تک کا کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانی ہے۔

۱۹:۲۹ = اَوَلَمْ يَرَوْا آیۃ ۱۹ سے لے کر لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ آیت ۲۳ تک ایک جملہ معترضہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصہ کا سلسلہ توڑ کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا۔

— اَوَلَمْ يَرَوْا میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف مقدرہ پر ہے ای الم ینظروا ولم یعلموا۔ لم یروا مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔

= يُبْدِئُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اَبْدَءَ يُبْدِئُ اِبْدَاءٌ (افعال) وہ پیدا کرتا ہے۔ ایجاد کرتا ہے۔ تخلیق اول کرتا ہے اسی سے باب افتعال سے ابتداءٌ شروع۔

= يُعِيْدُهٗ۔ اَعَادَ يُعِيْدُ (افعال) اِعَادَةٌ سے مضارع واحد مذکر غائب وہ دوبارہ یا بار بار پیدا کرتا ہے یا کرے گا۔

اِعَادَةٌ بمعنی دہرانا۔ بار بار کرنا ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب

= يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ واحد مذکر۔ يُسْرٌ مادہ۔ آسان۔ سہل۔

۲۰:۲۹ = بَدَاَ ماضی واحد مذکر غائب بَدَاَ يَبْدَاُ (فتح) بَدْءٌ اس نے شروع کیا

اس نے پیدا کیا۔
= یُنْشِئُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر وہ پیدا کرتا ہے۔
= النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ موصوف وصفت، دوسری بار پیدائش آخری یا بعد کی پیدائش۔
ثُمَّ اللّٰہُ یُنْشِئُ النَّشْاَۃَ الْاٰخِرَۃَ۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک بعد کی پیدائش عمل میں لائیگا
= تُقْلَبُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ قَلْبٌ (باب ضرب) سے تم پھیرے جاؤ گے۔
۲۹:۲۲ = مُعْجِزِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، ہرانے والے، عاجز بنا دینے والے اور جگہ ارشاد ہے قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْکُمْ بِہِ اللّٰہُ اِنْ شَآءَ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۔(۱۱:۳۳) (نوح نے) کہا اسے تو بس اللہ ہی تمہارے سامنے لائے گا اگر اس نے چاہا اور تم (اسے) ہرا نہیں سکتے (یعنی اگر چاہے تو اسے عذاب لانے سے تم روک نہیں سکتے)
۲۹:۲۳ = یَئِسُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب یَاْسٌ مصدر (باب سمع) وہ ناامید ہو گئے، وہ مایوس ہو گئے۔
۲۹:۲۴ = فَمَا کَانَ جَوَابَ قَوْمِہٖ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کلام جو آیۃ ۱۸ کے ساتھ ختم ہوا۔ یہاں ان کی قوم کی طرف سے جواب بیان ہوتا ہے۔
= فَاَنْجٰہُ میں فَ فصیحت کا ہے یعنی فالقوہ فی النار فانجہ اللّٰہ منہا۔ یعنی انہوں نے اس کو آگ میں ڈالا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آگ سے بچالیا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیات (۲۱: ۶۸ تا ۷۰) سورۃ الانبیاء)
۲۹:۲۵ = مَوَدَّۃً۔ محبت، دوستی، مصدر ہے اور مصادر بھی اسی مادہ (و د د) سے آتے ہیں۔ وَدٌّ۔ وِدٌّ۔ وُدٌّ۔ وِدَادٌ، وَدَادَۃٌ۔ مَوَدَّۃٌ، مَوْدَدَۃٌ، مَوْدُوْدَۃٌ۔ محبت کرنا۔ وَدُوْدٌ بہت محبت کرنے والا۔ دوست، تَوَادٌّ (تفاعل) باہم دوستی رکھنا۔
اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا مَّوَدَّۃَ بَیْنِکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) مَوَدَّۃً۔ اِتَّخَذْتُمْ کا مفعول لہٗ ہے۔ اور ترجمہ ہو گا: تم اللہ کے سوا بتوں کو معبود اپنی آپس کی دنیوی دوستی کے لئے ٹھہرا لیا ہے (یعنی اس ہم اعتقادی سے تمہاری باہمی محبت بڑھے)
(۲) یا ان کی آپس کی محبت ان کی بت پرستی کا سبب ٹھہری۔ ترجمہ ہو گا:
تم نے آپس کی دنیوی محبت کی خاطر اللہ کے سوا بتوں کو معبود ٹھہرالیا۔ (تم نے اپنے باپ

دادا کو بت پرستی پر پایا اور ان کی محبت کی وجہ سے ان کے غلط طریقہ پر چلتے رہے۔ برادری کی محبت کی خاطر غلط بات کو ترک نہ کیا۔

= یَکْفُرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وہ انکار کرے گا۔ (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے۔ وہ انکار کریں گے) کُفْرٌ مصدر سے (باب نصر)

= بَعْضُکُمْ مِنْ بَعْضٍ۔ تم میں بعض بعض سے (انکار کریں گے) یعنی تم آپس میں ایک دوسرے کی پہچان سے ایک دوسرے کی بات سے منکر ہو جاؤ گے۔

= مَاْوٰکُمُ۔ مضاف مضاف الیہ، تمہارا ٹھکانہ مَاْوٰی۔ اسم ظرف ہے قیام کی جگہ، ٹھہرنے کا مقام قرآن حکیم میں جہاں بھی مَاْوٰی بصورت اضافت استعمال ہوا ہے وہاں ظرفی معنی میں استعمال ہوا ہے اور جہاں بغیر اضافت کے مستعمل ہے وہاں مصدری معنی میں آیا ہے۔ اَوٰی یَاْوِیْ مَاْوٰی (باب ضرب)

۲۶:۲۹ = فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ۔ پس لوط ان پر ایمان لائے۔ یعنی حضرت ابراہیم پر، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔

۲۷:۲۹ = وَھَبْنَا لَهٗ۔ وَھَبْنَا ماضی جمع متکلم۔ وَھْبٌ وَھِبَۃٌ مصدر۔ وَھَبَ یَھَبُ (فتح) ہم نے بخشا۔ لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے۔

= ذُرِّیَّتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ اس کی اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذریت ہے مگر عرف عام میں چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے اگرچہ اصل میں یہ جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

۲۸:۲۹ = وَلُوْطًا واؤ عطف کی ہے لوطًا کا عطف یا تو ابراھیم آیت ۱۶ یا نوحًا آیت ۱۴) پر ہے ای وارسلنا لوطًا۔

= تَاْتُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِتْیَانٌ مصدر۔ اَتٰی یَاْتِیْ (باب ضرب) اتی مادہ تم کرتے ہو، تم آتے ہو، یا تم کرو گے یا آؤ گے۔

= الفاحشۃ۔ اسم۔ حد سے بڑھی ہوئی بدی۔ ایسی بے حیائی جس کا اثر دوسروں پر پڑے، ہر وہ چیز جس کی اللہ نے ممانعت کر دی ہو۔

= مَا سَبَقَکُمْ بِھَا۔ مَا نافیہ ہے۔ سَبَقَ اس نے سبقت کی۔ اس نے پہل کی۔ وہ آگے بڑھا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ بِھَا اس کے ساتھ۔ یعنی اس فحش فعل کی طرف (کسی قوم نے) تم سے پہل نہیں کی۔ یعنی تم سے پہلے کسی قوم نے اس فعل بد کا ارتکاب نہیں کیا۔ ب حرف جار ہے

اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الفاحشۃ کی طرف راجع ہے۔

۲۹:۲۹ = اَئِنَّكُمْ۔ ہمزہ استفہام کے لئے ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کیا تم ؟

= لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ۔ تم مردوں کے پاس جاتے ہو (شہوت رانی کے لئے) جیسا کہ اور جگہ آیا ہے اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ (۷: ۸۱) تم خواہش نفس پوری کرنے کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو۔

= تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ۔ تَقْطَعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر قَطْعٌ مصدر (باب فتح سے) القَطْعُ کے معنی کسی چیز کو علیحدہ کر دینے کے ہیں خواہ اس کا تعلق حاسۂ بصر سے ہو۔ جیسے اجسام وغیرہ۔ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ (۷: ۱۲۴) میں ضرور تمہارے ہاتھ کٹوا دوں گا۔ یا اس کا تعلق بصیرت سے ہو۔ مثلاً اِلَّآ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ (۹: ۱۱۰) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں۔

قَطْعُ السَّبِيْلِ۔ راستہ کاٹنا۔ یہ ایک جامع کلمہ ہے جس کے مختلف معانی ہیں مثلاً

۱:۔ راہزنی کرنا۔ یا مسافروں سے ایسا سلوک کرنا کہ وہ اپنا سیدھا راستہ اختیار کر کے سفر نہ کر سکیں

۲:۔ سبیل سے مراد سبیل اللہ بھی ہو سکتا ہے اور قطع السبیل بمعنی صدّ السبیل کسی کو اللہ کے راستہ سے بھٹکانا۔

۳:۔ قطع النسل باتیان مالیس بحرث یعنی ایسی عورت کے پاس جانا جو مرد کی اپنی کھیتی نہیں۔ یعنی زناکاری کرنا کہ اس سے بھی افزائش نسل میں کئی رکاوٹیں آجاتی ہیں۔

۴:۔ مجہول النسل بچوں کا پیدا کرنا بھی قطع السبیل ہے کہ ان کی تربیت قدرتی راستہ سے ہٹ جاتی ہے۔

تقطعون السبیل۔ تم راہزنی کرتے ہو۔

= تَاْتُوْنَ الْمُنْكَرَ۔ تم منکرات کا ارتکاب کرتے ہو۔

نَادِيْكُمُ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری دن کی مجلس مشاورت۔ ن د ی۔ مادہ النِّدَآءُ کے معنی آواز بلند کرنے کے ہیں۔ اور کبھی نفس آواز پر بھی بولا جاتا ہے۔ مثلاً لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً (۲: ۱۷۱) نہیں سنتا سوائے پکار اور آواز کے۔ یہاں ندار سے مراد آواز اور پکار ہے۔

نِدَآءٌ نَدًى سے ہے جس کے معنی رطوبت یا نمی کے ہیں اور آواز کے لئے نداء کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے منہ میں رطوبت زیادہ آگئی ہو اس کی آواز بھی بلند اور حسین ہوگی پھر اسی مادہ سے نَدِىٌّ کے معنی مجلس کے بھی آتے ہیں (شاید کہ مجلس میں بھی آواز سے زیادہ

کام لیا جاتا ہے) اس معنی میں نَدِیٌّ کی جمع اَنْدَاءٌ و اَنْدِیَۃٌ آتی ہے کبھی نِدَاءٌ سے مراد مجالست بھی ہوتی ہے اس لئے مجلس کو النَّادِی و النَّدِی کہا جاتا ہے اور نادی کے معنی ہم مجلس کے بھی آیا ہے مثلاً فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ (۹۶ : ۱۷) تو وہ اپنے یاران مجلس کو بلالے۔

اسی سے دار النَّدْوَۃ ہے اکٹھے ہو کر مشورہ کرنے کی جگہ۔

۲۹ : ۳۰ = رَبِّ ای یارَبِّیْ۔

= اُنْصُرْنِیْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو میری مدد کر۔

۲۹ : ۳۱ = اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ۔ اِنَّا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ مُهْلِكُوْٓا اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُهْلِكُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہو گیا۔

هٰذِهِ اشارہ اَلْقَرْيَةِ مشارٌ الیہ دونوں مل کر مضاف الیہ اَهْل مضاف۔ مضاف الیہ اور مضاف مل کر مضاف الیہ مُهْلِكُوْٓا مضاف۔ اس بستی کے باشندگان کو ہلاک کرنے والے ہیں۔

۲۹ : ۳۲ = لَنُنَجِّيَنَّهٗ۔ مضارع تاکید بلام تاکید و نون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم ضرور اسے بچالیں گے۔ نَجّٰی یُنَجِّیْ تَنْجِیَۃً (تفعیل) بچانا۔ نَاجٍ بچانے والا۔ نجی مادہ۔

= كَانَتْ ماضی بمعنی مستقبل مستعمل ہے۔ وہ ہو گی واحد مؤنث غائب کا صیغہ

= غٰبِرِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اصل چیز کے گذر جانے کے بعد جو چیز باقی رہ جاتی ہے اسے لغت میں غابر کہتے ہیں اس لئے غبار اس خاک کو کہتے ہیں جو کہ قافلہ کے گذرنے کے بعد اُڑ کر پیچھے رہ جاتی ہے۔

= كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں ہو گی (جو عذاب میں گرفتار ہوتے اور ہلاک ہو گئے)

۲۹ : ۳۳ = سِیْٓءَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ سَوْءٌ مصدر (باب نصر) سَآءَ یَسُوْٓءُ سَوْءٌ برا ہونا، رنجیدہ ہوا۔ غمگین ہوا۔ اسے برا معلوم ہوا بِهِمْ ان کے (آنے) سے ان کی وجہ سے۔ ان کے بارے میں۔

اور جگہ آیا ہے فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ (۶۷ : ۲۷) پھر جب وہ اس عذاب کو پاس آتا دیکھ لیں گے تو کافروں کے چہرے بُرے

ہوجائیں گے ۔ رگڑجائیں گے ۔

= ضَاقَ ماضی واحد مذکر غائب وہ تنگ ہوا ۔ ضَاقَ یَضِیۡقُ ضَیۡقٌ (ضرب) ضَیۡقٌ وَضِیۡقٌ ۔ سَعَۃٌ (وسعت وکشادگی) کی ضد ہے ۔ ضَیۡقَۃٌ کا استعمال فقر، بخل، تنگی، غم اور اسی قسم کے معنوں میں آتا ہے ضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا ۔ یعنی وہ ان کے بارے میں عاجز ہوگیا ۔ دل تنگ ہوا ۔

اور جگہ ارشاد ہے ضَاقَتۡ عَلَیۡہِمُ الۡاَرۡضُ (۹:۱۱۸) زمین ان پر تنگ ہوگئی اور وَ لَا تَکُ فِیۡ ضَیۡقٍ مِّمَّا یَمۡکُرُوۡنَ ۔ (۱۶:۱۲۷) اور جو چالیں یہ چلتے ہیں ان سے تنگدل نہ ہوجئے ۔

= ذَرۡعًا ۔ طاقت، گنجائش، ہاتھ کی کشادگی ۔ ضیقِ ذرع سے مراد طاقت کا ختم ہوجانا ۔ یا گنجائش نہ رہنا ۔ ضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا ۔ اس نے ان کی (رہائی یا بچاؤ) کی کوئی گنجائش نہ پائی

مولانا عبد الماجد دریا بادی رقمطراز ہیں ۔۔

ضَاقَ بِہِمۡ ذَرۡعًا ۔ عربی محاورہ میں یہ ایسے موقعہ پر بولتے ہیں ۔ جب شدتِ ناگواری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی ہو اور انسان عاجز آیا جا رہا ہو ۔

= مُنَجُّوۡکَ ، مضاف مضاف الیہ ، مُنَجُّوۡا اسم فاعل جمع مذکر مُنَجِّیۡ واحد تَنۡجِیَۃٌ (تفعیل) ، مصدر اصل میں مُنَجُّوۡنَ تھا نون اضافت کی وجہ سے گرگیا ۔ اور ی ثقل کی وجہ سے گرگئی ۔ ترجمہ: بچانے والے ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر ۔ تیرے بچانے والے ۔ تجھے بچالینے والے

۲۹:۳۴ = مُنۡزِلُوۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِنۡزَالٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر ۔ اتارنے والے برسانے والے ۔

= رِجۡزًا ۔ عقوبت ، بلا ۔ عذاب ۔ منصوب بوجہ مفعول ۔ الرِّجۡزُ کے معنی اضطراب کے ہیں لاخوب ہلنا اور جنبش کرنا ۔ اور اسی سے رَجَزَ الۡبَعِیۡرُ ہے جس کے معنی ضعف کے سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپاتے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں ایسے اونٹ کو اَرۡجَزُ اور اونٹنی کو رَجۡزَاءُ کہا جاتا ہے کنایۃً عذاب مراد ہے ۔

آیت ہذا میں معنی ہوں گے ۔

ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک عذابِ آسمانی ان کی بدکاریوں کی پاداش میں نازل کرنے والے ہیں ۔ اسی مادہ سے الرجز پلیدی کے معنی میں جیسے وَالرُّجۡزَ فَاہۡجُرۡ (۷۴:۵)

اور نجاست سے الگ رہو۔

۲۹ : ۳۵ = مِنْهَا - ای مِنَ الْقَرْيَةِ ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب القریۃ کی طرف راجع ہے۔

۲۹ : ۳۶ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا - ای وارسلنا الی مدین اخاھم شُعَيْبًا۔ اور (ہم نے بھیجا) اہل مدین کی طرف ان کے بھائی شعیبؑ کو۔

= اُرْجُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر رَجَاءٌ مصدر (باب نصر) تم امید رکھو"

= لَا تَعْثَوْا۔ فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم فساد مت کرو، عِثِیٌّ اور عُثِیٌّ مصدر (باب سمع) سے جس کے معنی فساد کرنے کے ہیں باب نصر سے عَيْثٌ و عُثُوٌّ مصدر ہیں جو اس فساد کے لئے آتے ہیں جس کا ادراک حسی ہو یعنی دنگہ فساد۔ مار کٹائی۔ عِثِیٌّ مادہ

۲۹ : ۳۷ = الرَّجْفَةُ ۔ بھونچال، زلزلہ، لرزش۔ صدمہ۔ رَجَفَ يَرْجُفُ (باب نصر) رَجْفٌ رُجُوْفٌ و رَجِيْفٌ ۔ زور سے حرکت دینا ۔۔۔ الرَّجْلُ سخت بے چین ہونا۔ ۔۔۔ الْاَرْضُ زمین کا زلزلہ میں آنا۔ قرآن مجید میں ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (۷۳ : ۱۴) جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔

= فَاَصْبَحُوْا۔ ف تعقیب کا ہے اَصْبَحُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ہو گئے۔ انہوں نے صبح کی۔ اصبح افعال ناقصہ میں سے ہے۔

= جٰثِمِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ جَاثِمٌ واحد اوندھے پڑنے والے، زانو کے بل گرنے والے۔

جَثَمَ يَجْثِمُ (ضرب) وجَثَمَ يَجْثُمُ (نصر) جَثْمٌ و جُثُوْمٌ، مصدر۔ پرندہ کا زمین پر سینہ کے بل بیٹھنا۔ اور اس کے ساتھ چمٹ جانا۔ استعارہ کے طور پر انسان کا سینہ کے بل گرنا۔ یا اوندھے پڑنا ہے۔

فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ۔ پس وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے یا پس صبح ہوئی تو وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل گرے پڑے تھے۔

۲۹ : ۳۸ = وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۔ منصوب بوجہ فعل مضمر ای واَهْلَكْنَا عَادًا وَّثَمُوْدَا اور ہم نے ہلاک کیا عاد اور ثمود کو۔ (ثمود بوجہ عجمہ اور معرفہ غیر منصرف ہے)

= زَيَّنَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے سنوارا۔ اس نے زینت دی۔ اس نے بھلا کرکے دکھایا۔ تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی آراستہ کرنے اور زینت دینے کے ہیں

== مُسْتَبْصِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر کَانُوْا۔ اِسْتِبْصَارٌ (استفعال) مصدر۔ دیکھنے والے۔ عقلمند، حق و باطل میں تمیز رکھنے والے۔ دور اندیش (دنیاوی امور میں)۔ یعنی باوجودیکہ واضح اور روشن دلائل کی وجہ سے انہوں نے حق کو خوب پہچان لیا تھا لیکن شیطان نے ان کے دنیاوی اعمال کو آراستہ پیراستہ کرکے دکھایا اور راہ راست سے ان کو روکے رکھا

وَکَانُوْا مُسْتَبْصِرِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔

۲۹:۳۹ == وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَھَامَانَ معطوف علی عادًا وثمودًا۔ ای واھلکنا قارون وفرعون وھامان۔ قارون کو فرعون اور ہامان سے قبل لانے کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔

(۱) وہ ان سے قبل ہلاک ہوا۔

(۲) وہ بظاہر حضرت موسیٰ پر ایمان لایا تھا اور تورات کا علم ان سے زیادہ رکھتا تھا۔

(۳) وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رشتہ دار ہونے کی وجہ سے زیادہ نزدیک تھا۔

== جَآءَھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب قارون وفرعون و ہامان کی طرف راجع ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس واضح دلائل لائے۔

== اَلْبَیِّنٰتُ۔ روشن دلائل۔ کھلی نشانیاں۔

== فَاسْتَکْبَرُوْا۔ ف تعقیب کا ہے استکبروا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے استکبارٌ (استفعال) مصدر انہوں نے گھمنڈ کیا۔ انہوں نے غرور کیا۔

اَلْکِبْرُ وَالتَّکَبُّرُ وَالْاِسْتِکْبَارُ قریب قریب ایک ہی معنی رکھتے ہیں۔

کبر وہ حالت ہے جس کے سبب انسان اپنے آپ کو دوسروں سے بڑا خیال کرے۔ اور سب سے بڑا تکبر قبول حق سے انکار اور عبادت سے انحراف کرکے اللہ تعالیٰ پر تکبر کرنا ہے حدیث شریف میں ہے کہ الکبران تسفہ الحق وتغمص الناس۔ تکبر یہ ہے کہ تو حق کو جہالت تصور کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔

== فِی الْاَرْضِ۔ زمین میں یا زمین پر۔ حالانکہ زمین پر رہنے والوں کو زیب نہیں دیتا یا ان کو سزاوار نہیں کہ حقیر شے سے پیدا ہونے والی حقیر شے حق سے اور عبادت خالق سماوات والارض سے انکار کرے۔

انہی معنوں میں اور جگہ بھی فی الارض مستعمل ہے مثلاً تستکبرون فی الارض بغیر الحق (۴۶:۲۰) کہ تم زمین میں ناحق غرور کیا کرتے تھے۔

== وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ۔ مَا كَانُوْا فعل ناقص۔ سابقین خبر۔ سَابِقِيْنَ۔ سَابِقٌ کی جمع۔ سبق سے اسم فاعل جمع مذکر۔ آگے بڑھنے والے۔ سبقت لیجانے والے۔ یہاں وَمَا كَانُوْا سَابِقِيْنَ کا مطلب ہے کہ وہ ہم سے بھاگ کر نہ نکل سکے۔ ہماری سزا سے بچ نہ سکے۔ یہاں ضمیر جمع مذکر غائب فرعون وہامان وقارون کی طرف راجع ہے

۲۹ : ۴۰ == فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ۔ پس ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کی پاداش میں پکڑ لیا۔

== حَاصِبًا۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ مفعول اَرْسَلْنَا۔

حَاصِبٌ بادِ سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ۔ ہواؤں کا پتھر۔ سخت آندھی جس میں کنکریاں ہوں وہ پتھراؤ جس میں تند ہوا ہو۔ حَصْبَاءُ سے مشتق ہے بمعنی کنکریاں (قوم لوط کی سزا)

== اَلصَّيْحَةُ۔ چیخ، کڑک، ہولناک آواز۔ صَاحَ يَصِيْحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی استعمال ہوتا ہے۔ چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آیت ۳۷ مذکورہ بالا میں اس عذاب کے واسطے لفظ الرَّجْفَةُ استعمال ہوا ہے (اہل مدین۔ عاد وثمود کی سزا)

== خَسَفْنَا بِهِ۔ ہم نے دھنسا دیا۔ (زمین میں) (قارون کی سزا)

== اَغْرَقْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے غرق کر دیا۔ (فرعون وہامان کی سزا)

فَائِدَہ ؛ جس ترتیب سے آیات ۳۳ تا ۳۹ میں مختلف سرکش قوموں یا افراد کا ذکر آیا ہے مثلاً قوم لوط۔ آیات ۳۳ تا ۳۵ اہل مدین عاد وثمود آیات ۳۶ : تا ۳۸ قارون آیت ۳۹ فرعون وہامان، اسی ترتیب سے ان پر آنے والے عذاب کا ذکر آیا ہے:۔

باد سنگ بار، قوم لوط۔ سخت ہولناک کڑک کا عذاب۔ اہل مدین عاد وثمود۔ زمین میں دھنسا دینا۔ قارون۔ غرق کر دینا۔ فرعون وہامان۔ اس کو علم البدیع کی اصطلاح میں لف ونشر مرتب کہتے ہیں۔

۲۹ : ۴۱ == اِتَّخَذُوْا، ماضی جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔

== اَوْهَنَ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے سب سے کمزور۔ سب سے ضعیف۔ وَهْنٌ مصدر۔ جس کے معنی جسمانی طور پر کسی معاملہ میں کمزور ہونے یا اخلاقی کمزوری ظاہر کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ (۱۹ : ۴) اے میرے

میرے پروردگار میری ہڈیاں بڑھاپے کے سبب کمزور ہوگئی ہیں۔

= اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ۔ میں ما موصولہ ہے اور يَعْلَمُ کا مفعول ہے مِنْ دُوْنِهٖ میں مِنْ متعلق يَدْعُوْنَ ہے ہٗ ضمیر کا مرجع اللّٰہ ہے مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ یا تو تبیین کا ہے اور موصول کے بیان کے لئے ہے یا تبعیضیہ ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا۔

یہ جس کسی شے کو اللہ کے سوا پکارتے (یا پوجتے) ہیں اللہ اس کو یقیناً جانتا ہے۔

يَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب دَعْوَةٌ اور دُعَاءٌ مصدر (باب نصر) وہ بلاتے ہیں وہ پکارتے ہیں۔ وہ پوجتے ہیں۔

= وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔ اور وہ بڑا زبردست ہے اور حکمت والا ہے یعنی نہ صرف قوت علمی میں کامل ہے (اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ) بلکہ قوتِ عملی اور حکمت میں بھی بدرجۂ اتم کامل ہے۔

۲۹:۴۳ = تِلْكَ الْاَمْثَالُ۔ یہ مثالیں یعنی یہ موجودہ مکڑی کی مثال اور قرآن مجید میں مذکور دوسری مثالیں مثلاً اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا۔ (۲:۲۶) خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان فرمائے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ (۲۲:۷۳) اے لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے سو اسے سنو! جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی (تک تو) پیدا نہیں کر سکتے۔ چاہے وہ سب ہی اس غرض کے لئے جمع ہو جاویں۔ وغیرہ

= مَا يَعْقِلُهَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب عَقْلٌ مصدر۔ (باب ضرب) وہ نہیں سمجھتے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَمْثَالُ کی طرف راجع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط ۴

اُتۡلُ مَاۤ اُوۡحِیَ (۲۱)

العَنکبُوت ، الرُّوم ، لُقمٰن ۔ السَّجدَۃ
الاَحزَاب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ

۲۹: ۴۵ — اُتْلُ۔ تو پڑھ۔ تو تلاوت کر تِلَاوَۃٌ مصدر فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر یہاں بمعنی دُمْ عَلٰی تِلَاوَتِہٖ ہے یعنی متواتر پڑھا کیجئے۔

— مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ۔ مَا موصولہ اُوْحِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ (افعال) مصدر۔ وحی کی گئی مِنَ الْكِتٰبِ میں مِنْ بیانیہ ہے اَلْكِتٰبُ سے مراد القرآن ہے۔ یعنی جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے اسے دائماً پڑھا کیجئے۔

— اَقِمِ الصَّلٰوۃَ۔ اَقِمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (اگرچہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس سے جمیع الناس مراد ہیں) اقامۃ مصدر باب افعال۔ تو قائم رکھ۔ تو سیدھا رکھ۔ تو راست کر (اس میں بھی مداومت کے معنی ہیں)

الصَّلٰوۃ میں الف لام عہد کا ہے۔ یعنی وہ نماز جو ظاہری اور باطنی شرائط معینہ کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔ منصوب بوجہ مفعول کے ہے۔

— تَنْھٰی۔ مضارع واحد مؤنث غائب، نَھْیٌ مصدر۔ نَھٰی یَنْھٰی (باب فتح) سے مصدر۔ نَھْوٌ باب نصر سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ وہ روکتی ہے۔ وہ منع کرتی ہے

— اَلْفَحْشَآءِ برا کام، بیحیائی کا کام۔ زنا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۲۸)

— اَلْمُنْكَرِ۔ اسم مفعول واحد مذکر اِنْكَارٌ (افعال) مصدر وہ قول و فعل جس کو عقل سلیم برا جانتی ہو یا جس کو شریعت نے ممنوع قرار دیا ہو۔ بری بات۔ مثلاً لَقَدْ جِئْتَ شَیْئًا نُّكْرًا (۱۸: ۷۴) یقیناً آپ نے بری بات کی۔ یا وَتَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ (۲۹: ۲۹) اور تم بھری مجلس میں ممنوعات کا ارتکاب کرتے ہو۔

— وَلَذِكْرُ اللّٰہِ اَكْبَرُ۔ لام تاکید کا ہے۔ اَكْبَرُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اور اللہ کا ذکر زیادہ بڑا ہے۔ ذکر سے یہاں مراد کیا ہے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں: مثلاً

(١) حضرت ابن عباس رضہ سے منقول ہے لذکر اللہ تعالیٰ العبدَ اکبر من ذکر العبد اللہ تعالیٰ۔ جو ذکر اللہ تعالیٰ اپنے بندے کا کرتا ہے وہ اس ذکر سے بہت بڑا ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کا کرتا ہے اور اس پر دلیل لاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (٢: ١٥٢) سو تم مجھے یاد کیا کرو میں تمہیں یاد کیا کروں گا!

(٢) اللہ تعالیٰ کا ذکر ہر شے سے بہتر ہے۔

(٣) بندے کا نماز میں اللہ کا ذکر کرنا دیگر ارکان نماز سے بہتر ہے۔

(٤) بندے کا نماز میں اللہ کا ذکر کرنا خارج از نماز ذکر کرنے سے بہتر ہے۔

(٥) اللہ کا ذکر کرنا بندے کے دیگر تمام اعمال سے بہتر ہے۔

(٦) یہاں ذکر اللہ سے مراد الصلوٰۃ ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ (٦٢: ٩) اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان کہی جاتے تو خدا کی یاد (یعنی نماز) کے لئے جلدی کرو۔ وغیرہ

= مَا تَصْنَعُوْنَ۔ میں مَا موصول ہے۔ تَصْنَعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ جو تم کرتے ہو۔

٢٩: ٤٦ = وَلَا تُجَادِلُوْٓا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت جھگڑو۔ تم بحث مباحثہ مت کرو۔ جَادَلَ یُجَادِلُ مُجَادَلَۃً (مفاعلۃ) سے۔ جدل مادہ

= اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ مگر مہذب اور شائستہ طریقہ سے۔

= اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ۔ اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مِنْھُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اَلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ مستثنیٰ اور اَھْلَ الْکِتٰبِ مستثنیٰ منہ ہے ماسوائے ان میں سے ان لوگوں کے جو زیادتی کریں۔ (تو اس صورت میں درشتی و خشونت روا ہے اور ان کو ترکی بہ ترکی جواب دینے میں کوئی حرج نہیں)

= وَقُوْلُوْٓا...... یہ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ کی تفسیر ہے یعنی بحث کو کچھ یوں شروع کرو کہ نکاتِ اتفاق پہلے آئیں اور تاکہ پیش رفت کے لئے ایک متفقہ قرار داد اور مشترکہ زمین مہیا ہوجائے اس کے بعد نکات اختلاف پر بحث آسان ہوجائے گی!

= اُنْزِلَ اِلَیْنَا۔ (جو) ہماری طرف اتارا گیا۔ یعنی القرآن

= اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ۔ یعنی تورات و انجیل۔

= لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اِلٰہُ وَّاحِدُ کی طرف راجع ہے ۔
۲۹ : ۴۷ = کَذٰلِکَ ...... الکِتٰبَ اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں :۔
(۱) جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کی تھیں اسی طرح اب یہ کتاب (القرآن) تم پر نازل کی ہے ۔
(۲) ـــــ ہم نے اس تعلیم کے ساتھ یہ کتاب (قرآن) نازل کی ہے کہ ہماری پچھلی کتابوں کا انکار کرکے نہیں بلکہ ان کا اقرار کرتے ہوئے اسے مانا جائے ۔
= اٰتَیْنٰھُمُ الکِتٰبَ ای التوراۃ والانجیل ۔ یا اس میں حذف مضاف ہے اور کلام یوں ہے اٰتَیْنٰھُمْ عِلْمَ الکِتٰبِ جن کو ہم نے توراۃ وانجیل کا علم عطا کیا ۔
= یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب الکتب (یعنی القرآن) کے لئے ہے اور یُؤمنون میں ضمیر جمع مذکر غائب ان علماء اہل کتاب کی طرف راجع ہے جنہوں نے خدا کی نازل کردہ کتابو کو بغور پڑھا جیسا کہ پڑھنے کا حق ہوتا ہے اور نتیجۃً ایمان لے آئے ۔
= مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے ھٰٓؤُلَآءِ کا اشارہ اہل عرب یا اہل مکہ کی طرف ہے (اور ان لوگوں میں سے بھی اس (قرآن) پر ایمان لے آتے ہیں) امام رازیؒ کا قول ہے کہ مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ سے مراد بعض مشرکین مکہ نہیں بلکہ بعض اہل کتاب ہی ہیں ۔
= یَجْحَدُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَحَدَ یَجْحَدُ (فتح) جَحْدٌ وجُحُوْدٌ جان بوجھ کر انکار کرنا ۔ وَمَا یَجْحَدُ اور کوئی انکار نہیں کرتا ۔
۲۹ : ۴۸ = کُنْتَ تَتْلُوْا ماضی استمراری، واحد مذکر حاضر تو پڑھا کرتا تھا ۔ تو پڑھتا تھا ۔
مَا کُنْتَ تَتْلُوْا تو نہیں پڑھتا تھا ۔ تو نہیں پڑھ سکتا تھا ۔
= مِنْ قَبْلِہٖ میں ضمیر ہٖ واحد مذکر غائب القرآن کی طرف راجع ہے ای قبل انزال القراٰن ۔ قرآن کے نازل ہونے سے پہلے ۔
= مِنْ کِتٰبٍ ۔ کوئی کتاب ۔
= وَلَا تَخُطُّہٗ مضارع منفی واحد مذکر حاضر ۔ خَطَّ یَخُطُّ (باب نصر) خَطٌّ (مضاعف) لکھنا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کتاب کی طرف راجع ہے ۔ اور نہ ہی تم اس کو لکھ سکتے تھے
= بِیَمِیْنِکَ ۔ تیرے دائیں ہاتھ سے ۔ تو اپنے دائیں ہاتھ کے ساتھ ۔ نفی کی تاکید کے لئے آیا ہے ۔ یعنی نہ تو نے کبھی اپنے دائیں ہاتھ سے (جو اکثر اسی ہاتھ سے لکھنے کا کام لیا جاتا ہے) ایسی کسی کتاب کو لکھا ۔ اسی طرح بولتے ہیں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ دیکھنے کے فعل کی

حقیقت کو شک وشبہ سے بالاتر ذہن نشین کرانے کے لئے۔
= اِذًا۔ تب، اس وقت۔ یہاں اذًا قائم مقام جزا ہے، اور جواب شرط اور جزار کے لئے آتا ہے۔ اصل میں یہ اِذَنْ ہے وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔
جس جگہ اِذًا کے بعد لام آئے گا تو ضروری ہے کہ اس سے قبل لَوْ مقدر ہو۔ جملہ ہذا میں عبارت مقدرہ ہوگی لوکنت تتلوا من قبلہ من کتٰبٍ و تخطہ اذًا لارتاب المبطلون۔ اگر قبل ازیں آپ کتاب پڑھ سکتے ہوتے اور اسے لکھتے ہوتے تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔ اس کی مثال: اِذًا لَّذَھَبَ کُلُّ اِلٰہٍ بِمَاخَلَقَ (۲۳: ۹۱) (اس کے ساتھ اگر کوئی اور خدا ہوتا) تو ہر خدا ہر اس چیز کو جو اس نے پیدا کی لے جاتا۔
= لَارْتَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر لام تاکید کا۔ تو وہ ضرور شک کرتا۔ یہاں صیغہ جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ تو وہ ضرور شک کرتے۔ ریب مادہ
= المُبْطِلُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو، اہل باطل، حق کو جھٹلا نیوالے۔
اِبْطَالٌ (افعال) مصدر۔ مُبْطِلٌ واحد۔
۲۹: ۴۹ = بَلْ۔ یہاں حرف اضراب ہے یعنی ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب قران کی طرف راجع ہے۔ یعنی یہ قرآن اس میں کوئی شک نہیں بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں۔
= اٰیٰتٌ بَیِّنٰتٌ۔ موصوف وصفت۔ واضح روشن آیات۔
= اُوْتُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اٰتٰی یُؤْتِیْ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر ان کو دیا گیا۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو ملا۔
= فِیْ صُدُوْرِ۔ سینوں میں (حفظ کیا ہوا)
۲۹: ۵۱ = اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ۔ نیا کلام شروع ہوتا ہے۔ آیت ۵۰ (قُلْ اِنَّمَا .... مُبِیْنٌ سے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد الٰہی تھا۔ اب خدا تعالیٰ کی طرف کلام ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ مقدرہ پر عطف کے لئے ہے ای اَقَصَرَ وَلَمْ یَکْفِھِمْ کیا یہ کم ہے اور کافی نہیں ہے ان کے لئے۔
لَمْ یَکْفِھِمْ۔ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب کَفٰی یَکْفِیْ (ضَرَبَ) کِفَایَۃً مصدر۔ لَمْ کی وجہ سے یَکْفِیْ سے آخر کا حرف علت گر گیا۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جو قَالُوْا (آیۃ ۵۰) کے فاعل کی طرف راجع ہے یہ اہل کتاب کے لئے بھی ہو سکتی ہے

اور کفار قریش کے لئے بھی۔

= یُتْلٰی عَلَیْھِمْ۔ یُتْلٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب، تِلَاوَۃٌ مصدر۔ الکتاب مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی رہتی ہیں۔ مضارع کا صیغہ استمرار اور دوام کو چاہتا ہے۔ پس یُتْلٰی عَلَیْھِمْ کے معنی ہوں گے یُتْلٰی عَلَیْھِمْ فِیْ کُلِّ زَمَانٍ وَمَکَانٍ یعنی یہ ان پر ہر زمان ومکان میں پڑھی جائیں گی۔

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل کتاب یا کفار قریش کے لئے ہے

= اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ۔ ای فی ذلک الکتب۔ یعنی قرآن،

= لَرَحْمَۃً میں لام تاکید کا ہے رحمۃً منصوب بوجہ عمل اِنَّ یعنی یہ اسم اَنّ ہے جیسے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّاُولِی الْاَبْصَارِ (۳: ۱۳) بے شک اس میں اہل بصیرت کے لئے بڑی عبرت ہے۔

= ذِکْرٰی۔ موعظت، پند، یاد۔ ذکر کرنا۔ نصیحت کرنا۔ ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر ہے کثرت ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر کی نسبت زیادہ بلیغ ہے۔

اَوَلَمْ یَکْفِھِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ میں جملہ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ فاعل ہے لَمْ یَکْفِھِمْ کا الْکِتٰبَ مفعول ہے اَنْزَلْنَا کا۔ یُتْلٰی عَلَیْھِمْ صفت ہے الکتٰب کی۔ اَنَّا۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نَا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ تحقیق ہمارا تجھ پر (ایسی) کتاب کا نازل کرنا جو ان پر دائماً پڑھی جائے گی ان کے لئے (بطور معجزہ) کافی نہیں ہے

۲۹: ۵۲ = کَفٰی بِاللّٰہِ شَھِیْدًا میں کَفٰی کا فاعل اللہ ہے ب زائدہ ہے۔ شَھِیْدًا کَفٰی کا مفعول لہٗ بھی ہوسکتا ہے اور تمیز بھی۔

کَفٰی یَکْفِیْ (ضَرَبَ) کِفَایَۃٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ (ضرورت پوری کرنے کے لئے) کافی ہے (اس کے بعد کسی کی حاجت نہیں ہے)

= شَھِیْدًا بطور گواہ

۲۹: ۵۳ = یَسْتَعْجِلُوْنَکَ۔ یَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر وہ جلدی مانگتے ہیں۔ وہ تعجیل چاہتے ہیں (ضمیر فاعل قریش کے لئے ہے۔ عُجلت۔ جلدی۔ عَجَل مادہ۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تجھ سے۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= اَجَلٌ مُسَمًّى ۔ موصوف وصفت اَجَلٌ مدتِ مقررہ ۔ مُسَمًّى اسم مفعول واحد مذکر تَسْمِيَةٌ مصدر (باب تفعیل) بمعنی نام رکھنا۔ نام لینا۔ (اس سے کسی چیز کی تعیین ہوجاتی ہے۔ اَجَلٌ مُسَمًّى مدت مقررہ۔ تعیین شدہ میعاد۔ یہاں اَجَلٌ مُسَمًّى سے مراد قیامت ہے یا یوم بدر۔

= لَجَآءَهُمُ الْعَذَابُ (تو) ان پر عذاب ضرور آچکا ہوتا۔ جملہ جواب شرط میں ہے لام لَوْ کے جواب میں جملہ جزائیہ پر آیا ہے۔

= وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ يَاْتِيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ ہے۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، وہ ضرور (اپنے وقت پر) ان پر آئے گا۔

= بَغْتَةً ۔ اچانک ۔ یک دم ۔ دفعۃً ۔ یکایک۔ بَغْتَةٌ مصدر۔ بَغَتَ يَبْغَتُ بَغْتًا وَبَغْتَةً کسی چیز کا یک بارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہونا جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

= لَا يَشْعُرُوْنَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب، وہ خبر بھی نہ رکھتے ہوں گے ا ان کو خبر تک نہ ہوگی۔ شُعُوْرٌ مصدر (باب نصر)

۲۹: ۵۴ = لَمُحِيْطَةٌ میں لام تاکید کے لئے ہے مُحِيْطَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِحَاطَةٌ مصدر (افعال) حَاطَ مادّہ ہر طرف سے گھیر لینے والی جہنم کی صفت میں آیا ہے لہٰذا مؤنث استعمال ہوا ہے بمعنی سَتُحِيْطُ بِهِمْ۔ عنقریب ان کو گھیر لے گی۔

یا جملہ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ۔ موضع حال میں ہے، اور تحقیق جہنم ان کو پہلے ہی گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ ان کے کفر و معاصی کی سزا میں جہنم ان کا مقدر بن چکی ہے۔

۲۹: ۵۵ = يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ يَوْمَ يَغْشٰهُمْ ۔ ظرف ہے اور اس کا عامل (یا بابت نصب) محیطۃ ہے ای سَيُحِيْطُ بِهِمْ يَوْمَ ..... جس دن عذاب ان کو گھیرے گا۔ ان کے اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے (یعنی ہر طرف سے اور یہ وضاحت ہے يَغْشٰهُمْ کی)

= وَيَقُوْلُ ۔ ای وَيَقُوْلُ اللّٰهُ لَهُمْ ۔

= ذُوْقُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذَاقَ يَذُوْقُ ذَوْقًا (نصر) تم چکھو،

ذَ آئِقَۃٌ۔ قوتِ ذائقہ۔ چکھنے والی۔ کُلُّ نَفْسٍ ذَ آئِقَۃُ الْمَوْتِ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ ہر نفس موت کو چکھنے والا ہے۔

= ذُوْقُوْا مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ ای ذوقوا جزاء ما کنتم تعملون اپنی کرتوتوں کی جزا چکھو۔

۲۹: ۵۶ = فَاِیَّایَ واحد متکلم کی ضمیر منصوب منفصل۔ مجھ کو، مجھ ہی سے۔ ف تعقیب کا ہے۔

۲۹: ۵۸ = لَنُبَوِّئَنَّھُمْ۔ لام تاکید کا۔ نُبَوِّئَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم بَوَّأَ یُبَوِّأُ تَبْوِئَۃٌ (باب تفعیل) بَوْءٌ مادہ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے۔ ہم ان کو ضرور ٹھہرائیں گے۔ ہم ان کو ضرور اتاریں گے۔ اَلْبَوَاءُ کسی جگہ کے اجزار کا مساوی۔ ہموار۔ اور سازگار و موافق ہونے کے ہیں۔ تَبَوَّأَ (باب تفعل) المکان۔ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ جیسے نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّۃِ حَیْثُ نَشَآءُ (۳۹: ۷۴) ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں۔ اَلْبَاءَ ۃُ۔ اَلْبِیْئَۃُ۔ اَلْمَبْوَاُ۔ گھر، مکان، سرائے۔

= غُرَفًا۔ بالاخانے۔ اونچے محل۔ منصوب بوجہ مفعول ثانی نُبَوِّئَنَّھُمْ کا۔ مفعول اوّل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ہم ان کو بہشت میں بالاخانوں پر جگہ دیں گے!

= تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ۔ غُرَفٌ کی صفت،

= نِعْمَ۔ کلمہ مدح ہے۔ نحویوں کے نزدیک نِعْمَ فعل ہے لیکن قرآن مجید میں بطور فعل نہیں آیا۔ بمعنی بہت اچھا۔ بہت خوب، عمدہ۔

۲۹: ۵۹ = یہ آیت عَامِلِیْنَ (آیت ۵۸) کی صفت ہے۔

۲۹: ۶۰ = کَاَیِّنْ۔ اسم ہے جو کاف تشبیہ اور ایّ سے مرکب ہے۔ تعداد میں کثرت ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے، مبہم کثرت تعداد پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے تمیز کا محتاج ہوتا ہے اور اس کی تمیز بلیشتر مِنْ کے ساتھ مجرور ہوتی ہے جیسے وَ کَاَیِّنْ مِّنْ نَّبِیٍّ قٰتَلَ مَعَہٗ رِبِّیُّوْنَ کَثِیْرٌ (۳: ۱۴۶) اور کتنے ہی نبی ہو چکے ہیں کہ ان کی معیت میں بہت اللہ والوں نے (کافروں سے) لڑائی کی۔

اس مثال میں کَاَیِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا۔ لیکن کس کی "یہ بات" مبہم تھی۔ جب اس کے بعد مِنْ نَّبِیٍّ آیا تو ابہام دور ہو گیا۔ اور معلوم ہو گیا کہ یہ کثیر تعداد نبیوں کی تھی!

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ (۲۲:۴۵) غرض کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں ہم نے ہلاک کر ڈالا جو نافرمان تھیں۔ كَاَيِّنْ کتنی ہی، بہت سی۔ بہت تعداد میں۔ بس وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ .... اور کتنے ہی جانور ہیں جو ......

— دَآبَّةٍ۔ جانور۔ رینگنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔

دَبَّ يَدِبُّ (ضرب) دَبٌّ وَدَبِيْبٌ آہستہ آہستہ چلنا۔ اور رینگنا۔ سانپ کی طرح رینگنا۔ بچہ کی طرح ہاتھ پیروں پر گھسٹنا۔

دَآبَّةٌ اسم فاعل کا صیغہ ہے مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہیں اس میں تاء وحدت کی ہے اس کی جمع دَوَابٌّ ہے۔ ہر رینگنے والے جانور، سواری کے جانور۔ باربرداری کے جانور کے لئے استعمال ہوتا ہے زیادہ تر حشرات الارض کے لئے آتا ہے۔

— فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ہ فَ ترتیب کا ہے یا جواب شرط میں ہے جو مقدرہ ہے۔

ای اذا کان الامر کذٰلک فکیف یصرفون عن الاقرار بتفردہ عز وجل فی الالوھیۃ۔ جب امر واقع یہ ہے تو یہ لوگ توحید الٰہی کے اقرار سے کیوں روگرداں ہیں۔

— اَنّٰى۔ اسم ظرف ہے زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے ظرف زمان ہو تو مَتٰى کے معنوں میں (جب، جس وقت) اور ظرف مکان ہو تو اَيْنَ کے معنوں میں (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو کیف کے معنوں میں (کیسے، کیونکر) آتا ہے۔

اَفَكَ يَأْفِكُ اِفْكًا (باب ضرب) سے۔ اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو کہ اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَة کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں مؤتفکات الٹنے والی بستیوں کو کہا گیا ہے کہ انہوں نے بھی (جب ان کو الٹ دے مارا گیا) اپنا اصلی رُخ چھوڑ کر الٹی ہو گئی تھیں۔

پس فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ کا مطلب ہوا کہ وہ کدھر پھیرے جا رہے ہیں کہاں بہکے پھرتے ہیں۔ ان کی قسمت کیسی الٹی ہو گئی ہے کہ اعتقاد حق سے باطل کی طرف، سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے افعال کی طرف پھر رہے ہیں۔ مجہول کا صیغہ ان کی بدقسمتی کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے یعنی ایک معمولی عقل کا مالک بھی جو اپنے نفع و نقصان کا معمولی سا احساس رکھتا ہو یہ طریقہ اختیار نہیں کرتا۔ لیکن ان کی بدقسمتی ان کو باوجود حق و باطل کو

سمجھ لینے کے بھی قعرِ مذلت کی طرف لئے جا رہی ہے۔

۲۹: ۶۲ == یَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ مصدر (باب نصر) کشادہ کرتا ہے، فراخ کرتا ہے۔ بَسْطَۃً و بُسْطَۃً فضیلت، قدرت، جسم کی بڑائی۔ علم کی وسعت، کمال کی افزونی۔ کے لئے آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ (۲: ۲۴۷) اللہ نے اسے تمہارے مقابلہ میں انتخاب کر لیا ہے اور اسے علم و جسم دونوں میں کشادگی زیادہ دی ہے۔

== یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے۔ قَدَرْتُ عَلَیْہِ الشَّیْءَ کے معنی کسی پر تنگی کر دینے کے ہیں گویا وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی ہے اس کے بالمقابل بغیر حساب یعنی بے اندازہ آتا ہے مثلاً اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۳: ۳۷) بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دے دیتا ہے۔

۲۹: ۶۳ == لَیَقُوْلُنَّ۔ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ جمع مذکر غائب۔ وہ ضرور کہیں گے۔

== قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ ۔ تو کہہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ یعنی شکر الحمد للہ کہ اس بات کا اعتراف تو تم کرتے ہو۔

(جب وہ یہ مانتے ہیں کہ اللہ ہی بارش لاتا ہے جس سے کھیتیاں اگتی ہیں اور نشوونما پاتی ہیں اور بارآور ہوتی ہیں اور وہی بنجر زمین کو زرخیز بناتا ہے تو اس حد تک تو ان کے اپنے اعتراف کے مطابق اللہ کا کوئی شریک نہ ہونا چاہئے لیکن ان کی بدقسمتی کہ اکثرھم لا یعقلون۔ ان کی عقل ہی کام نہیں کرتی۔

۲۹: ۶۴ == وَمَا۔ میں مَا نافیہ ہے۔

== لَھِیَ الْحَیَوَانُ میں لام تحقیق کا ہے ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب کو تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔ حَیَوَان یہاں اپنے عام معنی میں جاندار یا ذی حیات کے مرادف نہیں بلکہ حَیِیَ یَحْیٰی (سمع) کا مصدر ہے۔ حَیَاۃٌ بھی اس کا مصدر ہے لیکن حَیَوَانٌ حَیَاۃٌ سے بھی زیادہ بلیغ و پرزور ہے کیونکہ فَعَلَانَ کے وزن میں حرکت و اضطراب جو لازمۂ حیات ہے موجود ہے۔ حَیَوَانٌ بمعنی جینا۔ زندگی، حیات،

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ تحقیق عالم آخرت ہی اصلی و حقیقی زندگی ہے۔ حَیَوَانٌ اصل میں حَیَیَانٌ تھا یائے ثانی کو خلاف قیاس واؤ میں تبدیل کر دیا۔

ح ی ی ۔ مادّہ ۔

= لَوْكَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ه یہ جملہ شرط ہے اور جوابِ شرط محذوف ہے ای لو کانوا یعلمون لم یؤثروا الحیٰوۃ الدنیا علیھا۔ اگر وہ جانتے ہوتے تو دنیا کی زندگی کو (آخرت کی زندگی پر) ترجیح نہ دیتے ۔ یا لَوْ تمنّیٰ کے لئے ہے اور جملہ تمنائیہ ہے کاش وہ (اس حقیقت کو) جانتے ہوتے کہ (ان الدار الاٰخرۃ لھی الحیوان)

۲۹: ۶۵ = رَكِبُوْا ۔ ماضی بمعنی حال جمع مذکر غائب ۔ وہ سوار ہوتے ہیں ۔

= دَعَوُا ماضی بمعنی حال جمع مذکر غائب ۔ دَعَوْا اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ الف اور واؤ دو ساکن جمع ہو گئے الف کو حذف کرلیا گیا دَعَوْا رہ گیا۔

وہ پکارتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں۔ دَعَا يَدْعُوْا دُعَاءٌ (باب نصر) دع و مادّہ

= مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ یہ جملہ حال ہے ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ دین کو خالص کرنیوالے الدین بمعنی اطاعت۔ شریعت ۔ ملت ۔ دَانَ يَدِيْنُ (ضرب) کا مصدر۔

مُخْلِصِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُخْلِصٌ واحد۔ اخلاص کے لغوی معنی کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کرنا۔ یہ خلوص کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف و خالی ہونا کے ہیں !

اور اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ یہ عمل محض رضائے الٰہی کے لئے کرے ۔ اور اس میں کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔ اخلاصِ دین سے مراد یہ ہے کہ طاعت صرف اللہ ہی کی ہو اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائے۔

لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے ۔

مخلصین له الدین کا مطلب ہوا کہ خالصۃً اللہ ہی کی اطاعت کرتے ہوئے (دعا مانگتے ہیں)

= نَجّٰهُمْ ۔ نَجّٰى يُنَجِّيْ تَنْجِيَةً (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس نے ان کو نجات دی ۔ اس نے ان کو سلامتی سے خشکی تک یعنی کنارے تک پہنچایا۔

= اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو جھٹ وہ شرک کرنے لگتے ہیں ۔ اسی وقت ۔ اِذَا بمعنی جب ۔ ناگہاں ۔ ظرف زمان ہے ۔

۲۹: ۶۶ == لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ ۔ میں لام کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں ۔
۱:۔ یہ لام کَیْ ہے کَے (تاکہ) کے معنی میں آیا ہے اور اس کے مرادف ہے ۔ ای لِکَیْ یَکْفُرُوْا تاکہ وہ ناشکری کریں یا کفر کا ارتکاب کریں ۔ والمعنی یعودون الیٰ شرکھم لیکونوا بالعود الیٰ شرکھم کافرین بنعمۃ النجاۃ ۔ وہ شرک کی طرف پلٹ آتے ہیں تاکہ اس طرح شرک کی طرف مڑ آنے سے نجات کی نعمت کی ناشکری کریں ۔ گویا شرک کا ارتکاب کرکے وہ اللہ کی نجات والی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں ۔
۲:۔ یہ لام امر کا ہے اور اعملوا مَا شِئْتُمْ (کرلو جو تم چاہتے ہو) کا مرادف ہے یہاں امر کا مقصد یہ نہیں کہ وہ ناشکری کریں بلکہ غصہ و غضب کا اظہار ہے اور تہدید کے طور پر کہا جا رہا ہے کہ وہ جیسے چاہیں ناشکری کرلیں ۔ بالآخر ان سے نپٹ لیا جائیگا ۔
بِمَا میں مَا موصولہ ہے مَآ اٰتَیْنٰھُمْ (جو نعمت) ہم نے ان کو دی ہے (یعنی سمندر کے طوفان سے نجات)
== وَلِیَتَمَتَّعُوْا واو عاطفہ ہے لام جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہے یَتَمَتَّعُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب ۔ تَمَتُّعٌ (تفعّل) مصدر ۔ فائدہ حاصل کرتے رہیں ۔ مزہ اڑاتے رہیں ۔
== فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۔ وہ عنقریب جان لیں گے ۔ (اپنے سوء اعمال کا نتیجہ ۔ تہدیدًا کہا گیا ہے ۔
۲۹: ۶۷ == اَوَ لَمْ یَرَوْا میں ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے ۔
== حَرَمًا ۔ حرم ۔ پناہ کی جگہ ۔ ادب کا مقام ۔ مکہ معظمہ کا ایک مخصوص حصہ جس کی حدود میں اس کے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو حرام کردیا ۔
== اٰمِنًا ۔ اَمْنٌ سے اسم فاعل واحد مذکر ۔ امن والا ۔ پُرامن ۔ اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا ۔ ہم نے بنا دیا حرم کو امن والا ۔ اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے !
وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْھُدٰی مَعَکَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا (۲۸: ۵۷) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہوکر ہدایت پر چلنے لگیں تو اپنی سرزمین سے اچک لئے جائیں (یعنی مار کر نکال دیئے جائیں ۔
== یُتَخَطَّفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تَخَطُّفٌ مصدر (باب تفعّل) اچک

لئے جاتے ہیں جھپٹ لے جاتے ہیں۔ ثلاثی مجرد میں باب سمع وضرب دونوں سے آتا ہے اورجگہ ارشاد ہے: یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲: ۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لے جائے۔

یُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ۔ اور لوگ ان کے گردونواح سے اچک لئے جاتے ہیں۔ یعنی ان کے گردونواح میں قتل وغارت کا سلسلہ جاری ہے۔

= بِنِعْمَةِ۔ میں نعمت بطور اسم جنس کے آیا ہے مراد اس سے اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں ہیں۔

۲۹: ۶۸ = اِفْتَرٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰی یَفْتَرِیْ افتراءٌ (افتعال) سے۔ دروغ بافی کرنا۔ بہتان تراشی کرنا۔ جھوٹ باندھنا۔ مَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا۔ جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا۔ فری مادّہ

= كَذَّبَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے جھٹلایا۔ اس نے انکار کیا۔ كَذَّبَ بِالْاَمْرِ کسی چیز سے انکار کرنا۔ كَذَّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ اس نے اپنے پروردگار کی آیات کا انکار کیا۔

= مَثْوًی۔ ظرف مکان۔ مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانا۔ درازمدت کے لئے ٹھہرنے کا مقام۔ فرودگاہ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ ثَوِیٌّ۔ ضرب سے مصدر

۲۹: ۶۹ = جَاهَدُوْا فِیْنَا۔ جَاهَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے جہاد کیا۔ انہوں نے محنت کی۔ وہ لڑے مُجَاهَدَةٌ (مفاعلۃ) مصدر

= فِیْنَا۔ لِوَجْهِنَا۔ ہمارے لئے۔ مِنْ اَجْلِنَا۔ ہمارے واسطے۔

= لَنَهْدِیَنَّهُمْ۔ مضارع بلام تاکید ونون تاکید ثقیلہ جمع متکلم هِدَایَةٌ مصدر۔

= سُبُلَنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے راستے۔ ہماری راہیں۔ اس کا واحد سَبِیْلٌ ہے

= اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ اِنَّ تحقیق وتاکید کے لئے۔ مَعَ کے ساتھ لام تاکید کے لئے۔ تاکہ شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہ رہے۔ اللہ کی معیت اس کی نصرت اور اعانت ہی کا دوسرا نام ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۳۰) سُوْرَةُ الرُّوْمِ (۸۴)

۳۰: ۲ = غُلِبَتِ الرُّوْمُ ہ غُلِبَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، مغلوب ہوئی۔ شکست کھائی۔ ہرادی گئی۔ الروم سے مراد سلطنتِ روم۔ روم کی فوجیں یا خود اہل روم ہیں۔ الروم سے مراد یہاں قدیم رومن ایمپائر کا وہ مشرقی حصّہ ہے جو سنہ ۳۹۵ء میں اس سے کٹ کر ایک مستقل حصّہ بن گیا تھا۔ یہ سلطنت سنہ ۱۴۵۴ء تک رہی اس میں تمام فلسطین۔ ایشیائے کوچک کے علاقے سب شامل تھے سنہ ۱۴۶۲ء کے بعد یہ سلطنت ترکوں کے قبضہ میں آگئی۔

حکومت روم کی جس شکست کا یہاں ذکر ہے وہ سنہ ۶۱۳،۱۴ء میں وقوع پذیر ہوئی۔ جب مسیحی رومیوں کو مجوسِ ایران کے مقابلہ میں سخت ہزیمت اٹھانا پڑی اور انطاکیہ دمشق کے علاقوں پر ایرانیوں نے قبضہ کرلیا۔ اور ہزاروں عیسائیوں کو تہ تیغ کردیا گیا۔

اس زمانہ میں مکہ میں واضح طور پر مشرکین اور اہل اسلام دو جماعتوں میں بٹ گئے تھے اہل ایران کی فتح پر اہل مکہ شاداں تھے کہ ان کی طرح کے منکرینِ توحید کو فتح ہوئی ہے اور مسلمان جو اہل روم کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے کہ کم از کم اہل کتاب تو تھے۔ اُن کی شکست پر غمگین نظر آتے تھے اس وقوعہ کے تھوڑے عرصہ بعد سنہ ۶۱۵ء یا سنہ ۶۱۶ء میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

۳۰: ۳ = فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ۔ اَدْنٰى۔ دَنَا يَدْنُوْ دُنُوٌّ (نصر) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی نزدیک تر۔ بہت قریب۔ اور اَلْاَرْضِ ملک اور علاقہ۔ یہاں قریب کی سرزمین سے مراد زمین دمشق ہے جہاں رومیوں کو سنہ ۶۱۳،۱۴ء میں ایرانیوں کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ قریب کی زمین۔ قریب کا علاقہ

قریب کا ملک۔

= غَلَبِهِمْ۔ غَلَبٌ مصدر ــ مضاف۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ اس کا مرجع اہل روم ہیں۔ غَلَبٌ قوت کے ساتھ غالب آنا۔ یا مغلوب ہونا۔ یہاں مصدر مجہول ہے اور بمعنی مغلوب ہونا ہے۔ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ۔ ان کے مغلوب ہونے کے بعد ان کے ہار جانے کے بعد۔

= سَيَغْلِبُوْنَ۔ س اگرچہ مستقبل قریب کے لئے ہے لیکن یہاں تاکید کے لئے آیا ہے یعنی رومی ضرور غالب آئیں گے مستقبل قریب کا مفہوم فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ میں آگیا ہے ایک مفہوم ادا کرنے کے لئے دو لفظ شانِ فصاحت کے خلاف ہے، وہ ضرور غالب آئیں گے۔

۳۰: ۴ = بِضْعِ سِنِيْنَ۔ چند سال۔ بِضْعٌ (باء کے کسرہ کے ساتھ) وہ عدد جو دس سے الگ کئے گئے ہوں یہ لفظ تین سے لے کر نو تک بولا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک پانچ سے اوپر اور دس سے کم پر۔ بِضَاعَةٌ مال کا وافر حصہ جو تجارت کے لئے الگ کیا گیا ہو۔ سرمایہ، پونجی۔ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا (۱۲: ۶۵) یہ ہماری پونجی بھی ہمیں واپس کردی گئی ہے۔

بَضْعَةٌ (باء کے فتح کے ساتھ) ٹکڑہ۔ فُلَانٌ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ فلاں میرے جسم کا ٹکڑا ہے۔ یعنی نہایت قریبی رشتہ دار ہے۔

= لِلّٰهِ الْاَمْرُ۔ حکم اللہ ہی کا ہے یعنی احکام کا اجراء اللہ ہی کے اختیار میں ہے یہاں الامر سے مراد انفاذ الاحکام (اجراء احکام) ہے۔

= مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ۔ پہلے بھی اور بعد میں بھی۔

= يَوْمَئِذٍ۔ اس روز ای یوم اذ یغلب الروم فارسًا۔ جس روز رومی ایرانیوں پر فتح حاصل کریں گے۔

= يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰهِ۔ اللہ کی امداد پر اہل ایمان خوش ہوں گے۔ یہ عین وہ وقت تھا جب ادھر مسلمانوں کو مشرکوں کے مقابلہ میں غزوۂ بدر میں نمایاں فتح حاصل ہوئی۔ اس طرح مسلمانوں کو دوہری خوشی ہوئی۔ ۶۲۴ء ہی وہ سال ہے جس میں جنگ بدر ہوئی اور یہی وہ سال ہے جس میں قیصر روم نے زرتشت کا مولد تباہ کیا اور ایران کے سب سے بڑے آتشکدے کو مسمار کردیا۔

۳۰: ۶ == وَعْدَ اللّٰہِ ۔ وَعْدً مصدر مؤکدہ ہے (اسے مصدر مؤکد لنفسہٖ بھی کہتے ہیں)
کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِہِمْ سَیَغْلِبُوْنَ o فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ o لِلّٰہِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ۭ وَیَوْمَئِذٍ یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ o بِنَصْرِ اللّٰہِ ۔ نفس وعدہ کو متضمن ہے اور مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے ای وعد اللّٰہ ذٰلِکَ وَعْدًا ۔ یہ کیا ہے اللہ نے وعدہ۔

اس کی اور مثال : صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (۲: ۱۳۸) و نصبھا علی انھا مصدر مؤکد لقولہ تعالیٰ (اٰمَنَّا آیۃ ۱۳۶) وھی من المصادر المؤکدۃ لا نفسھا کانہ قیل صَبَغَنَا اللّٰہُ صِبْغَتَہٗ ۔ منصوب بوجہ مصدر مؤکد کے ہے اور یہ مصادر مؤکدہ لانفسھا میں سے ہے۔

== لَا یُخْلِفُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِخْلَافٌ (افعال) مصدر وہ خلاف نہیں کرے گا۔

== وَعْدَہٗ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ منصوب بوجہ مفعول لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ کا۔

۳۰: ۷ == ظَاھِرًا ۔ کھلا۔ اوپری، سطحی، ظاہری پہلو، اسم فاعل واحد مذکر، تنوین تحقیر اور تخسیس کے لئے ہے۔

۳۰: ۸ == اَوَلَمْ یَتَفَکَّرُوْا ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ واؤ مقدرہ پر عطف کے لئے ہے۔ لَمْ یتفکروا ۔ مضارع مجزوم نفی جحد بلَمْ صیغہ جمع مذکر غائب ۔ کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔

== مَا خَلَقَ اللّٰہُ میں مَا نافیہ ہے۔

== اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ موصوف وصفت، مقررہ مدت۔ میعاد معین اس کا عطف بالحق پر ہے ای وَ باَجَلٍ مُّسَمًّی ۔

۳۰: ۹ == فَیَنْظُرُوْا ۔ ف برائے عطف سببی یَنْظُرُوْا کا عطف لِیَسِیْرُوْا پر ہے؛ تاکہ وہ دیکھتے۔

== اَشَدَّ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت، قُوَّۃً تمیز ہے یعنی وہ قوت میں شدید تر تھے۔ قوت میں بڑھے ہوئے تھے۔ منصوب بوجہ خبر کَانُوْا ۔

== اَثَارُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِثَارَۃٌ (افعال) مصدر بمعنی ہل جوتنا۔ بونا۔ اَثَارُوا الْاَرْضَ ۔ انہوں نے زمین کو جوتا۔ زمین میں ہل چلائے ۔ اثار کا لغوی معنی ہے

کسی چیز کو اس طرح متحرک کرنا اور اسے جنبش دینا ہے کہ اس سے گرد و غبار اڑنے لگے۔
اَثَرٌ۔ نشان۔ اثر۔ اٰثَارٌ وَ اُثُوْرٌ جمع۔ علم الآثار۔ اگلی قوموں کی چھوڑی ہوئی یادگاروں کا علم۔
= عَمَرُوْھَا۔ ای عمروا الارض۔ عمروا عمارۃ سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب انہوں نے اس کو بسایا۔ انہوں نے اس کو آباد کیا۔ عَمَرَ یَعْمُرُ (باب نصر) سے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ... (۹: ۱۸) بے شک اللہ کی مسجدوں کو تو وہ آباد کرتا ہے جو ایمان لاتا ہے خدا پر۔
= فَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیَظْلِمَھُمْ میں لام لام جحد ہے اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے جس کی وجہ سے منصوب ہے پس اللہ ایسا نہ تھا یا اللہ کی شان یہ نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا
۳۰: ۱۰ = اَسَآءُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب انہوں نے برا کیا۔ اِسَآءَۃٌ (افعال) مصدر۔
= السُّوْٓاٰی برا فعل۔ اَسْوَءُ کی تانیث ہے بروزن اَحْسَنُ حُسْنٰی۔
ثُمَّ کَانَ عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوا السُّوْٓاٰی۔ عَاقِبَۃَ (تاء کی فتح کے ساتھ) کَانَ کی خبر مقدم ہے اور السُّوْءَ اس کا اسم۔ عبارت یوں ہوگی: کَانَتِ السُّوْاٰی عَاقِبَۃَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا۔ جنہوں نے برا کیا ان کا انجام برا ہوا۔ اور بعض نے عَاقِبَۃَ کی تاء کو ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے اس صورت میں عَاقِبَۃُ کَانَ کا اسم ہوگا اور السُّوْاٰی اس کی خبر۔ ان لوگوں کی عاقبت جنہوں نے برا کیا بہت بری ہوئی۔ اس صورت میں کَانَ کا صیغہ مؤنث ہونا چاہئے تھا یعنی کانت عاقبۃ ...... لیکن عاقبۃ مؤنث غیر حقیقی ہونے کی وجہ سے کَانَ کی تذکیر جائز ہے۔
= اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ میں اَنْ بمعنی لِاَنَّ۔ بِاَنَّ۔ لِاَجَلِ۔ کیونکہ۔
= کَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ استہزاء (مذاق) کیا کرتے تھے۔
اَنْ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ وَ کَانُوْا بِھَا یَسْتَھْزِءُوْنَ۔ علت ہے حکم بالا کی
۳۰: ۱۱ = یَبْدَؤُا۔ مضارع واحد مذکر غائب بَدْءٌ یَبْدَءُ بَدْءٌ (فتح) مصدر سے ابتدائی تخلیق کرتا ہے۔ یعنی عدم سے وجود میں لاتا ہے/نیست سے ہست کرتا ہے۔ اِبْتِدَاءٌ (افتعال)، آغاز۔
= یُعِیْدُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب اعادۃ (افعال) مصدر وہ اعادہ کرتا ہے

یا کرے گا۔ وہ دوبارہ پیدا کرتا ہے یا کرے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ الخلق کی طرف راجع ہے۔

= تُرْجَعُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَجَعَ یَرْجِعُ رَجْعٌ مصدر (ضرب) سے تم لوٹائے جاؤ گے۔

۳۰: ۱۲ = یَوْمَ۔ فعل محذوف کا مفعول۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ بعد میں آنیوالے فعل کا ظرف بھی ہے۔

= تَقُوْمُ السَّاعَۃُ۔ قیامت برپا ہوگی۔

= یُبْلِسُ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِبْلَاسٌ (افعال) مصدر۔ ناامید ہوں گے چپ ہوں گے۔ رسوا ہوں گے۔ دلیل سے عاجز ہو کر یا غم و یاس کی وجہ سے خاموش ہو جانا ابلس الرجل اذا سکت وانقطعت حجتہ جب آدمی چپ ہو جائے اور اس کے دلائل ختم ہو جائیں اور وہ مزید کہنے سے عاجز ہو جائے تو کہتے ہیں ابلس الرجل۔ بعض کا خیال ہے کہ ابلیس بھی اسی سے مشتق ہے۔

۳۰: ۱۳ = لَمْ یَکُنْ۔ مضارع نفی جحد بَلَمْ۔ اگرچہ مضارع کے ساتھ لَمْ اسے ماضی منفی میں تبدیل کردیتا ہے لیکن یہاں اس کا استعمال تحقیق کے لئے آیا ہے۔ بمعنی۔ تحقیق نہیں ہوں گے ان کے لئے ان کے شریکوں میں سے شفاعت کرنے والے۔

= شُرَکَآئِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے شریک، اصل میں مراد ہے ان کے وہ معبودان باطل جن کو انہوں نے اللہ کا شریک ٹھہرایا ہوا تھا۔

لَمْ یَکُنْ لَّھُمْ مِّنْ شُرَکَآئِھِمْ شُفَعٰٓؤُا تحقیق ان کے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے ہوئے معبودوں میں سے ان کی شفاعت کرنے والے نہیں ہوں گے۔ یعنی کوئی بھی ان کی سفارش نہیں کرے گا۔ بصورت فعل ماضی معنی یقین پیدا کر رہا ہے۔

= وَکَانُوْا بِشُرَکَآئِھِمْ کٰفِرِیْنَ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں

(۱) یکفرون بالھتھم۔ یعنی وہ خود اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔

(۲) وکانوا فی الدنیا کافرین بسببھم حالانکہ وہ دنیا میں اپنے ان شریکوں کی وجہ سے ہی کافر تھے۔

۳۰: ۱۴ = یَتَفَرَّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تفرّق (تفعل) مصدر۔ وہ الگ ہو جائیں گے۔ یعنی مومن الگ۔ کافر الگ۔

۳۰: ۱۵ = رَوْضَۃٍ۔ الرَّوْضُ اصل میں اس زمین کو کہتے ہیں جہاں پانی جمع ہو اور سرسبز بھی ہو چنانچہ کہا جاتا ہے اَرَاضَ الْوَادِیُ وادی میں پانی وافر ہوگیا۔ باغ وسبزہ زار کو روضۃ کہتے ہیں اس کی جمع رِیَاض ہے قرآن مجید میں رَوْضٰت آئی ہے۔ مثلاً وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِیْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ (۴۲: ۲۲) رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ باغات کی پُربہار جگہیں۔ یہاں روضۃ سے مراد جنت ہے اور تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔

= یُحْبَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، حَبَرَ یَحْبُرُ حَبْرٌ (باب نصر) مصدر ان کو خوش کیا جائے گا۔ ان کی عزت کی جاوے گی۔ ان کو نعمتیں دی جائیں گی۔ اَلْحِبْرُ وہ نشان جو عمدہ اور خوبصورت معلوم ہو چنانچہ حدیث شریف میں ہے یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنَ النَّارِ قَدْ ذَھَبَ حِبْرُہٗ۔ آگ سے ایک آدمی نکلے گا جس کا حسن وجمال اور چہرے کی رونق ختم ہو چکی ہوگی۔ اسی سے روشنائی کو حِبْر کہا جاتا ہے حُبِرَ فُلَانٌ اس کے جسم پر زخم کا نشان باقی ہے اَلْحَبْرُ عالم کو کہتے ہیں اس لئے کہ لوگوں کے دلوں پر اس کے علم کا اثر باقی رہتا ہے۔ اور افعال حسنہ میں لوگ اس کے نقش قدم پر چلتے ہیں اس کی جمع اَحْبَار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ (۹: ۳۱) انہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے۔

علامہ جوہری رقمطراز ہیں:۔

ای ینعمون ویکرمون ویسرون۔ وہ انعام واکرام سے نوازے جائیں گے اور شاداں وفرحاں ہوں گے۔

۳۰: ۱۶ = مُحْضَرُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِحْضَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔

ضیاء القرآن میں ہے:۔

علامہ ابن منظور لسان العرب میں اس (لفظ محضرون) کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

الحاضر القوم النزول علی ماء یقیمون بہ ولا یرحلون عنہ یعنی وہ قوم جو کسی چشمہ پر اقامت گزیں ہو جائے اور وہاں سے کوچ کرنے کا کوئی ارادہ نہ رکھتی ہو۔ اسے اہل عرب الحاضر کہتے ہیں ۔۔ آیت میں بھی المحضرون کا یہی معنی ہے کہ انہیں

عذاب جہنم میں مبتلا کردیا جائے گا نہ اس کی میعاد ختم ہوگی اور نہ وہ کسی حیلہ سے وہاں سے راہِ فرار اختیار کرنے پر قادر ہوں گے یعنی ہمیشہ ہمیشہ اس میں مبتلا رہیں گے۔

اسی لئے علامہ قرطبی نے محضرون کی تفسیر مقیمون سے کی ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مدخلون لایغیبون عنہ۔

اور اہل ایمان کے لئے یحبرون مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جو تجدد پر دلالت کرتا ہے یعنی ہر آن انہیں نئی لذت اور ہر لمحہ انہیں نئے اکرام سے نوازا جائے گا اس کے برعکس کفار کے لئے اسم مفعول کا صیغہ ذکر کیا گیا ہے جو دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحہ نے محضرون کا ترجمہ "گرفتار" کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ معنی ہیں "جدا جدا ہونے کے"

۳۰: ۱۷ = فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ۔ فَ ترتیب کا ہے ماقبل پر مابعد کی ترتیب کے لئے۔ سُبْحَانَ مصدر ہے اور بوجہ مصدر منصوب ہے اس سے فعل نہیں آتا۔ اس کی اضافت فعل مفرد کی طرف لازم ہے خواہ وہ اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰهِ یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَهٗ یہ صرف خدا کی شان میں آتا ہے اور اس کے معنی ہیں پاکی بیان کرنا۔ آیت ہذا میں اس سے قبل فعل امر محذوف ہے ای فسبحوا سبحان اللہ پس تم تسبیح پڑھو سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ (اس صورت میں سبحان اللہ کا نصب بوجہ امر کے بھی ہو سکتا ہے)

= حِيْنَ تُمْسُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ جس وقت تم شام کرتے ہو۔ یعنی شام کے وقت۔ اِمْسَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شام کرنا یا شام کے وقت کسی فعل کا ہونا۔

= وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تم صبح کرتے ہو، اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر صبح کرنا۔ یا صبح کے وقت کسی فعل کا ہونا۔ صبح کے وقت۔

۳۰: ۱۸ = وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یہ جملہ معطوف بھی ہو سکتا ہے اور اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے بمعنی اور (اس کی تسبیح میں یوں بھی کہو) اسی کے لئے ہیں ساری تعریفیں آسمانوں میں اور زمین میں۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے۔

= وَعَشِيًّا وَّ۔ اس کا عطف حِيْنَ تُمْسُوْنَ یا حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ پر ہے۔ بعد دوپہر، بقول امام اصفہانی رحہ کے زوال سے لے کر صبح تک کا وقت۔ اہل لغت سے اس کے کئی معانی

منقول ہیں۔

۱:۔ زوال کے بعد سے لے کر غروب آفتاب تک۔ اسی لئے ظہر اور عصر کو صلوٰتا العشی بولتے ہیں۔

۲:۔ دن کا پچھلا وقت۔

۳:۔ زوال سے لے کر صبح تک کا وقت،

۴:۔ نماز مغرب سے لے کر عشاء کی نماز تک کا وقت۔

= وحین تظھرون اور جب تم دو پہر کرتے ہو۔ یعنی دوپہر کو۔

ف: آیات ۱۷-۱۸ سے بعض مفسرین نے تسبیح سے مراد نماز لیا ہے، اور شام صبح۔ بعد دوپہر اور ظہر سے صلوٰۃ المغرب، صلوٰۃ الصبح۔ صلوٰۃ العصر اور صلوٰۃ الظہر مراد لی ہے۔ اس سلسلہ میں آیات ۱۷: ۷۸۔ و ۱۱: ۱۱۴۔ اور ۲۰: ۱۳۰ بھی ملاحظہ ہوں

۳۰: ۱۹ = یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔ وہ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ زمین کی موت اور زندگی مجازی ہے۔ مراد یہ ہے کہ خشک بے آب و گیاہ، بنجر زمین کو اپنی قدرت سے سرسبز و شاداب کر دیتا ہے۔

= تُخْرَجُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ تم نکالے جاؤ گے (قبروں میں سے)

۳۰: ۲۰ = ثُمَّ اِذَا۔ اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں معنی ہوں گے۔ کچھ مدت گذرنے کے بعد (تم آدمی بن کر زمین میں پھیل گئے ہو یا یہ تراخی فی الرتبہ کے لئے بھی ہو سکتا ہے بمعنی پھر تم اچانک (مٹی کے پتلے سے) بشر بن کر زمین میں پھیل گئے ہو۔

= تَنْتَشِرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِنْتِشَارٌ (افتعال) مصدر۔ تم پھیلتے ہو تم منتشر ہوتے ہو۔ تم چلتے پھرتے ہو۔

۳۰: ۲۱ = مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ تم ہی میں سے۔ یعنی تمہاری ہی جنس سے۔

= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔ زَوْجٌ کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔ یہاں اَزْوَاجًا سے مراد بیویاں ہیں (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے)

= لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا۔ لام تعلیل کا ہے۔ تَسْكُنُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ لام کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا ہے۔ سَكَنَ اِلٰی۔ آرام لینا۔ آرام حاصل کرنا۔ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم

ان سے سکون حاصل کرو۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ازواجًا کے لئے ہے۔
= مَوَدَّۃً۔ مصدر وَدَّ یَوَدُّ (باب سمع) محبت، دوستی، دلی رغبت۔
۳۰: ۲۳ = مَنَامُکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ، تمہاری نیند۔ نَوْمٌ، نِیَامٌ، مَنَامٌ۔ نوامٌ
نیند۔ خواب، مَنَامٌ اسم ظرف بھی ہے بمعنی خواب گاہ۔
= اِبْتِغَاءُکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔
اِبْتِغَاؤُکُمْ تمہارا تلاش کرنا۔ تمہارا طلب کرنا۔ تمہارا چاہنا۔
= فَضْلِہٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا فضل (یعنی خدا کا فضل) فضل اس عطیہ کو کہتے ہیں
جو دینے والے پر فرض نہیں ہوتا۔ یہاں فضل سے مراد رزق، اسباب معاش ہے۔
= لِقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ ہ ان لوگوں کے لئے جو (گوش ہوش) سے سنتے ہیں۔
۳۰: ۲۴ = یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ سے قبل اَنْ مصدریہ مقدرہ ہے ای ومن ایٰتہٖ ان یریکم
البرق اور اس کی نشانیوں میں سے اس کا تمہیں بجلی دکھانا بھی ہے اَنْ کو حذف کرکے فعل کو
مرفوع لایا گیا ہے۔ اگلی آیت میں ہے وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ
= خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ منصوب ہونے کی دو وجوہات ہیں۔
۱۔ مضاف کو حذف کرکے مضاف الیہ کو اس کے قائم مقام لایا گیا ہے ای ارادۃ خوف
وارادۃ طمع اور یہ دونوں مفعول لہٗ ہیں۔
۲۔ یہ دونوں حال ہیں بمعنی خَائِفِیْنَ وَطَامِعِیْنَ۔
یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا۔ اس کا بجلی دکھانا خوف کے ارادہ سے اور طمع
کے ارادہ سے یا وہ تمہیں بجلی دکھاتا ہے خوف کی راہ سے بھی اور امید کی راہ سے بھی (خوف
اس امر کا کہ بجلی گرے تو جان و مال کے نقصان کا خطرہ، اگر بارش برسے تو مسافر کو اپنی حفاظت
کی فکر اور اگر زیادہ ہو جائے تو بھی جان و مال وفصلات کے نقصان کا خطرہ وغیرہ وغیرہ)
(اور طمع (امید) یہ کہ بجلی چمکی ہے تو بارش کی امید ہے بارش ہوگی تو خشک زمین
سرسبز ہو جائے گی اور فصلیں ہری بھری ہو جائیں گی پیداوار زیادہ ہوگی وغیرہ وغیرہ)
= بِہٖ۔ با سببیہ ہے اور ہٖ کا مرجع مَآءً ہے۔
۳۰: ۲۵ = اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِہٖ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے
ای قیام السماء والارض بامرہٖ۔
تَقُوْمُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وہ کھڑی ہے۔ وہ قائم ہے۔ یعنی آسمان اور

زمین اس کے حکم سے کھڑے ہیں۔ یا قائم ہیں!

= ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْاَرْضِ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ۔ ثُمَّ عطف کے لئے ہے اِذَا شرطیہ ہے اور دوسرا اِذَا مفاجائیہ ہے۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے دوسرا جزائیہ ہے یہ ساری عبارت معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔

کانہٗ قِيْلَ: ومن اٰيٰتِهٖ قيام السماء والارض بامرہٖ ثم خروجکم من قبورکم بسرعة اذا دعاکم: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس کے حکم سے آسمان اور زمین کا کھڑے رہنا اور اس کے بلانے پر قبروں سے تمہارا فوراً نکل آنا۔

۳۰: ۲۶ قٰنِتُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر قَانِتٌ واحد اطاعت گذار۔ فرمانبردار۔

القُنُوْتُ کے معنی خشوع وخضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں:

قَنَتَ يَقْنُتُ قنوتٌ (باب نصر) خاکساری کرنا۔ اطاعت کرنا۔

۳۰: ۲۷ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ (ملاحظہ ہو آیت ۱۱)

= اَهْوَنُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ هَانَ يَهُوْنُ هَوْنًا (نصر) مَهَانٌ ومَهَانَةٌ ذلیل وحقیر ہونا۔ مسکین ہونا۔ اَهْوَنُ بڑا آسان۔ بہت ہی سہل۔

= اَلْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ مَثَلٌ ومِثْلٌ دونوں ہم معنی ہیں جیسے نَقْضٌ ونِقْضٌ۔ یہ دو طرح استعمال ہوتا ہے ایک بمعنی وصف دوسرا بمعنی مشابہ۔ اگرچہ مَثَلٌ (بمعنی وصف) انسان کے لئے بھی لایا جاتا ہے مگر خدا تعالیٰ سے منسوب صفات کے وہ معنی نہیں جو بشر سے منسوب صفات کے لئے جاتے ہیں۔ اَلْمَثَلُ کو معرف باللام کرکے صرف خدا کی ذات کے لئے مخصوص کردیا گیا ہے المثل الاعلٰی۔ عظیم الشان وصف۔ الوصف لیس لغیرہٖ۔ ایسا وصف جو کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔

مثل الٓ معرفہ کے ساتھ قرآن مجید میں صرف دو جگہ آیا ہے ایک آیت ہذا میں اور دوسرا (۱۶: ۶۰) میں وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى دونوں جگہ بالتخصیص ذات باری تعالیٰ کے وصف کے لئے ہے۔ عظیم الشان وصف صرف اللہ ہی کے لئے ہے مُلْكًا وَّ خَلْقًا۔ مالک کی حیثیت سے بھی اور خالق کی حیثیت سے بھی۔ قتادہ اور مجاہد کا قول ہے کہ یہ صفت لا الٰہ الا اللہ ہے۔

۳۰: ۲۸ = ضَرَبَ مَثَلًا۔ اس نے ایک مثال بیان کی ہے۔ الضَّرْبُ کثیر المعانی لفظ ہے: اس کے اصل معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنا یعنی مارنا کے ہیں مختلف

اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:۔
۱:۔ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ (۸:۱۲) ان کی گردنوں کے اوپر مارو، یعنی مار کر ان کی گردنیں اڑا دو۔
۲:۔ ضَرْبُ الْاَرْضِ بِالْمَطَرِ۔ زمین پر بارش کا برسنا۔
۳:۔ ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ (دھات کو کوٹ کر) دراہم میں ڈالنا۔
۴:۔ ضَرَبَ فِی الْاَرْضِ۔ بمعنی سفر کرنا۔ (کیونکہ انسان پیدل چلتے وقت زمین پر پاؤں رکھتا ہے۔
اسی سے ہے فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِیْقًا فِی الْبَحْرِ (۲۰:۷۷) پھر ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنالینا۔
۵:۔ ضَرْبُ الخیمۃ۔ خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو ہتھوڑے سے زمین میں ٹھونکا جاتا ہے۔
۶:۔ ضَرْبُ اللَّبِنِ۔ اینٹیں چننا۔ ایک اینٹ کو دوسری پر لگانا۔
۷:۔ ضَرْبُ الْمَثَلِ۔ کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو جائے وغیرہ۔
ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا۔ اللہ تمہارے لئے ایک مثال بیان کرتا ہے۔
= مِنْ اَنْفُسِكُمْ۔ ای من احوال انفسکم۔ تمہارے ہی حالات میں سے۔
مِنْ ابتدائیہ ہے۔
= هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ۔
صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں :۔
هَلْ لَكُمْ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسا نہیں ہوتا۔ لَكُمْ خبر مقدم ہے اور مِنْ شُرَكَآءَ مبتدا مؤخر ہے۔ یہاں مِنْ زائدہ ہے اور استفہام انکاری سے نفی کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے اس میں مزید تاکید پیدا کرنے کے لئے مستعمل ہوا ہے۔ اور مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ حال ہے اور مِنْ شُرَكَآءَ ذوالحال۔ کیونکہ ذوالحال نکرہ ہے اس لئے اس کا حال پہلے ذکر کیا جا سکتا ہے۔" مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ جو تمہارے دائیں ہاتھوں کی ملکیت ہیں۔ یعنی تمہارے غلام
= فِیْ مَا رَزَقْنٰكُمْ مَا موصولہ رَزَقْنَا ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اس رزق میں جو ہم نے تمہیں عطا کیا۔

هَلْ ...... فِیْمَا رَزَقْنٰکُمْ کیا اس رزق میں جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے تمہارے بعض غلام تمہارے شریک ہوتے ہیں؟

= فَاَنْتُمْ فِیْهِ سَوَآءٌ۔ یہ جملہ استفہام انکاری کے جواب میں ہے اَنْتُمْ یا تو معطوف علیہ ہے اور معطوف مقدر ہے۔ ای اَنْتُمْ وَھُمْ یعنی تم اور وہ یا بطور تغلیب انتم۔ ما ملکت ایمانکم (ای المممالیک) کو بھی متضمن ہے یعنی تم دونوں۔ احرار و ممالیک فیہ میں واحد مذکر غائب مَا رَزَقْنٰکُمْ کی طرف راجع ہے اور فیہ متعلق سَوَآءٌ ہے۔ سَوَآءٌ برابر۔ مساوی الحقوق۔ ای لا فرق بینکم و بینھم فی التصرف فیہ۔ یعنی تم اور تمہارے غلام اس مال کے تصرف میں یکساں اختیارات رکھتے ہوں۔

= تَخَافُوْنَهُمْ۔ تَخَافُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ خَوْفٌ مصدر۔ (باب فتح) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ تم ان سے ڈرتے ہو۔ تم ان سے ڈرتے رہو یہ ضمیر اَنْتُمْ سے حال ہے۔ یا اس کی خبر ثانی ہے۔

= کَخِیْفَتِکُمْ۔ کاف حرف جر ہے تشبیہ کے لئے آیا ہے۔ خِیْفَتُکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ڈر۔ اَنْفُسَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے اشخاص۔ تمہارے اپنے جی۔ یعنی تمہارے اپنے ہی احرار بھائیوں سے ای کما تخافون انفسکم جیسا تم اپنے ہی احرار بھائیوں سے یعنی اپنے ہی آدمیوں سے ڈرتے ہو۔

ڈر کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ اگر غلاموں کو شریک کریں تو مال میں تصرف اپنی مرضی سے مشکل ہو جائے گا۔ کیونکہ شریک کی رضامندی لازمی ہے۔

۲:۔ شریک وراثت میں بھی دخل انداز ہوگا۔

۳:۔ یا یہ ڈر کہ شریک جائداد یا ملکیت بانٹ کرکے لے جائے۔ وغیرہ۔

= کَذٰلِکَ۔ ای مثل ذلک التفصیل الواضح۔ جس طرح ہم نے یہ مثال واضح اور مفصل بتائی ہے ایسے ہی ......

= نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ۔ ہم (اپنی) آیات کو مفصل بیان کرتے ہیں۔

۳۰: ۲۹ = بَلْ حرف اضراب ہے بمعنی بلکہ۔ یعنی یہ عقل سے تو کام لیتے نہیں بلکہ بے انصافی اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنی خواہشات کا اتباع کر رہے ہیں۔

= یَھْدِیْ۔ ھَدٰی یَھْدِیْ ھِدَایَۃٌ (ضرب) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب

وہ ہدایت کرتا ہے۔ مَنْ یَّهْدِیْ میں مَنْ سوالیہ ہے۔ کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کون راہِ راست پر لا سکتا ہے؟

= مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ۔ مَنْ موصولہ ہے اَضَلَّ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِضْلَالٌ (افعالٌ) مصدر جس کو اللہ نے گمراہ کیا۔ (اللہ کی طرف سے اِضلال یا گمراہی ان لوگوں کی کج روی کے لازمی نتیجہ کے طور پر ہے)

= مَا لَهُمْ نہیں ہے ان کے لئے (ھُمْ صیغہ جمع باعتبار معنیٰ ہے۔ ایسے لوگوں کا کوئی (حامی) نہ ہوگا۔ ای لمن اضل اللہ تعالیٰ۔ یعنی جن کو (ان کی نافرمانی کے باعث) اللہ گمراہ کردے)

= مِنْ نّٰصِرِیْنَ۔ مِنْ نفی کی مزید تاکید کے لئے آیا ہے۔ ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا

۳۰: ۳۰ = فَاَقِمْ۔ فَ تاکید کے لئے ہے اَقِمْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تو سیدھا کر تو قائم رکھ۔ اِقَامَةٌ (افعالٌ)، سے اَقَامَ الْمُعْوَجَّ ٹیڑھی چیز کو سیدھا کرنا کہ اس کی کجی بالکل جاتی رہے۔ اقامۃ الوجہ للشیٔ کسی چیز کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ۔ اپنا رُخ تمام تر دین کی طرف راست کر۔ یعنی اپنی تمام تر توجہ صرف دین کی طرف مرکوز رکھ۔

= حَنِیْفًا۔ حال ہے اور اَقِمْ میں ضمیر فاعل اس کا ذوالحال ہے الْحَنَفُ کے معنی گمراہی سے رخ پھیر کر ہدایت اور استقامت کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جس طرح الْجَنَفُ کے معنی استقامت سے گمراہی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔

حنیف بروزن فعیل، صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ جو صرف راہِ حق کو پکڑے اور سب باطل راہوں سے رُخ موڑ لے۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے مَا كَانَ اِبْرٰهِیْمُ یَهُوْدِیًّا وَّلَا نَصْرَانِیًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا (۳: ۶۷) ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ تمام باطل راہوں سے ہٹ کر راہِ راست والے مسلم تھے۔

= فِطْرَتَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی فطرت۔ فطرت سے مراد وہ معرفتِ الٰہی ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے۔ معرفتِ الٰہی کی وہ استعداد جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا دین اللہ تعالیٰ۔ فطرتِ الٰہی جس پر خداوند تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا وہ دینِ اللہ ہے

یعنی جبلۃً انسان اللہ کے دین پر پیدا کیا گیا ہے۔

عرب سبب کسی کام پر کسی کو برانگیختہ کرتے ہیں تو فعل کو حذف کرکے اس کے مفعول کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔ کلام میں اس طرح جو زور پیدا ہوتا ہے وہ اظہار فعل سے زیادہ ہوتا ہے یہاں بھی فطرۃ اللہ علیٰ سبیل الاغراء (برانگیختہ کرنا) مطلوب ہے۔

تقدیر کلام یوں ہوگی!

الزموا فطرۃ اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت کو مضبوطی سے پکڑو اور اس پر کاربند ہو جاؤ فطرۃ کا نصب بوجہ فعل محذوف کے مفعول ہونے کے ہے۔ ای اتبع فطرۃ اللہ۔

فطر الناس۔ فطر فعل ماضی واحد مذکر غائب فَطْرٌ مصدر۔ (باب ضرب و نصر) الفطر کے اصل معنی کسی چیز کو پہلی مرتبہ طول میں پھاڑنے کے ہیں سو لغوی لحاظ سے فطرۃ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئے۔

فَطَرَ کو پیدا کرنے کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لانا ہے لہٰذا فَطَرَ النَّاسَ: اس نے لوگوں کو پیدا کیا اور تکاد السموٰت یتفطرن من فوقھن (۴۲: ۵) کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑے۔ اور اذا السمآء انفطرت (۸۲: ۱) جب آسمان پھٹ جائے۔ اسی سے ہے فطرۃ بمعنی تخلیق، بناوٹ، بنائی ہوئی چیز۔ نیچر۔ فطرت۔

= ذٰلِكَ اس کا مشار الیہ یا دین ہے جس کی طرف تمام تر توجہ مبذول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یا وہ فطرۃ اللہ جس کو مضبوطی سے پکڑنے اور اس پر کاربند ہونے کا حکم دیا گیا ہے۔

= الدِّيْنُ الْقَيِّمُ۔ موصوف و صفت۔ القَيِّمُ درست، ٹھیک، سیدھا، جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

اور اگر اسے بمعنی المُقَوِّمُ لیا جائے تو (ایسا دین) جو معاش و معاد اور دنیا و آخرت کو درست کرنے والا ہے۔

قَيِّمٌ صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فَيْعِلٌ یہ اجوف واوی ہے اور قَوْمٌ مصدر سے ہے فَيْعِلٌ کے وزن پر یہ قَيْوِمٌ ہوا۔ واؤ اور یٰ اکٹھے ہو گئے پہلا حرف ساکن ہے واؤ کو یاء میں تبدیل کیا دو یاء اکٹھے ہو گئے یاء کو یاء میں مدغم کیا۔ قَيِّمٌ ہو گیا۔ اس کی مثال سَيِّدٌ ہے۔

۳۰: ۳۱ = مُنِيْبِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُنِيْبٌ واحد۔ اِنَابَةٌ

افعال مصدر نَوْبٌ مادہ۔ ہر طرف سے مڑکر اللہ کی طرف لوٹنے والا۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے والے نَابَ يَنُوْبُ نَوْبَةٌ (نصر) کسی چیز کا بار بار لوٹنا۔ اسی سے ہے نوبت بمعنی باری
مُنِيْبِيْنَ یا تو اَقِمْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے یا النّاس سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔
= اِتَّقُوْهُ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ہُ ضمیر واحد مذکر غائب (جس کا مرجع اللہ ہے) تم اس سے ڈرو، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر مادہ و ق ی باب افتعال میں واؤ کو تا میں تبدیل کرکے تا میں مدغم کیا گیا۔
۳۰: ۳۲۔ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ یہ جملہ من المشرکین سے بدل ہے مِنْ (حرف جار) اعادۃً آیا ہے ای لاتکونوا من المشرکین الذین فرقوا دینھم یعنی ان مشرکین میں سے مت ہو جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور خود گروہ گروہ ہو گئے۔
اکثر مفسرین کے نزدیک ان لوگوں سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں کہ نہ صرف فروعات میں کئی فرقوں میں بٹ گئے ہیں بلکہ منہیات میں بھی مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے ہیں۔
= فَرَّقُوْا ماضی جمع مذکر غائب تفریق (تفعیل) مصدر۔ انہوں نے ٹکڑے کر دیئے۔
= وَكَانُوْا شِيَعًا۔ شیعۃ کی جمع ہے، بمعنی فرقے۔ گروہ۔ شِيَعًا بوجہ کَانُوْا کی خبر کے منصوب ہے۔ اور وہ گروہ گروہ ہو گئے۔
= حِزْبٍ۔ گروہ۔ جماعت۔ اَحْزَابٌ جمع۔
= لَدَيْهِمْ۔ لَدٰى مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس۔
= فَرِحُوْنَ۔ مسرُوْرُوْنَ۔ خوش۔ فرحاں۔ اتراتے ہوئے۔
كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ۔ یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ یا موضع نصب میں ہے اور شِيَعًا کی صفت ہے۔
۳۰: ۳۳ = مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے چھوا۔ وہ لگ گیا۔
= دَعَوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ النّاس کی رعایت سے جمع کا صیغہ آیا ہے۔
اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک اس کا ماقبل مفتوح اس کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے اس لئے الف کو حذف کر لیا گیا دَعَوْا رہ گیا انہوں نے پکارا۔ یہاں مَسَّ اور دَعَوْا ماضی کے صیغے حال کے معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔ جب لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔ دُعَاءٌ مصدر ہے دع و مادّہ

اَذَاقَھُمْ۔ اَذَاقَ ماضی واحد مذکر غائب اِذَاقَۃٌ (افعال) مصدر۔

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (جب) اس نے ان کو چکھایا۔ یا (جب) وہ ان کو چکھاتا ہے

مِنْہُ میں ہُ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اپنی طرف سے، اپنی جانب سے

جیسے اور جگہ ارشاد ہے وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَۃً (۱۱:۹) اور اگر ہم انسان کو اپنے پاس سے نعمت بخشیں۔

= رَحْمَۃً۔ مفعول ہے اَذَاقَھُمْ کا۔ پھر جب وہ اپنی جناب سے ان کو رحمت سے نوازتا ہے

= اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ۔ میں اذا مفاجاتیہ ہے تو یکایک ان میں سے کا ایک گروہ۔

۳۰:۳۴ = لِیَکْفُرُوْا بِمَآ اٰتَیْنٰھُمْ۔ میں لام کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:

(۱) یہ لام امر کا ہے اور تہدید اور دھمکی کے معنی دیتا ہے جیسے کسی کو غصہ سے کہا جاتا ہے اعصنی مَا استطعت تو میری نافرمانی کرلے جتنی کرسکتا ہے (انجام کار تجھے اس کا مزہ چکھاؤں گا) یہاں معنی یہ ہوں گے کہ لے تنک وہ کفر کی روش اختیار کریں اور چند روزہ زندگی میں مزے اڑالیں؛ لیکن جب ان کو اپنا انجام معلوم ہوگا تو پچھتائیں گے مگر بے سود۔

لفظی ترجمہ:۔ وہ کریں ناشکری اس نعمت کی جو ہم نے ان کو عطا کی ہے۔

(۲) یہ لام، لام عاقبت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

کہ عاقبت کار وہ ناشکری کریں اس نعمت و رحمت کی جو ہم نے ان کو عطا کی۔ مثال ملاحظہ ہو:

۲۸:۸۔ لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا۔

(۳) لام کَیْ ہے یعنی کَیْ کے معنی دیتا ہے۔ تاکہ۔ جیسے جَآءَ کَیْ یَسْئَلَ وہ آیا تاکہ پوچھے۔

= فَتَمَتَّعُوْا تَمَتَّعُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ تم فائدہ اٹھالو، تم لطف اندوز ہولو، مزے لے لو۔ امر تہدید کے لئے۔ یعنی اب تم دنیا کی زندگی کے لطف اٹھالو (عنقریب تمہیں اس شرک اور ناشکری کا مزہ چکھنا ہی ہوگا)

فتمتعوا فسوف تعلمون میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ہے؛

اور یہ ان کے شرک اور ناشکری کے انجام کی شدت کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے ہے

۳۰:۳۵ = اَمْ۔ منقطعہ ہے۔ اضراب کے معنی میں ہے اور استفہام انکاری کو بھی شامل ہے

مطلب یہ ہے کہ وہ شرک اور ناشکری کا ارتکاب کرتے ہیں جو بذاتہٖ گناہِ عظیم ہے: اس پر مستزاد یہ کہ اس کے لئے ان کے پاس کوئی دلیل بھی تو نہیں ہے۔

= سُلْطٰنًا۔ بحالت نصب بوجہ مفعول اَنْزَلْنَا۔ سُلْطَانٌ دلیل۔ برہان، حجت

سند، زور، طاقت۔
= بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ه باء سببیہ ہے۔ مَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں
(۱) مَا۔ مصدریہ ہے اس صورت میں بہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے
(۲) مَا۔ موصولہ ہے اور ضمیرہ اس چیز کے لئے ہے جس کو وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے تھے۔
پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ کیا ہم نے ان پر کوئی دلیل یا حجت ایسی نازل کی ہے جو ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنا بتاتی ہے۔
دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔
کیا ہم نے ان کو کوئی ایسی سند یا دلیل نازل کی ہے کہ جو ان کو اس چیز کے متعلق بتائے جس کو وہ اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں
ف۔ سابق آیت میں غیبت سے خطاب کی طرف التفات ضمائر تھا۔ اب پھر خطاب سے غائب کی طرف التفات ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اظہار کے لئے کہ وہ لوگ اس قابل ہی نہیں کہ ان سے خطاب کیا جائے۔
۳۰:۳۶ = فَرِحُوْا بِهَا۔ میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب رَحْمَةً کی طرف راجع ہے
تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں۔
= تُصِبْهُمْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مؤنث غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر، وہ پہنچتی ہے۔ نازل ہوتی ہے یا آلیتی ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (اگر انہیں (کوئی تکلیف) پہنچتی ہے
= بِمَا۔ میں بٓ سببیہ ہے اور ما موصولہ ہے۔
= اِذَا هُمْ میں اذا مفاجاتیہ ہے۔ تو وہ۔ تو یکایک وہ۔ تو فوراً وہ۔ يَقْنَطُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب قَنِطَ يَقْنَطُ قُنُوْطٌ (سمع) سے۔ وہ ناامید ہو جاتے ہیں۔ وہ مایوس ہو جاتے ہیں۔
۳۰:۳۷ = يَقْدِرُ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے
وہ تنگ کرتا ہے۔ مقدار مقرر کر دیتا ہے، اندازہ مقرر کر دیتا ہے۔ وہ جچا تلا ہے۔ يَبْسُطُ کی ضد ہے۔
۳۰:۳۸ = فَاٰتِ۔ پس تو دے، فعل امر واحد مذکر حاضر اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر
مصدر اٰتٰى يُؤْتِيْ سے۔ یہاں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور آپ کی وساطت سے

ساری امت کے ان اشخاص کو ہے جن کو کھلی روزی دی گئی ہو۔ لمن یبسط لہ رزقہٗ ۔
= اِبْنُ السَّبِیْلِ۔ راہی، مسافر۔
= یُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ ۔ جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔
وَجْہٌ اسم مفرد۔ مضاف اللہ مضاف الیہ ۔ اللہ کی خوشنودی۔ اللہ کی رضا۔ اللہ کا ثواب،
= اُولٰٓئِکَ ۔ وہ لوگ جو اللہ کی رضا کی خاطر (اپنے مال سے) قرابت داروں کا حق ادا کرتے ہیں اور مساکین و مسافروں کو دیتے ہیں۔
= اَلْمُفْلِحُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اِفْلَاحٌ مصدر ۔ فلاح پانے والے۔ مراد حاصل کرنے والے۔

۳۰: ۳۹ = رِبًا ۔ مادہ ربو سے مشتق ہے رَبْوَۃٌ بلند جگہ یا ٹیلے کو کہتے ہیں رَبَا یَرْبُوْا (باب نصر) رِبَاءٌ و رُبُوَّۃٌ مصدر۔ مال کے متعلق ہو تو بمعنی مال کا بڑھنا۔ مال کا زیادہ ہونا۔ بلندی کے متعلق ہو تو ٹیلہ پر چڑھنا۔
آیت شریف ہے فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ (۲۲: ۵)
پھر جب ہم اس پر پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے اور ابھرنے لگتی ہے۔
الرِّبٰوا زیادتی۔ سود۔ بیاج۔ قرآن مجید میں ہے یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ (۲: ۲۷۶) اللہ تعالیٰ سود کو بے برکت کر دیتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے
وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا ۔ اور جو (روپیہ) تم بیاج پر دیتے ہو
= لِیَرْبُوَا۔ لام تعلیل کا ہے۔ یَرْبُوَا مضارع منصوب بوجہ اَنْ محذوف ای لان یربوا۔ تاکہ وہ بڑھے۔
تفسیر ماجدی میں ہے:۔
نیوتہ وغیرہ کے نام سے جن رقموں سے برادری کی تقریبات میں اکثر شرکت اس امید سے کی جاتی ہے کہ وہ رقم زائد ہو کر پھر اپنے پاس آجائے گی اکثر محققین نے یہاں یہی مراد لی ہے
= فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ ۔ دوسرے لوگوں کے مال میں مل کر۔
= فَلَا یَرْبُوْا مضارع نفی واحد مذکر غائب۔ پس (یہ) نہیں بڑھتا۔
= وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ زَکٰوۃٍ تُرِیْدُوْنَ وَجْہَ اللّٰہِ ۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد اصطلاحی زکوٰۃ مراد نہیں ہے کیونکہ شریعت کی یہ اصطلاح تو بہت بعد کی ہے بلکہ مطلق صدقہ مراد ہے جو اللہ کی رضا جوئی کے لئے دیا جائے۔ (الماجدی)

== اُولٰٓئِكَ ای الذین یؤتون الزکوٰۃ لوجہ اللہ جو اللہ کی رضا کے لئے صدقہ دیتے ہیں۔

== اَلْمُضْعِفُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ المضعف واحد اضعافٌ مصدر ضعف مادہ۔ چند در چند کرنے والے۔ کئی گنا بڑھانے والے۔ باب افعال کے خواص میں سے صیرورت ہے یعنی صاحب ماخذ ہونا۔ المضعف ای صار ذا ضعف وہ کئی گنا کا مالک ہو گیا۔ المضعفون (تو یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے دیئے ہوئے صدقہ کے عوض) کئی گنا والے بن گئے۔

۳۰: ۴۰ == ھَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ۔ ھَلْ استفہام انکاری ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ شُرَكَآئِكُمْ مضاف مضاف الیہ ہے۔ تمہارے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی ایک۔

== مِنْ ذٰلِكُمْ ۔ ان کاموں میں سے کوئی۔ یہ شیئ کی صفت ہے مِنْ تبعیض کا ہے کوئی شیئ۔ (یہاں صفت کو موصوف سے مقدم لایا گیا ہے) شَيْءٌ یفعل کا مفعول ہے کیا تمہارے (ٹھہرائے ہوئے) شریکوں میں سے کوئی جو ان کاموں میں کچھ بھی کر سکتا ہو۔

== تَعَالٰى ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَعَالِيٌ (تفاعل) مصدر سے۔ بمعنی وہ برتر ہے۔ وہ بلند ہے۔ (باب تفاعل مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے۔

== عَمَّا ۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے مَا موصولہ ہے۔ اس چیز سے جسے۔

== يُشْرِكُوْنَ ۔ (جسے) وہ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں اِشْرَاكٌ (باب افعال) سے مصدر۔

۳۰: ۴۱ == ظَهَرَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ ظاہر ہوا۔ آشکارا ہوا۔ غالب ہوا۔ پھیل پڑا ظُهُوْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔

== بِمَا ۔ الباء سببیہ ہے مَا موصولہ ہے۔

== لِيُذِيْقَهُمْ ۔ لام تعلیل کا ہے۔ لوگوں کی بداعمالی کے نتیجے میں خشکی اور تری کا نظام بگڑ گیا۔ اور یہ بگاڑ اپنے اثرات میں امن و سکون کو ختم کرنے کا باعث بنا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا امن و سکون اس واسطے ختم کر دیا کہ وہ لوگوں کو ان کے بعض اعمال کے نتائج کا مزہ چکھائے (کیونکہ جملہ اعمال کی سزا و جزا کا دن روز قیامت ہے) يُذِيْقَ مضارع واحد مذکر غائب اذاقۃ (افعال) مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (الناس کی رعایت سے یہاں صیغہ جمع آیا ہے۔ وہ ان کو مزہ چکھائے۔

= لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۔ تاکہ وہ لوگ باز آجائیں!

۳۰:۴۳ = فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ ۔ ملاحظہ ہو ۳۰:۳۰

= مَرَدَّ ۔ مصدر میمی۔ ردّ مادہ۔ لوٹنا۔ پھر آنا۔

= مِنَ اللّٰهِ ۔ یہ یا تو یَاْتِيَ سے متعلق ہے یا مَرَدَّ سے۔

پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔ پیشتر اس کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے جو لوٹنے والا نہیں دوسری صورت میں: قبل اس کے کہ اللہ کی طرف سے وہ دن آجائے کہ جس کے لئے پھر اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔

= يَصَّدَّعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَصَدُّعٌ (تفعّل) مصدر سے۔ اصل میں یہ يَتَصَدَّعُوْنَ تھا۔ تاء کو ص سے بدلا پھر ص کو ص میں مدغم کیا۔ وہ منتشر ہوجائیں گے ای فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر۔ اہل جنت کا فریق الگ دوزخ کا فریق الگ۔ اس کا مادہ صدع ہے جس کے معنی پھاڑ دینے کے ہیں تصدع القوم قوم کا جُدا جُدا ہوجانا۔ مختلف ٹولیوں میں بٹ جانا۔

= يَمْهَدُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مَهْدٌ (فتح) مصدر۔ وہ درستی کرتے ہیں، وہ ہموار کرتے ہیں۔ وہ بچھاتے ہیں۔ المَهْدُ گہوارہ جو بچہ کے لئے تیار کیا جاتے۔ جیسے مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ۔(۱۹:۲۹) جو ابھی گود کا بچہ ہے۔ فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۔ اپنی استراحت کے لئے فرش بچھا رہے ہیں۔ وہ اپنی راحت کا فرش ہموار کر رہے ہیں۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:۔

بچے کے پنگھوڑے کو مَهْد اور بستر کو مِهَاد کہتے ہیں۔

۳۰:۴۵ = لِيَجْزِيَ ۔ میں لام تعلیل کا ہے اور جملہ لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحٰت من فَضْلِهٖ ۔ علت ہے يَمْهَدُوْنَ کی یا يَصَّدَّعُوْنَ کی۔

۳۰:۴۶ = مُبَشِّرَاتٍ ۔ اسم فاعل۔ جمع مؤنث تَبْشِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ خوشخبری دینے والیاں۔ بارش کی خوشخبری دینے والی ٹھنڈی ہوائیں۔ جو بارش ہونے سے کچھ پہلے چلتی اور پیام رحمت لاتی ہیں۔

= وَلِيُذِيْقَكُمْ ۔ واؤ عطف کا ہے اس کا عطف علت محذوف پر ہے جس پر مُبَشِّرَاتٍ کے معنی دلالت کرتے ہیں۔ عبارت یوں ہوگی۔ لیبشرکم۔ ولیذیقکم۔ لام تعلیل کا ہے تاکہ وہ تمہیں (اپنی رحمت کا مزہ) چکھائے بارش برساکر۔ یذیقکم مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ

لام تعلیل۔

== وَلِتَجْرِیَ الْفُلْکُ۔ اور تاکہ کشتیاں چلیں۔ اس میں بھی واؤ عاطفہ ہے اور معطوف علیہ یا تو لیذیقکم ہے۔ تَجْرِیَ واحد مؤنث غائب۔ منصوب بوجہ لام تعلیل۔ جری (ضرب) سے مصدر۔

== وَلِتَبْتَغُوْا۔ اور تاکہ تم ڈھونڈو۔ تم تلاش کرو۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ عمل اَنْ گر گیا۔ جو لام تعلیل کے بعد مقدر ہے واؤ عاطفہ ہے اور اس کا معطوف علیہ لِتَجْرِیَ ہے یا اس کا عطف حسب بالا لِیُبَشِّرَکُمْ ہے اور تاکہ تم تلاش کرو۔

== وَلَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ۝ اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔

۳۰: ۴۷ == اِنْتَقَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم انتقام (افتعال) مصدر۔ نقم مادہ۔ نَقَمَ و نَقِمَ (باب سمع و ضرب) کسی چیز کو بُرا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان کے ساتھ عیب لگانے اور کبھی سزا دینے پر بولا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵: ۸) وہ ان کی کسی چیز کو بُرا نہیں سمجھتے تھے سوائے اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے یعنی ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔

باب افتعال سے بمعنی سزا دینا مثلاً فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ۔ (۷: ۳۶) تو ہم نے ان سے بدلہ لے کر ہی چھوڑا کہ ان کو دریا میں غرق کر دیا۔

آیۃ ہذا میں بھی بمعنی سزا دینے کے ہے۔ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا۔ پھر ہم نے ان لوگوں سے انتقام لے لیا جنہوں نے جرم کئے۔

== وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ نصر المؤمنین اسم کان حقا علینا خبرہٗ اور اہل ایمان کی مدد کرنا ہمارا ذمہ تھا۔

۳۰: ۴۸ == تُثِیْرُ مضارع واحد مؤنث غائب اثارۃٌ (افعال) سے۔

ثَارَ یَثُوْرُ ثَوْرًا (باب نصر) ثَارَ الْغُبَارُ و ثَارَ السَّحَابُ کے معنی غبار یا بادل کے اوپر اٹھنے اور پھیلنے کے ہیں۔ باب افعال سے فعل متعدی اوپر اٹھانا فَتُثِیْرُ سَحَابًا۔ پس (وہ ہوائیں) بادل کو اوپر اٹھاتی ہیں۔ اور زمین جوتنے کے معنی میں بھی آتا ہے کیونکہ زمین جب جوتی جاتی ہے تو ابھرتی ہے اوپر اٹھتی ہے۔

اور بیل کو الثور بھی اسی لئے کہتے ہیں کہ اس سے زمین جوتی جاتی ہے یہ اصل میں

مصدر بمعنی فاعل ہے جیسے ضَیْفٌ بمعنی ضَائِفٌ استعمال ہوتا ہے ۔

= یَبْسُطُهٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ مصدر (باب نصر) کشادہ کرتا ہے، فراخ کرتا ہے وسیع کرتا ہے پھیلاتا ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب سحاب کے لئے ۔ یعنی اللہ تعالیٰ بادل کو آسمان میں پھیلاتا ہے ۔

= کِسَفًا ۔ کِسْفَةٌ کی جمع اَکْسَافٌ وکُسُوفٌ ٹکڑے ۔ (اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے)

= الْوَدْقَ ۔ بعض نے کہا ہے کہ بارش میں جو غبار سا نظر آتا ہے اسے وَدْقٌ کہا جاتا ہے اور کبھی اس سے مراد بارش بھی ہوتی ہے فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ پھر تو بارش کو دیکھتا ہے کہ اس کے اندر سے نکلتی ہے ۔ یہی جملہ انہی معنوں میں (۲۴ : ۴۳) میں استعمال ہوا ہے ۔

= خِلٰلِهٖ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ خلال بمعنی درمیان ، وسط ، بیچ ۔ جمع خَلَلٌ ۔ دو چیزوں کی درمیانی کشادگی ۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب سحاب کے لئے ہے ۔ یعنی بادل یا بادل کے اندر سے ۔

= اَصَابَ بِهٖ ۔ اَصَابَ يُصِيبُ اِصَابَةٌ (افعال) پہنچنا ۔ پالینا ۔ بِهٖ میں ب تعدیہ کی ہے پہنچانا ۔ ہٖ ضمیر کا مرجع الْوَدْقَ ہے اَصَابَ بِهٖ ماضی بمعنی حال ہے وہ اسے پہنچاتا ہے ۔ یعنی پھر جب وہ (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے اس بارش کو پہنچا دیتا ہے (اپنے بندوں کے علاقہ میں)

الصَّوَابُ (صَوْبٌ مادہ) صحیح بات کو کہتے ہیں ۔ اس کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے (۱) کسی چیز کی ذات کے اعتبار سے ۔ یعنی جب وہ چیز اپنی ذات کے اعتبار سے قابل تعریف ہو اور عقل و شریعت کی رو سے پسندیدہ ہو مثلاً اَلْکَرَمُ صَوَابٌ (کرم و بخشش صواب ہے)

(۲) قصد کرنے والے کے لحاظ سے ۔ مثلاً اَصَابَهٗ بِالسَّهْمِ ۔ اس نے اسے ٹھیک نشانہ پر تیر مارا اور مُصِیْبَةٌ اس تیر کو کہتے ہیں کہ جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے ۔ اس کے بعد عرف عام میں ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہو گیا ۔

صَوْبٌ بارش کو بھی کہتے ہیں اس سے مبالغہ کا صیغہ صَیِّبٌ استعمال ہوتا ہے ۔ مثلاً اَوْ کَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ (۲ : ۱۸) یا ان کی مثال اس بارش کی سی ہے جو آسمان سے برس رہی ہو ۔ یا فَیُصِیْبُ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ وَیَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ (۲۴ : ۴۳) تو جس پر چاہتا ہے اسے برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے ۔

بعض نے کہاہے کہ جب اَصَابَ کا لفظ خیر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے تو یہ صَوْبٌ بمعنی بارش سے مشتق ہوتا ہے اور جب بُرے معنی میں آتا ہے تو یہ معنی اَصَابَ السَّهْمُ (تیر نشانہ پر ٹھیک جا لگا) کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ مگر ان دونوں معنی کی اصل ایک ہی ہے۔

= اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ - اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو لو، یکدم - يَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِسْتِبْشَارٌ مصدر باب استفعال) خوش ہونا۔ تو لو وہ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔ وہ یکدم خوش ہو جاتے ہیں۔

۳۰: ۴۹ = وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ واؤ حالیہ ہے اور جملہ حالیہ ہے اِنْ اِنَّ سے مخففہ ہے اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ قَبْلِهٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع المطر ہے۔ لام تاکید کے لئے ہے اور مبلسین ..... کَانُوْا کی خبر ہے۔ وہ پیشتر ازیں بارش برسنے سے قبل مایوس ہو رہے تھے۔

مِنْ قَبْلِ کا تکرار تاکید کے لئے ہے!

مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ : ای من قبل تنزیل المطر۔ بارش برسنے سے قبل۔ مُبْلِسِيْنَ - اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب، مُبْلِسٌ واحد۔ ناامید۔ مایوس غمگین۔

۳۰: ۵۰ = اٰثٰرِ - اثرات، نشانیاں۔ علامتیں۔ (جو کوئی شے پیچھے چھوڑ جائے) لیکن مختلف معنی میں استعمال ہوتا ہے! مثلاً:۔

۱:۔ نقش قدم۔ جیسے فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ (۳۷: ۷۰) سو وہ انہی کے نقش قدم پر چلے جاتے ہیں۔

۲:۔ طریقہ۔ جیسے هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ (۲۰: ۸۴) وہ میرے طریقہ پر کاربند ہیں۔

۳:۔ بطور استعارہ بمعنی فضیلت جیسے تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا (۱۲: ۹۱) بخدا اللہ نے تجھ کو ہم پر فضیلت بخشی ہے۔

= رَحْمَتِ اللّٰهِ - مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی رحمت بصورت بارش۔

= يُحْيِ - میں ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے۔

= ذٰلِكَ - ای اللہ الذی قدر علی احیاء الارض بعد موتھا۔

= لَمُحْيِ - میں لام تاکید کا ہے۔ اَلْمَوْتٰى - المیتُ کی جمع ہے۔ مُردے۔ (بے شک وہی خدا مردوں کا زندہ کرنے والا ہے)

== لَئِنْ ۔ میں لام لامِ مُوطئہ ہے جو حرف شرط پر آیا ہے۔
اسے مُوطئہ اس لئے کہتے ہیں کہ شرط کے لئے راہ ہموار کرتا ہے اسے لام المؤذنہ بھی کہتے ہیں!
اِنْ حرف شرط ہے۔
== رِیْحًا۔ ہوا۔ امام رازی رح رقمطراز ہیں کہ نفع بخش ہواؤں کو جمع کے لفظ سے لایا گیا ہے اور مضرت رساں ہواؤں کو بصیغہ واحد استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اس کی رحمت ہوتی رہتی ہے اور اس کا عذاب کبھی کبھی آتا ہے۔
== فَرَاَوْهُ۔ اس میں الفاء فصیحت کا ہے اور ہُ ضمیر واحد مذکر غائب کھیتی کی طرف راجع ہے۔ جیساکہ صاحب کشاف، روح المعانی، معالم التنزیل میں ہے۔ رَاَوْ ماضی جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ مصدر
== مُصْفَرًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ اِصْفِرَارٌ (افعلال) مصدر۔ صفر مادہ۔ سبز دلاور پیلا پڑا ہوا۔ مرجھایا ہوا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا (۳۹ : ۲۱) پھر وہ (کھیتی) خشک ہو جاتی ہے تو تُو اس کو دیکھتا ہے زرد۔
== لَظَلُّوْا۔ لام جوابِ قسم کا ہے ظَلُّوْا۔ ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وہ ہو گئے۔ افعال ناقصہ سے ہے اور خبر کو دن بھر کے لئے ثابت کرتا ہے۔ جس طرح بَاتَ رات کے وقت کوئی کام کرنے کے لئے آتا ہے۔ کبھی یہ صَارَ کے معنی بھی دیتا ہے اس وقت دن کی تخصیص نہیں رہتی۔ آیۃ ھٰذا میں بھی صَارَ کے معنی میں ہی استعمال ہوا ہے۔
== مِنْۢ بَعْدِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں!
۱:۔ من بعد ارسال (الریح ہوا کے بھیجنے کے بعد
۲:۔ من بعد اصفرار زرعھم ۔ ان کی کھیتوں کے زرد پڑ جانے کے بعد
۳:۔ ان کے (پہلی صورت میں) خوش ہو جانے کے بعد۔ من بعد الا ستبشار۔
== یکفرون ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ وہ ناشکری کرتے ہیں یا کریں گے۔ کرنے لگیں گے۔
آیت کا ترجمہ ہوا۔ اور اگر ہم (کوئی ایسی) ہوا بھیجیں (جس کے اثر سے) وہ کھیتوں کو زرد (اور مرجھایا ہوا) پائیں تو اس کے بعد وہ ناشکری کرنے لگیں گے۔
ان کا رویہ ہر دو صورت میں مذموم ہے چاہئے تو یہ تھا کہ جب اللہ کی طرف سے ان پر رحمت ہوئی اور بارش سے کھیت لہلہا اٹھے تو اس کا شکرادا کرتے دکہ اس کو اپنے دنیاوی اسباب پر محمول کرتے ہوئے پھولے نہ سماتے اور جب خدا کی طرف سے ان کی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے کھیتیاں زرد پڑ گئیں تو بجائے خدا کی ناشکری کرنے کے ان کو استغفار سے کام لینا چاہئے تھا۔

۳۰: ۵۲ == فَاِنَّكَ یہ وجہ بیان کی گئی ہے کلام ماسبق کی۔ عبارت یوں ہوگی!
لا تحزن بعدم اھتدائھم بتذکیرك۔ اپنی پند ونصائح کے باوجود ان کے راہ ہدایت پر نہ آنے کا غم نہ کھا۔ فَاِنَّكَ، تحقیق تو.....
== لَا تُسْمِعُ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر اسماعٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تو نہیں سنا سکتا تو نہیں سناتا ہے۔ تو نہیں سنائے گا۔
== وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ۔ الصُّمُّ (اَصَمُّ کی جمع) بہرے، الدُّعَاءُ۔ پکار دعا۔ بلانا۔ یہ دونوں لَا تُسْمِعُ کے مفعول ہیں۔ تو اپنی پکار بہروں کو نہیں سنا سکتا۔
== وَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جب وہ منہ موڑ کر چلدیں
== مُدْبِرِیْنَ۔ اِدْبَارٌ (افعالٌ) سے اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ حال ہونے کے ضمیر فاعل وَلَّوا سے۔
۳۰: ۵۳ == هٰدِ الْعُمْیِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ هَادِی کی ی بوجہ اضافت ساقط ہوگئی۔ اندھوں کو ہدایت دینے والا۔ وَمَا اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ ای وما انت بھدی العمی اور تو اندھوں کو ہدایت نہیں دے سکتا۔
== ضَلٰلَتِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی گمراہی۔
== اِنْ تُسْمِعُ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ تو نہیں سنا سکتا۔
== فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ: تعریف ہے مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا کی۔ پھر وہ ان آیات کو مانتے بھی ہیں۔ یعنی ان میں جو احکام دیئے گئے ہیں ان کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔
۳۰: ۵۴ == ضُعْفٍ اصل میں ضَعِیْفٌ ہے مصدر کو مبالغہ کے لئے صفت کے لئے استعمال کیا ہے یا اس سے مراد من ذی ضُعْفٍ ہے یعنی نطفہ۔ جسے دوسری جگہ ماءٍ مَّهِيْنٍ (بہت حقیر) کہا گیا ہے۔
== مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً۔ (عطا کی) کمزوری کے بعد طاقت (جوانی) اور مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً اور قوت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا (جوانی کے بعد انحطاط اور پھر بڑھاپا) شَیْبَةٌ بڑھاپا۔ بالوں کا سفید ہونا۔ اَشْیَبُ بوڑھا آدمی اس کی جمع شِیْبٌ جیسے اَبْیَضُ کی جمع بِیْضٌ ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا (۷۳: ۱۷) (جو) بچوں کو بوڑھا بنا دیگا۔ شیب مادہ۔
== اَلْقَدِیْرُ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قدیر وہ ہے جو اقتضائے حکمت کے موافق

جو چاہے کرے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو قدیر نہیں کہہ سکتے۔ البتہ قادر عام ہے
۳۰: ۵۵ = وَيَوْمَ۔ ای واذکر یوم۔ اور یاد کرو وہ دن۔
= يَقُومُ السَّاعَةُ۔ قیامت قائم ہوگی۔ جب قیامت کی گھڑی آجائے گی۔ السّاعۃ (وقت) اجزائے زمانہ میں سے ایک جزر کا نام ہے ساعت، گھڑی، پل) الساعۃ بول کر قیامت بھی مراد لی جاتی ہے۔ س وع مادہ
= يُقْسِمُ۔ مضارع واحد مذکر غائب، اِقْسَام (افعال) مصدر۔ قسمیں کھائیں گے۔
= يُؤْفَكُونَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ ماضی استمراری کے معنی ہیں۔ وہ پھیرے جاتے تھے۔ الٹے چلتے رہتے تھے۔
علامہ قرطبیؒ لکھتے ہیں۔
ای کانوا یکذبون فی الدنیا یعنی وہ دنیا میں بھی جھوٹ بولا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آدمی سچائی اور بھلائی سے روگرداں ہو جائے تو اہل عرب کہتے ہیں۔ اُفِكَ الرَّجُلُ
مدارک التنزیل میں ہے کہ :۔
ای مثل ذلك الصرف کانوا یصرفون عن الصدق الی الکذب فی الدنیا۔
یعنی جس طرح اب یہ حقیقت سے پھر گئے ہیں اسی طرح دنیا میں بھی یہ سچ سے جھوٹ کی طرف پھر جایا کرتے تھے۔ نیز ملاحظہ ہو ۲۹: ۶۱ -
۳۰: ۵۶ = فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ فی علم اللّٰه اوما کتبه سبحانه۔ اواللوح المحفوظ
علم الٰہی کے مطابق یا نوشتۂ الٰہی کے مطابق یا جیسا کہ لوح محفوظ میں تحریر ہے۔
= يَوْمَ الْبَعْثِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جی کر اٹھ کھڑا ہونے کا دن۔ یعنی روز قیامت۔
بعث کے معنی جی اٹھنا۔ بھیجنا۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا رسولوں کو مبعوث کرنا۔ یعنی بھیجنا۔
= فَهٰذَا۔ میں فَ جواب شرط ہے تقدیر کلام ہے ان کنتم منکرین للبعث فھٰذا یوم البعث الذی انکرتموہ۔ اگر تم یوم بعث سے انکار کیا کرتے تھے تو یہ ہے یوم بعث جس سے تم منکر تھے۔
= وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ لیکن تم تو سمجھتے ہی نہ تھے۔ یعنی یقین ہی نہ کیا کرتے تھے
۳۰: ۵۷ = يَوْمَئِذٍ۔ اس دن۔ یَوْمَ ظرف ــ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ جیسے کہ حِیْنَئِذٍ۔ حِیْنَ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ اس وقت۔
= مَعْذِرَتُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی معذرت۔ ان کا عذر۔

= وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ۔ واؤ عاطفہ۔ لا یستعتبون۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور نہ ان کی معذرت قبول کرکے عتاب کو دور کیا جائے گا۔

اِسْتَعْتَبَ ۔ عَتَبٌ سے باب استفعال ہے العتب ہر اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جو وہاں اترنے والے کے لئے سازگار نہ ہو۔ استعارہ کے طور پر عَتَبٌ کے معنی ناراضگی یا سختی کے ہیں جو انسان کے دل میں دوسرے کے متعلق پیدا ہو جاتی ہے۔

اَلْاِسْتِعْتَابُ رضامندی چاہنا۔ کسی سے یہ خواہش کرنا کہ وہ عتاب کو دور کردے تاکہ راضی ہو جائے۔ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور نہ ان کی معذرت قبول کرکے ان سے عتاب کو دور کیا جائے گا۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶ : ۸۴

۳۰: ۵۸ = اِنْ اَنْتُمْ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ اَنْتُمْ یعنی تم سب پیغمبر اور مؤمنین۔

= مُبْطِلُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اِبْطَالٌ (افعال) مصدر۔ اہل باطل۔ حق کو ناحق قرار دینے والے۔ بے حقیقت بات کرنے والے۔ سحر کی باطل پرستیوں میں پڑے ہوئے۔

۳۰: ۵۹ = كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ اس طرح مہر کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دلوں پر جو سمجھتے نہیں ہیں۔ یعنی جب وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کو اور اس کی صریح مثالوں کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے اور نتیجۃً یقین وایمان سے عاری رہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو مہر کر دیتے ہیں اور پھر وہ حق کو بھی ناحق سمجھنے لگتے ہیں اور خدا کی صریح آیات کو اور پیغمبر کے معجزات کو کبھی سحر سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی کاہن کے کرشمے بتاتے ہیں۔

۳۰: ۶۰ = لَا يَسْتَخِفَّنَّ ۔ مضارع منفی تاکید بانون ثقیلہ استخفاف (استفعال) مصدر خفیف سے۔ خ،ف،ف، مادّہ۔ الخفیف اس کے مختلف معانی ہیں؛

۱:۔ وزن کے لحاظ سے ہلکا ہونا۔ ثقیل کے مقابلہ میں۔

۲:۔ تقابل زمانی کے اعتبار سے سبک رفتار کو خفیف اور سست رفتار کو ثقیل کہیں گے

۳:۔ جو چیز طبیعت کو خوش کردے اسے خفیف اور جو طبیعت پر گراں گذرے اسے ثقیل کہتے ہیں

۴:۔ جو شخص جلد طیش میں آجائے اسے خفیف اور جو پر وقار ہو اسے ثقیل کہا جاتا ہے۔

۵:۔ جو شخص سطحی اقدار کا مالک ہو اور ان سے پھر جانے میں دیر نہ کرتا ہو وہ خفیف اور جس کی اقدار ٹھوس اور محکم بنیادوں پر مبنی ہوں وہ ثقیل کہلاتا ہے۔

انہی معنی میں ہے فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ (۴۳ : ۵۴) (فرعون نے

اپنی قوم کو ڈھلمل یقین کردیا تھا اور وہ اس کے پیچھے لگ گئے یعنی ان کا یقین حضرت موسیٰ کے بارہ میں ہلکا پڑگیا تھا۔

انہی معنوں میں یہاں استعمال ہوا ہے۔ فرمایا (اے پیغمبر) تو ان کی قولی وفعلی سختیوں پر صبر و استقلال سے کام لے۔ تحقیق اللہ کا وعدہ پورا ہو کر رہیگا۔ (مجرموں سے انتقام لینا اور مومنوں کی امداد و نصرت آیہ ۴۷۔ مذکورہ بالا)

اور یہ لوگ جو یقین سے خود عاری ہیں کہیں تمہارے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ دیں لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ۔ تم میں بے یقینی کی کیفیت پیدا نہ کردیں۔

صاحب المفردات رقمطراز ہیں :-

وَ لَا یَسْتَخِفَّنَّکَ اور وہ تمہیں اوچھا نہ بنا دیں۔ یعنی شبہات پیدا کرکے تمہیں تمہارے عقائد سے متزلزل اور برگشتہ نہ کردیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۳۱) سورۃ لُقمٰن مَکیّۃ (۵۷)

۳۱: ۲ = تِلۡكَ۔ اسم اشارہ ہے۔ مفرد، مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے۔
اصل میں اشارہ تِیۡ ہے لَ اس پر زیادہ کیا گیا ہے لكَ حرف خطاب ہے جس کی حسبِ
احوال مخاطب تذکیر و تانیث اور جمع و تثنیہ میں گردان ہوتی رہتی ہے؛
= اٰیٰتُ مشار الیہ ہے اور تِلۡكَ اٰیٰتُ سے مراد وہ آیات:۔
۱:۔ جو اس سورۃ میں آگے آرہی ہیں۔
۲:۔ جملہ آیات قرآن مجید ۔
= اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡحَکِیۡمِ ط اٰیٰتُ مضاف ۔ اَلۡکِتٰبُ موصوف اَلۡحَکِیۡمُ صفت
صفت موصوف مل کر مضاف الیہ۔ پُر حکمت کتاب کی آیتیں ۔
= الحکیم۔ ای ذی الحکمۃ۔ حکمت و دانش سے پُر اس کا ایک معنی محکم بھی ہیں۔
یعنی اس میں کسی قسم کا خلل یا تناقض نہیں ہے۔ ای لا خلل فیہ ولا تناقض ۔
۳۱: ۳ = ھُدًی۔ (اسم و مصدر بمعنی ہدایت کرنا۔ یا ہدایت) وَرَحۡمَۃً (اسم و مصدر
بمعنی بخشش، مہربانی، احسان، فضل، انعام، رحم کرنا) دونوں منصوب بوجہ حال ہونے
کے اٰیٰتُ سے۔ یعنی یہ سراسر ہدایت و رحمت ہے (محسنین کے لئے)
= مُحۡسِنِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ احسان کرنے والے۔ نیکو کار مرد۔
۳۱: ۴ = آیت ہذا محسنین کی تعریف ہے ۔
۳۱: ۵ = اُولٰٓئِكَ عَلٰی ھُدًی۔ مبتدا و خبر، مِنۡ رَّبِّهِمۡ۔ ھُدًی کی
صفت ۔
= وَاُولٰٓئِكَ ھُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ: جملہ معطوف۔ جس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

ھُمْ کی تکرار کلام کی تاکید اور زور کلام کے لئے ہے۔ اور یہی لوگ مکمل فلاح یافتہ ہیں۔

۳۱: ۶ == وَمِنَ النَّاسِ: ای بعض من الناس اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں:۔

== مَنْ یَّشْتَرِیْ: مَنْ موصولہ بمعنی الَّذِیْ ہے یَشْتَرِیْ مضارع واحد مذکر غائب اِشْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جو خریدتے ہیں۔ اختیار کرتے ہیں، راغب ہوتے ہیں۔

== لَھْوَ الْحَدِیْثِ۔ لَھْوَ مضاف الحدیث مضاف الیہ۔ لیکن اضافت تبقدیر مِنْ ہے۔ اصل میں لھوًا مِنَ الحدیث تھا۔ فضول۔ بیہودہ بے سروپا قصوں کا کھیل تماشہ

الکشاف میں ہے الاضافۃ بمعنی من (تبعیضیہ) کانہ قیل: ومن الناس من یشتری بعض الحدیث الذی ھو اللھو منہ۔ اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں کہ خریدکرتے ہیں بعض ایسی (بے ہودہ اور بے سروپا) باتیں جو محض کھیل تماشہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مفسرین اس آیت کے شان نزول کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کہ مکہ میں ایک شخص نضر بن حارث تھا جو اپنے کاروبار کے سلسلہ میں ایران، عراق، شام وغیرہ اکثر آیاجایا کرتا تھا۔ وہاں سے وہ رستم و اسفندیار کے قصے، ایران کے بادشاہوں کی جنگوں کی کہانیاں، بہادروں کے افسانے اور حیرہ کے بادشاہوں کے قصے وغیرہ لے آتا تھا۔ اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا کلام پڑھ کر سنانے لگتے تو یہ بالمقابل اپنی محلس جما لیتا اور کہتا کہ ان چیزوں میں دل لگاؤ قرآن کے وعظ میں کیا رکھا ہے۔ ہمراہ حسین چھوکریاں بھی رکھتا اور عملی دل بہلاوے کے لئے شراب وکباب کی پیش کش بھی کرتا۔ جاہل اور علمی سند سے خالی لوگ نفس پرستی کے دام میں آکر ادھر لگ جاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

== لِیُضِلَّ میں لام تعلیل کا ہے یُضِلَّ مضارع (منصوب بوجہ لام تعلیل) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ گمراہ کرے (دوسروں کو) اس میں ضمیر فاعل وہی ہے جو یَشْتَرِیْ میں ہے۔

== سَبِیْلِ اللّٰہِ، اللہ کا دین۔ یا تلاوت قرآن مجید۔

== بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ بغیر کسی علمی سند کے یہ یَشْتَرِیْ سے متعلق ہے ای یشتری ذلک بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ یعنی اس فعل یا تجارت کے نتائج سے بے خبر ہو کر۔

== یَتَّخِذَ ھَا۔ مضارع منصوب بوجہ عطف علٰی یضل۔ یضل کا معطوف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب سبیل کے لئے ہے جو مذکر و مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

= هُزُوًا۔ مصدر بمعنی اسم مفعول مَهْزًا وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔
= وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اور اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔
= اُولٰٓئِكَ یہ لوگ جو اللہ کے راستے سے غافل کر دینے والا سودا کرتے ہیں، دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔
= مُهِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ مصدر (افعال) سے هون مادہ ذلیل کرنے والا۔
= تُتْلٰى۔ مضارع مجہول۔ واحد مؤنث غائب تلاوۃ مصدر تلوٌ مادہ۔ پڑھی جاتی ہے یہاں آیات کے لئے فعل آیا ہے بمعنی پڑھی جاتی ہیں!
= عَلَيْهِ۔ اس میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے: لوگوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو خریدتے ہیں۔ اور پھر اسی رعایت سے يَشْتَرِيْ۔ يُضِلَّ۔ يَتَّخِذَهَا میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب کو بمعنی جمع لیا ہے۔ اس لحاظ سے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا کا ترجمہ ہوگا اور جب انہیں ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح اس آیت میں بھی ضمیر واحد مذکر غائب کو جمع کے معنی میں لیا جائے گا۔

بعض نے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ کا ترجمہ کیا ہے!
اور لوگوں میں وہ بھی ہے جو خرید کرتا ہے:...... اور پھر آیت کے آخر تک یہی صیغہ اختیار کیا ہے اس صورت میں عَلَيْهِ میں ہٖ ضمیر اس کی ظاہری صورت میں واحد مذکر غائب کے لئے ہوگی اور وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا کا ترجمہ ہوگا اور جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں
= وَلّٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پیٹھ دے کر، یا منہ موڑ کر بھاگنا۔ یہاں ماضی بمعنی حال آیا ہے۔ وہ منہ موڑ لیتا ہے۔
= مُسْتَكْبِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر، منصوب استكبارٌ (استفعال) مصدر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والا۔ سرکشی کرنے والا۔ نصب بوجہ وَلّٰى سے حال ہونے کے ہے۔
= كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا۔ يشبه حاله فى ذٰلك حال من لم يسمعها۔ اس کا اس شخص جیسا ہے جس نے اسے سنا ہی نہیں ہے۔ یہ جملہ وَلّٰى سے حال ہے یا ضمیر مستکبرًا سے كَاَنَّهٗ سے اور ضمیرہٗ ضمیر شان ہے۔ جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔
= كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بفعل۔ اُذُنَيْ تثنیہ اُذُنٌ واحد

مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کے دونوں کانوں میں۔ وَقْرًا ۔ ثقل، بوجھ گرانی۔ بہرہ پن۔ اَلْوَقْرُ ۔ کان میں بھاری پن۔ وَقَرَتْ اُذُنُہٗ کان میں ثقل ہونا۔ دِقْرٌ ۔ محض بوجھ کو بھی کہتے ہیں ای الحمل الثقیل بھاری بوجھ۔

گدھے یا خچر کے ایک بوجھ کو بھی وِقْرٌ کہتے ہیں (a donkey load)

جیسا کہ اونٹ کے ایک بوجھ کو وسق کہتے ہیں۔ (a camel load) الوقار کے معنی سنجیدگی اور حلم کے ہیں۔ وَقْرًا منصوب بوجہ اسم کانّ کے ہے ای کانّ وقرًا فی اذنیہ۔ گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں بوجھ ہے یعنی وہ دونوں کانوں سے بہرا ہے یہ جملہ ضمیر لم یسمعھا سے حال ہے یا اس سے بدل ہے (بدلِ کل)

۳۱ : ۸ = جَنّٰتُ النَّعِیْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نعمت وراحت کی جنتیں اصل میں جنتوں کی نعمتیں اور راحتیں تھا۔ کیونکہ جنت جگہ ہی نعمت وراحت کی ہے مبالغہ کے لئے الٹ دیا ہے

۳۱ : ۹ = وَعْدَ اللّٰہِ ۔ وَعْدًا مصدر مؤکد لنفسہٖ۔ لہم جنّٰت النعیم کے معنی ہیں کہ: وعدھم اللّٰہ جنّٰت النّعیم ۔ اس وعدہ کی تاکید میں مصدر مؤکدہ لایا گیا ہے چونکہ یہ وعدہ لفظاً موجود نہیں صرف معنیً ہے اس تاکید کو تاکید معنوی کہتے ہیں اور مصدر مؤکد لنفسہٖ کہلائیگا اس کی مثال ۳۰ : ۶ میں ملاحظہ ہو۔

= حَقًّا بھی مصدر مؤکدہ ہے وعدہ کی تاکید کے لئے آیا ہے لہٰذا ہر دو وَعْدٌ اور حقًّا علٰہ لھم جنّٰت النعیم کی تاکید کے لئے ہیں۔ دونوں مصدر مؤکدہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

= العزیز ۔ غالب۔ زبردست۔ قوی۔ گرامی قدر۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

= اَلْحَکِیْمُ ۔ ذو الحکمۃ۔ حکمت والا۔ جس کا ہر کام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہو۔

۳۱ : ۱۰ = عَمَدٍ ۔ ستون۔ عَمُوْد اور عِمَادٌ کی جمع۔

= تَرَوْنَھَا ۔ تَرَوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُؤْیَۃٌ مصدر (باب فتح)

ھَا ضمیر واحد مذکر غائب کے دو مرجع ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ آسمان ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ آسمان ستونوں کے بغیر پیدا کئے ہیں

۲:۔ عمد ۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس نے آسمانوں کو بغیر ستونوں کے پیدا فرمایا جنہیں تم دیکھ سکو۔ یعنی اگر ہوں تو ضرور نظر آئیں۔ یا اس نے آسمانوں کو پیدا کیا ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھ سکو، یعنی ہو سکتا ہے کہ ستون ہوں لیکن اگر وہ ہوں تو ایسے ہیں کہ تم دیکھ نہیں سکتے

== رَوَاسِيَ۔ رَاسِيَةٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ۔ پہاڑ، رواسی کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

== اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ ای لِئَلَّا تَمِيْدَ بِكُمْ تاکہ تمہیں لے کر وہ ڈولتی نہ رہے تَمِيْدَ مضارع واحد مؤنث غائب وہ ہلتی ہے وہ جھکتی ہے مَيْدٌ مصدر (باب ضرب) کسی بڑی چیز کا ہلنا۔۔۔۔ یا جھکنا۔

== بَثَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے بکھیرا۔ اس نے پھیلایا۔ بَثٌّ مصدر (باب ضرب و نصر)

== دَآبَّةٍ۔ جانور۔ پاؤں پر چلنے والے۔ رینگنے والے جانور۔ اسم فاعل کا صیغہ ہے دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے

== فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔

== زَوْجٍ كَرِيْمٍ۔ موصوف وصفت۔ شریف وکثیر المنفعت اقسام یا جوڑے۔ اس میں حیوانات، نباتات، جمادات سب شامل ہے۔

۳۱: ۱۱ == بَلْ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی ان کے معبودان باطل نے کچھ بھی تخلیق نہیں کیا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں۔

۳۱: ۱۲ == اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ اس میں اَنْ تفسیریہ ہے ای وقلنا لہ ان اشکر للّٰہ اور ہم نے اسے کہا کہ شکر ادا کر اللہ کا۔

۳۱: ۱۳ == وَهُوَ يَعِظُهٗ میں واؤ حالیہ ہے۔ اور وہ اسے نصیحت کر رہا تھا۔ یا اس نے اسے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

۳۱: ۱۳ يٰبُنَيَّ۔ یا حرف نداء ہے بُنَيَّ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر منادی۔ بُنَيَّ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہے جو یہاں پیار اور محبت کے لئے ہے۔ يٰبُنَيَّ میرے پیارے بیٹے۔ میرے چھوٹے سے بیٹے۔ بُنَيَّ کی یَ اور یائے متکلم کو اضافت کی وجہ سے مدغم کیا گیا۔

۳۱: ۱۴ == وَصَّيْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَوْصِيَةٌ (تفعیل)، ہم نے حکم دیا۔ جیساکہ آیت وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ (۲۹: ۱۸) میں بدیں معنی آیا ہے۔ یعنی۔ اور ہم نے انسان کو حکم دیا۔ الوصیۃ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنا۔ اَوْصَاهُ

(افعال) اور وَصَّاہُ (تفعیل) بمعنی وصیت کرنے کے بھی ہیں۔ جیسے مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ (۴: ۱۰) وصیت کی تعمیل کے بعد جو اس نے کی ہو یا قرض کے۔
وَصّٰی ب کسی کام کا عہد لینا۔ کسی کام کا حکم دینا۔
وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ: اور ہم انسان کو حکم دیا اس کے ماں باپ کے متعلق (ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان کرنے کا۔
== وَهْنًا۔ اسم مصدر۔ (باب ضرب) کمزوری وکمزور ہونا۔ منصوب بوجہ اُمُّهٗ کے حال ہونے کے۔ (بہ تقدیر مضاف ای ذات وھن) یا بہ فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے ای تھن وھنا اس صورت میں یہ جملہ اُمُّهٗ سے حال ہوگا: وھنًا علیٰ وھنٍ کمزوری پر کمزوری شدت پر شدت۔ ضعف پر ضعف (مدتِ حمل میں متعلقہ دشواریاں، پیدائش کا مرحلہ اور اس سے متعلقہ تکالیف۔ رضاعت کا زمانہ اور ماں کا اپنا خون جگر پلانا۔ ابتدائی پرورش اور ماں کی قربانیاں)
== فِصَالُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ فِصَالٌ بچہ کا دودھ چھڑانا۔ باب مفاعلہ سے مصدر ہے اس کے اصل معنی باہم جدا ہوجانا۔ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوجانا ہیں۔ کیونکہ بچہ کا دودھ جب چھڑایا جاتا ہے تو وہ اپنی ماں سے اس قدر وابستہ نہیں رہتا جیسا پہلے تھا اور ایک گونہ ماں اور بچہ میں جدائی واقع ہوجاتی ہے نیز بچہ شیر مادر سے اور شیر مادر بچہ سے علیحدہ کردیا جاتا ہے اس لئے بچہ کے دودھ چھڑانے کو فصال سے تعبیر کیا گیا۔
الفصل کے اصل معنی ہیں دو چیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح علیحدہ کردینے کے ہیں کہ ان کے درمیان فاصلہ ہوجائے اور یہ اقوال واعمال دونوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے
== اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ۔ اَنْ تفسیریہ ہے اور جملہ وصینا کی تفسیر ہے ای وصینا الانسان بشکرنا و بشکر والدیہ۔ یعنی ہم نے انسان کو حکم دیا کہ وہ شکرگذاری کرے ہماری اور اپنے والدین کی بھی۔
درمیانی عبارت حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ جملہ معترضہ ہے۔ اُشْكُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو شکر کر۔
== اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ اِلَيَّ۔ اِلٰی حرف جار ی ضمیر واحد متکلم مجرور۔ میری طرف۔
== اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان ومصدر۔ صَيْرٌ مادہ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ
وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ۔ اور میری طرف ہی واپسی ہے۔ یہ تعلیل ہے خدائی احکام کے بجالانے کے وجوب کی۔

۱۵:۳۱ = وَاِنْ جَاھَدٰ لَکَ۔ اِنْ شرطیہ ہے جٰھَدٰکَ فعل ماضی تثنیہ مذکر غائب لَکَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ جَاھَدَ یُجَاھِدُ مُجَاھَدَۃً (مفاعلہ) (اگر) وہ دونوں (تم سے) جہاد کریں یعنی جھگڑیں لڑیں۔ تم پر زور دیں۔ تم پر کوشش کریں۔

= اَنْ تُشْرِکَ میں اَنْ مصدریہ ہے

= مَا لَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ۔ میں مَا بمعنی الذی ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ جس کا تجھے علم نہیں۔ جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں۔

= فَلَا تُطِعْھُمَا۔ جوابِ شرط۔ تو ان دونوں کا کہنا نہ مان، ان کی اطاعت مت کر۔

= صَاحِبْھُمَا۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب۔ مفعول۔ تو ان کی مصاحبت کر۔ تو ان کے ساتھ رہ۔ تو ان کے ساتھ زندگی گذار۔

= مَعْرُوْفًا۔ ای صحابًا معروفًا۔ اچھی مصاحبت۔ اچھے سلوک کے ساتھ۔

= اِتَّبِعْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ تو اتباع کر۔ تو پیروی کر۔

= مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ۔ مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِیْ اَنَابَ یُنِیْبُ اِنَابَۃً (افعال) رجوع کرنا انابت الی اللہ کے معنی اخلاصِ عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا۔

سَبِیْلَ مضاف مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ مضاف الیہ۔ جو میری طرف صدقِ دل سے رجوع کرے اس کی راہ کی پیروی کر۔

= مَرْجِعُکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا لوٹنا۔

= اُنَبِّئُکُمْ۔ مضارع واحد متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو خبر کروں گا۔ میں تم کو بتاؤں گا۔

فائدہ: آیات ۱۴ اور ۱۵ بطور جملہ معترضہ ہیں اگلی آیت ۱۶ سے پھر حضرت لقمان علیہ السلام کا کلام شروع ہوتا ہے۔

۱۶:۳۱ = اِنَّھَا اِنْ تَکُ۔ ھَا ضمیر قصہ ہے جو مابعد کے جملہ کی طرف عائد ہے۔

اِنْ تَکُ اِنْ شرطیہ ہے تَکُ کَوْنٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے اصل میں تَکُوْنُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے واؤ حذف ہوگیا اور نون کو بھی خلافِ قیاس حرفِ علت کے مشابہ مان کر حذف کر دیا گیا۔ اِنْ تَکُ اگر وہ ہووے۔

= مِثْقَالَ اسم مفرد۔ ہم وزن۔ حَبَّۃٍ۔ دانہ۔ اناج کے دانہ کو حَبَّۃ یا حَبّ کہتے ہیں

== خَرْدَلٍ ۔ رائی

مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ ۔ رائی کے دانہ کے برابر۔ رائی کے دانہ کے ہموزن

اِنَّھَآ اِنْ تَکُ ...... خَرْدَلٍ ۔ قصہ یہ ہے کہ اگر کوئی (شے یا عمل) رائی کے دانہ کے برابر (بھی چھوٹا) ہو۔

== فَتَکُنْ ۔ مضارع مجزوم واحد مؤنث غائب کَوْنٌ سے مضارع ۔ دراصل تَکُوْنُ تھا حرف جازم (اِنْ) داخل ہونے سے اجتماع ساکنین کی بنا پر واؤ ساقط ہوا۔ ترجمہ:۔ پھر وہ ہووے

== صَخْرَۃٍ ۔ بڑا اور سخت پتھر۔ صَخْرٌ و صُخُوْرٌ جمع۔ فِیْ صَخْرَۃٍ کسی بڑے سخت بھاری پتھر کے اندر

۳۱:۱۷ == اَقِمْ ۔ فعل امر، صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اقامۃ (افعال) مصدر تو قائم رکھ۔ تو سیدھا کر۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ تو نماز پڑھ۔ تو نماز قائم رکھ۔

== وَاْمُرْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، اَمْرٌ مصدر (باب نصر) تو حکم دے ۔ یعنی اپنی ذات کی تکمیل و تربیت کے لئے ہمیشہ نماز پڑھا کر اور دوسروں کی تربیت اور تکمیل ذات کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا رہ۔

وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ تو نیکی کا حکم دیا کر۔

== اِنْہَ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَھْیٌ مصدر سے (باب فتح) تو منع کر۔ تو منع کرتا رہ۔ المنکر۔ اسم مفعول واحد مذکر انکارٌ مصدر، وہ قول یا فعل جس کو شرع نے ممنوع قرار دیا ہو، وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ اور برائی سے روکتے رہو۔

== مَآ اَصَابَکَ ۔ ما موصولہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر صوب مادہ ۔ پہنچنا۔ آلینا۔ آپڑنا۔ پالینا۔ اسی سے مُصِیْبَۃٌ ہے آلینے والی۔ آپڑنے والی۔ تکلیف، سختی ۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ جو مصیبت تمہیں پہنچے۔

== ذٰلِکَ ۔ یہ ۔ یہی۔ اسم اشارہ واحد مذکر کے لئے آتا ہے اس صورت میں اس کا مشار الیہ صبر ہے یا اس کا اشارہ جملہ امور وصیت کے متعلق ہے یعنی اقامت صلوٰۃ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر و اصبر علیٰ ما اصابک) ان سب کو وصیت کے ضمن میں لاکر اشارہ مفرد استعمال کیا گیا ہے ای الذی وصینک بِہٖ

= عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ اَلْعَزْمُ وَالْعَزِیْمَۃُ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ (۳:۱۵۹) جب کسی کام کا مصمم ارادہ کرلو۔ تو خدا پر بھروسہ رکھو۔ عَزْمٌ مصدر ہے عَزَمَ یَعْزِمُ (ضرب) لیکن یہاں عَزْمٌ بمعنی مَعْزُوْمٌ لیا گیا ہے (یعنی جس امر کا پختہ ارادہ کیا گیا ہو) اس کو تسمیۃ المفعول باسم المصدر کہتے ہیں۔ اس طرح عَزْمِ الْاُمُوْرِ بمعنی مَعْزُوْمَاتِ الامور ہے یہ اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے بیشک یہ ہمت کے کاموں سے ہے یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے سلسلہ میں جو سختیاں اور تکالیف پیش آئیں ان کو تحمل اور اولوالعزمی سے برداشت کر۔ تکالیف سے گھبرا کر ہمت ہار دینا بہادروں کا کام نہیں۔

۳۱:۱۸ = وَلَا تُصَعِّرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تَصْعِیْرٌ (تفعیل) مصدر تو (تکبر و نخوت کی وجہ سے) منہ نہ موڑ۔ الصَّعَرُ کے اصل معنی گردن میں کجی کے ہیں اور اونٹوں کی ایک بیماری کا نام بھی ہے جب یہ لگتی ہے تو اونٹ کی گردن ٹیڑھی ہو جاتی ہے اَلصَّعَرُ دَاءٌ یَأْخُذُ الْبَعِیْرَ فَیَلْوِیْ مِنْہُ عُنُقَہٗ وَیَمِیْلُہٗ۔ صعر ایک بیماری ہے جو اونٹ کو لگتی ہے تو اس سے اس کی گردن ٹیڑھی ہو کر جھک جاتی ہے۔

اسی بنا پر جب کوئی شخص غرور و نخوت سے اپنا منہ لوگوں کی طرف سے موڑ لیتا ہے تو عرب کہتے ہیں قَدْ صَعَّرَ خَدَّہٗ۔ اس مفہوم کی تائید میں عمرو بن جنی التغلبی کا شعر ہے۔

وکنا اذا الجبار صعّر خدّہ — اقمنالہ من میلہ فتقوّما

(جب کوئی جابر شخص ازراہِ تکبر اپنا رخسار پھیر لیتا ہے تو ہم (بزور شمشیر) اس کی کجی کو دور کر دیتے ہیں اور وہ درست ہو جاتا ہے)

= خَدَّکَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رخسار۔ خُدُوْدٌ جمع۔

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ اور تو لوگوں سے اپنا منہ مت پھیر۔ ای ولا تتکبر علیہم ان سے تکبر سے مت پیش آ۔

= لَا تَمْشِ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مشی (باب ضرب) مصدر۔ تمش اصل میں تمشی تھا لَا نہی جازم فعل کی وجہ سے ی گر گئی۔ تو مت چل۔

= مَرَحًا۔ مَرِحَ یَمْرَحُ۔ (باب سمع) سے مصدر ہے۔ بہت زیادہ اور شدت کی خوشی سے اترانا۔ ناز سے چلنا۔ بوجہ حال منصوب ہے۔

= مُخْتَالٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر حاضر اختیال (افتعال) مصدر خیل مادہ ناز سے

چلنے والا۔ مغرور۔ متکبر، اَلْخَیْلَاءُ وہ تکبر جو کسی ایسی فضیلت کے تخیل پر مبنی ہو جو انسان اپنے اندر خیال کرتا ہو اور وہ دراصل اس میں نہ ہو۔

= فَخُوْرٍ۔ الفَخْرُ (باب نصر) کے معنی ان چیزوں پر اترانے کے ہیں جو انسان کے ذاتی جوہر سے خارج ہوں مثلاً مال وجاہ وغیرہ اور اسے فخر بھی کہتے ہیں اور فخر کرنے والے کو فاخر کہا جاتا ہے۔ فَخُوْرٌ و فخیر مبالغہ کے صیغے ہیں بہت زیادہ اترانے والا۔

۳۱: ۱۹ = اِقْصِدْ۔ قَصَدَ یَقْصِدُ (ضرب) قَصْدٌ مصدر سے فعل امر واحد مذکر حاضر تو میانہ روی اختیار کر۔ تو اعتدال اختیار کر۔

= مَشْیِكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری چال۔

= اُغْضُضْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر غَضَّ یَغُضُّ غَضٌّ (نصر) مصدر سے۔ الغَضُّ کے معنی کمی کرنے کے ہیں خواہ نظر اور صورت میں ہو یا کسی برتن میں سے کچھ کم کرنے کی صورت میں ہو وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ اور (بوقت بات) آواز نیچی رکھ!

اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ (۲۴: ۳۰) مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

= اَنْكَرَ۔ بہت زیادہ برا۔ بہت زیادہ قبیح۔ بہت زیادہ وحشیانہ۔ وحشتناک۔ نَكُرٌ سے اسم تفضیل۔

= لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ۔ میں لام تاکید کے لئے ہے۔ حَمِیْرٌ حِمَارٌ کی جمع ہے گدھے (یہاں حضرت لقمان کا بیان ختم ہوا)

۳۱: ۲۰ = اَلَمْ تَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ تَرَوْا مضارع نفی جحد بلم۔ کیا تم نے نہیں دیکھا۔

= سَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے تابع کر دیا۔ اس نے کام میں لگا دیا۔ کسی چیز کو جبراً و قہراً کسی خاص مقصد کے لئے مصروف کر دینے کو تسخیر کہتے ہیں۔ سَخَّرَ لَكُمْ۔ تمہارے کام میں لگا رکھا ہے، تمہارے اختیار میں کر دیا ہے۔ جیسے كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰھَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ (۲۲: ۳۶) ہم نے یوں ان (جانوروں) کو تمہارے بس میں کر دیا ہے سَخَّرَ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ مُسَخَّرٌ وہ ہے جسے کسی کام پر مجبور کر کے لگایا جائے سخر مادہ۔ لیکن اسی مادہ سے باب سمع (سَخِرَ یَسْخَرُ) سے ٹھٹھا کرنا کے معنی میں آتا ہے جیسے اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ (۱۱: ۳۸) اگر (آج) تم

ہم پر ہنستے ہو تو جس طرح تم (ہم پر) ہنستے ہو (اسی طرح) ہم (ایک دن) تم پر ہنسیں گے۔

== اَسْبَغَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِسْبَاغٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے مکمل کیا۔ اس نے پورا کردیا۔ دِرْعٌ سَابِغٌ پوری اور وسیع زرہ جیسے اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ (۳۴:۱۱) کشادہ اور پوری پوری زرہیں بناؤ۔

اس سے استعارہ کے طور پر اِسْبَاغُ الْوَضُوْءِ (پورا وضو کرنا) اور اِسْبَاغُ النِّعَمِ (پورا پورا انعام کرنا) کا محاورہ استعمال ہوتا ہے۔

آیہ ھٰذا میں اَسْبَغَ عَلَیْکُمْ نِعَمَہٗ اس نے تم پر اپنی نعمتیں تمام کردی ہیں۔

== ظَاھِرَۃً وَّ بَاطِنَۃً۔ یعنی ظاہری و باطنی، محسوسہ و غیر محسوسہ۔ معروف و غیر معروف منصوب بوجہ نِعَمَہٗ سے حال ہونے کے۔

== وَمِنَ النَّاسِ۔ میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ ضمیر اللہ تعالیٰ ماقبل سے موضع حال میں ہے ای اَلَمْ تروا ان اللہ سبحانہ فعل مافعل من الامور الدالۃ علی وحدتہ سبحانہ وتعالیٰ وقدرتہ عزوجلّ والحال من الناس من ینازع و یخاصم فی اللّٰہِ۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ سبحانہٗ نے مختلف النوع نعمتیں عطا کیں جو اس کی کی قدرت و وحدت پر دلالت کرتی ہیں اور حال یہ ہے کہ لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو نزاع اور جھگڑا کرتا ہے اللہ کے بارہ میں (یعنی اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے) فی اللّٰہ ای فی توحیدہٖ۔

== یُجَادِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ جِدَالٌ بھی اس کا مصدر ہے۔ جھگڑا کرتا ہے۔

== بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ۔ قاعدہ ہے کہ غَیْرِ کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے جیسے بِغَیْرِ عِلْمٍ۔ اور جب نقرہ میں غَیْر کی تکرار درکار ہو تو اس کی بجائے لَا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اس کے بعد بھی مستثنیٰ مجرور ہوگا۔ جیسے وَلَا ھُدًی وَّلَا کِتٰبٍ مُّنِیْرٍ۔ منیر صفت ہے کتٰب کی اور اپنے اعراب میں موصوف کے تابع ہوگی!

اس کی ایک اور مثال قرآن مجید میں: غیر المغضوب علیھم ولا الضّآلین (۱:۷)

ایک اور مثال: اعرفہ غیر حسود ولا ظلوم: میں اسے جانتا ہوں نہ یہ حاسد ہے اور نہ ظالم۔

== مُنِیْرٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنَارَۃٌ (افعال) مصدر۔ نورٌ مادہ۔ باب افعال کے

خواص میں سے تعدیہ ہے یعنی فعل کو متعدی بنانے کی صفت۔ جیسے خَرَجَ (وہ نکلا) سے اَخْرَجَ (اس نے نکالا) اور دیگر خاصیت تصییر ہے یعنی کسی چیز کو صاحب ماخذ بنانا۔
لہٰذا پہلی صورت میں مُنِیْر کا مطلب ہوگا روشن کرنے والا۔ اور دوسری صورت میں روشنی والا۔ خود روشن، لہٰذا منیر خود روشن، روشن کرنے والی۔
۳۱ : ۲۱ = اَوَلَوْكَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ؕ ہمزہ استفہامیہ ہے ای ایتبعونہ (کیا وہ پھر بھی پیروی کرتے رہیں گے) واؤ حالیہ ہے اور جملہ لَوْكَانَ ...... السعير۔ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی کیا وہ پھر بھی اس کی پیروی کرتے رہیں گے دراں حالیکہ وہ شیطان ان کو بھڑکتی ہوئی آگ کے عذاب کی طرف بلا رہا ہو۔
يَدْعُوْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب، کی دو صورتیں ہیں:۔
۱۔ اگر اس کا مرجع وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا تو مطلب یہ ہوگا کہ شیطان ان کو اپنے آباء و اجداد کے مذہب کی طرف مائل کرکے عذاب جہنم کی طرف لے جا رہا ہے۔
۲۔ اور اگر اس کا مرجع آباء ہے تو مطلب ہوگا کہ کیا اس حال میں بھی کہ شیطان ان کے آباء و اجداد کو عذاب دوزخ کی طرف بلا رہا ہو وہ اپنے آباء و اجداد کی پیروی کریں گے (ای ایتبعونہم)۔
۳۱ : ۲۲ = مَنْ يُّسْلِمْ مَنْ شرطیہ ہے۔ جو تابع کرے۔
يُسْلِمْ مضارع مجزوم بالشرط۔ اِسْلَامٌ مصدر۔ یہاں اسلام بمعنی تفویض ہے یعنی اپنے تمام امور کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا۔ یعنی قضا و قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دے جیسا کہ اور جگہ ہے اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○
(۲ : ۱۳۱) جب اس سے اس کے پروردگار نے کہا کہ جھک جاؤ تو اس نے عرض کی کہ میں رب العلمین کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں۔
وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ اور جو اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دے۔ یعنی جو اپنے تمام امور اس کو تفویض کر دے۔
= وَهُوَ مُحْسِنٌ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ محسن ہو۔ مُحْسِنٌ احسان سے اسم فاعل واحد مذکر ہے۔ فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والا۔ ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔
احسان کی تعریف۔ حدیث جبریل میں ہے الاحسان ان تعبد الله كانك تراه

فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ یعنی احسان اس کیفیت کو کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو گویا تم اس کے نورِ جمال کا مشاہدہ کر رہے ہو اور اگر تمہاری اس منزل پر رسائی نہیں تو کم از کم اتنا تصور تو پختہ ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے ! (ضیاء القرآن)

== فَقَدِ اسْتَمْسَكَ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے اِسْتَمْسَكَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِمْسَاكٌ (استفعال) مصدر۔ کسی چیز کو پکڑنا اور تھامے رکھنا۔ پس اس نے مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یا تھام لیا۔

== العُرْوَةِ الْوُثْقٰى۔ موصوف وصفت۔ العُرْوَةِ ہر وہ چیز جسے پکڑ کر کوئی لٹک جائے کڑا۔ حلقہ، کسی چیز کا قبضہ یا دستہ۔ اس کی جمع عُرًى ہے۔ عرو یا عُرِیَ مادّہ۔ اس مادہ سے مختلف مشتقات مختلف معانی میں آئے ہیں۔

اَلْوُثْقٰى۔ اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَلْاَوْثَقُ واحد وَثَاقَةٌ مصدر (باب کرم) بمعنی بہت مضبوط۔ العروۃ الوثقٰی بہت مضبوط حلقہ یا کڑا۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے قضا و قدر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور اپنے قلب و قالب کو اس کے احکام کے آگے سرافگندہ کر دیا۔ اور حسنِ عمل سے اس کی تائید بھی کی گویا اس نے ایک نہایت مضبوط حلقہ کو پکڑ لیا۔ اور تھام لیا۔ جس کے ٹوٹنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

دوسری جگہ فرمایا ہے۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۲: ۲۵۶) تو جو کوئی طاغوت سے کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔

== عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمام کاموں کا انجام۔

۳۱: ۲۳ == لَا يَحْزُنْكَ۔ فعل نہی واحد مذکر غائب كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ حُزْنٌ سے باب نصر۔ وہ تجھے رنج نہ پہنچائے۔ وہ تجھے غمگین نہ کرے۔

== مَرْجِعُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ ان کا لوٹنا۔ رجوع کرنا۔

== فَنُنَبِّئُهُمْ۔ فاء ترتیب کا ہے۔ نُنَبِّئُ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ سو ہم ان کو ضرور بتلا دیں گے۔

== عَلِيْمٌ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنٰی میں سے ہے۔

= ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ ایسی بات۔ امر جس کا تعلق سینوں سے ہو، بمعنی راز، بھید۔ فکر عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ سینے کے اندر چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والا۔ ذَاتُ۔ ذُو کا مؤنث ہے ہمیشہ بطور مضاف استعمال ہوتا ہے۔

= نُمَتِّعُهُمْ: مضارع جمع متکلم تَمْتِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں (دنیاوی زندگی میں) متع مادّہ اس سے متاعٌ ہے۔ یعنی وہ سامان جو کام میں آتاہے جس سے فائدہ حاصل کیاجاتا ہے۔

= قَلِيْلًا۔ صفت مشبہ کم (مدت کے لئے) تھوڑے (دنوں کے لئے)

= نَضْطَرُّهُمْ۔ مضارع جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اضطرار (افتعال) مصدر۔ ضرر مادہ۔ باب افتعال میں کلمہ کی ت کو ط سے بدلاگیا ہے۔ الاضطرار کے اصل معنی کسی کو نقصان دہ کام پر مجبور کرنے کے ہیں۔ ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ پھر ہم ان کو عذاب شدید کی طرف مجبور کرکے لے جائیں گے۔ یا ان کو عذاب شدید بھگتنے کے لئے مجبور کردیں گے۔ ناچار کردیں گے۔

= عَذَابٍ غَلِيْظٍ۔ غَلِيْظٌ غِلْظَةٌ سے صفت مشبہ ہے۔ سخت، شدید۔ اَلْغِلْظَةُ کے اصل معنی موٹاپا یا گاڑھاپن کے ہیں لیکن استعارہ کے طور پر بمعنی سخت یا شدید میں استعمال ہوتاہے مثلاً جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (۹:۷۳) کافروں اور منافقوں سے لڑو اور ان پر سختی کرو۔

۳۱: ۲۵ = لَيَقُوْلُنَّ۔ میں لام جواب شرط کے لئے ہے مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب تو وہ ضرور کہیں گے۔

= قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کلمہ شکر ہے یعنی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اس ارض وسماء کا (یا دوسرے لفظوں میں اس کائنات کا) خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ کا شکر ادا کرو کہ کم از کم یہ تو مان گئے کہ کائنات کا خالق بلا شرکت غیرے اللہ تعالیٰ ہے۔

= بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ لیکن ان میں سے اکثر نادان اور بے علم ہیں۔ یہاں علم سے مراد علم الہٰیات ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کما ھو بذاتہٖ وصفاتہٖ جاننا۔ یہ لوگ جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس کی ذات اور صفات کے علم سے کما حقہٗ ناواقف ہیں اور اسی جہالت وناواقفیت کی بناء پر وہ باوجود اس اقرار کے اس کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہیں

۳۱: ۲۶ = اَلْغَنِيُّ۔ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= اَلْحَمِیْدُ۔ حَمْدٌ سے (فعیل) کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے اور بمعنی مفعول یعنی محمود ہے ۔ ستودہ۔ سراہا ہوا۔ تعریف کیا ہوا۔ سزاوارِ حمد۔

۳۱: ۲۷ = لَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَۃٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّہٗ مِنْۢ بَعْدِہٖ سَبْعَۃُ اَبْحُرٍ۔

لَوْ حرف شرط۔ اَنَّ حرف مشبہ بفعل مَا موصول فِی الْاَرْضِ صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر اسم اَنَّ۔ اَقْلَامٌ خبر۔ مِنْ شَجَرَۃٍ بیانِ ما۔ واؤ حالیہ اَلْبَحْرُ مبتدا۔ (اس میں الف لام عہد کا ہے) یا خبر کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یَمُدُّہٗ فعل ہٗ ضمیر مفعول جس کا مرجع البحر ہے۔ سبعۃ ابحر عدد معدود مل کر یَمُدُّہٗ کا فاعل ۔فعل فاعل مفعول مل کر مبتدا کی خبر مِنْۢ بَعْدِہٖ متعلق خبر۔ مکمل جملہ حال ہے موصول کا بَعْدِہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع البحر ہے۔ لیکن اس کے بعد سے مراد ہے اس کے ختم ہوجانے کے بعد۔

= یَمُدُّہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَدَّ یَمُدُّ مَدًّا دوات میں روشنائی ڈالنا۔ زیادہ کرنا۔ یعنی سات دوسرے سمندر، پہلے کے ختم ہوجانے کے بعد اس میں روشنائی بھر دیں۔

ترجمہ یوں ہوگا۔

اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں قلمیں بن جائیں اور سمندر سیاہی بن جائیں (اور اس کے ختم ہونے پر) اور سات سمندر اس کو (مزید) سیاہی مہیا کریں تو پھر بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ سبعۃ ابحر (سات سمندر) کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے نہ کہ اس سے مخصوص تعداد مقصود ہے یعنی اگر کئی ایسے سمندر اور بھی شامل ہوجائیں تو پھر بھی کلمات اللہ ختم نہ ہوں ۔

= مَا نَفِدَتْ کَلِمٰتُ اللّٰہِ ۔ یہ جواب شرط ہے لَوْ کے جواب میں ۔

مَا نافیہ ہے نفدت ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے نَفَادٌ مصدر (باب سمع) ختم نہ ہوں ۔ کَلِمٰتُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ کلمات سے مراد معلومات الٰہیہ، عجائب قدرت وحکمت۔

۳۱: ۲۸ = مَا بَعْثُکُمْ و۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا زندہ کرنا۔ تمہارا جلانا۔ تمہارا اٹھانا۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ اٹھا کھڑا کرنا۔

= کَنَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے ایک نفس کی مانند ۔یعنی تم سب کو پیدا کرنا

اور مارنے کے بعد پھر زندہ کرنا۔ اللہ کے نزدیک ایک ایک نفس کے پیدا کرنے اور مارنے اور زندہ کرنے کے برابر ہے۔ قلت وکثرت، واحد وجمع، صغر وکبر سب اس کے سامنے برابر ہیں۔

= یُوْلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْلَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ داخل کرتا ہے دَلَجَ مادہ۔ الوُلُوْجُ۔ دَلَجَ یَلِجُ (باب ضرب) کے معنی کسی تنگ جگہ میں داخل ہونے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں آیا ہے حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ (۷:۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے (نہ) نکل جائے۔

= سَخَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے تسخیر کر رکھا ہے۔ اس نے کام میں لگا رکھا ہے۔

= کُلٌّ۔ ای کل واحد من الشمس والقمر۔ سورج اور چاند میں سے ہر ایک

= یَجْرِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَرْیٌ مصدر باب ضرب) چل رہا ہے

= اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ ایک مقررہ وقت تک۔ الیٰ وقت معلوم۔ اس وقت تک جو اس ذات کو معلوم ہے۔

= وَاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری طرح خبر رکھتا ہے۔ اس جملہ کا عطف وَاَنَّ اللّٰہَ ..... وَالْقَمَرَ پر ہے۔ یعنی اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔

۳۱:۳۰ = ذٰلِکَ۔ مندرجہ بالا صفات یعنی دن اور رات کا سلسلہ۔ چاند اور سورج کی اپنے اپنے متعین مدار میں گردش۔

= بِاَنَّ اللّٰہَ۔ یہ مظاہر اسی سبب سے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات برحق ہے۔

بالفاظ صاحب تفسیر ماجدی: واجب الوجود صرف اسی کی ذات۔ وجودِ حقیقی صرف اسی ذات کا صفاتِ علو وکبریائی سے متصف صرف وہی، معبودیت والوہیت کا مستحق صرف وہی۔

= اَلْعَلِیُّ۔ عُلُوٌّ سے مشتق ہے اَلْعُلُوُّ کسی چیز کے بلند ترین حصہ کو کہتے ہیں یہ سُفْل کی ضد ہے۔ عَلَا یَعْلُوْ عُلُوٌّ (باب نصر) بلند ہونا عَالِیٌ (صفت فاعلی) بلند۔ عَلَا (فَعَلَ) کا استعمال زیادہ تر کسی جگہ کے یا جسم کے بلند ہونے پر ہوتا ہے۔ مثلاً عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ (۷۶:۲۱) ان کے بدنوں پر دیبا کے کپڑے ہوں گے۔

یا یہ عموماً مذموم معنوں میں آیا ہے۔ مثلاً اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ (۲۸:۴) فرعون نے ملک میں سر اٹھا رکھا تھا۔ لیکن عَلِیَ یَعْلٰی عَلَاءٌ (باب سمع) سے مستحسن معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اَلْعَلِیُّ۔ عَلِیَ یَعْلٰی سے مشتق ہے اور فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا

صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بلند مرتبت، رفیع القدر۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو تو اس باب سے آتا ہے۔ اَلْعَلِیُّ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

= اَلْکَبِیْرُ۔ کَبُرَ یَکْبُرُ (کَرُمَ) سے فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے بہت بڑا۔ بڑے بلند مرتبے والا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ یہ واحد ہے اس کی جمع کبار ہے۔

۳۱: ۳۱ = صَبَّارٍ۔ صَبْرٌ سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا صبر کرنیوالا۔ بڑا تحمل کرنیوالا۔

= شَکُوْرٍ۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ شُکْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جب اس کا استعمال خدا تعالیٰ کی صفات میں ہو تو اس کے معنی ہوں گے! بڑا قدردان۔ تھوڑے کام پر زیادہ ثواب دینے والا۔

شَکَرَ یَشْکُرُ (نصر) سے مصدر بھی ہے شُکُوْرٌ۔

یہاں مؤمن کی صفت میں صبّار شکور آیا ہے کہ وہی صفات صبر وشکر میں کامل ہوتا ہے ان دو صفات کی تخصیص اس موقع پر اس لئے ہے کہ بحری سفر و سیاحت میں ان دونوں صفات کے ظہور کا موقع خوب ہوتا ہے۔ (الماجدی)

۳۱: ۳۲ = غَشِیَهُمْ۔ غَشِیَ یَغْشٰی (سمع) غِشَاءٌ وغِشَاوَةٌ وغِشْیَانٌ مصدر ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو ڈھانپ لیا۔ وہ ان پر چھا گیا۔ یا ان پر آپڑا۔ ضمیر فاعل موج کے لئے ہے (اور جب سمندر کی موج ان کو ڈھانپ لیتی ہے

= کَالظُّلَلِ۔ کاف تشبیہ کا ہے الظُّلَلُ اَلظُّلَّةُ کی جمع ہے الظِّلَال بھی جمع ہے شامیانہ) سایہ دار۔ چھاؤں۔ پرچھائیں۔ ظِلٌّ سے بھی جمع ظِلَالٌ ہے۔

= مَوْجٌ۔ مَاجَ یَمُوْجُ مَوْجٌ سے مصدر بھی ہے اور اسم مفرد بھی۔ لہر۔ اس کی جمع اَمْوَاجٌ ہے۔

وَاِذَا غَشِیَهُمْ مَوْجٌ کَالظُّلَلِ۔ جب (سمندر کی) موجیں ان کو سائبانوں کی طرح ڈھانپ لیتی ہیں۔

= دَعَوُا۔ دُعَاءٌ سے ماضی جمع مذکر غائب۔ دَعَوْا اصل میں دَعَوُوْا تھا۔ واؤ متحرک ماقبل اس کا مفتوح واؤ کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہو گئے اس لئے الف حذف ہو گیا۔ اور دَعَوْا رہ گیا۔ انہوں نے پکارا۔ (وہ پکارنے لگتے ہیں)

= مُخْلِصِيْنَ اخلاص سے ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب بوجہ ضمیر فاعل دَعَوْا سے حال ہونیکے۔ اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک وصاف کر دینا۔ اور اصطلاح شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی اس میں آمیزش نہ ہو۔

= الدِّيْنَ۔ اطاعت، شریعت کی پابندی۔ منصوب بوجہ مخلصین کے مفعول ہونے کے لہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے۔

مخلصین لہ الدین۔ اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کرتے ہوئے یعنی خالصۃً اللہ تعالیٰ کے ہی اطاعت گذار ہو کر اس کو پکارتے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۴: ۱۴۶) مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنی حالت کو درست کیا اور خدا کی رسی کو مضبوط پکڑا۔ اور خالص خدا کے اطاعت گذار ہوئے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے زمرہ میں ہوں گے۔

= نَجّٰهُمْ۔ نَجّٰى يُنَجِّيْ تنجية (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، اس نے ان کو نجات بخشی۔

= مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی ان میں سے بعض۔ ان میں سے کچھ۔

= مُقْتَصِدٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قصد مادہ۔ اعتدال کی راہ پر چلنے والا۔ میانہ رو۔ متوسط۔ راہ راست پر چلنے والا۔

اَلْقَصْدُ قَصَدَ يَقْصِدُ (ضرب) راستہ کا سیدھا ہونا۔ محاورہ ہے قصدت قصدہٗ میں اس کی طرف سیدھا گیا۔ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (۳۱: ۱۹) اور اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر۔

اقتصادٌ کنایۃً ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو نہ بالکل محمود ہو اور نہ بالکل مذموم ہو بلکہ ان کے درمیان ہو۔ مثلاً فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (۳۵: ۳۲) تو کچھ ان میں سے اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور کچھ درمیانہ رو ہیں۔

یہاں مراد یہ ہے کہ جب طوفان میں گھرے ہو خالصۃً اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ساحل سمندر پر بامن وامان لے آتا ہے تو ان میں سے بعض تو راست روی پر قائم رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک تسلیم کرتے ہیں اور مشکل کشا ماننے میں ثابت قدم

رہتے ہیں لیکن بعض دوسرے اپنے قول سے پھر جاتے ہیں اور شرک کی طرف عود کر جاتے ہیں؛
= وَمَا يَجْحَدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب جَحْدٌ وَجُحُوْدٌ مصدر (باب فتح) وہ انکار نہیں کرتا ہے۔
= كُلَّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ۔ كُلٌّ اسم ہے اور مضاف استعمال ہوتا ہے اور مضاف الیہ کے تمام افراد کے استغراق کے لئے آتا ہے مثلاً كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط (۳: ۱۸۵) یا آیۃ ہذا۔ كُلَّ خَتَّارٍ۔
خَتَرَ يَخْتِرُ (ضرب) خَتْرٌ مصدر سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
خَتْرٌ سخت بے وفائی کرنا۔ بُری طرح عہد شکنی کرنا۔
خَتَّارٍ عہد شکن، قول کا جھوٹا۔ مجرور بوجہ مضاف الیہ ہے۔
كَفُوْرٍ۔ كَفَرَ يَكْفُرُ (باب نصر) كُفْرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ناشکرا۔ کافر منکر یہاں ناشکرا مراد ہے۔
۳۱: ۳۳ = اِتَّقُوْا۔ فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ اِتَّقٰى يَتَّقِيْ اِتِّقَآءٌ (افتعال) مصدر سے وَقٰى مادہ۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ تم تقویٰ اختیار کرو۔
= اِخْشَوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ خَشِيَ يَخْشٰى (سمع) خَشْيَةٌ مصدر تم ڈرو۔
= لَا يَجْزِيْ۔ مضارع منفی، واحد مذکر غائب وہ بدلہ نہ دے سکے گا۔ جَزٰى يَجْزِيْ (ضَرَبَ) جَزَآءٌ مصدر۔ کسی کو بدلہ دینا۔ جزی مادہ۔
= وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ (نہ بدلہ دے سکیگا (اس دن) کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے
= مَوْلُوْدٌ۔ اسم مفعول۔ مذکر۔ واحد۔ وِلَادَةٌ مصدر۔ باب ضرب) جنا ہوا۔ بیٹا یا بیٹی
= جَازٍ جَزَآءٌ سے اسم فاعل واحد مذکر۔ کفایت کرنے والا۔ بدلہ دینے والا، کام آنیوالا۔
= شَيْئًا۔ کوئی چیز۔ (یعنی کچھ بھی بدلہ نہ دے سکیگا)
= لَا تَغُرَّنَّكُمْ۔ فعل نہی بالنون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع الحیوۃ الدنیا ہے) تم کو بہکا نہ دے۔ تم کو دھوکہ نہ دے۔ تم کو فریب میں نہ ڈالے۔ تم کو غلط طمع نہ دلائے غَرَّ يَغُرُّ غُرُوْرٌ (باب نصر)
= بِاللّٰهِ۔ ای فی امر اللّٰہِ۔ اللہ کے باب میں اللہ کے بارہ میں۔ اللہ کے معاملہ میں۔ مثلاً کسی کو گناہ پر اس امید پر ورغلانا کہ خدا غفور الرحیم ہے۔ وغیرہ وغیرہ

= الْغَرُوْرُ ۔ صیغہ صفت دھوکہ دینے والا۔ جھوٹی امید دلانے والا یہ مال ہو یا دنیا۔ خواہش نفس ہو یا شیطان ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ال ۔ یہاں جنس کا ہو اور افراد کے خصائص کا استغراق کرنے کے واسطے لایا گیا ہے ۔

اور یہ کُلّ کا قائم مقام ہے یعنی وہ دھوکہ باز جو فریب دہی کے تمام رموز میں کامل ہے یعنی شیطان ۔ اس کی مثال قرآن مجید میں ذٰلِكَ الْكِتٰبُ (٢: ٢) ہوسکتی ہے ۔یعنی وہ کتاب جو ہدایت میں کامل اور تمام نازل شدہ کتابوں کی صفتوں اور خصوصیتوں کی جامع ہے ۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں :۔

کہ الغرور سے مراد شیطان بھی ہوسکتا ہے ۔کوئی انسان یا انسانوں کا گروہ بھی ہوسکتا ہے ۔ انسان کا اپنا نفس بھی ہوسکتا ہے ۔ اور کوئی دوسری چیز بھی ہوسکتی ہے ..... جس شخص نے بھی خاص طور پر جس ذریعہ سے بھی وہ اصل فریب کھایا ہو ۔جس کے اثر سے اس کی زندگی کا رُخ صحیح سمت سے غلط سمت میں مڑ گیا وہی اس کے لئے الغرور ہے ۔

٣١: ٣٤ = السَّاعَةُ ای القیامۃ ۔

= يُنَزِّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ نَزَّلَ يُنَزِّلُ تَنْزِيْلٌ (تفعیل) سے وہ نازل کرتا ہے ۔ وہ اتارتا ہے (وہ برساتا ہے)۔

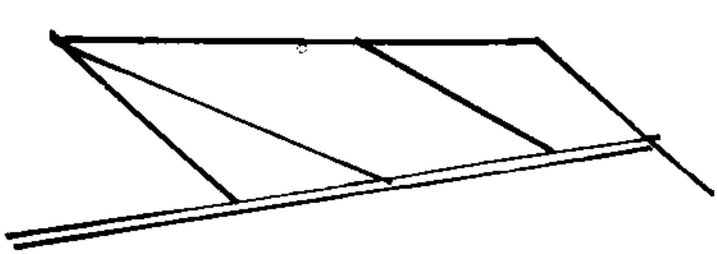
= اَلْغَيْثَ ۔ بارش ۔ مینہ ۔ غَاثَ يَغِيْثُ (ضرب) فعل متعدی ہے ۔ غَاثَنِيْ اس نے مجھ پر بارش کی یہ غَيْثٌ سے ہے ۔جو اجوف یائی ہے اس کے مشابہ لفظ غوث ہے (مددگار) جو اجوف واوی ہے ۔ مادہ غَوَثَ ہے ماضی و مضارع اغاث یغیث اغاثۃ آتا ہے (باب افعال) اور باب استفعال میں غیث اور غوث کی ظاہری شکل ایک طرح کی ہو جاتی ہے ۔ استغاث اس نے مدد چاہی ۔ یا اس نے پانی مانگا ۔

امام راغب نے لکھا ہے کہ آیت اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ (١٨: ٢٩) میں دونوں معنی کا احتمال ہے ۔ یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں گے ۔ یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کا پانی دے کر ان کی فریاد رسی کی جائے گی ۔ یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی ان کو دیا جائے گا ۔

= مَا تَدْرِيْ ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب دَرٰى يَدْرِيْ دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی جاننا ۔ وہ نہیں جانتی ۔ ضمیر فاعل نَفْسٌ کی طرف راجع ہے ۔ کوئی شخص نہیں جانتا ۔

= مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔ کیا۔ اس کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے:
۱:۔ بعض کے نزدیک یہ بسیط ہے۔ اور ما ذا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے اور الذی کا ہم معنیٰ ہے۔
۲:۔ دوسرے اسے مرکب کہتے ہیں۔ ان کے نزدیک (ا) مَا استفہام اور ذَا موصولہ سے مرکب ہے۔
۳:۔ مَا استفہامیہ ہے اور ذا اسم اشارہ ہے۔
۴:۔ مَا زائدہ اور ذَا اسم اشارہ ہے۔
۵:۔ مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ ہے

= تَكْسِبُ۔ كَسَبَ يَكْسِبُ (ضرب) کَسْبٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ کماتی ہے۔ وہ کمائے گی۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(۳۲) سُورۃ السَّجدۃ مکیّۃ (۷۵)

۲:۳۲ = تَنْزِیْلُ الْکِتَابِ لَا رَیْبَ فِیْہِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ
اس کی ترکیب میں چند اقوال ہیں:۔

۱:۔ تَنْزِیْلٌ مصدر (نَزَّلَ یُنَزِّلُ سے) بمعنی مُنَزَّلٌ اور یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای ھٰذَا تَنْزِیْلٌ.... الخ

۲:۔ تَنْزِیْلٌ مبتدا ہے اور لَا رَیْبَ فِیْہِ اس کی خبر ہے اور مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ حال ہے فِیْہِ کی ضمیر کا۔ یا مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ خبر ہے اور لَا رَیْبَ فِیْہِ جملہ معترضہ ہے۔

۳:۔ الٓمّٓ: سورۃ کا نام ہے اس سے پہلے مبتدا (ھٰذَا) محذوف ہے یہ الٓمّٓ اس کی خبر ہے۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ خبر ثانی لَا رَیْبَ فِیْہِ خبر ثالث۔ اور مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ خبر رابع ہے۔ وغیرہ ... وغیرہ ...

تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مضاف مضاف الیہ اس کتاب کا نزول۔ فِیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع جملہ کا مضمون ہے کانہ قیل لَا رَیْبَ فی ذٰلک ای فی کونہ مُنَزَّلًا من رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اس کے منزل من اللہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

۳:۳۲ = اَمْ۔ کیا۔ یا۔ خواہ۔ یہاں بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے۔ یعنی یہ منکرین وکافرین نہ صرف اس کے منزل من اللہ ہونے میں شک کرتے ہیں بلکہ وہ تو اس سے بھی بڑھ کر یہ بہتان باندھتے ہیں کہ یہ افترا (من گھڑت) ہے

= اِفْتَرٰىہُ۔ اِفْتَرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِفْتَرٰى یَفْتَرِیْ اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتب کی طرف راجع ہے اس نے

اس (کتاب) کوخود گھڑ لیا ہے۔

= بَلْ - حرف اضراب ہے۔ یہاں اضراب انکار سے اثبات کی طرف ہے یعنی ان کا شک کرنا یا اس کو من گھڑت قرار دینا غلط ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تیرے پروردگار کی طرف سے یہ الحق ہے۔ ال استغراق کا ہے۔

= لِتُنْذِرَ - میں لام تعلیل کا ہے ای انزله لتنذر اس نے اس کتاب کو نازل فرمایا تاکہ آپ ڈرائیں (اس قوم کو) تُنْذِرَ مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) صیغہ واحد مذکر حاضر۔ (تاکہ) تو ڈرائے۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر

= مَآ اَتٰهُمْ - مَا نافیہ ہے۔ اَتٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ اِتْيَانٌ مصدر سے اَتٰى يَاْتِيْ (ضرب) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا مرجع قَوْمًا ہے نہیں آیا ان کے پاس کوئی (نذیر) یعنی اس قوم کے پاس (کوئی ڈرانے والا) نہیں آیا۔ قوم سے مراد اہل عرب اور خاص کر قوم قریش ہے۔

تفسیر الماجدی میں ہے:۔

قوم قریش اسماعیلی تھی...... دین ابراہیمی واسماعیلی چھوڑنے کے بعد جب سے یہ قوم عرب میں آباد ہو کر کفر و شرک میں مبتلا ہو گئی تھی۔ اس وقت سے ان میں کوئی پیمبر نہیں آیا تھا۔

امام المفسرین امام رازی سے یہی تفسیر منقول ہے۔

علامہ مودودی رقمطراز ہیں:۔

اس ارشاد کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس قوم میں کبھی کوئی متنبہ کرنے والا نہ آیا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مدت دراز سے یہ قوم ایک متنبہ کرنے والے کی محتاج چلی آرہی تھی!

= لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ - اس کی تفسیر میں صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

بغوی نے اپنی تفسیر میں واقدی سے نقل کیا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں بھی لَعَلَّ استعمال ہوا ہے اس کا مقصد علت بیان کرنا ہے یعنی آپ کے ڈرانے کا مقصد یہ ہے کہ وہ ہدایت پا جائیں اور جن لوگوں نے بعض مقامات پر لَعَلَّ کو تَرَجِّي یعنی آرزو اور امید کے معنی میں استعمال کیا ہے تو وہ آرزو متکلم یا مخاطب کی طرف سے ہوگی کیونکہ یہ جہالت کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ اس عیب سے پاک ہے۔

مطلب یہ کہ:۔

یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے۔ اور اس مقصد کے لئے نازل کی گئی ہے کہ تو

مشرکین کو شرک وکفر کے مآل سے ڈرائے تاکہ تیرے ڈرانے سے وہ ہدایت پائیں۔

۳۲ : ۴ = اِستَوٰی۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ سیدھا ہوا۔ استوائٌ (افتعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

وہ استوار علی العرش کے معنی یوں سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استوار کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے مطلب یہ ہے کہ تخت حکومت پر اس طرح قابض ہو تاکہ نہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار سے باہر ہو اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔
(لغات القرآن)

= اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے تتذکرون مضارع منفی جمع مذکر حاضر کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے ہو۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑو گے۔
تَذَكَّرَ يَتَذَكَّرُ تَذَكُّرٌ (تفعل) سے

۳۲ : ۵ = يُدَبِّرُ۔ دَبَّرَ يُدَبِّرُ تَدْبِيرٌ (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
التَّدْبِيْرُ کے معنی ہیں کسی معاملہ کے انجام پر نظر رکھتے ہوتے اس میں غور و فکر کرنا۔ جیسے فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔ (۷۹ : ۵) پھر (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتے ہیں۔ يُدَبِّرُ وہ انتظام کرتا ہے وہ تدبیر کرتا ہے (ہر امر کی)

= مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ۔ آسمان سے زمین تک۔ مراد تمام کائنات ہے۔

= يَعْرُجُ مضارع واحد مذکر غائب عَرَجَ يَعْرُجُ عُرُوْجٌ (نصر) مصدر سے۔ وہ چڑھتا ہے۔ یا وہ چڑھیگا۔ یا لوٹے گا۔ اس کا فاعل اَمْر ہے یعنی ہر امر آغاز سے انجام تک اپنی تمام روئداد کے ساتھ (بمعہ جملہ افراد جو اس سے کسی نہ کسی طرح متعلق رہے) کے مثبت یا منفی کے تمام و کمال جزئیات سمیت قیامت کے روز خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہوگا اور وہ ذات باری تعالیٰ ان کے متعلق فیصلہ فرمائے گی۔

= فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ۔ اس دن جس کی مقدار (تمہارے شمار کے مطابق) ایک ہزار سال ہوگی! ایک اور جگہ آیا ہے فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (۷۰ : ۴) وہ دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی۔ مراد روز قیامت کی طوالت کو ذہن نشین کرانا ہے۔

= مِمَّا تَعُدُّوْنَ ۔ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے تَعُدُّوْنَ مضارع کا صیغہ

جمع مذکر حاضر عَدَّ یَعُدُّ (نصر) عَدٌّ مصدر سے۔ جو تم شمار کرتے ہو۔ یا گنتے ہو۔

۳۲:۶ == ذٰلِکَ۔ یہ۔ یہی۔ ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ
یہ ہے (یعنی ان خوبیوں کا مالک (جو اوپر بیان ہوئیں) وہ عالم الغیب والشہادۃ العزیز الرحیم۔ جو غیب اور ظاہر کا جاننے والا۔ سب پر غالب اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔

۳۲:۷ == اَحْسَنَ۔ اس نے اچھا بنایا۔ اس نے اچھا کیا۔ اس نے احسان کیا۔
اِحْسَانٌ (افعال) مصدر کُلَّ شَیْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر اَحْسَنَ کا مفعول۔
خَلَقَهٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع شَیْءٌ ہے جملہ خَلَقَهٗ محل جر میں شَیْءٍ کی صفت ہے اَلَّذِیْ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ جس نے جو چیز بنائی بہت خوب بنائی ہے۔
== بَدَاَ۔ اس نے شروع کیا، اس نے ابتداء کی۔ اس نے پہلی مرتبہ کیا۔
== طِيْنٍ۔ مٹی۔ گارا۔ مٹی اور پانی دونوں کا آمیزہ طین ہے۔
== خَلْقَ الْاِنْسَانِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ انسان کی پیدائش۔
بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ۔ اس نے انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا

۳۲:۸ == نَسْلَهٗ۔ اس کی نسل۔ انسان کی نسل۔
== سُلٰلَةٍ اسم مشتق ہے سَلَّ یَسُلُّ سَلٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ سَلَّ الشَّیْءَ مِنَ الشَّیْءِ ایک چیز کا دوسری چیز سے کھینچ لینا۔ جیسے تلوار کا نیام سے سونتنا۔ یا گھر سے چوری چیز کھسکا لینا۔ باپ کے نطفہ کو بھی سُلٰلَةٍ اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ سُلٰلَةٍ نچوڑی ہوئی نچوڑ۔ خلاصہ، جوہر۔
== مَآءٍ مَّهِيْنٍ موصوف وصفت۔ مَهِيْنٍ هُوْنٌ سے اسم مفعول ہے اصل میں مَهْيُوْنٌ تھا۔ بمعنی حقیر چیز۔
مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ۔ ایک جوہر سے (یعنی) حقیر پانی سے۔ دوسرا مِنْ بیانیہ ہے۔

۳۲:۹ == سَوّٰىهُ۔ سَوّٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَوّٰی یُسَوِّیْ تَسْوِیَةً۔ (تفعیل) مصدر سے۔ کسی چیز کو بلندی و پستی میں برابر بنانا۔ برابر کرنا۔ پورا پورا بنانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کی طرف راجع ہے۔ (پھر) اس نے اس کو درست کیا۔ مکمل کیا۔
== نَفَخَ۔ ماضی واحد مذکر غائب نَفْخٌ (نصر) مصدر سے۔ اس نے پھونکا۔ نَفْخَةٌ

ایک پھونک، ایک بار پھونکنا۔ نفخ سے مراد ہے کہ پہلے بے جان تھا پھر اس کو زندہ اور حساس بنادیا۔

= مِنْ رُّوْحِہٖ۔ اپنی روح سے۔

تفسیر ماجدی میں ہے کہ:۔

رُّوْحِہٖ میں اضافت تشریفی ہے اظہار تعظیم کے لئے جیسے بیتُ اللّٰہ میں گھر کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ یہ مراد نہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کی بھی کوئی روح ہے اور اس کا کوئی جزو انسان کے اندر پھونک دیا گیا۔ مراد صرف یہ ہے کہ وہ روح جسے اللہ نے معزز و مکرم بنایا ہے اپنی خلافت سے۔ نفخ فیہ من روحہ اس میں اپنی طرف سے روح پھونکی۔

= وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ۔ اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دل بنا دیئے۔ یہاں التفات ضمائر ہے غیبت سے خطاب کی طرف۔ اس کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں

اول:۔ یہ کہ اس نے انسان بے جان میں اپنی طرف روح پھونک کر جان ڈال دی۔ اس کو اپنی خلافت کا شرف بخشا تو اس کو اس قابل بنادیا کہ اس سے براہ راست خطاب کیا جائے

دوم:۔ اپنے احسان و کرم و بخشش کو انسان پر واضح کرنے اور اس کے ذہن نشین کرانے کے لئے اس سے براہ راست خطاب کیا۔

= قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ہ اس میں مَا زائدہ مؤکدہ ہے قلت کی تاکید میں ہے۔

قَلِیْلًا صفت ہے شُکْرًا کی جو محذوف ہے ای شُکْرًا قَلِیْلًا تَشْکُرُوْنَ ہ او تشکرون شکرًا قلیلًا (بیضاوی) تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ یہ جملہ معترضہ ہے ہوسکتا ہے کہ جملہ حالیہ ہو۔

۳۲: ۱۰ = ءَاِذَا۔ کیا جب۔

= ضَلَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ای ضِعْنَا فِیْھَا بِاَنْ صِرْنَا تُرَابًا مخلوطا بترابھا بحیث لا نتمیز منہ۔ ہم زمین میں رل مل گئے اور مٹی ہو کر اس کی مٹی میں خلط ملط ہوگئے کہ پہچانے ہی نہ جاسکیں۔

ضَلَّ یَضِلُّ (ضرب)، ضَلَالَۃٌ وضلال مصدر

= ءَاِنَّا۔ تو کیا ہم انکار میں تاکید پیدا کرنے کے لئے آیا ہے

= لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ۔ ای ءَ نبعث فی خلق جدید تو کیا ہم نئے جنم میں اٹھائے جائیں گے یا نئے سرے سے پیدا کئے جاویں گے!

= بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ بَلْ حرف اضراب ہے۔ یعنی نہ صرف یہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ تو اپنے رب سے ملاقات کے ہی منکر ہیں۔

۳۲ : ۱۱ = يَتَوَفّٰىكُمْ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّیْ (تفعّل) مصدر سے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تمہاری جانوں کو لے لیگا۔ تمہاری جان قبض کرے گا۔

= وُكِّلَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَوْكِيْلٌ (تفعيل) مصدر۔ مقرر کردیا گیا ہے۔ ذمہ دار بنادیا گیا ہے۔ وَكِيْلٌ نگران۔ نگہبان، ضامن۔ ذمہ دار۔

۳۲ : ۱۲ = لَوْ تَرٰى۔ یہاں لو لبطور حرف تمنائی استعمال ہوا ہے۔ کاش تو دیکھے۔

= الْمُجْرِمُوْنَ سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ .. .. الخ

= نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ۔ نَاكِسُوْا اسم فاعل جمع مذکر۔ نَكْسٌ (باب نصر) مصدر سے اصل میں نَاكِسُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نونؔ گر گیا۔ مضاف۔ سروں کو جھکانے والے رُءُوْسِهِمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر نَاكِسُوْا کا مضاف الیہ۔ اپنے سروں کو جھکانے والے۔ نَاكِسٌ واحد۔ سر جھکانیوالا۔

= رَبَّنَا...... مُوْقِنُوْنَ۔ ای يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا... الخ جملہ حالیہ ہے۔ یعنی جب مجرمین اپنے رب کے حضور سر جھکائے ہوئے ہوں گے اور حال ان کا یہ ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے رَبَّنَا...... مُوْقِنُوْنَ۔

= اَبْصَرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِبْصَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ ہم نے دیکھ لیا (اپنی آنکھوں سے)

وَ سَمِعْنَا اور ہم نے سن لیا (اپنے کانوں سے)

یعنی اب اپنی آنکھوں سے دیکھ کر اور اپنے کانوں سے سُن کر ہم جان گئے ہیں کہ تیرے سارے وعدے اور وعیدیں، تیرے رُسُل اور ان کے ارشادات سب سچے تھے اور ہم ہی دنیا میں اندھے اور بہرے تھے کہ حقیقت کو نہ پا سکے۔

= فَارْجِعْنَا۔ ای فَارْجِعْنَا اِلَى الدُّنْيَا۔

= نَعْمَلْ۔ مضارع مجزوم جمع متکلم مجزوم بوجہ جواب امر۔

فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا۔ پس تو ایک بار ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دے۔ ہم (ضرور) نیک عمل کریں گے۔

== اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُوْقِنٌ واحد۔ اِیْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر یقین کرنے والے۔ یعنی اب ہم کو یقین آگیا ہے۔ (کیونکہ ہم نے سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے اور اپنے کانوں سے سُن لیا ہے)

۳۲: ۱۳ == وَلَوْ شِئْنَا۔ میں نَا ضمیر جمع متکلم اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ شِئْنَا ماضی جمع متکلم شَآءَ یَشَآءُ (سمع) شَآءَ اصل میں شَیَئَ تھا۔ یَ متحرک ماقبل مفتوح ہے اس لئے ی کو الف سے بدلا گیا۔ شَآءَ ہو گیا۔ اس کا مصدر مَشِیْئَۃٌ (چاہنا) وَلَوْ شِئْنَا۔ اور اگر ہم چاہتے۔

== لَاٰتَیْنَا۔ میں لام تاکید لَوْ کے جواب میں ہے۔ اٰتَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ اِیْتَآءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ (اگر ہم چاہتے) تو ہم عطا کر دیتے۔

== ھُدٰىهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ہدایت۔ اس کی (راہِ) ہدایت۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔

== حَقَّ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس کا فاعل اَلْقَوْلُ ہے حَقَّ یَحِقُّ حَقٌّ وَحَقَّۃٌ (باب ضرب) سے ثابت ہونا۔ یقینی ہونا۔ یعنی میرا یہ قول یقینی ہے۔ یا محقق ہو چکا ہے۔

== لَاَمْلَئَنَّ ...... اَجْمَعِیْنَ ہ یہ ہے وہ قول۔ لَاَمْلَئَنَّ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ تاکید مَلَاَ یَمْلَاُ مَلْاٌ مصدر سے باب فتح) بھرنا۔ ملء مادہ۔ میں ضرور بھر دوں گا۔ مَمْلُوْءٌ بھرا ہوا۔

== اَلْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ۔ میں الف لام عہد کا ہے۔ مراد ہے جنوں اور انسانوں میں سے سرکش اور باغی۔ جیساکہ شیطان کے قول: فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (۳۸: ۸۲-۸۳) کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہے قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (۳۸: ۸۴-۸۵) یعنی اے شیطان۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میرے بندوں سے جو بھی تیری تابعداری کرے گا۔ میں ان سب کو تیرے سمیت جہنم میں بھر دونگا۔

۳۲: ۱۴ == ذُوْقُوْا (ای یقول لہم اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے کہیگا) فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر (باب نصر) چکھنا ــــ العذاب۔ عذاب بھگتنا۔ فَذُوْقُوْا۔ پس (اب) چکھو (سزا)

= بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ میں ب سببیہ ہے ما مصدریہ ہے هٰذَا یَوْمَ کی صفت ہے ذُوْقُوْا کا مفعول (العذاب) محذوف ای فذوقوا العذاب بسبب نِسْيَانِكُمْ لقاء هذا اليوم۔ یعنی آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دینے کے سبب سے عذاب کا مزہ چکھو۔

= نَسِيْنٰكُمْ۔ ماضی جمع متکلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

نِسْيَانٌ بھلا دینا۔ فراموش کر دینا۔ یا ترک کر دینا اور نظر انداز کر دینا۔

جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو ترک کرنے اور نظر انداز کرنے کے معنی میں آئیگا کیونکہ بھولنا ایک انسانی عیب ہے اور ذات باری تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہے!

اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ تحقیق ہم نے تمہیں نظر انداز کر دیا ہے اور اپنی رحمتوں سے محروم کر دیا ہے۔

= عَذَابَ الْخُلْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمیشہ کا عذاب۔

= بِمَا۔ ب سببیہ ہے اور ما موصول۔ بسبب ان (اعمال) کے (جو تم کرتے تھے)

۳۲:۱۵ = ذُكِّرُوْا بِهَا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اٰيٰتِنَا کی طرف راجع ہے (جب ان کو ہماری آیات یاد کرائی جاتی ہیں یا سمجھائی جاتی ہیں۔

= خَرُّوْا۔ ماضی مجہول (بمعنی حال) جمع مذکر غائب، خَرَّ يَخِرُّ (ضرب) خَرٌّ مصدر سے وہ گر پڑتے ہیں۔ خَرَّ کا اصل معنیٰ کسی چیز کا آواز کے ساتھ نیچے گرنا ہے۔

یہاں خَرُّوْا کا لفظ دو معنوں پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی:۔

(۱)۔ گرنا۔ اور (۲) ان سے تسبیح کی آواز کا آنا۔ اور اس کے بعد وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ سے تنبیہ کی ہے کہ ان کا سجدہ ریز ہونا اللہ تعالیٰ کی تسبیح کے ساتھ ہوتا ہے نہ کسی اور امر کے ساتھ۔

= سُجَّدًا۔ سَاجِدٌ کی جمع ہے حالت نصب، سجدہ کرنے والے۔ نصب بوجہ حال ہونے کے ہے۔ یعنی سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں۔

= وَسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ یہ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ سَبَّحُوْا ماضی جمع مذکر غائب (بمعنی حال) وہ تسبیح کرتے ہیں۔ وہ پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔ تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا۔ پاکی بیان کرنا۔

بِحَمْدِ رَبِّهِمْ میں ب۔ ملابستہ یا باء المصاحبۃ کی ہے اور الجار والمجرور موضع حال میں ہے

یعنی وہ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں مع اس کی حمد و ثنار کرنے کے۔
= وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ٥ جملہ حال ہے خَرُّوْا یا سَبَّحُوْا کی ضمیر فاعل سے۔
اور وہ تکبر و غرور نہیں کرتے۔

۳۲:۱۶ = تَتَجَافٰى۔ مضارع واحد مؤنث غائب، تَجَافِيٌ (تفاعلٌ) مصدر سے جس کے معنی جگہ سے دور ہونے کے ہیں۔ جگہ سے علیحدہ ہونا۔ الگ ہونا۔ کہتے ہیں تجافی السرج عن ظهر الفرس۔ زین گھوڑے کی پیٹھ سے ہٹ گئی۔ تجافی جنبه عن الفراش: اس کا پہلو بستر سے دور رہا۔
= جُنُوْبُهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جنوب، جَنْب کی جمع۔ ان کے پہلو۔
= الْمَضَاجِعِ۔ اسم ظرف مکان جمع۔ المضجع واحد۔ خوابگاہیں۔ بستر۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ ان کے پہلو اپنے بستروں سے دور رہتے ہیں۔ بمصداق

بہ نیم شب کہ ہمہ مست خوابِ خوش باشد
من و خیالِ تو و نالہ ہائے درد آلود

= يَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دُعَاءٌ و دَعْوَةٌ مصدر۔ دَعَا يَدْعُوْا باب نصر۔ وہ پکارتے ہیں۔ ضمیر جُنُوْبُهُمْ سے حال ہے۔
= خَوْفًا وَّ طَمَعًا۔ دونوں ضمیر یدعون سے حال ہیں۔ خائفین من عذابه وسخطه وعدم قبول عباداتهم وطمعًا فی رحمته اس کے عذاب اور غضب سے ڈرتے ہوئے اور اپنی عبادت کے عدم قبولیت کے ڈر سے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے۔
= يُنْفِقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ وہ خرچ کرتے ہیں (نیکی کے کاموں میں)۔

۳۲:۱۷ = فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ میں فاء فصیحت کے لئے ہے لَا تَعْلَمُ نَفْسٌ نہیں جانتی کوئی جان۔ یعنی کوئی شخص نہیں جانتا۔ کسی کو علم نہیں۔
= مَآ اُخْفِيَ۔ میں مَا موصولہ ہے اُخْفِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ صلہ کچھ چھپا رکھا ہے۔ جو کچھ چھپایا ہوا ہے
مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ کیا چھپا رکھا ہے۔ یا۔ کیا چھپایا ہوا ہے۔

فَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ مومنین ہیں جن کی صفت آیات ۱۵/۱۶ میں بیان ہوئی ہیں۔

= قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ آنکھوں کی ٹھنڈک ۔ قرۃ قَرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی ٹھنڈک کے ہیں مثلاً قَرَّتْ لیلتنا۔ رات کا ٹھنڈا ہونا۔ قَرَّ فُلَانٌ فلاں کو سردی لگ گئی۔ قَرَّتْ عَيْنُهٗ آنکھ کا ٹھنڈا ہونا۔ مراد خوشی حاصل ہونا۔ قرآن مجید میں ہے کَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا (۲۰:۴۰) تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں،

اور جسے دیکھ انسان کو خوشی حاصل ہو اسے قُرَّةُ عَيْنٍ کہا جاتا ہے۔

بعض کے نزدیک یہ قرار سے مشتق ہے اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ چیز بخشے جس سے اس کی آنکھ کو سکون حاصل ہو یعنی اسے دوسری چیز کی حرص نہ رہے۔

جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا۔

کوئی متنفس نہیں جانتا جو (نعمتیں) ان کے لئے چھپا رکھی ہیں جن سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، یا آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

= جَزَآءً ۔ مصدر ہے اور فعل محذوف کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے اصل میں جُزُوْا جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ان کے اعمال کا ان کو صلہ دیا جائے گا۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے اور ما موصولہ بمعنی الَّذِیْ ۔

۳۲:۱۸ = مُؤْمِنًا وفَاسِقًا بوجہ خبر کان منصوب ہیں۔ فَاسِقٌ ۔فَسَقَ يَفْسِقُ (ضرب) وفَسَقَ يَفْسُقُ (نصر) اور فَسُقَ يَفْسُقُ (کرم) فِسْقٌ وفُسُوْق سے اسم فاعل واحد مذکر ہے (لیکن مُؤْمِنًا وفَاسِقًا سے یہاں مراد طبقہ مومنین و طبقہ فاسقین ہے)

فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ یہ فَسَقَ الرُّطَبُ (کھجور پک کر اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی) سے ماخوذ ہے۔

شرعاً فسق کا مفہوم کفر سے اعم ہے کیونکہ فسق کا لفظ چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے گناہ کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے اگرچہ عرف میں بڑے گناہوں کے ارتکاب پر بولا جاتا ہے ۔ اور عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام و اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

اور کافر حقیقی پر فاسق کا لفظ اس لئے بولا جاتا ہے کہ وہ حکم عقل یا فطرت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

= کَمَنْ میں کاف تشبیہ کے لئے ہے۔
= یَسْتَوٗنَ۔ اِسْتَوٰی یَسْتَوِیْ اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب لَایَسْتَوٗنَ وہ برابر نہیں ہیں۔ پہلے جملہ کے جواب میں آیا ہے پہلے آیا تھا کہ کیا وہ جو مومن ہے وہ اس جیسا ہے جو فاسق ہے؟ جواب ہے۔ نہیں۔ وہ یکساں نہیں ہو سکتے اگر پہلا جملہ استفہام انکاری کے معنوں میں لیا جائے تو یہ انکار مزید تاکید کے لئے ہوگا۔

جملہ سابقہ میں مُؤمِنًا اور فَاسِقًا واحد کے صیغے آئے تھے یہاں یَسْتَوٗنَ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا مُؤمِنًا اور فَاسِقًا سے مراد طبقہ مؤمنین اور طبقہ فاسقین ہے۔ لہٰذا اس رعایت سے جمع کا صیغہ لایا گیا ہے۔

۳۲: ۱۹ = اَمَّا۔ لیکن، سو۔ یہاں بطور حرف شرط آیا ہے اس صورت میں اَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ شرط اور فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰی جواب شرط ہے۔ اس کی مثال ہے فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ (۲:۲۶) اَمَّا کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے!

= جَنّٰتُ الْمَاْوٰی مضاف مضاف الیہ۔ جَنّٰتُ جمع جَنَّةٌ کی۔ اَلْمَاْوٰی اسم ظرف۔ مقام سکونت، ٹھکانا۔ ال تعریف کا ہے۔ لانها المسكن الحقيقي کیونکہ حقیقی ٹھکانا وہی ہے بعض کے نزدیک جنت عدن کی طرح مخصوص نام ہے۔

واحد کے صیغہ کے ساتھ بھی آیا ہے مثلاً عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی (۵۳:۱۵) اس کے پاس رہنے کی بہشت ہے۔ یا فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (۷۹:۴۱) اس کا ٹھکانا بہشت ہے۔

لیکن اَلْمَاْوٰی دوزخ کے لئے بھی آیا ہے مثلاً فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی (۷۹:۳۹) اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

اَلْمَاْوٰی۔ اَوٰی یَاْوِیْ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے اُوِیٌّ بھی مصدر ہے، اگر صلہ میں اِلٰی ہو تو پناہ پکڑنے اور ٹھکانا بنانے کے معنی ہوں گے۔ جیسے قَالَ سَاٰوِیْ اِلٰی جَبَلٍ (۱۱:۴۳) وہ بولا میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لیتا ہوں۔

باب افعال سے اٰوٰی یُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ فعل متعدی بمعنی کسی کو جگہ دینا۔ یا ٹھکانا دینا۔ مثلاً وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰی اِلَیْهِ اَخَاهُ (۱۲:۶۹) اور جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو اس نے اپنے (حقیقی) بھائی کو اپنے پاس جگہ دی۔

= نُزُلًا۔ طعام ضیافت۔ مہمانی کا کھانا۔ اسم ہے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے جَنّٰتٌ سے

= بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ باء سببیہ مَا موصول بمعنی الذی ای بسبب الذی کانُوا یعملونه فی الدنیا من الاعمال الصالحة یعنی بسبب ان اعمال صالحہ کے جو وہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔

۳۲: ۲۰ = وَ اَمَّا واؤ عطف کا ہے۔ جملہ ہذا معطوف ہے جملہ سابقہ پر۔

اَمَّا یہاں بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے جن میں آیۃ سابقہ (۳۲: ۱۹) میں آیا ہے۔

= فَسَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب فِسْقٌ مصدر (باب ضرب، نصر) انہوں نے فسق کیا۔ وہ راہ حق وصلاح سے ہٹ گئے۔ انہوں نے نافرمانی کی۔ وہ حدود شریعت سے نکل گئے۔

= اُعِيْدُوْا۔ ماضی مجہول (بمعنی مستقبل)۔ جمع مذکر غائب اعادۃٌ (افعال) مصدر سے وہ لوٹا دیئے جائیں گے!

= ذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ذَوْقٌ (باب نصر) تم چکھو۔

۳۲: ۲۱ = لَنُذِيْقَنَّهُمْ مضارع بلام تاکید و نون ثقیلہ تاکید۔ صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ہم ان کو ضرور چکھائیں گے۔

مِنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ۔ اس میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور دُوْنَ معنی پہلے۔

اَلْعَذَابِ الْاَدْنٰى سے مراد اس دنیا کا عذاب۔ ازقسم قحط، قتل، قید، شکست وبا وغیرہ۔

عَذَابِ الْاَدْنٰى کی تفسیر عذاب اصغر یا ہلکے عذاب سے بھی کی گئی ہے وقیل الاقل (روح) اور ظاہر ہے کہ دنیا کا عذاب ہر صورت میں عذاب آخرت سے ہلکا ہی ہے ذکر یہاں مختلف عذابوں کا ہے ایک عذاب الادنیٰ دوسرا عذاب الاکبر۔ لیکن تقابل کے لئے ہم وزن الفاظ یا عذاب الاصغر وعذاب الاکبر ہونا تھے یا پھر عذاب الادنیٰ اور عذاب الاقصٰی۔ پھر آخر قرآن مجید نے بجائے ان کے مقابلہ کے لئے ایک طرف صفتِ ادنیٰ (بمعنی قریب) اور دوسری طرف صفت اکبر کو کیوں رکھا؟

امام رازی رحمہ اللہ نے سوال پیدا کر کے حسب معمول نکتہ سنجی سے جواب دیا ہے کہ ذکر عذاب سے مقصود تخویف (خوف دلانا) ہے اور یہ اثر پیدا نہیں ہو سکتا ہے اگر دنیا کے عذاب کو ہلکا عذاب، یا آخرت کے عذاب کو "دور کا عذاب" کہہ کر پیش کیا جائے تو اس صورت میں ایک عذاب کا ہلکا پن اور دوسرے عذاب کی دوری گہرے اثر تخویف کے منافی ہے۔

اس لئے قرآن مجید نے بکمال بلاغت دونوں عذابوں کے وہی خصوصیات چن لئے جواثر تخویف کو بڑھانے والے ہیں۔ یعنی دنیوی عذاب گو نسبتہً ہلکا ہو لیکن قریب کتنا ہے بس آیا ہی سمجھو۔ اسی طرح عذاب آخرت گو بجائے آج کے کل آئے گا لیکن اس سے کس قدر شدید! ایک میں قرب کا خیال رکھا دوسرے میں شدت کا۔

اللہ تعالیٰ امام علیہ الرحمۃ کی تربت کو رحمت کے پھولوں سے بھر دے۔
(تفسیر الماجدی)

= لَعَلَّهُمْ یہ لَنُذِيقَنَّهُمْ سے متعلق ہے۔ یعنی ہم ان کو عذاب الاکبر سے پہلے عذاب الٰہی چکھاتے رہیں گے تاکہ وہ (فسق و فجور) سے باز آجائیں۔

= يَرْجِعُونَ ۔ ای یرجعون من الفسق وہ باز آجائیں، وہ لوٹ آویں (توبہ کرلیں) رَجْعٌ رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

۳۲:۲۲ = مَنْ أَظْلَمُ۔ مَنْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ کون! یعنی کوئی نہیں أَظْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ، واحد مذکر ہے۔ زیادہ ظالم

= مِمَّنْ ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جر اور مَنْ اسم موصول سے۔

= ذُكِّرَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَذْكِيْرٌ (تفعیلٌ) سے۔ اس کو سمجھایا گیا۔ اس سے ذکر کیا گیا۔ اس کو بتایا گیا۔ اس کو نصیحت کی گئی۔

= ثُمَّ ۔ پھر۔ یہاں استبعاد کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ کی آیات سے باوجود ان کی وضاحت وصراحت کے اور ان کے ہادی الیٰ سواء السبیل (فوز الکبیر) ہونے کے ان سے روگردانی کرنا عقل و عدل سے بعید ہے (اور ایسا کرنے والا شخص بہت بڑا ظالم ہے۔

= أَعْرَضَ۔ ماضی واحد مذکر غائب إِعْرَاضٌ (إِفْعَالٌ) مصدر۔
اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے روگردانی کی۔ اس نے کنارہ کیا۔

= عَنْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب 'ایٰت کے لئے ہے!

= مُنْتَقِمُوْنَ ۂ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْتِقَامٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔
بدلہ میں سزا دینے والے۔ نَقِمْتُ الشَّیْءَ وَ نَقَمْتُهٗ کسی چیز کو برا سمجھنا۔ یہ کبھی زبان سے عیب لگانے اور کبھی عقوبت (سزا دینے پر) بولا جاتا ہے۔ مثلاً وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ (۸۵:۸) ان کو مومنوں کی یہی بات بری لگتی تھی کہ وہ خدا پر ایمان

لائے ہوئے تھے۔

اور عقوبت سزا دینے کے معنوں میں فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا (۳۰: ۴۷) سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے ان سے بدلہ لے کے چھوڑا۔

۳۲: ۲۳ == اَلْکِتٰبَ۔ اس سے مراد جنس کتاب ہے یا الّ عہد کا ہو سکتا ہے اور اَلْکِتٰبَ سے مراد توراۃ ہے۔

== لَا تَکُنْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو نہ ہو۔ کَوْنٌ مصدر

== مِرْیَۃٍ۔ اسم مصدر۔ تردد۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے گویا جس شک سے تردد پیدا ہو۔ اس کو مِرْیَۃ کہتے ہیں۔ مَرْیٌ مادہ۔

== لِقَآئِہٖ۔ لَقِیَ یَلْقٰی (سمع)، لِقَآءٌ کے معنی کسی کے آمنے سامنے آنے اور اُسے پا لینے کے ہیں۔ اور ان دونوں معنوں میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے متعلق بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (۱۸: ۶۲) اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔

یہاں لقاءٌ بمعنی تَلْقِیَۃٌ بھی ہے جس کے معنی کسی چیز کو کسی کی طرف پھینکنے کے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے تَلْقِیَہ کے معنی وحی اور عطا کے ہیں جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ (۲۷: ۶) اور تم کو قرآن (خدائے) حکیم و علیم کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔

لِقَآئِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کس طرف راجع ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں!

۱:۔ ضمیر جنس کتاب طرف راجع ہے ای لِقَآئِکَ الْکِتَابَ (ایسی ہی کتاب کا عطا کیا جانا) یعنی کتاب الٰہی کا کسی بندے پر نازل ہونا کوئی اچنبے کی بات نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی انبیاء پر خدا کی طرف سے کتابیں نازل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کا نازل ہونا — یہ کفار کے اعتراض اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ (آیت ۳ سورۃ ہذا) کے جواب میں ہے۔

۲:۔ ضمیر موسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے ای لقاء موسیٰ لیلۃ المعراج (معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَلَا تَکُنْ فِیْ مِرْیَۃٍ مِّنْ لِّقَآئِہٖ میں اگرچہ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

لیکن مراد مخاطبین کفار مکہ ہیں جو قرآن کے منزل من اللہ ہونے اور معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملنے میں شک کرتے تھے! (یہاں یہ جملہ معترضہ ہے)

== وَجَعَلْنٰہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰبَ کی طرف راجع ہے

== ھُدًی اسم ومصدر (باب ضرب) ہدایت کرنا۔ ہدایت۔

۳۲:۲۴ == مِنْھُمْ۔ ای من بنی اسرائیل۔

== اَئِمَّۃً۔ امام کی جمع پیشوا۔ مقتدا۔ اِمَامٌ فِعَالٌ کے وزن پر اسم ہے بمعنی من یؤتم بہٖ (جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ رہنما اور مقتدا کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی بھی پیروی کی جائے وہ امام ہے یہ پیروی حق میں ہو یا ناحق میں۔ مذکر مؤنث دونوں کے لئے آتا ہے۔

== لَمَّا۔ (جب) یہ یہاں دو صورتوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔

۱: حرف شرط۔ یا وجود لوجود (ثبوت ثانی بوجہ ثبوت اول ہے) اس صورت میں لَمَّا فعل ماضی پر داخل ہو کر ایسے دو جملوں کا مقتضی ہوتا ہے جن میں سے دوسرے جملہ کا وجود پہلے جملے کے پائے جانے کے وقت ہوتا ہے۔

یہاں عبارت یوں ہوگی!

لَمَّا صَبَرُوْا جَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً۔ یعنی ان کا صبر کرنا اور مقتدا ہونا ایک ہی زمانہ کو مستلزم ہے

۲:۔ بطور اسم ظرف بمعنی حِیْنَ۔ یعنی جب تک وہ صبر کرتے رہے تب تک وہ مقتدا و پیشوا رہے۔

(صبر سے مراد یہاں تبلیغ اور نصرت دین میں وہ مخالف عنصر کی سختیاں صبر سے جھیلتے رہے۔

= كَانُوْا يُوْقِنُوْنَ ٥ ماضی استمراری جمع مذکر غائب وہ (ہماری آیات کا) یقین رکھتے تھے اِیْقَانٌ (افعال) مصدر۔

۳۲ : ۲۵ = يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَصْلٌ (باب ضرب) مصدر وہ فیصلہ کرے گا۔

۳۲ : ۲۶ = اَوَلَمْ يَهْدِ ۔ الف استفہامیہ واؤ عاطفہ لَمْ يَهْدِ نفی جحد بلم اس میں فاعل اللہ کی طرف راجع ہے جس کا ذکر آیہ ماسبق اِنَّ رَبَّكَ میں ہے اور جس کی تائید زید کی قرأت اَوَلَمْ نَهْدِ لَهُمْ (کیا ہم نے ان کو راہ ہدایت نہ دکھائی) سے بھی ہوتی ہے بعض نے ضمیر فاعل کا مرجع جملہ مابعد كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْقُرُوْنِ کو لیا ہے تقدیر کلام ہوگی اولم یهد لهم کثرۃ اهلاکنا القرون الماضیۃ کیا متعدد گذشتہ قوموں کی ہلاکت ان کی ہدایت کا باعث نہ بن سکی۔ یا کیا متعدد گذشتہ قوموں کی ہلاکت نے ان کو راہ ہدایت نہ دکھائی۔

= لَهُمْ ۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کی طرف راجع ہے۔

= كَمْ ..... مِنَ الْقُرُوْنِ ۔ كَمْ استفہام کے لئے آتا ہے کتنی تعداد۔ کتنی مقدار کتنی دیر۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب ہوتی ہے مثلاً كَمْ دِرْهَمًا کتنے درہم۔ لیکن یہاں كَمْ خبریہ آیا ہے جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز مجرور آتی ہے۔ كَمْ قَرْيَةٍ ۔ کتنی ہی بستیوں کو، یعنی بہت بستیوں کو۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِنْ فِئَةٍ کتنے ہی گروہ۔ یعنی بہت سے گروہ۔ كَمْ مِنَ الْقُرُوْنِ ۔ کتنی ہی قومیں۔ یعنی بہت سی قومیں۔ الْقُرُوْن جمع ہے اَلْقَرْنُ کی بمعنی قوم جو ایک خاص زمانہ سے متعلق ہو۔ القرون وہ قومیں جن میں سے ہر ایک کا زمانہ دوسری سے جدا ہو۔

= يَمْشُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مَشْيٌ مصدر۔ وہ چلتے ہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع لَهُمْ کی ضمیر کے مطابق اہل مکہ ہی ہیں۔

= مَسٰكِنِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مکان۔ ان کے مسکن۔ ان کی سکونت کے مقامات هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع القرون ہے۔ یعنی ان ہلاک شدہ قوموں کے دیار۔ (جو برباد پڑے ہیں۔ اور یہ اہل مکہ شام و یمن آتے جاتے ہوئے ان میں سے گذرتے ہیں)

۳۲ : ۲۷ = نَسُوْقُ مضارع جمع متکلم۔ سَاقَ يَسُوْقُ (نصر) سَوْقٌ مصدر سے۔ ہم چلاتے ہیں۔ ہم رواں کرتے ہیں۔ ہم ہانک کر لیجاتے ہیں۔

= اَلْمَآءَ پانی، ندی نالوں کی صورت، بادلوں کی صورت۔
= اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ۔ موصوف وصفت۔ الجرز اس زمین کو کہتے ہیں جو ویسے تو زرخیز ہو مگر پانی دستیاب نہ ہونے سے بنجر ہو گئی ہو۔ گھاس اور چارہ جڑ سے اکھڑ کر رہ گیا ہو۔ یا اونٹوں اور بکریوں نے اسے چر کر ختم کر دیا ہو۔ اور اب وہاں سبز تنکا تک دکھائی نہ دیتا ہو۔ اَرْضٌ مَجْرُوْزَۃٌ۔ وہ زمین جس سے گھاس چر کر ختم کر دیا گیا ہو۔ اور جگہ آیا ہے صَعِيْدًا جُرُزًا (۱۸: ۸) چٹیل۔ بے آب وگیاہ زمین۔
= زَرْعًا۔ مصدر۔ اسم۔ زَرَعَ يَزْرَعُ (فتح) کھیتی کرنا۔ کھیتی اگانا۔ بطور اسم بمعنی کھیتی۔ زِرَاعَۃ کاشتکاری۔ زُرْعَۃٌ قابل کاشت زمین، مَزْرُوْعٌ۔ بوئی ہوئی زمین یا غلہ)
= مِنْهُ ای من زرع۔ اس اُگی ہوئی کھیتی سے۔
۳۲: ۲۸ = اَلْفَتْحُ۔ ای یوم الفتح۔ فیصلہ کا دن یعنی قیامت۔ فَتْحٌ بمعنی حکم یا فیصلہ۔ قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے مثلاً:۔
رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۝
(۷: ۸۹) اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دے اور تو ہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔
یا۔ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا
(۲۶: ۱۱۷-۱۱۸) حضرت نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے سو آپ ہی میرے اور ان کے درمیان ایک کھلا ہوا فیصلہ کر دیجئے۔
کان المسلمون یقولون: ان اللہ یفتح بیننا وبین المشرکین فاذا سمع المشرکون قالوا (متی ھذا الفتح)
مسلمان کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور مشرکین کے درمیان فیصلہ فرمائے گا۔ مشرکین سن کر کہنے لگے کب ہو گا وہ فیصلہ۔
فَتْحٌ بمعنی فتح۔ کھول کر بیان کرنا۔ کھولنا بھی ہے۔
= اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۔ ای ان کنتم صدقین فی انہ کائن اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو (کہ یوم الفتح یا یوم الفصل ضرور آئے گا)
۳۲: ۲۹ = قُلْ۔ ای قل لھم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== یَوْمَ الْفَتْحِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ یوم القیامۃ
== وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ۔ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ سابقہ لَا يَنْفَعُ ..... پر ہے
لَا يُنْظَرُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے نَظَرَ يَنْظُرُ (باب نصر) نَظْرٌ
سے۔ ان کو مہلت نہیں دی جائے گی!
مہلت اس امر کی کہ دنیا میں بھیج کر ان کا ایمان قبول کیا جائے۔ ای لا یمهلون
بالاعادۃ الی الدنیا لیؤمنوا۔

فائدہ:۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے سوال تو یہ کیا کہ یہ فیصلہ کا دن جس کا تم دعویٰ کرتے ہو کب آئے گا؟
اس کے جواب میں فیصلہ کی نوعیت بیان کی گئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا اصل مقصد جلد بازی دکھانا اور استہزاء کرنا تھا۔ سو اس کے مقصد کے مدنظر کہا گیا ہے کہ:۔
لا تستعجلوا و لا تستهزءوا۔ (تم جلدی مت مچاؤ اور استہزاء مت کرو) یہ فیصلہ ہوکر رہیگا اور اس وقت تمہارا ایمان تمہیں کچھ فائدہ نہ دے گا۔ (ایمان نافع وہی ہے جو اس دنیا میں لایا جائے ورنہ روز قیامت حقائق کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تو پکے سے پکے کافر کا پتہ بھی پانی ہو جائے گا۔ اور وہ ایمان پر مجبور ہو جائے گا)
۳۲:۳۰ == فَاَعْرِضْ۔ تو منہ پھیرلے۔ تو کنارہ کرجا۔ تو اعراض کر، رُخ گردانی کر، (ان کی دلآزار باتوں پر غم نہ کر)
== اِنْتَظِرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو انتظار کر، تو منتظر رہ، اِنْتِظَارٌ (افتعال) مصدر یعنی ان کی انجام کار ہلاکت کا انتظار کر۔
== اِنَّهُمْ مُنْتَظِرُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حاضر۔ انتظار کرنے والے۔
تحقیق یہ بھی (اپنی انجام کار ہلاکت و بربادی کا) انتظار ہی کر رہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۳۳) سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّة (۹۰)

۳۳: ۱ = يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ۔ بجائے اسم علم (محمد) کے اسم وصفی سے خطاب کرنا رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عظمت واکرام کے اظہار کے لئے ہے۔
ای ناداہ جل وعلا بوصفہ دون اسمہ تعظیماً لہ و تفخیماً (روح المعانی)
اللہ تعالیٰ نے بجائے ان کے نام کے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو آپ کی وصف (نبوت) سے خطاب فرمایا ان کی تعظیم وتکریم و اظہار شان کے لئے۔ جب کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو ان کے نام سے خطاب کیا ہے۔ یا موسیٰ۔ یا آدم۔ یا نُوْحُ (وغیرہ)
= اِتَّقِ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تو ڈر۔ تو ڈرتا رہ۔ وقی مادہ۔
= عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ منصوب بوجہ خبر کان۔
۳۳: ۲ = اِتَّبِعْ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر تبع مادہ تو پیروی کر، تو اتباع کر۔
۳۳: ۳ = تَوَكَّلْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ (اس کا تعدیہ بذریعہ عَلٰی ہوتا ہے) تَوَكُّلٌ (تفعل) مصدر تو بھروسا کر۔ تو اعتماد کر۔ تو توکل کر۔
= كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ كَفٰى يَكْفِيْ (ضرب) كِفَايَةٌ کافی ہونا۔ کافٍ (صفت) کافی كَفَيْتُهٗ شَرَّ عَدُوِّهٖ۔ میں نے اس کو اس کے دشمن کے شر سے بچا دیا۔
كَفٰى کے فاعل پر حرف باء زائد بھی آتا ہے جیسے آیت ہذا میں كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا یعنی اللہ کی وکالت دوسرے کسی کی وکالت سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ لفظ اللّٰه حالت رفعی میں ہے اور وَكِيْلًا تمیز ہے!
(وکالت: کوئی کام کسی کو سونپنا یا اس کے سپرد کرنا)

= مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِي جَوْفِهٖ۔ اللہ تعالیٰ نے کسی آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے ہیں (یہ ایک حقیقت ہے جو اکثر و بیشتر ہمارے مشاہدہ میں آتی ہے۔ اگر شاذ و نادر کسی کے دو دل فی الواقع اس کے سینے میں پائے جائیں تو علم الابدان میں اس کی کئی وجوہات ملیں گی اور ایسے انسان کے زندہ رہنے کی کوئی مثال آپ کو نہ ملیگی۔ رحم مادر میں جنین کی ابتدائی نشوونما کے دوران کسی امر کی کمی بیشی اس کا سبب بن سکتی ہے جو بذات خود اس خالق حقیقی کی قدرت کے مظاہر میں سے ہے)

اس مثال کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے دو دل نہیں ہو سکتے اسی طرح اس کی دو مائیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ (اس کی ماں وہی ہے جس نے اسے جنم دیا) اور نہ ہی ایک اولاد کے (بیٹا ہو یا بیٹی) دو باپ ہو سکتے ہیں (بیٹے یا بیٹی کا باپ وہی ہے جس کے نطفہ سے وہ پیدا ہو بالفاظِ دیگر آدمی اُسی اولاد کا باپ کہلا سکتا ہے جو اس کے اپنے نطفے کی پیداوار ہو) زبانی کہنے سے اپنی حقیقی ماں کے بغیر نہ کوئی ماں ہو سکتی ہے اور اپنے نطفے کی اولاد کے علاوہ نہ کوئی اولاد ہو سکتی ہے۔

= جَوْف۔ اندرونی حصہ جو خالی یا کھوکھلا ہو جوف کہلاتا ہے انسان کے پیٹ کو جوف کہتے ہیں لیکن چونکہ دل پیٹ میں نہیں سینہ میں ہوتا ہے اس لئے ترجمہ میں اسے سینہ ہی کہیں گے!

= اَلّٰٓئِیْ۔ یہ اَلَّتِیْ کی جمع ہے اسم موصول جمع مؤنث (وہ سب عورتیں) جو۔ جنہوں۔

= تُظٰهِرُوْنَ مِنْهُنَّ۔ اَلظَّهْرُ کے معنی پیٹھ۔ پشت کے ہیں۔ اس کی جمع ظُهُوْرٌ ہے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ (۹۴: ۳) جس نے تمہاری پیٹھ توڑ رکھی تھی۔ ظَهَرَ ظاہر ہونا۔ مثلاً مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (۶: ۱۵) ظاہر ہوں یا پوشیدہ۔ ظَهَرَ پھیلنا۔ مثلاً ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (۳۰: ۴۱) خشکی اور تری میں (لوگوں کے اعمال کے سبب) فساد پھیل گیا۔ وغیرہ۔

تُظٰهِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُظَاهَرَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) وَظِهَارٌ مصدر سے تم ظہار کرتے ہو۔ الظہار کے معنی خاوند کا بیوی سے یہ کہنا: اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ (تو میرے لئے اس طرح ہے جس طرح میری ماں کی پشت) چنانچہ کہا جاتا ہے ظَهَرَ مِنْ اِمْرَاَتِهٖ اس نے اپنی بیوی سے ظہار کر لیا۔ فقرۂ ظہار بول کر عرب میں مرد اپنی بیوی کو ہمیشہ کے لئے اپنے اوپر حرام کر لیا کرتا تھا۔

مِنْهُنَّ میں هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب اَزْوَاجَكُمْ کی طرف راجع ہے

= اَدْعِیَآءَکُمْ، اَدْعِیَاءَ - دَعِیٌّ (بروزن فعیل بمعنی مفعول) کی جمع ہے مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر مضاف الیہ۔ تمہارے منہ بولے بیٹے۔ تمہارے لے پالک۔
اَدْعِیَاءَ ۔ بوجہ جَعَلَ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ یہ جَعَلَ کا مفعول اول ہے اور ابناءَ مفعول ثانی ۔ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَکُمْ اَبْنَاءَکُمْ اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے بیٹے بنادیا۔
دع و مادّہ ہے
= اَفْوَاهِکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ تمہارے مُنہ۔ اَفْوَاہٌ فَمٌ کی جمع ہے فَمٌ اصل میں فُوْہٌ تھا ہ کو گراکر واؤ کو مَ سے بدل دیا گیا۔
ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاهِکُمْ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے
= هُوَ یَهْدِی السَّبِیْلَ ۔ ای اللّٰہ یرشد الیٰ سبیل الحق ۔ اللہ راہِ حق پر چلنے کی ہدایت دیتا ہے سیدھے راستہ پر چلاتا ہے!
۳۳: ۵ = اُدْعُوْهُمْ اُدْعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع ادعیاء ہے دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) تم ان کو پکارو۔
= لِاٰبَآئِهِمْ ۔ ای انسبوهم الیٰ اٰباءهم ان کو ان کے اصلی باپ کی طرف نسبت کرو،
= اَقْسَطُ ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ قریبِ انصاف وعدل۔
قِسْطٌ حروف اضداد میں سے ہے۔ قسط بمعنی انصاف بھی ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ (۵۵: ۹) اور انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو!
اور قسط کے معنی دوسرے کا حق مارنا بھی ہے اس لئے یہ ظلم وجور کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَکَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۔ (۷۲: ۱۵) اور وہ جو بے راہ گنہگار ہیں تو وہ دوزخ کے ایندھن ہیں۔
باب افعال سے انصاف کے معنی میں آتا ہے مثلاً وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۔ (۴۹: ۹) اور انصاف سے کام لو۔ بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔
= مَوَالِیْکُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَوَالِیْ جمع ۔ (دینی) دوست کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تمہارے (دینی) دوست۔ مَوْلیٰ واحد۔ وَلِیٌ مادّہ۔

اَلْوِلَاءُ وَالتَّوَالِیْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو اُن میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا وہ قرب خواہ بلحاظ مکان ہو یا نسب یا بلحاظ دین اور دوستی یا نصرت کے ہو یا بلحاظ اعتقاد کے ہو۔

= جُنَاحٌ۔ گناہ، جرم، یہ جُنُوْحٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ایک طرف مائل ہونے کے ہیں۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا (۸: ۶۱) اور اگر یہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ۔ لہذا وہ گناہ جو حق سے مائل کردے اور دوسری طرف جھکا دے جُنَاحٌ سے موسوم ہوا۔ پھر ہر گناہ کے لئے استعمال ہونے لگا۔

مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو معلوم نہ ہو کہ ان کے ماں باپ کون ہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں تم ان کو یا اخی یا یا مولائی کہہ کر پکار سکتے ہو!

= اَخْطَاْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْطَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم نے خطا کی۔ تم چوک گئے۔

فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ میں مَا موصول ہے اور بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔ جو تم بھول کر کرو۔ تم سے بھول چوک ہو جائے۔ جو تم نادانستہ طور پر کر بیٹھو (اس میں حکم نہی سے قبل کی خطائیں اور بعد کی نادانستہ خطائیں شامل ہیں)

= وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ۔ ای ولکن الاثم علیکم فیما تعمدت قلوبکم۔ لیکن اگر تمہارے دل قصداً ایسا کہیں تو اس کا گناہ تم پر ہوگا۔

تَعَمَّدَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَعَمُّدٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے قصداً و عمداً کرنے کے ہیں (جو) انہوں نے ارادۃً کیا۔ تعمد سہو کی ضد ہے

۳۳: ۶ = اَوْلٰی۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے ای احق واقرب الیھم۔ زیادہ مستحق اور زیادہ قریب (نیز ملاحظہ ہو آیت سابقہ)

جب اَوْلٰی کا صلہ لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اس صورت میں خرابی اور برائی سے زیادہ نزدیک اور زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہوں گے۔ جیسے کہ اَوْلٰی لَكَ فَاَوْلٰی (۷۵: ۳۴) تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ کا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے :۔

۱:۔ اہل ایمان کے لئے نبی کی ذات ان کی اپنی جانوں پر مقدم ہے۔
۲:۔ نبی کی اہل ایمان کے ساتھ قربت اہل ایمان کی اپنی جانوں کی قربت سے بھی زیادہ ہے۔ یعنی اہل ایمان جتنا اپنی جانوں کی خیر خواہی کا خیال رکھتے ہیں نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے زیادہ ان کی خیر خواہی کا خیال رکھتے ہیں۔

اَوَّل: اس حدیث شریف کی مثبت تعبیر ہے جسے بخاری و مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے:
لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین: (تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے باپ اور اولاد سے اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں)
دوئم: کے مضمون میں حدیث شریف ہے ما من مؤمن الا انا اولیٰ بہ فی الدنیا والاخرۃ اقرء وا ان شئتم: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ: وایما مؤمن مات وترک مالاً فلیرثہ عصبتہ من کانوا۔ ومن ترک دَیْنًا او ضیاعًا فلیأتنی فانا مولاہٗ۔ (کوئی مومن ایسا نہیں جس کا دنیا و آخرت میں میں والی نہیں۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھو النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم الآیۃ: اور جو مومن فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو اس کے قریبی رشتہ دار وارث ہوں گے اور جو مومن قرضہ وغیرہ چھوڑ جائے تو وہ میرے پاس آئے میں اس کا والی ہوں۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کی خیر خواہی کا جس قدر خیال تھا اس بارہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۹:۱۲۸) جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے انہیں (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو) بہت گراں گذرتی ہے (وہ) تمہاری بھلائی کے حریص ہیں اور اہل ایمان کے حق میں تو بہت ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

= اُولُوا الْاَرْحَامِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُولُوا۔ والے۔ اس کی واحد نہیں آتی۔ اَلْاَرْحَام رِحم کی جمع ہے عورت کی بچہ دانی۔ اولوا الارحام رحم والے۔ ایک ہی رحم سے پیدا ہونے والے۔ قرابت والے۔ سگے رشتہ دار۔
= بَعْضُھُمْ بِبَعْضٍ آپس میں۔ ایک دوسرے کے ساتھ۔
= فِیْ کِتٰبِ اللّٰہِ ای فی ماکتبہ فی اللوح بطابق اس کے جو اس نے لوح محفوظ

میں لکھ رکھا ہے یا اللہ کے احکام (وراثت) کے مطابق۔

= مِنْ۔ ابتدائیہ ہے۔ سے۔

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُهٰجِرِیْنَ ۔ اللہ کی شریعت کی رو سے نسلی رشتہ دار دوسرے مومنین ومہاجرین سے زیادہ آپس میں قرابت داری رکھتے ہیں (یعنی دینی بھائی چارہ سے خونی رشتہ داری نزدیک تر ہے۔ سیاق وسباق کے مطابق یہ میراث کے متعلق ہے، ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جو مومنین ومہاجرین کو میراث میں حقدار بنادیا گیا تھا وہ ایک عارضی انتظام تھا۔ حکم ہوتا ہے کہ دراصل میراث میں متوفی کے خونی رشتہ داروں ہی کا حق ہوتا ہے۔ ہاں مہاجرین ومومنین کے ساتھ اگر حسن سلوک مطلوب ہو تو اس بارہ میں وصیت ہوسکتی ہے جو اگلے جملہ میں مذکور ہے

= اِلَّآ۔ حرف استثناء۔ مگر۔

= اَنْ تَفْعَلُوْٓا میں اَنْ مصدریہ ہے

= اَوْلِیٰٓئِكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے دوست، تمہارے رفیق۔

اَوْلِیَآءَ وَلِیٌّ کی جمع ہے

= مَعْرُوْفًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب، دستور کے مطابق۔ اچھا سلوک، دستور کے مطابق بھلی بات۔

اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِیٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا۔ مگر ہاں اپنے دوستوں کے ساتھ دستور کے مطابق بھلائی کرنا جائز ہے (یعنی شرع کے مطابق ان کے حق میں وصیت کر سکتے ہو)

= فِی الْكِتٰبِ۔ الكتٰب سے لوح محفوظ مراد ہے یا قرآن مجید۔

= مَسْطُوْرًا۔ اسم مفعول واحد مذکر۔ منصوب (بوجہ خبر كَانَ) لکھا ہوا۔

سَطَرَ یَسْطُرُ (باب نصر) سَطْرٌ بمعنی لکھنا۔

۳۳: ۷ = وَاِذْ اَخَذْنَا۔ ای واذکر حین اخذنا۔ وہ وقت یاد کر جب ہم نے (عہد) لیا تھا۔

= مِیْثَاقَهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا عہد۔ ان کے ساتھ کیا ہوا عہد وپیمان (یعنی احکام شریعت کی تبلیغ اور اس کے اتباع کا وعدہ)

= وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰى وَعِیْسَى ابْنِ مَرْیَمَ۔ اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے بھی۔ اَلنَّبِیّٖنَ کے بعد

بالتخصیص آپ کا اور دوسرے پیغمبروں کا نام لینا ان کے اولوالعزم اور صاحب شریعت ہونے کی وجہ سے ہے اور ان کی عظمت و شان کو واضح کرنا مقصود ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک دوسرے پیغمبروں سے قبل لانا۔ حالانکہ زمانہ کے لحاظ سے آپ بعد میں تشریف لائے آپ جناب کی دوسرے پیغمبروں پر افضلیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ بالقول علامہ قرطبی رح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اس آیت کا مطلب پوچھا گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

كُنْتُ اَوَّلَهُمْ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرُهُمْ فِي الْبَعْثِ۔ یعنی پیدائش میں سب سے پہلے تھا اور بعثت میں سب نبیوں کے بعد۔

= وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔ ای عهد عظيم الشان اووثيقا قويا۔ ایک نہایت عظیم وعدہ اور نہایت پختہ میثاق۔ بعض کے نزدیک یہ وعدہ اتباع و تبلیغ احکام شریعت تھا جسے حلف لے کر مزید مؤکد کر دیا گیا۔ یہ جملہ بذات خود اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ کے بعد تاکید مزید کے لئے لایا گیا ہے۔

۳۳: ۸ = لِيَسْـَٔلَ میں لام کیؔ کا مرادف ہے اور میثاق لینے کی غایت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ يَسْـَٔلَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ تاکہ (آپ کا رب) پوچھے۔

= الصّٰدِقِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ يَسْـَٔلَ کے مفعول ہونے کے۔ الصادقين سے مراد پیغمبر ہیں۔ لفظ الصادقين لا کر یہ خود بتا دیا کہ انبیاء نے اپنا عہد پورا کیا اور وہ اپنے اقرار میں سچے تھے۔

= صِدْقِهِمْ۔ یعنی تبلیغ رسالت و دعوۃ الی الحق کے بارے میں۔

= اَعَدَّ ماضی، واحد مذکر غائب۔ اِعْدَادٌ (افعال) مصدر جس کے معنی تیار کرنے کے ہیں۔ یہ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں اسی اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جا سکے۔

= اَلْكٰفِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ انکار کرنے والے۔ حق کو نہ ماننے والے، صاحب وحی کے اتباع کے منکر۔

= عَذَابًا اَلِيْمًا۔ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے

= جُنُوْدٌ۔ جُنْدٌ کی جمع۔ لشکر۔ فوجیں۔ مراد الاحزاب (گروہ، ٹولیاں، پارٹیاں، قریش کی پارٹی ابوسفیان کی قیادت میں، بنو اسد کے لشکری طلیحہ کی کمان میں۔ بنو غطفان عیینہ کے تحت، بنو عامر عامر بن طفیل کے تحت۔ بنو سلیم بنو نضیر، بنو قریظہ کی سپاہ اپنے اپنے

سالاروں کی کمان میں۔

== رِيْحًا- وَجُنُوْدًا دونوں بوجہ اَرْسَلْنَا کے مفعول ہونے کے منصوب ہیں؛

رِيْحٌ وہ ہوا متحرک ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان مسخر ہے۔

رِيْحٌ اصل میں رِوْحٌ تھا۔ ما قبل کے مکسور ہونے کی بنا پر واؤ کو ی سے بدل دیا گیا؛ اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کی بنا پر اس کی جمع رِيَاحٌ ہے۔

جُنُوْدًا (ملائکہ کی فوجیں)

== لَمْ تَرَوْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جُنُوْدًا کے لئے ہے جن کو تم نہ دیکھ سکے۔

۳۳: ۱۰ == مِنْ فَوْقِكُمْ- تمہارے اوپر کی طرف یعنی مشرق کی طرف سے۔

مِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ تمہارے نیچے کی طرف سے یعنی مغرب کی طرف سے۔

(مدینہ کی شرقی سمت اونچی ہے اور غربی سمت نیچی) اَسْفَلَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے اور غیر منصرف لہٰذا لام پر کسرہ کی بجائے فتح ہے۔ معنی سب سے نیچا۔ اَعْلٰى کی ضد ہے اور سُفُوْلٌ مصدر۔ سِفْلٌ پستی۔

سَفُلَ يَسْفُلُ (کرم) اور سَفَلَ يَسْفُلُ (نصر) سے بمعنی اَدْنٰی ہونا۔ کمینہ ہونا۔ پست کے معنوں میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى اور کافروں کی بات کو پست کر دیا۔

اور ادنیٰ اور کمینہ کے معنوں میں: ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ ٥ (۹۵: ۵)

پھر ہم نے (رفتہ رفتہ) اس کی حالت کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔

== زَاغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب زَيْغٌ (ضرب) سے مصدر۔

زَيْغٌ کے معنی حالتِ استقامت سے ایک جانب مائل ہو جانے کے ہیں۔ اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ جب آنکھیں اپنی حالت استقامت سے پھر گئیں۔ بوجہ دہشت وحیرت کے یا دوسری تمام چیزوں سے ہٹ کر دشمن پر مرکوز ہونے کی وجہ سے۔

آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔ پتھرا گئی تھیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا زَاغُوْا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (۶۱: ۵) جب وہ (از خود) صحیح راہ سے ہٹ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے دلوں کو اسی طرف جھکا دیا۔

== بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ- اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے۔ اَلْحَنَاجِرَ

حَنْجَرَۃٌ کی جمع ہے۔ حلق، گلا۔ نرخرہ۔ حنجر مادہ۔
= تَظُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ یہاں مضارع بمعنی ماضی آیا ہے۔ تم گمان کرنے لگے تھے۔ ظَنٌّ (باب نصر) سے مصدر۔
= بِاللّٰہِ میں بار الصاق کی ہے۔ اللہ کے بارہ میں۔ اللہ کے متعلق، اللہ کے ساتھ۔
= اَلظُّنُوْنَا۔ ظُنُوْنٌ ظَنٌّ کی جمع ہے اور الف اشباع کا ہے (یعنی الف کے ماقبل حرف کی حرکت کو پوری طرح ادا کرنے کے لئے الف کا لانا حالانکہ وہاں کی ضرورت نہ ہے یہاں الظنون میں بھی درست تھا۔
مثال: ان اَبَا ھَا دَ اَبَا اَبَاھَا قَدْ بَلَغَا فِی الْمَجْدِ غَایَتَاھَا۔ غَایَتَاھَا اصل میں غَایَتَھَا ہے الف رعایت شعری کے لئے لایا گیا ہے۔
ترجمہ: تحقیق ان کا باپ اور ان کے باپ کا باپ بزرگی کی انتہا کو پہنچ گئے ہیں)
الظنون کے متعلق روح المعانی میں ہے الظنون جمع الظّنّ وھو مصدر شامل للقلیل والکثیر وانما جمع للدلالۃ علی تعدد انواعہ۔
(ظنون جمع ظن کی ہے اور ظن گو مصدر ہے اور قلیل وکثیر سب کو شامل ہے تاہم جمع کو اس لئے لایا گیا ہے کہ اس کے متعدد انواع پر دلالت کرے۔ لھذا وتظنون باللّٰہ الظنونا: اور تم لوگ اللہ کے متعلق طرح طرح کے گمان کر رہے تھے، مخاطبین میں مخلص اور راسخ الایمان اور منافقین سب شامل ہیں۔ گو ہر فرقے کی سوچ مختلف تھی اور اندیشے بھی بھی مختلف تھے۔
۳۳:۱۱ = ھُنَالِکَ۔ اسم ظرف مکان وزمان۔ اس جگہ، وہاں۔ اس وقت۔ اس موقع پر
= اُبْتُلِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر، وہ آزمایا گیا اس کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ المؤمنون ہے لہٰذا ترجمہ ہوگا۔ اس موقعہ پر ایمان والوں کو خوب آزما لیا گیا۔
= زُلْزِلُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ وہ ہلا ڈالے گئے۔ وہ جھنجھوڑے گئے۔ زِلْزَالًا مصدر۔ زَلْزَلَ یُزَلْزِلُ کا مصدر ہے۔ بحالت نصب۔ اس کو زلزال کی کیفیت کی شدت اور اس کی تکرار کے لئے لایا گیا ہے یعنی ان کو بار بار جھنجھوڑا گیا۔ وہ بار بار ہلا ڈالے گئے
= شَدِیْدًا بمعنی سخت۔ شَدٌّ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے زِلْزَالًا کی صفت میں آیا ہے۔

۳۳: ۱۲ == وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ اس کا عطف اِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ پر ہے۔ یا اس کی تقدیر یوں بھی ہوسکتی ہے اُذْكُرْ اِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ یاد کر جب منافقین کہہ رہے تھے۔

== وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اور وہ جن کے دلوں میں مرض تھا۔ اس سے مراد منافقین کے علاوہ کوئی گروہ تھا جن کی طرف منافقین مائل تھے تاکہ ان کو مشتبہ ظاہر کیا جائے یا اس سے مراد وہ ضعیف الاعتقاد مسلم تھے جو عنقریب ہی ایمان لائے تھے، یا اس سے مراد خود منافقین بھی ہو سکتے ہیں اور عطف محض تغایر وصف کے لئے ہے۔

== مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ میں مَا نافیہ ہے

== غُرُوْرًا مصدر، واسم، جھوٹی امید۔ دھوکہ۔ دھوکہ دینا۔ غِرٌّ۔ بھولا۔ فریب خوردہ۔ ناتجربہ کار۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔

۳۳: ۱۳ == طَآئِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ بعض لوگ، کچھ لوگ، طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔

== مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب یا منافقین کے لئے یا سب کے لئے ہے (للجمیع) جن کا ذکر ابھی ابھی گذرا ہے۔

== يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ۔ مدینہ منورہ کا پہلے یہی نام تھا۔ غیر منصرف ہے بوجہ تانیث ومعرفہ، یا بوجہ معرفہ ووزن فعل۔

== لَا مُقَامَ لَكُمْ۔ ٹھہرنے کی جگہ۔ ٹھہرنے کا موقعہ (تمہارے لئے کوئی ٹھہرنے کا موقعہ نہیں)

== اِرْجِعُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر رُجُوْعٌ (باب نصر) مصدر، تم واپس پھر جاؤ۔

== وَيَسْتَاْذِنُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (مضارع بمعنی حکایت حال ماضی) اس کا عطف قَالَتْ پر ہے، وہ اجازت مانگنے لگا۔ یعنی ان میں سے ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے (لڑائی سے واپس جانے کی) اجازت مانگنے لگا۔

== يَقُوْلُوْنَ۔ یا يَسْتَاْذِنُ سے حال ہے یا اس کی تفسیر مضارع بمعنی حکایت حال ماضی

== عَوْرَةٌ۔ ای ذات عورۃ۔ العورۃ انسان کے مقام ستر کو کہتے ہیں۔ مگر یہ معنی کنایۃً ہیں۔ اصل میں یہ عار سے مشتق ہے۔ مقام ستر کے کھلنے سے بھی چونکہ عار محسوس ہوتی ہے اس لئے اسے عَوْرَةٌ کہا جاتا ہے۔ عورت کو بھی عورت اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے بے ستر رہنے کو عار سمجھا جاتا ہے یا ان کے مردوں کے سامنے آنے سے عار ہوتی ہے۔

ہر چیز جس کو چھپایا جائے اور کھلنے سے شرمایا جائے عورۃ کہلاتی ہے اس کی جمع عورات ہے۔ کھلی جگہ جہاں سے جو چاہے اندر گھس جائے اسے بھی عورت کہتے ہیں۔ اسی معنی میں اس کا استعمال آیت ہذا میں ہوا ہے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں حالانکہ وہ کھلے نہیں تھے مَا مبالغہ نفی کے لئے ہے اور واؤ حالیہ ہے۔

دوسری جگہ ہے قرآن مجید میں ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّکُمْ (۲۴: ۵۸) سے وہ اوقات مراد ہیں جب پردہ کیا جاتا ہے اور اس بے گاہ وقت میں کسی کا اندر آجانا موجب عار ہے۔

مُسْتَعَارٌ عارضی استعمال کے لئے لائی گئی چیز کو مستعار اس لئے کہتے ہیں کہ اُسے واپس لینا موجب عار سمجھا جاتا ہے۔

== اِنْ یُّرِیْدُوْنَ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔

== فِرَارًا۔ منصوب مصدر (باب ضرب)

۳۳: ۱۴ == وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَیْہِمْ۔ دُخِلَتْ ماضی مجہول جس کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ البیوت ہے: ای ولو دخلت البُیُوْتُ عَلَیْہِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اُن قائلین کے متعلق ہے جو کہتے تھے اِنَّ بُیُوْتَنَا عَوْرَۃٌ۔

دُخِلَتْ علیہم۔ دخلت علیٰ فلان دارہٗ (فلاں کے خلاف اس کے گھر میں مداخلت کی گئی) سے ہے۔ بمعنی اگر ان قائلین یعنی چھٹی کی درخواست کرنے والوں کے خلاف (دشمن کی فوجیں مختلف اطراف سے ان کے گھروں میں) داخل کردی جائیں۔

ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَۃَ۔ پھر (دشمن کی طرف سے) ان سے (مسلمانوں کے خلاف) فتنہ وفساد کا سوال کیا جاتا۔ لَاٰتَوْھَا تو یہ بلاتامل منظور کر لیتے۔ (لام تاکید کا ہے ھا الفتنۃ کے لئے ہے)

مطلب یہ ہے کہ اگر کہیں کافروں کا لشکر مدینہ میں (یا ان کے گھروں میں) داخل ہوجائے اور ان منافقوں سے کہے کہ آؤ ہم تم مل کر مسلمانوں سے مقابلہ کریں تو یہ لوگ بلاتامل آمادہ ہوجائیں۔ مسلمانوں کی لوٹ مار پر اُٹھ کھڑے ہوں اور اس وقت ذرا خیال نہ کریں کہ آخر اب غیر محفوظ گھروں کی کون حفاظت کرے گا۔ یہ سب ان کی انتہائی مذمت میں ارشاد ہو رہا ہے۔ (تفسیر الماجدی)

== وَمَا تَلَبَّثُوْا بِھَآ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَلَبُّثٌ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے توقف نہ کیا۔ انہوں نے دیر نہ کی۔ وہ نہ ٹھہرے۔ انہوں نے ڈھیل نہ کی لَبْثٌ مادہ

اس باب سے صرف اسی آیہ میں استعمال ہوا ہے باقی جگہ قرآن مجید میں باب سمع سے آیا ہے۔ بمعنی ٹھہرنا۔ قیام کرنا۔ بِھَا میں بَ ظرفیہ ہے اور ھا کی ضمیر بُیُوْت کی طرف راجع ہے
ترجمہ: اور وہ (ان گھروں میں) تھوڑا (وقت) ہی ٹھہرتے۔
= یَسِیْرًا۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر منصوب۔ یسرٌ مادہ۔ تھوڑا۔ آسان، سہل آہستہ۔
= کَانُوْا عَاھَدُوْا۔ ماضی بعید کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ انہوں نے وعدہ کیا ہوا تھا وہ وعدہ کر چکے تھے۔
= یُوَلُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر پیٹھ دکھا کر بھاگنا۔
= اَلْاَدْبَارَ۔ دُبُر کی جمع، پیٹھیں۔
لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ۔ (کہ) وہ پیٹھ پھیر کر نہیں بھاگیں گے۔
= وَکَانَ عَھْدُ اللّٰہِ مَسْئُوْلًا۔
کَانَ فعل ناقص عَھْدُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم۔ مَسْئُوْلًا۔ کَانَ کی خبر۔ اور اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کی بازپرس ہوتی ہے۔
۳۳: ۱۶ = لَنْ یَّنْفَعَکُمْ۔ مضارع نفی تاکید بلن صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تمہیں ہرگز نہیں نفع دیگا (کیونکہ تقدیر کا لکھا تو ہو کر ہی رہیگا تم بستر پرناک رگڑ رگڑ کر مروگے یا جہاد میں شہید ہوگے۔ سب مقدر ہو چکا ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہے)
= وَاِذًا۔ تب بھی۔ اس صورت میں بھی۔ اِذًا اصل میں اِذَنْ تھا وقف کی صورت میں نون کو الف سے بدلا۔ حرف جزاء ہے جملہ شرط محذوف۔ ای ان نفعکم الفرار لم یکن ذلک الا لزمان قلیل۔
= لَا تُمَتَّعُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تم کو فائدہ حاصل کرنے نہیں دیا جائیگا
تم کو فائدہ نہیں دیا جائے گا تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ فائدہ اٹھانا۔
= قَلِیْلًا۔ ای زمانًا قلیلًا۔ بہت تھوڑی ہی مدت کے لئے یعنی عمر مقدر کا بقیہ حصہ۔
۳۳: ۱۷ = قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= یَعْصِمُکُمْ۔ یَعْصِمُ مضارع واحد مذکر غائب عَصْمٌ مصدر (باب ضرب) وہ بچائیگا

کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کون) بچائے گا تم کو!
عِصْمَۃً حفاظت، بچاؤ۔ گناہوں سے پاکیزگی،
= لَھُمْ۔ ان کے لئے، اپنے لئے
۳۳: ۱۸ = اَلْمُعَوِّقِیْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ منصوب المعوّق واحد۔ روکنے والے۔ منع کرنے والے۔ اَلْعَائِقُ وہ جو لوگوں کو خیر اور بھلائی سے روکنے والا ہو لوگوں کو ان کے مقاصد سے روک کر اپنی طرف متوجہ کرنے والا۔ عَاقَ یَعُوْقُ (باب نصر) عَوْقٌ وعِیْقٌ مصدر۔ عاق کردینا۔ کسی کو جائیداد سے محروم کردینا۔ یَعُوْق ایک بُت کا نام ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا معبود تھا۔
وَقَالُوْا لَاتَذَرُنَّ اٰلِھَتَکُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ (۷۱: ۲۳) اور کہنے لگے کہ اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو کبھی ترک نہ کرنا۔
= ھَلُمَّ اِلَیْنَا۔ ہماری طرف آجاؤ۔ ھَلُمَّ اسم فعل بمعنی امر ہے۔ واحد، تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے یہاں بطور فعل لازم آیا ہے لیکن بطور متعدی بھی استعمال ہوا ہے مثلاً قُلْ ھَلُمَّ شُھَدَاءَکُمُ الَّذِیْنَ یَشْھَدُوْنَ اَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ ھٰذَا۔ (۶: ۱۵۱) کہو اپنے گواہوں کو لاؤ جو بتائیں کہ خدا نے یہ چیزیں حرام کی ہیں۔
= لَا یَاْتُوْنَ الْبَاْسَ (یہ لوگ) لڑائی میں نہیں جاتے، ضمیر فاعل جمع مذکر غائب المعوقین والقائلین کے لئے ہے۔
= قَلِیْلًا ای لزمانٍ قلیل۔ تھوڑے وقت کے لئے۔ بہت کم۔ برائے نام
۳۳: ۱۹ = اَشِحَّۃً۔ حریص لوگ، کسی چیز پر ٹوٹ پڑنے والے۔ شحیح کی جمع جس کے معنی حریص کے ہیں۔ اَلشُّحُّ (اسم) کے معنی حرص کے ساتھ بخل کے بھی ہیں جو انسان کی عادت میں داخل ہوچکا ہے۔ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ (۵۹: ۹) اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا۔ اَشِحَّۃً عَلَیْکُمْ تمہارے معاملہ میں پرلے درجے کے کنجوس اور بخیل ہیں اشحۃ یَاْتُوْنَ کی ضمیر فاعل سے بوجہ حال ہونے کے یا المعوقین سے حال ہونے کے منصوب ہے۔
= یَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، وہ دیکھتے ہیں۔
یہ رَاَیْتَھُمْ سے حال ہے۔ یعنی تو دیکھے گا ان کو (اس حالت میں کہ) وہ دیکھ رہے ہونگے

تمہاری طرف تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ یہ حال ہے ضمیر فاعل يَنْظُرُوْنَ سے، اس حالت میں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوں گی۔ دَارَ يَدُوْرُ دَوْرٌ (نصر) گھومنا۔ پھرنا۔ تَدُوْرُ وہ پھرتی ہے وہ چکر کھاتی ہے مضارع واحد مؤنث حاضر۔

مطلب یہ کہ ان کو دیکھیں گے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اس حالت میں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوں گی۔

= كَالَّذِىْ۔ کَ تشبیہ کے لئے اَلَّذِىْ اسم موصول۔ اس شخص کی مانند۔

= يُغْشٰى عَلَيْهِ فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب غَشْىٌ وَغَشَيَانٌ (سمع) غُشِىَ عَلَيْهِ بیہوش ہونا۔ غشی والا ہونا (حالت مفعولی) يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ جس پر موت کی غشی طاری ہو۔

= سَلَقُوْكُمْ۔ سَلَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب سَلْقٌ (باب نصر) مصدر۔ سَلَقَ الْبَيْضَ اَوِ الْبَقْلَ۔ انڈے یا سبزی کو آگ پر پانی میں جوش دینا یا ابالنا۔ سلقہٗ بالکلام بات سے کسی کو ایذا پہنچانا۔

= اَلْسِنَةٍ حِدَادٍ۔ موصوف وصفت اَلْسِنَةٌ جمع لِسَانٌ کی۔ زبانیں۔ حِدَادٍ حَدِيْد کی جمع ۔تیز۔ (صفت۔ حَدَّدْتُ السِّكِّيْنَ میں نے چھری کی دھار تیز کی، ہر وہ چیز جو بلحاظ خلقت یا بلحاظ معنیٰ کے ایک ہو۔ جیسے نگاہ اور بصیرت اس کی صفت میں الحدید کا لفظ بولا جاتا ہے چنانچہ کہتے ہیں هُوَحَدِيْدُ النَّظَرِ وہ تیز نظر ہے اور هوحديد الْفَهْمِ وہ تیز فہم ہے اور قرآن مجید میں ہے فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ (۵۰: ۲۲) تو آج تیری نگاہ تیز ہے اور جب زبان بلحاظ تیزی کے لوہے کی سی تاثیر رکھتی ہو تو اس کی صفت حدید بھی آجاتی ہے اَلْسِنَةٍ حِدَادٍ تیز زبان۔

پس سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ کا ترجمہ ہوا:۔ تو تیز زبانوں کے ساتھ تمہارے بارے میں تیز زبانی کرتے ہیں۔ یعنی سوء کلام سے آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں

= اَشِحَّةً اوپر ملاحظہ ہو۔ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ۔ مال غنیمت (یا محض مال) کے معاملہ میں سخت حریص و بخیل۔ اَشِحَّةً ضمیر فاعل سَلَقُوْكُمْ سے حال ہے اور بدیں وجہ منصوب اَلْخَيْر بمعنی مال: ارشاد ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے۔

= فَاَحْبَطَ فَ ترتیب کا ہے اَحْبَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِحْبَاطٌ (افعال)

مصدر۔ اس نے ضائع کردیئے۔ اس نے اکارت کردیئے بے کار کردیئے۔

= یَسِیْرًا۔ آسان، سہل۔ کَانَ کی خبر کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳۳:۲۰ = یَحْسَبُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب، حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کی برائیاں اوپر مذکور ہوئیں۔

= لَمْ یَذْهَبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں گئے۔ یَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ یَذْهَبُوْا۔ (دشمن بھاگ بھی گئے لیکن یہ بزدل یہی) خیال کرتے ہیں کہ (دشمنوں کے) جتھے ابھی نہیں گئے۔

= یَاْتِ۔ مضارع واحد مذکر غائب (اگر بِ تعدیہ مفعول پر ہو تو فعل متعدی ہوگا) اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ یَاْتِ اصل میں یَاْتِیْ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوکر یاء کو حذف کیا گیا۔ اِنْ یَّاْتِ اگر وہ (دوبارہ پلٹ کر) آجائیں۔

= یَوَدُّوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ جزار) جمع مذکر غائب مَوَدَّةٌ مصدر۔ وہ آرزو کریں گے۔ وہ خواہش کریں گے۔ وہ چاہیں گے۔

= لَوْ۔ کاش۔

= بَادُوْنَ۔ بَادٍ کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ بَدَاوَةٌ سے جس کے معنی صحرا میں اقامت اختیار کرنے کے ہیں۔ بادیہ نشین۔ باہر والے۔ صحرانشین، اَلْبَدْوُ حَضَرٌ کی ضد ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَاءَ بِکُمْ مِّنَ الْبَدْوِ (۱۲:۱۰۰) آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ بَدْوٌ بمعنی بَادِیَةٌ (صحرا) ہے۔ بَدَا یَبْدُوْا بَدْوٌ وَبِدَاءٌ کے معنی نمایاں طور پر ظاہر ہوجانے کے ہیں۔ اور ہر وہ مقام جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ ہو اور تمام چیزیں نمایاں اور ظاہر نظر آئیں۔ اُسے بَدْوٌ (بَادِیَةٌ) کہا جاتا ہے۔ اور البادی کے معنی صحرانشین کے ہیں۔

= اَلْاَعْرَابُ : سکّان البادیة خاصّة والواحد منهم الاعرابي صحرا کے رہنے والوں کو الاعراب کہتے ہیں اس کی واحد الاعرابي ہے اس کے مقابلہ میں جو عرب شہروں میں بسنے والے ہوں ان کو عرب کہتے ہیں۔

یَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِی الْاَعْرَابِ۔ وہ یہ چاہیں گے کہ کاش وہ صحرا میں بسنے والے بدوؤں میں ہوتے (جہاں دشمن کے حملے سے بچے رہتے)

= یَسْئَلُوْنَ عَنْ اَنْبَآئِکُمْ۔ یہ جملہ فاعل بَادُوْنَ سے حال ہے۔

(وہاں سے ہی آنے جانے والوں سے دریافت کرتے رہتے ہیں کہ الاحزاب کے ہاتھوں تمہارا کیا حال ہوا اپنی بزدلی کی وجہ سے ان میں قتل و قتال کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کی بھی ہمت نہ تھی چہ جائیکہ اس قتال میں وہ خود حصّہ لیتے)

۳۳ : ۲۱ = اُسْوَةٌ - اَلْاُسْوَةُ وَ الْاِسْوَةُ (یوں قُدْوَةٌ وقِدْوَةٌ) انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں کہ جس میں وہ دوسرے کا متبع ہوتا ہے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بُری، سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔ اسی لئے اس آیت کریمہ میں اُسْوَةٌ کی صفت حَسَنَةٌ لائی گئی ہے۔

مفسرین نے اُسْوَةٌ کے کئی معنی لئے ہیں: چال، ڈھنگ، نمونۂ عمل، پیشوا، رہنما، امام، غمگسار، مقتدی،

حقیقت یہ ہے کہ حضور نبی کریم سرور دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی زندگی کے ہر پہلو (انفرادی، اجتماعی، خانگی و ملی و معاشرتی و اخلاقی) کے لئے شمع ہدایت ہے لیکن یہاں اشارۂ خصوصی معرکۂ جنگ میں ثبات و استقامت سے متعلق ہے۔

اس جنگ میں آپ نے محنت و مشقت کی صعوبتیں سہیں، بھوک و پیاس کی کلفتوں کو برداشت کیا۔ حضور کا رُخِ انور زخمی ہوا، دندانِ مبارک شہید ہوئے، قریبی عزیز و احبا، کی جانیں قُربان ہو گئیں۔ لیکن ان تمام حالات میں صبر و شکر، ثبات و استقامت کا بہترین نمونہ پیش فرمایا۔

(کلام میں اس کو صنعتِ تجرید کہتے ہیں اور صفات سے قطع نظر کرکے صرف ایک صفت سے غرض رکھنا) اُسْوَةٌ اسم ہے ا س و مادّہ۔

= يَرْجُوْا مضارع واحد مذکر غائب رَجَاءٌ مصدر (باب نصر)

ڈرتا ہے۔ اندیشہ رکھتا ہے یا امید رکھتا ہے (اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اور قیامت کے آنے کی)

لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ... بدل ہے لَكُمْ کا کہ مقصود مخاطبین سے وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت سے ڈرتے ہیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے ہیں۔

مثال: قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ (۷: ۷۵) اس کی قوم کے سرداروں نے جو کہ غرور رکھتے تھے ان کمزور (لفظی معانی: جو کمزور خیال کئے جاتے تھے) لوگوں سے جو ایمان لائے تھے ان میں سے،، خطاب

ان سے تھا الَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا صرف توطیہ و تمہید کے لئے آیا ہے۔

۳۳ : ۲۲ = وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ : اور جب اہل ایمان نے (دشمنوں کے) جتھوں کو دیکھا۔

(اس سے قبل منافقین ومعوقین کا حال بیان ہوا اب ان کے برعکس دشمنوں کے خلاف مؤمنین کا ردِ عمل ملاحظہ ہو)

= تَسْلِیْمًا۔ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدرت و احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنا یعنی ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور پختہ ہوگئی۔

۳۳ : ۲۳ = مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اور مومنین سے مراد مطلقًا اُن سے ہے جو اخلاص سے ایمان لائے ہوئے تھے۔

= رِجَالٌ۔ صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں :۔

رِجَالٌ پر تنوین تعظیم کی ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو قوت ومردانگی میں بے نظیر تھے۔ یقال فلان رجل فی رجال ای کامل الرجولیۃ بینھم (المنجد) یعنی اہل ایمان میں سے ایسے جواں مرد اور پاکباز عشاق بھی ہیں جنہوں نے اپنے رب کریم سے جو وعدہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔

بعض کے نزدیک یہ حضرات انس بن نضر، عثمان بن عفان ، طلحہ بن عبید اللہ، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، حمزہ، مصعب بن عمیر وغیرہ تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

یہ حضرات بعض وجوہ کی بنا پر جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے جس کا ان کو ازحد افسوس تھا۔ انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اب کوئی ایسا موقعہ آیا تو وہ اپنی جانبازی کے جوہر دکھائیں گے۔

= صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ صَدَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، صِدْقٌ (باب نصر) سے مصدر۔ انہوں نے سچ کر دکھایا۔ صَدَقَ فِی الْحَدِیْثِ سچ بولنا۔ وصدق فی الوعد۔ وعدہ پورا کرنا۔ وصدق فی القتال۔ بے جگری سے لڑنا۔

= مَا موصولہ ہے۔

عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ جس کے متعلق انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا۔ معاھدۃ (مفا علۃ سے)

= مِنْهُمْ۔ میں بھی مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بعض۔ کچھ، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان مؤمنین

کے لئے ہے جس کا اشارہ مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ میں ہے یا رِجَالٌ جو اس سے قبل مذکور ہے
== مَنْ موصولہ ہے۔
== قَضٰى نَحْبَهٗ۔ قَضٰى ماضی واحد مذکر غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) قَضٰى يَقْضِیْ قَضَاءً پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ مثلاً قَضٰى حَاجَتَهٗ اس نے ضرورت کو پورا کیا۔ قَضٰى وَطَرَهٗ اپنی مراد کو پہنچا۔ قَضَى الصَّلٰوةَ نماز کو ادا کرنا۔ نَحْبٌ نذر کو کہتے ہیں۔ نَحَبَ يَنْحُبُ (نصر) نَحْبًا۔ نذر ماننا قَضٰى نَحْبَهٗ اس نے اپنی نذر کو ادا کیا۔ اس نے اپنی منت پوری کردی۔ کبھی نَحْبٌ سے کنایۃً موت مراد لی جاتی ہے کیونکہ موت بھی ہر جاندار کے گلے میں نذر کی طرح لازم ہے۔ سو قضٰی نحبہ یا قضٰی اجلہ سے مراد موت آجانا ہے۔ یہاں مراد یہ ہے کہ ان میں کچھ ایسے تھے جو اپنی نذر پوری کر چکے۔ یعنی شہادت پا گئے۔ (مثلاً حضرت حمزہ اور حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ)
== وَ مِنْهُمْ مَّنْ (اوپر مذکور ہوا) يَنْتَظِرُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْتِظَارٌ (افتعال) مصدر۔ وہ انتظار میں ہے، وہ منتظر ہے:
اور ان میں وہ بھی ہیں جو راہ دیکھ رہے ہیں (کہ کب شہادت کی سعادت انہیں نصیب ہو) ان میں حضرت عثمان اور حضرت طلحہ وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔
== مَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب، انہوں نے نہیں بدلا۔ تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ مصدر منصوب تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی وہ اپنے ارادہ و عہد پر ثابت قدم اور پختہ ہیں انہوں نے ہرگز اپنا ارادہ نہیں بدلا۔
" تفسیر ماجدی میں ہے کہ تَبْدِيْلًا تنوین تصغیر کے لئے ہے یعنی کسی نوع، کسی قسم کی ادنیٰ تبدیلی بھی ان میں نہیں ہوئی۔ اس جملہ کا عطف صَدَقُوْا پر ہے اور ضمیر فاعل کا مرجع .... منتظرین ہے۔
۳۳ : ۲۴ == لِيَجْزِيَ۔ لام تعلیل کا ہے يَجْزِيَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے منصوب بوجہ عمل لام۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) تاکہ وہ جزا دے۔ بدلہ دے۔ اس سے قبل وقع جمیع ما وقع (یہ سب کچھ اس لئے وقوع پذیر ہوا) مقدر ہے۔
== الصّٰدِقِيْنَ۔ ای الذین صدقوا ما عاهدوا اللّٰه علیہ۔ جنہوں نے اللہ کے ساتھ اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کردیا۔
== بِصِدْقِهِمْ۔ باء سببیہ ہے۔ صِدْقِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا اپنے عہد کو

پورا کر دکھانے کا فعل۔
= لِيُعَذِّبَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تعلیل، تاکہ وہ عذاب دیوے۔
= اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ۔ یا ان کو معاف کردے، تَابَ يَتُوْبُ تَوْبًا (باب نصر) سے مصدر اگر الی کے صلہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوں گے کہ بندے کا اپنے گناہوں سے روگردانی کرکے اللہ کی طرف متوجہ ہونا۔ اور اگر علی کے صلہ کے ساتھ ہو تو معنی ہوگا اللہ تعالیٰ کا کسی کے گناہ معاف کرکے اس کو اپنے فضل و کرم سے نوازنا۔
= غَفُوْرًا (بڑا معاف کرنیوالا) رَحِيْمًا (نہایت رحم والا) منصوب بوجہ خبر کان کے ہے
۳۳:۲۵ = رَدَّ ماضی واحد مذکر غائب رَدٌّ (باب نصر) اس نے پھیر دیا۔ اس نے لوٹا دیا۔ اس نے واپس کردیا۔ پسپا کردیا (یہاں معنی ہیں نامراد پسپا کردیئے اللہ تعالیٰ نے)
= بِغَيْظِهِمْ: باء مصاحبت وملابست کی ہے بمعنی مَعَ غَيْظِهِمْ مضاف مضاف الیہ غیظ هُوَ اَشَدُّ الْغَضَبِ۔ سخت غصہ، وہ گرمی جو انتہائی غضب کے وقت دل میں محسوس ہوتی ہے۔ بِغَيْظِهِمْ۔ اسم موصول الذین سے حال ہے۔
= لَمْ يَنَالُوْا مضارع نفی جحد بلم نَيْلٌ مصدر باب سمع۔ وہ نہ پاسکے۔
= خَيْرًا۔ بھلائی۔ مراد فتح وکامیابی۔ خَيْرًا مال بھی ہوسکتا ہے جیسا قرآن مجید میں ہے وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰:۸) اور وہ مال کی محبت میں بہت سخت ہے)
وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا: اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جنہوں نے کفر کیا تھا واپس لوٹا دیا درآں حالیکہ وہ اپنے ہی غصہ وغضب میں کھول رہے تھے اور وہ کوئی کامیابی حاصل نہ کرسکے تھے۔
= كَفَى۔ ماضی واحد مذکر غائب، (باب ضرب) صیغہ ماضی کا ہے لیکن مراد استمرار ہے۔ كِفَايَةٌ مصدر ونیز اسم مصدر۔ وہ چیز جو ضرورت پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ كَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ (متعدی بدو مفعول ہے) اور اللہ ہی کافی رہا مومنوں کے لئے جنگ میں (یعنی ان کو جنگ لڑنے کی نوبت ہی نہ آنے دی۔ اور دشمن خود ہی اپنے غصہ میں بھرے پیٹھے ناکام واپس ہونے)
= قَوِيًّا (صفت مشبہ طاقتور) عَزِيْزًا (مبالغہ کا صیغہ نہایت زبردست) دونوں منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہیں۔

۳۳: ۲۶ == اَنْزَلَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِنْزَالٌ (افعال) سے اس نے اتارا اس نے نازل کیا۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اتارا۔
اَلَّذِیْنَ اسم موصول ظَاهَرُوْهُمْ۔ ظَاهَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُظَاهَرَةٌ (مفاعلۃ) سے باہمی معاونت کرنا۔ پشتیبانی کرنا۔ ظَاهَرُوْا میں ضمیر فاعل اسم موصول اَلَّذِیْنَ کے لئے ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اَلْاَحْزَاب کے لئے ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اَهْلِ الْكِتٰبِ مضاف مضاف الیہ اہل یہود۔
اَلَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ۔ اہل کتاب میں سے وہ لوگ جنہوں نے دشمنوں کے جتھوں کی امداد کی تھی۔ یہ جملہ اَلَّذِیْنَ کی نعت میں جو اَنْزَلَ کا مفعول ہے؛ اور مراد اس سے بنوقریظہ ہیں جو اگرچہ مسلمانوں کے ساتھ معاہدۂ دوستی کے پابند تھے۔ لیکن کفار کے لشکر، اس کا طمطراق، اس کا سامانِ حرب دیکھ کر بنونضیر (ایک اور یہودی قبیلہ) کے ایماء پر عہد شکنی کا ارتکاب کرکے لشکر کفار کے ساتھ مل گئے تھے۔
== مِنْ صَيَاصِيْهِمْ۔ مِنْ حرف جار ہے صَيَاصِيْهِمْ مضاف مضاف الیہ، صَيَاصِيْ صِيْصَةٌ کی جمع ہے بمعنی قلعہ، گڑھی، ہر وہ چیز جس کے ذریعہ تحفظ کیا جائے صِيْصَةٌ کہلاتی ہے۔ اسی اعتبار سے گائے کے سینگ اور مرغ کے خار کو بھی صِيْصَةٌ بولتے ہیں۔ ص ی ص مادہ۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ کی طرف راجع ہے۔
مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے قلعے سے باہر اتار لایا (محاصرہ کے طول سے تنگ آکر وہ خود باہر آئے اور صلح کی چارہ جوئی پر مجبور ہوگئے)
== قَذَفَ، ماضی واحد مذکر غائب قَذْفٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ قَذَفَ کے اصلی معنی تیر کو دور پھینکنے کے ہیں پھر تیر کی شرط کو ساقط کرکے دُور پھینکنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ اسی بناء پر دور دراز کے شہر کو بَلْدَةٌ قَذِيْفَةٌ بولتے ہیں قرآن مجید میں ہے وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ دُحُوْرًا (۳۷ : ۸) اور ہر طرف سے ان پر (انگارے) پھینکے جاتے ہیں پھر محض اتارنے یا ڈال دینے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ مثلاً فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو۔ یہاں آیت ہذا میں بھی ڈالنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ اور اس نے ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی۔ مجازاً گالی دینا۔ تہمت زنا لگانا کے معنوں میں بھی مستعمل ہے۔

= فَرِيْقًا۔ فریق، گروہ، (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے) ایک فریق کو،
یہاں فریق سے مراد آدمیوں کا گروہ، لان القتل وقع علی الرجال (کیونکہ فیصلہ یہی ہوا تھا کہ بنو قریظہ کے بالغ مردوں کو قتل کر دیا جائے) مفعول کو فعل سے مقدم بوجہ اعتناء و استعظام لایا گیا ہے!
تَقْتُلُوْنَ۔ تم قتل کرتے ہو، تم قتل کروگے! یہاں مضارع بمعنی حکایت حال ماضی آیا ہے!
(ایک فریق کو) تم نے قتل کر دیا۔
= تَاْسِرُوْنَ۔ تم اسیر کرتے ہو، تم قید کرتے ہو۔ اَسْرٌ (باب ضرب) سے جس کے معنی قید میں باندھنے کے ہیں۔ مضارع بمعنی حکایت حال ماضی، تم نے قید کر لیا۔ (اس میں عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کی طرف اشارہ ہے)
۳۳ : ۲۷ = اَوْرَثَكُمْ۔ اَوْرَثَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِيْرَاثٌ (افعال) سے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو وارث بنایا۔ اس کا عطف اَنْزَلَ پر ہے۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اَرْضَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی، (بمعنی زیر کاشت اراضی مشتمل بر باغات و نخلات) دِيَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثالث۔ (بمعنی ان کے حصون قلعے، گڑھیاں) اَمْوَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول رابع، ان کے مال (بمعنی مویشی و نقد مال) وَاَرْضًا لَّمْ تَطَؤُهَا (اور زمین جس پر ابھی تم نے قدم نہیں رکھا۔ جو بعد میں مسلمانوں کی تحویل میں آنے والے ملک تھے) لَمْ تَطَؤُا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر۔
وَطِئَ يَطَاُ (باب سمع) وَطْأً۔ مصدر۔ وطی الشئ برجلہ پاؤں کے نیچے روندنا۔ پامال کرنا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً (۷۳ : ٦) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے۔
لَمْ تَطَؤُهَا جس کو تم نے اپنے پاؤں تلے نہیں روندا۔ یعنی جہاں (ابھی تک) تم نے پاؤں نہیں رکھا۔ هَا ضمیر اَرْضًا کے لئے ہے، و ط ء مادّہ۔
= قَدِيْرًا صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ بحالت نصب۔ نصب بوجہ خبر كَانَ ہے۔
قَدِيْرٌ وہ ہے جو اقتضاء حکمت کے موافق جو چاہے کرے۔ شرعی اصطلاح میں قدیر کا اطلاق غیر اللہ پر نہیں ہوتا۔
= فَتَعَالَيْنَ فاء ترتیب کا ہے۔ تَعَالَيْنَ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ تَعَالِيٌ (تفاعل) سے تَعَالٰى يَتَعَالٰى تَعَالِيٌ۔ تَعَالِ امر کا صیغہ ہے بمعنی بلند مقام کی طرف بلانا۔ پھر

ہر جگہ بلانے کے لئے استعمال ہونے لگا۔ یہ عُلُوٌّ سے ماخوذ ہے جس کے معنی رفعت منزلت کے ہیں۔ گویا تَعَالَوْا میں رفعت منزلت کے حصول کی دعوت ہے۔ تَعَالِ۔ ھَلُمَّ کا ہم معنی ہے۔ فَتَعَالَيْنَ تو تم آؤ۔

= اُمَتِّعْكُنَّ اُمَتِّعُ۔ مَتَّعَ يُمَتِّعُ تَمْتِيْعٌ (تفعیل) سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے۔ تَمْتِيْعٌ کے معنی تھوڑا بہت فائدہ پہنچانا یا تھوڑا بہت اسباب و مال دینا کے ہیں۔ كُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث حاضر کا صیغہ ہے۔ میں تمہیں کچھ مال دمتاع دیدوں

= اُسَرِّحْكُنَّ اُسَرِّحُ۔ سَرَّحَ يُسَرِّحُ تَسْرِيْحٌ (تفعیل) سے مضارع واحد متکلم ہے۔ تَسْرِيْحٌ کے معنی چھوڑنے یا رخصت کرنے کے ہیں۔ تَسْرِيْحٌ کے اصل معنی جانوروں کو چرنے کے لئے چھوڑدینے کے ہیں۔ استعارۃً اس کے معنی طلاق دینے کے بھی ہیں۔ خود طلاق کا لفظ اِطْلَاقُ الْاِبِلِ (اونٹ کا پائے بند کھولنا) کے محاورہ سے مستعار ہے

= سَرَاحًا جَمِيْلًا موصوف وصفت۔ سَرَاحًا۔ رخصت کرنا۔ چھوڑنا۔ طلاق دینا۔ تَسْرِيْحٌ سے اسم ہے۔ جیسے تَبْلِيْغٌ سے بَلَاغٌ ہے خوبی کے ساتھ رخصت کرنا۔ اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔ تمہیں خوبصورتی کے ساتھ (آبرو مندانہ طریقہ سے) رخصت کردوں۔

۲۹:۳۳ = اَعَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) سے اس نے تیار کیا ہوا ہے۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔ اس نے تیار کیا۔ اِعْدَادٌ، عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اِعْدَادٌ کا مطلب ہوا کہ کسی چیز کو اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے!

= مُحْسِنٰتِ۔ مُحْسِنَةٌ کی جمع ہے جو مُحْسِنٌ سے مؤنث ہے۔ اسم فاعل جمع مؤنث ہے۔ نیکوکار عورتیں۔

= مِنْكُنَّ۔ میں مِنْ تبعیض کے لئے ہے۔ تم میں سے وہ جو نیکوکار ہیں۔

= اَجْرًا عَظِيْمًا۔ موصوف وصفت نصب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔

۳۰:۳۳ = يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ یا حرفِ نداء نِسَآءَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے نبی کی بیبیو! بیویو!

= مَنْ شرطیہ ہے۔ جو کوئی۔

= یَأْتِ مضارع واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔
یہ اصل میں یَأْتِیْ تھا۔ شرط میں واقع ہونے کی وجہ سے یا حذف ہوگئی۔ یہ فعل لازم ہے
معنی آتاہے یا آئے گا۔ لیکن اگر اس کے بعد مفعول پر بؔ ہو تو متعدی ہوگا؛ اور بمعنی لاتا ہے
یا لائے گا ہوگا؛ مَنْ یَّاْتِ بِفَاحِشَۃٍ جس کسی نے بے ہودگی کا ارتکاب کیا۔
= مِنْکُنَّ میں مِنْ تبعیض کے لئے ہے کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر، تم عورتوں میں سے
= فَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ۔ موصوف وصفت۔ کھلی بیہودگی۔ حالتِ جر بوجہ عمل باؔ
حرف جار۔
= یُضٰعَفْ۔ مضارع مجہول مجزوم بوجہ شرط واحد مذکر غائب کا صیغہ۔ دوگنا کیا
جائے گا۔ مُضَاعَفَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر سے۔ ضعف مادہ
= لَھَا میں ھَا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔
= ضِعْفَیْنِ۔ دوچند۔ دوگنا۔ ضِعْفٌ کا تثنیہ۔

اَنْوَارُ الْبَیَان

فِی حَلِّ

لُغَاتِ الْقُرْآن

حصہ سوئم

تالیف

علی محمدؐ پی۔سی۔ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہیدؒ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوار البیان

معہ

فی حل

لغات القرآن

حصہ سوم

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید رحمہ اللہ

۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

دُعا کی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جارہی ہے کہ
مؤلف انوار البیان فی حلِ لغات القرآن
جلد ثالث ورابع کی طباعت کے وقت
دار آخرت کی طرف رحلت کر چکے ہیں
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف
جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے لئے ضرور بالضرور دعائے مغفرت کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور
دار آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین
یارب العالمین

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

وَمَنْ يَّقْنُتْ (۲۲)

اَلْاَحْزَابْ ، سَبَا، فَاطِرْ، یٰسٓ :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

۳۳ : ۳۱ = وَمَنْ يَّقْنُتْ : یہ واؤ عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے مَنْ شرطیہ ہے یَقْنُتْ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب۔ مذکر کا صیغہ مَنْ کی رعایت سے لایا گیا ہے۔ قَنَتَ یَقْنُتُ (باب نصر) قُنُوْتًا۔ خشوع و خضوع کرنا۔ خاکساری کرنا۔ مطیع ہونا۔ اطاعت کرنا۔ نماز میں دعا کرنا۔ (دعائے قنوت) وَمَنْ یَّقْنُتْ اور جو تابعداری کرے گی

= مِنْکُنَّ ۔ مِنْ بیانیہ ہے تبعیض کے لئے نہیں ہے۔ کُنَّ ضمیر جمع مؤنث حاضر۔ تم میں سے۔

= وَتَعْمَلْ ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تَعْمَلْ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب، صیغہ تانیث رعایت معنی کے لحاظ سے۔ تَعْمَلْ کا عطف یَقْنُتْ پر ہے۔ اور جو عمل کرے گی۔ وَتَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا اور جو تم میں سے نیک عمل کرے گی!

= نُؤْتِهَا ۔ مضارع جمع متکلم ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جوابِ شرط تو ہم اس کو دیں گے۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔

= اَجْرَھَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر نُؤْتِ کا مفعول۔ اس عورت کا ثواب۔ اس عورت کے عمل کا اجر۔

= مَرَّتَیْنِ ۔ دو مرتبہ۔ دوبار۔ دوچند، دوہرا (دوسروں کی نسبت دوگنا) مِثْلَیْ ثواب غیرھا۔

= اَعْتَدْنَا ۔ ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افتعال) مصدر سے۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے۔ عد مادہ۔ اِعْتَادٌ اصل میں اعداد تھا۔ دال اول کو تاء میں بدل دیا گیا ہے۔ الاعداد (افعال) کے معنی ہیں تیار کرنا۔ مہیا کرنا یہ عَدٌّ سے ہے جیسے سَقْیٌ سے اِسْقَاءٌ ۔ اور اَعْدَدْتُ لَکَ ھٰذَا کے معنی ہیں ۔ میں نے یہ چیز تمہارے لئے تیار کر دی ہے

کہ تم اسے شمار کر سکتے ہو اور جس قدر چاہو حسب ضرورت اس سے لے سکتے ہو۔
اَعَدَّ اور اَعْتَدَ ہم معنی ہیں مثلاً وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ (۹ : ۱۰۰) اور اس نے ان کے لئے باغات تیار کئے ہیں اور وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا (۴ : ۱۸) ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔
اَعْتَدْنَا (اِعْتَادٌ) مادہ ع ت د سے بھی مشتق ہو سکتا ہے اَلْعَتَادُ کے معنی ضرورت کی چیزوں کا ذخیرہ کر لینا ہے اور یہی معنی ہیں اِعْدَادٌ کے اور اَعْتَدْنَا کا عطف نُؤْتِهَا پر ہے۔
= رِزْقًا كَرِيْمًا۔ موصوف وصفت۔ عمدہ نعمت۔ عزت والی روزی۔
صفت موصوف مل کر اَعْتَدْنَا کا مفعول۔ رِزْقٌ سے مراد محض کھانے پینے والی اشیاء ہی نہیں یہ ایک وسیع المعانی لفظ ہے۔ اور ہر قسم کی نعمتوں کو شامل ہے۔
نُؤْتِهَا۔ اَجْرَهَا اور اَعْتَدْنَا لَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اسم موصول مَنْ ہے۔
۳۳ : ۳۲ = يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ۔ يَا حرف ندا۔ نِسَآءَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔
= لَسْتُنَّ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ لَيْسَ سے۔ تم نہیں ہو۔
لَيْسَ فعل ناقص ہے ماضی کا معنی رکھتا ہے ماضی کی پوری گردان بھی آتی ہے لیکن مضارع امر، اسم فاعل، اسم مفعول اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے غیر منصرف کہلاتا ہے۔
دوسرے افعال ناقصہ کی طرح اس کا اسم بھی مرفوع اور خبر منصوب آتی ہے۔
= كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ، عورتوں میں سے کسی ایک کی طرح ای لیس کل واحد منکن کشخص واحدٍ من نسآء عصرکن تم میں سے کوئی ایک اپنے وقت کی عورتوں میں سے کسی ایک کی مانند نہیں ہے (یعنی تم ان سے افضل ہو بوجہ شرف زوجیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)
= اِنِ اتَّقَيْتُنَّ اِنْ حرف شرط ہے اِتَّقَيْتُنَّ ماضی جمع مؤنث حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اگر تم سب پرہیزگاری کرو۔ اگر تم سب ڈرتی رہو۔
= فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ۔ فَا سببیت کا ہے لَا تَخْضَعْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ پس تم نرمی اختیار مت کرو۔ تم ملائمت نہ کرو۔ خُضُوْعٌ مصدر

(باب فتح) نرمی کرنا۔ تواضع اختیار کرنا۔ یہاں مراد بات چیت میں ملائمت اختیار کرنا ہے ای ان استقبلتن احدًا من الرجال فلا تخضعن۔ اگر تم کسی آدمی سے دوچار ہو تو کلام میں نرمی اختیار مت کرو

(ف) اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ جملہ شرطیہ ہے اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ لَسۡتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ جواب شرط ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:
اگر تم نے پرہیزگاری اختیار کی تو تم دوسری عورتوں میں سے کسی دوسری عورت کی مانند نہیں ہو (یعنی اس صورت میں تم اس سے افضل ہوگی)

یا۔ ۲۔ اس جملہ شرطیہ کا جواب: فَلَا تَخۡضَعۡنَ ہے ای ان اردتن التقویٰ فلا تخضعن یعنی اگر تم پرہیزگاری اختیار کرنا چاہو تو پھر (کلام میں) ملائمت اختیار مت کرو۔

= فَيَطۡمَعَ ف تعقیب یا سببیت کا ہے۔ يَطۡمَعَ مضارع واحد مذکر غائب طَمۡعٌ مصدر (باب فتح) مضارع کا نصب بوجہ جواب نہی کے ہے۔ (مبادا) وہ طمع کرنے لگے۔ لالچ کرنے لگے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الذی فی قلبہ موض وہ شخص جس کے دل میں روگ ہے۔

= قُلۡنَ۔ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ قَوۡلٌ مصدر (باب نصر) تم بات کرو، تم کلام کرو،

= قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا۔ القول المعروف الذی لا تنکرہ الشرعیۃ ولا النفوس، قول معروف وہ ہے کہ نہ شریعت ناپسند کرے اور نہ لوگوں کی دل آزاری کا باعث ہو۔

۳۳:۳۳ = وَقَرۡنَ۔ واؤ عطف کا ہے۔ قَرۡنَ۔ قَرَّ يَقَرُّ (باب سمع) قرار سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر۔ قَرۡنَ اصل میں اِقۡرَرۡنَ تھا۔ رآ اول کو حذف کیا اور اس کی فتح ماقبل کو دی قَ کی حرکت سے ہمزہ وصل کی ضرورت نہ رہی لہٰذا اُسے گرا دیا گیا۔ قَرۡنَ ہوگیا۔ تم عورتیں قرار پکڑو یا ٹھہری رہو۔

بعض نے اسے باب ضرب سے لیا ہے اس صورت میں امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر اِقۡرِرۡنَ ہوگا۔ اور قرأت قِرۡنَ ہوگی۔

علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے ابو الفتح ہمدانی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ یہ قَارَ يَقَارُ قَوۡرٌ سے امر ہے قَوۡرٌ کے معنی سمٹنا اور اکٹھا ہونا اور منقطع ہونا کے ہیں

اور القارۃُ اس چھوٹی پہاڑی کو کہتے ہیں جو دوسری پہاڑیوں کے سلسلہ سے علیحدہ ہو الگ تھلگ اور منقطع ہو پس قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ کے معنی ہوئے، تم اپنے گھروں میں ہی رہو اور باہر مت نکلو۔

= لَا تَبَرَّجْنَ فعل نہی جمع مؤنث حاضر۔ تم آرائش و نمائش نہ کرو۔

تَبَرُّجٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی ہیں نمایاں ہونا۔ ابھرنا اور کھل کر سامنے آنا۔ ہر ظاہر اور مرتفع چیز کے لئے عرب لفظ بَرَج استعمال کرتے ہیں بُرج کو بُرج اس کے ظہور اور ارتفاع کی بنا پر ہی کہا جاتا ہے بادبانی کشتی کے لئے بارجہ کا لفظ بھی اسی لئے بولا جاتا ہے کہ اس کے بادبان دور سے نمایاں ہوتے ہیں)۔

ثَوْبٌ مُبَرَّجٌ اس کپڑے کو کہتے ہیں جس پر برجوں کی تصویریں بنی ہوئی ہوں۔ پھر اس میں معنی حسن کا اعتبار کر کے تبرجت المرأۃ کا محاورہ استعمال کرتے ہیں یعنی عورت نے مزین کپڑے کی طرح آرائش کا اظہار کیا۔

بعض کے نزدیک محاورہ کا معنی ہے عورت اپنے قصر سے ظاہر ہوئی۔ پس وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى۔ کا معنی ہوا، جس طرح عورتیں جاہلیت کے پہلے زمانہ میں اظہار تجمل کر کے اپنے محلات سے نکلا کرتی تھیں اسی طرح اب مت نکلو اور زینت نہ دکھاؤ۔

تَبَرَّجْنَ اصل میں تَتَبَرَّجْنَ تھا۔ ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

= اَلْجَاهِلِيَّةِ الْأُولٰى۔ موصوف وصفت، سابق دور جاہلیت، موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ تَبَرُّجَ مصدر (خود نمائی) مضاف، مضاف اور مضاف الیہ مل کر مفعول۔

= اَقِمْنَ فعل امر۔ جمع مؤنث حاضر، اِقَامَةٌ (باب افعال) مصدر، تم قائم کرو۔ تم درست کرو

= اٰتِيْنَ۔ امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر۔ اطاعۃ (افعال) مصدر۔ تم اطاعت میں رہو۔ تم حکم مانو۔

= لِيُذْهِبَ۔ لام تعلیل کا ہے يُذْهِبَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اِذْهَابٌ (افعال) مصدر مضارع کا نصب بوجہ لام تعلیل کے ہے۔ تاکہ لے جائے زائل کر دے۔ دور کر دے۔

= اَلرِّجْسَ۔ ناپاکی۔ گندگی، پلیدی۔ عقوبت، عذاب، اس کی جمع اَرْجَاسٌ ہے۔ اس کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) طبیعت کی جہت سے مثلاً مردار، (۲) شرعی لحاظ سے

مثلاً جوا۔ شراب ، (۳) عقلی جہت سے مثلاً شرک ، (۴) ہر سہ کی رو سے مثلاً مردار،
== اَهْلَ الْبَيْتِ ۔ مضاف مضاف الیہ، اس سے قبل یا رحرفِ ندا محذوف ہے جس کی وجہ سے مضاف منصوب ہے ۔

اھل بیت سے مراد ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں. لیکن لفظ کے عموم میں ازواج نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ بھی ہستیاں داخل ہیں ۔

== يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۔ يُطَهِّرَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل ۔ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (اہل بیت کی طرف راجع ہے) تَطْهِيْرًا مصدر منصوب تاکیداً لایا گیا ہے ۔ اول تو باب تفعیل خود مبالغہ کو متضمن ہے اس پر تاکید مزید کے لئے مصدر منصوب لاکر فعل کی کیفیت کو بدرجہ اتم بیان کیا گیا ہے ۔ یعنی تم کو خوب ہی پاک وصاف کردے اور طہارت کا درجہ کامل واعلیٰ نصیب کردے ۔

۳۳ : ۳۴ == اُذْكُرْنَ ۔ ذِكْرٌ سے امر کا صیغہ جمع مؤنث حاضر (باب نصر) تم یاد کرو مَا اسم موصول ہے اور اذکرن کا مفعول ۔ يُتْلٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ مَا ہے مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ میں مِنْ تبعیض کا ہے مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مراد القرآن ہے وَالْحِكْمَةِ ای ومن الحکمۃ حکمت کی باتیں ۔
ترجمہ یوں ہوگا:

اور تمہارے گھروں میں جو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں ان کو یاد رکھو (اور مت بھولو)

اذکرن سے مراد اذکرن للناس بھی ہوسکتا ہے یعنی خود بھی عمل کرو اور دوسروں تک بھی اسے پہنچاؤ۔

== لَطِيْفًا (بہت باریک بین، صفت مشبہ کا صیغہ ہے)
== خَبِيْرًا ۔ (بہت خبر والا ۔ صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں بوجہ كَانَ کی خبر کے منصوب ہیں

۳۳ : ۳۵ == الْقٰنِتِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر قَانِتٌ واحد قٰنِتٰتٍ جمع مؤنث، قُنُوْتٌ سے اطاعت گزار ۔ فرمانبردار۔

== اَلْخٰشِعِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر، خُشُوْعٌ سے فروتنی کرنے والا ۔ عاجزی کرنے والے خشوع خضوع کرنے والے ۔ ڈرنے والے ۔ خَاشِعٌ واحد خٰشِعٰتٌ جمع مؤنث۔
== اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَلْمُتَصَدِّقُ واحد ۔ المتصدّقٰتِ جمع

مونث، خیرات یا صدقہ دینے والے۔ مرد (عورتیں)

== اَلصَّائِمِیْنَ۔ روزہ دار، روزہ رکھنے والے اسم فاعل جمع مذکر صَوْمٌ سے۔

اَلصَّائِمٰتِ۔ اسم فاعل جمع مونث۔

== اَلْحٰفِظِیْنَ جمع مذکر اسم فاعل نگہبانی کرنے والے۔ حفاظت کرنے والے ۔نگرانی کرنے والے۔ حِفْظٌ سے حَافِظٌ واحد حٰفِظٰتٌ جمع مونث

== فُرُوْجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی شرم گاہیں۔ فَرْجٌ واحد فَرَجَ یَفْرِجُ فَرْجًا (باب ضرب) کشادہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا۔ دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کو بھی فرج کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں دوسری جگہ ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰: ۶) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ فرج بمعنی شرم گاہ کنایہ کے طور پر بولا جاتا ہے، اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

== وَالْحٰفِظٰتِ ای والحفظت فروجهن۔

== اَعَدَّ اللّٰهُ۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ اَعَدَّ یُعِدُّ اِعْدَادٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

۳۶:۳۳ == مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ۔ مومن مرد کا حق نہیں ہے۔ مومن مرد کے لئے یہ درست نہیں ہے۔

== قَضٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب، قَضَاءٌ وقَضَاءٌ مصدر۔ قولاً یا عملاً کسی کام کا فیصلہ کر دینا۔ اس کی چار اقسام ہوسکتی ہیں۔

۱:۔ قضاء قولی الٰہی۔

۲:۔ قضاء قولی البشری،

۳:۔ قضاء عملی الٰہی، قضاء ارادی الٰہی بھی ہوسکتا ہے

۴:۔ قضاء عملی البشری،

۱:۔ قضاء قولی (الٰہی) کی مثال: وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ (۲۳:۱۷) اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۲:۔ قضاء قولی البشری کی مثال قَضَى الْحَاكِمُ بِكَذَا۔ حاکم نے فلاں فیصلہ کیا۔

۳:۔ قضاء عملی (الٰہی) کی مثال: وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ (۴۰: ۲۰) اور خدا سچائی کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے

اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔

۴:۔ قضاء عملی (بشری) فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ (۲: ۲۰۰) پھر جب تم حج کے تمام ارکان پورے کر چکو!

اور بعض نے اس کی مندرجہ ذیل تین صورتیں تصور کی ہیں!

مثلاً (۱۷: ۲۳) نمبر ۱، مندرجہ بالا۔ (ب) بمعنی الخبر مثلاً وَقَضَيْنَا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ (۱۷: ۴) اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ خبر کردی تھی کہ تم ملک میں دو بار بڑی خرابی پیدا کروگے۔

(ج) صفۃ الفعل اذا تم: فعل کی صفت جب اس فعل کو ختم کردیا جائے یا اس کے متعلق آخری فیصلہ کردیا جائے۔ مثلاً فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ (   ) پھر دو روز میں اس نے سات آسمان بنا دیئے (صلات کے اختلاف اور سیاق کی مناسبت سے مختلف معانی مراد ہوتے ہیں)۔

اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دے۔

= اَلْخِيَرَةُ۔ اختیار۔ خَارَ يَخِيْرُ کا مصدر ہے (باب ضرب) انتخاب کرنا۔ دو چیزوں میں سے ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار ہونا۔ الخیرۃ مؤنث غیر حقیقی ہے لہٰذا اس کا فعل یکونُ (بصیغہ مذکر) آیا ہے۔ گو بعض قراتوں میں تکون (تاء تانیث کے ساتھ بھی آیا ہے)۔

= لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ہے جو مؤمن و مؤمنۃ کی طرف راجع ہے۔ چونکہ مؤمن اور مؤمنۃ سے مراد (جملہ مؤمنین (مؤمنین مؤمنات) ہیں اس لئے معنی کی رعایت سے جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

= اَمْرِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا حکم، ان کا فیصلہ۔ ان کا معاملہ۔ هُمْ ضمیر کا مرجع اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جمع کا صیغہ تعظیماً لایا گیا ہے جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا:

جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا فیصلہ فرما دیں تو کسی مؤمن مرد یا مؤمن عورت کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کے فیصلہ میں اپنی مرضی سے کام لیں۔ یا اپنا اختیار استعمال کریں۔

= مَنْ شرطیہ ہے۔ يَعْصِ مضارع مجزوم (اصل میں يَعْصِيْ تھا۔ مَنْ شرطیہ کی وجہ سے یَ ساقط ہوگئی) صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَنْ يَّعْصِ۔ جو نافرمانی کرے گا۔ عِصْيَانٌ

مصدر (باب ضرب)

= فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔ میں ف سببیت کے لئے ہے قد حرف ہے اور ماضی پر آکر اُسے ماضی قریب کے معنوں میں کر دیتا ہے۔ نیز ماضی کے ساتھ یہ تحقیق کے معنی دیتا ہے ضَلٰلًا یہ ضَلَّ کا مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے لایا گیا ہے!

مُبِيْنًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِبَانَةٌ مصدر سے۔ بین مادہ صریح۔ ظاہر۔ ظاہر کرنیوالا۔ کھول دینے والا۔ یہاں ضَلٰلًا کی صفت میں آیا ہے اور موصوف کی مناسبت سے منصوب ہے۔ تو وہ بے شک صریح گمراہی میں مبتلا ہوگیا۔

۳۳ ، ۳۷ ـــــ اِذْ تَقُوْلُ۔ یہ خطاب حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای اُذْكُرْ وَقْتَ قَوْلِكَ۔ وہ وقت یاد کرو جب تو نے کہا!

= اَلَّذِیْ۔ اسم موصول ہے (مراد یہاں حضرت زید بن حارثہ ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کو آپ نے متبنّٰی بنایا تھا اور جن کے ساتھ آپ نے اپنی پھوپھی زاد حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ جو بعد میں بوجہ اختلاف طبائع ودیگر وجوہ آپس میں علیحدگی پر منتج ہوا۔

ان حضرت زینب کو بعد میں بمنشائے ایزدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجیت میں داخل فرمایا)

= اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے احسان فرمایا (کہ حضرت زینب زید بن حارثہ کو غلامی سے آزاد کرایا۔ اسلام کی توفیق عطا فرمائی اور خصوصًا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت حاصل کرنے کی توفیق دی)

= اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ۔ جس پر تو نے بھی احسان کیا (کہ ان کو اپنی قربت میں لیا۔ ان کو اپنا متبنّٰی قرار دیا۔ اور ان پر خصوصی احسانات فرمائے اور احسن طور پر اس کی تربیت فرمائی اور سب سے بڑھ کر احسان یہ کر ان کا نکاح اپنے خاندان کی اور قریبی معزز خاتون سے کرا دیا)

= اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ (یہ وہ فرمان ہے جو حضرت زید سے آپ نے فرمایا)

اَمْسِكْ اِمْسَاكٌ سے فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو روک رکھ۔ اپنے پاس اپنی بیوی کو) یعنی اسے طلاق نہ دے۔

اِتَّقِ۔ اِتِّقَاءٌ (باب افتعال) سے فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو ڈر۔ مادہ وقی۔

= وَ تُخْفِیْ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف تَقُوْلُ پر ہے (یہ اللہ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے) اور تو چھپاتا ہے اور تو مخفی رکھتا ہے۔ یا چھپائے ہوئے ہے۔ مخفی رکھے ہوئے ہے۔

= مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ۔ مَا موصولہ ہے مُبْدِیْ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مضاف الیہ ہے اِبْدَاءٌ (افعال) مصدر، جس کو اللہ تعالیٰ عنقریب ظاہر فرمانے والا ہے۔

مَا موصول سے کیا مراد ہے مفسرین نے اس کی وضاحت میں حضرت علی بن الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول سے اتفاق کیا ہے والمراد بالموصول: مَا اوحی اللہ تعالیٰ بہ الیہ ان زینب سیطلقہا زید ویتزوجہا بعدہٗ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ مَا اسم موصول سے مراد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف وہ وحی ہے کہ زید عنقریب زینب کو طلاق دیدیں گے اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔

حضرات قاضی عیاض، زہری، ابوبکر العلار، قاضی ابوبکر بن العربی رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر متفق ہیں۔

اس وحیِ الٰہی کے باوجود قدرتی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ تھا کہ چونکہ یہ نکاح عرفِ عام اور رواج کے خلاف ہوگا۔ اور اہل قوم و قبیلہ طنز کریں گے کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرلیا۔ اسی کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ لوگوں سے مت ڈریئے ان سے کہیں زیادہ حقدار اللہ ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

= وَتَخْشَی النَّاسَ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَخْشٰی مضارع واحد مذکر حاضر خَشْیَۃٌ مصدر (باب سمع) تو ڈرتا ہے

= اَنْ تَخْشٰهُ میں اَنْ مصدریہ ہے تَخْشٰهُ تو اس سے ڈرے۔

وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔

= قَضٰی مِنْهَا وَطَرًا۔ قَضٰی کے لئے ملاحظہ ہو ۳۳: ۳۶ مذکورہ بالا۔

= وَطَرًا۔ اسم مفرد۔ حاجت، ضرورت اَوْطَارٌ جمع۔ (جب) زید نے اس سے (یعنی حضرت زینب سے) اپنی حاجت کو ختم کرلیا۔ یعنی جب زید کا زینب سے کوئی تعلق نہ رہا یعنی اس نے

طلاق دیدی اور مدتِ عدت بھی ختم ہو گئی۔ قضاء وطر کا اطلاق اس صورت میں ہوتا ہے جب کوئی بھی واسطہ فریقین میں باقی نہ رہے۔ اور یہ صورت تبھی وقوع پذیر ہوتی ہے جب طلاق پر مدتِ عدت بھی گذر جائے۔

= زَوَّجْنٰكَهَا۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم كَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اول۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول ثانی۔ ہم نے وہ تیرے نکاح میں دیدی۔

= حَرَجٌ مضائقہ، تنگی، گناہ، حرج۔

= فِيْ۔ سے یہاں مراد فی حق تزوج۔ زوجیت میں لینے کے حق کے متعلق۔

= اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ. اَدْعِيَاء دَعِيٌّ (بروزن فعیل) کی جمع ہے بمعنی مفعول: دَعْوٌ (ناقص واوی) سے ہے۔ دَعِيٌّ بمعنی مَدْعُوٌّ جس کو پکارا گیا ہو۔ یعنی جس کو بیٹا کہہ کر پکارا گیا ہو۔ منہ بولا بیٹا۔ لے پالک۔

اَدْعِيَآئِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَزْوَاجِ مضاف کا مضاف الیہ۔

فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ ان کے لے پالک بیٹوں کی بیویوں کو زوجیت میں لینے کے بارہ میں۔

= اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ۭ جب وہ (لے پالک) اپنی بیویوں سے بالکل قطع تعلق کرلیں (یعنی طلاق دیدیں اور پھر مدت عدت بھی گذر جائے تاکہ رجوع کا امکان بھی باقی نہ رہے۔

= وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا (یہ تھا اللہ تعالیٰ کا حکم کہ لے پالک بیٹوں کی بیویوں سے نکاح جائز ہے) اور اللہ کا (یہ حکم) پورا ہو کر (ہی) رہنے والا تھا۔

۳۳ : ۳۸ = فَرَضَ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَرْضٌ مصدر (باب ضرب) اَلْفَرْضُ کے معنی سخت چیز کو کاٹنے اور اس میں نشان ڈالنے کے ہیں۔ مثلاً لکڑی کاٹنا یا لکڑی چھید کرنا۔ قرآنی اصطلاح میں اس کے کئی معنی آئے ہیں۔

۱: مقرر کرنا۔ معین کرنا۔ مثلاً وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً (۲ : ۲۳۷) لیکن تم ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو۔

۲: کسی چیز کا کسی پر واجب کرنا۔ (اگر مفعول دائم پر عَلٰى آئے) مثلاً اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ (۲۸ : ۸۵) (اے پیغمبر) جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے یعنی اس پر عمل کرنا تجھ پر لازم کیا ہے۔

۳:- عزم کرنا۔ اپنے اوپر لازم کرلینا۔ مثلاً فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (۲:۱۹۷) اوران میں جو کوئی اپنے اوپر حج لازم کرے تو پھر حج کے دنوں میں نہ عورتوں سے اختلاط کرے نہ کوئی بُرے کام کرے اور نہ کسی سے جھگڑے

(۴):- کسی چیز سے بندش دور کرنا اور اسے مباح کر دینا۔ اجازت دینا (بشرطیکہ اس کے بعد لام آئے) مثلاً آیۂ ہذا مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ (۳۳:۳۸) جس چیز کی اللہ تعالیٰ نے نبی کریم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو اجازت دیدی یعنی اس پر سے بندش دور کر کے اسے مباح کردیا اس کے کرنے میں نبی کو کوئی مضائقہ نہیں۔

روح المعانی میں: فيما فرض الله له معنی کئے ہیں قسم لنا۔ اس کے لئے مقرر کر دیا اور لکھا ہے ومنه فروض العسا کر اور اسی سے ہے فوج کی تنخواہیں مقرر کرنا۔

مارماڈیوک پکتھال نے ترجمہ کیا ہے

وہ جسے اللہ نے اس کا حق مقرر کر دیا ہے!

آیۂ شریفہ قَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ (۶۶:۲) میں بھی فَرَضَ لَ اجازت دینے کے معنی میں آیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی قسموں کا کفارہ ادا کر کے ان کی پابندیوں سے خلاصی کی اجازت دیدی ہے۔

فرائض اللہ سے مراد وہ احکام ہیں جن کے متعلق قطعی حکم دیا گیا ہے۔

= سُنَّةَ اللَّهِ۔ ای سن اللہ تعالیٰ ذلك سنة یہ اللہ کا مقرر کردہ طریقہ ہے سُنَّةَ منصوب۔ فعل مقدر کا مصدر ہے۔

= خَلَوْا۔ خَلَا يَخْلُو خُلُوًّا (باب نصر) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ خَلَوْا وہ گذر چکے۔ وہ ہوچکے۔ ضمیر جمع مذکر غائب اسم موصول الذین کی طرف راجع ہے مراد پیغمبران علیہم السلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے گذر چکے تھے۔ ای من قبلك من الانبیاء علیہم السلام یعنی یہی سنت انبیاء سابقہ کی تھی کہ انہیں جس امر کی اجازت ہوتی وہ بلا تامل کر گذرتے۔

= قَدَرًا مَّقْدُورًا۔ قَدَرًا سے مراد کسی چیز کی ماہیت کے متعلق ارادہ ازلی۔ مَقْدُورًا کو قَدَرٌ کی صفت میں تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جیسے قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا (۴:۵۷) اور ان کو ہم گھنے سائے میں داخل کریں گے۔

قَدَرًا مَّقْدُورًا ایسا اندازہ شدہ امر کہ اس کے کسی پہلو، کسی مصلحت، کسی ضرورت کو نظر انداز

نہیں کیا گیا۔ جملہ کا مطلب ہوگا۔ اور اللہ کا حکم خوب تجویز کیا ہوا ہوتا ہے۔

۳۳:۳۹ == اَلَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ...... اِلَّا اللّٰهَ یہ اَلَّذِیْنَ خَلَوْا کی صفت ہے یُبَلِّغُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب بمعنی کَانُوْا یُبَلِّغُوْنَ۔ تَبْلِیْغٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پہنچایا کرتے تھے۔ (اللہ کے احکام)

== یَخْشَوْنَهٗ۔ مضارع جمع مذکر غائب ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ اللّٰه کی طرف راجع ہے!

اور وہ اسی سے ڈرتے تھے خَشْیَةٌ مصدر (باب سمع)

== رِسٰلٰتِ۔ رِسَالَةٌ کی جمع ہے پیغامات۔ احکامات۔

== كَفٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ (باب ضرب) كَفٰى ماضی کا صیغہ مراد استمرار ہے كِفَایَةٌ مصدر۔ اسم۔ اس کے معنی وہ چیز جو ہر ضرورت پوری کردے اور اس کے بعد کسی کی حاجت نہ رہے۔ کافی ہے۔

== حَسِیْبًا حساب لینے والا۔ حساب کرنے والا۔ حِسَابٌ مصدر بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔

۳۳:۴۰ == اَبَا اَحَدٍ، رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ میں اَبَا۔ رَسُوْلَ۔ اور خَاتَمَ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے ہیں۔

۳۳:۴۲ == سَبِّحُوْهُ۔ سَبِّحُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللّٰه ہے۔ اس کی تسبیح کرو! اس کی پاکی بیان کرو۔

== بُكْرَةً۔ دن کا اول حصہ۔ صبح۔ اسی رعایت سے نوجوان گائے جس نے ابھی بچھڑا نہ دیا ہو اسے بِكْرٌ کہتے ہیں۔ لَا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ (۲:۶۸) نہ تو بوڑھی ہو اور نہ بچھڑی۔ دوشیزہ۔ کنواری کو بھی بکر کہا جاتا ہے جیسے اِنَّا اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا (۵۶:۳۶) ہم نے ان حوروں کو پیدا کیا تو ان کو کنواریاں بنایا۔

== اَصِیْلًا۔ اَلْاَصِیْلُ وَالْاَصِیْلَةُ کے معنی عصر اور مغرب کا درمیانی وقت ہے، یعنی شام۔ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا صبح و شام۔ اسی طرح بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (۷:۲۰۵) صبح اور شام اٰصَالٌ اَصِیْلٌ کی جمع ہے۔

بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں۔

۳۳:۴۳ == هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ میں هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللّٰه ہے یُصَلِّیْ۔ صَلّٰى یُصَلِّیْ تَصْلِیَةٌ (تفعیل) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے

صلو مادہ سے مشتق ہے الصَّلٰوۃُ کے معنی دعا دینے تحسین وتبریک کرنے کے ہیں چنانچہ محاورہ ہے صَلَّیتُ عَلَیہِ میں نے اسے دعا دی، نشوونما دی اور بڑھایا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَصَلِّ عَلَیہِم اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُم (۹: ۱۰۳) اور (اے رسول) آپ ان کے حق میں دعا کریں آپ کی دعا ان کے حق میں باعث تسکین ہے اسی طرح فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ کے معنی دعا و استغفار ہی آتے ہیں لیکن اللہ کی طرف سے مسلمانوں کے لئے دعا کرنا کے معنی ہیں نشوونما دینا۔ بڑھانا۔ خیروبرکت عطا کرنا۔ چنانچہ آیت شریفہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ علی النَّبِیِّ یٰاَیُّہَا الَّذِینَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیہِ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا (۳۳: ۵۶) بے شک اللہ تعالیٰ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اپنی برکت اور رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے نبی علیہ السلام پر خدا کی رحمت اور برکت کی دعا کرتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی ان کے لئے اللہ سے رحمت اور برکت کی دعا کیا کرو، اور خوب سلام بھیجا کرو، میں یہی معنی ہیں۔

الصَّلٰوۃ (نماز) بھی (چونکہ دعا پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے اسے صلوٰۃ کہا جاتا ہے اور یہ تسمیۃ الشئ باسم الجزء کے قبیل سے ہے یعنی کسی چیز کو اس کے ضمنی مفہوم کے نام سے موسوم کرنا۔

ھُوَ الَّذِی یُصَلِّی عَلَیکُم وَمَلٰئِکَتُہٗ کے معنی ہوئے:

وہ (اللہ) ایسی ذات ہے کہ تم پر اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل کرتا رہتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تمہارے لئے اللہ سے دعا کرتے رہتے ہیں۔

= لِیُخرِجَکُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّورِ۔ میں لام تعلیل کا ہے، خدا کی رحمتیں اور اس کے فرشتوں کی دعائیں اس لئے ہوتی ہیں کہ تمہیں (ظلم وعصیان کی) تاریکیوں سے نکال کر (دین وایمان کے) نور کی طرف لے آئے۔

۳۳: ۴۴ = تَحِیَّتُہُم۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا سلام، ان کی دعائے خیر، ان کی دعائے زندگی۔ یہ حیاۃ سے ماخوذ ہے حَیَّ یُحَیِّی تَحِیَّۃٌ (باب تفعیل) مصدر۔ سلام کہنا، دعائے حیات کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا جَآءُوکَ حَیَّوکَ بِمَا لَم یُحَیِّکَ بِہِ اللّٰہُ (۵۸: ۸) اور وہ جب آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے الفاظ میں سلام کرتے ہیں کہ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام نہیں کیا۔

تحیّۃ کے معنی کسی حیاک اللہ کہنے کے ہیں یعنی اللہ تجھے زندہ رکھے۔ حَیَّاکَ اللّٰہُ اصل میں جملہ خبریہ ہے لیکن دعا کے طور پر استعمال ہوتا ہے لہذا التحیۃ کے معنی دعائے حیات کے ہوتے ہیں پھر ہر دعا کے لئے آنے لگا اور سلام کے معنی دینے لگا۔ اس کی جمع تَحِیَّاتٌ و تَحَایَا (سلام وتعظیم) ہے۔

== يَوۡمَ۔ مفعول فیہ۔ (ظرف زمان)
== يَلۡقَوۡنَهٗ وہ اس سے ملیں گے (یعنی اللہ رب العزت سے قیامت کے روز ملاقی ہوں گے)
تَحِيَّتُهُمۡ يَوۡمَ يَلۡقَوۡنَهٗ سَلٰمٌ۔ تَحِيَّتُهُمۡ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء۔
سَلٰمٌ خبر۔ یوم یلقونہ متعلق خبر۔ جس دن وہ اپنے اللہ سے ملاقی ہوں گے تو السلام علیکم کہہ کر ان کا خیر مقدم کیا جائے گا۔
== اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب اس نے تیار کر رکھا ہے۔
== اَجۡرًا كَرِيۡمًا۔ موصوف وصفت (معزز صلہ۔ باعزت اجر) مل کر اَعَدَّ کا مفعول۔
۳۳: ۴۵ == شَاهِدًا۔ بطور گواہ کے۔ مُبَشِّرًا المؤمنون کو جنت کی خوشخبری دینے والے نَذِيۡرًا کافروں کو دوزخ کی آگ سے ڈرانے والے کے دَاعِيًا لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے والا سِرَاجًا مُّنِيۡرًا بطور ایک روشن چراغ کے۔ جس کے نور ہدایت سے ہر کوشش کرنے والا سیدھی راہ پا سکے۔
سب بوجہ حال ہونے کے منصوب ہیں۔
== سِرَاجًا مُّنِيۡرًا۔ ترکیب توصیفی ہے۔ السراجُ کے معنی ہیں وہ چیز جو تیل اور بتی سے روشن ہوتی ہے (مراد چراغ)، مجازاً ہر روشن چیز کو سراج کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلَ الشَّمۡسَ سِرَاجًا (۷۱: ۱۶) اور اس نے سورج کو چراغ (کی مانند روشن) بنایا۔
== مُنِيۡرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سِرَاجًا کی صفت ہو کر موصوف کی رعایت سے منصوب آیا ہے۔ یہ انارۃ (افعال) مصدر (مادہ نور) سے ہے۔
باب افعال کا ابتدائی ھمزہ کبھی متعدی بنانے کے لئے آتا ہے اور کبھی صاحب ماخذ ہونے کو ظاہر کرتا ہے مثلاً اَشۡرَكۡتُ النَّعۡلَ میں نے جوتی شراک دار (تسمہ والی) بنائی۔ اسی لئے اَنَارَةٌ کے معنی روشن کرنا بھی ہے اور روشنی والا بھی۔ اسی بناء پر منیرًا کے معنی ہوئے خود روشن اور دوسروں کو روشن کرنے والا بھی۔
اور سِرَاجًا مُّنِيۡرًا۔ ایسا چراغ جو خود بھی روشن ہو اور دوسروں کو روشن کرنے والا بھی ہو۔
اسی سلسلہ میں صاحب ضیاء القرآن نے مولانا ثناء اللہ پانی پتی کا حوالہ نقل کیا ہے:۔
انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان بلسانہ داعیًا الی اللہ تعالیٰ وبقلبہ وقالبہ کان مثل السراج یتلون المؤمنون بالوانہ ویتنورون بانوارہ۔ یعنی حضور اپنی زبان فیض ترجمان سے تو داعی تھے اور اپنے قلب مبارک اور قالب منور کی وجہ سے سراج منیر

تھے اہل ایمان اس آفتاب کے رنگوں میں رنگے جاتے تھے اور اس کے انوار سے درخشاں وتاباں ہوتے ہیں
تفسیر ماجدی میں ہے کہ:۔
مفسرین قدیم نے لکھا ہے کہ بجائے آفتاب کے چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ ہے کہ نور آفتاب گو تیز وقوی ہوتا ہے لیکن اس کا فیضان ضعیف ہے اپنا سا کسی کو نہیں بنا سکتا بخلاف اس کے چراغ سے صدہا ہزارہا چراغ جلتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فیضان رسُول سے قیامت تک امت میں اولیار وابرار ہوتے رہیں گے۔

۳۳: ۴۷ == وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ واو عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فراقب احوال امتك (اپنی امت کے احوال کی نگہداشت فرمائیے اور ایمان لانے والوں کو خوشخبری سنائیے)

اَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۔ فضلًا كبيرًا موصوف وصفت مل کر اسم اَنَّ لَهُمْ خبر مِنَ اللّٰهِ خبر کا متعلق۔ اَنَّ اپنے اسم اور خبر دونوں سے مل کر بتاویل مفرد مصدر ہے۔ ترجمہ ہوگا:
اور آپ مومنوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل کبیر کی بشارت دیجئے۔

مثال:۔ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۶۵: ۱۲) تاکہ تم کو ہر شی پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کا علم ہو جائے۔ یا ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (۵: ۹۷) یہ اس لئے کہ زمین و آسمان میں ہر شے کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علم کا تم کو یقین ہو جائے۔ یا بَلَغَنِيْ اَنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔ مجھ کو زید کے قیام کی خبر پہنچی۔

فَضْلًا كَبِيْرًا۔ بہت بڑا فضل۔ اس کی تعریف اور جگہ یوں کی گئی ہے:۔
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔ (۴۲: ۲۲) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں ہوں گے اور جس چیز کو بھی چاہیں گے ان کے پروردگار کے پاس انہیں ملے گی۔ بس یہی تو فضل کبیر ہے (بہت بڑا انعام)

۳۳: ۴۸ == لَا تُطِعْ فعل نہی۔ واحد مذکر حاضر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنا نہ مان۔ اِطَاعَةٌ مصدر
== دَعْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو چھوڑ دے۔ وَدْعٌ مصدر۔ (مثال واوی۔
== اَذٰىهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا ستانا۔ ان کی ضرر رسانی۔ اَذًى ہر وہ ضرر یا ایذار جو کسی جاندار کی روح یا جسم کو پہنچے خواہ وہ ضرر دنیوی ہو یا اخروی۔ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (۲: ۲۶۴) اپنے صدقوں کو احسان (جتا کر) اور اذیت

(پہنچا کر) باطل نہ کرو۔
= كَفٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (باب ضرب) كفاية مصدر۔ وہ کافی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۳:
۳۹) مذکورہ بالا۔
= وَكِيْلًا۔ وَكْلٌ سے صفت مشبہ ہے منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا
اور اللہ کافی ہے از روئے کارساز ہونے کے۔ بطور کارساز اللہ ہی کافی ہے۔
۳۳: ۴۹ = اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ تَمَسُّوْا فعل مضارع منصوب (بوجہ
عمل اَنْ، سقوط نون اعرابی) جمع مذکر حاضر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب مِنْ قَبْلِ
اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ۔ پیشتر اس کے کہ تم ان کو چھوؤ یا ہاتھ لگاؤ۔ مَسٌّ مصدر (باب سمع) اَنْ
تَمَسُّوْهُنَّ مضاف الیہ ہے اور قَبْلِ اس کا مضاف ہے۔
= فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ۔ لَكُمْ تمہارے لئے عَلَيْهِنَّ ان کے ذمہ۔ تو تمہارے لئے ان پر
(عدت گذارنا) ضروری نہیں رہے۔
= تَعْتَدُّوْنَهَا۔ تَعْتَدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِعْتِدَادٌ (افتعال) مصدر (کہ)
تم اس کو شمار کرو۔ (کہ) تم اس کی گنتی پوری کراؤ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب عدۃ کے لئے ہے
= فَمَتِّعُوْهُنَّ۔ ف ترتیب کا ہے مَتِّعُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمْتِيْعٌ (باب
تفعیل) مصدر۔ تم متع دو، تم کچھ مال متاع دو۔
= سَرِّحُوْهُنَّ سَرِّحُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔
تَسْرِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ تم ان عورتوں کو رخصت کرو۔ تم ان عورتوں کو چھوڑ دو۔ (نیز ملاحظہ ہو
۳۳: ۲۸) مذکورۃ الصدر۔
۳۳: ۵۰ = اَحْلَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ اِحْلَالٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے حلال کر دیا۔
= اٰتَيْتَ۔ اِيْتَاءٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو نے دیا۔ تو نے ادا کر دیا۔
= اُجُوْرَهُنَّ اَجْرٌ کی جمع مضاف هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ان عورتوں
کا حق۔ ان کا مہر۔
= وَمَا مَلَكَتْ میں واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف احللنا پر ہے ای وَاَحْلَلْنَا لَكَ مَا
مَلَكَتْ ..... اور حلال کر دی ہیں ہم نے تجھ پر ......
= مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ میں ما موصولہ ہے جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملک میں ہے یعنی کنیزیں
= مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ اور مَا سے۔ یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے اور مَا موصولہ۔ اس میں سے جو

== اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ ۔ اَفَاءَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے لوٹایا ۔ اس نے ہاتھ لگوایا ۔ اس نے فئے میں عطا کیا ۔ اَلْفَیْئُ وَالْفَیْئَۃُ کے معنی اچھی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (۴۹: ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے ۔ اور جو مال بحالت جنگ کفار سے بزور شمشیر حاصل کیا جائے وہ مال غنیمت ہے اور جو مال غنیمت بلا مشقت حاصل ہو وہ فئے کہلاتا ہے مِمَّآ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ جو اللہ تعالیٰ نے تجھے فئے میں دلوائیں ۔

فائدہ :۔ آیۃ ہٰذا میں عَمّ (جمع اعمام) اور خال (جمع اخوال) واحد آیا ہے اور عَمّٰتِ (واحد عَمَّۃ) اور خٰلٰتِ (واحد خالۃ) جمع آیا ہے ۔ حالانکہ عرب ہمیشہ جمع کے مقابلے میں جمع لاتے ہیں ۔ سو جاننا چاہئے کہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جس مصدر میں ھاء نہ ہو وہ اسم جنس کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور اس کا استعمال واحد ، تثنیہ ، جمع تینوں صورتوں میں جائز ہے ۔ مثلاً خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) یہی حال ایسے اسماء کا ہے جو ان مصادر کے وزن پر ہوں اور جن میں ھاء نہیں ان کا اسم جنس کے طور پر استعمال جائز اور مستحسن ہے ۔

چونکہ العَمّ الضمّ (مصدر) کے وزن پر ہے اور الخال ۔ القال کے وزن پر ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن ہے اس کے برخلاف العمۃ اور الخالۃ میں ھاء ہے اس لئے ان کا استعمال بطور اسم جنس مستحسن نہیں ۔ (روح البیان)

== وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً ۔ موصوف وصفت ایک مومن عورت ۔

واؤ عاطفہ ہے وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً معطوف ہے اس کا عطف اَحْلَلْنَا پر ہے یا یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای واحللنا لك امراۃً مُّؤْمِنَةً اور ہم نے حلال کر دی وہ مومن عورت جو ....

== اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ شرطیہ ہے وَهَبَتْ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ هِبَةٌ (فتح) مصدر ہے ۔ اس عورت نے بخشا ۔ اگر وہ عورت اپنے آپ کو بلا مہر نکاح کے لئے نبی کو دے دے ۔

اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا ۔ اِنْ شرطیہ اَنْ مصدریہ ۔ یَسْتَنْكِحَهَا (باب استفعال) وہ اس کے نکاح کی طلب کرے) یہاں بمعنی اَنْ ینکحھا (باب ضرب) وہ اس سے

(یہ دوسری شرط ہے۔ یعنی اول یہ کہ خود عورت اپنے آپ کو نبی کی زوجیت میں بلا حق مہر دینا چاہے اور دوسری شرط یہ کہ خود نبی بھی اسے اپنے نکاح میں لینا چاہے)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رعایت سے استفادہ نہیں فرمایا بلکہ ہر ایک کا مہر ادا کیا!

= خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ: (یہ اجازت صرف آپ کے لئے ہے دوسرے مومنوں کے لئے نہیں۔

= قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ .

قَدْ تحقیق کے معنی دیتا ہے مَا موصولہ ہے فی بمعنی متعلق۔ لفظی ترجمہ جملہ کا یوں ہوگا!

تحقیق ہمیں معلوم ہے جو (احکام و حقوق) ہم نے (مومنوں پر) ان کی بیویوں کے متعلق اور ان کی کنیزوں کے متعلق عائد کئے ہوئے ہیں۔

یہ جملہ معترضہ ہے درمیان (خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) کے اور درمیان لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ کے اور كَيْلَا بیان سابق سے متعلق ہے یعنی دیگر مومنوں کے لئے یہ احکام کردہ چار سے زیادہ بیویاں نہیں کر سکتے۔ نہ مہر کے بغیر نکاح باندھ سکتے ہیں و دیگر حقوق زوجیت (ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرنا۔ وقت، توجہ میں یکسانیت وغیرہ کی بندش) کے متعلق احکام جو ہم نے عائد کئے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

یہ خصوصی مراعات اس لئے ہم نے عطا کی ہیں لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو (اور آپ کے پیغمبرانہ مقاصد و مصالح کی تکمیل و تحصیل میں کوئی حرج واقع نہ ہو)

= لِكَيْلَا يَكُوْنَ۔ تاکہ ایسا نہ ہو۔

لام تعلیل کا ہے کَیْ یہاں ناصب مضارع ہے اور معنی و عمل میں اَنْ مصدریہ کی طرح ہے!

يَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل کَیْ ہے۔

= غَفُوْرًا (مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِيْمًا (مبالغہ کا صیغہ بڑا مہربان نہایت رحم والا) دونوں کَانَ کی خبر ہیں لہٰذا منصوب ہیں۔

۳۳:۵۱ = تُرْجِيْ۔ مضارع واحد مذکر حاضر اِرْجَاءٌ (افعال) مصدر، تو ڈھیل دیوے، تو پیچھے رکھے۔ ر ج و۔ مادہ۔ اَرْجٰی يُرْجِيْ کسی معاملہ کو مؤخر کرنا۔ اَرْجِ فعل امر۔ تو مؤخر کر۔ تو ٹال دے۔ تو تاخیر کر۔ تو التواء میں رکھ۔ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ (۷: ۱۱۱) وہ بولے اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دو۔

الاتقان میں اس کے معنی دیئے ہیں: تُرْجِيْ ای تُؤَخِّرُ (پیچھے ڈال دو، علیحدہ کر دو)

روح المعانی میں ہے کہ :۔

ای تؤخر من تشآء من نسائك و تترك مضاجعتها اپنی بیویوں سے جس کو چاہو علیحدہ رکھو اور اس کے ساتھ لیٹنے کو ترک کردو۔

= تُؤْوِیْ اِلَیْكَ ۔ مضارع واحد مذکر حاضر اِیْوَاءٌ (افعال) مصدر تو جگہ دیتا ہے تو جگہ دیگا اوی مادہ ۔ اوٰی ...... الی البیت ۔ گھر میں ٹھکانہ دینا ۔ گھر میں اتارنا ۔ تُؤْوِیْ اِلَیْكَ تو اپنے پاس جگہ دے تُضَاجِعُهَا ۔ اس کو اپنے ساتھ لٹا۔

= وَ مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ میں مَنْ شرطیہ ہے اور مَنِ ابْتَغَیْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكَ جواب شرط ہے ۔ یعنی جن بیبیوں کو آپ نے علیحدہ کر دیا ہوا ہے ان میں سے کسی کو اگر آپ طلب کریں تو آپ پر کوئی مضائقہ نہیں ۔

= ذٰلِكَ ای تفویض الامر الی مشیئتك اس امر کا آپ کی مرضی اور صوابدید پر چھوڑ دینا ۔ یعنی کسی بیوی کو مضاجعت سے دور رکھنا یا مضاجعت کے لئے طلب کرنا یا جن سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہو ان میں سے کسی کو دوبارہ طلب کرلینا ۔

= اَدْنٰی ۔ دنی مادہ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے ۔ اگر یہ دَانٍ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے تو اس صورت میں اس کے معنی اَقْرَبُ یعنی زیادہ قریب، زیادہ نزدیک کے ہوں گے ۔

اور اگر دَنِیٌّ سے ہے تو اس کے معنی ارذل کے ہوں گے یعنی نسبتاً چھوٹا، کم، رذیل، حقیر۔

یہاں بمعنی قریب تر مستعمل ہے ۔

= اَنْ ۔ یہاں مصدریہ ہے ۔

= تَقَرَّ مضارع واحد مؤنث غائب ۔ قُرَّةٌ وقُرُوْرٌ (باب سمع) مصدر سے ، بمعنی خوشی سے آنکھوں کا روشن ہو جانا ۔ یا ٹھنڈی ہونا ۔ قَرَارٌ مصدر سے بمعنی سکون پانا ۔ یا قرار پکڑنا ۔ تَقَرَّ وہ ٹھنڈی ہو وہ پُرسکون ہو ۔ تَقَرَّ اَعْیُنُهُنَّ ۔ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی ۔ ٹھنڈی ہوں گی ۔

= وَلَا یَحْزَنَّ ۔ واؤ عاطفہ ہے لَا یَحْزَنَّ ۔ مضارع منفی ... تقلیل جمع مؤنث غائب ضمیر فاعل ازواج النبی کی طرف راجع ہے حُزْنٌ مصدر (باب سمع) ... وہ غمگین نہ ہونگی

= یَرْضَیْنَ ۔ مضارع جمع مؤنث غائب رِضًی مصدر (باب سمع) وہ راضی رہیں گی ۔ ضمیر فاعل کا مرجع ازواج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔

= بِمَا۔ ب سببیہ اور مَا موصولہ ہے بِمَا اٰتَیْتَھُنَّ ، بسبب اس کے جو آپ ان کو عطا کریں گے ،

= کُلُّھُنَّ ۔ وہ سب ، تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔

ذٰلِكَ اَدْنٰی ...... کُلُّھُنَّ ای تفویض الامر الی مشیتک اقرب الی قرۃ عیونہن وقلۃ حزنہن ورضاھن جمیعًا لانہن اذا علمن ان ھذا تفویض من عند اللہ اطمأنت نفوسھن وذھب التغایر وحصل الرضا وقرۃ العیون کلھن۔ اس امر کا آپ کی مشیت پر تفویض کر دینا ان کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک قلتِ حزن اور ان سب کی رضا کا موجب ہوگا۔ کیونکہ وہ جان لیں گی کہ یہ تفویض (سپردگی، حوالگی) من جانب اللہ ہے سو وہ اس پر مطمئن ہوں گی (ان کی آپس کی) مغایرت (غیریت) دور ہو جائیگی اور باہمی رضامندی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ان سب کو حاصل ہوگی۔

= عَلِیْمًا (بڑا دانا، بہت جاننے والا۔ مبالغہ کا صیغہ) حَلِیْمًا۔ (بردبار، تحمل والا، باوقار، صفت مشبہ کا صیغہ) دونوں منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہیں۔

۳۳: ۵۲ = لَا یَحِلُّ ۔ حَلَّ یَحِلُّ حِلٌّ سے نفی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اس کا فاعل النِّسَاءُ ہے جو جمع مؤنث غیر حقیقی ہے اور اس کے لئے فعل واحد مذکر لانا جائز ہے پھر یہ فصل کے ساتھ واقع ہوا ہے حالانکہ بلا فصل بھی تذکیر جائز ہے !

= مِنْۢ بَعْدُ ای من بعد النسع اللاتی فی عصمتك الیوم۔ یعنی ان نو بیویوں کے علاوہ جو آپ کے نکاح میں اس وقت ہیں دوسری عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ۔

= وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ ۔ واؤ عاطفہ ہے تَبَدَّلَ اصل میں تَتَبَدَّلَ تھا ایک تاء تخفیفاً حذف کی گئی تَبَدُّلٌ تَفَعُّلٌ سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو بدل ڈالے تو تبدیل کرے۔ هِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ازواج حاضرہ کی طرف راجع ہے مِنْ اَزْوَاجٍ تاکید نفی اور ازواج بالتحریم کے استغراق کے لئے ہے۔

جملہ کے معنی ہوئے ای ولا یحل لك ان تطلق واحدۃ منھن وتنکح بدلھا اُخرٰی۔ اور یہ بھی آپ کے لئے حلال نہیں ہوگا کہ آپ ان میں سے ایک کو طلاق دیدیں اور اس کے بدلہ میں دوسری سے نکاح کرلیں۔

= وَلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ ضمیر فاعل تَبَدَّلَ سے حال کے موضع میں ہے۔ خواہ ان کا حسن تجھے بھلا ہی لگے۔

اَعْجَبَكَ - اَعْجَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔
اِعْجَابٌ (اِفْعَالٌ) سے جس کے معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں اور مجازاً بھانے اور خوش لگنے کے بھی ہیں لكَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔

حاصلہ ولا تبدل بھن من ازواج علیٰ حل حالٍ - اپنی بیویوں کو کسی حال میں بھی تبدیل نہ کیجئے۔

= رَقِيْبًا - خبر رکھنے والا۔ مطلع۔ اطلاع رکھنے والا۔ نگاہ رکھنے والا۔ نگہبان۔
یہ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حق تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
یعنی وہ ذات جو اپنی مخلوق سے غافل نہیں اور کوئی چیز اس سے غائب نہیں۔

فَائِدَہ: آیات ۵۰، ۵۱، ۵۲، کے مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے کسی مستند تفسیر کی طرف رجوع کریں۔

۳۳:۵۳ = لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ۔

لَا تَدْخُلُوْا - فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ بُيُوْتَ النَّبِيِّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول لَا تَدْخُلُوْا۔ اِلَّآ حرف استثناء۔ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ (فی معنی الظرف) ای وقت مستثنیٰ اِلٰى طَعَامٍ متعلق يُؤْذَنَ۔ غَيْرَ نفی کے لئے آیا ہے نٰظِرِيْنَ ای مُنْتَظِرِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت جر۔ اِنٰىهُ مضاف مضاف الیہ۔ اِنٰى۔ پکنا۔ پک کر تیار ہونا۔ اَنَى الشَّىْءُ - يَاْنِىْ اِنَاءً وَّانًا۔ فھو اِنًى - غِنًى کے وزن پر حَانَ وادرکَ یعنی بلغ غایتہ او نضجہ۔ یعنی کھانے کے پک کر تیار ہو جانے کو اِنٰى کہتے ہیں۔ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ۔ یعنی بغیر اس حالت کے کہ اس کھانے کے پکنے کا (بیٹھ کر) انتظار کرنے والے ہو۔

یہ جملہ لَا تَدْخُلُوْا کا حال ہے اور اِلَّآ استثنائیہ وقت اور حال دونوں پر واقع ہے تقدیر کلام یوں ہے لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا وَقْتَ الْاِذْنِ وَلَا تَدْخُلوھا اِلَّا غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ۔ تم نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ تم کو کھانے کے لئے (داخل ہونے کی) اجازت نہ دی جائے۔ اور نہ ہی تم ان گھروں میں داخل ہو ماسوائے اس کے کہ تمہاری حالت کھانا پکنے کے انتظار کرنے والوں کی نہ ہو۔

مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں صرف اس وقت داخل ہو کہ جب کھانے

کے لئے تمہیں اندر بلایا جائے۔ محض کھانا پکنے کی انتظار کے لئے اندر داخل ہوکر بیٹھنے والے نہ ہو۔
== اِذَا دُعِیْتُمْ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ مصدر۔ تم بلائے گئے۔ تم پکارے گئے بمعنی حال تم بلائے جاؤ، تم مدعو کئے جاؤ۔
== وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ۔ مُسْتَاْنِسِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُسْتَاْنِسٌ واحد۔ اِسْتِئْنَاسٌ (استفعال) مصدر۔ دل لگانے والے۔ دلچسپی لینے والے لِحَدِیْثٍ باتوں کے لئے۔ گپ شپ کے لئے اس کا عطف لَا تَدْخُلُوْا پر ہے ای لَا تَدْخُلُوْھَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ بَعْدَ الطَّعَامِ۔ کھانے کے بعد گپ شپ میں دل لگاکر مت بیٹھے رہو۔
== ذٰلِکُمْ۔ ذَا۔ اسم اشارہ ہے کُمْ حرف خطاب ہے جمع مذکر حاضر کا صیغہ۔ بمعنی یہ یہی یہاں مراد تمہارا یہ باتوں میں مشغول اندر ٹھہرے رہنا۔ یا اس سے مراد بلا اذن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں داخل ہونا۔ کھانا پکنے کے انتظار میں بیٹھے رہنا اور کھانے کے بعد باتوں میں مشغول رہنا وغیرہ سبھی امور ہیں۔
== یُؤْذِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ ایذا دیتا ہے۔ وہ تکلیف دیتا ہے۔
== یَسْتَحْیٖ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِحْیَاءٌ (استفعال) مصدر۔ وہ حیا کرتا ہے وہ شرم کرتا ہے۔
ای یستحی من اخراجکم بان یقول لکم اخرجوا۔ یعنی زبان سے کہہ کر کہ باہر چلے جاؤ۔ اس طرح تمہیں باہر کرنے سے حیاء کرتا ہے۔
== سَاَلْتُمُوْھُنَّ۔ سَاَلْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب۔ واؤ اشباع کا ہے تم نے ان عورتوں سے سوال کیا (جب) تم ان عورتوں سے مانگو۔ ھُنَّ ضمیر نساء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ یعنی جب تم ازواج نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام سے کوئی چیز مانگو۔
== وَرَآءِ۔ وَرَاءَ مصدر ہے اور کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے:۔
۱:۔ پیچھے یا بعد۔ مثلاً وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ (۱۹: ۵) اور میں اپنے بعد یا اپنے پیچھے اپنے رشتہ داروں کی طرف سے اندیشہ رکھتا ہوں۔
۲:۔ آگے، پیچھے، ہر طرف، مثلاً وَاللّٰہُ مِنْ وَّرَآئِھِمْ مُّحِیْطٌ (۸۵: ۲۰) اور اللہ تعالے

ان کے آگے پیچھے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۳:۔ علاوہ۔ مثلاً قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ (۲:۹۱) وہ کہتے ہیں ہم اس پر تو ایمان رکھتے ہیں جو ہمارے اوپر نازل ہوا ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے اس سے یہ انکار کرتے ہیں۔

۴:۔ آگے۔ سامنے۔ مثلاً وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ جَهَنَّمُ۔ (۴۵:۱۰) ان کے آگے جہنم ہے یا مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (۲۳:۱۰۰) اور ان کے آگے ایک آڑ ہے دوبارہ اٹھائے جانے کے وقت تک۔

یہاں اس آیۃ میں مراد پیچھے ہے۔ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ پردہ کے پیچھے سے۔

= اَطْهَرُ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ پاک۔ زیادہ پاکیزہ۔ طَهَارَةٌ مصدر

= مَا كَانَ لَكُمْ نہیں ہے صحیح تمہارے لئے۔ یعنی تمہارے لئے یہ جائز نہیں۔ تمہیں یہ زیب نہیں دیتا۔

= اَنْ تُؤْذُوْا۔ کہ تم ستاؤ یا اذیت پہنچاؤ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔

= ذٰلِكُمْ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء دینے اور آپ کے بعد ازواج النبی سے نکاح کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

= عَظِيْمًا۔ كَانَ کی خبر ہے۔ عِنْدَ اللهِ متعلق خبر۔ عظیما۔ ای ذَنْبًا عظیمًا۔ گناہ عظیم۔

۳۳:۵۴ = تُبْدُوْا۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) جمع مذکر حاضر۔ اِبْدَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ (اگر) تم (کسی شی کو) ظاہر کرو۔

= تُخْفُوْهُ۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اَنْ جمع مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع شیٔ ہے۔ (خواہ) تم اس کو چھپاؤ

۳۳:۵۵ = وَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِىْٓ اٰبَآئِهِنَّ۔ لا اثم علیھن فی ترك الحجاب من ابائھن۔ یعنی باپ بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے [illegible]

لونڈیاں بلا حجاب آجا سکتی ہیں۔

= نِسَآئِهِنَّ ان کی (شریک دین) عورتیں۔ عام مسلمان عورتیں۔

= اِتَّقِيْنَ۔ فعل امر جمع مؤنث حاضر۔ (اتقاء۔ افتعال) مصدر۔ و ق ی مادہ۔ تم عورتیں ڈرتی رہو۔ پرہیزگار بنی رہو۔ خطاب ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے غیبت سے خطاب

کی طرف التفات تقویٰ کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے ہے ۔

= شہیدًا کان کی خبر ہے ۔ گواہ، شاہد ۔ نگران ۔

۳۳: ۵۶ = یُصَلُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلّٰی یُصَلِّیْ تصلیۃ (تفعیل) مصدر وہ درود بھیجتے ہیں ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳۳: ۴۳ ۔

= سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔ سَلِّمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ تَسْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے تسلیمًا مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے ۔

ای قولوا السلام علیك ایھا النبی ۔ جب علیٰ کے صلہ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کا مطلب سلام کرنا یا سلام بھیجنا ہوتا ہے ۔

اَلسَّلٰمُ و السَّلَامَۃُ کے معنی ظاہری اور باطنی آفات سے پاک اور محفوظ رہنے کے ہیں ۔ اور جب السلام بطور یکے از اسماء الحسنیٰ استعمال ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جو عیوب و آفات مخلوق کو لاحق ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے پاک ہے ۔

سَلَامٌ بمعنی سلامتی، امان

= یُؤْذُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب، وہ ایذار دیتے ہیں

(۱) یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وہ اللہ کو ایذار پہنچاتے ہیں ۔ کفر و عصیان کے ارتکاب سے یا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ کہتے ہیں یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ (۵: ۶۴) اللہ کا ہاتھ بندھا ہوا ہے اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ۔ (۹: ۳۰) حضرت عیسٰی اللہ کے بیٹے ہیں ۔ یا الملئکۃ بَنٰتُ اللّٰہِ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَیَجْعَلُوْنَ لِلّٰہِ الْبَنٰتِ (۱۶: ۵۷) اور اللہ تعالیٰ کے لئے انہوں نے بیٹیاں قرار دے رکھی ہیں (روایت ہے کہ قریش کے قبائل بنی خزاعہ اور بنی کنانہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے ۔ وغیرہ ۔

۲: ۔ وَ (یُؤْذُوْنَ) رَسُوْلَہٗ ۔ وہ اس کے رسول کو ایذار پہنچاتے ہیں ۔ مثلاً ۔ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہنا (۱) اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِہٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ (۵۲: ۳۰) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے اور ہم اس کے بارہ میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں ۔

(۲) فَذَکِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِکَاھِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۔ (۵۲: ۲۹) تو (اے پیغمبر) آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ آپ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون (دیوانے) وغیرہ ۔

= عَذَابًا مُّھِیْنًا ۔ موصوف وصفت رسواکن عذاب، ذلیل کر دینے والا عذاب ،

نصب بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے ہے۔

فائدہ اللہ کو اذیت پہنچانے کے یہ بھی معنی ہیں کہ ایسا فعل کرنا جو اسے ناپسند ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ یہاں مراد صرف رسول کو ایذار پہنچانا ہو اور اللہ کا لفظ کمال اتحاد کو ظاہر کرنے کے لئے بڑھا دیا گیا ہے یعنی مقصود کلام ایذار رسول ہے اور اللہ کے نام کے ساتھ عطف رسول کے اعزاز و اکرام کے لئے ہے۔

۳۳: ۵۸ = بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا۔ باء حرف جر مَا موصولہ ہے۔ اكْتَسَبُوا صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب یہاں مومنین و مومنات کے لئے آیا ہے۔ اِكْتَسَبَ و كَسَبَ دونوں كَسْبٌ سے مشتق ہیں۔ پہلا باب افتعال سے (اكتسابٌ) مصدر اور دوسرا (باب ضرب) سے كَسْبٌ مصدر۔ دونوں بمعنی کمانا۔ حاصل کرنا۔ فائدہ میں پانا کے ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ کسب سے مراد جو فعل خیر یا جلب نفع کے قبیل سے ہو اور اکتساب سے مراد ہر وہ نفع ہے جو انسان اپنی ذات کے لئے حاصل کرتا ہے بشرطیکہ اس کا حصول اس کے لئے جائز ہو۔

اول الذکر میں کامیابی و ناکامی کی صورت میں کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے، اور مؤخر الذکر میں ناکامی کی صورت میں وبال کرنے والے پر ہوگا۔

بعض کے نزدیک کسب اچھے فعل کے لئے اور اکتساب فعل مذموم کے لئے ہے لیکن قرآن مجید میں دونوں طرح کے کام انجام دینے کے لئے باب افتعال سے استعمال ہوا ہے۔

باب افتعال کے خواص میں سے ایک خاصیت تصرّف ہے یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ مثلاً اِكْتَسَبَ الْعِلْمَ۔ اس نے کوشش سے علم حاصل کیا۔ یعنی تحصیل علم میں اس کے ارادہ وقدرت کو بھی دخل ہے۔ لہذا نیک کام خواہ بلا ارادہ وقدرت کیا جائے موجب ثواب ہے لیکن فعل مذموم صرف اس صورت میں موجب سزا ہوگا جب اس کی انجام دہی میں ارادہ وقدرت نیت کو بھی دخل ہو۔ اسی طرح آیت لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (۲: ۲۸۶) کے معنی ہوں گے ہر نفس جو اچھے کام کریگا (ارادۃً یا غیر ارادی طور پر) اس کا اس کو ثواب ملیگا اور ہر نفس جو بُرا کام (ارادۃً اور کوشش کر کے) کرے گا۔ اس کا مآل اس کے خلاف ہوگا!

آیت ہذا میں مَا اكْتَسَبُوا کے معنی ہوں گے وہ فعل جو انہوں نے کوشش سے ارادۃً کیا ہو۔ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور جو لوگ مومنین اور مومنات کو ایذار دیتے

ہیں بغیران کے کسی ایسے فعل کے ارتکاب کے جو انہوں نے ارادۃً کیا ہو اور جس کی وجہ سے وہ اس ایذار کے مستحق ہوگئے ہوں۔
= اِحْتَمَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب احتمال (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اٹھایا۔ انہوں نے اپنے سر لیا۔
= بُھْتَانًا۔ بَھَتَ یَبْھَتُ باب فتح کا مصدر ہے۔ منصوب بوجہ ضمیر فاعل اِحْتَمَلُوْا کا مفعول ہونے کے ہے۔ کسی پر بہتان لگانا۔
بَھِتَ یَبْھَتُ (باب سمع) حیران وششدر رہ جانا۔ ہکا بکا رہ جانا یا کر دینا۔ مثلاً فَبُھِتَ الَّذِیْ کَفَرَ (۲:۲۵۸) (یہ سن کر) وہ کافر حیران رہ گیا۔ بھتان ای الکذب الذی یبھت الشخص لفظاعتہ ایسا جھوٹ جو اپنی قباحت سے سننے والے کو ہکا بکا کر دے۔
اِحْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وہ بہتان کا بوجھ اپنے سر لیتے ہیں۔ اٹھاتے ہیں۔
= وَاِثْمًا مُّبِیْنًا۔ واؤ عاطفہ ہے اثمًا مُّبِیْنًا موصوف وصفت مل کر بُھْتَانًا کا معطوف اور ظاہر گناہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔
۳۳: ۵۹ = یُدْنِیْنَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب اِدْنَاءٌ (افعال) مصدر دنو مادّہ وہ نیچے کر لیا کریں۔
دَنٰی یَدْنُوْا (باب نصر) فعل لازم اور متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ قریب ہونا یا قریب کرنا۔ نیچا ہونا یا نیچا کرنا۔ اَدْنٰی قریب تر۔ کم تر۔ اور اس سے مؤنث دنیا۔
= جَلَابِیْبِھِنَّ۔ مضاف مضاف الیہ جَلَابِیْب جلباب کی جمع ہے بڑی چادریں جو قمیض یا کرتے کے اوپر اوڑھی جاتی ہیں۔ ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب جس کا مرجع ازواجك وبَنٰتِكَ ونساء المؤمنین ہے
= اَدْنٰی۔ نزدیک تر، قریب تر۔ (اوپر ملاحظہ ہو)
= اَنْ یُّعْرَفْنَ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے یُعْرَفْنَ مضارع مجہول جمع مؤنث غائب۔ عِرْفَانٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ کہ وہ پہچانی جائیں۔ پہچانی جا سکیں۔ کہ ان کی شناخت ہو جائے۔
= لَا یُؤْذَیْنَ۔ مضارع منفی مجہول جمع مؤنث غائب۔ اِیْذَاءٌ (اِفعالٌ) مصدر ان کو ایذاء نہ دی جائے۔

== غَفُوْرًا (مبالغہ کا صیغہ) بڑا معاف کرنے والا۔ رَحِيْمًا (بروزن فعیل) مبالغہ کا صیغہ ہے رَحْمَةٌ مصدر۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔ منصوب بوجہ خبر کَانَ کے۔

۳۳ : ۶۰ == لَئِنْ ۔ اس میں لام زائدہ ہے اِنْ حرف شرط ہے۔ اگر

== لَمْ يَنْتَهِ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب اِنْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ يَنْتَهِ اصل میں يَنْتَهِيْ تھا لَمْ کے عمل سے ی گر گئی۔ وہ نہیں رُکا۔ وہ باز نہ آیا۔ یہاں آیۃ میں جمع کے لئے آیا ہے۔ وہ نہ رکے۔ وہ باز نہ آئے۔ نہی مادہ (ناقص یائی)

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ ۔ اگر منافقین (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے۔

== وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۔ واؤ حرف عطف ہے۔ اَلَّذِيْنَ کا عطف الْمُنٰفِقُوْنَ پر ہے مریض قلب سے مراد وہ ہیں جن کا ایمان کمزور ہے۔

== وَالْمُرْجِفُوْنَ اس کا عطف بھی المنافقون پر ہے اس کا واحد المرجف ہے اَلرَّجْفُ مصدر (باب نصر) کے معنی اضطراب شدید ہے۔ اور رجفت الارض کے معنی زمین میں زلزلہ آنے کے ہیں بَحْرٌ رَجَّافٌ متلاطم سمندر قرآن مجید میں ہے يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ (۱۴:۷۳) جب کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے۔

الارجاف (باب افعال) جھوٹی افواہ پھیلا کر یا کسی کام کے ذریعے اضطراب پھیلانا ہے الارجاف ای اشاعۃ الکذب والباطل۔

المرجفون ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ جھوٹی افواہیں پھیلانے والے۔

== لَنُغْرِيَنَّكَ ۔ لام تاکید کا ہے نُغْرِيَنَّ فعل مضارع بانون ثقیلہ تاکید صیغہ جمع متکلم۔ اِغْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ اغری ب مسلط کرنا۔ سردار بنانا ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تجھ کو ضرور (ان پر) مسلط کردیں گے۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

== ثُمَّ پھر) حرف عطف ہے۔ ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ۔ یہاں ترتیب کا فائدہ دیتا ہے یعنی نہ صرف ہم آپ کو ان پر مسلط کردیں گے بلکہ مزید برآں یہ لوگ مدینہ میں بس قدر قلیل رہنے پائیں گے!

== لَا يُجَاوِرُوْنَكَ ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مجاورۃ (مفاعلۃ) مصدر پڑوس میں رہنا۔ جَارٌ پڑوسی۔ جِوَارٌ پڑوس۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تمہارے پڑوس (یعنی مدینہ) میں نہیں رہیں گے۔

== قَلِيْلًا ۔ کم، تھوڑا۔ قلیل، قِلَّةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اس کی یہاں دو

صورتیں ہیں۔
(۱) ضمیر فاعل یجاورونک کا حال ہے۔ ای لا یجاورونک الا فی حال قلۃ۔ وہ صرف اقلیت کی حالت میں رہیں گے۔
(۲) یہ وقت محذوف کی صفت ہے ای لا یجاورونک الا وقتا قلیلاً وہ صرف قلیل عرصہ رہیں گے (اس کے بعد ان کو یہاں سے نکال دیا جائے گا)
۶۱:۳۳ = مَلۡعُوۡنِیۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر بحالت نصب مَلۡعُوۡنٌ واحد۔ لعنت کئے ہوئے۔ پھٹکارے ہوئے۔ اس کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) اگر ملعونین پر وقف کیا جائے تو یہ جملہ سابقہ کے ساتھ ہوگا۔ اس صورت میں یہ ضمیر فاعل لا یجاورونک کا حال ہے یعنی وہ جو وقت یا مدت بھی آپ کے پڑوس میں رہیں گے ملعونین کی حالت میں رہیں گے ہر طرف سے ہر وقت ان پر پھٹکار ہوگی!
(۲) اگر قلیلاً پر وقف کیا جائے گا تو ملعونین اگلے جملہ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے گا۔ اس صورت میں یہ اَیۡنَ مَا ثُقِفُوۡا کی ضمیر ھُمۡ سے حال ہوگا۔ جہاں بھی پائے جائیں گے وہ مورد لعن و پھٹکار ہوں گے!
= اَیۡنَمَا۔ اَیۡنَ شرطیہ ہے اور مَا موصولہ ہے جہاں کہیں۔
= ثُقِفُوۡا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ثَقۡفٌ پالینا۔ وہ پائے گئے (جہاں کہیں) وہ ملیں۔ یہاں مستقبل کے معنی میں ہے۔ جہاں کہیں بھی وہ پائے جائیں گے!
= اُخِذُوۡا۔ وہ پکڑے جائیں گے۔ وَ قُتِّلُوۡا اور مار ڈالے جائیں گے۔
تَقۡتِیۡلاً۔ مصدر منصوب برائے تاکید لایا گیا ہے۔
۶۲:۳۳ = سُنَّۃَ اللّٰہِ مصدر مؤکدہ۔ ای سن اللّٰہ فی الذین ینافقون الانبیاء ان یقتلوا حیثما ثقفوا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور یا طریقہ جاریہ ہے ان کے لئے جنہوں نے منافقت کی انبیاء سے کہ جہاں بھی وہ پائے جائیں قتل کر دیئے جائیں۔
= خَلَوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ خُلُوٌّ (باب نصر) سے مصدر، وہ پہلے ہو چکے۔ پہلے ہو گذرے
۶۳:۳۳ = السَّاعَۃِ۔ القیامۃ
= مَا یُدۡرِیۡکَ۔ مَا موصول استفہامیہ، موضع رفع میں مبتدا۔ یُدۡرِیۡکَ خبر۔ مضارع واحد مذکر غائب اِدۡرَاءٌ مصدر (افعال) دری مادہ۔ ثلاثی مجرد میں باب ضرب سے آتا ہے (مصدر۔ دِرَایَۃٌ) اِدۡرَاءٌ بتلانا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے کون بتلائے

تجھے کون چیز اطلاع دے۔ یعنی تجھ کو کیا معلوم ۔ تجھے کوئی چیز نہیں سمجھا سکتی۔ تو کیا جانے:

= لَعَلَّ شاید

= قَرِیْبًا ۔ ای فی وقت قریب ۔ یعنی شاید (روزقیامت) قریب الوقت ہی ہو۔ آنے ہی والا ہو۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے اور اس طرح کا استعمال کلام عرب میں اکثر ہے ۔

۳۳: ۶۴ = اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے تیار کیا۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

= سَعِیْرًا ۔ دھکتی ہوئی آگ ۔ دوزخ ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ کے بھڑکانے کے ہیں ۔ بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے ۔ آگ جو دھکائی گئی ہو۔ منصوب بوجہ مفعول کے ہے !

۳۳: ۶۶ = تُقَلَّبُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ۔ تَقْلِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے ایک حال سے دوسرے حال پر متغیر کرنے اور پلٹنے کے ہیں تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ ان کے چہرے الٹ پلٹ کئے جائیں گے ۔

= یَقُوْلُوْنَ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۔ وُجُوْهُهُمْ میں ضمیر هُمْ سے حال ہے یعنی ان کے چہرے (آگ میں) الٹ پلٹ کئے جائیں گے اور حال یہ ہوگا کہ وہ کہہ رہے ہوں گے اے کاش ہم نے اطاعت کی ہوتی اللہ کی اور ہم نے اطاعت کی ہوتی رسول کی (صلی اللہ علیہ وسلم)

= یٰلَیْتَنَا ۔ یا حرف ندا ۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل (تمنا کے لئے مستعمل ہوتا ہے) نا اسم اے کاش ہم ۔

= اَطَعْنَا ۔ ماضی جمع متکلم اطاعۃ (افعال) مصدر۔ طوع مادہ ہم نے حکم مانا۔ ہم نے اطاعت کی !

= الرَّسُوْلَا ۔ میں آخر کا الف اشباع کا ہے اصل میں الرَّسُوْلَ تھا۔ نیز ملاحظہ ہو الظُّنُوْنَا (۳۳: ۱۰)

۳۳: ۶۷ = سَادَتَنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ہمارے سردار ۔ سَادَةٌ سَیِّدٌ کی جمع ہے نا ضمیر جمع متکلم ۔

= کُبَرَآءَنَا ۔ مضاف مضاف الیہ کُبَرَاءُ کَبِیْرٌ کی جمع ہے نَا ضمیر جمع متکلم ہمارے بڑے لوگ ۔ یعنی ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا ۔

= اَضَلُّوْنَا ۔ ماضی جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر ۔ نا ضمیر جمع متکلم ۔ انہوں نے ہم کو گمراہ کیا ۔

= السَّبِيْلَا۠ ای عن طریق الحق۔ صحیح راستے سے۔ آخر میں الف اشباع کا ہے جیساکہ اوپر الرَّسُوْلَا۠ میں آیا ہے یہ الف بامعنی نہیں ہے بلکہ محض اصلاح لفظ اور اشباع کے لئے آیا ہے جیساکہ بعض اشعار کے آخر میں ہوا کرتا ہے۔

۳۳: ۶۸ = اٰتِهِمْ۔ اِیْتَاءٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دے۔

= ضِعْفَيْنِ۔ ضِعْفٌ کا تثنیہ۔ دوگنا۔ دوچند۔

= الْعَنْهُمْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (لَعْنٌ) سے باب فتح۔ تو ان پر لعنت بھیج۔

= لَعْنًا كَبِيْرًا۔ موصوف وصفت۔ بڑی لعنت۔ لَعْنٌ مصدر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے

۳۳: ۶۹ = لَا تَكُوْنُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔

= اٰذَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر انہوں نے ستایا۔ انہوں نے اذیت دی۔

= فَبَرَّاَهُ۔ بَرَّاَ يُبَرِّءُ تَبْرِيَةً (تفعیل) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ضمیر فاعل کا مرجع الله ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع موسٰی (علیہ السلام) ہے

= كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ ای كان موسٰی ..... وَجِيْهًا منصوب بوجہ خبر کان کے ہے وَجِيْهًا صیغہ صفت ہے وَجَاهَةٌ مصدر سے۔ قدر و منزلت والا۔ وجاہت والا۔

۳۳: ۷۰ = قَوْلًا سَدِيْدًا موصوف وصفت سچی بات، درست بات، ٹھکانہ کی بات۔ سَدِيْدٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَدَّدَ سَهْمَهٗ تیر کو نشانہ پر لگایا۔ تیر کو سیدھا ہدف پر پھینکا۔ کہ اپنے نشانہ سے ادھر ادھر نہ جائے۔ اور کہتے ہیں هُوَ يُسَدِّدُ فِيْ قَوْلِهٖ وہ ٹھکانہ کی بات کہتا ہے اور قُلْتُ لَهٗ سَدَدًا مِنَ الْقَوْلِ وَسَدَدًا میں نے اس سے ٹھیک اور سیدھی بات کہی۔

۳۳: ۷۱ = يُصْلِحْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ وہ درست کردے گا۔ وہ قبول کرے گا۔ ضمیر فاعل الله کی طرف راجع ہے۔ اوپر آیا ہے (اتَّقُوا اللّٰهَ) مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔ تم اللہ سے ڈرو اور درستی اختیار کرو۔ تمہارے اعمال درست کردے گا یا قبول کرے گا۔

= يَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ (تمہارے گناہ) معاف کردیگا

= فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۔ فَازَ ماضی واحد مذکر غائب فَوْزٌ مصدر۔ وہ کامیاب ہوا۔ اس نے کامیابی حاصل کرلی۔ اس نے اپنا انتہائی مقصد پالیا۔ اس نے فتح پائی۔ عظیما فوزا کی صفت ہے بہت بڑی کامیابی۔

۳۳: ۷۲ — عَرَضْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم نے پیش کیا۔

= اَلْاَمَانَةَ ۔ اَلْاَمْنُ کے اصل معنی نفس کے مطمئن ہونے کے ہیں۔ اَمْنٌ۔ اَمَانَةٌ امانٌ یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور اَمَانٌ کے معنی کبھی حالت امن کے آتے ہیں اور کبھی اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس بطور امانت رکھی جائے یہاں الامانۃ سے مراد بار امانۃ ہے جیسا کہ عرب کہتے ہیں حَمَلَ اُلْاَمَانَۃَ یعنی اس نے امانت واپس کرنے سے انکار کردیا اور اس کا بوجھ اٹھالیا۔

= اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ اَشْفَقْنَ ماضی صیغہ جمع مؤنث غائب ہے (سمٰوٰت والارض والجبال کے لئے آیا ہے۔ اشفاق (افعال) مصدر۔ الاشفاق اصل میں کسی کی خیر خواہی کے ساتھ اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کے ہیں۔ جب یہ فعل حرف من کے واسطے سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے مثلاً مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا (۴۲: ۱۸) وہ اس سے ڈرتے رہتے ہیں ۔ اَشْفَقْنَ مِنْهَا۔ وہ (آسمان اور زمین اور پہاڑ اس (کا بوجھ اٹھانے) سے ڈر گئے۔

= ظَلُوْمًا۔ ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا (ای وضع الشئ فی غیر محلہ) ظلومٌ فعولٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا ظالم۔ نہایت ستمگار، بڑا بے انصاف، بڑا بے باک، بڑا بے ترس۔

ظلم کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)۔ وہ ظلم جو انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ کرتا ہے مثلاً کفر و شرک وغیرہ جیسا کہ فرمایا۔ ان الشرک لظلم عظیم۔ (۳۱: ۱۳) بے شک شرک بہت بھاری ظلم ہے۔

(۲) وہ ظلم جو انسان ایک دوسرے پر کرتا ہے مثلاً انما السبیل علی الذین یظلمون الناس (۴۲: ۴۲) الزام تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔

(۳) وہ ظلم جو انسان خود اپنے آپ پر کرتا ہے مثلاً فرمایا۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔

= جَهُوْلًا۔ اَلْجَهْلُ جہالت و نادانی۔ اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) انسان کے ہونا اور یہی اس کے اصل معنی ہیں

(۲) کسی چیز کا خلاف واضع

(۳) کسی کام کو جس طرح سرانجام دینا چاہئے اس کے خلاف سرانجام دینا۔ عام اس سے کہ اس کے متعلق اعتقاد صحیح ہو یا غلط۔

جاہل کا لفظ عموماً لبطور مذمت بولا جاتا ہے مگر کبھی بطور مذمت نہیں آتا۔ مثلاً یحسبہم الجاھل اغنیاء من التعفف (۲:۲۷۳) کہ ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔

جَھُوْل۔ بر وزن فعول مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بڑا جاہل۔ بڑا نادان۔

= اَلْاِنْسَانُ۔ سے مراد جنس انسانی ہے۔

* لفظی طور پر آیت کا ترجمہ ہوگا۔ ہم نے یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کر دیا۔ سو انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ بے شک یہ (انسان) ظلوم و جہول ہے۔

لیکن اس کو سمجھنے کے لئے صاحب ضیاء القرآن کی وضاحت بہت مفید ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ:۔

اہل لغت کی بیان کردہ تفسیر کے بعد اب علمائے کرام کا نقطۂ نظر ملاحظہ فرمائیے!

ان کے نزدیک امانت سے مراد تکلیفات شرعیہ ہیں جن میں عبادات، اخلاقیات اور ہر قسم کے قوانین داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو فرمایا کہ ہم تمہیں اختیار و ارادہ کی آزادی دیتے ہیں کیا تم اس اختیار و آزادی کے ساتھ اس امانت کا بار اٹھانے کے لئے تیار ہو۔

انہوں نے اعتراف عجز کرتے ہوئے معذرت کر دی اور اپنی بے بسی کا اقرار کیا یہ بوجھ گراں ہے، ہم اس کے اٹھانے سے قاصر ہیں۔ ہمیں اطاعت کے ثواب کی امید سے عصیاں و نافرمانی کے عذاب کا اندیشہ زیادہ ہے۔

ہم تیرے مسخر اور پابند حکم رہ کر تیرے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے اختیار و ارادہ کی آزادی میں جو خطرات پنہاں ہیں ان کو برداشت کرنے کی طاقت ہم اپنے اندر نہیں پاتے۔

اب یہی چیز جب انسان کے سامنے پیش کی گئی تو اس نے اپنی ناتوانیوں اور کمزوریوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس امانت کو اٹھانے کی حامی بھر لی۔ اور اس بار گراں کو اٹھا کر اپنے آپ کو آزمائش و ابتلاء میں ڈال دیا۔ اور اس نے کسی عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔

اس سے انسان کی مذمت مقصود نہیں بلکہ بیان واقع کے طور پر اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا فرمایا۔ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے بڑی پیاری بات فرمائی ہے:۔

"شیخ جنید فرمود کہ نظر آدم بر عرضِ حق بود نہ بر امانت ۔ لذتِ عرض ثقلِ امانت را بروفراموش گردانید لاجرم لطفِ ربانی بزبان عنایت فرمود کہ برداشتن از تو ونگاہ داشتن از من !" یعنی اللہ تعالیٰ نے جب یہ امانت حضرت آدم پر پیش فرمائی تو آپ کی نظر اس وقت امانت اور ثقل پر نہ تھی بلکہ امانت پیش کرنے والے پر تھی اور اس کے پیش فرمانے میں جو لذت وسرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل کردیا"

یعنی حضرت جنید رح فرماتے ہیں یقیناً لطف ربانی نے آدم کی اس نیازمندی اور ہمت سے خوش ہوکر فرمایا کہ اے آدم ! اٹھانا تیرا کام ہے اور اٹھانے کی توفیق دینا اور تیری حفاظت کرنا میرا کام ہے !

اہل لغت اور صوفیائے کرام کی تشریح وتوضیح اسی تفسیر ضیاء القرآن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۳: ۷۳ = لِیُعَذِّبَ اللّٰہُ میں لام تعلیل وعاقبت کا ہے۔ یُعَذِّبَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تعلیل ۔ تاکہ عذاب دیوے اللہ تعالیٰ ۔

مطلب یہ کہ اس بار امانت کو اٹھانے کی ذمہ داری قبول کرنے سے دو صورتیں سامنے آگئیں ۔۔ ا:۔ جو ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ کما حقہٗ نہ ہو سکے ۔اور شرک ونفاق کے مرتکب ہوئے وہ متوجب سزا ہوگئے (۲) اور جو اس ابتلاء میں قائم رہے اور ایمان ویقین سے متصف ہوئے وہ لطف وکرم الٰہی کے سزاوار ہوئے ۔

= یَتُوْبَ اللّٰہُ ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب تَوْبٌ وتَوْبَۃٌ (باب نصر) سے جس کے معنی گناہ کو احسن طریق سے ترک کرنے کے ہیں۔

اعتذار کی تین صورتیں ہیں:۔

۱:۔ عذر کنندہ سرے سے اپنے جرم کا انکار کردے کہ میں نے یہ گناہ کیا ہی نہیں

۲:۔ گناہ کی وجہ جواز تلاش کرکے ۔

۳:۔ اعتراف جرم کرکے آئندہ نہ کرنے کا یقین دلائے ۔

جب اس کا تعدیہ الیٰ کے ذریعہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب گناہ کنندہ کا اعترافِ جرم کرتے ہوئے اس کی معافی اور آئندہ اس سے بچنے کی یقین دہانی سے اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ہے

اور جب تعدیہ علیٰ سے ہو تو اللہ تعالیٰ کا جرم کنندہ پر مہربانی کرنا اور اس کی توبہ قبول کرنا مراد ہوتا ہے

= غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۔ کَانَ کی خبر۔ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے (وہ بندوں کی لغزشوں کو معاف کردیتا ہے اور اس کی نیکیوں کو اپنی رحمت کے طفیل منزلِ مقصود تک رسائی کا ذریعہ بناتا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

(۳۴) سُوْرَةُ السَّبَا مَكِّيَّةٌ (۵۸)

۳۴: ۱ = اَلْحَمْدُ۔ میں الف لام استغراق کا ہے۔ یعنی ہر نوع حمد و ثناء۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں کہ:۔

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورۃ سبا مکہ میں نازل ہوئی۔ اس قسم کی سورتیں کہ جن کے اول میں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ہے پانچ ہیں۔ ان میں سے دو نصف اول میں ہیں۔ الانعام الکہف اور دو اخیر قرآن میں ہے ایک یہ دوسری ملائکہ پانچویں الحمد جس کو جا ہو نصف اول میں شمار کرد خواہ نصف آخر میں اور سِرّ (راز) اس میں یہ ہے کہ خدا کی بے شمار نعمتیں دو قسم کی ہیں:۔

۱:۔ ایک نعمت ایجاد ہے کہ اس نے معدوم سے ہم کو موجود کر دیا۔

۲:۔ دوسری نعمت بقار ہے کہ ہم کو باقی رکھا۔ اور زندہ رہنے کے سامان عطا کئے۔

اور بندہ کی بھی دو حالتیں ہیں:۔

۱:۔ ایک ابتدار جو اس عالم سے علاقہ رکھتی ہے،

۲:۔ دوم اعادہ کہ بار دیگر ہم کو زندہ کرکے وہاں کے سامان عطا کرے گا۔ بس ان پانچوں سورتوں میں کہیں ایجاد کی نعمتیں یاد دلائی ہیں اور کہیں بقار کی۔ پھر کہیں اس عالم کی کہیں اُس عالم کی۔

اس سورۃ میں مافی الارض تک تو نعمت بقار کا ذکر ہے کہ جو اس عالم میں آسمانوں اور زمین کی چیزوں کو پیدا کرنے میں ہے کیونکہ اگر آسمان و زمین کے اندر کی چیزیں بارش، ہوا۔ رزق وغیرہ نہ ہوں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔

ولہ الحمد فی الاٰخرۃ میں آخرت کی جمیع نعمتوں کی طرف اشارہ ہے اسی رعایت سے پہلے الحمد سے مراد الحمد فی الدنیا ہے۔

= لِلّٰهِ۔ لَهٗ (مافی السمٰوٰت) اور لَهُ (الْحَمْدُ) میں لام اختصاص کا ہے اور تملیک کے لئے آیا ہے یعنی خاص اسی کے لئے ہے اور وہی مالک مطلق ہے۔

= اَلَّذِیْ۔ اللہ کی صفت ہے ای اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ هُوَ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

...... الخ وہی مالک ہے ہر اس چیز کا جو آسمانوں میں ہے ..... الخ۔

۳۴: ۲ = مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ۔ مَا موصولہ ہے یَلِجُ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب ہے وُلُوْجٌ مصدر (باب ضرب) بمعنی داخل ہونا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے لَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ حَتّٰی یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ط (۷: ۴۰) وہ جنت میں داخل نہ ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل نہ ہو جائے۔

جو زمین کے اندر داخل ہوتا ہے مثلاً پانی، اموات، تخم وغیرہ

= وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا۔ اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے مثلاً پانی کے چشمے۔ نباتات، معدنیات وغیرہ۔ مِنْھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الارض کے لئے ہے۔

= وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ اور جو کچھ آسمان سے اترتا ہے مثلاً ملائکہ، احکام الٰہی وغیرہ

= وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا۔ اور جو کچھ اس میں چڑھتا ہے عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب چڑھتا ہے اس میں۔ مثلاً ملائکہ۔ اعمال صالحہ وارواح وغیرہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ السمآء کے لئے ہے۔

۳۴: ۳ = لَا تَاْتِیْنَا مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر نا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس نہیں آئے گی۔ السَّاعۃ القیامۃ۔ یعنی ہم پر قیامت نہیں آئے گی۔

= بَلٰی۔ ہاں۔ بَلٰی کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے:۔

(۱) نفی ماقبل کی تردید کے لئے مثلاً زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا ط قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) جو لوگ کافر ہیں ان کا خیال ہے کہ وہ دوبارہ اٹھائے نہیں جائینگے۔ آپ (ان سے) کہئے ضرور اور قسم ہے میرے پروردگار کی تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔

(۲) اس استفہام کے جواب میں جو نفی پر واقع ہو:۔

(ا) خواہ یہ استفہام حقیقی ہو مثلاً اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَآئِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں؟) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی (ہاں یعنی ہاں کھڑا ہے)

(ب) یا استفہام توبیخی ہو مثلاً اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ہ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ ہ (۷۵: ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے ضرور (جمع کریں گے) ہم تو اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کے پوروں تک کو درست کر دیں۔

(ج) یا استفہام تقریری ہو مثلاً اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا (۷: ۱۷۲) کیا میں

تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے)

یہاں آیت ہذا میں نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے "کافر لوگ کہتے ہیں ہم پر قیامت نہ آئے گی۔ آپ کہہ دیجئے ضرور آئے گی) قسم ہے میرے پروردگار کی جو عالم الغیب ہے وہ تم پر ضرور آئے گی!

= وَرَبِّیْ۔ واؤ قسم کے لئے ہے قسم ہے میرے پروردگار کی۔ قسم کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے، ضمیر واحد متکلم کا مرجع ذات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ شدت قسم پر دلالت کرتی ہے

= لَتَاْتِیَنَّكُمْ لام تاکید کا ہے تَاْتِیَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر ضرور آئے گی۔

= عَالِمِ الْغَیْبِ المقسم ہے (رَبِّیْ) کا بدل ہے یا اس سے عطف بیان۔
بعض کے نزدیک یہ رب کی صفت ہے اور بدیں وجہ مجرور ہے عبارت یوں ہو گی!
قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ عَالِمِ الْغَیْبِ لَتَاْتِیَنَّكُمْ۔

= لَا یَعْزُبُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب عُزُوْبٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپ جانا مخفی ہونا۔ غائب ہونا۔ ضمیر فاعل مثقال ذرّۃ کے لئے ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب عالم الغیب کے لئے ہے۔

= مِثْقَالُ ذَرَّةٍ۔ مضاف مضاف الیہ مثقال اسم مفرد بمعنی وزن برابر۔ ہم وزن۔ ایک ذرّہ وزن برابر) ذرہ برابر۔ ذرّہ کے ہموزن۔

= وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ۔ ذٰلِكَ کا اشارہ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ کی طرف ہے، اَصْغَرُ وَاَكْبَرُ کا عطف مثقال ذرّۃٍ پر ہے۔
آسمانوں کی اور نہ ہی زمین کی کوئی ذرّہ برابر شے یا اس سے چھوٹی یا اس سے بڑی اس (عالم الغیب) سے پوشیدہ نہیں ہے۔

= اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مگر

= كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ، موصوف وصفت واضح کتاب، مراد لوح محفوظ۔ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ مگر یہ کہ یہ سب چیزیں لوح محفوظ میں (درج) ہیں

فائدہ: تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ پورے قرآن میں صرف تین آیات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع پذیر ہونے پر اپنے

رب عظیم کی قسم کھائیں۔

۱۔ وَيَسْتَنْۢبِئُوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۱۰: ۵۳) اور لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا قیامت کا آنا حق ہی ہے؟ تو کہہ دے کہ ہاں میرے رب کی قسم وہ یقیناً حق ہی ہے۔ اور تم خدا کو مغلوب نہیں کر سکتے۔

۲۔ آیت ہذا۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ (۳۴: ۳) ترجمہ اوپر ملاحظہ ہو لَا تَاْتِيْنَا کے محاذ۔

(۳) زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ..... الخ (۶۴: ۷) اوپر (۳۴: ۳) بَلٰى کے محاذ ملاحظہ فرمائیں۔

۳۴: ۴ = لِيَجْزِيَ لام تعلیل کا ہے (یہ لام عاقبت کا بھی ہوسکتا ہے) اس کا تعلق لَتَاْتِيَنَّكُمْ سے ہے کہ یہی علت ہے لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کی۔ يَجْزِيْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ جَزَاءٌ سے (باب ضرب) تاکہ وہ بدلہ دے تاکہ وہ جزا دے۔

= كَرِيْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ عزت والا۔ عمدہ۔

۳۴: ۵ = سَعَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب سَعْيٌ (باب فتح) مصدر بمعنی کام کرنا۔ چلنا دوڑنا۔ مشی سریع۔ تیزروی۔ بمعنی حال وہ دوڑتے ہیں۔ یعنی کوشش کرتے ہیں۔

= مُعٰجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد۔ مُعَاجَزَةٌ (مفاعلة) مصدر مقابلہ کرکے اپنے حریف کو عاجز کر دینا۔ ہرا دینا۔

سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ (جو لوگ) ہماری آیات کے بارہ میں (ہمیں) ہرانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ (۹: ۲) اور جان رکھو کہ تم خدا کو عاجز نہیں کر سکوگے۔

بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے۔

= رِجْزٍ عقوبت، عذاب، بلا، سزا۔ الرِّجْزُ کے اصل معنی اضطراب کے ہیں محاورہ ہے ارتجزت السماء بالرعد آسمان بجلی کی کڑک سے کانپ اٹھا اور کہتے ہیں رعد مرتجز۔ کپکپا دینے والی، لرزا دینے والی گرج۔ بس رِجْزٌ وہ عذاب کہ جن پر اترے وہ اس کی سختی سے کانپ اٹھیں۔

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ، درد ناک عذاب کہ معتوب اس کی سختی سے

کانپ اٹھے۔

۳۴: ۶ = وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۔ يَرَى فعل اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ فاعل اَلَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مفعول اوّل هُوَ ضمیر الفصل اَلْحَقَّ مفعول ثانی۔

اُوْتُوا الْعِلْمَ وہ جن کو علم دیا گیا۔ مراد اس سے یا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے اہل علم ہیں یا اہل کتاب کے علماء میں سے جو مشرف باسلام ہوتے مثلاً عبداللہ بن سلام و کعب وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

ترجمہ:۔ جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو تیرے پروردگار کی طرف سے تیری طرف اتارا گیا ہے سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے۔

= يَهْدِيْ مضارع واحد مذکر غائب هِدَايَةٌ (باب ضرب) سے وہ ہدایت کرتا ہے ضمیر فاعل الذی انزل کی ضمیر ہے ای القرآن۔

= اَلْعَزِيْزِ (فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ) غالب، زبردست، قوی، گرامی قدر۔

اَلْحَمِيْدِ (حَمْدٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی مفعول) ستودہ، صفت کیا ہوا۔ محمود۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں بوجہ مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہیں

۳۴: ۷ = نَدُلُّكُمْ ۔ نَدُلُّ مضارع کا صیغہ جمع متکلم دلالۃ (باب نصر) مصدر۔ پتہ دینا راہنمائی کرنا۔ راستہ دکھانا۔ دَلِيْلٌ ۔ راہ راہنما۔

كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (کیا) ہم تمہیں پتہ دیں۔ یہ مخاطبین کفار قریش میں ہی تھے۔ وہ تعجب یا استہزاء کی وجہ سے ایک دوسرے سے مخاطب ہو کر یہ کلمات کہتے تھے قالوا مخاطبا بعضھم لبعض علیٰ جھۃ التعجب والاستھزاء

= يُنَبِّئُكُمْ ۔ يُنَبِّئُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) بتانا۔ خبر دینا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر يُنَبِّئُ میں ضمیر فاعل رجل کی طرف راجع ہے وہ تمہیں بتاتا ہے۔

ن ب ء مادہ۔

= مُزِّقْتُمْ ۔ ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ تَمْزِيْقٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی ہیں کسی چیز کو پھاڑ پھاڑ کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کر دینا۔ مُمَزَّقٍ اس کا وزن اسم مفعول کا ہے لیکن یہ مصدر ہے اور فعل کے بعد تاکید کے لئے آیا ہے كُلَّ سے تشدید مزید مراد ہے۔

یعنی جب تم بالکل ریزہ ریزہ کر دیئے جاؤ گے۔

۳۴: ۸ = اَفْتَرٰی اصل میں أَاِفْتَرٰی تھا۔ پہلا ہمزہ استفہامیہ ہے دوسرا ہمزہ وصل ہے دو ہمزے جمع ہوئے تو ہمزہ وصل تخفیف کے لئے حذف ہوگیا۔ صیغہ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِفْتِرَاءٌ (افتعالٌ) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔

اس کا ترجمہ دو طرح ہو سکتا ہے۔

۱۔ کیا اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے؟

۲۔ یا تو اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے۔ اَمْ بِهٖ جِنَّةٌ یا اسے جنون ہے

= جِنَّةٌ جنون۔ دیوانگی۔ سوداء۔ جَنٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز کے حواس چھپ جانے کے ہیں۔ جَنَّ یَجُنُّ جَنٌّ (باب نصر) اس نے ڈھانپ لیا۔ اس نے چھپا لیا جَنَّةٌ (جنت) بھی اسی سے مشتق ہے۔ درختوں والا ہرا باغ جس کے درخت زمین کو چھپا لیں جنت کہلاتا ہے۔

= بَلْ۔ حرف اضراب ہے یہاں ماقبل کا ابطال اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے اور اسے جنون ہے غلط ہے بلکہ سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے گمراہ ہیں اور عذاب بھگتیں گے!

= فِی الْعَذَابِ۔ ای غدًا فی العذاب و فی الضلل البعید۔ ای الیوم فی الضلال البعید یعنی کل قیامت کو عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے اور آج دور تک گمراہی میں چلے گئے ہیں۔

۳۴: ۹ = اَفَلَمْ یَرَوْا۔ ف حرف عطف ہے ہمزہ استفہامیہ ہے عمومًا حروفِ استفہام (کیف، این، اَنّٰی، ھَلْ، ای، ما، وغیرہ) حرف عطف کے بعد واقع ہوتے ہیں لیکن ہمزہ حرف عطف پر اس امر سے آگاہ کرنے کے لئے پہلے لایا جاتا ہے کہ صدر کلام میں آنے کے واسطے اصلی حرف یہی ہے۔

تو کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں دیکھتے۔

= مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ آسمان اور زمین میں سے جو ان کے اپنے آگے اور اپنے پیچھے ہے کیا یہ اس کو نہیں دیکھتے (جو اپنی جسامت و وسعت کے لحاظ سے ان کے دل کو قدرتِ الٰہی کی عظمت کے دلائل سے لبریز کر دینے کے لئے کافی ہیں) جو ایسے اجسامِ عظیمہ کا ابتداءً پیدا کرنے والا ہے کیا وہ اجسام صغیرہ کی خلق ثانی پر قادر نہیں؟)

= اِنْ نَّشَاْ۔ اِنْ شرطیہ ہے نَشَاْ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے مَشِیَّةٌ مصدر مضارع

مجزوم بوجہ عمل اَنْ کے ہے ۔ اگر ہم چاہیں......

= نَخْسِفْ بِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اَنْ) جمع متکلم خَسْفٌ مصدر (باب ضرب) ہم دھنسادیں ۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اوّل اَلْاَرْضَ مفعول ثانی ۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھنسادیں۔

خُسُوْفٌ چاندگرہن۔ خَسَفَ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی ۔

= اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْھِمْ ۔ اَوْ حرف عطف ۔ نُسْقِطْ کا عطف نَخْسِفْ پر ہے اور یہ بھی اَنْ کے عمل میں مضارع مجزوم بصیغہ جمع متکلم ہے یا ہم ان پر گرادیں ۔

= کِسَفًا ۔ کِسْفَۃٌ کی جمع اَکْسَافٌ وکُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے ۔ کُسُوْفٌ سورج گرہن کَسَفَ فعل متعدی و لازم دونوں طرح استعمال ہوتا ہے ۔

= مُنِیْبٍ اسم فاعل واحد مذکر اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا ۔ اِنَابَۃٌ (باب افعال) مصدر نَوْبٌ مادّہ (باب نصر) سے ۔ کسی چیز کا بار بار لوٹنا ۔ نَوْبَۃٌ حاصل مصدر ۔ باری ۔

۳۴ : ۱۰ = اٰتَیْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۔ اٰتَیْنَا ۔ ہم نے دیا ۔ فعل ۔ دَاوٗدَ مفعول اول مِنَّا حال ہے فَضْلًا مفعول ثانی ۔ ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے فضیلت بخشی " فَضْلًا صیغہ نکرہ اظہار عظمت کے لئے ہے ۔

= یٰجِبَالُ ۔ یہ فَضْلًا کا بدل ہے ای قُلْنَا یَاجِبَالُ ۔

= اَوِّبِیْ ۔ فعل امر، واحد مؤنث حاضر۔ تَاْوِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ تو رجوع کر۔ تو لوٹ یعنی اے پہاڑو! تم بھی ان کے ساتھ مل کر تسبیح کرو ۔

یہاں اَوِّبِیْ ۔ بمعنی سَبِّحِیْ ہے تو تسبیح کر ۔

= وَالطَّیْرَ ۔ اَلطَّیْرَ منصوب یا تو فعل مقدرہ کا مفعول ہونے کی وجہ سے ہے ۔ اس صورت میں تقدیر کلام ہے وَسَخَّرْنَا لَہُ الطَّیْرَ ۔ اور ہم نے پرندوں کو بھی (الطیر جنس کے لئے ہے) اس کی تسخیر میں کردیا کہ وہ بھی پہاڑوں کے ساتھ مل کر حضرت داؤد کے ہمراہ تسبیح کریں) یا اس کا عطف فَضْلًا پر ہے اور پرندوں کا ماتحت کردینا بھی فضیلت میں سے ہے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَہٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ ۙ وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَۃً ؕ کُلٌّ لَّہٗ اَوَّابٌ ۵ (۳۸ : ۱۸-۱۹) ہم نے پہاڑوں کو ان کے مطیع کردیا تھا ۔ کہ شام اور صبح ان کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں

کو بھی (ان کے مطیع کر دیا تھا) جو اس کے ہاں (تسبیح کے لئے) اکٹھے ہو جاتے تھے۔

اور جگہ ہے وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ (۲۱:۷۹)

اور ہم نے داؤد کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو کہ وہ اور پرندے تسبیح کیا کریں۔

مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ صاف ظاہر ہے کہ پہاڑ اور پرندے ایک ہی حکم کے تحت داؤد علیہ السلام کے ساتھ تسبیح کرنے پر مامور کر دیئے گئے تھے۔

فَائِدَہ: پہاڑوں کی تسبیح سے ان کی صدائے بازگشت یا وہ عام تسبیح مراد نہیں جو ہر چیز اپنی اپنی زبان حال و قال سے کرتی رہتی ہے مراد نہیں۔ ورنہ حضرت داؤد علیہ السلام پر فضل و انعام کے سلسلہ میں بیان کرنا کیا اہمیت رکھتا ہے۔

= وَاَلَنَّا لَہُ الْحَدِیْدَ۔ یہ دوسرا انعام حضرت داؤد پر تھا۔

اَلَنَّا ماضی جمع متکلم۔ اِلَانَۃٌ وَاِلْیَانٌ (افعال) مصدر جس کے معنی ہیں نرم کر دینا۔

لین مادہ۔ اَلَانَ لِلْقَوْمِ جَنَاحَہٗ اس نے لوگوں سے نرم برتاؤ کیا۔

اَلَنَّا۔ ہم نے نرم کر دیا۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

اوّل یہ کہ لوہا ان کا ہاتھ لگنے سے موم ہو جاتا تھا۔ دوم یہ کہ ان کو لوہا پگھلانے کا فن سکھا دیا گیا ہو۔

لَانَ یَلِیْنُ (باب ضرب) سے یہ فعل لازم بھی آیا ہے بمعنی نرم ہونا۔ مثلاً فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ (۳:۱۵۹) پھر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی کے سبب سے ہے کہ آپ ان کے ساتھ نرم رہے۔

۳۴:۱۱ = اَنِ اعْمَلْ۔ میں ان مصدریہ ہے ای النالہ الحدید لعمل سابغات (کشادہ زرہیں بنانے کے لئے ہم نے لوہا اس کے لئے نرم کر دیا۔

= سٰبِغٰتٍ اصل میں سَبَغَ یَسْبُغُ (باب نصر) سُبُوْغٌ مصدر۔ سے اسم فاعل جمع مؤنث کا صیغہ ہے سَابِغَۃٌ واحد اور یہاں موصوف محذوف کی صفت ہے یعنی دروعا سابغات۔ کشادہ زرہیں۔ لیکن سابغۃ بمعنی کشادہ زرہ کے کثرتِ استعمال سے موصوف کو بیان کرنے کی حاجت ہی نہ رہی۔ لہٰذا سٰبِغٰتٍ (بلا موصوف) بمعنی کشادہ زرہیں مستعمل ہے! جیسے البطح وادی کے کشادہ ہونے کو کہتے ہیں لیکن استعمال عام میں کشادہ وادی کے معنوں میں ہی مستعمل ہے۔

= قَدِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ مناسب اندازہ کے ساتھ

بناؤ۔ کڑیوں کو حساب کے ساتھ بناؤ اور جوڑو۔
= اِعْمَلُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر عَمَلٌ مصدر۔ تم کام کرو۔
یہاں خطاب حضرت داؤدؑ اور آلِ داؤد علیہ السلام سے ہے اس لئے جمع کا صیغہ آیا ہے
۳۴:۱۲ = وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ۔ واؤ حرف عطف ہے لِسُلَیْمٰنَ کا عطف اَلَنَّا لَهُ الْحَدِیْدَ کے لَهٗ پر ہے اور الرِّیْحَ کا عطف الحدید پر ہے۔ الانة الریح بمعنی تسخیرھا۔ (سُلَیْمٰن بوجہ عَلَمْ و الف نون زائدتان کے غیر منصرف ہے) اور ہم نے مسخر کردی سلیمان کے لئے ہوا۔
= غُدُوُّهَا۔ مضاف مضاف الیہ غُدُوٌّ و غَدَاةٌ صبح۔ فجر اور سورج نکلنے کے درمیان کا وقت غَدَوَات جمع۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الرِّیْح ہے۔ یہاں الریح کی مناسبت سے غُدُوٌّ سے مراد ہوا کی صبح کی منزل یا مسافت!
غُدُوُّهَا شَهْرٌ۔ ترجمہ ہوگا: اس کی صبح کی منزل ایک ماہ کی۔
مراد یہ کہ صبح کے وقت ہوا حضرت سلیمان کو لے کر اتنا فاصلہ طے کر لیتی جتنا کہ ایک سوار ایک تیز رفتار گھوڑے پر ایک ماہ میں طے کرتا ہے۔
= رَوَاحُهَا۔ مضاف مضاف الیہ رَوَاحٌ شام۔ سورج ڈھلنے سے رات تک کا وقت مطلب اس کی شام کی منزل (بھی) ایک ماہ کی ہوتی۔
= اَسَلْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِسَالَةٌ (باب افعال) مصدر۔ ہم نے بہادیا۔ ہم نے جاری کر دیا۔ فعل لازم سَالَ یَسِیْلُ (ضرب) سَیْلٌ و سَیَلَانٌ۔ پانی بہنا۔ اسی سے سَیْلٌ بمعنی سیلاب۔
= عَیْنَ الْقِطْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عَیْنٌ چشمہ، اَلْقِطْرُ پگھلا ہوا تانبا۔ عَیْنَ الْقِطْرِ پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ، عَیْنَ۔ اَسَلْنَا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔
= وَمِنَ الْجِنِّ۔ واؤ عطف کا ہے مِنَ الْجِنِّ (مِنْ تبعیضیہ) کا عطف الرِّیْح پر ہے اور ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کے تابع کر دیا کئی جنوں کو۔
= مَنْ یَّعْمَلُ۔ مِنَ الْجِنِّ کا بدل ہے جو کام کرتے تھے ان کے سامنے۔
= وَمَنْ یَّزِغْ، واؤ عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے یَزِغْ مضارع مجزوم (بعمل مَنْ شرطیہ) صیغہ واحد مذکر غائب زَیْغٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ وہ پھر جاتا ہے۔ وہ سرتابی کرتا ہے

وہ حکم عدولی کرتا ہے۔

= اَمْرِنَا - مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا حکم۔ ضمیر جمع متکلم اللہ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جو ان میں سے ہمارے حکم (کہ سلیمان (علیہ السلام) کے تابع فرمان رہیں) سے سرتابی کرتا ہے ہم اسے بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب چکھاتے۔

= نُذِقْهُ - نُذِقْ مضارع (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع متکلم اِذَاقَةٌ (باب افعال) مصدر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مفعول۔ اس کا مرجع مَنْ ہے۔ ہم اس کو چکھاتے ہیں۔ چکھائیں گے۔

= عَذَابِ السَّعِيْرِ - بھڑکتی ہوئی آگ کا عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب، بعض کے نزدیک دنیا میں عذاب وہی مراد ہے۔

۳۴ : ۱۳ = مَحَارِيْبَ محراب کی جمع۔ یہاں مراد مضبوط محل، قلعے، اونچی اونچی عبادت گاہیں

= تَمَاثِيْلَ - تِمْثَال کی جمع۔ مورتیں۔ تصویریں۔ شریعت سلیمانی میں مجسمہ تراشی اور مصوری حرام نہ تھیں۔

= جِفَانٍ - جَفْنَةٌ واحد۔ لگن، بڑا پیالہ۔ برتن جس میں شراب بنائی جائے۔

= كَالْجَوَابِ - کاف تشبیہ کا ہے۔ جَوَابٌ جَابِيَةٌ کی جمع ہے۔ بڑا حوض، تالاب۔

= قُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ - موصوف وصفت۔ قُدُوْرٍ۔ قِدْرٌ کی جمع ۔ ہانڈیاں۔ دیگیں رَاسِيٰتٍ رُسُوٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث رَاسِيَةٌ کی جمع۔ رُسُوٌّ کے معنی کسی چیز پر قائم رہنا اور استوار ہونا کے ہیں رَاسِيٰتٍ ایک جگہ دھری رہنے والی۔ ہر وقت چولھوں پر قائم رہنے والی (دیگیں)

= اٰلَ دَاوٗدَ - ای یا اٰلَ دَاوٗدَ۔ اے داؤد کی آل ۔ اے داؤد کے گھر والو۔ منادیٰ۔ مرکب اضافی ہے۔ مضاف منصوب ہوگا۔ داؤد بوجہ علمیت وعجمیت غیر منصرف ہے!

= شُكْرًا - منصوب بوجہ مفعول لہٗ۔ اِعْمَلُوْا شُكْرًا تم شکر میں نیک اعمال کیا کرو۔

= وَقَلِيْلٌ - میں واؤ حالیہ ہے۔

= الشَّكُوْرُ - شُكْرٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مؤنث، مذکر دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے۔ بڑا شکر گذار۔ بڑا احسان ماننے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں واقع ہو تو اس کا مطلب ہوگا! بڑا قدر دان۔ تھوڑے کام پر دگنا ثواب دینے والا۔

۳۴ : ۱۴ = قَضَيْنَا عَلَيْهِ - قَضٰى عَلٰى کسی کے خلاف فیصلہ کرنا۔ قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ

ہم نے اس کے خلاف موت کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی (جب) ہم نے اس پر موت کا حکم جاری کر دیا۔
= مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖ (کسی چیز نے) ان کو پتہ نہ بتایا اس کی موت کا۔ دَلَالَةٌ مصدر
نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۷۔ مندرجہ بالا۔
= دَآبَّةُ الْاَرْضِ۔ زمین پر چلنے والا۔ پاؤں پر چلنے والا، یا رینگ کر چلنے والا جانور،
مراد یہاں دیمک ہے۔
= مِنْسَاَتَهٗ۔ مِنْسَاَةٌ۔ اسم آلہ۔ نَسْئٌ مصدر سے باب فتح۔ بروزن (مِفْعَلَةٌ)
آواز دینا، ہنکانا۔ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کا ڈنڈا۔ اس کی لاٹھی
اشارہ حضرت سلیمان کی طرف ہے)
= خَرَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ وہ گر پڑا۔ خَرٌّ مصدر جس کے معنی کسی چیز کا آواز کے ساتھ
نیچے گرنے کے ہیں۔ یہاں ضمیر فاعل حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف راجع ہے) اور جگہ قرآن
مجید میں ہے فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ۔ (۱۶: ۲۶) اور چھت ان پر ان کے
اوپر سے گر پڑی۔
= تَبَيَّنَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ اس نے جانا۔ تَبَيُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر
یہاں واحد مؤنث کا صیغہ جنّوں کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی تب جنّات نے جانا۔ تب
جنات پر حقیقت ظاہر ہوئی۔
= مَا لَبِثُوْا۔ ماضی منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہ رہے۔ وہ نہ رہتے۔
= اَلْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔ موصوف وصفت۔ رسوا کن عذاب۔ ذلت آمیز عذاب۔
۳۴: ۱۵ = لِسَبَاٍ۔ اس سے مراد قوم سبا ہے۔ اس قوم کا ملک بھی سبا کے نام سے
مشہور تھا۔ اور یہ وہی علاقہ ہے جو عرب کے جنوب میں اب اسوقت علاقہ یمن کہلاتا ہے
= جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ۔ دو باغ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
طرف۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ ملک بھر میں صرف دو باغ تھے ایک دائیں طرف اور ایک بائیں
طرف۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ دائیں بائیں جدھر بھی نگاہ اٹھتی تھی باغات ہی باغات تھے۔
جَنَّتٰنِ اٰيَةٌ کا بدل ہے اٰيَةٌ سے مراد یہی باغات ہی ہیں۔
= كُلُوْا ...... لَهٗ۔ اس سے قبل کلام مقدرہ ہے۔ اى قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ كُلُوْا
= بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ جملہ مستانفہ ہے اور موجب شکر کی تصریح کے لئے ہے
یعنی یہ تمہارا ملک عمدہ و خوبصورت۔ باغ و بہاراں سے معمور اور ثمر و میوہ جات ورزق سے بھرپور

تمہاری لطف اندوزی کے لئے موجود ہے اور تمہارا پروردگار تم پر اپنی نوازشات و مغفرت کے دروازے وا کئے ہوئے ہے اس حالت میں تمہارے لئے اپنے پروردگار کا شکر ادا کرنا لازم آتا ہے۔ یعنی اس منعم کی نعمتوں سے بہرہ اندوز بھی ہو اور اس کا شکر بھی ادا کرو۔

۳۴: ۱۶ = فَاَعْرَضُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر انہوں نے منہ پھیر لیا۔ فَ تعقیب کا ہے پھر انہوں نے منہ پھیر لیا۔ یعنی سرتابی کی۔

= فَاَرْسَلْنَا۔ میں فَ عطف سببی کے لئے ہے۔ سو ہم نے ان پر (سیل العرم) بھیج دیا

= سَیْلَ الْعَرِمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ سَیْلٌ۔ سیلاب۔

عَرِم۔ تیز رو، زور دار، سخت۔ یہ عَرَامۃ وَ العرامۃُ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے العرامۃ کے معنی مزاج کی تندی اور درشتی کے ہیں۔ لہٰذا جملہ کے معنی ہوں گے ا سو ہم نے ان پر سخت سیلاب بھیجا۔

بعض نے العرم کے معنی بند کے کئے ہیں کہ یہ سیلاب بند کے ٹوٹنے کی وجہ سے آیا تھا بعض نے العرم سے جنگلی چوہا مراد لیا ہے کہ یہ سیلاب چوہے کے بند میں شگاف کرنے اور نتیجۃً بند ٹوٹنے سے آیا تھا۔

(سد مارب کی طرف اشارہ ہے تفصیل کے لئے کسی بھی مفصل تفسیر کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے)

= بِجَنَّتَیْھِمْ۔ ان کے دو باغوں کے بدلے جَنَّتَیْنِ (ایسے) دو باغ۔

= ذَوَاتَیْ۔ ذَاتٌ کا تثنیہ۔ رکھنے والیاں۔ صاحب۔

= اُکُلٍ۔ میوہ۔ پھل۔ جو کھایا جائے۔ فُعُلٌ کے وزن پر۔

= خَمْطٍ۔ کسیلا۔ بدمزہ۔ پیلو اور اس کا پھل (لغوی)، ہر وہ سبزی جس کے مزہ میں اتنی تلخی پیدا ہو جائے کہ اس کو کھایا نہ جا سکے (زجاج)

ذَوَاتَیْ اُکُلٍ خَمْطٍ۔ ذَوَاتَیْ مضاف اُکُلٍ خَمْطٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ بدمزہ اور کسیلے پھلوں والے باغ۔

= اَثْلٍ۔ ای ذَوَاتَیْ اَثْلٍ۔ اَثْلٌ جھاؤ کے درخت کو کہتے ہیں اس کی جمع اَثْلَاثٌ و اُثَالٌ۔ اُثُوْلٌ (جن میں جھاؤ کے درخت تھے)

= وَشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ۔ ای ذَوَاتَیْ شَیْءٍ قَلِیْلٍ مِّنْ سِدْرٍ۔ اور جن میں تھوڑے سے درخت بیری کے تھے۔

فَائِدَہ: یہ حالت بند ٹوٹنے سے ہوگئی بند ٹوٹا اور اس کا سیلاب باغات، فصلات

کی فوری تباہی کا سبب بن گیا۔ بند کے ٹوٹنے سے ذریعہ آبپاشی برباد ہو گیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ جنت مثال علاقہ بنجر و برباد ہو کر رہ گیا۔

۳۴: ۱۷ = ذٰلِكَ۔ یہ تبدیلی۔

= جَزَيْنٰهُمْ۔ جَزَيْنَا ماضی جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے ان کو بدلہ دیا۔ ہم نے ان کو سزا دی۔

= بِمَا میں بار سببیہ ہے۔ مَا موصولہ۔ بہ سبب ان کی ناشکری کے۔ ان کے کفر کے۔

= هَلْ۔ کیا۔ یہاں هَلْ نافیہ ہے۔ نہیں کے معنی ہیں

= اَلْكَفُوْرَ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ کافر، ناشکرا۔ ناسپاس۔ احسان فراموش۔

۳۴: ۱۸ = جَعَلْنَا۔ جَعْلٌ (باب فتح) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم نے کیا۔ ہم نے ٹھیرایا۔ ہم نے مقرر کر دیا۔ یہاں آیۃ ہذا میں بمعنی ہم نے آباد کر دیا تھا۔ آباد کر رکھا تھا۔

= بَيْنَهُمْ۔ ان کے درمیان۔ ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع اہل سبا ہیں۔ مراد سبا کے علاقہ کے درمیان اور ملکِ شام کے درمیان۔

= الْقُرٰى۔ جمع۔ الْقَرْيَةُ واحد۔ بستیاں۔ شہر۔ اُمُّ الْقُرٰى مکہ شریف کو کہتے ہیں اَلَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا۔ جن میں ہم نے برکت دے رکھی تھی۔ ان سے مراد شام اور فلسطین کے قصبے اور شہر ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے بابرکت بنا دیا تھا۔ کہ یہاں متعدد انبیاء کا ظہور ہوا۔

= قُرًى ظَاهِرَةً۔ قُرًى قَرْيَةٌ کی جمع ہے بستیاں۔ موصوف ہے ظَاهِرَةً صفت، مراد اس سے وہ شہر اور بستیاں جو کسی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے مسافروں کو دور سے نظر آنے لگیں۔ ظَاهِرَةً بمعنی عامرۃً بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی آباد۔ قُرًى منصوب بوجہ جَعَلْنَا کے مفعول ہونے کے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ سبا کے علاقہ اور ملک شام کے علاقہ کے درمیان تجارتی شاہراہ پر برلب سڑک بلند و بالا عمارتوں والی بستیاں ہم نے آباد کر رکھی تھیں۔

= السَّيْرَ۔ سَارَ يَسِيْرُ (ضرب) سے مصدر ہے جس کے معنی زمین پر چلنا کے ہیں یہاں مسافت مراد ہے وَقَدَّرْنَا فِيْهَا السَّيْرَ اور ان سرِ راہ واقع بستیوں کی درمیانی مسافت کو ہم نے مناسب منزلوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یعنی ایک بستی دوسری بستی سے مناسب فاصلہ پر

آباد کر رکھی تھیں۔ صبح، دوپہر، شام کسی وقت بھی ہر مسافر کو ایک نہ ایک بستی میں رہائش کی سہولتیں میسر تھیں۔

= سِيْرُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ تم چلو پھرو، تم سیر کرو، تم آؤ جاؤ۔ ای قلنا لھم سِیْرُوْا لیالی وایاما۔ ہم نے ان سے کہا کہ آؤ جاؤ۔ رات ہو یا دن۔ رات دن۔ مفعول بوجہ مفعول فیہ۔

= اٰمِنِیْنَ۔ اٰمِنٌ کی جمع۔ بے خوف، مطمئن۔ بے دھڑک، بے کھٹکے۔

یعنی تم رات دن بے خطر ان بستیوں کے درمیان آؤ جاؤ تمہیں کسی قسم کا خطرہ نہیں مثلاً بھوک، پیاس۔ چوری، ڈاکہ۔ وغیرہ۔

۳۴: ۱۹ = فَقَالُوْا۔ ای لما طالت علیھم مدۃ النعمۃ بطروا وملوا واثروا الذی ھو ادنٰی علی الذی ھو خیر کما فعل بنو اسرائیل وطلب البصل والثوم مکان المن والسلوٰی۔ یعنی جب عیش و عشرت کی مدت طویل ہو گئی تو وہ بہک گئے اور (اس آسائش و آرام کی زندگی سے) اکتا گئے تو ادنیٰ چیز کو اعلیٰ چیز پر ترجیح دینے لگے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل نے کیا تھا من اور سلویٰ کے بجائے پیاز و لہسن کی طلب پر مصر ہو گئے۔

جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو وہ کہنے لگے۔

رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا۔ اے ہمارے پروردگار ہماری مسافتوں کے درمیان فاصلوں کو لمبا کر دے۔ یعنی ایک پڑاؤ دوسرے پڑاؤ سے کافی دور ہو ان کے درمیان وسیع و عریض صحراہوں غیر آباد ویرانے ہوں راستہ میں ڈاکہ زنی کی وارداتیں ہوں قافلوں کی صورت میں ہم سفر کریں اور اس طرح مہم جوئی میں مزہ آجائے۔

ضروری نہیں کہ یہ بات انہوں نے فی الواقع اپنی زبان سے کہی ہو دل کے اندر کی تمنا بھی مراد ہو سکتی ہے۔

= بٰعِدْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر مُبَاعَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) سے تو بُعد پیدا کر دے۔ تو دوری کر دے۔

= فَجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِيْثَ۔ تو ہم نے انہیں افسانہ بنا دیا۔ ان کو ایسا پارہ پارہ کر دیا کہ ان کا نام و نشان تک مٹ گیا۔ اور اب ان کے صرف قصے ہی رہ گئے۔ عرب میں محاورہ ہے ذھبوا ایدی سبا۔ وہ اہل سبا کی چال چل گئے۔ یعنی منتشر اور تتر بتر ہو گئے۔

= مَزَّقۡنٰهُمۡ۔ مَزَّقۡنَا فعل ماضی جمع متکلم تَمۡزِيۡقٌ (تَفۡعِيۡلٌ) مصدر۔ جس کے معنی ہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ پارہ پارہ کرنا۔ هُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ضمیر فاعل فقالوا کی طرف راجع ہے۔

= كُلَّ مُمَزَّقٍ۔ (ملاحظہ ہو ۳۴ : ۷) فعل کے بعد تاکید کے لئے مصدر کو لایا گیا ہے ہم نے ان کو بالکل تتر بتر کر دیا۔

= صَبَّارٍ۔ صَبۡرٌ سے بروزن فَعَّال مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا صبر کرنے والا۔ بڑا متحمل مزاج

= شَكُوۡرٍ۔ فَعُوۡلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے بڑا شکر گذار، بڑا احسان ماننے والا۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ہو تو معنیٰ بڑا قدردان۔

۳۴ : ۲۰ = صَدَّقَ عَلَيۡهِمۡ ظَنَّهٗ۔ اس نے ان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ شیطان کے ظن سے مراد اس کی وہ لاف زنی ہے جو اس نے اللہ رب العزت کے حضور اولادِ آدم کے خلاف کی تھی۔ مثلاً اس نے کہا تھا فَبِعِزَّتِكَ لَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۝ (۳۸: ۸۲) تیری عزت کی قسم میں ضرور ان سب کو گمراہ کروں گا۔ اور وَلَا تَجِدُ اَكۡثَرَهُمۡ شٰكِرِيۡنَ (۷: ۱۷) اور آپ ان میں سے اکثر کو اپنا شکر گذار نہ پائیں گے!

= فَاتَّبَعُوۡهُ اِلَّا فَرِيۡقًا مِّنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ۝ فَاتَّبَعُوۡا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب بنی آدم کی طرف راجع ہے اور مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ میں مِنۡ بیانیہ ہے گویا لفظ فریق من المؤمنین کی تشریح و توضیح کر رہا ہے ای الا فریقا ھم المؤمنون لم یتبعوہ۔ ترجمہ ہوگا۔ ابلیس نے بنی نوع انسان کے خلاف اپنا گمان سچ کر دکھایا۔ بنی آدم نے اس کا اتباع کیا ماسوائے مؤمنوں کے گروہ کے جنہوں نے اس کی پیروی نہ کی۔

اتبعوا میں ضمیر فاعل اہل سبا کے لئے اور مِنۡ تبعیضیہ بھی بیان کیا گیا ہے!

۳۴ : ۲۱ = مَا كَانَ لَهٗ عَلَيۡهِمۡ۔ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اِبۡلِيۡس کے لئے ہے اور هِمۡ ضمیر جمع مذکر غائب بنی آدم کے لئے ہے۔

= اِلَّا۔ استثناء منقطع۔ مفرغ ہے "لیکن" کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

= لِنَعۡلَمَ لام تعلیل کا ہے نَعۡلَمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع متکلم ہے نَعۡلَمَ بمعنی نُظۡهِرَ۔ (ہم ظاہر کر دیں)۔ نُمَيِّزَ (ہم تمیز کر دیں) اور نَرٰى (ہم دیکھیں) کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ اور یہاں سب معنی ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ جہاں تک علم کا تعلق ہے

خدا ہر ایک چیز کے متعلق ابتدار سے اخیر تک اس کا علم رکھتا ہے لیکن انسان کے کسی فعل پر جزا و سزا مرتب کرنے کے لئے اس کا استحقاق تبھی متعین ہوگا۔ جب وہ عالمِ واقع میں ظہور پذیر ہوگا اس ابتلا، دامتحان سے یہی مقصود تھا کہ ہم امر واقع سے دکھادیں کہ آخرت پر ایمان رکھنے والا کون تھا اور اس میں شک رکھنے والا کون ؟

= مَنْ موصول ہے۔ اور استفہام کے لئے آیا ہے۔ کون۔

= مِمَّنْ۔ مِنْ جارہ اور مَنْ موصول سے مرکب ہے۔ اس سے جو (اس کی طرف سے شک میں ہے)

= مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الأخرۃ کے لئے ہے۔

وَمَا كَانَ لَهٗ ...... فِيْ شَكٍّ۔ اس (شیطان) کے لئے ان پر کوئی قدرت نہ تھی لیکن (یہ سب کچھ اس لئے ہوا) کہ ہم چاہتے تھے کہ دکھادیں کہ کون آخرت پر یقین رکھتا ہے اور کون اس کے متعلق شک میں ہے۔

۳۴: ۲۲ = قُلْ۔ ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

= اُدْعُوْا۔ دَعْوَةٌ (باب نصر) سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم بلاؤ۔ (مخاطبین مشرکین مکہ تھے)

اُدْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ ای ادعوا الذین زعمتموھم اٰلِهَةً مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر راجع الی الموصول ہے۔ زَعَمْتُمْ کا مفعول اول ہے اٰلِهَةً مفعول ثانی۔ مفعول اول کو تخفیف کے لئے حذف کر دیا گیا۔ کہ صلہ اور موصول بمنزلہ اسم واحد کے ہیں۔ مفعول ثانی اٰلِهَةً کو اس لئے حذف کردیا کہ اس کی صفت (من دون اللہ) اپنے موصوف اٰلِهَةً کے قائمقام ہے۔

ترجمہ ہوگا! (اے پیغمبر) کہہ دیجئے (مشرکین مکہ یا اپنی قوم کے مشرکوں سے) بلاؤ ان کو جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا تم معبود خیال کرتے ہو ۔

= مِثْقَالَ ذَرَّةٍ۔ ذرہ برابر۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۴: ۳۔

= شِرْكٍ۔ شرکت۔ ساجھا۔ اشراک (نہ ان کی ان دونوں میں کوئی شرکت ہے)

= ظَهِيْرٍ۔ مددگار۔ مُظَاهَرَةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مذکر مؤنث، واحد، جمع ہر ایک کے لئے استعمال ہوتا ہے فعیل اور فَعُوْلٌ دونوں میں یہی استعمال ہے۔ مِنْهُمْ ای من الٰھتھم (اور نہ ہی اس کا ان میں سے کوئی مددگار ہے)

۳۴ : ۲۳ = فُزِّعَ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَفْزِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کے معنی ڈرانا بھی ہے اور خوف دور کرنا بھی۔ (لغات اضداد میں سے ہے)

تفعیل کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب مادہ بھی ہے یعنی کسی چیز سے ماخذ کو دور کرنا۔ لہذا تفزیع ڈر کے دور کرنے کے معنی میں بھی ہوسکتا ہے۔ اور یہاں آیۃ ہذا میں انہی معنی میں استعمال ہوا ہے فَزَعٌ بمعنی خوف۔ گھبراہٹ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ (۳۸ : ۲۲) جب وہ اچانک داؤد (علیہ السلام) پر داخل ہوئے تو آپ ان سے گھبرا گئے۔

= عَنْ قُلُوْبِهِمْ ۔ میں ضمیر ھم جمع مذکر غائب ملائکہ کے لئے ہے۔

= قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۔ ای قال بعضھم لبعض

= قَالُوا الْحَقَّ ۔ مخاطبین جواب میں کہیں گے۔ یا ضمیر فاعل الملئکۃ کے لئے ہے۔

۳۴ : ۲۴ = قُلْ ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) للمشرکین

= مِنَ السَّمٰوٰتِ (آسمان سے پانی برسا کر) وَالْاَرْضِ (زمین سے نباتات اگا کر)

= قُلِ اللّٰهُ ۔ تو خدائے تعالیٰ نے فرمایا کہ:۔

اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بتا دیجئے کہ زمین و آسمان سے رزق کی بہم رسانی اللہ ہی ہے

= وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۔ اس کا عطف ماقبل پر ہے اور یہ قُلِ اللّٰهُ والے جواب کا حصہ ہے۔ یعنی اور یہ بھی ان سے کہہ دیجئے یا ہم یا تم دونوں میں سے ایک ہدایت پر ہے یا ہم اور تم دونوں میں سے ایک گمراہی پر ہے۔

۳۴ : ۲۵ = اَجْرَمْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِجْرَامٌ (افعال) سے ہم نے جرم کیا۔ ہم نے گناہ کیا

۳۴ : ۲۶ = يَجْمَعُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ جَمْعٌ مصدر (باب فتح) وہ جمع کرے گا۔ وہ اکٹھا کرے گا۔

= بَيْنَنَا ۔ بَيْنَ ۔ درمیان۔ بیچ۔ مضاف۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارے درمیان ہمارے بیچ۔

= يَفْتَحُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب فَتْحٌ مصدر۔ وہ فیصلہ کرے گا۔ عربی میں کہتے ہیں فَتَحَ الْقَضِيَّةَ فِتَاحًا ۔ یعنی اس نے معاملہ کا فیصلہ کر دیا۔ اور اس سے مشکل اور پیچیدگی کو دور کر دیا۔

ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ۔ پھر وہ ہمارے درمیان حق وانصاف سے فیصلہ کردیگا
اس سے اَلْفَتَّاحُ مبالغہ کا صیغہ بمعنی بہت بڑا فیصلہ کرنے والا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے
۲۷:۳۴ == اَرُوْنِیَ۔ اَرُوْا یُرِیْ اِرَاءَۃٌ (باب افعال) سے فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر
ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم مجھے دکھاؤ۔ یہ متعدی بہ سہ مفعول ہے مفعول اول یا متکلم۔ مفعول
دوم اسم موصول الذین۔ اور مفعول سوم شُرَکَاءَ۔
== اَلْحَقْتُمْ بِہٖ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ الحاق (افعال) مصدر۔ تم نے الحاق کر رکھا ہے۔ تم نے
ملا رکھا ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر اللہ کی طرف راجع ہے۔
اَرُوْنِیَ الَّذِیْنَ اَلْحَقْتُمْ بِہٖ شُرَکَاءَ۔ مجھے دکھاؤ تو، وہ شریک جنہیں تم نے
اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے۔
== کَلَّا۔ حرف ردع ہے، جس کے معنی روکنے کے ہیں یہ روکنا خواہ بذریعہ زجر و توبیخ کے
ہو یا بطور تربیت اور آداب آموزی کے۔
کسائی کے نزدیک حقًّا (یقینًا یا واقعی) کا ہم معنی ہے۔ ابوحاتم رہ بمعنی اَلَا ہے۔
جو آغاز کلام کے لئے آتا ہے۔ فرّاء کے نزدیک حرف جواب کے طور پر بمعنی اِیْ۔ نَعَمْ (جی۔
ہاں) آتا ہے۔
== بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی تردید اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی اس کا
ہرگز کوئی شریک نہیں بلکہ وہ تو اللہ۔ العزیز اور الحکیم ہے۔
۲۸:۳۴ == کَآفَّۃً لفظی رو سے یہ کَفٌّ (مادہ و مصدر) سے اسم فاعل واحد مؤنث
منصوب ہے اور کَآفٌّ مذکر۔ یا یہ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اور ۃ علامت
مبالغہ ہے۔ جیسا کہ رَاوِیَۃٌ، عَلَّامَۃٌ میں ہے۔
اَلْکَفُّ کے معنی ہاتھ کی ہتھیلی کے ہیں جس کے ساتھ انسان چیزوں کو اکٹھا کرتا ہے اور
پھیلاتا ہے۔ کَفَفْتُہٗ کے اصل معنی کسی کی ہتھیلی پر مارنے یا کسی کو ہتھیلی کے ساتھ مار کر دور
ہٹانے اور روکنے کے ہیں پھر عرف عام میں دور ہٹانے اور روکنے کے معنی میں استعمال ہونے
لگا خواہ وہ ہتھیلی سے ہو یا کسی اور چیز سے۔
وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ (آیت ہذا) اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے
تم کو گناہوں سے روکنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (راغب)
یہ تنقیح لفظی ساخت کی ہے۔ استعمال میں کَآفَّۃً ہمیشہ حال، منصوب اور نکرہ

ہوتا ہے جس کے معنی سب کے سب، پورے پورے ہے۔
اور آیت ہذا میں بھی اکثر مفسرین نے انہی معنوں میں لیا ہے اور ترجمہ کیا ہے، اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سارے انسانوں کے لئے۔ یہاں کَافَّۃً الناس کا حال ہے لہٰذا منصوب ہے۔
= بَشِيْرًا (خوش خبری دینے والا) نَذِيْرًا (ڈرانے والا) دونوں لکَ ضمیر مفعول واحد مذکر کے حال ہیں اور بدیں وجہ منصوب ہیں۔
۳۴: ۳۰ = مِيْعَادُ۔ ظرف زمان۔ وقتِ وعدہ۔ مضاف ہے یَوْمٍ مضاف الیہ ہے۔
لَكُمْ مِيْعَادُ يَوْمٍ تمہارے لئے وقتِ مقررہ اس دن کا ہے۔
= لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً جس سے تم ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔ ساعۃً بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ لَا تَسْتَاْخِرُوْنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِئْخَارٌ (استفعال) مصدر جس کے معنی پیچھے ہونے اور دیر کرنے کے ہیں۔ جس سے تم ایک لمحہ بھی پیچھے نہیں ہو سکتے یا۔ ہو سکو گے!
= وَلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر استقدام (استفعال) مصدر جس کے معنی آگے ہونے کے ہیں۔ آگے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں اور نہ تم آگے بڑھ سکتے ہو۔
۳۴: ۳۱ = لَنْ نُّؤْمِنَ مضارع نفی تاکید بَلْنْ منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ ہم ہرگز نہ مانیں گے ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔
= بَيْنَ يَدَيْهِ۔ بَيْنَ بمعنی بیچ۔ درمیان۔ اسم ظرف مکان۔ يَدَيْ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَيْنَ مضاف کے۔ اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ یا۔ سامنے۔ مراد آگے۔ سامنے۔ پہلے۔ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ اور نہ (ہم ایمان لائیں گے) ان کتابوں پر جو اس قرآن سے قبل (نازل کی گئی) ہیں۔
بَيْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے مثلاً بَيْنَ الْبَلَدَيْنِ (دو شہروں کے درمیان یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو مثلاً بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ (دو شخصوں کے درمیان) یا بَيْنَ الْقَوْمِ (قوم کے درمیان)۔
اور جس جگہ وحدت کے معنی ہوں وہاں بَيْنَ کی اضافت ہو تو تکرار ضروری ہے مثلاً وَمِنْ وَبَيْنِكَ حِجَابٌ (۴۱: ۵) اور درمیان ہمارے اور درمیان تیرے پردہ ہے۔ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا (۲۰: ۵۸) پس ٹھہرا لے ہمارے اور اپنے بیچ میں وعدہ۔
جب بَيْنَ کی اضافت اَيْدِيْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے

ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں بَیۡنَ یَدَیۡہِ یہاں مراد قبل القرآن نازل کتب بھی ہوسکتی ہیں یا آنیوالی قیامت اور وہاں کے بہشت و دوزخ ہیں۔

= لَوۡ تَرٰی۔ میں لَوۡ حرفِ تمنا ہے تریٰ مضارع کا صیغہ واحد مذکر۔ اے کاش تو دیکھے اس کے بعد حال محذوف ہے ای ولو تریٰ حالھم۔

= مَوۡقُوۡفُوۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر وَقُوۡفٌ مصدر (باب ضرب) کھڑے کئے جائیں گے

= یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ نِ الۡقَوۡلَ۔ اَلۡقَوۡلَ۔ یَرۡجِعُ کا مفعول ہے۔ جملہ موضع حال میں ہے۔ رَجَعَ یہاں فعل متعدی استعمال ہوا ہے یَرۡجِعُ الۡقَوۡلَ اِلٰی کسی بات کو اس کے مبدأ حقیقی یا تقدیری کی طرف لوٹا دینا۔ ردّ کر دینا۔ واپس کرنا۔ یَرۡجِعُ بَعۡضُہُمۡ اِلٰی بَعۡضِ نِ الۡقَوۡلَ درآنحالیکہ ہر ایک دوسرے کی بات ردّ کر رہا ہوگا۔ ہر ایک دوسرے پر بات ڈال رہا ہوگا۔ یعنی ہر ایک دوسرے پر الزام تھوپ رہا ہوگا۔

= اُسۡتُضۡعِفُوۡا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِسۡتِضۡعَافٌ (استفعال) مصدر۔ وہ جو کمزور سمجھے جاتے تھے۔

= اِسۡتَکۡبَرُوۡا۔ ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب اِسۡتِکۡبَارٌ (استفعال) مصدر وہ (جنہوں نے) تکبر کیا۔ یا جو تکبر کیا کرتے تھے۔ گھمنڈ کیا کرتے تھے۔

= لَوۡلَا۔ لَوۡ شرطیہ ہے لَا نافیہ ہے۔ لَوۡلَا اَنۡتُمۡ۔ اگر تم نہ ہوتے۔

= لَکُنَّا مُؤۡمِنِیۡنَ۔ میں لام تاکید جواب شرط کے لئے آیا ہے۔ کُنَّا کَوۡنٌ سے ماضی صیغہ جمع متکلم۔ مُؤۡمِنِیۡنَ کُنَّا کی خبر ہے۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایماندار ہوتے

۳۴: ۳۲ = اَنَحۡنُ۔ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے تمہیں روکا تھا۔ یعنی ہم نے تو تمہیں نہیں روکا تھا۔

= صَدَدۡنٰکُمۡ۔ صیغہ ماضی جمع متکلم کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر صَدٌّ و صُدُوۡدٌ ہم نے تم کو روکا تھا۔

= بَعۡدَ اِذۡ جَآءَکُمۡ: ای بعد اذ جاءکم الھدی۔ جَآءَ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب الھُدٰی کی طرف راجع ہے۔

= بَلۡ۔ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے استعمال ہوا ہے ہم نے تو تمہیں ہدایت سے نہیں روکا تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تم خود ہی مجرم تھے۔

۳۴: ۳۳ = بَلۡ۔ یہاں بھی اضراب ہی کے لئے مستعمل ہے۔ پہلی صورت کو برقرار

رکھتے ہوئے مابعد کو اس پر اور زیادہ کرنے کے لئے ہے۔ یعنی جرم محض ہمارا ہی نہیں بلکہ تمہارے صدود اور مزید براں تمہارے رات دن کے مکروفریب نے ہمیں خدا کے ساتھ کفر کرنے اور اس کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا حکم دینا ہی (ہماری اس گمراہی کا) باعث ہوا۔

= مَکْرُ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ۔ ای مکرکم بنا فی الیل والنھار۔ تمہارا رات دن کے مکروفریب نے ہمیں حق سے روکے رکھا۔

= اِذْ تَاْمُرُوْنَنَا۔ یہ لیل ونہار کا بدل ہے یا مکر کی تعلیل۔ جب تم ہمیں حکم دیتے تھے۔ یا دیا کرتے تھے۔

= اَنْدَادًا۔ اسم مفعول جمع مذکر نِدٌّ واحد۔ شریک۔ برابر۔ مقابل۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔

= اَسَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے چھپایا۔ انہوں نے پوشیدہ رکھا۔ یہاں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب مستکبرین اور مستضعفین تھے ان کی طرف راجع ہے۔

اَسَرُّوا النَّدَامَۃَ (ماضی بمعنی مستقبل) وہ ندامت کو چھپائیں گے۔ دل ہی دل میں پچھتائیں گے۔ یعنی ہر دو فریق کے ظالم لوگ باوجود اس باہم الزام دہی کے اپنے سامنے عذاب کو دیکھ کر اپنے دلوں میں نادم و پشیمان ہوں گے۔

= اَلْاَغْلَالَ۔ الغَلَلُ کے معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ غُلٌّ خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے یعنی طوق۔ گلے کی زنجیر۔ اس کی جمع اغلال ہے۔

کنایہ کے طور پر کنجوس شخص کو مغلول الید کہا جاتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ یَدُ اللّٰہِ مَغْلُوْلَۃٌ (۵:۶۴) اور یہود کہتے ہیں کہ خدا کا ہاتھ گردن سے بندھا ہوا ہے (یعنی اللہ بخیل ہے)

غِلٌّ (غ کے کسرہ کے ساتھ) بمعنی کینہ۔ پوشیدہ دشمنی ہے۔

= ھَلْ یُجْزَوْنَ۔ یُجْزَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ جَزَاءٌ مصدر (باب ضرب) جزی مادہ ھَلْ یہاں نفی کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵:۶۰) نہیں ہے احسان کا بدلہ مگر احسان

اس معنی میں ھَلْ یُجْزَوْنَ کا معنی ہوگا ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا (مگر.....)
لیکن ھَلْ استفہام انکاری بھی ہوسکتا ہے آیت ہذا میں بھی اور آیت مذکورہ بالا ۵۵:
۶۰) میں بھی۔

اور ترجمہ ہوگا: کیا ان کو بدلہ دیا جائیگا بجز اس کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے۔ یعنی ان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا بجز اس کے کہ جو وہ کیا کرتے تھے (۳۴:۳۳)

اور: بھلا احسان کا بدلہ بجز احسان کے اور بھی ہوسکتا ہے یعنی نہیں ہوسکتا۔ (۵۵: ۶۰)

۳۴:۳۴ == مُتْرَفُوْھَا مضاف مضاف الیہ۔ مُتْرَفُوْا اصل میں مُتْرَفُوْنَ تھا۔ نون اعرابی بوجہ اضافت گر گیا۔ اسم مفعول صیغہ جمع مذکر ہے۔

یعنی۔ امیر۔ خوشحال، فارغ البال۔ عیش پرست لوگ، اِتْرَافٌ (افعال) مصدر ہے۔ اُتْرِفَ زَیْدٌ۔ زید کو خوشحالی دی گئی۔ عیش دیا گیا۔ فَھُوَ مُتْرَفٌ۔ پس وہ خوشحال اور امیر ہے۔ عیش پرست ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْیَۃٍ کی طرف راجع ہے۔ اس بستی کے خوشحال، عیش پرست لوگ۔

۳۵:۳۴ == اَکْثَرُ۔ اسم تفضیل کا صیغہ۔ مفضل علیہ محذوف ہے ای نحن اکثر منکم اموالًا واولادًا۔ ہم تم سے زیادہ کثیر المال اور کثیر الاولاد ہیں

== مَالًا وَّ اَوْلَادًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔

== مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ عذاب دیئے گئے۔ عذاب یافتہ۔ (ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا)

۳۶:۳۴ == یَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ تنگ کرتا ہے وہ کم کرتا ہے۔ محاورہ ہے قَدَرْتُ عَلَیْہِ الشَّیْءَ میں نے اس پر تنگی کردی " گویا وہ چیز اسے معین مقدار میں تول کر جانچ کر دی گئی ہے۔

اس کے بالمقابل بغیر حساب (بے اندازہ) آتا ہے۔ مثلاً وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۳: ۲۷) اور تو جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔ یَبْسُطُ کی ضد ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (۱۳: ۲۶) خدا جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے

یہ مادہ قَدَرَ سے مشتق ہے جس کے معنی قدرت رکھنے کے ہیں۔ اسی سے اَلْقَادِرُ اَلْقَدِیْرُ اَلْمُقْتَدِرُ اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ میں سے ہے پھر اندازہ لگانا اور تجویز کرنا کے معنی

میں بھی مستعمل ہے مثلاً اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۔(۷۴: ۱۸-۱۹)
اس نے فکر کیا اور تجویز کی یہ مارا جائے اس نے کیسی تجویز کی۔

استعارہ کے طور پر حالت اور وسعتِ مال کے معنی میں بھی آتا ہے اور قَدَرٌ بمعنی معین وقت یا مقام بھی مستعمل ہے مثلاً اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ (۷۷: ۲۲) ایک معین وقت تک
۳۴: ۳۷ = بِالَّتِيْ بمعنی اَلَّتِيْ صیغہ واحد مؤنث غائب اَمْوَالٌ و اَوْلَادٌ کے لئے آیا ہے دونوں جمع مکسر کے صیغے ہیں اور جمع مکسر ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کے لئے ضمیر واحد مؤنث آئے گی۔

= تُقَرِّبُكُمْ تُقَرِّبُ تَقْرِيْبٌ (تفعیل) سے مضارع صیغہ واحد مؤنث غائب اور یہاں اموال و اولاد کے لئے استعمال ہوا ہے كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہے وہ تم کو قریب کر دیں گے۔ قرب سے یہاں مراد قرب منزلت ہے

= زُلْفٰى۔ درجہ۔ مرتبہ۔ قربت۔ قدر و منزلت، زَلَفٌ و زَلَفَةٌ و زُلْفٰى مصدر ہیں زَلَفَ (باب نصر) بمعنی آگے ہونا۔ قریب ہونا۔ اَزْلَفَ باب افعال قریب کرنا۔ قریب لانا۔ مثلاً وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (۵۰: ۳۱) اور بہشت پرہیزگاروں کے نزدیک لائی جائے گی!
منازلِ لیل یعنی رات کے حصوں کو بھی زُلَفٌ کہا گیا ہے مثلاً وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ (۱۱: ۱۱۴) اور رات کے کچھ حصوں میں۔
ایک شاعر نے کہا ہے طَيَّ اللَّيَالِيْ زُلَفًا فَزُلَفًا۔ راتوں کا تھوڑا تھوڑا کر کے گذرنا
وَمَا اَمْوَالُكُمْ وَلَا اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى تمہارے مال اور تمہاری اولاد (کوئی بھی) ایسی چیز نہیں جو تم کو کسی درجہ میں ہمارے قریب (قدر و منزلت میں) کر دے۔

= جَزَآءُ الضِّعْفِ۔ اضافۃ المصدر الی مفعولہٖ (مصدر کی اپنے مفعول کی طرف اضافت کی مثال ہے) دوگنی جزا۔ دوگنا صلہ۔
مادہ ضِعْفٌ ہے الضَّعْفُ (کمزوری) الْقُوَّةُ کے بالمقابل باب كَرُمَ سے بمعنی کمزور ہونا آتا ہے مثلاً ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ (۲۲: ۷۳) طالب بھی کمزور بے بس، اور مطلوب بھی (کمزور و بے بس)
اسی سے ضَعِيْفٌ (کمزور) اَلضَّعْفُ رائے کی کمزوری پر بھی بولا جاتا ہے اور بدن اور حالت کی کمزوری پر بھی۔ اس میں ضَعْفٌ و ضُعْفٌ دو لغت ہیں۔ باب نصر سے

بھی مصدر۔ ضَعْفٌ و ضُعْفٌ سے ان ہی معنوں میں آیا ہے۔
اسی مادہ سے باب تفعیل (ضَعَّفَ یُضَعِّفُ تَضْعِیْفٌ) اور باب مفاعلہ (ضَاعَفَ یُضَاعِفُ مُضَاعَفَۃً) سے بمعنی دوچند کرنا۔ یا کئی گنا کرنا آتا ہے۔ باب تفاعل سے (فعل لازم) بمعنی دوچند ہونا۔ بڑھنا اور زیادہ ہونا۔
ضِعْفٌ (دوگنا) کی جمع اَضْعَافٌ کئی گنا۔ دونے پردونا۔ یہ نِصْفٌ اور زَوْجٌ کی طرح الفاظ متضائفہ میں سے ہے جن میں سے کسی ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہوتا ہے۔ یہ لفظ جب بغیر اضافت کے آئے تو زَوْجَیْنِ کی طرح "دوگنا" کے معنی میں آتا ہے۔
اور جب اس کی اضافت اسم عدد کی طرف ہو تو اس سے اتنا ہی اور عدد مراد ہوتا ہے لہٰذا ضِعْفُ الْعَشْرَۃِ و ضِعْفُ الْمِائَۃِ کے معنی بیس اور دو صد کے ہوں گے۔
لیکن جب یہ واحد کی طرف مضاف ہو کر آئے تو تین گنا کے معنی ہوں گے۔ مثلاً اَعْطِہٖ ضِعْفَیْ وَاحِدٍ کے معنی یہ ہیں کہ اسے سہ چند دیدو۔
جَزَآءُ الضِّعْفِ دوگنا یا کئی گنا صلہ۔
= بِمَا۔ میں بآء سببیہ ہے اور ما موصولہ۔
= اَلْغُرُفٰتِ۔ اَلْغُرْفَۃُ کی جمع۔ اونچے مکان۔ بالاخانے، منازل عالیہ۔ جنت کے اندر شاندار منزلیں۔
= اٰمِنُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر اَمْنٌ سے۔ امن والے۔ بے خوف۔ مطمئن۔ دل جمع
۳۴ : ۳۸ = یَسْعَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَعْیٌ (باب فتح) مصدر۔ کوشش کرتے ہیں۔ دوڑتے پھرتے ہیں۔
= فِیْۤ اٰیٰتِنَا۔ ای فی ابطالھا۔ یعنی ہماری آیات کی تکذیب میں۔
= مُعٰجِزِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُعَاجِزٌ واحد مُعَاجَزَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر مقابلہ کر کے اپنے حریف کو ہرا دینا۔ عاجز کر دینا۔
عَجْزٌ کے معنی پیچھے ہو جانا۔ پیچھے رہ جانا۔ کسی کام کے کرنے سے قاصر رہ جانا یہ اَلْقُدْرَۃُ کی ضد ہے۔ مُعٰجِزِیْنَ۔ ہرانے والے۔ عاجز کر دینے والے۔
مُعٰجِزِیْنَ اگرچہ باب مفاعلہ سے ہے جس میں اشتراک ایک اہم خاصیت ہے لیکن یہاں باب مفاعلہ کے یہ معنی مقصود نہیں۔
اس باب کی ایک اور خاصیت موافقت فَعَلَ ہے لہٰذا عَاجَزَ یُعَاجِزُ بمعنی عَجَزَ

یُعَجِّزُ ہے مُعٰجِزِیْنَ بمعنی مُعَجِّزِیْنَ ہرا دینے والے ہوگا۔ اس میں مقابلہ کے عنصر کا ہونا ضروری نہیں۔ اب منکرین حشر کا خیال تھا کہ قیامت نہیں آئے گی۔ نہ حشر ہوگا نہ نشر۔ نہ عذاب نہ ثواب اور اپنے زعم میں اپنے استدلال کی روشنی میں وہ سمجھتے ہیں کہ وہ سچے ہیں اور یہ سب کچھ نہ ہوگا (لیکن ہوگا یہ سب کچھ۔ان چیزوں کو لانے سے وہ اللہ کو روک نہیں سکتے)

یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ ۔ وہ ہماری آیات کی تکذیب میں کوشش کرتے ہیں تاکہ ہمیں ہرا دیں یا حشر ونشر، عذاب و ثواب کو وقوع میں لانے سے ہمیں عاجز کردیں۔

نیز ملاحظہ ہو (۳۴: ۵)

= مُحْضَرُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر مُحْضَرٌ واحد۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔ اُولٰٓئِكَ میں اشارہ ہے اَلَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ ...... الخ کی طرف۔ یعنی جو لوگ ہماری آیات کی تکذیب میں کوشاں ہیں تاکہ ہمیں ہرادیں وہی لوگ عذاب میں لا حاضر کئے جاویں گے۔

۳۴: ۳۹ = مَآ اَنْفَقْتُمْ ۔ میں ما شرطیہ ہے مِنْ شَیْءٍ میں مِنْ بیانیہ ہے اور جملہ فَھُوَ یُخْلِفُهٗ جوابِ شرط۔ اور جو چیز تم خرچ کرتے ہو وہ اس کی جگہ اور دیدیتا ہے

= یُخْلِفُهٗ ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِخْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو بَدَلْ دے گا۔ وہ اس کا معاوضہ دے گا۔

۳۴: ۴۰ = یَوْمَ ۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ ۔ فعل مضمر کا مفعول ہے یاد کرو وہ دن۔

= یَحْشُرُھُمْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب حَشْرٌ مصدر (باب نصر) وہ جمع کریگا ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب یہاں ھُمْ ضمیر کا مرجع المستکبرین۔ المستضعفین اور ما کانوا یعبدون من دون اللہ ہے۔ یعنی متکبر لوگ (جو لوگوں کو گمراہ کیا کرتے تھے) ادنیٰ لوگ (جو اپنی کم فہمی یا کمزوری سے بڑوں کے کہے پر گمراہ ہوگئے تھے) اور وہ جن کی اللہ کے سوا یہ دونوں فریق پوجا کیا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا کردیں گے)

= اَھٰٓؤُلَآءِ میں ہمزہ استفہام کا ہے۔ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع یہ سب لوگ۔ وہی لوگ جن کے لئے آیت سابقہ میں ھُمْ آیا ہے۔

= اِیَّاکُمْ ۔ تم سب کو۔ جمع مذکر حاضر کی ضمیر منصوب منفصل۔ یہاں خطاب فرشتوں سے ہے۔ (اے فرشتو) کیا یہ سب لوگ (متکبرین۔ ادنیٰ۔ اور وہ جن کی اللہ کے سوا پہلے

دونوں فریق عبادت کیا کرتے تھے) تمہاری پوجا کیا کرتے تھے؟
= كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ه میں ضمیر فاعل جمع مذکر هٰؤُلَآءِ کی طرف راجع ہے۔
۳۴: ۴۱ = وَلِيُّنَا۔ وَلِيٌّ۔ صفت مشبہ (وَلَايَةٌ سے بروزن فعیل) مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارا حامی۔ ہمارا محافظ۔ ہمارا کارساز۔ ہمارا دوست۔ اَنْتَ وَلِيُّنَا۔ ہمارا مالک تو تُو ہی ہے۔
= مِنْ دُوْنِهِمْ ای بغیرھم یعنی ہمارا مالک تو تُو ہے وہ نہیں۔ ای انت الذی نوالیہ من دونھم لا موالاۃ بیننا و بینھم۔ تو ہی ہے جس سے ہماری موانست ہے ان کے اور ہمارے درمیان کوئی دوستانہ نہیں ہے۔
دُوْنِ مضاف هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے بغیر۔ ان کے سوائے ان کے ورے۔
= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ ما قبل سے اعراض اور ما بعد کی تصحیح کے لئے ہے۔ یعنی یہ لوگ ہماری پوجا نہیں کیا کرتے تھے بلکہ یہ تو جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے۔
= اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع المشرکین ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ اور هِمْ ضمیر کا مرجع الجن ہے۔
۳۴: ۴۲ = فَالْيَوْمَ۔ میں فَ ترتیب کے لئے ہے اَلْيَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہے۔ فَالْيَوْمَ سے قبل يُقَالُ لَهُمْ یا قَالَ اللّٰهُ مقدر ہے۔
۳۴: ۴۳ = مَا هٰذَا میں مَا نافیہ ہے نہیں ہے یہ شخص)
= اَنْ يَّصُدَّكُمْ اَنْ مصدریہ ہے۔ يَصُدَّ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر کہ روک دے تمہیں۔
= عَمَّا۔ ان سے جنہیں۔ یہ مرکب ہے عَنْ اور مَا سے۔
= اِفْكٌ۔ جھوٹ۔ بہتان، کسی شی کا اس کی اصلی جانب سے منہ پھرنے کا نام افک ہے پس جو بات اپنی اصلی صورت سے پھر گئی اس کو افک کہیں گے جھوٹ اور بہتان میں چونکہ یہ صفت بدرجہ اتم موجود ہے اس لئے ان کو افک کہا گیا ہے۔
= مُّفْتَرًى۔ اسم مفعول افتراءٌ (افتعال) مصدر۔ فری مادہ۔ خود ساختہ۔ خود گھڑا ہوا۔

= لِلْحَقِّ ۔ ای للقرآن
= اِنْ ھٰذَآ میں اِنْ نافیہ ہے اور ھٰذَا سے مراد بالحق ہے یا القرآن۔
۳۴:۴۴ = یعنی اس سے پہلے نہ کوئی کتاب خدا کی طرف سے ایسی آئی ہے اور نہ کوئی رسول ایسا آیا ہے جس نے آکر ان کو یہ تعلیم دی ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کیا کریں اس لئے یہ لوگ کسی علم کی بناء پر نہیں بلکہ سراسر جہالت کی بناء پر قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ توحید کا انکار کررہے ہیں اس کے لئے ان کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت ھٰذا میں ھُمْ۔ ھِمْ کی ضمیریں بنی اسمٰعیل یا قوم عرب کی جانب راجع ہیں کہ انہیں میں نبوت پہلی بار آئی تھی۔ (تفسیر الماجدی)
= یَدْرُسُوْنَھَا. مضارع جمع مذکر غائب۔ دَرْسٌ وَدِرَاسَةٌ (باب نصر) ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (اس کا مرجع کُتُبٌ ہے وہ ان کتب کو پڑھتے پڑھاتے رہے ہوں
۳۴:۴۵ = مِنْ قَبْلِھِمْ. میں ضمیر ھِمْ کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کے لئے ھُمْ، ھِمْ کا آیۃ ماقبل میں استعمال ہے یعنی بنی اسمٰعیل یا قوم عرب۔
= مَآ اٰتَیْنٰھُمْ میں ضمیر ھُمْ کا مرجع اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ ہے
= مَا بَلَغُوْا۔ میں مَا نافیہ ہے بَلَغُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ (ضمیر فاعل کا مرجع وہی قوم عرب ہے) بُلُوْغٌ مصدر وہ نہیں پہنچے۔
= مِعْشَارَ ۔ اسم۔ دسواں حصہ۔ عَشْرٌ وَعَشَرَةٌ بمعنی دس۔
جَآءُوْا عُشَارٰی۔ وہ دس دس کی ٹولیاں بناکر آئے۔ عَشِیْرَۃٌ دس کا جتھہ چونکہ دس کی تعداد کو کامل مانا جاتا ہے لہٰذا عَشِیْرَۃٌ بمعنی کامل خاندان۔ خاندانوں کا آپس میں برتاؤ۔ مَعْشَرٌ بڑا گروہ۔

مطلب یہ ہے کہ ان اہل عرب یا کفار مکہ سے پہلے گذرے ہوئے لوگوں نے بھی (انبیاء کو) جھٹلایا۔ اور یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو ہم نے وہ کچھ دیا ہوا تھا (از قسم جاہ و جلال، مال و اولاد) کہ یہ کفار مکہ یا قوم عرب تو اس دیئے ہوئے کے دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے پس انہوں نے (جب) میرے پیغمبروں کی تکذیب کی تو کتنا ہولناک تھا میرا عذاب (جو ان پر آیا) مطلب یہ کہ ان کفار مکہ کی ان کے سامنے تو کوئی حیثیت ہی نہیں ہے۔
= نَکِیْرِ ۔ اصل میں نکیری تھا۔ میرا عذاب۔ اَلْاِنْکَارُ سے جو عرفان کی ضد ہے اس کے

اصل معنی انسان کے دل پر کسی ایسی چیز کے وارد ہونے کے ہیں جسے وہ تصور میں نہ لاسکتا ہو۔ لہٰذا یہ ایک درجہ کی جہالت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا (۱۶: ۸۳) یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں اور پھر ان سے انجان ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نکرہ ضد میں معرفہ، اور تنکیر کی ضد میں تعریف ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ پہچاننا یا تجاہل برتنا کسی کو سخت، دشوار، ہیبت ناک، مصیبت میں ڈالدینا ہے لہٰذا نکیر بمعنی ہلاکت، عذاب۔ تدمیر ہے۔ پس فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرُ کا معنی ہوگا۔ پس کیسا رہا میرا عذاب۔

انہی معنوں میں اور جگہ ارشاد ہے وَکُذِّبَ مُوْسٰی فَاَمْلَیْتُ لِلْکٰفِرِیْنَ ثُمَّ اَخَذْتُھُمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (۲۲: ۴۴) اور (حضرت) موسیٰ بھی جھٹلائے گئے سو (پہلے تو) میں نے کافروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا عذاب کیسا ہوا۔

اَلْمُنْکَرُ اس فعل کو کہتے ہیں جسے عقول سلیمہ قبیح خیال کریں یا عقل کو تو اس کے حسن وقبح پر توقف ہو مگر شریعت نے اس کے قبیح ہونے کا حکم دیا ہو۔ اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاھُوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ (۹: ۱۱۲) نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے۔

باب تفعیل سے بے پہچان کردینے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ مثلاً نَکِّرُوْا لَھَا عَرْشَھَا (۲۷: ۴۱) اس کے تخت کی صورت بدل دو۔

۳۴: ۴۶ = اَعِظُکُمْ۔ مضارع واحد متکلم وَعْظٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنیٰ نصیحت کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

= بِوَاحِدَۃٍ۔ وَاحِدَۃٍ اسم فاعل۔ واحد مؤنث ای خَصْلَۃٍ وَّاحِدَۃٍ۔ ایک بات ایک عادت، اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ اس خصلت واحدہ کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے۔

= اَنْ تَقُوْمُوْا۔ میں اَنْ مصدریہ ہے تَقُوْمُوْا اصل تَقُوْمُوْنَ تھا اَنْ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قِیَامٌ (باب نصر) مصدر سے کہ تم کھڑے ہو۔ قیام کرو۔ یا قائم رہو۔ یہاں کھڑا ہونے سے مراد پاؤں پر کھڑا ہونا نہیں ہے بلکہ کسی کام میں اخلاص اور توجہ سے پوری کوشش کرنا مراد ہے۔

= لِلّٰہِ۔ خَالِصًا لِوَجْہِ اللّٰہِ۔ خالصۃً اللہ کے لئے۔
= مَثْنٰی۔ مَثَانِیَ۔ کی جمع۔ دو۔ دو۔
= فُرَادٰی۔ فَرْدٌ کی جمع غیر قیاسی۔ اکیلے۔ ایک ایک!
= تَتَفَکَّرُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَفَکُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔ تم سوچو اور غور کرو۔

قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُکُمْ بِوَاحِدَۃٍ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰہِ مَثْنٰی وَفُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوْا (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان سے) کہئے۔ میں تمہیں ایک بات سمجھاتا ہوں ((وہ یہ) کہ تم (ضد اور تعصب سے پاک ہو کر اخلاص کے ساتھ محض) اللہ تعالیٰ کے لئے فردًا فردًا یا مل کر (دو دو یا زیادہ کی صورت میں) اٹھ کھڑے ہو اور پھر (اس امر میں) غور و خوض کرو کہ تمہارے صاحب میں آخر کونسی بات ہے جو جنون کی ہو)

= مَا بِصَاحِبِکُمْ مِّنْ جِنَّۃٍ۔ میں ما استفہامیہ ہے بمعنی ھَلْ۔ اور بِصَاحِبِکُمْ میں باء بمعنی فی ہے مِنْ بیانیہ ہے صَاحِبِکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ساتھی۔ تمہارا صاحب مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جِنَّۃٍ بمعنی جنون۔ دیوانگی۔

مَا نافیہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ (پھر تم کو معلوم ہو جائیگا کہ) تمہارے ساتھی میں جنون کا شائبہ تک نہیں ہے)

= اِنْ ھُوَ میں اِنْ نافیہ ہے۔
= بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ ۔ بَیْنَ مضاف یَدَیْ مضاف الیہ۔ بَیْنَ کی اضافت جب اَیْدِیْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں مثلاً ثُمَّ لَاٰتِیَنَّھُمْ مِّنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ (۷ : ۱۷) پھر میں آؤں گا ان کے سامنے سے مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف عَذَابٍ شَدِیْدٍ موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ پس بَیْنَ یَدَیْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ کا ترجمہ ہوگا۔ عذاب شدید سے پہلے (جب کہ عذاب شدید سے مراد قیامت کے دن کا عذاب ہے)

۳۴ : ۴۷ = مَا سَاَلْتُکُمْ مَا بمعنی مَھْمَا۔ جو کچھ۔ مِنْ اَجْرٍ۔ ای من اجرٍ عَلٰی تبلیغ الرسالۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تم تک پہنچانے کا معاوضہ میں نے مانگا ہے فَھُوَ لَکُمْ وہ تمہارا ہی رہا۔ وہ تم اپنے پاس ہی رکھو، مراد یہاں نفی السوال ہے یعنی میں تو اس کا تم سے اجر مانگتا ہی نہیں۔

== اِنْ اَجْرِیَ ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اَجْرِیْ مضاف مضاف الیہ ۔ میرا اجر ۔ میرا معاوضہ
یہ جملہ بھی تاکید نفی السوال کے لئے آیا ہے۔
۳۴: ۴۸ == یَقْذِفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَذْفٌ (ضرب) مصدر۔ جس کے معنی دور پھینکنے کے ہیں۔ جیسے فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر اس (صندوق) کو دریا میں ڈال دو
یا جیسے سچ کو جھوٹ پر پھینک مارنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ۔ (۲۱: ۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر پھینک مارتے ہیں ۔
رَمْیٌ کی طرح قَذْفٌ کو بطور استعارہ گالی دینے یا عیب لگانے کے معنی میں استعمال کرتے ہیں لیکن قرآن مجید میں اس کا استعمال نہیں آیا۔ اگرچہ رَمْیٌ سے ان ہی معنوں میں قرآن مجید میں ہے ۔ وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً (۲۴: ۴) اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو انہیں اسی دُرّے لگاؤ۔
یہاں آیت ہذا میں قَذْف بمعنی ڈالنا (القاء کرنا) اور اتارنا کے معنی میں آیا ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ اوپر سے حق اتارتا ہے (اس صورت میں باء زائدہ ہے) لیکن اس کا استعمال بمعنی پھینک مارنا میں بھی جائز ہے اس صورت میں مقذوف محذوف ہے ۔
عبارت یوں ہوگی :۔
قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ ؕ تحقیق میرا رب باطل پر حق سے ضرب لگاتا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے۔ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ فَیَدْمَغُهٗ (۲۱: ۱۸) ہم تو حق کو باطل کے اوپر پھینک مارتے ہیں سو وہ اس کا بھیجا نکال دیتا ہے ۔ اس صورت میں باء زائدہ نہیں ہے ۔
== عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ عَلَّامٌ عِلْمٌ سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ ایسا زبردست جاننے والا کہ جس سے کوئی شئ بھی پوشیدہ نہ رہ سکے
یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو سبحٰنہ علام الغیوب ۔ یا یقذف کی ضمیر فاعل کا بدل ہے ۔
۳۴: ۴۹ == مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ ۔ اس کے لفظی معنی ہیں :۔
باطل نہ تو کوئی نیا کام شروع کر سکتا ہے اور نہ کسی کام کا اعادہ کر سکتا ہے ،،
عربی محاورہ میں جب کسی چیز کی ہلاکت یا بربادی کا ذکر کرنا ہو تو انہی الفاظ سے کرتے ہیں

فصار قولھم مایبدئ ولا یعید مثلاً فی الھلاک یعنی ان کا یہ قول مایبدئ ومایعید ہلاکت کی مثال بن گیا۔
اسی طرح جب کوئی شخص بے بس اور کمزور ہوجائے تو اس وقت بھی کہتے ہیں فلان مایبدئ ومایعید۔

لہٰذا مَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ: کا مطلب ہوا کہ باطل اب بے بس اور کمزور ہوچکا ہے اب یہ نہ تو اسلام کو کوئی گزند پہنچا سکتا ہے اور نہ مسلمانوں کا کوئی نقصان کرسکتا ہے۔

۳۴ : ۵۰ == اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَآ اَضِلُّ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اھْتَدَیْتُ فَبِمَا یُوْحِیْٓ اِلَیَّ رَبِّیْ۔ اِنْ شرطیہ ہے اور فَاِنَّمَا میں فَاء جوابِ شرط کے لئے ہے اسی طرح فَبِمَا میں فَا جوابِ شرط کے لئے باء سببیہ اور ما موصولہ یا مصدریہ ہے۔

ای اِنْ ضَلَلْتُ فَاِنَّمَا اَضِلُّ بِسَبَبِ نَفْسِیْ وَوَبَالُہٗ عَلٰی نَفْسِیْ وَاِنِ اھْتَدَیْتُ فَاِنَّمَا اَھْتَدِیْ لِنَفْسِیْ بِھِدَایَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَوْفِیْقِہٖ۔

ترجمہ: اگر میں گمراہ ہوگیا تو اس کا نقصان مجھے ہی ہوگا۔ اور اگر میں ہدایت پر ہوں تو یہ ہدایت و توفیق منجانب اللہ ہے (بوجہ اس وحی کے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے) اور اس کا صلہ بھی میری جان کے لئے ہے۔

مراد اس سے یہ ہے کہ اپنے زعم میں تم جو مجھے گمراہ سمجھتے ہو اگر بالفرض اسے مان بھی لیا جائے تو اس کا نقصان مجھے ہے تم اس کا فکر کیوں کرتے ہو۔ اور اگر میں راہ راست پر ہوں تو یہ توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اس کا سبب وہ وحی ہے جو میرا رب مجھ پر نازل فرماتا ہے۔ یعنی یہ قرآن مجید اور بطور استدلال معکوس: یہ قرآن فی الحقیقت منزل من اللہ ہے اور نتیجۃً میں راہ راست پر ہوں لہٰذا تم پر عائد ہوتا ہے کہ تم میری بات مانو اور راہ راست اختیار کرو!

۳۴ : ۵۱ == لَوْ تَرٰٓی میں لَوْ حرفِ تمنا ہے۔ کاش تو دیکھے۔

== فَزِعُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب فَزَعٌ مصدر۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے (حبیب) یہ لوگ گھبراتے ہوں گے۔ گھبراہٹ میں ہوں گے۔ ڈر اور خوف کی حالت میں ہوں گے۔

نیز ملاحظہ ہو ۳۴ : ۲۳۔

== فَوْتَ۔ اسم فعل۔ آگے بڑھ جانا۔ گرفت سے باہر ہوجانا۔ اَلْفَوْتُ (باب نصر) ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہوجانا کہ اس کا حاصل کرلینا اس کے لئے دشوار ہو

مثلاً قرآن مجید میں ہے وَاِنْ فَاتَکُمْ شَیْئٌ مِّنْ اَزْوَاجِکُمْ اِلَی الْکُفَّارِ (۶۰:۱۱)
اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی عورت تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس چلی جائے
دوسری آیت: لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ۔ تاکہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔

بد دعا کے وقت کہتے ہیں جَعَلَ اللّٰہُ رِزْقَہٗ فَوْتَ فَمِہٖ اللہ اس کا رزق اس کے منہ کی دسترس سے باہر کردے۔ یعنی رزق سامنے نظر آئے لیکن منہ تک نہ پہنچ سکے!
فَاتَ یَفُوْتُ (نصر) فَوْتٌ آدمی کے مرجانے کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی دوسروں کی دسترس سے باہر ہوجاتا ہے۔

فَلَا فَوْتَ۔ ای فَلَا فَوْتَ لَھُمْ ان کے لئے فرار (ممکن) نہ ہوگا۔
او لا یفوتون اللہ عزوجل بھرب۔ وہ بھاگ کر اللہ کی دسترس سے باہر نہیں جاسکیں گے۔

= وَاُخِذُوْا = واؤ عاطفہ ہے اُخِذُوْا ماضی (بمعنی مستقبل) جمع مذکر غائب۔ وہ پکڑے جائیں گے۔

= مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ۔ من موقف الحساب مکان قریب یعنی جائے حساب سے (ہی) پکڑ لئے جائیں گے۔ (یعنی جہاں بوقتِ حساب وہ عذاب کو سامنے دیکھیں گے ڈر اور خوف سے گھبراتے ہوں گے اور کوئی راہ فرار نہ پائیں گے اور وہیں موقع پر ہی دھر لئے جائیں گے)
وَاُخِذُوْا کا عطف فَزِعُوْا پر ہے۔ ای فَزِعُوْا وَاُخِذُوْا فَلَا فَوْتَ۔

۳۴:۵۲ = اٰمَنَّا بِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے (ای باللہ عزوجل۔ روح) یا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے (ای بمحمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ کشاف)

= اَنّٰی۔ کیونکر۔ کیسے۔ اسم ظرف، زمان ومکان (دونوں کے لئے) یہاں استفہامیہ ہے اور کَیْفَ کے معنی میں آیا ہے۔ مَکَانٍ بَعِیْدٍ موصوف وصفت۔ دور جگہ۔ میدانِ حشر۔
یعنی دنیا سے نکل کر اب یہ لوگ دور اس میدانِ حشر میں آپہنچے ہیں اب اتنی دور آکر وہ ایمان کیسے حاصل کرسکتے ہیں جب کہ بہت دور پیچھے دنیا میں وہ موقع کو ہاتھ سے گنوا چکے ہیں انّٰی لھم تناول الایمان فی الاٰخرۃ وقد کفروا بہ فی الدنیا۔ یعنی آج قیامت کے دن وہ ایمان کس طرح پا سکتے ہیں جبکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے۔

= اَلتَّنَاوُشُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ لینا۔ ن وش مادہ کے حروف ہیں
اَلنَّوْشُ کے معنی کسی چیز کے پکڑنے کے ہیں۔
شاعر نے کہا ہے ؎

تَنُوْشُ الْبَرِیْرَ حَیْثُ طَابَ اِهْتِصَارُهَا

وہ وہاں سے پیلو کھاتی ہے جہاں سے خوب جھکی ہوئی ہوں

بریر پیلو کے بر۔ اھتصار کے معنی مائل کرنے اور جھکانے کے ہیں۔
اَنّٰی لَهُمُ التَّنَاوُشُ کے معنی ہوئے: (اب) ان کا ہاتھ ایمان کو لینے کے لئے کیونکر پہنچ سکتا ہے۔ یعنی وہ دور جگہ سے ایمان کو کیسے حاصل کر سکتے ہیں جب کہ انہوں نے قریب جگہ سے حاصل نہ کیا۔ جس وقت کہ ایمان لانا اور اس سے انتفاع کرنا ان کے اختیار میں تھا (یعنی دنیا میں)

= وَقَدْ كَفَرُوْا بِهٖ واؤ حالیہ ہے اور قَدْ بمعنی تحقیق ہے اور بہٖ میں ضمیر واحد مذکر کا مرجع وہی ہے جو اوپر اٰمَنَّا بِهٖ میں مذکور ہوا ہے (آیۃ ہذا)

۳۴: ۵۳ = یَقْذِفُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ یَقْذِفُوْنَ کے لئے ملاحظہ ہو آیۃ ۳۴: ۴۸۔ جب کوئی شخص لایعنی باتیں کرتا ہے اور ہرزہ سرائی کرتا ہے تو عرب کہتے ہیں هُوَ یَقْذِفُ بِالْغَیْبِ وہ اندھیرے میں تیر چلاتا ہے۔
اس جملہ کا عطف وَقَدْ كَفَرُوْا پر ہے۔ اور جملہ حالیہ ہے۔

= مِنْ مَّكَانٍ بَعِیْدٍ دور جگہ سے یعنی بغیر کسی عقلی دلیل کے اپنے کفریہ عقائد پر اڑے رہے کبھی توحید کا انکار کیا اور کبھی قرآن کو من گھڑت افسانہ قرار دیا۔ ملائکہ کو خدا کا شریک گردانا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کیں۔ کبھی ان کو ساحر کبھی شاعر اور کبھی مجنون کہا۔ اور کبھی بھی نزدیک سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام پر غور و خوض نہ کیا۔ حقیقت کو جاننے سے دور ہی رہے۔ تو ایسی صورت میں جب کہ آدمی بھی دور ہو اور اندھیرے میں تیر چلائے تو تیر کب صحیح نشانہ پر لگتا ہے۔

۳۴: ۵۴ = حِیْلَ بَیْنَهُمْ۔ حِیْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ حَوْلٌ (باب نصر) سے مصدر جس کے معنی جدائی ڈالنے کے ہیں۔ حائل کر دیا گیا۔ جدائی ڈال دی گئی۔ رکاوٹ کھڑی کر دی گئی۔ آڑ حائل کر دی گئی۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے۔

= مَا یَشْتَهُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے۔ یَشْتَهُوْنَ مضارع معروف صیغہ جمع مذکر غائب

اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جو وہ چاہیں گے ۔

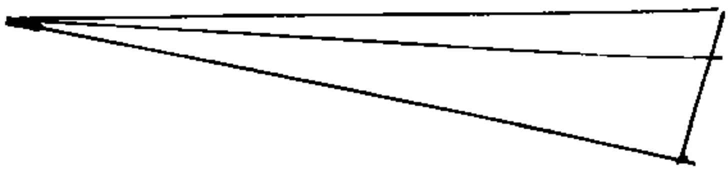
یعنی ان کے درمیان اور جو وہ چاہیں گے ایک آڑ کھڑی کردی جائے گی۔ وہ کیا چاہیں گے اس سے رجوع الی الدنیا، قبول ایمان و توبہ، نجات من العذاب وغیرہ مراد ہو سکتے ہیں ۔

= **اَشْیَاعِهِمْ** مضاف مضاف الیہ اَشْیَاع جمع الجمع ہے شِیَعٌ کی اور شِیَعٌ جمع ہے شِیْعَةٌ کی یعنی ان کے عقیدہ کے دوسرے کفار یعنی ان کے ساتھ بھی کیا گیا تھا ۔

= **شَكٍّ مُّرِيْبٍ** ۔ موصوف، صفت ۔ ایسا شک جو (۱) متشککین کو ہمیم تذبذب اور تردد میں رکھے ۔ اور ان کو کبھی سکون و اطمینان نصیب نہ ہو ۔

(۲) ایسا شدید نوعیت کا شک کہ ان کے باعث دوسرے لوگ بھی شک میں مبتلا ہوتے چلے گئے ۔

مُرِيْبٍ اِرَابَةٌ سے (باب افعال) مصدر۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے یہاں شک کی صفت میں آیا ہے ۔



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۳۵) سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ مَّکِّیَّۃٌ (۴۳)

۳۵ : ۱ = فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ۔ فاطر۔ اسم فاعل واحد مذکر فَطۡرٌ مصدر (باب نصر، ضرب) مضاف السمٰوٰت والارض، مضاف الیہ۔ الفطر کے اصل معنیٰ کسی چیز کو (پہلی دفعہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی کائنات کو عدم کا پردہ پھاڑ کر وجود میں لایا ہے اس لئے فاطرؔ ہے۔ اہل تفسیر نے اس کے معنی مُبۡدِع کے لئے ہیں یعنی بغیر نظیر و مثال کے عدم محض سے عالم وجود میں لانے والا۔

راغب فرماتے ہیں کہ:

ھو ایجادہ تعالی الشیٔ وابداعہ علی ھیئۃ مترشحۃ لفعل من الافعال۔ اللہ تعالیٰ کا کسی شے کو پہلی مرتبہ اس طرح تخلیق کرنا کہ اس میں کچھ کرنے کی استعداد موجود ہے۔

آیۂ کریمہ فَاَقِمۡ وَجۡهَكَ لِلدِّيۡنِ حَنِيۡفًا ؕ فِطۡرَتَ اللّٰهِ الَّتِىۡ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيۡهَا ؕ لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ ؕ (۳۰ : ۳۰) تو تم یک سو ہو کر دین (حق) کی طرف اپنا رُخ رکھو اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں۔ میں اس معرفتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو تخلیقی طور پر انسان کے اندر ودیعت کی گئی ہے لہٰذا فطرۃ اللہ سے مراد معرفتِ الٰہی کی استعداد مراد ہے جو انسان کی جبلت میں پائی جاتی ہے۔

صاحب تفسیر ماجدیؒ اس آیۃ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:۔

فطرت کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص میں اللہ تعالیٰ نے خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق سننے اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آجاتا ہے اور اس کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ اس استعداد

اور قابلیت سے کام لے اور اس کے مقتضا پر کہ ادراک حق ہے عمل کرے۔
یہ پھاڑنا کبھی کبھی کسی چیز کو بگاڑنے کے لئے بھی آتا ہے مثلاً اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ (۷۳ : ۱۸) راور) جس سے آسمان پھٹ جاوے گا۔ یعنی یوم قیامت کی سختی سے۔

= جَاعِلِ۔ بنانے والا۔ کرنے والا۔ جَعْلٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔
جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ۔ مضاف مضاف الیہ فرشتوں (پیام رساں) بنانیوالا۔
فَاطِرِ اور جَاعِلِ ہردو اللہ کی صفت ہیں اور اسکی متابعت میں مجرور ہیں۔

= رُسُلًا۔ رُسُلٌ رَسُوْلٌ کی جمع ہے جو فَعُوْلٌ کے وزن پر (اسم مفعول بروزن مُفْعَلٌ) کا مبالغہ ہے (فَعُوْلٌ کا استعمال اس طرح نادر ہے)
رُسُلٌ اسم مفعول جمع مذکر رُسُلًا بحالت نصب بوجہ مفعول۔ پیغمبر، پیام رساں۔ بھیجے گئے۔

رسول۔ ملائکہ اور انسان دونوں میں سے ہو سکتے ہیں۔ جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ (۲۲ : ۷۵) اللہ تعالیٰ انتخاب کرلیتا ہے فرشتوں میں سے پیام پہنچانے والے اور آدمیوں میں سے بھی۔
اصطلاح میں نبی یا رسول بنی نوع انسان میں سے وہ ہیں جو اللہ کا پیغام نوعِ انسانی کو پہنچاتے ہیں۔
فرشتوں کی رسالت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں!
(۱) یہ فرشتے اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء علیہم السلام کے درمیان پیغام رسانی کی خدمات انجام دیتے ہیں (وحی کی صورت میں)
(۲) تمام کائنات میں اللہ تعالیٰ کے احکام لیجاتے ہیں اور اُن کو نافذ کرتے ہیں۔

= اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ۔ اُولُوْا (بحالت رفع) اُولِيْ (بحالتِ نصب وجر) جمع ہے بمعنی والے۔ صاحب، مالک، بعض ذُوْ کو اس کا واحد بتاتے ہیں۔
اَجْنِحَةٍ جَنَاحٌ کی جمع۔ پر۔ بازو۔ اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ بازوں والے۔ پروں والے۔ رُسُلًا کی نعت ہے یا اس کا بدل۔

= مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ۔ یہ اِثْنَانِ اِثْنَانِ و ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ اور اَرْبَعَةٌ اَرْبَعَةٌ سے معدول ہے (نحویوں کی اصطلاح میں ایک اسم کا اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر دوسرے صیغہ میں چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ جیسے ثَلٰثَةٌ ثَلٰثَةٌ سے ثُلٰثُ کہ اصل کے مطابق

ثُلٰثُ کے معنی تین تین ہوں گے۔

مَثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ - اَجْنِحَةٍ کی صفت ہیں۔ لہٰذا بوجہ صفت و عدل (دو اسباب منجملہ نو اسباب منع صرف) غیر منصرف ہیں۔

= یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ۔ وہ مخلوق کی ساخت میں جیسا چاہتا ہے اضافہ کرتا ہے یعنی فرشتوں کے پروں کی تعداد۔ دو۔ دو۔ تین تین۔ چار چار تک ہی محدود نہیں وہ جسے چاہے جتنے چاہے بازو عطا کردے۔ یا کسی ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر کسی قسم کی بزرگی و برتری عطا کردے وہ ہر شئے پر قادر ہے۔ ھو علٰی کل شیءٍ قدیر۔

۲:۳۵ = مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ ۔ مَا شرطیہ ہے۔ یَفْتَحِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل ما شرطیہ) واحد مذکر غائب

= مِنْ رَّحْمَةٍ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ ۔ اللہ تعالیٰ (اپنی) رحمت میں سے لوگوں کو جو عطا فرمائے (یا لوگوں کے لئے جو رحمت کھول دے)

= فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۔ میں لا نفی جنس کا ہے۔ مُمْسِكَ اسم فاعل واحد مذکر منصوب بوجہ عمل لا نفی جنس ۔ اِمْسَاكٌ (باب افعال) بمعنی روکنے والا۔ بند کرنے والا۔ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا۔ کوئی اس (رحمت) کو روکنے والا نہیں۔ بند کرنے والا نہیں۔

= وَ مَا یُمْسِكْ ۔ مَا شرطیہ۔ یُمْسِكْ (مضارع مجزوم بوجہ عمل مَا شرطیہ) واحد مذکر غائب۔ اور جو وہ روک دے، بند کردے۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

= فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ ۔ لا نفی جنس کا۔ مُرْسِلَ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِرْسَالٌ ۔ (افعال) سے مصدر۔ اس کا مادہ رِسْلٌ ہے اَلرِّسْلُ کے اصل معنی ہیں آہستہ اور نرمی کے ساتھ چل پڑنا۔ نَاقَةٌ رِسْلَةٌ ، نرم رفتار اونٹنی کو کہتے ہیں۔ کبھی اس سے صرف روانہ ہونے کا مطلب بھی لے لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی اعتبار سے اس سے رَسُوْلٌ مشتق ہے۔ بمعنی مُرْسَلٌ بھیجا گیا۔ روانہ کیا گیا۔

جب رِسْلٌ سے باب افعال بنایا جائے تو ارسال کا معنی ہوگا۔ آزاد کرنا۔ چھوڑ دینا۔ رہا کرنا۔ اور مُرْسِلٌ کا معنی ہوگا۔ چھڑا دینے والا۔ بندش کو دور کردینے والا۔ گویا مُرْسِلٌ مُمْسِكٌ کی ضد ہو گیا۔ اور کلمہ نفی کے بعد ترجمہ ہوگا۔ کوئی چھڑانے والا کوئی بندش کو دور کرنے والا نہیں ہے۔ لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب۔ مَا یُمْسِكْ (جس کو اس نے بند کردیا ہو یا روک دیا ہو)

کی طرف راجع ہے۔

= مِنْۢ بَعْدِہٖ ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ بھی ہو سکتا ہے اور بَعْدِہٖ بمعنی غَیْرِہٖ ہوگا۔ اور امساک بھی ہو سکتا ہے یعنی اس امساک (روک دینے یا بند کرنے) کے بعد

۳۵: ۳ = ھَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ مطلقاً نفی کے لئے بھی ہو سکتا ہے جیسے ھَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵: ۶۰) نیکی کا بدلہ بجز نیکی کے کچھ نہیں ہے

= فَاَنّٰی ۔ اَنّٰی بمعنی کَیْفَ ۔ کیسے ۔ کیونکر۔

= تُؤْفَکُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ اَلْاُفُکُ ہر وہ چیز جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بناپر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِکَۃٌ کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ہے وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی۔ اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے ٹپکا۔

(مُؤْتَفِکَات سے وہ بستیاں مراد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا)

فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ۔ پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو؟ یعنی اعتقادِ حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے افعال کی طرف پھر رہے ہو

۳۵: ۴ = تُرْجَعُ ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب، وہ پھیری جاتی ہے وہ لوٹائی جاتی ہے رَجْعٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ فعل متعدی ۔ فعل لازم کا مصدر رُجُوْعٌ ہے

اِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۔ آخرکار تمام امور کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ۔

۳۵: ۵ = لَا تَغُرَّنَّکُمْ ۔ مضارع منفی تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مؤنث غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی دھوکہ دینا۔ بہکانا۔ فریب دینا۔ غلط طمع دلانا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو فریب نہ دے ۔ وہ تم کو بہکا نہ دے ۔

= یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تاکید بالنون ثقیلہ۔ وہ تم کو اللہ کے بارہ میں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔

= الْغَرُوْرُ ۔ دھوکہ ۔ بے جا غرور۔ دھوکہ کا ذریعہ۔

علامہ اصمعی کہتے ہیں، غرور اسے کہتے ہیں کہ جو تجھے دھوکہ اور فریب میں مبتلا کر دے فریبی۔ مکار۔ دھوکہ باز۔ کیونکہ سب سے بڑا دھوکہ باز شیطان ہے۔ اس لئے یہاں اس آیت میں غرور سے مراد شیطان ہے۔ وَلَا یَغُرَّنَّکُمْ بِاللّٰہِ الْغَرُوْرُ ۔

اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ بڑا فریبی (شیطان) تمہیں مبتلا نہ کر دے۔ اللہ تعالیٰ کے بارے

فریب میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دھڑا دھڑ گناہ کرتا ہے اور تمنا یہ کرے کہ اللہ تعالیٰ بخش دیگا۔

۳۵: ۶ = یدعوا۔ مضارع واحد مذکر غائب (تحقیق) وہ بلاتا ہے، دعوت دیتا ہے۔ دَعْوَۃٌ مصدر ہے۔ باب نصر۔

= حِزْبَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ، اس کی جماعت، (اپنے گروہ کو)

= لِیَکُوْنُوْا۔ لام تعلیل کا۔ یَکُوْنُوْا اصل میں یَکُوْنُوْنَ تھا۔ لام کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ تاکہ وہ ہو جائیں۔

= اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخ والے۔ جہنم والے۔ جہنمی۔

۳۵: ۷ = فائدہ: آیہ ہذا میں دو گروہوں کو الگ الگ نمایاں کیا گیا ہے ایک وہ گروہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ ان کے لئے عذاب دائم شدید مقدر ہو گیا۔ (عذاب کو نکرہ لاکر اس کی عظمت بلحاظ مدت کو ذہن نشین کرایا گیا ہے)

دوسرا گروہ جو ایمان لایا اور عمل صالح کئے مغفرۃ عظیمۃ واجر کبیر ان کی قسمت میں رقم ہوا۔

۳۵: ۸ = اب متذکرہ بالا (آیہ ۷) دونوں گروہوں کے مابین فرق کو مزید واضح کرنے کے لئے استفہامیہ ارشاد ہوتا ہے۔

کیا وہ شخص جس کے لئے اس کا برا عمل مزین کر دیا گیا ہو اور وہ اس کو خوبصورت نظر آیا اور اس نے باطل کو حق جانا اس شخص کے مانند ہو سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت نصیب کی اور جس نے حق کو حق اور باطل کو باطل ہی سمجھا؟

گویا تقدیر کلام ہے اَفَمَنْ زُیِّنَ لَہٗ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ فَرَاٰہُ حَسَنًا وَّرَاَی الْبَاطِلَ حَقًّا کَمَنْ ھَدَاہُ اللّٰہُ فَرَاَی الْحَقَّ حَقًّا وَّالْبَاطِلَ بَاطِلًا۔

ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے مراد یہ کہ یہ دونوں شخص ایک جیسے نہیں ہو سکتے۔

فَرَاٰہُ حَسَنًا کے بعد عبارت محذوف ہے (قرآن مجید میں حذف و تقدیر کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں۔

اس کے جواب میں گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَا" (نہیں) تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ فَاِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرٰتٍ۔ بے شک اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور ہدایت

بخشتا ہے جس کو چاہتا ہے پس نہ گھلے آپ کی جان ان کے لئے فرطِ غم میں۔
ایسے ہی دو گروہوں کے متعلق اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔
اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ (۱۴:۴۷)
تو کیا وہ شخص جو اپنے پروردگار کی طرف سے کھلے راستے پر چل رہا ہو وہ اس کی مانند ہو سکتا ہے
جس کے اعمالِ بد اُسے اچھے کر کے دکھائے جائیں۔
= زُيِّنَ ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ سنوارا گیا۔
مزیّن کیا گیا۔ اچھا کر کے دکھایا گیا۔
= فَرَاٰهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب سوء عمل کی طرف راجع ہے۔
= حَسَنًا۔ حُسْنٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اچھا۔ عمدہ، خوب۔
فَرَاٰهُ حَسَنًا۔ زُيِّنَ کے مضمون کی تاکید ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے جس کو بے مدد
چھوڑ دیا ہو اور اس کا وہم فہم پر اور جذباتِ نفسانی عقل پر غالب آگئے ہوں اچھے کو بُرا
اور باطل کو حق سمجھنے لگا ہو وہ اس شخص کی طرح کیسے ہو سکتا ہے جس کو اللہ نے ہدایت
یاب کر دیا ہو اور حق کو باطل سے تمیز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ۔ میں فَ عطف کے لئے ہے اور اس کا عطف کلام محذوف پر ہے۔
= لَا تَذْهَبْ۔ فعل نہی واحد مؤنث غائب (ضمیر کا مرجع نَفْسُكَ ہے۔ عَلَيْهِمْ میں
ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب۔ کفار۔ گمراہان کی طرف راجع ہے۔ جو مَنْ زُيِّنَ لَهٗ
سُوْٓءُ عَمَلِهٖ کے زمرہ میں آتے ہیں۔
لَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ۔ ذہاب نفس۔ موت سے کنایہ ہے جیسے کہ اور جگہ
قرآن مجید میں آیا ہے اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۴:۱۹) اگر وہ
چاہے تو تمہیں ختم کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔
= حَسَرٰتٍ۔ مفعول لہٗ ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔ یہ حَسْرَةٌ کی جمع ہے۔
مطلب یہ ہے کہ افسوس کرنے کی وجہ سے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ جمع کا صیغہ
اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ گمراہ کافروں کے احوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکثرت
افسوس ہوتا تھا۔ یا یہ وجہ کہ ان کفار کی بداعمالیاں بہت کثرت سے تھیں جو افسوس
کی (الگ الگ) متقاضی ہوتی تھیں۔
= يَصْنَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ صُنْعٌ مصدر (باب) فتح جو وہ کرتے ہیں

فَتُثِیْرُ = ف تعقیب کا ہے تُثِیْرُ مضارع واحد مؤنث غائب، حکایت حال ماضی کے لئے استعمال ہوا ہے (حکایۃ الحال الماضیۃ کسی گذشتہ فعل کو واضح طور پر بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے فعل مضارع استعمال کرنا) یہ مادہ ثور سے مشتق ہے۔

اِثَارَۃٌ مصدر جس کے معنی ابھارنے۔ برانگیختہ کرنے کے ہیں۔ چونکہ زمین کو جوتنے اور ہواؤں کے بادلوں کے اوپر اٹھانے میں اور لانے لیجانے میں یہ معنی موجود ہیں اس لئے تُثِیْرُ کے معنی وہ بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہے (یہاں الرِّیَاحَ کے لئے یہ صیغہ واحد مؤنث غائب استعمال ہوا ہے لیعنی یہ ہوائیں بادلوں کو اوپر اٹھاتی ہیں)

زمین کے جوتنے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِیْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِی الْحَرْثَ (۲ : ۷۱) وہ گائے جو محنت کرنے والی نہ ہو جو نہ زمین کو جوتتی ہو اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو۔

بادلوں کو اوپر اٹھانے کے ہم معنی غبار کو اوپر اٹھانے کے لئے اس کا استعمال قرآن مجید میں ہے فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا (۱۰۰:۴) پھر صبح کو چھاپہ مارتے ہیں پھر اس میں غبار اڑاتے ہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح لکھتے ہیں۔ فَتُثِیْرُ سَحَابًا۔ یہ گذشتہ حال کی حکایت ہے تاکہ وہ ندرت آگیں صورت جو اللہ تعالیٰ کی حکمت پر دلالت کرتی ہے دماغوں میں مستحضر ہو جائے

= سَحَابًا۔ اسم جنس ہے اس کا واحد سَحَابَۃٌ آیا ہے ویسے سَحَابٌ جمع مذکر وجمع مؤنث اور واحد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

= فَسُقْنٰهُ میں ف تعقیب کے لئے ہے سُقْنَا ماضی جمع متکلم سَوْقٌ مصدر (باب نصر) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع سَحَابٌ ہے۔ ہم اس کو ہانک لے گئے۔ پھر ہم ان بادلوں کو ہانک لے گئے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (۱۹:۸۶) اور مجرموں کو پیاسا ہم دوزخ کی طرف ہانکیں گے۔

= بَلَدٍ مَّیِّتٍ۔ موصوف وصفت۔ بَلَدٍ بمعنی شہر۔ یہاں کوئی بھی قطعۂ زمین مراد ہے، مَیِّتٍ مردہ، مراد بغیر کسی نباتات، بے آب وگیاہ۔

= اَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ۔ اَحْیَیْنَا ماضی جمع متکلم اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے زندہ کیا۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سحاب ہے ہم اس سے زمین کو زندہ

کر دیتے ہیں۔ یعنی بادلوں میں سے جو بارش کی صورت میں پانی زمین پر آتا ہے اس کے ذریعہ خشک وبے آب وگیاہ زمین کو دوبارہ سرسبز کر دیتے ہیں۔

= النُّشُوْرُ۔ مصدر مرفوع۔ معرفہ۔ باب نصر۔ جی اٹھنا۔ یعنی جزاوسزا کے لئے دوبارہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہونا۔ مراد یہاں قبروں سے قیامت کے روز اٹھایا جاتا ہے۔

۳۵: ۱۰ = اَلْعِزَّۃُ۔ عزت، غلبہ، بزرگی۔ عَزَّ یَعِزُّ ضرب کا مصدر بھی ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔

= یَصْعَدُ۔ مضارع واحد مذکر غائب صُعُوْدٌ باب سمع سے مصدر وہ چڑھتا ہے وہ پہنچتا ہے۔ مراد یہاں قبول ہوتا ہے۔ یا یہ کہ فرشتے اسے لے کر اوپر عرش کی طرف چڑھتے ہیں

= اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ موصوف وصفت۔ پاکیزہ کلام۔ مراد ذکر الٰہی۔

= یَرْفَعُہٗ۔ مضارع واحد مذکر غائب ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع العمل الصَّالِحُ ہے۔ وہ اس کو بلند کرتا ہے رَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔

یَرْفَعُ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے؟ اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہیں

(۱) یَرْفَعُ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ جو عمل صالح خالصۃً اللہ کے لئے کیا جائے اللہ اس کو اوپر اٹھا لیتا ہے یعنی قبول فرمالیتا ہے۔

(۲) ضمیر فاعل عمل صالح کی طرف راجع ہے اس صورت میں ہٗ کا مرجع اَلْکَلِمُ الطَّیِّبُ (پاکیزہ کلام) ہوگا (الکلم کا لفظ مفرد ہے جمع نہیں۔ جنس مراد ہے) اور مطلب یہ ہوگا کہ پاکیزہ کلام عمل صالح کو اوپر پہنچاتا ہے یعنی مقبول بنا دیتا ہے۔

= یَمْکُرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مَکْرٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چالیں چلتے ہیں۔

= السَّیِّاٰتِ۔ ای المکرات السیٔات۔ بری چالیں۔

مَکْرٌ بری تدبیر۔ پوشیدہ فریب۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو اللہ تعالیٰ کا دھوکہ فریب۔ یا مکر کی سزا دینا مراد ہوتا ہے۔

= اُولٰٓئِکَ کا اشارہ الذین یمکرون السیئات کی طرف ہے۔

= یَبُوْرُ واحد مذکر غائب فعل مضارع۔ بُوْرٌ۔ بَوَارٌ مصدر (باب نصر) وہ ہلاک ہو جائے گا یا تباہ ہو جائے گا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَکَانُوْا قَوْمًا بُوْرًا (۲۵: ۱۸) اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔

۳۵: ۱۱۔ مِنْ تُرَابٍ۔ مٹی سے۔ اصل بعید کی طرف اشارہ ہے یعنی اولیں حضرت آدمؑ کو

مٹی سے پیدا کیا۔ اور مِنْ نُّطْفَةٍ اصل قریب کی طرف اشارہ ہے (یعنی حضرت آدم کے بعد نسل انسانی کو)
= اَزْوَاجًا۔ جوڑے۔
= مَا تَحْمِلُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ (باب ضرب) سے مصدر وہ نہیں اٹھاتی ہے وہ حمل سے نہیں ہوتی۔ وہ حمل نہیں اٹھاتی۔ وہ حاملہ نہیں ہوتی۔
= وَلَا تَضَعُ اور نہ جنتی ہے۔ واؤ عاطفہ تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب اور نہ بچہ جنتی ہے وَضْعٌ باب فتح سے مصدر جس کے معنی ہیں رکھنے اور ڈال دینے یا عورت کے بچہ جننے کے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے کہ: قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَا اُنْثٰی (۳: ۳۶) اس نے (حضرت مریم نے) کہا اے میرے پروردگار میں نے تو ایک بچی کو جنم دیا ہے۔
= مِنْ اُنْثٰی۔ کوئی عورت، اس صورت میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ مِنْ زائدہ بھی ہو سکتا ہے۔
= مَا يُعَمَّرُ۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب تَعْمِيْرٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی عمر بڑھانا یا زبان سے عَمَّرَكَ اللّٰهُ (خدا تیری عمر دراز کرے) کہنا ہے اَلْعِمَارَةُ۔ خَرَابٌ کی ضد ہے۔ آباد کرنا۔ آبادی۔ عَمَرَ اَرْضَهٗ اس نے اپنی زمین آباد کی۔ مَعْمُوْرٌ۔ آباد کی ہوئی جگہ۔ عُمُرٌ آدمی کی مدتِ زندگی۔ کیونکہ مدتِ زندگی میں انسان کی عمارتِ بدن قائم رہتی ہے۔ بدنی مکان تعلق رُوح کی وجہ سے آباد رہتا ہے۔ عَمْرٌ اور عُمُرٌ کا اگرچہ ایک ہی معنی ہے لیکن قسم کے موقع پر عَمْرٌ بولا جاتا ہے
مَا يُعَمَّرُ اس کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے۔
= مُعَمَّرٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر تَعْمِيْرٌ مصدر سے۔ جس کی عمر بڑھائی گئی ہو بڑی عمر والا۔ عمر رسیدہ۔ طویل العمر۔ یا محض وہ شخص جس کو زندگی دی گئی ہو۔
= لَا يُنْقَصُ۔ مضارع نفی مجہول واحد مذکر غائب نَقْصٌ (باب نصر) مصدر نہیں کم کی جاتی ہے۔
= عُمُرِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی عمر۔
مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ۔ کسی عمر والے کی عمر زیادہ نہیں کی جاتی اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) مُعَمَّرٌ سے مراد شخص محض ہے اور عُمُرِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مُعَمَّرٌ اٰخَرُ ہے۔ جیسے عربی میں عندی درھم ونصفہ میں نصفہ سے نصف درہم آخر مراد لیا جاتا ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ کسی دوسرے شخص کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۲) مُعَمَّرٌ بمعنی شخص محض ہے اور ہٖ ضمیر کا مرجع وہی معمر ہے جو پہلے مذکور ہے ترجمہ ہوگا:۔

کسی شخص کی عمر بڑھائی نہیں جاتی ہے اور نہ ہی اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے

(۳) مُعَمَّرٌ سے مراد طویل العمر شخص ہے اور ہٖ ضمیر دوسرے ناقص العمر شخص کی طرف راجع ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

کسی طویل العمر کی عمر نہیں بڑھائی جاتی ہے اور نہ کسی ناقص العمر کی عمر میں کمی کی جاتی ہے مگر (یہ سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

بعض اہل تفسیر نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ:۔

طویل العمر شخص کی عمر میں بیشی اور ناقص العمر کی عمر میں کمی اس طرح نہیں کی جاتی کہ ناقص العمر کی عمر کا کوئی حصہ اس کی عمر سے گھٹا کر طویل العمر کی عمر میں بڑھا دیا جائے اور اس طرح ایک طویل العمر ہو جائے اور دوسرا ناقص العمر۔

= فِیْ كِتٰبٍ۔ میں كِتٰبٍ سے مراد لوح محفوظ ہے۔

= ذٰلِكَ۔ جو وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ سے لے کر فِیْ كِتٰبٍ تک مذکور ہے۔

= یَسِیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے یُسْرٌ مادہ۔ آسان۔ سہل۔

۳۵:۱۲ = یَسْتَوِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ مصدر (افتعال) سے مَا یَسْتَوِیْ وہ برابر نہیں ہے۔

= اَلْبَحْرٰنِ۔ اَلْبَحْرَیْنِ (دو بحر) البحر۔ الماء الکثیر ملحًا کان اوعذبًا یعنی پانی کی کثیر مقدار اور وسیع ذخیرہ۔ خواہ وہ نمکین ہو یا شیریں۔ بحر کو بحر کہنے کی وجہ انہوں نے

یہ لکھی ہے کہ اس میں وسعت اور انبساط کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ جیسے کوئی شخص بہت سخی ہو تو اسے کہتے ہیں انہٗ لبحر۔ کہ وہ تو بحر ہے۔

یہ درست ہے کہ عام طور پر بحر کا اطلاق سمندر پر ہوتا ہے لیکن میٹھے پانی کے ذخیرہ کو بھی اہل عرب بحر کہتے ہیں۔

= ھٰذَا۔ یہ ایک پانی۔ ان دونوں میں سے یہ ایک۔

= عَذۡبٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت شیریں۔ بہت میٹھا۔ عَذُوۡبَۃٌ سے جس کے معنی پانی کے میٹھا اور خوشگوار ہونے کے ہیں۔ عِذَابٌ اور عُذُوۡبٌ اس کی جمع ہے۔

= فُرَاتٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے فُرُوۡتَۃٌ مصدر (باب کَرُمَ) سے بہت شیریں پانی بہت میٹھا پانی۔ باب نصر سے بمعنی زناکار اور باب سمع سے بمعنی بے وقوف آیا ہے لیکن قرآن مجید میں ان معنوں میں استعمال نہیں ہوا۔

فُرَاتٌ اِذَا کَانَ شَدِیۡدُ الۡعُذُوۡبَۃِ۔ پانی کا بہت شیریں ہونا۔ قیل ماھو یکسر العطش جو پیاس کو بجھائے۔

= سَآئِغٌ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر سَوۡغٌ مصدر (باب نصر) سے حلق سے آسانی کے ساتھ اتر جانے والا (پانی یا خوراک)

= وَھٰذَا۔ اور یہ ایک (یعنی دوسرا پانی) ھٰذَا وھٰذَا یہ ایک اور یہ ایک (پانی)

= مِلۡحٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت نمکین اور کھاری (پانی)

مَالِحٌ بھی نمکین اور کھاری پانی کے لئے آتا ہے لیکن الجوہری نے اسے متروک لغت میں سے کہا ہے اور جو اس کے جواز کے قائل ہیں وہ اس شعر کی دلیل دیتے ہیں؛

ولو تفلت فی البحر والبحر مالح ۔ لاصبح ماء البحر من ریقھا عذبًا

اور اگر وہ سمندر میں ڈبکی لگائے اور سمندر کا پانی نہایت کھاری ہوتا ہے۔ تو اس کے دہن کے لعاب سے سمندر کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جائے۔

= اُجَاجٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نہایت کڑوا اور کھاری پانی۔

= مِنۡ کُلٍّ۔ ای من کل واحد منھما ان دونوں میں سے ہر ایک سے۔

= لَحۡمًا طَرِیًّا۔ طَرَادَۃٌ سے بروزن فَعِیۡلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی تر و تازہ۔ لَحۡمًا گوشت۔ لَحۡمًا طَرِیًّا۔ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ مفعول تَاۡکُلُوۡنَ۔

= تَسۡتَخۡرِجُوۡنَ۔ مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ اِسۡتِخۡرَاجٌ (استفعال) مصدر۔ تم نکالتے ہو

= حِلْيَةً ۔ زیور ۔ سامانِ زیب وزینت (سمندر سے سامان زینت از قسم موتی ۔ مرجان ، جواہرات ۔ نکالے جاتے ہیں)
= فِيْهِ ای فی کل واحد منھما دونوں میں سے ہر ایک میں ۔
= مَوَاخِرَ ۔ مَاخِرٌ کی جمع ۔ صیغہ صفت ہے ۔ چیرنے والی ۔ مَخْرٌ و مَخُوْرٌ (باب فتح) کشتی کا یا جہاز کا یا تیراک کا پانی چیرنا ۔ مَوَاخِرَ ۔ پانی کو چیرنے والی کشتیاں ۔
۱۳:۳۵ = يُوْلِجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِيْلَاجٌ مصدر (افعالٌ) سے وہ داخل کرتا ہے ۔
= يَجْرِيْ ۔ مضارع واحد مذکر غائب جَرْيٌ و جَرَيَانٌ مصدر باب ضرب) وہ چلتا ہے وہ جاری رہتا ہے ۔
= اَجَلٍ مُّسَمًّى ۔ اَجَلٍ مدتِ مقررہ ۔ موصوف ۔ مُسَمًّى اسم مفعول واحد مذکر ۔ تَسْمِيَةٌ مصدر باب تفعیل ۔ مقرر کردہ شدہ ۔ صفت ۔ اَجَلٍ مُّسَمًّى مدتِ مقررہ
= ذٰلِكُمُ یہ ۔ یہی ۔ اس میں كُمْ ضمیر جمع خطاب کے لئے ہے ۔
جو اتنی قدرتوں کا مالک ہے ۔ جو اتنی حکمتوں والا ہے ، جو اتنا عظیم احسان کرنے والا ہے ، اَللّٰهُ ۔ وہ ہے اللہ ۔ رَبُّكُمْ جو تمہارا پروردگار ہے ۔
یعنی تمہارا پروردگار اللہ ان مذکورہ بالا خوبیوں کا مالک ہے
= تَدْعُوْنَ ۔ مضارع ۔ جمع مذکر (جنہیں) تم پکارتے ہو ۔ یعنی جن کی تم پوجا کرتے ہو ۔
= قِطْمِيْرٍ ۔ وہ باریک چھلکا ۔ جو گٹھلی پر لپٹا ہوتا ہے یا وہ باریک ڈورا جو گٹھلی کے شگاف میں ہوتا ہے ۔ مراد حقیر یا بے مقدار چیز ۔
۱۴:۳۵ = مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۔ مَا نفی کے لئے ہے ۔ اِسْتَجَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِجَابَةٌ مصدر باب استفعال سے بمعنی ماننا ۔ قبول کرنا ۔ یعنی وہ تمہارا کہنا قبول نہ کر پائیں گے ۔ تمہاری التجا قبول نہ کر سکیں گے ۔
= يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۔ وہ (خود) تمہارے شرک کا انکار کردیں گے ۔
یعنی تم جو ان کو اللہ کی عبادت میں شریک کرتے ہو وہ قیامت کے دن اس کے منکر ہو جائیں گے اور کہیں گے مَا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۔ (۱۰ : ۲۸) تم ہماری پوجا نہیں کرتے تھے (بلکہ اپنی ہوا وہوس اور باطل خیالات کی پوجا کرتے تھے)
= لَا يُنَبِّئُكَ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب ۔ تَنْبِئَةٌ مصدر باب تفعیل بمعنی

خبر دینا۔ بتادینا۔ آگاہ کرنا۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تمہیں (کوئی) نہیں بتائے گا۔
= مِثْلُ خَبِيْرٍ مِثْلُ اسم مفرد۔ طرح۔ مضاف، خَبِيْرٍ مضاف الیہ۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خبردار۔ خبر رکھنے والا۔ دانا۔ خبر رکھنے والے کی طرح۔ خبر رکھنے والے کے برابر۔
خَبِيْرٌ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں خبیر ذاتِ باری تعالیٰ کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔
۳۵: ۱۵ = اَلْغَنِيُّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ال۔ تعریف کا ہے اور عہد کا بھی ہوسکتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور موجودات پر عمومی انعام معلوم و معروف ہے الغنیّ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ یہ بھی ذاتِ باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے!
= اَلْحَمِيْدُ۔ جو اپنی ذات میں مخلوق کی حمد کا مستحق ہو۔
حَمْدٌ سے بروزن فعیل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی محمود ہے ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔ یہ بھی ذات باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔
۳۵: ۱۷ = وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ عَزَّ يَعِزُّ عِزَّةً۔ عِزٌّ وَعَزَازَةٌ عَلَى۔ شاق و گراں گذرنا۔ جیسے عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ (۹: ۱۲۸) جو چیز تمہیں مضرت پہنچاتی ہے اسے بہت گراں گذرتی ہے۔ عَزِيْزٌ عِزَّةٌ سے بمعنی دشوار، مشکل۔
وَ مَاذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔ اور یہ بات اللہ کو کچھ مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ عَزِيْزٌ ہے کیونکہ وہ اتنا شدید القوت ہے اور زبردست ہے جس پر کوئی شئے غالب نہیں آسکتی۔
۳۵: ۱۸ = لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ وِزْرٌ مصدر (باب ضرب) وہ بوجھ نہیں اٹھاتی ہے۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائے گی! وَازِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث (بوجھ اٹھانیوالا نفس) وِزْرٌ۔ بوجھ۔ اَوْزَارٌ جمع۔ ہتھیار۔ وَزِيْرٌ مشیر سلطنت۔ بادشاہ کا مددگار۔ بادشاہ کے ساتھ حکومت کا بوجھ اٹھانے والا۔
= وِزْرَ اُخْرٰى۔ مضاف مضاف الیہ۔ کسی دوسرے کا بوجھ،
= اِنْ تَدْعُ۔ اِنْ شرطیہ۔ تَدْعُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اصل میں تَدْعُوْ تھا اِنْ شرطیہ کے سبب سے آخر سے واؤ حذف ہوگیا۔ دُعَاءٌ مصدر (باب نصر) اگر وہ مثقلہ پکارے۔ (اگر بوجھ سے لدی ہوئی جان کسی کو پکارے)

= مُثْقَلَۃٌ۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ وہ نفس جس پر (گناہوں کا) بوجھ لدا ہو گا۔ عربی میں نفس مؤنث ہے۔ اس لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ثِقْلٌ بوجھ اثقال (افعال) بوجھ لادنا۔

= اِلٰی حِمْلِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مثقلۃ کی طرف راجع ہے۔ اپنے بوجھ کی طرف۔ یعنی اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے۔

= لَا یُحْمَلْ مِنْہُ شَیْءٌ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حِمْل ہے اور شَیْءٌ۔ یُحْمَلْ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ اس بوجھ سے کوئی حصہ بھی نہیں اٹھایا جائے گا۔

مطلب یہ کہ گنہگار کے بارِ گناہ کا کوئی حصہ بھی کوئی دوسرا آدمی اپنے اوپر نہیں اٹھائیگا
= یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ وہ اپنے رب سے بغیر اس کو دیکھے ڈرتے ہیں۔
۲۔ وہ اپنے رب (کے عذاب) سے ڈرتے ہیں ایسی حالت میں کہ عذاب ان کے سامنے نہیں ہے۔
۳۔ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں جب سب لوگوں سے غائب ہوتے ہیں۔

مراد یہ ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے تمام گناہوں سے بچتے ہیں اور فرائض کو ادا کرتے ہیں۔ صرف انہیں کو آپ کے خوف دلانے کا فائدہ ہوتا ہے۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر۔ صَیْرٌ مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔

۱۹:۳۵ = اَلْاَعْمٰی۔ عَمًی سے صفت مشبہ کا صیغہ۔ اندھا۔ نابینا۔ مراد راہ راست سے نابینا۔ یعنی کافر۔ جاہل۔

= اَلْبَصِیْرُ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ بینا۔ یعنی مؤمن۔ یا جاننے والا۔

۲۰:۳۵ = اَلظُّلُمٰتُ۔ ظُلْمَۃٌ کی جمع۔ تاریکیاں۔ اندھیرے۔ روشنی کے نہ ہونے کو ظلمت کہتے ہیں۔ کبھی جہالت، فسق اور شرک کو ظلمت سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے اضداد، علم۔ ایمان اور عمل صالح کو نور سے تعبیر کرتے ہیں۔

مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَکَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ (۱۴: ۵) کہ تو اپنی قوم کو (کفر کے) اندھیروں سے نکال کر (ایمان کے) اجالے میں

لائے۔
آیت ہذا میں بھی اَلظُّلُمٰتُ سے مراد کفر ہے
= النُّوْرُ۔ روشنی۔ یعنی ایمان۔
۳۵: ۲۱ = اَلظِّلُّ۔ سایہ، چھاؤں، دھوپ کی ضد ہے مراد جنت وثواب۔
= اَلْحَرُوْرُ۔ دھوپ کی تپش۔ لُو۔ گرم ہوا۔ مراد یہاں دوزخ اور عذاب ہے۔
اَلْحَرُوْرُ۔ اسم ہے اور مصدر بھی۔ حَرَارَۃٌ بھی مصدر ہے۔ حَرٌّ مادّہ
۳۵: ۲۲ = اَلْاَحْیَاءُ۔ اَلْحَیُّ کی جمع ہے۔ زندہ لوگ۔ مراد اہل علم۔
۳۵: ۲۲ = اَلْاَمْوَاتُ: اَلْمَیِّتُ کی جمع ہے مردے۔ مراد جاہل لوگ؛
= یُسْمِعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْمَاعٌ مصدر۔ (باب افعال)
وہ سناتا ہے۔ وہ سنا کر دل میں بٹھا دیتا ہے۔
= مُسْمِعٍ۔ اسم فاعل بحالتِ جرّ۔ واحد مذکر۔ سنانے والا۔
= مَنْ فِی الْقُبُوْرِ۔ وہ جو قبروں کے اندر ہیں۔ کفر پر جمے رہنے والوں کو مُردوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور مردے بھی وہ جو قبروں کے اندر ہوں۔
۳۵: ۲۴ = اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ۔ میں اِنْ نافیہ ہے اور مِنْ تاکید کے لئے آیا ہے (اور زائدہ بھی ہوسکتا ہے) یعنی کوئی امت بھی ایسی نہیں۔
= خَلَا۔ ماضی واحد مذکر غائب خُلُوٌّ مصدر۔ (باب نصر) وہ گذرا۔ وہ ہوچکا۔
= فِیْھَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب امۃ کی طرف راجع ہے۔
مراد یہ کہ کوئی امت بھی ایسی نہیں کہ جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گذرا ہو۔
۳۵: ۲۵ = اِنْ یُّکَذِّبُوْكَ۔ میں اِنْ شرطیہ ہے۔ یُکَذِّبُوْا۔ اصل میں یُکَذِّبُوْنَ تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب بوجہ عمل اِنْ نون اعرابی گر گیا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ یہاں خطاب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہے۔ اور ضمیر فاعل کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔
اگر یہ لوگ (کفار مکہ) آپ کو جھٹلاتے ہیں۔
اس کے بعد جوابِ شرط محذوف ہے۔ ای فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ الْاَنْبِیَآءُ مِنْ قَبْلِكَ۔ آپ صبر کریں جس طرح آپ سے پہلے انبیاء (علیہم السلام) نے صبر کیا۔
= فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ میں الذین من قبلھم فاعل ہے

كَذَّبَ کا۔ اور قَبْلِهِمْ (مضاف مضاف الیہ) میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

یعنی جو لوگ ان (کفار مکہ) سے پہلے تھے وہ بھی تکذیب کر چکے ہیں (اپنے وقت کے پیغمبروں کی)

یہ جملہ صبر کرنے پر دلیل کے طور پر لایا گیا ہے!

= جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ یہ جملہ سابقہ کا حال ہے۔ حالانکہ ان کے پاس رسول روشن دلیلیں، آسمانی صحیفے اور نورانی کتاب لے کر آئے تھے۔

اَلْبَيِّنٰتُ۔ کھلی کھلی اور روشن دلیلیں۔ بَيِّنَةٌ کی جمع۔ اَلزُّبُرُ۔ زَبُوْرٌ کی جمع کتابیں۔ اوراق۔ آسمانی صحیفے۔ اَلْكِتٰبُ الْمُنِيْرُ۔ روشن کتاب۔ جیسے توریت، انجیل زبور۔ یعنی ہر پیغمبر الگ الگ معجزہ اور کتاب کے ساتھ آیا۔

= نَكِيْرِ۔ اصل میں نکیری تھا۔ (بس کیسا ہوا میرا عذاب۔

= اَلَمْ تَرَ۔ میں ہمزہ استفہام کا ہے لَمْ تَرَ۔ مضارع نفی حجد بلم صیغہ واحد مذکر حاضر تَرَ۔ اصل میں تَرٰی تھا۔ لَمْ کے آنے سے آخر میں حرف علت ساقط ہو گیا۔ رُؤْيَةٌ مصدر (باب فتح) دیکھنا۔ اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تمہیں نہیں معلوم۔

یہاں خطاب عام ہے۔ یعنی ہر فرد لبشر سے ہے

= فَاَخْرَجْنَا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ماء کی طرف راجع ہے۔

اَخْرَجْنَا۔ ہم نے نکالا۔ ہم نے پیدا کیا۔ یہاں التفات ضمائر ہے۔ صیغہ غائب سے صیغہ متکلم کی طرف التفات۔ کسی کام کو بکمال قدرت و حکمت کرنے کے اظہار کے لئے ہے۔

پھر ہم نے اس پانی کے ذریعے سے پیدا کئے......

= ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ ثَمَرٰتٍ مفعول ہے اَخْرَجْنَا کا۔ مُخْتَلِفًا اسم فاعل۔ واحد مذکر حاضر۔ بحالت نصب۔ مختلف۔ جدا جدا۔ طرح طرح۔ گوناگوں۔ بوقلموں۔ اِخْتِلَافٌ مصدر (باب افتعال) اَلْوَانُهَا۔ اَلْوَانٌ۔ لَوْنٌ کی جمع ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع ثمرات ہے) مضاف الیہ۔ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا دونوں مل کر ثَمَرٰتٍ کی صفت ہیں۔

ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا۔ پھل جو اپنی اجناس میں مختلف ہیں۔ مثلاً انار، سیب

انگور زیتون وغیرہ یا پھل جو اپنی رنگت میں مختلف ہیں۔ مثلاً زرد، سبز، سرخ وغیرہ۔ اور یہ چند در چند تنوع خالق حقیقی کی کمال صناعی وحکمت کا مظہر ہے

= وَمِنَ الْجِبَالِ۔ ای ومن الجبال مختلف الوانھا۔ اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف رنگ ہیں۔

= جُدَدٌ۔ اس کے مختلف معانی آئے ہیں!

(۱) یہ جُدَّۃٌ کی جمع ہے جس کے معنی کھلے راستے کے ہیں۔ لہٰذا جُدَدٌ بمعنی راستے۔ گھاٹیاں۔ جَادَّۃٌ (جَوَادُّ جمع) بڑا راستہ، شارع عام

(۲) ذات خطوط مختلفۃ الالوان۔ مختلف رنگوں کی دھاریوں والے۔

(۳) جُدَدٌ بمعنی قِطَاعٌ (ٹکڑے) قطعے، حصے، جَدَدْتُہٗ میں نے اس کے ٹکڑے کر دیئے۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ۔ اور پہاڑوں کی (مختلف الالوان) گھاٹیاں۔ یا راستے۔ یا پہاڑوں کے مختلف قطعے یا حصے جو بِیْضٌ (اَبْیَضُ بَیْضَاءُ سے صفت مشبہ کا صیغہ جمع مذکر ومؤنث ہے) سفید ہیں اور حُمْرٌ (اَحْمَرُ حَمْرَاءُ کی جمع ہے) سرخ ہیں۔ اور غَرَابِیْبُ سُوْدٌ نہایت سیاہ رنگوں کے ہیں۔

= غَرَابِیْبُ سُوْدٌ۔ غَرَابِیْبُ غِرْبِیْبٌ کی جمع ہے اور سُوْدٌ اَسْوَدُ (مذکر) سَوْدَاءُ (مؤنث) بمعنی سیاہ رنگ والا۔ یا سیاہ رنگ والی۔ کی جمع ہے بروزن اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ۔ موجودہ حالت میں (یعنی ترکیب غَرَابِیْبُ سُوْدٌ) غَرَابِیْبُ سُوْدٌ کی صفت نہیں ہے۔ عربی میں کسی رنگ کی تاکیدی صفت کو موصوف سے پہلے ذکر نہیں کیا جاتا۔ لہٰذا اس کی مختلف توضیحات کی گئی ہیں۔

۱۔ اصل میں یہ سُوْدٌ غَرَابِیْبُ تھا۔ سُوْدٌ موصوف غَرَابِیْبُ صفت۔ استعمال میں الٹ کر غَرَابِیْبُ سُوْدٌ کر دیا گیا۔ اَصْفَرُ فَاقِعٌ (خالص زرد) کی طرح اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر اسود کی تاکیدی صفت ذکر کرنی ہوتی ہے تو غربیب کو اسود کے بعد لاتے ہیں۔

(۲) اصل میں سُوْدٌ غَرَابِیْبُ سُوْدٌ تھا۔ صفت سے قبل مؤکد کو مضمر (محذوف) رکھا گیا۔ صفت کے بعد سُوْدٌ مؤکد مضمر کی تفسیر ہے اور یہ زیادتی تاکید کے لئے کیا گیا ہے۔

اور مولانا ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں!

جلال الدین محلی نے کہا۔ اَسْوَدُ غِرْبِیْبٌ کثیر الاستعمال ہے۔ اور غِرْبِیْبٌ اَسْوَدُ کا

کا استعمال کم ہے، میں کہتا ہوں یہ قلیل الاستعمال اس وقت ہے جب سیاہی کی مزید تاکید مقصود ہو۔

(۳) موصوف مؤکد کو محذوف کرنے کی کوئی بات نہیں (جیساکہ اوپر نمبر ۲ میں مذکور ہوا) بلکہ یہ نوع کلام عربی میں التقدیم والتاخیر کہلاتی ہے لہٰذا غَرَابِیْبُ سُوْدٌ بمعنی سُوْدٌ غَرَابِیْبُ ہے نہایت سیاہ۔

۲۸:۳۵ = وَمِنَ النَّاسِ ...... کَذٰلِكَ ای وکذٰلك من النّاس اور اسی طرح انسانوں چار پاؤں اور جانوروں کے رنگ جُدا جدا ہیں اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔

= اَلْعُلَمٰٓؤُا۔ علماء۔ عالم لوگ، اس رسم الخط میں یہ لفظ شعراء اور سورۃ فاطر میں آیا ہے یعنی میم کے بعد واوَ اور اس پر ہمزہ اور واؤ کے بعد الف بھی لکھا جاتا ہے اور پڑھا نہیں جاتا:

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:۔

شیخ اجل شہاب الدین سہروردی رح لکھتے ہیں کہ اس آیہ میں درپردہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس کے دل میں خشیت نہیں وہ عالم نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلالت اور صفات کمالیہ کو جاننا مستلزم خشیت ہے خشیت علم کے لئے لازم ہے اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی پر دلالت کرتی ہے۔

العُلَمٰٓؤُا یَخْشٰی کا فاعل ہے۔

اللّٰہَ کو مقدم اور علماء کو مؤخر لانے سے علماء کی تخصیص ہوگئی یعنی اللہ کے بندوں میں سے صرف علماء ہی ہیں (جو پوری طرح) اس سے ڈرتے ہیں ای ان الذین یخشون اللہ من عبادہ العلمٰؤا دون غیرھم۔

= اِنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ غَفُوْرٌ (بے شک اللہ تعالیٰ سب پر غالب، بہت بخشنے والا ہے) یہ خدا سے ڈرنے کے وجوب کی علت ہے۔

۲۹:۳۵ = اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِیْنَ اسم اِنَّ۔ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً۔ اسم کی تعریف ہیں۔ یَرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ۔ اِنَّ کی خبر ہے۔

= یَتْلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر وہ پڑھتے ہیں (اور اس پر عمل کرتے ہیں)

= کِتٰبَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ، اللہ کی کتاب۔ مراد قرآن مجید ہے۔ یا تمام

کتبِ الٰہیہ (اس صورت میں تکذیب کرنے والوں کی حالت کے بیان کے بعد اس آیت میں گذشتہ اور موجودہ امتوں میں سے تصدیق کرنے والے مومنوں اور قاریوں اور عالموں کی مدح ہو جائے گی!

= سِرًّا۔ درپردہ۔ چھپے ہوئے (یعنی عام نفلی صورت میں مثلاً خیرات وغیرہ) عَلَانِیَۃً کھلم کھلا۔ ظاہر۔ علانیہ۔ (مفروضہ زکوٰۃ و صدقات وغیرہ) ہر دو منصوب بوجہ حال ہونے کے ہیں

= یَرْجُوْنَ مضارع۔ جمع مذکر غائب۔ رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ امید رکھتے ہیں۔

= تِجَارَۃً مفعول۔ ایسی تجارت۔

= لَنْ تَبُوْرَ۔ مضارع نفی بہ لَنْ صیغہ واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل کا مرجع تجارۃً ہے بَوَارٌ مصدر (باب نصر) سے (جو) نہ بگڑے یعنی جس میں خسارہ نہ ہو۔ جو نہ بگڑے۔ جو برباد نہ ہو جو کبھی ماندنہ ہو۔

یعنی وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی گھاٹے میں نہیں جاتی گی نہ برباد ہوگی بَوَارٌ۔ بَارَ الشَّیْئُ یَبُوْرُ بَوْرًا و بَوَارًا۔ کے معنی کسی چیز کے بہت زیادہ مندا پڑنے کے ہیں۔ چونکہ کسی چیز کی کساد بازاری اس کے فساد کا باعث ہوتی ہے جیسے کہا جاتا ہے کَسَدَ حَتّٰی فَسَدَ اس لئے بَوَار۔ بمعنی ہلاکت بھی ہونے لگا۔ قرآن مجید میں ہے اَحَلُّوْا قَوْمَہُمْ دَارَ الْبَوَارِ (۱۴:۲۸) انہوں نے اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔

۳۵:۳۰ = لِیُوَفِّیَہُمْ۔ یُوَفِّیَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام تَوْفِیَۃٌ تفعیل مصدر۔ پورا پورا دینا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو پورا پورا دے گا۔ ان کو پورا پورا دے۔

لام کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) یہ لام تعلیل کا ہے اور اس کا تعلق فعل محذوف سے ہے یعنی فَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا لِیُوَفِّیَہُمْ یعنی وہ ایسا اس واسطے کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا پورا پورا ثواب ان کو دے۔

۲:۔ یہ لام عاقبت کا ہے اور اس کا تعلق یَرْجُوْنَ سے ہے (یعنی اس امید تجارت کا نتیجہ یہ ہوگا) کہ اللہ ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

= وَیَزِیْدَ ھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ۔ اور اپنے فضل سے ان کے اجر میں مزید اضافہ کرے گا۔

= اِنَّہٗ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ بے شک وہ بڑی مغفرت کرنے والا (لغزشوں کو معاف کرنیوالا) بڑا قدردان (طاعتوں کی قدر افزائی کرنے والا ہے) یہ بندوں کے اعمال صالحہ کا پورا پورا

بدلہ دینے اور اس پر مزید اپنے فضل وکرم سے عطا کرنے کی علت ہے۔
٣٥: ٣١ = الکِتٰبَ۔ ای القراٰن۔
٣٥: ٣٢ = ثُمَّ اَوْرَثْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِیْرَاثٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے وارث بنایا
ثُمَّ حرف عطف ہے اورثنا کا عطف الذی اوحینا پر ہے۔
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ پھر ہم نے اس کتاب کا وارث بنایا۔
= اِصْطَفَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِصْطِفَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہم نے منتخب کرلیا۔
ہم نے چن لیا۔
= مُقْتَصِدٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اقتصاد (افتعال) مصدر۔ قَصْدٌ مادہ
سیدھے راستہ پر قائم۔ متوسط۔ میانہ رو۔
القصد (باب ضرب) راستہ کا سیدھا ہونا اسی سے اقتصاد ہے۔ اس کی دو قسمیں
ہیں ١) محمود علی الاطلاق۔
جو افراط وتفریط کے درمیان ہو جیسے سخاوت جو اسراف وبخل کے مابین کو کہتے ہیں۔
اور شجاعت جو لاپرواہی اور بزدلی کے درمیان درجہ کا نام ہے چنانچہ اسی معنی کے لحاظ سے قرآن میں
ہے وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ (٣١: ١٩) اور اپنی چال میں اعتدال کئے رکھ۔
(٢) قصد کا لفظ کنایہ کے طور پر ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جس کے محمود اور مذموم ہونے میں شبہ ہو!
یعنی جو نہ بالکل محمود ہو اور نہ بالکل مذموم بلکہ اس کے درمیان۔ چنانچہ اسی معنی کے اعتبار سے
فرمایا گیا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ (آیت ہذا) تو کچھ ان میں سے اپنے
آپ پر ظلم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ میانہ رو ہیں۔
= سَابِقٌ۔ السَبْقُ کے اصل معنی چلنے میں آگے بڑھ جانا کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے،
وَاسْتَبَقَا الْبَابَ (١٢: ٢٥) وہ دونوں آگے پیچھے دوڑ لگاکر دروازہ کی طرف بھاگے۔
پھر مجازاً ہر شے میں بڑھ جانے کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔ مثلاً وَقَالَ الَّذِیْنَ
کَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ کَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَا اِلَیْهِ (٤٦: ١١) اور یہ کافر ایمان والو
کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ (یہ قرآن) اگر کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرجاتے
پھر استعارہ کے طور پر احراز (حفظ) فضیلت کے معنی میں استعمال ہونے لگا مثلاً السّٰبِقُوْنَ
السّٰبِقُوْنَ (٥٦: ١٠) اور آگے نکل جانے والے ہی اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں۔
سابق سے یہاں مراد وہ شخص ہے جو اعمال صالحہ کے ذریعہ ثواب الٰہی اور جنت کی طرف پیش

پیش جانے والا ہو۔ سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ (وہ شخص یا اشخاص) جو نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔

جملہ ہر سہ اقسام ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ، مُقْتَصِدٌ، سَابِقٌ بِالْخَیْرَاتِ، اَلَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا میں سے ہیں جیساکہ لفظ منہم جو ان تینوں کے ساتھ آیا ہے ظاہر کرتا ہے۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی اپنے برگزیدہ بندوں کو قرآن مجید کا وارث بنا دینا۔

۳۵:۳۳ = جَنّٰتُ عَدْنٍ مضاف مضاف الیہ۔ رہنے بسنے کے باغات یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہنا ہو گا۔ عَدَنَ بِالْمَکَانِ اس نے اس جگہ مقام کیا اور عدن سے مراد اقامۃ علی وجہ الخلود ہے۔ یعنی دائمی طور پر رہنا بسنا۔ اور بعض عدن کو علَم قرار دیتے ہیں اور اسے جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ۔ مبتدا ہے اور یَدْخُلُوْنَھَا اس کی خبر اس میں ضمیر جمع مذکر غائب الذین اصطفینا کی طرف راجع ہے یا ثلثۃ اقسام (ظالم لنفسہ، مقتصد، سابق بالخیرات) کی طرف راجع ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جنّٰت کی طرف راجع ہے۔

= یُحَلَّوْنَ فِیْھَا یہ جنّٰت کی خبر ثانی ہے۔ یُحَلَّوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب (ضمیر جمع بمطابق یَدْخُلُوْنَ) تَحْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر، وہ زیور پہنائے جائیں گے۔ حِلْیَۃٌ زیور۔

= اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں۔ یہ دستوار فارسی سے معرب ہے۔ اَسَاوِرَ۔ بوجہ جمع و عجمہ غیر منصرف ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مِنْ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= لُؤْلُؤًا۔ اس کی جمع لآلی ہے موتی۔ اس کا عطف مِنْ اَسَاوِرَ پر ہے۔ ای و یُحَلَّوْنَ فِیْھَا لُؤْلُؤًا۔ اور ان کو وہاں موتی پہنائے جائیں گے۔

= حَرِیْرٌ اسم ہے۔ ریشمی کپڑا۔ ہر ایک باریک کپڑے کو حریر کہا جاتا ہے۔

۳۵:۳۴ = اَذْھَبَ عَنَّا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِذْھَابٌ (افعال) مصدر اَذْھَبَ عَنْ ہٹانا۔ دور کرنا۔ اس نے ہم سے غم و اندوہ کو دور کر دیا۔

= اَلْحَزَنَ۔ خوف الذنوب والسیئات و خوف رد الطاعات۔ گناہوں اور خطاؤں کا ڈر۔ عبادتوں کے مسترد ہونے کا اندیشہ۔

۳۵:۳۵ = اَحَلَّنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (افعال) مصدر بمعنی اتارنا

فروکش کرنا۔ نا ضمیر جمع متکلم۔ اس نے ہمیں لااتارا۔ اس نے ہمیں بسایا اس نے ہمیں فروکش کیا
= دَارَ الْمُقَامَةِ۔ مضاف مضاف الیہ ای دار الاقامۃ۔ ٹھہرنے کی جگہ قیام کرنے کی جگہ۔ مُقَامَۃ مصدر میمی ہے۔
= لَا یَمَسُّنَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم ہمیں نہیں چھوئے گی
= نَصَبٌ۔ اسم۔ تھکان۔ مشقت، کوفت، تھکاوٹ۔
= لُغُوْبٌ۔ مصدر و اسم مصدر تھکان، تھکاوٹ سے بدن میں جو اضمحلال اور ذہن میں جو پژمردگی پائی جاتی ہے وہ لغوب ہے مثل ہے اتانا ساغبًا لاغبًا وہ ہمارے پاس بھوکا اور ماندہ (تھکا ہارا) آیا۔

۳۵: ۳۶ = لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ مضارع نفی مجہول واحد مذکر غائب قَضَاءٌ سے۔ یُقْضٰی عَلٰی (اس کا کام تمام کیا جائے گا) وہ مرجائے گا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ۔ ان کا کام تمام نہ کیا جائیگا ان کی قضا نہیں آئے گی۔ ان کو موت نہ آئے گی۔ وہ نہ مریں گے۔ قُضِیَ عَلَیْہِ مرجانا۔ جیسے قَضٰی اَجَلَہٗ وہ مرگیا۔ لَا یُقْضٰی عَلَیْہِمْ۔ ان کی قضا نہیں آئے گی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَوَکَزَہٗ مُوْسٰی فَقَضٰی عَلَیْہِ (۲۸ : ۱۵) حضرت موسیٰ نے اس کو مکا مارا اور اس کا کام تمام کردیا۔
= فَیَمُوْتُوْا۔ میں فاء ناصبہ ہے جو کہ مضارع پر بہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔ یَمُوْتُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب مَوْتٌ مصدر (باب نصر) کہ وہ مرجائیں۔
= کُلَّ کَفُوْرٍ۔ کُلَّ لفظًا واحد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح آتا ہے، مذکر اور مؤنث میں بھی برابر استعمال ہوتا ہے۔
کُلَّ ہمیشہ مضاف مستعمل ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔
کَفُوْرٍ صفت مشبہ کا صیغہ مجرور مضاف الیہ۔ کُلَّ کَفُوْرٍ ہر ایک ناشکر گزار۔ ہر کافر شخص۔

۳۵: ۳۷ = یَصْطَرِخُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِصْطِرَاخٌ (افتعال) مصدر افتعال کی تاء کو طاء سے بدلا گیا ہے وہ چیخیں گے۔ وہ چلائیں گے۔ وہ فریاد کریں گے۔ اور جگہ قرآن مجید ہے فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَہٗ بِالْاَمْسِ یَسْتَصْرِخُہٗ (۲۸ : ۱۸) تو ناگہاں وہی شخص جس نے کل ان سے مدد مانگی تھی پھر ان کو پکار رہا ہے۔ اور وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْہُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَہُمْ (۳۶ : ۴۳) اور اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کردیں

پس ان کا کوئی فریاد رس نہ ہو۔

== نَعْمَلْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع متکلم۔ ہم نیک کام کریں گے!

== غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ برخلاف ان کاموں کے جو ہم کیا کرتے تھے۔

== اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ ...... جواب من جهته تعالىٰ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب ملیگا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے جس کو ہمزہ استفہام کے بعد لایا گیا ہے لَمْ نُعَمِّرْ مضارع نفی جحد بلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو اتنی لمبی عمر نہ دی تھی

== مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ .... میں مَا موصوفہ ہے ای او لم نعمرکم عمرًا یتذکر فیہ یا ما موصولہ ہے ای اولم نعمرکم الذی یتذکر فیہ

== يَتَذَكَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تذكّر (تفعّل) مصدر۔ وہ نصیحت پکڑتا ہے وہ نصیحت حاصل کرتا ہے (یعنی وہ اس لمبی عمر میں نصیحت حاصل کر لیتا)

اس میں ضمیر فاعل کا مرجع مَنْ (اسم موصول) ہے جو آگے آرہا ہے فِيهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب عُمر کی طرف راجع ہے۔

== تَذَكَّرَ ماضی واحد مذکر غائب اس نے نصیحت پکڑی۔

== وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ۔ النذیر سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ابوحیان کے نزدیک النذیر سے مراد جنس النذیر ہے یعنی انبیاء علیہم السلام کیونکہ ہر نبی اپنی اُمّت کے لئے نذیر ہے۔ اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آ گئے تھے۔

اس جملہ کا عطف اولم نعمرکم پر ہے۔ اور جواب کا دوسرا جزو ہے۔ یعنی تمہیں لمبی عمر عطا کی اور پھر تمہیں سمجھانے کے لئے ڈرانیوالے بھی بھیجے

== فَذُوقُوا میں فاء ترتیب کا ہے۔ ذُوقُوا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ مصدر (باب نصر) تم چکھو۔

== فَمَا میں فاء تعلیل کا ہے اور مَا نافیہ ہے

== الظّٰلِمِيْنَ سے مراد کفار ہیں۔ منکرین توحید و رسالت رُسُل۔

۳۵: ۳۹ == فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ میں فاء ترتیب کا ہے عَلَيْهِ كُفْرُهٗ ای علیہ وبال کفرہٖ وجزاءہٗ لا علیٰ غیرہ۔ اس کے کفر کا وبال بھی اس پر ہوگا کسی دوسرے پر نہیں۔

== لَا يَزِيْدُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب وہ نہیں بڑھاتا ہے ضمیر فاعل کا مرجع كُفْرُهُمْ

جو آگے آرہا ہے۔
== مَقْتًا۔ مصدر۔ منصوب۔ سخت حقارت، بغض وغضب یعنی کافروں کے لئے ان کا کفر ان کے رب کے نزدیک اس کے غیض و غضب۔ اور حقارت کے بڑھنے کا ہی باعث ہوتا ہے
== خَسَارًا۔ مصدر منصوب (باعثِ) خسارہ
۳۵: ۴۰ == قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
== اَرَأَیْتُمْ میں ہمزہ استفہام کا ہے رأیتم ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اس کا لفظی مطلب ہے کیا تم نے دیکھا؟ کیا تم دیکھتے ہو۔
الاتقان میں ہے جب ہمزہ استفہام (رأیت) پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبِرُوْنِیْ (مجھ کو خبر دو) کے ہوتے ہیں۔
لیکن اردو محاورہ میں لفظی معنی تقریبًا وہی رکھتے ہیں جو اخبرونی کے ہیں۔
== شُرَكَآءَكُمُ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے شریک۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے (یعنی ذرا اپنے ان شریکوں کے متعلق تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو) شرکاء سے مراد بُت ہیں۔
== اَرُوْنِیْ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر تم مجھے دکھاؤ۔ تم مجھے بتاؤ۔
== اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ۔ اَمْ بمعنی یا۔ ای ام لھم شرکۃ مع اللہ عزوجل فی خلق السمٰوٰت (پہلے آیا تھا: مجھے بتاؤ تو سہی۔ انہوں نے زمین میں سے کوئی ٹکڑا تخلیق کیا ہے؟) یا آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی ساجھا ہے
== اَمْ اٰتَیْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَیِّنَتٍ مِّنْهُ۔ یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ اس کی کسی روشن دلیل پر یہ قائم ہیں۔ بَیِّنَتٍ۔ کھلی دلیل۔ واضح دلیل۔ مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتٰبًا ہے۔
بیضاوی میں ہے یجوز ان یکون ھُمْ للمشرکین کقولہ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَیْهِمْ سُلْطٰنًا (۳۰: ۳۵) کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے یعنی ھُمْ ضمیر کا مرجع مشرکین بھی ہو سکتے ہیں۔
== بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا۔ بَلْ حرف اضراب ہے

حرف اضراب لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے قبل کا ابطال منظور ہے اور اس کے مابعد کی تصحیح مقصود ہے۔ یعنی

(۱) نہ تو انہوں نے (جن کو اللہ تعالیٰ کا شریک گردان کر پوجا گیا) زمین کا کوئی حصہ تخلیق کیا ہے
(۲) نہ آسمانوں کی تخلیق میں ان کا کوئی ساجھا ہے اور
(۳) نہ کوئی ایسی کتاب دی گئی ہے جس میں ان کی (یعنی معبودان باطل کی) شرکت کی کوئی سند مل سکے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (یعنی مشرکین) ایک دوسرے سے نرے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یعنی ان کے اسلاف اپنے اخلاف کو یا ان کے روسا اپنے پیروکاروں کو بے بنیاد دھوکہ دیتے چلے آئے ہیں کہ یہ بُت اللہ کے ہاں ان کی شفاعت یا سفارش کریں گے۔

= اِنْ یَّعِدُ میں اِنْ نافیہ ہے یَعِدُ مضارع واحد مذکر غائب وَعْدٌ مصدر (باب ضرب) ضمیر فاعل الظّٰلِمُوْنَ (جمع مذکر غائب) کی طرف راجع ہے بَعْضُھُمْ بَعْضًا بعض بعض سے یعنی ایک دوسرے سے۔ غُرُوْرًا مصدر منصوب دھوکہ دینا۔ باطل کی طرف رغبت دلانا۔

۳۵ : ۴۱ = یُمْسِكُ مضارع واحد مذکر غائب اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر۔ وہ روکتا ہے وہ تھامتا ہے۔ وہ روکے ہوئے ہے، وہ تھامے ہوئے ہے۔

= اَنْ تَزُوْلَا۔ اَنْ مصدریہ ہے تَزُوْلَا مضارع تثنیہ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر (باب نصر) کسی چیز کا اپنا صحیح رُخ چھوڑ کر ایک جانب مائل ہو جانا۔ اپنی جگہ سے ہٹ جانا۔ کہ وہ دونوں (سمٰوٰت والارض) اپنے مقام سے ہٹ جائیں۔

تَزُوْلَا اصل میں تَزُوْلَانِ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (۱۴:۴۶) کہ اس سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔

= زَالَتَا۔ ماضی تثنیہ مؤنث غائب زَوَالٌ مصدر سے اِنْ زَالَتَا۔ اگر وہ دونوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ یا ہٹ جائیں یا ہٹنے لگیں۔

= اِنْ اَمْسَكَهُمَا۔ اِنْ نافیہ ہے ای ما امسکھما (کوئی) ان دونوں کو (پھر) تھام نہیں سکتا۔ سنبھالا دے نہیں سکتا۔

= مِنْ اَحَدٍ۔ میں مِنْ زائدہ ہے نفی کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی کوئی بھی
= بَعْدِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یا اللہ کی طرف راجع ہے یا الزوال کی طرف۔ ای بعد زوالھما۔ (ان دونوں یعنی زمین و آسمان کے) اپنی جگہ سے ہٹ جانے کے بعد

یا امساکہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی خداوند تعالیٰ کے تھامنے کے علاوہ اور کوئی اسے تھام نہیں سکے گا۔ بَعْدَ کا لفظ یہاں بجز یا علاوہ کے معنی میں آیا ہے۔

= حَلِيْمًا حلم والا۔ بردبار۔ تحمل والا۔ حِلْمٌ سے جس کے معنی جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے کے ہیں بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حلیمًا وہ حلیم ہے کیونکہ شرک جیسی کھلی ہوئی اور انتہائی گستاخی پر بھی فورًا سزا نہیں دیتا۔

غَفُوْرًا کیونکہ اگر یہ اپنی شرارتوں سے باز آجائیں تو اب بھی وہ معاف کرنے کو تیار ہے حَلِيْمًا غَفُوْرًا منصوب بوجہ خبر کان کے ہے

= اَقْسَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِقْسَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے قسمیں کھائیں ضمیر فاعل قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

= جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ جَهْدَ تاکید۔ پوری کوشش، پوری طاقت۔ جَهَدَ يَجْهَدُ مصدر (باب فتح) جَهْدَ مصدر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے بمعنی اَقْسَمُوْا اَقْسَامًا بَلِيْغًا انہوں نے بڑی زوردار قسمیں کھائیں یا نصب بوجہ حال کے ہے بمعنی جاهدين في اَيْمَانِهِمْ اپنی قسموں پر زور دیتے ہوئے۔

اَيْمَانٌ يَمِيْنٌ کی جمع ہے۔ قسمیں۔ یمین کے اصل معنی تو دائیں ہاتھ کے ہیں اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے یہ اس کے مجازی معنی ہیں۔

= لَئِنْ لام تاکید اور اِنْ شرطیہ سے مرکب ہے لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ جملہ شرطیہ ہے اگر ان کے پاس کوئی ڈرانیوالا آیا۔

= لَيَكُوْنُنَّ لام جواب شرط کا ہے يَكُوْنُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ تو وہ ضرور ہوں گے۔ جواب شرط ہے۔

= اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ۔ اَهْدٰى افعل التفضیل کا صیغہ ہے هِدَايَةٌ سے۔ زیادہ راہ پانے والا۔ زیادہ ہدایت یافتہ۔ اِحْدٰى اَحَدٌ کا مؤنث ہے اى وَاحِدَةً۔ اَلْاُمَمِ میں الف لام عہد کا ہے مراد یہود و نصاریٰ کی امتیں جنہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی احدی الامم یعنی ایسی امت جو ساری امتوں میں سے رشد و ہدایت میں اور استقامت میں افضل ترین ہو۔ احدی الامم امتوں میں واحد امت۔ جیسے کہتے ہیں واحد القوم ساری قوم میں سے واحد شخص یا واحد عصرہم اپنے زمانہ کی واحد

شخصیت اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ یعنی ساری امتوں میں سے ہر امت سے زیادہ ممتاز ہے اس سے بھی زیادہ ہدایت یافتہ۔

== نُفُوْرًا۔ مصدر منصوب۔ دور ہونا۔ بھاگنا۔ ہدایت سے دور ہونا۔ متنفر ہونا۔ نَفَرَ عَنْ کسی چیز سے روگردانی کرنا۔ نَفَرَ اِلٰی کسی کی طرف دوڑنا۔

مَازَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا تو ان کی نفرت ہی بڑھی ای مازادھم مجیٔ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الا تباعدًا عن الحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے ان کی حق سے دوری اور زیادہ ہو گئی (رسول کے آنے کی طرف نفرت کی نسبت مجازی ہے)

۳۵: ۴۳ == اِسْتِکْبَارًا۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

(۱) یہ مفعول لہٗ ہے ای لاجل الاستکبار اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے۔

(۲) یہ حال ہے ای مستکبرین۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہوئے۔ دراں حالیکہ وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھتے تھے

(۳) یہ نُفُوْرًا کا بدل ہے۔

(۴) یہ نُفُوْرًا پر عطف ہے یعنی فلما جاءھم نذیر مازادھم الا نفورًا وما زادھم الا استکبارًا فی الارض و ما زادوا الا مکر السیّئ یعنی جب وہ نذیر تشریف لایا تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی بجائے وہ اس سے نفرت کرنے لگے اس کی آمد کے بعد ان کے غرور اور سرکشی میں اضافہ ہوتا گیا اور انہوں نے اس کے خلاف بڑھ چڑھ کر گھناؤنی سازشیں شروع کر دیں۔ (ضیاء القرآن)

== وَ مَكْرَ السَّيِّئِ۔ اس کا عطف اِسْتِکْبَارًا پر ہے اس کی بھی وہی صورتیں ہیں جو اوپر اِسْتِکْبَارًا کی بیان ہوئیں۔ اس کی اصل ترکیب یہ تھی وَاَنْ مَكَرُوا السَّيِّئَ۔ کیونکہ السَّيِّئَ موصوف مقدر کی صفت ہے پھر مصدر کو اَنْ اور فعل کے قائم مقام لایا گیا اور اس کی صفت کی طرف اضافت کی گئی۔ مَكْرَ۔ بوجوہ بالا منصوب ہے۔

مَكْرَ السَّيِّئِ قبیح چالیں۔ بری تدبیریں۔

== لَا يَحِيْقُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حُيُوْقٌ۔ حَيَقَانٌ مصادر (باب ضرب) نہیں گھیرتا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ہ (۴۶: ۲۶) اور جس چیز سے وہ استہزاء کیا کرتے تھے اس نے ان کو آگھیرا۔ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ اور گھناؤنی سازش بجز سازشیوں کے اور کسی کو نہیں

گھیرتی۔ یعنی بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔
= هَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ هَلْ نفی کے معنی میں ہے جیسا کہ آیت هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ (۵۵ : ۶۰) میں ہے یَنْظُرُوْنَ بمعنی یَنْتَظِرُوْنَ۔ یَتَوَقَّعُوْنَ۔ یہ انتظار نہیں کر رہے یا توقع نہیں رکھتے مگر سُنَّةَ الْاَوَّلِیْنَ ۔ پہلے والوں کے دستور کا۔ یعنی ان کے ساتھ بھی وہی سلوک ہو جو ان سے قبل ان لوگوں کے ساتھ ہوا تھا جو ان کے جیسے افعال کے مرتکب ہوئے تھے۔ عذاب الٰہی نے ان کو ہلاک و برباد کر دیا تھا۔
= سُنَّةَ ۔ طریقہ جاریہ۔ دستور۔ رسم۔ اس کی جمع سُنَنٌ ہے۔
= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مذکر حاضر۔ تو نہیں پائے گا۔
= تَحْوِیْلًا۔ تبدیلی۔ تغیر۔ تفاوت، بروزن تفعیل مصدر ہے
۳۵ : ۴۴ = اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا میں ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے تقدیر کلام ہے اَقَعَدُوْا وَلَمْ یَسِیْرُوْا۔ مضارع نفی حجد بلم (مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ) کیا وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔ یہاں ضمیر فاعل مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے اور زمین سے مراد ممالک شام (یمن عراق) وغیرہ ہیں۔ جہاں ان کا اکثر گذر ہوا کرتا تھا۔
فَیَنْظُرُوْا فاء ناصبہ ہے مضارع پر بہ تقدیر اَنْ داخل ہوا کرتی ہے۔
= عَاقِبَةُ۔ انجام۔
= اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ جو (لوگ) ان سے پہلے ہوئے ہیں مراد قوم عاد، ثمود، اہل بابل وکلدانیہ۔ قبطیان مصر وغیرہ ہیں۔ هِمْ ضمیر کا مرجع مشرکین مکہ ہیں
= مَا كَانَ اللّٰهُ۔ اللہ ایسا نہیں ہے۔ ای لیس من شانه۔ اس کی شان کے شایاں نہیں ہے۔
= لِیُعْجِزَهٗ۔ لام تاکید نفی کے لئے ہے۔ یُعْجِزَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع شَیْءٍ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اللہ کی شان کے شایاں نہیں ہے کہ اُسے کوئی عاجز کرے۔ یعنی اس کو کوئی کام اپنی مرضی و حکمت کے مطابق کرنے سے معذور کرے
= مِنْ شَیْءٍ کوئی چیز بھی۔ ای شیٔ۔ من استغراق کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے شایان نہیں کہ کوئی بھی چیز آسمانوں میں یا زمین میں اسے ہرا سکے۔
۳۵ : ۴۵ = لَوْ یُؤَاخِذُ۔ مضارع واحد مذکر غائب، مُؤَاخَذَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ اگر وہ گرفت کرے۔ اگر وہ پکڑے۔ وہ دارو گیر کرے۔

= بِمَا ۔ باء سببیہ ہے اور ما موصولہ ہے ۔
= كَسَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے کمایا ۔ انہوں نے (اچھا یا بُرا کام) کیا ۔ یہاں بُرے کام ہی کے متعلق آیا ہے ۔
= عَلٰى ظَهْرِهَا ۔ ای علی ظہر الارض ۔ زمین کی پشت پر ۔ زمین پر ۔

فائدہ: مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب تفسیر الماجدی رقمطراز ہیں :۔
وَلَوْ .... دَآبَّةٍ ۔ یعنی یہ تو مشیت تکوینی سرے سے ہے ہی نہیں کہ معاصی و ذنوب پر گرفت فی الفور اور اسی دنیا ہی میں ہو جایا کرے ۔ یہ اگر ہوتا تو کوئی کافر زندہ ہی نہ رہنے پاتا ۔ اور اہل ایمان اس لئے اٹھا لئے جاتے کہ نظام عالم مجموعہ کے ساتھ ہی وابستہ ہے اور جب انسان نہ رہتے تو کوئی حیوان بھی نہ باقی رہنے دیا جاتا کہ حیوانات کی حیثیت تو محض انسان کے خادم کی ہے ۔

= يُؤَخِّرُهُمْ مضارع واحد مذکر غائب تَاْخِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ وہ ان کو مہلت دیتا ہے ۔ وہ ان کو ڈھیل دیتا ہے ، یا دے رہا ہے ۔
= اَجَلٍ مُّسَمًّى موصوف وصفت ، مقررہ وقت ، متعین وقت ۔
= اَجَلُهُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ اَجَلٌ جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے مدتِ مقررہ کو کہتے ہیں ۔ اسی لئے اس سے مراد کبھی موت بھی لی جاتی ہے اور کبھی قیامت دونوں کا وقت مقرر ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

(۳۶) سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ (۴۱)

۳۶: ۱ = یٰسٓ ۔ یا اور سٓ حروف مقطعات میں سے ہیں اس کے مرادی معنی سوائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو معلوم نہیں۔ یہ سورۃ کا عنوان بھی ہے۔ اس سورۃ کے کئی دیگر نام بھی ہیں مثلاً معمہ۔ کیونکہ اس کے پڑھنے والے کو دونوں جہانوں کی بھلائی بھی عطا ہوتی ہے اس کو دافعہ بھی کہا جاتا ہے کیونکہ یہ اپنے پڑھنے والے سے ہر برائی کو دفع کرتی ہے اس کا نام قاضیہ بھی ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی ہر ضرورت کو پورا کرتی ہے وغیرہ ذلک۔

۳۶: ۲ = وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ واؤ قسم کے لئے ہے بعض نے یٰسٓ کو قسم قرار دیا ہے اس صورت میں واؤ عاطفہ ہوجائے گی۔ القراٰن الحکیم موصوف و صفت ہے حکیم فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے یعنی بڑی حکمت والا۔ پُراز حکمت۔ یا اس کا معنی محکم بھی ہوسکتا ہے یعنی ایسی محکم کتاب جو ندرتِ معانی اور عبارت کی تعجب انگیزی کے لحاظ سے محکم ہے یا ایسی محکم کہ باطل کسی گوشہ سے اس پر حملہ نہیں کرسکتا

۳۶: ۳ = اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ یہ جوابِ قسم ہے اور کفار کے اس اعتراض کے جواب میں جس کا ذکر اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا (۱۳: ۴۳) اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم خدا کے رسول نہیں ہو۔

۳۶: ۴ = عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ موصوف وصفت، راہ راست، سیدھا راستہ یعنی اسلام، دین حق۔

اس کی دو صورتیں ہیں :۔

(۱) یہ خبر ثانی ہے (لمن المرسلین خبر اول)

(۲) یہ اَلْمُرْسَلِيْنَ کا صلہ ہے ای انك لمن المرسلین الذین ھم علیٰ صراط

مستقیم ای علیٰ طریقۃ مستقیمۃٍ ا بے شک آپ مرسلین الٰہی میں سے ہیں جو سب کے سب راہ راست پر گامزن تھے۔

۳۶: ۵ = تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ۔ تنزیل فعل محذوف کا مفعول مطلق (مصدر) ہے ای نزّل العزیز الرحیم تنزیلاً (مولانا اشرف علی تھانوی) ای نَزَّلَ اللّٰہ ذٰلک تنزیلاً (قرطبی) نزّل اللّٰہ ذٰلک تنزیل العزیز الرحیم (شوکانی) خدائے غالب وزبردست اور نہایت مہربان کی اسی تنزیل کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔
ای ھذا منزل من اللّٰہ۔ ضمیر مفعول کا مرجع القرآن ہے۔

= لِتُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ تُنْذِرَ واحد مذکر حاضر ا منصوب بوجہ عمل لام) تاکہ تو ڈرائے۔ اس کا تعلق یا تنزیل سے ہے یعنی یہ قرآن اس لئے نازل ہوا ہے کہ آپ ڈرائیں۔ یا اس کا تعلق لمن المرسلین کے مفہوم سے ہے یعنی ہم نے آپ کو اس لئے بھیجا ہے تاکہ تو ڈرائے۔

= مَا اُنْذِرَ۔ اُنْذِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر وہ ڈرایا گیا۔
مَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(۱) ما نافیہ ہے اور مَا اُنْذِرَ اٰبَاؤُھُمْ کے معنی ہوں گے جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا۔

(۲) یہ موصولہ ہے بمعنی جس چیز (عذاب الٰہی، عذاب آخرت، تباہی وغیرہ) سے ڈرانے کے لئے ان کے آباء و اجداد کے پاس پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔ اس عذاب سے ڈرانے کے لئے آپ کو ان کے پاس بھیجا گیا ہے۔

(۳) یہ مصدر یہ ہے یعنی جیسے ان کے آباء و اجداد کو ڈرایا گیا تھا ویسے ہی آپ ان کو ڈرائیں مَا کا نافیہ ہونا زیادہ صحیح ہے کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد مکہ میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مکہ والوں کو پیغمبر کی ضرورت زیادہ تھی۔

= فَھُمْ غٰفِلُوْنَ۔ میں فاء ترتیب کا ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اگر ما نافیہ لیا جائے تو ضمیر کا مرجع اٰبَاؤُھُمْ ہوگا۔
(۲) مَا کی دوسری صورتوں کے مدنظر فَھُمْ غٰفِلُوْنَ کا تعلق لِتُنْذِرَ سے ہوگا۔ تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے اس چیز سے کہ جس سے ان کے آباء و اجداد کو ڈرایا گیا تھا کیونکہ وہ اس سے

غافل ہیں۔ فہم غافلون متعلق بنفی الا نذار علی الوجہ الاول: ای لم ینذر اٰباؤھم فھم لبسبب ذلک غفلون۔ وعلی الوجوہ الاخرۃ متعلق بقولہ تعالیٰ لِتُنْذِرَ ای فھم غافلون عما انذرنا بہ اٰباء ھم (شوکانی)

۳۶ : ۷ = لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ ۔ لام تاکید کا ہے قَدْ بمعنی تحقیق۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے بمعنی حق ہونا۔ ثابت ہونا۔ مطابق ہونا۔

حَقَّ وہ قول یا فعل جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس وقت اور مقدار میں اس کا ہونا واجب ہے۔

جملہ ہذا میں قَوْلٌ سے مراد کافروں کو عذاب دینے کا خدائی فیصلہ ہے۔ مثلاً و لکِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ (۳۲:۱۳) لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا

آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا: بیشک ان میں سے اکثر پر یہ بات لازم ہو چکی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

۳۶ : ۸ = اَغْلٰلًا۔ طوق۔ غُلّ کی جمع۔ نیز ملاحظہ ہو (۳۴:۳۳)

= فَھِیَ ۔ میں ضمیر ھِیَ واحد مؤنث غائب اَغْلٰلًا کے لئے ہے۔

= اَلْاَذْقَانِ۔ ذَقَنٌ کی جمع۔ ٹھوڑیاں۔

= مُقْمَحُوْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر، مُقْمَحٌ واحد اِقْمَاحٌ (افعال) مصدر قَمْحٌ مادہ۔ وہ لوگ جو گردن پھنسنے کی وجہ سے سر اوپر کو اٹھائے ہوئے ہوں۔

قَمْحٌ اس گیہوں کو کہتے ہیں جو پکنے کے وقت سے لے کر ذخیرہ اندوزی تک بالی کے اندر ہی رکھا جائے اور اس گیہوں سے جو ستو بنایا جاتا ہے اسے قمیحۃ کہتے ہیں (اور ستو کی مناسبت سے) کوئی چیز پھانکنے کے لئے سر اوپر اٹھانے کو القمح کہا جاتا ہے پھر محض سر اٹھانے پر (خواہ کسی وجہ سے ہو) قمح کہا جانے لگا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے قَمَحَ الْبَعِیْرُ اونٹ نے (سیری کے بعد حوض سے) سر اوپر اٹھا لیا۔

فَھُمْ مُقْمَحُوْنَ۔ بمعنی تو ان کے سر اوپر اٹھ رہے ہیں یعنی ٹھوڑیوں تک طوق ہونے کی وجہ سے ان کی گردنیں اوپر اٹکی ہوئی ہیں۔ ان کی آنکھیں بند ہو گئی ہیں کسی چیز کو دیکھ نہیں سکتیں۔

۳۶ : ۹ = مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ ان کے سامنے۔

= سَدًّا۔ دیوار۔ آڑ۔ بند۔
= اَغْشَیْنٰھُمْ۔ ماضی جمع متکلم۔ اِغْشَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب
ہم نے ان کو اوپر سے ڈھانک دیا۔ یعنی ہم نے ان کو اندھا کر دیا۔
۳۶: ۱۱ = خَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ۔ اور رحمٰن سے بن دیکھے ڈرے۔
القھار اور اَلْمُنْتَقِمُ کی بجائے الرحمٰن سے ڈرنے کا ذکر کیا حالانکہ رحمٰن سے ڈرنے کا کوئی تعلق نہیں خوف تو قہار کے قہر سے اور منتقم کے انتقام سے ہونا چاہئے لیکن رحمان سے ڈرنا اس لئے فرمایا کہ رحمٰن کی صفت رحمت جانتے ہوئے پھر اس سے ڈرنا یہ خشیت کا انتہائی درجہ ہے۔ اور عین ایمان ہے۔ کمال ایمان ہے (کہیں بندے کی کوتاہی رحمان کی رحمت میں کمی کا باعث نہ بن جائے جو بندے کے لئے ناقابل برداشت نقصان ہے)
= اَجْرٍ کَرِیْمٍ۔ موصوف صفت۔ عمدہ اجر۔ یعنی جنت۔
= مَاقَدَّمُوْا: مَا موصولہ ہے قَدَّمُوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔
جو انہوں نے آگے بھیجا۔ یہاں ماضی بمعنی حال استعمال ہوا ہے۔ یعنی جو (نیک و بد اعمال) وہ آخرت کے لئے کرتے ہیں۔
= وَاٰثَارَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے پیچھے۔ ان کے نشاناتِ قدم۔ واؤ عاطفہ اٰثَارَھُمْ کا عطف مَاقَدَّمُوْا پر ہے ای و نکتب اٰثَارَھُمْ اور ہم لکھتے جاتے ہیں ان کے نیک و بد اعمال جو وہ پیچھے چھوڑے جاتے ہیں۔
= وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ۔ ای و اَحْصَیْنَا کُلَّ شَیْءٍ۔ اَحْصَیْنَا ماضی جمع متکلم اِحْصَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر جس کے اصل معنی عدد کو حاصل کرنے کے ہیں اَحْصَیْتُ کَذَا میں نے اسے شمار کیا۔ اصل میں یہ لفظ حَصًی (کنکریاں) سے مشتق ہے اور اس سے گننے کے معنی اس لئے لئے جاتے ہیں کہ عرب کے لوگ گنتی میں کنکریوں پر اس طرح اعتماد کرتے تھے جس طرح ہم انگلیوں پر کرتے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول کل شیء کے لئے ہے یعنی ہم نے ہر شئی کو گن رکھا ہے یا ضبط کر رکھا ہے یا درج کر رکھا ہے، محفوظ کر رکھا ہے۔
= اِمَامٍ مُّبِیْنٍ۔ موصوف و صفت اِمَامٌ (فِعَالٌ) کے وزن پر اسم ہے بمعنی مَنْ یُّؤْتَمُّ بِہٖ۔ جس کا قصد کیا جائے۔ چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اس لئے اس کو امام کہتے ہیں۔ غرض جس کی پیروی کی جائے وہ امام ہے خواہ وہ انسان ہو اس کا قول و فعل ہو۔ کتاب ہو۔ صحیفہ ہو وغیرہ ذلک۔ چونکہ راستہ کا بھی قصد کیا جاتا ہے اس لئے راستہ کو بھی

اِمَامٌ کہتے ہیں۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنَّھُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ (۱۵: ۷۹) اور وہ دونوں (یعنی قوم لوط اور اصحاب الایکہ) کھلے راستہ پر واقع ہیں۔

اسی طرح قیامت کو صحائف اعمال کی پیروی کی جائے گی یعنی جیسا ان میں تحریر ہوگا اسی کے مطابق جزار اور سزا ہوگی!

یا ایسے ہی لوح محفوظ میں جو کچھ مرقوم ہوتا ہے اسی کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے گویا ہر شی اپنے وجود میں اسی کی پیرو ہوتی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں صحیفہ اعمال یا لوح محفوظ کے لئے امام کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً آیۃ ہذا وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ اور ہم نے ہر شے کو ایک واضح کتاب (لوح محفوظ) میں درج کر رکھا ہے۔

مُبِيْنٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ کھلا ہوا۔ صریح۔ ظاہر۔ یہاں امام کی صفت آیا ہے۔

۳۶: ۱۳ = اِضْرِبْ، فعل امر۔ واحد مذکر حاضر۔ ضَرْبٌ سے۔ جس کے معنی ایک چیز کو دوسری چیز پر واقع کرنے کے ہیں۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔

۱:۔ ہاتھ، لاٹھی یا تلوار سے مارنا۔ مثلاً اِضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (۲: ۶۱) اپنی لاٹھی پتھر پر مار۔

۲:۔ ضَرَبَ الْاَرْضَ بِالْمَطَرِ ۔ بمعنی بارش برسنا۔

۳:۔ ضَرَبَ الدَّرَاهِمَ درہم کو ڈھالنا۔

۴:۔ ضَرَبَ فِي الْاَرْضِ ۔ سفر کرنا۔

۵:۔ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا (۲۰: ۷۷) تو ان کے لئے سمندر میں خشک راستہ بنا دے۔

۶:۔ ضَرَبَ الْفَحْلُ النَّاقَةَ ۔ نر کا مادہ سے جفتی کرنا۔

۷:۔ ضَرَبَ الْخَيْمَةَ ۔ خیمہ لگانا۔ کیونکہ خیمہ لگانے کے لئے میخوں کو زمین میں ہتھوڑے سے ٹھونکا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ (۲: ۶۱) ذلت ان سے چمٹا دی گئی یعنی ذلت نے ان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا جیسا کسی شخص پر خیمہ لگا ہوا ہوتا ہے اسی طرح یہی معنی اس آیت میں ہیں؛

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ (۳: ۱۱۲) ناداری ان سے لپٹ رہی ہے۔

۸:۔ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۔ (۱۸: ۱۱) تو ہم نے

غار میں کئی سال تک ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈالے رکھا۔ (یعنی ان کو سلائے رکھا)
۹:۔ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ (۵۷: ۱۳) پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کردی جائیگی
۱۰:۔ کسی بات کو اس طرح بیان کرنا کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو اسے ضرب المثل کہتے ہیں مثلاً ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا (۳۹: ۲۹) اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان کرتا ہے۔
وغیرہ وغیرہ۔

اِضْرِبْ تو مثال بیان کر

= مَثَلًا۔ تشبیہ قصہ۔ تمثیل۔ اِضْرِبْ کا مفعول اوّل۔

= اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر دونوں مفعول ثانی اِضْرِبْ کا۔
ایک بستی کے مکین۔ بستی کے رہنے والے۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ۔ ان کے سمجھانے کے لئے ایک مثال بیان کریں۔ بستی والوں کا قصہ۔ یعنی بستی والوں کا قصہ مثال کے طور پر بیان کرکے ان کو سمجھائیں)

= اِذْ۔ ظرف زمان۔ بمعنی جب۔ جس وقت۔ جبکہ۔

= جَآءَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع القریۃ ہے

= اَلْمُرْسَلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ فرستادہ۔ بھیجے گئے۔ بھیجے ہوئے

فائدہ یہ اَلْمُرْسَلُوْنَ کون تھے اور القریۃ سے مراد کونسی بستی ہے اس کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ بغوی، رازی، سیوطی، محلی، بیضاوی، علامہ آلوسی بغدادی، ابوالسعود وغیرہ اکثر مفسرین کے نزدیک یہ حضرت عیسیٰؑ کے قاصد تھے جو انطاکیہ میں تبلیغ کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پہلے دو حواریوں کو بھیجا۔ لیکن اہل انطاکیہ نے انکی تکذیب کی اور ان کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تو پھر ان کی تائید کے لئے تیسرا قاصد بھیجا گیا۔ لیکن ان لوگوں نے پھر بھی ماننے سے انکار کردیا۔

بادشاہ وقت انطیخس اور اس کے لوگوں نے قاصدوں کے قتل کا مشورہ کیا اس کی خبر پاکر ایک مؤمن شخص جس کا نام حبیب نجار تھا اور وہ مضافات شہر میں آباد تھا۔ آیا اور اپنی قوم کو رسولوں کے اتباع کے لئے کہا لیکن قوم نے اس کی ایک نہ سُنی اور ان تینوں کو شہید کردیا۔

بہت اجلّہ علماء و محققین اس طرف گئے ہیں کہ یہ سارا قصہ بے بنیاد ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس رضؓ حضرت عکرمہ، حضرت کعب احبار اور وہب بن منبہ وغیرہ نے اسے عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا ہے۔ اور ان فرستادگان کے ناموں میں بھی

اختلاف ہے بعض کے نزدیک پہلے دو کے نام صادق و مصدوق تھے اور تیسرے کا نام شلوم تھا۔ بعض نے پہلے دو کے نام یوحنا اور شمعون بتاتے ہیں اور تیسرے کا نام بولس ۔ بعض نے لکھاہے کہ پہلے دو کے نام یحییٰ اور یونس تھے ۔ اور تیسرا شمعون نامی تھا۔

اس قصہ کی تردید کے لئے سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ سلوقی خاندان (جس سے انطیخش کا تعلق تھا) کی حکومت ۶۵ء قبل مسیح ہی ختم ہوچکی تھی اور حضرت عیسٰی علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں انطاکیہ سمیت شام وفلسطین کا پورا علاقہ رومیوں کے زیر تسلط تھا۔

بستی کا تعین نہ تو قرآن میں کیا گیا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں ۔ بلکہ یہ بات بھی کسی مستند ذریعہ سے معلوم نہیں ہوتی کہ یہ رسول کون تھے اور کس زمانہ میں بھیجے گئے تھے ۔ اور قرآن مجید جس غرض کے لئے یہ قصہ بیان کر رہا ہے اسے سمجھنے کے لئے بستی کا نام اور رسولوں کے نام معلوم ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

قصے کے بیان کرنے کی غرض قریش کے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ تم ہٹ دھرمی ، تعصب اور انکار حق کی اسی روش پر چل رہے ہو ۔ جس پر اس بستی کے لوگ چلے تھے اور اسی انجام سے دوچار ہونے کی تیاری کر رہے ہو جس سے وہ دوچار ہوئے" (تفہیم القرآن)

= إِذْ أَرْسَلْنَا ۔ اذ (جاءَھا) کا بدل ہے ۔

٣٦ : ١٤ = فَكَذَّبُوْهُمَا ۔ فاء تعقیب کا ہے ۔ کَذَّبُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَكْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر ھُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب ، ضمیر کا مرجع اثنین ہے تو انہوں نے ان دونوں کی تکذیب کی ان کو جھٹلایا۔

= فَعَزَّزْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَعْزِيْزٌ (تفعیل) مصدر ۔ ہم نے قوت دی ۔ ہم نے مضبوط کیا ۔ عَزَّزْنَا کے بعد مفعول محذوف ہے ای فَعَزَّزْنَاھُمَا ۔ ہم نے ان دونوں کو تقویت دی ۔ (ایک تیسرے رسول کے بھیجنے سے)

= فَقَالُوْا ۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تینوں رسولوں کی طرف راجع ہے ۔ پس ان تینوں رسولوں نے کہا ۔ إِنَّا إِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ٥ بے شک ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں

٣٦ : ١٥ = قَالُوْا ۔ یعنی بستی والوں نے کہا۔

= إِنْ أَنْتُمْ میں اِنْ نافیہ ہے ۔

= تَكْذِبُوْنَ ٥ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ تم جھوٹ بولتے ہو ۔ كِذْبٌ مصدر (باب ضرب)

۳۶ : ۱۶ = رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّا اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ہمارا رب جانتا ہے کہ ہم یقیناً تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔ لام تاکید کا ہے۔
اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد قسم کے قائم مقام ہے!
اذ تشهد والعلم الله تعالیٰ وهو يجری مجری القسم۔ جب اللہ تعالیٰ کے علم سے استشہاد کر لیا جائے تو وہ قسم کے قائم مقام ہوتا ہے:

۳۶ : ۱۷ = وَمَا عَلَيْنَا۔ اور ہم پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے!
= اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت۔ بَلَاغٌ بَلَغَ يَبْلُغُ (نصر) سے مصدر ہے اَلْبَلَاغُ وَالْبُلُوْغُ کے معنی مقصد اور منتہیٰ کی آخری حد تک پہنچنے کے ہیں عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوتے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچنے پر بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔ چنانچہ انتہا تک پہنچنے کے معنی میں ہے حَتّٰى بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۴۶ : ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔
اَلبَلَاغُ کے معنی تبلیغ یعنی پہنچا دینے کے ہیں۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ (۱۴ : ۵۲) یہ قرآن لوگوں کے نام خدا کا پیغام ہے۔ یا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ (۱۳ : ۴۰) تمہارا کام (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔
= اَلْمُبِيْنُ: اسم فاعل واحد مذکر۔ صاف صاف، واضح طور پر پہنچا دینا۔ ایسی تبلیغ کہ جس میں ہر پہلو کی وضاحت کی گئی ہو۔
مُبِيْنٌ اِبَانَةٌ سے (باب افعال) ظاہر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنیوالا۔ کھولنے والا (باب افعال سے لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے)
بَلَاغٌ کے معنی کافی ہو، ہو بھی آتے ہیں جیسے اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ٥ (۲۱ : ۱۰۶) عبادت کرنے والوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں میں) پوری پوری اور کافی تبلیغ ہے۔

۳۶ : ۱۸ = قَالُوْا۔ یعنی اہل قریہ۔ بستی والوں نے کہا۔
= تَطَيَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم تَطَيُّرٌ (تفعّل) سے ہم نے برا شگون لیا۔ ہم نے منحوس پایا۔ تَطَيَّرَ فُلَانٌ وَاِطَّيَّرَ۔ کے اصل معنی تو کسی پرندہ سے شگون لینے کے ہیں

پھر یہ ہر چیز کے متعلق استعمال ہونے لگا۔ جس سے بُرا شگون لیا جائے اور اسے منحوس سمجھا جاتے۔ اِنَّا تَطَيَّرۡنَا بِكُمۡ ہم تم کو منحوس سمجھتے ہیں۔ طَائِرٌ بمعنی نحوست۔ مثلاً قَالُوۡا طَائِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ (۳۶: ۱۹) انہوں (رسولوں) نے کہا تمہاری نحوست تمہارے ساتھ ہے

= لَئِنۡ۔ لام تاکید اور اِنۡ حرف شرط سے مرکب ہے۔

= لَمۡ تَنۡتَهُوۡا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ لَمۡ کے آنے سے نون اعرابی آخر سے ساقط ہو گیا ہے اِنۡتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اگر تم باز نہ آئے۔ اگر تم باز نہیں آؤ گے۔

= لَنَرۡجُمَنَّكُمۡ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے نَرۡجُمَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ رَجۡمٌ و رُجُوۡمٌ مصدر (باب نصر) ہم ضرور ضرور تم کو سنگسار کر دیں گے۔ اَلرِّجَامُ پتھر۔ اَلرَّجۡمُ سنگسار کرنا۔ مَرۡجُوۡمٌ جس کو سنگسار کیا گیا ہو جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے لَتَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمَرۡجُوۡمِيۡنَ (۲۶: ۱۱۶) کہ تم ضرور ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔

استعارہ کے طور پر رَجۡمٌ کا لفظ۔ جھوٹے گمان۔ توہم، سب وشتم اور کسی کو دھتکار دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ جھوٹے گمان کے معنی میں ہے رَجۡمًا بِالۡغَيۡبِ (۱۸: ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل پچو سے کام لیتے ہیں اور دھتکار دینے کے معنی میں ہے:۔ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ (۱۶: ۹۸) تو شیطان مردود کے وسواس سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو۔ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ (۳۸: ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ راندۂ درگاہ ہے۔

قرآن مجید میں شُهُبٌ (ستاروں) کو رُجُوۡمٌ کہا گیا ہے رُجُوۡمًا لِّلشَّيٰطِيۡنِ (۶۷: ۵) شیاطین کو مارنے کا آلہ۔

= وَلَيَمَسَّنَّكُمۡ۔ واو عاطفہ ہے لام جواب شرط کے لئے ہے یا تاکید کے لئے۔ يَمَسَّنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ۔ مَسٌّ مصدر (باب سمع) وہ ضرور ضرور پہنچیگا كُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اور تم کو ضرور بالضرور پہنچیگا (ہماری طرف سے دردناک عذاب)

۳۶: ۱۹ = قَالُوۡا۔ رسولوں نے کہا۔

= طَائِرُكُمۡ مَّعَكُمۡ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے۔

= اَئِنۡ ذُكِّرۡتُمۡ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنۡ حرف شرط ہے جواب شرط محذوف ہے

ای اِنْ ذُكِّرْتُمْ تَطَيَّرْتُمْ بِنَا وَتَوَاعَدْتُمُوْنَا جب تم کو نصیحت کی جاتی ہے تو تم ہم کو منحوس قرار دیتے ہو اور تکلیف دہی کا ڈراوا دیتے ہو۔ أ حرف استفہام بمعنی یہ کیا بات ہوئی کہ۔

= بَلْ۔ بلکہ (حرف اضراب ہے) بلکہ حقیقت یہ ہے کہ۔

۳۶ : ۱۹ = مُسْرِفُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مُسْرِفٌ واحد۔ حد سے بڑھنے والے۔ اِسْرَافٌ (افعال) مصدر۔ حد اعتدال یا حد مقررہ سے آگے بڑھنے والے۔

۳۶ : ۲۰ = اَقْصَا۔ افعل التفضیل کا صیغہ قَصَاءٌ سے جس کے معنی دور ہونے کے ہیں زیادہ دور۔ بہت بعید۔ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شہر کا پرلا (دور والا) سرا۔ یا شہر کا کوئی دور والا مقام۔

= يَسْعٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب سَعْیٌ مصدر (باب فتح) دوڑتا ہوا۔ یہ رَجُلٌ کا حال ہے۔

۳۶ : ۲۱ = مُهْتَدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، مرفوع، نکرہ، اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانیوالے۔ ہدایت یافتہ۔ راہِ راست پر چلنے والے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَالِیَ ٢٣

يٰسٓ - صٰفّٰت - صٓ - الزُّمُرُ -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ

۳۶:۲۲ وَمَالِیَ ۔ واؤ عاطفہ ہے ۔جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ مَا نافیہ بھی ہوسکتا ہے
اس صورت میں ترجمہ ہوگا!

میرے پاس کوئی عذر نہیں ....

اور مَا استفہامیہ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں یہ استفہام انکاری کے لئے ہے ترجمہ ہوگا!
میرے پاس عذر ہی کیا ہے کہ .... (یعنی میرے پاس کوئی عذر ہی نہیں ہے

= لَآ اَعْبُدُ مضارع منفی واحد متکلم ۔ (کہ) میں عبادت نہ کروں ۔

= فَطَرَنِیْ ۔ فَطَرَ ماضی واحد مذکر غائب فَطْرٌ مصدر (باب ضرب و نصر) بمعنی عدم سے وجود میں لانا ۔ نیست سے ہست کرنا ۔ پیدا کرنا ۔ فَطْرٌ کے معنی میں پھاڑنے کا مفہوم مضمر ہوناچاہئے ، نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اس نے مجھے پیدا کیا ۔ وہ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر مجھے وجود میں لایا

= تُرْجَعُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر ۔ رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی لوٹانا ۔ یا (بطور فعل لازم) لوٹنا ۔ تم لوٹائے جاؤ گے ۔

علامہ پانی پتیؒ صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :۔

اس کلام میں لطیف طرز میں ہدایت کی ہے اپنے نفس کو نصیحت کرنے کے پیرایہ میں دوسروں کو خالص نصیحت کی ہے کہ دوسروں کو بھی اسی بات کو اختیار کرنا چاہئے جو ناصح نے اپنے لئے اختیار کی ہے حقیقت میں کفار کو اس امر پر زجر کرنا مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے خالق کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی عبادت پسند کی ہے ۔

اور بعض کے نزدیک وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ
جواب ہے سوال محذوف کا ۔ سوال کے متعلق دو روایات ہیں :

۱:۔ حبیب اقصا المدینۃ سے آنے والے نے آکر اپنی قوم سے کہا یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ...... الخ تو قوم والوں نے کہا کہ : کیا تو ہمارے مذہب کا مخالف ہوگیا ہے اور ان رسولوں کے مذہب کا پیرو ہوگیا ہے تو اس نے کہا وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ .... الخ

۲:۔ بعض اہل روایت کا بیان ہے کہ جب اس شخص نے یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْا ...... کہا تو لوگ اس کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے کہا کیا تو ان رسولوں کا پیرو ہو گیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا:۔ وَمَالِیَ ...... الخ

۳۶: ۲۳ == ءَ اَتَّخِذُ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے اَتَّخِذُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ اختیار کرنا۔ کیا میں اختیار کروں۔ بھلا میں اختیار کروں۔
== اٰلِھَۃً۔ اِلٰہٌ کی جمع ہے۔ ءَ اَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِہٖ اٰلِھَۃً۔ کیا میں اس کو (اللہ کو) چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں۔
== اِنْ یُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ (جملہ شرطیہ) لَا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا وَّلَا یُنْقِذُوْنِ (جواب شرط)
اِنْ شرطیہ یُرِدْنِ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب۔ اِرَادَۃٌ مصدر (باب افعال) اصل میں یُرِدُنِیْ تھا۔ اِنْ کے عمل سے اخیر کی یاء ساقط ہو گئی نْ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم مفعول، اگر وہ مجھ کو (دکھ پہنچانا) چاہے۔
== لَا تُغْنِ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب، اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر کام آنا۔ کفایت کرنا بے پرواہ بنا دینا۔ اصل میں تُغْنِیْ تھا۔ عامل کے سبب سے آخر سے یاء ساقط ہو گئی شَفَاعَتُھُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی شفاعت۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر کا مرجع اٰلِھَۃً ہے۔ لَا تُغْنِ عَنِّیْ شَفَاعَتُھُمْ شَیْئًا۔ (تو) ان (معبودان باطل) کی شفاعت یا سفارش میرے کسی کام نہ آسکے گی۔ مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گی۔
== لَا یُنْقِذُوْنِ۔ مضارع منفی (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب۔ اصل میں یہ یُنْقِذُوْنَنِیْ تھا۔ نون اعرابی مضارع مجزوم کی صورت میں گر گیا۔ نون مکسور نون وقایہ ہے آخر میں یاء متکلم بوجہ تخفیف محذوف ہو گئی اِنْقَاذٌ مصدر (باب افعال) اَلْاِنْقَاذُ کے معنی کسی خطرہ یا ہلاکت سے خلاصی دینا ہے۔ مثلاً وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْھَا (۳: ۱۰۳) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچالیا۔ لَا یُنْقِذُوْنِ۔ ای لا یخلصون من ذلک الضرّ۔ مجھے اس ضرر سے نہ بچا سکیں یا چھڑا نہ سکیں۔

۳۶: ۲۴ == اِذًا۔ تب۔ ای اذا اتخذتُ من دونہ اٰلِھَۃً یعنی اگر میں خدا کو چھوڑ کر ان بتوں کو معبود بنالوں تو اس صورت میں (اِنِّیْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ) میں صریح

گمراہی میں جا پڑا۔

۲۵:۳۶ = اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ (میں ایمان لے آیا ہوں تمہارے رب پر)
اس کی تین صورتیں ہیں:

۱:۔ یہ خطاب قوم سے ہے جس کو اس نے یوں خطاب کیا تھا۔ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ ۝
۲:۔ یہ خطاب بادشاہ سے ہے جس کے پاس قوم کے آدمی اسے پکڑ کر لے گئے تھے۔
۳:۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ بِرَبِّكُمْ میں خطاب رسولوں کو ہے کیونکہ جب اس کو یقین ہو گیا کہ مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ تو اس نے اپنے مومن ہونے کا پیغمبروں کو گواہ بنا لیا۔ اور کہا کہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا ہوں میرے گواہ رہنا۔

ترجیحاً یہ خطاب قوم سے ہی ہے۔

= فَاسْمَعُوْنِ ۔ اِسْمَعُوْا ۔ سِمَاعٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ن وقایہ ہے ی متکلم کی محذوف ہے۔ پس میری سنو! یعنی میرے ایمان کی اطلاع سن لو۔
فاسمعوا قولی فانی لا ابالی بما یکون منکم علیٰ ذٰلك ۔ میری بات سُن لو۔ مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ اس پر مجھے تمہاری طرف سے کیا سہنا پڑیگا۔

فَائِدَہ: تفسیر الماجدی میں ہے کہ وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ۔ ءَاَتَّخِذُ اِنِّیْٓ اِذًا ہر جگہ صیغہ واحد متکلم کے استعمال سے مولانا اشرف علی تھانوی نے یہ استنباط کیا ہے کہ مرد مومن نے یہ سب اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا کہ مخاطبین کو اشتعال نہ ہو جو غور و تدبر کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

فَائِدَہ (۲) اِنِّیْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ میں بجائے بِرَبِّیْ کہنے کے بِرَبِّكُمْ کہا اس کہنے میں ایمان کی ایک بلیغ دعوت ہے۔

۲۶:۳۶ = قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (کہا گیا جنت میں داخل ہو جا) اُدْخُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ دُخُوْلٌ مصدر (باب نصر) تو داخل ہو جا
یہ فقرہ کب کہا گیا اس کے متعلق مختلف روایات ہیں۔

۱:۔ جب اس مرد مومن نے قوم سے خطاب کیا تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا۔ موت کے بعد جب خدا کے حضور اس کی پیشی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا فرمایا۔ اس امکانی سوال کا یہ جواب ہے (یہ جملہ مستانفہ ہے جو بطور جواب استعمال کیا گیا ہے)
بعض کے نزدیک وہ قتل نہیں ہوا تھا بلکہ طبعی موت مرا تھا۔

۲۔ بعض نے کہا ہے کہ جب اس کی قوم نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُسے آسمان پر اٹھالیا جیساکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا گیا تھا۔ اور وہ وہاں جنت میں ہے
۳۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ بشارت اس کو مرنے سے پہلے ہی دیدی گئی تھی۔
لیکن جمہور کا قول یہی ہے کہ اسے قتل کیا گیا تھا۔

۳۶: ۲۶/۲۷ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ بِمَا غَفَرَ لِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُکْرَمِیْنَ۔ اس نے کہا: اے کاش! میری قوم کو یہ معلوم ہوجاتا کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے معززین میں شامل کردیا۔ لَیْتَ حرف مشبہ بفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے تمنا کے لئے مستعمل ہے۔

مَا غَفَرَ میں مَا موصولہ ہے یا مصدریہ یا استفہامیہ (اوپر کا ترجمہ ماموصولہ کے لحاظ سے ہے) مصدریہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اے کاش میرے رب کی طرف سے میری بخشش اور میری عزت یافتگان میں شمولیت کا علم میری قوم کو ہوجاتا۔ استفہامیہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اے کاش! میری قوم کو معلوم ہوجاتا کہ میرے رب نے مجھے کیا بخش دیا۔ اور عزت یافتہ لوگوں میں مجھے شامل کردیا۔

= اَلْمُکْرَمِیْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ معززین
یہ مرد مومن کا جنت کی نوید ملنے پر اپنی قوم کے لئے ہمدردی کا اظہار ہے۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ:
نَصَحَ قَوْمَہٗ حَیًّا وَمَیِّتًا۔ اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیرخواہی کی اور مرکر بھی۔

۳۶: ۲۸ = وَمَا اَنْزَلْنَا میں مَا نافیہ ہے۔ اور ہم نے نہیں اتارا۔
= عَلٰی قَوْمِہٖ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مرد مومن (حبیب نجار) ہے
= مِنْ بَعْدِہٖ۔ میں بھی ہٖ ضمیر کا مرجع حبیب نجار ہی ہے۔ اس کے بعد یعنی اس کے شہید کئے جانے کے بعد۔
= وَمَا کُنَّا مُنْزِلِیْنَ۔ اور نہ ہم اتارنے والے تھے ہی۔ یعنی نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت ہی تھی۔ مُنْزِلِیْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب (بوجہ خبر کُنَّا) اتارنے والے
اس جملہ کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں!

وَ مَا کُنَّا مُنۡزِلِیۡنَ ۔ یعنی ہماری یہ عادت ہی نہیں اور دستور ہی نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے فرشتوں کی فوجیں بھیجیں اللہ کو اس کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ باقی یہ بات کہ خندق اور بدر کے دن فرشتوں کو جو بھیجا گیا تھا وہ محض بشارت دینے اور رسول کی عظمت کا اظہار کرنے اور مسلمانوں کے دلوں کو تسکین دینے کے لئے تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:۔

" وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰی لَكُمْ وَ لِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ " (۸ : ۱۰) اور اللہ نے یہ بس اس لئے کیا کہ (تمہیں) بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو اس سے اطمینان ہو جائے درآں حالیکہ نصرت تو بس اللہ ہی کے پاس ہے

بعض کے نزدیک ماکُنَّا میں مَا موصولہ ہے اور جُنْدٍ سے مراد ہے آسمان سے سنگ باری یا طوفان یا شدید بارش ۔ یعنی جس طرح گذشتہ قوموں پر ہم نے عذاب کی فوج بھیجی ایسی عذابی فوج حبیب نجار کی قوم پر نازل نہیں کی۔

اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کی طرف اشارہ ہے اور حبیب نجار کی قوم کی تحقیر مقصود ہے کہ وہاں فرشتوں کی فوج اتارنے کی ضرورت تو کجا رہی وہاں تو پہلی قوموں کی طرح طوفانِ باد وباراں وغیرہ کی بھی ضرورت نہ تھی۔ محض ایک فرشتہ کی ایک چیخ ہی کافی تھی کہ سب ایک دم بجھ کر رہ گئے (یعنی مر گئے)

۳۶ : ۲۹ = اِنْ كَانَتْ ۔ اِنْ نافیہ ہے كَانَتْ کی ضمیر واحد مؤنث غائب جو اسم کَانَ ہے مضمر ہے۔ ای ان کانت الاخذۃ الا صیحۃ واحدۃً ۔ کانت فعل ناقص الاخذۃ اسم کانت ۔ صیحۃً خبر۔ نہ تھی وہ آپکڑنے والی (یعنی مصیبت، عقوبت) مگر ایک گرج ۔ یعنی بس وہ تو ایک گرج یا چیخ تھی۔

الصیحۃ کے معنی آواز بلند کرنا کے ہیں۔ گرج ۔ چیخ ۔ چنگھاڑ کے معنی میں مستعمل ہے صور پھونکنے کی آواز کو بھی صَیْحَۃٌ کہتے ہیں۔

= فَاِذَا میں ف سببیہ ہے اور اِذَا مفاجاتیہ ہے۔

= خَامِدُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُمُوْدٌ مصدر (باب نصر) بجھنے والے۔ خَمَدَتِ النَّارُ ۔ آگ کے شعلوں کا ساکن ہو جانا۔ (جبکہ اس کا انگارہ نہ بجھا ہو) کنایۃً خمود بمعنی موت بھی استعمال ہوتا ہے۔

فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ پس (اس چیخ کی وجہ سے) وہ یک دم بجھ کر رہ گئے ۔ یعنی مر گئے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ ٥ (۲۱:۱۴) وہ اسی طرح پکارتے رہے یہاں تک کہ ہم نے ان کو (کھیتی کی طرح) کاٹ کر (اور آگ کی طرح) بجھا کر ڈھیر کر دیا۔

۳۶:۳۰ == یٰحَسْرَةً۔ حَسْرَةٌ افسوس، پشیمانی، پچھتاوا۔ حَسِرَ یَحْسَرُ (سمع) کا مصدر ہے یا حرف ندا ہے اور حَسْرَةٌ منادیٰ۔ اے افسوس!

== عَلَى الْعِبَادِ۔ العباد میں الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی تھی۔

== كَانُوْا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کے لئے ہے۔

== یَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ استہزاء کیا کرتے تھے، ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

۳۶:۳۱ == كَمْ ..... مِنَ الْقُرُوْنِ۔ کتنی ہی قومیں۔ کتنی ہی امتیں القرون جمع ہے اَلْقَرْنُ کی جس کے معنی کوئی ایسی قوم یا امت جس کا اپنا مخصوص زمانہ ہو دوسروں سے الگ!

كَمْ سوالیہ بھی آتا ہے اس صورت میں اس کا مابعد اسم تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں۔ جیسے كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا؟

كَمْ کی دوسری صورت خبریہ ہے اس صورت میں یہ مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اور اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے۔ جیسے كَمْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ہم نے بہت بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِّنْ قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ ہم نے کتنی بستیوں کو ہلاک کر دیا (یعنی بہت بستیوں کو)

كَمْ ..... مِنَ الْقُرُوْنِ۔ کتنی ہی قوموں کو، کتنی ہی امتوں کو (یعنی بہت بستیوں یا امتوں کو)

== اَنَّهُمْ۔ ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب مِنَ الْقُرُوْنِ کی طرف راجع ہے۔

== اِلَیْهِمْ۔ چونکہ خطاب اہل مکہ سے ہو رہا ہے لہٰذا هِمْ ضمیر کا مرجع اہل مکہ ہیں اَنَّهُمْ اِلَیْهِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ۔ کہ ان بستیوں کے باسی پھر لوٹ کر ان کے پاس واپس نہ آئے۔ یا نہ آئیں گے۔

۳۶:۳۲ == وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ اِنْ نافیہ ہے كُلٌّ

مبتدا ہے اس کی تنوین مضاف الیہ کے عوض ہے اصل میں کلھم تھا۔ (ھم سے مراد القرون ہے جن کی ہلاکت کا ابھی ذکر ہوا) لَمَّا بمعنی اِلَّا ہے جَمِیۡعٌ بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے ای مجموعون اور یہ خبر ہے لَدَیۡنَا مضاف مضاف الیہ مل کر ظرف مکان ہے۔

مُحۡضَرُوۡنَ خبر ثانی۔

آیت کا مطلب ہوگا:

وَمَا كُلُّهُمۡ اِلَّا مَجۡمُوۡعُوۡنَ لَدَيۡنَا مُحۡضَرُوۡنَ (للحساب والجزاء)

لیکن وہ سب کے سب اکٹھے کر کے ہمارے حضور حاضر کئے جائیں گے (حساب وجزاء کے لئے)

٣٦: ٣٣ = اٰيَةٌ لَّهُمُ الۡاَرۡضُ الۡمَيۡتَةُ میں الارض المیتۃ (موصوف وصفت) مبتدا ہے اور اٰیَۃٌ خبر مقدم لَھُمۡ متعلق اٰیَۃٌ ھُمۡ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں اور مردہ (یعنی خشک) زمین ان کے لئے ایک نشانی ہے (اللہ کی قدرت کی یا بطور دلیل مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینے کی) الارض سے مراد جنس زمین ہے کوئی معین زمین مراد نہیں ہے

= اَحۡيَيۡنٰهَا ... الخ اٰیَۃٌ کی تفسیر ہے ماضی جمع متکلم اِحۡیَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ھا ضمیر کا مرجع الارض ہے ہم نے اس کو زندہ کر دیا (بارش برسا کر اور نباتات اُگا کر)

= حَبًّا۔ غلہ۔ اناج (گندم، جو وغیرہ) اناج کے دانہ کو حَبٌّ وَحَبَّۃٌ کہتے ہیں اس کی جمع حُبُوۡبٌ ہے یہاں مراد جنس غلہ ہے۔

= فَمِنۡهُ۔ فا سببیہ ہے مِنۡ ابتدائیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔ ہٗ ضمیر کا مرجع حَبًّا ہے جار ومجرور متعلق یَاۡكُلُوۡنَ کے ہے۔

مطلب یہ کہ جب ہم مردہ زمین کو بارش کی وجہ سے سرسبز کر دیتے ہیں اور اس سے غلہ برآمد کرتے ہیں پھر اسی غلہ سے یہ لوگ کھاتے ہیں۔

٣٦: ٣٤ = فِيۡهَا ای فِی الۡاَرۡضِ۔ زمین میں۔

= نَخِيۡلٍ۔ نخیلٌ و نَخۡلٌ اسم جنس ہے کھجور کے درخت یا کھجوریں۔

درختوں کے معنی میں قرآن مجید میں ہے كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ (٦٩: ٧) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔ اور کھجوروں کے معنی میں فِيۡهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخۡلٌ وَّرُمَّانٌ۔ (٥٥: ٦٨) ان میں میوے۔ کھجوریں اور انار ہیں!

نَخْلٌ کی جمع نَخِیْل ہے جیسے عَبْدٌ کی جمع عَبِیْدٌ ہے۔
= اَعْنَابٌ عِنَبٌ کی جمع ہے بمعنی انگور۔
= فَجَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر ای شَقَقْنَا۔ ہم نے پھاڑا ہم نے پھاڑ کر بہایا۔
= فِیْھَا۔ ای فِی الْاَرْضِ اَوْفِیْ جَنّٰتٍ۔ زمین میں یا باغات میں۔
= مِنَ الْعُیُوْنِ۔ مِنْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱)۔ مِنْ ابتدائیہ ہے ای فجرنا من المنابع ما ینتفع بہ من الماء۔
یعنی منبعوں سے رچشموں) سے نفع بخش پانی بہایا۔
(۲) مِنْ زائدہ ہے۔ ای فجرنا فیھا العیون جب کہ عیون فَجَّرْنَا کا مفعول ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کئے۔
(۳) مِنْ بیانیہ ہے اس میں ہم نے چشمے جاری کر دیئے۔
(۴) مِنْ تبعیضیہ ہے ہم نے اس میں کچھ چشمے جاری کئے۔
۳۶: ۳۵ = لِیَاْ کُلُوْا۔ لام تعلیل کا ہے یَاْ کُلُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب تاکہ وہ کھائیں۔
= مِنْ ثَمَرِہٖ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ اشیاء مجعولہ ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے۔ مثلاً احیاء الارض المیتۃ۔ اخراج الحبّ من الارض۔ وجعل الجنّٰت من نخیل واعناب وتفجیر العیون فی الارض۔ یعنی ان سب کے نتیجے میں جو پھل پیدا ہوتے ہیں وہ کھائیں
(۲) ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ یعنی اللہ کے پیدا کئے ہوئے پھل کھائیں۔
= وَمَا عَمِلَتْہُ اَیْدِیْھِمْ۔ واو عاطفہ ہے مَا کی دو صورتیں ہیں۔
(۱) مَا موصولہ ہے اس کا عطف ثَمَرِہٖ پر ہے اور (وہ بھی کھائیں) جو انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ مثلاً عرق۔ شربت۔ شیرہ۔ اچار۔ چٹنی وغیرہ (کھانے پکانے کی اور بھی بہت سی صورتیں اس میں شامل ہیں۔
(۲) مَا نافیہ ہے یعنی یہ سرسبز و شاداب کھیت۔ یہ اناج سے لہلہاتے ہوئے کھیت، پھلوں سے لدے ہوئے باغات، جاری و ساری نہریں۔ ان میں سے کوئی بھی چیز تو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنائی۔ سب اللہ تعالیٰ کی عطاء ہے!

= اَفَلَا یَشْکُرُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ اور فاء عاطفہ ہے جس کا عطف محذوف پر ہے ای ایرون ھٰذہ النعم ویتنعمون بھا فلا یشکرون المنعم بھا۔ کیا یہ لوگ ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور (پھر بھی) ان نعمتوں کے بخشنے والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔ (یہ ان کو زجر و تنبیہ ہے مطلب یہ ہے کہ ان کو منعم کا شکر ادا کرنا چاہئے)

۳۶:۳۶ = الازواج ۔ جوڑے ۔ ہم مثل چیزیں۔ اقران ۔ حیوانات میں نر اور مادہ ہر ایک دوسرے کا زوج کہلاتا ہے۔ غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو دوسری شے کے لگ بھگ (قرین) ہو خواہ مماثل ہو یا مقابل (متضاد) زوج کہتے ہیں۔ ازواج، زوج کی جمع ہے۔ قرآن مجید میں زوج بمعنی خاوند بیوی، عورت مرد، ساتھی۔ مختلف اقسام کے لوگ، مختلف انواع و اصناف، ایک دوسرے کے قرین، وغیرہ استعمال ہوا ہے مثلاً:۔

(۱) یٰاٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ (۲: ۳۵) اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو (خاوند بیوی)

(۲) وَجَعَلَ مِنْہُ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی (۷۵: ۳۹) پھر اس کی دو قسمیں بنائیں۔ (ایک) مرد اور (ایک) عورت۔ (مرد عورت)

(۳) اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَھُمْ وَمَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ (۳۷: ۲۲) جو لوگ دنیا میں نافرمانیاں کرتے رہے ہیں ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اور جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے ایک جگہ اکٹھا کرو۔ (ساتھی یعنی جو ہر فعل میں ان کی اقتدار کیا کرتے تھے)

(۴) وَلَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِہٖ اَزْوَاجًا (۲۰: ۱۳۱) اور اس کی طرف اپنی نگاہ مت رکھو جو مختلف قسم کے لوگوں کو ہم نے (دنیاوی سامان) دے رکھے ہیں۔

آیت ھٰذا (۳۶: ۳۶) میں بھی اَلْاَزْوَاجَ سے مراد مختلف انواع و اصناف اور ان کے جوڑے ہیں۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا۔ جس نے ہر نوع و صنف کے جوڑے پیدا کئے۔

= مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ ۔ مِمَّا مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے۔ تُنْبِتُ مضارع واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر، وہ اگاتی ہے

مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ اس میں سے جو زمین اگاتی ہے یعنی نباتات سبزہ۔ درخت وغیرہ
= مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ۔ یعنی مرد اور عورت سے۔
= مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ہ اس سے جس کو وہ نہیں جانتے یعنی بحر و بر کی وہ مخلوق جس کا علم کسی کو نہیں۔

۳۶: ۳۷ = وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیۡلُ واؤ عطف کی ہے اٰیَةٌ مبتدا لَهُمۡ متعلق اٰیَة اور الَّیۡلُ خبر۔ یا الَّیۡلُ مبتدا اور اٰیَةٌ لَّهُمۡ خبر مقدم۔
الَّیۡل سے مراد کوئی خاص رات نہیں بلکہ جنسِ شب مراد ہے اور ان کے لئے رات (خدا کی قدرت کی) ایک نشانی ہے۔
= نَسۡلَخُ مضارع جمع متکلم سَلۡخٌ مصدر (باب نصر و فتح) کھال کی طرح سم اتار لیتے ہیں۔ اَلسَّلۡخُ کے اصل معنی کھال کھینچنے کے ہیں۔ سَلَخۡتُهٗ فَانۡسَلَخَ میں نے اس کی کھال کھینچی تو وہ کھنچ گئی اسی سے استعارہ کے طور پر زرہ اتارنے اور مہینہ کے گذر جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مثلاً دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُرُمُ (۹: ۵) جب حرمت والے مہینے گذر جائیں۔
اور نَسۡلَخُ مِنۡهُ النَّهَارَ کے معنی ہوئے ہم اس میں سے دن کو کھینچ لیتے ہیں۔
اصل تاریکی ہے۔ سورج نکلنے سے تاریکی پر دن کی روشنی کا خول رات کی تاریکی پر چڑھ جاتا ہے سورج کے غروب ہونے پر گویا وہ روشنی کا خول اتر جاتا ہے اور رات کی تاریکی پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ اسی طرح رات اور دن کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔
= فَاِذَا میں الفاء برائے عطف سببی ہے اِذَا مفاجأتیہ ہے۔
= مُظۡلِمُوۡنَ۔ ای داخلون فی الظلام۔ تاریکی میں چلے جاتے ہیں۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِظۡلَامٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر بمعنی تاریکی میں ہو جانا۔ تاریک ہو جانا۔ ظُلۡمٌ مادہ۔ تاریکی۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذَاۤ اَظۡلَمَ عَلَیۡهِمۡ قَامُوۡا۔ (۲: ۲۰) اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں۔

فَاِذَا هُمۡ مُّظۡلِمُوۡنَ تو وہ یک لخت اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔

۳۶: ۳۸ = مُسۡتَقَرٍّ۔ ظرف مکان مجرور اِسۡتِقۡرَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی قرار گاہ ٹھہرنے کی جگہ۔ ٹھکانہ۔
وَالشَّمۡسُ تَجۡرِیۡ لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا۔ اور سورج ہے کہ اپنے ٹھکانے کی طرف

چلتا رہتا ہے۔

== ذٰلِکَ ۔ اشارہ ہے سورج کا اپنے مستقر کی طرف چلنے کی طرف۔

== تَقْدِیْرُ ۔ قَدَّرَ یُقَدِّرُ سے تفعیل کے وزن پر مصدر ہے اگرچہ یہ لفظ کثیر المعانی ہے مگر یہاں اس سے مراد اندازہ کرنا ہے اور اَلْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ کا مضاف ہے ایک زبردست گرامی قدر (العزیز) بڑے دانا اور خوب جاننے والے العلیم کا اندازہ کردہ نظام۔ یعنی سورج کی اپنے مقرر شدہ مقام کی طرف لگاتار حرکت ایک عزیز و علیم کے اندازہ کردہ نظام الاوقات کے تحت ہے۔ اس کے طلوع و غروب، ارتفاع و انخفاض تاب و تپش، سفر و راہ سفر میں کوئی ردو بدل نہیں تا آنکہ خود وہ ذاتِ اقدس اس میں کسی قسم کے ردو بدل کا ارادہ نہ فرمائے۔

۳۶: ۳۹ == وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ ۔ واؤ عاطفہ ہے القمر منصوب بوجہ فعل مضمر کے ہے ای قَدَّرْنَا الْقَمَرَ اور قَدَّرْنَا فعل ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْقَمَرَ ہے یہ ہٗ مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے ای قَدَّرْنَا مَسِیْرَهٗ مَنَازِلَ۔ مضاف محذوف (مسیر) قَدَّرْنَا کا مفعول اول ہے اور مَنَازِلَ مفعول ثانی۔ قَدَّرْنَا بمعنی صَیَّرْنَا (ایک حالت یا شکل سے دوسری حالت یا شکل میں بدل دینا) ہے مطلب یہ کہ ہم نے چاند کا بھی ایک ضابطہ مقرر کیا ہے اور اس کی مسافت کو منزلوں یا حالتوں میں بانٹ دیا ہے کہ وہ ان منزلوں سے گذرتا ہوا ہلال سے بدر اور بدر سے پھر اپنی پہلی ہلالی شکل میں آجاتا ہے۔

== عَادَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب عَوْدٌ مصدر (باب نصر) ہے جس کے معنی کسی سے ہٹ جانے کے بعد پھر اس کی طرف لوٹنے کے ہیں۔ عَادَ اصل میں عَوَدَ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح۔ فتحہ واؤ پر ثقیل تھا اس لئے واؤ کو الف سے بدلا۔ عَادَ ہوگیا۔ وہ پھرا اس نے عود کیا۔

علامہ ناصر بن عبد الصمد المغرب میں لکھتے ہیں عَوْدٌ کے معنی ہیں صیرورت (ایک حال سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے) خواہ ابتداءً ہو یا ثانیًا۔ پہلی صورت کی مثال ہے حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ۔ (۳۶: ۳۹) یہاں تک کہ پھر آ رہے ہے جیسے کہ ٹہنی پرانی۔ اور دوسری صورت کی مثال ہے کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ (۷: ۲۹) ”اس نے جس طرح تم کو ابتداء میں پیدا کیا اسی طرح تم پھر پیدا ہوگے“۔

== كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ: کاف تشبیہ کا ہے العرجون القدیم موصوف و صفت
اَلْعُرْجُوْنِ کھجور کے خوشے کی ڈنڈی جو خشک ہو کر خمیدہ ہو جاتی ہے (مادہ عرجن)
القدیم پرانی جس کو خشک رہتے ہوئے زمانہ گذر گیا ہو اور بدیں وجہ اس میں ٹیڑھاپن اور زردی کا شائبہ ظاہر ہو۔

ترجمہ ہو گا:۔
کھجور کے خوشے کی سوکھی ٹیڑھی ڈنڈی کی طرح ۔

۳۶: ۴۰ == لَا يَنْۢبَغِيْ مضارع واحد مذکر غائب اِنْبِغَاءٌ مصدر (انفعال)
ینبغی ان یکون کذا کا محاورہ دو طرح استعمال ہوتا ہے۔
(۱) اس شے کے متعلق جو کسی فعل کے لئے مسخر ہو۔ جیسے اَلنَّارُ يَنْۢبَغِيْ لَهَا اَنْ تُحْرِقَ الثَّوْبَ یعنی کپڑے کو جلا ڈالنا آگ کا خاصہ ہے۔ انہی معنی پر محمول یہ آیہ شریفہ ہے ۔ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۔(۳۶: ۶۹) اور ہم نے ان کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ ہی ان کی فطرت میں یہ خاصہ ہے ۔
اور انہی معنی میں آیۃ ہذا ہے لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ۔ سورج کی مجال نہیں کہ چاند کو جا پکڑے (یہ خاصیت اس میں ودیعت ہی نہیں کی گئی)
(۲) یہ کہ وہ اس شے کا اہل ہے یعنی اس کے لئے ایسا کرنا مناسب اور زیبا ہے جیسے فُلَانٌ يَنْۢبَغِيْ اَنْ يُّعْطِيَ بِكَرَمِهٖ ۔ فلاں کے لئے اپنے کرم کی وجہ سے بخشش کرنا زیبا ہے۔ اس معنی میں یہ آیہ شریفہ ہے وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (۳۸: ۳۵) اور مجھ کو ایسی بادشاہی عطا کر کہ میرے بعد وہ کسی کو میسر نہ ہو۔

== سَابِقُ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ سَبْقٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ آگے بڑھنے والا مضاف اَلنَّهَارِ (دن) مضاف الیہ۔ سَابِقُ النَّهَارِ دن سے آگے بڑھ جانیوالا۔ یعنی نہ رات دن سے آگے نکل جانے والی ہے ۔ مراد یہ ہے کہ دن اور رات ایک دوسرے کے آگے پیچھے ایک مقررہ نظام کے تحت چل رہے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ اس نظام سے انحراف کرے۔

== كُلٌّ ۔ ای کل واحد من الشمس والقمر۔ یعنی سورج اور چاند میں سے ہر ایک ۔ تنوین مضاف الیہ کے عوض میں لائی گئی ہے ۔

== فَلَكٍ ۔ ستاروں کا مدار۔ دہ بیضوی، صوری راہ جس پر اجرام فلکی گردش کرتے ہیں

الفضاء یدور فیہ النجم والکواکب۔
الفلك کے معنی کشتی کے ہیں ستاروں کا مدار کشتی نما ہونے کی وجہ سے فَلَكٌ کہلاتا ہے
فُلْكٌ کی جمع فَلَائِكُ ہے اور فَلَكٌ کی جمع افلاك ہے۔ اس سے فلکی علم نجوم کے ماہر کو کہیں گے اور علم الافلاک علم نجوم کو۔
فَلَكَ یَفْلُكُ فلکًا و اَفْلاَ کًا۔ (لڑکی کا) گول پستان والی ہونا۔ اسی سے
اَلْفَلَكُ بمعنی التلّ المستدیر من الرمل ریت کا گول ٹیلہ ہے پھر اسی رعایت سے اجرام فلکی کا مدار گول نما ہونے کی وجہ سے اَلْفَلَكُ ہوا۔
= یَسْبَحُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَبْحٌ (باب فتح) مصدر۔
وہ تیرتے ہیں۔ وہ تیز اور ہموار رفتار سے چلتے ہیں۔ السَّبْحُ کے اصل معنی پانی یا ہوا میں تیز رفتاری سے گذر جانے کے ہیں۔ استعارۃً یہ لفظ فلک میں نجوم کی گردش اور تیز رفتاری کے لئے استعمال ہونے لگا ہے۔
كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ (سب (سورج، چاند و دیگر اجرام فلکی) اپنے اپنے مدار میں تیزی کے ساتھ چل رہے ہیں۔
۳۶: ۴۱ = اَنَّا۔ بے شک ہم۔ حرف مشبہ بالفعل ہے اَنَّ اور نَا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔
= ذُرِّیَّتَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی ذرّیت یعنی ان کی اولاد۔ اصل میں چھوٹے چھوٹے بچوں کا نام ذرّیت ہے۔ مگر عرف میں چھوٹی اور بڑی اولاد سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اصل میں جمع ہے لیکن واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے، ذُرِّیَّةٌ کے بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔
(۱) یہ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں اور اس کا ہمزہ متروک ہوگیا ہے جیسے کہ رَوِیَّةٌ اور بَرِیَّةٌ میں
(۲) اس کی اصل ذُرْدِیَّةٌ بروزن فُعْلِیَّةٌ ہے۔ اور ذَرٌّ سے مشتق ہے۔ جیسے قُرِّیَّةٌ قَرٌّ سے۔
= اَلْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ موصوف وصفت، بھری ہوئی کشتی۔
اَلشَّحْنُ کشتی یا جہاز میں سامان لادنا یا بھرنا۔ المشحون اسم مفعول واحد مذکر شَحَنَ (باب فتح۔ نصر۔ سمع) بھرنا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا
یہاں کشتی سے مراد خاص کشتی نہیں ہے بلکہ جنس کشتی مراد ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرف اشارہ ہے وقیل المراد فلك نوح علیہ الصلوٰۃ و السلام (بیضاوی)

الفائدہ جیسا کہ آیت ۳۶: ۳۳ میں بیان ہو چکا ہے کہ خطاب کفار مکہ سے چلا آرہا ہے یہاں بھی ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہی ہیں۔

۳۶: ۴۲ = مِنْ مِّثْلِہٖ ۔ مِنْ بیانیہ بھی ہو سکتا ہے اور تبعیضیہ بھی۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الفلك ہے مثل۔ مانند، اسی طرح کے، اس جیسے۔ یعنی کشتی کی طرح کے کشتی کی مانند۔ شکل و ساخت کے لحاظ سے یا استعمال کے لحاظ سے مثلاً بحری جہاز، پرانی وضع قسم کے۔ بادبانوں سے چلنے والے یا انجنوں سے چلنے والے۔ پانی میں چلنے والے یا ہوا میں اڑنے والے۔ ہوائی جہاز وغیرہ یا خشکی پر چلنے والے موٹر۔ ریل گاڑی وغیرہ۔

مِنْ مِّثْلِہٖ سے مراد کُلُّ مَا یُرْکَبُ ۔ ہر وہ چیز جان دار یا بے جان تیرنے والی اڑنے والی، زمین پر چلنے والی جو سواری یا سامان کی نقل و حرکت کے کام آسکے۔
= مَا یَرْکَبُوْنَ "مَا موصولہ ہے یَرْکَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔

۳۶: ۴۳ = وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْھُمْ واؤ عاطفہ ہے اِنْ شرطیہ نَشَاْ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ ۔ جمع متکلم۔ اور اگر ہم چاہیں۔ شَیْءٌ و مَشِیَّۃٌ مصدر (باب فتح)
نُغْرِقْھُمْ نُغْرِقْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ جمع متکلم۔ اِغْرَاقٌ (افعال) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ان کو ہم غرق کر دیں۔
= فَلَا ۔ ف برائے عطف و تعقیب لَا نفی جنس کے لئے ہے۔
= صَرِیْخَ اس کی دو صورتیں ہیں۔
صَرَخَ یَصْرُخُ (نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی فریاد کرنا۔ چلانا۔ مدد کے لئے پکارنا کے ہیں۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
پس وہ کوئی فریاد نہ کر سکیں گے!
اور اگر یہ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے تو یہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی ہو
گے

فریادرس (فریاد کو پہنچنے والا) یا فریادی (فریاد کرنے والا) اس کی جمع صُرَخَاءُ ہے فَلَاصَرِیْخَ لَهُمْ۔ پس ان کے لئے کوئی فریاد سننے والا یا فریاد رس نہ ہوگا۔
== وَلَاهُمْ يُنْقَذُوْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا يُنْقَذُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ اور نہ ہی وہ (ڈوبنے سے) بچائے جائیں گے۔ يُنْقَذُوْنَ انقاذٌ (افعال) مصدر سے ہے بمعنی خطرہ، یا ہلاکت سے خلاصی پانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ (۳: ۱۰۲) اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے تو خدا نے تم کو اس سے بچا لیا۔

۳۶: ۴۴ == اِلَّا۔ حرف استثناء (استثناء مفرغ)
اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔ ای ولا ینقذون الا لرحمة مِّنَّا ولتمتیع بالحیاۃ الی القضاء الاجل۔ اور نہ وہ چھٹکارا پا سکیں گے مگر ہماری رحمت سے اور ایک مقررہ وقت تک زندگی کا فائدہ اٹھانے کے لئے۔
حِيْنٍ ایک مقررہ وقت تک۔ مراد مدت حیات جو اللہ نے مقرر کر رکھی ہے۔
رَحْمَةً اور مَتَاعًا بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے منصوب ہیں۔

۳۶: ۴۵ == اِتَّقُوْا۔ فعل امر، جمع مذکر حاضر، تم ڈرو، پرہیزگاری اختیار کرو، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وقی مادہ (لفیف مفروق) اِفْتَعِلُوْا کے وزن پر اصل میں اِوْتَقِيُوْا تھا۔ واؤ کو ت سے بدلا۔ ت، ت میں مدغم ہوئی یا مضموم ماقبل مکسور، یا کا ضمہ ق کو دیا پھر یا، اجتماع ساکنین سے گر گئی اِتَّقُوْا ہو گیا۔
== مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ (جو تمہارے سامنے ہے) وَمَا خَلْفَكُمْ (اور جو تمہارے پیچھے ہے) اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں:
(۱) اس دنیا کا عذاب اور آخرت کا عذاب۔ یا اس کے برعکس"
(۲) سماوی وارضی بلیات، جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے: اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (۳۴: ۹)
(۳) قتادہ کا قول ہے مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ سے مراد وہ بربادی اور تباہی کے واقعات جو گذشتہ امتوں کو پیش آئے۔ اور مَا خَلْفَهُمْ سے مراد ہے عذاب آخرت،
(۴) بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد اگلے پچھلے گناہ ہیں!

(۵) وہ عذاب جو تمہارے سامنے ہے اور وہ جو تمہیں مستقبل میں ملے گا!
کچھ بھی ہو مطلب اس کا یہ ہے کہ اللہ کے عذاب سے ڈرو اور ان اعمال سے پرہیز کرو جن پر یہ عذاب مترتب ہوتا ہے۔
= لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ یہ غایت ہے اتَّقُوْا کی۔ آیت میں مَا موصولہ ہے۔

الفائدۃ: اِذَا قِیْلَ کا جواب محذوف ہے، یعنی جب ان سے یہ بات کہی جاتی ہے تو وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ اگلی متصل آیت اس جواب کو محذوف قرار دینے کا قرینہ ہے۔

۳۶: ۴۶ = وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے مَا نافیہ ہے تَاْتِیْ مضارع واحد مؤنث غائب هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ مِنْ زائدہ ہے۔ اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے مِنْ اٰيٰتِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے اٰيٰتِ مضاف ہے رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اٰیٰت کا مضاف الیہ ہے ان کے رب کی آیات ترجمہ ہو گا:

اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی بھی نشانی (ایسی) ان کے پاس آئی

= اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ، اِلَّا حرف استثناء كَانُوْا مُعْرِضِيْنَ ماضی استمراری مُعْرِضِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ خبر كَانُوْا۔ عَنْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰيَةٍ ہے! مگر یہ کہ وہ اس سے روگردانی ہی کیا کرتے تھے۔

آیت ہذا سابق آیت کی علت غایت کے طور پر ذکر کی گئی ہے۔

آیت ۶ : ۴ میں بھی یہی الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

۳۶: ۴۷ = اَنُطْعِمُ میں الف ہمزہ استفہامیہ ہے نُطْعِمُ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے کیا ہم کھلائیں۔ کیا ہم کھانے کو دیں۔

= مَنْ موصولہ ہے بمعنی الَّذِیْ۔

= لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ۔ جملہ شرطیہ ہے اَطْعَمَهٗ جواب شرط۔

جس کو اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو خود کھلا دیتا۔

= اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ٥ اِنْ نافیہ اِلَّا حرف شرط۔ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ موصوف وصفت کھلی گمراہی۔ تم تو صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔
یہ جملہ بھی کافروں کے قول کا تتمہ ہے۔ اگرچہ بعض نے اسے اللہ کی طرف سے کافروں

کی بات کا جواب کہاہے لیکن سیاق وسباق سے قول اول ہی زیادہ صحیح ہے !
۳۶:۴۸ = ھٰذَا الْوَعْدُ۔ یہ وعدہ۔ یعنی یہ قیامت کے آنے کا وعدہ۔
= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ اِنْ شرطیہ ہے ای ھاتوا برھانکم ان کنتم صدقین۔ کوئی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو کہ قیامت ضرور آئے گی !
۳۶:۴۹ = مَا یَنْظُرُوْنَ۔ ای ما ینتظرون۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ انتظار نہیں کر رہے ہیں۔
= صَیْحَۃً وَّاحِدَۃً۔ چیخ۔ کڑک، ہولناک آواز، چنگھاڑ۔
صَاحَ یَصِیْحُ (ضرب) کا مصدر۔ بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔
اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے چرانے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصیاح کہتے ہیں۔ صیحۃ اسی سے ہے چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اسی لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳۶:۲۹)
یہاں صیحۃ سے مراد النفخۃ الاولیٰ پہلی مرتبہ صور کا پھونکا جانا ہے جب سب کے سب ہلاک ہوجائیں گے۔
صیحۃ واحدۃ موصوف و صفت ہیں اور صیحۃً منصوب بوجہ ینظرون کے مفعول ہونے کے ہے۔ اور اس کی تنوین اظہار عظمت اور جلالت کے لئے ہے۔
= تَاْخُذُھُمْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب، ضمیر فاعل صیحۃ کی طرف راجع ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔ وہ ان کو آلے گی۔ وہ ان کو آپکڑے گی !
= وَھُمْ یَخِصِّمُوْنَ ہ واؤ حالیہ ہے یخصّمون مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اصل میں یَخْتَصِمُوْنَ تھا اختصام (افتعال) مصدر سے۔ تار کو ساکن کیا پھر تار کو صاد میں بدلا۔ پھر صاد کو صاد میں مدغم کیا۔ خاء پر اجتماع ساکنین کی وجہ سے کسرہ دیا گیا یَخِصِّمُوْنَ ہو گیا۔ دراں حالیکہ وہ اپنے معاملات میں جھگڑ رہے ہوں گے یعنی وہ بے خبر اپنے کسی کام میں منہمک ہوں گے کہ یکایک صور پھونکی جائے گی۔ اور سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔
اَلْخَصْمُ کے معنی جھگڑنے کے لئے۔ کہا جاتاہے خَصَمْتُہٗ وخَاصَمْتُہٗ مُخَا صَمَۃً

وَخِصَامٌ بکسی سے جھگڑا کرنا۔ قرآن مجید میں ہے وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ (۲: ۲۰۴) اور وہ سخت جھگڑالو ہے۔ الاختصام (افتعال) ایک دوسرے سے جھگڑنا۔

۳۶: ۵۰ == لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر طَوْعٌ مادّہ يَسْتَطِيْعُ اصل میں يَسْتَطْوِعُ تھا واؤ کا کسرہ ماقبل کو دیا اب واؤ ساکن ماقبل مکسور واؤ کو یاء میں بدلا۔ يَسْتَطِيْعُ ہو گیا۔ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ وہ طاقت نہیں رکھتے ہیں، وہ قدرت نہیں رکھتے ہیں۔

اَلْاِسْتِطَاعَةُ کے اصل معنی ہیں کسی کام کو سرانجام دینے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہوتی ہے ان سب کا موجود ہونا۔ مگر محققین کے نزدیک استطاعۃ نام ہے ان اسباب و ذرائع اور صلاحیتوں کا جن کے ذریعے انسان کو کسی کام کے کرنے پر قدرت ہو جائے۔ اس کی ضد عجز ہے۔

== تَوْصِيَةً وصیت کرنا۔ بروزن تَفْعِلَةٌ باب تفعیل کا مصدر ہے منصوب بوجہ يَسْتَطِيْعُوْنَ کے مفعول بہ ہونے کے ہے۔

۳۶: ۵۱ == وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ هي نفخة ثانية اس سے مراد صور کا دوسری دفعہ پھونکا جانا ہے جب سب دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے۔ نُفِخَ (ماضی مجہول واحد مذکر غائب) ماضی کا صیغہ اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ صور کا پھونکا جانا ایک یقینی امر ہے گویا کہ پھونکا ہی گیا ہے نفخۂ اول اور نفخۂ ثانی میں چالیس سال کا فاصلہ ہوگا۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

== فَاِذَا۔ فاء تعقیب کا ہے اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ تو یکایک، سو فوراً۔

== اَلْاَجْدَاثِ قبریں۔ جَدَثٌ واحد۔

== يَنْسِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَسَلَ يَنْسِلُ نَسْلًا (باب ضرب) اَلنَّسْلُ کے معنی کسی چیز سے الگ ہو جانے کے ہیں جیسے نَسَلَ الْوَبَرُ عَنِ الْبَعِيْرِ اُون اونٹ سے الگ ہو گئی۔ اَلنَّسْلُ اولاد کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے باپ سے جدا ہوئی ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں اَنْسَلَتِ الْاِبِلُ اونٹوں کی اون جھڑنے کا وقت آ گیا اسی سے نَسَلَ يَنْسِلُ نَسَلَانًا ہے جس کے معنی تیز دوڑنے کے ہیں جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ۔ (۲۱: ۹۶) اور وہ ہر بلندی سے دوڑ رہے ہوں گے۔ نَسْلٌ وَ نَسَلَانٌ الاسراع فی المشی چلنے میں تیزی کرنا

تیز چلنا۔ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ۔ (دوسری دفعہ صور پھونکے جانے پر) وہ فوراً قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے چلنے لگیں گے۔

۳۶:۵۲ = یٰوَیْلَنَا۔ یا حرفِ نداء وَیْل۔ جہنم میں ایک وادی کا نام ہے۔ بمعنی عذاب شدتِ عذاب۔ افسوس، کم بختی، وَیْل مضاف نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے ہماری کم بختی۔ یہ کلمہ حسرت وندامت ہے:

= مَنْۢ بَعَثَنَا۔ بَعَثَ ماضی واحد مذکر غائب نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ مَنْ استفہامیہ ہے۔ بَعَثَ یَبْعَثُ بَعْثٌ (باب فتح) جی اٹھنا۔ دوبارہ زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ بھیجنا یہاں اٹھا کھڑا کرنے کے معنی میں ہے۔ کس نے ہم کو (دوبارہ زندہ کر کے) اٹھا کھڑا کیا۔

= مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ مَرْقَدُ ظرف مکان مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہماری خواب گاہ (رَقَدَ یَرْقُدُ (باب نصر) رُقَادٌ و رُقُوْدٌ، خوشگوار اور ہلکی سی نیند سونا۔ مَرْقَدٌ سونے کی جگہ۔

سورۃ الکہف میں ہے:

وَھُمْ رُقُوْدٌ (۱۸:۱۸) حالانکہ وہ (اصحاب کہف) سوئے ہوئے ہیں (یہاں رُقُوْدٌ رَاقِدٌ کی جمع ہے مصدر نہیں ہے) اصحاب کہف کی گہری اور لمبی نیند کو رقود کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ نیند خواہ کتنی ہی گہری اور لمبی کیوں نہ ہو موت کے مقابلہ میں وہ نوم خفیف کی حیثیت رکھتی ہے۔ لوگوں کو یقین ہو چکا تھا کہ اصحاب کہف مر چکے ہیں لیکن ان کو رُقُوْدٌ کہہ کر موت کی نفی کر دی ہے۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:-

اہل حقیقت کہتے ہیں کہ کافر جب جہنم کے گوناگوں عذاب کو دیکھیں گے تو عذاب جہنم کے مقابلہ میں ان کو قبر کا عذاب خواب کی طرح محسوس ہوگا۔ اس وقت کہیں گے کہ ہم کو خواب سے کس نے اٹھایا؟

= صَدَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے مستعمل ہے) اس نے سچ کہا۔ یعنی رسولوں نے سچ کہا تھا۔ صَدَقَ یَصْدُقُ (باب نصر) صِدْقٌ سچ کہنا۔ سچ کر دکھانا۔

= ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:-

(۱) یہ کلام کفار کہیں گے یعنی یہ بعث بعد الموت وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ کے پیغمبر جو کہتے تھے سچ کہتے تھے لیکن ہم ہی کم بخت تھے کہ سمجھ نہ سکے)
(۲) یہ کفار کے سوال مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا کے جواب فرشتے یہ جواب دیں گے!
مَا کی بھی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔
(۱) مَا موصولہ ہے ای ھذا الذی وَعَدَہُ الرَّحْمٰنُ وَالَّذِیْ صَدَقَہُ الْمُرْسَلُوْنَ ہ یہ ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔ اور جو سچ کہا تھا مرسلین نے۔
(۲) مَا مصدریہ ہے ای ھٰذَا وَعْدُ الرَّحْمٰنِ وَصِدْقُ الْمُرْسَلِیْنَ یہ ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور مرسلین کے پیغام کی صداقت۔
۳۶ : ۵۳ = اِنْ كَانَتْ۔ میں اِنْ نافیہ ہے۔ كَانَتْ میں ضمیر واحد مؤنث غائب النفخۃ الثانیۃ کے لئے ہے۔
= فَاِذَا۔ ملاحظہ ہو (۳۶ : ۵۱) متذکرۃ الصدر۔
= جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ۔ ملاحظہ ہو ۳۶ : ۳۲ متذکرۃ الصدر
۳۶ : ۵۴ = فَالْيَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے منصوب بوجہ الظرف یا مفعول فیہ ہونے کے۔
= شَيْئًا۔ شَآءَ يَشَآءُ۔ شَيْئٌ وَ مَشِيْئَةٌ و مَشَآءَةٌ (باب فتح) مصدر۔ ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ شَيْئٌ چیز۔ کچھ۔ جو چیز جانی پہچانی جائے اور اس کی خبر دی جا سکے شَيْئٌ کہلاتی ہے اس کی جمع اشیاء ہے نصب بوجہ مصدر کے ہے۔
= لَا تُجْزَوْنَ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر حاضر۔ جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم جزا دیئے جاؤ گے! تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔ تمہیں بدلہ ملیگا۔
= مَا۔ موصولہ ہے بطور مضاف الیہ ہے جس کا مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ ہی قائم مقام مضاف کے ہے۔ ای الا جزاء ما کنتم تعملونہ فی الدنیا علی الاستمرار۔ یعنی سوائے اس عمل کے بدلہ کے جو تم دنیا میں کرتے رہے تھے۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔
یہ بات ہے جو روزِ قیامت اللہ کی طرف سے ہر نفس کو کہی جائے گی۔
۳۶ : ۵۵ = اَلْيَوْمَ۔ اس روز۔ قیامت کے دن۔

= شُغُلٍ واحد ہے اس کی جمع اشغال و شُغُوْلٌ ہے۔
مشغلہ ایسی مصروفیت جس کی وجہ سے انسان دوسرے کاموں کی طرف توجہ نہ دے سکے
شُغُلٍ تنوین تنکیر اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی ایسی عظیم الشان خوشی کہ نہ احاطہ فہم میں آسکے اور نہ الفاظ میں بیان کی جا سکے۔
= فٰكِهُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فاکھۃ واحد آرام پانیوالے۔ راحت پانے والے فرحاں و شاداں۔ فَكِهَ يَفْكَهُ (سمع) فکاھۃ مصدر سے۔ ہنسنے ہنسانے خوش طبعی والا ہونا۔

۳۶: ۵۶ = هُمْ۔ ای اصحب الجنۃ۔
= ظِلٰلٍ سائے۔ ظِلٌّ کی جمع ہے۔
علامہ راغب لکھتے ہیں:۔
یہ اَلضِّحُّ کی ضد ہے اور فیئٌ سے زیادہ عام ہے کیونکہ (مجازًا) الظِّلُّ کا لفظ تو رات کی تاریکی اور باغات کے سایہ پر بھی بولا جاتا ہے نیز ہر وہ جگہ جہاں دھوپ نہ پہنچے اسے ظِلٌّ کہا جاتا ہے مگر فیئ صرف اس سایہ کو کہتے ہیں جو زوال آفتاب سے ظاہر ہوتا ہے۔
عزت وحفاظت اور ہر قسم کی خوشحالی کو بھی ظل سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ سایہ کے معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ (۲: ۵۷) اور ہم نے بادلوں کا تم پر سایہ کئے رکھا۔ اور عزت وحفاظت کے معنوں میں اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ (۷۷: ۴۱) پرہیزگار ہر طرح عزت وحفاظت میں ہوں گے۔
انہی معنوں میں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ وہ بھی اور ان کی بیویاں ہر قسم کی خوشحالیوں میں (ہوں گی)
سورج کی وجہ سے جو سایہ ہوتا ہے جنت میں اس کا تصور تک نہیں ہوسکتا کیونکہ وہاں تو سورج ہوگا ہی نہیں لہٰذا یہاں سایہ سے مراد ایسی جگہ لی جاسکتی ہے جہاں نہ گرمی ہو اور نہ سردی۔
ظِلٰلٌ ظُلَّةٌ کی بھی جمع ہوسکتی ہے جیسے غِلَابٌ غُلْبَةٌ کی جمع ہے (راغب)
= اَلْاَرَآئِكِ۔ اَرِيْكَةٌ کی جمع ہے پردے دار مسہریاں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے سریر۔ (تخت یا مسہری) جب تک پردہ کے اندر نہ ہو اس وقت تک لفظ

اریکۃ اس کے لئے نہیں بولا جاتا۔
اور اگر صرف پردہ ہی ہو اور اندر سریر نہ ہو اس کو بھی اریکۃ نہیں کہا جاتا۔ سریر مع پردہ کے ہو تو اس کو اریکۃ کہتے ہیں۔ لیکن الزہری کا قول ہے کل ما اتکئ علیہ فھو اریکۃ جس چیز پر ٹیک لگائی جائے وہ اریکۃ ہے۔
سو الارائک سے مراد ایسے تخت یا مسہریاں جو پردہ کے اندر ہوں۔ مادہ ارک ہے
= مُتَّکِئُوْنَ۔ اسم فاعل، جمع مذکر۔ مُتَّکِئٌ واحد اِتِّکَاءٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وکاءٌ مادہ۔ ٹیک لگانا۔ سہارا لگانا قرآن مجید میں ہے ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا (۲۰) ۱۸) یہ میری لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں مُتَّکِئُوْنَ ٹیک لگانے والے۔ تکیہ لگا کر بیٹھنے والے۔
ھُمْ وَاَزْوَاجُھُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِکِ مُتَّکِئُوْنَ۔ ھُمْ مبتدا۔ اَزْوَاجُھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر ھُمْ کا معطوف۔ مُتَّکِئُوْنَ خبر فِیْ ظِلٰلٍ جار مجرور اور عَلَی الْاَرَائِکِ جار مجرور دونوں متعلق خبر۔
وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں (یا بتمام عزت وحفاظت) مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

۳۶: ۵۷ = وَلَھُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے مَا مبتدا مؤخر مَا موصولہ ہے اور بعد کا جملہ اس کا صلہ ہے لَھُمْ خبر مقدم یَدَّعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِدِّعَاءٌ (افتعال) مصدر یَدَّعُوْنَ اصل میں یَدْتَعِیُوْنَ تھا (بروزن یَفْتَعِلُوْنَ) یاء کا ضمہ ماقبل کو دیدیا یاء اور واؤ دو ساکن اکٹھے ہو گئے اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء گر گئی تاء کو دال سے بدلا اور دال کو دال میں مدغم کیا یَدَّعُوْنَ ہو گیا۔ اَلْاِدِّعَاءُ کے معنی کسی چیز کے متعلق دعویٰ کرنے کے ہیں کہ یہ میری ہے اور جنگ میں اِدِّعَاءٌ کے معنی اپنے کو کسی کی طرف منسوب کرنے کے ہیں (کہ میں فلاں قوم سے ہوں یا فلاں کا بیٹا ہوں وغیرہ) یہاں یَدَّعُوْنَ بمعنی یَدْعُوْنَ (افتعل بمعنی فعل استعمال ہوا ہے) ای ما یدعون یاتیھم۔ جو چیز وہ اپنے لئے مانگیں گے ان کو ملیگی۔
یا یَدَّعُوْنَ بمعنی اِدَّعِ عَلَیَّ مَا شِئْتَ (اپنے لئے مجھ سے مانگ جو تجھے چاہئے) سے ماخوذ ہے یعنی جس چیز کی ان کو تمنا ہو گی وہ ان کو ملے گی۔ ای مَا یَدَّعُوْنَ بمعنی مَا یَتَمَنَّوْنَہٗ جس کی وہ تمنا کریں گے۔

۳۶ : ۵۷ = سَلَامٌ ۔سلامتی۔ امان۔ سلام۔ یہ سَلِمَ یَسْلَمُ (سمع) کا مصدر ہے سَلَامَۃٌ بھی مصدر ہے۔ سَلِمَ مِنْ عَیْبٍ اَوْ اٰفَۃٍ کسی عیب یا آفت سے محفوظ ہونا
= قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ قَوْلًا مفعول مطلق (فعل محذوف کا) اور جملہ مِنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ، قَوْلًا کی صفت ہے ای سلٰم یقال لھم قولا من جھۃ رب رحیم ۔
سلامٌ ۔ تم پر سلامتی ہو ۔ یہ قول ان کو کہا جائے گا اپنے رب رحیم کی طرف سے ۔
صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں!
اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّۃِ .... الخ نیک لوگ بہشت میں عیش و آرام کریں گے یہ جنت جسمانی کی طرف اشارہ ہے قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ یہ روحانی جنت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ان کو سلام پہنچیگا ان پر تجلی ہوگی اور دیدار سے سرفرازی بخشی جائیگی جو سرور ابدی ہے۔

۳۶ : ۵۹ = اِمْتَازُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِیَازٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر، جس کے معنی الگ ہونے اور ممیز ہو جانے کے ہیں۔ تم الگ ہو جاؤ۔ یعنی اوپر جو اہل جنت اور ان کے انعامات کا ذکر ہے اب مجرموں سے مخاطب ہوکر فرمایا جارہا ہے۔
اے مجرمو! تم ادھر الگ آجاؤ۔
= اَلْیَوْمَ ۔ آج ۔ آج کے دن۔ منصوب بوجہ مفعول ہے ۔

۳۶ : ۶۰ = اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ : ہمزہ استفہام کے لئے ہے لَمْ اَعْهَدْ مضارع نفی جحد بلم (بمعنی ماضی منفی ہے) عَهْدٌ (سمع) مصدر ۔ عَهِدَ فُلَانٌ اِلٰی فُلَانٍ۔ کسی سے عہد و پیمان لے کر اسے اسی پر قائم رہنے کی تاکید کرنا۔
اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ ۔ کیا میں نے تمہیں تاکید نہیں کردی تھی ۔
اَلْعَهْدُ کے معنی ہیں کسی چیز کی پیہم نگہداشت اور خبرگیری کرنا۔ اس بنا پر اس پختہ وعدہ کو بھی عہد کہا جاتا ہے جس کی نگہداشت ضروری ہو۔ قرآن مجید میں ہے:
وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ (۲۰ : ۱۱۵) اور ہم نے (حضرت) آدم (علیہ السلام) سے پختہ عہد لیا تھا۔
= اَنْ ۔ مصدریہ ہے؛
= اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۔ کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا۔ یعنی شیطان کے کہنے میں آکر اللہ کی نافرمانی نہ کرنا۔

= اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔
یہ حکم سابق کی علت ہے یعنی اس لئے شیطان کے کہنے میں آکر گناہ نہ کرنا کہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

٣٦: ٦١ = هٰذَا صِرَاطٌ۔ یعنی شیطان کے ورغلانے سے ارتکابِ گناہ سے اجتناب اور اللہ ہی کی عبادت کرنا صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے۔
صِرَاطٌ کی تنوین مبالغہ کے لئے ہے یا اظہارِ عظمت کے لئے یا تبعیض کے لئے کیونکہ توحید سیدھے راستے پر چلنے کا ایک حصہ ہے اور تکمیل تو تمام فرائض کی ادائیگی اور ممنوعات سے اجتناب کامل سے ہوتی ہے۔

٣٦: ٦٢ = لَقَدْ اَضَلَّ۔ اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔
اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی گمراہ کرنا سیدھے راستہ سے ہٹانا۔ اس نے گمراہ کیا۔ اس نے بہکایا۔ اس نے بھٹکایا۔ ضمیر فاعل شیطان کی طرف راجع ہے لَقَدْ میں لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور تقریب کا فائدہ بھی دیتا ہے گویا قَدْ اَضَلَّ ماضی قریب کا صیغہ ہے۔ لَقَدْ اَضَلَّ تحقیق اس نے گمراہ کردیا۔ یا گمراہ کیا۔

= جِبِلًّا كَثِيْرًا۔ موصوف وصفت مل کر اَضَلَّ کا مفعول۔
جِبِلًّا خلق، بڑی جماعت، جَبَلٌ پہاڑ کے معنی میں چونکہ بڑھائی اور عظمت کا تصور موجود ہے اس لئے بڑی جماعت کو جِبِلٌ کہنے لگے۔ یعنی ایسی جماعت جو کہ اپنی بڑھائی میں مثل پہاڑ کے ہو۔

= اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے (زجر و توبیخ کے معنوں میں آیا ہے) فاء عطف کے لئے ہے (معطوف علیہ مقدر ہے۔ ای ءَ كُنْتُمْ تُشَاهِدُوْنَ هَلَاكَ الْاُمَمِ الْخَالِيَةِ بِطَاعَةِ اِبْلِيْسَ فَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ شَيْئًا اَصْلًا کیا تم نے شیطان کی پیروی کی وجہ سے کئی سابقہ امتوں کی ہلاکت دیکھی اور تم نے اس سے کوئی سبق نہ سیکھا۔ یہ ماضی منفی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔

٣٦: ٦٣ = كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر ہے۔
(جس کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

٣٦: ٦٤ = اِصْلَوْهَا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَلْیٌ (سمع) مصدر۔

جس کے معنی آگ میں جلنے اور اس میں جاپڑنے کے ہیں۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کی طرف راجع ہے۔ اِصْلَوْهَا اس میں جاپڑو۔ اس کے اندر چلے جاؤ، اس میں داخل ہوجاؤ۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ يَصْلَوْنَهَا (۵۸: ۸) ان کو دوزخ ہی کی سزا کافی ہے (یہ) اسی میں داخل ہوں گے۔
اسی مادہ صلی سے باب تفعیل و افتعال سے بمعنی آگ تاپنا ہے مثلاً قرآن مجید میں ہے سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ (۲۷: ۷) میں ابھی وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں یا تمہارے پاس آگ کا شعلہ لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم تاپ سکو!
= بِمَا۔ باء سببیہ ہے اور مَا موصولہ ہے
۳۶: ۶۵ = تُكَلِّمُنَا ہم سے باتیں کریں گے! ہم سے کلام کریں گے۔ ہم سے بولیں گے!
تُكَلِّمُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب نَا ضمیر جمع متکلم۔ عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کو واحد لاتے ہیں خواہ فاعل بصیغہ جمع ہی ہو اور جمع مکسر کا حکم مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے کہ اس کے لئے مذکر اور مؤنث دونوں کا صیغہ استعمال کیا جا سکتا ہے، اگرچہ مؤنث کے صیغہ کا استعمال زیادہ فصیح ہے۔ یہاں چونکہ تُكَلِّمُ کا فاعل اَيْدِيْ ہے يَدٌ کی جمع۔ اس لئے فعل کو مؤنث لایا گیا ہے تُكَلِّمُ تَكْلِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے ہے
= تَشْهَدُ مضارع واحد مؤنث غائب شَهَادَةٌ (سمع) مصدر سے، وہ شہادت دیں گے۔ وہ گواہی دیں گے۔ نیز اوپر تکلمنا ملاحظہ ہو۔
= كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ يَكْسِبُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع كَسْبٌ مصدر سے ابتداء میں كَانُوْا (جمع مذکر غائب) بڑھانے سے ماضی استمراری کا صیغہ بن گیا (جو) وہ کمائی کیا کرتے تھے سو (جو) وہ کمایا کرتے تھے۔
۳۶: ۶۸ = لَوْ نَشَآءُ حملہ شرطیہ۔ نَشَآءُ مضارع کا صیغہ جمع متکلم ہے شَيْءٌ اور مَشِيْئَةٌ مصدر (باب فتح) ہم چاہیں یا ہم چاہتے ہیں۔
لَوْ نَشَآءُ اگر ہم چاہیں۔ اگر ہم چاہتے۔
= لَطَمَسْنَا۔ لام لَوْ کے جواب میں آیا ہے طَمَسَ (باب ضرب) و اَطْمَسَ (افعال) عَلٰى طَمْسٌ وَ طَمَاسَةٌ مصدر۔ ہلاک کرنا۔ برباد کرنا۔ کسی چیز کا نشان مٹا دینا۔ کسی چیز کو جڑ سے مٹا دینا۔ ملیامیٹ کر دینا۔ (اگر ہم چاہتے) تو ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے

(ایسا کہ ان کا نشان تک مٹا دیتے)

طَمَسَ فعل لازم و متعدی دونوں طرح استعمال ہوتا ہے (باب ضرب و نصر) سے (طُمُوْسٌ مصدر) فنا کرنا یا فنا ہونا۔ مٹنا یا مٹانا۔ ستاروں کا اپنی چمک کھو دینا۔ جیسے وَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۷۷: ۸) سو جس وقت کہ ستارے بے نور ہو جائیں گے۔

لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ کی تفسیر میں علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

ان ظاہری آنکھوں کو ایسا مٹا دیتے کہ نہ پپوٹا کا نشان رہتا نہ آنکھوں کا شگاف۔ طمس کا یہی معنی ہے۔ الطمس۔ ازالۃ الاثر بالمحو۔ یعنی کسی چیز کو یوں مٹا دینا کہ اس کا نشان باقی نہ رہے۔

= فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فاء عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف لطمسنا پر ہے الصِّرَاطَ کا نصب بوجہ نزع الخافض (جر دینے والے حرف کو حذف کرنا) ہے اصل میں استبقوا اِلَى الصراط تھا۔ الٰی حرف جار کی وجہ سے جر تھی اِلٰی کے حذف ہونے پر کسرہ بھی گر گیا۔ اتصال فعل کی وجہ سے الصراطَ منصوب ہو گیا۔

الصراط کا نصب بوجہ ظرفیت نہیں کیونکہ الطریق کی طرح الصراط ایک مکان مختص ہے اور ایسی صورت میں الظرفیۃ کی وجہ سے نصب نہیں آتا۔

اگر استبقوا بمعنی ابتدروا (باہم سبقت کرنا) لیا جائے تو الصراط کا بوجہ مفعول بہ ہونے کے منصوب ہونا جائز ہے۔

فاستبقوا ماضی جمع مذکر غائب استباق (افتعال) مصدر سے وہ سبقت کرتے وہ دوڑتے الصراط ایک خاص راستہ۔ یعنی وہ راستہ جس پر چلنے کے وہ عادی تھے۔

فاستبقوا الصراط۔ پھر وہ راستہ کی طرف دوڑتے۔

= فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۔ اَنّٰى استفہامیہ ہے بمعنی کیف، یہاں بطور استفہام انکاری کے آیا ہے۔ کیونکر۔ کیسے۔

يُبْصِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِبْصَارٌ (افعال) مصدر بمعنی دیکھنا۔ پھر وہ کیسے دیکھ سکیں گے۔ دیکھ پائیں گے راستہ کو۔ مراد یہ کہ وہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ ای فکیف یبصرون الطریق۔ ای لا یبصرون۔

اَنّٰى جب بطور اسم ظرف زمان آئے تو بمعنی متٰی ہوتا ہے (جب، جس وقت، کب، کس وقت)۔ مثلاً فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ (۲: ۲۲۳) سو تم اپنی کھیت میں آؤ

جب چاہو۔

اور جب بطور ظرف زمان کے آئے تو بمعنی اَیْنَ (جہاں، کہاں) آتا ہے مثلاً قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَاؕ (۳: ۳۷) حضرت زکریا علیہ السلام نے کہا) اے مریم یہ (کھانا) تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟

۳۶: ۶۷ = لَمَسَخْنٰهُمْ: لام جواب شرط کے لئے ہے (لَوْ کے جواب میں) مَسَخْنَا ماضی جمع متکلم مَسْخٌ (باب فتح) مصدر نَا ضمیر جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان کی صورت بگاڑ دیں۔ یا ہم ان کی صورتیں بگاڑ دیتے۔ ان کی صورتیں مسخ کر دیتے۔

= عَلٰی مَكَانَتِهِمْ۔ عَلٰی حرف جار مَكَانَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ان کی جگہوں پر ہی۔ ان کے گھروں میں۔ جہاں کہیں بھی وہ ہوں۔

= فَمَا اسْتَطَاعُوْا۔ الفاء للتعقیب اِسْتَطَاعُوْا ماضی منفی صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ نہ کر سکیں، ان سے نہ ہو سکے۔ وہ استطاعت نہ رکھیں

= مُضِيًّا۔ مَضٰی یَمْضِیْ کا مصدر ہے مُضِیٌّ یہ اصل میں مُضُوْیٌ تھا واؤ ساکن اور یار اکٹھے ہوئے واؤ کو یار میں بدلا اور یار کو یار میں مدغم کیا ضاد کے ضمہ کو تخفیف کیلئے اور یار کی مناسبت کی وجہ سے کسرہ سے بدلا۔ مُضِیٌّ ہو گیا۔ اِسْتَطَاعُوْا کا مفعول بہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ مُضِیٌّ گذر جانا۔ گزرنا۔

= وَلَا یَرْجِعُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے اور اس جملہ کا عطف مُضِيًّا پر ہے۔

فَمَا اسْتَطَاعُوْا ...... لَا یَرْجِعُوْنَ۔ ای فلم یقدروا علی ذهاب ولا مجیئ او مضیا امامهم ولا یرجعون خلفهم یعنی وہ جانے آنے پر کوئی قدرت نہ رکھ سکیں یا نہ آگے جا سکیں اور نہ پیچھے مڑ سکیں۔

فَائِدَہ: آیت ہذا و آیت سابقہ کا مطلب یہ ہے کہ عہد شکنی اور کفر کی وجہ سے یہ لوگ مستحق تو اسی بات کے تھے کہ ان کی بینائی ختم کر دی جاتی اور ان کی شکلیں مسخ کر دی جاتیں لیکن اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے دنیا میں ان کے ساتھ ایسا نہیں کیا اور اس کے باقتضاء حکمت ان کو مہلت دے رکھی ہے۔

۳۶: ۶۸ = مَنْ نُّعَمِّرْهُ۔ مَنْ موصولہ شرطیہ ہے نُعَمِّرْ مضارع صیغہ جمع متکلم ہے اور مجزوم بوجہ شرط ہے تَعْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی عمر دینا۔ عمر کو زیادہ کرنا۔ طویل عمر دینا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے، جس کو ہم طویل عمر دیتے ہیں۔ جس کی عمر ہم زیادہ کر دیتے ہیں

یہ جملہ شرطیہ ہے:

= نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ، جواب شرط۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع متکلم۔ تَنْکِیْسٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم الٹا کر دیتے ہیں۔ ہم کبڑا کر دیتے ہیں۔ نُکْسٌ ضعف پیری سے ایک جگہ پڑا رہنے والا۔ نِکْسٌ سست اور کمزور آدمی۔ اَنْکَاسٌ جمع ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

فِی الْخَلْقِ (اس کی) خلقت میں۔ اس کی طبعی قوتوں کے لحاظ سے۔ مراد یہ ہے کہ بڑھاپے میں آدمی کی حالت پلٹ کر بچوں کی سی ہوجاتی ہے وہ بچوں کی طرح چلنے پھرنے سے معذور ہوجاتا ہے اور دوسروں کا سہارا ڈھونڈھتا ہے کھانے پینے میں بھی بچوں کی طرح دوسروں کی مدد کا محتاج ہوتا ہے اور بچوں ہی کی طرح ناسمجھی کی باتیں کرنے لگتا ہے۔

= اَفَلَا یَعْقِلُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے۔ یعنی یہ اتنی بات بھی نہیں سمجھتے کہ جو خدا اس قدر تغیر پر قادر ہے وہ آنکھوں کو نابود کرنے اور شکلوں کو مسخ کرنے پر بھی قادر ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ تغیرات تدریجی ہوتے ہیں (اور اگر مسخ ہوتا تو یک دم ہوتا)۔

۳۶ : ۶۹ = عَلَّمْنٰہُ۔ عَلَّمْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَعْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب مَا نفی کا ہے۔ ہم نے اس کو نہیں سکھایا۔ ہم نے اس کو تعلیم نہیں دی۔

= الشِّعْرَ۔ اَلشَّعْرُ بال کو کہتے ہیں اسی کی جمع اَشْعَار ہے مثلاً:۔
وَمِنْ اَصْوَافِھَا وَاَوْبَارِھَا وَاَشْعَارِھَا۔ (۱۶: ۸۰) اور اُن کے اون اور اُن کے پشم اور اُن کے بالوں سے۔

مفردات راغب میں ہے:

شَعَرْتُ کے معنی بالوں پر مارنے کے ہیں۔ اسی سے شَعَرْتُ کَذَا مستعار ہے جس کے معنی بال کی طرح باریک علم حاصل کر لینے کے ہیں اور شاعر کو بھی اس کی فطانت اور لطافت نظر کی وجہ سے شاعر کہا جاتا ہے۔ شعر اصل میں لطیف علم کا نام ہے لیکن عرف عام میں موزوں اور مقفّٰی کلام کو شعر کہا جانے لگا۔ اور شعر کہنے والے کو شاعر کہا جاتا ہے۔

لیکن بعض حقیقت شناس لوگوں نے کہا ہے کہ:۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر شاعر ہونے کی تہمت لگانے سے کفار کا مقصد منظوم اور مقفّٰی کلام بنانے کی تہمت لگانا نہیں تھا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ قرآن اسلوب شعری سے مبرا ہے اور اس حقیقت کو عجمی عوام بھی سمجھ سکتے ہیں پھر فصحاء عرب کا کیا ذکر ہے۔ بلکہ وہ تو آپ پر (نعوذ باللہ) جھوٹ کی

تہمت لگاتے تھے کیونکہ عربی زبان میں شعر بمعنی کذب اور شاعر بمعنی کاذب استعمال ہوتا ہے۔ حتی کہ جھوٹے دلائل کو ادلۃ شعریۃ کہا جاتا ہے اسی لئے قرآن نے شعراء کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔
وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ہ (۲۶ : ۲۲۴) اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔
اور شعر چونکہ جھوٹ کا پلندہ ہوتا ہے اس لئے مقولہ مشہور ہے کہ:۔
اَحْسَنُ الشِّعْرِ اَکْذَبُهٗ۔ سب سے بہتر شعر وہ ہے جو سب سے زیادہ جھوٹ پر مشتمل ہو۔
اور کسی حکیم نے کہا ہے کہ:۔
میں نے کوئی متدین اور راست گو انسان ایسا نہیں دیکھا جو شعر گوئی میں ماہر ہو۔
= وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ۔ اور نہ وہ آپ کے شایاں ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (۳۶ : ۴۰)
= اِنْ هُوَ: میں اِنْ نافیہ ہے۔
= ذِکْرٌ: ذَکَرَ یَذْکُرُ (نصر) کا مصدر ہے۔ بمعنی ذکر، پند و نصیحت، وعظ
۳۶ : ۷۰ = لِیُنْذِرَ۔ میں لام، لامِ کَیْ ہے۔ اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے تاکہ:
یُنْذِرَ۔ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ لامِ کَیْ۔ ضمیر فاعل کا مرجع القراٰن بھی ہوسکتا ہے اور الرّسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بھی۔
تاکہ وہ ڈرائے۔
= مَنْ کَانَ حَیًّا۔ ای مؤمنا حیی القلب لان الکافر کالمیت الذی لا یتدبر ولا یتفکر۔ ایسے مؤمن شخص کو جس کا دل زندہ ہو (حق کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہو) کیونکہ کافر مردہ کی مانند ہے جو تدبّر و تفکّر سے عاری ہے۔
حَیًّا صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ زندہ۔ بوجہ خبر کَانَ منصوب ہے۔
= وَیَحِقَّ الْقَوْلُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ لِیُنْذِرَ پر ہے ای وَ لِیَحِقَّ۔ یَحِقَّ فعل مضارع واحد مذکر غائب منصوب حَقٌّ سے (باب ضَرَبَ) تاکہ ثابت ہوجائے، بات پوری ہوجائے۔ واجب ہوجائے۔
= اَلْقَوْلُ۔ ای کلمۃ العذاب۔ عذاب کی حجت۔
وَیَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْکٰفِرِیْنَ۔ اور تاکہ عذاب کی حجت کافروں پر ثابت ہوجائے
حَیًّا کے مقابلہ میں اَلْکَافِرِیْنَ استعمال ہوا ہے یہ بتانے کے لئے کہ کافر حقیقت میں مردہ ہے

۳۶: ۷۱ = اَوَلَمْ یَرَوْا: ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ منفیہ مقدرہ پر ہے ای الم یعلموا علمًا یقینًا ولم یروا۔ کیا انہیں پختہ یقین نہ تھا اور انہوں نے دیکھا نہیں۔

= خَلَقْنَا لَهُمْ۔ ای خلقنا لاجلھم وانتفاعھم۔ ہم نے پیدا کیا ان کے لئے اور ان کے فائدہ کے لئے۔

= مِمَّا۔ مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصول سے مرکب ہے عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا (جو) ہمارے ہاتھوں نے بنایا (یعنی بلا شرکت غیرے)۔ مِمَّا عَمِلَتْ اَیْدِیْنَا۔ ہمارے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے۔ بنانے کی نسبت ہاتھوں کی طرف بطور استعارہ ہے جس سے تخلیق میں انفرادیت خداوندی اور بلا شرکت اللہ کے ساتھ ساری چیزوں کی وابستگیٔ پیدائش پر زور طور پر ظاہر ہو رہی ہے۔

= اَنْعَامًا۔ چوپائے، مویشی۔ مراد الازواج الثمانیۃ جیسا کہ فرمایا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ (۳۹:۶) اور پیدا کئے تمہارے لئے جانوروں میں سے آٹھ جوڑے
اَنْعَامًا خَلَقْنَا کا مفعول ہے۔

= فَهُمْ۔ فا تفریع کے لئے ہے (فَرَّعَ یُفَرِّعُ تَفْرِیْعٌ، قاعدہ یا دلیل سے فروعی مسائل کا نکالنا۔ یا یہ اَلْفَرْعُ فِی الْمَسَائِلِ سے ہے مسائل قیاسیہ یعنی وہ مسائل جو کسی دوسری چیز پر مبنی ہوں اور اس پر ان کو قیاس کیا گیا ہو۔ اس کے مقابل اصل ہے)
یا سببیہ ہے ای خَلَقْنَا لَهُمْ اَنْعَامًا وملکنا ھا لھم فھم بسبب ذٰلك مالکون لھا۔ ہم نے ان کے لئے مویشی پیدا کئے اور ان مویشیوں کو ان کے قابو میں دیا۔ اور بدیں سبب وہ ان کے مالک بن گئے)

= مَالِكُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَالِكٌ واحد۔ قابو رکھنے والے، ہر قسم کا تصرف کرنے والے۔

۳۶: ۷۲ = ذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ۔ ذَلَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَذْلِیْلٌ (تفعیل) مصدر ذلیل کرنا۔ رام کرنا۔ فرمانبردار کرنا۔ تابع کرنا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب انعامًا کی طرف راجع ہے۔ ہم نے ان (مویشیوں) کو ان کا تابع بنا دیا۔

= فَمِنْهَا۔ الفاء تفریع کے لئے ہے مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث انعام کی طرف راجع ہے۔ سو ان میں سے بعض۔

= رَكُوْبُهُمْ، مضاف مضاف الیہ رَكُوْبٌ بروزن فَعُوْلٌ بمعنی مفعول ہے ای مرکوب جس پر سواری کی جائے۔ اس کی مثال حَصُوْرٌ بمعنی مَحْصُوْرٌ دگھیرا ہوا) فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ۔ سو ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں۔

= وَمِنْهَا يَأْكُلُوْنَ ہ واؤ عاطفہ۔ مِنْ تبعیضیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب الانعام کی طرف راجع ہے اور ان میں سے بعض کو وہ کھاتے ہیں۔

جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

۳۶:۷۳ = وَلَهُمْ فِيْهَا۔ ای فی الانعام۔

= مَنَافِعُ۔ اسم جمع منتہی الجموع۔ مَنْفَعَةٌ واحد۔ فائدے۔ مثلاً زمین جوتنا۔ بوجھ اٹھانا۔ ان کی کھالوں اور بالوں کا استعمال وغیرہم۔

= مَشَارِبُ۔ اسم جمع منتہی الجموع۔ مَشْرَبَةٌ واحد۔ یہ اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے اور ظرف زمان بھی۔

یعنی پینے کی جگہ ٹھن۔ یا پینے کے اوقات۔ اور یہ مصدر میمی بھی ہے بمعنی پینا۔
بغوی نے مَشْرَبَةٌ سے مَشْرُوْبٌ یعنی پینے کی چیز لیا ہے۔ یعنی دودھ، دہی وغیرہ
مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ بوجہ جمع منتہی الجموع ہونے کے غیر منصرف ہے لہذا ان پر تنوین نہیں آتی۔

= اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ہ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ فاء عطف کا ہے اور اس کا فعل محذوف پر ہے ای ليشاهدون هذه النعم فلا يشكرون المنعم بها۔ ان نعمتوں کو دیکھتے ہیں اور ان نعمتوں کے دینے والے کا شکر ادا نہیں کرتے۔

۳۶:۷۴ = اِتَّخَذُوْا ماضی جمع مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اختیار کیا۔ ضمیر فاعل کا مرجع مشرکین ہیں۔

= اٰلِهَةً۔ اِلٰهٌ کی جمع۔ معبود۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً (خدا کو چھوڑ کر اور خدا یا معبود) سے مراد نہ صرف بت ہیں بلکہ دیگر عناصر قدرت (آگ، پانی، ہوا، بادل، بجلی، وغیرہ) اور حیوان (از قسم گائے وغیرہ) اور انسان (پیران باطل جو اپنے آپ کو خدا کی خدائی میں شریک بتلاتے ہیں یا ان کے مریدان کو ایسا سمجھتے ہیں) سب شامل ہیں۔

= لَعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ہ شاید (ان معبودان باطل کے ذریعہ) ان کی (یعنی مشرکین کی) مدد کی جائے گی!

۳۶: ۷۵ = لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر طوع مادّہ۔ وہ طاقت نہیں رکھتے۔ وہ قدرت نہیں رکھتے۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ لَہُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَہُمْ یَنْصُرُوْنَ ۝ (۷: ۱۹۲) اور وہ نہ اُن کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں ؛

= نَصْرَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ ضمیر ھُمْ مشرکین کی طرف راجع ہے۔ یعنی وہ معبودانِ باطل ان کی (مشرکین کی) مدد کی طاقت نہیں رکھتے۔ مدد نہیں کر سکتے۔ اسی لا تقدر الھتھم علیٰ نصرھم۔

= وَھُمْ لَھُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ۔ مُحْضَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔

اس جملہ کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

(ا) کفار اپنے معبودوں کے لئے فریق بنے ہوئے دنیا میں ان کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کی نگرانی کے لئے تیار رہتے ہیں باوجودیکہ وہ معبودان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتے اور نہ کسی شر سے ان کو بچاتے ہیں۔ یعنی ھُمْ ضمیر مشرکین کی طرف اور لَھُمْ معبودان باطل کی طرف راجع ہے۔

جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ، موصوف وصفت متعلق ھُمْ ہے۔

(ب) بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے معبودوں کو طلب کیا جائے گا اور ان کے ساتھ ان کے پرستاروں کو بھی لایا جائے گا گویا وہ سب ایک فوج ہوں گے جن کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا۔

اس صورت میں جند محضرون معبودان باطل کے متعلق ہے!

(۲) صاحب کشاف لکھتے ہیں:۔

(ا) وہ اپنے معبودانِ باطل کے لئے (دنیا میں) ایک حاضر خدمت فوج بنے رہتے ہیں ان کی حفاظت وخدمت کے لئے۔ اور یہ معبودان باطل ہیں کہ ان کو مدد کرنے کی استطاعت اور قدرت ہی نہیں۔ ھُمْ ضمیر مشرکین کی طرف لَھُمْ ضمیر معبودان باطل کی طرف راجع ہے!

(ب) کہ مشرکین ان کو اپنا معبود اس لئے اختیار کرتے ہیں کہ وہ قیامت کے روز اللہ کے ہاں ان کی مدد کریں گے اور شفاعت کریں گے لیکن حقیقت الامر اس کے خلاف ہے قیامت کے روز یہ (اٰلِهَةً هُمْ) اپنے پرستاروں (لهم) کے سامنے اکٹھے کرکے لائے جائیں گے تاکہ ان کے عذاب کو دیکھیں جو اس روز دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

(۳) تفریبًا صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں:۔

(هُمْ) للاٰلهة وضمير (لهم) للمشركين اى وان الالهة معدون محضرون لعذاب اولئك المشركين يوم القيامة لانهم يجعلون وقود النار هم ضمیر الٰهة کی طرف اور لهم میں ضمیر هم مشرکین کی طرف راجع ہے یعنی معبود ان باطل قیامت کے روز مشرکین کے عذاب کو دیکھنے کے لئے حاضر کئے جائیں گے کیونکہ وہ دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

یا محضرون عند حساب الكفرة اظهارًا لعجزهم واقناطًا للمشركين عن شفاعتهم یعنی معبودان باطل کو کفار کے حساب کے وقت حاضر کیا جائے گا۔ ان کی بےبسی کو ظاہر کرنے کے لئے اور ان کی شفاعت کے بارہ میں مشرکین کی مایوسی کے اظہار کے لئے۔

(۴) وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ. واوٗ حالیہ ہے۔ هُمْ (الٰهة) کی طرف راجع ہے اور لَهُمْ مشرکین کی طرف راجع ہے۔

اى الاصنام جند للعابدين اكّدها بانهم لا يستطيعون نصرهم حال ما يكونون جند لهم ومحضرون لنصرتهم» اصنام (بت) اپنے پوجنے والوں کی فوج (ہیں) اور اس کی تاکید ہے کہ وہ ان کی مدد نہیں کر سکتے۔ خواہ وہ ایک پوری فوج ہوں اور ان کی مدد کے لئے آحاضر ہوں (رازی) علاوہ ازیں اور بھی متعدد اقوال ہیں۔

۳۶:۷۶ — فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ میں الفاء للسببية۔ اى اذا كان هذا حالهم مع ربهم عزوجل فلا تحزن بسبب قولهم عليك۔ جب کا اپنے رب عزوجل کے ساتھ یہ حال ہے تو اپنے متعلق ان کی باتوں سے رنجیدہ خاطر مت ہوں۔

لا يحزنك فعل نفی واحد مذکر غائب ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ حزنٌ مصدر (باب نصر) سے۔ تجھے غمگین نہ کرے۔

قَوْلُهُمْ مضاف مضاف الیہ لا يحزن کا فاعل۔ ان کا قول۔ ان کا کہنا۔ (کہ آپ

شاعر ہیں)

= مَا يُسِرُّوْنَ: مَا موصولہ ہے يُسِرُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ جو کچھ وہ چھپاتے ہیں۔

= مَا يُعْلِنُوْنَ ۔ مَا موصولہ يُعْلِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِعْلَانٌ (افعال) مصدر سے جو وہ ظاہر کرتے ہیں۔ جو وہ علانیہ کرتے ہیں۔

۳۶: ۷۷ = اَوَلَمْ يَرَ: میں ہمزہ استفہام انکاری ہے اور تعجب کے لئے ہے۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ مقدرہ پر ہے۔

ای الم یتفکر الانسان ولم یعلم انا خلقنٰہ من نطفۃ۔ کیا انسان نے غور نہیں کیا اور نہیں جانا کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا ہے۔

= فَاِذَا هُوَ۔ فاء تعقیب کا ہے اور اذا مفاجاتیہ ہے۔ سو وہ یکایک:

= خَصِيْمٌ۔ خَصْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بہت جھگڑا کرنے والا۔ کثیر المخاصمت، سخت جھگڑالو۔ اس کی جمع اَخْصَامٌ ۔ خُصَمَاءُ۔ خُصْمَانٌ ہے۔

= مُبِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، کھلا، صریح۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔ اِبَانَةٌ (افعال) مصدر۔ بین مادّہ ابواب: افعال (ابانۃ) تفعیل (تبیین) تفعّل (تَبَيُّنٌ) سے لازم و متعدی ہر دو طرح مستعمل ہے۔ یعنی ظاہر ہونا۔ ظاہر کرنا۔

فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (یعنی ہم نے اسے ایک حقیر بدبودار قطرۂ منی سے پیدا کیا۔ اور اب یہ اپنی وقعت کو یک لخت بھول کر) ایک صریح جھگڑالو بن کر کھڑا ہو گیا ہے

۳۶: ۷۸ = وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا۔ ضَرَبَ مَثَلًا۔ مثال بیان کرنا۔ لَنَا ہمارے لئے۔ ہمارے بارے میں۔ وہ ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کرتا ہے (وہ مثال آگے آتی ہے: قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ)

= نَسِيَ۔ ماضی واحد مذکر غائب، نِسْيَانٌ مصدر سمع سے۔ وہ بھول گیا۔ اس نے بھلا دیا ہے۔

= خَلْقَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر نَسِيَ کا مفعول ہے۔ اپنی خلقت، اپنی پیدائش

= رَمِيْمٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر رَمَّ يَرِمُّ (ضرب) رِمَّةٌ ورَمِيْمٌ سے۔ ہڈی کا بوسیدہ ہونا۔ اس کی جمع اَرِمَّاءُ اور رِمَامٌ ہے رَمِيْمٌ بمعنی استخوان

بوسیدہ۔ گلی ہوئی ہڈی۔ مؤنث کے لئے بھی رَمِیْمٌ ہی استعمال ہوتا ہے۔

آیتِ سابقہ اور آیتِ ہذا کا مطلب یہ ہے کہ:۔

کیا انسان اس حقیقت کو نہیں جانتا کہ ہم نے اس کو ایک نطفہ سے پیدا کیا ہے (اور اس کی یہ جرأت کہ یک دم کھلم کھلا اور بے باک جھگڑالو بن گیا ہے اور طرح طرح کے اعتراضات گھڑ رہا ہے) وہ ہمارے بارے میں ایک مثال بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کر سکتا ہے حال یہ ہے کہ وہ اپنی خلقت کو بھول بیٹھا ہے (کہ ہم اسے عدم سے ایک حقیر قطرۂ منی سے کیسے وجود میں لائے) اگر وہ یہ نہ بھولتا تو ایسی حماقت و گستاخی نہ کرتا کیونکہ جو ذات ابداء پر قادر ہے وہ اعادہ پر اور زیادہ قادر ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سے بعض نے ایک مخصوص آدمی لیا ہے بعض کے نزدیک یہ شخص عاص بن وائل ہے بعض کے نزدیک ابی بن خلف جمحی مراد ہے۔ لیکن صاحب کشاف نے لکھا ہے کہ کفار قریش کی ایک جماعت جس میں ابی بن خلف الجمحی، ابوجہل، عاص بن وائل، ولید بن مغیرہ شامل تھے باتیں کر رہے تھے کہ ابی بن خلف نے کہا کہ کیا تمہیں علم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔ لات و عُزّٰی کی قسم میں ان سے بات کرتا ہوں چنانچہ وہ ایک بوسیدہ ہڈی لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا اللہ اس ہڈی کو جب کہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہے دوبارہ زندہ کر دیگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہاں! اور وہ تم کو بھی دوبارہ زندہ کرے گا اور دوزخ میں ڈالے گا۔

بہرکیف اس کا اطلاق ہر اس انسان پر ہے جو بعث بعد الموت پر شک کرتا ہے۔

۳۶: ۷۹ == قُلْ: ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہئے یا جواب دیجئے۔

== یُحْیِیْھَا۔ یُحْیِیْ مضارع واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر، وہ زندگی دیتا ہے۔ وہ زندہ کر دیتا ہے۔ وہ جان ڈال دیتا ہے۔

ھَا ضمیر واحد مذکر غائب اس کا مرجع العظام ہے۔ وہ زندہ کر دے گا ان ہڈیوں کو۔

== اَنْشَاَھَا۔ اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع بھی العظام ہے (جس نے) ان کو پیدا کیا تھا۔

= اَوَّلَ مَرَّۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ پہلی بار۔ پہلی مرتبہ۔
مَرَّۃٌ ایک بار۔ اس کی جمع مِرَارٌ و مَرَّاتٌ ہے۔
= وَھُوَ، میں واؤ حالیہ ہے،
= کُلِّ خَلْقٍ مضاف مضاف الیہ (کُلِّ حرف جار بآء کی وجہ سے مجرور ہے)
خَلْقٍ بمعنی مخلوق۔ کُلِّ خَلْقٍ۔ ہر قسم کی مخلوق، تمام مخلوقات
وَھُوَ بِکُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمٌ وہ سب طرح پیدا کرنا خوب جانتا ہے، یعنی مخلوقات کی تفصیل اور کیفیتِ تخلیق کو خوب جانتا ہے۔ اور اجسام کے منتشر و متفرق اجزاء کے اصول، مواقع اور امتیاز کے طریقوں اور سابق کے طرز پر ان کو باہم جوڑنے اور گذشتہ اعراض اور قوتوں کو لوٹا کر لانے یا از سر نو پیدا کرنے سے بخوب واقف ہے۔
۳۶: ۸۰ = الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ۔ سبز درخت، ہرا بھرا درخت، موصوف وصفت
= فَاِذَا اَنْتُمْ مِّنْہُ تُوْقِدُوْنَ۔ اور پھر تم اس سے (اور) آگ سلگا لیتے ہو۔ مِنْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الشجر الاخضر ہے تُوْقِدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم آگ سلگاتے ہو، تم آگ روشن کرتے ہو۔
اِیْقَادٌ (افعال) مصدر۔ وَقْدٌ مادہ۔ وَقُوْدٌ ایندھن کی لکڑیاں جن سے آگ جلائی جائے۔ آگ کا شعلہ۔
الشجر الاخضر سے آگ کے مہیا ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں!
(۱) اللہ تعالیٰ کسی چیز کی ہیئت کو منقلب کر سکتا ہے " فرمایا کہ تم غور کرو کہ پانی سے میں نے درخت اگائے جو سرسبز و شاداب ہرے بھرے اور پھل دار ہوتے۔ پھر وہ سوکھ گئے اور ان کی لکڑیوں میں سے میں نے آگ نکالی۔ کہاں وہ تری اور ٹھنڈک اور کہاں یہ خشکی اور گرمی بس مجھے کوئی چیز بھاری نہیں" (ابن کثیر)
(۲)۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد اس سے مَرْخ اور عفار کے درخت ہیں جو حجاز میں ہوتے ہیں ان کی سبز ٹہنیوں کو آپس میں رگڑنے سے چقماق کی طرح آگ نکلتی ہے" (ابن کثیر)
اس سلسلہ میں علامہ عبداللہ یوسف علی نے لینLane کی لغات العربیہ سے نقل کیا ہے!
فولاد کو چقماق پر مار کر آگ جلانے سے زیادہ پرانا اور قدیم طریقہ درخت کی ٹہنیوں کو ایک دوسرے سے رگڑ کر آگ حاصل کرنے کا ہے" برٹش انسائیکلوپیڈیا چودھواں ایڈیشن

جلد ۹ کے صفحہ ۲۶۲ پر ایک تصویر ہے جس میں برٹش گی آنا کے لڑکے دکھاتے گئے ہیں جو زمین پر پڑے ہوئے ایک لکڑی کے بڑے ٹکڑے میں ایک گول سراخ میں آگ لینے کے لئے ایک لکڑی کے ڈنڈے کو رگڑ رہے ہیں۔

عرب ایک چوبی آلہ استعمال کرتے تھے جس کو زناد کہتے ہیں یہ دو ٹکڑوں پر مشتمل ہوتا تھا۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑے جاتے تھے۔ اوپر والا حصہ عفار یا زند کہلاتا تھا اور زیریں حصہ کو مرخ کہتے تھے۔ مرخ ایک ایسے درخت کی شاخ تھی جو پھیلاؤ کے رُخ زیادہ بڑھتا ہے۔ اسے CYNANCHUM VIMINALE کہتے ہیں اس کی شاخیں بغیر پتوں اور کانٹوں کے ہوتی ہیں جب یہ آپس میں الجھ جائیں تو تیز ہوا چلنے سے رگڑ کھاکر آگ دیتی ہیں۔

۳۶ : ۸۱ = اَوَ لَیْسَ الَّذِیْ ... ہمزہ استفہام انکاری ہے واؤ عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ مقدرہ ماقبل پر ہے :۔

ای اَلَیْسَ الَّذِیْ اَنْشَاَھَا اَوَّلَ مَرَّۃٍ وَلَیْسَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا وَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۔

= مِثْلَھُمْ۔ ان جیسا۔ ان کی طرح۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین حشر کی طرف راجع ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس ذات عالی صفات نے آسمانوں اور زمین کو جن کا جثہ وجسامت جن کی عظمت وشان، جن کی گہرائیاں اور وسعتیں بے حد وحساب ہیں۔ پیدا کیا۔ وہ ان جیسی حقیر بے وقعت اور کمتر مخلوق کو (دوبارہ) پیدا نہیں کر سکتا۔؟

= بَلٰی ۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائدہ ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس کا امالہ ہوتا ہے (امالہ۔ مائل کرنا۔ امیل مادہ) علم صرف کی اصطلاح میں فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی جانب بہت زیادہ مائل کرنا ادا کرنا مثلاً بَلٰی کو بَلےٰ یا کو کھینچ کر پڑھئے جیسے مَجْرٖھَا میں۔

بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

(۱) ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴ : ۷) کافر لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے! تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں مزید اٹھایا جائے گا!

(۲) دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو جیسے اَلَیْسَ زَیْدٌ

بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔ یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ ۝ (۷۵: ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی) ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں (ضرور کریں گے) بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کا پور پور درست کر دیں۔ (لغات القرآن)

آیت ہذا میں بَلٰی انہیں معنی میں آیا ہے۔

= اَلْخَلّٰقُ۔ خَلْقٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بڑا خالق۔ ایک مخلوق کے بعد دوسری مخلوق پیدا کرنے والا۔

= اَلْعَلِیْمُ۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیلٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔ اصل علم کو جاننے والا۔ تمام ممکنات کو خوب جاننے والا۔

۳۶: ۸۲ = اِنَّمَا۔ بے شک۔ تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے (جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ اور یہ مَا اِنَّ۔ کَاَنَّ۔ لٰکِنَّ پر بھی آتا ہے اور یہی عمل کرتا ہے)

= اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا۔ ای اذا اراد ایجاد شیئ من الاشیاء (یعنی جب وہ کسی شے کو وجود میں لانے کا ارادہ کرتا ہے۔

= اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ۔ میں اَنْ مصدریہ ہے لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس شے کی صورت کی طرف راجع ہے جو حق تعالیٰ کے علم میں ہوتی ہے یَقُوْلُ سے مراد وہ بولنا نہیں جو ہم زبان اور لب کی مخصوص جنبش سے ادا کرتے ہیں۔ اس بولنے کی کیفیتِ اصلی کیا ہوتی ہے وہ انسانی سوچ اور فکر سے ماوراء ہے۔

= کُنْ۔ ہو جا۔ فعل امر واحد مذکر غائب۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ حروف کَ اور نَ فی الواقع ہماری طرح کی آواز میں بولے جائیں۔ اور نہ ہی ان حروف کا فی الواقع ادا کرنا ضروری ہے وہ تو محض حکم ہے جو وہ خود ہی جانتا ہے کیسے دیا جاتا ہے۔

= فَیَکُوْنُ۔ الفاء للمفاجاۃ۔ یا عاطفہ سببیہ ہے۔ پس وہ فی الفور ہو جاتا ہے۔

اِذَآ اَرَادَ ...... فَیَکُوْنُ۔ محض انتہائی سرعتِ تکوین کا بیان ہے۔

۳۶: ۸۳ = فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ سُبْحٰنَ مصدر ہے یہ فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے الفاء للسببیۃ۔ یعنی جب تم کو معلوم ہو گیا کہ وہ ایک حقیر بوند سے انسان کو پیدا کر سکتا ہے اور

بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندگی عطا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور جب وہ کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے تو حکم کرتا ہے ہو جا۔ تو وہ فی الفور ہو جاتی ہے۔ تو اب اس خدا کی پاکی بیان کرو جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے۔

= بِیَدِہٖ۔ با، حرف جر ید مجرور۔ مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ ہٖ کا مرجع اسم موصول الَّذِیْ ہے۔ فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے (مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ)

= مَلَکُوْتُ۔ اصل میں مَلَکٌ۔ مَلَکَ یَمْلِکُ (ضَرَبَ) سے مصدر ہے واؤ اور تاء کو مبالغہ کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔

اقتدارِ کامل۔ مکمل غلبہ۔ حکومت حقیقیہ۔

یہ لفظ بقول امام راغبؒ اللہ تعالیٰ کی مِلک (ملکیت) کے ساتھ مخصوص ہے

= تُرْجَعُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، رَجْعٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ تم لوٹائے جاؤ گے۔ تم پھیرے جاؤ گے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۳۷) وَالصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ (۵۶)

۳۷: ۱ = وَالصّٰفّٰتِ صَفًّا۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔ لغات القرآن میں اُقْسِمُ کے محاذ قسم کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:

میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَامٌ سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ دراصل قَسَامَةٌ سے ماخوذ ہے۔ قسامۃ وہ قسمیں ہیں جو مقتول کے ولیوں کو دی جاتی ہیں (پھر مطلق قسم کے معنی میں استعمال ہونے لگا)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں:۔

(۱) اپنی ذات مقدسہ کی۔

(۲) اپنے افعال حکیمانہ کی۔

(۳) اپنی مخلوق کی۔

مخالفین جو قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ نے قسمیں کیوں کھائیں ہیں؟ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور اس کی تاریخ پر ذرا غور و فکر کی زحمت گوارا کی جاتی تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جاتا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی۔ یہی طریقہ جب بڑھنے لگا۔ تو انسان کے علاوہ حیوانات اور جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں کہ درو دیوار اس بات پر شاہد ہیں۔ آسمان و زمین اس امر پر گواہ ہیں، اس نے جنگ میں جس جانبازی کے جوہر دکھائے میدان جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں کے پیش کرنے

سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں ابھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے۔

یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔ چنانچہ قرآن مجید میں شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ سورۃ منافقون میں ارشاد ہے:۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً (۶۳: ۱-۲) منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں۔ انہوں نے اپنی قسموں کو سپر بنا رکھا ہے۔

آیت مذکور میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف شہادت کا لفظ مذکور ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اسی کا اثر ہے کہ آج ہم بھی اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "اللہ جانتا ہے" خدا گواہ ہے۔ خدا شاہد ہے۔ عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے۔ جیسے واؤ۔ ب۔ ت۔ وَاللّٰهِ۔ بِاللّٰهِ۔ تَاللّٰهِ

اور کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لَا کے ساتھ آتا ہے (یہ لا تاکید کے لئے ہوتا ہے) لَآ اُقْسِمُ۔ اور کبھی جملہ پر لام لاکر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُكَ۔

اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے ایک یہ کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے تو اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے خواہ وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی روح کی ہو۔ بزبانِ حال ہو یا بزبان قال۔

دوسرے یہ کہ کسی چیز کی توثیق وثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے یہ دوسرے معنی قسم کے حقیقی معنی نہیں ہیں بلکہ مجازی ہیں، جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نہایت کثرت سے شمس وقمر، لیل ونہار۔ ابر وباد۔ کوہ وصحرا۔ چرند پرند۔ دریا وسمندر۔ غرض جابجا تمام مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں۔ جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جابجا قسم بھی کھائی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت اور شان پر شہادت دے رہی ہیں۔

اوراس کی قدرت پر گواہ ہیں۔

= الصّٰفّٰتِ ۔پرا باندھے۔ صف بستہ۔ صف باندھنے والیاں۔ پر کھولے ہوئے۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَافَّةٌ کی جمع۔ صَفًّا مفعول بہ ہے اور مفرد بمعنی جمع آیا ہے ای الصّٰفّٰتِ صفوفھا۔ اپنی صفیں باندھنے والیاں۔ یا یہ مصدر مؤکدہ ہے۔

۳۷:۲ = فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۔ فَ تعقیب کا ہے۔ زاجرات اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے ڈانٹنے والیاں۔ الزَّجْرُ اصل میں آواز کے ساتھ دھتکارنے کو کہتے ہیں جیسے فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ (۷۹ :۱۳) اور قیامت تو ایک ڈانٹ ہے،

پھر کبھی یہ صرف دھتکار دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور کبھی آواز کے لئے۔

زَجْرًا مصدر مؤکدہ ہے

۳۷ :۳ = فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۔ فَ تعقیب کا ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث تِلَاوَةٌ سے (باب نصر) مصدر سے۔ ذکر سے مراد ذکر اللہ ہے۔ یعنی ذکر اللہ کی تلاوت کرنے والیاں ذِكْرًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ اور تنکیر تفخیم کے لئے ہے۔

فائدہ نمبر۱ آیات ۲ و ۳: میں فَ تعقیب وجود کے لئے ہے۔ یعنی پہلے صف بستہ ہوتے ہیں۔ پھر زجر کرتے ہیں۔ پھر تلاوت کرتے ہیں۔ صف بندی بجائے خود صفتِ کمالیہ ہے۔ پھر شر سے بازداشت کرنی اور خیر کی طرف چلانا صفتِ اوّل کی تکمیل ہے! اور تلاوتِ ذکر فیض رسانی کا درجہ رکھتی ہے۔ یا عطف صرف ترتیب و ترقی کے لئے ہے جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ (۹۰ : ۱۷) میں عطف صرف ترتیب و ترقی کے لئے ہے (تفسیر مظہری)

فائدہ: (۲) تینوں جملوں (آیات ۱-۲-۳-) میں حرف عطف کا لانا ذوات یا صفات کے اختلاف پر دلالت کرتا ہے (معطوف معطوف علیہ میں تغایر ضروری ہے اس لئے مذکورہ فقروں میں یا تو ذوات کا اختلاف ہے یا صفات کا۔ صف بستہ ہونا اور زجر کرنا اور تلاوتِ ذکر کرنا۔ تینوں صفات جدا جدا ہیں) (ایضًا)

فائدہ نمبر۳) آیات ۱-۲-۳- میں الصّٰفّٰتِ ۔ الزّٰجِرٰتِ ۔ اَلتّٰلِيٰتِ کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱) ان سے مراد ملائکہ ہیں جو (مقام عبدیت میں نمازیوں کی صفوں کی طرح) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ یا پر پھیلائے اللہ تعالیٰ کے حکم کے انتظار میں کھڑے رہتے ہیں اور جو تکوینی امور کی تکمیل

کے لئے مقرر ہیں اور ہوا۔ بادل، بارش، مہر و ماہ، کواکب و سیارے وغیرہ پر متعین ہیں اور حکم خداوندی کے مطابق ان کو چلانے کے لئے ان کو روکنے اور چلانے پر، ان پر زجر و توبیخ سے حکم ماننے پر مجبور کرنے کے لئے مقرر ہیں۔ اور وہ فرشتے جو ذکر اللہ کی تلاوت کرتے ہیں اور ان آیات کو تلاوت کرتے رہتے ہیں جو آسمانی کتب میں انبیاء پر نازل کی گئی ہیں۔

الصّٰفّٰتِ ۔ اَلزّٰجِرٰتِ ۔ اَلتّٰلِیٰتِ تینوں اسم فاعل جمع مؤنث کے صیغے ہیں۔ اور یہ الملٰئکۃ کی رعایت لفظی کی وجہ سے بصیغہ تانیث آئے ہیں ورنہ ملائکہ تذکیر و تانیث سے مبرا ہیں۔

(۲) الصّٰفّٰتِ ، الزّٰجِرٰتِ ، اَلتّٰلِیٰتِ ۔ سے مراد نفوس علماء ہیں کہ نمازوں میں صف بستہ ہوتے ہیں دلائل کی روشنی میں کفر و معاصی سے روکتے ہیں اور آیاتِ ربّ کی تلاوت کرتے ہیں۔

(۳) ان سے مراد جہاد فی سبیل اللہ میں قائدین کے گروہ ہیں جو میدانِ رزم میں صفیں باندھ کر نکلتے ہیں، جو آگے بڑھ کر کفار پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے گھوڑوں اور دشمنوں کو زجر کرتے ہیں اور میدان جنگ میں بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور یادِ خدا سے غافل نہیں ہوتے

۳۷: ۴ = اِنَّ اِلٰـهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۔ یہ جملہ جواب قسم میں ہے جو سالقہ تین آیات میں اٹھائی گئی ہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل۔ اِلٰـهَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ ۔ لَوَاحِدٌ خبر اِنَّ ۔ کہ تمہارا معبود ایک ہی ہے۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ ۔

۳۷: ۵ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۔ یہ اِنَّ کی خبر ثانی ہے یا وَاحِدٌ کا بدل ہے۔ یعنی اور وہ ان آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔

یا اللّٰہُ وَاحِدٌ وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا ...... اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا پروردگار ہے۔

= وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ اس کا جملہ سابقہ پر عطف ہے اور وہ مشرقوں کا پروردگار ہے اَلْمَشَارِقِ صیغہ جمع اختلاف مطالع کے اعتبار سے ہے ہر روز طلوع آفتاب کا زاویہ دوسرے دن سے کچھ نہ کچھ مختلف ہوتا ہے اور اس طرح سال کے ۳۶۵ مشرق ہوئے۔ اس طرح ۳۶۵ مقامات مغرب ہوں گے محض مشارق پر اکتفاء کر کے مراد دونوں سے لئے ہیں۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ:۔ انہ اکتفی بذکر المشارق کقولہ تقیکم

الْحَرَّ (۱۶: ۸۱) یعنی اس نے المشارق پر ہی اکتفا کیا ہے جیسا کہ آیت وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيلَ تَقِيكُمُ الْحَرَّ میں۔ آیت کا ترجمہ ہے:

اور تمہارے لئے وہ پیراہن بنائے (از قسم قمیص) جو تم کو گرمی سے بچاتے ہیں (حالانکہ پیراہن گرمی اور سردی دونوں سے بچاتے ہیں)

ویسے قرآن مجید میں بِرَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ (۷۰: ۴۰) آیت رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ (۵۵: ۱۷) تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ مَشْرِقَيْنِ سے مراد جاڑے اور گرمی کی فصلوں میں سورج کے طلوع ہونے یا غروب ہونے کا آخری مقام (ان دونوں کے مابین طلوع یا غروب ہونے کے باقی سارے مقامات بھی آگئے)

مشرق، مشرقین، مشارق کی تشریح کرتے ہوئے صاحب المفردات امام راغبؒ لکھتے ہیں اَلْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ جب مفرد ہوں تو ان سے شرقی اور غربی جہت مراد ہوتی ہے اور جب تثنیہ ہوں تو موسم سرما اور گرما کے دو مشرق اور دو مغرب مراد ہوتے ہیں! اور جب جمع کا صیغہ ہو تو ہر روز کا مشرق اور مغرب مراد ہوتا ہے۔

۳۷: ۵ — زَيَّنَّا۔ ماضی جمع متکلم تَزْيِينٌ (تفعیل) مصدر ہم نے زینت دی۔ ہم نے سنوارا۔ ہم نے رونق دی۔

— السَّمَاءَ الدُّنْيَا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ہے زَيَّنَّا کا نزدیک کا آسمان یعنی وہ آسمان جو بہ نسبت دوسرے آسمانوں کے زیادہ قریب ہے۔ دُنْيَا اَدْنٰی سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے!

— بِزِينَةِ نِ الْكَوَاكِبِ، نون قطنی ہے اَلْكَوَاكِبِ بدل ہے زِينَةٍ سے اگر اضافت سے پڑھا جائے تو زینۃ الکواکب اضافت بیانیہ ہے۔

ہم نے آسمان دنیا کو سجایا ہے زینت کے ساتھ یعنی ستاروں سے یا ہم نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کے سنگھار سے سجایا ہے! (یہاں ایک حسی اور بدیہی امر کی طرف اشارہ ہے علم الافلاک کی یہاں کوئی بحث نہیں ہے بادی النظر میں نیلے آسمان کے پس منظر میں چمکتے ہوئے ستارے وجہ تزئین وآرائش ہی معلوم ہوتے ہیں۔

فکان اجرام النجوم لوامعا۔ درر نثرن علی بساط ازرق

(اجرام فلکی جھلملاتے ہوئے موتی ہیں جو آسمان کی نیلی بساط پر بکھرے ہوئے ہیں)

— وَحِفْظًا واؤ عاطفہ ہے حفظًا مصدر ہے منصوب بوجہ مفعول مطلق ہے

جس کا فعل محذوف ہے ای حَفِظْنَا هَا حِفْظًا۔ یا باعتبار معنی یہ معطوف ہے اور اس کا عطف نا مینۃ پر ہے اس معنی میں یہ مفعول لہٗ ہے کَاَنَّہٗ قِیْل : انا خلقنا الکواکب زینۃ للسماء وحفظا لھا (بے شک ہم نے ستاروں کو آسمان کے لئے زینت اور باعث حفاظت پیدا کیا ہے ۔

ـــ مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ من حرف جار ہے کل افرادی ہے جو ہمیشہ نکرہ مفردہ کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ہر ایک : شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ، ہر سرکش شیطان سے ۔ یہ جملہ حفظاً سے متعلق ہے ۔

مَارِدٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اس کی جمع مَرَدَةٌ و مُرَّادٌ ہے مود مادہ ہے مَارِدٌ بمعنی سرکش ۔ شریر۔ مَرَدَ يَمْرُدُ (باب نصر) مُرُوْدٌ مصدر سے ہے شَيْطٰنٌ مَّارِدٌ۔ سرکش ، شریر شیطان ۔

مَرَدَ کے ساتھ جب عَلٰى صلہ کے طور پر آئے تو استمرار ، ہمیشگی اور عادی ہونے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے جیسے وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ (۹ : ۱۰۱) اور مدینہ کے رہنے والوں میں سے بعض نفاق پر اڑ گئے ہیں یعنی جم گئے ہیں ۔

اسی مادہ مرد سے باب سمع سے مَرِدَ يَمْرَدُ مَرَدٌ و مُرُوْدَةٌ کے معنی ہیں بے ریش ہونا ۔ اور مَرِدَ الْغُلَامُ : اذا طر شاربه و بلغ خروج لحيته وَلَمْ تَبْدُ۔ جب لڑکے کی مونچھیں بھیگ جائیں ۔ اور وہ ڈاڑھی نکلنے کے قریب پہنچ جائے لیکن ابھی ڈاڑھی ہویدا نہ ہوئی ہو۔ رَجُلٌ اَمْرَدُ بے ریش آدمی اس کی مؤنث مَرْدَاءُ ہے اور جمع مُرْدٌ ہے ۔ شَجَرَةٌ مَرْدَاءُ ۔ بے پتہ درخت ۔ حدیث شریف میں ہے اھل الجنۃ کلھم مُرْدٌ۔ اہل جنت سب کے سب بے ریش نوجوان ہوں گے ۔

اور اسی مادہ سے باب تفعیل سے مَرَّدَ يُمَرِّدُ تَمْرِيْدٌ ہے اور مَرَّدَ الشَّيْئَ کسی چیز کو ہموار و صیقل کرنا ۔ اور اسی سے مُمَرَّدٌ چکنا ۔ ہموار ۔ صاف ہے ، قرآن مجید میں ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (۲۷ : ۴۴) اس (حضرت سلیمان ؑ) نے کہا ۔ یہ تو ایک محل ہے شیشوں سے بنایا ہوا ۔

۳۷ : ۸ ـــ لَا يَسَّمَّعُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب وہ کان نہیں لگا سکتے ۔ وہ کان لگا کر سن نہیں سکتے ۔ يَسَّمَّعُوْنَ اصل میں يَتَسَمَّعُوْنَ تَسَمُّعٌ (تفعل)

سے بدلا ت کو س میں مدغم کیا گیا ہے۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کُلِّ شَیْطٰنٍ (بمعنی الشیاطین) کی طرف راجع ہے۔

= اَلْمَلَاُ الْاَعْلٰی۔ اَلْمَلَاُ۔ اسم جمع معرف باللام مجرور۔ جماعت۔ اس سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے یا ملائکہ کے سردار جن سے امور عالم کے انتظام کا تعلق ہے اس کے مقابل میں الملأ الاسفل یعنی جن و انس کی جماعت۔

= یُقْذَفُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ قَذْفٌ مصدر (باب ضرب) ان پر (انگارے) پھینک کر مارے جاتے ہیں۔ ان پر پتھراؤ کیا جاتا ہے۔ ان پر دہکتے ہوئے شعلے مارے جاتے ہیں۔ وہ دھتکارے جاتے ہیں۔

اَلْقَذْفُ کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ مثلاً فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ (۲۰: ۳۹) پھر تو اس کو دریا میں ڈال دے (پھینک دے)

اور بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَی الْبَاطِلِ (۲۱: ۱۸) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں استعارہ کے طور پر کسی پاکدامن عورت پر زنا کا عیب لگانے کو بھی قذف کہتے ہیں۔

۳۷: ۹ = دُحُوْرًا۔ دَحَرَ یَدْحَرُ (فتح) کا مصدر ہے، بھگانا۔ ہانکنا۔ دھتکارنا۔ یُقْذَفُوْنَ کا مفعول لہ ہے وقذف کی علت، ای یُقْذَفُوْنَ لِلدُّحُوْرِ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اُخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا (۷: ۱۸) نکل جا یہاں سے ذلیل اور دھتکارا ہوا۔

= عَذَابٌ وَّاصِبٌ موصوف وصفت وَاصِبٌ اسم فاعل واحد مذکر وَصَبَ یَصِبُ (ضرب) وُصُوْبًا مصدر سے جس کے معنی ہیں دائم رہنا۔ یعنی ہمیشہ رہنے والا عذاب، دائمی عذاب۔

اسی مادہ سے وَصِبَ یَوْصَبُ وَصَبًا (سمع) بمعنی بیمار ہونا ہے۔

فائدہ: آیات ۸-۹- میں لَا یَسَّمَّعُوْنَ۔ یُقْذَفُوْنَ اور وَ لَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کُلِّ شَیْطَانٍ (بمعنی الشَّیٰطِیْن) (آیت ۷) کی طرف راجع ہے

۳۷: ۱۰ = اِلَّا مَنْ۔ اِلَّا۔ لَا یَسَّمَّعُوْنَ کی واؤ سے استثناء متصل ہے اور مَنْ اس سے بدل ہے ای لا یسمع الشیطین الا الشیطٰنُ الَّذِی خطف الخطفة یعنی شیاطین (عالم بالا کی باتوں کو) کان لگا کر نہیں سن سکتے۔ اِلَّا مگر وہ شیطان (جو ان میں سے کچھ) لے ہی اڑے۔

= خَطِفَ (باب سمع) خَطْفَۃٌ وَخَطْفٌ مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے اچک لیا۔ اَلْخَطْفَۃُ جھپٹا۔ عضو۔ جس کو درندہ جھپٹا مار کر جسم سے اتار لے جائے۔ یا انسان کسی زندہ جانور سے کاٹ لے۔

= اَلْخَطْفَۃَ۔ خَطِفَ یَخْطَفُ کا مصدر ہے نصب بوجہ مصدر کے ہے یا کہ بوجہ مفعول بہ ہونے کے۔

= فَاَتْبَعَہٗ۔ میں فَ تعقیب کا ہے اَتْبَعَ اِتْبَاعٌ (افعال) سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے تو اس کے پیچھے لگ گیا۔

= شِہَابٌ ثَاقِبٌ۔ موصوف وصفت، شِہَابٌ کے معنی بلند شعلہ کے ہیں۔ خواہ وہ جلتی ہوئی آگ کا ہو یا فضا میں کسی عارضہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ اس کی جمع اَشْہُبٌ شُہُبٌ شُہْبَانٌ ہے۔

= ثَاقِبٌ۔ صیغہ اسم فاعل واحد مذکر۔ ثُقُوْبٌ مصدر۔ اَلثَّاقِبُ اتنا روشن کہ جس چیز پر اس کی کرنیں پڑیں اس میں چھید کرتی پار گذر جائیں۔

الثاقب اصل میں ثقبۃ سے ہے جس کے معنی سوراخ کے ہیں۔

شِہَابٌ ثَاقِبٌ ایک تیز روشن شعلہ۔

۳۷: ۱۱ = فَاسْتَفْتِہِمْ۔ اِسْتَفْتِ۔ اِسْتِفْتَاءٌ (استفعال) سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ الاستفتاء کے معنی الاستخبار عن امرٍ حدث۔ کسی نئے امر کے متعلق خبر دریافت کرنا۔ نوجوان کو فَتًی اس کی نئی نئی جوانی کے لحاظ سے کہتے ہیں۔

ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے۔

خطاب یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ تُو ان سے پوچھ۔ فَ فصیحت کا ہے اور تعقیب کا بھی ہو سکتا ہے۔

= اَشَدُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ سخت۔ زیادہ مضبوط۔ زیادہ مشکل۔

= خَلْقًا۔ منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ یعنی از وجہ پیدائش۔ بطور پیدائش۔

= اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا۔ اَمْ حرف عطف ہے بمعنی یا۔ مَنْ موصولہ ہے خَلَقْنَا اس کا صلہ یا وہ (دوسری مخلوق) جس کو ہم نے پیدا کیا ہے از قسم ملائکہ۔ جنّ۔ آسمان، زمین وَمَا بَیْنَہُمَا۔ سورج۔ چاند ستارے۔ وغیرہ۔

= اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ ۔ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے ،
= طِيْنٍ لَّازِبٍ ۔ موصوف وصفت ۔ طِيْنٍ پانی میں ملی ہوئی مٹی کو کہتے ہیں گو اس سے پانی کا اثر زائل ہی کیوں نہ ہو جائے ۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَوْقِدْ لِیْ یٰھَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ (۲۸ : ۳۸)
اے ہامان میرے لئے گارے کو آگ لگا کر (اینٹیں) پکا دو۔ لَازِب اس چیز کو کہتے ہیں جو کسی مقام پر شدت سے ثبت ہو جائے اور چمٹ جائے ۔ لَازِبٌ ۔ لَزَبَ لَزُوْبٌ (باب کرم، نصر ضرب) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے بمعنی چپکنے والا۔ لیسدار۔ لازم، جم جانیوالا۔ طِيْنٍ لَّازِبٍ۔ لیسدار گارا۔ چپکنی مٹی۔
۳۷ : ۱۲ = بَلْ ۔ صاحب روح المعانی رحمہ رقمطراز ہیں :۔
کہ بَلْ اضراب کے لئے ہے ۔ لیکن علامہ پانی پتی رحمہ تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں :۔
بل ابتدائیہ ہے کلام سابق سے گریز کے لئے نہیں ہے بلکہ ایک مقصد سے دوسرے مقصد کی جانب انتقال مطلوب ہے ۔یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کی حالت بیان کرنا ہے ، یعنی ایک طرف تعجب اور دوسری طرف مذاق وتمسخر۔
= عَجِبْتَ ۔ عَجِبَ يَعْجَبُ (سمع) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تو نے تعجب کیا۔ تو نے اچنبھا جانا۔ یا بمعنی حال۔ تو تعجب کرتا ہے۔ تو اچنبھا جانتا ہے ۔
عَجَبٌ اس حالت کو کہتے ہیں کہ جو کسی غیر معمولی بات کو دیکھنے سے انسان کے اندر پیدا ہو جاتی ہے ۔ عَجِیْبٌ میں بھی یہی حالت مراد ہوتی ہے ۔ لفظ عجب کا اطلاق صرف حالت پر مبنی ہی نہیں ہے بلکہ غیر معمولی چیز پر بھی ہوتا ہے ۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔
اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (۱۰ : ۲) کیا یہ امر لوگوں کے لئے عجیب ہے کہ ان میں سے ایک شخص کے پاس ہم نے وحی بھیجی ہے ۔
مادہ عجب کا زیادہ تر استعمال و اطلاق زیادہ تر ان چیزوں یا باتوں کے لئے ہوتا ہے جو آدمی کو بہت زیادہ حسین نظر آئیں اور پسندیدہ ہوں ۔ اَعْجَبَنِیْ کَذَا ۔ مجھے یہ بات بہت پسند آئی ۔ (خوبصورت معلوم ہوئی)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ (۲ : ۲۰۴) اور لوگوں میں ایسا آدمی ہے جس کی

بات تجھ کو پسند آئی ہے یا اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُہٗ (۵۷ : ۲۰) کسانوں کو اس کا سبزہ خوش لگا۔ یا عجب ربکم من شاب : تمہارے رب کو نوجوان کی یہ بات بہت پسند آئی۔

اور اگر کوئی امر بہت بُرا معلوم ہو تو اس کے لئے بھی لفظ عجب استعمال ہوتا ہے مثلاً مثلاً عَجِبْتُ مِنْ بُخْلِكَ وَحِرْصِكَ. مجھے تیری کنجوسی اور حرص بہت بری معلوم ہوتی ہے۔ شاعر کہتا ہے :۔

شَیْئَانِ عَجِیْبَانِ ھُمَا اَبْرَدُ مِنْ یَخٍ = شَیْخٌ یَتَصَبّٰی وَصَبِیٌّ یَتَشَیَّخُ

دو باتیں عجیب (بڑی ناپسندیدہ) ہیں دونوں برف سے زیادہ ٹھنڈی ہیں۔ ایک وہ بوڑھا جو بچہ بنتا ہے اور دوسرا وہ بچہ جو بوڑھا بنتا ہے۔

اور کبھی کسی چیز کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے صیغہ تعجب استعمال کیا جاتا ہے (خواہ وہ بُرائی کی کثرت ہو یا اچھائی کی) جیسے مَا اَکْرَمَہٗ وہ کس قدر سخی ہے اور مَا اَجْھَلَہٗ وہ کس قدر جاہل ہے۔ ان مثالوں کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سخاوت اور جہالت غیر معمولی اور بے مثال ہے!

بعض علماء کے نزدیک کسی چیز کا سبب نہ جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ اس بنیاد پر عجب کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم محیطِ کل ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ کسی چیز کو بُرا جاننے کے وقت آدمی کی جو حالت ہوجاتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔

ان دونوں تشریحوں کا مآل کوئی نیا نہیں ہے بلکہ دونوں کا مطلب وہی نکلتا ہے جو پہلے ذکر کر دیا گیا۔ کہ غیر معمولی چیز کو دیکھنے سے انسان کی جو حالت ہوتی ہے اس کو عجب کہتے ہیں۔ کیونکہ آدمی بُرا اسی چیز کو سمجھیگا جو غیر معمولی ہوگی اور جس چیز کا سبب معلوم نہ ہو وہ بھی غیر معمولی ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

عَجِبْتَ میں خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس تعجب اور کفار مکہ کے مذاق کی کئی صورتیں ہیں۔ مثلاً :۔

۱:۔ آپ کو یقین تھا کہ قرآن جیسی منزل من اللہ کتاب جو معجزہ سے کم نہیں اس کو سن کر ہر سننے والا ایمان لے آئے گا۔ لیکن آپ کو تعجب ہے کہ یہ مشرکین نہ صرف ایمان نہیں لاتے بلکہ الٹا مذاق کرتے ہیں۔

(۲) باوجودیکہ یہ لوگ آپ کو صادق و امین مانتے ہیں اور آپ کی صداقت کے بارہ میں معجزات بھی دیکھ چکے ہیں۔ (مثلاً شق القمر وغیرہ) لیکن تعجب ہے کہ پھر بھی آپ کی تکذیب کرتے ہیں اور آپ کی باتوں کا تمسخر اڑاتے ہیں۔

(۳) باوجودیکہ خداوند تعالیٰ کی قدرت کے نمونے از قسم تخلیق زمین و آسمان، ماہ و مہر، ملائکہ جن و انس۔ ان کی نظروں کے سامنے ہیں اور وہ یہ مانتے بھی ہیں کہ سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں لیکن تعجب ہے کہ بعث بعد الموت کے منکر ہیں۔

(۴) آپ کے تعجب کا مذاق اڑاتے ہیں۔

= یَسْخَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سَخَرٌ (باب سمع) سے مصدر، وہ مذاق بناتے ہیں وہ ٹھٹھہ کرتے ہیں۔

۳۷: ۱۳ = ذُکِّرُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب ماضی بمعنی حال۔ ان کو نصیحت کی جاتی ہے۔

۳۷: ۱۴ = اٰیَۃً۔ نشانی۔ دلیل۔ معجزہ، حکم خداوندی۔ آیت، یعنی جب اثبات رسالت کے متعلق ان کو جو معجزہ دکھایا جاتا ہے یا دلیل دی جاتی ہے اس کو یہاں اٰیۃ کہا گیا ہے حضرت ابن عباس رض نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد شق القمر کا معجزہ ہے۔

= یَسْتَسْخِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ استسخار (استفعال) مصدر سے وہ مذاق اڑاتے ہیں۔ باب استفعال یا مبالغہ کے لئے آیا ہے ای یبالغون فی السخریۃ ویقولون انہ سحر۔ مذاق اڑانے میں مبالغہ سے کام لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔ یا طلب مادہ کے لئے ہے ای یطلب بعضہم من بعض ان یسخر منہا ایک دوسرے کو اس معجزہ کا مذاق اڑانے کے لئے کہتے ہیں۔

۳۷: ۱۵ = اِنْ ھٰذَآ۔ میں اِنْ نافیہ ہے ھذا ما یَرَوْنَہٗ جو وہ دیکھ رہے ہیں (یعنی معجزہ)

۳۷: ۱۶ = ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ اصل میں عبارت ہے :۔

أَنُبْعَثُ اِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ متن میں جملہ فعلیہ کی بجائے جملہ اسمیہ زور انکار کے لئے لایا گیا ہے۔ اور اِذَا ظرف زمان کو مقدم کیا گیا ہے ءَاِذَا میں ہمزہ استفہام انکاریہ ہے اس انکار کی تاکید کے لئے ءَاِنَّا میں

ہمزہ استفہامیہ مکرر لایا گیا ہے۔ یہ ان کی شدتِ انکار کی حالت کے اظہار کے لئے ہے۔
مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک دوبارہ جی اٹھنا ہی فی نفسہ محال اور ناممکن تھا۔ اور مرنے کے بعد گل سڑ کر جب جسم خاک بن جائے گا۔ اور ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گی تو اس صورت میں تو یہ بدرجہ اولیٰ ناممکن ہوگا۔ لَمَبْعُوْثُوْنَ میں بھی لام تاکید کا ہے۔

۳۷: ۱۷ = اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ہ ای أَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ اَوَ اٰبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ مَبْعُوْثُوْنَ ایضًا۔ یعنی کیا ہم کو دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا اور ہمارے اگلے باپ دادا بھی دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے (جن کو مرے ہوئے مدت مزید گزر گئی ہے) اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ پر ہے۔

۳۷: ۱۸ = قُلْ نَعَمْ کہہ دیجئے ہاں (ضرور) ای تبعثون انتم واٰباءکم الاوّلون کہ تم بھی دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاؤ گے اور تمہارے اگلے باپ دادا بھی۔
= وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ہ واؤ حالیہ ہے اَنْتُمْ سے انتم واٰباءکم الاولون مراد ہیں یعنی تم اور تمہارے باپ دادا۔ دَاخِرُوْنَ: اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ دَخْرٌ، دُخُوْرٌ مصدر (باب فتح وسمع) ذلیل ہونا۔ دَاخِرُوْنَ ذلیل ہونے والے۔ یہ جملہ حالیہ ہے یعنی جب تم کو دوبارہ اٹھایا جائے گا تو تمہاری حالت ذلت وخواری کی ہوگی!

۳۷: ۱۹ = فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَ جواب شرط کے لئے ہے جو کہ مقدر ہے ای اذا کان کذلک فما ھی الا زجرۃ واحدۃ۔ جب قیامت آئے گی تو یہ صرف ایک زبردست کڑک ہوگی۔ ھی کی ضمیر واحد مؤنث غائب بعثت کی طرف راجع ہے جس کا ذکر چل رہا ہے۔

زَجْرَةٌ سخت آواز، کڑک دار آواز، جھڑکی، ڈانٹ ڈپٹ۔
زجر کا لغوی معنی ہے ہنکا کر نکال دینا۔ اور چیخ کر روک دینا۔ مثلاً کہتے ہیں:۔
زجرالراعی غنمہ چرواہے نے ڈانٹ کر بکریوں کو روک دیا۔
اس سخت آواز (نفخۂ دوم: صور کا دوسری دفعہ پھونکا جانا) کا نتیجہ فوراً اس طرح سامنے آئے گا جس طرح (اوّل نفخہ) سخت آواز کا نتیجہ نمودار ہوا ہوگا۔ یعنی نفخہ اوّل کے بعد سب فوراً مر جائیں گے۔ اور نفخۂ دوم کے بعد فوراً سب قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے!
= فَاِذَا هُمْ یَنْظُرُوْنَ۔ فَاِذَا مفاجاتیہ ہے اور لوہ دیکھ رہے ہوں گے یعنی ایک کڑک دار آواز ہوگی اور لوگ یکایک قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے اور قیامت

کے منظر کو اپنی آنکھوں کے سامنے) دیکھ رہے ہوں گے۔

۳۷ : ۲۰ == یٰوَیْلَنَا۔ کلمہ حسرت وندامت، ہائے افسوس، ہائے ہماری موت، ہائے ہماری تباہی۔ یا تنبیہ کے لئے ہے۔ وَیْل کا معنی ہلاکت، تباہی، رسوائی۔

== یَوْمُ الدِّیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ، جزاء و سزا کا دن۔ دِیْن۔ دَانَ یَدِیْنُ کا مصدر (باب ضرب) ہے دَانَ بِالْمِلَّۃِ الْاِسْلَامِیَّۃِ۔ دین اسلام قبول کرنا۔ دین کثیر المعانی لفظ ہے۔ جزاء، اطاعت، شریعت۔ بدلہ دینا۔ اطاعت کرنا۔ حکم ماننا۔ شریعت کی اطاعت و فرمانبرداری دین کہلاتی ہے!

یہاں اس آیت میں روز جزاء و سزا مراد ہے۔ جس روز اعمال کا بدلہ دیا جائیگا

۳۷ : ۲۱ == هٰذَا یَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِیْ کُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ یہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔

بعض مفسرین کے نزدیک توبیخ و تقریع (جھڑک وملامت) کے طور پر ملائکہ کا کلام ہے جو کفار کے یٰوَیْلَنَا هٰذَا یَوْمُ الدِّیْنِ کے جواب میں دیا گیا۔

اور بعض کے نزدیک یہ بھی کافروں کے کلام کا تتمہ ہے اور تُكَذِّبُوْنَ تک انہی کا کلام ہے۔

۳۷ : ۲۲ == اُحْشُرُوْا۔ حَشَرَ یَحْشُرُ (باب نصر) حَشْرٌ مصدر۔ سے فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ تم اکٹھا کرو!

== اَزْوَاجَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ازواج۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ اس سے مراد کفار کے ہم مشرب لوگ ہیں جو انہی کی طرح ہیں۔ یعنی سود خوار سود خواروں کے ساتھ، شرابی شرابیوں کے ساتھ۔ زانی زانیوں کے ساتھ۔ وغیرہ وغیرہ

۲۔ حضرت حسن بصری رح کے نزدیک اس سے مراد کافروں کی مشرک بیبیاں ہیں۔

۳۔ کافروں کے چیلے اور پیروکار۔

== مَا كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ ۝ میں مَا موصولہ ہے۔

اُحْشُرُوْا ...... مَسْئُوْلُوْنَ ۝ یہ اللہ کا ملائکہ کو حکم ہے!

۳۷ : ۲۳ == اِهْدُوْهُمْ۔ هِدَایَۃٌ سے۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے هُمْ۔ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہے۔ ان کو راستہ دکھلاؤ۔ ان کو راہ تبلاؤ۔

ان کو لے جاؤ۔

ہدایت کے اصل معنی فائدہ مند راہ تبلانے کے ہیں۔ لیکن یہاں تہکم (طنزاً و استہزاءً) اس کا استعمال ہوا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (۹:۳۴) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

== صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ۔(مضاف مضاف الیہ) دوزخ کا راستہ

۳۷:۲۴ == وَقِفُوْهُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ قِفُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر وَقْفٌ اور وُقُوْفٌ مصدر (باب ضرب) سے وَقَفَ فعل ثلاثی مجرد۔ (مثال واوی) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کا مضارع باب ضرب سے يَوْقِفُ ہوگا مثال کے قاعدہ کے مطابق:۔

"کہ جو واؤ کہ مضارع کی علامت مفتوح اور عین کلمہ مکسور کے درمیان ہو (بروزن يَفْعِلُ) اسے حذف کر دیا جائیگا"

مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب يَقِفُ ہوگا۔

اور صیغہ امر کے متعلق قاعدہ ہے کہ :۔

"کہ مضارع حاضر معروف کی علامتِ مضارع کو حذف کیا جاوے۔ اگر اس کا مابعد متحرک ہے تو آخر حرف کو جزم دے دو"

لہٰذا تَقِفُ (مضارع واحد مذکر حاضر) کی تاء (علامت مضارع) کو حذف کر کے فاء کو جزم دی۔ قِفْ ہوگیا۔ اس سے جمع مذکر حاضر کا صیغہ قِفُوْا ہوگیا۔

یا اصل میں اِوْقِفُوْا تھا۔ واؤ حرف علت بوجہ کسرہ ماقبل گرگیا۔ اور الف حرف علت بوجہ کسرہ مابعد کے گرگیا۔ قِفُوْا بن گیا۔

یہ فعل لازم بھی استعمال ہوتا ہے اور متعدی بھی۔ یعنی کھڑا ہونا۔ یا کھڑا کرنا یہاں بطور فعل متعدی مستعمل ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو کھڑا کرو ان کو ٹھہراؤ۔ ان کو روکو۔

== اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (اسم اِنَّ) اور مَسْئُوْلُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنَّ کی خبر۔ لہٰذا جملہ اسمیہ ہوا۔ ان سے پوچھا جائے گا۔ ان سے بازپرس ہوگی!

۳۷:۲۵ == مَالَكُمْ۔ مَا استفہامیہ ہے مَا لَكُمْ تمہیں کیا ہوگیا ہے!

= لَا تَنَاصَرُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر تَنَاصُرٌ تَفَاعُلٌ سے مصدر
تم آپس میں ایک دوسرے کی مدد کیوں نہیں کرتے۔
مَالَکُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ۔ یہ جملہ محض طنزًا اور استہزاءً کے طور کہا گیا ہے
کہ دنیا میں تو ایک دوسرے کی مدد کی اتنی ڈھینگیں مارا کرتے تھے اب وہ دم خم کیا ہوا
۳۷: ۲۶ = بَلْ ھُمُ الْیَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ہ بَلْ حرف اضراب ہے یعنی ان کا
ایک دوسرے کی مدد کرنا تو کجا رہا وہ تو وہاں اس روز بھیگی بلی بنے سر تسلیم خم کئے
ہوں گے۔ اَلْیَوْمَ سے مراد روز قیامت ہے۔ مُسْتَسْلِمُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر
مرفوع۔ اِسْتِسْلَامٌ (استفعال) مصدر۔ سلم مادہ۔ فرمانبردار ہونا۔ اپنے آپ
کو سپرد کر دینا۔

حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کا ترجمہ خاضِعُوْنَ کیا ہے۔
۳۷: ۲۷ = اَقْبَلَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ مصدر (افعال) اس نے
رُخ کیا۔ وہ متوجہ ہوا۔ وہ آگے آیا۔
= بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ۔ ان میں سے بعض بعض کی طرف یعنی ایک دوسرے کی
طرف۔ مراد سردار اور ان کے چیلے۔ یا کافر اور ان کے ساتھی شیطان۔
= یَتَسَآءَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَسَآؤُلٌ (تفاعل) مصدر سے۔
سئال۔ مادہ ایک دوسرے سے پوچھنا۔ مطلب یہ ہے کہ وہاں وہ ایک دوسرے سے
بطور زجر سوال و جواب کریں گے۔ یا باہم جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو ملامت کریں گے!
۳۷: ۲۸ = قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب گمراہ شدگان۔ اتباع۔ پیروکاروں کے لئے
ہے جو گمراہ کنندگان سرداران کی تحریض و ترغیب سے راہ راست سے ہٹ کر کفر کا ارتکاب
کرنے لگے تھے ان کے مخاطب ان کو گمراہ کرنے والے رؤسا یا پیشوا ہوں گے۔
= کُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْیَمِیْنِ۔ الیمین کے معنی القوۃ والقدرۃ
ایتاء عن الیمین کے معنی محاورہ میں زور اور دباؤ ڈالنے کے ہوتے ہیں۔
یعنی تم ہم پر اپنی سرداری اپنی طاقت و سطوت کا دباؤ ڈالا کرتے تھے۔
۳۷: ۲۹ = قَالُوْا.... یہ فقرہ گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے
چیلوں سے خطاب ہے۔
= بَلْ۔ حرف اضراب ہے۔ یعنی یہ بات نہیں کہ ہم نے دباؤ ڈال کر تم کو گمراہ کیا تھا!

بلکہ اصل میں تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے۔

۳۷: ۳۰ = طٰغِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجر۔ طغی لیطغوا (باب نصر) طُغُوٌّ۔ طَغْوٌ مصدر۔ حد سے گذر جانا۔ طغیٰ لیطغیٰ و طَغِیَ یَطْغیٰ (باب فتح و سمع) طُغًی وَ طُغْیَانٌ مصدر۔ کافر کا کفر میں غلو کرنا۔ یا ظلم و نافرمانی میں حد سے گذر جانا طٰغِیْنَ ہ نافرمان، سرکش، معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ یہاں نصب بوجہ کُنْتُمْ کی خبر کے ہے!

آیت ۲۹ کی طرح یہ آیت بھی گمراہ کرنے والے پیشواؤں کی طرف سے گمراہ ہونے والے چیلوں سے خطاب ہے۔ اسی طرح ہی اگلی آیت ہے۔

۳۷: ۳۱ = فَحَقَّ عَلَیْنَا قَوْلُ رَبِّنَا۔ پس ہمارے رب کا قول ہمارے خلاف سچ ثابت ہو گیا ہے۔ یا ہم پر لازم آگیا ہے!

حَقَّ کی تشریح کرتے ہوئے راغب اصفہانیؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

حق وہ قول یا عمل ہے جو اسی طرح واقع ہو جس طرح پر کہ اس کا واقع ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا واجب ہے!

چنانچہ اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ تمہاری بات یا تمہارا فعل حق ہے قرآن مجید میں ہے کَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ (۱۰: ۳۳) اسی طرح خدا کا ارشاد ثابت ہو کر رہا

(۲) اَلْحَقّ۔ وہ ذات جو حکمت کے تقاضوں کے مطابق اشیاء کو ایجاد کرے اسی معنی میں باری تعالیٰ پر حق کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مثلاً رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ۔ (۶: ۶۲) پھر قیامت کے دن تمام لوگ اپنے مالک برحق خدا تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔

(۳) نیز ہر وہ چیز جو حکمت کے مطابق پیدا کی گئی ہو حق ہے اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل حق ہے۔

(۴) کسی چیز کے بارے میں اسی طرح کا اعتقاد رکھنا جیسا کہ وہ نفس واقع میں ہے حق کہلاتا ہے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ قیامت، سزا و جزاء، جنت و دوزخ کے متعلق فلاں کا اعتقاد حق ہے

قول سے کیا مراد ہے؟ مندرجہ ذیل آیات پر غور کیجئے!

۱:۔ وَقَیَّضْنَا لَھُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَھُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَمَا خَلْفَھُمْ وَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِھِمْ

مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ٥ (۴۱ : ۲۵) اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ہمنشین مقرر کیا ۔ تو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کو عمدہ کر دکھائے اور خدا کے عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا اُن پر اُن فرقوں کے ساتھ جو ان سے پہلے گذر چکے بیشک وہ تھے ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانیوالے۔

۲۔ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا (۲۸ : ۶۳) (اس پر) وہ لوگ کہیں گے جن پر (اللہ کا) قول ثابت ہو چکا ہو گا اے ہمارے پروردگار۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہمیں بہکایا تھا۔۔۔۔۔

۳۔ ...... وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ٥ (۳۶ : ۷۰) اور تاکہ کافروں پر (اللہ کا) قول ثابت ہو جائے۔

۴۔ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَا (۳۷ : ۳۱) آیت ہذا۔ سو ہم (سب) پر ہمارے پروردگار کا قول ثابت ہو گیا ہے۔

مندرجہ بالا اور اس قبیل کی کئی دوسری آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ القول سے اللہ رب العزت کا کوئی خاص قول مراد ہے!

اب مندرجہ ذیل آیات ملاحظہ کریں!

۱۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ؛ لیکن میری طرف سے یہ قول قرار پا چکا ہے کہ میں دوزخ کو جنّوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

۲۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ (۳۸ : ۸۴-۸۵)

(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:۔ کہ سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو اِن میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے میں جہنم کو بھر دوں گا۔

تو معلوم ہوا کہ اَلْقَوْل سے مراد فرمودۂ رب العالمین: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ..... ہے، آیت ہذا (۳۷ : ۳۱) میں بھی قول سے مراد یہی ہے۔

گمراہ کرنے والے پیشوا اور سردار اپنے پیروکاروں سے کہیں گے کہ تم نے بھی خود ہی سرکشی کی اور ہم بھی سرکش و نافرمان رہے۔ لہٰذا جہنم کا عذاب ہمارے اپنے ہی گناہوں کی پاداش میں ہم پر لازم ہو گیا ہے اور اس طرح سرکش و باغی جنوں اور انسانوں سے جہنم کا

بھراجانا ہم پر صادق آتا ہے اس طرح رب تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا۔
== اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ۔ لام تاکید کا ہے ذَآئِقُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر ذَوْقٌ مصدر سے چکھنے والے۔ (جب خداوند تعالیٰ کا قول پورا ہو گیا اور جہنم ہم پر لازم ہو گئی۔ تو اب ہم اس جہنم کے عذاب کا) مزہ چکھنے والے ہیں۔ (یعنی ہم سب گمراہ کرنے والے بھی اور گمراہ ہونے والے بھی)
۳۷: ۳۲ == اَغْوَیْنٰکُمْ ۔ ماضی جمع متکلم کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر غوی مادّہ۔ گمراہ کرنا۔ ہم نے تم کو گمراہ کیا۔
اَلْغَیُّ الرُّشْدُ کی ضد ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (۲: ۲۵۶) ہدایت گمراہی سے صاف صاف کھل چکی ہے۔
== اِنَّا کُنَّا غٰوِیْنَ جملہ مستانفہ ہے اور جملہ ماقبل کی علت ہے۔ تحقیق ہم خود ہی گمراہ تھے
مطلب یہ ہے کہ ہم خود بھی گمراہ تھے اس لئے ہم نے تم کو بھی اسی راستے پر چلنے کی دعوت دی۔ ایماندار تم بھی نہ تھے اپنے حقِ خود ارادیت کا استعمال کرتے ہوئے تم نے بھی ہماری گمراہی کا راستہ اختیار کیا۔ اس طرح ہم دونوں فریق برابر عذاب جہنم کے سزاوار ہوئے۔
غٰوِیْنَ اَلْغَیُّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے منصوب بوجہ خبر کُنَّا ہے
۳۷: ۳۳ == فَاِنَّھُمْ جمع مذکر غائب کی ضمیر ہر دو فریقین کی طرف راجع ہے جو یہ سوال وجواب کر رہے ہوں گے (یعنی گمراہ کنندگان وگمراہ شدگان۔
== یَوْمَئِذٍ ۔ وہ دن۔ جس دن وہ آپس میں سوال وجواب کرتے ہوں گے: یعنی روز قیامت۔
۳۷: ۳۴ == اَلْمُجْرِمِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ یعنی کفار ومشرکین۔
اپنی مطلق صورت میں یہ لفظ جہاں جہاں قرآن مجید میں آیا ہے اس سے مراد کافر ہی ہیں
== مُشْتَرِکُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر مُشْتَرِکٌ واحد اِشْتِرَاکٌ (افتعال) مصدر۔ شریک ہونے والے۔ ساجھی۔
۳۷: ۳۵ == اِنَّھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مُشْتَرِکُوْنَ کی طرف راجع ہے
== کَانُوْا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ وہ تکبر کیا کرتے تھے۔ وہ بڑے بنتے تھے۔ وہ استکبار کیا کرتے تھے۔
== وَیَقُوْلُوْنَ واؤ عاطفہ ہے یَقُوْلُوْنَ ای کانوا یقولون اور کہا کرتے تھے
== اَئِنَّا میں الف استفہامیہ ہے۔

== لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا۔ لام تاکید کا ہے اٰلِهَتِنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبود۔ ہمارے خدا۔ تَارِكُوْٓا اصل میں تَارِكُوْنَ تھا۔ اٰلِهَتِنَا کی طرف اضافت کی وجہ سے نَ گر گیا۔

== لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ لام جارہ ہے شَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ موصوف وصفت۔ دیوانہ شاعر۔ شاعر کو جنون کی صفت سے متصف کرنا تخلیط و ہذیانِ محض ہے کیونکہ ایک اچھا شاعر ایک مکمل صاحب عقل کا مقتضی ہوتا ہے جو دقیق و عمیق مطالب کو بشستہ اور موزون الفاظ کے قالب میں منظم طریقہ سے ڈھال سکے ؛

بعض نے مجنون کو معطوف لیا ہے ای لِشَاعِرٍ وَّ مَجْنُوْنٍ اور ترجمہ کیا ہے :

کیا ہم چھوڑ دیں گے اپنے خداؤں کو ایک شاعر اور دیوانے کے کہنے سے ..

۳۷ : ۳۷ == بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے یعنی وہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) شاعر یا مجنون نہیں ہے یا دیوانہ شاعر نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک دین حق لے کر آیا ہے۔ اور دوسرے سارے پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے۔

صَدَّقَ تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ تصدیق کرتا ہے۔ اَلْمُرْسَلِيْنَ اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ مفعول ہے۔

۳۷ : ۳۸ == اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ۔ لام تاکید کا ہے ذَآئِقُوْا (مضاف) اصل میں ذَآئِقُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔ اَلْعَذَابِ الْاَلِيْمِ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ یہ خطاب ہے مجرمین سے (اے مجرمو!) تم ضرور چکھو گے دردناک عذاب کو،

۳۷ : ۳۹ == تُجْزَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ تم جزا دیئے جاؤ گے۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے !

۳۷ : ۴۰ == اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ: اِلَّا حرفِ علت۔ عِبَادَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مستثنٰی منقطع ضمیر تُجْزَوْنَ سے۔

اَلْمُخْلَصِيْنَ اسم مفعول جمع مذکر حاضر عِبَادَ اللّٰهِ کی صفت ہے "

(مستثنٰی منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے بدیں وجہ عِبَادَ منصوب ہے)

معنی کلام ہوں گے :۔

ولکن عباد اللہ المخلصین یجزون اضعافًا مضاعفۃ بالنسبۃ

الٰی مَاعملوا۔ لیکن اللہ کے مخلص بندے اپنے اعمال کی نسبت سے کئی گنا اجر دیئے جائیں گے!

"(مگر اللہ کے مخلص (منتخب پسندیدہ) بندے (ان کو بدلہ سینکڑوں گنا زائد دیا جائے گا)" تفسیر مظہری

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عِبَادَ اللّٰہِ ضمیر ذَائِقُوْا سے مستثنٰی منقطع ہے اور درمیانی جملہ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ جملہ معترضہ ہے؛

ای انکم لذائقوا العذاب الالیم ولکن عباد اللہ المخلصین اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ معلوم فواکہ .... الخ

اے مجرمو! تم دردناک عذاب کا مزہ چکھنے والے ہو لیکن اللہ کے مخلص بندوں کے لئے رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ یعنی میوے ہوں گے؛

۳۷: اسم ـــــ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ۔ موصوف وصفت۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ ایسا رزق جس کی مقدار معلوم ہو۔ لیکن اور جگہ ارشاد ہے:۔ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰:۴۰) ان کو بے شمار رزق ملیگا۔ لہٰذا جو رزق بغیر حساب وشمار ہو اس کی مقدار مقرر نہیں کی جاسکتی۔ اور جس رزق کی مقدار متعین کی جاسکے وہ بغیر حساب کے کیسا؟

۲:۔ ایسا رزق کہ جس کی خصوصیات بلحاظ لذت وکیفیت معلوم ہوں جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (۵۶: ۳۲:۳۳) اور میوہ ہائے کثیر جو نہ کبھی ختم ہوں اور نہ کوئی ان سے روکے یا۔ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ (۵۶ : ۲۰ ؛ ۲۱) اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو انہیں بھائے مطلب ایسا رزق جو کہ اس کا حال دوسری آیات سے معلوم ہوچکا ہو۔

۳:۔ جس رزق کی عطار کا وقت معلوم ہو جیسا کہ ارشاد ہے:۔
وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا (۱۹: ۶۲) اور اس میں ان کو رزق ملیگا صبح وشام (یعنی ہر وقت جب وہ چاہیں گے۔

۴:۔ قتادہ کے نزدیک الرزق المعلوم سے مراد الجنۃ ہے؟

(۵) یا ایسا رزق کہ جس کی ماہیت وخصوصیت اللہ ہی کو معلوم ہیں۔
۳۷:۴۲ = فَوَاكِهُ۔ پھل، میوے۔ فَاكِهَةٌ واحد۔ یہ رِزْقٌ کا بدل ہے۔
لفظ فواکہ کے استعمال کے متعلق صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں:۔
اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جنت میں کھانا غذا کے طور پر نہیں بلکہ لذت کے لئے ہوگا۔ یعنی وہاں کھانا اس غرض کے لئے نہیں ہوگا کہ جسم کے تحلیل شدہ اجزار کی جگہ دوسرے اجزار غذا کے ذریعے فراہم کئے جائیں کیونکہ اس ابدی زندگی میں سرے سے اجزائے جسم تحلیل ہی نہ ہوں گے! نہ آدمی کو بھوک لگے گی جو اس دنیا میں تحلیل کے عمل کی وجہ سے لگتی ہے اور نہ جسم اپنے آپ کو زندہ رکھنے کے لئے غذا مانگے گا۔ اسی بنار پر جنت کے ان کھانوں کے لئے "فواکہ" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مفہوم میں تغذیہ کے بجائے تلذذ کا پہلو نمایاں ہے!۔
= مُكْرَمُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ مرفوع اِكْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے معزز۔ ان کی عزت کی جائے گی! ان کی تعظیم وتکریم کی جائے گی!
اس عزت و تکریم کی یہ صورتیں ہوسکتی ہیں!۔
(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین ثواب اور ان گنت نعمتوں کی شکل میں۔
(۲) رزق (جس کا ذکر اوپر ہوچکا) کا بغیر کسی کسب وکد وبغیر کسی تگ ودو، اور بغیر کسی سوال کے حاصل ہوجانے کی صورت میں۔
(۳) روحانی نعمتوں کی عطائیگی سے۔ لعل ھذا اشارۃ الی النعم الروحانی بعد النعیم الجسمانی۔
۳۷:۴۳ = جَنّٰتِ النَّعِيْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ال۔ اختصاص کے لئے ہے ای جنۃ لیس فیھا الا النعیم۔ ایسے باغات جہاں راحتیں ہی راحتیں ہوں گی کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوگی نہ محنت نہ مشقت نہ دوڑ دھوپ نہ کسی سے سوال کرنے کی ضرورت۔
۳۷:۴۴ = سُرُرٍ۔ سَرِيْرٌ کی جمع۔ تخت۔ وہ جس پر کہ ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے یہ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔
= مُتَقٰبِلِيْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر منصوب، مُتَقَابِلٌ واحد تَقَابُلٌ (تفاعل) مصدر۔ آمنے سامنے (بیٹھنے والے)

فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مُکْرَمُوْنَ کا ظرف ہے اور اسی طرح عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ظرف ہے مُکْرَمُوْنَ کا۔ یعنی راحتوں کے باغ میں ہونگے آمنے سامنے تختوں پر متمکن ہوں گے، یا۔ یہ دونوں جملے مُکْرَمُوْنَ سے حال ہیں۔ یعنی درآنحالیکہ " وہ راحتوں کے باغوں میں ہوں گے۔ اور تختوں پر آمنے سامنے متمکن ہوں گے یا یہ دونوں جملے اُولٰٓئِكَ کی خبر بعد از خبر ہیں۔

فی جنت النعیم ، یجوز ان یکون ظرفًا وان یکون حالًا وان یکون خبرًا لبعد خبر۔ وکذا (علیٰ سرر متقبلین) ۔ مدارک التنزیل۔

۳۷ : ۴۵ — یُطَافُ عَلَیْہِمْ۔ یُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اِطَافَۃٌ (افعال) مصدر۔ الطَّوْفُ مصدر (باب نصر) کے معنی کسی چیز کے گرد چکر لگانا۔ اور گھومنا کے ہیں۔ اَلطَّآئِفُ بمعنی چوکیدار جو رات کو حفاظت کے لئے چکر لگائے۔ طَافَ عَلٰی کسی کے گرد چکر لگانا۔ یُطَافُ عَلَیْہِمْ ان کے اردگرد پھرایا جائے گا۔ ان کے درمیان پھرایا جائے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ اور یہ ضمیر مُتَقٰبِلِیْنَ سے حال ہے یا یہ مُکْرَمُوْنَ کی صفت بھی ہو سکتا ہے۔

الطواف کا فاعل کون ہے؟ روح المعانی میں ہے!

وفاعل الطواف علیٰ ما قیل من مات من اولاد المشرکین قبل التکلیف فی الصحیح انھم خدام اھل الجنۃ۔

الطواف کا فاعل مشرکین کی وہ اولاد جو مکلّف ہونے سے قبل (یعنی صغر سنی میں) ہی فوت ہو گئی ہو۔ صحیح یہی ہے کہ وہ اہل جنت کے خادم ہوں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

وَیَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ (۵۶ : ۱۷) نوجوان خدمت گذار جو ہمیشہ ایک ہی حالت میں رہیں گے۔ ان کے پاس پھریں گے۔

یا۔ وَیَطُوْفُ عَلَیْہِمْ غِلْمَانٌ لَّہُمْ کَاَنَّہُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲ : ۲۴) اور ان کے آس پاس لڑکے پھریں گے جو ان کے لئے ہیں اور جو ایسے ہوں گے جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

— کَاْسٍ۔ اس پیالہ کو کہتے ہیں جو شراب سے بھرا ہوا ہو۔ خالی پیالہ کو قدح کہتے ہیں یا اِنَاء۔ اِنْ کَانَ فَارِغًا فَلَیْسَ بِکَاْسٍ۔ اگر خالی ہو تو وہ کَاْسٌ نہیں ہے

قرآن مجید میں جہاں کَاْسٍ کا ذکر آیا ہے اس سے مراد شراب سے بھرا ہوا پیالہ ہی ہے
= مَعِیْنٍ۔ یہ کَاْسٍ کی صفت ہے اگر یہ عَانَ یَعِیْنُ (ضرب) عَیْنٌ سے ہے جس کے معنی ہیں پانی کا اس طرح سطحِ زمین پر جاری ہونا کہ نظر آسکے تو مَعِیْنٌ بمعنی مَعْیُوْنٌ صفت مفعولی ہے یعنی ایسا چلتا ہوا پانی جو آنکھوں کو نظر آسکے۔
بصورتِ دیگر یہ مَعَنَ یَمْعَنُ (فتح) مَعْنٌ سے بروزن فعیل صیغہ صفت ہے اس صورت میں میم حرف اصلی ہے!
بغویؒ نے اس آیۃ کی توضیح میں لکھا ہے:
خمور جاریۃ فی الانہار ظاہرۃ تراہا العیون یعنی جنت کی نہروں میں بہنے والی شراب جو آنکھوں کے سامنے ہوگی!
= بَیْضَآءَ۔ سفید۔ بَیَاضٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کا واحد مذکر اَبْیَضُ آتے گا اور بِیْضٌ جمع ہے جو مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ہے۔
بیضاء کَاْسٍ کی صفت ہے جسے بطور مؤنث استعمال کیا گیا ہے۔ سفید ہونے کی صفت پیالہ میں شراب کی ہے۔
الحسن کا قول ہے:۔
ان خمر الجنۃ اشد بیاضًا من اللبن۔ جنت کی شراب دودھ سے بھی زیادہ سفید ہوگی!
= لَذَّۃٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ۔ لَذَّۃٌ یا تو مصدر ہے اور زیادہ لذیذ ہونے کی وجہ سے اسے (شراب کو) بعینہٖ لذت قرار دیا ہے۔ یا لَذَّۃٌ مؤنث ہے لَذٌّ (فَعْلٌ) سے اور یہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جیسے لَذِیْذٌ صیغہ صفت ہے۔
۳۷: ۴۷ = لَا فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب خَمْرٌ کی طرف راجع ہے (جو پیالہ میں ہوگی)
= غَوْلٌ۔ غَالَ یَغُوْلُ سے مصدر ہے بمعنی شراب میں مدہوش ہونا۔ دردِ سر مدہوشی۔ لَا فِیْهَا غَوْلٌ۔ اس شراب میں نہ کوئی مدہوشی ہوگی نہ دردِ سر نہ کوئی اور بگاڑ
جنت کی شراب کے متعلق تو اور جگہ ارشاد الٰہی ہے:۔
وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (۷۶: ۲۱) اور ان کا پروردگار ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔

= يُنْزَفُوْنَ عَنْهَا۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب نَزْفٌ مصدر (باب ضرب) نہ اس (شراب) سے ان کی عقل ماری جائے گی۔ نَزَفَ الْمَاءُ کے معنی کنویں سے تدریجاً سارا پانی کھینچ لینے کے ہیں۔ اسی سے نُزِفَ (مجہول) عقل کا بتدریج زائل ہونا۔ بیہوش ہو جانا۔ خبطی ہو جانا ہے۔ یہ باب افعال (اَنْزَفَ۔ يُنْزِفُ) سے بھی مضارع مجہول کا صیغہ ہو سکتا ہے۔ بہر کیف معنی ایک ہی ہے!

۳۷: ۴۸ = قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ : مضاف مضاف الیہ (یہ حوروں کی صفت ہے) اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَاصِرَةٌ واحد۔ قَصَرَ يَقْصُرُ (باب نصر) قُصُوْرٌ ... عَنِ الشَّئِ کسی چیز سے رُک جانا۔ اور قَصَرَ يَقْصِرُ (ضرب) ــــ فِيْ بَيْتِهٖ گھر میں روکے رکھنا۔ قَصَرَ نَفْسَهٗ عَلٰى كَذَا۔ کسی چیز پر قناعت کر لینا اور دوسری چیز کی طرف نگاہ نہ اٹھانا۔

الطَّرْفُ ۔ نظر۔ نگاہ۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ اپنی نگاہ کو روک رکھنے والیاں۔ نگاہوں کو نیچا رکھنے والیاں۔ جن کی نگاہیں غایت عفت کے سبب اوپر کو نہ اٹھیں، جو اپنے شوہروں کے بغیر کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتی ہوں۔

وَعِنْدَ هُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ یہ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے یا یہ موضع الحال میں ہے۔ یعنی شراب سے لبریز پیالے ان کے درمیان گردش کر رہے ہوں گے دراں حالیکہ ان کے حضور ایسی حوریں ہوں گی جو اپنی نگاہیں انہی پر مرکوز رکھیں گی اور کسی دوسری طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھیں گی!

= عِيْنٌ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں، زنان فراخ چشم۔ اَعْيَنُ۔ عَيْنَاءُ سے عِيْنٌ۔ جمع مذکر و مؤنث۔

۳۷: ۴۹ = كَاَنَّهُنَّ۔ كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب كَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔

= بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۔ موصوف و صفت بَيْضٌ بَيْضَةٌ کی جمع ہے بمعنی انڈے بیضہ کو بیضہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں بیاض (سفیدی) مکمل طور پر پائی جاتی ہے!

الحسن کے قول کے مطابق بَيْضٌ بمعنی شترمرغ کے انڈے کے ہیں۔ شترمرغ اپنے انڈوں کو ہوا اور غبار سے بچانے کے لئے پروں میں چھپا لیتا ہے اور شترمرغ کے انڈوں کا رنگ سفید مائل بزردی ہوتا ہے اہل عرب کے نزدیک عورتوں کا یہ رنگ حسین ترین

رنگ ہے اسی لئے عورتوں کو شتر مرغ کے انڈوں سے تشبیہ دی ہے!

مَکْنُوْنٌ اسم مفعول واحد مذکر ہے۔ کَنٌّ و کُنُوْنٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چھپایا ہوا۔ محفوظ۔

گویا کہ وہ سب شتر مرغ کے انڈوں کی مانند گرد و غبار سے محفوظ ہوں گی۔

مکنون بمعنی مصئون عن الکسر۔ شکست سے محفوظ، بے داغ (بالکل صحیح وسالم بہمہ وجوہ) والعرب تقول لکل مصئون مکنون: عرب ہر محفوظ چیز کو مکنون کہتے ہیں۔

۳۷: ۵۰ = ملاحظہ ہو، ۳۷: ۲۷۔ جہاں گمراہ کرنے والے پیشواؤں اور ان کے پیروؤں کے درمیان سوال وجواب کا ذکر ہے۔ یہاں اہل جنت کے درمیان مکالمہ ہے!

۳۷: ۵۱ = قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ۔ ای قال قائل من اھل الجنۃ۔ آپس میں گفتگو کرنے والے اہل جنت میں ایک بولے گا۔ یا کہیگا۔

اس جملہ کا عطف یُطَافُ عَلَیْہِمْ پر ہے دونوں کے درمیان کی عبارت بطور کلام معترضہ ہے۔

= قَرِیْنٌ۔ اَلْاِقْتِرَانُ۔ اِزْدِوَاجٌ کی طرح اقتران کے معنی بھی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ قَرَنْتُ الْبَعِیْرَ مَعَ الْبَعِیْرِ میں نے دو اونٹوں کو ایک رسی سے باندھ دیا۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم عمر ہو یا بہادری وقوت اور دیگر اوصاف میں اس کا ہم پلہ ہو اسے اس کا قِرْن کہتے ہیں۔ اور ہم پلہ یا ہمسر یا ہمنشین کو قرین کہتے ہیں۔ یہاں آیہ ہذا میں بمعنی ساتھی یا ہمنشین ہی آیا ہے۔ قَرِیْنٌ کی جمع قُرَنَاءُ ہے۔

۳۷: ۵۲ = یَقُوْلُ۔ ای کَانَ یَقُوْلُ (جو) کہا کرتا تھا

= اَ ئِنَّکَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ کیا تو بھی۔

= مُصَدِّقِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ تصدیق کرنے والے۔ سچ ماننے والے۔ مُصَدِّقٌ واحد۔ صَدَّقَ یُصَدِّقُ تَصْدِیْقٌ (تفعیل) سے۔ کیا تو بھی حشر پر ایمان لانے والوں میں سے ہے۔

۳۷: ۵۳ = ءَ اِذَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا۔ ظرف زمان۔ کیا جب۔

== ءَ اِنَّا ہمزہ استفہامیہ ہے اور اِنَّا دراصل اِنَّنَا ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم۔ جملہ میں استفہام کی تکرار تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔ یعنی کیا جب ہم مرجائیں گے اور (محض) مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا اس صورت میں بھی ہمارا حساب کتاب لیا جائے گا۔ اور جزاء وسزا ملے گی۔

== لَمَدِیْنُوْنَ ہ لام تاکید کا ہے مَدِیْنُوْنَ دین سے مشتق ہے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ بحالت رفع ہے۔ بدلہ دیئے ہوئے۔ مَجْزِیُّوْنَ (جن کو اپنے اعمال کی جزاء یا سزاء دی گئی ہو) مُحَاسَبُوْنَ (جن کا محاسبہ کیا گیا ہو)

اَلْمَدِیْنُ غلام بدلہ دیا ہوا۔ وہ جس سے حساب لیا گیا ہو، اَلْمَدِیْنَۃُ مؤنث۔
(نیز ملاحظہ ہو ۳۷ : ۲۰)

یہ لفظ قرآن مجید میں دوسری جگہ (۵۶: ۸۶-۸۷ میں استعمال ہوا ہے ارشاد ہے فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَا..... ﴿۸۷﴾ اگر تمہارا حساب وکتاب ہونے والا نہیں تو تم اس (روح) کو پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے......

دَیْنٌ مادہ سے متذکرہ مشتقات اَلدِّیْنُ (بکسر الدال) سے ہیں۔ اسی مادہ سے اَلدَّیْنُ بمعنی قرض دینا ہے جس سے اَلدَّائِنُ بصفت فاعلی قرض دینے والا۔ اور اَلْمَدْیُوْنُ بصفت مفعولی قرض لینے والا ہے۔

۳۷: ۵۴ == قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ہ مُطَّلِعُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مُطَّلِعٌ واحد۔ اِطِّلَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اصل میں مُطْتَلِعُوْنَ تھا۔ تار کو طار میں مدغم کیا گیا ہے۔ مُطَّلِعُوْنَ جھانک کر دیکھنے والے۔

قَالَ کے فاعل کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں!

(۱)۔ یہ ارشاد خداوندی ہے۔ جب القائل اپنے دنیا کے ہمنشین کے متعلق بات کریگا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا:۔

" کیا تم اپنے اس ساتھی کو جو عذاب دوزخ میں مبتلا ہے دیکھنا چاہتے ہو؟
(تم اور تمہارے دوسرے اہل جنت رفیق)

(۲) یہ قول فرشتوں کا ہے جو القائل کے بات کرتے وقت وہاں موجود ہوں گے وہ القائل اور اس کے ساتھیوں سے کہیں گے کیا تم القائل کے دنیا کے ساتھی کا حال دیکھنا چاہتے ہو جو اس وقت عذاب دوزخ میں مبتلا ہے اور پھر دیکھو کہ اس کا مقام تمہارے مقام

کے مقابلہ میں کیسا ہے ؟

(۳) قَالَ کا فاعل خود القائل ہی ہے جو اپنے مخاطبین اہل جنت سے کہیگا کہ کیا تم اس کو جھانک کر دیکھنا چاہو گے؟ (کہ اب میرے اس ساتھی کا دوزخ میں کیا حال ہے ؟)

۳۷ : ۵۵ = فَاطَّلَعَ ۔ فَ تعقیب کا ہے ۔ اِطَّلَعَ ۔ اِطِّلَاعٌ (افتعال) ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ واحد مذکر غائب کا ہے ۔

سو وہ جھانک کر دیکھے گا (یعنی دوسروں کے ساتھ وہ بھی دوزخیوں کو جھانک کر دیکھے گا)

= فَرَاٰہُ ۔ فَ تعقیب کا ہے ۔ رَاٰی رَاْیٌ وَرُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے ماضی (بمعنی مستقبل) کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ! پس وہ اس کو دیکھے گا ۔ اس کو پائیگا

= سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ جہنم کے وسط (میں)

۳۷ : ۵۶ = قَالَ ۔ ای قال القائل ۔ یعنی بات شروع کرنے والا ۔ اپنے دنیا کے ساتھی کو مخاطب کر کے کہیگا ۔

= تَاللّٰہِ ۔ تَا قسم کے لئے ہے ۔ اللہ کی قسم ۔

علامہ زمخشری رح آیت وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ .... (۲۱ : ۵۷ ۔ اور خدا کی قسم میں تمہارے بتوں کی گت بناڈالوں گا) کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

حروف قسم میں بآء تو اصل ہے اور واؤ اس کا بدل ۔ اور واؤ کا بدل تا ہے لیکن تاؔ میں تعجب کے معنی زائد ہیں (آیت مذکورہ میں) گویا اس بات پر تعجب ہے کہ باوجود نمرود کی سرکشی اور زور آوری کے میرے لئے ان (بتوں) کا علاج کر دینا اور اس کام کو سرانجام دینا کتنا آسان ہے "

آیت ہذا میں تعجب اس بات پر ہے کہ باوجود تو نے مجھے ہلاکت میں قریبًا ڈال ہی دیا تھا ۔ لیکن اپنے پروردگار کے فضل سے میں سلامت بچ نکلا ۔

= اِنْ : اِنَّ سے مخففہ ہے ۔

= کِدْتَّ ۔ کَادَ یَکِیْدُ کَیْدٌ (باب ضرب) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے ۔ (قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر دیتا)

کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے ۔ اگر یہ بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع نہیں ہوا ۔ قریب الوقوع ضرور تھا ۔ جیسا کہ آیت ہذا میں

قریب تھا کہ تو مجھے ہلاک کر ڈالے لیکن میں پروردگار کے فضل سے ہلاکت سے بچ گیا۔
یا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے کہ:
كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ..... (۹: ۱۱۷) ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر (اللہ نے) ان لوگوں پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمادی (اور وہ متزلزل ہونے سے بچ گئے۔
= لَتُرْدِيْنِ۔ لام فارقہ ہے۔ اللام الفاصلہ: یا۔ اللام الفارقہ:
جب اِنْ (مخففہ) کو اِنَّ (ثقیلہ) کی جگہ استعمال کیا گیا ہو تو مُسند سے قبل لام لایا جائیگا تاکہ اس اِنْ کو اِنْ نافیہ سے تمیز کیا جا سکے۔ مثلاً وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ o (۶: ۱۵۶) اور ہم تو ان کے پڑھنے پڑھانے سے نرے بے خبر ہی رہے)
تُرْدِيْنِ۔ تُرْدِيْ اِرْدَاءٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نَ وقایہ ی متکلم محذوف ہے ردی مادہ۔ الرَّدٰی (باب سمع) کے معنی ہلاکت کے ہیں التَّرَدِّیْ (باب تفعل) کے معنی ہیں اپنے آپ کو ہلاکت کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے ارشاد باری ہے وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰی (۹۲: ۱۱) اور جب وہ جہنم میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔
یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَلَا يَصُدَّنَّكَ مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰی (۲۰: ۱۶)
سو تمہیں اس کی طرف سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہش (نفسانی) کی پیروی کرتا ہے ورنہ تم بھی تباہ ہو کر رہو گے۔
لَتُرْدِيْنِ: تونے مجھے ہلاک ہی کر ڈالا تھا۔
۳۷: ۵۷ = الْمُحْضَرِيْنَ o اسم مفعول، جمع مذکر منصوب وہ لوگ جن کو (عذاب کے لئے) حاضر کیا جائے گا۔
۳۷: ۵۸ = اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ..... وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ۔
(۱) یہ کلام القائل کا ہے جو اپنے ساتھی سے کلام کرکے اپنے جُلَسَاء کی طرف متوجہ ہو کر کہتا ہے
(۲) یہ کلام جملہ متسائلین کا ہے جو باہم گفتگو کر رہے تھے۔
(۳) یہ کلام القائل کے کلام کا تتمہ ہے جو وہ اپنے قرین سے کر رہا تھا اور یہ کلمات بطور زجر و توبیخ کے اس نے کہے۔

اَفَمَا میں ہمزہ استفہامیہ ہے تقریر کے لئے ہے اور اس میں تعجب کے معنی پائے جاتے ہیں (تقریر کے معنی مخاطب سے ایسی بات کا اقرار کرانا جو متکلم کے نزدیک مظنون اور مخاطب کے نزدیک ثابت ہو۔ جیسے اَضَرَبْتَ زَیْدًا) فَ عطف کے لئے ہے اس کا عطف کلام مقدر پر ہے ای اَنَحْنُ مُخَلَّدُوْنَ فَمَا نَحْنُ بِمَیِّتِیْنَ کیا ہم ہمیشہ زندہ رہیں گے اور نہیں مریں گے۔ بِ حرف جار ہے۔ اور مَیِّتِیْنَ اسم صفت جمع مذکر مجرور مرنے والے۔ مَیِّتٌ واحد۔

۳۷: ۵۹ == اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی۔ اِلَّا استثناء مفرغ (جس کا مستثنٰی منہ مذکور نہ ہو) اس کا مستثنٰی منہ مصدر مقدر موتۃ ہے۔ ای افما نحن بمیتین موتۃ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰی کیا ہم (اب) موت نہیں مریں گے سوائے ہماری پہلی موت کے (جو ہم پر دنیا میں گذر چکی)۔

مَوْتَتَنَا مضاف مضاف الیہ (ہماری موت) الاولیٰ موت کی صفت ہے ہماری پہلی موت۔

== بِمُعَذَّبِیْنَ۔ ب حرف جار۔ مُعَذَّبِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر مجرور۔ عذاب دیئے گئے، عذاب یافتہ۔

آیات ۵۸ - ۵۹ کا مطلب ہوگا:

کیا ہم بجز پہلی بار مر چکنے کے پھر (کبھی) نہیں مرنے کے۔ اور نہ ہم کو کبھی عذاب ہوگا یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو اس کے اقرار پر آمادہ کیا گیا ہے۔

۳۷: ۶۰ == اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ...... یہ کلام القائل کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے یا جملہ سائلین کے کلام کا تتمہ۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہو۔

هٰذَا سے مراد جنت کی نعمتیں، وہاں دوامی مقام، موت سے نجات، عذاب سے مستقل رہائی۔ وغیرہ ہیں۔

یہ القائل کے کلام کا تتمہ بھی ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بھی جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت سے مخاطب ہو کر القائل کے کلام کی تصدیق میں فرمایا گیا ہے یعنی حیات خلد واستمرار، نفی عذاب ایک عظیم کامیابی ہے۔

۳۷: ۶۱ == لِمِثْلِ هٰذَا فَلْیَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ؕ ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے

والوں کو عمل کرنا چاہئے۔
یہ بھی القائل کے کلام کا تتمہ ہوسکتا ہے یا یہ اللہ کا کلام ہوسکتا ہے بہرحال یہاں القائل اور اس کے قرین (ساتھی) کا قصہ ختم ہوا۔
لِمِثْلِ جار مجرور کو حصر کے لئے متقدم لایا گیا ہے "ایسی ہی کامیابی کے لئے"
لِيَعْمَلِ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب: چاہئے کہ وہ عمل کرے۔
۳۷: ۶۲ = ذٰلِكَ ۔ جنت کی نعمتیں ۔ ان کی فراوانی، وہاں ہمیشہ ہمیشہ کا قیام، ابدی زندگی۔ ہر قسم کے عذاب سے خلاصی اور جملہ نعمتیں جو اوپر مذکور ہوئیں۔ آیات ۴۱: ۴۹ میں۔
= نُزُلًا ۔ بطور مہمانی، مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت،
ذٰلِكَ کی تمیز ہے۔ یعنی یہ نعمتیں جنتیوں کو بطور ضیافت ملیں گی! ۔ النُّزُلُ (طعام مہمانی) جو آنیوالے مہمان کے لئے تیار کیا جائے (راغب) نُزُلٌ ۔ وہ چیز جو مہمان کے آتے ہی اس کے سامنے لائی جاتی ہے (ابتدائی پیش کش)
اس لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ مذکورہ بالا نعمتیں تو اہل جنت کو ابتدائی پیشکش کے طور پر دی جائیں گی۔ اس کے بعد کیا کیا عطا ہوگا اس کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے۔
(تفسیر مظہری)
= الزَّقُّوْم ۔ ایک درخت جسے حنظل یا تھوہر کہتے ہیں۔ ذائقہ میں تلخ، دیکھنے میں بدنما، اثر میں زہریلا ہوتا ہے۔ اس سے استعارہ کے طور پر کہتے ہیں زَقَمَ فُلَانٌ وَ تَزَقَّمَ ۔ اس نے کوئی کریہہ چیز نگل لی۔ دوزخ میں جو یہ درخت آگ سے پیدا ہوگا اس کے ذائقہ، صورت، اثر کو خیال کیا جا سکتا ہے۔ یہاں ذکر دوزخ میں پیدا ہونے والے اس درخت کا ہے۔
۳۷: ۶۳ = جَعَلْنٰهَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب شجرۃ کی طرف راجع ہے۔
= فِتْنَةً ۔ قرآن مجید میں یہ لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی میں استعمال کیا گیا ہے مثلاً آزمائش یا آزمائش کرنا۔ مصیبت، ایذار، فساد۔ تختۂ مشق، عبرت، وغیرہ یہاں آخرت کی نسبت سے اس کا معنی عذاب آئے گا!
۳۷: ۶۴ = اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اصل ۔ جڑ، تہ، گہرائی۔
۳۷: ۶۵ = طَلْعُهَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گابھا۔ اس کا خوشہ، شگوفہ،
= كَاَنَّهٗ ۔ گویا کہ وہ (خوشہ یا شگوفہ) كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل، ہٗ ضمیر واحد

مذکر غائب کَانَ کا اسم۔

= رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شیطانوں کے سر۔

الزجاج اور الفراء کہتے ہیں کہ شیطان سے مراد سانپ ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ شیطان سے مراد معروف شیطان ہو۔

جس طرح خوبصورتی کے لئے فرشتے سے تشبیہ دی جاتی ہے جیسے اِنْ ھٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ (۱۲: ۳۱) یہ تو کوئی نورانی فرشتہ ہے۔ اسی طرح بدصورتی کے لئے شیطان سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۳۷: ۶۶ = فَاِنَّھُمْ۔ فَاء تعقیب کا ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظٰلِمِیْنَ (آیۃ ۶۳) ہے

= لَاٰكِلُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے اٰكِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع (باب نصر) سے اَكْلٌ مصدر۔ کھانے والے۔ فَاِنَّھُمْ لَاٰكِلُوْنَ پس ان کو ضرور کھانا ہوگا۔ پس وہ ضرور کھائیں گے۔ یعنی بھوک کی وجہ سے یا جبر کے تحت وہ ضرور کھائیں گے!

= مِنْھَا۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ای من ثمرھا او من طلعھا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشجرۃ ہے۔

= فَمَالِـُٔوْنَ۔ الفاء عطف وتعقیب کا ہے۔ مَالِـُٔوْنَ اسم فاعل جمع مذکر مرفوع مَالِئٌ واحد مَلْأٌ۔ مَلْأَۃٌ۔ مِلْأَۃٌ مصدر (باب فتح) بھرنے والے، مَلْأٌ برتن کو اتنا بھرنا کہ اس سے زیادہ ممکن نہ ہو۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ باوجود زقوم کے مکروہ الصورت، بد ذائقہ، اور اثر میں زہریلا ہونے کے وہ اسے پیٹ بھر کر کھانے پر مجبور ہوں گے (بوجہ بھوک کے یا جبر کے)

۳۷: ۶۷ = ثُمَّ۔ پھر۔ حرف عطف ہے۔ ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا بلحاظ زمانہ ہو (التراخی الزمانی) خواہ باعتبار مرتبہ کے ہو (التراخی الرتبی)۔

یہاں ہر دو معنی ممکن ہو سکتے ہیں:۔

پہلی صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ زقوم پیٹ بھر کر کھا لینے کے بعد (جب ان کو پیاس ستائیگی) تو ان کو کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا۔

دوسری صورت میں معنی یہ ہوں گے! کہ ان کو بدصورت، بدمزہ، زہریلا زقوم کھانا ہوگا

اور جب ان کو پیاس لگے گی تو کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا یعنی کھانا تو مکروہ ہوگا ہی مگر پینا اس سے زیادہ مکروہ اور ناگوار ہوگا۔

= عَلَيْهَا۔ ای علی الشجرۃ التی ملئوا منہا بطونہم۔ اس زقوم کے (درخت) کے بعد جس سے انہوں نے اپنے پیٹ بھر لئے ہوں گے۔ یا مزید برآں اس درخت زقوم کی کراہت و قباحت سے بھی بڑھ کر۔

= شَوْبًا۔ شوب، ملاوٹ، آمیزش، شَابَ يَشُوْبُ (نصر) کا مصدر ہے اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کو کسی چیز میں ملا دینا۔ خلط ملط کر دینا۔

= حَمِيْمٍ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت گرم پانی۔ اس کی جمع حَمَائِمُ ہے۔ قریبی جگری دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا (۷۰ : ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا

۳۷ : ۶۸ = مَرْجِعَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرجع۔ لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رَجَعَ يَرْجِعُ (ضرب) سے مصدر میمی ہے۔ رُجُوْعٌ مَرْجِعَۃٌ رُجْعٰی وُرُجْعَانٌ بھی مصدر ہیں۔

= لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ۔ لَاْ میں لام کے بعد الف زائد ہے۔ پڑھا نہیں جاتا۔ یہ قرآن مجید میں کئی جگہ اس صورت میں آیا ہے مثلاً۔ لَاْاَوْضَعُوْا (۹ : ۴۷) فَوَاذِيْرًا (۷۶ : ۱۶) وغیرہ۔ لَاْ اِلَى الْجَحِيْمِ جہنم کی طرف۔

۶۲ تا ۶۸ آیات کی تشریح۔

فَائِدَہ: جہنمیوں کو پہلے وسط جہنم میں لیجایا جائے گا۔ جہاں زقوم کا درخت اپنی بدصورتی، بدذائقی، زہریلی خاصیت کے ساتھ اُگتا ہے وہاں بھوک کی شدت سے وہ پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ پھر ان کو نہایت سخت گرم پانی کا محلول پلایا جائیگا یہ گرم پانی مقام جحیم سے باہر ہوگا:۔

جیسا کہ اور جگہ ارشاد خداوندی ہے:۔

يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ (۵۵ : ۴۴) وہ دوزخ اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان گھومتے پھریں گے۔ گرم پانی پلانے کے بعد ان کو لوٹا کر پھر جحیم میں لایا جائیگا۔

اور اسی طرح وہ جگر کلٹتے رہیں گے۔

۳۷: ۶۹ == اَلْفَوْا ۔ اِلْفَاءٌ (افعالٌ) سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے بمعنی پانا۔ انہوں نے پایا۔ لفی مادّہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (۲: ۱۷۰) بلکہ ہم تو اسی چیز کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا۔

۳۷: ۷۰ == اٰثٰرِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے نشانات۔ اُن کے نشاناتِ قدم ان کے پیچھے پیچھے۔ اَثَرٌ واحد۔

== يُهْرَعُوْنَ ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِهْرَاعٌ (افعال) مصدر بمعنی سختی اور تخویف سے ہانکنا۔ اور چلانا۔ هَرِيْعٌ تیز رو اور چلاّ کر رونے والا۔ هَرِعَ بِرُمْحِهٖ فَتَهَرَّعَ: کے معنی نیزے کو سرعت کے ساتھ سیدھا کرنا کے ہیں۔

اِهْرَاعٌ میں تیزی یا تیز رفتاری کا مفہوم پایا جاتا ہے خواہ وہ تیزی شدّتِ جذبات سے ہو یا کسی بیرونی طاقت کی سختی کی وجہ سے یا کسی خوف کی وجہ سے۔

یہاں فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ہ کے معنی ہیں وہ (جذبۂ تقلید کی شدّت کے زیر اثر) اُن کے (یعنی اپنے آباء و اجداد کے) نقشِ قدم پر چلے جارہے ہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ (۱۱: ۷۸) اور لوطؑ کی قوم کے لوگ اس کے پاس بے تحاشا دوڑتے ہوئے آئے۔

مجہول کا صیغہ اندرونی قوتِ متحرکہ کی شدّت کو ظاہر کرنے کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس اندرونی قوت کے آگے وہ لاچار ہانکے چلے جارہے تھے۔

رُوح المعانی میں ہے:۔

وبناء الفعل للمفعول اشارة الٰی مزید رغبتھم فی الاسراع علٰی اٰثارھم کَاَنَّھُمْ یزعجون و یحثون حثًا علیہ ۔ اور فعل کا بحالت مفعولی لانا اپنے آباء و اجداد کے نقشِ قدم پر بسرعت چلنے پر ان کی شدتِ رغبت کی طرف اشارہ ہے،

۳۷: ۷۱ == قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اپنے آباء و اجداد کی اندھا دھند تقلید کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

== اَلْاَوَّلِیْنَ ، اَوَّلُ کی جمع یعنی ان کے اگلے یا پہلے لوگ:
۳۷: ۷۲ == فِیْھِمْ ۔ ای فی الاولین پہلے لوگوں میں ۔
== مُنْذِرِیْنَ ، اسم فاعل جمع مذکر۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) سے
۳۷: ۷۳ == اَلْمُنْذَرِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر مضاف الیہ عَاقِبَۃُ (انجام) مضاف (انجام ان لوگوں کا) جن کو سرکشی اور نافرمانی کی سزا سے ڈرایا گیا۔
۳۷: ۷۴ == اِلَّا حرف استثناء ۔ اگر المنذرین سے مراد مخصوص گروہ مراد ہے تو یہ استثنائے منقطع ہے اور اگر اس کا اطلاق عمومی ہے تو یہ استثنائے متصل ہے
== اَلْمُخْلَصِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِخْلَاصٌ (افعالٌ) سے ۔
خالص کئے گئے ، خالص کئے ہوئے ۔
اور اخلاص کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو ہر ممکن ملاوٹ سے پاک و صاف کردینا
اصطلاحِ شرع میں اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ محض خداوند تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لئے عمل کیا جائے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو ۔
۳۷: ۷۵ == یہاں سے بعض قصص کا تفصیلاً بیان شروع ہوتا ہے جن کا مجملاً پہلے بیان ہوچکا ہے ۔ مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ۔
سابق آیت میں فرمایا تھا :-
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِیْھِمْ مُّنْذِرِیْنَ ہ اس میں عموماً سارے پیغمبروں کا ذکر ہوگیا۔
اب خصوصیت کے ساتھ حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر شروع فرمایا۔
مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے ایک زمانہ میں قوم نوح گمراہ ہوگئی تھی۔ ہم نے ان کی ہدایت کے لئے حضرت نوح (علیہ السلام) کو بھیجا۔ نوح نے ان کو اسلام کی دعوت دی ۔ قوم نے دعوت نہ مانی ۔ اور (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو بذریعہ وحی معلوم ہوگیا کہ جو لوگ ایمان لانے والے تھے وہ لاچکے ۔ آئندہ قوم کا کوئی فرد ایمان نہیں لائے گا۔ (حضرت) نوح جب مایوس ہوگئے تو انہوں نے ہم کو پکارا۔ ہم سے دعا کی ۔ کہ ان کی قوم کو تباہ کردیا جائے ۔ ہم نے ان کی دعا قبول کی اور ہم (اپنے خاص بندوں کی دعا) اچھے قبول کرنے والے ہیں ۔
۳۷: ۷۵ == وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِیْبُوْنَ ہ واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف مضمونِ رفتہ پر ہے لام قسم محذوف کے جواب میں ہے الفاء للفصیحۃ

ای وتاللہ لقد دعانا نوح حین ایس من ایمان قومہ بعد ان
دعاھم احقابًا ودھورًا فلم یزدھم دعاءہ الا فرارًا ونفورًا
فاجبنا احسن الاجابۃ فواللہ لنعم المجیبون نحنُ۔ خدا کی قسم جب مدتوں
اپنی قوم کو دعوت الی الحق دینے کے بعد اس قوم میں نفرت اور فرار ہی کا اضافہ ہوا تو حضرت نوح
نے قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو کر ہمیں پکارا۔ اور ہم نے بطریق احسن اس کی فریاد رسی کی
بخدا ہم خوب فریاد سننے والے ہیں (اور ضرورت کو پورا کرنے والے ہیں) ملاحظہ ہو ۷۱: ۵-۶ و ۲۶
-۲۷)

= نَادٰىنَا۔ نَادٰى یُنَادِیْ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
نَا ضمیر جمع متکلم۔ اس نے ہم کو پکارا۔ باب مفاعلہ کے خواص میں سے موافقت مجرّد (مجرّد کے
ہم معنی ہونا) بھی ہے۔ لہٰذا نَادٰى اشتراک کی بجائے مجرّد کے معنی میں ہوگا۔ "اس نے پکارا"،
جیسے سَافَرَ زَیْدٌ بمعنی سَفَرَ زَیْدٌ۔ زید نے سفر کیا۔

= اَلْمُجِیْبُوْنَ ہ اسم فاعل جمع مذکر۔ المجیب واحد اجابۃ مصدر۔ دعا قبول کرنے
والے۔ دینے والے۔

۳۷: ۷۶ = اَھْلَہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے گھر والے۔ اس کے گھرانے کے:
یہاں اَھْل سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان والے نہیں ہیں بلکہ ہم عقیدہ
اور ایمان والے مراد لئے گئے ہیں۔

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔

قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّہٗ لَیْسَ مِنْ اَھْلِكَ اِنَّہٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ (۱۱: ۴۶)
خدا نے فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے وہ تو ناشائستہ افعال ہے۔

= اَلْکَرْبِ۔ اسم مصدر معرفہ۔ بڑی مصیبت، کَرْب سخت غم۔ دم گھونٹنے والا غم
الْکَرْبِ الْعَظِیْمِ بہت بڑی مصیبت، اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کو قوم
کے ہاتھوں پہنچنے والی تکلیفیں اور ایذا رسانی ہے:

۳۷: ۷۷ = ذُرِّیَّتَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اُس کی ذرّیت۔ اُس کی اولاد۔ اُس
کی نسل۔

= اَلْبٰقِیْنَ: باقی رہنے والے۔ بچے ہوئے۔ بَاقٍ کی جمع ہے۔
اصل میں فَاعِلٌ کے وزن پر بَاقِیٌ تھا۔ ی پر ضمہ دشوار تھا اس کو ساکن کیا۔ اب

ی ساکن اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ باقٍ ہو گیا۔ اسی طرح رَمیٌ یَرْمِیْ۔ ناقص یائی سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اختصاص کے لئے ہے یعنی ہم نے صرف اسی کی اولاد کو باقی رکھا۔
۳۷: ۷۸، ۷۹ = وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ه سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ه
تَرَكْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَرْكٌ مصدر سے۔ ہم نے چھوڑا۔ عَلَيْهِ اس کے لئے اَلْاٰخِرِيْنَ اٰخِرٌ کی جمع۔ پچھلے۔ یعنی ان کے بعد آنے والے لوگ۔ ان کے بعد کی نسلیں۔
اَلْعٰلَمِيْنَ۔ تمام جہان۔ تمام عَالَمْ۔ یہ عَالَمٌ کی جمع ہے۔ بحالت نصب وجر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا سب مخلوق کو عَالَم کہتے ہیں۔
تَرَكْنَا ...... اَلْعٰلَمِيْنَ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔
(۱) جملہ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ موضع نصب میں ہے اور یہ تَرَكْنَا کا مفعول ہے: مطلب ہو گا:

ہم نے (حضرت نوح) کے بعد میں آنے والی نسلوں میں حضرت نوح کے حق میں کلام سَلٰمٌ ...... اَلْعٰلَمِيْنَ۔ چھوڑا۔ (یعنی کہ وہ ان کے حق میں یہ دعا پڑھا کریں) اس صورت میں یہ کلام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ جسے وہ پڑھا کریں گے۔
(۲) یہ کلام (سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ) آئندہ آنے والی نسلوں کا اپنا مقولہ ہے اور وہ ان الفاظ میں حضرت نوح علیہ السلام پر سلام بھیجا کریں گے۔ اس صورت میں بھی یہ ترکنا کا مفعول ہو گا۔ یعنی ہم نے آئندہ نسلوں میں ان کا مقولہ (سلام علیٰ نوح فی العلمین) چھوڑا
(۳) یہ کلام نہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا۔ نہ یہ ان کا اپنا مقولہ ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول ہے اور تَرَكْنَا کا مفعول محذوف ہے ای ترکنا علیہ الثناء الحسن وابقینا لہ فیمن بعدہ الیٰ اخر الدھر وقلنا "سلام علیٰ نوحٍ فی العلمین" ہم نے اس کے لئے بہترین ذکر اور قابل ستائش شہرت چھوڑی اور اس ذکر اور شہرت کو آنے والی نسلوں میں آخر الدہر تک کے لئے باقی رکھا۔ اور ہم نے کہا۔ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ه (تمام جہانوں میں نوح پر سلام ہو)
۳۷: ۸۰ = اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ه کاف تشبیہ کا ہے۔ ذٰلِكَ کا اشارہ حضرت نوح علیہ السلام پر خدا کے انعامات کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوئے۔
۳۷: ۸۲ = ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ۔ اس جملہ کا عطف نَجَّيْنٰهُ (آیۃ ۷۶) پر ہے

ثُمَّ تراخی الذکر کے لئے ہے اَلْاٰخَرِیْنَ اٰخَرُ کی جمع بمعنی دوسرے۔ یعنی حضرت نوح اوران کے پیروؤں کو ہم نے نجات دی (ڈوبنے سے بچالیا) پھر اوروں کو ہم نے ڈبودیا

۳۷:۸۳ == شِیْعَتِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا گروہ۔ اس کا فرقہ۔

شِیَاعٌ کے معنی منتشر ہونے اور تقویت دینے کے ہیں۔ مثلاً شَاعَ الْخَبَرُ خبر پھیل گئی اور قوت پکڑ گئی اور شَاعَ الْقَوْمُ قوم منتشر اور زیادہ ہوگئی۔

الشِّیْعَۃُ وہ لوگ جن سے انسان قوت حاصل کرتا ہے اور وہ اس کے اردگرد پھیلے رہتے ہیں۔

یہاں آیت ہذا کا مطلب ہے:۔

کہ انہی (یعنی حضرت نوح علیہ السلام) کے پیروکاروں میں حضرت ابراہیم (علیہ السلام) تھے۔

شیعہ کا اطلاق واحد، تثنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب پر ہوتا ہے۔ اس کی جمع شِیَعٌ اور اَشْیَاعٌ ہے۔

== لَاِبْرٰھِیْمَ۔ لام تحقیق کے لئے ہے بمعنی بیشک۔ بلاشبہ۔

۳۷:۸۴ == اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ۔ اِذْ متعلق بفعل محذوف ای اُذْکُرْ اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ

اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ یعنی اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا۔

== قَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ موصوف وصفت، الیسادل جو مفسد عقائد، قبیح صفات اور دنیاوی آلائش سے پاک وصاف تھا۔

— یاد کرو جب وہ اپنے پروردگار کی طرف قلب سلیم کے ساتھ متوجہ ہوا۔

۳۷:۸۵ == اِذْ۔ پہلے اِذْ کا بدل ہے یا جَآءَ کا ظرف زمان۔

== مَاذَا۔ اس کی حسب ذیل صورتیں ہیں:۔

ا۔ یہ لفظ مرکب ہے اور

(۱) مَا استفہامیہ اور ذَا موصولہ ہے جیسے وَیَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۵ قُلِ الْعَفْوَ ۵ (قرأت ابوعمرو (۲: ۲۱۹)

(۲) مَا استفہامیہ اور ذَا اسم اشارہ ہے

(۳) مَا زائدہ اور ذَا اسم اشارہ۔

(۴) مَا استفہامیہ اور ذا فصل کے لئے ہے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے۔

(۵) مَا استفہامیہ ہے اور ذَا زائدہ ہے :
(ب) یہ لفظ بسیط ہے اور پورا۔
(۱) اسم جنس ہے۔
(۲) اسم موصول ہے۔
(۳) پورا حرف استفہام ہے۔ جیسے وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲: ۲۱۹)

مَاذَا۔ کیا چیز ہے۔ کیا ہے۔ یہاں استفہام توبیخ کے لئے ہے۔ یعنی تمہیں شرم نہیں آتی تم کس کی عبادت کرتے ہو؟

۳۷: ۸۶ = اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ○ ای اَتُرِيْدُوْنَ اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ اِفْكًا۔ اَ ہمزہ استفہام ہے تُرِيْدُوْنَ فعل مضارع جمع مذکر حاضر۔ اَنْتُمْ ضمیر مستتر فاعل اٰلِهَةً مفعول بہٖ دُوْنَ اللّٰهِ صفت اٰلِهَةً کی اِفْكًا مفعول لہٗ (یہاں بھی استفہام توبیخی ہے) مفعول بہ کی تقدیم فعل پر مفعول کی اہمیت کو ظاہر کررہی ہے اور مفعول لہٗ کو سب سے پہلے ذکر کرنا اس امر کو ظاہر کررہا ہے کہ ان کی ساری پوجا پاٹ غلطی اور جھوٹ پر مبنی تھی (اس کے اندر کوئی حقیقت یا سچائی نہیں تھی) ۔ تفسیر مظہری

ترجمہ ہوگا:۔
کیا تم اللہ کے سوا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو چاہتے ہو؟

۳۷: ۸۷ = فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ مَا استفہام کے لئے ہے۔
ظَنُّكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا گمان۔ تمہارا خیال۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں:۔
اَلظَّنُّ۔ کسی چیز کے علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنٌّ کہتے ہیں۔ جب یہ علامات قوی ہوں تو اس سے علم کا درجہ حاصل ہوجاتا ہے مگر جب کمزور ہو تو یہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہوجائے اور علم کا درجہ حاصل کرلے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کرلیا جائے تو اس کے بعد اَنْ یا اَنَّ کا استعمال ہوتا ہے۔ مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ (صرف) اَنْ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے ساتھ مختص ہے۔ چنانچہ آیت يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ (۲: ۲۴۹) جو لوگ یقین رکھتے ہیں کہ ان کو خدا کے روبرو حاضر

ہوتا ہے۔ میں ظنّ کا لفظ علم ویقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
اور آیت کریمہ وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ (۲۱ : ۸۷) اور ذوالنون کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہوکر) غصّے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے۔۔۔ میں بعض نے کہا ہے کہ یہاں ظَنَّ بمعنی وہم لینا بہتر ہے یعنی ان کے دل میں یہ وہم گزرا کہ ہم اس پر گرفت نہ کریں گے ہم اس پر قابو نہیں پاسکیں گے.....
فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہ آخر اللہ رب العالمین کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے؟
لغات القرآن (شائع کردہ ندوۃ المصنفین) میں ہے حسب تصریح امام راغب یہاں بھی ظنّ اس اعتقاد ہی کے معنی میں ہے جو یقین کا حکم رکھتا ہے :
۳۷ : ۸۸ = فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۔ اس کا لفظی ترجمہ ہے پھر اس نے ستاروں کو ایک نظر بھر کر دیکھا۔
یہاں ایک خاص واقعہ کا ذکر کیا جا رہا ہے جس کی تفصیلات سورۃ الانبیاء (آیات ۵۱ : ۷۳) اور سورۃ عنکبوت (آیات ۱۶۔۲۷) میں گذر چکی ہیں۔
قوم (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا ایک سالانہ تہوار اور میلہ ہوا کرتا تھا۔ اور قوم کا قاعدہ تھا کہ تہوار کے موقعہ پر بتوں کے پاس جاکر ان کے سامنے فرش بچھاتے اور میلے میں جانے سے پہلے ان کے سامنے لذیذ کھانے مختلف قسم کے رکھتے تھے اور اس کو متبرک فعل سمجھتے تھے۔
پھر جب میلہ سے واپس لوٹتے تھے تو بتوں کے سامنے رکھے ہوئے کھانے اور مٹھائیاں بطور تبرک خود بھی کھاتے تھے اور یار دوستوں میں بھی تقسیم کرتے تھے۔
یہاں بھی پھر ایک ایسے ہی تہوار کا ذکر ہے قوم کے لوگوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو میلے پر چلنے کے لئے کہا لیکن ان کے دل میں بتوں سے نپٹنے کا ایک منصوبہ تھا لہٰذا انہوں نے معذرت کر دی۔
فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۔ کے یہ معانی ہو سکتے ہیں۔
(۱) قوم ابراہیم سورج چاند اور ستاروں کی پرستش میں مبتلا تھی ان کے عقیدہ کے مطابق جملہ حوادثِ ارضی ستاروں کی گردش کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوتے تھے۔ لہٰذا جب حضرت

ابراہیم نے ستاروں کی طرف دیکھا اور کہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ تو انہوں نے خیال کیا کہ حضرت ابراہیم نے بھی ستاروں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ لیا ہے لہٰذا انہوں نے یقین کر لیا۔

۲:۔ یہ جملہ بطور محاورہ استعمال ہوا ہے یقال للرجل اذا فکر فی الشئ یدبرہ نظر فی النجوم یعنی جب کوئی آدمی کسی معاملہ پر غور کرتا ہے تو کہتے ہیں نظر فی النجوم اس صورت میں اس کا مطلب ہوگا کہ جب قوم نے میلہ پر جانے کے لئے آپ سے کہا تو آپ نے تدبر کیا اور کہا کہ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔

یہ مؤخر الذکر معنی ہی قابل ترجیح ہے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی امر میں غور و فکر کرے تو عرب کہتے ہیں کہ:۔

اس نے ستاروں پر نظریں ڈالیں۔ مطلب یہ ہے کہ غور و فکر کے ساتھ تاروں کی طرف نظر اٹھائی اور سوچنے لگے کہ میں انہیں کس طرح ٹالوں۔ سوچ سمجھ کر فرمایا کہ میں بیمار ہوں۔

ویسے بھی یہ بات اکثر مشاہدہ میں آتی ہے کہ جب کسی شخص کے سامنے کوئی غور طلب بات آتی ہے تو وہ آسمان کی طرف یا اوپر کی طرف کچھ دیر دیکھتا رہتا ہے پھر سوچ کر جواب دیتا ہے!

۳۷: ۸۹ ـــــ اِنِّیْ سَقِیْمٌ۔ میں سَقِیْمٌ سُقْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ دکھی، بیمار، مضمحل، ناساز، محاورۃً بیزار کے معنی بھی ہو سکتے ہیں؛

امام راغبؒ لکھتے ہیں:۔

اَلسُّقْمُ وَالسَّقَمُ خاص کر جسمانی بیماری کو کہتے ہیں بخلاف مَرَضٌ کے کہ وہ جسمانی وقلبی دونوں قسم کی بیماریوں کے متعلق استعمال ہوتا ہے جیسے فِیْ قُلُوْبِہِمْ مَرَضٌ (۲: ۱۰) ان کے دلوں میں بیماری ہے۔

فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ میں لفظ سَقِیْمٌ یا تو تعریض کے طور پر (کنایۃً) استعمال ہوا ہے یا زمانہ ماضی یا مستقبل کی طرف اشارہ کے لئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس ہلکی سی بدنی تکلیف کی طرف اشارہ ہو جو اس وقت ان کو عارض تھی کیونکہ انسان بہرحال کسی نہ کسی عارضہ میں مبتلا ہی رہتا ہے اگرچہ وہ اسے محسوس نہ کرے:

اِنِّیْ سَقِیْمٌ کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ میں بیزار ہوں جیسا کہ انگریزی کہتے ہیں میں اس سے بیزار ہوں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ ہو کہ میں تمہارے غلط عقائد سے بیزار ہوں لیکن مخاطبین نے اس سے علیل کا مطلب لے لیا ہو۔

الفاظ کا اس طرح ذو معنی استعمال عام ہے!

۳۷: ۹۰ == فَتَوَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے منہ موڑا۔ انہوں نے پشت پھیری تَوَلِّیٌ مصدر۔ المراد انھم ترکوہ و ذھبوا۔ انہوں نے اس کو چھوڑا۔ اور چلے گئے
== مُدْبِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب وجر۔ پیٹھ موڑنے والے إِدْبَارٌ (افعالٌ) مصدر۔ ضمیر فاعل تَوَلَّوْا سے حال ہے۔ پیٹھ موڑنے والے مطلب: پیٹھ دکھاکر چلتے بنے۔
== رَاغَ إِلَیٰ۔ رَاغَ یَرُوْغُ (نصر) رَوْغٌ و رَوَغَانٌ إِلَیٰ کے صلہ کے ساتھ۔ چپکے سے کسی کی طرف مائل ہونا۔ چپکے سے کسی کی طرف جانا اور عَلَیٰ کے صلہ کے ساتھ حملہ کرنا ٹوٹ پڑنا۔ رَاغَ عَلَیْہِ بِالضَّرْبِ مارنے کے لئے کسی پر ٹوٹ پڑنا۔
۳۷: ۹۲ == تَنْطِقُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَطَقَ یَنْطِقُ (ضرب) نَطْقٌ وَنُطُوْقٌ مصدر بولنا۔ لَا تَنْطِقُوْنَ ۔ تم بولتے نہیں ہو)
۳۷: ۹۳ == رَاغَ عَلَیْہِمْ ۔ وہ ان پر پل پڑا۔ وہ ان پر ٹوٹ پڑا۔
== ضَرْبًا۔ یا تو معنی کے اعتبار سے رَاغَ عَلَیْہِمْ کا مصدر ہے۔ یا فعل مضمر کا مصدر ہے ای فَرَاغَ عَلَیْہِمْ یَضْرِبُہُمْ ضَرْبًا۔ وہ ان پر پل پڑا اور مارنے لگا۔ یا یہ مصدر بمعنی فاعل ہے۔ ای ضَارِبًا۔ اور اس صورت میں یہ ضمیر فاعل رَاغَ سے حال ہے یا یہ مفعول لہٗ ہے ای لاجل ضَرْبٍ۔ مارنے کے لئے۔
== بِالْیَمِیْنِ۔ دائیں ہاتھ کے ساتھ۔ پوری قوت کے ساتھ۔
فَرَاغَ عَلَیْہِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ پھر وہ ان پر ٹوٹ پڑا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ مارنے لگا۔

بعض کے نزدیک یمین سے مراد یہاں قسم ہے یعنی اپنی قسم کی وجہ سے بتوں پر ضرب لگائی۔ اس صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس قسم کی طرف اشارہ ہے وَتَاللّٰہِ لَاَکِیْدَنَّ اَصْنَامَکُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِیْنَ (۲۱: ۵۷) اور خدا کی قسم جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں سے ایک چال چلوں گا۔
(اغلب ہے کہ یہ بات انہوں نے زیر لب کہی ہو)
۳۷: ۹۴ == اَقْبَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ انہوں نے رُخ کیا۔ وہ متوجہ ہوئے۔
== یَزِفُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ دوڑتے ہوئے۔ زَفَّ یَزِفُّ (باب ضَرَبَ)

زَفٌّ و زَفِیفٌ و زُفُوْفٌ مصدر۔ یَزِفُّوْنَ حال ہے اَقْبَلُوْا کی ضمیر مرفوع متصل ذوالحال ہے
یہ زفَّ النعام سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے: شترمرغ تیزی سے چلا۔

فَائِدَہ: معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کے اس فعل کی خبر اس کے ہم قوموں کو ہو گئی اور وہ تیزی سے گھبرائے ہوئے اور غصہ سے بھرے ہوئے واپس اس کی طرف آتے ہیں اور ان سے دریافت کرتے ہیں۔ ان کے درمیان اس بارہ میں گفتگو کی تفصیل الانبیاء میں ملاحظہ ہو
یا جب واپسی پر انہوں نے بتوں کی حالت غیر دیکھی اور دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ کام حضرت ابراہیم کا ہے تو کہا کہ فَأْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ (۲۱: ۶۱) ان کو لوگوں کے سامنے لاؤ۔

۳۷: ۹۵ = مَا تَنْحِتُوْنَ۔ مَا موصولہ ہے تَنْحِتُوْنَ صیغہ جمع مذکر حاضر نَحْتٌ (ضرب) سے مصدر، تم تراشتے ہو۔

۳۷: ۹۶ = وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَ مَا تَعْمَلُوْنَ۔ یہ جملہ حالیہ ہے اور جملہ سابقہ اَتَعْبُدُوْنَ۔ مَا تَنْحِتُوْنَ جو جملہ انکاریہ ہے اس کی مزید تاکید کے لئے ہے:

۳۷: ۹۷ = اُبْنُوْا۔ تم بناؤ۔ تم تعمیر کرو۔ بَنٰى یَبْنِىْ (باب ضرب) بِنَاءٌ و بُنْیَانٌ وَ بَنْیٌ۔ مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ بُنْيَانًا مفعول مطلق۔
اِبْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا۔ اس کے لئے ایک عمارت تعمیر کرو۔ یعنی ایک چتا یا آتشکدہ بناؤ۔

= فَاَلْقُوْهُ۔ ف تعقیب کا ہے اَلْقُوْا۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ۔ جمع مذکر حاضر ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیم ہے۔
پھر اس کو ڈال دو۔

= فِى الْجَحِيْمِ۔ اس میں الف لام مضاف الیہ کے بدل میں آیا ہے ای فی جحیم ذلک البنیان۔ (اس عمارت کی دہکتی ہوئی آگ میں) یا ال عہد کا ہے اور جحیم سے مراد وہی عمارت ہے جس میں یہ دہکتی ہوئی آگ تھی۔
اَلْجَحْمَةُ آگ بھڑکنے کی شدت جحیم اسی سے مشتق ہے فعیل بمعنی فاعل ہے۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔
اسی سے بطور استعارہ عربی محاورہ ہے جَحِمَ (سمع) وَجْهُهٗ مِنْ شِدَّةِ الْغَضَبِ۔ اس کا چہرہ غضب و غصہ کی شدت سے جل اٹھا۔

۳۷: ۹۸ == كَيْدًا خفیہ تدبیر۔ چالاکی۔ داؤ۔ كَادَ يَكِيْدُ (باب ضَرَبَ) کا مصدر ہے۔ بُرا ارادہ کرنا۔ خفیہ تدبیر کرنا۔
اَلْكَيْدُ (خفیہ تدبیر) کے معنی ایک قسم کی حیلہ جوئی کے ہیں جسے دوسروں سے مخفی رکھا جائے۔ یہ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ اچھے معنوں میں فرمایا:۔
كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (۱۲: ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف (علیہ السلام) کے لئے تدبیر کردی۔ اور برے معنوں میں فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ہ (۷۷: ۳۹) اگر تم کو کوئی داؤ آتا ہے تو مجھ پر کر چلو۔ یا آیت ہذا (۳۷: ۹۸) فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ۔ غرض ان لوگوں نے ان کے ساتھ بُرائی کرنا چاہی سو ہم نے ان کو نیچا دکھادیا۔
== اَسْفَلِيْنَ۔ اَسْفَلُ کی جمع ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے سب سے نیچے۔ سَفَلَ (باب سمع) اور سَفُلَ (باب کرم) سُفُوْلٌ وسَفَالٌ مصدر بمعنی پست ہونا۔ حقیر ہونا۔
۳۷: ۹۹ == قَالَ۔ ای قال ابراہیم۔
== سَيَهْدِيْنِ۔ اس میں سَ تاکید وقوع کے لئے ہے۔ اور فعل کو مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے والسین لتاکید الوقوع فی المستقبل (روح المعانی)
يَهْدِيْنِ مضارع واحد مذکر غائب نوؔن وقایہ یؔ متکلم کی محذوف۔ وہ میری ضرور رہنمائی کرے گا۔

۳۷: ۱۰۰ == رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ہ ای رَبِّ هَبْ لِيْ وَلَدًا صَالِحًا اے میرے رب مجھے ایک صالح بیٹا عطا فرما۔ رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ اے میرے ربّ۔
هَبْ۔ وَهَبَ يَهَبُ (فتح) هِبَةٌ مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔
۳۷: ۱۰۱ == غُلٰمٍ۔ لڑکا۔ بیٹا۔ نرینہ اولاد۔
== حَلِيْمٍ۔ بردبار۔ تحمل والا۔ باوقار حِلْمٌ سے جس کے معنی جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنے یعنی بُردباری اور تحمل کرنے کے ہیں۔ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے!
۳۷: ۱۰۲ == بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ۔ اس کے ساتھ دوڑنے بھاگنے کی عمر کو پہنچ گیا ای يَسْعٰى مَعَهٗ فِيْ اَعْمَالِهٖ اس کے ساتھ کام کاج میں دوڑ دھوپ کرنے لگا۔

اَذْ لَیْغِیْ مَعَہٗ وَیُعِیْنُہٗ اس کے ساتھ دوڑنے پھرنے اور اس کی مدد کرنے کے قابل ہو گیا
اس جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے پوری کلام یوں ہے:۔
بشارت کے بعد (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کے ہاں لڑکا پیدا ہوا پھر جب وہ بڑا ہو کر اس کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا۔

== قَالَ: ای قَالَ اِبْرَاھِیْمُ۔ حضرت ابراہیمؑ نے کہا۔

== یٰبُنَیَّ۔ یا حرف ندا ہے بُنَیَّ۔ اِبْنٌ سے اسم تصغیر ہو کر مضاف ہے ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ اضافت کے باعث واحد متکلم کی ی ، ی میں مدغم ہو گئی۔
بُنَیَّ (میرے پیارے بیٹے) مضاف مضاف الیہ مل کر یا حرف ندا سے منادیٰ ہوا۔ اے میرے پیارے بیٹے۔
اِبْنٌ کی اصل بَنَوٌ ہے (یا بَنْیٌ) اس کی جمع اَبْنَاءٌ ہے (بَنُوْنَ بھی اِبْنٌ کی جمع ہے جیسے یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ہ (۲۶: ۸۸) جس دن نہ مال کام آئیگا نہ اولاد) بیٹا بھی چونکہ اپنے باپ کی عمارت ہوتا ہے اس لئے اسے ابن کہا جاتا ہے کیونکہ باپ کو اللہ تعالیٰ نے بانی بنایا ہے اور بیٹے کی تخلیق میں باپ بمنزلہ معمار کے ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جو دوسرے کے سبب، اس کی تربیت اس کی دیکھ بھال اور نگرانی سے حاصل ہو اسے اس کا ابن کہا جاتا ہے۔ جیسے (فلان ابن حرب فلاں جنگجو ہے یا مسافر کو ابن السبیل اور چور کو ابن اللیل کہتے ہیں۔ (راغب)

== فَانْظُرْ۔ اُنْظُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے نَظْرٌ سے۔ تو دیکھ۔ تو غور کر، تو سوچ لے۔

== مَاذَا۔ ملاحظہ ہو ۳۷: ۸۵۔ کیا۔
مَاذَا تَرٰی۔ تیری کیا رائے ہے تَرٰی رَأْیٌ مصدر سے مشتق ہے رُؤْیَۃٌ مصدر سے نہیں۔ مَاذَا تَرٰی۔ تمہارا کیا خیال ہے۔ تمہاری کیا رائے ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَوْ تَرٰی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ (۸: ۵۰) اور کاش تم اس وقت کی کیفیت خیال میں لاؤ جب ...... کافروں کی جانیں نکالتے ہیں۔

== قَالَ یٰاَبَتِ ای قال اسمعیل، یا حرف ندا، اَبَتِ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ اَبٌ باپ۔ اصل میں اَبَوٌ تھا بروزن فَعَلٌ۔ ندا کی حالت میں تاء زیادہ کرکے یَا اَبَتِ (اے میرے باپ) کہا جاتا ہے۔

== سَتَجِدُنِیْ۔ س تاکید کے لئے اور فعل کے مستقبل میں وقوع پذیر ہونے کو ظاہر کرتا ہے
تَجِدُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ وُجُوْدٌ (باب ضرب) سے مصدر۔ نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو ضرور مجھے پائے گا:

۳۷: ۱۰۳ == اَسْلَمَا۔ ماضی تثنیہ مذکر غائب۔ دونوں نے حکم مانا۔ دونوں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ دونوں (امر خداوندی کے آگے) جھک گئے۔

قتادہؒ نے کہا ہے اَسْلَمَ کا معنی ہے سپرد کر دینا یعنی (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو اور (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) نے اپنی جان کو اللہ کے سپرد کر دیا

== تَلَّہٗ۔ تَلَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل حضرت ابراہیم کی طرف راجع ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع (حضرت) اسماعیل ہے۔ اس کا معنی ہے زمین پر پچھاڑنا۔ (اور حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو زمین پر لٹا دیا۔

== لِلْجَبِیْنِ۔ پیشانی کے بل۔

۳۷: ۱۰۴ == وَ نَادَیْنٰہُ جملہ نَادَیْنٰہُ بزیادۃ الواو لَمَّا کا جواب ہے۔

۳۷: ۱۰۵ == قَدْ صَدَّقْتَ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

صَدَّقْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر سے، بے شک تو نے سچ کر دکھایا۔

== الرُّؤْیَا۔ واحد۔ خواب۔ رُؤًی جمع۔ مادہ رءی ب
یہ لفظ اکثر خواب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کبھی جاگتے میں آنکھ سے دیکھنے کے لئے بھی آتا ہے (ای بمعنی رؤیۃ) مثلاً وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰكَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ (۱۷: ۶۰) اور ہم نے جو منظر تجھ کو دکھایا تھا اسے ہم نے لوگوں کی آزمائش کا سبب بنا دیا

یا متنبی کا شعر ہے:۔

وَرُؤْیَاكَ اَحْلٰی فِی الْعُیُوْنِ مِنَ الْغَمَضِ۔

نیم باز آنکھوں کی نسبت تو تیرا (نگاہ بھر کر) دیکھنا آنکھوں کو زیادہ بھلا معلوم ہوتا ہے

== كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ ہم مخلصوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں!

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا پر ندائیہ کلام ختم ہو گیا۔

بیان القرآن میں ہے:۔ یعنی جو خواب میں حکم ہوا تھا (تم نے) اپنی طرف سے اس

پورا عمل کیا۔ اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں۔ لبس ان (حضرت اسماعیل) کو چھوڑ دو۔ وہ وقت بھی عجیب تھا۔ غرض ان کو چھوڑ دیا۔ جان کی جان بچ گئی اور مراتب علیا مزید برآں عطا ہوئے۔

مطلب یہ کہ خداوند تعالیٰ نے حضرت اسماعیل کے ذبح ہو جانے سے قبل فعلِ ذبح کی تیاری و آمادگی ذبح کو خواب کی تکمیل کے لئے کافی قرار دیا۔ اور ان کو اس امتحان میں کامیابی پر پورے انعام کا مستحق قرار دیا۔ اس احسان و اکرام کی طرف اگلے جملے کَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ میں اشارہ ہے:

۳۷: ۱۰۶ == اَلْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ: موصوف و صفت۔ کھلا امتحان۔ کھلی آزمائش۔

۳۷: ۱۰۷ == فَدَیْنٰهُ: فَدَیْنَا ماضی جمع متکلم فَدٰی یَفْدِیْ (ضرب) فَدًی و فِدًی و فِدَاءً مصدر بمعنی مال وغیرہ دے کر قید وغیرہ سے چھڑانا۔ اَلْفِدٰی و اَلْفِدَاءُ کے معنی ہیں کسی کی جانب سے کچھ دے کر اسے مصیبت سے بچالینا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (کا مرجع حضرت اسماعیل ہیں) ہم نے فدیہ دے کر اس کو بچالیا۔

فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ ہم نے ایک بڑی قربانی کو اس کا فدیہ دے کر اسے بچالیا۔

۳۷: ۱۰۸-۱۰۹-۱۱۰ == مناسب تغیر و تبدل کے ساتھ آیات ۸۰، ۷۹، ۷۸ مذکورہ بالا ملاحظہ ہوں۔

آیت ۱۱۰ میں کَذٰلِكَ سے پہلے اِنَّا (تاکید و تحقیق کے لئے) اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ تکرار سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ آیت سابقہ نمبر ۱۰۵ میں اِنَّا مذکور ہے وہی کافی ہے (یعنی معنی یہاں بھی وہی مراد ہے جو سابق آیت میں مراد تھی)

۳۷: ۱۱۲ == بَشَّرْنٰهُ۔ بَشَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَبْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو بشارت دی۔ خوشخبری دی۔

== بِاِسْحٰقَ۔ اِسْحٰقَ غیر منصرف ہے بوجہ علمیت اور عجمہ۔ اسی لئے باء حرفِ جار آنے کے باوجود اس کے نیچے کسرہ نہیں آئی۔

== نَبِیًّا۔ اِسْحٰقَ سے حال ہے اور اسی طرح مِنَ الصّٰلِحِیْنَ بھی اِسْحٰقَ سے

حال ہے۔ یعنی ہم نے اس (حضرت ابراہیم) کو بشارت دی اسحاق کی (اور حال یہ ہوگا) کہ وہ نبی ہوگا اور صالحین میں سے ہوگا۔

٣٧: ١١٣ = بٰرَكْنَا عَلَيْهِ ۔ ہم نے اس پر برکتیں نازل فرمائیں یعنی دنیاوی برکتیں کہ ان کی نسل کی کثرت اور دینی برکتیں کہ ان کی اولاد سے بکثرت انبیاء پیدا کئے گئے۔
= وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ یہاں عَلٰی کو مکرر تخصیص کے لئے لایا گیا ہے، ۔ اور خصوصیت کے ساتھ اسحٰق (علیہ السلام) کو بھی برکتیں عطا کیں ۔ کہ آپ کی نسل سے ایک ہزار نبی پیدا ہوئے۔ سب سے پہلے حضرت یعقوبؑ پیدا ہوتے اور سب سے آخر میں (آپ کی نسل سے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔
= ذُرِّيَّتِهِمَا ۔ مضاف مضاف الیہ ان دونوں کی ذُرّیّت (اولاد) ضمیر تثنیہ مذکر غائب حضرت ابراہیم اور حضرت اسحٰق علیہما السلام کی طرف راجع ہے۔
= مُحْسِنٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِحْسَانٌ (افعال) مصدر سے۔ موحد فرلیفہ سے زیادہ ادا کرنے والا، ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (١٦: ٩٠) خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے ۔ اس میں اشارہ ہے کہ احسان عدل سے بڑھ کر چیز ہے ۔ کیونکہ دوسرے کا پورا پورا حق ادا کر دینا اور اپنا حق پورا لے لینے کا نام عدل ہے اور احسان یہ ہے کہ دوسروں کو ان کے حق سے زیادہ دیا جائے اور اپنے حق سے کم لیا جائے ۔ لہٰذا احسان کا درجہ عدل سے بڑھ کر ہے ۔ انسان پر عدل و انصاف سے کام لینا واجب اور فرض ہے مگر احسان مندوب ہے ۔ (جس کی طرف کسی کو متوجہ کیا جائے یا اکسایا جائے)

اسی بناء پر فرمایا۔
وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (٤: ١٢٥) اس شخص سے کس کا دین اچھا ہو سکتا ہے خدا کے حکم کو قبول کیا اور وہ نیکو کار بھی ہے۔

احسان یہ بھی ہے کہ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

= ظَالِمٌ لِنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۔ ظَالِمٌ مُّبِيْنٌ موصوف وصفت صریح ظالم۔
لِنَفْسِهٖ اپنے نفس کے لئے۔ یعنی اپنے مذموم افعال و کردار سے اپنے آپ پر صریح ظلم کرنے والا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کی اولاد سے نیکوکار بھی ہوں گے اور اپنے نفس پر ظلم کرنے والے بھی۔ اس آیت میں اس امر پر تنبیہ ہے کہ ہدایت و گمراہی پر نسب اثرانداز نہیں ہوتا اور اولاد و نسل کے ظالم ہونے سے حضرت ابراہیم اور حضرت اسحاق علیہم السلام کا کچھ بھی نقصان نہ ہوگا
۳۷: ۱۱۴ = مَنَنَّا ۔ ماضی جمع متکلم مَنٌّ مصدر (باب نصر) ہم نے بڑا احسان کیا۔ ہم نے بڑی نعمت دی۔

مادہ م ن ن سے مَنٌّ مصدر مندرجہ ذیل معنی میں مستعمل ہے:

۱:- مَنَّ يَمُنُّ (نصر) مَنٌّ مصدر۔ نیز (مِنَّةٌ وامْتِنَانٌ) احسان جتانا۔ جیسے مَنَّ عَلَيْهِ بِمَا صَنَعَ ۔ اپنے کئے کا احسان جتانا۔ یا قرآن میں ہے:۔
لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۔ (۲: ۲۶۴) اپنے صدقوں کو احسان جتا کر اور اذیت پہنچا کر ضائع نہ کرو۔

۲:- مَنَّ يَمُنُّ (باب نصر) مَنٌّ و اَمَنٌّ و تَمَنُّنٌ سے معنی کم کرنا۔ منقطع کرنا ختم کرنا۔ اس معنی میں قرآن مجید میں ہے فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (۹۵: ۶) تو ان کے لئے اجر غیر منقطع ہے (یعنی جو نہ ختم کیا جائے گا اور نہ کم کیا جائے گا)

۳:- مَنَّ يَمُنُّ (باب نصر) مصدر بھلائی کرنا۔ انعام کرنا۔ احسان کرنا۔ مَنَنَّا اسی مصدر سے باین معنی آیا ہے۔ اسی معنی میں منجملہ دیگر متعدد جگہوں کے سورۃ یوسف میں ہے۔ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا (۱۲: ۹۰) فرمایا (ہاں) میں یوسف ہی ہوں اور یہ ہے میرا بھائی۔ بے شک ہم پر اللہ نے بڑا احسان کیا ہے۔

۳۷: ۱۱۵ = مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۔ موصوف وصفت بہت بڑی مصیبت، بہت سخت تکلیف۔ عظیم غم۔ کرب عظیم سے وہ تکلیفیں اور ایذائیں مراد ہیں جو فرعون ان کو دیا کرتا تھا۔ بعض کے نزدیک غرق ہونے سے محفوظ رکھنا مراد ہے۔
۳۷: ۱۱۶ = نَصَرْنٰهُمْ : ہم نے ان کی مدد کی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب سے مراد حضرت موسیٰ، حضرت ہارون علیہما السلام اور ان کی قوم ہے۔
۳۷: ۱۱۷ = اٰتَيْنٰهُمَا ہم نے ان کو دی هُمَا ضمیر تثنیہ مذکر غائب کا مرجع حضرت

موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں۔

= اَلْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ۔ موصوف وصفت۔ واضح کتاب، توراۃ۔

اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِبَانَۃٌ (استفعال) مصدر سے۔ بین مادّہ ہے۔

اَلْبَیْنُ کے معنی دو چیزوں کا درمیان اور وسط کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

وَجَعَلْنَا بَیْنَہُمَا زَرْعًا (۱۸: ۳۲) اور ہم نے ان کے درمیان کھیتی پیدا کردی تھی۔

محاورہ ہے بَانَ کَذَا۔ کسی چیز کا الگ ہو جانا۔ اور جو کچھ اس کے تحت پوشیدہ ہے اس کا ظاہر ہو جانا۔ چونکہ اس میں ظہور اور انفصال کے معنی ملحوظ ہیں اس لئے کبھی ظہور اور کبھی انفصال کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

یہاں اس آیت میں ظہور کے معنی میں آیا ہے۔ بَانَ یُبِیْنُ (باب ضرب) بَیَّنَ یُبَیِّنُ (باب تفعیل)، تَبَیَّنَ یَتَبَیَّنُ (باب تفعّل) اِسْتَبَانَ یَسْتَبِیْنُ (باب استفعال) سے بمعنی واضح ہونا۔ ظاہر ہونا ہے۔

مُسْتَبِیْنَ۔ ظاہر کرنے والا۔ واضح کرنیوالا۔ اَلْکِتٰبَ الْمُسْتَبِیْنَ (احکام الٰہی کو) واضح کرنے والی کتاب۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَکَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَلِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ (۶: ۵۵)
اور اس طرح ہم کھول کر بیان کرتے رہتے ہیں نشانیوں کو تاکہ مجرموں کا طریقہ واضح ہو کر رہے

۳۷: ۱۱۹ - ۱۲۰ - ۱۲۱ - ۱۲۲ = مناسب تغیر و تبدل کے ساتھ ملاحظہ ہو آیات نمبر ۷۸ - ۷۹ - ۸۰ - ۸۱ - متذکرہ بالا۔

۳۷: ۱۲۴ = اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَتَّقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ بمعنی ڈرنا۔ بچنا۔ اَلَا تَتَّقُوْنَ۔ کیا تم (اللہ کے عذاب سے) نہیں ڈرتے ہو۔

۳۷: ۱۲۵ = اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا۔ ہمزہ استفہامیہ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی پکارنا۔ مطلب۔ پوجا کرنا۔ اس سے حاجت مانگنا۔

بَعْلًا مفعول ہے تَدْعُوْنَ کا۔ ایک بُت کا نام ہے جسے جہالت کے زمانہ میں اکثر مشرقی سامی قوموں میں پوجا جاتا تھا۔

بَعْل بمعنی شوہر بھی آیا ہے مثلاً وَھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا (۱۱: ۷۲) اور یہ میرے

شوہر بوڑھے ہیں۔ اور وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِھَا نُشُوْزًا (۴: ۱۲۸) اور اگر کسی عورت کو اپنے خاوند کی طرف سے لڑنے کا اندیشہ ہو۔

= تَذَرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ وَذَرَ یَذَرُ (فتح) وَذْرٌ مصدر۔ چھوڑنا۔ تم چھوڑتے ہو۔ اس مصدر سے صرف مضارع اور امر ہی مستعمل ہیں۔

= اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۔ اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ اسم تفضیل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ منصوب بوجہ تَذَرُوْنَ کے مفعول ہونے کے ہے۔ اَلْخٰلِقِیْنَ مفضّل علیہ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ پیدا کرنے والے۔

اَحْسَنَ الْخَالِقِیْنَ۔ پیدا کرنے والوں میں سب سے بہتر۔

۳۷: ۱۲۶ = اَللّٰہَ رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمُ الْاَوَّلِیْنَ۔ رَبَّکُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا رب۔ تمہارا پروردگار۔ رَبَّ مضاف اٰبَآئِکُمْ (مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اگلے آباء و اجداد کا رب) موصوف۔ اَلْاَوَّلِیْنَ صفت۔ موصوف اور صفت مل کر رَبَّ کا مضاف الیہ۔

اَللّٰہَ۔ اور رَبَّ۔ (رَبَّکُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِکُمْ) منصوب بوجہ اَحْسَنَ الْخٰلِقِیْنَ سے بدل ہونے کے ہیں۔

وہ سب سے بہتر پیدا کرنے والا۔ جو اللہ (ذاتی اسم) ہے اور تمہارا پروردگار ہے اور تمہارے بڑوں کا بھی پروردگار ہے (صفاتی نام) یعنی بعل کی پوجا کے لئے تم نے چھوڑا بھی تو کس کو چھوڑا۔ جو اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ہے۔ اللہ ہے جو نہ صرف تمہارا پالنے والا ہے (بلکہ) تمہارے اگلے آباء و اجداد کا بھی پالنے والا ہے۔

۳۷: ۱۲۷ = فَکَذَّبُوْہُ۔ یعنی حضرت الیاس کی قوم نے ان کو جھٹلایا۔ ان کی تکذیب کی

= فَاِنَّھُمْ میں فاء سببیہ ہے۔

= لَمُحْضَرُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے صیغہ اسم مفعول جمع مذکر۔ مرفوع۔ مُحْضَرٌ واحد وہ لوگ جن کو حاضر کیا جائے گا۔ (رسول کو جھٹلانے کی پاداش میں عذاب بھگتنے کے لئے۔

۳۷: ۱۲۸ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ۔ بجز اللہ کے مخلص بندوں کے :

کَذَّبُوْہُ کی ضمیر فاعل سے استثناء متصل ہے یہ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی قوم میں مخلص بندے بھی تھے جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب نہ کی۔

لہٰذا یہ لَمُحْضَرُوْنَ کی ضمیر سے استثناء متصل نہیں ہے کیونکہ مُحْضَرُوْنَ مکذبین کے لئے ہے

اور ممکن بین میں سے کسی کو مستثنیٰ کرنا بعید از امکان ہے۔

۳۷: ۱۲۹ تا ۱۳۲ = ان کی تشریح اوپر گذر چکی۔

۳۷: ۱۳۳ = یہاں سے حضرت لُوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۲۶: ۱۶۰-۱۷۵۔

۳۷: ۱۳۴ = اِذْ۔ اُذْکُرْ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ اسم ظرف زمان۔ یاد کر ہمارے اس کو نجات دینے کے وقت کو۔

= نَجَّیْنٰہُ۔ نَجَّیْنَا ماضی جمع متکلم تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت لوطؑ ہیں۔ ہم نے اسے نجات دی۔

۳۷: ۱۳۵ = عَجُوْزًا۔ بڑھیا۔ پیرزن۔ اس کی جمع عَجَائِزُ و عُجُزٌ ہے۔ عَجْزٌ کے اصل معنی پیچھے رہ جانا ہے کسی چیز سے:

یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہوتے کے ہیں جب کہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام سے قاصر رہ جانے پر بولا جاتا ہے۔ مثلاً قَالَ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَکُوْنَ مِثْلَ ھٰذَا الْغُرَابِ۔ ہائے کمبختی میری! کہ میں اس سے بھی گیا گذرا ہوا۔ کہ اس کوّے کے ہی برابر ہوتا۔

اور بڑھیا کو عَجُوْزٌ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے

= فِی الْغٰبِرِیْنَ۔ ای کَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِیْنَ۔ وہ غابرین (پیچھے رہ جانے والوں) میں تھی۔ اَلْغَابِرُ اسے کہتے ہیں جو ساتھیوں کے چلے جانے کے بعد پیچھے رہ جائے (راغب) اسم فاعل جمع مذکر قیاسی بحالتِ جرّ۔

یہاں پیچھے رہ جانے والی سے مراد حضرت لُوط علیہ السلام کی بیوی ہے!

۳۷: ۱۳۶ = ثُمَّ۔ پھر۔

= دَمَّرْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ دَمَّرَ، یُدَمِّرُ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ہم نے ہلاک کر دیا۔ ہم نے تباہ کر دیا۔ ہم نے اکھاڑ مارا۔

۳۷: ۱۳۷ = اِنَّکُمْ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ کا مرجع اہل مکہ ہیں۔ یعنی یَا اَھْلَ مَکَّۃ

= لَتَمُرُّوْنَ۔ لام تاکید کا ہے۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ مَرَّ یَمُرُّ (باب نصر) مَرٌّ و مُرُوْرٌ مصدر۔ گذرنا۔ تم ضرور گذرتے ہو۔

= عَلَیْہِمْ۔ یعنی ان کے کھنڈر شدہ گھروں پر سے گذرتے ہو کیونکہ مکہ سے شام جاتے

ہوئے سدوم سرراہ ہے۔
= مُصْبِحِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حاضر۔ صبح کرنے والے۔ صبح کے وقت میں داخل ہوتے ہوئے۔

۳۷: ۱۳۸ = وَ بِالَّيْلِ۔ رات کے وقت۔
مُصْبِحِيْنَ وَ بِالَّيْلِ۔ صبح وشام۔ یا دن رات۔

۳۷: ۱۳۹ = حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ سورۃ الانبیاء میں بھی ملاحظہ ہو (۲۱: ۸۷-۸۸)

۳۷: ۱۴۰ = اِذْ مفعول فعل محذوف ای اذکر وقت اباقہ الی الفلک المشحون بھری ہوئی کشتی کی طرف اس کے بھاگ جانے کا وقت یاد کرو۔
= اَبَقَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ بھاگا اِبَاقٌ سے (باب نصر، ضرب، سمع) جس کے معنی غلام کے اپنے مالک سے بھاگنے کے ہیں۔
حضرت یونس علیہ السلام اپنے اللہ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم کو چھوڑ کر بھاگے تھے اس لئے ان کے بھاگنے کو اِبَاقٌ قرار دیا۔
= اَلْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ۔ موصوف وصفت۔ اَلْمَشْحُوْنِ اسم مفعول واحد مذکر شَحَنَ يَشْحَنُ (فتح، نصر، سمع) بمعنی بھرنا۔ اَلْمَشْحُوْن بھری ہوئی۔

۳۷: ۱۴۱ = سَاهَمَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ مُسَاهَمَةٌ (مفاعلۃ) سے جس کے معنی کسی کے ساتھ قرعہ ڈالنے کے ہیں۔ سَاهَمَ اس نے قرعہ ڈلوایا۔
= اَلْمُدْحَضِيْنَ۔ اسم مفعول۔ جمع مذکر۔ مُدْحَضٌ واحد۔ مغلوب۔ شکست خوردہ لوگ۔ اِدْحَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی پھسلانا۔ مُدْحَضٌ مزلق عن مقام الظفر۔ جو بلند مقام سے پھسلایا گیا ہو ای مغلوب) دلیل کو باطل کرنا۔
مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔
وَ يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ (۱۸: ۵۶)
اور جو کافر ہیں وہ (باطل سے استدلال کرکے) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو اس کے مقام سے پھسلادیں۔
انہی معنوں میں اَلْمُدْحَضُ سے مراد کامیابی کے مقام سے پھسلا ہوا شخص ہوگا۔
یہاں مراد اَلْمُدْحَضِيْنَ سے قرعہ میں ہارے ہوئے لوگ ہیں (جو ہار کر اپنے مقام سے گرگئے)

۳۷: ۱۴۲ = اِلْتَقَمَهٗ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِلْتَقَمَ يَلْتَقِمُ اِلْتِقَامٌ (افتعال)

نگلنا۔ یا لقمہ کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (کا مرجع حضرت یونسؑ)۔
اَلْحُوْتُ مچھلی (عام طور پر بڑی مچھلی کو حُوْتٌ کہتے ہیں) (بڑی مچھلی نے) نگل لیا۔ اس کا لقمہ کر لیا۔ (ثابت نگل لیا)
= وَھُوَ مُلِیْمٌ۔ واؤ حالیہ ہے، جملہ حالیہ ہے۔ مُلِیْمٌ اِلَامَۃٌ (افعال) سے اسم فاعل واحد مذکر۔ ملامت یا لَوْم کا مستحق، سزاوار ملامت، اٰتٍ بِمَا یُلَامُ عَلَیْہِ۔ ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جائے۔
لَامَہٗ و یَلُوْمُہٗ (باب نصر) لَوْمٌ و مَلَامٌ و مَلَامَۃٌ ملامت کرنا۔
اس باب سے صفت فاعلی لَائِمٌ۔ اور صفت مفعولی مُلِیْمٌ ہوگی! باب افعال سے اِلَامَۃٌ سے صفت فاعلی اور صفت مفعولی مُلَامٌ۔ آیت ہذا میں باب افعال سے آیا ہے
وَھُوَ مُلِیْمٌ درآنحالیکہ وہ (اپنے آپ کو) ملامت کر رہا تھا۔
۳۷: ۱۴۳ = اَلْمُسَبِّحِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر مجرور۔ اَلْمُسَبِّحُ واحد تَسْبِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ ذکر کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنے والے۔ تسبیح پڑھنے والے۔
یہ جملہ شرطیہ ہے: سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتے"
(حضرت یُوْنُسؑ علیہ السلام کی تسبیح جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھی قرآن مجید میں یوں مذکور ہے:۔

فَنَادٰی فِی الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (۲۱: ۸۷)

۳۷: ۱۴۴ = لَلَبِثَ میں لام جوابِ شرط میں ہے۔ لَبِثَ ماضی واحد مذکر غائب لَبْثٌ (باب سمع) مصدر سے۔ تو وہ ضرور پڑا رہتا۔ وہ ٹھہرا رہتا ہے
= فِیْ بَطْنِہٖ۔ ای فی بطن الحوت۔
= اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ یُبْعَثُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب بَعْثٌ مصدر (باب فتح) سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے۔ اس دن تک جب وہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جائیں گے۔ یعنی یوم قیامت تک، یہاں مراد لفظی معنیٰ نہیں ہے بلکہ طویل مدت مراد ہے جیسے روزمرہ کی بول چال میں ہم کہتے ہیں کہ میں اس کا قیامت تک پیچھا نہیں چھوڑوں گا۔ یعنی طویل مدت تک تیرا پیچھا کروں گا۔ یا اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ انہیں مچھلی کے پیٹ سے

نکلنا نصیب نہ ہوتا اور وہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے۔

۳۷: ۱۴۵ = فَنَبَذْنٰهُ۔ فَاءَ تعقیب کا ہے یا یہ سببیہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی تسبیح کی وجہ سے ہم نے اسے میدان میں لا ڈالا۔

نَبَذْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ نَبَذَ یَنْبِذُ (باب ضرب) نَبْذٌ مصدر سے ہم نے پھینک دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت یونس ؑ ہیں۔ ہم نے اس کو ڈال دیا۔

= عَرَاءِ۔ چٹیل میدان، جس میں گھاس یا درخت نہ ہو۔ کھلی جگہ جہاں کسی قسم کی اوٹ نہ ہو۔ بالکل خالی ہو۔ اس کی جمع اَعْرَاءٌ ہے۔ ع ر د یا ع ر ی مادہ ہے اسی سے باب سمع عَرِیَ یَعْرٰی عُرْیَۃٌ وعُرْیٌ۔ (کپڑے سے) ننگا ہونا ہے وَهُوَ سَقِیْمٌ = واؤ حالیہ ہے۔ سَقِیْمٌ۔ سُقْمٌ سے جس کے معنی بیمار ہونے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی دکھی، بیمار۔

نیز ملاحظہ ہو ۳۷: ۸۹۔ درانحالیکہ وہ آزردہ اور مضمحل تھا۔

۳۷: ۱۴۶ = وَاَنْبَتْنَا عَلَیْهِ۔ ماضی جمع متکلم اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر سے ہم نے اگایا۔ عَلَیْهِ اس پر یعنی اس پر سایہ کرنے کے لئے۔

= مِنْ یَّقْطِیْنٍ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ یَقْطِیْنٍ اسم جنس ہے۔ ایسی نباتات جس کا تنہ نہ ہو۔ مالا ساق لہ من النبات۔ بغوی ؒ نے حضرت حسن اور مقاتل کا قول بیان کیا ہے کہ جس درخت کا تنہ نہ ہو اور اس کی بیل زمین پر پھیلتی چلی جائے اور سردی کے زمانہ میں باقی نہ رہے۔ وہ یقطین ہے۔ جیسے کدو۔ کھیرا۔ ککڑی۔ خربوزے کی بیل اکثر علماء تفسیر نے اس سے مراد کدو کی بیل ہی لیا ہے۔ گو بعض نے اس سے کیلے کا درخت یا انجیر کا درخت ہی مراد لیا ہے۔ یَقْطِیْنٍ بروزن یفعیل قطن سے ماخوذ ہے۔ قَطَنَ بِالْمَکَانِ۔ اس جگہ وہ اقامت پذیر ہو گیا۔

۳۷: ۱۴۷ = اَوْ یَزِیْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حکایت حال ماضی (فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے۔ ملاحظہ ہو ۲۸: ۴۔ یَسْتَضْعِفُ۔ یُذَبِّحُ) اَوْ یَزِیْدُوْنَ یا وہ زیادہ تھے (اگر اَوْ اپنے اصلی معنی "یا" کے استعمال ہوا ہے) اَوْ بمعنی بَلْ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ مقاتل اور کلبی نے کہا ہے اس صورت میں مطلب یہ ہوگا:۔ ایک لاکھ کی طرف بلکہ اس سے

بھی زیادہ کی طرف ہم نے یونس (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔

اَوْ بمعنی واوَ بھی ہو سکتا ہے یک صد ہزار و زیادہ بقول علامہ پانی پتی۔ ایسا ہی اَوْ کا استعمال عُذْرًا اَوْ نُذْرًا (۷۷: ۶) میں ہے لیکن علماء کی اکثریت نے یہاں اَوْ بمعنی "یا" ہی لیا ہے

۳۷: ۱۴۸ فَاٰمَنُوْا۔ میں فاء سببیہ ہے ضمیر فاعل جمع مذکر غائب قوم یونس علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ (ہم نے حضرت یونس کو ان کی قوم کی طرف بھیجا) تو وہ لوگ ایمان لے آئے۔

= مَتَّعْنٰھُمْ۔ مَتَّعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے تَمْتِیْعٌ (تفعیل) مصدر سے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو دنیاوی سامان دے کر بہرہ مند کیا۔

= اِلٰی حِیْنٍ ایک زمانہ تک یا ایک وقت مقررہ تک ای الی اٰجالھم المسماۃ فی الازل۔ ان کے ازل سے مقررہ وقت تک!

۳۷: ۱۴۹ = فَاسْتَفْتِهِمْ اس میں فَ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا پر ہے آیت (۳۷: ۱۱):

اللہ تعالیٰ نے پہلے (۳۷: ۱۱) میں اپنے رسول کو حکم دیا کہ منکرین قیامت سے انکار قیامت کی وجہ پوچھیں اور تقریری سوال کے طور پر فرمایا:۔

کیا ان کی تخلیق مشکل ہے اور سخت ہے یا ان کے علاوہ آسمان و زمین، ملائکہ اور گذشتہ اقوام کی تخلیق سخت اور مشکل ہے تو لازمی طور پر ان لوگوں کو اس ہمہ گیر طاقت والے خدا کے عذاب سے ڈرنا چاہئے جس نے گذشتہ اقوام سے انتقام لیا اور کفر کی وجہ سے ان کو غارت اور تباہ کر دیا۔ وہی ہمہ گیر خدا طاقت و قدرت رکھتا ہے تخلیق پر بھی اور دوبارہ زندہ کرنے پر بھی اور عذاب دینے پر بھی۔ اس کے بعد کچھ پیغمبروں کے واقعات بیان فرمائے (بطور کلام معترضہ کے) پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ ان سے دریافت کریں کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں ہیں اور تمہارے لئے بیٹے (تفسیر مظہری)

فَاسْتَفْتِهِمْ۔ سو ان لوگوں سے پوچھئے۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قریش مکہ کی طرف راجع ہے (نیز ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۱)

= اَلِرَبِّكَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے جو اللہ کے لئے بیٹیاں اور مشرکین کے لئے بیٹوں کے ہونے سے متعلق ہے۔ اور ہمزہ انکار توبیخی یا انکار ابطالی کا بھی ہو سکتا ہے[1] لام حرف جار ملکیت کے لئے ہے۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ تیرا پروردگار کیا تیرے پروردگار کے لئے تو بیٹیاں ہیں) (1 تفسیر الماجدی)

فائدہ : یہاں ربّ کی اضافت بجائے ھُمْ کے کَ ضمیر واحد مذکر حاضر (جو حضرت رسول کریم کی طرف راجع ہے) آپ کی عظمت اور شرف کے لئے ہے اور کفار سے نفرت کے اظہار کے لئے ہے ورنہ عبارت یوں بھی ہوسکتی تھی اَلِرَبِّھِمُ الْبَنَاتُ وَلَھُمُ الْبَنُوْنَ ۔

۳۷: ۱۵۰ = اَمْ ۔ یا۔ خواہ۔ کیا۔ حرفِ عطف ہے استفہام کے معنی دیتا ہے اور کبھی بمعنی بَلْ (حرفِ اضراب یعنی بلکہ) اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہام بھی آتا ہے اور کبھی اَمْ زائدہ بھی ہوتا ہے ۔ یہاں آیت ہذا میں بطور حرفِ اضراب بمعنی بَلْ آیا ہے۔ تبکیت (جھڑکی، ڈانٹ، سرزنش) سابقہ آیت ۳۷: ۱۱ پر مزید ڈانٹ پلائی گئی ہے پہلے انکار قیامت پر سرزنش تھی۔ اور اب ان کے اس قول پر کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں ؛

= اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَۃَ اِنَاثًا ۔ ای بل اخلقنا الملئکۃ الذین ھم من اشرف الخلائق و اقوا ھم و اعظمھم تقدسًا عن النقائص الطبیعیۃ اناثا والانوثۃ من اخص صفات الحیوان ۔

کیا ہم نے فرشتوں کو جو اشرف المخلوقات میں سے ہیں اور بڑے طاقت ور، عظیم المرتبت اور نقائص طبعیہ سے پاک ہیں مؤنث پیدا کیا حالانکہ تانیث حیوانی صفات کی خسیس ترین صورت ہے ۔

= وَ ھُمْ شٰھِدُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے ای وانھم حاضرون حینئذٍ ۔

اور وہ اس وقت جب کہ ہم نے فرشتوں کو مؤنث تخلیق کیا یہ لوگ موجود تھے۔

یہ سوال استہزار آمیز ہے اور اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ بہت ہی زیادہ جاہل ہیں اور انتہائی جہالت کی وجہ سے ایسی بات کہہ رہے ہیں!

۳۷: ۱۵۱ = اَلَآ حرف تنبیہ واستفتاح ہے۔ حرف بسیط ہے مرکب نہیں جیسا کہ بعض نے خیال کیا ہے۔ تنبیہ، استفتاح۔ عرض، تحضیض میں مشترک ہے۔

خبردار۔ جان لو۔ خوب سن لو۔

= مِنْ اِفْکِھِمْ ۔ مِنْ حرف جر ہے تعلیل کے لئے آیا ہے۔ اِفْکِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ افک۔ جھوٹ۔ بہتان۔ افترا پردازی ۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ ان کا جھوٹ۔ بہتان ۔

مِنْ اِفْکِھِمْ ۔ ان کی بہتان بازی کی وجہ سے ۔ اپنے جھوٹ کی وجہ سے ۔

= لَیَقُوْلُوْنَ ۔ لام ان کے افترار کی تاکید کے لئے ہے ۔

= اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ وَلَدَ اللّٰهُ۔ کلام مستانفہ ہے۔ اللہ کی طرف سے ہے۔ کلام استفتار میں داخل نہیں۔

۱۵۲:۳۷ = وَلَدَ اللّٰهُ۔ وِلَادَةٌ مصدر (باب ضرب) سے وَلَدَ يَلِدُ عورت کا بچہ جننا۔ صاحبِ اولاد ہونا۔

جملہ وَلَدَ اللّٰهُ مفعول ہے يَقُوْلُوْنَ کا۔ یعنی وہ یہ بات کہتے ہیں ”اللہ صاحبِ اولاد ہے۔

= وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ (اس قول میں) یہ بالتحقیق جھوٹے ہیں۔ لام تاکید کا ہے۔

= اَصْطَفَى۔ اصل میں أَاِصْطَفٰى تھا۔ أ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اس کو قائم رکھتے ہوئے ہمزہ وصل کو حذف کر دیا گیا ہے۔ صفی و صفو مادّہ۔ اِصْطَفٰی يَصْطَفِيْ اِصْطِفَاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کر لیا۔ اَصْطَفٰی کیا اس نے (اپنے لئے بیٹوں کو چھوڑ کر بیٹیاں) پسند کی ہیں۔

۱۵۴:۳۷ = مَا لَكُمْ۔ تم کو کیا ہو گیا ہے۔ جیسے مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ (۱۸:۴۹) یہ کیسی کتاب ہے؟ یا وَ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (۲۵:۷) یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے!

= تَحْكُمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر۔ حُكْمٌ مصدر (باب نصر) تم حکم کرتے ہو۔ تم حکم لگاتے ہو۔ تم فیصلہ کرتے ہو۔ غائب سے مخاطب کی طرف التفاتِ ضمائر زیادہ توبیخ کے لئے ہے۔

۱۵۵:۳۷ = اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے ف جملہ مقدرہ پر عطف کیلئے ہے ای تلاحظون ذلك فلا تذكرون بطلانه۔ تم اسے دیکھ بھی رہے ہو پھر اس کے جھوٹ ہونے کو کیوں نہیں سمجھتے۔ یعنی کیا تم غور نہیں کرتے اور نہیں سمجھتے کہ اللہ اس بہتان سے پاک ہے۔

تَذَكَّرُوْنَ اصل میں تَتَذَكَّرُوْنَ تھا (باب تفعل) ایک تاء کو حذف کیا گیا ہے۔ تَذَكُّرٌ سوچنا۔ یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا۔ غور و فکر کرنا۔

۱۵۶:۳۷ = اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ۔ اَمْ بطور حرف اضراب استعمال ہوا ہے ای بل أ لكم حجة واضحة نزلت من السماء بان الملئكة بناته تعا

بلکہ کیا تمہارے پاس کوئی آسمان سے نازل شدہ واضح دلیل ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔

فَائِدَہ: پہلے فرمایا اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ یہ صورت عقلاً محال ہے لہٰذا ان کا یہ دعویٰ عقلاً باطل ہوا۔

پھر فرمایا:۔

اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ○ یہ صورت عینی شہادت کی ہے لیکن چونکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا یہ دعویٰ بھی باطل ٹھہرا۔

تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:۔

اس امر کی کوئی واضح دلیل کسی معتبر ہستی کی طرف سے ہو اور وہ معتبر ذات خداوند تعالیٰ کی ہو سکتی ہے۔ لہٰذا فرمایا کہ:۔

اگر تمہارے پاس کوئی ایسا دستاویزی ثبوت ہے تو پیش کرو۔

اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ○ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

ایسی کوئی کتاب بھی تو ان کے پاس نہیں ہے لہٰذا یہاں بھی وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہیں

لہٰذا ان کا یہ دعویٰ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں ہر لحاظ سے باطل ہے اور وہ محض ہٹ دھرمی اور جہالت کی بناء پر اس پر اڑے ہوئے ہیں۔

۳۷: ۱۵۷ == كِتٰبِكُمْ۔ تمہاری کتاب۔ تمہاری اپنی کتاب۔ مراد ایسی دستاویز جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہو۔

۳۷: ۱۵۸ == جَعَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب: جَعْلٌ مصدر (باب فتح) سے بمعنی بنانا۔ کرنا۔ ٹھہرانا۔ مقرر کرنا۔ انہوں نے ٹھہرایا ہے۔ انہوں نے قرار دیا ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع کفار قریش ہیں؛

== بَيْنَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

== اَلْجِنَّةِ۔ یہ جَنَّ یَجُنُّ جَنًّا (باب نصر) سے مشتق ہے۔ جَنٌّ بمعنی ڈھانپ لینا چھپا لینا۔ حواس سے پوشیدہ ہو جانا۔ اَلْجِنَّةُ۔ اَلْجِنُّ کی جمع ہے اور بمعنی مفعول مستعمل ہے۔ یعنی نظروں سے چھپا ہوا۔ پوشیدہ۔

امام راغبؒ فرماتے ہیں:۔ لفظ جنّ کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

۱:۔ انسان کے مقابلہ میں ان تمام روحانیوں کو جنّ کہا جاتا ہے جو حواس سے مستور ہیں!

اس صورت میں جنّ کا لفظ ملائکہ اور شیاطین دونوں کو شامل ہے لہٰذا تمام فرشتے جنّ ہیں اور تمام جنّ فرشتے نہیں۔

۱ اسی اعتبار سے ابو صالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جنّ ہیں۔

(۲) بعض نے کہا ہے کہ نہیں بلکہ جنّ روحانیوں کی ایک قسم ہیں۔ کیونکہ روحانیوں کی تین اقسام ہیں۔ (۱) اخیار (نیک) اور یہ فرشتے ہیں۔

(۲) اشرار (بد) اور یہ شیاطین ہیں۔

(۳) اوساط۔ (درمیانی) جن میں بعض نیک اور بعض بد ہیں اور یہ جنّ ہیں۔ چنانچہ سورۃ الجنّ میں ہے وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (۷۲: ۱۴) اور یہ کہ ہم میں بعض فرمانبردار ہیں اور بعض (نافرمان) گنہگار ہیں۔

یہاں الجنۃ سے کونسی مخلوق مراد ہے اس بارہ میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں لیکن بہتر قول یہی ہے کہ یہاں اَلْجِنَّۃُ سے مراد الملٰئکۃ ہیں اور جنّ کا لفظ اپنے لغوی مفہوم میں (پوشیدہ مخلوق) کے لحاظ سے ملائکہ کے لئے استعمال کیا گیا ہے اور نسب سے مراد قریش کا یہ اعتقاد ہے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔

= نَسَبًا۔ اسم۔ قرابت دار۔ باپ کے رشتہ دار۔ یا محض قرابت، رشتہ۔ نِسْبَۃٌ و نُسْبَۃٌ۔ باپ کی قرابت داری۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا۔ (۲۵: ۵۴) اور وہ وہی ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا۔ پھر اس کو خاندان والا (باپ کی طرف سے) اور سسرال والا (سسر کی طرف سے) بنایا۔ یعنی اس کے ددھیالی (دادا کے گھر کے یا دادا کے خاندان کے) اور ننھیالی (نانا کے گھر یا نانا کے خاندان کے) رشتے بنائے۔

نَسَبٌ واحد اَنْسَابٌ جمع ددھیالی رشتہ دار۔ اسی سے مناسبت (باب مفاعلہ) ایک جیسا ہونا۔ اور انتساب (افتعال) کسی سے اپنی نسبت کرنا۔

= وَلَقَدْ میں واؤ قسمیہ ہے لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّۃُ ای واللہ لقد علمت الجنۃ۔

= اِنَّهُمْ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب ان کفار کی طرف راجع ہے جو یہ کہتے تھے کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

= لَمُحْضَرُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے مُحْضَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر حاضر۔ مُحْضَرٌ

واحد۔ وہ لوگ جو حاضر لائے جائیں گے!

آیت کا ترجمہ ہو گا۔

اور (کفار قریش نے) اللہ اور فرشتوں کے درمیان نسب کا رشتہ قرار دے رکھا ہے خدا کی قسم یہ فرشتے خوب جانتے ہیں کہ یہ (فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہنے والے) لوگ (اللہ کے حضور) پیش کئے جانے والے ہیں (اپنے اس افتراء کی سزا پانے کے لئے)

فائدہ: آیت ۱۵۸ سے خطاب سے غیبت کی طرف التفات یہ ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ آیات ۱۵۶-۱۵۷ میں کئے گئے سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں ہے لہٰذا ازراہِ توبیخ ان کو خطاب کے درجہ سے گرا دیا گیا ہے!

۳۷: ۱۵۹ = سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔ اللہ کی ذات ان لغویات سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں (کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں)

یہ جملہ معترضہ ہے۔

۳۷: ۱۶۰ = اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ المحضرون سے استثناء منقطع ہے ای ولکن المخلصون ناجون۔ لیکن اللہ کے برگزیدہ بندے (عذاب) سے بچے رہیں گے = اَلْمُخْلَصِيْنَ۔ اِخْلَاصٌ سے اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ خالص کئے ہوئے، مخصوص لوگ چنے ہوئے بندے۔ برگزیدہ بندے۔ عِبَادَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اَلْمُخْلَصِيْنَ ان کی صفت ہے۔ عِبَادَ اللّٰهِ میں مضاف منصوب ہے۔ کیونکہ مستثنٰی منقطع ہمیشہ منصوب ہوتا ہے۔ جیسے سَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ اِلَّا اِبْلِيْسَ۔

۳۷: ۱۶۱ = فَاِنَّكُمْ میں ف جزائیہ ہے۔ جواب شرط میں آیا ہے اور شرط محذوف ہے۔ ای اذا علمتم ھذا فَاِنَّكُمْ ...... الخ جب تم یہ جانتے ہو کہ خدا کی ملائکہ سے رشتہ داری محض افتراء ہے اور ایسا کہنے والے لوگ عذاب میں مبتلا کئے جائیں گے۔ اور اللہ کے مخلص بندے محفوظ رکھے جائیں گے۔ تو (جان لو) کہ تم اور ..... الخ

= وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۔ واؤ عطفیہ ہے اور مَا تَعْبُدُوْنَ معطوف ہے ضمیر اِنَّكُمْ پر۔ یعنی: پس تم اور جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

۳۷: ۱۶۲ = مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ۔ مَا نافیہ ہے اَنْتُمْ سے مراد کفار اور ان کے معبودانِ باطل ہیں۔ عَلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے بِفٰتِنِيْنَ بار زائدہ ہے فٰتِنِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت جر۔ فِتْنَةٌ مصدر و اسم فعل فُتُوْنٌ

مصدر۔ بہکانے والے۔ گمراہ کرنے والے۔ یہ جملہ اِنَّ (آیت ۱۶۱) کی خبر ہے۔
فَاِنَّكُمْ ...... بِفَاتِنِيْنَ۔ پس تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو تم سارے (کسی کو) اللہ کے معاملہ میں نہیں بہکا سکتے۔

فَائِدَہ: اَنْتُمْ میں جو صیغہ خطاب استعمال ہوا ہے یہ بر سبیل تغلیب ہے جیسے کہتے ہیں اَنْتَ وَزَيْدٌ تَخْرُجَانِ تو اور زید دونوں نکلو گے!

۳۷: ۱۶۳ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ۔ یہ فَاتِنِيْنَ کے مفعول مقدرہ سے استثناء مفرغ ہے۔ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) صَالِ صَلْیٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جس کے معنی آگ میں پڑنا یا آگ میں جلنا۔ کے ہیں۔

صَالِ اصل میں صَالِیٌ تھا۔ یٰ آخر سے حذف ہو گئی ہے۔ مضاف ہے الجحیم مضاف الیہ ہے۔ مگر (تم اور تمہارے معبودانِ باطل) صرف اسی کو (گمراہ کر سکتے ہو جو اللہ کے علم میں) جہنم رسید ہونے والا ہے۔

۳۷: ۱۶۴ = وَمَا مِنَّا اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ۔ سابقہ مضمون سے آیات ۱۶۴ - ۱۶۵ ۱۶۶ - کا ربط یہ ہے کہ اوپر ذکر ہو رہا تھا۔ کہ کفار مکہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ حالانکہ وہ فرشتے از خود کہتے ہیں وَمَا مِنَّا الخ

صاحب روح المعانی فرماتے ہیں:۔

فھو من کلامہ تعالیٰ لکنہ حکی بلفظہم واصلہ ومامنہم الا لہ... الخ
اصل میں کلام اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لیکن ان کی (فرشتوں کی) زبانی بیان کیا گیا ہے اصل میں یہ اس طرح تھا۔ وَمَا مِنْهُمْ اِلَّا ...... اور ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر۔۔۔ الخ

ہم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے مگر یہ کہ اس کے لئے ایک متعین مقام ہے (۱۶۴) اور ہم (سب) صف بستہ کھڑے رہتے ہیں (۱۶۵) تو جب ان کا یہ حال ہے تو وہ خدا کے بیٹے یا بیٹیاں کیسے ہوئے؟ اور ہم سب (اللہ کی) تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں (۱۶۶)

مراد یہ ہے کہ فرشتے تو عبد محض اور محکوم خالص ہیں اپنی رائے سے کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ تو پھر وہ اللہ کی اولاد کیسی اور ان میں الوہیت اور معبودیت کی شان کیسی!

۳۷: ۱۶۵ = الصَّآفُّوْنَ۔ صَفٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے اس کا واحد صَآفٌّ ہے۔ صَفٌّ مصدر۔ جس کے معنی قطار باندھنے کے ہیں۔ بطور اسم بمعنی قطار بھی مستعمل ہے۔

۳۷: ۱۶۶ = اَلْمُسَبِّحُوْنَ ۔ تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔
تسبیح پڑھنے والے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ کہنے والے۔ اللہ کی پاکی بیان کرنے والے
اللہ کا ذکر کرنے والے۔

۳۷: ۱۶۷ = اِنْ کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ۔ اِنْ اِنَّ سے مخفف ہے اور لام فارقہ ہے
(تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ۳۷: ۵۶۔ لَتُرْدِیْنِ) تحقیق وہ کہا کرتے تھے (ضمیر فاعل کفار
مکہ کی طرف راجع ہے یعنی یہ کفار مکہ بعثت نبوی سے قبل کہا کرتے تھے)

۳۷: ۱۶۸ = ذِکْرًا ۔ پند و نصائح کی کتاب، نصیحت، بیان، یہاں مراد کتاب منزل
من اللہ ہے۔ ای کتابا من جنس الکتب التی نزلت علیہم و مثلہا فی کونہ من
عند اللہ تعالیٰ ۔ یعنی پہلے لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتابیں نازل ہوئیں جنھیں اگر ایسی
ہی کوئی کتاب ہمارے پاس بھی آئی ہوتی۔

قرآن مجید کو بھی کئی جگہ ذکر ہی کہا گیا ہے مثلاً اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ
لَحٰفِظُوْنَ ٥ (۱۵: ۹) اس نصیحت نامہ (قرآن) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے اور ہم ہی اس
کے محافظ ہیں۔

یہ جملہ شرطیہ ہے اور اگلی آیت اس کی جزا ہے۔

۳۷: ۱۶۹ = لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے عِبَادَ اللّٰہِ
مضاف مضاف الیہ مل کر کُنَّا کی خبر۔ بوجہ خبر عِبَادَ منصوب ہے۔
اَلْمُخْلَصِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر عِبَادَ اللّٰہِ کی صفت ہے۔ تو ہم اللہ کے خاص
بندے ہوتے۔

۳۷: ۱۷۰ = فَکَفَرُوْا بِہٖ فَ فصیحت کا ہے جیسے آیت اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاکَ
الْبَحْرَ فَانْفَلَقَ (۲۶: ۶۳) میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

ای نَجَاءَ ھُمْ ذکر ای ذکر سید الاذکار وکتاب مھیمن علی سائر
الکتب والاخبار فکفروا بہ ۔ پس جب ان کے پاس وہ ذکر جو سید الاذکار ہے
اور وہ کتاب جو جملہ کتب و اخبار کی نگران و مشاہد ہے ان کے پاس آئی تو انہوں نے
اس کا انکار کر دیا۔ (جملہ جواب شرط ہے)

= فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ای فسوف یعلمون عاقبۃ کفر ھم پس عنقریب
ہی ان کے اپنے کفر کا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۳۷: ۱۷۱ = سَبَقَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ سَبْقٌ (باب ضرب) سے پہلے سے ہو چکی ۔ پہلے سے ہی ٹھہر چکی ۔

= کَلِمَتُنَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ہماری بات، ہمارا وعدہ ۔ یہاں مراد وعدۂ نصرت ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا اور تحقیق ہمارا وعدۂ نصرت اپنے مرسلین بندوں کے ساتھ، پہلے ہی ہو چکا ہے ۔

اگلی دونوں آیات میں اس کلمہ کی (وعدہ کی) تعریف ہے یا کَلِمَتُنَا کا بدل ہے

= عِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۔ عِبَادُنَا ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف ہمارے بندے اَلْمُرْسَلِیْنَ اِرْسَالٌ (افعال) سے اسم مفعول جمع مذکر ۔ صفت ۔ ہمارے ارسال کردہ بندے ۔ ہمارے مرسلین بندے ۔

۳۷: ۱۷۲ = اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ہُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کی تکرار تاکید کے لئے ہے ۔ بے شک ان کی ضرور مدد کی جائے گی ۔ یا بے شک وہی غالب کئے جائیں گے ۔

۳۷: ۱۷۳ = اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ اِنَّ تحقیق کے لئے ہے جُنْدَنَا کے بعد ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (جو جُنْدٌ کی طرف راجع ہے) لام ملکیت کے ساتھ لائی گئی ہے جو حصر اور تخصیص کے مفہوم پر دال ہے، یعنی بے شک صرف ہماری ہی فوج غالب آیا کرتی ہے ۔

۳۷: ۱۷۴ = تَوَلَّ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر سے عَنْ کے صلہ کے ساتھ ۔ اس کا مطلب ہے تو منہ پھیر لے ۔ تو اعراض کر، تو پھر جا ۔ جب اس کا تعدیہ بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے اور والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں ۔ جیسے ہم

۱:۔ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ۔ (۵: ۵۱) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا ۔ وہ بھی انہی میں سے ہوگا ۔

۲:۔ وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَہٗ مِنْھُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے ۔

۳:۔ فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ ۔ (۴۷: ۲۲) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں فساد کرنے لگو ۔

= حَتّٰی حِیْنٍ۔ ایک مدت تک۔ ایک وقت تک۔ تھوڑے زمانہ تک۔
ای الٰی مدۃ یسیرۃ۔
۳۷: ۱۷۵ = اَبْصِرْ ھُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ۔ توان کو دیکھتا رہ۔ سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے۔
یعنی آپ ذرا انتظار فرمادیں اور دیکھیں جس دن ان کو عذاب آلیگا اور یہ بھی اس وقت دیکھ لیں گے کہ ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ حین سے مراد یوم بدر۔ یوم فتح مکہ۔ وقت الموت۔ یوم القیامت۔ ہو سکتا ہے۔
۳۷: ۱۷۶ = اَفَبِعَذَابِنَا استفہام توبیخی ہے۔
= یَسْتَعْجِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ استعجال (استفعال) مصدر سے، وہ جلدی چاہتے ہیں۔ وہ جلدی مانگتے ہیں۔ چاہ رہے ہیں جلدی آجائے۔
۳۷: ۱۷۷ = سَاحَتِھِمْ مضاف مضاف الیہ سَاحَۃٌ سوح مادہ سے ہے صحن۔ کھلی جگہ۔ چوک۔ اس کی جمع سَاحٌ وسُوْحٌ وسَاحَاتٌ ہے۔ ان کا صحن۔
فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِھِمْ۔ جب وہ (عذاب) ان کے گھر کے صحن میں آنازل ہوگا۔
یعنی ان کے روبرو آنازل ہوگا۔
= فَسَآءَ۔ ف ترتیب کا ہے۔ سَاءَ یَسُوْءُ سَوَاءٌ ..... الشَّیْئُ کسی چیز کا قبیح ہونا۔ بُرا ہونا۔
صَبَاحُ۔ صبح۔ دن کا ابتدائی حصہ، مضاف اَلْمُنْذَرِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر جن کو ڈرایا گیا ہو۔ مضاف الیہ۔
فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ۔ سو جن کو ڈرایا جا چکا ہے ان کی وہ صبح بہت بُری ہوگی
۳۷: ۱۷۸ = ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۷۴۔
۳۷: ۱۷۹ = ملاحظہ ہو ۳۷: ۱۷۵۔
صاحب تفسیر ماجدی رقمطراز ہیں :۔
مفسرین نے کہا ہے کہ۔ ابھی ابھی مضمون جو اوپر گذرا ہے وہاں اس کا تعلق غلبۂ اہل حق سے تھا۔ اور یہاں اس کا تعلق عذابِ اہلِ باطل سے ہے۔ اس لئے مضمون کی تکرار صرف صورۃً ہے معنیً نہیں۔
۳۷: ۱۸۰ سُبْحَانَ۔ پاک ہے۔ یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح (یعنی پاکی بیان کرنے کے) آتا ہے

اس کو نصب لازم ہے نیز اس کی مفرد کی طرف اضافت ضروری ہے مفرد خواہ اس میں ظاہر ہو جیسے سُبْحٰنَ اللّٰهِ یا اسم ضمیر ہو جیسے سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَا (۲: ۳۲) اس سے فعل کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔

== رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرا رب۔ بمعنی پروردگار۔ مالک، صاحب، یہاں بمعنی پروردگار ہے۔ رَبِّكَ موصوف اس کی صفت آگے آتی ہے۔ رَبِّ الْعِزَّةِ۔

== رَبِّ الْعِزَّةِ۔ مضاف مضاف الیہ صفت (رَبِّكَ موصوف)

یہاں رَبّ بمعنی مالک۔ صاحب۔ آیا ہے۔ العِزّۃ بمعنی غلبہ۔ عزت، قوت۔

رب کی اضافت عزت کی طرف بتا رہی ہے کہ عزت اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہے

== عَمَّا۔ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے مَا موصولہ ہے اور يَصِفُوْنَ اس کا صلہ ہے

== يَصِفُوْنَ جمع مذکر غائب مضارع۔ وَصْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ بیان کرتے ہیں۔ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ (اللہ پاک ہے مشرکوں کی ان ناروا باتوں سے) جو وہ بیان کرتے ہیں

۳۷: ۱۸۱ == وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ۔ اور سلامتی ہو سب رسولوں پر۔ (جو کفار کی انتہائی مخالفت اور حالات کی نا مساعدت کے باوجود تبلیغ رسالت کے فرائض کما حقہ بجالائے) اور پھر جن پر حق تعالیٰ خود سلام بھیجیں۔ ان کا ہر ایک کے لئے واجب الاتباع ہونا ظاہر ہے)

۳۷: ۱۸۲ == وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ میں الْ استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف ستائش صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔

فائدہ: حدیث شریف میں ہے:۔

من قال دبر کل صلوٰۃ سبحان ربك رب العزّۃ عما یصفون و سلٰم علی المرسلین والحمد للہ ربّ العٰلمین، ثلاث مرات فقد اکتال بمکیال الاوفیٰ من الاجر۔

یعنی جس شخص نے ہر نماز کے بعد یہ تین آیتیں تین بار پڑھیں گویا اس نے اجر کا بہت بڑا پیمانہ بھر لیا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۳۸) سُوۡرَةُ صٓ مَكِّيَّة (۸۸)

۳۸: ۱ == صٓ: حروف مقطعات میں سے ہے:
== وَالۡقُرۡاٰنِ۔ واوَ قسمیہ ہے۔ القرآن مقسم بہ ہے۔
== ذِي الذِّكۡرِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر القرآن کی صفت ہے۔
ذِیۡ۔ یعنی والا۔ صاحب۔ اسم ہے۔ یہ اسمائے ستہ مکبرہ میں سے ہے۔ یعنی ان چھ اسموں میں سے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان پر پیش کی حالت میں واوَ اور زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یۡ آتی ہے جیسے ذُوۡا ذَا۔ ذِیۡ۔ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اور اسم ظاہری کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی۔
الذِّكۡرِ۔ نصیحت۔ ذکر۔ پند۔ بیان۔ ذَكَرَ يَذۡكُرُ کا مصدر ہے۔
وَالۡقُرۡاٰنِ ذِي الذِّكۡرِ۔ قسم ہے قرآن نصیحت والے کی۔ یہ جملہ قسمیہ ہے اس کا جواب محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے۔ وَالۡقُرۡاٰنِ ذِي الذِّكۡرِ مَا الۡاَمۡرُ كَمَا تَقُوۡلُ الۡكُفَّارُ۔ قسم ہے قرآن نصیحت والے کی امر یوں نہیں جیسا کہ کفار کہتے ہیں

۳۸: ۲ == بَلِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فِيۡ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ بَلۡ حرف اضراب ہے۔
عِزَّةٍ۔ عزت۔ غلبہ۔ زور۔ بزرگی۔ اقبال۔ عَزَّ يَعِزُّ کا مصدر ہے بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔
کبھی عزت کے ذریعہ مدح کی جاتی ہے جیسے رَبِّ الۡعِزَّةِ (۳۷: ۱۸۰) صاحب عزت وقدرت یا فَاِنَّ الۡعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيۡعًا (۴: ۱۳۹) سو عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کی ہے کبھی اس کے ذریعہ مذمت بھی ہوتی ہے مثلاً آیۃ ہذا۔ جہاں عزت بطور گھمنڈ و تکبر مراد ہے۔ اسی

طرح ملاحظہ ہو۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (٢: ٢٠٦) اور جب اس سے کہاجاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے نخوت گناہ پر (اور زیادہ) آمادہ کردیتی ہے

شِقَاقٍ ۔ ضد ۔ مخالفت ۔ باب مفاعلہ کا مصدر ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ :۔

قسم ہے قرآن نصیحت والے کی (بات یوں نہیں جیسا یہ کفار کہہ رہے ہیں) بلکہ (خود) یہ کافر تعصب اور مخالفت میں پڑے ہوئے ہیں ۔

٣٨ : ٣ = كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ ۔ ای کم من قرنٍ اھلکنا من قَبْلِهِمْ ۔ کم کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے :۔

(١) استفہام کے لئے ۔ کتنی مدت ۔ کتنی تعداد ۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے مثلاً كَمْ دِرْهَمًا کتنے درہم ۔

(٢) خبریہ ۔ جو مقدار کی کمی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے ۔ اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ شَيْءٍ تَرَكْتُ فِي الْبَيْتِ ۔ میں نے گھر میں بہت ساری چیزیں چیزیں چھوڑیں ۔

کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیساکہ آیت ہذا میں ۔ كَمْ مِّنْ قَرْنٍ بہت سی امتوں کو ۔ کتنی ہی امتوں کو ۔ قَرْنٍ زمانہ ۔ ایک ہی زمانے کے آدمی ۔ وہ قوم جو ایک زمانے میں ہو ۔ ایک زمانے کے لوگ ۔ انؐ سے پہلے ہم کتنی ہی امتوں کو ہلاک کرچکے ہیں

= نَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب ندی مادہ سے باب مفاعلہ ۔ نَادٰى يُنَادِيْ مُنَادَاةً وَنِدَاءً پکارنا ۔ فَنَادَوْا سو انہوں نے (عذاب کے وقت فریاد رسی کے لئے بڑا) پکارا ۔

= وَلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۔ واوٗ حالیہ ہے اور جملہ حالیہ ۔ لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ میں نحویوں کے مختلف اقوال ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ لَاتَ میں لَا لَيْسَ کے مشابہ ہے تا دتا نیث تاکید کے لئے بڑھا دی گئی ہے ۔ لَا کے بعد تار بڑھانے سے لا کا حکم بدل گیا ۔ اور خاص طور پر اس کا داخلہ وقت پر ہونے لگا اور اسم اور خبر میں سے ایک کا حذف کرنا ضروری ہوگیا خلیل اور سیبویہ کے نزدیک یہاں اسم محذوف ہے ای لیس الحین حین مناصٍ اور وہ وقت بچ نکلنے کا وقت نہ تھا ۔ اس میں الحین اسم محذوف ہے اور حِيْنَ مَنَاصٍ خبر ہے ۔

= حِیْنَ۔ وقت۔ زمانہ۔ مدّت۔ مضاف
= مَنَاصٍ۔ مادہ نوص۔ اجوف وادی۔ باب نصر سے مصدر میمی ہے۔ اور یہ اسم ظرف مکان بھی ہے۔ جائے فرار۔ پناہ گاہ۔ نَاصَ یَنُوْصُ نَوْصًا و مناص ومنیص ـــــ عَنْ قِرْنِہٖ اپنے مقابل سے بھاگنا یا بچنا۔
۳۸: ۴ = مُنْذِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعال) سے ڈرانے والا۔
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جاءھم اور منھم میں کفار مکہ کی طرف راجع ہو سکتی ہے کیونکہ عَجِبُوْا میں ضمیر فاعل بھی کفار کے لئے ہے لیکن یہ جنس بشر کے لئے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ کسی نبی کا جنسِ بشر سے ہونا ان کے نزدیک بعید از فہم تھا۔ اس لئے ان کو حیرت تھی کہ یہ ڈرانیوالا ان میں سے یا جنس بشر میں سے کیسے ہو سکتا ہے؟
= سَاحِرٌ کَذَّابٌ: معطوف علیہ و معطوف واوؔ عطف محذوف، ساحر ہے اور بڑا جھوٹا ہے کذّابٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۳۸: ۵ = اَجَعَلَ ہمزہ استفہامیہ ہے یہ سوال بطور تعجب ہے۔
اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا۔ کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔
صاحب تفسیر ماجدی اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:۔
"پیمبر حق کا اصلی جُرم ان کج فہموں کے نزدیک یہی تلقینِ توحید تھی۔ وہ کہتے تھے کہ عالَم میں قدم قدم پر تو تنوّع، تعدد کا اختلاف ہے اس کثرت کا مصدر وحدت کو فرض ہی کیسے کیا جا سکتا ہے! رات الگ ہے دن الگ ہے آگ اور شے ہے پانی اور۔ زمین الگ مخلوق ہے۔ آسمان الگ، ان میں سے ہر ایک کے کاروبار کے لئے ایک مستقل حاکم، متصرف فرماں روا کی ضرورت ہے اور یہی دیوی دیوتا ہیں۔ سب کو مٹا کر صرف ایک مؤثر حقیقی و فاعل اصلی کو ماننے کے کوئی معنی ہی نہیں"
= شَیْءٌ عُجَابٌ۔ موصوف و صفت۔ عُجَابٌ عَجِیْبٌ سے فُعَالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بہت عجیب، اچنبھے کی بات۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ:۔
وہ انوکھی بات جس کی نظیر ہو عجیب کہلاتی ہے اور بے نظیر ہو تو اُس کو عُجاب کہتے ہیں۔
فائدہ: آیت ہذا اور اگلی آیت کو سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر ذہن میں رکھنا ضروری ہے جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہو گئے تو قریش کو آپ کا مسلمان

ہو جانا بڑا شاق گذرا۔ ولید بن مغیرہ نے سرداران قریش کی ایک جماعت کو جو تعداد میں پچیس تھے جمع کر کے کہا کہ چلو ابو طالب کے پاس چلیں۔ حسب مشورہ سب لوگ ابو طالب کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے بزرگ سردار ہیں اور ان لوگوں (مسلمانوں) کی حرکتوں سے واقف ہیں آپ ہمارا اپنے بھتیجے سے تصفیہ کرا دیجئے۔ ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ اور کہا۔

میرے بھتیجے یہ تمہاری قوم والے تم سے کچھ درخواست کرنا چاہتے ہیں تم اپنی رائے بالکل ہی ان کے خلاف نہ کر لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ قریش نے کہا کہ تم ہمارے معبودوں کا ذکر چھوڑ دو، اور ہم تم کو تمہارے معبود سے نہیں روکیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگ مجھ سے ایک بات کا وعدہ کرتے ہو جس کی وجہ سے تم عرب کے حاکم بن جاؤ گے۔ اور عجمی بھی تمہارے فرمانبردار بن جائیں گے۔ ابو جہل بولا۔ اگر ایسی بات ہے تو ہم ایک نہیں اس جیسی دس باتیں مان لیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ دو۔ یہ سنتے ہی سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ کہتے ہوئے چلنے بنے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ ...... ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا۔

۳۸ : ۶ = اِنْطَلَقَ ماضی واحد مذکر غائب (صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے) وہ چل کھڑا ہوا۔ اِنْطِلَاقٌ (انفعالٌ) مصدر سے جس کے معنی چھوڑ کر چل کھڑے ہونے کے ہیں۔

= مِنْهُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب وفد کے ممبران کی طرف راجع ہے ان میں سے کئی سرداران چل کھڑے ہوئے (یہ کہتے ہوئے کہ) چلو اور اپنے دیوتاؤں پر قائم رہو۔

= اِمْشُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر مَشْیٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی چلنے کے ہیں چلو۔

= اِصْبِرُوْا عَلٰی۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَبْرٌ مصدر باب ضرب سے جس کے معنی صبر کرنا کے ہیں۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ معنی ہوں گے استقلال سے قائم رہو

= شَيْءٌ يُّرَادُ۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِرَادَةٌ (اِفْعَالٌ) سے مصدر۔ شَيْءٌ يُّرَادُ۔ ایسی شے جس کا ارادہ کیا گیا ہو۔ مقصود۔ مُراد (بے شک اس میں کوئی خاص امر مقصود ہے)

۳۸ : ۷ = الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ۔ موصوف وصفت۔ پچھلا مذہب۔ پچھلا دین۔ اس سے مراد ان کا آبائی مذہب بھی ہو سکتا ہے اور عیسائیت بھی

= اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ۔ اِنْ نافیہ ہے۔ هٰذَا یعنی دین توحید۔ اِخْتِلَاقٌ

بروزن افتعال مصدر ہے بمعنی افترا، بہتان طرازی۔ من گھڑت بات۔ خلق مادہ ہے

۳۸: ۸ = عَلَیْہِ۔ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے

= الذِّکْرُ۔ ای القراٰن۔ پندنامہ۔ نصیحت نامہ۔ ذِکْرِیْ۔ میری وحی۔ لَمَّا بمعنی لَمْ ہے ای لَمْ یَذُوْقُوْا۔ عَذَابِ: ای عَذَابِیْ۔ (انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ چکھا ہی نہیں)

آیت ہذا میں بَلْ دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں صورتوں میں بطور اضراب آیا ہے۔ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ میں اس بات سے اعراض ہے جو جملہ ماقبل ءَاُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا میں پائی جاتی ہے یعنی حسد۔ سرداران قریش حسدًا یہ کہتے تھے کہ خدا نے اگر کوئی کلام نازل کرنا ہی تھا۔ تو سارے عرب اور مکہ وطائف میں اس نے آپ جناب کو کیوں منتخب کرلیا۔ جن کے پاس نہ مال وزر ہے نہ کوئی یار و مددگار۔ ان میں سے ہی کسی سردار کو کیوں نہ چن لیا۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ

(۴۳: ۳۱) اور کہتے ہیں کیوں نہ اترا یہ قرآن کسی بڑے مرد پر ان دو بستیوں میں سے۔

بَلْ کے استعمال سے پہلے امر کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس پر اور زیادہ کردیا گیا ہے یعنی نہ صرف یہ حسد کے شکار ہیں بلکہ مزید برآں اس کلام کو منزل من اللہ ہونے پر بھی شک کرتے ہیں دوسرے بَلْ کو بھی اسی طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ۔ یعنی حسد اور شک کو بحال رکھتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ ان کے انکار کی یقینی بنیاد عذاب الٰہی سے بے خبری ہے محض حسد اور شک ہی نہیں۔ جب وہ اس عذاب کا مزہ چکھیں گے تو حسد اور کینہ کے جذبات اور تمام شکوک وشبہات دور ہو جائیں گے۔ مگر بے سود۔

بعض علماء کے نزدیک بَلْ دونوں جملوں میں ابتدائیہ ہے۔ اضراب و اعراض کے لئے نہیں پہلا جملہ کافروں کے کلام کا جواب ہے اور دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہے

= اَمْ عِنْدَھُمْ ...... اَلْوَھَّابُ: یہ جملہ سابقہ ءَاُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا۔ کے مقابلہ میں ہے یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ ہم سب میں سے اس پر قرآن کیوں اتارا گیا ہے (تو یہ بتائیں) کیا ان لوگوں کے قبضہ میں آپ کے قیام غالب کل پروردگار کی رحمت کے خزانے ہیں (کہ جس کو یہ چاہیں دیں اور جس کو نہ دینا چاہیں نہ دیں)

یہاں اَمْ منقطعہ مقدرہ بہ بَلْ والہمزۃ الاستفہام آیا ہے ای بل اَیَمْلِکُوْنَ خَزَآئِنَ

۳۸:۹ = خَزَائِنُ رَحْمَۃِ رَبِّكَ ترکیب اضافی ہے۔ تیرے رب کی رحمت کے خزانے۔ رب کی اضافت واحد مذکر حاضر۔ (حضرت رسول کریم کی طرف) شرف ولطف الٰہی کی مظہر ہے
= اَلْعَزِیْزِ۔ زبردست، غالب، قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اَلْوَھَّابُ۔ وَھْبٌ وَھِبَۃٌ مصدر۔ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت عطا کرنے والا۔ دونوں رَبِّكَ کی صفت ہیں۔

رَحْمَۃِ رَبِّكَ تعالیٰ ویتصرفون فیھا حسبما یشآءُوْنَ (بلکہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے ان کی ملکیت ہیں کہ جیسے چاہیں تصرف میں لادیں)

یہاں اضراب کے ساتھ استفہام انکاری بھی شامل ہے۔ اس کی مثال قرآن مجید میں اور جگہ ہے:۔

اَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ (۵۲:۳۹) ای بَلْ اَلَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ۔

۳۸:۱۰ = اَمْ لَھُمْ۔ یہاں بھی اَمْ مثل اَمْ مذکورہ بالا کے ہے ای بَلْ اَلَھُمْ۔ آیت ۹ میں رحمت کے خزانوں کا ذکر تھا۔ جس سے مراد نبوت ورسالت کی نعمت تھی جو اللہ تعالیٰ کی نعمت رُوحانی ہے۔

اب اس آیۃ میں رحمتِ رب کے ایک ادنیٰ جزء یعنی عالم مادی کا ذکر ہے یعنی روحانی نعمتوں کا ان کی ملکیت میں ہونا تو کجا ان کو تو اللہ کی ادنیٰ سی نعمت ارض وسماء کے امور پر بھی تصرف حاصل نہیں۔

= فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ: یہ جملہ جواب شرط میں ہے اور شرط محذوف ہے ای ان کان لھم ما ذکر من الملك فلیصعدوا فی المعارج و المناھج الذی یتوصل بھا الی السموٰت فلید بروھا ولیصرفوا فیھا فانھم لاطریق لھم الیٰ تدبیرھا والتصرف فیھا۔

اگر ارض وسماء اور مابین کے امور پر ان کا کوئی عمل دخل ہے تو سیڑھیاں لگا کر آسمانوں پر چڑھ جائیں اور وہاں سے ان امور کا انتظام چلائیں اور ان میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کریں۔ لیکن ایسا نہیں ہے ان امور میں تصرف وتدبر کا ان کو ہرگز کوئی اختیار نہیں ہے۔

فَ جواب شرط کے لئے ہے لِیَرْتَقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے، اِرْتِقَاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ تو ان کو چڑھ جانا چاہیے تَرَقِّیٌ (تَفَعُّلٌ) زینہ بزینہ چڑھنا۔
= اَسْبَابِ۔ جمع سَبَبٌ کی۔ سَبَبٌ اصل میں اس رسی کو کہتے ہیں جس کے ذریعے درخت پر چڑھا جاتا ہے اس مناسبت سے ہر اس شے کا نام سبب ہوا کہ جو کسی دوسری شے کے توصل کا ذریعہ ہو۔
فَلْیَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ۔ تو ان کو چاہیے کہ سیڑھیاں لگا کر آسمان پر چڑھ جائیں (یہ زجر و توبیخ کے طور پر کہا گیا ہے اس بات کو ظاہر کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسا کرنے سے عاجز ہیں)
۳۸: ۱۱ = جُنْدٌ مَّا۔ ای ھُمْ جُنْدٌ ..... مَا تقلیل و تحقیر کے لئے ہے جیسے کہ کہتے ہیں اَکَلْتُ شَیْئًا مَّا میں نے تھوڑا سا کھایا۔ جُنْدٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے
= ھُنَالِکَ۔ ظرف مکان و زمان۔ وہاں ۔ اس جگہ۔ اس وقت۔ یہاں مراد بعض کے نزدیک مکہ ہے اور بعض نے اس سے بدر مراد لیا ہے۔
= مَهْزُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر ھَزْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، شکست خوردہ
= اَلْاَحْزَابُ۔ گروہ۔ ٹولیاں۔ جماعتیں۔ قبیلے۔
عبارت یوں ہو گی:۔
ھُمْ جُنْدٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ مَهْزُوْمٌ ھُنَالِکَ یہ کفار کی ایک حقیر سی جماعت ہے (جو انبیاء کے مخالف) مختلف قبیلوں سے (جمع کردہ شدہ) ہے جسے وہاں (بمقام بدر یا مکہ) شکست دی جائے گی!
۳۸: ۱۲ = قَبْلَهُمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔
= ذُو الْاَوْتَادِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میخوں والا۔ وَتَدٌ کی جمع ہے، فرعون کا لقب تھا
۳۸: ۱۳ = وَثَمُوْدُ میں واؤ عطف کا ہے ای وکذبت ثَمُوْدُ۔
= اَصْحٰبُ الْاَیْکَةِ۔ جنگل کے رہنے والے۔ ایکہ کے لوگ، وہ قوم جس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔
= اُولٰٓئِکَ الْاَحْزَابُ۔ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔
اَلْاَحْزَابُ میں الف لام عہدی ہے یعنی وہی احزاب جن کا ذکر آیت جُنْدٌ مَّا ھُنَالِکَ میں کر دیا گیا ہے۔
یہ سب لوگ پیغمبروں کے خلاف اپنے اپنے زمانہ میں جتھہ بند ہو گئے تھے۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھی مشرکین مکہ نے اپنا ایک جتھہ بنالیا تھا۔
مترجم تفسیر مظہری مولانا سید عبدالدائم الجلالی لکھتے ہیں۔ ہیچمدان فقیر کی نظر میں اگر اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ کو قوم نوح وقوم عاد الخ سے بدل یا ان کا بیان قرار دیا جائے تو ترجمہ بے محاورہ اور نامناسب نہ ہوگا۔
ترجمہ اس طرح ہوگا۔
ان کافروں سے پہلے قوم نوحؑ نے اور عادؑ نے اور فرعون نے اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور مدین والوں نے ان سب گروہوں نے تکذیب کی۔
تو اس صورت میں اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ مبتدا خبر کا جملہ نہ ہوگا بلکہ اشارہ مشارالیہ کا ہوگا۔ اور مختلف اقوام مذکورہ سے بدل قرار پائے گا۔

۳۸: ۱۴ = اِنْ كُلٌّ میں اِنْ نافیہ ہے اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ ای كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ۔ ہر جماعت نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔
= فَحَقَّ فا سببیہ ہے۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَقٌّ مصدر سے باب ضرب جس کا معنی واجب ہونا ہے۔ حَقَّ۔ واجب ہوا۔ حق ہوا۔ سطابق ہوا۔
= عِقَابِ ای عِقَابِیْ۔ میرا عذاب / میری طرف سے سزا۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے اس باب میں معاقبۃ (مفاعلۃ) سے بھی مصدر ہے۔
عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ جیسے عَقَبَ الثَّانِیْ الْاَوَّلَ دوسرا پہلے کے پیچھے ہو لیا۔ یا عَقِبَ الَّيْلُ النَّهَارَ۔ رات دن کے پیچھے ہولی۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو جرم کے پیچھے ہولی۔ لہٰذا اس کا ترجمہ پاداشِ جرم ہوا۔
فَحَقَّ عِقَابِ۔ تو (ان پر) میرا عذاب لازم ہوگیا۔

۳۸: ۱۵ = مَا يَنْظُرُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب: واحد کا صیغہ جمع کے لئے ہے نَظْرٌ (نصر) مصدر سے بمعنی دیکھنا۔ لیکن یہاں بمعنی انتظار آیا ہے وہ انتظار نہیں کر رہے
= هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع۔ یہ سب۔ مشارالیہ کفار مکہ ہیں۔
= صَيْحَةً وَّاحِدَةً۔ موصوف وصفت۔ ایک چیخ۔ ایک کڑک، (مراد صور کے پھونکے جانے کی آواز ہے) منصوب بوجہ يَنْظُرُ کے مفعول ہونے کے ہے:
= لَهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع صيحةً ہے۔
= فَوَاقٍ۔ اسم مصدر۔ واحد ہے اس کی جمع اَفْوِقَةٌ اور اَفِيْقَةٌ ہے چنانچہ محاورہ ہے

فَاقَ الْمَرِیْضُ۔ جب مریض بیماری سے صحت کی طرف رجوع کرے۔ اسی بنار پر بعض نے تفسیر افاقہ اور استراحت سے کی ہے۔

اگر فُوَاق (فاء کے ضمہ ساتھ) ہو تو اس کا معنی وہ وقفہ ہے جو دو دفعہ دودھ دوہنے کے درمیان ہوتا ہے۔ دوہنے والا ایک مرتبہ دودھ دوہ لیتا ہے پھر بچے کو پینے کے لئے چھوڑ دیتا ہے بچے کے پینے سے جانور کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتر آتا ہے تو پھر دوہنے والا بچے کو ہٹا کر خود دوبارہ دودھ لیتا ہے۔ اس درمیانی وقفے کا نام فُوَاق ہے۔

یہاں مراد سکون، افاقہ۔ آرام ہے۔ یعنی جب یہ صور پھونکا جائے گا تو اس میں دم لینے کی بھی گنجائش نہ ہوگی۔

۳۸: ۱۶ — قَالُوْا۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع وہی کفار قریش ہیں جن کے لئے اوپر ھٰٓؤُلَآءِ استعمال ہوا ہے۔ ای قالوا بطریق الاستھزاء والسخریۃ مخول اور ٹھٹھا کے طور پر کہتے ہیں۔

— عَجِّلْ لَّنَا۔ عَجِّلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تَعْجِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے تو جلدی کر ہمارے لئے۔ تو ہمیں جلدی دیدے۔

— قِطَّنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ قِطٌّ اصل میں اس چیز کو کہتے ہیں جس کو عرض میں کاٹا گیا ہو۔ جیسے قِدٌّ اس چیز کو کہتے ہیں جو طول میں کاٹی گئی ہو پھر جدا کردہ حصہ کو بھی قِطٌّ کہنے لگے۔

حضرت ابن عباس رضا کے نزدیک یہاں حصہ ہی مراد ہے یعنی ہمارا حصہ ہم کو جلدی دیدے۔ بعض کے نزدیک حصہ سے مراد عذاب کا حصہ ہے (یعنی کافر استہزاءً کہتے تھے کہ ہمیں قیامت کے جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے وہ ہمیں ابھی دے دیا جائے کہ ہم دیکھیں تو سہی کہ ہے بھی کہ نہیں)

اور بعض نے اس سے حصہ جنت مراد لیا ہے (یعنی کافر یہ کہتے کہ قیامت میں جو جنت ودوزخ کا بار بار ذکر کیا جارہا ہے ہمیں تو جنت کا حصہ جو ملنا ہے یہاں ہی مل جائے تاکہ ہم اپنی اس زندگی میں ہی اس کا حظ اٹھالیں۔

— یَوْمَ الْحِسَابِ: روز قیامت۔

۳۸: ۱۷ — ذَا الْاَیْدِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بہت ہاتھوں والا۔ مراد بہت طاقتور بڑا قوی۔ حالت نصب میں ہے بوجہ داؤد کی صفت ہونے کے۔ دَاوٗدَ منصوب بوجہ

بوجہ عَبْدَ نَا میں عَبْدَ کا بدل ہونے کی وجہ سے ہے اور عَبْدَ نَا منصوب بوجہ اُذْکُرْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے ہے اور دَاوٗدَ بوجہ عجمیت اور معرفت ہونے کے غیر منصرف ہے
== اَوَّابٌ، بہت رجوع کرنے والا۔ بہت تسبیح خوان۔
اَوْبٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۳۸: ۱۸ == سَخَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَسْخِیْرٌ (تفعیل) سے مصدر۔ ہم نے تابع کردیا۔ ہم نے بس میں کردیا۔
== مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ۔ ای یُسَبِّحْنَ مَعَهٗ یعنی حضرت داوٗد کے ساتھ اور ان کی موافقت ومتابعت میں پہاڑ بھی تسبیح پڑھتے تھے۔
== اَلْعَشِیِّ۔ زوال آفتاب سے طلوع فجر تک کا وقت۔ شام۔ اَلْعِشَآءُ۔ رتوندی تاریکی۔ جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے رَجُلٌ اَعْشٰی جسے رتوندی کی بیماری ہو۔ اس کی مؤنث عَشْوَاءُ آتی ہے۔ عَشِیَ عَنْ کَذَا۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کرلینا۔ اندھا ہو جانا قرآن مجید میں ہے وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ (۴۳: ۳۶) اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کرلے۔
== اَلْاِشْرَاقِ۔ کا معنی ہے روشنی کی چمک کا انتہاء کو پہنچ جانا۔ یہاں بمعنی صبح ہے ای وقت الاشراق۔
مَعَهٗ یُسَبِّحْنَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِشْرَاقِ۔ یہ جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ (یعنی پہاڑ) اس کے ساتھ تسبیح کیا کرتے تھے۔
۳۸: ۱۹ == وَالطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً۔ واؤ عاطفہ ہے ای وَسَخَّرْنَا الطَّیْرَ مَحْشُوْرَةً۔ اور ہم نے (اسی طرح) پرندوں کو (بھی ان کا مطیع کردیا تھا) جو جمع ہوجاتے تھے (ان کے ہمراہ)
مَحْشُوْرَةً اسم مفعول واحد مؤنث حَشْرٌ مصدر۔ قرارگاہ سے نکال کر کہیں جمع کی ہوئی جماعت۔ ہر طرف سے آپ کے گرد جمع ہوجانے والے۔ ای محشورۃ الیہ من کل جانب۔
== کُلٌّ یعنی پہاڑ اور پرندے سب کے سب۔
== لَهٗ میں لام تعلیل کا ہے۔ اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داوٗد علیہ السلام ہے ای کل واحد من الجبال والطیر لاجل تسبیحه رجاع الی التسبیح۔

یعنی پہاڑوں اور پرندوں میں سے ہر ایک حضرت داؤد کی تسبیح خوانی کے باعث رجوع کرتا تھا۔
۲۰:۳۸ = شَدَدْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے قوت دی۔ ہم نے مضبوط کیا۔ شَدٌّ باب ضرب ونصر سے مصدر۔ جس کے معنی مضبوط باندھنے کے ہیں جیسے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ (۴:۴۷) تو (جو زندہ پکڑے جائیں ان کو) مضبوط باندھ کر قید کر لو۔
شَدِیْدٌ سخت۔ مضبوط۔ مستحکم۔ پکا۔
= وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔ واؤ عاطفہ ہے (مضاف مضاف الیہ مل کر) فعل محذوف اٰتَیْنٰہُ کا مفعول۔ اور ہم نے اس کو فیصلہ کن بات کرنے کا ملکہ عطا کیا۔ دو فریقین کے مابین صحیح فیصلہ کرنے کی صلاحیت۔
مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارہ میں مختلف اقوال نقل کئے ہیں
(۱) البغوی رح نے حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے کہ اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ ۔ (مدعی پر لازم ہے کہ گواہ پیش کرے اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ سے حلف لیا جائے) یہ ضابطہ تمام جھگڑوں کو طے کر دیتا ہے فریقین کی بات ہی ختم ہو جاتی ہے۔
۲۔ فصل الخطاب سے مراد بصیرتِ فیصلہ۔ ابن مسعودؓ۔ حسنؒ۔ کلبیؒ۔ مقاتل۔
۳۔ واضح کلام مراد ہے یعنی ایسا کلام جس سے مقصد واضح ہو جائے۔ مخاطب کو مطلب سمجھنے میں کوئی اشتباہ نہ رہے۔ ابن عباس رضؓ
۲۱:۳۸ = ھَلْ ۔ استفہامیہ ہے۔ تعجب تشویق الی السماع کے لئے ہے۔ جب کسی واقعہ کی اہمیت پر مخاطب کو متوجہ کرنا ہو تو اس کا آغاز اس قسم کے استفہام سے کیا جاتا ہے تاکہ سننے والا ہمہ تن گوش متوجہ ہو کر واقعہ کو سنے اور عبرت حاصل کرے۔
= اَتٰىكَ ۔ اَتٰى ماضی۔ واحد مذکر غائب ك ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے پاس آئی (خبر)
= نَبَؤُا الْخَصْمِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ نَبَأٌ خبر۔
اَلْخَصْمِ مصدر ہے اسی لئے اس کا اطلاق ایک، دو، اور زیادہ پر بھی ہوتا ہے یہاں مراد دو جھگڑنے والے ہیں۔ اس کے جمع کی ضمیر خصم کی طرف راجع کی گئی ہے۔ دو کی طرف جمع کی ضمیر راجع کرنا عربی زبان میں درست ہے جیسے قرآن مجید میں اور جگہ

آیا ہے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا (۶۶ : ۴) اگر تم دونوں خدا کے آگے توبہ کرو (تو بہتر ہے کیونکہ) تم دونوں کے دل کج ہو گئے ہیں۔ اس میں جمع کی (قلوب کی) اضافت تثنیہ کی طرف کی گئی ہے۔

جملہ وَ ھَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ کا عطف اِنَّا سَخَّرْنَا .... پر ہے۔ اور یہ عطف القصۃ علی القصۃ کے قبیل سے ہے بعض کے نزدیک اس کا عطف اُذْکُرْ .... پر ہے۔

= اِذْ : جب۔ اس کا تعلق الخصم کے مضاف سے ہے جو اس سے قبل محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہوگی!

وَ ھَلْ اَتٰىكَ نَبَأُ تَحَاکُمِ الْخَصْمِ اور کیا آپ کو دو مخالف فریق کا باہمی جھگڑے کے فیصلے کے لئے حاکم کے پاس لے جانے کا قصہ معلوم ہے؟

= تَسَوَّرُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَسَوُّرٌ (تفعّل) مصدر سے۔ جس کے معنی دیوار پر چڑھنے اور بلندی سے کودنے کے ہیں۔ مُسَوَّرٌ وہ دیوار جو کسی عمارت کے اردگرد یا شہر کے اردگرد بلند حفاظت کے لئے بنائی جائے، شہر پناہ۔ فصیل، یہاں مراد وہ دیوار جو محراب کے اردگرد حفاظت کے لئے بنائی ہوئی تھی۔

= اَلْمِحْرَابَ اسم مفرد۔ مَحَارِیْب جمع ۔ بالاخانہ ۔ کمرہ ۔ یہاں مراد عبادت خانہ، کمرہ

۳۸ : ۲۲ = اِذْ ۔ یہ اِذْ مذکورہ آیت نمبر ۲۱ کا بدل ہے۔

= فَفَزِعَ ۔ ف سببیہ ہے فَزِعَ ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب فَزْعٌ مصدر باب سمع مصدر سے۔ وہ ڈر گیا۔ وہ گھبرا گیا۔

= لَا تَخَفْ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مت ڈر۔ خوف نہ کھا۔ گھبراؤ مت۔

= خَصْمٰنِ ۔ خبر مبتدا محذوف۔ ای نَحْنُ خَصْمَانِ ۔ ہم دو فریق معاملہ ہیں۔

= بَغٰی ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ بَغْیٌ مصدر (باب ضرب) اس نے زیادتی کی اس نے سرکشی کی۔ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ ۔ اس جملہ کی بنا فرض و تسلیم پر ہے اور تعریض مقصود ہے۔ یعنی ہم دونوں مدعی مدعا علیہ فریقین مقدمہ ہیں تو ضرور ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے (تفسیر مظہری)

= فَاحْكُمْ ۔ اُحْکُمْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو حکم کر، تو فیصلہ کر۔ حُکْمٌ باب نصر مصدر سے۔

= وَلَا تُشْطِطْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِشْطَاطٌ (افعال) مصدر سے۔
جس کے معنی ظلم کرنے، حد سے بڑھنے اور بات کو دور کرنے کے ہیں۔ تو زیادتی نہ کر، تو بے انصافی نہ کر۔ شَطُّ النَّهْرِ دریا کا کنارہ جہاں سے پانی دور ہو۔
= سَوَآءِ الصِّرَاطِ۔ سواء مصدر بمعنی مستوی ہے یعنی وسط راہ۔ نہ ادھر نہ اُدھر۔
سواء کی اضافت صراط کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے سَوَاءٌ صفت ہے اور الصراط موصوف۔

فَائِدَہ: تَسَوَّرُوْا۔ دَخَلُوْا۔ مِنْهُمْ۔ قَالُوْا میں جمع کی ضمیر الخصم کی طرف راجع ہے۔ جس کا اطلاق ایک یا دو یا زیادہ کی طرف بھی ہوتا ہے

۳۸:۲۳ = نَعْجَةٌ واحد نِعَاجٌ جمع۔ دنبیاں۔ واحد دنبی۔
= اَكْفِلْنِيْهَا۔ اَكْفِلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِكْفَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے جس کے معنی کفیل بنانا۔ دوسرے کا حصہ قرار دینا کے ہیں۔ یعنی اس کو میرا حصہ قرار دیدے، مجھے اس کا کفیل بنا دے۔ نِ وقایہ ى ضمیر متکلم کی ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب نَعْجَةٌ کی طرف راجع ہے اس دنبی کو میرا حصہ قرار دیدے یا اس دنبی کا مجھے کفیل بنا دے۔
= عَزَّنِيْ عَزَّ ماضی واحد مذکر غائب عِزٌّ باب ضرب سے مصدر۔ غلبہ کرنا۔ زبردستی کرنا
ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم کی اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ سے زبردستی کی، اس نے مجھ پر دباؤ ڈالا۔ عَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ۔ اس نے مجھ پر گفتگو میں دباؤ ڈالا۔

۳۸:۲۴ = اَلْخُلَطَاءِ۔ خَلِيْطٌ کی جمع۔ رشی کار شریک،
= يَبْغِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ بَغْيٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے، وہ زیادتی کرتا ہے۔ وہ ظلم کرتا ہے۔
= قَلِيْلٌ مَّا هُمْ۔ قَلِيْلٌ خبر مقدم هُمْ مبتدار مؤخر۔ مَا زائدہ۔ ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ قَلِيْلٌ کی تنکیر۔ اور ما کی زیادتی سے مبالغہ کے معنی مقصود ہیں!
= فَتَنّٰهُ۔ فَتَنَّا ماضی جمع متکلم فِتْنَةٌ باب ضرب سے مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کی آزمائش کی، ہم نے اسے آزمائش میں ڈالا۔ ضمیر جمع متکلم ربّ کے لئے ہے۔
= خَرَّ ماضی واحد مذکر غائب خَرٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔ جس کے معنی کسی چیز کا اوپر سے اس طرح گرنے کے ہیں کہ اس کے گرنے سے خریر (پانی کی روانی، ہوا کا

سنانا) کی آواز پیدا ہو۔ وہ گر پڑا۔

= رَاكِعًا۔ ای مُصَلِّیًا۔ خَرَّ کا حال ہے۔ رکوع سے مراد یہاں صلوٰۃ استغفار ہے خَرَّ رَاكِعًا ای مُصَلِّیًا نماز پڑھتے ہوئے (سجدہ میں) گر پڑے ایک شاعر کا شعر ہے:۔

فَخَرَّ علیٰ وجهه راكعًا و تاب الی الله من كل ذنب

وہ سجدہ میں گرا دراں حالیکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔

یا راكعًا سے مراد ساجدًا ہے یا یہ اپنے اصلی معنوں میں ہے۔ الرُّكُوْعُ کے اصلی معنی انحنار یعنی جھک جانے کے ہیں اور نماز میں خاص شکل میں جھکنے پر بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں رکوع اور سجود الگ الگ استعمال ہوتے ہیں مثلاً يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا (۲۲: ۷۷) اے مومنو رکوع کرو اور سجدہ کرو، یا وَالْعٰكِفِيْنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ۔ (۲: ۱۲۵) مجاوروں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے۔ یا اَلرَّاكِعُوْنَ وَالسّٰجِدُوْنَ (۹: ۱۱۲) رکوع کرنے والے اور سجدہ کرنے والے۔ اس لحاظ سے خَرَّ رَاكِعًا کا ترجمہ ہوگا۔ وہ رکوع میں گر پڑے یا جھک پڑے

= اَنَابَ: ماضی واحد مذکر غائب وہ رجوع ہوا۔ اِنَابَةٌ (افعال) — الیٰ متوجہ ہونا۔ رجوع ہونا۔ یہاں اَنَابَ سے مراد اَنَابَ اِلَى اللهِ وہ خدا کی طرف متوجہ ہوئے (توبہ کے لئے)

۳۸ : ۲۵ = فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ای ما استغفر نامنه جس کی اس نے ہم سے معافی مانگی ہم نے معاف کردیا۔

= وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا۔ ای وان له بعد المغفرة اور بے شک ہماری اس معافی کے بعد ہمارے ہاں (ان کے لئے) قربِ خاص ہے لهٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داؤد ہے۔

= زُلْفٰى۔ درجہ۔ مرتبہ۔ قرب، مصدر ہے جیسے قُرْبٰى مصدر ہے۔ زُلْفٰى کے وہی معنی ہیں جو زُلْفَةٌ کے ہیں۔ پاس۔ قربت۔ درجہ۔ منزلت۔ بوصف مصدریہ مذکر مؤنث واحد، تثنیہ، جمع سب کو متضمن ہے۔

= حُسْنَ مَاٰبٍ۔ حُسْنَ مصدر ہے حَسُنَ يَحْسُنُ (کرم) کا مصدر ہے۔ یعنی اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ حُسْنَ مَاٰب مضاف مضاف الیہ حُسْنَ کی اضافت مَاٰب کی طرف صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہے حُسْنَ صفت ہے

اور مآب موصوف ممدوہ لوٹنے کی جگہ یعنی جنت۔ اس کا عطف زُلفیٰ پر ہے۔

۳۸:۲۶ = یٰدَاوٗدُ۔ ای قلنا یا داؤدُ

= لَا تَتَّبِعُ ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔

= اَلْهَوٰی۔ اسم ومصدر (باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت۔

= فَیُضِلَّكَ ۔ ف سببیہ ہے۔ یُضِلَّ مضارع واحد مذکر کا صیغہ ہے اِضْلَالٌ (افعال) مصدر ہے۔ اس کا نصب بوجہ جواب نہی ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الھوٰی ہے۔ ای فیکون الھوٰی سببًا لضلالك کہ یہ خواہش نفسانی تیری گمراہی کا سبب بن جائے۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ یُضِلَّكَ وہ تجھے گمراہ کردے گی۔ وہ تجھے بہکا دے گی؛

= یَضِلُّوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب ضَلٌّ (باب ضرب) مصدر سے، وہ بھٹکتے ہیں۔ وہ بہکتے ہیں۔ راستہ کھودیتے ہیں۔

= بِمَا میں باء سببیہ ہے اور ما مصدریہ۔ ای لَهُمْ عذاب شدید بنسیان یوم الحساب۔ یوم حساب کو بھلانے پر ان کے لئے سخت عذاب ہے

= نَسُوْا ماضی جمع مذکر غائب نِسْیَانٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ بھول گئے۔ انہوں نے بھلا دیا۔

= یَوْمَ الْحِسَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کا دن۔ یوم قیامت۔ یہ نَسُوْا کا مفعول ہے اور بدیں وجہ منصوب ہے۔

۳۸:۲۷ = بَاطِلًا ای خَلْقًا بَاطِلًا۔ منصوب بوجہ نائب مفعول یا مفعول سے حال ہونے کے ہے۔ باطل ۔ بمعنی بے حکمت۔ عبث، بے فائدہ۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ۔ (۲۱:۱۶) اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اس کو اس طرح نہیں بنایا کہ ہم کھیل کر رہے ہیں۔

ذٰلِكَ ۔ یعنی آسمان اور زمین اور مابین کو عبث و بے حکمت پیدا کیا جانا۔

= ظَنَّ ۔ گمان ۔ خیال۔

= فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۔ وَیْلٌ ۔ اسم۔ ہلاکت۔ عذاب۔ دوزخ کی ایک وادی پس کافروں کے لئے بربادی ہے۔

= مِنَ النَّارِ ۔ میں مِنْ تعلیلیہ ہے (سببیہ) ای فویل لھم بسبب النار المترتبۃ

عَلیٰ ظنھم وکفرھم پس بربادی ہے ان کے لئے اس آگ (یعنی عذاب دوزخ) کے جو ان کے ظن باطل اور کفر کے نتیجہ میں مرتب ہوگی۔
یا من بیانیہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
سو کافروں کے لئے بربادی ہے یعنی دوزخ۔ النار۔ آگ مراد دوزخ۔
اس فقرہ میں کفروا کی دوبارہ صراحت کافروں کی مذمت اور برائی کو ظاہر کرنے کے لئے کی گئی ہے۔

۳۸: ۲۸ = اَمۡ نَجۡعَلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَالۡمُفۡسِدِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ۔ یہاں اَمۡ منقطعہ مقدرہ بہ بل والھمزۃ آیا ہے۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ ای بل انجعل المؤمنین المصلحین کالکفرۃ المفسدین فی الارض۔ بلکہ کیا ہم مصلح مؤمنوں کو ان کافروں کے برابر کردیں گے جو دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں (نہیں یہ نہیں ہوگا)

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔
اَمۡ نَجۡعَلُ میں اَمۡ بمعنی بَلۡ آیا ہے۔ عالم تخلیق کو اگر بے کار مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا لازم ہوجائے گا کہ کافر و مؤمن میں کوئی فرق نہیں۔ دونوں برابر ہیں اس مساوات کی نفی کے لئے انکاری سوال کیا گیا اور بَلۡ کے ذریعہ سے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے اعراض مستفاد ہوگیا۔
اَمۡ نَجۡعَلُ الۡمُتَّقِیۡنَ میں سوال انکاری ہے۔ پہلے مؤمنوں اور کافروں کی مساوات کی نفی کی گئی تھی۔ اب اس جملہ میں مؤمنوں کے خاص درجہ والے لوگوں اور کفر کے اسفل درجہ میں گرنے والے لوگوں یعنی فاجروں کے درمیان برابر ہونے کا خصوصی انکار کیا گیا ہے۔

یہ بھی جائز ہے کہ اس انکار کو انکار اوّل کی تکرار قرار دیا جائے اور تقویٰ و فجور کو عدم تسویہ کی علت کہا جائے،،

= الۡمُتَّقِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر الۡمُتَّقِیۡ مفرد اتقاء (افتعال) سے مصدر۔ پرہیزگار۔ تقویٰ والے۔
= اَلۡفُجَّار۔ فَاجِرٌ کی جمع۔ بدکار۔ نافرمان۔ کافر۔

۳۸: ۲۹ = کِتٰبٌ۔ خبر مبتدا محذوف ای ھو کتاب (ای القرآن)

اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ ۔ کتاب کی صفت ہے لکَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مُبٰرَكٌ خبر ثانی یا کِتٰبٌ کی صفت ۔

ترجمہ ہوگا۔

یہ کتاب جو ہم نے آپ کی طرف اتاری ہے بڑی برکت والی ہے ،

= لِيَدَّبَّرُوْا۔ لام تعلیل کا ہے یَدَّبَّرُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے تَدَبُّرٌ (تفعّل) سے مصدر اصل میں یَتَدَبَّرُوْا تھا۔ تار کو دال سے بدل کر دال کو دال میں مدغم کیا۔ تاکہ وہ غور کریں ۔تاکہ وہ سوچیں۔

= اٰيٰتِهٖ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی آیات (کتاب کی آیات) اکافی اٰیٰتِهٖ

= لِيَتَذَكَّرَ ۔ لام تعلیل۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔ تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

= اُولُوا الْاَلْبَابِ ۔ عقل والے ۔کامل فہم۔ اُوْلُوْا۔ والے، جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ اَلْبَابٌ لُبٌّ کی جمع ہے جس کے معنی عقل کے ہیں۔

لِيَدَّبَّرُوْا۔ لِيَتَذَكَّرَ۔ فعل امر بھی ہوسکتے ہیں ۔اس صورت میں لام لام امر ہوگا اور ترجمہ ہوگا ۔

چاہئے کہ وہ غور کریں۔ چاہئے کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے علماء سے ہے۔ ای انت و علماء امتك ۔آپ اور آپ کی امت کے علماء اس کی آیات پر غور کریں۔ اور نصیحت حاصل کریں۔

۳۸ : ۳۰ = وَهَبْنَا۔ ماضی جمع متکلم وَهْبٌ و هِبَةٌ مصدر باب فتح ۔ ہم نے بخشا۔ ہم نے عطا کیا۔ وَهَبَ الْمَالَ فُلَانًا اولِفُلَانٍ ۔ اس نے فلاں کو مال بخشا۔ عموماً لِ کے صلہ کے ساتھ آتا ہے۔ هَبْ لِيْ هَبْ لَنَا ۔ وَهَبَ لَهٗ

= سُلَيْمٰنَ ۔ (نام پیغمبر) مفعول وَهَبْنَا کا۔ ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا۔

= نِعْمَ الْعَبْدُ۔ نِعْمَ فعل ہے ۔ مدح کے لئے آتا ہے ۔اس کی گردان نہیں آتی بمعنی بہت اچھا۔ بہت خوب آتا ہے ۔جیسے فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۔(۳: ۱۳۶) اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے یا نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (۸: ۴۰) وہ بہت خوب حمایتی اور بہت خوب مددگار ہے ۔ نِعْمَ الْعَبْدُ بہت اچھا بندہ یہاں ممدوح محذوف ہے ای نِعْمَ الْعَبْدُ هُوَ ۔ وہ بہت خوب بندے تھے یہ مدح حضرت داؤدؑ

کی بھی ہوسکتی ہے لیکن ترجیح اسی قول کو ہے کہ یہ مدح حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہے۔
== اِنَّہٗٓ اَوَّابٌ۔ اَوَّابٌ بہت رجوع کرنے والا۔ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۱۷ متذکرہ بالا۔ یہ پہلے کلام کی علت ہے یعنی حضرت سلیمان (علیہ السلام) اس لئے اچھے بندے تھے کہ وہ توبہ کی صورت میں یا تسبیح کی شکل میں بہرطور اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے تھے۔
۳۸: ۳۱ == اِذْ۔ جب۔ جس وقت ظرف زمان ہے اَوَّابٌ کا۔ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے ای اُذْکُرْ مَا صَدَرَ عَنْہُ اِذْ عُرِضَ عَلَیْہِ۔ یاد کرو اس نے نتیجۃً کیا کیا جس وقت ان کے سامنے پیش کئے گئے۔
== بِالْعَشِیِّ۔ عشاء کے وقت۔ زوال آفتاب سے لے کر طلوع فجر تک کا وقت۔ ملاحظہ ہو (۳۸ : ۱۸) یہاں مراد غروب آفتاب سے قبل کا وقت ہے۔
== الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ موصوف و صفت، عُرِضَ عَلَیْہِ کا مالم یسم فاعلہٗ ہے۔
الصّٰفِنٰتُ صَافِنَۃٌ کی جمع ہے وہ گھوڑے جو تین پاؤں پر کھڑے ہوں اور چوتھے پاؤں کے سُم کو موڑ کر اس پر ٹیک لگائے ہُوں (جو گھوڑا اس طرح کھڑا ہوتا ہے وہ نہایت فربہ اور توانا ہوتا ہے)
اَلْجِیَادُ جَوَادٌ کی جمع ہے (تیز رفتار عمدہ گھوڑا) جو دوڑنے میں اپنی پوری طاقت صرف کرے۔
الْجُوْدُ کے معنی ذخائر کو صرف کرنا عام اس سے کہ وہ ذخیرہ علم کا ہو یا ذخیرہ مال ہو۔
رَجُلٌ جَوَادٌ۔ سخی آدمی۔
الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ۔ خاصے کے گھوڑے (تیز رفتار عمدہ گھوڑے)
۳۸: ۳۲ == اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ۔ اَحْبَبْتُ ماضی واحد متکلم میں نے دوست رکھا۔ میں نے پسند کیا۔
بعض کے نزدیک یہاں اَحْبَبْتُ بمعنی اٰثَرْتُ میں نے ترجیح دی ہے۔
حُبَّ الْخَیْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مال کی محبت۔ الخیر بمعنی مال۔ اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ (۱۰۰ : ۸) اور وہ (انسان) مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے۔ عَنْ حرفِ جر ہے اس کا استعمال مختلف معانی میں ہوتا ہے لیکن یہاں اس کے وہ معانی تحریر کئے جاتے ہیں جو مختلف علماء کے نزدیک مختلف اقوال کا باعث بنتے ہیں۔

۱:۔ عَنْ کا استعمال تعلیل یا بیان سبب کے لئے۔
اِنِّیْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَیْرِ عَنْ ذِکْرِ رَبِّیْ میں نے اس مال (گھوڑوں) کی محبت کو
کو پسند کیا ہے اپنے رب کی یاد کے لئے۔
اس کی مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں:۔
مثلاً مَا کَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰہِیْمَ لِاَبِیْہِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَۃٍ (۹:۱۱۴) اور حضرت
ابراہیم (علیہ السلام) کا اپنے باپ کے حق میں دعاء مغفرت کرنا محض اس وعدہ کے سبب تھا جو انہوں
نے اس سے کر لیا تھا۔
۲:۔ عَنْ کے مشہور معنی مجاوزۃ (تجاوز کرنا یا حد سے بڑھنا) کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے
فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ (۲۴:۶۲) سو ڈرتے رہیں وہ لوگ
جو اس کے حکم سے تجاوز کرتے ہیں اور دور رہتے ہیں۔ اس صورت میں اس جملہ کا ترجمہ ہوگا
میں نے مال کی محبت کو ترجیح دی (اور) اپنے پروردگار کی یاد سے دور ہو گیا۔ یا غافل ہو گیا
= حَتّٰی تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ تَوَارَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب ماضی معروف
وہ چھپ گیا۔ وہ چھپ گئی۔
اس کے متعلق دو قول ہیں:۔
۱:۔ اس کا فاعل شمس ہے جو یہاں مضمر ہے اور شمس عربی میں مؤنث ہی استعمال ہوتا ہے
ای توارت الشمس (کشاف۔ مدارک۔
والاکثر فی التفسیرات التی توارت بالحجاب ھی الشمس (قرطبی) یہاں تک کہ
آفتاب (مغرب کے پردہ میں) چھپ گیا (مظہری) تفسیر ابن کثیر۔ بیضاوی، ماجدی۔ بیان القرآن
وغیرہ میں فاعل شمس ہی کو لیا گیا ہے۔
(۲):۔ تَوَارَتْ کا فاعل الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ہے اور ترجمہ یوں ہے:۔
یہاں تک کہ (گھوڑے) پردہ کے پیچھے چھپ گئے (نظروں سے اوجھل ہو گئے)، عبد اللہ
یوسف علی۔ مولانا مودودی۔ پیر کرم شاہ بھیروی اس طرف گئے ہیں۔
۳۸:۳۳ = رُدُّوْھَا۔ ای قال رُدُّوْھَا۔ رُدُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ رَدٌّ باب
نصر سے مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الصّٰفِنٰتُ الْجِیَادُ ہے۔ یعنی
گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ عَلَیَّ میرے سامنے۔ جیسا کہ عُرِضَ عَلَیْہِ میں ہے
(آیت ۳۱: متذکرہ بالا) میں ہے۔ عَلَیَّ بمعنی مجھ پر بھی ہے۔ ای لہ علیّ حقٌّ اس کا

مجھ پر حق ہے۔

= فَطَفِقَ مَسْحًاۢ بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔ ای فلما ردوھا علیہ طفق یمسح سوقھا واعناقھا مسحًا۔ یعنی جب وہ گھوڑے اس کے سامنے واپس لائے گئے تو وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

فَطَفِقَ میں فاء فصیحت کے لئے ہے اور جملہ مقدرہ ماقبل کی وضاحت کے لئے ہے۔ نیز حکم کی بجاآوری کی سرعت پر دال ہے۔ یعنی اِدھر حکم ہوا اُدھر تعمیل ہوئی اور نتیجہ ظاہر ہو گیا۔

اس کی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۲: ۶۰) ای فقلنا اضرب بعصاك الحجر فضرب فانفلق فانفجرت منه اثنتا عشرۃ عینا۔ ہم نے (اس سے) کہا اپنے عصا کو پتھر پر مارو۔ پس اس (پتھر پر) مارا اور وہ پھٹ گیا تو اس میں سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ یعنی پتھر پر مارنے کا حکم دینا اور تعمیل میں پتھر کو مارنا (جھٹ پٹ) اس سے چشموں کا پھوٹ نکلنا سرعت عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سرعت کو ظاہر کرنے کے لئے عبارت میں بھی اختصار کیا گیا اور ایک جملہ حذف کر دیا گیا۔ اسی طرح اس آیت میں حکم ہوا رُدُّوْهَا فَرَدُّوْهَا عَلَيْهِ فَطَفِقَ ...... الخ مَسْحًا مفعول مطلق ہے ای فطفق یمسح مسحًا۔ سُوْقٌ سَاقٌ کی جمع ہے پنڈلیاں۔ اَعْنَاق عنق کی جمع گردنیں۔

مسحًا کے معنی میں دو قول ہیں: ۱۔ بعض نے طفق مسحًا کا مفہوم تلوار سے کاٹنے لیا ہے ای شرع یمسح السیف بسوقھا واعناقھا۔ اس نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار پھیرنی شروع کر دی۔ راغب کے مطابق مسحته بالسیف الضرب سے کنایہ ہے۔ یعنی تلوار سے کاٹنے لگا۔ اسی طرح عربی میں مسح علی در یلہ گردن مارنے کو کہتے ہیں۔

۲۔ دوسرے علماء کے مطابق یہاں مسح سے مراد پیار سے ہاتھ پھیرنا ہے۔ یعنی جب گھوڑے حضرت سلیمان ؑ کے پاس واپس لائے گئے تو محبت سے وہ ان کی گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور ان کی پنڈلیاں ٹٹولنے لگے۔

بقول حضرت ابن عباس رضؓ جعل یمسح اطراف الخیل وطراقبھا حُبًّا لَهَا

۳۸: ۳۴ = وَلَقَدْ فَتَنَّا قد ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے فتنا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے تحقیق ہم نے آزمایا۔

= اَلْقَیْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے ڈال دیا۔
= کُرْسِیِّہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی کرسی۔ اس کا تخت۔ جب کرسی کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اُس سے مراد علم، حکومت، فرمانروائی، سلطنت ہے۔
= جَسَدًا۔ بدن۔ دھڑ۔ جسد کے معنی جسم ہی کے ہیں مگر یہ اس سے اخص ہے؛ کیونکہ جسد وہ ہے کہ جس میں رنگ ہو۔ اور جسم کا استعمال اس کے لئے بھی ہوتا ہے جس کا رنگ ظاہر نہ ہو۔ جیسے پانی۔ ہوا۔ اس کی جمع اَجْسَادٌ ہے۔
= اَنَابَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِنَابَۃٌ (افعال) سے وہ رجوع ہوا۔
انابت الی اللہ کے معنی اخلاصِ عمل اور دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔
۳۸: ۳۵ = ھَبْ لِیْ۔ ھَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَھْبٌ وِھِبَۃٌ (باب فتح مصدر سے۔ تو عطا کر۔ لِیْ مجھے۔ تو مجھے عطا کر۔ تو مجھے بخش دے
= لَا یَنْبَغِیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِنْبِغَاءٌ (انفعال) مصدر سے۔
زیبا نہیں ہے۔ میسر نہ ہو۔ لائق، یا مناسب نہیں ہے۔ شایاں نہیں ہے۔
ھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ۔ مجھے ایسی بادشاہی عطا فرما کہ میرے بعد (سوا) کسی کو شایاں نہ ہو۔ (یعنی میرے بعد (سوا) ویسی سلطنت کسی کو میسر نہ ہو)
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَهٗ (۳۶: ۶۹) ہم نے ان (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھلائی اور نہ ہی وہ ان کو شایاں ہے۔ بغی مادّہ۔
= اَلْوَھَّابُ۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ھِبَۃٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت عطا کرنے والا۔ بہت بخشش کرنے والا۔
۳۸: ۳۶ = فَسَخَّرْنَا۔ فا سببیہ ہے (حضرت سلیمان نے دعا کی اور ہم نے وہ دعا قبول کرلی۔ اور بوجہ اس قبولیت کے) ہم نے (ہوا اس کو) مسخر کردیا۔ یا ہوا کو اس کے تابع کردیا۔ سَخَّرْنَا فعل ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے ہم نے تابع کردیا۔ ہم نے بس میں کردیا۔
= الرِّیْحَ۔ ہوا۔ رِیْحٌ اصل میں رِوْحٌ تھا۔ ماقبل کے مکسور ہونے کی بناء پر واؤ کو یا سے بدل دیا۔ اصل کے اعتبار سے اس کی جمع اَرْوَاحٌ اور کسرہ ماقبل کے اعتبار سے رِیَاحٌ آتی ہے۔

= تَجْرِیْ بِاَمْرِہٖ۔ تَجْرِیْ مضارع واحد مؤنث غائب جَرْیٌ وجَرَیَانٌ (باب ضرب) سے وہ چلتی ہے وہ جاری ہے۔ بِاَمْرِہٖ اس کے حکم سے، اس کے حکم کے مطابق۔

= رُخَآءً اسم ہے نرم رفتار والی ہوا۔ جو تند نہ ہو۔ رَخَاوَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں۔

= اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ پہنچا۔ وہ آپڑا اس نے پالیا۔ یہاں مراد اَرَادَ۔ قَصَدَ۔ یعنی جہاں کا وہ ارادہ کریں ادھر کو ہی چلنے لگے

۳۸، ۳۷ = وَالشَّیٰطِیْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے الشَّیٰطِیْنَ معطوف اس کا عطف الرِّیْحَ پر ہے۔ ای وَسَخَّرْنَا لَہُ الشَّیٰطِیْنَ۔ اور ہم نے شیاطین (جنات) کو بھی ان کا تابع بنادیا۔

= کُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ۔ یہ جملہ بدل ہے شیاطین کا۔ کُلَّ بَنَّآءٍ مضاف مضاف الیہ ہے۔ بَنَّآءٍ عمارت بنانیوالا۔ معمار۔ بِنَاءٌ (بمعنی چھت یا عمارت) سے مشتق ہے۔ فَعَّالٌ اگرچہ مبالغہ کا وزن ہے مگر یہاں بمعنی اسم فاعل ہے۔ یعنی سب معماروں کو۔ غَوَّاصٍ۔ ای کُلَّ غَوَّاصٍ۔ غَوْصٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے یہاں مراد نہ صرف پانی کے اندر سے موتی نکالنے والے غوطہ خور ہی مراد نہیں بلکہ نادر کام کرنے والے اور عجیب وغریب صنعتیں ایجاد کرنے والے بھی ان میں شامل ہیں۔

غَوْصٌ کے معنی پانی میں غوطہ لگاکر کوئی چیز نکال لانے کے ہیں۔ جو شخص کسی پیچیدہ مسئلہ کی تہ تک پہنچ جائے یا نیچے کی تہہ سے کوئی چیز نکال کر لائے اسے غائص کہتے ہیں انہی سے غَوَّاصٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ اور (ہم نے اس کے تابع بنادیا) جنات کو بھی جو سب معمار اور غوطہ خور تھے۔

۳۸، ۳۸ = وَاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ۔ واؤ عاطفہ ہے اٰخَرِیْنَ کا عطف اَلرِّیْحَ پر ہے مُقَرَّنِیْنَ اسم مفعول جمع مذکر ہے مُقَرَّنٌ واحد۔ تَقْرِیْنٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جکڑے ہوئے۔ کس کر باندھے ہوئے۔ قَرَنْتُ الْبَعِیْرَ مَعَ الْبَعِیْرِ۔ میں نے اونٹ کو اونٹ سے باندھ دیا۔ جس رسی کے ساتھ ان کو باندھا جاتا ہے اسے قَرَنٌ کہتے ہیں۔ اِقْتِرَانٌ کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا

کسی معنی میں باہم مجتمع ہونا۔ ہم نشین کو قَرِیْنٌ کہتے ہیں۔ اَلْاَصْفَاد جمع اَلصَّفَدُ کی بمعنی لوہے کی زنجیر یا طوق۔ جس سے قیدیوں کو جکڑا جاتا ہے۔

اور (ہم نے اس کے تابع کردیا) دوسرے (جنات کو بھی) جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ یہاں یہ ضروری نہیں کہ ان کو سچ مچ لوہے کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہ بھاگ سکیں اور نہ شرارت کر سکیں۔

۳۸ : ۳۹ = هٰذَا عَطَاؤُنَا ..... الخ ای قُلْنَا لِسُلَیْمٰنَ ... الاٰیۃ

هٰذَا۔ اسم اشارہ قریب واحد مذکر۔ یہ۔ اس کا مشار الیہ ملک و مال واقتدار کی عطائگی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا۔ یہ ہماری عطا ہے (آپ کو)

= فَامْنُنْ ۔ مَنٌّ باب نصر مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو احسان کر تو خرچ کر۔

= اَمْسِكْ۔ اِمْسَاكٌ (افعال) سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو روک رکھ۔

= بِغَیْرِ حِسَابٍ۔ بغیر حساب کے۔

اس آیت کے مندرجہ ذیل مطلب ہو سکتے ہیں۔

۱۔ یہ عطاء ہماری بہت بڑی اور بے حد و حساب ہے اسے خرچ کرو یا رکھ چھوڑو یعنی اس کو خود خرچ کرو یا رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو یا نہ دو (تمہیں اختیار ہے) اس صورت میں بِغَیْرِ حِسَابٍ متعلق بہ عَطَاؤُنَا ہے۔

۲۔ یہ ہماری بخشش (عطا) ہے اسے خرچ کرو۔ رکھ چھوڑو، دوسروں کو دو نہ دو۔ خرچ کرنے نہ کرنے پر دوسرے کو دینے نہ دینے پر تم سے محاسبہ نہ ہوگا۔

(۳) یہ ہماری عطاء ہے یعنی شیاطین پر تمہارا کلیۃً تصرف۔ ان میں سے جسے چاہو چھوڑ دو جسے چاہو روک رکھو اس پر تم سے بازپرس نہ ہوگی۔

۳۸ : ۴۰ = وَاِنَّ لَهٗ ۔ ای وان مع ذلك المال والملك یعنی اس ملک اور سلطنت اور ان میں ہمہ نوع اختیاراتِ تصرف دینے کے علاوہ ان کو بارگاہ الٰہی میں قرب اور حسنِ مآب (جنت کی خوشخبری) ہے۔

= زُلْفٰی وَحُسْنَ مَاٰبٍ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۲۵ ۔ متذکرہ بالا۔

= وَاذْكُرْ ..... کا عطف وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ پر (آیۃ : ۱۷) پر ہے۔

= عَبْدَنَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا بندہ۔ منصوب بوجہ مفعول اُذْكُرْ۔

= اَیُّوْبَ، عَبْدَنَا کا عطف بیان ہے یا اس کا بدل ہے ؛
= اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ۔ عَبْدَنَا۔ یا اَیُّوْبَ کا بدل اشتمال ہے۔ جب اس نے اپنے رب کو پکارا۔
= اَنِّیْ۔ ای بِاَنِّیْ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم۔ کہ بیشک میں۔
= مَسَّنِیَ۔ مَسَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ باب نصر سے۔ ن وقایہ ی ضمیر متکلم مفعول۔ اس نے مجھے پہنچائی۔
= نُصْبٍ۔ اسم۔ مضرت۔ تکلیف۔ دکھ۔

۳۸: ۴۲ = اُرْکُضْ۔ ای فَقُلْنَا لَہٗ اُرْکُضْ۔ ہم نے اس کو کہا اُرْکُضْ۔ رَکْضٌ باب نصر مصدر سے جس کے معنی اصل میں ٹانگ کو حرکت دینے کے ہیں۔
اگر سوار کے متعلق بولا جائے تو رَکَضْتُ الْفَرَسَ کے معنی ہوں گے، میں نے گھوڑے کو تیز دوڑنے کے لئے ایڑ لگائی۔ پیادہ آدمی کی طرف منسوب ہو تو اس کے معنی پاؤں کے ساتھ زمین کو روندنا کے ہیں جیسے لَا تَرْکُضُوْا (۲۱: ۱۳) مت بھاگو۔
اُرْکُضْ امر کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ تو اپنی ٹانگ زمین پر مار۔
= ھٰذَا مُغْتَسَلٌ م بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ۔ تقدیر کلام یوں ہے ؛
فَقُلْنَا لَہٗ اُرْکُضْ فَرَکَضَ فنبعت عین فقلنا لہ ھذا مغتسل باردٌ تغتسل بہ وتشرب منہ فیبرأ ظاھرك وباطنك۔
جب ہم نے اسے حکم دیا کہ زمین پر پاؤں مارو تو اس نے زمین پر پاؤں مارا پس اس سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ ہم نے اسے کہا کہ یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے تو اس سے نہائے گا اور پیئے گا تو اس سے تیرا ظاہر اور باطن درست ہو جائے گا!

۳۸: ۴۳ = وَھَبْنَا لَہٗ۔ وَھَبْنَا ماضی جمع متکلم۔ وَھْبٌ و ھِبَۃٌ (باب فتح) سے مصدر۔ ہم نے اُسے بخشا۔
= مِثْلَھُمْ مَّعَھُمْ۔ ان کی طرح۔ ان کی مانند۔
یعنی ہم نے ان کو ان کے گھر والے بھی واپس کر دیئے (جو اگر مر چکے تھے تو دوبارہ زندہ کر کے واپس کر دیئے یا اگر وہ ان کی طویل علالت کی وجہ سے ان کو چھوڑ کر چلے گئے تھے تو ان کی صحت یابی پر واپس پلٹ آئے) اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور عطا کئے۔
یعنی پہلے آل و اولاد کے علاوہ اتنے ہی اور بھی عطا کئے۔ اَھْلَہٗ وَ مِثْلَھُمْ میں اَھْل

اور مثل بوجہ مفعول کے منصوب ہیں۔
= رَحْمَةً مِّنَّا۔ ہماری طرف سے بطور رحمت (حضرت ایوبؑ پر رحمت کے طور پر) مفعول لہٗ ہے۔ اسی طرح ذِکْرٰی مفعول لہٗ ہے۔ اور اہل عقل کی نصیحت کے لئے۔
۳۸: ۴۴ = ضِغْثًا۔ خشک گھاس یا شاخیں جو انسان کی مٹھی میں آجاویں۔ اس کی جمع اضغاث۔ وہ خواب جو ملتبس سا ہو اور اس کا مطلب واضح نہو۔ اس کو اضغاث کہا جاتا ہے جیسے قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲: ۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔ تنکوں کا مٹھا۔ جھاڑو۔
= لَا تَحْنَثْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر تو قسم نہ توڑ۔ حَنِثَ یَحْنَثُ حِنْثًا قسم توڑنا۔
صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں۔
ابتلاء و آزمائش کے اس طویل اور ہوشربا دور میں جب کہ سب لوگوں نے آپ سے منہ پھیر لیا آپ کی وفا شعار بیوی آپ کی خدمت میں سرگرم رہی۔ ان کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جو آپ کی غیرت ایمانی کے خلاف تھی۔ اور آپ کو سخت ناگوار گذری آپ نے فرمایا کہ میں تجھے سو کوڑے لگاؤں گا۔ جب آپ صحتیاب ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسی ترکیب بتائی کہ قسم بھی نہ ٹوٹے۔ اور اس خدمت گذار اور نیک سرشت بیوی کو تکلیف بھی نہ پہنچے۔ ارشاد باری ہوا کہ گھاس کا ایک مٹھا لو جس میں سو تیلیاں ہوں اس سے مارو دونوں مطلب پورے ہو جائیں گے!
= نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ۔ ملاحظہ ہو ۳۸: ۳۰ متذکرۃ الصدر۔
۳۸: ۴۵ = وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ ..... الخ اس کا عطف واذکر عبدنا ایوب پر ہے اور یاد کر ہمارے بندوں کو .....
= اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ″ عِبٰدَنَآ کا عطف بیان ہے یا بدل۔
= اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۔ ہاتھوں والے اور آنکھوں والے۔ اَلْاَيْدِيْ اَلْقُوَّة سے مجاز مرسل ہے۔ سبب کو ذکر کر کے مسبب مراد لیا گیا ہے (اکثر اعمال ہاتھوں ہی سے کئے جاتے ہیں اور مضبوط ہاتھ ہی قوت کا سبب بنتے ہیں)
اَلْاَبْصَار جمع بصر کی ہے بمعنی آنکھ لیکن یہاں مراد بصیرت لی گئی ہے کیونکہ آنکھیں ہی خداشناسی کا بہترین ذریعہ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ یہ تینوں بندے اللہ کے خاص بندے

اطاعت خداوندی میں مستعد اور طاقت ور اور دین و معرفت الٰہیہ میں صاحب بصیرت تھے یعنی عملی اور علمی قوتوں کے مالک تھے۔

اور اس کے برعکس جاہلوں کو اپاہج اور اندھا کہیں گے کہ اطاعت خداوندی میں لولے اور حقیقت کو دیکھنے میں کورے۔

۳۸: ۴۶ = اَخْلَصْنٰھُمْ بِخَالِصَۃٍ۔ اَخْلَصْنَا۔ اِخْلَاصٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور اس کا مرجع حضرت ابراہیم و حضرت اسحٰق و حضرت یعقوب علیہم الصلوٰۃ والتسلیم ہیں)

بِخَالِصَۃٍ با سببیہ ہے خَالِصَۃٍ اسم فاعل واحد مؤنث اور اس کی تنوین تفخیم (تعظیم وتکریم) کے لئے ہے۔ ای خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشأن لا شوب فیھا۔ ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی آلائش یا ملاوٹ سے پاک خصلت:۔

ترجمہ ہوگا:۔

ہم نے ان کی ایک عظیم الشان اور ہر قسم کی ملاوٹ سے پاک خصلت کی وجہ سے ان کو اپنے لئے مخصوص کر لیا۔ ای جعلنا ھم خالصین لنا بسبب خصلۃ خالصۃ جلیلۃ الشان لا شوب فیھا۔

= ذِکْرَی الدَّارِ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ یہ خَالِصَۃٌ کا بیان ہے مضاف مضاف الیہ ہے یعنی الدار کا۔ کی یاد۔

۲:۔ یہ ضمیر مقدر کی خبر ہے ای ھی ذکری الدار (اور یہ خصلت) الدار کی یاد ہے

ذکریٰ مصدر ہے بمعنی ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ نصیحت کرنا۔ الدار میں الف لام عہد کا ہے یعنی الدار الاخرۃ۔ دار آخرت۔ ذکری الدار۔ دار آخرت کی یاد۔

۳۸: ۴۷ = الْمُصْطَفَیْنَ الْاَخْیَارِ۔ الْمُصْطَفَیْنَ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُصْطَفٰی واحد۔ اصطفاء (افتعال) مصدر ص کے بعد کے تاء کو طاء سے بدل دیا گیا ہے۔ صَفْوٌ مادہ۔ برگزیدہ۔ منتخب۔ اَلْاَخْیار خَیْرٌ کی جمع۔ خَیِّرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے نیک لوگ: یعنی (یہ ہمارے نزدیک) بہترین برگزیدہ (بندوں) میں سے تھے۔

۳۸: ۴۹ = ھٰذَا ذِکْرٌ ۔ا) ھٰذَا: اشارۃ الی ما تقدم من امورھم یعنی یہ اشارہ ہے مقدم الذکر واقعاتِ انبیاء کی طرف۔ ذِکْرٌ۔ شَرَفٌ لَھُمْ۔ (جو) ان کے لئے ایک شرف تھا (بیضاوی۔ علامہ پانی پتی رح)

۳:۔ ھٰذَا ذِكْرٌ۔ یہ ہے ذکر۔ یعنی جو طریقہ مندرجہ بالا اخیار نے حرزِ جان بنا رکھا تھا شرف و عزت حاصل کرنے کا وہی طریقہ ہے۔
۴:۔ ذکر کو تمام کرنے کے لئے عرب میں ھذا کہہ دیا کرتے ہیں کہ اس بات کو یاد رکھو۔ یا اصل بات یہ ہے (تفسیر حقانی)
اسی معنی میں ہے ذٰلك للانتقال من نوع من الکلام الی اٰخر۔ (روح المعانی)
ایک نوع کلام سے دوسری نوع کی طرف انتقال کے وقت یہ لکھ دیتے ہیں۔ اس کی مثال آگے چل کر اسی سورت کی آیت ۵۵ میں ہے۔ متقین کے لئے انعام و اکرام بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے ھٰذَا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ (۳۸ : ۵۵) متقین کی بات تو ہو چکی اور بے شک سرکشوں کے لئے بُرا ٹھکانا ہے۔
۵:۔ ایک مضمون نصیحت کا تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے اچھا ٹھکانا ہے (بیان القرآن مظہری)
= حُسْنَ مَاٰبٍ۔ عمدہ لوٹنے کی جگہ۔ ملاحظہ ہو ۳۸ : ۲۵
۳۸ : ۵۰ = جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ عدن کو بعض علماء علم قرار دیتے ہیں۔ اور اس کو جنت میں ایک خاص مقام کا نام دیتے ہیں۔ اور دلیل میں یہ آیت پیش کرتے ہیں۔ جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ۔ (۱۹ : ۶۱) کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے۔
اور بعض دوسرے اس کو جنت کی صفت بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ عدن کے اصل معنی استقرار و ثبات کے ہیں۔ محاورہ ہے عدن بالمکان اس نے اس جگہ قیام کیا۔ اور عدن سے مراد دائمی طور پر رہنا بسنا ہے۔ لہٰذا جَنّٰتِ عَدْنٍ ہمیشہ رہنے کے باغات۔ پہلی صورت میں عدن کے باغات۔ منصوب حُسْنَ مَاٰبٍ کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے ہے
= مُفَتَّحَةً۔ اسم مفعول۔ واحد مؤنث کھولے گئے۔ کھلے ہوئے۔ تفتیح (تفعیل) سے فتح مادہ۔ الابواب مفتحۃ کا نائب فاعل ہے۔
مفتحۃ لھم الابواب ای مفتحۃ لھم ابوابھا (ای ابواب الجنۃ) جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ جنت عدن کے دروازے ان (متقین) کے لئے کھلے ہوئے ہوں گے۔
۳۸ : ۵۱ = مُتَّكِـِٕيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَّكِئٌ واحد۔ اِتِّكَاءٌ (افتعال)

مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ کا سہارا لگائے ہوئے۔
یہ حال ہے ضمیر لھم سے
== یدعون۔ مضارع جمع مذکر غائب دعوۃ ودعاء مصدر باب نصر، وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ بلاتے ہیں۔ وہ بلائیں گے۔
یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِیْرَةٍ وَّشَرَابٍ۔ یہ جملہ بھی لھم کی ضمیر سے حال ہے دراں حالیکہ وہ ان باغات میں بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے۔ شَرَابٍ کے بعد کثیرٍ محذوف ہے۔
۳۸ : ۵۲ == قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ نگاہ کو نیچی رکھنے والیاں۔ بجز اپنے مردوں کے اور کسی پر نظر نہ ڈالنے والیاں حورانِ جنت کی غایتِ عفت کی صفت ہے۔
قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ مضاف مضاف الیہ۔ قٰصِرٰتُ اسم فاعل جمع مؤنث۔ قٰصِرَةٌ واحد نظر کو روکنے والیاں۔ الطَّرْف۔ نگاہ۔ نظر۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک کو اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکانے کے۔ پلک جھپکانے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طَرْف استعمال ہوتا ہے۔
== اَتْرَابٌ۔ تِرْبٌ کی جمع ہے ہم سن عورتیں۔ التُّراب مٹی کو کہتے ہیں۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے:
اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ۔ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ اسی مادہ ترب سے تَرِیْبَةٌ (جمع ترائب) سینہ کی پسلی کو کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے یَخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ، (۸۶ : ۷) جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں سے نکلتا ہے۔ اتراب کے معنی ہم عمر کہ انہوں نے اکٹھی تربیت پائی ہوگی۔ گویا کہ وہ عورتیں اپنے خاوندوں کی اس طرح مساوی اور مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینے کی ہڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے۔
بعض نے اتراب بمعنی ہم سن کی وجہ یہ بتائی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلتی رہی ہیں۔
اَتْرَابٌ سے محض ہمعمری یا سن وسال میں مطابقت مقصود نہیں بلکہ شوق و پسند میں ہم آہنگی، عادات و جذبات میں یکسانیت۔ غرض ہر ایسی باہمی مناسبت مراد ہے جو کہ ازدیادِ لطف و موانست کا باعث بن سکے۔
۵۳:۳۸ == ھٰذَا ۔ اشارہ ہے ان نعمتوں کی طرف جو اوپر بیان ہوئیں۔

= تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔
= لِیَوْمِ الْحِسَابِ میں لام اجلیہ ہے حساب کے دن کی وجہ سے ہی تو مذکورہ نعمتوں تک رسائی ہوگی۔ یا لام بمعنی فِیْ ہے یعنی روز حساب میں۔
۳۸: ۵۴ = رِزْقُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا رزق۔ ہماری عطا۔
= نَفَادٍ۔ انقطاع۔ ختم ہونا۔ نَفِدَ یَنْفَدُ (سمع) کا مصدر ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ (۱۶: ۹۶) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہوجاتا ہے اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ باقی ہے۔
۳۸: ۵۵ = ملاحظہ ہو ۳۸: ۴۹۔ متذکرہ بالا۔ شَرَّ مَاٰبٍ کی ترکیب حُسْنَ مَاٰبٍ (۳۸ ۲۵ کی مانند ہے۔
۳۸: ۵۶ جَهَنَّمَ۔ مَاٰبٍ کا بدل ہے۔ شَرَّ مَاٰبٍ یعنی جہنم۔
= یَصْلَوْنَهَا۔ یَصْلَوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ داخل ہوں گے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی وہ جہنم میں داخل ہوں گے
= فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ اَلْمِهَادُ وَالْمَهْدُ گہوارہ جو بچے کے لئے تیار کیا جائے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَهْدِ صَبِیًّا (۱۹: ۲۹) ہم اس سے کہ گود کا بچہ ہے کیوں کر بات کریں۔
اَلْمَهْدُ وَالْمِهَادُ ہموار اور درست کی گئی زمین ہی کو کہتے ہیں اور فرش یا بچھونا کے معنی میں بھی آتا ہے مثلاً اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا۔ (۲۰: ۵۳) وہ (وہی تو ہے) جس نے تم لوگوں کے لئے زمین کو فرش بنا دیا۔ یا اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا (۷۸: ۶) کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا۔ اور یہ بھی فرمایا جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲: ۲۲) اور جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔
= فَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ تو بہت بُرا یہ بچھونا ہے (بطور کنایہ جہنم کو بچھونا فرمایا) اور جگہ ارشاد ہے:۔
لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ (۷: ۴۱) ان کے لئے دوزخ ہی کا بچھونا ہوگا اور ان کے اوپر (اسی کا) اوڑھنا ہوگا۔
۳۸: ۵۷ = هٰذَا۔ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ ای العذاب هٰذا یہ ہے عذاب

== فَلْیَذُوْقُوْہُ ۔ فَ تعقیب کا ہے لِیَذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر غائب ۔ چاہیئے کہ وہ چکھیں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب العذاب محذوف کی طرف راجع ہے ۔

== حَمِیْمٌ کھولتا ہوا پانی ۔ سخت گرم پانی ۔ حمیم گہرے دوست کو بھی کہتے ہیں جو اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جائے غَسَّاقٌ بروزن فَعَّال کے معنی مختلف طور پر کئے گئے ہیں

۱۔ برفیلی ٹھنڈک جو کہ دوزخیوں کو اس طرح جلا دے گی جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلائیگی (ابن عباس رض)

۲۔ جس چیز کی برودت انتہائی درجہ کی ہو وہ غساق ہے (مجاہد)

۳۔ غساق کے معنی صبّاب یعنی سیّال (بہنے والی چیز) جس طرح کہتے ہیں غَسَقَتْ وہ چیز بہہ گئی ۔ اور یہاں مراد وہ پیپ اور کچ لہو ہے جو دوزخیوں کی کھال اور گوشت اور زانیوں کی شرم گاہوں سے بہیگا (قتادہ)

۴۔ غساق سے مراد سیال کچ لہو ہے (عطیہ)

۵۔ غساق جہنم کے اندر ایک چشمہ ہے جس میں زہریلے جانوروں کا زہر جمع کر دیا جائے گا۔ پھر دوزخیوں کو اس میں غوطہ دیا جائے گا۔ جس سے ان کی کھال اور گوشت ہڈیوں سے الگ ہو کر ٹخنوں میں جا پڑیں گے ۔ اور دوزخی اس کو کھینچے پھرے گا۔ (ابن ابی حاتم ۔ ابن ابی الدنیا ۔ ضیاء بحوالہ کعب)

حَمِیْمٌ وَّغَسَّاقٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی ۔ ای ھو حمیم وغساق وہ عذاب کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہوگا ۔

۳۸: ۵۸ == وَاٰخَرُ ای عذاب اٰخر ۔ مِنْ شَکْلِہٖ ای من شکل ھٰذا العذاب اس عذاب کی مانند ۔ اس عذاب کی طرح کا ۔ اَزْوَاجٌ ہم شکل ۔

اور ایک اور عذاب ہوگا مذکورہ حمیم و غساق کی طرح کا لیکن قسم قسم کا ۔

۳۸: ۵۹ == مُقْتَحِمٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ ہولناک مقام میں گھس پڑنے والا ۔

اقتحام (افتعال) مصدر ۔ فعل لازم ۔ کسی خوفناک مقام میں یا چیز میں گھس پڑنا ۔

قَحَّمَ الْفَرَسُ فَارِسَہٗ ۔ تَقْحِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے متعدی ۔ گھوڑا سوار کو لے کر خطرناک مقام میں گھس پڑا ۔ قَحَمَ نَفْسَہٗ ۔ قَحْمٌ (فتح) مصدر ۔ فعل متعدی ۔ اس نے اپنے آپ کو بغیر سوچے سمجھے کسی کام میں ڈال دیا ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَۃَ (۹۰: ۱۱) مگر وہ شخص بے دھڑک اور جوش کے ساتھ (دین کی)

گھاٹی پر سے ہو کر نہ گذرا۔
= مَرْحَبًا۔ خوش آمدید۔ لَامَرْحَبًا بِهِمْ۔ ان کو کوئی خوش آمدید نہیں۔ دور ہوں یہ۔
= صَالُوا النَّارِ مضاف مضاف الیہ۔ آگ میں گھسنے والے۔ آگ میں داخل ہونے والے آگ میں جلنے والے۔ صَلِيَ يَصْلَى صَلْيٌ (باب سمع) سے مصدر۔ اور صَلَى يَصْلِي صَلْيٌ (باب ضرب) فَلَا نَا النَّارَ۔ آگ میں ڈالنا۔ صَالُوْا اصل میں صَالُوْنَ تھا۔ بوجہ اضافت نون جمع گر گیا۔

۳۸: ۶۰ = قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ای قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ جملہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ یعنی اَنْتُمْ پر وقف ہے۔ وہ کہیں گے ہم نہیں بلکہ تم آگ میں جلس رہے ہو۔ ای قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ صَالُوا النَّارِ۔
۲:۔ دوسری صورت میں اگر وقف بِكُمْ پر کیا جائے تو مطلب ہوگا۔ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ اَحَقُّ بِمَا قُلْتُمْ لَنَا۔ وہ کہیں گے۔ یہ نہیں بلکہ جو تم ہمارے بارے میں کہتے ہو تم خود اس کے زیادہ حقدار ہو۔ یعنی تم نے جو لَا مَرْحَبًا بِهِمْ کہہ کر ہمارے خلاف نفرت کا اظہار کیا ہے تم اس نفرت اور عدم خوش آمدید کے زیادہ مستحق ہو۔
= قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا۔ قَدَّمْتُمْ ماضی جمع مذکر تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ آگے لانا۔ سامنے کرنا۔ سامنے لانا۔ واؤ۔ جمع کی ہے ضمیر اتصال کی وجہ سے لایا گیا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب عذاب کی طرف راجع ہے یا صَالُوْا کے مصدر الصلیٰ کے لئے ہے ای دخول النار لنا (ہمارا جہنم میں پھینکا جانا) یعنی تم ہی تو ہو جو یہ مصیبت (عذاب یا دوزخ) ہمارے آگے لاتے ہو (یعنی تم ہی نے تو یہ سامان ہمارے لئے کیا ہے ہم کو دنیا میں دھوکہ سے کفر کی طرف ورغلا کر)
= بِئْسَ۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ۔ سَمِعَ سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کو کسرہ دیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔
اَلْقَرَارُ۔ قرارگاہ۔ ٹھکانا۔ قَرٌّ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ظرف ہے نیز مصدر بمعنی ٹھہرنا بھی ہے فَبِئْسَ الْقَرَارُ۔ پس (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔
۳۸: ۶۱ = ضِعْفًا۔ دوگنا۔ علامہ ازہری فرماتے ہیں کہ ضِعْف کے اصلی معنی کلام عرب

میں مثل کے ہیں اور اصل تو یہی ہے۔ پھر ضعف کا استعمال مثل میں بھی کیا گیا اور اس سے زیادہ کے لئے بھی اور زیادتی کی کوئی حد نہیں ہے۔

۳۸ : ۶۲ = قَالُوْا۔ اس میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس میں مختلف قول ہیں :

۱۔ یہ ضمیر سرکش جہنمیوں کے لئے ہے یعنی سرداران اور ان کے پیروکاروں سب کے لئے۔
الضمیر للطاغین عند جمع (روح المعانی)
الضمیر للطاغین (کشاف) قالوا ای الطاغوت (بیضاوی) آپس میں خوب الجھنے کے بعد وہ ادھر ادھر دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے دریافت کریں گے۔ (ضیاء القرآن)

۲۔ ضمیر سرداران کے لئے ہے جنہوں نے کہا تھا هٰذا فوج مقتحم ..... الخ وقالوا۔ یعنی کفار قریش وصنادید هم واشرافهم وهم فی النار۔ یعنی کفار قریش۔ ان کے سرداران اور ان کے اشراف کہیں گے۔ (الخازن) الضمیر لرؤساء الکفرۃ۔ ضمیر رؤسائے کفار کے لئے ہے۔ (مدارک التنزیل)

۳۔ یہ ضمیر پیروکاروں کے لئے ہے۔ وَ قَالُوْا ..... وہ لوگ (یعنی متبوعین یاسب دوزخی آپس میں کہیں گے۔ (بیان القرآن)
مطلب یہ ہے کہ وہ حیران ہو ہو کر ہر طرف دیکھیں گے کہ اس جہنم میں ہم اور ہمارے پیشوا تو موجود ہیں مگر ان لوگوں کا یہاں کہیں پتہ نشان تک نہیں ہے جن کی ہم دنیا میں برائیاں بیان کرتے تھے ...... الخ۔ تفہیم القرآن۔

= مَا لَنَا ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ...... کیا وجہ ہے کہ ہم .... کیا بات ہے کہ ہم .....
اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔
مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ ...... (۲۵ : ۷) یہ کیسا رسول ہے کہ .... کیا وجہ ہے کہ یہ رسول ...... کیا بات ہے کہ یہ رسول .... (کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔
مَا لَنَا لَا نَرٰی ...... کیا وجہ ہے کہ ہم دیکھ نہیں رہے ...

= كُنَّا نَعُدُّهُمْ ... ماضی استمراری جمع متکلم۔ عَدٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ عدد مادہ۔ شمار کرنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع رِجَالًا ہے۔ جنہیں ہم شمار کیا کرتے تھے (دنیا میں)

= اَشْرَار۔ برے لوگ شَرِیْرٌ کی جمع۔ شرارت کرنے والے۔ برے لوگ۔ كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ۔ یہ صفت ہے رِجَالًا کی۔

۳۸:۶۳ = اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے اس کی وجہ سے ہمزہ وصل ساقط ہوگیا ہے۔ أَاَتَّخَذْنٰهُمْ ہم نے ان کو ٹھہرایا ماضی کا صیغہ جمع متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

= سِخْرِيًّا۔ یہ سَخَرٌ (باب سَمِعَ) و سُخْرٌ سے اسم ہے بمعنی ٹھٹھا، ہنسی، دل لگی۔ اور سَخَرَ يَسْخَرُ (فتح) سُخْرِيٌّ سے مصدر بحالت نصب بھی۔ جس کے معنی مسخر ہونے اور بس میں آنے کے ہیں۔ لیکن یہاں اول الذکر ہی زیادہ موزوں ہے۔
سِخْرِيًّا۔ اَتَّخَذْنٰهُمْ کا مفعول ثانی ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول اوّل ہے۔ اس لئے منصوب ہے۔
اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا جن کو ہم نشانہ تضحیک بنایا کرتے تھے۔ جن کی ہم نے ہنسی بنا رکھی تھی۔ اور ہمزہ استفہامیہ کے ساتھ۔ کیا ہم نے یونہی ان کی ہنسی بنا رکھی تھی (ان کا مذاق بنا رکھا تھا)

= اَمْ۔ یا۔ بلکہ۔

= زَاغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب زَيْغٌ (باب ضرب) بمعنی کج ہونا۔ چوک جانا۔ پھر جانا۔ اَلْاَبْصَارُ۔ ای اَبْصَارُنَا۔ ہماری نظریں (ان سے) چوک گئی ہیں۔
اَتَّخَذْنٰهُمْ ...... اَلْاَبْصَارُ کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں۔ مثلاً:۔

۱:۔ اتخذنا استفہام توبیخی تعجبی ہے اور ایک جملہ محذوف ہے پوری عبارت اس طرح تھی (مَالَنَا لَانَرٰى رِجَالًا) اَتَّخَذْنَا هُمْ سِخْرِيًّا (اَلَيْسُوْا فِيْهَا) اَمْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ (فَلَا نَرَاهُمْ) کیا بات ہے کہ ہم ان لوگوں کو نہیں دیکھتے جن کا ہم نے مذاق بنایا تھا کیا وہ یہاں نہیں ہیں یا ہماری نظریں چوک رہی ہیں اس لئے ہم ان کو نہیں دیکھتے۔ اس صورت میں اَمْ بمعنی "یا" ہے۔

۲:۔ یا أَاَتَّخَذْنٰهُمْ استفہام انکاری ہے اور اَمْ بمعنی بَلْ (حرف اضراب ہے) اس صورت میں اَمْ کے ماقبل سے اعراض اور مابعد کی تصحیح مقصود ہے یعنی یہ نہیں کہ ہم ان کو یہاں اس لئے نہیں دیکھ رہے کہ ہم دنیا میں ان کا یوں ہی مذاق بنایا تھا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ وہ یہاں موجود ہیں صرف ہماری نظریں اپنی چوک کی وجہ سے ان کو نہیں دیکھ رہیں
مالنا لانراھم فی النار الیسوا فیھا فلذلک لانراھم بل ازاغت عنھم ابصارنا فلا نراھم وھم فیھا۔

فَائِدَہ: آیات ۵۹ تا ۶۲ میں کونسا کلام کس کا ہے؟
آیت ۵۹ ۔ یہ جہنمی لوگ (گمراہ کرنے والے پیشوا اور اکابر کفار) اپنے تابعین کے ایک گروہ کو جہنم کی طرف آتا دیکھ کر آپس میں ایک دوسرے سے کہیں گے اس میں ضمیر جمع مذکر حاضر ان کے اپنے ساتھیوں کے لئے ہے اور ضمیر جمع مذکر غائب آنیوالی جماعت کے افراد کے لئے۔

آیت ۶۰ :۔ آنیوالی جماعت کا خطاب ہے پیشوایانِ بالا سے۔

آیت ۶۱ :۔ یہ آنے والی جماعت کی اپنے رب سے اپنے پیشوایانِ بالا کے برخلاف بد

آیت ۶۲: ۶۳ : یہ آنے والی جماعت کا کلام ہے یا ان کا اور ان کے پیشوایانِ متذکرہ بالا سب کا کلام ہے۔

۳۸: ۶۴ = تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ۔ اَهْلِ النَّارِ مضاف مضاف الیہ ملکر تَخَاصُمُ (مضاف) کا مضاف الیہ۔

اہل دوزخ کا باہمی رگڑا جھگڑا۔ تَخَاصُمُ بروزن تفاعل مصدر ہے۔ ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔

اِنَّ ذٰلِكَ بے شک یہ جو کچھ دوزخیوں کے متعلق ہم نے بیان کیا لَحَقٌّ بلاشبہ صحیح۔ وہ ضرور ایسی گفتگو کریں گے۔ تَخَاصُمُ یہ حَقٌّ سے بدل ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے (ای ھو تخاصم) دوزخیوں کے باہم سوال وجواب اور آپس کی گفتگو فریقین مد کی گفتگو کے مشابہ ہوگی۔ اس لئے اس کو تخاصم (باہمی جھگڑا رگڑا) فرمایا۔

۳۸: ۶۵ = قُلْ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= مَا مِنْ میں مَا نافیہ ہے اور مِنْ زائدہ تاکید کے لئے ہے۔

= اَلْقَهَّارُ۔ قَهَرَ يَقْهَرُ (باب فتح) قَهْرًا مصدر۔ قَاهِرٌ اسم فاعل قَهَّارٌ مبالغہ ہے۔ سب پر غالب۔ ایسا غالب کہ جس کے مقابلہ میں سب ہیچ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے۔

۳۸: ۶۶ = رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .... اَلْوَاحِدُ۔ اَلْقَهَّارُ۔ رَبُّ (السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا) اَلْعَزِيْزُ۔ اَلْغَفَّارُ۔ سب اللہ کے صفاتی اسماء حسنیٰ ہیں۔

= قُلْ کو مکرر یہ بتانے کے لئے لایا گیا ہے کہ جو بات کہی جارہی ہے وہ ایک عظیم الشان اور جلیل القدر امر ہے
= هُوَ - ای ما انبأتکم بہ من کونی رسولاً منذرًا وان اللہ تعالیٰ واحدًا لا شریک لہٗ ۔ یعنی جو میں اپنے رسول من اللہ ہونے اور ڈرانیوالا ہونے کے متعلق اور اللہ کے واحد لاشریک ہونے کے متعلق تم کو بتارہا ہوں وہ (ایک عظیم خبر ہے) یعنی یہ مضمون رسالت و توحید۔ بعض کے نزدیک هُوَ کا مرجع قرآن کریم ہے۔
= نَبَؤٌا عَظِیْمٌ موصوف وصفت۔ ای خبر ذوفائدۃ عظیمۃ جدًا لاریب فیہ اصلاً ایک بہت بڑے فائدہ کی خبر میں ہرگز کوئی شک نہیں۔ بعض کے نزدیک ھُوَ سے مراد روز قیامت ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے عَمَّ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِیْمِ (۷۸: ۱-۲) یہ لوگ کس چیز کی نسبت پوچھتے ہیں کیا بڑی خبر کی نسبت (یعنی کیا یہ روز قیامت کی نسبت پوچھتے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد بھی قرآن لیا ہے
۳۸: ۶۸ = مُعْرِضُوْنَ - اسم فاعل جمع مذکر اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے منہ پھیرنے والے۔ روگردانی کرنے والے۔ (تم اس سے منہ موڑے ہوئے ہو)
۳۸: ۶۹ = اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ م ل ء مادہ۔ اَلْمَلَاُ وہ جماعت جو کسی امر پر مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے۔
مَلَاَ یَمْلَاُ مَلْاٌ و مَلْاَۃٌ مصدر (باب فتح) کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔
مِلْءٌ پیمانہ یا برتن بھرنے کی مقدار۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا (۳: ۹۱) سو ان میں سے کسی سے بھی ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا زمین بھر سونا۔
قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی رائے کی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں۔ اسی لئے ان کو مَلَاٌ کہتے ہیں۔
اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی موصوف وصفت اَلْمَلَاُ اسم جمع ہے اس لئے اس کی صفت بھی مفرد آئی ہے۔ اَلْاَعْلٰی سب سے اوپر۔ برتر۔ عُلُوٌّ سے جس کے معنی بلند و برتر ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی سرداران عالی قدر۔
صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔ یہاں ملاء اعلیٰ سے مراد فرشتوں کی جماعت ہے

جو اپنے شرف و عزت کے علاوہ عالم بالا کے مکین ہیں۔ ان کے ذریعہ سے احکام کونیہ کی تنفیذ ہوتی ہے اور تدابیر خداوندی کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے اس لئے ان میں اپنے متعلقہ فرائض کو انجام دینے کے لئے قیل وقال اور بحث کا سلسلہ جاری رہتا ہے وہ امور جو وہاں زیر بحث آتے ہیں ان میں تخلیق آدم علیہ السلام کا واقعہ بھی ہے۔

= اِذْ ظرف زمان متعلق بہ عِلْم ہے۔

= یَخْتَصِمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِخْتِصَامٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے وہ جھگڑ رہے تھے (ای اذ کانوا یختصمون) وہ بحث وگفتگو کر رہے تھے۔ وہ مستفیدانہ گفتگو کرتے تھے (جب کہ وہ (تخلیق آدم کے بارہ میں جس کی تفصیل آگے آتی ہے مستفیدانہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کر رہے تھے۔ بیان القرآن) ضمیر جمع مَلَأ کے اسم جمع ہونے کی رعایت سے آئی ہے۔

۳۸: ۷۰ = اِنْ یُّوْحٰۤی اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ - اِنْ نافیہ ہے۔ یُوْحٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِیْحَاءٌ اِفْعَالٌ مصدر سے۔ وحی مادہ۔ وحی کی جاتی ہے اِلَّا حرف استثناء اَنَّمَا میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے مَا کافہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔ بے شک، تحقیق بجز اس کے نہیں۔ اَنَا میں ضمیر واحد متکلم نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ موصوف وصفت۔ کھلا ڈرانیوالا۔

اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ یا تو یُوْحٰی کا نائب فاعل ہے یعنی نہیں آتی میرے پاس وحی مگر یہ کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے کھلا ڈرانیوالا ہوں۔

یا یہ فقرہ مفعول لہٗ ہے اور علت ہے وحی کے آنے کی۔ یعنی نہیں آتی میرے پاس وحی مگر اس سبب (یا وجہ) سے کہ میں (تم کو اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہوں۔

۳۸: ۷۱ = اِذْ قَالَ - اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ کا بدل ہے یہ اس اختصام کی تفصیل ہے جس کا اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔ اِذْ سے پہلے فعل اُذْکُرْ محذوف ہے۔

= طِیْن۔ گارا۔ مٹی۔ پانی اور مٹی کا آمیزہ۔ خلق آدم کا مادہ کہیں طِیْنٍ آیا ہے کہیں تراب اور کہیں صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ان میں کوئی کچھ بھی تعارض نہیں۔ کہیں مادہ قریبہ بتلا دیا کہیں مادہ بعید۔ (حضرت تھانوی رح)

المادۃ البعیدۃ ھو التراب واقرب منہ الطین واقرب منہ الحماء مسنون واقرب منہ الصلصال فثبت انہ لامنافاۃ بین الکل (تفسیر کبیر)

۳۸: ۷۲ = سَوَّیْتُہٗ - سَوَّیْتُ ماضی واحد متکلم تَسْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے برابر

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع بَشَرًا ہے۔ (جب) میں اس کو برابر کردوں یعنی مکمل کرچکوں (ماضی بمعنی مستقبل)

= نَفَخْتُ ماضی واحد متکلم نَفْخٌ (باب نصر) مصدر۔ پھونکنا۔ پھونک مارنا۔ (جب) میں (اس میں) پھونک دوں (ماضی بمعنی مستقبل)

وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ ای احییتہ بنفخ الروح فیہ اور اس میں جان پھونک کر اسے زندہ کردوں - یعنی جب میں اس میں اپنی طرف سے جان ڈال دوں۔

مِنْ رُّوْحِیْ میں یا تو اضافت تملیکی ہے یعنی ہماری مملوک و مخلوق خاص - یا اضافت تشریفی یعنی وہ روح جو ہماری نسبت سے مشرف و مکرم ہے یا تخصیصی یعنی وہ زندگی یا جان جس میں ہمارے سوا کوئی دوسرا تعلق نہیں ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے :۔

کہ مِنْ رُّوْحِیْ میں اللہ نے روح کو اپنی جانب نسبت دے کر اس امر کو ظاہر کر دیا ہے کہ روح ایک جوہر شریف و معظم ہے (تفسیر ماجدی سے) اضافت جزئیت اور بعضیت کی نہیں بلکہ تشریف کی ہے یعنی وہ رُوح جس کو میں نے اپنی خاص قدرت سے بنایا ہے۔ (ضیاء القرآن)

= فَقَعُوْا۔ الفاء جواب شرط کے لئے ہے۔ قَعُوْا۔ وَقَعَ یَقَعُ (مثال واوی۔ باب فتح) وُقُوْعٌ مصدر سے۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تم گر پڑنا۔ وقوع کے معنی ثابت اور واجب ہونا۔ عدم سے وجود میں آجانا کے بھی ہیں۔ یہاں گر پڑنا کے معنی میں آیا ہے "

= لَهٗ یعنی اس لبشر کے روبرو۔

= سٰجِدِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب ضمیر فاعل قَعُوْا سے حال ہے۔

۳۸: ۷۳ = فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ ای فخلقہ فسوّاہ فنفخ فیہ الرُّوْحَ فسجد لہٗ الملئکۃ۔ یعنی جب اللہ نے آدم علیہ السلام کو تخلیق کیا۔ اور اسے مکمل بنالیا اور اس میں جان ڈال دی تو فرشتوں نے اس کو سجدہ کیا۔

= كُلُّهُمْ۔ سب کے سب۔ یعنی ان میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا جس نے سجدہ نہ کیا ہو

= اَجْمَعُوْنَ : سب کے سب اجتماع کے لئے آیا ہے یعنی مجموعًا۔ یعنی کوئی کسی کے پیچھے نہ رہا۔ تاکید کے لئے آیا ہے۔ سب کے سب فورًا اکٹھے سجدے میں گر گئے۔

۳۸: ۷۴ = اِلَّآ اِبْلِيْسَ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ اِسْتَكْبَرَ

ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ وہ بڑا مغرور ہو گیا۔ یعنی کسی استحقاق کے گھمنڈ میں آگیا۔

= کَانَ کے دو معنی ہو سکتے ہیں:۔

۱۔ کَانَ بمعنی صَارَ۔ یعنی ہو گیا۔ یعنی اللہ کے حکم کے مقابلہ میں اس نے غرور کیا اور اطاعتِ حکم سے اس نے اپنے آپ کو اونچا سمجھا اور اس طرح کافروں میں سے ہو گیا۔

۲:۔ کَانَ بمعنی تھا۔ یعنی اللہ کے علم میں وہ پہلے ہی کافروں میں سے تھا۔

اگر معنی نمبر(۱) لئے جاویں تو اِلَّا اِبْلِیْسَ مُسْتَثْنٰی متصل ہوگا۔ اور وہ ملائکہ کے زمرہ میں (بحیثیت جنس کے نہیں بحیثیت مصاحبتؔ) شمار ہو گا۔

اور اگر معنی نمبر(۲) لئے جاویں تو استثناء منقطع ہوگا تو استثنار منقطع ہوگا۔

(اِلَّا حرف استثنار اور اِبْلِیْسُ مستثنیٰ اَلْمَلٰئِکَۃُ مستثنیٰ منہ)

۳۸: ۷۵ = قَالَ ای قال اللّٰہُ تعالیٰ۔

= مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ۔ مَا موصولہ ہے اور اَنْ مصدریہ ای من السُّجُوْدِ

= لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ۔ میں مَا موصولہ ہے ای لِلَّذِیْ خَلَقْتُہٗ۔ جسے میں نے پیدا کیا۔ بِیَدَیَّ (میرے دونوں ہاتھوں سے) میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے یعنی اپنی قدرت کاملہ سے بلا توسط ماں باپ کے۔ تثنیہ کا استعمال تاکید کے لئے۔

= اَسْتَکْبَرْتَ۔ اصل میں ءَ اِسْتَکْبَرْتَ تھا۔ ہمزہ استفہام انکاری کے آنے سے ہمزہ وصل ساقط ہو گیا۔ ای أَ تکبرت من غیر استحقاق کیا بغیر استحقاق کے تو تکبر میں آگیا یعنی فی الواقع تو بڑا نہیں تھا لیکن اپنے آپ کو بڑا سمجھ لیا۔ اپنے آپ ہی بڑا بن رہا ہے۔

= اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ۔ اَمْ بمعنی یا۔ عَالِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر عَالِیٌ واحد عُلُوٌّ سے۔ بلند مرتبے والے۔ یا واقعی تو اونچے درجے کا استحقاق رکھنے والوں میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تو جان بوجھ کر یہ جانتے ہوئے کہ تو ایسا نہیں ہے بڑا بن رہا ہے۔ یا فی الواقع تو سمجھ رہا ہے کہ تو اونچے درجے والوں میں سے ہے۔ دونوں صورتوں میں استفہام توبیخی وانکاری ہے یعنی سچ یہ ہے کہ تو کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تو بڑا بننے کا استحقاق رکھتا ہے اور نہ ہی فی الواقع تو بڑا ہے۔

۷۶:۳۸ == قَالَ۔ ای قال ابلیس۔

۷۷:۳۸ == قَالَ۔ ای قال اللہ تعالیٰ۔

== فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ الفاء للترتیب۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف راجع ہے جہاں وہ دوسرے ملائکہ کے ساتھ رہتا تھا۔ ابن عباس رضؓ سے ہے کہ وہ جنت عدن میں نہ کہ جنت خلد میں رہتا تھا۔

یا ھا ضمیر کا مرجع زمرۃ الملائکہ ہے جن کے ساتھ وہ رہتا تھا۔

یا جیسا کہ حسن اور ابو العالیہ نے کہا ہے:

اس بناوٹ (اور خوبصورت تخلیق سے) نکل جا جس میں تو بنایا گیا ہے۔ چنانچہ اس حکم کے بعد ابلیس کا رنگ سیاہ ہو گیا اور خوبصورتی بدصورتی میں بدل گئی۔

== فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ یہ فقرہ حکم خروج کی علت ہے (یعنی تجھے نکل جانے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اب تو راندۂ درگاہ ہو گیا ہے)

== رَجِيْمٌ ملعون۔ راندہ ہوا۔ مردود۔ رَجْمٌ (رَجَمَ يَرْجُمُ باب نصر سے مصدر) سے فَعِيْلٌ بمعنی مفعولٌ یعنی مَرْجُوْمٌ ہے۔ سنگسار کرنا۔ لعنت کرنا۔ برا بھلا کہنا۔ دھتکارنا۔ پھٹکارنا۔

شیطان چونکہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے راندہ ہوا اور مردود ہے اس لئے یہ اس کی مخصوص صفت ہے اور قرآن مجید میں جہاں بھی یہ لفظ آیا ہے اسی کی صفت میں آیا ہے

۷۸:۳۸ == يَوْمِ الدِّيْنِ۔ روزِ قیامت۔ روز جزا و سزا۔

۷۹:۳۸ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ رب: ای یا ربی اے میرے رب فَاَنْظِرْنِيْ۔ فاء سببیہ ہے اور جملہ سابقہ اس جملہ کا سبب ہے۔ آدم کی دشمنی کی وجہ سے راندۂ درگاہ ہو جانا ہی اس مہلت طلبی کا سبب تھا۔ تاکہ وہ بنی آدم کو اغوا (گمراہ) کر سکے۔

اَنْظِرْنِيْ امر کا صیغہ ہے واحد مذکر حاضر۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھ کو مہلت دے تو مجھ کو ڈھیل دے۔ انظارٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہلت دینے اور ڈھیل دینے کے ہیں۔

== يُبْعَثُوْنَ۔ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ اٹھائے جائیں گے (یعنی جس دن لوگوں کو زندہ کر کے قبروں سے اٹھایا جائے گا)

روزِ قیامت۔

۳۸ : ۸۰ = قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ اس میں فاء سببیہ ہے یعنی ابلیس کا سوال اس جواب کا سبب ہے۔ اَلْمُنْظَرِيْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِنْظَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے مہلت دیئے جانے والے، مہلت دیئے ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تو مہلت دیئے جانے والوں میں سے ہو گیا یعنی تجھے مہلت دے دی گئی۔

= يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ۔ يَوْم مضاف الوقت المعلوم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ اس دن تک جس کا وقت (اللہ کو) معلوم ہے اس سے مراد پہلی بار صور پھونکے جانے کا وقت ہے۔

۳۸ : ۸۱ = فَبِعِزَّتِكَ ۔ الفاء للسببیۃ۔ (ابلیس کو مہلت مل جانا ہی عزمِ اغوار کا سبب ہے) بآء قسمیہ ہے۔ عِزَّتِكَ مضاف مضاف الیہ (جب تو نے مجھے مہلت دیدی) تو تیری عزت کی قسم......

= لَاُغْوِيَنَّهُمْ ۔ لام تاکید کا ہے مضارع با نون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ اِغْوَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب میں ان کو ضرور گمراہ کردوں گا۔

= اَجْمَعِيْنَ ۔ سب کے سب کو۔ ساروں کو۔

= اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ۔ اِلَّا حرف استثناء عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ (تیرے بندے) مل کر موصوف اَلْمُخْلَصِيْنَ صفت موصوف و صفت مل کر مستثنیٰ متصل هُمْ مستثنیٰ منہ۔ سوائے ان میں سے تیرے مخلص بندوں کے۔

اَلْمُخْلَصِيْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِخْلَاصٌ (افعال) مصدر۔ خالص کئے ہوئے مخصوص لوگ۔ جو منتخب کر لئے گئے ہیں۔ جو چن لئے گئے ہیں۔

۳۸ : ۸۴ = قَالَ ۔ ای قال اللہ تعالیٰ۔

= فَالْحَقُّ ۔ الفاء للترتیب مابعد کا جو مضمون ماقبل پر مترتب ہو رہا ہے۔

اَلْحَقُّ ۔ سچ بات، سچ۔ حق یہ ہے۔ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۳۲ : ۱۳) میری یہ بات حق ثابت ہو چکی ہے کہ میں دوزخ بھر کر رہوں گا جنوں اور انسانوں سے۔

= وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۔ ای وَلَا اَقُوْلُ اِلَّا الْحَقَّ اور میں حق ہی کہا کرتا ہوں۔

یہ جملہ معترضہ ہے جملہ ماقبل اور جملہ مابعد کے درمیان۔

۳۸: ۸۵ = لَاَمۡلَئَنَّ لام تاکید کا ہے اَمۡلَئَنَّ مضارع بانون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد متکلم۔ مَلَأَ یَمۡلَأُ مَلۡأٌ مِلۡأَۃٌ (باب فتح) سے مصدر۔ کسی چیز کو کسی چیز سے بھرنا۔ میں ضرور بھر دوں گا۔

= مِنۡكَ ای من جنسك من الشیطین۔ تیری شیاطین کی جنس سے۔
كَ۔ کا خطاب صرف ابلیس ہی کی طرف نہیں ہے بلکہ پوری جنس شیاطین کی طرف ہے۔

= مِنۡہُمۡ ای من ذریۃ اٰدم علیہ السلام

۳۸: ۸۶ = قُلۡ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لکفار قریش

= عَلَیۡہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا القراٰن ہے یا تبلیغ رسالت۔

= اَلۡمُتَکَلِّفِیۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَکَلُّفٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ بناوٹ کرنے والے یعنی اپنی طرف سے قراٰن بنالینے والے۔ لوگوں کو دکھانے کے لئے اطاعت خداوندی کا اظہار کرنے والے۔ تکلف اور تصنع سے کام لینے والے۔ (میں بناوٹ یا تصنع سے کام نہیں لے رہا بلکہ تمہارے سامنے حقیقت کا اظہار کرتا ہوں۔

۳۸: ۸۷ = اِنۡ ھُوَ۔ میں اِنۡ نافیہ ہے اور ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القراٰن ہے۔

= ذِکۡرٌ نصیحت۔ پند۔ بیان۔ ذکر۔

نہیں ہے (یہ قراٰن) مگر نصیحت سب جہانوں کے لئے۔

۳۸: ۸۸ = لَتَعۡلَمُنَّ لام تاکید تَعۡلَمُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر ہے عِلۡمٌ سے۔ تم ضرور جان لوگے۔ تم کو ضرور معلوم ہو جائے گا۔

= نَبَأَہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی خبر۔ منصوب بوجہ تَعۡلَمُنَّ کے مفعول ہونے کے ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القراٰن ہے۔

وَلَتَعۡلَمُنَّ نَبَأَہٗ ای ولتعلمن نبأ القراٰن وما فیہ من الوعد والوعید وذکر البعث والنشور۔ یعنی قراٰن میں جزاء وسزا حشر ونشر کے متعلق جو تعلیمات ہیں تمہیں ضرور معلوم ہو جائیں گی۔ اور اس کی صداقت تم پر عیاں ہو جائے گی!

= بَعۡدَ حِیۡنٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ کچھ عرصہ بعد۔ یعنی مرنے کے بعد حقیقت تم پر کھل جائے گی!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۳۹) سورۃ الزُّمُر مَكِّيَّة (۷۵)

۳۹ : ۱ = تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مضاف مضاف الیہ۔ کتاب کا نازل کرنا۔ الکتاب سے مراد یہ سورۃ یا قرآن مجید ہے یہ مبتدا ہے اور مِنَ اللّٰهِ خبر ہے۔ اس کتاب کا نازل کرنا اللہ کی طرف سے ہے۔

= اَلْعَزِيْزِ۔ (اپنی حکومت میں سب پر غالب) اَلْحَكِيْمِ۔ (اپنی صناعی میں حکمت والا) اللہ کی صفات ہیں۔

۳۹ : ۲ = بِالْحَقِّ۔ حق کے ساتھ، یعنی حامل حق کتاب یا ب سببیہ ہے۔ یعنی حق کو ثابت کرنے، ظاہر کرنے اور تفصیل سے بیان کرنے کے لئے یہ کتاب ہم نے آپ کے پاس بھیجی ہے۔

بظاہر جملہ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مفہوم کے لحاظ سے پہلے جملہ کی تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت میں یہ تکرار نہیں ہے اول جملہ میں تنزیل الکتاب تو عنوان کے طور پر فرمایا تھا اور اس جملہ میں اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ اس مضمون کو بیان کرنے کے لئے فرمایا:۔

هٰذا ليس بتكرار لان الاول كا العنوان للكتاب والثانی بيان ما فی الكتاب۔

= فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۔ الفاء للترتيب۔ اُعْبُدْ فعل امر واحد مذکر حاضر عِبَادَةٌ مصدر باب نصر سے۔ مُخْلِصًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب اِخْلَاصٌ (افعال) مصدر سے۔

اخلاص کے لغوی معنی ہیں۔ کسی چیز کو ملاوٹ سے ہر ممکن پاک و صاف کردینا۔ یہ خُلُوْصٌ کا متعدی ہے جس کے معنی آمیزش سے صاف اور خالی ہونا ہے۔ اصطلاح

شرع میں یہ ہیں کہ محض خداوندتعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے لئے عمل کیا جاوے اور اس کے علاوہ کسی اور جذبہ کی آمیزش نہ ہو۔

اِخلاص جانِ عبادت ہے اخلاص کے بغیر عبادت میں عبادت کا مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا۔

الدِّیْنُ ۔ اطاعت وعبادت : الدین ای الطاعۃ وقیل العبادۃ (قرطبی)

دین اصل لغت کے اعتبار سے اطاعت اور جزاء کے معنی میں ہے پھر بطور استعارہ شریعت کے لئے استعمال ہوا۔ کیونکہ شریعت کی رُوح اطاعتِ خداوندی ہی ہے ۔ قرآن میں مختلف مواقع پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے ۔

مثلاً (۱) اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (۳ : ۱۹) درحقیقت دین جو اللہ کے نزدیک مقبول ہے اسلام ہے ۔یہاں دین سے مراد شریعت ہے۔

(۲) وَاَخْلَصُوْا دِیْنَھُمْ لِلّٰہِ (۴ : ۱۴۶) اور انہوں نے اپنی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کردیا۔ یہاں دین سے اطاعت مراد ہے ۔

(۳) مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔(۱ : ۳) مالک ہے روزِ جزاء کا۔ یہاں دین بمعنی جزاء آیا ہے جزاء۔ اطاعت ۔ عبادت ۔شریعت کوئی بھی معنی دین کے لئے جاویں شریعت کی پابندی کو ان سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور شریعت زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے خواہ وہ اخلاقی ہو، معاشرتی ہو۔معاشی ہو۔ روحانی ہو یا جسمانی ہو۔ گویا زندگی کو شریعت کے جملہ احکام کے مطابق مطیع کر دینا دین پر چلنا ہے ۔

لَہٗ میں لام استحقاق کے لئے ہے ہٗ ضمیر کا مرجع اللّٰہ ہے اَلدِّیْنَ کا نصب مُخْلِصًا سے ہے۔

مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ یہ جملہ ضمیر اُعْبُدُ سے حال ہے ۔ تو اللہ کی عبادت کر دراں حالیکہ تیری اطاعت و عبادت خالصتًہ اُسی کے لئے ہو (اس میں کسی قسم کے شرک، ریا یا شک وشبہ کا دخل نہ ہو)

۳:۳۹ = اَلَا ۔حرفِ تنبیہ ہے ۔خبردار۔ یاد رکھو، سمجھ لو۔ جان لو۔

= لِلّٰہِ ۔ میں لام اول استحقاق کے لئے ہے ۔جیسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (۱:۱) لِلّٰہِ الْاَمْرُ (۱۳ : ۳۱)

= اَلدِّیْنُ الْخَالِصُ ۔موصوف وصفت ۔ خالص دین ۔ہر قسم کے شرک وریاء ودیگر

نقائص سے پاک اطاعت۔

ترجمہ ہوگا۔ یاد رکھو دین خالص صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

اور بعض علماء کا قول ہے کہ ان المراد بالدین الخالص کلمۃ لا الٰہ الا اللہ

دین خالص سے مراد کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔

= مِنْ دُوْنِہٖ ای من دون اللہ۔ اللہ کو چھوڑ کر۔ اللہ کے سوا۔

= لِیُقَرِّبُوْنَا۔ لام تعلیل کا ہے یُقَرِّبُوْنَ جمع مذکر غائب تَقْرِیْبٌ (تفعیلٌ) مصدر سے قَرُبَ مادّہ۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم کہ وہ ہمیں قریب پہنچا دیویں۔ ہمیں مقرب بنا دیویں۔

= زُلْفٰی مصدر ہے بمعنی تقریبًا۔ فعل کے مصدر کا مترادف مفعول مطلق ہو سکتا ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا لہٰذا زُلْفٰی فعل یُقَرِّبُ کے مصدر تَقْرِیْبًا کا مترادف ہونے کی وجہ سے لِیُقَرِّبُوْنَا کا مفعول مطلق ہے۔

زُلْفَۃٌ دَزُلْفٰی درجہ۔ قرب۔ نزدیکی۔ اَزْلَفَ یُزْلِفُ باب افعال سے بمعنی قریب کرنا۔ نزدیک لانا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ (۵۰: ۳۱)

اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب لائی جائیگی۔

فائدہ وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِیَآءَ مَا نَعْبُدُھُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَی اللہِ زُلْفٰی۔ اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا سے مراد کفار ہیں یہ پورا جملہ مبتدار ہے اور اِنَّ اللہَ یَحْکُمُ..... الخ (اگلی آیت) اس کی خبر ہے مَا نَعْبُدُھُمْ سے قبل قَالُوْا محذوف ہے قَالُوْا معطوف بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں اس کا عطف اِتَّخَذُوْا پر ہے اس صورت میں ترجمہ یہ ہوگا۔

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) ہم تو ان کی پوجا بس اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔

دوسری صورت میں قَالُوْا۔ اَلَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا سے بدل بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کی پوجا محض قرب خدا حاصل کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

= یَحْکُمُ مضارع واحد مذکر غائب حُکْمٌ باب نصر سے مصدر۔ حکم دیتا ہے یا

دے گا۔ فیصلہ کرتا ہے یا کرے گا۔
== بَيْنَهُمْ اور فِيْمَا هُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کافروں اور ان کے مقابل مومنوں کے مجموعہ کی طرف راجع ہے۔
مَا موصول ہے اور فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ صلہ۔ جس بات میں یہ باہم اختلاف کر رہے ہیں۔ اور یہ فیصلہ اس صورت میں ہوگا کہ اہل ایمان جنت میں جائیں گے اور اہل کفر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔
== كَاذِبٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر: جھوٹا۔ كُذَّبٌ جمع۔ جھوٹا اس لئے کہ اللہ کو صاحب اولاد کہتا ہے اور بتوں کو اللہ کے قرب کا ذریعہ بتاتا ہے۔
== كَفَّارٌ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ زبردست کافر۔ بڑا ناشکرا۔ ناشکرا اس لئے کہ لطف تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے اٹھائے اور پوجا کسی اور کی کرے۔ یا اس میں کسی اور کو بھی شریک ٹھہرالے۔
۳۹: ۴ == وَلَدًا۔ اسم جنس کوئی بچہ ہو لڑکا ہو یا لڑکی۔ اَوْلَادٌ جمع۔
== لَاصْطَفٰى لام جواب شرط کے لئے ہے اِصْطَفٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِصْطِفَاءٌ افتعال مصدر اس نے چن لیا۔ اس نے پسند کرلیا۔ تو وہ منتخب کرلیتا۔ چن لیتا۔ یا پسند کرلیتا۔
== مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا موصول سے مِمَّا يَخْلُقُ اس میں سے جسے وہ پیدا کرتا ہے اپنی مخلوق میں سے۔
== هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ۔ علامہ ثناء اللہ پانی پتیؒ رح فرماتے ہیں:۔
یعنی الوہیت تو وجوب پر مبنی ہے (جب کوئی دوسرا واجب نہیں ہر موجود مخلوق ہے اور ہر مخلوق ممکن ہے) تو الٰہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ الٰہ اپنی ذات و صفات میں واحد ہو نہ اس کا کوئی مثیل ہو نہ شریک، اور جب کوئی دوسرا اس کی مثل نہیں ہوسکتا تو اس کی اولاد ہونا کس طرح ممکن ہے اولاد تو باپ کے بعض اجزاء سے بنتی ہے اس لئے اپنے باپ کی ہم جنس ہوتی ہے۔
== اَلْقَهَّارُ۔ سب سے زبردست، سب پر غالب۔ ہمہ گیر قہاریت شرکت کی نفی کرتی ہے
۳۹: ۵ == بِالْحَقِّ۔ ضمیر فاعل خَلَقَ کا حال ہے۔ حق و حکمت کے ساتھ۔
== يُكَوِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَكْوِيْرٌ تفعيلٌ مصدر۔ وہ لپیٹتا ہے

اَلْکَوْرُ کے معنی کسی چیز کو عمامہ کی طرح لپیٹنے اور اس کو اوپر تلے گھمانے کے ہیں۔
کَارَالْعَمَامَۃَ عَلٰی رَاْسِہٖ یَکُوْرُھَا کَوْرًا۔ کُلُّ دَوْرٍ کَوْرَۃٌ۔ عمامہ کو سر پر لپیٹنا اور بل پر بل دیتے چلے جانا۔ ہر بل کو کَوْرَۃٌ کہتے ہیں۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
اِذَاالشَّمْسُ کُوِّرَتْ (۸۱: ۱) جب سورج لپیٹ لیا جائے گا۔ یعنی بے نور کر دیا جائے گا۔
آیت ہذا میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے کو تَکْوِیْرٌ سے تعبیر کیا گیا ہے۔
صاحب ضیاء القرآن اسے یوں بیان فرماتے ہیں:۔
دن کی روشنی جہاں سے سمٹتی جاتی ہے رات کی تاریکی وہاں پھیلتی جاتی ہے اسی طرح رات کا اندھیرا جہاں سے ختم ہوتا جاتا ہے دن کا اُجالا وہاں نور افشانی کرتا جاتا ہے۔ یہ تسلسل کہیں ٹوٹنے نہیں پاتا۔
= لِاَجَلٍ مُّسَمًّی۔ مُسَمًّی اسم مفعول واحد مذکر۔ مقررہ، نامزدہ، متعین۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی موصوف وصفت۔ اَجَلٌ وقت مقررہ۔ مدت مقررہ۔
= اَلَا حرف تنبیہ: یاد رکھو، خبردار رہو۔
۳۹: ۶ = مِنْھَا۔ میں ضمیر ھَا نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ کی طرف راجع ہے۔
= زَوْجَھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا جوڑا۔ اس کا مقابل صنف۔ ھَا کا مرجع نَفْسٍ ہے۔
= خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا۔ اس کا ترجمہ ہوگا:۔
اس نے تمہیں فرد واحد (حضرت آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا پھر اُسی (فرد واحد) سے اس کا جوڑا بنایا۔ اس جملہ میں ثُمَّ اس پر دلالت کر رہا ہے کہ حضرت آدمؑ سے ان کی اولاد کی پیدائش کے بعد حضرت حوّا کو بطور حضرت آدم کے جوڑے کے پیدا کیا گیا۔ یہ امر واقعہ کے خلاف ہے۔
ا:۔ صاحب تفہیم القرآن اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں:۔
یہ مطلب نہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے انسانوں کو پیدا کر دیا اور پھر ان کی بیوی حضرت

حوّا کو پیدا کیا۔ بلکہ یہاں کلام میں ترتیب زمان کی بجائے ترتیب بیان ہے جس کی مثالیں ہر زبان میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً ۔ ہم کہتے ہیں کہ تم نے آج جو کچھ کیا وہ مجھے معلوم ہے پھر جو کچھ تم کل کر چکے ہو اس سے بھی میں باخبر ہوں اس کا مطلب یہ نہیں ہو سکتا کہ کل کا واقعہ آج کے بعد ہوا ہے :۔

(۲) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ کا عطف خَلَقَكُمْ پر نہیں بلکہ فعل محذوف پر ہے ای خلقكم من نفس وَّاحِدَةٍ خَلَقَهَا ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا ۔ اس نے تمہیں تنِ واحد سے پیدا کیا (یعنی پہلے) اس نفس واحد کو پیدا کیا پھر اسی اس کا جوڑا بنایا۔ اور پھر ان دونوں سے تم لوگوں کو پیدا کیا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے: الَّ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۔ (۴: ۱) جس نے تم کو ایک تن سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اور اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر ان دونوں سے کثرت سے مرد اور عورتیں (پیدا کر کے) پھیلا دیا۔

(۳) یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ثُمَّ تراخی (تاخر) کے لئے ہے اور یہ تراخی زمانی نہیں رتبہ کے لحاظ سے ہے (التراخی الرتبی) مؤخر الذکر (خلق زوج) کو اول الذکر (خلق الناس) پر رتبہ کے لحاظ سے برتری دیتے ہوئے ادنیٰ کو پہلے اور اعلیٰ کو بعد میں بیان کیا۔ یا اس کے برعکس۔ اول الذکر کو اعلیٰ گردانتے ہوئے پہلے ذکر کیا اور مؤخر الذکر کو دوسرے مرتبے پر رکھتے ہوئے بعد میں بیان کیا۔

= اَنْزَلَ ۔ ای قضٰی اوقسم لکم : تمہارے لئے فیصلہ کر دیئے۔ یا تمہارے حصہ میں کر دیئے۔ مطلب تمہارے لئے پیدا کر دیئے۔

= خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ ۔ تدریجاً ایک حالت سے دوسری حالت میں۔ ایک کیفیت سے دوسری کیفیت میں۔ ایک تغیر کے بعد دوسرا تغیر۔ جو شخص بھی جنین کے تغیرات سے واقف ہے اس پر روشن ہے کہ نو مہینہ تک کتنے تغیرات ہر روز وقوع پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

= ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ : تین تاریکیوں (کے اندر)

(۱) پیٹ کی تاریکی۔ (۲) رحم کی تاریکی۔ (۳) رحم کے اندر کی جھلّی کا اندھیرا۔ جس میں بچہ کی تخلیق مکمل ہوتی ہے۔ اسے مَشِيْمَةٌ کہتے ہیں۔ جھلّی۔ جس میں پیدائش کے وقت بچہ لپٹا ہوتا ہے۔

= ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ ذٰلِكُمْ یعنی یہ تمام کام کرنے والا (جو اوپر مذکور ہیں) مبتدا ہے۔ اَللّٰهُ خبر اول رَبُّكُمْ خبر دوم لَهُ الْمُلْكُ خبر سوم لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ خبر چہارم۔ یہی ہے تمہارا رب اسی کی حکومت ہے اور کوئی خدا بجز اس کے نہیں ہے:

= فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ الفاء سببیة اَنّٰى بمعنی كَيْفَ اَوْ اَيْنَ۔ کیسے؟ کہاں؟ استفہام تعجبی ہے۔ سو (تعجب ہے کہ اس واضح ومکمل بیان کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو۔

۳۹: ۷ = اِنْ شرطیہ ہے فَاِنَّ اللّٰهَ میں الفاء لجواب الشرط۔

= غَنِیٌّ۔ بے نیاز۔ غیر محتاج۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= يَرْضَهُ۔ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اصل میں يَرْضٰى تھا رِضًى مصدر باب سمع سے جواب شرط کی وجہ سے مجزوم ہے۔ ہُ ضمیر واحد مذکر غائب تَشْكُرُوْا کی طرف راجع ہے وہ اس کو پسند کرتا ہے (اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لئے پسند کرتا ہے)

= لَا تَزِرُ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب وہ بوجھ نہیں اٹھاتی۔ وہ بوجھ نہیں اٹھائیگی وِزْرٌ مصدر باب ضرب سے وَازِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث بوجھ اٹھانے والی۔ مؤنث کا صیغہ نفس کے لئے ہے جو عربی میں مؤنث ہے وِزْرَ اُخْرٰى۔ مضاف مضاف الیہ مل کر لَا تَزِرُ کا مفعول ہے۔

کوئی بوجھ اٹھانے والی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی، کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

= مَرْجِعُكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَرْجِع لوٹنا۔ رجوع کرنا۔ رُجُوْعٌ سے مصدر میمی ہے تمہارا لوٹنا۔

= عَلِيْمٌ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے

= ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ ذَاتُ۔ ذُوْ سے مؤنث ہے والی۔ ذَاتِ الصُّدُوْرِ مضاف مضاف الیہ۔ سینوں کے بھید۔ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ دلوں تک کی باتوں کو جاننے والا۔

۳۹: ۸ = مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَسٌّ مصدر باب نصر۔ چھونا۔ لاحق ہونا اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ جب انسان کو کوئی تکلیف (مرض وغیرہ) پہنچتی ہے۔

== اَلْاِنْسَانَ۔ ھذا وصف للجنس بحال بعض افرادہ جنس کے بعض افراد کی حالت پر جنس کو محمول گردانتا۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ (۱۴:۳۴) انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

اَلْاِنْسَانَ سے یہاں مراد جنس کافر ہے نہ کہ تمام جنسِ انسان۔

== مُنِیْبًا اِلَیْہِ۔ مُنِیْبًا اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ اِنَابَۃٌ مصدر باب انعال۔ نَوْبٌ مادہ۔ خلوص عمل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنا۔ مُنِیْبًا اِلَیْہِ اَلْاِنْسَانَ کا حال ہے۔

دَعَا رَبَّہٗ مُنِیْبًا اِلَیْہِ۔ اپنے رب کو اس کی طرف دل سے رجوع کرتے ہوئے پکارتا ہے۔

== خَوَّلَہٗ ماضی واحد مذکر غائب۔ خَوَّلَ یُخَوِّلُ تَخْوِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی عطا کرنے کے ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (حب) اس نے اس کو عطا کیا۔

نِعْمَۃً مفعول ثانی خَوَّلَ کا مِنْہُ ای مِنَ اللّٰہِ (حب اللہ تعالیٰ) اپنی جناب سے اس کو (الانسان متذکرہ بالا کو) نعمت عطا کرتا ہے۔

خَوَّل کے اصل معنی خَوَل یعنی حشم وخدم عطا کرنے کے ہیں بعض کے نزدیک اس کے معنی ایسی چیز عطا کرنے کے ہیں جس کی نگہداشت کی ضرورت پڑے۔ دونوں صورتوں میں مراد نعمت عظیم ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَتَرَکْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰکُمْ وَرَآءَ ظُھُوْرِکُمْ (۶:۹۴) اور تم اپنے پیچھے چھوڑ آئے جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا۔

== نَسِیَ مَا کَانَ یَدْعُوْٓا اِلَیْہِ مِنْ قَبْلُ۔ مَا موصولہ ہے اور اس کا مابعد جملہ اس کا صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نَسِیَ کا مفعول۔ کَانَ یَدْعُوْا ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع الانسان (مذکورہ بالا) ہے۔ تو پیشتر ازیں جس چیز کے لئے وہ اسے پکار رہا تھا اسے بھول جاتا ہے۔ یعنی اس چیز کے لئے اپنی دعا و پکار کو بھول جاتا ہے۔

== جَعَلَ ماضی بمعنی حال۔ اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع۔ نِدٌّ اس کو کہتے ہیں جو کسی شے کی ذات اور جوہر میں شریک ہو۔ مقابل۔ برابر۔ یہ جَعَلَ کا مفعول ہے۔ وہ اللہ کا

شریک بنانے لگتا ہے۔

== لِیُضِلَّ ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یا یہ لام عاقبت ہے جیسا کہ اور جگہ آیا ہے:۔ فَالْتَقَطَہٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِیَکُوْنَ لَھُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا (۲۸: ۸) چنانچہ فرعون کے لوگوں نے اس (موسیٰ) کو اٹھالیا تاکہ وہ ان کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنے۔

یُضِلَّ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر کہ گمراہ کردے، بہکادے (دوسروں کو)

== عَنْ سَبِیْلِہٖ۔ ای عن سبیل اللہ وھو التوحید یعنی خدا کی راہ (توحید) سے دوسروں کو (بھی) گمراہ کردے۔

== قُلْ ۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

== تَمَتَّعْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ مصدر باب تفعل۔ تو فائدہ اٹھالے۔ تو برت لے۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی تَمَتَّعْ اور تَمَتَّعُوْا کے صیغے آئے ہیں اور دنیا سے فائدہ اٹھانے کو کہا گیا ہے وہ بطور زجر و توبیخ و تہدید کہا گیا ہے۔ یعنی تمہیں ڈھیل دی جارہی ہے برت لو جو برتنا ہے مثال کے طور پر قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَکُمْ اِلَی النَّارِ (۱۴: ۳۰) کہہ دو (چند روز) فائدے اٹھالو آخرکار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۳۹: ۹ == اَمَّنْ ۔ اَمْ مَنْ سے مرکب ہے۔

اَمْ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اَمْ متصلہ ہے ای الکافر خیر ام ھو قانتٌ: کافر بہتر ہے یا وہ جو اطاعت گذار ہے

(۲) اَمْ منقطعہ ہے۔ ای بل ام من ھو قانت کَمَا ھُوَ بِضِدِّہٖ۔ بلکہ کیا وہ جو اطاعت گذار ہے اسی کی طرح ہے جو اس کی ضد ہے۔

یہاں اَمْ بمعنی حرف اضراب ہے کشاف میں ہے مَنْ مبتدا و خبرہٗ محذوف تقدیرہ امن ھُو قانت کغیرہٖ۔

== قَانِتٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر قُنُوْتٌ مصدر قنت مادہ۔ باب نصر۔ اس کے معنی خشوع و خضوع کے ساتھ اطاعت کا التزام کرنے کے ہیں۔ فرمانبردار۔ اطاعت گذار۔ ہمہ تن مصروف عبادت۔ کامل توجہ کے ساتھ خداوند قدوس کی جلالت و عظمت کا استحضار کرتے ہوئے اپنی فروتنی اور عاجزی کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی عبادت

واطاعت میں مشغول رہنے والا۔
— اٰنَآءَ الَّیۡلِ مضاف مضاف الیہ۔ رات کے اوقات۔ اٰنیٰ بروزن عصا کی جمع ہے جس کے معنی گھڑی اور وقت کے ہیں۔ اٰنیٰ کا استعمال دن بھر اور رات بھر کے لئے ہوتا ہے۔
— سَاجِدًا۔ سجدہ ریز۔ اسم فاعل واحد مذکر منصوب سجدہ کرنے والا) قَآئِمًا اسم فاعل واحد مذکر بحالت نصب، نماز میں کھڑا ہونے والا) قَانِتٌ کا حال ہیں۔
— یَحۡذَرُ (مضارع واحد مذکر غائب حَذَرٌ مصدر باب سمع۔ ڈرتا ہے) اَلۡاٰخِرَۃَ (مفعول ہے یَحۡذَرُ کا) آخرت سے ڈرتا ہو۔ یہ بھی قَانِتٌ کا حال ہے۔
— یَرۡجُوۡا رَحۡمَۃَ رَبِّہٖ۔ یَرۡجُوۡا مضارع واحد مذکر غائب رِجَآءٌ مصدر باب نصر امید رکھتا ہے رَحۡمَۃَ مضاف رَبِّہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر رَحۡمَۃَ کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یَرۡجُوۡا کا مفعول۔ اپنے رب کی رحمت کی امید رکھتا ہے۔ یہ بھی قَانِتٌ سے حال ہے۔
— ھَلۡ یَسۡتَوِیۡ۔ ھَلۡ استفہام انکاری کے لئے ہے یَسۡتَوِیۡ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسۡتِوَآءٌ (استفعال) مصدر۔ کیا برابر ہے؟ یعنی برابر نہیں ہے (یہاں صیغہ واحد جمع کے لئے آیا ہے)
— اَلَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے۔

تفسیر ماجدی میں اس کی یوں تشریح کی گئی ہے۔
محاورۂ قرآنی میں علم سے مراد علم حقائق سے ہوتی ہے اور بے علمی سے مراد اس علم سے محرومی ہے۔ قرآن مجید نے علم سے کہیں بھی وہ چیزیں مراد نہیں لی ہیں جنہیں دنیا میں علوم وفنون کہا جاتا ہے۔ اَلَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ کا لفظ قَانِتٌ اور سَاجِدٌ اور قَآئِمٌ کے لئے آیا ہے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے جو صاحب عمل ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو لوگ بے عمل ہوتے ہیں انہیں اَلَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ سے تعبیر کیا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ عمل کی کتنی فضیلت اسلام میں ہے اور جو لوگ صرف علم پر بلا عمل قانع رہتے ہیں انہیں قرآن بے علم یا جاہل ہی قرار دیتا ہے۔ وھو تنبیہ علی ان من لا یعمل فھو غیر عالم۔ اور یہ تنبیہ ہے کہ جو عامل نہیں ہے وہ غیر عالم ہی ہے (کشاف: کبیر)

= یَتَذَکَّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) وہ نصیحت پکڑتا ہے
= اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ صاحبِ عقل۔

۳۹: ۱۰ = یٰعِبَادِ۔ ای یا عِبَادِیْ۔ اے میرے بندو!
= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ عِبَاد کی تعریف ہے جو ایمان لائے ہیں۔ جو مومن ہیں۔
یٰعِبَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اے میرے مومن بندو! یا اے میرے بندو جو ایمان لے آئے ہو۔
= اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ۔ اِتَّقُوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر وقی مادہ سے تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ وَقٰی یَقِیْ (باب ضرب) وِقَایَۃٌ ووِقَاءٌ بمعنی کسی چیز کو مضرّ اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ مثلاً وَوَقٰھُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ۔ (۴۴: ۵۶) اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔
اِتَّقُوْا رَبَّکُمْ اپنے پروردگار سے ڈرو۔
= لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہیں۔ (۱) عبارت یوں ہے!
لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا حَسَنَۃٌ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ فِی الْاٰخِرَۃِ
یعنی فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا متعلق ہے اَحْسَنُوْا سے۔ اور ترجمہ یوں ہوگا۔
ان لوگوں جنہوں نے اس دنیا میں نیک اعمال کئے آخرت میں اچھا بدلہ ہے۔ یعنی جنّت۔
= یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ۔ یُوَفّٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے ہے) تَوْفِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے۔ پورا دیا جائے گا،
اَلْوَافِیْ۔ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب کوئی چیز ناپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو!
یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار اجر ملیگا۔ (یعنی نہ صرف پورا پورا ان کے صبر کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی بے حساب)
اسی مادہ وفی سے باب افعال سے بمعنی عہد و پیمان کو پورا کرنا آیا ہے مثلاً اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۲: ۴۰) اور اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

۳۹:۱۱ == اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ - میں اَنْ مصدریہ ہے یا مفسرہ۔
== مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ - ملاحظہ ہو ۳۹:۲ متذکرہ بالا۔
۳۹:۱۲ == لِاَنْ - لام زائدہ ہے اَنْ مصدریہ ہے۔ مفسرہ بھی ہوسکتا ہے۔
۳۹:۱۳ == اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ جملہ شرطیہ ہے اَخَافُ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ اس کی جزاء یوم عظیم سے مراد روز قیامت ہے۔
۳۹:۱۴ == قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهُ دِيْنِيْ - (معنی کے لئے ملاحظہ ہو ۳۹:۲) ضمیر فاعل اَعْبُدُ سے حال ہے۔ اور اللّٰهَ - اَعْبُدُ کا مفعول۔
مفعول کو مقدم لانے سے تاکید کا مفہوم پیدا ہوتا ہے۔
کہہ دیجئے: میں تو اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اپنے دین کو اس کے لئے (شرک وغیرہ سے) خالص کرتے ہوئے (تم اللہ کو چھوڑ کر جس کی چاہو عبادت کرو نتیجہ کو تم خود ہی دیکھ لوگے)
۳۹:۱۵ == فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ - بطور تہدید وقطع تعلق آیا ہے۔
== خَسِرُوْا - ماضی جمع مذکر غائب خُسْرٌ وَخَسَارٌ وَخُسْرَانٌ مصدر (باب سمع) بمعنی زیان، نقصان، ٹوٹا۔ سرمایہ میں گھاٹا۔ خَسِرَ فعل مقدم ہے لیکن آیت ہذا میں بطور فعل متعدی استعمال کیا گیا ہے کیونکہ اَنْفُسَهُمْ اور اَهْلِيْهِمْ مفعول مذکور ہے۔
خَسِرُوْا جنہوں نے اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو گھاٹے میں ڈالا۔ اپنے اہل کو گھاٹے میں ڈالنے سے مراد یہ ہے کہ اپنی غلط تعلیم وتربیت اور غلط مثال سے اس نے اپنے عزیز واقارب دوستوں۔ ہم قوموں کو توحید سے دور رکھا۔
== يَوْمَ الْقِيَامَةِ - مضاف مضاف الیہ خَسِرُوْا کا مفعول فیہ۔ قیامت کے روز۔
== اَلَا - حرف تنبیہ۔ یاد رکھو۔
== اَلْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ - موصوف وصفت۔ صریح خسارہ۔ یہاں خُسْرَانٌ کی شدت کو بیان کرنے کے لئے اول تو فقرہ کی ابتداء اَلَا کلمۂ تنبیہ سے کی گئی ہے پھر خسران کو معرفہ استعمال کرکے اس کی شدت کی مزید تاکید کی گئی ہے اور پھر اس پر مبین لاکر اس کے ہر جہت خسارہ ہونے کا اظہار کیا۔ پھر قیامت کے روز یہ گھاٹا اور بھی مہیب شکل اختیار کرے گا۔ کیونکہ یہ مستقل اور دائمی صورت میں ہوگا۔ دنیا کے گھاٹے کی طرح نہیں کہ جس کے تبدیل ہونے کا اور ختم ہونے کا امکان ہے۔
۳۹:۱۶ == لَهُمْ ..... تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ - یہ الخسران المبین کی تفصیل ہے

= لَهُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الخسرین کی طرف راجع ہے
= ظُلَلٌ ۔ سائبان ۔ بدلیاں ظُلَّةٌ کی جمع جیسے غُرْفَةٌ کی جمع غُرَفٌ اور قُرْبَةٌ کی جمع قُرَبٌ ہے ۔
ظُلَّةٌ ہر اس شے کو کہتے ہیں جس کا سایہ کسی پر پڑ رہا ہو۔ شامیانہ ، بادل۔ ظِلٌّ سایہ۔ ظِلٌّ ظَلِیْلٌ گھنا سایہ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ یہاں آگ سے بھڑکتے ہوئے شعلے مراد ہیں ۔ جو سایہ دار چیز کی طرح ان کے اوپر بھی چھائے ہوئے ہوں گے اور نیچے بھی ایسے ہی تہ درتہ آگ کے پردے ہوں گے ۔ جو اُن سے نیچے والے دوزخیوں کے لئے سائبان کی طرح ہوں گے !
مطلب یہ کہ جہنمی ہر طرف سے آگ میں گھرے ہوئے ہوں گے ۔
= مِنَ النَّارِ ظُلَلٌ کی تعریف ہے ۔
= ذٰلِكَ ۔ ای ذلك العذاب یعنی اس عذاب سے (اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے)
= یُخَوِّفُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ تَخْوِیْفٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ۔ وہ خوف دلاتا ہے ۔ وہ ڈراتا ہے ۔
= عِبَادَهٗ مضاف مضاف الیہ ۔ مل کر یخوف کا مفعول ۔ اپنے بندوں کو ۔
= یٰعِبَادِ ۔ ای یعبادی ۔ اے میرے بندو!
= اِتَّقُوْنِ ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر ۔ اصل میں اِتَّقُوْنِیْ تھا ۔ نَ وقایہ اور یْ ضمیر واحد متکلم کی ۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر ۔ مجھ سے ڈرو ۔ یعنی میرے عذاب سے ڈرو۔
۳۹:۱۷ = اِجْتَنَبُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر ۔ انہوں نے پرہیز کیا ۔ وہ بچے ۔
= الطَّاغُوْتَ ۔ طَغَوْتٌ و طَغَیْتٌ و طُغْیَانٌ و طَغْوَانٌ کے معنی طغیان اور سرکشی کرنے کے ہیں ۔ طغیان کے معنی ہیں سرکشی میں حد سے تجاوز کرنا ۔ مثلاً اِذْهَبْ اِلٰی فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰی (۲۰:۲۴) تو فرعون کے پاس جا وہ بے حد سرکش ہو چکا ہے ۔
الطَّاغُوْتُ مصدر ہے (الملکوت کی طرح) اور شیطان یا شیاطین کے لئے استعمال ہوتا ہے ۔
بعض نے اس کے معنی یہ لئے ہیں ۔
کاہن ۔ ساحر ۔ اصنام (بت) اور ہر سرکش اور حد سے تجاوز کرنے والا خواہ وہ انسان ہو یا جنّ ۔

= اَنْ یَّعْبُدُوْهَا۔ اَنْ مصدریہ ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔
علامہ بغوی رح نے طاغوت سے مراد بُت لئے ہیں اور ان کے نزدیک ھا ضمیر کا مرجع طاغوت (بمعنی اصنام) ہے۔ اور جو لوگ طاغوت کی پرستش سے بچے رہتے ہیں۔
ھا ضمیر شیاطین کے لئے بھی ہو سکتی ہے۔

= وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ واؤ عطف کے لئے ہے اَنَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنَابَةٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ رجوع ہوئے۔ انابة الی اللہ کے معنی اخلاص عمل اور دل سے اللہ کی طرف رجوع ہونے اور توبہ کرنے کے ہیں۔ مُنِیْبٌ اللہ کی طرف رجوع ہونے والا توبہ کرنے والا۔

= لَهُمُ الْبُشْرٰى۔ ترکیب کلام سے حصر کے معنی پیدا ہو گئے ہیں۔ یعنی بشارت ایسوں ہی کے حق میں ہے سب کے لئے نہیں ہے ای لھم ولا لغیرھم۔ اَلْبُشْرٰى میں اَل حصر کی تاکید مزید کے لئے ہے۔ یہ بشارت دنیا میں پیغمبروں کی زبانی اور مرنے کے وقت ملائکہ کی زبانی ہے۔

= فَبَشِّرْ عِبَادِ۔ ای فَبَشِّرْ عِبَادِیْ۔ فَ ترتیب کے لئے ہے بشارت کا حکم لَهُمُ الْبُشْرٰى پر مرتب ہوا ہے۔ بَشِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو خوشخبری سنادے۔ عِبَادِ میرے بندے۔ یہاں فَبَشِّرْهُمْ بھی آسکتا تھا کیونکہ ضمیر کا مرجع پہلے ہی مذکور ہے لیکن صراحت کے ساتھ ان کی اضافت اپنی طرف ان کی عزت افزائی کے لئے ہے، بشارت کی تکرار بھی اسی پر دلالت کرتی ہے (اس صورت میں وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر ہوگا)

۳۹ : ۱۸ = اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ۔ اگر وقف فَبَشِّرْ عِبَادِ پر کیا جائے تو یہ جملہ مبتدا ہوگا اور اگلا جملہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ .... اس کی خبر۔ اور ترجمہ ہوگا:۔

جو لوگ بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔

اور اگر وقف لَهُمُ الْبُشْرٰى پر ہے تو اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ ..... الخ عِبَادِ (میرے بندے) کی تعریف ہے۔ اور ترجمہ ہوگا:۔

بس آپ مژدہ سنادیں میرے ان بندوں کو جو بات کو سنتے ہیں اور اچھی باتوں کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو خدا نے ہدایت دی اور یہی عقل والے ہیں۔

== یَسْتَمِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِمَاعٌ اِفْتِعَالٌ مصدر سے۔ وہ کان لگا کر سنتے ہیں، وہ دھیان سے سنتے ہیں۔

== اَلْقَوْلَ ۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد القرآن ہے اور اَحْسَنَہٗ سے مراد بہتر۔ زیادہ اچھا۔ (کلمہ افعل التفضیل) مثلاً واجب کی نسبت فرض کا اتباع کرنا۔ مستحب کی نسبت واجب کا اتباع کرنا اسی طرح جہاں دو صورتیں جائز ہوں وہاں اس صورت کو اختیار کرنا جو قربِ الٰہی کا بہتر ذریعہ بن سکے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔

وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى (۲:۲۳۷) اور اگر تم نے انہیں طلاق دیدی ہے اس سے پہلے کہ انہیں ہاتھ لگایا ہو۔ لیکن ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے ہو۔ تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا ہے اس کا آدھا تمہیں دینا ہوگا۔ بجز اس صورت کے کہ (یا تو) وہ عورتیں خود معاف کر دیں یا وہ (اپنا حق) معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، اور اگر تم ہی اپنا حق معاف کر دو تو یہ زیادہ قرینِ تقویٰ ہے۔

یا۔ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (۲:۲۸۰) اور اگر تنگ دست ہے تو اس کے لئے آسودہ حالی تک مہلت ہے۔ اور اگر تم معاف ہی کردو تو تمہارے حق میں (اور) بہتر ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

۲:۔ اَلْقَوْلَ سے مراد قرآن اور اس کے علاوہ دوسری کتب سماوی ہیں اور اَحْسَنَہٗ سے مراد قرآن کے اوامر و نواہی ہیں۔

۳:۔ خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بھی سنتے ہیں اور دوسروں کا کلام بھی یعنی القول سے مراد عام کلام ہے تو اس صورت میں خدا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام اَحْسَنُ ہوگا۔

== فَيَتَّبِعُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ اتباع کرتے ہیں۔ پیروی کرتے ہیں۔

== اَحْسَنَہٗ ۔ اَحْسَنَ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ بہت اچھا۔ ہٗ ضمیر

واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْقَوْلَ ہے ۔

۳۹: ۱۹ == اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْہِ كَلِمَۃُ الْعَذَابِ: اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ
اَفَمَنْ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے الفاء للعطف علی الکلام المقدر (ہ)
مَنْ شرطیۃ ہے حَقَّ عَلَیْہِ۔ مَنْ کی صفت ہے۔ اَفَاَنْتَ میں ہمزہ استطالتِ کلام کے لئے ہے اور جملہ اَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ جواب شرط ہے۔
مَنْ حَقَّ عَلَیْہِ كَلِمَۃُ الْعَذَابِ اور مَنْ فِی النَّارِ کی تکرار تاکید کے لئے ہے ۔
حَقَّ عَلَیْہِ یعنی اللہ کے علم قدیم میں عذاب اس کے لئے مقرر ہو چکا۔
ترجمہ: کیا جس شخص پر عذاب کی بات متحقق ہو چکی ہو آپ اس دوزخی کو چھڑا سکتے ہیں: مطلب یہ کہ جس کے لئے (اس کے اعمال کی بناء پر) دوزخ کا عذاب متحقق ہو چکا ہو آپ اس کو دوزخ سے بچا سکتے ہیں؟ یعنی ہرگز نہیں بچا سکتے۔
== تُنْقِذُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر انقاذٌ (افعالٌ) مصدر۔ تو چھڑاتا ہے یا چھڑائے گا تو نجات دلاتا ہے یا دلائے گا!

۳۹: ۲۰ == غُرَفٌ جمع غُرْفَۃٌ واحد۔ بالاخانہ۔ مکان کی بالائی منزل۔ اونچا مکان مراد جنت میں خاص منزل۔
== فَوْقِھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرَفٌ ہے۔
== مَبْنِیَّۃٌ اسم مفعول واحد مؤنث۔ مَبْنِیٌّ مذکر۔ تعمیر کردہ عمارت۔
بَنٰی یَبْنِیْ بِنَاءٌ بَنْیٌ بِنْیَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِنَاءٌ تعمیر شدہ عمارت کو بھی کہتے ہیں۔
== مِنْ تَحْتِھَا۔ میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع غُرَفٌ ہے ۔
یعنی نچلے بالاخانوں کے نیچے بھی اور اوپر والے بالاخانوں کے نیچے بھی ۔
== وَعْدَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ اللہ کا وعدہ ۔ وَعْدٌ اسم بھی ہے اور وَعَدَ یَعِدُ (ضرب) کا مصدر بھی ۔ یہاں بطور مصدر برائے تاکید آیا ہے ۔ کیونکہ لَھُمْ غُرَفٌ بمعنی وَعَدَھُمُ اللّٰہُ ذٰلِكَ ۔ اللہ نے ان سے ان (بالاخانوں) کا وعدہ کر رکھا ہے
== اَلْمِیْعَادَ۔ اسم مصدر منصوب (بوجہ مفعول) وعدہ

۳۹: ۲۱ == اَلَمْ تَرَ۔ اس میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے کیا تو نے نہیں دیکھا۔ یعنی تو نے ضرور دیکھا ہے ۔

= فَسَلَکَہٗ ۔ سَلَکَ ماضی واحد مذکر غائب ۔ باب نصر۔ اس نے داخل کیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ۔ اس نے اس کو داخل کیا۔ یہاں ماضی بمعنی حال ہے یعنی وہ اس کو (یعنی اس پانی کو) داخل کرتا ہے۔

= یَنَابِیْعَ ۔ اسم جمع ۔ یَنْبُوْعٌ واحد۔ چشمے۔ زمین کے سوت جن میں سے پانی پھوٹ کر نکلتا ہے۔ نَبْعٌ ونَبُوْعٌ مصدر (باب نصر، فتح، ضرب) کنویں یا چشمے سے پانی پھوٹ کر نکلنا۔

سَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ۔ ای اَدْخَلَہٗ یَنَابِیْعَ۔ وہ اُسے زمین کے سوتوں میں داخل کرتا ہے

= یُخْرِجُ ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال)، مصدر وہ نکالتا ہے وہ پیدا کرتا ہے ۔ وہ اُگاتا ہے ۔

= زَرْعًا۔ زَرْعٌ کھیتی ۔ زُرُوْعٌ کھیتیاں ۔ منصوب بوجہ مفعول۔

ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ۔ پھر اس پانی کے ذریعہ سے مختلف رنگوں کی کھیتیاں اگاتا ہے اَلْوَان بمعنی اقسام بھی ہے۔

= یَھِیْجُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ ھَیْجٌ مصدر (باب ضرب) وہ خشک ہوجاتی ہے وہ سوکھ جاتی ہے ۔ ھَائِجَۃٌ وہ زمین جس کی گھاس سوکھ گئی ہو۔ ھَاجَ البَقْلُ کھیتی کا پک کر زرد پڑ جانا۔ ھوج مادہ ۔

= تَرٰىہُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ جس کا مرجع زَرْعًا ہے پھر تو اس کھیتی کو (زرد) دیکھتا ہے ۔

= مُصْفَرًّا ۔ اسم مفعول واحد مذکر اصفرار افعلال مصدر سے ۔ صفر مادہ ۔

= حُطَامًا۔ ریزہ ریزہ ۔ چورا۔ چُورا۔ بھوسہ ۔ اَلْحَطْمُ کے اصل معنی کسی چیز کو توڑنے کے ہیں۔ الھشیم وغیرہ الفاظ اسی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ پھر کسی چیز کو ریزہ ریزہ کردینے اور روندنے پر بھی حَطْمٌ بولا جاتا ہے حُطَامٌ جو خشک ہوکر ریزہ ریزہ ہوجائے

قرآن مجید میں ہے : لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُہٗ (۲۷: ۱۸) ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو کچل ڈالے ۔

= فِیْ ذٰلِکَ ۔ یعنی مندرجہ بالا تفصیل میں۔ کہ اس کا اوپر سے پانی برسانا۔ پھر اس کے ذریعہ سے مختلف النوع کھیتیاں اگانا۔ پھر ان کو پکانا۔ کہ وہ زرد رنگ پکڑ جائیں پھر ان کو خشک کرکے ریزہ ریزہ کر دینا۔

= ذِکْرٰی نصیحت۔ پند۔ موعظت۔
یہاں بمعنی تذکیر (یاد دہانی) بھی ہوسکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حیات دنیا کھیتی کی طرح ہے جس کا مآل نوبہ نو تغیرات کے بعد فنا ہے (اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے)
= اُولِی الْاَلْبَابِ: صاحب عقل۔ دانشمند۔

۳۹:۲۲ = اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ۔ اَفَمَنْ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ شَرَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب شَرْحٌ باب فتح مصدر سے بمعنی کھولنا۔ کھلا کرنا۔ کشادہ کرنا۔ تشریح کرنا۔ وضاحت کرنا۔ شرح صدر بمعنی سینہ کا نور الٰہی سے کشادہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ سے تسکین و تقویت کا پانا۔

صَدْرَہٗ مضاف مضاف الیہ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔
فَھُوَ۔ میں الفاء للسببیۃ اور نور بمعنی ہدایت ہے۔ نُوْرٌ کے بعد عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰہُ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ (کَمَنْ طُبِعَ عَلٰی قَلْبِہٖ فَقَسَا قَلْبُہٗ)
کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے (اسلام کو قبول کرنے کے لئے) کھول دیا ہو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ اپنے پروردگار کی عطا کردہ ہدایت پر آگیا ہو (بھلا ایسا شخص) اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کے دل پر (اللہ کی طرف سے) چھاپ لگا دی گئی ہو۔ اور اس کا دل سخت ہوگیا ہو۔ اور قبول حق کی اس میں صلاحیت ہی نہ رہی ہو)

= فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔ الفاء سببیۃ۔ اور من ذِکْرِ اللّٰہِ میں مِنْ اجلیۃ ہے ای من اجل ذکر اللّٰہ یعنی جب اللہ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا ہے یا اللہ کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کی قساوت (سخت دلی) اور بڑھ جاتی ہے۔ گویا اللہ کا ذکر ان کی قساوتِ قلبی بڑھ جانے کا سبب بن جاتا ہے۔

لِلْقٰسِیَۃِ۔ لام حرف جار ہے قٰسِیَۃٍ اسم فاعل واحد مؤنث مجرور ہے۔
قَسْوَۃٌ قَسَاوَۃٌ قَسْوٌ مصدر باب نصر سے۔ اس کی جمع قٰسِیَاتٌ ہے قَسْوٌ مادہ اَلْقَسْوَۃُ کے معنی سنگ دل ہونے کے ہیں۔ یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُکُمْ مِّنْ بَعْدِ

ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲:۷۴) پھر اس کے بعد تمہارے دل سخت ہوگئے گویا وہ پتھر ہیں یا اُن سے بھی زیادہ سخت۔

ترجمہ ہوگا:۔ پس بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جن کے دل اللہ کے ذکر سے اور سخت ہوگئے۔

۳۹:۲۳ = اَللّٰهُ نَزَّلَ: نَزَّلَ سے پہلے اَللّٰهُ کہنے کے تین فائدے ہیں:۔

۱:۔ عظمتِ شان کا اظہار ہوگیا۔

۲:۔ اللہ کی طرف قرآن نازل ہونے کی نسبت پختہ ہوگئی۔

۳:۔ قرآن کے اَحسن ہونے کی شہادت دیدی گئی (کہ اللہ ہی نے اس کلام کو اتارا اور اس کے احسن الحدیث ہونے کی شہادت دی ہے)

= اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہت ہی اچھی بات یا کلام سب سے اچھا کلام یا بات یعنی القرآن۔

= كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ۔ كِتٰبًا بدل ہے اَحْسَنَ الْحَدِيْث کا۔ مُتَشَابِهًا صفت ہے كِتٰبًا کی۔ مَثَانِيَ یہ صفت ثانی ہے كِتٰبًا کی۔

مُتَشَابِهًا کا مطلب ہے کہ تمام آیات صحتِ معنیٰ، حُسنِ عبارت اور افادۂ عام میں ایک جیسی ہیں اور کوئی آیت دوسری آیت کی تکذیب نہیں کرتی۔

مَثَانِيَ جمع ہے مَثْنٰى یا مَثْنَاة واحد۔ ثَنْيٌ یا ثَنَاءٌ مصدر۔ باب ضرب ثنی مادہ۔ اس کے معنی ہیں دوہرا کرنا۔ تکرار کرنا۔ اعادہ کرنا۔ چھانٹ لینا۔ اور ثناء کا معنی بار بار کسی کے اوصاف حمیدہ بیان کرنا۔

قرآن حکیم کو مَثَانِيَ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ قرآنی مندرجات میں تکرار ہے۔ آیات کی تکرار۔ کلام کی تکرار۔ نصیحت و موعظت اور طرز نصیحت کی تکرار۔ قصص کی تکرار، امر و نہی اور وعدہ وعید کی تکرار۔ تلاوت کی تکرار۔ وغیرہ کی وجہ سے قرآن کو مثانی کہا گیا ہے۔

= تَقْشَعِرُّ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِقْشِعْرَارٌ (اِفْعِلَّالٌ) مصدر سے جس کے معنی کانپنے۔ لرزنے، اور رُواں کھڑا ہو جانے کے ہیں۔

اس کی ترکیب حروف قَشْعٌ اور حرف راء سے مل کر ہوئی ہے۔ قَشْعٌ عربی میں خشک چمڑے کو کہتے ہیں ر کا اضافہ اس لئے کیا گیا ہے تاکہ فعل رباعی ہو جائے جس طرح اِقْمَطَرَّ کو قَمْطٌ سے بنایا گیا ہے جس کے معنی مضبوطی سے باندھنے کے ہیں۔ خشک چمڑا

چونکہ سکڑا ہوا اور سمٹا ہوا ہوتا ہے اس لئے اقشعر کے معنی سکڑنے اور سمٹنے کے ہوئے لرزہ اور کپکپی میں بھی بدن کی کھال سکڑتی اور سمٹتی ہے اور بدن کے بال اور رواں رواں کھڑا ہو جاتا ہے اس لئے اقشعرار کا استعمال ان معانی میں بھی ہونے لگا۔

= مِنْهُ۔ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے منه بمعنی عند سماعه۔ اسے سن کر۔

= جُلُودُ۔ کھالیں۔ چمڑے جلد کی جمع مراد بدن۔

= تَلِيْنُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب لِيْنٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی نرم ہونے کے ہیں یہ خُشُوْنَةٌ کی ضد ہے۔

= اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ میں اِلٰى بمعنی لِ آیا ہے ای لذکر الله یعنی اللہ کے ذکر کی وجہ سے مطلب یہ ہے کہ جب قرآن میں آیات وعید کا ذکر آتا ہے تو مومنوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب آیات وعدہ کا ذکر آتا ہے تو کھالوں کا انقباض جاتا رہتا ہے کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دلوں میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔

= ذٰلِكَ کا اشارہ کتاب ہے جس کا ذکر اوپر مذکور ہوا یعنی القرآن۔

= مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ۔ میں مَنْ شرطیہ ہے۔ يُضْلِلْ مضارع مجزوم کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ مجزوم بوجہ شرط ہے۔ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر سے، جس کے معنی گمراہ کرنا۔ یا گمراہ چھوڑ دینا ہے۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے (تو اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

هَادٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ هِدَايَةٌ مصدر باب ضرب ہدایت دینے والا۔ اصل میں هَادِیٌ تھا۔ ضمہ یا پر دشوار تھا اس لئے حذف کر دیا گیا۔ پھر ی اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ هَادٍ رہ گیا۔

۳۹: ۲۴ = اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔

اَفَمَنْ ہمزہ استفہام انکاری ہے يَتَّقِيْ مضارع واحد مذکر غائب اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے بمعنی بچنا۔ ڈرنا۔ خوف کرنا۔ اِتَّقٰى بِالشَّیْءِ جعله وقاية له من شیءٍ اٰخر اس چیز کو کسی دوسری چیز سے بچنے کے لئے ذریعہ بنانا۔ یا بولتے ہیں اِتَّقَيْنَا بِهٖ ہم نے دشمن سے بچنے کے لئے اس سے آڑ پکڑی۔ يَتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ وہ (سخت عذاب سے) بچنے کے لئے اپنے چہرہ کی آڑ پکڑتا ہے۔ یا بچنے کے لئے اپنے چہرہ کو ڈھال بناتا ہے یا سخت عذاب کی مار اپنے منہ پر لیتا ہے؛

کسی ضرب کو آدمی اپنے منہ پر اسوقت لیتا ہے جب کہ وہ بالکل عاجز اور بے بس ہو جائے اور کوئی دیگر چارہ کار نہ ہو۔ یہاں اس دوزخی کی بے بسی اس وجہ سے ہوگی کہ کافر جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو اس کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے ہوں گے، لہٰذا عذاب کی مار کو ہاتھوں پر لینے کی بجائے لامحالہ اسے منہ پر ہی لینا پڑے گی۔

جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے سورۃ المؤمن (۴۰) میں ہے۔

الذین کذبوا بالکتب و بما ارسلنا بہ رسلنا فسوف یعلمون (۷۰) اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ (۷۱) فِی الْحَمِیْمِ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ (۷۲) جن لوگوں نے کتاب (خدا) کو اور جو کچھ ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا اس کو جھٹلایا وہ عنقریب معلوم کرلیں گے جب کہ ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ہونگی (اور) گھسیٹے جائیں گے۔ آیات (۴۴: ۵۰) و (۴۸:۵۴) میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔

یہ دوزخیوں کی لاچارگی کی انتہا ہوگی۔

= سُوْٓءَ الْعَذَابِ میں سُوْٓءَ کی اَلْعَذَاب کی طرف اضافت صفت کی موصوف کی طرف ہے۔ بہت بُرا عذاب۔ بہت سخت عذاب۔ سُوْٓءَ الْعَذَابِ فعل یَتَّقِیْ کا مفعول ہے۔

= یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فعل یَتَّقِیْ کا مفعول فیہ ہے:

اَفَمَنْ ...... یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کے بعد جملہ محذوف ہے ای کمن اٰمن من العذاب

پوری عبارت یوں ہوگی!

اَفَمَنْ یَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ کَمَنْ اٰمِنَ مِنَ الْعَذَابِ۔ کیا وہ شخص جو قیامت کے روز شدید عذاب کی مار اپنے منہ پر لے گا اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو عذاب سے بچا رہا۔

فَائِدَۃ: اس طرح کا پورے پورے جملوں اور عبارتوں کا محذوف و مقدر رہنا عربی اسلوبِ انشاء میں منافی بلاغت نہیں بلکہ اپنے موقعہ پر داخل حسن و کمال انشاء ہے۔ (ماجدی)

= ذُوْقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر ذَوْقٌ باب نصر۔ مصدر سے۔ تم چکھو۔ ذَائِقٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ چکھنے والا۔ اس کی مؤنث ذَائِقَةٌ ہے!

= مَا کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ہ مَا موصولہ ہے کُنْتُمْ تَکْسِبُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ

جمع مذکر حاضر ہے۔ کَسَبَ باب ضرب مصدر سے، جو کچھ تم کمایا کرتے تھے۔

۳۹ : ۲۵ == مِنْ قَبْلِهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظلمین ہے۔

تفسیر الخازن میں ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے۔

== فَاَتٰهُمْ میں ضمیر هُمْ الذین کے لئے ہے :

۳۹ : ۲۶ == اَذَاقَهُمْ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِذَاقَةٌ باب افعال سے مصدر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ (اللہ نے) ان کو چکھایا۔

== اَلْخِزْیَ۔ ذلت واہانت۔ یہ اَذَاقَ کا مفعول ثانی ہے۔ ذلت اور رسوائی صورتیں بگڑ جانا۔ زمین میں دھنسایا جانا۔ مارا جانا۔ طوفان میں مبتلا ہونا۔ اوپر سے پتھروں کی بارش ہونا۔ غرق کیا جانا وغیرہ شامل ہے۔

== لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :۔

۱:۔ اگر ضمیر فاعل اُن مکذبین کی طرف راجع ہو جن کو دنیا میں ذلت و رسوائی کی سزا دی گئی تھی تو اس کا مطلب ہوگا:۔

کاش وہ تکذیب انبیاء کے نتیجے کو سمجھ لیتے تو تکذیب نہ کرتے۔

۲:۔ اگر ضمیر فاعل کا مرجع منکرین مکہ ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ :۔

اہل مکہ اگر اہل بصیرت اور ارباب نظر ہوتے تو پہلے لوگوں کے حالات سے عبرت حاصل کرتے۔

۳۹ : ۲۷ == لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۔ (تاکہ وہ نصیحت پکڑیں) ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ کی علت ہے۔ یعنی یہ مثالیں اس لئے بیان کی ہیں تاکہ یہ نصیحت پکڑیں۔

يَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر سے۔ بمعنی نصیحت پکڑنا۔

۳۹ : ۲۸ == قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ قُرْاٰنًا حال مؤکدہ ہے هٰذَا سے۔ اسے حال مُوَطِّئَہ بھی کہتے ہیں، کیونکہ فی الاصل حال عَرَبِيًّا ہے اور قُرْاٰنًا اس کا توطئہ ہے جیسے ہم کہتے ہیں جَاءَنِیْ زَيْدٌ رَجُلًا صَالِحًا وَاِنْسَانًا عَاقِلًا۔ کہ حال اصل صَالِحًا وعَاقِلًا ہے رَجُلًا و اِنْسَانًا تاکید کے لئے لائے گئے ہیں۔

== غَيْرَ ذِیْ عِوَجٍ۔ جو کجی والا نہ ہو۔ جس میں کسی قسم کی کجی نہ ہو۔ یہاں مستقیم کا

استعمال نہیں کیا۔ کیونکہ مستقیم سے غیر ذی عوج زیادہ بلیغ ہے یہ ہر قسم کی کجی کی نفی کرتا ہے اور معانی میں اختلال نہ ہونے کے لئے یہ لفظ زیادہ مخصوص ہے۔

غَیْرَ حرف استثنار ذِیْ عِوَجٍ مضاف مضاف الیہ۔ ٹیڑھا۔ کجی والا۔

قاعدہ:۔ لفظ غیر کے بعد مستثنیٰ اگر واقع ہو تو مجرور ہوتا ہے۔

= لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ہ علتِ ثانی ہے ضَرَبْنَا .... مَثَلٍ کی۔ تاکہ وہ کفر ومعاصی سے اجتناب کریں۔

۳۹ : ۲۹ = ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ۔

مَثَلًا مفعول ضَرَبَ۔ رَجُلًا بدل ہے مثلاً کا۔ شُرَكَآءُ مبتدا۔ فِيْهِ خبر مقدم۔ مُتَشٰكِسُوْنَ مبتدا کی صفت اور پورا جملہ فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ صفت ہے رَجُلًا کی۔

فِيْهِ میں ہٖ ضمیر کا مرجع رَجُلًا ہے۔

مُتَشَاكِسُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تَشَاكُسٌ تَفَاعُلٌ مصدر سے باہم جھگڑنے والے۔ باہم مخالفت کرنے والے۔ شَكُسَ يَشْكُسُ شَكَاسَةً (باب کرم) اور شَكِسَ يَشْكَسُ شَكَسٌ (باب سمع) بدمزاج ہونا۔

لہٰذا مُتَشَاكِسُوْنَ بدمزاج۔ مختلف المزاج۔ باہم مخالفت کرنے والے۔

رَجُلًا۔ مابعد کی عبارت بتاتی ہے کہ یہ ایک غلام شخص کی مثال ہے جس کے کئی مالک ہیں: ترجمہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک غلام ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جو باہم ضد رکھنے والے یا جھگڑنے والے۔ بدخو ہیں۔

= وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ۔ ای وضرب اللّٰہ مثلاً رجلاً سلمًا لرجلٍ (اور اللہ تعالیٰ مثال بیان فرماتا ہے) ایک غلام کی جو پورے کا پورا ایک مالک کا ہے۔ سَلَمًا پورا سالم، سَلِمَ يَسْلَمُ (سمع) کا مصدر ہے۔ جس کے معنی خالص اور پورے طور پر کسی دوسرے کے لئے ہوجانے کے ہیں۔

= هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا۔ هَلْ استفہام انکاری کے لئے ہے يَسْتَوِيٰنِ مضارع تثنیہ مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (افتعال) سے۔ کیا وہ دونوں برابر ہیں۔ مَثَلًا بطور مثال کے کیا دونوں کی حالت یکساں ہے؟ یعنی یکساں نہیں ہے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں :۔
یہ استفہام تقریری بھی ہے۔ مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ دونوں غلاموں کی ایک جیسی حالت نہ ہونے کا اقرار کرے۔ یہ حاصل مثل ہے۔ مثال بیان کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔

= اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ (مان تو لیا) جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اس مثال کا مقصد مخاطب کو آمادہ بہ اقرار کرنا ہے کہ ایک مشرک اور ایک موحد برابر نہیں ہو سکتے۔ جب مخاطب نے اقرار کر لیا تو کہا شکر ہے اتنا تو مان لیا۔

= بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلْ کا لفظ ابتدائیہ ہے جو جاہلوں کی حالت بیان کر رہا ہے۔ یعنی مگر بات یہ ہے کہ اکثر لوگ (اپنی جہالت کی وجہ سے) سمجھتے ہی نہیں (کہ خدا کا کوئی ساجھی ہی نہیں ہے اور یہ کہ وہی اصل منعم اور مالکِ کل ہے)۔

۳۹ : ۳۰ = اِنَّكَ مَيِّتٌ۔ بے شک آپ کو بھی مرنا ہے۔ مَيِّتٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو دوام و ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ ہر شخص کی موت یقینی ہے اسی لئے یہاں بجائے فعل مضارع کے (تَمُوْتُ وَتَمُوْتُوْنَ کے) مَيِّتٌ وَمَيِّتُوْنَ استعمال کیا گیا ہے۔ فراءؔ اور کسائی کی تحقیق ہے کہ مَيِّتٌ اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو آئندہ مرنے والا ہو ابھی مرا نہ ہو۔ اور مَيْتٌ اس کو بھی کہتے ہیں کہ جس کی جان نکل چکی ہو اس لئے مَيِّت اور مَيِّتُوْنَ بہ تشدید یٰ فرمایا۔

محلی نے لکھا ہے کہ کفار مکہ چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد وفات پا جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ بھی یقیناً مریں گے اور وہ یعنی کفار مکہ یا سب لوگ بھی مریں گے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ان کو خوشی نہ ہونی چاہیئے۔ (تفسیر مظہری)

۳۹ : ۳۱ = اِنَّكُمْ۔ یعنی آپ اور کفار مکہ۔ یا سب لوگ۔

= يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بوجہ ظرف منصوب ہے۔ تَخْتَصِمُوْنَ کا مفعول فیہ ہے

= تَخْتَصِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِخْتِصَامٌ (افتعال) مصدر سے۔ تم جھگڑا کرو گے۔ یعنی اپنا اپنا مقدمہ (اپنے رب کے سامنے) پیش کرو گے۔

یہ جھگڑنے والے اور استغاثہ پیش کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ مومن و کافر بھی۔ اور ظالم و مظلوم بھی۔ یعنی تخاصم الكافر والمؤمن والظالم والمظلوم (قرطبی)

فَمَنْ اَظْلَمُ (۲۴)

الزُّمُرُ، المؤمن، حٰمٓ السجدة

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ

۳۹:۳۲ == فَمَنْ اَظْلَمُ : میں فاء سببیہ ہے۔ کافروں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑا کرنا۔ ان کا بے انصاف ہونے کا سبب ہے (مظہری)

یہ استفہام انکاری ہے اور استفہام انکاری ثبوت قطعی کے معنی پیدا کرتا ہے۔

اَظْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے:۔

ترجمہ:۔

اس شخص سے بڑھ کر بے انصاف کون ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔ وہ شخص زیادہ بے انصاف ہے!

== مِمَّنْ۔ مِنْ اور مَنْ سے مرکب ہے۔ مِنْ حرف جار ہے اور مَنْ موصولہ؛ اور کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ۔ اسم موصول کی تعریف (جس نے اللہ پر جھوٹ لگایا)۔ اللہ پر جھوٹ لگانے سے مراد اولاد اور شریک کا اس کی طرف نسبت کرنا ہے!

== وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ؛ واوٴ عاطفہ ہے جملہ مابعد کا عطف جملہ ماقبل پر ہے ای وَمَنْ کَذَّبَ بِالصِّدْقِ: جس نے سچ کو جھٹلایا:۔

کَذَّبَ بِ۔ جھٹلانا۔ جیسے کَذَّبَ بِالْاَمْرِ اس نے اس بات سے انکار کیا۔ اسے جھٹلایا۔

الصِّدْق۔ سچ۔ یعنی قرآن۔

== اِذْ جَآءَہٗ۔ اِذْ۔ جب۔ جبکہ۔ جس وقت، ظرف زمان ہے، بمعنی جب یا جس وقت۔ بعض نے اسے اِذْ مفاجاتیہ کہا ہے۔ یعنی جبھی سچ آیا اس نے فوراً بغیر سوچے سمجھے اس کی تکذیب کی۔ یہ بھی نہ دیکھا کہ اس سچائی کے دلائل اور اس کے صادق ہونے کے شواہد بکثرت موجود ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ کی طرف راجع ہے۔

== اَلَیْسَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کا ہے۔ لَیْسَ فعل ناقص بمعنی نہیں ہے منفی کی

منفی مثبت ہوگی۔ کیا نہیں ہے؟ یعنی ایسا ضرور ہے۔

مقصود اس سے مخاطب کو آمادہ کرنا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ واقعی جہنم ہی کافروں کا ٹھکانا ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو۔ ۳۹ : ۲۸ ۔ مظہری)

= مَثْوٰی ۔ ظرف مکان واحد۔ مَثَاوِیْ جمع ۔ ٹھکانہ۔ طویل عرصہ کے لئے ٹھہرنے کا مقام فرودگاہ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ (ضرب) قیام کرنا۔ ٹھہرنا۔

۳۹ : ۳۳ = اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول، مبتدا جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ متعلق مبتدا۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۔ خبر۔

اَلصِّدْق ۔ سچ ۔ سچی بات ۔ صدق بمعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ صَدَقَ یَصْدُقُ باب نصر کا مصدر ہے۔ صَدَّقَ باب تفعیل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اَلصِّدْق کی طرف راجع ہے اس نے اس کی تصدیق کی ؛

اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ ۔ کے متعلق مختلف اقوال ہیں !

۱: اَلَّذِیْ جَآءَ ... سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور صَدَّقَ بِهٖ میں ضمیر فاعل کا مرجع بھی وہی ہیں۔ یعنی وہ سچ لائے اور اس کی تصدیق بھی کی۔

۲: اَلَّذِیْ جَآءَ سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

۳: اَلَّذِیْ جَآءَ سے مراد حضرت جبرائیل ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۴: اَلَّذِیْ جَآءَ .... سے مراد رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور صَدَّقَ بِهٖ سے مراد خود ان کی ذات اقدس اور آپ کے متبعین ہیں۔

۵: اَلَّذِیْ جَآءَ میں اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ ہے اور یہاں مراد صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء اور مؤمنین ہیں ۔ اس سے اگلا جملہ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ایسی مثال اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ (۲۳ : ۴۹) ہم نے (حضرت) موسیٰ کو کتاب دی تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔

اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ متعدد جگہ قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے مثلاً

۱: مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا ۔ ای اَلَّذِیْنَ اسْتَوْقَدُوْا نَارًا

اس کی دلیل اس کے بعد ارشاد الٰہی ہے۔ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ۝ (۲: ۱۷)

۲: كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ۔ ای کَالَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ۔۔۔ بدلیل کلام مابعد لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَیْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا (۲: ۲۶۴)

اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔

اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور خود بھی اس کو سچ جانا یہی لوگ اہل تقویٰ ہیں (خدا سے ڈرنے والے پرہیزگار ہیں)

== مَا یَشَآءُوْنَ۔ میں ما موصولہ ہے یَشَآءُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب شَآءَ یَشَآءُ مَشِیَّةٌ باب فتح مصدر، جو وہ چاہیں گے۔

== ذٰلِكَ۔ ای حصول کل مایشاؤنه۔ خواہش کے مطابق ہر شے کا مل جانا

== جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِحْسَانٌ مصدر سے۔ مضاف، مضاف الیہ۔ نیکوکاروں کا صلہ۔ یعنی ان کی نیکی کرنے کا صلہ۔

== لِیُكَفِّرَ اللّٰهُ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یُكَفِّرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام تعلیل) واحد مذکر غائب۔ كَفَّرَ یُكَفِّرُ تَكْفِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تاکہ وہ دور کر دے۔ اَلْكُفْرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں۔ اور رات کو کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے۔

لسان العرب میں ہے اصل الکفر تغطیة الشئ تغطیة تستهلکه یعنی کفر کا اصل معنی یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح ڈھانپ دینا کہ اس چیز کا نام ونشان بھی دکھائی نہ دے۔

اسی سے کفر بمعنی انکارِ وحدانیت یا شریعت حقہ یا نبوت یا انکار نعمت ہے

== اَسْوَاَ۔ سب سے برا۔ سَوْءٌ سے جس کے معنی برا ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے یہاں کسی دوسرے گناہ کے مقابلہ میں زیادہ برا ظاہر کرنا مراد نہیں ہے، بلکہ فی نفسہٖ عمل کا برا ہونا مراد ہے تفضیل اضافی مراد نہیں بلکہ تفضیل ذاتی مراد ہے۔

= اَجْرَهُمْ ای اجر اعمالهم ان کے اعمال کی جزا، اجر یا ثواب۔

== اَحْسَنَ۔ بہت اچھا۔ سب سے اچھا۔ افعل التفضیل کا صیغہ۔ یہاں بھی اَسْوَاَ کی طرح اضافی فضیلت مراد نہیں۔ بلکہ فضیلتِ ذاتی مراد ہے۔ یعنی اللہ ان کے اچھے

اعمال کا (خواہ وہ سب سے اچھے نہ ہوں) بدلہ اتنا عطا فرمائے گا جو سب سے بہتر عمل کا مقرر ہے۔

۳۹ : ۳۶ == اَلَيْسَ اللّٰهُ ۔ استفہام انکاری ہے۔ اور انکار نفی پر زور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ یعنی اللہ اپنے بندے کے لئے (اس کی حفاظت اور نصرت کے لئے) ضرور کافی ہے۔

== كَافٍ ۔ كِفَايَةٌ سے اسم فاعل واحد مذکر کافی ۔ کفایت کرنے والا ۔ کفی مادہ۔

== عَبْدَهٗ میں ہٗ ضمیر کا مرجع اللّٰهُ ہے، اس کا بندہ ۔ یہاں عبد سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ جیسا کہ آگے يُخَوِّفُوْنَكَ سے ظاہر ہے۔

اہل قریش و دیگر بت پرست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتوں کی ناراضگی سے ڈراتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ تم ان کو برا کہنے سے اپنی زبان کو روک لو ورنہ تمہیں بدحواس اور پاگل بنا دیں گے:

== وَ يُخَوِّفُوْنَكَ يُخَوِّفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ تَخْوِيْفٌ (تفعیل) مصدر سے خوف مادہ ۔ وہ ڈراتے ہیں آپ کو کَ ضمیر واحد مذکر مفعول۔

== مِنْ دُوْنِهٖ ۔ اس کے سوا۔ ای من الاوثان التی اتخذوھا اٰلِهَةً وہ آپ کو ڈراتے ہیں ان جھوٹے معبودوں (بتوں) سے جو اللہ کے سوا انہوں نے بنا رکھے ہیں۔

== يُضْلِلِ ۔ مضارع مجزوم بوجہ شرط ۔ واحد مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر (جسے) وہ گمراہ کر دے (جس کو) وہ گمراہ چھوڑ دے۔

یہاں گمراہی سے مراد یہ ہے:۔

(۱) بے مدد چھوڑ دے ۔ (۲) بندہ اس امر سے غافل ہو جائے کہ اللہ ہی اپنے بندے کی حفاظت کے لئے کافی ہے ۔ (۳) بندہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں سے ڈرنے لگے جو کہ نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ فائدہ۔

== هَادٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر ۔ ہدایت دینے والا ۔ سیدھا راستہ بتانے والا ۔ راہ راست پر لانے والا ۔ هِدَايَةٌ باب ضرب سے مصدر ۔

هَادٍ اصل میں هَادِیٌ تھا ۔ ضمہ یٰ پر دشوار تھا اس کو ساکن کیا اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوئے تو اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی اور تنوین اب دال پر آ گئی هَادٍ ہو گیا۔

== فَمَالَهٗ فاء جواب شرط کے لئے ہے لام استحقاق کا ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے ۔ (جسے اللہ نے گمراہ کر دیا ہو)

۳۹ : ۳۷ ـــ مِنْ مُّضِلٍّ ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گمراہ کرنے والا۔

صاحب تفسیر الماجدیؒ اس آیہ کی تشریح میں لکھتے ہیں :۔

ہدایت اور ضلالت اپنے اسباب قریب وظاہری کے لحاظ سے بندہ کے افعال اختیاری میں ہیں اور اسی لئے ان پر ثواب وعذاب مرتب ہوتے ہیں ۔ لیکن اپنے اسباب بعید اور حقیقی کے لحاظ سے تمام تر مشیت تکوینی الٰہی کے ماتحت ہوتے ہیں ۔ اور اسی لئے ان کا انتساب مسبب الاسباب اور علت العلل کی حیثیت سے حق تعالیٰ کی جانب بھی درست ہے ۔

ـــ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِعَزِیْزٍ ذِی انْتِقَامٍ ۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ ملاحظہ ہو ۳۹ : ۳۶ ۔ متذکرہ بالا۔

عَزِیْزٍ ۔ عِزَّۃٌ سے فعیلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے بحالت جر بمعنی فاعل ۔ غالب، زبردست

ذِی ۔ صاحب ۔ والا ۔ ذِی انْتِقَامٍ ۔ صاحب انتقام ۔ انتقام لینے والا ۔ انتقام لینے پر قادر

مطلب یہ ہے کہ :۔ اللہ تعالیٰ یقیناً غالب ہے (اور اپنے فرمانبرداروں کو نفع بخشتا ہے) اور انتقام لینے پر قادر ہے (اپنے دشمنوں سے انتقام لیتا ہے اور ان کو سزا دیتا ہے)

۳۹ : ۳۸ ـــ سَاَلْتَهُمْ ، میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے ۔

ـــ لَیَقُوْلُنَّ ۔ لام تاکید کے لئے ہے یَقُوْلُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے ۔

ـــ اَللّٰهُ فعل محذوف کا فاعل ہے ای خَلَقَهُنَّ اللّٰهُ اللہ تعالیٰ نے ان (ارض وسماوات) کو پیدا کیا ہے ۔

ـــ قُلْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

ـــ اَفَرَاَیْتُمْ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے ۔ جب یہ رَاَیْتُمْ پر داخل ہوتا ہے تو اَخْبِرُوْنِیْ (مجھے خبر دو) کے معنی دیتا ہے ۔ الفاء شرط مقدر کے جواب میں ہے :۔

ای اذا کان خالق العالم العلوی والسفلی ھو اللہ عزوجل کما اقررتم فاخبرونی ۔ جب جیسا کہ تم نے اقرار کر لیا ہے کہ عالم بالا اور عالم زیریں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تو پھر مجھے (یہ) بتاؤ ۔

ـــ مَاتَدْعُوْنَ ۔ مَا موصولہ ہے ۔ تَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر ۔ دُعَاءٌ (باب نصر) سے جن کو تم پکارتے ہو ۔ جن کی تم پوجا کرتے ہو ۔

ـــ ھَلْ ھُنَّ ۔ استفہام انکاری مراد ہے کیا وہ معبودانِ باطل ۔ کیا وہ بُت ۔

= كَاشِفٰتُ ضُرِّہٖ - ضُرِّہٖ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر مضاف الیہ کٰشِفٰتُ اسم فاعل جمع مؤنث مضاف۔
اس کی (دی ہوئی) تکلیف کو دور کرنے والیاں۔ (یا دور کرنے والے بمعنی مذکر)
کَشْفٌ کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ ننگا کرنا۔ ضرر کو رفع کرنا۔
هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّہٖ ۔ (اگر اللہ تعالیٰ مجھے تکلیف پہنچانا چاہے) تو کیا (تمہارے) یہ (معبودانِ باطل یا بت) اس کی دی ہوئی تکلیف کو رفع کر سکتے ہیں؟ یعنی نہیں کر سکتے۔
= اَوْ اَرَادَنِیْ ۔ ای او ان ارادنی ۔ جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے ۔ یا (اگر) وہ مجھ پر (رحمت) کرنا چاہے۔
= هَلْ هُنَّ ۔ جیسا کہ اوپر گذرا ہے
= مُمْسِكٰتُ ۔ اسم فاعل جمع مؤنث مُمْسِكَةٌ واحد مؤنث ۔ مُمْسِكٌ واحد مذکر۔ اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر۔ روکنے والیاں ۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے نوازنا چاہے تو کیا تمہارے یہ بت جن کی تم پوجا کرتے ہو اس کی عطا کردہ رحمت کو روک سکتے ہیں (مراد نہیں روک سکتے)
= حَسْبِیَ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حَسْبٌ ۔ حَسِبَ يَحْسَبُ کا مصدر ہے ۔ بمعنی کافی ہونا۔ ی ضمیر واحد متکلم ہے ۔ مجھ کو کافی ہے۔
= يَتَوَكَّلُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب تَوَكُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ وہ بھروسہ کرتا ہے اس سے مُتَوَكِّلٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ بھروسہ کرنے والا۔ مُتَوَكِّلُوْنَ جمع توکل کرنے والے۔ یعنی خیر کے ملنے اور تکلیف سے بچاؤ کے لئے اللہ پر توکل رکھنے والے۔
۳۹:۳۹ = عَلٰى مَكَانَتِكُمْ تمہاری جگہ پر۔ یعنی تم اپنی جگہ پر۔ مَكَانَةٌ ۔ اسم ظرف مکان ہے ۔ یعنی جگہ۔ یہاں جگہ سے مراد مجازاً حالت ہے ۔ جیسے حَیْثُ اور هُنَا ظرف زمان ہیں لیکن کبھی مجازاً ان سے مراد مکان لیا جاتا ہے ۔ اِعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ تم اپنی حالت پر کام کئے جاؤ۔ یعنی اپنی طاقت اور استطاعت کی حد تک میری مخالفت میں میرے پیغام رسالت کی تکذیب میں اپنا کام کرتے جاؤ۔
= اِنِّیْ عَامِلٌ ۔ ای انی عامل علیٰ مکانتی (مکانتی کو اختصاراً حذف کر دیا گیا ہے) یعنی میں اپنی حالت پر کام کر رہا ہوں یا کرتا رہوں گا۔ یعنی پیغام الٰہی کی تبلیغ کرتا رہوں گا

۳۹: ۴۰۔ مَنْ۔ موصولہ ہے یعنی کسی کو، کس پر۔ مَنْ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔
== یُخْزِیْہِ۔ یُخْزِیْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر سے ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب (عذاب جو) اس کو رسوا کرے گا۔ اور اس سے عذاب دنیا ہے۔ بدر کی لڑائی میں اللہ نے کفار مکہ کو رسوا کر بھی دیا۔
== یَحِلُّ عَلَیْہِ۔ یَحِلُّ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ حُلُوْلٌ (باب ضرب) مصدر سے نازل ہونا۔ اس پر نازل ہوگا۔
== عَذَابٌ مُّقِیْمٌ دوامی عذاب۔ یعنی دوزخ کا عذاب۔ یہ آخرت کا عذاب ہوگا۔
۳۹: ۴۱ == بِالْحَقِّ۔ حق و حکمت کے ساتھ۔ دلائل و شواہد اور مقصد صحیح کے ساتھ۔
== فَمَنْ۔ موصولہ ہے یا استفہامیہ
== فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْھَا۔ ای وبال ضلالہ علیھا۔ تو اس کے بے راہ ہونے کا (اس کی ضلالت کا) وبال اسی کی جان پر ہوگا۔ ھا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع نفس ہے۔
== وَکِیْلٍ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے وَکُلٌ مصدر باب ضرب۔ ذمہ دار۔
۳۹: ۴۲ == یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ۔ یَتَوَفّٰی مضارع واحد مذکر غائب تَوَفِّیْ (تفعّل) مصدر سے۔ لے لیتا ہے قبض کر لیتا ہے۔ وفی مادہ۔ اسی سے اِیْفَاءٌ (افعال) وعدہ۔ عہد یا نذرانہ پورا کرنا۔ جیسے اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۲: ۴۰) اور اس عہد کو پورا کرو۔ جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ میں بھی اس عہد کو پورا کروں گا۔ جو میں نے تم سے کیا تھا۔
اَلْاَنْفُسَ۔ مفعول ہے یَتَوَفّٰی کا۔ جانیں۔ یعنی (اللہ قبض کر لیتا ہے جانوں کو
== لَمْ تَمُتْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ تَمُتْ اصل میں تَمُوْتُ تھا۔ تُ بوجہ عمل لَمْ ساکن ہو گیا۔ پھر واؤ بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی۔ لَمْ تَمُتْ ہو گیا۔ اور معنی ماضی منفی کے دینے لگا۔ یعنی جو ابھی نہیں مری۔ جس کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا۔ موت کے وقت قبض روح من کل الوجوہ ہوتا ہے۔ جس کے بعد نہ حیات جسمانی باقی رہتی ہے نہ شعور و ادراک؛ لیکن نیند کی حالت میں یہ سلب رُوح صرف جزئی حیثیت سے ہوتا ہے۔ جس سے حیات جسمانی جوں کی توں رہتی ہے لیکن شعور و ادراک باقی نہیں رہتا۔ نیند کے وقت سلب صرف حیاتِ شعوری کا ہوتا ہے۔
== یُمْسِكُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِمْسَاكٌ مصدر اِفْعَالٌ سے وہ روک لیتا ہے

= الَّتِیْ : ای الانفس التی ۔ وہ جانیں جو۔

= قَضٰی عَلَیْهَا ۔ قَضٰی عَلٰی۔ کسی کے لئے کسی چیز کا حکم دینا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الانفس ہے۔ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ اس نے ان جانوں کی موت کا حکم دیا۔

فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ ۔ پھر وہ روک لیتا ہے ان جانوں کو جن کی موت کا وہ فیصلہ کر دیتا ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ (۳۴ : ۱۴) پھر جب ہم نے اس کے لئے موت کا حکم دیا۔

= وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۔ یُرْسِلُ مضارع واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ (واپس) بھیج دیتا ہے اَلْاُخْرٰی سے مراد وہ جانیں جو نیند کی حالت میں قبض کی گئی تھیں اور جن کی موت کا ابھی حکم نہیں ہوا تھا۔ اَجَلٍ مُّسَمًّی موصوف و صفت مقررہ میعاد۔ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی مقررہ میعاد تک کے لئے۔

= یَتَفَكَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَفَكُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ فکر و غور کرتے ہیں یہ آیت علت ہے آیت عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ (آیت ۳۸ : متذکرہ بالا کی)

۳۹ : ۴۳ = اَمْ ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۔

(۱) ہمزہ انکار کے معنی میں ہے اور ابتدائیہ ہے۔

کیا انہوں نے اللہ کے اذن کے بغیر شفیع بنا رکھے ہیں۔ حالانکہ اس کی اجازت کے بغیر کسی کو سفارش کرنے کی مجال نہیں ۔ جیسا کہ فرمایا : مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (۲ : ۲۵۵) کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے ۔

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ ای من دون اذنه (اس کے اذن کے بغیر اس کی اجازت کے بغیر۔ (روح المعانی، کشاف)

دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور سفارشی بنا رکھے ہیں ، حالانکہ سب سفارش اللہ کے اختیار میں ہے۔ جیسا کہ اگلی آیت میں اشارہ ہے ۔ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِیْعًا ۔ (۳۹ : ۴۴)

مطلب یہ ہے کہ اُن کے مزعومہ سفارشی بے بس و بے اختیار ہیں سفارش تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔

(۲) اَمْ منقطعہ ہے ۔ اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے اور مقصود اس سے ماقبل کی تصحیح اور مابعد کا ابطال ہے۔ یعنی سکھ دینے اور دکھ کو کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔

اور متوکلین اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اس کے سوا کسی کی امداد یا کسی کی سفارش پر بھروسہ رکھنا قطعاً لاحاصل ہے۔
== اَوَلَوْ كَانُوْا میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے اس کا ادخال فعل محذوف پر ہے۔ ای اَيَشْفَعُوْنَ واؤ حالیہ ہے۔ اس سے اگلا جملہ جملہ حالیہ ہے ای اَيَشْفَعُوْنَ وَلَوْ كَانُوْا ...... الخ کیا وہ تمہاری شفاعت کریں گے اگرچہ ان کی یہ حالت ہے کہ یہ نہ کوئی قدرت رکھتے ہیں اور نہ ان کو کچھ علم ہے (یعنی ان کو نہ کوئی عقل و شعور ہے یا سوجھ بوجھ ہے)
== قُلْ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا فرما دیجئے ان کو کہ سفارش تمام تر تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے یہ علت ہے لَا يَمْلِكُوْنَ کی۔ یعنی جب تمام تر سفارش اللہ ہی کے اختیار میں ہے تو ان کو اس بابت اختیار کہاں سے آیا۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ یہ استیناف تعلیلی ہے ایک دوسری علت یا وجہ کہ کیوں سب سفارش صرف اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ اس لئے کہ ارض و سماوات کا کلی مالک تو اللہ تعالیٰ ہی ہے پھر کسی دوسرے کے اختیار میں کیا رہا؟
٣٩: ٤٥ == اِشْمَاَزَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِشْمِئْزَازٌ (افعیلال) مصدر منقبض یا گرفتہ ہو جانا۔ غم و غصہ سے اس طرح بھر جانا کہ چہرے سے رکاوٹ اور نفرت کا اظہار ہونے لگے۔ ش م ء ز مادہ۔ (ان کے دل کڑھنے لگتے ہیں)
== ذُكِرَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ذِكْرٌ سے (باب نصر) ذکر کیا گیا۔ ذکر کیا جاتا ہے۔ ذکر کیا جائے۔
== اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔ اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ کی طرف راجع ہے۔
يَسْتَبْشِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) مصدر وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ تو فوراً اسی وقت وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں
٣٩: ٤٦ == قُلْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ یہ امر دعا کے لئے ہے جیسا کہ اگلی عبارت سے ظاہر ہے۔
== اَللّٰهُمَّ، اے اللہ۔ یا اللہ۔
== فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ ۔عٰلِمَ الْغَيْبِ۔ میں فَاطِرَ اور عٰلِمَ منادیٰ ہیں اور اضافت کی وجہ سے منصوب ہیں۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے۔ اور اے غیب و شہادت کے جاننے والے۔

== تَحْكُمُ. مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو حکم کرے گا تو فیصلہ کرے گا۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (۴ : ۵۸) اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ کیا کرو۔
آیت ہذا میں اَنْتَ تَحْكُمُ بمعنی انت وحدك تقدر ان تحكم (واحد تو ہی فیصلہ کی طاقت رکھتا ہے) آیا ہے۔
== مَا كَانُوْا میں ما موصولہ ہے اور فیہ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے۔

۳۹ : ۴۷ == مَا فِي الْاَرْضِ ما موصولہ ہے یعنی دنیا میں جو کچھ ہے از قسم اموال و ذخائر۔
== جَمِيْعًا سارے کا سارا۔ یعنی اگر ظالموں (مشرکین) کے پاس دنیا کے سب کے سب اموال و ذخائر ہوں۔
== مِثْلَهٗ مَعَهٗ۔ (اور) اس کے ساتھ اتنا اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اسم موصول ما ہے۔
== لَافْتَدَوْا۔ لام جواب شرط کے لئے ہے (لَوْ کے جواب میں) اِفْتَدَوْا ماضی جمع مذکر غائب اِفْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے تو وہ عذاب کی سختی سے اپنے آپ کو چھڑانے کے لئے بطور فدیہ (یہ اموال و ذخائر) دینے کو تیار ہو جاتے۔
== سُوْءِ الْعَذَابِ۔ عذاب کی سختی۔
== يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ يَوْمَ بوجہ ظرف منصوب ہے۔
== بَدَا۔ ماضی واحد مذکر غائب بَدَا يَبْدُوْ (نصر) بَدَاءٌ و بَدَاءَةٌ و بُدُوٌّ، مصدر۔ ظاہر ہونا۔ بَادٍ صفت واحد بَادُوْنَ جمع۔ بَدَا کھلم کھلا ظاہر ہو گیا۔ یہاں بمعنی مستقبل آیا ہے۔ یعنی کھلے طور پر ظاہر ہو جائے گا۔
== مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝ مَا اسم موصول ہے يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ مضارع نفی جحد بلم بمعنی ماضی۔ احتساب (افتعال) مصدر۔ انہوں نے گمان بھی نہیں کیا تھا۔
وَبَدَا لَهُمْ...... يحتسبون۔ ای ظهر لهم من سخط الله وعذابه مَا لَمْ يكن قط فی حسبانهم وہ اللہ تعالیٰ کے اس غصہ اور عذاب کو دیکھیں گے جو ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
۳۹ : ۴۸ == وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا۔ ای ظهر لهم ان پر ظاہر

ہوں گے۔ سَیِّئٰاتُ برائیاں، بدیاں۔ بُرے اعمال۔
کَسَبُوْا ماضی جمع مذکر۔ کَسْبٌ مصدر (باب ضرب) کمائی کرنا۔ نفع کے لئے کوئی کام کرنا خواہ نتیجہ اچھا نکلے یا برا۔ کَسَبَ کا استعمال قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معنوں میں کیا گیا ہے
۱:۔ قلبی ارادہ اور نیت کی پختگی۔ جیسے وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ (۲: ۲۲۵) لیکن جو (قسمیں) تم دلی ارادہ سے کھاؤ گے ان پر وہ (یعنی اللہ) مواخذہ کریگا۔
۲:۔ اچھا بُرا قول یا فعل۔ جیسے ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ (۲: ۲۸۱) پھر ہر شخص اپنے اعمال کا (اچھا ہو یا بُرا) پورا پورا بدلہ پائے گا۔
۳:۔ نیک کام کرنا۔ جیسے لَهَا مَا كَسَبَتْ (۲: ۲۸۶) اچھے کام کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملیگا
۴:۔ برے کام کرنا۔ جیسے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا۔ (۶: ۷۰) یہی لوگ ہیں کہ اپنے اعمال (بد) کے وبال میں ہلاکت میں ڈالے گئے۔
۵:۔ مال کمانا۔ جیسے اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (۲: ۲۶۷) جو پاکیزہ اور عمدہ مال تم کماتے ہو اس میں سے (خدا کی راہ میں) خرچ کرو۔

اس جملہ میں مَا کی دو صورتیں ہیں۔
۱:۔ مَا موصولہ ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:
اور ظاہر ہو جائیں گی ان پر بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں۔
۲:۔ مَا مصدریہ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ ان پر ان کے اعمال بد ظاہر ہو جائیں گے

= وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔
حَاقَ يَحِيْقُ (باب ضرب) حَيْقٌ وَحُيُوْقٌ وَحَيَقَانٌ مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کو گھیرنے اور اس پر نازل ہونے کے ہیں۔ یہ باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے۔
حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔ وہ ان پر نازل ہوا۔
= يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر۔ وہ مذاق بناتے تھے۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑاتے تھے۔
مَا کی یہاں بھی دو صورتیں ہیں جو جملہ ماقبل میں ہے یعنی یہ موصولہ بھی ہو سکتا ہے اور مصدریہ بھی۔
موصولہ کی صورت میں ترجمہ ہوگا:
اور ان کو وہ عذاب گھیرے گا جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے۔

دوسری صورت میں ترجمہ یہ ہوگا:۔
اور استہزار کرنے کی سزا ان کو گھیرے گی !

۳۹:۴۹ = مَسَّ ۔ ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ (باب نصر) مصدر۔ جس کے معنی چھونا۔ دکھ پہنچانا۔ اسی باب سے قربت صنفی یعنی جماع کے معنی میں آتا ہے مثلاً وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ (۲ : ۲۳۷) اور اگر تم عورتوں کو ان کے پاس جانے سے پہلے طلاق دیدو۔

= اَلْاِنْسَانَ ۔ اس میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد کافر انسان ہیں ۔
اور بعض کے نزدیک ال جنسی ہے اور اس سے جنس انسان مراد ہے لیکن چونکہ کافروں کی کثرت کی وجہ سے جنس انسان سے کافر انسان مراد ہیں ۔

= ضُرٌّ تکلیف، ضرر، اندار۔

= دَعَانَا۔ دَعَا۔ ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل الانسان کی طرف راجع ہے ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہمیں پکارا بمعنی حال۔ وہ ہمیں پکارتا ہے ۔

= خَوَّلْنٰهُ ۔ خَوَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَخْوِيْلٌ (تفعیل) مصدر بمعنی عطا کرنا۔ دینا بخشنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع الانسان ہے ۔ جب ہم اس کو عطا کردیتے ہیں (بمعنی حال) (جب) ہم نے اس کو عطا کردی (بمعنی ماضی)
تخویل کا لفظ از راہِ مہربانی عطا کردینے کے لئے مخصوص ہے ۔

= اُوْتِيْتُهٗ ۔ اُوْتِيْتُ ماضی مجہول واحد متکلم ایتاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع نعمۃ ہے میں دیا گیا ہوں یہ نعمت ۔ مجھے یہ نعمت دی گئی ہے۔ نعمۃ بمعنی شیئٌ من النعم ہے یعنی نعمتوں میں سے کوئی شے۔ اسی بنا پر ہٗ بصیغہ واحد مذکر استعمال ہوا ہے ۔

= عَلٰى عِلْمٍ ۔ میرے علم کے باعث ۔ میری تدبیر و حکمت کی وجہ سے ۔ لِاَجْلِ عِلْمٍ علم کی وجہ سے ۔

= بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ۔ بلکہ۔ یعنی حقیقت یہ نہیں ہے کہ یہ نعمت اسے اس کے علم کے باعث یا استحقاق پر دی گئی ہے بلکہ اس کے امتحان کے لئے ہے کہ شکر بجالاتا ہے یا ناشکری کا مرتکب ہوتا ہے ۔
هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب نعمۃ کے لئے ہے باعتبار لفظ پہلے ہٗ ضمیر مذکر باعتبار معنی

لائی گئی تھی۔
فِتْنَۃٌ آزمائش اس کے علاوہ کئی دیگر معانی میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے!
== اَکْثَرَهُمْ ان میں سے اکثر، بیضاوی نے لکھا ہے کہ:
ذٰلك وهو دليل على ان الانسان للجنس - یہ جملہ دلالت کر رہا ہے کہ الانسان سے مراد جنس انسان ہے ۔
۳۹: ۵۰ == قالها۔ اس میں ها ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع قول انما اوتيته على علم ہے یعنی اس سے پہلے بھی لوگ ایسی بڑ مارتے رہے ہیں۔ ضمیر مؤنث بدیں وجہ ہے کہ یہ ایک جملہ یا کلمہ ہے۔
== فَمَا اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ مَا اَغْنٰى ماضی منفی واحد مذکر غائب: اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر غنی کرنا۔ غنی بنانا۔ دولت دینا۔ مالدار کرنا۔ اَغْنٰى عَنْهُ کافی ہونا هٰذَا مَا يُغْنِىْ عَنْكَ شَيْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دے گا۔
مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ مَا موصولہ یا مصدریہ ہے۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا :۔
جو (دولت) وہ کمایا کرتے تھے اس نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔
دوسری صورت میں ، ان کی کمائی ان کے کسی کام نہ آئی ۔
۳۹: ۵۱ == اَصَابَهُمْ: ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر جس کے معنی پالینے کے ہیں۔ اَصَابَ وہ آپہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پالیا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الذین من قبلهم ہیں۔ وہ ان پر آپڑیں۔
== سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا۔ بدیاں جو انہوں نے کمائی تھیں (بصورت ما موصولہ) اعمالِ بد۔ (بصورت مَا مصدریہ) نیز ملاحظہ ہو ۳۹ : ۴۸ ؛
اَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا، اُن کے بد اعمال ان کو آلیں گے: بد اعمال سے مراد ان کی سزا ہے ۔ یعنی ان کے بد اعمال کی سزا ان پر آپڑے گی! سیئات کی سزا کو سیئات صرف تقابل کی وجہ سے قرار دیا۔ سمى جزاء السيئة سيئة للازدواج كقوله تعالى وَجَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲: ۴۰)
== وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰؤُلَاءِ۔ الذین ظلموا سے مراد مشرکین ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱: ۱۳) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے مِنْ بیانیہ ہے۔ ومن للبيان فانهم كلهم كانوا ظلمين (روح المعانی) مِنْ بیانیہ

کیونکہ وہ سب کے سب ہی ظالم تھے۔

هٰٓؤُلَآءِ۔ اسم اشارہ۔ جمع یہ سب۔ مِنْ هٰٓؤُلَآءِ سے مراد مشرکین مکہ ہیں اور یہ ظالم لوگ بھی.......

بعض کے نزدیک مِنْ تبعیضیہ ہے اور اس صورت میں وَالَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَآءِ کا ترجمہ ہوگا: اور ان میں سے جو شرک پر مُصر ہے (اخیر دم تک)

= سَيُصِيْبُهُمْ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے یُصِیْبُ صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف۔ اِصَابَةٌ (افعال) سے بمعنی پہنچنا۔ آجانا۔ آپڑنا۔ یہ اَصَابَ السَّھْمُ سے ہے۔ جس کا مطلب ہے تیر ٹھیک نشانہ پر جا لگا۔ مُصِیْبَةٌ اصل میں اس تیر کو کہتے ہیں جو ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھ جائے۔ اس کے بعد (عرف عام میں) ہر حادثہ اور واقعہ کے ساتھ یہ لفظ مخصوص ہوگیا ہے۔

= سَيِّئٰتُ مَا كَسَبُوْا۔ ان کے اعمالِ بد کی جزار

یعنی عنقریب ان کی بداعمالیوں کی سزا ان پر آپڑے گی (چنانچہ کفار مکہ سات سال تک قحط میں مبتلا رہے۔ پھر بدر میں ان کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اور واصلِ جہنم ہوئے صرف وہ لوگ محفوظ رہے جنہوں نے توبہ کرلی۔ اور مسلمان ہوگئے)

= وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۔ مَا نافیہ ہے مُعْجِزِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ عاجز بنا دینے والے۔ ہرا دینے والے۔ اور یہ اللہ کو ہرا نہیں سکتے۔ یعنی اللہ کی گرفت سے چھوٹ نہیں سکتے

۳۹: ۵۲ = اَوَلَمْ يَعْلَمُوْا۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے واؤ کا عطف فعل محذوف پر ہے لَمْ يَعْلَمُوْا مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع مذکر غائب: کیا وہ نہیں جانتے

= يَبْسُطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَسْطٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ کشادہ کرتا ہے وہ فراخ کرتا ہے۔ وہ وسیع کرتا ہے، بَسْطَةٌ وبُسْطَةٌ فضیلت، قدرت، جسم کی بڑائی۔ علم کی وسعت، کمال کی افزونی، بَسْط کبھی بمقابلہ قدر آتا ہے (تنگ کردینا) جیسا کہ آیت ہذا میں اور کبھی بمقابلہ قبض آتا ہے (تنگ کردینا) جیسے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ (۲: ۲۴۵) اللہ ہی روزی کو تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے۔

= يَقْدِرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ تنگ کرتا ہے قَدْرٌ وقُدْرَةٌ بمعنی طاقت رکھنا اور قادر ہونا بھی ہے۔ باب نصر سے بھی انہی معنوں میں مستعمل ہے؛

۳۹: ۵۳ = قُلْ: ای قل یا محمد. خطاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔
= عِبَادِیَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عَبْد کی جمع ہے اور یٓ ضمیر واحد متکلم کی ہے!
میرے بندو۔ اس میں اضافت عہد کی ہے یعنی اس سے مراد اللہ کے بندے ہیں۔
ناکہ امر قُلْ کے مخاطب کے۔ کیونکہ یہ اضافت بلاشک وشبہ ہر ایک کے علم میں موجود ہے
قرآن کریم میں عبادی ۱۷ جگہ آیا ہے اور ہر جگہ اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہے!
قُلْ یٰعِبَادِیَ فرما دیجئے: اے اللہ کے بندو! یہاں اللہ کے بندوں سے مراد المؤمنون
المذنبون ہے وہ مؤمن جن سے گناہ سرزد ہو گئے ہوں۔ یا وہ جنہوں نے اسلام لانے سے
قبل گناہ کا ارتکاب کیا ہو!
= اَلَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ۔ یہ جملہ عبادی کی صفت ہے یعنی جنہوں نے اپنی
جانوں پر زیادتیاں کی ہیں۔
اَسْرَفُوْا ماضی جمع مذکر غائب اسراف (افعال) مصدر۔ اسراف اصل
میں ہر کام میں انسان کے حد سے تجاوز کرنے کا نام ہے مگر اس کا استعمال خرچ کے بارے
میں زیادہ مشہور ہے قرآن مجید میں اپنے اپنے موقع اور محل کے لحاظ سے دونوں معنی میں
مستعمل ہے۔ آیت ہذا میں کفر و معاصی میں افراط مراد ہے۔ یعنی جنہوں نے کفر و شرک کرکے
اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں۔ یعنی اس کا ارتکاب کرکے اپنے آپ کو حد سے بڑھ کر مجرم بنالیا ہے
= لَا تَقْنَطُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر قنوط (باب فتح) مصدر سے۔ تم مایوس مت ہو
تم آس مت توڑو۔
۳۹: ۵۴ = وَاَنِیْبُوْا۔ میں واؤ عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ ماقبل لَا تَقْنَطُوْا
پر ہے۔ اَنِیْبُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر اِنَابَةٌ (افعال) مصدر سے، تم رجوع ہو جاؤ
اس کا مادہ نوب ہے۔ النوب کسی چیز کا باربار لوٹ کر آنا۔ شہد کی مکھی کو نوب بھی کہا
جاتا ہے کیونکہ وہ اپنی قرارگاہ کی طرف لوٹ لوٹ کر جاتی ہے الانابة الی اللہ توبہ اور
اخلاص عمل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنا۔
= اَسْلِمُوْا لَهٗ۔ اَسْلِمُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اسلام (افعال) مصدر تم اس کے
تابع فرمان رہو۔ تم اس کے فرمانبردار رہو۔
= اَنْ یَّاْتِیَكُمُ میں اَنْ مصدریہ ہے یَاْتِیَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ
صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ

پیشتر اس کے کہ تم پر عذاب آجائے یا تم پر عذاب آنے سے پیشتر۔
= لَا تُنْصَرُوْنَ مضارع نہی مجہول، جمع مذکر حاضر، تمہاری مدد نہیں کی جائے گی، تم مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

۳۹: ۵۵ = وَاتَّبِعُوْا، جملہ ہذا معطوف ہے۔ جس کا عطف یا لَا تَقْنَطُوْا پر ہے یا وَ اَنِیْبُوْا پر ہے اور تم پیروی کرو۔ اتبعوا فعل امر، جمع مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر پیروی کرنا۔ اتباع کرنا۔
= اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ:
اَحْسَنَ مضاف۔ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مضاف الیہ۔ جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کا بہتر۔ یعنی اس کے بہترین پہلو۔ اور اس سے مراد صریحًا القرآن ہے اور قرآن کے بہترین پہلو کی پیروی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اوامر کی تعمیل کرے اور نواہی سے بچا رہے احکام کی پیروی کرے اور رخصتوں کی طرف نہ جھکے۔

بعض نے اسے صفت و موصوف کے معنی میں لیا ہے اور جملہ کا ترجمہ کیا ہے کہ:۔
"بہترین کلام جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے" اور بہترین کلام القرآن ہے۔
= بَغْتَةً۔ اچانک، یک دم، یکایک، ناگہاں۔ بَغَتَ یَبْغَتُ (فتح) سے جس کے معنی کسی چیز کے یکبارگی ایسی جگہ سے ظاہر ہو جانے کے ہیں جہاں سے اس کے ظہور کا گمان تک بھی نہ ہو۔

= وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ہ واو حالیہ ہے۔ لَا تَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر دراں حالیکہ تم کو اس کا خیال تک نہ ہو۔ تم کو (اس کی) خبر تک نہ ہونے پائے۔

۳۹: ۵۶ = اَنْ تَقُوْلَ۔ (اَنْ مصدریہ ناصبہ) بمعنی لِئَلَّا (لِ تعلیلیہ، لا نافیہ، تاکہ نہ کہے۔ تاکہ نہ کہہ سکے۔

ان تقول سے قبل فعل محذوف ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
(۱) وَاتَّبِعُوْا اَحْسَنَ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ لِئَلَّا تَقُوْلَ نَفْسٌ الخ
اور تم پیروی کرو اس عمدہ کلام کی جو اتارا گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے تاکہ (کل) کوئی نفس (یہ) نہ کہہ سکے کہ ..... الخ
۲:۔ اَنْذَرَکُمْ وَاَمَرَکُمْ بِاَحْسَنِ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ لِئَلَّا تَقُوْلَ نَفْسٌ ..... الخ وہ ڈراتا ہے تم کو اور حکم دیتا ہے تم کو پیروی کرنے کا عمدہ کلام کی جو اتارا

گیا ہے تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے تاکہ (کل) کوئی نفس یہ نہ کہہ سکے کہ......

نفسٌ میں تنوین تکثیر کے لئے ہے یا تقلیل کے لئے بھی ہوسکتی ہے کیونکہ قیامت کے دن ایسا کہنے والے کچھ ہی لوگ ہوں گے۔

= یٰحَسْرَتٰی۔ یا حرف ندار حَسْرَۃٌ (افسوس، پشیمانی، پچھتاوا) حَسِرَ یَحْسَرُ سَمِعَ کا مصدر ہے ی اضافت واحد متکلم کی ہے۔ یائے اضافت کو الف سے بدلا گیا ہے، اے میری بدقسمتی، اے میری پشیمانی، صد حیف مجھ پر۔

= عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ علیٰ تعلیلیہ مَا مصدریہ ہے فَرَّطْتُّ ماضی واحد متکلم۔ تَفْرِیْطٌ (تفعیل) مصدر۔ فَرْطٌ مادہ۔ میں نے کمی کی، میں نے کوتاہی کی۔ یہ افراط کی ضد ہے۔ عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ ای بسبب تفریطی میری کوتاہی پر، میری کوتاہی کے سبب سے۔ ملاحظہ ہو وَلِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ علٰی مَا ھَدٰىکُمْ (۲: ۱۸۵) کہ تم اللہ کی بڑائی کیا کرو بسبب اس کے تمہیں ہدایت دینے کے۔

= فِیْ جَنْبِ اللّٰہِ۔ علماء نے اس کے متعدد معانی لکھے ہیں۔

۱:۔ اللہ کی اطاعت میں۔ (حسن)

۲:۔ اللہ کے معاملہ میں (مجاہد)

۳:۔ اللہ کے حق میں (سعید بن جبیر)

بعض کے نزدیک ذاتِ خدا مراد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی ذاتِ الٰہی کی اطاعت میں یا اس کا قرب حاصل کرنے میں۔

بعض نے جنب کا معنی جانب بیان کیا ہے یعنی اس جانب میں کوتاہی کی جو مجھے اللہ کی جانب پہنچا دیتی۔

= وَاِنْ کُنْتُ لَمِنَ السَّاخِرِیْنَ۔ اس میں اِنْ مخففہ ہے اِنَّ ثقیلہ سے یعنی بلاشبہ۔ بے شک، السَّاخِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، سَخِرَ یَسْخَرُ (سمع) سَخَرٌ و سُخْرٌ و مَسْخَرٌ مصدر۔ ٹھٹھا کرنا۔ مذاق کرنا۔ ہنسی اڑانا۔ السُّخْرَۃُ جس سے ٹھٹھا کیا جائے۔ ہنسی اڑانے والے کے اس فعل کو سخریۃ و سُخریۃ کہتے ہیں

لَمِنْ میں لام فارقہ ہے۔

۳۹: ۵۷ = اَوْ تَقُوْلَ۔ اَوْ حرف عطف، تَقُوْلَ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٌ ہے جو یہاں محذوف ہے۔ فعل مضارع سے قبل عامل

اَنْ (مصدریہ، ناصبہ) محذوف ہے۔ عبارت یوں ہوگی!
اَوْ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ ..... الخ نحوی تشریح کے لئے آیت ۵۶ متذکرہ بالا ملاحظہ فرمائیں!
== لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِيْ۔ جملہ شرطیہ ہے لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ اس کی جزاء (یا کوئی جان یا نفس یا شخص یہ کہے کہ اگر (دنیا میں) اللہ مجھے ہدایت دے دیتا تو میں بھی پرہیز گاروں میں سے ہوتا۔ یعنی شرک اور معاصی سے بچا رہتا۔
۳۹ : ۵۸ == اَوْ تَقُوْلَ ۔ اس کی تشریح آیات ۵۶ : ۵۷ متذکرہ بالا میں دیکھیں۔
== تَرٰى مضارع واحد مؤنث غائب۔ رائی مادہ رُؤْيَةٌ مصدر۔ وہ دیکھتی ہے وہ دیکھے گی
== لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً ۔ جملہ تمنائی ہے فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ اس کا جواب ہے لَوْ کاش كَرَّةً (منصوب بوجہ عمل اَنَّ)
اَلْكَرُّ۔ كَرَّ يَكُرُّ (باب نصر) سے مصدر ہے مگر بطور اسم استعمال ہوتا ہے۔ مصدر بمعنی مڑنا۔ لوٹنا۔ جیسے انهزم عَنْهُ ثُمَّ كَرَّ عَلَيْهِ۔ اس نے اس سے شکست کھائی اور پھر حملہ کے لئے لوٹ پڑا۔ یعنی پینترا بدلنے کے لئے وہ بھاگا پھر اس نے دوبارہ حملہ کیا كَرَّار اسم صفت ہے پھر پھر کر حملہ کرنے والا۔ اور تکرار کسی شے کو بار بار کرنا۔
كَرَّةً میں تا وحدت کی ہے یعنی ایک بار۔ گویا كَرَّة کے معنی ہوئے ایک بار لوٹنا۔ ایک پھیرا۔ ایک مرتبہ واپسی۔
فَاَكُوْنَ میں نصب بوجہ جواب تمنا ہے محسنین اسم فاعل جمع مذکر۔ نیکوکار، نیکی کرنے والے۔ اِحْسَانٌ سے۔
جملہ کا ترجمہ یوں ہوگا ، اے کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جائے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔
لَوْ تمنائیہ کی اور مثال :۔
فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶ : ۱۰۲) کاش ہمیں (دنیا میں) پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں۔
لَوْ اَنَّ لِيْ كَرَّةً جملہ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے بمعنی اگر مجھے (دنیا میں) پھر ایک بار جانا نصیب ہو جاتے۔

۳۹:۵۹ ـــــ بَلٰی ۔ حرف اضراب ہے ۔ یہاں ترک و معاصی کا ارتکاب کرنے والے کے اس قول کی تردید ہے جس کی طرف آیۃ مذکورہ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ میں اشارہ ہے علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

یہ آیت گذشتہ آیت لَوْ اَنَّ اللّٰہَ..... کی مکمل تردید ہے کیونکہ سابق آیت میں اگر راہنمائی مراد ہے تو اس آیت کا مطلب ہوگا کہ پیغمبر اور کتاب کے ذریعہ سے اللہ نے راہنمائی تو کردی تھی مگر تو نے سب کی تکذیب کی تو اس صورت میں آیت لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ کا مطلب یہ ہوگا کہ میرے پاس پیغمبر آیا ہی نہیں نہ کسی پیغمبر نے مجھے اللہ کا پیغام پہنچایا............ اور اگر ہدایت سے تخلیق ہدایت اور منزل مقصود تک پہنچانا مراد ہو تو اس صورت میں لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ کا یہ مطلب ہوگا کہ میں مجبور تھا اللہ ہی نے مجھے ہدایت نصیب نہیں کی ۔ ایمان و اطاعت کو اختیار کرنے کی میرے اندر طاقت ہی نہ تھی کیونکہ اللہ نے مجھے اس کی قدرت دی ہی نہ تھی ۔

بَلٰی قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ ...... الخ، میں اس قول کی تردید کردی اور فرمایا کیوں نہیں ہم نے تو تجھے قدرت دی تھی کہ جس راستہ کو اختیار کرنا چاہے کرلے ۔ اسی پر عذاب و ثواب کی عمارت کی بنا ہے لیکن جب میری آیات تیرے پاس پہنچیں تو تو نے اپنے اختیار سے ان کی تکذیب کی اور غرور کیا اور تو کافروں میں شامل رہا۔

اِسْتَكْبَرْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ استکبار (استفعال) مصدر۔ تو نے غرور کیا۔

۳۹:۶۰ ـــــ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مُسْوَدَّةٌ ۔ یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر کَذَبُوْا عَلَى اللّٰہِ بدل ہے اَلَّذِیْنَ سے ۔

وُجُوْهُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ مُسْوَدَّةٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِسْوِدَادٌ اِفْعِلَالٌ مصدر سے سیاہ ۔ خبر۔ مبتدا و خبر مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ یہ جملہ موضع حال میں ہے لہٰذا محل نصب میں ہے ۔

یعنی قیامت کے دن تو دیکھیگا۔ ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ پر دروغ گوئی کی دراں حالیکہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے ۔

اللہ پر دروغ گوئی سے مراد اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اسے صاحب اولاد ماننا۔ یا ان صفات کی اس کی طرف نسبت کرنا جو اس کی شان کے شایاں نہیں ہیں ۔

ـــــ اَلَیْسَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ہے لَیْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب

نہیں ہے۔ نفی کا انکار۔ مثبت کا اقرار ہے۔ یعنی ضرور ہے۔

== مَثْوًى۔ ظرف مکان مفرد مَثَاوِی جمع ٹھکانہ۔ فرودگاہ۔ اترنے کا مقام۔ درازمدت تک ٹھہرنے کی جگہ۔ مطلب: متکبرین کا ٹھکانہ ضرور بالضرور جہنم میں ہوگا۔

مُتَكَبِّرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر تکبر کرنے والے۔ اللہ کو ماننے اور اس کی اطاعت کرنے سے سرتابی کرنے والے۔

۳۹: ۶۱ == يُنَجِّيْ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر بخو مادہ وہ بچالیگا۔ وہ نجات دیگا۔

== اِتَّقَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ وہ ڈرے۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ اِتِّقَاءٌ افتعال مصدر وقی مادہ۔ وَقَيْتُ الشَّيْءَ (باب ضرب) وِقَايَةٌ وَوِقَاءٌ کے معنی کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا کے ہیں۔ جیسے وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۴۴: ۵۶) اور خدا ان کو دوزخ کے عذاب سے بچالیگا۔ اسی سے تقویٰ ہے نفس کو ہر اس چیز سے بچانا جس سے گزند پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

کبھی کبھی تقویٰ اور خوف ایک دوسرے کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں مثلاً فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (۷: ۳۵) جو شخص ان پر ایمان لاکر خدا سے ڈرتا رہیگا۔ اور اپنی حالت درست رکھیگا تو ایسے لوگوں کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے۔

پھر تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں اس لئے ہر جگہ تقویٰ کا ایک خاص معنی مراد ہے

== بِمَفَازَتِهِمْ۔ ب سببیہ ہے مَفَازَتِهِمْ مضاف مضاف الیہ ان کی کامیابی ان کی فلاح۔ جملہ کا مطلب یہ ہے اور جو پرہیزگار ہیں ان کی کامیابی کے سبب خدا ان کو نجات دیگا

بعض نے مَفَازَةٌ سے مراد خوش نصیبی اور اعمال صالح مراد لیا ہے، یہ دونوں کامیابی کے اسباب ہیں۔ مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے۔

مَفَازَةٌ۔ فَازَ يَفُوْزُ (باب نصر) سے مصدر ہے اور فَوْزٌ و مَفَازٌ بھی مصدر ہے

== لَا يَمَسُّهُمْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ان کو نہیں چھوئے گا۔ ان کو نہیں پہنچیگا۔ مَسَّ يَمَسُّ (باب سمع)

== السُّوْءُ۔ تکلیف، دکھ، آفت۔ سَوْءٌ سے اسم ہے

۳۹: ۶۲ == وَكِيْلٌ۔ صفت مشبہ، وَكْلٌ مصدر سے۔ نگہبان، نگران، کارساز،

التوکیل کے معنی کسی پر اعتماد کرکے اسے اپنا نائب مقرر کرنے کے ہیں۔
اور وکیل بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے جس پر اعتماد کرکے اپنا کام اس کے سپرد کر دیا جائے
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (۴: ۸۱) اور خدا ہی کافی کارساز ہے یعنی
اپنے تمام کام اسی کے سپرد کر دیجئے اور کارسازی کے لئے اسی کو کافی سمجھئے۔
۳۹: ۶۳ = لَهٗ میں لام ملک کے معنی میں آیا ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف
راجع ہے وہی مالک ہے، یعنی اللہ ہی مالک ہے۔ جیسے اور جگہ آیا ہے لَهٗ مَا فِى
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۔ (۲: ۲۵۵) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے
سب کا وہی مالک ہے۔
= مَقَالِيْدُ ۔ مِقْلَادٌ یا مِقْلِيْدٌ کی جمع ہے جیسے مِفْتَاحٌ کی جمع مَفَاتِيْحُ
اور مِنْدِيْلٌ کی جمع مَنَادِيْلُ ہے۔ کنجیاں ۔ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
یعنی آسمانوں کے اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں۔ سارا جہان اسی کی ملک
ہے کوئی بھی اس کے سوا ان خزانوں میں تصرف نہیں کر سکتا۔
= اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مراد کلمات تمجید، وتوحید یا قرآن مجید یا اللہ کی قدرت مستقلہ کے
نشانات وعلامات۔
= هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر سے
ٹوٹا پانے والے۔ نقصان اٹھانے والے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حصر کے لئے ہے۔
یعنی وہی خسارہ پانے والے ہیں۔
۳۹: ۶۴ = قُلْ ۔ ای قل للقریش یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے کہہ دیجئے۔
= اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْنِّىْۤ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۔ ای ایھا الجٰھلون
افغیر اللّٰہ تامرونی اعبد۔ اَفَغَيْرَ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے۔
ف حرف عطف ہے اور اس کا عطف محذوف پر ہے۔ ای ءاکفر وغیر اللّٰہ اعبد
غیر مفعول ہے اَعْبُدُ کا۔ تَاْمُرُوْنِّىْۤ جملہ معترضہ ہے محل انکار غیر اللہ کا لفظ ہے،
اس لئے فعل پر اس کو مقدم کر دیا گیا (یعنی اہمیت کی وجہ سے مفعول کو فعل سے پہلے ذکر کر دیا)
مطلب اس طرح ہوگا:۔
اے جاہلو! کیا میں کفر کروں اور غیر اللہ کی عبادت کروں۔ تم مجھے اس کام کا مشورہ

دے رہے ہو۔

تَاْمُرُوْٓنِّیْ۔ اصل میں تَاْمُرُوْنَنِیْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم کا ہے اور نون پر تشدید نَ کو نِّ میں مدغم کرنے کی وجہ سے ہے۔ تم مجھے حکم دیتے ہو۔ تم مجھے مشورہ دیتے ہو۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اَمْرٌ مصدر سے باب نصر۔

۳۹: ۶۵ == وَلَقَدْ واؤ حالیہ ہے لَقَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ۔۔۔۔۔

== اَلَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ سے مراد وہ پیغمبر و رسول جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہوئے تھے۔ وَ اِلَى الَّذِیْنَ ای واوحی الی الذین

لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ٥ میں لام اول (لَئِنْ کی لام) کو اللام الموطئۃ للقسم کہتے ہیں۔ (وہ لام جو قسم کے لئے راہ ہموار کرے) اس سے قبل قسم محذوف ہے ای واللّٰہ لَئِنْ ۔۔۔۔ الخ لام دوم، لام سوم لیحبطن اور لتکونن کی لام جواب قسم کی لام ہے۔ اور جوابِ قسم لیحبطن ۔۔۔۔ الخ قائم مقام دو جواب کے ہے۔ جواب قسم و جواب شرط۔ (لَئِنْ میں اِنْ شرطیہ ہے اور اِنْ اَشْرَكْتَ جملہ شرطیہ ہے اور لیحبطن ۔۔۔۔ الخ جواب شرط ہے)

== اَشْرَكْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ اِشْرَاكٌ مصدر (افعال) تو نے شرک کیا اِنْ اَشْرَكْتَ اگر تو نے شرک کیا۔

== یَحْبَطَنَّ۔ مضارع بالون تاکید ثقیلہ۔ واحد مذکر غائب حَبْطٌ مصدر۔ (باب سمع) ضرور بے کار جائے گا۔ ضائع ہو جائے گا۔ حَبِطَ دَمُ الْقَتِیْلِ مقتول کا خون رائیگاں گیا اَلْحَبْطُ کے معنی کسی کام کا ضائع اور اکارت ہو جانا کے ہیں۔

== تَكُوْنَنَّ۔ مضارع بانون تاکید ثقیلہ واحد مذکر حاضر۔ تو ضرور ہو جائے گا۔ كَوْنٌ مصدر (باب نصر)

== اَلْخٰسِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر خُسْرٌ و خُسْرَانٌ مصدر۔ نقصان اٹھانے والے۔ گھاٹا پانیوالے۔ زیاں کار۔

اَشْرَكْتَ۔ عَمَلُكَ۔ تَكُوْنَنَّ میں ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

(۱) اس کا مرجع عام مخاطب امت میں سے کا ہر ایک شخص ہے یعنی آپ کی طرف

اور دیگر پیغمبران کی طرف یہ وحی بھیج دی گئی ہے کہ تمہارا اپنی قوم کے ہر فرد سے یہ خطاب ہو:
اے مخاطب اگر تو نے شرک کیا تو تیرے سب اعمال اکارت جائیں گے! اور تو ضرور گھاٹا
پانے والوں سے ہو جائیگا۔

۲:۔ اس کا مرجع لَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ اور مِنْ قَبْلِكَ کے قرینہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں مگر اس پر اکثر علماء نے اعتراض کیا ہے کہ انبیاء کی شان میں شرک کا تصور بھی محال ہے
لیکن اس بارہ میں تفسیر حقانی کے مصنف کی تشریح قابل غور ہے! فرماتے ہیں:۔
"ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك ... الخ کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
تیری طرف اور تجھ سے پہلے انبیاء کی طرف ہم یہ حکم بھیج چکے ہیں کہ اگر تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
بالفرض یا تجھ سے پہلے انبیاء (فرضاً) شرک کریں۔ تو ان کے نیک کام اکارت ہو جائیں۔ اور بڑی بربادی
میں پڑیں۔ یہ کلام شہنشاہی اور جلالی رعب کے قاعدہ پر ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اگلے انبیاء سے شرک سرزد ہونا محال تھا کیونکہ انبیاء علیہم السلام
معصوم ہیں مگر مخاطب کے سنانے کو ایسا پر زور حکم سنادیا کہ یہ نکوہیدہ کام کسی کو بھی معاف نہیں"!
مولانا تھانوی رح آیت وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۶:۱۴) کی وضاحت کرتے
ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔
تکالیفِ شرعیہ کسی سے بھی ساقط نہیں ہوتیں یہاں تک کہ انبیاء سے بھی۔

۳۹:۶۶ = بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ۔ بَلْ حرفِ اضراب ہے۔ جس کی عبادت (ماسوی اللہ)
کافرین چاہتے تھے اس کی تردید میں ارشاد ہوتا ہے بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ۔ کانہ قال لا تعبد
ما امروك لعبادته بل ان عبدت فاعبد اللہ۔ یعنی جو وہ چاہتے ہیں اس کی
عبادت نہ کرو بلکہ اگر عبادت کرنا ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔
شرط کو حذف کرکے اس کے عوض مفعول کو لایا گیا ہے:
= شٰكِرِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر شُكْرٌ مصدر سے۔ شکرگزار۔ احسان ماننے والا۔

۳۹:۶۷ = مَاقَدَرُوا اللّٰهَ: مَاقَدَرُوْا ماضی منفی جمع مذکر غائب انہوں نے
تعظیم نہیں کی، انہوں نے نہیں پہچانا۔ انہوں نے قدر نہیں پہچانی، انہوں نے قدردانی نہیں کی
= وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا یعنی زمین اپنی تمام اندرونی و بیرونی اجزاء کے ساتھ
= قَبْضَتُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا قبضہ، اس کی مٹھی میں ہونا۔ اس کا تصرف، اس
کا اختیار کامل۔ اَلْقَبْضُ کے معنی کسی چیز کو پانچوں انگلیوں سے مٹھی بھر کر پکڑنا۔ جیسے قَبَضَ

السیف تلوار کو پکڑنا۔ قبض علی کسی چیز کو بھرپور پکڑنا۔ قبض عن کسی چیز کی طرف سے ہاتھ کو کھینچ لینا۔ اسی مفہوم کے لحاظ سے خرچ سے ہاتھ روکنے کو قبض کہا جاتا ہے مثلاً ویقبضون ایدیھم (۹: ۶۷) اور خرچ کرنے سے ہاتھ بند کئے رہتے ہیں۔ وقبض الی۔ اپنی طرف سمیٹنا۔ مثلاً ثم قبضنہ الینا قبضا یسیرا (۲۵: ۴۶) پھر ہم اس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔

قبضۃ مٹھی بھر چیز۔ یعنی مکمل طور پر اس کے اختیار میں ہوگی!

= مطویٰت۔ اسم مفعول جمع مؤنث۔ مطویۃ واحد۔ طیّ مصدر (باب ضرب) لپیٹے ہوئے۔

طیّ کرنا کے دو معنی ہیں (۱) لپیٹنا جیسے کاغذ یا کپڑے کو تہ کرنا۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب (۲۱: ۱۰۴) جس دن ہم آسمان کو اسی طرح لپیٹ لیں گے جیسے کاغذات کا طومار لپیٹ لیا جاتا ہے۔

(۲) مسافت کو قطع کرنا۔ عمر کو گذارنا۔

بقول امام راغبؒ آیت میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ کاغذ کی طرح آسمانوں کا لپیٹ دیا جانا بھی۔ اور فنا کر دینا اور تباہ کر دینا بھی۔ قیامت کے دن آسمان بہر حال فنا کر دیئے جائیں گے۔

۳۹: ۶۸ = نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ (باب نصر) مصدر وہ پھونکا جائے گا۔ صور پھونکا جائے گا۔ یہاں مراد نفخۂ اوّل ہے۔

= الصّور۔ صور۔ نرسنگا۔ وہ چیز کو حضرت اسرافیل خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے ارشادِ الٰہی سے پھونکیں گے۔

= فصعق ف سببیہ بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی اس (صور پھونکے جانے) کے سبب اور فجائیہ بھی۔ یعنی صور پھونکا جائے گا اور فوراً ..... صَعِقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب صَعْقٌ مصدر باب سمع سے۔ جس کے معنی گرج کے صدمہ سے بیہوش ہونے اور مر جانے کے آتے ہیں۔ صَعِقَ وہ بیہوش ہو کر گر پڑا۔ وہ مر گیا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وخر موسٰی صعقا (۷: ۱۴۳) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) بیہوش ہو کر گر پڑے۔

= ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى پھر اسے دوبارہ پھونکا جائے گا۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الصُّور ہے۔

= فَاِذَا۔ میں فاء تعقیب کا ہے۔ اذا مفاجاتیہ۔ فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ تو دفعۃً سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوں گے!

= يَنْظُرُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دیکھتے ہوں گے۔ وہ دیکھیں گے۔ وہ دیکھنے لگیں گے۔

مطلب یہ ہے کہ دوسرے نفخہ پر لوگ یکدم قبروں سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے اور حیرانی سے ادھر ادھر نظریں گھما کر دیکھیں گے۔ یا یہ کہ انتظار کریں گے کہ آئندہ ان کے متعلق کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ ای یقلبون ابصارھم فی الجھات نظر المبھوت او ینتظرون امر اللہ فیھم۔

۳۹: ۶۹ = اَشْرَقَتْ: ماضی بمعنی مستقبل۔ واحد مؤنث غائب وہ چمک اُٹھے گی! اِشْرَاقٌ مصدر (افعال) سے یعنی میدان قیامت کی زمین روشن ہو جائے گی!

= وُضِعَ الْكِتٰبُ۔ وُضِعَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وَضْعٌ مصدر (باب فتح۔ اَلْوَضْعُ نیچے رکھ دینا۔ اسی سے ہے مَوْضِعٌ (جمع مَوَاضِعُ) بمعنی جگہیں یا موقعے۔ جیسے يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ۔ (۵: ۱۳) یہ لوگ کلمات کتاب کو ان کے مقامات سے بدل دیتے ہیں۔

اَلْكِتٰبُ سے مراد جمہور نے اعمال نامے لیا ہے اَل جنس کے لئے ہے ابن عباس رضی نے اس سے مراد لوح محفوظ لیا ہے کہ ہر ایک اپنے اعمال نامہ کا مقابلہ اس سے کرلے۔ اس میں الف لام عہد کا مراد لیا گیا ہے۔ ابو حیان نے اسے دور از حقیقت لیا ہے اور کہا ہے کہ شاید ابن عباس کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے۔

= جِاْیْٓءَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ جَآءَ يَجِيْئُ (باب ضرب) مصدر مَجِيْئٌ آنا۔ ب تعدیہ کے لئے ہے جَآءَ بِ وہ لایا۔ ج ی ء مادہ۔

جِاْیْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ پیغمبر اور دوسرے گواہ لائے جائیں گے۔ حاضر کئے جائیں گے!

= الشُّهَدَآءِ گواہ شَهِيْدٌ کی جمع ہے بمعنی حق کی شہادت دینے والا۔ گواہ۔ شاہد (شہید بروزن فعیل بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے) شہید اصطلاح میں اس شخص کو

کہتے ہیں کہ جس نے راہِ خدا میں کافروں کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان دیدی ہو۔

عطار نے کہا ہے کہ الشھداء سے مراد اعمال لکھنے والے فرشتے ہیں اور اسی پر دلالت کررہی ہے یہ آیت وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ (۵۰:۲۱) اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ ایک (فرشتہ) تو اس کے ساتھ ہمراہ لانے والا ہوگا۔ اور ایک (فرشتہ) گواہ ہوگا۔ (یہ دونوں فرشتے وہی کاتب اعمال ہوں گے۔ عرف عام میں انہی کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ (الماجدی)

= قُضِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب یہاں ماضی بمعنی مستقبل استعمال ہوا ہے۔ فیصلہ کردیا جائے گا۔

قَضٰى ماضی معروف قَضَآءٌ مصدر۔ مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ پورا کرنا۔ عزم کرنا۔ فیصلہ کرنا۔ حکم جاری کرنا۔ حکم دینا۔ قطعی وحی بھیج کر اطلاع دینا۔ مقرر کرنا۔ حاجت پوری کرکے قطع تعلق کرلینا۔ فارغ ہونا۔ مرجانا۔ مارڈالنا وغیرہ۔

وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ اور ان کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیا جائیگا

۳۹/۷۰ = وُفِّيَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ پورا پورا دیا جائیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

الوافی مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں جیسے اَوْفَيْتُ الْكَيْلَ وَالْوَزْنَ۔ میں نے ناپ یا تول کر پورا پورا دیا۔ یا جیسے قرآن مجید میں ہے وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (۱۷:۳۵) اور جب (کوئی چیز) ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ پورا بھر کردو۔

= وَهُوَ اَعْلَمُ: میں هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

۳۹:۷۱ = سِيْقَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب سَوْقٌ وسِيَاقَةٌ ومَسَاقٌ۔ (باب نصر) مصدر۔ ہانکنا۔ ہانک لے جانا۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل ہے وہ ہانک لے جائے جائیں گے۔

= زُمَرًا جتھے۔ جتھے۔ گروہ در گروہ، جوق در جوق۔ زُمْرَةٌ کی جمع۔ جس کے معنی تھوڑی جماعت کے ہیں۔ بوجہ حال منصوب ہے۔

= جَآءُوْهَا۔ اَبْوَابُهَا۔ خَزَنَتُهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

= مِنْكُمْ ای من جنسکم۔ تمہاری ہی جنس سے۔ تم میں سے ہی۔ تمہاری نوع

میں ہے۔

= اَلَمْ يَاْتِكُمْ: استفہام تقریری ہے۔

= يَتْلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تِلَاوَةٌ مصدر باب نصر، پڑھ کر سنایا کرتے تھے

= يُنْذِرُوْنَكُمْ۔ يُنْذِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْذَارٌ افعال مصدر بمعنی ڈرانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تم کو ڈرایا کرتے تھے۔

= لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ يَوْمِكُمْ مضاف مضاف الیہ هٰذَا متعلق يَوْمَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَاءَ مضاف۔ تمہارے اس دن کی پیشی۔ لِقَاءَ حاصل مصدر ہے لَقِيَ يَلْقٰى (سمع) لَقْيٌ وَلِقَاءَةٌ مصدر سے بمعنی ملنا۔ سامنے آنا۔ پیش ہونا۔ يُنْذِرُوْنَ کا مفعول ثانی ہے يُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا تم کو تمہارے اس دن کی پیشی سے ڈرایا کرتے تھے؛

يَوْمِكُمْ هٰذَا۔ سے مراد یوم قیامت ہے یا کافروں کے جہنم میں داخل ہونے کا وقت؛

= بَلٰى۔ ہاں بے شک استفہام تقریری کے جواب میں۔ ای قالوا بلی قد اتانا رسل منا تلوا علینا ایت ربنا وانذرونا لقاء یومنا ھذا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہم میں سے ہی (خدا کی طرف سے) رسول ہماری طرف آئے تھے ہمارے رب کی آیات کو انہوں نے پڑھ پڑھ کر سنایا اور ہمیں اس دن کی پیشی سے ڈرایا۔

= حَقَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب ضمیر فاعل واحد مؤنث کا مرجع كَلِمَةُ ہے۔ ٹھیک پڑی۔ ثابت ہوئی۔

= كَلِمَةُ الْعَذَابِ مضاف مضاف الیہ عذاب کا حکم۔ کافروں کے لیے عذاب کا حکم جو علم ازلی میں ان کے اعمال پر مترتب ہو کر لوح محفوظ میں درج ہے یا اس کا اشارہ قول الٰہی کی طرف ہے۔ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ٥ (۳۸:۸۵) کہ میں تجھ سے اور ان میں سے جو تیرا ساتھ دیں ان سب سے دوزخ کو ضرور بھر دوں گا؛

وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ لیکن عذاب کا حکم (آخر) کافروں پر سچا ثابت ہو کر ہی رہا۔ یا کافروں کے خلاف عذاب کا حکم (آخر) پورا ہو کر ہی رہا۔

۳۹:۲۷ = خٰلِدِيْنَ۔ ہمیشہ رہنے والے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر منصوب بوجہ حال۔

= فِيْهَا۔ ای فی جہنم۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے؛

= بِئْسَ : بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فعل باب سمع) عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا بِئْسَ ہو گیا۔
= مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل ہے بِئْسَ کا۔
مَثْوٰی۔ ظرف مکان۔ فرودگاہ۔ نیز ملاحظہ ہو ۳۹: ۶۰) متذکرہ بالا۔
المتکبرین۔ میں الف لام جنس کا ہے۔ تکبر کرنے والے۔ حق کو حقیر سمجھ کر قبول نہ کرنے والے۔
فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ پس تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے۔
۳۹: ۷۳ = اِتَّقَوْا۔ انہوں نے پرہیزگاری اختیار کی۔ جو ڈرتے رہے۔ ملاحظہ ہو ۳۹: ۶۱ متذکرۃ الصدر۔
= حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا۔ میں بعض کے نزدیک واؤ زائد ہے۔ کیونکہ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا جواب ہے حَتّٰى اِذَا کا۔ یعنی یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اس کے (جنت کے) دروازے کھول دیئے جائیں گے۔
اور بعض کے نزدیک واؤ عاطفہ ہے زائد نہیں ہے اور حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا کا جواب محذوف ہے ای حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا (دَخَلُوْهَا) یعنی جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس (جنت) کے دروازے کھول دیئے جائیں گے یہ اس میں داخل ہو جائیں گے۔
هَا۔ ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔
= طِبْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر۔ طَابَ يَطِيْبُ (باب ضرب) سے۔ طِيْبٌ طَابٌ۔ طِيْبَةٌ و تَطْيَابٌ مصادر۔ اچھا ہونا۔ عمدہ ہونا۔ مزیدار خوشذائقہ ہونا۔
طَيِّبٌ۔ طِيْبٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور طَيِّبٌ وہ چیز ہے کہ جس سے حواس لذت اٹھائیں۔ اور جی مزہ پائے۔
طَعَامٌ طَيِّبٌ شرع میں وہ ہے جو جائز طور پر، جائز مقدار میں، جائز مقام سے حاصل کیا گیا ہو۔ پاکیزہ، صاف ستھرا، حلال اسی طیب کی صفات ہیں۔
ا۔ لہٰذا طَابَ يَطِيْبُ جہاں تک رزق کا تعلق ہے اس کا حلال و پاکیزہ اور ہر لحاظ سے جائز ہونا مراد ہے۔
۲۔ اور جہاں تک کسی کی ذات سے تعلق ہے گناہوں کی آلودگیوں سے پاک ہونا ہے۔
۳۔ اور جہاں تک ارادہ و خواہش کا تعلق ہے اس میں خوشی، لطافت، عدم اکراہ کا ہونا ہے۔

مثلاً (نمبر۱) وَ کُلُوْا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلاً طَیِّبًا (۵: ۸۸) اور جو حلال طیب روزی خدا نے تمہیں دی ہے اُسے کھاؤ۔ اور کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ (۲۳: ۵۱) پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور (نمبر۲) کے متعلق طِبْتُمْ (آیت ہذا ۳۹: ۷۳) زجاج نے کہا ہے کہ طِبْتُمْ کا مطلب یہ ہے کہ تم دنیا میں شرک اور معاصی کی گندگیوں سے پاک تھے (تفسیر مظہری)
(اور نمبر۳) کے متعلق قرآن مجید میں ہے فَاِنْ طِبْنَ لَکُمْ (۴: ۴) ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے تم کو چھوڑ دیں۔ اور فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ (۴: ۳) (تو ان کے سوا) جو عورتیں تم کو پسند ہوں اُن سے نکاح کر لو۔

= فَادْخُلُوْھَا۔ میں فَ سببیہ ہے یعنی ان لوگوں کا شرک و معاصی سے پاک ہونا ہی جنت میں داخل ہونے اور وہاں ہمیشہ رہنے کا سبب ہوگا۔

اُدْخُلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ھَا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع اَلْجَنَّۃُ ہے

سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْھَا خٰلِدِیْنَ۔ ان الفاظ کے ساتھ جنت کے دروازہ پر فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

فَائِدَہ آیت ۷۱ میں جہنمیوں کے لئے اور آیت ۷۳ میں بہشتیوں کے لئے دونوں کے لئے لفظ سِیْقَ آیا ہے۔ سَاقَ یَسُوْقُ سُوْقٌ و سِیَاقَۃٌ وَ مَسَاقٌ جانور کو ہانکنے کے لئے استعمال ہوتا ہے، لیکن معلوم ہونا چاہئے کہ فاعل کے بدلنے سے فعل کے معنی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً گواہ بیٹھ گیا۔ آنکھ بیٹھ گئی وغیرہ۔

یہاں لفظ سِیْقَ اہل دوزخ کے لئے بُرے معنوں میں استعمال ہوا ہے ان کو سخت گیر فرشتے زبردستی دوزخ کی طرف مویشیوں جانوروں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے اگرچہ وہ دوزخ میں جانا ہرگز نہ چاہیں گے۔

دوسری طرف اہل جنت کے لئے اس لفظ کے استعمال کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ اہل جنت کو بسرعت جنت میں لے جانے کے لئے لفظ سِیْقَ استعمال ہوا ہے

۲:۔ اہل جنت کو اعزازاً سواری پر جنت میں لے جایا جائے گا اور سواری کی تیزی کو لفظ سِیْقَ سے بیان کیا گیا ہے۔

۳:۔ جب اہل ایمان و اہل تقویٰ محشر میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوں گے تو وہ اس منظر کو چھوڑنے سے تامل کریں گے کیونکہ ان کے نزدیک دیدار الٰہی ہی منتہی الارب ہوگا اور فرطِ اشتیاق میں وہ بھول جائیں گے کہ جنت میں بھی ان کو یہ نعمت عطا ہوگی: لہٰذا ان کو فرشتے علی الرغم جنت کی

طرف لیجائیں گے۔

۳۹: ۷۴ = اَوْرَثَنَا۔ اَوْرَثَ ماضی واحد مذکر غائب اِيْرَاثٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اس نے ہم کو وارث بنایا۔ یعنی ہم کو مالک بنادیا کہ جس طرح چاہیں استعمال میں لائیں۔

= اَلْاَرْضَ۔ سے مراد زمین جنت ہے۔

= نَتَبَوَّأُ مضارع جمع متکلم۔ تَبَوُّءٌ (تفعل) مصدر ب و ء مادہ۔ اَلْبَوَاءُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی اور سازگار ہونے کے ہیں لہٰذا مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں کہ جو اس جگہ اترنے والے کے لئے سازگار اور موافق ہو۔ بَوَّأْتُ لَهٗ مَكَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو درست اور ہموار کیا۔

تَبَوَّأَ الْمَكَانَ کسی جگہ اقامت اختیار کرنا۔ نَتَبَوَّأُ ہم سکونت اختیار کریں یا یہ ہم سکونت پذیر ہوں۔

۳۹: ۷۵ = حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ۔ حَآفِّيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر حَفَّ يَحُفُّ وحَفَّ يَحِفُّ (نصر، ضرب) حَفٌّ وحِفَافٌ گھیرنا۔

اَلْحَفُّ کے معنی کسی چیز کو حافتین یعنی دونوں جانب سے گھیرنے یا احاطہ کرلینے کے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وَحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ (۱۸: ۳۲) اور ہم نے ان دونوں کے گرداگرد کھجوروں کے درخت لگادئیے تھے۔

حَآفِّيْنَ گرداگرد گھیرنے والے۔ گھیرے ہوئے۔ حلقہ بنائے ہوئے اَلْمَلٰٓئِكَةَ سے حال ہے۔

حَوْلِ الْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ عرش کے گرد۔ حَالَ يَحُوْلُ (نصر) سے مصدر ہے۔

= يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ۔ اپنے رب کی حمد اور پاکی بیان کرتے ہوئے جملہ حالیہ ہے۔

فرشتوں کی یہ تسبیح، تسبیح عبادت نہ ہوگی، عبادت کا حکم تو اس وقت ساقط ہوچکا ہوگا۔ بلکہ یہ تسبیح تلذذ ہوگی فرشتے اس تسبیح سے لذت افروز ہوں گے (تفسیر مظہری)

= قُضِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب ماضی بمعنی مستقبل۔ فیصلہ کردیا جائے گا۔ یا فیصلہ کردیا گیا ہوگا۔

= بَیْنَهُمْ - ای بین العباد کلھم بادخال لبعضھم الجنۃ ولبعضھم النار - یعنی تمام مخلوق کے درمیان لبعض کو جنت میں اور لبعض کو دوزخ میں داخل کرنے کا حکم دیا جائے گا - بِالْحَقِّ انصاف کے ساتھ -

= وَ قِیْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ - اور کہا جائے گا سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے -

یہ جملہ کہنے والا کون ہوگا؟

۱:- جب اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے گا اور مؤمن بہشت میں چلے جائیں گے تو لبطور شکر الحمد للہ ربّ العلمین کہیں گے -

۲:- کائنات کی ہر چیز اپنے خالق ومالک کریم ورحیم پروردگار کی حمد کرے گی (ابن کثیر)

۳:- جب اللہ اپنے دوستوں کو جنت میں اور دشمنوں کو دوزخ میں داخل کرے گا تو ملائکہ لبطور شکر یہ جملہ کہیں گے =

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۴۰) سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ (۸۵)

۴۰: ۱ = حٰمٓ ۔ حروفِ مقطعات ہیں ان کا علم خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

۴۰: ۲ = تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ؕ

تَنْزِيْلُ بروزن تفعیل مصدر ہے۔ اتارنا۔ نازل کرنا۔ مضاف الکتٰب مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا ر مِنَ اللّٰهِ اس کی خبر۔ اَلْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں۔

الکتٰب سے مراد یہ سورۃ ہے یا قرآن ہے۔ العزیز (اپنی حکومت میں) سب پر غالب۔ العلیم (اپنی مخلوق سے پوری طرح) جاننے والا۔

۴۰: ۳ = غَافِرِ الذَّنْبِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ غافر اسم فاعل واحد مذکر الغفر (باب ضرب) کے معنی ہیں کسی شے کو کسی ایسی چیز میں چھپا دینا جو اسے میل کچیل سے بچا سکے۔ چنانچہ محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ اپنے کپڑے صندوق وغیرہ میں چھپا کر رکھ لو۔

خدا کی طرف سے مغفرۃ یا غفران کے معنی بندے کو عذاب سے بچا لینا ہے یا معاف کر دینا ہے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۱۳۵) اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ غَافِرِ الذَّنْبِ گناہ بخشنے والا

= قَابِلِ التَّوْبِ ؕ مضاف مضاف الیہ۔ قَابِلُ قُبُوْلٌ وَقَبُوْلٌ مصدر باب سمع سے۔ اسم فاعل واحد مذکر بحالت جرّ ہے قبول کرنے والا۔ تَوْبٌ تَابَ يَتُوْبُ (باب نصر) سے مصدر ہے بعض کے نزدیک تَوْبَةٌ کی جمع ہے جیسے دَوْمَةٌ کی جمع دَوْمٌ آتی ہے۔ قَابِلِ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا۔

غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ ۔ واو عاطفہ کا (جو جمعیت پر دلالت کرتا ہے) لانا

دلالت کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں دونوں صفتیں جمع ہیں۔ اس لئے دونوں صفتوں میں تغایر ظاہر کرنے کے لئے حرف عاطف ذکر کر دیا کیونکہ اصل ضابطہ یہی ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ میں مغایرت ہونی چاہئے۔

= شَدِیْدِ الْعِقَابِ۔ مضاف مضاف الیہ، سخت عذاب دینے والا۔ (شدید معنی مشدد)

= ذِی الطَّوْلِ: بڑی قدرت والا۔ ذیْ مضاف اَلطَّوْلِ مضاف الیہ۔ الطول قدرت مقدور، تونگری، بڑی قدرت والا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ مِنْکُمْ طَوْلًا (۴: ۲۵) اور جو شخص تم میں سے مقدور نہ رکھے (مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کا)

= العزیز العلیم، غافر الذنب، قابل التوب، شدید العقاب، ذی الطول۔ سب اللہ کی صفات ہیں۔

= اَلْمَصِیْرُ۔ اسم ظرف مکان۔ صَارَ یَصِیْرُ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے صَیْرٌ مادہ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا۔ قرارگاہ۔

۴۰: ۴ = مَا یُجَادِلُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، وہ جھگڑا کرتا ہے، جَادَلَ یُجَادِلُ مجادلۃ (مفاعلۃ) سے۔ یہاں صیغہ واحد بمعنی صیغہ جمع آیا ہے یعنی نہیں جھگڑا کیا کرتے (اللہ کی آیات میں مگر کافر۔)

= فَلَا یَغْرُرْکَ۔ لَا یَغْرُرْ، فعل نہی واحد مذکر غائب غُرُوْرٌ مصدر (باب نصر) کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے فریب نہ دے، تجھے دھوکہ میں نہ ڈالے۔

الفاء سببیہ ہے یعنی ان کفار کا کروفر سے اپنے تجارتی قافلے لے کر کبھی شام کی طرف اور کبھی یمن کی طرف جانا اور ہر دفعہ دولت وثروت کے ڈھیر سمیٹ کر واپس آنا تمہارے لئے اس دھوکے کا سبب بن جائے۔ کہ شاید ان کے کفر کی ان کو سزا نہ ملے گی۔ یہ تنعم محض عارضی ہے اور عنقریب وہ عذاب وہلاکت سے دوچار ہوں گے۔

الفاء فی قولہ فلا یغررک سببیۃ ای لا یمکن تقلبھم فی بلاد اللہ متنعمین بالاموال والارزاق سببا لاغترارک بھم فتظن بھم ظناً حسناً لان ذلک التنعم تنعم استدراج۔ وھو زائل عن قریب وھم صائرون الی الھلاک والعذاب الدائم۔ (اضواء البیان)

= تَقَلُّبُھُمْ مضاف مضاف الیہ، تقلب (تفعل) مصدر۔ پھرنا۔ پھر پھر جانا۔

آنا جانا۔ الٹنا پلٹنا۔ ھُمْ ضمیر کا مرجع کفار قریش ہیں۔
= فِی الْبِلَادِ ۔ ای فی بلاد اللہ ۔ یہاں اشارہ ہے جنوب میں یمن سے اور شمال میں ملک شام سے جہاں قریش کے تجارتی قافلے اکثر آیا جایا کرتے تھے اس کا تذکرہ سورۃ قریش میں آیا ہے رحلۃ الشتاء (للیمن) رحلۃ الصیف (للشام)
۴۰: ۵ = قَبْلَهُمْ ۔ ای قبل کفار قریش ۔ کفار قریش سے پہلے۔
= وَالْاَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ ۔ اَلْاَحْزَابُ حِزْبٌ کی جمع ہے جس کے معنی جماعت یا گروہ کے ہیں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔
مطلب: قوم نوح کے بعد وہ کافر امتیں جو کہ پیغمبروں کے خلاف جتھہ بند ہو گئی تھیں اور مقابلہ پر آگئیں جیسے قوم عاد و ثمود و قوم لوط۔
= وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍ بِرَسُوْلِهِمْ ۔ هَمَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب هَمٌّ باب نصر مصدر ہے ۔ هَمَّ بِ کسی چیز کا ارادہ کرنا۔ چاہنا۔ اور ہر امت نے اپنے رسول کا ارادہ کر لیا۔
لِيَاْخُذُوْهُ ۔ لام تعلیل کا يَاْخُذُوْا مضارع جمع مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) اَخْذٌ باب نصر مصدر ہے۔ کہ وہ اس کو پکڑ لیں۔
حضرت ابن عباس رضؓ نے اس کا ترجمہ کیا ہے تاکہ وہ اپنے پیغمبر کو قتل کر دیں۔ اور ہلاک کر دیں اور بعض علماء نے ترجمہ کیا ہے تاکہ پیغمبر کو گرفتار کر لیں۔
عرب قیدی کو اَخِيْذٌ (یعنی پکڑا ہوا۔ گرفتار) کہتے ہیں۔
= جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ ، جٰدَلُوْا ماضی جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے انہوں نے جھگڑا کیا بِالْبَاطِلِ جھوٹ کے ساتھ۔ یعنی جھوٹی بات کو بنیاد بنا کر۔ بغیر حق کے، باطل قول کے ساتھ۔
مطلب انہوں نے ناحق محض جھوٹ پر مبنی باتوں کو لے کر جھگڑے کھڑے کر دیئے تھے
= لِيُدْحِضُوْا بِهِ ۔ لام تعلیل کا۔ يُدْحِضُوْا مضارع جمع مذکر غائب منصوب بوجہ عمل لام ادحاض (افعال) مصدر بمعنی زائل کرنا۔ باطل کرنا۔ بِهٖ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع باطل ہے۔
مطلب یہ ہے کہ وہ اس باطل بات کے ذریعہ سے یا اس ناحق ذریعہ سے حق کو زائل کر دیں یا باطل کر دیں۔ ڈگمگا دیں یا دبا دیں۔
= فَاَخَذْتُهُمْ : ف سببیہ ہے اَخَذْتُ ماضی واحد متکلم هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب

پس میں نے ان کو پکڑ لیا۔ یعنی ان کو سزا دینے کے لئے میں نے پکڑ لیا۔
== کَیْفَ ۔ استفہامیہ ہے ۔ کَیْفَ سوالیہ کے ذریعہ سے صفاتِ مخلوق کے متعلق سوال کیا جاتا ہے ۔ لیکن جہاں اللہ نے اپنی ذات وصفات کے موقع پر لفظ کیف کو استعمال کیا ہے وہاں غیر حقیقی استفہام ادا ہوتا ہے یعنی صرف استخبار، خواہ بطور تعجب یا مخاطب کو تنبیہ اور توبیخ کرنے کے لئے ۔ یہاں بطور تعجب آیا ہے ۔
روح المعانی میں ہے وھذا التقریر فیہ تعجیب للسامعین مما وقع بھم اس تقریر میں جھوٹا جھگڑا کرنے والوں پر جو گذری اس پر سامعین کے لئے تعجیب ہے۔
== عِقَابِ ۔ اصل میں عِقَابِی تھا۔ ی کو ساقط کر دیا گیا۔ میری سزا۔ یعنی میری طرف سے دی گئی سزا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھا میری طرف سے ان کو کیسی سزا ملی۔
۴۰: ۶ == کَذٰلِکَ ۔ کاف اول حرف تشبیہ ہے ذٰ۔ اسم اشارہ (یہ۔ اس) لام علامت اشارہ بعید۔ آخر کاف حرف خطاب واحد مذکر حاضر۔ کَذٰلِکَ سے اشارہ مذکورۂ سابق کی طرف ہوتا ہے ۔ جس کا ترجمہ ۔ ایسے ہی ۔ اسی طرح ۔
== حَقَّتْ ٹھیک پڑی، ثابت ہوئی ۔ واجب ہوئی ۔ پوری ہوئی ۔ لازم ہوئی، نیز ملاحظہ ہو ۱۷:۱۰۹ متذکرہ بالا۔
== کَلِمَتُ حکم: ازلی تحریر، حکم الٰہی سابق۔
کَذٰلِکَ حَقَّتْ کَلِمَتُ رَبِّکَ عَلَى الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۔
اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۔ مقام نصب میں ہے اور اَنَّهُمْ میں لام تعلیل محذوف ہے ۔ یعنی لِاَنَّهُمْ ہے۔
آیت کا مطلب یوں ہوگا۔
جس طرح مذکورہ بالا کفار امم سابقہ میں سے مرسلینِ حق کے ساتھ جھوٹی باتوں پر اڑے رہے اور جھگڑتے رہے اور رسولوں کی ایذار اور قتل کے درپے رہے اور انجام کار خدا کے عذاب نے انہیں بری طرح آلیا اور وہ ہلاک ہوئے اسی طرح تیرے پروردگار کا حکم کفار پر (کفار قریش مراد ہے) واجب ہو کر رہیگا۔ (وہ بھی عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں گے اور ہلاکت کو پہنچیں گے) کیونکہ انجام کار وہ ایک ہی قدر مشترک میں مجتمع ہیں یعنی وہ

دوزخی ہیں۔

۲:۔ اگر جملہ اَنَّھُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ محل رفع میں ہے بوجہ کَلِمَتُ رَبِّكَ کا بدل ہونے کے تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

(ا) جس طرح گذشتہ کافر امتوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا۔ اسی طرح آپ کی امت میں سے جو لوگ کافر ہیں ان پر قول عذاب پورا ہوگا یعنی وہ داخل جہنم ہوں گے۔

(ب) جس طرح گذشتہ کافر امتوں پر خدا کا فرمان عذاب پورا ہوا اسی طرح جو لوگ بھی کفر کے مرتکب ہوئے ہیں یا ہوں گے ان پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان چسپاں ہوچکا کہ وہ جہنمی ہوں گے۔

۴۰: ۷ = یَحْمِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، وہ اٹھاتے ہیں وہ اٹھائے ہوں گے حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

= یَسْتَغْفِرُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب استغفار (استفعال) مصدر۔ وہ مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ معافی مانگتے ہیں۔

= وَسِعْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر سَعَةٌ مصدر۔ یہ وسعت مکانی، وسعت حالت اور وسعت فعل کے لئے آتا ہے مثلاً وسعت مکانی کے متعلق کہیں گے ھٰذَا الْاِنَاءُ یَسَعُ عِشْرِیْنَ کَیْلًا۔ اس برتن میں بیس کیل سماتے ہیں۔

اور وسعت حالت کے متعلق: لِیُنْفِقْ ذُوْسَعَةٍ مِّنْ سَعَتِہٖ (۶۵:۷) صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے۔ اور وسعت فعل (یعنی قدرت وجود و رحمت و علم و فضل وغیرہ کے لحاظ سے وسیع ہونا) مثلاً وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا۔ (۶ : ۸۱) میرا پروردگار بلحاظ علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یا اور جگہ فرمایا وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (۷:۱۵۶) اور جو میری رحمت ہے وہ ہر چیز کو شامل ہے۔

آیت ہذا میں وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا۔ تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز کو شامل ہے۔ رَحْمَةً وَّعِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔

= فَاغْفِرْ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) سے تو معاف کر، تو بخش دے۔

اصل میں غفر ایسے لباس کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔ مغفرت الٰہی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔

اسی اعتبار سے غفر کا استعمال معاف کرنے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے۔
الفاء سببیہ ہے۔ اس کی رحمت سبب مغفرت ہے اعمال موجب مغفرت نہیں ہیں۔
= سَبِیْلَكَ - مضاف مضاف الیہ، تیری راہ - تیرا راستہ، مراد تیرا دین۔
= قِهِمْ - قِ هِمْ - قِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے۔ هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وِقَايَةٌ اور وِقَاءٌ مصدر (باب ضرب) وقی مادّہ۔
قِ فعل امر حاضر معروف تَقِيْ فعل مضارع معروف سے بنایا گیا ہے علامت مضارع کو شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرا دیا قِ رہ گیا۔
قِهِمْ تو ان کو بچا۔ تو ان کو محفوظ رکھ۔
= رَبَّنَا - اے ہمارے پروردگار۔ تکریر الندا لزیادۃ الاستعطاف - ندائیہ کلمہ زیادتی طلب رحمت کے دو بارہ لایا گیا ہے۔
۴۰: ۸ = وَاَدْخِلْهُمْ - اَدْخِلْ فعل امر حاضر واحد مذکر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر تو ان کو داخل کر۔ اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔
= جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِیْ وَعَدْتَّهُمْ - اگر عَدْنٍ علم ہے جیسا کہ بعض علماء کا خیال ہے (اور وہ اس آیۃ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کیونکہ یہاں معرفہ کو اس کی صفت لایا گیا ہے) اس صورت میں جنّٰت عدن ترکیب اضافی ہے بمعنی عدن کے باغات۔
اور اگر عَدْنٌ کو عَدَنَ یَعْدِنُ (باب ضرب) یا عَدَنَ یَعْدُنُ (باب نصر) کا مصدر لیا جاوے تو یہ ترکیب توصیفی ہے جنّٰت موصوف اور عدن صفت یعنی ایسے باغات جہاں مستقل طور پر رہنا اور بسنا ہو۔
ترجمہ ہوگا:۔ (اے پروردگار ان کو) جنّٰتِ عدن (ایں داخل فرما) جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔
= وَمَنْ صَلَحَ - واو عاطفہ ہے۔ مَنْ موصولہ۔ اس کا عطف ادخلهم کی ضمیر هِمْ پر ہے۔ ای وادخل معهم هٰؤلآء اور ان کے ساتھ ان کو بھی داخل فرما۔ صَلَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب صَلَاحٌ صُلُوْحٌ مصدر (باب نصر، فتح) نیک ہونا۔ نیکی کرنا۔
صَلَاحٌ کا مقابلہ قرآن مجید میں کہیں فَسَادٌ سے کیا گیا ہے مثلاً وَلَا تُفْسِدُوْا

فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا (۷:۵۶) اور ملک میں اس کی اصلاح کے بعد خرابی مت مچاؤ۔

اور کہیں اس کا مقابلہ سَيِّئَةٌ سے ہے مثلاً خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ط (۹:۱۰۲) انہوں نے اچھے اور بُرے عملوں کو ملا جُلا (خلط ملط) کر دیا۔

یہاں مَنْ صَلَحَ سے مراد وہ اشخاص ہیں جو (جنت میں داخل ہونے کی) صلاحیت رکھتے ہوں یعنی جو ایمان رکھنے والے ہوں خواہ ان سے گناہ کا ارتکاب ہوا ہو۔

۴۰ : ۹ == وَقِهِمْ میں واؤ عاطفہ ہے قِ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (ملاحظہ ہو آیت ۷ تذکرہ بالا) هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور ان کو بچالے، محفوظ رکھ۔

== السَّيِّاٰتِ ای وقهم جزاء السیّاٰت اور ان کو ان کی برائیوں کی سزا سے بچالے۔ یا بدوں اضافت "ان کو برائیوں سے (دنیا میں) بچالے"

== مَنْ موصول ہے۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے۔

== تَقِ : مضارع واحد مذکر حاضر۔ وَقْيٌ مصدر باب ضرب تَقِ اصل میں تَقِيْ تھا۔ عامل کے آنے سے یٰ حرف علت ساقط ہو گیا۔ تو بچالے۔ تو بچاتا ہے۔ تو بچادیگا

وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ، مَنْ اسم موصول ہے۔

السَّيِّاٰتِ سے مراد برائیاں۔ اعمال بد یا اعمال بد کی جزاء۔ برائیوں کی سزا ہے۔

يَوْمَئِذٍ اس روز، اس سے مراد یوم مؤاخذہ (روز قیامت) ہے یا یوم عمل یعنی دنیا ہے۔

آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے:۔

جس کو تو نے برائیوں سے اس روز بچالیا۔ اس پر تو نے (بڑی) رحمت (مہربانی) کی

اگر يَوْمَئِذٍ سے مراد یوم عمل لیا جائے تو آیت کا مطلب ہوگا:۔

جس کو تو نے (دنیا میں) بد اعمال سے بچا لیا (وہ آخرت میں عذاب سے بچ گیا اس طرح روز قیامت) اس پر تیری بڑی رحمت ہوئی۔

اور اگر يَوْمَئِذٍ سے مراد یوم حساب لیا جائے تو السیّاٰت بمعنی عقوبات سیّات و بد اعمال کی سزا ہو آئے گا۔ یعنی جس کو تو نے روز قیامت اس کے اعمالِ بد کی سزا سے (اپنی رحمت سے) بچالیا اس پر تیری (بڑی) مہربانی ہوئی۔

== ذٰلِكَ کا اشارہ رحمت کی طرف ہے یا عذاب سے بچاؤ کی طرف یا دونوں کی طرف

== اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ . موصوف وصفت، بڑی کامیابی۔

فَائِدَہ آیات ۷ تا ۹ میں فرشتوں کی طرف سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا اور عذاب سے محفوظ رکھنے کی دعا ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے:

ایک سوال: ملائکہ کو جب معلوم ہے کہ اللہ نے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کا وعدہ فرمالیا ہے (مثلاً وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ .... وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔(۱۳: ۲۲-۲۳) اور اللہ کے وعدہ کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں تو پھر اللہ سے مومنوں کو جنت میں داخل کرنے کی دعا کرنا بے سود ہے۔..... جواب میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے دلوں میں مومنوں کی محبت ڈالدی ہے۔ اور اسی محبت کا تقاضا ہے کہ وہ مومنوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ پھر دعا کا مقصد مزید رحمت کی طلب بھی ہوتا ہے۔ اور اللہ کے محبوب بندوں کے لئے دعا کرنے والوں کو خود بھی اللہ کی رحمت اور رضامندی کا ایک حصہ ملتا ہے۔

۴۰: ۱۰ = يُنَادَوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب فعل مالم یسم فاعلہ اَلَّذِيْنَ اسم موصول مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔ ان کو پکارا جائیگا۔ مُنَادَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر مطلب یہ کہ جب کافر لوگ اپنے اعمال بد کے نتیجے میں دوزخ کے اندر سزا بھگت رہے ہوں گے وہ اپنے نفسوں سے سخت نفرت کریں گے۔ کیونکہ انہیں کے نفوس نے ان کو دنیا میں گناہ اور کفر پر آمادہ کیا تھا جس کا نتیجہ وہ اب بھگت رہے ہیں۔ اس حالت میں دوزخ کے فرشتے ان کافروں کو پکاریں گے اور کہیں گے۔ یا مومن لوگ ان کافروں کو پکاریں گے

= لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ لام ابتدائیہ یا قسم کے لئے مَقْتُ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ مَقْتُ مصدر ہے۔ یہ مصدر کی اضافت اس کے فاعل کی طرف ہے۔ اَلْمَقْتُ (باب نصر) کے معنی کسی شخص کو فعل قبیح کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھ کر اس سے نفرت کرنے کے ہیں۔

مَقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ۔ مرکب اضافی۔ تمہاری اپنی نفسوں سے نفرت۔

لَمَقْتُ اللّٰهِ ...... فَتَكْفُرُوْنَ: یہ دوزخ کے فرشتوں یا مومنوں کا مقولہ ہے۔ یعنی وہ یہ کہیں گے ای يُنَادَوْنَ فَيُقَالُ لَهُمْ ان کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائیگا

= اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ میں اِذْ ظرفیہ نہیں بلکہ تعلیلیہ ہے اور مَقْتُ اللّٰهِ اور مَقْتِكُمْ کا زمانہ ایک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تم جس قدر اپنے نفسوں سے نفرت

کرتے ہو اللہ تم سے اس سے زیادہ نفرت کر رہا ہے۔ کیونکہ (دنیا میں) ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا اور تم کفر کی راہ اختیار کرتے تھے۔

تُدْعَوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، دُعَاءٌ مصدر باب نصر، تم پکارے جاتے ہو۔ تم پکارے جاؤ گے! یہاں مضارع بمعنی ماضی ہے تم پکارے جاتے تھے۔ تم کو پکارا جاتا تھا۔

= فَتَكْفُرُوْنَ ۔ تکفرون مضارع جمع مذکر حاضر۔ تم کفر کرتے ہو۔ تم کفر کرتے تھے (مضارع بمعنی ماضی) تم قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔

(کافروں کا کفر کرنا اور ایمان نہ لانا نفرتوں کا سبب بن گیا)

۴۰ : ۱۱ = اَمَتَّنَا ۔ ماضی واحد مذکر حاضر نا ضمیر جمع متکلم۔ تو نے ہم کو موت دی۔ اور دو دفعہ زندگی بخشی۔ پہلی موت : ماں کے پیٹ میں بصورت نطفہ۔ علقہ یا مضغہ اس میں روح پھونکے جانے سے قبل۔ اس وقت چونکہ بچے میں جان نہیں ہوتی اس اعتبار سے وہ موت ہی ہے۔

دوسری موت دنیاوی زندگی ختم ہونے پر۔

پہلی حیات: جب ماں کے پیٹ میں بچہ کے جسم میں جان پڑتی ہے اس وقت سے لے کر دنیاوی زندگی ختم ہونے تک۔

دوسری حیات : دنیاوی زندگی ختم ہونے پر مرنے کے بعد کی زندگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اس کا ذکر اور جگہ قرآن مجید میں ہے!

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (۲ : ۲۸)

تم خدا سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو در آں حالیکہ تم بے جان تھے تو اس نے تمہیں زندگی بخشی پھر وہی تمہیں موت دیگا۔ پھر وہی تمہیں زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم واپس کئے جاؤ گے۔

= فَاعْتَرَفْنَا ۔ الف سببیہ ہے، جب وہ دوسری موت کے بعد دوسری زندگی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تو اپنے گناہ اور خطا کا اقرار کریں گے (کیونکہ یہی حیات ثانی تھی جس کے وہ دنیا میں منکر تھے) اس طرح دونوں موتوں اور دونوں زندگیوں کا مجموعہ اعتراف کا سبب بن جائے گا۔

= فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۔ یہ جملہ استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے سو کیا

(یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے؟

اور جملہ تمنائیہ بھی: کاش (یہاں سے نکلنے کی) کوئی سبیل ہوتی۔

۴۰:۱۲ == ذٰلِكُمْ. یعنی تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا۔

== بِاَنَّهٗ - میں بار سببیہ ہے اَنَّ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ تحقیق، بے شک۔ یقیناً ہٗ ضمیر شان ہے اور اللہ کی طرف عائد ہوتی ہے۔

== دُعِيَ - ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پکارا گیا۔ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔

ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ۔ تمہارا یہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہونا بدیں وجہ ہے کہ تحقیق جب بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا ذکر کیا گیا تو تم اسے ماننے سے انکار کر دیتے تھے یعنی جب بھی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا جاتا تو تم کہہ اٹھتے اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا (۳۸: ۵) کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا۔ - یا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ يَسْتَكْبِرُوْنَ ہ (۳۷: ۳۵) کفار کا حال یہ ہے کہ جب انہیں کہا جاتا ہے کہ نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا تو یہ تکبر کرنے لگتے ہیں۔

== اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ اِنْ شرطیہ يُشْرَكْ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ بٖ تعدیہ کے لئے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اور اگر کسی کو اس کا شریک بنایا جاتا۔

== تُؤْمِنُوْا - مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی بوجہ جواب شرط حذف ہو گیا۔ (تو) تم اس شرک کو مان جاتے، اس پر ایمان لے آتے۔

== فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ: پس (آج) حکم کا اختیار (صرف) اللہ وحدہٗ لاشریک کو ہی ہے۔ تمہارے کسی معبود باطل کے بس کی بات نہیں۔

== اَلْعَلِيِّ - بلند مرتبہ، رفیع المرتبت، عالیشان۔ فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ ہر دو اَلْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ - اپنے اعراب میں موصوف اللہ کے تابع ہیں۔

== اَلْكَبِيْرِ - عظمت و مرتبہ میں بڑا۔ یہ بھی صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

فَائِدَة: یہاں اللہ کی طرف سے دوزخیوں کا جواب ختم ہوا۔ اس کے بعد هُوَ الَّذِيْ سے کلام جدید شروع ہوا۔ جس کے مخاطب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مومن ہیں۔

۴۰:۱۳ == هُوَ الَّذِيْ مبتدا ہے يُرِيْكُمْ اس کی خبر۔

== يُرِيْكُمْ ۔ يُرِيْ فعل مضارع واحد مذکر غائب اِرَاءَةٌ مصدر باب افعال کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر وہ تم کو دکھاتا ہے ۔
== اٰيٰتِهٖ ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر يُرِيْ کا مفعول ثانی
وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے ۔ نشانیوں سے مراد وہ نشانیاں ہیں جو اس کی عظمت شان اور وحدانیت پر دلالت کرتی ہیں ۔
== يُنَزِّلُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِيْلٌ (تفعیل) مصدر، وہ نازل کرتا ہے ۔
== مِنَ السَّمَآءِ ۔ اوپر سے ۔ سَمَآءٌ ہر شے کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں ۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اسماء نسبیہ سے ہے ۔ ہر شے اپنے ماتحت کے لحاظ سے سماء ہے لیکن اپنے مافوق کے لحاظ سے ارض کہلاتی ہے ۔
== رِزْقًا ۔ يُنَزِّلُ کا مفعول ہے یہاں مسبب بیان کرکے سبب مراد لیا ہے یعنی سبب رزق مراد بارش ، یعنی وہی اوپر سے تمہارے لئے بارش برساتا ہے جس سے تمہارے لئے رزق پیدا کرتا ہے ۔
يُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۔ یہ هُوَ الَّذِيْ مبتدا کی خبر ثانی ہے ۔
== مَا يَتَذَكَّرُ ۔ مضارع نفی واحد مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر سے کوئی نصیحت نہیں پکڑتا (مگر ....)
== مَنْ يُّنِيْبُ ، مَنْ موصولہ ۔ ينيب مضارع واحد مذکر غائب ۔ اِنَابَةٌ (افعال) مصدر ۔ وہ لوٹتا ہے (یعنی شرک سے توحید کی طرف)
(مگر وہ جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنیوالا ہے)
یہ جملہ معترضہ ہے ۔
۴۰ : ۱۴ ۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ فَ سببیہ ہے اور یہ جملہ مسبب ہے جس کا سبب اوپر بیان ہوا ۔ ای هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۔
اُدْعُوْا فعل امر ، جمع مذکر حاضر دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ تم پکارو ۔ اللّٰهَ مفعول اُدْعُوْا کا ۔ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ جملہ حالیہ ہے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے ۔ یعنی شرک سے بالکل پاک (نیز ملاحظہ ہو ۳۹ : ۲)
== كَرِهَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب كَرَاهَةٌ (باب سمع) مصدر اس نے برا جانا

اس نے نفرت کی۔ اس نے ناپسند کیا۔

فَائِدَہ: فَادْعُوا اللہَ ...... کلامِ معترضہ ہے۔

۴۰: ۱۵ == رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ۔ رَفِیْعٌ بلند کرنے والا۔ بلند ہونے والا۔
رَفْعٌ سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ یعنی رَافِعٌ بھی ہوسکتا ہے بمعنی بلند ہونیوالا اور بلند کرنے والا۔ اور بمعنی مفعول۔ یعنی مرفوع بھی بمعنی بلند کیا ہوا۔
رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے اس کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔ بلند مرتبوں والا بھی۔ اور مرتبوں کو بلند کرنے والا بھی۔
یہ هُوَ الَّذِيْ مبتدا کی خبر ثالث ہے۔

== ذُو الْعَرْشِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یہ خبر چہارم ہے۔
صاحب عرش، عرش کا خالق و مالک:

== يُلْقِي الرُّوْحَ۔ يُلْقِيْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر وہ ڈالتا ہے، وہ نازل فرماتا ہے۔
اَلرُّوْحَ اس سے مراد مختلف معانی لئے گئے ہیں۔
۱:۔ اس سے مراد وحی ہے (قتادہ ؒ)
۲:۔ اس سے مراد القرآن ہے۔ (ابن عباس ؓ)
۳:۔ اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں۔ ضحاک ؒ
۴:۔ اس سے مراد تمام وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنے ہدایت یافتہ بندوں پر نازل فرماتا ہے ابن عطیہ ؒ

== مِنْ اَمْرِہٖ۔ مِنْ (۱) بیانیہ بھی ہوسکتا ہے یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے۔
۲:۔ مِنْ ابتدائیہ بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں امر سے مراد فضل ہے یعنی اپنے فضل سے وہ وحی نازل فرماتا ہے۔
۳:۔ مِنْ سببیہ (يُلْقِيْ) سے متعلق) بھی ہوسکتا ہے۔ ای ینزل الروح من اجل تبلیغ امرہٖ۔ وہ روح کو اپنے حکم کی تبلیغ کے لئے [illegible]
یہ جملہ هُوَ الَّذِيْ مبتدا کی خبر پنجم ہے۔

فَائِدَہ: عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ اپنے [illegible] ہیں۔ جس پر چاہتا

وحی لیعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے) یہ آخری جملہ تمہید نبوت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔
مِنْ عِبَادِہٖ میں مِنْ بیانیہ ہے:

= لِیُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یُنْذِرَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے، نصب بوجہ عمل لام ہے۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ ڈرائے۔
ضمیر فاعل کا مرجع:
(۱) اللہ تعالیٰ ہے۔ (۲) رُوح یعنی وحی ہے (۳) یا مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ (یعنی پیغمبر) ہے۔

یُنْذِرَ کا مفعول الناس والعذاب دونوں محذوف ہیں یَوْمَ التَّلَاقِ مفعول فیہ ہے۔ ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہونے کی صورت میں کلام کا مطلب یہ ہوگا ہے
اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی لیعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے تاکہ وہ (اس حکم اور پیغمبر کے ذریعہ) لوگوں کو ان کی نافرمانی کے نتیجۂ بد کے طور پر قیامت کے روز ہونے والے اس عذاب سے ڈرائے۔

یَوْمَ التَّلَاقِ۔ مفعول بہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں الناس اور العذاب کو مفعول محذوف لانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور ترجمہ ہوگا۔
وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وہ وحی یعنی اپنا حکم نازل فرماتا ہے تاکہ یوم الاجتماع (یوم حساب، روز قیامت) سے ڈرائے

= یَوْمَ التَّلَاقِ مضاف مضاف الیہ۔ مادہ لقی، باب تفاعل سے مصدر ہے ایک دوسرے سے ملاقات کرنا۔ باہم جمع ہونا۔ اصل میں تَلَاقِیٌ تھا۔ ی حرف علت آخر سے حذف ہوگئی۔ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ کیونکہ اس روز سب اگلے اور پچھلے یا اہل سماء و اہل ارض ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجائیں گے، نیز اس روز ہر شخص اپنے اعمال کے نتائج کو اپنے سامنے پالے گا۔

= یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ۔ یہ یَوْمَ التَّلَاقِ کا بدل ہے۔ وہ دن جب وہ قبروں سے نکل کر کھلے میدان میں اللہ کے حضور آکھڑے ہوں گے!
بَارِزُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ بُرُوْزٌ باب نصر سے مصدر۔ باہر نکل کھڑے ہونے والے۔ بُرُوْزٌ کسی جگہ نکلنا۔ میدان میں نکلنا۔ اور ظاہر ہونا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِہٖ۔ (۲: ۲۵۰)

اور جب وہ لوگ جالوت اور اس کے لشکر کے مقابل آئے۔ یا۔ وَ بَرَزُوْا لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ۔ (۱۴: ۴۸) اور سب لوگ خدائے یگانہ و زبردست کے سامنے نکل کھڑے ہوں گے۔

= لَا یَخْفٰی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِخْفَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ضمیر فاعل کا مرجع شیءٌ ہے۔ کوئی شے پوشیدہ نہ رہے گی۔

لَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ کا جملہ یَوْمَ ھُمْ بَارِزُوْنَ کے معنی کی تاکید کر رہا ہے اور دنیا میں جو پوشیدہ رہنے کا توہم ہو سکتا ہے۔ اس کو دور کر رہا ہے۔

اسی مفہوم میں اور جگہ ارشاد باری ہے اِنَّ رَبَّھُمْ بِھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ (۱۰۰: ۱۱) بے شک ان کا پروردگار اس روز ان سے خوب واقف ہوگا۔

= مِنْھُمْ: یعنی ان کی شخصیت و ذات مخفی رہیگی۔ نہ کوئی عمل نہ کوئی حالت۔

= لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ۔ آج کس کی بادشاہی ہے؟ (سوال)

= لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ۔ صرف اللہ کی جو واحد اور قہار ہے (جواب)

۴۰: ۱۷ = اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ: آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا۔ آج ذرا ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب لے ڈالنے والا ہے (جواب کا ضمیمہ ہے)

اس سوال و جواب کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ یہ سوال و جواب ساری مخلوق کے مرنے کے بعد اور دوبارہ پیدا کرنے سے پہلے ہوگا۔ اور سوال کرنے والا اور جواب دینے والا خود اللہ کی ذات ہوگی۔ جب ہر چیز فنا ہو جائے گی اور کوئی شے باقی نہ رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لیکن کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا۔ تو خود ہی جواب میں فرمائے گا۔ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ"

۲۔ یہ سوال و جواب اس وقت ہوگا، جب ساری مخلوق زندہ ہو کر خدا کے حضور کھڑی ہو گی اور ہر شخص کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہوگا۔ اور یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ساری مخلوق کے ذہن نشین ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ سوال کریگا کہ۔ دنیا میں بڑے مارنے والو! اب بتاؤ کہ آج کس کی حکومت ہے؟ ہر شخص حقیقتِ حال سے آگاہ ہوگا۔ اس لئے کوئی جواب نہ دے سکیگا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب میں فرمائے گا۔

لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ۔۔۔۔ الخ

(۳) بعض نے کہا ہے کہ سائل اللہ تعالیٰ یا فرشتگان ہوں گے۔ اور جواب دینے والے حشر میں جمع لوگ ہوں گے لیکن کلام اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ بندوں کی زبان سے نہیں ہے۔

فھذا یقتضی ان یکون المنادی ھو المجیب (کشاف) یعنی یہ عبارت اس بات کی مقتضی ہے کہ سوال کرنے والا خود ہی جواب دینے والا ہو۔

(۴) بعض کے نزدیک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اَلْیَوْمَ تُجْزٰی ...... سَرِیْعُ الْحِسَابِ ہ تتمہ جواب نہیں ہے بلکہ سوال وجواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو۔

تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ مؤنث کا صیغہ نفس کے لئے ہے جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ جزی مادہ۔ اس کو جزا دی جائے گی۔ اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

= کُلُّ نَفْسٍ ۔ مفعول مالم یسم فاعلہ، ہر نفس، ہر جان۔

= سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ حساب کو بہت جلدی کر لینے والا۔ سَرِیْعٌ ۔ سُرْعَةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بہت جلدی سے کر لینے والا۔

۴۰ : ۱۸ = اَنْذِرْهُمْ : اَنْذِرْ ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے بمعنی ڈرانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو ڈرا۔ تو ان کو ڈر سنا دے۔

= یَوْمَ الْاٰزِفَةِ ۔ مضاف مضاف الیہ ای یوم القیامة۔ یہ اَنْذِرْ کا مفعول ثانی ہے اس کا ظرف نہیں ہے۔ کیونکہ یوم قیامت سے خوف دلانے کا فعل یہاں دنیا میں واقع ہے۔

اَلْاٰزِفَةُ ۔ اَزَفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اَزِفَ یَاْزَفُ (سمع) اَزَفٌ قریب آپہنچنا۔ اس کے اصل معنی تنگیٔ وقت کے ہیں۔ چونکہ تنگیٔ وقت کا مطلب وقت کا قریب آلگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آلگنے میں ہونے لگا۔ اٰزِفَة جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو۔ قریب آلگنے والی۔ مراد قیامت۔

وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ الْاٰزِفَةِ ، اور ان کو قریب آنے والے دن (یوم قیامت) سے ڈراؤ۔

اور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۔ نزدیک آجانے والی نزدیک آپہنچی یعنی

قریب آپہنچی۔

== اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَی الْحَنَاجِرِ کٰظِمِیْنَ۔

اِذْ۔ جب۔ جبکہ، یَوْمَ الْاٰزِفَۃِ سے بدل ہے۔

لَدَی الْحَنَاجِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ لَدَیْ اسم ظرف بمعنی عِنْدَ پاس۔

اَلْحَنَاجِرِ جمع حَنْجَرَۃ کی گلا۔ لَدَی الْحَنَاجِرِ گلوں کے پاس۔ گلوں میں۔

اس وقت دلوں کا گلے میں آنا۔ دو طرح سے ہے۔

(۱) دل اس روز سینے میں اپنی جگہوں کو چھوڑ کر اوپر کو آجائیں گے حتیٰ کہ گلے میں آ پھنسیں گے وہاں سے نہ تو وہ منہ سے باہر ہی نکل سکیں گے کہ نکل جائیں تو موت ہی آجائے اور نہ نیچے اپنے اصلی مقام کو جا سکیں گے کہ سانس لیا جا سکے، بس گلے میں اٹکے ہی رہ جائیں گے نہ موت آئے گی اور نہ اس دکھ سے جان چھوٹے گی۔

۲۔ دلوں کا گلے میں آ اٹکنا۔ دکھ اور درد کی شدت، صورت حال کی قباحت و دشواری کو ظاہر کرنا ہے دلوں کا فی الواقع گلے میں آجانا مراد نہیں ہے اسی مفہوم میں قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے۔ ھُنَالِکَ ابْتُلِیَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ زُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِیْدًا (۳۳:۱۱) اس موقعہ پر ایمان والوں کو خوب آزمایا گیا اور اور وہ سخت زلزلہ میں ڈالے گئے یہاں زلزال سے خوف و فزع مراد ہے نہ کہ حرکتِ ارض (زلزلہ، بھونچال) یعنی وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے۔ گویا یہاں بطور محاورہ استعمال ہوا ہے:

کٰظِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کَاظِمٌ مفرد۔ کَظْمٌ کُظُوْمٌ مصدر۔ (باب ضرب) کَظَمَ الْبَابَ اس نے دروازہ بند کیا۔ کَظَمَ النَّھْرَ اس نے نہر کو روک دیا کَظَمَ الْقِرْبَۃَ اس نے مشک بھری اور منہ باندھ دیا۔ کَظِمَ (باب سمع)..... غَیْظَہٗ۔ اس نے اپنے غصہ کو پی لیا۔ اور قرآن مجید میں ہے وَ الْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ ..... آیہ (۳:۱۳۴) غصہ کو پی جانے والے۔ د۔ الکظم ۔ن، غم اور غصہ کو دل میں روک لینا حتی یمتلئ منہ ولیضیق بہٖ۔ حتی کہ وہ اس سے بھر جائے اور اس کی وجہ سے گھٹن محسوس کرنے لگے۔

کاظمین۔ مکروبین ممتلئین خوفاً وغماً وحزناً۔ خوف و غم اور حزن سے بھرے ہوئے کہ سخت کرب و عذاب میں مبتلا ہوں۔

کٰظِمِیْنَ۔ القلوب سے حال ہے جملہ کا مطلب یہ ہوگا۔

اس وقت (دکھ اور درد کی شدت سے) اپنی جگہ چھوڑ کر دل اوپر حلقوم میں آجائیں گے اور ان کے

منہ بند کردیں گے (کہ نہ سانس اندر کی نہ باہر کی راہ پا سکے اور نہ اندرونی کرب وایذا رمیں کمی ہوسکے)
= ظٰلِمِيْنَ۔ سے مراد مشرک اور کافر لوگ ہیں۔
= حَمِيْمٍ۔ جگری دوست۔ ایسا دوست جو کہ اپنے دوست کو تکلیف میں دیکھ کر اس کی مدد کے لئے جوش میں آجائے (گرمی کھاجائے)
= شَفِيْعٍ۔ شَفَاعَةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ سفارش کرنے والا۔
= يُطَاعُ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ جس کی بات مانی گئی ہو۔ یعنی ایسا سفارشی جس کی بات اگلا مان جائے۔ مراد یہاں سفارشی کی مطلقاً نفی ہے کیونکہ ان کا کوئی ایسا سفارشی تو ہوگا ہی نہیں جس کی سفارش مان لی جائے اور ایسا سفارشی بھلا کون ڈھونڈے گا جس کے متعلق یقین ہو کہ اس کی کوئی بات مانے گا ہی نہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ اسے کوئی بھی سفارشی ملیگا ہی نہیں
یا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جیسا کہ کفار ومشرکین خیال کرتے تھے اور اب بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جن بزرگوں کے وہ دامن گرفتہ ہیں وہ ان کو دوزخ میں جانے نہیں دیں گے اور انہیں اللہ سے بخشوا کر ہی چھوڑیں گے۔ فرمایا کہ ایسا کوئی ان کا شفیع نہ ہوگا جس کی سفارش اللہ تعالیٰ منظور فرمالے۔ یا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا جس کی سفارش مان لی جائے۔ یعنی ان کے کسی سفارشی کی بات نہ مانی جائے گی (یہ الگ بات ہے کہ ان کا کوئی سفارشی ہوگا بھی کہ نہیں)

فائدہ: کلام يُلْقِي الرُّوْحَ ...... الْحِسَابِ (آیات ۱۵ : ۱۷) کا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے (جب کہ الیوم کا ترجمہ "آج کا دن" کی بجائے "اس دن" کیا جاتے) (اللہ تعالیٰ) اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنا حکم دے کر وحی کو اس کی طرف بھیجتا ہے تاکہ وہ (اللہ یا وحی یا پیغمبر جس پر وحی نازل ہو لوگوں کو) یوم اجتماع کے (عذاب سے) ڈرائے اس دن سب مخلوق جیتی نکلی بغیر کسی چھپن چھپائے کے اس کے سامنے نکل کھڑی ہوگی (اور) ان کی کوئی بات اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہ ہوگی۔ اس دن کس کی حکومت ہوگی؟ (ظاہر ہے کہ اور کسی کی نہیں) صرف اور صرف اللہ کی ہوگی جو الواحد اور القہار ہے۔ اس دن ہر شخص کو اپنے کئے کی جزا ملے گی اور اس روز کسی کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ بیشک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے (اس صورت میں لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (سوال) اور لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (جواب) کے لئے سائل اور مجیب معلوم کرنے کی ضرورت نہیں

یہ اسلوب بیان کسی امر کو زوردار اور مؤثر بنانے کے لئے دوسری زبانوں میں بھی اختیار کیا جاتا ہے)

۱۹:۴۰ == یَعْلَمُ ای اللہ یَعْلَمُ اللہ جانتا ہے۔

== خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ۔ خَائِنَۃٌ اصل میں خِیَانَۃٌ (خیانت، دغا) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اصل میں فَاعِلٌ کے وزن پر خَائِنٌ تھا۔ ۃ مبالغہ کے لئے بڑھا دی گئی ہے اسم فاعل واحد مؤنث کا صیغہ بھی خَائِنَۃٌ (بہ تاء تانیث) آئے گا۔

لیکن یہاں جمہور علماء کے نزدیک بطور مصدر آیا ہے۔ معجم الوسیط میں ہے:۔

الخائنۃ اسم بمعنی الخیانۃ وھو من المصادر التی جاءت علی لفظ الفاعلۃ کالعاقبۃ۔ وفی القرآن الکریم۔ یَعْلَمُ خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ:

یہاں خَائِنَۃٌ فاعلۃ کے وزن پر بطور مصدر آیا ہے اسی وزن پر دیگر مصادر الکاذبۃ، العاقبۃ۔ العافیۃ وغیرہ ہیں۔

خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ مضاف مضاف الیہ ہے۔ آنکھوں کی خیانت۔ یعنی چوری چھپے اس چیز کو دیکھنا جس کا دیکھنا شرعاً حرام ہے۔ وغیرہ۔

خائنۃ بطور مصدر قرآن مجید میں اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَائِنَۃٍ مِّنْھُمْ (۵:۱۳) اور ہمیشہ تم ان کی (ایک نہ ایک) خیانت کی خبر پاتے رہتے ہو۔

یا خَائِنَۃَ الْاَعْیُنِ میں تقدیم و تاخیر ہے اور کلام یوں ہے یَعْلَمُ الْاَعْیُنَ الْخَائِنَۃَ۔ وہ چور آنکھوں کو بھی جانتا ہے۔

== وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ تُخْفِی مضارع واحد مؤنث غائب اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ چھپاتی ہے یا چھپائے گی۔

الصُّدُوْرُ۔ جمع ہے الصَّدْرُ کی (سینے) مَا موصولہ ہے اور جو سینے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہیں۔ یعنی دلوں کے بھید۔ خطرات، ارادات، یعنی اللہ تعالیٰ اتنا باریک بین اور لطیف خبیر ہے کہ آنکھوں کی خفیف سے خفیف حرکات کو اور دلوں کے پوشیدہ بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔

۲۰:۴۰ == یَقْضِیْ۔ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) سے مصدر وہ فیصلہ کرتا ہے، وہ حکم دیتا ہے

== یَدْعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب دَعْوَۃٌ و دُعَاءٌ مصدر (باب نصر)

وہ پوجتے ہیں وہ پکارتے ہیں۔

۴۰:۲۱ = اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا .... ہمزہ استفہامیہ ہے واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے (کیا یہ لوگ کفر کے بُرے انجام سے منکر ہیں) لَمْ یَسِیْرُوْا مضارع نفی حجد بلم جمع مذکر غائب کا صیغہ: کیا وہ نہیں چلے پھرے (زمین میں) فَ عطف (تعقیب) کے لئے ہے یَنْظُرُوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب مجزوم بوجہ لَمْ یَسِیْرُوْا کے معطوف ہونے کے ای اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ یَسِیْرُوْا و یَنْظُرُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کفار قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

= کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو ان سے پہلے ہو چکی ہیں۔ مراد گذشتہ کافر امتیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا جیسے قوم عاد، قوم ثمود۔

= کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ۔

کَانُوْا هُمْ۔ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع گذشتہ امتیں ہیں، اَلَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ۔ جو کفار مکہ سے پہلے گذری ہیں اَشَدَّ شِدَّةٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے سخت تر (مضبوط تر، قوی تر) مِنْهُمْ میں ضمیر هم کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ قُوَّةً بوجہ تمیز منصوب ہے از روئے طاقت واؤ عاطفہ ہے اٰثَارًا بوجہ تمیز منصوب ہے لیکن اس کا تعلق اَشَدَّ سے نہیں ہے بلکہ ایک محذوف لفظ سے ہے۔

اصل لفظ یوں ہے: اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَکْثَرَ مِنْهُمْ اٰثَارًا یعنی وہ گذشتہ نافرمان و سرکش امتیں ان کفار مکہ سے قوت کے لحاظ سے بھی مضبوط تر تھیں اور اپنے جاہ وجلال کے جو نشانات وہ زمین پر چھوڑ گئیں وہ بھی کفار مکہ کی ایسی نشانیوں سے اکثر و بیشتر تھے۔

اٰثَارًا۔ اَثَرٌ کی جمع نشانیاں، علامتیں۔

= فَاَخَذَهُمْ، بِذُنُوْبِهِمْ، لَهُمْ۔ سب جگہ، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گذشتہ امتوں کے لئے ہے۔

= بِذُنُوْبِهِمْ۔ میں بار سببیہ ہے ذُنُوْبِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے گناہ۔ ان کے جرائم۔

= وَاقٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر وَقْیٌ مادہ (لفیف مفروق) وِقَایَةٌ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل میں وَاقِیٌ تھا ضمہ ی پر دشوار تھا اس کو گرا دیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے ی بوجہ اجتماع ساکنین کے گر گئی وَاقٍ ہو گیا حفاظت کرنے والا۔

بچانے والا۔

۴۰: ۲۲ == ذٰلِكَ یہ پکڑ یا گرفت ۔ فَاَخَذَ هُمْ کی طرف اشارہ ہے ۔

== بِاَنَّهُمْ ..... میں باء سببیہ ہے ۔

== كَانَتْ تَاْتِيْهِمْ ۔ كَانَتْ تَاْتِيْ ماضی استمراری هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آیا کرتے تھے (واحد مؤنث غائب کا صیغہ رُسُلٌ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

== اَلْبَيِّنٰتِ ۔ مراد معجزات اور وہ احکام جن کی صحت اور افادیت کھلی ہوئی تھی! روشن دلیلیں ۔ بَيِّنَةٌ واحد۔

== فَاَخَذَهُمْ میں ف تعقیب کا ہے اور سببیہ بھی ہوسکتی ہے اَخَذَ میں ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے سو اللہ نے ان کو بسبب ان کے انکار (کفر) کے ان کو دھر پکڑا۔

== شَدِيْدُ الْعِقَابِ : پاداش میں سخت عذاب دینے والا۔ مضاف مضاف الیہ (نیز ملاحظہ ہو ۴۰: ۳) متذکرہ بالا۔

عذاب اور عقاب اگرچہ ہم معنی ہیں لیکن عقاب اس سزا کو کہتے ہیں جو جرم ثابت ہونے کے بعد دی جاتی ہے ، عذاب استحقاق اور بلا استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے ۔

عقب بمعنی پیچھے جیسے بولتے ہیں عَقِبَ اللَّيْلُ النَّهَارَ ۔ رات دن کے پیچھے ہولی

۴۰: ۲۳ == سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ہ موصوف وصفت کھلی دلیل ۔ سُلْطٰنٌ حجت، برہان سند، حکومت۔ معجزہ۔

۴۰: ۲۴ == كَذَّابٌ ۔ كَذَبَ يَكْذِبُ (باب ضرب) سے مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ بہت جھوٹ بولنے والا۔ بڑا جھوٹا۔

۴۰: ۲۵ == اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۔ ترکیب اضافی ہے جو لوگ اس کے ساتھ (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ) ایمان لائے ہیں ۔ ان کے بیٹوں کو۔

== كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ کافروں کی چال۔ کافروں کی تدبیر۔

== ضَلٰلٍ ۔ بے اثر۔ بے کار۔ ناکام ۔ ایسے معانی اس آیۃ میں مراد ہیں ۔ ورنہ تو ضلال کثیر المعانی لفظ ہے لیکن اس میں ہمیشہ منفی پہلو ہوتا ہے ۔

۴۰: ۲۶ == ذَرُوْنِيْ فعل امر جمع مذکر غائب وَذْرٌ مصدر (باب سمع و فتح) بمعنی چھوڑ دینا ۔ مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ہ

(۷: ۱۸۶) اور وہ انہیں ان کی سرکشی میں بھٹکتا ہوا چھوڑے رکھتا ہے، ذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تم سب مجھے چھوڑ دو۔

== اَقْتُلْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ واحد متکلم کہ میں قتل کردوں ذَرُوْنِیْ اَقْتُلْ تم مجھے چھوڑ دو کہ میں (موسیٰ کو) قتل کر ڈالوں یا قتل کردوں۔

== وَلْیَدْعُ واؤ عاطفہ ہے لِیَدْعُ لام لام امر ہے اور یہ حرف جازم فعل ہے مضارع مجزوم (بوجہ لام امر) واحد مذکر غائب۔ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔

اور اسے چاہیے کہ وہ (اپنے رب کو رَبَّہٗ) پکارے۔ یا پکار دیکھے۔

== اِنِّیْٓ اَخَافُ۔ ای ان لم اَقْتُلْہُ یعنی اگر میں نے اسے قتل نہ کیا تو میں ڈرتا ہوں یا مجھے ڈر ہے کہ......

== اَنْ یُّبَدِّلَ میں اَنْ مصدریہ ہے یُبَدِّلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے کہ وہ (تمہارا دین ہی) بدل دے۔

== اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ اَوْ۔ یا۔ اَنْ مصدریہ۔ یُظْهِرَ مضارع (منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ اِظْهَارٌ (افعال) مصدر پھیلانا۔ ظاہر کرنا۔ یا ملک میں فساد پھیلادے۔

اَظْهَرَہٗ عَلٰی عَدُوِّہٖ۔ کسی کو دشمن پر غالب کرنا۔

۴۰: ۲۷ == عُذْتُ ماضی واحد متکلم میں نے پناہ لی (مراد میں پناہ مانگتا ہوں) عَوْذٌ (باب نصر) سے مصدر۔ عُذْتُ اصل میں عَوَذْتُ تھا۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح اس لئے واؤ کو الف سے بدلا گیا۔ بعد میں الف اجتماع ساکنین سے گر گیا۔ پھر واؤ کی رعایت سے ع کو ضمہ دیا۔ عُذْتُ ہو گیا۔

== مُتَكَبِّرٍ۔ اللہ کا اسم صفت ہے تَكَبُّرٌ (تفعّل) سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑھائی جتلانے والا۔ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ سے ہو تو یہ محمود صفت ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ صفت تکبر کے ساتھ متصف ہوتا ہے۔ لیکن جب اس کی نسبت غیر اللہ سے ہو تو یہ ایک بُرے اور مذموم ہے۔ اس صورت میں متکبر اس کو کہیں گے جو صفات کمال کا دعویٰ کرتا ہے لیکن فی الواقع وہ صفات اس میں موجود نہیں ہیں۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (۴۰: ۷۶) متکبروں کا کیا بُرا ٹھکانہ ہے:

آیت ہذا میں یہ لفظ صفت مذموم کے ضمن میں آیا ہے۔
۴۰: ۲۸ == رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ۔ موصوف صفت، مؤمن شخص یہ شخص اٰلِ فرعون میں سے تھا۔ اور اس شخص کی طرف سورۃ القصص میں بھی اشارہ ہے:۔
وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ (۲۸: ۲۰) اور ایک شخص شہر کے پرلے کنارے سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور سورۃ لٰیس میں بھی (۲۸: ۲۰) یہی شخص مذکور ہے۔
== یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗ۔ یَکْتُمُ فعل مضارع واحد مذکر غائب کَتْمٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چھپانا۔ وہ اپنا ایمان پوشیدہ رکھتا تھا (مضارع بمعنی ماضی)
== اَتَقْتُلُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ تَقْتُلُوْنَ ای اَتَقْصُدُوْنَ کیا تم (اس کے) قتل کا ارادہ کرتے ہو۔ مسبب بیان کرکے سبب مراد لیا ہے۔
== اَنْ یَّقُوْلَ ای لان یقول۔ اس لئے کہ وہ کہتا ہے اَنْ مصدریہ ہے یَقُوْلَ میں ضمیر فاعل حضرت موسیٰ کے لئے ہے۔
== رَبِّیَ اللّٰهُ۔ یہ حضرت موسیٰ کی زبان سے ہے: میرا پروردگار اللہ (ہی) ہے رَبِّیَ کی تقدیم اللہ پر مفید حصر ہے۔ جیسے صَدِیْقِیْ زَیْدٌ کا جملہ مفید حصر ہے۔
وَقَدْ جَآءَکُمْ سے لے کر اِنْ جَآءَنَا (آیت ۲۹ تک) رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ کا بیان ہے
== وَقَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ۔ جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیلیں بھی لایا ہے۔
== اِنْ یَّكُ كَاذِبًا۔ اِنْ شرطیہ ہے یَكُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب بوجہ عمل اَنْ مجزوم ہے کَاذِبًا خبر ہے یَكُ کی۔ اصل میں یَکُوْنَ تھا۔ اِنْ کے عمل سے نون ساکن ہوگیا اجتماع ساکنین سے واؤ گر گیا۔ خلاف قیاس نون بھی ساقط ہوگیا۔ (قاموس القرآن اَكُ اَكُنْ) اگر وہ جھوٹا ہے۔
== فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے جملہ جزائیہ ہے۔ تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا۔
== کَذِبُهٗ۔ مضاف مضاف الیہ اس کا جھوٹ۔ مراد وَبَالُ کَذِبِهٖ ہے یعنی اس کے جھوٹ کا وبال۔
== یُصِبْکُمْ۔ یُصِبْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر

صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم پر پڑے گا۔
اَصَابَ السَّهْمُ تیر کا نشانہ پر بیٹھنا۔ اَصَابَتِ الْمُصِیْبَةُ فُلَانًا۔ کسی پر مصیبت نازل ہونا۔ صَوْبٌ مادہ۔
= بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ ۔ جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس میں سے کچھ۔
وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ اور اگر وہ سچا ہوا تو جس (عذاب) سے وہ تم کو ڈراتا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ) حصہ (ضرور) تم کو پہنچے گا۔ وَاِنْ یَّكُ صَادِقًا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ جواب شرط ہے
بَعْضُ ۔ کل کے اعتبار سے شئے کے کسی جزو کو بعض کہتے ہیں۔ اسی لئے کل کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔
یَعِدُکُمْ: یَعِدُ فعل مضارع واحد مذکر غائب ہے وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ ڈرانا۔ وعدہ کرنا۔ یہاں ہر دو معنی مراد ہو سکتے ہیں۔
= مُسْرِفٌ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْرَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر السَّرَفُ کے معنی انسان کے کسی کام میں حدِّ اعتدال سے تجاوز کر جانے کے ہیں۔ مگر عام طور پر خرچ کرنے میں حدِّ اعتدال سے تجاوز کر جانے پر ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہوتا ہے وَالَّذِیْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا (۲۵: ۶۷) اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔
مُسْرِفٌ فضول خرچی کرنے والا۔ حد (اعتدال) سے بڑھ کر خرچ کرنیوالا۔
= کَذَّابٌ ۔ بڑا جھوٹا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
۴۰: ۲۹ = یٰقَوْمِ ۔ ای یا قَوْمِیْ ۔ اے میری قوم۔ اے میرے بھائیو! اے میری قوم والو!
= اَلْمُلْكُ ۔ بادشاہت، حکومت۔ اَلْیَوْمَ ۔ آج کے دن۔ آج
= ظٰهِرِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب۔ غالب۔ غلبہ پانے والے
= فِی الْاَرْضِ ۔ ای فی ارض مصر۔ سرزمین مصر۔
= بَاْسِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ بَاْسٌ سختی، آفت۔ لڑائی۔ دبدبہ جنگ کی شدت۔ اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے ہیں مگر لڑائی اور

غلبہ کے معنی میں اس کا استعمال بکثرت ہوتا ہے۔

البُؤسَ و البُأسُ اور البأساءُ تینوں ایک ہی مادہ بئس سے ہیں اور تینوں میں سختی وناگواری کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مگر بُؤسٌ کا لفظ زیادہ تر فقرو فاقہ کے لئے آتا ہے۔

معجم الوسیط میں ہے البُؤسُ المشقۃ والفقر۔ البأساء بھی اسی مادہ سے مشتق ہے۔ جو مشقت و فقر کے علاوہ شدت حرب کے لئے بھی آتا ہے ای الحرب الفقر المشقۃ۔ الباھیۃ (آفت وبلا، مصیبت، بڑا معاملہ) اسی طرح بأسُ جو اسی مادہ بئس سے ہے اس میں حرب شدتِ حرب۔ سخت عذاب اور خوف کے معنی غالب ہیں

یہاں بأس سے مراد عذاب یا سختی ہے۔

= اِنْ جَآءَنَا اگر وہ (باس یا عذاب) ہم پر آگیا یا آجائے۔ جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء جملہ ماقبل میں آچکی ہے۔

یہاں اس مرد مومن کا خطاب اپنی قوم سے ختم ہوا اگلی آیت میں فرعون کا جواب ہے

۴۰: ۲۹ = مَآ اُرِیْکُمْ۔ مآ اُرِیْ فعل مضارع نفی واحد متکلم اراءۃ (افعال) مصدر بمعنی دکھانا۔ متعدی بدو مفعول کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو نہیں دکھاتا (مگر) مَآ اَرٰی مَا موصولہ۔ اَرٰی مضارع واحد متکلم۔ رُؤیۃ (باب فتح) سے جس کے معنی اصل میں ادراکِ مرئی (دیکھنے) کے ہیں (متعدی بیک مفعول)

لیکن تخیل و تفکر یا بذریعہ عقل بھی کسی شے کے ادراک کو رؤیۃ کہتے ہیں۔ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی میں تم کو وہی مشورہ دیتا ہوں جو میں (درست) سمجھتا ہوں۔

(لفظی ترجمہ: میں تمہیں نہیں دکھاتا مگر وہ جو میں آپ دیکھتا ہوں)

ادراک غیر مرئی کی مثال: اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا۔ (۲۱: ۴۴) کیا یہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں سے گھٹاتے چلے آتے ہیں۔

= اَھْدِیْکُمْ: اَھْدِیْ مضارع واحد متکلم ھدایۃ (افعال) مصدر سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تم کو راہ دکھاتا ہوں

= اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔ اِلَّا حرف استثناء سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔ مضاف مضاف الیہ نیکی، بھلائی، راستی کا راستہ۔ رَشَادٌ۔ رَشَدَ یَرْشُدُ (نصر) کا مصدر ہے

راہ راست اختیار کرنا۔
مَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ میں صرف سیدھے راستہ کی طرف ہی تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔
۴۰:۳۰ == قَالَ الَّذِیْ اٰمَنَ: سے مراد وہی مرد مؤمن ہے جس کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے
== مِثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مثلَ کا مضاف الیہ۔ مِثْلَ مضاف۔ اَلْاَحْزَابُ، اَلْاُمَمُ، قومیں۔ حزب کی جمع۔ ای مثل ایام الامم الماضیۃ۔ والایام، الوقائع۔
مطلب یہ ہے کہ:
مجھے ڈر ہے کہ گذشتہ امتوں کے (افعال بد کے نتیجے میں) جو عذاب و ہلاکت کے واقعات ان کو پیش آئے ویسے ہی واقعات (تم جو حضرت موسیٰ کی ہلاکت کے جو منصوبے باندھ رہے ہو اس کے نتیجے میں) تم کو بھی نہ آلیں۔
۴۰:۳۱ == مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ وَالَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِھِمْ
یہ یوم الاحزاب کی تفسیر ہے۔ یعنی ڈر ہے کہ تم پر بھی ویسا عذاب نہ آجائے جیسا قوم نوح پر قوم عاد پر قوم ثمود پر اور ان کے بعد والوں پر (مثلاً قوم لوط علیہ السلام و قوم نمرود پر) عذاب آیا تھا۔
دَاْبِ اصل میں دَاَبَ یَدْاَبُ (باب فتح) کا مصدر ہے جس کے معنی مسلسل چلنے کے ہیں۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَسَخَّرَ لَکُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ (۱۴:۳۳) اور سورج اور چاند کو تمہارے کام میں لگادیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں۔
اسی استمرار کی وجہ سے عادتِ مستمرہ جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے اسے دَاْب کہتے ہیں
مِثْلَ دَاْبِ ..... بَعْدِھِمْ کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی قوم یا عاد و ثمود کی قوم یا ان کے بعد کی قوموں کی عادتِ مستمرہ (تکذیب و ایذا رسانیٔ پیغمبرانِ الٰہی) ان پر عذابِ الٰہی کا سبب بنی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ (تم جو حضرت موسیٰ کی تکذیب کر رہے ہو اور اس کے قتل کا ارادہ رکھتے ہو) تم پر بھی ویسا ہی عذاب نہ آجائے۔
مِثْلَ الاول کا عطف بیان ہونے کی وجہ سے مثل الثانی بھی منصوب ہے۔
وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ۔ للعباد میں لام زائدہ ہے اور العباد مفعول ہے

لام کی زیادتی مصدر (ظُلْمًا) سے عمل کو قوت پہنچانے کے لئے کی گئی ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندہ پر کسی طرح کا ظلم نہیں کرنا چاہتا کہ کسی کو بلا قصور سزا دے یا ظالم کو بغیر انتقام کے چھوڑ دے۔ یا کسی کی نیکی کے ثواب میں کمی کر دے یا کسی مجرم کی سزا میں اس کے جرم کی مقدار سے زیادہ سزا دے۔ (تفسیر مظہری)
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاَنَّ اللّٰہَ لَیۡسَ بِظَلَّامٍ لِّلۡعَبِیۡدِ (۳: ۱۸۲) اور خدا تو بندوں پر مطلق ظلم کرنے والا نہیں۔ لیکن وَمَا اللّٰہُ یُرِیۡدُ ظُلۡمًا لِّلۡعِبَادِ زیادہ بلیغ ہے۔

۴۰: ۳۲ = یٰقَوۡمِ۔ ای یا قومی اے میری قوم۔ اے میری قوم کے لوگو!
= یَوۡمَ التَّنَادِ۔ یہاں التناد سے پہلے اس کا مضاف محذوف ہے ای عذاب یوم التناد۔ ایک دوسرے کو پکارنے کے دن کا عذاب۔
التناد نَدٰی مادہ سے باب تفاعل سے مصدر ہے پکارنا۔ ندا کرنا۔ فریاد کرنا۔ اصل میں تنادیٌ تھا یوم کا مضاف الیہ ہونے کے سبب آخر سے ی جو حرف علت تھی حذف ہو گئی۔
اصل میں نِدَاءٌ نَدٰیٌ سے ہے جس کے معنی رطوبت یا نمی کے ہیں اور صوت نَدِیٌّ کے معنی بلند آواز کے ہیں آواز کے لئے نِدَاءٌ کا استعارہ اس بنا پر ہے کہ جس کے منہ میں رطوبت زیادہ ہوگی اس کی آواز بلند اور حسین ہوگی۔ یَوۡمَ التناد ایک دوسرے کو پکارنے کا دن۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَتَنَادَوۡا مُصۡبِحِیۡنَ ۔ (۶۸: ۲۱) جب صبح ہوئی تو وہ لوگ ایک دوسرے کو پکارنے لگے۔
بعض کے نزدیک یَوۡمَ التَّنَادِ سے مراد قیامت کا دن ہے اور باہمی پکارنے کے متعلق ملاحظہ ہو۔ وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ اَصۡحٰبَ النَّارِ (۷: ۴۴) اور اہل بہشت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے۔ اور وَنَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ (۷: ۵۰) اور دوزخی بہشتیوں سے (گڑگڑا کر) کہیں گے۔ وغیرہ۔ اس سے مراد قیامت کے روز آدمیوں کے ہر گروہ کو ان کے پیشوا کے ساتھ پکارا جانا بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے یَوۡمَ نَدۡعُوۡا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِہِمۡ (۱۷: ۷۱) جس دن ہم سب

لوگوں کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ بلائیں گے ؛
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک کی قرأت میں یَوْمَ التَّنَادِ کی جگہ یَوْمَ التَّنَادِّ (بہ تشدید دال) ہے جس کے معنی بھاگنے اور منتشر ہونے کے دن کا ہے اس صورت میں التناد مادہ ندّ سے مشتق ہے اصل میں باب تفاعل سے تَنَادُدٌ تھا دوسری دال کو یاء سے بدلا تنادیٌ ہوگیا پھر دال کے ضمہ کو کسرہ میں بدل دیا تَنَادِیٌ ہوگیا پھر آخر سے یٓ کو گرادیا۔ تَنَادِ ہوگیا۔ جس کے معنی ہیں ایک دوسرے سے بدک کر بھاگ جانا۔ اور یوم التناد وہ دن جب لوگ بدک بدک کر بھاگ دوسرے سے دور بھاگیں گے اس معنی میں قرآن مجید میں ہے یوم یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْہِ وَاُمِّہٖ وَاَبِیْہِ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیْہِ۔ (۸۰: ۳۴ تا ۳۶) اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا اور اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی بیوی اور اپنے بیٹے سے۔

۴۰: ۳۳ = تُوَلُّوْنَ مضارع۔ جمع مذکر حاضر تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے تم منہ موڑ دو گے۔

= مُدْبِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر پیٹھ موڑنے والے۔ اِدْبَارٌ (افعال) مصدر سے بوجہ ضمیر فاعل کا حال ہونے کے منصوب ہے دُبُرٌ مادہ۔ آیات ۳۲ و ۳۳ میں یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

= مَا لَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ عَاصِمٍ: تمہارے لئے نہیں ہوگا خدا کے عذاب سے بچانے والا کوئی بھی۔ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ..... مِنْ عَاصِمٍ بدل ہے یَوْمَ التَّنَادِ سے

= مِنْ ھَادٍ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ ھِدَایَۃٌ مصدر باب ضرب۔ ہدایت یاب کرنیوالا۔ ھَادٍ اصل میں ھَادِیٌ تھا۔ ضمہ ی پر دشوار تھا۔ یٓ کو ساکن کیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن جمع ہوئے بوجہ اجتماع ساکنین یٓ گر گئی۔ ھَادٍ ہو گیا۔

۴۰: ۳۴ = مَا زِلْتُمْ، ماضی منفی جمع مذکر حاضر مَا زَالَ افعال ناقصہ سے ہے، فاعل کے ساتھ مل کر استمرار فعل کے معنی ہوں گے۔ تم ہمیشہ یہی رہے۔ ایسے ہی رہے۔ یا متواتر ایسے ہی رہے۔ مَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ۔ تم برابر شک ہی میں پڑے رہے۔

= مِمَّا۔ مِنْ اور مَا سے مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ ہے، مِمَّا جَآءَکُمْ بِہٖ۔ جَآءَکُمْ بِہٖ اسم موصول مَا کا صلہ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب ہے جس کا مرجع مَا اسم موصول ہے سو تم ان امور میں جو کہ یوسف تمہارے

پاس لے کر آئے تھے برابر شک میں پڑے رہے۔
= هَلَكَ - ای مَاتَ -
= لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ - فعل مضارع نفی تاکید بَلَنْ - منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے۔ اللہ نہیں بھیجے گا۔ رَسُوْلًا لَنْ يَّبْعَثَ کا مفعول ہے، یعنی اس کے بعد اللہ رسول کوئی نہیں بھیجے گا۔
قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا : یعنی تم لوگ کفر پر قائم رہے اور تم نے خیال کر لیا کہ اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو بھیج کر تمہارے خلاف اتمام حجت نہیں کرے گا (مظہری)
= كَذٰلِكَ : كَ حرف تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ میں ذَا اسم اشارہ ہے اور كَ حرف خطاب ہے۔ ذٰلِكَ یہ - یہی . كَذٰلِكَ : ایسے ہی۔
مطلب یہ کہ جس طرح عہد یوسف علیہ السلام کی فرعونی قوم گمراہ ہوئی اسی طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو گمراہی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے جو دین حق میں حد سے گذر جانے والے۔ اور شک کرنے والے ہوتے ہیں۔

الفائدہ : یہاں یُوسف سے مراد کون ہیں؟ اس کے بارہ میں دو قول ہیں!
(۱) یُوسف سے یہاں یوسف بن حضرت یعقوب علیہما السلام ہیں۔ جن کا زمانہ حضرت مُوسیٰ علیہ السلام سے قریبًا چار سو سال قبل کا ہے۔
(۲) یُوسف سے یہاں مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے ہیں جن کا نسب یوں ہے یوسف بن ابراہیم بن یوسف بن یعقوب علیہم السلام۔ لیکن جمہور مفسرین کے نزدیک اوّل الذکر ہی مراد ہیں۔
= مُسْرِفٌ : اسم فاعل واحد مذکر (نیز ملاحظہ ہو آیت ۴۰: ۲۸ متذکرۃ الصدر)
= مُرْتَابٌ : اسم فاعل واحد مذکر، اِرْتِيَابٌ (افتعال) مصدر - اِرْتِيَابٌ وَارْتَابٌ کے معنی ہیں کسی چیز میں شک کرنا۔ آدمی کا (ایمان کے بارہ میں) متہم ہونا۔ یعنی بین میخ نکالنا۔
مُرْتَابٌ اصل میں مفتعل کے وزن پر مرتیبٌ تھا۔ یاء مکسورہ کا ماقبل مفتوح یاء کے کسرہ کو فتحہ سے بدلا۔ پھر یا کو ماقبل مفتوح کی رعایت سے الف سے بدلا مُرْتَابٌ ہو گیا۔ شک کرنے والا۔ ریب مادہ۔

۴۰: ۳۵ == اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ: یہ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ سے بدل ہے کیونکہ مُسْرِفٌ جمع کے حکم میں ہے لانه لایرید مسرفا واحدًا بل کل مسرفٍ جو جھگڑے نکالتے ہیں جھگڑتے ہیں جھگڑا کرتے رہتے ہیں۔

يُجَادِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُجَادَلَةٌ (مفاعلة) سے۔ جِدَالٌ جھگڑا۔

آیات اللہ میں جدال کی مندرجہ ذیل تین صورتیں ہیں:

۱۔ آیات کی بے جا تاویل کرنا۔

۲۔ ان میں عیب نکالنا۔

۳۔ ان میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔

== سُلْطٰنٍ۔ برہان، حجت، دلیل، سند وغیرہ:

== اَتٰهُمْ۔ اَتٰى۔ اِيْتَاءٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: اس نے ان کو دیا۔ یا۔ دی۔

بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰهُمْ: بغیر کسی سند یا دلیل کے جو اس نے ان کو دی ہو۔

اَتٰى میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے۔

== كَبُرَ مَقْتًا: كَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ كِبَرٌ وكُبْرٌ (باب کرم) مصدر بڑا ہونا مرتبہ میں۔ دشوار ہونا معاملہ کا اہم ہونا وغیرہ۔

عربی زبان میں جس لفظ کا مادہ ک، ب، ر سے مرکب ہو اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور پائے جاتے ہیں گو بڑائی کی نوعیت ہی جدا جدا ہو سکتی ہے۔

كَبُرَ میں ضمیر فاعل کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں

۱۔ اس کا مرجع مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ (مذکورہ بالا) ہے جو اگرچہ معنًى جمع ہے لیکن لفظًا مفرد ہے (ملاحظہ ہو اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ کے محاذم) ایسا مسرف اللہ اور مومنوں کے نزدیک بڑا ہی مبغوض ہے۔

۲۔ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ سے پہلے مضاف محذوف ہے ای جِدَالُ اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ۔ اور كَبُرَ کی ضمیر اسی محذوف کی طرف راجع ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔

ایسے مُسْرِف جو بغیر حق کے یا کسی واضح دلیل کے خدا کی آیات میں جھگڑا کھڑا کرتے رہتے ہیں؛

ان کا یہ جھگڑا یا روش یا طریقہ اللہ اور مومنوں کے نزدیک بہت بڑی بیزاری اور نفرت کا سبب ہے۔

مَقْتًا ، مصدر منصوب بوجہ تاکید۔ سخت بیزاری ، بغض شدید۔

مَقَتَ يَمْقُتُ (نصر) مَقْتٌ مصدر۔ ناپسند کرنا۔ نفرت کرنا ، اِمْقَاتٌ (افعال) اور تَمْقِيْتٌ (تفعیل) کا بھی یہی معنی ہے۔

== كَذٰلِكَ : اسی طرح ، ایسے ہی : یعنی جس طرح ان لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی دعوتِ توحید قبول نہ کی۔ اور ان کے بعد سلسلہ رسالت کا بھی انقطاع کر بیٹھے اور اس طرح اپنے دلوں کو حق کے لئے ہمیشہ بند کر دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مُہر لگا دیتا ہے کہ پھر ان کے دلوں میں حق بات جاتی ہی نہیں۔

== يَطْبَعُ ، مضارع واحد مذکر غائب طَبْعٌ مصدر (باب فتح) وہ مہر لگا دیتا ہے :

== عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ، عَلٰى حرف جار كُلِّ مجرور مضاف ، قَلْب مضاف الیہ مضاف مُتَكَبِّرٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر کُلّ کا مضاف الیہ۔ ہر متکبر کا دل۔ اسی طرح ہر جبار کا دل۔ اب جملہ کا ترجمہ ہوگا :

اسی طرح اللہ مہر لگا دیتا ہے ہر مغرور اور جبار کے دل پر :

۴۰ : ۳۶ == هَامٰنُ : حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے فرعون کا وزیر تھا جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت دشمن تھا اور فرعون کا بڑا معتمد تھا۔

== اِبْنِ ، فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے :
تو بنا۔ تو تعمیر کر۔

== صَرْحًا : ایک عالیشان عمارت یا محل جس میں نقش و نگار ہوں۔ ایسی اونچی عمارت (منارہ وغیرہ) جو دور سے دیکھنے والوں کو بھی دکھائی دے۔ اسی مناسبت سے تصریح کا لفظ بمعنی اظہار آتا ہے :

اور جگہ قرآن مجید میں آتا ہے قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (۲۷ : ۴۴) (حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا) یہ ایسا محل ہے جس میں شیشے جڑے ہوئے ہیں

== لَعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ . لَعَلِّيْ ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ی ضمیر واحد متکلم ، شاید میں۔ اَبْلُغُ مضارع واحد متکلم بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر میں پہنچ جاؤں۔ اَلْاَسْبَابَ سبب کی جمع کسی چیز تک پہنچنے کے ذریعہ کو سبب کہتے ہیں

جیسے رسی اور ڈول کو سبب اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ پانی تک پہنچنے کے ذریعے ہیں یہاں مراد آسمانوں کی راہیں یا دروازے لینی ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پہنچنے کے راستے

ترجمہ :۔ شاید (اس پہ چڑھ کر) میں (آسمان کی) راہوں تک پہنچ جاؤں۔

== اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ ۔ مضاف مضاف الیہ، آسمانوں کے راستے۔ یہ الاسباب سے بدل ہے یعنی وہ راستے جو ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک جاتے ہیں۔

۴۰: ۳۷ == فَاَطَّلِعَ ۔ مضارع واحد متکلم اِطِّلَاعٌ افتعال مصدر، میں جھانکوں۔ میں مطلع ہوں۔ میں اطلاع پاسکوں۔ میں معلوم کرسکوں۔ مضارع منصوب بوجہ جواب امر ہے اگر رفع کے ساتھ ہو تو اَبْلُغُ کا معطوف ہوگا۔

== لَاَظُنُّهٗ لام تاکید کا ہے اَظُنُّ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ظَنٌّ باب نصر سے مصدر جس کے معنی اس اعتقاد راجح کے ہیں جس میں اس کے خلاف ظہور پذیر ہونے کا بھی احتمال ہو یہ کبھی شک اور کبھی یقین کے معنی بھی دیتا ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے جو حضرت موسیٰ کے لئے آیا ہے۔ میں تو اس (حضرت موسیٰ) کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں مجھے تو یقین ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔

== کَذٰلِکَ ۔ اسی طرح (یعنی جس طرح رب السمٰوت کو دیکھنے کے لئے اونچی عمارت کی تعمیر کو فرعون کی نظر میں زینت آگین بنادیا گیا اسی طرح اس کی ہر بدکاری اس کے خیال میں زینت آفریں بنادی گئی)

== سُوْٓءُ عَمَلِهٖ ۔ اس کے کام کی برائی۔

== صُدَّ ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب صَدٌّ (باب نصر) مصدر جس کے معنی رک جانے یا روک دینے کے ہیں۔ پہلے اعتبار سے یہ لازم ہے اور دوسرے معنی کے اعتبار سے متعدی

== السَّبِیْلِ ۔ بمعنی سیدھا راستہ، راہ راست۔

== کَیْدُ ۔ تدبیر۔ چال۔ داؤ۔ (ہر دو مذموم و محمود حالت کے لئے استعمال ہوتا ہے)

== تَبَابٍ ۔ ٹوٹے میں رہنا۔ گھاٹا۔ مسلسل خسارہ میں رہنا۔ ٹوٹنا۔

تَبَّ یَتِبُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّ تَبَّ (۱:۱۱۱) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں۔ یعنی وہ ہمیشہ خسارہ میں رہے۔

۴۰: ۳۸ == اتَّبِعُوْنِ ۔ ای اِتَّبِعُوْنِیْ : تم میری اتباع کرو۔ اِتَّبِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (محذوف)

== اَهْدِكُمْ، جواب امر؛ میں تم کو (راہِ راست) دکھاؤں گا
== سَبِيْلَ الرَّشَادِ؛ مضاف مضاف الیہ۔ رَشَادٌ۔ رَشَدَ يَرْشُدُ (باب نصر) سے مصدر ہے، بمعنی نیکی، راستی، بھلائی، راہ راستگی۔ سَبِيْلٌ راستہ۔
۴۰: ۳۹ == مَتَاعٌ اسم مفرد اَمْتِعَةٌ جمع۔ معین و محدود وقت تک فائدہ اٹھانا۔ (یعنی دنیا کی زندگی ایک محدود وقت تک لطف اندوزی ہے)
== دَارُ الْقَرَارِ ہمیشہ ٹھہرنے کی جگہ (آخرت کی زندگی کو مَتَاعٌ کی ضد کے طور پر لایا گیا جہاں تک ان کی طوالت کا سوال ہے)
۴۰: ۴۰ == مِثْلَهَا مضاف مضاف الیہ۔ اس کی طرح:
۴۰: ۴۱ == مَالِيْ (۱) میرا بھی عجیب حال ہے (ضیاء القرآن: حقانی)
(۲) مجھے بتاؤ یہ کیا بات ہے۔ عقل و دانش کے خلاف تمہاری یہ عادت کیوں ہے؟ (مظہری)
(۳) میرے لئے کتنا عجیب ہے (عبداللہ یوسف علی)
(۴) یہ کیا ماجرا ہے؟ میں بھی عجیب ہوں:
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ (۲۵: ۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔
اور مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا (۱۸: ۴۹) یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اُسے لکھ رکھا ہے۔
۴۰: ۴۲ == مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ؛ جس کا مجھے کوئی علم نہیں، علم کی نفی معلوم کی نفی ہے یعنی جس کے شریک ہونے کا مجھے کوئی علم نہیں۔ مَا موصولہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر حاضر اس کی طرف راجع ہے:
== اَلْعَزِيْزِ؛ زبردست، غالب، عِزَّةٌ سے فَعِيْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے:
== اَلْغَفَّارِ: بہت بڑا معاف کرنے والا۔ صیغہ مبالغہ ہے:
۴۰: ۴۳ == لَا جَرَمَ: بے شک: یقیناً: حق و صحیح بات یہی ہے؛ سچی بات تو یہ ہے:

لَاجَرَمَ، کی لغوی تحقیق میں کئی اقوال منقول ہیں: لیکن بقول امام راغبؒ ان میں سے اکثر تحقیق کی رو سے صحیح نہیں ہیں:

المنجد میں ہے لَاجَرَمَ و لَاجُرْمَ۔ یعنی ضروری، یقینی، ناگزیر، سبھی قسم کے معنی دیتا ہے،

قرآن مجید میں تقریبًا انہی معنوں میں مستعمل ہے۔ مثلًا (۱) لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ (۱۱: ۲۲) بلاشبہ یہ لوگ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان پانے والے ہیں؛

(۲) لَاجَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (۱۶: ۱۰۹) کچھ شک نہیں کہ یہ آخرت میں خسارہ اٹھانے والے ہوں گے:

(۳) لَاجَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْاٰخِرَةِ۔ (۴۰: ۴۳ آیت ہذا) سچی بات تو یہ ہے کہ (سچ تو یہ ہے کہ) جس کی (بندگی کی) طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ پکارے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں۔

(الخازن، بیضاوی، کشاف نے بھی لَاجَرَمَ بمعنی حقّ ہی لیا ہے)

= مَرَدَّنَا: مضاف مضاف الیہ: مَرَدَّ: رَدَّ یَرُدُّ (باب نصر) سے مصدر میمی ہے نَا ضمیر جمع متکلم۔ ہمارا لوٹ جانا۔ پھر جانا۔ لوٹنا۔ پھرنا۔ یعنی مرنے کے بعد ہم سب کا اللہ کے پاس لوٹ جانا ہے

= اَلْمُسْرِفِيْنَ، اسم فاعل، جمع مذکر مُسْرِفٌ واحد۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰: ۲۸: متذکرۃ الصدر۔ حد سے گذرنے والے؛

لَاجَرَمَ .... اَصْحٰبُ النَّارِ: میں اَنَّ مَرَدَّنَا اور اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ کا عطف اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْ پر ہے۔ یعنی سچی بات تو یہ ہے کہ:۔

(۱) جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ پکارے جانے کے قابل نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں؛

(۲) اور یہ کہ ہم سب کو اللہ کی طرف ہی لوٹنا ہے؛

(۳) اور یہ کہ مسرفین سب ہی دوزخی ہوں گے:

۴۰: ۴۴ = فَسَتَذْكُرُوْنَ: سین مضارع قریب کے لئے ہے تَذْكُرُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ عنقریب ہی تم یاد کرو گے مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ (جو میں تم کو کہہ رہا ہوں) کا مفعول ہے:

= اُفَوِّضُ : مضارع واحد متکلم، تَفْوِیْضٌ (تفعیلٌ) میں سونپتا ہوں
= بَصِیْرٌ : جاننے والا۔ دیکھنے والا۔ نگران ؛ فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل ہے :
اُفَوِّضُ ..... بِالْعِبَادِ، جملہ حالیہ ہے اَقُوْلُ کی ضمیر فاعل واحد متکلم ہے، اور حال یہ ہے کہ میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں جو اپنے بندوں کا بلاشبہ خوب نگران ہے :

۴۰: ۴۵ = فَوَقٰـهُ : ف تعلیل کا ہے۔ یعنی اپنے جملہ امور کو اللہ کی سپردگی میں دے دینے سے فرعون کی ہر گزند سے بچنے کا سبب بن گئی۔ چنانچہ عربی میں کہتے ہیں سَهَا فَسَجَدَ اس سے سہو ہوئی۔ پس اس نے سجدہ کیا۔ یعنی اس کی سہو سجدہ کا سبب بن گئی۔

وَقٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وِقَایَةٌ مصدر باب ضرب : و ق ی مادہ : (لفیف مفروق) بچانا۔ حفاظت کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب : اس نے اس کو حفاظت میں رکھا، بچالیا۔ بچائے رکھا :

= سَیِّاٰتُ مَا مَکَرُوْا : سَیِّاٰتٌ جمع سَیِّئَةٌ واحد، برائیاں۔ اعمالِ بَدْ۔ مضاف : مَا موصولہ مَکَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب، (مضاف الیہ) ان کی تدابیر مذموم کے مآلِ بد سے۔ یعنی فرعونیوں کی ضرر رساں تدبیروں کے شر سے اس کو محفوظ رکھا؛

علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں :
فَوَقٰـهُ سے پہلے چند جملے محذوف ہیں، پوری عبارت اس طرح تھی : فرعونیوں نے اس (مردِ مومن) کو قتل کرنا چاہا مگر وہ بھاگ گیا فرعون نے اس کو پکڑنے کے لئے اپنے آدمیوں کو بھیجا لیکن اللہ نے اسے محفوظ رکھا،

= حَاقَ : ماضی واحد مذکر غائب یَحِیْقُ (باب ضرب) مصدر۔ اَلْحُیُوْقُ وَ اَلْحَیَقَانُ (باب ضرب کے معنی کسی چیز کو گھیرے میں لے لینا۔ اور اس پر نازل ہونا کے ہیں یہ باء کے ساتھ متعدی ہوتا ہے، وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ : اور اس نے آلِ فرعون کو (یعنی فرعونیوں کو) چاروں طرف سے گھیر لیا :

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ:
(۳۵: ۴۳) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی ہوتا ہے :

= بِاٰلِ فِرْعَوْنَ : میں فرعون از خود شامل ہے :
= سُوْٓءُ الْعَذَابِ : ترکیب اضافی ہے۔ سُوْٓءُ اسم ہے بمعنی برائی ؛ آفت، عذاب کی برائی۔ عذاب کی شدت : عذاب کی سختی (بمعنی شدید عذاب یا سخت عذاب

اسی طرح سُوْءُ الدَّارِ بمعنی بُرا گھر۔ جیسے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ (۱۳: ۲۵) اور ان کے لئے بُرا گھر ہے اسی طرح اور جگہ ہے اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْءُ الْحِسَابِ (۱۳: ۱۸) ایسے لوگوں کا حساب بھی بُرا ہوگا۔

یہاں سب جگہ سُوْءُ بمعنی بِئْسَ آیا ہے۔ یعنی بُرا۔

۴۰: ۴۶ ـــــ اَلنَّارُ: کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ سُوْءُ الْعَذَابِ سے بدل ہے یعنی وہ سخت عذاب جہنم کی آگ ہوگی۔

۲:۔ یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے کانہ قیل ما سوء العذاب فقیل ھو النار۔ یعنی کوئی پوچھے وہ سخت عذاب کیا ہوگا اور جواب میں کہا جائے وہ عذاب دوزخ یا دوزخ کی آگ ہوگا۔

۳:۔ مبتدا ہے اور اس کی خبر اگلا جملہ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا ہے۔

ـــــ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا۔ يُعْرَضُوْنَ مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر پیش کرنا۔ عَرَضَ عَلٰى۔ کسی کے سامنے پیش کرنا۔ جیسے عَرَضَ الْمَتَاعَ لِلْبَيْعِ، سامان کو فروخت کے لئے خریداروں کے سامنے پیش کرنا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے۔ یعنی ان کو دوزخ کی آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ (جلانے کے لئے)

ـــــ غُدُوًّا۔ ای فی الغدو صبح کے وقت عَشِيًّا رات کے وقت۔

دونوں بوجہ مفعول فیہ ہونے کے منصوب ہیں۔

یہاں صبح و شام سے مراد اس دنیا کے صبح و شام نہیں بلکہ اس عالم آخرت میں وقت کے تعین کی جو بھی صورت ہوگی اس کے مطابق۔ صبح کو بھی پیش کئے جائیں گے اور شام کو بھی یا صبح و شام سے مراد ہمیشگی ہے جیسے اس دنیا میں ہم کہتے ہیں کہ کام صبح و شام ہوتا رہتا ہے یعنی ہمیشہ ہوتا ہی رہتا ہے جب تک کہ یہ صبح و شام کا سلسلہ جاری ہے۔

فائدہ: علمائے اہل سنت نے اس آیت سے عذاب قبر کا اثبات کیا ہے اور علمائے معتزلہ عالم برزخ میں عذاب کے قائل نہیں ہیں۔

ـــــ وَيَوْمَ ...... اَشَدَّ الْعَذَابِ: ای يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يقال لخزنۃ جہنم اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ: اور جس روز قیامت قائم ہوگی تو

دوزخ کے پہرہ داروں کو کہا جائے گا کہ فرعونیوں کو سخت عذاب میں داخل کردو:

۴۰:۴۷ = اِذْ: ای اذکر وَقْتَ اِذْ: اور یاد کرو وہ وقت جب ......

= یَتَحَاجُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَحَاجٌّ (تفاعل) مصدر وہ ایک دوسرے سے جھگڑا کریں گے۔ باہم جھگڑیں گے:

= الضُّعَفٰٓؤُ۔ الضعیف کی جمع ہے ضعیف فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مادہ ض ع ف:

۱:۔ ضِعْفٌ دوگنا: دوچند، الفاظ متضائفہ میں سے ہے، کہ ان میں سے ایک کا وجود دوسرے کے وجود کا مقتضی ہے اور یہ عدد کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے:

۲:۔ ضَعْفٌ کمزور ہونا، سستی یا کمزوری۔ سست یا کمزور ہونا۔ ضَعْفٌ اس کمزوری کو کہتے ہیں جو عقل اور رائے میں ہو۔ اور ضُعْف وہ کمزوری جو بدن میں ہو۔ ضَعْفٌ ضُعْفٌ دونوں کا فعل باب کرُم سے آتا ہے:

ضَعْفٌ وضَعِیْفٌ کی مثال:

فَاِنْ کَانَ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ سَفِیْھًا اَوْ ضَعِیْفًا (۲:۲۸۲) پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرضہ ہے بے عقل یا ضعیف (یعنی کم سمجھ) ہے:

ضَعِیْفٌ کی جمع ضُعَفَاءُ یا ضِعَافٌ ہے:

اور ضُعْفٌ کی مثال (یعنی بدنی وجسمانی کمزوری) کی مثال:۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّۃً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّۃٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَۃً (۳۰:۵۴) خدا ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتداء میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت دی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا:

الضُّعَفٰٓؤُ۔ کمزور لوگ، ضعیف لوگ:

= اِسْتَکْبَرُوْا، ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ انہوں نے گھمنڈ کیا۔ تکبر کیا:

= تَبَعًا، تابِعٌ کی جمع ہے منصوب بوجہ خبر کُنَّا ہے ہم تمہارے تابع یعنی پیروی کرنے والے تھے: اس کی مثال صَاحِبٌ واحد، صَحْبٌ جمع:

= مُغْنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اصل میں مُغْنِیُوْنَ تھا۔ ی مضموم سے قبل کسرہ

دشوار تھا ضمہ کو ماقبل پر تبدیل کیا ی اجتماع ساکنین (ی : و) سے گر گئی ۔ مُغْنُوْنَ ہو گیا۔ غنی کرنے والے ، بے نیاز کرنے والے ، دور کرنے والے ، دفع کرنے والے ؛

عَنَّا : عَنْ اور نَا سے مرکب ہے۔ ہم سے ؛

= نَصِيْبًا : حصہ ۔ یہاں مراد دوزخ کے عذاب اور دکھ کا ایک حصہ ۔ مُغْنُوْنَ کا مفعول ہے ۔ مطلب یہ ہے کہ کیا تم ہم پر سے دوزخ کے عذاب کا کچھ حصہ ہٹا سکتے ہو؟

۴۰ : ۴۸ = اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۔ ہم سب ہی اس جہنم (کی آگ میں) پڑے ہوئے ہیں ؛

= حَكَمَ ماضی واحد مذکر غائب حُكْمٌ (باب نصر) سے مصدر ، فیصلہ کرنا ۔ حکم دینا یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے اب کیا ہو سکتا ہے ؛

۴۰ : ۴۹ = يُخَفِّفْ ، مضارع واحد مذکر غائب مجزوم بوجہ جواب امر تَخْفِيْفٌ (تفعیل) سے مصدر ۔ ہلکا کر دے ۔ کم کر دے ، اس میں تخفیف کر دے ۔

= يَوْمًا ۔ کسی دن ۔

۴۰ : ۵۰ = اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؛ ہمزہ استفہامیہ ، واؤ کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے لَمْ تَكُ مضارع نفی جحد بلم ۔ (لَمْ کے عمل سے مضارع تَكُوْنُ ۔ تَكُ ہو گیا۔) اَوَلَمْ تَكُ قصہ ہے تَاْتِيْكُمْ تفسیر قصہ ہے : رُسُلُكُمْ ضمیر قصہ کا مرجع بِالْبَيِّنٰتِ باء تعدیہ کا ہے ۔ بینات ، معجزات ، روشن دلائل ؛

ترجمہ : کیا تمہارے پیغمبر (یعنی اللہ کی طرف سے تمہاری طرف بھیجے گئے پیغمبر) تمہارے پاس واضح احکام لے کر نہیں آئے تھے ؟

یہ استفہام انکاری ہے اور زجر و توبیخ کے لئے ہے یعنی پیغمبر تو آئے تھے لیکن تم نے دعا کا وقت اور قبولیت کے اسباب کو کھو دیا ۔

= فَادْعُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر کا صیغہ دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر ۔ پس پھر تم خود ہی پکارو ۔ یعنی دعا کرو ۔ تم خود ہی پکار دیکھو ،

یہ بطور استہزاء فرشتے دوزخیوں سے کہیں گے ۔

= وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ اور کافروں کی دعا تو بس بے اثر اور بیکار ہی ہے (کافروں کی دعا اور وہ بھی روز قیامت جب دنیا میں وہ تمام مواقع قبولیت کے کھو چکے تھے اب بے اثر اور بے کار نہ ہوگی تو اور کیا ہوگی) یہ جملہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوزخ کے پہرہ داروں کے کلام کا جزو ہو ۔ ضَلٰلٍ ، بیکار ۔ ضائع ، لاحاصل ،

۴۰:۵۱ = لَنَنْصُرُ۔ لام تاکید کا ہے۔ نَنْصُرُ مضارع جمع متکلم۔ نَصْرٌ مصدر (فَعَلَ يَفْعُلُ) ہم یقینی مدد کرتے ہیں؛

= وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ۔ واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ يَوْمَ بوجہ ظرفیت کے منصوب ہے یہ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کا معطوف ہے، یعنی ہم مدد کرتے رہتے ہیں اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی اور اس روز بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے (یعنی روز قیامت)

اَلْاَشْهَادُ یا شَاهِدٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی جمع اَصْحَاب ہے۔ یا یہ شَهِيْدٌ کی جمع ہے جیسے شَرِيْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے اَلْاَشْهَادُ گواہ۔ گواہی دینے والے، جمہور مفسرین نے اس سے مراد نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے لئے ہیں۔ جو قیامت کے دن اس کی بھی گواہی دیں گے کہ رسولوں نے تبلیغ کی اور کافروں نے ان کی تکذیب کی؛

۴۰:۵۲ = يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ: یہ يَوْمَ۔ يَوْمَ اول (يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ) سے بدل ہے یعنی وہ دن جب ظالموں کو ان کی معذرت (عذر خواہی) کچھ نفع نہ دے گی۔ ظٰلمین سے مراد کافر ہیں۔

= وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع ظلمین ہے یہ جملہ اسمیہ ہے اس کا عطف جملہ ماقبل لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ پر ہے اور ان کے لئے لعنت ہوگی۔

= وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ۔ اور ان کے لئے گھر کی سختی یا برائی ہوگی یعنی ایسا گھر جس میں غم والم اور سختی وناگواری ہوگی؛ یعنی بہت برا گھر؛

اَلدَّارُ کو اگر عالم آخرت لیا جائے تو معنی ہوں گے: ان کے لئے اس عالم آخرت میں خرابی ہی خرابی ہوگی؛

المدارک میں ہے ولهم سوء دار الأخرة هو عن ابهاد یہ بھی جملہ اسمیہ ہے اور یہ بھی جملہ لا ينفع کا معطوف ہے۔

۴۰:۵۳ = اَلْهُدٰى: اسم ومصدر۔ ہدایت۔ ہدایت کرنا۔ انبیا (کیونکہ وہ بھی مجسمہ ہدایت بنا کر بھیجے جاتے ہیں) یا اللہ کی طرف سے کتابیں و صحیفے وغیرہ۔ جو سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہدایت کرنے والی بھی۔

یہاں مُراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ توریت، معجزات وغیرہ ہیں۔

= اَلْكِتٰبَ۔ اسم جنس ہے یہاں اَلْكِتٰب سے مراد وہ کتابیں جو بنی اسرائیل پر نازل کی گئی

تھیں مثلاً توراۃ، انجیل، زبور، ودیگر صحائف وغیرہ۔

۴۰: ۵۴ = هُدًى ۔ اور الهُدٰى ہم معنی ہیں۔ ہدایت یا ہدایت کرنا۔ ذِكْرٰى ذکر کرنا نصیحت کرنا۔ پند و نصیحت، موعظت، ذَكَرَ يَذْكُرُ باب نصر کا مصدر ہے:

هُدًى اور ذِكْرٰى بوجہ مفعول لہٗ یا بوجہ حال منصوب ہیں؛

= لِاُولِي الْاَلْبَابِ، لام ملک و مالک ہونا کے لئے ہے، اولی الالباب مضاف مضاف الیہ۔ صاحب عقل، عقل والے۔ لاولی الالباب عقل والوں کے لئے۔ عقلمند لوگوں کے لئے:

۴۰: ۵۵ = فَاصْبِرْ، ای فَاصْبِرْ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں فاء ترتیب کا ہے: مترتب علی قولہ تعالیٰ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وقولہ تعالیٰ وَاٰتَيْنَا ۔۔۔۔ الخ

= اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو آپ سے نصرت کا وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہوگا: اس ثبوت کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بیان فرمایا:

= وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ، اور معافی مانگتے رہئے اپنی کوتاہی کی:

انبیاء جو گناہ سے معصوم و محفوظ ہوتے ہیں۔ علامہ قرطبی رح لکھتے ہیں:۔

هٰذا التعبد للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بالدعاء والفائدۃ زیادۃ الدرجات وان لیصیر الدعاء سنۃ لمن بعدہٗ؛ یعنی یہ محض تعمیل ارشاد الٰہی ہے تاکہ حضور دعا مانگا کریں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ استغفار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجات بلند سے بلندتر ہوتے جائیں گے؛ اور امت کے لئے دعاء و استغفار ان کے پیارے رسول کی سنت بن جائے گی؛

اور بعض کے نزدیک لِذَنْبِكَ سے مراد لذنب امتك ہے اپنی امت کے گناہوں کی مغفرت کی دعا کرتے رہا کریں:

= بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ: شام کے وقت اور صبح کے وقت،

حضرت حسن رح نے کہا ہے کہ اس سے مراد عصر اور فجر کی نمازیں ہیں؛ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک پانچوں نمازیں مراد ہیں۔ اس سے مراد ہمیشگی بھی ہوسکتی ہے یعنی مداومت سے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کریں:

۴۰: ۵۶ = اِنَّ الَّذِيْنَ ۔۔۔۔۔ اَتٰهُمْ: ملاحظہ ہو ۴۰: ۳۵ متذکرۃ الصدر

= اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ میں اِنْ نافیہ ہے:

= کِبْرٌ۔ اسم مصدر، غرور، باوجود بڑانہ ہونے کے اپنے کو بڑا سمجھنا۔
= مَا هُمْ بِبَالِغِيْهِ: مَا نافیہ ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ ہے۔ بَالِغِيْ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ بَلَغَ يَبْلُغُ (باب نصر) بُلُوْغٌ مصدر سے، مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ: اس کا مرجع کِبْرٌ ہے۔ بوجہ اضافت نونؔ حذف ہوگیا۔ جس تک وہ کبھی پہنچنے والے ہی نہیں ہیں؛
مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں تکبر ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن وہ بڑائی تک کبھی بھی پہنچ نہیں سکیں گے؛
= فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ: پس آپ (ان کی شرارتوں سے) اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگئے:
اَلْعَوْذُ: (باب نصر) کے معنی ہیں کسی کی پناہ لینا اور اس سے چمٹے رہنا؛
اَلْعَوْذَةُ اصل میں ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی چیز سے بچاؤ حاصل کیا جائے: اسی سے تَعْوِيْذٌ (باب تفعیل) ہے:
اِسْتَعِذْ اصل میں اِسْتَعْوِذْ تھا۔ واؤ کا کسرہ ماقبل کو دیا اور واؤ حذف کردی۔ اِسْتَعِذْ ہو گیا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِعَاذَةٌ مصدر جس کے معنی پناہ مانگنا کے ہیں۔ تو پناہ مانگ؛
= ۴۰: ۵۷ = لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: میں لام تاکید کا ہے بمعنی بیشک: اس میں کوئی شک نہیں؛
۴۰: ۵۸ = يَسْتَوِيْ: مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر برابر ہونا۔ مَا يَسْتَوِيْ برابر نہیں ہے: یکساں نہیں ہے:
= اَعْمٰى: اندھا۔ یعنی جاہل۔ بَصِيْرٌ بینا۔ دیکھنے والا۔ مراد ہے عالم، دانا۔
= اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کئے
= اَلْمُسِيْئُ: اسم فاعل واحد مذکر اِسَاءَةٌ (افعال) مصدر: سوء مادہ: بدی کرنے والا، مراد کافر اَلْمُسِيْئُ سے پہلے لام زائد ہے:
مطلب یہ کہ جس طرح ایک جاہل اور ایک عالم برابر نہیں ہیں اِسی طرح مؤمن، نیکوکار اور کافر بدکار بھی آپس میں برابر نہیں ہیں
= قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ قَلِيْلًا مصدر محذوف کی صفت ہے: ای تذکُّرًا قلیلاً۔ تَتَذَكَّرُوْنَ: اس صورت میں مَا صلہ زائدہ ہے۔ تم کم نصیحت

پکڑتے ہو، تم کم دھیان کرتے ہو، تم کم سمجھتے ہو۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح تحریر فرماتے ہیں:۔

قَلِيْلًا مَّا۔ یعنی تم بہت کم سمجھتے ہو:

تَتَذَكَّرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تَذَكُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ تم دھیان کرتے ہو۔

۴۰: ۵۹ = لَاٰتِيَةٌ لام تاکید کا ہے اٰتِيَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث اِتْيَانٌ مصدر، ضرور آنے والی۔ جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

= اُدْعُوْنِيْ، فعل امر جمع مذکر حاضر دَعْوَةٌ مصدر (باب نصر) سے نَ وقایہ ی ضمیر واحد متکلم تم (رب) مجھے پکارو، مجھ سے دعا کرو۔

= اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ اَسْتَجِبْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد متکلم میں قبول کروں گا، میں قبول کرتا ہوں استجابة (استفعال) مصدر ج و ب مادہ

= دَاخِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب وجر) دَاخِرٌ واحد، ذلیل وخوار دَخُرٌ باب فتح سے جس کے معنی ذلیل وخوار ہونے کے ہیں؛

۴۰: ۶۱ = مُبْصِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر (حالت نصب) اِبْصَارٌ (افعال) مصدر سے۔ دیکھنے والا۔ دکھانے والا۔ جو خود روشن ہو اور دوسروں کو بھی روشن کرے

۴۰: ۶۲ = اَنّٰى: کیونکر: اسم ظرف زمان واسم ظرف مکان ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰى (جب، جس وقت) اور ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ (جہاں، کہاں) اور اگر استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ (کیسے، کیونکر) ہوتا ہے:

= تُؤْفَكُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اَفْكٌ (باب ضرب) مصدر سے: جس کے معنی کسی شے کے اپنے اصلی رُخ سے پھرنے کے ہیں۔ یہاں اعتقاد میں حق سے باطل کیطرف۔ قول میں راستی سے دروغ بیانی کی طرف اور فعل میں نکوکاری سے بدکاری کی طرف پھیرا جانا مراد ہے۔ تم پھیرے جاتے ہو تم پلٹائے جاتے ہو (تم کدھر کو بھٹکائے جارہے ہو یعنی پھر اللہ کی عبادت سے دوسروں کی عبادت کی طرف کہاں پھیرے جاتے ہو)

۴۰: ۶۳ = كَذٰلِكَ۔ اسی طرح: (یعنی کفار مکہ کی طرح)

= يَجْحَدُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب جَحْدٌ وجُحُوْدٌ مصدر (باب فتح)

وہ انکار کرتے ہیں۔

۴۰:۶۴ = قَرَارًا۔ آرام گاہ۔ ٹھہرنے کی جگہ، مصدر و اسم مصدر

= بِنَآءً: چھت۔ عمارت ا جو چیز بنائی جائے عمارت کہلاتی ہے۔

= صَوَّرَکُمْ: تمہاری صورت گری کی؛ تمہاری صورت بنائی۔ صَوَّرَ باب تفعیل سے ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ ہے اور کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر

= اَحْسَنَ ماضی واحد مذکر غائب: اس نے اچھا کیا۔ اس نے اچھا بنایا۔ اِحْسَانٌ (افعال)، مصدر صُوَرَکُمْ تمہاری صورتیں۔ صُوَرٌ تَصْوِیْرٌ کی جمع:

= تَبَارَكَ: وہ بہت برکت والا ہے۔ تَبَارُكٌ مصدر جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس کی گردان نہیں آتی صرف ماضی کا صیغہ (تَبَارَكَ) مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے:

۴۰:۶۵ = اَلْحَیُّ، زندہ۔ حَیَاۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے اللہ کی صفت میں جب حَیٌّ کہا جائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ذات اقدس ایسی ہے کہ جس کے لئے موت کا تصور بھی نہیں ہو سکتا:

= مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے (نیز ملاحظہ ہو ۴۰:۱۴)

۴۰:۶۶ = نُهِیْتُ۔ ماضی مجہول واحد متکلم، نَهْیٌ مصدر (باب فتح) سے: مجھے ممانعت کر دی گئی ہے۔ میں منع کیا گیا ہوں۔ مجھے روکا گیا ہے:

= تَدْعُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے (جسے) تم پکارتے ہو۔ یعنی (جس کی) تم عبادت کرتے ہو"

= اُسْلِمَ: مضارع واحد متکلم اِسْلَامٌ (افعالٌ) مصدر۔ میں تابعدار ہو جاؤں میں سر تسلیم خم کر دوں؛ میں گردن جھکاؤں، مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) ہے: (اَنْ مصدریہ ہے)

۴۰:۶۷ = نُطْفَةٍ: اسم مفرد۔ صاف پانی، یہاں مراد نطفہ انسانی ہے انسان کی منی اس کے اور بھی کئی مشتقات دوسرے معنی میں آتے ہیں:

نَطَفٌ عیب یا عیب میں آلودہ ہونا۔ نَطَفَةٌ چھوٹے موتی۔ نَاطِفٌ ہر سیال چیز۔ وغیرہ:

= عَلَقَۃٍ: جمے ہوئے خون کی ایک پھٹکی، خون کی وہ پھٹکی جو منی انسانی سے پیدا ہوتی ہے یہاں یہی مراد ہے۔ اس کو علقہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خون کی پھٹکی اپنی اس رطوبت میں جو اس کے ساتھ لگی رہتی ہے معلق ہوتی ہے جب یہ رطوبت خشک ہو جائے تو پھر اس کو علقہ نہیں کہتے۔

= ثُمَّ لِتَبْلُغُوْا۔ لتبلغوا سے قبل عبارت محذوف ہے ای ثم یبقیکم لتبلغوا۔ پھر تمہیں زندہ رکھا یا پرورش کی کہ تم (اپنی جوانی کو) پہنچو،

لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوْا مضارع جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ نون اعرابی بوجہ عمل لام ساقط ہو گیا۔ تاکہ تم پہنچو۔ بُلُوْغٌ باب نصر سے مصدر۔

= اَشُدَّکُمْ: مضاف مضاف الیہ: تمہارا زور جوانی، تمہاری جوانی،

اَشُدَّ کے اصل معنی ہیں عقل و تمیز کی قوت: اور جگہ قرآن مجید میں انہی (جوانی کے) معنوں میں آیا ہے: حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (۴۶ : ۱۵) یہاں تک کہ جب جوان ہوتا ہے۔

= ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا۔ یہاں بھی لِتَكُوْنُوْا سے قبل یَبْقِیْکُمْ محذوف ہے۔ ای ثم یبقیکم لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا پھر تمہیں زندہ رکھا تا آنکہ تم بوڑھے ہو جاؤ۔

= مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے یعنی بڑھاپے یا جوانی سے قبل،

= وَلِتَبْلُغُوْا۔ ای ویفعل ذٰلك لتبلغوا۔ اور یہ سب وہ اس لئے کرتا ہے کہ تم پہنچ جاؤ۔

= اَجَلٍ مُّسَمًّى، وقتِ مقررہ۔ یعنی موت، خواہ وہ بڑھاپے میں آئے یا جوانی میں یا اس سے قبل اس کا وقت مقررہ ہے:

= وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ تاکہ اس کے اندر قدرت کی جو لشانیاں ہیں یا جو عبرتیں یا جو حکمتیں ہیں ان کو تم سمجھو:

۴۰ : ۶۸ = فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا۔ پس جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ ارادہ کر لیتا ہے یعنی اس کے ہو جانے کا فیصلہ یا ارادہ کر لیتا ہے۔

اس میں فَ دلالت کر رہا ہے کہ یہ کلام سابق کا نتیجہ ہے۔ سابق کلام بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ذاتی ہے۔ کسی مواد کی یا سامان کی اس کو کوئی حاجت نہیں،

۴۰ : ۶۹ = اَنّٰى: کیسے۔ کیونکر۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۰ : ۶۲ متذکرۃ الصدر:

= یُصْرَفُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب صَرْفٌ مصدر (باب ضرب) وہ پھیرے جاتے ہیں۔ (یہ کہاں یا کیسے حق سے پھیرے جا رہے ہیں)

۴۰: ۷۰ = اَلَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِالْکِتٰبِ وَ بِمَآ اَرْسَلْنَا بِہٖ رُسُلَنَا: اس میں الکتب سے مراد قرآن کریم ہے۔ اور بِمَآ اَرْسَلْنَا بِہٖ رُسُلَنَا، سے مراد وہ کتابیں، صحیفے واحکام شرائع ہیں جو دوسرے پیغمبروں پر نازل کئے گئے۔ بِمَا میں مَا موصولہ ہے اس جملہ میں معانقہ ہے۔ اگر وقف رُسُلَنَا پر کریں تو یہ جملہ اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِ اللّٰہِ کی توضیح وتعریف میں ہے یعنی اللہ کی کتاب وآیات میں جھگڑے نکالنے والے یہی لوگ ہیں جنہوں نے (اللہ کی) کتاب (یعنی قرآن کی) اور اُن کتابوں، صحائف، شرائع کی تکذیب کی جو اللہ نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (پس جلدی ہی یہ اپنے انجام کو جان لیں گے)

اور اگر وقف یُصْرَفُوْنَ (آیت ۶۹) پر کیا جائے، تو یہ ایک نیا جملہ ہے اس صورت میں الذین کذبوا .... رسلنا مبتدا ہوگا، اور فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ اس کی خبر، اور ترجمہ ہوگا جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن مجید) کو جھٹلایا اور اس کو بھی جھٹلایا جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔ (انہیں اپنی تکذیب کا انجام) عنقریب معلوم ہو جائے گا۔

۴۰: ۷۱ = آیات ۷۱ و ۷۲ میں وہ انجام وعاقبت کا بیان ہے جو مجادلت کرنے والوں اور تکذیب کرنے والوں کی ہوگی:

= اِذْ: اسم ظرفِ زمان ہے۔ اِذْ اصل واقعہ کے اعتبار سے تو زمانِ ماضی کا اور اِذَا زمانِ مستقبل کا ظرف ہے۔ لیکن کبھی دوسرے زمانے کی نسبت بھی ان کی طرف واقع ہو جاتی ہے۔ یعنی اِذْ زمان مستقبل کے لئے اور اِذَا زمان ماضی کے لئے۔ یہاں اِذْ زمانِ مستقبل کا ظرف ہے۔ جب، جس وقت،

= اَلْاَغْلٰلُ: غُلٌّ کی جمع طوق، قیدیں، ہتھکڑیاں، بندھن، غُلٌّ اس شے کے ساتھ مخصوص ہے جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضاء باندھ دیئے جائیں۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ مبتدا ہے اور فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ خبر ہے:

= وَالسَّلٰسِلُ واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف الاغلال پر ہے اور فِیْٓ اَعْنَاقِہِمْ اس کی خبر ہے: ای الاغلال والسلاسل فی اعناقہم بندھن اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی۔ السلسلۃ زنجیر۔

= یُسْحَبُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَحْبٌ (باب فتح) مصدر: زمین پر

گھسیٹنا۔ اَلسَّحْبُ کے اصل معنی کھینچنے کے ہیں چنانچہ دامن زمین پر گھسیٹ کر چلنے یا کسی کو منہ کے بل گھسیٹنے پر سَحْبٌ کا لفظ بولا جاتا ہے :

اسی سے بادل کو سحاب کہا جاتا ہے یا تو اس لئے کہ ہوا اسے کھینچ کر لے جاتی ہے یا اس لئے کہ وہ خود پانی کو کھینچ کر لاتا ہے اور یا اس بنار پر کہ وہ چلنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گھسٹتا ہوا چل رہا ہے :

يُسْحَبُوْنَ وہ گھسیٹے جائیں گے (فی الحمیم، کھولتے ہوئے پانی میں)

۴۰ : ۲ : == اَلْحَمِيْمِ ؛ ح م م مادہ۔ حمیم کے معنی سخت گرم پانی کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے و سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا (۴۷ : ۱۵) اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا تشبیہ کے طور پر پسینہ کو بھی حَمِيم کہا جاتا ہے اور حَمّام کو حمام اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں گرم پانی موجود ہوتا ہے یا یہ کہ وہ پسینہ آور ہوتا ہے۔

مجازاً قریبی رشتہ دار اور گہرے دوست کو بھی حمیم کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار یا اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

== فِى النَّارِ۔ ای فی نار جہنم دوزخ کی آگ میں۔

== يُسْجَرُوْنَ ؛ مضارع مجہول جمع مذکر غائب : سَجْرٌ (باب نصر) مصدر : تپائے جائیں گے ، جھونکے جائیں گے :

اَلسَّجْرُ کے اصل معنی زور سے آگ بھڑکانے کے ہیں اور سَجَرْتُ التَّنُّوْرَ کے معنی ہیں : میں نے تنور جلایا۔ یا تنور کو ایندھن سے بھر دیا (جلانے کے لئے)

یہاں بھی يُسْجَرُوْنَ کے معنی ہیں ای یطرحون فیہا و یکونون وقوداً لہا ؛ وہ دوزخ میں پھینکے جائیں گے اور اس کا ایندھن بن جائیں گے :

اسی سے ہے وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (۸۱ : ۶) جب دریا آگ سے بھڑکا دیئے جائیں گے :

۴۰ : ۷۳ == اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کہاں ہیں وہ غیر اللہ جن کو تم شریک خدائی ٹھہرایا کرتے تھے۔

اَيْنَ ظرف مکان۔ کہاں۔ جس طرح : مَتٰى سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح اَيْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے مَا موصولہ ہے :

كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ، ماضی استمراری جمع مذکر حاضر کا صیغہ ہے۔ اِشْرَاكٌ مصدر

(باب افعال) دُوْنِ۔ ورے، سوائے، غیر:

= ضَلُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ضَلَالٌ و ضَلَالَۃٌ مصدر۔ (باب سمع و ضرب) گمراہ ہونا۔ حق راستہ سے بھٹکنا، دین سے پھرنا۔ راستہ کھونا، گم ہونا، کھو جانا۔ ضَلُّوْا عَنَّا وہ ہم سے کھو گئے، ہم کو ان سے جو امیدیں تھیں وہ پوری نہ ہوئیں،

= بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا: بَلْ حرفِ اضراب ہے: لَمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مضارع نفی جحد بلم جمع متکلم۔ نَدْعُوْا دُعَاءٌ دَعْوَۃٌ مصدر (باب نصر) سے، ہم پکارتے نہ تھے یعنی ہم عبادت اور پوجا نہیں کرتے تھے۔

یہ مطلب نہیں کہ ہم دنیا میں شرک نہیں کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اب ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جنہیں دنیا میں پکارتے تھے وہ کچھ بھی نہ تھے، ہیچ تھے لاشئے تھے،“ (تفہیم القرآن)

ای بل تبین لنا انا لم نکن نعبد شیئًا بعبادتھم فانھم لیسوا شیئًا یعتد بہ، بلکہ ہم پر یہ بات کھل گئی ہے کہ ہم جن کی عبادت کیا کرتے تھے ان میں کوئی حقیقت ہی نہ تھی کوئی شئے بھی نہ تھے کہ جن پر اعتماد کیا جا سکے: (بیضاوی)

اور بعض کے نزدیک کافروں کی طرف سے یہ شرک کرنے کا ہی انکار ہے یعنی وہ کہیں گے ہم شرک کرتے ہی نہ تھے، ہم تو کسی کو بھی پکارا نہ کرتے تھے۔ جس طرح کوئی شخص بُرا کام کرے اور سزا کے وقت انکار کر دے کہ میں نے تو کچھ بھی نہ کیا تھا تاکہ سزا نہ ہو (حقانی) جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (۶: ۲۳) تو ان سے کچھ عذر نہ بن پڑے گا بجز اس کے کہ کہیں: خدا کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے ہم شریک نہیں بناتے تھے (کسی اور کو اللہ کا شریک نہ ٹھہراتے تھے؛

= كَذٰلِكَ: کاف اوّل حرف تشبیہ ہے ذَا اسم اشارہ (یہ۔ اس) لَ علامتِ اشارہ بعید۔ کافِ آخر حرف خطاب (واحد مذکر کے لئے) كَذٰلِكَ سے اشارہ مذکورہ سابقہ کی طرف ہے، جس کا ترجمہ ہے: ایسے ہی: اسی کی طرح: اسی طرح:

= يُضِلُّ اللّٰهُ۔ اَضَلَّ يُضِلُّ اِضْلَالٌ (افعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ گمراہ کرتا ہے: وہ گمراہ چھوڑ دیتا ہے:

كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ: اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:-

۱: کافروں کو مذکورہ سابق مشرکوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسے ان مشرکوں کو (جن کا ذکر اوپر آیا ہے) اللہ تعالیٰ نے گم کردہ راہ بنا دیا۔ اسی طرح اللہ سب کافروں کو (بوجہ ان کے متواتر اعمال بد یا گناہ و شرک پر مستقل اصرار کے) گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے:

۲: کافرین سے مراد یہاں وہی مشرکین ہیں جو اوپر مذکور رہیں اور جملہ کا مطلب ہے:
یہ ہے کافروں یا مشرکوں کا مآل کہ وہ بے حقیقت اور قدرت سے یکسر معرّیٰ چیزوں کو خدا کا شریک بنا کر دنیا میں پوجتے رہے اور قیامت میں وہ ان کی کوئی بھی امداد نہ کرسکے: اللہ تعالیٰ نے یوں ہی ان کو اس گمراہی میں دنیا میں چھوڑے رکھا (کیونکہ وہ شرک کو چھوڑنے پر تیار نہ ہوتے) عبداللہ یوسف علی

۴۰: ۷۵ = ذٰلِكُمْ: سے اشارہ بروز قیامت کافروں کے گلوں میں طوق وزنجیر کے ہونے اور ان کو کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹنے کی طرف اور ان کو آگ میں جھونکنے کی طرف ہے جو اوپر مذکور ہوا ہے۔ ابن عطیہ اسی طرف گئے ہیں ای ذلکما لعذاب الذی انتم فیہ یعنی یہ عذاب جس میں تم اب اپنے آپ کو پا رہے ہو (یہ اس لئے ہے کہ ..... بماکنتم ..... الخ
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اشارہ اللہ تعالیٰ کا فروں کو دنیا میں ضلالت و گمراہی میں سرگرداں چھوڑ دینے کی طرف ہو جو ابھی اوپر مذکور ہوا:
= بِمَا میں بار سببیہ ہے اور ما موصولہ ہے بسبب اس بات کے کہ تم ....
= كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر فَرْحٌ مصدر (باب سمع) اَلْفَرْحُ کے معنی کسی فوری یا دنیوی لذت پر انشراح صدر کے ہیں، عموماً اس کا اطلاق جسمانی لذتوں پر خوش ہونے کے معنی میں ہوتا ہے اس کا استعمال اکثر غیر پسندیدہ معنی میں ہوتا ہے۔ اترانا۔ بہت زیادہ اترانے والے کو مِفْرَاحٌ کہتے ہیں:
قرآن مجید میں صرف دو جگہ پسندیدہ معنوں میں آیا ہے مثلاً فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا (۱۰: ۵۸) تو چاہئے کہ لوگ اس سے خوش ہوں: اور وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (۳۰: ۴) اور اس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔
مُجاھد نے اسے بمعنی تَبْطُرُوْنَ و تَاْشِرُوْنَ اترانا۔ تکبر کرنا۔ غرور کرنا لیا ہے
= بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ بغیر استحقاق لذلك۔ بغیر استحقاق کے۔ روح المعانی میں ہے کہ دھو شرك والمعاصی یعنی اس سے مراد شرک عبادتِ اصنام اور ارتکاب گناہ ہے

= بِمَا ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔
= كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر مَرَحٌ مصدر۔ بہت زیادہ خوش ہونا اترانا۔ غرور کرنا۔ تکبر کرنا۔ ایسی کیفیت جس میں دوسروں کے لئے حقارت یا گستاخی کا پہلو ہو اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (۱۷: ۳۷) اور زمین پر اکڑ کر (اور اٹھلا کر) مت چل۔

۴۰: ۷۶ = مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ مَثْوٰى اسم ظرف مکان مفرد مَثَاوِیْ جمع ۔ ثَوٰى يَثْوِیْ ثَوَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ ٹھکانا: طویل وقت کے لئے ٹھہرنے کا مقام۔ فرود گاہ۔
اَلْمُتَكَبِّرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ المتکبر واحد تَكَبُّرٌ (تفعل) مصدر۔ اللہ کو نہ ماننے اور اس کی اطاعت سے سرتابی کرنے والا، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے :
تکبر اور غرور کرنے والوں کا ٹھکانا۔

۴۰: ۷۷ = فَاصْبِرْ ۔ ای فَاصْبِرْ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= فَاِمَّا ۔ اِمَّا اصل میں اِنْ (شرطیہ) اور مَا (زائدہ) سے مرکب ہے پس اگر۔ مَا زائدہ شرط کے موقع پر تاکید کلام کے لئے آتا ہے :
= نُرِيَنَّكَ ۔ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر: ہم تجھے دکھادیں۔
= بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ: مفعول ثانی نُرِيَنَّ کا: (اس عذاب کا) کچھ حصہ جس کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔ نَعِدُهُمْ: مضارع جمع متکلم وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں
یہاں شے معہود قتل و عذاب ہے اس کے بعد الفاظ فی الدنیا محذوف ہیں۔
= اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ اَوْ حرف عطف بمعنی یا۔ (بمعنی خواہ یہاں تک، مگر، جبکہ، اگرچہ، کیا۔ مختلف معانی، شک: ابہام: تخییر: اباحت و تفصیل کے لئے آتا ہے)
نَتَوَفَّيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم، كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، تَوَفِّیٌ (تفعل) مصدر۔ ہم تیری زندگی پوری کردیں۔ یعنی تیری روح قبض کرلیں۔
اس کے بعد الفاظ قَبْلَ ذٰلِكَ محذوف ہیں یعنی: یا اس سے قبل ہی آپ کو اس جہان سے اٹھالیں۔

= فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ: اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای فالینا یرجعون یوم القیامۃ فنجازیہم باعمالہم آخرکار ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے روزِ قیامت کو پس ہم ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے:

یہ جملہ (فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ) نَتَوَفَّيَنَّكَ کا جواب ہے یعنی اگر کافروں کو دنیوی عذاب میں مبتلا کرنے سے پہلے ہم آپ کو وفات دیدیں تو آخرت میں ان کو ضرور عذاب دیں گے۔ اس صورت میں نُرِيَنَّكَ کا جواب محذوف ہے مثلاً فَذَاكَ، اور یہ بھی جائز ہے کہ جملہ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ دونوں کا جواب ہو اور دونوں سے اس کا تعلق ہو۔ مطلب یہ کہ کافروں کا عذاب دنیوی ہم آپ کو دنیا ہی میں دکھادیں یا آپ کو وفات پہلے دیدیں بہرحال آخرت میں تو سب کو ہمارے پاس آنا ہی ہے وہاں (کافروں کو) سخت عذاب ہونا لازم ہے (ان کے اعمالِ بد کے بدلہ میں) (تفسیر مظہری)

۴۰:۷۸ = وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ ...... بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ یں اٰیۃ سے مراد معجزہ ہے۔ ترجمہ یہ ہے: اور کسی رسول کا یہ مقدور نہیں کہ وہ کوئی معجزہ بدون اذنِ الٰہی ظاہر کر سکے: یعنی کوئی رسول کوئی معجزہ صرف اس وقت ظاہر کر سکتا ہے جب اللہ چاہتا ہے کہ وہ معجزہ کسی منکر قوم کو دکھایا جائے، کیونکہ معجزہ کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک فیصلہ کن چیز ہے کیونکہ جب ایک قوم اس کے دکھائے جانے کے بعد بھی نہیں مانتی تو پھر اس کا خاتمہ کر دیا جاتا ہے۔ یعنی ان کے انکارِ حق پر قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ: کا معاملہ وقوع پذیر ہو جاتا ہے تو فیصلہ حق کے مطابق کر دیا جاتا ہے اور باطل پرست پھر گھاٹا کھانے والے ہی ہوتے ہیں۔

= اَمْرُ اللّٰهِ: اللہ کا حکم۔ اللہ کا فیصلہ، یعنی انبیاء اور ان کی امتوں کے درمیان اللہ کا آخری فیصلہ:

= هُنَالِكَ: اسم ظرف مکان ہے لیکن یہاں استعارۃً بطور اسم ظرف زمان استعمال ہوا ہے بمعنی وقت مجیئ امر اللہ۔ اللہ کا حکم آجانے کے وقت۔ بعض کے نزدیک اسم ظرف مکان و اسم ظرف زمان دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اس وقت، اس جگہ:

= اَلْمُبْطِلُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ غلط گو، جھوٹے۔ اہل باطل، باطل پرست

= لَكُمْ میں لام تعلیل کا ہے، اختصاص کے لئے نہیں ہے:

= مِنْهَا مِنْ تبعیضیہ ہے :

۴۰ : ۸۰ = فِيْهَا۔ ای فی الانعام ۔ مَنَافِعُ (فوائد جمع مَنْفَعَةٌ واحد) سے مراد سواری اور خوراک کے علاوہ فوائد ہیں : مثلاً ان کے دودھ، ان کے چمڑے وغیرہ سے فائدہ اٹھانا۔

= لِتَبْلُغُوْا ۔ لام تعلیل کا ہے تَبْلُغُوْا مضارع (لام کے اول آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا) صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تاکہ تم پہنچو، حاصل کرو) اس کا مفعول حَاجَةً ہے

= فِيْ صُدُوْرِكُمْ : حاجت کی تعریف ہے یعنی جو تمہارے سینوں میں ہے ۔

حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ : وہ مقصد جو تمہارے سینوں میں ہے یعنی تم اپنے دلوں کے مقصد تک پہنچو، مراد ان پر سوار ہوکر سفر کرنا، اسباب لاد کرلے جانا، دشمنوں پر چڑھائی کرنا وغیرہ ؛

= عَلَيْهَا : ان پر سوار ہوکر، یعنی مویشیوں پر چڑھ کر۔

هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الانعام ہے ۔

= وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ میں وَعَلَيْهَا قول مابعد وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ کے لئے بطور توطئہ (تمہید) استعمال ہوا ہے ۔ سفائن البر (الانعام) وسفائن البحر (الفلک) کو اکٹھا بیان کرنے کے لئے ۔ مراد : عَلَيْهَا ۔ (الانعام) فی البرّ وَعَلَى الْفُلْكِ : فی البحر ۔

عَلَى الْفُلْكِ بجائے فِي الْفُلْكِ لفظ ماقبل علیھا کی رعایت سے آیا ہے ورنہ اس (فی الفلک) میں ظرفیت اور استعلاء ہر دو کے معنی موجود ہیں ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (۱۱ : ۴۰) اس (کشتی) میں ہر قسم کے جوڑوں میں سے دو دو کو چڑھا لو؛

= تُحْمَلُوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَمْلٌ مصدر باب ضرب) تم سوار کئے جاتے ہو، تم لدے پھرتے ہو؛

۴۰ : ۸۱ = يُرِيْكُمْ : مضارع واحد مذکر غائب اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو دکھاتا ہے اٰيٰتِهٖ اس کی نشانیاں ۔ اپنی نشانیاں ، يُرِيْ کا مفعول ثانی ہے ۔

= تُنْكِرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر، اِنْكَارٌ (افعال) مصدر تم انکار کرتے ہو۔

تم انکار کروگے:

اَیَّ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُنْكِرُوْنَ: میں استفہام انکاری ہے (اور تُنْكِرُوْنَ کی وجہ سے منصوب ہے) یعنی آیات اللہ اتنی ظاہر اور اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا انکار کیا ہی نہیں جا سکتا:

اَیَّ (کونسا، جس، کس کس، کیا کیا) استفہامیہ آتا ہے۔ جیسے مذکورۃ الصدر، یہ شرطیہ بھی آتا ہے مثلاً اَیَّمَا الْاَجَلَیْنِ قَضَیْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ (۲۸:۲۸) میں جونسی مدت چاہوں پوری کروں پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔ موصولہ بھی آتا ہے مثلاً ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا (۶۹:۱۹)
پھر ہر جماعت میں سے ہم ایسے لوگوں کو کھینچ نکالیں گے جو خدا سے سرکشی کرتے تھے۔

۴۰:۸۲ = اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ: الف استفہامیہ ہے فاء عاطفہ ہے اس کا عطف فعل محذوف پر ہے ای اقعدوا فلم یسیروا۔ لَمْ يَسِيْرُوْا مضارع لفی تاکید بلم، کیا وہ لوگ بیٹھے رہے اور وہ زمین میں چلے پھرے نہیں۔

= فَيَنْظُرُوْا ف سببیہ ہے يَنْظُرُوْا مضارع مجزوم، جمع مذکر غائب کہ وہ دیکھتے کہ وہ دیکھ لیتے

= كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْهُمْ میں كَانُوْا کی ضمیر فاعل اسم موصول اَلَّذِيْنَ کی طرف راجع ہے اور مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع ضمیر فاعل اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ہے یعنی وہ پہلے لوگ ان لوگوں سے جن کی اقوام سابقہ کے انجام کی طرف توجہ دلائی۔ سب تعداد میں زیادہ تھے۔

= اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِي الْاَرْضِ جو قوت میں زبردست تھے اور اپنے جاہ و جلال کے جو نشانات وہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں ان سے کہیں زیادہ تھے۔ ملاحظہ ہو آیت (۴۰:۲۱) مذکورۃ الصدر

= فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ اس میں فاء نتیجہ کے لئے ہے اور مَا نافیہ ہے اور دوسرا مَا موصولہ ہے۔ كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۔ اس کا صلہ، جو کچھ انہوں نے کمایا تھا وہ ان کے کسی کام نہ آیا۔

۴۰:۸۳ = فَلَمَّا۔ فاء تفسیریہ ہے اور لَمَّا یہاں شرطیہ استعمال ہوا ہے، پس جب لَمَّا نافیہ بھی آتا ہے مثلاً۔ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ (۸۶:۴) کوئی نفس ایسا نہیں ہے کہ اس (کے اعمال) کا نگران (فرشتہ) نہ ہو۔ گو بعض نے اس کو

یہاں استثنائیہ (اِلَّا کا ہم معنی) لیلہ ہے اس صورت میں ترجمہ یوں ہوگا:۔
کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران فرشتہ مامور ہے

= جَآءَتْهُمْ: جَاءَتْ . ماضی ۔ ضمیر واحد مؤنث غائب رُسُلُ کے لئے ہے ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں ۔ ایسے ہی رُسُلُهُمْ میں ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ پس جب (بھی) ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے۔

= فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ فَرِحُوْا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں ؛۔
اس صورت میں ترجمہ ہو گا:
تو وہ لوگ بڑے نازاں ہوئے اس علم پر جو ان کے پاس تھا۔
اس صورت میں علم سے مراد ان کے اپنے فلسفے اور سائنس، اپنے قانون اپنے دنیوی علوم اور اپنے پیشواؤں کے گھڑے ہوئے مذہبی افسانے اور الٰہیات ہیں یعنی وہ اپنے ان دنیوی علوم پر اڑے رہے اور انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے کو ہیچ سمجھ کر اس کی طرف التفات نہ کیا۔

۲:۔ فَرِحُوْا اور عِنْدَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہے اور جملہ کا مطلب ہوگا:۔
جب پیغمبروں نے کفار کا جہالت پر مسلسل اصرار اور حق پر استہزاء کو دیکھا اور ان کی سوء عاقبت اور ان کی اس جہالت و استہزاء پر المناک عذاب کا خیال کیا تو وہ ان پر اللہ تعالیٰ کے وحی کردہ علم پر شاداں و فرحاں ہوئے اور اس کا شکر بجالاتے،

۳:۔ فَرِحُوْا کی ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں اور عِنْدَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع رُسُلُ ہیں اور فَرِحُوْا بمعنی ضَحِكُوْا اور اسْتَهْزَءُوْا ہوگا۔ اور ترجمہ ہوگا:۔
انہوں نے (کفار نے) پیغمبروں پر منزل من اللہ علم الوحی کی ہنسی اڑائی اور اسے ہدفِ مذاق بنایا۔
آئندہ آیت سے اس تفسیر کی تائید ہو رہی ہے!

= حَاقَ بِهِمْ: حَاقَ ماضی واحد مذکر غائب حَیْقٌ (ضرب) مصدر اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا وہ ان پر نازل ہوا۔

= مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ: ما موصولہ ہے كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا اسم موصول ہے جس چیز کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے اس نے ان کو گھیر لیا۔ یعنی اس مذاق کا عذاب اُن پر نازل ہوا۔

۴۰: ۸۴ = فَلَمَّا میں فاء تعقیب کا ہے اور لَمَّا جیسا کہ آیت سابقہ میں گذرا: پھر جب،

= بَأْسَنَا: مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا عذاب۔ بَأْسٌ، عذاب سخت، آفت، دبدبہ، جنگ کی شدت:

۴۰: ۸۵ = فَلَمْ يَكُ۔ فاء تعقیب کا ہے: لَمْ يَكُ مضارع مجزوم نفی جحد بلم:

فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ، پس کوئی فائدہ نہ دیا انہیں ان کے ایمان نے،

= سُنَّتَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی سنت، دستور، طریقہ جاریہ عادت مستمرہ:

سُنَّتَ۔ مصدر مؤکدہ لنفسہ ہے اس سے پہلے فعل محذوف ہے ای سَنَّ اللّٰهُ سُنَّةً: یہی دستور ہے اللہ تعالیٰ کا: اس کی مثال قرآن مجید میں ہے،۔ صِبْغَةَ اللّٰهِ (ہمارے اوپر اللہ کا رنگ ہے اللہ نے ہمیں اپنے رنگ میں رنگ دیا ہے) اور مثالیں ۳۰: ۶ اور ۳۱: ۹ - پر ملاحظہ ہوں:

= قَدْ خَلَتْ: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی کو زمانہ حال کے قریب بنا دیتا ہے یعنی ماضی قریب کے معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب (اس ضمیر کا مرجع سُنَّتَ ہے) خُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ گذری

یہی اللہ کا دستور ہے جو اس کے بندوں میں ہوتا چلا آیا ہے:

= خَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ، اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے:

الكافر خاسر فی كل وقت ولكنه تبين لهم خسرانهم اذا رأوا العذاب كافر تو ہر وقت خسارہ میں رہتا ہے لیکن اس خسارے کا ان کے لئے ظہور اس وقت ہوتا ہے جب کہ عذاب ان کی نظروں کے سامنے آجاتا ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۴۱) سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃ (۶۱)

۴۱: ۱ == حٰمٓ: حروف مقطعات: ان سے کیا مراد ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں!

۴۱: ۲ == تَنْزِیْلٌ، بروزن تفعیل مصدر ہے اتارنا۔ نازل کرنا۔ تنزیل اور اِنْزَالٌ میں معنوی فرق یہ ہے کہ تنزیل کے معنی ایک چیز کو یکے بعد دیگرے اور متفرق طور پر نازل کرنے کے ہوتے ہیں اور اِنْزَالٌ کا مطلب یہ ہے جو یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی آتا ہے اور ایک ہی دفعہ مکمل طور پر کسی چیز کو نازل کرنے پر بھی بولا جاتا ہے۔

یہاں تنزیلٌ سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے ظاہر ہے۔ تَنْزِیْلٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھذا تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (یہ قرآن) اتارا گیا ہے (خدائے) رحمن ورحیم کی طرف سے۔ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ متعلق خبر ہے

۴۱: ۳ == کِتٰبٌ بروزن فِعَالٌ بمعنی مَفْعُوْلٌ ہے ای مکتوب وانما قیل لہ کتاب لانہ مکتوب فی اللوح المحفوظ۔ اسے کتاب اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوح محفوظ پر مکتوب ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (۸۵: ۲۲)

کِتٰبٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھٰذَا کِتٰبٌ

== فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ۔ فُصِّلَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَفْصِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ اٰیٰتُہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی آیات: فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ جس کی آیات کھول کھول کر بیان کردی گئی ہیں۔ یہ متعلق خبر (کِتٰبٌ) ہے:

== قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا۔ موصوف وصفت، موصوف بوجہ اٰیٰتُہٗ سے حال ہونے کے ہے
ای فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ فی حال کونه قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا: جس کی آیات کھول کھول کر بیان
کردی گئی ہیں درآنحالیکہ یہ قرآن عربی زبان میں ہے (یعنی یہ عربوں پر احسان ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے قرآن عربی میں نازل فرمایا جس کا پڑھنا اور سمجھنا ان کے لئے دشوار نہیں اگر دوسری زبان
میں نازل ہوتا تو عربوں کے لئے سمجھنا دشوار ہوتا۔)
اگر عَرَبِيًّا کے معنی فصیح وبلیغ کے لئے جائیں تو پھر یہ خطاب تمام بنی نوع انسان کے لئے
ہوگا: لیکن نفع اس سے بہرحال وہی اٹھائیں گے جو علم وفہم سے کام لیتے ہیں (یعنی اہل علم)
== لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ: اگر اسے فعل لازم مانا جائے تو ترجمہ ہوگا: اہل علم کے لئے۔ یا اس کا
مفعول محذوف ہے اور عبارت ہے لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ مَعَانِيَهٗ۔ اس قوم کے لئے جو اس
کے معانی جانتی ہے، (یعنی اہل عرب جو اس قرآن کے مخاطبین اول ہیں)
لام تعلیل کا ہے یا اختصاص کا۔
۴۱: ۴ == بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ یہ ہر دو صفات ہیں جن کا موصوف قُرْاٰنًا ہے۔
(یہ قرآن) اہل اطاعت کے لئے مژدہ سنانے والا ہے اور اہل معصیت کے ڈرانے والا ہے
== فَاَعْرَضَ۔ ماضی صیغہ واحد مذکر غائب اس نے اعراض کیا۔ اس نے روگردانی
کی۔ اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔
فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ۔ یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ ان صفات کے پیش نظر سب اس
پر ایمان لے آتے لیکن ہوا یہ کہ ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے روگردانی کی۔
اَكْثَرُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے اکثر۔ هُمْ ضمیر کا مرجع قوم ہے
== فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ عربی محاورہ ہے تَشَفَّعْتُ اِلٰى فُلَانٍ فَلَمْ يَسْمَعْ
قَوْلِيْ: میں نے فلاں کو سفارش کے لئے کہا لیکن اس نے میری بات نہ سنی۔ یعنی میری
بات نہ مانی۔ یعنی قرآن اس کے احکام بجا لانے والوں کو خوشخبری سنانے والا ہے اور
خلاف ورزی کرنے والوں کو انجام بد سے ڈرانے والا ہے لیکن ان لوگوں نے بشارت
یا انذار کو سنا ہی نہیں یعنی اس کو مانا ہی نہیں۔ قبول ہی نہیں کیا۔
۴۱: ۵ == اَكِنَّةٍ۔ پردے۔ غلاف، كِنَانٌ کی جمع۔ ک ن ن مادہ کے حروف
ہیں۔ اس معنی میں اور جگہ قرآن میں ہے وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ
يَّفْقَهُوْهُ (۶: ۲۵) اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں کہ اس کو

سمجھ نہ سکیں۔

اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ کَنَنْتُ الشَّیْءَ کَنًّا کسی چیز کو کِنّ میں محفوظ کر دینا۔ اس کِنّ کی اَکْنَانٌ آتی ہے اسی سے محفوظ رکھی ہوئی چیز کو مکنون کہیں گے جیسے کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲:۲۴) جیسے چھپائے ہوئے موتی۔

= مِمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ۔ مِنْ حرف جار مَا اسم موصول تَدْعُوْنَا مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم اِلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔

= وَقْرٌ اسم مصدر۔ ثقل، گرانی۔ بہرہ پن۔

= اِعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ آپ اپنا کام کریں۔ یعنی آپ اپنے دین پر چلتے رہئے، ہم اپنا کام کرتے ہیں یعنی ہم اپنے دین پر ثابت قدم رہتے ہیں یا یہ کہ آپ اپنی دعوت سے باز نہیں آتے تو ٹھیک ہے آپ اپنا عمل جاری رکھیں ہم بھی آپ کی مخالفت کو جاری رکھیں گے اور جو کچھ ہو سکے گا آپ کے خلاف کرتے رہیں گے۔

۴۱: ۶ = قُلْ۔ ای قل یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم

= اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اِنَّ کو عمل سے روکتا ہے، یعنی اِنَّ یا اَنَّ کا اسم بجائے منصوب ہونے کے مرفوع ہوگا اور اس طرح اِنَّ یا اَنَّ کا عمل کہ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے رُک جائے گا۔ جیسے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (۹: ۶۰) تحقیق صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) مفلسوں کے لئے ہے۔

= اَنَّمَا۔ وہی معانی ہیں جو اوپر اِنَّمَا کے بیان ہوتے ہیں۔

فائدہ: اِنَّ اور اَنَّ کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ اِنَّ (مکسورہ) صدر کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم وخبر سے مل کر کلام تام بن جاتا ہے: جیسے اِنَّ زَیْدًا قَآئِمٌ اس جگہ اِنَّ اپنے اسم وخبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہے اَنَّ وسط کلام میں آتا ہے اور اپنے اسم وخبر سے مل کر مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور ایک فعل یا اسم کا اس سے پہلے آنا ضروری ہے۔ جس کا یہ اَنَّ فاعل یا مفعول یا کوئی اور جزو جملہ بن سکے: جیسے بلغنی اَنَّ زَیْدًا قَآئِمٌ

اَنَّ کے مابعد کا جملہ (اسم اور خبر سے مل کر) بَلَغَ کا فاعل ہے مفرد کے معنی میں ہے " مجھے زید کے قیام کی خبر پہنچی ۔ یا ۔ عَلِمْتُ اَنَّ زَیْدًا فَاضِلٌ اس میں اَنَّ زَیْدًا فَاضِلٌ، اَنَّ مع اپنے اسم اور خبر کے مل کر عَلِمْتُ کا مفعول ہے اور مفرد کے حکم میں ہے

== اِسْتَقِیْمُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِسْتِقَامَۃٌ (استفعال) مصدر۔ تم سیدھے رہو ۔ تم سیدھا راستہ اختیار کرو ۔ اِسْتَقَامَ اِلٰی (گنہگار کا اللہ کی طرف) رجوع کرنا قوم مادہ ۔ فَاسْتَقِیْمُوْا اِلَیْہِ: سو تم اسی کی طرف سیدھ باندھے رکھو:

== اِسْتَغْفِرُوْہُ: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ استغفار (استفعال) مصدر ۔ تم اسی سے بخشش (گناہوں کی مغفرت) طلب کرو ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اِلٰھُکُمْ ہے:

== وَیْلٌ اسم مرفوع ، ہلاکت ، عذاب ، دوزخ کی ایک وادی کا نام ۔

۴۱ : ۷ == یہ آیت مشرکین کی صفت ہے (۱) زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ۔ یہاں زکوٰۃ بطور اصطلاح فقہی نہیں ہے لفظی معنی میں ہے یعنی نیک راہ میں خرچ کرنا ۔ اور یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ اپنے آپ کو شرک کی نجاست سے پاک نہیں کرتے ہیں (۲) آخرت کے منکر ہیں ۔

یہاں ھُمْ کی تکرار اور کٰفِرُوْنَ پر بِالْاٰخِرَۃِ کی تقدیم تاکید کلام کے لئے ہے

۴۱ : ۸ == غَیْرُ مَمْنُوْنٍ: غَیْرُ حرف استثنار مَمْنُوْنٍ مستثنیٰ (مستثنیٰ غَیْرُ کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا) مَمْنُوْنٍ اسم مفعول واحد مذکر ۔ مَنَّ مادہ ۔ (باب نصر) کم کیا ہوا ۔ قطع کیا ہوا ۔ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ (یعنی وہ اجر) جو نہ کم ہوگا اور جو نہ منقطع (ختم) ہوگا ۔ مَنَّ (باب نصر) الشئ کسی چیز کو کم کرنا ۔ مَنَّ الْحَبْلَ رسی کاٹنا ۔ اسی سے اَلْمَنُوْنُ بمعنی موت ہے کہ عمر کو قطع کرتی ہے تعداد کو گھٹاتی ہے ۔

مجاہد نے کہا ہے بے حساب ، بعض نے ترجمہ کیا ہے بے احسان دھرے ،، مَنَّ احسان رکھنا ۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی (۲:۲۶۴) (مومنو!) اپنے صدقات (وخیرات) کو احسان رکھنے سے اور ایذار دینے سے برباد نہ کردینا ۔

۴۱ : ۹ == اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ ۔ اَئِنَّکُمْ استفہام زجری ہے یہ جملہ جواب ہے ایک سوال محذوف کا ۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا کہ اگر وہ استقامت نہ اختیار کریں اور استغفار نہ کریں تو میں اُن سے کیا کہوں ؟ (ارشاد ہوا) آپ کہہ دیجئے

کہ کیا تم ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے .... الخ (تفسیر مظہری)
لتکفرون میں لام تاکید کفر کے لئے ہے:
== اَنْدَادًا۔ نِدٌّ کی جمع ہے بمعنی مقابل؛ برابر۔ نِدٌّ اور مِثْلٌ میں فرق یہ ہے کہ مِثْلٌ عام ہے اس کا استعمال ہر قسم کی شرکت میں ہوتا ہے اور نِدٌّ خاص ہے اور اس کا استعمال کسی شے کی ذات اور جوہر میں شرکت کے لئے ہوتا ہے، منصوب بوجہ مفعول ہے
== ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ: ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید اس کا مشارٌ الیہ اَلَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ۔ ہے یعنی وہ ذات جس نے زمین کو دو روز میں پیدا کیا:
رَبُّ الْعٰلَمِيْن مضاف مضاف الیہ۔ اس ذات کی صفت ہے۔ یعنی وہ ذات رَبُّ الْعٰلَمِيْن (تمام جہانوں کو پالنے والی) ہے

فائدہ یہاں یَوْمَیْنِ (دو دن) میں یَوْم سے مراد وہ متعارف چوبیس گھنٹوں والا تو ہو نہیں سکتا۔ کہ یہ خود نتیجہ ہے حرکتِ ارض یا حرکتِ شمس کا اور بیان اسوقت کا ہو رہا ہے جب یہ چاند، سورج، زمین، آسمان سرے سے موجود ہی نہ تھے۔ بلکہ مراد یہاں مطلق زمانہ ہے یعنی دو مختلف اوقات میں (ملاحظہ ہو تفسیر ماجدی حاشیہ نمبر ۵، بر آیت ۷ : ۵۴۔ و آیت ہذا : ۴۱ : ۹)

۴۱ : ۱۰ == رَوَاسِیَ: رَاسِیَۃٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ، پہاڑ، رَوَاسِیَ کا استعمال ٹھہرے ہوئے پہاڑوں کے لئے آتا ہے رُسُوٌّ (باب نصر) سے اسم فاعل واحد مؤنث رَاسِیَۃٌ اس بڑی دیگ کو کہتے ہیں جو ثقیل ہونے کی وجہ سے ایک ہی جگہ پڑی رہے: چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَقُدُوْرٍ رّٰسِیٰتٍ (۳۴ : ۱۳) اور بھاری دیگیں جو چولھوں پر جمی رہیں۔ لہٰذا رَوَاسِیَ سے وہ پہاڑ مراد ہیں جو ایک ہی جگہ بوجہ بوجھ و ثقلہ جمے رہیں۔
== بَارَكَ: ماضی واحد مذکر غائب مُبَارَکَۃٌ (باب مفاعلۃ) مصدر: اس نے برکت دی۔ مطلب یہ کہ اس نے اس میں بڑی برکتیں (برکت والی چیزیں) رکھ دیں مثلاً: آگ، پانی، ہوا۔
== قَدَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ مقدر کر دیا۔ اندازے کے مطابق مقرر کر دیا۔ تجویز کر دیئے۔
== اَقْوَاتَهَا۔ اَقْوَاتٌ جمع ہے قُوْتٌ کی جس کے معنی خوراک کے ہیں۔ آیت ہذا میں ضمیر هَا واحد مؤنث غائب ہر جگہ الارض کے لئے ہے۔

اَقْوَاتَهَا سے مراد اَقْوَاتَ اَهْلِهَا ہے (زمین پر رہنے والوں کی غذائیں) لہٰذا اَقْوَاتَ مضاف ہے اور اَهْلِهَا مضاف مضاف الیہ اَقْوَاتَ کا مضاف الیہ۔

== فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ۔ چار دن میں۔ یعنی یہ سب کچھ مزید دو دنوں میں کیا جو پہلے دو دنوں سے متصل ہیں۔ اس طرح تخلیق ارض کے دو ایام اور اس میں برکات واقوات مہیا کردینے کے دو ایام مل کر کل چار ایام ہوگئے۔ محاورہ میں کہا جاتا ہے میں بصرہ سے بغداد تک دو دن میں پہنچا اور کوفہ تک تین دن میں یعنی دو دن پہلے اور ایک دن مزید

== سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ: جملہ ماقبل فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ میں اَيَّامٍ پر وقف مطلق ہے۔ لہٰذا سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ الگ جملہ ہے لیکن یہاں پہلا مضمون ختم نہیں ہوا۔ اور بات کہنے والا ابھی کچھ اور کہنا چاہتا ہے۔ لامحالہ بات اسی موضوع کے متعلق ہی ہوگی جو پیچھے سے چلا آرہا ہے۔ بات برکات اور اقوات کی ہورہی تھی لہٰذا اس جملہ کا مطلب اسی روشنی میں لیا جائے گا: گو مفسرین کے اس فقرہ کے متعلق مختلف اقوال ہیں لیکن اولیٰ یہی ہے کہ زمین میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جس جس قسم کی جتنی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا تھا۔ ہر ایک کی مانگ اور حاجت کے مطابق غذا کا ٹھیک پورا سامان حساب لگا کر زمین کے اندر رکھ دیا۔

یہاں سائلین سے مراد صرف انسان ہی نہیں بلکہ مختلف قسم کی وہ سب مخلوقات ہیں جنہیں زندہ رہنے کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس آیت سے سوشلسٹ نظام کی تائید کا استدلال بے محل ہے؛

۴۱: ۱۱ == ثُمَّ: حرف عطف ہے بمعنی پھر۔ یہ دو طرح مستعمل ہے (۱) ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے بروئے زمانہ، اسے تراخی زمانی کہتے ہیں،

(۲) فرق مرتبہ کے لئے۔ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کو ظاہر کرنے کے لئے) تراخیٔ رتبہ (تراخی۔ دیر۔ فاصلہ)

ارض وسماء کی تخلیق وترتیب کے بیان میں مفسرین نے ہر دو معانی اختیار کئے ہیں۔ اور اپنے اپنے قول کی تائید میں براہین ودلائل دے کر طویل بحث کی ہے۔ یہاں اس لمبی چوڑی بحث سے اجتناب ہی بہتر سمجھا گیا ہے!

== اِسْتَوٰی۔ مادہ سوی سے باب افتعال سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے: اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔

جب اس کا تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں مثلاً وَاسْتَوَتْ عَلَی الْجُوْدِیِّ (۱۱:۴۴) اور (کشتی کوہ) جودی پر جا ٹھہری! اور اگر تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں مثلاً ثُمَّ اسْتَوٰٓی اِلَی السَّمَآءِ (آیت ہذا) پھر اس نے آسمان کا قصد کیا۔ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔
یَسْتَوِیْ بمعنی برابر ہونا بھی ہے جیسے لَا یَسْتَوِیْٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ (۵۹: ۲۰) اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں۔ نیز بمعنی سنبھلنا، درست ہونا اور سیدھا رہنا بھی ہے: مثلاً فَاسْتَوٰی وَ ھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی (۵۳: ۶-۷) پھر وہ سیدھا اور درست (یعنی اپنی اصلی صورت میں اور پوری طرح) بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ اور سنبھلنے کے معنی میں جیسے وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَاسْتَوٰٓی (۲۸: ۱۴) اور جب وہ پہنچ گیا اپنی جوانی کو اور سنبھل گیا۔ یعنی پختہ طور پر جوان ہو گیا۔

== وَھِیَ دُخَانٌ: واؤ حالیہ ہے ھی ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السمآء ہے دُخَانٌ دھواں۔ اس کی جمع اَدْخِنَۃٌ ہے؛

== فَقَالَ لَھَا وَ لِلْاَرْضِ پھر اس نے آسمان اور زمین دونوں کو کہا۔

== اِئْتِیَا، امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر اِتْیَانٌ مصدر سے، تم دونوں آؤ؛ تم دونوں حاضر ہو جاؤ۔ اتی مادہ۔ یعنی میں نے جو برکات، خوبیاں یا صلاحیتیں تمہارے اندر پیدا کی ہیں ان سب کو بھر پور اپنے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے پیش کر دو، جب جہاں اور جس طرح مشیّتِ ایزدی ہے۔

== طَوْعًا اَوْ کَرْھًا: خوشی سے یا زبردستی، اَلطَّوْعُ کے معنی بطیب خاطر تابعدار ہو جانا۔ اَلْکُرْہُ ضد ہے اَلطَّوْعُ کی۔ کسی کام کو ناگواری اور دل کی کراہت سے سر انجام دینا۔ طَوْعًا وَ کَرْھًا: یہاں ترکیب میں طَآئِعِیْنَ وَ کَارِھِیْنَ کے مرادف ہیں۔ یعنی اگرچہ مصدر ہیں لیکن ان کا استعمال موقع حال پر ہوا ہے:

وَھُمَا مصدران وقعا موقع الحال (بیضاوی) اور کشاف میں ہے:۔
وانتصابھا علی الحال۔ دونوں بوجہ حال منصوب ہیں۔

== اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ۔ ہم بخوشی حاضر ہیں (تعمیل ارشاد کے لئے) اَتَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم۔ ہم آگئے ہیں؛ ہم حاضر ہیں۔ اگر اتیان مصدر کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو لانے اور پہنچانے کے معنی ہوں گے؛ طَآئِعِیْنَ۔ طَوْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے

اپنی خوشی سے کہا ماننے والے ؛ فرماں بردار طائعٌ واحد :

۴۱ : ۱۲ == فَقَضٰهُنَّ ۔ فاء عاطفہ ہے جملہ ہذا کا عطف جملہ سابق ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ پر ہے ۔ قَضٰى ۔ ای خَلَقَ اَوْ اَتَمَّ اَوْ جَعَلَ ؛ اس نے پیدا کر دیئے ۔ اس نے مکمل کر دیئے ، اس نے بنا دیئے ۔ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب ؛ السماء کی طرف راجع ہے ، جو یہاں بطور اسم جنس استعمال ہوا ہے اور بمعنی السمٰوٰت ہے

== سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ سَبْعَ اسم عدد قَضٰى کا مفعول بہ سَمٰوٰتٍ تمیز سَبْعَ کی :

تقدیر کلام یوں ہے : قَضٰى مِنْهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ ای اَتَمَّهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ اور ان کو مکمل سات آسمان بنا دیا ۔

== وَاَوْحٰى : اس کا عطف فَقَضٰهُنَّ پر ہے :

== اَمْرَهَا ؛ مضاف مضاف الیہ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سماء ہے ؛ اس کا کام ؛ ای اوحٰی الی اھلھا باوامرہ ونواھیہ اور ہر ایک آسمان کی مخلوق کے لئے احکام بھیج دیئے ۔

== وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا ۔ واؤ عاطفہ ہے زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَزْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر ۔ ہم نے زینت دی ؛ ہم نے مزین کیا ، ہم نے سنوارا ۔ السَّمَآءَ الدنیا موصوف وصفت مل کر زَيَّنَّا کا مفعول ۔

اَلدُّنْيَا دَانِيَةٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اس کی جمع دُنًى ہے جس طرح کُبْرٰى کی جمع کُبَرٌ ہے السماء الدنیا ۔ نزدیک ترین آسمان آسمان دنیا ۔

== مَصَابِيْحَ : مِصْبَاحٌ کی جمع ۔ قندیل ، لالٹین ، چراغ ، لیمپ ، یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہونے کی وجہ سے قائم مقام دو سببوں کے ہے ۔ لہٰذا غیر منصرف ہے بدیں وجہ حَ پر بجائے کسرہ کے فتح لائی گئی ہے ۔ مصابیح سے مراد یہاں ستارے کواکب ہیں ۔

فائدہ : یہاں التفات ضمائر (واحد مذکر غائب سے جمع متکلم کی طرف) سمٰوٰت اور ان کی تزئین کی عظمت کی وجہ سے ہے ۔

== وَحِفْظًا ؛ واؤ عاطفہ ہے ؛ حِفْظًا فعل مقدرہ کا مفعول مطلق ہے ای حَفِظْنَا هَا حِفْظًا ۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا پر ہے ،، اور

ہم نے اس کو (آسمانِ دنیا کو) خوب محفوظ کر دیا (ہر قسم کی بیرونی دخل اندازی و شکست و ریخت سے)

= ذٰلِكَ: اسم اشارہ لبعید۔ یعنی یہ تمام چیزیں جن کا اوپر تفصیلی ذکر ہوا ہے زمین کی تخلیق اور اس میں اہل زمین کے لئے مناسب مقدار میں اقوات کی بہم رسانی۔ تخلیق سماوات اُن کی تزئین و تحفظ وغیرہ وغیرہ:

= تَقْدِيْرُ (یعنی نظامِ ارض و سماوات) مضاف ہے: اَلْعَزِيْزِ مضاف الیہ۔ ہمہ تواں، غالب، زبردست، قوی۔

= اَلْعَلِيْمِ۔ ہمہ دان، بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ ہردو۔ العزیز، والعلیم فعیل کے وزن پر مبالغہ کے صیغے ہیں۔

۴۱: ۱۳ = فَاِنْ اَعْرَضُوْا: پس اگر وہ (پھر بھی) روگردانی کریں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اتنے دلائل کے باوجود بھی اقرار توحید سے انکار اور اعراض کریں (جملہ شرطیہ ہے)

= فَقُلْ، فاء جواب شرط کے لئے ہے قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تو آپ کہہ دیجئے

= اَنْذَرْتُكُمْ، اَنْذَرْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم۔ اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں نے تم کو ڈرا دیا۔ یا ڈر سنا دیا۔ ڈر سے متنبہ کر دیا

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اَنْذَرْتُ کا عام مفہوم اتنا ہی بیان کیا جاتا ہے کہ میں نے ڈرایا۔ حالانکہ نَذَرَ کے مادّہ کا اطلاق اس ڈرانے پر ہوتا ہے جس میں کم از کم دو خصوصیتیں ہوں۔

(۱) ایک تو وہ ڈرانا بروقت ہو۔ یوں نہیں کہ جب پتھر آسمان سے برسنے شروع ہو جائیں تو خطرہ کا الارم بجنے لگے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ انذار سے مقصد صرف عذاب کی خبر دینا نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل مقصد اس شخص کی خیر خواہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچاؤ کا انتظام کر لے:

لسان العرب میں ہے کہ:۔

عرب کہتے ہیں اَنْذَرْتُ الْقَوْمَ مَسِيْرَ الْعَدُوِّ اِلَيْهِمْ فَتَنَذَّرُوْا۔ ای علمتھم ذٰلِكَ فعلموا و تَحَرَّزُوْا۔ یعنی میں نے قوم کو دشمن کے حملے سے خبردار کیا۔ پس انہوں نے اپنا بچاؤ کر لیا۔

= صٰعِقَةً: بادل کی اس شدید کڑک کو کہتے ہیں جس کے ساتھ بجلی بھی ہوتی ہے یہ اس کے لغوی معنی ہیں لیکن اس کا اطلاق ہر مہلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی

نوعیت کسی بھی قسم کی ہو ،،

= صٰعِقَۃً۔ صَعَقَ یَصْعَقُ (باب فتح) سے مصدر ہے ۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔ (آسمانی) بجلی کا گرنا۔ (آسمان کا) بجلی گرانا۔

یا صَعِقَ یَصْعَقُ (باب سمع) (گرج سے بیہوش ہو جانا۔ مرجانا۔ یہ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے کڑک اور گرج کے ساتھ آسمان سے گرنے والی آگ، مہلک عذاب اس کی جمع صَوَاعِق ہے ، قرآن مجید میں ہے فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ (۵۱:۴۴) سو تم کو موت نے آپکڑا۔

اور آگ اور بجلی کی کڑک کے معنی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ،۔

وَیُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِہَا مَنْ یَّشَآءُ (۱۳:۱۳) اور وہی بجلیاں (یا آگ) بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے :

آیت ہذا (۴۱: ۱۳) میں بمعنی سخت عذاب ہے۔ صٰعِقَۃً منصوب بوجہ مفعول ثانی اَنْذَرْتُ کے ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر اس کا مفعول اوّل ہے :

= مِثْلَ صٰعِقَۃِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (میں تم کو ایسے سخت عذاب سے ڈراتا ہوں) جو قوم عاد و قوم ثمود کے عذاب کی مثل ہوگا۔ یہاں صٰعقۃ سے مراد وہ عذاب نہیں جو آسمان سے بجلی کی کڑک اور آگ کی صورت میں نازل ہوا ہو بلکہ اس سے مراد اس کی شدت و ہلاکت ہر دو صورتوں میں ایک جیسی تھی جیسے آگے آئیگا۔ قوم عاد پر عذاب تیز و تند سرد، دہشتناک سرسراتی ہوئی سخت آندھی کی صورت میں مسلسل سات رات اور آٹھ دن تک جاری رہا اور قوم ثمود پر ایک زبردست کلیجے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ اور دل پاش پاش کردینے والے زلزلے کی صورت میں نازل ہوا تھا۔

۴۱: ۱۴ = اِذْ جَآءَتْہُمُ الرُّسُلُ ۔۔۔۔۔

اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

۱:۔ یہ اَنْذَرْتُکُمْ کا ظرف زمان ہے ۔

۲:۔ یہ الصاعقۃ الاولیٰ کی صفت ہے ۔

۳:۔ یہ الصاعقۃ الثانیۃ کی صفت ہے۔

۴:۔ یہ صعقۃ عاد سے حال ہے : متعدد مفسرین نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔

= مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :۔
۱:۔ آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی یعنی رسول ہر طرف سے اُن کے پاس پہنچے۔ یعنی ان کو ہر پہلو سمجھانے کی کوشش کی۔ اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے کوئی تدبیر اختیار کرنے میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ ای اجتھدوا بھم واتو بجمیع الوجوہ
۲:۔ ان کے پاس یکے بعد دیگرے رسول آتے رہے۔ یعنی رسولوں کی کثیر تعداد ان کو سمجھانے کے لئے بھیجی جاتی رہی۔
۳:۔ آگے پیچھے سے مراد ہے گذرا ہوا زمانہ اور آنیوالا زمانہ۔ گذشتہ کافروں پر کیا گذرا، وہ بھی بتایا اور آئندہ آخرت میں ان پر کیسا عذاب ہوگا اس سے بھی ڈرایا۔
= اَلَّا تَعْبُدُوْا، ای اَنْ لَا تَعْبُدُوْا: اس میں اَنْ مصدریہ ہے لَا تَعْبُدُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ کہ تم پوجا مت کرو۔
= اِلَّا اللّٰہَ۔ اَللّٰہُ مستثنیٰ بحالتِ مفعول ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔

فائدہ: اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰہَ: یہ پندار تھا جس کو ذہن نشین کرانے کیلئے پیغمبرانِ الٰہی قوم عاد و ثمود کو مختلف دلائل و براہین کے ساتھ کوشاں رہے:

= قَالُوْا: یعنی قوم عاد و ثمود نے جواب میں کہا۔
= فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ کٰفِرُوْنَ ہ فاء۔ النتیجۃ السببیۃ ہے بِمَا میں ما موصولہ ہے اور باء کٰفِرُوْنَ کے ساتھ ہے۔ کَفَرَ ب۔ کسی چیز سے انکار کرنا اُرْسِلَ ب کسی کو پیغام دے کر بھیجنا۔ ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے پس ہم اس پیغام سے منکر ہیں جسے دے کر تم بھیجے گئے ہو۔

فَائِدَہ: آیت ہذا میں ذکر ہو رہا ہے عاد و ثمود کا۔ لیکن آیت میں ان دونوں کے لئے بجائے تثنیہ کے صیغہ جمع کا استعمال کیا گیا ہے۔ مثلاً جَاءَتْھُمُ۔ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَمِنْ خَلْفِھِمْ۔ اَلَّا تَعْبُدُوْا۔ قَالُوْا۔ یہ اس لئے ہے کہ عاد و ثمود سے مراد قوم عاد و ثمود ہے لہٰذا تثنیہ پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے:

۴۱: ۱۵ = فَاَمَّا۔ اَمَّا حرف شرط ہے اور اس کے حرف شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے: جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے:۔
فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَکْبَرُوْا۔ یہ اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے

اور کبھی تاکید کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے:

جہاں تک عاد کی بات ہے سو۔ رہا عاد کا ذکر سو.....

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَمَّا السَّفِیْنَۃُ فَکَانَتْ لِمَسٰکِیْنَ (۱۸: ۷۹)

رہی کشتی کی بات سو وہ غریب لوگوں کی تھی۔

کبھی ابتدار کلام کے لئے آتا ہے مثلاً اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّہٗ کَذَا:

== فَاسْتَکْبَرُوْا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے: اِسْتَکْبَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ انہوں نے تکبر کیا۔ گھمنڈ کیا۔ غرور کیا۔

== بِغَیْرِ الْحَقِّ: ناحق۔ بغیر استحقاق کے۔ بندوں کے لئے استکبار تو ہمیشہ ہی ناجائز ہے۔ بغیر الحق کے اضافہ نے بتادیا کہ ان لوگوں کے پاس استکبار کی کوئی بنیاد ان کے معیار سے بھی نہ تھی۔.....(الماجدی)

== مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّۃً ط مَنْ استفہامیہ ہے: کون۔ اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے شِدَّۃٌ مصدر سے۔ اَشَدُّ مِنَّا ہم سے زیادہ سخت ہم سے قوی تر۔ قُوَّۃً تمیز ہے یعنی بلحاظ قوت کے۔ از روئے قوت کے: یہ جملہ استفہام انکاری ہے یعنی ہم سے زیادہ طاقت ور کوئی نہیں ہے۔

== اَوَلَمْ یَرَوْا۔ یعنی کیا انہوں نے نہیں جانا۔ یہ بھی استفہام انکاری ہے اور فعل محذوف پر عطف ہے یعنی کیا انہوں نے یہ بات کہی اور یہ نہ جانا کہ .....

== وَکَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یَجْحَدُوْنَ۔ اس جملہ کا عطف فَاسْتَکْبَرُوْا پر ہے: کَانُوْا یَجْحَدُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے: وہ انکار کرتے رہے جَحْدٌ وَ جُحُوْدٌ مصدر (باب فتح) انکار کرنا۔ الجُحُوْدُ۔ الانکار مع العِلْمِ جان بوجھ کر انکار کرنا۔

بِاٰیٰتِنَا۔ ہماری آیات سے: ہمارے معجزات سے۔ مطلب یہ کہ وہ ناحق تکبر و گھمنڈ کرنے لگے اور ہماری آیات سے انکار کرتے رہے:

۴۱: ۱۶ == رِیْحًا صَرْصَرًا: موصوف وصفت، منصوب بوجہ مفعول اَرْسَلْنَا متحرک ہوا جو کہ زمین و آسمان کے درمیان مسخر ہے اسے ریح کہتے ہیں: بُو کو بھی رِیْحٌ کہتے ہیں۔ کیونکہ کسی چیز کی بُو ہوا ہی کے ذریعہ ہی ناک تک پہنچتی ہے: قرآن مجید میں ہے۔ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ (۱۲: ۹۴) میں یوسف کی بُو پا رہا ہوں: اور کبھی اس کا

استعمال غلبہ کے لئے بھی ہوتا ہے مثلاً وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ (۸: ۴۶) اور تمہاری ہوا ہی جاتی رہیگی۔ یعنی تمہارا غلبہ ختم ہو جائے گا۔

یہ روح یا ر ی ح مادہ سے ہے اور اَرْوَاحٌ و رِيَاحٌ آتی ہے:

مفردات القرآن میں ہے: عام طور پر جن مواضع میں ارسال الریح صیغہ مفرد کے ساتھ مذکور ہے وہاں عذاب مراد ہے اور جہاں کہیں لفظ ریح جمع کے ساتھ مذکور ہے وہاں رحمت مراد ہے۔ چنانچہ ریح کے متعلق فرمایا۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا (۳۳: ۹) تو ہم نے ان پر آندھی چلائی۔

اور ریاح جمع کے لفظ کے متعلق فرمایا۔

اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (۳۰: ۴۶) کہ وہ ہواؤں کو اس غرض سے بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بارش کی خوشخبری پہنچائیں۔

صَرْصَرًا: امام راغبؒ رقمطراز ہیں:۔

رِيْحًا صَرْصَرًا میں صَرْصَرْ کا لفظ صرٌّ سے ہے جس کے معنی باندھنے کے ہیں۔ اور صُرَّةٌ اس تھیلی کو کہتے ہیں جس میں نقدی باندھ کر رکھ دی جاتی ہے گویا سخت سرد ہونے کی وجہ سے اس میں بستگی پائی جاتی ہے:

لسان العرب میں ہے کہ:۔

شدیدۃ البرد وقیل شدیدۃ الصوت (صرصر) سخت ٹھنڈی ہوا کو کہتے ہیں اور سخت شور مچانے والی ہوا کو بھی۔ لہٰذا رِيْحًا صَرْصَرًا سے مراد سناٹے کی ٹھنڈی ہوا۔ ہوائے تندوتیز و سخت سرد، ایسی تیز آندھی جس میں سخت سردی اور شور کرنے والی آواز بھی ہو (تفسیر مظہری)

اپنے موصوف رِيْحًا کی رعایت سے منصوب ہے:

= فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ۔ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ موصوف وصفت: منحوس دنوں میں۔ نَحِسَاتٍ۔ نَحُوْسَةٍ کی جمع ہے منحوس دن: یعنی جو ان کے حق میں سخت منحوس واقع ہوئے، دن تو سب مبارک ہیں مگر بُرے عملوں کی وجہ عذاب کا سبب بن گئے

لِنُذِيْقَهُمْ: میں لام تعلیل کا ہے نُذِيْقَ مضارع کا صیغہ جمع متکلم: هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تاکہ ہم ان کو چکھائیں: اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر ہے:

= اَخْزٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے: زیادہ رسوا۔ زیادہ شرمسار۔ خِزْيٌ

رسوائی، ذلت۔
= لَا يُنْصَرُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب؛ وہ مدد نہیں کئے جائیں گے، ان کی مدد نہیں کی جائے گی (عذاب سے بچانے کے لئے) ای لا یدفع العذاب عنہم۔
۴۱: ۱۷ = وَ اَمَّا ثَمُوْدُ: رہی ثمود کی بات (ملاحظہ ہو آیت ۴۱: ۱۵) متذکرۃ الصدر۔
= فَهَدَيْنٰهُمْ۔ فاء جواب شرط کے لئے ہے: هَدَيْنَا ماضی جمع متکلم ای بیّنّا لھم طریقی الرشد والضلالۃ۔ ہم نے ان کے لئے راست روی اور گمراہی ہر دو کے طریقے واضح کر دیئے۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد ہے باری تعالیٰ کا۔
وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ (۹۰: ۱۰) اور ہم نے اس کو (خیر و شر کے) دونوں راستے بھی دکھا دیئے۔
= فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى۔ ای اختاروا الکفر علی الایمان۔ اَیْ العمی الکفر۔ یعنی انہوں نے ایمان کے مقابلہ میں جہالت اور کفر کو پسند کیا: العمٰی بمعنی کفر ہے۔ العمٰی۔ عَمِیَ یَعْمٰی (باب سمع) سے مصدر ہے۔ اندھاپن۔ اندھا ہونا
= فَاَخَذَتْهُمْ۔ اس میں فاء سببیہ ہے۔ یعنی انہوں نے اندھے پن کو ہدایت کے مقابلہ میں اختیار کیا اور بدیں سبب ان کو عذاب نے آپکڑا۔

فائدہ قرآن مجید میں قوم ثمود کے عذاب کو مختلف الفاظ سے تعبیر کیا ہے مثلاً (۱) صٰعِقَةً: جس کے لغوی معنی ہیں۔ بادل کی وہ شدید کڑک جس کے ساتھ بجلی بھی گرے۔ لیکن اس کا اطلاق ہر مہلک عذاب پر بھی ہوتا ہے خواہ اس کی نوعیت کسی قسم کی ہو۔ (۴۱: ۱۳ - ۴۱: ۱۷)
(۲) صَيْحَةً: چیخ، کڑک، چنگھاڑ، چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی عذاب اور گھبراہٹ کے بھی مستعمل ہے (۱۱: ۹۴؛ ۱۵: ۸۳ - ۸: ۳۱)
(۳) اَلرَّجْفَةُ: زلزلہ۔ بھونچال۔ اضطراب شدید (۷: ۸۷)
(۴) تَدْمِيْرٌ: ہلاک کرنا۔ تباہی ڈالنا۔ اکھاڑ مارنا۔ (۲۷: ۵۱)
(۵) الطَّاغِيَةُ: حد سے تجاوز کرنا (قوت میں ہلاکت میں) (۶۹: ۵)
(۶) دَمْدَمَ: تباہی ڈالنا۔ ہلاکت ڈال دینا۔ (۹۱: ۱۴)
(۷) العذاب: (۲۶: ۱۵۸) ومعنی ہذہ العبارات کلہا راجع الی شیئ

وَّاحِدٍ. وھو ان اللہ ارسل علیھم صیحۃ اھلکتھم والصیحۃ الصوت المزعج المھلک۔

ان تمام عبارات کے معنی کا مرجع ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان (قوم ثمود) پر صیحۃ نازل فرمائی جس نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ اور الصیحۃ وہ آواز ہے جو مضطرب کردے اور ہلاک کر ڈالے۔

= صٰعِقَۃُ الْعَذَابِ الْھُوْنِ : صٰعِقَۃُ مضاف، اَلْعَذَاب الْھُوْنِ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ صٰعِقَۃٌ کڑک۔ بجلی کی کڑک۔ نیز ملاحظہ ہو (۴۱: ۱۳) متذکرۃ الصدر۔ الْھُوْنِ (باب فتح) سے مصدر۔ ذلت، رسوائی، خواری۔ عذاب کو مصدر سے وصف مبالغہ کے لئے کیا گیا ہے۔ گویا عذاب عین رسوائی اور ذلت تھا۔

ترجمہ آیت کا ہوگا:۔

تو ایک سخت عذاب کی کڑک نے ان کو آپکڑا اور یہ عذاب سراپا ذلت ورسوائی تھا

= بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ : باء سببیہ۔ مَا موصولہ، کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ کَسْبٌ مصدر (باب ضرب) بسبب ان کرتوتوں کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

= نَجَّیْنَا۔ ای نجینا من تلک الصّعقۃ اور ہم نے اس کڑک سے یا اس کڑک والی آفت سے بچالیا۔ نجینا۔ تنجیۃ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔

۴۱: ۱۸ = وَکَانُوْا یتقون۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اور کَانُوْا یَتَّقُوْنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اور وہ ہم سے ڈرتے رہتے تھے۔

۴۱: ۱۹ = وَیَوْمَ : واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف قُلْ اَنْذَرْتُکُمْ صٰعِقَۃً آیت ۱۳: متذکرہ بالا پر ہے۔ یَوْمَ منصوب بوجہ فعل مقدرہ کے مفعول ہونے کے ہے ای اُذْکُرْ یَوْمَ ۔ اور ان کو یاد دلائیے وہ دن کہ ....

یا یہ یُحْشَرُ کا مفعول فیہ (ظرف زمان) ہے

= یُحْشَرُ ... الی: مضارع مجہول واحد مذکر غائب: جمع کرکے لے جائے جائیں گے:

= فَھُمْ یُوْزَعُوْنَ ۔ فاء تفصیلیہ ہے (یعنی فاء ترتیب ذکری جو مفصل کو مجمل پر

عطف کرنے کو کہتے ہیں۔ اس کی مثال: وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ .... الآیۃ (۱۱: ۴۵)۔ الاتقان جلد اول نوع چالیسویں الفاء)

یُوْزَعُوْنَ، مضارع مجہول واحد مذکر غائب وَزْعٌ مصدر (باب فتح) ان کو جمع کیا جائے گا۔ وَزَعٌ کے اصل معنی ہیں روک لینا، روکنا۔ منع کرنا، وَزَعْتُهٗ عَنْ کَذَا۔ کے معنی ہیں کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا: اور وَزَعَ الْجَیْشَ (غیر ترتیبی اور انتشار سے روک کر) فوج کو ترتیب وار صفوں میں رکھنا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ: (۲۷: ۱۷) اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کئے گئے اور وہ قسم وار کئے گئے تھے:

لبعض نے یُوْزَعُوْنَ کے یہ معنی کئے ہیں کہ لشکر کا اگلا حصہ پچھلے کی خاطر رکا رہتا تھا،

آیت ہذا میں بھی دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔

جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف (لیجائے جانے کے لئے) جمع کئے جائیں گے پھر روکے جائیں گے (تاکہ باقی لوگ بھی آجائیں) اور ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔

۴۱: ۲۰ == حَتّٰی۔ یہاں تک (انتہا یا غایت کے لئے ہے)

== اِذَا مَا: میں مَا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے۔ جب،

== جَآءُوْهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النّار (دوزخ) کے لئے ہے:

جَآءُوْهَا۔ ای حضروھا: (یہاں تک کہ جب) وہ اس کے قریب (دوزخ کے قریب) جا پہنچیں گے۔

== شَهِدَ عَلَیْهِمْ۔ وہ ان کے خلاف شہادت دیں گے:

۴۱: ۲۱ == لِمَ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں؟ کس لئے؟ کس وجہ سے؟

== اَنْطَقَنَا: اَنْطَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِنْطَاقٌ (افعال) مصدر گویائی عطا کرنا۔ بولنے کی قابلیت عطا کرنا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم، اس نے ہم کو قوتِ گویائی عطا کی: نطق مادہ۔

== وَهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ یہ جملہ اعضاء کے

کلام کا جزء بھی ہوسکتا ہے اور جملہ مستانفہ (ابتدائیہ ، نیا) بھی ہوسکتا ہے ، اس کے بعد جو کلام آرہا ہے اس میں بھی یہ دونوں احتمال جائز ہیں۔

۴۱:۲۲ = وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ يَّشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَآ اَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُوْدُكُمْ وَلٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ۔

مَا نافیہ ہے كنتم تستترون ماضی استمراری جمع مذکر حاضر (فعل لازم) اِسْتِتَارٌ (افتعال) مصدر ۔ ستر مادہ ۔ چھپنا اور پردہ کرنا ۔ تم چھپتے تھے ۔ تم پردہ کرتے تھے ۔ یا کیا کرتے تھے ۔ اَنْ مصدریہ ہے ۔ سَمْعُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارے کان (تمہاری قوت سماعت) جُلُوْدُكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہاری جلدیں ۔ جُلُوْدٌ جمع ہے جلد کی کھال ، جلد ، چمڑا)

بیضاوی میں ہے ای کنتم تستترون عن الناس عند ارتکاب الفواحش مخافۃ الفضاحۃ وما ظننتم ان اعضاءکم تشھد علیکم بھا فما استترتم عنھا ۔ برائیوں کے ارتکاب کے وقت تم لوگوں سے اس واسطے چھپتے تھے کہ تمہیں اپنی بے عزتی اور بدنامی کا ڈر تھا اور تمہیں خیال تک نہ تھا کہ تمہارے اعضا بھی تمہارے خلاف ان برائیوں کی گواہی دیں گے ۔ پس تم (اپنے) ان (جوارح) سے نہیں چھپتے تھے ویسے تو تمہارا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اکثر اعمال کی خبر ہی نہیں ہے فلذلك اجترأتم علی ما فعلتم : یہی وجہ تھی کہ تم بڑی جرأت اور بے باکی سے ارتکاب گناہ کیا کرتے تھے ۔

۴۱:۲۳ = ذٰلِكُمْ ۔ یہ ۔ یہی ۔ اسم اشارہ بعید ۔ مبتدا ۔

ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ ۔ ظنکم مضاف مضاف الیہ ۔ الذی ظننتم بربکم ۔ ظن کی نعت ۔ سارا جملہ ذٰلکم سے بدل منہ ہے ۔

اَرْدٰىكُمْ ۔ مبتدا کی خبر ۔

اَرْدٰى يُرْدِيْ اِرْدَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ہلاک کرنا ۔ غارت کرنا ۔ ردی مادہ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔

ترجمہ ۔ تمہارے اسی گمان نے جو تم اپنے رب کے بارے میں کیا کرتے تھے تمہیں غارت کردیا ۔

= فَاَصْبَحْتُمْ ۔ فاء سببیہ ہے یعنی لبسبب اس گمان کے جس نے تمہیں ہلاک کر ڈالا تم (گھاٹا پانے والوں میں سے) ہو گئے۔

۴۱: ۲۴ = فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًی لَّهُمْ. اِنْ شرطیہ ہے اور فَالنَّارُ میں فاء جواب شرط کے لئے ہے یَصْبِرُوْا کے بعد اَوْلَا تَصْبِرُوْا کلام مقدرہ ہے یعنی وہ صبر کریں یا نہ کریں آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے۔

= اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے یَسْتَعْتِبُوْا مضارع مجزوم کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اِسْتِعْتَابٌ (استفعال) مصدر بمعنی طلب اعتاب، یعنی ناراضگی کو دور کرنے کی طلب ای طلب العتبٰی۔ یعنی اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے کوئی عذر پیش کریں گے (تو ان کی معذرت قبول نہ ہو گی) نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۸۴

= اَلْمُعْتَبِیْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اَلْمُعْتَبُ واحد عَتْبٌ و مَعْتَبَةٌ اسم و مصدر ناراضگی۔ ناراض ہونا۔ اِعْتَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ہے ناراضگی کا اظہار کرنا۔ یا (باعتبار سلب مادہ) ناراضگی کو دور کرنا۔ منانا۔ رضامندی حاصل کرنا۔ جن سے ناراضگی کو دور کیا گیا ہو۔ یعنی جن کی معذرت قبول کر کے ناراضگی دور کر دی گئی ہو۔

ترجمہ ہو گا:۔

اور اگر وہ اس وقت (یعنی روز قیامت) اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کوئی عذر پیش کریں گے تو ان کی معذرت قبول ہو کر ناراضگی دور نہیں کی جائے گی یعنی وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

۴۱: ۲۵ = قَیَّضْنَا ۔ ماضی جمع متکلم تَقْیِیْضٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ قیض مادہ۔ قیض کے معنی انڈے کا بالائی چھلکا۔ چھلکا انڈے کے ساتھ چپاں ہوتا ہے اس مناسبت سے تَقْیِیْضٌ کے معنی ہوئے ساتھ لگا دینا۔ پیچھے لگا دینا۔ مسلط کر دینا۔ یعنی ہم نے ان کے ساتھ لگا دیا۔ چپا دیا۔ یا مسلط کر دیا۔

= قُرَنَآءَ جمع اس کا واحد قَرِیْنٌ ہے۔ ہمنشین، ساتھ رہنے والے۔ ساتھی

دھم قرناء ھم من الشیٰطین علی التحقیق۔

مطلب یہ ہے کہ ہم نے شیاطین جن وانس میں سے بعض کو ان پر بطور ساتھیوں کے لگا رکھا تھا۔ جو ان کو راہ راست سے بھٹکائے رکھتے اور کفر و معاصی کو مزین کر کے ان کو دکھاتے تھے۔ ای ان اللہ تعالیٰ سلّط علی الکفرین قرناء من الشیاطین

یضلونھم عن الھدیٰ ویزینون لھم الکفر والمعاصی۔
= زَیَّنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَزْیِیْنٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ انہوں نے مزین کردیا۔ انہوں نے اچھا کرکے دکھایا۔
= مَا بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ: جو ان کے سامنے تھا۔ یعنی من امور الدنیا یا دنیاوی کرتوتیں۔ اور وَمَا خَلْفَھُمْ اور جو ان کے بعد تھا۔ یعنی امور الاٰخرۃ۔
صاحب مظہری رقمطراز ہیں:۔
ما بین ایدیھم سے مراد ہیں دنیوی چیزیں اور خواہشات کا اتباع۔ اور مَا خَلْفَھُمْ سے مراد امر آخرت یعنی شیطانوں نے ان کو دنیا کا شیفتہ بنادیا اور آخرت کے انکار اور دوسری زندگی کی تکذیب کی دعوت دی۔
= وَحَقَّ عَلَیْھِمُ الْقَوْلُ، حَقَّ عَلٰی لازم ہونا۔ واجب ہونا۔
اَلْقَوْلُ۔ کلمۃ العذاب: کلمۂ عذاب اللہ تعالیٰ کا وہ قول جو اس نے شیطان کے بارے میں فرمایا تھا۔
قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۚ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۳۸: ۸۴-۸۵) (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا:۔ سچ ہے اور میں بھی سچ کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔
مطلب یہ کہ ان پر کلمۂ عذاب متحقق ہوگیا۔ ثابت ہوگیا۔ یا واجب ہوگیا اور لازم ہوگیا۔
= فِیْٓ اُمَمٍ۔ فِیْ بمعنی مَعَ ہے یعنی ان قوموں کی طرح (جو ان سے قبل گذر چکی ہیں) یا منجملہ ان امتوں کے (جو ان سے پہلے گذر چکیں)
= قَدْ خَلَتْ: ماضی قریب واحد مؤنث غائب کا صیغہ خُلُوٌّ مصدر (باب نصر) وہ گذر گئی۔ یہاں یہ صیغہ اُمَمٍ (جمع) کے لئے آیا ہے یعنی وہ امتیں جو گذر چکیں ان سے پہلے۔
= مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: اُمَمٍ کی تعریف ہے یعنی جنوں اور انسانوں کی اُمتیں۔
ترجمہ ہوگا: اور منجملہ جنّ وانس کی ان امتوں کے جو ان سے پہلے گذر چکیں ان پر بھی فیصلہ

عذاب چسپاں ہوکر رہا یا صادر ہوکر رہا۔

== اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ: بیشک وہ سب نقصان اٹھانے والے تھے۔
اس میں ضمیر جمع مذکر غائب ھُمْ کا مرجع حقّ علیہم القول۔ اور اُمَمٍ ہے۔

۴۱: ۲۶ == اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا: سے مراد کفار مکہ اور مشرکین قریش ہیں۔

== اِلْغَوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر: لَغْوٌ باب نصر، سمع، فتح) سے مصدر۔ تم لغو باتیں کرو، فضول بے معنی شور مچاؤ، بے ہودہ بکواس کرو؛
لَغْوٌ۔ بے ہودہ، بے معنی بات جو کسی شمار میں نہ ہو۔ اور جو سوچ سمجھ کرنہ کی جائے

== فِيْهِ۔ فِيْ حرف جار ہے یہاں ظرفیت کے معنی دیتا ہے۔ ہٖ ضمیر کا مرجع قرأۃ قرآن ہے۔ یعنی جب قرآن پڑھا جاتے تو تم اس وقت فضول بکواس اور شور وغوغا مچانا شروع کر دو۔ یا فِيْهِ بمعنی بِهٖ ہے۔

== تَغْلِبُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر غلبۃ مصدر (باب ضرب) تم غالب آجاؤ، تم چھا جاؤ۔

۴۱: ۲۷ == فَلَنُذِيْقَنَّ: فاء بمعنی فو اللہ۔ لام تاکید کے لئے ہے:
نُذِيْقَنَّ جمع متکلم مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم ضرور ضرور چکھائیں گے۔

== اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اس کی بجائے محض ضمیر ھُمْ سے کام لیا جاسکتا تھا۔ اور اس سے مراد وہ لوگ ہوئے جنہوں نے لغویات چیخنے چلانے کے لئے کہا اور جنہوں نے ان کے کہنے پر عملاً بکواس کی۔ ای لاغین والاٰمرین باللغو لیکن بجائے ضمیر کے اسم ظاہر دو باتوں کی وجہ سے استعمال کیا۔
۱۔ ان لوگوں کے کفر کی اس سے تصدیق ہو گئی۔ اور
۲۔ حکم میں عموم آگیا۔ یہ حکم ان کافروں کے لئے بھی ہو گیا اور دوسرے کافروں کے لئے بھی

== عَذَابًا شَدِيْدًا۔ موصوف وصفت مل کر فلنذیقن کا مفعول ثانی، اَلَّذِيْنَ مفعول اوّل ہے۔

== لَنَجْزِيَنَّهُمْ: لام تاکید کا ہے، نَجْزِيَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ، صیغہ جمع متکلم، ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ ہم ضرور ضرور ان کو بدلہ دیں گے، یا سزا دیں گے

== اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: اَسْوَاَ (سُوْءٌ: بُرا ہونا) سے افعل

التفضیل کا صیغہ ہے سب سے بُرا، ہم ان کے سب سے بُرے عمل کی ان کو سزا دیں گے۔ یعنی کفر کی، یا ہم اُن کو ان کے بُرے اعمال کی سزا دیں گے۔ اَسْوَاَ بمعنی ایسے اعمال جو فی نفسہٖ بُرے ہوں۔

۴۱:۲۸ = ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ۔

ذٰلِكَ اشارہ ہے اس عذاب دسزا کی طرف جو آیۂ سابقہ میں مذکور ہوئی ہے۔ مبتدا، جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ۔ جَزَآءُ مضاف اَعْدَآءِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ مل مضاف الیہ، خبر اَلنَّارُ۔ جَزَآء کا عطف بیان ہے یا مبدل منہ۔

یہ ہے سزا اللہ کے دشمنوں کی یعنی آگ (دوزخ)

= جَزَآءً م بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ: جَزَآءً بوجہ مفعول مطلق فعل مقدر کے منصوب ہے ای يُجْزَوْنَ جَزَآءً۔ بِمَا میں بار سببیّہ ہے مَا موصولہ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ: ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب ان کو سزا دی گئی بسبب اس کے کہ وہ ہماری آیات (قرآن) کا انکار کیا کرتے تھے۔

۴۱:۲۹ = اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا اَرِ فعل امر واحد مذکر حاضر، اِرَادَةٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر جمع متکلم تو ہمیں دکھا۔ اَلَّذَيْنِ اَلَّذِیْ کا تثنیہ اسم موصول بحالتِ نصب۔ (وہ دو) دو جنہوں (نے) اَضَلّٰنَا۔ اِضْلَالٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ تثنیہ مذکر غائب ہے۔ نَا ضمیر جمع متکلم (جن) دو نے ہمیں بہکایا یا گمراہ کیا۔

اَلَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا: وہ دو جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا یعنی جنّات اور انسانوں ہر دو میں سے وہ لوگ جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا۔

(تثنیہ کا صیغہ دو اشخاص کے لئے بھی آسکتا ہے اور دو گروہوں کے لئے بھی، یعنی یہ بہکانے والے شیطان سیرت خواہ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے (ان کو ہمارے سامنے لے آ)

= نَجْعَلْهُمَا: مضارع جمع متکلم مجزوم بوجہ جواب امر، هُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب ہم ان دونوں کو کریں (اپنے قدموں کے نیچے) یعنی ان کو اپنے قدموں کے نیچے روند ڈالیں۔

= اَسْفَلِيْنَ: اَسْفَلُ کی جمع۔ اَسْفَلُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی سب سے نیچا۔ اَعْلٰی کی ضد ہے۔ فروترین، کہترین، ذلیل ترین، اَلسُّفْلُ بمعنی پست ہونا۔ حقیر ہونا۔

۴۱ : ۳۰ == ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے بھی ہوسکتا ہے (التراخی الزمانی) کہ اقرار باللسان کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ استقامت میں بھی برقرار رہے،
اور التراخی الرتبی کے لئے بھی ہوسکتا ہے کہ استقامت بہ نسبت اقرار باللسان کے زیادہ بلند اور مشکل امر ہے ۔ یعنی زبانی اقرار کے بعد مسلسل اپنے قول اور فعل اور فرائض کی ادائیگی سے اس اقرار کو مستقل اور ثابت رکھے۔

اِسْتَقَامُوْا ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ۔ اِسْتِقَامَۃٌ (استفعال) مصدر وہ ثابت قدم رہے ۔ وہ قائم رہے ای ثبتوا علی الاقرار ولم یرجعوا الی الشرك یعنی اپنے اقرار پر ثابت قدم رہے اور شرک کی طرف دوبارہ نہ مڑے۔

حدیث شریف میں ہے قل ربی اللّٰہ تعالیٰ ثم استقم : کہو اللہ تعالیٰ میرا پروردگار ہے اور پھر اس پر قائم رہو۔

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ ۔ تَتَنَزَّلُ مضارع واحد مؤنث غائب وہ (فرشتوں کی جماعت) اترتی ہے ۔ نازل ہوتی ہے ۔ تَنَزُّلٌ (تفعّل) مصدر سے جس کے معنی اترنے کے ہیں ،

== اَلَّا ۔ مرکب ہے اَنْ اور لَا سے ۔ یہاں اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ تَتَنَزَّلُ کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے۔

(۲) یہاں اَنْ مصدریہ ہے یعنی امر آخرت جو تمہارے سامنے آرہا ہے اس کا اندیشہ نہ کرو۔
لا ہر دو صورت میں نافیہ ہے ۔ لَا تَخَافُوْا ۔ تم مت ڈرو،

== وَلَا تَحْزَنُوْا اور تم غم مت کرو، فعل نہی جمع مذکر حاضر۔

== اَبْشِرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر اِبْشَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے جس کے معنی بشارت پانے کے ہیں ۔ تم کو خوشخبری ہو۔

== تُوْعَدُوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر ۔ وَعْدٌ مصدر ۔ کُنْتُمْ سے اس کے معنی ماضی استمراری کے ہوگئے ۔ یعنی (جس جنت کا) تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔

اٰیۃ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ اَلَّذِیْنَ اسم اِنَّ اور تَتَنَزَّلُ خبر اِنَّ ؛

۴۱ : ۳۱ == فِيْهَا ای فی الجنۃ ۔ جنت میں ۔

== مَا تَشْتَهِیْ ۔ مَا موصولہ ہے تَشْتَهِیْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر یہاں واحد مؤنث کا صیغہ اَنْفُسُکُمْ (تمہاری جانیں ، تمہارے دل ۔ تمہارے جی) کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ یعنی جسے تمہارے جی پسند کریں گے : یا : چاہیں گے ؛

== مَا تَدَّعُوْنَ: مَا موصولہ، تَدَّعُوْنَ جمع مذکر حاضر مضارع معروف۔
اِدِّعَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی دعویٰ کرنے یا آرزو کرنے کے ہیں، یعنی تمہارے لئے وہاں ہر وہ چیز ہوگی جو تم مانگوگے یا جس کی تم آرزو کروگے۔

۴۱:۳۲ == نُزُلاً۔ اسم: مہمانی کا کھانا، طعام ضیافت۔ النُّزُوْلُ کے اصل معنی ہیں بلند جگہ سے نیچے اترنا۔ چنانچہ محاورہ ہے نَزَلَ عَنْ دَابَّتِہٖ وہ سواری سے اتر پڑا۔ اَنْزَلَ باب افعال کسی کو بطور مہمان اتارنا۔ یا بطور مہمان ٹھہرانا۔ مہمانی کرنا، مَنْزِلٌ اترنے کی جگہ مہمان خانہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے، فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ (۵۶:۹۳) ''تو اس کے لئے کھولتے پانی کی ضیافت ہے''

کتاب کا منجانب اللہ نازل کیا جانا، وحی کا نازل ہونا، عذاب یا مصیبت کا نازل ہونا سب اسی مادہ (نزل) سے ہیں

نُزُلاً حال ہے مَا تَدَّعُوْنَ سے بدیں وجہ منصوب ہے۔

۴۱:۳۳ == وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلاً، مَنْ سوالیہ ہے: اَحْسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ ہے قَوْلاً تمیز ہے اَحْسَنُ سے، قول کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔ اس شخص کے قول سے کس کا قول بہتر ہو سکتا ہے یا ہوگا۔

یہ جملہ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے بہتر قول والا کوئی نہیں ہو سکتا۔

== مِمَّنْ، مرکب ہے مِنْ (حرف جر) اور مَنْ (اسم موصول) سے، یعنی اس شخص سے دَعَا اِلَى اللّٰهِ ..... الخ صلہ: جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، بعض کے نزدیک اس دعوت الی اللہ سے مراد اذان ہے۔ پھر مَنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ سے متعلق متعدد اقوال ہیں:

(۱) محمد بن سیرین اور سدی کا قول ہے کہ اس سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے
(۲) حسن کے نزدیک ہر وہ مؤمن مراد ہے جس نے اللہ کی طرف دعوت دی۔
(۳) اور حضرت ابوامامہ نے فرمایا کہ اس سے مراد مؤذن (اذان دینے والا) ہے۔

۴۱:۳۴ == لَا تَسْتَوِی مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ برابر نہیں ہوگی: برابر نہیں ہے۔''
اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر۔

== وَلَا السَّيِّئَةُ میں لَا نفی تاکید کے لئے آیا ہے۔ یہ لام زائدہ ہے محض نفی کی تاکید کے لئے آیا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَلَا الظُّلُمٰتُ

وَ لَا النُّوْرُ لا وَلَا الظِّلُّ وَ لَا الْحَرُوْرُ ۚ (۳۵: ۱۹-۲۱) اور برابر نہیں اندھا اور آنکھ والا، اور نہ اندھیرا اور روشنی اور نہ سایہ اور دھوپ،

== اِدْفَعْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، تو دفاع کر، تو تدارک کر، تو دُور کر۔

== اَحْسَنُ یہاں اَحْسَنُ (صیغہ اسم تفضیل) سے حُسنِ اضافی یعنی بدی سے زیادہ اچھا ہونا مراد نہیں کیونکہ بدی بہرحال بدی ہے اس میں اچھائی ہوتی ہی نہیں نہ کم نہ زیادہ۔ بلکہ اَحْسَنُ سے فی نفسہٖ زیادہ خوبی والی خصلت مراد ہے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی یوں تشریح فرماتے ہیں:

حضرت ابن عباس نے فرمایا،

حکم دیا گیا ہے کہ اگر کوئی غصہ کرے تو اس کے مقابلہ میں صبر کیا جائے اور کوئی جہالت کرے تو تحمل کیا جائے۔ اور کوئی بدسلوکی کرے تو معاف کیا جائے، بعض علماء نے آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ بدیاں سب ایک درجہ کی نہیں ہوتیں اسی طرح نیکیوں کے مراتب بھی مختلف ہوتے ہیں اب اگر کوئی دشمن کوئی بدی کرے تو اس کے مقابلہ میں بہترین اعلیٰ درجہ کی نیکی سے کام لیا جائے مثلاً اگر کسی نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی ہو تو درگذر کرنا چاہئے (یہ ایک درجہ کی نیکی ہے) لیکن اگر بدی کے عوض دشمن سے بہترین سلوک کیا جائے تو یہ اَحْسَنُ ہے،

== فَاِذَا الَّذِیْ ..... حَمِیْمٌ: یہ نتیجہ ہے اس دفاع کا جس کا اوپر حکم ہوا ہے یعنی اگر تم بدی کا تدارک نیکی سے کرو گے تو تمہارا دشمن تمہارا دوست بن جائے گا۔

فاء ترتیب کے لئے ہے اذا مفاجاتیہ ہے۔ فَاِذَا۔ تو تو۔ پس جونہی تم بدی کا بدلہ نیکی سے دو گے تمہارا دشمن تمہارے گہرے دوست کی طرح بن جائے گا۔ اَلَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ وہ شخص جس کے اور تمہارے درمیان عداوت تھی۔

اس سارے جملہ کی بجائے عَدُوَّكَ (تمہارا دشمن) بھی استعمال ہو سکتا تھا۔ لیکن یہ زیادہ بلیغ ہے لہٰذا باوجود عدول کے اختصار کے اسے اختیار کیا گیا۔

== كَاَنَّهٗ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ گویا وہ۔

== وَلِیٌّ حَمِیْمٌ: گہرا دوست، جگری دوست،

۴۱: ۳۵ == مَا یُلَقّٰهَا۔ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَلْقِیَةٌ (تفعیل) مصدر وہ نہیں عطا کی جائے گی۔ لَقّٰی یُلَقِّیْ تَلْقِیَةً ..... فُلَانَ الشَّیْءَ کوئی چیز کسی کی طرف پھینکنا دینا۔ عطا کرنا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ (۲۷: ۶) اور تم کو

قرآن عطا کیا جاتا ہے: لقی مادہ

== ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ ذُوْ۔ بمعنی صاحب، حَظٍّ عَظِيْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ حَظٌّ حصہ، نصیب، خوش قسمتی، ذُوْحَظٍّ عَظِيْمٍ بڑا خوش نصیب، یعنی جس کو تجلیات ذاتی وصفاتی سے بڑا حصہ ملتا ہے اسی کو یہ اعلیٰ خصلت عطا ہوتی ہے نفس پر جب اعلیٰ صفات جلوہ پاش ہوجاتی ہیں تو بری صفات نکل جاتی ہیں۔

۴۱:۳۶ == اِمَّا اِنْ شرطیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے۔ اگر

== يَنْزَغَنَّكَ مضارع واحد مذکر غائب بانون تاکید ثقیلہ۔ نَزْغٌ (باب فتح) سے مصدر جس کے معنی عیب لگانا۔ لفظ کے ذریعے طعن وتشنیع کرنا۔ لوگوں کے درمیان فساد ڈالنا۔ برائی پر اکسانا کے ہیں۔ نَزَغَ بَيْنَهُمْ ان کے درمیان فساد ڈال دیا۔ وسوسہ پیدا کر دیا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

مطلب یہ ہے کہ اگر شیطان کی طرف سے آپ کے دل میں وسوسہ پیدا ہو اور انتقام لینے پر اور برائی کے عوض برائی کرنے پر شیطان آپ کو ابھارے۔

== فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ۔ فا جواب شرط کے لئے ہے اِسْتَعِذْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِعَاذَةٌ (استفعال) بمعنی پناہ مانگنا۔ تو تو (اس کے شر سے) پناہ مانگ۔

سورۃ الاعراف (۷) کی آیت (۲۰۰) میں بھی یہی آیت مذکور ہے۔

۴۱:۳۷ == مِنْ اٰيٰتِهٖ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ منجملہ اس کی نشانیوں میں سے۔

== خَلَقَهُنَّ هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع لیل ونہار، شمس وقمر چاروں ہی ہیں یا یہ ضمیر اٰيٰتِهٖ کی طرف راجع ہو سکتی ہے۔

== وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

یہاں سجدہ سے مراد عام اصطلاحی سجدہ اسلامی نماز کا مراد نہیں ہے بلکہ عام عبادت و پرستش مقصود ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ اگر تمہیں صرف اسی کی عبادت کرنا مقصود ہے جملہ شرطیہ جس کی جزاء مقدم ہے۔

الخازن فرماتے ہیں:۔

ان ناسا کانوا یسجدون للشمس والقمر والکواکب ویزعمون ان سجودھم لھذہ الکواکب ھو سجود للہ عزّوجلّ فنھوا عن السجود لھذہ الوسائط وامروا بالسجود للہ الذی خلق ھذہ الاشیاء کلھا۔ لوگ، سورج چاند اور ستاروں

کی پرستش کیا کرتے تھے ان کے خیال میں ان ستاروں کی پرستش خدا کی پرستش ہے ان کو ان واسطوں کی پرستش سے روکا گیا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ ہی کی پرستش کریں جس نے ان تمام اشیاء کو پیدا کیا ہے۔

۴۱: ۳۸ = فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا: اِنْ شرطیہ ہے، استکبروا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ استکبارٌ (استفعال) مصدر بمعنی گھمنڈ کرنا۔ غرور کرنا: اگر پھر بھی وہ اپنے غرور پر اڑے رہیں۔ اس کے بعد اجزاء شرط محذوف ہے ای فلا یخل ذلك لعظمة ربك (ان کے اس فعل سے) تیرے رب کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ (اجزاء کے قائم مقام جزاء کی علت کو ذکر کیا گیا ہے)

= فَالَّذِيْنَ میں فاء تعلیل کی ہے یعنی ان کے استکبار سے خدا کی عظمت میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیونکہ اس کی عظمت کے لئے تو کسی مخلوق کی عبادت کی بھی ضرورت نہیں لیکن اگر بالفرض عبادت گذاروں ہی کا ذکر ہے تو وہ ملائکہ مقربین جو اپنے مرتبہ و منزلت میں ان مستکبرین سے بدرجہا اعلیٰ وارفع ہیں اور ان گنت تعداد میں ہیں اس کی حمد و ثنا میں رات دن مشغول ہیں اور نہ تھکتے ہیں اور نہ اکتاتے ہیں۔

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر،

= عِنْدَ رَبِّكَ ای فی حضرۃ قدسہ عزوجل: جو رب العزت کی بارگاہ میں رہتے ہیں

= وَهُمْ لَا يَسْئَمُوْنَ: جملہ حالیہ ہے اور ان کی حالت یہ ہے کہ وہ کبھی (اس کی تسبیح سے) تھکتے نہیں ہیں۔

لَا يَسْئَمُوْنَ ، مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ سَاٰمَةٌ و سَاٰمٌ (باب سمع) مصدر سے س ء م مادہ۔ السَّاٰمَةُ کے معنی کسی چیز کے زیادہ عرصہ تک رہنے کی وجہ سے اس سے کبیدہ خاطر یا دل برداشتہ ہوجانا کے ہیں۔ اور یہ فعلاً (کسی کام کو زیادہ عرصہ کرنے) اور انفعالاً (کسی چیز سے زیادہ متاثر ہونے) دونوں طرح ہوتا ہے۔

اول الذکر کی مثال آیت ہذا ہے،

ثانی الذکر کی مثال قول شاعر ؎

سَئِمْتُ تَكَالِيْفَ الْحَيٰوةِ وَمَنْ يَّعِشْ

ثَمَانِيْنَ حَوْلًا لَا اَبَالَكَ يَسْئَمْ

میں زندگی کی ناخوشگواریوں سے اکتا چکا ہوں۔ ہاں جو شخص اسی سال کی عمر کو پہنچ جائے وہ لامحالہ اکتا ہی جاتا ہے :

۴۱:۳۹ = وَمِنْ اٰیٰتِہٖ ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے ۔

= خَاشِعَۃً اسم فاعل واحد مؤنث خُشُوْعٌ مصدر (باب نصر) عاجزی کرنا۔ نگاہ یا آواز کا پست ہونا۔ (زمین کا) خشک ہونا۔ بے آب وگیاہ ہونا۔ زمین کا بارش نہ ہونے سے خشک ہو جانا۔ زمین کا بغیر پانی کے خشک اور دبا ہوا ہونا۔

= اَلْمَآءَ ۔ ای المطر ۔ بارش۔

= اِھْتَزَّتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب اِھْتِزَازٌ (افتعال) اس نے تروتازہ ہو کر حرکت کی۔ اَلْھَزُّ کے معنی کسی چیز کو زور سے ہلانے کے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَھُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ (۲۵:۱۹) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ۔

اور باب افتعال سے خوش و شاداب ہو کر ہلنا۔

= رَبَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب رَبْوٌ مصدر (باب نصر) جس کے معنی بڑھنے پھولنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ وہ بڑھی ۔ وہ پھولی ۔ وہ ابھری ۔

اِھْتَزَّتْ وَرَبَتْ وہ جھومنے لگتی ہے اور کھل اٹھتی ہے ۔

= اَحْیَاھَا ۔ اَحْیَا ماضی واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا اس نے زندہ کر دیا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (الارض کی طرف راجع ہے)

اَلَّذِیْٓ اَحْیَاھَا ۔ وہ (قادر مطلق) جس نے بے آب وگیاہ اور بنجر زمین کو زندہ کر دیا زندگی بخشی اور سرسبز و شاداب کر دیا۔

= لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ، لام تاکید کا ہے مُحْیِ اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ مضاف ۔ اَلْمَوْتٰی مَیِّتٌ کی جمع (مُردے) مضاف الیہ ۔ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے ۔

= قَدِیْرٌ ۔ قُدْرَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ قَدِیْرٌ اس کو کہتے ہیں جو اپنی حکمت کے مطابق جو چاہے کرے ۔ اسی لئے اللہ کے سوا قدیر کسی مخلوق کو نہیں کہہ سکتے ۔ البتہ قادر عام ہے

۴۱:۴۰ = یُلْحِدُوْنَ ۔ اِلْحَادٌ (افعال) سے مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب وہ کج روی کرتے ہیں۔ اَللَّحْدُ اس گڑھے یا شگاف کو کہتے ہیں جو قبر کی ایک جانب بنایا جاتا ہے (اور اس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے) پھر اس کا استعمال کسی کی طرف جھکنے ، غلط نسبت کرنے یا غلط بات کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے کیونکہ غلط بات حقیقت سے پھر کر بات ہوتی ہے !

یا بقول علامہ ابن منظور :۔ اَلْمُلْحِدُ الْعَادِلُ عَنِ الْحَقِّ : الحاد کرنے والا وہ شخص ہے

جو حق سے روگردانی کرے اَوْ اَلْمُدْخِلُ فِیْہِ مَا لَیْسَ فِیْہِ: یا اس میں ایسی چیز کو داخل کرے جو اس میں نہیں ہے مثلاً باری تعالیٰ کو ان اوصاف کے ساتھ متصف ماننا جو کہ اس کی شانِ الوہیت کے منافی ہوں یا صفاتِ الٰہی کی ایسی تاویل کرنا جو اس کی شان کے زیبا نہ ہوں مثلاً وَذَرُوا الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِہٖ (۷: ۱۸۰) اور چھوڑ دو ان لوگوں کو جو اس کے ناموں میں کجی اختیار کرتے ہیں۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:۔

یُلْحِدُوْنَ کا لفظ عام ہے، تکذیب کرنے والے لغویات بکنے والے اور قراءتِ قرآن کے وقت سیٹیاں بجانے والے اور تفسیر سلف کے خلاف قرآن کے معانی میں تحریف کرنے والے اور باطل تاویلات کرنے والے سب ہی یلحدون کی ذیل میں آتے ہیں۔

= لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا: مضارع منفی جمع متکلم خِفَآءٌ مصدر (باب سمع) پوشیدہ نہیں رہیں گے۔ عَلَیْنَا۔ علیٰ حرف جر۔ نا ضمیر جمع متکلم مجرور، ہم سے، ہم پر۔

= اَفَمَنْ: استفہام انکاری ہے۔

= اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا: یُلْقٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَآءٌ (افعال) مصدر سے وہ ڈالا جائے گا۔

رُوحُ البیان میں ہے:۔

حُذِفَ من الاول مقابل الثانی ومن الثانی مقابل الاول والتقدیر افمن یاتی خائفا ویلقی فی النار خیر ام من یاتی امنا ویدخل الجنۃ

اول میں ثانی کا مقابل اور ثانی میں اول کا مقابل محذوف ہے تقدیر کلام ہے اَفَمَنْ ... ... الجنۃ۔ کیا وہ شخص جو (قیامت کے دن) خوف کی حالت میں آئے گا اور دوزخ میں ڈالا جائے گا بہتر ہے یا وہ شخص جو بےخوف وخطر آئے گا اور جنت میں داخل ہو جائے گا۔

۴۱: ۴۱ = اَلذِّکْرَ: ای القراٰن۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ لَمَّا جَآءَھُمْ۔

۱۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین اسم اِنَّ۔ کَفَرُوْا ... جَآءَھُمْ متعلق اسم، خبر اِنَّ محذوف ہے (ای معاندون او ھالکون) بے شک وہ لوگ جنہوں نے قرآن حکیم کو ماننے سے انکار کیا جب وہ ان کے پاس آیا محض عناد کرنے والے یا ہلاک ہونے والے ہیں

۲۔ یا یہ جملہ جملہ سابقہ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا کا بدل ہے؛

۳:۔ یا اس کی خبر اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ہے۔
۴۱:۴۲ = وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ جملہ حالیہ ہے کِتٰبٌ موصوف عَزِيْزٌ صفت
ای کثیر المنافع ۔ عدیم النظیر۔
۴۱:۴۲ = لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ باطل
اس کے پاس نہیں آسکتا نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔
اس کی وضاحت مختلف صورتوں میں کی گئی ہے:
۱:۔ باطل سے مراد شیطان ہے شیطان انس ہو یا جن قرآن میں کوئی کمی بیشی یا تغیر و تبدل
نہیں کر سکتا۔ (قتادہ، سدی)
۲:۔ آگے سے باطل آسکنے کا معنی ہے کمی نہ ہونا۔ اور پیچھے سے باطل نہ آنے کا معنی ہے زیادتی
نہ ہونا۔ (زجاج)
۳:۔ کتب سابقہ سے اس کی تکذیب نہیں ہوتی نہ اس کے بعد کوئی ایسی کتاب آنے گی جو قرآن کو
باطل اور منسوخ کر دے (مقاتل)
۴:۔ جھوٹ نہ اس کی ماضی کی خبروں میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ آئندہ امور میں۔
لا یتطرق الیہ الباطل مما فیہ من الاخبار الماضیۃ والامور الاٰتیۃ (بیضاوی)
= تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ: تنزیل بروزن فعیل مصدر ہے اتارنا۔ تھوڑا تھوڑا
کرکے اتارنا۔ اس سے مراد قرآن حکیم ہے کیونکہ یہی وہ مخصوص کتاب ہے جو ۲۳ سال کے عرصہ میں
حسب مصلحت و ضرورت تھوڑی تھوڑی کرکے نازل کی گئی اور باقی کتابیں یک دفعہ نازل ہوئیں
حَكِيْمٍ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے بمعنی
حکمت والا۔ حَمِيْدٍ، ستودہ صفات، تعریف کیا ہوا۔ حَمْدٌ سے صفت مشبہ کا
صیغہ ہے بروزن فعیل بمعنی مفعول یعنی مَحْمُوْدٌ ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے
ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے:
(۱) یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای هذا تنزیل من حکیم حمید، یا
(۲) یہ کتٰبٌ کی صفت ہے پہلی صفات عزیزٌ اور لَا یاتیہ الباطل ...... ولا من
خلفہ ہیں۔
۴۱:۴۳ = مَا يُقَالُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے
نہیں کہا جاتا ہے لَكَ آپ کے متعلق۔ مَا يُقَالُ لَكَ آپ کے متعلق (اس کے سوا) کچھ نہیں

کہاجاتا۔

= اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ ۔ اِلَّا حرف استثناء مَا موصولہ قَدْ قِيْلَ ماضی مجہول قریب: مگر وہی باتیں جو کہی جا چکی ہیں۔

مَا يُقَالُ لَكَ ...... مِنْ قَبْلِكَ ، آپ کے متعلق کچھ نہیں کہاجاتا ماسوائے ان باتوں کے (جو ایذاء رسانی اور تکذیب کے لئے منکرین حق کہتے رہتے ہیں) جو آپ سے پہلے رسولوں کے متعلق کہی جاتی رہی ہیں ۔

لعینی جس طرح پیغمبران سلف کی تکذیب کی گئی اور ان کو اذیت پہنچائی گئی وہی سب آپ کو بھی پیش آرہا ہے توجس طرح انہوں نے صبر کیا تھا آپ بھی صبر سے کام لیجئے۔

یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے :۔

اللہ کی طرف سے آپ کو بھی وہی کہا جارہا ہے جو آپ سے قبل پیغمبروں کو کہا گیا تھا اور مقولہ (وہ بات جو کہی گئی تھی) یہ ہے جو آگے آرہی ہے یعنی اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ بے شک تیرا رب بڑا مغفرت والا ہے (اپنے صبر کرنے والے پیغمبروں پر) اور دردناک عذاب دینے والا ہے (ان کے دشمنوں اور مکذبین کو)

عِقَابٍ : مار۔ عذاب ، سزا۔ عقوبت ، سزا دینا۔ عَاقَبَ يُعَاقِبُ کا مصدر ہے عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں اسی لئے عقاب اس سزا کو کہیں گے جو ارتکاب جرم کے بعد اس کا مستحق ہو جانے پر مرتکب کو دی جاتی ہے۔

عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ عذاب استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہو سکتا ہے اور عقاب صرف جرم ثابت ہونے کے بعد مستحق کو دیا جاتا ہے۔

= اَلِيْمٍ ، المناک : دردناک ، دکھ دینے والا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے :

ذو مغفرۃ مضاف مضاف الیہ ذُوْعِقَابٍ اَلِيْمٍ ذو مضاف عقاب الیم موصوف صفت مل کر مضاف الیہ : بڑا مغفرت والا۔ اور دردناک سزا دینے والا۔

۴۱ : ۴۴ = وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا جملہ شرطیہ ہے لَوْ حرف شرط ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ الذکر (آیۃ ۴۱ : ۴۱ متذکرۃ الصدر) کی طرف راجع ہے یہ جملہ جواب ہے منکرین کے سوال مقدرہ کا - ای ھلا انزل القراٰن بلغۃ العجم یہ قرآن (توریت اور انجیل کی طرح) عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ جواب میں ارشاد ہوتا ہے !!

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا اگر ہم اس کو عجمی (زبان) کا قرآن بناتے لَقَالُوْا

...... الآیۃ

لَقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ لام جواب شرط ہے: فُصِّلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اٰیٰتُہٗ مضاف، مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے) تو وہ لوگ یوں کہتے کہ اس کی آیات صاف (عربی زبان میں) کیوں نہیں بیان کی گئیں۔

ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ۔ ای قران اعجمی ورسول عربیٌّ (عجیب اچنبھے کی بات ہے کہ) قرآن عجمی (زبان میں) اور نبی عربی۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ:

یہ منکرین اعتراض برائے اعتراض کر رہے ہیں اگر یہ فصیح اور بلیغ عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے تو یہ معترض ہیں کہ توریت اور انجیل کی طرح عجمی زبان میں کیوں نہ نازل کیا گیا۔ اور اگر یہ عجمی زبان میں نازل کیا جاتا تو پھر یہ اعتراض کرتے کہ بھلا عجمی زبان ہم کیا جانیں ہماری اپنی زبان اتنی فصیح ہے اس زبان میں کیوں نہ اتارا گیا۔ پھر نبی عربی ہے اور عربی زبان کا جاننے والا اور یہ کلام غیر زبان میں نازل کیا گیا ہے عجیب بات ہے ،، خوئے بد را بہانہ بسیار۔

= هُوَ۔ ای القرآن:

= شِفَاءٌ اس میں تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی شفا ہے۔ سینہ کی جہالت اور قلب ونظر کے امراض خبیثہ کے لئے۔ نیز جسمانی دکھ درد کے لئے بھی قرآن باعث شفا ہے۔

= وَقْرٌ بوجھ، کانوں کا بھاری پن۔ الوقار کے معنی سنجیدگی اور حلم کے ہیں۔ باوقار آدمی کو وقارٌ کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا (۷۱:۱۳) تم کو کیا ہوا کہ تم خدا کی عظمت کے قائل نہیں ہو۔

= عَمًى، عَمِيَ يَعْمٰى کا مصدر ہے (باب سمع) نابینا ہونا۔ اندھا ہونا۔ کور دل ہونا عَمًى کا استعمال دونوں آنکھوں کی بینائی جاتے رہنے کے لئے ہوتا ہے نیز بطور استعارہ کور دل ہونے کے لئے بھی آتا ہے عُمْیٌ اندھے جمع۔ اَعْمٰی واحد اندھا۔

= اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید۔ يُنَادَوْنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ مُنَادَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر ان کو پکارا جائے گا۔

یہ جملہ بطور تشبیہ کہا گیا ہے جیسے بہت دور سے کسی کو آواز دی جائے تو وہ نہ کچھ سنتا ہے اور نہ سمجھتا ہے یہی حالت کافروں کی تھی کہ قرآن کی آواز ان کو سنائی نہیں دیتی تھی گویا ان کو بہت دور سے پکارا جا رہا تھا۔ اس لئے سنتے نہ تھے۔ کمال مماثلت کی وجہ سے حرف تشبیہ گرا دیا گیا ہے

۴۱: ۴۵ = كَلِمَةٌ اس سے مراد وہ حکم ازلی ہے جس کے متعلق فیصلہ ہوچکا کہ وہ قیامت کے روز چکایا جائے گا؛

= سَبَقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، پہلے سے طے ہوچکی۔

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے یہ حکم پہلے ہی طے نہ ہوچکا ہوتا (کہ پورا عذاب آخرت میں ملیگا روزِ قیامت تک کامل عذاب نہیں آئیگا یا مقررہ مدت سے پہلے عذاب نہیں آئے گا)

= لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ، لام جوابِ شرط کا ہے قُضِيَ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب تو ان کا فیصلہ (دنیا میں ہی) ہوچکا ہوتا۔ بَيْنَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے

= اِنَّهُمْ ای کفار قومك

= مِنْهُ ای من القرآن۔

= شَكٍّ مُّرِيْبٍ، موصوف وصفت مُرِيْبٍ اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَةٌ (افعال) مصدر رَيْبٌ مادہ۔ بے چین بنا دینے والا۔ بے چین کر دینے والا۔ ای موجب للقلق والاضطراب، بے چین اور مضطرب کر دینے والا۔ یعنی یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ جس نے ان کو تردّد میں ڈال رکھا ہے۔

۴۱: ۴۶ = عَمِلَ صَالِحًا۔ ای عمل عملاً صَالِحًا، نیک عمل کیا۔

= فَلِنَفْسِهٖ۔ ای فلنفسه نفعه لا لغیرہٖ اس کا اجر بھی اسی کے لئے ہے غیر کے لئے نہیں ہے۔

= اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اس نے بُرا کیا۔ اس نے بُرائی کی! اِسَاءَةٌ مصدر (افعال) سے جس کے معنی کسی بُرے کام کو انجام دینے کے ہیں۔

= عَلَيْهَا۔ اسی پر۔ یعنی اس کی برائی کی سزا بھی اُسی پر ہے۔ غیر پر نہیں ہے:

= مَا۔ نافیہ ہے:

= ظَلَّامٍ۔ ظلم کرنے والا۔ ظُلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے یہ لفظ حق تعالیٰ شانہٗ کی نسبت سے قرآن مجید میں مندرجہ ذیل مقامات پر آیا ہے؛

۱۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۸: ۵۱)

۲۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۲: ۱۰)

۳۔ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۲۲:۱۰)

۴۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۴۱:۴۶)

۵۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (۵۰:۲۹)

۱۔ ان آیاتِ مبارکہ مذکورہ بالا میں حق تعالیٰ کی ذات عالی سے نفی ظلم کے سلسلہ میں مبالغہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور ظلّام کا لفظ لایا گیا ہے ظلّام میں مبالغہ کمیت، مقدار کے اعتبار سے ہے کیفیت (اس کے تھوڑے یا بہت ہونے کی صورت) کے لحاظ سے نہیں ہے

اول الذکر کی نفی کی صورت میں مطلب ہوگا کہ وہ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ثانی الذکر کی صورت میں مطلب ہوگا کہ زیادہ ظلم نہیں کرتا تھوڑا کرتا ہے۔ جیسا کہ آپ کہیں زید لیس بقتال للرجل لا ینفی ھذا الا مبالغۃ فی قتلھم فلا ینافی انہ ربما قتل بعض الرجال۔ زید آدمیوں کا قتال (بکثرت قتل کرنے والا) نہیں ہے اس سے صرف اس کے قتل کے فعل میں مبالغہ کی نفی ہے۔ اس امر کی نفی نہیں کہ بسا اوقات اس نے آدمیوں کو قتل کیا جیسا کہ اوپر مذکور ہے کہ یہاں نفی ظلم کمیت کے لحاظ سے نہ کہ کیفیت کے لحاظ سے لہذا مطلب یہ ہوا کہ تیرا پروردگار بندوں پر ذرا بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔

۲۔ نیز یہ بھی معلوم ہو کہ یہاں نفی نسبت کی نفی ہے یعنی ظلم کی اللہ کی طرف نسبت کی نفی: یعنی وہ ظلم والا ہے ہی نہیں۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ یہاں نفی سے مراد نفی نسبۃ الظلم الی اللہ تعالیٰ (اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کی نسبت کی نفی ہے) اور فعّال صیغہ بمراد نسبت استعمال ہوتا ہے بدل یاء نسبتی کے۔ مثلاً الخلاصۃ میں ہے:۔

ومع فاعل وفعّال فعل ؛ فی نسب اغنی عن الیاء فقبل ؛

مطلب یہ ہے کہ یہ تینوں صیغے (فاعل جیسے ظالم۔ فعّال جیسے ظلّام اور فعِل جیسے فرح) یاء نسبت سے مستغنی بمراد نسبت استعمال ہوتے ہیں۔ فعّال کے استعمال کے متعلق امرئ القیس کا شعر ہے ؎

ولیس بذی رمح فیطعننی بہ ۔ ولیس بذی سیف ولیس بنبال

لیس بنبال بمعنی ذی نبل ہے جیسا کہ بذی رمح اور لیس بذی سیف سے ظاہر ہے

اسی بناء پر محققین نے کہا ہے کہ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ سے مراد ہے کہ

وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ اور تیرا پروردگار اپنے بندوں پر ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

۳۔ نسبت کے اعتبار سے ظَلَّامٌ کی مثال عَطَّارٌ ہے جس طرح عطر کی نسبت سے عَطَّارٌ بولتے ہیں۔ اسی طرح ظلم کی نسبت سے ظَلَّامٌ (ذو ظلم) نہیں ہے

۴۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا مندرجہ ذیل آیات کو ملحوظ رکھیں:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ (۴: ۴۰) خدا ذرہ بھر بھی ظلم نہیں کرتا۔ یعنی کسی کی حق تلفی نہیں کرتا۔

(۲) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا (۱۰: ۴۴) بے شک خدا لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا

(۳) وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (۱۸: ۴۹) اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کریگا

وغیرہ وغیرہ

اِلَيْهِ يُرَدُّ (۲۵)

حٰمٓ السجدة
الشوریٰ ، الزخرف ، الدخان ، الجاثیۃ ،

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ

۴۷:۴۱ = اِلَيْہِ۔ ای اِلَی اللّٰہِ؛ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے
= يُرَدُّ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ لوٹایا جائے گا: عِلْمُ السَّاعَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول مالم یُسم فاعلہ نحل یُرَدُّ کا
قیامت کا علم اسی کی طرف (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف ہی) لوٹایا جائے گا۔ قیامت کے علم کا حوالہ اسی کی طرف دیا جاسکتا ہے، ای لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰہُ: یعنی اللہ عزوجل کے سوا کسی کو اس کا علم نہیں ہے، جیسے اور جگہ فرمایا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ (۷:۱۸۷) کہہ دو کہ اس کا علم (یعنی قیامت کے آنے کا علم) تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کرے گا سوائے اس کے۔

= وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا۔ مَا نافیہ ہے مِنْ اوّل زائدہ استغراق کے لئے اور مِنْ (ثانی) ابتدائیہ۔
اَكْمَامِهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَكْمَام جمع ہے كِمٌّ کی۔ كِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے غلاف، گابھا، شگوفہ۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ (۵۵:۱۱) اس میں میوے ہیں اور غلاف دار کھجور کے درخت ہیں۔

= وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى، مَا نافیہ ہے تَحْمِلُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ وَحِمْلٌ (باب ضرب) مصدر، وہ اٹھاتی ہے، وہ حاملہ ہوتی ہے
مِنْ زائدہ ہے۔ اُنْثٰى؛ عورت، مادہ:

= وَلَا تَضَعُ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا تَضَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب، وہ نہیں جنتی ہے
وَضْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وَضْعٌ کے معنی رکھ دینا۔ ڈال دینا۔ کے بھی آتے ہیں مثلاً اَنْ تَضَعُوْا اَسْلِحَتَكُمْ (۴:۱۰۲) کہ تم ڈال دو۔ یا رکھ دو۔ یا اتار کر رکھ دو

= اِلَّا بِعِلْمِہٖ؛ اِلَّا حرف استثناء ہے۔ بائے ملابست یا مصاحبت ہے

مگر کہ (یہ سب کچھ) اس کے علم کے ساتھ ہوتا ہے۔ (یعنی اس کے علم میں ہوتا ہے)

ترجمہ آیت کا ہوگا:۔

اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے:

= یَوْمَ یُنَادِیْھِمْ ، یَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے یا بوجہ مفعول فعل محذوف اُذْکُرْ کا۔ یا بوجہ مفعول فیہ۔ یُنَادِیْ مضارع واحد مذکر غائب: مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) وہ پکارے گا وہ ندا کرے گا: نَدْیٌ مادہ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اور جس روز وہ ان کو پکارے گا: یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ مشرکوں کو پکارے گا۔

= اَیْنَ شُرَکَآئِیْ۔ اَیْنَ کہاں۔ ظرف مکانی، شُرَکَآئِیْ مضاف مضاف الیہ میرے شریک۔ یعنی جن کو تم نے دنیا میں اپنا معبود بنا رکھا تھا اور خدائی میں میرا شریک بنا رکھا تھا۔

= اٰذَنّٰکَ : اٰذَنَّا۔ ماضی جمع متکلم اِیْذَانٌ (افعال) مصدر۔ کَ ضمیر واحد مذکر حاضر، ہم نے تجھ کو کہہ سنایا۔ ہم نے تجھ سے عرض کر دیا ہے، اٰذَنَ۔ اطلاع دینا کہہ سنانا۔ اعلان کرنا۔ اسی سے ہے مُؤَذِّنٌ اطلاع دینے والا۔ پکارنے والا۔

= مَا مِنَّا مِنْ شَھِیْدٍ : مَا نافیہ ہے: مِنَّا مرکب ہے مِنْ اور نَا سے جار مجرور۔ شہید کے متعدد معنی ہو سکتے ہیں۔ گواہ۔ شاہد، نگران۔ احوال کہنے والا۔ اقرار کرنے والا۔

اور مفسرین کے اس لحاظ سے کئی اقوال ہیں:۔

مثلاً (۱) ہم میں سے کوئی شرک کی شہادت دینے والا نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب عذاب اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں گے تو شرک سے بیزاری کا اظہار کریں گے۔ (تفسیر مظہری)

(۲) ہم میں سے کوئی بھی ان شریکوں کا مشاہدہ نہیں کرتا۔ سب غائب ہو گئے ہیں کوئی سامنے نظر نہیں آتا۔ (مظہری و ضیاء القرآن)

(۳) ہم میں سے کوئی بھی اس کا مدعی نہیں ہے کہ کوئی تیرا شریک ہے (ماجدی)

۴۱ : ۴۸ = وَضَلَّ عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ۔

ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب (بمعنی جمع مستعمل ہے) ضَلَالٌ (باب ضرب)

مصدر۔ کھو گیا۔ گم ہو گیا۔ بھٹک گیا۔ راہ سے دور جا پڑا۔ مَا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مَا موصول۔ كَانُوْا يَدْعُوْنَ (جن کی وہ دنیا میں بطور معبود) پوجا کیا کرتے تھے۔ ای شُرَكَآءَ یہ فاعل ہوا فعل ضَلَّ کا اور عَنْهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب ان مشرکین کی طرف راجع ہے جن سے اللہ تعالیٰ سوال کرے گا کہ وہ تمہارے معبودان جن کو تم میرا شریک ٹھہراتے تھے کہاں ہیں؟۔

ترجمہ آیت :۔ اور جن کی یہ پہلے (دنیا میں) پوجا کیا کرتے تھے وہ سب غائب ہوں گے۔ کوئی معبود دکھائی نہ دے گا۔ یہ جملہ حالیہ ہے!

= ظَنُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) گمان کرنا، خیال کرنا۔ یقین کرنا یہاں مراد اَيْقَنُوْا ہے۔ انہوں نے یقین کیا۔ وہ یقین کر لیں گے، ان کو یقین ہو جائیگا گمان کے معنی میں قرآن مجید میں ہے اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ (۴۵:۳۲) اور ہم اس کو محض گمان خیال کرتے ہیں اور ہم اس پر یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

= مَحِيْصٍ : حَاصَ يَحِيْصُ (اجوف یائی) سے مصدر میمی ہے اور اس کے معنی ہیں سختی۔ چنانچہ اسی سے ہے حَاصَ عَنِ الْحَقِّ : وہ حق سے اعراض کر کے سختی کی طرف لوٹ گیا۔

یہاں بطور ظرف مکان مجرور مستعمل ہے بمعنی پناہ گاہ۔ لوٹنے کی جگہ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ۔ اور ان کو یقین ہو جائے گا کہ اب بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے:

۴۱:۴۹ = لَا يَسْئَمُ : مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ سَأْمَةٌ سَأَمٌ (باب سمع) مصدر ہے۔ تھکنا۔ اکتا جانا۔ نہیں تھکتا۔ س ء م مادہ:

= دُعَآءِ الْخَيْرِ : خیر کی دعا۔ مال و رزق میں وسعت اور صحت و تندرستی اور خیر و عافیت کی طلب

= اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ : ان شرطیہ، مَسَّ ماضی واحد مذکر غائب (باب نصر) سے مَسٌّ مصدر۔ چھونا۔ الشَّرُّ۔ سختی و عزبت۔ اِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ شرط۔ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ : جواب شرط : يَئُوْسٌ يَأْسٌ (باب سمع) صفت مشبہ کا صیغہ ہے مایوس۔ ناامید۔ باب استفعال سے بھی اسی معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: حَتّٰیۤ اِذَا اسۡتَیۡئَسَ الرُّسُلُ (۱۲: ۱۱۰) یہاں تک کہ جب پیغمبر ناامید ہوگئے ی ۔ ۔ ۔ ما ۔

= قُنُوۡطٌ: یاس ناامید۔ مایوس۔ قُنُوۡطٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے قَانِطٌ اسم فاعل واحد مذکر ای فھو یئوس قنوط: تو وہ اللہ کی رحمت اور راحت سے مایوس وناامید ہوجاتا ہے۔

۴۱: ۵۰ = لَئِنۡ ۔ لام تاکید کے لئے اِنۡ شرطیہ

اَذَقۡنٰہُ رَحۡمَۃً مِّنَّا ۔ اَذَقۡنَا ماضی جمع متکلم اِذَاقَۃٌ باب افعال مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو چکھاتے ہیں۔ ہم نے اسکو چکھایا۔ رَحۡمَۃً مفعول ثانی اَذَقۡنَا کا مِنَّا متعلق رَحۡمَۃً اور (جب) ہم اس کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں:

= بَعۡدِ ضَرَّآءَ مضاف الیہ: الضَّرَّاءَ تکلیف، سختی، تنگی، مرض، مصیبت: اسم ہے ۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے بجائے مکسور کے مفتوح آیا ہے

= مَسَّتۡہُ ، مَسَّتۡ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اس نے چھوا مَسٌّ (باب نصر) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جسے اس نے چھوا تھا۔ جو اس کو آئی تھی۔

جملہ لَئِنۡ اَذَقۡنٰہُ ..... مَسَّتۡہُ شرط ہے اور اگلا جملہ جواب شرط ہے۔

= لَیَقُوۡلَنَّ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ یَقُوۡلَنَّ مضارع معروف با نون تاکید ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب تو ضرور بالضرور اس کا قول یہ ہوتا ہے ھٰذَا لِیۡ ۔ ھٰذَا ای ھذہ الرحمۃ یہ رحمت ۔ یہ تنگی کے بعد فراخی، بیماری کے بعد یہ صحت، عسرت کے بعد یہ یُسرت ، لِیۡ میں لام استحقاق کا ہے ی ضمیر واحد متکلم کے لئے یعنی یہ میرا حق تھا۔ میں اس کا ہی مستحق تھا (کہ مجھے اس دکھ کے بعد یہ سکھ میسر ہو)

لَیَقُوۡلَنَّ ھٰذَا لِیۡ جملہ جواب شرط کا ہے

= وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَۃَ قَآئِمَۃً ۔ مَاۤ اَظُنُّ مضارع منفی واحد متکلم میں گمان نہیں رکھتا، میرا خیال نہیں ہے۔ اَلسَّاعَۃَ (القیامۃ) مفعول قَآئِمَۃً کھڑی ہونے والی قیام (باب نصر) ق و م مادہ ۔ خبر۔ ترجمہ: میں خیال نہیں کرتا کہ قیامت برپا ہوگی

= وَلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰی رَبِّیۡۤ جملہ شرط ہے اِنَّ لِیۡ عِنۡدَہٗ لَلۡحُسۡنٰی: جواب شرط

حُسۡنٰی ۔ اچھی ۔ عمدہ ۔ بروزن فُعۡلٰی حُسۡنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث

ای وعلی فرض صحۃ ما قالت الرسل من البعث ان لی عند اللہ الجنۃ

اور اگر قیامت کے متعلق رسولوں کی بات سچ بھی ہو گئی تو مجھے وہاں بھی اللہ کے ہاں جنت ہی ملے گی۔

مولانا عبد الماجد دریا بادی رقمطراز ہیں۔

اِنَّ لِیْ عِنْدَہٗ لَلْحُسْنٰی اِنَّ خود کلمہ تاکید کا ہے پھر لِیْ کی تقدیم نے اس تاکید کو مضاعف کر دیا ہے پھر لَلْحُسْنٰی میں لَ الگ تاکید کا ہے یعنی ترجمہ ہوگا:۔ تو میرے واسطے اس کے پاس ضرور ہی بہتری ہی ہے۔

= فَلَنُنَبِّئَنَّ فاء عاطفہ ہے لننبئن مضارع کا صیغہ جمع متکلم باتاکید لام ونون ثقیلہ۔ تنبئۃ باب تفعیل۔ ہم ضرور ہی بتائیں گے۔ ہم ضرور ہی آگاہ کریں گے؛

= اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا موصول وصلہ مل کر ننبئن کا مفعول۔

= وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ: واؤ عاطفہ: لَنُذِیْقَنَّ مضارع معروف بلام تاکید ونون ثقیلہ صیغہ جمع متکلم۔ اذاقۃٌ (افعال) سے مصدر ہم ضرور ضرور چکھائیں گے۔ ہم ضرور ضرور مار دیں گے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب:

= عَذَابٍ غَلِیْظٍ، موصوف وصفت شدید عذاب۔ ذھو کو ثاق غلیظ لا یمکن قطعہٗ۔ سخت بندھن کی طرح کہ اس کا ٹوٹنا ممکن ہی نہ ہوگا۔

چنانچہ خدا کے عذاب اور بندھن کے متعلق قرآن مجید میں ہے:۔

فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَہٗٓ اَحَدٌ وَّلَا یُوْثِقُ وَثَاقَہٗٓ اَحَدٌ (۸۹: ۲۵، ۲۶) تو اس دن نہ کوئی خدا کے عذاب کی طرح کا کوئی (کسی کو) عذاب دے گا اور نہ کوئی ویسا جکڑنا جکڑے گا،

۴۱: ۵۱ = اَعْرَضَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر اس نے منہ پھیر لیا۔ اس نے کنارہ کیا۔ اَلْعَرْضُ (کسی چیز کی چوڑائی) یہ الطول کا ضد ہے اصل میں اس کا استعمال اجسام کے لئے ہوتا ہے اس کے بعد غیر اجسام کے لئے بھی بولا جاتا ہے مثلاً اسی آیت میں آگے آتا ہے فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ: تو لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے،

اور عَرَضٌ خاص کر ایک جانب اور کنارہ کو کہتے ہیں جیسے عَرَضَ الشَّیْءُ اس کی ایک جانب ظاہر ہو گئی۔ یہ لفظ متعدد المعانی ہے اور قرآن مجید میں بھی مختلف مقامات پر مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

۱:۔ معنی پیش کرنا۔ جیسے ثُمَّ عَرَضَھُمْ عَلَی الْمَلٰٓئِکَۃِ (۲: ۳۱) پھر اس نے ان کو

فرشتوں کے سامنے رکھا۔

۲۔ بمعنی آڑ جیسے وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ (۲: ۲۲۴) اور خدا کے نام کو اپنی قسموں کے لئے آڑ مت بناؤ۔ اور

۳۔ بمعنی عرض طول کی ضد جیسے وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (۳: ۱۳۳) اور بہشت جس کا عرض ارض وسماء کے برابر ہے وغیرہ :

= نَاٰ۔ ماضی واحد مذکر غائب، نَاٰیَ یَنْاٰیُ نَاْیٌ (باب فتح) مادہ ن ای مصدر دور ہونا۔ آیت ہذا میں یہ متعدی بالباء ہے اس لئے ترجمہ ہوگا۔ اس نے اپنے پہلو کو دور کر لیا۔ اس نے پہلو پھیر لیا۔ اس لے روگردانی کی :

بعض قراتوں میں نَاءَ بِجَانِبِهٖ آیا ہے اس صورت میں اس کا مادہ ن و ء ہوگا اور نَاءَ یَنُوْءُ (باب نصر) سے مصدر: نَوْءٌ و تَنْوَاءٌ ہوگا جس کے معنی مشقت و تکلیف سے اٹھنا کے ہیں۔ اور باء کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی بوجھ کو مشکل سے اٹھانا۔

المفردات میں ہے۔ ایک قرأت میں نَاءَ بروزن نَاعَ ہے جس کے معنی پہلو اٹھانا ہے اور یہ تکبر سے کنایہ ہے۔

مصدر تَنْوَاءٌ سے قرآن مجید میں آیا ہے:۔

مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ق (۲۸: ۷۶) کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت کو اٹھانا مشکل ہوتیں۔

= جَانِبِهٖ: مضاف مضاف الیہ، اس کا بازو، اس کی جانب، اس کا پہلو، یہی آیت ۱۷: ۸۳ میں آئی ہے :

فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ: فَ جواب شرط کے لئے ہے (ذُوْ بمعنی والا۔ صاحب، اسم ہے) محاورہ عرب میں عریض بمعنی کثیر مستعمل ہے: اس میں کثرت و وسعت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ کیونکہ طول نام ہے سب سے بڑی مسافت و امتداد کا اور جب دوسرا امتداد یعنی عرض بھی اتنا ہی ہو (یعنی تشکل مربع بن جاتے) تو پھر اس کی وسعت کا کیا کہنا۔ اسی لئے جنت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ :

۴۱: ۵۲ = قُلْ۔ ای قل لهم یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اَرَءَيْتُمْ کیا تم نے دیکھا عربی محاورہ میں اس کو بمعنی اَخْبِرُوْنِيْ (بھلا مجھے بتاؤ تو سہی) استعمال کیا جاتا ہے۔

= اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ای ان کان القرآن من عند اللہ۔ اگر یہ قرآن

منزل من اللہ ہو۔

= ثُمَّ کَفَرْتُمْ بِہٖ میں ثُمَّ تراخی فی الرتبۃ ہے" اور اس کی اس عظمت و مرتبت کے باوجود تم اس سے انکار کرو۔

= اَضَلُّ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے، بہت بہکا ہوا۔ بہت بے راہ۔ زیادہ گمراہ

ضَلَالٌ (باب ضرب وسمع) مصدر۔

= شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۔ موصوف وصفت، شقاق۔ ضد۔ مخالفت، اپنے دوست کی شق چھوڑ کر دوسری شق میں ہو جانا۔ اور شق طرف کو کہتے ہیں۔

چنانچہ شاعر کہتا ہے سہ

اذا ما بکیٰ من خلفھا انحرفت لہ ؛ بشق وشق عندنا لم یحول

(جب بچہ اس کی پشت پر سے روتا ہے تو وہ ایک جانب سے اس کی طرف مڑ جاتی ہے اور ایک طرف ہماری جانب رہتی ہے جو کہ نہیں بدلتی۔

= شِقَاقٍ بَعِیْدٍ۔ بہت دور تک کی مخالفت ابہت گہری مخالفت،

ترجمہ کچھ یوں ہوگا۔

بھلا بتاؤ تو سہی۔ اگر یہ قرآن فی الواقع منجانب اللہ ہو اور اس کی اس عظمت و حقیقت کے باوجود تم اس کے منکر ہو۔ تو اتنی دور تک کی مخالفت رکھنے والے سے زیادہ گمراہ اور بے راہ کون ہو سکتا ہے۔ یعنی اس صورت میں تم سے بڑھ کر کوئی گمراہ ہو ہی نہیں سکتا۔

۴۱:۵۳ = سَنُرِیْہِمْ ؛ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے نُرِیْ مضارع جمع متکلم نُرِیْ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر کا مرجع کفار ہیں۔ ہم عنقریب ان کو دکھائیں گے

= اٰیٰتِنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہماری نشانیاں۔ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں ان کو دکھائیں گے

= فِی الْاٰفَاقِ۔ اُفُقٌ و اُفُقٌ کی جمع اطراف، انہی کے اردگرد۔ اسی دنیا میں۔

= وَفِیْٓ اَنْفُسِہِمْ اور خود ان کی ذات میں۔

بیضاوی نے لکھا ہے :۔

آیات فی الآفاق یہ ہیں :۔ (۱)۔ آئندہ کے واقعات سے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں (۲)، آپ کے خلفاء کا بلاد مشرق و مغرب پر معجزانہ تسلط۔ (۳) گذشتہ حوادث و مصائب کے نشانات :۔ اور آیات فی انفسھم سے مراد ہیں (۱)، وہ واقعات جو اہل مکہ کو خود پیش آئے (مثلاً بدر کی شکست کفار کے لئے اور فتح مکہ مسلمانوں کے حق میں (۲)، انسان کی

جسمانی ساخت، صنعتِ الہیٰ کی عجیب و غریب کارفرمائیاں اور کمال قدرت کی ندرت آگین اعجوبہ ترائیاں۔

= اَنَّهُ الْحَقُّ ۔ اس میں ہٗ ضمیر کا مرجع القرآن ہے۔ یعنی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن خدا کا بھیجا ہوا ہے۔

یا اس کا مرجع دین ہے۔ یعنی یہ کہ دینِ خدا حق ہے۔ یا

یا اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یہ کہ اللہ حق ہے اور توحید کی تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے۔ لیکن اول الذکر زیادہ قابل ترجیح ہے۔

= اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ،

اَوَلَمْ میں ہمزہ استفہام انکاری ہے وَ عاطفہ ہے اور اس کا عطف عبارت مقدرہ پر ہے لَمْ يَكْفِ فعل مضارع نفی جحد بلم۔ بِ زائدہ رَبِّكَ فاعل ہے:

عبارت مقدرہ یہ ہے: کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے (مظہری)

ترجمہ کچھ یوں ہوگا:-

کیا اپنے کام کے انجام میں آپ کو کچھ شک ہے۔ اور کیا آپ کے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا رب ہر چیز پر شاھد ہے!

۴۱ : ۵۴ = اَلَا ، حرفِ تنبیہ و استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے اور ہمزہ استفہام اور لا نافیہ سے مرکب نہیں بلکہ بسیط ہے، ہاں یہ تنبیہ استفتاح، عرض اور تحضیض میں مشترک ہے۔ جب یہ تنبیہ اور استفتاح کے لئے استعمال ہوتا ہے تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظًا مذکور ہوں یا تقدیرًا (لغات القرآن)

اَلَا : خبردار ہو جاؤ، جان لو، سن رکھو:

= مِرْيَةٍ ۔ اسم مصدر۔ تردد۔ یہ شک اور ریب سے خاص ہے گویا جس شک سے تردد پیدا ہو جائے اسے مریۃ کہا جاتا ہے م ر ی مادہ (باب افتعال) الامتراء اور باب مفاعلہ المماراۃ کے معنی ایسے کام میں جھگڑا کرنے کے ہیں جس کے تسلیم کرنے میں تردد ہو مثلاً قرآن مجید میں ہے قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ (۱۹:۳۴) یہ سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ اور اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى (۵۳:۱۲) کیا جو کچھ وہ دیکھتے ہیں تم اس میں ان سے جھگڑتے ہو؟

== لِقَآءِ رَبِّهِمْ: رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر لِقَآءِ (مضاف کا) مضاف الیہ ہیں۔ اپنے رب سے ملاقات کرنا۔ اپنے پروردگار کے روبرو ہونا۔

لِقَآءٌ (باب مفاعلۃ سے) حاصل مصدر ہے:

== مُحِيْطٌ: اسم فاعل مرفوع، ہر طرف سے گرفت رکھنے والا۔ ایسا قابو یافتہ کہ اس سے چھوٹ جانا ناممکن ہے۔ احاطہ کرنے والا۔ گھیرنے والا۔ گھیرے میں لے لینے والا۔ پورا پورا قابو میں رکھنے والا۔ ہر طرف سے گھیر لینے والا۔ اِحَاطَةٌ (باب افعال) مصدر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۲) سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی مَکِّیَّۃٌ (۵۳)

۴۲: ۱ == حٰمٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۲: ۱ ۔

۴۲: ۲ == عٓسٓقٓ ۔ حروف مقطعات ہیں ملاحظہ ہو ۲: ۱ ۔

۴۲: ۳ == کَذٰلِکَ ۔ ک حرف تشبیہ ہے ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر ہے "المشار الیہ سورۃ ہذا"۔

تشبیہ کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ معانی کے لحاظ سے یعنی جو مطالب و معانی اس صورت میں مذکور ہیں انہی مطالب و معانی پر مبنی کلام آپ کی طرف بھی وحی ہوتے ہیں اور آپ سے قبل دیگر رسولوں پر بھی نازل ہوتے رہے ہیں۔ ای یوحی مثل ما فی ھذہ السورۃ من المعانی:

۲۔ تشبیہ فی المعنی المصدری الذی ھو الایحاء۔ یعنی جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح دوسری سورتیں بھی آپ پر نازل ہوئی ہیں اور یہی وحی آپ سے قبل رُسل پر بھی نازل ہوتی رہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح یہ سورۃ بذریعہ وحی آپ پر نازل ہوئی ہے اسی طرح وہ تجھ پر اور تجھ سے پہلے پیغمبروں پر بذریعہ وحی اپنا کلام نازل کرتا آیا ہے کذٰلِکَ مثل ذلک الایحاء (بیضاوی، کشاف)

== یُوۡحِیۡ۔ وہ وحی کرتا ہے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب: یہاں مضارع کا صیغہ بمعنی حکایت حال ماضی۔ وحی کے استمرار کی دلیل کے لئے لایا گیا ہے: یعنی یہ دستور الٰہیہ (وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو کلام نازل فرمانا) کوئی نیا نہیں ہے بلکہ ماضی میں بھی اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے۔

== اَللّٰہُ: فاعل یُوۡحِیۡ کا اور العَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ اس کے صفات ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کی طرف وحی کرنے کے بعد اور جگہ بھی ان دو اسماء سے اپنی ثناء کی ہے مثلاً آیت ۴: ۱۶۵۔ یہاں آیت ۴: ۱۶۴ سے ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّاۤ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ کَمَا

اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ ...... اور آیت ۱۶۵ کے اختتام پر اس مضمون کے بیان کرنے کے بعد ارشاد ہے وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا۔

۴:۴۲ = لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ لام ملک (مالک ہونے کے معنی میں آیا ہے مَا اسم موصول، جو کچھ آسمانوں میں ہے ...... اسی کی ملکیت ہے

= اَلْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔ اَلْعَلِیُّ عَلَاءٌ سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بلند مرتبہ، سب سے اوپر۔ عالی شان۔ اور العظیم۔ عظمۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بزرگ، بڑا

۵:۴۲ = تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِھِنَّ: تَکَادُ افعال مقارب میں سے ہے جن کا عمل افعال ناقصہ کی مانند ہے کَوْدٌ (باب فتح) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے: قریب ہے یَتَفَطَّرْنَ مضارع جمع مؤنث غائب۔ تَفَطُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ پھٹ جائیں۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اَلْفَطْرُ (باب نصر وضرب) کے اصل معنی کسی چیز کو طول میں (پہلی مرتبہ) پھاڑنے کے ہیں مختلف ابواب میں مستعمل ہے مثلاً اَفْطَرَ ھُوَ فُطُوْرًا بمعنی روزہ افطار کرنا۔ فُطُوْرٌ بمعنی خلل یا شگاف جیسے ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ: (۶۷: ۳) بھلا تجھ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے اِنْفِطَارٌ (انفعال) پھٹ جانا۔ قرآن مجید میں ہے اَلسَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِہٖ (۷۳: ۱۸) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ فَطَرْتُ الْعَجِیْنَ۔ آٹا گوندھ کر فوراً روٹی پکانا۔ اسی سے فِطْرَۃٌ ہے جس کے معنی تخلیق کے ہیں اور الفَاطِرُ تخلیق کرنے والا۔

مِنْ فَوْقِھِنَّ مِنْ حرف جار، فَوْقِھِنَّ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر سے ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث۔ السَّمٰوٰتُ کی طرف راجع ہے۔ یعنی ان کے اوپر سے (نیچے تک) ای یبتدأ الانفطار من جھتھن الفوقانیۃ۔ یعنی ان کا پھٹنا ان کی اوپر کی طرف سے شروع ہو۔

تَکَادُ فعل مقاربہ۔ السمٰوٰت مبتدا، یَتَفَطَّرْنَ خبر مِنْ فَوْقِھِنَّ متعلق خبر

فائدہ: آسمانوں کے پھٹنے کی وجوہات یہ ہو سکتی ہیں:

۱:- اللہ کی عظمت اور بزرگی کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں۔

۲:- مشرکین جو اللہ تعالیٰ کو صاحب اولاد قرار دیتے اور کہتے ہیں اِتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ان کے اس قول سے آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں۔ سورۃ مریم کی آیت لَقَدْ

جئتم شیئًا اِدًّا۔ تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ (۱۹ : ۹۰) اس مطلب پر دلالت کر رہی ہے :

(ترجمہ آیت : ۔ قریب ہے کہ اس افترار سے آسمان پھٹ پڑیں)

۳ ۔ کثرت ملائکہ سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو لبعید نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، آسمان چرچرایا اور یہ چرچرانا اس کے لئے بے جا نہیں ہے ، قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں مَیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے آسمان میں بالشت بھر بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں سجدہ کرنے والے کسی فرشتہ کی پیشانی سجدہ میں نہ ہو جو اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتا ہے

= وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۔

دونوں جملے حالیہ ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ جب کہ بنی نوع انسان زمین پر خدائے ذوالجلال کی شان میں ایسے کلمات کہتا ہے اور ایسے اعمال کا مرتکب ہوتا ہے کہ قریب ہے کہ اس کی شامت میں آسمان پھٹ پڑیں فرشتے اپنے رب تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت اور اس کے انعام واکرام کی بے انتہاء عطائگی پر اس کی حمد وثنا میں مشغول رہتے ہیں اور زمین پر بسنے والوں کے لئے دعاء معفرت کرتے رہتے ہیں (اس دعا میں مؤمن وکافر سب شامل ہیں مومنوں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں اور خطاؤں کو نظر انداز کردے اور کافروں کے حق میں استغفار یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں توفیق ایمان ڈال دے۔ اما فی حق الکفار فبواسطۃ طلب الایمان لھم واما فی حق المؤمنین فبالتجاوز عن سیئاتھم۔ (تفسیر کبیر)

= اَلَآ ۔ یاد رکھو ، آگاہ رہو ۔

= هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔ ھُوَ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللہ ہے اسے تخصیص اور تاکید کے لئے لایا گیا ہے یعنی صرف وہی غفور اور رحیم ہے :

۴۲ : ۶ = وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ

واؤ عاطفہ ، الذین اسم موصول ۔ مبتدا ۔ اتخذوا من دونہ اولیاء صلہ اپنے موصول کا ۔ اور جملہ اَللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ خبر ہے ۔ اور وہ لوگ کہ جنہوں نے اس کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں وہ اللہ کی نظر میں ہیں ۔

دُوْنِهٖ مضاف مضاف الیہ ، اس کے سوا ۔ اس کے ورے :

= وَكِيْلٍ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ۔ مجرور وَكْلٌ (باب ضرب) مصدر ، ذمہ دار

وَکِیْل بمعنی کارساز۔ نگران، گواہ بھی قرآن میں مستعمل ہے،

== وَکَذٰلِکَ: واؤ عاطفہ ہے کَ حرف تشبیہ ہے ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ مشارٌ الیہ۔ ای معنی الآیۃ التی قبلھا۔ ماقبل آیت کے معنی میں جو کلام آپ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے یا آپ سے قبل دیگر رسولوں پر نازل کیا گیا تھا۔ اسی طرح ہم یہ عربی زبان میں قرآن وحی کر رہے ہیں (ملاحظہ ہو ۴۲: ۳) متذکرۃ الصدر وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ" ای د مثل ذلك الا یحار الیك والی من قبلك:

== اَوْحَیْنَا ماضی جمع متکلم۔ ہم نے وحی کی۔

== قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا۔ موصوف وصفت مل کر اَوْحَیْنَا کا مفعول۔

== لِتُنْذِرَ۔ لام تعلیل کی ہے۔ تُنْذِرَ مضارع معروف منصوب (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر حاضر اِنْذَارٌ (افعال) مصدر (تاکہ) تو ڈرائے۔

== اُمَّ الْقُرٰی۔ مضاف مضاف الیہ۔ القُرٰی جمع ہے القریۃ کی۔ قَرْیَۃٌ بمعنی بستی یا بستی کے رہنے والے۔

قَرْیَۃٌ کی جمع قُرٰی قیاسی نہیں سماعی ہے کیونکہ فَعْلَۃٌ کی قیاسی جمع فِعَلَۃٌ کے وزن پر آتی ہے جیسے ظَبْیَۃٌ کی جمع ظِبَاءٌ ہے یا ذَھْبَۃٌ کی جمع ذِھَابٌ ہے) بستیوں کی ماں، آبادیوں کا مرکز۔ یہاں اس سے مراد شہر مکہ ہے وھی مکۃ سمیت بھذا الاسم اجلالًا لھا۔ (تفسیر کبیر) اُمَّ القُرٰی مفعول اول ہے تُنْذِرَ کا۔

== وَمَنْ حَوْلَھَا: اور جو اس کے ارگرد رہتے ہیں اس سے مراد صرف مکہ کے آس پاس کی بستیاں یا وہاں کے رہنے والے ہی مراد نہیں ہیں بلکہ سارا عالم مُراد ہے۔ مرکز سے قطع نزدیک ہو یا دور بہرحال اس مرکز ہی سے اس کا تعلق قائم رہیگا۔ ای ارض کلھا۔ (ابن جریر) یہ مفعول ثانی ہے تُنْذِرَ کا:

== یَوْمَ الْجَمْعِ۔ مضاف مضاف الیہ جمع ہونے کا دن۔ یوم القیامۃ۔ جب کہ اگلے پچھلے لوگ سب جمع ہوں گے: یہ بھی تُنْذِرَ کا مفعول ہے:

== لَارَیْبَ فِیْہِ: جس میں ذرا شک نہیں۔ یہ یَوْمَ الجمع کی صفت ہے:

== فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ: فَرِیْقٌ خبر مبتدا محذوف کی۔ ای بَعْضُھُمْ فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ (حقانی) فریق مبتدا فی الجنۃ اس کی صفت خبر محذوف

وکذا فریق فی السعیر: ای منھم فریق کائن فی السعیر: و منھم فریق کائن فی الجنۃ وضمیر منھم للمجموعین لدلالۃ الجمع علیہ (روح المعانی)

(اس روز) ایک گروہ اپنے ایمان وتقویٰ. اوامر کی تعمیل اور نواہی سے بچنے کی وجہ سے جنت میں ہوگا یا جائے گا. اور ایک گروہ اپنے شرک وکفر عدم تقویٰ اور احکام کی عدم تعمیل اور نواہی کے عدم ترک کی وجہ سے بھڑکتے ہوئے جہنم میں ہوگا یا جائے گا)

فریق فی الجنۃ بایمانہ وتقواہ اللہ بفعل اوامرہ وترك نواھیہ وفریق فی السعیر بشرکہ وکفرہ باللہ وعدم تقواہ فلا امتثل امرًا ولا اجتنب نھیًا (ابی بکر جابر)

۴۲:۸ == وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً، پہلا جملہ شرط اور دوسرا جواب شرط ہے۔ لَوْ حرف شرط ہے دو جملوں پر آتا ہے اور دونوں جملے فعلیہ ماضیہ ہوتے ہیں. اگر ایسا ہو گیا ہوتا لام جواب شرط کے لئے ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ اور اگر خدا چاہتا تو ان کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ (لَوْ پر مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۳ : ۱۵۹)۔

اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف صفت ہوکر مفعول ہے جَعَلَ کا، اُمَّةً وَّاحِدَةً یعنی سب کو دین اسلام پر کر دیتا۔ جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى اور اگر خدا چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا

== وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ: الظّٰلِمُوْنَ مبتدا۔ باقی جملہ اس کی خبر ہے۔ الظّٰلِمُوْنَ ظلم کرنے والے ظُلْمٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ ظُلْمٌ کے معنی ہیں وضع الشئ فی غیر محلہ، کسی چیز کو اپنی اصلی جگہ سے دوسری جگہ رکھنا (عبادت صرف اللہ کا حق ہے غیر اللہ کی عبادت ظلم ہے:

وَلِيٍّ: مددگار، محافظ، نگہبان، بچانے والا؛ صفت مشبہ کا صیغہ بروزن فَعِيْلٌ۔ وِلَايَةٌ مصدر۔

نَصِيْرٍ. صیغہ صفت مجرور۔ نَصْرٌ مصدر سے بچانے والا۔ محافظ

۴۲:۹ == اَمْ: بمعنی بَلْ ہے یعنی کافروں نے اللہ کو حامی وناصر وکارساز قرار نہیں دیا بلکہ اس کے سوا دوسروں کو کارساز قرار دیا ہے (اور ایسا کرنا کسی طرح صحیح نہ تھا)

== مِنْ دُوْنِهٖ۔ دُوْنِ مضاف ہٖ مضاف الیہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے؛

اس کے سوا۔ اس کے درے۔ مِنْ حرف جار ہے۔
== اَوْلِیَآءَ: وَلِیٌّ کی جمع۔ دوست، ساتھی۔ منصوب بوجہ اِتَّخَذُوْا کے مفعول ہونے کے ہے۔ اتخذوا ماضی جمع مذکر غائب۔ اتخاذٌ (افتعال) مصدر، انہوں نے اختیار کیا۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔
== فَاللّٰہُ ھُوَ الْوَلِیُّ فَ جواب شرط مقدرہ کے لئے ہے۔
تقدیر کلام ہے: اِنْ ارادُوْا ولیًا بحق فاللّٰہُ تعالیٰ ھُوَ الْوَلِیُّ بِحَقٍّ:
اگر وہ حقیقی کارساز کا ارادہ رکھتے تھے تو اللہ تعالیٰ ہی حقیقی کارساز ہے۔
== وَھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں
۴۲: ۱۰ == وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْہِ مِنْ شَیْءٍ۔ مَا موصول ہے فِیْہِ: ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اسم موصول کی طرف راجع ہے۔ جس بات میں۔ اور کسی شے میں تمہارے درمیان جس بات کا اختلاف ہوجائے۔ یعنی دین اور دنیا میں کہیں بات پر اختلاف ہو
== فَحُکْمُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ۔ تو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے اور جگہ قرآن مجید ہے:۔
اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ (۱۲: ٦٧) (بے شک) حکم اسی کا ہے میں اس پر بھروسہ کرتا ہوں۔

اور دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ (۴: ۵۹) اور اگر کسی بات پر تم میں اختلاف ہوجائے تو اس میں خدا اور (خدا کے رسول (کے حکم کی طرف) رجوع کرو!
== ذٰلِکُمُ۔ ذَا اسم اشارہ ہے اور کُمْ حرف خطاب جمع مذکر حاضر کے لئے ہے۔ یہ۔ یہی۔ اس سے قبل قُلْ محذوف ہے ای قل یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیْ ...... الخ:
== اِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ میں رجوع کرتا ہوں اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِلَیْہِ اس کی طرف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے:
۴۲: ۱۱۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: فَاطِرُ اسم فاعل واحد مذکر فَطْرٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے مضاف ہے السمٰوٰتِ مضاف الیہ۔ واؤ حرف عطف الْاَرْضَ معطوف۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مبتدا۔ جَعَلَ لَکُمْ خبر۔
فَاطِرٌ کے معنی ہیں عدم کو پھاڑ کر وجود میں لانے والا، نیست سے ہست کرنے والا۔

لغت میں فَطْرٌ کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔

= اَزۡوَاجًا، زَوۡجٌ کی جمع جوڑے، ہم مثل چیزیں۔ حیوانات کے جوڑے ہیں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زوج کہتے ہیں۔

= مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ۔ اَنۡفُسِکُمۡ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے نفس، تمہاری جانیں: یعنی تم میں سے، تمہاری جنس میں سے۔

= اَلۡاَنۡعَامِ مویشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مویشی کو اس وقت تک انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک اس میں اونٹ شامل نہ ہو۔

وَمِنَ الۡاَنۡعَامِ اَزۡوَاجًا۔ ای خلق للانعام من جنسها اَزۡوَاجًا۔ اور مولیشیوں کے لئے بھی ان کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔

= یَذۡرَؤُکُمۡ فِیۡہِ، مضارع واحد مذکر غائب ذَرۡءٌ باب فتح مصدر بمعنی پیدا کرنا۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدۡ ذَرَاۡنَا لِجَهَنَّمَ (۷:۱۷۹) اور ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے۔

ذَرۡءٌ کے معنی کسی چیز میں زیادتی کرنا۔ اور زمین میں بیج بکھیرنا کے ہیں کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، یَذۡرَؤُکُمۡ تمہیں کثیر التعداد کرتا ہے، تمہاری افزائش کرتا ہے،

فِیۡہِ میں فِیۡ بمعنی ب ہے یعنی اس تدبیر سے کہ تمہاری جنس سے جوڑے پیدا کئے اور مولیشیوں کی جنس سے جوڑے پیدا کئے۔ تاکہ توالد و تناسل کا سلسلہ جاری رہے اور تم کثرت سے بڑھو

= لَیۡسَ کَمِثۡلِہٖ شَیۡءٌ: کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔

علامہ پانی پتی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

مثل کا لفظ زائد ہے، مطلب یہ کہ وہ کسی چیز کی طرح نہیں ہے مثل کے لفظ کی زیادتی مزید تاکید کے لئے ہے جس طرح ایک اور آیت میں آیا ہے فَاِنۡ اٰمَنُوۡا بِمِثۡلِ مَاۤ اٰمَنۡتُمۡ بِہٖ (۲:۱۳۷) بعض کے نزدیک کَمِثۡلِہٖ میں کاف زائد ہے یعنی اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے جو اس کی ہم پلہ اور اس سے جوڑ کھانے والی ہو۔

حضرت ابن عباس رضی نے فرمایا کہ۔

اس کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ مثل کا لفظ مبالغہ کے لئے بطور کنایہ استعمال کیا گیا ہے جیسے نفی فعل کا اگر مبالغہ مقصود ہو تو کہا جاتا ہے کہ تجھ جیسا آدمی یہ کام نہیں کرتا یعنی تو یہ کام نہیں کرتا۔ جب مخاطب کی مثل جو مخاطب کا ہم پلہ اور برابر کا ہو یہ کام نہیں کرتا۔

تو مخاطب کا انکرنا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوجائے گا ؛ اور کنایہ کے لئے حقیقت کا وجود یا امکان ضروری نہیں ۔ جیسے کسی دراز قامت آدمی کو لبطور کنایہ کہتے ہیں فلان طویل النجاد ہے یعنی فلاں شخص کا پرتلا لمبا ہے لیعنی وہ دراز قد ہے ۔ اس کلام کی صداقت کے لئے ضروری نہیں کہ اس کا پرتلہ بھی ہو۔ اس طرح آیت بَلْ یَدٰہُ مَبْسُوْطَتٰنِ (۵: ٦۴) سے لبطور کنایہ سخی ہونا مراد ہے واقع میں ہاتھوں کا لمبا ہونا ضروری نہیں ناممکن ہے ؛ لبعض نے کہا کہ مثل کا معنی ہے صفت لیعنی اس کی صفات کی طرح کسی کی صفت نہیں ہے ۔

= السَّمِیْعُ ۔ فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے سَمْعٌ مصدر سے ۔ بہت سننے والا۔

= اَلْبَصِیْرُ ۔ فعیل بمعنی فاعل۔ بَصُرٌ (باب کرم) مصدر سے ، دیکھنے والا۔

۴۲: ۱۲ — لَہٗ ۔ میں لام ملک دملکیت کا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے اسی کی ہے ۔ اسی کی ملکیت ہے ۔

= مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں آسمانوں اور زمین کے خزانے ۔ اَلْقَلْدُ اَلْقَلْدُ (باب ضرب) رسی بٹنا ۔ قَلَدْتُ الْحَبْلَ میں نے رسی بٹی ۔ بٹی ہوئی رسی کو قَلِیْد یا مَقْلُوْدٌ کہتے ہیں ؛ قَلَادَۃٌ اس بٹی ہوئی رسی کو کہتے ہیں جو گلے میں ڈالی جائے۔ جیسے ڈور، زنجیر وغیرہ ، اسی سے باب تفعیل سے تَقْلِیْدٌ ہے کسی مسئلہ میں تقلید کرنا ۔ بے سوچے سمجھے پیروی کرنا ؛

امام راغبؒ نے لکھا ہے ،۔

اس سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حفاظت کی طرف اشارہ ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے ۔

= یَبْسُطُ ۔ فعل مضارع واحد مذکر غائب ؛ بَسْطٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ کشادہ کرتا ہے ، وہ وسیع کرتا ہے ، وہ فراخ کرتا ہے ،

= یَقْدِرُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب قدر (باب ضرب ، مصدر ، وہ تنگ کرتا ہے ، وہ رزق تنگ کرتا ہے وہ اندازہ کرتا ہے ۔ قرآن مجید میں ہے فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ (۵۴: ۱۲) ، تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر یا معین ہوچکا تھا (جس کا اندازہ کیا جاچکا تھا) جمع ہوگیا تھا۔

اور انہی معنوں میں کہتے ہیں قَدَرْتُ عَلَیْہِ الشَّیْءَ میں اس پر کسی چیز کی تنگی کردی

یعنی وہ چیز اسے معین مقدار کے ساتھ دی گئی۔ اس کے بالمقابل فراخی کرنا بسطؔ ہے یا بغیر حساب (بے اندازہ) دینا ہے وَاللّٰہُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ (۲:۲۱۲) اور اللہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے رزق دیتا ہے۔ اور تنگی کے معنی میں آیا ہے وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ (۶۵:۷) اور جس کے رزق میں تنگی کی گئی ہو۔ یا جس کے رزق میں تنگی ہو۔ آیت ہذا میں یَقْدِرُ ای یَقْدِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ

آیت کا ترجمہ ہوگا۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

— عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بڑا دانا۔ خوب جاننے والا، خداوند تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے قرآن مجید میں بیشتر مقامات پر عَلِیْمٌ کا استعمال اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہی وارد ہوا ہے اس وقت اس کا مطلب ہوگا: سب سے زیادہ عالم۔

۴۲:۱۳ — شَرَعَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: شَرْعٌ (باب فتح) مصدر۔ شریعت جاری کرنا۔ قانون بنانا۔ دین مقرر کرنا۔ اس نے شریعت جاری کی؛ اس نے دین مقرر کیا۔

— مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا۔ مَا موصولہ ہے وَصّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَوْصِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے حکم دیا۔ وَصّٰی بمعنی وصیت کرنا جیسے وَوَصّٰی بِھَآ اِبْرٰھِیْمُ بَنِیْہِ وَیَعْقُوْبُ (۲:۱۳۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی اس بات کی اور حضرت یعقوب (علیہما السلام) نے بھی۔ نُوْحًا مفعول وَصّٰی کا۔

اللہ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے (حضرت) نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا

— وَالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ۔ واؤ عاطفہ ہے الذی اسم موصول اَوْحَیْنَا ماضی جمع متکلم (ایحاءٌ) (افعالٌ) مصدر۔ ہم نے وحی کی۔ یعنی اور جو ہم نے آپ کے پاس وحی کیا ہے۔

— وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی؛ واؤ عاطفہ، مَا موصولہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابق مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا پر ہے۔ اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہما السلام) کو حکم دیا تھا۔

فَائِدَہ: مطلب یہ ہے کہ دین اسلام جو امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کیلئے مقرر کیا ہے یہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ تمام انبیاء (علیہم السلام) کا دین بھی رہا ہے پہلے حضرت

نوح (علیہ السلام) کا ذکر کیا جو طوفان کے بعد موجودہ نسل کے پیشوا مانے جاتے ہیں وہ پہلے پیغمبر ہیں جن سے سلسلۂ نبوت باقاعدہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک
اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ کے بعد حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا ذکر تاکید مزید کے لئے لایا گیا۔ پھر صرف ان تین جلیل القدر پیغمبران کے نام ہی لئے گئے، کیونکہ جہاں تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعلق ہے انہیں اہل عرب متفقہ طور پر اپنا جدِّ اعلیٰ مانتے تھے۔ اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ (علیہما السلام کی طرف یہودی اور عیسائی اپنے مذہب کو منسوب کرتے تھے۔

= اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ۔ اَنْ مصدریہ ہے اَقِیْمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِقَامَۃٌ (افعال) مصدر سے۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو۔ الدِّیْنَ مفعول اَقِیْمُوْا کا
اس فقرہ کی دو صورتیں ہیں:
(۱) شَرَعَ کے مفعول کا بدل ہے، یعنی مشروع کا مقصود اقامت دین ہے۔
(۲) یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ کلام کے پہلے حصہ کو سننے کے بعد سوال ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کو دیا تھا۔ جواب ہوگا: ھُوَ اِقَامَۃُ الدِّیْنِ تو اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ خبر ہے ھُوَ مبتدا محذوف کی۔

= وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِیْهِ۔ لَا تَتَفَرَّقُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر تَفَرُّقٌ (تفعّل) مصدر۔ تم متفرق نہ ہو۔ تم جدا نہ ہو، فرقوں میں نہ بٹ جاؤ۔
فِیْهِ ای فی الدین۔ دین میں۔

= كَبُرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ شاق ہے، دشوار ہے، ک ب ر حروف مادہ ہیں اس سے مشتقات مختلف ابواب سے مختلف معانی میں آتے ہیں۔ مثلاً باب كَرُمَ سے بمعنی بڑا ہونا۔ جسامت میں بڑا ہونا۔ باب نصر اور سمع سے عمر میں زیادہ ہونا۔

= مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَیْهِ۔ مَا موصولہ تَدْعُوْا مضارع واحد مذکر حاضر، دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو پکارتا ہے۔ تو ان کو بلاتا ہے تو ان کو دعوت دیتا ہے: سارا جملہ فاعل ہے فعل كَبُرَ کا۔ اور المشرکین مفعول۔

= یَجْتَبِیْٓ۔ مضارع واحد مذکر غائب اِجْتِبَاءٌ (افتعال) مصدر وہ چن لیتا ہے وہ منتخب کر لیتا ہے۔ وہ اختیار کر لیتا ہے۔

= یُنِیْبُ: مضارع واحد مذکر غائب، اِنَابَۃٌ (افعال) مصدر، وہ لوٹتا ہے

نافرمانی سے اطاعت کی طرف، شرک سے توحید کی طرف:

۴۲: ۱۴ == بَغْیًا: اسم تمیز۔ ضد۔ زیادتی۔ بَغْیًا بَیْنَھُمْ: باہمی ضد (کی بنا پر)
== مَا تَفَرَّقُوْا۔ مَا نافیہ ہے تَفَرَّقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَفَرُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے وہ فرقوں میں نہ بٹ گئے۔
== لَوْلَا۔ اگر نہ ہوتا۔ کیوں نہ۔ لَوْ شرطیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے۔ یہ حروف تحضیض والعرض میں سے ہے (اَلَاَ۔ ھَلَّاَ۔ لَوْلَا۔ لَوْمَا) نیز ملاحظہ ہو ۶: ۴۳)
== کَلِمَۃٌ۔ حکم ازلی۔ کلمہ کا صحیح ترجمہ بات ہے۔ بات قول کو بھی کہتے ہیں۔ جیسے میری بات سنو، اور فعل کو بھی۔ یہ بات کرو، قرآن مجید میں مختلف معانی میں استعمال ہوا ہے، مثلاً وعدۂ قیامت یعنی قیامت کے دن فیصلہ ہونے کا حکم ازلی (۱۰: ۱۹) بمعنی کلام یا جملہ (۲۳: ۱۰۰)
== سَبَقَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ سَبْقٌ باب نصر، وضرب) مصدر۔ وہ پہلے سے ہوچکی۔ وہ پہلے سے ٹھہر چکی۔
== اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ موصوف وصفت۔ وقتِ مقرر۔ میعاد مقرر۔
جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔
اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک بات ایک وقتِ معین تک کے لئے طے ہوچکی ہوتی۔ (یہ جملہ شرط ہے)
== لَقُضِیَ بَیْنَھُمْ لام جواب شرط کے لئے۔ قُضِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب: قَضَاءٌ (باب ضرب) فیصلہ کیا گیا۔ تو ان کے درمیان فیصلہ ہوچکا ہوتا۔ یعنی اسی دنیا میں ان کو عملاً اور عیاناً بدلہ مل گیا ہوتا۔
== اُوْرِثُوا الْکِتٰبَ۔ اُوْرِثُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب: اِیْرَاثٌ (افعال) مصدر۔ ورث مادہ) اَلْکِتٰبَ مفعول۔ بمعنی تورات، انجیل۔ (جن کو) کتاب یعنی تورات وانجیل کا وارث بنایا گیا۔ ان سے مراد وہ یہود ونصاریٰ ہیں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر تھے۔ ای اھل الکتاب کانوا فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذکورون ھم الیھود والنصاریٰ۔
== مِنْۢ بَعْدِھِمْ: میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین سابقین اہل کتاب کی جانب راجع ہے ای من بعد انبیاء ھد
== لَفِیْ، میں لام تاکید کے لئے ہے:

== شَكٍّ مُرِيْبٍ، موصوف وصفت۔ مُرِيْب اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَةٌ (افعال) مصدر (ریب مادہ) بے چین کر دینے والا۔ متردد کر دینے والا۔ قلق انگیز۔

== مِنْهُ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الکتٰب کی طرف راجع ہے:

مطلب یہ ہے کہ منکرین سابقین جن کے پاس صحیح علم آیا اور وہ باہمی حسد کے باعث مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ ان کے بعد جو اہل کتاب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) کتاب کے وارث بنائے گئے وہ اپنے ہی دین اور اپنی ہی کتابوں کی حقیقت کی طرف سے متردد ومتذبذب ہیں اور ان پر اس طرح ایمان نہیں رکھتے جو ایمان کا حق ہے۔

۴۲ : ۱۵ == فَلِذٰلِكَ فَادْعُ . فَ سببیہ ہے لام علت کے لئے ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ اس کا مشارٌ الیہ منکرین سابقین کا دین کی پیروی میں باہمی رقابت کی وجہ سے فرقوں میں بٹ جانا اور مابعد کے اہل کتاب کا اپنی ہی کتابوں میں شک و تردد میں پڑ جانا ہے۔ پس ان حالات کے پیش نظر اُدْعُ تو (ان کو) بُلا۔ دعوت دے، اُدْعُ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے ای ادع علی الاتفاق علی المِلَّۃِ الحنفیۃ۔

== وَاسْتَقِمْ: واو عاطفہ، اِسْتَقِمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) مصدر۔ تو قائم رہ، تو ثابت قدم رہ۔ قوم مادہ۔ ای استقم علی الدعوۃ الی الدین۔

== كَمَا اُمِرْتَ. ک تشبیہ کا ہے اُمِرْتَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اَمْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تجھے حکم دیا گیا ہے۔

== وَلَا تَتَّبِعْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ تبع مادہ۔ تو اتباع نہ کر۔ تو پیروی نہ کر۔

== اَهْوَاءَهُمْ، اَهْوَاءٌ جمع هَوًى کی۔ ھوی مادہ۔ خواہشات، مضاف، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر لَا تَتَّبِعْ کا مفعول۔

== مِنْ كِتٰبٍ: از قسم کتاب: مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ۔ اللہ نے جو کتاب بھی نازل کی ہے۔

== اُمِرْتُ ماضی مجہول کا صیغہ واحد متکلم: مجھے حکم دیا گیا۔ نیز ملاحظہ ہو اُمِرْتَ متذکرۃ الصدر

== لِاَعْدِلَ: لام تعلیل کی ہے اَعْدِلَ مضارع واحد متکلم عَدْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ منصوب بوجہ عمل لام۔ کہ میں انصاف کروں۔

== لَاحُجَّۃَ: لا نفی جنس کا ہے حُجَّۃَ اسم مفرد نکرہ مبنی بر فتح بوجہ عمل لا نفی جنس، حجت، بحث۔

== اَلْمَصِیْرُ: اسم ظرف مکان۔ (مصدر باب ضرب) صیر مادہ۔ لوٹنے کی جگہ، ٹھکانا قرارگاہ۔

۴۲:۱۶ == یُحَاجُّوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب مُحَاجَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر وہ جھگڑتے ہیں وہ حجت کرتے ہیں۔ وہ بحث کرتے ہیں۔

== فِی اللّٰہِ۔ یعنی اللہ کے دین و شریعت کے باب میں۔ یعنی جو لوگ اللہ کے باب (یعنی اس کے دین و شریعت کے باب میں) مسلمانوں سے جھگڑا کرتے رہتے ہیں

== مِنْۢ بَعْدِ مَا میں مَا زائدہ ہے، تاکید کے لئے آیا ہے۔

== اُسْتُجِیْبَ لَہٗ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِسْتِجَابَۃٌ (استفعال) قبول کرنا۔ مان لینا۔ اسے مان لیا گیا۔ اسے قبول کر لیا گیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو الدین ہے جس کی دعوت کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو استقامت کے لئے حکم دیا گیا۔ یعنی بعد اس کے کہ لوگوں نے اس کی دعوۃ الی الدین قبول کرلی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے یعنی بعد اس کے کہ وہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مان لئے گئے۔

== حُجَّتُہُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی حجت، ان کی بحث۔

== دَاحِضَۃٌ: اسم فاعل واحد مؤنث: باطل۔ گرنے والی، زائل ہونے والی۔ (دلیل) دَحْضٌ (باب فتح) مصدر۔ جس کا مطلب ہے پاؤں کا پھسلنا، اور ٹھوکر کھا کر گرنا۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَ یُجَادِلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِیُدْحِضُوْا بِہِ الْحَقَّ (۱۸:۵۶) اور جو کافر ہیں وہ باطل (سے استدلال کرکے) جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو اس کے مقام سے پھسلا دیں۔

حُجَّتُہُمْ دَاحِضَۃٌ عِنْدَ رَبِّہِمْ ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل بالکل بودی ہے۔ ھُمْ کی ضمیر الذین کی طرف راجع ہے: مکمل جملہ کا ترجمہ ہوگا:

جو لوگ اللہ کے دین کے بارہ میں از ان بعد کہ (اکثر حق شناس) اس کو مان بھی چکے ہیں

حجت بازی کرتے ہیں ان کے پروردگار کے نزدیک ان کی دلیل بالکل بودی ہے
= وَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ ، جملہ معطوفہ ہے اور اسی طرح وَلَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ
۴۲: ۱۷ = اَلْمِیْزَانَ ۔ مصدر یا اسم۔ یہ اَنْزَلَ کا مفعول ثانی ہے اور مفعول اول اَلْکِتَابَ (ای القرآن)، بمعنی ترازو، قتادہ، مجاہد، مقاتل نے کہا ہے میزان سے مراد عدل ہے ؛ میزان یعنی ترازو انصاف اور صحیح مساوات کا آلہ ہوتا ہے اور عدل کا معنی بھی انصاف ہے۔ اس لئے عدل کو میزان کہا گیا۔
= مَا یُدْرِیْكَ ۔ جملہ استفہامیہ ہے ، مَا استفہامیہ ہے ، بمعنی اَیُّ شَیْءٍ ؟ اَوْ، مَنْ ؟ یُدْرِیْكَ مضارع واحد مذکر غائب ؛ اِدْرَاءٌ (انعال) مصدر۔ دری اور دری مادہ ثلاثی مجرد (باب ضرب) سے آتا ہے۔
اَلدِّرَایَةُ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی قسم کے حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے۔
كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے کون خبر سمجھائے (ای شیئ یجعلك عالمًا) تجھے کون بتائے۔ عام طور پر اس کا ترجمہ کرتے ہیں : تجھے کیا خبر ؟ تجھے کیا معلوم ؟
قرآن مجید میں جہاں کہیں مَا اَدْرٰىكَ آیا ہے وہاں بعد میں اس کا بیان بھی آیا ہے ، مثلاً آیۃ ہذا میں لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِیْبٌ ۔ شاید قیامت قریب ہی آپہنچی ہو۔ یا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِیَهْ نَارٌ حَامِیَةٌ (۱۰۱: ۱۰-۱۱) تم کیا سمجھے کہ یہ (ھاویہ) کیا ہے ؟ (وہ) دھکتی ہوئی آگ ہے یا وَمَا اَدْرٰىكَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ۔ لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (۹۷: ۲-۳) اور تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے ، شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے۔
دَرْیٌ و دِرَایَةٌ کا لفظ اللہ تعالیٰ کے متعلق استعمال نہیں ہوتا۔
= لَعَلَّ ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے شاید، ممکن ہے۔ اسم کو نصب خبر کو رفع دیتا ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۱۲ : ۱۱۔
= السَّاعَةَ قَرِیْبٌ : اَلسَّاعَةَ مؤنث مبتدا۔ قَرِیْبٌ (مذکر) خبر ؛ اَلسَّاعَةَ لَعَلَّ کے عمل سے منصوب ہے۔ السَّاعَةَ (مؤنث) اور قَرِیْبٌ (مذکر) میں عدم توافق کی مندرجہ ذیل وجوہات ہو سکتی ہیں :۔
۱:۔ بعض نے کہا ہے کہ قَرِیْبٌ کا لفظ اگرچہ مذکر ہے لیکن اس کے معنی قرب والی یعنی مؤنث مراد ہیں۔ گویا اس قائل کے نزدیک وزن فعیل مؤنث کے لئے بھی

استعمال کر لیا جاتا ہے۔

۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ ساعۃ بمعنی بعث ہے اور بعث مذکر ہے اس لئے قریب بصیغہ مذکر لایا گیا ہے۔

۳:۔ امام کسائیؒ کا قول ہے قریب نعت ہے اور یہ مذکر و مؤنث دونوں کی نعت کے لئے استعمال ہوتا ہے جیساکہ قرآن مجید میں ہے: اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ (۷: ۵۶) کچھ شک نہیں کہ خدا کی رحمت نیکی کرنے والوں کے قریب ہے:

۴:۔ کسائی کا قول یہ بھی ہے کہ قَرِیۡبٌ کا فاعل محذوف ہے کلام یوں ہے:۔ لعل الساعۃ اتیانھا قریبٌ۔ جب کہ ھا ضمیر الساعۃ کی طرف راجع ہے شاید قیامت کا آنا قریب ہے:

۴۲: ۱۸ ـــــ یَسۡتَعۡجِلُ بِهَا۔ یَسۡتَعۡجِلُ مضارع واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے) استعجال (استفعال) مصدر۔ وہ جلدی مانگ رہے ہیں وہ جلدی مچاتے ہیں۔ وہ تعجیل چاہتے ہیں عُجۡلَۃ بمعنی جلدی۔ بِهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الساعۃ۔ القیامۃ ہے:

ـــــ اَلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِهَا۔ وہ لوگ جو اس (قیامت) پر ایمان نہیں رکھتے یہ جملہ اپنے اسم موصول اور صلہ سے مل کر فاعل ہے فعل یَسۡتَعۡجِلُ کا۔

ـــــ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا۔ اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا۔ اسم موصول و صلہ مل کر مبتدا۔ مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا خبر۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ تو اس سے ڈرتے ہیں مُشۡفِقُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر اِشۡفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مُشۡفِقٌ واحد۔

شَفَقٌ کا معنی ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔ باب افعال سے اشفاق کا معنی ہوا ایسی محبت کرنا جس میں ڈر بھی لگا ہوا ہو۔ اس معنی کے دو جزو ہیں:۔ محبت اور خوف،، اگر اس کے بعد مِنۡ مذکور ہو تو خوف کا معنی ظاہر ہوتا ہے جیسے مُشۡفِقُوۡنَ مِنۡهَا اس سے (قیامت سے) ڈرنے والے:

اور اگر عَلٰی یا فِیۡ مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوتا ہے۔ شَفِقَ (باب سمع) عَلَيۡهِ مہربان ہونا۔ شفقت برتنا۔ اور اَشۡفَقَ مِنۡهُ ڈرنا اور اَشۡفَقَ عَلَيۡهِ

مہربان ہونا۔

قرآن مجید میں شفقت اور مہربانی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

= اَلَا : خبردار ہو جاؤ۔ جان لو، سن رکھو۔ یہ ہمزہ استفہامیہ اور لَا نافیہ سے مرکب نہیں ہے جیساکہ بعض علماء کا خیال ہے بلکہ یہ ایک حرف بسیط ہے۔ تنبیہ اور استفتاح کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس کا استعمال کبھی عرض کے لئے ہوتا ہے یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے، اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (۲۴:۲۲) کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کردے اور کبھی تحضیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے مثلاً اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ (۹:۱۳) کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے کہ جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے تم سے پہلے چھیڑ خانی کی

جب یہ تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے) کے لئے استعمال ہوتا ہے، تو جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض اور تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے، خواہ وہ الفاظ لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔ (لغات القرآن)

= يُمَارُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب؛ مَارٰى (ماضی کا صیغہ) مِرَاءٌ و مُمَارَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ وہ جو جھگڑا کرتے ہیں۔ مری مادہ

= فِي السَّاعَةِ۔ ای فی القیامة۔

= لَفِيْ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

= ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ : موصوف و صفت : گمراہی جو دور نکل گئی ہو۔ گمراہی میں بہت دور نکل گئے ہیں؛ بہت بڑی گمراہی میں ہیں۔

۴۲ : ۱۹ = لَطِيْفٌ : جب یہ کسی جسم کی صفت واقع ہو تو یہ جَثْلٌ کی ضد ہوتا ہے جس کے معنی بھاری اور ثقیل کے ہیں، کہتے ہیں شَعْرٌ جَثْلٌ (زیادہ اور بھاری بال) اور کبھی لَطَافَةٌ یا لُطْفٌ سے حرکت خفیفہ اور دقیق امور کا سرانجام دینا مراد ہوتا ہے اور لطائف وہ باتیں مراد لی جاتی ہیں جن کا انسانی حواس ادراک نہ کرسکتے ہوں۔

اور اللہ تعالیٰ کے لطیف ہونے کے معنی یا تو یہ ہیں کہ وہ انسانی حواس کے ادراک سے مافوق اور بالاتر ہے۔ اور یا اسے اس لئے لطیف کہا جاتا ہے کہ وہ باریک سے باریک اور دقیق امور تک سے واقف ہے اور یا یہ کہ وہ انسانوں کو ہدایت دینے میں نہایت نرم انداز اختیار

کرتاہے۔

لطیف کا ترجمہ:۔

بڑا مہربان (ابن عباس): بندوں سے بھلائی کرنے والا (عکرمہ) نرمی کرنے والا (سدی) نیکوں اور بدوں سب پر مہربانی کرنے والا (مقاتل) کیا گیا ہے۔

== اَلْقَوِیُّ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ طاقتور۔

== اَلْعَزِیْزُ۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ زبردست گرامی قدر۔ اَلْقَوِیُّ الْعَزِیْزُ: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۴۲: ۲۰ == مَنْ۔ شرطیہ ہے۔

== کَانَ یُرِیْدُ۔ ماضی استمراری واحد مذکر غائب اِرَادَۃٌ (افعال) مصدر (جو دنیا میں) چاہتا تھا۔ چاہا کرتا تھا۔

حَرْثَ الْاٰخِرَۃِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر کَانَ یُرِیْدُ کا مفعول۔ آخرت کی کھیتی، یعنی جو نیک کام دنیا میں اس نیت سے کیا کرتا تھا کہ اسے اس کا پھل آخرت میں ملے نَزِدْ (مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم۔ زِیَادَۃٌ مصدر باب ضرب) لَہٗ فِیْ حَرْثِہٖ ہم اس کی کھیتی کے پھل یعنی ثواب (آخرت) میں اضافہ کریں گے۔ یعنی بڑھادیں گے۔

حَرْثٌ کھیتی، زراعت، حَرَثَ یَحْرِثُ (باب ضرب) سے مصدر ہے۔ بیج ڈالنا کھیتی کرنا۔ کھیت۔

== نُؤْتِہٖ۔ مضارع جمع متکلم اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہم اس کو عطا کریں گے۔

== مِنْهَا۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع حَرْثَ الدُّنْیَا ہے مِنْهَا۔ ای شیئًا منہا وھو رزقہ الذی قسم لہ لا ما یرید۔ اس کو دنیا کے مال سے اسی قدر رزق ملیگا جو اس کی قسمت میں لکھا جاچکا ہے نہ کہ جو وہ چاہتا ہے۔

== نَصِیْبٍ۔ حصہ۔ (آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا۔

۴۲: ۲۱ == اَمْ۔ حرف عطف ہے بمعنی کیا۔ یہاں ہمزہ استفہام کے معنی میں آیا ہے تقدیر کلام یوں ہے ایقبلون ما شرع اللہ لهم من الدین ام لهم شرکاء شرعوا لَهُمْ مِنَ الدِّیْنِ ...... الخ کیا وہ اس دین کو مانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے یا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے جو شریک (باطل) بنا رکھے ہیں انہوں نے ان کے لئے کوئی (اپنا) دین

مقرر کر رکھا ہے ..... (نیز ملاحظہ ہو ۱۰: ۹)

== مَا لَمۡ یَاۡذَنۡۢ بِہِ اللّٰہُ۔ مَا اسم موصول ہے باقی جملہ اس کا صلہ۔ لَمۡ یَاۡذَنۡ مضارع نفی جحد بلم۔ بمعنی ماضی منفی اِذۡنٌ (باب سمع) مصدر (جس کی اللہ نے) اجازت نہیں دی ہے۔

== لَوۡلَا۔ اگر نہ ہوتا (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۴ متذکرۃ الصدر و ۶: ۴۳)

== کَلِمَۃُ الۡفَصۡلِ، مضاف مضاف الیہ۔ فیصلے کی بات: قولِ فیصل۔ اگر (روزازل سے ہی) فیصلے کی بات ٹھہرائی ہوئی نہ ہوتی (کہ قیامت کے آنے سے پہلے ان کو پوری سزا نہیں دی جائے گی) لَوۡلَا کَلِمَۃُ الۡفَصۡلِ جملہ شرطیہ ہے۔

== لَقُضِیَ بَیۡنَہُمۡ۔ جواب شرط: لام جواب شرط کے لئے ہے۔ قُضِیَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب) قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر فیصلہ کرنا۔ بَیۡنَہُمۡ۔ ای بین الکافرین و المؤمنین۔ تو کافروں اور مؤمنوں کے درمیان اختلافات کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔

== اَلظّٰلِمِیۡنَ ای المشرکین، ضمیر غائب کی جگہ اسم ظاہر (الظّٰلمین) کی صراحت یہ بتانے کے لئے کہ وہ ظلم یعنی شرک کی وجہ سے عذاب الیم (درد ناک عذاب) کے مستحق ہیں۔ تریٰ کا مفعول اول ہے

۴۲: ۲۲ == مُشۡفِقِیۡنَ: اسم فاعل جمع مذکر ڈرنے والے (ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ الصدر۔ تَرٰی کا مفعول ثانی ہے۔

== مِمَّا کَسَبُوۡا۔ مِمَّا۔ مِنۡ اور مَا سے مرکب ہے، مَا موصول کَسَبُوۡا صلہ ہے اپنے موصول کا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے کَسۡبٌ (باب ضرب) مصدر۔ جو انہوں نے کمایا۔ (جو کام شرک و معاصی کے انہوں نے کئے ہوں گے)

== وَہُوَ وَاقِعٌۢ بِہِمۡ۔ جملہ حالیہ ہے ہُوَ کی ضمیر مَا کَسَبُوۡا کی طرف راجع ہے حال یہ کہ وہ ان پر پڑ کر ہی رہیگا۔ یعنی ان کے کئے کا وبال۔

== رَوۡضٰتِ الۡجَنّٰتِ: مضاف مضاف الیہ۔ جنتوں کے باغات، اَلرَّوۡضُ اصل میں اس جگہ کو کہتے ہیں کہ جہاں پانی جمع ہو اور سبزہ بھی ہو۔ باغ

== مَا یَشَآءُوۡنَ۔ جو وہ چاہیں گے۔ مَا موصولہ۔ یَشَآءُوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب مَشِیۡئَۃٌ (باب فتح) مصدر۔

= ذٰلِکَ، یعنی جنت کی یہ نعمت جس کا ذکر کیا گیا۔
۴۲:۲۳ = ذٰلِکَ ای الفضل الکبیر، یہی فضل کبیر ہے جس کی اللہ نے اپنے بندوں کو بشارت دیتا ہے:۔
= اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یہ بدل ہے عِبَادَہٗ کا: "اسی کے بندوں" سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور نیک کام کئے۔
= قُلْ: ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) لِلْمُشْرِکِیْنَ:
= لَآ اَسْئَلُکُمْ۔ لَآ اَسْئَلُ۔ مضارع منفی واحد متکلم، کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، عَلَیْہِ ای علیٰ تبلیغ الرسالۃ یعنی تبلیغ رسالت پر (میں کچھ اجرت نہیں مانگتا) اَجْرًا۔ مفعول ثانی لَآ اَسْئَلُکُمْ کا۔ اجرت۔ معاوضہ۔
= اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی۔ اِلَّا حرف استثناء یہ استثناء متصل ہے (تفسیر حقانی) اَلْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی مستثنیٰ۔ سوائے قرابت کی محبت کے:
صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔
اِلَّا حرف استثناء ہے یہاں مستثنیٰ منقطع ہے یعنی اَلْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی جو کہ مستثنیٰ ہے یہ مستثنیٰ منہ میں داخل نہیں ہے تاکہ آیت کا یہ مفہوم ہو۔ کہ میں تم سے کوئی اجر کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتا۔ مگر یہ اجر طلب کرتا ہوں کہ تم آپس میں محبت اور پیار کرو"
= مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَۃً: جملہ شرط ہے۔ یَقْتَرِفْ مضارع مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب، اِقْتِرَافٌ (افتعال) مصدر۔ کمائے گا، حَسَنَۃً نیکی، بھلائی یَقْتَرِفْ کا مفعول۔
اَلْقَرْفُ وَالْاِقْتِرَافُ کے اصل معنی درخت سے چھال اتارنے اور زخم سے چھلکا کر دینے کے ہیں۔ اور جو چھال یا چھلکا اتارا جاتا ہے اسے قِرْفٌ کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ اِقْتَرَفَ (افتعال) کمانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ کسب اچھا ہو یا برا۔
ترجمہ ہوگا: جو شخص نیکی کماتا ہے:
= نَزِدْ لَہٗ فِیْهَا حُسْنًا: جملہ جواب شرط ہے۔ نَزِدْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ جمع متکلم زِیَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم بڑھا دیں گے۔ حُسْنًا، اچھائی، عمدگی خوبی: حُسْن۔ ہم اس کے لئے اس نیکی میں اور بھی خوبی بڑھا دیں گے:

= غَفُوْرٌ صیغہ مبالغہ، خوب بخشنے والا۔ بڑا معاف کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔
= شَکُوْرٌ۔ بڑا قدردان، تھوڑے کام پر زیادہ ثواب دینے والا۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔
جب یہ بندے کی طرف منسوب ہوگا تو مطلب ہوگا بڑا شکرگذار، بڑا احسان ماننے والا۔ شَکُوْرٌ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے اس کی جمع شُکُرٌ ہے۔
۴۲: ۲۴ = اَمْ: اَمْ منقطعہ بمعنی بَلْ: اَمْ يَقُوْلُوْنَ۔ ای بل یقول کفار مکۃ (الخازن) (کفار مکہ معاوضۂ رسالت تو ادا نہیں کرتے) بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ:۔ (افترٰی علی اللہ کذبا)
= اِفْتَرٰى، ماضی واحد مذکر غائب افتراء (افتعال) مصدر۔ اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان تراشا۔ ف ر ی مادہ اَلْفَرْیُ (باب نصر) کے معنی چمڑے کو سینے اور درست کرنے کے لئے اُسے کاٹنے کے ہیں۔ اِفْرَاءٌ (افعال) بمعنی خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں۔ اور باب افتعال سے اِفْتِرَاءٌ کا لفظ اصلاح اور فساد، دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد ہی کے معنوں میں آتا ہے: اسی لئے قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے:۔
چنانچہ قرآن مجید میں ہے:۔ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ: (۴: ۵۰) دیکھو یہ خدا پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں:
= كَذِبًا، جھوٹ:
= فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ۔ جملہ اوّل شرط اور جملہ ثانی جواب شرط ہے اِنْ شرطیہ ہے، یَشَا مضارع واحد مذکر غائب: اصل میں یَشَآءُ تھا۔ اِنْ شرطیہ کی وجہ سے مضارع مجزوم ہوکر یَشَاْءْ ہوگیا۔ اجتماع ساکنین کی وجہ سے ء گرگیا الف ساکن کو مابعد متحرک سے وصل کے لئے کسرہ دیا گیا۔ مَشِیْئَۃٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ چاہتا ہے۔ وہ چاہے:
= يَخْتِمْ۔ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب وہ مہر لگاتا ہے وہ مہر لگادے۔ اگر خدا چاہتا تو تیرے دل پر مہر لگادیتا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ جاہل کفار جو کہتے ہیں کہ قرآن تو نے گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام لگادیا ہے ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مہر لگادیتا پھر تجھے کچھ یاد نہ رہتا جیسے کہ ارشاد باری ہے وَلَوۡ تَقَوَّلَ عَلَیۡنَا بَعۡضَ الۡاَقَاوِیۡلِ ۙ لَاَخَذۡنَا مِنۡہُ بِالۡیَمِیۡنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعۡنَا مِنۡہُ الۡوَتِیۡنَ ۫ (۶۹: ۴۴: ۴۶) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے پھر ان کی رگ گردن کی کاٹ ڈالتے (ابن کثیر)

== وَ یَمۡحُ اللّٰہُ الۡبَاطِلَ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے جملہ سابقہ کا معطوف نہیں ہے! مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے مَحۡوٌ (باب نصر) سے مصدر۔ اخیر میں واؤ کا کتابت میں نہ آنا یہ صرف امام کے رسم الخط کی موافقت کی وجہ سے ہے؛ جیسے سَنَدۡعُ الزَّبَانِیَۃَ (۹۶: ۱۸) ہم بھی اپنے موکلان دوزخ کو بلائیں گے۔ یا یَدۡعُ الۡاِنۡسَانُ بِالشَّرِّ (۱۷: ۱۱) اور انسان برائی کی دعا بھی (اسی تقاضہ سے) کرتا ہے۔ میں واؤ نہیں ہے۔

== وَ یُحِقُّ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اللہ تعالیٰ حق کو واضح اور بین کر دیتا ہے اپنے کلمات سے، یعنی دلائل بیان فرما کر یا حجت پیش کر کے۔

== ذَاتِ الصُّدُوۡرِ؛ مضاف مضاف الیہ سینوں کی۔ ذات مؤنث ہے ذُوۡ کی بمعنی والی۔ صاحب۔ صُدُوۡرٌ جمع ہے صَدۡرٌ کی سینہ۔

== عَلِیۡمٌ: بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلۡمٌ سے فَعِیۡلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے:

۴۲: ۲۵ == یَعۡفُوۡا عَنۡ۔ مضارع واحد مذکر غائب عَفۡوٌ (باب نصر) مصدر وہ معاف کرتا ہے، وہ بخش دیتا ہے۔

== السَّیِّاٰتِ: سَیِّئَۃٌ کی جمع۔ برائی۔ گناہ، فعل بد۔ حَسَنَۃٌ کی ضد ہے سَیِّئَۃٌ اصل میں سَیۡوِءَۃٌ تھا۔ واؤ کو ی سے بدل کر ی کو ی میں مدغم کر دیا گیا۔

۴۲: ۲۶ == وَ یَسۡتَجِیۡبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِسۡتِجَابَۃٌ (استفعال) مصدر (جوب مادہ۔ وہ قبول کرتا ہے، وہ دعا قبول کرتا ہے۔ ای یستجیب دعاء الذین امنوا ...... اور وہ دعا قبول کرتا ہے ان کی جو ایمان لائے اور نیک کام کئے

== وَیَزِیۡدُہُمۡ: ای ویزید فی ثواب اعمالھم اور ان کے اعمال کے ثواب میں زیادتی کر دیتا ہے۔ یعنی ان کی عبادت کے لحاظ سے اجر کئی گنا دیتا ہے یا اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ:۔ ای اذا دعوہ استجاب دعاءھم واعطاھم

ما طلبوا و زادھم علیٰ مطلوبھم جب وہ دعا کرتے ہیں ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو طلب کرتے ہیں وہ اُن کو عطا کرتا ہے اور ان کے مطلوب سے بھی زیادہ دیتا ہے:

= عَذَابٌ شَدِیْدٌ: موصوف و صفت۔ شَدِیْدٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بروزن فَعِیْلٌ۔ سخت:

۴۲: ۲۷ = وَلَوْ بَسَطَ اللّٰہُ الرِّزْقَ لِعِبَادِہٖ۔ جملہ شرطیہ ہے لَوْ حرف شرط ہے بَسَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بَسْطٌ (باب نصر) مصدر اس نے کشادہ کیا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی روزی فراخ کردے۔

= لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ: جوابِ شرط۔ لام جواب شرط کا ہے، بَغَوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ بَغْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ اس نے بغاوت کی، اس نے سرکشی کی اس نے زیادتی کی۔ تو وہ زمین میں سرکشی کرنے لگیں گے۔

= یُنَزِّلُ: مضارع واحد مذکر غائب، تَنْزِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ نازل کرتا ہے وہ اتارتا ہے۔

= بِقَدَرٍ۔ اندازہ شدہ۔ مقدار۔ مقدار مقررہ۔ اللہ کا حکم جو وہ اپنے بندوں کے لئے مقدر کر چکا ہے۔ فعل بمعنی مفعولٌ:

= خَبِیْرٌ خَبْرٌ سے فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی خبردار۔ دانا اللہ تعالیٰ جل و علا شانہٗ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذاتِ باری تعالیٰ عزّ اسمہٗ ہی کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= بَصِیْرٌ: فعیل بمعنی فَاعِلٌ۔ دیکھنے والا۔ جاننے والا۔ یہ بھی اللہ رب العزت کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے:

۴۲: ۲۸ = یُنَزِّلُ ملاحظہ ہو آیت سابقہ۔

= اَلْغَیْثَ: بارش: غَاثَ یَغِیْثُ غَیْثٌ (باب ضرب) مصدر اجوف یائی ہے۔ یہ فعل متعدی ہے۔ کہا جاتا ہے غَاثَنِیْ: اس نے مجھ پر بارش کی، اس کے مشابہ لفظ غَوْثٌ ہے جو اجوف واوی ہے۔ غَوْثٌ سے اَغَاثَ یُغِیْثُ (باب افعال) ماضی و مضارع آتا ہے: باب استفعال میں پہنچ کر دونوں کی شکل ظاہری ایک ہو جاتی ہے یعنی اِسْتَغَاثَ یَسْتَغِیْثُ مدد طلب کرنا۔ یا بارش طلب کرنا۔ قرآن مجید کی آیت وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُھْلِ (۱۸: ۲۹) میں دونوں

معنیٰ کا احتمال ہے یعنی جب دوزخی مدد طلب کریں یا پانی مانگیں گے تو پگھلے ہوئے تانبے کا پانی ان کو دیا جائے گا۔ یا پگھلے ہوئے تانبے کا پانی دے کر ان کی فریاد رسی کی جائے گی۔
یُغَاثُوْا فعل مجہول جمع مذکر غائب میں دونوں معنی ہو سکتے ہیں۔ مدد طلب کرنے کی صورت میں یہ اَغَاثَ (باب افعال) سے ہوگا اور دوسری صورت میں غَاثَ یَغِیْثُ (ضرب) سے۔
= قَنَطُوْا ماضی جمع مذکر غائب قُنُوْطٌ اگرچہ جملہ ابواب اس سے مستعمل ہیں لیکن اعلیٰ یہی ہے کہ اس کو باب ضَرَبَ سے قرار دیا جائے کیونکہ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا (آیت ہذا) میں ماضی فتح عین سے اور مَنْ یَقْنِطُ (۱۵: ۵۶) زیر سے ہے یا زبر سے (لیکن عام نسخہ جات میں یہ عین کلمہ کے زبر سے ہے اس صورت میں ماضی اور مضارع کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ باب فتح سے ہوگا)
قَنَطُوْا وہ ناامید ہو گئے۔
= یَنْشُرُ: مضارع واحد مذکر غائب نَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پھیلاتا ہے۔ پھیلائے گا۔
= اَلْوَلِیُّ وِلَایَۃٌ (باب ضرب) سے مصدر فَعِیْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے کارساز، دوست۔ مددگار۔
= اَلْحَمِیْدُ ستودہ، صفات کیا گیا۔ سراہا ہوا۔ حَمْدٌ باب سمع مصدر سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مَفْعُوْلٌ یعنی مَحْمُوْدٌ ہے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے کیونکہ وہی حقیقی طور پر مستحق حمد ہے۔
۴۲: ۲۹ = وَمَا بَثَّ فِیْهِمَا۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف السَّمٰوٰت پر ہے مَا موصولہ ہے بَثَّ ماضی واحد مذکر غائب بَثٌّ باب نصر و ضرب، مصدر اس نے بکھیر دیا۔ اس نے پھیلا دیا۔
اصل میں بثّ کے معنی کسی چیز کے پراگندہ کرنے اور ابھارنے کے ہیں۔ اسی لئے ہوا سے خاک اڑنے، غم سے بےقرار ہو جانے اور راز کے افشا کرنے کے لئے بَثَّ کا استعمال ہوتا ہے۔
= دَابَّۃٍ۔ جانور، چلنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ رینگنے والا۔ دَبٌّ و دَبِیْبٌ (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ مذکر و مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ اس کی جمع

دَوَابٌّ ہے اگرچہ عرف میں یہ لفظ گھوڑے کے لئے مخصوص ہے مگر سب جانوروں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو لفظ دابۃ آیا ہے تو اس میں ہر ایک حیوان داخل ہے مثلاً وَبَثَّ فِيهِمَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ (۲: ۱۶۴) اور اس نے زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلائے ہیں۔

= فِيهِمَا میں هِمَا ضمیر تثنیہ مذکر ومؤنث غائب السموٰت والارض کے لئے آیا ہے۔

= اِذَا يَشَآءُ میں اِذَا متعلق اجمعہم ہے یعنی وہ جب بھی ان کو جمع کرنا چاہے

= قَدِيْرٌ قُدْرَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قدرت والا ہے۔ زبردست خداوند تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے:

۴۲: ۳۰ = وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ:

مَا اسم موصول مبتدا۔ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ اس کا صلہ:

جب مبتدا اسم موصول ہو اور اس صلہ جملہ فعلیہ ہو تو اس کی خبر پر اکثر فَ لاتے ہیں کیونکہ اس (ما) کے اندر شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی وجہ سے یہاں خبر پر فَ استعمال ہوا ہے۔

اَصَابَكُمْ۔ اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ تم کو پہنچے، تم کو پہنچا۔ تم کو پیش آیا۔

مِّنْ مُّصِيْبَةٍ جار مجرور۔ کوئی مصیبت۔

بِمَا میں بِ سببیہ ہے اور مَا موصولہ ہے۔ بہ سبب (اس گناہ کے) جو تمہارے ہاتھوں نے کیا۔

كَسَبَتْ: ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ كَسْبٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی گناہ اٹھانا کمانا۔ حاصل کرنا۔ اَيْدِيْكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ہاتھ:

= وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ يَعْفُوْا مضارع واحد مذکر غائب۔ عَفْوٌ (باب نصر) مصدر وہ معاف کر دیتا ہے۔

كَثِيْرٍ۔ ای کثیر من الذُّنُوْبِ۔ اکثر گناہ۔

۴۲: ۳۱ = وَمَآ اَنْتُمْ واؤ عاطفہ۔ مَا نافیہ ہے۔

= مُعْجِزِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِعْجَازٌ (افعال) مصدر۔ عاجز بنانے

والے۔ ہرانے والے۔ عجز مادہ :

== مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ اللہ کے سوا۔ اللہ کے درے۔

== وَلِیّ۔ کا معنی ہے متولیا لشیئ من امورکم بالاستقلال یحمیکم من المصائب یعنی وہ ذات جو تمہارے کسی کام کی متولی ہو اور تمہیں مصیبتوں سے بچائے اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۴۲: ۳۲ == اَلْجَوَارِ۔ جَارِیَۃٌ کی جمع اصل میں جَارِیَۃٌ کی جمع جَوَارِیْ یاء کو لبطور زائد حذف کیا گیا ہے۔ کشتیاں۔ جہاز۔ جَارِیَۃٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جریٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ چلنے والی۔ جاری۔ بہنے والی۔ چونکہ کشتی پانی کی سطح پر چلتی ہے۔ اس لئے جَارِیَۃٌ کہلاتی ہے۔

== کَالْاَعْلَامِ، عَلَمٌ کی جمع۔ پہاڑ۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو کہتے ہیں جس کے ذریعہ سے کسی شے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشان راہ کے پتھر۔ اور فوج کا عَلَم اس اعتبار سے پہاڑ کا نام بھی علم ہو گیا۔

ایک آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عَلَمٌ کہا گیا ہے وَاِنَّہٗ لَعَلَمٌ لِلسَّاعَۃِ (۴۳: ۶۱) بے شک وہ (یعنی حضرت عیسیٰ) قیامت کی نشانی ہیں۔

۴۲: ۳۳ == اِنْ یَّشَاْ، اِنْ شرطیہ۔ یَشَاْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) واحد مذکر غائب مَشِیَّۃٌ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ چاہے۔

== یُسْکِنْ مضارع مجزوم بوجہ شرط: واحد مذکر غائب کا صیغہ ن مکسور بالوصل اِسْکَانٌ (افعال) مصدر وہ روک دے :

== الرِّیْحَ۔ ہوا۔ اسم مفعول۔ رِیْحٌ کی جمع رِیَاحٌ ہے قرآن مجید میں جہاں ارسال ریح کا تذکرہ ہے اگر جمع ہے یعنی ریاح کا لفظ استعمال ہوا ہے تو وہاں عام طور پر رحمت کی ہوائیں مراد ہیں اور اگر واحد کا لفظ رِیْحٌ استعمال ہوا ہے تو وہاں عذاب کے معنی مراد ہیں۔

اِنْ یَّشَاْ یُسْکِنِ الرِّیْحَ جملہ شرطیہ ہے :

== فَیَظْلَلْنَ فَ جواب شرط کے لئے ہے یَظْلَلْنَ مضارع فعل ناقص جمع مؤنث غائب ظَلٌّ (باب سمع) مصدر وہ ہو جائیں۔ وہ ہو جائیں گی۔ ضمیر جمع مؤنث کا مرجع اَلْجَوَارِ ہے :

= رَوَاکِدَ ، ایستادہ : ٹھہری ہوئیں : تھمی ہوئیں۔ رَاکِدُ کی جمع ہے رُکُوْدٌ (باب نصر) مصدر معنی (ہوا۔ پانی۔ یا جہاز کا) رک جانا۔ اپنے مقام پر ٹھہر جانا۔ اپنی جگہ پر برقرار رہنا۔

= عَلٰی ظَهْرِهٖ میں ہ ضمیر کا مرجع البَحْر ہے۔
بس کشتیاں یا جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔

= فِیْ ذٰلِكَ: ذٰلِكَ کا اشارہ کشتیوں یا جہازوں کا پانی کی سطح پر ہواؤں کے چلنے سے رواں دواں رہنا۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہواؤں کو روک کر کشتیوں کو پانی پر ساقط کر دینا کی طرف ہے۔

= صَبَّارٍ صَبْرٌ سے بروزن فَعَّال مبالغہ کا صیغہ ہے بہت صبر کرنے والا بڑا تحمل کرنے والا۔

= شَكُوْرٍ شُكْرٌ سے فَعُوْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے مبالغہ کے اوزان میں سے ہے۔ بڑا شکر گذار، بڑا احسان ماننے والا۔
یہاں صبار و شکور مؤمن مخلص کی تعریف میں آئے ہیں۔

۴۲:۳۴ = اَوْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا ای اوانْ یَّشَاْ یُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا۔ اَوْ حرف عطف۔ یُوْبِقْ مضارع مجزوم (جواب شرط کی وجہ سے) واحد مذکر غائب۔ اِیْبَاقٌ (افعال) مصدر وَبْقٌ مادہ۔ وہ ہلاک کر دے وَبَقَ (باب ضرب) بمعنی ضعیف اور گراں ہو کر ہلاک ہونا۔ مَوْبِقٌ اسم ظرف مکان۔ ہلاک ہونے کی جگہ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَجَعَلْنَا بَیْنَهُمْ مَّوْبِقًا (۵۲:۱۸) اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنادیں گے۔
هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب کا مرجع الجوار ہے (اور اگر وہ چاہے تو ان کی کرتوتوں کے سبب انکو ہلاک کر دے۔
اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ پر ہے

= وَیَعْفُ عَنْ كَثِیْرٍ۔ یہ جملہ معترضہ ہے یا اس کا عطف سابق جملہ اِنْ یَّشَاْ یُسْكِنِ الرِّیْحَ پر ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ہوا کو روک دے کہ جہاز کھڑے رہ جائیں یا طوفان بھیج دے کہ جہاز تباہ ہو جائیں اور آدمی ڈوب جائیں۔ یا موافق ہوائیں چلاتا ہے اور کثیر لوگوں سے درگذر فرماتا ہے۔ (مظہری)
یَعْفُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ واحد مذکر غائب کا صیغہ نیز ملاحظہ ہو

۴۲: ۴۰ متذکرۃ الصدر۔

۴۲: ۳۵ == یَعْلَمَ۔ مضارع منصوب واحد مذکر غائب تعلیل محذوف پر عطف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ تقدیر کلام ہے لِیَنْتَقِمَ مِنْهُمْ وَیَعْلَمَ، اس کا فاعل اَلَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا ہے۔ یعنی اگر وہ چاہے تو ان کے کرتوتوں کے سبب ان سے انتقام لینے کے لئے ان کو ہلاک کردے اور وہ جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں جھگڑا کرتے ہیں جان لیں کہ......

== اَلَّذِیْنَ اسم موصول یُجَادِلُوْنَ فِیْ اٰیٰتِنَا اس کا صلہ۔ دونوں مل کر فاعل یَعْلَمَ فعل۔ مَا لَهُمْ مِنْ مَّحِیْصٍ مفعول۔

== یُجَادِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ وہ جھگڑا کرتے ہیں۔

== مَحِیْصٍ اسم ظرف مکان۔ پناہ لینے کی جگہ۔ لوٹنے کی جگہ۔

۴۲: ۳۶ == فَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ ف عاطفہ، مَا موصولہ متضمن بشرط فَمَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا میں ف جواب شرط کے لئے ہے جملہ اوّل شرط۔ جملہ ثانی جواب شرط۔ بس جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا (ناپائدار) سامان ہے۔

== وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی ؛ واؤ عاطفہ۔ مَا عِنْدَ اللّٰهِ ما موصولہ بمع صلہ۔ دونوں مل کر مبتدا۔ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی خبر۔ اور (آخرت میں) جو (ثواب) اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور سدا رہنے والا ہے۔

اَبْقٰی بَقَاءٌ (باب سمع) سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے، دیر تک رہنے والا جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہو تو اس کا معنی "سدا رہنے والا" ہوگا۔

== لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ خبر مبتدا محذوف، ای ذٰلِکَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ یہ ثواب اُن کے لئے ہے جو ایمان لائے۔

== وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ہ اس کا عطف اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

یَتَوَکَّلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب تَوَکُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ بھروسہ رکھتے ہیں۔ وہ توکل کرتے ہیں۔

۴۲: ۳۷ == وَالَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ : اس کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے یَجْتَنِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب؛

اِجْتِنَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر وہ پرہیز کرتے ہیں کَبٰئِرَ جمع کَبِیْرَۃٌ کی صفت مشبہ جمع مؤنث مضاف اَلْاِثْمِ (گناہ) مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول یَجْتَنِبُوْنَ کا۔ اَلْفَوَاحِشَ، فَاحِشَۃٌ کی جمع مفعول ثانی۔ اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں بےحیائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ اجتناب کرتے ہیں۔

فائدہ حدیث شریف میں مندرجہ ذیل گناہ کبیرہ بیان ہوئے ہیں۔

اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ کسی پر جادو کرنا۔ قتلِ ناجائز۔ سود خوری۔ یتیم کا مال کھانا۔ جہاد سے بھاگنا۔ پاکدامنوں پر تہمت لگانا۔ (متفق علیہ)

فواحش میں مندرجہ ذیل مندرج ہیں۔ زنا۔ لواطت، بےشرمی کی باتیں۔

= اِذَا مَا۔ جب۔ جب کبھی۔ شرطیہ ہے

= غَضِبُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب غَضَبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ غضبناک ہوتے ہیں۔ اِذَا مَا غَضِبُوْا جملہ شرط ہے یہ بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر معطوف ہے۔

= هُمْ یَغْفِرُوْنَ: جملہ جواب شرط ہے۔ هُمْ مبتدا۔ یَغْفِرُوْنَ خبر۔ اِذَا مَا ...... کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔

۴۲:۳۸ = وَالَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا۔ معطوف ہے اَلَّذِیْنَ پر۔ اِسْتَجَابُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب: اِسْتِجَابٌ (استفعال) مصدر۔ جوب مادہ۔ انہوں نے مانا انہوں نے قبول کیا۔ اور جو اپنے رب کا حکم مانتے ہیں۔

= وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ۔ اور نماز قائم کرتے ہیں۔ معطوف ہے الذین امنوا پر۔

= وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ: شُوْرٰی مشورہ کرنا۔ یہ باب مفاعلۃ سے مصدر ہے جیسے بُشْرٰی ذِکْرٰی۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر۔

اور ان کے سارے کام باہمی مشورے سے ہوتے ہیں۔

= وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ: معطوف علی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

مِمَّا۔ مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے مرکب ہے: اس میں سے جو (رزق ہم نے عطا کیا) یُنْفِقُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ وہ خرچ کرتے ہیں۔

۴۲:۳۹ = وَالَّذِیْنَ اِذَا ...... یَنْتَصِرُوْنَ۔ اس کا عطف بھی اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا پر ہے۔ اِذَا جب، ظرف زمان ہے۔ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے۔

== اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ۔ اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر وہ پہنچا۔ وہ آپڑا۔ اس نے پالیا۔ مُصِيْبَةٌ آپڑنے والی۔

اَلْبَغْيُ۔ سرکشی، ظلم۔ زیادتی۔ البغیُ (باب ضرب) سے مصدر۔

بَغْيٌ کے اصل معنی میانہ روی سے بڑھنے کی خواہش کرنے کے ہیں۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں ایک محمود: جیسے عدل کی بجائے احسان کرنا۔ اور فرائض کے علاوہ نوافل کا بھی پابند رہنا۔ دوسرے مذموم: جیسے حق سے تجاوز کرکے باطل کو اختیار کرنا شبہات میں پڑنا جیسے قرآن مجید میں اکثر مواقع پر بَغْيٌ کا استعمال مذموم معنی میں ہی ہوا ہے۔

بَغْيٌ (باب ضرب) بمعنی طلب کرنا۔ خواہش کرنا۔ بھی آتا ہے۔

== يَنْتَصِرُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِنْتِصَارٌ (اِفْتِعَالٌ)، مصدر وہ بدلہ لے لیتے ہیں۔ بدلہ لے سکتے ہیں (جرم کے مطابق) بدلہ لے لیتے ہیں

اِذَا شرطیہ ہونے کی صورت میں جملہ اِذَا اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ جملہ شرطیہ ہوگا اور جملہ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ مبتدا اور خبر مل کر جواب شرط۔ جملہ شرط و جواب شرط مل کر صلہ اپنے موصول الَّذِيْنَ کا۔

۴۲: ۴۰ == وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا: سَيِّئَةٌ برائی، برا کام، گناہ اس کی جمع سَيِّئَاتٌ ہے، س و ء مادہ، واؤ عاطفہ ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ مضاف مضاف الیہ، دونوں مل کر مبتدا۔ مِثْلُهَا مضاف مضاف الیہ مل کر سَيِّئَةٌ کی صفت موصوف و صفت مل کر خبر اپنے مبتدا کی۔ (مِثْلُهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع سَيِّئَةٌ ہے، اور برائی کا بدلہ برائی ہے (اسی طرح کی، اسی قدر) مقاتل نے کہا ہے کہ: جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سے مراد قتل اور زخمی کرنے کا بدلہ۔ مجاہد اور سدی کے نزدیک گالی گلوچ یا برے الفاظ کا بدلہ مراد ہے۔ لیکن ساتھ ہی فرمادیا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ لیکن جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

== عَفَا۔ ماضی واحد مذکر غائب عَفْوٌ (باب نصر) مصدر اس نے معاف کیا۔

== اَصْلَحَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر اس نے صلح کرلی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہوگیا۔ اس نے اصلاح کی۔ اس نے صلح کرا دی۔

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ مَنْ شرطیہ جملہ شرط۔ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ جواب شرط۔ مَنْ موصولہ متضمن لمعنی الشرط بھی ہوسکتا ہے۔

۴۲:۴۱ = وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ
واؤ عاطفہ لَمَنْ شرطیہ اور جملہ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ شرط۔ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ جواب شرط۔

اِنْتَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْتِصَارٌ افْتِعَالٌ) مصدر۔ اس نے مدد طلب کی۔ اِنْتِصَارٌ کے معنی مدد طلب کرنے کے ہیں ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینے کے ہیں باب استفعال سے بھی مدد مانگنا کے معنی آتے ہیں مثلاً وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ (۸:۷۲) اور اگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم۔

سَبِیْلٌ: راستہ۔ راہ۔ سبیل اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو۔ پھر سبیل کا لفظ ہر اس چیز پر بولا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز تک رسائی کا ذریعہ ہو عام اس سے کہ وہ چیز خیر ہو یا شر۔ قرآن مجید میں ہے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ (۱۶:۱۲۵) اے پیغمبر لوگوں کو اپنے رب کے راستے کی طرف (یعنی راہ حق کی طرف) حکمت و دانش سے بلاؤ۔
سبیل اللہ سے مراد جہاد، حج، طلب علم اور وہ امور خیر جن کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

محاورہ ہے لَیْسَ عَلَیَّ فِیْ ہٰذَا سَبِیْلٌ اس بارہ میں مجھ پر کوئی مواخذہ نہیں ہے یا لَیْسَ لَکَ عَلَیَّ مِنْ سَبِیْلٍ تمہیں میرے سے مواخذہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

اور جس نے اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لے لیا۔ پس یہ لوگ ہیں ان پر کوئی ملامت نہیں (ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہے) مَا نافیہ ہے۔

۴۲:۴۲ = اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ: بے شک الزام یا مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جو........

= یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔ یَبْغُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ بَغْیٌ (باب ضرب) مصدر وہ زیادتی کرتے ہیں، سرکشی یا ظلم کرتے ہیں اور جگہ قرآن مجید میں چاہنا، خواہش کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ (۹:۴۷) تم میں فتنہ ڈالنے کی خواہش ہے۔

نیز ملاحظہ ہو ۴۲:۳۹ متذکرۃ الصدر۔

۴۲:۴۳ = وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ، مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اِنَّ ذٰلِکَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ جواب شرط ہے۔

غَفَرَ ماضی واحد مذکر غائب غُفْرَانٌ (باب ضرب) مصدر اس نے بخشا۔ اس نے معاف کیا
= ذٰلِكَ : ای الصبر والغفران صبر کرنا اور معاف کردینا۔
= مِنْ تبعیضیہ ہے
= عَزْمِ الْاُمُوْرِ، مضاف مضاف الیہ۔ اَلْعَزْمُ والعَزِیْمَۃُ کسی کام کو قطعی اور حتمی طور پر کرنے کا ارادہ کرنا۔ عَزَمْتُ الْاَمْرَ میں نے اس کام کو قطعی طور پر کرنے کا ارادہ کرلیا میں نے اس کام کو کر گذرنے پر دل کو پکا کرلیا۔ یہ عَزَمَ یَعْزِمُ کا مصدر ہے اور اسی کا فعل باب ضرب سے آتا ہے یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے۔ یعنی عَزْم بمعنی مَعْزُوْم ہے اور اس سے مراد ہے وہ عمل جس کو اس کی خوبی بڑائی اور عزت کی بنا پر ہر ایک کو کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا چاہیے،
مطلب یہ کہ ظلم پر صبر کرنا اور ظالم کو معاف کردینا ان امور میں سے ہے جن کے کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا چاہیئے۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں کہ صبر اور مغفرت ان امور میں سے ہے جنہیں بندہ کو اپنے نفس کے اوپر واجب کرنا چاہیے کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود اور پسندیدہ ہیں
(ضیاء القرآن)

۴۲: ۴۴ = فَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ فَمَالَهٗ ..... مِنْۢ بَعْدِهٖ جواب شرط۔ یُضْلِلْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر (جس کو) وہ گمراہ کردے۔
= فَمَالَهٗ، فَ جواب شرط کے لئے ہے مَا نافیہ ہے لَهٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جسے اللہ نے گمراہ کردیا ہو۔ اور مِنْۢ بَعْدِهٖ میں ہٗ کا مرجع اللہ ہے۔
= تَرٰی۔ مضارع واحد مذکر حاضر، رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر تو دیکھتا ہے یا تو دیکھے گا مہموز العین و ناقص یائی ہے۔ ر ء ی مادہ ہے
= لَمَّا۔ جب (کلمہ ظرف)
= رَاَوُا الْعَذَابَ، رَاَوْا اصل میں رَاَوْ تھا واؤ ساکن کو لام سے وصل کے لئے ضمہ دیا گیا۔ رَاَوْا رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے اصل میں رَاَیُوْا تھا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس ی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کردیا گیا۔ رَاَوْا ہوگیا۔ انہوں نے دیکھا۔
یہاں اس آیت میں بمعنی مستقبل آیا ہے یعنی وہ دیکھیں گے چونکہ آئندہ قیامت کے دن عذاب کو

دیکھنا یقینی ہے اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔ اَلْعَذَابَ فعل رَاَوْا کا مفعول ہے۔

= مَرَدٍّ۔ رَدٌّ سے مصدر میمی۔ پھرنا۔ لوٹنا۔ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ۔ کیا (دنیا کی طرف) لوٹ جانے کی کوئی راہ ہے؟ ۔ یعنی دنیا کی طرف لوٹ جانے کی درخواست کریں گے:

تَرَى فعل الظّٰلِمِيْنَ مفعول بہ يَقُوْلُوْنَ هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ جملہ حالیہ الظّٰلِمِيْنَ سے حال۔ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ شرط يَقُوْلُوْنَ ...... مِنْ سَبِيْلٍ جواب شرط

۴۲ : ۴۵ = تَرٰىهُمْ۔ تَرٰى مضارع واحد مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب تو ان کو دیکھے گا۔

= يُعْرَضُوْنَ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ عَرْضٌ (باب ضرب) ان کو پیش کیا جائیگا عَلَيْهَا میں هَا ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّار ہے (آگ، دوزخ) جس پر لفظ العذاب دلالت کرتا ہے۔

= خٰشِعِيْنَ: خَشُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ڈرنے والے عاجزی کرنے والے۔ فروتنی کرنے والے:

= مِنَ الذُّلِّ۔ مِنْ بمعنی بِ سببیہ ہے الذُّلِّ۔ ذَلَّ يَذِلُّ (باب ضرب) سے مصدر ہے ذلّت، عاجزی، تواضع، دوسرے کے دباؤ اور قہر کی بنا پر جو ذلت ہو اس کو ذُلّ (بضمہ دال) کہتے ہیں۔ اور بغیر کسی کے قہر اور دباؤ کے خود اپنی سرکشی اور سخت گیری کے بعد جو ذلّت حاصل ہو وہ ذِلّ (بکسرہ ذال) کہلاتی ہے۔ ذ ل ل مادہ۔

مِنَ الذُّلِّ۔ ذلت کی وجہ سے عاجز و درماندہ و خوف زدہ۔

= يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ۔ نیچی دزدیدہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے۔ طَرْفٍ خَفِيٍّ، موصوف و صفت، طرف کے معنی ہیں۔ نظر، نگاہ۔ طرف العین کہتے ہیں آنکھ کی پلک اور طرف کے معنی ہیں پلک جھپکنے کے۔ پلک جھپکنے کو لازم ہے نگاہ۔ اس لئے خود نگاہ اور نظر کے لئے بھی طرف کا استعمال ہوتا ہے۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ (۵۵:۵۶) نیچی نگاہ والیاں۔

خَفِيٍّ صفت مشبہ کا صیغہ ہے خَفَاءٌ (باب سمع) مصدر۔ پوشیدہ، چھپی ہوئی۔ یعنی چوری کی نظر سے دیکھیں گے، جیسے وہ شخص جو رسیوں سے بندھا ہوا ہو خوف زدہ ہو کر عاجزی کے ساتھ چوری کی نظر سے جلاد کی تلوار کو دیکھتا ہے۔

يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا۔ خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ۔ اور يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ

تینوں جملے حال ہیں ھُمْ ضمیر مفعول سے ۔
= خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ : (جنہوں نے) اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو گھاٹے میں ڈالا۔
= يَوْمَ الْقِيٰمَةِ : مضاف مضاف الیہ، مفعول فیہ ۔ قیامت کے روز ۔
= اَلَآ ۔ خبردار ہو جاؤ ، جان لو، سن لو۔
= عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۔ موصوف وصفت : ہمیشہ کا عذاب ، قائم رہنے والا ۔
۴۲:۴۶ = وَمَا كَانَ : میں مَا نافیہ ہے ، وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۔ ای وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ
اللہ کے درے ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ ان کی مدد کر سکے :
يَنْصُرُوْنَهُمْ ، يَنْصُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب نَصْرٌ (باب نصر) مصدر (کہ) وہ مدد کر سکیں ۔ یا مدد کریں ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔
= وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ ۔ جملہ شرط ۔ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ جواب شرط :
يُضْلِلُ مضارع مجزوم (بوجہ عمل مَنْ شرطیہ) واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (افعال) مصدر اور جس کو اللہ گمراہ کردے (یہ اضلال ان لوگوں کے عدم تلاش حق کی پاداش میں ہوگا اور یہ اضلال کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف ہمیشہ تکوینی حیثیت سے بطور مسبب الاسباب کے ہوگی از تفسیر ماجدی)
فَمَا میں فَ جواب شرط کے لئے ہے مَا نافیہ ہے فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ : ای فمالہ من طریق الی ھدایتہ فی الدنیا والی الجنۃ یوم القیامۃ ۔ اس کے لئے دنیا میں ہدایت کا کوئی راستہ اور آخرت میں جنت تک رسائی کا کوئی راستہ نہ ہوگا ۔
۴۲:۴۷ = اِسْتَجِيْبُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر غائب استجابۃ (استفعال) مصدر ۔ تم حکم مانو، بعض نے کہا ہے اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ : ای اجیبوا داعی اللّٰہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔
= مِنْ قَبْلِ اَنْ : اَنْ مصدریہ ہے : يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۔ ای یاتی يَوْمٌ مِّنَ اللّٰهِ لَا مَرَدَّ لَهٗ (پیشتر اس کے کہ) آجائے اللہ کی طرف سے وہ دن جو ٹلنے والا نہیں ہے
يَوْمٌ سے مراد ۔ یوم الموت یا یوم القیامۃ ہے ۔
لَا مَرَدَّ لَهٗ ۔ مَرَدٌّ ۔ رَدٌّ سے مصدر میمی ہے پھیرنا ۔ لوٹنا ۔ کہ اس کے لئے ہٹ جانا ٹل جانا ۔ یا لوٹ جانا ممکن نہیں ہے ؛

اگر مِنَ اللهِ کا تعلق لَا مَرَدَّ سے ہے تو مطلب ہوگا۔ کہ اللہ جب اس روز کے آنے کا حکم دے چکے گا۔ تو پھر اس حکم کو واپس نہیں لے گا۔

= مَلْجَاٍ۔ اسم ظرف مکان، پناہ کی جگہ۔ لَجَأٌ (باب فتح سمع) سے مصدر۔ پناہ پکڑنا اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ (۹: ۱۱۸) اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی بجز اسی کے ہاں سے :

= يَوْمَئِذٍ۔ اس روز۔

= وَمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ۔ نَكِيْرٌ مصدر ہے بمعنی اِنْكَارٌ (افعال)۔ باب افعال سے نَكِيْرٌ (بروزن فعیل) مصدر غیر قیاسی ہے۔ اس جگہ نفی انکار سے مراد ہے ایسے انکار کی نفی جو نجات دے سکے۔ (کرخی) یا نکیر سے مراد ہے مدد گار (مجاہد) یا نکیر بمعنی منکر ہے: یعنی قیامت کے دن عذاب کا انکار کرنے والا کوئی نہ ہوگا (کلبی)

تم نے جو کچھ کیا ہے تم اس کا انکار نہ کر سکو گے کیونکہ اعمال ناموں میں اس کا اندراج ہوگا اور تمہاری زبان اور تمہارے ہاتھ پاؤں وغیرہ بھی تمہارے اعمال کی شہادت دیں گے۔

۴۲: ۴۸ = فَاِنْ اَعْرَضُوْا جملہ شرط ہے۔ فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔ جواب شرط اَعْرَضُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ منہ پھیر لینا۔ اور اگر وہ لوگ (یہ سن کر) پھر بھی منہ پھیر لیں۔

= حَفِيْظًا۔ نگہبان۔ حفاظت کرنے والا۔ منصوب بوجہ تمیز۔

= اِنْ عَلَيْكَ میں اِنْ نافیہ ہے۔ اِلَّا حرف استثناء۔

= اَلْبَلٰغُ: مصدر ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں بمعنی تبلیغ آتا ہے۔ اَلْبَلَاغُ وَالْبُلُوْغُ (باب نصر) کے معنی مقصد اور منتہٰی کے آخری حد تک پہنچنے کے ہیں۔ عام اس سے کہ وہ مقصد کوئی مقام ہو یا زمانہ یا اندازہ کئے ہوئے امور میں سے کوئی امر ہو۔ مگر کبھی محض قریب تک پہنچ جانے کے لئے بھی بولا جاتا ہے گو انتہا تک نہ بھی پہنچا ہو۔

انتہا تک پہنچنے کے معنی میں فرمایا:۔

حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً (۴۶: ۱۵) یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے۔

اور اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ (۶۸: ۳۹) یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو ...... چلی جائیں گی۔ یہاں بَالِغَةٌ سے مراد انتہائی مؤکد قسمیں ہیں۔

بَلَاغٌ بمعنی پیغام جیسے ھٰذَا بَلَاغٌ لِّلنَّاسِ (۱۴:۵۲) یہ (قرآن) لوگوں کے نام (خدا کا) پیغام ہے۔

اور بَلَاغٌ کے معنی کافی ہونا بھی ہیں جیسے اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ (۲۱:۱۰۶) عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں (خدا کے حکموں کی) پوری تبلیغ ہے۔

= وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً جملہ شرط فَرِحَ بِھَا جواب شرط۔

اِذَا شرطیہ: اَذَقْنَا ماضی جمع متکلم اِذَاقَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے چکھایا۔ ذوق مادہ رَحْمَةً مفعول فعل اَذَقْنَا کا۔ فَرِحَ ماضی واحد مذکر غائب، وہ خوش ہوا۔ یا خوش ہو جاتا ہے بِھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع رَحْمَةً ہے رحمۃ سے مراد دنیاوی نعمتیں ہیں مثلاً دولت، صحت وغیرہ؛

= وَاِنْ تُصِبْھُمْ سَیِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ شرط۔ ینسی النعمۃ راسًا ویذکر البلیۃ ویستعظمھا (جواب شرط محذوف) فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ۔ علت جزار

اِنْ شرطیہ تُصِبْھُمْ مضارع مجزوم بوجہ شرط واحد مؤنث غائب ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے (الانسان سے مراد جنس انسان ہے لہٰذا یہاں ھُمْ جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے) اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ان کو پہنچے یا پہنچتی ہے۔ سَیِّئَةٌ تکلیف، مصیبت از قسم قحط، بیماری، تنگی، مفلسی، وغیرہ۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے مَا موصولہ قَدَّمَتْ اَیْدِیْھِمْ اس کا صلہ۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ كَفُوْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے سخت ناشکرا۔ الکفر سے؛

فَرِحَ اور كَفُوْرٌ لفظًا واحد کے صیغے ہیں اور معنًی جمع آئے ہیں۔

مطلب یہ کہ جب انسان کو اللہ کی طرف سے رحمت عطا ہوتی ہے تو اترا جاتا ہے لیکن جب کوئی دکھ آتا ہے جو اس کی اپنی کرتوتوں کا نتیجہ ہوتا ہے رحمت اور عنایت کو سرے سے بھول جاتا ہے اور سب کا انکار کرنے لگتا ہے مصیبت کا بار بار ذکر کرتا ہے اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے اور غور نہیں کرتا کہ اس کا سبب کیا ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں:۔

اِذَا (جب) عربی زبان میں اس وقت استعمال ہوتا ہے جب کوئی بات ثابت شدہ اور محقق ہو۔ نعمت عطا فرمانا اور اس کا مزہ چکھانا اللہ تعالیٰ کی رحمت ذاتیہ کا اقتضا اور اس کا معمول ہے

کسی شک کی اس میں گنجائش ہی نہیں ہے اس لئے اَذَقْنَا کے ساتھ لفظ اذا استعمال کیا لیکن مصیبت کا آنا تقاضا ئے رحمت نہیں نہ اللہ کا یہ دستور ہی ہے کہ (بے وجہ بلا جرم کے) مصیبت میں مبتلا کر دے۔ اس لئے تُصِبْھُمْ کے ساتھ لفظ اِنْ (اگر۔ جو شک کے لئے آتا ہے) استعمال کیا۔

۴۲: ۴۹ — یَھَبُ: مضارع واحد مذکر غائب ھِبَۃٌ (باب فتح) مصدر وہ بخشتا ہے وہ دیتا ہے۔ وھب مادہ، اَلْوَھَّابُ بہت عطا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔

— یَشَآءُ مضارع واحد مذکر غائب مَشِیَّۃٌ (باب فتح) جس کو وہ چاہتا ہے:

— اِنَاثًا۔ اُنْثیٰ کی جمع عورتیں یہاں مراد بیٹیاں۔ ا ن ث مادہ

— الذُّکُوْرَ۔ ذَکَرٌ کی جمع۔ مرد، یہاں مراد بیٹے۔ اصل میں اُنْثیٰ وَذَکَرٌ عورت اور مرد کی شرمگاہوں کو کہتے ہیں۔ پھر اس معنی کے لحاظ سے (مجازاً) یہ دونوں نر اور مادہ پر بولے جاتے ہیں دونوں مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔

۴۲: ۵۰ — اَوْ یُزَوِّجُھُمْ۔ یُزَوِّجُ مضارع واحد مذکر غائب تَزْوِیْجٌ (تفعیل) مصدر زَوْجٌ جوڑا۔ یُزَوِّجُ وہ جوڑا بناتا ہے، باہم ساتھی بناتا ہے (ان کو جمع کر دیتا ہے (مولانا اشرف علی) ان یجمع بینھما۔ دونوں کو جمع کر دیتا ہے یعنی بیٹے بھی دیتا ہے اور بیٹیاں بھی دیتا ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع بیٹے اور بیٹیاں ہیں (یعنی بیٹے اور بیٹیاں جو وہ عطا کرتا ہے)

— ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا۔ ذُکْرَانٌ ذکر کی جمع۔ مرد، بیٹے۔ اور اِنَاثٌ اُنْثیٰ کی جمع، عورتیں، بیٹیاں۔ دونوں ھُمْ ضمیر سے حال ہیں۔

— یَجْعَلُ: مضارع واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ کرتا ہے۔ کر دیتا ہے

— عَقِیْمًا۔ منصوب بوجہ یجعل کا مفعول ہونے کے۔ یا یہ یَخْلُقُ سے بدل ہے، عَقِیْمٌ بانجھ اس لفظ کا استعمال مذکر اور مؤنث سب کے لئے ہوتا ہے یعنی مرد جس کے اولاد نہ ہوتی ہو اور عورت جو بانجھ ہو۔ مرد کے لئے آئیگا تو اس کی جمع عُقَمَاءُ ہو گی۔ اور اگر عورت کے لئے آئے گا تو اس کی جمع عِقَامٌ ہو گی۔ عَقْمٌ اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو اثر قبول کرنے سے مانع ہو چنانچہ محاورہ ہے کہ:۔ عَقِمَتْ مَفَاصِلُہٗ اس کے جوڑ خشک ہو گئے اور عَقِمَتِ الرَّحِمُ بچہ دانی خشک ہو گئی۔ عورتوں میں عقیم اس کو بولتے ہیں جو مرد کے نطفہ کو قبول نہ کرے۔

عقیم بے خیر کو بھی کہتے ہیں قرآن مجید میں ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ (۵۱: ۴۱) تب ہم نے ان پر خیر سے خالی ہوا بھیجی۔

عَلِیْمٌ، عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن مبالغہ کا صیغہ ہے بڑا اناخوب جاننے والا۔ اللہ تعالیٰ

کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔

= قَدِیْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ قدرت والا۔ زبردست، خدا تعالیٰ کا اسم صفت قَدِیْرٌ اس ذات کو کہتے ہیں جو جو چاہے کرے اور جو کچھ کرے اس طرح کرے کہ تقاضائے حکمت کے بالمقابل مطابق ہو۔ اس سے ذرا اِدھر اُدھر نہ ہو اس لئے اس لفظ کا اطلاق بجز اللہ تعالیٰ کے کسی اور ذات پر جائز نہیں۔ (راغب)

۴۲ : ۵۱ = وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ۔ اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ (ضیاء القرآن) اور کسی بشر کا مقدور نہیں (حقانی) اور یہ کسی بشر کا مرتبہ نہیں (تفسیر ماجدی)

= اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا: اَنْ مصدریہ۔ يُكَلِّمَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ کہ کلام کرے وہ۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع لبشر ہے اور یہ کسی بشر کا یہ مرتبہ نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے۔

اِلَّا۔ حرف استثناء۔ جس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں:

(۱) وَحْيًا۔ یعنی بطریق وحی۔ یعنی عام قدرتی ذرائع ابلاغ کے واسطہ کے بغیر دل میں کوئی بات ڈال دی جائے۔

اس کی بھی دو صورتیں ہیں:۔

(ا) بحالت بیداری جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں حضرت موسیٰ کو دریا میں ڈال دینے کے متعلق الہام ہوا تھا۔

اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ۝ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِى التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِى الْيَمِّ (۲۰ : ۳۸ : ۳۹) جب کہ ہم نے تمہاری ماں کو وہ بات الہام کی جو الہام کئے جانے ہی کے قابل تھی (یعنی) یہ کہ (موسیٰ کو) ایک صندوق میں رکھ کر پھر اُسے دریا میں ڈال دو۔

(ب) بحالتِ خواب: جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بحالت منام القا فی القلب ہوا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّىْٓ اَرٰى فِى الْمَنَامِ اَنِّىْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ (۳۷ : ۱۰۲) کہا (ابراہیم نے) کہ اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں (سو تم بھی سوچ لو کہ) تمہاری کیا رائے ہے؟

(۲) اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ یا کسی پردے کے پیچھے سے: وَرَآئِ اصل میں مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ۔ حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ علاوہ۔ سوا ہونا

فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔
حجاب : پردہ۔ اوٹ۔ ملنے سے روکنا۔ مصدر ہے۔ یہاں پردہ سے مراد وہ پردہ ہے جو رؤیت سے مانع ہو۔
مثال اس کی حضرت موسیٰ کا خدا سے کلام ہے۔ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْۤ اَنْظُرْ اِلَيْكَ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ (۷:۱۴۳) اور جب (حضرت) موسیٰ ہمارے وقتِ (موعود) پر آگئے اور ان سے ان کا پروردگار ہمکلام ہوا۔ موسیٰ بولے اے پروردگار مجھے اپنے کو دکھلا دیجئے (کہ) میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں (اللہ نے) فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔
(۳) اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ یا کسی قاصد (فرشتہ) کو بھیج دے۔ سو وہ وحی پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو وہ (یعنی اللہ) چاہتا ہے۔
وَمَا كَانَ واؤ عاطفہ۔ مَا نافیہ، كَانَ فعل ناقص۔ لِبَشَرٍ، خبر کان۔ اَنْ مصدریہ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ جملہ بتاویل مصدر اسم كَانَ۔ کسی انسان کا یہ مقام نہیں کہ اللہ اس سے روبرو بالمشافہ کلام کرے۔
= اِلَّا وَحْيًا۔ استثناء منقطع۔ ای اِلَّا اَنْ يُّوْحِىَ اِلَيْهِ وَحْيًا۔ مگر یہ کہ اس پر وحی نازل کی جائے
(۲) اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ ای ان یکلمہ اللّٰہُ من وَّرَآئِ حِجَابٍ، یا یہ کہ پردہ کے پیچھے سے اللہ اس سے کلام کرے۔
(۳) اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ ای اَوْ اَنْ يُّرْسِلَ رَسُوْلًا۔ یا یہ کہ وہ (خدا) بھیجے (اس کی طرف اپنا کوئی) پیغمبر (فرشتہ)
فَيُوْحِىَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ۔ فَ ترتیب کا ہے۔ يُوْحِىَ مضارع واحد مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع رسول (فرشتہ) ہے بِاِذْنِهٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اور يَشَآءُ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔
مَا موصولہ ہے اور يَشَآءُ اس کا صلہ۔ اور وہ (فرشتہ) اس (اللہ کے) حکم سے اس کی منشاء کے مطابق وحی کرتا ہے۔
= عَلِىٌّ۔ بلند مرتبہ۔ سب سے اوپر۔ عالی شان، برتر۔ عَلَاءٌ سے بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ عَلِىٌّ کے معنی ہیں رفیع القدر۔ بلند مرتبت۔ یہ عَلِىَ

سے ہے۔ اور جب یہ اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہو جیسے هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ تو اس کے معنی ہوں گے وہ ذات پاک جو اس سے کہیں برتر ہے کہ وصف بیان کرنے والوں کا وصف بلکہ عالموں کا علم بھی اس کا احاطہ نہ کر سکے۔

== حَكِيْمٌ بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے۔

۴۲: ۵۲ == وَكَذٰلِكَ ۔ واؤ عاطفہ۔ کاف تشبیہ کا ہے ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ اور اسی طرح سے ۔ ای مثل ایحائنا الی غیرك من الرسل، جس طرح تیرے علاوہ دوسرے رسولوں پر ہم نے وحی کی (اسی طرح)

== اَوْحَيْنَا، ماضی جمع متکلم اِيْحَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے وحی نازل کی۔

== رُوْحًا، ای القرآن۔ روح چونکہ حرارت جسم کا باعث ہے

اسی طرح کتاب اللہ عالم کی حیات ابدیہ کا باعث ہے اس لئے روح کا لفظ اس پر بولا گیا یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے بعض کہتے ہیں کہ روح سے مراد جبرائیل ہے۔

== مَا كُنْتَ تَدْرِيْ ۔ ماضی استمراری کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَدْرِيْ دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی جاننا۔ تو نہیں جانتا تھا۔

== مَا الْكِتٰبُ ۔ میں مَا استفہامیہ ہے کتاب کیا ہے وَلَا الْاِيْمَانُ اور ایمان کیا ہے اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ وحی سے پہلے کتاب یعنی قرآن کو نہ جانتے تھے مگر ایمان کے نہ جاننے میں کلام ہے۔ کس لئے کہ بعثت اور وحی سے پہلے انبیاء علیہم السلام مومن تھے۔ کسی نے شرک نہیں کیا۔ نہ زنا کیا نہ کوئی بدکاری اس کی علماء تفسیر نے توجیہیں کی ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے اور ایمان کا اطلاق نماز پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ اس آیت میں وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (۲: ۱۴۳) ای صَلَاتَكُمْ یعنی وحی سے پہلے آپ نماز اور اس کے ارکان و شروط سے واقف نہ تھے نہ شرائع معلوم تھے۔۔۔

فقیر کہتا ہے کہ گو ایمان کو جانتے تھے مگر وہ جاننا اس جاننے کے مقابلے میں جو وحی کے بعد ہوا کالعدم ہے دیکھو کوئی کامل استاذ جب کسی طالب علم کو جو پہلے بھی کچھ پڑھا تھا تکمیل کے بعد یہ کہہ دیتا ہے کہ آپ پہلے جانتے بھی نہ تھے کہ علم کیا ہے؟

== جَعَلْنٰهُ ۔ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الْكِتٰبُ ہے۔

= نَھۡدِیۡ مضارع جمع متکلم ھدی وھدایۃ (باب ضرب) مصدر ہم ہدایت کرتے ہیں۔ ہم راستہ دکھا دیتے ہیں۔

= بِہٖ میں ب سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتٰب ہے

= لَتَھۡدِیۡ لام تاکید کے لئے ہے تَھۡدِیۡ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، بیشک آپ (راہ راست کی ہی) ہدایت کررہے ہیں

۴۲: ۵۲ = صِرَاطِ اللّٰہِ، مضاف مضاف الیہ یہ بدل ہے صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سے اتحاد اعراب بھی اسی وجہ سے ہے

= اَلَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ یہ اللہ کی صفت ہے۔

لَہٗ ای خَلۡقًا و مِلۡکًا ازروئے پیدائش وملکیت اسی کی ہیں یعنی وہی خالق و مالک ہے مَا موصولہ ہے اور فی السمٰوٰت اور فی الۡاَرۡضِ صلہ ہے، جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کا خالق اور مالک وہی ہے۔

= اَلَاۤ بطور حرف استفتاح استعمال ہوا ہے یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے جان لو۔ یاد رکھو۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۲: ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

= تَصِیۡرُ: مضارع واحد مؤنث غائب: صَیۡرٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنا یا پھرنا۔ جب اس کا صلہ الیٰ آتا ہے (جیسا کہ آیت ہذا میں ہے) تو معنی وہاں تک پہنچنے اور منتہی ہونے کے ہیں افعال ناقصہ میں سے ہے۔ جملہ امور (فیصلہ کے لئے) اللہ ہی کی طرف پھرتے ہیں:

اَلَاۤ اِلَی اللّٰہِ تَصِیۡرُ الۡاُمُوۡرُ۔ ای ترجع امور جمیع العباد فی یوم القیٰمۃ الی اللہ تعالیٰ۔ جملہ خلائق کے احوال روز قیامت فیصلہ کے لئے اسی کے حضور پیش ہوں گے۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(٤٣) سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ (٨٩)

٤٣: ١ = حٰمٓ ، حروف مقطعات ہیں :

٤٣: ٢ = وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ واؤ قسمیہ ہے اَلْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ہ موصوف وصفت مل کر مقسم بہ۔ اور اگلی آیت میں قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا مقسم علیہ۔ قسم ہے قرآن مبین کی :

الكِتٰب سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ اگلی آیت سے واضح ہے ، مُبِيْن اسم فاعل واحد مذکر اِبَانَةٌ باب افعال سے مصدر یہ لفظ لازم ومتعدی دونوں سورتوں میں استعمال ہوتا ہے بمعنی ظاہر یا ظاہر کرنے والا۔

پہلی سورت میں مطلب ہوگا: اس کتاب کی قسم جو بالکل واضح ظاہر اور روشن ہے یعنی اس کے مطالب ومعارف بالکل عیاں اور شک وشبہ سے بالاتر ہیں :

اور متعدی ہونے کی صورت میں اس کا مطلب ہوگا۔ اس کتاب کی قسم جو حق وباطل کو واضح کرنے والی ہے یہاں یہ دونوں صفات اس کتاب میں پائی جاتی ہیں یہ کتاب بذات خود بڑی واضح اور روشن ہے اور حق وباطل کو نمایاں اور آشکارا کرنے والی ہے :

٤٣: ٣ = جَعَلْنٰهُ ۔ جَعَلْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم جَعْلٌ باب فتح مصدر بمعنی کرنا۔ بنانا۔ ٹھہرانا وغیرہ۔

یہ لفظ مندرجہ ذیل پانچ طرح پر استعمال ہوتا ہے ،

١۔ بمعنی صَارَ۔ طَفِقَ ، اس صورت میں یہ بطور فعل لازم کے آتا ہے مثلاً جَعَلَ زَيْدٌ يَقُوْلُ كَذَا ، زید یوں کہنے لگا۔

٢ :۔ بمعنی اَوْجَدَ (یعنی ایجاد یا پیدا کرنا۔ اس صورت میں یہ فعل متعدی بیک مفعول استعمال ہوتا ہے مثلاً وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (٦ : ١) اور اس نے اندھیرے اور روشنی بنائی۔

٣۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ مثلاً وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ

اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا (۴۲:۱۱) اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے
۴:۔ بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَاءً (۲:۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ اور آسمان کو چھت، یا اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا (آیت ہذا) بے شک ہم نے اس کو قرآن عربی بنایا۔
۵:۔ کسی چیز پر کسی چیز کے ساتھ حکم لگانا عام اس سے کہ وہ حکم حق ہو یا باطل۔
(ا) حق کی مثال:۔ اِنَّا رَادُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (۲۸:۷)
ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر) اسے پیغمبر بنادیں گے:
(ب) باطل کی مثال۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا (۶:۳۶) اور (یہ لوگ) خدا ہی کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے یعنی کھیتوں اور چوپایوں سے خدا کا بھی ایک حصہ مقرر کرتے ہیں (راغب)۔
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس کا مرجع الکتٰب ہے،
== قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا موصوف وصفت مل کر جَعَلْنٰا کا مفعول۔ یعنی قرآن بزبان عربی
== لَعَلَّکُمْ تاکہ تم۔ لَعَلَّ اصل میں حرفِ ترجی ہے۔ بمعنی شاید کہ، امید ہے کہ:۔
قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ وشاہانہ طرزِ کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل وتحقیق کے لئے استعمال فرمایا ہے بمعنی کَیْ۔ جیسا کہ آیت ہذا میں آیا ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔
== تَعْقِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقْلٌ باب ضرب) مصدر سے (تاکہ) تم (اس کے مطالب کو) سمجھو۔ یہ آیت جوابِ قسم ہے۔
۴۳:۴ == اِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الکتٰب (آیت نمبر۲) اُمِّ الْکِتٰبِ مضاف مضاف الیہ۔ بمعنی تمام کتابوں کی ماں۔ یا اصل۔ اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (۸۵:۲۱:۲۲) بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں لکھا ہوا۔
== لَدَیْنَا۔ لَدٰی مضاف نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، ہمارے نزدیک
اللہ کے پاس ہونا بے کیف اور تصورِ مکانیت سے پاک ہے (قربِ الٰہی نہ مکانی ہے نہ کسی جسمانی کیفیت کا حامل)
بعض کے نزدیک لَدَیْنَا سے پہلے مَحْفُوْظًا کا لفظ محذوف ہے یعنی قرآن

ہمارے پاس تغیر سے محفوظ ہے۔
== لَعَلِیٌّ حَکِیۡمٌ۔ لام تحقیق کے لئے ہے۔ عَلِیٌّ حَکِیۡمٌ قرآن مجید کی صفات ہیں
عَلِیٌّ بڑے رتبے والا۔ کسی کا ادراک وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ یا اس کا یہ مطلب ہے کہ تمام
آسمانی کتابوں میں اس کی شان بلند ہے۔
حَکِیۡمٌ حکمت سے بھرا ہوا۔ یا محکم جس کو کوئی کتاب منسوخ نہیں کرسکتی (نیز ملاحظہ
۴۲: ۵۱)

۴۳: ۵ == اَفَنَضۡرِبُ عَنۡکُمُ الذِّکۡرَ صَفۡحًا: ہمزہ استفہام انکاری کا ہے ف
عطف کے لئے۔ نَضۡرِبُ عَنۡ: جب کوئی شخص کسی چیز سے منہ پھیر لے اور اسے نظر انداز
کردے۔ تو عرب کہتے ہیں کہ ضَرَبۡتُ عَنۡهُ میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ میں اس سے رُک
صَفۡحًا۔ صَفۡحٌ کا معنی ہے گردن کا ایک پہلو کسی کی طرف کردینا (یعنی گردن پھیرا
صَفۡحًا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے۔ پہلو پھیرنا۔ دور ہوجانا۔ روگردان ہونا۔
صَفۡحًا مفعول مطلق ہے نَضۡرِبُ کا۔ جیسے قَعَدۡتُ جُلُوۡسًا ہے۔
راغب نے لکھا ہے کہ صَفۡحٌ باب فتح کے معنی ترکِ تثریب۔ یعنی الزام یا
چھوڑ دینے کے ہیں اور یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَاعۡفُوۡا وَ
اصۡفَحُوۡا حَتّٰی یَاۡتِیَ اللّٰهُ بِاَمۡرِهٖ (۲: ۱۰۹) سو تم درگذر کرو اور خیال میں نہ لاؤ حتیٰ کہ
بھیجے اللہ اپنا حکم۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ کبھی انسان معاف تو کردیتا ہے لیکن الزام دینے نہیں
الذِّکۡرَ۔ ذکر کے معنی پند و نصائح الذکر سے یہاں مراد قرآن اور اس کے
و نصائح ہیں۔
== اَنۡ کُنۡتُمۡ قَوۡمًا مُّسۡرِفِیۡنَ: اَنۡ مصدریہ ہے مُسۡرِفِیۡنَ اسم فاعل
جمع مذکر اِسۡرَافٌ (افعال) سے جس کے معنی ہیں حد اعتدال سے تجاوز کرنا۔
مطلب یہ کہ:۔
تمہارے ایک حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہونے پر کیا ہم تم کو نظر انداز کردیں گے اور
عظیم اور اس میں مذکور فرائض و واجبات جن کی تعمیل تم پر لازمی ہے ان سے تم کو مطلع نہ
کریں گے۔
(ہمزہ استفہام انکاری کے داخل ہونے سے مطلب یہ ہوگیا کہ:۔
نہیں ہم تمہیں نظر انداز نہیں کریں گے اور اس ذکر عظیم (قرآن مجید) اور اس کے احکام۔

تم کو ضرور مطلع کرتے رہیں گے)

۴۳: ۶ == کَمْ : دوطرح استعمال ہوتا ہے:۔

ا:۔ سوالیہ استفہام کے لئے۔ مقدار یا تعداد کو ظاہر کرنے کے لئے جیسے کَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ۔ تیرے پاس کتنے درہم ہیں:۔؟

۲:۔ خبریہ:۔ جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے اس صورت میں یہ مِنْ کے صلہ کے ساتھ بھی اور اس کے بغیر بھی آتا ہے۔ اس جملہ میں کَمْ خبریہ ہے۔ کَمْ مِنْ نَبِيٍّ بہت سے نبی۔

== فِي الْأَوَّلِينَ۔ پہلے لوگوں کی طرف۔ ہم پہلے لوگوں کی طرف بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں۔

۴۳: ۷ == وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ نَبِيٍّ۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے۔ يَأْتِي مضارع واحد مذکر غائب هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اَلْأَوَّلِينَ ہے (مضارع کو استعمال کر کے ماضی کا حال بیان ہوا ہے) اِلَّا حرف استثناء كَانُوا يَسْتَهْزِءُونَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر سے بہٖ میں ہٖ ضمیر کا مرجع نبی ہے۔ ان لوگوں کے پاس (کبھی) کوئی ایسا نبی نہیں آتا تھا جس کا انہوں نے مذاق نہ اڑایا ہو۔

۴۳: ۸ == فَأَهْلَكْنَا أَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَ سببیہ ہے أَهْلَكْنَا ماضی جمع متکلم۔ اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر أَشَدَّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ قوی تر۔ نہایت قوی مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب الْمُسْرِفِينَ المخاطبین کی طرف راجع ہے جس سے مراد مکہ کے مسرفین ہیں بَطْشًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔ بَطْشٌ بمعنی قوت، سختی، پکڑ، گرفت، مصدر بدیں سبب ہم نے ان لوگوں کو جو ان (موجودہ مخاطبین) سے بھی زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا۔ فَاَهْلَكْنَا قومًا اشد بطشا من كفار مكة الذين كذبوا نبينا بسبب تكذيبهم رسلهم فليحذر الذين كذبوك ان نهلكهم بسبب ذلك كما اهلكنا الذين كانوا اشد منهم بطشا اى اكثر منهم عددًا وعُددًا وجلدًا (اضواء البیان)

بس ہم نے ان لوگوں کو جو ہمارے نبی کی تکذیب کر رہے ہیں ان سے بھی زیادہ طاقتور اور شہ زور تھے ہلاک کر ڈالا کیونکہ انہوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی سو (اے نبی علیہ السلام) ان کفار کو جو آپ کی تکذیب کر رہے ہیں ان کو بچنا چاہئے کہ ہم اس تکذیب کے سبب ان کو بھی ہلاک

نہ کردیں جیساکہ ہم نے ان سے زیادہ طاقت ور لوگوں کو (ایسے ہی قصور پر) ہلاک کر دیا تھا۔ جو تعدادی لحاظ سے، سامانِ حرب کے لحاظ سے، اور ہمت واستقلال کے لحاظ سے ان سے کہیں بڑے تھے۔

== وَمَضٰی مَثَلُ الْاَوَّلِیْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے مَضٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مَضِیٌّ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ گذر گیا۔ مُضُوٌّ (باب نصر) مصدر سے بھی اسی معنی میں آتا ہے مَثَلٌ اسم مفرد اَمْثَالٌ جمع۔ حالت۔ اور اگلے لوگوں کی (یہ) حالت (ان سے پہلے) گذر چکی ہے۔

فائدہ مَثَلُ قرآن مجید میں مندرجہ ذیل معانی میں آیا ہے۔

(۱) جس جگہ مَثَلُ مرفوع آیا ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ بھی آیا ہے۔ یعنی مثل اور ممثل بہٖ دونوں مذکور ہیں تو مَثَلُ سے مراد صفت اور حالت ہے:

(۲) اگر لفظ مَثَلُ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کمثل نہیں ہے تو اس کا معنی بھی صفت ہے۔ ماسوائے آیت اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ (۲: ۲۱۴) کے جہاں اس سے شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے ترجمہ:۔ کیا تم یہ گمان رکھتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے دراں حالیکہ ابھی تم پر ان لوگوں کے حالات جیسے حالات پیش نہیں آئے۔

۳:۔ اگر مَثَلَ منصوب ہے خواہ اس کے بعد کَمَثَلِ ہے یا نہیں بہرحال مَثَلُ سے مراد ہے صفت اور حالت۔

۴:۔ اگر مَثَلٍ مجرور معہ تنوین کے ہے وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہو گیا ہے صرف آیت وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (۲۵: ۳۳) اور یہ لوگ جیسا بھی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں ہم اس کا جواب ٹھیک اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو بتاتے ہیں: میں مَثَلٍ کا معنی ہے اعتراض اور سوال عجیب۔

۵:۔ اگر مَثَلِ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے۔

۶:۔ اور اگر اَلْمَثَلُ معرف باللام ہے اور ایسا صرف دو جگہ آیا ہے تو اس سے مراد ہے عظیم الشان صفت۔ (ماخوذ از لغات القرآن)

۴۳: ۹ == وَلَئِنْ واؤ عاطفہ ہے لام تاکید کے لئے ہے اِنْ حرف شرط:

== سَاَلْتَهُمْ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر

غائب اہل مکہ کے مسرفین المشرکین مراد ہیں سارا جملہ شرطیہ ہے اور اگلا جملہ لَيَقُولُنَّ ..... العَلِيمُ جواب شرط ہے:

= لَيَقُولُنَّ لام جواب شرط کے لئے ہے لَيَقُولُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور کہیں گے:

= خَلَقَهُنَّ ۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ کی طرف راجع ہے۔

= اَلْعَزِيْزُ عِزَّةٌ سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے زبردست، غالب، گرامی قدر۔

= اَلْعَلِيْمُ. فَعِيْلٌ کے وزن پر عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۴۳: ۱۰ = **فائدہ:** آگے آیات ۱۰-۱۱-۱۲ ۔ میں اس ذات العزیز العلیم کی صفات بیان فرمائی ہیں۔

= مَهْدًا مصدر ہے (باب فتح) بستر بچھانا۔ ٹھکانا بنانا۔ مِهَادٌ جمع اَمْهِدَةٌ و مُهُدٌ، بستر، ہموار زمین۔ فرش، جیسا کہ فرمایا۔ وَجَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲: ۲۲) جس نے زمین کو تمہارے لئے بچھونا بنایا۔

لَكُمْ میں ضمیر جمع مذکر حاضر۔ مفعول لہٗ جَعَلَ کا۔ اَلْاَرْضَ مفعول ثانی،

= سُبُلًا ۔ راستے سَبِيْلٌ کی جمع جَعَلَ کا مفعول ثالث: فِيْهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب مفعول فیہ الارض کی طرف راجع ہے۔

= لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ: تاکہ ان راستوں پر چل کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکو:

فائدہ ۲ زمین کے سارے جغرافیائی تغیرات جن سے انسان کو مدد مل سکتی ہے اس کے تحت میں آگئے۔

۴۳: ۱۱ = بِقَدَرٍ ۔ بقدر حاجت، مقررہ مقدار میں۔ اندازہ کے مطابق، ق د ر مادہ اس مادہ سے مختلف مصادر سے مختلف معانی آتے ہیں۔ نیز قَدَرَ بمعنی کسی پر تنگی کر دینے کے معنی میں آتا ہے: جیسے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ (۱۳: ۲۶) خدا جس پر چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے:

= فَاَنْشَرْنَا بِهٖ ۔ فَ تعقیب کا ہے اَنْشَرْنَا ماضی جمع متکلم۔ اِنْشَارٌ افعال، مصدر سے جس کے معنی زندہ کرنے اور اٹھا کھڑا کرنے کے ہیں۔ ہم نے زندہ کر دیا۔ ہم نے کھڑا کر دیا۔
بِهٖ میں باء سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب ماء کی طرف راجع ہے۔ بوجہ اس پانی کے
اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ (۲۱:۲۱) بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ ان کو (مرنے کے بعد) اٹھا کھڑا کریں گے۔
= بَلْدَةً مَّيْتًا۔ موصوف وصفت مل کر اَنْشَرْنَا کا مفعول۔ مردہ بستی، اجڑا ہوا شہر جو پانی کے نہ ہونے سے اجڑ گیا ہو اور وہاں نباتات وحیوانات ختم ہو گئے ہوں (بارش ہونے پر نباتات اُگ آتے حیوانات دوبارہ بس آئیں اور یوں اجڑی ہوئی بستی دوبارہ آباد وشاداب ہو جائے)
= كَذٰلِكَ: کاف حرف تشبیہ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر، اجڑی ہوئی بستی کا آباد ہو جانا مشارٌ الیہ، یعنی جس طرح ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا یوں ہی تمہیں پھر (قبروں سے) اٹھا کھڑا کر دیا جائے گا۔
= تُخْرَجُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر تم نکالے جاؤ گے (قبروں سے)

فائدہ بادل، بارش، کاشتکاری، باغبانی کے سلسلہ کے چھوٹے بڑے تغیرات ہیں سب اس میں شامل ہیں۔

۴۳:۱۲ = وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ ازواج، جوڑے۔ ہم مثل چیزیں۔ زَوْجٌ کی جمع۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک زوج کہتے ہیں اور اسی طرح غیر حیوانات میں ہر اس شے کو جو کہ دوسری شے کے قرین ہو خواہ مماثل ہو یا متضاد زوج کہتے ہیں۔
زوج کے معنی یہاں صنف اور نوع کے ہیں۔
الزوج تطلقہ العرب علی الصنف (اضواء البیان) عرب زوج کا اطلاق صنف پر کرتے ہیں۔ الازواج میں اصناف نباتات، بنی آدم اور دیگر مخلوق جس کا علم صرف خدا تعالیٰ ہی کو ہے، سب شامل ہیں۔
اور جگہ فرمایا:۔
سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ (۳۶:۳۶) وہ خدا پاک ہے جس نے بنائے جوڑے

سب چیز کے اس قسم سے جسے زمین اگاتی ہے اور اُن کے اپنے میں سے اور ان چیزوں میں
سے جن کا انہیں علم نہیں ہے:
کُلَّھَا ۔ کُلَّ منصوب بوجہ الازواج کی صفت ہونے کے) مضاف ھا ضمیر
واحد مؤنث غائب کا مرجع الازواج ہے۔ مضاف الیہ۔ سب ۔ تمام۔

فائدہ مخلوقات کی تنویع، تقسیم، تزویج سب اس کے تحت میں آگئی۔
= وَجَعَلَ لَكُمْ اور بنائی تمہارے لئے مِنَ الْفُلْكِ کشتی کی قسم سے یعنی کشتیاں
جہاز وغیرہ۔ وَالْاَنْعَامِ اور چوپاؤں کی قسم سے یعنی اونٹ گھوڑے، گائے وغیرہ مَا موصولہ
تَرْكَبُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ رُكُوْبٌ (باب سمع) سے مصدر۔ تم سواری کرتے ہو
تم سوار ہوتے ہو

فائدہ: اس میں دریائی زمینی جتنی بھی سواریاں ہیں سب اسی میں داخل ہیں۔
سب کو شامل ہے:

۴۳:۱۳ = لِتَسْتَوٗا لام کَیْ۔ اور اس کے بعد اَنْ مقدرہ ہے، تَسْتَوٗا مضارع
جمع مذکر حاضر اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سے عَلٰی کے صلہ کے ساتھ، جس کا مطلب ہے
اچھی طرح سوار ہو جانا۔ تاکہ تم جم کر سوار ہو جاؤ۔ س و ی مادہ۔
= ظُهُوْرِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ ظھور جمع ہے ظَهْرٌ کی بمعنی پیٹھ، پشت ہٖ
ضمیر واحد مذکر غائب۔ اور اسی طرح اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ۔ میں ضمیرہٖ مَا تَرْكَبُوْنَ
کے لفظ مَا کی طرف راجع ہے جو لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے لیکن معنوی لحاظ سے چونکہ کثیر
سواریاں مراد ہیں اس لئے معنوی لحاظ سے ظھور جمع کا صیغہ لایا گیا ہے اور لفظی لحاظ
سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب استعمال کی گئی ہے۔
= ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ: ای ثُمَّ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ
عَلَيْهِ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ پھر جب (سواریوں کی پشتوں پر) جم کر بیٹھ جاؤ
تو اپنے رب کی نعمتوں کو یاد کرو، تَذْكُرُوْا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر ذِكْرٌ (باب
نصر) مصدر سے نون اعرابی عامل لام کَیْ آنے سے حذف ہو گیا۔ تاکہ تم یاد کرو، تم یاد کرنے لگو،
= وَتَقُوْلُوْا واؤ عاطفہ، تَقُوْلُوْا مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، قَوْلٌ (باب نصر)
مصدر سے نون اعرابی بوجہ عامل حذف ہو گیا۔ کہ تم کہنے لگو، یا تم کہو۔

== سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر، اس نے بس میں کر دیا
سَخَّرَلَنَا اس نے ہمارے بس میں کر دیا۔ ہمارے تابع کر دیا۔ ہمارے اختیار میں کر دیا۔
تسخیر کے معنی ہیں کسی کو کسی خاص مقصد کی طرف زبردستی لے جانا۔ قرآن مجید میں ہے
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ....
(۱۴: ۳۳) اور (اسی طرح ایک اعتبار سے) سورج اور چاند کو تمہارے اختیار میں کر دیا کہ دونوں بڑے چکر کھا رہے ہیں اور (ایسے ہی ایک طرح سے) رات اور دن کو تمہارے اختیار میں لگا دیا (یعنی تمہارے کام میں لگا دیا)

== هٰذَا: ای هذا المرکوب۔ اس سواری کو۔

== مَا كُنَّا لَهٗ: مَا نافیہ ہے كُنَّا ماضی جمع متکلم كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم نہ تھے۔ لَهٗ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب المرکوب (سواری) کی طرف راجع ہے۔

== مُقْرِنِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ کان کی خبر کے۔ اِقْرَانٌ (افعال) مصدر قابو میں لانے والے، بس میں کرنے والے۔ قرن مادہ۔

اس سے بہت سے مشتقات ہیں، اجتماعیت اور قرب کا مفہوم ضرور ہوتا ہے، بعض مشتقات یہ ہیں۔ قَرْنٌ، سینگ، عورت کے بالوں کی پٹی (زمانہ)، قوم کا سردار۔ قُرُوْنٌ قومیں الگ الگ زمانے والیاں۔ قرین۔ ساتھی۔ دوست، قرینہ ساتھ۔ ساتھ وغیرہ

۴۳: ۱۴ == مُنْقَلِبُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، منقلبٌ واحد۔ انقلاب (انفعال) مصدر۔ قلب مادہ۔ لوٹنے والے۔ قلب الشئی کے معنی کسی چیز کو پھیرنے اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پلٹنے، پھر جانے کے ہیں قرآن مجید میں ہے۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ (۳: ۱۴۴) اور جو الٹے پاؤں پھر جائے گا۔

بعض نے کہا ہے کہ انسان کے دل کو بھی قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

وَاِنَّآ اِلَيْهِ لَمُنْقَلِبُوْنَ: اور یقیناً ہم اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں

۴۳: ۱۵ == وَجَعَلُوْا لَهٗ۔ میں جَعَلُوْا کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع کفار ہیں اور لَهٗ میں ہ کا مرجع اللہ ہے۔ انہوں نے بنا دیا اس کے لئے۔

== مِنْ عِبَادِهٖ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے عِبَادِهٖ مضاف مضاف الیہ۔

== جُزْءً ۔ حصّہ ۔ اولاد ، جُزْءُ الشَّیْءِ چیز کا وہ ٹکڑا جس سے وہ چیز مل کر بنے ۔
اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں کیونکہ اولاد باپ کے نطفہ سے بنتی ہے ۔ اور نطفہ انسان کا جزو ہوتا ہے
اس لئے اولاد کو بھی جسم کا ٹکڑا کہتے ہیں ۔
بخاری رح نے حضرت مسور بن مخرمہ کی روایت سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ : فاطمہ میرا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا ۔
ترجمہ آیت :۔ اور انہوں نے اس (اللہ) کے لئے اس کے بعض بندوں کو (اس کا) جزو
قرار دیا ۔ یا بنادیا ۔
اس کلام کا تعلق آیت : وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ ..... الخ (آیت ۹ سورۃ ہذا) سے
ہے ۔ دونوں آیتوں میں نہایت تضاد ہے ۔ سابق کلام میں جب اقرار کر لیا کہ اللہ ارض وسماوات
کا خالق ہے تو پھر کسی مخلوق کو اس کا جزو کہنا بالکل ممکن نہیں ۔ جو ذات قابل تجزیہ ہوتی ہے وہ
نہ واجب الوجود ہو سکتی ہے اور نہ خالق (تفسیر مظہری)
== اِنَّ الْاِنْسَانَ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق ، بلاشک ، یقینًا ، اَلْاِنْسَانُ
بمعنی القائل ما تقدم (جلالین) یہاں انسان سے مراد برعایت ال : وہ لوگ ہیں جن کا
پہلے ذکر ہو چکا ہے یعنی کفار ۔
== لَكَفُوْرٌ میں لام تاکید کا ہے كَفُوْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ، بہت ناشکرا
کفران وکفور (نصر) سے مصدر بھی ہے ۔
== مُبِيْنٌ : اسم فاعل واحد مذکر ، ظاہر کرنیوالا ۔ اِبَانَةٌ (باب افعال) مصدر ، اس مصدر
سے فعل لازم بھی آتا ہے اور متعدی بھی ، اس لئے مبین کے معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے
والا بھی ، یہاں بطور لازم آیا ہے ۔ بمعنی ظاہر ، کھلا ہوا ۔ صریحًا ۔
یہاں کفار کی حد سے بڑھی ہوئی جہالت کو بیان کرنے کے لئے اِنَّ حرف تحقیق لام
تاکید ، (صفت مشبہ) اور مُبِيْنٌ بیک وقت استعمال کیا گیا ہے ۔
۴۳ : ۱۶ == اَمْ ۔ استفہام انکاری کے معنی میں آیا ہے ۔
== اِتَّخَذَ ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے) اِتِّخَاذٌ
(افتعال) مصدر اس نے اختیار کیا ۔ اس نے پسند کیا ۔
== مِمَّا ۔ مِنْ حرف جار ۔ اور ما موصولہ سے مرکب ہے ۔ يَخْلُقُ صلہ ہے اپنے
موصول کا بَنَاتٍ مفعول فعل اِتَّخَذَ کا ۔ کیا جو مخلوق اس نے پیدا کی ہے اس میں سے

اس نے اپنے لئے بیٹیوں کو ہی پسند کیا ہے؟
یہاں اَمْ استفہام انکاری بطور زجر و توبیخ آیا ہے یعنی ایسا ہرگز ہرگز نہیں یہ تمہارا سراسر افتراء ہے:

== وَاَصْفٰکُمْ۔ اَصْفٰی ماضی واحد مذکر غائب اِصْفَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی منتخب کرنا۔ برگزیدہ کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اور تمہیں چن لیا (بیٹوں کے لئے)
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَلَہُ الْاُنْثٰی ۝ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔ (۵۳: ۲۱، ۲۲) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور اس (اللہ) کے لئے بیٹیاں یہ تو پھر بڑی دھنگی اور بھونڈی تقسیم ہے۔

== وَاِذَا میں واؤ حالیہ ہے اور اِذَا شرطیہ۔ حالانکہ جب،

== بُشِّرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَبْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی خوشخبری سنانے کے ہیں۔ تبشیر میں کثرت سے خوشخبری دینے کے معنی ملحوظ ہیں۔ لیکن کبھی کبھی غصہ کے اظہار کے لئے تہکما یا طنزاً افسوسناک یا بری خبر سنانے کے لئے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے چنانچہ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔

== اَحَدُھُمْ۔ ان میں سے کوئی ایک۔ اَحَدُ مضاف ھُمْ مضاف الیہ۔

== بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا:
مَا موصولہ۔ ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا (مَثَلًا مفعول بہ ضرب کا) صلہ و موصول مل کر مفعول بہ ہوا بُشِّرَ کا۔

ترجمہ ہوگا:-
اور حال یہ ہے کہ جب ان میں سے کسی کو اسی وصف، صفت یا حالت کی بشارت دی جاتی (یعنی خبر دی جائے) جسے وہ اللہ کے لئے قرار دیتا ہے تو.....

مَثَلًا کے لئے مزید ملاحظہ ہو ۴۳: ۸ متذکرہ بالا۔
صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تشریح میں رقمطراز ہیں:-
یعنی جب اس جنس کی بشارت دی جاتی ہے جس کو وہ خدا کی مثل قرار دیتا ہے (مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کو وہ خدا کی بیٹیاں قرار دیتا ہے اور ان کو خدا کی مثل مانتا ہے) کیونکہ اولاد اپنے باپ کی مثل اور مشابہ ہوتی ہے یا مثل سے مراد ہے صفت، یعنی جب اس کو اس صفت کی بشارت دی جاتی ہے جس نے اس کو رحمان کا وصف قرار دیا ہے (تو انتہائی غم سے اس کا چہرہ

سخت کالا ہو جاتا ہے)

اِذَا...... مثلاً جملہ شرط ہے

= ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا جملہ جواب شرط ہے:

ظَلَّ ای صَارَ۔ ماضی واحد مذکر غائب ظَلٌّ وظُلُوْلٌ (باب فتح وسمع) ہو گیا افعال ناقصہ میں سے ہے:

مُسْوَدًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر اِسْوِدَادٌ (افعلال) مصدر۔ سَوَادٌ سیاہی

مُسْوَدًّا سیاہ۔ غم کی وجہ سے رنگ بگڑا ہوا۔

تو اس کا رنگ غم کی وجہ سے کالا ہو جاتا ہے:

= وَهُوَ كَظِيْمٌ واؤ حالیہ۔ كَظِيْمٌ۔ الكظم اصل میں مخرج النفس یعنی سانس کی نالی کو کہتے ہیں۔ چنانچہ محاورہ ہے اَخَذَ بِكَظْمِهٖ اس کی سانس کی نالی کو پکڑ لیا۔ یعنی غم میں مبتلا کر دیا۔ اَلْكَظُوْمُ کے معنی سانس رکنے کے ہیں اور مَكْظُوْمٌ غم وغصہ سے بھرا ہوا۔ كَظْمُ الغيظ غصہ کو روکنا۔ كَظِيْمٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، سخت غمگین جو اپنے غصہ کو گھونٹ کر رکھے اور ظاہر نہ ہونے دے۔ نیز ملاحظہ ہو ۱۶: ۵۸-۵۹

۴۳: ۱۸ = اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ۔ ای ایجترؤن علی اللّٰہ ویجعلون له جُزْءًا مَّنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ۔ کیا وہ اللہ سے نڈر اور بیباک ہو گئے ہیں اور اس کے حصہ میں وہ جنس ڈالتے ہیں جو زیوروں میں پروان چڑھتی ہے۔ (السیر التفاسیر)

ہمزہ استفہامیہ اور واؤ عاطفہ ہے۔

يُنَشَّؤُا مضارع مجہول واحد مذکر غائب: تَنْشِئَةٌ (تفعیل) مصدر، وہ پرورش پاتا ہے۔ وہ پروان چڑھتا ہے۔ ن، ش ء مادہ۔ النشأ والنشأة۔ کسی چیز کو پیدا کرنا اور اس کی پرورش کرنا۔

الحلیۃ۔ زیور۔ حَلْیٌ باب ضرب۔ عورت کو زیور پہنانا۔ اور باب سمع سے عورت کا زیور سے آراستہ ہونا۔

= وَهُوَ واؤ عاطفہ ہے هُوَ مَنْ کی رعایت سے مذکر کا صیغہ استعمال ہوا ہے:

واؤ حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں یہ سارا جملہ وهو فی الخصام غیر مبین: حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ مباحثہ کے وقت اپنا مدعا واضح نہ کر سکے۔

= الخِصَامِ: باب مفاعلہ سے مصدر بھی ہے بمعنی جھگڑا کرنا۔ مباحثہ کرنا۔ اور یہ خَصْمٌ

کی جمع بھی ہے۔ اِخۡتَصَمَ (باب افتعال سے آپس میں جھگڑا کرنا اختصام)
اَلۡخَصِیۡمُ، سخت جھگڑالو، مخاصمت باہمی جھگڑا۔ آپس میں ضدّ بازی۔
= غَیۡرُ مُبِیۡنٍ۔ غَیۡرُ حرف استثناء (لفظ غیر کی اصل وضع تو صفت کے لئے ہے مگر کبھی استثناء کے لئے بھی آتا ہے) غَیۡرُ حرف استثناء کے بعد آنیوالا مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے
مُبِیۡنٍ کھول کر بیان کرنے والا۔ ابانۃ (افعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، غَیۡرُ مُبِیۡنٍ کھول کر بیان نہ کر سکے۔
۴۳: ۱۹ = اَلۡمَلٰٓئِکَۃَ مفعول اول جَعَلُوۡا کا اِنَاثًا مفعول ثانی، اَلَّذِیۡنَ اسم موصول۔ هُمۡ عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ صلہ: صلہ اور موصول مل کر صفت الملٰئکۃ کی۔
اور انہوں نے ٹھہرالیا ہے فرشتوں کو جو (خداوند) رحمٰن کے بندے ہیں عورتیں
یعنی فرشتوں کو عورتیں قرار دے رکھا ہے۔
= اَشَهِدُوۡا: ہمزہ استفہامیہ۔ شَهِدُوۡا ماضی جمع مذکر غائب شَهَادَۃٌ وشُهُوۡدٌ (باب سمع) وہ موجود تھے۔ انہوں نے دیکھا۔ انہوں نے گواہی دی، انہوں نے اقرار کیا۔
= خَلۡقَهُمۡ مضاف، مضاف الیہ مل کر شَهِدُوۡا کا مفعول۔ کیا انہوں نے ان کی پیدائش کو دیکھا۔ یا کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے (کہ فرشتوں کو خدا نے عورتیں بنایا ہے)
= سَتُکۡتَبُ۔ تُکۡتَبُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ سَ مضارع کو مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ ان کی شہادت لکھ لی جائے گی:
= وَ یُسۡئَلُوۡنَ واوٌ عاطفہ، یُسۡئَلُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: ان سے سوال کیا جائے گا۔ ان سے بازپرس کی جائے گی۔ یعنی ان کی اس باطل شہادت پر ان سے بازپرس کی جائے گی۔ اور سزا کے مستوجب ہوں گے:
۴۳: ۲۰ = مَا عَبَدۡنٰهُمۡ۔ مَا نافیہ ہے هُمۡ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلۡمَلٰٓئِکَۃ ہے ہم ان کی پوجا نہ کرتے۔ یا هُمۡ سے مراد بت ہیں جن کی کافر پرستش کیا کرتے تھے۔
= بِذٰلِکَ۔ ای بذلک القول۔ یعنی ان کا یہ قول لَوۡ شَآءَ الرَّحۡمٰنُ مَا عَبَدۡنٰهُمۡ۔
= مِنۡ عِلۡمٍ۔ عِلۡمٍ سے مراد یہاں سند ہے۔ یعنی اپنے اس قول کی تائید میں ان کے

پاس کوئی سند نہ ہے :

== اِنۡ ھُمۡ میں اِنۡ نافیہ ہے :

== یَخۡرُصُوۡنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ خَرُصٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ اَلۡخَرۡصُ پھلوں کا اندازہ کرنا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خَرۡصٌ کہا جاتا ہے۔ یہ بمعنی مَخۡرُوۡصٌ ہے ہر وہ بات جو ظن اور تخمین سے کہی جائے اسے خَرۡصٌ کہا جاتا ہے عام اس سے کہ وہ اندازہ غلط ہو یا صحیح۔ کیونکہ تخمینہ کرنے والا نہ تو علم سے بات کرتا ہے اور نہ سماع کی بناء پر کہتا ہے بلکہ اس کا اعتماد محض گمان پر ہوتا ہے جیسا کہ تخمینہ کرنے والا پھلوں کا تخمینہ کرتا ہے اور اس قسم کی بات کہنے والے کو بھی جھوٹا کہا جاتا ہے:

اِنۡ ھُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ۔ وہ محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔ بعض کے نزدیک یَخۡرُصُوۡنَ بمعنی یَکۡذِبُوۡنَ ہے یعنی یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

۴۳ : ۲۱ == اَمۡ : یہاں اَمۡ منقطعہ۔ یعنی بطریقِ عقل ان کے پاس اپنے اس قول کی کوئی سند نہیں ہے اور نہ بطریقِ نقل ان کو اس سے قبل کوئی کتاب دی ہے جس پر یہ سختی سے پابند ہیں۔

یعنی مطلب یہ کہ ان کے پاس اس کی نہ کوئی عقلی دلیل ہے نہ کوئی نقلی (روح المعانی)

== مِنۡ قَبۡلِہٖ ای من قبل القرآن۔ بہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع کتٰبًا ہے صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں:۔

اس آیت کا ربط اَشَھِدُوۡا خَلۡقَھُمۡ سے ہے۔ مطلب یہ کہ کیا ان کی پیدائش کے وقت یہ لوگ موجود تھے یا قرآن سے پہلے ہم نے ان کو کوئی آسمانی کتاب دی تھی جس سے وہ استدلال کرتے ہیں۔ اس صورت میں اَمۡ متصلہ ہے :

== مُسۡتَمۡسِکُوۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ استمساک استفعال۔ چنگل سے پکڑنے والے مراد دلیل اور سند پکڑنے والے۔ مادہ مَسۡکٌ کے مفہوم میں رکنے یا روکنے کا معنی ضرور ہوتا ہے مُمۡسِکٌ روکنے والا۔ بخیل۔ کنجوس۔ مال کو روک رکھنے والا۔

اِسۡتِمۡسَاکٌ سند پکڑنا۔ پنجہ میں مضبوط پکڑنا۔

۴۳ : ۲۲ == بَلۡ قَالُوۡۤا ۔ یہاں بَلۡ (حرف اضراب) پہلی بات کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ یعنی ستم بالائے ستم نہ تو ان کے پاس کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی۔ اور اب مزید براں یہ کہہ رہے ہیں اِنَّا وَجَدۡنَا ......

= اُمَّۃٍ ۔ طریقہ، دین، جماعت، مُدت، اُمّت،

= اٰثٰرِھِمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے نشانات قدم۔ ان کے پیچھے۔

اٰثَارٌ۔ اَثَرٌ کی جمع، نشانیاں، علامتیں، مجازاً نشان قدم کے لئے بھی مستعمل ہے

= مُّھۡتَدُوۡنَ ؛ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِھۡتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ ہدایت پانے والے۔ مُھۡتَدِیۡ واحد۔

۴۳: ۲۳ = وَکَذٰلِکَ ۔ واؤ عاطفہ ک حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ اشارہ ہے آبار پرستی۔ جمود اور تقلید پسندی کی طرف۔

= نَّذِیۡرٍ ۔ صفت مشبہ مجرور۔ نکرہ۔ ڈرانے والا۔ نُذُرٌ جمع۔ نُذُرٌ۔ نَذۡرٌ باب سمع مصدر۔ قرآن مجید میں نَذِیۡرٌ (ڈرانے والا) سے مُراد ہے نافرمانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرانے والا۔

= مُتۡرَفُوۡھَا ، مُتۡرَفُوۡا اصل میں مُتۡرَفُوۡنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا مضاف ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ۔ ھا کا مرجع قَرۡیَۃ ہے

مُتۡرَفُوۡنَ ۔جمع مذکر اسم مفعول۔ وہ لوگ جن کو عیش وآرام اور فراغتِ زندگی دی گئی۔ امیر اور فارغ البال۔ اتراف (افعال) مصدر۔ عیش دینا۔ آرام دینا۔

= مُّقۡتَدُوۡنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ مُقۡتَدِیۡ واحد۔ اقتداء (افتعال) مصدر پیروی کرنے والے۔ پیچھے پیچھے چلنے والے۔ نقل کرنے والے، اقتدار کرنے والے۔ مُقۡتَدٰی جس کی پیروی کی جائے۔

نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

۴۳: ۲۴ = قٰلَ : اس کا فاعل وہ ضمیر ہے جو نَذِیۡر کی طرف راجع ہے۔ یعنی اس نذیر نے کہا۔

= اَوَلَوۡ جِئۡتُکُمۡ : ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واؤ عاطفہ ہے، ہمزہ استفہام کے بعد فعل محذوف ہے ای اَتَقۡتَدُوۡنَ بِاٰبَآئِکُمۡ وَلَوۡ جِئۡتُکُمۡ ۔

لَوۡ حرف شرط۔ جواب لَوۡ محذوف ہے۔

= بِاَھۡدٰی۔ ای بدین اھدی۔ مِمَّا مرکب ہے مِنۡ اور مَا موصول سے وَجَدۡتُّمۡ عَلَیۡہِ اٰبَآءَکُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا صلہ۔ اٰبَآءَکُمۡ مفعول ہے وَجَدۡتُّمۡ کا۔ ای قال لھم رسولھم اتتبعون دین اٰبآءکم ولو جئتکم

بدینِ اھدیٰ من دین ابا ئکمْ (اس پر ان کو) پیغمبر نے کہا کیا تم اپنے اسلاف کے دین پر چلتے رہوگے گو میں اس سے زیادہ صحیح طریقہ تمہارے سامنے لے آؤں ،،

= بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِہٖ مَا موصولہ اُرْسِلْتُمْ بِہٖ اس کا صلہ جو دین تم کو دے کر بھیجا گیا۔ جمع کا صیغہ اس لئے لاتے ہیں کہ اس قوم کے لوگوں نے کہا کہ تم اور تم سے پہلے پیغمبروں کو جو دین دے کر بھیجا گیا ہم سب سے منکر ہیں۔

= کٰفِرُوْنَ: ای جاحدون منکرون۔ انکاری ہیں۔ انکار کرنے والے ہیں

= فَانْتَقَمْنَا ف سببیہ ہے اِنْتَقَمْنَا ماضی جمع متکلم۔ انتقام (افتعال) مصدر نقم مادہ۔ ہم نے سزا دی، ہم نے انتقام لیا۔ نَقَمَ مِنْہُ (باب ضرب) سزا دینا۔ انتقام لینا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْا مِنْھُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ (۸۵: ۸) اور انہوں نے مومنوں کو محض اس لئے سزا دی کہ وہ اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔

= فَانْظُرْ۔ اُنْظُرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر نَظْرٌ (باب نصر) مصدر تو دیکھ تو غور کر، یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے،

= عَاقِبَۃُ الْمُکَذِّبِیْنَ۔ عَاقِبَۃُ انجام۔ آخر، مضاف۔ اَلْمُکَذِّبِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تَکْذِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے جھٹلانے والے۔

۴۳: ۲۶ = وَاِذْ قَالَ۔ ای وَاذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ قَالَ: وہ وقت یاد کر جب کہا ابراہیم نے

= بَرَآءٌ بیزار۔ بیزار ہونا۔ اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا برا لگتا ہو۔ اس سے چھٹکارا ڈھونڈھنے کے ہیں مصدر ہے جو صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ اور جب صفت واقع ہو تو واحد تثنیہ، جمع۔ مذکر، مؤنث، سب کے لئے برابر استعمال ہوتا ہے ب ر ء / مادہ۔

۴۳: ۲۷ = فَطَرَنِیْ۔ فَطَرَ ماضی واحد مذکر غائب فَطْرٌ (باب ضرب ونصر) بمعنی عدم سے وجود میں لانا۔ پیدا کرنا۔ فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئے کیونکہ لغت میں فطر کے معنی پھاڑنے کے ہیں۔ عدم کے پردہ کو پھاڑ کر وجود میں لانا۔ یعنی پیدا کرنا اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔

نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم۔ فَطَرَنِیْ اس نے مجھے پیدا کیا۔

= سَیَھْدِیْنِ: س مضارع کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دینے کے لئے استعمال

ہوتا ہے۔ یَھْدِیْنِ مضارع واحد مذکر غائب: ھدایۃ باب ضرب مصدر نون وقایہ یاءِ متکلم محذوف ہے وہ مجھے ہدایت کرے گا۔ وہ میری راہنمائی کرے گا۔

۴۳:۲۸ = وَجَعَلَھَا واؤ عاطفہ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب، جَعْلٌ (باب فتح) مصدر اس نے بنایا۔ اس نے بنا دیا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، اس کا مرجع وہ کلمہ توحید ہے جو حضرت ابراہیم سے مذکور ہے جَعَلَ کا فاعل ابراہیم ہے بعض کے نزدیک اس کا مرجع اللہ ہے۔

= كَلِمَةً بَاقِيَةً: موصوف وصفت مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ باقی رہنے والی بات:

= عَقِبِہٖ، مضاف مضاف الیہ۔ عَقِبٌ پاؤں کے پچھلے حصہ (ایڑی) کو کہتے ہیں۔ بطور استعارہ عَقِبٌ کا استعمال بیٹے اور پوتے کے لئے بھی ہوتا ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اس کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں باقی رہنے والی بات بنا دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو کلمہ توحید اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ اس میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی شامل ہیں۔

= لَعَلَّھُمْ يَرْجِعُوْنَ۔ یہ تعلیل ہے جَعَلَ کی؛ تاکہ وہ (اس کی طرف رجوع کریں) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اولادِ ابراہیم کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے یعنی بقائے کلمہ توحید کی وجہ سے اولادِ ابراہیم میں سے مشرک اور گمراہ اس سے ہدایت پاتے رہیں۔ یا اس کا مرجع مشرکین اہل مکہ ہیں مطلب یہ کہ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول اہل مکہ کے سامنے بیان کرد شاید یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی وصیت اور دین کی طرف لوٹ آویں (تفسیر مظہری)

۴۳:۲۹ = بَلْ مَتَّعْتُ یہ محذوف سے اضراب و اعراض ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ توحید کو اپنی اولاد میں چھوڑا کہ وہ شرک و کفر سے بچ جاویں اور راہ ہدایت پاویں مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ وہ چاہتے تھے۔ ان میں سے بہت سے شرک و کفر میں ڈوب گئے اور ناشکری و نافرمانی اختیار کی۔ چاہتے تو یہ تھا کہ انہیں اس کی سزا فوراً دی جاتی لیکن ہم نے ایسا نہ کیا بلکہ ان کو مہلت دی اور ان موجودہ دنیوی زندگی کے سازو سامان سے نوازتے رہے حتیٰ کہ ان کے پاس حق (یعنی قرآن) اور (اس کے احکام کو) صاف صاف اور کھول کر بیان کرنے والا رسول پہنچ گیا۔

مَتَّعْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم تَمْتِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے دنیوی سامان سے بہرہ مند کر دیا۔ ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع۔ یہ لوگ اس سے مراد وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کلمہ باقیہ چھوڑا کہ اس کی طرف رجوع کریں اور اس سے مراد مکہ کے وہ کافر بھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھے۔ بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۳: ۳۰ == لَمَّا جَ، بہ ای بھذا الحق۔

== قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ۔ یعنی یہ قرآن جادو ہے۔ قرآن کریم کو جادو انہوں نے اس لئے کہا کہ وہ قرآن جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز تھے۔

۴۳: ۳۱ == لَوْلَا: کیوں نہ۔

== رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔ ای رَجُلٍ عَظِیْمٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ دونوں بستیوں میں سے کوئی بڑا آدمی۔

اَلْقَرْیَتَیْنِ دو بستیاں۔ مراد مکہ و طائف

۴۳: ۳۲ == اَھُمْ: ہمزہ استفہام انکاری کا ہے ھُمْ سے مراد وہ لوگ جو کہ کہتے تھے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ نازل ہوا۔

== یَقْسِمُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب قِسْمَۃٌ (باب ضرب) وہ بانٹتے ہیں۔

== رَحْمَتَ رَبِّکَ: رَبِّکَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ رَحْمَتَ مضاف یہ مضاف الیہ و مضاف مل کر مفعول اپنے فعل یَقْسِمُوْنَ کا۔ آپ کے رب کی رحمت کو مراد نبوت ہے۔

== مَعِیْشَتَھُمْ۔ مَعِیْشَتَ اسم مصدر مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کا سامانِ زندگی۔ قَسَمْنَا کا مفعول۔

== دَرَجٰتٍ: دَرَجَۃٌ کی جمع۔ مرتبے۔ بلندیاں۔ درجے، منصوب بوجہ تمیز ہے۔ از روئے درجات۔ مرتبوں کے لحاظ سے۔

== لِیَتَّخِذَ: لام تعلیل کا ہے۔ یَتَّخِذَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ وہ بنا لے۔

== سُخْرِیًّا۔ خدمت گار۔ تابعدار۔ یَتَّخِذَ کا مفعول ہے۔

مطلب یہ کہ سامان زندگی اللہ تعالیٰ تقسیم کرتا ہے کسی کو کثیر مال و متاع دے کر دنیاوی

طور پر اونچا کر دیتا ہے کسی کو رزق کی کمی سے پست کر دیتا ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لیتے رہیں۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کو اپنی مصلحتوں کے لئے استعمال کریں اور مختلف پیشوں میں ان سے خدمت لیں۔ اور مختلف کاموں میں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

= رَحْمَتُ رَبِّكَ : تیرے رب کی رحمت : یعنی نبوت اور لوازمِ نبوت۔

= مِمَّا، مِنْ اور مَا سے مرکب ہے یَجْمَعُوْنَ ، مضارع جمع مذکر غائب جَمْعٌ (باب فتح) مصدر، وہ جمع کرتے ہیں (یعنی دنیا کا وہ مال جو وہ ساری عمر اکٹھے کرتے رہتے ہیں اس سے مرتبۂ نبوت اور اس کے لوازمات بدرجہا بہتر اور افضل ہیں۔

۴۳ : ۳۳ = وَلَوْلَا اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً جملہ شرط ہے اور لَجَعَلْنَا سے لے کر وَزُخْرُفًا آیت ۳۵ تک جواب شرط :

لَوْلَا ۔ اگر نہ ۔ حرفِ شرط : اَنْ مصدریہ یَكُوْنَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ یَكُوْنُ فعل ناقص النَّاس اس کا اسم اُمَّةً وَّاحِدَةً موصوف وصفت مل کر یَكُوْنَ کی خبر۔

= لَجَعَلْنَا : لام جوابِ شرط کے لئے ہے جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم ۔ ہم بنا دیتے

= لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ ۔ لام اختصاص کا ہے مَنْ موصولہ، یَكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ اس کا صلہ لِبُيُوْتِهِمْ میں لام اختصاص کا بُيُوْتِهِمْ مضاف مضاف الیہ، یہ بدل اشتمال ہے مَنْ یَّكْفُرُ سے سُقُفًا ۔ مفعول ہے جَعَلْنَا کا۔ سُقُفٌ جمع سَقْفٌ کی۔ چھتیں۔

ترجمہ :۔ تو ہم بنا دیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمٰن کا ان کے مکانوں کے لئے چاندی کی چھتیں۔

= وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ : واؤ عاطفہ ۔ عَلَيْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مَعَارِجَ کے لئے ہے ۔ يَظْهَرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ظَهْرٌ و ظُهُوْرٌ باب فتح مصدر ۔ وہ چڑھتے ہیں ۔ وہ چڑھ کر اوپر پہنچ جاتے ہیں ۔ وہ غالب آتے ہیں ۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ

لِبُیُوْتِھِمْ مَعَارِجَ عَلَیْھَا یَظْھَرُوْنَ مِنْ فِضَّۃٍ۔ اور ہم بنادیتے ان کے لئے جو انکار کرتے ہیں رحمٰن کا ان کے گھروں کے لئے سیڑھیاں چاندی کی:

مَعَارِجَ معراج کی جمع اسم آلہ۔ سیڑھیاں۔ عُرُوْجٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی چڑھنا۔

= وَ لِبُیُوْتِھِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَیْھَا یَتَّکِئُوْنَ: اس جملہ کا عطف بھی جملہ جَعَلْنَا...... سُقُفًا مِّنْ فِضَّۃٍ پر ہے۔

اَبْوَابًا جمع بَابٌ کی دروازہ۔ سُرُرًا جمع سَرِیْرٌ کی۔ تخت: وہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جائے۔ یہ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے؛ کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فِیْھَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَۃٌ (۸۸: ۱۳) وہاں تخت ہوں گے اوپر بچھے ہوئے:

یَتَّکِئُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ تکیہ لگاتے ہیں یا لگائیں گے۔ ت ک ء مادہ۔ اَلْمُتَّکَاءُ (اسم مکان) سہارا لگانے کی جگہ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے: ھِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّأُ عَلَیْھَا (۲۰: ۱۸) یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں۔

۴۳: ۳۵ = وَزُخْرُفًا۔ واؤ عاطفہ، زُخْرُفٌ کے متعلق لغات القرآن میں ہے ملمع۔ سنہری۔ سونا۔ آراستہ۔ زینت اور کسی شے کے کمال حسن کو زخرف کہتے ہیں لیکن جب قول کے لئے اس کا استعمال ہو تو جھوٹ سے آراستہ کرنے اور ملمع کی باتیں کرنے کے معنی ہوں گے: جیسے ارشاد ہے زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا۔ (۶: ۱۱۲) ملمع کی باتیں فریب کی۔

امام راغب رحمہ لکھتے ہیں الزُّخْرُفُ اصل میں اس زینت کو کہتے ہیں جو کہ ملمع سے حاصل ہو۔ اسی سے سونے کو بھی زخرف کہا جاتا ہے کیونکہ یہ زیبائش کے کام آتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے وَ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَھَا (۱۰: ۲۴) یہاں تک کہ زمین سبزے سے خوشنما اور آراستہ ہو گئی۔

اور سونے کے معنی میں: بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ (۱۷: ۹۳) سونے کا گھر:

بظاہر زُخْرُفًا کا عطف سُقُفًا پر ہے اس صورت میں اس کا معنی نقش ونگار زیب وزینت ہوگا۔ اور اگر زُخْرُف سے مراد سونا ہے تو پھر اس کا عطف "مِنْ فِضَّۃٍ"

یہ ہو گا: اور اس کا نصب محل کی وجہ سے ہو گا: اور آیت کا معنی ہو گا کہ ان کی چھتیں، ان کے زینے ان کے دروازے۔ ان کے پلنگ بعض سونے کے بنے ہوتے اور بعض چاندی کے بنے ہوتے
(ضیاء القرآن)

فائدہ آیت ۳۲ متذکرہ بالا میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے دنیا میں دنیاوی زندگی کے مال و متاع کی تقسیم میں بعض کو بعض پر فوقیت بخشی ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے ورنہ دنیاوی مال و دولت کی ہمارے نزدیک کوئی وقعت نہیں یہ ایک حقیر اور ادنیٰ سی چیز ہے اگر ہم چاہتے تو اس بے بضاعت دولت سے منکروں اور کافروں کے گھروں کی چھتیں، دروازے۔ پلنگ، زینے وغیرہ سونے کے بنا دیتے۔ لیکن اس حکمت کے پیش نظر کہ مبادا اس تجمل اور زینت کو دیکھ کر سارے یا اکثر لوگ کفر کی طرف راغب نہ ہو جاویں ایسا نہیں کیا گیا۔

== وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ اِنْ نافیہ ہے كُلُّ ذٰلِكَ مضاف مضاف الیہ، یہ سب سنہری روپہلی چیزیں (جن کا اوپر ذکر ہوا)

== لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ میں لَمَّا استثنائیہ بمعنی اِلَّا ہے اور نہیں ہے یہ سب کچھ مگر دنیاوی زندگی کا ساز و سامان

۳۶:۴۳ == وَمَنْ يَّعْشُ واؤ عاطفہ اور مَنْ شرطیہ ہے اگلا جملہ نُقَيِّضْ .... جواب شرط ہے يَعْشُ مضارع واحد مذکر غائب عَشْوٌ (باب نصر) مصدر۔ يَعْشُ اصل میں يَعْشُوُ تھا۔ بوجہ جواب شرط واؤ ساقط ہو گیا۔ اس کے اصل معنی رات میں کہیں جانے کا قصد کرنے کے ہیں توسیع استعمال کے بعد ہر قاصد کو عاشی کہا جانے لگا۔ عَشْوٌ مصدر کے معنی کمزور نظر سے دیکھنا کے بھی ہیں اور رتوندی، تاریکی جو آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے اسے العشاء کہتے ہیں رَجُلٌ اَعْشٰى جسے رتوندی کی بیماری ہو۔ مثل مشہور ہے هُوَ يَخْبِطُ خَبْطَ عَشْوَاءَ وہ اندھی اونٹنی کی طرح ہاتھ پاؤں مارتا ہے یعنی بلا سوچے سمجھے معاملات سرانجام دیتا ہے۔

مختلف صلات کے ساتھ مختلف معانی دیتا ہے عَشَوْتُ اِلَيْهِ میں اس کی طرف مائل ہو گیا۔ عَشَوْتُ عَنْهُ میں نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس سے اعراض کیا۔
عَشِيَ عَنْ۔ کسی چیز سے آنکھیں بند کر لینا۔ اندھا ہو جانا۔ آیت ہذا میں یہی معنی ہیں۔ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ اور جو کوئی خدا کی یاد سے آنکھیں بند کر لے۔
(ع ش و، ع ش ی مادّہ)

= نُقَيِّضُ ، مضارع جمع متکلم، تَقْيِيضٌ تفعیل مصدر ق ی ض، مادّہ ہم مقدر کر دیتے ہیں اَلْقَيْضُ کے معنی انڈے کے اوپر کے چھلکا کے ہیں اور چھلکا چونکہ اس کے باقی ماندہ اجزار پر محیط اور مستولی ہوتا ہے لہٰذا اس سے قَيَّضَ (فعل) کسی چیز پر غالب اور مستولی ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لام کے صلہ کے ساتھ بمعنی مقدر کرنے، مقرر کرنے سبب بنا دینے اور تخلیہ کر دینے، کے استعمال ہوتا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ (۴۱: ۲۵) اور ہم نے (شیطانوں کو) ان کا ساتھی مقرر کر دیا تھا۔

آیت ہذا میں نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا (ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں) کے معنی ہیں کہ ہم اس سے الگ ہو جاتے ہیں تاکہ شیطان اس پر اس طرح سے مسلط ہو جاتے جیسے انڈے کے اوپر چھلکا اپنے مافیہا پر مستولی رہتا ہے۔

= فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ۔ پس شیطان اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور اس سے الگ نہیں ہوتا۔ قَرِينٌ۔ ساتھی، ہمنشین،

۴۳: ۳۷ = وَإِنَّهُمْ واؤ عاطفہ إِنَّهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے۔ آیت ۳۶ متذکرہ بالا میں شَيْطَانًا بطور جنس شیطان آیا ہے لہٰذا یہاں صیغہ جمع لایا گیا ہے مطلب یہ کہ وہ سارے شیطان جو ذکر رحمان سے اعراض کرنے والوں پر مقرر کر دیئے تھے اور جو ان کے ساتھی بن گئے تھے ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں۔

= لَيَصُدُّونَهُمْ ، يَصُدُّونَ : مضارع جمع مذکر غائب صَدٌّ باب نصر مصدر وہ روکتے ہیں۔ وہ باز رکھتے ہیں۔ ضمیر فاعل جمع مذکر غائب شیاطین کی طرف راجع ہے جو لفظاً مفرد ہے اور معنیً جمع ہے۔

= اَلسَّبِيلِ وہ راہ ہدایت جس کی طرف ذکر رحمٰن کی دعوت دیتا ہے۔

= وَيَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ۔ يَحْسَبُونَ کی ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور هُمْ کا مرجع مَنْ ہے اور بوجہ مذکورہ جمع ہے

ترجمہ:۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان ان کو راہ ہدایت سے روکتے ہیں اور وہ (بہکے ہوئے لوگ) خیال کرتے ہیں کہ ہم راہ ہدایت پر ہیں۔

۴۳: ۳۸ = اس آیت میں اور آیت ۳۶ میں شیطان اور جس پر اس کو مقرر کیا گیا تھا اس کے لفظی معنی کے لحاظ سے دونوں کے لئے الگ الگ صیغہ واحد استعمال ہوا ہے۔

= جَاءَنَا۔ ماضی بمعنی مستقبل۔ یہاں تک کہ جب ایسا شخص جس پر شیطان کو مقرر

کیا گیا تھا ہمارے پاس آئے گا (روز قیامت)

قَالَ ۔ یعنی کافر جو ذکر اللہ (قرآن مجید) کی طرف سے اندھا ہو گیا تھا اپنے شیطان سے کہیگا

= یٰلَیۡتَ: یا ء حرف نداء قَرِیۡنِیۡ منادی (محذوف) لَیۡتَ حرف مشبہ بفعل۔ تمنا کے لئے آیا ہے ۔ لے کاش!

= بُعۡدَ الۡمَشۡرِقَیۡنِ: مضاف مضاف الیہ ۔ بُعۡد دُوری، فاصلہ۔ الۡمَشۡرِقَیۡنِ دونوں مشرق۔ بمعنی مشرق و مغرب، عرب کی عادت ہے کہ جب دو مقابل چیزوں کو بیان کرنا ہو تو ان میں جو زیادہ غالب ہو اُسی کو تثنیہ کی صورت میں بیان کر دیتے ہیں اس کو تسمیۃ الشیئین ای المتقابلین باسم احد هما کہتے ہیں۔ مثلا الموصل و الجزیرۃ کو الموصلین، الشمس والقمر کو القمران ۔ ابو بکر و عمر کو العمران کہیں گے۔

اے ساتھی کاش! میرے اور تیرے درمیان (دنیا میں) اتنا فاصلہ ہوتا جتنا کہ مشرق اور مغرب کے درمیان تھا۔

= فَبِئۡسَ الۡقَرِیۡنُ: ای فبئس القرین انت، تو برا ساتھی تھا۔

۴۳ : ۳۹ = لَنۡ یَّنۡفَعَکُمُ الۡیَوۡمَ ۔ ای قیل لهم لن ینفعکم الیوم لَنۡ یَنۡفَع مضارع نفی تاکید بلن نَفۡعٌ باب فتح مصدر بمعنی نفع پہنچانا کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اَلۡیَوۡمَ (آج کے دن) مفعول فیہ۔ آج کے دن یا آج (یہ بات ہرگز تم کو نفع نہیں پہنچائے گی: اس جملہ سے پہلے سَیُقَالُ لَهُمۡ (ان سے کہا جائے گا) مقدرہ ہے

= اِذۡ ظَلَمۡتُمۡ جب ظلم کر چکے تم (دنیا میں) ظلم کے معنی یہاں شرک کرنا، کفر کرنا کے ہیں۔

= اَنَّکُمۡ فِی الۡعَذَابِ مُشۡتَرِکُوۡنَ۔ مُشۡتَرِکُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِشۡتِرَاكٌ (افتعال) مصدر سے، شریک ہونے والے۔ شریک یہ جملہ فاعل ہے لَنۡ یَّنۡفَعَکُمۡ کا۔ ای ولن ینفعکم اشتراککم فی العذاب او کونکم مشترکین فی العذاب۔ یعنی آج تمہارا عذاب میں (اپنے شیاطین کے ساتھ) شریک ہونا ہرگز تم کو فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یعنی اس بات سے تمہیں ذرا بھی تسکین نہ ہوگی کہ تمہارے ساتھ تمہارے دنیا کے ساتھی مشرکین و کفار بھی دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں۔

مرگِ انبوہ جشنے دارد کا قانون وہاں نہ چل سکے گا۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ:۔
فعل لَنۡ يَّنۡفَعَكُمُ کی ضمیر فاعل عاشون عن القراٰن کا شور وغوغا (آیت ۳۸) ہے اور مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ تمہارا یہ شور وغوغا کہ تمہارے اور شیاطین کے درمیان بعد المشرقین ہوتا اور یہ کہ وہ بڑے بُرے ساتھی تھے آج تمہارے کسی کام نہ آئے گا جبکہ (دنیا میں) تم ظلم کرتے رہے ہو تم سب اس عذاب میں آج حصہ دار ہو۔

۴۳ : ۴۰ = اَفَاَنۡتَ ۔ استفہام انکاری تعجبی ہے اس کی تین صورتیں بیان کی ہیں۔
۱۔ اَفَاَنۡتَ تُسۡمِعُ الصُّمَّ کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں ؟
۲۔ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِى الۡعُمۡىَ کیا آپ اندھوں کو راہ دکھا سکتے ہیں ؟
۳۔ اَفَاَنۡتَ تَهۡدِىۡ مَنۡ كَانَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ : کیا آپ ان کو راہ راست دکھا سکتے ہیں جو صریح گمراہی میں ہیں (وَ مَنۡ كَانَ کا عطف الۡعُمۡىَ پر ہے کیونکہ نابینا ہونا اور گمراہ ہونا دو صفتیں الگ الگ ہیں)۔

۴۳ : ۴۱ = فَاِمَّا نَذۡهَبَنَّ بِكَ ۔ فَاِمَّا اصل میں فاء عطف کی اِنۡ شرطیہ اور مَا زائدہ برائے تاکید سے مرکب ہے اس لئے نَذۡهَبَنَّ میں نون تاکید ثقیلہ لانا ضروری ہوا۔ جملہ شرط ہے ؛

نَذۡهَبَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم۔ ذَهَبَ بِ لے جانا۔ وفات دینا۔ پس اگر ہم آپ کو لے جائیں یعنی آپ کو وفات دیدیں۔
= فَاِنَّا مِنۡهُمۡ مُّنۡتَقِمُوۡنَ ۔ جواب شرط۔ تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ لیں گے۔
مُنۡتَقِمُوۡنَ اسم فاعل جمع مذکر انتقام (افتعال) مصدر۔ بدلہ میں سزا دینے والے۔ انتقام لینے والے۔

۴۳ : ۴۲ = اَوۡ نُرِيَنَّكَ الَّذِىۡ وَعَدۡنٰهُمۡ : جملہ شرط ہے ای اَوۡ اِنۡ اَرَدۡنَا ان نریك العذاب الذی وعدنا ھم اور اگر ہمارا ارادہ ہو کہ ہم دکھائیں آپ کو وہ عذاب جن کا ہم نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے۔
نُرِيَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع متکلم۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم تمہیں ضرور دکھائیں گے۔
= فَاِنَّا عَلَيۡهِمۡ مُّقۡتَدِرُوۡنَ ، اسم فاعل جمع مذکر اقتدار (افتعال) مصدر۔ پوری قدرت رکھنے والے۔ تو ہمیں ان پر پوری قدرت حاصل ہے۔ جملہ جواب شرط ہے۔

الکشاف میں ہے وان اردنا ان ننجزفی حیاتک ماوعدناھم من العذاب النازل بھم فھم تحت ملکتنا وقدرتنا۔ اور اگر ہم چاہیں کہ ہم آپ کی زندگی میں ہی ان کو ان پر آنے والے عذاب کا مزہ چکھائیں تو بھی وہ ہماری ملکیت اور قدرت میں ہیں۔

مطلب آیات ۴۱: ۴۲: کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ کفار کو ان کے کئے کی سزا بہرحال ملے گی۔ اگر ہم آپ کو پہلے اس دنیا سے لے جائیں تو پھر بھی ہم ان سے بدلہ ضرور لیں گے یعنی ان کو سزا دیں گے، اور اگر ہم چاہیں کہ آپ کی حیات میں ہی ان پر عذاب نازل ہو تو اس کی بھی ہمیں قدرت ہے

۴۳: ۴۳ = فَاسْتَمْسِكْ۔ فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے اور شرط مقدرہ کے جواب میں ہے۔ ای اذا کان احد ھذین الامرین واقعًا لامحالۃ فاستمسك بالذی اوحینا الیك۔ ان ہر دو صورتوں میں کوئی بھی وقوع پذیر ہو کوئی بات نہیں پس آپ مضبوطی سے پکڑے رہئے اس (قرآن) کو جو آپ کی طرف وحی کیا گیا ہے

اِسْتَمْسِكْ فعل امر واحد مذکر حاضر استمساك (استفعال) مصدر۔ تو پکڑے رکھ۔ تو پکڑے رہ۔

= اِنَّكَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ بے شک آپ سیدھی راہ پر ہیں یہ جملہ امر (اِسْتَمْسِكْ بِالَّذِیۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ) کی تعلیل ہے۔

۴۳: ۴۴ = وَاِنَّهٗ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب سے مراد القرآن ہے

= لَذِكْرٌ میں لام تاکید کے لئے ہے ذِكْرٌ شرف عظیم۔ بے شک یہ تمہارے لئے شرف عظیم ہے۔

= سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ۔ سَوْفَ مضارع پر آنے سے اس کو مستقبل کے معنی میں خاص کر دیتا ہے۔ عنقریب تم سے پوچھا جائے گا (کہ تم نے اس کے حقوق کو کہاں تک قائم رکھا

۴۳: ۴۵ = اِسْئَلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سُؤَالٌ (باب فتح) تو سوال کرلے تو پوچھ لے۔ تو دریافت کرلے۔

= مَنْ اسم موصول۔ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اس کا صلہ، اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو آپ سے پہلے ہم نے بھیجا تھا پوچھ لیجئے۔

= اَجَعَلْنَا۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے۔ کیا ہم نے بنایا۔ مقرر کیا۔

= اٰلِھَۃً۔ بہت سے معبود۔ اِلٰہٌ کی جمع، منصوب بوجہ مفعول جَعَلْنَا
= یُعْبَدُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ عِبَادَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ان کی پرستش کی جاتی ہے۔ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا اور معبود مقرر کر رکھے ہیں کہ ان کی عبادت کی جاتی ہو۔

۴۳ : ۴۶ = بِاٰیٰتِنَا، بار تعدیہ کا ہے اٰیٰتِنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہماری آیات۔ ہماری نشانیاں۔ یہاں نشانیوں سے مراد معجزات جو حضرت موسیٰؑ کو خدا نے دے کر فرعون کے پاس بھیجا۔ وہ نشانیاں یہ تھیں۔ عصا۔ ید بیضاء وغیرہ۔
= مَلَائِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے سردار مَلَأٌ اسم جمع ہے۔ مَلْأٌ اصل میں مَلَأَ یَمْلَأُ (باب فتح) کا مصدر ہے بمعنی بھر دینا کسی چیز کو کسی چیز سے۔ قوم کے سردار اور اہل الرائے اشخاص اپنی خوبی اور ذاتی محاسن سے لوگوں کی خواہش کو بھر دیتے ہیں یا آنکھوں میں روشنی اور دلوں میں ہیبت بھر دیتے ہیں اسی لئے ان کو مَلَأٌ کہتے ہیں۔ م ل ء مادہ
= فَقَالَ۔ ای قال موسیٰ لھم۔
= رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ رب العلمین مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف رَسُوْلُ مضاف الیہ۔ رب العالمین کا فرستادہ۔

۴۳ : ۴۷ = اِذَا ھُمْ میں اِذَا فجائیہ ہے ھُمْ ای فرعون وملائہٖ، فرعون اور اس کے مصاحب؛
= مِنْھَا یَضْحَکُوْنَ، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع اٰیٰتِنَا ہے یَضْحَکُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے ضِحْکٌ (باب سمع) مصدر۔ تو وہ ان نشانیوں پر ہنسنے لگے۔ مذاق اڑانے لگے۔

۴۳ : ۴۸ = وَمَا نُرِیْھِمْ۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ۔ نُرِیْ مضارع جمع متکلم اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر۔ ہم دکھاتے ہیں۔ ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ وہ یعنی فرعون اور اس کے سرداران۔
= مِنْ اٰیَۃٍ۔ یعنی عذاب کی نشانی۔ جیسے قحط، طوفان، ٹڈیاں، مینڈک خون وغیرہ۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانیاں تھیں۔
= مِنْ اُخْتِھَا۔ مِنْ حرف جر۔ اُخْتِھَا مضاف مضاف الیہ۔ اُخْتٌ، بہن

اَخٌ کی تانیث۔ ھَا کا مرجع اٰیَۃٍ ہے اَکْبَرُ مِنْ اُخْتِھَا۔ اپنی ساتھ والی سابقہ نشانی سے بڑی۔

مطلب یہ کہ ہر معجزہ اعجاز کی چوٹی پر پہنچا ہوا تھا۔ ہر معجزہ کو دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ یہ پہلے معجزہ سے بڑا ہے کیونکہ ہر معجزہ انتہائی بڑا تھا۔

== لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ: ای لکی یرجعوا او یتوبوا عما ھم علیہ من الکفر تاکہ وہ باز آجائیں اور توبہ کریں اس کفر سے جس پر وہ کاربند تھے۔

۴۳ : ۴۹ == اُدْعُ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ تو مانگ تو دعا کر۔ ای تدعوا لنا فیکشف عنا العذاب: ہمارے لئے دعا کر کہ ہم پر سے عذاب ہٹ جائے۔

== بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ ب سببیہ ہے ما موصول عَھِدَ عِنْدَکَ صلہ اللہ نے تمہارے ساتھ عہد کیا ہے۔ یعنی تم نے ہم سے کہا ہے کہ تم اگر دعا کروگے تو تمہارا رب عذاب دور کردے گا۔ اس نے تم سے اس کا وعدہ کرلیا ہے۔ اب بہ سبب اس عہد کے تم اپنے رب سے دعا کرو کہ وہ ہمارا عذاب دور کردے۔

== اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ: ای اننا لمؤمنون۔ بیشک ہم ضرور ایمان لے آئیں گے ایمان کو ہدایت سے تعبیر کیا ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ السبب باسم المسبب کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد الٰہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں۔

وَلَمَّا وَقَعَ عَلَیْھِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا یٰمُوْسَی ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ لَئِنْ کَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَکَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَکَ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (۷:۱۳۴) اور جب ان پر عذاب واقع ہوتا تو کہتے اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کرو جیسا کہ اس نے تم سے عہد کر رکھا ہے اگر تم ہم سے عذاب کو ٹال دوگے تو ہم ضرور تم پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی تمہارے ساتھ جانے (کی اجازت) دیدیں گے:

اس کا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے: بیشک ہم ضرور ہدایت یافتہ ہو جائیں گے:

۴۳ : ۵۰ == فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے تقدیر کلام یوں ہے: فدعا نا بکشف العذاب فکشفناہ فلما کشفنا عنہم العذاب پس اس نے ہم سے عذاب کے دور کرنے کی دعا کی اور ہم نے اسے دور کردیا

جب ہم نے ان سے عذاب کو دور کردیا تو......

كَشَفْنَا ماضی جمع متکلم ہم نے دور کردیا۔ ہم نے ہٹادیا۔ كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر سے کھولنا۔ ظاہر کرنا۔ باب انفعال سے بھی اسی معنی میں آتا ہے۔ انکشاف کسی پوشیدہ بھید کا ظاہر ہونا۔

= اِذَا هُمْ۔ اذا مفاجاتیہ ہے۔ لو وہ۔

= يَنْكُثُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب نكثٌ (باب نصر) مصدر وہ توڑتے ہیں وہ توڑنے لگتے ہیں۔

یعنی پھر جونہی ہم نے ان سے عذاب دور کردیا تب ہی انہوں نے اپنا عہد توڑ دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ (۴۸: ۱۰)
پھر جو عہد توڑے تو عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔

۴۳: ۵۱ = نَادٰى، ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ (باب مفاعلۃ) مصدر ن د ء مادہ۔ اس نے پکارا۔ یعنی عذاب دور ہوجانے کے بعد فرعون نے اپنی قوم کے مجمع میں پکار کر کہا۔

= مُلْكُ مِصْرَ: مُلْكُ مضاف مِصْرَ مضاف الیہ غیر منصرف ہونے کی وجہ سے مفتوح ہے۔

= وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ: اس کا عطف مُلْكُ مِصْرَ پر ہے اور یہ نہریں (جو دریائے نیل سے نکلتی تھیں جن میں چار بڑی نہریں یہ تھیں۔ نہر الملک۔ نہر طولون، نہر دمیاط اور نہر تینیس۔

= تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ۔ جملہ حالیہ ہے هٰذه الانهٰر سے۔ تَجْرِيْ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْيٌ وجَرَيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ چلتی ہیں، وہ جاری ہیں مِنْ تَحْتِيْ میرے محلات کے نیچے سے۔ میرے ماتحت، میرے زیر حکم یا میرے سامنے باغوں میں۔

= اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا تُبْصِرُوْنَ کا مفعول محذوف ہے ای افلا تبصرون ذلك او عظمتی اوقوتی: کیا تم یہ چیزیں نہیں دیکھ رہے ہو یا کیا تم میری عظمت اور قوت کو نہیں دیکھ رہے ہو۔

۴۳:۵۲ = اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا۔
(۱) اَمْ منقطعہ ہے اس کے اندر ہمزہ استفہامیہ کا معنی ہے اور استفہام تقریری ہے (یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ ایسا ہی ہے) یعنی میں بہتر ہوں۔
۲:۔ اَمْ متصل ہے اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَمْ تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ (کشاف) کیا تم دیکھتے ہو یا نہیں کہ میں اس حقیر اور ذلیل سے بہتر ہوں۔
۳:۔ اَمْ زائدہ ہے (شوکانی، لبن، لسان) اور تقدیر کلام ہے اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں اس شخص سے جو حقیر اور ذلیل ہے بہتر ہوں۔

خَيْرٌ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔
= هٰذَا الَّذِيْ۔ یہ شخص یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام۔
= مَهِيْنٌ: هُوْنٌ هَوَانٌ مَهَانَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، ذلیل وخوار۔ حقیر۔ بے وقعت۔ ہ و ن، مادہ۔

اَهَانَ وَاِهَانَةٌ (افعال) مصدر سے بمعنی ذلیل کرنا۔ جیسے دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ (۸۹: ۱۶) تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا هَوْنٌ سکون۔ نرمی، وقار اور حیار کو بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (۲۵:۶۳) اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر نرمی اور وقار سے (متواضع ہوکر) چلتے ہیں۔
= لَا يَكَادُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب كَوْدٌ (باب سمع) كَوِدَ يَكْوَدُ جو تحلیل صرفی کے بعد كَادَ يَكَادُ ہوگیا) كَادَ يَكَادُ افعال مقاربہ میں سے ہے۔ فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنے والا فعل واقع نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ مثلاً يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ (۲:۲۰) قریب ہے کہ بجلی کی چمک ان کی آنکھوں کی بصارت کو لیجائے۔ یعنی ابھی بجلی کی چمک نے ان کی بصارت کو اچک نہیں لے گئی لیکن قریب تھا کہ وہ اچک لیجائے۔

اور اگر بصورت نفی مذکور ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں آنیوالا فعل واقع ہوگیا مگر عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ

(۲: ۷۱) غرض (بڑی مشکل سے) انہوں نے اس بیل کو ذبح کیا اور وہ ایسا کرنے والے تھے نہیں۔
آیت ہذا وَلَا یَکَادُ یُبِیۡنُ۔ کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات کھول کر بیان تو کر لیتا ہے لیکن معلوم یوں ہوتا ہے کہ بیان نہیں کر سکے گا۔
یُبِیۡنُ مضارع واحد مذکر غائب البیان (افعال) مصدر سے۔ وہ کھول کر بیان کرتا ہے۔
۴۳: ۵۳ = لَوۡلَا۔ کیوں نہیں۔ (لَوۡلَا پر تفصیلی نوٹ کے لئے ملاحظہ ہو ۲: ۱۱۸ اور ۶: ۴۳)
= اُلۡقِیَ: ماضی مجہول واحد مذکر غائب: اِلۡقَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ وہ ڈالا گیا۔ اسے ڈالا گیا۔
= اَسۡوِرَۃٌ سِوَارٌ کی جمع بمعنی کنگن۔ پہنچیاں۔
= مُقۡتَرِنِیۡنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلۡاِقۡتِرَانُ سے جس کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں۔ مطلب یہ کہ یا اس کو سونے کے کنگن پہنائے گئے ہوتے کہ اس کو سردار بنا کر بھیجا گیا ہے یا اس کی معیت میں فرشتے جمع ہو کر ساتھ آتے۔

مجاہد نے کہا ہے کہ اہل مصر کا دستور تھا کہ جب کسی شخص کو اپنا سردار بناتے تھے تو اس کو سونے کے کنگن اور طوق پہناتے تھے۔ سردار ہونے کی یہ علامت تھی۔ اسی لئے فرعون نے کہا کہ موسیٰ کے رب نے جب موسیٰ کو واجب الاطاعت سردار بنایا ہے تو اس کو سونے کے کنگن کیوں نہیں پہنائے گئے اور اس کے ساتھ فرشتے کیوں نہیں بھیجے گئے۔ جو اس کی تصدیق بھی کرتے اور یہ جلوہ اس کی شان کے شایان بھی تھا۔

اِسۡتَخَفَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب استخفاف (استفعال) مصدر بمعنی بیوقوف اور جاہل بنانا۔ اور راہِ حق سے ہٹانا۔ ای اِسۡتَجۡہَلَ غرض اس نے (اپنی قوم کی) عقل ماردی اور لوگوں نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایمان لانے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو توڑنے پر ان کو آمادہ کر لیا۔ قَوۡمَہٗ اس کی قوم یعنی فرعون کی قوم (قبطیوں) کو۔
= اَطَاعُوۡہُ۔ اَطَاعُوۡا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی حکم ماننا۔ فرمانبرداری کرنا۔ اطاعت کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع فرعون ہے۔ انہوں نے (فرعون کی قوم نے) اس کا کہا مان لیا۔ (اور موسیٰ علیہ السلام سے کئے گئے

وعدوں سے پھر گئے)

== اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ۔ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ موصوف وصفت مل کر کَانُوْا کی خبر۔ درحقیقت وہ فاسق لوگ تھے۔ اِنَّھُمْ کَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ علت ہے اطَاعُوْہُ کی۔ یعنی وہ فاسق لوگ تھے اسی لئے انہوں نے فاسق کی اطاعت کرلی۔

فلذٰلک سارعوا الیٰ طاعۃ ذلک الفاسق۔

فٰسقین اسم فاعل جمع مذکر حالت نصب۔ فاسقٌ واحد۔ فسق مصدر باب نصر، ضرب، بدکردار۔ راستی سے نکل جانے والا۔ ہمیشہ اللہ کی نافرمانی کرنے والا۔

۴۳: ۵۵ == فَلَمَّا۔ لَمَّا حرف شرط (کلمہ ظرف) پھر جب۔

== اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا۔ اٰسَفُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِیْسَافٌ (افعال) مصدر نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ انہوں نے ہم کو غصہ دلایا۔ اَسِفَ باب سمع سے

۴۳: ۵۶ == فَجَعَلْنٰھُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ۔ ف عاطفہ ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ قوم فرعون کی طرف راجع ہے جس کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے۔

ترجمہ: اور ہم نے ان کو (قوم فرعون کو) پچھلے آنیوالوں کے لئے سلف اور مثل بنادیا۔

سَلَفًا۔ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی واقعہ کا گذر جانا ہے۔ لیکن یہاں بطور اسم مفعول کے استعمال ہوا ہے یعنی گذرا ہوا واقعہ۔ یا یہ سَالِفٌ کی جمع ہے جیسے خَدَمٌ کی جمع خَادِمٌ ہے اور اس کے معنی ہیں گذرا ہوا۔ گذشتہ۔ پہلے گذرا ہوا۔ پیش رو۔ یعنی آخرین میں سے جو ان کی روش پر چلتے رہے اور ان کے انجام (غرقابی) سے سبق حاصل نہ کیا ان کے لئے وہ جہنم کی طرف پیش رو ہوگئے۔ (تفہیم القرآن)

مَثَلًا تشبیہی قصہ تمثیل۔ ایسا عجیب واقعہ۔ جو کہاوت کے طور پر بیان کیا جائے ضرب المثل، چنانچہ کہا جاتا ہے تمہاری حالت ایسی ہے جیسی قوم فرعون کی۔ پند وموعظت اور عبرت کے لئے جس کا تذکرہ کیا جائے۔

مثل کے متعلق ملاحظہ ہو ۴۳: ۸ متذکرۃ الصدر۔

۴۳: ۵۷ == وَلَمَّا۔ واؤ عاطفہ ہے اور لَمَّا کلمہ ظرف ہے۔ جب:

== ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ مَثَلًا۔ ضَرَبَ بیان کرنا۔ جب ابن مریم (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو بیان کیا گیا بطور مثال کے، اور جگہ قرآن مجید میں ہے ضَرَبَ لَکُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِکُمْ (۳۰: ۲۸) وہ تمہارے لئے تم میں سے ہی ایک مثال بیان کرتا ہے

== اِذَا: مفاجاتیہ ہے تو یکایک۔ قَوْمُكَ تیری قوم، اہل قریش، آیت ہٰذا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔

== یَصِدُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب صَدِیْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ حیرت و تعجب کے باعث ہنسنا (استغرب ضحکًا) دوسرا معنی اس کا شور و غل مچانا۔ چیخنا چلانا ہے۔ مِنْهُ ای من المثل۔ اس مثال سے۔

۴۳: ۵۸ == قَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا میں ہمزہ استفہامیہ ہے اٰلِهَتُنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے معبودان۔

== اَمْ هُوَ، اَمْ بمعنی یا۔ هُوَ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام (ابن مریم) کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ آپ کے نزدیک حضرت عیسیٰ بہتر ہیں تو اگر (معاذ اللہ) وہ جہنم میں ہوتے تو ہمارے معبود بھی ہوا کریں۔

فائدہ: جب اہل قریش سے حضرت عیسیٰ کی رسالت اور ان کے محاسن و مکارم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو کج بحثی اور کٹ حجتی کے طور پر مختلف لایعنی حجتیں پیش کرتے ہیں مثلاً (۱) امام احمد نے صحیح سند سے اور طبرانی نے حضرت ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تھا۔

اللہ کے سوا جس کسی کی بھی پوجا کی جاتی ہے اس میں کوئی خیر نہیں۔ قریش نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ عیسیٰ نبی اور عبد صالح تھے اور (یہ ظاہر ہے) ان کی پوجا کی جاتی ہے (تو کیا عیسیٰ میں کوئی خیر نہیں تھی)

(۲) صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں اس آیت کے تحت۔ کہ صدر الافاضل رحمۃ اللہ علیہ اس مقام پر رقمطراز ہیں:۔

کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سامنے یہ آیت پڑھی اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱: ۹۸) کافرو! (اس روز) تم اور جن کی تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے، تو یہ سن کر مشرکین کو بہت غصہ آیا۔ اور ابن الزبعری کہنے لگا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا یہ خاص ہمارے اور ہمارے معبودوں کے لئے ہے یا کہ ہر امت اور گروہ کے لئے؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تمہارے اور تمہارے معبودوں کے لئے بھی ہے اور سب امتوں کے لئے بھی، اس پر اس

نے کہا کہ آپ کے نزدیک عیسیٰ بن مریم نبی ہیں اور آپ ان کی والدہ کی تعریف کرتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ نصاریٰ ان دونوں کو پوجتے ہیں اور حضرت عزیر اور فرشتے بھی پوجے جاتے ہیں تو اگر یہ حضرات (معاذ اللہ) جہنم میں ہوں تو ہم راضی ہیں کہ ہم اور ہمارے معبود بھی ان کے ساتھ ہوں اور یہ کہہ کر کفار خوب ہنسے ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰٓى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ (۲۱:۱۰۱)

جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے پہلے بھلائی مقرر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے اور یہ آیت نازل ہوئی وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا .... يَصِدُّوْنَ (۴۳:۵۷) جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ابن زبعریٰ نے اپنے معبودوں کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم کی مثال پیش کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کیا کہ نصاریٰ اسے پوجتے ہیں تو قریش اس کی بات پر خوب ہنسے ۔

= مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۔ مَا نافیہ ہے ضَرَبُوْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مثل کی طرف راجع ہے ای ما ضربوا ھذا المثل ۔ جَدَلًا سخت جھگڑنا باب سمع کا مصدر ہے ۔ جس کے معنی شدید خصومت کرنے کے آتے ہیں اور جَدَلٌ اسم بھی ہے سخت جھگڑنے کے معنی میں آتا ہے ، بوجہ مستثنیٰ (منقطع) منصوب ہے ۔

فائدہ : آیت کے معنی ہیں : مَا ضَرَبُوْا ھذا المثل الا لاجل الجدل والخصومۃ لا لتمییز الحق من الباطل : انہوں نے یہ مثال محض کج بحثی اور جھگڑے کی خاطر بیان کی نہ کہ حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے ۔ (ورنہ انہیں علم تھا کہ :
۱ :۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم (علیہما السلام) کی پوجا کے لئے نصاریٰ خود ذمہ دار تھے ۔ حضرت عیسیٰ نے تو انہیں پوجا کرنے کے لئے نہیں کہا تھا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے استفسار وَاِذْ قَالَ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۵:۱۱۶) اور جب خدا فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود ٹھہراؤ ۔ تو ان کا جواب ہوگا مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (۵:۱۱۷) میں نے ان سے کچھ نہیں کہا بجز اس کے جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے وہ یہ کہ تم خدا کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا سب کا پروردگار ہے ۔

۲:۔ اسی طرح آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم (۲۱: ۹۸) میں بُت، بے جان معبود اور وہ گمراہ کنندگان مراد ہیں جو دنیا میں لوگوں کو اپنی پوجا پر اکساتے تھے نہ کہ حضرت عیسیٰ، وعزیر و ملائکہ وغیرہم جنہوں نے کبھی لوگوں کو ایسی تلقین نہیں کی

۳:۔ بعض کے نزدیک آیت ۲۱: ۹۸ میں مَا تعبدون کا لفظ اگرچہ عام ہے مگر عام مخصوص البعض ہے اور اس سے مراد حضرت عیسیٰ، عزیر اور ملائکہ نہیں بلکہ بُت اور بے جان معبود ہیں لہٰذا اہل قریش کا اس آیت کی طرف حوالہ خارج از بحث تھا۔

= بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوتے مالبعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کر دیا گیا ہے یعنی یہ لوگ اہل قریش حق کو باطل سے تمیز کرنے کے لئے یہ کج بحثیاں نہیں کر رہے بلکہ وہ ہیں ہی سخت جھگڑالو لوگ۔

خَصِمُوْنَ ۔ خَصِمٌ (باب ضرب) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے خَصِمٌ کی جمع ہے سخت جھگڑنے والے۔ خَصْمٌ سے ہی بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ خَصِیْمٌ سخت جھگڑنے والا۔

۴۳: ۵۹ = اِنْ هُوَ ۔ اِنْ نافیہ هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے بلکہ اس کے بندے تھے۔

= اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ: ہم نے اس کو نعمتیں عطا کیں یعنی نبوت اور قرب کی نعمت سے ان کو نوازا تھا جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَعَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَاِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ (۵: ۱۱۰) (وہ وقت یاد میں رکھو) جب خدا (عیسیٰ سے) فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم۔ میرے ان احسانوں کو یاد کرو۔ جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کئے جب میں نے روح القدس (جبرائیل) سے تمہاری مدد کی تم جھولے میں اور جوان ہو کر (ایک ہی نسق پر) لوگوں سے گفتگو کرتے تھے اور جب میں نے تم کو کتاب اور دانائی

اور توراۃ و انجیل سکھائی اور جب تم میرے حکم سے مٹی کا جانور بنا کر اس میں پھونک مار دیتے تھے تو وہ میرے حکم سے اڑنے لگتا تھا اور مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے۔ اور مردے کو (زندہ کر کے قبر سے) میرے حکم سے نکال کھڑا کرتے تھے اور جب میں نے بنی اسرائیل (کے ہاتھوں) کو روک دیا۔ جب تم ان کے پاس کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے۔ وغیرہ ذلک من الایات فی القرآن المجید۔

= وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا ، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں) مَثَلًا منسوب بوجہ مفعول ہے۔ یعنی ہم نے ان کو عجیب النسان بنایا کہ دوسری کہاوتوں کی طرح ان کا قصہ بھی عجیب ہوا۔ اور ضرب المثل کے طور پر بیان کیا جانے لگا۔

۴۳: ۶۰ = وَلَوْ نَشَآءُ ۔ جملہ شرط ہے اور اگر ہم چاہیں لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِى الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ۔ جواب شرط۔ لام جواب شرط کے لئے ہے يَخْلُفُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب خَلْفٌ باب نصر مصدر (تمہارے) خلیفہ (ہوکر) رہتے۔

اگر ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کر دیں جو زمین میں تمہارے جانشین ہوں، اس کا دوسرا ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے کہ تم میں سے بعض کو فرشتہ بنا دیں (ہر دو ترجمے تفہیم القرآن سے لئے ہیں) حضرت تھانوی صاحب رح اس کا ترجمہ کرتے ہیں: یکے بعد دیگرے رہا کریں۔ (یہ جملہ معترضہ ہے)

۴۳: ۶۱ = وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اصل میں وانه لذو علم للساعۃ تھا۔ مضاف محذوف ہے اور مضاف الیہ اس کا قائم مقام ہے ای وانه لصاحب اعلام الناس لقرب مجیئہا. تحقیق وہ لوگوں کو قیامت کے عنقریب وقوع پذیر ہونے کی اطلاع دینے والا ہوگا۔

قیامت کے قریب آنے کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں نیچے اس دنیا میں زمین پر اتریں گے اور شریعت محمدی کے مطابق بقایا زندگی گذاریں گے۔

= فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا ۔ لَا تَمْتَرُنَّ فعل نہی بتاکید نون ثقیلہ جمع مذکر حاضر۔ اِمْتِرَآءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی ایسی چیز کی بابت حجت کرنا اور جھگڑنا کہ جس میں شک و شبہ اور تردد ہو۔ تم شک و شبہ ہرگز نہ کرو اور ہرگز حجت نہ کرو اور نہ جھگڑو۔

بِهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الساعۃ کی طرف راجع ہے۔

== اِتَّبِعُوْنِ ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف : تم میری اتباع کرو۔ اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ یہ اللہ کے کلام ہی کا حصہ ہے، بعض نے کہا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے اس صورت میں لفظ قُلْ محذوف متصور ہوگا :

== ھٰذَا یہ راستہ جس کی میں تمہیں دعوت دے رہا ہوں،

۴۳: ۶۲ == لَا یَصُدَّنَّکُمُ : فعل نہی بتاکید نون ثقیلہ۔ صیغہ واحد مذکر غائب صَدٌّ باب نصر، کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر تم کو نہ روک دے۔

== عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ : موصوف وصفت، کھلا ہوا دشمن، صریح وچٹا ننگا دشمن،

مُبِیْنٌ اِبَانَۃٌ سے باب افعال مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر: ب ی ن مادہ

مادہ ب ی ن سے باب افعال اِبَانَۃٌ باب تفعیل تَبْیِیْنٌ باب تفعل تَبَیُّنٌ اور باب استفعال استبانۃ لازم بھی آتے ہیں اور متعدی بھی۔ ظاہر ہونا ظاہر کرنا اس لئے بین کا معنی ظاہر بھی ہے اور ظاہر کرنے والا بھی۔

۴۳: ۶۳ == اَلْبَیِّنٰتِ کھلی دلیلیں ۔ بَیِّنَۃٌ کی جمع۔ واضح اور کھلی دلیل خواہ دلالت عقلیہ ہو یا محسوسہ: یہاں مراد معجزاتِ حضرت عیسٰی یا انجیل کی آیات یا واضح احکام ہیں۔

== جِئْتُکُمْ بِالْحِکْمَۃِ میں تمہارے پاس حکمت وموعظت کی باتیں لے کر آیا ہوں

== وَ لِاُبَیِّنَ ای وجئتکم لابین۔ واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے لام علت کا ہے اُبَیِّنَ مضارع واحد متکلم، تبیین تفعیل مصدر اور (اس لئے آیا ہوں) کہ کھول کر بیان کروں:

== بَعْضَ الَّذِیْ تَخْتَلِفُوْنَ فِیْہِ ۔ ای بعض امور الدین تختلفون فیہ ان شرعی و دینی امور کی تصریح جن کی بابت تمہارا آپس میں اختلاف ہے۔

== فَاتَّقُوا اللّٰہَ سو تم اللہ سے ڈرو۔ ف سببیہ ہے۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پُرحکمت تعلیم کا لانا حصول تقویٰ کا سبب ہے (مظہری)

== وَ اَطِیْعُوْنِ ۔ اَطِیْعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر۔ ن وقایہ ی واحد متکلم محذوف ہے۔ اور تم سب میری اطاعت کرو، میرا کہنا مانو،

۴۳: ۶۴ == ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۔ قَدْ جِئْتُکُمْ بِالْحِکْمَۃِ سے لے کر ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ تک حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلام ہے۔

۴۳: ۶۵ = اَلْاَحْزَابُ ۔ حزب کی جمع ۔ گروہ، ٹولیاں، جماعتیں ۔
= مِنْ بَيْنِهِمْ: باہم ۔ آپس میں، یعنی حضرت عیسٰی کی امّت میں سے مختلف گروہوں نے آپس میں اختلاف ڈال لیا۔
= وَيْلٌ ، ہلاکت ، عذاب ، دوزخ کی ایک وادی ۔ عذاب کی شدت ۔
امام راغب لکھتے ہیں ۔
بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ویل دوزخ کی ایک وادی کا نام ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جن بدبختوں کے لئے کلمۂ ویل استعمال کیا ہے ان کا ٹھکانہ دوزخ میں بن گیا یہ مراد نہیں کہ یہ لفظ وادیٔ دوزخ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ (المفردات)
= عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ عَذَابَ مضاف اَلِيْمٍ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے درد ناک ۔ دکھ دینے والا ۔ یوم الیم ۔ درد ناک دن ۔ یوم آخرت :
= لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۔ ای الذین کفروا ۔ ظَلَمُوْا بمعنی کفروا پر متعدد آیات دالّ ہیں مثلاً وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (۲: ۲۵۴) اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (۳۱: ۱۳) وغیرہ ،، ترجمہ ہوگا:
سو جو لوگ کافر یا ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والے دن کے عذاب سے ہلاکت ہے
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے ۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے خواہشات کی پیروی کر کے اور کتاب وسنت کو ترک کر کے اپنے اوپر ظلم کیا۔
۴۳: ۶۶ = هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ
هَلْ استفہام انکاری ہے ۔ يَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ نَظْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی يَنْتَظِرُوْنَ : وہ انتظار کرتے ہیں ۔ کلام عرب میں ینظرون کا استعمال بمعنی ینتظرون معروف ہے ۔ مثلاً فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ؛ (۴۷: ۱۸) سو یہ لوگ بس قیامت کے ہی انتظار میں ہیں کہ ان پر دفعۃً آپڑے سو اس کے آثار تو پیدا ہی ہو چکے ہیں ۔
اور مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ۔ (۳۶: ۴۹) یہ لوگ بس ایک سخت آواز کے منتظر ہیں وہ انہیں آپکڑے گی اور یہ لوگ آپس میں لڑجھگڑ رہے ہوں گے ۔ وغیرہ ۔
اِلَّا السَّاعَةَ میں السَّاعَةَ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ محذوف ہے جو حالت مفعول

میں واقع ہے لہٰذا مستثنیٰ کا اعراب اسی کی موافقت میں منصوب ہے اَنْ مصدریہ ہے اور بَغْتَۃً حرف فجائیہ ہے یکایک، اچانک، ایک دم:
وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے لَا یَشْعُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب ملہ شُعُوْرٌ باب نصر مصدر۔ وہ شعور نہیں رکھتے۔ وہ سمجھتے ہی نہیں۔ ضمیر فاعل کا مرجع قریش ہیں یا وہ لوگ جنہوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔
ترجمہ: یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آن پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔
تفسیر ماجدی میں ہے: ذکر منکرین قیامت کا ہے یہ منکرین اپنی غفلتوں میں پڑے ہوئے ہوں گے کہ قیامت یک بیک آ واقع ہوگی۔

۴۳: ۶۷ = اَلْاَخِلَّاءُ ۔ دوست۔ احباب، خلیل کی جمع ہے
اَلْاَخِلَّاءُ مبتدا۔ عَدُوٌّ خبر۔ یَوْمَئِذٍ یوم اسم ظرف منصوب اِذْ مضاف الیہ اس روز۔ اس واقعہ کے دن (ای یوم الساعۃ۔ روز قیامت)
= بَعْضُھُمْ مضاف مضاف الیہ لِبَعْضٍ۔ لام حرف جار بعض مجرور۔ یَوْمَئِذٍ اور بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ متعلق خبر، اَلْاَخِلَّاءُ یَوْمَئِذٍ بَعْضُھُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ مبتدا اپنی خبر اور متعلق خبر کے ساتھ مل کر جملہ اسمیہ ہے۔ اس روز ان میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے:
یعنی دنیوی دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے:
اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ ۔ استثناء متصل، کلام مثبت تام میں مستثنیٰ منصوب آتا ہے لہٰذا المتقین منصوب آیا ہے اِتِّقَاءٌ افتعال مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ منصوب ہے تقویٰ رکھنے والے، خدا سے ڈرنے والے۔

۴۳: ۶۸ = یٰعِبَادِ یا حرف ندا ہے عِبَادِیْ مضاف مضاف الیہ منادیٰ ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے عباد جمع ہے عَبْدٌ کی۔ اے میرے بندو۔
یٰعِبَادِ سے کلام مستانفہ شروع ہوتا ہے اس سے قبل عبارت یَقُوْلُ اللّٰہُ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یا یُنَادَوْنَ فَیُقَالُ لَھُمْ۔ ان کو پکارا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا۔ محذوف ہے
یعنی اللہ تعالیٰ تقویٰ رکھنے والے دوستوں سے فرمائے گا۔
منادیٰ سے مراد المتقین ہیں جو اوپر مذکور ہوئے (ملاحظہ ہو بیضاوی)
تفسیر ماجدی میں ہے: یہ ندا حشر میں مؤمنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے دی جائے گی:

= خَوۡفٌ ۔ آیندہ کی کسی تکلیف کا اندیشہ کرنا خوف ہے اور ماضی کی تکالیف کو یاد کرکے جو کیفیتِ غم دل میں پیدا ہوتی ہے حُزۡن کہلاتی ہے۔
= لَا تَحۡزَنُوۡنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، باب سمع سے مصدر۔ نہ تم غمگین ہوگے۔
۴۳ : ۶۹ = اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِاٰیٰتِنَا وَکَانُوۡا مُسۡلِمِیۡنَ ؕ اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں
(۱) اللہ تعالیٰ نے یہاں متقین کی صفات بیان فرمائی ہیں جنہیں روزِ قیامت نہ خوف ہوگا نہ حُزن۔ منجملہ دیگر صفات کے ان میں یہ دو صفات ہوں گی (۱) ایمان بآیت اللہ (ب) اور اسلام۔ انہی معنوں میں سورۃ یونس میں ارشاد ہے اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ؕ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ ؕ (۱۰ : ۶۲، ۶۳) یا ان کی اور صفت سورۃ الاحقاف میں یوں آئی ہے اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ؕ (۴۶ : ۱۳)
(۲) الایمان بآیات اللہ صفت ہے متقین کی اور وَکَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ حال ہے ضمیر اٰمَنُوۡا سے
۴۳ : ۷۰ = تُحۡبَرُوۡنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَبۡرٌ (باب نصر) مصدر جس کے معنیٰ زینت کرنے اور خوشی و مسرت کے آثار ظاہر ہونے کے ہیں حال ہے ضمیر انتم سے، دراں حالیکہ تم خوش کردیئے جاؤ گے، تمہیں مزیّن کردیا جائے گا۔ خوشی اور مسرت کے آثار تمہارے چہروں پر ظاہر و عیاں ہوں گے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمۡ فِیۡ رَوۡضَةٍ یُّحۡبَرُوۡنَ ۝ (۳۰ : ۱۵) جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے وہ جنت میں اس قدر خوش ہوں گے کہ وہاں کی نعمتوں کی تر و تازگی کا اثر ان کے چہروں پر عیاں ہوگا۔
بطور فعل مضارع صرف انہی دو جگہ آیا ہے اور فعل مجہول آیا ہے۔
روشنائی کو بھی حِبۡرٌ کہتے ہیں اسی سے علماء کو بھی احبار کہتے ہیں کہ ان کے نقش لوگوں کے دلوں پر روشنائی کے نقوش کی طرح دیر تک رہتے ہیں۔
قرآن مجید میں ہے اِتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ (۹ : ۳۱) انہوں نے اپنے علماء و مشائخ کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے۔
صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔
تُحۡبَرُوۡنَ ۔ یعنی اتنی خوشی پاؤ گے کہ اس کا اثر چہروں سے نمودار ہوگا۔ اس مطلب:

تُحْبَرُوْنَ حَبَارَۃٌ سے مشتق ہوگا۔ اور حَبَارَۃٌ کا معنی ہے اثر، نشان، یا تُحْبَرُوْنَ کا معنی ہے تم آراستہ کئے جاؤ گے۔ اس وقت اس کا مادہ حَبْرٌ ہوگا۔ اور حَبْرٌ کا معنی ہے زینت، خوبصورتی یا اس کا ترجمہ ہے تمہاری پوری پوری عزت افزائی کی جائے گی۔ آیت میں خطاب عِبَادِیْ سے ہے

۴۳: ۷۱ = یُطَافُ عَلَیْہِمْ۔ یُطَافُ مضارع واحد مذکر غائب اِطَافَۃٌ (افعال) مصدر دور چلایا جائے گا

= صِحَافٍ: جمع ہے صَحْفَۃٍ کی۔ اتنی بڑی رکابی جس میں پانچ آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھالیں۔ صِحَافٍ مِّنْ ذَہَبٍ سونے کی رکابیاں۔

= وَ اَکْوَابٍ واؤ عاطفہ ہے۔ اَکْوَابٍ معطوف ہے جس کا عطف صِحَافٍ پر ہے کُوْبٌ واحد۔ کوزہ۔ آبخورہ، پیالہ۔ ایسا گول برتن جس کا گلا بھی مدور ہو اور قبضہ نہ ہو۔

ان پر سونے کی بڑی بڑی رکابیوں اور پیالوں کے دور چلائے جائیں گے، یعنی ان کو کھانے کی چیزیں اور پینے کے مشروبات سونے کی رکابیوں اور پیالوں میں مہیا کی جائیں گی!

= وَ فِیْہَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع (آیت سابقہ اُدْخُلُوا الجنۃ۔۔۔۔ میں الجنۃ ہے۔

= مَا تَشْتَہِیْہِ الْاَنْفُسُ۔ مَا موصولہ تَشْتَہِیْ مضارع واحد مؤنث غائب، اِشْتِہَاءٌ (افتعال) مصدر، ضمیر فاعل الانفس کی طرف راجع ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب تَشْتَہِیْ کے مفعول کے لئے۔ جس کو جی چاہیں گے۔ یعنی جنت میں وہ سب چیزیں مہیا ہوں گی جن کو جی چاہیں گے۔

= وَ تَلَذُّ الْاَعْیُنُ۔ ای وفیھا ما تلذ الاعین اور اس میں ہر وہ چیز ہوگی جس سے آنکھیں لذت اندوز ہوں گی۔ تَلَذُّ مضارع واحد مؤنث غائب لَذَّۃٌ باب سمع مصدر بمعنی لذت پانا، مزہ لینا۔ جس سے آنکھیں لذت پائیں گی؛

= وَ اَنْتُمْ فِیْہَا خٰلِدُوْنَ: ای دائمون: اس آیت کا عطف آیت نمبر ۷۰ پر ہے اور تم اس میں (یعنی جنت میں) ہمیشہ رہو گے

۴۳: ۷۲ = وَ تِلْکَ الْجَنَّۃُ: اسم اشارہ ومشار الیہ، اور یہ جنت وہی ہے جس کی نسبت عباد اللہ سے کہا گیا ہے اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ۔۔۔۔۔ تُحْبَرُوْنَ (آیت ۷۰) اور اور اب حکم ہو رہا ہے کہ یہی جنت ہے جس کے تم وارث بنادئے گئے ہو اپنے اعمال صالحہ کے باعث۔

= اَلَّتِیۡ۔ اسم موصول واحد مؤنث۔ اُوۡرِثۡتُمُوۡھَا۔ اُوۡرِثۡتُمُوۡا میں واؤ اشباع کا ہے اصل صیغہ اُوۡرِثۡتُمۡ ہے: جو اِیۡرَاثٌ (افعال) مصدر سے ہے اور جس کے معنی وارث بنانا یا میراث میں دینے کے ہیں ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب ہے جس کے تم وارث بنا دیئے گئے ہو، یا جو تم کو میراث میں دی گئی ہے۔

= بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ: میں بِ سببیہ ہے مَا موصولہ۔ کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ صلہ اپنے موصول کا۔ بہ سبب ان اعمال کے جو تم (دنیا میں) کرتے رہے ہو۔

۴۳، ۷۳ = فِیۡہَا ای فِی الۡجَنَّۃِ۔ مِنۡھَا میں مِنۡ تبعیضیہ ہے اور ھا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الجنۃ ہے۔ یعنی جن میں سے تمہارا جی چاہیگا کھاؤ گے۔

فائدہ آیات ۶۷ تا ۷۳ میں التفاتِ ضمائر ہے بعض جگہ صیغہ جمع مذکر غائب لایا گیا ہے اور بعض جگہ جمع مذکر حاضر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس کی وضاحت کچھ یوں کی گئی ہے۔

قیامت کے روز دنیاوی دوست جن کی دوستی دنیاوی نفع ونقصان کی خاطر تھی ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے کہ یہ ہمارے انجام بد کے ذمہ دار ہیں لیکن جن کی دوستی محض تقوی اور اللہ کے ڈر کی بنا پر تھی ان کی حالت ایسی نہ ہوگی۔ ان متقیوں سے کہا جائے گا اے میرے بندو! (آج) تم پر کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمزدہ ہوگے (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا ہے)

متقی لوگوں کی تعریف یہ ہوگی کہ وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پکے فرمانبردار تھے (صیغہ جمع مذکر غائب استعمال ہوا) اُن سے یعنی متقین سے کہا جائے گا تم اور تمہاری بیویاں خوشی خوشی جنت میں داخل ہو جاؤ (صیغہ جمع مذکر حاضر لایا گیا) (وہاں جنت میں) سونے کی رکابیاں اور کوزے ان پر دَور میں لائے جائیں گے (عَلَیۡہِمۡ صیغہ جمع مذکر غائب آگیا) اور ان سے یعنی متقیوں سے جن کو مع بیویوں کے جنت میں داخل ہونے کا فرمان ہوا تھا۔ اب ان کو تسلی دی جائے گی۔ کہ یہ نعمتوں کا ملنا وقتی نہیں ہے دائمی ہے لہذا ان سے کہا جائے گا کہ تم اس جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہو گے (صیغہ جمع مذکر حاضر آگیا)

اسی خطاب کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت تمہیں تمہارے دنیا کے اعمالِ صالح کے سبب تم کو وراثت میں دی گئی ہے اس میں کثیر التعداد وکثیر الانواع میوے ہیں ان میں سے جو

جو تمہارا جی چاہے کہا ؤ پیو۔

۴۳: ۷۴ == اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ ... الآیۃ۔ متقین کو دی جانیوالی نعمتوں کا ذکر ختم ہوا۔ اب مجرمین اور ان کے اعمالِ سوء کے نتیجہ میں جو عذاب ان کو ملے گا اس کا احوال شروع ہوتا ہے المجرمین بمعنی الکافرین۔

۴۳: ۷۵ == لَا يُفَتَّرُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب تَفْتِيْرٌ (تفعیل) مصدر کم نہیں کیا جائے گا۔ ہلکا نہیں کیا جائے گا۔

اَلْفُتُوْرُ کے معنی تیزی کے بعد ٹھہرنے، سختی کے بعد نرمی اور قوت کے بعد کمزور پڑ جانا کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ (۵: ۱۹) اے اہل کتاب پیغمبروں کے آنے کا سلسلہ جو ایک عرصہ تک منقطع رہا تو اب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آگئے ہیں۔

اور جگہ کلام باری تعالیٰ ہے يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ (۲۱: ۲۰) وہ سب رات دن (اس کی) تسبیح کرتے رہتے ہیں نہ تھکتے ہیں نہ تھمتے ہیں۔

== مُبْلِسُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مرفوع: مُبْلِسٌ واحد۔ غمگین، مایوس، پشیمان متحیر، خاموش، جن کو کوئی بات بن نہ پڑتی ہو۔ اس کا مادہ بلس ہے یہ ثلاثی مجرد سے افعال مستعمل نہیں۔ ثلاثی مزید میں باب افعال اپنے تمام مشتقات کے ساتھ مستعمل ہے:

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ (۳۰: ۱۲) اور جس دن قیامت برپا ہوگی گنہگار مایوس اور مغموم ہو جائیں گے۔

عام طور پر غم اور مایوسی کی وجہ سے انسان خاموش رہتا ہے اور اسے کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اس لئے اَبْلَسَ فُلَانٌ کے معنی خاموش اور دلیل سے عاجز آنے کے ہیں۔ اور اَبْلَسَ مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ کے معنی ہیں وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا۔ چونکہ شیطان بھی رحمتِ حق سے مایوس و ناامید ہے اس لئے اسے ابلیس کہا گیا ہے:

وَهُمْ فِيْهِ، ای فی عذاب جہنم۔

۴۳: ۷۶ == وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ یہ خدائے اسلام کی صفات میں سے نہیں ہے کہ وہ کسی کو ناحق دوزخ میں ڈال دے۔ یا خواہ مخواہ عذاب میں مبتلا کر دے۔

== وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ۔ بلکہ وہ خود ہی (اپنے حق میں) ظالم رہے ہیں۔ ظٰلِمِيْنَ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ بحالت نصب بوجہ خبر كَانُوْا۔ ظٰلِمِيْنَ یہاں کفار کے

مرادف ہے ای واضعین الکفر موضع الایمان۔ ایمان کے بجائے کفر کو اپنانے والے
۴۳: ۷۷ == نَادَوۡا۔ ماضی بمعنی مستقبل) جمع مذکر غائب۔ نِدَاءٌ مصدر (باب مفاعلۃ)
وہ پکاریں گے۔ ضمیر فاعل الظلمین کی طرف راجع ہے وہ دوزخی کافر پکاریں گے: شدتِ عذاب
سے پکارا ٹھیں گے۔ ای من شدۃ العذاب (روح المعانی)
== یٰمٰلِکُ۔ یا حرف ندار مالک منادیٰ۔ اے مالک: مالک، دوزخ کے داروغہ
کے لئے استعمال ہوا ہے۔
== لِیَقۡضِ عَلَیۡنَا رَبُّکَ۔ لِیَقۡضِ فعل امر واحد مذکر حاضر، چاہیئے کہ تمہارا رب
ہمیں موت دیدے۔ اے مالک تمہارا پروردگار ہمیں موت دیدے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَوَکَزَہٗ مُوۡسٰی فَقَضٰی عَلَیۡہِ (۱۸: ۵) اور موسیٰ نے
اس کو مکا مارا اور اس کو جان سے مار دیا۔ اس کا کام تمام کر دیا۔
تفسیر اضواء البیان میں ہے کہ لیقض میں لام، لام الدعاء ہے اور مالک (خازن
النار) سے سوال کرنے سے کفار کی مراد یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ان کی موت کی دعا کرے
اگر ان کا ارادہ از خود اللہ سے موت مانگنے کا ہوتا تو وہ مالک کو کیوں خطاب کرتے۔
ایسے ہی سورۃ المؤمن میں اہل النار دوزخ کے کوتوالوں سے التجا کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے
ان کے عذاب میں تخفیف کے لئے دعا کریں۔
وَقَالَ الَّذِیۡنَ فِی النَّارِ لِخَزَنَۃِ جَہَنَّمَ ادۡعُوۡا رَبَّکُمۡ یُخَفِّفۡ عَنَّا
یَوۡمًا مِّنَ الۡعَذَابِ (۴۰: ۴۹) اور جو لوگ آگ میں (جل رہے) ہوں گے وہ
دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ ایک دن تو ہم سے
عذاب ہلکا کر دے۔
تفسیر بیضاوی میں ہے:۔
والمعنی سل ربنا ان یقضی علینا اپنے رب سے کہہ کہ ہمارا خاتمہ کر دے
== قَالَ۔ ای قال ملک (مالک داروغہ جہنم کہیگا) اگر قَالَ کی ضمیر مالک کی طرف
راجع ہے:
== مّٰکِثُوۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت رفع مَکۡثٌ (باب نصر و کرم) مصدر
ٹھہرے رہنے والے۔ باقی رہنے والے۔ مراد ہمیشہ رہنے والے۔
ٹھہرنے کے معنی میں قرآن مجید میں ہے فَقَالَ لِاَہۡلِہِ امۡکُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ

اَنْسُتُ نَارًا، (۲۰: ۱۰) تو اس نے اپنے گھر والوں سے کہا تم یہاں ٹھہرو۔
اور باقی رہنے کے معنی میں ہے۔ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ (۱۳: ۱۷) سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہوجاتا ہے اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں باقی رہ جاتا ہے۔

۴۳: ۷۸ = لَقَدْ جِئْنٰكُمْ ...... كٰرِهُوْنَ ۔ اگر آیت سابقہ ۷۷ میں قَالَ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہے تو جواب اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور آیت ہذا (۷۸) اللہ کے مقولہ کا تتمہ ہے۔

اور اگر قَالَ کی ضمیر کا مرجع اللہ نہیں ہے بلکہ اس کا مرجع مٰلِكُ ہے تو اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ داروغہ جہنم کا جواب ہوگا۔ اور آیت ہذا لَقَدْ جِئْنٰكُمْ... الخ فرشتہ کے جواب کے بعد اللہ خود یہ فرمائے گا۔ اور ہوسکتا ہے کہ یہ آیت بھی مالک (فرشتہ) کا جواب ہو۔ اور اس کا یہ قول کہ ہم تمہارے پاس حق لے کر آئے تھے ایسا ہی ہے جیسا کہ حکومت کا کوئی افسر حکومت کی طرف سے بولتے ہوئے ہم کا لفظ استعمال کرتا ہے اور اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ ہماری حکومت نے یہ کام کیا۔

= كٰرِهُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر حالت رفع كَرْهٌ وكُرْهٌ (باب سمع) مصدر۔ کسی چیز سے طبعی نفرت کرنے والے۔ طبعی کراہت کرنے والے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (۱۰: ۸۲) اور خدا اپنے حکم سے سچ کو سچ ثابت کردیگا اگرچہ گنہگار برا ہی مانیں (کراہت کریں یا نفرت کریں)۔

۴۳: ۷۹ = اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ۔ اَبْرَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب، اِبْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کسی معاملہ کو محکم و مضبوط کرنا۔ پختہ و مضبوط ارادہ کرنا۔ مُبْرِمُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ حالتِ رفع، کسی امر کو پختہ ارادہ اور مضبوط عزم کے ساتھ کرنے والے۔

اَمْ یہاں منقطعہ اور بمعنی بَلْ (حرف اضراب) آیا ہے یعنی پہلے حکم یا حالت کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دینے کے لئے، پہلے ان کی کراہت حق کو بیان کیا۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ حق کے قبول نہ کرنے یا اس سے صرف کراہت کرنے کا تو ذکر ہی کیا بلکہ وہ اس کے رد کرنے میں سینکڑوں مکر و تدابیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مضبوط اور محکم اقدام کیا کرتے تھے۔ (یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب کفار نے دار الندوہ میں مجلس مشاورت منعقد کی اور طویل بحث و تمحیص کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دینے پر متفق ہوگئے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (کہ اگر تم نے میرے محبوب کو شہید کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا ہے تو ہم بھی غافل نہیں) ہم نے بھی یہ حتمی فیصلہ کرلیا ہے کہ ہم اپنے حبیب کی حفاظت کریں گے اور تم ان کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے۔

فَائِدَہ: آیت ۷۸ میں خطاب کفار مکہ سے بصیغہ جمع مذکر حاضر کیا گیا کہ ہم نے تمہارے پاس دین حق بھیجا لیکن تم نے کراہت و نفرت سے اس سے منہ موڑلیا۔

اب ان منکرین حق سے نفرت کے اظہار کیلئے آیات ۷۹، ۸۰ میں التفات ضمائر بصیغہ جمع مذکر غائب استعمال کیا گیا ہے

۴۳: ۸۰ = اَمْ: منقطعہ ہے بمعنی بَلْ آیا ہے اور آیت ۷۹ کی طرح ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دینے کے لئے استعمال ہوا ہے یعنی یہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اپنی مذموم تدابیر کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مصمم ارادوں کے علاوہ یہ بھی باور کئے ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو نہیں سُن سکتا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف ہم ان کو سنتے ہیں بلکہ ہمارے فرشتے لکھ بھی رہے ہوتے ہیں

= یَحْسَبُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔

= سِرَّھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا راز، ان کا بھید۔

= نَجْوٰىھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرگوشی، نجویٰ واحد ہے اور نجاویٰ جمع ہے یہ نجویٰ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ النجویٰ باب نصر مصدر سرگوشیاں کرنا۔ مثلاً اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى (۵۸: ۸) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ ن ج و مادہ

= بَلٰى۔ ہاں نفی ماقبل کی تردید کے لئے آیا ہے کفار کے اس گمان کے جواب میں کہ اللہ تعالیٰ ان کے رازوں اور سرگوشیوں کو سُن نہیں سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے کیوں نہیں سن سکتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس (بیٹھے) لکھتے بھی رہتے ہیں۔

بَلٰى بمعنی بَلْ بھی ہو سکتا ہے، نیز ملاحظہ ہو ۳: ۷۶

= رُسُلُنَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے رسول۔ ہمارے فرشتے، جو ان کفار پر ان کے اعمال کی نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ ای الذین یحفظون علیہم اعمالھم (روح المعانی)

= لَدَیْھِمْ لدی مضاف (بمعنی طرف، پاس) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ ان کے پاس۔

۴۳: ۸۱ قُلْ۔ ای قل یا محمد للکفار۔ ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار مکہ کو کہہ دیجئے
= اِنْ۔ شرطیہ ہے اگر خداوند تعالیٰ کا کوئی بچہ ہوتا تو سب سے پہلے میں اس کی پوجا کرنیوالا ہوتا۔
بعض کے نزدیک اِنْ نافیہ ہے اور عَابِدِیْنَ بمعنی گواہی دینے والے ہیں۔
اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

رحمٰن کی کوئی اولاد نہیں اور میں سب سے پہلے اس کی شہادت دینے والا ہوں؛

۴۳: ۸۲ = سُبْحٰنَ۔ علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی کتاب الاتقان فی علوم القرآن حصہ اول نوع چالیسویں۔ میں رقمطراز ہیں:۔

سُبْحٰنَ یہ مصدر ہے بمعنی تسبیح۔ اس کو نصب اور کسی ایسے اسم مفرد کی طرف مضاف ہونا لازم ہے جو ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ (۱۲: ۱۰۸) اور سبحان الذی اسریٰ (۱۷: ۱) یا مضمر ہو جیسے سُبْحَانَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ (۴: ۱۷۱) اور سُبْحٰنَکَ لَاعِلْمَ لَنَآ (۲: ۳۲)

اور یہ ایسا مفعول مطلق ہے کہ اس کا فعل حذف کیا گیا ہے اور اس کو اس کی جگہ قائم مقام کر دیا گیا ہے۔ (یعنی اس کا فعل کبھی استعمال نہیں کیا گیا)

= رَبِّ السَّمٰوٰتِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اپنے مضاف سبحان کا۔ وَالْاَرْضِ ای وَرَبُّ الْاَرْضِ: رَبِّ الْعَرْشِ۔ دونوں جملوں کا عطف رَبُّ السَّمٰوٰت پر ہے۔
= عَمَّا۔ مرکب بہ عَنْ حرف جار اور ما موصولہ سے:
= یَصِفُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب: وَصْفٌ (باب ضَرَبَ) مصدر۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ پاک ہے آسمانوں اور زمینوں کا پروردگار (اور) عرش کا رب ہر اس (عیب) سے جو یہ بیان کرتے ہیں۔

۴۳: ۸۳ = فَذَرْ ھُمْ۔ ذَرْ فعل امر، واحد مذکر حاضر وَذْرٌ (باب سمع وفتح) مصدر بمعنی چھوڑ دینا۔ اس کی ماضی نہیں آتی۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تو ان کو چھوڑ دے
= یَخُوْضُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ خَوْضٌ باب نصر، مصدر بمعنی مشغول رہنا۔ وہ مشغول رہیں۔
= وَیَلْعَبُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر صیغہ جمع مذکر غائب۔ لَعِبٌ باب نصر، مصدر

وہ کھیل میں پڑے رہیں۔
(پس اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو بے ہودہ باتوں میں مشغول اور کھیل تماشا میں پڑے رہنے دیں؛
= حَتّٰی۔ حرف جر ہے انتہار غایت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بمعنی یہاں تک کہ۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (۹۷: ۵) سلامتی ہو یہاں تک فجر طلوع ہو۔
= یُلٰقُوْا مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ مُلَاقَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ مل جاویں
= یَوْمَھُمْ۔ یَوْمَ اسم ظرف منصوب بوجہ مفعول۔ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کا دن۔ یعنی قیامت (وہ مل جاویں یا پالیں اپنے دن کو، حتی کہ قیامت کے دن کو پہنچ جاویں۔ یعنی قیامت کے دن تک)
= اَلَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ؛ جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے یُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔
۴۳: ۸۴ = ھُوَ الَّذِیْ۔ وہ وہی ذات ہے (تاکید کے ساتھ) فِی السَّمَآءِ اِلٰہٌ جو آسمانوں میں خدا ہے یعنی صرف آسمان میں خدا ہے اور زمین میں بھی؛ وَھُوَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ اور وہی صاحب علم و صاحب حکمت ہے؛
عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ اور حَکِیْمٌ حِکْمَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے
۴۳: ۸۵ = تَبٰرَکَ۔ وہ بہت برکت والا ہے۔ وہ بڑی برکت والا ہے تَبَارُکٌ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتا ہے اسی لئے بعض لوگ اس کو اسم فعل بتاتے ہیں۔
= لَہٗ میں لام تملیک (ملکیت جتانے کے لئے) کا ہے لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَھُمَا آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کی بادشاہت اسی کی ہے۔ مَا موصولہ ہے۔
۴۳: ۸۶ = وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ؛ واؤ عاطفہ۔ لَا یَمْلِکُ مضارع منفی واحد مذکر غائب مِلْکٌ مصدر (باب ضرب)، مالک نہیں ہے یا اختیار نہیں رکھتا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ یَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب

دَعْوَۃٌ اور دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پوجتے ہیں۔ وہ پکارتے ہیں۔ صلہ اپنے موصول کا۔ مِنْ دُوْنِہٖ اس کے ورے۔ الشَّفَاعَۃَ شَفَعَ یَشْفَعُ (باب فتح) کا مصدر بحالت مفعول ہے
= لَا یَمْلِکُ فعل، اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ فاعل۔ الشَّفَاعَۃَ مفعول۔ اللہ کے سوا جن کی بھی یہ پوجا کرتے ہیں وہ (یعنی معبودانِ باطل) سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے
= اِلَّا: حرف استثناء اَلْحَقِّ ای التوحید۔ شَہِدَ ماضی واحد مذکر غائب شَہَادَۃٌ (باب سمع) گواہی دینا۔ اقرار کرنا۔ شہادت بالحق یعنی کلمہ توحید کا اقرار۔ ای شھادۃ بالحق بکلمۃ التوحید (مدارک)، اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ۔ سوائے اس کے جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا اقرار کیا۔

اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ اگر اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ میں وہ تمام معبودانِ باطل شامل ہیں جن کی مشرکین اللہ کو چھوڑ کر پوجا کیا کرتے تھے مثلاً بت، ملائکہ (کہ بعض ملائکہ کی بھی پوجا کیا کرتے تھے۔ اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے) عیسٰی، عزیر وغیرہ کہ نصاریٰ اور یہود ان کو اللہ کے بیٹے کہا کرتے تھے۔ یا بعض اولیاء اللہ جن کو کئی لوگ خدا کے ساتھ پوجا میں یا حاجت روائی میں شریک ٹھہراتے ہیں۔ تو اس صورت میں یہ استثناء متصل ہے۔

۲:۔ اگر ان سے مراد محض بت ہی ہیں جن کی مشرکین پوجا کیا کرتے تھے اور جن کو وہ خدا کا شریک مانتے تھے۔ تو یہ استثناء منقطع ہے۔

ہر دو صورت میں مستثنٰی وہ لوگ بیان ہوئے ہیں جنہوں نے حق کی شہادت دی اور زبان سے لا الٰہ الا اللہ کہہ کر توحید و رسالت کے قائل ہوئے ایسے لوگ خدا کے نزدیک ایک مرتبہ اور درجہ سفارش رکھتے ہیں۔ خدا نے ان کے مرتبہ کو مستثنٰی کر لیا (تفسیر حقانی)

بعض کے نزدیک اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ سے مراد عیسٰی، عزیر اور ملائکہ ہیں۔ اور یہ کہ خدا تعالیٰ نے ان میں سے کسی کو کسی ایسے کی سفارش کا اختیار نہیں دیا سوائے اس کے حق میں جس نے کلمہ توحید کا اقرار کیا ہوگا۔

وقیل المراد بالذین یدعون من دونہ عیسٰی وعزیر و الملائکۃ فان اللہ تعالیٰ لا یملک لاحد من ھٰؤلاء الشفاعۃ الا لمن شھد بالحق وھی کلمۃ الاخلاص وھی لا الٰہ الا اللہ۔ (الخازن)

اِلَّا مَنْ شَہِدَ بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ ای استثنی اللہ تعالیٰ ان من شھد

بالحق ای بانه لا الٰہ الا اللہ وھو یعلم ذلک علمًا یقینًا فھذا اقد یشفع له الملئکة او الانبیاء (الیسر التفاسیر)

اس صورت میں یہ استثناء متصل ہوگا اور مستثنیٰ منہ محذوف ہے (روح المعانی)

= وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۔ جملہ موضع حال میں ہے دراں حالیکہ وہ اس کا علم الیقین رکھتے ہوں

= وَلَئِنْ : واؤ عاطفہ لام تاکید کے لئے اور اِنْ شرطیہ۔ اور اگر۔

= سَأَلْتَهُمْ : (اگر) تو ان سے دریافت کرے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کافروں کے لئے ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کی پوجا کرتے تھے۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ جملہ شرط۔ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ جواب شرط۔

= لَيَقُولُنَّ ۔ مضارع بلام تاکید ونون ثقیلہ۔ یا لام جواب شرط کے لئے اور مضارع بالنون تاکید ثقیلہ صیغہ جمع مذکر غائب وہ ضرور بالضرور کہہ دیں گے۔

= فَأَنّٰى میں فاء جزائیہ ہے ای اذا کان الامر کذلک (جملہ شرط محذوف)

= يُؤْفَكُونَ ۔ (جواب شرط۔ اَنّٰى بمعنی كَيْفَ، کیونکر، کیسے، يُؤْفَكُونَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب، اِفْكٌ (باب ضرب) مصدر پھیرے جاتے ہیں۔ کیسے بہکے پھرتے ہیں کہ یہ جانتے ہوتے اور اقرار کرتے ہوتے بھی کہ ان سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے پھر بھی اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت طرف کیوں پھرے جاتے ہیں۔

اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رخ سے پھیر دی گئی ہو اسی لئے ان ہواؤں کو جو اپنا صحیح رخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِكَة کہا جاتا ہے اور قرآن مجید میں ان بستیوں کو جن کو گناہ کے کام کرنے پر الٹ دیا گیا تھا مُؤْتَفِكَاتٌ کہا ہے۔ جیسے وَ الْمُؤْتَفِكَاتُ بِالْخَاطِئَةِ (۹:۶۹) اور وہ الٹنے والی بستیوں نے گناہ کے کام کئے تھے۔

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اسی لئے اس پر بھی اِفْكٌ کا لفظ بھی بولا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (۲۴:۱۱) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تمہیں لوگوں میں سے ایک جماعت ہے

= وَقِيْلِهٖ ۔ واؤ عاطفہ ہے قِيْلِهٖ مضاف مضاف الیہ (قِيْلَ قول ہی کی طرح ہے اور مصدر ہے اور اس کے مرادف ہے اس کا عطف الساعة پر ہے یعنی اللہ کو قیامت کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا علم ہے کہ اے میرے رب مکہ کے یہ کافر ایمان نہیں لاتے

بعض کے نزدیک یہ مجرور ہے اور حرف قسم مضمر ہے اور تقدیر کلام ہے وَ اُقْسِمُ بِقِیْلِہٖ معنی یہ ہوں گے مجھے اس کے (یعنی رسول کے) یہ کہنے کی قسم کہ اے رب یہ قوم ایمان نہیں لاتی۔ جواب قسم محذوف ہے ای لَنَنْصُرَنَّہٗ ہم ضرور اس کی (یعنی رسول کی) مدد کریں گے:

= یٰرَبِّ اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۔ یہ مقولہ ہے۔ قِیْلِہٖ کی تعریف: اے میرے پروردگار یہ ایسے لوگ ہیں کہ ایمان نہیں لاتے۔

۸۹:۴۳ = فَاصْفَحْ: ف سببیہ ہے اِصْفَحْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر صَفْحٌ باب فتح مصدر۔ تو درگذر کر۔ تو اعراض کر۔ صَفْحٌ مصدر کے معنی ترک ملامت اور عفو کے ہیں مگر یہ عفو سے زیادہ بلیغ ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰی یَاْتِیَ اللّٰہُ بِاَمْرِہٖ (۲: ۱۰۶) تو تم معاف کردو اور درگذر کرو یہاں تک خدا اپنا دوسرا حکم بھیجے: اس میں عَفْوٌ کے بعد صَفْحٌ کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ بعض اوقات انسان عفو یعنی درگذر تو کر لیتا ہے لیکن صَفْحٌ سے کام نہیں لیتا۔ یعنی کسی سے اس قدر درگذر کرنا کہ اسے مجرم ہی نہ گردانا جائے۔

= وَقُلْ سَلٰمٌ۔ اور کہو سلام ہے تم پر۔ اس کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ اگر اِصْفَحْ سے مراد اس قدر درگذر کرنا کہ دوسرے کو مجرم ہی نہ گردانا جائے "مراد لیا جائے تو قُلْ سَلٰمٌ سے مراد ہوگا کہ ان کے لئے سلامتی اور ہدایت کی دعا مانگتے رہا کیجئے۔ عنقریب ان کی آنکھیں کھل جائیں گی اور حقیقت حال جان لیں گے اگر حق کو قبول نہ کیا تو اپنی سزا پائیں گے اور اگر قبول کر لیا تو فردوس بریں کے دروازے ان پر کھول دیئے جائیں گے۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

۲۔ اگر اصفح سے مراد اعراض کرنا لیا جائے تو مطلب ہوگا:

اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ سرکش لوگ گمراہ ازلی ہیں نہیں مانیں گے ان سے اعراض کیجئے اور سلام کہئے۔ سلام کرنا محاورہ ہے رخصت کرنے اور علیحدہ ہونے سے، اسی کو سلام رخصت کہتے ہیں فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۔ ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔ یعنی موت ہر شخص کے قریب ہے مرتے ہی سب نیک و بد کا نتیجہ سامنے آجائے گا۔ (تفسیر حقانی)

= سَوْفَ، عنقریب، جلد۔ سَوْفَ افعال مضارع پر داخل ہو کر ان کو مستقبل کے معنی کے ساتھ خاص کر کے حال سے علیحدہ کر دیتا ہے:

یَعْلَمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب: وہ عنقریب ہی جان لیں گے (اور اپنے اعمال نیک و بد کا بدلہ پالیں گے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۴۴) سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ (۶۴)

۴۴: ۱ = حٰمٓ : حروف مقطعات ہیں:

= وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ . واؤ قسمیہ ہے الكتب موصوف المبين صفت۔ اسم فاعل واحد مذکر ابانة (افعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر کرنے والا۔ موصوف وصفت مل کر المقسم بہٖ الكتب اى القرآن۔

= اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ۔ یہ جواب قسم ہے یا یہ المقسم بہٖ کی صفت ہے اور جواب قسم اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ہے۔

اِنَّا۔ اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نَا سے مرکب ہے۔ اِنَّ (تحقیق، بیشک، یقینًا) حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ خبر کی تحقیق وتاکید مزید کے لئے آتا ہے۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ بے شک اس (کتاب) کو ہم نے ہی نازل کیا ہے نہ یہ انسانوں اور جنوں میں سے کسی فرد واحد کی تصنیف ہے اور نہ دانشوروں کے کسی بورڈ نے باہمی مشوروں سے اس کا مسودہ تیار کیا ہے۔

فِىْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ یہ اس کی دوسری صفت ہے اوّل یہ کہ یہ کتاب یعنی قرآن حکیم ہماری طرف سے نازل شدہ ہے کسی اور کا اس میں نہ عمل ودخل ہے۔ دوم یہ کہ یہ قرآن مجید ایک برکت والی رات میں نازل کیا گیا ہے۔

یہ برکت والی رات کونسی ہے۔ جمہور مفسرین کا قول یہ ہے کہ اس سے لیلۃ القدر مراد ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِىْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (۹۷: ۱) تحقیق ہم نے اس کو (یعنی قرآن مجید کو) شب قدر میں نازل کیا اس رات کی برکتیں کچھ تو آگے اس سورۃ میں بیان کی گئی ہیں مثلاً سورۃ القدر ساری کی ساری اس کی برکات پر مشتمل ہے اور کئی دیگر برکات اور جگہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

= اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۔ جملہ مستانفہ ہے (نیا مضمون شروع ہوتا ہے) اس میں یہ حکمت

بیان کی گئی ہے کہ ہم نے قرآن مجید کو کیوں نازل فرمایا۔ فرمایا ہماری شان یہ ہے کہ ہم بروقت خبردار کر دیا کرتے ہیں (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی ہماری شان یہ ہے کہ ہم آنے والے مصائب و آلام سے بروقت آگاہ کر دیا کرتے ہیں تاکہ جو ان سے بچنا چاہے وہ اپنا بچاؤ کر لے:

وانزلنٰہ لان من شاننا الانذار والتحذیر من العقاب (الکشاف المدارک)

منذرین۔ جمع مذکر اسم فاعل حالت نصب بوجہ خبر کُنَّا۔ انذارٌ (افعال) مصدر ڈرانے والے، خبردار کرنے والے، متنبہ کرنے والے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا (۷۸: ۴۰) ہم نے تم کو عذاب سے جو عنقریب آنے والا ہے خبردار کر دیا ہے۔

(اللہ تعالیٰ کا یہ انداز اس کی غایت شفقت و کرم سے ہمیشہ بندوں کی ہی مصلحت کے لئے ان کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کرنے کے لئے ہوتا ہے)

۴۴: ۴ = فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ یہ اس رات کی دوسری خصوصیت اور برکت ہے کہ ہر اہم کام کا اس رات فیصلہ کیا جاتا ہے:

فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب لیلۃ مبارکۃ کی طرف راجع ہے: یُفْرَقُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب: فَرْقٌ باب نصر۔ مصدر۔ وہ فیصلہ کیا جاتا ہے: اس کی تفصیل الگ الگ بیان کر دی جاتی ہے:

كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ كُلُّ مضاف اَمْرٍ حَكِیْمٍ: موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ مل کر یُفْرَقُ کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ اس رات ہر امر حکیم فیصل کیا جاتا ہے

فَرْقٌ مادہ سے جملہ مشتقات میں " الگ الگ ہونے یا الگ الگ کرنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ مثلاً آیت ہذا میں ہر امر حکیم کے فیصل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس رات ہر حکمت کی بات جو اگلے سال کے دوران وقوع پذیر ہونے والی ہوتی ہے بیان کی اور ظاہر کی جاتی ہے۔ یعنی جو حوادث دنیا میں ظاہر ہونے والے ہوتے ہیں (جیسا کہ کسی کا مرنا۔ کسی کا امیر ہونا۔ کسی کا بیمار ہونا۔ تندرست ہونا۔ قحط و ارزانی کا ہونا۔ سلطنت و حکومت کا تغیر و تبدل ہونا وغیرہ بمعہ ہر ایک کی جملہ تفاصیل کے) بارگاہ قدس سے ملائکہ مدبرانِ عالم پر ظاہر اور واضح کئے جاتے ہیں۔

فَرْقٌ باب ضرب و نصر سے جدا کرنا۔ تمیز کرنا۔ واضح کرنا۔ صاف بیان کرنا۔

سمندر کو پھاڑنا۔ جیسا کہ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ (۲: ۵۰) اور جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا۔ تَفَرُّق باب تفعل سے جماعت کا بکھر جانا۔ تفریق باب تفعیل سے جُدا جُدا کرنا۔ وغیرہ۔ قرآن کو الفرقان کہا گیا ہے کہ حق و باطل میں تمیز کرنے والا ہے۔ اور الفاروق حق و باطل میں امتیاز قائم کر دینے والا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خطاب ہے

حَكِيْمٍ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ پُر از حکمت، لان کل مایفعلہ اللہ مشتمل علی انواع الحکم الباھرۃ۔ اللہ تعالیٰ جو کام کرتے ہیں وہ روشن حکمتوں پر مبنی ہوتا ہے۔

بعض کے نزدیک حکیم سے مراد محکم، تغیر و تبدل سے بالاتر ہے ای محکم لاتغییر فیہ ولا تبدیل۔

۴۴: ۵ — اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا۔ ہر حکم ہماری جانب سے جاری ہوتا ہے (ترجمہ ضیاء القرآن) یعنی یہ فیصلے میری بارگاہِ جلالت واقدس سے صادر ہوتے ہیں اور جو فیصلہ ہماری بارگاہِ جلالت سے صادر ہوگا یقیناً وہ خیر و برکت کا حامل ہوگا، عدل اور احسان کا آئینہ دار ہوگا۔ اس رات مبارک میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں ان کی عظمتِ شان کے اظہار کے لئے اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا کے الفاظ ذکر کئے گئے ہیں۔

امام رازی رح اَمْرًا کے منصوب ہونے کی دو وجہیں ذکر فرمائی ہیں۔ اِنَّ نُصِبَ علی الاختصاص کہ مخصوص ہونے کی وجہ سے منصوب ہوا۔ یا یہ حال ہے ذوالحال اَنْزَلْنٰهُ کی ضمیر فاعل ہوگی یا مفعول :

فائدہ لیلۃ مبارکۃ کو فیصل ہونے والے امور کو پہلے اَمْرٍ حَكِيْمٍ فرمایا کہ وہ پُر از حکمت اور محکم اور تغیر و تبدل سے بالاتر ہیں پھر ان امور کی اہمیت و عظمت کو چند در چند زیادہ بتانے کے لئے فرمایا کہ وہ امور ہماری طرف سے صادر کئے جاتے ہیں، ہمارے علم اور تدبیر کے مطابق ہوتے ہیں۔

= اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ۔ یہ بدل ہے جملہ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ سے۔ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ بے شک ہم ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے قبل جملہ رسولوں کو بھیجنے والے ہیں۔

مُرْسِلِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال) مصدر۔ بھیجنے والے۔

۴۴: ۶ = رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ: مفعول لہٗ۔ (تیرے پروردگار کی طرف سے) لطورِ رحمت کے

مطلب یہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پروردگار نے تجھے اور تیرے سے قبل جملہ پیغمبروں کو بمقتضائے رحمت بمعہ کتب الہیہ کے اپنے بندوں کی طرف بھیجا کہ تیرے اور تجھ سے قبل پیغمبروں کے ذریعہ اپنے بندوں کو عواقب امور سے مطلع اور متنبہ کر دے۔

= السَّمِیْعُ، بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ جب یہ حق تعالیٰ کی صفت واقع ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ: ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

= اَلْعَلِیْمُ، بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے عِلْمٌ سے اسماء حسنیٰ میں سے ہے قرآن مجید میں اس کا استعمال بیشتر اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہی میں ہوا ہے

۴۴: ۷ = رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا: بدل ہے رَبِّكَ (آیۃ متذکرۃ الصدر) سے مَا موصولہ بَیْنَهُمَا مضاف مضاف الیہ ان دونوں کے درمیان هُمَا تثنیہ غائب ہے اس کا مرجع سملوٰت و الارض ہے

= اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ۔ اِنْ شرطیہ ہے۔ مُوْقِنِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب بوجہ خبر کان۔ اِیْقَانٌ (افعال) مصدر ایمان لانے والے۔ یقین رکھنے والے۔ یہ جملہ شرط ہے جواب شرط محذوف ہے۔ یا اس کی ایسی توضیح کی جا سکتی ہے:

مشرکین اپنے منہ سے کہتے تھے کہ اللہ زمین و مافیہا کا مالک ہے (۲۳: ۸۴، ۸۵) وہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب ہے (۲۳: ۸۶-۸۷) ہر چیز کی بادشاہت اسی کے ہاتھ میں ہے (۲۳: ۸۸-۸۹) فرمایا اگر تمہیں یقین اور ایمان ہے تو حقیقت یہی ہے کہ وہ ربُّ السمٰوٰت والارض وما بینہما ہے،

۴۴: ۸ = لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: جملہ مستانفہ ہے ما قبل پر مبنی۔ یعنی جب یہ بات واضح ہو گئی کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کا مالک اور پروردگار وہی ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہے وہ سمیع و علیم ہے اس کا ہر فیصلہ اس کی رحمت کا مظہر ہے تو اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہی اور صرف وہی عبادت کا سزاوار ہے اور زندہ کرنا اور مارنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔

= رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِیْنَ: ای وھو ربکم..... الخ اور وہی تمہارا رب ہے، اور تمہارے پہلے باپ دادوں کا رب ہے رَبُّ مضاف اٰبَآء موصوف الاوّلین صفت، موصوف و صفت مل کر مضاف۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ

مل کر ربّ (مضاف) کا مضاف الیہ۔

۴۴: ۹ == بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ يَلْعَبُونَ : بَلْ اضراب کا ہے یعنی یہ لوگ محض زبانی کلامی اللہ رب العزت کو رب اور خالق و مالک مانتے ہیں حقیقت اس کے الٹ ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یہ شکوک و شبہات کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ زندگی کو لہو و لعب سمجھ رکھا ہے خدا کو ماننا یا نہ ماننا ان کے نزدیک چنداں اہمیت نہیں رکھتا۔

يَلْعَبُونَ۔ مضارع معروف جمع مذکر غائب لَعِبٌ باب سمع مصدر وہ استہزار کرتے ہیں۔

۴۴: ۱۰ == فَارْتَقِبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِرْتِقَابٌ (افتعال) مصدر، انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ تو انتظار کر۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

== يَوْمَ: روز، دن۔ منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

== تَأْتِي۔ مضارع واحد مؤنث غائب، اِتْيَانٌ (باب ضرب) وہ آئے گی۔ ب تعدیہ کے صلہ کے ساتھ تَأْتِي ب۔ وہ لائے گی! مؤنث کا صیغہ سماء کے لئے استعمال ہوا ہے

== دُخَانٍ مُّبِينٍ: موصوف وصفت، صاف و ظاہر دُھواں۔ صریح دھواں۔ آسمان صاف و ظاہر دھواں لائے گا۔ یعنی آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہوگا۔ (یہ دھواں قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے)

۴۴: ۱۱ == يَغْشَى مضارع واحد مذکر غائب غَشْيٌ و غَشَيَانٌ (باب سمع) مصدر وہ چھا جائے گا۔ وہ ڈھانک لے گا۔ غِشَاوَةٌ ڈھکنا۔ پردہ، جیسے وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے واستغشوا ثیابھم (۷۱: ۷) اور انہوں نے اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے۔

يَغْشَى النَّاسَ وہ (دھواں) لوگوں کو لپیٹ میں لے لیگا۔

== هٰذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ: هٰذَا۔ یعنی آسمانی دھوئیں کا لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لینا ایک دردناک عذاب ہوگا۔ یا جملہ سے قبل فقالوا کا لفظ محذوف ہے اور معنی ہے کہ وہ وہ کہہ اٹھیں گے یہ ایک دردناک عذاب ہے:

۴۴: ۱۲ == رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ ۔ ای یقولون ربنا ..... الخ وہ کہہ اٹھیں گے:

اِكْشِفْ امر کا صیغہ واحد حاضر۔ كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر کھولنا۔ اٹھا دینا۔ دور کرنا

(اے ہمارے رب یہ عذاب ہم سے دور کردے ۔
العذاب : وہ عذاب جس کا ذکر ہو رہا ہے۔ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۔ ہم ایمان لاتے ہیں
اس کی دونوں صورتیں ہوسکتی ہیں ۔ یہ کہ ہم سے عذاب کو ہٹالے ہم ایمان لے آتے ہیں ۔ یا
ہم ایمان لے آتے ہم سے عذاب کو دور کردے۔

۴۴: ۱۳ == اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى ۔ اَنّٰى اسم ظرف ہے زمان و مکان دونوں کے لئے آتا ہے ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰى (جب، جس وقت) ۔ ظرف مکان ہو تو بمعنی اَيْنَ (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی كَيْفَ (کیسے۔ کیونکر) آتا ہے۔

الذِّكْرٰى نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند۔ موعظت ۔ یہ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ کثرت ذکر کے لئے ذکرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ۔ یہاں مراد ایمان ہے ۔ ایمان کو ذکرٰی سے تعبیر کیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں ایمان پیدا ہوتا ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ الشئ باسم سببہ کہتے ہیں۔

اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى ان کے لئے ایمان کیونکر، یہ استفہام انکاری ہے مطلب یہ کہ ان کے لئے ایمان نہیں ہے (اس چھوٹی سی بات پر ایمان ان کے نصیب میں کہاں یہ اس سے بڑھ کر نشانیاں دیکھ چکے ہیں اور ایمان نہیں لائے)

== وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۔ جملہ حالیہ ہے ، حالانکہ اس سے پہلے ان کے پاس کھول کر بیان کرنے والا پیغمبر رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔ (لیکن انہوں نے اس کی نصیحت کو نہ مانا اور نہ ایمان لائے)

== ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے (پھر) اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر جَآءَهُمْ پر ہے ۔ تَوَلَّوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّيٌ (تفعّل) مصدر۔ انہوں نے پشت پھیری ۔ انہوں نے منہ موڑا۔

تَوَلِّيٌ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے کسی کام کو اٹھانے اور والی وحاکم ہونے کے ہوتے ہیں ۔ مثلاً وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵ : ۵۱) اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے اور وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۲۴ : ۱۱) اور جس نے ان میں سے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا ہے اس کو بڑا عذاب ہوگا۔

اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ (۴۷ : ۲۲)

(اے منافقو!) تم سے عجب نہیں کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو:
اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہوتا ہے تو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ آیت زیرِ نظر میں ہے۔
== وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ، اس کے مندرجہ ذیل دو معنی ہو سکتے ہیں۔
۱۔ وَقَالُوْا تَارَةً مُعَلَّمٌ وَ تَارَةً مَجْنُوْنٌ ، کبھی مُعَلَّم کہتے ہیں کہ اس کو رومی غلام تعلیم دیتا ہے یا بتاتا ہے اور کبھی مجنون کہتے ہیں۔ مُعَلَّمٌ اسم مفعول واحد مذکر تَعْلِيْمٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سکھایا ہوا۔
۲۔ وَقَالُوْا بَعْضُهُمْ مُعَلَّمٌ وَ بَعْضُهُمْ مَجْنُوْنٌ: بعض اسے مُعَلَّم کہتے ہیں کہ اسے کوئی دوسرا بتاتا ہے اور بعض اسے مجنون کہتے ہیں۔
۴۴: ۱۵ == كَاشِفُوا الْعَذَابِ - كَاشِفُوْنَ جمع مذکر قیاسی ہے كَاشِفٌ سے كَاشِفُوْا اصل میں كَاشِفُوْنَ تھا۔ اضافت کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ كَاشِفُوْا مضاف اَلْعَذَابِ مضاف الیہ۔ عذاب کو دور کرنے والے ، باب ضرب سے كَشْفٌ کے معنی کھولنا۔ ظاہر کرنا ، برہنہ کرنا۔ ضرر کو دفع کرنا۔ کے ہیں۔ باب ضرب سے یہ متعدی مستعمل ہے لیکن باب سمع سے لازم آتا ہے بمعنی شکست کھانا۔
== قَلِيْلًا اى زمانًا قليلًا تھوڑی سی مدت کے لئے۔
== اِنَّكُمْ عَائِدُوْنَ ، تم (پھر کفر کی طرف) لوٹ جانے والے ہو۔ یعنی لوٹ جاؤ گے۔
عَائِدُوْنَ ؛ اسم فاعل جمع مذکر۔ عَوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ لوٹ کر آنے والے ، پھر کر آنے والے۔ پلٹنے والے۔
یعنی ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کیلئے کم کر دیں گے ، لیکن تم ایمان لانا تو کجا تم تو پھر لوٹ کر اسی کفر و شرک کی طرف آجاؤ گے۔
آیت ۱۲ میں مشرکین (مکہ کے مشرکین ، قریش و دیگر مشرکین) نے دعا کی تھی رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ہ اے ہمارے رب ہم سے یہ عذاب دور کر دے ہم ابھی ایمان لاتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اول تو ایمان تمہارے نصیب ہی میں کہاں ہے کیونکہ اس سے بڑھ کر نشانیاں تمہارے پاس آچکیں مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث من اللہ ہو کر تم کو دعوت الی الحق دینا۔ لیکن تم ایمان نہ لائے۔ بلکہ اس کو معلم و مجنون کہا۔ پھر بھی ہم اس عذاب کو کچھ عرصہ کے لئے کم کر دیں گے لیکن تم اپنی فطرت سے مجبور ہو تم

کفر و شرک کی طرف ہی لوٹنے والے ہو۔

فائدہ:- ابتدار سورۃ سے مختلف اسالیب سے خداوند تعالیٰ نے اپنا رب السمٰوٰت والارض ہونا۔ موجودہ اور گذشتہ نسلوں کا پروردگار ہونا۔ اپنا سمیع وعلیم ہونا۔ اپنا خالق ومالک ہونا اور اپنے بندوں پر رحیم وکریم ہونا، زندگی اور موت پر قادر ہونا۔ بیان کرکے مشرکین مکہ کو متنبہ کیا ہے کہ باوجود اس کی لاتعداد کرم فرمائیوں کے تم صرف زبانی وکلامی اس کی وحدانیت، الوہیت اور ربوبیت کا دعویٰ کرتے رہتے ہو جو درحقیقت تم نے ان تمام باتوں کو کھیل سمجھ رکھا ہے اب تم غور سے سن لو۔ کہ ہم تم کو ایک ایسے عذاب سے دوچار کریں گے جو آسمانی دھوئیں کی شکل میں ہوگا تم میں سے ہر ایک کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا اور اس کی شدت سے تم چلا اٹھوگے رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُونَ۔ ایمان تو خیر تمہارے نصیب میں کیا ہوگا ہم ازراہ تلطف اس عذاب کو کچھ مدت کے لئے کم کردیں گے لیکن تم پھر کفر و شرک کی طرف لوٹنے والے ہو۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں نزول اجلال فرمایا۔ تو اہل مکہ اور گرد و نواح میں بسنے والوں کو قحط نے آلیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ مردار اور کتے کھا کھا کر گذارہ کرنے لگے۔ اپنے چھوٹے بڑے بتوں کے سامنے بڑی دردمندانہ التجائیں کیں لیکن سب بے سود۔ آخر ابوسفیان بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ آپ خیال فرماتے ہیں کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے آپ کی قوم بھوک سے ہلاک ہو گئی ہے آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے نجات بخشے۔

فدعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسقوا الغیث۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اور بارش برسنے لگی:

یہ آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں ان میں قحط شدید کی آمد کی اطلاع دی گئی پھر اس قحط سے مجبور ہو کر مشرکین کے رویہ میں جو تبدیلی آنے والی تھی اس کا ذکر کیا گیا۔ اَنّٰی لَهُمُ سے بتادیا گیا کہ ان کا یہ کہنا (انا مؤمنون) محض وقتی مجبوری کے باعث تھا ورنہ جب انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روشن تعلیمات اور روشن معجزات کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا تو اب اتنی سی بات سے وہ ہدایت کیسے قبول کرسکتے ہیں؟

إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ ... الخ سے بتادیا کہ ان سے وہ عذاب ایک عرصہ کے لئے

ٹال دیا جائے گا لیکن وہ اپنی کرتوتوں سے باز نہیں آئیں گے۔

آیات کی یہ تفسیر جو بخاری سے منقول ہے اس کو ان احادیث سے متعارض کہنا جن میں دخان علامت قیامت کے ضمن میں مذکور ہے قطعاً درست نہیں۔ بے شک قیامت سے پہلے بھی دھواں ظاہر ہو گا۔ جیسے حدیث میں مذکور ہے وہ دھواں علامات قیامت میں سے ہو گا۔ اور یہ الگ واقعہ ہے جس کا ذکر ان آیات میں ہے۔ اس لئے قطعاً کوئی تعارض نہیں ہے جیسے بعض حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔

۴۴: ۱۶ = یَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى۔ یَوْمَ مفعول فعل مقدر کا۔ ای اُذْکُرْ یَوْمَ: نَبْطِشُ مضارع جمع متکلم بَطْشٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم سختی سے پکڑیں گے بَطْشٌ، سختی اور قوت کے ساتھ پکڑنے کو کہتے ہیں اَلْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى موصوف وصفت سخت پکڑ۔ مضبوط گرفت۔ موصوف وصفت مل کر مفعول فعل نبطش کا۔ وہ دن یاد کرو جب ہم پوری شدت سے پکڑیں گے؛

یا جملہ یَوْمَ نبطش الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى بدل ہے جملہ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ کا۔ سخت پکڑ کے دن سے مراد قیامت کا دن۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یوم بدر ہے۔ اول الذکر زیادہ صحیح ہے۔

= اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (اس دن) ہم بدلہ لینے والے ہوں گے۔ یعنی اس روز ہم پورا پورا بدلہ لیں گے

مُنْتَقِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْتِقَامٌ (افتعال) مصدر۔ بدلہ لینے والے۔ انتقام لینے والے۔

۴۴: ۱۷ = وَلَقَدْ فَتَنَّا۔ واؤ عاطفہ لام تاکید کا: قَدْ کے دو فائدے ہیں:۔

۱:۔ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

۲:۔ ماضی کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ فَتَنَّا ماضی جمع متکلم فِتْنَةً باب ضَرَبَ مصدر۔ آزمانا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ اور تحقیق ان سے قبل ہم نے ماضی قریب میں قوم فرعون کو آزمایا تھا۔

فَتَنٌ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو جائے اس لئے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱: ۱۳) جس دن ان کو آگ میں (ڈال کر) عذاب دیا جائے گا۔ نفس عذاب پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے مثلاً ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ (۵۱:۱۴)

اپنے عذاب کا مزہ چکھو۔
قرآن مجید میں فتنہ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا
= قَبْلَهُمْ۔ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مشرکین مکہ کی طرف راجع ہے جن کا ذکر اوپر ہو رہا ہے۔
= رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ: عظیم الشان رسول (رسولٌ کی تنوین تعظیم کے لئے ہے) كَرِيْمٌ كَرَمٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بزرگ، بڑا، عزت والا، شان والا۔ یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جن کو خدا تعالیٰ نے فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔
۴۴: ۱۸ = اَنْ اَدُّوْٓا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ۔ اَنْ مفسرہ ہے کیونکہ حضرت موسیٰ کا فرعون اور اس کی قوم کے پاس آنا قول کے معنی کو بھی متضمن ہے یعنی وہ ان کے پاس آیا اور فرعون سے کہا کہ اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کر دو۔
اَدُّوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَاْدِيَةٌ (تفعیل) مصدر، جس کے معنی ادا کرنے یا حوالہ کرنے کے ہیں۔ ادی یا ادو مادہ۔
الاداء کے معنی یکبارگی اور پورا پورا حق دینا۔ چنانچہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ (۲: ۲۸۳) پس امانت دار کو چاہیے کہ صاحب امانت کی امانت کو ادا کر دے۔ یا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا (۴: ۵۸) خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کے حوالہ کر دیا کرو۔
= عِبَادَ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَدُّوْا کا۔ اللہ کے بندے: مراد یہاں بنی اسرائیل ہیں جو فرعون کے تحت ملک مصر میں غلامی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔
= اَمِيْنٌ۔ اَمْنٌ اور اَمَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی۔ کیونکہ فعیل کا وزن دونوں میں مشترک ہے۔ امانت دار، معتبر، امانت والا۔
= اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَى اللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ، اَنْ مفسرہ، لَا تَعْلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی بلند ہونا۔ غالب آنا۔ بلند کرنا۔ متکبر ہونا۔ سرکشی کرنا۔ (اور یہ بھی کہا کہ) کہ تم اللہ کے مقابلہ میں سرکشی نہ کرو۔
= اٰتِيْكُمْ: اٰتِيْ بِ۔ مضارع واحد متکلم۔ اِتْيَانٌ (افعال) مصدر۔ میں لایا ہوں۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ اٰتِيْ اسی مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر حاضر بھی آتا ہے۔ آنے والا۔ اور جب اس کا تعدیہ باء کے ساتھ ہو تو معنی

لانے والا

= سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ، موصوف وصفت سُلْطَانٌ بمعنی برہان، سند، دلیل۔ قوت، زور قرآن مجید میں اکثر معنی حجت و دلیل آیا ہے۔ مُبِيْنٍ ظاہر۔ کھلا۔ روشن، مطلب یہ کہ میں اپنے ساتھ تمہارے پاس اپنی رسالت کی روشن دلیل لایا ہوں۔

۴۴: ۲۰ = عُذْتُ ۔ ماضی واحد متکلم عُذْتُ اصل میں عَوَذْتُ تھا۔ عَوْذٌ باب نصر مصدر سے۔ واؤ متحرک ماقبل مفتوح واؤ کو الف سے بدلا گیا۔ الف اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گیا، پھر واؤ کی رعایت سے عین کو ضمہ دیا۔ میں نے پناہ لی۔ میں نے پناہ پکڑی میں نے پناہ مانگی۔

= وَرَبِّكُمْ ای وبربکم۔ (میں نے پناہ لے لی ہے) اپنے رب کی اور تمہارے رب کی؛

= اَنْ تَرْجُمُوْنِ ۔ اَنْ مصدریہ۔ تَرْجُمُوْنِ اصل میں تَرْجُمُوْنَنِيْ تھا۔ تَرْجُمُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر رَجْمٌ (باب نصر) مصدر۔ سنگسار کرنا۔ نون وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔ کہ تم مجھے سنگسار کرو، تَرْجُمُوْنِ سے مراد پتھر مارنا بھی ہے اور بدکلامی کرنا بھی۔ رَجْمٌ باب نصر پتھر برسانا۔ الرِّجَامُ پتھر کو کہتے ہیں۔ لیکن استعارہ کے طور پر رَجْمٌ کا لفظ جھوٹے گمان۔ توہم، سب وشتم، اور کسی کو دھتکارنا کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے رَجْمًا بِالْغَيْبِ (۱۸: ۲۲) یہ سب غیب کی باتوں میں اٹکل کے تکے چلاتے ہیں یا فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ (۳۸: ۷۷) تو بہشت سے نکل جا کہ تو راندۂ درگاہ ہے۔

۴۴: ۲۱ = اِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِيْ ۔ اِنْ شرطیہ۔ لَمْ تُؤْمِنُوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے ہو۔ جملہ شرط۔

= فَاعْتَزِلُوْنِ ۔ جملہ جواب شرط فَ جواب شرط کے لئے۔

اِعْتَزِلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر اِعْتِزَالٌ (افتعال) مصدر نون وقایہ ی ضمیر واحد متکلم محذوف تم مجھ سے الگ ہو جاؤ۔ یعنی اگر تمہارا مجھ پر ایمان نہیں ہے تو تم دور ہٹ جاؤ، میرا راہ نہ روکو، تاکہ میں اپنی قوم کو لے جاؤں۔

۴۴: ۲۲ = اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ خبر کی تاکید اور تحقیق مزید کے لئے آتا ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ هٰٓؤُلَآءِ ۔ اسم اَنَّ ۔ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ موصوف وصفت مل کر خبر۔ تحقیق یہ مجرم لوگ ہیں۔

مُجْرِمُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر مُجْرِمٌ واحد۔ اِجْرَامٌ (افعال) مصدر سے۔ گنہ گار، مجرم،

۴۴:۲۳ = فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا : ای فقال اللہ ان کان الامر کذلک فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات چل نکلو۔ اس میں ان کان الامر کذلک جملہ شرط محذوف ہے۔ فَاَسْرِ میں فَ جواب شرط ہے اور اَسْرِ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْرَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی رات کو سفر کرنے کے ہیں بَ کے تعدیہ کے ساتھ بمعنی کسی کو لے کر رات کے وقت چلنا۔ یا کسی کو رات کے وقت لیجانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱۷:۱) بِعِبَادِیْ بَ تعدیہ کے لئے ہے۔ عِبَادِیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرے بندے۔ لَیْلًا رات کو، مفعول فیہ۔ پاک ہے وہ ذات جو ایک رات میں اپنے بندے کو مسجد حرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی۔

= اِنَّکُمْ مُّتَّبَعُوْنَ : تمہارا ضرور تعاقب کیا جائے گا: ای یتبعکم فرعون و جنودہ اذا علموا بخروجکم۔ یہ علت ہے اسر بعبادی کی۔ یعنی جب وہ تمہارے نکل جانے کی خبر پائیں گے تو فرعون اور اس کی فوج ضرور تمہارا تعاقب کرے گی۔

مُتَّبَعُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر مُتَّبَعٌ واحد اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ مُتَّبَعٌ وہ شخص جس کا پیچھا کیا جائے۔ یا جس کی پیروی کی جائے۔ اس جگہ اول الذکر مراد ہے:

۴۴:۲۴ = وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا واؤ عاطفہ، اُتْرُكْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَرْكٌ (باب نصر) مصدر۔ تو چھوڑ۔ اَلْبَحْرَ دریا۔ دریائے قلزم مراد ہے جسے حضرت موسیٰ اور اس کی قوم نے پار کیا تھا۔ رَهْوًا یہ رَهَا یَرْهُوْا (باب نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی دریا کے تھمنے کے آتے ہیں۔ یعنی پار ہو کر دریا کو اسی ہیئت میں ساکن رہنے دیجئے، دریا پھٹ کر کھلے کشادہ رستے بن گئے تھے اور راستوں کے دونوں طرف دریا کے آر پار پانی پہاڑ کی طرح تھم کر کھڑا ہو گیا تھا۔ خدا کا حکم ہوا کہ اسے اسی طرح راستوں میں بٹا ہوا اور ساکن رہنے دیجئے اپنے عصا سے یا کسی اور طریقے سے یہ پاٹ پُر کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس ڈر سے کہ مبادا فرعون اور اس کی قوم تمہیں آنہ لے۔ بلکہ راستے کھلے رہنے دیں تاکہ فرعون اور اس کی قوم تمہارے تعاقب میں ان راستوں پر دریا میں داخل ہو جائے اور جب وہ سارے دریا کی زد میں آجائیں تو خدا تعالےٰ

پانی کو چالو کر دے، رستے ختم ہو جائیں اور فرعون وجنودہٗ اس میں غرق ہو جائیں۔
= اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ۔ جُنْدٌ لشکر، فوج ۔ جُنُوْدٌ جمع ۔ مُغْرَقُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اِغْرَاقٌ (افعال) مصدر۔ غرق کئے ہوئے۔
تحقیق وہ لوگ ایک ایسی فوج ہیں جو غرق کی جانیوالی ہے :
۲۵:۴۴ = كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ :
كَمْ دو طرح استعمال ہوتا ہے
۱:۔ سوالیہ ۔ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار۔ کتنی تعداد، کتنی دیر ۔ اس صورت میں اس کی تمیز مفرد منصوب ہوتی ہے یہ تمیز کبھی مذکور ہوتی ہے مثلاً كَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ، تیرے پاس کتنے درہم ہیں۔ اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے كَمْ لَبِثْتَ ای كَمْ زَمَانًا لَبِثْتَ ۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔
۲:۔ كَمْ خبریہ : جو مقدار کی بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے مثلاً كَمْ اَهْلَكْنَا هَا۔ ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر دیا۔ اور کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے كَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَا هَا (۷:۴) کتنی ہی بستیاں ہوں گی کہ ہم نے ان کو تباہ کر دیا۔
تَرَكُوْا جمع مذکر غائب فعل ماضی معروف، تَرْكٌ (باب نصر) مصدر، انہوں نے چھوڑا۔ ضمیر فاعل فرعون اور اس کی قوم یا لشکر جو قلزم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تعاقب میں غرق ہو گئے تھے ان کی طرف راجع ہے
كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ : کتنے ہی باغات اور چشمے وہ (غرق ہونے کے بعد) چھوڑ گئے۔
عُيُوْنٍ ، عَيْنٌ کی جمع۔ چشمے / نہریں۔
۲۶:۴۴ = وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۔ ای وکم من زروع ومقام کریم ترکوا ۔ کتنے ہی کھیت اور عمدہ مکانات وہ پیچھے چھوڑ گئے ۔ زُرُوْعٍ زَرْعٌ کی جمع ۔ کھیت کھتان ۔ زَرْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کھیتی اگانا۔
مَقَامٍ كَرِيْمٍ موصوف وصفت كَرِيْمٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر؛ كَرُمَ (باب كَرُمَ) مصدر سے۔ معظم۔ شاندار۔ باعزت ؛
۲۷:۴۴ = وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ : ای وکم من نعمۃ ترکوا ؛

اور کتنی ہی نعمتیں (آرام کے سامان) انہوں نے چھوڑے۔ جن میں وہ مزے اڑایا کرتے تھے۔
فَكِهِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ فَاكِهَةٌ واحد: فَكَاهَةٌ اسم مصدر، بمعنی ہنسی مذاق خوش طبعی۔ فَكِهِيْنَ۔ ہنسی مذاق کی باتیں کرنے والے۔ مزے اڑانے والے۔
۴۴: ۲۸ = كَذٰلِكَ: ای الامر کذلک۔ یہ قصہ ایسے ہی واقع ہوا۔ (حضرت موسٰی اور ان کے ساتھی دریائے قلزم کے پار گذر گئے۔ اور فرعون اور اس کا لشکر اسی دریا میں غرق ہوگئے۔
= اَوْرَثْنٰهَا: اَوْرَثْنَا ماضی جمع متکلم اِيْرَاثٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی وارث بنانا۔ میراث میں دینا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث مفعول اول۔ کا مرجع وہ نعمتیں اور چیزیں ہیں جو فرعون اور اس کا لشکر پیچھے چھوڑ کر غرق ہوگئے تھے۔
= قَوْمًا اٰخَرِيْنَ: موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی۔
اور ہم نے وہ نعمتیں اور سامان عشرت دوسرے لوگوں کو میراث میں دے دیا۔
قَوْمًا اٰخَرِيْنَ کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔
۱:۔ اس سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔
۲:۔ اس سے مراد وہ قبطی لوگ ہیں جو غرق ہونے والے لوگوں کے بعد ان چیزوں کے وارث بنے
۴۴: ۲۹ = مَا بَكَتْ عَلَيْهِمْ: ماضی منفی واحد مؤنث غائب۔ بُكَاءٌ مصدر باب ضرب، نہ روئی۔ بمعنی نہ روئے ان پر۔
= عَلَيْهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع فرعون اور وہ لوگ ہیں جو اس کے ہمراہ غرق ہوگئے تھے۔
= مُنْظَرِيْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب بوجہ خبر كَانُوْا۔ مُنْظَرٌ واحد۔ مہلت دیئے گئے۔ مہلت یافتہ۔ اور نہ انہیں (مزید) مہلت دی گئی۔
۴۴: ۳۰ = نَجَّيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ تَنْجِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ ن ج و مادہ۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچایا۔
= اَلْعَذَابِ الْمُهِيْنِ۔ موصوف وصفت، ذلیل وخوار کرنے والا عذاب۔
مُهِيْنٌ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ مَهِيْنٌ ذلیل وخوار، حقیر۔ مَاءٍ مَّهِيْنٍ حقیر پانی، ناپاک پانی، یعنی نطفہ۔
یہاں اَلْعَذَابِ الْمُهِيْنِ سے مراد فرعون کا ظلم واستبداد ہے، بنی اسرائیل کے لڑکوں کا قتل کرنا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دینا۔ بنی اسرائیل کو غلام بنا کر ان سے

حقارت آمیز کام لینا۔ ان کو محنت ومشقت میں ان کی استعداد سے بڑھ کر دبائے رکھنا۔ وغیرہ

۴۴: ۳۱ = مِنْ فِرْعَوْنَ۔ العذاب سے بدل ہے بحذفِ مضاف ای من عذاب فرعون۔

= عَالِيًا۔ سرکش۔ متکبر، جبر کرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ منصوب بوجہ خبر کان عُلُوٌّ باب نصر مصدر۔ علو۔ مادہ۔

= مِنَ الْمُسْرِفِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اسراف (افعال) مصدر۔ حدِ اعتدال سے آگے بڑھنے والے۔ بیہودہ صرف کرنے والے۔ حدّ حلال سے حرام کی طرف بڑھنے والے، شر اور فساد میں آگے بڑھنے والے۔ یہ یا تو کَانَ کی خبر ثانی ہے ای کان متکبرا مغرقًا فی الاسراف۔ یا عالیًا میں ضمیر مستتر سے حال ہے۔ ای کان متکبرًا فی حال اغراقہ فی الاسراف ؛

۴۴: ۳۲ = قَدِ اخْتَرْنٰهُمْ۔ قَدْ بمعنی تحقیق اِخْتَرْنَا ماضی جمع متکلم اِخْتِيَارٌ (افتعال) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تحقیق ہم نے پسند کیا ان کو۔ ہم نے ان کو برتری دی (لبعض امور میں)

= عَلٰی عِلْمٍ۔ علم کی بناء پر۔ علم کی رُو سے۔ یعنی ہم کو علم تھا کہ وہ اس کے مستحق ہیں۔ یا ہم جانتے تھے کہ بعض احوال میں وہ کج رو ہو جائیں گے دانستہ طور پر۔

= عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۔ اہل عالم پر۔ مطلب یہ کہ۔ ان کے زمانہ کے لوگوں پر۔ یا عَلٰی تعلیل کے لئے ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے۔ ہم نے ان کو (بنی اسرائیل کو) ان کے علم کی وجہ سے لوگوں پر فضیلت دی۔

۴۴: ۳۳۔ اٰتَيْنٰهُمْ: اٰتَيْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم نے ان کو دیا۔ ہم نے ان کو بخشا۔ اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔

= اَلْاٰيٰتِ۔ نشانیاں۔ اٰية کی جمع۔ یہ لفظ مادہ ای ی سے تَاَيِّی (تفعل) مصدر سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر ٹھہرنے اور تثبت حاصل کرنے کے ہیں۔ اور اٰيَةٌ کا لفظ بلند عمارت پر بھی بولا جاتا ہے۔ جیسے فرمایا۔ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ (۲۶: ۱۲۸) کہ تم پُر فضا مقام پر بے کار نشان تعمیر کرتے ہو۔ اور قرآن کے ہر اس حصہ کو جو کسی حکم پر دال ہو اٰية کہا جاتا ہے۔ عام اس سے کہ وہ سورۃ ہو یا اس کی ایک فصل یا کئی فصلیں اور ہر اس کلام کو جو لفظی اعتبار سے دوسرے سے الگ ہو اٰية کہہ دیا جاتا ہے اسی کے

اعتبار سے سورتوں کی آیات کو آیات کہا جاتا ہے جن کے ذریعہ سورۃ شمار کی جاتی ہے :
آیات سے فکری دلائل بھی مراد لئے جاتے ہیں کہ لوگ اپنے مراتب علمیہ کے اعتبار سے ان کی معرفت میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔
اسی معنی میں فرمایا:۔
بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ (۲۹ : ۴۹) بلکہ یہ اہل علم کے نزدیک واضح دلائل ہیں اور ہمارے ان دلائل سے وہی لوگ انکار کرتے ہیں جو بے انصاف ہیں۔
(اٰیۃ کی مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو المفردات للراغب اصفہانی رح) :
آیت ہذا میں آیات سے مراد وہ معجزات اور نشانیاں ہیں جو وقتاً فوقتاً بنی اسرائیل کو عطا ہوئیں مثلاً دریا کے پانی کو ان کے گذرنے کے لئے پھاڑ دینا اور الگ الگ بارہ راستے بنا دینا۔
میدان تیہ میں ان پر ابر کا سایہ کر دینا۔ من وسلویٰ کا نازل فرمانا وغیرہ وغیرہ "
= مَافِيْهِ : مَا موصولہ ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر مَا موصولہ کی طرف راجع ہے، جس میں۔ جن میں۔
= بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۔ موصوف وصفت۔ صریح آزمائش۔ اِخْتِبَارٌ ظَاهِرٌ کھلی آزمائش (بیضاوی) تفسیر الماجدی میں ہے۔ بَلَاءٌ کے عام متداول معنی یہی لئے جا سکتے ہیں کہ ان نشانات کے ذریعہ سے خوب آزمائش اور تجربہ ہو گیا۔ اَيَشْكُرُوْنَ اَمْ يَكْفُرُوْنَ ۔ کہ وہ ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری کرتے ہیں۔
بَلٰٓؤٌا آزمائش نعمتوں کے ذریعے سے بھی کی جا سکتی ہے اور تکالیف کے ذریعے بھی نعمتوں کے ذریعہ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور تکالیف کے ذریعہ بھی۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ (۲ : ۴۹) (اور ہمارے ان احسانات کو یاد کرو) جب ہم نے تم کو قوم فرعون سے نجات دی۔ (وہ لوگ) تم کو برباد کر دیتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ رہنے دیتے تھے۔ اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی سخت آزمائش تھی۔
۴۴ : ۳۴ = اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بفعل ہے بمعنی تحقیق۔ بے شک، یقیناً :
هٰٓؤُلَاۗءِ اسم اشارہ جمع مذکر مؤنث، یہ لوگ مراد مشرکین مکہ ہیں۔ گفتگو ان کی ہو رہی تھی۔

ان کو کفر سے باز آنے کی تلقین کیجا رہی تھی بیچ میں فرعون اور اس کی قوم کا ذکر نصیحتہً آ گیا کہ وہ بھی دنیاوی جاہ وجلال اور دنیاوی نعمتوں میں مستغرق ہو کر بکمال تعصب وہٹ دھرمی قبول حق سے انکار ہی کرتے رہے۔ پھر ان کا کیا انجام ہوا۔ مشرکین مکہ کو اس انجام بد سے باخبر کرکے سبق سیکھنے کے لئے اس کا ذکر ہوا۔

اس ضمنی بحث کے بعد پھر ان سے خطاب ہے اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَیَقُوْلُوْنَ بے شک یہ لوگ (کفار مکہ) یہ کہتے ہیں:۔

۴۴: ۳۵ — اِنْ ھِیَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰی۔ اِنْ نافیہ، ھِیَ ای العاقبۃ او نہایۃ الامر عاقبت یا کسی امر کا انجام۔ اختتام۔ مَوْتَتُنَا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر موصوف اَلْاُوْلٰی صفت پہلی موت۔ ہماری پہلی موت،

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

اَلْمَوْتَۃَ الْاُوْلٰی سے مراد پہلی موت۔ پہلی موت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ کوئی دوسری موت بھی ہو۔ قال الاسنوی فی التمھید الاول فی اللغۃ ابتداء الشئ ثم قد یکون لہ ثان وقد لا یکون۔ اسنوی اپنی کتاب التمہید میں لکھتے ہیں کہ لغت میں "اوّل" شے کی ابتداء کو کہتے ہیں کبھی اس کے بعد دوسرا ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا۔

مطلب یہ کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ہمیں قیامت اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہتے ہیں۔ پہلی دفعہ جب موت کا پیالہ پئیں گے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد نہ کوئی زندگی ہوگی نہ کوئی حشر نشر،

یا مَوْتَۃَ الْاُوْلٰی سے مراد موت کی وہ کیفیت ہے جو اس دنیاوی حیات سے قبل تھی جس کی طرف اشارہ ہے وَکُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْیَاکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ (۲: ۲۸) درآنحالیکہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو زندہ کیا۔ پھر تم کو مارے گا۔ پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔

اور مطلب ان کے کہنے کا یہ ہے کہ اس دنیاوی زندگی کے خاتمہ پر وہی پہلی موت کی سی کیفیت ہو جائے گی۔ یعنی یہ ساری مخلوق معدوم ہو جائے گی۔ اور کوئی حشر و نشر کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا۔

لیکن اول الذکر تاویل زیادہ صحیح ہے۔ قرآن مجید میں اسی سورۃ میں ہے لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْھَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَۃَ الْاُوْلٰی (۴۴: ۵۶) (جنت میں متقین) پہلی دفعہ مرنے کے سوا

موت کا مزہ نہیں چکھیں گے (موت کا ذائقہ بعد از حیات ہی ہو سکتا ہے نہ کہ قبل از موت)
== مُنۡشَرِيۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر منصوب مُنۡشَرٌ واحد اِنۡشَارٌ (افعال) مصدر۔ اٹھائے گئے، زندہ کئے گئے یعنی دوبارہ زندہ کرکے قبروں سے اٹھائے جانے والے۔
یعنی مرنے کے بعد ہم کو زندہ کر کے دوبارہ نہیں اٹھایا جائے گا۔
۴۴: ۳۶ == فَأۡتُوۡا بِاٰبَآئِنَا۔ جملہ جواب شرط ہے اور آئندہ جملہ شرطیہ ہے ای اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ۔ پس اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادا کو زندہ کر کے لے آؤ۔
اۡتُوۡا بِ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِيۡتَاءٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ ب تعدیہ ہے۔
۴۴: ۳۷ == اَهُمۡ خَيۡرٌ اَمۡ قَوۡمُ تُبَّعٍ۔ یعنی قوت و شوکت اور کثرت میں یہ لوگ قوم تبع سے بہتر ہیں یا قوم تبع ان سے بہتر ہے یہ استفہام انکاری تقریری ہے یعنی یہ لوگ قوم تبع سے بہتر نہیں بلکہ قوم تبع ان سے بہتر تھی۔
تُبَّعٌ یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ جیسے مصر کے بادشاہوں کا لقب فرعون تھا۔ اور روم کے بادشاہ کا قیصر، فارس کے بادشاہ کسریٰ کہلاتے تھے۔ بعض کے نزدیک آخری تبع کا نام تبع اسعد ابو کریب بن ملیک کرب تھا۔
== وَالَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے جیسے عاد و ثمود وغیرہ۔
== اِنَّهُمۡ كَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ۔ بے شک وہ گنہگار تھے۔ یہ اس علت کا بیان ہے جو تباہ کرنے کی مقتضی تھی۔ ھو تعلیل لاھلاکھم (روح البیان)
مُجۡرِمِيۡنَ بمعنی کاملین فی الاجرام والاٰثام۔ لفظ مجرم اسم فاعل ہے لیکن صفت مشبہ کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔
۴۴: ۳۸ == وَمَا خَلَقۡنَا میں مَا نافیہ ہے اور وَمَا بَيۡنَهُمَا میں مَا موصولہ ہے۔
== لٰعِبِيۡنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر لَعۡبٌ وَلَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ کھیلنے والے۔ بے فائدہ کام کرنے والے۔ ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اسے فضول کھیل کے طور پر نہیں بنایا۔ محض بیکار و عبث پیدا نہیں کیا۔
۴۴: ۳۹ == مَا خَلَقۡنٰهُمَا۔ مَا نافیہ۔ ای مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَيۡنَهُمَا۔ یعنی یہ آسمان و زمین اور ان کے درمیان جملہ مخلوق کو کسی مصلحت اور حکمت کی بنیاد پر پیدا کیا ہے:

= اِلَّا بِالْحَقِّ: استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو)
حق کے اظہار کے لئے۔ یعنی توحید کو ثابت کرنے اور اطاعت کو واجب کرنے کے لئے تاکہ فرماں بردار کو ثواب اور نافرمان کو عذاب دیا جائے۔
۴۴: ۴۰ = یَوْمَ الْفَصْلِ: یَوْمَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ، یَوْمَ مضاف اَلْفَصْلِ مضاف الیہ فیصلے کا دن۔ قیامت کا دن۔ حق کو باطل سے جدا کرنے کا دن۔ اَلْفَصْلِ (باب ضرب) مصدر۔ ایک چیز کو دوسری چیز سے علیحدہ کرنا۔ ممیز کرنا، فاصلہ کرنا۔
یہاں بمعنی فصل الحق عن الباطل والمحق عن المباطل بالجزاء او فصل الشخص عن احبابہ و ذوی قرابتہ۔ یعنی جس دن حق اور باطل میں تمیز کی جائے گی سچوں اور جھوٹوں کو الگ کیا جائے گا۔ یا لوگوں کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے جدا کیا جائے گا۔
= مِیْقَاتُھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میقات اسم ظرف زمان۔ مقرر وقت، ان کا مقرر وقت۔
= اَجْمَعِیْنَ۔ سب کے سب: ھُمْ کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ وہ سب کے سب، ان سب کا۔
۴۴: ۴۱ = یَوْمَ لَا یُغْنِیْ۔ بدل من یوم الفصل۔ یوم الفصل سے بدل ہے۔ لَا یُغْنِیْ مضارع منفی۔ واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہیں آئے گا۔
= مَوْلًی۔ وَلْیٌ (لفیف مفروق، باب حسب یحسب) مصدر سے اسم مفعول و اسم فاعل ہر دو طرح مستعمل ہے۔ اسم مفرد ہے اس کی جمع مَوَالٍ ہے۔ بمعنی آقا۔ آزاد کردہ غلام، غلام کا آزاد کرنے والا۔ مددگار۔ انعام دینے والا۔ جس کو انعام دیا جائے۔ ساتھی۔ دوست، رفیق، پڑوسی، حلیف، پیرو۔ قاضی۔
لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی۔ کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آسکے گا:
شَیْئًا ذرا بھر بھی۔ کچھ بھی۔ کسی قسم کا فائدہ خواہ عطاء منفعت کی شکل میں ہو یا دفع مضرت کی صورت میں۔
= وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ۔ مضارع منفی مجہول مذکر غائب۔ اور نہ ان کی مدد کی جائے گی یعنی نہ کوئی اس دن کسی کی کسی طرح مدد کر سکے گا اور نہ ہی کوئی بیرونی مدد آئے گی: (ابن کثیر)
ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بلحاظ معنی مولیٰ (اول الذکر) کے لئے ہے۔ الضمیر لمولی الاد

باعتبار المعنی (بیضاوی) لبعض کے نزدیک کفار کے لئے ہے جیسا کہ ضمیر جمع مذکر غائب میقاتہم میں ہے؛

۴۴: ۴۲ = اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰہُ (استثناء متصل) ای لا یمنع من العذاب الا من رحمہ اللہ تعالیٰ وذلک بالعفو عَنْہُ وقبول الشفاعۃ فیہ۔ یعنی کوئی بھی عذاب سے بچ نہیں سکیگا سوائے اس کے کہ جس پر اللہ رحم فرمائے گا۔ معافی دے کر اور اس کے حق میں شفاعت قبول فرما کر (روح المعانی) یا۔ لکن من رحمہ اللہ تعالیٰ فانہ یدفع عنہ العذاب و ینصر (الجزائری) لیکن جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائیگا اس پر سے عذاب بھی ہٹایا جا سکے گا اور اس کی امداد بھی کی جا سکے گی؛

= اَلْعَزِیْزُ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے، اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے ہے؛

= الرَّحِیْمُ۔ رَحْمَۃٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الحسنیٰ سے ہے بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔

۴۴: ۴۳ = شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ۔ مضاف مضاف الیہ، تھوہر کا درخت، شَجَرَتَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ ای اسم اِنَّ۔ جمع ہے شَجَرَۃ کی لیکن بمعنی واحد مؤنث آیا ہے درخت۔ مختلف نسخوں میں شجرۃ ہی تحریر ہے۔

الزَّقُّوْم۔ تھوہر۔

۴۴: ۴۴ = طَعَامُ الْاَثِیْمِ: خبر اِنَّ۔ طَعَامُ الْاَثِیْمِ مضاف مضاف الیہ اَلْاَثِیْمُ اِثْمٌ (باب فرح) مصدر سے۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ گنہگار، عاصی یہاں مراد الکافر ہے اور جنس کافر کے لئے مستعمل ہے۔ بیشک زقوم کا درخت ہر بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا۔

۴۴: ۴۵ = کَالْمُھْلِ۔ کاف تشبیہ کا ہے مُھْلٌ تلچھٹ، وہ چیز جو مائع کی تہ میں بیٹھ جاتی ہے گار (فیروز اللغات اردو) پگھلی ہوئی دھاتیں (فیروز اللغات عربی اردو) روغن زیتون کی تلچھٹ (قاموس القرآن) المعدن المذاب (پگھلی ہوئی دھات) کالفضۃ والحدید والنحاس والذھب مثلاً چاندی، لوہا، تانبا۔ سونا۔ القطران الرقیق رقیق سیال مادہ۔ دُرْدِیُّ الزیت۔ روغن زیتون کی تلچھٹ (المعجم الوسیط)

== کَاَنَّہُ مُھْلِ : معالقہ کے اندر ہے ، اگر وقف کَالْمُھْلِ کے بعد کیا جائے تو ترجمہ ہوگا۔
بے شک زقوم کا درخت بڑے گنہگار (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا (جو صورت میں ایسا برا ہوگا) جیسے تیل کی تلچھٹ۔
اور اگر وقف الاثیم پر کیا جاتے تو ترجمہ ہوگا:
وہ جو تلچھٹ کی مانند ہوگا (یعنی زقوم کا کھانا) پیٹ میں ایسا کھولے گا (جیسے سخت گرم پانی کھولتا ہے)
== یَغْلِیْ : مضارع واحد مذکر غائب غَلْیٌ (باب ضرب) مصدر، وہ کھولتا ہے، وہ کھولیگا غَلْیٌ کھولنا۔ جوش مارنا۔
۴۴ : ۴۶ == اَلْحَمِیْمُ ۔ نہایت گرم پانی۔ اسی اعتبار سے گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ جیسے مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ حَمِیْمٍ وَّلَا شَفِیْعٍ یُّطَاعُ (۴۰ : ۱۸) ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا۔ اور نہ کوئی سفارشی جس کی بات قبول کی جائے۔
۴۴ : ۴۷ == خُذُوْہُ : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اس کو پکڑو۔ ای یقال للزبانیۃ خذوہ :.... جہنم کے فرشتوں سے کہا جائے گا۔ پکڑو اس کو۔
== فَاعْتِلُوْہُ : فَ عاطفہ ہے اِعْتِلُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر عَتْلٌ باب نصر، ضرب، مصدر سے جس کے معنی چہار طرف سے پکڑ کر زبردستی کھینچنے اور دھکیلنے کے ہیں ۔ اور اس زبردستی دھکیلتے اور کھینچتے لے جاؤ۔
== سَوَآءِ اسم مصدر ہے بمعنی استوار یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر۔ عین درمیان میں اس کا نہ تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔
سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ط مضاف مضاف الیہ۔ جہنم کا وسط۔
۴۴ : ۴۸ == ثُمَّ ۔ تراخی وقت کے لئے آیا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔
== صُبُّوْا : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، صَبٌّ باب نصر، مصدر سے : تم بہاؤ۔ تم اوپر سے ڈالو۔
== مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ : مِنْ تبعیضیہ ہے ۔ عذاب الحمیم مضاف مضاف الیہ۔ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔
اصل میں انڈیلا تو پانی جائے گا یہاں عین پانی کو عذاب استعمال کرکے مبالغہ کا کام لیا گیا ہے۔

۴۴ : ۴۹ == ذُقْ : امر واحد مذکر حاضر، ذَوْقٌ باب نصر مصدر۔ تو چکھ، تو ذائقہ لے ۔
(یہاں بطور طنز کے استعمال ہوا ہے)
== اَلْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ: معزز، مکرم۔ ترجمہ :۔ تو چکھو تم تو بڑے معزز اور مکرم ہونا۔

فائدہ : روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل ملعون سے فرمایا کہ مجھے خدا کا حکم ہوا ہے کہ تجھ سے کہہ دوں کہ تیرے لئے ویل ہے۔ تجھ پر افسوس ہے۔ پھر مکرر کہتا ہوں کہ تیرے لئے خرابی اور افسوس ہے۔ اس پاجی نے اپنا کپڑا آپ کے ہاتھ سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ جا تو اور تیرا رب میرا کیا بگاڑ سکتے ہو۔ اس تمام وادی میں سب سے زیادہ عزت اور تکریم والا ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے بدر کے دن دو کمسن بچوں کے ہاتھوں قتل کرایا اور اسے ذلیل کیا۔ اور اس سے کہا جائے گا کہ لے اب اپنی عزت کا اور اپنی تکریم کا اور اپنی بزرگی اور بڑائی کا لطف اٹھا۔ (ابن کثیر)

۴۴ : ۵۰ == ھٰذَا۔ ای ھذا العذاب ۔ یہ عذاب (جو آپ تمہیں مل رہا ہے)
== مَا۔ موصولہ۔ بمعنی الذی۔
== کُنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ : ماضی استمراری جمع مذکر حاضر، جس کے متعلق تم شک کیا کرتے تھے۔ اِمْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی کسی ایسی چیز کی بابت حجت کرنے اور جھگڑنے کے ہیں کہ جس میں شک اور شبہ و تردد ہو۔

۴۴ : ۵۱ == اَلْمُتَّقِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ
== مَقَامٍ اَمِیْنٍ موصوف وصفت۔ امن والی جگہ۔

۴۴ : ۵۲ == عُیُوْنٍ عَیْنٌ کی جمع۔ چشمے، نیز بمعنی آنکھیں۔

۴۴ : ۵۳ == یَلْبَسُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ لُبْسٌ (باب سَمِعَ) مصدر وہ پہنیں گے۔ لِبَاسٌ پوشاک۔
== سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم، باریک دیبا۔ معرب ہے۔ فارسی یا ہندی اصل ہے
== اِسْتَبْرَقٍ۔ ریشم کا موٹا زریں کپڑا۔ دیبا۔
== مُتَقٰبِلِیْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ آمنے سامنے۔ تقابُلٌ (تفاعل) مصدر سے بحالت نصب بوجہ حال۔ درآں حالیکہ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

۴۴ : ۵۴ == کَذٰلِکَ۔ ای الامر کذلک (بات یونہی ہوگی) او اٰتینا ھُمْ مثل

ذٰلک ۔ ہماری داد و دہش ایسی ہی ہوگی (بیضاوی)

= وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۔ اور ہم ان کا گوری گوری فراخ آنکھوں والیوں سے بیاہ کردیں گے ۔

زَوَّجْنٰهُمْ ۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم تَزْوِيْجٌ (تفعيل) مصدر ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ ہم نے ان کو بیاہ دیں ۔ ہم ان کو بیاہ دیں گے (ماضی بمعنی مستقبل) زَوَّجْنٰهُمْ سے مراد نکاح کرانا نہیں ہے بلکہ جوڑ لگا دینا مراد ہے اسی لئے بِحُوْرٍ باء کے ساتھ ذکر کیا نکاح کرانا مراد ہوتا تو حُوْرًا عِيْنًا بغیرب کے کہا جاتا ۔ عربی میں اگر کسی مرد کا کسی عورت کے ساتھ نکاح کرانے کا ذکر کیا جاتا ہے تو زَوَّجْتُهٗ بِفُلَانَةٍ نہیں آتا بلکہ زَوَّجْتُهٗ فُلَانَةً کہا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے، زَوَّجْنٰكَهَا (۳۳ : ۳۷) ہم نے تم سے اس (عورت) کا نکاح کردیا

حُوْرٍ حَوْرَآءُ کی جمع ہے نہایت گوری عورت، وہ خوبصورت عورت جس کی آنکھ کی سفیدی بہت سفید اور سیاہی بہت سیاہ ہو۔

= عِيْنٍ عَيْنَاءُ کی جمع فراخ چشم عورتیں ۔

۴۴: ۵۵ = يَدْعُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ۔ دَعْوَةٌ باب نصر مصدر ۔ وہ طلب کرتے ہیں یا طلب کریں گے ۔

= بِكُلِّ فَاكِهَةٍ ۔ یعنی پھلوں میں سے جس پھل کو پسند کریں گے ۔ طلب کریں گے

= اٰمِنِيْنَ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالتِ نصب بوجہ حال ۔ اَمْنٌ باب سمع مصدر محفوظ ہونا ۔ اٰمِنِيْنَ مطمئن ہونا ۔ دل جمع ۔ بےخوف ۔ یعنی ان کو نہ پھلوں کے ختم ہونے کا کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ کسی پھل کے کھانے سے کسی مضرت کا کوئی پہلو ہوگا۔

۴۴: ۵۶ = لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ ۔ وہ اس میں موت کو نہیں چکھیں گے یعنی ان کو وہاں کبھی موت نہیں آئے گی، بلکہ ہمیشہ زندہ رہیں گے ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع یا تو آخرۃ ہے یا جنت،

= اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى سوائے پہلی موت کے ۔

صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں ۔

اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰى ۔ یہ استثناء منقطع ہے یا متصل ہے اور فِيْهَا کی ضمیر آخرت کی طرف راجع ہے (لیکن آخرت میں تو پہلی موت کبھی نہیں آئے گی ۔ اس لئے مجازی معنی مراد ہے ۔ کیونکہ مرتے ہی قیامت کے احوال شروع ہو جاتے ہیں ۔ یا جنت کی طرف راجع ہے (لیکن جنت

میں بھی تو پہلی موت نہیں ہوگی۔ اس لئے اس صورت میں بھی مجازی معنی مراد ہوں گے کہ مرتے ہی متقی فوراً جنت کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے گویا اس کی موت ہی جنت کے اندر واقع ہوتی ہے۔

لہٰذا اس جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔

بجز اس پہلی موت کے جو دنیا میں آ چکی ہوگی۔

== وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ : وَقٰى (لفیف مفروق) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب وِقَايَةٌ باب ضرب مصدر۔ وہ بچا لیگا۔ وہ محفوظ رکھیگا۔ (ماضی بمعنی مستقبل) هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ عَذَابَ الْجَحِيْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی وَقٰى کا جہنم کے عذاب سے۔

۴۴ : ۵۷ == فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ۔ فَضْلًا منصوب بوجہ مفعول لہٗ ہونے کے ہے۔ یعنی یہ سب عنایات (متذکرہ آیات ۵۱ تا ۵۶) اس کا فضل و احسان ہے نہ کہ بندہ کے افعال کا ثمر یہ محض آپ کے رب کا فضل و کرم ہے۔

== ذٰلِكَ۔ یعنی تیرے رب کا فضل و کرم کا نصیب ہو جانا ہی عظیم کامیابی ہے۔ یا یہ مکروہات سے نجات اور مقاصد تک رسائی یہی بڑی کامیابی ہے۔

۴۴ : ۵۸ == يَسَّرْنٰهُ۔ يَسَّرْنَا ماضی جمع متکلم تَيْسِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے آسان کر دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے

== بِلِسَانِكَ، تیری زبان میں۔ عربی زبان میں۔

== لَعَلَّهُمْ تاکہ یہ لوگ :

== يَتَذَكَّرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر۔ نصیحت پکڑتے ہیں۔ تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

۴۴ : ۵۹ == فَارْتَقِبْ : فَ جواب شرط محذوف کے لئے ہے ای وان لم یتذکروا فارتقب۔ ای فانتظر۔ اور اگر وہ نصیحت نہ پکڑیں تو پھر انتظار کرو، اور یہ بھی منتظر ہیں۔ یعنی آپ انتظار کریں اس عذاب کا جو ان پر نازل ہوگا۔ اور وہ آپ کے مبتلائے مصیبت ہونے کے منتظر رہیں۔

اِرْتَقِبْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ارتقاب (افتعال) مصدر بمعنی انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔

== اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ : بے شک وہ بھی انتظار کرنے والے ہیں۔ صیغہ جمع مذکر اسم فاعل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۲۵) سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۶۵)

۴۵ : ۱ = حٰمٓ ، حروف مقطعات ہیں۔

۴۵ : ۲ = تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ : تَنْزِیْلٌ بروزن تفعیل مصدر ہے بمعنی اتارنا۔ نازل کرنا۔ الکتٰبُ ای القراٰن۔ مرکب اضافی ہے، اس کتاب یعنی قرآن مجید کا اتارا جانا یا نازل کرنا یا کیا جانا۔ مِنَ اللّٰہِ اللہ کی طرف سے ہے۔

الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ جو العزیز الحکیم ہے۔ العزیز غالب الحکیم حکمت والا ہے) یعنی غالب اور حکمت والے اللہ کی طرف سے ہے۔

۴۵ : ۳ = اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ بے شک آسمانوں اور زمین میں (اللہ کی قدرت و وحدانیت کی) مومنوں کے لئے کثیر نشانیاں ہیں۔ آیت کا یہ ظاہر مطلب بھی مراد ہو سکتا ہے۔ اور لفظ خلق کو محذوف بھی قرار دیا جاتا ہے یعنی آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں مومنوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

۴۵ : ۴ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف خَلْقِکُمْ پر ہے مَا موصولہ یَبُثُّ مضارع واحد مذکر غائب : بَثٌّ (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے دابۃ جانور، چلنے والا۔ رینگنے والا۔ پاؤں دھرنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ مذکر اور مؤنث، دونوں کے لئے مستعمل ہے ۃ وحدت کی ہے دَوَابُّ جمع ہے۔

(تمہاری) اور ان جانوروں کی پیدائش میں جن کو اللہ نے (زمین پر) پھیلا رکھا ہے یقین رکھنے والوں کے لئے بہت سے دلائل ہیں۔

۴۵ : ۵ = وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ۔ ای وفی اختلاف الیل والنھار۔ اور (اسی طرح) رات دن کے ادل بدل میں موسموں کے گھٹاؤ بڑھاؤ میں۔

= رِزْقٍ سے یہاں مراد بارش ہے کیونکہ بارش پیدائش رزق کا سبب ہے۔

= فَاَحْیَا بِہٖ۔ فَ تعقیب کا ہے بہٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب رِزْقٍ کے لئے ہے (یعنی بارش سے)

= تَصْرِیْفِ الرِّیَاحِ۔ مضاف مضاف الیہ تصریف بروزن تفعیل مصدر ہے ہواؤں کا ہیر پھیر، ہواؤں کا بدلنا۔ یعنی مختلف جہات میں چلنا۔ اور مختلف حالات میں مختلف صورت میں چلنا۔

ان سب میں اہل عقل کے لئے دلائل ہیں۔

۴۵: ۶ = نَتْلُوْھَا۔ نَتْلُوْ مضارع جمع متکلم ہم پڑھ کر سناتے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے اور اس کا مرجع آیات ہے: عَلَیْكَ آپ پر۔ آپ کو، یہ اللہ کی آیات ہیں جو صحیح صحیح طور پر پڑھ کر ہم آپ کو سناتے ہیں۔

= اَیِّ۔ کونسی، جس، کس کس۔ کیا کیا۔ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے اور شرطیہ بھی۔

= حَدِیْثٍ: بات۔

۴۵: ۷ = وَیْلٌ اسم مرفوع۔ ہلاکت، عذاب، دوزخ کی ایک وادی، عذاب کی شدت، وَیْلٌ اصل میں کلمہ عذاب و ہلاکت ہے: یہ مصدر ہے اور اس سے فعل کا کوئی صیغہ نہیں آتا۔ (اضواء البیان)

= اَفَّاكٍ۔ جھوٹا۔ افك سے مبالغہ کا صیغہ ہے بروزن فعّال۔ اَلْاِفْكُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو۔ اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مؤتفکۃ کہا جاتا ہے۔

اور آیت شریفہ وَالْمُؤْتَفِکَۃَ اَھْوٰی (۵۳: ۵۳) اور الٹی ہوئی بستیوں کو دے پٹکا۔ میں مؤتفکۃ سے مراد وہ بستیاں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مع ان کے بسنے والوں کے الٹ دیا تھا۔

اور جھوٹے کو افاك اس لئے کہتے ہیں کہ وہ اعتقاد حق سے باطل کی طرف سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے کاموں سے بُرے کاموں کی طرف پھرتا ہے۔

= اَثِیْمٌ بھی اثم سے فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ بمعنی کثیر الاثم بڑا گنہگار ہے۔ اثیم سے قبل حرف عطف محذوف ہے۔

مکذبین کے لئے ویل سورۃ مرسلات میں بھی مذکور ہے وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ (۷۷: ۱۵) بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔

۴۵: ۸ = یَسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ وہ اللہ کی آیات کو سنتا ہے۔ یہ افاك اثیم کی

تیسری صفت ہے یا یہ جملہ مستانفہ ہے۔

= تُتْلٰی عَلَیْہِ یہ جملہ اٰیٰتِ اللّٰہِ سے حال ہے یعنی دراں حالیکہ وہ (آیات) اس کے اوپر پڑھی جاتی ہیں۔ تُتْلٰی مضارع مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ پڑھی جاتی ہیں۔ وہ تلاوت کی جاتی ہیں۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ت ل و۔ مادہ۔

= ثُمَّ۔ حرف عطف ہے مہلت کے ساتھ ترتیب کے اظہار کے لئے آتا ہے عام طور پر التراخی فی الوقت (وقت کی تاخیر کا وقفہ یعنی ترتیب میں ایک شے کا دوسری شے سے کتنے وقفہ کے بعد وقوع ہوا) کے لئے استعمال ہوتا ہے بمعنی پھر، اس کے بعد۔ لیکن بعض دفعہ التراخی فی الرتبہ کے لئے بھی بول لیتے ہیں۔ یہاں اس کا استعمال التراخی فی الرتبہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ افاک ہے اثیم ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ اٰیٰت اللہ کو سن کر بھی اپنے اعتقادات باطل پر بھی مُصِر ہے۔

= یُصِرُّ۔ مضارع واحد مذکر غائب اصرارٌ (افعال) مصدر۔ وہ اصرار کرتا ہے وہ مُصر ہے۔

= مُسْتَکْبِرًا۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ مغرور۔ غرور کرنے والا۔ اپنے کو بڑا سمجھنے والا سرکشی کرنے والا۔ منصوب بوجہ ضمیر یُصِرُّ سے حال ہونے کے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْہِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا (۳۱: ۷)

اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر منہ پھیر لیتا ہے گویا ان کو سنا ہی نہیں

= کَاَنْ: اصل میں یہ لفظ کَاَنَّ ہی تھا کاف حرف تشبیہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اسی کی طرح اس کا معنوی فائدہ بھی ہے لیکن تخفیف نون کے بعد عمل اور لفظی تصرف ختم ہوگیا۔ اب نہ اسم کو نصب دے سکتا ہے اور نہ خبر کو رفع۔ گویا کہ:

= لَمْ یَسْمَعْهَا۔ لَمْ یَسْمَعْ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ (گو یا کہ) اس نے سنا ہی نہیں۔

= فَبَشِّرْہُ۔ ف سببیہ ہے۔ یعنی فَ سے پہلے کا کلام بعد والے کلام کی علت ہے: بَشِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَبْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بشارت۔ اس خبر کو کہتے ہیں جس کو سن کر چہرے پر خوشی کے آثار پیدا ہو جائیں۔ یہاں چہرے پہ آثار غم پیدا کرنے والی خبر کو بطور استہزاء بشارت کہا ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔ تحیۃ بلینھم ضرب وجیع

ان کا آپس کا سلام دردناک ضرب ہے، مطلب یہ کہ کارزار کی گرمی سے ان کے سلام کی ابتدا ہوتی ہے۔

۴۵ : ۹ = وَاِذَا ۔ واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب۔ مفاجاتیہ بھی استعمال ہوتا ہے بمعنی ناگہاں، اچانک۔ یکایک۔

یہاں دونوں صورتیں ممکن ہیں ۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کا مذاق بناتا ہے :

دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا۔

اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو فوراً مذاق بنانے لگتا ہے۔

= اِتَّخَذَھَا ۔ اِتَّخَذَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اس نے بنالیا۔ اس نے ٹھہرالیا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب شَیْئًا کی طرف راجع ہے (ہماری آیات میں سے کوئی حصہ)

لیکن روح المعانی میں ہے :۔

بادر الی الاستھزاء بالاٰیٰتِ کلھا ولم یقتصر علی الاستھزاء بما بلغہٗ ۔ وہ اپنے استہزار کو صرف انہیں آیات تک محدود نہیں رکھتا جن کی خبر اس تک پہنچتی ہے بلکہ تمام آیات کے استہزار میں جلدی دکھاتا ہے ۔ یعنی ساری آیات کو تختۂ استہزار بناتا ہے :

= ھُزُوًا : مصدر، باب فتح، مادہ ھزء ۔ ھزیٔ بمعنی اسم مفعول ۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے ۔

= اُولٰٓئِکَ لَھُمْ ۔ یعنی ایسے تمام جھوٹوں کے لئے ۔ یہی ہیں وہ لوگ جن کے لئے ۔

= عَذَابٌ مُّھِیْنٌ ۔ موصوف وصفت ۔ مُھِیْنٌ اسم فاعل واحد مذکر ۔ اِھَانَۃٌ (افعال) مصدر ۔ اھانت آمیز، ذلیل و خوار کرنے والا۔

۴۵ : ۱۰ = مِنْ وَّرَآئِھِمْ جَھَنَّمُ : ان کے آگے جہنم ہے یعنی قیامت کے روز۔

وَرَآئِھِمْ مضاف مضاف الیہ ۔ وَرَآءَ اسم ہے جہت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

صاحب اضوار البیان نے بڑے وثوق سے لکھا ہے کہ اس کے معنی آگے کے ہیں

ملاحظہ ہو اضوار البیان جلد ۷ تفسیر آیۃ ہذا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس کا استعمال تقریباً ہر جہت کے لئے ہوا ہے۔ مثلاً:۔

ا۔ بمعنی پیچھے، پس پشت۔ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ وَرَآءَ ظَھْرِہٖ ۔ (۸۴ : ۱۰) اور جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا جائے گا۔

۲:۔ یعنی آگے: مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ: (آیۃ ہذا)
۳:۔ آگے، پیچھے، ہرطرف سے، وَاللّٰهُ مِنۡ وَّرَآئِهِمۡ مُّحِيۡطٌ (۸۵:۲۰) اور خدا ان کو ہرطرف سے گھیرے ہوتے ہے۔

صاحب تفسیر مظہری رقم طراز ہیں:۔

وَرَآءَ - کا ترجمہ:۔ ورے بھی ہے پرے بھی ہے۔ آگے بھی ہے اور پیچھے بھی۔

= لَا يُغۡنِيۡ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِغۡنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہ آئے گا: فائدہ بھی نہیں پہنچائیگا۔ دفع نہیں کریگا۔

= مَاكَسَبُوۡا مَا موصولہ۔ كَسَبُوۡا ماضی جمع مذکر غائب۔ كَسۡبٌ باب ضرب انہوں نے کمایا۔ ای ماکسبوا فی الدنیا۔ یعنی جو انہوں نے کمایا تھا دنیا میں۔ یعنی مال واولاد وہ ان کے کسی کام نہیں آئے گا۔

= وَلَا مَا اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَوۡلِيَآءَ۔ واؤ عاطفہ؛ اور نہ ہی کام آئیں گے وہ جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنا کارساز بنا رکھا تھا۔ مَا موصولہ۔ اَوۡلِيَآءَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے اپنا کارساز بنا رکھا تھا اس میں وہ بت بھی شامل ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اور وہ پیروپیشوا جن کی وہ پیروی کیا کرتے تھے۔

= شَيۡئًا: کچھ بھی۔ ذرہ برابر بھی۔

۴۵:۱۱ = هٰذَا هُدًى: هٰذَا۔ ای القرآن۔ یہ قرآن سراسر ہدایت ہے

عَذَابٌ مِّنۡ رِّجۡزٍ اَلِيۡمٌ: عَذَابٌ اَلِيۡمٌ موصوف وصفت، دردناک عذاب؛

رِجۡزٌ کے متعلق ضیاء القرآن میں ہے:۔

علامہ ابن منظور اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ (ترجمہ) ابو اسحٰق کہتے ہیں کہ رجز کا لفظ جو قرآن میں مذکور ہے۔ اس کا معنیٰ ہے ایسا عذاب جو اپنی شدت کے باعث لرزہ خیز ہو۔ اس کے جھٹکے شدید اور لگاتار ہوں:

آیت کا مفہوم یہ ہے کہ:۔

وہ بدبخت جو ازراہِ غرور وتکبر اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں انہیں شدید عذاب سے دردناک عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

امام راغب اصفہانی المفردات میں لکھتے ہیں۔

الرِّجۡزُ کے اصل معنیٰ اضطراب کے ہیں اور اسی سے رَجَزَ الۡبَعِيۡرُ ہے جس کے معنی ضعف کے

سبب چلتے وقت اونٹ کی ٹانگوں کے کپکپانے اور چھوٹے قدم اٹھانے کے ہیں۔ اور شعر کے ایک بحر کا نام بھی رِجز ہے جس میں شعر پڑھنے سے زبان میں اضطراب سا معلوم ہوتا ہے۔ لفظ رِجزٌ زلزلہ کی طرح عذاب سے کنایہ ہے

بعض نے اَلِیمٌ کو اَلِیمٍ پڑھا ہے۔ اس طرح یہ رِجزٍ کی صفت ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔ دردناک کپکپاہٹ کا عذاب

۴۵ : ۱۲ == سَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب: تَسْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر اس نے لبس میں کردیا۔ اس نے تابع کردیا۔ تسخیر کے معنی لبس میں کرنے اور کبھی زبردستی کسی خاص کام میں لگادینے کے ہیں۔

== لِتَجْرِیَ: لام تعلیل کا ہے۔ تَجْرِیَ: مضارع واحد مؤنث غائب: جَرْیٌ وجَرَیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ جاری ہے، وہ چلتی ہے۔

== الفُلْكُ۔ کشتی، کشتیاں، واحد اور جمع دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

فِیْہِ ای فی البحر تاکہ اس (دریا۔یا سمندر میں) کشتیاں چلیں۔ بِاَمْرِہٖ ای باذنہٖ اس کے حکم سے۔

== وَ لِتَبْتَغُوْا --- واؤ عاطفہ، لام تعلیل کا۔ تَبْتَغُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر تَبْتَغُوْا اصل میں تَبْتَغُوْنَ تھا۔ نون اعرابی عامل لام تعلیل کے آنے سے گر گیا۔ تاکہ تم تلاش کرو، ڈھونڈو:

== مِنْ فَضْلِہٖ اور تاکہ تم اس کی طرف سے عطا کردہ رزق کی تلاش کرو، مِنْ فَضْلِہٖ اس کے فضل میں سے۔ فضل بمعنی بزرگی۔ بخشش، جمع افضالٌ۔ فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں۔ اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو بطور نفع انسان کو حاصل ہو" اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اخروی، کیونکہ وہ انسان کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے۔

یہاں آیت ہذا میں فضل سے مراد وہی مال و دولت و رزق مراد ہے۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ (۶۲ : ۱۰) اور جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر پھیر و چلو، اور اللہ کی روزی تلاش کرو

== وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ہ اور تاکہ تم شکر ادا کرو، و لکی تشکروا النعم المترتبۃ عَلٰی ذٰلِكَ تاکہ اس تلاش پر مبنی جو نعمتیں حاصل ہوں ان کا تم شکر بجالاؤ۔

۴۵ : ۱۳ == جَمِيْعًا مِّنْهُ : ای ھِیَ جَمِيْعًا مِّنْهُ : یعنی مِنْهُ خبر ہے ھِیَ مبتداء محذوف کی یہ سب کچھ اسی کا عطا کردہ ہے۔

یا یہ حال ہے مَا سے۔ ای سخر ھذہ الاشیاء کائنۃً منہ

== يَتَفَكَّرُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب : تَفَكُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ غور کرتے ہیں یعنی زمین و آسمان اور ان کے مابین کی جملہ اشیاء کی تخلیق کے متعلق غور کرتے ہیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت اور اس کی سلطنت کے حقائق عیاں ہوتے ہیں۔ اور ان کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہو جاتا ہے۔

۴۵ : ۱۴ == يَغْفِرُوْا ، امر کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ مَغْفِرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی کسی کا گناہ معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ معاف کردیں۔ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ وہ معاف کردیں۔ یا درگذر کردیں۔

== لَا يَرْجُوْنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب : رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ اندیشہ کرنا۔ خوف رکھنا۔ امید رکھنا۔ یقین رکھنا۔ جو امید نہیں رکھتے اور خوف نہیں رکھتے،

یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ ایمان والوں سے کہہ دیجئے کہ ان لوگوں سے درگذر کریں یا ان کو معاف کردیا کریں جو ایام اللہ کا یقین نہیں رکھتے۔

== اَيَّامَ اللّٰهِ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَيَّام بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے اللہ کے دن۔ اللہ کے دنوں سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ سرکشوں سے انتقام لے اور ان کی بدکرداری کے عوض ان کو عذاب دے۔ یا اپنے فرمانبردار بندوں کو اپنے مخصوص فضل و کرم سے نوازے۔

ابن السکیت نے تصریح کی ہے کہ عرب ایام کو وقائع کے معنی میں استعمال کرتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ فلان عالم بایام العرب۔ یعنی وہ عرب کے واقعات و حالات کا عالم ہے۔ یہاں الذین لایرجون ایام اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس پر یقین نہیں رکھتے یا ان کو اللہ کے ان وقائع کا ڈر یا اندیشہ نہیں جب وہ اپنے نیک بندوں کو اپنے فضل و کرم سے نوازے گا۔ اور بدکرداروں اور مجرموں کو عذاب دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے ایسے بندوں، کو جو ایام اللہ کا اندیشہ نہیں رکھتے معاف کر دینے میں یہ مصلحت رکھی ہے کہ قیامت کے روز وہ اپنے بندوں کو خود انعام و اکرام دیگا۔ اور بدکرداروں کو سزا دے گا۔ اگر اس کے نیک بندوں نے اپنے مخالفین سے یہاں اس دنیا میں ہی بدلہ لے لیا۔

توپھر اللہ تعالیٰ ان سے بدلہ نہیں لے گا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو درگذر کرنے اور معاف کردینے کا حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بدکرداروں کو خود سزا دے۔

یَجْزِیَ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل ہے۔ وہ بدلہ دے گا۔

= بِمَا۔ میں ب سببیہ ہے اور ما موصولہ۔ بسبب اس کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

= کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر وہ کمایا کرتے تھے۔ وہ کیا کرتے تھے۔

۱۵:۴۵ = اَسَاءَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: اِسَاءَۃٌ (افعال) مصدر سوء مادہ۔ کام خراب کرنا۔ بگاڑنا۔ بُرا کام انجام دینا۔ بُرا کرنا۔ برائی کرنا (جس نے) بُرا کام کیا۔

یہ آیت، سابقہ آیت لِیَجْزِیَ قَوْمًا بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ کی تفسیر ہے۔

۱۶:۴۵ = اَلْکِتٰبَ۔ ای التوراۃ۔

= اَلْحُکْمَ۔ حَکَمَ یَحْکُمُ کا مصدر ہے کسی چیز کے متعلق فیصلہ کرنا۔ یہاں بمعنی اللہ کے احکام کا علم۔

= فَضَّلْنٰھُمْ: فَضَّلْنَا ماضی جمع متکلم۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تَفْضِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے ان کو فضیلت عطا کی۔

= عَلَی الْعٰلَمِیْنَ۔ عَالَمِیْنَ جمع عَالَمٌ کی، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا سب مخلوقات کو عَالَمٌ کہتے ہیں ایسی مخلوق کے تعدد کی بنا پر جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔

ای علی عالمی زمانھم۔ ان کے زمانے کے عالمین پر۔

= اَلطَّیِّبٰتِ لذیذ حلال کھانے کی چیزیں۔ جیسے منّ وسلویٰ وغیرہ۔

۱۷:۴۵ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ۔ بَیِّنٰت، کھلی ہوئی دلیلیں۔ روشن اور واضح دلیلیں بَیِّنَۃٌ کی جمع۔ کھول کر بیان کی ہوئی۔ تَبْیِیْنٌ (تفعیل) مصدر سے، اَلْاَمْرِ سے مراد امر دین ہے۔ یعنی امر دین کی واضح دلیلیں واحکام۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان تمام امور کا علم عطا فرمادیا تھا جن کو جاننا اور ان پر عقیدہ رکھنا ضروری تھا۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور بعثت کی نشانیاں بھی بتادی تھیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا ہی یقینی طور پر جانتے اور پہچانتے تھے جتنا کہ اپنی اولاد کو پہچانتے تھے۔

= بَغْیًا: تمیز۔ ضد، زیادتی، بَیْنَھُمْ مضاف مضاف الیہ ایک دوسرے کے مابین۔ باہمی

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں روشن اور واضح احکام دیدیئے۔ پس انہوں نے اختلاف نہ کیا مگر بعد اس کے کہ اس کا علم ان کو ہو چکا تھا۔ محض آپس میں ضد کی وجہ سے

یعنی ان کا باہمی اختلاف دین کے احکام سے لاعلمی نہیں تھی بلکہ آپس کی ضد اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کی خواہش تھی۔

= یَقْضِیْ مضارع واحد مذکر غائب قَضَاءٌ مصدر باب ضرب۔ وہ فیصلہ کردیگا۔

= یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ یَوْمَ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔

= فِیْمَا کَانُوْا فِیْہِ یَخْتَلِفُوْنَ۔ فِیْ۔ بابت، متعلق۔ مَا موصولہ۔ کَانُوْا یَخْتَلِفُوْنَ صلہ۔ فِیْہِ۔ جار مجرور۔ ہٗ ضمیر امر کی طرف راجع ہے۔ جس امر میں۔

بے شک تیرا رب قیامت کے دن ان کے درمیان جس امر دین کے متعلق وہ باہمی اختلاف رکھتے تھے اس کا فیصلہ فرمادیگا۔ یعنی جزاو سزا کی شکل میں عمل فیصلہ کردیگا۔

۴۵ : ۱۸ = ثُمَّ۔ تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر۔ اس بعد ازبنی اسرائیل۔

= جَعَلْنٰکَ۔ جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم۔ جَعْلٌ باب فتح۔ ہم نے بنایا۔ ہم نے کیا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ پھر ہم نے تم کو (قائم) کردیا

= شَرِیْعَۃٍ۔ طریقہ، راستہ۔

المفردات میں ہے:۔

اَلشَّرْعُ: سیدھا راستہ جو واضح ہو۔ یہ اصل میں شَرَعْتُ لَہٗ طَرِیْقًا (واضح راستہ مقرر کرنا) کا مصدر ہے اور بطور اسم کے بولا جاتا ہے، چنانچہ واضح راستہ کو شَرْعٌ و شِرْعٌ و شَرِیْعَۃٌ کہا جاتا ہے۔ پھر استعارہ کے طور پر طریق الٰہیہ پر یہ الفاظ بولے جاتے ہیں:۔ ایک دستور۔ ایک طریق۔

بعض نے کہا ہے کہ شریعت کا لفظ شریعۃ الماء سے ماخوذ ہے جس کے معنی پانی کے گھاٹ کے ہیں (جہاں لوگ بآسانی بیٹھ کر پانی پی سکتے ہیں۔ غسل وغیرہ کرسکتے ہیں) اور شریعت کو شریعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کی صحیح حقیقت پر مطلع ہونے سے سیرابی اور طہارت ہوتی ہے۔"

انہی معنی میں بعض حکماء کا قول ہے کہ:۔

کنت اشرب فلا اروی فلما عرفت اللّٰہ تعالیٰ رویت بلا مشرب برسوں پیتا رہا

لیکن سیر نہ ہوا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو گئی تو بغیر پینے کے سیری حاصل ہو گئی
شَرِیْعَۃٍ میں تنوین اظہارِ عظمت کے لئے ہے:
= مِنَ الْاَمْرِ۔ ای من امر الدین۔
= فَاتَّبِعْهَا۔ فَ تعلیل کا ہے اِتَّبِعْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر
هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع شَرِیْعَۃٍ ہے۔ پس تو اس (شریعت) کی
پیروی کر"
اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْٓ اُوْحِیَ اِلَیْكَ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۴۳:۴۳)
پس تمہاری طرف جو وحی کی گئی ہے اس کو مضبوط پکڑے رکھو۔
= وَلَا تَتَّبِعْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اتباع (افتعال) مصدر۔ اور نہ پیروی کر۔
= اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ اَهْوَاء هَوٰی کی جمع۔ خواہشیں، خیالات۔
مضاف، الذین اسم موصول لَا یَعْلَمُوْنَ صلہ۔ صلہ موصول مل کر مضاف الیہ۔ مضاف
مضاف الیہ مل کر مفعول ہوا لا تَتَّبِعْ کا۔ اور جاہلوں کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔
جہلاء سے مراد بعض کے نزدیک بنو قریظہ اور بنو نضیر ہیں۔ بعض کے نزدیک رؤسائے
قریش ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا کرتے تھے کہ اپنے آباء و اجداد کے دین کی پیروی کر
۴۵:۱۹ = لَنْ یُّغْنُوْا۔ مضارع منفی تاکید بَلَنْ، جمع مذکر غائب۔ اغناءٌ (افعال) مصدر
وہ ہرگز دفع نہیں کر سکیں گے۔ ہرگز کسی کام نہ آسکیں گے: مضارع منصوب بوجہ عمل لَنْ ہے
= مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کے سامنے۔ اللہ کے مقابلے میں۔
= اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل، اَلظّٰلِمِیْنَ
اسم فاعل جمع مذکر منصوب: اسم اِنَّ۔ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ خبر۔ تحقیق ظالم لوگ ایک
دوسرے کے دوست ہوتے ہیں۔
اَوْلِیَاءُ جمع وَلِیٌّ کی بمعنی دوست، ساتھی۔
= وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ المتقین اسم فاعل جمع مذکر منصوب
اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ متقی لوگ، پرہیزگار لوگ۔ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ۔ پرہیزگار لوگوں کا
دوست ہے۔
۴۵:۲۰ = هٰذَا۔ ای القرآن۔ اتباع شریعت۔

— بَصَائِرُ. بَصِیْرَۃ کی جمع۔ کھلی دلیلیں۔ ظاہر نصیحتیں۔ دانش وبصیرت،
قرآن مجید میں بَصَائِرُ پانچ دفعہ استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔

۱:۔ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ (۶:۱۰۴) تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (ان کو آنکھ کھول کر) دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا۔

۲:۔ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (۷:۲۰۳) یہ قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے دانش وبصیرت اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

۳:۔ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ: (۱۷:۱۰۲) انہوں نے کہا کہ تم یہ جانتے ہو کہ آسمانوں اور زمین کے پروردگار کے سوا اس کو کسی نے نازل نہیں کیا۔ اور وہ بھی تم لوگوں کے سمجھانے کو:

۴:۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۲۸:۴۳) اور ہم نے پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو کتاب دی۔ جو لوگوں کے لئے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔

۵:۔ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ (۴۵:۲۰) یہ قرآن لوگوں کے لئے دانائی کی باتیں ہیں اور جو یقین رکھتے ہیں ان کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ (آیت زیر نظر، ترجمہ: مولانا فتح محمد جالندھری۔

متذکرہ بالا آیات میں بَصَائِرُ. روشن دلیلوں، ظاہر نصیحتوں، دانائی اور بصیرت کی باتوں کے لئے مستعمل ہے۔

اَلْبَصَرُ کے معنی آنکھ کے ہیں۔ قوت بینائی کو بھی بصر کہہ لیتے ہیں۔ دل کی بینائی پر بصر اور بصیرت دونوں لفظ بولے جاتے ہیں۔ بصر کی جمع ابصار اور بصیرۃ کی جمع البصار آتی ہے جب حاسۂ بصر کے ساتھ رویت قلبی بھی شامل ہو تو بصیرت ہی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس بصیرت کو ہی دانائی۔ آگہی بھی کہا جاتا ہے۔ یا دل کی آنکھ بھی کہہ سکتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا یا بنی ھاشم تصابون فی البصار کم کہ اے بنی ہاشم تمہاری آنکھوں میں

نقص ہے تو انہوں نے جواب دیا وانتم یا بنی امیۃ تصابون فی بصائرکم : کہ اے بنی امیہ اور تمہارے دل کی آنکھوں میں نقص ہے :

هٰذَا بَصَائِرُ لِلنَّاسِ . یہ قرآن لوگوں کے لئے روشن دلیلیں یا عقل و دانش کی باتیں ہیں وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ . اور یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے باعث ہدایت و رحمت ہے :

يُوْقِنُوْنَ : مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِيْقَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر ، وہ یقین رکھتے ہیں

۴۵ : ۲۱ = اَمْ : اَمْ منقطعہ ہے بَلْ کے معنی میں آیا ہے اس کا کوئی خاص مدلول نہیں محض ایک بیان سے دوسرے بیان کی طرف انتقال کے لئے ذکر کیا گیا ہے ۔ یا استفہام انکاری کے لئے ہے (یعنی ان کا یہ خیال درست نہیں ہے :

= حَسِبَ کا فاعل اَلَّذِيْنَ ہے قاعدہ کے مطابق حَسِبَ کے دو مفعول ہونے چاہئیں یہاں صرف ایک مفعول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ اگرچہ بظاہر ایک مفعول ہے لیکن دو کے قائم مقام ہے نَجْعَلَ کا معنی نُصَيِّرُ ہے هُمْ اس کا مفعول اول ہے اور کالذین اٰمنوا مفعول ثانی ہے ۔

= سَوَآءً بدل ہے اور کاف مبدل منہ ہے جو یہاں مثل کے معنی میں مستعمل ہوا ہے ۔ سَوَاءً مصدر ہے اور مُسْتَوٍ کے معنی میں استعمال ہوا ہے مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ اس کا فاعل ہیں ۔

صاحب ضیاء القرآن فرماتے ہیں :۔

اگرچہ اور بھی اقوال ہیں لیکن زیادہ صحیح اور صاف یہی ترکیب ہے ۔ ع

حَسِبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حِسْبَانٌ باب حَسِبَ يَحْسِبُ مصدر ماضی و مضارع ہر دو میں عین کلمہ پر کسرہ ۔ جس کے معنی گمان کرنے اور سمجھ لینے کے ہیں ۔ حَسَبَ يَحْسُبُ ماضی و مضارع ہر دو پر فتح) سے مصدر حُسْبَانٌ آتا ہے جس کے معنی حساب و شمار (حساب کے مطابق سزا) ہیں ۔ یہاں آیۃ ہذا میں اول الذکر تحریر ہے ۔ کیا یہ لوگ سمجھ بیٹھے ہیں ۔

اَلَّذِيْنَ اسم موصول اِجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ ، صلہ ۔ صلہ اور موصول مل کر فاعل اپنے فعل حَسِبَ کے ساتھ مل کر ۔

= اِجْتَرَحُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب ۔ انہوں نے گناہ کمایا ۔ انہوں نے گناہ کا ارتکاب کیا اِجْتِرَاحٌ (افتعال) مصدر ۔ گناہ کمانا ۔

= السَّیِّئٰتِ۔ بُرے کام، گناہ۔ سَیِّئَۃٌ کی جمع۔
اَنْ نَّجْعَلَھُمْ: اَنْ مصدریہ نَجْعَلَھُمْ۔ نَجْعَلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ جمع متکلم۔ جَعْلٌ باب فتح مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ہم ان کو بنا دیں۔ ہم ان کو کردیں
کَالَّذِیْنَ۔ کاف تشبیہ کا بمعنی مثل۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بر تحلیل صرفی مفعول ثانی فعل حَسِبَ کا
نیز معطوف علیہ جملہ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا۔
سَوَآءً۔ اسم مصدر بمعنی مُسْتَوٍ (برابر)
= مَحْیَاھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جینا۔ مَحْیَا۔ مصدر میمی حَیٰوۃٌ سے
= مَمَاتُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا مرنا۔ ان کی موت؛ مَوْتٌ سے مصدر میمی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا۔ کہ ہم بنا دیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان کا جینا ان کا مرنا (مطلب یہ کہ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے۔)
= سَآءَ۔ فعل ذم ہے۔ یعنی بُرا ہے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سُوْءٌ (باب نصر) مصدر سے۔
= مَا یَحْکُمُوْنَ: مَا موصولہ۔ یَحْکُمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب حُکْمٌ باب نَصَرَ مصدر۔ بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔
۴۵: ۲۲ = بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ نیز ملاحظہ ہو ۴۵: ۶ متذکرہ بالا۔
= وَ لِتُجْزٰی۔ واؤ عاطفہ لام تعلیل کا۔ تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ جَزَاءٌ باب ضرب۔ مصدر۔ وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کو جزار دی جائے گی۔
= بِمَا کَسَبَتْ: جو کچھ اس نے کمایا۔ جو کچھ اس نے کیا۔
= لَا یُظْلَمُوْنَ، مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر غائب ظُلْمٌ (باب ضرب) مصدر۔ ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ ان کے ساتھ ناانصافی نہیں کی جائے گی۔
۴۵: ۲۳ = اَفَرَاَیْتَ: میں ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے پورا کلام اس طرح تھا۔ کیا آپ اس کو ہدایت کرنا چاہتے ہیں اور آپ نے دیکھ بھی لیا ہے کہ اس نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنا رکھا ہے:

آرأیت بمعنی اخبرنی بھی استعمال ہوتا ہے۔ ویسے اس جملہ کا اردو ترجمہ۔ کیا بھلا تونے (اس شخص کو) دیکھا ہے۔ اس کا صحیح مطلب ادا کرتا ہے۔

= اِتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (جس نے) اپنی خواہش کو اپنا خدا بنا رکھا ہے۔

اِلٰهَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اپنے فعل اتخذ کا هَوٰىهُ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول اتخذ کا۔ ای من اتخذ ھوٰہ الٰہہ۔

= وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ: اور اللہ نے اسے عَلٰى عِلْمٍ گمراہ کر دیا ہے۔

عَلٰى عِلْمٍ فاعل یا مفعول سے حال ہے ای حال من الفاعل او المفعول۔ (روح البیان)

فاعل سے حال: اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی فطری استعداد کو جانتے ہوئے اسے گمراہ کر دیا ہے اور مفعول سے حال: اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا کیونکہ وہ شخص راہ ہدایت کو جانتے ہوئے بھی گمراہی کی طرف جا رہا تھا۔ جیسا کہ اور جگہ فرمایا ہے فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ (۴۵:۱۷) متذکرۃ الصدر)

= وَخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ اور اس (خداوند تعالیٰ) نے اس (گمراہ) کے کانوں پر مہر لگا دی۔ اس لئے وہ نصیحت نہیں سنتا۔ اور اس کے دل پر مہر لگا دی اس لئے وہ آیات پر غور نہیں کر رہا۔

= وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے اس لئے وہ عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔

= فَمَنْ يَّهْدِيْهِ پھر ایسے شخص کو اللہ کے (گمراہ کر دینے کے) بعد کون ہدایت دے۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی ایسے شخص کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

= مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ۔ ای من بعد اضلالہ (بیضاوی) یعنی اللہ کے اس کو گمراہ کر دینے کے بعد۔

= اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ ہے اس کا عطف محذوف پر ہے ای الا تلاحظون فلا تذکرون۔ کیا تم دیکھتے نہیں پھر بھی نصیحت نہیں پکڑتے،

۴۵:۲۴ = قَالُوْا۔ یعنی منکرین بعث کہتے ہیں۔

= مَا هِيَ۔ مَا الْحَيٰوةُ۔ زندگی کیا ہے مَا استفہامیہ کی صورت میں۔ اگر مَا نافیہ لیا جائے

تو ترجمہ ہوگا۔ زندگی کچھ نہیں (سوائے ہماری دنیا ہی زندگی کے)

== اِلَّا۔ مگر۔ سوائے۔ حرف استثناء۔

== حَيَاتُنَا الدُّنْيَا۔ حَيَاتُنَا مضاف الیہ مل کر مضاف اَلدُّنْيَا مضاف الیہ۔ ہماری دنیا کی زندگی۔

== نَمُوْتُ۔ مضارع جمع متکلم۔ مَوْتٌ باب نصر مصدر۔ ہم مرتے ہیں۔ یعنی ہم میں سے بعض مرتے ہیں۔

== نَحْيَا۔ نَحْيٰى مضارع جمع متکلم۔ حَيٰوةٌ (باب سمع) مصدر۔ ہم جیتے ہیں (یعنی ہم میں سے بعض جیتے ہیں۔

نَمُوْتُ اور نَحْيٰى میں واؤ صرف عطف کے لئے ہے۔ ترتیب یا تعقیب کے لئے نہیں ترجمہ ہوگا۔ اور وہ (منکرین بعث روز قیامت) کہتے ہیں نہیں (کوئی دوسری) زندگی بجز ہماری دنیا کی زندگی کے (یہیں) ہم نے زندہ رہنا اور مرنا ہے۔

== مَا يُهْلِكُنَا۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب، اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر۔ ہم کو نہیں ہلاک کرتا ہے۔

== اِلَّا الدَّهْرُ۔ اور ہمیں نہیں ہلاک کرتا مگر زمانہ۔

اَلدَّهْرُ (زمانہ) اصل میں مدتِ عالم کو کہتے ہیں یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر اس کے اختتام کا عرصہ۔ چنانچہ آیت کریمہ:۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (۷۶:۱) بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے میں الدَّهْرُ سے یہی معنی مراد ہیں پھر (مجازًا) اس سے طویل مدت لی جاتی ہے برخلاف لفظ "زمان" کے کہ یہ مدت قلیلہ اور کثیرہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔

== بِذٰلِكَ: ب حرف جر ہے ذٰلِكَ ان کا یہ کہنا: مَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ۔ مِنْ عِلْمٍ اى عَلٰى علم۔ اى مَا يقولون ذٰلك من علم ويقين ولكن من ظن وتخمين

وہ یہ بات علم و یقین کی بنا پر نہیں کہہ رہے بلکہ اپنے خیال اور تخمینے کی بنا پر کہہ رہے ہیں۔

== اِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ان نافیہ ہے اِلَّا حرف استثناء يَظُنُّوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ گمان کرتے ہیں۔ وہ محض ظن سے کام لے رہے ہیں۔

۴۵:۲۵ == تُتْلٰى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر۔ ت ل و، مادہ۔ وہ پڑھی جاتی ہے، وہ تلاوت کی جاتی ہے۔

= مَا كَانَ حُجَّتَهُمْ : مَا نافیہ۔ حُجَّتَهُمْ۔ حُجَّةُ منصوب ہے کیونکہ وہ کَانَ
خبر ہے كَانَ کا اسم قولہ تعالیٰ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ
اس ترکیب کی اور مثالیں قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ۷:۸۲ : ۲۷ : ۵۶ : ۲۹:۲۹ پر
ملاحظہ فرماویں۔

= حُجَّتَهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ ان کی دلیل۔ حجت کوئی ایسی بات جس سے استدلال
کرسکیں:

مشرکوں اور منکروں کے قول کو حجت صرف ان کے خیال کے اعتبار سے فرمایا ورنہ
ان کا یہ قول واقع میں کوئی حجت یعنی انکار قیامت کی دلیل نہیں ہے :

= اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ اِئْتُوْا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، اِتْيَانٌ (باب
ضرب) مصدر۔ ات ی مادہ۔ بمعنی آنا۔ ب کے صلہ کے ساتھ بمعنی فعل متعدی۔ لانا۔ تم
لے آؤ۔ تم لاؤ۔ اٰبَآئِنَا، مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے باپ دادا۔

= ثُمَّ حرف عطف ہے یہاں تراخی فی الوقت کے لئے استعمال ہوا ہے۔

= اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ میں اِلٰى زائد ہے۔ یا بمعنی لام ہے۔ یعنی لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ قیامت
کے دن۔

= لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ ریب۔ شک وشبہ۔ رَابَ يَرِيْبُ (باب ضرب) کا مصدر ہے
فِيْهِ ای فی یوم القیمۃ۔ فی وقوع القیمۃ

= وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ : لیکن اکثر لوگ چونکہ کوتاہ نظر ہیں قلیل
التفکر ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو نہیں جانتے۔

۴۵:۲۷ = يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ، يَوْمَ مفعول
فیہ ہے يَخْسَرُ کا يَوْمَئِذٍ بدل ہے يَوْمَ سے۔ جس روز قیامت برپا ہوگی اس روز
باطل پرست خسارے میں رہیں گے۔

يَخْسَرُ، مضارع واحد مذکر غائب، خُسْرَانٌ (باب سمع) مصدر۔ يَخْسَرُ صیغہ واحد
مذکر بمعنی جمع مذکر آیا ہے۔ وہ نقصان اٹھائیں گے۔ وہ گھاٹا پائیں گے۔

= مُبْطِلُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ ابطال (افعال) مصدر سے۔ حق کو جھٹلانے
والے۔ باطل پرست۔

۴۵:۲۸ = كُلَّ اُمَّةٍ ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل ترٰی کا ہر ایک امت

ہر ایک فرقہ۔

= جَاثِیَۃً : اسم فاعل واحد مؤنث ؛ زانو پر بیٹھنے والی ۔ زانو پر گرنے والی۔ جُثُوٌّ ، جِثِیٌّ (باب نصر) مصدر۔ یہاں جَاثِیَۃٌ جمع کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسے جَمَاعَۃٌ قَائِمَۃٌ ۔ جَمَاعَۃٌ قَاعِدَۃٌ بولتے ہیں ، ج ث و ، یا ج ث ی مادہ۔ تو دیکھے گا کہ ہر گروہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہوگا۔ اُمَّۃً سے حال ہے ۔

= تُدْعٰی ۔ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکاری جائے گی ۔ اسے پکارا جائے گا ، ضمیر نائب فاعل اُمَّۃٍ کی طرف راجع ہے

= کِتٰبِھَا : مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اُمَّۃ کی طرف راجع ہے اس کی کتاب ، اس کا اعمال نامہ۔

= اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ : ای فیقال لہم : الیوم .....الخ تُجْزَوْنَ ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر ، جَزَاءٌ باب ضرب مصدر تم بدلہ دیئے جاؤ گے تم جزا دیئے جاؤ گے ، مَاکُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تم کیا کرتے تھے۔

۴۵ : ۲۹ = ھٰذَا کِتٰبُنَا ۔ یہ ہماری کتاب ہے ، یہ ہمارا نوشتہ ہے ، یعنی یہ تمہارے اعمال نامے ہیں جو ہمارے حکم سے لکھنے والے فرشتوں نے لکھے ہیں ۔

= یَنْطِقُ ۔ مضارع واحد مذکر غائب ۔ نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر ۔ جو (یعنی ہمارا نوشتہ) بولتا ہے ۔ یا بیان کرتا ہے ۔ عَلَیْکُمْ بِالْحَقِّ ۔ تمہارے بارے میں سچ سچ :

= کُنَّا نَسْتَنْسِخُ : ماضی استمراری جمع متکلم اِسْتِنْسَاخٌ (استفعال) مصدر۔ نَسْخٌ مادہ ۔ ہم محفوظ رکھا کرتے تھے۔ نُسْخَۃٌ وہ کتاب جس سے نقل کیا جائے اِسْتِنْسَاخٌ ایک تحریر سے دوسری تحریر نقل کرنا ۔ اِنْسَاخٌ (افعال) لکھوانا۔ اِنَّا کُنَّا نَسْتَنْسِخُ ہم لکھوالیا کرتے تھے۔

۴۵ : ۳۰ = اَمَّا ۔ یہ حرف شرط ہے اور تفصیل اور تاکید کا حرف بھی ہے اس کے شرط کا حرف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے جیسے کہ : فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَھُمْ (۱۷ : ۷۱) تو جن کے (اعمال کی) کتاب ان کے داہنے ہاتھ میں دی جائے گی ۔ وہ اپنی کتاب خوش خوش ہو ہو کر پڑھیں گے ۔ یا فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَھُوَ فِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ (۱۰۱ : ۶ - ۷) تو جس کے اعمال کے وزن بھاری نکلیں گے وہ دل پسند

عیش میں ہوگا۔

موجودہ آیت کا ترجمہ ہوگا:

پس جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انہیں ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا (رَحْمَتِہٖ بمعنی جَنَّتِہٖ ہے)

گذشتہ آیت میں سزا اور جزا کو مجمل طور پر بیان کیا گیا اس آیت میں اس کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔

= ذٰلِکَ۔ یعنی مؤمنین کا رحمتِ حق میں ادخال۔

= اَلْفَوْزُ الْمُبِیْنُ۔ موصوف وصفت۔ کھلی کامیابی۔ صاف صاف ہر ایک آمیزش سے پاک: صریح کامیابی۔ اَلْفَوْزُ کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر حاصل کرنے کے ہیں۔

اَلْمُبِیْنُ: کھلی ہوئی۔ صاف ظاہر۔ صریح۔

۴۵: ۳۱ = وَاَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں واؤ عاطفہ ہے۔ اَمَّا حرفِ شرط اور جو لوگ کفر کرتے رہے۔ جملہ شرط ہے۔ اس کے بعد جواب اَمَّا محذوف ہے۔ ای فیقال لَھُمْ۔ اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: میں ہمزہ استفہامیہ ہے فاء حرفِ عطف ہے اس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے: ای اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلِیْ فَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: کیا میرے پیغمبر تمہارے پاس نہیں آتے تھے۔ اور پھر کیا میری آیتیں تمہارے سامنے تلاوت نہیں کی جاتی تھیں۔

اَفَلَمْ تَکُنْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْکُمْ: میں استفہام انکاری ہے یعنی انکار نفی ہے جو مفید اثبات ہے۔ انکار کی نفی اثبات ہے۔

= فَاسْتَکْبَرْتُمْ: پھر تم (سن کر) تکبر کیا کرتے تھے۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استکبار (استفعال) مصدر۔ مطلب یہ کہ سن کر بھی تم نے ان کو ماننے اور ان پر یقین کرنے میں تکبر سے کام لیا۔

= وَکُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ: قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ موصوف وصفت۔ منصوب بوجہ خبر کان۔ گنہگار لوگ۔ مجرم لوگ۔ جرم کرنے والے لوگ: ای کنتم قوما عادتہم الاجرام۔ تم تھے ہی ایسی قوم جن کی عادت ہی کفر وجرم کرنے کی تھی۔

۴۵: ۳۲ = وَاِذَا۔ واؤ عاطفہ اور اذا شرطیہ ہے بمعنی جب۔ اِذَا قِیْلَ ..... لَارَیْبَ فِیْھَا۔ جملہ شرط ہے۔ اور قُلْتُمْ مَا نَدْرِیْ مَا السَّاعَۃُ ..... الخ جواب شرط ہے

= مَا نَدۡرِیۡ ۔ مضارع منفی جمع متکلم دِرَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نہیں جانتے الدرایۃ اس معرفت کو کہتے ہیں جو کسی حیلہ یا تدبیر سے حاصل کی جائے ۔ دری مادہ

= اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحۡنُ بِمُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۔ اِنۡ نظن ۔ اِنۡ نافیہ ہے نَظُنُّ مضارع جمع متکلم ۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ ہم خیال نہیں کرتے ۔ اِلَّا استثناء متصل ۔ ظَنًّا کی تنوین تحقیر کے لئے ہے یعنی حقیر سا گمان ۔ خفیف سا وہم ۔ اِنۡ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی لگتا ہے ۔

مُسۡتَیۡقِنِیۡنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر ۔ اِسۡتِیۡقَانٌ (استفعال) مصدر لیقین کرنے والے بحالت جری ۔ اور ہم کو یقین نہیں ۔

اَلظَّنُّ ۔ قرآن مجید میں شک (یا وہم وگمان) کے معنی میں بھی آیا ہے اور یقین کے معنی میں بھی۔ امام راغب اصفہانی المفردات میں رقمطراز ہیں ۔

اَلظَّنُّ کسی چیز کی علامات سے جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسے ظَنٌّ کہتے ہیں ۔ جب یہ علامات قوی ہوں تو ان سے علم کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے ۔ مگر جب نسبت کمزور ہو تو وہ نتیجہ وہم کی حد سے آگے تجاوز نہیں کرتا ۔ یہی وجہ ہے کہ جب وہ نتیجہ قوی ہو جائے اور علم کا درجہ حاصل کرلے یا اسے علم کے درجہ میں فرض کر لیا جائے تو اس کے بعد اَنَّ یا اَنۡ استعمال ہوتا ہے مگر جب وہ ظن کمزور ہو اور وہم کے درجہ سے آگے نہ بڑھے تو پھر اس کے ساتھ صرف اَنۡ استعمال ہوتا ہے جو کسی قول یا فعل کے عدم کے ساتھ مختص ہے چنانچہ آیات اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّہِمۡ (۲: ۴۶) جو یقین کئے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں ۔ ... میں ظن کا لفظ علم ولیقین کے معنی میں استعمال ہوا ہے ۔

اور آیت وَذَا النُّوۡنِ اِذۡ ذَّہَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنۡ لَّنۡ نَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ (۲۱: ۸۷) اور ذاالنون (کو یاد کرو) جب وہ (اپنی قوم سے ناراض ہو کر غصے کی حالت میں چل دیئے اور خیال کیا کہ ہم اس پر قابو نہیں پا سکیں گے ۔ میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں ظن بمعنی وہم لینا بہتر ہے ۔

اور علامہ زرکشی نے برہان میں لکھا ہے کہ :۔

قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظن کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں وہم کے معنی میں ہے ۔ دو ضابطے ہیں ۔

۱:۔ جہاں ظن کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہے اور اس پر عقاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی مراد ہیں۔

۲:۔ ہر وہ ظن جس کے بعد اَنْ خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے، جیسے کہ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا (۴۸:۱۲) بات یہ ہے کہ تم لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ پیغمبر اور مومن اپنے اہل و عیال میں کبھی لوٹ کر آنے کے ہی نہیں۔

اور ہر وہ ظن کہ جس کے ساتھ اَنَّ مشددہ متصل ہوگا بمعنی یقین ہوگا۔ جیسے ارشاد ہے اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ (۶۹:۲۰) بلاشبہ مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم از مولٰنا عبدالرشید نعمانیؒ)

۴۵:۳۳ == بَدَا۔ ماضی واحد مذکر غائب بَدْوٌ بَدَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ کھلم کھلا ظاہر ہو گیا۔

== سَیِّئَاتُ۔ جمع سَیِّئَۃٌ کی۔ برائیاں۔ برے کام۔ گناہ۔ قباحتیں۔

وَبَدَا لَهُمْ سَیِّئَاتُ مَا عَمِلُوْا۔ یعنی دنیا میں جو برے عمل انہوں نے کئے تھے ان کی برائیاں یا سزا ان کے سامنے آجائے گی؛ ان پر ظاہر ہو جائے گی۔

== حَاقَ بِهِمْ۔ حَاقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ حَیْقٌ (باب ضرب) مصدر اس نے گھیر لیا۔ وہ الٹ پڑا۔ وہ نازل ہوا۔ حَاقَ بِهِمْ اس نے ان کو گھیر لیا۔

== مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ مَا اسم موصول۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَا موصول ہے۔ مراد جزاء۔ عذاب، كَانُوْا يَسْتَهْزِءُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِسْتِهْزَاءٌ (استفعال) مصدر بمعنی مذاق اڑانا۔ ہلکا سمجھ کر ہنسی اڑانا حَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ، جس (عذاب) کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

۴۵:۳۴ == وَقِیْلَ۔ واؤ عاطفہ۔ قِیْلَ۔ ای قِیْلَ لَهُمْ: ان سے کہا جائیگا ماضی مجہول بمعنی مستقبل۔ واحد مذکر غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے قِیْلَ کا

== اَلْیَوْمَ۔ آج کے دن۔ (مراد یوم قیامت) ۔ اَلْیَوْمَ ..... یُسْتَعْتَبُوْنَ مقولہ

= ننسٰکم مضارع جمع متکلم نِسیانٌ (باب سمع) مصدر کم ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہم تم کو بھول جائیں گے۔ ہم تم کو فراموش کردیں گے۔ ہم تم کو بھولے بسرے کی طرح بالکل چھوڑ دیں گے۔

= کَمَا نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا: ک حرف تشبیہ مَا موصول نَسِیْتُمْ لِقَآءَ یَوْمِکُمْ ھٰذَا اس کا صلہ۔ جس طرح تم نے اپنے اس دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا۔

یَوْمِکُمْ مضاف مُضاف الیہ مل کر مضاف الیہ لِقَآءَ کا۔

یہ مصدر کی اضافت اپنے ظرف کی طرف ہے فیکون المعنٰی : کما نسیتم لقاء رَبِّکُمْ فِیْ یَوْمِکُمْ ھٰذَا، اس کے معنی ہیں۔ جس طرح تم نے آج کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونے کو بھلا رکھا تھا۔

= وَمَاْوٰکُمُ النَّارُ۔ واؤ عاطفہ، مَاْوٰکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مَاْوٰی اسم ظرف مکان۔ اوَیٌ (باب ضرب) مصدر۔ ٹھکانا۔ پناہ گاہ۔ رہنے کی جگہ۔ جملہ مَاْوٰکُمُ النَّارُ کا عطف اَلْیَوْمَ پر ہے۔ اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اسی طرح وَمَا لَکُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ معطوف ہے جس کا عطف الیوم پر ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔

۴۵/۳۵ = ذٰلِکُمْ۔ ای ذلك العذاب لکم۔ تمہارا یہ عذاب :

= بِاَنَّکُمْ ب سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ بے شک تم

= اِتَّخَذْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر۔ اتخاذ (افتعال) مصدر۔ تم نے بنا رکھا تھا۔ تم نے اختیار کر رکھا تھا۔

= اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا۔ اٰیٰتِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مفعول فعل اتخذتم کا۔ ھُزُوًا مصدر۔ باب فتح۔ بمعنی اسم مفعول۔ یعنی۔ وہ جس کا مذاق اڑایا جائے۔

ترجمہ۔ یہ عذاب تم پر بدیں سبب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کو تم نے ہدف مذاق بنا رکھا تھا۔

= وَغَرَّتْکُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ غَرَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر دھوکہ دینا۔ فریب میں مبتلا کرنا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مفعول۔ اور ضمیر فاعل اَلْحَیٰوۃُ الدنیا کی طرف راجع ہے۔ الحیٰوۃ الدنیا موصوف وصفت۔ (دنیوی زندگی)۔

ترجمہ ہوگا۔ اور دنیوی زندگی نے تم کو فریب میں مبتلا کر رکھا تھا۔ (یعنی تم دنیا کی زندگی اور اس کی عیش سامانیوں میں ہی ڈوب گئے تھے اور آخرت کو اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب

دہی اور اپنے اعمال کی جزاء وسزا کو بالکل بھول گئے تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے!

بدنیا نہ بندد دل ہر کہ مرد است ۔ کہ ایں دنیا سراپا رنج و درد است
بردبارے بگورستاں گذر کن ۔ کہ ایں دنیا حریفاں را چہ کرد است

== فَالْيَوْمَ: پس آج کے دن، یعنی آج قیامت کے دن۔

== لَا يُخْرَجُوْنَ مضارع منفی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔
وُہ باہر نہیں نکالے جائیں گے۔

== مِنْهَا۔ ای مِنَ النَّارِ۔

== وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ۔ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف الیوم پر ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید و تخصیص کے لئے ہے، لَا يُسْتَعْتَبُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب ہے اِسْتِعْتَابٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔

ترجمہ: اور ان سے اللہ کو راضی کرنے کی خواہش نہیں کی جائے گی۔

استعتاب (استفعال) اعتابٌ (مادہ ع ت ب) سے مشتق ہے اِعْتَابٌ (باب افعال) متعدی۔ بمعنی رضا مند کرنا۔ ازالۂ ناراضگی کرنا۔ طلب اعتاب ہے۔ سو وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ کا مطلب ہوا کہ۔ اور نہ اُن سے (اللہ کی) ناراضگی دور کرنے کی طلب کی جائے گی (کہ لے واصلینِ جہنم اللہ کے آگے عاجزی و توبہ کر کے اس کی ناراضگی کو دور کرلو۔ کیونکہ اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو چکا ہوگا۔ عمل کا وقت بیت چکا ہوگا۔ جزاء وسزا کا وقت شروع ہو چکا ہوگا)

فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَ لَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ میں خطاب سے غیبت کی طرف عدول ان سے اظہار بیزاری کے لئے ہے۔ اردو زبان اس طرز بیان سے ناآشنا ہے۔

صاحب تفہیم القرآن لکھتے ہیں:۔

یہ آخری فقرہ اس انداز میں ہے جیسے کوئی آقا اپنے کچھ خادموں کو ڈانٹنے کے بعد دوسروں سے خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ اچھا اب اِن نالائقوں کی یہ سزا ہے۔

فائدہ:۔ اوپر مباحث روحانیہ کا ذکر کر کے سورۃ کو اگلی دو آیات میں حمد باری تعالیٰ پر ختم کیا گیا ہے۔

۴۵:۳۶ == فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ: لِلّٰهِ میں لام اختصاص کا ہے۔ اَلْحَمْدُ کو اللہ

کے ساتھ مختص کیا گیا ہے:

اَلْحَمْدُ میں الف لام استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف و ثنا صرف اور صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ اَلْحَمْدُ مبتدا ِللّٰہِ اس کی خبر۔ خبر کو تاکید کے لئے مقدم لایا گیا ہے

== رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ: اللہ تعالیٰ کی صفت میں ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ماقبل سے بدل ہے۔ لفظ رَبِّ کی تکرار تاکید کے لئے ہے ۔

۴۵: ۳۷ == وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: واؤ عاطفہ ہے لَهٗ میں لام تخصیص و حصر کے لئے ہے اور لَهٗ کی تقدیم نے اس میں مزید تاکید پیدا کر دی ہے یعنی کبریائی صرف اسی ایک خدائے وحدہٗ لاشریک کی ہے کوئی اور اس میں شریک نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں۔

اَلْكِبْرِيَآءُ اسم مصدر۔ ہر ایک کی اطاعت سے بالاتر ہونا۔ سب پر فوقیت اور بزرگی رکھنا۔ (لغات القرآن) العظمۃ والملک (عظمت و سلطنت) ابن الاثیر۔

اس جملہ کی تشریح میں امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں :۔

اور آسمانوں اور زمین میں اس کے لئے بڑائی ہے اور اس کا ثبوت اس حدیث قدسی سے بھی ملتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اَلْكِبْرِيَآءُ رِدَائِیْ وَالْعَظَمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا قَصَمْتُهٗ۔ کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری چادر ہے جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں میرے ساتھ مزاحم ہوگا تو میں اس کی گردن توڑ دوں گا۔

اور قرآن میں ہے :۔

قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ (۱۰: ۷۸) وہ بولے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس (راہ) پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے اس سے ہم کو پھیر دو۔ اور اس ملک میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے۔ ایک شاعر نے کہا ہے :۔

مرا اور ارسد کبریا و منی ۔ کہ ملکش قدیم است و ذاتش غنی

== اَلْعَزِيْزُ غالب، زبردست، قوی۔ عِزَّةٌ سے فَعِيْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

== اَلْحَكِيْمُ: حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے، ہر دو نوں اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حٰمٓ (۲۶)

سورۃ الاحقاف سورۃ مُحَمَّد،
الفتح، الحجرات، ق، الذاریٰت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴٦) سورۃ الاحقاف مَكِّيَّةٌ (۲۵۱)

حٰمٓ: تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡحَکِیۡمِ

۴٦: ۱ = حٰمٓ۔ حروف مقطعات ہیں۔
۴٦: ۲ = ملاحظہ ہو آیت ۴۵: ۲ متذکرۃ الصدر۔
۴٦: ۳ = مَاخَلَقۡنَا: میں مَا نافیہ ہے
= اِلَّا بِالۡحَقِّ۔ استثناء مفرغ۔ بِالۡحَقِّ۔ حق کے ساتھ۔ حق پر۔ مبنی بر حقیقت و حکمت
= وَ اَجَلٍ مُّسَمًّی۔ موصوف و صفت۔ معین وقت۔ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ مضاف محذوف کا۔ ای بتقدیر اجل مسمًّی یعنی ایک معین وقت پر قرار پانا۔

اَجَلٍ وقت مقررہ۔ مُسَمًّی اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ تَسۡمِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے مقرر کردہ۔ نامزدہ۔ نام لیا ہوا۔ (نام رکھنے سے چیز متعین ہو جاتی ہے) اَجَلٍ مُّسَمًّی ایسا وقت جو مقرر ہو چکا۔ جس کی مدت متعین کی جا چکی ہو۔ اور اَجَلٍ مُّسَمًّی معطوف ہے جس کا عطف الحق پر ہے۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو مبنی بر حق و حکمت اور ایک معین مدت کے لئے پیدا کیا ہے۔

= وَ الَّذِیۡنَ: الآیۃ، جملہ حالیہ ہے۔
= عَمَّا۔ مرکب ہے۔ عن حرف جار۔ اور مَا موصولہ ہے اُنۡذِرُوۡا، ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اِنۡذَارٌ (اِفۡعَالٌ) مصدر۔ وہ ڈرائے گئے۔ ان کو ڈر سنایا گیا۔ (جس چیز سے یا جس عذاب سے ان کو ڈرایا جاتا ہے وہ اسی سے اعراض کرتے ہیں۔ روگردانی کرتے ہیں۔

مَا مصدریہ بھی ہو سکتا ہے ای والذین کفروا معرضون عن الانذار۔ وہ جو کافر ہیں وہ عذاب کے ڈراوے سے لاپرواہی برتتے ہیں۔

= مُعْرِضُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے:
۴۶/۴ قُلْ: ای قل یا محمد۔ صلّی اللہ علیہ وسلم۔
= اَرَاَیْتُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ، تنبیہ کے طور پر آیا ہے۔ رَاَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر رأی مادہ۔ کیا تم نے دیکھا۔ اخبرونی: یعنی مجھے بتاؤ تو سہی بھلا تم نے غور سے دیکھا۔ اسی طرح اَلَمْ تَرَ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ کیا تجھے نہیں معلوم؟ یا ھَلْ تَرٰی۔ کیا تمہارا یہ خیال نہیں کہ۔
= مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ: ما موصولہ ہے تَدْعُوْنَ جمع مذکر حاضر، دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پکارتے ہو، تم پوجا کرتے ہو۔
قُلْ: فعل امر، کفار سے مندرجہ ذیل سوال پوچھنے کا ارشاد ہوا ہے۔
۱:۔ ان سے پوچھئے، کیا جنہیں تم اللہ کے سوا پوجتے ہو (خدا سمجھ کر) بھلا تم نے کبھی ان کو (غور سے) دیکھا ہے۔
۲:۔ ان سے پوچھئے: جو انہوں نے زمین سے پیدا کیا ہے بھلا مجھے بھی تو دکھاؤ۔
اَرُوْنِیْ اِرَاءَۃٌ (افعال) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ن وقایہ۔ ی ضمیر متکلم۔ تم مجھے دکھاؤ۔
مَاذَا۔ ما استفہامیہ ہے اور ذا موصول۔ یا اگر کلمہ مَاذَا واحد لیا جائے تو ماذا استفہامیہ بمعنی جو ہوگا۔
۳:۔ ان سے پوچھئے:۔ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ کیا آسمانوں (کی تخلیق) میں ان کا کچھ حصہ ہے:
۴:۔ ان سے پوچھئے:۔ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ، لاؤ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے (یعنی قرآن مجید سے قبل) اتری ہو جس میں من دون اللہ کی پوجا کرنے یا اس کو خالق و معبود ٹھہرانے کی سند ہو)
اِیْتُوْنِیْ تم میرے پاس لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِتْیَانٌ مصدر (باب ضرب) بصلہ ب۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔
۵:۔ ان سے پوچھئے۔ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ۔ ای اَوْ ایتونی بِاَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ یا لاؤ میرے پاس کوئی (دوسرا) علمی ثبوت۔ اَثٰرَۃٍ وہ روایت یا تحریر جس کا اثر باقی رہ گیا ہو
= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ: اگر تم سچے ہو۔ اوپر متذکرۃ الصدر عبارت جواب شرط

اور جملہ ہذا شرط۔ شرط کو مؤخر اور جواب شرط کو مقدم لایا گیا ہے

۴۶: ۵ == مَنْ: استفہامیہ ہے کون؟ اَضَلُّ افعل التفضیل کا صیغہ ہے؛ زیادہ بے راہ۔ زیادہ گمراہ۔ مَنْ استفہام انکاری ہے یعنی اس سے زیادہ کوئی گمراہ نہیں ہے۔

مِمَّنْ: مِنْ حرف جار اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے۔ یَدْعُوْ مضارع واحد مذکر غائب: دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکارتا ہے۔ وہ پوجا کرتا ہے۔

یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ صلہ ہے اپنے موصول کا اور ضمیر فاعل عائد ہے مَنْ موصولہ کی طرف۔ اور یَدْعُوْا کا مفعول محذوف ہے ای یدعو معبودًا من دون اللّٰہ ترجمہ ہوگا۔ اور کون زیادہ گمراہ ہو سکتا ہے اس (بدبخت) سے جو اللہ کو چھوڑ کر (دوسروں) کی پوجا کرتا ہے۔

== مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ: مَنْ موصولہ۔ لَا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اس کا صلہ۔ اور اس میں ضمیر فاعل مَنْ اسم موصول کی طرف راجع ہے۔

لَا یَسْتَجِیْبُ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِسْتِجَابَۃٌ مصدر (باب استفعال) وہ جواب نہ دے سکے گا۔

== اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ ای ما دامت الدنیا جب تک دنیا باقی ہے۔ قیامت تک

== وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ میں ھُمْ معبودان باطل کی طرف راجع ہے اور ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب معبودانِ باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے۔

وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ جملہ حالیہ ہے:

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:۔

ای اضل ممن یدعوا من دون اللّٰہ اصنامًا و یطلب منھا ما لا تستطیعہ الی یوم القیمۃ وھی غافلۃ عما یقول لا تسمع ولا تبصر ولا تبطش لانھا جماد حجارۃ صُمٌّ۔

یعنی اس آدمی سے زیادہ گمراہ اور کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرتا ہے اور ان سے ایسی چیز مانگتا ہے جو وہ قیامت تک نہیں دے سکتے۔ اور جو وہ کہہ رہا ہے اس سے وہ غافل ہیں۔ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ پکڑتے ہیں کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں جو بالکل بہرے ہیں معبودانِ باطل ہیں جمادات، نباتات، جانور، ستارے یا سیارے بھی ہو سکتے

ہیں جو اپنے پوجنے والوں کی پکار نہ سن سکتے ہیں اور نہ سمجھ سکتے ہیں :
اور اس میں وہ انسان اور فرشتے بھی شامل ہیں جو کہ اپنے اپنے فرائض منصبی میں مشغول و مصروف ہیں اور ان کو ان باطل پرستوں کی پوجا اور پکار کی خبر ہی نہیں۔

= وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ - واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے حُشِرَ ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ، اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے۔ یعنی قیامت کے روز۔

= كَانُوا لَهُمْ اَعْدَاءً - كَانُوْا میں ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے : اور لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب معبودان باطل کی پوجا کرنے والوں کی طرف راجع ہے
اَعْدَاءً كَانُوا کی خبر ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ۔
مطلب یہ کہ جب حشر کے روز لوگ اکٹھے کئے جائیں گے تو یہی معبودان اپنے پجاریوں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے ضرر پہنچانے کا باعث بنیں گے :

= وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۔ اور معبودانِ باطل اپنے پجاریوں کی پوجا سے انکار کر دیں گے ۔
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ كَانُوْا کی ضمیر فاعل پجاریوں کے لئے ہو اور هِمْ معبودانِ باطل کے لئے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا :-
اور معبودان باطل کے پجاری قیامت کے دن اپنے باطل معبودوں کی پوجا کرنے سے انکار کر دیں گے کہ ہم تو ان کی پوجا نہیں کیا کرتے تھے۔

۴٦ : ۷ = وَاِذَا - اوپر ۴٦ : ٦ ملاحظہ ہو۔
= تُتْلٰى : مضارع واحد مؤنث غائب تِلَاوَةٌ باب نصر ، مصدر۔ وہ پڑھی جاتی ہے۔ اس کی تلاوت کی جاتی ہے ۔

= اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ، اٰيٰتُنَا مضاف ، مضاف الیہ : ہماری آیات ، بَيِّنٰتٍ جمع ہے بَيِّنَةٌ کی بمعنی روشن۔ واضح۔ کھلی ، آیات کی صفت ہے ۔ ہماری روشن اور واضح آیات۔

= لِلْحَقِّ ۔ سچی بات کو۔ حق کی بابت۔ حق سے مراد آیات ہیں۔ كَفَرُوْا کے ساتھ صراحۃً للحق کہنے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آیات حق اور سچ ہیں ۔ اور یہ لوگ بلاشبہ کافر ، گمراہ اور حق کے منکر ہیں ۔

= لَمَّا جَآءَهُمْ میں مبادرت اور عدم تدبر کا مفہوم پایا جاتا ہے ۔ حق کی بات یعنی آیات

بینات جوں ہی ان کو پہنچیں تو انہوں نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر غور کئے فوراً کہہ دیا کہ یہ (آیات بینات یعنی قرآن) صریح جادو ہے۔

جَآءَ میں ضمیر فاعل حق کی طرف راجع ہے۔

= ھٰذَا۔ ای القرآن (الخازن) الحق

= سِحْرٌ مُّبِیْنٌ: موصوف وصفت، کھلا جادو۔ صریح جادو۔ صاف دعیاں جادو۔

۴۶ : ۸ = اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ۔ اَمْ بطور حرف اضراب استعمال ہوا ہے۔ انتقال من حکایۃ شناعتہم السابقۃ الی حکایۃ ما ھو اشنع منہا۔

ان کے ایک قبیح امر سے دوسرے کی طرف انتقال جو پہلے قبیح امر سے بھی قبیح تر ہے، یہ بَلْ (حرف اضراب) کی وہ صورت ہے کہ بَلْ سے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے اس کے مابعد کو اس حکم اور زیادہ کر دیا جائے۔

مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ (۲۱: ۵) بلکہ انہوں نے کہا کہ یہ خیالاتِ پریشان ہیں بلکہ اس نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) گھڑ لیا ہے بلکہ یہ شاعر ہے۔

مطلب یہ کہ ایک تو قرآن کو خیالاتِ پریشاں کہتے ہیں پھر مزید اسے افتراء بتاتے ہیں۔ پھر اس پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ (نعوذ باللہ) آپ کو شاعر سمجھتے ہیں۔

= اِنِ افْتَرَیْتُهٗ میں اِنْ شرطیہ ہے اِفْتَرَیْتُ ماضی واحد متکلم اِفْتِرَآءٌ (افتعال) مصدر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ معنی یہ کہ:۔

اگر اس کو میں نے از خود گھڑ لیا ہے (اور اللہ کی طرف اس کو منسوب کر دیا ہے)

اَلْفَرْیُ (باب نصر) کے معنی چمڑے کے سینے اور درست کرنے کے لئے اسے کاٹنے کے ہیں۔ اور اِفْرَآءٌ (افعال) کے معنی اسے خراب کرنے کے لئے کاٹنے کے ہیں افتراء (باب افتعال) کا لفظ اصلاح وفساد دونوں کے لئے آتا ہے لیکن اس کا زیادہ تر استعمال فساد کے لئے ہی ہوتا ہے، اسی قرآن مجید میں جھوٹ، شرک، ظلم کے موقعوں پر استعمال کیا گیا ہے۔

= لَا تَمْلِكُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر حاضر مِلْكٌ (باب ضرب) تم اختیار نہیں رکھتے ہو، مطلب یہ کہ:۔ اگر میں نے اس قرآن مجید کو از خود گھڑ لیا ہے اور اللہ کے نام

منسوب کردیا ہے تو اس افترا بر اللہ کی طرف سے مجھ پر جو عذاب آئے گا اس کو تم میرے اوپر سے دفع کرنے کی بالکل قدرت نہیں رکھتے۔ پھر میں کیوں ایسا کرکے اللہ کا عذاب اپنے اوپر لوں۔

= هُوَ۔ ای اللّٰه۔ اَعْلَمُ۔ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وہ خوب جاننے والا ہے۔

= بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ: بِ بمعنی کو، مَا موصولہ۔ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ اس کا صلہ، فیہ کی ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔ وہ خوب جانتا ہے جن باتوں میں تم مشغول ہو۔ (ضیاء القرآن)

مَا مصدریہ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں فیہ کی ضمیر الحق یا القرآن کی طرف راجع ہے اور ترجمہ ہوگا: وہ خوب جانتا ہے جو جو باتیں تم قرآن کے باب میں بنا رہے ہو (ماجدی)

وہ باتیں کیا تھیں؟ کافروں کی وحی من اللہ کے متعلق بدگوئی۔ آیات اللہ کی بابت طعن، ان کو کبھی جادو کہنا اور کبھی من گھڑت قرار دینا۔

تُفِيْضُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِفَاضَةٌ (افعال) مصدر۔ جس کا استعمال جب باتوں کے متعلق ہوتا ہے تو باتوں میں خوض کرنے اور مشغول ہونے کے معنی ہوتے ہیں تُفِيْضُوْنَ قرآن مجید میں دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ دوسرا استعمال: اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ (۱۰:۶۱) جب تم کسی (عمل) میں مصروف ہوتے ہو۔ (ف ی ض) مادہ فَاضَ الْمَاءُ کے معنی کسی جگہ سے پانی کا اچھل کر بہ نکلنا کے ہیں۔ آنسوؤں کے بہنے کے لئے بھی آیا ہے مثلاً تَرٰٓی اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ (۵:۸۳) تم دیکھتے ہو کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں۔

پانی کے اوپر سے نیچے گرانے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ۔ کہ کسی قدر ہم پر پانی بہاؤ۔

اور عرفات سے واپسی کے متعلق ارشاد ہے۔ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ (۲:۱۹۸) جب تم عرفات سے واپس ہونے لگو۔

= كَفٰى بِهٖ۔ كَفٰى ماضی واحد مذکر غائب كِفَايَةٌ (باب ضرب) مصدر کافی ہونا كَفٰى بِهٖ۔ وہی کافی ہے۔ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بطور گواہ اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔ یعنی اس کی گواہی دوسروں سے بے نیاز کردیتی ہے۔

كَفٰى بِهٖ یہ فاعل کا قائم مقام ہے۔ یعنی اللہ کافی ہے شَهِيْدًا حال ہے،

= بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ۔ متعلق بِہٖ یا متعلق کفیٰ ہے۔

فائدہ: اللہ کی شہادت نبی کریم اور منکرین کے متعلق یہ ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق و بلاغ اور مخالفین کے کذب و انکار کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔

= وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ جملہ حالیہ ہے اور حال یہ ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کے لئے غفور اور رحیم ہے۔ وہ بہت بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

۴۶: ۹ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= مَا كُنْتُ بِدْعًا۔ بِدْعًا كُنْتُ کی خبر ہے اس لئے منصوب ہے۔ بِدْعًا نیا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے اسم فاعل اور اسم مفعول کے معنی میں آتا ہے۔ چنانچہ بعض نے اوّل معنی میں بمعنی مُبْدِعٌ لیا ہے یعنی نئی باتیں کہنے والا اور بعض نے دوسرے معنی میں بمعنی مَبْدَعٌ لیا ہے یعنی نیا بھیجا ہوا۔ کہ جس سے پہلے کوئی پیغمبر نہ آیا ہو۔

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ ای قل لھم یا نبی اللہ: ما کنت اول رسول ارسل الی البشر بل قد ارسل اللہ قبلی جمیع الرسل الی البشر فلا وجہ لاستبعادکم رسالتی و استنکارکم ایاھا فان اللہ ارسل قبلی رسلاً کثیرۃً۔

= وَمَا أَدْرِيْ۔ مضارع منفی واحد متکلم دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر، میں نہیں جانتا

= مَا يُفْعَلُ بِيْ۔ میں مَا موصولہ بھی ہو سکتا ہے جو میرے ساتھ کیا جائے گا۔ اور مَا استفہامیہ بھی ہو سکتا ہے۔ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ يُفْعَلُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔

آیت وَمَا أَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ: اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ابن جریر اور متعدد محققین کے مطابق یہ دنیا کے احوال کے متعلق ہے اور بعض علماء اس طرف گئے ہیں کہ یہ آخرت کے متعلق ہے۔

= اِنْ اَتَّبِعُ۔ میں ان نافیہ ہے اَتَّبِعُ مضارع صیغہ واحد متکلم ہے اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر۔ میں پیروی نہیں کرتا ہوں۔ میں اتباع نہیں کرتا ہوں۔

= مَا يُوْحٰى۔ مَا موصولہ۔ يُوْحٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِيْحَاءٌ

(افعال) مصدر۔ صلہ۔ (سوائے اس کے کہ) جو (میری طرف) وحی کی جاتی ہے یعنی سوائے اس کے کہ جو پیغام بذریعہ وحی مجھے دیا جاتا ہے۔
= نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ موصوف ، صفت۔ نَذِيْرٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، مُبِيْنٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر اِبَانَةٌ۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔ صاف صاف،
۴۶: ۱۰ = اَرَاَيْتُمْ : کیا تم نے دیکھا۔ کیا تم نے غور کیا۔ اَخْبِرُوْنِیْ بھلا مجھے بتاؤ تو مجھے بتاؤ تو سہی۔
= اَرَاَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝
اس میں عبارت مقدرہ ہے اصل عبارت کچھ یوں ہوگی !
اَرَاَيْتُمْ مَاذَا تَكُوْنُ حَالُكُمْ اِنْ كَانَ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ اى عليه انه من عند الله فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ اَنْتُمْ وَلَمْ تُؤْمِنُوْا اَلَسْتُمْ ظٰلِمِيْنَ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (خطوط زدہ عبارت مقدرہ ہے)
مَاذَا تَكُوْنُ حَالُكُمْ (جواب شرط محذوف) اِنْ كَانَ الْقُرْاٰنُ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ جملہ شرط۔ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ كَفَرْتُمْ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے وَشَهِدَ شَاهِدٌ میں واؤ حالیہ ہے فَاٰمَنَ میں فَ تعقیب کا ہے وَاسْتَكْبَرْتُمْ میں واؤ حالیہ ہے اَنْتُمْ وَلَمْ تُؤْمِنُوْا جملہ حالیہ ہے وَلَمْ تُؤْمِنُوْا کا عطف اِسْتَكْبَرْتُمْ پر ہے۔
اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
بھلا مجھے بتاؤ تو، تمہارا کیا حال ہوگا۔ اگر یہ قرآن اللہ کی جانب سے ہوا اور تم اس سے انکار ہی کرتے رہے۔ حالانکہ گواہی دے چکا ہے بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ اس پر کہ یہ منزل من اللہ ہے اور پھر وہ ایمان بھی لے آیا۔ اور تم تکبر اور غرور میں رہے اور ایمان نہ لائے کیا تم ظالم نہ ہوئے؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔
= اِنْ كَانَ میں اِنْ شرطیہ كَانَ حرف مشبہ بالفعل كَانَ کا اسم (القرآن) محذوف "
فَائِدَہ : (۱) شَهِدَ شَاهِدٌ میں شاہد کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
بعض کے نزدیک یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے متعلق نازل ہوئی ہے لیکن اس دوسرے

گروہ کا اعتراض ہے کہ یہ سورۃ مکی ہے اور حضرت عبد اللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے اس کے جواب میں اول الذکر کا موقف ہے کہ یہ آیت مدنی ہے بعد میں مکی سورۃ میں شامل کی گئی بعض کہتے ہیں کہ آیت کا نزول اس مباحثہ کے سلسلہ میں ہوا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے کیا تھا۔ اس صورت میں شاہد سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور مثلہ سے مراد ہوگی توریت ؛ اور شہادت سے مراد ہوگی توریت کی وہ صراحت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق اللہ نے کردی تھی۔ توریت کے اندر وہ مضامین ہیں جو قرآن کی تصدیق کررہے ہیں۔

مِثْلِہٖ میں لفظ مثل زائد ہے اور مثلِہٖ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے۔ یا اگر لفظ مثل زائد نہیں ہے تو عربی کے اسلوب بیان میں مثل کا اطلاق بنفسہٖ اسی ذات پر جائز ہے۔ مثلاً کہتے ہیں کہ مثلك لا یفعل ھذا (تیرے جیسا شخص یہ فعل نہیں کرتا) ای لا ینبغی لك انت ان تفعلہ مطلب یہ کہ تیری شان کے لائق نہیں کہ تو یہ فعل کرے۔ تو یہ فعل نہیں کرتا۔

لہٰذا یہاں مثلہ سے مراد علیٰ ھذا القران ہے۔ معنیٰ ہوئے۔ وشہد شاھد من بنی اسرائیل علیٰ ان ھذا القران وحی منزل حقًا من عند اللّٰہ۔ حالانکہ بنی اسرائیل میں سے ایک گواہ یہ گواہی دے چکا ہے کہ یہ قرآن سچ مچ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

== لَا یَهْدِیْ، مضارع منفی واحد مذکر غائب ھدایۃ (باب ضرب) مصدر وہ ہدایت نہیں کرتا۔

== اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ موصوف و صفت مل کر مفعول فعل لا یھدی کا۔ ظالم لوگوں کو۔

۴۶ : ۱۱ == اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ میں اشارہ سرداران قریش، رؤسا یہود اور کفار مکہ کی طرف ہے۔

== لِلَّذِیْنَ۔ ای فی شانھم ان کے متعلق۔ ان کی بابت۔

== لَوْ کَانَ خَیْرًا۔ ای لو کان ھذا الدین او ھٰذا القراٰنُ خیرًا۔ اگر یہ دین یا قرآن حق ہوتا، بہتر چیز ہوتا۔ خیرًا خبر ہے کان کی، جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ مَا سَبَقُوْنَا اِلَیْہِ: جواب شرط۔ (یہ) ہم پر اس دین کی طرف بڑھنے میں سبقت نہ

لے جاتے۔

= اِذْ: جب، اسم ظرف زمان ہے اذ کبھی مفاجات یعنی کسی بات کے اچانک واقع ہونے کے لئے کبھی آتا ہے اور کبھی تعلیل یعنی کسی چیز کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ (۴۳: ۳۹) اور کچھ فائدہ نہیں تم کو آج کے دن جبکہ تم ظالم ٹھیر چکے۔ یعنی تمہارے ظلم کے سبب آج تم کو نفع کچھ بھی نہیں ہو سکتا: آیت ہذا میں اِذْ تعلیل کے لئے آیا ہے اِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ: کیونکہ قرآن سے ان کو ہدیت نصیب ہوئی (تو اب یہ کہیں گے)

= لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ۔ لَمْ يَهْتَدُوْا مضارع منفی جحد بلَمْ۔ صیغہ جمع مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ہدایت نہ پائی۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع دین یا قرآن ہے۔

= فَسَيَقُوْلُوْنَ۔ فَ سببیہ ہے۔ تو یہ اب کہیں گے (یعنی پہلا کلام اس کلام کا سبب ہے اور یہ کلام ہدایت یاب نہ ہونے کا نتیجہ ہے) ظہور عناد اور گمراہی اسی بات کے کہنے کا سبب ہے۔

= هٰذَا۔ ای القرآن۔

= اِفْكٌ قَدِيْمٌ۔ موصوف صفت: پرانا جھوٹ۔

۴۶: ۱۲ = وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰى۔ واؤ حالیہ ہے مِنْ قَبْلِهٖ خبر مقدم كِتٰبُ مُوْسٰى۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ حالانکہ اس سے قبل کتاب موسیٰ (توراۃ) آچکی تھی۔ (امام اور رحمت بن کر) مِنْ قَبْلِهٖ میں ضمیرہ کا مرجع القرآن ہے۔

= اِمَامًا وَّرَحْمَةً حال۔ بصورت امام ورحمت، امام بن کر اور رحمت بن کر۔

امام (ام م مادّہ) وہ ہے جس کی اقتداء کی جائے۔ خواہ وہ انسان ہو کر اس کے قول وفعل کی اقتداء کی جائے۔ یا کتاب وغیرہ ہو۔ اور خواہ وہ شخص جس کی پیروی کی جاتے حق پر ہو یا باطل پر ہو۔ اس کی جمع اَئِمَّةٌ (افعلۃ) ہے۔

رَحْمَةً۔ رحمت بن کر۔ یعنی اس شخص کے لئے رحمت بن کر جو اس پر ایمان لایا اور اس کے احکام پر عمل کیا

= هٰذَا۔ ای القرآن۔

= كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ: موصوف وصفت، مُصَدِّقٌ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ تَصْدِيْقٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے۔ تصدیق کرنے والی۔ سچا بتانے والی، یعنی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب توریت کی تصدیق کرتی ہے یا جمیع کتب سماوی جو اس سے قبل اللہ کی طرف سے اس کے فرستادہ رسولوں پر نازل ہوئیں ان کی تصدیق کرتی ہے"

= لِسَانًا عَرَبِيًّا۔ کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ میں کتٰبٌ کی ضمیر سے حال ہے ای حال کونہ بلسانٍ عربیٍ دراں حالیکہ وہ زبان عربی میں ہے۔ جو دیگر زبانوں سے افضل ترین زبان ہے۔ بمصداق ارشاد ربانی: لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ (۲۶: ۱۹۴: ۱۹۵) تاکہ تم (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو فصیح عربی زبان میں۔ اور قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِىْ عِوَجٍ (۳۹: ۲۸) یہ قرآن عربی ہے جس میں کوئی عیب نہیں ہے۔

= لِيُنْذِرَ۔ لام تعلیل کا ہے یُنْذِرَ مضارع معروف (منصوب بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ تاکہ وہ ڈرائے (نافرمانی کے نتیجۂ بد سے) ضمیر فاعل کتاب یا اللہ یا رسول کسی کے لئے بھی ہوسکتی ہے۔

= الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول فعل یُنْذِرَ کا۔

= وَبُشْرٰى۔ واؤ عاطفہ، بُشْرٰى فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے ای وَ لِيُبَشِّرَ بُشْرٰى اور تاکہ خوشخبری دیوے (محسنین کو)

= اَلْمُحْسِنِيْنَ ہ اِحْسَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، نیکی کرنے والے، یہاں مُحْسِنِيْنَ بمقابلہ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا آیا ہے۔ اول الذکر سے مراد کفار اور ثانی سے مراد مؤمنین ہیں

۴۶: ۱۳ = اِسْتَقَامُوْا ماضی جمع مذکر غائب، اِسْتِقَامَةٌ (استفعال) مصدر۔ وہ قائم رہے۔ وہ ثابت قدم رہے۔ استقامتا کے معنی راستہ کے خط مستقیم کی طرح سیدھا ہونے کے ہیں۔ بالکل سیدھا راستہ، تشبیہ کے طور پر راہِ حق کو بھی صِرَاطِ مستقیم کہا گیا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۔ (۱: ۵) ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔

= فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ: یعنی مرنے کے بعد ان کو کوئی خوف نہ ہوگا۔

= وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ اور (کسی مرغوب شے کے فوت ہونے کا ان کو غم ہوگا۔

لَا يَحْزَنُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب حُزْنٌ (باب سمع) مصدر، نہ وہ غمگین ہوں گے اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا الخ (۴۱: ۳۰)

۴۶: ۱۴ = اُولٰٓئِكَ: اسم اشارہ۔ جمع مذکر۔ مشارٌ الیہم وہ اصحاب ہیں جن میں مندرجہ

بالا اوصاف ہوں گے :

(۱) قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ۔

(۲) ثُمَّ اسْتَقَامُوْا

= جَزَآءً : مفعول مطلق ہے فعل محذوف کا۔ ای یُجْزَوْنَ جَزَاءً ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

= بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ، ب سببیہ۔ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ، ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ بہ سبب ان اعمال کے جو وہ کیا کرتے تھے۔

۴۶ : ۱۵ = وَصَّيْنَا : ماضی جمع متکلم۔ تَوْصِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے حکم دیا (وصیت کا فاعل حسب اللہ تعالیٰ ہو تو اس کا معنی فرض کرنا اور حکم دینا ہوتا ہے، و ص ی مادہ۔ الوصیۃ واقعہ پیش آنے سے قبل کسی کو ناصحانہ انداز میں ہدایت کرنے کے ہیں وصیت کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے۔ جیسے وَوَصّٰى بِهَا اِبْرٰهِيْمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ (۲ : ۱۳۲) اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی۔ نصیحت، حق بات کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (۱۰۳ : ۳) اور آپس میں حق بات کی تلقین اور صبر کی تاکید کرتے رہے "

= اَلْاِنْسَانَ کے متعلق دو اقوال ہیں۔ ایک یہ کہ ال عہد کا ہے اور اس سے مراد ایک خاص انسان یعنی حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ دوسرا یہ کہ الانسان میں الف لام جنس کا ہے خواہ آیت کا نزول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں ہی ہوا ہو۔

= بِوَالِدَيْهِ : اپنے والدین کے ساتھ۔ یعنی ماں باپ ہر دو کے ساتھ۔

= اِحْسَانًا۔ یہ وصینا کا مفعول ثانی ہے (الانسان) مفعول اول ہے لہٰذا منصوب ہے۔ اِحْسَانٌ نیکی کرنا۔ بروزن (افعال) مصدر ہے۔ اِحْسَانٌ دو معنوں میں آتا ہے ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنے کے لئے جیسا کہ اس آیت میں ہے :

دوسرے کسی اچھی بات کے معلوم کرنے اور نیک کام کے انجام دینے کے لئے جیسے اَلَّذِيْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (۳۲ : ۷) جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح انجام دیا (پیدا کیا)

= حَمَلَتْهُ ، حَمَلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب : ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس (عورت) نے اس (انسان) کو اٹھایا۔ یعنی پیٹ میں اٹھائے رکھا۔ حَمْلٌ بوجھ، پیٹ کا

بچہ، حمّال بوجھ اٹھانے والا۔ حَامِلَۃ بوجھ اٹھانے والی۔ پیٹ میں بچہ رکھنے والی۔
= کُرْھًا۔ تکلیف سے، ناگواری کے ساتھ برداشت کرکے۔ بحالت ناگواری، حال ہے
= وَضَعَتْہُ۔ وَضَعَتْ ماضی واحد مؤنث غائب وضع (باب فتح) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس (عورت) نے اس (الانسان) کو جنا۔
= حَمْلُہٗ۔ اس کا حمل میں رہنا۔ مضاف مضاف الیہ (حمل کی مدت)
= فِصٰلُہٗ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا دودھ چھڑانا۔ (پیدائش سے دودھ چھڑانے تک کی مدت)
= ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا۔ تیس مہینے۔
= حَتّٰی۔ حرف جر ہے اور انتہاء غایت کے لئے آتا ہے۔ جب تک، یہاں تک اس سے قبل فعل محذوف ہے ای اِسْتَمَرَّتْ حَیَاتُہٗ وہ زندہ رہا حتّٰی کہ ادھیڑ عمر کو پہنچا اور اس کی قوت وعقل پختہ ہو گئی۔
= اِذَا بَلَغَ۔ بَلَغَ۔ ماضی واحد مذکر غائب وہ پہنچا۔ بُلُوْغٌ اور بَلَاغٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی انتہائی مقصد اور انتہا تک پہنچنے کے ہیں خواہ وہ مقصد ومنتہیٰ کوئی مقام ہو یا وقت یا کوئی اور شے۔
= اَشُدَّہٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول بَلَغَ کا۔ اَشُدَّ قوت وتمیز اور عقل کا پختگی کو پہنچنا۔ مکمل ہو جانا۔
مطلب یہ ہے کہ وہ جیتا رہا یہاں تک کہ جب وہ عقل وقوت کی پختگی کو پہنچ گیا۔ اور چالیس برس کا ہو گیا۔
= رَبِّ۔ ای یارَبِّیْ۔ اے میرے رب، اے میرے پروردگار۔
= اَوْزِعْنِیْٓ۔ فعل امر۔ واحد مذکر حاضر، اِیْزَاعٌ (افعال) مصدر، جس کے معنی کسی چیز پر جما دینے اور الہام کرنے کے ہیں۔ نِ وقایہ، اور یْ ضمیر واحد متکلم کے لئے۔
تو مجھے توفیق عطا فرما۔ تو میری قسمت میں کردے۔
اَلْوَزْعُ کے معنی روکنے اور منع کرنے کے ہیں۔

المفردات میں ہے:۔
وَزَعْتُہٗ عَنْ کَذَا۔ کے معنی کسی آدمی کو کسی کام سے روک دینا کے ہیں.....
رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْکُرَ نِعْمَتَکَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ۔ اے پروردگار مجھے

توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر کئے ہیں ان کا شکر کروں۔

بعض نے اَوْزِعْنِیْٓ کے معنی اَلْهِمْنِیْ کئے ہیں۔ یعنی مجھے شکرگذاری کا الہام کر۔ مگر اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مجھے شکرگذاری کا اس قدر شیفتہ بنا دے کہ میں اپنے نفس کو تیری ناشکری سے روک لوں۔

اور یَوْمَ یُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَی النَّارِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ (۴۱: ۱۹) جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف چلائے جائیں گے تو سب ترتیب وار کر لئے جائیں گے۔ اس میں یُوْزَعُوْنَ سے مراد انہیں عقوبت کے طور پر روک لینا ہے۔

= اَنْ۔ مصدریہ ہے اَشْكُرَ مضارع کا صیغہ واحد متکلم ہے مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ کہ میں تیرا شکر ادا کروں:

= تَرْضٰىهُ۔ تَرْضٰى۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ رِضًى (باب سمع) مصدر سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تو اس سے راضی ہو۔ تو اس کو پسند کرے۔

= اَصْلِحْ لِیْ۔ اَصْلِحْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر (میرے لئے) صلاحیت پیدا کر دے (میری اولاد میں) یعنی میری اولاد کو بھی توفیقِ خیر دے اور محل صالحیت بنا دے۔

= وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (اور بے شک میں تیرے فرمانبرداروں میں سے ہوں) اس جملہ میں وَاِنِّیْ مُسْلِمٌ سے زیادہ انکساری ہے۔

۴۶: ۱۶ = اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ اس میں الانسان کی طرف اشارہ ہے اور جمع کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہے کہ الانسان سے مراد جنسِ انسان ہے جو اوصاف بالا سے متصف ہو۔ یہی وہ لوگ ہیں۔

= نَتَقَبَّلُ: مضارع جمع متکلم تَقَبُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ ہم قبول کریں گے؛

= اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا: صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

اَحْسَنَ: فعل مباح حَسَنٌ (اچھا) تو ضرور ہوتا ہے لیکن اس سے ثواب نہیں ملتا اور آیت میں وہ اعمال مراد ہیں جن کا ثواب دیا جائے گا۔ اس لئے ان اعمال کو اَحْسَن (بہت اچھے) فرمایا۔ یا دوسروں کے اعمال سے ان کے اعمال کو بہتر قرار دے کر قبول کرنے کا وعدہ فرمایا۔ اس وقت صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہوگی، یعنی ہم ان کے وہ اعمال قبول کرتے ہیں جو دوسروں سے بہتر ہوتے ہیں۔

تفسیر روح البیان میں ہے:۔

ولا یلزم منہ ان لا یتقبل منہم الا عمال الحسنۃ بل یکون فیہ اشارۃ الیٰ ان کل اعمالھم احسن عند اللہ (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے اعمال حسنہ قبول نہیں کئے جائیں گے بلکہ اس میں اشارہ ہے کہ ان کے سارے اعمال اللہ کے نزدیک احسن ہیں)

تفسیر جلالین میں ہے:۔

اَحْسَنَ بمعنی حَسَنَ اور یہی راجح ہے، مطلب یہ کہ جو فعل ان کا اچھا ہے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ اور جو سیئہ (برا) ہے اس سے درگذر کیا جائے گا۔

= وَ نَتَجَاوَزُ عَنْ سَیِّاٰتِهِمْ۔ نَتَجَاوَزُ: مضارع جمع متکلم تَجَاوُزٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ بمعنی درگذر کرنا۔ (تجاوز کرنا) اور ہم ان کی برائیوں سے درگذر کریں گے۔

= فِیْۤ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ۔ ای ھم فی جملۃ اصحاب الجنۃ واعدادھم۔ یعنی وہ جملہ اہل جنت میں سے ہوں گے ان کا شمار جنتیوں میں ہوگا

= وَعْدَ الصِّدْقِ، وَعْدَ مصدر منصوب بوجہ مفعول۔ الصِّدْقِ سچ، صداقت مضاف مضاف الیہ۔ سچ کا وعدہ: سچا وعدہ۔ (سچی بات، یعنی نیکیوں کی جزاء اور برائیوں سے درگذر) وعد الصدق سے قبل عبارت محذوف ہے ای ننجز لھم وعد الصدق ہم نے پورا کر دیا ان کے ساتھ سچا وعدہ۔ یعنی مومنوں کے نیک کام کی جزاء دیں گے اور ان کی برائیوں سے درگذر کریں گے۔

= الَّذِیْ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۔ جو ان سے کیا جاتا تھا۔ (دنیا میں) یہ وعد الصدق کی تعریف ہے۔ كَانُوْا یُوْعَدُوْنَ ۔ ماضی استمراری مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔

۴۶: ۱۷ = وَ الَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ۔ آیات ۱۵-۱۶ میں بندۂ مومن کا کردار ادا کیا گیا کہ وہ اپنے رب کا اطاعت گذار اور اپنے والدین کا فرمانبردار ہوتا ہے جن گوناگوں نعمتوں سے اسے سرفراز کیا جاتا ہے ان کا شکریہ ادا کرتا رہتا ہے۔

اب ایسے شخص کا کردار بیان کیا جا رہا ہے جسے آخرت پر ایمان نہیں اور اپنے خالق سے روگرداں ہے اپنے ماں باپ کا گستاخ ہے۔ انہیں بات بات پر جھڑکتا ہے اگر وہ اس کی اصلاح احوال کے لئے کوشش کرتے ہیں تو ان کا مذاق اڑاتا ہے ان کو احمق اور بیوقوف سمجھتا ہے (جب وہ اسے اللہ تعالیٰ کے وعدۂ حق یعنی حیات بعد الممات، اعمال نیک کی جزاء اور اعمال بد کی سزا۔ بہشت اور دوزخ کی بات کرتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ کچھ

نہیں محض پہلے لوگوں کی فرسودہ کہانیاں ہیں) تفسیر حقانی

= وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْهِ اُفٍّ لَّکُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیْۤ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ ۔

اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ ہے اور اس کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو اپنے والدین کا نافرمان اور کج بحث ہے۔ اَلَّذِیْ بمعنی اَلَّذِیْنَ کی مثالیں کلام عرب اور قرآن مجید میں متعدد ملتی ہیں جیسے کہ سورۃ البقرہ میں ہے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمٰتٍ لَّا یُبْصِرُوْنَ ۝ (۲: ۱۷) بِنُوْرِهِمْ اور تَرَكَهُمْ میں ضمیر هِمْ جمع مذکر غائب اور یُبْصِرُوْنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب سے صریحًا ثابت ہے کہ اَلَّذِیْ سے مراد اَلَّذِیْنَ ہے۔ ایسی اور کئی مثالیں مل سکتی ہیں۔

= اُفٍّ۔ ہُوں۔ اصل میں اُفٌّ ہر قسم کے میل کچیل (جیسے ناخن کا تراشہ وغیرہ) کو کہتے ہیں اور اسی اعتبار سے کسی چیز کے متعلق گرانی اور نفرت کے اظہار کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ اصمعی کا بیان ہے کہ اُفٌّ کان کا میل ہے اور تُفٌّ ناخن کا۔ کسی چیز سے گھن ظاہر کرتے وقت اُفٌّ کہا جاتا ہے چنانچہ اس معنی میں یہ کثرت سے بولا گیا کہ ہر اذیت رساں چیز کے بارے میں اہل عرب اس کا استعمال کرنے لگے۔ یہ یا تو اسم فعل ہے یا اسم صوت جو تنگ دلی اور گرانی کو بتاتا ہے۔ افسوس ہے تم دونوں پر

اَتَعِدٰنِنِیْ۔ تم دونوں مجھے وعدہ دیتے ہو۔ ڈراتے ہو یا دھمکی دیتے ہو۔ تَعِدَانِ مضارع کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر۔ نَ اول تثنیہ کا اور دوسرا نَ وقایہ کا ہے اور یْ ضمیر واحد متکلم۔ کیا تم دونوں مجھے (اس بات پر) ڈراتے ہو کہ قبر سے دوبارہ زندہ کر کے نکالا جاؤنگا اس میں استفہام سوالیہ نہیں بلکہ انکاریہ توبیخیہ ہے۔ اف کہنے کی وجہ کو ظاہر کر رہا ہے

= وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِیْ۔ واؤ حالیہ ہے جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اس کے بعد عبارت محذوف ہے ای ولم یرجع بعد ان مات۔ مرنے کے بعد کوئی واپس نہیں آئی

قَدْ خَلَتْ ماضی کے ساتھ قَدْ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ گذر گئی۔ یہاں جمع کے لئے آیا ہے۔ گذر گئیں۔

= اَلْقُرُوْنُ: قَرْنٌ کی جمع۔ زمانے، صدیاں، جماعتیں۔ قومیں۔ یہاں قومیں مراد ہیں

ترجمہ:۔ اور حال یہ ہے کہ مجھ سے پہلے گئی قومیں مٹ گئیں اور دت کے بعد کوئی بھی واپس نہیں آئی :

== وَ ھُمَا یَسْتَغِیْثٰنِ اللّٰہَ ۔ جملہ حالیہ ہے اللّٰہ مفعول ہے یَسْتَغِیْثٰنِ کا۔ یَسْتَغِیْثٰنِ فعل مضارع تثنیہ مذکر غائب، استغاثۃ (استفعال) مصدر۔ فریاد کرنا۔ درآں حالیکہ وہ دونوں اللہ سے (نالائق اولاد کے کفر والحاد سے گھبراکر) فریاد کررہے ہوتے ہیں (کہ اللہ کرے ان کا لڑکا راہِ حق اختیار کرے اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آئے)

== وَیْلَکَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری کم بختی، ارے اے کمبخت، اٰمِنْ، امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِیْمَانٌ (باب نصر) مصدر سے ، تو ایمان لے آ۔ ای اٰمن باللّٰہ والبعث بعد الموت ۔ یعنی اللہ پر اور بعث بعد الموت پر ایمان لے آ۔

وَیْلَکَ اٰمِنْ سے قبل و یقولان لولد ھما (اور کہتے ہیں اپنے لڑکے سے) محذوف ہے۔

== اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ ۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ وعدہ سے مراد وعدۂ بعث بعد الموت ہے۔

== فَیَقُوْلُ ۔ ای فیقول ذٰلک الولد العاق المنکر للبعث وہ نافرمان منکر بعث بعد الموت لڑکا جواب دیتا ہے۔

== مَا ھٰذَا ۔ ما نافیہ ہے ھٰذا کا اشارہ اسی بعث بعد الموت اور عذاب آخرت کی طرف ہے۔ ای ان الذی تعدا ننی ایاہ من البعث بعد الموت۔ جس بعث بعد الموت کا تم مجھ کو ڈراوا دے رہے ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے۔

== اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ اِلَّا حرف استثناء مگر، سوائے اس کے کہ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَسَاطِیْرُ اسطورۃ کی جمع۔ کہانیاں۔ من گھڑت لکھی ہوئی باتیں۔ وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے اسطورہ کہلاتی ہے۔ یہ وعدۂ آخرت و عذاب آخرت کچھ بھی نہیں سوائے پہلے لوگوں کی من گھڑت باتوں کے۔

۴۶ : ۱۸ == اُولٰٓئِکَ ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ مشارٌ الیہم وہ لوگ ہیں جو نافرمان اور بعث بعد الموت کے منکر ہیں ۔ جن کا ذکر والذی قال لوالدیہ اف لکما ..... الآیۃ میں اوپر مذکور ہوا ہے

= حَقَّ ماضی واحد مذکر غائب حَقٌّ باب ضرب، نصر، مصدر کسی چیز کا ثابت ہونا۔ یقینی ہونا۔ یہاں بمعنی حق ہوا۔ ثابت ہوا۔ ثابت ہو کر رہا۔

= اَلْقَوْلُ۔ وھو قولہ تعالیٰ لابلیس۔ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (۳۸:۸۴-۸۵)
حق یہ ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں۔ کہ میں تجھ سے اور جو ان میں سے تیری پیروی کریں گے سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔

= فِیْٓ اُمَمٍ۔ فِیْ بمعنی متعلق۔ اُمَمٍ جمع اُمَّۃٌ کی۔ گذشتہ کافر اُمتوں کے بارے میں
اَلْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ۔ وعدۂ عذاب جنّ وانس کی ان امتوں کی بابت جو ان سے قبل گذر چکیں۔

ترجمہ ہوگا:۔
یہی وہ لوگ ہیں جن پر وہ وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہا۔ جو ان سے قبل جنّوں اور انسانوں کی امتوں کی بابت تھا۔

= قَدْ خَلَتْ؛ جو گذر چکیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرہ بالا۔

= مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ۔ یہ اُمَمٍ کا بیان ہے۔

= اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ۔ بے شک یہ خسارہ پانے والے ہیں۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہی لوگ ہیں جن کی طرف اُولٰٓئِكَ میں اشارہ ہے۔

۴۶:۱۹ = وَلِكُلٍّ۔ ای لکل واحد من الفریقین المذکورین، مذکورہ بالا ہر دو فریقین میں سے ہر ایک کے لئے۔

وہ دونوں فریقین کون سے ہیں۔

۱:۔ فریق اوّل: مذکورہ فی آیت؛ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ:
فریق دوم:۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ:

یا ۲:۔ فریق اول:۔ اَلَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ.......
فریق دوم:۔ اَلَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ......

= مِمَّا۔ مرکب مِنْ بیانیہ اور مَا موصولہ سے۔ ای من الذی عملوہ من الخیر والشر
ترجمہ:۔ اور جو (اچھے یا برے) اعمال انہوں نے کئے اس کے مطابق ان میں سے ہر ایک کے لئے

درجات (مرتبے) ہوں گے ؛
= وَلِیُوَفِّیَھُمْ واوٗ عاطفہ ہے لام تعلیل کا۔ یُوَفِّیَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب: ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے توفیۃ (تفعیل) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کُلٌّ کے لئے ہے (یہ درجہ بندی اس لئے کہ) وہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا بدلہ دے۔ اَعْمَالَھُمْ مفعول ثانی ہے یُوَفِّیَ کا۔ لہٰذا منصوب ہے
= وَھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے درآں حالیکہ ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا، یعنی نہ کسی کے ساتھ نیک کام کے ثواب میں کمی کی جائے گی۔ اور نہ برے کام کی سزا میں زیادتی برتی جائے گی؛

۴۶: ۲۰ = وَیَوْمَ: واوٗ عاطفہ ہے یَوْمَ مفعول فعل محذوف کا۔ ای اذکر الیوم اور یاد کرو اس دن کو جس دن کہ ... یا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے؛
= یُعْرَضُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَلَی النَّارِ۔ یُعْرَضُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر (جمع کے معنی میں) پیش کئے جاویں گے عَلَی النَّارِ ای علی الجہنم۔ جس دن کافر لوگ جہنم کے سامنے لائے جائیں گے؛
= اَذْھَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ: اس سے قبل جملہ قیل لھم محذوف ہے۔ ان سے کہا جائے گا۔ طَیِّبٰتِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری لذت کی چیزیں، تمہاری نعمتیں تم لے چکے ہو اپنی نعمتوں کا لطف،

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَا اٰتَیْتُمُوْھُنَّ (۴:۱۹) تم ان کو اپنے گھروں میں نہ روک رکھو کہ اس طرح مہر وغیرہ کی کچھ رقم ان سے واپس لے لو۔
= اِسْتَمْتَعْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر استمتاع (استفعال) مصدر۔ تم کام میں لائے۔ تم نے فائدہ اٹھایا۔ بِھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب طَیِّبٰت کی طرف راجع ہے، تم ان (نعمتوں) سے اپنی دنیا کی زندگی میں لطف لے چکے ہو۔
= فَالْیَوْمَ۔ پس آج کے دن، پس آج۔
= تُجْزَوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم جزا دیئے جاؤ گے۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے۔
= عَذَابَ الْھُوْنِ، اسم۔ ذلت، رسوائی۔ خواری، رسوائی و ذلت کا عذاب

یعنی وہ عذاب جس میں تمہاری ذلت و تحقیر ہے۔
= بِمَا۔ میں باء سببیہ ہے اور مَا مصدریہ یعنی باطل طور پر بڑا بننے اور اللہ کی اطاعت سے خارج ہونے کی وجہ سے۔
= كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ماضی استمراری۔ جمع مذکر حاضر، اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر۔ تم گھمنڈ کیا کرتے تھے۔ تم تکبر کیا کرتے تھے۔
= وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ؁ اور بوجہ اس کے کہ تم نافرمانی کیا کرتے تھے۔
تَفْسُقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر فُسُوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی خدا کے فرمان سے باہر ہونا۔ نافرمانی کرنا۔ فسق کرنا۔
۴۶: ۲۱ = وَاذْكُرْ۔ واؤ عاطفہ اُذْكُرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ ذِكْرٌ باب نصر۔ مصدر۔ تو یاد کر۔ تو ذکر کر۔ تو ذکر سنا۔
= اَخَا عَادٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُذْكُرْ کا۔ تو یاد کر، قوم عاد کے بھائی (ہود) کو۔ یا تو ذکر سنا (ان کو یعنی کفار مکہ کو، خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) قوم عاد کے بھائی ہود کا
= اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ۔ اِذْ۔ جب۔ ظرف زمان، اَنْذَرَ ماضی واحد مذکر، غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے ڈرایا۔ قَوْمَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَنْذَرَ کا، جب اس نے اپنی قوم (والوں) کو ڈرایا۔
= بِالْاَحْقَافِ۔ ای فی الاحقاف ''احقاف میں۔ یعنی جو احقاف میں رہتی تھی۔ الاحقاف حِقْفٌ کی جمع ہے۔ حِقْفٌ ریت کے اس ٹیلے کو کہتے ہیں جو مستطیل ہو اور مرتفع ہو لیکن قدرے منحنی ہو۔ قوم عاد کا مرکزی مقام ارضِ احقاف ہے یہ حضر موت کے شمال میں اس طرح واقع ہے کہ اس کے شرق میں عمان اور شمال میں ''ربع خالی'' ہے جسے صحرائے اعظم الدَّهْنَا بھی کہتے ہیں گو ''ربع خالی'' آبادی کے لائق نہیں تاہم اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے قابل کچھ کچھ زمین ہے خصوصاً اس حصہ میں جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہوا ہے اگرچہ اس وقت وہ بھی آباد نہیں ہے اور بجز ریت کے ٹیلوں کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ تاہم قدیم زمانے میں اسی حضر موت اور نجران کے درمیانی حصہ میں ''عاد ارم'' کا مشہور قبیلہ آباد تھا۔ جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں آندھی کا عذاب بھیج کر نیست و نابود کر دیا تھا۔

= وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ جملہ معترضہ ہے۔ خَلَتْ ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرہ بالا۔

النُّذُرُ جمع ہے نَذِيْرٌ کی۔ ڈرانے والے یعنی پیغمبر۔ بَيْنَ بمعنی بیچ، درمیان اسم ظرف مکان ہے مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ۔ يَدَيْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوا اپنے مضاف بَيْنِ کا۔ پھر یہ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ہوئے مِنْ حرف جار کے۔ لفظی معنی ہوں گے اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان سے۔ یہاں بمعنی من قبلہ آیا ہے۔ بمعنی اس سے پہلے۔ یعنی حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے جیسے حضرت نوح علیہ السلام وغیرہ۔

مِنْ خَلْفِهٖ۔ خَلْفِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ من حرف جار۔ اس کے پیچھے۔ اس کے بعد حضرت ہود کے بعد جیسے حضرت صالح علیہ السلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لوط علیہ السلام وغیرہم۔

مطلب یہ کہ حضرت ہود علیہ السلام سے پہلے بھی (اپنی اپنی امتوں کو) ڈرانے والے گذر چکے تھے۔ اور ان کے بعد بھی گذرے۔

= اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ اَلَّا اَنْ مفسرہ اور لام نہی سے مرکب ہے؛ اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں، لفظی طور پر یا معنوی طور پر۔ یہاں پر عبارت یوں ہے۔

اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ اِنْذَارٌ میں قول کے معنی معنوی طور پر موجود ہیں۔ جب اس نے اپنی قوم کو جوارض احقاف میں تھی یہ کہتے ہوئے ڈرایا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

= اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ میں تمہارے متعلق ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

يَوْمٍ عَظِيْمٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ عَذَابَ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَخَافُ کا۔ یعنی اگر اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کرو گے۔ تو مجھے تمہارے متعلق یوم عظیم کے عذاب کا ڈر ہے کہ تم اس دن کے عذاب میں مبتلا نہ ہو جاؤ جس کی مصیبت بہت بڑی ہو گی۔

۴۶: ۲۲ = اَجِئْتَنَا۔ ہمزہ استفہامیہ ہے جِئْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔

مجیئ (باب ضرب) مصدر نا ضمیر جمع متکلم کیا تو ہمارے پاس (اس ارادے) اجئتنا میں استفہام (سوالیہ نہیں) تقریری ہے۔

= لِتَأفِکَنَا۔ لام تعلیل کا ہے تَأفِکَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام واحد حاضر افکٌ (باب ضرب) مصدر سے۔

قاموس میں ہے کہ اَفَكَ باب ضرب، سمع، دونوں سے آتا ہے اور مصدر افك الف کے کسرہ اور فتحہ اور فاء کے سکون اور حرکت سے جھوٹ بولنے کے معنی میں آتا ہے اور اَفَكَ عَنْهُ۔ یعنی جب عَنْ کے صلہ کے ساتھ آئے تو معنی ہوں گے پھیرنے بدلنے، اور مراد سے محروم کرنے کے۔

امام راغب کہتے ہیں کہ اِفك کا استعمال ہر اس شئے کے متعلق ہوتا ہے جو اپنے اصلی رُخ سے پھیر دی گئی ہو اسی بنا پر ہواؤں کو جو اپنے اصلی رُخ چلنے کا چھوڑ دیں مؤتفکات کہتے ہیں۔ اور اعتقاد حق سے باطل کی طرف اور سچائی سے جھوٹ کی طرف اور اچھے اعمال سے بُرے اعمال کی طرف پلٹنے کے لئے اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ بولا گیا ہے آیۃ شریفہ ہذا (آیت ۲۲) (کافروں نے کہا کہ کیا تو اس لئے آیا ہے کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیرے) میں افك کا استعمال ان کے اعتقاد کے اعتبار سے ہوا ہے کیونکہ وہ اپنے اعتقاد باطل میں دعوتِ توحید کو حق سے برگشتگی سمجھتے تھے۔

= بِمَا تَعِدُنَا: میں مَا موصولہ ہے۔ تَعِدُ واحد مذکر حاضر نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ وَعْدٌ باب ضرب، مصدر۔ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے یا جس سے تو ہمیں ڈراتا ہے۔ یہاں وعید کے معنی مراد ہیں۔ یعنی لے آ ہم پر عذاب کو جس کا تم ہمیں ڈراوا دیتے ہو۔

= اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اگر تم سچے ہو۔ جملہ شرط ہے۔ جواب شرط مقدم، ای فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا۔

۴۶: ۲۳ = قَالَ۔ ای قَالَ ھُوْدٌ۔

= اَلْعِلْمُ۔ یعنی عذاب کے وقت کا علم۔

= وَاُبَلِّغُکُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِہٖ۔ اور میں تو جو (احکام) دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ اُبَلِّغُکُمْ۔ اُبَلِّغُ مضارع واحد متکلم تَبْلِیْغٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر میں تم کو پہنچاتا ہوں۔ مَا موصولہ اُرْسِلْتُ مضارع مجہول واحد متکلم ہے اِرْسَالٌ (افعال) مصدر میں بھیجا گیا ہوں بِہٖ بَ کے صلہ کے ساتھ بمعنی جو مجھے دیکر بھیجا گیا

ہ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے۔
= اَرٰىكُمْ۔ اَرٰى مضارع واحد متکلم رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر۔ میں دیکھتا ہوں كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ میں تمہیں دیکھتا ہوں۔ میں تمہیں پاتا ہوں۔
= قَوْمًا۔ لوگ، جماعت۔
= تَجْهَلُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر جَهْلٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی نادان ہونے، نہ جاننے اور جہالت کرنے کے ہیں۔
جَهْلٌ کی تین قسمیں ہیں۔
۱:۔ نفس انسانی کا علم سے خالی ہونا۔ یہ اس کے اصل معنی ہیں۔
۲:۔ کسی چیز کے متعلق اس بات کا اعتقاد رکھنا جو اس میں نہ ہو۔
۳:۔ کسی چیز کا اس طرح پر کرنا جس طرح کرنے کا حق نہ ہو۔ خواہ اس چیز کے متعلق صحیح اعتقاد رکھے یا غلط۔ جیسے قصداً نماز چھوڑ دینا۔
جاہل کا اکثر ذکر تو بسبیل مذمت ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی بغیر مذمت کے بھی ہوتا ہے جیسے يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ (۲: ۲۷۳) نہ مانگنے کی وجہ سے ناواقف شخص ان کو غنی خیال کرتا ہے۔
وَلٰكِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ہ لیکن میں تم کو ایسے لوگ پاتا ہوں کہ تم نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ (کہ ایک تو توحید کو قبول نہیں کرتے۔ پھر اپنے منہ سے بلا مانگے ہو پھر مجھ پر اس کی فرمائش کرتے ہو۔

۴۶: ۲۴ = فَلَمَّا رَاَوْهُ۔ فَلَمَّا۔ پھر جب: رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب، رُؤْيَة (باب فتح) مصدر۔ رَاَوْا اصل میں رَاَيُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح یا کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے الف کو حذف کر دیا۔ رَاَوْا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب بِمَا تَعِدُنَا میں مَا کی طرف راجع ہے۔
= عَارِضًا۔ ابر۔ بادل۔ عَرْضٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَارِضٌ وہ بادل جو فضا کے عرض میں پھیلتا اور نمایاں ہوتا ہے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔ یا بوجہ تمیز ہونے کے۔
= مُسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ: مُسْتَقْبِلَ اسم فاعل واحد مذکر استقبال (استفعال) مصدر۔ سامنے آنے والا ـــ مضاف۔

اَوْدِیَتِہِمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مُسْتَقْبِلَ کا۔
اَوْدِیَۃٌ جمع ہے وَادِی کی۔ نالے۔ وادیاں۔ ان کی وادیوں کی طرف بڑھتا ہوا۔ ان کی وادیوں کے مقابل آتا ہوا۔ دیکھا۔
= مُمْطِرُنَا۔ مُمْطِرٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِمْطَارٌ (افعال) مصدر۔ مطو مادہ۔ بارش کرنے والا۔ مینہ برسانے والا۔ مضاف۔ نا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ ہمارا مینہ برسانے والا۔ ہمارے لئے مینہ برسانے والا۔
قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔ کہنے لگے یہ بادل ہے جو ہم پر مینہ برسانے والا ہے۔
مُسْتَقْبِلَ اَوْدِیَتِہِمْ: اور مُمْطِرُنَا ہر دو میں اضافت لفظیہ ہے (روح المعانی، بیضاوی) اضافتِ مجازیہ غیر معترفہ ہے (کشاف)
= بَلْ ھُوَ سے قبل کلام مقدرہ ہے ای قَالَ ھُوْدٌ بَلْ ھُوَ: قال اللّٰہ رَدًّا علیھم (الخازن) بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی حضرت ہودؑ نے اپنی سرکش قوم کے اس قول پر کہ یہ افق سے امنڈتا ہوا جو بادل ہماری وادیوں کی جانب بڑھتا آرہا ہے ہمارے لئے مینہ لایا ہے، فرمایا (نہیں نہیں۔ ایسا نہیں بارش لانیوالا بادل تو کہاں) بلکہ یہ تو وہی چیز ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔
= مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِہٖ۔ مَا موصولہ اِسْتَعْجَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْتِعْجَالٌ (استفعال) مصدر بِہٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے جس کے جلدی آنے کے لئے تم مصر تھے۔ عجلت چاہتے تھے۔
= رِیْحٌ۔ یہ مَا یا ھُوَ سے بدل ہے فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ صفت ہے رِیْحٌ کی یہ وہ آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے۔ یا یہ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای ھِیَ او ھُوَ رِیْحٌ ..... الخ۔
۴۶: ۲۵ = تُدَمِّرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ تَدْمِیْرٌ (تفعیل) مصدر وہ ہلاک کردیگی وہ تباہ کردے گی۔ وہ اکھاڑ کر رکھ دے گی۔
تُدَمِّرُ کُلَّ شَیْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّھَا۔ (یہ دوسری صفت ہے رِیْح کی) وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تباہ کردے گی۔

= فَاَصْبَحُوْا ۔ ای فجاءتہم الریح فدمرتہم فاصبحوا ۔ یعنی پس آندھی آئی اور اس نے ان کو تباہ کر کے رکھ دیا اور وہ ایسے ہو گئے ....کہ
ف تعقیب کا ہے اصبحوا ماضی جمع مذکر غائب، وہ ہو گئے ۔ انہوں نے صبح کی ۔ افعال ناقصہ میں سے ۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے ۔
= لَا یُرٰی ۔ مضارع منفی مجہول ۔ واحد مذکر غائب : نہیں دکھائی دیتا تھا ۔ یہ حکایت حالِ ماضی ہے ۔ فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے ۔
= اِلَّا مَسٰکِنُھُمْ سوائے ان کے گھروں (کچھ دکھائی نہ دیتا تھا)
= کَذٰلِکَ ۔ ای مثل ذلک الجزاء الفضیع اس سخت قبیح اور ذلت آمیز سزا کی طرح ۔
= نَجْزِی ۔ مضارع جمع متکلم جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر و اسم ۔ ہم بدلہ دیتے ہیں ۔ جزاء ہر بدلہ کو کہتے ہیں اچھا ہو یا بُرا ۔
= اَلْقَوْمَ الْمُجْرِمِیْنَ ۔ موصوف صفت مل کر مفعول ہے نَجْزِیْ کا ، مجرم لوگ ، گنہگار لوگ ۔
= ۴۶ : ۲۶ = وَلَقَدْ ، واؤ عاطفہ لام تاکید کا ۔ قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کے معنی دیتا ہے ۔ اور بے شک ؛
= مَکَّنّٰھُمْ : ماضی جمع متکلم تمکین (تفعیل) مصدر ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (قوم عاد) ہم نے ان کو جماؤ عطا کیا ۔ ہم نے ان کو اقتدار دیا ۔ مَکِنَۃٌ بمعنی آشیانہ ۔ مکنات جمع مَکُنَ مَکَانَۃً (باب کرم) اس نے حاکم کے پاس عزت پائی ۔ مرتبہ حاصل کیا ۔ اِمْکَانٌ (افعال) با اقتدار ہونا ۔ قابو پانا ۔ کسی جگہ قدرت حاصل کرنا ۔ تَمْکِیْنٌ (تفعیل) جماؤ عطا کرنا ۔ توانا و با اقتدار بنا دینا ۔
= فِیْمَا ۔ میں مَا موصولہ ہے اور فیہ میں ضمیر واحد مذکر غائب اس اسم موصول کی طرف راجع ہے اِنْ نافیہ ہے اور ہم نے ان کو ان باتوں میں قدرت دے رکھی تھی کہ تم کو اُن باتوں میں قدرت نہیں
= مَا اَغْنٰی عَنْھُمْ ..... مِنْ شَیْءٍ وہ ان کے ذرا کام نہ آسکے ۔
= اِذْ ، ظرف زمان ہے یہاں تعلیل کے لئے استعمال ہوا ہے بمعنی کیونکہ ۔

== جَحَدُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب جَحْدٌ وجُحُوْدٌ باب فتح ، مصدر بمعنی انکار کرنا۔ کیونکہ وہ انکار کیا کرتے تھے ۔

== حَاقَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (حَیْقٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی گھیر لینا۔ نازل ہونا۔ ھِہِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، حَاقَ بِھِمْ اس (عذاب) نے ان کو گھیرے میں لے لیا۔

== مَا ۔ مَا موصولہ ہے ۔

== کَانُوْا یَسْتَھْزِءُوْنَ ۔ ماضی استمراری جمع مذکر غائب بِہٖ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب مَا کی طرف راجع ہے جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ، جس کا وہ استہزاء کیا کرتے تھے

۴۶ : ۲۷ == وَلَقَدْ اوپر آیت ۲۶ ملاحظہ ہو۔

== مَا حَوْلَکُمْ : مَا موصولہ ہے حَوْلَکُمْ مضاف مضاف الیہ ، تمہارے اردگرد : تمہارے آس پاس ۔

خطاب اہل مکہ سے ہے یعنی اے اہل مکہ تمہارے آس پاس کی کئی بستیاں ہم نے تباہ کردیں مثلاً قوم ثمود کی بستی حجر۔ قوم لوط کی بستی سدوم وغیرہ ۔ بستیوں کو ہلاک کرنے سے مراد ہے بستی کے بسنے والے۔

== مِنَ الْقُرٰی میں مِنْ تبعیضیہ ہے تمہارے آس پاس کی بعض بستیاں ۔

== صَرَّفْنَا الْاٰیٰتِ ۔ صَرَّفْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم تَصْرِیْفٌ (تفعیل) مصدر پھیر پھیر کر سمجھانا۔ تَصْرِیْفُ الْکَلَامِ ۔ بات کو پھیر پھیر کر بیان کرنا۔ طرح طرح سے گفتگو کا بیان کرنا۔ اَلْاٰیٰتِ ۔ نشانیاں ۔ باتیں ۔ ہم نے پھیر پھیر کر باتیں سمجھائیں ۔ یعنی بار بار دلائل دیکر اسی سے تَصْرِیْفُ الرِّیٰحِ ہے ۔ ہواؤں کا ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لوٹانا۔ اور اسی معنی میں کلام باری تعالیٰ ہے وَصَرَّفْنَا فِیْہِ مِنَ الْوَعِیْدِ (۲۰ : ۱۱۳) اور اس میں (قرآن مجید میں) ہم نے طرح طرح کے ڈراوے بیان کر دیئے ہیں ۔

== لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ ۔ تاکہ وہ باز آجائیں ۔ لَعَلَّ تعلیل کے لئے ۔ یعنی اس لئے کہ ...

ای لکی یرجعوا عما ھم فیہ من الکفر والمعاصی الی الایمان والطاعۃ

یعنی کفر و معاصی سے ہٹ کر ایمان و اطاعت کی طرف آجاویں ۔

ضمیر فاعل جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جن کی بستیوں کو کفر و معاصی سے باز نہ آنے پر تباہ کر دیا گیا تھا۔

۴۶ : ۲۸ = فَلَوْلَا : ای فَهَلَّا۔ کیوں نہ۔ لَوْلَا کا استعمال ڈانٹنے اور توبیخ کرنے کے لئے آیا ہے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ (۲۴ : ۱۳) یہ (افتراء پرداز) اپنی بات (کی تصدیق) کے لئے چار گواہ کیوں نہ لائے۔

= نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا۔ نَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے) نُصُرٌ (باب نصر) مصدر۔ انہوں نے مدد کی۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اُن لوگوں کے لئے ہے جنہوں نے بتوں کو معبود بنا رکھا تھا اَلَّذِيْنَ اسم موصول اِتَّخَذُوْا اصلہ فاعل فعل نصر کا۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ متعلق اٰلِهَةً اور اٰلِهَةً مفعول ہے اِتَّخَذُوْا کا۔ اور قُرْبَانًا مفعول لہٗ فعل اِتَّخَذُوْا کا۔

قُرْبَانًا۔ لِلتَّقَرُّبِ اِلَى اللّٰهِ۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (۳۹ : ۳) ہم ان کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنادیں۔

ترجمہ آیت :۔ اللہ کو چھوڑ کر جن کو انہوں نے حصول قرب کے لئے معبود بنا رکھا تھا۔ انہوں نے ان کی کیوں نہ مدد کی۔

= بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ۔ بَلْ حرفِ اضراب ہے مطلب یہ کہ مدد کرنا تو در کنار بلکہ وہ ان سے غائب ہوگئے۔ (ان سے کھوگئے)

= ضَلُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ضَلَالٌ وَضَلَالَةٌ (باب ضرب) مصدر وہ گم ہوگئے۔ وہ کھو گئے۔ وہ غائب ہوگئے۔ ضمیر فاعل معبودان باطل کی طرف راجع ہے (ای الذین اتخذوا من دون اللہ الہۃ اللہ کو چھوڑ کر انہوں نے جن کو معبود بنا رکھا تھا) عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب معبودان باطل کے پجاریوں کی طرف راجع ہے۔

= وَذٰلِكَ۔ واؤ عاطفہ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ مشارٌ الیہ۔ (۱) ضلال الہتہم عنہم (ان سے ان کے معبودانِ باطل کا غائب ہوجانا) (روح المعانی)

(۲) قولہم انہا تقربہم الی اللہ تعالیٰ و تشفع لہم عندہ : ان کا یہ قول کہ ان کے معبودانِ باطل اللہ کے ہاں تقرب کا باعث بنیں گے اور اس کے پاس ان کی شفاعت کریں گے۔ (الخازن)

۳:۔ امتناع نصرۃ الھتھم وضلالھم عنھم۔ ان کے معبودان باطل کا ان سے غائب ہوجانا اوران کی امداد کو نہ پہنچنا (المدارک)

۴:۔ اللہ کے سوا دوسروں کو معبود قرار دینا (ابن جریر)

= اِفْکُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا جھوٹ۔ ای اثر افکھم ان کے جھوٹ کا اثر ان کے جھوٹ کا نتیجہ۔

= وَمَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ: واؤ عاطفہ ما مصدریہ۔ کانوا یفترون: ماضی استمراری جمع مذکر غائب۔ وہ افترار کیا کرتے تھے۔ ای افتراءھم ان کی بہتان بازی کا نتیجہ۔ اِفْتِرَاءٌ (بروزن افتعال) بہتان باندھنا۔

یہ تھا ان کے جھوٹ اور بناوٹی عقیدوں کا انجام جو انہوں نے گھڑ رکھے تھے۔

(ترجمہ مودودی)

۴٦: ۲۹ = وَاِذْ: اس سے قبل اُذْکُرِ الْوَقْتَ محذوف ہے: ای وَاذْکُرِ الْوَقْتَ اِذْ...... اور یاد کرو وہ وقت جب......

= صَرَفْنَا: ماضی جمع متکلم صَرْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے پھیرا۔ ہم نے متوجہ کیا۔ اِلَیْکَ تیری طرف،

= نَفَرًا: اسم جمع ہے دس سے کم تعداد کی جماعت کو نَفَرٌ کہتے ہیں، صرف آدمیوں کے لئے بولا جاتا ہے عورتوں یا کسی دوسری مخلوق کے لئے نہیں بولا جاتا۔

ترجمہ آیت:۔ اور یاد کرو وہ وقت یا اس واقعہ کو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو آپ کی طرف متوجہ کیا۔

مولانا مودودی اس واقعہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

اس آیت کی تفسیر میں جو روایات حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت زبیر، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور حضرات حسن بصریؒ، سعید بن جبیرؒ، زربن حبیش، مجاہد، عکرمہ اور دوسرے بزرگوں سے منقول ہیں وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ جنوں کی پہلی حاضری کا یہ واقعہ جس کا اس آیت میں ذکر ہے بطن نخلہ میں پیش آیا تھا۔ اور ابن اسحاق، ابونعیم اصفہانی اور واقدی کا بیان ہے کہ یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مایوس ہوکر مکہ معظمہ کی طرف واپس ہوئے تھے راستہ میں آپ نے نخلہ میں قیام کیا وہاں عشاء یا فجر یا تہجد کی نماز میں آپ قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے کہ جنوں

لے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا وہ آپ کی قرأت سننے کے لئے ٹھہر گیا۔
اس کے ساتھ ساتھ تمام روایات اس بات پر بھی متفق ہیں کہ اس موقع پر جن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے تھے نہ آپ نے ان کی آمد کو محسوس کیا تھا۔ بلکہ بعد میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے سے آپ کو ان کے آنے اور قرآن سننے کی خبر دی تھی۔ (تفہیم القرآن جلد ۴)
= یَسْتَمِعُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی سُننا۔
یَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ۔ ای لاجل استماع القراٰن۔ (قرآن سننے کے لئے)
= فَلَمَّا۔ پس جب۔
= حَضَرُوْہُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اس جگہ کے لئے ہے جہاں قرآن پڑھا جا رہا تھا
یعنی جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں قرآن کی تلاوت ہو رہی تھی۔
= قَالُوْا۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔
= اَنْصِتُوْا۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِنْصَاتٌ (افعال) مصدر جس کے معنیٰ خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سننے کے ہیں۔ یعنی تم سب خاموشی کے ساتھ کان لگا کر سنو!
= فَلَمَّا۔ پس جب۔
= قُضِیَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، جب قرأت ختم کر دی گئی۔
= وَلَّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر منہ پھیر کر چل دینا
یعنی جب قرأت ختم ہو گئی تو وہ واپس اپنی قوم کی چل دیئے۔
= مُنْذِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِنْذَارٌ (افعال)، مصدر۔ ڈرانیوالے۔
بحالت نصب ای داعین لھم الی الایمان و مخوفین لھم المخالفۃ
اپنی قوم کو ایمان کی طرف دعوت دیتے ہوئے اور مخالفت کی صورت میں ڈراتے ہوئے
منصوب بوجہ حال ہے۔
۴۶: ۳۰ = یَھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ وَاِلٰی طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ راہنمائی کرتا ہے حق کی طرف اور سیدھے راستے کی طرف۔ میں حق سے مراد صحیح عقائد ہیں اور طریق مستقیم سے مراد عملی احکام۔
۴۶: ۳۱ = اَجِیْبُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ اِجَابَۃٌ (افعال) مصدر تم قبول کرو۔ تم ان لو۔
= دَاعِیَ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی طرف بلانے والا۔ دَاعِیْ اسم فاعل

واحد مذکر دُعَاءٌ باب نَصَرَ مصدر۔ بلانے والا، پکارنے والا۔ منصوب بوجہ اَجِیْبُوْا کا مفعول ہونے کے۔

== وَاٰمِنُوْا بِهٖ۔ واؤ عاطفہ اٰمِنُوْا امر جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ (افعال) مصدر بِهٖ میں، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع داعی ہے اور اس پر ایمان لے آؤ۔

== یَغْفِرْ لَکُمْ۔ یَغْفِرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔ خدا تمہارے گناہ بخش دے گا۔

== مِنْ ذُنُوْبِکُمْ۔ میں مِنْ تبعیضیہ ہے ذُنُوْبِکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے گناہ ذُنُوْبٌ جمع ہے ذَنْبٌ کی۔ تمہارے گناہوں میں سے بعض (گناہ بخش دیگا مطلب یہ کہ اللہ تمہارے وہ گناہ بخش دے گا جن کا تعلق حق اللہ سے ہوگا۔ اور حقوق العباد ایمان لانے سے معاف نہیں ہوتے۔

== وَیُجِرْکُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ یُجِرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر، واحد مذکر غائب اِجَارَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو بچائے گا۔

ج و ر: مادہ کے حروف ہیں۔ اَلْجَارُ پڑوسی، ہمسایہ، ہر وہ شخص جس کی سکونت کا دوسرے کے قرب میں ہو وہ اس کا جارٌ کہلاتا ہے۔ ہمسائے کا حق عقلاً و شرعاً بہت بڑا سمجھا گیا ہے اسی لئے ہر وہ شخص جس کا حق بڑا ہو یا وہ کسی دوسرے کے حق کو بڑا سمجھتا ہو اُسے اس کا جارٌ کہہ دیتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ (۹: ۶) اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دو۔ اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ (۲۳: ۸۸) اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔

== عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ موصوف و صفت۔ درد ناک عذاب، اَلِیْمٌ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فاعل ہے۔ دکھ دینے والا۔ درد ناک۔

۴۶: ۳۲ == وَمَنْ۔ واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ ہے۔ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ جملہ شرط ہے۔ اور فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ۔ جواب شرط ہے۔

== لَا یُجِبْ مضارع منفی واحد مذکر غائب ہے مضارع مجزوم بوجہ عمل مَنْ شرطیہ۔ اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کی بات قبول نہ کرے گا۔

= فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ۔ اس میں ف جواب شرط کا ہے لَيْسَ فعل ناقص واحد مذکر غائب۔ وہ نہیں ہے۔ مُعْجِزٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِعْجَازٌ (افعال) مصدر۔ عاجز کرنے والا۔ تھکا دینے والا۔ تو وہ زمین پر خدا کو عاجز نہیں کر سکے گا (کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دینا چاہے اور وہ اس کی دسترس سے بچ نکلے۔

= اُولٰئِكَ: یعنی جو لوگ اللہ کے داعی کے کہنے کو نہ مانیں گے

= ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ: موصوف وصفت کھلی گمراہی۔

۴٦: ۳۳ = اَوَلَمْ يَرَوْا۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واؤ حرف عطف جس سے قبل معطوف علیہ محذوف ہے۔ ای اَلَمْ يَعْلَمُوْا وَلَمْ يَرَوْا کیا وہ نہیں جانتے اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔

لَمْ يَرَوْا مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر یہاں رؤیت سے مراد رؤیت قلبی ہے ای اَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا۔ اَلَمْ يَعْلَمُوْا: کیا انہوں نے غور نہیں کیا۔ کیا ان کو علم نہیں۔

= اَنَّ تحقیق۔ بے شک۔ یقیناً۔ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے

= وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ۔ واؤ عاطفہ مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ واحد مذکر۔ غائب۔ عِيٌّ (باب سمع) مصدر۔ عَيَّ عَيِيَ ماضی، يَعْيٰى مضارع۔ عاجز ہونا کامیاب نہ ہونا۔ اِعْيَاءٌ (افعال) تھک جانا۔ تھکا دینا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ (۵۰: ۱۵) کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے ہیں۔

= بِخَلْقِهِنَّ میں ب سببیہ ہے یا تعلیلیہ ہے خَلْقِهِنَّ مضاف مضاف الیہ وہ ان (سماوات وارض) کے پیدا کرنے سے تھک نہیں گیا۔

= بِقٰدِرٍ۔ قَادِرٍ محل رفع میں ہے کیونکہ اَنَّ کی خبر ہے۔ بَ زائدہ ہے

= اَنْ مصدریہ ہے۔ کہ۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ اور ان کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کرے۔

يُحْيِيَ: مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب: اِحْيَاءٌ (افعال) مصدر۔ یہاں اَنْ مصدریہ کے آنے سے بمعنی مصدر بھی ہے یعنی وہ مردوں کو زندہ کرنے پر بھی قادر ہے

اَلْمَوْتٰى - مُردے۔ واحد مَيِّتٌ۔

= بَلٰى۔ ہاں۔ کیوں نہیں۔ حرف جواب ہے۔ (حرف ایجاب چھ ہیں۔ نَعَمْ، بَلٰى اَجَلْ، جَيْرِ۔ اِنَّ اور اِيْ۔ یہ حروف تصدیق بھی کہلاتے ہیں) بَلٰى کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے واسطے آتا ہے۔

۴٦ : ۳۴ = يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ (ملاحظہ ہو آیت ۲۰ر متذکرۃ الصدر)

= اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ - اس جملہ سے قبل فَيُقَالُ لَهُمْ مقدر ہے۔ یعنی جب کافر لوگ آگ کے سامنے لائے جائیں گے۔ تو ان سے کہا جائے گا اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ (کیا یہ حق نہیں ہے) هٰذَا کا اشارہ عذاب دوزخ کی طرف ہے یعنی ان سے کہا جائیگا کیا یہ دوزخ کا عذاب حق نہیں ہے؟ امر واقعی نہیں ہے؟

= قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا۔ وہ کہیں گے کہ ہمیں ہمارے رب کی قسم ضرور سچ اور حق ہے واؤ قسمیہ ہے رَبِّنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمیں اپنے پروردگار کی قسم۔

= قَالَ - ای قَالَ اللّٰهُ لَهُمْ۔

= فَذُوْقُوْا۔ فَ سببیہ ہے یعنی فَ سے پہلے کا مضمون فَ کے بعد والے مضمون کا سبب ہے۔ دوزخ کا حق ہونا۔ باوجودیکہ وہ دنیا میں اس کا انکار کرتے رہے تھے عذاب کا مزہ چکھنے کا سبب ہوگا۔

ذُوْقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ ذَوْقٌ و ذَائِقَةٌ مزہ۔ ذَائِقٌ اسم فاعل واحد مذکر مزہ چکھنے والا۔ ذُوْقُوْا کا استعمال اہانت اور توبیخ کو ظاہر کر رہا ہے۔

= بِمَا میں بِ سببیہ ہے اور مَا موصولہ۔

= كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ: ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔ تم کفر کیا کرتے تھے۔ پس چکھو عذاب کا مزہ اس کفر کے باعث جو تم کیا کرتے تھے۔

۴٦ : ۳۵ = فَاصْبِرْ۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کافروں کی طرف سے پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کیجئے:

ان سے انتقام کا ارادہ نہ کیجئے کیونکہ انہیں اپنے کئے پر دوزخ کے عذاب کا تو مزہ چکھنا ہی ہوگا
= کَمَا، کَ حرف تشبیہ۔ مَا موصولہ۔ جیسا کہ (ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا)
= اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ: اولوا العزم مضاف مضاف الیہ عزم والے صاحب عزم۔ مِنْ تبعیضیہ۔ پیغمبروں میں سے بعض جو اولوا العزم تھے۔
اُولُوا بمعنی والے۔ جمع ہے اس کا واحد نہیں آتا۔ بحالت جرّ و نصب اُولِی ہوگا۔
اولوا العزم کون سے پیغمبر تھے علماء کے اس مسئلہ میں مختلف اقوال ہیں اور تفصیلات کسی مستند تفسیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہیں۔
= وَلَا تَسْتَعْجِلْ واؤ عاطفہ لَا تستعجل فعل نہی واحد مذکر حاضر، استعجال استفعال مصدر تو جلدی نہ کر۔ تو عجلت نہ کر، لَا تَسْتَعْجِلْ کا مفعول محذوف ہے۔
ای لَا تستعجل لھم العذاب اور ان کے عذاب پانے کے لئے جلدی نہ کیجئے
= كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ۔ ای يَوْمَ يَرَوْنَ (العذاب) مَا يُوْعَدُوْنَ (يحسبوا) كَاَنَّهُمْ لَمْ يَلْبَثُوْا (فی الدنيا) الا ساعۃً مِّنْ نَّهَارٍ۔ جس دن وہ عذاب کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا تو خیال کریں گے جیسے کہ وہ نہیں ٹھہرے تھے دنیا میں مگر دن کی فقط ایک گھڑی۔
یَوْمَ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے یا یہ یَرَوْنَ کا مفعول فیہ ہے مَا موصولہ یُوْعَدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب وَعْدٌ باب ضَرَبَ۔ مصدر یعنی جس کا ان سے وعدہ عذاب کیا جا رہا ہے (یحسبوا) وہ خیال کریں گے كَاَنَّهُمْ میں كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔
= لَمْ يَلْبَثُوْٓا۔ مضارع مجزوم نفی جحد بَلَمْ۔ جمع مذکر غائب، لَبْثٌ (باب سمع) مصدر وہ نہیں ٹھہرے وہ نہیں رہے۔
= بَلٰغٌ۔ پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔ بَلٰغٌ خبر ہے اس کا مبتداء محذوف ای ھٰذَا اَبْلٰغٌ ای ھٰذَا الْقُرْاٰنُ بَلٰغٌ مِّنَ اللّٰهِ اِلٰی خَلْقِهٖ یہ قرآن مجید اللہ کی طرف سے اس کی خلقت کی طرف (بہترین) تبلیغ (پیغام پند و نصائح کا پہنچا دینا) ہے۔ اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ ۝ (۲۱:۱۰۶) تحقیق عبادت کرنے والے لوگوں کے لئے اس میں

(خدا کے حکموں کی) تبلیغ ہے۔
بَلٰغٌ بمعنی تبلیغ ای فعال بمعنی فعیل عربی زبان میں اکثر آیا ہے جیسے بَلَّغَہٗ بَلٰغًا ای تَبْلِیْغًا۔ کَلَّمَہٗ کَلَامًا ای تکلیمًا۔ طلقہا طلاقًا سَرَّحَہَا سَرَاحًا۔
= فَهَلْ يُهْلَكُ۔ سوال انکاری ہے۔ یعنی سوائے نافرمان لوگوں کے عذاب سے کوئی ہلاک نہیں کیا جائے گا۔
ھَلْ حرف استفہام ہے بمعنی کیا۔ يُهْلَكُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِھْلَاکٌ (افعال) مصدر۔
چونکہ ھَلْ یہاں بطور استفہام انکاری آیا ہے لہٰذا ترجمہ وہ ہوگا جو اوپر دیا گیا ہے
= اَلْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ موصوف وصفت۔ فاسق لوگ۔
صاحب تفسیر الماجدی رقمطراز ہیں۔
"الْفٰسِقُوْنَ یہاں مراد محض گنہگار ہی نہیں بلکہ دائرہ اسلام سے خارج رہنے والے کافر مراد ہیں۔ جن پر تبلیغ حق کا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ فاسق کا اصطلاحی مفہوم اسے کافر سے ممتاز کرنے والا تو بہت بعد کا ہے قرآن مجید میں وہ اپنے وسیع و عمومی مفہوم میں آیا ہے یعنی مطلق نافرمان کے مرادف"
اَلْفٰسِقُوْنَ یعنی نصیحت پذیری یا طاعت سے خارج ہو جانے والے (مظہری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۴۷) سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَدَنِيَّةٌ (۳۸)

۴۷ : ۱ = اَلَّذِيْنَ : اسم موصول جمع مذکر. كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ صلہ۔ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا۔
= وَصَدُّوْا واؤ عاطفہ ہے صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر بمعنی روکنا۔ اور صَدَّ کا مفعول محذوف ہے ای غَيْرَهُمْ اور دوسروں کو (خدا کے راستہ) روکا۔
= اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ ای اضلّ اللّٰه اعمالهم اَضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب اس نے برباد کردیا۔ اس نے گمراہ کر دیا۔ اس نے بہکایا۔ اَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَضَلَّ کا مفعول۔ اس (اللہ) نے ان کے اعمال کو برباد کردیا۔
اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا... مبتدا۔ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ خبر۔
۴۷ : ۲ = وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مبتدا۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ خبر۔ درمیانی جملہ مِنْ رَّبِّهِمْ معترضہ ہے وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ خبر ثانی۔
= مَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ میں مَا موصولہ ہے نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ اس کا صلہ (اور ایمان لائے اس پر) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔ یعنی قرآن:

فَائِدَہ : اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اگرچہ اس میں تمام وہ امور داخل ہیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے خاص طور پر اس شریعت پر جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی (بواسطہ قرآن) ایمان لانا لازم قرار دیا۔ اس سے شریعتِ محمدیہ پر ایمان لانے کی عظمت کا اظہار اور اس امر کی صراحت کرنی مقصود ہے کہ اس شریعت پر ایمان لانے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی اور اصل ایمان یہی ہے۔ تمام

ایمانیات اس میں داخل ہیں (مظہری)

== وَهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ۔ واؤ عاطفہ ہے هُوَ ای القرآن، اَلْحَقُّ ثابت، قائم واجب، لازم۔ جائز۔ باطل کی ضد ہے جیساکہ اوپر مذکور ہوا۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔

== كَفَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تکفیر (تفعیل) مصدر، بمعنی دور کرنا۔ معاف کرنا۔ ساقط کردینا۔ گناہ مٹا دینا۔ معاف کردینا۔ دوسرے مفعول پر عَنْ آتا ہے جیساکہ آیت ہذا میں۔ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ۔ ای کفر سیئاتھم عنھم۔ وہ ان کی برائیوں کو ان سے دور کردے گا عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر مفعول ثانی ہے سیئات مفعول اوّل۔

سَيِّاٰتِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی برائیاں۔ ان کے گناہ۔ سَيِّئَاتٌ جمع سَيِّئَةٌ

== اَصْلَحَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِصْلَاحٌ (افعال) مصدر اس نے اصلاح کی۔ (متعدی بطور فعل لازم بھی آتا ہے۔ بمعنی وہ سنور گیا۔ وہ نیک ہوگیا۔ جیسے ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ٥ (۶:۵۴) پھر اس کے بعد توبہ کرے اور نیک ہوجائے تو وہ بخشنے والا مہربان ہے) متعدی کی اور مثال۔ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ۔ (۲:۱۸۲) اور اگر کسی وصیت کرنے والے کی طرف سے (کسی وارث کی طرفداری یا حق تلفی کا اندیشہ ہو تو اگر وہ (وصیت کو بدل کر) وارثوں میں صلح کرا دے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔

== بَالَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر مفعول اَصْلَحَ کا۔ ان کا حال۔ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ۔ تو ان کے حالات درست رکھے گا دشمنوں پر فتح عنایت کریگا۔ گناہوں سے بچنے اور طاعتِ الٰہیہ کی توفیق عطا کرے گا۔

۴۷:۳ == ذٰلِكَ۔ یعنی کافروں کی گمراہی اور تکفیر اور مومنوں کی اصلاحِ احوال۔

== بِاَنَّ۔ میں ب تعلیلیہ ہے اَنَّ حرف تحقیق۔ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔

== الْبَاطِلَ جھوٹی بات، اَلْحَقَّ دینِ حق، یا اَلْبَاطِلُ سے مراد شیطان اور للحق سے قرآن ہے۔

== يَضْرِبُ اَمْثَالَهُمْ (اللہ) ان کی مثالیں بیان کرتا ہے۔ ان کے حالات بیان کرتا ہے

== يَضْرِبُ۔ مضارع واحد مذکر غائب ضَرْبٌ مصدر سے جس کے معنی مارنا۔ ضرب لگانا۔ اور بیان کرنا کے ہیں۔ بیان کرنے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا (۲:۲۶)

خدا اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان فرمائے،
۴:۴۷ = لَقِیْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، لِقَاءٌ لُقِیٌّ (باب سمع) مصدر۔ تم ملے۔ تم مقابل ہوئے۔ لِقَاءٌ کے معنی کسی کے سامنے آنے اور اسے پالینے کے ہیں اور ان دونوں معنی میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی بولا جاتا ہے اور کسی چیز کا حس اور بصیرت سے ادراک کر لینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ کُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْہُ ۔(۳:۱۴۳) اور تم موت (شہادت) کے آنے سے پہلے اس کی تمنا کیا کرتے تھے۔ یا آیت لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا۔ (۱۸:۶۲) ہمارے اس سفر سے ہم کو (سخت) تکان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ اس سفر سے ہم کو بہت تھکان ہو گئی ہے۔

فَاِذَا لَقِیْتُمْ: پس جب ملو۔ جب تم آمنے سامنے آؤ۔ جب تمہارا مقابلہ ہو۔
= اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ اسم موصول صلہ کے ساتھ مل کر مفعول لَقِیْتُمْ کا۔
= فَضَرْبَ الرِّقَابِ. ضَرْبَ مصدر مضاف، الرِّقَابِ جمع رَقَبَۃٌ کی گردنیں۔ مضاف الیہ۔ اصل میں عبارت تھی فَاضْرِبُوا الرِّقَابَ ضَرْبًا فعل کو حذف کر کے اس کی جگہ مصدر کو مضاف لایا گیا ہے اور اس کی اضافت مفعول (الرقاب) کی طرف کر دی گئی ہے۔ پھر جب تم کافروں سے بھڑ جاؤ (ان کے مقابلہ میں میدانِ کارزار میں آجاؤ) تو ان کی گردنیں اڑا دو۔
= حَتّٰی۔ انتہاء غایت کے لئے۔ یہاں تک کہ؛
= اَثْخَنْتُمُوْھُمْ۔ اَثْخَنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِثْخَانٌ (افعال) مصدر، واؤ اشباع ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تم ان کو خوب قتل کر چکے۔ تم ان کو خوب قتل کر چکو۔

ثَخُنَ الشَّیْءُ (باب کرم) کے معنی ہیں کسی چیز کا گاڑھا ہو جانا اس طرح کہ بہنے سے رک جائے۔ چنانچہ اسی سے بطور استعارہ کہا جاتا ہے اَثْخَنْتُہٗ ضَرْبًا وَ اِسْتِخْفَافًا میں نے اسے اتنا مارا پیٹا کہ وہ اپنے مقام سے حرکت نہ کر سکا۔ لہٰذا حَتّٰی اِذَا اَثْخَنْتُمُوْھُمْ یہاں تک کہ جب تم ان کو خوب قتل کر چکو تو......
اِذَا یہاں شرطیہ ہے فَشُدُّوا الْوَثَاقَ میں فَ جواب شرط کے لئے ہے بمعنی تب۔ شُدُّوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ شَدٌّ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ تم مضبوط باندھو

شِدَّةٌ کا استعمال مضبوط باندھنے کے لئے بھی ہوتا ہے اور بدن کے بارے میں بھی اور نفس کی قوتوں سے متعلق بھی اور عذاب کے واسطے بھی۔
اَلْوَثَاقَ اسم۔ بندھن۔ بندش، جکڑ، اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ (۸۹:۲۶) اور نہ کوئی ویسا جکڑ نا جکڑے گا۔ اور اسی مادہ وث ق سے اَلْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى (۲:۲۵۶) ایسا مضبوط عقد ایمان یا وسیلہ جو ناقابل شکست ہو اور اس کے ذریعے سے اللہ کی رضامندی حاصل ہو جائے۔
فَشُدُّوا الْوَثَاقَ۔ یعنی پھر قتل سے رُک جاؤ اور گرفتار کرلو۔ اور مضبوطی کے ساتھ باندھ لو تاکہ بھاگ نہ جائیں۔
= فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ۔ ف تعقیب کا ہے اِمَّا بمعنی اگر، یا، یہ اِنْ اور مَا۔ سے مرکب ہے اور مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی شک کے لئے۔ کبھی ابہام کے لئے کبھی اختیار دینے اور کبھی اباحت بتانے اور کبھی تفصیل بیان کرنے کے واسطے آتا ہے یہاں اختیار دینے اور اباحت بتانے کے لئے آیا ہے۔
مَنًّا مصدر ہے (باب نصر) احسان جتانا جیسے اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَاۤ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَاۤ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ۔ (۲:۲۶۲) جو لوگ اپنا مال خدا کے راستے میں خرچ کرتے ہیں پھر اس کے بعد نہ تو اس خرچ کا کسی پر احسان جتاتے ہیں اور نہ کسی کو تکلیف دیتے ہیں۔ ان کا صلہ ان کے پروردگار کے پاس (تیار) ہے۔
یا۔ مَنًّا بلا عوض قیدیوں کو آزاد کردینے کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں۔
بَعْدُ۔ پیچھے۔ بعد میں ظرف زمان ہے قَبْلُ کی ضد ہے۔ اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔ یا اس پر دو زیر ہوں گے جیسے بَعْدُ بَعْدًا مِنْ بَعْدُ۔ قرآن مجید میں بَعْدًا نہیں آیا ہے۔
فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ ای فَاِمَّا تَمُنُّوْنَ عَلَيْهِمْ مَنًّا بَعْدُ پس اس کے بعد یا تو قیدیوں کو بلا عوض آزاد کردو۔ اَوْ تُفَادُوْنَهُمْ فِدَاۤءً۔ یا ان کو فدیہ لیکر چھوڑ دو۔
= حَتّٰى حسب بالا، انتہا غایت کے لئے ہے اور یہاں فَشُدُّوا الْوَثَاقَ سے متعلق ہے۔
= تَضَعَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل حَتّٰى) واحد مونث غائب۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ حتیٰ کہ وہ رکھ دے، وہ ڈال دے۔ (اپنے ہتھیار)۔

== اَوْزَارَهَا۔ اَوْزَارٌ جمع ہے وِزْرٌ کی بمعنی ہتھیار، یہاں اَوْزَارٌ سے مراد ہتھیار ہیں۔ مجازاً گناہ کو بھی بوجھ کے معنوں میں لے لیتے ہیں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ ہے اَوْزَارٌ مضاف ہے مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے تَضَعُ کا اور بدیں وجہ اَوْزَارَ منصوب ہے۔

حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ ای اذا لقیتم الکفار فاضربوا اعناقہم حتی اذا اثخنتموھم قتلاً فاسروھم و شدوا الوثاق الی ان تضع الحرب اوزارھا۔ جب کفار سے تمہاری مڈبھیڑ ہوجائے تو ان کی گردنیں اڑادو حتیٰ کہ جب خوب خوب قتل کرچکو تو ان کے باقی ماندہ افراد کو اسیر (قیدی) بنالو اور مضبوطی سے جکڑلو۔ حتیٰ کہ لڑائی اپنے ہتھیار ڈال دے (یعنی دشمن ہتھیار ڈال دے اور لڑائی بند ہوجائے) اضواء البیان۔ الیسر التفاسیر، تفسیر حقانی۔

== ذٰلِكَ۔ خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای الامر ذٰلِكَ۔ یعنی ان کے متعلق حکم یہی ہے۔ یا اس سے قبل فعل محذوف ہے ای افعلوا بھم ذٰلِكَ یعنی ان (دشمنوں کے) ساتھ ایسا ہی کرو۔

== وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ جملہ شرط ہے لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ جواب شرط۔

لَانْتَصَرَ لام جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَصَرَ ماضی واحد مذکر غائب ہے اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی مدد طلب کرنا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس سے انتقام لینے یا اس کو سزا دینا ہے یا اس سے بدلہ لینا ہے یہاں بھی مؤخر الذکر معنی مراد ہیں یعنی اگر اللہ چاہتا تو کافروں سے (خود ہی) انتقام لے لیتا یعنی تمہارے جہاد کے بغیر ہی ان کو ہلاک کردیتا۔

== وَ لٰكِنْ واؤ عاطفہ ہے لٰكِنْ اگرچہ حرف عطف کا کام دیتا ہے لیکن جب اپنے ماقبل کے جملہ میں پیدا شدہ ابہام کو دور کرنے کے لئے آئے اور دوسرے جملہ کے ساتھ آئے تو استدراک کا فائدہ دیتا ہے پھر یہ عاطفہ نہ ہوگا۔ اگرچہ واؤ عاطفہ کے ساتھ آسکتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور۔

یا اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ (۴۳: ۷۶)

مؤلف لبسیط کا قول ہے:۔ جب لٰكِنْ واؤ کے ساتھ آئے۔ تو عطف کیلئے آتا ہے

توجملہ کا عطف جملہ پر ہوجاتا ہے مثلاً صورت مذکورہ میں۔

وَ لٰكِنْ کے بعد عبارت مقدرہ ہے ای ولکن امرکم بالقتال وشرعہ لکم لحکمۃ ھی ان یبلو بعضکم ببعض ای یختبرکم من یقاتل منکم ومن لا یقاتل والمؤمن یقتل فیدخل الجنۃ والکافر یقتل فیدخل النار۔

لیکن اس نے تم کو قتال کا حکم کیا اور اسے تمہارے لئے حکمت پر مبنی ایک قانون بنادیا۔ کہ تم میں سے بعض کو بعض کے ذریعہ آزمائے اور تمہارا امتحان لے کہ تم میں سے کون مقاتلہ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ مؤمن اس مقاتلہ میں مارا جائے تو جنت میں داخل کیا جائے گا۔ اور کافر مارا جائے تو واصل جہنم ہوگا:

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جملہ شرط اور اگلا جملہ جواب شرط ہے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے وہ (اللہ) ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

لَنْ يُّضِلَّ۔ مضارع منفی منصوب تاکید بلَنْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب اِضْلَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔ وہ ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔

اَعْمَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر لَنْ يُّضِلَّ کا مفعول۔ ان کے اعمال۔

۴۷ : ۵ = سَيَهْدِيْهِمْ س مضارع پر داخل ہوکر اسے مستقبل قریب کے لئے خاص کردیتا ہے يَهْدِيْ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے هِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب الذین قتلوا فی سبیل اللہ کی طرف راجع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ پر چلائے گا۔

وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ۔ واؤ عاطفہ يُصْلِحُ مضارع واحد مذکر غائب اِصْلَاحٌ (افعالٌ) مصدر۔ ان کی حالت درست کردیگا۔

۴۷ : ۶ = عَرَّفَهَا لَهُمْ۔ عَرَّفَ ماضی واحد مذکر غائب تَعْرِيْفٌ (تفعیلٌ) مصدر اس نے اس سے تعارف کرادیا۔ اس نے اس کی پہچان کرائی۔ اس نے اس کی تعریف کی۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کی طرف راجع ہے

امام راغب لکھتے ہیں کہ عَرَّفَهٗ کے معنی خوشبودار کرنے کے بھی آتے ہیں جنت کے بارے میں جو یہ ارشاد ہو رہا ہے عَرَّفَهَا لَهُمْ اس کے بھی یہی معنی ہیں کہ حق تعالیٰ نے جنت کو اہل جنت کے لئے خوشبودار اور مزین کردیا ہے:

فائدہ:۔ سَیَھْدِیْھِمْ۔ ان کو سیدھے راستے پر چلائے گا۔
اس میں اشکال پیدا ہوتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو اب کس بات کی ہدایت ہوگی؟ مختلف مفسرین نے مختلف طریقے پر اس کی تفسیر کی ہے۔
صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں!
اس کا جواب یہ ہے کہ:۔ ہاں ہوگی! منکرونکیر کے سوال وجواب کی۔ سعادت اور دار الخلد کے منازل طے کرکے حقیقی منزل تک پہنچنے کی، مدارک التنزیل میں بھی یہی آیا ہے؛
ضیاء القرآن میں ہے:۔
یعنی جنت اور رضائے الٰہی کی ذی شان منزل تک انہیں رسائی حاصل ہوجائے گی۔ راہ کی رکاوٹیں دور کردی جائیں گی۔ فاصلے سمٹ کر رہ جائیں گے۔
تفسیر الماجدی میں ہے:۔
سَیَھْدِیْھِمْ: یعنی ان کے منزل مقصود تک پہنچنے تک ہر قدم پر ان کی راہنمائی اور دستگیری ہوتی رہے گی۔
مولانا مودودی لکھتے ہیں۔
رہنمائی کرنے سے مراد ظاہر ہے کہ اس مقام پر جنت کی طرف رہنمائی کرنا ہے:
۴۷: ۷ == اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ: اِنْ شرطیہ ہے۔ تَنْصُرُوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) جمع مذکر حاضر، اَللّٰہَ مفعول فعل تَنْصُرُوْا کا۔
یَنْصُرْکُمْ جواب شرط۔ یَنْصُرْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔
اگر تم خدا کی مدد کروگے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا، یعنی اگر تم اللہ کے دین اور اس کے رسول کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تم کو تمہارے دشمنوں کے خلاف فتح دے گا اور دین ودنیا کے امور میں تمہاری مدد کرے گا۔
== وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ واؤ عاطفہ یُثَبِّتْ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَثْبِیْتٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ جمائے رکھیگا۔ ثابت قدم رکھیگا۔ اَقْدَامَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول یُثَبِّتْ کا۔ اور وہ تم کو ثابت قدم رکھے گا۔
۴۷: ۸ == وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ واؤ عاطفہ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ کَفَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔ اور جنہوں نے کفر کیا۔ اور جو کافر ہیں:۔

جملہ شرطیہ ہے۔
= فَتَعْسًا لَّهُمْ۔ فَ جواب شرط کے لئے تَعْسًا مصدر (باب فتح ضرب) سے آتا ہے (لغات القرآن - باب سمع سے آتا ہے۔ المفردات) بمعنی ہلاکت، خواری، گر پڑنا ٹھوکر لگنا۔ اصل میں اس کے معنی ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گرنا اور پھر اٹھ نہ سکنا کے ہیں۔
فَتَعْسًا لَّهُمْ - سو ان کے لئے ہلاکت ہے۔
مختلف علمار کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱:۔ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا۔ ان کے لئے اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔
۲:۔ ابو العالیہ نے ترجمہ کیا ہے سُقوط۔ یعنی مغلوبیت، گراوٹ۔
۳:۔ ضحاک نے کہا۔ ناکامی۔
۴:۔ ابن زید نے کہا پراگندگی۔
۵:۔ فراء نے کہا تَعْسًا مصدر ہے اور یہ جملہ دعائیہ ہے۔
۶:۔ بعض علمار نے کہا کہ اس کا معنیٰ ہے۔ دنیا میں ٹھوکر کھانا آخرت میں دوزخ میں گرنا
= وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔ اور وہ ان کے اعمال برباد کردے گا۔
۴۷:۹ = ذٰلِكَ: ای الضلال والتعس - یہ بربادی اور خواری۔
= بِاَنَّهُمْ میں بَ سببیہ ہے یہ (بربادی و خواری) اس لئے کہ انہوں نے .....
= كَرِهُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب كَرَاهَةٌ (باب سمع) مصدر۔ انہوں نے ناپسند کیا۔
= مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ - جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا۔ یعنی قرآن۔
= فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ۔ اَحْبَطَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحْبَاطٌ (افعالٌ) مصدر۔ اس نے اکارت کردیا (ان کے اعمال کو)
حبط اعمال کی تین اقسام ہیں۔
۱:۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے کام مثلاً حُسنِ معاشرت، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بالکل بے نتیجہ ہیں۔
۲:۔ انسان میں ایمان موجود ہے لیکن جو اعمالِ خیر سرانجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے۔
۳:۔ اعمالِ صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل اس کثرت سے گناہ کئے کہ اعمال صالحہ

بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلّہ بھاری رہا۔

۴۷: ۱۰ == اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ۔ اَ استفہام انکاری ہے فَ عاطفہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ ای: اقعدوا فی اماکنھم فلم یسیروا فی الارض۔ کیا وہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہے اور زمین میں (یا اپنے ملک میں) چلے پھرے نہیں ؟

لَمْ یَسِیْرُوْا مضارع نفی حجد بلم۔ جمع مذکر غائب ضمیر فاعل کا اہالیان مکہ کی طرف اشارہ ہے سَیْرٌ (باب ضرب) مصدر کیا وہ چلے پھرے نہیں ؟

== فَیَنْظُرُوْا۔ ای فلم ینظروا۔ اور کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ الجملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

== دَمَّرَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَدْمِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس نے اکھاڑ مارا اس نے ہلاکت ڈال دی۔ اس نے تباہی ڈال دی۔

== اَمْثَالُھَا۔ مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب عاقبۃ کے لئے ہے یا عقوبۃ عاقبۃ کے لئے۔

یعنی کافروں (مکہ کے کافروں کی) کی عاقبت بھی ایسی ہی ہوگی (کیونکہ کفر جو علت ہلاکت وبربادی ہے وہ ان میں اور ان میں مشترک ہے۔ اَمْثَالُھَا میں مشابہت صرف وقوع عذاب کے لحاظ سے ہے نہ کہ نوعیتِ عذاب کے لحاظ سے ہے۔ (الماجدی)

۴۷: ۱۱ == ذٰلِكَ: ای نصر المؤمنین وسوء عاقبۃ الکافرین۔ مسلمانوں کی فتحیابی اور کافروں کی زبوں حالی۔

== بِاَنَّ اللّٰہَ۔ بَ سببیت کی ہے اَنَّ حرف تحقیق ہے اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اَللّٰہُ اسم اَنَّ اور منصوب بوجہ عمل اَنَّ ہے۔ باقی جملہ خبر ہے اَنَّ کی۔

== مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ مَوْلٰى مضاف، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صلہ وموصول مل کر مضاف الیہ۔ ایمان والوں کا مولیٰ۔

مَوْلٰى اسم مفرد۔ مَوَالِیْ جمع، دوست، مددگار۔ کارساز۔ حمایتی، آقا۔ وَلْیٌ (حَسِبَ یَحْسَبُ) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر ہے اس کی جمع مَوَالِیْ ہے مَوْلٰى اسم فاعل واسم مفعول ہر دو طرح مستعمل ہے نیز ملاحظہ ہو ۴۴: ۴۱۔ متذکرۃ الصدر۔

ترجمہ ہوگا:۔

یہ اس لئے کہ جو مومن ہیں ان کا خدا کارساز ہے (اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں ہے۔)

۴۷: ۱۲ == یَتَمَتَّعُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب، تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ وہ فائدہ حاصل کرتے ہیں (دنیا میں) وہ مزے اڑا لیتے ہیں۔
== کَمَا: کَ حرف تشبیہ ہے اور مَا مصدریہ سے مرکب ہے۔ جیساکہ (کھاتے ہیں چوپائے)
== تَاْكُلُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب اَلْاَنْعَامُ چوپائے۔ مولیشی، بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ، مولیشی کو اس وقت تک اَنْعَامٌ نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ ان میں اونٹ شامل نہ ہوں۔ یہ نَعَمٌ کی جمع ہے۔
== مَثْوًى ظرف مکان ہے۔ مفرد۔ مَثَاوِیْ جمع۔ ٹھکانہ۔ دراز مدت تک ٹھہرنے کا مقام۔ قیام گاہ۔ فرودگاہ۔ ثَوٰی یَثْوِیْ ثَوَاءٌ، ثَوِیٌّ (باب ضرب) مصدر، ٹھہرنا۔ قیام کرنا۔ اترنا (قیام کے لئے)

۴۷: ۱۳ == وَ كَاَيِّنْ۔ واؤ عاطفہ ہے كَاَيِّنْ اصل میں كَاَيٍّ تھا۔ قرآنی اصطلاح میں تنوین کو بصورت نْ لکھا گیا۔ كَاَيِّنْ ہمیشہ خبری صورت میں مستعمل ہے، مبہم کثیر تعداد پر دلالت کرتا ہے۔ ابہام کو دور کرنے کے لئے اس کے لئے بطور تمیز کوئی لفظ مذکور ضرور ہوتا ہے عموماً تمیز لفظ مِنْ کے ساتھ آتا ہے۔ جیسے وَ كَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ (۳: ۱۴۶) اور بکثرت پیغمبروں کی معیت میں بہت سے اللہ والوں نے (کافروں سے) جہاد کیا۔ اس مثال میں كَاَيِّنْ نے کثیر تعداد کو ظاہر کیا۔ لیکن کس کی یہ بات مبہم تھی جب اس کے بعد مِنْ نَّبِيٍّ آیا۔ تو ابہام دور ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ وہ کثیر تعداد پیغمبروں کی تھی
كَاَيِّنْ ہمیشہ آغاز کلام میں آتا ہے۔ اس سے پہلے حرف جر نہیں آتا۔ اس کی خبر ہمیشہ مرکب ہوتی ہے مفرد کبھی نہیں ہوتی۔
قرآن مجید میں كَاَيِّنْ ہر جگہ بصورت خبر آیا ہے۔ بہت، بکثرت۔ نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶۔

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اور بہت سی بستیاں
هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ۔ هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب قَرْيَةٍ کی طرف راجع ہے اَشَدُّ اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ سخت تر، قوی تر، قُوَّةً اسم تمیز (از روئے قوت) قَرْيَتِكَ، تیری بستی، مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف الَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث اَخْرَجَتْكَ صلہ اپنے موصول کا، صلہ اور موصول مل کر،

صفت ہوئے اپنے موصوف کی۔ موصوف اور صفت مل کر مفضل علیہ۔
وہ بستیاں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے جس نے آپ کو نکال دیا تھا بڑھ چڑھ کر تھیں
قَرْيَةٍ سے مراد اہل قریہ ہیں۔ مضاف کو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ پر مضاف کے
احکام جاری کر دیئے گئے۔
اَلَّتِیْٓ اَخْرَجَتْكَ: اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث قَرْيَةٌ کے لئے آیا ہے
اور اسی بناء پر اَخْرَجَتْ ماضی واحد مؤنث غائب کا صیغہ استعمال ہوا ہے مراد یہاں
بستی کے رہنے والے ہیں جنہوں نے آپ کو وطن سے نکال دیا تھا۔
اَهْلَكْنٰهُمْ: اَهْلَكْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِهْلَاكٌ افعال مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول
جمع مذکر غائب۔ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا۔
فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ۔ نَاصِرَ منصوب بوجہ عمل لَا ہے، سو کوئی ان کا مددگار
نہ ہوا۔ یہاں بستیوں کی بجائے اہل بستی مذکور ہوئے ہیں۔ اس لئے جمع کا صیغہ استعمال
ہوا ہے۔
۴۷: ۱۴ = اَفَمَنْ كَانَ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے فَ کا عطف
جملہ مقدرہ پر ہے۔ مَنْ موصولہ ہے۔
= عَلٰى بَيِّنَةٍ۔ بينة۔ کھلی دلیل۔ واضح دلالت کو بیّنہ کہتے ہیں۔ خواہ دلالت
عقلی ہو یا محسوسہ۔ بَيِّنَاتٌ جمع ہے۔
= كَمَنْ کاف تشبیہ اور مَنْ موصولہ سے مرکب ہے اس شخص کی طرح جو کہ ....
= زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ سنوارا گیا
اسے مزین کیا گیا۔ وہ اچھا کر کے دکھلایا گیا۔
= سُوْٓءُ عَمَلِهٖ۔ سُوْٓءُ برائی۔ برا کام، گناہ۔ عیب۔ سَوْءٌ۔ سَاءَ
يَسُوْٓءُ (باب نصر) مصدر سے اسم ہے۔ مضاف، عَمَلِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر
مضاف الیہ۔ اس کے عملوں کی برائی۔ اس کی بداعمالی۔
= وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ۔ واؤ عاطفہ۔ اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔
انہوں نے اتباع کیا۔ انہوں نے پیروی کی۔ اَهْوَآءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر
مفعول اِتَّبَعُوْا کا۔ اَهْوَآءٌ جمع ہے هَوٰى کی۔ خواہشیں۔ اِتَّبَعُوْا اور ....
اَهْوَآءَهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب مَنْ کے معنی کے اعتبار سے استعمال کی گئی
ہے

مَنْ گو لفظاً واحد ہے لیکن معنیٰ یہاں بطور جمع مُراد ہے ؛

ترجمہ :۔ بھلا جو لوگ اپنے رب کے واضح راستے پر ہوں۔ کیا وہ اُن اشخاص کی طرح ہو سکتے ہیں جنہیں (شیطان کی طرف سے) ان کی بداعمالیاں اچھی کر کے دکھائی گئی ہوں اور جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی (الجواب : لَيْسُوْا سَوَاءً وَ لَا مُمَاثَلَةَ بَيْنَهُمَا اَبَدًا (وہ ہرگز یکساں نہیں ہو سکتے اور ان میں کبھی بھی مماثلت نہیں ہو سکتی)

۴۷ : ۱۵ = مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ۔ مبتداء فِيْهَا اَنْهٰرٌ ...
... وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ : خبر۔

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔ خبر جس کا مبتدا محذوف ہے ای اَمَنْ هُوَ فِيْ هٰذَا النَّعِيْمِ الْمُقِيْمِ الدَّآئِمِ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ۔

مَثَلُ الْجَنَّةِ مضاف مضاف الیہ۔ اس جنت کی مثال ۔ اگر مَثَلُ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ نہیں آیا۔ تو صرف آیت ۲ : ۲۱۴ میں مشبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے۔ باقی آیات میں مَثَلُ کا معنیٰ ہے صفت۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر مَثَلُ کا اطلاق اس حال یا صفت یا قصہ پر ہونے لگا جس میں کوئی عجیب نُدرت اور پُرشکوہ عظمت ہو مثلاً لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (۱۶ : ۶۰) اللہ کی عجیب شان عالی ہے۔ یا مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ ... (آیت زیر مطالعہ) جنت کی عجیب نادر حالت اور صفت" (لغات القرآن جلد پنجم صہ ۳۱۶)

اَلَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث، وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے) صلہ۔ موصول وصلہ مل کر اَلْجَنَّةِ کی صفت۔ یہ جملہ مُبتدا ہے

ترجمہ :۔ جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت (کیفیت) یہ ہے :

= فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔

= غَيْرِ اٰسِنٍ۔ اٰسِنٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ سخت بدبودار، اَسَنٌ وَ اُسُوْنٌ (باب ضرب ونصر) مصدر (پانی کا سڑا ہوا ہونا۔ بدبودار ہونا۔ غَيْرُ اٰسِنٍ۔ ایسا پانی جس کا مزہ اور بُو کبھی نہ بگڑے :

= لَمْ يَتَغَيَّرْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ مجزوم بوجہ عمل لَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب تَغَيُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ کبھی نہ بگڑے :

= لَذَّۃٍ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ یعنی لذیذ۔ اس کا مذکر لَذٌّ آتا ہے۔ یا یہ مصدر ہے اور مضاف محذوف ہے ای ذَاتَ لَذَّۃٍ (لذت والی۔ یا بطور مبالغہ لذیذ کو لذت فرما دیا۔ یعنی سراسر لذت ہی لذت، نہ اس کی بُو ناگوار ہوگی جیسے دنیوی شراب کی ہوتی ہے نہ نشہ اور خمار ہوگا۔ (تفسیر مظہری)

= شٰرِبِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ شَارِبٌ واحد۔ شُرْبٌ (باب سَمِعَ) مصدر پینے والے۔

= عَسَلٍ مُّصَفًّی۔ موصوف وصفت، نہایت صاف شہد جس میں نہ موم کی آمیزش ہوگی نہ کسی اور چیز کی۔

= وَلَهُمْ میں واؤ عاطفہ ہے۔

= كَمَنْ هُوَ: میں ك تشبیہ کا ہے مَنْ موصولہ ہے۔ كَمَنْ هُوَ میں مَنْ لفظ کے لحاظ سے مفرد ہے اس لئے هُوَ ضمیر مفرد راجع کر دی گئی ہے لیکن معنی کے لحاظ سے مَنْ جمع ہے اس لئے سُقُوْا کی ضمیر جمع لوٹائی گئی ہے۔

خَالِدٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ خُلُوْدٌ باب نصر۔ مصدر۔ ہمیشہ رہنے والا۔ سدا رہنے والا۔ کیا ایسے لوگ جو سدا رہنے والی نعمتوں میں رہنے والے ہیں ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔

= وَسُقُوْا۔ میں واؤ حالیہ ہے۔ اور عاطفہ بھی ہو سکتی ہے۔ سُقُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ ضمیر مفعول مالم یسم فاعلہ، جمع مذکر غائب ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنے والے ہوں گے۔ ان کو پلایا جائے گا۔

= مَآءً حَمِيْمًا۔ موصوف صفت مل کر مفعول ثانی فعل سُقُوْا کا۔ کھولتا ہوا پانی، حَمِيْمٌ سخت گرم پانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قریبی دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں کیونکہ اپنے دوست کی حمایت بہت جلدی گرمی پکڑتا ہے۔

= فَقَطَّعَ فَ عاطفہ ہے۔ قَطَّعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْطِيْعٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ ضمیر فاعل مَآءً کی طرف راجع ہے۔

= اَمْعَآءَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَمْعَاء جمع ہے مِعًی و مَعْیٌ کی۔ بمعنی آنتیں اَمْعَآءَ مفعول ہے قَطَّعَ کا۔ اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے جو کہ معنًی جمع ہے۔

= يَسْتَمِعُ : مضارع واحد مذکر غائب اِسْتِمَاعٌ (افتعال) مصدر۔ وہ سنتا ہے وہ کان لگاتا ہے۔ یہاں لفظی طور پر ضمیر واحد مذکر استعمال ہوئی ہے لیکن معنیٰ یہ جمع کے لئے ہے۔ جیسا کہ بعد کی عبارت سے ظاہر ہے مثلاً آگے چل کر ان کے لئے خَرَجُوْا اور قَالُوْا استعمال ہوا ہے۔

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

= اُوْتُوا الْعِلْمَ : صلہ۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب اِيْتَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو دیا گیا۔ اَلْعِلْمَ مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔

ترجمہ:۔ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ : تو پوچھتے ہیں اہل علم سے (ان سے جن کو علم دیا گیا)

= مَاذَا۔ مَا حرف استفہام ہے اور ذَا فصل کے لئے تاکہ مَا نافیہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو جائے۔ کیا چیز۔ کیا ہے۔

= قَالَ ۔ میں ضمیر فاعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ ای ماذا قال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

= اٰنِفًا۔ اَلْاَنْفُ کے اصل معنی ناک کے ہیں، مجازاً کسی شے کے سرے اور اس کے بلند تر حصہ کو بھی اَنْفٌ کہتے ہیں۔ چنانچہ پہاڑ کی چوٹی کو اَنْفُ الْجَبَلِ کہتے ہیں۔ حمیت و غضب اور عزت وذلت کو بھی انف کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جیسے کہ ایک شاعر نے کہا ہے:۔

اِذَا غَضِبَتْ تِلْكَ الْاُنُوْفُ لَمْ اُرْضِهَا۔
وَلَمْ اَطْلُبِ الْعُتْبٰى وَلٰكِنْ اَزِيْدُ هَا۔

اور جب وہ ناراض ہوں گے تو میں انہیں راضی نہیں کروں گا بلکہ ان کی ناراضگی کو اور بڑھاؤں گا۔

اور متکبر کے متعلق کہا جاتا ہے :۔ شَمَخَ فُلَانٌ بِاَنْفِهٖ۔ فلاں نے ناک چڑھائی اور رَغِبَ اَنْفُهٗ۔ وہ ذلیل ہوا۔

اِسْتَاْنَفْتُ الشَّيْءَ کے معنیٰ کسی شے کے سرے اور مبدا کو پکڑنے اور اس کا آغاز کرنے کے ہیں۔ اور اسی سے ارشاد ہے: مَاذَا قَالَ اٰنِفًا: انہوں نے ابھی ابھی (شروع میں) کیا کہا تھا (المفردات)

= اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ۔ یہ لوگ۔
= طَبَعَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے مہر لگادی۔ اس نے بند لگادیا۔ اس نے چھاپ ٹھپہ لگادیا۔ اس نے کندہ کردیا۔ طَبْعٌ (باب فتح) مصدر۔

فَائِدَہ: یہ ان کفار ومنافقین ومنکرین اہل کتاب کا ذکر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آکر بیٹھتے تھے اور آپ کے ارشادات یا قرآن مجید کی آیات سنتے تھے مگر چونکہ ان کا دل ان مضامین سے دور تھا جو آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوتا تھا اس لئے سب کچھ سن کر بھی وہ کچھ نہ سنتے تھے اور باہر نکل کر مسلمانوں سے پوچھتے تھے کہ ابھی ابھی آپ کیا فرما رہے تھے (تفہیم القرآن) یا وہ استہزائًا ایسے سوال کرتے تھے۔
۴۷:۱۷ = اِهْتَدَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ہدایت پائی۔ اِهْتَدَوْا کا لفظ جہاں قرآن مجید میں آیا ہے وہاں امور اخرویہ میں ہدایت پانا مراد ہے اِهْتِدَاءٌ کا استعمال کبھی ہدایت طلب کرنے یا اس کے لئے کوشش کرنے نیز کسی ہدایت یافتہ کی پیروی کرنے کے متعلق بھی ہوتا ہے۔ اس باب میں ہدایت حاصل کرنے کے لئے اپنے اختیار سے کوشش کرنا کے معنی پائے جاتے ہیں۔
اگرچہ لغت کے اعتبار سے ھُدًى اور ھدایۃ میں کوئی فرق نہیں مگر ھُدًى کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہدایت فرمانے کے لئے استعمال کیا ہے یعنی ہدایت کی جو نسبت اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے ہے اس کے لئے ھُدًى کا لفظ مخصوص ہے جیسے کہ قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ اِنَّ ھُدَى اللّٰهِ ھُوَ الْھُدٰى (۲:۱۲۰) فرمادیجئے کہ خداوند تعالیٰ کی ہدایت ہی (اصل) ہدایت ہے۔
= زَادَھُمْ: ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ اس نے زیادہ دیا۔ اس نے بڑھادیا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو زیادہ دیا۔ اس نے ان کو بڑھایا۔ اس نے ان کو مزید ہدایت بخشی۔
= وَاٰتٰھُمْ تَقْوٰھُمْ۔ اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق بخشی۔ یا توفیق دیتا ہے ھُمْ ضمیر مفعول ہے تَقْوٰھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا تقویٰ۔
۴۷:۱۸ = فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ۔ استفہام انکاری ہے اَلسَّاعَةَ سے مراد روز قیامت

ہے۔ بَغْتَۃً۔ اچانک۔ یکایک، مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو (۴۳: ۶۶)
پس کیا یہ لوگ قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان پر اچانک آجائے۔
= فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا۔ ف عاطفہ، قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے
اَشْرَاطُهَا مضاف مضاف الیہ اَشْرَاط جمع ہے اس کی واحد شَرْطٌ ہے جس کے معنی علامت کے ہیں۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلسَّاعَۃ کی طرف راجع ہے قیامت کی نشانیاں۔
الشرط وہ معین حکم جس کا وقوع کسی دوسرے امر پر معلق ہو اسے شرط کہتے ہیں وہ دوسرا امر اس کے لئے بمنزلہ علامت کے ہوتا ہے اس کی جمع شَرَائِط ہے۔
عربی میں شُرَطٌ پولیس کو بھی کہا جاتا ہے اس لئے کہ وہ بھی ایسی علامت لگا لیتے ہیں جس سے ان کی پہچان ہو سکتی ہے۔
فَقَدْ جَاءَتْ اَشْرَاطُهَا۔ سو بے شک اس کی نشانیاں (وقوع میں) آچکی ہیں۔ اشراط یا شرط کا استعمال قرآن مجید میں صرف اسی آیت میں ہوا ہے۔
= فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ۔ تقدیر کلام یوں ہے فَاَنّٰى لَهُمْ ذِكْرٰىهُمْ اِذَا جَاءَتْهُمْ۔ ذِكْرٰىهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔ اَنّٰى خبر مقدم۔ لَهُمْ متعلق خبر۔ جملہ اَنّٰى لَهُمْ ذِكْرٰىهُمْ جواب شرط ہے جو شرط سے مقدم آیا ہے۔ اِذَا جَاءَتْهُمْ جملہ شرط مؤخر۔
ترجمہ ہوگا: تو جب قیامت ان کے سامنے آکھڑی ہوئی تو ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔
(ترجمہ و نحو از تفسیر بیان القرآن)
یعنی اگر قیامت یک لخت آگئی تو ان کی توبہ کیا ہوگی؟ ان کو توبہ و استغفار کا تو موقعہ ہی نہ ملیگا۔ جب قیامت آہی گئی تو اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اور اس وقت توبہ و استغفار یاد خدا ان کو کچھ نفع نہ دے گا۔
ذِكْرٰى مصدر ہے ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) بمعنی ذکر، یاد کرنا۔ نصیحت پکڑنا نصیحت۔ ذِكْرٰى کثرت ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذِكْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے
۴۷: ۱۹ = فَاعْلَمْ۔ پس آپ جان رکھیں۔ یا۔ یقین رکھیں۔ (اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) فَ سببیہ ہے۔ یعنی جب آپ کو مومنوں کا خوش نصیب ہونا اور کافروں کا بدنصیب ہونا معلوم ہو گیا ہے تو آپ کو اللہ کی وحدانیت اور

نفس کی اصلاحِ احوال اور اعمال کا جو علم حاصل ہو گیا ہے اس پر جمے رہئے قیامت کے دن یہی علم آپ کے لئے مفید ہو گا۔
اِعْلَمْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ عِلْمٌ باب سمع مصدر۔ تو جان لے۔
= اِسْتَغْفِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ تو بخشش مانگ۔ تو معافی مانگ۔

فَائِدَہ: اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے معصوم تھے کسی گناہ کا ارتکاب آپ سے ممکن ہی نہ تھا لیکن بندہ کی عبادت اللہ رب العزت کی جلالت وعظمت کے مقابلہ میں بہر حال قاصر ہے (عبادت کا حق کون ادا کر سکتا ہے) اسی لئے حکم ہوا کہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے سے قاصر سمجھتے ہوئے استغفار کیجئے اور آپ کی امت کو بھی آپ کی پیروی کرنی چاہئے۔
= وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ۔ اور مؤمنوں کے لئے بھی اور مومنات کیلئے بھی۔ اَلْمُؤْمِنٰت کا عطف مؤمنین پر ہے: ای وللمؤمنٰت۔
= مُتَقَلَّبَكُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اسم ظرف مکان۔ تَقَلُّبٌ (تفعّلٌ) مصدر سے۔ گھومنے پھرنے کی جگہ۔ یعنی مشاغلِ دنیوی میں جہاں جہاں تم گھومتے پھرتے ہو
= مَثْوٰكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے ٹھہرنے کا مقام۔ مَثْوٰی اسم ظرف مکان مَثَاوِی جمع۔ ٹھکانا۔ مدت دراز تک ٹھہرنے کا مقام۔ فرودگاہ۔ ثَوٰی يَثْوِی (باب ضرب) ثَوَاءٌ ثَوِیٌّ۔ مصدر۔ متعدی بنفسہٖ بھی ہے ای ثوی المکان اور ثوی بالمکان۔ دونوں کا مطلب وہ اس جگہ ٹھہرا ہوگا۔
مطلب: مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰكُمْ کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تمام احوال کو جانتا ہے تمہاری کوئی حالت اس سے پوشیدہ نہیں اس لئے اس سے ڈرتے رہو
۴۷: ۲۰ = وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ۔ ای یقول المؤمنون الصادقون حرصًا علی الجہاد لما فیہ من الثواب الجزیل ھلا انزلت سورۃ یؤمر فیہا بالجہاد۔ اور جو سچے اور صادق ایمان والے ہیں وہ جہاد کے ثواب عظیم کے مدنظر دفورِ شوق سے کہتے ہیں کہ کوئی ایسی سورت کیوں نہیں نازل ہوئی جس میں صریحاً جہاد کا حکم دیا گیا ہو۔

لَوْلَا تحضیضیہ ہے اُبھارنے اکسانے کے لئے) نیز ملاحظہ ہو (۶: ۴۳)
= سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ : موصوف وصفت، محکمۃ اسم مفعول واحد مؤنث محکم کی گئی۔ مضبوط کی ہوئی۔ یعنی وہ آیت جو معنیٰ مراد پر صریح دلالت کرے۔ اِحْکَامٌ۔ (افعال) مصدر سے۔
= ذُكِرَ۔ ماضی مجہول۔ واحد مذکر غائب۔ ذکر کیا گیا ہو۔ ذِکْرٌ (باب نصر) مصدر۔
= فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سُوْرَةٌ ہے
= اَلْقِتَالُ: ذُكِرَ کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ ای الجہاد۔
ذکر فیہا القتال۔ ای امر فیہا بالجہاد جس میں جہاد کا حکم دیا گیا ہو
= الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ: موصول وصلہ مل کر رَاَيْتَ کا مفعول۔ تو دیکھے ایسے لوگوں کو جن کے دلوں میں مرض ہے۔ مَرَضٌ سے مراد ضعف فی الدین۔ ایمان کی کمزوری ہے۔ (نفاق کا مرض) ایسے ہی معنوں میں دوسری جگہ آیا ہے فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (۲: ۱۰) ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض تھا۔ پس خدا نے ان کا مرض اور زیادہ کر دیا۔ یہاں آیت زیر مطالعہ میں نفاق کا مرض مراد ہے۔
= يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ جملہ حالیہ ہے بایں حال کہ وہ تیری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو
اَلْمَغْشِيِّ اسم مفعول واحد مذکر۔ غَشْيٌ باب سمع مصدر۔ غُشِيَ عَلَيْهِ غَشْيًا بے ہوشی طاری ہونا۔ غشو مادہ (ناقص واوی)
المغشی بروزن مفعول اصل میں مَغْشُوْيٌ تھا ماضی غَشِيَ مضارع يَغْشٰى اسم فاعل (راضِيٌ کی تعلیل عرفی کے بعد رَاضٍ ہوا) کی موافقت سے واؤ کو یاء کیا یٰ کو یٰ میں مدغم کیا اور ماقبل کے ضمہ کو یٰ کی مناسبت سے کسرہ سے بدلا۔ مَغْشِيٌّ ہو گیا۔ ایسے ہی رَضْوٌ (ناقص واوی) باب سمع سے اسم مفعول مَرْضِيٌّ ہو گا
الْمَغْشِيِّ بے ہوش (جس پر بیہوشی طاری ہو۔
مِنَ الْمَوْتِ موت کی (غشی) موت کی (بیہوشی)
= فَاَوْلٰى لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ قف۔ یہاں وقف کی

مندرجہ ذیل علامات کو مدنظر رکھیں۔

ہ یہ وقفِ تام کی علامت ہے۔ یہاں بات پوری ہوجاتی ہے یہاں ٹھہرنا چاہئے۔

ج ۔ یہ وقفِ تام کی علامت ہ پر ج کی علامت ہے یہ وقف جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہر جائز ہے۔

قف۔ اس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کا ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

۱۔ بعض علماء نے ج پر وقف کیا ہے اس صورت میں جملہ فَاَوْلٰی لَهُمْ کا ربط سابقہ کلام سے ہے اس صورت میں فَاَوْلٰی لَهُمْ میں سببیہ ہے یعنی بسبب اس بات کے کہ جہاد کے وجوب میں جب کوئی آیت محکمہ نازل ہوئی تو منافقین جن کے دلوں میں نفاق کا مرض تھا ان پر موت کی سی غشی کا عالم طاری ہوگیا لہٰذا ایسے لوگوں کے لئے اَوْلٰی (ہلاکت، بربادی) ہے یہ وَیْلٌ (ہلاکت و بربادی) سے افعل التفضیل کا صیغہ بمعنی سخت بربادی، سخت ہلاکت) بنایا گیا ہے۔ پہلے وَیْلٌ میں قلب کیا گیا یعنی عین کلمہ کو لام کلمہ اور لام کلمہ کو عین کلمہ بنایا گیا۔ وَلْیٌ ہوگیا۔ پھر افعل کے وزن پر اولیٰ بنایا گیا۔

۲۔ لغات القرآن میں ہے:۔ اَوْلٰی زیادہ لائق، زیادہ مستحق، زیادہ قریب۔ ولی سے جس کے معنی پے درپے واقع ہونے کے ہیں۔ اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں اس کا استعمال ہوتا ہے اس کا صلہ جب لام واقع ہو تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے۔ اس صورت میں خرابی اور بربادی سے زیادہ قریب ہونے یا اس کے زیادہ مستحق ہونے کے ہوں گے۔

چنانچہ اصمعی نے اَوْلٰی لَهُمْ کا یہ معنی لکھا ہے کہ:۔ معناہ قاربہ مَا یُهْلِکُہٗ
یعنی اس کو ہلاک کرنے والی چیز قریب ہوگئی۔

ثعلب کہتے ہیں:۔ لَمْ یَقُلْ اَحَدٌ فِیْ اَوْلٰی اَحْسَنَ مِمَّا قَالَ الْاَصْمَعِیْ
یعنی اولیٰ کی تحقیق میں اصمعی کا قول نہایت پسندیدہ ہے۔

بربادی و ہلاکت کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی (۷۵:۳۴) تیرے لئے بربادی ہی بربادی ہے۔

۳۔ اگر وقف ج پر کیا جائے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ تو طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ

علیحدہ جملہ ہوگا۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں
۱:۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ : خبر ہے جس کا مبتدا محذوف ہے ای اَمْرُهُمْ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔ ان کو چاہیئے کہ فرمانبرداری کریں اور اچھی بات کہیں (تفسیر حقانی، بیضاوی) یہاں قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کو موصوف و صفت لیا گیا ہے۔
۲:۔ ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے۔
(طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مبتدا، مَعْرُوْفٌ خبر) بیان القرآن، الماجدی، المظہری)
۳:۔ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ خَيْرٌ لَّهُمْ : طاعۃ وقول معروف مبتدا۔ خَيْرٌ لَّهُمْ خبر۔ فرمانبرداری کرنا اور اچھی بات کہنا ان کے لئے بہتر تھا۔
(کشاف، مدارک)
۴:۔ اگر وقف قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ (قف) پر کیا جائے تو عبارت ہوگی۔
فَاَوْلٰى لَهُمْ طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ۔
اس صورت میں بھی مختلف اقوال ہیں:۔
۱:۔ اَوْلٰى بمعنی اَحَقّ وَاَلْيَق۔ یعنی زیادہ مناسب و زیادہ صحیح۔ اس صورت میں طَاعَةٌ مبتدا مؤخر ہوگا۔ اور یہ خبر مقدم۔ ای الطاعۃ اولی لہم و الیق بہم یعنی اطاعت ان کے لئے زیادہ مناسب تھی۔ (ضیاء القرآن)
۲:۔ اَوْلٰى۔ افعل التفضیل، مبتدا۔ و (لہم) صلتہ و اللام بمعنی الباء و (طاعۃ) خبر کانہ قیل: اولی بہم من النظر الیک نظر المغشی علیہ من الموت طاعۃ وقول معروف۔ (روح المعانی) آپ کی طرف ایسے آدمی کی نظر سے دیکھنا جس پر موت کی غشی طاری ہو رہی ہو اس سے اطاعت اور قول معروف بہتر تھا۔ یعنی یہ ان کے لئے بہتر تھا کہ وہ ایسے حکم کی اطاعت کرتے اور اس کے حق میں اچھے کلمات منہ سے نکالتے۔
۴۷: ۲۱ = طَاعَةٌ وَّقَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ اوپر ملاحظہ ہو۔
= فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ۔ پھر جب بات پکی ہوگئی۔ یعنی جب کفار سے جہاد کی ٹھن گئی۔
عَزَمَ ماضی واحد مذکر غائب عَزْمٌ (باب ضرب) مصدر سے ہے۔ بطور فعل لازم استعمال ہوا ہے۔ لیکن عَلٰى کے صلہ کے ساتھ بمعنی کسی کام کا پختہ ارادہ کرنا۔

فعل متعدی آتا ہے۔

= اِذَا۔ جب، اس وقت، ناگہاں، ظرفِ زمان ہے، زمانۂ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ اور کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (۶۲: ۱۱) اور جب انہوں نے سودا بکتا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو منتشر ہو کر اس کی طرف چل دیئے۔

اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کیلئے آتا ہے جیسے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى۔ (۵۳: ۱) قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔

اِذَا اکثر و بیشتر تو شرط ہی ہوتا ہے مگر مفاجات یعنی کسی چیز کے اچانک پیش آجانے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ جیسے فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى (۲۰: ۲۰) اور وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ جملہ شرط ہے اس کا جواب فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ جواب شرط ہے۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے (یعنی جہاد کی انتہائی رغبت کا جو انہوں نے اظہار کیا اگر وہ اس میں سچے ثابت ہوتے) تو ان کے لئے بہتر تھا۔ [اس کی مثال: اذا جاء الشتاء فلو جئتنی لکسوتك۔

بعض کے نزدیک شرط کی جزا محذوف ہے اور تقدیر کلام یوں ہے فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ كَرِهُوْا۔ جب جہاد کی بات پکی ہو گئی (یعنی جب جہاد فرض ہو گیا اس کی تیاریاں شروع ہو گئیں اور مقابلہ و مقاتلہ کی بات ٹھن گئی) تو وہ حکم جہاد کو ناگوار سمجھنے لگے۔ اس صورت میں فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ۔ علیحدہ کلام ہے فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ جملہ شرط ہے اور لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ جواب شرط ہے۔ اگر وہ اللہ سے سچے رہتے (یعنی رغبتِ جہاد کو سچ کر دکھاتے) تو ان کے لئے یہ الصدق (سچ کر دکھانا) بہتر ہوتا۔

صَدَقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ صِدْقٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ انہوں نے سچ کر دکھایا (اگر وہ) سچ کر دکھاتے۔

۴۷: ۲۲ = فَهَلْ عَسَيْتُمْ خطاب اَلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ سے ہے غائب سے حاضر کی طرف التفات، تشدید و توبیخ کے لئے ہے کہ تمہارے دلوں میں

جو نفاق کا مرض ہے اس کی وجہ سے نہ صرف تم اللہ سے بلند بانگ دعووں میں سچے ثابت نہ ہوسکے بلکہ تم سے اس سے پست تر کردار کا اندیشہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر تم الٹے منہ پھر گئے یا تم لوگوں کے حاکم بن گئے تو زمین میں فساد برپا کر دو گے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کے گلے کاٹو گے! (تفہیم القرآن)

ھَلْ حرف استفہامیہ ہے۔ عَسٰی بمعنی عنقریب ہے، شتاب ہے، ممکن ہے توقع ہے، اندیشہ ہے۔ کھٹکا ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں عَسٰی فعل جامد ہے غیر منصرف ہے اس کی گردان نہیں آتی (قرآن مجید میں عَسٰی صیغہ واحد مذکر غائب و عَسَیْتُمْ صیغہ جمع مذکر حاضر استعمال ہوا ہے اور بس)

اور اسی بنا پر ایک جماعت کا دعویٰ ہے کہ یہ حرف ہے اس کے معنی پسندیدہ بات میں "اُمید" کے اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں۔ اور یہ دونوں معنی اس آیت میں جمع ہیں۔ عَسٰٓی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱۶) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں۔ اور خدشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔

ابن فارس کا بیان ہے کہ عَسٰی قرب اور نزدیکی کے لئے آتا ہے جیسے کہ:۔ قُلْ عَسٰٓی اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ (۲۷: ۷۲) تو کہہ کیا بعید ہے جو تمہاری پیٹھ پر پہنچ چکی ہو۔

اور کسائی نے کہا ہے کہ ہر وہ جگہ جہاں قرآن مجید میں عَسٰی خبر کے لئے آیا ہے بصیغہ واحد آیا ہے جیسا کہ آیت سابقہ میں اور اس کے معنی ہوں گے عسی الامر ان یکون کذا (یعنی توقع ہے کہ معاملہ یوں ہو) اور جہاں استفہام کے لئے آیا ہے بصیغہ جمع ہوتا ہے، جیسے فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (آیت زیر مطالعہ) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے۔ (مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم)

عَسَيْتُمْ: توقع ہے اندیشہ ہے۔ قاضی شوکانی لکھتے ہیں:۔

کہ اس پر حرف استفہام (یعنی ھَلْ) کو امر متوقع کے ثبوت کے لئے داخل کیا ہے یعنی یہ بتلانا ہے کہ یہ بات ہو کر رہے گی۔

فَهَلْ عَسَيْتُمْ۔ پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے کہ۔ یا تم سے متوقع ہے کہ....

(عَسَیْتُمْ اہل حجاز کی لغت کے مطابق ہے ورنہ بنی تمیم ضمیر کو عسٰی کے ساتھ نہیں ملاتے)
اس کی خبر اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ ہے۔ شرط اِنْ تَوَلَّیْتُمْ جملہ معترضہ ہے ما بین عسٰی اور اَنْ تُفْسِدُوْا کے۔
= تَوَلَّیْتُمْ ماضی صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ و ل ی مادہ کے حروف سے باب تفعل سے مندرجہ ذیل معانی میں آتا ہے۔
۱۔ دوستی کرنا۔ رفیق ہونا۔ جیسے کُتِبَ عَلَیْہِ اَنَّہٗ مَنْ تَوَلَّاہُ فَاَنَّہٗ یُضِلُّہٗ (۲۲:۴) جس کے بارہ میں لکھ دیا گیا ہے کہ جو بھی اسے دوست رکھے گا تو وہ اس کو گمراہ کر دے گا۔
۲۔ منہ پھیرنا۔ پیٹھ پھیرنا۔ اعراض کرنا۔ جیسے وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا (۹:۷۴) اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو خدا ان کو دکھ دینے والا عذاب دے گا۔
اس معنی میں یہ اکثر عَنْ کے صلہ کے ساتھ متعدی ہوگا۔ عَنْ خواہ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو۔
۳۔ متولی ہونا۔ حاکم ہونا۔ والی ہونا۔ جیسے فَھَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ۔ (آیت ہذا زیر مطالعہ ۴۷:۲۲) پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے یا تم سے متوقع ہے کہ اگر تم حاکم ہو جاؤ تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔
اور اگر عَنْ مقدر مانا جائے تو ترجمہ ہوگا۔
پھر تم سے یہ بھی اندیشہ ہے یا تم سے متوقع ہے کہ اگر تم (اسلام سے) منہ موڑ گئے یا پھر گئے تو ملک میں خرابی کرنے لگو۔
= اَنْ تُفْسِدُوْا: اَنْ مصدریہ ہے کہ تم (دنیا میں یا ملک میں) فساد مچاؤ۔
= وَتُقَطِّعُوْا اَرْحَامَکُمْ۔ واؤ عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ اَنْ تُفْسِدُوْا پر ہے۔ اس آیت میں خطاب اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ سے ہے یہ التفات ضمائر زجر و توبیخ کی تاکید کے لئے ہے۔
تُقَطِّعُوْا مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے گر گیا۔ تَقْطِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ تم کاٹو گے۔ تم توڑو گے۔ تم پارہ پارہ کرو گے۔ تم ٹکڑے ٹکڑے کرو گے۔ اَرْحَامَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے تُقَطِّعُوْا کا۔ تمہارے قرابت دار۔ تمہاری قرابتیں۔ اَرْحَام رِحْمٌ کی جمع ہے۔ رِحْم عورت کے پیٹ کی

وہ جگہ ہے جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے مجازاً قرابت کے معنی میں مستعمل ہے کیونکہ اہل قرابت بالواسطہ یا بلاواسطہ ایک ہی رحم سے پیدا ہوتے ہیں۔

۴۷: ۲۳ = اُولٰٓئِكَ۔ مذکرہ بالا مخاطبین کی طرف اشارہ ہے۔ التفات ضمائر غصہ ونفرت کے اظہار کے لئے ہے درجۂ خطاب سے گراوٹ کے طور پر حاضر کے بجائے غائب کی ضمیر کا استعمال کیا گیا ہے۔ مبتدا ہے اور اگلا اَلَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ اس کی خبر ہے یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے۔

= فَاَصَمَّهُمْ: ف عاطفہ اَصَمَّ ماضی واحد مذکر غائب اِصْمَامٌ (افعال) مصدر اس نے بہرہ کر دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جو اُولٰٓئِكَ کی طرف راجع ہے پھر اس نے ان کو بہرہ کر دیا (کہ حق کی بات نہیں سن سکتے۔

= وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ واؤ عاطفہ اَعْمٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِعْمَاءٌ (افعال) مصدر جس کے معنی نابینا کر دینے کے ہیں۔ یہاں چشم بصیرت کا کھود دینا مراد ہے اَبْصَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اَعْمٰى کا مفعول۔ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا (کہ چشم حقیقت بیں سے محروم ہو گئے)

فَائِدَہ: وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے لے کر آیت وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ

آیت ۲۳ تک خطاب ایک ہی گروہ سے ہے لیکن ان کی نیت اور اعمال وافعال کے پیش نظر ان کو کبھی صیغہ غائب سے یاد کیا ہے کبھی حاضر سے یہ التفات ضمائر حسب حال ان کے اعمال وافعال کے ہے۔

اولاً عام بات ہو رہی تھی اور فرمایا کہ اہل ایمان کہتے ہیں کہ کوئی نئی سورت جہاد کے بارے میں کیوں نازل نہیں ہوئی جس میں صریحاً جہاد کا حکم ہو کیونکہ مسلمان کفار کی زیادتی سے تنگ آگئے تھے۔ اور ان کے جور وستم کے سلسلہ میں اینٹ کا جواب پتھر کی صورت میں ان کو دینے کا حکم نہ تھا۔ اس لئے وہ حکم الٰہی کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے کہ جہاد کا حکم ہو تو اپنے تن، من، دھن کی قربانی دے کر دنیا و آخرت کی نعمتیں لوٹیں۔ ان میں سے ایک گروہ ایسا تھا جو کہ ان کے دل منافقت کی مرض میں مبتلا تھے ظاہراً وہ مومنین صادقین سے بھی بڑھ چڑھ کر اپنے شوق جہاد کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ تو جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم صریح الفاظ میں آہی گیا تو اہل ایمان نے شکر الٰہی بجالایا۔ لیکن منافقین کی حالت

دیکھنے کے لائق تھی ان کے حواس باختہ اور اوسان خطا ہو گئے یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان پر موت کی غشی کا عالم طاری ہے :

ان کی اس زبوں حالی اور بزدلی کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے غائب کے صیغہ سے حاضر میں التفات کر کے ان کو خطاب کر کے کہا۔ بزدلو! یہ ہے تمہارے بلند بانگ دعووں کی حقیقت تمہارا وہ جوش وخروش کدھر گیا۔ تمہاری وہ بڑھکیں کیا ہو گئیں تم تو ایسے ناقابل اعتبار اور جھوٹے ہو کر تمہاری کسی بات پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا۔ تم سے کیا بعید ہے کہ اگر تمہیں کل کو حاکم بنا دیا جائے تو بجائے عدل و انصاف کے تم زمین میں فساد برپا کر دو۔ اور اپنوں ہی کے گلے کاٹنے لگو۔ یہ خطاب صیغہ حاضر میں ان منافقین کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حقارت اور ان سے ناپسندیدگی کے اظہار کے لئے کیا گیا اور ان کی زجر و توبیخ کے لئے اظہارِ نفرت کے بعد سلسلۂ کلام پر پہلے کی طرح صیغہ غائب میں شروع کر دیا گیا۔ کہ یہ منافق لوگ ایسے ہیں کہ ان کی نیتوں، اعمال و افعال اور گفتار و کردار کی حقیقت کے مدنظر اللہ تعالیٰ نے ان پر لعنت کی ان کی آنکھوں کو نورِ بصیرت سے محروم کر دیا اور ان کے کانوں کو آوازِ حق سننے سے عاری کر دیا کہ اپنے اعمال کی پاداش میں وہ ان نعمتوں سے استفادہ ہی نہ کر سکیں۔

۴۷: ۲۴ = اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ : أ ہمزہ استفہامیہ فَ کا عطف جملہ محذوف پر ہے لَا یَتَدَبَّرُوْنَ مضارع منفی صیغہ جمع مذکر غائب تَدَبُّرٌ تَفَعُّلٌ مصدر اَلْقُرْاٰنَ اسم مفعول واحد مذکر۔ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ (یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، قرآن کے اندر جو نصیحتیں ہیں اور تنبیہات ہیں۔ ان کو تلاش نہیں کرتے۔ اگر تفحص اور تلاش سے کام لیتے تو حق ان پر واضح ہو جاتا۔ یہ استفہام انکاری توبیخی ہے۔ (تفسیر المظہری)

= اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا۔ اَمْ حرفِ عطف بمعنی یا ہے یعنی کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کرتے ہیں مگر ان کے دلوں پر قفل لگنے سے کچھ سمجھ نہیں پاتے۔

یا اَمْ بمعنی بَلْ ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہو گا:

یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے نہ صرف یہ بلکہ مزید برآں ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا : کی تشریح میں صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں

یہ استعارہ بالکنایہ ہے قلب کو خزانے سے تشبیہ دی اور ہر خزانہ کا مقفل ہونا لازم نہیں تو مناسب ضرور ہے مشبہ بہ کی مناسبات کو مشبہ کے لئے ثابت کیا ہے پھر اقفال کی قلوب کی طرف اضافت کی گئی ہے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ دلوں پر جو قفل پڑے ہیں وہ یہ مستعمل قفل نہیں ہیں بلکہ غیر معمولی تالے ہیں جو قلوب کے مناسب ہیں (یعنی غفلت کے تالے ہیں لوہے پیتل وغیرہ کے نہیں)

گویا بصورت کنایہ بات بتائی کہ ان کے اندر استعداد ہی نہیں ہے ان کے دل نصیحت پذیری کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اگر بالفرض قرآن میں یہ غور بھی کریں تب بھی سمجھ نہیں پائیں گے۔"

۴۷ : ۲۵ == اِرْتَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِرْتِدَادٌ (افتعال) مصدر۔ جس کے معنی جس راستہ سے آیا اسی راستہ سے واپس جانے کے ہیں۔ وہ لوٹ گئے۔ وہ اُلٹے پھرے۔

== اَدْبَارِهِمْ مضاف مضاف الیہ اَدْبَارٌ جمع دُبُرٌ واحد۔ ان کی پیٹھیں دُبُر، پیٹھ، پشت، پچھلا حصہ۔ اِرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ وہ پیٹھ دے کر پھر گئے۔ انہوں نے راہِ ارتداد اختیار کیا۔

== تَبَيَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَبَيُّنٌ (تفعّل) مصدر جس کے معنی ظاہر ہونے اور واضح ہو جانے کے ہیں۔

بیان کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔

ایک تو خود دلالتِ حال۔ کہ صورت بہ بیں حالت مپرس:

دوسرے آزمائش کے ذریعہ کسی چیز کا کھلنا اور واضح ہو جانا۔ خواہ آزمائش بذریعہ نطق ہو یا کنایۃً یا اشارۃً۔

== سَوَّلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيْلٌ (تفعیل) مصدر جس کے معنی نفس کا اس چیز کو کہ جس پر وہ حریص ہے مزین کرنا اور بُری کو اچھی شکل میں پیش کرنے کے ہیں۔ سَوَّلَ لَهُ الشَّيْطٰنُ۔ ای اغواہ وزین لہ وسھل لہ ان یفعل الشئ۔ شیطان نے اس کو گمراہ کیا اور اس کو مزین کر کے دکھایا۔ اور کسی کام کا کرنا سہل کر دیا۔ سَوَّلَتْ لَهُ نَفْسُهُ كَذَا: اس کے نفس نے اس کو مزین کر دیا اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ

لِيْ نَفْسِيْ (۲۰: ۹۶) اور مجھے میرے جی نے (اس کام کو) اچھا بنایا تھا ل)
== وَ اَمْلٰى لَهُمْ: واؤ عاطفہ اَمْلٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب اِمْلَاءٌ (افعال
مصدر۔ جس کے معنی مہلت دینے کے ہیں۔ ڈھیل دینے اور لمبی امیدیں دلانے کے
ہیں۔ اور اس نے ان کو لمبی لمبی امیدیں دلائیں۔ اجھوٹی امیدوں کے خوشنما قلعے کھڑے
کر دیئے) اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا (۲۲: ۴۸)
اور بہت سی بستیاں ہیں کہ میں ان کو مہلت دیتا رہا۔
۴۷: ۲۶ == ذٰلِكَ: ارتداد جس کے متعلق اوپر مذکور ہوا۔ اس کی طرف اشارہ ہے
نہ ہی املار اور نہ ہی تسویل کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے کیونکہ اگلا آنے والا قول ان دونوں
میں سے کسی کا بھی سبب نہیں بن سکتا۔

یہ مبتدا ہے اور اگلا جملہ خبر۔
== بِاَنَّهُمْ میں بار سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر
غائب۔ قَالُوْا کا فاعل منافقین ہیں جو مرتد ہو گئے تھے۔
مطلب یہ کہ اس ارتداد کی وجہ یہ ہے کہ یہ منافقین لوگ (یعنی مرتدین) کہتے ہیں
== لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ۔ الذین اسم موصول اور اگلا جملہ اس کا
صلہ۔ مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سے مراد القرآن ہے مطلب یہ ہے کہ یہ منافقین مرتدین ان لوگوں
سے جن پر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ناگوار گذرتا ہے۔ کہتے ہیں
(ان کارہین سے مراد یہودیوں کے قبائل بنو قریظہ اور بنو نظیر ہیں جو یہ جانتے ہوئے بھی
کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برحق نازل ہوا ہے،،
حسد کی آگ میں جل رہے تھے کہ یہ کلام ربانی ان میں سے کسی ایک پر کیوں نازل نہیں ہوا)
== سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ یہ مقولہ ہے مرتدین کا۔ سَ مضارع
قریب کے لئے ہے۔ نُطِيْعُ مضارع جمع متکلم اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر
== فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ۔ بعض باتوں میں مثلاً جنگ کی صورت میں مسلمانوں
کے ساتھ عدم تعاون وغیرہ۔ اس کی تشریح ارشاد الٰہی سے ہوتی ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى
الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ
الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا
وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ (۵۹: ۱۱) کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا۔

جو اپنے کافر بھائیوں سے جو اہل کتاب ہیں کہا کرتے ہیں کہ اگر تم جلا وطن کئے گئے تو ہم بھی تمہارے ساتھ چل نکلیں گے اور تمہارے بارے میں کبھی کسی کا کہا نہ مانیں گے اور اگر جنگ ہوئی تو تمہاری مدد کریں گے۔

= وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ۔ واؤ عاطفہ اِسْرَارَهُمْ مضاف مضاف الیہ اِسْرَارٌ بروزن افعال مصدر ہے بمعنی چھپانا۔ سرگوشیاں کرنا۔ کوئی بات چھپاکر کرنا۔ اور اللہ ان کے خفیہ باتیں کرنے کو جانتا ہے، انہوں نے سَنُطِیْعُكُمْ فِیْ بَعْضِ الْاَمْرِ خفیہ طور پر کہا لیکن اللہ ان کی خفیہ باتوں کو جانتا ہے اور اس نے اسے فاش کردیا۔

الکشاف میں ہے قالوا ذٰلك سِرًّا فیما بینهم فافشاه الله علیهم انہوں نے یہ بات خفیہ طور پر ایک دوسرے سے کہی اللہ نے اسے ان پر راز کو فاش کردیا۔

۴۷ : ۲۷ = فَكَیْفَ۔ فَ ترتیب کا ہے کیف حرف استفہام۔ یہ استفہام تعجبی ہے پس تعجب ہے ان کا کیا حال ہوگا اور بچنے کی یہ کیا تدبیر کریں گے، ای کیف حالهم اوحیلتهم۔ فکیف خبر ہے جس کا مبتدار محذوف حالهم ہے۔

= اِذَا۔ جب۔ اسوقت۔ ظرف زمان ہے۔

= تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ تَوَفَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اس نے اٹھایا اس نے قبض کیا۔ تَوَفِّیْ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس (فرشتوں کی جماعت) نے ان کو اٹھالیا۔ یا ان کی جانیں قبض کرلیں۔

فَكَیْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ پس کیا حال ہوگا ان کا جس وقت فرشتے ان کی جانیں قبض کریں گے۔

= یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ، (درآں حالیکہ) وہ ان کو ان کے چہروں اور پشتوں پر ضربیں لگا رہے ہوں گے۔ جملہ اَلْمَلٰٓئِكَةُ سے حال ہے۔

۴۷ : ۲۸ = ذٰلِكَ یہ مارپٹائی۔ یہ درگت۔

= بِاَنَّهُمْ ب سببیہ ہے

= مَا موصولہ ہے اَسْخَطَ اللّٰهَ اَسْخَطَ ماضی واحد مذکر غائب اِسْخَاطٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی غصہ دلانے اور بیزار کرنے کے ہیں۔

ان کی یہ مار پٹائی اس لئے ہوگی کہ انہوں نے دنیا میں اس امر کی پیروی کی جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث بنا تھا۔

== کَرِھُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب کَرَاھَۃٌ مصدر (باب سمع) انہوں نے ناپسند کیا انہوں نے بُرا سمجھا۔ انہوں نے کراہت کی۔

رِضْوَانَہٗ مضاف مضاف الیہ اس کی رضامندی کو۔ اس کی خوشنودی کو۔

رضوانٌ۔ رَضِیَ یَرْضٰی (باب سمع) کا مصدر ہے

المفردات میں ہے۔ رَضِیَ (س) رَضًا راضی ہونا۔ واضح رہے کہ بندے کا اللہ تعالیٰ سے راضی ہونا یہ ہے کہ جو قضائے الٰہی سے اس پر وارد ہو وہ اُسے خوشی سے برداشت کرے اور اللہ تعالیٰ کے بندے پر راضی ہونے کے معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ اسے اپنے اوامر بجالانے والا اور منہیات سے رکنے والا پائے۔

اَلرِّضْوَانُ۔ رضائے کثیر یعنی نہایت خوشنودی کو کہتے ہیں چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے اس لئے قرآن پاک میں خاص کر رضائے الٰہی کے لئے رضوان کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

رِضْوَانَہٗ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

== فَاَحْبَطَ اَعْمَالَھُمْ۔ فَ ترتیب کے لئے ہے اَحْبَطَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْبَاطٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے اکارت کر دیا۔

حَبْطِ عمل کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ ایمان نہ ہونے کے باعث دنیا کے تمام اچھے اعمال مثلاً حُسنِ مُعاشرت، پاکیزہ اخلاق وغیرہ آخرت میں بے نتیجہ ہیں۔

۲۔ انسان میں ایمان موجود ہے۔ لیکن اعمالِ خیر جو اس نے سرانجام دیئے وہ لوجہ اللہ نہیں تھے اس لئے اکارت ہوئے۔

۳۔ اعمال صالحہ تو موجود ہیں لیکن اس کے مقابل گناہ اس کثرت سے کئے کہ اعمالِ صالحہ بے اثر ہو کر رہ گئے اور گناہوں کا پلّہ بھاری ہو گیا۔

۴۷ : ۲۹ == اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ۔ میں اَمْ منقطعہ ہے کلام سابق سے اعراض پر دلالت کر رہا ہے۔ اور استفہام انکاری ہے مَرَضٌ سے مراد نفاق ہے۔ کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں۔

== اَنْ لَّنْ یُّخْرِجَ اللّٰہُ اَضْغَانَھُمْ: اَنْ مصدریہ ہے لَنْ یُّخْرِجَ مضارع منفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب اَضْغَانَھُمْ مضاف مضاف الیہ۔
اَضْغَانٌ جمع ہے ضِغْنٌ کی بمعنی سخت کینہ اور دل کی خفگی۔ چھپا ہوا کینہ، الاضغان (باب افعال) کپڑا یا اسلحہ وغیرہ پہن کر اس میں مستور ہو جانا۔
ترجمہ: کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوشیدہ عداوتوں کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔ (ان کے دلوں کے اندر کے چھپے ہوئے کینہ کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا)

۴۷: ۳۰ == لَاَرَیْنٰکَھُمْ: لام تاکید کے لئے ہے اَرَیْنَا ماضی جمع متکلم اِرَاءَۃٌ (افعال) بمعنی دکھانا کَ ضمیر واحد مذکر حاضر مفعول اوّل۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول ثانی، ہم ان لوگوں کو آپ کو دکھاویں (یعنی اگر ہم چاہیں تو آپ کو ان لوگوں سے اچھی طرح آگاہ کر دیں اور ان کی مفصل واقفیت مہیا کر دیں۔ تاکہ آپ ان کے نشانات وعلامات سے ان کو پہچان جائیں۔

== فَلَعَرَفْتَھُمْ۔ فَ ترتیب کا ہے۔ لام تاکید کا۔ عَرَفْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تو پہچان لے۔ تو جان لے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، اُن کو۔

== بِسِیْمٰھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی۔ سِیْمَا کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واو کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہو گیا۔ پھر واوٗ ساکن اور ما قبل مکسور ہونے کی وجہ سے واوٗ کو ی کیا۔ سِیْمٰی ہو گیا۔ پھر علامات اور نشانات سے آپ ان کو پہچان لیں۔

== وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ۔ واوٗ عاطفہ لام تاکید کا ہے تَعْرِفَنَّ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تاکید با نون ثقیلہ۔ مَعْرِفَۃٌ (باب ضرب) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول۔ جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور پہچان لے گا۔

لَحْنِ الْقَوْلِ مضاف مضاف الیہ، لحن اسم مفرد۔ لہجہ۔ انداز آواز۔
ایک حدیث میں ہے۔ اِقْرَءُوا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ، قرآن کو عربی لہجہ میں پڑھا کرو
لَحْنٌ ولَحَنٌ ولُحُوْنٌ و لَحَانَۃٌ اعراب میں غلطی کرنا لَحَنَ فِیْ کَلَامِہٖ۔
(باب فتح) کلام میں اعرابی غلطی کی۔ غلط بولا۔ اور باب فتح ہی سے لَحَنَ فِیْ قِرَاءَتِہٖ اس نے گا کر پڑھا۔ اس نے گفتگو میں تعریض کی، یعنی ایسی گفتگو کی کہ الفاظ بظاہر کسی دوسرے معنی پر دلالت کر رہے ہوں اور مراد کچھ اور ہو۔

تصریح چھوڑ کر بطور تعریض کلام کرنا اکثر ادباء کے نزدیک فنِ بلاغت کے لحاظ سے مستحسن اور کلام کی خوبیوں میں شمار ہوتا ہے۔ شاعر نے کہا ہے!

وَخَیْرُ الْحَدِیْثِ مَا کَانَ لَحْنًا

(بہتر کلام وہ ہے جو تعریض میں ہو)

اَلْحَنَ النَّاسِ گانے اور پڑھنے میں سب سے فوق۔ اور اَلْحَنُ کا مطلب زیادہ واقف اور ہوشیار بھی ہے۔

اور حدیث پاک میں آیا ہے لَعَلَّ اَحَدُکُمْ اَلْحَنُ بِحُجَّتِہٖ شاید تم میں سے بعض آدمی دلیل پیش کرنا زیادہ جانتے ہوں۔

آیت ہذا میں لہجہ اور انداز کلام مراد ہے (از لغات القرآن و المفردات)

= وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اَعْمَالَکُمْ۔ اور اللہ جانتا ہے تمہارے اعمال کو (اور ان نیتوں کو ان اعمال کے پیچھے کارفرما ہیں)

= وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ: واؤ عاطفہ لام تاکید کے لئے نَبْلُوَنَّ مضارع معروف تاکید بانون ثقیلہ۔ صیغہ جمع متکلم بَلَاءٌ مصدر باب نصر۔ ہم ضرور آزمائیں گے۔ ہم ضرور جانچ کریں گے تمہاری کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ (تمہاری)

= نَعْلَمَ۔ مضارع منصوب بوجہ عملِ حَتّٰی۔ جمع متکلم۔ تاکہ ہم جان لیں۔

حَتّٰی نَعْلَمَ کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں:۔

یعنی جس طرح وجود سے پہلے ہم کو معلوم تھا کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح امتحان کے بعد ہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ یا نَعْلَمَ کا معنی ہے نُمَیِّزَ، یعنی ہم چھانٹ دیں۔ الگ الگ کردیں۔ (علم سبب ہے اور تمیز یعنی الگ الگ کر دینا اس کا نتیجہ۔ سبب بول کر اس کی جگہ مسبب یعنی نتیجہ مراد لیا ہے)

= اَخْبَارَکُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہاری خبریں۔ تمہارے احوال۔ تمہارے صحیح احوال نَبْلُوَا ہم تمہارے صحیح احوال کی جانچ کریں یا نَبْلُوَ بمعنی نُظْہِرَ۔ ہم تمہارے احوال کو ظاہر کردیں۔

فَائِدَہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم قبل از وجود ویسا ہی ہے جیسا کہ وجود کے بعد۔ لیکن جو علم قبل الوجود ہے اس پر احکام مرتب نہیں ہوتے اور امتحان کے بعد جو علم

ہوتا ہے وہ حادث بھی ہے اور اس پر احکام بھی مرتب ہوتے ہیں۔

= صَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وصُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر انہوں نے روکا۔ صُدُوْدٌ (فعل لازم) رکنا۔ روگردانی کرنا۔ منہ موڑنا۔ صَدٌّ (فعل متعدی)

= شَاقُّوْا: ماضی جمع مذکر غائب۔ شِقَاقٌ وَمُشَاقَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔

= الرَّسُوْلَ، مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے رسول کی مخالفت کی۔ وہ رسول کے مخالف ہوئے۔ ش ق ق مادہ۔

= مِنْ بَعْدِ مَا۔ مِنْ حرف جار، مَا موصولہ۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔

= تَبَیَّنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَبَیُّنٌ (تفعل) مصدر بمعنی ظاہر ہونا واضح ہونا اَلْھُدٰی اسم ومصدر ہدایت، انبیاء۔ اللہ کی کتابیں، صحیفے، دلائل فطریہ۔ براہین عقلیہ، ایمان یہ سب بجائے خود ہدایت بھی ہیں اور ہادی بھی۔ یہ فعل تبین کا فاعل ہے۔ بعد اس کے کہ کھل چکی ان پر راہِ ہدایت۔

= لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ۔ لَنْ یَّضُرُّوْا مضارع منصوب نفی تاکید بَلَنْ۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ اَللّٰہَ مفعول۔ یہ سب یعنی کفر کرنے والے۔ راہ ہدایت سے روکنے والے، اور رسول کی مخالفت کرنے والے، اللہ کا ہرگز کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

یَضُرُّوْا ضَرٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ بمعنی نقصان پہنچانا۔ ضرر پہنچانا۔

= وَسَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ: واؤ عاطفہ س مستقبل قریب کے لئے۔

یُحْبِطُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اِحْبَاطٌ (افعال) مصدر وہ باطل کردے گا۔ وہ بیکار کردے گا۔ وہ ضائع کردے گا۔

اَعْمَالَھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ مل کر یُحْبِطُ کا مفعول۔ ان کے اعمال کو،

۴۷: ۳۳ = لَا تُبْطِلُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِبْطَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم ضائع نہ کرو۔ تم باطل نہ کرو۔

۴۷: ۳۴ = وَھُمْ کُفَّارٌ: جملہ حالیہ ہے۔ دراں حالیکہ وہ کافر ہی تھے۔ یعنی بحالت کفر۔

= فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لَھُمْ۔ فَ عاطفہ ترتیب کے لئے ہے، لَنْ یَّغْفِرَ مضارع منفی (منصوب) تاکید بلن۔ تو اللہ ان کو ہرگز نہ بخشے گا۔

۴۷: ۳۵ = فَلَا تَھِنُوْا۔ ف عاطفہ۔ لَا تَھِنُوْا: فعل نہی جمع مذکر حاضر وَھْنٌ

(باب ضرب) مصدر، بمعنی سستی کرنا۔ کمزور ہونا۔ بودا ہوجانا۔ تم بودے نہ ہوجاؤ۔ تم بزدل نہ بنو۔

== وَتَدْعُوا اِلَى السَّلْمِ۔ اَلسَّلْمِ۔ صلح۔ اسم ہے، مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور نہ صلح کے لئے پکارو۔ یعنی صلح کی استدعا مت کرو۔

اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای وَلَا تَدْعُوا اِلَى السَّلْمِ۔

== وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے۔ اَلْاَعْلَوْنَ غالب۔ بلند مرتبہ۔ اَعْلٰی کی جمع ہے۔ اصل میں اَعْلَیُوْنَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح۔ یَ کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین الفَ اور واؤ کی وجہ سے الف کو حذف کر دیا گیا۔ فتحہ کو باقی رکھا گیا۔ تاکہ وہ حذف الف پر دلالت کرے۔ (لغات القرآن)

جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔ حالانکہ تم ہی غالب ہوگے،

== وَلَنْ يَّتِرَكُمْ واؤ عاطفہ۔ لَنْ يَّتِرَكُمْ مضارع منفی منصوب تاکید بلن۔ صیغہ واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل کا مرجع اللہ ہے) وَتْرٌ باب ضرب) مصدر بمعنی کم کرنا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ ہرگز تمہارے اعمال (کے اجر میں) کمی نہیں کرے گا۔

اَلْوَتْرُ اَلْوِتْرُ اَلتِّرَةُ کے معنی کینہ کے ہیں۔ اور وَتَرْتُهٗ (باب ضرب) ہے جس کے معنی ہیں کسی کو تکلیف پہنچانا یا اس کا حق کم کرنا۔

اَلتَّوَاتُرُ کسی چیز کا یکے بعد دیگرے متواتر آنا۔ جَآءُوْا تَتْرًا۔ (وہ یکے بعد دیگرے کچھ وقفے کے بعد آئے۔

قرآن مجید میں ہے ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا (۲۳:۴۴) پھر ہم پے درپے پیغمبر بھیجتے رہے۔

اضواءُ البیان میں ہے:۔

(وَلَنْ يَّتِرَكُمْ: اصلہ من الوتر وھو الفرد۔ فاصل قولہ: لن یترکم لن یفردکم و یجردکم من اعمالکم بل یوفیکم ایاھا۔

اس کی اصل الوتر سے ہے یعنی فرد (ایک فرد) ارشاد الٰہی لن یترکم سے مراد ہے کہ وہ تمہیں اکیلا نہیں چھوڑے گا اور تمہیں تمہارے اعمال (کے اجر سے) خالی ہاتھ نہیں رکھیگا۔ بلکہ ان کا پورا پورا اجر عطا کرے گا۔

۴۷: ۳۶ == اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق۔ سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے

اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عملِ لفظی سے روک دیتا ہے۔
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الحیوٰۃ الدنیا موصوف وصفت مل کر اِنَّ کا اسم۔
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ خبر اول، ثانی اِنَّ کی۔
اِنَّ کے عمل کی وجہ سے الحیوٰۃ پر نصب ہونے چاہئے تھی لیکن مَا کافہ کی وجہ سے اِنَّ کے عمل لفظی کو روک دیا گیا ہے۔
لَعِبٌ اس مادہ کی اصل لُعَابٌ ہے جس کے معنی منہ سے بہنے والی رال کے ہیں اور لَعَبَ يَلْعَبُ لَعْبًا (باب فتح) کے معنی لعاب بہنے کے ہیں لیکن لَعِبَ (باب سمع) سے فُلَانٌ يَلْعَبُ۔ لَعِبٌ کے معنی بغیر صحیح مقصد کے کوئی کام کرنے کے ہیں۔ چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ (۲۹: ۶۴) اور یہ دنیا کی زندگی تو صرف کھیل اور تماشا ہے اس طرح آیت ہذا اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ کا ترجمہ ہوگا۔
تحقیق یہ دنیا کی زندگی بے مقصد محض کھیل اور تماشا ہے۔
= لَهْوٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے یہ لَهَوْتُ بِكَذَا او لَهَيْتُ عَنْ كَذَا سے اسم ہے جس کے معنی ہیں کسی مقصد سے ہٹ کر بے سود کام میں لگ جانے کے ہیں۔ پھر ہر وہ چیز جس سے کچھ لذت اور فائدہ حاصل ہو اُسے بھی لہو کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا (۲۱: ۱۷) اگر ہم چاہتے کہ کھیل بنائیں تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔
محاورہ ہے اَلْهَاهُ كَذَا یعنی اسے فلاں نے اہم کام سے مشغول رکھا۔ اور قرآن مجید میں ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ (۱۰۲: ۱) لوگو تم کو کثرتِ مال وجاہ واولاد کی خواہش نے غافل کر دیا ہے۔
= وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے۔ یہ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ جواب شرط ہے۔ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا۔ اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ گے۔ وَتَتَّقُوْا فعل مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) جمع مذکر حاضر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ اور اگر تم پرہیزگار رہو یعنی اللہ کے احکام کی تعمیل کرتے رہو اور ممنوعات سے بچتے رہو۔

ـــ یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ : اُجُوْرَکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یُؤْتِ کا۔ اُجُوْرٌ جمع اَجْرٌ کی۔ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان اور تقویٰ کا اجر آخرت میں عطا فرمائے گا۔

ـــ وَلَا یَسْئَلْکُمْ اَمْوَالَکُمْ : جملہ کا عطف جملہ سابقہ یُؤْتِکُمْ اُجُوْرَکُمْ پر ہے اور اَمْوَالَکُمْ میں اضافتِ استغراقی ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ صدقات وخیرات کی شکل میں تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔

صاحب تفسیر مظہریؒ رقمطراز ہیں :۔

اللہ تم سے سارا مال طلب نہیں کرے گا۔ بلکہ ایک حقیر قلیل حصہ (یعنی چالیسواں حصہ) بلکہ اس سے بھی کم حصہ طلب کرے گا جیسے ۱۲۰ بکریوں میں سے صرف ایک بکری۔ لہٰذا تم کو غم نہیں کرنا چاہئے۔ ابن عیینہ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ رفتارِ آیت بھی اسی مطلب کی مؤید ہے کیونکہ ایمان وتقویٰ کی ترغیب اور دنیوی زندگی کی مذمت سے بیوقوفوں کے دماغ میں یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اپنے راستہ میں ہمارا سارا مال صرف کرانا چاہتا ہے۔ اس خیال کو دور کرنے کے لئے فرمایا۔ اللہ تمہارا سارا مال طلب نہیں کریگا

۴۷ : ۳۷ ـــ اِنْ یَّسْئَلْکُمُوْھَا۔ جملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ یَسْئَلْ مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) ، واحد مذکر غائب۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر واؤ اشباع کا ہے ھَا ضمیر مفعول ثانی واحد مؤنث غائب جو اموال کی طرف راجع ہے اگر وہ تم سے اُسے (یعنی مال کو) طلب کرے۔

ـــ فَیُحْفِکُمْ : فَ عاطفہ ہے یُحْفِ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ مقدرہ۔ واحد مذکر غائب اِحْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ ح ف و مادہ۔

یُحْفِ اصل میں یُحْفِیْ تھا۔ اِنْ کے عمل سے فَ ساکن ہو گیا۔ یَ اجتماع ساکنین سے گر گئی۔ یَ کی رعایت سے فَ کو کسرہ دیا گیا۔ یُحْفِ ہو گیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ پھر تم کو مانگنے پر تنگ کرے ۔ تم سے مانگنے پر اصرار کرے۔ تم سے مانگنے میں زیادتی کرے۔

اِحْفَاءٌ کسی کام میں زیادتی کرنا۔ مثلاً اَحْفٰی شَارِبَہٗ۔ اس نے اپنی لبوں کے بال بہت زیادہ تراشے۔ اور اَحْفَی السُّؤَالَ اس نے بار بار سوال کیا۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔ اصل میں یہ (یعنی اِحْفَاءٌ) اَحْفَیْتُ الدَّابَّۃَ

سے ہے جس کے معنی گھوڑے یا اونٹ کو زیادہ چلا کر اس کے سُم یا پاؤں کو گھسا ہوا کر دینے کے ہیں "

اَلْحَفِیُّ۔ نیکوکار۔ نہایت مہربان۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا (۱۹: ۴۷) بیشک وہ مجھ پر نہایت مہربان ہے۔

اور اَلْحَفِیُّ بمعنی کسی چیز کا اچھی طرح جاننے والا بھی ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے۔

يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا (۷: ۱۸۷) یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو "

= تَبْخَلُوْا جواب شرط ہے اِنْ يَّسْئَلْكُمُوْهَا جملہ شرطیہ ہے مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تَبْخَلُوْنَ تھا نون عامل کی وجہ سے حذف ہو گیا۔

تم بخل کرنے لگو۔ تم کنجوسی کرنے لگو گے۔ مال و متاع کو اس جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے اس کا نام بخل ہے یہ جُود کے بالمقابل ہے۔

بخل کی دو قسمیں ہیں۔

ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا اور دوسرے غیر کو بھی خرچ کرنے سے روک دینا یہ اور بھی قابل مذمت ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ (۴: ۳۷) جو لوگ کہ خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بخل کا حکم دیتے ہیں۔ (اس میں دونوں قسم کا بخل مذکور ہے)۔ آیت کا ترجمہ ہو گا:۔

اگر وہ تم سے تمہارے (سارے) مال طلب کرے اور اس پر سختی سے اصرار کرے تو تم بخل کرنے لگو۔ تم کنجوسی کرو گے۔

= وَيُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ واؤ عاطفہ، يُخْرِجْ کی ضمیر فاعل اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے وہ نکال دیتا ہے۔ وہ ظاہر کر دیتا ہے یا کر دے گا۔ يُخْرِجْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے

اَضْغَانَكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول يُخْرِجْ کا۔ اور (یوں) وہ ظاہر کر دے تمہاری ناگواریوں کو۔

اَضْغَانٌ جمع ضِغْنٌ کی ہے۔ صاحب تاج العروس اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

قَدْ ضَغِنَ اِلَیْہِ مَالَ وَ اشْتَاقَ وَ حَقَدَ ۔ اس لفظ کے تین معنی ہیں۔ کسی چیز کی طرف مائل ہونا۔ کسی چیز کا شوق دل میں پیدا ہونا۔ اور کینہ و بغض ''

اس آیت میں اگر روئے سخن منافقین کی طرف ہو تو پھر اس کا معنی ہوگا کہ تمہارے دلوں میں اسلام کے بارے میں جو بغض و عناد ہے جسے تم بڑی مہارت سے چھپائے ہوئے ہو وہ ظاہر ہو جائے گا۔

اور اگر اس سے مراد اہل ایمان ہیں تو پھر اس سے مراد محبت ہوگی کیونکہ ہر شخص صدیق اکبر نہیں ہوا کرتا کہ اپنے محبوب کریم کے اشارۂ ابرو پر اپنے گھر کا سارا اثاثہ اٹھا کر لے آئے اور اس کے قدموں پر ڈھیر کر دے۔ بعض لوگوں کو مال سے محبت ہوتی ہے۔ وہ کسی حد تک قربانی کے لئے آمادہ ہوتے ہیں لیکن اگر انہیں سارا مال خرچ کرنے کا حکم دیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو بعض لوگ دولت سے اپنے اس لگاؤ کو چھپا نہیں سکتے۔

ضغن کے یہ متعدد معانی ہیں، محل اور موقع کی مناسبت سے اس کا معنی متعین کیا جائے گا۔ (ضیاء القرآن)

۴۷ : ۳۸ == ھَاَنْتُمْ ھٰٓؤُلَآءِ۔ ھَا حرف تنبیہ ہے اَنْتُمْ مبتدا اور ھٰٓؤُلَآءِ خبر ہے ھَا تنبیہ کو مکرر تاکید کے لئے لایا گیا ہے دیکھو تم وہ لوگ ہو

== تُدْعَوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر دُعَآءٌ (باب نصر) مصدر تم پکارے جاتے ہو، تم بلائے جاتے ہو یا بلائے جاؤ گے۔

== لِتُنْفِقُوْا۔ لام تعلیل کے لئے ہے تُنْفِقُوْا مضارع منصوب (بوجہ لام تعلیل) جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ کہ تم (اپنے مال) خرچ کرو۔

== فَمِنْکُمْ مَنْ یَّبْخَلُ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اور مَنْ موصولہ۔ یَبْخَلُ اس کا صلہ۔ پس تم میں سے بعض وہ ہیں جو بخل کرنے لگتے ہیں (یعنی فرض کردہ مصارف از قسم زکوٰۃ وغیرہ میں بھی بخل کرتے ہیں)

== یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ۔ ای یَبْخَلُ عَلٰی نَفْسِہٖ۔ بَخِلَ یَبْخَلُ (باب سمع) فعل لازم۔ بخیل ہونا، کنجوس ہونا۔ بَخِلَ عَلَیْہِ، بَخِلَ عَنْہُ کسی سے بخل کرنا۔ (متعدی)

ترجمہ:۔ جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ اپنی جان سے بخل کر رہا ہوتا ہے۔

مَنْ یَّبْخَلُ جملہ شرط اور فَاِنَّمَا یَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِہٖ جوابِ شرط۔

== وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْـتُمُ الْفُقَرَآءُ اور اللہ تعالیٰ تو غنی ہے (کسی کا محتاج نہیں) بلکہ تم (اس کے) محتاج ہو۔ وہ غنی ہے اسے اپنی ذات کے لئے کچھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ اپنی راہ میں کچھ خرچ کرنے کے لئے تم سے کہتا ہے تو وہ اپنے لئے نہیں بلکہ تمہاری ہی بھلائی کے لئے کہتا ہے۔

== وَاِنْ تَتَوَلَّوْا۔ واو عاطفہ ہے اس جملہ کا عطف وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا پر ہے اِنْ شرطیہ ہے تَتَوَلَّوْا مضارع مجزوم (بوجہ عمل اِنْ) جمع مذکر حاضر ہے، تَوَلِّيٌ (تفعّل) مصدر۔ تتولوا اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہوگیا تَوَلِّيٌ کا تعدیہ جب بنفسہٖ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی رکھنے، امداد کرنے اور دوسرے کا کام سرانجام دینے کے ہوتے ہیں اور جب اس کا تعدیہ بواسطہ عَنْ ہوتا ہے خواہ لفظاً ہو یا تقدیراً تو روگردانی کرنے، منہ پھیرنے اور دور ہونے کے آتے ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (۶۰:۱۳)

اے مومنو! ان لوگوں سے دوستی نہ کرو جن سے خدا تعالیٰ غصہ ہوا ہے، میں تعدیہ بنفسہٖ ہے۔ اس لئے یہاں دوستی اور امداد کرنے کے معنی ہوں گے، اور باقی تین جگہ جہاں یہ صیغہ آیا ہے تعدیہ بذریعہ عَنْ ہے جو لفظوں میں مذکور نہیں ہے۔ مقدر اور پوشیدہ ہے

اِنْ تَتَوَلَّوْا جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ يَسْتَبْدِلْ ...... جواب شرط ہے

== يَسْتَبْدِلْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط واحد مذکر غائب۔ استبدالٌ (استفعال) مصدر وہ تمہاری جگہ لے آئیگا۔ تمہارے عوض بنا دیگا۔

ترجمہ:۔ وہ تمہارے عوض دوسری قوم لے آئیگا۔

== ثُمَّ۔ یہ ماقبل کے مرتبہ سے بُعد کے لئے آیا ہے للتراخی في الرتبۃ۔

ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔ (یعنی وہ ایمان وتقویٰ سے روگردانی کرنے والے نہ ہوں گے۔ بلکہ ان کی طرف رغبت رکھنے والے ہوں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۴۸) سُوۡرَۃُ الۡفَتۡحِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۱۱)

۴۸ : ۱ = اِنَّا ۔ بےشک ہم ۔ حرف مشبہ بالفعل ہے ۔ اِنَّ اور ضمیر جمع متکلم نَا سے مرکب ہے ۔ تحقیق ہم ۔

= فَتَحۡنَا : ماضی جمع متکلم فَتۡحٌ (باب فتح) مصدر ۔ ہم نے کھولا ۔ ہم نے فتح دی اَلۡفَتۡحُ کے معنی کسی چیز سے بندش اور پیچیدگی کو زائل کرنے کے ہیں اور یہ ازالہ دو قسم پر ہے ۔

(۱) جس کا آنکھ سے ادراک ہو سکے ۔ جیسے فَتَحَ الۡبَابَ : اس نے دروازہ کھولا اور جیسے فَلَمَّا فَتَحُوۡا مَتَاعَهُمۡ (۱۲ : ۶۵) اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا ۔

(۲) جس کا ادراک بصیرت سے ہو ۔ جیسے فَتَحَ الۡهَمَّ (یعنی ازالہ غم) اس کی بھی چند قسمیں ہیں ۔

(ا) ایک وہ جس کا تعلق دنیوی زندگی سے ہو ۔ جیسے مال وغیرہ دے کر غم و اندوہ اور فقر و فاقہ و احتیاج کو زائل کرنا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُكِّرُوۡا بِهٖ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِمۡ اَبۡوَابَ كُلِّ شَیۡءٍ (۶ : ۴۴) پھر جب انہوں نے اس نصیحت کو جوان کو دی گئی تھی فراموش کر دیا ۔ تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے ۔ یعنی ہر چیز کی فراوانی کر دی ۔

(ب) علوم و معارف کے دروازے کھولنا ۔ جیسا کہ آیۂ زیر مطالعہ کہ بعض نے کہا ہے یہ فتح مکہ اور صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے ۔ اور بعض نے کہا کہ نہیں بلکہ اس سے علوم و معارف اور ان ہدایات کے دروازے کھولنا مراد ہے جو کہ ثواب اور

مقاماتِ محمودہ تک پہنچنے کا ذریعہ بنتے ہیں ۔
الفتح کا استعمال اور کئی معانی میں آتا ہے۔ یہاں اتنا ہی کافی ہے ۔
== فَتْحًا مُّبِيْنًا : موصوف وصفت مل کر فتحنا کا مفعول ۔ ایک ظاہر اور کھلی وصریح فتح ۔

۴۸ : ۲ == لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ۔ تاکہ اللہ آپ کو معاف کر دے۔
صاحب تفسیر مظہری اس کی شرح میں لکھتے ہیں ۔

" لِيَغْفِرَ ۔ یہ فتح کی علت غائی (یعنی نتیجہ اور مقصد) ہے ۔ کافروں سے جہاد شرک کو مٹانے اور دین کو بلند کرنے کی کوشش ، ناقص نفوس کو شروع میں زور اور قوت کے ساتھ کامل بنانا ۔ (یعنی کافروں پر بزور مسلمانوں کا غالب آنا) تاکہ آئندہ آہستہ آہستہ اختیار کے ساتھ درجۂ کمال تک پہنچ سکیں اور کمزور مسلمانوں کو ظالموں کے ہاتھوں سے رہا کرانا ۔ ان تمام امور کا نتیجہ اور غایت مغفرت ہی ہے ۔

بعض علماء کے نزدیک لِيَغْفِرَ کا لام (غایت کے لئے نہیں ہے بلکہ) لامِ کَیْ ہے جس کا ترجمہ ہے تاکہ ۔ مطلب یہ ہوگا کہ آپ کے لئے مغفرت کے ساتھ تکمیل نعمت اور فتح ہو جائے ۔

بعض کے نزدیک فَاشْكُرْ فعل محذوف ہے اور لِيَغْفِرَ کا تعلق اسی سے ہے یا فَاسْتَغْفِرْ محذوف ہے اور لام کا اسی سے تعلق ہے "

== مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ۔ مَا موصولہ تَقَدَّمَ اس کا صلہ تَقَدَّمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ۔ جو پہلے گذر چکا ۔ تَقَدُّمٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر جس کے معنی اصل میں تو قدم بڑھانے کے ہیں اور اسی اعتبار سے آگے بڑھنے اور پہلے ہونے اور سابق میں گذرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے

== وَمَا تَاَخَّرَ مَا موصولہ ۔ تَاَخَّرَ ۔ اس کا صلہ ۔ تَاَخُّرٌ (تفعل) مصدر سے واحد مذکر غائب اور جو پیچھے ہوا ۔ جو بعد میں ہونے والے ہیں ۔

آیت کا ترجمہ :-
تاکہ اللہ تعالیٰ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے ۔

فَائدہ : پیغمبروں سے شرعی گناہ سرزد نہیں ہوتے وہ شرعی گناہوں سے معصوم

ہوتے ہیں یہاں مراد عرفانی گناہ ہیں جو اگر عوام الناس سے سرزد ہوں تو ان کو کوئی تنبیہ نہیں لیکن پیغمبروں اور ولیوں سے سرزد ہو جائیں تو فہمائش من جانب اللہ ہوتی ہے۔ الیسر التفاسیر میں ہے:۔

وھو من باب حسنات الابرار سیئات المتقین

= وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ لیغفرلک اللہ پر ہے۔ اور مکمل فرمادے اپنے انعامات کو آپ پر۔

ای یتم نعمتہ علیك باعلاء الدین وانتشارہ فی البلاد وغیر ذٰلك مما افاضہ تعالیٰ علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من النعم الدینیۃ والدنیویۃ (روح المعانی)

یعنی آپ پر اپنی نعمتیں مکمل فرمائے۔ دین کی سربلندی اور دور دراز ممالک میں اس کے پھیل جانے سے اور اس کے علاوہ جو دینی اور دنیوی نعمتیں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیں رع

= وَيَهْدِيَكَ اس جملہ کا عطف بھی جملہ لیغفر لک اللہ پر ہے۔ یَہْدِیَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب (مضارع منصوب بوجہ عمل لام) ھِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تجھے ہدایت کرے، یعنی تجھے ہدایت پر قائم رکھے۔

= صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی یَہْدِیَ کا اور تاکہ تم کو سیدھے راستہ پر چلائے۔

= وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا جملہ ہٰذا کا عطف بھی لیغفر لک اللہ پر ہے کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر نَصْرًا عَزِيْزًا موصوف صفت مل کر مفعول ثانی نَصْرًا عَزِيْزًا۔ ایسی مدد (نصرت) کہ آپ ہمیشہ غالب رہیں گے اور کسی قسم کی کمزوری روپذیر نہ ہوگی۔

ترجمہ: اور تاکہ اللہ تعالیٰ آپ کی زبردست نصرت فرمائے۔

صاحب تفسیر مظہری وَيَنْصُرَكَ اللّٰهُ کی تفسیر میں ایک شبہ اور اس کے ازالہ میں رقمطراز ہیں:۔

ایک شبہ: یَنْصُرَ کا عطف لیغفر پر ہے اور مغفرت فتح پر مرتب ہے (یعنی فتح پہلے اور مغفرت اس کے بعد ہے) خواہ اس کو جہاد اور کوشش کا نتیجہ قرار دیا جائے یا کہ شکر اور استغفار کا سبب، بہرحال مغفرت کا ترتب فتح پر ہوگا۔ اور چونکہ ینصر کا عطف

یَغْفِرَ پر ہے اس لئے ضروری ہے کہ نصرت کا ترتب بھی فتح پر ہو (یعنی فتح کے بعد نصرت کا وقوع ہو) مگر معاملہ برعکس ہے۔ نصرت فتح پر مقدم ہے کیونکہ سبب فتح نصرت ہے:
ازالہ شبہ :- اگر فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے تو ظاہر ہے کہ صلح تعمیل حکم خداوندی ہوئی اور تعمیل حکم خداوندی نزول نصرت کا سبب ہے۔
اور اگر فتح سے مراد فتح مکہ ہو تو آئندہ میں فتح کا وعدہ ہوگا اور وعدہ نصرت کا سبب ہے اور نصرت فتح پر مقدم ہے۔

== ھُوَ ای اللّٰہُ۔

== السکینۃ۔ تسکین، تسلی خاطر۔ اطمینان۔ سکون سے بروزن فعیلۃ مصدر ہے جو اسم کی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسے کہ عَزِیْمَۃٌ ہے جو عَزَمَ یَعْزِمُ کا مصدر ہے اور بطور اسم بمعنی ارادہ کی پختگی۔ مستقل مزاجی ہے۔

سید محمد مرتضٰے زبیدی لکھتے ہیں۔
سکینہ وہ اطمینان اور سکون، چین، قرار ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کے قلب میں اس وقت نازل فرماتا ہے جب کہ وہ ہولناکیوں کی شدت سے مضطرب ہوجاتا ہے پھر اس کے بعد جو کچھ بھی اس پر گذرے وہ اس سے گھبراتا نہیں ہے۔ یہ اس کے لئے زیادتیٔ ایمان، یقین میں قوت اور استقلال کو ضروری کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حق سبحانہ نے "یوم الغار"۔ اور یوم حنین"۔ جیسے قلق واضطراب کے مواقع پر اپنے رسول اور مومنین پر اس کے نازل ہونے کی خبر دی ہے۔ یوم الغار کے موقع پر فرمایا:۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ (۹: ۴۰) اور یوم حنین کے موقع پر فرمایا:۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ (۹: ۲۶)
تفسیر مظہری میں ہے کہ:۔
سکینہ سے مُراد ہے اللہ کے حکم کی تعمیل پر ثبات اور اطمینان۔ یعنی مسلمانوں کے دلوں کو اس مقام پر ثبات و اطمینان فرمایا جہاں دلوں میں تردد پیدا ہوجاتا اور قدم ڈگمگانے لگتے ہیں

== لِیَزْدَادُوْٓا: لام تعلیل کا ہے یَزْدَادُوْٓا مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع مذکر غائب، اِزْدِیَادٌ (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائیں، قوی ہوجائیں۔

== اِیْمَانًا۔ تمیز۔ از روئے ایمان:
تاکہ اپنے پہلے ایمان کے ساتھ ان کے عقیدہ کا جماؤ اور دل کا اطمینان اور بڑھ جائے

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے سکینہ عطا فرمانے کے بعد اپنے پہلے ایمان میں پختگی اور ثابت قدمی میں اور بڑھ جائیں۔

اسی مضمون کی اور آیات بھی قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً (۱) وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا-(۸:۲) اور جب انہیں اس کی آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے۔ وغیرہ۔

فَائِدَۃ: تفسیر حقانی میں لِیَزْدَادُوْا کے تحت مندرج ہے:

علماء کی ایک جماعت اس آیت سے استدلال کر کے یہ کہتی ہے کہ ایمان کم و زیادہ ہوتا ہے۔ مگر محققین جن میں امام اعظم ابو حنیفہ بھی شامل ہیں یہ کہتے ہیں کہ ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے وہ کیفیت زیادہ یا کم نہیں ہوتی پھر آیات و احادیث میں جو زیادہ ہونا آیا ہے اس سے علم الیقین و عین الیقین مراد ہے یا باعتبار اس کے کہ جس پر ایمان لایا یعنی پہلے دو باتوں پر ایمان لایا تھا پھر تیسری نازل ہوئی اس پر بھی ہوا۔ چنانچہ ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس بارے میں بعض آثار بھی نقل کئے ہیں۔

تفسیر ماجدی کے حاشیہ میں مندرج ہے:

لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ: یعنی خاص اس سکینت قلب کے پیدا ہو جانے سے اہل ایمان کے قلب میں اور زیادہ انشراح اور ان کے نور باطنی میں اور زیادہ نورانیت پیدا ہو گئی اور ایمان استدلالی و برہانی کے ساتھ ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہو گیا۔ فیحصل لهم الایمان العیانی والایمان الاستدلالی البرهانی (روح المعانی) طاعت میں یہ خاصہ بھی ہے کہ ہر نئے امر طاعت سے نور ایمان میں ترقی ہوتی رہتی ہے

اور یہ جو ہمارے امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ الایمان لایزداد ولاینقص: (ایمان میں نہ کمی ہوتی ہے نہ زیادتی) سو اس سے ان کی مراد ذاتِ ایمان یا نفس ایمان سے ہے جو قابل تجزی نہیں ہے۔ باقی اس کے اوصاف و آثار میں کمی بیشی تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے اور وہی یہاں مراد ہے۔

صاحب تفسیر اضواء البیان رقمطراز ہیں۔

والحق الذی لا شک فیه ان الایمان یزید وینقص کما علیه اهل السنة والجماعة (اور حق بات یہ ہے جس میں کوئی شک نہیں کہ ایمان بڑھتا ہے

اور کم ہوتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے ‘‘
ہر دو گروہ نے آیت کا ترجمہ اپنے اپنے طور پر کیا ہے ۔
== وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ واؤ عاطفہ اور لِلّٰهِ میں لام تملیک کے لئے ہے یعنی آسمان اور زمین کے تمام لشکر اسی کے زیر فرمان ہیں ۔ اسی کے تسلط میں ہیں ان آسمانوں اور زمین کے لشکر کے متعلق فرمایا وَاَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا (۹: ۴۰) اور اس کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَ مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۔ (۷۴ : ۳۱) اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔
اگرچہ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا سے مراد سب نے فرشتے لئے ہیں مگر یہ ضروری نہیں ہے کہ ان لشکروں میں صرف فرشتے ہی ہوں فرشتوں کے علاوہ اور بے شمار لشکر زمین و آسمان موجود ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے اور نہ ہی ہم ان کو دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی نوعیت اور ان کا شمار ہمارے حد حساب سے باہر ہے اور ان کو صرف وہی اللہ ہی جانتا ہے ۔
مطلب یہ کہ صلح حدیبیہ اس وجہ سے نہیں کی گئی تھی کہ مسلمانوں کی نفری تعداد میں کم تھی۔ یا ساز و سامان میں مسلمان کافروں سے کم تھے کیونکہ اگر یہ وجہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ جس کے تسلط میں ارض و سما کے بے شمار لشکر ہیں جو ہمارے علم و نظر سے بالاتر ہیں ان کو بروئے عمل لاکر وہ کفار کو تباہ و برباد کر سکتا تھا۔ لیکن یہ اس کے علم و حکمت کا تقاضا تھا کہ ایسے ہو۔ اس کی حکمت بھی اسی کو معلوم ہے منجملہ اس کے ایک یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے اپنے نیک بندوں کا امتحان لینا بھی مقصود ہو کہ کیسے ثابت قدم رہتے ہیں۔
عَلِیْمًا حَکِیْمًا دونوں کَانَ کی خبر ہیں
۴۸: ۵ == لِیُدْخِلَ ۔ میں لام تعلیل کا ہے یُدْخِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب ۔ اِدْخَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تاکہ وہ داخل کرے۔ اس کا تعلق لِیَزْدَادُوْٓا سے ہے۔
اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۔ معطوف علیہ معطوف مل کر مفعول فعل یُدْخِلُ کا۔
جَنّٰتٍ مفعول فیہ اسی فعل کا۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ صفت جَنّٰتٍ کی
خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۔ حال ہے المُؤمِنِیْنَ والمُؤمِنٰتِ سے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب

جنّٰتٍ کی طرف راجع ہے۔

= وَ یُکَفِّرَ۔ اس کا عطف لِیُدْخِلَ پر ہے واوٗ عاطفہ ہے۔ یُکَفِّرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام مقدرہ) واحد مذکر غائب۔ تَکْفِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ دور کر دے۔ وہ ساقط کر دے۔

= سَیِّئٰاتِھِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یُکَفِّرُ کا۔ ان کے گناہ۔ ان کی برائیاں۔

یُدْخِلَ اور یُکَفِّرَ کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

تاکہ (اللہ) مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ وہ ان کے گناہ دور کر دے

= ذٰلِكَ۔ یہ ادخال جنت و تکفیر سیئات؛

= فَوْزًا عَظِیْمًا۔ موصوف وصفت مل کر کَانَ کی خبر: الفوز کے معنی سلامتی کے ساتھ خیر یا مراد حاصل کرنے کے ہیں وَ کَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰہِ فَوْزًا عَظِیْمًا۔ اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی ہی کامیابی ہے۔

اَلْفَائِزُوْنَ۔ مراد کو پہنچنے والے۔ مراد کو پا لینے والے۔

۴۸:۶ = وَیُعَذِّبَ؛ واوٗ عاطفہ۔ یعذب کا عطف بھی یُدْخِلَ پر ہے؛ کیونکہ یہ بھی عطاء سکینہ کی علت کا جزو ہے (جب مومنوں نے صلح حدیبیہ اور دوسرے امور میں اللہ کے حکم کی تعمیل کی تو منافقوں اور مشرکوں نے اہل ایمان کے دین پر طنز کیا۔ اور مسلمانوں کو غضب آلود کر دیا۔ اور اللہ کے متعلق بدگمانی کی اور یہی سبب ہو گیا ان پر اللہ کے عذاب نازل ہونے کا)

= اَلْمُنٰفِقِیْنَ؛ منافق کی جمع ہے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے، دورُخی کرنے والے۔ یعنی زبان و عمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے

نَافِقَاءُ و نُفَقَۃٌ گوہ کا بھٹ جس کے کم از کم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ داخل ہوتی ہے اور شکاری اس سوراخ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو وہ دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے (تبریزی) نفاق اور منافقت اصطلاح قرآنی میں اسی دورُخی کا نام ہے بظاہر آدمی زبان سے مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوٹ کی

نمازیں پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اور اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرف شریعت میں منافق کہا جاتا ہے لیکن اگر عقیدہ مومنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دوزخی کی یہ بھی ایک شکل ہوتی ہے ایک دروازے سے آدمی اسلام کے دائرہ میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے۔ (شرح عقائد نسفی)

نَفَقَ الشَّیْءُ وہ چیز چلی گئی۔ کسی چیز کے چلے جانے کی مختلف صورتیں ہیں:

۱:۔ ختم ہو جانا۔ کچھ باقی نہ رہنا۔ جیسے نَفِقَتِ الدَّرَاھِمُ۔ روپیہ سب خرچ ہو گیا کچھ باقی نہیں بچا۔ اس کا مصدر نَفَقٌ ہے باب سمع سے۔

۲:۔ مرجانا۔ جیسے نَفَقَتِ الدَّابَّۃُ گھوڑا مر گیا اس کا مصدر نُفُوْقٌ ہے اور باب نصر ہے۔

۳:۔ چیزوں کا خوب لین دین ہونا، مال خوب بکنا، بازار کا پُررونق ہو جانا۔ اس کا مصدر نَفَاقٌ ہے اور باب نصر ہے۔

نَفَقَۃٌ خرچ۔ خرچ کی جانیوالی چیز۔ اِنْفَاقٌ (افعال) خرچ کرنا۔ فقیر ہو جانا سب مال ختم ہو جانا۔

= الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ۔ یہ جملہ منافقین اور منافقات اور مشرکین ومشرکات کی تعریف ہے۔ یعنی جو اللہ کے بارے میں بڑے بڑے گمان رکھتے ہیں۔

الظَّآنِّیْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ظَآنٌّ کی جمع ہے بحالت نصب وجر

ظَنٌّ ایک کثیر المعانی لفظ ہے ہر معنی اپنے موقع ومحل کے مطابق لیا جائے گا

ظَنٌّ بمعنی خیال۔ اٹکل، گمان، تخمینی بات، علم، یقین، شک وغیرہ وغیرہ۔

ظَنٌّ وہ اعتقاد راجح ہے کہ جس میں اس کے خلاف پائے جانے کا احتمال ہو۔

یہ ظَنَّ یَظُنُّ (باب نصر) سے کبھی مصدر ہو کر استعمال ہوتا ہے اور کبھی اسم ہو کر جب بمعنی اسم ہو تو اس کی جمع ظُنُوْنٌ آتی ہے

علامہ جلال الدین سیوطی رح اپنی تفسیر الاتقان فی علوم القرآن میں لکھتے ہیں۔

ظَنٌّ کے اصل معنی اعتقاد راجح کے ہیں۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے اِنْ ظَنَّآ اَنْ یُّقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰہِ (۲: ۲۳۰) اگر وہ دونوں گمان غالب رکھتے ہوں کہ خداوندی

ضابطوں کو قائم رکھ سکیں گے۔

اور کبھی یقین کے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ (۲: ۴۶) جن کو یقین ہے کہ ان کو ملنا ہے اپنے رب سے۔

ابن ابی حاتم وغیرہ نے مجاھد سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید میں ہر جگہ ظنّ کا استعمال یقین ہی کے معنی میں ہے لیکن اس کلیہ کا بہت سی ان آیات میں کہ جہاں یہ بمعنی یقین مستعمل نہیں ہوا ہے تسلیم کرنا مشکل ہے جیسا کہ پہلی ہی آیت ہے!

اور زرکشی نے برہان میں کہا ہے کہ قرآن مجید میں اس فرق کو سمجھنے کے لئے کہ کہاں ظنّ کا استعمال یقین کے معنی میں ہے اور کہاں شک کے معنی میں؟ دو ضابطے ہیں۔ (۱) جہاں ظنّ کی تعریف آئی ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہاں یقین مراد ہے اور جہاں اس کی مذمت واقع ہوئی ہے اور اس پر عذاب کی دھمکی دی گئی ہے وہاں شک کے معنی ہوں گے۔

(۲) ہر وہ ظنّ جس کے بعد اَنْ خفیفہ ہوگا وہاں شک کے معنی ہوں گے جیسے بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓی اَھْلِیْھِمْ اَبَدًا (۴۸: ۱۲) بلکہ تمہیں شک تھا کہ رسول اور مومنین اپنے اہل و عیال میں اب لوٹ کر ہی نہیں آئیں گے۔ اور ہر وہ ظنّ جہاں اس کے ساتھ اَنَّ مشدّدہ متصل ہوگا وہاں بمعنی یقین ہوگا۔ جیسے کہ ارشاد ہے اِنِّیْ ظَنَنْتُ اَنِّیْ مُلٰقٍ حِسَابِیَہْ (۶۹: ۲۰)۔ بے شک مجھے یقین تھا کہ مجھ کو ملنا ہے میرا حساب: اور وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ۔ (۷۵: ۲۸) اور یقین جانا کہ اب آیا وقت جدائی کا۔ چنانچہ بجائے ظَنَّ کے اَیْقَنَ اَنَّہُ الْفِرَاقُ۔ کی قرات بھی مروی ہے۔

اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مشدّدہ چونکہ تاکید کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لئے وہ یقین کے موقع پر آتا ہے اور حفیفہ میں چونکہ یہ بات نہیں اس لئے وہ شک کے موقع پر استعمال ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ مشدّدہ کا استعمال علم میں ہوا کرتا ہے جیسے فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (۴۷: ۱۹) سو یقین رکھ کہ کسی کی بندگی نہیں سوائے اللہ کے۔ اور مخففہ کا حسبان (گمان کرنے میں چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

وَحَسِبُوْٓا اَنْ لَّا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ (۵: ۷۱) اور انہوں نے گمان کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی!

راغب نے اس قاعدہ کو بیان کرکے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ اِلَيْهِ ط (۹:۱۱۸)
اور انہوں نے یہ یقین کرلیا کہ اللہ سے خود اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے: میں یہ ضابطہ نہیں چلتا۔ کیونکہ یہاں باوجود اَنْ خفیفہ کے یقین کے معنی ہیں۔
لیکن اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہاں اَنْ کا اتصال مَلْجَاَ سے ہے جو کہ اسم ہے اور امثلہ سابقہ میں اس کا اتصال فعل سے تھا۔
اس جواب کو برہان میں نقل کرکے لکھا ہے کہ اس ضابطہ کو ہاتھ سے نہ دو کیونکہ یہ اسرارِ قرآن میں سے ہے (ماخوذ از لغات القرآن تفصیل کے لئے وہاں ملاحظہ ہو)
= ظَنَّ السَّوْءِ۔ اللہ کی بابت بہت بُرا بُرا ظن رکھنے والے۔ یا گمان رکھنے والے مثلاً یہ کہ اللہ اپنے رسول اور اہل ایمان کی مدد نہیں کرے گا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کو صحیح وسلامت نہیں لوٹیں گے۔ جیسا کہ آگے چل کر آیت ۱۲ میں ہے بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا: (بلکہ تم نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ پیغمبر اور ایمان والے کبھی پھر کر اپنے اہل وعیال کی طرف نہیں آئیں گے۔
= عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ۔ یہ جملہ دعائیہ ہے اور اللہ کے متعلق برا گمان رکھنے والوں کے لئے بددعا ہے۔ انہیں پر بُری گردش پھرے۔
دَآئِرَةٌ مصدر ہے دَارَ يَدُوْرُ (باب نصر۔ دور مادہ) کا اسم فاعل کے وزن پر۔ یا یہ اسم فاعل بھی ہوسکتا ہے اسی باب سے دَوَرَانٌ مصدر بھی ہے دَارَ يَدُوْرُ کا۔
دَآئِرَةٌ خط محیط (سرکل) کو کہتے ہیں۔ یہ دَارَ يَدُوْرُ دَوَرَانٌ سے ہے۔ جس کے معنی چکر کاٹنا کے ہیں۔ پھر مصیبت، گردش زمانہ کو بھی دَآئِرَةٌ کہا جاتا ہے اسی مناسبت سے زمانہ کو الدَّوَارِيُّ کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی گردشیں بھی انسان پر گھومتی رہتی ہیں۔ چنانچہ شاعر نے کہا ہے۔
وَالدَّهْرُ بِالْاِنْسَانِ دَوَّارِيٌّ، کہ زمانہ انسان کو گھما رہا ہے
قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔
نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ (۵:۵۲) ہمیں خوف ہے کہ کہیں ہم پر

زمانہ کی گردش نہ آجائے دَائِرَۃٌ کی جمع دَوَائِرُ آتی ہے، جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَیَتَرَبَّصُ بِکُمُ الدَّوَائِرَ عَلَیْھِمْ دَائِرَۃُ السَّوْءِ (۹: ۹۸) اور تمہارے حق میں مصیبتوں کے منتظر ہیں انہیں پر بُری مصیبت (واقع) ہو۔ یعنی تباہی اور بربادی انہیں ہر طرف سے اس طرح گھیرلے جیسا کہ کوئی شخص دائرہ کے اندر ہوتا ہے اور ان کے لئے اس بربادی سے نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے۔

= غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ غَضِبَ ماضی بمعنی مستقبل۔ واحد مذکر غائب۔ غَضَبٌ (باب سمع مصدر۔ غَضِبَ عَلَیْہِ۔ غضب ناک ہونا۔ غَضَبٌ اسم فعل۔ سخت غصہ۔ بہت غصہ ہونا۔ انتقام کے لئے دل کے خون میں جوش آکر گردن کی رگیں پھول جانا اور آنکھیں سرخ ہوجانا۔ گویا بدن کے اندر ایک آگ بھڑک اُٹھنا۔ لیکن اللہ کے غضب سے مراد۔ انتقام۔ سخت عذاب دینا۔ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ اللہ ان پر غضب ناک ہوا۔ غصہ ہوگا (الماجدی)

= وَلَعَنَھُمْ۔ لَعَنَ ماضی واحد مذکر غائب۔ لَعْنٌ باب فتح مصدر۔ اس نے لعنت کی، وہ لعنت کرے گا۔ وہ رحمت سے دور کردے گا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر وہ ان کو رحمت سے دور کردے گا۔ (ایضًا)

= وَاَعَدَّ لَھُمْ جَھَنَّمَ۔ واؤ عاطفہ۔ اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب، اِعْدَادٌ (افعالٌ) مصدر۔ اِعْدَادٌ۔ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ شمار کی جاسکے جَھَنَّمَ: دوزخ۔ اسم مفعول واحد مؤنث۔ اور اس نے ان کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔

= وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔ سَآءَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، ضمیر واحد مؤنث غائب جہنم کے لئے ہے۔ سَوْءٌ باب نصر مصدر سے۔ وہ بُری ہے۔ مَصِیْرًا بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔ اسم ظرف مکان۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانا۔ قرارگاہ۔ اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔

۴۸: ۷ = وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا (ملاحظہ ہو آیت ۴ متذکرۃ الصدر) عَزِیْزًا غالب، زبردست، قوی۔ عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

فَائِدَہ: علامہ مودودی تفہیم القرآن میں رقمطراز ہیں۔

یہاں اس مضمون کو ایک دوسرے مقصد کے لئے دوہرایا گیا ہے۔ آیت نمبر ۴ میں اسے اس غرض کے لئے بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے مقابلہ میں لڑنے کا کام اپنے مافوق الفطرت لشکروں سے لینے کے بجائے مومنین سے اس لئے لیا ہے کہ وہ ان کو آزمانا چاہتا ہے (جو امتحان میں ثابت قدم رہے ہوں)

اور یہاں اس مضمون کو دوبارہ اس لئے بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو سزا دینا چاہے تو اس کی سرکوبی کے لئے وہ اپنے بیشمار لشکروں میں سے جس کو چاہے استعمال کر سکتا ہے کسی میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اپنی تدبیروں سے اس کی سزا کو ٹال سکے۔

۴۸: ۸ = شَاهِدًا۔ گواہ، حاضر ہونے والا۔ بتانے والا۔ شَهَادَۃٌ و شُهُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر؛ منصوب بوجہ حال کے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے، کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ ہوں گے۔ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے تبلانیوالے ہیں۔

= مُبَشِّرًا۔ خوشخبری دینے والا۔ تَبْشِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر، اس کا اصل ماخذ بَشَرَۃٌ ہے۔ جس کے معنی ہیں کھال کی بالائی سطح۔ اور اندرونی سطح کو اَدَمَۃ کہتے ہیں۔ انسان کو بشر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی کھال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے حیوانات کی طرح اون یا بالوں میں چھپی ہوتی نہیں ہوتی۔ اسی سے بَشَارَۃٌ و بُشْرٰی (بمعنی مژدہ و خوشخبری) ماخوذ ہے کیونکہ دل خوش کن خبر سننے سے انسان کے جسم میں خون کا دوران ہوتا ہے اور خصوصیت کے ساتھ اس کے چہرہ پر اثر پڑتا ہے اور چہرہ کی جلد چمکنے لگتی ہے پس بَشَّرْتُ زَيْدًا کے معنی ہوئے میں نے زید کو ایسی خوشخبری سنائی کہ جس کے سننے سے اس کے چہرہ کی کھال چمک گئی (المفردات)

مُبَشِّرٌ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی سے ہے اور وہ بشارت دینے والے ہیں ان کے لئے جو خدا کی وحدانیت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ اور خدا کے امتحان میں پورے اُترے۔

= نَذِيْرًا۔ صفت مشبہ، منصوب، نکرہ، ڈرانے والا۔ نافرمانوں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا۔ یہ بھی آپ کے اسماء گرامی میں سے ہے۔ قرینہ کی وجہ سے بعض

جگہ ڈرانیوالا سے مراد پیغمبر ہے مثلاً ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (۵۳:۵۶)
یہ (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی اگلے ڈرانیوالوں میں سے ایک ڈرانے والے ہیں۔
ہر سہ شَاهِدًا ۔ مُبَشِّرًا ۔ نَذِیْرًا ۔ حال ہیں کَ (ضمیر واحد مذکر حاضر) سے
۴۸ : ۹ = لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ میں لام تعلیل کا ہے۔ یعنی آپ کا رسول بناکر
بطور شاہد، مبشر، نذیر بھیجنا بدیں وجہ تھا۔ کہ اے لوگو! تم ایمان لاؤ تُؤْمِنُوْا ۔ مضارع
کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِیْمَانٌ (افعال) مصدر سے۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے
حذف ہوگیا۔ وَرَسُوْلِهٖ ای وَ بِرَسُوْلِهٖ اور اس کے رسول پر (بھی ایمان لاؤ)
اس کا عطف جملہ سابقہ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ پر ہے۔
= وَتُعَزِّرُوْهُ ،، اس جملہ کا عطف بھی جملہ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ پر ہے اور اسی طرح
اگلے دو جملوں کا عطف بھی اسی جملہ پر ہے۔
تُعَزِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا
تَعْزِیْرٌ (تفعیل) مصدر بمعنی ادب اور تعظیم کے ساتھ مدد کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد
مذکر غائب (تاکہ) تم اس کی مدد کرو۔ اس کو قوت دو۔
تعزیر کے معنی شرعی حد سے کم سزا دینے کے بھی آتے ہیں لیکن درحقیقت یہ معنی
بھی اول معنی ہی کی طرف لوٹتے ہیں کیونکہ تعزیر دینے کا مقصد ہوتا ہے ادب سکھانا۔
اور ادب سکھانا بھی مدد کرنے میں داخل ہے گویا اس صورت میں انسان کی مدد اس طرح
کی ہے کہ جو چیز اس کے لئے مضر ہے اس سے اس کو روکا جارہا ہے جس طرح کہ پہلی صورت
میں مدد کی شکل یہ ہوتی ہے کہ جو چیزیں اس کو نقصان پہنچائیں ان کا قلع قمع کیا جائے۔
بعض کے نزدیک یہ حروف اضداد میں سے ہے۔ اور بمعنی التعظیم والتعذیب ہے
ای انه من حروف الاضداد یاتی بمعنی التعظیم والتعذیب : لہٰذا التعزیر
بمعنی سزا۔ تنبیہ، سرزنش، واحد مؤنث اور تعزیرات جمع مستعمل ہے،،
از تعزیراتِ پاکستان (یعنی پاکستان میں فوجداری قانون کی سزائیں) ایک مشہور قانونی
کتاب ہے)۔
= وَتُوَقِّرُوْهُ ۔ تُوَقِّرُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی عامل کے
سبب گر گیا۔ تَوْقِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی تعظیم کرنا اور ادب رکھنا
کے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، اور تاکہ تم اس کی توقیر کرو، اس کا ادب کرو،،

== وَتُسَبِّحُوْهُ۔ اور تاکہ تم اس کی تسبیح بیان کرو، اس کی پاکی بیان کرو،
== بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا: صبح کے وقت اور شام کے وقت۔ (یعنی صبح وشام ہر وقت) منصوب بوجہ مفعول فیہ۔

فَائِدَہْ: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ تُعَزِّرُوْهُ اور تُوَقِّرُوْهُ میں ضمیر مفعول کا مرجع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یہاں وقف تام ہے۔ اور تُسَبِّحُوْا سے نیا سلسلہ کلام شروع ہوتاہے اور یہاں مفعول کا مرجع اللہ کی ذات ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی تسبیح کیا کرو،

اور امام بغوی اور بعض دیگر علماء اسی طرف گئے ہیں۔ لیکن مفسرین کے ایک دوسرے گروہ نے تمام ضمیروں کا مرجع اللہ تعالیٰ کو قرار دیاہے ان کے نزدیک ایک ہی سلسلہ کلام میں ضمیروں کے دو الگ الگ مرجع قرار دینا جب کہ اس کے لئے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے درست نہیں معلوم ہوتا۔

علامہ زمخشری رح لکھتے ہیں الضمائر للّٰہ عزّوجلّ (ہرسہ مفعولی) ضمائر اللہ عزوجل کے لئے ہیں۔ علامہ مودودی بھی اسی زمرہ میں ہیں۔

۴۸: ۱۰ == يُبَايِعُوْنَكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَايَعَةٌ (مفاعلة) مصدر بیع مادّہ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ (جو) تیری بیعت کر رہے ہیں یا کرتے ہیں
== اِنَّمَا: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ سے مرکب ہے، بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔
== نَكَثَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ نَكْثٌ مصدر (باب ضرب و نصر) بمعنی (عہد) توڑنا۔ فسخ کرنا۔ (کمبل یا سوت) ادھیڑنا۔ يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وہ عہد کو اپنے نفس کے نقصان کے لئے ہی توڑتا ہے۔ یعنی اس کی عہد شکنی کا وبال اسی کی جان پر ہوگا۔

ای فلا یعود ضرر نکثہ الا علیہ۔

== اَوْفٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِيْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ (اور جس نے) ایفاء وعدہ کیا۔ عہد کو پورا کیا۔ یعنی بیعت کے وعدہ پر قائم رہا۔
== مَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ۔ اس عہد کو جو اس نے اللہ سے کیا۔

فَائِدَہْ: عَلَيْهُ کے اعراب کے متعلق مختلف اقوال مفسرین نے بیان

گئے ہیں ان میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔
۱۔ عَلَیۡہُ۔ اس پر۔ اس کے اوپر۔ عَلٰی حرف جر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مجرور، عَلَیۡہُ کی ہا پر واؤ کو حذف کرنے کے بعد ضمہ اس لئے رہنے دیا گیا کہ اللّٰہ کا لفظ پُر کرکے پڑھا جائے۔ اصل میں ضمیر ہُوَ تھی (لغات القرآن)
۲۔ علامہ آلوسی اس کے اعراب کے متعلق دو وجوہات بتاتے ہیں۔
ا۔ یہ کہ اس خاص موقعہ پر اس ذات کی بزرگی اور جلالتِ شان کا اظہار مقصود تھا۔ جس کے ساتھ عہد استوار کیا جا رہا تھا۔ اس لئے عَلَیۡہِ کی بجائے عَلَیۡہُ مناسب تھا
۲۔ یہ کہ عَلَیۡہُ میں ہٗ دراصل ھُوَ کی قائم مقام ہے اور اس اصلی اعراب سے ہی تھا نہ کہ ہ۔ لہٰذا یہاں اصلی اعراب کو باقی رکھنا وفائے عہد کے مضمون سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے" (تفہیم القرآن)
۳۔ جمہور نے اسے عَلَیۡہُ (ہا کے ضمہ کے ساتھ) پڑھا ہے۔ (روح المعانی)
= فَسَیُؤۡتِیۡہِ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ سَیُؤۡتِیۡ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے یُؤۡتِیۡ۔ مضارع واحد واحد مذکر غائب اِیۡتَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب، وہ اس کو دیتا ہے۔ وہ اس کو عنقریب دے گا۔
= اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔ موصوف وصفت، عظیم اجر، یعنی بہشت، جنت، مفعول یُؤۡتِیۡ کا
۴۸: ۱۱ = سَیَقُوۡلُ۔ س مستقبل قریب کے لئے یَقُوۡلُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے۔ یعنی المخلفون کے لئے۔
= اَلۡمُخَلَّفُوۡنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر تَخۡلِیۡفٌ (تَفۡعِیۡلٌ) مصدر۔ پیچھے رہے ہوئے
= اَلۡاَعۡرَابُ: گنوار، بدو۔
علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد عرب ہے اور اعراب دراصل اسی کی جمع ہے جو صحرانشینوں کا علم قرار پا گیا ہے۔
لیکن مجد الدین فیروز آبادی نے قاموس میں تصریح کی ہے کہ اعراب بادیہ نشین عربوں کو کہتے ہیں۔ اس کا واحد نہیں ہے۔ جمع اعاریب آتی ہے۔
قاضی شوکانی تفسیر فتح القدیر میں سورۃ براءۃ میں رقمطراز ہیں:۔
کہ اعراب وہ ہیں جو صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے خلاف عرب کے مفہوم میں

وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستان کے باشندے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں میں بستے ہوں۔ اہل لغت کا بیان یہی ہے اور اسی بناء پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے اہل لغت کا بیان ہے کہ اہل لغت رجل عربی اس شخص کو کہتے ہیں جس کا نسب عرب کی طرف ثابت ہوتا ہے اور جس طرح مجوس مجوسیؔ اور یہود یہودیؔ کی جمع ہے اسی طرح عَرَب، عَرَبی کی جمع ہے جب کسی اعرابی سے یا عربی کہا جاتا ہے تو وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتا لیکن اگر کسی عربی سے یا اعرابی کہہ دیا جائے تو وہ طیش میں آجاتا ہے ایسا کیوں؟ کہ جو عرب کے شہروں کے متوطن ہیں وہ عربی ہیں اور جو بادیہ نشین ہوں وہ اعرابی ہیں مہاجرین و انصار چونکہ سب کے سب عرب ہیں اس لئے ان کو اعراب کہنا جائز نہیں۔ (لغات القرآن)

حضرت ابن عباس اور مجاہد نے فرمایا۔ اعراب سے مراد قبائل عقار، مزنیہ، جہنیہ، نخعی اور اسلم کے بدوی ہیں جب حدیبیہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ تو قریش سے لڑائی کا ڈر ان کے دلوں میں پیدا ہو گیا کیونکہ ان کے خیال میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اور مسلمان کمزور تھے (اور ان کی شکست لازم تھی) اس لئے ساتھ جانے سے انہوں نے گریز کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹال دیا۔ لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان صحیح طور پر لوٹ آئے تو انہوں نے ساتھ نہ جانے کی معذرت کر لی۔

= شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا۔ ماضی واحد مؤنث غائب۔ شَغْلٌ (باب فتح) مصدر مصروف و مشغول کرنا۔ دھندے میں لگائے رکھنا۔ مطلب یہ کہ ہمارے مال اور اہل و عیال نے ہمیں مشغول رکھا۔ اور ہمیں فرصت نہ دی۔ کیونکہ اور کوئی آدمی ان کی دیکھ بھال کرنے والا گھروں میں موجود نہ تھا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اَمْوَالُنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے مال اَهْلُوْنَا مضاف مضاف الیہ ہمارے اہل و عیال۔ اَهْلُوْ اصل میں اَهْلُوْنَ تھا۔ اَهْلٌ کی جمع بحالت رفع، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا۔

= اِسْتَغْفِرْ لَنَا: اِسْتَغْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر تو معافی مانگ۔ تو بخشش مانگ۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ ہمارے لئے

= بِاَلْسِنَتِهِمْ۔ ب حرف جار اَلْسِنَتِهِمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ اپنی

زبانوں سے۔

= مَا لَیْسَ: مَا موصولہ ہے لَیْسَ فعل ناقص واحد مذکر غائب۔ نہیں ہے۔ جو (ان کے دلوں میں) نہیں ہے۔

= قُلْ۔ ای قُلْ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔

= مَنْ۔ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ کون ہے؟ کوئی ہے؟ یعنی کوئی نہیں۔

= یَمْلِكُ مضارع واحد مذکر غائب، مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ اختیار رکھتا ہے۔ مِلْكٌ کے معنی زیر تصرف چیز پر ہر قسم کا کنٹرول اور ہر قسم کا عمل دخل ہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (۷ : ۱۸۸) فرما دیجئے۔ میں اپنے فائدے اور نقصان کا اختیار نہیں رکھتا۔ شَیْئًا۔ کوئی چیز، کچھ بھی۔ اسم مفعول واحد مذکر۔

فَمَنْ یَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ جملہ استفہام انکاری ہے کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ یعنی کوئی تمہیں اللہ کی مشیت اور فیصلہ کے مقابلہ میں نہیں بچا سکتا۔ خواہ وہ فیصلہ تمہارے نفع کا ہو یا نقصان کا۔ یہ جملہ جوابِ شرط ہے اور شرط سے مقدم زور کلام کے لئے لایا گیا ہے۔

(مثلاً ہم کہتے ہیں کہ اگر تم نے یہ کام کیا تو میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔ لیکن اگر مخاطب کو زور دیکر کہنا مقصود ہو تو ہم کہیں گے کہ:۔ میں تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا اگر تم نے یہ کام کیا تو!)

= اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا۔ اگر وہ تم کو نقصان پہنچانا چاہے (یا کوئی نفع پہنچانا چاہے) یہ جملہ شرط ہے۔

ضَرًّا۔ نقصان۔ ضرر۔ مثلاً قتل، شکست، مال کی تباہی یا عیال کی ہلاکت، یا عذابِ آخرت۔ وغیرہ۔ نفع۔ مثلاً فتحیابی، مال و دولت میں اضافہ، برکت، اہل و عیال کی خیر و عافیت، آخرت کی سُرخروئی، وغیرہ۔

= بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا۔ بَلْ حرف اضراب ہے۔ ای لَیْسَ الْاَمْرُ كَمَا تَقُوْلُوْنَ: بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا: بات یوں نہیں جس طرح تم کہتے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے (حدیبیہ نہ جانے اور پیچھے رہ جانے میں) تمہارا کیا مقصد تھا۔ (تم اصل میں مکہ والوں کے ڈر کی وجہ سے اُن سے مخالفت لینے کی

ہمت نہیں رکھتے تھے۔

خَبِیْرًا۔ باخبر۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر کَانَ ہے۔

۴۸: ۱۲ = بَلْ ظَنَنْتُمْ: بَلْ حرفِ اِضراب ظَنَنْتُمْ ماضی جمع مذکر۔ ظَنٌّ باب نصر مصدر سے۔ تم نے خیال کیا۔ تم نے یقین جانا۔

بات صرف یہی نہیں تھی کہ تم کو تمہارے اموال و اہل وعیال نے مشغول رکھا یا تم اہل مکہ سے لڑنے سے کتراتے تھے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ تم نے یہ یقین بھی کر رکھا تھا کہ رسول اور اس کے ہمراہی مؤمن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے۔

= اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا۔ اَنْ مصدریہ۔ یَنْقَلِبَ مضارع منفی تاکید بَلَن۔ صیغہ واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے لئے استعمال ہوا ہے) منصوب بوجہ عمل لَنْ۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر بمعنی لوٹنا۔ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا: اَبَدًا ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔ ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے! تاکید کے لئے آیا ہے۔

= زُيِّنَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَزْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ سنوارا گیا۔ مزین کیا گیا۔ وہ اچھا دکھایا گیا۔ تَزْيِيْنٌ سنوارنا۔ آراستہ کرنا۔ زینت دینا۔

= ذٰلِكَ۔ ای ظَنُّہُم اَنْ لَّنْ یَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰۤى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا: ان کا یہ ظن کہ رسول اور اس کے ہمراہی مومن کبھی لوٹ کر اپنے گھروں کو نہیں آئیں گے:

= وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ اور تم نے بُرے بُرے گمان کئے تھے۔ یعنی تم نے خیال کیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے ساتھی مشرکوں کا لقمہ بن جائیں گے اسی طرح اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بُرے بُرے گمان کر رکھے تھے

= وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا موصوف و صفت مل کر کَانَ کی خبر۔

بُوْرًا ہلاک ہونے والے۔ بَائِرٌ کی جمع ہے۔ جس کے معنی ہلاک ہونے والے ہیں جو شخص حیران و پریشان ہو کہ نہ کسی کا کہنا سنے نہ کسی کی طرف متوجہ ہو ایسے شخص کے لئے عرب بولتے ہیں رَجُلٌ حَائِرٌ بَائِرٌ۔ اور ایسی قوم کو کہتے ہیں قَوْمٌ حُوْرٌ بُوْرٌ۔ پس جیسے حُوْرٌ حَائِرٌ کی جمع ہے ایسے ہی بُوْرٌ بَائِرٌ کی جمع ہے۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بُوْرٌ مصدر ہے اور واحد اور جمع دونوں کی صفت میں بولا

جاتا ہے چنانچہ رَجُلٌ بُوْرٌ اور قَوْمٌ بُوْرٌ بولتے ہیں۔
صاحب ضیاء القرآن حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔
علامہ جوہری "لفظ بُوْر کی تحقیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ اَلْبُوْرُ۔ الرجل الفاسد الهالك الذی لاخیر فیہ۔ یعنی بُور اس شخص کو کہتے ہیں جو فاسد اور تباہ حال ہو جس میں نیکی اور بھلائی چنانچہ عبداللہ بن الزبعری جب مشرف باسلام ہوئے تو بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔

یا رسول الملیك ان لسانی راتق ما فتقت اذا انا بُوْر۔

یعنی اے مالک الملک کے رسول جب میں گمراہ اور تباہ حال تھا اس وقت میری زبان نے جو چاک کئے اب میں ان کو سینا اور رفو کرنا چاہتا ہوں "
یہ مؤنث کی صفت بھی واقع ہوتا ہے، کہتے ہیں امرأۃ بُوْرٌ تباہ حال عورت جمع کے لئے بھی قَوْمٌ بُوْرٌ ای ھلکیٰ۔ یعنی اجڑی ہوئی قوم۔ اس کے بعد جوہری لکھتے ہیں کہ بعض نے کہا ہے کہ بُور جمع ہے اس کا واحد بائر ہے۔ مثل حَائِلٌ وحُوْلٌ۔ لیکن اخفش نے اس کی تردید کی ہے۔

۴۸:۱۳ == وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ۔ مَنْ شرطیہ اور جملہ شرط ہے لَمْ يُؤْمِنْ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب اور جو ایمان نہیں لایا اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

== فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے اَعْتَدْنَا۔ ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر۔ ہم نے تیار کر رکھا ہے

== سَعِيْرًا، بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دھکتی ہوئی آگ، دوزخ سَعْرٌ (باب فتح) مصدر سے، بمعنی (آگ یا جنگ) بھڑکانا۔

فَائِدَہ: آیت ان مخلفین کے متعلق ہے جو ایمان کا دعویٰ رکھنے کے باوجود کسی نہ کسی بہانے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ عمرہ کے لئے نہیں گئے تھے"
مولانا مودودی حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ :۔
یہاں اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر اور ایمان سے خالی قرار دیتا ہے جو اللہ اور اس کے دین کے معاملہ میں مخلص نہ ہوں اور آزمائش کا وقت آنے پر دین کی خاطر اپنی

جان اور مال اور اپنے مفاد کو خطرے میں ڈالنے سے جی چراجاتیں، لیکن یہ خیال رہے کہ یہ وہ کفر نہیں ہے جس کی بناپر دنیا میں کسی شخص یا گروہ کو خارج از اسلام قرار دیا جائے بلکہ یہ وہ کفر ہے جس کی بناء پر آخرت میں وہ غیر مؤمن قرار پائے گا۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جن کے بارے میں یہ نازل ہوئی تھی خارج از اسلام قرار نہیں دیا تھا اور نہ اُن سے وہ معاملہ کیا جو کفار سے کیا جاتا ہے۔

۴۸: ۱۴ = لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ لِلّٰهِ میں لام استحقاق کا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت صرف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔

= لِمَنْ يَّشَآءُ۔ یعنی کسی کی مغفرت کرنا یا کسی کو سزا دینا صرف اور صرف اس کی مشیت پر منحصر ہے اس پر نہ مغفرت واجب ہے اور نہ سزا دینا لازم ہے۔

= غَفُوْرًا۔ بہت بخشنے والا۔ مبالغہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ کان کی خبر ہونے کے ہے۔

= رَحِيْمًا۔ بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

۴۸: ۱۵ = سَيَقُوْلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب (یہاں جمع کے معنی میں آیا ہے) سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔

= اَلْمُخَلَّفُوْنَ۔ ملاحظہ ہو ۴۸: ۱۱۔ مراد وہ لوگ ہیں جو کسی نہ کسی بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ قافلہ کے ساتھ عمرہ کے لئے نہیں نکلے تھے جو سفر بعد میں صلح حدیبیہ پر منتج ہوا۔

= اِذَا جب۔ اِنْطَلَقْتُمْ ماضی (بمعنی مستقبل) جمع مذکر حاضر۔ انطلاق (افتعال) مصدر۔ جب تم روانہ ہوگے۔ جب تم چلو گے۔

= مَغَانِمَ۔ جمع مَغْنَمٌ واحد، وہ چیزیں جو مفت حاصل کی جائیں دشمن سے ہوں یا کسی اور سے۔ الغنم بمعنی بکریاں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومهما (۶: ۶) اور گائیوں اور بکریوں سے ان دونوں کی چربی ہم نے اُن پر حرام کردی تھی۔

الغنم کے اصل معنی ہیں کہیں سے بکریوں کا ہاتھ لگنا اور ان کو حاصل کرنا۔ پھر یہ لفظ ہر اس چیز پر بولا جانے لگا جو دشمن یا غیر دشمن سے حاصل ہو، مال غنیمت:

قرآن مجید میں ہے۔

فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (۸: ٦۹) جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اسے کھاؤ کہ تمہارے لئے حلال طیب ہے۔

مَغَانِمُ جمع مَغْنَمٌ کی۔ قرآن مجید میں ہے فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ (۴: ۹۴) سو خدا کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں۔

اِلٰى مَغَانِمَ۔ اِلٰى حرف جار مَغَانِمَ مجرور۔ بوجہ غیر منصرف ہونے کے اس کے آخر میں کسرہ نہیں آتا۔ بجائے کسرہ کے فتح آتا ہے (سبب منع صرف جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہے جیسے مَسَاجِدُ و مَقَاصِدُ وغیرہ)

= لِتَاْخُذُوْهَا۔ لام تعلیل کا ہے مضارع جمع مذکر حاضر (نون اعرابی عمل لام سے گر گیا ہے) اَخْذٌ (باب نصر) مصدر بمعنی لینا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع مغانم ہے۔ تاکہ تم ان کو حاصل کرو، ان پر قبضہ کرلو

= ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ، یہ مقولہ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ کا

ذَرُوْنَا۔ ذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم ہم کو چھوڑ دو۔

= نَتَّبِعْكُمْ، مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ صیغہ جمع متکلم۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اتباع (افتعال) مصدر۔ ہم تمہارے پیچھے چلیں۔ ہم تمہارے ساتھ چلیں۔

= يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ۔ یہ جملہ حال ہے المخلفون سے یہ چاہتے ہوئے کہ وہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔

اَنْ مصدریہ ہے يُبَدِّلُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ جمع مذکر غائب تَبْدِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ کہ وہ بدل ڈالیں۔ کہ وہ بدل دیں۔

فَائِدَہ: جہنیہ، مزنیہ اور دیگر قبائل دیہاتی جو مدینہ شریف کے مضافات میں آباد تھے اور جنہوں نے سفر حدیبیہ میں مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیا تھا گذشتہ آیت میں اصل وجہ اس کی بتادی گئی ہے (آیت ۲)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ ایک اور ہونے والے واقعہ سے اپنے رسول مکرم کو مطلع فرما رہے ہیں۔ اے حبیب! عنقریب جب تم ایک دوسرے سفر جہاد پر روانہ ہونے لگوگے

جہاں کامیابی کے امکانات بالکل روشن ہیں خطرات کم اور مال غنیمت کے حصول کی توقع بہت زیادہ ہے یہ موقع پرست لوگ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور اپنے ایمانی جوش اور جذبۂ جہاد کا زور شور سے کریں گے اور اس جہاد میں شمولیت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں گے ان کا مقصد تلافیٔ مافات نہیں ہوگا بلکہ محض اموال غنیمت کے حصول کے لئے اپنے جذبات جاں نثاری کا مظاہرہ کریں گے، چنانچہ حکم ہوتا ہے قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا...... از ضیاء القرآن)

اللہ کے فرمان سے مراد یہ فرمان ہے کہ خیبر کی مہم پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف انہی لوگوں کو اجازت دی جائے گی جو حدیبیہ کی مہم پر آپ کے ساتھ گئے تھے اور بیعتِ رضوان میں شریک ہوئے تھے اللہ تعالیٰ نے خیبر کے اموال کی غنیمت انہی کے لئے مخصوص فرمادیئے تھے جیساکہ اگلی آیت ۱۸ میں بصراحت ارشاد ہے (تفہیم القرآن)

== قُلْ: ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

لَنْ تَتَّبِعُوْنَا: مضارع نفی بتاکید لَنْ صیغہ جمع مذکر حاضر، ضمیر مفعول جمع متکلم ای لَا تَتَّبِعُوْنَا فانہ نفی فی معنی النہی للمبالغۃ۔ مبالغہ کے لئے نفی کو نہی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے یعنی تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے، یا نہیں جا سکتے۔

== كَذٰلِكُمْ: کاف تشبیہ کا ذَا اسم اشارہ۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ خطاب کے لئے ہے، یہ یہی۔ جملہ کا مطلب ہے۔

یوں ہی اللہ تعالیٰ نے پہلے سے فرمادیا ہے

== مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ ظرف زمان بھی ہے اور ظرف مکان بھی لیکن یہاں تقدم زمانی کے لئے ہی قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے، یہ بَعْدُ کی ضد ہے اضافت اس کو لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔ جیسے مِنْ بَعْدُ مِنْ قَبْلُ۔ جب مضاف الیہ موجود ہو تو پھر کسرہ کے ساتھ آسکتا ہے مثلاً وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ...... (۲۱: ۲۵)

فَائِدَہ: كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ: کی تشریح میں علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:۔

"یعنی جیسا میں نے تم سے کہا ہے کہ تم لوگ ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے ایسا ہی دحِ

غیر متلوّ (یعنی الہام نبوت) کے ذریعے اللہ نے پہلے ہی فرمادیا ہے کہ خیبر کا مال غنیمت صرف شرکاء حدیبیہ کے لئے ہے دوسروں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

مولانا مودودی فرماتے ہیں:۔

ہر شخص کو یہ بات صاف نظر آرہی تھی کہ قریش سے صلح ہو جانے کے بعد اب خیبر کے ہی نہیں بلکہ تیماء اور فدک اور وادی القریٰ اور شمالی حجاز کے دوسرے یہودی بھی مسلمانوں کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے اور یہ ساری بستیاں پکے پھل کی طرح اسلامی حکومت کی گود میں آگریں گی اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان آیات میں پیشگی مطلع فرمادیا کہ اطراف مدینہ کے یہ موقع پرست لوگ ان آسان فتوحات کو دیکھ کر ان میں حصہ بٹانے آکھڑے ہوں گے مگر تم ان کو صاف جواب دیدینا کہ تمہیں ان میں حصہ لینے کا موقعہ ہرگز نہیں دیا جائے گا۔ بلکہ یہ ان لوگوں کا حق ہے جو خطرات کے مقابلے میں سرفروشی کے لئے آگے بڑھے تھے۔" (تفہیم القرآن)

= فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا: فَ تعقیب کا ہے سَ مستقبل قریب کے لئے۔ پھر وہ کہیں گے۔

بَلْ تَحْسُدُونَنَا بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے یعنی بات یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ساتھ لیجانے سے منع کر رکھا ہے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو۔

= بَلْ۔ حرف اضراب، یہ مخلفین کے قول بَلْ تَحْسُدُونَنَا سے اعراض ہے مطلب یہ کہ ان کا یہ کہنا کہ مسلمان ہم سے حسد کرتے ہیں درست نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ (مخلفین) لوگ اصل بات کو سمجھتے ہی کم ہیں

كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ ماضی استمراری کا صیغہ ہے لیکن یہاں حال کے معنی میں مستعمل ہے لَا يَفْقَهُونَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ (باب سمع) مصدر سے، اَلْفِقْهُ کے معنی علم حاضر سے علم غائب تک پہنچنے کے ہیں۔ اور یہ علم سے اخص ہے۔ علم فقہ احکام شریعت کے جاننے کا نام ہے

بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ۔ یعنی بات یہ نہیں جو اعراب کہتے ہیں (بَلْ تَحْسُدُونَنَا) بلکہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے کیا مفید ہے اور کیا ضرر رساں؟

(تفسیر مظہری)

= اِلَّا قَلِیْلًا ۔ مگر تھوڑی سی سمجھ، یعنی دنیوی امور کی، مستثنیٰ منہ فقہًا ہے

۴۸: ۱۶ = قُلْ لِّلْمُخَلَّفِیْنَ (بجائے ضمیر غائب کے) دوبارہ مخلفین کا لفظ صراحۃ کے ساتھ ذکر کرنے سے مذمت میں قوت پیدا کرنا اور تخلف کی سخت ترین قباحت ظاہر کرنا مقصود ہے۔

= سَتُدْعَوْنَ ۔ سَ مستقبل قریب کے لئے تُدْعَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ دُعَآءٌ (باب نصر) عنقریب تم بلائے جاؤ گے (جہاد کرنے کے لئے)

= اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ، بَاْسٍ شَدِیْدٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ اُولِیْ مضاف، مضاف مضاف الیہ مل کر صفت قَوْمٍ کی۔

اُولِیْ والے (بحالت نصب وجر) اُولُوْا (بحالت رفع جیسے اُولُوا الْعَزْمِ)

بَاْسٍ ۔ لڑائی۔ دبدبہ۔ جنگ کی شدت، اصل میں تو اس کے معنی سختی اور آفت کے کے ہیں مگر لڑائی اور دبدبہ کے معنی میں کثرت سے اس کا استعمال ہوتا ہے۔ قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ، سخت جنگجو قوم، سخت لڑنے والے لوگ، سخت جنگی دبدبہ رکھنے والے لوگ۔

= تُقَاتِلُوْنَهُمْ: تُقَاتِلُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ مُقَاتَلَةٌ (مفاعلۃ) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، تم ان سے لڑو گے، تم ان سے جنگ کرو گے:

= اَوْ ۔ یا۔ خواہ، یہاں تک، مگر، جبکہ، کیا۔ اگرچہ۔ یہاں بمعنی "یہاں تک کہ" ہے

= یُسْلِمُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر، وہ مطیع ہو جائیں گے مطلب یہ کہ تمہیں ان سے اس وقت تک لڑنا ہوگا کہ وہ اسلام کے مطیع ہو جائیں۔ رع

= فَاِنْ تُطِیْعُوْا ۔ فَ تعقیب کا ہے اِنْ شرطیہ۔ تُطِیْعُوْا جمع مذکر حاضر بحث مضارع اصل میں تُطِیْعُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر۔ پس اگر تم اطاعت کرو گے، جملہ شرط ہے۔

= یُؤْتِکُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یُؤْتِ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَآءٌ (افعال) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اَجْرًا حَسَنًا موصوف وصفت مل کر مفعول فعل یُؤْتِ کا۔ تو اللہ تم کو اچھا بدل (یعنی جنت) عطا کرے گا۔

= وَاِنْ تَتَوَلَّوْا ۔ واؤ عاطفہ اِنْ شرطیہ تَتَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر

تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ تَتَوَلَّوْا۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی حذف ہو گیا۔ تَوَلِّیٌ کا تعدیہ اگر بنفسہٖ ہو تو بمعنی دوستی رکھنا یا مدد کرنا ہے۔

اور اگر تعدیہ بواسطہ عَنْ آئے خواہ لفظًا یا تقدیرًا تو بمعنی روگردانی کرنا، منہ پھیرنا ہو گا۔ یہاں تعدیہ عَنْ مقدرہ سے ہے اور اگر تم روگردانی کروگے۔

= کَمَا۔ کاف تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے بعد میں آنے والا جملہ اس کا صلہ ہے۔

= تَوَلَّیْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر، (تَوَلِّیٌ مصدر۔ تم پھر گئے۔ تم نے منہ موڑا۔ تم نے روگردانی کی۔

= مِنْ قَبْلُ: قبل ازیں۔ (یعنی حدیبیہ کو جانے کے وقت جیسے تم نے روگردانی کی تھی

= یُعَذِّبْکُمْ۔ یُعَذِّبْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، تَعْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (تو) وہ تم کو عذاب دے گا۔

= عَذَابًا اَلِیْمًا: موصوف وصفت مل کر یُعَذِّبْ کا مفعول۔ دردناک عذاب

فَائِدَہ: اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ: اس سے کونسی قوم مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں:۔

جمہور محققین اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اس قوم کے ساتھ معاملہ کرنے میں دو باتوں میں سے ایک کا ہونا ضروری تھا۔ قتال یا اسلام، یا تو ان سے جنگ کرتے رہو یا وہ اسلام لے آئیں۔ تیسری بات نہیں ہو سکتی، ان سے جزیہ نہیں لیا جا سکتا۔ یہ حکم صرف عرب مشرکوں اور مرتد ہو جانے والے مسلمانوں کے لئے خاص تھا۔ اہل رُوم اور دوسرے عجمیوں کے لئے تین صورتیں تھیں۔ جنگ، یا اسلام، یا جزیہ۔

زہری اور مقاتل کا قول ہے کہ بنی حُنَیفہ یعنی اہل یمامہ جو مسیلمہ کذاب کے ساتھی تھے مُراد ہیں۔ اکثر اہل تفسیر کا یہی قول ہے۔ اور بیضاوی نے اسی کو ترجیح دی ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حاشیہ تفسیر ضیاء القرآن۔

۴۸: ۱۷ = اَعْمٰی: اندھا۔ عَمًی سے جس کے معنی بینائی کے مفقود ہو جانے کے ہیں صفت مشبہ کا صیغہ ہے بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے

عَمٰی کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔
== حَرَجٌ۔ تنگی۔ مضائقہ۔ گناہ اصل میں تو حَرَجٌ کے معنی کسی چیز کے مجتمع ہونے کی جگہ کے ہیں اور ایک جگہ جمع ہونے میں چونکہ تنگی کا تصور موجود ہے اس لئے تنگی اور گناہ کو حرج کہا جاتا ہے۔
لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ اندھے پر کوئی گناہ نہیں مطلب یہ کہ جو اندھا ہو (یا اسے کوئی اور صحیح عذر مانع ہو) تو اس کے لئے جہاد میں شریک نہ ہونے پر کوئی گناہ نہیں ہے:
== اَلْاَعْرَجِ۔ لنگڑا۔ ع رج مادہ عُرُوْجٌ (باب سمع) مصدر، بمعنی ہموار زمین پر ایسے چلنا جیسے کوئی شخص سیڑھیاں چڑھ رہا ہو۔ عَرِجَ یَعْرَجُ مستقل طور پر لنگڑا ہونا اسی مصدر سے باب نصر سے بمعنی اوپر چڑھنا آتا ہے جیسے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ (۷۰: ۴) جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں۔
== وَمَنْ ..... وَرَسُوْلَهٗ جملہ شرط يُدْخِلْهُ ..... الْاَنْهٰرُ جوابِ شرط۔
تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ جنّٰتٍ کی تعریف ہے
== وَمَنْ يَّتَوَلَّ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ يَّتَوَلَّ جملہ شرط ہے يَتَوَلَّ مضارع مجزوم (بوجہ جوابِ شرط) واحد مذکر غائب تَوَلِّيْ (تفعل) مصدر۔ اصل میں يَتَوَلّٰی تھا۔ تعدیہ بہ عَنْ مقدرہ ہے اور جو روگردانی کرے گا۔ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا جملہ جواب شرط اس کو وہ (اللہ) دردناک عذاب دیگا۔
۴۸: ۱۸ == لَقَدْ۔ لام تاکید کا ہے قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور ماضی ہی کے ساتھ تقریب کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس کو زمانہ حال سے نزدیک بنا دیتا ہے۔ سو لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ بتحقیق اللہ راضی ہوا ہے۔
== عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ یہاں مؤمنین سے مراد وہ مؤمنین ہیں جو بیعتِ رضوان میں شامل تھے۔

== اِذْ۔ ظرف زمان۔ جب، جس وقت۔
== يُبَايِعُوْنَكَ۔ مضارع جمع مذکر غائب مُبَايَعَةٌ (مفاعلة) مصدر، وہ بیعت کرتے ہیں۔ وہ بیعت کر رہے تھے (مضارع بمعنی ماضی۔ اَلْبَيْعُ کے معنی بیچنے اور شِرَاءٌ کے معنی خریدنے کے ہوتے ہیں لیکن یہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے معنی میں استعمال

ہوتے ہیں مثلاً شِرَاءٌ بمعنی بیع۔ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ
اور اس کو تھوڑی سی قیمت یعنی معدود ے چند درہموں پر بیچ ڈالا۔ اور حدیث شریف میں
ہے لَا يَبِيْعَنَّ اَحَدُكُمْ عَلٰى بَيْعِ اَخِيْهِ کوئی اپنے بھائی کی خرید پر خرید نہ کرے
بَايَعَ السُّلْطَانَ اس نے بادشاہ کی بیعت کی۔ یعنی اس قلیل مال کے عوض جو بادشاہ
عطا کرتا ہے اس کی اطاعت کا اقرار کرنا۔ اس اقرار کو بیعت یا مبایعت کہا جاتا ہے۔
اس بیعت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ
الْجَنَّةَ (۹ : ۱۱۱) تحقیق خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں
(اور اس کے) عوض ان کے لئے بہشت (تیار کی) ہے۔
اور اسی آیۃ میں آگے چل کر فرمایا۔
فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ (۹:۱۱۱) تو جو سودا تم نے اس سے
کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور اس بیع کی تفصیل سورۃ ہذا (الفتح) میں مذکور ہے۔
فرمایا لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ
یقینا راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان مومنوں سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کی بیعت کر رہے تھے

فَائِدَہ: اس آیت لقد رضی اللہ ۔۔۔ الخ) کی وجہ سے اس بیعت کو بیعتِ رضوان
کہتے ہیں اس آیت سے مقصود مومنوں کی تعریف اور مدح ہے اور گذشتہ کلام سے ایفاء
بیعت پر برانگیختہ کرنا مقصود تھا۔
= تَحْتَ الشَّجَرَةِ۔ مضاف مضاف الیہ، درخت کے نیچے۔ الشجرۃ کو معرفہ
اس لئے لایا گیا ہے کہ اس سے مراد خاص درخت ہے جس کے نیچے بیعت لی گئی تھی اور
جو لعبد میں لوگوں میں اس قدر اہمیت پکڑ گیا کہ حضرت نافع مولیٰ ابن عمر کی روایت کے
مطابق لوگ اس کے پاس جا جا کر نمازیں پڑھنے لگے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو
اس کا علم ہوا تو انہوں نے لوگوں کو ڈانٹا اور اس درخت کو کٹوا دیا۔ (طبقات ابن سعد)
لیکن متعدد روایات اس کے خلاف بھی ہیں "۔ (تفہیم القرآن)

فَائِدَہ صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔

اہل علم آیت کی بلاغت پر غور فرمائیں کہ رَضِیَ ماضی کا صیغہ استعمال کیا اور یُبَایِعُوْنَ مضارع کا۔ رَضِیَ کا صیغہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا۔ رضا وخوشنودی کی دولت سرمدی سے مالا مال کر دیا۔ اور یُبَایِعُوْنَ مضارع ذکر کرنے میں لطف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں کی یہ ادا اتنی پسند اور محبوب ہے کہ اسے ماضی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا بعیت کا وہ ایمان افروز منظر تو اب بھی نگاہوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں آپ کے جاں نثار ذوق وشوق سے دوڑے چلے آرہے ہیں اور بعیت کر رہے ہیں۔ یہ سہانا منظر اور اس کی ایمان پرور یاد ہمیشہ حال ہی رہیگی۔ ماضی کی داستان نہیں بنے گی۔

= مَا فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَا موصول ہے اور فِیْ قُلُوْبِهِمْ اس کا صلہ۔ یعنی یقین صبر، اور وفا کے جذبات، ما فی قلوبھم من الیقین والصبر والوفاء (طبری، مجمع البیان)

= اَلسَّکِیْنَۃَ: اطمینان، تسلی خاطر۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۸: ۴)

= اَثَابَهُمْ۔ اَثَابَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِثَابَۃٌ (افعال) مصدر۔ ثوب مادہ۔

ثَوْبٌ کا اصل معنی کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنے کے ہیں یا غور وفکر سے جو حالت مقدر اور مقصود ہوتی ہے اس تک پہنچ جانے کے ہیں ثَابَ فُلَانٌ اِلٰی دَارِہٖ۔ فلاں اپنے گھر کو لوٹ آیا۔ یا ثابت اِلَیَّ نَفْسِیْ، میری سانس میری طرف لوٹ آئی۔

غور وفکر سے حالت مقدرہ مقصود تک پہنچ جانے کے اعتبار سے کپڑے کو ثَوْبٌ کہا جاتا ہے کیونکہ سوت کاتنے سے غرض کپڑا بننا ہوتا ہے لہٰذا کپڑا بن جانے پر گویا سوت اپنی حالتِ مقصودہ کی طرف لوٹ آتا ہے، یہی معنی ثواب العمل کا ہے

الثواب۔ انسان کے عمل کی جو جزاء انسان کی طرف لوٹتی ہے اُسے ثواب کہا جاتا ہے اس تصور پر کہ وہ جزاء گویا عین عمل ہی ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آیت فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (۹۹: ۷) تو جس نے ذرہ بھر نیکی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا۔ میں جزاء کو نفسِ عمل کو ہی قرار دیا ہے اس لئے یہاں یَرَ جَزَاءَہٗ نہیں کہا حالانکہ مراد یہی ہے۔

گو لغوی طور پر ثواب کا لفظ خیر اور شر دونوں قسم کی جزاء پر بولا جاتا ہے لیکن اکثر

اور متعارف استعمال نیک اعمال کی جزار پر ہے چنانچہ فرمایا:۔
ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ہ (۳: ۱۹۵) (یہ) خدا کے ہاں سے بدلہ ہے اور خدا کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔
ثَوَابٌ بمعنی بدلہ۔ انعام، عوض میں جو چیز پہنچے، جزا، ثواب، اَثَابَھُمْ اس نے ان کو بدلہ دیا۔ اس نے ان کو عطا کیا۔ اس نے ان کو انعام دیا۔
= فَتْحًا قَرِیْبًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول اَثَابَ کا۔ اس فتح سے مراد فتح خیبر ہے۔ جو صفر ۷ھ میں ہوئی۔ ترجمہ:۔ اور ان کو عنقریب آنے والی فتح دی۔
۴۸: ۱۹ = وَ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً۔ واو عاطفہ، مغانم کثیرۃ موصوف وصفت مل کر مفعول ثانی اَثَابَ کا۔ مَغَانِمَ پر تنوین بوجہ غیر منصرف ہونے کے نہیں آئی (ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر) منصوب بوجہ فَتْحًا قَرِیْبًا کے معطوف ہونے کے ہے اور بہت سی نعمتیں بھی دے گا جن کو وہ لیں گے (یَاْخُذُوْنَھَا۔ اس میں ضمیر فاعل مومنون کی طرف راجع ہے۔ اور ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً کی طرف راجع ہے)
ان مغانم سے مراد خیبر کی فتح اور اس کے اموالِ غنیمت ہیں۔
(اور یہ انعام صرف ان مؤمنوں کے لئے مخصوص تھا جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے
= عَزِیْزًا حَکِیْمًا۔ کَانَ کی خبر، زبردست، حکمت والا۔
۴۸: ۲۰ = تَاْخُذُوْنَھَا۔ تَاْخُذُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جو مغانم کی طرف راجع ہے۔
تم ان (غنیمتوں) کو لوگے۔ حاصل کروگے۔ ان غنیمتوں کا اشارہ ان اموالِ غنیمت کی طرف اشارہ جو خیبر کے بعد دوسری فتوحات کے سلسلہ میں مسلمانوں کو حاصل ہوئیں۔
= فَعَجَّلَ۔ ف ترتیب کا ہے عَجَّلَ ماضی واحد مذکر غائب تعجیل (تفعیل) مصدر اس نے جلدی کی۔ اس نے جلدی دیدی۔ عجلت بمعنی شتابی۔ جلدی
= ھٰذِہٖ۔ اس سے فتح خیبر مراد ہے (تفسیر مظہری)
اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے جس کو سورۃ کے آغاز میں فتح مبین قرار دیا گیا ہے (تفہیم القرآن)
ھٰذِہٖ ای مغانم خیبر۔ (روح المعانی)
ھٰذِہٖ کا مشار الیہ صلح حدیبیہ ہے۔ قالہ ابن عباس۔
عجل لکم صلح الحدیبیۃ۔ (ضیاء القرآن)

فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ۔ پس اس نے سردست تم کو یہ دے دی۔ اصلح حدیبیہ یا فتح خیبر اور اس کے اموال غنیمت)

= وَكَفَّ اَيْدِىَ النَّاسِ عَنْكُمْ ؛ واؤ عاطفہ، كَفَّ ..... عَنْ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ كَفٌّ (باب نصر) مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ كَفَّ عَنْ (کسی کام سے) باز رکھنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَيْدِىَ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول كَفَّ کا۔ اور لوگوں کے ہاتھوں کو باز رکھا تم سے۔ یعنی مخالفین کو تم پر حملہ آور ہوتے سے روکا۔ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ اہل خیبر اور ان کے حلیف بنی اسد، غطفان وغیرہ جب وہ اہل خیبر کی مدد کو آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رُعب (خوف) ڈال دیا۔ اور وہ پلٹ گئے

۲:۔ مجاہد کا قول ہے کہ صلح حدیبیہ کی وجہ سے اہل مکہ کو کوئی معاندانہ اقدام کرنے سے روک دیا۔

۳:۔ الطبری کا قول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ سے حدیبیہ یا خیبر کی طرف خروج سے اگرچہ مسلمانوں کی پوزیشن مدینہ میں ظاہراً کمزور تھی لیکن یہودی مسلمانوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکے (روح المعانی)

۴:۔ جمہور کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ قریش مکہ باوجود مسلمانوں کی جنگی حالت تشویشناک حد تک کمزور ہونے کے ان پر حملہ آور ہونے یا ان کو لڑائی میں الجھانے سے باز رہے۔

= وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ؛ واؤ عاطفہ، اس جملہ کا عطف محذوف پر ہے جو الکف کی علت ہے ای فعل ما فعل من التعجیل والكف لتكون نافعة لهم واٰية لهم۔ بعض کے نزدیک واؤ زائدہ ہے

لام تعلیل کا ہے تَكُوْنَ مضارع واحد مؤنث غائب۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر ضمیر فاعل برائے التعجیل والكف ہے۔ اٰيَةً نشانی۔ (خدا کی) قدرت کا نمونہ،

ترجمہ:۔ اور اس تعجیل والکف کی غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لئے (خدا کی) قدرت کا نمونہ بن جائے:

= وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا : اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول يَهْدِىَ کا۔ اور تاکہ وہ تم کو

سیدھے راستہ پر چلائے۔

۴۸: ۲۱ == وَاُخْرٰی لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَیْھَا۔ وَاُخْرٰی کا عطف فَعَجَّلَ لَکُمْ ھٰذِہٖ میں ھٰذِہٖ پر ہے ای فعجل لکم ھذہ المغانم و مغانم اخرٰی یعنی اس نے تم کو فوری طور پر یہ اموال غنیمت عطا کئے اور (ان کے علاوہ) اور اموالِ غنیمت بھی ہیں۔

— لَمْ تَقْدِرُوْا: مضارع منفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ قابو پانا۔ قبضہ قدرت میں رکھنا۔ قادر ہونا۔ عَلَیْھَا میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب کا مرجع (مغانم) اُخْرٰی ہے اور دوسری غنیمتیں جو ابھی تمہارے قبضہ قدرت میں نہیں آئیں۔

ان مغانم اخرٰی سے کونسی فتوحات و اموال غنیمت مراد ہیں اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ اس سے مراد ملک فارس و روم کے فتوحات اور اموال غنیمت ہیں (ابن عباسؓ، حسن، مقاتل)

۲:۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے (قتادہ)

۳:۔ اس سے مراد فتح حنین ہے (عکرمہ)

۴:۔ آئندہ حاصل ہونے والی ہر فتح مراد ہے۔ (مجاہد)

== قَدْ اَحَاطَ اللّٰہُ بِھَا۔ اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِحَاطَۃٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے فرار ممکن نہ ہو۔ قَدْ ..... بِھَا۔ ای حفظھا لکم حتی تفتحوھا و منعھا من غیرکم حتی تاخذوھا (الخازن) اللہ نے ان کو اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو فتح کر لو اور ان کو غیروں سے بچا رکھا ہے یہاں تک کہ تم ان کو پالو۔

یا احاطہ سے مراد علمی احاطہ ہے یعنی اللہ کا علم ان کو محیط ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو تم سے فتح کرانا چاہتا ہے۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:۔

اغلب یہ ہے کہ اس سے مراد فتح مکہ ہے اور یہی رائے قتادہ کی ہے اور اسی کو

ابن جریر نے ترجیح دی ہے۔
ارشاد الٰہی کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ :۔
ابھی تو مکہ تمہارے قابو میں نہیں آیا ہے مگر اللہ نے اسے گھیرے میں لے لیا ہے اور حدیبیہ کی اس فتح کے نتیجے میں وہ بھی تمہارے قبضہ میں آجائے گا۔
= وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا۔ (اور اس کے لئے یہ مشکل نہیں کیونکہ) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔
۴۸: ۲۲ = وَلَوْ۔ واؤ عاطفہ لَوْ شرطیہ ہے اگر، قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (کفار اہل مکہ تم سے لڑتے اور تم سے صلح نہ کرتے تو پشت پھیر کر بھاگ جاتے۔
= لَوَلَّوُا جواب شرط ہے وَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر پیٹھ دے کر بھاگنا اَلْاَدْبَارَ۔ جمع دُبُرٌ کی پیٹھیں۔ پیچھے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اَلْاَدْبَارَ مفعول ہے وَلَّوْا۔ تو وہ پیٹھیں دے کر بھاگ جاتے۔
= لَا يَجِدُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب وَجْدٌ (باب ضرب، سمع) مصدر پانا۔ حاصل کرنا۔ پھر وہ نہ پاتے۔
= وَلِيًّا۔ وَلِيٌّ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر حاضر بمعنی محافظ۔ مددگار۔ حامی، بچانے والا منصوب بوجہ مفعول۔
= نَصِيْرًا۔ صیغہ صفت، نَصْرٌ سے بچانے والا، مدد کرنے والا۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ وَلِيًّا کا معطوف ہے :

فَائِدَہ : مطلب یہ ہے کہ حدیبیہ میں جنگ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے نہیں روکا تھا کہ وہاں مسلمانوں کے شکست کھا جانے کا امکان تھا بلکہ اس کی مصلحت کچھ دوسری ہی تھی جسے آگے کی آیتوں میں بیان کیا جا رہا ہے (آیات ۲۴: ۲۵) اگر وہ مصلحت نہ ہوتی اور اللہ تعالیٰ اس مقام پر جنگ ہو جانے دیتا تو پھر بھی یقیناً کفار ہی کو شکست ہوتی اور مکہ مکرمہ اسی وقت فتح ہو جاتا۔ (تفہیم القرآن)
۴۸: ۲۳ = سُنَّةَ اللّٰهِ۔ ای سَنَّ اللّٰهُ سُنَّةً۔ اللہ تعالیٰ نے (یہ) دستور اختیار کر رکھا ہے (جلالین، تفسیر حقانی)
= اَلَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ۔ جو قبل ازیں جاری رہا ہے (گذشتہ امتوں میں)

اور وہ طریقہ یا دستور کیا تھا۔ کہ اللہ اور اللہ کے اولیار اور انبیار ہمیشہ اللہ کے دشمنوں پر غالب ہی رہیں گے۔ جیسا کہ اور جگہ اللہ نے فرمایا ہے :۔

کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (۵۸: ۲۱) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ بلاشبہ میں اور میرے پیغمبر غالب آکر رہیں گے۔ اور فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ (۵: ۵۶) بیشک خدا کا لشکر ہی غلبہ پانے والا ہے۔ اور اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (۵۸: ۲۲) خوب سن لو کہ خدا ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔

اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث۔ اگلا جملہ اس کا صلہ ہے

قَدْ خَلَتْ۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کو ماضی قریب بنا دیتا ہے۔ خَلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر وہ گذر گئی وہ گذر چکی۔

مِنْ قَبْلُ (اس سے) پہلے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۵ مذکورۃ الصدر یہ اللہ کا دستور گذشتہ امتوں میں بھی جاری تھا۔

= لَنْ تَجِدَ۔ مضارع منفی تاکید بلن۔ وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور تو اللہ کے دستور میں ہرگز تبدیلی نہ پائے گا۔

۴۸: ۲۴ = بَطْنِ مَكَّةَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بَطْن بمعنی پیٹ۔ یہاں مراد وادی مکہ۔ مکہ کے قریب، مکہ کی سرحد کے پاس ہے۔

= مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ: مِنْ حرف جر۔ اَنْ مصدریہ۔ اَظْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِظْفَارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی کامیابی دینا۔ فتحمند کرنا۔ فیروزمند کرنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو ان پر ظفریاب کرنے کے بعد كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ۔ ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے روک دیا تھا۔

اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ۔ جملہ مضاف الیہ ہے بَعْدِ کا

= بَصِیْرًا خبر ہے كَانَ کی۔ اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کر رہے تھے دیکھ رہا تھا۔

فَائِدَة: صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں :۔ اگرچہ حدیبیہ کے مقام پر باقاعدہ

لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی۔ لیکن کفارِ مکہ کے کئی جتھے اپنے بغضِ باطن سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ مکہ کے اسّی شوریدہ سر پوری طرح مسلح ہو کر جبل تنعیم سے اترے۔ تاکہ بے خبری میں لشکرِ اسلام پر دھاوا بول دیں لیکن اس سے پہلے کہ وہ حملہ کرتے ہم نے ان کو محاصرہ میں لے لیا اور گرفتار کر لیا لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف کر دیا۔

اسی طرح ایک دفعہ عکرمہ بن ابی جہل نے پانچ سو آدمیوں کو ساتھ لے کر لشکرِ اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کا ایک دستہ ان کی سرکوبی کے لئے بھیجا لیکن وہ دم دبا کر بھاگ نکلے اور مکہ کی گلیوں میں جا کر پناہ لی۔

اس قسم کے کئی واقعات ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح کی صورت حال پیدا نہ ہونے دی اور کفار کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ تم پر حملہ کر دیں اور تمہیں بھی یہ حوصلہ بخشا کہ تم کو ان کی اشتعال انگیزیوں سے برافروختہ ہو کر ان پر حملہ نہ کر دو۔

۴۸:۲۵ == هُمْ ضمیر شان جمع مذکر غائب، وہ۔ وہی۔ اشارہ اہل مکہ کی طرف ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر، باقی جملہ اس کا صلہ، هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی وہ اہل مکہ ہی ہیں جنہوں نے کفر کیا۔

== وَصَدُّوْكُمْ۔ واؤ عاطفہ، صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب صَدَّ دَصُدُّوْدٌ (باب نصر) مصدر یعنی روکنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور انہوں نے تم کو روکا۔

== عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ: عَنْ حرفِ جر۔ المسجد الحرام موصوف وصفت حرمت والی مسجد یعنی کعبہ، یعنی کعبہ کا طواف کرنے سے روکا۔

== وَالْهَدْيَ۔ واؤ عاطفہ، الْهَدْيَ منصوب ہے کہ اس کا عطف صَدُّوْكُمْ میں ضمیر منصوب پر ہے ای وصَدُّوا الْهَدْيَ اسم معرف باللام، قربانی کا جانور جو ماہ حُرم میں حرم کے اندر ذبح ہونے کے لئے بھیجا جاتا ہے

== مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔ جملہ الهدی سے حال ہے مَعْكُوْفًا بوجہ حال منصوب ہے۔ مَعْكُوْفًا۔ عَكْفٌ باب ضرب ونصر، مصدر سے بمعنی روکے رکھنا۔ رکا ہوا۔ اِعْتِكَافٌ مسجد میں عبادت کے لئے رکے رہنا۔

اَنْ مصدریہ ہے یَبْلُغَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب: بُلُوْغٌ باب نصر مصدر بمعنی پہنچنا۔ مَحِلَّہٗ مضاف مضاف الیہ۔ مَحِلَّ اسم ظرف مکان۔ قربانی کی جگہ۔

= لَوْ لَا۔ امتناعیہ ہے۔ لَوْ حرفِ شرط اور لَا نافیہ سے مرکب ہے اگر نہ ہوتے نیز ملاحظہ ہو (۶: ۴۳) جواب لَوْلَا محذوف ہے۔ یعنی اگر نامعلوم مومن مرد اور عورتوں کا تمہارے ہاتھوں پامال ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ مکہ پر حملہ کی اجازت دیدیتا۔

= لَمْ تَعْلَمُوْنَهُمْ، نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر حاضر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (رجال و نساء کے لئے۔ تغلیب المذکر علی المؤنث کی وجہ سے صیغہ جمع مذکر لایا گیا) لَمْ تَعْلَمُوْهُمْ صفت ہے رِجَالٌ وَنِسَاءٌ کی۔

= اَنْ تَطَئُوْ هُمْ اَنْ مصدریہ تَطَئُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ نون اعرابی اَنْ کے عمل سے ساقط ہو گیا۔ وَطْأٌ (باب سمع) مصدر و ط ا۔ مادہ۔ بمعنی کسی چیز کو پاؤں تلے روندنا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب رِجَالٌ وَنِسَاءٌ کے لئے ہے تاکہ تم ان کو پامال کروگے، یا روند ڈالوگے۔

اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً۔ (۷۳: ۶) کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے۔

= فَتُصِيْبَكُمْ ف سببیہ ہے تُصِيْبَ مضارع منصوب واحد مؤنث غائب اِصَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ضمیر فاعل مَعَرَّةٌ کی طرف راجع ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اور بدیں سبب تم کو بدنامی پہنچے (ان کی وجہ سے)

= مَعَرَّةٌ گناہ۔ تکلیف، دکھ، مضرت، بدی، عیب، بری بات، سختی، (ع رر مادہ)

اِعْتَرَّ۔ (باب افتعال سے) بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آنا۔ قرآن مجید میں ہے وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ۔ (۲۲: ۳۶) اور قناعت سے بیٹھ رہنے والوں کو اور بغیر سوال کئے بخشش کے لئے آنیوالوں کو بھی کھلاؤ۔

= مِنْهُمْ۔ ان کی وجہ سے۔ هُمْ کی ضمیر رجال مومنون و نساء مؤمنات کی طرف راجع ہے۔

= بِغَیْرِ عِلْمٍ ۔ اس کا تعلق یا تو اَنْ تَطَؤُھُمْ سے ہے یعنی لاعلمی میں تم ان کو روندڈالوگے۔ یا اس کا تعلق فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌ سے ہے یعنی بے علمی میں ان کی پامالی کی وجہ سے تم کو گناہ پہنچ جائے۔

= لِیُدْخِلَ اللّٰہُ فِیْ رَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ لام تعلیل کا ہے علت محذوف ہے یعنی مکہ میں زبردستی داخل ہونے کی ممانعت ،

آیت کا مطلب یوں ہوگا:۔

اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ مکہ میں وہ مومن مرد اور عورتیں جن کو تم نہیں جانتے تھے تمہارے ہاتھوں لاعلمی میں پامال ہوجائیں گے اور ان کی طرف سے تمہیں یوں بدنامی پہنچے گی تو اللہ تعالیٰ تمہیں زبردستی مکہ میں داخل ہونے کی اجازت دیدیتا۔ لیکن اس نے زبردستی داخل ہونے کی ممانعت اس لئے کردی کہ وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کردے (اس ادخال رحمت میں مومن مرد اور عورتوں کا پامالی سے بچ جانا۔ مسلمانوں کا مومنین کو پامال کرنے کی بدنامی سے بچ جانا اور کفار کی کثیر تعداد کا بعد میں ایمان لے آنا شامل ہے

= لَوْ : حرف شرط - اگر۔

= تَزَیَّلُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَزَیُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر جس کے معنی پراگندہ اور متفرق ہونے کے ہیں۔ یعنی اگر وہ ایک طرف ہوتے یا جدا ہو جاتے، اگر وہ مسلمان کافروں سے الگ ہوتے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَزَیَّلْنَا بَیْنَھُمْ (۱۰: ۲۸) توہم ان میں تفرقہ ڈال دیں گے

= لَعَذَّبْنَا ۔ لام جواب شرط کے لئے ہے۔ عَذَّبْنَا ماضی جمع متکلم توہم عذاب دیتے

= مِنْھُمْ ای من اھل مکۃ۔ اہالیانِ مکہ میں سے جو کافر تھے ان کو دردناک عذاب دیتے۔

= عَذَابًا اَلِیْمًا : موصوف وصفت ،مفعول مطلق، دردناک عذاب ۔

فَائِدَۃٌ : اللہ تعالیٰ کو اپنے نیک بندوں کا اتنا پاس ہے کہ ان کی موجودگی کی وجہ سے ساری بستی والوں کو بچالیتا ہے گو بستی والے ان اللہ کے بندوں کو دکھ ہی کیوں نہ دیتے ہوں۔

۴۸: ۲۶ = اِذْ ظرفِ زمان ہے یہ فعل محذوف کا مفعول ہے ای اُذْکُرْ

اِذْ۔ وہ وقت یاد کرو جب۔
یا یہ لَعَذَّبْنَا کا ظرف ہے۔ جب الیٰ تو ان میں سے جو کافر تھے ہم ان کو دردناک عذاب دیتے۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی (اور رسول اللہ اور ان کے صحابیوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔
ای لعذبنا ھم اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ۔ حمیۃ الجاھلیۃ (ایسر التفاسیر)
= جَعَلَ، ماضی واحد مذکر غائب، جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بنایا۔ اس نے کیا۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے ٹھیرایا۔
امام راغب لکھتے ہیں کہ:۔
جَعَلَ ایک ایسا لفظ ہے کہ تمام افعال کے لئے عام ہے یہ فَعَلَ، صَنَعَ اور اس قسم کے تمام افعال سے اَعَمّ ہے اس کا استعمال پانچ طرح پر ہوتا ہے۔
۱:۔ صَارَ۔ طَفِقَ (ہو گیا، لگا) کی جگہ استعمال ہوتا ہے اور اس وقت متعدی نہیں ہوتا۔ جیسے جَعَلَ زَیْدٌ یَقُوْلُ کَذَا۔ زید یوں کہنے لگا۔
۲:۔ اَوْجَدَ: (اس نے ایجاد کیا۔ اس نے پیدا کیا) کی بجائے آتا ہے۔ اس صورت میں اس کا تعدیہ ایک مفعول کی طرف ہوتا ہے جیسے فرمایا وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (۶ : ۱) اور اندھیرے اور روشنی بنائی۔
۳:۔ ایک شے کو دوسری شے سے پیدا کرنا اور بنانا۔ جیسے فرمایا جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا۔ (۴۲ : ۱۱) اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے۔
۴:۔ بمعنی تصییر۔ یعنی کسی شے کو ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل کرنا۔ جیسے فرمایا۔ اَلَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲ : ۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔
۵:۔ کسی چیز کے متعلق کسی بات کا تجویز کرنا۔ خواہ وہ حق ہو یا باطل۔ حق کی مثال اِنَّا رَآدُّوْہُ اِلَیْکِ وَجَاعِلُوْہُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ۔ (۲۸ : ۷) ہم اس کو تمہارے پاس واپس پہنچا دیں گے پھر اسے پیغمبر بنا دیں گے۔
باطل کی مثال:۔ اَلَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ۔ (۱۵ : ۹۱) یعنی قرآن کو

(کچھ ماننے اور کچھ نہ ماننے سے) ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔
یہاں اس آیت میں بمعنی بنالیا۔ ٹھہرالیا ہے۔
== اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے مراد اہل مکہ ہیں۔
== اَلْحَمِیَّۃَ : کد۔ ضد۔ قوت غضبیہ جب جوش میں آتے اور بڑھ جائے تو حمیت کہلاتی ہے۔ خود داری جو تکبر و نخوت کی بناء پر ہو۔ الحمی (ح م ی مادہ) وہ حرارت جو گرم جواہر جیسے آگ، سورج وغیرہ سے حاصل ہوتی ہے اور وہ بھی جو کہ بدن میں قوتِ حارہ سے پیدا ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ یُحْمٰی عَلَیْھَا فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ (۹ : ۳۵) جس دن وہ مال دوزخ کی آگ میں خوب گرم کیا جائے گا۔
صاحب ایسر التفاسیر اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں:۔
ای لعذ بناھم اذ جعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ وھی الانفۃ المانعۃ من قبول الحق ولذا منعوا الرسول واصحابہ من دخول مکۃ وقالوا کیف یقتلون ابناءنا ویدخلون بلادنا واللات والعزی ما دخلوھا۔
(تو ہم ان کو عذاب دیتے جب کفار نے اپنے دلوں میں حمیت جاہلیہ کو جگہ دی جو تکبر و نخوت پر مبنی وہ ضد ہے جو قبول حق سے مانع ہوتی ہے اور جس کی بناء پر کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا کہ انہوں نے ہماری اولاد کو قتل کیا ہے اور ہمارے ملک میں زبردستی گھس آئے ہیں لات اور عزیٰ کی قسم وہ ہرگز اس میں (یعنی مکہ میں) داخل نہیں ہوں گے)
== حَمِیَّۃَ الْجَاھِلِیَّۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر جَعَلَ کا مفعول یہ بدل ہے الحَمِیَّۃَ سے۔ یعنی زمانہ جاہلیت کی سی ضد۔
فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ (بصورتِ اِذْ بمعنی مفعول فعل محذوف) آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
حب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی اور ضد بھی جاہلیت کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر اور اہل ایمان پر اپنی سکینت نازل فرمائی (اور انہوں نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کی اور جنگ پر قدرت رکھنے کے باوجود لڑائی سے باز رہے»
سکینہ کے لئے ملاحظہ ہو ۴۸ : ۴ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْزَمَهُمْ۔ اَلْزَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِلْزَامٌ (افعال) مصدر بمعنی لگادینا۔ لازم کردینا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔
اس نے ان پر لازم کردیا۔ اس نے ان پر جمادیا۔ اس نے ان کو استقامت بخشی (کلمۃ التقوی پر)

= کَلِمَۃَ التَّقْوٰی۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَلْزَمَ کا۔ کلمۃ التقوی کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہدؒ، قتادہؒ، ضحاکؒ، عکرمہؒ، سدی وغیرہ اور اکثر مفسرین کا قول ہے کہ اس سے مراد لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ہے

۲۔ عطا ابن رباح نے کہا کہ اس سے مراد ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَ لَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

۳۔ عطا خراسانی کے نزدیک اس سے مراد ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

۴۔ زہری نے کہا کہ اس سے مراد ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
مآل سب کا ایک ہی ہے (کہ کلمہ توحید مراد ہے)

کلمہ توحید ہر تقویٰ کی بنیاد اور سبب ہے، کلمہ تقویٰ سے مراد اہل تقویٰ کا کلمہ، اَلْزَمَھُمْ کَلِمَۃَ التَّقْوٰی یعنی ان کو کلمہ تقویٰ پر جمائے رکھا اور حمیت جاہلیت کو ان سے دور کردیا۔

= کَانُوْا۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب کا مرجع رسول کریم اور مومنین ہیں۔

= اَحَقَّ بِھَا۔ اَحَقَّ اسم تفضیل، اور فاعل دونوں کے معنی میں آتا ہے۔ بڑا حق دار زیادہ مستحق، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کلمۃ التقویٰ کی طرف راجع ہے۔

= وَ اَھْلَھَا۔ عطف تفسیری ہے۔ اس کے حقدار۔ اس کے قابل۔ اس کے سزاوار۔

= عَلِیْمًا۔ خبر کَانَ۔ بڑا دانا۔ خوب جاننے والا۔ عِلْمٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔

۴۸ : ۲۷ = لَقَدْ۔ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور ماضی قریب کے معنی دیتا ہے:

= صَدَقَ اللّٰہُ۔ صَدَقَ ماضی واحد مذکر غائب۔ صِدْقٌ (باب نصر) مصدر۔ اس نے سچ کر دکھایا۔ اس نے سچ کہا۔ صَدَقَ کا تعدیہ کبھی دو مفعول کی طرف بھی ہوتا ہے جیسے آیت ہذا میں۔ نیز اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ صَدَقَکُمُ اللّٰہُ وَعْدَہٗ (۳:۱۵۲) اور اللہ سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ۔
= بِالْحَقِّ، حق کے ساتھ۔ سچ سچ، صداقت ویقین کے ساتھ۔ بلا کذب، حق ضد ہے باطل کی،

مطلب یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خواب اللہ تعالیٰ نے دکھایا تھا وہ سچ تھا اور وقوع کے عین مطابق۔ یعنی یہ خواب ایسے ہی عملاً وقوع پذیر ہوگا جیسا کہ خواب میں دکھایا گیا تھا۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کے متعلق جو کچھ فرمایا تھا وہ درست فرمایا تھا اور خواب بالکل حقیقت کے مطابق تھا اور ایسا ہی ہو کر رہے گا۔

(کلام اللہ میں صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے مستقبل ہے۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ کا قول زمانہ مستقبل کے متعلق ایسا ہی ہے جیسا کہ وہ فی الواقع ہو چکا ہے)

ترجمہ:۔ اللہ نے سچ دکھایا ہے اپنے رسول کو خواب۔

= لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ لام تاکید کا ہے تَدْخُلُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر حاضر، الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول ہے تَدْخُلُنَّ کا۔ تم ضرور داخل ہو گے مسجد حرام میں۔ (یہ وعدہ اگلے سال ذوالقعدہ ۷ھ میں پورا ہوا۔ یہ عمرہ عُمْرَۃُ القضاء کے نام سے مشہور ہے)

لَتَدْخُلُنَّ ..... الخ تفسیر مظہری میں ہے:۔

۱:۔ ابن کیسان نے کہا کہ یہ رسول اللہ کا قول تھا جس کو اللہ نے نقل کیا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب ان الفاظ میں بیان فرمایا تھا کہ تم لوگ کعبہ میں داخل ہو گے۔

۲:۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ خواب کے فرشتہ کا قول ہو جو اللہ نے نقل کر دیا۔

۳:۔ سید قطب فی ظلال القرآن میں رقمطراز ہیں:۔

ولکنّ اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ یؤدب المؤمنین بادب الایمان وھو یقول لھم: لتدخلن المسجد الحرام ..... اِنْ شَاءَ اللّٰہُ ... فالدخول واقع حتم، لان اللّٰہ اخبر بہ۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ مومنین

ایمان کے ادب وآداب سکھاتے ہوئے ان سے فرماتا ہے۔
"تم ضرور داخل ہوگے مسجد حرام میں ...... مشیت ایزدی سے" اور داخل ہونے کا وقوعہ حتمی ہوگا۔ کیونکہ اس کی خبر دینے والا خود اللہ تعالیٰ ہے"
لَتَدْخُلُنَّ سے لے کر وَلَا تَخَافُوْنَ تک خواب کا بیان ہے جو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دکھایا گیا۔
= اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا فقرہ غور طلب ہے:
۱۔ اِنْ شک کے لئے استعمال ہوتا ہے؛ اور یہ اللہ کا کلام ہے اس میں شک کا کیا دخل؟ یہاں اِنْ کا معنی اِذْ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تم مسجد حرام میں داخل ہوگے۔ اِنْ بمعنی اِذ کا استعمال عام ہے۔ صاحب لسان لکھتے ہیں:۔
وتجیئُ اِنْ بمعنی اِذْ ضرب قوله: اتقوا الله وذروا ما بقی من الربٰو ان کنتم مؤمنین (۲: ۲۷۸) بمعنی اذ کنتم مؤمنین۔ یعنی اللہ سے ڈرو باقی سود چھوڑ دو جب کہ تم ایمان لاچکے ہو۔ اس آیت میں بھی اِنْ بمعنی اِذْ ہے
۲۔ اگرچہ اِنْ شک کے موقعہ پر استعمال ہوتا ہے لیکن اس جگہ بطور ادب اس لفظ کا استعمال کیا گیا ہے، لَتَدْخُلُنَّ کے محاذ سید قطب کا قول بھی مذکور ہوچکا ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا استعمال ادب وآداب سکھانے کے لئے ہوا ہے اسی ادب کو ملحوظ رکھنے کا ایک دوسری آیت میں بھی حکم دیا گیا ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ (۱۸: ۲۳، ۲۴) اور کسی کام کی نسبت نہ کہنا کہ میں اسے کل کر دوں گا۔ مگر انشاء اللہ کہہ کر۔ یعنی اگر خدا نے چاہا تو (کر دوں گا)
۳۔ صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ کا فقرہ یہاں ذکر کرنے کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا اس دفعہ مکہ نہ جانا اس لئے نہیں کہ کفار بہت طاقتور تھے اور مسلمان ان کی قوت سے خائف تھے تو واپس چلے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت یہ تھی کہ وہ واپس چلے جائیں کیونکہ اس میں وہ حکمتیں تھیں جن کو اللہ تعالیٰ تو جانتا تھا لیکن تم نہیں جانتے تھے (اسی آیت میں آگے چل کر) فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا سے اسی کی طرف اشارہ ہے
اِنْ شَآءَ اللّٰهُ جملہ معترضہ ہے

== اٰمِنِیْنَ اٰمِنٌ کی جمع ہے بحالت نصب۔ اسم فاعل جمع مذکر اَمْنٌ (باب سمع) مصدر۔ مطمئن، دل جمع، بے خوف، لَتَدْخُلُنَّ کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔

== مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ ۔ مُحَلِّقِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر تَحْلِیْقٌ (تفعیل) مصدر، سر منڈانے والے۔ اصل لغت میں حَلَقَہٗ کا معنی ہے اس کا حلق کاٹ دیا۔ توسیع استعمال کے بعد حلق کا معنی ہوا بال کاٹنا۔ پھر عرف عام میں بال مونڈنے کا معنی ہو گیا۔ اور باب تفعیل سے بال منڈوانے کا ترجمہ ہو گیا۔ لیکن کبھی لازم بھی آتا ہے جیسے حَلَقَ الطَّائِرُ پرندہ گول دائرہ بنا کر چکر کاٹ کر اڑا۔ اس لئے حلقہ آدمیوں کی اس جماعت کو کہتے ہیں جو دائرہ بنا کر بیٹھی ہو۔

رُءُوْسَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے سر، تمہارے اپنے سر، مُحَلِّقِیْنَ رُءُوْسَکُمْ اپنے سروں کو منڈاتے ہوئے۔

== مُقَصِّرِیْنَ ۔ اس کا عطف محلقین پر ہے۔ مُقَصِّرِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر، منصوب، تَقْصِیْرٌ (تفعیل) مصدر، کم کرنے والے۔ بال کترنے والے ،، واوٗ عاطفہ بمعنی "یا" ہے یا (اپنے بالوں کو) کتراتے ہوئے۔ یہ بھی ضمیر فاعل لَتَدْخُلُنَّ سے حال ہے۔

== لَا تَخَافُوْنَ ۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، تم نہیں ڈرو گے۔ تم بے خطر ہو گے۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ یہ بھی ضمیر لَتَدْخُلُنَّ سے حال ہے

== فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا ۔ اس جملہ کا عطف صَدَقَ پر ہے فَ عاطفہ عَلِمَ فعل مَا اسم موصول۔ لَمْ تَعْلَمُوْا مضارع نفی جحد بلم، صلہ، موصول وصلہ مل کر مفعول فعل عَلِمَ کا۔ پس جس بات کو تم نہ جانتے تھے۔ اس نے اس کو جان لیا عَلِمَ میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے۔

== مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ : بمعنی ورے۔ سوائے، غیر۔ جو کسی کے نیچے ہو۔ دُوْنَ کہلاتا ہے" یہ ظرف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ مضاف، ذٰلِکَ ۔ اسم اشارہ بمعنی اس، وہ، واحد مذکر۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ ۔ اس سے ورے۔ اس سے پہلے۔ ای من قبل دخولکم الحرم تمہارے مسجد حرام میں داخل ہونے سے قبل۔

= فَتْحًا قَرِيْبًا ۔ موصوف وصفت مل کر مفعول جَعَلَ کا۔ مراد اس سے فتح خیبر ہے یا صلح حدیبیہ (الخازن) پس اس نے دخول مسجد حرام سے قبل ہی ایک ایسی فتح عطا کردی جو قریب ہے۔
۲۸:۴۸ = هُوَ : ضمیر شان، جو اللہ کی طرف راجع ہے جملہ مابعد اس کی تفسیر ہے
= دِيْنُ الْحَقِّ ۔ دین اسلام۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ دِيْنِ الْحَقِّ ای بِدِيْنِ الْحَقِّ ۔
= لِيُظْهِرَهٗ ۔ لام تعلیل کا۔ يُظْهِرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب ۔ اِظْهَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی غالب کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جو دین الحق کی طرف راجع ہے ۔ کہ اس (دین حق یعنی دین اسلام) کو غالب کردے
= عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۔ ای علی الادیان کلہا ۔ یعنی تمام (دوسرے) دینوں پر۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ تمام مذاہب پر غالب کردے ۔ جو مذہب (گذشتہ زمانے میں) حق تھے۔ یعنی اللہ کی طرف سے آئے تھے) ان کو منسوخ کردینے کے لئے اور جو مذہب باطل تھے ان کے غلط ہونے کو دلائل اور براہین سے ثابت کرنے کے لئے یا کبھی نہ کبھی کسی زمانہ میں مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا کرنے کے لئے ۔
= وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۔ واؤ عاطفہ كَفٰى ماضی واحد مذکر غائب كِفَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ کفایت کے معنی اس عمل کے ہیں جس میں کسی کی حاجت روائی اور مقصد رسانی کی گئی ہو۔ اس کا استعمال متعدی بھی ہوتا ہے اور لازم بھی کبھی متعدی بیک مفعول ہوتا ہے۔ جیسے کفانی قلیل من المال (مجھے تھوڑا سا مال کافی ہوگیا۔ اور کبھی متعدی بدو مفعول ہوتا ہے۔ جیسے وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۔ (۳۳ : ۲۵) اور اپنے اوپرے ہی اللہ نے مومنوں کی جنگ یا۔ اور اللہ مومنوں کو لڑائی کے بارے میں کافی ہوا۔

یعنی مسلمانوں کو غزوۂ احزاب میں مشرکین کے مقابلہ میں عمومی طور پر جنگ کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم ہی ایسے اسباب پیدا کردیئے جو کفار کی ہزیمت اور بے نیل و مرام واپسی کا سبب بنے۔

اور جب كَفٰى لازم مستعمل ہو تو خلافِ قیاس فاعل پر تاکید اتصال

اسنادی کے لئے باء کا اضافہ کیا جاتا ہے اور ایک اسم صفت فاعل سے حال کے طور پر اس عمل سے مشتق کرکے جس کے متعلق کفایت کا اثبات مقصود ہو لے آیا جاتا ہے خواہ فاعل خالق ہو یا مخلوق! جیسے کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا (آیت زیر مطالعہ ۴۸:۲۸) اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔ اور کَفٰی بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا (۱۷:۱۴) آج تو اپنا آپ ہی محاسب کافی ہے۔

شَهِیْدًا فاعل (اللہ) سے حال ہے۔

مطلب یہ کہ فتح مکہ کے وعدہ حق ہونے پر۔ یا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر اللہ کی شہادت کافی ہے۔ یہ مسجد حرام میں داخلے کے وعدہ کی تاکید ہے۔

۴۸:۲۹ == مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ مُحَمَّدٌ مبتدا۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اس کی خبر ہے۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ جملہ اوصافِ جمیلہ وخصائل حمیدہ پر مشتمل ہے وَهُوَ مُشْتَمِلٌ عَلٰی كُلِّ وَصْفٍ جَمِیْلٍ (ابن کثیر)

== وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ: واؤ عاطفہ ہے الذین معہ صلہ موصول مل کر مبتدا۔ (اور وہ جو اُن کے ساتھ ہیں)

== اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ۔ وہ کفار کے مقابلہ میں طاقتور اور شجاع ہیں۔ خبر مبتدا کی۔ یہاں سے اَلَّذِیْنَ مَعَهٗ (یعنی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے۔

اَشِدَّآءُ۔ شَدِیْدٌ کی جمع ہے۔ زور آور، بہادر، طاقت ور،

تاج العروس میں ہے:۔

الشدۃ النجدۃ وثبات القلب ۔ والشدید الشجاع والقوی من الرجال والجمع الاشداء۔ الشدۃ قوت اور دل کی محکمی کا نام ہے اور.... الشدید شجاع اور طاقتور مرد کو کہتے ہیں اس کی جمع اَشِدَّآءُ ہے

عَلَی الْكُفَّارِ۔ کافروں کے مقابلہ میں۔

== رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ: رُحَمَآءُ رَحِیْمٌ کی جمع۔ بڑے نرم دل۔ بڑے مہربان، یعنی آپس میں بڑے رحمدل اور مہربان ہیں۔

== تَرٰىهُمْ: مضارع واحد مذکر حاضر، هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع

اَلَّذِیْنَ مَعَہٗ ہے: تَرٰی تو دیکھے گا۔ تو دیکھتا ہے۔

== رُکَّعًا: جمع ہے رَاکِعٌ کی ضمیر ھُمْ سے حال ہے۔ رکوع کی حالت میں۔ رکوع کرنے والے۔

== سُجَّدًا۔ جمع ہے سَاجِدٌ کی یہ بھی ھُمْ ضمیر سے حال ہے۔ رکوع کی حالت میں۔ رکوع کرنے والے۔

مطلب یہ کہ توان کو اکثر رکوع کرتے ہوتے یا سجدہ کرتے ہوئے یعنی نماز کی حالت میں دیکھے گا۔

== یَبْتَغُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ وہ طلب کرتے ہیں۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

== فَضْلًا: اسم فعل (حالتِ نصب) رحمت، مغفرت، بخشش، مہربانی، فضل کے اصل معنی زیادتی کے ہیں" اس لئے اس کا اطلاق اس مال و دولت پر بھی ہوتا ہے جو کہ بطور نفع آدمی کو حاصل ہو۔ اور خداوند تعالیٰ کے عطیہ پر بھی خواہ وہ دنیوی ہو یا اُخروی ہو کیونکہ وہ آدمی کو اس کے استحقاق سے زیادہ دیا جاتا ہے: یہاں منصوب بوجہ یبتغون کے مفعول ہونے کے ہے۔

== رِضْوَانًا۔ رَضِیَ یَرْضٰی (باب سمع) کا مصدر ہے رضا۔ کثیر یعنی بڑی رضامندی اور نہایت خوشنودی کو رِضْوَان کہتے ہیں۔ چونکہ سب سے بڑی رضا اللہ کی رضا ہے اس لئے قرآن مجید میں رضوان کا لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے وہ رضاء الٰہی کے لئے مخصوص ہے

مطلب یہ ہے کہ:۔

صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کثرت سے نماز پڑھنا اور اکثر رکوع وسجود کی حالت میں پایا جانا دکھاوے کے لئے یا کسی دنیاوی غرض کے لئے نہیں ہے بلکہ خاص اللہ کے لئے اور اس کے فضل اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہے۔

== سِیْمَاھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی علامت، ان کی نشانی۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ مَعَہٗ کی طرف راجع ہے۔

سِیْمَا اصل میں وِسْمٰی تھا۔ واوٗ کو فاء کلمہ کی بجائے عین کلمہ کی جگہ رکھا گیا تو سِوْمٰی ہو گیا۔ پھر واوٗ کو ساکن اور ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واوٗ کو یاء کر لیا گیا۔ تو سِیْمٰی ہو گیا۔

صحابہ کی پیشانیوں پر سیما (نشانی - علامت) سے مراد وہ گٹا نہیں جو عام طور پر پیشانی پر نمودار ہو جاتا ہے بلکہ اس سے مراد نور باطن ہے جو اُن کے چہروں پر نمایاں ہوتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔ یُعۡرَفُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ بِسِیۡمٰهُمۡ فَیُؤۡخَذُ بِالنَّوَاصِیۡ وَالۡاَقۡدَامِ (۵۵ : ۴۱) گنہگار اپنی نشانیوں سے ہی پہچانے جائیں گے اور پیشانی کے بالوں اور پاؤں سے پکڑے جائیں گے۔

سِیۡمَاهُمۡ مبتدا۔ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ اس کی خبر ہے۔

= مِنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ مِنۡ جار۔ سجدوں کے اثر کی وجہ سے۔ اَثَرٌ کے حقیقی معنی تو نشان اور علامت کے ہیں مجازاً نشانِ قدم کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے فَارۡتَدَّا عَلٰۤی اٰثَارِهِمَا قَصَصًا (۱۸ : ۶۴) تو وہ اپنے پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے لوٹ گئے۔

سِیۡمَاهُمۡ فِیۡ وُجُوۡهِهِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ۔ ان کے نشان بوجہ تاثیر سجدہ سجدہ کے ان کے چہروں سے نمایاں ہیں۔

= ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے ان صفات کی طرف جو اوپر مذکور ہوئیں - اشارة الی ما ذکر من نعوتهم الجلیلة (روح المعانی) ذٰلِكَ مبتدا ہے۔ مَثَلُهُمۡ فِی التَّوۡرٰىةِ اس کی خبر ہے یہ اس صورت میں ہے جب آیت میں وقف التورٰة پر کیا جائے ترجمہ ہوگا :۔ یہی ہیں ان کی صفات تورات میں۔

مَثَلُهُمۡ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مَثَلٌ اسم مفرد ہے اَمۡثَالٌ جمع ہے۔ مَثَلٌ وہ قول ہے جو دوسرے قول کے مشابہ ہو اور ایک سے دوسرے کی حالت کھل جائے۔ گویا دوسرے کی تصویر اول کے ذریعہ سے نظر کے سامنے آ جائے۔

مَثَلٌ قرآن مجید میں مختلف جگہ مختلف معانی میں آیا ہے۔

۱۔ جس جگہ مَثَلٌ مرفوع کے بعد کمثل بھی آیا ہے یعنی مثل اور مثل بہ دونوں مذکور ہیں تو مَثَلٌ سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے مَثَلُهُمۡ كَمَثَلِ الَّذِی اسۡتَوۡقَدَ نَارًا (۲ : ۱۷)

۲۔ اگر لفظ مَثَلٌ مرفوع مذکور ہے اور اس کے بعد کَمَثَلِ نہیں ہے تو صرف آیت وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ (۲ : ۲۱۴) میں شبہ یعنی تشبیہی قصہ مراد ہے باقی آیات میں مَثَلٌ کا معنی صفت ہے۔

۳:۔ اگر مَثَلٌ منصوب ہے خواہ اس کے بعد کمثل ہے یا نہیں بہر حال مَثَلٌ سے مراد صفت اور حالت ہے جیسے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (۳:۵۹) اور وَاضْرِبْ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (۱۸:۴۵)

۴:۔ اگر مَثَلٍ مجرور مع تنوین کے ہے تو وہ نادر معنی مراد ہے جو ندرت میں کہاوت کی طرح ہو گیا ہے جیسے وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (۱۷:۸۹) صرف آیت وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا (۲۵:۳۳) میں مثل کا معنی ہے اعتراض، سوالِ عجیب۔

۵:۔ اگر مَثَلِ مجرور بغیر تنوین کے ہو تو ہر جگہ صفت مراد ہے۔ جیسے مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِی اسْتَوْقَدَ نَارًا۔ (۲:۱۷)

۶:۔ اگر مَثَلٌ مرفوع مع تنوین کے ہو تو تشبیہی قصہ مراد ہے جیسے یٰاَیُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ (۲۲:۷۳)

۷:۔ اگر اَلْمَثَلُ معرف باللام ہو اور ایسا صرف دو جگہ ہے۔ تو مثل سے مراد ہے عظیم الشان صفت جیسے وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (۱۶:۶۰)

(ماخوذ از لغات القرآن)

مَثَلُهُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ مَعَهٗ کی طرف راجع ہے ان کی صفت ان کی حالت۔ ان کا وصف۔

آیت میں معانقہ کی وجہ سے مندرجہ ذیل صورتیں ممکن ہیں:۔

۱:۔ وقف۔ اَلتَّوْرٰىةِ پر کیا جائے اس صورت میں ذٰلِكَ مبتدا ہوگا اور مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ اس کی خبر۔ ترجمہ ہوگا۔ یہی ہیں ان کی صفات توراۃ میں

۲:۔ اَلتَّوْرٰىةِ پر وقف ہوگا تو مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِيْلِ کا تعلق اگلے كَزَرْعٍ سے ہوگا۔ مَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِيْلِ مبتدا، اور كَزَرْعٍ .... اس کی خبر مطلب یہ ہوگا۔ اور انجیل میں ان کی حالت یا صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی نشوونما۔ روئیدگی و بالیدگی کھیتی کے پودے کی طرح ہوگی۔

۳:۔ اس کی تیسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ:۔

آیت میں وقف اَلْاِنْجِيْلِ پر کیا جائے۔ تو ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ

وَمَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ پر جملہ ختم ہوگا۔ اور اس کا عطف مَثَلُهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ پر ہوگا مثلهم فى التوراة خبر اول ہوگی ذٰلِكَ کی، اور مَثَلُهُمْ فِى الْاِنْجِيْلِ خبر ثانی ہوگی ترجمہ یوں ہوگا۔

یہی ہیں ان کی صفات و اوصاف توراۃ میں اور انجیل میں۔

اس صورت میں جملہ كَزَرْعٍ جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور اس سے قبل کلام محذوف ہے ای هُمْ اَوْ مَثَلُهُمْ كَزَرْعٍ ..... الخ یعنی وہ (صحابہ) یا ان کی حالت ایک کھیتی کی مانند ہے کہ ..... الخ

۴:- یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ذٰلِكَ مبہم اشارہ ہو اور كَزَرْعٍ اس کی تفسیر ہو

= كَزَرْعٍ۔ کاف تشبیہ کا ہے زَرْعٍ۔ کھیتی۔ کھیتی کرنا۔ کھیتی اگانا۔ زَرَعَ يَزْرَعُ۔ (باب فتح) کا مصدر۔ اس کھیتی کی مانند۔ جو فصل زمین سے اگتی ہے اسے زرع کہتے ہیں۔

= اَخْرَجَ۔ اس نے نکالا۔ ماضی واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔

= شَطْأَهٗ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَخْرَجَ کا۔ شَطْءٌ دانہ کے اندر سے جو سب سے پہلے سوئی پھوٹتی ہے اسے شَطْأٌ کہتے ہیں۔ وَرَقَةٌ اَوَّلَ مَا يَبْدَءُ (فصل کا پہلا پتہ جو نمودار ہوتا ہے)۔ اس کی جمع شُطُوْءٌ و اَشْطَأٌ ہے ٗہ ضمیر واحد مذکر غائب زَرْعٍ کی طرف راجع ہے۔

= فَاٰزَرَهٗ۔ ف تعقیب کا ہے اٰزَرَ ماضی واحد مذکر غائب مُؤَازَرَةٌ (مفاعلة) مصدر سے۔ جس کے معنی کمر مضبوط کرنے اور قوی کرنے، معاونت کرنے کے ہیں۔ ٗہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع شَطْأَهٗ ہے اور ضمیر فاعل زَرْعٍ کی طرف راجع ہے پھر اس نے اپنی سوئی کو قوی کیا۔

= فَاسْتَغْلَظَ: ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِغْلَاظٌ (استفعال) مصدر پھر وہ موٹی ہوئی۔ اَلْغِلْظَةُ (غین کے کسرہ اور ضمہ کے ساتھ) کے معنی موٹا پا یا گاڑھا پن کے ہیں یہ دِقَّةٌ کی ضد ہے اصل میں یہ اجسام کی صفت ہے۔ لیکن كَبِيْرٌ اور كَثِيْرٌ کی طرح بطور استعارہ اور معانی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے بمعنی سخت مزاجی مثلاً وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً (۹:۱۲۳) چاہیئے کہ وہ تم میں سختی محسوس کریں۔ یا بمعنی شدید۔ جیسے: ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ:

(۳۱:۴۴۲) پھر ہم ان کو عذاب شدید کی طرف مجبور کر کے لے جائیں گے۔
اِسْتَغْلَظَ۔ کے معنی موٹا اور سخت ہونے کو تیار ہوجانا ہیں اور کبھی موٹا اور سخت ہوجانے پر بولا جاتا ہے جیسے آیت ہذا۔ وہ موٹی ہوئی۔ (ای شَطْأُہٗ)

== فَاسْتَوٰی۔ یہاں فاء عاطفہ ہے اِسْتَوٰی ماضی واحد مذکر غائب، وہ (شَطْأُہٗ سوئی) سیدھی کھڑی ہوئی۔ وہ سنبھل گئی، اِسْتَوٰی کا استعمال جب عَلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی استقرار (ٹھیرنا) اور ارتفاع (بلند ہونا۔ چڑھنا) کے ہوتے ہیں۔

== عَلٰی سُوْقِہٖ۔ عَلٰی حرفِ جر، سُوْقِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے تنہ پر۔ سُوْق جمع سَاقٌ واحد، پنڈلیاں۔ (کھیتی کی) نالیاں، اس کے تنے۔ اس کی جڑیں۔

== یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ۔ یُعْجِبُ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ (افعال) مصدر۔ تعجب میں ڈالتا ہے۔ پسند آتا ہے۔ بھلا لگتا ہے۔

زُرَّاع۔ جمع زَارِعٌ کی جو اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے زَرْعٌ سے بمعنی کاشتکار۔ کھیتی کرنے والا۔ کسان، یہ شَطْأُہٗ سے حال ہے۔

اپنے کاشت کرنے والوں کو اپنی قوت، سختی، عظمت اور حسنِ منظرہ کی وجہ سے تعجب میں ڈالتا ہے۔ یعنی وہ اس میں اتنی خوبیاں پاکر بہت خوش ہوتے ہیں۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا مبعوث فرمایا۔ جیسے کاشتکار بیج زمین میں بوتا ہے، بعد میں صحابہ نے حضور علیہ السلام کی دعوت کو قبول کیا رفتہ رفتہ تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اسلام ایک تناور درخت بن گیا۔ اور نہایت مضبوط ہو گیا۔ کہ مخالفت کی تیز و تند آندھیاں بھی اسے گزند نہیں پہنچا سکتیں۔

== لِیَغِیْظَ۔ لام تعلیل کا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عروج۔ ان کی ہمہ جہت ترقی و استقامت، اسلام کی رات دگنی دن چوگنی ترقی اور اس کی عظمت و اشاعت اس لئے خداوند تعالیٰ نے نصیب فرمائی تاکہ صحابہ کی عزیمت خوش نصیبی اور بخت یاوری سے کفار کو غصہ اور غضب کی آگ میں جلائے۔

== یَغِیْظَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب۔ غَیْظٌ (باب ضرب) مصدر۔

= بِهِمْ۔ میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ صحابہ کرام کی طرف راجع ہے۔ ای الَّذِیْنَ مَعَہٗ۔

= مِنْهُمْ: میں مِنْ بیانیہ ہے تبیین کے لئے آیا ہے مُراد الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ہے۔ وہ سب کے سب"

جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (۲۲: ۳۰) تو (سب کے سب) بتوں کی پلیدی سے بچو۔ اگر منہم میں مِنْ کو تبعیضیہ لیا جائے تو لازم آئے گا کہ بعض بتوں کی پلیدی سے بچو اور بعض کی پوجا کرتے رہو۔

یہاں بھی اس آیت میں (۴۸: ۲۹) میں من تبیین کے لئے ہے اور اس سے مقصود وعدہ مغفرت اور اجر عظیم کا الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت کے ساتھ مخصوص کرنا ہے۔

هِمْ ضمیر کا مرجع وہی ہے جو بِهِمْ میں ہے۔

= مَغْفِرَةً اور اَجْرًا عَظِيْمًا موصوف وصفت مل کر مفعول ہیں فعل وَعَدَ کے۔ دونوں پر تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے یعنی بڑی مغفرت اور عظیم اجر۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۴۹) سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۸)

۴۹ : ۱ = لَا تُقَدِّمُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بڑھنا۔ آگے بھیجنا۔ تم آگے مت بڑھو، تم پہل مت کرو۔

= بَیْنَ: بیچ۔ درمیان، اسم ظرف مکان۔ جب بَیْنَ کی اضافت اَیْدِیْ۔ یا یَدَیْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ بَیْنَ۔ مضاف یَدَیِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر بَیْنَ کا مضاف الیہ۔ اللہ کے دونوں ہاتھوں کے سامنے۔ اللہ کے سامنے۔

= وَرَسُوْلِہٖ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ تم اللہ اور اس کے رسول کے سامنے پہل مت کیا کرو

فَائِدَۃٌ: صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں کہ:۔

یہاں ایک چیز غور طلب ہے۔ وہ یہ کہ لَا تُقَدِّمُوْا متعدی ہے لیکن اس کا مفعول مذکور نہیں ہے اس کی حکمت یہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ذکر کر دیا جاتا تو صرف اس کے بارے میں خلاف ورزی ممنوع ہوتی۔ مفعول کو ذکر نہ کرکے بتادیا کہ کوئی عمل ہو کوئی قول ہو۔ زندگی کے کسی شعبہ سے اس کا تعلق ہو اس میں اللہ اور اس کے رسول کے ارشاد سے انحراف ممنوع ہے۔

نیز اگر مفعول ذکر کر دیا جاتا تو سامع کی توجہ ادھر ہی مبذول ہو جاتی، اس کو ذکر نہ کرکے بتادیا کہ تمہاری تمام تر توجہ لَا تُقَدِّمُوْا کے فرمان پر مرکوز ہونی چاہئے۔

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ واؤ عاطفہ اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا۔ پرہیز کرنا۔ اَللّٰہَ مفعول۔ تم اللہ سے ڈرو۔ تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو

۴۹ : ۲ = لَا تَرْفَعُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، رَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔ تم بلند نہ کرو

تم اونچی مت کرو،

== اَصْوَاتَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری آواز۔ اپنی آواز۔

== فَوْقَ۔ اسم ظرف۔ اوپر۔ بلند۔

== لَا تَجْھَرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، جَھْرٌ (باب فتح) مصدر۔ اَلْجَھْرُ کے معنی کسی چیز کا حاسۂ سمع یا بصر میں افراط کے سبب پوری طرح ظاہر اور نمایاں ہونے کے ہیں۔ چنانچہ حاسۂ بصر یعنی نظروں کے سامنے کسی چیز کے ظاہر ہونے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ رَاَیْتُہٗ جَھْرًا میں نے اسے کھلم کھلا دیکھا۔ قرآن مجید میں ہے لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً (۲: ۵۵) جب تک ہم خدا کو سامنے نمایاں طور پر نہ دیکھ لیں۔ تم پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور حاسۂ سمع کے سبب ظاہر ہونے یا نمایاں ہونے کے فرمایا وَاِنْ تَجْھَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی (۲۰: ۷) تم پکار کر بات کہو وہ تو چھپے ہوئے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔ کَجَھْرِ میں کَ تشبیہ کا ہے جَھْرِ زور سے بات کرنا۔ دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونا وَلَا تَجْھَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَھْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ: اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو (اسی طرح) ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو۔

== اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ: اَنْ مصدریہ ہے اور یہ جملہ ممانعت کی علت ہے۔ تَحْبَطَ مضارع واحد مؤنث غائب حَبْطٌ (باب سمع) مصدر۔ جس کے معنی مٹنے اور اکارت ہو جانے کے ہیں۔ مبادا تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

== وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ یہ جملہ حالیہ ہے فاعل تَحْبَطَ سے۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

== یَغُضُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب غَضٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ نیچی رکھتے ہیں وہ پست رکھتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے، قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ۔ (۲۴: ۳۰) مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں۔

== اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر۔ ای الذین یغضون اصواتھم عند رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ یعنی وہ لوگ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں۔

== اِمْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی۔ اِمْتَحَنَ۔ ماضی واحد مذکر غائب

امتحان (افتعال) مصدر۔ محن مادہ۔ اس نے جانچ لیا۔ اس نے آزمالیا۔ آزمانے کے معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَامْتَحِنُوْهُنَّ (۶۰: ۱۰) تو تم ان کی آزمائش کرلو۔

اس صورت میں ترجمہ ہو گا:۔

اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لئے آزمالئے ہیں: (ترجمہ فتح محمد جالندھری)۔

:- اخفش لکھتے ہیں:۔

اِمْتِحَانٌ (باب افتعال) سے ہے اس کے لغوی معنی ہیں چمڑے کو کھلا کرنا۔

اس مفہوم کے پیش نظر آیت کا ترجمہ ہو گا کہ:۔

ہم نے ان کے دلوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے کشادہ اور وسیع کر دیا ہے۔

:- علامہ زمخشری لکھتے ہیں:۔

جب کوئی شخص کسی چیز کا خوگر اور عادی ہو جائے اور اسے اس کی خوب مشق کرالی جاتی تو عرب کہتے ہیں امتحن فلان لامر کذا (فلاں اس کام کا عادی یا خوگر ہو گیا) یعنی اب وہ اس امر کو بآسانی سنبھال سکتا ہے اور اس میں کسی ضعف یا کمزوری کو محسوس نہیں کرتا۔

:- عربی میں ہے:۔

امتحن الفضۃ۔ اس نے چاندی کو تپا کر صاف کیا۔

اس صورت میں ترجمہ ہو گا:۔

اللہ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے خالص کر لیا ہے۔

= لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ لام تخصیص کے لئے ہے۔ مَغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ کی تنوین اظہار عظمت کے لئے ہے۔ یعنی بڑی مغفرت اور بہت بڑا اجر۔

۴۹: ۴ = اِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِيْنَ اسم موصول يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ صلہ۔ موصول الذین اسم اِنَّ۔ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ خبر اِنَّ۔

يُنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مناداۃ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ وہ تم کو پکارتے ہیں۔ مِنْ ابتدائیہ وَرَآءِ اصل میں

مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ آڑ، حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ علاوہ اور سوا ہونا۔

یہاں آیت ہذا میں بمعنی باہر ہے اور مضاف ہے۔ الحجرات مضاف الیہ۔

الحجرات بروزن فُعُلَاتٌ حُجْرَۃٌ کی جمع ہے جیسے ظلمات جمع ہے ظُلْمَۃٌ کی اور غُرُفٰتٌ جمع ہے غُرْفَۃٌ کی۔ حجرہ۔ گھر، خلوت خانہ جس کی چاردیواری ہو

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر ناسمجھ ہیں

فَائِدَہٗ: صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

اسلام سے پہلے خطۂ عرب جہالت و ناشائستگی کا گہوارہ تھا۔ مکہ جیسے مرکزی شہر میں گنتی کے چند آدمیوں کے سوا ساری آبادی نوشت و خواند سے قاصر تھی۔ تہذیب و معاشرت کے آداب سے یہ لوگ بالکل کورے تھے۔ صحرا نشین بدوؤں کی حالت اور بھی ناگفتہ بہ تھی۔ اس آیت کریمہ میں بھی وہ آداب سکھائے جارہے ہیں جن کا بارگاہِ رسالت میں ملحوظ رکھنا از حد ضروری ہے۔

ایک دفعہ بنی تمیم کا وفد جو ستر اسی نفوس پر مشتمل تھا مدینہ طیبہ آیا۔ اس وفد میں زبرقان بن بدر، عطارد بن حاجب اور قیس بن عاصم ان کے سردار بھی تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سرورِ عالم اپنے حجرہ مبارکہ میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد تک انتظار کو اپنی شان کے خلاف سمجھا اور باہر کھڑے ہوکر آوازیں دینے لگے یا محمّد اخرج عَلَیْنَا۔ حضور کا نام نامی لے کر کہنے لگے کہ ہمارے پاس باہر آئیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے تو ان لوگوں نے شیخی بگھارتے ہوئے کہا۔ یا محمد ان مدحنا زین وان شتمنا شین و نحن اکرم العرب۔ یعنی ہم جس کی مدح کرتے ہیں اسے مزین کر دیتے ہیں اور جس کی مذمت کرتے ہیں اس کو معیوب بنا دیتے ہیں۔ ہم تمام عربوں سے اشرف ہیں۔

سچے نبی نے فرمایا:۔

کذبتم بل مدح اللہ تعالیٰ زین وشتمہ شین واکرم منکم یوسف بن یعقوب ابن اسحاق بن ابراھیم (علیہم الصلوٰۃ والسلام)

اے بنی تمیم تم نے غلط بیانی سے کام لیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدح باعث زینت ہے اور اس کی ہی مذمت باعث تحقیر ہے اور تم سے اشرف اور معزز حضرت یوسف ہیں پھر انہوں نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لئے آئے ہیں۔ چنانچہ پہلے ان کا خطیب عطارد بن حاجب کھڑا ہوا اور اپنے قبیلے کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اپنی فصاحت و بلاغت کا مظاہرہ کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ثابت بن قیس کو اس کا جواب دینے کا حکم دیا۔ مکتب نبوت کا یہ تلمیذ ارشد جب لب کشا ہوا تو اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ سہم کر رہ گئے۔

اس کے بعد ان کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا۔ اور اپنی قوم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ ڈالا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو اشارہ فرمایا۔ حضرت حسان نے فی البدیہہ ان کے مفاخر کی دھجیاں بکھیر دیں۔ اور اسلام کی صداقت اور حضور کی عظمت کو اس انداز میں بیان فرمایا کہ ان کافروں کا غرور خاک میں مل گیا اور اقرع کو تسلیم کرنا پڑا کہ نہ ہمارا خطیب حضور کے خطیب کا ہم پلہ ہے اور نہ ہمارا شاعر دربار رسالت کے شاعر سے کوئی مناسبت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان پر خصوصی کرم فرمایا اور ان کے دلوں کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیا۔ اور وہ سارے کے سارے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انعام و اکرام سے انہیں مالا مال کر دیا۔

اقرع بن حابس اور عیینہ بن حصین اس وفد کے سردار تھے۔

۴۹ : ۵ — وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ:
جوابِ شرط۔ واؤ عاطفہ ہے لَوْ حرفِ شرط۔ حَتّٰى حرف جر ہے اِلٰی کی طرح انتہار غایت کے لئے آتا ہے۔ بمعنی تک، جب تک، یہاں تک، یہ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اَنْ مقدرہ کی وجہ سے مضارع منصوب ہو جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔
(مضارع تَخْرُجَ منصوب ہے)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۲۰:۹۱) جب تک حضرت موسیٰ ہمارے پاس واپس نہیں آئیں گے ہم تو اس (کی پوجا) پر قائم رہیں گے۔

لَكَانَ میں لام جواب شرط کے لئے ہے۔ كَانَ فعل ناقص الصَّبْرُ اسم کان محذوف
خَيْرًا ۔ خبر کان کی ۔
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب وفد کے ارکان کی طرف راجع ہے جنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باہر سے پکارا تھا۔
== وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ اور اللہ بڑا غفور اور رحیم ہے اسی لئے اس نے ان کو سزا نہیں دی بلکہ صرف نصیحت کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم نہ کرنے والوں اور بے ادبی کرنے والوں کو تنبیہ کر دی کیونکہ یہ بے ادب لوگ بے عقل اور جاہل ہیں۔
۴۹ : ۶ == اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ ۔ جملہ شرط ہے فَتَبَيَّنُوْٓا جواب شرط ہے
اِنْ حرفِ شرط ہے فَاسِقٌ اسم فاعل ۔ واحد مذکر ۔ فِسْقٌ فُسُوْقٌ (باب نصر وضرب) مصدر ۔ بدکردار ۔ دوستی سے نکل جانیوالا ۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والا ۔ بدچلن ۔ شریعت کی اصطلاح میں حدود شریعت سے نکل جانیوالا ۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نکل جانیوالا ۔ فَسَقَتِ الرُّطْبَةُ عَنْ قِشْرِهَا ۔ کھجور اپنے چھلکے سے باہر نکل آئی ۔ اسی سے فاسق بنایا گیا ہے کیونکہ وہ بھی خیر سے باہر نکل آتا ہے
نَبَاٍ ۔ خبر ۔ ایسی خبر کہ جس کے دور رس نتائج نکل سکتے ہوں ۔ (ن ب ء مادہ)
فَتَبَيَّنُوْٓا ف جواب شرط کے لئے ہے تبینوا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَبَيُّنٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر ۔ تم تحقیق کر لو ۔ تم کھول لو۔
== اَنْ مصدریہ ہے ۔ کہ ۔ یہ کہ ۔ بمعنی كَيْلَا (مبادا) کہ ۔ (ایسا نہ ہو) کہ
== تُصِيْبُوْا ۔ مضارع منصوب جمع مذکر حاضر، اِصَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر صوب مادہ ۔ تم پہنچاؤ ۔ تم جا پڑو ۔ قَوْمًا ۔ قوم ۔ گروہ ۔ برادری ۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔
== بِجَهَالَةٍ ۔ جَهِلَ يَجْهَلُ (باب سمع) کا مصدر، بمعنی نادانی، بے علمی
اَنْ تُصِيْبُوْا ۔ ای کیلا تصیبوا بالقتل والسبی ۔ مطلب یہ کہ تم لاعلمی میں کسی گروہ کو جس کے خلاف تم کو کوئی خبر پہنچی ہو اسے قتل کر دو یا کوئی دوسری گزند پہنچاؤ

فَائِدَة : یہ آیت اکثر مفسرین کے مطابق ولید بن عقبہ بن ابی مُعَیط کے بارہ میں

نازل ہوئی جس کو بنی المصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مامور کیا گیا لیکن اس نے اس قبیلہ کو ملے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر کہا کہ قبیلہ کے لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکاری ہیں اور اس کے قتل کرنے کے درپے ہیں جس پر قبیلہ کی سرکوبی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دستہ روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا کہ اس دوران بنی المصطلق کے سردار حارث بن ضرار (اُمّ المؤمنین حضرت جویریہؓ کے والد) حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ انہوں نے تو ولید کو دیکھا تک ہی نہیں اس لئے ان کے انکار اور ولید کے قتل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

= فَتُصْبِحُوْا۔ ف تعقیب کا ہے تُصْبِحُوْا مضارع۔ جمع مذکر حاضر۔ عامل کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر۔ افعال ناقصہ میں سے ہے پھر تم ہو جاؤ۔

= مَا فَعَلْتُمْ۔ مَا موصولہ ہے فَعَلْتُمْ صلہ۔ جو تم نے کیا۔

= نٰدِمِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ نکرہ۔ نادم (پشیمان)۔

کشاف میں ہے:۔

الندم ضرب من الغم وھو ان تغتم علی ما وقع مِنْكَ تتمنی انه لم یقع منك۔ ندامت ایک خاص قسم کا غم ہے وہ یہ کہ تو ایسی بات پر غمزدہ ہو جس کا تجھ سے ارتکاب ہوا ہے اور جس کے متعلق تمہارا یہ خیال ہے کہ کاش میں نے یہ کام نہ کیا ہوتا۔

۴۹: ۷ = وَاعْلَمُوْا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اس کا عطف ما قبل پر ہے واؤ عاطفہ۔ اِعْلَمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ عِلْمٌ (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔ تم (اچھی طرح) ذہن نشین کر لو۔ تم خوب جان لو، اَنَّ بمعنی یقینًا۔ بے شک، رَسُوْلَ منصوب بوجہ عمل اَنَّ۔ اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے فارجعوا الیہ واطلبوا رأیہ۔ پس ہر امر میں اس کی طرف رجوع کرو، اور اس کی رائے طلب کرو، اوقدروا حق قدرہٖ اور اس کی کما حقہ قدر کرو، (اس کی قدر اس امر کی مقتضی ہے کہ اس کی ہر تدبیر کو تسلیم کیا جاوے کیونکہ وہ وحی یا الہام من اللہ ہے اور تمہارے لئے اس میں خیر ہی خیر ہے)

= لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ جملہ شرط۔ لَعَنِتُّمْ جواب شرط

لَوْ حرفِ شرط یُطِیْعُ مضارع واحد مذکر غائب اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اگر وہ اکثر اُمور میں تمہاری بات مانیں لَعَنِتُّمْ لام جواب شرط کا عَنِتُّمْ ماضی جمع مذکر حاضر عَنَتٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی دشواری میں پڑنا۔ تم دشواری میں پڑجاؤ۔ عَنَتٌ بمعنی دشواری میں پڑنا (فیروز اللغات) دشواری میں پڑنا مصیبت سے ہلاک ہوجانا۔ گناہ کرنا۔ (المنجد) مشقت، تباہی، بربادی، مجازاً زنا۔ (قاموس القرآن) معجم الوسیط میں ہے عَنِتَ فُلَانٌ: وقع فی مشقۃ وشدۃ مشقت اور دشواری میں پڑنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔ لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْہِ مَا عَنِتُّمْ (۹: ۱۲۸) تمہارے پاس تمہیں میں سے رسول آئے ہیں کہ تمہاری تکلیف ان کو گراں معلوم ہوتی ہے۔

اَلْعَنَتُ۔ الخطاء والزنیٰ۔ قال تعالیٰ: ذٰلِکَ لِمَنْ خَشِیَ الْعَنَتَ مِنْکُمْ۔ (۴: ۱۲۵) یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو۔

فَائِدَۃ: آیت نمبر ۶ میں حکم ہوا تھا کہ اگر کوئی شریر فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو پیشتر اس کے کہ اس پر کوئی قدم اٹھایا جائے اس کی تحقیق کر لیا کرو مبادا کہ تم لاعلمی میں ایسی کاروائی کر گذرو جس پر بعد میں پشیمانی ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جب ولید بن عقبہ کی زبانی بنی المصطلق کے مرتد ہونے کی خبر سُنی تو فرطِ جوش میں بعض نے ان کے خلاف کاروائی کا مشورہ دیا۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کا مشورہ نہ مانا۔ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دستہ دے کر روانہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمادی کہ جلد بازی سے کام نہ لیں بلکہ تحقیق کے بعد ہی کوئی مناسب قدم اٹھائیں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے موقعہ پر حالات کو ولید بن عقبہ کے بیان کے اُلٹ پایا اور واپس آکر دربارِ رسالت میں اطلاع دی۔

چنانچہ اس پر ارشاد الٰہی ہوتا ہے کہ حبیب اللہ کا رسُول تمہارے درمیان موجود ہے اور پیچیدہ گتھی کو سلجھا سکتا ہے اور تم سے زیادہ انجام و عواقب کا صحیح اندازہ لگا سکتا ہے تو تمہیں اپنی صلاح یا مشورہ دینے کی بجائے اس کے حکم اور فیصلہ پر اٰمَنَّا

وصدقنا کہنا چاہئے کیونکہ اگر تم اپنی بات منوانے پر اصرار کروگے تو ہوسکتا ہے کہ تم کسی ایسی دشواری میں پڑ جاؤ کہ جس سے نکلنا دشوار ہوجائے (آیت ۷)

بنی مصطلق کے مسئلہ پر چونکہ صحابہ کرام کا مشورہ اور غصہ کسی ذاتی رنج یا مفاد کے لئے نہ تھا بلکہ صرف اللہ کے دین کی حمایت کے لئے تھا اس لئے اس ابہام کو دور کرنے کے لئے کہ بنی مصطلق پر غصہ کرنے والے اور فوجی کاروائی کا مشورہ دینے والے صحابہ کرام کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں ارشاد ہوتا ہے وَلٰكِنَّ اللّٰهَ... ... الخ یعنی تم نے جو تأمل اور تحقیق خبر سے کام نہیں لیا یہ قابل ملامت نہیں ہے کیونکہ تم کو ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر و فسوق اور عصیان سے بغض پیدا کردیا ہے۔

= حَبَّبَ: ماضی واحد مذکر غائب تَحْبِيْبٌ (تفعیل) مصدر بمعنی دوست بنانا محبوب کردینا۔ اس نے محبت ڈال دی۔ اس نے پیارا کردیا۔ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ۔ اس نے ایمان کو تمہارے نزدیک محبوب بنادیا۔

= زَيَّنَهٗ: زَيَّنَ ماضی واحد مذکر غائب تَزْيِيْنٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ مزین کرنا۔ اس نے آراستہ کردیا۔ اس نے زینت دی۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الایمان ہے۔

= كَرَّهَ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ تکریہ (تفعیل) مصدر (اس کے دوسرے مفعول پر اِلیٰ آنا ضروری ہے) كَرَّهَ اِلَيْكُمْ۔ اس نے تمہارے لئے ناگوار بنادیا۔ اس نے تمہاری نظر میں مکروہ کردیا۔ (کفر کو تمہاری نظر میں ناگوار کردیا)

= اَلْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ: دونوں کا عطف الکفر پر ہے۔ الفسوق پر الف لام تعریف کے لئے ہے۔ فسوق بمعنی گناہ اور العصیان نافرمانی، گناہ، حکم عدولی۔ اطاعت کی ضد ہے۔ اصل میں عَصٰى يَعْصِىْ کا مصدر ہے لیکن بطور اسم یعنی حاصل مصدر کے زیادہ مستعمل ہے۔

= اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ: جملہ معترضہ ہے۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر مُشَارٌ اِلَيْهِ۔ وہ صحابہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کی محبت بھردی اور کفر و نافرمانی سے ان کو متنفر کردیا۔

رَاشِدُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر، رَشَدٌ وَرُشْدٌ (باب نصر) مصدر۔ راہ یافتہ

بھلائی پانیوالے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں:۔

الرشد: الاستقامۃ علی طریق الحق مع تصلب فیہ۔ من الرشدۃ وھی الصخرۃ۔ رُشد طریقِ حق پر استقامت کو کہتے ہیں جس میں پختگی اور سختی ہو یہ رشدۃ سے مشتق ہے جس کا معنی چٹان ہے۔

۴۹: ۸ = فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً۔ فضلًا و نعمۃً مفعول لہٗ ہیں حَبَّبَ، زَيَّنَ، كَرَّهَ کے۔ یعنی اللہ کی طرف سے تحبیب، تزئین، تکریہ، اس کے فضل اور نعمت کے لئے تھی۔ یعنی فضل و نعمت کی وجہ سے تھی۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔

فضلا من اللہ و نعمۃ تعلیل لکرّہ او حبّب وما بینھما اعتراض۔ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ و نعمۃ تعلیل ہے کرّہ کی یا حبّب کی اور دونوں کے مابین جملہ جملہ معترضہ ہے۔

= وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔ اور اللہ مؤمنین کے احوال کو خوب جانتا ہے اور حکیم مسلمانوں پر فضل و انعام (کا مصلحت شناس ہے) بتوفیق اسباب کرتا ہے۔

۴۹: ۹ = وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ ..... اقْتَتَلُوْا۔ جملہ شرط ہے فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا جوابِ شرط۔ اِنْ شرطیہ۔ طَآئِفَتٰنِ تثنیہ ہے طَآئِفَةٌ کا۔ گروہ، جماعت۔ کچھ لوگ، بعض لوگ،

ایک اور ایک سے زائد سب کو کہتے ہیں۔ طَوْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

= اِقْتَتَلُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اقتتال (افتعال) مصدر۔ انہوں نے قتال کیا۔ وہ آپس میں لڑ پڑے:

= فَاَصْلِحُوْا۔ ف جواب شرط اَصْلِحُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِصْلَاحٌ (افعالٌ) مصدر۔ تم صلح کرادو۔ تم ملاپ کرادو،

= فَاِنْ بَغَتْ۔ ف عاطفہ۔ اِنْ شرطیہ بَغَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب بَغْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ اس نے سرکشی کی، اس نے بغاوت کی، وہ سرکشی کرے۔ یا بغاوت کرے۔ وہ زیادتی کرے۔

= اِحْدٰىهُمَا۔ ان دونوں میں سے ایک، ان دونوں میں سے کوئی ایک،
= عَلَى الْاُخْرٰى۔ دوسرے پر۔ دوسرے کے خلاف۔ دوسرے کے مقابلہ میں
جملہ شرطیہ ہے۔
= فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ: جملہ جواب شرط ہے۔ ف جواب شرط کا ہے۔
قَاتِلُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، مُقَاتَلَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ تم لڑو۔
اَلَّتِیْ تَبْغِیْ (اس سے) جو زیادتی کرتا ہے۔ تَبْغِیْ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث
غائب۔ بَغْیٌ باب ضرب، مصدر۔
= حَتّٰى یہاں تک، انتہائے غایت کے لئے۔
= تَفِیْٓءَ۔ مضارع واحد مؤنث غائب فَیْءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی اچھی حالت
کی طرف رجوع کرنا۔ پھرنا۔ وہ رجوع کرے۔ وہ پھر آئے۔ وہ لوٹ آئے۔
یہاں تک کہ وہ پھر آئے (اللہ کے حکم کی طرف)
= فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ۔ فَ تعقیب کا ہے۔
فَآءَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ جملہ شرط۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ اَصْلِحُوْا
جملہ جواب شرط۔ پس اگر وہ لوٹ آئے تو عدل و انصاف کے ساتھ ان دونوں کے
درمیان صلح کرادو۔
= وَاَقْسِطُوْا۔ واؤ عاطفہ۔ اَقْسِطُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِقْسَاطٌ (افعال)
مصدر۔ اور انصاف سے کام لو۔ انصاف کرو،
اِقْسَاطٌ کے اصل معنی ہیں حقدار کا حصہ حقدار کو دینا۔ چونکہ انصاف اسی چیز کا نام
ہے اس لئے اس کے معنی انصاف کے لئے جاتے ہیں۔
قِسْطٌ (مجرد) کا معنی ہے۔ ظلم کرنا۔ ناانصافی کرنا۔ اور اس معنی میں قرآن مجید
میں آیا ہے:۔
وَاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (۷۲: ۱۴) اور یہ کہ ہم میں سے بعض
مسلمان ہیں اور بعض ظالم (بے راہ، نافرمان) ہیں۔ لیکن یہاں اس آیت میں اَقْسِطُوْا
باب افعال سے ہے اور باب افعال کے خواص میں سے سلبِ ماخذ کی خاصیت بھی
ہے اس لئے اس باب سے بمعنی ظلم کو دور کرنا یعنی انصاف کرنا مستعمل ہے۔
= اَلْمُقْسِطِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب، اِقْسَاطٌ (افعال) مصدر

انصاف کرنے والے۔

۴۹ : ۱۰ ــــ اَخَوَیْکُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ اَخَوَیْ دو بھائی۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تمہارے دو بھائی۔ تثنیہ کا صیغہ خصوصیت کے ساتھ اس لئے استعمال کیا کہ اختلاف کم سے کم دو آدمیوں میں ہی ہوتا ہے (اس سے زائد کی نفی نہیں ہوتی)

ــــ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یعنی اس کے حکم کے خلاف نہ کرو۔

ــــ لَعَلَّکُمْ۔ شاید کہ تم۔ اس امید پر کہ تم۔ لَعَلَّ حرفِ ترجّی ہے بمعنی شاید کہ۔ امید ہے کہ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حاکمانہ، شاہانہ طرزِ کلام کے مطابق یہ لفظ تعلیل و تحقیق کے لئے استعمال کیا ہے (قاموس القرآن)

ــــ تُرْحَمُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَحْمَۃٌ (باب سمع) مصدر۔ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۹ : ۱۱ ــــ لَا یَسْخَرْ : فعل نہی واحد مذکر غائب سَخْرٌ باب سمع مصدر۔ ب اور مِنْ کے صلہ کے ساتھ۔ مذاق بنانا۔ ٹھٹھا کرنا۔ (چاہئے کہ نہ تمسخر اڑائے مردوں کی ایک جماعت دوسری جماعت کا۔

ــــ عَسٰی۔ ممکن ہے۔ ہوسکتا ہے۔

ــــ اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ۔ اَنْ مصدریہ۔ یَکُنَّ۔ مضارع جمع مؤنث غائب کَوْنٌ باب نصر، مصدر۔ وہ ہوں گی، وہ ہوں، خَیْرًا افعل التفضیل کا صیغہ ہے بہتر۔ بوجہ خبر یَکُنَّ منصوب ہے۔ یَکُنَّ میں ضمیر جمع مؤنث غائب ان عورتوں کی طرف راجع ہے جن کا تمسخر اڑایا جارہا ہو اور مِنْھُنَّ میں ان عورتوں کی طرف جو تمسخر اڑا رہی ہوں

ــــ لَا تَلْمِزُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، لَمْزٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ تم عیب مت لگاؤ۔ تم عیب چینی مت کرو۔

اَنْفُسَکُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے اپنے اشخاص کی یعنی آپس کی، ایک دوسرے کی (عیب جوئی مت کرو) اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَمِنْھُمْ مَّنْ یَّلْمِزُکَ فِی الصَّدَقٰتِ (۹:۵۸) اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔

ــــ وَلَا تَنَابَزُوْا۔ واؤ عاطفہ، لَا تَنَابَزُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر تَنَابُزٌ (تفاعُلٌ) باہم چڑ مقرر کرنا۔ آپس میں بُرا نام نکالنا۔ اور ایک دوسرے کو چڑانا اور

بُرے نام سے پکارنا۔ اور تم ایک دوسرے کو بُرے نام سے مت پکارو۔
= بِالْاَلْقَابِ: مضاف مضاف الیہ۔ القاب کے ساتھ۔ القاب جمع ہے لقب کی
اصلی نام کے علاوہ انسان کا جو دوسرا نام ہو اسے لقب کہتے ہیں۔
اِسم عَلَم (اصلی نام) اور لقب میں فرق صرف یہ ہے کہ عَلَم میں معنی کی رعایت نہیں ہوتی لیکن لقب
میں معنی کا لحاظ ہوتا ہے۔
لقب کی دو قسمیں ہیں:۔
۱:۔ ایک وہ جو عزت و شرف کے لحاظ سے ہو جیسے بادشاہوں کے لقب ہوتے ہیں
۲:۔ دوم یہ کہ بطور چڑانے کے رکھ دیا جائے۔ آیت ہذا میں دوسرے ہی قسم کے لقب
مُراد ہیں۔ یعنی ایک دوسرے کو چڑانے کے لئے نام نہ ڈالو۔
= بِئْسَ۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا
بروزن فَعِلَ (باب سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کی فاء کو کسرہ دیا گیا۔ پھر
تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔
= اَلْاِسْمُ الْفُسُوْقُ! موصوف وصفت۔ بُرا نام۔ عیب دار نام، مثلاً یہودی
کافر، فاسق۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام لگنا ہی بُرا ہے۔
= لَمْ یَتُبْ۔ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب تَوْبٌ (باب نصر) مصدر
(اور جس نے) توبہ نہ کی: ای من لم یتب عما نھی عنہ، اور جس نے توبہ نہ کی
اس سے جس سے اس کو منع کیا گیا (تو ایسے لوگ ہی ظالم ہیں)۔
۴۹: ۱۲ = اِجْتَنِبُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر۔ اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر۔ تم پرہیز کرو
تم بچو، تم اجتناب کرو۔ اَلْجَنْبُ اصل میں پہلو کو کہتے ہیں اس کی جمع جُنُوْبٌ ہے۔
قرآن مجید میں ہے قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ (۳: ۱۹۱) جو کھڑے اور بیٹھے
اور پہلوؤں پر لیٹے ہوتے اور اسی سے وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ (۴: ۳۶) بمعنی قریبی
ساتھی۔ دوست کے ہیں۔ اور دوری کے معنی میں اسی آیۃ (۴: ۳۶) میں ہے اَلْجَارِ
الْجُنُبِ اجنبی یعنی دور کا ہمسایہ۔
= اَلظَّنِّ۔ تہمت۔ شک، اٹکل، انسان کے دل میں جو بات آئے اور اس کے
صحیح اور غلط ہونے کے دونوں پہلو ہوں اُسے ظنّ کہتے ہیں۔ آیت ہذا میں تہمت کے
معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قاموس القرآن از قاضی زین العابدین میں ہے:۔ کہ کہیں

ظنّ کا استعمال تہمت کے لئے ہوا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (اے ایمان والو! بہت تہمتیں لگانے سے بچو درحقیقت بعض تہمت گناہ ہے)

اور حدیث میں آیا ہے: اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ۔ (تہمت لگانے سے بچو کیونکہ تہمتیں لگانا سب سے زیادہ جھوٹی بات ہے)

(نیز ملاحظہ ہو ۴۸: ۶)

= کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ۔ بہت گمان کرنے سے بچو۔ یا پرہیز کرو۔

= اِثْمٌ۔ گناہ واحد۔ اٰثَامٌ جمع۔ اِثْمٌ و اَثْمٌ و اَثَامٌ (باب سمع) مصدر گناہ کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ اِثْمٌ وہ فعل یا عمل جو ثواب سے روکنے یا پیچھے رکھنے والا ہو

= وَلَا تَجَسَّسُوْا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ اجتنبوا پر ہے لَا تَجَسَّسُوْا فعل نہی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَجَسُّسٌ تَفَعُّلٌ مصدر تم جاسوسی نہ کرو۔ تم کھوج مت لگاؤ۔ جسّ۔ بہ نسبت حسّ کے خاص ہے کیونکہ حسّ کے معنی ہیں ہر اس چیز کا پہچاننا جو بذریعہ حسّ معلوم ہو سکے۔ اور جسّ کے معنی ہیں ایک خاص حالت کا پتہ چلانا۔

= وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُکُمْ بَعْضًا۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ اِجْتَنِبُوْا پر ہے۔ لَا یَغْتَبْ فعل نہی واحد مذکر غائب۔ اِغْتِیَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ غیبت کرنا۔ پس پشت بُرا کہنا۔ بَعْضُکُمْ بَعْضًا تم میں سے کا بعض، تم میں سے کوئی کسی کی۔ بَعْضُکُمْ۔ مضاف۔ مضاف الیہ۔ فاعل۔ بَعْضًا مفعول۔ اور تم میں سے کوئی دوسرے کی چغلی یا غیبت بھی نہ کرے۔

= اَیُحِبُّ الف استفہام انکاری ہے، یُحِبُّ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِحْبَابٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ کیا کوئی پسند کرتا ہے۔ یا پسند کرے گا؟ یعنی نہیں کریگا یعنی تم میں سے کوئی پسند نہیں کریگا۔

= اَنْ یَّاْکُلَ۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ یَاْکُلُ مضارع منصوب واحد مذکر غائب

= لَحْمَ اَخِیْہِ۔ اخیہ مضاف مضاف الیہ مل کر (لَحْمَ) مضاف کا مضاف الیہ پھر مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یَاْکُلَ کا۔

= مَیْتًا۔ مردہ۔ اَخٌ سے حال ہے (کیا پسند کریگا تم میں سے کوئی شخص کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ مَیْتًا لَحْمَ سے بھی حال ہو سکتا ہے۔

= فَكَرِهْتُمُوْهُ۔ فَ ترتیب کا ہے (مابعد کی ترتیب ماقبل پر) کَرِهْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر (بمعنی مستقبل) کَرْهٌ (باب سمع) مصدر ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اکل لحم یا میت ہے۔ اس سے تو تم ضرور نفرت کروگے۔

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہو امتثلوا ما قیل لکم واتقوا اللّٰہ۔ جو کچھ تم سے کہا گیا ہے اس کو اختیار کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو

= اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ۔ ان حرف مشبہ بالفعل (خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتا ہے) اللّٰهَ اسم اِنَّ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ خبر۔ یہ جملہ، جن باتوں کا حکم دیا گیا ہے اور جن سے منع کیا گیا ہے اس کی تعلیل ہے۔ یعنی جو اللہ سے ڈرا۔ اوامر پر عمل کیا اور نواہی سے اجتناب کیا۔ اور اپنی کوتاہی یا زیادتی سے توبہ کی تو بےشک اللہ تعالیٰ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے اور بڑا مہربان ہے۔

۴۹: ۱۳ = مِنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى۔ ایک ہی مرد اور ایک ہی عورت سے ای من اٰدم وحواء علیہما السلام فالکل سواء فی ذٰلک فلا وجہ للتفاخر بالنسب یعنی سب کو آدم اور حوا سے پیدا کیا۔ اس میں سب ایک برابر ہیں اور نسب میں کسی کے لئے کوئی وجہ تفاخر نہیں ہے۔

= وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ۔ شُعُوْبٌ جمع ہے شَعْبٌ کی۔ اور شعوب وہ الجمع العظیم ہے جن کا انتساب ایک ہی اصل کی طرف ہو۔ شعب سے قبیلے پھوٹتے ہیں پھر شاخ در شاخ سلسلہ کثرت سے قلت کی طرف چلا جاتا ہے،

عرب میں قبیلہ کی تدریجی تقسیم کثرت سے قلت کی طرف ترتیب حسب ذیل ہے

(۱) پہلے شعب، (۲) پھر قبیلہ (۳) پھر عمارہ (۴) پھر بطن (۵) پھر فخذ (۶) پھر فصیلہ۔ ابو اسامہ نے تصریح کی ہے کہ یہ طبقے انسانی خلقت کی ترتیب پر ہیں۔ شعب، سب سے عظیم تر ہے۔ شعب الراس (جہاں دماغ کے چاروں حصے جڑتے ہیں سے مشتق ہے پھر قبیلہ اپنے اجتماع کی بنا پر قبیلۃ الراس (کھوپڑی کا وہ حصہ جو شاخ در شاخ ہوتا ہے) سے پھر عمارۃ ہے جس کے معنی سینہ کے ہیں۔ پھر بطن (پیٹ) ہے پھر فخذ (ران) ہے پھر فصیلہ ہے جس کے معنی پنڈلی کے ہیں۔

پھر عرب کے قبیلوں کی تقسیم یوں کی گئی ہے۔ شعب (خزیمہ) قبیلہ (کنانہ) عمارۃ (قریش) بطن (قصی) فخذ (ھاشم) فصیلہ (العباس)

= لِتَعَارَفُوا۔ شعوب اور قبائل وغیرہ بنانے کی علت ہے۔ یہ اس لئے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو"

= اَکْرَمَکُمْ: اَکْرَمُ اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ تم میں سے زیادہ باعزت۔ زیادہ معزز۔

= اَتْقٰکُمْ۔ اَتْقٰی اسم تفضیل کا صیغہ ہے مضاف، کُمْ مضاف الیہ۔ تم میں سے زیادہ متقی۔ ای ھو الذی اتقٰکم۔ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے۔

= عَلِیْمٌ: ای بکم و باعمالکم تمہیں اور تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ خَبِیْرٌ بباطن احوالکم۔ تمہارے اندرونی حالات سے باخبر ہے۔

۴۹ : ۱۴ = اَلْاَعْرَابُ: گنوار، بدو۔ اعراب وہ ہیں جو کہ صحراؤں میں سکونت گزیں ہوں۔ اس کے برخلاف لفظ عرب کے مفہوم میں وسعت ہے کیونکہ اس کا استعمال ان تمام انسانوں کے لئے عام ہے جو ریگستانِ عرب میں رہتے ہوں خواہ وہ صحراؤں میں بستے ہوں یا آبادیوں کے باشندے ہوں۔

اہل لغت کا بیان یہی ہے اور اسی پر سیبویہ نے کہا ہے کہ اعراب صیغہ جمع تو ہے مگر لفظ عرب کی جمع کا صیغہ نہیں ہے۔

= لَمْ تُؤْمِنُوا: مضارع نفی جحد بلم۔ تم ایمان نہیں لائے۔

= اَسْلَمْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ ہم مسلمان ہوئے۔ اِسْلَامٌ (افعال) مصدر۔

= لَمَّا۔ حرفِ جازم ہے۔ لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ۔ اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ نیز ملاحظہ ہو (۲ : ۲۱۴) اس جملہ کا عطف لَمْ تُؤْمِنُوْا پر ہے

= وَاِنْ تُطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔ جملہ شرط ہے۔ تُطِیْعُوْا: مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، اِطَاعَۃٌ (افعالٌ) مصدر۔ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ دونوں مفعول ہیں تُطِیْعُوْا کے۔ رَسُوْلَہٗ مضاف۔ مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔

= لَا یَلِتْکُمْ مِنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا۔ جملہ جواب شرط ہے۔ لَا یَلِتْ مضارع منفی مجزوم بوجہ جوابِ شرط، صیغہ واحد مذکر غائب۔ اَلْتٌ (باب ضَرَبَ) مصدر بمعنی حق

کم کرکے دینا۔ کام کے ثواب یا اجر میں کمی کرنا۔ ال ت مادہ۔ شَیْئًا: مفعول فعل لَا یَلِتْکُمْ کا۔ وہ تم کو کم نہ دیگا۔ وہ تمہارے حق میں کمی نہ کرے گا۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَمَا اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ (۵۲: ۲۱) اور ہم ان کے اعمال میں سے کچھ کم نہ کریں گے۔ یعنی ثواب میں کمی نہ کریں گے۔
۴۹: ۱۵ = ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا۔ ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے ہے۔ پھر ازاں بعد لَمْ یَرْتَابُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب اِرْتِیَابٌ (افتعال) مصدر۔ وہ شک میں نہ پڑے۔
= جٰھَدُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ مُجَاھَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ انہوں نے جہاد کیا۔ جہاد کا مفعول مقدر ہے۔ مفعولہ مقدر۔ ای العدو او النفس والھوٰی۔ یعنی دشمن۔ یا نفس اور خواہشات۔
= اُولٰٓئِکَ۔ اسم اشارہ جمع مذکر، جو مذکورہ بالا اوصاف سے متصف ہیں۔
= اَلصّٰدِقُوْنَ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صَادِقٌ کی جمع بحالت رفع۔ صِدْقٌ سے۔ سچ بولنے والے۔ سچے مرد۔ دعوائے ایمان میں سچے۔
۴۹: ۱۶ = قُلْ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)
= اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ: ہمزہ استفہام کے لئے۔ تُعَلِّمُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر تَعْلِیْمٌ (تفعیل) مصدر۔ کیا تم سکھاتے ہو۔ کیا تم خبر دیتے ہو۔ کیا تم آگاہ کرتے ہو
= بِدِیْنِکُمْ۔ دِیْنِکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ بِ حرفِ جار۔ اپنے دین کے متعلق۔ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ ...... عَلِیْمٌ۔ دونوں جملے حالیہ ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ ہر چیز کو اچھی طرح جانتا ہے۔
۴۹: ۱۷ = یَمُنُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ مَنٌّ باب نصر مصدر۔ وہ احسان جتلاتے ہیں۔ وہ احسان رکھتے ہیں۔
= اَنْ اَسْلَمُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے اَسْلَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب کہ وہ اسلام لائے۔ کہ وہ مسلمان ہوئے۔
= لَا تَمُنُّوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، مَنٌّ باب نصر مصدر۔ تم احسان مت جتلاؤ تم احسان مت رکھو۔ لَا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ۔ ای لا تمنوا علی باسلامکم اپنے اسلام کا مجھ پر احسان مت جتلاؤ۔

= بَلْ ۔ حرف اضراب ہے ۔ یعنی تمہارا مجھ پر کوئی احسان نہیں بلکہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی دولت بخشی، ہدایت بخشی ۔

اَنْ ھَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ ۔ انْ مصدریہ ہے ھَدٰی ماضی واحد مذکر غائب ھِدَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ۔ کہ اس نے ایمان کی طرف تمہاری رہنمائی کی ۔

= اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ جملہ شرط ہے ۔ جواب شرط محذوف ہے ای فللّٰہ المنۃ علیکم ۔ اگر تم سچی بات کرتے ہو تو اللہ کا تم پر احسان ہے (کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت بخشی)

؎ شکر خدا کن کہ موفق شدی بخیر ۔ زانعام وفضلِ او، معطل نہ گذاشتت
منت منہ کہ خدمت سلطاں میکنی ۔ منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

ترجمہ:۔ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھے نیکی کی توفیق دی ہے
اور اس نے تجھے اپنے انعام واحسان سے محروم نہیں رکھا ۔
یہ احسان مت جتلا کہ تو بادشاہ کی خدمت کر رہا ہے ۔
بلکہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت کا موقع دیا ہے ۔

۴۹: ۱۸ ۔ بَصِیْرٌ ۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ۔ دیکھنے والا ۔ جاننے والا ۔

فَائِدَہ: آیات ۱۴ تا ۱۸ میں ان بدوی قبائل کا ذکر ہے جو اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر محض اس خیال سے مسلمان ہو گئے تھے کہ وہ مسلمانوں کی ضرب سے محفوظ رہیں گے ۔ اور اسلامی فتوحات کے فوائد سے بھی متمتع ہوں گے یہ لوگ حقیقت میں سچے دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے ۔ محض زبانی اقرارِ ایمان کرکے محض مصلحۃً اپنے آپ کو مسلمانوں میں شمار کرا لیا تھا ۔ اور ان کی اس باطنی حالت کا راز اس وقت افشا ہو جاتا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر طرح طرح کے مطالبے کرتے تھے ۔ اور اپنا حق اس طرح جتاتے تھے کہ گویا انہوں نے اسلام قبول کرکے آپ پر بڑا احسان کیا ہے روایات میں متعدد قبائلی گروہوں کے اس رویہ کا ذکر آیا ہے ۔ مثلاً مزنیہ، جہنیہ اسلم، اشجع، غفار وغیرہ وغیرہ ۔ خاص طور پر بنی اسد بن خزیمہ کے متعلق ابن عباس اور سعید بن جبیر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں وہ مدینہ آئے

اور مالی مدد کا مطالبہ کرتے ہوئے بار بار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ ہم بغیر لڑے بھڑے مسلمان ہوئے ہیں۔ ہم نے اس طرح جنگ نہیں کی جس طرح فلاں فلاں قبیلوں نے جنگ کی ہے۔

اس سے ان کا صاف مطلب یہ تھا کہ اللہ کے رسول سے جنگ نہ کرنا اور اسلام قبول کر لینا ان کا ایک احسان ہے جس کا معاوضہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان سے ملنا چاہیئے۔ اطراف مدینہ کے بدوی گروہوں کا یہی وہ طرز عمل ہے جس پر ان آیات میں تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس تبصرہ کے ساتھ سورۃ توبہ کی آیات ۹۰ تا ۱۱۰، اور سورۃ الفتح آیات ۱۱-۷ کو ملا کر پڑھا جائے تو بات زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے

(تفہیم القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

سورۃ قٓ مکّیّۃ (۴۵)

== قٓ ۔ حروف مقطعات میں سے ہے۔

== وَالۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ واؤ قسمیہ ہے القراٰن المجید موصوف صفت۔ جواب قسم محذوف ہے۔ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں!

۱۔ انک جئتھم منذرًا بالبعث ۔ بے شک آپ ان کے پاس آئے ہیں ان کو حشر کے دن جی اُٹھنے سے ڈرانے کے لئے۔ (ابوحیان)

۲۔ وقیل تقدیرہٗ: لَتُبۡعَثُنَّ ۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے!

۳۔ وقیل ھو: قد علمنا ما تنقص الارض منھم: ہم خوب جانتے ہیں جو زمین ان کے جسموں کو (کھاکھا کر) گھٹاتی ہے۔ (الاخفش)

۴۔ وقیل ھو: ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر ایک نگہبان اس کے پاس تیار رہتا ہے (ابن کیسان)

۵۔ اہل کوفہ کے نزدیک اگلی متصل آیت جواب قسم ہے۔ وغیرہ وغیرہ

المجید ۔ صفت مشبہ معرفہ۔ مجد (باب نصر) مصدر۔ بزرگ ہونا۔ شریف ہونا۔ (اونٹوں کا) بہت چارہ والی چراگاہ میں چرنا۔ اور مجدت الابل) وسیع اور بڑے سبزہ زار میں اونٹ پہنچ گئے۔ عرب کہتے ہیں فی کل شجر نار و استمجد المرخ والعفار۔ ہر درخت میں آگ ہے لیکن مرخ اور عفار سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور اس کے معنی میں کثرت اور وسعت کا مفہوم غالب ہے

عرف عام میں وسعتِ کرم اور رفعتِ عزت کے معنی میں ہو گیا۔ اللہ وسیع الفضل ہے کثیر الخیر ہے۔ سب سے بڑھ کر بزرگ ہے۔ رفیع الشان ہے۔ اس لئے مجید ہے۔ قرآن مجید میں تمام مکارم دینویہ و اخرویہ کو حاوی ہے۔ (راغب)

۵۰:۲ == بَلۡ عَجِبُوۡۤا اَنۡ جَآءَهُمۡ مُّنۡذِرٌ مِّنۡهُمۡ: بَلۡ حرف اضراب ہے

یعنی اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو ان کی طرف اس واسطے بھیجا تھا کہ آپ حشر کے روز دوبارہ جی اٹھنے اور حساب وکتاب اور سزا و جزار کے متعلق ان کو ڈرائیں لیکن ان بدقسمت لوگوں نے صرف آپکے ڈراوے سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا بلکہ مزید برآں اس پر تعجب میں پڑ گئے کہ یہ ڈرانے والا ان میں سے کیسے آگیا۔ یہ ان کی طرح کھاتا ہے اور ان کی طرح پیتا ہے اور ان کی طرح چلتا ہے پھر یہ ہی خاص طور پر نبوت کے لئے قابل کیوں سمجھا گیا کیوں نہ کوئی فرشتہ اس مقصد کے لئے بھیجا گیا وغیرہ وغیرہ

مُنْذِرٌ اسم فاعل واحد مذکر اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ ڈرانے والا۔

== فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ : فَ تفسیر کے لئے ہے یہ کافروں کے تعجب کا بیان ہے۔ هٰذَا۔ اشارہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت کے لئے منتخب کرنے کی طرف۔

۵۰: ۳ == ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا۔ ای ونبعث اذا متنا وکنا ترابا۔ کیا ہم دوبارہ زندہ اٹھائے جائیں گے جب ہم مرگئے ہوں گے۔ اور مٹی بن چکے ہوں گے (یہ کفار کے انکار اور ان کے انکار کی دوسری وجہ تھی)

== ذٰلِكَ۔ ای بعث بعد الموت

== رَجْعٌ بَعِيْدٌ موصوف وصفت بَعِيْدٌ۔ ای بعید عن الاوہام اوالعادۃ اوامکان یعنی یہ واپسی (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا) وہم وگمان سے بالاتر، خرق العادت اور ناممکنات میں سے ہے۔

۵۰: ۴ == قَدْ عَلِمْنَا: قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ تحقیق ہمیں علم ہے۔ ہم جانتے ہیں۔

== مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ : مَا موصول، باقی جملہ اس کا صلہ، تَنْقُصُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَقْصٌ (باب نصر) مصدر، وہ کم کرتی ہے۔ وہ گھٹاتی ہے۔

== مِنْهُمْ۔ ای من اَجْسَامِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے جسموں اور جسدوں سے۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کافرون ہیں۔ یعنی ہم جانتے ہیں کہ مرنے والوں کے جسموں کو کھا کر مٹی ان کو مٹی بنا دیتی ہے تو اس کے ذرات کہاں کہاں ہیں۔ ان کو اکٹھا کرنا اور پھر زندہ کر کے اٹھانا ہمارے لئے دشوار نہیں ہے۔

== كِتٰبٌ حَفِيْظٌ، موصوف وصفت۔ حَفِيْظٌ۔ حِفْظٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ حفاظت رکھنے والا۔ اور بمعنی مفعول مَحْفُوْظٌ ہے یہاں محفوظ مراد لیا گیا ہے۔ ایسی کتاب جو ہر قسم کے

دستِ تصرف سے باہر ہے ، یہاں بمعنی لوح محفوظ ہے ؛

۵۰: ۵ = بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ : بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے اس پر مابعد کو اور زیادہ کرنے کے لئے ۔ یعنی ایک تو وہ پہلے ہی تعجب اور تردّد میں تھے کہ ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے اور بعث بعد الموت سے بھی انکاری تھے ۔ اب مزید یہ کہ جب نبوت اپنے صریح معجزات سے ثابت ہو چکی تو فوراً اس کی تکذیب کرنے لگے ۔ معجزات سے ثابت شدہ نبوت کی تکذیب اس کے انکار سے بڑھ کر ہے جو چیز قطعی دلائل سے ثابت ہو اس کا انکار بہت ہی بعید از عقل ہے ، اَلْحَقِّ سے مراد قرآن کریم بھی ہو سکتا ہے ۔ لَمَّا حرف ظرف بمعنی جب ۔ جَآءَ کا ضمیر فاعل الحق کی طرف راجع ہے ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب منکرین کافرین کے لئے ہے ۔

= فَهُمْ میں فَ ترتیب کا ہے ۔

= اَمْرٍ مَّرِيْجٍ . موصوف وصفت ۔ مَرِيْجٍ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ مرج مادہ ۔ الجھی ہوئی بات ، سخت الجھن ۔ المرج کے اصل معنی خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں ۔ اَمْرٍ مریج ۔ گڈمڈ اور پیچیدہ معاملہ غُصْنٌ مَّرِيْجٌ باہم گتھی ہوئی ٹہنی ۔

۔ اور مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (۵۵: ۱۹) اس نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں اور جگہ فرمایا مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (۵۵: ۵) آگ کے شعلے سے ۔ یہاں مَارِجٍ کے معنی آگ کے مخلوط شعلے کے ہیں جو دھوئیں سے خلط ملط ہو ۔

۵۰: ۶ = اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا ۔ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے اور فَ عاطفہ سے قبل کلام مقدرہ ہے ۔ ای اَعَمُوْا فَلَمْ يَنْظُرُوْا ۔ کیا وہ اندھے ہیں اور انہوں نے نہیں دیکھا ہے ۔

لَمْ يَنْظُرُوْا ۔ مضارع نفی جحد بلم جمع مذکر غائب ؛ انہوں نے نہیں دیکھا ۔

= بَنَيْنٰهَا ۔ بَنَيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم بِنَآءٌ (باب ضرب) مصدر ۔ ب ن ی مادہ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے ۔ ہم نے اس کو (کس طرح) بنایا ہے ۔

= زَيَّنّٰهَا ۔ زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تزيينٌ تفعیل مصدر ۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب برائے السماء ہے ہم نے اس کو مزین کیا ہے ، ہم نے اس کو زینت بخشی ۔

= لَهَا ۔ ای فیھا ۔

= فُرُوْجٍ ، فَرْجٌ کی جمع ۔ شگاف ۔ دراڑیں ۔ سوراخ ۔ اور اس میں کہیں دراڑ تک نہیں ، اَلْفَرْجُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں جیسے دیوار میں شگاف ، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی

کشادگی۔ اور کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرمگاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرتِ استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے قرآن مجید میں ہے وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ (٢٤: ٣١) اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔

٥٠: ٧ == وَالْاَرْضَ معطوف علی موضع السماء۔ ای فلم یروا الارض اور کیا انہوں نے (اپنے نیچے) زمین کو نہیں دیکھا۔ (تفسیر حقانی، جلالین)

== مَدَدْنٰهَا۔ مَدَدْنَا، ماضی جمع متکلم مَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ لمبائی کے رُخ کسی چیز کے کھینچے یا بڑھانے کو کہتے ہیں۔ اسی سے مدتِ دراز کو مُدَّةٌ کہتے ہیں۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب الارض کی طرف راجع ہے۔ ہم نے اس کو پھیلا دیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ (٢٥: ٤٥) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرا رب سائے کو کس طرح دراز کر کے پھیلا دیتا ہے۔

== اَلْقَيْنَا: ماضی جمع متکلم اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ڈالنا۔ لِقَاءٌ۔ باب سمع کے معنی ہیں کسی کے سامنے آنا۔ اسے پالینا۔ باب افعال (اِلْقَاءٌ) سے اس کے معنی ہیں کسی چیز کو اس طرح ڈال دینا کہ وہ دوسرے کو سامنے نظر آئے۔ پھر عرف میں مطلق کسی چیز کو پھینک دینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اَلْقَيْنَا۔ ہم نے ڈالا۔ ہم نے رکھا۔ ہم نے رکھ دیا۔

== فِيْهَا۔ ای فی الارض۔ زمین پر۔

== رَوَاسِيَ رس و مادہ سے راسیۃٌ کی جمع ہے۔ رَسَا الشَّیْءُ رُسُوًّا (باب نصر) مصدر بمعنی کسی چیز کے کسی جگہ پر ٹھہرنے اور استوار ہونے کے ہیں۔ اور باب افعال سے بمعنی ٹھہرانے اور استوار کر دینے کے ہیں۔ رَوَاسِيَ گڑے ہوئے پہاڑ۔

یہاں پہاڑوں کو بوجہ ان کے ثبات اور استواری کے رَوَاسِيَ کہا گیا ہے جیسا کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا (٧٩: ٣٢) اور پہاڑوں کو (اس میں یعنی زمین میں گاڑ کر) پھیلا دیا۔

اسی طرح معنی ثبات کے اعتبار سے پہاڑوں کو اَوْتَادٌ (وَتَدٌ کی جمع بمعنی میخ) فرمایا ہے جیسے وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا (٧٨: ٧) اور کیا ہم نے پہاڑوں کو (اس کی یعنی زمین کی) میخیں (نہیں ٹھہرایا)۔

== اَنْۢبَتْنَا۔ ماضی جمع متکلم اِنْۢبَاتٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہم نے اگایا۔ نباتات، پودے، سبزی اگی ہوئی بوٹیاں۔

== مِنْ كُلِّ زَوْجٍ۔ ہر قسم کا سبزہ۔ یہاں زوج کا معنی جوڑا نہیں بلکہ نوع ہے ای من کل

نوع من النبات / من کل صنف من اصناف النبات ۔
= بَهِيْجٍ ۔ رونق ۔ تروتازہ ، شگفتہ ، دل کو لبھانے والی ۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے ۔ یہ زَوْجٍ کی صفت ہے ۔
بَهْجَةٍ ۔ رونق ۔ تازگی ، خوبی ، خوش رنگی ، فرحت ، مسرت کو کہتے ہیں ۔
۵٠ ، ۸ = تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى ہر دو مفعول لہٗ ہیں بصیرت کے لئے اور یاد دہانی کے لئے تَبْصِرَةً ۔ دکھلانا ۔ سمجھانا ۔ بروزن تفعلۃٌ باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ تَبْصِيْرٌ اور تَبْصِرَةٌ دونوں آتے ہیں جیسے تَقْدِيْمٌ وَتَقْدِمَةٌ اور تَذْكِيْرٌ وَتَذْكِرَةٌ ۔
ذِكْرٰى نصیحت کرنا ۔ ذکر کرنا ۔ یاد ، موعظت ۔ پند ، باب نصر سے مصدر ہے ۔ کثرت ذکر کے لئے بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے ۔
= لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۔ لام حرف جار کلّ مجرور مضاف ، عَبْدٍ مُّنِيْبٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔ کُلّ لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے تذکیر و تانیث اس میں برابر ہے ۔ کُلّ دو طرح کا ہوتا ہے مجموعی اور افرادی ۔ کلّ افرادی ہمیشہ نکرہ مفرد ، کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کا ترجمہ ہوتا ہے ۔ ہر ایک ، جیسے آیت زیر مطالعہ میں لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ہر اس بندے کے لئے جو بار بار اللہ کی طرف لوٹنے والا ہو ۔ یا بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔
کُلّ مجموعی معرف باللام کی طرف مضاف ہوتا ہے یا اس ضمیر کی طرف مضاف ہوتا ہے جو معرف باللام کی طرف راجع ہوتی ہے اس وقت مجموعہ افراد پر دلالت کرتا ہے ۔ ترجمہ ہوتا ہے سب ، پورا اول کی مثال كُلُّ الْقَوْمِ ، پوری قوم ، سب قوم ، دوم کی مثال فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ ۔ (۳۸ : ۷۳)
کبھی کلّ بمعنی بعض آتا ہے جیسے ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (۲ : ۲٦٠) بعض پہاڑوں پر ان کا ایک ایک حصہ رکھ دو ۔
کُلّ کا مضاف ہونا ضروری ہے اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا جیسے كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۔ (۲۱ : ۳۳) سب (یعنی سورج ، چاند ، ستارے) آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں ۔
= مُنِيْبٍ : اسم فاعل واحد مذکر ، مجرور ۔ اللہ کی طرف خصوص سے رجوع کرنے والا ۔ اِنَابَةٌ (افعال) مصدر ۔ نوبٌ مادہ ۔ (باب نصر) مصدر سے بمعنی بار بار لوٹنا ۔

۵۰:۹ == مَآءً مُّبٰرَكًا، مَآءً مفعول ہے نَزَّلْنَا کا۔ موصوف، مُّبٰرَكًا صفت مبارک کثیر النفع پانی، برکت والا پانی، مَآءً سے یہاں مراد بارش کا پانی ہے جو اوپر سے برستا ہے
== بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مَآءً کی طرف راجع ہے یعنی پھر ہم نے اس پانی سے زمین میں باغ اگائے۔
== جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِيْدِ۔ جَنّٰتٍ (جَنَّةٌ کی جمع باغ) حَبَّ (بمعنی دانہ، غلہ اناج) دونوں فعل اَنْۢبَتْنَا کے مفعول ہیں۔ ہم نے اگایا۔ باغات کو، کھیتی کے غلہ کو،
== حَبَّ الْحَصِيْدِ۔ حَبَّ بمعنی دانہ، غلہ وغیرہ۔ حَصِيْد بروزن فعیل بمعنی مفعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ کھیتی کٹی ہوئی۔ جڑ سے کٹا ہوا۔

حَبَّ الحصید میں اضافت حَبَّ کی الحصید کی طرف اضافت عام الی الخاص ہے جیسے حق الیقین عین الیقین میں ہے یعنی وہ غلہ جو کاٹا جاتا ہے جیسے گیہوں وغیرہ۔ مرادیہ ہے کہ جو غلہ بویا جاتا ہے پھر (کاٹ کر) غذائی کام میں لایا جاتا ہے۔ چونکہ غلہ کا اصل مقصد اور کامل نفع یہی ہے کہ اس کو کاٹ کر غذائی کام میں لایا جائے اس لئے حب کی الحصید کی جانب خاص طور پر اضافت کردی گئی ہے۔ یا مضاف الیہ کا موصوف محذوف ہے۔ جیسے مسجد الجامع یعنی مسجد للصلوٰۃ الجامع۔ اس تاویل پر حَبَّ الحصید کا مطلب ہوگا حب الزرع الحصید یعنی قابلِ حصاد کھیتی کا غلہ۔

== وَالنَّخْلَ۔ اَنْۢبَتْنَا کا مفعول سوم۔ اور کھجور کے درخت۔
== بٰسِقٰتٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ بَاسِقَةٌ واحد بُسُوْقٌ (باب نصر) مصدر درخت کا لمبے تنے والا، اور لمبی شاخوں والا ہونا۔ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ ای النخیل الطوال العالیات کھجوروں کے درخت جو لمبے اور اونچے چلے گئے ہوں۔
== لَهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب النخل کے لئے ہے طَلَعَ طَلْعٌ طُلُوْعٌ و مَطْلَعٌ (باب نصر) کے معنی آفتاب کے طلوع ہونے کے ہیں اور طلوع آفتاب کی مناسبت سے طلع النخل کا محاورہ استعمال ہوتا ہے اور اس کے معنی درخت خرما کے غلاف کے ہیں جس کے اندر اس کا خوشہ ہوتا ہے (راغب)، طَلْعٌ پھل وہ جگہ جہاں سے پھل نمودار ہوتا ہے (مظہری) لَهَا طَلْعٌ ھو ثمرھا ما دام فی وعائہ۔ یہ اس کا پھل ہے جب تک وہ اس کے گابھے میں رہے (کلمات القرآن) طَلْعٌ کھجور کے درخت کا گابھا۔ شگوفہ، (فیروز اللغات) طَلْعٌ خوشہ، گابھا، گچھا۔ درخت خرما کا پہلا شگوفہ جو باہر نکلتا ہے طلع کہلاتا ہے (لغات القرآن) یہ موصوف ہے اور اس کی

صفت نَضِیْدٌ ہے۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی اسم مفعول نَضِیْدٌ بمعنی مَنْضُوْدٌ۔ نضدٌ باب (ضرب) مصدر۔ سامان کو ترتیب سے رکھنا؛ ڈھیر لگانا۔ ترتیب سے چننا۔ یہاں بمعنی تہ برتہ ترتیب سے گندھا ہوا پھل۔ اس سے مراد پھلوں یا شگوفوں کی کثرت۔

صاحب ایسر التفاسیر لکھتے ہیں،

ای لھا طلع منضد متراکب بعضہ فوق بعض۔ گچھے ترتیب سے ایک دوسرے پر نہ در نہ چڑھے ہوئے۔

لھا طلع نضید یہ جملہ حال ہے النخل سے۔

۵۰:۱۱ == رِزْقًا لِّلْعِبَادِ: رزقًا مفعول لہٗ ہے انبتنا کا۔ یعنی پیدا کرنے کی اصل غرض یہ ہے

== وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف اَنْبَتْنَا بِهٖ پر ہے بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآء ہے ای احیینا بذلك الماء بلدۃ میتا۔ موصوف وصفت مل کر اَحْیَیْنَا کا مفعول۔ اور اس پانی سے ہم نے مردہ شہر کو زندہ کر دیا۔ یعنی جہاں کوئی سبزہ اور روئیدگی نہ تھی اس کو سرسبز و شاداب بنا دیا۔

== کَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ، مبتدا خبر۔ جیسے مثل زَیْدٌ اَخُوْكَ۔ کَذٰلِكَ۔ کاف تشبیہ واقع موقع مثل ہے۔ ذٰلِكَ سے مراد احیاءِ بلدۃ میتہ ہے۔ کذلك الخروج۔ یعنی ان خروج الناس احیاء من قبورھم بعد الموت کخروج النبات من الارض بعد عدمہ موت کے بعد لوگوں کا قبروں سے زندہ نکال لانا ایسے ہی ہے جیسا کہ عدم کے بعد زمین سے سبزہ اگا دینا (اضواء القرآن)

۵۰:۱۲ == قَبْلَهُمْ: ای قبل قریش۔ قریش کفار مکہ سے قبل۔

== اَصْحٰبُ الرَّسِّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ الرس ایک کنویں کا نام ہے جو مدین کے قریب ہے یہ کنویں والے کون تھے۔ اس کے متعلق مختلف مگر غیر مستند روایات ہیں خلاصہ ان سب کا یہ ہے کہ یہ ایک قوم تھی جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کر دیا تھا۔

== ثَمُوْدُ۔ ای قوم ثمود۔ اس قوم نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔ حضرت صالح اور ان کی اونٹنی کا حال قرآن مجید میں تفصیلاً مذکور ہے قوم نے حضرت صالح کے سمجھانے کے باوجود اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں اور اس طرح عذاب الٰہی کے مستوجب ہوئے۔

۵۰:۱۳ == وَعَادٌ ... اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔

عَادٌ۔ عاد نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا اور ان کے بھائی ہود علیہ السلام کی نافرمانی میں ہلاک ہوئے

== اِخْوَانُ لُوْطٍ: مضاف مضاف الیہ۔ حضرت لوط کے بھائی بندوں نے بھی ان کی تکذیب کی

اور اس پاداش میں ہلاک کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا سب سے بڑا گناہ لواطت تھی یعنی ہم جنسوں سے خلاف فطرت بدفعلی کرنا۔

۵۰:۱۴ == وَاَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ، اس کا عطف آیت نمبر ۱۲ پر ہے۔
اور اَیکہ کے رہنے والے اور قوم تُبّع نے بھی حق کو جھٹلایا۔ اَصْحٰبُ الْاَیْکَۃِ مضاف مضاف الیہ۔ ایکہ کے لوگ، ایکہ کے رہنے والے۔ یہ کم تولنے کے گناہ میں ملوث تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے پند و نصائح کی تکذیب میں دھر لئے گئے اور ہلاک کر دیئے گئے۔
== وَقَوْمُ تُبَّعٍ: مضاف مضاف الیہ۔ اور تبع کی قوم نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔ تُبّع یمن کے بادشاہوں میں سے ایک حِمیَری بادشاہ تھا۔ یہ قوم آتش پرست تھی یہ تبع بعد میں اسلام لایا اور اپنی قوم کو بھی اسلام کی دعوت دی۔
== کُلٌّ۔ یعنی ہر ایک شخص نے یا ہر امت نے یا سب نے پیغمبروں کی تکذیب کی۔ چونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب تمام پیغمبروں کی تکذیب ہے اس لئے کَذَّبَ الرُّسُلَ بصیغہ جمع فرمایا ہے یا یوں کہا جائے کہ ان میں سے کوئی بھی اللہ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔ سب کے سب توحید ہی کے منکر ہے اس لئے پیغمبروں کے منکر بدرجہ اولیٰ تھے (نیز ملاحظہ ہو ۵۰:۸ متذکرۃ الصدر
== کَذَّبَ الرُّسُلَ۔ کَذَّبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر جھٹلانا الرُّسُلَ۔ رَسُوْلٌ کی جمع ہے
== فَحَقَّ: ف ترتیب کا۔ حَقَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ حَقٌّ (باب ضرب نصر) مصدر۔ ثابت ہونا۔ واجب ہونا۔ محقق ہونا
== وَعِیْدِ۔ وَعِیْدِیْ۔ میرا عذاب۔ میرا وعدۂ عذاب۔ جس میں ان تکذیب کرنے والے کافروں کو مبتلا کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔
فَحَقَّ وَعِیْدِ۔ پس پورا ہوگیا میرا عذاب کا وعدہ۔

۵۰:۱۵ == اَفَعَیِیْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ۔ اس میں ہمزہ انکاری ہے اور ف عاطفہ تعقیبیہ ہے اس کا عطف اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ پر ہے۔ اور کَذَّبَتْ قَبْلَہُمْ سے آخر تک معترضہ جملے ہیں (مظہری) نیز ملاحظہ ہو ۴۶:۳۳:
== عَیِیْنَا۔ ماضی جمع متکلم عِیٌّ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی تھکنے اور عاجز ہونے کے ہیں۔ ہم تھک گئے۔ ہم عاجز آگئے۔ تو کیا ہم پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے (نہیں)
== بَلْ۔ حرف اضراب ہے یعنی وہ پہلی بار پیدا کرنے میں ہماری قدرت کے منکر نہیں بلکہ ھُمْ فِیْ

لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؛ یہ لوگ از سرِ نو پیدا کرنے کے بارہ میں شبہ میں ہیں۔
لَبْسٌ اس کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور قرآن مجید میں اکثر ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن اور معانی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور قرآن مجید میں بھی مستعمل ہے مثلاً وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُوْنَ ۞ (۶:۹) اور جو شبہ وہ (اب) کرتے ہیں اسی شبہ میں انہیں ہم پھر ڈال دیں گے اور وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ ۔ (۲:۴۲) تم سچ کو جھوٹ کے ساتھ مت ملاؤ۔
یہاں آیت ہذا میں لَبْسٍ بمعنی شبہ اور شک ہے۔

۵۰:۱۶ ــــ وَلَقَدْ واؤ عاطفہ، لام تاکیدکا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تاکید کے معنی دیتا ہے لَقَدْ بلاشبہ، تحقیق، بے شک،
ــــ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ؛ مَا موصولہ۔ باقی جملہ اس کا صلہ تُوَسْوِسُ مضارع واحد مؤنث غائب۔ وَسْوَسَةٌ (فَعْلَلَةٌ) مصدر جس کے معنی بری بات کے جی میں ڈالنے کے ہیں وہ وسوسہ ڈالتی ہے وہ خیال ڈالتی ہے۔ نَفْسُهٗ مضاف مضاف الیہ اس کا نفس، ہٗ ضمیر انسان کی طرف راجع ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں اس کا نفس جو وسوسے ڈالتا ہے۔
ــــ اَقْرَبُ اِلَيْهِ۔ اَقْرَبُ قُرْبٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ قریب، زیادہ نزدیک۔ اِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔
ــــ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ، مضاف مضاف الیہ۔ حَبْل بمعنی رسی۔ وَرِيْد گردن کی رگ، شہ رگ جس میں جان بھرتی ہے اس کے کٹنے سے موت ہے۔ چونکہ رگ بھی ہیئت میں رسی سے ملتی جلتی ہے اس لئے شہ رگ کو حَبْلُ الْوَرِيْد کہتے ہیں۔
یہ اضافت بیانیہ ہے جیسے يَوْمُ الجمعۃ۔ گلے کے دائیں بائیں دو رگیں ہیں جن کا تعلق اور اتصال دل کی رگ سے ہے ان دونوں کو ورید کہا جاتا ہے ورید کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دونوں سر سے اتر کر گردن کی طرف آتی ہیں۔

۵۰:۱۷ ــــ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ۔
اِذْ سے قبل فعل اُذْكُرْ محذوف ہے۔ یعنی یاد کرو جب۔ [یا اُذْكُرِ الْاَمْرَ اِذْ اس امر کو (بات) کو یاد کرو جب) يَتَلَقّٰى مضارع واحد مذکر غائب تَلَقِّيْ تفعل مصدر بمعنی ملاقات کرنا سامنے سے کسی چیز کو لے لینا۔ پالینا۔ یہاں لے لینے یا پالینے سے مراد لکھ کر کسی چیز کو لے لینا یا محفوظ کر لینا ہے۔ اسی سے المتلقیان اسم فاعل تثنیہ۔ دو (لکھ کر) پالینے والے۔ مراد وہ دو فرشتے جو انسان کے دائیں بائیں تعینات ہیں اس کے اقوال و افعال کو لکھنے کے لئے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی ترکیب میں فرماتے ہیں کہ:۔

اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ، جب لینے والے دو فرشتے جو انسان پر مقرر ہیں انسان کے عمل و قول کو لے لیتے ہیں یَتَلَقَّی کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی آدمی کے قول و عمل کو لے لیتے ہیں اور حفاظت کے ساتھ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ۔ جار مجرور کا تعلق قَعِیْدٌ سے ہے اور قَعِیْدٌ اَلْمُتَلَقِّیٰنِ سے بدل ہے اور عن الیمین کے بعد قَعِیْدٌ محذوف ہے یعنی ایک فرشتہ دائیں طرف بیٹھا رہتا ہے اور ایک بائیں طرف بیٹھا رہتا ہے۔

(بعض کے نزدیک قعید محذوف نہیں ہے بلکہ قعید مذکور کا تعلق عن الیمین سے بھی ہے اور عَنِ الشمال سے بھی۔ اور جو الفاظ فعیل کے وزن پر آتے ہیں ان کا اطلاق واحد پر بھی ہوتا ہے اور کثیر پر بھی، جیسے کہ آیت: وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ۔ میں ظہیر باوجود مفرد ہونے کے الملٰئکۃ کی خبر ہے کیونکہ بروزن فعیل ہے)

قَآئِمٌ کی ضد قَاعِدٌ آتا ہے بیٹھنے والا۔ اور قعید کا معنی ہے جم کر بیٹھنے والا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ قعید کا معنی ہے گھات میں لگا ہوا۔ اِذْ یَتَلَقَّی کا تعلق اذکُرْ محذوف سے ہے یا اَقْرَبُ سے ہے۔ آخری صورت میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ ہم تو حبل الورید سے بھی زیادہ قریب ہیں ہم کو فرشتوں کے لکھنے اور محفوظ رکھنے کی ضرورت نہیں ہم تو ان چیزوں کو بھی جانتے ہیں جو فرشتوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہیں لیکن تقاضائے حکمت ہے اور قیامت کے دن فرشتوں کی شہادت پیش کر کے کافروں پر حجت قائم کرنی ہے اس لئے اعمال نامے لکھنے پر فرشتوں کو مامور کیا ہے۔

عَنِ الْیَمِیْنِ دائیں طرف کو عن الشمال بائیں جانب کو قعید صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ جم کر بیٹھنے والا) ہم نشین، نگرانی کرنے والا۔

۵۰:۱۸ ـــــ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ: مضارع منفی واحد مذکر غائب لَفْظٌ باب ضرب) مصدر وہ منہ سے نہیں نکالتا ہے۔ مِنْ قَوْلٍ کوئی بات لفظ مصدر متعدی بنفسہٖ ولواسطہ ب۔ کوئی چیز منہ سے باہر پھینکنا۔ لَفَظَ بِالْكَلَامِ۔ اس نے منہ سے کوئی بات نکالی۔

لَفْظٌ بات۔ تَلَفُّظٌ بات کہنا۔

ـــــ لَدَیْهِ۔ لَدٰی اسم ظرف مضاف۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اس کے پاس اس کے نزدیک۔ ضمیر کا مرجع الانسان ہے۔

ـــــ رَقِیْبٌ۔ نگہبان، محافظ، فعیل کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

= عَتِیْدٌ. تیار، عِتَادٌ سے جس کے معنی ضرورت سے پہلے کسی چیز کے ذخیرہ کر لینے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ اور کبھی بمعنی مفعول آتا ہے چنانچہ آیت ہذا میں بمعنی فاعل استعمال ہوا ہے۔ یعنی وہ منہ سے کوئی بات نکالنے نہیں پاتا کہ اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے (کتابت کے لئے) سورۃ ہذا میں آگے چل کر ۵۰:۲۳ میں فرمایا: وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ۔ اور اس کا ساتھی (فرشتہ) کہیگا کہ یہ (اعمال نامہ) میرے پاس تیار ہے یہاں عتید بمعنی مفعول آیا ہے؛ راغب لکھتے ہیں کہ:

اَلْعَتِیْدُ۔ اَلْمُعِدُّ وَ الْمُعَدُّ۔ عتید کے معنی ہیں تیار کرنے والا۔ تیار کردہ شدہ۔

۵۰:۱۹ = سَكْرَةُ الْمَوْتِ مضاف مضاف الیہ۔ سکرۃ بے ہوشی، مدہوشی، موت کی سختی جو آدمی پر چھا جاتی ہے۔ اور اس کی عقل کو زائل کر دیتی ہے۔

= بِالْحَقِّ: ب تعدیہ کے لئے ہے بِالْحَقِّ جَآءَتْ کا مفعول بہ ہے۔ موت کی بیہوشی حقیقت لے کر آئے گی۔ دنیا کی ہر چیز بے اصل اور بے حقیقت ہے مرنے کے بعد جو احوال اور واقعات پیش آئیں گے وہ مبنی بر حقیقت اور محقق ثابت ہیں۔

= ذٰلِكَ: یعنی یہ موت اور اس کے بعد کی حقیقتیں۔ مَا موصولہ اگلا جملہ اس کا صلہ مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب موت کے لئے ہے۔

تَحِيْدُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر حَيْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ کنارہ کرنا۔ مڑنا۔ كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ۔ جس سے تو کنارہ کیا کرتا تھا۔ اور بھاگا کرتا تھا۔

یہاں خطاب مطلق انسان سے نہیں ہے بلکہ ایک فاسق و فاجر شخص سے ہے۔ حید مادہ

۵۰:۲۰ = وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ واؤ عاطفہ نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ باب نصر مصدر۔ پھونکا گیا۔ یا پھونکا جائے گا (بمعنی مستقبل) اس سے مراد نفخ دوم ہے یعنی نفخة البعث۔ اسی معنی میں آیت وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ (۳۶:۵۱) اور آیت وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا (۱۸:۹۹) میں استعمال ہوا ہے۔ اور قیامت کے دن (دوبارہ) صور پھونکا جائے گا۔

= ذٰلِكَ: مضاف الیہ جس کا مضاف محذوف ہے ای وقت ذٰلك النفخ اس صور کے پھونکنے کا وقت یوم الوعید ہوگا۔ ذٰلِكَ کا اشارہ مصدر نفخ کی طرف ہے۔

= يَوْمُ الْوَعِيْدِ مضاف مضاف الیہ۔ وعید کا دن۔ عذاب کا دن۔

۵۰:۲۱ = مَعَهَا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب كُلُّ نَفْسٍ کے لئے ہے (ہر نفس کے ساتھ)

یہ جملہ مَعَھَا سَآئِقٌ وَّشَھِیْدٌ حال ہے کُلُّ نَفْسٍ سے دراں حالیکہ ایک (فرشتہ) ہانکنے والا اور ایک فرشتہ) بطور گواہ اس کے ساتھ ہوگا۔

== سَآئِقٌ۔ ہانکنے والا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر سَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔

== شَھِیْدٌ۔ گواہ۔ یہاں اس کا استعمال بطور گواہ ہی آیا ہے۔ شرع کی اصطلاح میں شَھِیْدٌ وہ ہے جو کہ اللہ کی راہ میں قتل کیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ کے اسماء حُسنیٰ میں سے بھی شہید آیا ہے اس وقت اس کے معنی ہوں گے وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو

۵۰:۲۲ == لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ... الجملة استئناف مبنى على سوال نشأ مما قبله كانه قيل: فماذا يكون بعد النفخ و مجئ كل نفس معها سائق وشهيد؟ فقيل يقال للكافر الغافل ...... یا جملہ ہے جو پہلے مضمون سے ایک نئے سوال پر مبنی ہے جیسا کہ کہا جائے صور پھونکے اور ہر شخص کے بمعیت سائق و شہید (میدان قیامت میں) آنے کے بعد کیا ہوگا؟

جواب ہوگا کہ ہر کافر غافل یا ہر شخص سے (خطاب عام ہونے کی صورت میں) یہ کہا جائے گا۔

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا ...... حَدِيْدٌ۔

لَقَدْ تحقیق کے معنی میں ہے كُنْتَ اى كنت فى الدنيا فى غفلة من هٰذا

== مِنْ هٰذَا۔ یعنی جو کچھ تونے آج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے۔

== كَشَفْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے دور کر دیا۔ ہم نے اٹھا دیا ہم نے کھول دیا۔

== غِطَآءَكَ مضاف مضاف الیہ الغطاء کے اصل معنی طباق وغیرہ کی قسم کی چیز کے ہیں جو کسی چیز پر بطور سرپوش کے رکھی جائے۔ جیسا کہ غِشَآءٌ لباس وغیرہ کی قسم کی چیز کو کہتے ہیں جسے کسی دوسری چیز کے اوپر ڈالا جائے۔ بطور استعارہ غطاء کا لفظ پردہ، جہالت وغیرہ پر بولا جاتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔ تیرا پردہ۔ تیری آنکھوں پر پڑا ہوا پردہ۔

== فَبَصَرُكَ۔ ف ترتیب کا ہے۔ بَصَرُكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری نظر۔ تیری آنکھ۔

== اَلْيَوْمَ: آج۔ حَدِيْدٌ تیز۔ لوہا۔ لوہے کو بھی کہتے ہیں اور نیز ہر وہ چیز جو کہ بذاتہ باریک ہو۔ خواہ باعتبار خلقت کے خواہ باعتبار معنی کے۔ حَدِيْدٌ کہلاتی ہے اس صورت میں یہ حِدَّةٌ سے ہے جس کے معنی تیز ہونے کے ہیں۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے

ترجمہ: ہم نے پردہ اٹھا دیا تو آج تیری نگاہ تیز ہے (آج تو ہر چیز اس کے اصلی تناظر میں دیکھ سکتا ہے)

فائدہ ۵: اور جَاءَتْ (آیات ۱۹: ۲۱) نُفِخَ (آیت ۲۰) اور کَشَفْنَا (آیت ۲۲) تمام صیغے ماضی کے ذکر کئے گئے ہیں حالانکہ یہ واقعات مستقبل میں پیش آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ واقعات یقینی ہیں ضرور پیش آئیں گے، ایسے موقع پر ماضی کا صیغہ استعمال کرنے سے اس طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ واقعات اتنے یقینی الوقوع ہیں کہ گویا ان کا وقوع ہو ہی گیا۔

۵۰: ۲۳ ـــ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ واؤ عاطفہ ہے قَرِیْنُہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا ساتھی، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس سے لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ میں خطاب ہے۔

ـــ قَرِيْنٌ: ق ر ن مادہ۔ باب افتعال سے الاقتران کے معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کے کسی معنی میں باہم مجتمع ہونے کے ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے اَوْجَاءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ: (۴۳: ۵۳) یا یہ ہوتا کہ فرشتے جمع ہو کر اس کے ساتھ آتے۔

وہ آدمی جو دوسرے کا ہم پلہ ہو۔ بہادری، قوت اور دیگر اوصاف میں اُسے اس کا قِرْن کہا جاتا ہے اور ہم پلہ یا ہمسر کو قرین بھی کہتے ہیں چنانچہ محاورہ ہے فُلَانٌ قِرْنُ فُلَانٍ اَوْ قَرِيْنُهٗ فلاں اس کا ہم عمر یا ہمسر ہے۔ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ (۳۷: ۵۱) کہ میرا ایک ہم نشین تھا۔ آیت ہذا میں بھی قرین بمعنی ساتھی ہے اس ساتھی سے کون مراد ہے۔ بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ فرشتہ ہے جسے آیت نمبر ۲۱ میں بطور گواہ فرمایا گیا ہے وہ کہے گا کہ اس شخص کا اعمال نامہ میرے پاس تیار ہے کچھ دوسرے مفسرین نے لکھا ہے کہ ساتھی سے مراد وہ شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا وہ عرض کرے گا کہ یہ شخص جس کو میں نے اپنے قابو میں کر کے جہنم کے لئے تیار کر رکھا تھا۔ اب آپ کی خدمت میں حاضر ہے مگر سیاق و سباق سے زیادہ مناسبت رکھنے والی تفسیر وہی ہے جو قتادہ اور ابن زید سے منقول ہے کہ ساتھی سے مراد ہانک کر لانے والا فرشتہ ہے اور وہی عدالت الٰہی میں پہنچ کر عرض کرے گا کہ یہ شخص جو میری سپردگی میں تھا سرکار کی پیشی میں حاضر ہے (تفہیم القرآن)

ـــ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ، هٰذَا کا اشارہ یا تو شخص کی طرف ہے یا اعمال نامہ کی طرف مَا موصوفہ بمعنی شے ہے لَدَيَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مَا کی صفت (میرے پاس) ـــ عَتِيْدٌ مَا موصوفہ کی صفت بمعنی تیار ہے، حاضر ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ یہ جو میری سپردگی میں تھا حاضر ہے

۵۰: ۲۴ ـــ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ۔ ای قيل القِيَا ...... الخ۔
اَلْقِيَا فعل امر حاضر تثنیہ مذکر۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم دونوں ڈال دو، كُلَّ مضاف كَفَّارٍ عَنِيْدٍ موصوف و صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اَلْقِيَا کا۔

کَفَّارٍ مبالغہ کا صیغہ، بڑا کافر، عَنِیْدٍ عناد رکھنے والا۔ مخالف، ضدی۔
علامہ ناصر بن عبد السید مطرزی نے لکھے ہیں کہ، عنید اس شخص کو کہتے ہیں جو حق کو جانتے پہچانتے ٹھکرائے۔ یہ عُنُوْدٌ سے ہے جس کے معنی راستہ سے اِدھر اُدھر ہٹ جانے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع عُنُدٌ ہے۔
آیت کا ترجمہ ہوگا: (اور حکم ہوگا) ہر کافر ضد رکھنے والے کو تم دونوں جہنم میں ڈال دو۔
اَلْقِيَا امر کا صیغہ تثنیہ مذکر حاضر، کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔
۱:۔ خلیل اور اخفش کہتے ہیں کہ فصحاء عرب واحد کے لئے بھی بسا اوقات تثنیہ کا صیغہ استعمال کر لیتے ہیں جس طرح ایک دوست کے لئے خَلِیْلِیْ کے بجائے خَلِیْلَیَّ (تثنیہ) عام مروج ہے۔
امرؤالقیس اپنے ایک رفیق سفر کو مخاطب کر کے کہتا ہے:۔

قفا نبك من ذكرى حبيب و منزل

اے میرے دوست ذرا ٹھہرو تاکہ ہم اپنے محبوب اور اس کی منزل کو یاد کر کے کچھ آنسو بہالیں۔
یہاں قِفْ کی بجائے قِفَا تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔
۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ اَلْقِيَا تثنیہ کا صیغہ نہیں ہے بلکہ اصل میں امر تاکید با نون خفیفہ تھا اَلْقِيَنْ، اب یہ نون بدل کر الف ہو گیا۔
۳:۔ یہ خطاب صرف اس قرین سے نہیں جس نے آیت سابقہ میں هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ کہا تھا بلکہ یہ حکم ان دونوں فرشتوں کے لئے ہے (سَائِقٌ وَشَهِيْدٌ) جو مجرم کو عدالت میں لا کر پیش کریں گے لہٰذا تثنیہ کا صیغہ قاعدہ کے مطابق ہے۔ یا یہ فرشتے جہنم کے داروغہ فرشتوں میں سے کوئی دو ہیں جن کو یہ حکم دیا جائے گا۔
۴:۔ مخاطب حقیقت میں کوئی ایک فرشتہ ہے لیکن بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے تثنیہ فعل مراد ہے اور تکرار فعل برائے تاکید ہوتی ہے لہٰذا تکرار واحد یعنی مخاطب واحد کو بصیغہ تثنیہ ذکر کرنے سے بھی تاکید فعل ہو گئی۔

۵۰: ۲۵ == مَنَّاعٍ۔ مَنْعٌ باب فتح سے مبالغہ کا صیغہ، بہت منع کرنے والا۔ بہت روک رکھنے والا۔ نیکی کے کام سے یا مال کے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔ لِلْخَيْرِ میں خیر سے مراد نیکی بھی ہے اور مال بھی۔ خیر سے بہت روکنے والا۔
== مُعْتَدٍ: اسم فاعل واحد مذکر حد سے بڑھنے والا۔ اصل میں معتدی تھا۔ اعتداء (افتعال) مصدر سے، حدود حق سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اس میں عَدْوٌ کا مفہوم ہے دل سے اگر ایک دوسرے

کی طرف سے ہٹ جائے تو عُدْوَانٌ اور عَدْوٌ ہے اسی سے عَدُوٌّ اور مُعَادِیٌ بمعنی دشمن ہے اور ظلم و تعدی میں، تعدی بمعنی دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

= مُرِیْبٍ - اسم فاعل واحد مذکر اِرَابَةٌ (افعال) مصدر۔ ریب مادہ۔ متردد بنا دینے والا متردد کرنے والا، بے چین کر دینے والا۔ آیت ہذا میں بمعنی تردد (شک) کرنے والا ہے۔ قرآن میں باقی ہر جگہ بے چین کر دینے والا۔ متردد بنا دینے والا ترجمہ ہوگا۔

۵۰: ۲۶ = فَاَلْقِیٰهُ ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّذِیْ کی طرف راجع ہے

عَنِیْدٍ ۔ مَنَّاعٍ لِّلْخَیْرِ ۔ مُعْتَدٍ ۔ مُرِیْبٍ ۔ اور مشرک سب کُلَّ کَفَّارٍ کی تشریح میں ہے

۵۰: ۲۷ = قَالَ قَرِیْنُهٗ ، قرین سے مراد یہاں شیطان ہے جو دنیا میں اس شخص کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ اور یہ بات بھی انداز بیان ہی سے مترشح ہوتی ہے کہ وہ شخص اور اس کا شیطان دونوں خدائی عدالت میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ حضور یہ ظالم میرے پیچھے پڑا ہوا تھا اور اسی نے آخر مجھے گمراہ کر کے چھوڑا۔ اس لئے سزا اس کو ملنی چاہئے اور شیطان جواب میں کہتا ہے کہ سرکار میرا اس پر کوئی زور نہیں تھا۔ کہ یہ سرکش نہ بننا چاہتا ہو اور میں نے اسے زبردستی سرکش بنا دیا ہو یہ کمبخت تو خود نیکی سے نفور اور بدی پر فریفتہ تھا۔ اسی لئے انبیاء کی کوئی بات اسے پسند نہ آئی اور میری ترغیبات پر یہ پھسلتا چلا گیا۔

= مَآ اَطْغَیْتُهٗ ۔ ماضی منفی واحد متکلم اِطْغَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شرارت اور سرکشی میں ڈالنا ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع وہ کافر شخص ہے، میں نے اس کو سرکشی میں نہیں ڈالا تھا۔ (طغو ی مادہ)

= ضَلٰلٍ بَعِیْدٍ : موصوف و صفت ، پرلے درجے کی گمراہی۔

۵۰: ۲۸ = قَالَ : ای قَالَ اللّٰهُ ۔ اللہ کہے گا۔

= لَا تَخْتَصِمُوْا : فعل نہی جمع مذکر حاضر اختصام (افتعال) مصدر، تم جھگڑا مت کرو

= لَدَیَّ ۔ لَدٰی اسم ظرف مضاف ی ضمیر واحد متکلم مضاف الیہ - میرے سامنے، میرے روبرو۔

= وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ ۔ واؤ حالیہ اور جملہ حالیہ ہے اور جھگڑا کرنے کی ممانعت کی علت ہے۔

قَدْ : ماضی سے پہلے تحقیق کا معنی دیتا ہے اور زمانہ کو ماضی قریب کر دیتا ہے۔

قَدَّمْتُ ماضی کا صیغہ واحد متکلم تَقْدِیْمٌ تفعیل) مصدر۔ اگر تقدیم کے بعد باء آجائے تو وقت

سے پہلے کسی کام کا حکم دینے یا وقت سے پہلے اطلاع دینے کے معنی ہوتے ہیں تاکہ وقت آنے سے پہلے اطلاع پانے والا کام کرلے۔

آیت ہذا میں بھی یہی مراد ہے کہ میں نے یوم جزاء آنے سے پہلے دنیا میں ہی پیغمبروں کی زبانی اور کتابوں میں خوف آگیں اطلاع بھیج دی تھی اور پہلے ہی حکم دیدیا تھا کہ تیاری کرلو۔

ترجمہ: میں پہلے ہی تمہارے پاس وعیدِ عذاب بھیج چکا تھا۔

اگر تقدیم کے بعد باء نہ آئے تو پہلے سے کرنے، پہلے سے بھیجنے، پیش کرنے اور پہلے زمانے میں کر چکنے کے معنی ہوتے ہیں مثلاً یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ (۸۹: ۲۴) کاش میں نے اپنی زندگی (جاودانی) کے لئے کچھ پہلے ہی بھیج دیا ہوتا۔

۵۰: ۲۹ == مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ۔ مَا یُبَدَّلُ مضارع منفی مجہول واحد مذکر غائب۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ بدلا نہیں جاتا (میرا حکم اٹل ہوتا ہے اور مستقل ہوتا ہے بدلا نہیں جاتا)

== بِظَلَّامٍ۔ ب حرف جار، ظَلَّامٍ مجرور (ظلم کرنے والا) مبالغہ کا صیغہ ہے لیکن یہاں مبالغہ ظلم کی نفی مراد نہیں بلکہ نفسِ ظلم کی نفی ہے۔ آیت کا ترجمہ ہوگا۔

(اور میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں)

== هَلِ امْتَلَأْتِ: هَلْ حرف استفہام ہے امْتَلَأْتِ ماضی واحد مؤنث حاضر، اِمْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی بھر جانا۔ پُر ہوجانا۔ کیا تو پُر ہوگئی ہے کیا تو بھر گئی ہے۔

== وَتَقُوْلُ: تَقُوْلُ مضارع واحد مؤنث غائب قَوْلٌ (باب نصر) مصدر اور وہ کہے گی!

== هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ۔ اس کے متعلق علماء کے دو قول ہیں اول یہ کہ هَلْ استفہام انکاری ہے هَلِ امْتَلَأْتِ کے جواب میں جہنم کہے گی کیا ابھی اور بھی ہیں میں تو یارب العزت بھر گئی ہوں میرے اندر کوئی ایسی جگہ نہیں ہے جو بھری ہوئی نہ ہو۔ اب میرے میں اور گنجائش نہیں ہے

دوم یہ کہ یہ استفہام زیادتی کی طلب کو ظاہر کر رہا ہے، یعنی جہنم کہے گی یارب کچھ اور بھی ہے لایا جائے میں حاضر ہوں۔

فَائِدَہ: بعض مفسرین اور علماء نے لکھا ہے کہ اللہ اور دوزخ کے درمیان سوال وجواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ بطور تخیل وتصویر بیان کیا ہے لیکن اس بیکار تاویل کی ضرورت نہیں ہے حقیقی سوال وجواب مراد لینے میں کوئی امر مانع نہیں ہے کیونکہ خداوند تعالیٰ جل شانہٗ انسانی اجزاء کو

جس طرح ناطق بنادے گا اسی طرح دوزخ کو ناطق بنادیگا یہ بھی اُسی کے اختیار میں ہے۔ قرآن مجید میں ہے
وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ
(۴۱:۲۱) اور وہ اپنے چمڑوں یعنی اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف گواہی کیوں دی وہ کہیں گے
جس خدا نے سب چیزوں کو نطق بخشا اسی نے ہم کو بھی قوت گویائی بخشی۔

۵۰:۳۱ = وَاُزْلِفَتِ۔ واؤ عاطفہ اُزْلِفَتْ ماضی مجہول جمع مؤنث غائب اِزْلَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جملہ کا عطف یا تو نُفِخَ فِي الصُّوْرِ پر ہے یا وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ... پر ہے

جہنمیوں کے ذکر کے بعد ان لوگوں کا ذکر کیا جارہا ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی زہد و تقویٰ اور احکام خداوندی کی تعمیل میں گذار دی۔ اِزْلَافٌ بمعنی قریب لانا۔ (جنت متقیوں کے قریب لائی گئی یعنی لائی جائے گی (ماضی بمعنی مستقبل)

= غَيْرَ بَعِيْدٍ: موصوف محذوف ہے ای غَيْرَ مَكَانٍ بَعِيْدٍ۔ اَوْ غَيْرَ زَمَانٍ بَعِيْدٍ:
یہ لفظ قرب کی مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے اگرچہ اُزْلِفَتْ کا لفظ بھی قرب پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ محاورہ میں بولا جاتا ہے کہ فلاں مکان قریب ہے دور نہیں۔

۵۰:۳۲ = هٰذَا: اشارۃ الی الجنۃ۔ جنت کی طرف اشارہ ہے هٰذَا صیغہ مذکر اَلْجَنَّةُ مؤنث کے لئے استعمال ہوا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے فَلَمَّا رَاَى الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ (۶:۷۹)

= مَا تُوْعَدُوْنَ مَا موصولہ تُوْعَدُوْنَ صلہ۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی وعدہ کرنا۔ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

= اَوَّابٍ: بہت رجوع کرنے والا۔ فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے اَوَّابٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی لوٹنا۔ اٰبَ اِلَى اللّٰهِ: توبہ کرنا۔ سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ:۔
اَوَّابٌ: هُوَ الَّذِيْ يُذْنِبُ ثُمَّ يَتُوْبُ ثُمَّ يُذْنِبُ ثُمَّ يَتُوْبُ: اوّاب وہ ہے جو گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے پھر گناہ کرتا ہے پھر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے
حضرت ابن عباس اور عطاء نے اَوَّابٌ کا ترجمہ پاکی بیان کرنے والا کیا ہے جیسے کہ آیت يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ (۳۴:۱۰) میں اَوِّبِيْ کا ترجمہ ہے تسبیح کر، یعنی اللہ کی پاکی بیان کر
ضحاک نے اس کا معنی بکثرت توبہ کرنے والا کیا ہے۔

یہاں اپنے تمام اقوال و افعال میں حرکات و سکنات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس کا مطیع ہونا مراد ہے۔

== حَفِيْظٍ نگہبان، حفاظت کرنے والا۔ حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے۔ قتادہ نے کہا ہے کہ اللہ نے اپنے جن حقوق کا اس کو امین بنایا ہے ان کی حفاظت کرنے والا۔

۵۰: ۳۳ == مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ: جو بن دیکھے رحمٰن سے ڈرتا ہے (رحمٰن اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے) یہ جملہ یا تو اَوَّابٍ حَفِيْظٍ سے بدل ہے یا اس کی صفت کہ اَوَّابٍ حَفِيْظٌ وہ شخص ہے جو کہ بن دیکھے خداوند تعالیٰ سے ڈرے۔

== وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ: یہ بھی اَوَّابٍ کی صفت میں ہے اور جو قلب منیب لے کر آیا ہے قَلْبٍ مُّنِيْبٍ موصوف وصفت مُنِيْب اسم فاعل واحد مذکر اِنَابَةٌ (اِفْعَالٌ) مصدر نَوْبٌ مادہ۔ اللہ کی طرف خلوص سے رجوع کرنے والا۔ ہر طرف سے لوٹ کر اللہ کی طرف مڑنے والا۔ باربار اللہ کی طرف لوٹنے والا۔ خلوص دل کے ساتھ اللہ سے توبہ کرنے والا۔

۵۰: ۳۴ == اُدْخُلُوْهَا: امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ تم داخل ہوجاؤ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ (آیت نمبر ۳۱) کی طرف راجع ہے۔

اُدْخُلُوْهَا سے قبل يُقَالُ لَهُمْ محذوف ہے، ان سے کہا جائے گا۔ خطاب المتقین سے جن کی صفات اوپر مذکور ہوئی ہیں۔

== بِسَلٰمٍ۔ سلامتی کے ساتھ۔ مکروعذاب سے محفوظ اور زوال نعمت سے بے خطر۔ یا یہ کہ تمہارے داخلہ پر جنت کے فرشتے سلام علیکم (تم پر سلامتی ہو) سے تمہارا خیرمقدم کریں گے۔

== ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ، ای ذلك یوم ابتداء الخلود۔ یہ بقاء خلد کی ابتداء کا دن ہوگا اس دن سے تم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بہشت میں رہو گے۔

۵۰: ۳۵ == مَا يَشَآءُوْنَ مَا موصولہ۔ يَشَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب صلہ۔ مَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر وہ چاہتے ہیں یا وہ چاہیں گے۔

== فِيْهَا ای فی الجنۃ۔ جنت میں۔

== وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ واؤ عاطفہ لَدَيْنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارے پاس، مَزِيْدٌ زیادہ، زیادتی۔ زیادۃ سے مصدر میمی۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے حال ہے اور حال یہ ہے کہ ہمارے پاس (ان کے لئے) اس سے بھی زیادہ ہے۔

۵۰: ۳۶ == وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ، واؤ عاطفہ ہے۔ كَمْ دو طرح آتا ہے:

ا۔ سوالیہ۔ استفہام کے لئے آتا ہے، کتنی مقدار، کتنی تعداد کتنی دیر۔ اس کی تمیز ہمیشہ مفرد منصوب

ہوتی ہے کبھی مذکور ہوتی ہے جیسے کَمْ دِرْهَمًا عِنْدَكَ تیرے پاس کتنے درہم ہیں اور کبھی محذوف ہوتی ہے جیسے قَالَ كَمْ لَبِثْتَ (۲:۲۵۹) ای کم زمانًا لبثت۔ تو کتنی مدت ٹھہرا۔

۲:۔ خبریہ۔ جو مقدار بیشی اور تعداد کی کثرت کو ظاہر کرتا ہے اس کی تمیز ہمیشہ مجرور ہوتی ہے جیسے كَمْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا: ہم نے بہت سی بستیوں کو برباد کر دیا۔ کبھی تمیز سے پہلے مِنْ آتا ہے جیسے وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا (۷:۴) یا آیت ہٰذا۔ كَمْ مِنْ قَرْنٍ کتنی ہی قوموں کو، بہت سی قوموں کو۔

== قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ یا قَوْمِكَ محذوف ہے:

== قَرْنٍ ای قومًا مقترنین فی زمن واحد۔ وہ لوگ جو ایک ہی زمانہ میں رہتے ہوں قومیں۔ كَمْ مِنْ قَرْنٍ بہت سی قوموں کو،

== هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ: هُمْ اول سے مراد وہ قومیں جن کو اہل مکہ سے قبل ہلاک کیا گیا۔ اور هُمْ دوم سے مراد کفار مکہ ہیں۔ اَشَدُّ افعل التفضیل کا صیغہ، بہت سخت، بہت طاقتور بہت بڑھ کر۔

== بَطْشًا: ازروئے طاقت وسختی وقوت، اسم تمیز ہے۔

== نَقَّبُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب تَنْقِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ بمعنی گھومنا گشت لگانا۔ نَقْبٌ مصدر (باب نصر) دیوار میں سوراخ کرنا۔ نقابۃ (باب نصر) مصدر سے فی کے صلہ کے ساتھ۔ گھومنا۔ چکر لگانا۔

فنقبوا فی البلاد۔ ساروا فی الارض وطوفوا فیھا حذر الموت، موت سے بچنے کے لئے ملکوں میں گھومتے رہے اور چکر لگاتے رہے ف تعقیب کے لئے ہے

== هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ: هَلْ استفہامیہ انکاریہ ہے مَحِيْصٍ اسم ظرف مکان۔ پناہ گاہ۔ کیا عذاب الٰہی سے انہیں کوئی پناہ گاہ ملی۔؟

۵۰:۳۷ == ذٰلِكَ۔ اشارہ ہے ان کے ہلاک ہونے کی طرف۔ یا جو مضمون اس سورت میں بیان ہوا ہے اس کی طرف۔

== لَذِكْرٰى۔ لام تحقیق کے لئے ہے۔ ذِكْرٰى پند ونصیحت، عبرت۔

== قَلْبٌ۔ سے مراد یہاں قلب سلیم ہے۔ جو حقائق پر غور کرے اور صرف سطحی نظر سے نہ دیکھے پھر غور کے بعد اس سے نصیحت پکڑے،

== اَلْقَى السَّمْعَ۔ اَلْقٰى ماضی واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر اس نے ڈالا۔

اَلْقَی السَّمْعَ: ای اصغیٰ الیٰ ما یتلیٰ علیہ من الوحی ۔ جو وحی اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے اسے کان لگا کر سنتا ہے ۔ گوش ہوش سے سنتا ہے ۔

= وَھُوَ شَھِیْدٌ : ای حاضر بذھنہ لیفھم معانیہ اور اپنے ذہن کو حاضر رکھے تاکہ اس کے معانی سمجھ سکے (بیضاوی)

یہ سورت اس شخص کے لئے عبرت وموعظت ہے جس کے پاس قلب سلیم ہو یا قرآن کو بحضور قلب سنے ۔ یا شھید بمعنی شاھد ہے یعنی کانوں سے سن کر دل اس کی گواہی دے اور تصدیق کرے ۔ ظاہر قرآن سے نصیحت اندوز ہو اور اس کی تنبیہات سے اثر پذیر ہو (تفسیر مظہری)

۵۰ : ۳۸ = مَا مَسَّنَا ، مَا نفی کا ہے مَسَّنَا میں مَسَّ فعل ماضی واحد مذکر غائب مَسٌّ (باب نصر) مصدر سے دکھ پہنچانا ۔ لاحق ہونا ۔ لگ جانا ۔ چھو جانا ۔ نَا ضمیر جمع متکلم ۔ اس نے ہم کو نہیں چھوا ۔ وہ ہم کو نہیں پہنچا ۔

= لُغُوْبٌ : مصدر ۔ تھکنا ۔ نیز اسم مصدر ۔ تھکان ، ۔ لغب (باب فتح ، سمع ، کرم) بمعنی سخت تھک گیا ۔ وَمَا مَسَّنَا مِنْ لُغُوْبٍ اور ہم کو ذرا بھی تھکان نہیں ہوئی ۔

۵ : ۳۹ = سَبِّحْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ، تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر ۔ تو تسبیح کر ، تو پاکی بیان کر ، تو عبادت کر ،

= بِحَمْدِ رَبِّكَ ۔ ب حرف جار حَمْدِ مجرور ۔ مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر حمد کا مضاف الیہ ، اپنے رب کی حمد کے ساتھ (اس کی پاکی بیان کر)

= قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ ۔ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مضاف مضاف الیہ مل کر قَبْلَ کا مضاف الیہ سورج کے طلوع سے قبل ۔ قَبْلَ بوجہ ظرفیت (مفعول فیہ) منصوب ہے ۔

= وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ، اور تسبیح کر اپنے رب کی غروب آفتاب سے پہلے ۔ ترکیب جملہ سابقہ کے مطابق ۔

۵۰ : ۴۰ = وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ واؤ عاطفہ ہے مِنْ تبعیضیہ مِنَ الَّیْلِ مفعول فیہ ہے فعل محذوف کا ۔ ای وسبحہ مِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ اور رات کے کچھ وقت میں بھی اس کی پاکی بیان کر ۔ پس اس کی پاکی بیان کر ۔

= وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۔ ای وسبحہ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۔ اَدْبَارَ فعل محذوف سبحہ کا مفعول فیہ ہے دُبُرٌ کی جمع بمعنی بیٹھیں ۔ پیچھے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور سجدوں (نمازوں) کے بعد بھی اس کی تسبیح کر ۔

فَائِدَہ: آیات ۳۹: ۴۰ میں تسبیح سے مراد نماز پڑھنا ہے تسبیح قبل طلوع الشمس سے مراد نماز فجر ہے تسبیح قبل الغروب سے مراد نماز ظہر وعصر ہے مِنَ الَّیْلِ سے مراد نماز مغرب وعشاء ہے اور اَدْبَارَ السُّجُوْدِ سے مراد نوافل ہیں جو فرائض کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

۵۰: ۴۱ = اِسْتَمِعْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، استماع (افتعال) مصدر۔ تو سُن۔ تو کان لگا کر سُن، کا مفعول المستمع لہٗ (جس کو سنا جائے) محذوف ہے ای استمع نداء المنادی۔ ایک منادی کرنے والے کی ندار (پکار) کو سُن، یہ خطابِ عام ہے اور ہر سننے والے کو غور سے سننے کے لئے حکم دیا گیا ہے۔

= یَوْمَ: جس دن۔ منصوب بوجہ مفعول فیہ، یُنَادِ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مُنَادَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ وہ پکارے گا۔ الْمُنَادِ اسم فاعل واحد مذکر، نداءٌ باب نصر۔ اصل میں یہ المنادی تھا۔ یاء کو بحالت رفع ساقط کر دیا گیا۔ منادی کرنے والا۔ ندا کرنیوالا۔ پکارنے والا۔ ترجمہ ہوگا: (اے مخاطبین) گوشِ ہوش سے سنو، پکارنے والے کی ندار کو جس دن وہ قریب سے پکاریگا یعنی ہر ایک سننے والا یوں محسوس کریگا اور اس طرح صاف طور پر آواز کو سُنے گا کو یا پکارنے والا کسی قریب مکان سے پکار رہا ہے۔

یہ منظر اس دن کا ہے جب حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اور مردے قبروں سے زندہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔

۵۰: ۴۲ = یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ الصَّیْحَۃَ بِالْحَقِّ۔ یَوْمَ یَسْمَعُوْنَ بدل ہے یَوْمَ یُنَادِیْ سے۔ الصَّیْحَۃَ۔ چیخ۔ کڑک، ہولناک آواز، نعرہ، چنگھاڑ۔ صَاحَ یَصِیْحُ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔ صَیْحَۃٌ بروزن فَعْلَۃٌ یہ صیاح کے ایک مرتبہ وقوع میں آنے کو بتاتا ہے اور صیاح صوتِ شدید (سخت عذاب) کو کہتے ہیں۔ یہاں الصیحۃ سے مراد حضرت اسرافیل کی آواز یا وہ آواز جو ان کے صور پھونکنے سے پیدا ہوگی مراد ہے۔

= بِالْحَقِّ۔ بِالْیَقِیْنِ: یعنی جس دن سب لوگ یقینی طور پر آوازۂ حشر سُن لیں گے اور انہیں کوئی شک وشبہ نہیں رہیگا کہ یہ واقعی آوازۂ حشر ہے۔

= ذٰلِکَ۔ ای ذٰلِکَ الْیَوْمُ۔ وہ دن۔

= یَوْمُ الْخُرُوْجِ: مضاف مضاف الیہ، (قبروں سے) باہر نکل آنے کا دن، یوم قیامت کا نام ہے۔

۵۰: ۴۳ = اَلْمَصِیْرُ، اسم ظرف و مصدر میمی۔ لوٹنے کی جگہ، لوٹنا۔ صَارَ یَصِیْرُ سے

۵۰:۴۴ = يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا: یہ يَوْمَ يُنَادِيْ سے بدل ہے وہ دن جب ان کے اوپر سے زمین پھٹ جائے گی۔ تشقق مضارع واحد مؤنث غائب تَشَقُّقٌ (تفعل) مصدر سے بمعنی پھٹ جانا۔ شگافتہ ہونا۔ اصل میں تتشقق تھا۔ ایک تاء کو حذف کردیا گیا ہے۔ وہ پھٹ جائے گی۔ یعنی زمین پھٹ جائے گی۔

سِرَاعًا۔ ھو حال من الضمیر المجرور فی قولہ: عَنْهُمْ، ای تشقق الارض عنھم فی حال کونھم مسرعین الی الداعی وھو الملک الذی ینفخ فی الصور۔ ید عوا الناس الی الحساب والجزاء۔ اور یہ عنھم میں ضمیر مجرور هُمْ سے حال ہے۔ مطلب یہ کہ زمین ان کے اوپر سے پھٹ جائے گی۔ درآں حالیکہ وہ پکارنے والے کی طرف تیز تیز بھاگ رہے ہوں گے۔ اور وہ پکارنے والا فرشتہ ہوگا جو صور پھونکیگا۔ اور لوگوں کو حساب وکتاب اور جزاء وسزا کے لئے پکار رہے گا۔ (اضواء البیان)

= قیامت کے روز لوگوں کا قبروں سے نکلنا اور محشر کی طرف تیز تیز دوڑنے کے متعلق قرآن مجید میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جیسے يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ (۷۰:۴۳) اس دن یہ قبروں سے نکل کر (اس طرح دوڑیں گے جیسے (شکاری) شکار کے جال کی طرف دوڑتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ)۔ دوڑتے ہوئے، جلدی کرتے ہوئے سَرِيْعٌ کی جمع جو کہ سُرْعَةٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی جلدی کرنا کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعلٌ ہے۔

= ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ۔ ای ذٰلک علینا حشر یسیر۔ ذٰلِكَ: اسم اشارہ مراد اس سے یہ یک دم سب کا قبروں سے زندہ ہو کر نکل آنا ہے۔ عَلَيْنَا ہمارے لئے حَشْرٌ يَسِيْرٌ موصوف وصفت حَشْرٌ لوگوں کا اکٹھا کرنا حَشَرَ يَحْشُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر يُسْرٌ مادہ۔ آسان، سہل، ترجمہ:۔ یہ ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کرلینا ہے۔

عَلَيْنَا کا ذکر يَسِيْرٌ سے پہلے اظہار خصوصیت کے لئے ہے حشر اموات اسی کے لئے آسان ہوسکتا ہے جو بذاتِ خود عالم وقادر ہو۔ اور کسی کام میں مشغولیت دوسرے کاموں سے اس کو غافل نہ بنا سکے اور ایسی ذات صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے۔

۵۰:۴۵ = اَعْلَمُ خوب جاننے والا۔ علم سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= جَبَّارٍ۔ سرکش، جبر کرنے والا، زبردست دباؤ والا۔ جبر سے مبالغہ کا صیغہ۔ خدا تعالیٰ

کے اسمار حسنیٰ میں سے ہے مَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ۔ آپ ان پر جبر کرنے والے نہیں ہیں
= فَذَكِّرْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو یاد دلا، تو سمجھا
تو نصیحت کر، بِالْقُرْاٰنِ قرآن کے ذریعے سے۔
= مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ۔ مَنْ موصولہ يَخَافُ وَعِيْدِ صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ
مل کر مفعول ذَكِّرْ کا۔
يَخَافُ مضارع واحد مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ ڈرتا ہے۔ وَعِيْدِ
مصدر، مضاف مجرور، اصل میں وَعِيْدِيْ تھا۔ میرا عذاب، میری طرف سے ڈراوا۔
ترجمہ:۔ آپ نصیحت کرتے رہیے اس قرآن سے ہر اس شخص کو جو میرے عذاب سے
ڈرتا ہے:۔

— — — — —

— — — —

— — —

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵۱) سورۃ الذّٰرِیٰت مکیّۃ (۶۰)

۵۱ : ۱ == وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا۔ واوٗ قسمیہ ہے جملہ قسمیہ ہے۔ ذَرْوٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ ذَرْوٌ بمعنی اڑنا۔ اڑانا۔ پراگندہ کرنا۔ جدا کرنا بکھیرنا۔ الذّٰرِیٰتِ ای الریاح التی تذرالتراب ..... ہوائیں جو مٹی یا بادلوں وغیرہ کو ادھر ادھر اڑاتی ہیں۔ ذَرْوٌ۔ ہوا کی صفات میں سے مشہور صفت ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ۔ (۱۸ : ۴۵) پھر وہ چورا چورا ہو گئی کہ ہوائیں اسے اڑاتی پھرتی ہیں۔ ذَرْوًا مفعول مطلق۔

بعض کے نزدیک الذاریٰت سے مراد عورتیں یا ملائکہ اور دوسرے (سماوی یا ارضی) اسباب ہیں جو روئے زمین پر مخلوق کو پھیلاتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا: قسم ہے بکھیرنے والیوں کی جو اڑا کر بکھیرتی ہیں۔ یعنی قسم ہے ان ہواؤں کی جو خاک وغیرہ اڑاتی ہیں۔

۵۱ : ۲ == فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا : ف عاطفہ ہے اَلْحٰمِلٰتِ اٹھانے والیاں۔ الحاملۃ کی جمع ہے حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے معطوف ہے اس کا عطف الذّٰرِیٰت پر ہے، اس سے قبل واوٗ قسمیہ مقدرہ ہے وِقْرًا قائم مقام مصدر کے ہے۔ جیسے کہتے ہیں ضَرَبْتُہٗ سَوْطًا۔ یا مفعول بہ ہے۔ وِقْرًا بمعنی بوجھ۔

اضواء البیان میں ہے ۔

وَقْرًا۔ ای ثقلا من الماء یعنی پانی کا بوجھ۔ اس معنی کے لحاظ سے الحملٰت وقرًا (پانی کا بوجھ اٹھانے والیاں) سے مراد سحاب یعنی بادل ہے۔ قرآن مجید میں بادلوں کی صفت الثقال۔ (بوجھل۔ ثقیل کی جمع) بیان فرمائی گئی ہے جیسے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳ : ۱۲) اور بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ ترجمہ :۔ پھر قسم ہے ان بادلوں کی جو بارش کے پانی کا بوجھ

اٹھائے ہوتے ہیں۔

بعض نے الحٰمِلٰتِ سے مراد السُّفُنُ کشتیاں لیا ہے جو لوگوں کا اور ان کے مال و متاع کا بوجھ اٹھائے پانی پر تیرتی پھرتی ہیں۔

بعض نے الحٰمِلٰتِ وِقرًا سے ہوائیں ہی مراد لیا ہے وجہ ظاہر ہی ہے (پانی کا بوجھ بادلوں کی صورت میں اٹھائے پھرتی ہیں۔

۵۱:۳ == فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا۔ اس کا عطف بھی الذّٰرِیٰتِ پر ہے الْجٰرِیٰتِ چلنے والیاں جَرْیٌ باب ضرب مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ چلنے والیاں۔ پانی کی طرح آرام سے چلنے والیاں۔ اکثر اہل علم نے اس سے مراد کشتیاں ہی لیا ہے یُسْرًا منصوب بوجہ مصدر محذوف کی صفت کے ہے تقدیر یوں ہے جَرْیًا ذَا یُسْرٍ آرام سے سہل سہل چلنا۔ الجٰرِیٰتِ یُسْرًا ای السُّفُنُ تَجْرِیْ فِی الْمَاءِ جَرْیًا سَهْلًا۔ کشتیاں جو پانی میں سہل سہل چلتی ہیں۔

الجٰرِیٰتِ یُسْرًا۔ اور قسم ہے کشتیوں کی جو۔۔۔۔

۵۱:۴ == فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔ اس کا عطف بھی الذریت پر ہے۔ الْمُقَسِّمٰتِ۔ تَقْسِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ تقسیم کرنے والیاں۔ اَمْرًا منصوب بوجہ مفعول بہ ہونے کے۔ کہا جاتا ہے قَسَّمَ الرِّزْقَ اس نے رزق تقسیم کیا۔ اَمْرًا واحد آیا ہے لیکن مراد اس سے امور (جمع) ہے

المقسمٰتِ امرًا۔ تقسیم کرنے والیاں مختلف چیزوں کو، یا کاموں کو، مراد یہاں فرشتے ہیں۔ جو رزق بارش وغیرہ لوگوں کے درمیان تقسیم کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: مفسرین کا اختلاف ہے کہ یہ چار چیزیں کیا ہیں؟ بعض کہتے ہیں کہ یہ چاروں مختلف چیزیں ہیں۔ ذٰرِیٰت سے مراد ہوائیں۔ حٰمِلٰت سے مراد بادل۔ جٰرِیٰت سے مراد کشتیاں اور مقسّمٰت سے مراد ملائکہ ہیں۔ بعض کے نزدیک چاروں سے مراد ایک ہی چیز اس کی صفات مختلفہ کے لحاظ سے مراد ہے۔

پھر اس میں بھی دو قول ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ ان سب سے مراد ہوائیں ہیں۔ ذٰرِیٰت وہ ہوائیں جو غبار اڑاتی ہیں جن سے اخیر میں بادل پیدا ہوتے ہیں۔ حٰمِلٰت سے مراد وہ ہوائیں جو پانی سے بھرے بادل لئے پھرتی ہیں۔ اور جٰرِیٰت یُسْرًا: وہ ہوائیں جو پانی برسنے کے وقت نرم نرم چلا کرتی ہیں۔ اور مقسّمٰتِ امرًا سے مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو پھیلا کر بارش کو تقسیم کرتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سب سے

مراد ملائکہ ہیں جو ان خدمات پر مامور ہیں

۵:۵۱ == اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل حرف تحقیق ہے بمعنی تحقیق بے شک، یقیناً۔ مَا موصولہ۔ تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر سے صلہ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَصَادِقٌ لام تاکید صَادِقٌ سچا۔ صِدْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اِنَّ کی خبر ہے بے شک جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچ ہے۔ یہ آیت جواب قسم ہے۔

۶:۵۱ == وَاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الدِّیْنَ اسم اِنَّ۔ لَوَاقِعٌ اِنَّ کی خبر، اَلدِّیْنَ منصوب بوجہ اسم اِنَّ۔ دَانَ یَدِیْنُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی جزاء وسزا۔ شریعت۔ حکم ماننا۔ اطاعت کرنا۔ مگر اس کا استعمال اطاعت اور شریعت کی پابندی کے معنی میں ہوتا ہے۔ اور بے شک اعمال کی جزاء وسزا واقع ہو کر رہے گی۔

۷:۵۱ == وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ۔ واؤ قسم کی ہے السَّمَآءِ منصوب بوجہ عمل واؤ قسمیہ ہے موصوف ذَاتِ الْحُبُكِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السماء کی۔ قسم ہے آسمان کی جس میں راستے ہیں۔ حُبُكٌ جمع ہے حِبَاكٌ کی جیسے مِثَالٌ کی جمع مُثُلٌ ہے بمعنی ریت کے ٹیلے کا راستہ۔ یا حَبِيْكَةٌ کی جیسے طریقۃ کی جمع طُرُقٌ ہے بمعنی ستاروں کے درمیان کا راستہ بیضاوی نے اس کا مطلب لیا ہے۔

ذات الطرائق والمراد اما الطرائق المحسوسۃ التی ھی مسیر الکواکب او المعقولۃ التی یسلکھا النظار وتتوصل بھا الی المعارف۔ راہوں والا۔ راہوں سے مراد ہیں محسوس راستے، یعنی ستاروں کی گذرگاہ یا عقلی راستے جس پر اہل بصیرت چل کر معرفت کے مقام پر پہنچتے ہیں۔

۸:۵۱ اِنَّكُمْ کفار مکہ کو خطاب ہے۔

== لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ۔ لام تحقیق کے لئے۔ فِيْ حرف جار قول مُخْتَلِفٍ موصوف وصفت مل کر مجرور۔ تحقیق تم قیامت کے بارے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یا قرآن کے بارے میں مختلف اقوال رکھتے ہو۔ کوئی قیامت کے آنے میں شک کرتا ہے کوئی اس کو محال خیال کرتا ہے، کوئی اس سے بالکل انکار کرتا ہے، کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہتا ہے کوئی جادوگر کہتا ہے اور کوئی دیوانہ خیال کرتا ہے۔ اور کوئی قرآن مجید کو داستانِ پارینہ بتاتا ہے کوئی اسے خود ساختہ بتاتا ہے،

۹:۵۱ == يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ۔ يُؤْفَكُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِفْكٌ (باب ضرب)

مصدر۔ وہ پھیرا جاتا ہے وہ بھٹکایا جاتا ہے۔ عَنْهُ میں ضمیر واحد مذکر غائب یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے یا قرآن مجید کی طرف، مَنْ موصولہ اُفِكَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب وہ پھیرا گیا۔

صاحب قاموس لکھتے ہیں۔ رجل مأفوك مصروف عن الحق الی الباطل: یعنی جو شخص حق سے منہ موڑ کر باطل کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اسے مافوک کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ:۔

جو شخص حق قبول کرنے سے منہ موڑ لیتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق اس کی دستگیری نہیں کرتی اور اُسے گمراہی کی ڈگر پر دوڑنے کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔

۵۱ : ۱۰ = قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ۔ خَرّٰصُوْنَ: اٹکل دوڑانے والے۔ جھوٹ بکنے والے، خَرْصٌ (باب نصر) مصدر سے: مبالغہ کا صیغہ جمع مذکر ہے خراصٌ واحد۔ الخرص۔ پھلوں کا اندازہ لگانا۔ اندازہ کئے ہوئے پھلوں کو خرص کہتے ہیں۔ جو بمعنی مخروص ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ خَرْصٌ بمعنی کِذْبٌ بھی آتا ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ (۴۳: ۲۰) (یہ تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں) میں بعض نے کہا ہے کہ یَخْرُصُوْنَ بمعنی یکذبون ہے یعنی وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

چنانچہ آیت زیر مطالعہ کے معنی۔ اٹکل کرنے والے ہلاک ہوں" اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت ہو، یا جھوٹے ہلاک ہو جائیں" آئے ہیں۔ (کفار کے لئے بد دعا ہے)

۵۱ : ۱۱ = اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ۔ الذین اسم موصول۔ اگلا جملہ اس کا صلہ۔ غَمْرَةٍ غَمْرٌ کا اصلی معنی کسی چیز کے اثر و نشان کو مٹا دینا ہے۔ کثیر پانی کو بھی غمر کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی اپنی بہنے کی جگہ کو چھپا دیتا ہے۔ چونکہ جہالت بھی جاہل کو بالکل ڈھانپ دیتی ہے اور لوگوں کی آنکھوں سے اسے اوجھل کر دیتی ہے اس لئے اسے بھی غمرۃ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے فَذَرْهُمْ فِیْ غَمْرَتِهِمْ (۲۳: ۵۴) تو ان کو ان کی غفلت میں ہی رہنے دے۔

غَمَرَاتٌ کے معنی شدائد و سختیاں بھی ہے کیونکہ وہ بھی انسان پر ہجوم کر کے اسے بدحواس کر دیتی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے فِیْ غَمَرَاتِ الْمَوْتِ (۶: ۹۳) (رجب) موت کی سختیوں میں

= سَاهُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ سَهْوٌ (باب نصر) مصدر بمعنی غافل ہونا۔ سَاهُوْنَ بے خبر، غافل، بھولنے والے۔ سَاهُوْنَ اصل میں سَاهِیُوْنَ تھا (بروزن فاعلون) ی مضموم ماقبل مکسور، ضمہ ی پر ثقیل ہوا۔ نقل کر کے ماقبل کو دیا۔ اب واؤ اور ی دو ساکن جمع ہوئے ی کو حذف کر دیا۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔ غفلت سے جو خطا ہو اسے سہو کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں:۔

ایک یہ کہ انسان سے ایسی چیزیں سرزد ہوں جو اس خطا کو کھینچتی اور پیدا کرتی ہیں جیسے دیوانہ کسی انسان کو گالی دے۔ دوسرے یہ کہ اس سے ایسی چیزیں سرزد ہوئیں جو اس خطا کو پیدا کرتی ہیں جیسے وہ شخص کہ جس نے شراب پی اور پھر اس سے کوئی برائی بغیر اس برائی کے ارادہ کئے ظہور میں آئی۔ تو پہلی خطا تو اس کو معاف ہے اور دوسری پہ ماخوذ ہوگا۔ اور دوسری طرح کی خطا پر حق تعالیٰ نے مذمت فرمائی ہے۔ جیسے آیت ہذا۔ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ۔ یا۔ اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ٥ (۱۰۷: ۵)۔ پہلی آیت کا ترجمہ۔ غفلت میں بھول رہے ہیں۔ دوسری آیت کا ترجمہ۔ جو نماز کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔

۵۱: ۱۲ = يَسْئَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ پوچھتے ہیں۔ (طلب علم کے لئے نہیں بلکہ بطور استہزاء)

= اَيَّانَ، کب، (متیٰ کے معنی کے قریب) کسی شے کا وقت دریافت کرنے کے لئے آتا ہے بعض لوگ اس کی اصل اَیَّ اَوَانٍ بمعنی کونسے وقت بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا گیا پھر یٰ کو یٰ میں ادغام کر دیا۔ اَيَّانَ ہوگیا۔

= يَوْمُ الدِّيْنِ۔ مضاف مضاف الیہ، جزاء وسزا کا دن، قیامت کا دن۔

۵۱: ۱۳ = يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ ای قیل لھم جوابًا یقع یوم الدین یوم ھم علی النار یفتنون: جوابًا ان سے کہا جائے گا۔ یَوْمُ الدِّیْن (روزِ جزاء) اس دن واقع ہوگا (یا وہ دن ہوگا) جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے۔ يَوْمَ بوجہ مفعول فیہ منصوب ہے

= يُفْتَنُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب فَتْنٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی عذاب دینا دکھ دینا۔ آزمائش میں ڈالنا۔

عرب کہتے ہیں فتنت الذَّھَبَ ای اَحْرَقْتُہٗ لتختبرہٗ یعنی جب تو سونے کو پرکھنے کے لئے آگ میں جلائے تو کہا جاتا ہے فتنت الذھب۔ آیت میں يُفْتَنُوْنَ اسی معنی میں مستعمل ہے یعنی جس روز انہیں آگ میں تپایا جائے گا۔

۵۱: ۱۴ = ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ، ذُوْقُوْا امر جمع مذکر حاضر۔ ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو فِتْنَتَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ فَتْنٌ مصدر۔ اگرچہ بمعنی سونے کو آگ میں اس کا کھوٹا کھرا معلوم کرنے کے لئے گھلانا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر) اور اس کا اطلاق نفس عذاب پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت ہذا میں فِتْنَتَكُمْ، تمہاری شرارت کا مزہ، یعنی عذاب کا مزہ — اپنے عذاب کا مزہ چکھو

هٰذَا الَّذِیْ میں هٰذَا کا اشارہ عذاب (فتنۃ) کی طرف اشارہ ہے۔
= كُنْتُمْ تَسْتَعْجِلُوْنَ : ماضی استمراری جمع مذکر حاضر استعجال (استفعال) مصدر۔ کسی چیز کا جلدی ہونے کی چاہت کرنا۔ بِهٖ میں ہ ضمیر واحد مذکر غائب اس چیز کے لئے ہے جس کا جلدی ہونا وہ چاہا کرتے تھے یعنی عذاب،

ترجمہ ہوگا:۔ یہی ہے وہ جزا و سزا جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے۔

۵۱ : ۱۵ = اوپر منکرین کا مآل بیان ہوا اب مومنین کے انعام و اکرام کا ذکر ہے۔
= عُيُوْنٍ ۔ جمع ہے عَيْنٌ کی بمعنی چشم یا چشمہ۔ قرآن مجید میں اس لفظ کا استعمال انہی دو معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ گو وہ بہت سے مختلف معانی میں مستعمل ہے

امام راغب کے نزدیک اس کے اصل معنی آنکھ کے ہیں ۔ اور دیگر معانی میں اس کا استعمال بطور استعارہ ہے چنانچہ ان کے خیال میں چشمہ کو جو عَيْن کہتے ہیں وہ اسی تشبیہ کی بناء پر کہتے ہیں کہ جس طرح آنکھ سے قطراتِ اشک ابلتے ہیں اسی طرح چشمہ سے پانی ابلتا ہے

۵۱ : ۱۶ = اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ لے رہے ہوں گے جو ان کا پروردگار ان کو عطا کرے گا۔ اٰخِذِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر منصوب اَخْذٌ (باب نصر) مصدر سے ۔ لینے والے۔ مَا موصولہ۔ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۔ اس کا صلہ۔ موصول اور صلہ مل کر اٰخِذِيْنَ کا مفعول۔
= قَبْلَ ذٰلِكَ ۔ ای فی الدنیا۔
= مُحْسِنِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، احسان (افعال) مصدر۔ فرائض سے زیادہ ادا کرنے والے ہر قسم کی خوبی پیدا کرنے والے۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا۔ اور اپنے حق سے کم لینا۔
۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا۔ یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان بمعنی (۱) کے مفعول پر اِلٰی یا باء آتا ہے جیسے اَحْسِنْ اِلٰی زَيْدٍ زید سے بھلائی کر اور بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (۶ : ۱۵۱) ماں باپ سے اچھا سلوک کرو
اور احسان بمعنی (۲) متعدی بنفسہٖ ہے مفعول پر کوئی حرف جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ ۔ اچھی طرح سے وضو کرلو۔ یہ آیت متقین کی صفت میں ہے۔

۱۷:۵۱ == كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۔ قَلِيْلًا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے بمعنی تھوڑا حصہ۔ مَا زائدہ تاکید کے لئے ہے ای کانوا یھجعون قلیلا من الیل وہ رات کا تھوڑا حصہ سویا کرتے تھے (یعنی رات کا اکثر حصہ جاگ کر خدا کی عبادت کیا کرتے تھے) کانُوْا یھجعون۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اور یھجعون مضارع جمع مذکر غائب ھُجُوْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی رات کو سونا۔ ھَاجِعٌ رات کو سونے والا۔ یہ جملہ تعریف ہے المتقین کی۔

۱۸:۵۱ == اَسْحَارِ۔ سَحَرٌ کی جمع ہے صبح کا وقت۔ صبح کے اوقات

ھُمْ ضمیر محسنین کے لئے ہے يَسْتَغْفِرُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب، استغفار (استفعال) مصدر وہ معافی مانگا کرتے تھے۔ یہ آیت بھی المتقین کی صفت ہے۔

۱۹:۵۱ == وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۔ یہ چوتھی صفت ہے المتقین کی۔ واؤ عاطفہ ہے۔ اَمْوَالِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے مال میں۔ سائل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ مانگنے والا۔ سوال کرنے والا۔

اَلْمَحْرُوْمِ: اسم مفعول واحد مذکر، وہ مسلمان رشتہ دار، جس کا میراث سے حصہ نہ نکلتا ہو۔ بد نصیبی کی وجہ سے نادار۔ تنگ دست جس کی کمائی نہ ہو۔ سوال نہ کرنے والا۔ حیا سے نہ مانگنے والا۔ جس کو حیا نے سوال سے روک دیا ہو۔

مادہ حرم کے لئے روک، منع، بازداشت کا مفہوم لازم ہے۔ تمام مشتقات میں یہ مفہوم مشترک ہے كَرُمَ سے لازم اور ضَرَبَ سے متعدی۔ اور سمع سے کبھی لازم اور کبھی متعدی۔ آتا ہے۔

زید بن اسلم نے کہا کہ محروم سے وہ شخص مراد ہے جس کے (باغوں کے) پھلوں پر یا کھیتی پر یا مولشیوں کے بچوں پر کوئی (آسمانی یا زمینی) آفت آگئی ہو۔ (اور باغ کھیت یا جانور تباہ ہوگئے ہوں) محمد بن کعب قرظی نے بھی یہی کہا اور اس معنی کے ثبوت میں آیت اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۔ (۵۶: ۶۶-۶۷) پڑھی۔

۲۰:۵۱ == اَلْمُوْقِنِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر معرفہ مجرور اِيْقَانٌ (افعال) مصدر۔ اہل ایمان اہل توحید۔ اہل یقین، یقین کرنے والے۔ ی ق ن حروف مادہ۔

۲۱:۵۱ == وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف فِى الْاَرْضِ اٰيٰتٌ پر ہے۔ اور (خود) تمہاری ذات میں بھی (اللہ کی نشانیاں ہیں)

== اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ: اَ استفہامیہ ہے ف عاطفہ کا عطف محذوف پر ہے ای اَلَا تَنْظُرُوْنَ

فَلَا تُبْصِرُوْنَ (العین البصیرۃ) کیا تم نہیں دیکھتے ہو اور پھر کیا تم چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے ہو
۵۱: ۲۲ == وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ۔ اور تمہارا رزق آسمان میں ہے۔ یعنی اس کی تقدیر (اس کی تقسیم ومقدار مقرر کرنا) اور تعیین (معین کرنا۔ کوٹہ مقرر کرنا۔ الاٹ کرنا) آسمان پر ہوتی ہے۔ آسمان سے مراد اوپر کی جہت جس سے مقصود تقدیر ومشیت الٰہی ہے۔ تقدیری باتوں اور مشیتی اسباب کو آسمانی کہا کرتے ہیں۔ شرف وفوقیت کے لحاظ سے۔
== وَمَا تُوْعَدُوْنَ: واؤ عاطفہ، مَا تُوْعَدُوْنَ موصول وصلہ مل کر جملہ معطوف ہے جس کا عطف رِزْقُكُمْ پر ہے یعنی جن چیزوں کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے جنت ودوزخ، خیر وشر سب اوپر سے ہے۔
۵۱: ۲۳ == فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ۔ ف علت اور ترتیب کے لئے ہے واؤ قسمیہ رَبِّ السَّمَآءِ مضاف مضاف الیہ واؤ عاطفہ، الارض معطوف جس کا عطف السماء پر ہے پس قسم ہے آسمان اور زمین کے رب کی۔
== اِنَّهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب کے مرجع کی بابت مختلف اقوال ہیں۔
یہ جو کچھ اوپر بیان ہوا۔ یعنی قیامت، عذاب وثواب، رزق وعدہ وعید وغیرہ ہوسکتا ہے۔
یا اس کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے یا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن مجید۔ یا دین۔ یا جو کچھ ابتدار سورت سے یہاں تک مذکور ہوا۔
== لَحَقٌّ: لام تاکید کا۔ حق سچ (ای ما ذکرناہ من اول السورۃ الی ھنا الحق۔ جو کچھ ہم نے ابتدار سورۃ سے یہاں تک بیان کیا ہے سچ ہے۔
== مِثْلَ: طرح۔ مَا موصولہ۔ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ۔ جملہ ما موصولہ کا صلہ۔ تَنْطِقُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بولتے ہو۔
بعینہ اسی طرح جس طرح تم باتیں کر رہے ہو۔ پس پروردگار آسمان وزمین کی قسم یہ بات ایسی ہی حق ہے جس طرح کہ تمہارا بولنا۔
۵۱: ۲۴ == هَلْ اَتٰىكَ۔ هَلْ استفہامیہ اَتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کیا تیرے پاس آئی۔ کیا تیرے پاس پہنچی۔
== حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ حَدِيْثُ بات، خبر، قصہ، مضاف ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ مضاف مضاف الیہ مل کر، مضاف الیہ حدیث کا۔ (حضرت) ابراہیم کے مہمانوں کی خبر۔
ضَيْفِ اصل میں مصدر ہے لہٰذا واحد جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ مہمانوں کی تعداد

زیادہ سے زیادہ گیارہ اور کم سے کم تین بتائی گئی ہے۔
= الْمُکْرَمِیْنَ: اسم مفعول جمع مذکر۔ کَرُمَ (باب کَرُمَ) مصدر۔ بمعنی باعزت ہونا۔ شریف ہونا المکرمین۔ معززین۔
۵۱: ۲۵ = اِذْ۔ اسم ظرف زمان۔ جب۔
= فَقَالُوْا: میں ف تعقیب کا ہے بمعنی تو۔
= سَلٰمًا: مفعول مطلق ہے ای فَقَالُوْا نُسَلِّمُ عَلَیْكَ سَلٰمًا۔ ہم آپ کو سلام عرض کرتے ہیں
= قَالَ سَلٰمٌ: ای قال ابراھیم: وعلیکم سلام۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواباً فرمایا اور آپ پر بھی سلام ہو۔
= قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ، موصوف و صفت۔ مُنْکَرُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ نُکْرٌ (باب سمع) مصدر۔ ناآشنا۔ غیر معروف، انجان، شناخت میں نہ آتے ہوئے۔
اس جملہ کی دو صورتیں ہیں۔
ایک یہ کہ یہ جملہ حضرت ابراہیم نے کہا دل میں کہ یہ لوگ اجنبی معلوم دیتے ہیں (انہ علیہ السلام قالہ فی نفسہ) دوم یہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مہمانوں سے دریافت کرنے کے لئے ان سے کہا ہو (قال لھم فی للتعرف انتم قوم منکرون: انہوں نے تعارفاً کہا۔ آپ اجنبی معلوم دیتے ہیں جیسے ہم انجان ملاقاتی سے کہہ لیتے ہیں کہ معاف کرنا میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔
۵۱: ۲۶ = فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ: ف عطف اور ترتیب کے لئے ہے۔ رَاغَ ماضی واحد مذکر غائب۔ رَوْغٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چپکے سے کسی چیز کی طرف ہونا۔ خفیہ داؤ گھات لگانا۔ یعنی وہ چپکے سے اپنے اہل خانہ کی طرف گیا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ (۳۷: ۹۱) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام چپکے سے گھات لگا کر ان کے بتوں کی طرف گئے۔
= فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ، ف ترتیب کی ہے۔ عِجْلٍ بچھڑا۔ گائے کا بچہ، موصوف سَمِیْنٍ، فربہ، موٹا تازہ، سمین (باب سمع) مصدر سے بروزن فعیل صفت مشبہ ہے اس کی جمع سمان ہے۔ صفت اپنے موصوف کی، موٹا تازہ بچھڑا لایا بھنا ہوا۔
۵۱-۲۷ = فَقَرَّبَهٗٓ اِلَیْهِمْ: ف عاطفہ ترتیب کا ہے قَرَّبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تقریب، تفعیل، مصدر۔ پھر ان کے نزدیک کر دیا۔ یعنی ان کے قریب رکھ دیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب عجل سمین کے لئے ہے، اِلَیْهِمْ میں ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب

مہمانوں کے لئے ہے۔
== اَلَا تَاْکُلُوْنَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے لَا تَاْکُلُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر۔ اَکْلٌ (باب نصر) مصدر، آپ کھاتے کیوں نہیں۔
۵۱: ۲۸ == فَاَوْجَسَ: ف عاطفہ سببیہ ہے اَوْجَسَ ماضی واحد مذکر غائب، اِیْجَاسٌ (افعال) مصدر بمعنی دل میں محسوس کرنا۔ قلب میں پوشیدہ آواز پانا۔ اس نے محسوس کیا۔
== خِیْفَةً: خوف۔ ڈر۔ خاف یخاف کا مصدر ہے (از باب فتح) بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے
== قَالُوْا۔ یعنی مہمانوں نے کہا۔
== لَا تَخَفْ فعل نہی واحد مذکر حاضر خَوْفٌ باب فتح مصدر۔ تو نہ ڈر۔ خوف مت کہا۔
== بَشَّرُوْهُ۔ ماضی جمع مذکر غائب تبشیر (تفعیل) مصدر۔ خوشخبری دینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، جس کا مرجع حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان مہمانوں نے حضرت ابراہیم کو خوشخبری دی۔
== بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ: غلام علیم، موصوف وصفت۔ صاحب علم بیٹے کی۔

فائدہ: قبائلی زندگی میں ایک دستور تھا۔ کہ اگر مہمان ضیافت قبول کرلیتا۔ تو سمجھا جاتا کہ اس کا آنا خیر سے ہوا ہے لیکن اگر وہ کھانا کھانے سے انکار کردے تو سمجھ لیا جاتا کہ کسی بُری نیت سے یہاں آیا ہے۔ جب فرشتوں نے کھانا کھانے کے لئے ہاتھ نہ بڑھائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک گونہ خوف، خدشہ محسوس ہونے لگا۔

مہمانوں نے صورت حال بھانپ لی اور میزبان کی تسلی کے لئے کہا کہ خوف مت کھائیے ہم اللہ کے فرستادہ ہیں اور حضرت لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ساتھ ہی انہوں نے حضرت ابراہیم کو ایک بیٹے کی خوشخبری دی خداوند کریم کی طرف سے۔ یہ فرزند ارجمند جو خدا نے عنایت فرمایا حضرت اسحٰق علیہ السلام تھے۔

۵۱: ۲۹ == اَقْبَلَتْ۔ ماضی واحد مونث غائب۔ اقبال (افعال) مصدر۔ وہ سامنے آئی وہ متوجہ ہوئی۔ اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں۔
اوّل یہ کہ حضرت سارہ (حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ) قریب کسی جگہ الیسے زاویہ میں بیٹھی تھیں جہاں سے وہ مہمانوں کی نظر سے تو اوجھل تھیں لیکن ان کی گفتگو سن رہی تھیں بیٹے کی بشارت پر وہ سامنے آئیں یا ان کی طرف متوجہ ہوئیں۔ دوم یہ کہ وہ وہیں پاس ہی تھیں بیٹے کی بشارت پر

مہمانوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ سورۃ ہود (۱۱: ۶۹ تا ۷۶) میں یہ واقعہ تفصیل سے آیا ہے آیت (۱۱: ۷۱) میں ہے وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ ..... اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس کھڑی تھی ہنس پڑی۔
اس صورت میں اَقْبَلَتْ فِیْ صَرَّةٍ کے معنی ہوں گے وہ لگی چلاّنے جیسا کہا جاتا ہے اقبل یشتمنی وہ مجھے گالیاں دینے لگا۔

= اِمْرَاَتُهٗ: اس کی عورت، اس کی زوجہ، اس کی بیوی۔ مراد اس سے حضرت سارہ زوجہ حضرت ابراہیم ہیں۔

= فِیْ صَرَّةٍ۔ ص ر ر مادہ۔ ہر دو باب نصر، مصدر صَرٌّ، باب ضرب صَرٌّ وصَرِیْرٌ سے ہے۔ پہلی صورت میں اس کے معنی انسانوں کی جماعت بجاہم مل جل ہوئی ہو گویا وہ کسی تھیلی میں باندھ دیئے گئے ہوں۔ لیکن یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں۔ دوسری صورت میں اس کے معنی ہیں چیخ۔ شدت الصوت، اور یہی معنی یہاں مراد ہیں۔

سورۃ ہود (۱۱-۷۱) میں اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ اور اس کی بی بی (جو پاس کھڑی تھیں ہنس پڑی۔ یہاں فِیْ صَرَّةٍ آیا ہے چیختی ہوئی آئی۔
مطلب چیخنے سے شدت الصوت ہے۔ یہ دونوں صورتیں متضاد نہیں ہیں۔ حضرت سارہ کو اپنی ضعیف العمری اور بانجھ پن کا شدت سے احساس تھا (ان کی عمر اس وقت ۹۰ سال کی بیان ہوئی ہے) جب انہوں نے بیٹے کی خوشخبری سنی۔ تو فرحت و انبساط کا احساس بھی اتنا ہی شدید تھا۔ ان دونوں احساسات کی موجودگی میں مافی الضمیر کا اظہار کچھ ایسی ہی صورت میں ہو سکتا ہے جس میں ہنسی خوشی اور شدت الصوت کا آمیزہ ہو۔ لہٰذا یہاں فی صرّۃ کا معنی بولتی، پکارتی جو مولنا اشرف علی تھانوی نے اختیار کیا ہے زیادہ صحیح ہے۔
صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔
صَرَّةٍ کے معنی ہیں آواز اور چیخنے کے، مگر مراد کھل کھلا کر ہنسنا ہے۔
فِیْ صَرَّةٍ الجار والمجرور موضع حال میں ہے۔

= فَصَكَّتْ: فَ عاطفہ ترتیب کے لئے ہے صَكَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب صكٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی کوٹنا۔ زور زور سے پیٹنا۔ اس نے پیٹ لیا۔

وَجْهَهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَجْهٌ چہرہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اپنا چہرہ، اور اپنا چہرہ پیٹ لیا۔

= وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ: واؤ عاطفہ قَالَتْ واحد مؤنث غائب ماضی معروف۔ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔ معطوف علیہ معطوف تقدیر کلام ہے وَقَالَتْ اَنَا عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ۔

عَجُوْزٌ : بڑھیا۔ عجز الانسان: انسان کا پچھلا حصہ، تشبیہ کے طور پر ہر چیز کے پچھلے حصے کو عجز کہہ دیا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ (۶۹: ۷) جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے۔

عجز کے اصل معنی کسی چیز سے پیچھے رہ جانا یا اس کے ایسے وقت میں حاصل ہونا کے ہیں جبکہ اس کا وقت نکل چکا ہو۔ لیکن عام طور پر یہ لفظ کسی کام کے کرنے سے عاجز رہ جانے پر بولا جاتا ہے اور یہ القدرۃ کی ضد ہے قرآن مجید میں ہے اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب (۵: ۳۱) مجھ سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس کوے کے برابر ہوتا۔

بڑھیا کو عجوز اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ بھی اکثر امور سے عاجز ہو جاتی ہے عجوز کی جمع عجائز اور عجز ہے۔

= عَقِيْمٌ (ع ق م) مادہ، العقم اصل میں اس خشکی کو کہتے ہیں جو کسی چیز کا اثر قبول کرنے سے مانع ہو۔ چنانچہ محاورہ ہے عَقِمَتْ مَفَاصِلُهٗ اس کے جوڑ خشک ہو گئے۔

العقیم: (بانجھ) وہ عورت جو مرد کا مادہ قبول نہ کرے چنانچہ کہا جاتا ہے عقمت المرأۃ او الرحم عورت بانجھ ہو گئی یا رحم خشک ہو گیا۔

وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ: اور کہنے لگی (میں بچہ کیسے جنوں گی) ایک بڑھیا۔ دوسرے بانجھ (ہوں) قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ (۵۱: ۴۱) جب بھیجی ہم نے ہوا ان پر جو خیر سے خالی تھی۔

۵۱: ۳۰ = قَالُوْا۔ یعنی مہمانوں نے کہا۔

= كَذٰلِكِ۔ كَ تشبیہ کا ذٰلِكِ اسم اشارہ، مشارالیہ: کہ تیرے ایک بیٹا ہوگا۔

كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ۔ تیرے پروردگار نے ایسے ہی فرمایا تھا۔ ہم اللہ کی جانب سے تجھے خبر دے رہے ہیں

= اَلْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ: یعنی صفت میں حکیم ہے (اس کی صنعت پر حکمت ہے)

اَلْعَلِيْمُ: یعنی وہ ماضی کو بھی جانتا ہے اور مستقبل سے بھی واقف ہے۔ اس لئے اس کا قول سچا اور فعل محکم (ناقابل شکست) ہے اس کے خلاف نہیں ہو سکتا)

انوار البیان

فی حل

لغات القرآن

حصہ چہارم

تالیف

علی محمد پی۔ سی۔ ایس ایڈیشنل کمشنر (ریٹائرڈ)

الناشر

مکتبہ سید احمد شہید

۱۰۔ الکریم مارکیٹ۔ اردو بازار لاہور

اَنْوارُ البَیان

فِی حَلِّ

لُغَاتِ القُرآن

حصہ چہارم

تالیف

علی محمد ایڈیشنل کمشنر ریٹائرڈ

النّاشر
مکتبہ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ
۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار، لاہور

دُعا کی درخواست

بصد حسرت یہ بات لکھی جارہی ہے کہ
مؤلف انوار البیان فی حلِ لغات القرآن
جلد ثالث ورابع کی طباعت کے وقت
دار آخرت کی طرف رحلت کر چکے ہیں
تمام قارئین سے درخواست ہے کہ جب بھی
اس کتاب کا مطالعہ کریں تو مؤلف
جناب چوہدری علی محمد رحمۃ اللہ علیہ
کے لئے ضرور بالضرور دعاءِ مغفرت کریں کہ
اللہ تعالیٰ ان کی یہ سعی جمیلہ قبول فرمائے اور
دار آخرت میں جنت الفردوس نصیب فرمائے

آمین
یارب العالمین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ

(۲۷)

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ ۔ الطُّوْر ۔ النجم ۔ القَمَر
الرحمٰن ۔ الوَاقِعَة ۔ اَلْحَدِيْد

قَالَ فَمَا خَطْبُکُمْ اَیُّھَا الْمُرْسَلُوْنَ ○

۵۱: ۳۱ = قَالَ ۔ ای قال ابراھیم لما ذھب عنہ الروع وجاء تہ البشریٰ ولما علم انھم ملئکۃ ۔ جب ابراہیم (علیہ السلام) کا ڈر جاتا رہا اور ان کو خوشخبری بھی مل گئی ۔ اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ مہمان فرشتے ہیں تو کہنے لگے (نیز ملاحظہ ہو ۱۱: ۷۴)

= فَمَا خَطْبُکُمْ : مَا استفہامیہ ہے خَطْبُکُمْ مضاف مضاف الیہ خَطْبٌ مصدر ۔ خَطَبَ یَخْطُبُ (باب نصر) کا اسی باب سے خُطْبَۃٌ وَخِطَابَۃٌ بھی مصدر آئے ہیں ۔ بمعنی وعظ کہنا ۔ تقریر کرنا ۔ حاضرین کے روبرو خطبہ پڑھنا ۔ کہتے ہیں خَطَبَ الْقَوْمَ اس نے قوم سے خطاب کیا ۔

اَلْخَطْبُ مصدر ۔ حالت کو کہتے ہیں ۔ ماخَطْبُکَ تمہاری کیا حالت ہے ، تمہارا کیا حال ہے تمہارا کیا مدعا ہے ۔ تم کو اس پر کس نے اکسایا ۔ ویسے تو الخطب ہر کام کو کہتے ہیں بڑا ہو یا چھوٹا ۔ لیکن عام طور پر کسی بڑے ناپسندیدہ معاملہ کے لئے مستعمل ہوتا ہے ۔

مَا خَطْبُکُمْ ۔ تمہارا کیا مدعا ہے ۔ تمہارا کیا مقصد ہے آنے کا ۔

= الْمُرْسَلُوْنَ : اسم مفعول جمع مذکر ، بھیجے ہوئے ، فرستادگان ، (اے اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو تمہارا مدعا کیا ہے ۔)

۵۱: ۳۲ = اُرْسِلْنَا ، ماضی مجہول جمع متکلم ۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر ۔ ہم بھیجے گئے ہیں

= قَوْمٍ مُّجْرِمِیْنَ ۔ موصوف وصفت ۔ مجرمین اسم فاعل جمع مذکر ، مجرم ، گنہگار ، جرائم پیشہ لوگ ، مراد حضرت لوط کی قوم ہے ، جو ایسے گندے افعال میں مبتلا تھے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی ویسے گندے عمل نہیں کئے تھے ۔ یہ لوگ لواطت کے بانی تھے ۔ راہزن اور لٹیرے تھے اور مجمع عام کے روبرو بے حیائی کے کام کرتے تھے ۔

۵۱: ۳۳ = لِنُرْسِلَ ۔ لام تعلیل کا ہے نُرْسِلَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) جمع متکلم ۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر تاکہ ہم برسائیں ۔ تاکہ ہم بھیجیں ۔ عَلَیْھِمْ ان پر ، (قوم مجرمین پر ۔

= حِجَارَۃً مِّنْ طِیْنٍ : مٹی سے بنے ہوئے پتھر ۔ کنکر ، وہ مٹی جو پتھر بن گئی ہو ۔ مٹی کی قید اس وجہ سے لائی گئی کہ یہ توہم دور ہو جائے کیونکہ بعض لوگ اولے کو بھی پتھر کہتے ہیں ۔

= مُسَوَّمَۃً : اسم مفعول واحد مؤنث تَسْوِیْمٌ (تفعیل) مصدر ۔ مُسَوَّمَۃً صفت ہے حِجَارَۃً کی ۔ سَوْمٌ کا معنی ہے کسی چیز کی طلب میں جانا ۔ اور طلب ، کبھی صرف دوسرا جزء ملحوظ

ہوتا ہے۔ جیسے یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ: (۲: ۴۹) تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے، دینی چاہتے
تھے۔ یا وہ تمہارے لئے سخت تکلیفیں تلاش کرتے تھے، کبھی جانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
جیسے سَخَتُ الْاِبِلَ فِی الْمَرْعٰی۔ میں نے چراگاہ میں چرنے کے لئے اونٹوں کو بھیج دیا۔ یا جیسے
قرآن مجید میں ہے وَمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ (۱۶: ۱۰) اور اس سے درخت بھی شاداب ہوتے
ہیں جن میں تم اپنے جانوروں کو چراتے ہو۔ یا چرنے کے لئے بھیجتے ہو۔

اس مادہ سے سُوْمَةٌ، سِيْمَةٌ، سِيْمَا علامت یا نشان ہے۔ قرآن مجید میں ہے:۔
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸: ۲۹) کثرت سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان
پڑے ہوتے ہیں۔

مُسَوَّمَةً بمعنی نشان زدہ کی مختلف صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک یہ کہ جو پتھر مسرفین کی ہلاکت کے لئے مخصوص کئے گئے تھے وہ دوسرے پتھروں سے بعض
نشانوں اور علامات سے ممیز کئے گئے تھے۔

دوم وہ ہر پتھر پر اس شخص کا نام تھا جو اس سے ہلاک ہونا مقدر ہو چکا تھا۔

سوم:۔ یہ پتھر دنیاوی پتھروں سے مختلف النوع تھے۔

== عِنْدَ رَبِّكَ۔ عِنْدَ ظرف مکان ہے۔ گو ظرف زمان بھی مستعمل ہے جیسے عِنْدَ طُلُوْعِ
الشَّمْسِ: یہ بمعنی قرب۔ رائے، فیصلہ، مہربانی بھی آتا ہے یہاں بمعنی نزدیک، مضاف ہے اور
رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔ تیرے رب کے نزدیک؛

== مُسْرِفِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِسْرَافٌ (افعال) مصدر۔ حد اعتدال یا حد مقررہ سے
آگے بڑھنے والے۔ یعنی بیہودہ صرف کرنے والے۔ لواطت کرنے والے۔ حد حلال سے حد حرام کی
طرف بڑھنے والے، بدکاری میں حد سے بڑھنے والے۔

آیت ۳۲ تا ۳۴ کا ترجمہ ہوگا:۔

وہ بولے ہم کو گنہگار لوگوں کی طرف (قوم لوط کی طرف) بھیجا گیا ہے کہ ہم ان پر مٹی کے پتھر برسائیں
جو آپ کے رب کی طرف سے حد سے تجاوز کرنے والوں کے لئے نامزد ہو چکے ہیں۔

۵۱: ۳۵ == فَاَخْرَجْنَا۔ پھر ہم نے نکال دیا۔ فَ فصیحہ کا ہے۔ اَخْرَجْنَا ماضی جمع متکلم
اخراج (افعال) مصدر ضمیر جمع متکلم، اللہ کے لئے ہے اس جملہ سے قبل کچھ عبارت محذوف
ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے۔

کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ فرشتوں کی گفتگو ختم ہوئی اور وہ حضرت لوط علیہ

السلام کا قصہ سورۃ ہود (۱۱) آیات ۷۷ تا ۸۳، سورۃ الحجر (۱۵) آیات ۶۱ تا ۷۷، اور سورۃ عنکبوت (۲۹) آیات ۳۳ تا ۳۵ میں ملاحظہ فرما دیں۔ یہاں سورۃ ہذا میں صرف اس آخری وقت کا ذکر کیا جارہا ہے جب اس قوم پر عذاب نازل ہونے والا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

پھر ہم نے (یعنی عذاب کے نازل ہونے سے قبل) ان سب لوگوں کو نکال لیا جو اس بستی میں مومن تھے۔

= مَنْ: موصولہ ہے۔ جو۔

= فِيْهَا: میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے متعلق ہے بستیوں کا ذکر اگرچہ پہلے نہیں کیا گیا لیکن رفتارِ کلام سے معلوم ہوتا ہے۔

= مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ مِنْ بیانیہ ہے، بمعنی جو، جتنے، پس جتنے وہاں مؤمن (ایمان دار) تھے ہم نے ان کو وہاں سے نکال لیا۔ مومنوں سے مراد حضرت لوط پر ایمان لانے والے ہیں

۵۱: ۳۶ = فَمَا: فَ عاطفہ، اور مَا نافیہ ہے اور (ہم نے) نہ (پایا)....

= فِيْهَا: هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کی طرف راجع ہے

= غَيْرَ بَيْتٍ: ایک گھر کے سوا۔ فَمَا وَجَدْنَا .... الایۃ اور ہم نے اس میں ایک گھر کے سوا مسلمانوں کا کوئی گھر نہ پایا۔

فائدہ آیت ۳۵ میں لفظ المؤمنین آیا ہے اور آیہ ہذا میں المسلمین آیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مسلم سے مراد وہ شخص ہے جو دل سے نہیں بس صرف زبانی (ظاہری) طور پر اسلام قبول کرلے اور مومن اس کو کہیں گے جو سچے دل سے ماننے والا ہو۔

اگرچہ قرآن مجید میں مسلم اور مؤمن کے الفاظ اکثر انہی معانی میں آئے ہیں۔ لیکن کئی مقامات ایسے بھی ہیں جہاں یہ الفاظ دونوں معانی کو متضمن ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد پنجم سورۃ الحجرات (۴۹) حاشیہ نمبر ۳۱)

تفسیر مظہری میں ہے، پہلے ان کو مؤمن فرمایا پھر مسلم۔ کیونکہ ہر مؤمن مسلم ہوتا ہے۔

۵۱: ۳۷ = وَتَرَكْنَا فِيْهَا اٰيَةً: واوَ عاطفہ، تَرَكْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَرْكٌ (باب نصر) مصدر، ہم نے چھوڑا۔ فِيْهَا ای فی القُرٰی (ان) بستیوں میں

اٰيَةً، منصوب بوجہ مفعول فعل ترکنا کے: (نشانی)

ترجمہ۔ پھر ہم نے ان (بستیوں) میں ایک نشانی چھوڑ دی (جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں)
نشانی سے مراد بحیرۂ مردار ہے جس کا جنوبی علاقہ آج بھی ایک تباہی کے آثار پیش کر رہا ہے
== یَخَافُوْنَ: مضارع معروف جمع مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح مصدر) وہ خوف کھاتے ہیں، وہ ڈرتے ہیں۔
== اَلْعَذَابَ الْاَلِیْمَ: موصوف و صفت مل کر مفعول یَخَافُوْنَ کا۔ دردناک عذاب
۵۱: ۳۸ == وَفِیْ مُوْسٰی: ای وجعلنا فی موسٰی اٰیۃ؛ جملہ ہذا کا عطف جملہ وَتَرَکْنَا فِیْهَا اٰیَۃً پر ہے اور ہم نے موسیٰ کے واقعہ میں بھی ایک نشانی باعبرت رکھی ہے۔
== اِذْ: اسم ظرف زمان ہے (گو اسم ظرف مکان بھی مستعمل ہے) بطور حرف مفاجات بھی مستعمل ہے بمعنی جب۔
== سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: موصوف و صفت، سلطان کے معنی حجت، دلیل، برہان کے ہیں جو یہاں مراد ہے۔ گو اس کا استعمال، زور، وقوت: اور سند کے معنی میں بھی ہوتا ہے۔
مبین: بمعنی ظاہر۔ کھلی، کھلی دلیل یا برہان بمعنی معجزہ بھی ہے، یہاں اشارہ ہے ان معجزات کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خداوند تعالیٰ نے عطا کرکے فرعون کی طرف بھیجا تھا۔ مثلاً عصا، ید بیضاء۔ قحط، سمندر میں راستے بنا دینا وغیرہ۔
۵۱: ۳۹ == فَتَوَلّٰی۔ میں فَ عبارتِ مقدرہ پر دال ہے یعنی حضرت موسیٰ فرعون کے پاس تشریف لے گئے: اور اسے حق کی دعوت دی۔ مگر اس نے دعوت کو ٹھکرا دیا۔ اور سننے سے منہ پھیر لیا۔
تَوَلّٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ اس نے (ایمان لانے سے) اعراض کیا۔
== بِرُکْنِهٖ۔ رکن بمعنی آسرا۔ قوت، زور، کسی شے کی وہ جانب جس کا آسرا لیا جائے۔
مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ فرعون کی طرف راجع ہے اور قوت سے مراد اس کی ذاتی قوت ہے اس کا لشکر، اس کی فرمانبردار رعایا ہو سکتی ہے۔
بِرُکْنِهٖ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔
۱۔ ب۔ تعدیہ کی ہو سکتی ہے اس صورت میں اس کے معنی ہوں گے کہ اس نے اپنے لشکر جرار اپنے اعوان و انصار یا اپنی ذاتی طاقت سے مغرور ہو کر حضرت موسیٰ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔
۲۔ بَ مصاحبت کی بھی ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں معنی ہوں گے: اس نے اپنے لشکر اپنے

اعوان و انصار اور اپنی قوم سمیت حضرت موسیٰ کی دعوت کو سننے سے منہ پھیر لیا۔
۳ؔ۔ رُکن سے مراد اگر اس کی ذاتی قوت لی جائے تو مطلب ہوگا کہ اس نے اپنی ذاتی قوت کے بل بوتے پر حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ای ثنی عطفہ واعرض عن الایمان اس نے (غرور سے) گردن اور ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

یا جیسے قرآن مجید میں انسان کی ایسی ہی حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ (۱۷: ۸۳) اور جب ہم انسان کو نعمت بخشتے ہیں تو روگرداں ہوجاتا ہے اور اپنا پہلو پھیر لیتا ہے۔

== وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ ای وقال فرعون ھو (ای موسیٰ) ساحر او مجنون اور فرعون نے کہا کہ موسیٰ بڑا جادوگر ہے یا مجنون ہے۔

ابو عبیدہ نے کہا کہ اس جگہ اَوْ بمعنی واؤ کے ہے یعنی موسیٰ جادوگر اور پاگل ہے، ظاہر یہ ہے کہ فرعون نے حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے معجزات صادر ہوتے دیکھ کر آپ کو جادوگر کہا۔ اور چونکہ اس بیمار کور بصیرت والی عقل میں حضرت موسیٰ کی دعوتِ توحید نہیں آئی تھی اس لئے آپ کو پاگل کہنے لگا۔ اس کے دونوں کلاموں میں تضاد تھا۔ کیونکہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام مجنون تھے تو ساحر کیسے ہوگئے ساحر تو دانشمند ہوتا ہے اور اگر دانشمند تھے تو مجنون کیسے ہوگئے؟

بیضاوی نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر فرعون نے آپ کو آسیب زدہ کہا۔ پھر سوچنے لگا کہ ان افعال کے اظہار میں موسیٰ کے اپنے اختیار اور کوشش کو دخل ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو جادوگر ہے اور اگر بے اختیار ہے تو پاگل ہے۔

کانہ جعل ما ظھر علیہ من الخوارق منسوبًا الی الجن وتردد فی انہ حصل ذلک باختیارہ وسعیہ اوبغیرھما فان کان باختیارہ فھو ساحر وان کان بغیرہ فھو مجنون۔ (بیضاوی)

۵۱: ۴۰ == فَاَخَذْنٰهُ ف ترتیب کا ہے اَخَذْنَا ماضی جمع متکلم۔ اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم نے اس کو پکڑ لیا۔

== وَجُنُوْدَهٗ۔ واؤ عاطفہ جُنُوْدٌ جمع جُنْدٌ کی، بمعنی فوج۔ لشکر: اس کا عطف ہٗ ضمیر مفعول پر ہے۔ ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا۔

== فَنَبَذْنٰھُمْ : ف عاطفہ، نَبَذْنَا ماضی جمع متکلم نَبْذٌ (باب ضرب) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع فرعون اور اس کا لشکر ہے۔ اور ہم نے ان کو پھینک دیا۔ یا ڈال دیا
== فِی الْیَمِّ، جار مجرور، ای فی البَحْرِ، دریا میں، یعنی ہم نے ان کو پکڑ کر دریا میں پھینک کر غرق کر دیا۔

== وَھُوَ مُلِیْمٌ : جملہ حالیہ ہے مُلِیْمٌ اسم فاعل واحد مذکر اِلَامَۃٌ (افعال) مصدر۔ ملامت یا لوم کا مستحق، ایسا کام کرنے والا جس پر ملامت کی جاوے۔ لوم، مادہ۔ لَامَ وَلُمْتُہٗ (باب نصر) لَوْمًا کے معنی کسی کو برے فعل کے ارتکاب پر برا بھلا کہنے اور ملامت کرنے کے ہیں۔ لَائِمٌ ملامت کرنے والا۔ مَلُوْمٌ ملامت کیا ہوا۔ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ (۵ : ۵۴) اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ اور فَاِنَّھُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ (۲۳ : ۶) ان سے مباشرت کرنے میں انہیں ملامت نہیں ہے۔

وَھُوَ مُلِیْمٌ اور وہ کام ہی ملامت کے قابل کرتا تھا۔

۵۱ : ۴۱ == وَفِیْ عَادٍ : اس کا عطف بھی وَتَرَکْنَا فِیْھَا پر ہے ای وترکنا فی ھلکۃ قوم عاد اٰیَۃً : یعنی قوم عاد کی ہلاکت وتباہی میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی چھوڑی۔
== الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ : موصوف وصفت مل کر اَرْسَلْنَا کا مفعول۔ وہ آندھی جو خیر و برکت سے خالی ہو۔

عَقِیْم. بانجھ عورت کو کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ ہوا ہے جو خیر و برکت سے خالی ہو نہ تو بادلوں کو اڑا کر لائے اور نہ درختوں کو بار آور کرے : نہ اس میں رحمت کا کوئی شائبہ ہو۔
وھی التی لاتلقح سحابًا ولا شجرًا ولارحمۃ فیھا ولا برکۃ ولا منفعۃ،
(قرطبی) نیز ملاحظہ ہو ۵۱ : ۲۹)

۵۱ : ۴۲ == مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْہِ۔ مَا نافیہ ہے۔ تَذَرُ مضارع واحد مؤنث غائب (ضمیر فاعل الریح العقیم کی طرف راجع ہے) وہ نہیں چھوڑتی ہے۔ وَذْرٌ (باب فتح) مصدر۔ اس کا صرف مضارع اور امر استعمال ہوتا ہے۔ اَتَتْ مضارع واحد مؤنث غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر وہ آئی۔ وہ پڑی۔ عَلَیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع شَیْءٌ۔ وہ جس شے پر پڑتی اسے نہ چھوڑتی۔
== اِلَّا حرف استثناء۔ مگر
== جَعَلَتْہُ ، جَعَلَتْ : ماضی واحد مؤنث غائب : ضمیر فاعل کا مرجع الرِّیْحُ ہے ہٗ ضمیر مفعول

واحد مذکر غائب شیٔ کے لئے ہے۔
= كَالرَّمِيْمِ۔ ک تشبیہ کا ہے رمیم۔ استخوان بوسیدہ، گلی ہوئی ہڈی۔ رِمَّةٌ جس کے معنی ہڈیوں کے بوسیدہ ہوجانے کے ہیں رم سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے اس کی جمع اَرِمَّاءُ ہے اور رِمَائم ہے۔
اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ: مگر یہ کہ اسے بوسیدہ ہڈیوں کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی
۵۱:۴۳ = وَفِيْ ثَمُوْدَ: وفی عاد کی طرح اس کا عطف بھی وترکنا فیھا پر ہے (آیت ۳۷) ای وترکنا فی قصۃ ثمود ایۃً: یعنی قوم ثمود کے قصہ میں بھی ہم نے (اپنی قدرت کی) نشانی چھوڑی۔
= اِذْ قِيْلَ لَهُمْ۔ جب ان سے (یعنی قوم ثمود سے) کہا گیا تھا۔ تَمَتَّعُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر، تم فائدہ اٹھالو، تم برت لو، تم مزے اڑالو،
= حَتّٰى حِيْنٍ حَتّٰى حرف انتہاء غایت (فی الزمان) کے لئے ہے، حین وقت، زمانہ، مدت
ترجمہ جب ان سے کہا گیا تھا کہ تم ایک خاص وقت تک مزے کرلو۔

فَائِدَہ: مفسرین میں اس امر پر اختلاف ہے کہ اس سے مراد کونسی مدت ہے حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ اس سے اشارہ سورۃ ہود کی اس آیت کی طرف ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ثمود کے لوگوں نے جب حضرت صالح کی اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا تھا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو خبردار کر دیا گیا تھا کہ تین دن تک تم مزے کرلو، اس کے بعد تم پر عذاب آجائے گا (ھود ۱۱:۶۱)
بخلاف اس کے حضرت حسن بصری کا خیال ہے کہ یہ بات حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی دعوت کے آغاز میں کہی تھی اپنی قوم سے اور اس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر تم توبہ اور ایمان کی راہ اختیار نہ کرو گے تو ایک خاص وقت تک ہی تم کو دنیا میں عیش کرنے کی مہلت نصیب ہوگی۔ اور اس کے بعد تمہاری شامت آجائے گی:
ان دونوں تفسیروں میں دوسری تفسیر ہی زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعد کی آیت فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (پھر انہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی) یہ بتاتی ہے کہ جس مہلت کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے وہ سرتابی سے پہلے دی گئی تھی اور انہوں نے سرتابی اس تنبیہ کے بعد کی۔ اس کے برعکس سورۃ ھود والی آیت میں تین دن کی جس مہلت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ان ظالموں کی طرف سے آخری اور فیصلہ کن سرتابی کا ارتکاب ہو جانے کے بعد کی گئی تھی
(تفہیم القرآن)

۵۱ : ۴۴ == فَعَتَوْا ۔ ف تفصیل کے لئے ہے عَتَوْا ماضی جمع مذکر غائب عُتُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی اطاعت سے اکڑنا۔ تکبر کرنا۔ اور حد سے بڑھ جانا۔ مگر انہوں نے تکبر اور غرور کے ساتھ (اپنے رب کے حکم کی تعمیل سے) سرتابی کی۔

== فَاَخَذَتْهُمْ : ف عطف سببی کا ہے۔ اَخَذَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب، ضمیر فاعل کا مرجع الصعقة ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب، پس صاعقہ نے ان کو آلیا۔

== الصّٰعِقَةُ : امام راغب رح لکھتے ہیں۔

الصاعقة اور الصاقعة دونوں کے تقریبًا ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی ہولناک دھماکہ، لیکن صَقْعٌ کا لفظ اجسام ارضی کے متعلق استعمال ہوتا ہے اور صَعْقٌ اجسام علوی کے بارے میں۔

بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ صاعقة تین قسم پر ہے :۔

اول :۔ بمعنی موت اور ہلاکت، جیسے فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹ : ۶۸) تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب مر جائیں گے: یا فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱ : ۴۴) سو ان کو موت نے آپکڑا۔

دوم۔ بمعنی عذاب جیسے فرمایا کہ فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ : (۴۱ : ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ (عذاب) آیا تھا۔

سوم (بمعنی آگ اور بجلی کی کڑک، جیسے فرمایا۔ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳ : ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔

لیکن یہ تینوں چیزیں دراصل صَاعِقَةٌ کے آثار سے ہیں کیونکہ اس کے اصل معنی تو فضاء میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی تو اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے اور کبھی وہ آواز عذاب اور کبھی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ یعنی دراصل وہ ایک ہی چیز ہے اور یہ سب چیزیں اس کے آثار میں سے ہیں۔

== وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۔ جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ دیکھ رہے تھے، یعنی دیکھ رہے تھے اور اس کی مدافعت میں کچھ نہ کر رہے تھے۔

تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ :۔

بمعنی تسلیمهم وعدم قدرتهم على الدفع كما يقول القائل للمضروب يضربك فلان وانت تنظر۔ اس کا مطلب ہے کہ ہتھیار ڈال دینا اور مدافعت کی قدرت نہ رکھنا :

جیساکہ کوئی مضروب سے کہے کہ وہ تمہیں پیٹ رہا ہے اور تم کھڑے دیکھ رہے ہو؟ ۔ یعنی مدافعت میں کچھ بھی نہیں کر رہے) مضروب کی بے بسی کی انتہاء ہے ۔ اسی معنی میں قرآن مجید میں اور جگہ فرمایا فَاَخَذَتْکُمُ الصّٰعِقَۃُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ (۲: ۵۵)

۵۱: ۴۵ == فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ : ف عاطفہ، مَا نافیہ۔ اِسْتَطَاعُوْا ۔ ماضی جمع مذکر غائب: اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر۔ وہ نہ کر سکے ۔ ان سے نہ ہو سکا ۔ اُن چیزوں کا تمام وکمال پایا جانا جن کی وجہ سے فعل سرزد ہو سکے استطاعت کہلاتا ہے ۔ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ ۔ پھر وہ نہ تو اٹھنے کی طاقت رکھتے تھے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِھِمْ (۲۱: ۴۳) وہ نہ تو آپ اپنی مدد کر سکتے ہیں ۔ یا اور جگہ فرمایا ۔ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلًا (۳: ۹۷) جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھے ۔ طوع مادہ ۔ طَوْعٌ کی ضد کُرْہٌ ہے جس کو فعل مکمل کرنے کے اسباب مہیا ہوں اس کو مستطیع کہیں گے ۔ اس کی ضد عاجز ہے یعنی جس کو تمام اسباب میں سے چند مہیا ہوں اور چند مہیا نہ ہوں ۔

== وَمَا کَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ : واؤ عاطفہ، مَا نافیہ، کَانُوْا فعل ناقص مُنْتَصِرِیْنَ خبر کَانُوْا کی: اور نہ (ہم سے) انتقام لے سکے یا مقابلہ کر سکے یا اپنی مدد کر سکے :

مُنْتَصِرِیْنَ اسم فاعل ۔ جمع مذکر ۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر ۔ اس کے دو معنی ہیں

۱: انتصر من عدوہ ای انتقم من عدوہ ۔ اس نے اپنے دشمن سے بدلہ لے لیا ۔ یعنی انتقام لے لیا ۔

۲: اِنْتَصَرَ عَلٰی خَصْمِہٖ اِسْتَظْھَرَ ۔ وہ اپنے حلیف پر غالب آیا ۔ اس پر قابو پالیا ۔

پہلی صورت میں آیت کا مطلب ہوگا ۔ کہ ہم نے ان پر اپنا عذاب مسلط کیا اور وہ لوگ جنہیں اپنی طاقت کا بڑا گھمنڈ تھا ۔ ان میں سکت نہ رہی کہ وہ ہم سے انتقام نہ لے سکے ۔

دوسری صورت میں معنی ہوگا ۔

کہ وہ ہم پر غالب نہ ہو سکے اور اپنی قوت سے ہمارے بھیجے ہوئے عذاب کو ٹال نہ سکے

۵۱: ۴۶ == وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ : واؤ عاطفہ اور قوم نوح کا عطف فاخذتہم یا فنبذنٰھُمْ کی ضمیر پر ہے ای واھلکنا قوم نوح ۔

مِنْ قَبْلُ : قَبْلُ بَعْدُ کی ضد ہے یہ اسم ظرف زمان بھی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظرف مکان بھی ۔ قبل کو بعد کی طرح اضافت لازمی ہے، جب بغیر اضافت کے آئیگا تو ضمہ پر

مبنی ہوگا۔ جیسا کہ آیت ہذا میں۔

اور اضافت کے ساتھ جیسے کہ مِنْ قَبْلِهِمْ. مِنْ قَبْلُ ای من قبل هٰؤلاء المهلكين ان ہلاک ہونے والوں سے پہلے۔ یعنی فرعون، عاد، ثمود کی قوموں سے پہلے ہم نے قوم نوح کو ان کی سرکشی، کفر و فسق کی وجہ سے ہلاک کیا۔

= اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ: یہ علت ہے قوم نوح کی ہلاکت کی، قَوْمًا فٰسِقِيْنَ موصوف وصفت مل کر كَانُوْا کی خبر ہے:

فٰسِقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر، بحالتِ نصب۔ فَاسِقٌ کی جمع۔ بمعنی شریعت کی حدود سے نکل جانے والے۔ کافر اور نافرمان لوگ،

فَائِدَہ: آخرت کے بارے میں تاریخی دلائل پیش کرنے کے بعد اب پھر اس کے ثبوت میں آفاقی دلائل پیش کئے جا رہے ہیں۔

= وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا۔ ای بنينا السماء مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب السماء کی طرف راجع ہے۔ بنينا ماضی جمع متکلم۔ بَنٰى يَبْنِىْ بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نے بنایا۔

= بِاَيْدٍ: قوت سے، طاقت سے، یہاں بِاَيْدٍ يَدٌ کی جمع نہیں ہے بلکہ اٰدَ يَئِيْدُ (باب ضرب) کا مصدر ہے اَدٌ بھی اس کا مصدر ہے بمعنی مضبوط ہونا۔ سخت ہونا۔ اسی مادہ ای د سے باب تفعیل اَيَّدَ يُؤَيِّدُ تَاْيِيْدٌ بمعنی قوت دینا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (۵: ۱۱۰) میں نے تمہیں روح القدس سے تقویت دی۔

اور فرمایا:۔

وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (۳: ۱۳) اللہ جسے چاہتا ہے اپنی نصرت سے بہت زیادہ تقویت بخشتا ہے۔

صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں کہ:۔

فمن ظنّ انها جمع يدٍ فى هذه الاٰية فقد غلط غلطاً فاحشاً والمعنى: والسمآء بنينها لقوةٍ:

ترجمہ ہوگا:۔ اور آسمان کو ہم نے اپنی قوت سے بنایا۔

== مُوْسِعُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِیْسَاعٌ (افعال) مصدر۔ وسع مادہ، طاقت ومقدرت رکھنے والے، وسعت والے۔ مقدور والے۔

فَائِدہ :۔ صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں کہ:۔

اصل الفاظ ہیں اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ: مُوْسِعٌ کے معنی طاقت ومقدرت رکھنے والے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور وسیع کرنے والے کے بھی۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ آسمان ہم نے کسی کی مدد سے نہیں بلکہ اپنی طاقت اور زور سے بنایا ہے۔ اور اس کی تخلیق ہماری مقدرت سے باہر نہ تھی۔ پھر یہ تصور تم لوگوں کے دماغ میں آخر کیسے آگیا کہ ہم تمہیں دوبارہ پیدا نہ کر سکیں گے:

دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے:۔

کہ اس عظیم کائنات کو بس ہم ایک دفعہ بنا کر نہیں رہ گئے بلکہ مسلسل اس میں توسیع کر رہے ہیں اور ہر آن اس میں ہماری تخلیق کے نئے نئے کرشمے رونما ہو رہے ہیں۔ ایسی زبردست خلّاق ہستی کو آخر تم نے اعادۂ خلق سے عاجز کیوں سمجھ رکھا ہے۔

۵۱ : ۴۸ == وَالْاَرْضَ ای وفرشنا الارض۔ اور ہم نے زمین کو بچھایا۔ فرشنا ماضی جمع متکلم فَرْشٌ وفِرَاشٌ (باب ضرب) مصدر (قالین یا بستر) بچھانا (گھر کو) فرش لگانا ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ الارض کی طرف راجع ہے۔

== نِعْمَ: کلمۂ مدح ہے۔ اہل نحو کہتے ہیں کہ جس طرح بِئْسَ فعل ذم ہے اسی طرح نِعْمَ فعل مدح ہے لیکن نِعْمَ (ماضی واحد مذکر غائب) اور نِعْمَتْ (ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب) کے علاوہ اس سے ماضی اور مضارع کا کوئی دوسرا صیغہ استعمال نہیں ہوتا۔ بہر حال نحویوں کی اصطلاح میں نِعْمَ فعل ہے۔

امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں:۔

نِعْمَ کلمۂ مدح ہے جو بِئْسَ فعل ذم کے مقابلہ میں استعمال ہوتا ہے: قرآن مجید میں آیا ہے نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (۸ : ۴۰) وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے اور وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ (۵۱ : ۴۸) اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا (دیکھو ہم) کیا خوب بچھانے والے ہیں۔"

== اَلْمَاهِدُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر۔ مَهْدٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی (بستر) بچھانا۔

== زَوْجَیْنِ : وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نقیض یا نظیر ہو۔ جوڑا۔ زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر ہے۔

روح المعانی میں ہے :۔

زوجین ای نوعین ذکرًا او انثیٰ۔ یعنی دو صنف مذکر و مؤنث۔

مجاہد نے کہا ہے کہ :۔

یہ متضادات و متقابلات کی طرف اشارہ ہے۔ مثلاً رات اور دن، آسمان اور زمین، سیاہ وسفید۔ ہدایت وضلالت، بلندی و پستی۔ وغیرہ۔

== لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ :۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل كُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔

تَذَكَّرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑو، تم سمجھ جاؤ۔ تم جان لو (کہ تعدد ممکنات کی خصوصیت ہے۔ واجب بالذات ہر تعدد اور انقسام سے پاک ہے۔ اس کا وجود ناقابل عدم ہے اور اس کی قدرت ہر کمزوری اور عجز سے پاک ہے) (تفسیر مظہری)

۵۱ : ۵۰ == فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ اس سے قبل عبارت مقدرہ ہے۔ ای قُلْ یا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہو۔ فَفِرُّوْٓا ..... الخ :

فَفِرُّوْٓا میں ف سببیت کی ہے یعنی ممکنات کے احوال اور واجب کی خصوصیت کو سمجھنے اور جاننے کا تقاضا ہے کہ تم ہر چیز سے منہ موڑ لو اور بھاگو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رُخ کر لو۔

فِرُّوْٓا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر تم بھاگو!

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :۔

ففروا من کل شئ الی اللّٰہ بالتوجہ والمحبۃ والاستغراق وامتثال الاوامر ہر چیز سے منہ موڑ لو اور اللہ ہی کی طرف اپنا رُخ کر لو۔ اسی کی محبت میں ڈوب جاؤ اور اسی کے احکام کی تعمیل میں غرق ہو جاؤ۔

مدارک التنزیل میں ہے :۔

ففروا من الشرک الی الایمان باللّٰہ او من طاعۃ الشیطٰن الی طاعۃ الرحمٰن او مما سواہ الیہ۔ پس بھاگو شرک سے ایمان باللہ کی طرف اور شیطان کی پیروی سے رحمٰن کی اطاعت کی طرف اور اس کے سوا سب کو چھوڑ کر اللہ کی طرف۔

== مِنْهُ : میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ بعض نے منہ کی ضمیر کا مرجع عذاب

اور غضب بتایا ہے لیکن پہلا زیادہ صحیح ہے۔

۵۱:۵۱ == وَ لَا تَجْعَلُوْا۔ واؤ عاطفہ لَا تَجْعَلُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر اور مت بناؤ مت ٹھہراؤ۔

== اِلٰهًا۔ اسم مفعول۔ جس کی بندگی کی جائے وہ الٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

== اٰخَرَ۔ دوسرا۔ اِلٰهًا کی صفت ہے (کوئی) دوسرا معبود، اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود مت بناؤ۔ یعنی واجب الوجود ہونے میں یا استحقاقِ معبودیت میں، یا مقصود اصلی اور محبوب ذاتی ہونے میں کسی کو اس کا شریک مت بناؤ۔

== اِنِّیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ: اس جملہ کی تکرار تاکید کے لئے ہے یا پہلے جملہ میں خواص کو حکم دیا گیا تھا۔ کہ اللہ کے سوا نہ کسی سے محبت کریں نہ اپنا رُخ کسی اور کی طرف کریں۔

اور اس جملہ میں عوام کو حکم دیا گیا ہے کہ شرک اور گناہوں اجتناب کریں۔ کلام کی رفتار بھی اسی مفہوم پر دلالت کر رہی ہے۔ یعنی ہر چیز سے اگر تم فرار نہیں کر سکتے تو کم از کم عبادت اور تعمیل احکام خداوندی میں تو کسی کو شریک نہ قرار دو۔ (تفسیر مظہری)

۵۲:۵۱ == كَذٰلِكَ: ای الامر مثل ذٰلك۔ وذٰلك اشارۃ الی تکذیبھم الرسول وتسمیتہ ساحرًا او مجنونًا۔ ثم فسّر ما اجمل بقولہ: مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ...... الخ، بات اس طرح ہے ذٰلِكَ کا اشارہ (گذشتہ رسولوں کی قوموں کا) اپنے رسول کی تکذیب اور اسے ساحر یا مجنون کا نام دینے کی طرف ہے۔

پھر اس اجمال کی تفسیر ارشادِ باری تعالیٰ مَا اَتَی الَّذِیْنَ ..... میں آتی ہے:

== مَا اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ: مَا نافیہ ہے اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ مِنْ قَبْلِهِمْ اس کا صلہ۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قریشِ مکہ کی طرف راجع ہے ترجمہ ہوگا۔ نہیں آیا ان سے پہلے لوگوں کے پاس کوئی رسول۔

== اِلَّا حرف استثناء۔ مگر۔

== قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ: ای قالوا ھو ساحر او مجنون: مگر انہوں نے (یہی) کہا کہ یہ جادوگر ہے یا پاگل:

۵۳:۵۱ == اَتَوَاصَوْا بِهٖ۔ ہمزہ استفہامیہ انکار اور تنبیہ کے لئے آیا ہے۔ تَوَاصَوْا مضارع۔ جمع مذکر غائب، تَوَاصِیْ (تفاعل) مصدر۔ بمعنی ایک دوسرے کو نصیحت کرنا وصیت کرنا۔ کہہ مرنا۔ بِهٖ میں ضمیر ہ کا مرجع ان کا وہ قول کہ رسول یا تو ساحر ہے یا مجنون

ترجمہ ہوگا۔

کیا ان کے اگلے اپنے پچھلوں کو یہی وصیت کرتے چلے آئے تھے ؟ ۔

== بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ : بَلْ حرف اضراب ہے۔ ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے۔ نہیں یہ بات نہیں بلکہ یہ لوگ فطرتًا سرکش و نافرمان تھے۔

== طَاغُوْنَ = اسم فاعل جمع مذکر طغیان (باب فتح) مصدر بمعنی سرکش، نافرمان، معصیت میں حد سے بڑھ جانا، سمندر کا جوش مارنا۔ طَاغِیٌ کی جمع بحالت رفع ہے۔

مطلب : نہیں یہ نہیں کہ ان کے اگلے پچھلوں کو وصیت کرتے چلے آئے تھے بلکہ دراصل یہ لوگ فطرتًا ہی سرکش و نافرمان و باغی تھے۔

۵۱: ۵۴ == تَوَلَّ ۔ امر واحد مذکر حاضر، تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر، ولی مادّہ، تو منہ پھیر لے، تو توجہ ہٹالے۔ تَوَلِّیٌ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے، کسی کام کو اٹھانے، والی و حاکم ہونے کے ہیں۔ جیسے وَمَنْ یَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵: ۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے وہ ان ہی میں سے ہے اور وَالَّذِیْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (۲۴: ۱۱) اور جس نے اٹھایا بڑی بات کو ان میں سے ، اور فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۴۷: ۲۲) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

اور جب اس کا تعدیہ عَنْ کے ساتھ ہوتا ہے خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیر لینے اور نزدیکی چھوڑ دینے کے معنی آتے ہیں۔ جیسا کہ آیت ہذا میں ہے۔

عَنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جن کا آیت سابقہ میں ذکر ہوا۔

== مَلُوْمٍ ۔ اسم مفعول واحد مذکر، مجرور، لَوْم مادّہ۔ ملامت زدہ، ملامت کیا ہوا۔ مَا اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۔ یعنی جب آپ ان کو بقدر امکان دعوت دے چکے اور اپنی طاقت کے مطابق کوشش کر چکے تو اب ان کی طرف سے روگردانی اور اعراض سے آپ قابل ملامت قرار نہیں دیئے جا سکتے۔

۵۱: ۵۵ == ذَكِّرْ ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا۔ تو نصیحت کر، واؤ یہاں بمعنی البتہ ہے۔

== الذِّكْرٰى ۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ پند موعظت۔ (صیغہ مؤنث)

== فَاِنَّ میں ف تعلیل کا ہے بمعنی کیونکہ۔

== تَنْفَعُ مضارع واحد مؤنث غائب نفع (باب فتح) مصدر وہ نفع دیتی ہے ۔ وہ فائدہ دیتی ہے سود مند ہوتی ہے۔

== وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ: البتہ قطع نظر ان سے ۔ سو ائے اپنے مشن کی تکمیل میں) آپ نصیحت کرتے رہیے کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کے لئے سود مند ہوگی؛

۵۱: ۵۶ == وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ اصل میں يَعْبُدُوْنَنِيْ تھا نون وقایہ ی متکلم ضمیر مفعول ۔ کہ وہ میری عبادت کریں۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ، الاحرف استثناء لام تعلیل کی۔

۵۱: ۵۷ == مَا أُرِيْدُ ، مضارع منفی، واحد متکلم ۔ أَرَادَ يُرِيْدُ إِرَادَةٌ (افعال) مصدر رود مادہ ۔ میں نہیں چاہتا ہوں، میں طلب نہیں کرتا ہوں۔

== مِنْ رِزْقٍ۔ مِنْ بیانیہ ہے، میں ان سے کوئی رزق طلب نہیں کرتا ہوں ۔

== وَمَا أُرِيْدُ أَنْ يُطْعِمُوْنِ ۔ واؤ عاطفہ ۔ مَا أُرِيْدُ مضارع منفی واحد متکلم ۔ أَنْ مصدریہ يُطْعِمُوْنِ ۔ ای يُطْعِمُوْنَنِيْ ۔ اور نہ میں یہ طلب کرتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں (جیسا کہ اور جگہ فرمایا وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (۶: ۱۴) اور وہی (رب کو) کھانا دیتا ہے اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا۔

۵۱: ۵۸ == اَلرَّزَّاقُ ۔ رزق دینے والا۔ روزی دینے والا۔ رزق سے بروزن فعال مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ امام خطابی کا بیان ہے کہ رزاق وہ ذات ہے جو رزق کا متکفل ہے۔ اور ہر جان کے قیام کے لئے جس قدر قوت کی ضرورت ہے اس کی بہم پہنچانے والی ہے اس لفظ کا اطلاق بجز ذات باری تعالیٰ کے جائز نہیں ہے۔

== ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۔ ذُو بمعنی والا۔ صاحب ، اسم ہے ۔ اور اسماء ستہ مکبرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو پیش کی حالت میں واؤ زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یاء آتی ہے جیسے ذُو ذَا ۔ ذِيْ ۔ یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے ۔ اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ۔ ضمیر کی طرف نہیں ۔ اور اس کا تثنیہ بھی آتا ہے اور جمع بھی۔

== ذُو الْقُوَّةِ ۔ مضاف ، مضاف الیہ، قوت والا۔

الْمَتِيْنُ ۔ مَتِيْنٌ ۔ صیغہ صفت مشبہ مفرد ۔ مضبوط ۔ محکم ، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں بائیں حصہ کو ماتن کہا جاتا ہے اسی سے مَتُنَ فعل بنالیا گیا جس کے معنی ہیں اس کی پشت قوی اور مضبوط ہوگئی ۔ اس کے اعضاء سخت اور مضبوط ہو گئے مَتِيْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد اس کا

معنی ہوگیا قوی، مضبوط۔

المتین کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ یہ القوۃ کی صفت ہے موصوف و صفت مل کر ذُوْ کا مضاف الیہ، زبردست قوت والا۔

۲۔ یہ خبر ہے اس کا مبتدا ھُوَ محذوف ہے ای ھُوَ الْمَتِیْنُ۔ وہ نہایت قوی و محکم ہے:

یہ آیت عدم ارادہ رزق و قوت کی علت ہے:

۵۱: ۵۹ == فَاِنَّ: ف عاطفہ اِنَّ حرف تحقیق ہے: بے شک، یقینًا، تحقیق،

== لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ لام اختصاص کا ہے۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول جمع مذکر۔ صلہ۔ جنہوں نے ظلم کیا۔ جنہوں نے اپنے رسول کی تکذیب کی!

== ذَنُوْبًا۔ اِنَّ کا اسم ہونے کی وجہ سے منصوب ہے ذَنُوْبٌ اصل میں بڑے ڈول کو کہتے ہیں جس سے کنویں سے پانی نکالا جاتا ہے۔ عربوں کی عادت تھی کہ کنووں اور کھایوں کا پانی ڈول سے تقسیم کیا کرتے تھے۔ ڈول کے ذریعہ پانی تقسیم کرنے میں الراجز کا شعر ہے۔

لنا ذنوب ولکم ذنوب : فان ابیتم فلنا القلیب۔

(ہمارے تمہارے درمیان پانی کی تقسیم) ایک ڈول تمہارا اور ایک ڈول ہمارا ہے۔

اگر تم یہ نہیں مانتے تو ساری کی ساری کھائی (یا کنواں) ہماری ہے۔

اس سے ذنوب یعنی الدلو ڈول کا اطلاق نصیب یعنی حصہ پر ہونے لگا۔

== اَصْحَابِھِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ساتھی۔ ان کے ہم مشرب۔ یعنی وہ گذشتہ زمانہ کے لوگ جنہوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی اور ان کی تکذیب کے مرتکب ہوتے۔

ھِمْ کی ضمیر قریش مکہ کی طرف راجع ہے۔

اضواء القرآن میں ہے:۔

معنی الأیۃ الکریمۃ۔ فان للذین ظلموا بتکذیب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذنوبًا ای نصیبا من عذاب اللہ مثل ذنوب اصحابھم من الامم الماضیۃ من العذاب لما کذبوا رسلھم۔ تحقیق ان ظالموں کے لئے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی خدا کے عذاب سے ویسا ہی حصہ ہے جیسا کہ ان کے ساتھیوں یا ہم مشربوں کا تھا جو گذشتہ امتوں میں اپنے رسولوں کی تکذیب کے مرتکب ہوئے۔

== لَا یَسْتَعْجِلُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب استعجال (استفعال) مصدر۔ جلدی مچانا۔ کسی چیز کے جلد واقع ہونے کی طلب کرنا۔ اصل لا یستعجلونی وہ مجھ سے (اس عذاب

کے آجانے کی) جلدی طلب نہ کریں ۔ (یہ عذاب تو ان کے نصیب میں ہو چکا۔ اور اپنے وقت پر آکر رہے گا) کافر جو کہتے تھے متی ھذا الوعد ان کنتم صدقین یہ ان کو اس کا جواب ہے۔

۵۱ : ۶۰ == وَیْلٌ عذاب، ہلاکت، تباہی، دوزخ کی ایک وادی کا نام۔ عذاب کی شدت

== یُوْعَدُوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب ۔ وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر ۔ ان کو وعید دی جارہی ہے ، ان سے وعدہ عذاب کیا جارہا ہے ۔

== یَوْمِھِمُ : مضاف مضاف الیہ ۔ ان کا دن ، مراد یوم قیامت ہے :

ترجمہ پس تباہی ہے ان کے لئے جنہوں نے کفر کیا اس دن سے جس کا (ان سے) وعدہ کیا گیا ہے یا ۔ جس کی ان کو وعید دی گئی ہے ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۵۲) سُورَۃُ الطُّورِ مَکِّیَّۃ (۷۶)

۵۲ : ۱ = وَالطُّوْرِ۔ واؤ قسمیہ ہے الطُّور سے مراد طور سینا ہے جو مدین کا ایک پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا کلام سنا تھا۔ قسم ہے طور کی :

۵۲ : ۲ = وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔ واؤ عاطفہ ہے کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ موصوف وصفت مل کر معطوف الطور کا۔ اور قسم ہے کتب کی جو لکھی ہوئی ہے۔

مَسْطُوْرٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ لکھا ہوا۔ لکھی ہوئی، سَطْرٌ قطار کو کہتے ہیں خواہ کسی کتاب کی ہو۔ کیونکہ حروف ایک دوسرے کے بعد ترتیب سے ایک قطار میں لکھے جاتے ہیں۔ یا درختوں کی ہو یا آدمیوں کی۔ سَطَرَ فُلَانٌ کَذَا، کے معنی ہیں ایک ایک سطر کر کے لکھنا :

۵۲ : ۳ = فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ متعلق مسطور ہے : رَقٍّ۔ الرِّقَّۃُ۔ (باریکی) اور دِقَّۃٌ کے معنی ایک ہی معنی ہیں۔ لیکن رِقَّۃٌ بلحاظ کناروں کی باریکی کے استعمال ہوتا ہے اور دِقَّۃ بلحاظ عمق کے بولا جاتا ہے۔ پھر اگر رقت کا لفظ اجسام کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد صفاقت آتی ہے۔ جیسے ثَوْبٌ رَقِیْقٌ (باریک کپڑا) اور ثَوْبٌ صَفِیْقٌ (موٹا کپڑا) اور دل کے متعلق استعمال ہو تو اس کی ضد قساوت آتی ہے مثلاً نرم دل کے متعلق کہا جاتا ہے فُلَانٌ رَقِیْقُ الْقَلْبِ اور اس کے بالمقابل سخت دل کو قَسِیُّ الْقَلْبِ کہیں گے :

الرَّقُّ کے اصلی معنی کھال یا چمڑا کے ہیں۔ قدیم زمانہ میں جب کہ کاغذ سازی کی صنعت ابھی اپنے ابتدائی مراحل میں تھی۔ حسب ضرورت پائدار کاغذ نایاب تھا اس لئے دستور یہ تھا کہ کھال کو رگڑ رگڑ کر خوب باریک اور مصفیٰ بنالیا جاتا تھا۔ اور اس میں چمک سی پیدا ہو جایا کرتی تھی۔ اور ایسی تیار شدہ کھال پر آسمانی صحائف، قیمتی دستاویزات اور شاہی فرمان لکھے جاتے تھے۔

= مَّنْشُوْرٍ۔ اسم مفعول واحد مذکر نَشْرٌ (باب ضرب، نصر، سمع) مصدر۔ مَنْشُوْرٍ کھلا ہوا۔ کشادہ، پھیلا یا ہوا۔ یہاں کھلا ہوا سے مراد یہ ہے کہ سب کے لئے کھلا ہوا جس کا جی چاہے پڑھے۔ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۔ کھلے اوراق میں لکھا ہوا۔

ترجمہ آیات ۲ : ۳ : اور قسم ہے اس کتاب کی جو کھلے ورق پر لکھی ہوئی ہے۔

یہاں اس سے مراد قرآن مجید یا جملہ کتب آسمانی ہیں۔

۵۲: ۴ = وَالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ : واؤ عاطفہ ہے البیت الْمَعْمُوْرِ موصوف وصفت، اس کا عطف والطور پر ہے اور قسم ہے بیت معمور کی۔ المعمور اسم مفعول واحد مذکر عَمْرٌ و عِمَارَةٌ (باب نصر) مصدر۔ آباد کیا ہوا۔ البیت المعمور آباد گھر، اس سے مراد خانہ کعبہ ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد آسمانی کعبہ ہے جو معراج کی رات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا تھا اور جو ہمارے کعبہ کے عین مقابل جہت میں واقع ہے المعمور کی صفت دونوں گھروں پر صادق آتی ہے آسمانی کعبہ اگر فرشتوں اور ان کی عبادت سے آباد ہے اور پُر نور ہے۔ تو بیت الحرام بھی طائفین اللہ راکعین وساجدین سے مزین اور معمور ہے۔

اور قسم ہے بیت معمور کی،

۵۲: ۵ = وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ : اس کی بھی وہی ترکیب ہے جو البیت المعمور کی ہے اور قسم ہے بلند چھت کی

= وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ۔ اس کی ترکیب بھی ویسی ہی ہے جیسے آیت سابقہ کی۔ اور قسم ہے البحر المسجور کی۔ المسجور اسم مفعول واحد مذکر سَجْرٌ (باب نصر) مصدر۔ (پانی کا دریا کو) بھرنا۔

البحر سے کونسا سمندر مراد ہے بعض کے نزدیک اس سے مراد دنیوی سمندر ہی ہے جسے ہم دیکھتے اور جانتے ہیں۔ بعض نے اس سے مراد وہ سمندر لیا ہے جس پر عرش عظیم ہے۔ ابوداؤد نے حضرت احنف بن قیس سے ایک طویل حدیث بیان کی ہے۔

اسی طرح المسجور سے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ مسجور۔ بمعنی مملو، پُر۔ بھرا ہوا۔ جیسے کہتے ہیں سجرت الاناء بالماء میں نے برتن کو پانی سے بھر دیا

۲۔ مسجور بمعنی مُوْقَدٌ۔ بھڑکایا ہوا، چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ سمندر کو قیامت کے دن بھڑکا کر آتش دوزخ میں اضافہ کیا جائے گا۔ قرآن مجید میں ہے ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ۔ (۴۰: ۷۲) پھر آگ میں جھونکے جائیں گے۔ اور جگہ فرمایا وَ اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (۸۱: ۶) اور جس وقت دریا آگ میں جائیں گے:

خواجہ حسن بصری رح نے اس کے معنی یہ کئے ہیں۔ جب دریا آگ سے بھڑکا دیئے جائیں گے

۳۔ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ مسجور بمعنی محبوس ہے روکا ہوا۔ کہ سمندر کو قدرت خداوندی نے روک رکھا ہے کہ وہ تمام زمین پر نہیں بہتا ورنہ سب کو غرق کر دیتا۔ چنانچہ حدیث

شریف میں ہے مَا مِنْ يَوْمٍ اِلَّا وَالْبَحْرُ يَسْتَأْذِنُ رَبَّهٗ اَنْ يُّغْرِقَ بَنِيْٓ اٰدَمَ : کوئی دن بھی ایسا نہیں آتا جب کہ سمندر اپنے رب سے بنی آدم کو غرق کر دینے کی اجازت نہ چاہتا ہو۔

مذکورہ بالا اقوال سے قوی قول یہ ہے کہ المسجور بمعنی مُوْقَدٌ (بھڑکایا ہوا) ہے

۵۲: ۷ = اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل عَذَابَ اسم اِنَّ (عَذَابَ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابَ کا۔ لام تاکید کا وَاقِعٌ خبر)

قسم ہے طُوْر کی، قسم ہے کتاب مسطور کی، قسم ہے البیت المعمور کی، قسم ہے سقف مرفوع کی، قسم ہے البحر المسجور کی، کہ آپ کے رب کا عذاب یقیناً آکر رہے گا۔

وَاقِعٌ اسم فاعل واحد مذکر: وَقُوْعٌ (باب فتح) مصدر۔ لازمی ہو جانے والا۔

۵۲: ۸ = مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۔ مَا نافیہ، مِنْ زائدہ ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے دَافِعٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ دفع کرنے والا۔ ٹالنے والا۔ ہٹانے والا۔ اُسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔ یہ اِنَّ کی خبر ثانی ہے یا واقع کی صفت۔ یہ جملہ معترضہ بھی ہو سکتا ہے۔

۵۲: ۹ = يَوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا : يَوْمَ مفعول فیہ ہے تَمُوْرُ مضارع واحد مؤنث غائب: مَوْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھرنا۔ تیز چلنا۔ وہ تیز چلتی ہے یا چلے گی۔ وہ پھٹ جائے گی۔ وہ لرزے گی۔ مَوْرًا مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے

اہل لغت کہتے ہیں کہ کبھی آگے بڑھے کبھی پیچھے ہٹے۔ اور اس طرح جھولے جس طرح کہ تیز جھکڑ میں لمبی کھجوریں جھومتی ہیں۔ تو اس حالت کو بیان کرنے کے لئے مَارَ يَمُوْرُ کے لفظ استعمال کئے جاتے ہیں مقصد یہ بتانا ہے کہ وسیع و عریض آسمان جس کو اپنے مقام سے بال برابر کبھی سرکتے نہیں دیکھا گیا کبھی اضطرابی حرکت اس میں رونما نہیں ہوئی وہ اس روز ایک معمولی اور ہلکی چیز کی مانند ڈول رہا ہوگا۔ جھول رہا ہوگا۔

جس دن آسمان بڑی بری طرح تھرتھرا رہا ہوگا:

۵۲: ۹-۱۰ = وَتَسِيْرُ الْجِبَالُ واؤ عاطفہ، تَسِيْرُ مضارع واحد مؤنث غائب سَيْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ سَيْرًا۔ مفعول مطلق تاکید کے لئے۔ اور پہاڑ بری طرح اڑتے پھریں گے۔

۵۲: ۱۱ = فَوَيْلٌ ف فصیحت کے لئے ہے وَيْلٌ بربادی، ہلاکت (ملاحظہ ہو ۵۱: ۶۰)

= يَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمان۔ منصوب مضاف، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس روز، اس دن، ای اذا وقع ذٰلِكَ جب یہ واقعات وقوع پذیر ہوں گے۔

== مُكَذِّبِيْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ جر تکذیبٌ (تفعیل) مصدر، جھٹلانے والے، تکذیب کرنے والے۔

پس اس روز تکذیب کرنے والوں کے لئے بربادی ہو گی۔

۵۲: ۱۲ == اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ : الذین اسم موصول جمع مذکر، يَلْعَبُوْنَ صلہ فِيْ خَوْضٍ جار مجرور مل کر متعلق يَلْعَبُوْنَ ہ جو تفریح طبع کے لئے فضول باتوں میں لگے رہتے ہیں خَوْضٌ (باب نصر) اصل میں اترنے اور اس کے اندر چلے جانے کو کہتے ہیں ۔ بطور استعارہ کسی کام میں مشغول رہنے پر بولا جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال فضول کاموں میں لگے رہنے پر ہوا ہے ؛ واذا رایت الذین یخوضون فی ایٰتنا فاعرض عنھم (۶: ۶۸) اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کے بارے میں بے ہودہ بکواس کر رہے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

يَلْعَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے ہیں، استہزاء کرتے ہیں

۵۲: ۱۳ == يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۔ يَوْمَ مفعول فیہ۔ يُدَعُّوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب : وہ دھکے مار کر ہنکائے جائیں گے، وہ نہایت سختی سے دھکیلے جائیں گے۔ دَعٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی سختی سے دھتکارنا۔ دَعًّا مفعول مطلق، يَوْمَ يُدَعُّوْنَ بدل ہے يَوْمَ تَمُوْرُ سے

۵۲: ۱۴ == هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۔ آیت سے قبل وَقِيْلَ لَهُمْ عبارت مقدرہ ہے ان سے کہا جائے گا۔ یہی ہے وہ آگ جسے تم جھٹلایا کرتے تھے

۵۲: ۱۵ == اَفَسِحْرٌ هٰذَا ۔ ہمزہ استفہام انکاری توبیخی ہے فَ تعقیب کا ہے یعنی دنیا میں تم وحی و معجزات کو سحر کہا کرتے تھے ۔ اب حقیقت سامنے آگئی ہے تو تمہارے خیال میں کیا یہ بھی جادو ہے

ای یقال لھم ذٰلك : یعنی ان سے یہ کہا جائے گا.......

== اَمْ ۔ بمعنی یا ۔ لَا تُبْصِرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر اِبْصَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم نہیں دیکھتے ہو ۔ یعنی یا کیا تم کو یہ آگ دکھائی نہیں دیتی جس طرح دنیا میں تم کو معجزات دکھائی نہیں دیتے تھے۔

== اِصْلَوْهَا : فعل امر، جمع مذکر حاضر صَلِیٌّ (باب سمع) مصدر بمعنی آگ میں جلنا اور اس میں جا پڑنا ۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب، النَّار کے لئے ہے ۔ تم اس میں جا پڑو ۔ تم اس کے اندر چلے جاؤ۔

== اِصْبِرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر، تم صبر کرو۔

== اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۔ اَوْ حرف عطف ہے ۔ اکثر تخییر کے معنی میں آتا ہے یعنی دو چیزوں میں سے

ایک کو انتخاب کرنے کا اختیار دیا (دیام)۔

لَا تَصْبِرُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر، تم صبر نہ کرو، مطلب یہ کہ تم اب نارِ جہنم میں جلنے پر صبر سے کام لو یا بے صبری سے تمہارے لئے دونوں برابر ہیں۔ اب تو تمہیں تمہارے کرتوتوں کی سزا ہر صورت میں بھگتنا ہوگی۔

= سَوَاءٌ : مصدر بمعنی اسم فاعل ہے یعنی دونوں چیزیں تمہارے لئے برابر ہیں سَوَاءٌ خبر ہے مبتدا محذوف کی ای صبرکُمْ وترکہ سواءٌ۔

= تُجْزَوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی بدلہ دینا اور کافی ہونا۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے، تم جزا دیئے جاؤ گے۔

= مَا موصول۔ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اس کا صلہ۔ جو تم کیا کرتے تھے۔ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ سواء کی تعلیل ہے۔

= فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝ دونوں میں تنوین تعظیم کے لئے ہے ای جنّٰتٍ عظیمۃٍ و نَعِيْمٍ عظِيْمٍ یعنی عظیم الشان جنتیں اور عالی قدر راحتیں۔

۵۲ : ۱۸ = فٰكِهِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب۔ فٰكِهٌ واحد فَكَاهَةٌ اسم مصدر۔ مزہ اڑانے والے۔ فَاكِهَةٌ بمعنی اسم فاعل ہے بمعنی ظریف۔ ہنس ہنس کر باتیں کرنے والا دوستوں سے ہنسی کرنے والا۔ اور خوب ٹھٹھے لگانے والا۔ بہت زیادہ ہنس مکھ، نصب بوجہ حال ہونے کے ہے۔

= بِمَا۔ ب سببیہ مَا مصدریہ ای فٰكِهِيْنَ بِاِيْتَاءِهِمْ رَبُّهُمْ : اپنے رب کی عطاء (دین) پر مزے اڑاتے ہوئے۔

= اٰتٰهُمْ : اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ دینا۔ عطا کرنا ___ الشئ کسی کو کوئی چیز دینا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ المتقین کے لئے ہے

= وَوَقٰهُمْ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف اٰتٰهُمْ پر ہے۔ وَقٰى ماضی واحد مذکر غائب وِقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو بچالیگا۔ محفوظ رکھیگا۔ هُمْ کا مرجع المتقین ہے۔ وہ (ان کا رب) ان کو بچالیگا۔

= عَذَابَ الْجَحِيْمِ ، مضاف مضاف الیہ مل کر وَقٰى کا مفعول ثانی۔ مَا مصدریہ کی صورت میں (وَوِقَايَتِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ) ترجمہ ہوگا۔ اور اپنے رب کی طرف سے عذاب دوزخ سے بچاؤ پر مزے اڑاتے ہوئے۔

۲ا۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا طَعَامًا وَشَرَابًا هَنِيْئًا تم خوش گوار کھانے کھاؤ اور خوشس مزہ مشروب پیو۔ اس صورت میں یہ مفعول بہ کی صفت ہوگا۔

هَنِيْئٌ اس چیز کو کہتے ہیں جس کے کھانے پینے میں دشواری نہ ہو اور کھانے کے بعد معدے میں گرانی نہ ہو۔

== بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ہ ب سببیہ مَا موصولہ اور كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، صلہ۔ بسبب ان اعمال کے جو تم کرتے رہے تھے۔

۵۲: ۲۰ == مُتَّكِئِيْنَ ، اسم فاعل جمع مذکر۔ منصوب بوجہ كُلُوْا یا وَقٰهُمْ یا اٰتٰهُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہونے کے مُتَّكِئٌ واحد اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر، تکیہ لگاتے ہوئے۔ پیچھے سے گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوتے۔

== سُرُرٍ۔ سَرِيْرٌ کی جمع ہے۔

راغب لکھتے ہیں: سَرِيْرٌ یعنی جس پر سرور سے بیٹھا جائے کیونکہ یہ ارباب نعمت ہی کے پاس ہوتا ہے۔ اس کی جمع اَسِرَّةٌ بھی آتی ہے یہاں مَصْفُوْفَةٍ کا موصوف آیا ہے

== مَصْفُوْفَةٍ۔ سُرُرٍ کی صفت ہے صفوں کی صورت میں رکھے ہوئے۔

== زَوَّجْنٰهُمْ۔ زَوَّجْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَزْوِيْجٌ (تفعیل) مصدر ہم نے ان کو بیاہ دیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اس کا مرجع المتقین ہے جن کا ذکر چلا آرہا ہے۔

== حُوْرٍ۔ حوریں۔ حَوْرَاءُ کی جمع ہے حَوَرًا نہایت ہی گوری عورت کو کہتے ہیں۔

== عِيْنٍ بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زنانِ فراخ چشم، عَيْنَاءُ کی جمع ہے جس کے معنی بڑی اور خوبصورت آنکھوں والی کے ہیں۔ یہ مؤنث کے لئے مستعمل ہے مذکر کے لئے اَعْيَنُ ہے جس کا مطلب ہے ایسا شخص جس کی آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ ہوں۔

۵۲: ۲۱ == وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ الموصول مبتداء۔ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اس کی خبر۔ وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ جملہ معترضہ، اَلْحَقْنَا بِهِمْ کی تعلیل کے لئے۔ یا یہ معطوف ہے اور اس کا عطف الذین اٰمنوا پر ہے۔

۔ بِاِيْمَانٍ متعلق اتباع۔

== مَا اَلَتْنٰهُمْ۔ ماضی منفی جمع متکلم۔ اَلَتَّ۔ اَلَتَّ۔ اِيْلَاتٌ وَ اِلَاتَةٌ (باب ضرب) مصدر ـــــ حَقَّهٗ حق کو کم کرکے دینا۔ ہم ان کا حق ان کو کم کرکے نہیں دیں گے۔ ہم ان کے حق میں کوئی کمی نہیں کریں گے:

اگر مَا موصولہ لیا جائے تو ترجمہ ہوگا، بے شک جو پرہیزگار ہیں باغوں اور نعمتوں میں چین کرتے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کو ان کے رب نے عطا کیں اور ان کا رب ان کو عذابِ دوزخ سے بچا دے گا۔ (آیات ۱-۱۸) تفسیر حقانی۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بھی داخل فرمائے گا اور انہیں عذاب جہنم سے بچالیگا۔ اس کو علیحدہ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عذاب دوزخ سے بچنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر موقوف ہے ورنہ انسان کے اعمال تو اس قابل ہی نہیں کہ دوزخ سے بچنے کی ضمانت بن سکیں؛ ہم جو نیک اعمال کرتے ہیں ان میں بھی ایسی ایسی خامیاں اور کمزوریاں پائی جاتی ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے قبول نہ فرمائے تو ان کی حیثیت ایک کھوٹے سکے سے زیادہ نہ ہوگی۔ یہ تو صرف اس کی مہربانی ہے کہ وہ ہماری ناقص عباداتوں کو شرف قبولیت سے نوازدے اور ہمیں جہنم سے بچالے۔ (ضیاء القرآن)

= كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا۔ ای قیل لھم: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا......

كُلُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر۔ اصل میں اُءْكُلُوْا تھا۔ تم کھاؤ۔ اَكْلٌ کے حقیقی معنی کھانے کے ہیں۔ مجازاً مندرجہ ذیل معانی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ آگ کا لکڑی کو بالکل جلا دینا۔ اَكَلَتِ النَّارُ الْحَطَبَ۔ آگ نے ایندھن کو کھالیا۔

۲۔ کسی کی غیبت کرنا۔ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا (۴۹:۱۲) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے (یعنی غیبت کرے

۳۔ ناجائز طور پر کسی کا مال لے لینا۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (۴:۲۹) آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طور پر نہ لو۔

= وَاشْرَبُوْا۔ واؤ عاطفہ، اِشْرَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُرْبٌ (باب سمع) مصدر تم پیو۔

= هَنِيْٓـًٔا۔ هَنَاءٌ مصدر (باب فتح، نصر، ضرب) سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے پاکیزہ، خوش مزہ)

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا اَكْلًا شُرْبًا هَنِيْٓـًٔا۔ تم مزے لے لے کر خوشگواری کے ساتھ کھاؤ اور پیو۔ اس صورت میں بطور مفعول مطلق ہوگا۔ کیونکہ مصدر کی صفت میں آیا ہے۔

= ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب آیت ہذا میں ہر جگہ الذین اٰمنوا کے لئے ہے
ترجمہ ہوگا۔
اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت ایمان میں ان کے پیرو ہوئی تو ان کے ساتھ ان کی ذریت کو بھی ہم ملا دیں گے
= ذُرِّيَّةٌ کے اصل معنی چھوٹی اولاد کے ہیں مگر عرف میں مطلق اولاد پر یہ لفظ بولا جاتا ہے اصل میں یہ لفظ جمع ہے لیکن واحد جمع دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ (۳:۳۴) ان میں سے بعض بعض کی اولاد تھے۔
اس کے اشتقاق کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ یہ ذَرْءٌ سے مشتق ہے جس کے معنی پیدا کرنے اور پھیلانے کے ہیں۔ اور اس کی ہمزہ متروک ہوگئی ہے۔ جیسے رَوِيَّةٌ اور بَرِيَّةٌ میں۔ قرآن مجید میں ہے وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ (۷:۱۷۹) اور ہم نے پیدا کئے جہنم کے لئے۔
۲:۔ اس کی اصل ذُرْءِيَّةٌ بروزن فُعْلِيَّةٌ ہے۔
۳۔ یہ ذَرٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی بکھیرنے کے ہیں۔ ذَرٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی (اللہ کا اپنے بندوں کو زمین میں) پھیلا دینا۔
ذُرِّيَّةٌ کی جمع ذُرِّيَّاتٌ ہے قرآن مجید میں ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ (۲۶:۷۴) اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی (راہ) ایمان میں ان کی پیروی کی ہم ان کی اولاد کو بھی ان (کے درجے) تک پہنچا دیں گے، اور ان کے (یعنی مومنین کے) اعمال میں سے کچھ (اجر) کم نہ کریں گے:
= كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ : یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے، ہر شخص اپنے اپنے اعمال میں اسیر ہے۔ ای کل انسان مرھون ای محبوس او اسیر بکسبہ الباطل۔ ہر شخص اپنے اعمال باطل کے عوض مرہون ہے جب تک ان اعمال باطل سے ان کی سزا پاکر، یا اللہ تعالیٰ کی ذات والاصفات سے ان کی مغفرت پاکر اپنے آپ کو اس رہن سے فک نہیں کرا لیتے وہ اس میں محبوس رہیگا۔ (اور متذکرہ بالا) رعایتی نعمت حاصل کرنے کا مستحق نہ ہوگا۔

بہرکیف اس میں ایمان کا ہونا شرط ہے: خداوند تعالیٰ کا اس اولاد کو اس رہن سے خلاص ہونے سے بعد رفعت درجات عطا کر کے ان کے آباء کے ساتھ ملا دینا محض اس کا تفضل ہے اور احسان ہے۔

= بِمَا میں ب سببیہ ہے۔ مَا موصولہ کَسَبَ صلہ۔

= رَهِيْنٌ۔ گروی۔ گرفتار۔ پھنسا ہوا۔ رھن سے جس کے معنی گروی ہونے کے ہیں۔ بروزن فَعِيْلٌ بمعنی مفعول۔ مَرْهُوْنٌ ہے۔

۵۲: ۲۲ = وَ اَمْدَدْنٰهُمْ۔ اَمْدَدْنَا ماضی بمعنی مستقبل۔ صیغہ جمع متکلم۔ امدادٌ افعال مصدر۔ امداد کرنا۔ بوقتِ ضرورت یا حسب خواہش دینا۔ وقتاً فوقتاً دینا۔

اَمْدَدْنٰهُمْ ای زدناهم فی وقت بعد وقت (المدارک) هُمْ ای الأباء والابناء من سکان الجنۃ۔ یعنی جنت میں بسنے والے آباء و اجداد اور ان کی اولاد۔ (السیر التفاسیر) جن کو فضل الٰہی سے جنت میں باہم ملا دیا جائے گا

= مِمَّا۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور ما موصولہ ہے۔

= يَشْتَهُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر (جس کی) وہ خواہش کریں گے۔ (جسے) وہ چاہیں گے۔

ترجمہ:۔ اور ہم وقتاً فوقتاً انہیں میوے اور گوشت جسے وہ پسند کریں گے بافراط دیتے رہیں گے

۵۲: ۲۳ = يَتَنَازَعُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب تَنَازُعٌ (تفاعلٌ) مصدر۔ باہم (بطور تفریح) چھین جھپٹ کریں گے۔ ایک لے گا دوسرا دے گا (لغات القرآن)

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا۔ ای یتعاطون و یتناول بعضھم من بعض کاسًا (اضواء البیان) تعاطی کوئی چیز کسی کو پکڑانا۔ تناول۔ ہاتھ بڑھا کر کسی چیز کو لے لینا۔ (الفرائد الدّرّ)

باہم ملاطفت و محبت کے جذبہ سے سرشار کسی کو شراب کا پیالہ پکڑانا اور اسے لے لینے پر اصرار کرنا۔ اور دوسری طرف سے از راہ تلطف و تعطف قبول کرتے ہوئے لے لینا۔ اپنی کثرت میں یہ چھینا جھپٹی کا منظر پیش کرتا ہے۔ لہٰذا يَتَنَازَعُوْنَ کا استعمال لینے کی بنا پر بھی اور دینے کی بنا پر بھی ہوتا ہے۔

تنازعٌ باہم نزاع کرنا جھگڑنا۔ ایک دوسرے سے چھیننا۔ اختلاف کرنا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ (۱۸: ۲۱) اس وقت لوگ دن کے بارے میں باہم جھگڑنے لگیں گے۔

= كَاْسًا منصوب بوجہ مفعول ہے۔ شراب سے بھرے ہوئے پیالے۔ برتن میں بھرے مشروب کو كَاْسٌ کہا جاتا ہے اور برتن کو بھی۔ كَاْسٌ مفرد، مؤنث سماعی ہے اس کی جمع كُؤُوْسٌ و كَاْسَاتٌ ہے۔

= فِيْهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنّة ہے
= لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ: لا نفی جنس کے لئے ہے قاعدہ ہے اگر لا نفی جنس نکرہ مفرد دوسرے نکرہ کے ساتھ مکرر ہو تو پھر اختیار ہے کہ اسم کو خواہ نصب بلا تنوین دیں۔ جیسے فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ (۲: ۱۹۷) حج کے دنوں میں نہ عورت سے رغبت کرے نہ گناہ۔ خواہ رفع تنوین دیں۔ جیسے يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ (۲: ۲۵۴) وہ دن جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ یاری۔ یہی دوسری صورت آیت زیر مطالعہ میں اختیار کی گئی ہے۔ معنی ہوں گے: جس کے پینے سے نہ ہذیان رسائی ہو گی نہ کوئی گناہ کی بات۔
= لَغْوٌ (باب نصر، سمع، فتح مصدر ہے لَغْوٌ کے معنی بے معنی بات کے ہیں جو کسی شمار میں نہ ہو۔ بے سوچ سمجھ کر کی جائے، بک بک کرنا۔ بکواس کرنا۔ قرآن مجید میں ہے۔ لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ۔ (۴۱: ۲۶) اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو،
= فِيْهَا۔ ای فی شربھا۔ اس کے پینے میں۔ یعنی شراب کے پینے میں۔
= تَاْثِيْمٌ (تفعيل) مصدر۔ گنہگاری۔ گناہ میں ڈالنا۔ گناہ کی باتیں۔
لَا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ: ای لا یتکلمون فی اثناء الشرب بلغو الحدیث ولا یفعلون ما یؤثم بہ فاعلہ اس کے پینے کے دوران نہ تو یاوہ گوئی کی نوبت آئے گی اور نہ وہ ایسے فعل کا ارتکاب کریں گے جس کے کرنے والے پر گناہ لازم آئے۔
۵۲: ۲۴ = يَطُوْفُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب طَوْفٌ وطَوَافٌ (باب نصر) چکر لگاتے رہیں گے: خدمت کے لئے تیار رہیں گے۔
= غِلْمَانٌ۔ غُلَامٌ کی جمع ہے۔ الغلام اس لڑکے کو کہتے ہیں جس کی مسیں بھیگ چکی ہوں۔ لڑکا جو بھرپور جوانی میں ہو۔ قرآن مجید میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے ھٰذَا غُلٰمٌ یہ تو نہایت حسین لڑکا ہے۔
= لَهُمْ میں لام تخصیص کا ہے یعنی جو ان کے ہی مملوک ہوں گے۔ مشترک خادم نہیں ہوں گے: هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل بہشت کے لئے ہے۔
= كَاَنَّهُمْ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب: كَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب۔
كَاَنَّ چار معانی کے لئے مستعمل ہے۔

ا۔ عموماً تشبیہ کے لئے بکثرت یہی استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید میں بھی صرف اسی معنی کے لئے استعمال کیا گیا ہے (لا) کَاَنَّ تشبیہ کے لئے ہو تو خبر کا جامد ہونا ضروری ہے جیسے کَاَنَّہٗ هُوَ (۲۷:۴۲) یہ تو گویا ہو بہو وہی ہے»

۲:۔ شک اور ظن کو ظاہر کرنے کے لئے۔ یعنی متکلم اپنا گمان ظاہر کرنا چاہتا ہے: جیسے کَاَنَّکَ بالشتاء مُقبلٌ، میرا گمان ہے کہ تم جاڑا ساتھ لے کر آؤ گے: یعنی سردی کے زمانے میں واپس آؤ گے:

۳:۔ تحقیق کے لئے جیسے کَاَنَّ الْاَرْضَ لَیْسَ بِهَا هِشَامٌ: یعنی انّ الارض لیس بها هشام۔

۴:۔ تقریب کے لئے جیسے کانک بالدنیا لم تکن۔ عنقریب تم دنیا سے چلے جاؤ گے گویا تم دنیا میں موجود نہیں ہو۔

= لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ۔ موصوف وصفت۔ لُؤْلُؤٌ موتی اس کی جمع لَاٰلِیٔ ہے۔
مَکْنُوْنٌ اسم مفعول واحد مذکر، کَنٌّ اور کُنُوْنٌ (باب نصر) مصدر، چھپایا ہوا۔ صاف، محفوظ۔

۵۲: ۲۵ = اَقْبَلَ: ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اِقْبَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ متوجہ ہوگا۔ وہ رُخ کرے گا۔

= یَتَسَآءَلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَسَاؤُلٌ (تفاعل) مصدر، باہم ایک دوسرے سے پوچھیں گے۔ دنیا میں جو خوف اور دکھ تھا باہم اس کا تذکرہ کریں گے (ابن عباس)

۵۲: ۲۶ = قَالُوْا: ماضی بمعنی مستقبل، وہ کہیں گے:

= اِنَّا کُنَّا قَبْلُ: اس سے پہلے دنیا میں ہم:

= مُشْفِقِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب بوجہ کُنَّا کی خبر کے۔ ڈرنے والے۔ اِشْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ مشفِقٌ واحد۔ باب افعال، شَفَقٌ کا معنیٰ ہے غروب آفتاب کے وقت روشنی کا تاریکی سے اختلاط۔ اسی لئے جو محبت خوف کے ساتھ مخلوط ہو اس کو شفقت کہتے ہیں۔
باب افعال سے اشفاق کا معنی ہوگا۔ ایسی محبت کرنا جس میں خوف بھی لگا ہوا ہو۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ مشفق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف نہ پہنچنے سے ڈرتا ہے، ماں کا بچے کی بابت ڈرتے رہنا کہیں اسے تکلیف نہ پہنچے۔

باب افعال سے اس کی دو صورتیں ہیں:۔

ا:۔ اگر مِنْ کے واسطہ سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے جیسے وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۰ (۲۱:۴۹) اور وہ قیامت کا بھی خوف رکھتے ہیں
۲:۔ اگر اس کے بعد علٰی یا فِی مذکور ہو تو محبت کے معنی کا زیادہ ظہور ہوگا ۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
کہیں گے ہم بھی اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے اہل خانہ پر (اپنے انجام کے بارے میں) سہمے رہتے تھے۔ (ضیاء القرآن)

۵۲: ۲۷ == مَنَّ اللّٰهُ ۔ مَنَّ ماضی واحد مذکر غائب مَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ اس نے بڑا احسان کیا۔ یعنی ہم کو توفیق دی۔ ہماری مغفرت کردی، اور رحم فرمایا۔ مَمْنُوْنٌ احسان مند
== وَقٰىنَا۔ وَقٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ وِقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ اس نے ہم کو بچالیا۔
== عَذَابَ السَّمُوْمِ مضاف مضاف الیہ مل کر وَقٰى کا مفعول ثانی،
السَّمُوْم ۔ لو۔ تیز بھاپ۔ وہ گرم ہوا جو زہر (سم) کا سا اثر کرے ۔ سموم کہلاتی ہے یہ مؤنث ہے اس کی جمع سمائم ہے۔ باد سموم۔ وہ ہوا جو عرب کے صحراؤں میں چلتی ہے اور زہر کا اثر رکھتی ہے۔

ترجمہ۔ اور اس نے ہم کو گرم لو (زہر کی سی اثر والی لو) سے بچالیا۔

۵۲: ۲۸ == مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل هٰذَا: اس سے قبل۔
== كُنَّا نَدْعُوْهُ۔ ماضی استمراری جمع متکلم دُعَاءٌ دَعْوَةٌ (باب نصر) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ہم اس سے دعا کیا کرتے تھے، یعنی عذاب دوزخ سے بچنے کی دعا مانگا کرتے تھے یا اس کی ہی عبادت کیا کرتے تھے۔
== اَلْبَرُّ: احسان کرنے والا۔ نیک سلوک کرنے والا۔ بِرٌّ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بَرٌّ (بمعنی زمین اور جنگل) کے معنی میں چونکہ وسعت کا تصور موجود ہے اس لئے اس سے بِرٌّ کا اشتقاق ہوا۔ جس کے معنی خوب نیکی کرنے کے ہیں ۔ چنانچہ بِرٌّ کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (آیت ہذا) بیشک وہی ہے بڑا احسان کرنے والا مہربان۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ (۱۹: ۱۴) (اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا) چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کے لئے اس لفظ کا استعمال ہوگا تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوں گے اور جب بندہ کے لئے آئیگا تو اطاعت کرنے کے معنی ہوں گے:

بِرّ والدین سے مراد ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ہے اسی کی ضد ہے۔
بَرٌّ نیکی، بَرٌّ و اَبْرَارٌ نیکوکار، اچھا سلوک کرنے والا۔ اچھا سلوک کرنے والا۔ هُوَ بَارٌّ وَ بَرٌّ بِوَالِدَیْهِ
وہ اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا ہے۔
== الرَّحِیْمُ ۔ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے نہایت رحم والا۔ بڑا مہربان، اس کی جمع رُحَمَاءُ ہے
۵۲ : ۲۹ == فَذَكِّرْ ۔ اس میں فَ سببیہ ہے پہلا کلام تذکیر کی علت ہے اللہ کی طرف سے وعدہ اور وعید کو پورا کرنا وعظ اور نصیحت کے حکم کا سبب ہے۔
ذَكِّرْ امر واحد مذکر حاضر، تَذْكِیْرٌ تَفْعِیْلٌ مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا، تو نصیحت کر
== فَمَا اَنْتَ ..... الخ ۔ اس میں فار تعلیلیہ ہے یعنی آپ لوگوں کو نصیحت کیجئے کیونکہ آپ اللہ کے فضل سے نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون۔ مَا نافیہ ہے۔
== بِنِعْمَتِ رَبِّكَ ۔ بَ ملابست (مصاحبت کے لئے ہے۔ (کے ساتھ)
یا یہ قسم کے لئے ہے لیکن اقرب یہ ہے کہ بَ سببیہ ہے (روح المعانی)
نعمۃ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ نعمۃ مضاف کا۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور حرف جار بَ کا۔ آپ کے رب کی نعمت کے سبب سے۔
== بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ، ب زائدہ ہے تاکید کے لئے ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
کیونکہ آپ اپنے رب کے فضل کے سبب سے نہ کاہن ہیں نہ مجنون ہیں۔
کاہن اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہو۔ اور عَرّاف اسے کہتے ہیں جو آئندہ کے متعلق خبر دیتا ہو۔ ان دونوں پیشوں کی بنا چونکہ ظن پر ہے جس میں صواب و خطا کا احتمال پایا جاتا ہے اس لئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔
مَنْ اَتٰی عَرَّافًا اوکاھنًا فصدقهٗ بماقال فقد کفر بما انزل علٰی ابی القاسم (صلی اللہ علیہ وسلم) (حدیث شریف)
جو شخص عراف یا کاہن کے پاس جا کر ان کے قول کی تصدیق کرے تو اس نے جو ابوالقاسم (یعنی مجھ پر) اتارا گیا اس کے ساتھ کفر کیا۔
== مَجْنُوْنٌ : اسم مفعول واحد مذکر۔ جمع مجانین۔ دیوانہ
۵۲ : ۳۰ == اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ ۔ اَمْ حرف اضراب بَلْ کے معنی میں ہے یعنی وہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن اور مجنون کہتے تھے۔ جس کی نفی خدا تعالیٰ نے ان الفاظ میں کردی۔ فَمَا اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ۔ بلکہ وہ مزید براں آپ کو شاعر بھی کہتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم اس کے حق میں زمانے کے حوادث کا انتظار کر رہے ہیں۔ یعنی حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

مطلب یہ کہ آپ شاعر ہیں جس طرح اور شاعر زہیر، نابغہ وغیرہ مرگئے اور ان کے ساتھ ان کا کلام بھی مرگیا۔ اور ان کے بہی خواہ اور ثناخوانان بھی ختم ہوگئے۔ یہ بھی مرجائیں گے اور ان کے ساتھ ان کا کلام اور ان کے ساتھی ختم ہوجائیں گے: ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے۔

== نَتَرَبَّصُ۔ مضارع جمع متکلم تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر بمعنی انتظار کرنا۔ ہم انتظار کرتے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ۔ (۲: ۲۲۸) مطلقہ عورتوں کو چاہئے کہ انتظار کریں

== رَيْبَ الْمَنُوْنِ: مضاف مضاف الیہ مل کر نتربص کا مفعول۔

رَيْبٌ باب ضرب سے مصدر ہے۔ اس کے معنی شک اور گمان میں ڈالنے کے ہیں۔ رَيْبٌ استعمال اس شک یا گمان کے متعلق ہوتا ہے جس کی حقیقت بعد میں اس کے برخلاف منکشف ہو جائے۔ اور چونکہ زمانہ کی گردشوں کی تعینِ اوقات میں بھی شک ہوتا ہے کہ خدا جانے کب گردش کا وقت آجائے اس لئے جب زمانہ کے ساتھ ریب کا استعمال ہوگا تو گردش کے معنی ہوں گے:

اَلْمَنُوْنِ: مَنَّ يَمُنُّ مَنٌّ وَمِنَّةٌ (باب نصر) سے ہے جس کے معنی رسّی کاٹنا ہیں اسی کاٹنا کی نسبت سے موت کو بھی المنون کہتے ہیں کیونکہ یہ عمر کو قطع کرتی ہے۔ اسی لحاظ سے مَنٌّ بمعنی زمانہ بھی ہے کہ تعداد ایام کو کم اور زندگی کو قطع کرتا ہے۔

رَيْبُ کا استعمال جب زمانہ کے ساتھ ہوگا تو مراد گردشِ زمانہ یا حوادثِ زمانہ ہوں گے اور زندگی کا سب سے بڑا حادثہ یا گردش انسان کی موت ہے۔ حادثہ موت میں ریب یعنی شک سے مراد یہ نہیں کہ موت کے وقوع میں شک وشبہ ہے بلکہ اس لحاظ سے ریب کہا جاتا ہے کہ اس کے تعین اوقات میں انسان متردد رہتا ہے کہ خدا جانے کب اس کا وقت آجائے۔

لہٰذا ریب المنون کے معنی یہاں حادثہ موت کے ہیں۔ یعنی کافر کہتے ہیں کہ یہ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) ایک شاعر ہیں ہم ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں جس کے بعد ان کا بھی وہی حشر ہوگا جو دوسرے شعراء کا ہوتا ہے یعنی موت کے بعد لوگ ان کو اور ان کے کلام کو

بھول جائیں گے۔

۵۲:۳۱ == قُلْ ای قل لھم یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہہ دیجئے۔

== تَرَبَّصُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر۔ تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر۔ تم انتظار کرو۔

== اَلْمُتَرَبِّصِيْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ حالت جر۔ مُتَرَبِّصٌ واحد۔ انتظار کرنے والے

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

لے میرے نبی! ان بے سروپا امیدیں باندھنے والوں سے کہہ دو، بڑی اچھی بات ہے کہ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کروں گا۔ وقت خود ہی فیصلہ کردے گا کہ کون حق پر تھا اور کون گمراہ تھا۔ کامیابیاں کس کے قدم چومتی ہیں اور عذاب الٰہی کس پر نازل ہوتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

۵۲:۳۲ == اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ: اَمْ کیا۔ تَاْمُرُهُمْ۔ تَاْمُرُ مضارع واحد مؤنث غائب، اَمْرٌ (باب نصر) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ اَحْلَامُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کی عقلیں۔ اَحْلَامٌ حِلْمٌ کی جمع جس کے معنی بردباری کے ہوتے ہیں اور چونکہ بردباری عقل کی وجہ سے ہوتی ہے اس لئے حِلْمٌ کے معنی عقل کے بھی لیتے ہیں گویا سبب بول کر مسبب مراد لیتے ہیں

اور جگہ قرآن مجید میں اَحْلَامٌ بمعنی خواب بھی آیا ہے مثلاً قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ (۱۲:۴۴) انہوں نے کہا کہ یہ تو پریشان سے خواب ہیں۔

بِهٰذَآ۔ میں اشارہ کفار مکہ کی مختلف و متضاد باتوں کی طرف ہے یعنی کبھی کہنا کہ کاہن ہے پھر کہنا کہ مجنون ہے اور کبھی کہنا کہ یہ شاعر ہے وغیرہ وغیرہ۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا ان کی عقلیں ان (متضاد اقوال) کا ان کو حکم دے رہی ہیں۔؟

== اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ: یا یہ لوگ ہی شریر ہیں۔ یہاں اَمْ بمعنی بَلْ بطور حرف اضراب آیا ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ یہ اقوال وہ کسی سمجھ یا عقل کی بنا پر کہہ رہے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ہی طاغون ہیں۔ طَاغُوْنَ نافرمان۔ سرکش۔ شریر۔ معصیت میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طُغْيَانٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طَاغِيٌ کی جمع۔

۵۲:۳۳ == اَمْ يَقُوْلُوْنَ: میں اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

== تَقَوَّلَهٗ۔ تَقَوَّلَ ماضی واحد مذکر غائب، تَقَوُّلٌ (تفعل) مصدر۔ تَقَوَّلَ عَلَیْہِ الْقَوْلَ کسی کے خلاف جھوٹ گھڑنا۔ کسی پر جھوٹ تھوپنا۔ تَقَوَّلَ اس نے جھوٹ گھڑ لیا ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع قرآن ہے اس نے اس کو جھوٹ گھڑ لیا۔ اس نے اس کو (خود) بنا لیا۔

اور جگہ قرآن مجید ہے وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ۔ (۴۴:۶۹) اور اگر یہ پیغمبر ہماری نسبت کوئی بات جھوٹ بنا لاتے۔

== بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ، ان کا یہ کہنا (تَقَوَّلَهٗ کہنا) صحیح نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ دشمنی اور فرط عناد کی وجہ سے یہ لوگ ایمان ہی نہیں لاتے۔ اور اس قسم کی باتیں بناتے ہیں۔

۵۲: ۳۴ == فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ جملہ جواب شرط ہے شرط سے قبل لایا گیا ہے فَ جواب شرط کے لئے ہے یَاْتُوْا مضارع جمع مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ پس وہ لے آئیں۔ بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اس جیسا کلام، ہٗ کا مرجع قرآن ہے

== اِنْ کَانُوْا صٰدِقِیْنَ۔ صٰدِقِیْنَ، صِدْقٌ سے اسم فاعل جمع مذکر، بحالت نصب بوجہ خبر کَانَ۔ سچے، سچ بولنے والے۔

۵۲: ۳۵ == اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ۔ اَمْ استفہام انکاری کے لئے آیا ہے۔ خُلِقُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب خَلْقٌ (باب نصر) مصدر کیا وہ پیدا کئے گئے۔ کیا وہ بنائے گئے۔

مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ بغیر کسی خالق کے۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ۔ مراد اس سے یہ ہے کہ کیا بغیر رب خالق کے یہ پیدا ہو گئے۔ ایسا ناممکن ہے کیونکہ حادث جو پہلے معدوم تھا بغیر محدث (یعنی پیدا کرنے والے کے) پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔

۲۔ وہ بغیر کسی وجہ کے پیدا کئے گئے ہیں یعنی عبادت پر مامور کئے جانے کے بغیر اور بلا سزا و جزا کے مقصد کے یونہی بیکار پیدا کیا گیا ہے۔ کہ ان پر احکام شرعی نافذ نہ ہوں نہ ان کو اعمال کا اچھا یا برا بدلہ حشر میں نہ دیا جائے گا۔

۳۔ اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ بغیر مادے کے پیدا ہو گئے ہیں حالانکہ اس کا ان کو اقرار تھا اور ہونا بھی چاہئے اور سب کو اقرار ہے کہ انسان منی کے قطرہ سے بنایا گیا ہے، پس پس جیسا وہ جانتے ہیں تو سمجھ لیں کہ ایک قطرہ میں سے بعض کو قلب اور بعض کو دماغ اور بعض کو جگر اور بعض کو ہڈی اور بعض کو پٹھا بنا دیا۔ اور پھر کس نے یہ کاریگری اس میں کی ہے

اسی خدا ئے قادر مطلق نے کہ جس کا کوئی شریک و مددگار نہیں۔ پس وہ قادرِ مطلق بارِ دگر بھی اس کو پیدا کر سکتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

== اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ: یا وہ خود ہی (اپنے) خالق ہیں۔ اَمْ بطور استفہام انکاری ہے۔

۳۶:۵۲ == اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ۔ استفہام انکاری ہے۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا؟ نہیں یہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جب تم ان سے پوچھو کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ: (۴۳: ۸۷) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا۔ تو کہہ دیں گے خدا نے (۳۹: ۳۸)۔

بَلْ: اضراب کے لئے ہے یعنی ماقبل کے ابطال کے لئے اور مابعد کے اقرار کے لئے۔ یعنی ان کا یہ کہنا باطل اور محض زبانی وکلامی ہے کہ ان کو اور آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا اس پر کوئی یقین ہی نہیں۔

== لَا يُوْقِنُوْنَ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب: اِيْقَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ یقین نہیں کرتے ہیں۔

۳۷:۵۲ == دونوں جگہ اَمْ استفہام انکاری ہے

== عِنْدَهُمْ، عِنْدَ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان کے پاس، ان کے نزدیک۔ جیسے وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ (۲: ۲۱۷) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے

== اَلْمُصَيْطِرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر مُصَيْطِرٌ واحد یہ لفظ اصل میں مسیطر تھا س کو ص سے بدل دیا گیا۔ جیسے سراط کو صراط کہا جاتا ہے سَيْطَرَةٌ مصدر ہے۔ جس کے معنی ہیں کسی کام پر مقرر ہونا۔ ذمہ دار ہونا۔ اس لئے مُسَيْطِرٌ یا مُصَيْطِرٌ کا ترجمہ ہوا۔ ذمہ دار، نگران، سطر مادہ۔

۳۸:۵۲ == اَمْ استفہام انکاری ہے۔ سُلَّمٌ سیڑھی۔ زینہ۔ سیڑھی کے ذریعہ چونکہ آدمی سلامتی کے ساتھ اوپر پہنچ جاتا ہے اس لئے اس کا نام سُلَّمٌ ہوا۔ اس کی جمع سَلَالِمُ اور سَلَالِيْمُ ہے

== يَسْتَمِعُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ استماع (افتعال) مصدر۔ سننا۔ کان لگا کر سننا باب افتعال کے خواص میں سے تصرف کی خاصیت ہوتی ہے یعنی تحصیل ماخذ میں کوشش کرنا۔ سو

یہاں اس کا مطلب ہوگا۔ وہ کان لگا کر یعنی کوشش کرکے سن آتے ہیں۔ املاء اعلیٰ کی باتیں آسمان کی باتیں، کلام اللہ)

فِیْهِ: ای صاعدین فیہ۔ اس سیڑھی پر چڑھ کر یا چڑھتے ہوئے یہ بھی (محذوف) فاعل یستمعون سے حال ہے یستمعون کا مفعول محذوف ہے۔ ای کلام الملئکۃ۔

روح البیان میں یَسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

فیہ متعلق محذوف ھو حال من فاعل یستمعون۔ ای یستمعون صاعدین فی ذلک السلم و مفعول یستمعون محذوف ای الی کلام الملئکۃ فیہ محذوف سے متعلق ہے جو یستمعون کے فاعل سے حال ہے یعنی اس سیڑھی پر چڑھتے ہوئے یا چڑھ کر کان لگا کر (چوری چھپے) سن لیتے ہیں۔ یستمعون کا مفعول محذوف ہے ای کلام الملئکۃ یعنی فرشتوں کا کلام۔ (یا آسمان کی باتیں یا اللہ کا کلام)

ایسر التفاسیر میں ہے اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ ای الھم مرقی الی السماء یرقون فیہ فیسمعون کلام الملئکۃ فیأتون بہ ویعارضون الرسول فی کلامہ۔ کیا ان کے پاس آسمان پر جانے کی کوئی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر وہ فرشتوں کی باتیں سن لیتے ہیں۔ اور آکر رسول (مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی کلام کی مخالفت کرتے ہیں اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

= فَلْیَاْتِ ..... یہ جملہ جواب شرط ہے اس سے قبل جملہ شرطیہ محذوف ہے یعنی اگر ایسا ہے (کہ ان کے پاس آسمانوں پر چڑھنے کے لئے کوئی زینہ ہے جس کے ذریعہ یہ اوپر چڑھ کر وہاں جو قضاوقدر کے فیصلے ہوتے ہیں انہیں سن پاتے ہیں تو فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔ تو ان میں سے ایسی باتیں سن پالینے والا اس پر روشن اور واضح دلیل پیش کرے:

فَ جواب شرط کا ہے لِیَاْتِ بِ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب: چاہئے کہ وہ لائے، اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔

= مُسْتَمِعُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ مستمع اسم فاعل واحد مذکر استماع (افتعال) مصدر خوب سننے والا۔ مضاف ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔

= سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ: موصوف وصفت۔ سُلْطَانٌ برہان، دلیل۔ سند۔ قوت، زور یہاں مراد سند ہے۔ مُبِیْنٌ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِبَانَۃٌ (افعال) مصدر۔ کھلا ہوا۔ ظاہر۔ ظاہر کرنے والا۔

۵۲:۳۹ == اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ : اَمْ منقطعہ انکار اور زجر و توبیخ کے لئے آیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی بے عقلی اور حماقت بیان فرمائی ہے اور فرماتا ہے کہ عقل کے اندھوں نے کیا بودی اور بے ڈھبی تقسیم کر رکھی ہے کہ اپنے لئے تو بیٹے پسند کئے ہیں اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ حالانکہ اگر ان کے ہاں بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو شرم کے مارے منہ نہیں دکھاتے عجب ذہنیت ہے کہ جسے اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں وہ اللہ کے حصے میں ڈال دیتے ہیں۔

فَائِدَہ:- اوپر مشرکین کو صیغہ غائب سے خطاب کیا جا رہا ہے اس آیت میں اَمْ منقطعہ کے زجر و توبیخ کی شدت کے اظہار کے لئے صیغہ حاضر استعمال ہوا ہے یعنی اللہ کی طرف سے ان کی حماقت اور سفیہ العقلی کو ان کے ذہن نشین کرانے کے لئے سامنے لا کھڑا کر کے ان سے بلاواسطہ خطاب کیا کہ تم بڑے ہی بے وقوف ہو جو ایسی تقسیم کو اختیار کرتے ہو۔ اگلی ہی آیت میں پھر حاضر سے غیبت کی طرف التفات مزید زجر و توبیخ میں شدت پیدا کرنے کے لئے ہے کہ چلو ہٹو میری نظر سے دور ہو جاؤ۔ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ بالمواجہ تم سے کلام کیا جائے۔

== لَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب اللہ تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔

۵۲:۴۰ == اَمْ تَسْئَلُهُمْ اَجْرًا۔ یہاں پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کی طرف رجوع ہے (آیت نمبر ۳۱ کے بعد) اور کفار سے نفرت کی بناء پر مخاطب سے غائب کی طرف التفات ہے۔ (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۲ : ۳۹ متذکرہ بالا)

کیا تبلیغ کے سلسلہ میں آپ نے ان سے کسی اجر کا مطالبہ کیا ہے۔ اَمْ یہاں بھی استفہامیہ انکار کے لئے ہے۔

== فَهُمْ میں فَ سببیہ ہے ای لِاَجْلِ ذٰلِكَ (اور) اس وجہ سے وہ ......

== مَغْرَمٍ ۔ اَلْغُرْمُ وَالْغَرَامَةُ سے مصدر میمی ہے۔ اَلْغُرْمُ (مفت کا تاوان، جرمانہ) وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جنایت (جرم) کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ غَرِمَ كَذَا غُرْمًا وَمَغْرَمًا فلاں نے نقصان اٹھایا۔ اُغْرِمَ فُلَانٌ غَرَامَةً اس پر تاوان پڑ گیا۔

قرآن مجید میں ہے وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا (۹ : ۹۸) جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں۔

== مُثْقَلُوْنَ ۔ اسم مفعول جمع مذکر اِثْقَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ گراں بار۔ بوجھ سے

دبے ہوئے۔ کہ وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے دبے ہوتے ہیں۔

۵۲ : ۴۱ == اَمْ: استفہام انکاری کے لئے ہے

== اَلْغَيْبُ سے مراد کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں :۔

ا:۔ حضرت ابن عباس کے نزدیک الغیب سے مراد لوح محفوظ ہے کہ جس میں تمام غائبات کا اندراج ہوتا ہے فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کہ جہاں سے وہ لکھ لیتے ہیں۔ بیضاوی کا بھی یہی قول ہے

۲:۔ قتادہ نے کہا ہے کہ یہ جواب ہے کافروں کے قول کا۔ کافروں نے کہا تھا کہ نَتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ۔ اللہ نے اس کا جواب دیا۔ کیا ان کو علم غیب ہے کہ (حضرت) محمد (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے پہلے مرجائیں گے اور ان کا کوئی نشان باقی نہ رہیگا اس صورت میں فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ کا ترجمہ ہوگا۔ جس کی بنا پر وہ فیصلہ دے رہے ہیں۔

يَكْتُبُوْنَ بمعنی يَحْكُمُوْنَ ہے۔

۵۲ : ۴۲ == اَمْ استفہامیہ۔ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا۔ يُرِيْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِرَادَةٌ (باب افعال) مصدر۔ وہ ارادہ رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔ كَيْدًا چالاکی۔ فریب داؤ پیچ۔ تدبیر (اچھی ہو یا بُری) كَادَ يَكِيْدُ (باب ضرب) مصدر منصوب بوجہ مفعول ہے جملہ کا ترجمہ ہوگا:۔ کیا یہ کوئی داؤ کرنا چاہتے ہیں (آپ کے خلاف یا دین کے خلاف)

يُرِيْدُوْنَ میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے جو اپنے چوپال یا ندوہ میں بیٹھ کر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یا اس کے دین کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ ان ہی کفار کے متعلق ارشاد ہے کہ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۔ آخر یہی کفار خود اپنے ہی داؤں میں آنے والے ہیں۔

فَالَّذِيْنَ میں فَ انجام کار کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مبتداء، بمعنی کافر لوگ جو اسلام اور داعیٔ الی الاسلام کے خلاف بُری تدبیریں کیا کرتے تھے۔ هُمْ ضمیر کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ الْمَكِيْدُوْنَ مبتدار کی خبر ہے۔

المکیدون۔ اسم مفعول جمع مذکر۔ المکید واحد كيدٌ (مادہ) مغلوب اور ہلاک ہونے والے۔ مکر کی سزا میں گرفتار۔ داؤں میں پھنسنے والے۔

۵۲ : ۴۳ == اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ۔ اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے۔

== سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ : اس کی دو صورتیں ہیں :۔

ا:۔ اگر عَمَّا جو کہ عَنْ اور مَا سے مرکب ہے اس میں مَا مصدریہ ہے تو ترجمہ ہوگا:

اللہ تعالیٰ اس کی شرکت سے پاک ہے جسے وہ شریک ٹھہراتے ہیں۔

۵۲:۴۴ = وَاِنْ یَّرَوْا کِسْفًا .... الآیۃ۔ میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ مابعد ماقبل سے حال ہے اور ہٹ دھرمی اور ایمان و ایقان کے فقدان کی وجہ سے ان کی حالت یہ ہے کہ اگر آسمان کے کسی ٹکڑے کو گرتا ہوا دیکھ لیں تو یہ کہیں گے یہ تو بادل ہے تہ برتہ۔

اِنْ یَّرَوْا۔ اِنْ شرطیہ ہے یَرَوْا مضارع مجزوم جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر۔ اگر وہ دیکھ لیں۔

کِسْفًا جمع کِسْفَۃٌ مفرد۔ اَکْسَافٌ وکُسُوْفٌ جمع الجمع ٹکڑے، کَسَفَ (باب ضرب) متعدی بھی ہے اور لازمی بھی۔ کَسَفَ الثَّوْبَ کپڑا کاٹ دیا۔ یا پھاڑ دیا۔ کَسَفَ الشَّمْسُ سورج گرہن ہو گیا۔ تمام قرآن مجید میں کِسْفًا یا کِسَفًا جہاں بھی آیا ہے بمعنی جمع و مفرد پڑھا گیا ہے ماسوائے اس آیت کے کہ یہاں بمعنی مفرد پڑھا جاتا ہے۔

= سَاقِطًا اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ سُقُوْطٌ (باب نصر) مصدر سے گرنے والا۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے۔ گرتا ہوا۔ تنوین تفخیم (عظمت) کے لئے ہے ای کِسْفًا عَظِیْمًا۔ ایک بڑا ٹکڑا۔

= یَقُوْلُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ جمع مذکر غائب، وہ کہیں گے۔

= سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ۔ ای ھٰذَا سَحَابٌ مَّرْکُوْمٌ۔ سَحَابٌ بادل۔ موصوف مَرْکُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر، رَکْمٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو ایک دوسرے کے اوپر لگا کر ڈھیر کر دینے کے ہیں، جس طرح ریت کا ٹیلہ ہوتا ہے۔ تہ برتہ گاڑھا بادل۔ بادل جب سخت گھنا اور تاریک ہو تو اسے سحاب مرکوم کہتے ہیں۔ مرکوم صفت ہے سحابٌ کی۔

مشرکوں نے کہا تھا کہ۔ فَاَسْقِطْ عَلَیْنَا کِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ کُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ (۲۶:۱۸۷) ہم پر آسمان سے عذاب کا ایک ٹکڑا گرا دو۔ اگر تم سچے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اگر ان پر اوپر سے عذاب کا کوئی ٹکڑا آ بھی جائے تو یہ اس کو تہ برتہ بادل قرار دیں گے۔ جیسے قوم عاد نے جب سامنے سے بادل آتا دیکھا تھا تو کہا تھا کہ۔ قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا (۴۶:۲۴) کہنے لگے یہ تو بادل ہے جو ہم پر برس کر رہیگا۔ بَلْ ھُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِہٖ رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ (ایضًا) (نہیں) بلکہ (یہ) وہ چیز ہے جس کے لئے تم جلدی مچایا کرتے تھے یعنی آندھی

جس میں درد دینے والا عذاب بھرا ہوا ہے :

۵۲: ۴۵ == ذَرْهُمْ۔ ذَرْ، امر واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب سمع، فتح، مصدر بمعنی چھوڑنا۔ اس کا صرف مضارع یا امر استعمال ہوتا ہے هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب توان کو چھوڑ۔ پس ان کو چھوڑ دو)

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ (۷: ۱۸۶) اور وہ ان گمراہوں) کو چھوڑے رکھتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں پڑے بھٹکتے رہیں۔

== حَتّٰى يُلٰقُوْا۔ حَتّٰى وقت کی انتہا کے اظہار کے لئے ہے۔ یہاں تک۔

يُلٰقُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل حَتّٰى۔ جمع مذکر غائب، مُلَاقَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ (حتی کہ) وہ پالیں۔ وہ مل جائیں۔ لقی مادہ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ (۷: ۴۰) یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں سے نہ نکل جائے۔

== يَوْمَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر يُلٰقُوْا کا مفعول :

== الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُوْنَ : متعلق يَوْمَ، فِيهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع يَوْمَ ہے

== يُصْعَقُوْنَ، مضارع مجہول جمع مذکر غائب : صَعِقٌ (باب سمع) مصدر۔ صاعقہ کے اصل معنی فضا میں سخت آواز کے ہیں۔ پھر کبھی (۱) اس آواز سے صرف آگ ہی پیدا ہوتی ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہے وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ (۱۳: ۱۳) اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ (۲) اور کبھی یہ عذاب کا باعث بنتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ (۴۱: ۱۳) میں تم کو مہلک عذاب سے آگاہ کرتا ہوں جیسے عاد اور ثمود پر وہ عذاب آیا تھا۔ اور (۳) کبھی یہ موت اور ہلاکت کا سبب بنتی ہے جیسا کہ فرمایا فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ (۳۹: ۶۸) تو جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب کے سب مر جائیں گے۔

اور جگہ آیا ہے فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ (۵۱: ۴۴) سو تم کو موت نے آپکڑا۔

گویا صاعقہ (فضا میں ہولناک آواز) کبھی صرف آگ ہی پیدا کرتی ہے (بجلی کی کوند کی صورت میں) اور کبھی وہ آواز عذاب اور موت کا سبب بن جاتی ہے۔

اکثر علماء کے نزدیک يُصْعَقُوْنَ بمعنی يَمُوْتُوْنَ ہے ترجمہ آیت کا یوں ہوگا۔

پس اے نبی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو، یہاں تک کہ یہ اپنے اس دن کو پہنچ جائیں جس میں یہ مار گرائے جائیں گے: (ترجمہ مودودی)

الیسر التفاسیر میں ہے وھو یوم موتھم یہ ان کی موت کا دن ہے۔

۴۶:۵۲ = یَوْمَ لَا یُغْنِیْ: بدل ہے یَوْمَھُمْ سے۔ یعنی وہ دن جب ان کی فریب کاری ان کے کسی کام نہ آئے گی۔

لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہ آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا، دفع نہیں کرے گا:

= کَیْدُھُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کی چال۔ ان کی تدبیر، ان کی فریب کاری:

= شَیْئًا: یہ مفعول مطلق ہے یعنی کسی قسم کا فائدہ (مفعول بہ نہیں ہے)

= وَلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔ یُنْصَرُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: نَصْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔

۴۷:۵۲ = لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا سے عام ظالم مراد ہیں یا مخصوص افراد۔ دونوں قول صحیح ہیں

= عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِکَ یعنی مرنے سے پہلے دنیا میں ہی عذاب ان پر آجائے گا: جیسا کہ سورۃ السجدہ میں ہے وَلَنُذِیْقَنَّھُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ (۳۲:۲۱) اور ہم ان کو (قیامت کے) بڑے عذاب کے سوا عذاب دنیا کا مزہ بھی چکھائیں گے شاید کہ وہ (ہماری طرف) لوٹ آئیں (

یَوْمَ یُصْعَقُوْنَ (آیت نمبر ۴۵) کے بارہ میں مختلف اقوال کے لحاظ سے آیت ہذا میں دُوْنَ ذٰلِکَ کے متعلق بھی مختلف اقوال ہیں۔

(۱) مثلاً حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک اس سے مراد بدر کے دن کافروں کا مارا جانا ہے

(۲) مجاہدؒ کے نزدیک بھوک اور ہفت سالہ قحط مراد ہے۔

(۳) حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے عذاب قبر مراد ہے۔ (تفسیر مظہری)

ذٰلِکَ کا اشارہ عذاب یوم فِیْہِ یُصْعَقُوْنَ کی طرف ہے۔

۴۸:۵۲ = اِصْبِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کر تو استقلال سے رہ۔ تو اپنے آپ کو روکے رکھ۔

= لِحُکْمِ رَبِّکَ: میں لام تعلیل کی ہے تو اپنے رب کے حکم کے لئے صبر کر:

اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں :۔

۱:۔ آپ اپنے رب کا فیصلہ آنے تک صبر کریں۔ یعنی صبر کے ساتھ انتظار کرو۔

۲:۔ آپ کے رب نے جو آپ کو حکم دے رکھا ہے صبر و استقامت کے ساتھ اس پر ڈٹے رہو مطلب یہ ہے کہ ان کفار کے ساتھ معاملہ میں آپ کو بڑی محنت کرنا پڑے گی یا کہ پڑرہی ہے بڑے بڑے دکھ سہنے پڑیں گے۔ بڑی مصیبتیں برداشت کرنا ہوں گی مگر آپ صبر و استقامت کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں اور اپنا کام پوری دلجمعی سے سرانجام دیتے رہیں آخرکار فتح و کامرانی آپ ہی کی ہوگی اور آپ بغیر کسی گزند کے فتحیاب ہوں گے کیونکہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

== ۳:۔ بعض علماء نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہم نے ان کے عذاب کا حکم دے رکھا ہے آپ وقوع عذاب تک صبر کریں۔

== فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا: ای فی حفظنا۔ ہماری حفاظت میں، ہماری نگہداشت میں زجاج رح نے کہا ہے کہ :۔ آپ ایسے مقام پر ہیں کہ ہم آپ کو دیکھ رہے ہیں اور آپ کی حفاظت کررہے ہیں۔ یہ لوگ آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔ خلاصہ یہ کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں۔ اَعْيُنَ، عَيْنٌ کی جمع ہے نا جمع متکلم کی ضمیر اظہار عظمت کے لئے ہے اور جمع متکلم کے لحاظ سے اَعْيُنٌ کو بھی بصیغہ جمع استعمال کیا۔

یا یوں کہا جائے کہ اَعْيُنٌ کو بصورت جمع مبالغہ کے لئے ذکر کیا اور یہ بتایا ہے کہ ہمارے پاس آپ کی حفاظت کے بہت سے اسباب ہیں (تفسیر مظہری)

== حِيْنَ ۔ وقت، زمانہ، مدت۔ اس کی جمع اَحْيَانٌ ہے تَقُوْمُ مضارع واحد مذکر حاضر۔ قیام (باب نصر) مصدر۔ تو کھڑا ہووے۔ تو اٹھے۔ تو کھڑا ہوتا ہے، تو اٹھتا ہے حِيْنَ تَقُوْمُ جس وقت تو اٹھے۔

حِيْنَ تَقُوْمُ۔ ای من ای مکان قُمْتَ او من مَنَامِكَ: او الی الصلوٰۃ

(جب بھی) جب کسی مجلس میں سے یا کسی بھی مقام (بیضاوی)

(جب بھی) جب کسی مجلس سے یا مقام سے تو اٹھے یا اپنی نیند سے (بیدار ہو) یا نماز کے لئے کھڑا ہو۔

مطلب یہ کہ آپ جب بھی کسی کام کے لئے کھڑے ہوں یا کسی مجلس سے اٹھیں تو اپنے رب کی پاکی بیان کیا کریں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد ہے۔ جسے ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے:۔

من جلس فی مجلس وکثر فیہ لغطہ فقال قبل ان یقوم من مجلسہ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَ اَتُوْبُ اِلَيْكَ (جو کسی مجلس میں بیٹھتا ہے اور خوب گپیں ہانکتا ہے لیکن اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے یہ کہتا ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ..... الخ اللہ تعالیٰ اس مجلس میں جو اس سے گناہ ہوئے بخش دیتا ہے:

۵۲: ۴۹ = وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ: ای فسبحہ من اللیل وادبار النجوم۔ اور اس کی تسبیح کیجئے رات کے کسی حصہ میں اور اس وقت بھی جب ستارے ڈوب رہے ہوں۔

مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رات کا بعض حصہ۔ رات کو تسبیح سے مراد ہے کہ نماز پڑھو۔ مقاتل رحمہ نے کہا کہ اس سے مغرب اور عشاء کی نماز مراد ہے، میں کہتا ہوں بظاہر تہجد مراد لینا اچھا ہے آیت میں نماز شب کا خصوصی ذکر اس لئے کیا کہ رات کی عبادت نفس پر بڑی شاق گذرتی ہے اور دکھاوے کا شبہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر مظہری)

= اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ط اِدْبَارٌ بروزن افعال مصدر ہے۔ پیٹھ پھیرنا۔ ای وقت ادبار النجوم من اخر اللیل اخیر شب تاروں کے ڈھلنے کے وقت۔ غیبتہا بضوء الصبح صبح کی لو سے ستاروں کا ماند پڑ جانا اور گم ہو جانا۔ (روح المعانی) اذا غربت او خفیت جب ستارے ماند پڑ جائیں یا غروب ہو جائیں۔ (بیضاوی)

ادبار النجوم کے وقت کی تسبیح سے مراد فجر کی نماز کی دو سنتیں ہیں۔ ای رکعتا الفجر فجر کی دو سنتیں (روح المعانی) او صلاۃ الفجر (مدارک التنزیل)

اِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ میں اِدْبَارَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۶۲)

۵۳ : ۱ = وَالنَّجْمِ : واؤ قسمیہ ہے۔ اِذَا۔ جب، جس وقت، ناگہاں۔ ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر بھی دلالت کرتا ہے کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا نِ انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (۶۲ : ۱۱) اور جب ان لوگوں نے سودا بکتا یا سودا ہوتے دیکھا تو جھٹک کر اِدھر اُدھر چل دیئے۔

اور اگر اِذَا قسم کے بعد واقع ہو تو پھر زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسا کہ آیت زیر غور میں ہے۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳ : ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔ جب وہ غائب ہو جائے۔

= هَوٰى ماضی واحد مذکر غائب ھوی مادہ سے مصدر۔ هَوِيٌّ ھَ کی فتح سے باب ضرب سے بمعنی (ستارہ کا طلوع ہونا۔ اور مصدر هُوِيٌّ (ھ کے ضمہ سے) باب ضرب سے بمعنی (ستارہ کا) غروب ہونا مستعمل ہے۔ چونکہ ہر دو مصادر میں هَوٰى يَهْوِىْ (ماضی اور مضارع) کی ایک ہی صورت ہے لہٰذا هَوٰى بمعنی (ستارہ کا) طلوع ہونا یا غروب ہونا ہر دو طرح جائز ہے اور دونوں معانی بھی ایک ہی صیغہ میں لئے جا سکتے ہیں یعنی (ستارہ کا) طلوع و غروب ہونا۔

الهَوٰى (باب سمع) کے معنی خواہشات نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں اور جو نفسانی خواہش میں مبتلا ہو اسے بھی هَوِيٌّ کہہ دیتے ہیں کیونکہ خواہشات نفسانی انسان کو اس کے شرف و منزلت کے مقام سے گرا کر مصائب میں مبتلا کر دیتی ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى: قسم ہے تارے کی جب وہ طلوع ہو یا غروب ہو جائے، النجم مقسم بہ ہے۔

اَلنَّجْمُ کے بارے میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(١)۔ جمہور کا قول ہے کہ اس سے مراد ستارہ ہے پھر اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
١۔ بعض کے نزدیک یہ کوئی خاص ستارہ نہیں بلکہ جنس مراد ہے یعنی ہر ایک ستارہ۔
٢۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ثریا ستارہ ہے کلام عرب میں النجم بول کر یہی مراد لیتے ہیں۔
٣۔ بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد شعریٰ ستارہ ہے قرآن مجید میں ہے وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى (٥٣:٤٩) اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے :
٤۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے زہرہ مراد ہے،
بہرکیف ایک ستارہ خاص ہو یا عام مگر ستارہ مراد لینا ایک قول ہے۔
(٢) دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد زمین پر پھیلنے والی بیلیں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں ہے وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ (٥٥ : ٦) اور بیلیں اور درخت (ہر دو) سجدہ کر رہے ہیں۔
(٣) تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کو ظلماتِ عالم میں روشنی دینے کے سبب بطور استعارہ کے ستارہ کہنا بہت ہی ٹھیک ہے :
(٤) چوتھا قول یہ ہے کہ :۔ النجم سے مراد قرآن شریف ہے تنجیم کے معنی ہیں تفریق اور قرآن مجید ٹکڑے ٹکڑے یعنی تھوڑا تھوڑا ہو کر نازل ہوا ہے۔
اب نجم کے کوئی معنی ہی لے لو مگر اِذَا هَوٰى (جب کہ وہ جھکے) سے اسی کے مناسب معنی مراد لئے جائیں گے۔ ستاروں کا جھکنا طلوع و غروب جو خدا کی شانِ جبروت بتاتا ہے۔ زمین کی وہ بوٹیاں جن کو درخت نہیں کہتے ان کا جھکنا وہی جھکنا ہے جو ہوا سے سربسجود ہو کر اس کی شانِ یکتائی بتایا کرتی ہیں۔ قرآن کا جھکنا اس کا اوپر سے نازل ہونا ہے۔ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کا جھکنا رکوع و سجود کرنا ہے۔ جو خدا کے نزدیک ایک عمدہ حالت ہے اور آپ کا جھکنا ذات باری تعالیٰ کی طرف منازلِ قربت طے کرنا ہے۔
(٥) پانچواں قول یہ ہے کہ بعض عرفاء (صوفیہ) کے نزدیک النجم کے معنی بندہ کا دل ہے جو ظلمات ہیولانیہ میں خدا تعالیٰ کا چمکتا ستارہ ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اس میں اور بھی روشنی آجاتی ہے جس سے وہ حق اور باطل میں تمیز کرنے پر بخوبی قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر حقانی)
٢:٥٣ ـــــ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى : یہ جواب قسم ہے اور مَا نافیہ ہے

== ضَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ضَلَالٌ باب ضرب مصدر سے۔ متعدد معنی میں مستعمل ہے:۔
مثلاً بمعنی گمراہ ہونا۔ بہکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ کھو جانا۔ ضائع ہو جانا۔ گم ہونا ہلاک ہونا۔ وغیرہ وغیرہ۔
سیدھے راستہ سے روگردانی کو ضلال کہتے ہیں۔ یہ ہدایت کی ضد ہے راستہ سے روگردانی دانستہ ہو یا بھول کر، تھوڑی ہو یا زیادہ! اس کو ضلال کہتے ہیں افعال و اقوال اور عقائد کی غلطی کے لئے ضلال ہی مستعمل ہے۔ جب کہ غوایۃً خاصتًا اعتقادی غلطی کو کہتے ہیں۔
مَا ضَلَّ نہیں بھٹکا وہ۔ وَمَا غَوٰی اور نہ وہ کسی اعتقادی غلطی کا مرتکب ہوا ہے
غَوٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ غَیٌّ باب ضرب مصدر سے مَا غَوٰی وہ گمراہ نہیں ہوا۔ وہ اعتقاد میں نہیں بھٹکا۔ وہ نہیں بہکا۔ اَغْوٰی بمعنی گمراہ کرنا۔
مدارک التنزیل میں ہے:۔
الفرق بین الضلال والغیّ ان الضلال ھو ان لا یجد السالک الیٰ مقصدہٖ طریقًا اصلًا۔ والغیّ ان لا یکون لہ طریق الیٰ مقصدہٖ مستقیم
ضلال اور غی میں فرق یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد کا صحیح راستہ نہ پائے اور غوایۃ یہ ہے کہ اس کے مقصد کی طرف کوئی سیدھا راستہ نہ ہو۔
== صَاحِبُکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا صاحب، تمہارا ساتھی، تمہارا رفیق۔
صاحب صرف اس ساتھی کو کہا جاتا ہے کہ جس کی رفاقت اور سنگت بکثرت ہو۔
یہاں کُمْ کا خطاب کفار کی جانب ہے اور صاحب سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔
راغب رح نے لکھا ہے کہ:۔
یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پر تنبیہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو، ان کا تجربہ کر چکے ہو۔ اور ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو۔ اور پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی نہیں پائی۔
۵۳:۳ == مَا یَنْطِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَطْقٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نہیں بات کرتا ہے۔ وہ نہیں کلام کرتا ہے۔

= عَنِ الْهَوٰى: عَنْ حرف جار۔ الْهَوٰى مجرور۔ اسم ومصدر (باب سمع) اس کے معنی خواہشاتِ نفسانی کی طرف مائل ہونے کے ہیں۔ ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت۔ عَنِ الْهَوٰى۔ اپنی ذاتی خواہش کی بنا پر۔

وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى۔ اور نہ وہ اپنی خواہشِ نفس سے کوئی بات کرتا ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور جملہ سابقہ کی دلیل ہے اور تقدیر کلام یوں ہے وكيف يضل او يغوى وهو لا ينطق عن الهوىٰ۔ وہ کیسے گمراہ ہو سکتا ہے یا بہک سکتا ہے جب کہ وہ اپنی خواہش نفس سے کوئی بات کرتا ہی نہیں۔

= اِنْ هُوَ: میں ان نافیہ ہے هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے

= اِلَّا حرف استثناء وَحْيٌ ای وحی الٰهی موصوف يُوْحٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وحیٌ کی صفت۔ ای وَحْيٌ يُوْحٰى من الله تعالىٰ۔ یہ جملہ، جملہ سابقہ مَا ينطق عن الهوىٰ کی تاکید کے لئے ہے۔

جملہ کا مطلب:۔ ما القران او الذی ينطق بِهٖ الا وحی يوحيه الله اليه۔ قرآن یا جو ارشاد فرماتے ہیں وہ ما سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہے اور کچھ نہیں (بیضاوی)

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کا مطلب فرماتے ہیں:۔

ان کا ارشاد خالص وحی ہے جو ان کو بھیجی جاتی ہے۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ اس جملہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو یہ ثابت کرتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے اجتہاد سے کلام نہیں کرتے تھے۔ بلکہ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی تائید اس جملہ سے ہو رہی ہے

فَائِدَہ: بعض کے نزدیک هُوَ کا مرجع صرف قرآن مجید ہی نہیں بلکہ اس کے علاوہ جو بات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زبانِ مبارک سے نکلتی ہے وہ سب وحی ہے اور وحی کی دو قسمیں ہیں:۔

۱:۔ جب معانی اور کلمات سب منزل من اللہ ہوں اُسے وحی جلی کہتے ہیں۔ جو کہ قرآن مجید کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہے (اسے وحی ناطق بھی کہتے ہیں)

۲:۔ اور جب معانی کا نزول تو منجانب اللہ ہو لیکن ان کو الفاظ کا جامہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے خود پہنایا ہو اسے وحی خفی یا غیر متلو کہا جاتا ہے جیسے احادیث طیبہ (ضیاء القرآن)

۵۳: ۵ = عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ عَلَّمَ فعل، شَدِیْدُ الْقُوٰی فاعل ہٗ ضمیر مفعول اوّل القرآن محذوف مفعول ثانی، ایک بڑے طاقتور (فرشتہ) نے ان کو تعلیم قرآن کی،،

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ شَدِیْدٌ سخت مستحکم، پکا، مضبوط، شَدٌّ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مضاف، القُوٰی جمع قُوَّۃٌ واحد طاقتیں۔ سخت اور مضبوط قوتوں والا

اس سے مراد عام مفسرین کے نزدیک حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یعنی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ السلام کو قرآن سکھایا۔

فَائِدَہ:۔ اس آیت سے لے کر لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی آیت ۱۸ تک کی تفسیر میں علمائے کرام کا اختلاف ہے۔ ایسی روایات بھی موجود ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ عہدِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بھی ان آیات کے بارے میں اختلاف رہا ہے

جہاں تک آیات کی نصوص کا تعلق ہے ان سے دونوں مفہوم اخذ کئے جا سکتے ہیں اور کوئی ایسی حدیث مرفوع بھی موجود نہیں جو ان آیات کے مفہوم کو متعین کر دے۔ ورنہ ایسے ارشاد نبوی کی موجودگی میں ایسا اختلاف سرے سے رونما ہی نہ ہوتا۔

اسی طرح بعد میں آنے والے علماء ان آیات کے بارے میں دو گروہوں میں منقسم ہیں اپنی دیانتدارانہ تحقیق کی روشنی میں ہمیں یہ حق تو پہنچتا ہے کہ ان دو قولوں میں سے کوئی ایک قول اختیار کر لیں لیکن ہمیں یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ دوسرے قول کے قائلین کے بارہ میں ہم کسی بدگمانی کا شکار ہوں۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

مزید تشریح و وضاحت یا ہر دو فریقین کے دلائل مستند تفاسیر میں ملاحظہ فرمائے جا سکتے ہیں ہم نے ذیل میں عام مفسرین کی رائے کو اختیار کیا ہے،،

عام مفسرین کے نزدیک شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جیساکہ اور جگہ ارشاد ربانی ہے اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ ۝ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ ۝ (۸۱: ۱۹: ۲۰) کہ یہ (قرآن) ایک معزز قاصد کا لایا ہوا ہے جو قوت والا ہے، مالکِ عرش کے ہاں عزت والا ہے (قاصد یعنی حضرت جبرائیل کو ذِیْ قُوَّۃٍ بیان فرمایا۔

۵۳: ۶ = ذُوْ مِرَّۃٍ، مضاف مضاف الیہ، صاحب مِرَّۃٍ۔ مِرَّۃٍ خوش منظری

خوبصورتی وبزرگی، اس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں اور جس طرح رسُولِ البشریٰ (جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ انسانی قوتوں کے حامل، انتہائی حسین وجمیل، اور بہترین علوم وکمالات کے ساتھ متصف تھے، اسی طرح اس آیت میں رسولِ ملکی (حضرت جبرائیل) کو بھی ایسی صفات کا حامل فرمایا گیا ہے کہ وہ خوش منظر، خوبصورت وبزرگ اور شدید القویٰ فرشتہ ہے جس نے بحکم الٰہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی۔ (کما حقق ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ — (قاموس القرآن)

اَمْرَرْتُ الْحَبْلَ کے معنی رسّی بٹنے کے ہیں اور بٹی ہوئی رسّی کو مَرِیْر یا مُمَرٌّ کہا جاتا ہے اسی سے فُلَانٌ ذُوْ مِرَّۃٍ کا محاورہ ہے جس کے معنی طاقت ور اور توانا کے ہیں ذُوْ مِرَّۃٍ یعنی طاقتور (راغب)

مِرَّۃٍ اصل میں رسی کو بٹنے اور بَل دے کر پختہ کرنے اور مضبوط بنانے کے ہیں اس لئے ذُوْ مِرَّۃٍ کا معنی طاقت ور اور زور آور کیا گیا ہے۔ یہ لفظ ذہنی اور جسمانی دونوں قوتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی لئے حکیم اور دانا کو بھی ذُوْ مِرَّۃٍ کہتے ہیں۔

قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔

وقال: قطرب: تقول العرب لکل جزل الرأی حصیف العقل ذومرّۃٍ

عرب ہر عمدہ رائے والے اور پختہ عقل والے کو ذُوْ مِرَّۃٍ بولتے ہیں۔

شدید القویٰ سے حضرت جبرائیل کی جسمانی قوتوں کا بیان ہے اور ذو مرّۃ سے ان کی دانشمندی اور عقل کا بیان ہے۔

= فَاسْتَوٰی۔ ف عاطفہ، استویٰ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے قصد کیا اس نے قرار پکڑا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔ اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر۔ یہاں بمعنی سیدھا بیٹھا۔

اللہ تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں — استواء کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن واستقرار۔ یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے، مطلب یہ کہ تختِ حکومت پر اس طرح قابض ہونا کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار سے باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

۵۳: ۷ = وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی واؤ حالیہ ہے هُوَ کا مرجع جبرائیل ہے۔

اُفُقِ الْاَعْلٰی موصوف وصفت اُفُق اس کنارے کو کہتے ہیں جہاں زمین اور آسمان

آپس میں ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ اَعْلٰی بمعنی بلند۔ مطلب یہ کہ:۔ پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے اونچے کنارے پر تھا۔ (یہاں اونچا کنارہ وہ ہوگا جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے)

۸:۵۳ == ثُمَّ: التراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ یعنی پھر

== دَنَا۔ ماضی واحد مذکر غائب دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ نزدیک ہوا۔ وہ قریب ہوا اسی سے ہے دُنْیَا۔ یعنی عالم دُنیا۔ جو افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ بہت نزدیک ہے

دَنَا کا فاعل جبرائیل ہے۔

== فَتَدَلّٰی۔ فَ عاطفہ، تَدَلّٰی: ماضی واحد مذکر غائب تَدَلِّیٌ تفعّلٌ) مصدر وہ اتر آیا۔ وہ نزدیک ہوا۔ تَدَلّٰی کا معنی کسی بلند چیز کا نیچے کی طرف اس طرح لٹکنا کہ اس کا تعلق اپنی اصلی جگہ سے بھی قائم رہے۔ جب ڈول کو کنوئیں میں لٹکایا جاتا ہے اور اس کی رسّی لٹکانے والے نے پکڑ رکھی ہو تو کہتے ہیں اَدْلٰی دَلْوًا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

اصل التدلّی: النزولُ الی الشیٔ حتی یقرب منہ۔ کہ اس کا اصل معنی ہے کسی چیز کی طرف اترنا یہاں تک کہ اس کے نزدیک ہوجائے۔

اس صورت میں آیت کا مفہوم ہوگا:۔

کہ جبرائیل جو اپنی اصلی صورت میں اپنے چھ سو پروں سمیت شرقی افق پر نمودار ہوئے تھے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بالکل قریب ہوگئے۔

دَنٰی کی طرح تَدَلّٰی کا فاعل بھی جبریل ہے۔

۹:۵۳ == فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ۔ اس میں کان کا اسم محذوف ہے تقدیر کلام یوں ہے فَکَانَ مقدار ما بینھما قاب قوسین۔ کان فعل ناقص مقدار (اسم کان محذوف) قَابَ قوسین خبر کان۔

قَابَ (ق و ب مادہ) کے معنی کمان کے درمیان والے حصہ کو کہتے ہیں۔ مقبض (مٹھ) سے لے کر ایک گوشۂ کمان تک کے فاصلہ کے ہیں۔ اور قوس کی طرف اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔ یعنی ایک قوس کی مقدار یا فاصلہ۔

القوس: قطعۃ من الدائرۃ۔ دائرہ کے کسی حصہ کو قوس کہتے ہیں۔ القوس عام طور پر اس آلہ کو کہتے ہیں جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔ آلۃ علٰی ھیئۃ ھلال ترمٰی بھا السّھام۔ ہلال کی شکل کا آلہ جس سے تیر پھینکے جاتے ہیں۔

قَابَ قَوْسَيْنِ دو توس کی مقدار۔ یعنی ایک کمان۔
لغات القرآن میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے:۔
قَابَ: اندازہ۔ مقدار۔ یا کمان کے قبضہ سے نوک تک کا فاصلہ۔ یعنی آدھی کمان کی لمبائی۔ (تاج، صحاح، راغب، معجم)
اہل عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے تھے۔ مثلاً کمان برابر۔ ایک نیزے کے برابر۔ ایک کوڑے کے برابر۔ ہاتھ برابر۔ بالشت برابر۔ انگلی برابر وغیرہ۔ آیت میں لفظی قلب کردیا گیا ہے اصل میں قَابَیْ قَوْسٍ تھا یعنی کمان کے دو قاب برابر۔ ایک کمان کے دو قاب ہوتے ہیں۔ یعنی وسطی قبضہ سے دونوں طرف کے حصے برابر ہوتے ہیں۔ دو قاب پوری کمان کے برابر ہوگئے۔ (معجم القرآن)
صاحب منتہی الارب نے بھی آیت میں لفظی قلب نقل کیا ہے۔ لیکن قَابَ کے عام معنی اندازہ و مقدار بھی کہا ہے۔ محلی نے بھی مقدار ترجمہ کیا ہے ...... مسکین علم اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ نہ قلب نکالنے کی ضرورت ہے نہ دو کمانوں کے برابر فاصلہ قرار دینے کی۔ کیونکہ اس جگہ کلام کی بناء اہل عرب کے رواج اور دستور پر ہے۔ عرب میں جب دو شخص گہری دوستی اور ایک روح دو قالب ہونے کا پیمان باندھتے تھے تو ہر ایک اپنی کمان نکال کر لاتا تھا پھر دونوں کمانوں کو اس طرح ملا دیا جاتا تھا کہ دونوں قبضے مل جاتے تھے، گوشے مل جاتے تھے تانت مل جاتی تھی۔ گویا دونوں کمانیں جڑ کر ایک ہو جاتی تھیں۔ پھر دونوں سے ملا کر ایک تیر پھینکا جاتا تھا۔ مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم دونوں ان دونوں کمانوں کی طرح ایک ہوگئے ......

اس صورت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان فاصلہ ثابت ہوگا جتنا دو کمانوں کو جوڑنے کے بعد دونوں کے درمیان ہوتا ہے یعنی بالکل فاصلہ نہ رہے گا۔ دونوں کا بالکل متصل ہونا سمجھا جائے گا۔ (واللہ اعلم)
= اَوْ اَدْنٰى۔ اس جگہ اَوْ بمعنی یا (تشکیہ) نہیں ہے بلکہ اَوْ بمعنی بَلْ ہے جیسے کہ آیت وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ: (۳۷: ۱۴۷) اور ہم نے ان کو ایک لاکھ بلکہ اس سے زیادہ (لوگوں) کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔
اَدْنٰى۔ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر اَقْصٰى کے مقابلہ میں آتا ہے۔ بہت نزدیک۔ قریب تر۔

۵۳ : ۱۰ == فَاَوْحٰىٓ اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۔ فَ عاطفہ اَوْحٰى ماضی واحد مذکر غائب ضمیر فاعل یہاں بھی جبریل کی طرف راجع ہے۔ پس اس نے وحی کی :

اِلٰى عَبْدِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے۔ یعنی جبرائیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے کی طرف وحی کی مَآ اَوْحٰى جو وحی کی: (مَا موصولہ ہے جو اس نے وحی کی) بعض نے پہلے اَوْحٰى کا فاعل جبرئیل اور دوسرے اَوْحٰى کا فاعل اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے اس وقت آیت کا ترجمہ ہوگا :۔

جبریل نے اللہ تعالیٰ کے بندے کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل پر وحی کی :

۵۳ : ۱۱ == مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۔ الفؤاد (ف ء د مادہ) بمعنی دل ۔ اس کی جمع اَفْئِدَةٌ ہے۔ مَا (دوسرا) موصولہ ہے۔ رَاٰى ماضی واحد مذکر غائب اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مَا كَذَبَ کا مفعول ۔ جو کچھ انہوں نے دیکھا ان کے دل نے اس کو جھوٹ نہ جانا۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا تو دل نے اس کی تصدیق کی ! کہ آنکھیں جو کچھ دیکھ رہی ہیں یہ ایک حقیقت ہے یہ واقعی جبرئیل ہے جو اپنی اصلی صورت میں نظر آرہا ہے نظر کا فریب نہیں ہے۔ نگاہوں نے دھوکہ نہیں کھایا۔ کہ حقیقت کچھ اور ہو۔ اور نظر کچھ اور آرہا ہو۔

۵۳ : ۱۲ == اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۔ ۔ ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے فَ عاطفہ ہے کلام کی تقدیر یوں ہے اَتُكَذِّبُوْنَهٗ فَتُمَارُوْنَهٗ ۔ تُمَارُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر مُمَارَاةٌ مُفَاعَلَةٌ مصدر سے : (م ر ی ۔ مادہ) ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا تم اس کو جھٹلاتے ہو اور اس سے جھگڑا کرتے ہو۔ یعنی جس چیز کو وہ دیکھنے کا دعویٰ کر رہے ہیں تمہیں اس کا انکار یا تکذیب نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی جھگڑنا چاہیے ۔

قرآن مجید میں اور جگہ ہے فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا (۱۸: ۲۲) تم ان کے معاملہ میں مت جھگڑنا۔ مت گفتگو کرنا۔

تُمَارُوْنَ ۔ مِرَاءٌ سے مشتق ہے مِرَاءٌ کا معنی جھگڑا کرنا۔ مری الناقۃ دودھ نکالنے کے لئے اونٹنی کے تھن سہلانا۔ باہم جھگڑنے والے بھی اپنے مخالف کی دلیلوں کو نکلوانا چاہتے ہیں۔ اس لغوی معنی کی مناسبت سے مِرَاءٌ کا معنی ہوگیا جھگڑا کرنا۔

(تفسیر مظہری)

عَلٰی مَا یَرٰی۔ اس چیز کے متعلق جو اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے مَا موصولہ اور یری بمعنی رأی العین آنکھوں سے دیکھنا (رازی)

یرٰی صیغہ مضارع کا استعمال ماضی کے استحضار اور حکایت کے لئے

۵۳ : ۱۳ == وَلَقَدْ رَاٰہُ واؤ عاطفہ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے لام تاکید مزید کے لئے۔ (انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا ہے) ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

== نَزْلَۃً اُخْرٰی. موصوف وصفت ای مَرَّۃً اُخْرٰی دوسری مرتبہ۔ منصوب بوجہ مصدر کے ہے۔ کلام کی تقدیر یوں ہے وَلَقَدْ رَاٰہُ نَازِلًا نَزْلَۃً اُخْرٰی۔ اور اس نے تو اس کو دوبارہ بھی نازل ہوتے دیکھا ہے یا دوسری

۵۳ : ۱۴ == سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی اس ترکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف کی گئی ہے سِدْرَۃ بیری کا درخت مُنْتَھٰی انتہا، اختتام، آخری سرحد۔ آخری کنارہ۔ انتھاء سے مصدر میمی۔ سِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی بیری کا وہ درخت جو مادی جہان کی آخری سرحد پر ہے۔ یہ کیسا درخت ہے اس کی حقیقت کیاہے اس کی شاخوں، پتوں اور پھلوں کی نوعیت کیاہے ہمیں ان کی ماہیت کا علم نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ اعمال خلق پہنچنے کی یہ آخری حد ہے انتہائی حد ہے۔ یہاں پہنچ کر یہ اعمال ملائکہ سے لے لئے جاتے ہیں اور اوپر سے احکام اتر کر یہاں تک پہنچتے ہیں اور یہاں سے ملائکہ لے کر نیچے اترتے ہیں۔ گویا یہ مقام احکام الٰہی کے نزول اور اعمال خلق کے عروج کی آخری حد ہے۔ جو کچھ پرے ہے وہ غیب ہے۔

۵۳ : ۱۵ == عِنْدَھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب سدرۃ کے لئے ہے اس کے پاس، ہی۔

== جَنَّۃُ الْمَاْوٰی۔ جَنَّتُ مضاف اَلْمَاْوٰی مضاف الیہ ماْوٰی، اَوٰی یَاْوِیْ کا مصدر۔ بمعنی قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ اور اسم ظرف بمعنی مقام، سکونت، ٹھکانا ہے باب افعال سے اٰوٰی یُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ بمعنی کسی کو جگہ دینا۔ ٹھکانا دینا۔ یا رہنے کا مقام دینا۔ اَلْمَاْوٰی معرف باللام قرآن مجید میں صرف تین جگہ آیا ہے۔ اور ہر جگہ مصدری معنی لیے ہے۔

جَنَّةُ الْمَاْوٰی قیام کرنے کی جنت ، اس جنت کو جنت الماوٰی کیوں کہتے ہیں علمائے کرام نے اس کی متعدد توجیہات کی ہیں۔

۱:۔ شہدار کی روحیں یہاں تشریف فرماہیں۔

۲:۔ جبرائیل اور دوسرے ملائکہ کی یہ رہائش گاہ ہے۔

۳:۔ اہل ایمان کی روحیں یہاں ٹھہرتی ہیں۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اَعْلَمُ۔

۵۳: ۱۶ == اِذْ یَغْشَی السِّدْرَۃَ مَا یَغْشٰی۔ اِذْ اسم ظرف مکان ہے یَغْشٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ غَشْیٌ وَ غَشْیَانٌ (باب سمع) مصدر سے ہے بمعنی چھاجانا ڈھانپ لینا۔ یہاں مضارع بمعنی حکایتِ حال ماضی آیا ہے یعنی ایک گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کے بجائے استعمال ہوا ہے اس میں استمرار غشیان کو بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ یعنی جس وقت کا ذکر ہے غشیان کا عمل جاری تھا۔ لہٰذا اس کا ترجمہ اکثر یہ کیا گیا ہے کہ اس وقت تجلی اس کو ڈھانپتے چلی جارہی تھی ، اس وقت سدرہ پر چھارہا تھا جو کچھ چھارہا تھا۔ (تفہیم القرآن)

جبکہ اس سدرہ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں کہ لپٹ رہی تھیں (تفسیر ماجدی)

جب سدرہ پر چھارہا تھا جو چھارہا تھا۔ (ضیاء القرآن) جبکہ سدرۃ کو چھپارکھا تھا جس چیز نے کہ چھپارکھا تھا (تفسیر حقانی)

== مَا یَغْشٰی ۔ یہ یَغْشٰی اوّل کا فاعل ہے

فاعل کی نعت و صفت بیان نہیں کی گئی۔ اس کے متعلق مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

(۱) حضرت ابوہریرہ رضہ سے یا کسی اور صحابی سے روایت ہے کہ جس طرح کوّے کسی درخت کو گھیر لیتے ہیں اسی طرح اس وقت سدرۃ المنتہٰی پر فرشتے چھا رہے تھے (ابن کثیر)

(۲) وفی حدیث: رَاَیْتُ عَلٰی کُلِّ وَرَقَۃٍ مِنْ وَرَقِہَا مَلَکًا قَائِمًا یُسَبِّحُ اللّٰہَ تَعَالٰی۔ (روح المعانی) میں نے اس کے ہر پتے پر ایک فرشتے کو کھڑا دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کررہا تھا۔

(۳) وقیل یَغْشَاھَا الْجَمُّ الْغَفِیْرُ مِنَ الْمَلٰئِکَۃِ یَعْبُدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی عِنْدَھَا (مدارک التنزیل) اور کہتے ہیں:۔ کہ اس کو فرشتوں کے ایک جمّ غفیر نے ڈھانپ رکھا تھا جو اللہ کی عبادت کررہے تھے۔

۴۔ وقال مجاهد وابراهيم: يغشاها جراد من ذهب (روح المعانی)
اور مجاہد وابراہیم کا قول ہے کہ اُسے یعنی سدرۃ المنتہیٰ کو سونے کی ٹڈیوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔

۵۔ انوار وتجلیات کے ہجوم نے سدرۃ کو ڈھانپ رکھا تھا۔ ان انوار وتجلیات کو بیان کرنے کے لئے نہ تو لغت میں کوئی لفظ موجود ہے اور نہ اس کی حقیقت کو سمجھنے کی کسی میں طاقت ہے۔ (ضیاء القرآن)

۶۔ واخرج عبد بن حميد عن سلمة قال: استأذنت الملئكة الرب تعالیٰ ان ينظروا الى النبی صلى الله عليه وسلم فاذن لهم فغشيت الملئكة السدرة لينظروا اليه عليه الصلوٰة والسلام (روح المعانی)
عبد بن حمید نے حضرت سلمہ رض سے روایت کی ہے کہ:۔
فرشتوں نے اللہ سے اجازت چاہی کہ وہ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی زیارت کریں ان کو اجازت مل گئی۔ سو فرشتے سدرہ پر لپٹ گئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کر سکیں۔

۵۳ : ۱۷ ــــ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى: مَا نافیہ ہے زَاغَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ زَيْغٌ (باب ضرب) مصدر۔ بہکنا۔ کج ہونا۔ راہِ راست سے بہک جانا۔ ان کی آنکھ (اپنے نصب العین سے نہ ہٹی۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا (۳: ۸) اے ہمارے پروردگار! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر۔
وَمَا طَغٰى۔ واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے طَغٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ طُغْيَانٌ (باب نصر، سمع) مصدر۔ اور نہ وہ حد سے نکل گئی۔ جب نگاہ اپنی حد سے گذر جاتی ہے تو بہک جاتی ہے۔ اسی طرح جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے۔ یہاں طَغٰى کا استعمال اسی اعتبار سے ہے۔
علامہ مودودی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔
ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال تحمل کا یہ حال تھا کہ ایسی زبردست تجلیات کے سامنے بھی آپ کی نگاہ میں کوئی چکاچوند پیدا نہ ہوئی اور آپ پورے

سکون کے ساتھ ان کو دیکھتے رہے۔

دوسری طرف آپ کے ضبط اور یکسوئی کا کمال تھا کہ جس مقصد کے لئے بلایا گیا تھا اُسی پر آپ نے اپنی نگاہ اور اپنے ذہن کو مرکوز کئے رکھا۔ اور جو حیرت انگیز مناظر وہاں تھے ان کی طرف آپ نے نگاہ ہی نہ اُٹھائی۔

۵۳: ۱۸ == لَقَدْ رَاٰی: لام تاکید کے لئے ہے قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے یقیناً انہوں نے دیکھی۔

== مِنْ تبعیضیہ ہے۔

== اٰیٰتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔ اٰیٰتِ مضاف رَبِّہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف۔ اَلْکُبْرٰی۔ کِبَرٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث، یہ سارا جملہ رَاٰی کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ ۔ یقیناً انہوں نے اپنے رب کی (قدرت کی کتنی ہی) بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

آیاتِ کبریٰ سے مراد عالم ملکوت کی وہ عجیب و غریب چیزیں ہیں جن کا مشاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر معراج پر جاتے ہوئے اور واپسی کے دوران میں کیا جیسے براق سمٰوٰت، انبیاء، فرشتے۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماوٰی وغیرہ۔

۵۳: ۱۹ == اَفَرَاَیْتُمْ۔ علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

اَفَرَاَیْتُمْ میں استفہام انکاری ہے اور تنبیہی ہے اور محذوف جملہ پر اس کا عطف ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ کیا تم نے اپنے معبودوں کو دیکھا اور کیا لات اور عزّٰی اور تیسری ایک اور دیوی منات کا غور سے مشاہدہ کیا۔ (بھلا اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اور اس کی زمین و آسمان میں سلطنت و سطوت کے سامنے ان حقیر و ذلیل بتوں کی بھی کوئی حیثیت ہے۔

لات، عزّٰی، منات کے متعلق صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:۔

لات، قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قبیلہ ثقیف کا بُت تھا۔ جس کا استھان طائف میں تھا۔ بنو ثقیف اس کے بڑے معتقد تھے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبے کو گرانے کے قصد سے مکہ جاتے ہوئے طائف سے گذرا تو انہوں نے اسے رہبر مہیا کئے اور دیگر سہولتیں بہم پہنچائیں تاکہ وہ ان کے معبود لات کے استھان کو منہدم نہ کرے۔

عُزّٰی ۔ اس کا ماخذ عزت ہے یہ اَعزّٰی کی تانیث ہے سوق عکاظ کے قریب وادی نخلہ میں خراض نامی ایک بستی تھی عُزّٰی کا مندر اس جگہ تھا۔ بنو غطفان اس کی پوجا کیا کرتے تھے بعض کے نزدیک یہ بنی شیبان کی دیوی تھی جو بنی ہاشم کے حلیف تھے، قریش اور دوسرے قبائل اس کی زیارت کو آتے تھے قربانی کے جانور یہاں لاکر ذبح کیا کرتے تھے اور نذرانہ چڑھاتے تھے۔ تمام دوسرے بتوں سے اس کی تکریم و عزت کیا کرتے تھے۔

مَنٰوۃ ۔ اس کا مندر قدید کے مقام پر تھا جو کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان بحر احمر کے کنارے ایک آبادی ہے یثرب کے اوس اور خزرج کے علاوہ بنو خزاعہ بھی اس کے معتقد تھے۔ کعبہ کی طرح اس کا حج بھی کیا جاتا قربانی کے جانور بھی اس کے لئے ذبح کئے جاتے۔ حج کعبہ سے فارغ ہونے کے بعد جو لوگ اس کا حج کرنا چاہتے وہ وہیں سے لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ کے نعرے لگاتے ہوئے قدید کی طرف چل پڑتے۔

اگرچہ ان بتوں کے مخصوص مندر مختلف مقامات پر تھے جیسا کہ آپ پڑھ آئے ہیں۔ لیکن ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ انہی ناموں کے بُت کعبے میں بھی رکھے ہوئے تھے۔ اور دوسرے بتوں کے ساتھ ساتھ ان کی بھی وہاں پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔

علامہ ابوحیان اندلسی رح نے بحر محیط میں اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ اُحد کے میدان میں ابو سفیان نے بڑے فخر و ناز سے کہا تھا کہ :۔

لنا العزّٰی ولا عُزّٰی لکم ؛

کہ ہمارے پاس تو عزّٰی دیوی ہے اور تمہارے پاس کوئی عُزّٰی نہیں۔

نیز اَفَرَاَیْتُمْ میں خطاب کی ضمیر کا مرجع قریش مکہ ہیں۔

ان بتوں کی پوجا کرنے والوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے (معاذ اللہ) اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ اور یہ بُت جنیات کا مسکن ہیں اور یہ جنیات بھی اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ بعض کا یہ خیال تھا کہ یہ بُت فرشتوں کے ہیکل ہیں اور فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں (نعوذ باللہ من ذلك)

۵۳: ۲۰ = مَنٰوۃَ ۔ اَللّٰتَ ، وَالْعُزّٰی منصوب بوجہ مفعول رَاَیْتُمْ کے ہیں

۵۳: ۲۱ = الذَّکَرَ ۔ مرد۔ نر۔ واحد اس کی جمع ذُکُوْرٌ و ذُکْرَانٌ ہے

اَلْاُنْثٰی مادہ۔ عورت، ہمزہ استفہامیہ ہے۔

۵۳: ۲۲ = تِلْکَ ۔ یعنی یہ نر کا تمہارے لئے ہونا اور مادہ کا اللہ کے لئے ہونا۔

= اِذًا ۔ حرف جزا ہے۔ بمعنی تب، اس وقت، اصل میں یہ اِذَنْ تھا۔ وقف کی صورت

میں نون کو الف سے بدل لیتے ہیں۔
== قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۔ موصوف وصفت، بہت بھونڈی تقسیم، نہایت غیر منصفانہ تقسیم، بہت ناقص، ضِيْزٰى - ضَازَ يَضِيْزُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہوسکتا ہے اجوف یائی ہے۔ اور مہموز العین (باب فتح) سے بھی۔ ضَازَ يَضَازُ کا مصدر ضِيْزٰى ہوگا۔ معنی دونوں کے قریب قریب ایک ہی ہیں۔ لہذا ضیزی ہر دو صورت میں مصدر بھی ہے اور صیغہ صفت بھی۔

۵۳: ۲۳ == اِنْ هِيَ : میں اِنْ نافیہ ہے هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب کا اشارہ اصنام کی طرف ہے۔ جن کی کفار پوجا کیا کرتے تھے۔
== سَمَّيْتُمُوْهَا ۔ سمیتم ماضی جمع مذکر حاضر تَسْمِيَة (باب تفعیل) مصدر سے واوَ اشباع کا ہے۔ اور ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اصنام کے لئے ہے جنہیں وہ پوجا کرتے تھے۔

یہ محض نام ہی نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں۔ ورنہ ان میں حقیقت کچھ بھی نہیں ہے علامہ راغب آیت مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَا کے تحت لکھتے ہیں۔

در کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے کہ محض نام ہیں جو تم نے رکھ لئے ہیں" اس کا معنی یہ ہے کہ۔ جن ناموں کا تم ذکر کرتے ہو ان کے مسمیات نہیں ہیں بلکہ یہ اسماء ایسے ہیں جو بغیر مسمّٰی کے ہیں کیونکہ ان ناموں کے اعتبار سے بتوں کے بارے میں جو وہ اعتقاد رکھتے ہیں اس کی حقیقت ان میں پائی ہی نہیں جاتی۔
== اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ ۔ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے یہ فاعل ہیں فعل سَمَّيْتُمْ کے
== بِهَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب الاصنام کے لئے ہے۔ سُلْطٰنٍ سند، برھان۔ دلیل۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند نازل نہیں کی،
== اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ ای مَا يتبعون وہ پیروی نہیں کر رہے۔
== اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ : سوائے (۱) گمان کی (۲) اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں۔
== وَلَقَدْ : واوَ حالیہ ہے۔ جملہ حالیہ ہے بمعنی : حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔ اَلْهُدٰى ۔ ای القرآن ۔

۵۳: ۲۴ = اَمْ استفہام انکاری کے لئے ہے اَلْاِنْسَان سے مراد یا تو کافر ہے یا عام انسان۔ پہلی صورت میں مفہوم ہوگا
ان کفار نے ان بتوں سے جو طرح طرح کی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں یہ محض دھوکہ اور فریب ہے ان کی یہ توقعات کبھی بھی پوری نہ ہوں گی۔
دوسری صورت میں مفہوم ہوگا:۔
ایسا نہیں ہوا کرتا کہ انسان جو چاہے وہ ضرور پورا ہو کر رہے۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اس دنیا میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کے اذن سے ہو رہا ہے اور عالمِ آخرت میں جو کچھ ہوگا اس کے حکم سے ہوگا۔
= مَا تَمَنّٰی ما موصولہ تَمَنّٰی اس کا صلہ۔ ماضی واحد مذکر غائب تَمَنِّیٌ (تفعل) مصدر۔ بمعنی چاہنا۔ تمنا کرنا۔ آرزو کرنا۔ جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔

۵۳: ۲۵ = لِلّٰهِ: میں لام اختصاص کا ہے۔ اَلْاٰخِرَةُ: قیامت، آخرت، اَلْاُوْلٰى جہاں آخرت کے مقابلہ میں استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالمِ دنیا ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے۔ پس اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے آخرت اور دنیا۔

۵۳: ۲۶ = کَمْ اسم مبنی ہے اور صدرِ کلام میں آتا ہے۔ مبہم ہونے کی وجہ سے تمیز کا محتاج ہے یہ عدد سے کنایہ کے لئے آتا ہے اور دو قسم پر ہے۔ استفہامیہ۔ خبریہ۔ استفہامیہ قرآن مجید میں نہیں آیا۔ استفہامیہ اگر آئے تو اس کا مابعد تمیز بن کر منصوب ہوتا ہے۔ اور اس کے معنی کتنی تعداد یا مقدار کے ہوتے ہیں جیسے کَمْ رَجُلًا ضَرَبْتَ۔ تو نے کتنے آدمیوں کو پیٹا۔
جب خبریہ ہو تو اپنی تمیز کی طرف مضاف ہو کر اسے مجرور کر دیتا ہے اور کثرت کے معنی دیتا ہے۔ یعنی کتنے ہی۔ جیسے کَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتُ میں نے کتنے مردوں کو پیٹا۔ اس میں کبھی اس کی تمیز پر مِنْ جارہ داخل ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے: کَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا۔ (۷: ۴) اور کتنی ہی بستیاں ہیں کہ ہم نے تباہ کر ڈالیں۔ اور کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ (۲: ۲۴۹) بسا اوقات کتنی ہی چھوٹی جماعتوں نے بڑی جماعتوں پر خدا کے حکم سے فتح حاصل کی ہے۔ یا۔ کَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً (۲۱: ۱۱) اور ہم نے بہت سی بستیاں جو کہ ستمگار تھیں ہلاک کر ڈالیں۔

كَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں (جن کی ...

..... الآیۃ۔

== لَا تُغْنِيْ مضارع واحد مؤنث غائب۔ اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ وہ نفع نہیں دے سکے گی۔ وہ کام نہ آئے گی۔

== شَيْئًا: کچھ بھی۔ اِلَّا حرف استثناء

== اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ میں اَنْ مصدریہ ہے۔ يَاْذَنَ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ اِذْنٌ (باب سمع) مصدر (مگر بعد اس کے) کہ اللہ) شفاعت کی) اجازت دے۔

== لِمَنْ يَّشَاءُ جس کے لئے وہ چاہے۔ یعنی جس فرشتے کو شفاعت کرنے کی یا جس آدمی کے لئے شفاعت کرنے کی اجازت دے۔

== وَيَرْضٰى۔ واؤ عاطفہ، يَرْضٰى مضارع واحد مذکر غائب۔ رِضًى (باب سمع) مصدر۔ اور اس کے لئے شفاعت کو پسند کرے؛

۵۳ : ۲۷ == اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ۔ بے شک جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ فاعل۔

== لَيُسَمُّوْنَ۔ لام تاکید کا۔ يُسَمُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَسْمِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ نامزد کرتے ہیں۔ (افعل)

== اَلْمَلٰٓئِكَةَ: فرشتوں کو۔ مفعول اول۔

== تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى۔ مضاف مضاف الیہ تَسْمِيَةَ نام رکھنا بروزن تفعلۃ باب تفعیل سے مصدر ہے اُنْثٰى عورت کا سا (نام رکھنا) مفعول ثانی

ترجمہ ہوگا۔ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے سے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

۵۳ : ۲۸ == وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ۔ ضمیر فاعل يُسَمُّوْنَ سے حال ہے ا بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب تسمیۃ کے ذکر کے متعلق ہے وضمیر بہ للمذکو من التسمیۃ (روح المعانی) حالانکہ ان کو اس بات کا (فرشتوں کو عورتوں کے نام سے نا کرنے کا) علم نہیں۔ یعنی ان کو اس حقیقت کا علم ہی نہیں یہ محض اپنے آباء واجداد تقلید میں وہ اس ظن پر قائم ہیں کہ ملائکہ مؤنث ہیں اور خدا کی بیٹیاں ہیں۔

== اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ : اِنْ نافیہ ہے۔ الظَّنَّ مستثنیٰ منقطع۔ یہ صرف ظن (بے اصل، بے دلیل خیالات) پر چل رہے ہیں۔ جو تقلید آباء سے حاصل ہوا ہے

== اِنَّ الظَّنَّ ...... الخ۔ جملہ معترضہ ہے اور کافروں کے اتباعِ ظن کرنے کی قباحت کو اس میں ظاہر کیا گیا ہے۔

== لَا يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا۔ اور ظن حق کے مقابلہ میں کچھ بھی کام نہیں دیتا۔ یعنی ظن حق کا بدل نہیں ہوسکتا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر)

۵۳ : ۲۹ == فَاَعْرِضْ۔ میں ف عاطفہ ہے جب ان مشرکوں کی جہالت وخفتِ دانش معلوم ہوگئی اور یہ معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہدایت پہ چلنے کی بجائے وہ اپنے بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں تو آپ بھی ان کی طرف سے روگردانی کر لیجئے کیونکہ ایسوں کو سمجھانا اور حق کی دعوت دینا بے کار ہے۔

اَعْرِضْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ تو منہ پھیرلے تو کنارہ کرلے۔

== مَنْ تَوَلّٰى۔ مَنْ موصولہ ہے تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّىٌ (تفعل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔

== عَنْ ذِكْرِنَا۔ یہاں ذکر سے مراد قرآن، یا ایمان یا اللہ کی یاد ہے۔

== وَلَمْ يُرِدْ۔ واؤ عاطفہ، لَمْ يُرِدْ فعل مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اور نہیں خواہش رکھتا وہ۔

== اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ اِلَّا حرف استثناء الحيٰوة الدنيا موصوف، صفت مل کر مستثنیٰ۔ منصوب بوجہ مستثنیٰ منقطع کے۔

۵۳ : ۳۰ == مَبْلَغُهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ مَبْلَغٌ بُلُوْغٌ سے اسم ظرف پہنچنے کی جگہ۔ ان کی علمی انتہاء۔ ان کے علم کی آخری حد۔ ان کی انتہائی رسائی۔

بُلُوْغٌ سے مصدر میمی بھی ہے۔ بمعنی پہنچنا۔

== بِمَنْ میں مَنْ موصولہ ہے ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رَبَّكَ کی طرف راجع ہے۔

یہ آیت امر بالاعراض کی تعلیل ہے۔

۳۱:۵۳
== وَلِلّٰهِ۔ میں واؤ عاطفہ ہے اور لام تخصیص کا ہے۔ اور اللہ ہی کا ہے:۔

= لِيَجْزِيَ لام تعلیل کا ہے یعنی اس نے پیدا کیا اس عالم کو جزار اور سزا دینے کی غرض سے۔ يَجْزِيَ مضارع واحد مذکر غائب۔ منصوب بوجہ لام تعلیل۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی جزار دینا۔ بدلہ دینا۔ سزا دینا۔ وہ معاوضہ یا بدلہ جو مقابلہ سے مستغنی کردے۔ خیر کے بدلہ میں خیر شر کے بدلہ میں شر جزار کہلاتا ہے۔

یہاں ترجمہ ہوگا۔

تاکہ وہ سزا دے (برابر بدلہ دے) بدکار کو۔

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر اَسَآءُوْا (جنہوں نے برا کام کیا) اَسَآءُوْا: ماضی جمع مذکر غائب۔ اِسَاءَةٌ (باب افعال) مصدر۔ انہوں نے برا کیا۔

= بِمَا میں ب سببیہ ہے مَا موصولہ ہے عَمِلُوْا اس کا صلہ۔ بسبب اس فعل کے جو انہوں نے کیا۔

= اَحْسَنُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے بھلائی کی انہوں نے نیک کام کیا۔

= بِالْحُسْنٰى بَ تعدیہ کا ہے۔ اچھا بدلہ۔ نیک بدلہ۔ عمدہ جزار فُعْلٰى کے وزن پر حُسْنٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: اور جنہوں نے نیک کام کئے ان کو عمدہ بدلہ دے۔

۵۳: ۳۲ = يَجْتَنِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِجْتِنَابٌ (افتعال) مصدر سے وہ بچتے ہیں۔ وہ پرہیز کرتے ہیں۔

= كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑے بڑے گناہ۔ يَجْتَنِبُوْنَ کا مفعول ہے

= اَلْفَوَاحِشَ۔ بے حیائی کی باتیں۔ ناشائستہ باتیں۔ فَاحِشَةٌ کی جمع۔ يجتنبون کا مفعول ثانی،

گناہ کبیرہ کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

ہر وہ کام جس سے کتاب و سنت کی صریح نص سے منع کیا گیا ہو۔ یا اس کے لئے کوئی شرعی حد مقرر ہو یا جس کی سزا جہنم بتائی گئی ہو یا جس کے مرتکب کو لعنت کا مستحق قرار دیا گیا ہو۔ یا جس پر عذاب کے نزول کی خبر دی گئی ہو ایسی تمام باتیں گناہ کبیرہ ہیں۔

ان کے علاوہ جو دوسرے گناہ ہیں انہیں صغیرہ گناہ کہا جاتا ہے مگر یاد رہے کہ گناہِ صغیرہ پر اصرار اور شریعت کے کسی فرمان کا استخفاف اور تحقیر کا شمار بھی کبیرہ گناہوں

میں ہوتا ہے (ضیاء القرآن)

= اِلَّا اللَّمَمَ۔ اِلَّا حرف استثناء۔ لَمَمَ چھوٹے گناہ۔ وہ گناہ جن کا شاذ و نادر ارتکاب ہو۔ مستثنیٰ۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اللَّمَمَ کے اصلی معنی ہیں معصیت کے قریب جانا۔ کبھی اس سے صغیرہ گناہ بھی مراد لئے جاتے ہیں۔

محاورہ ہے۔ فُلَانٌ یَفْعَلُ کَذَا لَمَمًا وہ کبھی کبھار یہ کام کرتا ہے آیت ہذا میں لفظ لَمَمَ مشتق ہے اَلْمَمْتُ بِکَذَا سے۔ جس کے معنی کسی چیز کے قریب جانا کے ہیں۔ یعنی ارادہ کرنا مگر مرتکب نہ ہونا۔ (مفردات راغب)

لَمَمَ سے مراد وہ گناہ ہے جو آدمی سے کبھی کبھی صادر ہو جاتے مگر وہ ان پر جما ہوا نہ رہے بلکہ توبہ کرلے۔ گناہ اس کا معمول نہ بن جائے۔ عادت نہ ہو جائے۔ کبھی کبھی صادر ہو جائے (تفسیر مظہری)

آیت اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ

آیت اَلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا..... کا بدل ہے۔ یا صفت ہے یا عطف بیان ہے۔ مضارع کا صیغہ اس لئے بیان کیا گیا ہے تاکہ اجتناب کے تجدّد اور استمرار پر دلالت کرے، وہ ہمیشہ گناہوں سے اجتناب کرتے رہتے ہیں (ضیاء القرآن)

اِلَّا اللَّمَمَ استثناء متصل بھی ہو سکتا ہے اور استثناء منقطع بھی۔

۱:۔ اگر لَمَمَ سے مراد چھوٹے گناہ لئے جائیں مثلاً نامحرم پر پہلی نظر۔ آنکھ کا اشارہ۔ بوسہ یعنی زنا سے کم درجہ کا گناہ۔ تو اِلَّا اللَّمَمَ استثناء متصل ہو گا۔

۲:۔ اگر لَمَمَ سے مراد بے ارادہ نظر پڑ جانا۔ گناہ کا خیال آنا۔ لیکن اس کے ارتکاب کے لئے عملی قدم نہ اٹھانا وغیرہ ہو تو یہ استثناء منقطع ہو گا۔ بیضاوی وکشاف وجلالین وغیرہ نے استثناء منقطع ہی لکھا ہے۔

= وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ۔ وَاسِعُ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف الْمَغْفِرَةِ مضاف الیہ۔ غَفَرَ یَغْفِرُ (باب ضرب) کا مصدر۔ بمعنی کسی گناہ کا معاف کر دینا۔

وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ وسیع مغفرت والا۔ جس کے گناہ معاف کرنا چاہیگا بغیر توبہ کے بھی معاف کردے گا خواہ وہ کبیرہ ہوں یا صغیرہ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شعر پڑھا تھا۔

اِنْ تَغْفِرِ اللّٰھُمَّ تَغْفِرْ جَمًّا۔ وَاَیُّ عَبْدٍ لَکَ لَا اَلَمَّا

اے اللہ اگر تو معاف کرے گا تو بہت گناہ معاف کردے گا۔ تیرا کونسا بندہ گناہ پر نہیں اُترا۔ (یعنی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا)

== اِذْ: اسم ظرف زمان ۔جب۔

== اَنْشَاَکُمْ: اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تمہاری پرورش کی ۔ اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر۔

== اَعْلَمُ ۔ اگرچہ اسم تفضیل کا صیغہ ہے لیکن تفضیلی معنی مراد نہیں۔ یعنی یہ مطلب نہیں کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی تم کو پیش آنے والے واقعات وحالات سے واقف تھا مگر اللہ سب سے بڑھ کر واقف کار تھا۔ کیونکہ کوئی انسان بھی اپنی پیدائش سے پہلے اپنی زندگی کے احوال سے واقف نہیں ہوسکتا۔

== اَجِنَّۃٌ: بچے جو پیٹ میں ہوں جَنِیْنٌ کی جمع ہے ، جَنِیْنٌ پیٹ کے بچے کو کہتے ہیں۔ جَنِیْنٌ بروزن فعیل بمعنی مفعولٌ ہے یعنی چھپا ہوا۔

اَلْجَنِیْنُ قبر کو بھی کہتے ہیں ۔ فعیل بمعنی فاعل چھپانے والی ۔

== لَا تُزَکُّوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر، تزکیۃ (تفعیل) مصدر بمعنی مال کی زکوٰۃ لینا یا دینا۔ خودستائی کرنا۔ لَا تُزَکُّوْا (تم خودستائی نہ کرو)

نفسِ انسانی کے تزکیہ کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ بذریعہ فعل۔ یعنی اچھے اعمال کے ذریعہ اپنے آپ کو درست کرلینا۔ یہ پسندیدہ اور محمود طریقہ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی (۸۷ : ۱۴) (وہ بامراد ہوا جس نے اپنے آپ کو سنوار لیا) میں اسی تزکیۂ عملی کا ذکر ہے ۔ یہاں تزکّٰی باب تفعل سے بمعنی باب تفعیل اپنے آپ کو سنوارنے کے معنی میں آیا ہے۔

۲:۔ بذریعہ قول۔ جیسے ایک عادل اور متقی شخص کا دوسرے شخص کا تزکیہ کرنا۔ اور اس کی خوبی کی شہادت دینا۔

لیکن یہی طریقہ اگر انسان خود اپنے حق میں برتے تو بُرا ہے۔ آیت ہذا فَلَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ (سو مت بولو اپنی ستھرائیاں یعنی اپنی خودستائی مت کرو) میں اللہ جل شانہٗ نے اسی تزکیہ سے ممانعت فرمائی ہے کیونکہ اپنے منہ آپ میاں مٹھو بننا عقلاً شرعاً کسی

بھی طرح زیبا نہیں ہے۔

= اَعْلَمُ۔ اوپر ملاحظہ ہو۔

= مَنْ۔ موصولہ ہے۔ اِتَّقٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے جو ڈرا۔ جس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

۳۳:۵۳ = اَفَرَاَیْتَ استفہام تعجبی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کیا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا۔

= اَلَّذِیْ تَوَلّٰی۔ اَلَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر ہے تَوَلّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر سے۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔ جس نے حق کی طرف سے پشت پھیر لی۔

فَائِدَہ :

۱:۔ جمہور کے نزدیک اس شخص سے مراد ولید بن مغیرہ ہے، ولید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہو گیا تھا لیکن بعض مشرکوں نے اس کو عار دلائی اور کہا کہ تم نے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھنے لگا۔ ولید نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب سے ڈر لگتا ہے۔ ایک شخص بولا۔ اگر تم باپ دادا کے مذہب کی طرف لوٹ آؤ تو میں تم کو اتنا مال دوں گا۔ اور اگر اللہ کا عذاب تم پر آیا تو تمہاری جگہ میں اس کو اپنے اوپر برداشت کر لوں گا۔ ولید شرک کی طرف لوٹ گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا۔

۲:۔ ابن جریر نے بحوالہ ابن زید بیان کیا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہو گیا کسی نے اس کو غیرت دلائی کہ تو نے بزرگوں کے دین کو چھوڑ دیا۔ اور ان کو گمراہ سمجھا اور دوزخی قرار دیا۔ مسلمان ہونے والے نے کہا کہ مجھے اللہ کے عذاب کا ڈر ہے۔ غیرت دلانے والے نے کہا کہ تو مجھے کچھ مال دیدے تجھ پر جو عذاب آئے گا میں برداشت کر لوں گا۔ اس شخص نے اس کو کچھ مال دے دیا۔ اس شخص نے کچھ اور مانگا اس نے کچھ اور بڑھا دیا۔ مانگنے والے نے ایک تحریر لکھ دی۔ اور گواہی بھی اس پر ثبت کر دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

۳:۔ سدی کا بیان ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے حق میں نازل ہوئی جو بعض باتوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق تھا اور بعض امور میں مخالف۔

۴:- محمد بن کعب قرظی کا قول ہے کہ:-
اس آیت کا نزول ابوجہل کے بارے میں ہوا۔ ابوجہل نے کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے لیکن اس قول کے باوجود ایمان نہ لایا۔ تھوڑا دینے کا یہی مطلب ہے کہ کسی قدر حق کا اس نے اقرار کیا۔ اور اَکْدٰی سے مراد ہے ایمان نہ لانا۔ (تفسیر مظہری)

۵۳: ۳۴ == وَاَعْطٰی قَلِیْلًا واؤ عاطفہ ہے۔ اَعْطٰی قَلِیْلًا معطوف۔ اور اس نے تھوڑا مال دیا۔ یعنی مشرک نے ولید کو کچھ مال دیا۔ اور باقی کے دینے میں بخل کر گیا۔ انکاری ہو گیا
== اَکْدٰی ماضی واحد مذکر غائب اَکْدَاءٌ (افعال)، مصدر جس کے معنی زمین کے پتھر کی طرح سخت نکلنے کے ہیں۔ اِکْدَاءٌ اصل میں کُدْیَۃٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی زمین کے سخت ہونے کے ہیں۔

عرب کہتے ہیں حَفَرَ فَاَکْدٰی اذا بلغ الی کدیۃ ای صلابۃ فی الارض فلم یمکنہ الحفر۔ جب زمین کھودتے وقت پتھریلی چٹان آجائے اور مزید کھدائی ناممکن ہو جائے تو کہتے ہیں حَفَرَ فَاَکْدٰی۔ اس نے زمین کھودی اور نیچے سے چٹان نکل آئی
یہاں آیت ہذا میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے تھوڑا سا مال دے کر باقی کی ادائیگی منقطع کر دی۔

۵۳: ۳۵ == اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ ؛ ہمزہ استفہام انکاری ہے کیا اس کے پاس غیب کا علم ہے (یعنی نہیں ہے)۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے یا وہ شخص جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ایسر التفاسیر میں ہے۔
ای یعلم ان غیرہ یتحمل عنہ العذاب والجواب لا ؛ (کیا وہ جانتا ہے کہ کوئی دوسرا اس پر سے عذاب کو اٹھائے گا اور اس کا جواب ہے "نہیں")
اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَیْبِ۔ اَرَأَیْتَ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول اول اسم موصول الَّذِیْ ہے۔
== فَهُوَ یَرٰی۔ میں فَ سببیہ ہے۔ یعنی کیا اس کو غیب کا علم ہے جس کی وجہ سے وہ جانتا ہے یا دیکھتا ہے کہ میں اگر کچھ مال دیدوں گا تو وہ شخص میرے اوپر سے شرک کا عذاب اٹھا کر اپنے اوپر لاد لیگا۔

۵۳: ۳۶ == اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ۔ اَمْ بمعنی ہمزہ استفہامیہ ہے ای اَلَمْ يُنَبَّاْ۔ لَمْ يُنَبَّاْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر ن ب ء مادہ۔ خبر دینا۔ کیا اس کو خبر نہیں دی گئی۔

== بِمَا: میں بَ تعدیہ کا ہے۔ مَا موصولہ ہے۔

== صُحُفِ۔ صحیفے، کتابیں۔ اوراق، صَحِيفَةٌ کی جمع ہے۔ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فعیلۃ بروزن فُعُلٌ نہیں آتی۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال۔ سَفِيْنَةٌ (واحد) کی جمع سُفُنٌ ہے۔

ترجمہ:۔ کیا اس کو ان باتوں کی خبر نہیں پہنچی جو (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہیں۔

۵۳: ۳۷ == وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ای وَبِمَا فِيْ صُحُفِ اِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى اور جو باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں جس نے احکام کی پوری پوری بجا آوری کی تھی۔

وَفّٰى، ماضی واحد مذکر غائب تَوْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی کسی کام کو پورا پورا کرنا (و، ف، ی) مادہ۔ اَلْوَافِيْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ (۱۷: ۳۵) اور جب تم (کوئی چیز) ماپ کر دینے لگو تو پیمانہ مکمل اور پورا پورا بھرا کرو۔

اَلَّذِيْ وَفّٰى اسم موصول وصلہ مل کر صفت ہے ابراہیم کی۔ کہ انہوں نے خداوند تعالیٰ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کی تھی۔ بیٹے کو ذبح کرنے کے بلا چون وچرا تیار ہوگئے۔ آتش نمرود میں صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اپنے پروردگار کے احکام مخلوق تک پہنچائے اور اس سلسلے میں طرح طرح کی تکالیف لوگوں کے ہاتھوں سے اٹھائیں وغیرہ وغیرہ۔

۵۳: ۳۸ == آیت سے قبل عبارت مقدرہ ہے، وقیل ماذا فی صحف موسٰی وابراھیم؟ فقیل ھو:... اور سوال ہے کہ (حضرت) موسیٰ وابراہیم (علیہما السلام) کے صحیفوں میں کیا ہے؟ جواب ہے: یہ کہ ....

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص دوسرے (کے گناہ)

کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اَلَّا۔ اَنْ اور لَا سے مرکب ہے۔ اَنْ کی دوسری صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ اَنْ مخففہ ہے جو شروع میں ثقیلہ تھا پھر خفیفہ کر لیا گیا یہ کسی شے کی تحقیق اور ثبوت کے معنی دیتا ہے۔ ہٗ ضمیر شان جو اَنَّ کا اسم ہے محذوف ہے کلام ہوگا۔ اَنَّهٗ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى۔ تحقیق شان یہ ہے کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا شخص ......

۵۳: ۳۹ = (۲) وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا (۴۱: ۴۶) جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے اور جو بُرے کام کریگا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا:

بعض اہل علم کا کہنا ہے کہ لِلْاِنْسَانِ میں لام بمعنی عَلٰی ہے یعنی انسان کے لئے صرف اُسی کا بُرا عمل ضرر رساں ہوگا۔ اس مطلب پر یہ آیت سابقہ آیت کی تفسیر ہو جائیگی اور عطف تفسیری ہوگا۔

۵۳: ۴۰ = (۳) وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى اور یہ کہ بیشک انسان کی کوشش جلدی دیکھی جائے گی۔

سَعْيَهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی سَعْیٌ۔ اس کی کوشش۔ سَعٰی يَسْعٰی اس نے ارادہ کیا۔ اس نے قصد کیا۔ وہ دوڑا۔ اُس نے کوشش کی۔ اس نے نیت کی، سَوْفَ عنقریب، يُرٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ وہ دیکھا جائے گا۔ یعنی اس کے عمل کا مقصد معلوم ہو جائے گا (کیونکہ اعمال کے بار آور ہونے کی اوّلیں شرط خُلُوصِ نیّت ہے)

۵۳: ۴۱ = ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى۔ پھر اس کو اس کا پورا بدلہ دیا جائیگا ثُمَّ حرف عطف ہے۔ ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ پھر، ازاں بعد یعنی پہلے اس کی سعی کو دیکھا جائے گا اس کی نیّت اور ارادہ کو معلوم کیا جائے گا۔ پھر اس پر مترتب جزا و سزا پوری پوری دی جائے گی:

يُجْزٰى مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ اس کا نائب فاعل الانسان ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع سعی ہے۔ ای بِسَعْيِهٖ اس کی کوشش کے عوض، اَلْجَزَآءَ الْاَوْفٰى۔ موصوف وصفت مل کر يُجْزٰى کا مفعول۔ اَلْاَوْفٰى وَفَاءٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بہت پورا۔ بالکل پورا۔

ترجمہ:۔

پھر (اس) انسان کی اس سعی کے عوض بالکل پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْئًا وَاِنْ کَانَ مِثْقَالَ حَبَّۃٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَیْنَا بِھَا وَکَفٰی بِنَا حٰسِبِیْنَ (۲۱:۴۷)

اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوگا تو ہم اس کو لاموجود کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں "

۵۳:۴۲ == ۴۔ وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی: اور یہ کہ بے شک (ہر چیز کی) انتہا تیرے رب تک (ختم) ہے مُنْتَھٰی انتہاءٌ سے مصدر میمی ہے۔

۵۳:۴۳ == ۵۔ اور یہ کہ بیشک وہی ہنساتا ہے اور وہی رُلاتا ہے خوشیوں اور مسرتوں کو دے کر ہنسانا اور غم و اندوہ میں مبتلا کر کے رُلانا اسی کے بس میں ہے۔

اَضْحَکَ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اس نے ہنسایا یا وہ ہنساتا ہے اِضْحَاکٌ (افعال) مصدر سے۔ اور اَبْکٰی ماضی بمعنی مستقبل صیغہ واحد مذکر غائب اِبْکَاءٌ (افعال)، مصدر سے اس نے رُلایا یا وہ رُلاتا ہے۔

۵۳:۴۴ == ۶۔ وَاَنَّہٗ اَمَاتَ وَاَحْیَا۔ اور بے شک وہی مارتا ہے اور وہی زندہ کرتا ہے۔ اَمَاتَ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَۃٌ (افعال) مصدر اس نے مار ڈالا۔ اس نے مارا۔ وہ مارتا ہے یا مارے گا۔

اَحْیَا۔ ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب اِحْیَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے زندہ کیا۔ اس نے جلایا۔ وہ زندہ کرتا ہے۔ وہ جلاتا ہے۔

۵۳:۴۵ == ۷۔ وَاَنَّہٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی۔ اور یہ کہ بے شک اُسی نے پیدا کیا یا وہی پیدا کرتا ہے جوڑے کو۔ ایک نر اور ایک مادہ:

لغات القرآن میں الزوجین کے معنی یوں درج ہیں:۔

وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو یا نقیض ہو۔ جوڑا۔ زَوْجٌ کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔

آیۃ شریفہ وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ ( ) اور ہر چیز کے بنائے

جوڑے"۔ میں بعض نے زوجین کے معنی نر اور مادہ کے لئے ہیں اور بعض نے مرکب کے۔ اور صحیح و راجح معنی صنفوں اور قسموں کے ہیں۔ یعنی ہر شے کی ہم نے دو قسمیں کی ہیں اور قسم سے مراد مقابل ہے یعنی ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتی یا عرضی ایسی ہے جس سے دوسری شے جس میں اس صفت کی ضد اور نقیض ملحوظ ہے اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے۔ جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی سردی۔ چھوٹی بڑی، خوشنما بدنما۔ سفیدی اور سیاہی۔ روشنی اور تاریکی۔ وغیرہ وغیرہ۔

قاموس القرآن میں ہے:

دو قسمیں، میاں بیوی۔

صاحب الیسر التفاسیر لکھتے ہیں۔

ای الصنفین الذکر والانثیٰ من سائر الحیوانات۔ یعنی تمام حیوانات کو دو قسموں میں پیدا کیا۔ ایک نر اور مادّہ۔

مزید وضاحت کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن:

۵۳ : ۴۶ = مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى۔ ایک قطرہ منی سے جب وہ ٹپکایا جاتا ہے (مادّہ کے رحم میں) یہ تشریح ہے تخلیقِ حیوانات کی۔

نطفة اصل میں تو اس کے معنی ہیں آبِ صافی کے۔ لیکن اس سے مراد مرد کی منی لی جاتی ہے۔ تُمْنٰى مضارع واحد مؤنث غائب۔ مَنْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ ٹپکائی جاتی ہے۔ وہ ڈالی جاتی ہے

۵۳ : ۴۷ = ۸۔ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى۔ اور تحقیق یہ کہ اسی کے ذمہ دوسری بار پیدا کرنا ہے۔

عَلَيْهِ جار مجرور۔ اس کے ذمہ۔ عَلٰى کا لفظ وجوب و لزوم کے معنی پر دلالت کر رہا ہے۔ اور اللہ پر کوئی بات لازم نہیں ہے اس لئے عَلٰى کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے بلکہ وعدے کو پختہ کرنا مراد ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ضرور دوبارہ تخلیق کریگا۔

اَلنَّشْاَةَ الْاُخْرٰى، موصوف و صفت۔ دوسری بار مُردہ سے زندہ کرنا۔ دوسری تخلیق، قیامت کے روز مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جانا۔

۵۳ : ۴۸ = ۹۔ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى۔ اور یہ کہ بے شک وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے۔ اَغْنٰى ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ)

مصدر۔ وہ غنی کرتا ہے وہ دولت مند بناتا ہے ۔

اَقْنٰی : ماضی (بمعنی حال) واحد مذکر غائب اِقْنَاءٌ (افعال) مصدر سے ۔ اِقْنَاءٌ کے معنی ذخیرہ کیا ہوا مال جو باقی رہ سکے) دینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِقْنَاءٌ کے معنیٰ ذخیرہ کیا ہوا مال دینا۔ لیکن باب افعال کے خواص میں سے ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے ، اس اعتبار سے اَقْنٰی کا مطلب سلب قُنیہ ہے لینی فقیر بنا دینا ہوگا۔ سیاقِ آیات کے لحاظ سے یہی معنی مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ اَقْنٰی ای اَفْقَرَ۔

۵۳ : ۴۹ = ۱۰ ۔ وَاَنَّهٗ رَبُّ الشِّعْرٰی اور یہ کہ وہی الشعریٰ کا رب ہے ، الشعریٰ ایک مشہور ستارے کا نام ہے عرب کی ایک قوم کا یہ معبود تھا۔

۵۳ : ۵۰ = ۱۱ ۔ وَاَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَ نِ الْاُوْلٰی۔ اور یہ کہ بے شک اس نے عادِ اوّل کو ہلاک کیا۔ عادِ اُولیٰ سے مراد قدیم قوم عاد ہے جس کی طرف حضرت ھُود علیہ السلام بھیجے گئے تھے یہ قوم جب حضرت ہود کی تکذیب اور نافرمانی کی پاداش میں عذاب میں مبتلا کی گئی تھی تو صرف وہ لوگ بچے تھے جو ان پر ایمان لائے تھے ان کی نسل کو تاریخ میں عاد ثانیہ یا عاد اُخریٰ کہتے ہیں۔

۵۳ : ۵۱ = ۱۲ ۔ وَثَمُوْدَ فَمَا اَبْقٰی ، ای انه اهلك ثمود فما ابقٰی ۔ اور یہ کہ بے شک اس نے ثمود کو بھی ہلاک کر ڈالا۔ پھر کسی کو نہ چھوڑا ۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی جس کو ایک گرجدار چیخ سے اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ (ثمود کو حقیقت میں عاد ثانیہ کہا جاتا ہے) تفسیر مظہری ؒ

ثمود کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰی عَلَی الْهُدٰی فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ٥ (۴۱ : ۱۷) اور جو ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا تھا مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں اندھا رہنا پسند کیا تو ان کے اعمال کی سزا میں ایک سخت کڑک نے آپکڑا۔

فَمَا اَبْقٰی ف ای نتیجۃً ۔ مَا نافیہ ، اَبْقٰی ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِبْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے باقی نہ چھوڑا ۔ (یعنی کافروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا سب کو عذاب سے ہلاک کر دیا۔

۵۳ : ۵۲ = (۱۳) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ۔ اس آیت کا عطف آیتِ مذکورہ بالا

وَ اَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا نِ الْاُوْلٰى : پر ہے ای و اَنَّهٗ مِنْ قَبْلُ اَهْلَكَ قَوْمَ نُوْحٍ: اور یہ کہ بے شک اسی نے اس سے قبل قوم نوح کو ہلاک کیا۔

اس آیت میں قوم نوح کی ہلاکت کی کیفیت نہیں دی گئی۔ لیکن اور جگہ قرآن مجید میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ (۲۵: ۳۷) اور ہم نے قوم نوح (علیہ السلام) کو (بھی ہلاک کیا) جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔

مِنْ قَبْلُ۔ ای من قبل ذٰلك اس سے پیشتر، قوم عاد و ثمود کی ہلاکت سے قبل۔

= كَانُوْا هُمْ : كَانُوْا میں ضمیر فاعل اور هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قوم نوح ہے۔

= اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى : دونوں افعل التفضیل کے صیغے ہیں۔ بمعنی زیادہ ظالم، زیادہ سرکش، زیادہ حد سے بڑھ جانے والے۔ زیادہ نافرمان۔ یعنی وہ (قوم نوح) عاد اور ثمود سے بھی زیادہ ظالم اور نافرمان تھے۔

۵۳ : ۵۳ = ۱۴ : وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى۔ اس کا عطف بھی وَ اَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا نِ الْاُوْلٰى پر ہے۔ اور اَهْوٰى بمعنی فاعل۔ جملہ موضع حال میں ہے ان کی ہلاکت کی کیفیت کو واضح کرنے کے لئے۔ اِهْوَاءٌ (افعال) ھوی مادہ سے، بمعنی فضاء میں لے جا کر نیچے دے مارنے کے ہیں۔ اور یہ کہ بے شک اس نے ہلاک کیا (حضرت لوط کی) اوندھی بستیوں کو کہ فرشتوں نے ان کو اوپر اٹھایا پھر اس کے نچلے حصہ کو اوپر اور اوپر کے حصہ کو نیچے کر کے زمین پر پٹک دیا۔

ای الملك رفع قراهم ثم اهوا ها تهوى الى الارض منقلبة اعلاها اسفلها۔ روح المعانی۔

یا المؤتفكة کا ناصب اَهْوٰى ہے۔ ای اسقطها الى الارض بعد ان رفعهما الى السماء۔ بستیوں کو بلندی پر لے جا کر نیچے زمین پر دے ٹپکا (ایضاً)

المؤتفكة۔ اسم فاعل واحد مؤنث منصوب اِئْتِفَاكٌ (افتعال) مصدر۔ اِفْكٌ مادہ۔ الٹی ہوئی۔ منقلب۔ مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں جو بحیرہ مُردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم، یا سندوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم دلواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کردی۔

المؤتفکۃ واحد صرف اسی آیت میں قرآن مجید میں آیا ہے اور بطور جمع المؤتفکات قرآن مجید میں دو جگہ آیا ہے سورۃ توبہ (۹ : ۷۰) اور سورۃ الحاقۃ (۶۹ : ۹)

۵۳ : ۵۴ = : فَغَشّٰهَا مَا غَشّٰى ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع .... المؤتفکۃ ہے۔ پس چھا گیا ان پر جو چھا گیا۔ لفظ مَا کا ابہام عظمتِ عذاب اور تباہی کی ہولناکی پر دلالت کررہا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۳ : ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۵۳ : ۵۵ = فَبِاَيِّ میں فَ عاطفہ سببیہ ہے۔ اَیّ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ کونسی، کس کس

= اٰلَآءِ جمع ہے اِلًى کی۔ جس کے معنی نعمت کے ہیں۔ اٰلَآءِ نعمتیں۔ احسانات،

= تَتَمَارٰى۔ مضارع واحد مذکر حاضر، تَمَارِیٌ (تفعل) مصدر سے، تو شک کرتا ہے یا کریگا۔ توجھٹلاتا ہے یا جھٹلائے گا۔ توجھگڑا کرتا ہے یا کرے گا۔

تَتَمَارٰى صیغہ واحد مذکر حاضر میں خطاب کس کو ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱:۔ یہ خطاب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے ہے لیکن مراد تمام عوام الناس ہیں

۲:۔ یہ خطاب ہر شخص سے ہے، اے سننے والے تو اللہ تعالیٰ کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائیگا۔

۳:۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت میں مخاطب ولید بن مغیرہ ہے (ملاحظہ ہو آیات ۳۳ تا ۳۷ متذکرۃ الصدر)

مطلب یہ ہے کہ اے انسان! اقوام عاد، ثمود، و نوح کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک و برباد کردیا۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں شک کرتے تھے۔ کہ یہ صرف اللہ رب العالمین کی عطا کردہ نہیں بلکہ ان کی عطار میں وہ بت بھی شریک ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ اسی لئے جب پیغمبران الٰہی نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی تو انہوں نے پیغمبروں سے جھگڑا شروع کردیا۔ تو کیا اے سامع تو بھی اسی کوتاہ نظری کا شکار ہوگیا اور اپنے لئے وہی انجام چاہیگا جو اقوام مذکورہ بالا کا ہوا۔

۵۳ : ۵۶ = ھٰذَا۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں:۔

۱:۔ ھٰذَا کا مشارٌ الیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہیں۔ اس صورت میں آیت کا معنی ہوگا۔ کہ پیغمبر اسلام بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہیں۔

۲:۔ قرآن کریم، یعنی یہ قرآن کریم بھی پہلی آسمانی کتابوں کی طرح ڈرانے والا ہے۔

۳= یہ واقعات جو تمہیں سنائے گئے ہیں ایک تنبیہ ہیں پہلے آئی ہوئی تنبیہات میں سے
= نَذِيْرٌ: صفت مشبہ مرفوع ۔نکرہ ۔ واحد۔ ڈرانے والا۔ اس کی جمع نُذُرٌ
اَلنُّذُرِ الْاُوْلٰى میں اَلْاُوْلٰى (بمعنی پہلی ۔اگلی ، اَوَّلٌ کا مؤنث) کو بصیغہ مؤنث لانے
کی وجہ یہ ہے کہ النذر سے مراد جماعت ہے:
علماء کی اکثریت نے اس کے وہ معنی لئے ہیں جو کہ (۳) میں مذکور ہیں ۔ جلالین
میں ہے من النذر الاولیٰ ای من جنسہم ۔
۵۳: ۵۷ = اَزِفَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب : اَزُوْفٌ (باب سمع) مصدر وہ
آ پہنچی۔ ازوف کے اصل معنی تنگیٔ وقت کے ہیں ۔ چونکہ تنگیٔ وقت کا مطلب وقت کا
قریب آلگنا ہوتا ہے اس لئے اس کا استعمال قریب آلگنے میں ہونے لگا ۔
= اَلْاٰزِفَةُ ، ازوفٌ سے اسم فاعل واحد مؤنث ۔ نزدیک آلگنے والی ۔ قریب آلگنے والی
جس کے آنے کا وقت بہت تنگ ہو گیا ہو ۔ مراد قیامت ہے ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے
وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ (۴۰: ۱۸) اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ ۔
۵۳: ۵۸ = لَهَا ۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاٰزِفَة کی طرف راجع ہے
= كَاشِفَةٌ ۔ كَشْفٌ سے ۔ (باب ضرب) سے مصدر اسم فاعل واحد مؤنث :
کھولنے والی ۔ ظاہر کرنے والی ۔ کاشفۃ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ۃ مبالغہ کے لئے
لائی گئی ہے ۔ کیونکہ اس کے سوا اور کوئی قیامت کے وقت کو ظاہر نہیں کر سکتا ۔ جیسا کہ
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے
لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا اِلَّا هُوَ (۷: ۱۸۷) اس کے وقت پر اسے کوئی نہ ظاہر کریگا
بجز اس (اللہ) کے ۔
۵۳: ۵۹ = اَفَمِنْ : استفہام انکاری ہے ، اَ استفہامیہ فَ حرف عطف ، اس کا
عطف محذوف پر ہے ۔ مِنْ حرف جار ۔ یا اَفَمِنْ سوال بطور زجر ہے ۔
= هٰذَا الْحَدِيْثِ : ای القراٰن هٰذَا اسم اشارہ الحدیث (بات کلام)
مشارٌ الیہ ۔ اشارہ اور مشار الیہ مل کر مجرور ۔ مِنْ حرف جر ۔ مِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ
یہ قرآن اور اس کی تعلیمات ۔
= تَعْجَبُوْنَ ۔ مضارع ۔جمع مذکر حاضر ، عَجَبٌ (باب سمع) مصدر ۔ تم تعجب
کرتے ہو ۔

تم اچنبھا کرتے ہو۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ: کیا تم اس قرآن وحی الٰہی، کلام الٰہی سے اور اس میں مشمولہ پند و نصائح سے انکار کرتے ہوئے تعجب کرتے ہو۔ (تعجبون انکارًا۔ روح المعانی)

تَضْحَكُوْنَ، مضارع جمع مذکر حاضر۔ ضِحْكٌ (باب سمع) مصدر سے۔ تَضْحَكُوْنَ (استھزاء) اور اس کا مذاق اڑاتے ہوئے تم لوگ ہنستے ہو۔ وَلَا تَبْكُوْنَ (حزنًا على مافرطتم فی شانه وخوفًا من عن يحيق بكم ماحاق بالامم المذکورة۔

اور نہیں روتے ہو تم اس کی شان میں کوتاہی کے ارتکاب کے غم میں اور اس خوف سے کہ کہیں وہ عذاب جس نے مذکورہ بالا امتوں کو گھیر لیا تھا۔ تمہیں بھی نہ آگھیرے:

(روح المعانی)

۵۳:۶۱ = وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ: جملہ اسمیہ تبکون کے فاعل سے حال ہے۔ سٰمِدُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔

اہل لغت نے اس کے دو معنی بیان کئے ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس اور عکرمہ اور ابو عبیدہ نحوی کا قول ہے کہ یمنی زبان میں سُمُوْد کے معنی گانے بجانے کے ہیں اور آیت کا اشارہ اس طرف ہے کہ کفار مکہ قرآن کی آواز کو دبانے اور لوگوں کی توجہ دوسری طرف ہٹانے کے لئے زور زور سے گانا شروع کر دیتے تھے۔

۲۔ حضرت ابن عباس اور مجاہد نے بیان کئے ہیں کہ:

السمود البَرْطَمَةُ وهى رفع الرأس تكبرًا۔ كانوا يمرّون على النبى صلّى الله عليه وسلم غَضَابًا مبرطين۔ یعنی سمود تکبر کے طور پر سر نیوڑھانے کو کہتے ہیں۔ کفار مکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے جب گذرتے تو غصے کے ساتھ منہ اوپر اٹھاتے ہوئے نکل جاتے تھے۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں بھی یہی معنی بیان کئے ہیں ــــ اور اس معنی کے لحاظ سے سامدون کا مفہوم قتادہ نے غافلون اور حضرت سعید بن جبیر نے معرضون بیان کیا ہے (تفہیم القرآن جلد پنجم سورۃ النجم آیت ۶۱)

۵۳:۶۲ = فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ف ترتیب امر کے لئے ہے کلام ماقبل پر

یہ امر مترتب ہوا کہ تمام اہلِ ایمان اور اہلِ کفر اللہ تعالیٰ کے حضور جھک جائیں اور اس کی بندگی بجالائیں۔

= اُسْجُدُوْا : فعل امر جمع مذکر حاضر، سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ تم سجدہ کرو، لِلّٰہِ میں لام حرفِ جرّ استحقاق کے لئے ہے۔ یا اختصاص کے لئے ہے۔ اللہ ہی کو،

= وَاعْبُدُوْا۔ واؤ عاطفہ، اُعْبُدُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، عِبَادَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ کا مرجع اللّٰہ ہے۔ محذوف ہے۔ اور اسی کی عبادت کرو۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۵۴) سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ (۵۵)

۵۴: ۱ = اِقْتَرَبَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب اِقْتِرَابٌ (افتعال) مصدر
وہ قریب آگئی۔ وہ نزدیک ہوگئی۔
= السَّاعَۃُ: گھڑی، وقت، رات یا دن کا کوئی سا وقت۔
اہلِ عرب اس کا استعمال وقت ہی کے معنی میں کرتے ہیں چاہے ذرا سی دیر کے لئے ہی ہو
قرآن مجید میں الساعۃ کا لفظ جہاں کہیں بھی استعمال ہوا ہے اس سے القیامۃ ہی مراد ہے
= اِنْشَقَّ، ماضی واحد مذکر غائب انشقاق (انفعال) مصدر۔ وہ پھٹ گیا۔ وہ
شق ہوگیا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴: ۱) جب آسمان پھٹ جائے گا:
۵۴: ۲ = وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا۔ واؤ حالیہ ہے اس کے بعد لٰکِنْ حَالُھُمْ
مقدر ہے (کلام یوں ہوگی)
وَ لٰکِنْ حَالُھُمْ اِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا۔ ولیکن ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کوئی
نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔
مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی آلگی اور چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہوگیا۔ (قربِ قیامت
کی نشانیوں میں سے ایک ہے) اور انہوں نے ایسا ہوتے دیکھ بھی لیا۔ لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا
ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے بھی ہیں تو (اپنی ہٹ دھرمی کے باعث جو کہ
ان کی سرشت میں ہے) مُنہ موڑ لیتے ہیں۔
اِنْ شرطیہ ہے یَرَوْا مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب، یُعْرِضُوْا
مضارع مجزوم جمع مذکر غائب (بوجہ جواب شرط) اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر۔ غائب
= وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَقُوْلُوْا مضارع جمع مذکر

غائب: سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یَقُوْلُوْا کا مقولہ ہے ھٰذَا (مبتدا محذوف) کی خبر ہے۔

= مُسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِسْتِمْرَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ اس کے متعدد معانی لئے جا سکتے ہیں:۔

۱:۔ یہ مِرَّۃٌ سے ماخوذ ہے جس کا معنی قوت ہے اس صورت میں مطلب ہوگا کہ ان کا جادو بڑا زور والا ہے زمین پر ہی نہیں آسمانی چیزوں پر بھی اثرانداز ہوتا ہے۔

۲:۔ یہ بمعنی ذَاھِبٌ ہے جب کوئی چیز آئے اور گذر جائے تو اہل عرب کہتے ہیں مَرَّ الشیئُ واستمرَّ چیز آئی اور گئی۔ یعنی بے بنیاد، بے حقیقت اور آنی جانی،

۳:۔ یہ استمرار سے ہے بمعنی مستقل، پیہم۔

۴:۔ بعض کے نزدیک مستمر کا لفظ مرارت (تلخی) سے مشتق ہے۔ یعنی تلخ جادو، بدمزہ جادو

۵۴:۳ = کَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ: ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔

کَذَّبُوْا۔ اِتَّبَعُوْا۔ بالفاظ ماضی ذکر کرنے سے اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ یہ کافروں کی پرانی عادت ہے (کہ وحی کو چھوڑ کر اتباعِ شہوات کرتے ہیں۔)

کَذَّبُوْا۔ ای کذبوا النَّبیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ یعنی انہوں نے معجزہ دیکھ کر بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی۔

وَاتَّبَعُوْٓا اَھْوَآءَھُمْ۔ جملہ معطوف اَھْوَآءَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اتبعوا کا۔ اَھْوٰی جمع ھَوٰی کی خواہشات، خیالات۔

= کُلُّ اَمْرٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

= مُّسْتَقِرٌّ۔ اسم فاعل واحد مذکر، اِسْتِقْرَارٌ (استفعال) مصدر۔ قرار پکڑنے والا۔ ٹھیرنے والا۔ کُلُّ اَمْرٍ کی خبر، ہر معاملہ قرار پکڑنے والا ہے۔ یعنی یہ سلسلہ لامتناہی نہیں آخرکار ایک انجام پر پہنچ کر ٹھہر جائے گا۔ قرار پکڑے گا۔

انسان کے اعمال بد اس کو آخرکار جہنم میں لیجائیں گے اور اعمال حسنہ اپنے کرنے والوں کو بہشت میں لے جائیں گے۔

ای وکل من الخیر والشر مستقر باھلہ فی الجنۃ اوفی النار۔

(ایسر التفاسیر)

تفہیم القرآن میں یوں لکھا ہے:۔

یہ سلسلہ بے نہایت نہیں چل سکتا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حق کی طرف بلاتے رہیں اور تم ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے باطل پر جمے رہو اور ان کا حق پر ہونا اور تمہارا باطل پر ہونا کبھی ثابت نہ ہو۔ تمام معاملات آخرکار ایک انجام کو پہنچ کر رہتے ہیں۔ اسی طرح تمہاری حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کشمکش کا بھی لامحالہ ایک انجام ہے جس پر یہ پہنچ کر رہے گی ایک وقت لازماً ایسا آنا ہے کہ جب علی الاعلان یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ حق پر تھے اور تم سراسر باطل کی پیروی کر رہے تھے۔

اسی طرح حق پرست اپنی حق پرستی کا اور باطل پرست اپنی باطل پرستی کا نتیجہ بھی ایک دن ضرور دیکھ لیں گے۔

۵۴:۴ = وَلَقَدْ : واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اور قَدْ ماضی سے قبل آنے پر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے جَآءَهُمْ ۔ ای الی اھل مکۃ۔ اہل مکہ کے پاس پہنچ چکی ہیں۔

= اَلْاَنْۢبَآءُ ۔ خبریں۔ حقیقتیں۔ نَبَأٌ کی جمع ہے جس سے بڑا فائدہ اور یقین یا ظنِ غالب حاصل ہو۔ اسے نبأ کہتے ہیں۔ جس خبر میں یہ باتیں موجود نہ ہوں اس کو نبأ نہیں بولتے کیونکہ کوئی خبر اس وقت تک نبأ کہلانے کی مستحق نہیں جب تک کہ وہ شائبہ کذب سے پاک نہ ہو۔ جیسے وہ خبر جو تواتر سے ثابت ہو۔ یا جس کو اللہ اور رسول نے بیان کیا ہو۔

یہاں اَلْاَنْۢبَآءُ سے مراد وہ خبریں ہیں جو قرآن مجید میں بیان ہوئیں۔

الأنبآء سے قبل مِنْ تبعیضیہ بھی ہو سکتا ہے اور بیانیہ بھی۔

ولقد جآءھم من الانباء۔ ای ولقد جاء فی القراٰن الی اھل مکۃ اخبار القرون الخالیۃ او اخبار الاخرۃ۔ تحقیق قرآن میں اہل مکہ کے پاس سابقہ امتوں کی خبریں کہ کس طرح ان کے کفر و شرک کے اصرار پر ان پر تباہی اور بربادی نازل کر دی گئی اور آخرت کے متعلق خبریں کہ اہل کفر و شرک کس کس عذاب الیم میں دھرے جائیں گے۔
—— پہنچ چکی ہیں۔

= مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۔ مَا موصولہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ما موصولہ ہے (ایسی خبریں) کہ جن میں .....۔

مُزْدَجَرٌ : مصدر میمی یا اسم ظرف مکان ہے اِزْدِجَارٌ مصدر سے باب افتعال) زَجْرٌ مادہ۔ جھڑکی یا جھڑکنے کا اور روکنے کا مقام۔ یہ لفظ اصل میں مُزْتَجَرٌ تھا تاء کو

دال سے بدل دیا گیا۔ ازدجر کا معنی ہے طرد کہ صائحًا بہ ۔بلند آواز سے کسی کو کسی کام سے روکنا۔ بازرکھنا۔ جھڑکنا۔ یعنی یہ واقعات انہیں سختی سے منع کرتے تھے کہ تم گمراہی کی یہ روش چھوڑدو۔

باب افتعال سے اِزْدِجَارٌ لازم بھی ہے یعنی رُک جانا اور باز رہنا۔ اور متعدی بھی بمعنی روک دینا۔ بازرکھنا۔ لیکن باب انفعال سے اِنْزِجَارٌ لازم آتا ہے بمعنی رُک جانا۔ ٹھہر جانا۔

مَافِیْہِ مُزْدَجَرٌ۔ جن میں کافی عبرت ہے، کافی تنبیہ ہے۔

آیت کا مطلب: ان لوگوں (اہل مکہ) کے پاس (گذشتہ اقوام کی یا آخرت میں ان کے ساتھ سلوک کی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں (قرآن مجید کے ذریعہ) جن میں کافی (اور زوردار) تنبیہ موجود ہے۔

۵۴: ۵ = حِکْمَۃٌ: یہ آیت سابقہ میں جو مَا ہے (جو فعل جَآءَ کا فاعل ہے) اس کا بدل ہے،

= بَالِغَۃٌ۔ صفت ہے حِکْمَۃٌ کی، پہنچی ہوئی، پہنچنے والی۔ بُلُوْغٌ (باب نصر) سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے (اَیْمَانٌ بَالِغَۃٌ (۶۸:۳۹) تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔ حِکْمَۃٌ بَالِغَۃٌ حکمت اور دانائی میں انتہا کو پہنچی ہوئی بات، سراسر دانائی۔

= فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ، مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ انکاریہ بھی تُغْنِ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ کام آنا۔ کفایت کرنا۔

تُغْنِ اصل میں تُغْنِیْ تھا۔ عامل کے سبب ی حذف ہو گئی ہے (لغات القرآن)

اصلہ تغنی لم تکتب الیاء بعد النون اتباعًا لرسم المصاحف (تفسیر حقانی)

اصل میں تغنی تھا رسم مصحف کے اتباع میں نون کے بعد ی نہیں لکھی جاتی۔

نُذُرٌ مصدر (باب نصر) ڈرانا۔ بمعنی اِنْذَارٌ (باب افعال۔ یا نُذُرٌ جمع ہے نذیرٌ بمعنی مُنْذِرٌ کی۔ ڈرانے والے۔ یعنی پیغمبران علیہم السلام

مطلب یہ ہے کہ پیغمبروں کا یا ڈرانے کا ان کو کیا فائدہ ہوا۔ یعنی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

۵۴: ۶ = فَتَوَلَّ عَنْھُمْ: ف سببیہ ہے اور عدم اغناء اس کا سبب ۔ پس، تَوَلَّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَوَلِّیٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ تو پھرا۔ تو ہٹ آ۔ تو منہ پھیرلے۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

اگر تولّیٌ کا تعدیہ بلاواسطہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں کسی سے دوستی رکھنا۔ مثلاً

وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (٥: ٥١) اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انہی میں سے ہوگا۔

یا والی و حاکم ہونا: مثلاً: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ (٤٧: ٢٢) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔

یا کسی کام کو اٹھانا۔ مثلاً: وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ (٢٤: ١١) اور جس نے اٹھایا اس بڑی بات کو۔

اور اگر عَنْ کے ساتھ متعدی ہو۔ خواہ عن لفظوں میں موجود ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی آتے ہیں۔ جس طرح کہ یہاں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے۔

پھر منہ پھیرنے کی بھی دو صورتیں ہیں۔

١۔ وہاں سے ٹل جانا۔

٢۔ توجہ نہ کرنا۔

عَنْهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اہل مکہ کے لئے ہے۔

پس آپ ان سے منہ موڑ لیں۔ ان سے گفتگو نہ کریں۔ ان کی طرف توجہ نہ کریں۔

صاحب تفسیر حقانی رحمہ رقمطراز ہیں۔

اس آیت سے یہ مراد نہیں کہ جنگ کے موقعہ پر آپ ان سے جنگ نہ کریں۔ اور سزا کے موقعہ پر ان کو سزا نہ دیں۔ پھر اس کو آیت السیف سے (آیت جہاد) منسوخ قرار دینا زائد بات ہے۔

فَائِدَہ: یہاں تک پچھلا کلام تمام ہوگیا۔ اور اسی لئے قراء کے نزدیک وقف لازم ہے۔

= يَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول فیہ ہے ای اذکر یوم اذا... یاد کرو اس دن کو کہ جب ....

= يَدْعُ مضارع واحد مذکر غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ پکارتا ہے یا پکارے گا۔ يَدْعُ مادہ دعوا (ناقص واوی) سے مشتق ہے۔ اصل میں يَدْعُوْ تھا۔ واو پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو گرا دیا گیا۔ يَدْعُ رہ گیا۔

= اَلدَّاعِ: اسم فاعل واحد مذکر۔ بحالتِ رفع و جر۔ دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر پکارنے والا۔ بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ دَاعِ اصل میں دَاعِوٌ تھا۔ واو بعد کسرہ کے

ظرف میں واقع ہوکر دَاعِیٌ ہوا۔ اب یٌ پر ضمہ دشوار تھا۔ اس کو گرادیا۔ اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوگئے ۔ ی اجتماع ساکنین سے گرگئی ۔ دَاعٍ ہوگیا۔ الدَّاعِ میں الف لام معرفہ کا ہے۔ یہاں الداع سے مراد حضرت اسرافیلؑ ہیں جو صخرۂ بیت المقدس پر کھڑے ہوکر قیامت کے دن پکاریں گے ،

= شَیْءٍ نُّکُرٍ، موصوف وصفت ۔ اتنی بُری چیز کہ اس کی مثل معلوم نہ ہو۔ انتہائی مکروہ ہونے کی وجہ سے لوگ اسے جاننا بھی گوارہ نہ کریں ۔ مراد یہاں قیامت کا دن ہے یا میدانِ قیامت، ای ساحۃ موقف القیامۃ۔ میدان محشر۔

۵۴ : ۷ = خُشَّعًا۔ عاجزی کرنے والے۔خشوع کرنے والے ۔ خَاشِعٌ کی جمع جو خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے ، یہ یخرجون میں ضمیر ھُمْ کا حال ہے ۔اس لئے منصوب ہے :

= یَخْرُجُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب خُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر سے، سب نکل کھڑے ہوں گے۔ سب نکل آئیں گے ،

= اَجْدَاثِ ۔ جمع ہے جَدَثٌ کی بمعنی قبریں۔

= کَاَنَّھُمْ۔ کَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَاَنَّ کا اسم ۔ گویا وہ سب ۔

= جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ موصوف وصفت جَرَادٌ ٹڈیاں۔ اسم جنس، جَرَادَۃٌ اس کا واحد ہے بمعنی ٹڈی ۔ مُنْتَشِرٌ پراگندہ۔ بکھرنے والا۔ بکھرنے والا۔ انتشار (افتعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر۔ بکھری ہوئی ٹڈیاں۔ گویا کہ وہ ٹڈیوں کے دَل ہیں جو بکھر رہے ہیں۔

سورۃ القارعہ میں ارشاد ہے :۔

یَوْمَ یَکُوْنُ النَّاسُ کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱: ۴) جس دن لوگ پروانوں کی طرح بکھرے ہوئے ہوں گے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے پر مردوں کا زندہ ہوکر بعجلت قبروں سے باہر نکل آنے اور موج درموج اور قطار درقطار اس جمّ غفیر کا میدان محشر کی طرف بسرعت دوڑ پڑنے کو فراش المبثوث اور جراد منتشر سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۵۴ : ۸ = مُّھْطِعِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب۔ مُھْطِعٌ واحد۔ اِھْطَاعٌ

(افعال) مصدر۔ سر جھکائے تیزی سے دوڑنے والے۔ مُهْطِعٌ عاجزی اور ذلت کی وجہ سے نظر نہ اٹھانے والا۔ بلانے والے کی طرف خاموشی سے چلا جانیوالا۔

مُهْطِعِيْنَ بوجہ فاعل يَخْرُجُوْنَ سے حال ہونے کے منصوب ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :۔

وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ۝ (۳۶: ۵۱) اور جس وقت صور پھونکا جائے گا یہ قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

فَائِدَة: يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ: الآیۃ قبروں سے زندہ ہوکر میدان محشر میں آنے کا حکم سب کے لئے ہوگا۔ لیکن کفار اپنے گناہوں کی وجہ سے سخت عذاب میں ہوں گے۔ اور جب وہ داعی محشر کی پکار پر دوڑ رہے ہوں گے تو ماحول کی سختی سے عاجز ہوکر پکاریں گے هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ یہ تو بڑا ہی سخت دن ہے ۔

= يَوْمٌ عَسِرٌ موصوف وصفت۔ عَسِرٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ (باب ضرب، نصر) مصدر۔ دشوار، سخت، مشکل،

آیت نمبر ۹ سے چل کر (ولقد جاء ھم من الانبآء آیت ۴ متذکرۃ الصدر) کی تفصیل میں اقوام سابقہ کی پانچ ایسی اقوام کا حال بیان ہوا ہے جو اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے ہلاک اور برباد ہوگئیں ان میں سے قومِ نوح ، قومِ عاد ، قومِ ثمود، قومِ لوط، اور فرعونیوں کی بربادی کا ذکر ہے ۔

= كَذَّبَتْ ماضی واحد مؤنث غائب،

= قَبْلَهُمْ میں هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اہل مکہ ہیں، جن کا اوپر ذکر معجزۂ شق القمر دیکھ کر ایمان لانے سے انکار کرنے کے سلسلہ میں ہوا ہے :

= عَبْدَنَا: مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا بندہ ۔ مراد حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

= وَازْدُجِرَ: واؤ عاطفہ اُزْدُجِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِزْدِجَارٌ (افتعال) مصدر سے۔ جس کے معنی جھڑکنے اور ڈانٹنے ڈپٹنے کے ہیں۔ وہ جھڑکا گیا۔ اس کی ڈانٹ ڈپٹ کی گئی۔ بعض نے اُزْدُجِرَ کے معنی آسیب زدہ کے کئے ہیں۔

اُزْدُجِرَ کا عطف مَجْنُوْنٌ پر ہے یعنی کافروں نے یہ بھی کہا کہ نوح جنات کی جھپٹ

میں آگیا ہے اور کسی جن نے مخبوط الحواس بنادیا ہے۔

یا اس کا عطف قَالُوْا پر ہے یعنی نوح علیہ السلام کو قوم والوں نے دیوانہ کہا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ اور جھڑکیاں بھی دیں۔

٥٤: ١٠ == فَدَعَا رَبَّهٗ ۔ یعنی جب سینکڑوں برس سمجھانے پر کوئی بھی ایمان نہ لایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آگئی کہ جس کے نصیب میں ایمان لانا تھا وہ لے آئے اب آئندہ کوئی بھی ایمان نہ لائے گا۔ تو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ میں ان کی حرکتوں سے تنگ آچکا ہوں اب تو ہی میری مدد کر۔

== فَانْتَصِرْ: ف سببیہ ہے۔ پس اس لئے۔ اِنْتَصِرْ امر واحد مذکر حاضر۔ اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر سے، تو مدد کر، تو (میری) مدد کر، تو بدلہ لے۔

٥٤: ١١ == فَفَتَحْنَا۔ ف عاطفہ سببیہ ہے۔ پس ہم نے کھول دیئے۔

== بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ موصوف وصفت، مُنْهَمِرٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِنْهِمَارٌ (انفعال) مصدر۔ خوب برسنے والا۔ موسلا دھار برسنے والا۔ پانی کے ریلے کی طرح برسنے والا۔

پھر ہم نے (ان پر) پانی کے ریلوں سے آسمان کے دروازے کھول دیئے۔

٥٤: ١٢ == وَفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا: واؤ عاطفہ فَجَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تَفْجِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی پھاڑنا۔ عُيُوْنًا تمیز۔ عُيُوْن عَيْنٌ کی جمع بمعنی چشمے، اور ہم نے زمین کو از روئے چشموں کے جاری کردیا۔ یعنی ہم نے زمین کو چشمے ہی چشمے ہی چشمے بنادیا۔

مطلب یہ کہ زمین سے اتنے چشمے پیدا کردیئے کہ پوری زمین چشمہ ہو گئی۔

== فَالْتَقَى الْمَآءُ: اِلْتَقٰى ماضی واحد مذکر غائب اِلْتِقَاءٌ (افتعال) مصدر وہ مل گیا۔ وہ مقابل ہوا۔ اس کی مڈبھیڑ ہوئی۔

اَلْمَآءُ سے مراد ماء السماء و مَاءُ الارض ہے آسمان کا پانی اور زمین کا پانی اَلْمَاءُ کا اطلاق ایک پانی پر بھی ہوتا ہے اور ایک سے زیادہ پر بھی۔ یہاں دوسرا معنیٰ مراد ہے۔ یعنی پھر دونوں پانی مل گئے۔

== عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ: علیٰ حالٍ: اَمْرٍ بمعنی کام، معاملہ، حالت، حکم، امر کا لفظ تمام اقوال و افعال کے لئے عام ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِلَيْهِ

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (۱۱: ۱۲۳) اسی کی طرف رجوع ہے سب کام کا۔ یہاں امر اپنے عمومی معنی میں مستعمل ہے۔

= قَدْ قُدِرَ: قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا معنی دیتا ہے۔ قُدِرَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَدْرٌ (باب ضرب، نصر) مقرر کر دیا گیا۔ ازل میں مقرر کر دیا گیا۔ مقدر کر دیا گیا۔

عَلٰٓی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ۔ یعنی اس امر کے مطابق جو اللہ نے ازل میں مقدر کر دیا تھا

قُدِرَ رزق کی تنگی کرنے کے معنی میں بھی آیا ہے جیسے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ۔(۶۵: ۷) اور جس کے رزق میں تنگی ہو تو جتنا اس کو خدا نے دیا ہے اس کے موافق خرچ کرے۔

۵۴: ۱۳ = حَمَلْنٰهُ: ماضی جمع متکلم ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ لادنا۔ چڑھانا۔

ہم نے اس کو چڑھا لیا۔ ہم نے اس کو سوار کر لیا۔

= عَلٰی ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ۔ اَلْوَاحٌ جمع لوح کی بمعنی تختی ۔ مضاف الیہ، ذَاتِ مضاف۔ ذَاتِ اَلْوَاحٍ۔ تختوں والی۔ تختوں سے بنائی ہوئی۔

دُسُرٍ۔ دِسَارٌ کی جمع، میخیں۔ اور میخوں سے بنی ہوئی۔ یعنی ہم نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک تختوں اور میخوں سے بنی ہوئی (کشتی) پر سوار کر دیا۔

۵۴: ۱۴ = تَجْرِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب۔ جَرْيٌ وجَرَيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی تیز گذرنا۔ پانی کی طرح بہنا۔ اس کا فاعل کشتی ہے (ذات الواح)

یعنی جو چلتی ہے۔ جو بہتی ہے۔ جو جاری ہے؛

= بِاَعْيُنِنَا، ای بحفظنا۔ ہماری نظروں کے سامنے، ہماری حفاظت میں۔ ضمیر تَجْرِیْ سے حال ہے۔

= جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ۔ ای فعلنا ذلك جزاء لنوح لانه نعمة كفروها فان كل نبی نعمة من الله (بیضاوی) ہم نے یہ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جو ایک نعمت تھا جس نعمت کی بے قدری کی گئی۔ کیونکہ ہر نبی اللہ کی طرف سے ایک نعمت ہوتا ہے۔ (حضرت نوحؑ بھی اپنی قوم کے لئے اللہ کی نعمت تھے لیکن اس نعمت کا قوم کی طرف سے کفران کیا گیا۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کو طوفان میں غرق کر دیا اور نوح علیہ السلام کو کشتی میں سوار کر کے بچا لیا۔

جَزَاءً (باب ضرب) مصدر ہے۔ جزا دینا۔ بدلہ دینا۔ خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے میں شر "جزاء" کہلاتا ہے۔ یہاں جزاء بطور مفعول لہٗ مستعمل ہے لہٰذا منصوب آیا ہے۔

۵۴ : ۱۵ == وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سفینہ ہے۔ یعنی اس سفینہ کو ہم نے عبرت دلانے کے لئے باقی رکھا۔ چنانچہ جزیرہ میں یا جُودی پر وہ کشتی مدت دراز تک موجود رہی یہاں تک کہ اس وقت کے دور اول کے بعض لوگوں نے بھی اس کو دیکھا تھا۔ (تفسیر مظہری)

یا یہ جنس سفینہ کے لئے ہے۔ یا واقعہ کے لئے ہے یعنی قوم نوح کو بطور عبرت غرق کردینا اور نوح اور ان کے مومن ساتھیوں کو بچا لینے کا واقعہ۔

== اٰيَةً۔ نشانی، حکم خداوندی، پیغام الٰہی۔ دلیل، معجزہ، آیت اصل معنی کے لحاظ سے ظاہری نشانی کو کہتے ہیں۔ اسی اعتبار سے قرآن مجید کی آیت کو آیت کہتے ہیں کہ وہ گویا کلام کے ختم ہو جانے کی نشانی ہے، علامت ہے۔ بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

== فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ هَلْ سوالیہ ترغیبی ہے یعنی استفہام سے طلب خبر مقصود نہیں ہے بلکہ عبرت اندوزی پر آمادہ کرنا۔ اور نصیحت پذیری کی ترغیب دینا مقصود ہے

مُدَّكِرٍ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر اِدِّكَارٌ (افتعال) مصدر سے اور ذکر مادہ سے مشتق ہے۔ اصل میں اِذْتِكَارٌ تھا۔ افتعال کے فا کلمہ میں جب ذال واقع ہو تو تار کو دال میں بدل دیتے ہیں پس اذتکار سے اذدکار بنا۔ اور اسم فاعل کی صورت مُذْدَكِرٌ ہوگئی۔ تؔ کو دآل سے بدل لینے کے علاوہ دو صورتیں یہ بھی جائز ہیں۔

۱۔ ذآل کو دال سے بدل کر ادغام کر دیا جائے۔ اس صورت میں اِدِّكَارٌ مصدر۔ (افتعال) اور مُدَّكِرٍ اسم فاعل ہوگا (جیسا کہ آیت ہٰذا میں ہے)

۲۔ دآل کو ذال سے بدل کر ادغام ہو۔ اس صورت میں مصدر اِذِّكَارٌ اور اسم فاعل مُذَّكِرٌ ہوگا۔

مُدَّكِرٌ نصیحت حاصل کرنے والا۔ عبرت پکڑنے والا

۵۴ : ۱۶ == نُذُرِ۔ اصل میں نُذُرِی تھا۔ نُذُرٌ اور اِنْذَارٌ دونوں مصدر ہیں در ہم معنی ہیں۔ جیسے اِنْفَاقٌ و نَفَقَةٌ اور یقین و اِیْقَانٌ۔

نُذُرِی۔ میرا ڈرانا۔ استفہام عذاب کی عظمت اور اس کی ہولناکی کو ظاہر رنے کے لئے ہے۔

۱۷:۵۴ = يَسَّرْنَا. ماضی جمع متکلم۔ تَيْسِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ ہم نے آسان کردیا
= لِلذِّكْرِ: جار ومجرور۔ پند ونصیحت کے لئے ذِكْرٌ۔ ذَكَرَ يَذْكُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۵۔ متذکرۃ الصدر۔

۱۸:۵۴ = كَذَّبَتْ عَادٌ۔ ای کذبت عادٌ هُوْدًا علیہ السلام۔ عاد نے بھی اپنے (پیغمبر) ہود علیہ السلام کی تکذیب کی۔
نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔

۱۹:۵۴ = رِيْحًا صَرْصَرًا۔ موصوف وصفت مل کر اَرْسَلْنَا کا مفعول۔ صَرْصَرًا ہوائے تند۔ سخت ٹھٹھرا دینے والی، سنسناتی ہوئی ٹھنڈی ہوا۔
= فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ۔ فِيْ حرف جر يَوْمِ (مجرور) مضاف۔
نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔
نَحْسٍ سخت منحوس۔ مُسْتَمِرٌّ اسم فاعل واحد مذکر اِسْتِمْرَارٌ (استفعال) مصدر مسلسل نحوست والا۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ دن اتنی مدت تک قائم رہا جب تک کہ ان کو ہلاک نہیں کر دیا گیا۔ یا مستمر کا مطلب ہے انتہائی تلخ، بدمزہ۔

۲۰:۵۴ = تَنْزِعُ مضارع واحد مؤنث غائب، نَزْعٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں کسی چیز اپنی جگہ سے اکھاڑنے اور کھینچ لینے کے۔ یعنی وہ (لوگوں کو) جڑوں سے اکھاڑ پھینکتی ہے (بعض نے آندھی کے زور سے ہوا میں اڑ جانا مراد لیا ہے۔
امام راغب رح لکھتے ہیں:۔
اِنَّا اَرْسَلْنَا...... تَنْزِعُ النَّاسَ (آیت ۱۹، ۲۰) ہم نے ان پر سخت منحوس دن میں آندھی چلائی وہ لوگوں کو اس طرح اکھاڑ ڈالتی تھی۔
میں تَنْزِعُ النَّاسَ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہوا اپنی تیزی کی وجہ سے لوگوں کو ان کے ٹھکانے سے نکال باہر پھینکتی تھی۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ (۳:۲۶) اور توجس کو بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے:
تَنْزِعُ النَّاسَ وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑے ڈالتی تھی
= كَاَنَّهُمْ: گویا وہ سب: نیز ملاحظہ ہو ۵۴: ۷ متذکرۃ الصدر۔

= اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ: اَعْجَازُ مضاف نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ موصوف وصفت مل کر
مضاف الیہ۔ اَعْجَازُ جڑیں، تنے۔ عَجُزٌ کی جمع جس کے معنی جسم کے پچھلے حصے کے آتے
ہیں۔ درختوں کا چونکہ پچھلا حصہ جڑ ہی ہے اس اعتبار سے اَعْجَازُ نَخْلٍ کے معنی درختوں کی
جڑوں کے ہیں۔ مُنْقَعِرٍ اسم فاعل واحد مذکر۔ انعقار (انفعال) مصدر سے، ق ع ر
مادہ۔ درخت کا جڑ سے اکھڑ جانا۔ مُنْقَعِرٍ جڑ سے اکھڑا ہوا۔
قَعْرٌ: تہہ، پیندا۔ گڑھا۔ فارسی کا شعر ہے۔
درمیانِ قعرِ دریا بندم کردہ — بعد می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش۔
بعید القعر گہری سوچ والا آدمی۔
اعجاز نخل منقعر: مُڈھ سے اکھڑے ہوئے درختوں کی جڑیں۔
۵۴: ۲۱ = فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ۔ پس دیکھ لو کیسا (دردناک) تھا میرا
عذاب اور کیسی (صحیح) تھی میری تنبیہ۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔
۵۴: ۲۲ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔
۵۴: ۲۳ = كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ۔ ثمود۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد چہارم
قوم ثمود نے بھی ڈرانے والوں (پیغمبران الٰہی) کو جھٹلایا۔
۵۴: ۲۴ = فَقَالُوْٓا: پس انہوں نے کہا
= اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗ۔ اَ استفہامیہ ہے۔ بَشَرًا۔ بشر، انسان، آدمی
منصوب بوجہ فعل مضمر۔ جو اس کی وضاحت کرتا ہے (ای نتبعہ) مِنَّا جار مجرور مل کر
بَشَرًا کی صفت ہے، وَاحِدًا اس کی صفت ثانی ہے۔
تقدیر کلام یوں ہے۔ اَنَتَّبِعُ بَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا۔
= نَتَّبِعُهٗ۔ مضارع جمع متکلم اتباع (افتعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب
مفعول۔ ہم اس کی پیروی کریں، ہم اس کا اتباع کریں۔
ترجمہ یوں ہوگا۔
کیا ایک ایسا انسان جو ہم میں سے ہے (اور) اکیلا ہے۔ ہم اس کی پیروی کریں۔
استفہام انکاری ہے وجوہِ انکار یہ ہیں :۔
(۱) بشر ہونا۔ یعنی انسان ہونا ان کے نزدیک اتباع کے مناسب نہ تھا۔

(بشرًا کو نکرہ مزید تحقیر کے لئے لایا گیا ہے)
٢:۔ پھر بشر کا ہم میں سے ہی ہونا جس کے پاس ہم پر فوقیت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔
٣:۔ اس کا اکیلا ہونا اور اس کے ساتھ جماعت کثیرہ کا نہ ہونا۔
ان کے نزدیک یہ بھی اس کی کسرِ شان کا باعث تھا۔

== اِنَّا اِذًا لَّفِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ۔ ای ان نتبعہ انا اذا لفی ضلٰلٍ و سُعُرٍ
اگر ہم نے اس کا اتباع کرلیا تب تو ہم گمراہی اور دیوانگی میں پڑجائیں گے:
ضَلٰلٍ۔ گمراہی۔ بھٹکنا۔ راہ سے دور جاپڑنا۔ کھوجانا۔
سُعُرٍ۔ حق سے دوری (وہب) جنون (فراء) عرب نَاقَۃٌ مَسْعُوْرَۃٌ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو بے مہار خود بخود سرگرداں ادھر ادھر چکر کاٹ رہی ہو۔
قتادہ نے کہا کہ سُعُرٍ کا معنی ہے دُکھ، دشواری، عذاب۔ سُعُرٌ مفرد بھی ہوسکتا ہے اور سَعِیْرٌ کی جمع بھی۔ اصل میں سَعْرٌ کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ جب انسان کے دماغ میں گرمی اٹھتی ہے تو وہ پاگل ہوجاتا ہے۔ سُعُرٌ کا استعمال سودا اور جنون کے معنوں میں اسی اعتبار سے ہے۔

٥٤: ٢٥ == ءَ اُلْقِیَ۔ ءَ استفہامیہ انکاریہ ہے، اُلْقِیَ اِلْقَاءٌ سے مصدر (باب افعال) ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے وہ ڈالا گیا۔ نازل کیا گیا۔ اَلْقٰی عَلَیْہِ الْقَوْلَ کسی کو کوئی قول املا کرانا۔
== اَلذِّکْرُ۔ وحی۔
ترجمہ آیت:۔
کیا ہم سب میں سے وحی صرف اس پر ہی اتاری گئی (یعنی یہ نہیں ہوسکتا)
== بَلْ: حرف اضراب ہے یہاں ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصدیق کے لئے آیا ہے یعنی یہ صحیح کہ ہم میں سے وحی صرف اسی پر نازل ہوئی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ شخص کذاب اور شیخی خور ہے
== کَذَّابٌ اَشِرٌ: کَذَّابٌ۔ کَذِبٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بڑا جھوٹا۔ اَشِرٌ۔ اَشْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بڑائی مارنے والا۔ بہت اترانے والا۔

۵۴ : ۲۶ = سَيَعْلَمُوْنَ سَ مستقبل قریب کے لئے ہے۔ وہ عنقریب کل ہی جان لیں گے۔ کل سے مراد۔ مرنے کے فوراً بعد یا عذاب آتے ہی۔ غَدًا کل مراد قیامت کا دن یا عذاب کا دن۔

۵۴ : ۲۷ = اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اونٹنی برآمد کرنے والے۔ اونٹنی بھیجنے والے۔ مُرْسِلُوْا اصل میں مُرْسِلُوْنَ تھا۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اضافت کی وجہ سے نَ ساقط کردیا گیا ہے۔ النَّاقَةَ۔ اونٹنی۔

= فِتْنَةً۔ مفعول لہٗ۔ اِمْتِحَانًا: بطور امتحان۔ بطور آزمائش،

= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب ثمود کی طرف راجع ہے۔

= فَارْتَقِبْهُمْ، اِرْتَقِبْ، فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ارتقاب (افتعال) مصدر سے بمعنی انتظار کرنا۔ راہ دیکھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس تو ان (کے انجام) کا انتظار کر

= وَاصْطَبِرْ: واوٗ عاطفہ، اِصْطَبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر تو صبر کر۔ اصطبارٌ (افتعال) یہ اصل میں اصتبار تھا۔ ت کو ط سے بدل دیا گیا۔

فَائِدَہ: قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ اگر پتھر کی چٹان کے اندر سے ایک دس ماہ کی گابھن سرخ رنگ کی اونٹنی برآمد کردو تو ہم تمہاری پیروی کرلیں گے۔ خداوند تعالیٰ نے ان کے مطالبہ کے مطابق ویسی ہی اونٹنی برآمد کردی۔ لیکن ان کے امتحان کی خاطر چند شرائط عائد کردیں۔

کہ اونٹنی اللہ کی زمین پر کھلی جہاں چاہے پھرتی رہے گی۔ کوئی آدمی اس کی مزاحمت نہیں کرے گا۔

اور یہ کہ جہاں سے قوم ثمود کے افراد اور ان کے مویشی وغیرہ پانی پیتے تھے وہاں پانی کی وارہ بندی کردی گئی۔ کہ ایک دن اونٹنی وہاں پانی پیا کرے گی اور ایک دن قوم ثمود اور ان کے مویشی وغیرہ۔ کوئی ایک دوسرے کی باری میں گڈمڈ نہیں کرے گا۔ ان شرائط کے خلاف اقدام کرنے پر قوم پر سخت عذاب نازل کیا جائے گا۔

کچھ مدت تک یہ صورت حال جاری رہی اور قوم کے کسی شخص کو خلاف ورزی کی ہمت نہیں ہوئی۔ آخرکار اپنی قوم کے ایک من چلے سردار قدار بن سالف کو انہوں نے

انگیخت دی جس پر شقی میں آکر اس نے تنبیہاتِ الٰہی کو پس پشت ڈال کر اونٹنی کی کوچیں کاٹ کر اسے مار ڈالا۔

حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا: کہ تمہارے لئے تین دن کی مہلت ہے اس کے بعد تم موردِ عذاب ہو گے۔ چنانچہ وعدہ کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کو ایک خوفناک چنگھاڑ نے آلیا۔ اور وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح بھُس ہو کر رہ گئے۔

۵۴ : ۲۸ == وَ نَبِّئْهُمْ۔ واؤ عاطفہ، نَبِّئْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر (یہ خطاب حضرت صالح علیہ السلام سے ہے) تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ نبأ حروف مادہ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کا مرجع قوم ثمود ہے۔ ان کو تنبیہ کر دے۔ ان کو خبردار کر دے

== اَنَّ الْمَآءَ: بے شک، تحقیق، یقیناً، حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ یہاں اَلْمَآءَ اسم اَنَّ ہے اور منصوب ہے قِسْمَةٌ اسم مصدر۔ و مصدر ہے حصہ بانٹنا۔ ہر ایک کا حصہ جُدا کرنا۔ اَنَّ کی خبر ہے اور مرفوع ہے

جملہ کا ترجمہ ہو گا۔

اور انہیں آگاہ کر دیجئے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم کر دیا گیا ہے۔

== كُلُّ شِرْبٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ شِرْبٌ پانی پینے کی باری، پانی کا ایک حصہ شُرْبٌ (باب سمع) مصدر سے۔ اسم ہے۔ اس کی جمع اَشْرَابٌ ہے۔

اسی سلسلہ میں دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے:

قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۲۶ : ۱۵۵)

(حضرت صالح نے) کہا دیکھو یہ اونٹنی ہے (ایک دن) اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمہاری باری۔ كُلُّ شِرْبٍ پانی کی ہر باری۔

== مُّحْتَضَرٌ۔ اسم مفعول واحد مذکر احتضار (افتعال) مصدر۔ ح ض ر مادہ) مراد پانی کی وہ باری جس پر سب حصہ دار موجود ہوں، پانی کی ہر باری پر باری والا حاضر ہو گا۔ ای یحضر من کانت نوبتہ فاذا کان یوم الناقۃ حضرت وشربھا و اذا کان يَوْمُهُمْ حضروا شربوا۔ (الخازن) جس کی باری ہوا کرے گی وہ حاضر ہوا کریگا جب اونٹنی کا دن ہو گا اپنی باری پر وہ حاضر ہو گی اور جب ان کا دن ہو گا تو وہ اپنی باری پر حاضر ہوا کریں گے۔

۵۴ : ۲۹ == فَنَادَوْا۔ ای فارسلنا الناقۃ وکانوا علی ھذہ الوتیرۃ

من القسمة فملوا ذلك وعزموا علیٰ عقر الناقة فنادوا لعقرها۔
پس ہم نے اونٹنی کو بھیجا اور وہ پانی کی تقسیم کے اسی طریقہ پر چلتے رہے پھر وہ اکتا گئے۔ اور اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کا عزم کرلیا۔ پس انہوں نے اس کی کونچیں کاٹنے کے لئے پکارا۔ نَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب نداء (مفاعلۃ) مصدر۔ انہوں نے پکارا۔

== صَاحِبَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اپنے ایک رفیق کو، اپنے ایک ساتھی کو
== فَتَعَاطٰی۔ فَ تعقیب کا ہے۔ تَعَاطٰی۔ ماضی واحد مذکر غائب تَعَاطِیٌ۔ (تفاعل) مصدر سے۔ اس نے ہاتھ بڑھایا۔ اس نے دست درازی کی، اس نے پکڑا۔ اس نے ہاتھ چلایا۔ (لغات القرآن)
(کام کو) کرنے لگنا۔ اس میں مشغول ہونا۔ (فیروز اللغات)
پس وہ کام کو کرنے لگ پڑا۔
== فَعَقَرَ: فَ ترتیب کا۔ عَقَرَ۔ اس نے کونچیں کاٹ دیں۔ یعنی اس نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں۔
اور دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ فَعَقَرُوْهَا: انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں۔ (۱۱: ۶۵) : (۲۶: ۱۵۷) : (۹۱: ۱۴) کیونکہ قدار بن سلف کا فعل قوم کی رضامندی یا ان کے تعاون ہی سے تھا۔ اس لئے تمام قوم ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔
۵۴: ۳۰ == ملاحظہ ہو آیت ۱۶ متذکرۃ الصدر۔
== ۵۴: ۳۱ == فَكَانُوْا میں فَ سببیہ ہے۔ پس وہ ہوگئے۔
== كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ: كَ تشبیہ کے لئے ہے هَشِيْم صفت مشبہ، مضاف مجرور بمعنی اسم مفعول۔ هَشْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی توڑنا۔ ٹکڑے ٹکڑے کرنا هَشِيْم ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا۔ ریزہ ریزہ کیا ہوا۔ سوکھے ہوئے جھانکڑ۔ چورا چورا کیا ہوا المحتظر مضاف الیہ۔ اسم فاعل واحد مذکر احتظار (افتعال) مصدر، اپنے لئے باڑ بنانیوالا۔ حظيرة لکڑیوں کا بنایا ہوا باڑہ۔
ترجمہ ہوگا۔
تو وہ ایسے ہوگئے جیسے باڑ والے کی سوکھی اور ٹوٹی ہوئی باڑ۔
اَلْحَظْرُ (باب نصر) کسی چیز کو احاطہ یا باڑ میں جمع کرنا۔

۵۴:۳۲ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

۵۴:۳۳ = كَذَّبَتْ بِالنُّذُرِ۔ پیغمبروں کی تکذیب کی، نُذُرٌ جمع نَذِيْرٌ کی بمعنی ڈرانے والے۔ (یعنی پیغمبر) مُنْذِرٌ کے معنی میں۔

۵۴:۳۴ = اِنَّا اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ؛ ہم نے ان پر بھیجے۔ یعنی ہم نے ان پر برسائے۔

= حَاصِبًا: بادِ سنگ بار۔ پتھروں کا مینہ، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔ حَاصِبٌ اس ہوا کو کہتے ہیں جو چھوٹے سنگریزوں کو اکٹھا کرکے جاتی ہے اور برساتی ہے۔ حَصْبَاءُ چھوٹے سنگریزوں کو کہتے ہیں۔ حَاصِبٌ پتھر پھینکنے والے کو بھی کہتے ہیں اس صورت میں ترجمہ ہوگا:

ہم نے ان پر پتھر برسانے والے کو بھیجا۔

= نَجَّيْنٰهُمْ: ماضی جمع متکلم۔ تنجیۃ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے نجات دی۔ ہم نے بچالیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اٰلَ لُوْطٍ ہے۔

= بِسَحَرٍ۔ ب بمعنی فِيْ۔ یعنی سحر کے وقت۔ اخیر شب میں۔

۵۴:۳۵ = نِعْمَةً اسم منصوب نکرہ۔ انعام واحسان۔ منصوب بوجہ علت کے۔ اپنی طرف سے انعام واحسان کرنے کی وجہ سے: انعام واکرام دینے کے لئے۔ یعنی ہم نے متعلقین لوطؑ کو اخیر شب کے وقت بچالیا۔ اپنی طرف سے انعام واکرام واحسان کرکے۔

= كَذٰلِكَ: کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ واحد مذکر، مشارٌ الیہ۔ آلِ لوط کا پتھروں کے مینہ سے بچالیا جانا۔

= نَجْزِيْ۔ مضارع جمع متکلم۔ جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم صلہ دیتے ہیں۔

= مَنْ موصولہ بمعنی اَلَّذِيْ جو (اللہ کی نعمت کا) شکر کرتا ہے۔

۵۴:۳۶ = وَلَقَدْ: واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ قَدْ ماضی سے قبل تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور ماضی قریب کے زمانہ کو ظاہر کرتا ہے:

= اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا: اَنْذَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْذَارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع قوم لوط ہے:

= بَطْشَتَنَا، مضاف مضاف الیہ۔ بَطْشٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی سختی سے پکڑنا اور اس سے قبل (عذاب آنے سے پہلے) وہ (حضرت لوطؑ) ان کو (قوم لوط کو) ہماری

پکڑ سے ڈرا چکا تھا۔ پکڑ سے مراد عذاب ہے۔
= فَتَمَارَوْا: ماضی جمع مذکر غائب تَمَارِیٌ (تفاعل) مصدر۔ جس کے معنی شک کرنے اور باہم جھگڑنے کے ہیں۔ انہوں نے جھگڑا کیا۔ انہوں نے شک کیا۔
= بِالنُّذُرِ: یہاں نُذُرٍ بطور مصدر بمعنی ڈراوا مستعمل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے حضرت لوط ؑ کو جھوٹا قرار دیا۔ اور عذاب کا جو خوف انہوں نے دلایا تھا اس میں شک کرنے لگے اور جھگڑنے لگے۔

۵۴: ۳۷ = وَلَقَدْ: ملاحظہ ہو آیت ۲۲ متذکرۃ الصدر۔
= رَاوَدُوْهُ: ماضی جمع مذکر غائب مُرَاوَدَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ پھسلانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ انہوں نے اس کو پھسلایا۔

رود حروف مادہ ہیں۔ الرَّوْدُ کے اصل معنی نرمی کے ساتھ کسی چیز کی طلب میں بار بار آمد و رفت کے ہیں۔ اسی معنی میں فعل رَادَ و اِرْتَادَ آتا ہے۔ اسی سے رَائِدٌ ہے جس کے معنی ہیں وہ شخص جسے پانی اور چارہ کی تلاش کے لئے قافلہ سے آگے بھیجا جائے۔

اسی سے یعنی رَادَ یَرُوْدُ سے اَلْاِرَادَةُ ہے جس کے معنی کسی چیز کی طلب میں کوشش کرنے کے ہیں۔ اور ارادہ اصل میں اس قوت کا نام ہے جس میں خواہش، ضرورت، اور آرزو کے جذبات ملے جلے ہوں۔ پھر اس سے مراد دل کا کسی چیز کی طرف کھنچنے کے لئے بولا جاتا ہے جو کہ ارادہ کا مبدأ ہے اور کبھی صرف منتہی کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی محض فیصلہ کے لئے۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے استعمال ہو تو منتہیٰ کے معنی مراد ہوتے ہیں یعنی کسی کام کا فیصلہ۔ تزوج نفس کا معنی مراد نہیں ہوتا کیونکہ ذاتِ باری تعالیٰ خواہشاتِ نفسانی سے منزّہ و مبرّا ہے۔ لہٰذا اَرَادَ اللّٰهُ كَذَا کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فلاں کام کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا (۳۳: ۱۷)
کہہ دیجئے کہ اگر خدا تمہارے ساتھ برائی کا فیصلہ کرے تو کون تم کو اس سے بچا سکتا ہے۔

اور کبھی ارادہ بمعنی امر کے آتا ہے مثلاً:۔
يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (۲: ۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کرنا چاہتا ہے (یعنی آسان کاموں کا حکم دیتا ہے اور ایسے امور کا حکم نہیں دیتا کہ جس سے تم سختی میں مبتلا ہو جاؤ۔)

اَلْمُرَاوَدَۃُ (مفاعلۃ) یہ بھی رَادَ یَرُوْدُ سے ہے اور اس کے معنی ارادوں میں باہم اختلاف اور کشیدگی کے ہیں۔ یعنی ایک کا ارادہ کچھ ہو اور دوسرے کا کچھ ہو۔
رَاوَدْتُ فُلَانًا عَنْ کَذَا کے معنی کسی کو اس کے ارادہ سے پھسلانے کے ہیں پھسلانے کی کوشش کرنا کے ہیں۔

چنانچہ قرآن مجید میں ہے ؛

ھِیَ رَاوَدَتْنِیْ عَنْ نَّفْسِیْ (۱۲: ۲۶) اس نے مجھے میرے ارادہ سے پھیرنا چاہا
تُرَاوِدُ فَتٰھَا عَنْ نَّفْسِہٖ (۱۲: ۳۰) وہ اپنے غلام سے (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے درپے ہے یعنی اسے اس کے ارادہ سے پھسلانا چاہتی ہے۔
سَنُرَاوِدُ عَنْہُ اَبَاہُ (۱۲: ۶۱) ہم اس کے باپ کو اس سے پھیرنے کی کوشش کریں گے۔ یعنی اُسے آمادہ کریں گے کہ وہ برادر یوسف کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔
(راغب اصفہانی، فی المفردات)

وَلَقَدْ رَاوَدُوْہُ عَنْ ضَیْفِہٖ : اور انہوں نے حضرت لوط (علیہ السلام) کو اپنے مہمانوں کو بُرے مطلب کے لئے ان کے سپرد کرنے کے ارادہ سے پھسلانا چاہا۔
= فَطَمَسْنَآ اَعْیُنَھُمْ۔ ف تعلیل کا ہے۔ طَمَسْنَا ماضی جمع متکلم۔ طَمْسٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کے معنی مٹا دینا یا بے نور کر دینا ہے۔
جب طمس کا استعمال نجم، قمر، بصر، کے ساتھ ہو تو بے نور اور روشنی زائل ہوجانے کے معنی ہوں گے۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ ہے ؛

فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ (۷۷: ۸) جب ستارے بے نور کر دیئے جائیں گے یعنی ان کی روشنی زائل کردی جائے گی ؛

مٹانے یا بگاڑنے کے معنی میں ہے ؛
مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْھًا فَنَرُدَّھَا عَلٰٓی اَدْبَارِھَا (۴: ۴۷) پیشتر اس کے کہ ہم ان کے چہروں کو بگاڑ دیں اور ان کو ان کی پیٹھوں کی طرف پھیر دیں۔
امام راغب اصفہانی رح نے آیت شریفہ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓی اَعْیُنِھِمْ (۳۶: ۶۶) میں دونوں معنی جمع کر دیئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؛
یعنی ہم آنکھوں کی روشنی کو اور ان کی صورت و شکل کو مٹا دیں جس طرح سے نشان مٹایا جاتا ہے۔

آیت ہذا میں بے نور کر دینے کے معنی ہوں گے،،

ان کے اس فعل کی وجہ سے ہم نے ان کی آنکھوں کو بے نور کردیا۔

اَعْيُنَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر طمسنا کا مفعول۔ ان کی آنکھوں کو (بے نور کردیا)

= فَذُوْقُوْا۔ ای قلنا لھم۔۔۔ (اور ہم نے ان سے کہا) لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو۔ نُذُر بطور مصدر مستعمل ہے

۵۴ : ۳۸ = صَبَّحَهُمْ: صَبَّحَ ماضی۔ واحد مذکر غائب تَصْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی صبح سویرے کسی پر آن پڑنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع قومِ لوط ہے۔ جو مورد عتاب ہوئی تھی۔ صَبَّحَ کا فاعل عذاب مستقر ہے۔

= بُكْرَةً دن کا اوّل حصہ۔ یہ صبح سے مخصوص تر ہے۔ یعنی صبح سویرے اول النہار میں بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

= عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ موصوف وصفت مل کر صَبَّحَ کا فاعل۔ مستقر اسم فاعل واحد مذکر استقر (استفعال) مصدر بمعنی قرار، لیعنی قرار پکڑنے والا۔ ٹھہرنے والا۔ یعنی وہ عذاب جو مرنے کے بعد بھی قائم رہا۔ دنیا میں عذاب سنگ باری۔ اس کے بعد عذاب قبر، پھر دوامی عذابِ دوزخ،

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

پس صبح سویرے اول النہار ایک لازوال عذاب نے انہیں آلیا۔

۵۴ : ۳۹ = ملاحظہ ہو آیت ۳۷ متذکرۃ الصدر۔ } آیت کی تکرار حقیقت میں از سر نو

۵۴ : ۴۰ = ملاحظہ ہو آیت ۱۵ متذکرۃ الصدر۔ } تنبیہہ ہے نصیحت پذیری پر۔ اور ترغیب ہے عبرت اندوزی کی۔

۵۴ : ۴۱ = اٰلَ فِرْعَوْنَ: مضاف مضاف الیہ۔ آل فرعون کا ذکر کیا ہے فرعون کا ذکر نہیں کیا۔ کیونکہ یہ تو معلوم ہی ہے کہ اصل فرعون ہی تھا اس لئے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔

= النُّذُرُ۔ جمع نَذِيْرٌ کی ڈرانے والے۔ مراد یہاں حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور ان کے ساتھی ہیں۔ لبعض علماء کے نزدیک وہ معجزات مراد ہیں جو فرعون اور فرعونیوں کو ڈرانے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پیش کئے۔ النذر فاعل ہے جاءَ کا

= کَذَّبُوْا۔ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب آل فرعون کے لئے ہے۔
= بِاٰیٰتِنَا کُلِّھَا۔ ب حرف جار۔ اٰیٰتِنَا مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف کُلِّھَا مضاف مضاف الیہ مل کر صفت اپنے موصوف کی، ہماری تمام آیات کو،

فَائِدَہ: آیات سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ نو احکام ہیں وہ یہ ہیں
۱:۔ کسی کو اللہ کا شریک قرار نہ دو۔
۲:۔ چوری نہ کرو۔
۳:۔ زنا نہ کرو۔
۴:۔ جس کا قتل کرنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو ناحق قتل نہ کرو۔
۵:۔ کسی بے قصور کو حاکم کے پاس قتل کرانے کے لئے نہ لے جاؤ۔
۶:۔ جادو نہ کرو۔
۷:۔ سود نہ کھاؤ۔
۸:۔ کسی پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت نہ لگاؤ۔
۹:۔ جہاد کے معرکہ سے پشت نہ پھیرو۔
اور ایک خاص حکم یہودیوں کے لئے یہ تھا کہ ہفتہ کے دن (کی حرمت) میں حد سے تجاوز نہ کرو (یعنی ہفتہ کے دن کی حرمت قائم رکھو۔ اس دن دنیاوی کاروبار نہ کرو (تفسیر المظہری)
= فَاَخَذْنٰھُمْ۔ ف سببیہ اَخَذْنَا ماضی جمع متکلم۔ اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس اس تکذیب کے سبب ہم نے ان کو پکڑا۔
= اَخْذَ۔ مفعول مطلق۔ (سخت) پکڑ۔ اَخْذٌ مصدر سے کبھی لینے کے معنی آتے ہیں اور کبھی پکڑنے کے۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔
اور اَخْذَ مضاف ہے اور عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ مضاف الیہ۔
عَزِیْزٍ مُّقْتَدِرٍ موصوف صفت۔ عزیز غالب۔ زبردست وقوی، مشاق، دشوار شاہ مصر و اسکندریہ کا لقب۔
عِزَّۃٌ (باب ضرب) مصدر سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے اَخْذَ کا مضاف الیہ ہے:

مُقْتَدِرٌ: اسم فاعل واحد مذکر، اقتدار (افتعال) مصدر۔ ہرطرح کی قدرت والا صاحب اقتدار۔
فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ: پھر ہم نے ان کو ایک زبردست صاحبِ اقتدار کی پکڑ پکڑا۔
۵۴: ۴۳ = اَكُفَّارُكُمْ: استفہام انکاری ہے کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مسلمانوں کے لئے ہے۔ یعنی اے مسلمانو!۔ اور کفار سے مراد قبیلۂ قریش ہے۔ یعنی اے مسلمانو! کیا یہ قبیلہ قریش کے تمہارے یہ کافر۔
= اُولٰٓئِكُمْ۔ اُولٰٓئِ اسم اشارہ جمع قریب، مذکر ومؤنث دونوں کے لئے آتا ہے کُمْ خطاب لاحق کرکے اُولٰٓئِكُمْ بولا جاتا ہے۔ مشار الیہم قوم نوح۔ عاد وثمود، قوم لوط اور آل فرعون ہے۔
= خَيْرٌ۔ بمعنی قوت۔ تعداد۔ رتبے میں بہتر۔
اَمْ۔ حرف عطف ہے۔ یا۔ کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے لَكُمْ میں خطاب اہل مکہ ہے (یعنی اے کفار اہل مکہ۔ کیا تمہارے لئے۔
= بَرَآءَةٌ. (ب ر ء مادہ) بَرِئَ يَبْرَأُ (باب سمع) سے مصدر۔ بمعنی خلاصی پانا۔ (قرض وغیرہ سے) بری ہونا۔ (بیماری سے) صحت پانا۔ چھٹکارا پانا۔ بیزاری۔ بیزار ہونا۔
اصل میں اس کے معنی ہر اس چیز سے جس کا پاس رہنا بُرا لگتا ہو چھٹکارا پانے کے ہیں۔ جیسے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (۹:۱) اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بیزاری کا اعلان ہے۔ یا۔ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۹:۳) اللہ مشرکوں سے بیزار ہے۔
چھٹکارا پانے کے معنی میں جیسے بَرَأْتُ مِنَ الْمَرَضِ۔ مجھے مرض سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔ یعنی میں تندرست ہو گیا۔
= الزُّبُرِ جمع ہے زَبُوْرٌ کی بمعنی کتابیں۔ آسمانی کتابیں۔
فِى الزُّبُرِ صفت ہے بَرَآءَةٌ کی (ای براءۃ مکتوبۃ فی الاوراق او الکتب السماویۃ المنزلۃ علی الانبیاء السابقین (تفسیر حقانی) یعنی ایسی معافی جو کتب سماویہ میں مکتوب ہے جو کتب پچھلے پیغمبروں پر آسمان سے نازل ہوئیں۔
آیت کا مطلب ہو گا: یا کیا تمہارے لئے آسمانی کتابوں میں (اللہ کی طرف سے) معافی

لکھی ہوئی ہے کہ تم میں سے کوئی اگر پیغمبروں کی تکذیب بھی کرے گا یا کفر کا ارتکاب کریگا تب بھی اس کو عذاب نہیں دیا جائے گا۔

۵۴: ۴۴ == اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ ، یا کیا یہ لوگ کہتے ہیں۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے۔ ای اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ کفار قریش (الیسر التفاسیر) کیا کفار قریش کہتے ہیں

== جَمِیۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ: موصوف وصفت۔ جمیع۔ سب۔ سارے۔ جَمۡعٌ سے بروزن فعیل بمعنی مفعول۔ بمعنی مجموع ہے ایک جماعت، جتھا۔ ہم ایک ایسا جتھا ہیں مُنۡتَصِرٌ۔ اسم فاعل واحد مذکر، بدلہ لینے والا۔ یعنی ایسا جتھا جو (اپنے خلاف کسی زیادتی کا) بدلہ لے سکتا ہے، مراد مضبوط۔ طاقتور، انتصار (افتعال) مصدر

علامہ پانی پتی اس کی تشریح لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

یعنی مضبوط، محفوظ ہیں کوئی ہم تک پہنچنے کا ارادہ بھی نہیں کر سکتا۔ یا دشمنوں سے ہم انتقام لیتے اور غالب آتے ہیں کوئی ہم پر غالب نہیں آسکتا۔

یا یہ مطلب ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

چونکہ لفظ جمع واحد تھا اس لئے اس کی صفت منتصرٌ بھی بصیغہ واحد ذکر کی اس کے علاوہ آیات کو جن الفاظ پر ختم کیا گیا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔

۵۴: ۴۵ == سَیُهۡزَمُ۔ س مستقبل قریب کے لئے آیا ہے یُهۡزَمُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، ھزیمۃ (باب ضرب) مصدر۔ شکست دیئے جائیں گے۔ ان کو شکست ہوگی۔

== الجَمۡعُ۔ جمع ہونا۔ اکٹھا ہونا۔ اکٹھا کرنا۔ جمع کرنا۔ جماعت، فوج۔ جَمَعَ یَجۡمَعُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ الٓ معرفہ کا ہے۔ مُراد وہ جتھہ یا جماعت جو یہ کہتے ہیں کہ ہم نَحۡنُ جَمِیۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ۔ ہیں۔ وہ عنقریب شکست دیئے جائیں گے۔

== یُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ: یُوَلُّوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب تولیۃ (تفعیل) مصدر الدُّبُرَ: اَدۡبَارٌ جمع یُوَلُّوۡنَ کا مفعول ہے۔ پیٹھ دے کر بھاگیں گے۔

۵۴: ۴۶ == بَلۡ۔ حرف اضراب ہے۔ بَلۡ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ حکم ماقبل کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کر دیا جائے۔ یہی صورت یہاں مُراد ہے ارشادِ الٰہی ہے کہ:۔

ان کفار کی ہزیمت اور پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلنا ہی ان کی ناکامی اور بے آبروئی کے لئے

کافی نہیں بلکہ اصل عذاب تو قیامت کے دن آنے والا ہے۔جس کا وقت مقرر ہے اُسے آگے پیچھے نہیں کیا جا سکتا۔

ای لیس ھذا تمام عقوبتھم بل الساعۃ موعد عذابھم و ھذا من طلائعہ (روح المعانی)

اس (عذاب) سے ان کی سزا تمام نہیں ہوئی بلکہ قیامت ان کے عذاب کے وعدہ کا وقت ہے یہ موجودہ (عذاب) تو محض اس کا پیش خیمہ ہے۔

= وَالسَّاعَۃُ واؤ عاطفہ، اَلسَّاعَۃُ روزِ قیامت، یا عذابھا (جلالین) اس دن کا عذاب۔

= اَدْھٰی: دَاھِیَۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہت بڑی بلا۔ یا آفت بہت سخت مصیبت۔جس کو کسی طرح بھی دفع کرنا ممکن نہ ہو۔

= اَمَرُّ: بہت تلخ، بہت کڑوا۔ مَرَارَۃٌ سے جس کے معنی کڑوا اور تلخ کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ۔

۵۴: ۴۷ = فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۔ ملاحظہ ہو آیت ۲۴ متذکرۃ الصدر۔

۵۴: ۴۸ = یَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول ای اُذْکُرْ یَوْمَ۔ یاد کرو وہ دن کہ جس روز۔

= یُسْحَبُوْنَ۔مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ سَحْبٌ (باب فتح) مصدر۔ وہ گھسیٹے جائیں گے۔

= عَلٰی وُجُوْھِھِمْ۔ اپنے منہ کے بل۔ وُجُوْہٌ جمع وَجْہٌ کی بمعنی منہ،

= ذُوْقُوْا۔ اس سے قبل عبارت یقال لھم مقدر ہے۔ ان سے کہا جائے گا (آگ لگنے کا) مزہ چکھو۔

ذُوْقُوْا فعل امر۔جمع مذکر حاضر، ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ تم چکھو۔

۵۴: ۴۹ = اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ۔ ای انا خلقنا کل شیءٍ بِقَدَرٍ (بے شک ہم نے ہر چیز کو بنایا ہے اندازہ سے۔ (حاشیہ تفسیر الکشاف)

رُوح المعانی میں ہے:۔

اِنَّا خَلَقْنَا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ (بقدر) ہم نے ہر چیز پیدا کی۔ اسے ایک اندازے سے پیدا کیا۔

صاحب تفسیر المظہری اس آیت کی تشریح میں رقمطراز ہیں:۔
تقدیر کے مسئلہ پر قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مباحثہ کیا تھا۔ ان کی تردید کے لئے یہ آیت بطور جملہ معترضہ ذکر کردی گئی۔
مُسلِم اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ کچھ قریشی مشرک تقدیر کے مسئلہ میں جھگڑا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے اس وقت یہ آیات اِنَّ الْمُجْرِمِیْنَ فِیْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ سے کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ تک نازل ہوئی۔ قدر سے مراد تخلیق سے پہلے اندازہ کرلینا ہے یا قدر سے مراد ہے امرِ مقدر جو لوح محفوظ میں لکھ دیا گیا ہے اور ہر چیز کی پیدائش سے پہلے اللہ کو اس کا علم ہے ۔ وہی اس شیٔ کی حالت اور (پیدائش) کے وقت سے واقف ہے ۔
حسن نے کہا کہ قدر خداوندی سے مراد ہے ہر چیز کا وہ خاص اندازۂ تخلیق جو اللہ کی حکمت کا مقتضا ہے اور اس چیز کو ویسا ہی ہونا چاہئے''
۵۴: ۵۰ = وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ۔ ای وما امرنا اذا اردنا خلق شیٔ الا مرۃ واحدۃً فیتم وجود الشیٔ بسرعۃ کلمح البصر (ایسر التفاسیر) جب ہم کسی چیز کی تخلیق کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم صرف ایک دفعہ ہی حکم دیتے ہیں اور وہ چیز آنکھ جھپکنے میں مکمل ہوکر وجود میں آجاتی ہے ۔
امر کے تحت کسی چیز کو پیدا کرنا، اُسے معدوم کرنا، یا دوبارہ موجود کرنے کا حکم بھی شامل ہے
حضرت ابن عباس رضؓ نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے:۔
قیامت آجانے کا ہمارا حکم سُرعت میں ایسا ہوگا جیسے پلک جھپکنا'' اس مضمون کو دوسری آیت میں اس طرح بیان کیا ہے۔
وَمَآ اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ (۱۶: ۷۷) قیامت کا حکم اتنا تیز ہوگا جیسے پلک جھپکنا یا اس سے بھی تیز۔
کلمح بالبصر میں کَ تشبیہ کا ہے لَمْحٌ کے معنی بجلی کی چمک کے ہیں۔ رَاَیْتُ لمحۃ البرق۔ میں نے اسے بجلی کی چمک کی طرح ایک جھلک دیکھا۔ لَمْحٍ بِالْبَصَرِ: آنکھ کے جھپکنے کی طرح۔
۵۴: ۵۱ = وَلَقَدْ: واؤ عاطفہ، لام تاکید کا اور قَدْ تحقیق کے لئے۔
= اَشْیَاعَکُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ اَشْیَاعٌ جمع ہے شِیْعَۃٌ کی، تمہارے طریقہ والے

تمہارے ساتھ والے، یعنی تم سے پہلے لوگ جو کفر میں تمہاری طرح تھے ہم نے ان کو غارت کردیا
= فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔ سو ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۵ امتذکرۃ الصدر)
= وَ كُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ: واؤ عاطفہ۔ کل شئ مضاف مضاف الیہ مل کر بتدار فَعَلُوْهُ (ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب) جملہ فعلیہ متعلق شَيْءٍ، فِي الزُّبُرِ خبر۔ اور ہر وہ شے جو وہ کرچکے ہیں وہ (ان کے) اعمال ناموں میں (لکھی جاچکی) ہے۔
الزُّبُرُ۔ زبور کی جمع ہے بمعنی کتابیں۔ اوراق، (اعمال نامے) یا زبر سے مراد لوح محفوظ ہے یعنی ہر فعل و عمل لوح محفوظ میں درج ہے۔
۵۴: ۵۳ = كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۔ ای کل صغیر وکل کبیر ہر چھوٹی چیز اور ہر بڑی چیز۔ یعنی مکلفین کا ہر چھوٹا بڑا عمل یا تمام چھوٹی بڑی مخلوق اور اس کی مدت زندگی
مُسْتَطَرٌ اسم مفعول واحد مذکر استطارٌ (افتعال) مصدر۔ سطر مادہ۔
مُسْتَطَرٌ لکھا ہوا۔ مطلب یہ کہ ہر چھوٹی بڑی چیز، اعمال نامے لکھنے والے فرشتوں کے صحیفوں میں یا لوح محفوظ میں مرقوم ہے۔ یہ سابق جملہ کی تاکید و تائید ہے،
۵۴: ۵۴۔ المتقین ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ پرہیزگار لوگ،
= فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ۔ یعنی پرہیزگار لوگ جو زیور ایمان اور اعمالِ صالح سے مزین ہوں گے۔ مرنے کے بعد باغوں اور نہروں میں ہوں گے۔ (یہ جنت جسمانی ہے۔ تفسیر حقانی)
نَهَرٍ۔ اسم جنس ہے اس سے مراد جنت کی نہریں ہیں۔
۵۴: ۵۵ = فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ مضاف مضاف الیہ۔ موصوف۔ (مقعد) کی اضافت صفت (صِدْقٍ) کی طرف۔
مَقْعَدِ اسم ظرف مکان، قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔ بیٹھنے کی جگہ۔
صِدْقٍ۔ سچائی۔ راستی، نام نیک، ثنا، سچی بات،
صَدَقَ يَصْدُقُ (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں اور چونکہ یہ ذکر خیر کا سبب ہے اس لئے مجازاً۔ نام نیک اور ذکر خیر کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔
علامہ پانی پتیؒ تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔
مَقْعَدِ صِدْقٍ۔ یعنی ایسا مقام جہاں نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور نہ گناہ۔ (سچائی کا مقام)

اس سے مراد جنت ہے۔
ظاہر میں کوئی برائی ہو نہ باطن میں کوئی نقص" ایسے فعل کو صدق کہا جاتا ہے۔
مندرجہ ذیل آیات میں یہی معنی مراد ہیں :۔
۱:۔ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ (۵۴: ۵۵)
۲:۔ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ (۱۰: ۲)
۳:۔ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ۔ (۱۷: ۸۰)
لغوی نے لکھا ہے کہ:۔
امام جعفر صادق نے فرمایا :۔ آیت میں اللہ نے مقام کی صفت صدق کے لفظ سے کی ہے پس اس مقام پر اہل صدق ہی بیٹھیں گے۔
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ بدل ہے جَنّٰتٍ سے۔
== عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ : یہ یا تو فی مقعد صدق سے بدل ہے یا یہ اس کی صفت ہے۔
مَلِيْكٍ موصوف۔ مَلِكٌ سے صفت کا صیغہ برائے مبالغہ، بہت بڑا بادشاہ
مُقْتَدِرٍ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اقتدار (افتعال) مصدر سے۔
ہر طرح کی قدرت والا۔ با اقتدار ۔ صفت۔
مطلب آیت کا ہوگا :۔
یعنی اللہ کے پاس جو تمام چیزوں کا مالک اور حکمران ہے اور ہر شے پر قادر ہے کوئی شے اس کی قدرت سے خارج نہیں۔ قرب خداوندی بے کیف ہے۔ دانش و فہم کی رسائی سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ کسی کا پردۂ بصیرت ہٹا دے تو اس کو قرب خداوندی کا وجدان ہو جاتا ہے۔ (تفسیر مظہری)
فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۔ عمدہ مقام میں خداوند تعالیٰ کے ہاں رہیں گے یہ جنت روحانی ہے جو متقین میں سے خاص ابرار و احرار کا حصہ ہے مرنے کے بعد ان کی روح حظیرۃ القدس (جنت) کی طرف عالم بالا میں محبوب اصلی کے پاس جا کر آرام پاتی ہے تختِ رب العالمین کی داہنی طرف بیٹھنے سے یہی مراد ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنی اس بارگاہِ قدس میں کاش اپنے ابرار کی صف میں جگہ دیدے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز (تفسیر حقانی)

مراد اصحٰب الیمین (یا اصحٰب المیمنہ) ہیں جن کا ذکر سورۃ الواقعہ (۵۶: ۲۷، ۳۸،
۹۰، ۹۱) میں آیا ہے ان کو اصحاب المیمنہ بھی کہا گیا ہے:
ان سے مُراد وہ خوش نصیب ہیں جو روزِ محشر عرشِ الٰہی کے داہنی جانب ہوں گے
ان کا اعمالنامہ ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جاتے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۵۵) سورۃ الرحمٰن مَدَنِيَّة (۷۸)

۵۵: ۱ = اَلرَّحۡمٰنُ : رحمت سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت رحمت کرنے والا بڑا بخشش کرنے والا۔ بڑا مہربان ۔ نیز سورۃ الفاتحہ میں "لبسم اللّٰه الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" کی تشریح میں ملاحظہ ہو۔

۵۵: ۲ = عَلَّمَ الۡقُرۡاٰن : جملہ فعلیہ، اس نے قرآن کی تعلیم دی۔

۱۔ اَلرَّحۡمٰنُ مبتدا ہے۔ اور جملہ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ اس کی خبر۔

۲۔ اَلرَّحۡمٰنُ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے۔ ای اَللّٰهُ الرَّحۡمٰنُ

۳۔ اَلرَّحۡمٰنُ مبتدا ہے اور اس کی خبر محذوف ہے ای اَلرَّحۡمٰنُ رَبُّنَا۔

الرحمٰن کے بعد جملہ علم القرآن جملہ مستانفہ ہے۔

عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ میں مفعول اول محذوف ہے تقدیر کلام ہے عَلَّمَ النَّبِيَّ الۡقُرۡاٰنَ یا جِبۡرِيۡلَ۔ یا اَلۡاِنۡسَانَ۔ اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی تعلیم دی۔ یا جبریل کو یا انسان کو۔

= خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ، بعض کے نزدیک الانسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ اللہ نے حضرت آدم کو تمام چیزوں کے نام سکھا دیئے تھے۔

بعض نے الانسان سے جنس انسان مُراد لی ہے۔ یعنی اللہ نے حضرت انسان کو پیدا کیا اور اسے بولنا لکھنا، سمجھنا، سمجھانا۔ اور فہم و ادراک عطا کیا کہ دوسرے جانوروں سے ممتاز ہو گیا۔ اور وحی کو برداشت کرنے اور حاملِ قرآن بننے کے قابل ہو گیا

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الانسان سے مراد حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم ہوں اور البیان سے مراد قرآن مجید ہو۔ قرآن تمام لوگوں کے لئے راہنما اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی واضح دلیل ہے۔ اس میں ازل سے ابد تک تمام چیزوں کا

بیان ہے۔

ابن کیسان نے کہا ہے کہ اس صورت میں آخری دونوں جملے پہلے جملہ کی تفصیل اور بیان قرار پائیں گے ...... اسی لئے حرف عطف دونوں کے درمیان نہیں لایا گیا اور یہ تمام جملے اَلرَّحْمٰن کے اخبار مترادفہ ہوں گے۔

۵۵: ۴ = عَلَّمَہٗ۔ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے = اَلْبَیَانَ مفعول ثانی عَلَّمَ فعل کا۔ بولنا۔ مصدر ہے۔ کسی چیز کے متعلق کھولنے اور واضح کرنے کا نام " بیان " ہے۔ بیان۔ نطق سے عام ہے اور نطق خاص ہے اور کبھی جس چیز کے ذریعہ بیان کیا جاتا ہے چنانچہ کلام اوّل معنی ہی کے اعتبار سے بیان کہلاتا ہے چنانچہ کلام اول معنی کے اعتبار سے ہی بیان کہلاتا ہے کیونکہ وہ معنی مقصود کو کھولتا اور ظاہر کر دیتا ہے۔ اور مجمل و مبہم کلام کی شرح کو دوسرے معنوں کے اعتبار سے بیان کہتے ہیں ھٰذَا بَیَانٌ لِّلنَّاسِ (۳: ۱۳۸) یہ لوگوں کے لئے بیان ہے۔ اول معنی کی مثال ہے اور ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (۷۵: ۱۹) ہمارے ذمہ اس کا بیان کرنا ہے، دوسرے معنی کی مثال ہے اور عَلَّمَہُ الْبَیَانَ (اس کو بیان سکھایا) دونوں معنی کی مثال بن سکتا ہے (لغات القرآن)

۵۵: ۵ = اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ، ای الشمس والقمر یجریان بحسبان۔ الشمس والقمر مبتدا۔ یجریان خبر (محذوف) بحسبان جار مجرور مل کر متعلق خبر۔

حُسْبَانٍ (باب نصر) مصدر ہے بمعنی حساب لگانا۔ شمار کرنا۔ جیسے طُغْیَانٌ رُجْحَانٌ، غُفْرَانٌ، کُفْرَانٌ، مطلب یہ کہ سورج اور چاند ایک (سوچے سمجھے) حساب کے مطابق (چل رہے ہیں)۔

۵۵: ۶ = وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ اور بیلیں (بے تنے کے پودے) اور درخت (تنے والے پودے) (اسی کے حکم سے) سجدہ ریز ہیں۔

اَلنَّجْمُ کے متعلق مختلف اقوال ہیں :۔

بعض علماء کا قول ہے کہ :۔

(۱) النَّجْمُ سے مراد نباتات کی وہ قسم ہے جس کا تنا نہ ہو جیسے بیلیں وغیرہ۔ اور اَلشَّجَرُ سے مراد وہ قسم ہے جس کا تنا ہو۔

مقیدہ کا قول ہے کہ:۔
النجم سے مراد آسمان کے ستارے ہیں اور اس پر وہ سورۃ الحج کی یہ آیت دلیل لائے ہیں
اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ (٢٢: ١٨)
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان خدا کو سجدہ کرتے ہیں ۔
روح المعانی میں ہے کہ:۔
والمراد بالنجم النبات الذی ینجم ای یظھر و یطلع من الارض ولا ساق لہ ...... اقترانہ بالشجر یدل علیہ۔ النجم سے مراد وہ سبزی یا نباتات ہے جو زمین سے اُگتی اور نکلتی ہے اور اس کا تنا نہیں ہوتا۔ شجر کے ساتھ اس کا ذکر کرنا اس کی دلیل اور قرینہ ہے۔
بیضاوی کا یہی قول ہے ۔
= يَسْجُدَانِ: مضارع تثنیہ مذکر غائب: سُجُوْدٌ (باب نصر) سے مصدر۔ وہ دونوں سجدہ کرتے ہیں۔
بیلوں اور درختوں کے سجدہ کرنے سے مراد ان کے سایہ کا سربسجود ہونا ہے: جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔
يَتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ۝ (١٦: ٤٨) جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں۔ (یعنی) خدا کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں ۔
یا اس سے مراد ان کا ہر طرح سے خدا کا تابع فرمان ہونا ہے ۔ ان کا اگنا، بڑھنا پھل دینا۔ سوکھ جانا۔ بالارادہ نہیں بلکہ بلا ارادہ بلا چون وچرا۔ قانون الٰہی کے پابند ہیں
اگر النجم کے معنی ستارے لئے جائیں تو ان کے سجدہ کرنے سے مراد ان کا طلوع و غروب ہے یا ان کا کائنات میں ایک متعینہ نظام کے تحت گردش کرنا ہے ۔
٥٥: ٧ = وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا۔ ای خلق السماء و رفعھا۔ آسمان کو پیدا کیا اور اسے بلند کیا (علی الارض) زمین کے اوپر۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے نیچے تھا پھر

اسے بلند کر دیا۔ بلکہ اسے پیدا ہی ایسا کیا۔ یا دَفَعَ السَّمَآءَ آسمان کو بلند کیا یعنی بلندیوں پر قائم کیا۔

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّمَآءَ ہے اور السَّماء بوجہ مفعول منصوب ہے

= وَضَعَ واحد مذکر غائب وَضْعٌ (باب فتح) مصدر اس نے قائم کیا۔ اس نے رکھا

= اَلْمِیْزَانَ۔ اسم مصدر۔ تول۔ اسم آلہ، ترازو، مجازی معنی عدل و انصاف، قانونِ عدل قواعدِ عدل۔

صاحب روح المعانی لکھتے ہیں ۔

ای شرع العدل و امر بہ۔ اللہ تعالیٰ نے عدل کا قانون بنایا اور اس پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ بالعدل قامت السموت والارض زمین و آسمان عدل پر قائم ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان اور اس میں آباد ہر چیز کو اس طرح آباد کیا جیسے اس کی بقاء اور نشوونما کے لئے مناسب تھا۔

علامہ مودودی المیزان کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں ۔

قریب قریب تمام مفسرین نے یہاں میزان (ترازو) سے عدل مراد لیا ہے اور میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے اس پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد و حساب تارے اور سیارے جو فضا میں گھوم رہے ہیں، یہ عظیم الشان قوتیں جو اس عالم میں کام کر رہی ہیں اور یہ لاتعداد مخلوقات اور اشیاء جو اس جہان میں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کے درمیان اگر کمال درجہ کا عدل و ازن قائم نہ کیا گیا ہوتا تو یہ کارگاہ ہستی ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چل سکتی تھی ۔

خود اس زمین پر کروڑوں برس سے ہوا اور پانی اور خشکی میں جو مخلوقات موجود ہیں ان ہی کو دیکھ لیجئے۔ ان کی زندگی اسی لئے تو برقرار ہے کہ ان کے اسبابِ حیات میں پورا پورا عدل اور توازن پایا جاتا ہے ورنہ ان اسباب میں ذرا سی بھی بے اعتدالی پیدا ہو جائے تو یہاں زندگی کا نام و نشان تک باقی نہ رہے۔ (تفہیم القرآن)

۵۵:۸ = اَلَّا تَطْغَوْا۔ اَلَّا۔ اَنْ اور لَا سے مرکب ہے۔ اَنْ یا تو مصدریہ ہے اس صورت میں لَا تَطْغَوْا مضارع منفی جمع مذکر حاضر ہے، طُغْیَانٌ (باب سمع و نصر) مصدر سے۔ تم زیادتی نہ کرو، تم سرکشی نہ کرو۔ تم حد سے نہ بڑھو۔

ترجمہ آیت ہوگا: اور اللہ نے میزان قائم کر دی تاکہ تم حق سے تجاوز نہ کرو، یا۔ اَنْ مفسرہ ہے

اور لَا تَطْغَوْا صیغہ نہی جمع مذکر حاضر ہے۔
ترجمہ:۔ اور اس نے میزانِ عدل قائم کردی (اور حکم دیا ہے کہ) تم وزن میں حق سے تجاوز نہ کرو۔
۵۵: ۹ = اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ۔ اَقِيْمُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اقامۃ (افعال) مصدر سے تم قائم کرو۔ تم درست رکھو۔
اَلْقِسْطِ۔ عدل۔ انصاف۔ حصہ جو انصاف کے ساتھ دیا جائے۔ القسط اسم مصدر ہے یعنی وزن کو انصاف کے ساتھ ٹھیک رکھو۔
= لَا تُخْسِرُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِخْسَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ تم مت گھٹاؤ
مطلب یہ کہ چونکہ تم ایک متوازن کائنات میں رہتے ہو جس کا سارا نظام عدل پر قائم ہے اس لئے تمہیں بھی عدل پر قائم ہونا چاہئے۔ جس دائرے میں تمہیں اختیار دیا گیا ہے اس میں اگر تم بے انصافی کروگے اور جن حق داروں کے حقوق تمہارے ہاتھ میں دیئے گئے ہیں اگر تم ان کے حق ماروگے۔ تو یہ فطرت کائنات سے تمہاری بغاوت ہوگی۔ اس کائنات کی فطرت ظلم و بے انصافی اور حق ماری کو قبول نہیں کرتی۔ یہاں ایک بڑا ظلم تو درکنار ترازو میں ڈنڈی مار کر اگر کوئی شخص خریدار کے حصے کی ایک تولہ بھر چیز بھی مار لیتا ہے تو میزانِ عالم میں خلل برپا کردیتا ہے۔ (تفہیم القرآن)
۵۵: ۱۰ = وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا۔ ای وضع الارض۔ وضع ماضی واحد مذکر غائب۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی نیچے رکھنا۔ اسی سے مَوْضِعٌ رکھنے کی جگہ، جس کی جمع مَوَاضِع ہے اسی سے وضع کا لفظ وضع حمل اور بوجھ اتارنے کے لئے آتا ہے لیکن اسی مادہ (وض ع) سے بمعنی خلق اور ایجاد (یعنی پیدا کرنا) بھی آیا ہے۔ چنانچہ وضع البیت کے معنی مکان بنانے کے آتے ہیں۔
مثلاً اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (۳: ۹۵) تحقیق پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا تھا۔ اور اسی سے آیت ہذا میں بمعنی پیدا کرنا یا بچھانا آیا ہے۔ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ: اور اسی نے مخلوق کے لئے زمین بچھائی (پیدا کی) اسی مادہ سے اور معنی بھی مشتق ہیں۔
= اَلْاَنَامِ۔ بمعنی الحیوان کلہ (ابن عباس) تمام جاندار بمعنی الانس والجن (حسن) انسان اور جن۔ بہتوں نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ بظاہر اس جگہ (آیت ہذا) جن اور انس

ہی مراد ہیں کیونکہ خطاب انہی دونوں کو کیا گیا ہے اور آگے چل کر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ میں یہی دونوں نوعین مخاطب ہیں

ترجمہ ہوگا:۔

اور اس نے جن وانس کے لئے زمین کو پیدا کیا اور اس کی جگہ پر) رکھ دیا۔

۵۵: ۱۱ == فِیْھَا۔ ای فی الارض

== فَاکِھَۃٌ ف ک ہ مادّہ سے بروزن فاعل اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ جس کی جمع فواکہ ہے۔ ۃ آخر میں مبالغہ کی ہے۔ فُکِہٌ ظریف اور ہنس ہنس کر باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں۔

ابن کیسان نے فَاکِھَۃٌ سے وہ بے شمار نعمتیں مراد لی ہیں جو لذت کے لئے کھائی جاتی ہیں۔

بعض نے کہا ہے کہ یہ لفظ ہر قسم کے میوہ جات پر بولا جاتا ہے۔

اور بعض نے کہا ہے کہ کھجور اور انار کے علاوہ باقی میوہ جات کو فاکھۃ کہا جاتا ہے اور انہوں نے ان دونوں کو اس لئے مستثنیٰ کیا ہے کہ قرآن مجید میں ان دونوں کو فَاکھۃ پر عطف کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ جیسے فِیْھِمَا فَاکِھَۃٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ (۵۵:۶۸) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں فاکھۃ کے غیر ہیں

== وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ واؤ عاطفہ۔ النخل موصوف (کھجور) ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت۔

اکمام جمع اس کا واحد کِمٌّ ہے۔ کِمٌّ اس غلاف کو کہتے ہیں جو کلی یا پھل پر لپٹا ہوا ہو۔ یہ قدرتی طور پر پھلوں پر چڑھا ہوا ہوتا ہے تاکہ اس کا نرم گودا ضائع نہ ہوجائے کھجور کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں اسی طرح کیلے کے پھل پر پہلے ہر ایک تہ پر غلاف ہوتا ہے۔ ازاں بعد ہر ایک پھلی پر ایک موٹا چھلکا ہوتا ہے اسی طرح اور کئی میووں پر غلاف ہوتا ہے۔

اَلْکُمَّۃُ ایک طرح کی گول ٹوپی جو سر پر پہنی جاتی ہے۔

وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ۔ اور کھجوریں غلافوں والی

== وَالْحَبُّ۔ اس کا عطف فاکھۃ پر ہے اور اس زمین میں اناج ہے۔

الحَبُّ۔ اناج کے دانہ کو حَبٌّ یا حَبَّۃٌ کہتے ہیں۔ مثلاً گندم، جو۔ یا دیگر اناج اور

غلّہ کے دانے۔ یہ موصوف ہے اور ذُوالْعَصْفِ اس کی صفت ہے۔

ذُوْالْعَصْفِ مضاف مضاف الیہ۔ العَصْف بمعنی بھُس، بھوسا۔ چھلکا۔ جو دانے کے اوپر لپٹا ہوتا ہے۔ کھیت کے پتے۔

تفسیر کبیر میں اس کے حسب ذیل معانی لکھے ہیں:۔

۱:۔ بھوسہ جو ہمارے مویشی کھاتے ہیں۔

۲:۔ اس پودے کے پتے جس کے ڈنٹھل ہوں اور اس ڈنٹھل کے اطراف و جوانب میں پتے ہوں۔ جیسے کہ خوشے کے اوپر کے پتے ہوتے ہیں۔

۳:۔ کھائے ہوئے پھل کا چھلکا۔ (ملاحظہ ہو سورۃ الفیل)

عَصْفٌ جمع ہے اس کا واحد عَصْفَۃٌ و عُصَافَۃٌ ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا: (۷۷: ۲) پھر زور پکڑ کر جھکڑ ہو جاتی ہیں۔ یہاں عَصْفٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی جھکڑ کے ہے۔ جو اس زور سے چلتا ہے کہ چیزوں کو توڑ پھوڑ کر بھوسا بنا دے۔

وَالْحَبُّ ذُوْالْعَصْفِ: اور اناج جس کے ساتھ بھس ہوتا ہے۔

= اَلرَّیْحَانُ۔ روح۔ یا ریح مادہ سے ہے۔ جو اس کو اجوف واوی (روح) خیال کرتے ہیں ان کے نزدیک اس کی اصل ریوحان ہے۔ اس میں ادغام کرکے تخفیف کی گئی ہے۔ بایں دلیل کہ اس کی تصغیر رویحین پر ہے۔

اور جو اسے اجوف یائی (ریح) سے لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہ شَیْطَان کے وزن پر ہے اور اس میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ بایں دلیل کہ اس کی جمع ریاحین ہے جیسے شیطان اور شیاطین ہیں۔

ریحان ہر اگنے والی خوشبودار چیز کو کہتے ہیں۔ رزق (روزی) کے معنی بھی ہیں یعنی کھانے کا اناج۔ ایک اعرابی سے پوچھا گیا کہ کہاں جا رہے ہو۔ تو اس نے جواب دیا کہ اَطْلُبُ مِنْ رَیْحَانِ اللّٰہِ میں اللہ کے رزق کی تلاش میں ہوں۔

۵۵: ۱۳ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: فَ سببیہ ہے اور ایّ استفہامیہ ہے۔ اور استفہام کا مقصد ہے:۔

۱:۔ اٰلَآءِ کو مؤکد کرنا۔

۲۔ تکذیب الآء کو رد کرنا۔ کیونکہ الآء کا ذکر نعمتوں کے اقرار اور منعم کے شکر کا مقتضی ہے اور نعمتوں کی تکذیب کی نفی کر رہا ہے۔ اسی طرح ناشکری پر وعید (اور شکر پر) وعدہ نعمتوں کے اقرار و شکر کا موجب ہے:

حاکم نے بوساطت محمد بن منکدر حضرت جابر بن عبد اللہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ:۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے ہمارے سامنے سورۃ الرحمٰن آخر تک تلاوت فرمائی۔ پھر فرمایا کہ یہ میں تم لوگوں کو خاموش دیکھ رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟ تم سے بہتر تو جن تھے جب اور جتنی بار میں نے ان کے سامنے فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ پڑھی ہر بار انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کر سکتے تیرے ہی لئے ہر طرح کی حمد ہے ولا بشئی من نعمك ربنا نكذب فلك الحمد (تفسیر مظہری)

= الآء۔ جمع ہے اس کا واحد اِلیٌ ہے اس کا معنی ہے النعم نعمتیں (لسان العرب)

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اٰلَآءِ کا واحد اَلیً و اِلیً ہے جس طرح اٰناءٌ کا واحد اَنًا و اِنیً آتا ہے (مفردات) نیز راغب نے بھی اٰلَآءِ کا ترجمہ نعمتیں کیا ہے۔ آیت وَاذْكُرُوْا اٰلَآءَ اللّٰهِ (۷:۷۴) کا ترجمہ کیا ہے: پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو۔

المنجد میں اَلْاَلِیُ اَلْاَلٰی الاَلی (جمع اٰلَآءِ) بمعنی نعمت، مہربانی، فضل لکھا ہے۔

علامہ مودودی نے اٰلَآء پر تفصیلی بحث کی ہے جسے درج ذیل کیا جاتا ہے اصل میں لفظ آلآء استعمال ہوا ہے جسے آگے کی آیتوں میں بار بار دہرایا گیا ہے اور ہم نے مختلف مقامات پر اس کا مفہوم مختلف الفاظ سے ادا کیا ہے:

اس لئے آغاز میں ہی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ اس لفظ میں کتنی وسعت ہے اور اس میں کیا کیا مفہومات شامل ہیں۔

الآء کے معنی اہل لغت اور اہل تفسیر نے بالعموم نعمتوں کے بیان کئے ہیں تمام مترجمین نے بھی یہی اس کا ترجمہ کیا ہے اور یہی معنی حضرت ابن عباس رضہ حضرت قتادہ اور حضرت حسن بصری رح سے منقول ہیں۔ سب سے بڑی دلیل اس معنی کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنوں کے اس قول کو نقل فرمایا ہے کہ وہ اس آیت کو

سن کر بار بار لا بشئ من نعمك ربنا نكذب کہتے تھے۔
لہٰذا زمانۂ حال کے محققین کی اس رائے سے ہمیں اتفاق نہیں ہے کہ آلآء نعمتوں کے معنی میں سرے سے ہوتا ہی نہیں۔
دوسرے معنی اس لفظ کے قدرت اور عجائب قدرت یا کمالاتِ قدرت ہیں
ابن جریر طبری نے ابن زید کا قول نقل کیا ہے کہ:۔ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا کے معنی ہیں فَبِاَیِّ قدرۃ اللہ۔ ابن جریر نے خود بھی آیات ۳۷، ۳۸ کی تفسیر میں آلاء کو قدرت کے معنی میں لیا ہے امام رازی نے بھی آیات ۱۴-۱۵-۱۶ کی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیات بیان نعمت کے لئے نہیں بلکہ بیان قدرت کے لئے ہیں۔ اور آیات ۲۲، ۲۳ کی تفسیر میں وُہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے عجائبِ قدرت کے بیان میں ہے نہ کہ نعمتوں کے بیان میں
اس کے تیسرے معنی ہیں۔ خوبیاں، اوصافِ حمیدہ اور کمالات و فضائل۔
اس معنی کو اہل لغت اور اہل تفسیر نے بیان نہیں کیا ہے مگر اشعار عرب میں یہ لفظ کثرت سے اس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ نابغہ کہتا ہے:

هم الملوك وابناء الملوك لهم ۔ فضل على الناس فی الآلآء والنعم
(وہ بادشاہ اور شہزادے ہیں۔ ان کو لوگوں پر اپنی خوبیوں اور نعمتوں میں فضیلت حاصل ہے)
مُہَلْہَلْ اپنے بھائی کُلَیب کے مرثیہ میں کہتا ہے:۔
الحزم والعزم كان من طبائعه ؛ ما كلُّ آلائه یا قومُ اُحْصِیْهَا
حزم اور عزم اس کے اوصاف میں سے تھے۔ لوگو! میں اس کی ساری خوبیاں بیان نہیں کر رہا ہوں:

فضالہ بن زید العدوانی غریبی کی برائیاں بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:۔
غریب اچھا کام بھی کرے تو بُرا بنتا ہے اور: وتحمد آلآء البخيل المدرهم
مالدار بخیل کے کمالات کی تعریف کی جاتی ہے:
اَجْدَعْ ہمدانی اپنے گھوڑے کمیت کی تعریف میں کہتا ہے کہ:۔
ورضیت آلآء الكميت فمن يبع ۔ فرسًا فليس جوادنا بمباع
(مجھے کمیت کے عمدہ اوصاف پسند ہیں اگر کوئی شخص کسی گھوڑے کو بیچتا ہے تو بیچے ہمارا گھوڑا بکنے والا نہیں ہے:
حماسہ کا ایک شاعر جس کا نام ابو تمام نے نہیں لیا ہے وہ اپنے ممدوح

ولید بن ادہم کے اقتدار کا مرثیہ لکھتا ہے :۔

اذا ما امرؤ اثنیٰ بالآءِ میّتٍ : فلا یبعد اللہ الولید بن ادھما
فما کان فراحًا اذا الخیر مسّه : ولا کان منّانًا اذ ھو انعما

ترجمہ :۔ جب بھی کوئی شخص مرنے والے کی خوبیاں بیان کرے : تو خدا نہ کرے کہ ولید بن ادہم اس موقع پر فراموش ہو۔
اس پر اچھے حالات آتے تو پھولتا نہ سماتا تھا۔ اور کسی پر احسان کرتا تھا تو جتاتا نہ تھا۔

طرفہ ایک شخص کی تعریف میں کہتا ہے :۔

کامل یجمع الآءَ الفتیٰ ۔ نبہٌ سید ساداتٍ خِضَمّ

وہ کامل اور جوانمردی کے اوصاف کا جامع ہے ۔ شریف ہے سرداروں کا سردار، دریا دل

ان شواہد و نظائر کی روشنی میں ہم نے لفظ الآء کو اس کے وسیع معنی میں لیا ہے اور ہر جگہ موقع محل کے مطابق اس کے جو معنی مناسب تر نظر آئے ہیں وہی ترجمے میں درج کر دیئے ہیں۔ لیکن بعض مقامات پر ایک ہی جگہ الآء کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں اور ترجمے کی مجبوری سے ہم کو اس کے ایک ہی معنیٰ اختیار کرنے پڑے ہیں کیونکہ اردو زبان میں کوئی لفظ اتنا جامع نہیں ہے کہ وہ ان سارے مفہومات کو بیک وقت ادا کر سکے ۔ مثلاً اس آیت ۱۳ میں زمین کی تخلیق اور اس میں مخلوقات کی رزق رسانی کے بہترین انعامات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے رب کی کن کن آلاء کو جھٹلاؤ گے ۔ اس موقع پر آلاء صرف نعمتوں کے ہی معنی میں نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ کی قدرت کے کمالات اور اس کی صفاتِ حمیدہ کے معنی میں بھی ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ اُس نے اِس کرۂ خاکی کو اس عجیب طریقے سے بنایا کہ اس میں بے شمار اقسام کی زندہ مخلوقات رہتی ہیں اور طرح طرح کے پھل اور غلّے اس کے اندر پیدا ہوتے ہیں اور یہ اس کی صفاتِ حمیدہ ہی ہیں کہ اس نے ان مخلوقات کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں ان کی پرورش اور رزق رسانی کا بھی انتظام کیا اور انتظام بھی اس شان کا کہ ان کی خوراک میں نری غذائیت ہی نہیں ہے بلکہ لذتِ کام و دہن اور ذوقِ نظر کی بھی ان گنت رعایتیں ہیں۔

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی کاریگری کے صرف ایک کمال کی طرف بطور نمونہ اشارہ کیا گیا ہے کہ کھجور کے درختوں میں پھل کس طرح غلافوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے اس کی ایک مثال کو نگاہ میں رکھ کر ذرا دیکھئے کہ کیلے، انار، سنترے، ناریل اور دوسرے پھلوں

کی پیلنگ میں آرٹ کے کیسے کیسے کمالات دکھائے گئے ہیں۔ اور یہ طرح طرح کے غلّے اور دالیں اور حبوب جو ہم بے فکری کے ساتھ پکا پکا کر کھاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو کیسی کیسی نفیس بالوں اور خوشوں کی شکل میں پیک کر کے اور نازک چھلکوں میں لپیٹ کر پیدا کیا جاتا ہے۔

(تفہیم القرآن)

== تُكَذِّبٰنِ : مضارع تثنیہ مذکر حاضر۔ تَكْذِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ تم دونوں جھٹلاتے ہو۔ یا۔ تم دونوں جھٹلاؤ گے۔

یہاں مخاطب جن و انس ہیں اس لئے تثنیہ کا صیغہ لایا گیا ہے بعض کے نزدیک خطاب انسان سے ہے اور واحد کی بجائے تثنیہ کا صیغہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے اس کی مثال قرآن مجید میں اور جگہ ملتی ہے۔ مثلاً:

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (۵۰: ۲۴) ہر سرکش ناشکرے کو دوزخ میں ڈال دو۔ یہاں تثنیہ کا صیغہ تائید کے فائدہ کے لئے آیا ہے۔

فَائِدَہ:- یہ آیت اس سورت میں ۳۱ بار دہرائی گئی ہے۔ تفسیر حقانی میں اس کی وضاحت میں تحریر ہے:۔

شعرائے عرب بلکہ عجم چند اشعار مختلف المضامین کے بعد ایک بند بطور مسدس یا مخمس کے ایک اشتراک خاص ملحوظ رکھ کر مکرر لایا کرتے ہیں، جس سے اس مضمون کی خوبی دوبالا ہو جاتی ہے اور سامع کی طبیعت جو کسی قدر غافل ہو جاتی ہے اس پر ایک کوڑا سا تنبیہ کرنے کے لئے پڑ جاتا ہے۔

اسی طرح اس سورت میں وہ بند فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ہے جو ہر ایک جاں بخش مضمون کے بعد مکرر آکر مطالب میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس بات کا لطف انہیں کو زیادہ آتا ہے جو کہ مذاقِ سخن سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ عبارت کا دلکش ہونا بھی اثر کلام میں بڑی تاکید کرتا ہے۔ (تفسیر حقانی)

اس طرح سورۃ القمر میں جملہ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ چار دفعہ اور سورۃ اَلْمُرْسَلٰتِ میں جملہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ دس مرتبہ دہرایا گیا ہے۔

۵۵: ۱۴ == صَلْصَالٍ۔ بجتی ہوئی مٹی۔ کھنکھناتی ہوئی مٹی۔ وہ خشک مٹی کہ جب اس پر

انگلی ماری جائے تو بجنے اور کھنکھنانے لگے، صلصال کہلاتی ہے۔
امام راغب لکھتے ہیں کہ:۔
صلصال اصل میں خشک چیز کے بجنے کا نام ہے اسی سے محاورہ ہے صَلَّ الْمِسْمَارُ (کھونٹی بجی)
بعض نے کہاہے کہ صلصال سڑی ہوئی مٹی ہے۔ یہ عرب کے محاورہ صَلَّ اللَّحْمُ سے ماخوذ ہے۔ (گوشت سڑ گیا۔)
= كَالْفَخَّارِ: ک تشبیہ کا ہے اس کا واحد فَخَّارَةٌ ہے، مٹکوں کو کہاجاتاہے کیونکہ وہ ٹھوکا لگانے سے اس طرح زور سے بولتے ہیں جیسے کوئی بہت زیادہ فخر کررہاہو۔ یہ الفخر (باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی ان چیزوں پر اترانے کے ہیں جو انسان کے ذاتی جوہر سے خارج ہوں۔ مثلاً مال وجاہ وغیرہ۔ فاخر اسم فاعل ہے اور فخور وفخیر مبالغہ کے صیغے ہیں۔

فَائِدَہ:۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بارے میں قرآن مجید میں مختلف الفاظ مذکور ہیں کہیں ارشاد ہے:۔

۱:۔ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (۳: ۵۹)
بے شک (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کا حال (حضرت) آدم (علیہ السلام) کا ساہے: اس نے مٹی سے اس کو پیدا کیا۔

۲:۔ کہیں فرمایاہے اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ (۳۷: ۱۱) بیشک ہم نے (جتنی خلقت بنائی ہے) اس کو چپکتے گارے سے بنایاہے۔

۳:۔ کہیں فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (۱۵: ۲۶) اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیاہے

۴:۔ پھر ارشاد ہوتاہے:۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ (۵۵: ۱۴) اسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔

درحقیقت ان الفاظ میں اختلاف نہیں ہے بلکہ مطلب ایک ہی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم کو اللہ تعالیٰ نے اوّل مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اس میں پانی ملا تو طِيْنٍ لَّازِبٍ ہوئی یعنی اس میں چپک پیدا ہوئی اس کے بعد حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ کہلائی، کہ سیاہ ہوگئی اور

سڑ گئی ۔ پھر جب خشک ہوئی صلصال کالفخار سے موسوم ہوئی ۔ کہ ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی

۵۵ : ۱۵ = اَلْجَانَّ ۔ جن ۔ سانپ ۔ جِنٌّ کی جمع ہے جس طرح ابوالبشر (سارے انسانوں کے باپ) کا نام آدم ہے اسی طرح ابوالجن (جنوں کے باپ) کا نام جَانٌّ ہے ۔ جن مسلمان بھی ہوتے ہیں اور کافر بھی ۔ کھاتے پیتے اور مرتے جیتے رہتے ہیں ۔

= خَلَقَ ۔ ای اللّٰہ خلق ، مبتدا ، خبر ، اللہ نے پیدا کیا ۔

= مَارِجٍ ۔ آگ کی لپٹ ، بھڑکتا ہوا شعلہ ، جس میں دھواں نہ ہو ۔ مَرْجٌ چراگاہ اور اس میں جانوروں کو چھوڑ دینا ہے ۔ جہاں گھاس بکثرت ہو اور جانور اس میں مگن ہو کر چرتے پھریں اور آیت مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ (۵۵ : ۱۹) اس نے دو دریا چھوڑ دیئے (رواں کئے) جو آپس میں ملتے ہیں ۔

اَلْمَرَجُ کے معنی اصل میں خلط ملط کرنے اور ملا دینے کے ہیں اور اَلْمُرُوْجُ کے معنی اختلاط اور مل جانے کے ہیں ۔ اور اسی سے آیت شریفہ ہے ۔ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ (۵۰ : ۵) وہ ایک غیر واضح (یعنی خلط ملط یا گڈمڈ) معاملہ میں ہیں ۔ اور یہی گڈمڈ کی سی کیفیت آگ کی لپٹ میں ہے کہ شعلہ جب اوپر کو اٹھتا ہے تو متعدد آگ کے دھارے آپس میں الجھے ہوئے اوپر کو اٹھتے معلوم ہوتے ہیں ۔ اسی طرح ان جانوروں میں اختلاط ہوتا ہے جو ایک چراگاہ میں آزادی سے گھومتے پھرتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں علیحدہ ہوتے چرتے پھرتے ہیں ۔

اسی طرح مرج البحرین ہے کہ دونوں پانی باہم ملتے ہوئے بھی باہم اپنی علیحدہ علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں ۔

امام راغبؒ نے مارج کے معنی آگ کا شعلہ جس میں دھواں ہو ۔ کئے ہیں ۔ لیکن اکثر علماء نے اس سے مراد آگ کا وہ شعلہ مراد لیا ہے جس میں دھواں نہ ہو ۔

= مِنْ نَّارٍ ۔ بدل ہے مِنْ مَّارِجٍ کا ۔ آگ کا بھڑکتا ہوا شعلہ ۔

۵۵ : ۱۶ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کے کن کن عجائبات قدرت کو جھٹلاؤ گے ، اگرچہ یہاں نعمت کا پہلو بھی موجود ہے لیکن موقع کی مناسبت سے اٰلَآء کے معنی عجائب قدرت زیادہ موزوں ہے ۔

فَائِدَہ : اس سورۃ میں جہاں جہاں فبای اٰلآء ربکما تکذبٰن آیا ہے تفہیم القرآن میں دیئے گئے معنی کو ملحوظ رکھا گیا ہے :

۵۵: ۱۷ = رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ : یہ مبتدار محذوف کی خبر ہے ای ھو رب المشرقین ورب المغربین۔ وہ دو مشرقوں اور دو مغربوں کا پروردگار ہے۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ:۔

جاڑے میں آفتاب اور جگہ سے اور گرمیوں میں اور جگہ سے طلوع ہوتا ہے اس ظاہر فرق کے لحاظ سے مشرقین یعنی دو مشرق کہتے ہیں۔ اسی طرح دونوں موسموں میں غروب بھی دو جگہ ہوتا ہے اس لئے مغربین یعنی دو مغرب کہے جاتے ہیں۔ ورنہ ہر روز آفتاب کا طلوع و غروب اور جگہ سے ہوتا ہے اسی لئے قرآن مجید میں دوسری جگہ آیا ہے رَبُّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ ۝ (۷۰: ۴۰) مشرقوں اور مغربوں کا رب۔

۵۵: ۱۸ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ پس اے جن و انس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ موقع و محل کے لحاظ سے اٰلآء کا مفہوم "قدرت" زیادہ نمایاں محسوس ہوتا ہے۔ مگر ساتھ ہی نعمت اور صفات حمیدہ کا پہلو بھی اس میں موجود ہے

۵۵: ۱۹ = مَرَجَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ اس نے چھوڑا۔ اس نے مخلوط کیا۔ اس نے چلایا۔ اس نے رواں کیا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۵: ۱۵) متذکرۃ الصدر۔

= اَلْبَحْرَيْنِ : دو سمندر۔ بحر کا تثنیہ۔ بحالت نصب و جر۔ اور سورۃ الفرقان میں ان دو سمندروں کا ذکر یوں ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (۲۵: ۵۳) اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا۔ (مخلوط کیا) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری کڑوا۔ (چھاتی جلانے والا) اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی۔

مولٰنا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں مثالاً ذکر کرتے ہیں

اراکان سے چاٹگام تک ملے جلے چلتے ہیں۔ ایک کا پانی سفید ہے اور ایک کا سیاہ۔ سیاہ میں سمندر کی طرح تلاطم آتا ہے مگر سفید ساکن رہتا ہے۔ کشتی سفید پانی میں چلتی ہے اور دونوں کے درمیان ایک دھاری سی چلی گئی ہے۔ سفید کا پانی میٹھا ہے اور سیاہ کا کڑوا۔

مولانا دریاآبادی اپنی تفسیر ماجدی میں لکھتے ہیں:۔

ماہرین فن کا بیان ہے کہ سطح زمین کے نیچے پانی کے دو مستقل نظام جاری ہیں۔ ایک سلسلہ

آب شور کا ہے جو کہ سمندروں سے ظاہر ہوتا ہے۔
دوسرا سلسلہ آبِ شیریں کا ہے جو عموماً دریاؤں، کنووں، جھیلوں سے نکلتا ہے۔
عام مشاہدہ سے بھی پایا جاتا ہے کہ زمین کے نیچے کھاری اور میٹھے پانی کے دھارے میلوں تک ساتھ ساتھ موجود ہیں اور بعض جگہ ایک فٹ کے فاصلہ پر ایک کنویں کا پانی میٹھا اور دوسرے کا کھارا نکل آتا ہے اسی طرح ایک سطح پر پانی کھارا ہے تو چند فٹ نیچے جا کر میٹھا پانی آجاتا ہے اور اس کے برعکس بھی۔

= یَلْتَقِیٰنِ: مضارع تثنیہ مذکر غائب التقاء (افتعال) مصدر۔ وہ دونوں ملے ہوئے ہیں۔ وہ دونوں ملتے ہیں۔

۵۵: ۲۰ = بَیْنَھُمَا۔ ای بین البحرین۔ دونوں دریاؤں کے درمیان

= بَرْزَخٌ: روک۔ اوٹ۔ دو چیزوں کے درمیان کی حد۔ موت سے حشر تک کے عالم کو عالمِ برزخ کہتے ہیں۔

= لَا یَبْغِیٰنِ۔ مضارع منفی تثنیہ مذکر غائب بَغْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر وہ دونوں اپنے حدود سے آگے نہیں بڑھتے۔ یعنی اپنی درمیانی حدّ فاصل سے تجاوز کر کے آپس میں مل نہیں جاتے بلکہ قریب قریب اور متصل بہنے کے باوجود اپنی علیحدہ حیثیت قائم رکھتے ہیں۔

۵۵: ۲۱ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کرشموں کو جھٹلاؤ گے۔

۵۵/۲۲ = اَللُّؤْلُؤُ، ل ء ل حروف مادہ۔ موتی۔ لَآلِیُٔ جمع، تَلَأْلُؤٌ (تفعلل) رباعی مجرد۔ مصدر۔ تَلَأْلَأَ الشَّیْءُ کے معنی کسی چیز کے موتی کی طرح چمکنے کے ہیں۔

= مَرْجَانُ۔ چھوٹے موتی، مونگا۔ م ر ج حروف مادہ

۵۵/۲۳ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: پس اے جن وانس تم اپنے رب کی قدرت کے کن کن کمالات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں بھی اگرچہ آلاء میں قدرت کا پہلو نمایاں ہے لیکن نعمت اور اوصافِ حمیدہ کا پہلو بھی مخفی نہیں ہے (مودودی)

۵۵: ۲۴ = وَلَہٗ واؤ عاطفہ لام تملیک کا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع الرحمٰن ہے جس کا ذکر پہلے چلا آرہا ہے۔

= اَلْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ۔ موصوف وصفت۔ جَوَارٍ جمع جَارِیَۃٍ کی جس کے معنی کشتی کے ہیں۔ جو جَرْیٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی چلنے والی

چونکہ کشتی سطح آب پر چلتی ہے اسی لئے جَارِیَۃ کہلاتی ہے جاریۃ کی جمع جَارِیَات بھی ہے
اَلْمُنْشَئٰتُ : اسم مفعول جمع مؤنث۔ اَلْمُنْشَاَۃُ واحد۔ اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر
سطح سمندر سے اونچی کی ہوئی کشتیاں، یا وہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوتے ہیں۔
نَشْأٌ ونَشَاۃٌ (باب فتح، کرم) سے بمعنی پیدا ہونا ہے۔ اِنْشَاءٌ (افعال) پیدا کرنا
پرورش کرنا۔ اوپر ابھارنا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ (۱۳:۱۲)
اور بھاری بادل اٹھاتا ہے یا پیدا کرتا ہے۔
== كَالْاَعْلَامِ : ک تشبیہ کا۔ اَعْلَام پہاڑ عَلَمٌ کی جمع۔ عَلَمٌ اصل میں اس علامت کو
کہتے ہیں جس کے ذریعہ کسی شے کا علم ہو سکے۔ جیسے نشانِ راہ کے پتھر۔ فوج کا علم۔ اسی اعتبار سے
پہاڑوں کا نام بھی اَعْلَام ہو گیا۔
ترجمہ:۔ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے
ہوتے ہیں۔
۵۵ : ۲۵ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کے
کن کن احسانات کو جھٹلاؤ گے۔ یہاں الآء میں نعمت واحسان کا پہلو نمایاں ہے، اس کی
قدرت اور صفات حسنہ کا پہلو بھی موجود ہے۔
۵۵ : ۲۶ == كُلُّ مَنْ ۔ كُلُّ مضاف مَنْ موصولہ مضاف الیہ۔ ہر ایک، ہر کوئی۔
== عَلَيْهَا : میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ میں
الارض ہے (آیت نمبر ۱۰)
== فَانٍ ۔ اسم فاعل۔ واحد مذکر۔ فَنِيَ (باب سمع)، فَنَيَ (باب فتح) وفَنَاءٌ مصدر
فنا ہو جانا۔ معدوم ہو جانا۔ فَانٍ اصل میں فَانِيٌ تھا۔ یٌ پر ضمہ دشوار تھا۔ اسے گرادیا
اب ی اور تنوین دو ساکن اکٹھے ہوتے، ی اجتماع ساکنین کی وجہ سے گر گئی۔ فَانٍ ہو گیا
فنا ہو جانے والا۔ معدوم ہو جانے والا۔ فَانٍ خبر ہے كُلُّ مَنْ کی۔
۵۵ : ۲۷ == يَبْقٰى ۔ مضارع واحد مذکر غائب بَقَاءٌ (باب سمع) مصدر۔ باقی رہیگا۔ فنا
نہ ہونا۔
== وَجْهُ رَبِّكَ ۔ وَجْهُ مضاف، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر وَجْهُ کا مضاف الیہ
اس کے اصل معنی چہرہ کے ہیں جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ
وَاَيْدِيَكُمْ (۵ : ۶) اپنے منہ اور ہاتھ دھو لیا کرو۔ اور چونکہ استقبال کے وقت سب سے پہلے

انسان کا چہرہ سامنے نظر آتا ہے۔ اس لئے کسی چیز کا وہ حصہ جو سب سے پہلے نظر آئے اسے وجہ کہہ لیتے ہیں وَجْهَ النَّهَارِ۔ دن کا اول حصہ۔

وَجْهُ بمعنی ذات ہے جیسا کہ آیت ہذا میں:

اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال وعظمت ہے۔ باقی رہ جائے گی یا جیسے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (۲۸: ۸۸) اس کی ذات پاک کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

= ذُو الْجَلَالِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے وَجْهُ کی۔ (اللہ کی ذات جو صاحب جلال ہے۔ جلال۔ بزرگی، عظمت، بلند مرتبہ ہونا۔ جَلَّ يَجِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ جَلَالَةٌ کے معنی عظمت قدر، یعنی بلند مرتبہ ہونے اور جَلَالٌ کے معنی عظمتِ قدر کی انتہا کے ہیں۔ اسی لئے یہ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے چنانچہ یہ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ صرف اُسی کو کہا جاتا ہے دوسروں کے لئے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

= وَالْإِكْرَامِ اس کا عطف الجلال پر ہے۔ اللہ کی ذات صاحب جلال و صاحب اکرام ہے۔ اکرام با عظمت ہونا دوسرے کو عزت دینا۔ اور اس پر کرم کرنا۔ بروزن افعال مصدر ہے۔ اکرام کے دو معنی آتے ہیں

۱:۔ یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے۔ یعنی اس کو ایسا نفع پہنچایا جائے جس میں کسی طرح کا کھوٹ نہ ہو۔

۲:۔ یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔

آیت ذوالجلال والاکرام میں لفظ اکرام میں دونوں معنی پائے جاتے ہیں کرم کا لفظ قرآن مجید میں جہاں بھی آیا ہے وہاں احسان و انعام الٰہی مُراد ہے۔

۵۵: ۲۸ = فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۔ پس اے جن و انس تم اپنے رب کے کن کن کمالات جھٹلاؤ گے!

۵۵: ۲۹ = يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ط جو کوئی آسمانوں میں ہے یا زمین میں اُسی کا سوالی ہے۔ یعنی فرشتے، جنات، اور انسان سب اپنی اپنی حاجتیں اللہ سے ہی مانگتے ہیں۔ رزق، صحت، عافیت، توفیق عبادت، مغفرت اور نزول تجلیات

وبرکات کے اسی سے طلب گار ہوتے ہیں۔

اگر مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے سب مخلوق مراد لی جائے تو اس صورت میں سوال سے مراد وہ حالت وکیفیت ہوگی جو احتیاج پر دلالت کرتی ہے خواہ زبان سے اس کا اظہار کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

= كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ: جملہ مستانفہ ہے كُلَّ يَوْمٍ مضاف مضاف الیہ بمعنی كل وقت من الاوقات و لحظة من اللحظات۔ ہر وقت، ہر لحظہ۔ كُلَّ يَوْمٍ۔ منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے۔ تقدیر کلام ہے هو ثابت فی شان کل یوم وہ ہر وقت کسی نہ کسی دھندے میں لگا رہتا ہے۔ شان۔ دھندا۔ فکر، حال۔ کسی اہم معاملہ یا حال کو خواہ بُرا ہو یا بھلا۔ شان کہتے ہیں۔ اس کی جمع شئون ش ء ن حروف مادہ

۵۵ : ۳۰ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی اوصاف حمیدہ کو جھٹلاؤ گے۔

۵۵ : ۳۱ = سَنَفْرُغُ لَكُمْ۔ س مستقبل قریب کے لئے ہے نَفْرُغُ مضارع جمع متکلم فَرَاغٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم قصد کریں گے۔ ہم فارغ ہوں گے۔ ہم متوجہ ہوں گے۔ (حساب کی طرف)

اَلْفَرَاغُ شغل کی ضد ہے۔ اور فُرُوْغًا (باب نصر) مصدر بمعنی خالی ہونا ہے۔ فَارِغٌ خالی۔ قرآن مجید میں ہے۔ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا (۲۸ : ۱۰) اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل بے صبر ہو گیا۔ یعنی خوف کی وجہ سے گویا عقل سے خالی ہو چکا تھا۔

اور بعض نے فٰرِغًا کا معنی اس کی یاد کے سوا باقی چیزوں سے خالی ہونا بھی کئے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ (۹۴ : ۷) جب تم (اور کاموں سے) فارغ ہوا کرو تو عبادت میں محنت کیا کرو۔

آیت ہذا کا مطلب ہے کہ:۔

(اے جن وانس) ہم عنقریب (اوقات مقررہ کے مطابق فارغ ہو کر اپنے وقتِ مقررہ پر تمہاری بازپرس کے لئے) متوجہ ہوا چاہتے ہیں۔

= اَلثَّقَلٰنِ، مادہ ثقل سے مشتق ہے ثقل کے معنی بوجھ کے ہیں اور ثَقَلٌ اس بوجھ کو کہتے ہیں جو سواری پر لدا ہوا ہو۔ سو ثَقَلَان کا لفظی ترجمہ ہوگا۔ دو لدے ہوئے بوجھ

دو بھاری چیزیں۔ دو بوجھل خلقتیں (مراد جن و انسان) جن اور انسان کو ثقلان اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ زمین پر بھاری بوجھ ہیں۔

۲۔ یا اس لئے کہ گراں قدر و گراں منزلت ہیں۔

۳۔ یا اس لئے کہ یہی خود تکلیف شرعیہ سے گراں بار ہیں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اے جن و انس ہم عنقریب ہی تمہارے (حساب و کتاب کے) فارغ (خالی) ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

عنقریب ہم تم سے باز پرس کرنے کے لئے فارغ ہوئے جاتے ہیں۔ (مودودی)

۵۵: ۳۲ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ: (پھر دیکھ لیں گے کہ تم اپنے رب کے کن کن احسانات کو جھٹلاتے ہو۔

۵۵: ۳۳ == يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ: یا حرف ندا ہے مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ منادیٰ۔ مَعْشَرَ الْجِنِّ مضاف مضاف الیہ۔ الانس کا عطف الجن پر ہے ای ومعشر الانس، معشر اسم مفرد ہے۔ بڑا گروہ۔ اس کی جمع مَعَاشِرُ ہے۔ اے گروہِ جن و انس۔

== اِنِ اسْتَطَعْتُمْ: اِنْ شرطیہ ہے استطعتم ماضی جمع مذکر حاضر، اِسْتِطَاعَةٌ (استفعال) مصدر (ماضی بمعنی حال ہے) تم کر سکتے ہو، تم سے ہو سکتا ہے۔ تم میں استطاعت ہے

== اَنْ تَنْفُذُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے تَنْفُذُوْا مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر۔ نُفُوْذٌ (باب نصر) مصدر۔ تم نکل بھاگو۔ تم باہر چلے جاؤ۔

== مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَقْطَارٌ جمع قُطْرٌ کی بمعنی جانب یا طرف،

== اُنْفُذُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، نُفُوْذٌ (باب نصر) مصدر۔ (تو) نکل بھاگو،

== لَا تَنْفُذُوْنَ: لا نافیہ، تَنْفُذُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر، تم نہیں بھاگ سکو گے، تم نہیں نکل سکو گے۔

== اِلَّا بِسُلْطٰنٍ: اِلَّا حرف استثناء۔

سُلْطٰنٍ۔ زور، قوت، حجت، برہان، سند،

ترجمہ آیت کا یوں ہے:۔ اے گروہِ جن و انس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے

نکل جاؤ۔ تو نکل جاؤ۔ سلطان کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں۔

ارض دسماء کے اطراف واکناف سے نکل بھاگنے کی کئی صورتیں ہیں :۔ مثلاً۔

۱۔ قیامت کے روز فرشتے آسمانوں سے اتریں گے اور تمام خلائق کو گھیرے میں لے لیں گے جب جن وانس ان کو دیکھیں گے تو وہ گھیرے سے باہر بھاگنے کی کوشش کریں گے لیکن جدھر بھی جائیں گے اپنے آپ کو بے بس اور گھرا ہوا پائیں گے۔

۲۔ قیام قیامت کے وقت لوگ بازاروں میں ہوں گے کہ فرشتوں کو آتا دیکھ کر بھاگنے لگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیرے میں لے کر ان کا فرار ناممکن بنادیں گے۔

۳۔ بعض کے نزدیک یہ موت سے فرار کے وقت کا منظر ہے لوگ موت سے بھاگیں گے لیکن فرشتے ان کو گھیر لیں گے

۴۔ یا یہ کہ لوگ زمین اور آسمانوں میں یہ جاننے کے لئے کہ ان میں کیا ہے ادھر ادھر نکلنے کی کوشش کریں گے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

جن وانس کی بیچارگی اور ناکامی کی وجہ طاقت وقوت اور سند من اللہ کا نہ ہونا ہے ایسا وہ طاقت ہی سے کر سکتے ہیں جو ان کے پاس ہے ہی نہیں کیونکہ اس کا منبع ذاتِ الٰہی ہے اور جب تک اس کی طرف سے توفیق نہ ہو جن وانس کی کامیابی ناممکن ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ سُلْطٰنٍ سے مراد سند، اجازت، حجت وبرہان ہے۔

چنانچہ تاج العروس میں ہے کہ :۔

سُلْطٰن کے معنی حجت وبرہان کے ہیں اسی معنی میں ارشاد الٰہی ہے :۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۚ (نہیں نکل سکتے بدون سند کے)

البتہ اس کی قوت اور اس کی سند اگر کسی کو حاصل ہو جائے تو وہ ان حدبندیوں سے باہر نکل سکتا ہے کما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نفذ ببدنہ لیلۃ المعراج من السمٰوٰت السبع الیٰ سدرۃ المنتہٰی۔

یعنی جس طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم شب معراج میں اپنے جسم اطہر کے ساتھ ساتوں آسمانوں سے پار سدرۃ المنتہٰی تشریف لے گئے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :۔

بعض اہل علم کا قول ہے کہ تنبیہ، تخویف اور باوجود کامل قدرت رکھنے کے درگذر کرنا اور معاف کر دینا یہ سب کچھ اللہ کی نعمت ہے اور عقلی معراج اور تمام ترقیات اور ایسے اسباب

ترقیات کہ ان کے ذریعے سے لوگ آسمانوں سے بھی اوپر پہنچ جائیں۔ ان کا شمول بھی الآءِ اللہ میں سے ہے۔ (تفسیر مظہری)

۵۵: ۳۴ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۵: ۳۵ = یُرْسَلُ، مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر چھوڑا جائے گا۔ بھیجا جائے گا۔

= شُوَاظٌ۔ شعلہ۔ بے دھوئیں کی آنچ، اسم ہے۔ یُرْسَلُ کا مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہٗ۔

= مِنْ نَّارٍ۔ جار مجرور۔ شُوَاظٌ کی صفت ہے۔ شواظ من نار آگ کا شعلہ

= وَ نُحَاسٌ۔ واؤ عاطفہ نُحَاسٌ معطوف۔ اس کا عطف شواظ پر ہے۔ اس کے معنی میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) دُھواں۔ (مدارک، خازن، جلالین، معالم)

(۲) پگھلا ہوا تانبہ۔ المھل بمعنی تلچھٹ پگھلا ہوا تانبہ۔ (مجاہد۔ قتادہ)

(۳) بغیر دھوئیں کے لپٹ، چونکہ لپٹ کا رنگ تانبڑا ہوتا ہے رنگ میں مشابہت کی وجہ سے لپٹ کو نحاس کہا جاتا ہے (راغب)

(۴) وہ لال چنگاریاں جو لوہا لال کر کے پیٹنے کے وقت نکلتی ہیں۔ آگ (قاموس)

عموماً اہل تفسیر نے اس کا ترجمہ دھواں کیا ہے۔

= لَا تَنْتَصِرَانِ۔ مضارع منفی تثنیہ مذکر حاضر، اِنْتِصَارٌ (افتعال) مصدر تم (دونوں) کوئی مدد نہ لے سکو گے (یعنی تم اس کو دفع نہ کر سکو گے۔ اِنْتِصَارٌ بمعنی مدد طلب کرنا۔ مدد لینا۔ ظالم سے انتصار کے معنی اس کو سزا دینا اور اس سے انتقام لینا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِہٖ فَاُولٰٓئِکَ مَا عَلَیْہِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ (۴۲: ۴۱) اور جس پر ظلم ہوا ہو اگر وہ اس کے بعد انتقام لے تو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے۔

۵۵: ۳۶ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: اے جن وانس، تم اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :۔

بعض اہل علم نے کہا ہے کہ موجباتِ عذاب سے ڈرانا بھی ایک نعمت خداوندی ہے اس لئے موجبات عذاب سے اجتناب لازمی ہے اور فرمانبردار اور نافرمان کے معاوضہ میں (ثواب وعذاب کا) امتیاز بھی اللہ کی نعمت ہی ہے اس لئے نافرمانی سے گریز ضروری ہے۔

۵۵:۳۷ == فَاِذَا فَ عطف کا ہے۔ اِذَا حرف شرط ہے اِنْشَقَّتِ، ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب انشقاق (انفعال) مصدر۔ اور جب آسمان پھٹ جائے گا (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۴:۱) یہ جملہ شرطیہ ہے۔

== فَكَانَتْ وَرْدَةً ف جواب شرط کے لئے كَانَتْ (ماضی بمعنی مستقبل) واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وَرْدَةً منصوب بوجہ خبر كَانَ کے۔ بمعنی سُرخ (جیسا چہرہ۔ سفید مائل بسُرخی۔ سرخ (گلاب کی طرح) وَرْدَةً بطور اسم جنس بمعنی گلاب کا پھول یعنی سُرخ، فَكَانَتْ وَرْدَةً جملہ جواب شرط ہے۔

== كَالدِّهَانِ۔ کاف تشبیہ کا ہے دِهَانٌ جمع دُهْنٌ کی یا اَدْهِنَةٌ کی بمعنی تیل کی تلچھٹ۔ بعض کے نزدیک یہ دُهْنٌ کی جمع ہے جیسے رُمْحٌ وَرِمَاحٌ ہے اور اس کے معنی تیل کے ہیں۔ كَالدِّهَانِ صفت ہے وَرْدَةً کی۔ وقوع قیامت کے وقت آسمان کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ یا كَالدِّهَانِ خبر دوم ہے كَانَتْ کی۔

اس صورت میں معنی ہوں گے ۔

آسمان کا رنگ سرخ گلاب کی طرح ہوجائے گا اور تیل کی طرح پگھل جائے گا۔ اِذَا کی جزا محذوف ہے۔ یعنی جب آسمان پھٹ کر سرخ گلاب کی طرح ہوجائے گا تو وہ کیسا ہولناک منظر ہوگا۔

۵۵:۳۸ == فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ پس اے جن وانس تم اپنے رب کی کن کن قدرتوں کو جھٹلاؤ گے ۔

۵۵:۳۹ == فَيَوْمَئِذٍ۔ ای یوم اذ تنشق السماء حسبما ذکر، یعنی جس دن حسبِ ذکر بالا آسمان پھٹ جائے گا۔

== لَا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ۔ (اس روز) کسی انسان وجن سے اس کے جرم کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کی شرح میں

لکھتے ہیں۔

یعنی یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کام کیا تھا یا نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کو تو پہلے ہی اس کا علم ہوگا۔ اور اعمال ناموں والے فرشتے اعمال لکھ ہی چکے ہوں گے اور عذاب والے فرشتے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ ہاں اعمال کی بازپرس ہوگی یعنی یہ پوچھا جائے گا کہ جب تم کو ممانعت کردی گئی تھی تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جب کرنے کا حکم دیدیا گیا تھا تو ایسا کیوں نہیں کیا۔ اس وضاحت کے بعد اس آیت میں اور آیت فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۵: ۹۲: ۹۳) میں تضاد پیدا نہیں ہوتا۔

ترجمہ :۔ تیرے پروردگار کی قسم ہم ان سے ضرور بازپرس کریں گے ان کاموں کی جو وہ کرتے رہے۔

۵۵: ۴۰) == پھر تم دونوں گروہ اپنے رب کے کن کن احسانات کا انکار کرتے ہو۔

۵۵: ۴۱ == يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ يُعْرَفُ: مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ عِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ اَلْمُجْرِمُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِجْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جرم کرنے والے۔ گناہ کرنے والے۔ نائب فاعل۔ گنہگار لوگ پہچانے جائیں گے۔

== بِسِيْمٰهُمْ: بٖ حرفِ جر۔ سِيْمَا هُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ سیما کے معنی نشانی۔ اور علامت کے ہیں۔ یہ اصل میں وَسْمٰی تھا۔ واؤ کو فاء کلمہ کی بجائے ع کلمہ کی جگہ رکھا گیا۔ تو سِوْمٰی ہوا۔ پھر واؤ ماقبل مکسور واؤ کو یاء کرلیا گیا اور سِيْمٰی ہوگیا۔ ان کا چہرہ، ان کی نشانی، اس صورت میں اس کا مادہ و س م ہے

مادہ س و م سے السیماء کے معنی علامت کے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:۔

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (۴۸: ۲۹) کثرت سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔

رع

== فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ف ترتیب کا ہے يُؤْخَذُ فعل مضارع مجہول واحد مذکر غائب اَخْذٌ (باب نصر) مصدر۔ ب تعدیہ کی ہے۔ اَخَذَ بٖ کے ساتھ اور بغیر ب کے استعمال ہوتا ہے۔ جیسے اَخَذْتُ الخطام وَاَخَذْتُ بِالْخِطَامِ: میں نے نکیل سے (اونٹ) کو پکڑا

نَوَاصِيْ جمع ہے اس کا واحد نَاصِيَةٌ ہے۔ پیشانیاں، پیشانیوں کے بال

واؤ عاطفہ ہے اَلْاَقْدَامِ معطوف جس کا عطف نَوَاصِیْ پر ہے۔ اَقْدَام جمع ہے قَدَمٌ کی بمعنی پاؤں۔

ترجمہ:۔ گنہگار ان کے چہروں سے پہچانے جائیں گے پھر ان کو ان کی پیشانی کے بالوں سے اور ٹانگوں سے پکڑ لیا جائے گا۔

۵۵: ۴۲ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ (اس وقت) تم اپنے رب کی کون کون نعمتوں کو جھٹلاؤ گے

۵۵: ۴۳ = هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ .... ای یُقَالُ لَهُمْ: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ ...... الخ

= بِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔

۵۵: ۴۴ = یَطُوْفُوْنَ: یہ آیت حال ہے اَلْمُجْرِمُوْنَ سے (آیت ۴۳)

جمع مذکر غائب مضارع معروف طَوْفٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ طواف کریں گے: وہ گھومیں گے وہ چکر لگائیں گے۔ بَیْنَهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث جہنم کے لئے ہے

= وَحَمِیْمٍ اٰنٍ واؤ عاطفہ۔ حمیم اٰنٍ موصوف وصفت۔ نہایت گرم پانی۔ گہرے دوست کو بھی حمیم کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی اپنے دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔ مگر سخت گرم پانی کے لحاظ سے اس کی جمع حَمَائِمُ اور دوسرے معنی کے لحاظ سے اَحِمَّاءُ۔

دوست کے معنی میں حَمِیْمٌ قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا یَسْئَلُ حَمِیْمٌ حَمِیْمًا (۷۰: ۱۰) اور کوئی دوست کسی دوست کا پرساں حال نہ ہوگا۔

اٰنٍ صفت ہے حَمِیْمٌ کی اسم فاعل کا صیغہ اِنًی سے جس کے معنی سخت کھولنے اور پکنے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے تُسْقٰى مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَةٍ (۸۸: ۵) ایک کھولتے ہوئے چشمے کا پانی ان کو پلایا جائے گا۔

۵۵: ۴۵ = فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ: پھر تم اپنے رب کی کون کون سی قدرتوں کو جھٹلاؤ گے؟

۵۵: ۴۶ = وَلِمَنْ خَافَ۔ واؤ عاطفہ لام استحقاق کا ہے مَنْ موصولہ۔ اور اس کے لئے ہے جو ڈرا۔

= مَقَامَ۔ مصدر میمی بمعنی کھڑا ہونا۔ اس صورت میں اس کے دو مفہوم ہوں گے:۔

۱:۔ یہ کہ جو لوگ ہر وقت اس بات سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ ان کا رب ان کی نگرانی کر رہا ہے وہ ان کے افعال واقوال سے پوری طرح باخبر ہے وہ ڈرتے ہیں کہ کوئی ایسی بھول نہ ہو جائے جس کے باعث ان کا رب ان سے ناراض ہو جائے

۲:۔ یہ کہ وہ لوگ جو اپنے رب کی جناب میں کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔
اگر مقام اسم ظرف لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ :۔
وہ لوگ جو اس جگہ سے ہر وقت خائف و لرزاں رہتے ہیں جہاں کھڑا کر کے ان سے حساب لیا جائے گا۔

== جَنَّتَانِ : دو جنتیں۔ اور یہ مبتدا ہے۔ لِمَنْ خَافَ اس کی خبر۔

۴۷:۵۵ == فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : تم اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے؟
یہاں سے آخر تک اٰلَاۗءِ کا لفظ نعمتوں کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے اور قدرتوں کے معنی میں بھی اور ایک پہلو اس میں اوصاف حمیدہ کا بھی ہے۔

۴۸:۵۵ == ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ۔ ذَوَاتَا ذَاتٌ کا تثنیہ بحالتِ رفع ہے۔ والیاں۔ صاحب۔ مضاف، اَفْنَانٍ یہ یا تو فَنَنٌ کی جمع ہے (بروزن فَعَلٌ) بمعنی شاخیں یا فَنٌّ (فَعْلٌ) کی جمع ہے بمعنی نوع، قسم، رنگا رنگ۔

علامہ ابو حیان بحر المحیط میں اول الذکر کو اولیٰ سمجھتے ہیں کیونکہ اَفْعَالٌ (افنان) کے وزن پر فَعَلٌ (فَنَنٌ) کی جمع بہ نسبت فَعْلٌ (فَنٌّ) کی اسی وزن (افعال) پر جمع کے زیادہ مستعمل ہے علماء کی اکثریت کی یہی رائے ہے۔ مضاف الیہ ہے۔
ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ (شاخوں والیاں) یہ جنتٰن کی صفت ہے۔ یعنی پھلے پھولے ہرے بھرے خزاں، گرمی و سردی سے محفوظ۔

۴۹:۵۵ == فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ پھر تم (اے گروہ جن و انس) اپنے رب کے کن کن انعامات کو جھٹلاؤ گے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت متذکرۃ الصدر۔

۵۰:۵۵ == فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۔ ان دونوں جنتوں میں دو چشمے جاری ہوں گے۔
عَيْنٌ اصل معنی آنکھ کے ہیں جو کہ بطور مؤنث مستعمل ہے اس کے معانی چشمہ، ندی، وغیرہ بطور استعارہ استعمال ہوتے ہیں۔

۵۱:۵۵ == فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۵۵:۴۷ متذکرۃ الصدر۔

۵۲:۵۵ == فِيْهِمَا ۔ ضمیر ھِمَا تثنیہ مذکر مؤنث غائب جَنَّتٰنِ کے لئے ہے۔
== مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ من حرف جر۔ کلّ فاکھۃ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ فاکھۃٍ بمعنی ہر قسم کے میوے (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۱۔ متذکرۃ الصدر۔
== زَوْجٰنِ ۔ زوج کا تثنیہ۔ زَوْجٰنِ قسم قسم، وہ دو شکلیں جن میں سے ہر ایک دوسرے کا نظیر ہو

یا نقیض ہو۔

ترجمہ:۔

اور ان دونوں باغوں میں ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں ہوں گی (ایک وہ جسے تم جانتے ہو اسے دیکھا اور چکھا بھی ہوگا۔ دوسرے وہ جو تمہارے لئے جو تمہارے لئے بالکل نئی ہوگی

۵۵:۵۳ = ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵:۵۴ = مُتَّكِئِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگانے والے تکیہ لگائے ہوئے۔ منصوب بوجہ حال ہونے کے خَائِفِين سے آیت (۴۶)

دراں حالیکہ وہ تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (مَنْ خَافَ جمع کے معانی میں ہے)

= فُرُشٍ۔ فِرَاشٌ کی جمع بمعنی بستر، بچھونا۔ فَرْشٌ و فِرَاشٌ مصدر (باب نصر، ضرب) اَلْفَرْشُ کے اصل معنی کپڑے کو بچھانے کے ہیں۔ لیکن بطور اسم کے ہر اس چیز کو جو بچھائی جائے فَرْشٌ و فِرَاشٌ کہا جاتا ہے۔

چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا (۲:۲۲) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا۔ آیت زیر غور کا ترجمہ ہوگا۔

ایسے بچھونوں پر جن کے استر اطلس کے ہوں گے۔

= بَطَائِنُهَا: مضاف مضاف الیہ۔ بَطَائِنُ بِطَانَةٌ کی جمع ہے بمعنی استر، کپڑے کا باطنی حصہ جو جسم سے ملا رہے۔ یہ بَطْنٌ سے مشتق ہے یہ ظَهْرٌ کی ضد ہے اوپر کی جانب کو ظہر اور اندر کی جانب کو بطن بولتے ہیں۔

کپڑے کے اوپر کے حصے کو ظہارۃ کہتے ہیں اور اندرونی نیچے کے حصہ کو جو جسم سے ملا رہے جیسے استر وغیرہ اسے بطانۃ کہتے ہیں۔

البطن کے اصل معنی پیٹ کے ہیں اور اس کی جمع بطون ہے۔ ہر اس چیز کو جس کا حاسۂ بصر سے ادراک ہو سکے اسے ظاہر اور جس کا حاسۂ بصر سے ادراک نہ ہو سکے۔ اسے باطن کہا جاتا ہے۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب فُرُشٍ کے لئے ہے ان بستروں کے استر۔

= اِسْتَبْرَقٍ۔ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیبا۔

بَطَائِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ۔ یہ صفت ہے فُرُشٍ کی، ان بستروں کے استر ریشم کے

موٹے کپڑے کے ہوں گے۔

= وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ۔ واؤ عاطفہ۔ جنا الجنتین مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا دَانٍ اس کی خبر۔

جَنَا ج ن ی مادہ سے مشتق ہے جَنَيْتُ (باب ضرب) جَنَيْتُ الثَّمَرَةَ وَاجْتَنَيْتُهَا۔ میں نے درخت سے پھل توڑا۔ جَنَا وجَنیٰ اسم ہے بمعنی اسم مفعول (مجتنی) یعنی درختوں سے چنے جانے والے اور توڑے جانے والے پھل۔ یعنی جنت کے درختوں سے پھل توڑنا آسان ہو گا دشوار نہ ہو گا۔

دَانٍ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ جھکنے والا نزدیک۔ دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر اسی سے دُنْیَا ہے جو اسم تفضیل ہے بمعنی بہت قریب۔

اسی معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (۷۶: ۱۴) اور میووں کے گچھے جھکے ہوئے لٹک رہے ہوں گے

۵۵: ۵۵ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۴۷ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۵۶ = فِيْهِنَّ: میں ضمیر جمع مؤنث غائب یا تو جنتوں کے محلات کے لئے ہے یا جنت کی جملہ نعمتوں کے لئے۔ ان باغات میں جو محلات اور مکانات ان جنتیوں کے لئے بنائے گئے ان میں ایسی عورتیں ہوں گی جو شرم و حیا کا پیکر ہوں گی ان کی نگاہیں جھکی ہوں گی"

= قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ، مضاف مضاف الیہ۔ قٰصِرٰت اسم فاعل جمع مؤنث۔ قَاصِرَةٌ واحد قَصْرٌ باب ضرب مصدر۔ نظر روکنے والیاں۔ پاک دامن عورتیں۔ وہ عورتیں جن کی نظر اپنے شوہروں سے ہٹ کر دوسروں پر نہ پڑے۔

قَصَرَ الْبَصَرَ۔ کے معنی ہیں نظر کو روکا۔ نظر کو سمیٹا۔ الطرف نگاہ۔ اسم فاعل کی اضافت اپنے مفعول کی طرف کی گئی ہے۔

= لَمْ يَطْمِثْهُنَّ مضارع نفی تاکید بَلَمْ۔ صیغہ واحد مذکر غائب هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ازواج کی طرف راجع ہے، جس پر قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ دال ہے۔ طَمْثٌ باب ضرب مصدر کے معنی!۔

۱۔ دم حیض، حیض کا خون،

۲۔ کسی عورت کی بکارت کو ضائع کرنا۔ طَمَثَ الْمَرْاَةَ اس مرد نے عورت کی بکارت زائل کر دی اور مَا طَمِثَ النَّاقَةَ جَمَلٌ۔ اس اونٹنی کو کسی اونٹ نے بھی نہیں چھوڑا

۳:۔ الجماع یا المسّ (چھونا)

لَمْ یَطْمِثْ میں ضمیر فاعل الانس اور جان کی طرف راجع ہے ۔

== قَبْلَھُمْ میں بھی ضمیر کا مرجع الانس اور جان ہیں جن کو بہشت میں ایسی ازواج ملیں گی

ترجمہ یوں ہوگا ۔

(ان باغات کے) محلات میں اور مکانات میں نگاہ نیچے رکھنے والی عورتیں ہوں گی جن سے کسی انسان یا کسی جن نے ان کے اپنے سے پہلے (نہ تو) جماع کیا ہوگا (اور نہ ہی چھوا ہوگا)

۵۵ : ۵۷ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۔ ملاحظہ ہو آیت ۴۷ متذکرۃ الصدر

۵۵ : ۵۸ == کَاَنَّھُنَّ ۔ کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کَاَنَّ کا اسم ۔ گویا وہ سب ۔ الْیَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۔ خبر ۔ گویا کہ وہ سب یاقوت اور مونگا ہیں یہ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ کی صفت ہے ۔

۵۵ : ۵۹ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴۷ متذکرۃ الصدر ۔

۵۵ : ۶۰ == ھَلْ ۔ حرف استفہام ہے ۔ اِلَّا سے پہلے آئے تو مَا نافیہ کے معنی دیتا ہے

ترجمہ آیت از مولانا فتح محمد جالندھری ۔

نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ نہیں ۔

یا استفہام انکاری کے طور پر ۔ جیسے نیکی کا بدلہ نیکی کے سوا کچھ اور کیا ہے (تفسیر حقانی)

== جَزَآءُ الْاِحْسَانِ ۔ مضاف مضاف الیہ نیکی کا بدلہ ۔ الاِحْسَان نیکی کرنا ۔ اِفْعَالٌ کے وزن پر اِحْسَانٌ مصدر ہے ۔

اس کے دو معنی ہیں ۔

ایک غیر کے ساتھ بھلائی کرنا ۔

دوم ۔ کسی اچھی بات کا معلوم کرنا ۔ اور نیک کام کا انجام دینا ۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں :۔

یعنی دنیا میں نیک کام کرنے کا آخرت میں بدلہ اچھا ہی ہوگا ۔

بغوی نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ھَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ ..... تلاوت فرمائی ۔ پھر ارشاد فرمایا :۔

جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا ارشاد فرمایا ہے ۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اللہ اور اللہ کے

کے رسول ہی بخوبی واقف ہیں۔
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔
جس کو میں نے توحید کی نعمت عطا کی اس کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے ؛
روح المعانی میں بھی احسان سے مراد التوحید ہی لیا ہے۔ لکھتے ہیں وقیل المراد ما جزاء التوحید الا الجنۃ توحید کا بدلہ سوائے جنت کے اور کچھ نہیں ہے۔
۵۵ : ۶۱ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۴ متذکرۃ الصدر۔
۵۵: ۶۲ == مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔ دُوْنِهِمَا مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور مِنْ حرف جار۔ جَنَّتٰنِ مبتدا۔ مِنْ دُوْنِهِمَا خبر۔
دُوْنَ بمعنی ورے۔ سوائے۔ غیر۔ جو کسی سے نیچا ہو۔ جو کسی چیز سے قاصر، یا کوتاہ ہو
هِمَا ضمیر تثنیہ (مذکر، مونث) غائب۔ ان دونوں جنتوں کے لئے ہے جن کا ذکر آیت ۴۶ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ میں مذکور ہے۔
اور ان دونوں باغوں کے سوا یا ان دونوں باغوں سے کم تر درجہ میں دو اور باغ ہیں
۵۵ : ۶۳ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۴ متذکرۃ الصدر۔
۵۵ : ۶۴ == مُدْهَآمَّتٰنِ اسم فاعل تثنیہ مونث اِدْهِیْمَامٌ (افعیلال)۔ مصدر واحد مُدْهَامَّۃٌ۔ دو گہری سبز جنتیں، ادھیمام کے اصل معنی بہت زیادہ سیاہ ہونا کے ہیں۔ چونکہ انتہائی سرسبز و شاداب باغ سیاہی مائل ہوتا ہے اس لئے یہ تعبیر کی گئی یہ جَنَّتٰنِ کی صفت ہے۔
۵۵ : ۶۵ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۴ متذکرۃ الصدر۔
۵۵ : ۶۶ == فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ، عَیْنٰنِ موصوف نَضَّاخَتٰنِ صفت ، صفت موصوف مل کر مبتدا۔ فیھما اس کی خبر۔
عَیْنٰنِ دو چشمے۔ نَضَّاخَتٰنِ تثنیہ مبالغہ۔ نَضَّاخَۃٌ واحد۔ دو ابلتے ہوئے جوش زن (چشمے)، جن کا پانی کبھی بند نہ ہو۔ نَضْخٌ (باب فتح)، مصدر۔ بمعنی پانی چھڑکنا۔ بہت جوش زن ہونا۔
۵۵ : ۶۷ == فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت ۱۴ مذکورہ بالا۔
۵۵ : ۶۸ == فِیْهِمَا فَاکِهَۃٌ وَّ نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ۔ ترکیب مطابق آیت مذکورہ بالا
فَاکِهَۃ میوے۔ نَخْلٌ کھجوریں رُمَّانٌ انار۔

۵۵: ۶۹ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر

۵۵: ۷۰ = فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۔ موصوف وصفت مل کر مبتدا۔ فِيْهِنَّ اس کی خبر
خَيْرٰتٌ نیکیاں۔ بھلائیاں، خوبیاں۔ نیک عورتیں۔ خَيْرَةٌ کی جمع ہے۔
بعض کے نزدیک اس آیت میں خَيْرٰتٌ اصل میں خَيِّرَاتٌ ہے جس کی تخفیف کرلی گئی ہے کیونکہ خیر کا استعمال جب افعل التفضیل کے معنی میں ہو تو اس کی جمع نہیں آتی۔
خَيِّرَاتٌ خَيِّرَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو خیر کے ساتھ مخصوص ہو۔
حِسَانٌ حسین، خوبصورت، نفیس، عمدہ، حَسَنٌ۔ حَسِيْنٌ۔ حَسَنَةٌ واحد

ترجمہ:۔ ان میں نیک سیرت۔ حسین عورتیں ہوں گی:

۵۵: ۷۱ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرہ بالا۔

۵۵: ۷۲ = حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ، جملہ یا خیرات سے بدل ہے۔ یا حُوْرٌ مبتدا ہے اور اس کی خبر فِيْهِنَّ محذوف ہے ای فیھن حور مقصورات فی الخیام۔
مقصورات فی الخیام حال ہے حُوْرٌ سے۔ دراں حالیکہ وہ خیموں میں مقیم ہوں گی، یا یہ صفت ہے حُوْرٌ کی، حوریں خیموں میں بیٹھی ہوئی۔

ترجمہ:۔

حوریں ہوں گی خیموں میں بیٹھی ہوئی۔

حُوْرٌ۔ حَوْرَآءُ کی جمع فَعْلَآءُ فُعْلٌ کے وزن پر، نہایت گوری عورتیں۔ جن کی آنکھ کی سفیدی نہایت سفید اور سیاہی نہایت گہری ہو۔

مقصورات اسم مفعول۔ جمع مؤنث قَصْرٌ (باب نصر) مصدر۔ چھپائی ہوئی عورتیں، پردہ نشین، یا وہ عورتیں جنہوں نے اپنی نگاہ کو اپنے شوہروں تک روک رکھا ہوگا اور کسی دوسرے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں گی۔
اسم مفعول بمعنی اسم فاعل۔ (قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ)
اَلْخِيَامِ خَيْمَةٌ کی جمع ہے۔

۵۵: ۷۳ = ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۷۴ = لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵۶ مذکورہ بالا

۵۵: ۷۵ = فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ : ملاحظہ ہو آیت ۱۳ متذکرۃ الصدر۔

۵۵: ۷۶ = مُتَّكِئِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ بحالت نصب، اِتِّكَآءٌ (افتعال) مصدر۔

تکیہ لگاتے ہوئے یہ منصوب بوجہ حال کے ہے جس کا ذوالحال محذوف ہے جس کی طرف قبلھم میں ضمیر ھِمْ دلالت کرتی ہے۔

= رَفْرَفٍ - قالین۔ تکیے۔

زمخشری لکھتے ہیں:۔

دیبا وغیرہ کا باریک خوش رنگ کپڑا ہے۔موصوف، خُضْرٍ، سبز، ہرے، اَخْضَرُ اور خَضْرَاءُ کی جمع ہے۔ رَفْرَفٍ کی صفت ہے۔

= عَبْقَرِيٍّ۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس من جواہر القاموس میں لکھتے ہیں کہ:۔

عبقر بادیہ میں ایک موضع ہے جہاں بہت جنات ہیں۔ چنانچہ مثل ہے کَاَنَّھُمْ جِنُّ عَبْقَرٍ گویا وہ عبقر کے جنات ہیں۔

لبید کا شعر ہے:۔

ومن فاد من اخوانھم وبینھم : کھول وشبان کجنۃ عبقر

بعد میں ہر چیز کو کہ جس سے اس کی مہارت یا خوبیٔ صنعت اور قوت کی بنا پر تعجب ہوتا ہو اسے عبقر کی طرف منسوب کرنے لگے:۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں:۔

عبقر جنوں کی ایک بستی ہے جس کی طرف ہر نادر چیز کو انسان ہو یا حیوان یا کپڑا منسوب کردیا جاتا ہے اسی واسطے حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آیا ہے:

فَلَمْ اَرَیٰ عبقریا مثلہٗ۔ میں نے ان جیسا عجیب وغریب کسی کو نہیں دیکھا۔

قاموس میں ہے کہ:۔

خاص قسم کا بچھونا اور فرش، وہ چیز جس میں کمال ہو۔

تاج العروس میں ہے۔

دبیز فرش۔ دیبا۔ واحد اور جمع دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے یہاں بطور موصوف آیا ہے۔ حِسَانٍ صفت ہے عبقریٍّ کی، خوبصورت، حسین،

۵۵:۷۷ = فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۳ مذکورہ بالا۔

۵۵:۷۸ = تَبٰرَكَ۔ وہ بہت بڑا برکت والا ہے۔ تَبَارُكٌ سے جس کے معنی بابرکت ہونے کے ہیں۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس فعل کی گردان نہیں آتی۔ صرف ماضی کا ایک صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے ہے۔

اِسْمُ رَبِّكَ ۔ ربك مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ اِسْمُ مضاف کا۔ تیرے رب کا نام۔

= ذِی الْجَلٰلِ مضاف مضاف الیہ ۔ ذُوْ بمعنی والا۔ صاحب، اسم ہے اس کے ذریعہ اسمائے اجناس وانواع سے موسوم کیا جاتا ہے اسماء ستہ مکبّرہ میں سے ہے یعنی ان چھ اسموں میں سے ہے کہ جب ان کی تصغیر نہ ہو اور وہ غیر یائے متکلم کی طرف مضاف ہوں تو ان کو رفع کی حالت میں واؤ زبر کی حالت میں الف اور زیر کی حالت میں یٰ آتی ہے جیسے ذَا ذُوْ اَذِیْ، ہمیشہ مضاف ہو کر ہی استعمال ہوتا ہے اور اسم ظاہر ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے ضمیر کی طرف نہیں ۔ اس کا تثنیہ بھی آتا ہے جمع بھی۔

ذِی الْجَلٰلِ صاحب جلال۔ بمعنی عظمت و بزرگی، یہ جَلَّ یَجِلُّ کا مصدر ہے جَلَالٌ کے معنی عظمتِ قدر کے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی سے مخصوص ہے۔

= وَالْاِکْرَامِ ۔واؤ عاطفہ الاکرام معطوف اس کا عطف الجلال پر ہے ای وذی الاکرام۔ بمعنی باعظمت ہونا۔ دوسرے کو عزت دینا اور اس پر کرم کرنا۔ بروزن اِفْعَالٌ مصدر ہے۔

اکرام کے دو معنی آتے ہیں۔ ایک یہ کہ دوسرے پر کرم کیا جائے یعنی اس کو نفع ایسا پہنچایا جائے کہ جس میں کھوٹ نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ جو چیز عطا کی جائے وہ عمدہ چیز ہو۔

ذُوا الجلال والاکرام میں لفظ اکرام دونوں معنی پر مشتمل ہے۔ کرم کا لفظ جہاں بھی قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی صفت میں آیا ہے وہاں احسان و اکرام الٰہی مراد ہے۔

ذی الجلال والاکرام رَبِّ کی صفت ہے اس لئے بحالت زیر آیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ :

(۵۶) سُوۡرَۃُ الۡوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۹۶)

۵۶ : ۱ == اِذَا وَقَعَتِ : اِذَا ظرفیہ ہے جس میں شرط کے معنی شامل ہیں ۔ جب ۔
وَقَعَتۡ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ وُقُوۡعٌ (باب فتح) مصدر ۔ ماضی بمعنی مستقبل ہے
(جب) قائم ہوجائے گی ۔ جب واقع ہوگی ۔ جب بپا ہوجائے گی ۔
== اَلۡوَاقِعَۃُ : اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقۡعٌ وُقُوۡعٌ (باب فتح) مصدر
لازمی ہونے والی ۔ لازمی وقوع پذیر ہونے والی ۔ بعض کے نزدیک یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے
جیسے الطَّامَّۃُ (۷۹ : ۳۴) آفت ۔ اَلصَّاخَّۃُ (۸۰ : ۳۳) وہ چیخ جو کانوں کو بہرا کردے ۔
یعنی اپنی سختی کے باعث بہرا کردے ۔ اَلۡاٰزِفَۃُ (۴۰ : ۱۸) نزدیک آلگنے والی، جس کے
آنے کا وقت بہت تنگ ہوگیا ہو، اَلۡقَارِعَۃُ (۱۰۱ - ۱) کھڑکھڑانے والی ۔
اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ جملہ شرطیہ ہے ۔ جب واقع ہونے والی وقوع پذیر ہوجائیگی ۔
۵۶ : ۲ == لَیۡسَ فعل ناقص، نہیں ہے ۔ لِوَقۡعَتِہَا لام حرف جار وَقۡعَۃِ مصدر
مجرور ۔ مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب اکا مرجع الواقعۃ ہے، مضاف الیہ ۔ اس کے
واقع ہونے میں ۔
== کَاذِبَۃٌ : اسم فاعل واحد مؤنث نکرہ بمعنی حاصل مصدر ۔ جھوٹ ۔ اس کے وقوع
پذیر ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں ۔
اس معنی میں اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وَاِنَّ السَّاعَۃَ لَاٰتِیَۃٌ لَّا رَیۡبَ فِیۡہَا
(۴۰ : ۵۹) بے شک قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں ۔
۵۶ : ۳ == خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ خبر مبتدا محذوف کی : ای ھی ۔
وقال بعض العلماء تقدیرہ :
خَافِضَۃٌ اقواماً کانوا مرتفعین فی الدنیا و رافعۃ اقواماً کانوا ۔

منخفضین فی الدنیا (اضواء البیان)
پست اور ذلیل کرنے والی۔ جو دنیا میں مغرور تھے۔ ان لوگوں کو بلند کرنے والی جوکہ دنیا میں منکسر المزاج تھے۔

مطلب یہ کہ قیامت کی گھڑی پست کرنے والی ہوگی بہت سے دنیا کے سربلندوں کو جو خداتعالیٰ سے غافل اور اس کے منکر اور اس کے احکام کی پابندی نہ کرنے والے تھے اور بلند کرنے والی ہوگی بہت سے لوگوں کو جو دنیا میں نیک اور خداتعالیٰ کے فرماں بردار تھے لیکن پست و ذلیل سمجھے جاتے تھے۔

خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ صفت ہے الواقعۃ کی، خَافِضَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث غائب خَفْضٌ باب ضرب مصدر بمعنی پست کرنا۔ پست ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۶: ۲۱۵) اور مومنوں میں سے جو تمہارے پیرو کار ہوگئے ہیں ان پر اپنے (تواضع اور شفقت کے) پر نیچے کردے (پھیلادے) رَافِعَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث رَفْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بلند کرنا۔ اوپر اٹھانا

۵۶: ۴ = اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا: یہ جملہ بدل ہے اذا وقعت الواقعۃ سے رُجَّتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَجٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہلائی گئی، وہ جنبش دی گئی۔ رَجًّا مفعول مطلق۔ جب وہ (زمین) خوب ہلائی جائے گی۔ (ماضی بمعنی مستقبل)

۵۶: ۵ = وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے، بُسَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ بَسٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی خلط ملط کرنا۔ اجزاء کا باہم دگر ملادینا ریزہ ریزہ کرنا۔

عربی کا قاعدہ ہے کہ جب فاعل اسم ظاہر ہوتا ہے تو فعل کو واحد لاتے ہیں۔ اور جمع مکسر کا حکم (یعنی جس میں واحد کا وزن سلامت نہ رہے) مؤنث غیر حقیقی کا حکم ہے اس کے لئے مذکر کا صیغہ بھی لایا جاسکتا ہے اور مؤنث کا بھی۔

چنانچہ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا میں چونکہ "جِبَالُ" جمع مکسر ہے اس لئے اس کے لئے واحد مؤنث کا صیغہ لایا گیا۔ لہٰذا یہاں بُسَّتْ کے ترجمہ میں صیغہ جمع کے معنی لینا چاہئیں یعنی جب پہاڑ ریزہ ریزہ کردیئے جائیں گے۔ بَسًّا مفعول مطلق ہے تاکید کے لئے لایا گیا ہے

۵۶: ۶ = فَكَانَتْ۔ فَ سببیہ ہے پس بسبب اس کے۔ فکانت ای فکانت

الْجِبَالُ۔ پس پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے:

= هَبَاءً۔ اسم مفرد (ھ ب و۔ مادّہ) باریک خاک، باریک ذرّات، جو سورج کے رُخ پر کواڑ کے سوراخوں سے نظر آتے ہیں۔ کانت کی خبر ہے۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔

فَجَعَلْنٰهُ هَبَاءً مَّنْثُوْرًا۔ (۲۵: ۲۳) اور ہم اُن کو اڑتی ہوئی خاک کر دیں گے۔

= مُنْبَثًّا اسم فاعل واحد مذکر، پراگندہ۔ اصل میں مُنْبَثِثٌ تھا۔ یا یہ اسم مفعول ہے۔ اس صورت میں یہ مُنْبَثَثٌ ہے ث کو ث میں ادغام کردیا گیا ہے، اِنْبِثَاثٌ (انفعال) مصدر۔ بکھر جانا، پھیل جانا۔ منتشر ہونا۔ پراگندہ ہونا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱: ۴) جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہوں گے۔

۵۶: ۷ = وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً۔ واؤ عاطفہ، اَزْوَاجًا زَوْجٌ کی جمع، جوڑا۔ یہاں اس کے معنی گروہ، صنف، جماعت کے ہیں۔ اور تم تین اقسام میں یا گروہ میں ہو جاؤ گے، یہاں كَانَ بمعنی صَارَ مستعمل ہے۔ ایسے ہی آیت وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۲: ۳۵) اور اس درخت کے پاس نہ جانا ورنہ ظالموں میں داخل ہو جاؤ گے میں كَانَ بمعنی صَارَ استعمال ہوا ہے۔

اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً موصوف وصفت مل کر كُنْتُمْ کی خبر

۵۶: ۸ = فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ یہ جملہ شرطیہ اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ کا جملہ جزائیہ ہے جواب اذا هو قوله: فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ فالمعنى اذا قامت القيامة و حصلت هذه الاحوال العظيمة ظهرت منزلة اصحب الميمنة واصحاب المشئمة (أضواء البيان)

اذا کا جواب شرط خداوند تعالیٰ کا قول فاصحب المیمنۃ ہے۔ مطلب یہ کہ جب قیامت وقوع پذیر ہوگی اور یہ احوال عظیمہ (زمین کا یکبارگی ہلا دیا جانا۔ پہاڑوں کا ریزہ ریزہ کردیا جانا۔ اور ان کا پراگندہ غبار بن کر رہ جانا اور لوگوں کا تین گروہوں میں تقسیم ہوجانا) واقع ہوں گے۔ تو اصحاب المیمنہ اور اصحاب المشئمہ کی قدر و منزلت عیاں ہوگی،

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۔ ف عاطفہ ہے۔ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ مَا۔ استفہامیہ ہے (کون ہوں گے وہ؟ ان کی کیا حالت ہوگی؟ اور ان کی کیا صفت ہوگی؟)

یا استفہامیہ برائے تعجب ہے (کیا ہی ان کی شان ہوگی) مَا مبتدا ثانی ہے اور اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ اس کی خبر، یہ مبتدار اپنی خبر سے مل کر مبتدار اول (اصحب المیمنۃ) کی خبر ہوا۔

۵۶ : ۹ = وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ اور ایک گروہ بائیں ہاتھ والوں کا کیا ہی ان کی خستہ حالی ہوگی؟ اور اس کی ترکیب وہی ہوگی جو ۵۶ : ۸ میں ہے

۵۶ : ۱۰ = وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ : (اور تیسرا گروہ) آگے والے تو آگے والے ہی ہیں۔ واؤ عاطفہ السبقون مبتدا۔ السّٰبِقُوْنَ (ثانی) اس کی خبر، اور سابقون آگے نکل جانے والے ہیں۔ یا دوسرا السبقون پہلے کی نعت ہے۔ سَابِقُوْنَ، آگے بڑھنے والے، آگے پہنچنے والے آگے نکل جانے والے، سبقت لیجانے والے۔ صیغہ جمع مذکر سابق کی جمع سَبْقٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اول السابقون میں الف لام جنسی ہے اور دوسرے السابقون میں الف لام عہد کا ہے یعنی سابقین وہی سابقین ہیں جن کے حال وکمال ومآل سے تم واقف ہو۔ یا یہ مطلب ہے، کہ سابقین وہی لوگ ہیں جو جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔

السبقون کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ اسلام، اطاعت، قرب خداوندی کی طرف سبقت کرنے والے۔

۲۔ گروہ انبیاء ایمان اور اطاعتِ خداوندی میں سب کے پیشوا۔

۳۔ جو ہجرت میں سبقت کرنے والے تھے۔ وہی آخرت میں بھی پیش رو ہوں گے (ابن عباسؓ)

۴۔ وہ انصار اور مہاجر مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف منہ کرکے نماز پڑھی۔ (ابن سیرین رح)

۵۔ دنیا میں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں سبقت کی۔ وہی جنت کی طرف سبقت کرنے والے ہوں گے۔ (ربیع بن انس)

۶۔ پانچوں نمازوں کی طرف پیش قدمی کرنے والے مراد ہیں۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

ان تمام اقوال کا حاصل یہ ہے کہ السابقون سے مراد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

۵۶ : ۱۱ = اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ ای السَّابِقُوْنَ۔ مبتدا۔ اَلْمُقَرَّبُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ تَقْرِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ قریب کئے ہوئے، زیادہ عزت والے۔ مبتدا کی

خبر، وہی تو مقرب لوگ ہیں۔

فَائِدَہ: ان مذکورہ بالا تینوں اصناف میں سب سے بلند درجہ السّٰبِقُوْنَ کا ہے۔ لیکن سب سے اخیر ان کا ذکر اس لئے آیا ہے کہ انہیں کے فضائل و درجات سب سے اول بیان کرنا مقصود تھا اس صورت میں اتصال ہوگیا۔

پہلے صرف اختصارًا ہر سہ اصناف کا ذکر ہوا۔ اب تفصیلًا ان کے فضائل مذکور ہونگے السّٰبِقُوْنَ آیت ۱۱ سے ۲۶ تک اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ آیت ۲۷ سے ۴۱ تک، اور اَصْحٰبُ الشِّمَالِ آیت ۴۱ سے آیت ۵۶ تک۔

۵۶:۱۲ = فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ جملہ خبر ثانی ہے اُولٰٓئِكَ کی یا یہ ضمیر المقربون سے حال ہے۔ جَنّٰتِ کی اضافت النعیم کی طرف مکان کی اضافت ما فیہ کی طرف ہے وہ نعمت بھری جنتوں میں ہوں گے۔ نعیم بمعنی نعمت۔ راحت، عیش،

۵۶:۱۳ = ثُلَّةٌ: انبوہ کثیر، بڑی جماعت۔ اصل میں ثلۃ لغت میں اون کے گچھے کو کہتے ہیں کثرتِ اجتماع کی مناسبت سے انبوہ کثیر کے لئے بھی ثُلَّةٌ کا استعمال ہوتا ہے
= اَوَّلِيْنَ۔ اَوَّلُ کی جمع ہے۔ اگلے۔ پہلے، اس سے کون مراد ہیں؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

اکثر اہل تفسیر کا قول ہے کہ:۔

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ سے مراد وہ تمام امتیں ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت تک گذریں۔ اور قلیل من الاٰخرین سے مراد امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے۔

بعض کے نزدیک اولین سے مراد صدر اول کے مسلمان یعنی تینوں قرون، صحابہ کرام تابعین، تبع تابعین۔ رضی اللہ عنہم۔

تفسیر حقانی میں ہے:۔

ابن سیرین کا قول ہے کہ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ (آیت ۱۳) وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ (آیت ۱۴) میں اسی امت خیر الامم کے اولین و آخرین مراد ہیں۔ کہ اس کے اولین یعنی خیر القرون کے لوگوں میں سابقین بہت ہیں اور پچھلوں میں جو خیر القرون کے بعد کا زمانہ ہے ان میں کم۔ (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے میری امت کا بہترین قرن میرا قرن ہے

پھر وہ لوگ ہیں جو میرے قرن والوں کے متصل ہیں۔ پھر وہ لوگ جو قرنِ دوم کے متصل ہیں؛ .... الخ

ثُلَّۃٌ مبتدا، قَلِیْلٌ معطوف (جس کا عطف ثلۃ پر ہے) علیٰ سُرُرٍ اس کی خبر ہے۔

۱۵:۵۶ == سُرُرٍ جمع ہے سَرِیْرٌ کی، بمعنی تخت، چارپائی، پلنگ وغیرہ موصوف، مَوْضُوْنَۃٍ صفت، اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، وَضْنٌ (باب ضرب) مصدر سے سونے کے پتروں اور تاروں سے بنے ہوئے۔ جڑاؤ، (مجلی، زرہ کی کڑیوں کی طرح بنے ہوئے (بغوی)

قطار در قطار رکھے ہوئے۔ (ضحاک)، سونے کے تاروں سے گھنی بناوٹ والے؛ جواہرات سے جڑے ہوئے (عام اہل تفسیر)

۱۶:۵۶ == مُتَّکِئِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ اِتِّکَاءٌ (افتعال) مصدر تکیہ لگاتے ہوئے، تکیہ لگانے والے۔ عَلَیْہَا ای علیٰ سُرُرٍ (پلنگوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے)

== مُتَقٰبِلِیْنَ: اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب۔ تَقَابُلٌ (تفاعُلٌ) مصدر آمنے سامنے (بیٹھے ہوں گے)

متکئین، مُتقٰبلین دونوں حال ہیں ضمیر فی الخبر علیٰ سُرُرٍ سے۔

۱۷:۵۶ == یَطُوْفُ عَلَیْہِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ جملہ مستانفہ ہے، یَطُوْفُ مضارع واحد مذکر غائب طَوْفٌ، طَوَافٌ (باب نصر) مصدر۔ چکر لگائیں گے، چکر لگاتے رہیں گے۔ یعنی خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے۔

عَلَیْہِمْ میں ہِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان جنتیوں کے لئے ہے جو سابقون میں سے ہوں گے۔

وِلْدَانٌ۔ جنت کے غلمان، مُخَلَّدُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ اس کا واحد مُخَلَّدٌ۔ تَخْلِیْدٌ (تفعیل) مصدر۔ خَلَدٌ ایک قسم کی بالیاں ہیں مُخَلَّدٌ وہ جس کو بالیاں پہنائی ہوئی ہوں۔ یعنی ایسے غلمان جن کو بالیاں پہنا رکھی ہوں گی،

یا یہ اَلْخُلُوْدُ سے ہے جس کے معنی فساد کے عارضہ سے پاک ہونے اور اپنی اصلی حالت پر قائم رہنے کے ہیں اور جب کسی چیز میں عرصہ دراز تک فساد و تغیر پیدا نہ ہو اہل عرب اسے خلود کے ساتھ متصف کرتے ہیں اس لحاظ سے مُخَلَّدٌ اسے کہیں گے جس میں عرصہ

دراز تک تغیر و فساد نہ ہو۔ اسی بناء پر جس شخص میں باوجود بڑی عمر کے بڑھاپا نہ آئے اسے مُخَلَّدٌ کہا جاتا ہے یہاں آیت ہذا میں ایسے لڑکے مراد ہیں جو کہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے ان کی عمر ہمیشہ ایک ہی حالت میں ٹھہری رہے گی!

۵۶ : ۱۸ = بِاَكْوَابٍ۔ ای یَطُوْفُ عَلَيْهِمْ بِاَكْوَابٍ ..... الخ (ہاتھوں میں) آبخورے .... لئے (جنتیوں میں خدمت کی خاطر) گردش کرتے رہیں گے۔

اَكْوَابٍ كُوْبٌ کی جمع بمعنی کوزہ، پیالہ۔ ایسا برتن جس کا دستہ (ہینڈل) اور ٹونٹی نہ ہو = اَبَارِيْقَ: اِبْرِيْقٌ کی جمع بمعنی آفتابہ۔ ایسا برتن کہ جس کا دستہ اور ٹونٹی ہو۔ غیر منصرف اس لئے کہ باوجودے کہ اَكْوَابٍ کا معطوف ہے اس کے آخر میں تنوین نہیں آئی۔

= وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ، واؤ عاطفہ۔ کَاْسٍ معطوف اس کا عطف بھی اکواب پر ہے یا اَبَارِيْقَ پر۔ بمعنی شراب سے بھرا ہوا جام، (شراب پینے کا برتن۔ مَعِيْنٍ مَعْنٌ (باب نصر) مصدر سے، فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی جاری مَعَنَ: پانی کا بہنا۔ پانی کا جاری ہونا۔ پانی کو جاری کرنا۔ اِمْعَانٌ باب افعال سے پانی کا جاری ہونا۔ زمین کا سیراب ہونا۔ یہاں مراد شراب جو جنت کی نہروں میں جاری ہوگی

۵۶ : ۱۹ = لَا يُصَدَّعُوْنَ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب تَصَدُّعٌ (تفعیل) مصدر بمعنی سر درد ہونا۔ سر کا چکرانا۔ نہ ان کو دردِ سر ہوگا۔ ان کے سر نہیں چکرائیں گے صَدْعٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی پھاڑنا۔ دو ٹکڑے کر دینا، الگ الگ کر دینا۔ (باب تفعّل) تَصَدُّعٌ سے بمعنی منتشر ہونا۔

= عَنْهَا ای بسببھا۔ اس کی وجہ سے، اس کے سبب سے۔

= وَلَا يُنْزِفُوْنَ۔ واؤ عاطفہ، لَا يُنْزِفُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، اِنْزَافٌ (افعال)، مصدر..... وہ بےہوش اور خبطی نہ ہوں گے۔

اِنْزَافٌ (افعال)، وَنَزْفٌ (باب ضرب) بمعنی مست و بیہوش ہو جانا۔

۵۶ : ۲۰ = وَفَاكِهَةٍ، واؤ عاطفہ، فَاكِهَةٍ اس کا عطف اَكْوَابٍ پر ہے اور وہ غلمان جنتیوں کی پسند کے میوے لئے ان کی خدمت میں گردش کر رہے ہوں گے۔

= مِمَّا، مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے

= يَتَخَيَّرُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب، تَخَيُّرٌ (تفعّل) مصدر سے پسند کرنا انتخاب کر لینا۔ خَارَ يَخِيْرُ (باب ضرب) سے مصدر خِيَرَةٌ وَخَيْرٌ اختیار کرنا۔

اگر دوسرے مفعول پر عَلٰی ہو تو فضیلت دینے کے معنی ہوں گے. مثلاً خَارَ الرَّجُلَ عَلٰی غَیْرِہٖ۔ اس نے اس آدمی کو دوسروں پر فضیلت دی۔

۲۱:۵۶ == وَلَحْمِ طَیْرٍ واؤ عاطفہ، لَحْمِ طَیْرٍ مضاف مضاف الیہ۔ لحم کا عطف اکْوَاب پر ہے یعنی غلمان بہشت بہشتیوں کے لئے مرغوب خاطر پرندوں کا گوشت بھی لئے ہوئے ہوں گے۔

== مِمَّا۔ حسب بیان آیت ۲۰ مذکورہ بالا۔

== یَشْتَھُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ خواہش رکھتے ہوں گے۔ وہ چاہیں گے۔

۲۲:۵۶ == وَحُوْرٌ عِیْنٌ: واؤ عاطفہ، حُوْرٌ حَوْرَاءُ کی جمع نہایت گوری عورتیں ـــ موصوف۔ عِیْنٌ عَیْنَاءُ کی جمع بڑی بڑی خوبصورت آنکھوں والیاں۔ زنانِ فراخ چشم۔ صفت۔ حُوْرٌ کا عطف وِلْدَانٌ پر ہے (آیت نمبر ۱۷)

یعنی وہاں جنتیوں کے لئے گوری اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں (خدمت کے لئے) ہوں گی۔

۲۳:۵۶ == کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ۔ کَ تشبیہ کے مبالغہ کے لئے آیا ہے اللؤلؤ (ل ء ل ء مادّہ) موتی۔ موصوف، المکنون اسم مفعول واحد مذکر۔ کَنٌّ (باب فتح) بمعنی (لڑکی کو) نظروں سے چھپانا۔ صفت۔ جو مثل (آبدار، غیر مس شدہ) چھپائے ہوئے موتی کے (ہوں گی)

۲۴:۵۶ == جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ: جَزَآءً مفعول لہٗ فعل محذوف۔ ای یفعل بھم ذٰلک کلہ جزاء باعمالھم۔ جزاء مفعول لہٗ فعل محذوف کا۔ یعنی یہ سب کچھ ان کے لئے اس لئے کیا گیا کہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

بِمَا میں بَ سببیہ ہے مَا موصولہ کانوا یعملون ماضی استمراری جمع مذکر غائب بہ سبب اس عمل کے جو وہ کیا کرتے تھے یا (دنیا میں کرتے رہے تھے)

۲۵:۵۶ == لَغْوًا۔ لَغَا یَلْغُوْا (باب نصر) کا مصدر ہے۔ اول فول بکنا، بغیر سمجھے بوجھے بولنا۔ بے ہودہ واہیات بکواس کرنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہے

== تَاْثِیْمًا: بروزن تفعیل مصدر ہے گناہ کی باتیں کرنا۔ گناہ میں ڈالنا۔ یہاں بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔
(وہاں بہشت میں) ان کو بےہودہ کلام اور گناہ کی باتیں سننے میں نہ آئیں گی۔ وہ ایسا کلام نہیں سنیں گے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔
لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّ لَا كِذّٰبًا (۷۸: ۳۵) وہاں نہ تو بےہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ (خرافات)
۵۶: ۲۶ = اِلَّا قِیْلًا سَلٰمًا، اِلَّا حرف استثناء۔ قِیْلًا بمعنی قَوْلًا۔ مصدر ہے یہاں بطور مفعول استعمال ہوا ہے۔ سَلٰمًا بدل ہے قِیْلًا سے، سَلٰمٌ بمعنی سلامتی۔ سلام۔ یہ سَلِمَ یَسْلَمُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔ اس کے معنی عیوب و آفات سے سلامت رہنے ان سے چھٹکارا پانے اور بری ہونے کے ہیں۔
ترجمہ:۔
نہیں سنیں گے وہاں کوئی بکواس اور نہ کوئی گناہ کی بات مگر صرف ایک بول سلام "سلام"
۵۶: ۲۷ = وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ، ملاحظہ ہو آیت ۸ متذکرہ بالا
اَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ۔ دائیں ہاتھ والے۔ ان کو اصحٰب الیمین یا اصحٰب المیمنۃ کہنے کے متعلق مندرجہ ذیل اقوال ہیں:۔
۱:۔ یہ لوگ رب العزّت کے تخت کے دائیں جانب کھڑے ہوں گے۔
۲:۔ ان کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔
۳:۔ ان کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر بہشت میں لے جایا جائے گا۔
۴:۔ ان کی روحیں حضرت آدم کی دائیں جانب تھیں۔ (جب حضرت آدم کی پشت سے ان کی ساری نسل برآمد کی گئی تھی۔ ان کے دو گروہ بنا دیئے گئے تھے ایک گروہ دائیں طرف جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرما دیا تھا کہ یہ جنتی ہے۔
مندرجہ بالا صورتوں میں یہ یمین سے مشتق ہے جس کا معنی دایاں (ہاتھ یا جانب) ہے،
۵:۔ اگر یہ یمن سے ماخوذ لیا جائے۔ جس کا معنی برکت والا ہے تو مراد ہوگا وہ لوگ جن کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں گذری ہو۔
۵۶: ۲۸ = فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ اس سے پہلے ھُمْ (مبتدا) محذوف ہے فِیْ

سِدْرٍ اس کی خبر۔

سِدْرٍ موصوف مَخْضُوْدٍ اس کی صفت۔ سِدْرٍ بیری کے درخت کو کہتے ہیں امام راغب لکھتے ہیں:۔

سِدْر ایسا درخت ہے جو کھانے میں ناکافی ہوتا ہے اسی لئے ارشاد ہوتا ہے وَاَثْلٍ وَّشَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ۳۴: ۱۶) (اور جھاؤ اور کچھ بیر تھوڑے سے) اور چونکہ اس کے کانٹے جھاڑ کر اس کے ذریعہ سایہ حاصل کیا جاتا ہے اس لئے یہ ارشاد الٰہی فِیْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ میں یہ جنت کے سایہ اور اس کی مثال قرار دیا گیا ہے کہ سایہ حاصل کرنے کے لئے بہت کافی ہوتا ہے۔

== مَخْضُوْدٍ: اسم مفعول واحد مذکر، خَضْدٌ (باب ضرب) مصدر سے، جس سے کانٹا دور کیا گیا ہو۔ بے خار۔ یہ صفت ہے اپنے موصوف سِدْرٍ کی۔ یعنی بیری کا درخت جس کا کانٹا دور کیا گیا ہو۔

مراد یہ ہے کہ اصحب الیمین جنت کے ایسے باغات میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی۔

۵٦: ۲۹ == وَطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ؛ واؤ عاطفہ، طَلْحٍ کا عطف سِدْرٍ پر ہے طَلْحٍ ایک بڑا درخت۔ کیلا۔ مَنْضُوْدٍ اسم مفعول واحد مذکر۔ تہ برتہ، نَضْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ تہ برتہ کیا ہوا۔ اور وہاں ایسا کیلا ہوگا جس پر پھلیوں کے گنجان گچھے لٹک رہے ہوں گے۔ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ موصوف صفت۔

۵٦: ۳۰ == وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ: واؤ عاطفہ، ظِلٍّ سایہ (موصوف) مَمْدُوْدٍ اسم مفعول واحد مذکر (باب نصر) مَدٌّ مصدر سے (صفت) ظِلٍّ کا عطف بھی سدر پر ہے (اور وہاں) لمبے لمبے سائے ہوں گے۔

۵٦: ۳۱ == وَّ مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ۔ موصوف وصفت اس کا عطف بھی سِدْرٍ پر ہے مسکوب اسم مفعول واحد مذکر، سَكْبٌ (باب نصر) مصدر۔ پانی کا بہنا، بڑی بڑی بوندوں کے ساتھ پیہم بارش کا ہونا۔ (اور وہاں) آبِ رواں ہوگا۔ یا۔ پانی کی آبشاریں ہوں گی۔

۵٦: ۳۲ == وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ واؤ عاطفہ، فاکھۃ کثیرۃ موصوف وصفت، بکثرت پھل۔ اس کا عطف بھی وَسِدْرٍ پر ہے (اور وہاں) پھل بکثرت ہوں گے۔ پھلوں کی بہتات ہوگی۔

۵۶:۳۳ == لَا مَقْطُوْعَۃٍ: لَا نافیہ مَقْطُوْعَۃٍ اسم مفعول واحد مؤنث۔ نہ ختم ہونے والے۔ یعنی ایسے پھل یا میوے جو موسمی نہیں ہوں گے بلکہ ہر وقت درختوں پر موجود رہیں گے۔ (اور وہاں) نہ ختم ہونے والے پھل ہوں گے۔

== وَلَا مَمْنُوْعَۃٍ۔ اور نہ ان کے توڑنے سے کسی کو منع کیا جائے گا۔ (کیونکہ توڑنے سے وہ پھل ختم نہ ہوں گے بلکہ ان کی جگہ فوراً دوسرا پھل اسی طرح پختہ وہمہ صفت موصوف لگ جائے گا۔ یہ صفت ہے فاکھۃ کی۔

۵۶:۳۴ == وَفُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ: موصوف وصفت۔ فُرُشٍ، فَرْشٌ وفِرَاشٌ کی جمع ہے۔ بچھونا۔ بستر، فرش، فَرْشٌ وفِرَاشٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی بچھانا۔ اور فَرْشٌ بمعنی بچھونا۔ یا سواری کا جانور، مصدر بمعنی مفعول آیا ہے۔ بچھونا (بستر) جس پر سویا جائے۔ اور سواری کا جانور جس پر سواری کی جائے۔

مَرْفُوْعَۃٍ اسم مفعول واحد مؤنث رَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بلند، اوپر اٹھایا ہوا اور وہاں بلند وارفع بستر ہوں گے، بلندی خواہ اونچائی کے لحاظ سے یا قدر ومنزلت کے حساب سے

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ آیت ہذا میں فرشوں سے مراد عورتیں ہیں یہ مرد کے تلے بچھتی ہیں۔ اس لئے لبطور استعارہ ان کو فرش سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ان کے بلند ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ بلند تختوں پر ہوں گی۔ یا یہ کہ حسن وخوبی میں بلند قدر ہوں گی۔

جیسا کہ سورۃ یٰسٓ میں آیا ہے۔

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (۳۶ : ۵۶) وہ بھی اور ان کی بیویاں بھی سایوں تلے تختوں پر تکیے لگا کر بیٹھے ہوں گے۔

اس تفسیر کی تائید اگلی آیت سے ہوتی ہے۔

۵۶:۳۵ == اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً۔ اَنْشَاْنَا ماضی جمع متکلم اِنْشَآءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی پیدا کرنا۔ پرورش کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اِنْشَآءً مفعول مطلق فعل کی تاکید کے لئے

هُنَّ کی ضمیر کا مرجع کیا ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

(۱)۔ قال بعض العلماء ھو راجع الی قولہ: فرش مرفوعۃ، قال لان المراد بالفرش النسآء۔ والعرب تسمی المراۃ لباسًا وازارًا وفراشًا ونعلاً۔ هُنَّ کی ضمیر کلام الٰہی فرش مرفوعۃ میں فرش کی طرف راجع ہے

فرش سے مراد عورتیں ہیں، عرب عورت کو لباس، ازار، فراش، نعل بھی نام دیتے ہیں
۲:- وقال بعض العلماء: هو راجع الیٰ غیر مذکور۔ انه راجع الیٰ نساءٍ لم یذکرن ولکن ذکر الفراش دل علیهن۔ لانهن یتکئن علیها مع ازواجهن۔

اور بعض کے نزدیک اس کا مرجع غیر مذکور ہے کہتے ہیں اس کا مرجع عورتیں ہیں جس کی طرف فرش کا ذکر دلالت کرتا ہے کیونکہ ان بچھونوں پر وہی اپنے شوہروں کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھیں گی۔ (اضواء البیان)

علامہ پانی پتی بھی کچھ یوں ہی لکھتے ہیں:-

فرماتے ہیں:- اگر فرش سے مراد عورتیں ہوں تو ھُنَّ کی ضمیر فرش کی طرف راجع ہوگی؛ اگر فرش سے مراد عورتیں نہ ہوں تو مرجع مذکور نہ ہوگا۔ کیونکہ سیاق کلام سے سننے والا سمجھ جاتا ہے کہ اس سے مراد عورتیں ہی ہو سکتی ہیں۔

اقوال مذکورہ بالا کی روشنی میں عورتوں سے مراد ہے جنتیوں کی دنیا کی بیویاں جو بہشت میں ہوں گی۔ اور حوریں۔

مولانا دریا بادیؒ لکھتے ہیں:-

یہاں یہ بتایا کہ جنت کی عورتوں کی (اور اس میں حوریں بھی داخل ہوگئیں اور اس دنیا کی جنتی بیویاں بھی داخل ہوگئیں) بناوٹ ایک خاص قسم کی ہوگی!

مولانا فتح محمد جالندہری اس آیت کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:-

ہم نے ان (حوروں) کو پیدا کیا۔ اس صورت میں ھُنَّ کی ضمیر کا مرجع جنت کی حوریں ہے۔
پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

یہاں اہل جنت کی نیک بیویوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ یعنی جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ان کی خلقت بالکل بدلی ہوئی ہوگی۔ اگرچہ دنیا میں وہ خوش شکل نہ تھیں، مرتے وقت وہ بالکل بوڑھی ہو گئی تھیں لیکن جب جنت میں داخل ہوں گی تو بھرپور جوانی ہوگی، مجسم حسن ورعنائی ہوں گی۔ اور کنواری بنا کر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔

حدیث شریف میں اس آیت کی یہی تفسیر مذکور ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے عرض کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

یا ام سلمة هن اللواتی قبضن فی الدنیا عجائز شمطًا، عمشًا رمصًا

جعلھن اللہ بعد الکبر اترابًا علیٰ میلاد واحد فی الاستواء:

اے ام سلمہ! ان سے مراد وہی بیویاں ہیں اگرچہ وفات کے وقت وہ بالکل بوڑھی تھیں ان کے بال سفید تھے۔ ان کی بینائی کمزور تھی، آنکھیں میلی کچیلی رہتی تھیں۔ لیکن جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ساری ہم عمر ہوں گی۔

اس صورت میں ھُنَّ کا مرجع وہ دنیاوی بیویاں ہیں جو جنت میں داخل ہوں گی۔

== اِنْشَاءً مصدر کو فعل کے بعد فعل کی خصوصیت کو اجاگر کرنے کے لئے تاکیدًا لایا گیا ہے یعنی ہم نے ان کو ایک خاص اٹھان پر اٹھایا۔ (تفسیر حقانی)

ہم نے ان کی بیویوں کو حیرت انگیز طریقے سے پیدا کیا۔ (ضیاء القرآن)

۳۶:۵۶ == فَجَعَلْنٰھُنَّ ای فَصَیَّرْنٰھُنَّ۔ پس ہم نے ان کو بنا دیا۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب،

== اَبْکَارًا: مفعول ثانی۔ کنواریاں۔ بِکْرٌ کی جمع۔

== عُرُبًا: سہاگ والیاں۔ پیار دلانے والیاں، محبوبائیں۔ عَرُوْبٌ کی جمع جو کہ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کے معنی اس عورت کے ہیں جو اپنے نازو انداز کی وجہ سے اپنے شوہر کی محبوبہ ہو۔ تیز فراست کی بنا پر اس کی مزاج شناس بھی ہو۔

ہنس مکھ عورت، اپنے مرد سے محبت رکھنے والی اور اس کا اظہار کرنے والی۔ اپنے خاوند پر عاشق (لسان العرب)

== اَتْرَابًا۔ ہم عمر عورتیں۔ تِرْبٌ کی جمع۔

عُرُبًا، اَتْرَابًا بھی جَعَلْنَا کے مفعول ہیں۔ ہر سہ: اَبْکَارًا، عُرُبًا، اَتْرَابًا ھُنَّ سے حال بھی ہو سکتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:

پس ہم نے بنا دیا ان کو بایں حالیکہ وہ کنواریاں، محبت کرنے والیاں اور ہم عمر ہوں۔

۳۸:۵۶ == لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ: اس کا تعلق اَنْشَاْنَا سے ہے یا جَعَلْنَا سے۔ یا مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھُنَّ لِاَصْحٰبِ الْیَمِیْنِ:

۳۹:۵۶ == ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ: ثُلَّۃٌ کے لئے ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر:

۴۰:۵۶ == مِنَ الْاٰخِرِیْنَ، متاخرین میں سے، بعد میں آنے والے لوگوں میں سے

مِنَ الْاَوَّلِيْنَ مِنَ الْاٰخِرِيْنَ. دونوں صورتوں میں امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لوگ مراد ہیں. یعنی اسی امت کے متقدمین میں سے بہت سے لوگ اور اسی امت کے متاخرین میں سے بہت سے لوگ ان اصحٰب الیمین میں شامل ہوں گے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ابو العالیہ، مجاہد، عطاء بن ابی رباح اور ضحاک نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے. نیز ملاحظہ ہو آیات ۱۳، ۱۴، متذکرۃ الصدر۔

٥٦: ٤١ == وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۔ شمال جانب شمال، بائیں طرف اسم ہے۔ اَشْمُلٌ وشَمَآئِلُ اس کی جمع ہے۔ آیت ہذا کا عطف آیت ۲۷ پر ہے اور جو بائیں طرف والے ہیں۔

مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ: میں مَا استفہامیہ ہے یا استفہامیہ برائے تعجب ہے (ملاحظہ ہو آیت ۸، مذکورہ بالا۔ اَصْحٰبُ الیمین کے متعلق آیت ۲۷، کے تحت مختلف اقوال درج کئے گئے ہیں کہ ان کو اصحٰب الیمین کیوں کہا گیا ہے۔ شمال: یمین کی ضد ہے، لہٰذا اصحاب الیمین کے خلاف صفات رکھنے والے اصحاب الشمال ہوں گے۔

٥٦: ٤٢ == فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ. یہ هُمْ (مبتدا محذوف) کی خبر ہے۔ سَمُوْم لو۔ تیز بھاپ، وہ گرم ہوا جو زہر کا سا اثر کرے۔ سَمٌّ بمعنی زہر۔ سَمُوْم مؤنث ہے؛ اس کی جمع سَمَآئِم ہے۔ حَمِيْم نہایت گرم پانی، گہرا دوست۔ دوست کو جو حمیم کہتے ہیں وہ اس لئے کہ وہ بھی دوست کی حمایت میں گرم ہو جاتا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

وہ جھلستی ہوئی لو اور کھولتے ہوئے پانی میں ہوں گے۔

٥٦: ٤٣ == وَظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔ یَحْمُوْم، اسم ہے۔ بہت کالا دھواں۔ یَحْمُوْم بروزن یفعول۔ حَمَمٌ سے مشتق ہے ابن کیسان نے کہا ہے یہ دوزخ کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔

ترجمہ:۔ وہ نہایت سیاہ دھوئیں کے سایہ میں ہوں گے۔

٥٦: ٤٤ == لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ۔ یہ ظِلٍّ کی صفتیں ہیں۔ بَارِدٍ۔ بُرُوْدٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ٹھنڈا۔ نہ (دوسرے سایوں کی طرح) ٹھنڈا۔ کَرِيْمٌ۔ خوش منظر۔ (الیسر التفاسیر) مرضی کے مطابق ٹھنڈی وکشادہ (روح المعانی) آرام دہ (ضیاء القرآن)

جو سودمند نہ ہو اور نہ دیکھنے میں اچھا ہو۔ (تفسیر مظہری) دونوں ظلٌ کی صفت ہیں۔

کَرِیْمٌ۔ الکرم (باب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے الغات القرآن میں ہے :۔ امام راغب نے لکھا ہے :۔

کَرُمَ اللہ کی صفت بھی ہے، انسان کی بھی، فرشتے کی بھی، قرآن کی بھی اور دوسری چیزوں کی بھی، اور سب کے معانی میں اختلاف ہے :۔

۱:۔ اللہ کے کرم سے مراد ہے مخلوق پر اس کا احسان و انعام، مخلوق پر احسان کرتا ہے پیہم نعمتوں سے نوازتا ہے

۲:۔ آدمی کے کرم سے مُراد ہے اخلاق پسندیدہ۔ خصائل حمیدہ، کردار کی خوبی۔ اور ہر ذاتی شرف، آدمی کریم ہے یعنی اچھے کردار کا مالک ہے اس کے اندر محاسن ہیں شرف ہے بزرگی ہے۔

۳:۔ ملائکہ کے کریم ہونے کے معنی ہیں دربار الٰہی میں ان کی عزت وحرمت، و بزرگی، جیسے کِرَامًا کَاتِبِیْنَ : عزت والے فرشتے جو انسانوں کے اعمال نامے لکھتے ہیں

۴:۔ قرآن کریم۔ یا کتابِ کریم۔ عزت وشرف والا قرآن یا کتاب،

۵:۔ رسُولِ کریم۔ بزرگی والا پیغام بر۔ (جبرائیل)

۶:۔ قولِ کریم۔ نرم، اچھی بات، عاجزانہ کلام،

۷:۔ باقی اشیاء میں سے جس چیز کی صفت کریم ہو گی اس سے مراد ہو گا اس چیز کا اچھی صفات سے متصف ہونا۔ جیسے زَوْجٍ کَرِیْمٍ ہر عمدہ قسم، مقام کریم، عمدہ مقام۔

۵۶ : ۴۵ == قَبْلَ ذٰلِكَ : اس سے قبل، دنیا میں۔

== مُتْرَفِیْنَ۔ اِتْرَافٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر بحالتِ نصب مُتْرَفٌ واحد۔ نازپروردہ۔ آسودہ حال لوگ۔

۵۶ : ۴۶ == كَانُوْا يُصِرُّوْنَ۔ ماضی استمراری، صیغہ جمع مذکر غائب، اِصْرَارٌ اِفْعَالٌ مصدر۔ وہ اصرار کیا کرتے تھے۔ وہ اڑے رہتے تھے۔

== اَلْحِنْثِ الْعَظِيْمِ، موصوف وصفت۔ حِنْثٌ گناہ، جھوٹی قسم، گناہِ عظیم یعنی شرک، جھوٹی قسمیں۔ یعنی جھوٹی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ان کو دوبارہ زندہ کر کے نہ اٹھایا جائے گا۔ (آیات ۴۷، ۴۸ میں ان کی بعض قسمیں مذکور ہیں)

۵۶ : ۴۷ == وَ كَانُوْا يَقُوْلُوْنَ۔ ماضی استمراری کا صیغہ جمع مذکر غائب جس کا مرجع

اَصْحٰبُ الشمال ہے جیساکہ اوپر ان کا بیان چلا آرہا ہے اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ:

== اَئِذَا۔ میں ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اِذَا ظرف زمان ہے،

== تُرَابًا وَّعِظَامًا منصوب بوجہ خبر كُنَّا۔ تُرَابٌ خاک، مٹی، اصل میں تراب خود زمین کا نام ہے۔ عِظَامٌ عَظْمٌ کی جمع۔ ہڈیاں۔

== ءَ استفہام انکاری۔ لَمَبْعُوْثُوْنَ۔ لام تاکید کا مَبْعُوْثُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر، دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے ہوئے۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی دوبارہ زندہ کرکے اٹھانا بھیجنا۔

۵۶ : ۴۸ == اَوَ اٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ: اَ ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف جملہ محذوف پر ہے ای ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ وَاٰبَاۗؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ. کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور ہمارے اولین باپ دادا بھی۔ جملہ استفہام انکاریہ ہے۔

اٰبَاۗءُ نَا مضاف مضاف الیہ ہمارے آباء واجداد۔ باپ دادے، اَلْاَوَّلُوْنَ ہم سے پہلے، ہمارے اگلے۔ اسلاف،

آیت ۴۷ میں اَئِذَا مِتْنَا اور ءَاِنَّا میں ہمزہ استفہامیہ کے تکرار کے متعلق اور آیت ۴۸ میں واؤ عاطفہ پر ہمزہ استفہامیہ داخل کرنے کے متعلق بیضاوی میں ہے۔

ہمزہ کا تکرار بعث سے مطلقًا انکار کی دلیل ہے یعنی اگر ہمزہ کو دوبارہ نہ لایا جاتا تو انکا بعث محض مٹی اور ہڈیوں کے دوبارہ جی اٹھنے پر محدود رہ جاتا یا میت کے مٹی اور ہڈیاں ہونے تک۔ بعث کے متعلق انکار کے لئے ہمزہ استفہامیہ انکاریہ کو دوبارہ لایا گیا ہے۔ ایسے ہی اَوَ اٰبَاۗؤُنَا میں ہمزہ کو واؤ عاطفہ سے قبل لایا گیا۔ گویا کہ انہوں (منکرین بعث) نے کہا ہو کہ ہمیں اس سے انکار ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جاویں گے۔ اور ہمارے باپ دادا کا دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جانا تو اس سے بھی زیادہ قابل انکار ہے۔

۵۶ : ۴۹ == قُلْ، (یعنی ان کے انکار کی تردید میں اور حق کی صداقت میں ان منکرین سے کہہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم)

اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ۔ منصوب بوجہ عمل اِنَّ۔ اگلے، پچھلے۔

== لَمَجْمُوْعُوْنَ۔ لام تاکید کا مَجْمُوْعُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر۔ جَمْعٌ (باب فتح) مصدر۔ اکٹھے کئے گئے (اکٹھے کئے جائیں گے) اس کا تعلق آیت ۴۹، سے ہے: ای اِنَّ

الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۔ بے شک پہلے اور پچھلے (سب) اکٹھے کئے جائیں گے
= اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۔ ای لِوَقْتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ: ایک یوم معلوم کے وقتِ مقررہ پر۔ اِلٰی بمعنی لام ہے۔
مِيْقَاتِ کسی کام کے لئے مقررشدہ وقت یا جگہ ۔ مثلاً۔ میقاتِ احرام یعنی احرام کے شروع ہونے کی مقررہ حد (یا جگہ) کہ اس حد سے آگے بغیر احرام کے جانا جائز نہیں مِيْقَاتِ يَوْمٍ میں اضافہ بحذف مِنْ ہے۔ جیسے خَاتَمُ فِضَّةٍ (خَاتَمٌ مِنْ فِضَّةٍ) چاندی کی انگوٹھی ۔ یوم معلوم موصوف وصفت ہے، مراد قیامت کا دن ہے۔
۵۶: ۵۱ = ثُمَّ ۔ حرف عطف ہے ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے
پھر۔
= اِنَّكُمْ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، بے شک تم، یہاں خطاب اہلِ مکہ سے ہے۔ یا خطاب عام ہے ہر گمراہ اور جھٹلانے والے سے ۔
= الضَّآلُّوْنَ ۔ ای الضَّالُّوْنَ عن الهدٰى ۔ راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ضَلَالٌ (باب ضرب، مضاعف) مصدر بمعنی گمراہ ہو جانا۔ بہکنا۔ راہ سے دور جا پڑنا۔ گم ہونا۔ ہلاک ہونا۔ ضائع ہونا۔
= الْمُكَذِّبُوْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ تَكْذِيْبٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ جھٹلانے والے۔ تکذیب کرنے والے۔ مراد مُكَذِّبُوْنَ بِالْبَعْثِ: دوبارہ جی اٹھنے کو جھٹلانے والے۔
۵۶: ۵۲ = لَاٰكِلُوْنَ: لام تاکید کا ہے ۔ اٰكِلُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَكْلٌ باب نصر۔ مصدر۔ کھانے والے۔
= مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ: پہلا مِنْ ابتدائیہ ہے دوسرا مِنْ بیانیہ ہے (بیضاوی) مِنْ شَجَرَةِ الزَّقُّوْمِ کی بجائے مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ کہہ کر عبارت میں زور پیدا کیا گیا ہے۔ اور شجر کو نکرہ لا کر اس کی تنقیص کی ہے۔
ترجمہ آیات ۵۱ : ۵۲ ۔
پھر تم اے گمراہ ہونے والو! اے جھٹلانے والو تم ضرور بالضرور (حکماً) تھوہر کے درخت کو کھاؤ گے۔
۵۶: ۵۳ = فَمَالِئُوْنَ ۔ ف عاطفہ ہے مَالِئُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ مَلْأٌ (باب فتح) مصدر۔ م ل ء حروفِ مادہ ۔ بمعنی بھرنا۔ اَلْمَلَاُ: اس جماعت کو کہتے ہیں جو کسی امر پر

مجتمع ہو تو نظروں کو ظاہری حسن وجمال سے اور نفوس کو ہیبت وجلال سے بھر دے۔
سردار۔ مَا لِئُوْنَ۔ تم بھرنے والے ہوگے: تم بھر دو گے (اس کو کھا کر)
== مِنْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب شجر کے لئے ہے جو اسم جنس ہے اور مذکر ومؤنث ہر دو طرح استعمال ہوتا ہے جیسے کہ اگلی آیت میں عَلَيْهِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب شجر کی طرف راجع ہے۔
== البُطُوْنَ۔ بَطْنٌ کی جمع۔ پیٹ، بطن، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے
== فَشٰرِبُوْنَ۔ فَ عاطفہ، شٰرِبُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ شُرْبٌ (باب سمع) مصدر۔ پینے والے (ہوگے) یا پیو گے۔
== شُرْبَ الْهِيْمِ: شُرْبَ مفعول۔ اسم مصدر۔ مضاف، اَلْهِيْمِ مضاف الیہ جمع اَهْيَمُ واحد مذکر۔ اور هَيْمَاءُ واحد مؤنث کی، هُيَامٌ۔ اونٹ کا مرض استسقاء جس سے وہ پانی پی پی کر مرجاتا ہے۔
الھیم ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن کو استسقاء کا مرض لگا ہوا ہو، فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ: تم اس طرح (پیٹ بھر بھر کر) پیو گے جیسا کہ استسقاء کے مریض اونٹ پیتے ہیں
۵۶:۵۶ == هٰذَا یہ۔ یعنی زہریلی لو۔ کھولتا ہوا پانی (آیت ۴۲) سیاہ دھوئیں کا سایہ (آیت ۴۳) زقوم کا درخت کھانے کو (آیت ۵۲) اس پر کھولتا ہوا پانی (آیت ۵۴)
== نُزُلُهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ نُزُلٌ مہمانی کا کھانا۔ ضیافت کا طعام۔ نُزُلُهُمْ ان کی مہمانی کا کھانا۔
== يَوْمَ الدِّيْنِ: مضاف مضاف الیہ۔ جزاء وسزا کا دن۔ یعنی قیامت، يَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔

یہاں اَصْحٰبُ الشِّمَالِ کے عذاب کا بیان ختم ہوا۔

۵۷:۵۶ == لَوْلَا کیوں نہیں۔ ای هَلَّا۔ جب لَوْلَا اس معنی میں آئے تو اس کے بعد متصلاً فعل کا آنا ضروری ہے جیسے آیت ہذا۔ یا۔ لَوْلَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا (۲۸:۴۷) تو نے ہماری طرف پیغمبر کیوں نہ بھیجا۔ یا۔ لَوْلَا يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ (۲:۱۱۸) خدا ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا۔
== تُصَدِّقُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر، تم تصدیق کرتے ہو۔ تم سچ مانتے ہو۔ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ: پھر تم کیوں سچ نہیں مانتے ہو۔ یعنی

جب تم کچھ نہ تھے تو تم کو اس نے پیدا کیا۔ پھر تم دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنے کی تصدیق کیوں نہیں کرتے
۵۶ : ۵۸ = اَفَرَاَیْتُمْ: ہمزہ استفہامیہ ہے ف عاطفہ اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ رَاَیْتُمْ بمعنی عَلِمْتُمْ: مطلب ہے کیا بھلا تم جانتے ہو؟ کیا تمہیں معلوم ہے؟ بھلا بتاؤ تو۔ بھلا دیکھو تو۔ بھلا تم نے غور سے دیکھا ہے؟
= مَا تُمْنُوْنَ، مَا موصول، تُمْنُوْنَ جملہ فعلیہ، صلہ اپنے موصول کا۔ موصول وصلہ مل کر ارایتم کا مفعول۔ تُمْنُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، اِمْنَاءٌ (افعال)، مصدر بمعنی منی ٹپکانا۔ نطفہ ڈالنا۔ بھلا دیکھو تو جو تم (جماع کے وقت عورتوں کے رحم میں) منی ٹپکاتے ہو یا نطفہ ڈالتے ہو،
۵۶ : ۵۹ = ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗ۔ ءَ استفہامیہ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَا موصولہ آیت ۵۸ کی طرف راجع ہے۔ تَخْلُقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر خَلْقٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پیدا کرتے ہو؟ کیا تم اس کو (انسان کی صورت میں) پیدا کرتے ہو۔
= اَمْ: یا (ہم پیدا کرنے والے ہیں)۔ یقیناً تم تخلیق بشر نہیں کرتے ہم ہی کرتے ہیں)
۵۶ : ۶۰ = قَدَّرْنَا ماضی جمع متکلم۔ تقدیر (تفعیل) مصدر سوچ سمجھ کر غور کر کے اندازہ کیا۔ ہم نے مرنے کو تمہارے درمیان اندازہ کر دیا۔ ٹھہرا دیا موت تمہارے درمیان حساب کے ساتھ مقرر کر دی کوئی اس کو کم وبیش نہیں کر سکتا۔
= مَسْبُوْقِیْنَ۔ اسم مفعول جمع مذکر مَسْبُوْقٌ (باب نصر) مصدر پیچھے چھوڑے گئے یعنی جن کو پیچھے چھوڑ کر دوسرے آگے بڑھ جائیں سبقت لے جائیں۔ مراد عاجز
نَحْنُ کو قَدَّرْنَا سے پہلے لانا مفید حصر ہے اور مفید اختصاص ہے یعنی موت کی تقدیر و توقیت ہمارا ہی کام ہے جیسے تخلیق صرف ہمارا ہی فعل ہے اور کوئی اسے نہیں کر سکتا
وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔ بحالیکہ کوئی ہم سے موت کے معاملہ میں سبقت نہیں رکھتا۔ اور ہم مغلوب نہیں ہیں۔ کوئی ہم پر غالب نہیں ہے یا یہ جملہ معترضہ ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا۔ کہ کوئی ہم کو عاجز نہیں کر سکتا کہ موت سے بھاگ جائے یا وقتِ موت کو بدل دے۔ (تفسیر مظہری)
۵۶ : ۶۱ = عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ۔ اَنْ مصدریہ ہے نُبَدِّلَ مضارع معروف جمع متکلم۔ تَبْدِیْلٌ (تفعیل)، تمہارے عوض میں لے آئیں۔ یعنی تمہاری جگہ اور تم جیسے آدمی پیدا کر دیں۔ اَمْثَالَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری طرح کے۔ تم جیسے، تمہاری مثل

علامہ پانی پتی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔
یہ قَدَّرْنَا کے فاعل سے حال ہے یعنی ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقدر کردیا ہے اور ہم اس امر پر قادر ہیں کہ تمہاری جگہ تمہارے عوض دوسروں کو لے آویں۔
یا قَدَّرْنَا سے اس کا تعلق ہے اور علٰی بمعنی لام (یعنی للام علت) کے ہے اور علٰی علت ہے اَنْ قَدَّرْنَا کی۔ یعنی ہم نے موت کو تمہارے لئے مقدر کردیا ہے اس لئے کہ تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئیں۔
یا مَسْبُوْقِیْنَ سے اس کا تعلق ہے یعنی ہم مغلوب نہیں ہیں کہ تمہارے عوض تمہاری جگہ دوسروں کو لانے کی ہم کو قدرت نہ ہو۔
یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امثال بمعنی مقام و مکان نہ ہو بلکہ اس کا معنٰی ہو صفت وحالت یعنی ہم اس امر سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری حالت اور صفت کو بدل دیں۔ اور مرنے کے بعد تم کو ان احوال میں پیدا کریں جن کو تم نہیں جانتے۔ یعنی ثواب و عذاب،
مثل بمعنی صفت۔ دوسری آیت میں آیا ہے فرمایا۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ (۱۳: ۳۵) جس باغ کا جنتیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کے اوصاف یہ ہیں کہ ...... الخ۔
= وَ نُنْشِئَكُمْ فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ: واؤ عاطفہ نُنْشِئَكُمْ۔ نُنْشِئُ مضارع جمع متکلم اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر ہم تم کو پیدا کردیں یا ہم تم کو پیدا کردیں گے۔ فِیْ ای فی الھیئۃ و الحالۃ مَا موصولہ لَا تَعْلَمُوْنَ صلہ۔ یعنی ہم تم کو ایسی ہیئت وحالت میں پیدا کردیں کہ جن کو تم جانتے بھی نہیں ہو۔
۵۶: ۶۲ = النَّشْاَةَ الْاُوْلٰی موصوف وصفت، پیدائش اول (یعنی کس طرح ایک جرثومہ حقیر سے تمہارا آغاز ہوا اور کن مختلف مدارج سے گذار کر تمہیں ایک مکمل انسان بہمہ صفت موصوف بنایا۔
= فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ ه لَوْلَا۔ ھَلَّا۔ کیوں نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ۵۷ متذکرہ بالا
= تَذَكَّرُوْنَ ه مضارع جمع مذکر حاضر، تَذَكُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم نصیحت پکڑتے ہو۔ تم دھیان رکھتے ہو۔ پھر تم کیوں نہیں نصیحت پکڑتے، پھر کیوں تم سبق نہیں لیتے (کہ جو ذات تمہاری نشأۃ اولٰی پر قادر ہے وہ تمہارے مرنے کے بعد نشأۃ اُخریٰ پر بھی قدرت رکھتا ہے
۵۶: ۶۳ = اَفَرَاَیْتُمْ ملاحظہ ہو آیت ۵۸ متذکرۃ الصدر۔ (آیت ۲: ۴۴) بھلا دیکھو تو

بھلا تم نے (غور) سے دیکھا ہے۔
= مَا تَحْرُثُوْنَ : مَا موصولہ تَحْرُثُوْنَ جمع مذکر حاضر، حَرْثٌ (باب نصر) مصدر بمعنی بونا۔ صلہ۔ جو تم بوتے ہو۔ حَرْثٌ کھیتی، حاصل مصدر۔

فائدہ آیت ۵۷ سے لے کر آیت ۷۴ تک دلائل حشر و توحید بیان فرمائے ہیں آیت ۵۷ سے ۶۲ تک انسان کی پیدائش کے متعلق بیان ہے۔
فرمایا۔ انسان کی تخلیق و تصویر میں مطلقاً خدا تعالیٰ ہی کو قدرت ہے۔
پھر فرمایا۔ وہ اگر نشأۃ اولیٰ پر قادر ہے تو نشأۃ ثانیہ اس ہی کے ہاتھ میں ہے آیت ۶۳ سے لے کر ۶۷ تک کھیتی اور نباتات کے اگانے اور اس کو پھول و پھل سے بارآور کرنے کے متعلق ہے۔ آیت ۶۸ سے ۷۰ تک پانی کے متعلق آیت ۷۱ سے ۷۴ تک آگ کے متعلق بیان کر کے فرمایا فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ :
۵۶ : ۶۴ = ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ جملہ استفہامیہ انکاری ہے تَزْرَعُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر زَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے (تم اگاتے ہو) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَا موصولہ کے لئے ہے۔
حَرْثٌ دانہ کو زمین میں بکھیرنا۔ بونا۔ زَرْعٌ ، زمین میں بکھرے ہوئے یا بوئے ہوئے دانہ کو اگانا۔ اس کی پرورش کر کے اس کو بڑھانا۔ اور اس کی غایت تک اس کو پہنچانا۔ آدمی کا کام محض بونا ہے اور اس کو اگانا۔ اس کی پرورش کرنا خدا تعالیٰ کے اختیار و قدرت میں ہے
= اَمْ بمعنی بَلْ۔ یعنی بوئے ہوئے دانہ کو اگانا۔ پرورش کر کے اس کی غایت تک لے جانا ہماری قدرت میں ہے اس کی زراعت تم نہیں کرتے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا: ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا وَّ فَاكِهَةً وَّاَبًّا مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ (۸۰ : ۲۴-۳۲)
انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارہ (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے

چار پایوں کے لئے بنایا۔
= الزّٰرِعُوْنَ، اسم فاعل جمع مذکر زَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے کھیتی کرنے والے۔
۵۶: ۶۵ = لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا۔ لَوْ حرف شرط نَشَآءُ مضارع جمع متکلم مَشِيَّةٌ (باب فتح) مصدر۔ ہم چاہیں۔ نَشَآءُ کا مفعول محذوف ہے ای لَوْ نَشَآءُ تَحْطِيْمَ ذٰلِكَ الزَّرْعِ اگر ہم اس کھیتی کو چورا چورا کرنا چاہیں۔ یہ جملہ شرطیہ ہے لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا جواب شرط ہے۔ لام جواب شرط کے لئے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر الزرع کے لئے ہے۔ حُطَامًا ریزہ ریزہ چورا چورا۔ روندن۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے اسے حطام کہتے ہیں یہ حَطْمٌ باب ضرب سے مشتق ہے۔ حَطْمٌ روندنا۔ توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا۔
دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔
اُدْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ (۲۷: ۱۸) اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہ ہو کہ (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالے۔
اور جگہ بمعنی بھڑکائی ہوئی آگ آیا ہے جیسے:۔
وَمَآ اَدْرٰكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ۔ (۱۰۴: ۵:۶) اور آپ کو کیا سمجھا کہ الحطمۃ کیا ہے وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے۔
حُطَامًا مفعول ثانی ہے جَعَلْنَا کا۔
= فَظَلْتُمْ۔ اصل ظَلِلْتُمْ تھا۔ چونکہ دو لاموں کا اکٹھا ہونا ثقیل تھا اور پھر کسرہ میں اور بھی ثقل تھا۔ تو لام اول کو ساقط کر دیا گیا اور ظاء اپنے فتح پر باقی رہا۔
ظَلَّ بمعنی صِرْتُمْ۔ تم ہو گئے۔ تم سارا دن لگے رہو۔ تم برابر لگے رہو۔ ظَلَّ میں اکثر دن کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسے کہ بَاتَ میں رات کا مفہوم پایا جاتا ہے۔
ظَلْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ ظَلٌّ و ظُلُوْلٌ (باب سمع) مصدر سے۔
= تَفَكَّهُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَفَكُّهٌ (تفعل) مصدر۔
مختلف علماء نے اس کے مختلف معانی کئے ہیں؛
۱:۔ بیضاوی کہتے ہیں کہ تفکہ طرح طرح کے میووں سے نقل کرنے کو کہتے ہیں۔ اور بطور استعارہ نُقل مجلس کے لئے باتیں بنانے کو بھی تفکہ کہتے ہیں۔
۲:۔ عطاء، کلبی، مقاتل اور فراء نے یہاں تعجب کے معنی کئے ہیں۔
۳:۔ مجاہد، حسن بصری، قتادہ نے اس کا ترجمہ تَنْدِمُوْنَ کیا ہے یعنی تم نادم ہونے لگو۔

۴:۔ عکرمہ نے باہم ملامت کرنے اور الاہنا دینے کے معنی کئے ہیں۔
۵:۔ کسائی نے تصریح کی ہے کہ تفکہ مافات پر افسوس کرنے کو کہتے ہیں۔
یہ لغت اضداد میں سے ہے۔ اہل عرب تفکہ کا استعمال تنعم اور عیش کوشی کے لئے بھی کرتے ہیں۔ غم اور تاسف کے لئے بھی۔
۶:۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ تَفَکَّہَ بروزن تَفَعَّلَ ہے یہ تَاَثَّمَ کی طرح ہے جس کے معنی اثم کو دور کر دینے یعنی گناہ سے علیحدہ ہو جانے کے ہیں۔ پس تفکہ کے معنی ہوئے اس نے "فاکہ" کو دور کر دیا یعنی وہ میووں کے مزہ سے جدا ہو گیا۔ اور جو شخص کہ نادم و غمگین ہوتا ہے اس کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ وہ مزوں سے دور رہتا ہے۔
تَفَکَّھُوْنَ اصل میں تتفکھون تھا ایک تاء حذف ہو گئی۔

آیت کا مطلب یہ ہے:۔
اگر ہم چاہیں کہ کھیتی کو چورا چورا بنا دیں وہ نہ تمہاری خوراک بن سکے نہ تمہارے چوپایوں کا چارہ پھر تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ۔

وقال بعض العلماء: تفکھون بمعنی تندمون علیٰ ما خسرتم من الانفاق علیہ کقولہ تعالیٰ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ کَفَّیْہِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْھَا (۱۸:۴۲)
بعض علماء نے کہا ہے کہ:۔
تفکھون کے معنی ہیں جو کچھ اس نے اس کھیتی پر خرچ کیا تھا اور اس کے چورا چورا ہونے پر جو وہ خرچ ضائع ہو گیا اس پر نادم ہونا اور کف افسوس ملنا۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے الآیۃ (۱۸:۴۲)
ترجمہ:۔ جو کچھ اس نے (اپنے باغ پر) خرچ کیا تھا (اس کے ضائع ہونے پر) کف افسوس ملتا رہ گیا

۵۶:۶۶ ۔۔۔ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ، یہ جملہ اور اگلا جملہ تفکھون کے فاعل سے حال ہے۔
ای قائلین انا لمغرمون۔ لام تاکید کا ہے مُغْرَمُوْنَ اسم مفعول جمع مذکر اِغْرَامٌ (انفعال) مصدر۔ غرم مادہ۔ تاوان زدہ۔ اَلْغُرْمُ (مفت کا تاوان یا جرمانہ) وہ مالی نقصان جو کسی جرم یا خیانت کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے۔ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ (ہائے) ہم مفت کے تاوان میں پھنس گئے۔
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
فَھُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ (۵۲:۴۰) کہ ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے۔
جو تکلیف یا مصیبت انسان کو پہنچتی ہے اسے غوام کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا (٢٥: ٦٥) کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے۔

٥٦: ٦٧ = بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے حکم کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے۔ یعنی (ہائے) ہم مفت میں تاوان میں پھنس گئے اور نہ صرف اپنے خرچ کردہ مال پر بھی گھاٹے میں رہ گئے بلکہ بالکل ہی محروم ہوگئے۔

٥٦: ٦٨ = اَفَرَاَيْتُمْ ..... الخ ملاحظہ ہو آیت نمبر ٥٨ متذکرۃ الصدر۔

٥٦: ٦٩ = ءَاَنْتُمْ : ہمزہ استفہامیہ۔ اَمْ بمعنی یا ہے کیا تم ..... یا ہم نازل کرنے والے ہیں

٥٦: ٧٠ = لَوْ نَشَآءُ جملہ شرطیہ ہے۔ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا جوابِ شرط۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلْمُزْنِ کی طرف راجع ہے۔ اُجَاجًا مفعول ثانی جَعَلْنَا کا سخت گرم اور سخت کھاری پانی اج ج مادہ۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (٢٥: ٥٣) ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا۔ اور دوسرے کا کھاری چھاتی جلانے والا۔

یہ اُجَاجٌ، اجیج النار (شعلۂ نار یا اس کی شدید تپش اور حرارت) وَاَجَّتُهَا وَقَدْ اَجَّتْ (میں نے آگ بھڑکائی اور وہ بھڑک اٹھی) وغیرہ محاورات سے ماخوذ ہے

= فَلَوْلَا : فَهَلَّا۔ پھر کیوں نہیں۔ ف سببیہ ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت ٧٠ متذکرۃ الصدر

= تَشْكُرُوْنَ : مضارع جمع مذکر حاضر۔ شُكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم شکر کرتے ہو تم احسان مانتے ہو۔

٥٦: ٧١ = اَفَرَاَيْتُمْ : ملاحظہ ہو آیت ٥٨ متذکرۃ الصدر۔

= اَلَّتِيْ تُوْرُوْنَ : اَلَّتِيْ اسم موصول واحد مؤنث، تُوْرُوْنَ صلہ۔ مضارع صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِيْرَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم سلگاتے ہو۔ تم روشن کرتے ہو۔ اِيْرَاءٌ کے معنی چقماق سے آگ نکالنے کے ہیں۔

وَارَيْتُ كَذَا۔ کے معنی کسی شے کو چھپانے کے ہیں۔ جیسے کہ کلام پاک میں آیا ہے

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ (٧: ٢٦) ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے۔

بطور فعل لازم تَوَارٰی بمعنی چھپ جانا ہے۔ جیسے کہ آیت حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ (٣٨: ٣٢) یہاں تک کہ (آفتاب) پردے میں چھپ گیا۔

اور وَرَیَ یَرِیُ وَرْیٌ ۔ چقماق کا آگ دینا۔ گویا اس میں آگ کے پوشیدہ ہونے کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ وری حروفِ مادّہ

۵۶ : ۷۲ == ءَ اَنْتُمْ میں ہمزہ استفہامیہ ہے۔ کیا؟

== اَنْشَاْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، اِنْشَاءٌ (افعال) بمعنی پرورش کرنا۔ پیدا کرنا۔ (کیا) تم نے پیدا کیا۔

== شَجَرَتَهَا، مضاف مضاف الیہ۔ شَجَرَةٌ درخت۔ واحد مؤنث ہے۔ اس کی جمع شَجَرَاتٌ آتی ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ اُس کا درخت۔ یعنی وہ آگ جس کو تم سلگاتے ہو اس کا درخت۔ (عرب دو لکڑیوں کو رگڑ کر آگ سلگاتے تھے ایک لکڑی کو دوسری لکڑی کے اوپر رکھتے تھے اور اس طرح رگڑ کر آگ برآمد کرتے تھے اوپر والی لکڑی کو زَنْدٌ اور نیچے والی کو زَنْدَہ کہتے تھے۔

شَجَرَتَهَا۔ اس آگ کا درخت یعنی مرخ اور عفار۔ مرخ کو اوپر سے رگڑتے تھے دونوں لکڑیاں ہری ہوتی تھیں۔ دونوں کے رگڑنے سے پانی نکل آتا تھا اور آگ روشن ہو جاتی تھی

== اَمْ۔ بمعنی یا۔

== اَلْمُنْشِئُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ پیدا کرنے والے پرورش کرنے والے۔

۵۶ : ۷۳ == جَعَلْنٰهَا۔ میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب النار کے لئے ہے۔

== تَذْكِرَةً : یاددہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز، بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے جَعَلْنَا کا مفعول ثانی۔ وَمَتَاعًا فائدہ اور تمتع کی چیز۔ اسبابِ خانہ، جمع اَمْتِعَۃٌ۔ کَلَامٌ کے وزن پر۔ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ جَعَلْنَا کا مفعول ثالث۔

== اَلْمُقْوِیْنَ : اسم فاعل جمع مذکر۔ مجرور۔ اَلْمُقْوِیْ واحد۔ اِقْوَاءٌ (افعال) مصدر قِوَاءٌ یا قُوَّۃٌ ماخذ۔ اس لفظ کے ترجمہ میں اہل تفسیر کا اختلاف ہے:

حضرت علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مُقْوِیْنَ کا ترجمہ کیا گیا ہے مسافر، یہ لفظ قِوَاءٌ سے مشتق ہے قواء کا معنی ہے ویران، بیابان۔ جہاں کوئی عمارت نہ ہو۔ آبادی سے دور۔ سو مسافروں کو بہ نسبت اہل اقامت آگ کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ درندوں اور جنگلی جانوروں سے حفاظت کے لئے وہ اکثر اوقات رات کو آگ روشن رکھتے ہیں (کہیں ٹیلے یا پہاڑی پر) آگ جل رہی ہو تو مسافروں کو راستہ

مل جاتا ہے پھر سردی کی وجہ سے ان کو تاپنے کی اور جسم کو سینکنے کی بھی زیادہ ضرورت پڑتی ہے اسی لئے مسافروں کے لئے فائدہ رساں ہونے کا ذکر کیا۔ اکثر اہل تفسیر نے مُقْوِیْن کا یہی ترجمہ کیا ہے۔

ترجمہ:۔ ہم نے ہی اس کو مسافروں کے لئے نصیحت اور فائدہ مند چیز بنایا۔

۵۶: ۷۴ = فَسَبِّحْ اس میں ف سببیہ ہے سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَسْبِيْحٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ پس تو تسبیح پڑھ۔ تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔

= بِاسْمِ رَبِّكَ اس میں لفظ اِسْم زائد ہے اور مراد ہے ذات، یعنی اپنے رب کی پاکی بیان کر۔ ب بھی زائدہ ہے کیونکہ فعل تسبیح بغیر ب کے متعدی ہے۔

۵۶: ۷۵ = فَلَآ اُقْسِمُ۔ ف تعقیب کا ہے۔ سو، پس، لَآ اُقْسِمُ اس میں متعدد اقوال ہیں:۔

۱:۔ لا مزیدہ تاکید کے لئے ہے۔ کلام کو پرزور بنانے کے لئے اس کا اضافہ کیا گیا ہے یعنی میں پختہ قسم کھاتا ہوں۔ جیسا کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔ لِئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ (۵۷: ۲۹) تاکہ اچھی جان لیں اہل کتاب کہ وہ خدا کے فضل پر کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے۔

۲:۔ بعض عالموں کا کہنا ہے: کہ لَآ اُقْسِمُ سے علیحدہ ہے۔ اس سے کافروں کی نفی مراد ہے کافر قرآن کو جادو، شعر، کہانت کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ نہیں نہیں ایسا نہیں ہے میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔۔۔۔۔۔

۳:۔ بعض کے نزدیک لَا نفی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب حقیقت الامر واضح ہے قسم کھانے کی کوئی ضرورت نہیں فَلَآ اُقْسِمُ پس میں قسم نہیں کھاتا۔ مجھے قسم کھانے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

= بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ: ب حرف جر۔ مواقع النجوم مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ مَوٰقِعِ اترنے کی جگہیں، ڈوبنے کی جگہیں۔ اسم ظرف جمع (مَوْقِعٌ واحد) وَقُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔

قسم ہمیشہ کسی اہم چیز کی کھائی جاتی ہے۔ اہمیت وعظمت جلال کی ہو یا قدر وقیمت کی ہو یہاں آیت ہذا میں یا تو ان اوقات کی قسم کھائی گئی ہے جب پچھلی رات ستارے گوشۂ مغرب میں اترتے ہیں۔ کہ یہ وقت عبادت گذاروں کے لئے ایک خاص لذت وکیفیت کا ہوتا ہے اور اللہ

تعالیٰ کی طرف سے محبت وبرکت کا خصوصی نزول ہوتا ہے۔
یا ستاروں کی منزلوں کی قسم کھائی ہے (یہاں مصطلحہ منزلیں مراد یعنی ضروری ہیں) کہ ان سے بھی اللہ تعالیٰ کی تدبیر کامل اور قدرت عظیمہ کا اظہار ہوتا ہے۔
اور اگر نجوم سے مراد آیات اللہ لی جائیں تو بمواقع النجوم سے مراد انبیاء علیہم السلام کے قلوب صافیہ ہوں گے۔ یا ان کے قلوب پر آیاتِ کلام الٰہی کا اترنا مراد ہوگا۔ (قاموس القرآن)
= وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان لام تاکید کا قَسَمٌ موصوف۔ عَظِیْمٌ صفت، مل کر اِنَّہٗ کی خبر، لَوْ تَعْلَمُوْنَ جملہ معترضہ ہے، اور اگر تم سمجھو تو بے شک یہ ایک بہت بڑی قسم ہے۔
وَاِنَّہٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِیْمٌ واؤ عاطفہ، اِنَّہٗ میں اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب (ضمیر شان) لام تاکید کے لئے لَوْ حرف شرط۔ لوتعلمون جملہ شرطیہ اِنَّہٗ لَقَسَمٌ عَظِیْمٌ جوابِ شرط۔
یہاں کلام یوں ہوگا۔
فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ ایک بہت ہی بابرکت قرآن ہے
۵۶: ۷۷ = اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ: اِنَّہٗ (ملاحظہ ہو آیت ۷۶، متذکرۃ الصدر) لام تاکید کا ہے کَرِیْمٌ۔ بزرگ، بڑا۔ عزت والا۔ کَرُمَ (باب کرم) سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔
۵۶: ۷۸ = فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ۔ کہ یہ بڑے رتبے کا قرآن ہے جو کتاب محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ اس کی تفسیر میں بعض نے کہا ہے کہ کتب مکنون سے مراد لوح محفوظ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد قرآن کا عند اللہ محفوظ ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (۱۵: ۹) اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں (المفردات راغب)
مَکْنُوْنٌ اسم مفعول۔ واحد مذکر۔ کَنٌّ (باب فتح) مصدر سے بمعنی چھپانا۔
جسم کو دھوپ سے، لڑکی کو نظر سے، راز کو دل میں۔ قرآن مجید میں ہے بَیْضٌ مَّکْنُوْنٌ۔ (۳۷: ۴۹) محفوظ انڈے: لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ (۵۲: ۲۴) چھپائے ہوئے موتی اَلْکِنُّ ہر وہ چیز جس میں کسی چیز کو محفوظ رکھا جائے۔ کَنَنْتُ الشَّیْءَ وَکِنًّا کسی شی کو

کنّ میں محفوظ کر دینا۔ کِنٌّ کی جمع اَکْنَانٌ ہے
یہ قرآن کریم کی صفت دوم ہے (پہلی صفت کَرِیْمٌ اوپر مذکور ہو چکی)

۵۶ : ۷۹ == لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَھَّرُوْنَ، لَا یَمَسُّ فعل مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ نہیں چھوتا۔ مَسٌّ (باب فتح) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع القرآن ہے۔

اَلْمُطَھَّرُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر، تَطَھُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ خوب پاک وصاف رہنے والے۔ اصل میں مُتَطَھَّرُوْنَ تھا۔ ت کو ط سے بدل کر ادغام کر دیا گیا۔

ترجمہ:۔ اس کو بغیر پاک و صاف لوگوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ یہ تیسری صفت ہے قران کریم کی۔

۵۶ : ۸۰ == تَنْزِیْلٌ، بروزن تَفْعِیْلٌ مصدر ہے: اتارنا۔ تنزیل اور انزال میں یہ فرق ہے کہ تنزیل میں ترتیب وار اور یکے بعد دیگرے تفریق کے ساتھ اتارنا ملحوظ ہوتا ہے۔ اور انزال عام ہے ایک دم کسی شے کے اتارنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور یکے بعد دیگرے ترتیب سے اتارنے کے لئے بھی۔

تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ: رب العلمین کی طرف سے ترتیب وار نازل ہوا ہے۔ یہ قرآن مجید کی چوتھی صفت ہے۔

جملہ اِنَّہٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ مع اگلی تین صفات کے جوابِ قسم ہے:

۵۶ : ۸۱ == اَفَبِھٰذَا الْحَدِیْثِ ف عاطفہ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ھٰذَا الْحَدِیْثِ سے مراد قرآن کریم ہے۔

پھر کیا اس کلام (یعنی قرآن) کے ساتھ تم بے اعتنائی برتتے ہو۔ اس کے ساتھ لاپرواہی برتتے ہو۔ اس کو نظر انداز کرتے ہو۔

== اَنْتُمْ خطاب اہل مکّہ سے ہے۔

== مُّدْھِنُوْنَ: اسم فاعل جمع مذکر۔ اِدْھَانٌ (افعال) مصدر۔ مادّہ دھن سے مشتق ہے۔ الدُّھْنُ بمعنی تیل، چکناہٹ۔ جمع اَدْھَانٌ۔

بعض نے کہا ہے کہ دِھَانٌ کے معنی تلچھٹ کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ فَکَانَتْ وَرْدَۃً کَالدِّھَانِ (۵۵ : ۳۷) تیل کی تلچھٹ کی طرح گلابی ہو جائے گا۔ اِدْھَانٌ کے اصل معنی ہیں چکنا کرنا۔ تیل لگانا۔ مجازًا اس کا اطلاق فریب کاری

چکنی چپڑی مگر اصول اور عقیدہ سے گری ہوئی باتیں کرنے پر ہوتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:۔
وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ :(۶۸:۹) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ تم نرمی اختیار کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے۔ یعنی اگر آپ ان کی خاطر اپنے بعض اصول و عقائد کو جو انہیں ناپسند ہیں چھوڑ کر ان کے ساتھ نرمی اور رواداری کا سلوک کریں تو یہ بھی اپنی مخالفت میں نرمی اختیار کرلیں گے۔

مُدْهِنُوْنَ کی تشریح کرتے ہوئے علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
مُدْهِنُوْنَ۔ اِدْهَانٌ کا لغوی معنی ہے نرم کرنے کے لئے تیل کا استعمال۔ مجازاً اخلاق اور معاملات کو بظاہر نرم کرنا۔ پھر اس لفظ کا استعمال بمعنی نفاق ہونے لگا۔ تو آیت ھٰذا وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ میں یہی نفاق و الامعنی مراد ہے۔
قاموس میں ہے:۔
دَهَنَ نفاق کیا۔ مداہنت اور ادھان (باب مفاعلۃ وافعال) جو بات دل میں ہے اس کے خلاف ظاہر کرنا۔ پھر تکذیب کرنے والے اور جھٹلانے والے کو مُدْهِن کہا جانے لگا۔ خواہ وہ منافقت نہ کرے۔ اور تکذیب وکفر کو نہ چھپائے۔ بغوی نے اس کی صراحت کی ہے۔
حضرت ابن عباس رضؓ نے مُدْهِنُوْنَ کا ترجمہ کیا ہے جھٹلانے والے۔ اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ مُدْهِنُوْنَ انکار کرنے والے۔

۵۶:۸۲ == وَ تَجْعَلُوْنَ، میں واؤ عاطفہ ہے اور اس کا عطف مُدْهِنُوْنَ پر ہے۔
رِزْقَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اول تجعلون کا أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ الجملہ مفعول ثانی اور تم نے اپنی روزی بنالی کہ تم جھٹلایا کرو، (تفسیر حقانی) رزق بمعنی حصہ، نصیب۔ ترجمہ اس صورت میں ہوگا:
قرآن کریم سے تم اپنا حصہ اور نصیب تکذیب کو قرار دیتے ہو (تفسیر مظہری)

۵۶:۸۳ == فَلَوْلَآ۔ ای هَلَّا۔ کیوں نہیں۔
== اِذَا۔ ظرف زمان۔ جب، جس وقت
== بَلَغَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پہنچی،
== اَلْحُلْقُوْمَ۔ حلق۔ گلا۔ حَلَاقِيْمُ۔ جمع۔ بَلَغَتْ کا مفعول ہے۔ بَلَغَتْ کا فاعل محذوف ہے ای النَّفْسُ وَ الرُّوْحُ۔ ترجمہ۔ بھلا جب روح (یا جان) گلے میں آپہنچتی ہے۔

۵۶: ۸۴ = وَاَنْتُمْ : میں واؤ حالیہ ہے اور جملہ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ حال ہے بَلَغَتْ کے فاعل سے۔ حِيْنَئِذٍ مرکب اضافی ہے حِيْنَ مضاف اور اِذْ مضاف الیہ سے بمعنی اُس وقت۔ اَنْتُمْ سے مراد ہے میت کے لواحقین جو جان کنی کی حالت میں مبتلا مرنے والے کے اردگرد بیٹھے ہوتے ہیں۔

= تَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ نَظْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم دیکھتے ہو۔ تم دیکھو گے مطلب یہ کہ مرنے والا مر رہا ہوتا ہے اور تم بے بسی کی حالت میں اس کو مرتے دیکھ رہے ہوتے ہو۔

۵۶: ۸۵ = وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ۔ اَقْرَبُ قُرْبٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ۔ قریب تر، زیادہ نزدیک۔ مِنْكُمْ خطاب ہے، ان سے جو مرنے والے کے گرد اس کو نزع کی حالت میں دیکھ رہے ہیں۔ اِلَيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ہے وہ مریض جو کہ نزع کی حالت میں ہے۔

بیضاوی نے لکھا ہے۔

عبر عن العلم بالقرب الذی ھو اقوی سبب الاطلاع : علم کو قرب سے تعبیر کیا ہے کیونکہ قرب ہی علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے۔

بغوی نے کہا ہے:۔

ہم اس کی حالت کو جاننے، اس پر قدرت رکھتے ہیں اور اس کو دیکھنے میں تم سے قوی تر ہیں۔

بعض علماء کے نزدیک قربِ خدا سے مراد اللہ کے فرشتوں کا قریب الموت آدمی سے قُرب ہے جو روح کو قبض کرتے ہیں۔ اور ماحول کے آدمیوں کی نسبت اس آدمی کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں۔ (تفسیر مظہری)

جملہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ : حال ہے تَنْظُرُوْنَ کے فاعل سے۔

۵۶: ۸۶ = فَلَوْلَا۔ یہ تکرار پہلے لَوْلَا کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب محذوف ہے۔

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۔ صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:۔

الدین۔ الذل۔ والمدین : اَلْعَبْدُ والمدینۃ الامۃ المملوکۃ، کانھما

اذلهما العمل۔

یعنی دین کا معنی سرافگندی اور تابعداری ہے غلام کو مدین اور کنیز کو مدینہ کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں اپنے مالک کے حکم کے سامنے سرافگندہ ہوتے ہیں۔ اور اس کے حکم سے اسے سرتابی کی مجال نہیں ہوتی۔ (ضیاء القرآن)

غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ۔ ای غیر مملوکین۔ کسی کے تابع فرمان اور تابع حکم نہ ہونا۔ غیر مدینین کے معنی غیر محاسبین وغیر مجزیین۔ یعنی جن کا اللہ کے ہاں نہ محاسبہ ہوگا نہ جزا وسزا ان کو ملے گی۔

اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو یا تمہارا عقیدہ ہے کہ تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو اور نہ ہی بعد الموت تمہارا حساب کتاب ہوگا اور نہ ہی تمہارے اعمال کی جزاوسزا ہوگی (تو پھر کیوں تم مرنے والے کی رُوح کو لوٹا نہیں دیتے)

= تَرْجِعُوْنَهَا۔ ترجعون مضارع جمع مذکر حاضر رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع النفس الروح ہے۔ تم اس کو لوٹا دیتے ہو۔ تم اس کو پھیر لاتے ہو۔

آیات کی ترتیب کچھ یوں ہوگی : اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ (و) اِنْ كُنْتُمْ (فی ذٰلِكَ) صٰدِقِيْنَ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الرُّوْحُ الْحُلْقُوْمَ تَرْجِعُوْنَهَا۔ اگر تم کسی کے تابع فرمان نہیں ہو کسی کا تم پر حکم نہیں چلتا تم اپنی من مانی کر سکتے ہو اور تم یہ ایمان رکھتے ہو کہ مرنے کے بعد نہ تمہارا حساب ہوگا اور نہ تمہیں تمہارے کئے کی سزا و جزاء ملیگی اور اگر تم اس میں حق پر ہو تو پھر ایک قریب المرگ (ساتھی) جس کی جان حلق تک آگئی ہو تو کیوں اس کی جان کو واپس اس کے جسم میں لوٹا نہیں دیتے۔ کیوں اس وقت کمال بے بسی میں اسے تک رہے ہوتے ہو اور حال یہ ہے کہ ہم تمہاری نسبت اس مرنے والے کے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور اس کی کیفیت سے تمہارے سے زیادہ باخبر ہوتے ہیں۔ لیکن تم کو نظر نہیں آتے۔

دوسرا لَوْلَآ پہلے لَوْلَآ کی تائید میں ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ جملہ شرطیہ ہے اور فَلَوْلَا تَرْجِعُوْنَهَا جواب شرط ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ذیلی شرط ہے اور پہلی شرط کا جواب ہی اس شرط کا جواب ہے۔

۵۶ : ۸۸ = اس آیت سے لے کر آخر تک متذکرہ بالا میت کے مرنے کے بعد کا حال بیان ہوتا ہے = فَاَمَّآ ف بمعنی پس۔ پھر۔ اَمَّا۔ سو۔ لیکن۔ حرف شرط ہے۔ کبھی حرف تفصیل

ہوتا ہے۔ جملے اور دو شقوں میں ایک کے معنی دیتا ہے جیسے اَمَّا اَحَدُكُمَا فَيَسْقِي رَبَّهٗ خَمْرًا (۱۲:۴۱) تم دونوں میں سے ایک تو (جو پہلا خواب بیان کرنے والا ہے) اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ (اور جو دوسرا ہے وہ سولی دیا جائے گا۔)

کبھی اَمَّا ابتداء کلام کے لئے آتا ہے جیسے اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتٰبِهٖ:

= اِنْ۔ حرف شرط ہے اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ جملہ شرط ہے۔ فَرَوْحٌ اى فَلَهٗ رَوْحٌ جواب شرط ہے۔ فَاَمَّا کا جواب ہے۔

اِنْ كَانَ میں ضمیر واحد مذکر غائب المتوفی کے لئے ہے۔

= اَلْمُقَرَّبِيْنَ۔ نزدیک کئے ہوئے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر اوپر آیت ۱۰-۱۱ میں ہوا

۸۹:۵۶ = فَرَوْحٌ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے ای فلہ روح (باب نصر، سمع) سے مصدر ہے بمعنی فیض، راحت، رحمت، رَوِحَ يَرْوَحُ (باب سمع) وسیع وکشادہ ہونا۔

راغب نے اس کے معنی تنفس یعنی سانس لینے کے کئے ہیں اور لکھا ہے کہ رَوْحٌ سے وسعت تصور پیدا کیا گیا ہے۔ چنانچہ کہا گیا ہے قصعۃ روحاء یعنی وسیع پیالہ۔ اور ارشاد الٰہی ہے:۔ لَا تَايْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (مت ناامید ہو اللہ کے فیض سے) یعنی اللہ کی رحمت اور کشائش سے کیونکہ یہ بھی رَوْحٌ کا ایک جزو ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ تنفس باعث فرحت وسبب رحمت ہے اور اسی کے ذریعے خوشبو کا احساس ہوتا ہے اس لئے فرحت و تازگی، آسائش، خوشبو، نسیم کی خنکی اور خوش آئند ہوا کے لئے اس کا استعمال عام ہے۔

چنانچہ امام بغوی نے مجاہد سے راحت کے اور سعید بن جبیر سے فرحت کے اور ضحاک سے مغفرت اور رحمت کے معنی نقل کئے ہیں۔

اور بیہقی نے شعب الایمان میں مجاہد سے رَوْحٌ کے معنی جنت اور ہوائے خوش آئند کے روایت کئے ہیں۔ (لغات القرآن)

= وَرَيْحَانٌ۔ واؤ عاطفہ ریحان بمعنی خوشبودار پودا یا پھول۔ نازبو۔ روزی۔ رزق، ہر اگنے والی خوشبودار شے۔ معطوف ہے اس کا عطف رَوْحٌ پر ہے۔

= وَجَنَّتُ نَعِيْمٍ واؤ عاطفہ۔ جنت نعیم مضاف مضاف الیہ۔ نعمت وراحت کی جنت۔

بس جو شخص مقربین میں سے ہوگا۔ اس کے لئے راحت ہوگی، فراغت کی روزی اور نعمت وراحت کی جنت

۵۶ : ۹۰ = وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ اور اگر وہ ہوا داہنے والوں سے (اور جو شخص دائیں طرف والوں سے ہوگا۔ یہ اصحٰب الیمین وہی لوگ ہوں گے جو اوپر آیات ۸ - ۲۷ میں مذکور ہوئے۔ جملہ شرطیہ ہے اس کا جواب اگلا جملہ ہے۔

۵۶ : ۹۱ = فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ - ف جواب شرط کے لئے ہے۔ ف کے بعد یُقَالُ محذوف ہے۔

لفظی ترجمہ ہوگا:

اصحاب الیمین کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں:۔

۱:۔ اس متوفی سے کہا جائے گا تیرے دوسرے بھائیوں (اصحٰب الیمین) کی طرف سے تجھ پر سلامتی ہو

۲:۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرشتہ اللہ کی طرف سے اس کو سلام کہے گا۔ اور خبر دے گا کہ تو اصحٰب الیمین میں سے ہے۔ اس صورت میں اَنْتَ مبتدا محذوف ہے اور مِنْ اصحٰب الیمین اس کی خبر ہے۔

۳:۔ یا خطاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف سے (یعنی اصحاب الیمین کی طرف) رنج و غم سے سلامتی ہے۔ ان کا ایسا عمدہ حال ہوگا کہ جس کو دیکھ کر آپ کو رنج و غم نہ ہوگا۔

۵۶ : ۹۲ = وَ اَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ - جملہ شرطیہ ہے۔ اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں (ترجمہ شاہ عبدالقادر) یہ مکذبین اور ضالین وہ ہوں گے جو اوپر آیت ۹ اور ۴۱ میں اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ اور اصحاب الشمال بیان ہوئے ہیں۔

اَلْمُكَذِّبِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر تکذیب (تفعیل) مصدر سے جھٹلانے والے۔

الضَّآلِّيْنَ : اسم صفت و اسم فاعل جمع مذکر۔ ضَلَالٌ باب سمع و ضرب) مصدر بمعنی کج راہ ہونا دین سے پھرنا۔ حق راستہ سے پھرنا۔ بھٹکنا۔ اس کا واحد ضَالٌّ ہے بمعنی کج راہ۔ بھٹکا ہوا۔ راہ بھولا۔ حیران۔ بے خبر۔

۵۶ : ۹۳ = فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ - ای فلہ نُزُلٌ - فَ جواب شرط کے لئے نُزُل مہمانی کا کھانا۔ طعام ضیافت۔ حَمِيْم نہایت گرم پانی من حمیم ای کائن من حمیم جو کھولتے ہوئے سخت گرم پانی پر مشتمل ہوگا۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت ۵۴ متذکرہ بالا۔

مطلب ہے ان مکذبین ضالین کے لئے نہایت سخت گرم پانی پینے کو ملیگا۔

۵۶ : ۹۴ = وَ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ واؤ عاطفہ، تصلیۃ جحیم مضاف مضاف الیہ۔ تَصْلِيَةٌ بروزن

تفعلۃ (باب تفعیل) کا مصدر ہے۔ نماز پڑھنا۔ درود پڑھنا۔ ایندھن کا آگ میں جلانا۔ لکڑی کا آگ میں تپا کر سیدھا کرنا۔ یہاں دوزخ کی آگ میں جلنا مراد ہے۔

جحیم۔ دوزخ۔ دہکتی آگ، جحمٌ (باب سمع) مصدر سے مشتق ہے آگ کا زور سے بھڑکنا۔ جہنم کے سات طبقوں میں سے ایک کا نام ہے۔

تَصْلِيَةُ کا عطف نُزُلٌ پر ہے۔ ای ولہ تصلیۃ جحیم اور اس کے لئے دوزخ کی آگ میں جلنا ہے۔

۵۶: ۹۵ == اِنَّ ۔ هٰذَا۔ بے شک یہ۔

۱۔ یعنی جو کچھ اس سورت میں جو کچھ ذکر ہوا ہے (روح المعانی)

۲۔ قریب المرگ لوگوں کی یہ مذکورہ حالت (تفسیر مظہری)

== حَقُّ الْيَقِيْنِ ۔ اَلْحَقُّ هُوَالْيَقِيْنُ ۔

۱۔ حق اور یقین مترادف (ہم معنیٰ) الفاظ ہیں ایسے مترادف الفاظ کی اضافت کو اضافۃ المترادفین کہتے ہیں۔ (دو ہم معنی الفاظ کی اضافت) اور یہ مبالغہ کے لئے آتی ہے، جیسے کہتے ہیں کہ هٰذَا یقین الیقین و صواب الصواب بمعنی نہایت ہی یقینی، نہایت ہی نیک کام نہایت ہی درست اور درست بات، (روح المعانی)

۲۔ کسی شے کی اضافت اپنی ہی طرف (دونوں الفاظ کے اختلاف کے باوجود) عربی کا اسلوب ہے قرآن مجید اور عربی کلام میں اکثر مستعمل ہے۔

مثلاً قرآن مجید میں ہے مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۔ کہ حبل اور الورید ہم معنی ہیں۔ یا مَكْرَ السَّيِّئُ۔ (۳۵: ۴۳) کہ مکر اور السیئ دونوں ہم معنیٰ ہیں۔ (اضواء البیان)

آیت کا مطلب ہے کہ:

تحقیق یہ (مذکورہ بالا بیان) یقیناً صحیح یعنی حق الیقین ہے۔

۵۶: ۹۶ == فَسَبِّحْ ۔ ف ترتیب کا ہے سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر تو تسبیح بیان کر، تو پاکی بیان کر، تسبیح اصل میں ہر اس چیز سے جو اس کے کمال و جلال کے شایان شان نہیں پاکی ہے۔

== بِاسْمِ ۔ میں ب کو اسم پر جو کہ مفعول ہے داخل کیا گیا۔ حالانکہ فعل فَسَبِّحْ بذاتِ خود فعل متعدی ہے۔ اور اس کے بغیر عبارت فَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے بھی وہی معنی ہیں جو فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ کے ہیں۔ اس کی وضاحت قرآن مجید کی اس آیت سے

ہوتی ہے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (٨٧: ١) اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو:
لیکن مفعول پر ب تعدیہ کا داخل کرنا قرآن مجید میں اکثر آیا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے
وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (١٩: ٢٥) اور کھجور کے تنے کو پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ
اس کے بھی وہی معنی ہیں جو وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ جِذْعَ النَّخْلَةِ کے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۵۷) سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ (۲۹)

۵۷ : ۱ = سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط سَبَّحَ ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے پاکی بیان کی، اس نے تسبیح کی۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

اس جگہ (یعنی سورۃ الحدید) اور سورۃ حشر اور سورۃ صف میں سَبَّحَ بصیغہ ماضی اور سورۃ جمعہ میں اور سورۃ تغابن میں یُسَبِّحُ بصیغہ مضارع ذکر کرنے سے اس طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کی طرف سے اللہ تعالیٰ کی پاکی کا اظہار ہمہ وقت ہے (ماضی و مضارع کے صیغوں میں ماضی، حال، مستقبل تمام زمانوں کا ذکر آگیا ہے۔) حالات اور اوقات کی تبدیلی سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔

سورۃ بنی اسرائیل میں بصورت مصدر ذکر کرنا اس ہمہ وقت تسبیح پر واضح طور پر دلالت کرتا ہے (کیونکہ مصدر کی کسی زمانے کے ساتھ خصوصیت نہیں ہوتی۔ مصدر سے حدث استمراری معلوم ہوتا ہے)

فعل یسبح خود ہی متعدی ہے کیونکہ تسبیح کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو برائی سے دور کرنا اور پاک کرنا ہے۔ سَبَّحَ کا معنی ہے دور ہو گیا۔ چلا گیا۔

کبھی اس کے مفعول پر لام بھی آجاتا ہے جیسے نَصَحْتُہٗ اور نَصَحْتُ لَہٗ دونوں طرح سے مستعمل ہے۔ مفعول پر اس جگہ لام لانے سے اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ مخلوق کی تسبیح خالص اللہ کے لئے ہے۔ (لِلّٰہِ)

مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یعنی ساری مخلوق عقل والی ہو یا محروم از عقل (گویا اس جگہ مَا کا لفظ ذوی العقول کو بھی شامل ہے)

بعض نے کہا ہے کہ مَا سے مراد ہر وہ چیز ہے جس سے تسبیح کا صدور ہو سکتا ہو۔

اور بعض اہل علم کے نزدیک جمادات وغیرہ (جو تسبیح کلامی و قولی سے فطرتاً محروم ہیں) کی تسبیح حالی مراد ہے یعنی یہ ساری چیزیں دلالت کر رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر برائی (اور نقص و عجز) سے پاک ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ (جماد ہو یا نامی با شعور ہو یا بے شعور ہو ذی عقل ہو یا محروم از عقل) تمام موجودات میں اس کی نوع کے مناسب زندگی اور علم موجود ہے جیسا کہ ہم نے سورۃ بقرہ کی آیت وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲:۷۴) کی تفسیر میں وضاحت کر دی ہے پس ہر چیز کی تسبیح مقامی ہے گو ہم اس کلام کو نہ سمجھیں،

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (۱۷:۴۴)

== وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: جملہ حالیہ ہے اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

۵۷:۲ == لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لام تخصیص کے لئے ہے اسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت۔

== يُحْيٖ مضارع واحد مذکر غائب اِحْيَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہی زندگی دیتا ہے۔ یا جان ڈالتا ہے۔

== يُمِيْتُ واحد مذکر غائب: اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر وہی موت دیتا ہے یا وہی زندگی سلب کر لیتا ہے۔

يُحْيٖ وَيُمِيْتُ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے ای هُوَ يحيي ويميت

== وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ واؤ عاطفہ ہے هُوَ مبتدا۔ قَدِيْرٌ خبر۔ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ متعلق خبر۔

۵۷:۳ == اَلْاَوَّلُ۔ ہر چیز سے پہلا۔ کوئی اس سے پہلے نہیں، ہر موجود چیز کو نیستی سے ہستی میں لانے والا وہی ہے۔

== اَلْاٰخِرُ ہر چیز کے فنا ہو جانے کے بعد باقی رہنے والا۔ ہر چیز اپنی ذات کے اعتبار سے فنا پذیر ہے اللہ تعالیٰ کا وجود اصل ہے جو قابل زوال نہیں۔

== الظَّاهِرُ۔ ہر چیز سے بڑھ کر اس کا ظہور ہے۔ یہ ظُهُوْرٌ سے جس کے معنی ظاہر ہونے بلند جگہ پر ہونے اور قابو پانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

اسماء الٰہی میں الظاھر سے مراد وہ ذات عالی ہے جو ہر شے سے اوپر ہو اور ہر چیز پر غالب ہو۔

== اَلْبَاطِنُ سب سے چھپا ہوا۔ بَطْنٌ و بُطُوْنٌ سے واحد مذکر اسم فاعل کا صیغہ ہے جو غیر محسوس ہو اور آثار و افعال کے ذریعہ سے اس کا ادراک کیا جائے۔ اس کی حقیقت

ذات سب سے مخفی ہے:

== وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ۔ اور وہی ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے

الازہریؒ نے کہا ہے کہ:۔

اَلظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بمعنی العالم لما ظهر وبطن۔ جو ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے اس جاننے والا۔

بغویؒ نے لکھا ہے کہ:۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو فرمایا کہ:۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آخر کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے ایسے ہی اوّل کا علم بھی اسی کو ہے (یعنی مبدأ اور منتہا۔ دونوں کا علم اس کو ایک جیسا ہے) اور جیسے باطن کا علم ہے ویسا ہی ظاہر کا علم ہے (یعنی وہی عالم الغیب والشہادۃ ہے) ظاہر اور پوشیدہ سب اس کے علم میں برابر ہے (تفسیر مظہری)

۵۷:۴ == هُوَ الَّذِي: وہی تو ہے جس نے ......

== ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے ۔ پھر۔

== اِسْتَوٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِوَاءٌ (افتعال) مصدر سوی حروف مادہ۔ استویٰ علیٰ سواری پر جم کر بیٹھنا۔ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر وہ تختِ حکومت پر متمکن ہوا۔

اس استوار علی العرش کی کیفیت کیا ہے؟ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

یہ آیت متشابہات میں سے ہے سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ اس کی مراد کی تشریح نہ کی جائے کہ استویٰ علی العرش کا کیا مطلب ہے؟ کیا مُراد ہے؟ اس کو اللہ ہی کے سپرد کر دیا جائے۔

یعنی یہ ان متشابہات میں سے ہے کہ جن کی تشریح نہ شارع نے کی ہے نہ اپنی مراد بیان کی ہے؟ اور نہ قیاس کو اس میں دخل ہے (تفسیر مظہری)

اِسْتَوٰى کے متعلق لغات القرآن میں ذرا تفصیلی بحث ہے جو قاری کے فائدے کے لئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

استویٰ۔ اس نے قصد کیا۔ اس نے قرار پکڑا۔ وہ قائم ہوا۔ وہ سنبھل گیا۔ وہ چڑھا۔ وہ سیدھا بیٹھا۔ اِسْتِوَاءٌ سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب،

اِسْتِوَاءٌ کے جب دو فاعل ہوتے ہیں تو اس کے معنی دونوں کے مساوی اور برابر ہونے کے آتے ہیں۔ جیسے لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ (۵: ۱۰۰) برابر نہیں ناپاک اور پاک، اور اگر فاعل دو نہ ہوں تو سنبھلنے، درست ہونے، اور سیدھے رہنے کے معنی آتے ہیں جیسے فَاسْتَوٰى

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى (٥٣: ٦) پھر وہ سیدھا بیٹھا اور وہ آسمان کے کنارے پر تھا۔
اور وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰى (٢٨: ١٤) جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا۔ اس صورت میں استواء کے معنی میں کسی شے کا اعتدال ذاتی مراد ہے۔

اور جب اس کا تعدیہ عَلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی چڑھنے، قرار پکڑنے اور قائم ہونے کے آتے ہیں جیسے وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ (١١: ٤٤) اور وہ کشتی جودی پر جا ٹھہری اور جیسے لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ (٤٣: ١٣) اور تاکہ تم اس کی پیٹھ پر جا بیٹھو۔

اور جب اس کا تعدیہ اِلٰی کے ساتھ ہو تو اس کے معنی قصد کرنے اور پہنچنے کے ہوتے ہیں جیسے ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ (٢: ٢٩) پھر قصد کیا آسمان کی طرف،

اللہ تبارک و تعالیٰ کے استوار علی العرش کے سلسلہ میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن و حدیث میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں بھی بیان کئے گئے ہیں اور مخلوق کے اوصاف میں بھی ان کا ذکر ہوا ہے۔ جیسے حی۔ سمیع۔ بصیر، کہ یہ الفاظ اللہ عزوجل کے لئے بھی استعمال کئے گئے ہیں اور بندے کے لئے بھی۔ لیکن دونوں جگہ اس کے استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے۔

کسی مخلوق کو سمیع و بصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں۔ اب یہاں دو چیزیں ہوئیں ایک تو وہ آلہ جو سننے اور دیکھنے کا مبدأ اور ذریعہ ہے یعنی کان اور آنکھ۔ دوسرا اس کا نتیجہ اور غرض و غایت۔ یعنی وہ خاص علم جو آنکھ سے دیکھنے اور کان سے سننے سے حاصل ہوتا ہے پس جب مخلوق کو سمیع و بصیر کہا جائے گا تو اس کے حق میں یہ مبدأ اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوں گی۔ جن کی کیفیات ہم کو معلوم ہیں لیکن یہی الفاظ جب اللہ عزوجل کے متعلق استعمال کئے جائیں گے تو یقیناً ان سے وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں لئے جا سکتے جو مخلوق کے خواص میں داخل ہیں۔ اور جن سے جناب باری عزاسمہٗ قطعاً منزہ ہیں۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ سمع و بصر کا مبدأ و معاد اس ذات اقدس میں بدرجہ اتم موجود ہے۔ اور اس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رویت و سمع سے حاصل ہوتا ہے اس کو بدرجہ کمال حاصل ہے۔

رہا یہ کہ وہ مبدأ کیسا ہے اور دیکھنے اور سننے کی کیا کیفیت ہے تو ظاہر ہے کہ اس سوال کے جواب میں بجز اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا دیکھنا اور سننا مخلوق کی طرح نہیں ہے غرض اسی طرح اس کی تمام صفات کو سمجھنا چاہئے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدأ اور غایت

کے ثابت ہے مگر اس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ کسی آسمانی شریعت نے کبھی انسان کو اس پر مجبور کیا ہے کہ وہ خواہ مخواہ ان حقائق میں غور و خوض کر کے جو اس کی عقل و ادراک کی دسترس سے باہر ہیں بے کار اپنے عقل و دماغ کو پریشان کرے۔

اسی اصول پر استواء علی العرش کو بھی سمجھ لیجئے۔ کہ عرش کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں اور استوار کا ترجمہ اکثر محققین نے تمکن و استقرار یعنی قرار پکڑنے اور قائم ہونے سے کیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تختِ حکومت پر اس طرح قابض ہو کہ اس کا کوئی حصہ اور کوئی گوشہ حیطۂ اقتدار باہر نہ ہو۔ اور نہ قبضہ و تسلط میں کسی قسم کی کوئی مزاحمت اور گڑبڑ ہو۔ غرض سب کام اور انتظام درست ہو۔

اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدأ اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض و غایت۔ یعنی ملک پر پورا تسلط اور اقتدار اور نفوذ و تصرف کی قدرت حاصل ہونا۔

سو حق تعالیٰ کے استوار علی العرش میں یہ حقیقت اور غرض و غایت بدرجہ کمال موجود ہے کہ تمام مخلوقات اور ساری کائنات پر پورا پورا تسلط و اقتدار اور مالکانہ و شہنشاہانہ تصرف اور نفوذ بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے

آیت شریفہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ۔ پھر قرار پکڑا عرش پر اڑھاتا ہے رات پر دن کو کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا۔ اور آفتاب ماہتاب اور ستارے (سب) اس کے حکم کے تابع ہیں۔ اور آیت شریفہ: ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ (۱۰: ۳) پھر قائم ہوا عرش پر تدبیر کرتا ہے کام کی، کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد۔ سے بخوبی اس مضمون پر روشنی پڑتی ہے

رہا استوار علی العرش کا مبدأ اس کی ظاہری کیفیت و صورت، پس دیگر صفات سمع و بصر کی طرح یقیناً اس کی کوئی ایسی صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ اس میں مخلوق کی صفت اور حدوث کا ذرا سا بھی شائبہ ہو۔ پھر وہ کیونکر اور کس طرح اس کی کیفیت کے لئے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (۴۲: ۱۱) نہیں ہے اس طرح کا سا کوئی۔ اور ہمارا کیا مایۂ علمی کہ اس کی کیفیت بیان کر سکیں۔

يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا۔ وہ تو جو کچھ لوگوں

کے آگے پیچھے ہے سب جانتا ہے مگر لوگ اپنے علم سے اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں (ترجمہ) استوار معلوم ہے اور اس کی کیفیت عقل میں نہیں آسکتی۔ اس کا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے۔

قاضی ابو العلاء صاعد بن محمد نے کتاب الاعتقاد میں امام ابو یوسف کی روایت سے امام ابو حنیفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ:۔

(ترجمہ) کسی کو یہ نہیں چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کی ذات کے متعلق ذرا بھی زبان کھولے بلکہ اس طرح بیان کرے جس طرح کہ خود اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے لئے بیان فرمایا ہے اپنی رائے سے کچھ نہ کہے۔ (بڑی برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو رب ہے سارے جہان کا،،

سچ ہے۔ اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر
ما ہمچناں در اول وصفِ تو ماندہ ایم

= یَلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب وُلُوْجٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ داخل ہوتی ہے اسی سے وَلِیْجَۃٌ بمعنی گہرا دوست یا اندرونی دوست ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَمْ یَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَلَا رَسُوْلِہٖ وَلَا الْمُؤْمِنِیْنَ وَلِیْجَۃً (۹ : ۱۶)
اور خدا اور اس کے رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔

مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ (جو زمین میں داخل ہوتا ہے) سے مراد پانی۔ نباتات کے تخم خزانے، مردوں کی لاشیں وغیرہ۔

مَا یَخْرُجُ مِنْھَا۔ (اور جو اس سے باہر نکلتا ہے۔ مثلاً کھیتی، گھاس، پودے۔ بخارات کانیں۔ اور قیامت کے دن مُردے بھی اسی سے زندہ ہو کر برآمد ہوں گے۔

وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ (جو چیز آسمان سے اترتی ہے) جیسے بارش، فرشتے، برکات، اللہ کے احکام وغیرہ۔

وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا۔ (اور جو آسمان میں چڑھتی ہے) جیسے، بخارات، ملائکہ۔ بندوں کے اعمال، لوگوں کی روحیں وغیرہ۔

یَعْرُجُ مضارع واحد مذکر غائب عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ اُوپر

چڑھتا ہے۔

= وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو" اللہ تعالیٰ کی معیت بے کیف ہے نہ جسمانی ہے نہ زمانی ہے نہ مکانی، ناقابل بیان ہے

۵۷: ۵ = وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۔ اور اللہ کی طرف ہی سب امور لوٹائے جائیں گے۔

صاحب تفسیر حقانی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

عالم سفلی سے لے کر عالم علوی تک اور جسمانی سے لے کر روحانی تک جن کے کاروبار اسباب پر مبنی ہیں سب اسباب اسی مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرتے ہیں یعنی قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اور تمام کائنات کا وہی مرکز اصلی ہے۔ سب کا میلان اسی طرف ہے۔

ہمہ رو سوئے تو بود وہمہ سو روئے تو بود۔

ہ مگر بہیمیت کے ظلمات اور رسم ورواج کی تقلید کے پتھر اس کے راستے میں حائل ہو کر اس کو اس طرف جانے سے روک دیتے ہیں انہیں کے دور کرنے کو انبیاء علیہم السلام اور کتابیں بھیجی جاتی ہیں"

تُرْجَعُ مضارع مجہول واحد مؤنث غائب رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر، بمعنی لوٹانا۔ اور رج ع، مادہ سے رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لوٹنا۔ (فعل لازم آتا ہے) یہاں تُرْجَعُ۔ رَجْعٌ سے آیا ہے۔

جملہ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ آیت ۲ کے شروع میں بھی آیا ہے اور یہاں اس کا تکرار ہے وہاں آغاز آفرینش کا ذکر کرکے یہ آیت ذکر کی تھی اور دوبارہ اب یہاں انجام امور کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے گویا آیت آغاز وانجام دونوں کی تمہید ہے۔ (تفسیر مظہری)

۵۷: ۶ = يُوْلِجُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِيْلَاجٌ (افعال) مصدر۔ وہ داخل کرتا ہے يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ۔ (وہی داخل کردیتا ہے رات کو دن میں) یعنی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھاتا ہے اور دن کو گھٹا کر رات کو لمبا کرتا ہے۔

یا اس سے مراد یہ ہے کہ رات ہوتی ہے چاروں طرف اندھیرا غالب ہوتا ہے کہ آہستہ آہستہ رات کی تاریکی کم ہوتی جاتی ہے اور دن کی آمد آمد ہوجاتی ہے حتیٰ کہ رات بالکل ختم ہوجاتی ہے۔ اور دن کی بادشاہت ہوجاتی ہے۔ پھر دن کی روشنی آہستہ آہستہ ماند پڑتی جاتی ہے اور رات کا تسلط ہوتا جاتا ہے تاآنکہ دن مکمل طور پر ختم ہوجاتا ہے اور رات کا غلبہ ہوجاتا ہے

= ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ جو سینوں میں ہے۔ یعنی دلوں کا بھید، سینوں کے

پوشیدہ راز۔

ذَاتُ ۔ ذُوْ کا مؤنث ہے اس کی جمع ذَوَاتٍ ہے اور یہ ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔

صُدُوْرِ جمع ہے صَدْرٌ کی ، سینہ، وہ خوب جانتا ہے جو سینوں میں (پوشیدہ) ہے

۵۷: ۷ = اٰمِنُوْا ۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِیْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے ۔ تم ایمان لاؤ۔

اٰمِنُوْا اَمْنٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی بے خوف ہوجانا۔ نڈر ہوجانا ہے ۔ مثلاً اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللهِ (۷: ۹۹) کیا یہ لوگ خدا کے داؤں کا ڈر نہیں رکھتے۔

= وَاَنْفِقُوْا واؤ عاطفہ اس کا عطف اٰمِنُوْا پر ہے۔ اور تم خرچ کرو۔

اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر سے ۔ تم خرچ کرو،

= مِمَّا : مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے ۔ اس میں سے جو ....

= جَعَلَكُمْ ۔ جَعَلَ ماضی واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اس نے (اللہ نے) تم کو بنایا ، اس نے تم کو کیا۔

= مُسْتَخْلَفِيْنَ ، اسم مفعول جمع مذکر اِسْتِخْلَافٌ (استفعال) مصدر سے ۔جانشین بنائے ہوئے۔ خلف مادہ ۔

مطلب یہ ہے کہ اس مال کا کچھ حصہ جس میں تصرف کرنے کے لئے اللہ نے تم کو اپنا قائم مقام بنایا ہے اس کی راہ میں خرچ کرو، تمام مال پیدا کیا ہوا تو اللہ ہی کا ہے ۔ وہی مالک بھی ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ پچھلے گذشتہ لوگوں کا قائم مقام اللہ نے تم کو بنایا ہے ۔ پہلے وہ مالک اور متصرف تھے ۔ اب ان کی جگہ تم ہو اور آئندہ تمہاری جگہ اس مال کی ملکیت اور تصرف کا اختیار دوسروں کو ہوگا۔

جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ کہہ کر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر آمادہ کرنا اور برانگیختہ کرنا مقصود ہے ۔

۵۷: ۸ = مَا لَكُمْ ۔ تم کو کیا عذر ہے ۔ تم کیسے ہو، تم کو کیا ہوگیا ہے ۔ تمہارے لئے کیا سبب ہے ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللهِ (۵۷: ۱۰) اور

تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ہو۔

اور دوسری جگہ ہے:۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ ۔ (۲۵:۷) اور کہتے ہیں یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔ اور تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔

= وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ، جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ رسول تم کو تمہارے رب پر ایمان لانے کے لئے (برابر) بلا رہا ہے۔

لِتُؤْمِنُوْا میں لام تعلیل کا ہے یہ اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا (مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِیْمَانٌ مصدر سے) نون اعرابی عامل کی وجہ سے گر گیا۔

= وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ واؤ عاطفہ ہے اور جملہ حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ تم سے عہد بھی لے چکا ہے ای وقبل ذلك قد اخذ الله ميثاقكم حين اخرجكم من ظهر اٰدم عليه السلام بان الله ربكم لا اله لكم سواه۔

اور اس سے قبل اللہ تعالیٰ نے تم سے عہد لے رکھا تھا جب اس نے تم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے برآمد کیا۔ (اور کہا کہ) اللہ تعالیٰ ہی تمہارا رب ہے اور اس کے سوا تمہارا کوئی رب نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (۷:۱۷۲) (یعنی ان سے پوچھا کہ) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں ہم گواہ ہیں (کہ) تو ہمارا پروردگار ہے۔

مِيْثَاقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ دونوں مل کر اَخَذَ کا مفعول۔ تمہارا میثاق، پختہ عہد۔ قول و قرار جس پر قسم کھائی گئی ہو۔

وَثِقَ يَثِقُ وُثُوْقٌ (باب ضرب) مصدر اعتماد کرنا۔ مطمئن ہونا۔ اَلْوَثَاقُ وَالْوِثَاقُ اس زنجیر یا رسی کو کہتے ہیں جس سے کسی چیز کو کس کر باندھ دیا جائے۔

اور اَوْثَقَهٗ (باب افعال) زنجیر میں جکڑنا۔ رسی سے کس کر باندھنا۔

مِيْثَاقٌ وہ عہد جو قسموں یا شرطوں سے جکڑ کر کیا گیا ہو۔ بمعنی پختہ و مضبوط عہد۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ (۸۹:۲۶) اور نہ کوئی ایسا جکڑنا جکڑے گا۔

== اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ٥ جملہ شرط ہے اور جواب شرط محذوف ،
ا۔ اگر تم ایمان لانا چاہتے ہو تو تردّد میں مت پڑو اور بغیر کسی تردّد کے ایمان لے آؤ (ایسر التفاسیر)
۲۔ تم جو اپنے خیال میں اللہ پر ایمان لانے کے مدعی ہو۔ اگر تم واقعی مؤمن ہو تو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ۔ تفسیر مظہری)

۵۷ : ۹ == يُنَزِّلُ مضارع واحد مذکر غائب تَنْزِيْلٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ نازل کرتا ہے
== عَلٰى عَبْدِهٖٓ اپنے بندہ پر۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
== اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ : موصوف و صفت مل کر يُنَزِّلُ کا مفعول کھلی اور واضح آیات ، یعنی قرآن
== لِيُخْرِجَكُمْ : لام تعلیل کا ہے تاکہ ؛ يُخْرِجَ مضارع (منصوب بوجہ عمل لام) واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، يُخْرِجَ میں ضمیر فاعل کا مرجع اللہ یا اس کا بندہ ۔ دونوں ہو سکتے ہیں۔
== الظُّلُمٰتِ ۔ یعنی کفر و جہالت ، ظلمات بمعنی اندھیرے ۔
== اَلنُّوْرِ۔ یعنی ایمان یا علم۔
== لَرَءُوْفٌ ۔ لام تحقیق ، بے شک ۔ رَءُوْفٌ مہربان ، شفقت کرنے والا۔ رَاْفَةٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ بمعنی بہت رحم کرنا۔ بہت مہربان ہونا۔ بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

۵۷ : ۱۰ == وَ مَا لَكُمْ اور تم کو کیا ہوا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۷ : ۸ متذکرہ بالا۔
== اَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لا نفی سے ۔ کہ (تم) نہیں (خرچ کرتے ہو) لا زائدہ بھی ہو سکتا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
اور تمہیں کیا عذر ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے۔
== وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ جملہ حالیہ ہے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت خدا ہی کی ہے ۔ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مضاف مضاف الیہ آسمانوں کی اور زمین کی وراثت یعنی ملکیت)
میراث کا لفظ قرآن میں دو دفعہ استعمال ہوا ہے اور دونوں جگہ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کی نسبت سے آیا ہے ۔
دوسری جگہ فرمایا۔ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۳ : ۱۸۰) وِرَاثَةٌ اِرْثٌ اور تُرَاثٌ مصدر ہیں باب حَسِبَ سے ۔ وِرَاثَةٌ اور اِرْثٌ کا اصل معنی ہے

بغیر بیع وشرار اور بلا ہبہ وغیرہ کسی کی طرف کسی مالی ملکیت کا دوسرے کی جانب منتقل ہونا۔

اسی مناسبت سے میت کے متروکہ مال کو جو میت کے بعد اس کے اقربار کے پاس منتقل ہوکر آتا ہے میراث کہا جاتا ہے۔

لیکن اس معنی کے علاوہ دو معنی اور بھی ہیں، جن کے لئے وراثت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

۱۔ بلا عوض اور بغیر مشقت کسی چیز کا مالک ہو جانا جس طرح مومنین صالحین جنت کے وارث ہوں گے اس صورت میں ایک کی ملکیت دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ ابتداءً بلا انتقال ملکیت حاصل ہوتی ہے

۲۔ علم یا کتاب کا وارث ہونا۔ اس صورت میں مال کی ملکیت نہیں ہوتی نہ منقولہ نہ ابتدائی، بلکہ ایک کا علم اس کے بعد دوسرے کو ملتا ہے یعنی جو علم یا دستور اسلاف کا تھا اخلاف اس کے حامل ہو جاتے ہیں جیسے العُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ علمار انبیار کے علم کے حامل ہوتے ہیں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ:۔

اَنْتَ اَخِیْ وَوَارِثِیْ۔ تم میرے بھائی اور میرے علم کے حامل ہو۔

اور قرآن مجید میں آیا ہے۔

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا (۳۵: ۳۲) پھر ہم نے ان لوگوں کو کتاب کا وارث ٹھہرایا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے برگزیدہ کر لیا

اللہ کے وارث ہونے کا معنی ہے مالکِ حقیقی ہونا۔ اللہ سارے عالم کا وارث ہے۔ یعنی مالک حقیقی ہے۔ اور قیامت کے دن اللہ کے وارث ہونے کا مطلب ہے کہ :۔ ہر چیز کا ظاہری باطنی، صوری، حقیقی اختیار اللہ کو ہونا اور کسی دوسرے کا کسی طرح مالک نہ ہونا۔ کیونکہ ہر چیز کی ظاہری ملکیت بھی اللہ ہی کی طرف لوٹے گی؛

وَرِثَ عَنْهُ اور وَرِثَهُ دونوں طرح مستعمل ہے۔ اِيْرَاثٌ (افعال) تَوْرِيْثٌ (تفعیل) وارث بنانا۔ کسی کو ورثہ میں شریک بنانا تَوَارُثٌ (تَفَاعُلٌ) باہم وراثت کی طلب

= لَا يَسْتَوِيْ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب: استواءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ برابر نہیں ہے۔ وہ برابر نہیں ہو سکتا۔

= مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ۔ اس جملہ کے بعد ایک اور جملہ محذوف ہے عبارت کچھ یوں بنے گی۔ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ

(وَ مَنْ اَنْفَقَ بَعْدَ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ)

تم میں سے وہ شخص جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی اور وہ شخص جس نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جنگ کی، برابر نہیں ہے۔ برابر نہیں ہو سکتا۔

اَنْفَقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی خرچ کرنا۔

اَلْفَتْحُ سے مراد فتح مکہ ہے۔ بعض کے نزدیک صلح حدیبیہ مراد ہے۔

= اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وُہ۔ مراد ہیں وہ اصحاب جنہوں نے فتح مکہ سے قبل راہِ حق میں خرچ کیا اور جنگ کی۔

= اَعْظَمُ افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ عَظَامَۃٌ (باب کرم) مصدر سے بمعنی بہت بڑا۔ دَرَجَۃً تمیز۔ یعنی از روئے درجہ کے۔ بلحاظ درجہ کے۔

= كُلًّا۔ سب، سارے۔ كُلُّهُمْ ہر ایک، كُلٌّ لفظاً واحد ہے اور معنًی جمع اس لئے اس کا استعمال دونوں طرح ہے مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے مستعمل ہے كُلٌّ کا مضاف ہونا ضروری ہے۔ اگر مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو محذوف مانا جائے گا۔ جیسے وَكُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِيْنَ (۲۱:۷۲) اور سب کو نیک بخت کیا۔

اور وَكُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ (۲۱:۸۵) یہ سب صبر کرنے والے تھے۔ یہاں آیت ہٰذا میں كُلًّا۔ ای وَعَدَ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْهُمْ۔

كُلًّا منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اور مضاف ہے ھُمْ مضاف الیہ محذوف۔

اَلْحُسْنٰى افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث صفت ہے۔ اس کا موصوف محذوف ہے ای المثوبۃ الحسنٰی۔

عبارت کچھ یوں ہو گی:

وَكُلًّا مِّنْهُمْ وَعَدَ اللّٰهُ الْمَثُوْبَةَ الْحُسْنٰى، (ویسے تو) ان سب کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھے اور عمدہ ثواب یا اجر کا وعدہ کر رکھا ہے۔

۵۷:۱۱ = مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ، مَنْ استفہامیہ ذَا اسم اشارہ واحد مذکر اَلَّذِيْ اسم موصولہ۔ يُقْرِضُ اللّٰهَ اس کا صلہ۔ کون ہے وہ شخص جو دے اللہ کو قرض،

= قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق موصوف، حَسَنًا صفت، قرض حسنہ۔

بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ قرض حسنہ کی مندرجہ ذیل صفات ہونی چاہئیں۔

۱۔ حلال مال ہو۔

۲۔ اعلیٰ درجہ کی چیز ہو۔
۳۔ خود کو بھی اس کی اشد ضرورت ہو
۴۔ پوشیدہ طور پر دے۔
۵۔ احسان نہ جتائے۔
۶۔ اذیت نہ پہنچائے۔
۷۔ مقصد رضائے الٰہی ہو۔
۸۔ جتنا بھی خرچ کرے اسے تھوڑا خیال کرے

= فَيُضٰعِفَهٗ۔ ف جواب استفہام کے لئے۔ جملہ جواب استفہام ہے اور مضارع منصوب اسی وجہ سے ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع قَرْضًا حَسَنًا ہے۔ يُضٰعِفَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مفاعلۃ) مصدر وہ بڑھا کر دیتا ہے۔ یا بڑھا کر دے۔

ترجمہ:۔ تاکہ اس کو بڑھاوے۔ بڑھا کر دے

= وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ، واؤ عاطفہ، لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرض دہندہ کے لئے ہے۔ اَجْرٌ كَرِيْمٌ موصوف وصفت۔ كَرِيْمٌ كَرَمٌ سے (باب کرم) سے مصدر۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے باعزت اجر۔

مطلب یہ کہ چند در چند بڑھا کر دینے کے علاوہ مزید باعزت شاندار اجر ملیگا۔

۵۷: ۱۲ = يَوْمَ: فعل محذوف کا مفعول ہے ای اُذْكُرْ يَوْمَ۔ یاد کر اس دن کو جب۔۔۔

= يَسْعٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ سَعْيٌ (باب فتح) مصدر۔ دوڑتا ہوا۔ یا تیزی سے چل رہا ہوگا۔

= بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ، بَيْنَ مضاف ہے اور اس کی اضافت اَيْدِيْ کی طرف ہے۔ اَيْدِيْ مضاف الیہ مضاف ہے هِمْ مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ، بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ ان کے سامنے ان کے قریب۔

= اَيْمَانِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اَيْمَانٌ جمع ہے يَمِيْنٌ کی، دایاں ہاتھ اَيْمَانٌ مجازًا بمعنی قسمیں بھی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ۔(۶: ۱۰۹) اور یہ لوگ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں۔ کسی معاہدہ میں معاہدہ کو پکا کرنے کے لئے فریقین قسم کھا کر ایک دوسرے کے ہاتھ پر

ہاتھ مارتے ہیں اسی فعل سے یمین بمعنی حلف مستعار لیا گیا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

یاد کرو وہ دن جب تو مومن مردوں اور عورتوں کو دیکھے گا کہ ان (کے ایمان) کا نور ان کے آگے آگے اور دائیں طرف چل رہا ہوگا۔

= بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ ..... اس سے پہلے وتقول لهم الملئكة (فرشتے ان سے کہیں گے) عبارت مقدرہ ہے، خوشخبری ہے تم کو آج کے دن،

جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ..... ای لکم جنّٰتٌ .... الخ تمہارے لئے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔

= خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ جنّٰتٌ سے حال ہے، دراں حالیکہ تم ان میں ہمیشہ رہو گے۔

= اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ: موصوف وصفت۔ بڑی کامیابی۔

۵۷: ۱۳ = يَوْمَ۔ ای اذکر یوم۔ وہ دن یاد کر۔

= اُنْظُرُوْنَا۔ امر جمع مذکر حاضر، نَظْرٌ (باب نصر) مصدر۔ ضمیر مفعول جمع متکلم۔ تم ہمارا انتظار کرو۔ ہمارے لئے ذرا ٹھہرو۔ ذرا ہمارے لئے توقف کریں۔

النَّظْرُ کے معنی کسی چیز کو دیکھنے یا اس کا ادراک کرنے کے لئے آنکھ یا فکر کو جولانی دینے کے ہیں۔ پھر کبھی اس سے محض غور و فکر کرنے کا معنی مراد لیا جاتا ہے اور کبھی اس معرفت کو کہتے ہیں جو غور و فکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

غور و فکر کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے:۔

قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (۱۰: ۱۰۱) (ان کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔

اس آیت کے معنی میں خواص کے نزدیک وہ بصیرت ہوگی جو غور و فکر کے بعد حاصل ہوتی ہے۔

کسی کی طرف نظر کرنے سے اس پر احسان و لطف کرنا بھی مراد ہوتا ہے جیسے کہ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (۳: ۷۷) ان سے خدا نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن۔ ان کی طرف نظر کرم سے دیکھیگا

آیت زیر نظر میں بھی نظر کے یہ معنی لئے گئے ہیں اُنْظُرُوْنَا: ہماری طرف نظر شفقت کیجئے۔

= نَقْتَبِسْ مضارع مجزوم جمع متکلم۔ مجزوم بوجہ جواب امر۔ اِقْتِبَاسٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر سے۔ ہم روشنی حاصل کریں۔

اَلْقَبَسُ آگ کا شعلہ یا اس کی چنگاری جو شعلہ سے لی جائے۔ قرآن مجید میں ہے:

اَوْ اٰتِیْکُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ۔ (۲۷ : ۷) یا سلگتا ہوا انگارہ تمہارے پاس لاتا ہوں۔ اِقْتِبَاسٌ بڑی آگ سے کچھ آگ لینے کے ہیں۔ مجازاً علم و ہدایت کی طلب پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

اِقْتِبَاسٌ۔ کسی کے کلام سے چُن چھانٹ کر کچھ حصہ اخذ کرنا۔

اُنْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِکُمْ: ہماری طرف نظرِ شفقت کیجئے کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں۔

= قِیْلَ۔ کہا جائے گا۔ یعنی وہ مومن جن سے منافقین نور حاصل کرنے کی التجا کریں گے ان سے کہیں گے یا فرشتے ان منافقین سے کہیں گے۔

= اِرْجِعُوْا وَرَآءَکُمْ: اِرْجِعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم واپس جاؤ وَرَآءَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وَرَآءَ اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ آگے، پیچھے۔ چاروں طرف سب کے لئے استعمال ہوتا ہے، جملہ ہذا کا مطلب ہے تم اپنے پیچھے کی طرف لوٹ جاؤ۔

پیچھے سے مراد ہے:۔

۱۔ من حیث جئتم من الظلمۃ جس تاریکی سے تم آئے ہو۔

۲۔ المکان الذی قسم فیہ النور۔ وہ جگہ جہاں نور تقسیم ہوتا ہے

۳۔ الدُّنْیَا دنیا کہ وہاں جاکر نیک کام کر کے نور کے حصول کا استحقاق مہیا کرو۔

= فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا: فَ ترتیب کا ہے التمسوا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، التماسٌ (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔ تم طلب کرو،

اَللَّمْسُ (باب نصر) مَسٌّ کی طرح۔ اس کے معنی بھی اعضاء کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھوکر اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔ پھر مطلق کسی چیز کی طلب کرنے کے معنی میں آتا ہے اَلْمِسُہٗ فَلَا اَجِدُہٗ۔ میں اسے تلاش کرتا ہو مگر وہ ملتا نہیں۔

نُوْرًا مفعول ہے اِلْتَمِسُوْا کا۔ پس (وہاں) نور کو تلاش کرو۔

= فَضُرِبَ بَیْنَھُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ، فَ ترتیب کا ہے۔ ضُرِبَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب کھڑا کیا گیا۔ بنایا گیا۔ قائم کیا گیا۔ بِسُوْرٍ میں بَ زائدہ ہے۔ ضُرِبَ سُوْرٌ ایک دیوار کھڑی

کردی جائے گی۔

بَيْنَهُمْ ای بین الفریقین - دونوں فریقوں کے درمیان - یعنی مؤمنین اور منافقین کے درمیان ۔ لَہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سُوْرٌ کے لئے ہے یا باب کے لئے، جو اس کے اندر والی جانب ہوگی، اس میں (یعنی وہاں) رحمت ہوگی کیونکہ جنت اس سے متصل ہے ۔

= وَظَاهِرُهٗ اور اس کی باہر کی طرف ۔

مِنْ قِبَلِهٖ ۔ قِبَل طرف، سمت، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب سُوْرٌ یا بَابٌ کے لئے ہے اس کے اُس طرف عذاب ہوگا۔ کیونکہ اس سے دوزخ متصل ہے ۔

۵۷ : ۱۴ = يُنَادُوْنَهُمْ ۔ يُنَادُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُنَادَاةٌ (مفاعلة) مصدر۔ وہ پکاریں گے ۔ ندا کریں گے ۔ ضمیر فاعل منافقین کے لئے ہے ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: مؤمنین کے لئے ہے ۔ یعنی منافقین مؤمنین کو پکاریں گے (دیوار کے باہر کی طرف سے)

= اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے انکاریہ ہے ۔ لَمْ نَكُنْ مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع متکلم ۔ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے ۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں جب دیوار حائل ہوگئی اور منافق تاریکی میں رہ جائیں گے تو دیوار کے پیچھے سے منافقوں نے پکار کر کہا ۔ کیا تمہارے ساتھ دنیا میں ہم نمازیں نہیں پڑھتے تھے ۔ اور روزے نہیں رکھتے تھے ۔ مومن اس کے جواب میں کہیں گے ۔ کیوں نہیں ۔ تم ہمارے ساتھ تھے ۔ اور نمازیں پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے لیکن نفاق اور کفر کر کے اور خواہشات ومعاصی میں مبتلا رہ کر تم نے خود اپنے آپ کو ہلاک کیا۔ اور تم انتظار کرتے رہے کہ مومنوں پر تباہی کا چکر آجائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا جائیں ۔ اور اس طرح تم سکھ اور چین سے ہو جاؤ ۔

= فَتَنْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر، فتنة (باب ضرب) مصدر سے ۔ تم نے آزمائش میں ڈالا تم نے گمراہ کیا ۔ اَنْفُسَكُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ اپنے نفسوں کو ۔ اپنے آپ کو ۔

= تَرَبَّصْتُمْ : ماضی جمع مذکر حاضر، تَرَبُّصٌ (تفعل) مصدر سے ۔ تم نے انتظار کیا ۔ (مسلمانوں کے برے دنوں کا)

= اِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اِرْتِيَابٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر ۔ تم شک میں پڑے ۔ یعنی تم دین میں یا اس عذاب میں جس کی وعید تم کو سنائی گئی تھی شک کیا کرتے تھے ۔

= وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ ۔ واؤ عاطفہ غَرَّتْ فعل ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ كُمْ

ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اَلْاَمَانِیُّ فاعل۔ غَرَّتْ غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے دھوکہ دیا۔ اس نے فریب دیا۔

اَمَانِیُّ اُمْنِیَّۃٌ کی جمع ہے جھوٹی آرزوئیں۔ خیالات کے اندازے، امیدیں ٹھہرائی ہوئیں بے بنیاد تمنائیں۔ جیسے مسلمانوں پر مصائب وشدائد کا نزول۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس کے بعد دین اسلام کا خاتمہ۔ ایسی جھوٹی امیدیں تھیں جن پر یہ منافقین دنیا میں سہارا لگائے رہے۔

== حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ۔ اَمْرٌ سے مراد یہاں موت ہے۔

== اَلْغَرُوْرُ، غَرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے (بمعنی فریب دینا۔ فریب) مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت دھوکہ دینے والا۔ بہت فریب دینے والا۔ دھوکے کی ٹٹی، شیطان، دنیا یا مال وجاہ یا خواہش نفسانی اور ہر وہ چیز جو انسان کو فریب میں مبتلا کردے۔

مغرور۔ جھوٹی تمناؤں میں پڑا ہوا۔ اپنے متعلق دھوکہ کھایا ہوا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور تم کو دھوکہ دینے والے (شیطان) نے اللہ کے متعلق دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔

۵۷:۱۵ == فَالْيَوْمَ ف ترتیب کے لئے ہے۔ الیوم آج کے دن۔

== مِنْكُمْ میں كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر منافقین کے لئے ہے۔

== فِدْيَةٌ بدل۔ عوض۔

یعنی اے منافقو! آج کے دن نہ تم سے معاوضہ لیا جائے گا۔

== وَلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ اور نہ ان سے فدیہ لیا جائے گا جنہوں نے (علی الاعلان) کفر کیا۔ یعنی جو چھٹے ننگے کافر تھے یعنی جنہوں نے منافقوں کی طرح مسلمان ہونے کا زبانی دعویٰ بھی نہیں کیا تھا۔

== وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ: واؤ عاطفہ، مَاْوٰى ٹھکانہ۔ رہنے کی جگہ۔ اوٰی یاوی اوی (باب ضرب) مصدر سے۔ مَاْوٰى اسم ظرف مکان ہے۔ مَاْوٰىكُمْ مضاف مضاف الیہ تمہارا ٹھکانہ۔ یہاں كُمْ سے مراد منافقین اور صریحًا کافر ہیں کیونکہ دونوں کے لیے بخشش اور مغفرت نہیں ہے۔

النَّارُ۔ آگ یعنی دوزخ۔

== هِيَ مَوْلٰىكُمْ۔ ھی النار۔ مولی ساتھی، رفیق اس کی جمع مَوَالِيْ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ (اب) یہی آگ یا یہی دوزخ تمہاری رفیق ہوگی ۔ یہ طعن کے طور پر کہا گیا ہے جیسا کہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ (۱۸: ۲۹) اور اگر (یہ ظالم) فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے ہوئے پانی سے ان کی دادرسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح گرم ہوگا اور (جو) موہنوں کو بھون ڈالے گا۔

== وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ اور وہ واقعی برا ٹھکانہ ہے ۔ بِئْسَ برا ہے ۔فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی ۔

مَصِیْرٌ یہ صَارَ یَصِیْرُ (باب ضرب) کا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان بھی۔ لوٹنا۔ لوٹنے کی جگہ، قرارگاہ ۔ٹھکانا۔ اور وہ (النار) واقعی بُرا ٹھکانہ ہے ۔

۵۷: ۱۶ == اَلَمْ یَاْنِ ہمزہ استفہامیہ لَمْ یَاْنِ مضارع نفی جحد بلَمْ (مجزوم)، واحد مذکر غائب۔ اَنْیٌ اِنًی۔ اِنًی۔ (باب ضرب) مصادر۔ یَاْنِ اصل میں یَاْنِیْ تھا۔ حرف جازم لَمْ کے آنے سے یَاْنِ ہوگیا۔ کیا وقت نہیں آیا۔

اَنَی الرَّحِیْلُ کوچ کا وقت آگیا۔ اَنَی الْحَمِیْمُ۔ گرم پانی) اپنی آخری حدِ حرارت پر پہنچ گیا۔ یعنی کھولنے لگا۔ اسی لئے اٰنٍ کا معنی ہے کھولتا ہوا پانی۔ اَنَ الْاَمْرُ کام کا وقت آگیا

== اَنْ تَخْشَعَ۔ اَنْ مصدریہ ہے تَخْشَعَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی گڑگڑانا۔ عاجزی و فروتنی کرنا۔ عاجزی سے جھک جانا۔ کہ وہ عاجزی سے جھک جائیں ۔

= قُلُوْبُهُمْ، مضاف مضاف الیہ قُلُوْبٌ ۔ فعل تَخْشَعَ کا فاعل ہے ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب الذین اٰمنوا کی طرف راجع ہے، کہ عاجزی سے جھک جائیں ان کے دل ۔

== لِذِکْرِ اللّٰهِ۔ ذکر اللہ سے مراد ۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر واذکار یا قرآن مجید۔

== وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ واؤ عاطفہ مَا اسم موصول نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ صلہ۔ الحق کے معنی ہیں مطابقت و موافقت،

اس کا استعمال مختلف طرح پر ہوتا ہے اور منجملہ دیگر استعمال کے اُس ذات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے ۔جو اپنی حکمت کے اقتضاء کی بناء پر کسی شے کی ایجاد فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کو اسی لئے حق کہا جاتا ہے۔ ارشاد ہے :۔

وَرُدُّوْا اِلَی اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقِّ ۔ اور پھیرے جائیں گے اللہ کی طرف جو اُن کا

مالک حق ہے یہاں حق سے مراد اگر اللہ لیا جائے تو جملہ کا ترجمہ ہوگا!
اور وہ جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے یعنی قرآن۔
۲:۔ حق کا دوسرا استعمال:۔
وہ قول یا فعل جو اسی طرح پر واقع ہوا ہو جس طرح پر کہ اس کا ہونا ضروری ہے اور اسی مقدار اور اسی وقت میں ہو کہ جس مقدار اور جس وقت میں اس کا ہونا ضروری اور واجب ہے۔ چنانچہ قول حق اور فعل حق اسی اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ: لیکن یہ بات میری طرف سے ثابت ہوگئی کہ مجھ کو دوزخ بھرنی ہے۔ اس صورت میں یہاں الحق کے معنی ہوں گے:۔ سچ بات، سچ دین۔ اور ترجمہ آیت کا ہوگا:۔
اور جو اترا سچا دین۔ (شاہ عبدالقادر دہلوی)
ہر دو صورتوں میں مَا نَزَلَ مِنَ الحق سے مراد قرآن مجید لیا جا سکتا ہے۔ اس جملہ کی علت ذکر اللہ (بمعنی قرآن مجید) پر ہے اس کو عطف احد الوصفین علی الاخر کہا جاتا ہے (بیضاوی) ھذا عطف الشی علیٰ نفسہ مع اختلاف اللفظین (اضواء البیان)
= وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ۔ وَلَا يَكُوْنُوْا کا عطف تَخْشَعَ پر ہے۔ لَا يَكُوْنُوْا فعل نہی جمع مذکر غائب کا صیغہ بمعنی وہ نہ ہوجائیں۔
كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ کاف تشبیہ کا ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اس کا صلہ جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی یہودی اور عیسائی،
= مِنْ قَبْلُ۔ ای من قَبْلِهِمْ ان سے پہلے۔ قَبْلُ پہلے۔ آگے۔ بَعْدُ کی ضد ہے۔ اضافت اس کو لازمی ہے۔ جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا۔
وَلَا يَكُوْنُوْا.... اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی۔
= فَطَالَ۔ ف بمعنی پھر۔ طَالَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب طُوْلٌ (باب نصر) مصدر دراز ہوگیا۔ لمبا ہوگیا۔
= اَلْاَمَدُ۔ مدت۔ زمانہ۔ زمان اور امد کے لفظ میں صرف اتنا فرق ہے کہ اَمَدٌ کا استعمال باعتبار غایت یعنی کسی چیز کی مدت ختم ہونے کے لحاظ سے ہوتا ہے اور زمان کا لفظ مبدا اور غایت دونوں کے لحاظ سے عام ہے یعنی شروع زمانہ کے بتلانے کے لئے بھی اور انتہائی زمانہ بتانے کے لئے بھی، فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ پھر ان پر طویل زمانہ گذر گیا۔ یعنی ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان =:

== فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ: فَ تعلیل کا ہے۔ قَسَتْ ماضی واحد مؤنث غائب قَسْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ پس ان کے دل سخت ہوگئے۔ اَلْقَسْوَۃُ کے معنی سنگ دل ہونے کے ہیں یہ اصل میں حَجَرٌ قَاسٍ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

فَطَالَ الْاَمَدُ عَلَيْهِمْ فطال الزمانُ بينهم وبين انبياءهم وَبَدَّلُوا كتاب الله الذی بایدیهم واشتروا بهٖ ثَمَنًا قليلاً ونبذوهُ وراءظهورهم واقبلوا على الآراء المختلفة والاقوال المؤتفكة وقلدوا الرجال فی دين الله واتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابًا من دون الله فعند ذلك قست قلوبهم فلا يقبلون موعظة ولا تلين قلوبهم بوعد ولا وعيد،

ان کے اور ان کے پیغمبروں کے درمیان مدت مدید گذر گئی اور انہوں نے اللہ کی کتاب کو جو اُن کے پاس تھی بدل ڈالا۔ اور اسے حقیر قیمت پر بیچ ڈالا۔ اور اس کے پند و نصائح کو پسِ پشت ڈال دیا۔ مختلف آراء اور اقوال کو اپنا لیا۔ اللہ کے دین میں لوگوں کی پیروی شروع کر دی۔ اللہ کو چھوڑ کر اپنے علماء اور راہبوں کو اپنا رب بنا لیا۔ اس پر ان کے دل پتھر جیسے سخت ہوگئے۔ کہ نہ موعظت قبول کر سکیں، اور نہ وعدہ وعید سے نرم ہو سکیں۔

== وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ اور حال یہ ہے کہ اکثر ان میں سے فاسق ہیں فَسَقَ فُلَانٌ کے معنی کسی شخص کے دائرہ شریعت سے نکل جانے کے ہیں۔ عام طور پر فاسق کا لفظ اس شخص کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو احکام شریعت کا التزام اور اقرار کرنے کے بعد تمام یا بعض احکام کی خلاف ورزی کرے۔

۵۷ : ۱۷ == اِعْلَمُوْا۔ امر، جمع مذکر حاضر، عِلْمٌ (باب سمع) مصدر۔ تم جان لو۔

آیت کا ترجمہ ہے۔

جان لو کہ اللہ ہی زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔

یہ تمثیلاً ارشاد فرمایا کہ:۔

جس طرح اللہ کے حکم سے ایک بے آب و گیاہ اور بنجر زمین ابر رحمت سے گل و گلزار میں تبدیل ہو جاتی ہے اسی طرح اس کا ذکر اور اس کی کتاب پر عمل ابر کا سا کر کے سخت سے سخت تر قلوب کو خشوع و خضوع کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔

اور اس سے یہ بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مرنے کے بعد

زندہ کر دیتا ہے اسی طرح محشر میں مردہ مخلوقات کو دوبارہ زندہ کردے گا۔
= قَدْ بَيَّنَّا۔ قَدْ تحقیق کے معنی میں آیا ہے بَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَبْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ بیان کرنا۔ کھول کر بیان کرنا۔ تحقیق ہم نے بیان کر دیا ہے۔
= لَعَلَّكُمْ۔ لَعَلَّ حروف مشبہ بالفعل۔ كُمْ اس کا اسم۔ شاید تم۔ امید ہے کہ تم۔
= تَعْقِلُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ عَقْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم سمجھتے ہو
لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ: امید ہے کہ تم سمجھ جاؤ گے۔ شاید تم سمجھ لو۔ (یعنی ہم نے یہ آیات جو اس مذکورہ بالاجملہ میں کھول کر بیان کیں۔ تاکہ تم ان کو سمجھ سکو، ان پر عمل کرو۔ اور نتیجۃً سعادت دارین حاصل کر سکو)

۵۷: ۱۸ = اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الْمُصَّدِّقِيْنَ اسم اِنَّ۔ واؤ عاطفہ الْمُصَّدِّقٰتِ معطوف جس کا عطف الْمُصَّدِّقِيْنَ پر ہے يُضٰعَفُ خبر اِنَّ۔ اَلْمُصَّدِّقِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب الْمُصَّدِّقُ واحد تَصَدُّقٌ (تفعل) مصدر۔ اصل میں اَلْمُتَصَدِّقِيْنَ تھا۔ تاء کو صاد سے بدل کر ص کو ص میں ادغام کیا خیرات دینے والے۔
= اَلْمُصَّدِّقٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث منصوب (اسم اِنَّ) اَلْمُصَّدِّقَةُ واحد۔ تَصَدُّقٌ (تفعل) مصدر۔ یہ بھی اصل میں مُتَصَدِّقٰت تھا۔ تا کو ص میں بدل کر ص کو ص میں مدغم کیا۔ خیرات دینے والیاں۔
= يُضٰعَفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ مُضٰعَفَةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ دوگنا کیا جائے گا۔
= لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب۔ اَلْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ کی طرف راجع ہے
ترجمہ یوں ہوگا۔
بے شک خیرات کر دینے والے مرد اور خیرات دینے والی عورتیں اور جنہوں نے اللہ کو خوشدلی سے قرض دیا۔ ان کو دوچند دیا جائے گا۔
= وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور ان کو عمدہ اجر ملیگا۔
اَجْرٌ كَرِيْمٌ موصوف وصفت (نیز ملاحظہ ہو آیت ۱۱ متذکرہ بالا۔
۵۷: ۱۹ = وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ قلے

وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ؕ ....

اور جو لوگ اللہ اور اُس کے پیغمبروں پر ایمان لائے یہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے ان (کے اعمال) کا صلہ ہوگا۔ اور ان (کے ایمان) کی روشنی

(فتح محمد جالندھری)

صِدْقٌ (باب نصر) سے مصدر ہے جس کے معنی لغت میں سچ کہنے اور سچ کر دکھانے کے ہیں۔ صِدِّیْقٌ صِدْقٌ سے بروزن فِعِّیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت سچا

امام راغب رح لکھتے ہیں :۔

صدیق وہ ہے جس سے کثرت سے صدق ظاہر ہو اور وہ کبھی جھوٹ نہ بولے بعض نے کہا ہے کہ جس سے سچائی کی عادت ڈالنے کے سبب جھوٹ بن ہی نہ آتا ہو۔

اَلشُّهَدَآءُ شہید کی جمع ہے۔ شہید کے معنی ہیں :۔

۱:۔ موجود، حاضر، شاہد، نگران،

۲:۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا مودودی رقمطراز ہیں :۔

اس آیت کی تفسیر میں اکابر مفسرین کے درمیان اختلاف ہے :

ابنِ عباس رضؓ، مسروق، ضحاک، مقاتل بن حیان وغیرہ کہتے ہیں کہ :۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ پر ایک جملہ ختم ہو گیا ہے اس کے بعد وَالشُّهَدَآءُ سے ایک الگ مستقل جملہ ہے :۔

اس تفسیر کے لحاظ سے آیت کا ترجمہ ہوگا کہ :۔

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں وہی صدیق ہیں اور شہداء کے لئے ان کے رب کے ہاں ان کا اجر اور ان کا نور ہے ۔

بخلاف اس کے مجاہد اور متعدد دوسرے مفسرین اس پوری عبارت کو ایک ہی جملہ مانتے ہیں۔ اور ان کی تفسیر کے لحاظ سے ترجمہ وہ ہوگا اوپر ہم نے متن میں کیا ہے (مولانا جالندھری کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو مودودی صاحب کا ہے)

دونوں تفسیروں کے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ پہلے گروہ نے شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی میں لیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ ہر مؤمن اس معنی میں شہید نہیں ہوتا۔ انہوں نے والشہداءُ عند ربھم کو ایک الگ جملہ قرار دیا ہے۔ مگر دوسرا گروہ شہید کو مقتول فی سبیل اللہ کے معنی

میں نہیں بلکہ حق کی گواہی دینے والے کے معنی میں لیا ہے اور اس لحاظ سے ہر مومن شہید ہے۔ ہمارے نزدیک یہی دوسری تفسیر قابل ترجیح ہے اور قرآن و حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

(۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (۲ : ۱۴۳) اور اسی طرح ہم نے تم کو ایک متوسط امت بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

(۲) هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۲۲ : ۷۸) اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور اس قرآن میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تاکہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ ہو۔

(۱) حدیث میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے یہ فرماتے سُنا:۔

مؤمنوا امتی شہداء ، میری امت کے مؤمن شہید ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ الحدید کی یہی آیت تلاوت فرمائی۔ (ابن جریر)

(۲) ابن مردویہ نے اسی معنی میں حضرت ابو الدرداء سے یہ روایت نقل کی ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

من فرّ بدینہ من ارض مخافۃ الفتنۃ علیٰ نفسہ ودینہ کتب عند اللّٰہ صدیقًا فاذا مات قبضہ اللّٰہ شہیدًا۔ ثم تلا ھذہ الاٰیۃ

جو شخص اپنی جان اور اپنے دین کو فتنے سے بچانے کے لئے کسی سرزمین سے نکل جائے وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جاتا ہے اور جب وہ مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ شہیدوں کی حیثیت سے اس کی روح کو قبض فرماتا ہے،

یہ بات فرمانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت مبارکہ پڑھی۔

== اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ، وہی صاحب دوزخ ہیں۔ وہی دوزخی ہیں۔ جملہ کی ترکیب حصر پر دلالت کر رہی ہے اور صاحب الجحیم ہونا بتا رہا ہے کہ دوزخ سے وہ جدا نہیں ہوں گے اس لئے اس کا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ ہی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

۵۷ : ۲۰ == اِعْلَمُوْٓا امر جمع مذکر حاضر، عِلْمٌ (باب سمع) مصدر تم (اچھی طرح) جان لو

== اَنَّمَا : بے شک، تحقیق، بجز اس کے نہیں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ مَا کافّہ ہے حصر کے معنی دیتا ہے اور اَنَّ کو عمل سے روکتا ہے۔

خوب جان لو کہ دنیاوی زندگی بجز لعب ولہو ...... کے کچھ نہیں :

لَعِبٌ : کھیل، کھود۔ بازی، باب سمع سے مصدر ہے اس کا ماخذ لُعَابٌ ہے بمعنی بہتا ہوا تھوک، یعنی رال۔ لَعْب کے معنی ہیں رال ٹپک پڑنا۔ اکثر کھیلنے کھودنے والے اور بے شعور بچوں کی رال بہا کرتی ہے۔ نیز رال بہنے میں قصد اور ارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لئے بیہودہ کام، بے مقصد حرکت اور کھیل کود پر لَعِبٌ کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

== لَهْوٌ کھیل۔ غفلت۔ باب نصر سے مصدر ہے۔ لَهْوٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے ہٹائے اور باز رکھے۔ دل بہلاوہ۔

== زِیْنَةٌ ظاہری سجاوٹ، زیبائش، آرائش۔ وغیرہ اسم ہے۔

== تَفَاخُرٌ۔ فَخْرٌ سے بروزن تَفَاعُلٌ مصدر ہے۔ تَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ تمہاری باہمی خود ستائی۔ بڑائی مارنی، اترانا۔ فخر کرنا۔

== تَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ۔ مال اور اولاد کی کثرت پر باہم مقابلہ کرنا۔ تَکَاثُرٌ بروزن تفاعلٌ مصدر ہے بمعنی دولت وجاہ، عزت و مرتبہ، مال واولاد کی کثرت پر باہم جھگڑنا۔ مقابلہ کرنا۔

== کَمَثَلِ غَیْثٍ ای مثلھا کمثل غَیْثٍ۔ دنیاوی زندگی کی مثال (اس) بارش کی (یا کھیتی) کی طرح ہے۔ غَیْثٍ کے لفظی معنی مینہ کے ہیں۔ اس جگہ اس سے مراد کھیتی ہے اسے علم بیان میں تسمیۃ الشئ باسم سببہ کہتے ہیں۔

== اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ۔ اَعْجَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِعْجَابٌ افعال مصدر ہے اس نے خوش کیا۔ اس کو بھایا۔ اس کے اصل معنی اچنبھے میں ڈالنے کے ہیں۔ اور مجازاً بھانے اور خوش لگنے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

الْکُفَّارَ کھیتی کرنے والے، الکُفْرُ کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں اور رات کو بھی کافر کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے اسی طرح کاشتکار بھی چونکہ زمین میں بیج کو چھپاتا ہے اسی لئے اسے بھی کافر کہا جاتا ہے۔

کُفْرٌ یا کفران نعمت سے ہے یعنی نعمت کی ناشکری کر کے اسے چھپانے کے ہیں۔

== نَبَاتُهٗ، مضاف مضاف الیہ۔ نبات روئیدگی۔ پیداوار، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع غیث ہے

اَعْجَبَ الْکُفَّارَ نَبَاتُهٗ: جس (کھیتی) کی ہریالی کاشتکار کے دل کو خوش کرتی ہے

= ثُمَّ: تراخی فی الوقت کے لئے۔ پھر۔

= یَهِیْجُ، مضارع واحد مذکر غائب هَیْجٌ (باب ضرب) مصدر۔ خشک ہو جاتی ہے سوکھ جاتی ہے۔ یَوْمُ هَیْجٍ لڑائی یا بارش یا ابر یا آندھی کا دن۔ هَائِجَةٌ وہ زمین جس کی کھیتی یا گھاس سوکھ گئی ہو۔

ثُمَّ یَهِیْجُ پھر کسی آفت یا حادثہ کی وجہ سے وہ خشک ہو جاتی ہے (تفسیر مظہری)

= فَتَرٰىهُ ف تعلیل کا۔ تَرٰی تو دیکھتا ہے یا دیکھے گا: ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع غیث ہے۔

= مُصْفَرًّا۔ اسم مفعول واحد مذکر، اِصْفِرَارٌ (اِفْعِلَالٌ) مصدر۔ صفر مادہ زرد، پیلا پڑا ہوا۔

= ثُمَّ: پھر۔ یَکُوْنُ حُطَامًا: ای صار حُطَامًا: پھر وہ ہو جاتے ریزہ ریزہ۔ چُورا، روندن۔ جو چیز چورا چورا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور روندی جانے لگے حُطَامٌ کہلاتی ہے۔

حَطْمٌ (باب ضرب) مصدر سے مشتق ہے بمعنی توڑ ڈالنا۔

= وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ، یعنی دنیوی حیات کے جو احوال اوپر بیان ہوئے جنہوں نے ان کی طرف توجہ دی دنیا میں اور ان سے سبق حاصل کر کے آخرت کا بندوبست نہ کیا اس کے نتیجے کے طور پر ان کے لئے سخت عذاب ہوگا۔

= وَ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ۔ اور جنہوں نے دنیوی زندگی کی بے ثباتی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی سرعت زوال اور قلیل المنفعت چیزوں سے اعراض کیا اور اخروی زندگی کی طلب میں مشغول رہے ان کے لئے اللہ کی مغفرت اور خوشنودی ہوگی؛

وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ: من اقبل علیها و لم یطلب بها الاٰخرة و مغفرةٌ ورضوانٌ لمن اعرض عنها وقصد بها الاٰخرة (روح البیان)

= وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا میں مَا نافیہ ہے اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ اور نہیں ہے دنیوی زندگی مگر متاع فریب، نرا دھوکہ ہی دھوکہ۔

۲۱:۵۷ = سَابِقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سِبَاقٌ و مُسَابَقَةٌ (مفاعلة) مصدر دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانا۔ یہاں خطاب جمیع الناس سے ہے، یعنی اے

لوگو! ایمان خوف اور امید اور اعمال صالحہ کے ساتھ اپنے رب کی مغفرت اور جنت کی تیزی سے بڑھو۔

= وَجَنَّةٍ۔ واؤ عاطفہ جنۃ معطوف جس کا عطف مغفرۃ پر ہے۔

= عَرْضُهَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنَّۃٍ ہے۔

جس کا عرض (طول کی ضد) یا عرض بمعنی وسعت ہے۔ مبتدا۔

= كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ک تشبیہ کا ہے۔ آسمان اور زمین کے عرض کی مانند مبتدا، کی خبر۔ جملہ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ صفت ہے جَنَّةٍ کی

ارشاد ہے: کہ جنت کا پھیلاؤ آسمان اور زمین کی طرح ہے!

سدی نے کہا ہے کہ:۔

اس سے مراد چوڑائی ہے جو طول کے مخالف جہت کو ہوتی ہے (یعنی سات آسمانوں اور سات زمینوں کو اگر برابر کر کے ملا دیا جائے تو جنت کا عرض اس کے برابر ہوگا۔

(متن میں السماء اور الارض واحد آیا ہے یعنی آسمان اور زمین کے پھیلاؤ کے برابر) جب جنت کا عرض اتنا ہے تو اس کی لمبائی کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ طول تو عرض سے بڑا ہوتا ہی ہے:

= اُعِدَّتْ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر وہ تیار کی گئی ہے

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ یہ جملہ صفت ثانی ہے جَنَّةٍ کی۔

= ذٰلِكَ ۔ یعنی وعدۂ جنت و مغفرت، فَضْلُ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ یہ اللہ کا فضل ہے یعنی یہ مغفرت اور جنت میں داخل کرنا اللہ کی مہربانی ہے۔ اللہ جس کو چاہیگا اپنی مہربانی سے نوازے گا۔ اللہ تعالیٰ پر کسی کا وجوبی حق نہیں ہے۔

= يُؤْتِيْهِ، يُؤْتِيْ مضارع واحد مذکر غائب، اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر جس کا مرجع فضلہ ہے۔ وہ اُسے دیتا ہے۔

= مَنْ يَّشَآءُ ۔ مَنْ موصولہ یَشَآءُ صلہ۔ جس کو وہ چاہتا ہے۔

۲۲:۵۷ = مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ ۔ مَا نافیہ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے، اَصَابَ ماضی واحد مذکر غائب اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر، بمعنی وہ آپڑا۔ وہ آپہنچا۔ اُس نے پالیا۔

مُصِيْبَةٍ اسم فاعل واحد مؤنث۔ آپہنچنے والی۔ تکلیف، غم، مصیبت اس کی جمع مصائب ہے: ترجمہ:۔ نہیں پہنچتی کوئی مصیبت . . . .

== فِی الْاَرْضِ زمین میں۔ زمین میں مصیبت مثلاً قحط یا کوئی دوسری آفت :
== وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ پڑتی ہے کوئی مصیبت تمہاری اپنی جانوں میں مثلاً بیماری وغیرہ۔
== اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ : مگر وہ ایک میں لکھی ہوتی ہے۔ کتٰب سے مراد لوح محفوظ ہے
== مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۔ مِنْ حرف جار قَبْلِ اسم ظرف زمان۔ مجرور۔ مضاف ، اَنْ مصدریہ۔ نَبْرَاَهَا ماضی جمع متکلم ۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع مُصِیْبَۃٍ ہے ۔ مضاف الیہ۔
ترجمہ ہوگا۔
اور کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور نہ تمہاری جانوں پر مگر یہ کہ ہمارے پیدا کرنے سے پیشتر ہی وہ ایک کتاب (لوحِ محفوظ) میں لکھی ہوتی ہے ۔
بَرْءٌ (باب نصر) بمعنی پیدا کرنا۔ نیست سے ہست میں لانا۔
اسی سے ہے اَلْبَارِیُٔ ۔ پیدا کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے ۔
بُرْءٌ ۔ بَرَاءٌ ۔ تَبَرِّیٌٔ ۔ کسی مکروہ شے سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ خلاصی پانا ، بیزار ہونا۔
== اِنَّ ذٰلِکَ ۔ یعنی باوجود کثرت مصائب کے ان کو تفصیل کے ساتھ لوحِ محفوظ میں لکھ دینا اللہ کے لئے آسان ہے
== یَسِیْرٌ ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ، یُسْرٌ ۔ مصدر۔ آسان ، سہل۔
۵۷ : ۲۳ == لِکَیْلَا تَاْسَوْا ۔ لام تعلیل کا۔ کَیْ ناصب فعل بمعنی اَنْ : کہ ۔ لَا تَاْسَوْا مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر حاضر ، اَسًی (باب سمع) مصدر سے تاکہ تم غم نہ کرو۔
== عَلٰی مَا فَاتَکُمْ : مَا موصولہ ہے فَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ فَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ فَاتَہُ الْاَمْرُ ۔ کسی کام کا نہ ہونا اور ہاتھ سے نکل جانا۔ مَا فَاتَکُمْ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے۔ جو تمہارے ہاتھ نہ آئے ۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر
== وَلَا تَفْرَحُوْا ۔ واؤ عاطفہ ، لَا تَفْرَحُوْا ۔ مضارع منفی منصوب بوجہ عمل اَنْ ۔ تاکہ تم نہ اتراؤ۔ جمع مذکر حاضر ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
== بِمَآ اٰتٰىکُمْ ، ب حرف جر۔ ما موصولہ اٰتٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ ۔

(افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

ترجمہ:۔

تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے اس پر تم غم نہ کھاؤ اور جو اس (اللہ) نے تم کو دیا ہے اس پر اتراؤ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

یہاں دنیا میں جو بھی رنج وراحت پیش آتا ہے سب نوشتۂ تقدیر ہے۔ جو مصیبت ارضی از قسم قحط، وبار یا بدامنی ہے یا جو مصیبت خود تمہاری ذات پر پڑتی ہے، مثلاً تنگدستی، اولاد واحباب کی فوتیدگی وغیرہ یہ سب زمین پر آنے سے پہلے یا تم پر وارد ہونے سے بیشتر دفتر قضاء وقدر میں تحریر ہوتی ہے۔ یہ تم کو اس لئے سنادیا تاکہ تم کسی بات کے ہاتھ سے نکل جانے پر غم مت کرو۔ اور نہ کسی نعمت پر اتراؤ اور یہ سمجھ بیٹھو کہ یہ تمہاری محنت وتدبیر کا پھل ہے اور نہ بخل کرو۔

= كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ: كُلَّ لفظاً واحد ہے اور معنی کے لحاظ سے جمع۔ ہمیشہ مضاف استعمال ہوتا ہے نیز ملاحظہ ہو (۵۷: ۱۰) متذکرہ بالا۔ مختال مضاف الیہ اسم فاعل واحد مذکر اِخْتِيَالٌ (افتعال) مصدر سے خیل مادہ۔ ناز سے چلنے والا۔ اترانے والا۔ مغرور۔ متکبر۔ فَخُوْرٍ مضاف الیہ۔ فَخْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بڑا شیخی خور۔ بڑا اترانے والا۔ كُلَّ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

ترجمہ:۔

خدا کسی اترانے والے اور شیخی خور کو پسند نہیں کرتا۔

۵۷: ۲۴ = اَلَّذِيْنَ ...... بِالْبُخْلِ۔ یہ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ کی نعت میں ہے يَبْخَلُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ بُخْلٌ (باب سمع) مصدر سے جو بخل کرتے ہیں۔

بُخْلٌ کے معنی۔ بخل کرنا۔ کنجوسی کرنا۔ مال ومتاع کو ایسی جگہ خرچ کرنے سے روک رکھنا جہاں خرچ کرنا چاہئے۔

بخل کی دو قسمیں ہیں۔

۱:۔ ایک یہ کہ خود مناسب جگہ خرچ نہ کرنا۔

۲:۔ دوسرے یہ کہ دوسروں کو اس خرچ کرنے سے بھی روک دینا۔ یہ اور بھی زیادہ قابل مذمت ہے

آیت ہذا میں دونوں قسم کے بخل مذکور ہیں۔
بُخْلٌ سے بَاخِلٌ بخل کرنے والا۔ اور بَخِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت بخل کرنے والا
جیسے الرَّاحِمُ (رحم کرنے والا) اور الرَّحِیْمُ (بہت رحم کرنے والا)
= وَمَنْ یَّتَوَلَّ، واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ۔ یَتَوَلَّ مضارع واحد مذکر غائب، تَوَلِّیٌ، (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ یعنی جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے اعراض کرے گا۔
= فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ فَ جواب شرط کے لئے ہے هُوَ الْغَنِیُّ تو وہ اللہ اس کے اعراض سے (یعنی اس کے راہ میں خرچ نہ کرنے سے) بے پرواہ ہے۔
اَلْحَمِیْدُ۔ محمود فی ذاتہ۔ یعنی وہ بذاتہ مستحق حمد ہے کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے
= بِالْبَیِّنٰتِ۔ روشن دلیلوں کے ساتھ۔ دلائل ومعجزات کے ساتھ۔
= وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ: اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی تاکہ حق کا باطل سے، عمل صالح کا عمل فاسد سے اور حلال کا حرام سے امتیاز ہوجائے۔
= وَالْمِیْزَانَ۔ اس کا عطف الکتب پر ہے۔ یعنی ہم نے ان رسولوں کے ساتھ میزان بھی اتارا۔ عدل وانصاف کے لئے۔
= لِیَقُوْمَ النَّاسُ: لام تعلیل کا ہے یہ جملہ علت ہے کتاب اللہ اور میزان کے نازل کرنے کی۔ قِسْطٌ بمعنی عدل وانصاف۔ والمعنی: لتقوم حیاتھم فیما بینھم علی اساس العدل۔ (الیسر التفاسیر) تاکہ ان کی باہمی زندگی عدل وانصاف کی بنیادوں پر قائم ہو سکے:
تاکہ لوگ عدل کریں اور کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے۔ (تفسیر مظہری)
= وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ: اور ہم نے لوہا (بھی) اتارا۔ لوہے کے نازل کرنے سے مراد ہے اس کا پیدا کرنا کہ زمین میں سے کانوں سے برآمد کیا جاتا ہے۔
= فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ: میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الحدید ہے۔ بَاْسٌ شَدِیْدٌ موصوف وصفت۔ بَاْسٌ بمعنی لڑائی۔ دبدبہ۔ سختی، جنگ کی شدت، اس میں شدید ہیبت ہے جنگ کی سختی ہے، کیونکہ جنگ میں شدت آلات حرب سے ہی پیدا ہوتی ہے اور آلات حرب لوہے سے بنائے جاتے ہیں۔
وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور اس میں لوگوں کے لئے بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً آلات صنعت وحرفت وغیرہ۔

فِيْهِ بَأْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۔ یہ جملہ حدید سے حال ہے۔ اور ہم نے لوہا پیدا کیا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے ہیں ۔

= وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے : عبارت تقدیر کلام کچھ یوں ہے :۔ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (ليستعملوه)

وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ : اور ہم نے لوہا پیدا کیا۔ تاکہ وہ (یعنی لوگ) اسے استعمال کریں اور تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسول کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔

لِيَعْلَمَ لام تعلیل کا ہے یہ جملہ علت ہے لوہا پیدا کرنے کی : يَعْلَمَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام تعلیل کے

= بِالْغَيْبِ ۔ يَنْصُرُ کے فاعل سے حال ہے۔

= اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ : جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے۔ یعنی دراصل اللہ کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے وہ خود قوی عزیز ہے ، یہ جو فرمایا۔ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۔ یہ محض امتحان لینے کے لئے ہے کہ کون دین اسلام کی بقاء و اشاعت کے لئے کہاں تک کوشش کرتا ہے ،

قَوِيٌّ ۔ قُوَّةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے ۔ زبردست ، بڑی قوت والا ۔

عَزِيْزٌ : عِزَّةٌ سے فعیل کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ غالب ، زبردست ، گرامی قدر۔

۵۷ : ۲۶ = جَعَلْنَا : ماضی جمع متکلم۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی ہم نے رکھا ہم نے بنایا۔ ہم نے ٹھیرایا۔ ہم نے کیا۔ ہم نے مقرر کیا۔

امام راغب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں :۔

جَعَلَ ایسا لفظ ہے جو تمام افعال کے لئے عام ہے۔ یہ فَعَلَ ، صَنَعَ اور اس قسم کے عام الفاظ سے اعم ہے ۔

= ذُرِّيَّتِهِمَا ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ذُرِّيَّةٌ اولاد۔ هِمَا ضمیر تثنیہ مؤنث / مذکر غائب ان دونوں کی اولاد۔

آیت کا ترجمہ ہے ۔

اور ہم نے (حضرت) نوح (حضرت) ابراہیم (علیہما السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ اور ان دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب (کے سلسلے کو (وقتاً فوقتاً جاری) رکھا۔

(ترجمہ فتح محمد جالندھری)

کتاب مثلاً توریت (حضرت موسیٰ پر) انجیل (حضرت عیسیٰ پر) زبور (حضرت داؤد پر)

== فَمِنْهُمْ ۔ پس ان میں سے بعض، مِنْ تبعیضیہ ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ذُرِّيَّتِهِمَا ہے (ان دونوں کی اولاد ہے) یادہ لوگ جن کی ہدایت کے لئے پیغمبروں کو بھیجا گیا تھا۔

== مُهْتَدٍ ۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ اِهْتِدَاء (افتعال) مصدر۔ هُدًى مادّہ۔ ہدایت پانے والے۔ ہدایت یافتہ۔

== فٰسِقُوْنَ اسم فاعل واحد مذکر۔ فِسْقٌ (باب ضرب ونصر) مصدر بدکردار۔ راستی سے نکل جانے والے۔ اللہ کے نافرمان۔ شریعت کی اصطلاح میں: حدودِ شریعت سے نکل جانے والے۔

۵۷ : ۲۷ == ثُمَّ ۔ پھر (تراخی فی الوقت)

== قَفَّيْنَا ۔ ماضی جمع متکلم۔ تَقْفِيَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی پیچھے بھیجنا۔ پیچھے کہہ دینا۔ اس کا مادّہ قَفَا ہے۔ قَفَا کے معنی گردن اور سر کا پچھلا حصّہ (گدی) قَفْوٌ، قُفُوٌّ کے معنی کسی کے پیچھے چلنا۔ پیروی کرنا۔ اس معنی میں مجرّد (باب نصر) سے مستعمل ہے۔

تَقْفِيَةٌ دو مفعول چاہتا ہے۔ دونوں مفعولوں پر کبھی حرفِ جرّ نہیں ہوتا۔ جیسے کہ ..
قَفَّيْتُ زَيْدًا عَمْرًا ۔ میں نے زید کو عمر کے پیچھے بھیجا۔

کبھی مفعول دوئم پر ب آتا ہے۔ جیسے کہ آیت ہذا میں: ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا، ہم نے ان کے قدموں کے نشان پر (یعنی بالکل ان کے پیچھے پیچھے) اپنے رسول بھیجے اور کبھی مفعول اول حذف کر دیا جاتا ہے۔ جیسے وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ہم نے (پیغمبروں کے پیچھے) عیسیٰ بن مریم کو بھیجا۔ آیت زیرِ غور۔

== اٰثَارِهِمْ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اٰثَارٌ جمع ہے اَثَرٌ کی، نقشِ قدم۔ اُن کے نشاناتِ قدم۔ اُن کے نشانات،

== وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۔ واؤ عاطفہ جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم فِيْ حرفِ جار اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ جمع مذکر۔ اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب صلہ اپنے موصول کا۔ دونوں مل کر مضاف الیہ۔ قُلُوْبِ مضاف کے۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور اِتَّبَعُوْهُ میں هٗ ضمیر مفعول فعل اتبعوا کی۔ رَاْفَةً وَرَحْمَةً: ہر دو مفعول فعل جَعَلْنَا کے۔ ترجمہ:

اور ہم نے ان لوگوں کے دلوں میں اس کی (حضرت عیسیٰ کی) پیروی کی نرمی اور مہربانی

رکھ دی۔

= وَرَهْبَانِيَّةَ نِ ابْتَدَعُوْهَا۔ اور رھبانیۃ اُسے انہوں نے خود ایجاد کرلیا تھا۔ ای وابتدعوا رھبانیۃ۔ (رُوح المعانی)

= مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ۔ ہم نے اُسے (یعنی رہبانیۃ کو) ان پر واجب نہیں کیا تھا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب: رھبانیۃ کے لئے ہے۔ اور ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب حضرت عیسٰی کے پیروکاروں کے لئے ہے (الذین اتبعوہ)

کتب علٰی۔ فرض کرنا۔ واجب ٹھہرانا۔

= اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ۔ یہ استثناء منقطع ہے بلکہ طلب رضائے الٰہی کو ہم نے واجب کیا تھا۔

اِبْتِغَاءٌ (افتعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ تلاش کرنا۔ چاہنا۔

رِضْوَانٌ، رَضِیَ یَرْضٰی کا مصدر ہے۔ رضا مندی۔ خوشنودی۔

رَهْبَانِيَّةً۔ رَهِبَ يَرْهَبُ رَهْبٌ (باب سمع) کا مصدر سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب خوف اور ڈر ہے۔ یعنی وہ مسلک یا طرز زندگی جو خوف اور ڈر پر مبنی ہو۔

امام راغبؒ کے مطابق اس کا مطلب ہے:۔

فرطِ خوف سے عبادات وریاضات میں حد درجہ غلو کرنا۔

علامہ پانی پتیؒ کے نزدیک رہبانیت ہے انتہائی عبادت وریاضت۔ لوگوں سے قطع تعلق، مرغوبات وخواہشات کا ترک اور اس حد تک ترک کہ مُباح کو بھی چھوڑ دیا جائے دن بھر روزہ۔ رات بھر عبادت، نکاح سے لاتعلقی، دائمی تجرد۔

لسان العرب میں ہے:۔

رہبانیت: دنیا کے مشاغل کو ترک کردینا۔ اس کی لذتوں کو نظر انداز کردینا۔ اہل دنیا سے عزلت گزینی۔ اپنے آپ کو طرح طرح کی مشقتوں میں مبتلا کردینا۔ ان میں سے بعض لوگ اپنے آپ کو خصی کردیا کرتے تھے۔ اور اپنے آپ کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کردیتے تھے۔

= فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ مَا نافیہ ہے۔ رَعَوْا ماضی جمع مذکر غائب رِعَايَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی نباہ کرنا۔ دھیان کرنا۔ نگہداشت کرنا۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع رھبانیۃ ہے۔

پھر وہ نباہ نہ سکے جیسا کہ اس کے نباہنے کا حق تھا۔

= فَاٰتَيْنَا۔ ف پس اٰتَيْنَا ماضی جمع متکلم اِيْتَاءٌ (اِفعال) مصدر ہم نے دیا۔ ہم نے بخشا۔ ہم نے عطا کیا۔

= الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ جو لوگ ایمان لائے۔ مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت عیسٰی علیہ السلام پر صحیح طور پر ایمان لائے۔ اور رہبانیت کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وصیت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مفعول ہے اٰتَيْنَا کا۔

= مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اتباع کا دعویٰ کرتے تھے۔

= اَجْرَهُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا اجر۔

= وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ہ اور ان میں سے اکثر فاسق و فاجر تھے۔ کہ انہوں نے ترکِ دنیا کو حصول مال و جاہ کا ذریعہ بنالیا۔ راہِ اعتدال سے بھٹک گئے۔ اور فسق و فجور کی غلاظتوں میں ڈوب گئے۔

= يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ۔

اٰمَنُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ اس میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اَلَّذِيْنَ ہے اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (حضرت موسیٰ اور حضرت عیسٰی علیہما السلام پر)

اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو

وَاٰمِنُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر، تم ایمان لاؤ بِرَسُوْلِهٖ اس کے رسول پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) یہ جملہ امر ہے۔ جواب امر میں فرمایا۔

= يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ۔ وہ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے عطا کرے گا۔

ایک اجر حضرت عیسٰیؑ پر ایمان لانے کا اور دوسرا اجر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لانے کا۔

كِفْلَيْنِ۔ دو حصے۔ كِفْلٌ واحد۔ كِفْلٌ اس حصہ اور نصیب کو کہتے ہیں جو کافی ہو" (یعنی جو ماسوا سے بے نیاز کردے) یہاں مراد دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔

= وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ۔ اور تم کو ایسا نور دے گا جو کہ اس کی روشنی میں تم چلوگے۔

== وَ یَغْفِرْ لَکُمْ اور تم کو بخش دے گا۔

یُؤْتِ ۔ یَجْعَلْ ۔ یَغْفِرْ ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہیں ۔

۵۷ : ۲۹ == لِئَلَّا یَعْلَمَ : میں لَا نافیہ زائدہ ہے معنی ہے لِیَعْلَمَ ۔ لام علت کا ہے یعنی یہ دوہرا ثواب، یہ نور کی عطائیگی اور یہ بخشش اس لئے ہے تاکہ اہل کتاب (اچھی طرح) جان لیں۔

اَلَّا مرکب ہے اَنْ مصدریہ اور لَا نافیہ سے ۔ کہ نہیں ۔

== یَقْدِرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب قُدْرَۃٌ (باب ضرب) مصدر ۔ وہ قدرت نہیں رکھتے ۔

== وَاَنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۔ جملہ کا عطف اَلَّا یَقْدِرُوْنَ پر ہے اَنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے اَلْفَضْلَ اسم اَنَّ بِیَدِ اللّٰہِ خبر۔

== یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ اَنَّ کی خبر ثانی ۔

== وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۔ اور اللہ صاحب فضل عظیم ہے ۔ جملہ معترضہ ہے مضمونِ ماقبل کی تائید کے لئے لایا گیا ہے ؛

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ (۲۸)

اَلْمُجَادَلَةُ"، اَلْحَشْرُ"، اَلْمُمْتَحِنَةُ"،
اَلصَّفُّ"، اَلْجُمُعَةُ"، اَلْمُنٰفِقُوْنَ"،
اَلتَّغَابُنُ"، اَلطَّلَاقُ"، اَلتَّحْرِيْمُ"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۵۸) المجادلۃ مدنیّۃٌ ۲۲

قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ فِیْ زَوْجِهَا

۵۸: ۱ = قَدْ سَمِعَ اللّٰہُ، قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کے ساتھ ہی تقریب کا فائدہ بھی دیتا ہے یعنی اس کو زمانۂ حال کے قریب بنا دیتا ہے۔

بے شک اللہ نے سُن لیا ہے (قول کو)

= قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُکَ، قَوْلَ مفعول فعل سَمِعَ کا اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث تُجَادِلُ فعل مضارع واحد مؤنث غائب۔ مُجَادَلَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ جھگڑا کرنا۔ باہم جھگڑنا۔ کَ ضمیر واحد مؤنث حاضر، — صلہ۔ موصول اپنے صلہ کے ساتھ مل کر مضاف الیہ

اس عورت کا قول جو آپ سے تکرار کر رہی تھی۔

= فِیْ زَوْجِهَا۔ اپنے خاوند کے بارے میں۔

= وَتَشْتَکِیْ واؤ عاطفہ، تَشْتَکِیْ مضارع واحد مؤنث غائب۔ معطوف ہے جس کا عطف تجادلک پر ہے۔ وقیل حال من فاعلہ ای تجادلک وھی متضرعۃ الی اللّٰہ تعالیٰ (۱۲، تفسیر حقانی)

اِشْتِکَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی گلہ شکوہ کرنا۔ شکایت کرنا۔ وَتَشْتَکِیْ اِلَی اللّٰہِ تعالیٰ اور وہ اللہ سے شکوہ کر رہی تھی۔

جملہ حالیہ بھی ہوسکتا ہے۔

= وَاللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ بھی ہو سکتا ہے۔

تَحَاوُرَكُمَا : مضاف مضاف الیہ۔ تم دونوں کو باہم سوال وجواب، تم دونوں کی باہم گفتگو۔
تَحَاوُرٌ (تفاعُلٌ) مصدر ہے۔ كُمَا تثنیہ مذکر حاضر۔ تم دونوں کی۔
= اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ بَصِيْرٌ: یہ ما قبل کی تعلیل ہے کیونکہ بے شک وہ سمیع وبصیر ہے۔
سَمِيْعٌ سَمْعٌ سے۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے جس کی سماعت ہر شئی پر حاوی ہے
بَصِيْرٌ بمعنی فَاعِلٌ بروزن فعیل۔ دیکھنے والا۔
۲:۲۸ = اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ۔ موصول وصلہ مل کر مبتدا۔
مَا هُنَّ اُمَّهَاتِهِمْ۔ مبتدا کی خبر۔ بکسر التاء علی انہ خبر او بضمہا علی اللغۃ التمیمیۃ ۱۲ (تفسیر حقانی)
مَا نافیہ حجازی استعمال بر لَيْسَ کی طرح اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے
يُظٰهِرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ظَهْرٌ مادہ سے۔ بمعنی پشت ہے۔ باب مفاعلہ
منجملہ دیگر معانی کے ایک یہ بھی ہے کہ:۔
مرد عورت سے کہے کہ اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ۔ (تو میرے لئے ایسی ہے جیسے میری ماں کی
کی پشت) اس کو مرد کا عورت سے ظہار کرنا کہتے ہیں۔
بعض کے نزدیک مرد کا عورت سے ظہار کرنا ظہر بمعنی پشت سے نہیں لیا گیا بلکہ
یہ ظہر بمعنی عُلُوّ سے لیا گیا ہے جس سے مراد چڑھنا ہے یعنی مرد جو اپنی بیوی پر چڑھتا ہے
اس کو اپنی ماں پر چڑھنے سے تشبیہ دے رہا ہے زمانۂ جاہلیت میں ایسا کرنا سخت طلاق
کے مترادف تھا۔ اور مرد کے ایسا کہنے سے طلاق ہو جاتی تھی۔
شروع زمانہ اسلام میں بھی اس کو طلاق ہی قرار دیا جاتا تھا۔ لیکن سورۃ مجادلہ کی
ابتدائی آیات (۱۔ تا ۶۔) نازل ہونے پر اس کی شرعی صورت یہ ہوگئی کہ ظہار کرنے سے بیوی مرد
پر حرام ہو جاتی تاآنکہ اس کا کفارہ ادا نہ کیا جائے اس ظہار سے طلاق واقع نہیں ہوتی
يُظٰهِرُوْنَ۔ وہ ظہار کرتے ہیں۔
مِنْكُمْ۔ تم میں سے۔ توبیخ للعرب لانہ کان من ایمان اھل جاہلیتہم
دون سائر الامم (مدارک التنزیل) یہ عربوں کے لئے بطور ملامت ہے کیونکہ دوسری
امتوں سے الگ یہ (ظہار کرنا) خاصۃً زمانہ جاہلیت میں ان کے ایمان میں سے تھا۔
= اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِنْ نافیہ ہے۔ امھاتھم مضاف مضاف الیہ۔ وہ ان کی مائیں
نہیں ہیں۔
= اِلَّا الّٰٓئِيْ۔ اِلَّا حرف استثناء اَلّٰٓئِيْ اسم موصول جمع مؤنث۔ وَلَدْنَهُمْ صلہ

وَلَدْنَ ماضی جمع مؤنث غائب وَلَادَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ترجمہ:۔

نہیں ہیں ان کی مائیں مگر وہ جنہوں نے ان کو جنا ہے۔

== لَیَقُوْلُوْنَ۔ لام تاکید کا ہے یَقُوْلُوْنَ جمع مذکر غائب۔ وہ کہتے ہیں۔

== مُنْکَرًا۔ اسم مفعول۔ بری بات۔ وَزُوْرًا۔ واؤ عاطفہ زُوْرًا زُوْرٌ اور اِزْوِرَارٌ سے ہے جس کے معنی انحراف کے ہیں۔ چونکہ جھوٹ بولنا حق سے منحرف ہونا ہے اس لئے اس کو زُوْرٌ کہا جاتا ہے۔ زُوْرًا مفعول ثانی ہے یَقُوْلُوْنَ کا۔

بے شک یہ لوگ بہت بری بات اور جھوٹ کہتے ہیں۔

== عَفُوٌّ بہت معاف کرنے والا۔ خداوند تعالیٰ کا اسم صفت عَفْوٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔

== غَفُوْرٌ بہت بخشنے والا۔ غُفْرَانٌ (باب نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے

۳:۵۸ == وَالَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ مبتدا۔ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ۔ ای فعلیھم تَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ خبر۔

== ثُمَّ۔ تراخی مدت کے لئے۔ پھر۔ کچھ مدت کے بعد۔

== یَعُوْدُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ لوٹیں۔ وہ رجوع کریں۔ عَوْدٌ لِمَا قَالُوْا کے علماء نے مختلف معانی لئے ہیں۔

۱۔ بعض کے نزدیک لام بمعنی عَنْ ہے یعنی اپنے پہلے قول سے لوٹ جاتے ہیں۔ یعنی حرام کرنے کے قول سے لوٹ کر حلت کے خواستگار ہوتے ہیں۔

۲۔ بیضاوی رح نے لکھا ہے لام بمعنی اِلٰی ہے یعنی اپنے قول کی تلافی کی طرف لوٹ آتے ہیں

۳۔ فراء نے کہا ہے کہ لام بمعنی فِیْ ہے عَادَ فُلَانٌ لِمَا قَالَ کے دو معنی ہیں۔ فلاں شخص اپنی کہی ہوئی بات میں لوٹ آیا، یا کہی ہوئی بات کے خلاف کرنے لگا اور اس کو توڑنے لگا۔

۴۔ ثعلب نے کہا ہے کہ:۔ جس کو انہوں نے حرام کر لیا تھا اس کو حلال کرنے کی طرف لوٹ آتے ہیں۔

مَا قَالُوْا سے مراد ہو گی وہ بات جس کے لئے لفظ ظہار کہا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَنَرِثُہٗ مَا یَقُوْلُ (۱۹:۸۰) یہاں یَقُوْلُ سے مراد کہنا نہیں ہے بلکہ وہ مال مراد

ہے جس کے متعلق وہ کہتا ہے ۔
اس میں اور بھی اقوال ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو کام انہوں نے کیا تھا اس پر پشیمان ہو کر پہلی حالت کی طرف لوٹنا چاہتے ہیں ۔
علامہ پانی پتی رح نے ترجمہ کیا ہے ۔
اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں۔ پھر اپنی کی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں۔ توان کے ذمے ایک بردہ آزاد کرنا ہے ۔

تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مضاف مضاف الیہ۔ تَحْرِيْرُ بروزن تفعیل مصدر ہے آزاد کرنا۔
رَقَبَةٍ گردن ۔ جان۔ غلام، رَقَبَۃ اصل میں گردن کا نام ہے پھر جملہ بدن انسانی کے لئے استعمال ہونے لگا اور عرف عام میں یہ غلاموں کا نام پڑگیا جس طرح کہ الفاظ رَاسٌ ظَھْرٌ کا استعمال سواریوں کے لئے کیا جانے لگا۔ رَقَبَۃٌ کی جمع رِقَابٌ ہے؛
= مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۤسَّا ۔ قَبْلِ مضاف اَنْ مصدریہ يَتَمَاۤسَّا مضارع تثنیہ مذکر غائب۔ تَمَاسٌّ (تفاعلٌ) مصدر۔ مَسٌّ مادہ۔ دونوں کے ایک دوسرے کو مس کرنے سے پہلے ؛
امام شافعی کے نزدیک یہاں مس کرنے سے مراد ہے جماع کرنا۔ اور امام اعظم کے نزدیک ہر قسم کا لگاؤ مراد ہے۔ جماع ہو یا صرف ہاتھ سے چھونا۔ یا باشتہار صنفی شرمگاہ کو دیکھنا
= ذٰلِكُمْ ، مبتدا۔ ذَا اسم اشارہ ہے كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے بمعنی یہ۔ یہی۔ مراد ذٰلِكُمْ سے کفارہ کا حکم ہے۔ كُمْ سے خطاب نزول آیت کے وقت حاضر مومنوں سے ہے یا۔ اُن سے اور امت کے سارے مومنین سے ہے ۔
= تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ؛ خبرہٗ و اللام فی لما قالوا متعلق بیعودون وما مصدریۃ ویمکن ان تجعل بمعنی الذی ونکرۃ موصوفۃ، وقیل اللام بمعنی فی۔ وقیل بمعنی الیٰ وقیل فی الکلام تقدیم وتاخیر تقدیرہٗ ثم یعودون فعلیہم تحریر رقبۃ لما لما قالوا فصیام شہرین ای فعلیہ صیام شہرین۔ ۱۲ (حقانی)
تُوْعَظُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، وَعْظٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِهٖ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب حکم کفارہ کے لئے ہے ۔ اس کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے ۔
۵۸: ۴ = فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ، فَ تعقیب کا ہے مَنْ موصولہ، لَمْ يَجِدْ صلہ۔ اس کا مفعول محذوف ہے ای فمن لم یجد رقبۃً ۔ پھر جس کو غلام میسر نہ ہو۔

== فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ای فعلیہ صیام شہرین متتابعین۔ تو اس کے ذمہ لگاتار دو مہینے کے روزے ہیں۔

فَ تعقیب کا ہے صِيَامُ مضاف شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔

مُتَتَابِعَيْنِ: اسم فاعل تثنیہ مذکر تَتَابُعٌ (تفاعل) مصدر سے۔ یعنی پے درپے لگاتار۔

شَهْرَيْنِ، دو مہینے، شَهْرٌ سے تثنیہ کا صیغہ۔

== فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ - ای فمن لم یستطع صیام شہرین متتابعین۔ پھر جو طاقت نہ رکھے دو مہینوں کے لگاتار روزوں کی۔

== فَاِطْعَامُ - ای فعلیہ اطعام ستین مسکینًا۔ تو اس کے ذمہ ہے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

== وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ: كٰفِرِيْنَ: ای الذین یتعدونھا ولا یعملون بھا واطلق الکافر علی متعدی الحدود تغلیظًا بزجرہ ونظیر ذٰلِكَ قولہ تعالیٰ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ (۳:۹۷) یعنی وہ لوگ جو حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور ان پر عمل نہیں کرتے ان لوگوں کو کافر اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کو سختی سے باز رکھا جائے جس طرح ومن کفر.... میں کفر سے مراد حقیقی کفر نہیں بلکہ زجر و توبیخ کے لئے انکار کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (روح المعانی، ضیاء القرآن)

== تِلْكَ اسم اشارہ ہے مفرد مؤنث کے لئے استعمال ہوتا ہے (یہاں جمع کے لئے آیا ہے) اصل میں اسم اشارہ تِیْ ہے لام اس پر زیادہ کیا گیا ہے كَ حرف خطاب ہے۔

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ سے مراد احکام مذکورہ ہیں (یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں ان سے تجاوز نہ کرو۔

ذٰلِكَ - یہ - اسم اشارہ ہے۔ واحد مذکر، یعنی یہ کفارہ کا متبادل حکم:

ومحلہ النصب بفعل معلل بقولہ لِتُؤْمِنُوْا۔ او الرفع علی الابتداء (تفسیر حقانی)

== لِتُؤْمِنُوْا۔ لام تعلیل کا ہے تُؤْمِنُوْا اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا۔ لام علت کے عمل سے نون گر گیا ۔۔۔ (یہ حکم اس لئے بیان کیا گیا کہ تم اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لے آؤ)

یہاں ایمان سے مراد احکام شرعیہ پر عمل ہے جیسے کہ آیت وَمَا كَانَ اللهُ لِيُضِيعَ اِيمَانَكُمْ (٢: ١٤٣) میں ایمان سے مراد نماز ہے۔

٥٨: ٥ == يُحَادُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُحَادَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے وہ مخالفت کرتے ہیں۔

== كُبِتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب۔ كَبْتٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی زمین پر گرا دینا۔ دشمن کو ذلیل وخوار کرنا۔ وہ ذلیل کئے جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَائِبِيْنَ (٣: ١٢٧)

(یہ خدا نے) اس لئے (کیا) کہ کافروں کی ایک جماعت کو ہلاک یا انہیں ذلیل و مغلوب کر دے۔ کہ (جیسے آئے تھے ویسے ہی) ناکام واپس جائیں۔

== يَوْمَ : اُذْكُرْ فعل محذوف کا مفعول ہے۔ یاد کر جس دن۔

== يَبْعَثُهُمْ : مضارع واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ (جس دن) وہ ان کو اٹھائے گا۔ (یعنی دوبارہ زندہ کر کے ان کو اٹھا کھڑا کرے گا قیامت کے دن)

== يُنَبِّئُهُمْ مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر، وہ بتا دے گا۔ وہ خبر دیدے گا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

== اَحْصٰهُ اللهُ۔ اَحْصٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی شمار کرنا۔ گننا۔ محفوظ کر لینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَا عَمِلُوْا ہے اِحْصَاءٌ (افعال) حَصَا سے مشتق ہے جس کے معنی کنکری کے ہیں۔ چونکہ عرب شمار کے لئے کنکریوں کا استعمال کرتے تھے اس لئے شمار کرنے اور محفوظ کرنے کے لئے اِحْصَاءٌ بولا جانے لگا۔

اَحْصٰى افعل التفضیل کا صیغہ بھی ہے بمعنی خوب گننے والا۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْا اَمَدًا (١٨: ١٢) دونوں جماعتوں میں سے ان کے غار میں رہنے کی مدت کو بہتر کون جاننے والا ہے۔

== وَنَسُوْهُ جملہ حالیہ ہے جبکہ وہ اسے بھلا چکے تھے۔

== وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ: جملہ اعتراض تذییلی ہے اللہ تعالیٰ کا ان کے

اعمال کو بخوبی گن کر محفوظ کر لینے کی تائید میں لایا گیا ہے شَہِیْدٌ بمعنی شاہد یعنی وہ ہر شے پر مطلع ہے کوئی شے اس سے غائب نہیں۔

۵۸: ۷ = اَلَمْ تَرَ، ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ مضارع نفی جحد بلم (مجزوم) بمعنی اَلَمْ تَعْلَمْ کیا تو نہیں جانتا۔ کیا تو نے نہیں دیکھا۔ خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔

= مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ، مَا ہر دو جگہ موصولہ ہے یعنی آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے کلی ہے یا جزئی سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے۔

= مَا یَکُوْنُ: میں مَا نافیہ ہے یَکُوْنُ یہاں فعل تامہ ہے۔ اس کو خبر کی ضرورت نہیں ہے نہیں ہوتا ہے۔

جملۃ مستانفۃ مقررۃ لما قبلہا عن سعۃ علمہ یکون من کان التامۃ و قرئ تکون من التاء اعتبارًا التانیث النحوی وان کان غیر حقیقی ۱۲ (حقانی)

= مِنْ نَّجْوٰی۔ میں مِنْ زائدہ ہے نجوٰی اسم نکرہ مضاف ثَلٰثَۃٍ مضاف الیہ نَجْوٰی سرگوشی راز کی بات کرنا۔ کانا پھوسی۔ تَنَاجِی کا اسم مصدر ہے۔

بقول زجاج نحوی کے نَجْوٰی نَجْوَۃٌ سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں وہ اونچی زمین جو دوسری زمینوں سے ممتاز ہو۔

آہستہ اور راز سے کہی ہوئی بات بھی چونکہ غیر کے سننے سے محفوظ ہو جاتی ہے اس لئے وہ نجویٰ کے مشابہ ہے کہ وہ آس پاس کی زمینوں سے جدا ہوتی ہے۔

نجویٰ کا استعمال بطور صفت بھی ہوتا ہے جیسے قَوْمٌ نَجْوٰی۔ سرگوشی کرنے والے لوگ۔ قرآن مجید میں ہے وَاِذْ ھُمْ نَجْوٰی (۱۷: ۴۷) اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (قاموس القرآن)

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَۃٍ: کہیں نہیں ہوتی سرگوشی تین کی۔

= اِلَّا ھُوَ رَابِعُھُمْ: مگر وہ ان کا چوتھا ہوتا ہے۔

= وَلَا خَمْسَۃٍ: ای ولا نجوٰی خمسۃٍ (اِلَّا ھُوَ سَادِسُھُمْ) اور کہیں نہیں ہوتی سرگوشی پانچ کی کہ وہ ان کا چھٹا ہوتا ہے۔

= وَلَآ اَدْنٰی مِنْ ذٰلِکَ، اور خواہ اس سے کم کی سرگوشی ہو۔ یعنی تین سے کم کی۔

= وَلَآ اَکْثَرَ یا (اس سے) زیادہ کی یعنی پانچ سے زیادہ کی۔

معطوف علی العدد و یقرأ بالرفع علی الابتداء او منصوب علی ان لا لنفی الجنس ۱۲ (حقانی)

== اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ : مگروہ (اللہ) ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ یعنی اللہ کو ان کے مشورے کی خبر ہوتی ہے۔

۵۸ : ۸ == نُهُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب نَهْيٌ (باب فتح) مصدر۔ ان کو منع کیا گیا۔ وہ روکے گئے۔ نَهْي عَنْ کے صلہ کے ساتھ بمعنی روکنا۔ منع کرنا۔

== يَتَنٰجَوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ تَنَاجِيٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ آپس میں سرگوشی کرتے ہیں۔ مُنَاجَاةٌ (مفاعلۃ) چپکے چپکے کان میں بات کہنا۔ اللہ سے اپنی دلی مراد عرض کرنا۔

== اَلْعُدْوَانِ ظلم وستم، زیادتی۔ یہ عَدَا يَعْدُوْا کا مصدر ہے جو باب نصر سے آتا ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

وہ عُدوان کہ جس کی ابتدا کرنی ممنوع ہے وہ اس آیت میں مراد ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

(۵ : ۲) اور آپس میں مدد کرو نیک کام اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر۔ لیکن جو عدوان کہ بدلہ کے طور پر ہو اور جس کا اس شخص کے ساتھ برتنا روا ہے کہ جو اس کی پہل کر چکا ہے۔ وہ اس آیت میں مراد ہے :۔

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ : تو زیادتی نہیں مگر بے انصاف لوگوں پر۔

بعض علماء سے نقل ہے کہ عُدْوَانْ کے معنی ہیں کہ بُری طرح حد سے بڑھ جانا۔ خواہ یہ بات قوت (استعداد) میں ہو یا فعل میں یا حال میں۔ اور اسی معنی میں ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا (۴ : ۳۰) اور جو کوئی یہ کام کرے زیادتی سے تو ہم ڈالیں گے اس کو آگ میں۔

== مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ رسول کی نافرمانی۔ مَعْصِيَة مصدر میمی ہے اور اسم ہے۔ نافرمانی کرنا۔ نافرمانی۔ عِصْيَانٌ بھی مصدر ہے (باب ضرب) عَصَا۔ لاٹھی۔ عِصْيَانٌ کا ماخذ عَصَا ہی ہے۔ جس کے پاس لاٹھی (قوت) ہوتی ہے وہ دوسرے کی نافرمانی کرتا ہی ہے۔ گویا عصیان کے معنی ہوتے۔ لاٹھی کے بل پہ کسی کی نافرمانی کرنا۔ توسیع استعمال کے بعد نافرمانی کو عصیان کہا جانے لگا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا :۔ کیا آپ نے (اے رسول) ان کو نہیں دیکھا کہ جن کو کانا پھوسی

سے منع کر دیا تھا۔ پھر بھی وہ اس سے باز نہیں آتے اور گناہ اور سرکشی اور رسول کی نافرمانی کے لئے مخفی مشورے کرتے ہیں۔ (ترجمہ تفسیر حقانی)

= وَاِذَا واو عاطفہ، اِذَا ظرف زمان۔ جب

= حَيَّوْكَ ۔ حَيَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَحِيَّةٌ (تفعیل) مصدر۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، انہوں نے تجھ کو سلام کیا۔ وہ تجھ کو سلام کرتے ہیں۔ (ح ی ی حروفِ مادہ)

= لَمْ يُحَيِّكَ ۔ لَمْ يُحَيِّ مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ اس نے تجھ کو (ان کلمات سے) سلام نہ کیا۔

بِمَا میں مَا موصولہ اور بِهٖ میں ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جب کفار آپ سے ملتے ہیں تو ایسے کلمات سے آپ کو دعا سلام کرتے ہیں کہ جن سے اللہ سلام نہیں بھیجتا۔ مثلاً السلام علیکم کی بجائے اَلسَّامُ علیکم کہنا جس کے معنی ہیں تم پر اللہ کی مار ہو۔

= فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ ۔ فِیْ حرف جر۔ اَنْفُسِهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، اپنے دلوں میں۔ یا فِیْ مَا بَيْنَهُمْ ۔ آپس میں۔

= لَوْلَا : ای هَلْ لَا کیوں نہیں۔

= حَسْبُهُمْ ۔ ان کو بس ہے، ان کو کافی ہے۔ حَسْبُ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔

= يَصْلَوْنَهَا، يَصْلَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ صَلْيٌ (باب سمع) مصدر هَا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ کا مرجع جہنم ہے۔ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ یا يَصْطَلُوْنَ بِهَا۔ وہ اس میں جلیں گے۔

= فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۔ ف۔ پس، پھر۔ بِئْسَ فعل ذم ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی بِئْسَ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ (سمع) سے۔ عین کلمہ کی اتباع میں اس کے فاء کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا۔ بِئْسَ ہو گیا۔ بِئْسَ برا ہے۔

اَلْمَصِيْرُ : صَيْرٌ سے اسم ظرف و مصدر میمی۔ لوٹنے کی جگہ۔ لوٹنا۔ یہاں بطور ظرف مستعمل ہے

۵۸ : ۹ = اِذَا تَنَاجَيْتُمْ ، اِذَا شرطیہ ہے یا اسم ظرف زمان، ہے ، ماضی

جمع مذکر حاضر، تَنَاجِیٌ (تفاعُلٌ) مصدر۔ تم نے سرگوشی کی۔ یا جب تم سرگوشی کرو۔

= فَلَا تَتَنَاجَوۡا۔ ف جواب شرط کے لئے۔ لَا تَتَنَاجَوۡا فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر، (تو تم) سرگوشی مت کرو۔ کاناپھوسی نہ کرو، تَنَاجِیٌ (تفاعل) مصدر

= تَنَاجَوۡا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، تم سرگوشی کیا کرو۔ یہاں نجویٰ سے مراد مشورہ ہے یعنی جب رازدارانہ بات کرنا ہی ہو تو نیکی اور پرہیزگاری کے متعلق مشورہ کیا کرو۔

= اَلۡبِرِّ: مصدر ہے بمعنی نیکی کرنا۔ بھلائی کرنا۔ نیکوکاری۔ اعتقادی وعملی دونوں قسم کی نیکیاں اس میں شامل ہیں۔

= اَلتَّقۡوٰی۔ پرہیزگاری۔ بچنا۔ تقویٰ اسم ہے اِتَّقٰی سے۔ لغت میں تو تقویٰ کے معنی ہیں نفس کو اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا کہ جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے بھی موسوم کر لیتے ہیں۔ جس طرح کہ سبب بول کر مسبب اور مسبب بول کر سبب مراد لے لیتے ہیں۔

اور عُرفِ شرع میں تقویٰ نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لیجائے۔

= اِتَّقُوۡا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، اِتَّقُوا اللّٰهَ۔ تم اللہ سے ڈرو۔

= اَلَّذِیۡۤ اِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ: اَلَّذِیۡ اسم موصول۔ باقی جملہ اس کا صلہ۔ اِلَیۡهِ اِلٰی انتہاء غایت۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

تُحۡشَرُوۡنَ مضارع مجہول۔ جمع مذکر حاضر، حَشۡرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔ تم جمع کئے جاؤ گے۔

۵۸: ۱۰ = اِنَّمَا۔ بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافّہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

= اَلنَّجۡوٰی۔ سرگوشی، کاناپھوسی۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت، متذکرہ بالا) اِنَّ کا اسم ہے

= مِنَ الشَّیۡطٰنِ خبر اِنَّ۔ بے شک سرگوشی ایک شیطانی فعل ہے۔ اَلنَّجۡوٰی میں الؔ عہد کا ہے۔ مراد اس سے التناجی بالاثم والعدوان ومعصیت الرسول ہے۔

= لِیَحۡزُنَ۔ خبر دوم۔ لام علت کا ہے۔ تاکہ۔ یَحۡزُنَ مضارع واحد مذکر غائب (منصوب بوجہ عمل لام) حُزۡنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ غمگین کرتا ہے۔ لِیَحۡزُنَ تاکہ وہ

غمگین کردے۔ یہ خبر دوم ہے إِنَّ کی:

خبر آخر لا نما النجوىٰ والاول من الشیطانِ ۱۲ (حقانی)

== اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ موصول وصلہ مل کر مفعول ہے يَحْزُنَ کا۔ ان لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں۔ یعنی ایمان والوں کو۔

== وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْئًا۔ جملہ حالیہ ہے واؤ حالیہ لَيْسَ (نہیں ہے) فعل ناقص۔ ماضی واحد مذکر غائب اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ لَيْسَ کا اسم کافروں کی سرگوشی یا شیطان ہے۔ ضَآرِّهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کو نقصان پہنچانے والا۔ ان کو ضرر پہنچانے والا۔

ضَآرِّ ضَرٌّ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر "مضاف ہے" هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ بِضَآرِّهِمْ خبر ہے۔ شَيْئًا کچھ بھی۔

مطلب یہ کہ:۔

حال یہ ہے کہ کافروں کی سرگوشی یا شیطان ایمان والوں کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ بغیر اللہ کے حکم کے۔

== فَلْيَتَوَكَّلْ۔ ف کا عطف محذوف پر ہے لیتوکل امر کا صیغہ واحد مذکر غائب یہاں بمعنی جمع (المؤمنون) کے لئے آیا ہے۔ چاہیئے کہ بھروسہ رکھیں۔

وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ ای وعلی اللہ لا علی غیرہٖ یجب ان یتوکل المؤمنون۔ مومنوں کو چاہئے کہ صرف اللہ پر نہ کہ کسی غیر پر توکل اور بھروسہ رکھیں" (ایسر التفاسیر)

۵۸: ۱۱ == اِذَا قِيْلَ لَكُمْ ...... فِي الْمَجٰلِسِ، جملہ شرطیہ ہے

== تَفَسَّحُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ تَفَسُّحٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر بمعنی کھل کر بیٹھنا۔ اور کشادگی و فراخی کرنا۔ تم کشادگی کرو۔ کھل کر بیٹھو،

اَلْفَسْحُ وَالْفَسِيْحُ کے معنی وسیع جگہ کے ہیں۔ فَسَحْتُ مَجْلِسَهٗ میں نے اس کے لئے مجلس میں، محفل میں جگہ کر دی تو وہ اس میں کھل کر بیٹھ گیا۔

== فَافْسَحُوْا۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اِفْسَحُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ فَسْحٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی وسعت سے بیٹھنا۔ اور کھل کر رہنا۔ تو تم کھل جاؤ۔ جوابِ شرط ہے۔

== یَفْسَحِ اللّٰہُ لَکُمْ : جوابِ امر۔ خدا تم کو فراخی دے گا۔ یَفْسَحِ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ واحد مذکر غائب ۔ فَسْحٌ (باب فتح) مصدر ۔ اللہ تمہارے لئے کشادگی کر دیگا تمہارے لئے جگہ کشادہ کردے گا :

== وَاِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا۔ پہلا جملہ شرطیہ ہے دوسرا جملہ جواب شرط ہے ۔ اُنْشُزُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نَشْزٌ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ اٹھ کھڑا ہونا۔ یعنی جب کہا جائے کھڑے ہو جاؤ۔ تو کھڑے ہو جایا کرو۔

== یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ۔ یَرْفَعِ مضارع مجزوم بوجہ جوابِ امر۔ اللہ بلند کرے گا ان لوگوں کو جو تم میں سے ایماندار ہیں ۔ بوجہ یرفع کا مفعول ہونے کے الذین محل نصب میں ہوگا۔

وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ الذین آمنوا منکم پر ہے یرفع کا مفعول ثانی ہے ۔

اُوْتُوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر ۔ وہ دیئے گئے ، ان کو دیا گیا۔ اَلْعِلْمَ مفعول ۔

اور وہ جن کو علم دیا گیا۔

دَرَجٰتٍ ۔ منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ ۔ اگر تم کو کہا جائے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان داروں کو اور وہ جنہیں علم دیا گیا بلحاظ درجات کے بلند فرمائے گا۔

== وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ : مَا موصولہ، تَعْمَلُوْنَ صلہ۔ اللّٰہُ مبتدا۔ خبیر۔ خبر۔ موصول وصلہ مل کر متعلق خبر۔

۵۸ : ۱۲ == اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ جملہ شرطیہ ہے ۔ نَاجَیْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، مُنَاجَاۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ الرَّسُوْلَ مفعول ۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ ترجمہ۔ جب تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رازدارانہ بات کان میں کرنا چاہو۔

== فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰکُمْ صَدَقَۃً ۔ فَ جواب شرط کے لئے۔ قَدِّمُوْا امر کا صیغہ، جمع مذکر حاضر، تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ تم آگے بھیجو۔ تم پہلے ادا کر دو (صدقہ)

بَیْنَ ۔ درمیان ۔ بیچ ۔ جدائی ، ملاپ ، اسم ظرف مکان ہے ۔ دو چیزوں کے درمیان

اور بیچ کو بتانے کے لئے اس کی وضع عمل میں آئی ہے۔
منجملہ دیگر استعمال کے اس کا استعمال بَیْنَ یَدَیْ اور بَیْنَ اَیْدِیْ آتا ہے پہلے کے لغوی معنی ہیں دونوں ہاتھوں کے درمیان۔ اور دوسرے کے معنی ہاتھوں کے درمیان
مطلب دونوں کا ہے آگے۔ سامنے۔ قریب۔ ایسی صورت میں بین کی اضافت ایدی۔ یا یدی کی طرف ہوتی ہے۔
بَیْنَ کا استعمال یا تو وہاں ہوتا ہے جہاں مسافت پائی جائے۔ جیسے بین البلدین۔ (دوشہروں کے درمیان) یا جہاں دو یا دو سے زیادہ کا عدد موجود ہو۔ جیسے بین الرجلین۔ اور بین القوم (قوم کے درمیان)
بین مضاف ہے نجوٰکُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر یدی کا مضاف الیہ۔
یدی مضاف، یہ مضاف اور مضاف الیہ مل کر بین کا مضاف الیہ۔
ترجمہ آیت کا ہوگا:۔
توبات کرنے سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دیدیا کرو۔
= ذٰلِکَ: یعنی نجویٰ سے قبل صدقہ کا دینا۔ مبتدا، خَیْرٌ لَّکُمْ خبر۔ وَاَطْھَرُ خبر بعد خبر
اطہر افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بمعنی پاکیزہ۔ زیادہ پاک، طَھَارَۃٌ سے۔ یہ تمہارے لئے بہتر اور زیادہ پاکیزگی والی بات ہے۔
= فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا۔ جملہ شرطیہ۔ اور لم تجدوا کے بعد اس کا مفعول محذوف ہے عبارت کچھ یوں ہوگی۔
فَاِنْ لَّمْ تجدوا شیئًا مَا تتصدقون بہ اور اگر تمہیں کوئی چیز میسر نہ آسکے جسے تم صدقہ میں دے سکو۔
= فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (فی ترخیص المناجاۃ من غیر صدقۃ) فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ جملہ جوابِ شرط ہے۔
تو اللہ تعالیٰ بغیر صدقہ کے مناجات کی رخصت دینے میں غفور اور رحیم ہے
غفور۔ غفرانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت بخشنے والا۔
۱۳:۵۸ = ءَ اَشْفَقْتُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ، اشفقتم ماضی جمع مذکر حاضر، اشفاق (افعال) مصدر۔ اشفاقٌ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ کسی کی خیر خواہی کے لئے اس پر تکلیف آنے سے ڈرنا۔ کیونکہ مشفق ہمیشہ مشفَق علیہ کو محبوب سمجھتا ہے اور اسے تکلیف پہنچنے

سے ڈرتا رہتا ہے۔ جب یہ فعل حرف مِنْ کے واسطہ سے متعدی ہو تو اس میں خوف کا پہلو زیادہ ہوتا ہے۔ ترسیدن از کسے، کسی سے ڈرنا۔

== اَنْ تُقَدِّمُوْا۔ اَنْ مصدریہ ہے۔ تُقَدِّمُوْا مضارع منصوب۔ جمع مذکر حاضر

== بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ: ملاحظہ ہو آیت ۱۲، متذکرۃ الصدر۔

ترجمہ ہوگا۔

کیا تم اس سے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کان میں کوئی بات کہنے سے پہلے خیرات دیا کرو ڈر گئے ہو؟۔

== فَاِذْ. ف عاطفہ، اِذْ (ظرفیہ للماضی) پھر جب۔

== لَمْ تَفْعَلُوْا مضارع مجزوم نفی حجد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر، پھر جب تم ایسا نہ کر سکے یا تم نے ایسا نہ کیا۔ (یعنی مفلسی کے ڈر کی وجہ سے تم نے صدقہ نہیں دیا)

== وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ. جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے: اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ اور اللہ نے تمہیں اسے ترک کرنے کی رخصت دیدی ہے۔

== فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ۔ ف سببیہ ہے۔ پس بایں سبب تلافی مافات کے لئے پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ زکوٰۃ دیا کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو۔

اِذْ بمعنی اِنْ شرطیہ بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ جملہ جواب شرط ہوگا مطلب یہ ہے کہ:۔

اگر تم نے ماضی میں ایسا نہیں کیا تو اس کوتاہی کے تدارک کے لئے اب نماز کی ادائیگی، ایتائے زکوٰۃ، اطاعت خداوندی و اطاعت رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پابندی کرو

۱۴:۵۸ == اَلَمْ تَرَ: استفہام انکاری ہے۔ نفی کا انکار موجب اثبات ہوتا ہے۔ اس لئے اَلَمْ تَرَ کا مطلب ہوا۔ تو نے دیکھا۔ تو نے دیکھا ہے۔

== اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول تَوَلَّوْا اس کا صلہ۔ قَوْمًا مفعول تَوَلَّوْا کا۔ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ صفت قَوْمًا کی۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب قَوْمًا کی طرف راجع ہے۔

تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّيْ (تفعّل) مصدر

تَوَلِّيْ کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی:

ا۔ کسی سے دوستی رکھنے۔

۲:۔ کسی کام کو اُٹھانے۔
۳:۔ والی و حاکم ہونے کے ہوتے ہیں:۔
۱:۔ کی مثال ۔ قرآن مجید میں ہے:۔
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ : (۵ : ۵۱) جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی رکھے وہ اُن ہی میں سے ہے:۔
۲:۔ کی مثال :۔ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ (۲۴:۱۱) اور جس نے کہ اٹھایا اس بڑی بات کو۔
۳:۔ کی مثال :۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ (۴۷ : ۲۲) پھر تم سے یہ توقع ہے کہ اگر تم والی ہو۔
اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ لفظوں میں مذکور ہو یا مُسْتَتِرْ (محذوف) ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:۔
فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ : (۷:۷۹) پھر اس نے ان سے منہ موڑا۔ اور کہا کہ اے میری قوم میں نے تم کو خدا کا پیغام پہنچادیا۔
یہاں سورۃ ہذا میں تَوَلَّوْا بمعنی دوستی رکھنا ہے۔
یعنی کیا تو نے دیکھا نہیں (تو نے دیکھا ہے) ان لوگوں کی طرف جو دوستی کرتے ہیں اس قوم سے کہ جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔
= مَا هُمْ مِّنْكُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا کی طرف راجع ہے اور مِنْكُمْ میں ضمیر كُمْ جمع مذکر حاضر اَلَمْ تَرَ کے مخاطب کی طرف راجع ہے۔
= وَلَا مِنْهُمْ۔ جُمْلَةٌ مُّسْتَانِفَةٌ اوحال من فاعل تولوا ۱۲ (حقانی)
مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قومًا غضب اللّٰہُ علیہم کی طرف راجع ہے مطلب یہ کہ:۔
یہ منافقین نہ تو پورے پورے تم میں سے ہیں۔ کیونکہ دین اور دوستی میں یہودیوں کے ساتھ ہیں۔ اور نہ یہ پورے پورے یہودیوں میں سے ہیں۔ کیونکہ ظاہر میں یہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔
= وَيَحْلِفُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ حَلْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ اس کا عطف تَوَلَّوْا پر ہے مضارع کا صیغہ تکرار حلف پر دلالت

کرتا ہے۔

= عَلَى الْكَذِبِ۔ جھوٹ پر۔

= وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ : جان بوجھ کر۔

آیت کا ترجمہ ہوا۔

اور جان بوجھ کر جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ درآں حالیکہ وہ جانتے ہیں (کہ جو وہ کہہ رہے ہیں جھوٹ ہے)

۵۸ : ۱۵ = اَعَدَّ، ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی تیار کرنا۔ اِعْدَادٌ یہ عَدٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہیں۔ اس اعتبار سے اِعْدَادٌ کے معنی کسی چیز کے اس طرح تیار کرنے کے ہیں کہ وہ شمار کی جا سکے۔

اَعَدَّ اس نے تیار کیا ہے۔ اس نے تیار کر رکھا ہے۔

= اِنَّهُمْ : اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب : بے شک وہ سب لوگ۔

= سَآءَ فعل ذم ہے سَوْءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بُرا ہے۔

= مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ مَا موصولہ۔ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ صلہ۔ جو وہ کیا کرتے تھے، بے شک وہ بُرے کام کیا کرتے تھے۔

۵۸ : ۱۶ = اِتَّخَذُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ انہوں نے ٹھہرالیا۔ انہوں نے اختیار کر لیا۔

= اَيْمَانَهُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ اپنی قسموں کو۔ اَيْمَانٌ جمع ہے اس کا واحد يَمِيْنٌ ہے۔ يَمِيْنٌ کے معنی اصل میں تو داہنے ہاتھ کے ہیں، معاہدہ کرنے والا حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے

= جُنَّةً سپر، ڈھال۔ آڑ، پردہ، جُنَنٌ جمع ہے۔ جَنٌّ سے مشتق ہے چونکہ ڈھال سے جسم کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جُنَّۃٌ کہتے ہیں۔

انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے (اپنے بچاؤ کے لئے)

= فَصَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ وَصُدُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے

پھر خدا کی راہ سے دوسروں کو روکتے ہیں۔
= عَذَابٌ مُّهِيْنٌ: موصوف و صفت۔ مُهِيْنٌ اسم فاعل واحد مذکر اِهَانَةٌ (افعال) مصدر۔ ذلیل وخوار کرنے والا۔
۵۸: ۱۷ = لَنْ تُغْنِيَ مضارع نفی تاکید بلَنْ (منصوب بوجہ عمل لَنْ) صیغہ واحد مؤنث غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی کام آنا۔ کفایت کرنا۔ وہ ہرگز کفایت نہیں کرے گی۔ وہ ہرگز کام نہیں آئے گی۔
لَنْ تُغْنِيَ کا فاعل اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ہے ان کے مال اور ان کی اولاد
ان کا مال اور ان کی اولادیں ہرگز کچھ کام نہ آئیں گی اللہ کے مقابلہ میں۔
= اُولٰٓئِكَ ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہی لوگ۔ وہ لوگ، اَصْحٰبُ النَّارِ مضاف مضاف الیہ۔ دوزخی۔ جہنمی۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اولٰئِكَ ہے۔
وہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔
= فِيْهَا۔ میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے
= خٰلِدُوْنَ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے خُلُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ ہمیشہ رہنے والے
۵۸: ۱۸ = يَوْمَ۔ مفعول فیہ۔ جس دن۔
= يَبْعَثُهُمْ۔ يَبْعَثُ فعل مضارع واحد مذکر غائب۔ بَعْثٌ (باب فَتَحَ) مصدر بمعنی بھیجنا۔ اٹھانا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب وہ ان کو (مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے گا
= جَمِيْعًا سب کو۔
= فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ۔ فَ تعقیب کا ہے يَحْلِفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب، حَلْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ قسمیں کھائیں گے۔ لَهٗ اس کے سامنے۔ پھر اس (خدا) کے سامنے وہ قسمیں کھائیں گے۔ ای قائلین واللہ ربنا ما کنا مشرکین۔ بخدا ہم مشرک نہیں تھے۔
= كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ، کاف تشبیہ کا ہے۔ لَكُمْ تمہارے سامنے۔
یعنی جیسا کہ وہ اب تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تم سے ہیں کافر یا غیر مسلم نہیں ہیں۔
= وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ واؤ عاطفہ۔ يَحْسَبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ گمان کریں گے۔ وہ خیال کریں گے۔ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ

کہ ان کا کچھ کام بن گیا ہے۔ وہ کچھ نفع میں رہے ہیں۔ کہ جلبِ منفعت اور دفع مضرت میں ان کو کچھ حاصل ہوا ہے۔ کہ وہ کچھ حاصل کر رہے ہیں۔

= اَلَاۤ: جان لو، سن رکھو، خبردار ہو جاؤ۔ یہ حرف تنبیہ اور استفتاح (یعنی کلام کے شروع کرنے کے لئے) ہے۔

کبھی یہ عرض کے لئے استعمال ہوتا ہے (یعنی کسی چیز کو نرمی سے طلب کرنا) جیسے اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ: کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔

اور کبھی تحضیض یعنی کسی چیز کے سختی کے ساتھ مطالبہ کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ فرمایا اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْۤا اَیْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ کیا تم نہیں لڑو گے ان لوگوں سے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا اور انہی نے تم سے پہلے چھیڑ کی۔

جب یہ تنبیہ اور استفتاح کے لئے آتا ہے تو جملہ اسمیہ و فعلیہ دونوں پر داخل ہوتا ہے اور جب عرض و تحضیض کے لئے آتا ہے تو صرف افعال کے ساتھ مخصوص ہوتا ہے خواہ وہ افعال لفظاً مذکور ہوں یا تقدیراً۔

= اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تخصیص کے لئے لایا گیا ہے بیشک یہی وہ لوگ ہیں جو بہت جھوٹے ہیں۔ (اور ان کے انتہائی جھوٹے ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ خدا جو عالم الغیب ہے اس کے سامنے بھی یہ جھوٹ بولیں گے)

۵۸: ۲۹ = اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمْ: ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِحْوَاذٌ (استفعال) مصدر۔ بمعنی قابو میں کر کے ہانکنا (شیطان نے ان پر قابو پا لیا ہے۔

= فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ۔ ف سببیہ ہے اَنْسٰی ماضی واحد مذکر غائب اِنْسَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی بھلا دینا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

ذِكْرَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مفعول ثانی اَنْسٰی کا۔ پس اس نے (یعنی شیطان نے) ان کو اللہ کی یاد بھلا دی۔

= حِزْبُ الشَّیْطٰنِ: مضاف مضاف الیہ۔ حِزْبٌ گروہ، جماعت، ٹولہ، اَحْزَابٌ جمع۔ شیطان کا گروہ۔

= اَلَاۤ: ملاحظہ ہو آیت ۱۸ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْخٰسِرُوْنَ۔ خُسْرٌ و خُسْرَانٌ: سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، نقصان اٹھانے

والے۔ گھاٹا پانے والے۔ زیاں کار۔

۵۸ : ۲۰ == یُحَادُّوْنَ ۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت ۵ متذکرۃ الصدر۔

== اَلْاَذَلِّیْنَ ۔ یہ اَذَلّ کی جمع ہے ذِلَّۃٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ ذلیل، زیادہ کمزور، اذلین۔ سب سے زیادہ ذلیل یا بے قدر لوگ۔

۵۸ : ۲۱ == کَتَبَ اللّٰہُ ۔ اللہ نے لکھ دیا ہے۔ اللہ نے فیصلہ دے دیا ہے۔ اللہ نے یہ فیصلہ لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے۔

== لَاَغْلِبَنَّ ۔ مضارع بالام تاکید ونون ثقیلہ۔ صیغہ واحد متکلم۔ غَلَبَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے، میں ضرور غالب ہوں گا۔

== وَرُسُلِیْ ۔ واؤ عاطفہ، رُسُلِیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرے رسول، میرے پیغمبر فعل محذوف۔ اور میرے رسول بھی ضرور غالب رہیں گے۔

یا ترجمہ یوں ہوگا۔ میں اور میرے رسول ضرور غالب رہیں گے۔

== قَوِیٌّ ۔ قُوَّۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے واحد مذکر، زبردست، توانا۔ خدا تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

ایسا طاقت ور کہ کوئی اس کی مشیت میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

== عَزِیْزٌ ۔ غالب، زبردست، قوی۔ ایسا غالب کہ کوئی اس پر غلبہ نہیں پا سکتا۔
عِزَّۃٌ سے فعیل کے وزن پر، بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے

۵۸ : ۲۲ == لَا تَجِدُ ۔ مضارع منفی۔ واحد مذکر حاضر وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو نہیں پائے گا۔

== قَوْمًا ۔ لا تجد کا مفعول یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ جملہ صفت ہے قَوْمًا کی یعنی ایسے لوگ جو اللہ پر اور روز قیامت پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں۔

== یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ۔ قَوْمًا کی صفت ثانی،

ترجمہ ہوگا۔

آپ ایسی کوئی قوم نہیں پائیں گے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کو ناراض کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

یا یہ جملہ قَوْمًا سے حال ہے۔ اور ترجمہ یوں ہے۔

جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور رسول کے دشمنوں سے

دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے۔ (مولانا فتح محمد جالندھری)

یُوَآدُّوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ وِدَادٌ مُوَادَّۃٌ (مفاعلۃ) دوستی کرنا۔ دوستی رکھنا۔

= مَنْ حَادَّ اللّٰہَ مَنْ موصول۔ حَادَّ اللّٰہَ اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب مُحَادَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی لڑنا۔ دشمن رکھنا۔ مخالفت کرنا۔ ناراض کرنا۔

= وَرَسُوْلَہٗ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

مَنْ حَادَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ میں اگرچہ مَنْ بصیغہ واحد استعمال ہوا ہے لیکن مراد اس سے جمع کی ہے۔ یعنی سارے ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کرتے ہیں

= لَوْ: اگر، خواہ۔

= اٰبَآءَ ھُمْ۔ یہ کَانُوْا کی خبر ہے۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے باپ۔

= اَوْ اَبْنَآءَ ھُمْ۔ اَوْ۔ یا۔ اَبْنَآءَ ھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بیٹے۔

= اِخْوَانَھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے بھائی۔

= عَشِیْرَتَھُمْ مضاف مضاف الیہ ان کے کنبے کے لوگ۔

= اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتے۔ اُولٰٓئِكَ مبتدا ہے۔

= فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ: یہ خبر ہے مبتدا کی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان تحریر کر دیا ہے۔ ثبت کر دیا ہے۔ راسخ کر دیا ہے۔

= وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ یہ خبر ثانی ہے اُولٰٓئِكَ کی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَیَّدَ: ماضی واحد مذکر غائب۔ تَاْیِیْدٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ بمعنی مدد کرنا۔

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کی مدد کی۔

بِرُوْحٍ مِّنْہُ: اپنے نور سے۔ اپنی رُوح سے۔

رُوح کے علماء نے مختلف معانی مراد لئے ہیں۔

۱۔ سدی نے کہا۔ ایمان مُراد ہے

۲۔ ربیع نے کہا کہ قرآن اور وہ استدلالات جو قرآن میں مذکور ہیں۔

۳۔ بعض کے نزدیک اللہ کی رحمت مراد ہے۔

۴۔ بعض کے نزدیک جبرائیل مُراد ہے۔

۵۔ بعض نے کہا کہ اس سے مراد نور، یا اللہ کی مدد ہے۔

== وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ خبر سوم ہے اُولٰٓئِكَ کی۔ اور وہ ان کو داخل کرے گا بہشتوں میں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں

== خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اسم فاعل جمع مذکر۔ خُلُوْدٌ (باب نصر) ہمیشہ رہنے والے سدا رہنے والے۔

فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کی طرف راجع ہے وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔

== رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ یعنی ان کی اطاعت کی وجہ سے وہ اللہ ان سے راضی ہوگا اور اللہ کی طرف سے عطائے ثواب پر وہ اس (اللہ سے) راضی ہوں گے۔

== اُولٰٓئِكَ۔ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ وہی لوگ، وہ لوگ، اشارہ ہے اس قوم کی طرف جو اللہ پر کامل ایمان اور آخرت پر بھی ایمان رکھتی ہے۔

(شروع آیت ہذا)

== حِزْبُ اللّٰهِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کی جماعت۔ اللہ کا گروہ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۵۹) سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۲۴)

۱:۵۹ = سَبَّحَ : ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر۔ یہاں فعل ماضی بمعنی مضارع آیا ہے۔ پاکی بیان کرتی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ بعض جگہ بصیغہ مضارع آیا ہے جیسے سورۃ ہذا کی آخری آیت (۵۹ : ۲۴) سورۃ الجمعہ (۶۲ : ۱) سورۃ التغابن (۶۴ : ۱) وغیرہ۔ صیغہ مضارع دوام واستمرار پر دلالت کرتا ہے صاحب اضواء البیان نے لکھا ہے۔

التسبیح اصل میں مادہ سبح سے ہے سباحۃ وتسبیح میں مادہ مشترک ہے ان کے معانی میں بھی اشتراک ہے سباحۃ فی الماء (پانی میں تیرنا) تیرنے والے کو پانی میں ڈوبنے سے بچاتا ہے اسی طرح اللہ کی تسبیح اور تنزیہہ کرنے والا شرک سے نجات پاتا ہے (نیز ملاحظہ ہو
۵۷ : ۱

= اَلْعَزِيْزُ۔ غالب، زبردست، عِزَّةٌ سے بروزن فعیل بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے
= اَلْحَكِيْمُ ؛ حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا۔

۲:۵۹ = اس آیت اور مابعد کو سمجھنے کے لئے اس کے پس منظر کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

یہ سورۃ غزوۂ بنو نضیر کے بارہ میں نازل ہوئی تھی۔ بنی نضیر فلسطین کے باشندے تھے سنہ ۱۳۲ء میں رومیوں کی سخت روی کی وجہ سے یہودیوں کے چند قبائل جن میں بنی نضیر اور بنو قریظہ شامل تھے فلسطین کو چھوڑ کر یثرب میں آکر آباد ہوگئے۔ بنی نضیر مدینہ میں قباء کے قریب مشرقی جانب آکر آباد ہوگئے تھے۔ اس وقت مدینہ میں عرب قبائل میں سے بنی اوس اور بنی خزرج ممتاز قبائل تھے یہ دونوں یہودی قبائل بنی نضیر اور بنو قریظہ اوس کے حلیف بن گئے

اور بنی اوس اور بنی خزرج کی باہمی لڑائیوں میں اول الذکر کا ساتھ دیتے رہے۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ہر دو عرب قبائل اور مہاجرین کو ملا کر ایک برادری بنائی اور مسلم معاشرہ اور یہودیوں کے درمیان واضح شرائط پر ایک معاہدہ طے کیا۔ لیکن یہودی قبائل اور خاص کر بنی نضیر ہمیشہ منافقانہ رویہ اختیار کئے رہے یہاں تک کہ ۳ھ میں انہوں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے قتل کی سازش کی جس کا بروقت آپ کو علم ہوگیا۔ جس پر آپ نے ربیع الاول ۴ھ میں انہیں الٹی میٹم دے دیا۔ کہ پندرہ دن کے اندر اندر یہاں سے نکل جائیں۔

لیکن جب انہوں نے لڑائی کی ٹھان لی تو مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کرلیا جس پر وہ ملک شام اور خیبر کی طرف نکل گئے۔ بنی نضیر کو یہ گھمنڈ تھا کہ یہودی اور عرب قبائل کی مدد سے وہ مسلمانوں کا ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ لیکن خدائی طاقت کے سامنے علی رغم التوقع بہت جلد ان کو ہار مان کر اپنی لبستی کو چھوڑ کر چلے جانا پڑا۔ یہ سورۃ اسی جنگ بنی نضیر پر تبصرہ ہے۔

= هُوَ الَّذِیْۤ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ۔

مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ میں مِنْ حرف جار۔ اھل الکتب مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ (مِنْ تبعیضیہ ہے) جار مجرور مل کر متعلق اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مفعول اخرج کا۔ اخرج صلہ ہے الذی اسم موصول کا۔ یہ صلہ موصول مل کر نعت ہوئے هُوَ کی۔

مِنْ دِیَارِهِمْ : مِنْ حرف جار دِیَارِهِمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔

ترجمہ ہوگا۔

وہی ذات ہے (یعنی اللہ) جس نے اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کیا۔ هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار یہود (بنی نضیر) کی طرف راجع ہے

= لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ لام توقیت کے لئے ہے یعنی وقت بتانے کے لئے بمعنی عِنْدَ بوقت۔ جیسے کہ الوضوء واجبٌ لکل صلوٰۃ ای عند کل صلوٰۃ ہر نماز کے وقت وضو کرنا واجب ہے۔

لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے متعلق مولانا مودودی تحریر فرماتے ہیں :-

اصل الفاظ ہیں لِاَوَّلِ الْحَشْرِ۔ حَشْرٌ کے معنی ہیں منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ یا بکھرے ہوئے افراد کو جمع کر کے نکالنا۔ اور لِاَوَّلِ الْحَشْرِ کے معنی ہیں پہلے حشر کے ساتھ یا پہلے حشر کے وقت۔ یا موقعہ پر۔

اب رہا یہ سوال کہ اس جگہ اول حشر سے مراد کیا ہے؟

تو اس میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے۔

ایک گروہ کے نزدیک اس سے مراد بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج ہے اور اس کو ان کا پہلا حشر اس معنی میں کہا گیا ہے کہ ان کا دوسرا حشر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ جب یہود و نصاریٰ کو جزیرۃ العرب سے نکالا گیا۔ اور آخری حشر قیامت کے روز ہوگا۔

دوسرے گروہ کے نزدیک اس سے مراد مسلمانوں کی فوج کا اجتماع ہے جو بنو نضیر سے جنگ کے لئے ہوا تھا۔ اور لاول الحشر کے معنی یہ ہیں۔

کہ ابھی مسلمان ان سے لڑنے کے لئے جمع ہی ہوئے تھے اور کشت و خون کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ جلاوطنی کے لئے تیار ہو گئے۔

بالفاظ دیگر۔ یہاں یہ الفاظ باوّل وہلۃ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں (محاورہ ہے لقیتہ باول وھلۃ۔ میں نے اس سے سب سے پہلے ملاقات کی)

شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے "در اوّل جمع کردنِ لشکر"

اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ ہے "پہلے ہی بھیڑ ہوتے"

ہمارے نزدیک یہ دوسرا مفہوم ہی ان الفاظ کا متبادر مفہوم ہے۔

اس کے علاوہ اس بارہ میں علماء کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں۔

= مَا ظَنَنْتُمْ : میں مَا نافیہ ہے ظننتم ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ تم کو تو گمان بھی نہ تھا۔ تم تو خیال تک نہ کرتے تھے۔ تمہیں کوئی یقین نہ تھا۔

ظَنٌّ خیال کرنا۔ گمان کرنا۔ اٹکل کرنا۔ یقین کرنا۔

= اَنْ یَّخْرُجُوْا : اَنْ مصدریہ ہے یَخْرُجُوْا مضارع منصوب۔ جمع مذکر غائب خُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ کہ وہ (اپنے گھروں سے) نکل جائیں گے۔ ضمیر فاعل بنی نضیر کی طرف راجع ہے۔

= وَظَنُّوْا واوَ عاطفہ، ظَنُّوْا ماضی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ ان کو گمان تھا ان کو یقین تھا۔ (یعنی بنی نضیر کو)

= اَنَّھُمْ۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، بیشک وہ سب

= مَانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ۔ حُصُوْنُھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے قلعے مبتدا۔ مَانِعَتُھُمْ مضاف مضاف الیہ مانعۃ اسم فاعل واحد مؤنث، مَنْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بچانے والی۔ حفاظت کرنے والی۔ خبر۔ مِنَ اللّٰہِ متعلق خبر۔

وہ خیال کرتے تھے کہ تحقیق ان کے قلعے ان کو اللہ (کے عذاب) سے بچالیں گے

= فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ۔ فَ بمعنی لیکن۔ مگر۔ پھر، اَتٰی ماضی واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ آیا۔ وہ پہنچا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اِتْیَانٌ کے معنی آنا ہیں خواہ کوئی بذاتہٖ آئے۔ یا اس کا حکم پہنچے یا اس کا نظم و نسق وہاں جاری ہو۔

پھر آپہنچا اللہ ان پر۔ یعنی اللہ کا عذاب ان پر آپہنچا۔

= مِنْ حَیْثُ مِنْ حرف جر ہے۔ حَیْثُ اسم ظرف مکان ہے، جہاں۔ جس جگہ مبنی برضمہ ہے۔ جہاں سے۔

= لَمْ یَحْتَسِبُوْا۔ مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ اجتناب (افتعال) مصدر (جہاں سے) انہوں نے گمان بھی نہ کیا تھا۔

= وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ پر ہے قَذَفَ ماضی واحد مذکر غائب۔ قَذْفٌ (باب ضرب) مصدر۔

اَلْقَذْفُ کے معنی دور پھینکنا کے ہیں۔ پھر بُعد کے معنی کے اعتبار سے دور دراز منزل کو مَنْزِلٌ قَذَفٌ کہا جاتا ہے (منزل بعید) مجازًا قذف کا استعمال عیب لگانے اور برا بھلا کہنے کے لئے بھی ہوتا ہے۔

یہاں اس کے معنی ہیں اس نے پھینکا۔ اس نے ڈالا۔

= یُخْرِبُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِخْرَابٌ (افعال) مصدر۔ وہ خراب کرتے ہیں وہ اُجاڑتے تھے، وہ ڈھاتے تھے۔

= بِاَیْدِیْھِمْ ب حرف جر۔ اَیْدِیْھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اپنے ہاتھوں سے، اپنے ہاتھوں کے ساتھ۔

= وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ اس کا عطف سابقہ جملہ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ پر ہے اور وہ

اجاڑ رہے تھے ۔یا۔ ڈھا رہے تھے (اپنے گھروں کو) مسلمانوں کے ہاتھوں سے۔
دونوں جملے حال ہیں۔
صاحب تفسیر مظہری یُخْرِبُوْنَ .... وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔
اِخْرَابٌ کا معنی ہے کسی چیز کو بیکار کر کے اور برباد کر کے چھوڑنا۔
تخریب کی صورت یہ ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اختیار دیا تھا۔ کہ جو چیزیں چاہیں (سوائے اسلحہ کے) اونٹوں پر لاد کر لے جائیں۔ انہوں نے اسی بنیاد پر اپنے گھر ڈھا کر دروازہ کی چوکھٹیں اور لکڑی کے تختے نکالے اور اونٹوں پر لے گئے۔ اور جو حصہ باقی رہا وہ مسلمانوں نے ڈھا دیا۔
ابن زید نے کہا کہ:۔
انہوں نے ستون اکھاڑے۔ چھتیں توڑیں۔ دیواروں میں نقب لگائے لکڑیاں تختے یہاں تک کہ کیلیں بھی اکھاڑ لیں اور مکانوں کو ڈھا دیا۔ تاکہ مسلمان ان میں نہ رہ سکیں۔
قتادہ نے کہا کہ:۔
مسلمان بیرونی جانب سے اپنی طرف کے حصہ کو اور یہودی اندرونی جانب سے مکانوں کو ڈھا رہے تھے۔
حضرت ابن عباس رض نے فرمایا:۔
کہ مسلمان جب کسی گھر پر قابض ہوتے تھے تو اس کو گرا دیتے تھے تاکہ لڑائی کا میدان وسیع ہو جائے اور یہود گھروں میں نقب لگا کر پشت کی طرف سے دوسرے مکانوں میں چلے جاتے اور پشت والے مکانوں میں قلعہ بند ہو کر خالی کئے ہوئے مکانوں پر پتھر برساتے تھے تاکہ جو مسلمان وہاں داخل ہو چکے ہوں وہ زخمی ہو جائیں۔ یہی مطلب ہے آیت یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ کا۔
== فَاعْتَبِرُوْا۔ اِعْتَبِرُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِبَارٌ (افتعال) مصدر تم عبرت پکڑو۔
== یٰاُولِی الْاَبْصَارِ۔ یَا اشارہ۔ اُولِی الْاَبْصَارِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر منادیٰ۔ اے آنکھوں والو۔ آنکھیں یعنی بصیرت کی آنکھیں۔
۵۹: ۳ == لَوْلَا۔ مرکب ہے لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے۔ اگر نہ ہوتا۔

= اَنْ مصدر یہ ہے۔ کہ۔
= كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ (کہ) لکھ دیا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف۔ كَتَبَ عَلٰى۔ کسی چیز کو کسی چیز پر فرض کرنا۔ واجب کر دینا۔ ضروری کر دینا۔

جیسے اور جگہ فرمایا ہے
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (۶:۵۴) تمہارے رب نے اپنی ذات (مبارک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔
= اَلْجَلَاءَ: جلا وطنی، جلا وطن ہونا۔ اجڑنا۔ ملک بدر ہونا۔ جَلَا يَجْلُوْ (باب نصر) کا مصدر ہے منصوب بوجہ مفعول ہے۔ مادہ جلو ہے۔ الجلو کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا نمایاں طور پر ظاہر ہونا۔ جلوہ دکھانا۔

جملہ لَوْلَا ... اَلْجَلَاءَ شرطیہ ہے۔ اگلا جملہ جواب شرط ہے۔
= لَعَذَّبَهُمْ۔ لام جواب شرط کا ہے۔ عَذَّبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو ضرور عذاب دیتا۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلا وطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ انہیں دنیا میں کسی اور طریقہ سے عذاب دیتا۔ مثلاً قتل وقید کی سزا۔ جیسا کہ بنی قریظہ کے ساتھ کیا۔
= وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ: یہ ایک الگ جملہ ہے اس کا تعلق لَوْلَا کے جواب سے نہیں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اگر وہ عذابِ دنیا (قتل وقید) سے بچ بھی گئے تو آخرت کے عذاب دوزخ سے نہیں بچیں گے۔ جو اس عذاب دنیا کے سوا ان کو ملیگا۔

۵۹:۴ = ذٰلِكَ: یعنی وہ عذاب جو ان پر نازل ہوا یا نازل ہوگا۔
= بِاَنَّهُمْ: ب سببیہ ہے یہ بسبب اس امر کے کہ انہوں نے۔
= شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔
شَآقُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ شقاق ومشاقۃ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی مخالفت، ضد مقابلہ۔ اپنے دوست کی شق کو چھوڑ کر دوسری شق میں ہونا۔ شق بمعنی طرف،
= مَنْ۔ شرطیہ ہے، جو۔
= يُّشَآقِّ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب؛ مِشَقَاقٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اصل میں يُشَاقِقُ تھا۔ ق کو ق میں ادغام کیا گیا (اور جو) مخالفت کرتا ہے (اللہ کی)

مَنْ یُّشَاقِّ اللّٰہَ جملہ شرط ہے۔

= فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے اللّٰہَ منصوب بوجہ عمل اسم اِنَّ ہے۔ شَدِیْدُ الْعِقَابِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر اِنَّ۔

ترجمہ:۔

تو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔

۵۹ : ۵ = مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَۃٍ ۔ مَا شرطیہ قَطَعْتُمْ ۔ ماضی جمع مذکر حاضر قَطْعٌ (باب فتح) مصدر۔ تم نے کاٹا۔ مِنْ لِّیْنَۃٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔

لِیْنَۃٍ لَوْنَ سے مشتق ہے اس کی جمع اَلْوَان آتی ہے۔

بعض کے نزدیک لین سے مشتق ہے۔ علماء نے لینۃ کے مختلف معانی بیان کئے ہیں

۱:۔ بعض نے کہا کہ ہر قسم کے کھجور کے درختوں کو لینہ کہتے ہیں۔ اس میں عجوہ کے درخت شامل نہیں ہیں۔ یہ قول عکرمہ اور قتادہ کا ہے۔ زاذان کی روایت میں حضرت ابن عباس کا بھی یہی قول آیا ہے۔

۲:۔ زہری نے کہا کہ:۔

عجوہ اور برنیہ کے علاوہ دوسرے تمام اقسام کے کھجور کے درختوں کو الوان کہا جاتا ہے۔

۳:۔ مجاہد اور عطیہ نے کہا کہ:۔

بغیر تحقیق کے ہر کھجور کے درخت کو لینہ کہا جاتا ہے۔

۴:۔ سفیان نے کہا کہ:۔

کھجور کے اعلیٰ درختوں کو لینہ کہتے ہیں۔

۵:۔ مقاتل نے کہا کہ:۔

لینہ ایک قسم کا کھجور کا درخت ہے جس کے پھل کو لون کہا جاتا ہے یہ رنگ میں بہت زرد (اور اتنا شفاف) ہوتا ہے کہ اندر کی گٹھلی باہر سے دکھائی دیتی ہے۔

مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَۃٍ جملہ شرط ہے۔

= اَوْ تَرَکْتُمُوْھَا قَآئِمَۃً عَلٰٓی اُصُوْلِھَا ۔ جملہ ہذا کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے اور یہ جملہ بھی شرطیہ ہے۔

تَرَکْتُمُوْھَا میں تَرَکْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ تَرْکٌ (باب نصر) مصدر سے واؤ اشباع کا ہے ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب لینۃ کے لئے ہے۔

قَائِمَةً : بوجہ تمیز منصوب ہے۔ اُصُوْلِهَا مضاف مضاف الیہ ان کی جڑیں

ترجمہ:۔

یا ان کو ان کی جڑوں پر قائم رہنے دیا۔

= فَبِاِذْنِ اللّٰهِ یہ جملہ جواب شرط ہے۔

= وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ۔ اس کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ واؤ کا عطف عبارت مقدرہ پر ہے۔ ای لِيُعِزَّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ (یہ تمہارا اللہ کے اذن پر کھجوروں کے درختوں کو کاٹنا یا ان کو اُن کی جڑوں پر قائم رہنے دینا اس لئے ہے کہ وہ مومنوں کی عزت افزائی کرے اور نافرمانوں کو رُسوا کرے)

۲:۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یعنی تمہارا درختوں کو کاٹنا یا ان کو کھڑا رہنے دینا اللہ کے حکم سے تھا۔ اس کا مقصد نافرمانوں کو رسوا کرنا تھا۔

لِيُخْزِيَ میں لام تعلیل کا ہے۔ مضارع منصوب بوجہ جواب شرط۔ اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر۔ رُسوا کرنا۔ ذلیل کرنا۔ (تاکہ وہ رسوا کرے)۔

۵۹ : ۶ = وَمَا اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ : واؤ عاطفہ، ما موصول، مبتدا۔ اَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ صلہ۔ اس کے بعد اگلا جملہ مبتدا کی خبر ہے۔

اَفَاءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِفَاءَةٌ (افعال) مصدر۔ اس نے لوٹایا۔ اس نے ہاتھ لگوایا۔ اس نے فیَ میں عطا کیا۔ ف ی ء مادہ۔ فَاءَ يَفِيْئُ (باب ضرب) فَيْئٌ لوٹنا (کسی چیز کی طرف)، (سایہ کا) ہٹ جانا۔ فیَ کے اصل معنی کسی اچھی حالت کی طرف لوٹنا کے ہیں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ (۴۹ : ۹) یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع لائے پس جب وہ رجوع لائے : جو مال غنیمت بلا مشقت حاصل ہو وہ بھی فےَ کہلاتا ہے۔

علامہ ناصر بن عبد السید المطرزی المغرب میں رقمطراز ہیں۔

غنیمت وہ مال ہے جو بحالتِ جنگ کفار سے بزور شمشیر حاصل کیا جائے اس کا پانچواں حصہ نکال کر بقیہ چار حصے غانمین یعنی مجاہدین کا حق ہے۔ اور فیُٔ وہ مال ہے جو کفار سے جنگ کے بعد حاصل ہو جیسے خراج۔ یہ عام مسلمانوں کا حق ہے"

مَا اَفَاءَ سے مراد بنو نضیر کا مال و اسباب مُراد ہے جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فےُ میں دلوایا۔ یہ مال خالص آپ کی ملکیت تھا۔ اور فےُ میں اس طرح کی ملکیت آپ ہی

کی خصوصیت تھی۔

اَلْفِئَۃُ اسی مادہ سے مشتق ہے۔ اَلْفِئَۃُ اس جماعت کو کہتے ہیں جس کے افراد تعاون اور تعاضد کے لئے ایک دوسرے کی طرف لوٹ کر آئیں۔

مِنْھُمْ میں ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب بنونضیر کے لئے ہے۔ منھم سے مراد مِنْ اَمْوَالِھِمْ ہے۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ جو مال بنونضیر کے اموال میں سے اللہ نے اپنے رسول کو فئے میں عطا کیا۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اَفَاءَ کا لفظ بڑا معنی خیز ہے اَفَاءَ کا معنی ہے کسی چیز کو لوٹا دینا، واپس کر دینا۔ سایہ کو بھی فیئ کہتے ہیں کیونکہ یہ بھی پلٹ کر واپس آتا ہے۔ یہاں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ ہر چیز جس کو اللہ نے پیدا کر دیا ہے اس کے حقدار اس کے فرماں بردار بندے ہیں اصل میں ہر چیز انہی کی ملکیت ہے نافرمان لوگ جو بعض چیزوں پر قبضہ جما لیتے ہیں یہ ان کا قبضہ مخالفانہ ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان چیزوں کو غاصب لوگوں سے لے کر ان کے اصل حقداروں تک پہنچا دیتا ہے۔

یہاں بھی بنی نضیر کے جو املاک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائے گئے ہیں۔ وہ حقیقتاً یہودیوں کے نہ تھے انہوں نے انہیں غصب کیا ہوا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے غاصبانہ قبضہ کو ختم کر کے اپنے رسول کریم کو واپس دیدیئے ہیں جو ان کے حقیقی حقدار تھے۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی لکھتے ہیں:۔

فیہ اشعار بانھا کانت حریۃ بان تکون لہٗ صلی اللہ علیہ وسلم وانما وقعت فی ایدیھم بغیر حق فارجعھا اللہ تعالیٰ الی مستحقھا (روح المعانی)

علامہ ابوبکر عربی نے احکام القرآن میں بھی اسی حقیقت کو بیان کیا ہے اور افاء کا کلمہ یہاں استعمال کرنے کی یہی حکمت ذکر کی ہے۔

= فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ یہ جملہ خبر ہے مبتدا کی:

تو اس پر تم نے نہ گھوڑے دوڑائے تھے۔ اور نہ اونٹ۔ مَا نافیہ ہے۔ اَوْجَفْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِیْجَافٌ (افعال) مصدر۔ وجف مادہ، سواری کو

دوڑانا اور تیز کرنا۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔ کسی کے خلاف سواری کو تیز کر کے حملہ کرنا۔ مِنۡ خَیۡلٍ یعنی گھوڑے۔ اصل میں خَیۡل گھوڑوں کا نام ہے مجازاً سواروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے وَلَا رِکَابٍ اور نہ ہی اونٹ یا اونٹوں پر سوار ہو کر۔

= وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ

لٰکِنَّ حرف عطف ہے۔ کلامِ سابق سے پیدا شدہ وہم کو دور کرنے کے لئے بھی آتا ہے لیکن اس صورت میں یہ واوٗ عاطفہ کے ساتھ آتا ہے اور حرف عطف نہیں بلکہ حرف استدراک کا فائدہ دیتا ہے یعنی اس وہم کو دور کرنے کے لئے جو کلام سابق سے پیدا ہوا ہو۔ اپنے اسم کو نصب دیتا ہے۔

لٰکِنۡ (نون کے سکون کے ساتھ) بھی حرف استدراک ہے لیکن یہ اسم پر عمل نہیں کرتا۔ لٰکِنَّ کی مثال: وَمَا كَفَرَ سُلَيۡمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيۡنَ كَفَرُوۡا (۲:۱۰۲) اور (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے

اور لٰکِنۡ کی مثال:۔

لٰكِنِ الظّٰلِمُوۡنَ الۡيَوۡمَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ (۱۹:۳۸) مگر ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔

يُسَلِّطُ مضارع واحد مذکر غائب تَسۡلِيۡطٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ مسلط کرتا ہے وہ قابو یا فتہ کر دیتا ہے۔

سوال: پیدا ہوتا ہے کہ بنی نضیر کے مال کو مال فیئ کہنا اور یہ فرمانا کہ اس پر تمہارے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑے صحیح نہیں۔ اس لئے کہ بنی نضیر کا کئی روز تک محاصرہ رہا لوگ مرے کھپے بھی۔ آخر وہ جلاوطنی پر راضی ہو گئے تھے۔ لہٰذا اس مال کو غنیمت کہنا چاہئے

اس کا جواب یہ ہے کہ:۔

یہ بنی نضیر مدینے سے صرف دو میل کے فاصلہ پر آباد تھے۔ ان کے خلاف کچھ زیادہ سامان سفر اور تیاری کی ضرورت نہ ہوئی

پا پیادہ جا کر محاصرہ کر لیا گیا۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونٹ پر سوار تھے۔ یعنی جس طرح جنگوں میں محنتیں اور تکلیفیں اٹھا کر فتح ہوتی ہے اس میں اس قدر تکلیف اٹھانی نہ پڑی گویا کہ مال مفت ہاتھ آگیا اس لئے اس کو مالِ فَے کہا گیا۔

(تفسیر مظہری)

۵۹: ۷ = مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی... یعنی اہلِ قری کا جو مال اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا۔ اہل قریٰ میں بنی نضیر بھی شامل ہیں اور دوسری بستیوں والے بھی۔

یہ جملۂ سابق جملہ وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ کا بیان ہے اس لئے دونوں کے درمیان حرف عطف ذکر نہیں کیا گیا (معطوف اور معطوف علیہ الگ الگ ہوتے ہیں اس لئے اگر حرف عطف لایا جاتا تو سابق وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ میں مراد دوسرا مال ہوتا اور اس جملہ میں دوسرا مال مراد ہوتا۔ البتہ اس جملہ میں عام اہل قریٰ مراد ہیں خواہ بنی نضیر ہوں یا دوسری بستیوں والے۔ (تفسیر مظہری)

امام رازی رح لکھتے ہیں:۔

لم یدخل العاطف علی هذه الجملة لانها بیان للاولیٰ۔ موجودہ جملہ پر حرف عطف داخل نہیں کیا گیا۔ کیونکہ یہ جملۂ اولیٰ کا بیان ہے۔ (تفسیر کبیر)

حضرت ابن عباس رضی نے اہلِ قریٰ کی تفصیل میں فرمایا۔

بنی قریظہ، بنی نضیر، اہلِ فدک، متکانِ خیبر اور عرینہ کی بستیاں مراد ہیں۔

من اهل القریٰ۔ ای من اموال اهل القریٰ۔ بستیوں میں بسنے والوں کے اموال میں سے۔

ترجمہ ہوگا۔

بستیوں میں رہنے والوں کے اموال سے جو مال اللہ نے اپنے رسول کو پلٹا دیا ہے یا عطا کیا ہے

جملہ میں مَا موصولہ ہے۔ اَفَآءَ اللّٰهُ اس کا صلہ۔ فَلِلّٰهِ اس کی خبر۔

= فَلِلّٰهِ۔ سو وہ اللہ کے لئے ہے۔

اللہ کے لئے ہونے کا یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ کا کوئی الگ حصہ مقرر کیا گیا ہے کیونکہ دنیا و آخرت سب اللہ ہی کی ہے بلکہ اس مال کی نسبت جو اپنی طرف کی اس سے اس مال کا بابرکت ہونا ظاہر کیا گیا ہے۔

یہ قول حسن، قتادہ، عطاء، ابراہیم نخعی، عامر، شعبی، اور عام فقہاء مفسرین کا ہے

بعض کے نزدیک اللہ کا حصہ کعبہ کی اور دوسری مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے گا (اللہ کا حصہ الگ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ (تفسیر مظہری)

یوں تو سب کچھ اللہ کا ہے مگر یہاں اللہ کا مال کہنے سے یہ غرض ہے کہ اللہ نے

اپنے بندوں کی مخصوص حاجتوں کے لئے خزانہ بنا رکھا ہے اس تقدیر پر یہ کہنا کہ فللّٰہ کا لفظ تبرکاً مذکور ہے بے فائدہ بات ہے۔ (تفسیر حقانی)

= وَلِلرَّسُوْلِ: (اور رسول کے لئے)

= وَلِذِی الْقُرْبٰی (اور قرابت داروں کے لئے)

= وَالْیَتٰمٰی (اور یتیموں کے لئے)

= وَالْمَسٰکِیْنِ (اور مسکینوں کے لئے)

= وَابْنِ السَّبِیْلِ (اور مسافروں کے لئے)

ان سب کا عطف لفظ اللّٰہ پر ہے اور مَا موصولہ (مبتدار) کی خبر ہیں۔

= کَیْ، تعلیل تقسیم مالِ فئ کے لئے آیا ہے۔ تاکہ۔

= لَا یَکُوْنَ: میں ضمیر واحد مذکر غائب مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ کے لئے ہے۔ ای کی لا یکون الفیئُ۔

= دُوْلَۃً۔ دُوْلَۃٌ اور دَوْلَۃٌ دونوں کے ایک ہی معنٰی ہیں۔ دَالَ یَدُوْلُ (باب نصر) کا مصدر۔ وہ شیٔ جو لوگوں پر بدل بدل کر آتی رہے۔ آج کسی کے پاس ہو تو کل کسی کے پاس۔ مال و غلبہ پر اسی لئے اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

حکومت، گورنمنٹ، ریاست کو بھی دولت کہتے ہیں۔ مثلاً دولت اسلامیہ پاکستان

دول حروف مادہ ہیں اسی سے قرآن مجید میں باب مفاعلہ سے آیا ہے: وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (۳: ۱۴۰) اور یہ دن ہیں کہ ہم ان کو لوگوں میں بدلتے رہتے ہیں۔

= اَلْاَغْنِیَاءُ غَنِیٌّ کی جمع۔ غِنَاءٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مالدار۔ دولت مند لوگ۔

جملہ ہذا کا ترجمہ ہوگا:

تاکہ جو لوگ دولتمند ہیں انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے۔

= وَمَآ اٰتٰىکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔ واؤ عاطفہ ہے مَا موصولہ ہے اَتٰی ماضی واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) سے مصدر اس نے دیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اور رسول تم کو جو دے۔ اس کو لے لو۔

= وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ۔ واؤ عاطفہ ما موصولہ۔ نَھٰی ماضی واحد مذکر غائب

نَھٰکُمْ (باب فتح) مصدر بمعنی روکنا، منع کرنا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر کا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَا موصولہ ہے۔

اور جس سے وہ تمہیں روکے یا منع کرے۔

= اِنْتَھُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْتِھَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تم رک جاؤ، تم باز رہو۔ انتہاء کے معنی اس کی نہایت کو پہنچنے یعنی رک جانے کے ہیں۔

= اِتَّقُوْا۔ امر جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر وق ی مادّہ۔ تم ڈرو، تم خوف کرو۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول ہے یعنی تم اللہ سے ڈرتے رہا کرو،

= شَدِیْدُ الْعِقَابِ، شَدِیْد، سخت۔ پکا، شدٌّ (باب نصر) سے مصدر بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

اَلْعِقَابِ، مار۔ عذاب، سزا۔ عقوبت، سزا دینا۔ عَاقَبَ یُعَاقِبُ (مفاعلۃ) سے مصدر ہے۔ عِقَابٌ، عَقُوْبَۃٌ، مُعَاقَبَۃٌ، تینوں الفاظ عذاب کے لئے مخصوص ہیں عذاب اور عقاب میں فرق یہ ہے کہ:۔

عقاب سزا کے استحقاق کو بتلاتا ہے۔ چنانچہ عقاب کو عقاب اسی لئے کہتے ہیں کہ مرتکبِ جرم، جرم کے عقب ہی میں اس کا مستحق ہوتا ہے۔

اور عذاب: استحقاق اور بغیر استحقاق دونوں طرح ہوسکتا ہے۔ عقاب کے اصل معنی پیچھے ہو لینے کے ہیں۔ اس اعتبار سے عقاب وہ سزا ہوئی جو کہ جرم کے پیچھے دی جاتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ "پاداشِ جرم" کرنا چاہیئے۔

شدید العقاب، مضاف مضاف الیہ۔ عذاب کا سخت، سخت عقاب والا اس میں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے جیسے مَسْجِدُ الْجَامِعِ میں موصوف کی اضافت موصوف کی طرف ہے۔

بعض نے ایسی اضافت سے اختلاف کیا ہے ان کے نزدیک موصوف صفت کی طرف مضاف نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ترکیب توصیفی اور ترکیب اضافی دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی جگہ مستعمل نہیں ہوسکتی۔

مسجد الجامع میں بظاہر موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے مگر یہاں حقیقت میں موصوف محذوف مانا گیا ہے۔ یعنی یہ الفاظ اصل میں یہ تھے۔ مسجد الوقت الجامع اسی طرح ان کے نزدیک صفت کی اضافت موصوف کی طرف نہیں ہوسکتی۔

ملاحظہ ہو۔

۱۔ عربی زبان کی گرامر مؤلفہ ڈبلیو۔ رائٹ۔ ۱۹۷۹ء جلد دوم صفحہ ۲۲۱۔

۲۔ کتاب النحو مؤلفہ حافظ عبدالرحمٰن باب مجرورات۔

۳۔ اساس عربی مؤلفہ محمد نعیم الرحمٰن پیرا ۲۷۵ تا ۲۷۷۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اَللّٰہَ اسم اِنَّ اور شَدِیْدُ الْعِقَابِ اس کی خبر ہے۔

۵۹ : ۸ = لِلْفُقَرَآءِ الْمُھٰجِرِیْنَ۔ لام تملیک کا ہے۔ الفقراء المھجرین۔ موصوف صفت۔ مہاجر حاجت مند۔ یعنی ایسے مہاجر جو غریب حاجتمند اور نادار تھے۔

الذین اسم موصول، اخرجوا صلہ۔ ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب، جو نکالے گئے

= یَبْتَغُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ وہ ڈھونڈتے ہیں۔ وہ تلاش کرتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں۔

= فَضْلًا، بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہے،

بمعنی روزی۔ رزق، فضل۔ جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

لِتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّکُمْ (۱۷: ۱۲) تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو = الفضل کے معنی کسی چیز کے اقتصاد (متوسط درجہ) سے زیادہ ہونے کے ہیں۔ اور یہ دو قسم پر ہے۔

۱۔ محمود، جیسے علم وحلم وغیرہ کی زیادتی۔

۲۔ مذموم؛ جیسے غصہ کا حد سے بڑھ جانا

لیکن عام طور پر الفضل اچھی باتوں پر بولا جاتا ہے اور الفضول بری باتوں پر۔

= رِضْوَانًا "مفعول ثانی" یَبْتَغُوْنَ کا۔ اور اس کی رضامندی۔

= اَلصّٰدِقُوْنَ، اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ سچے۔ سچ بولنے والے۔ راست باز، سچے لوگ

الذین اخرجوا سے لے کر آخر آیت تک مہاجر حاجتمندوں کی نعت میں ہے۔

للفقراء المھاجرین کے متعلق علماء کے کئی اقوال ہیں۔ مثلاً:

۱۔ للفقراء المھاجرین بدل ہے اور لذی القربٰی والیتمٰی والمَسٰکِیْنَ مبدل منہ ہے (زمخشری)

۲۔ للفقراء المھجرین بدل ہے اور والیتمی والمسٰکین سے بدل ہے اور الیتمٰی والمساکین وابن السبیل مبدل منہ ہے۔ ذی القربٰی مبدل منہ میں داخل نہیں ہے۔ (امام شافعی)

۲۔ للفقراء المھٰجرین : ذی القربٰی والیتٰمٰی وَ المسٰکین سے بدل ہے لِلرَّسُوْلِ سے بدل نہیں ہے (علامہ پانی پتی رح۔ علامہ موصوف آگے رقمطراز ہیں:۔

للفقراء میں الف لام عہد کا ہے۔ اور معہود وہی لوگ ہوں گے جن کا ذکر اوپر کر دیا گیا یعنی ذی القربٰی والیتٰمٰی والمسٰکین ۔ پس یہ بدل الکل من الکل ہے ۔

میرے نزدیک فقراء مہاجرین اور وہ لوگ جو آگے ذکر کئے گئے ہیں ان تمام مومنوں کو شامل ہیں جو قیامت تک آنے والے ہیں خواہ زردار ہوں یا نادار۔ جن لوگوں کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے یعنی ذی القربٰی وغیرہ وہ بھی انہی لوگوں کی ذیل میں داخل ہیں اس صورت میں فقراء مہاجرین وغیرہ عام قرار پائیں گے اور پہلے جن کا ذکر آچکا ہے وہ خاص مانے جائیں گے اور یہ صورت بدل الکل من البعض کی ہو جائے گی ۔ "

۴۔ للفقراء المھاجرین بدل ہے لذی القربٰی سے۔ اس کا عطف لذی القربٰی پر نہیں ہے (بیضاوی)

صاحب تفسیر حقانی فقراء مہاجرین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

للفقراء المھٰجرین ... الخ کہ یہ ان فقراء مہاجرین کو ملنی چاہئے کہ جو اللہ کے لئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتے ہیں جب عرب میں اسلام کا چرچا ہوا اور اس آفتاب کی کرنیں اس سرزمین پر پڑیں تو مکہ اور دوسری جگہوں کے لوگ مسلمان ہونا شروع ہوئے مگر جہاں کوئی مسلمان ہوا اس پر اس کی قوم کی طرف سے مصیبتیں آئیں اور مار دھاڑ شروع ہوئی۔ اس لئے گھر بار، وطن چھوڑ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے آتے تھے اب ان کے پاس بجز صبر و فاقے کے اور تھا کیا؟ ان کو مہاجرین کہتے تھے اس لئے ان پر ترحم دلاتا ہے کہ ان کو بھی دو۔ ان کی فکر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رہتی تھی ۔ ارشاد باری ہے کہ یہ لوگ صرف یہی بات نہیں کہ ہجرت کر کے چلے آئے ہیں بلکہ ینصرون اللہ ورسولہ اللہ اور اس کے رسول کی مدد بھی کرتے ہیں ۔ اسلام کا لشکر جرار جس نے بڑے بڑے گردن کشوں کو سیدھا کر دیا۔ انہی لوگوں کا تھا۔ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ یہ سچے لوگ ہیں ۔

۹ ؛ ۵ = وَالَّذِیْنَ ..... خَصَاصَۃٌ یہ معطوف ہے اور اس کا معطوف علیہ للفقراء المھاجرین ہے ۔ بتایا یہ جا رہا ہے کہ اموال فیٔ کے حق دار صرف مہاجرین ہی نہیں بلکہ یہ لوگ بھی ہیں جن کا ذکر اس آیت میں کیا جا رہا ہے۔ اور یہ انصار ہیں ۔

= وَالَّذِيْنَ: واؤ عاطفہ ہے الذین اسم موصول جمع مذکر۔ تَبَوَّءُو الدَّارَ صلہ
= تَبَوَّءُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ تَبَوُّءٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ ب و ء مادہ۔ انہوں نے ٹھکانہ بنالیا۔ تَبَوَّءَ کہتے ہیں نَزَلَ وَاَقَامَ کہیں اترنا۔ اور وہاں اقامت گزیں ہوجانا۔ (لسان العرب)

المفردات میں ہے:۔
اَلْبَوَاءُ کے اصل معنی کسی جگہ کے اجزاء کا مساوی ہونا (ساز گار و موافق ہونا) کے ہیں مَكَانٌ بَوَاءٌ اس مقام کو کہتے ہیں جو اس جگہ پر اترنے والے کے ساز گار اور موافق ہو۔ اور بَوَّأْتُ لَهٗ مَكَانًا میں نے اس کے لئے جگہ کو ہموار اور درست کیا۔

قرآن مجید میں اور جگہ ارشاد ہے:۔
وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ (۱۰: ۹۳) اور ہم نے بنی اسرائیل کو رہنے کو عمدہ جگہ دی۔

= الدَّارَ۔ ای دار السلام (مدینہ منورہ) اَلَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ جو دار (ہجرت یعنی مدینہ منورہ) میں مقیم ہیں۔ الدَّارَ مفعول ہے تَبَوَّءُوْا کا۔

= وَالْاِيْمَانَ: واؤ عاطفہ ہے اَلْاِيْمَانَ ایک دوسرے فعل کا مفعول ہے۔ ای اخلصوا الایمان اور جو مخلص الایمان ہیں۔ عربی زبان میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ دو چیزوں سے پہلے ایک فعل ذکر کیا جاتا ہے جس کا تعلق ان دو میں سے ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دوسری چیز کے لئے مناسب حال فعل مقدر مان لیا جاتا ہے۔ مثلاً علفتھا تبنا وماء باردا۔ میں نے اس کو چارہ کے لئے بھوسہ ڈالا اور ٹھنڈا پانی۔ بھوسہ تو علفتھا کا مفعول بن سکتا ہے لیکن ٹھنڈا پانی چارہ تو نہیں کہ کھلایا جائے۔ اس کے لئے تو پلانے کا فعل ہونا چاہئے اس لئے کہتے ہیں کہ اصل یوں ہے:۔ عَلَفْتُهَا تِبْنًا وَاَسْقَيْتُهَا مَاءً بَارِدًا میں نے اسے بھوسا (بطور چارہ) کھلایا اور ٹھنڈا پانی پلایا۔ (ضیاء القرآن)

= مِنْ قَبْلِهِمْ: هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مہاجرین کی طرف راجع ہے۔
= يُحِبُّوْنَ مضارع جمع مذکر غائب احباب (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں وہ محبت کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ الذین سے موضع حال میں ہے
= فِیْ صُدُوْرِهِمْ: هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب فاعل یحبون کی طرف راجع ہے ان کے سینوں میں۔ ان کے اپنے سینوں میں۔

= حَاجَۃً: حاجت، ضرورت، خواہش، غرض۔ اس کی جمع حاجات وحوائج ہے۔
مطلب یہ ہے کہ:۔
مدینہ منورہ کے مکین مومن اپنے دلوں میں حاجت ہی نہیں پاتے جو مہاجرین کو دیا گیا ہے
یہ استغنار کا بلند مقام ہے کہ اموالِ فیٔ مہاجرین کو تقسیم ہوا اور انصار ان مہاجرین کے لئے
اپنے دلوں میں اس قدر محبت محسوس کریں کہ وہ اس مال کی چاہت سے بہت بلند ہو کر شانِ
استغنائی کا مظاہرہ کریں۔
= مِمَّا اُوْتُوْا۔ مِمَّا۔ مِنْ اور مَا موصول سے مرکب ہے۔ اُوْتُوْا ماضی مجہول
جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ یعنی اس مال کے بارہ میں، جو ان کو
(یعنی مہاجرین کو تقسیم ہوا) ان (انصار) کے دلوں میں خلش تک نہ ہے۔
= یُؤْثِرُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ایثار (افعال) مصدر۔ وہ ترجیح دیتے ہیں
وہ دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے ایثار کرتے ہیں۔
وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وہ اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں۔
= لَوْ: اگرچہ، خواہ، بِهِمْ: میں هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان انصار کی طرف راجع
ہے جن کا ذکر ہو رہا ہے۔
= خَصَاصَۃٌ: احتیاج۔ بھوک، تنگی، فاقہ، حاجت، محتاج ہونا۔ باب سمع سے
خَصَّ یَخَصُّ کا مصدر ہے۔
وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَۃٌ: اگرچہ خود ان کو اس چیز کی شدید حاجت ہو
= مَنْ جو شخص، جو، (شرطیہ)
= یُوْقَ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، وَقَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ یُوْقَ
اصل میں یُوْقٰی تھا۔ و ق ی مادّہ۔
= شُحَّ۔ خود غرضی، کنجوسی، بخل، حرص۔
امام راغب رح لکھتے ہیں:۔
کہ شُحّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ اردو میں خود غرضی کا لفظ
موزوں ہے۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سمع۔ ضرب۔ نصر، تینوں سے آتا ہے
وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ اور جو شخص حرصِ نفس سے بچا لیا گیا۔ جملہ شرط ہے۔
= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ: فَ جواب شرط کے لئے ہے جملہ جواب شرط ہے

تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قرآن کریم نے یہ نہیں فرمایا کہ جو شُحّ سے بچ جائے کیونکہ انسان کا از خود اس بیماری سے بچنا مشکل ہے اور ناممکن ہے۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جس کو شحّ سے بچا لیا گیا یعنی جس پر اللہ نے کرم فرمایا اور وہ اس مذموم خصلت سے بچا لیا۔ وہی بچ سکتا ہے۔

۵۹ : ۱۰ == جَآءُوْا : ماضی جمع مذکر غائب وہ آئے۔ مَجِیْءٌ (باب ضرب) مصدر

== بَعْدِ ھِمْ : مضاف مضاف الیہ۔ ھم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مہاجرین والانصار ہیں۔ یعنی مہاجرین والانصار کے بعد۔ ان سے وہ صحابہ کرام مراد ہیں جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور وہ تمام مؤمن بھی مراد ہیں جو صحابہ کے بعد قیامت تک آنے والے ہیں۔ (تفسیر قرطبی)

== سَبَقُوْنَا، سَبَقُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ سَبْقٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی سبقت لے جانا۔ آگے نکل گئے۔ نا ضمیر مفعول جمع متکلم وہ ہم سے آگے نکل گئے۔ وہ ہم سے سبقت لے گئے۔

== غِلًّا : کینہ، حسد، بغض، غَلَّ یَغِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ کسی کے متعلق دل میں کینہ رکھنا۔ غلل مادہ۔

اس مادہ سے باب افعال سے اغلال بمعنی خیانت کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ (۳ : ۱۶۱) اور کبھی نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر (خدا) خیانت کرے۔

اَلْغَلَلُ۔ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان بہہ رہا ہو۔

لہذا غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے۔ اس کی جمع اَغْلَالٌ آتی ہے۔ اور غُلَّ فُلَانٌ کے معنی ہیں اسے طوق سے باندھ دیا گیا۔

جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (۶۹ : ۳۱) اسے پکڑو اور طوق پہنا دو۔

== لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ ایمان والوں کے لئے۔ ان کے متعلق جو ایمان والے ہیں۔ مراد اس سے

وہ مہاجرین و انصار ہیں جو بعد کے آنے والوں سے پہلے ایمان لائے۔

= رَءُوْفٌ رَأْفَةٌ سے بروزن فَعُوْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ مہربان، شفقت کرنیوالا۔

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْۢ بَعْدِهِمْ ...... اس کا عطف للفقراء المهاجرین پر ہے۔

اس آیت سے بتادیا کہ اموال فئ میں مہاجرین و انصار کے علاوہ یہ لوگ بھی حقدار ہیں۔ یہ وہ مسلمان ہیں جو قیامت تک آئیں گے۔

۵۹: ۱۱ = آیت ۱۱ / ۱۲ کا پس منظر صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی اور کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا۔ اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبداللہ بن ابی اور ابن نبتل تھے۔ کہلا بھیجا کہ مسلمانوں سے ڈرو نہیں ان کے مقابلہ میں ڈٹ جاؤ تم اکیلے نہیں ہو ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ ضرورت پڑی تو ہم دو ہزار مسلح بہادروں کا لشکر لے کر ہم تمہارے ساتھ آملیں گے تمہیں جلاوطن ہونے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کے ماننے سے صاف انکار کردو۔ اور اگر تم کو مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم تنہا مدینہ نہیں چھوڑو گے بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہی اس شہر کو چھوڑ جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتادیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ لوگ ہرگز ان کی مدد نہیں کریں گے۔ بالفرض والمحال ان بزدلوں نے میدان جنگ میں آنے کی جسارت کی بھی تو تمہیں دیکھتے ہی بھاگ جائیں گے، اور اگر بنی نضیر کو مدینہ چھوڑنا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ نہیں جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ اُسی طرح ہوا جس طرح اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا تھا۔

= اَلَمْ تَرَ: ہمزہ استفہامیہ لَمْ تَرَ نفی جحد بلم، صیغہ واحد مذکر حاضر۔ کیا تو نے نہیں دیکھا

= اَلَّذِیْنَ نَافَقُوْا۔ موصول وصلہ۔ نافقوا ماضی جمع مذکر غائب منافقة (مفاعلة) مصدر۔ انہوں نے دورُخی کی۔ انہوں نے منافقت کی، انہوں نے کفر کو دل میں چھپایا۔ اور اسلام کو ظاہر کیا۔ الذین نَافَقُوْا منافق لوگ۔

کیا تو نے منافقوں کو نہیں دیکھا۔ ان منافق لوگوں سے مراد عبداللہ بن ابی اور اس کے گروہ کے لوگ ہیں۔

= یَقُوْلُوْنَ صیغۃ المضارعۃ للدلالۃ علی استمرار قولہم۔ مضارع کا صیغہ ان کے استمرار قول پر دلالت کرتا ہے اور لاخوانہم میں لام تبلیغ کے لئے ہے (روح المعانی)

= لِاِخْوَانِهِمْ: لام حرف جر۔ اِخْوَانِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اخوان جمع اَخٌ کی۔

بھائی۔ ان کے بھائیوں۔ اپنے بھائیوں کو، یعنی جو کفر میں اور موالات و دوستی کے لحاظ سے ان کے بھائی ہیں۔

== مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ، اہل کتاب میں سے، یعنی یہودیی نضیر اور بنی قریظہ۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

کیا تم نے ان منافقوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کافر بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں......

== لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ ..... لَنَنْصُرَنَّکُمْ یہ یقولون کا مقولہ ہے۔

اللام فی قولہ عزوجل لئن اخرجتم موطئۃ للقسم وقولہ سبحانہٗ وتعالیٰ لنخرجن معکم جواب القسم۔ ای و اللہ لئن اخرجتم من دیارکم قسرًا لنخرجن معکم من دیارنا البتۃ و نذھبن فی صحبتکم اینما ذھبتم۔ (روح المعانی)

لئن اخرجتم میں لام موطئۃ للقسم (قسم کی راہ ہموار کرنے کے لئے) ہے اور قولہ سبحانہٗ لنخرجن معکم جواب قسم ہے۔

یعنی خدا کی قسم اگر تم اپنے گھروں سے مجبورًا نکالے گئے تو ہم بھی ضرور بالضرور تمہارے ساتھ اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ اور جہاں تم جاؤ گے ہم بھی تمہاری معیت میں وہاں چلے جائیں گے۔

اخرجتم ماضی مجہول جمع مذکر حاضر، اخراج (افعال) مصدر۔ تم نکالے گئے۔

لنخرجن لام جواب قسم یا جواب شرط۔ نَخْرُجَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔

== لَا نُطِیْعُ: مضارع منفی جمع متکلم۔ ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ اطاعۃ (افعال) مصدر

== فِیْکُمْ ای فی شَاْنِکُمْ: تمہارے بارے میں۔

== اَحَدًا، مفعول لَا نُطِیْعُ کا۔ اَبَدًا ہرگز، کبھی بھی۔ ہمیشہ۔

== وَ اِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّکُمْ۔ یہ دوسرا مقولہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے اِنْ شرطیہ ہے

== ماضی مجہول جمع مذکر حاضر۔ مقاتلۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ اگر تم سے لڑائی کی گئی۔

جملہ شرط ہے اور لَنَنْصُرَنَّکُمْ جملہ جواب شرط ہے۔ لام تاکید کا ہے۔ نَنْصُرَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ۔ جمع متکلم۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم ضرور ہی تمہاری مدد کریں گے۔

== یَشْھَدُ، مضارع واحد مذکر غائب شَھَادَۃٌ (باب فتح) مصدر۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے (اور خدا) شاہد ہے۔ (اور خدا) گواہ ہے۔

= لَكٰذِبُوْنَ ، لام تاکید کا ہے کاذبون اسم فاعل جمع مذکر، جھوٹے۔ لَكٰذِبُوْنَ ہ بالکل جھوٹے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں ؛ یہ ان کے وعدوں کی اجمالاً تکذیب ہے ان کے دعووں کی الگ الگ تفصیلی تکذیب اگلی آیت میں آرہی ہے۔

١٢:٥٩ = لَئِنْ اُخْرِجُوْا۔ اگر ان کو نکالا گیا یعنی یہودیوں (بنی نضیر وغیرہ) کو، جملہ شرط ہے لَا يَخْرُجُوْنَ جملہ جواب شرط ہے۔ اس میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب عبد اللہ بن ابی وغیرہ کی طرف راجع ہے۔

وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ۔ حسب سابق یہ بھی شرط و جواب شرط ہے اور قُوْتِلُوْا کی ضمیر نائب فاعل اور هُمْ ضمیر مفعول بھی یہودیوں کے لئے ہے اور لا ینصرون کی ضمیر فاعل عبد اللہ بن ابی وغیرہ کے لئے ہے۔

= وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ واؤ عاطفہ لام تاکید کا۔ اِنْ حرف شرط۔ اگر انہوں نے ان کی مدد کی۔ یعنی عبد اللہ بن ابی وغیرہ نے یہودیوں کی مدد کی، جملہ شرط ہے۔

= لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ جواب شرط ہے۔ لام تاکید کا۔ صیغہ جمع مذکر غائب مضارع تاکید با نون ثقیلہ۔ تَوْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ ضرور ہی پیٹھ کریں گے ؛ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ اَلْاَدْبَارَ، جمع دبر کی بمعنی پیٹھ۔

= ثُمَّ۔ ای بعد ذلك۔

ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ، ای ثم لا ینصرون المنافقون کالیھود سواء (الیسر التفاسیر) پھر یہودیوں کی طرح منافقین کی بھی مدد نہیں کی جائے گی۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پھر منافقین طرح یہودیوں کی بھی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

١٣:٥٩ = لَاَ۔ لام بے عمل کی ایک قسم ہے یہ لامِ ابتداء مفتوح، مضمونِ جملہ کی تاکید کے لئے آتا ہے۔

باتفاقِ اہل لغت اس کا استعمال دو جگہ صحیح ہے۔

(الف) مبتدا پر جیسے لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً (٥٩ : ١٣) آیۃ زیر مطالعہ) البتہ تمہارا ڈر زیادہ ہے۔

(ب) اِنَّ کی خبر پر خواہ اسم ہو۔ جیسے اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ (١٤: ٣٩) یا

فعل مضارع ہو جیسے اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (۱۶: ۱۲۴) یا ظرف ہو جیسے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (۳۶: ۳)

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن باب اللام۔ ۲، الاتقان فی علوم القرآن از علامہ جلال الدین سیوطی رح حصہ اول نوع چالیس)

فَائِدَہ: لَاْ یہ ان کلمات میں سے ہے جو موافق رسم الخط قرآن مجید لکھنے اور پڑھنے میں اور طرح ہیں۔ جیسے :۔

لَاْاِلَى الْجَحِيْمِ۔ (۳۷: ۶۸) = لَاِلَى الْجَحِيْمِ:

لَاْاَوْضَعُوْا (۹: ۴۷) = لَاَوْضَعُوْا:

لِشَاْيْءٍ (۱۸: ۲۳) لِشَيْءٍ۔

قرآن مجید میں ایسے کلمات ۲۲ ہیں۔

= اَشَدُّ۔ نہایت سخت۔ شِدَّةٌ سے جس کے معنی سخت اور قوی ہونے کے ہیں۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔

= رَهْبَةً، ڈر۔ رعب، ایسا رعب جس میں بچاؤ کا خیال اور اضطراب موجود ہو۔ رَهْبَةٌ کہلاتا ہے رَهِبَ يَرْهَبُ (سمع) کا مصدر۔ بوجہ تمیز کے منصوب ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

البتہ از روئے رعب و خوف تم ان کے دلوں میں بہ نسبت اللہ تعالیٰ کے زیادہ سخت ہو

یعنی تمہاری ہیبت ان کے دلوں میں خدا سے بھی زیادہ ہے تمہارے ڈر سے وہ بظاہر زبان سے تو ایمان لے آتے ہیں لیکن دلوں میں ان کے کفر رہتا ہے اور اللہ ان کے باطنی کفر کو جانتا ہے مگر وہ اللہ سے نہیں ڈرتے اور دل سے ایمان نہیں لاتے۔

= ذٰلِكَ۔ یعنی اللہ کی نسبت تم لوگوں سے ان کا زیادہ خوف زدہ ہونا۔

= بِاَنَّهُمْ، ب سببیہ ہے۔ یہ اللہ کی بہ نسبت تمہارا ڈر ان کے دلوں میں بوجہ اس بات کے ہے کہ:۔ اَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔ ایسے لوگ ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔ بے عقل ہیں۔

۵۹: ۱۴ = لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ۔ مضارع منفی جمع مذکر غائب مقاتلۃ (مفاعلۃ) مصدر کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑیں گے۔ جَمِيْعًا۔ اکٹھے مل کر، یا کسی عزم

اور متفرق رائے پر جمع ہوکر یا جم کر بالمواجہہ نہیں لڑیں گے۔
لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ میں ضمیر فاعل ہر دو کفار و منافقین کے لئے استعمال ہوئی ہے۔
== اِلَّا حرف استثناء۔ مگر: (اگر لڑیں گے بھی تو....)
== فِیْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ۔ فِیْ حرف جار قُرًى مُّحَصَّنَةٍ موصوف وصفت، یہ جمع قَرْيَةٌ کی۔ بستیاں۔ محصنة حَصَّنَ يُحَصِّنُ تَحْصِيْنٌ (تفعیل) جگہ کو مضبوط بنانا بستی کو دیوار سے گھیرنا) سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے یعنی قلعہ کی طرح دیواروں سے گھیر کر بنائی ہوئی بستیاں۔ اس کا مادہ حصن ہے۔ تَحَصُّنٌ (تفعّل) یعنی قلعہ بند ہونا حِصْنٌ جمع حُصُوْنٌ قلعے، مضبوط جگہیں، گڑھیاں، حِصَانٌ عمدہ گھوڑا۔
== وَرَاءِ جُدُرٍ۔ مضاف مضاف الیہ، وَرَآءِ۔ اوٹ، آڑ، وَرَآء اصل میں مصدر ہے جس کو بطور ظرف استعمال کیا جاتا ہے۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں کے لئے آتا ہے آگے، پیچھے۔ ہر طرف، سب کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جُدُرٍ جمع ہے جِدَارٌ کی، بمعنی دیوار۔

یعنی اگر یہ کفار اور منافقین مسلمانوں سے لڑنے کی ہمت بھی کریں گے تو قلعہ بند ہوکر یا دیواروں کی اوٹ لے کر لڑیں گے بالمواجہہ لڑنے کی ہمت ان میں نہیں ہے
== بَاْسُهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ بَاْسٌ لڑائی، عدم جامعیت، باہمی مناقشت، بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ان کا آپس میں کا اختلاف بہت سخت ہے۔
== تَحْسَبُهُمْ مضارع واحد مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ، سَمِعَ) سے مصدر تو گمان کرتا ہے۔ تو خیال کرتا ہے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان کو خیال کرتا ہے جَمِيْعًا۔ ای مُتَّفِقٌ۔
== وَقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى۔ جملہ حالیہ ہے۔ شَتّٰى طرح طرح۔ جدا جدا۔ متفرق، مختلف پراگندہ۔ بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اسے شَتِيْتٌ کی جمع بیان کی ہے (حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں)
== ذٰلِكَ۔ یہ پراگندگیٔ خیال۔ باہمی اختلاف و مناقشت،
== بِاَنَّهُمْ۔ ب سببیہ ہے یعنی باہمی یہ عدم اتفاق اس لئے ہے کہ یہ لوگ بے عقل ہیں۔ اور حق و باطل میں امتیاز نہیں کر سکتے۔
۵۹:۱۵ == كَمَثَلِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا: اس سے قبل مبتدا محذوف ہے

ای مَثَلُهُمْ : (مثل یهود بنی النضیر فی ترك الایمان و محاربة الرّسُول صلی الله علیه وسلم) کمثل الذین...... وَبَالَ اَمْرِهِمْ: یعنی یہود بنی نضیر کی ترک ایمان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ لڑائی کی مثال ویسی ہی ہے جیسے ان سے کچھ ہی پہلے والے لوگوں کی تھی۔

یہ پہلے والے لوگ کون مُراد ہیں ؟

مجاہد کا قول ہے کہ:۔

ان سے مراد وہ مشرکین ہیں جو بدر میں مسلمانوں سے لڑے تھے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ:۔

بنو قینقاع کے یہودی مُراد ہیں۔ یہ لوگ حضرت عبداللہ بن سلام کے قبیلہ والے تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن ابی بن سلول یا عبادۃ بن صامت وغیرہ سے معاہدہ کر رکھا تھا۔ یہ قوم یہود میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔

انہوں نے (یعنی پہلے والے لوگوں نے) اپنے کئے کا مزہ چکھ لیا۔ (بنو قینقاع شوال ۲ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد جلا وطن کر دیئے گئے تھے۔ یہ ان کے کئے کا مزا دنیا میں ان کو ملا۔) ارشاد ہوتا ہے وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ای فی الاٰخرۃ آخرت میں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

= وَبَالَ اَمْرِهِمْ۔ امرھم مضاف مضاف الیہ مل کر وبال (مضاف) کا مضاف الیہ وَبَالَ مفعول ہے ذَاقُوْا کا۔ لہٰذا منصوب ہے، معنی ہے سختی، ناگواری۔ بداعمالی کی سزا۔ اَمْرِهِمْ ان کا کردار۔ ان کا فعل، ان کا کام۔

۵۹ : ۱۶ = كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ اس آیت میں خبر کا مبتدا محذوف ہے۔ عبارت یوں ہو گی مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ : ان کی مثال شیطان کی سی مثال ہے۔

مَثَلُهُمْ کی ضمیر یہاں منافقوں کے لئے ہے جب کہ سابقہ آیت میں یہود بنی نضیر کے لئے تھی۔ بعض نے کہا کہ ہر دو جگہ ہر دو فریق کے لئے ہے۔

= اِذْ قَالَ ...... الخ۔ شیطان کا کردار ہے جس کی مثال دی گئی ہے یعنی وہ انسان سے کہتا ہے کافر ہو جا۔ جب وہ کافر ہو گیا۔ تو کہنے لگا مجھے تجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے، مجھے خدائے رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

اسی طرح مدینہ کے منافقین بھی یہود بنی نضیر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف

جھوٹی باتوں کے گھمنڈ پر ابھارتے رہتے تھے۔ اور جب ان پر آپڑی تو بجائے ان کی مدد کرنے کے ان کو برا بھلا کہنے لگے۔

== مَبْرِیْٓءٌ۔ بیزار، بے تعلق، بے گناہ، بَرَاءَۃٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس کی جمع بَرِیْئُوْنَ ہے۔

== اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَخَافُ مضارع واحد متکلم خَوْفٌ (باب سمع) مصدر۔ میں ڈرتا ہوں اَللّٰهَ مفعول اَخَافُ کا۔ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت اَللّٰهَ کی۔ میں خدائے رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔

۵۹: ۱۷ == آیت ہذا متذکرۃ الصدر میں فرمایا کہ:۔

شیطان دنیا میں انسان کو بہکاتا ہے اور ورغلاتا ہے اور جب اس کے بہکاوے میں آکر انسان گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے تو انسان سے الگ ہو جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے کب تم کو ایسا کرنے پر اکسایا تھا۔ مجبور کیا تھا۔ میں تو خدائے رب العالمین ڈرتا ہوں۔ اور میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں کہ دوسروں کو گناہ کرنے پر مجبور کروں۔ یہ بھی اس کا جھوٹ ہے اور دکھاوا ہے کیونکہ خدا کا خوف شیطان کی سرشت میں ہے ہی نہیں۔

سو اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِی النَّارِ خَالِدَیْنِ فِیْهَا۔ پھر ان دونوں کا (یعنی شیطان کا اور جس کو اس نے بہکایا تھا) یہ انجام ہوگا کہ وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے (اور) ہمیشہ اس میں رہیں گے

كَانَ فعل ناقص عَاقِبَتَهُمَا مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کی خبر مقدم لہٰذا منصوب ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمَا اسم اَنَّ فِی النَّارِ اس کی خبر۔ جملہ انهما فی النار موضع رفع میں كَانَ کا اسم موخر۔ خٰلِدَیْنِ فِیْهَا جملہ حالیہ ہے۔ (دراں حالیکہ وہ دونوں دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے)

عاقبتهما خبر كان مقدم وان مع اسمها وخبرها ای فی النار فی موضع الرفع علی الاسم وخٰلِدَیْنِ حَالٌ (مدارک التنزیل)

عاقبتهما ان دونوں کا انجام۔ انهما بے شک وہ دونوں۔ یعنی شیطان اور اس کا پیروکار۔

== وَذٰلِكَ: یعنی ان دونوں کا دوزخ میں ہونا۔ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ۔ مضاف مضاف الیہ اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

۵۹: ۱۸ = اِتَّقُوا اللّٰہَ۔ اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم ڈرو اَللّٰہَ مفعول فعل اِتَّقُوْا کا۔ تم پرہیزگاری اختیار کرو، تم اللہ سے ڈرو۔
= لِتَنْظُرْ: امر کا صیغہ واحد مؤنث غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر۔ نَفْسٌ جان شخص، ہر جان کو چاہئے کہ وہ دیکھے۔ لِ۔ لام امر ہے۔
= مَا قَدَّمَتْ، مَا موصول۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب: تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بھیجنا۔ مقدم کرنا۔ سامنے ہونا۔ سامنے لانا۔ جو اس نے آگے بھیجا ہے، آگے سے مراد روز قیامت ہے۔ یعنی ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ اس نے دنیاوی زندگی میں آخرت کے لئے کیا کمایا ہے۔
= لِغَدٍ۔ لِ۔ ظرف کو ظاہر کرنے کے لئے۔ غَدٍ۔ فردا۔ کل آئندہ، مجازاً روز قیامت لِغَدٍ روز قیامت کے لئے۔
۵۹: ۱۹ = وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ:۔ لَا تَكُوْنُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ تم مت ہو جاؤ۔
كَالَّذِيْنَ: کَ تشبیہ کا ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر نَسُوا اللّٰهَ صلہ الذین کا نَسُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب نِسْيَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ بھول گئے۔ اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول۔ جو اللہ کو بھول گئے۔
= فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ: فَ ترتیب کا۔ اَنْسٰی ماضی واحد مذکر غائب انساء (افعال) مصدر۔ اس نے بھلا دیا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (مفعول اول) اَنْفُسَهُمْ اَنْفُسَ۔ نَفْسٌ کی جمع۔ مضاف هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اَنْسٰی کا۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر اس نے بھلائے ان کو ان کے جی (ترجمہ شاہ عبد القادرؒ)

یعنی ان لوگوں کو جو اللہ کو بھول گئے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسا بنا دیا کہ وہ اپنے آپ ہی کو بھول گئے۔ اور اصلاح عمل اور تہذیب اخلاق ظاہری و باطنی سے محروم رہ گئے۔
= اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ: اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کو تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ وہی لوگ ہیں وہی فاسق۔ فَاسِقُوْنَ فَاسِقٌ کی جمع ـــ فُسُوْقٌ سے ۔اسم فاعل جمع مذکر۔ نافرمان، شریعت کی حد سے نکل جانے والے۔
۵۹: ۲۰ = لَا يَسْتَوِيْ۔ لا نافیہ ہے يَسْتَوِيْ صیغہ واحد مذکر غائب مضارع معروف۔

استواء (انفعال) مصدر برابر نہیں ہے۔
= اَلْفَائِزُوْنَ: فَائِزٌ کی جمع۔ فَوْزٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کامیابی حاصل کرنے والے۔ کامیاب۔
۵۹:۲۱ = لَوْ: حرف شرط۔ اگر
= لَرَاَیْتَہٗ: لام جواب شرط کے لئے۔ رَاَیْتَ ماضی واحد مذکر حاضر ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع جَبَلٍ ہے۔
= خَاشِعًا، دب جانے والا۔ عاجزی کرنے والا۔ فروتنی کرنے والا۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر
= مُتَصَدِّعًا: اسم فاعل واحد مذکر منصوب۔ تَصَدُّعٌ (تفعل) مصدر۔ بمعنی ٹکڑے ٹکڑے، شگافتہ، صَدْعٌ کا لفظ پھٹنے، کھلنے، شگافتہ ہونے اور الگ ہو جانے کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس لئے صَدْعٌ شگاف کو اور آدمیوں کی ایک ٹکڑی اور گروہ کو کہتے ہیں زمین کو پھاڑ کر سبزہ نکلتا ہے اس لئے سبزہ کو صَدْعٌ کہا جاتا ہے۔
قرآن مجید میں ہے:۔
وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (۸۶:۱۲) قسم ہے سبزہ والی زمین کی۔ یا قسم ہے زمین کی جو پھٹ جاتی ہے (کہ اس میں سے پھوٹ آتے ہیں درخت اور کھیتی۔
خَاشِعًا مُتَصَدِّعًا ہر دو حال ہیں۔
یعنی تو دیکھتا ہے کہ وہ خدا کے خوف سے دبا جارہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے۔
= مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ۔ مِنْ حرف جار۔ خَشْیَۃِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ خَشْیَۃٌ خوف ڈر ہیبت۔ خشیۃ اس خوف کو کہتے ہیں جس میں تعظیم بھی شامل ہو۔ یہ بات اکثر حالات میں جس کا ڈر ہو اس کے علم سے ہوتی ہے۔ اسی بناء پر آیت شریفہ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا: (۳۵:۲۸) اللہ سے ڈرتے وہی ہیں اس کے بندوں میں جو عالم ہیں۔ .... میں علماء کو خشیت سے مخصوص کیا گیا ہے۔
= تِلْكَ الْاَمْثَالُ: تِلْكَ اسم اشارہ واحد مؤنث الامثال مشار الیہ، بمعنی مثالیں
= نَضْرِبُهَا: مضارع جمع متکلم ضربٌ مصدر سے ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الامثال ہے۔ ہم بیان کرتے ہیں ان کو۔
ضَرْبٌ کے اصل معنی ہیں مارنا۔ ہاتھ سے ہو یا پاؤں سے ہو یا کسی آلہ سے، ضَرْبٌ

الدَّرَاهِمِ ٹھپہ لگانا۔ ضَرْبٌ فِي الْاَرْضِ: زمین پر چلنا، ضَرْبُ الْخَيْمَةِ خیمہ لگانا۔ ضَرْبُ الذِّلَّةِ وَالْمَسْكَنَةِ ذلت اور فقیری کو خیمہ کی طرح محیط اور مسلط کر دینا۔

ضَرْبُ الْمَثَلِ ماخوذ ہے ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ سے یعنی کسی چیز کو اس طرح بیان کرنا کہ دوسرے پر اس کا اثر پڑ سکے۔

= لَعَلَّهُمْ۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اس کا اسم۔ شاید وہ سب لوگ۔

= يَتَفَكَّرُوْنَ ۝ مضارع جمع مذکر غائب تَفَكُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ بمعنی غور کرنا۔ لَعَلَّ کی خبر۔ شاید کہ وہ غور کریں۔ امید ہے کہ وہ غور کریں گے۔ تاکہ وہ غور کریں۔

آیت ہذا کی تشریح میں صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ ...... الخ۔ بعض اہل تفسیر کے نزدیک آیت میں ایک تمثیل ہے یعنی اللہ اگر پہاڑ میں قوت تمیز پیدا کر دیتا اور پھر اس وقت اس پر قرآن اتارتا۔ تو پہاڑ عاجزی سے دب جاتا۔ اور خوف سے پھٹ جاتا اور عظمت قرآن سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (۲:۷۴) باوجودیکہ پہاڑ نہایت سخت اور ٹھوس باوزن ہیں۔ لیکن ان کو خوف ہوتا کہ وہ تعظیم قرآن پوری طرح جیسا کہ حق ہے ادا نہ کرپاتے اس وجہ سے پارہ پارہ ہوجاتے لیکن کافر انسان جو صاحب علم و عرفان ہے قرآن کے اندر جو نصیحتیں اور عبرتیں ہیں ان کو جانتا پہچانتا ہے پھر بھی سنی ان سنی کر دیتا ہے۔ (بالکل اثر نہیں ہوتا)

یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ جمادات اور نباتات بظاہر بے شعور اور عدیم الحس ہیں لیکن وہ اپنے خالق کا شعور رکھتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ سے دریافت کرتا ہے کہ:۔

کیا تیرے اوپر کوئی بندۂ خدا اللہ کو یاد کرتا ہوا گذرا؟

نوٹ از مترجم تفسیر مظہری:۔

صحیح تحقیق یہ ہے کہ قدمائے یونان جو جمادات و نباتات کو بے حس اور بے شعور کہتے ہیں وہ غلط ہے موجودہ سائنس نے نباتات میں تو شعور ثابت کر دیا اور عنقریب جمادات کا حساس ہونا بھی ظاہر ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرما دیا ہے کہ وَاِنْ مِّنْ

شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (۱۷:۴۴) یہ تسبیح مقالی ہے
حالی نہیں ہے یہ مراد نہیں کہ ہر شے تخلیقاً اپنے خالق کے بے عیب ہونے پر دلالت کر رہی ہے
ہر مصنوع اپنے صانع پر دال ہے یہ مطلب صراحتِ آیت کے خلاف ہے کیونکہ آیت کا آخری جزء
بتارہا ہے کہ انسان تسبیح اشیاء کو نہیں سمجھتا۔ اب اگر تسبیح سے تسبیح حالی مراد لی جائے اور
اس کا یہ مطلب مراد لیا جائے کہ ہر مخلوق اپنے خالق و فاطر کے بے عیب ہونے پر فطرۃً دلالت
کر رہی ہے تو اس تسبیح اشیاء سے تو یونانی کافر بلکہ جاہل بے علم بھی واقف تھے اور ہیں۔ پھر
نفیٔ تفقہ کے کچھ معنی نہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ تسبیح مقالی ہی مراد ہے مگر ہر چیز کی نوعی زبان جدا جدا ہے جس کو
ہر نوع کے افراد ہی سمجھتے ہیں۔ پہاڑ پہاڑ کی بولی سمجھتا ہے اور پانی پانی کی بات سمجھتا ہے اور
انسان ان کی بولی نہیں سمجھتے۔ معجزۂ نبوت اس سے مستثنیٰ ہے۔

عام انسان اسی بولی کو سمجھتے ہیں جو مخارج حروف اور ادا تا د الصوت کی مرہون ہے اور اسی کو
وہ کلام اور مقال کہتے ہیں۔

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد فرمانا بالکل صحیح ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ
سے کہتا ہے کہ ...... وغیرہ اور سچ فرمایا اللہ نے: یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
(۵۹:۲۴)

۵۹:۲۲ == هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ هُوَ ضمیر شان ہے اس کا فائدہ یہ ہے
کہ یہ مسند الیہ کی تعظیم و بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا ذکر مبہم طریقہ سے
کر کے پھر اس کی تشریح کی جائے

اللّٰہ مسند الیہ باقی کا جملہ مسند اس کی صفت ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا
صلہ۔ لَا ناصبہ (اپنے اسم کو نصب دیتا ہے) اِلٰهَ اس کا اسم اِلَّا حرفِ استثناء۔
وہ اللہ ہے ایسی ذات کہ کوئی معبود نہیں سوائے اس کے۔

== اِلٰهَ معبود۔ بروزن فعال بمعنی اسم مفعول مَاْلُوْهٌ ہے۔ ہر قوم کے نزدیک جس کی
بندگی کی جاتے وہ الٰہ ہے خواہ وہ معبود برحق ہو یا معبود باطل۔

== عٰلِمُ الْغَیْبِ: مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا علم رکھنے والا۔ غیب کا علم جاننے والا
== وَالشَّهَادَةِ۔ ای وعالم الشهادة اور جاننے والا ہے ہر ظاہر اور مشاہدہ میں آنے
والی چیز کا۔ شهادة۔ شَهِدَ یَشْهَدُ کا مصدر ہے۔ لیکن اسم ہو کر بھی استعمال ہوتا ہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ہر باطن وظاہر کا جاننے والا۔ ہر موجود و معدوم، مخفی وظاہر کا علم رکھنے والا۔

= اَلرَّحْمٰنُ بڑا مہربان، بہت بخشش کرنے والا۔ چونکہ اس لفظ کے معنی بجز ذاتِ باری تعالیٰ کے اور کسی پر صادق نہیں آتے کیونکہ اسی کی رحمت سب پر عام ہے اس لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے لئے اس کا استعمال نہیں ہوتا۔

علمائے عربیت کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے یا نہیں اور عربی ہونے کی صورت میں یہ مشتق ہے یا غیر مشتق۔

مُبرّد اور ثعلب جو عربیت اور لغت کے امام ہیں وہ اس طرف گئے ہیں کہ یہ عبرانی لفظ ہے اگر اس کو عبرانی لفظ مان لیا جائے تو اس صورت میں یہ لفظ اللّٰه کی طرح ذات باری کا عَلَم ہوگا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ ۵۳ جگہ مذکور ہے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا استعمال بطور صفت نہیں بلکہ بطور عَلَم ہوا ہے

= اَلرَّحِيْمُ: بڑا مہربان۔ نہایت رحم والا۔ رَحْمَةٌ سے بروزن فَعِيْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اس کی جمع رُحَمَاءُ ہے۔ اس کا استعمال اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر کے لئے بھی ہوتا ہے: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کہا گیا ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن)

۵۹: ۲۳ = هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: ملاحظہ ہو آیت ۵۹: ۲۲ متذکرۃ الصدر۔

= اَلْمَلِكُ: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے اسم معرفہ، بادشاہ۔ جو چاہے کرے۔ اور اس کے فعل پر کسی کو مجال اعتراض نہ ہو۔ اسم نکرہ کوئی بادشاہ۔ کوئی حاکم۔

= اَلْقُدُّوْسُ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت پاک بہت برکت والا۔ بروزن فُعُّوْلٌ (بضم ف) پر کلام عربی میں صرف چار لفظ آئے ہیں۔

۱۔ قُدُّوْسٌ: بہت پاک، برکت والا۔

۲۔ سُبُّوْحٌ: پاک و برتر۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

۳۔ ذُرُّوْحٌ: (ایک اڑنے والا زہریلا کیڑا۔ سپینی مکھی)

۴۔ فُرُّوْحٌ: بہت خوش، اور ان کو بھی بفتح ف پڑھنا جائز ہے باقی اس وزن پر جتنے لفظ آئے ہیں سب بفتح ف آئے ہیں۔

= اَلسَّلٰمُ: ذو سلامۃ من النقائص یعنی ہر قسم کی خامیوں سے محفوظ، بعض نے

کہاہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آلام ومصائب سے بچاتا ہے۔

= اَلْمُؤْمِنُ: اسم فاعل واحد مذکر اِیْمَانٌ مصدر۔ امن دینے والا۔ یا المصدق لرسلہ باظہار معجزاتہ علیھم۔ اپنے پیغمبروں سے معجزات کا اظہار کرا کے ان کی رسالت کی تصدیق فرماتا ہے۔

= اَلْمُھَیْمِنُ، اسم فاعل واحد مذکر ھَیْمَنَۃٌ مصدر۔ نگران۔ اس کا اصل اٰامَنَ فھو مُؤَامِنٌ ہے دوسرا ہمزہ یاء سے اور پہلا ہمزہ "ہ" سے بدل دیا گیا۔ اس طرح مُھَیْمِنٌ بن گیا۔

= اَلْعَزِیْزُ۔ عِزَّۃٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فَاعِلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے غالب (جو مغلوب نہ ہو) زبردست، قوی۔

= اَلْجَبَّارُ: المصلح امور خلقہ المتصرف فیھم بمافیہ صلاحھم۔ یعنی اپنی مخلوقات کے امور کو درست کرنے والا۔ اور اس میں ویسا تصرف کرنیوالا جس میں ان کی فلاح اور بہبود ہوتی ہے اس صورت میں یہ جبرٌ سے مشتق ہوگا۔ (ضیاء القرآن)

سرکش، زبردست دباؤ والا۔ خود اختیار۔ جَبْرٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔ (لغات القرآن)

جَبَّارٌ ذات باری تعالیٰ کے لئے وصفِ مدح ہے اور انسانوں کے حق میں صفت ذم ہے" (خازن بغدادی)

= اَلْمُتَکَبِّرُ: اسم فاعل واحد مذکر تَکَبُّرٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ سربلندی اور عظمت کی آخری حد کو پہنچا ہوا۔

تکبر دو طرح کا ہوتا ہے:۔

۱:۔ فی نفسہٖ کسی میں خوبیاں اور صفاتِ حسنہ سب سے زائد ہوں۔

۲:۔ واقع میں تو صفاتِ حسنہ سے خالی ہو اور مدعی ہو کمالِ صفات کا۔

اوّل محمود ہے اور دوسرا مذموم اور قبیح ہے۔

تکبر کی بدترین قسم یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری سے سرکشی کرے اور خود سر بن جائے (المفردات)

= سُبْحَانَ اللّٰہِ۔ سُبْحَانَ مصدر ہے بمعنی تسبیح (پاکی بیان کرنا) نصب نیز مفرد کی طرف اضافت اس کو لازم ہے۔ خواہ مفرد اسم ظاہر ہو جیسے سُبْحَانَ اللّٰہِ (اللہ پاک ہے) اور سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی: (پاک ہے وہ ذات جو لے گیا رات کے وقت) یا اسم ضمیر

جیسے سُبْحَانَہٗ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ وَلَدٌ : (اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو)
اَللّٰہِ مجرور بوجہ مضاف الیہ ہونے کے۔

= عَمَّا یُشْرِکُوْنَ : مرکب ہے عَنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔ جس چیز سے یُشْرِکُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِشْرَاکٌ (افعال) مصدر۔ صلہ ہے موصول کا۔ جس چیز کو وہ اس کا (یعنی اللہ کا) شریک بناتے ہیں۔

یعنی اللہ پاک ہے اس چیز سے جس کو وہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔

۵۹ : ۲۴ = اَلْخَالِقُ : پیدا کرنے والا۔ بنانے والا۔ خَلْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔

= اَلْبَارِئُ : نکال کھڑا کرنے والا۔ پیدا کرنے والا۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی بنانے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بَارِئُ اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفت ہے بَرَأَ یَبْرَأُ کا استعمال پیدا کرنا کے معنی میں ہوتا ہے اس اعتبار سے بَارِئُ۔ خَالِقُ کے ہم معنی ہوگا۔

لیکن آیت ہذا (ھو الخالق البارئ المصور) (وہی اللہ ہے بنانے والا۔ نکال کھڑا کرنے والا۔ صورت کھینچنے والا) سے پتہ چلتا ہے کہ خالق اور باری دو علیحدہ علیحدہ صفتیں ہیں۔ اور ان دونوں میں باہم فرق ہے۔ البتہ ہم معنی ماننے کی صورت میں باری کو خالق کی تاکید سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:۔

کہ باری وہ ہے جس نے مخلوق کو تفاوت اور اجزاء و اعضاء کے عدم تناسب سے بری پیدا کیا۔ یعنی یہ نہیں کیا کہ ایک ہاتھ تو بہت چھوٹا اور پتلا ہو اور دوسرا بہت موٹا اور بڑا۔ اسی طرح خاصیتوں اور شکلوں اور نیز خوبی اور برائی میں ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا۔ پس اس اعتبار سے باری خاص ہے اور خالق عام۔ (روح المعانی)

یعنی خالق کے معنی ہیں صرف پیدا کرنے والا۔ اور باریٔ کے معنی خاص صفت پر پیدا کرنے والا۔

= اَلْمُصَوِّرُ : اسم فاعل واحد مذکر تَصْوِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے صورت بنانے والا۔ پیدا کرنے والا۔

= لَہٗ : میں لام استحقاق کا ہے۔ اسی کے لئے ہیں۔

= اَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ۔ موصوف وصفت، خوبصورت نام۔
= یُسَبِّحُ : مضارع واحد مذکر غائب۔ تَسْبِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس کی تسبیح پڑھتا ہے۔ اس کی پاکی بیان کرتا ہے۔ اس کے پاک ہونے کا اقرار کرتا ہے
= مَا : موصولہ۔
= فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اس کا صلہ۔ جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔
= وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ ماقبل کی تاکید و تعظیم کے لئے آیا ہے۔
= اَلْحَکِیْمُ : حکمت والا۔ بروزن (فعیلٌ) صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حکمت و دانائی اسی کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۰) سورۃ الممتحنۃ مَدَنِیَّۃٌ (۱۳)

۱:۔ لَا تَتَّخِذُوْا : فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر، تم مت بناؤ۔ تم مت پکڑو۔

= عَدُوِّیْ : مضاف مضاف الیہ۔ میرے دشمن۔ مفعول فعل لَا تَتَّخِذُوْا کا

= عَدُوَّکُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے دشمن۔ مفعول ثانی فعل لَا تَتَّخِذُوْا کا۔

= اَوْلِیَآءَ ۔ مفعول ثالث لَا تَتَّخِذُوْا کا۔ وَلِیٌّ کی جمع ۔ دوست، ساتھی۔

اے ایمان والو! نہ بناؤ میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اپنے دوست۔

عَدُوٌّ اگرچہ مفرد ہے لیکن اس کا اطلاق مفرد اور جمع دونوں پر ہوتا ہے۔ مثلاً اور جگہ قرآن مجید میں ہے :۔

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ (۱۸: ۵۰)

کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

= تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۔ تُلْقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم ڈالتے ہو، تم اظہار کرتے ہو۔

بِالْمَوَدَّةِ : مودۃ مصدر ہے ودد مادہ سے اسی معنی میں اور مصادر بھی ہیں جیسے وُدٌّ۔ وِدَادٌ، مَوَدَّۃٌ، مَوْدُوْدَۃٌ باب سمع محبت کرنا۔ خواہش کرنا۔ یہاں بمعنی محبت، دوستی کے آیا ہے۔ وَدٌّ، وَدِیْدٌ، وَدُوْدٌ۔ دوست بہت محبت کرنے والا۔

جملہ تلقون الیھم بالمودۃ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ لَا تتخذوا کی ضمیر سے حال ہے

۲:۔ یہ اولیآء کی صفت ہے۔

۳:۔ یہ کلام مستانفہ ہے۔ نیا جملہ ہے پہلے کلام سے اس کا کوئی ربط نہیں ہے

بالمودۃ میں بآء زائدہ برائے تعقیب بھی ہو سکتی ہے اور ثابتہ بھی ہو سکتی ہے۔

پہلی صورت میں القاء بالمودۃ کے معنی اظہار المودۃ ہو گا۔ یعنی تم ان سے محبت کا اظہار کرتے ہو
دوسری صورت میں یہ ب تعدیہ کے لئے ہوگی اور مودۃ تلقون کا مفعول ہو گا۔
اس کا مفہوم وہی ہوگا جو پہلے ذکر کیا گیا ہے۔
اور اگر ب سببیت کے لئے ہے تو اس وقت تلقون کا مفعول محذوف ماننا پڑیگا۔
عبارت یوں ہوگی:۔
تلقون الیھم اخبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبب المودۃ التی بینکم وبینھم (کشاف) یہاں القاء ارسال کے معنی میں ہے یعنی تم رسول کی خبریں ان کافروں کو بھیجتے ہو اس محبت کی وجہ سے جو تمہارے درمیان اور ان کے درمیان ہے (ضیاء القرآن)
= وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ: واؤ حالیہ ہے قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی میں ہے۔ اور تحقیق وہ انکار کرتے ہیں اس حق سے (یعنی قرآن مجید سے) جو تمہارے پاس آیا ہے۔
الحق سے مراد قرآن مجید ہے (تفسیر مظہری) دین حق ہے (حقانی) اس سے مراد اسلامی عقیدہ وشریعۃ ہے ای الاسلام عقیدۃ وشریعۃ (ایسر التفاسیر)
اگر جملہ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ کو لَا تَتَّخِذُوْا کی ضمیر سے حال لیا جاوے تو یہ جملہ بھی ضمیر لا تتخذوا سے حال ہوگا حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے یہ لوگ بالتحقیق اس سے انکار کر چکے ہیں۔
= يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ (من المکۃ او من دیارکم) وہ ملک بدر کر چکے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو بھی۔ یہ جملہ حال ہے فاعل کفروا سے۔
= اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ: اَنْ مصدریہ ہے یہ جملہ تعلیل ہے اخراج الرسول واخراج المؤمنین کی و اَنْ تؤمنوا، تعلیل لیخرجون ای یخرجونکم لایمانکم:
مطلب یہ ہے کہ:۔
کفار مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور تم کو مکہ سے محض اس لئے نکالا ہے کہ تم اللہ پر جو تمہارا پروردگار ہے ایمان لاتے ہو۔
= اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ. اِنْ شرطیہ ہے جِهَادًا جہاد کے لئے۔ جہاد، اللہ کی راہ میں لڑنا۔ محنت، کوشش، جَاهَدَ يُجَاهِدُ مُجَاهَدَةً (باب مفاعلۃ) اور جہاد مصدر۔ بوجہ مفعول لہٗ منصوب ہے۔
= فِيْ سَبِيْلِيْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری راہ میں۔

= اِبْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ: ابتغاء چاہنا۔ تلاش کرنا۔ بروزن افتعال مصدر ہے بوجہ مفعول لہٗ منصوب ہے۔
مَرْضَاتِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری رضاجوئی کے لئے، میری خوشنودی کے لئے میری رضامندی کے لئے۔
جملہ اِنْ کُنْتُمْ .... مَرْضَاتِیْ شرط ہے جس کی جزاء محذوف ہے اور کلام سابق لاتتخذوا اس پر دلالت کررہا ہے۔
یا یہ جملہ شرط مؤخر ہے اور جواب شرط مقدم ہے یعنی عبارت یوں ہے:۔
اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ فَلَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ۔ (تفسیر الخازن)
= تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ۔ تسرون مضارع جمع مذکر حاضر اسرارٌ (افعال) مصدر۔ تم چھپاتے ہو۔ تم پوشیدہ رکھتے ہو، تم چوری چھپے ان سے دوستی کی باتیں کرتے ہو
صاحب تفسیر منیار القرآن اس آیت کی تفسیر میں حاشیہ میں لکھتے ہیں:۔
تسرون الیھم ...... الخ یہ تلقون سے بدل بھی ہوسکتا ہے لیکن مناسب یہ ہے کہ اس کو کلام مستانفہ بنایا جائے۔ اس کے دونوں مفہوم ہوسکتے ہیں:۔
ای تفضون الیھم بمودتکم سرًا۔ یعنی تم انہیں چپکے چپکے اپنی محبت اور دوستی کا یقین دلاتے ہو۔

دوسرا مفہوم یہ ہے کہ:۔
تسرون الیھم اسرار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بسبب المودۃ۔ کہ تم باہمی دوستی کی وجہ سے حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے راز ان تک پہنچاتے ہو۔ حالانکہ اللّٰہ تعالیٰ تمہاری ساری حرکتوں کو اچھی طرح جانتا ہے تم لاکھ چھپانے کی کوشش کرو۔ اس علیم وخبیر سے نہیں چھپا سکتے۔
= وَاَنَا اَعْلَمُ۔ جملہ حالیہ ہے اَعْلَمُ عِلْمٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے میں خوب جاننے والا ہوں۔
= بِمَآ اَخْفَيْتُمْ۔ ب تعدیہ یا زائدہ ہے مَا موصولہ ہے اَخْفَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ صلہ۔
جو تم نے چھپایا۔ جو تم چھپاتے ہو۔

= مَآ اَعْلَنْتُمْ، مَا موصولہ۔ اَعْلَنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اعلان (افعال) مصدر اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ جو تم اعلان کرتے ہو۔ جو تم نے ظاہر کیا۔

= وَمَنْ يَّفْعَلْهُ: واؤ عاطفہ، مَنْ شرطیہ یفعلہ مضارع مجزوم بالشرط۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر۔ محبت کا چوری چھپے اظہار، کے لئے ہے۔ جملہ شرط ہے۔

= فَقَدْ ضَلَّ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور ماضی کو ماضی قریب کے معنی میں کر دیتا ہے ضَلَّ ماضی واحد مذکر غائب، ضَلَالٌ؛ (باب ضرب) مصدر۔ وہ گمراہ ہوا۔ وہ بھٹکا۔ وہ راہ راست سے دور جا پڑا۔
یہاں ضَلَّ بطور فعل متعدی بمعنی اَضَلَّ آیا ہے۔

= سَوَآءٌ کے معنی وسط کے ہیں۔ سَوَآءٌ و سِوًی و سُوًی اسے کہا جاتا ہے جس کی نسبت دونوں طرف مساوی ہو سَوَآءٌ وصف بن کر بھی استعمال ہوتا ہے اور ظرف بھی لیکن اصل میں یہ مصدر ہے۔ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۳۷: ۵۵) دوزخ کے وسط میں۔

سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ راستہ کا درمیانی حصہ۔ سیدھا راستہ، صفت کی موصوف کی طرف اضافت ہو کر ضَلَّ کا مفعول بہٖ ہے۔ قَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ تو وہ سیدھے راستہ سے بھٹک گیا۔ اس نے راہِ راست کو کھو دیا۔

ان آیات کا نزول اس وقت ہوا تھا جب مشرکین مکہ کے نام حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کا خط پکڑ اگیا تھا۔

قصہ یہ ہے کہ:۔

جب مشرکین مکہ کے لوگوں نے (قریش نے) صلح حدیبیہ کا معاہدہ توڑ دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا اور تیاری شروع کردی۔ مگر چند مخصوص صحابہ کے سوا کسی کو نہ بتایا کہ آپ کس مہم پر جانا چاہتے ہیں۔

اتفاق سے اسی زمانہ میں مکہ معظمہ سے ایک عورت آئی جو کہ پہلے بنی عبد المطلب کی لونڈی تھی اور پھر آزاد ہو کر گانے بجانے کا کام کرنے لگی اس نے آکر حضور علیہ السلام سے اپنی تنگ دستی کی شکایت کی اور کچھ مالی مدد مانگی۔ آپ نے بنی عبد المطلب سے اپیل کرکے اس کی حاجت پوری کر دی جب وہ مدینہ سے جانے لگی تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ اس سے ملے اور اس کو چپکے سے ایک خط بعض سرداران قریش کے نام دیا اور دس دینار بھی دیئے تاکہ وہ راز فاش نہ

نہ کرے اور یہ خط چھپا کران لوگوں کو دے دے ابھی وہ مدینہ سے روانہ ہی ہوئی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر مطلع فرمادیا۔ آپ نے فوراً حضرت علی، حضرت زبیر حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اس کے پیچھے بھیجا۔ اور حکم فرمایا کہ تیزی سے جاؤ۔ روضۂ خاخ کے مقام پر (مدینہ سے ۱۲ میل بجانب مکہ) تم کو ایک عورت ملے گی جس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا ایک خط ہے جس طرح بھی ہو یہ خط حاصل کرو، اگر وہ دیدے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر نہ دے تو اسے قتل کر دینا۔

یہ حضرات جب اس مقام پر پہنچے تو وہ عورت موجود تھی انہوں نے اس سے خط مانگا اس نے کہا کہ میرے پاس کوئی خط نہیں ہے انہوں نے تلاشی لی مگر کوئی خط نہ ملا۔ آخر کو انہوں نے کہا کہ خط ہمارے حوالہ کردو ورنہ ہم برہنہ کرکے تیری تلاشی لیں گے۔

جب اس نے دیکھا کہ اب بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے تو اپنی چوٹی میں سے نکال کر وہ خط دیدیا اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ کھول کر پڑھا گیا تو اس میں قریش کے لوگوں کو یہ اطلاع دی گئی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر چڑھائی کی تیاری کر رہے ہیں مختلف روایات میں مختلف الفاظ نقل ہوئے ہیں مگر مدعا سب کا یہی ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب سے دریافت فرمایا یہ کیا حرکت ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ میرے معاملہ میں جلدی نہ فرمائیے میں نے جو کچھ کیا ہے اس بنار پر نہیں کیا ہے کہ میں کافر و مرتد ہوگیا ہوں اور اسلام کے بعد اب کفر کو پسند کرنے لگا ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ میرے اعزہ و اقرباء مکہ میں مقیم ہیں میں قریش کے قبیلہ کا آدمی نہیں ہوں بلکہ بعض قریشیوں کی سرپرستی میں وہاں آباد ہوا ہوں مہاجرین میں سے دوسرے جن لوگوں کے اہل عیال مکہ میں ہیں ان کو تو ان کا قبیلہ بچالیگا مگر میرا کوئی قبیلہ وہاں نہیں ہے جسے کوئی بچانے والا و اس لئے میں نے یہ خط اس خیال سے بھیجا تھا کہ قریش پر میرا ایک احسان رہے جس کا لحاظ رکھ کے وہ میرے بال بچوں کو نہ چھیڑیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کی یہ بات سن کر فرمایا کہ

صَدَقَکُمْ: حاطب نے تم سے سچی بات کہی ہے،،

یعنی ان کے اس فعل کا اصل محرک یہی تھا اسلام سے انحراف اور کفر کی حمایت کا جذبہ اس کا محرک نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اٹھ کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے! کہ میں

اس منافق کی گردن ماردوں! اس نے اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی ہے،
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
اس شخص نے جنگِ بدر میں حصہ لیا ہے تمہیں کیا خبر؟ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو ملاحظہ فرما کر کہہ دیا ہو کہ "تم خواہ کچھ بھی کرو میں نے تم کو معاف کیا"۔
یہ بات سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور کہا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی سب سے زیادہ جانتے ہیں،،
یہ ان کثیر التعداد روایات کا خلاصہ ہے جو کہ متعدد معتبر سندوں سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، احمد، ترمذی، نسائی، ابن جریر، طبری۔ ابن ہشام، ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے نقل کی ہیں = (تفہیم القرآن)

۶۰ : ۲ == اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ : اِنْ شرطیہ۔ یَثْقَفُوْا مضارع مجزوم بالشرط صیغہ جمع مذکر غائب ثَقْفٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی کسی چیز کو پانا۔ اور اس پر کامیاب ہونا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اگر وہ تم پر کامیاب ہو جائیں۔ اگر وہ تم پر قابو پا لیں۔
اصل میں ثَقْفٌ کے معنی ہیں کہ کسی شئے کا ادراک کر لینا نیز اس کے کرنے اور انجام دینے میں مہارت اور حذاقت کے پائے جانے کے ہیں۔ اور اسی لئے نظر کی مشاقی کی بدولت کسی چیز کو نگاہ سے پالینے کے لئے اس کا استعمال ہوتا ہے۔
پھر مجازاً بغیر اس کے کہ مہارت اور حذاقت ملحوظ ہو صرف پانے اور ادراک کرنے کے لئے بولنے لگے۔ قرآن مجید میں ہے:۔
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (۲: ۱۹۱) اور ان کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔
== يَكُوْنُوْا۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط، جمع مذکر غائب، وہ ہو جاویں۔
== اَعْدَاءً: یَکُوْنُوْا کی خبر۔ عَدُوٌّ کی جمع۔ دشمن۔
== وَيَبْسُطُوْا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ : واؤ عاطفہ۔ یَبْسُطُوْا مضارع (مجزوم بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب۔ بَسْطٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کشادہ کرنا۔ فراخ کرنا۔ بَسَطَ يَدَهٗ اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔ اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔
اَيْدِيَهُمْ : اَيْدِیْ ۔ جمع يَدٌ کی۔ مضاف۔ هُمْ مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل یَبْسُطُوْا کا۔ اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنے ہاتھ، دست درازی کریں گے:

== وَاَلْسِنَتَهُمْ : اس کا عطف اَیْدِیَهُمْ پر ہے ای ویبسطوا الیکم السنتھم۔ اور بڑھائیں گے تمہاری طرف اپنی زبانیں۔ یعنی زبان درازی کریں گے۔
== بِالسُّوْٓءِ۔ برائی کے ساتھ۔
ویبسطوا الیکم ایدیھم والسنتھم بالسّوٓء کا عطف یکونوا لکم اعدآء پر ہے۔ یہ جملہ یا تو جواب شرط ہے اور معنی ہوگا:
اگر وہ تم پر قابو پالیں گے (تو تمہارے دشمن ہوجائیں گے) اور ایذار کے لئے تم پر دست درازی اور زبان درازی کریں گے،
یا یہ عطف تفسیری ہے یعنی یہ جملہ ان کی عداوت کی تفسیر کرتا ہے یعنی ان کی عداوت یہ ہوگی کہ:۔
وہ تم پر دست درازی کریں گے یعنی قتل کریں گے اور ماریں گے: اور تم سے زبان درازی کریں گے یعنی گالیاں دیں گے اور برائی کریں گے۔
بِالسُّوْٓءِ کا تعلق صرف والسنتھم سے بھی ہو سکتا ہے۔ اور اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ دونوں سے بھی۔
== وَوَدُّوْا: واؤ عاطفہ، اس کا عطف یکونوا اعدآء پر ہے، اور یہ بھی اِنْ شرطیہ کی جزاء ہے۔ اِنْ کی وجہ سے ماضی بمعنی مستقبل ہے۔ اور صیغہ ماضی استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف سے گویا یہ فعل واقع ہو ہی گیا اور تمہارے کافر ہونے کی تمنا جو وہ کریں گے وہ حاصل ہو ہی گئی۔
وَدُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے وُدٌّ اور مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر وہ تمنا کریں گے۔ وہ دل سے چاہیں گے۔ لَوْ حرفِ تمنا ہے۔ کاش۔
== لَوْ تَكْفُرُوْنَ۔ کاش تم کافر ہوجاؤ۔
۶۰ : ۳ == لَنْ تَنْفَعَكُمْ۔ مضارع منفی تاکید بلن واحد مؤنث غائب۔ نَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہارے کام نہیں آئے گی: یا نہیں آتی ہے وہ تم کو نفع نہیں دیتی یا نہیں دے گی۔
== اَرْحَامُكُمْ : ارحام جمع رِحْمٌ کی۔ رِحْم عورت کے پیٹ کا وہ حصہ جس میں بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مجازاً قرابت کے معنی میں بھی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اہل قرابت ایک ہی رحم سے پیدا ہوتے ہیں۔ مضاف کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ اَرْحَامُكُمْ :

تمہاری قرابتیں۔
== یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ: مضاف مضاف الیہ۔ یَوْمَ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے: قیامت کے دن۔
== یَفْصِلُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ فَصْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ فیصلہ کردے گا۔ یعنی قیامت کے دن تمہارا فیصلہ کرے گا۔ تم کو الگ الگ کردے گا۔ مؤمنوں کو جنت میں اور مشرکوں کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ پھر آج اللہ اور اس کے رسول کے حق کو ترک کرکے تم مشرکوں کے دوست کیوں بنتے ہو۔
== مَا تَعْمَلُوْنَ۔ مَا موصولہ۔ تَعْمَلُوْنَ صلہ۔ جو کچھ تم کرتے ہو۔
== بَصِیْرٌ۔ بَصَرٌ (باب کرم وسمع) مصدر۔ بٖ کے صلہ کے ساتھ۔ بمعنی دیکھنا۔ جاننا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل دیکھنے والا۔ جاننے والا۔
۴:۶۰ == قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ:
قَدْ ماضی پر آئے تو تحقیق کا معنی دیتا ہے اور ماضی کو زمانہ حال کے قریب کردیتا ہے۔
اُسْوَةٌ، اَلْاُسْوَةُ وَالْاِسْوَةُ: (قُدْوَةٌ وقِدْوَةٌ کی طرح) اسم ہے۔ انسان کی اس حالت کو کہتے ہیں جس میں وہ دوسرے کا متبع ہوتا ہے خواہ وہ حالت اچھی ہو یا بری۔
ھی اتباع الغیر علی الحالۃ التی یکون علیہا حسنۃ اوقبیحۃ (اضواء البیان) سرور بخش ہو یا تکلیف دہ۔
اسی لئے آیت ہذا میں اسوۃ کی صفت حسنۃ لائی گئی ہے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (۳۳:۲۱)
عربی میں کہتے ہیں کہ:۔
تَاَسَّیْتُ بِهٖ۔ میں نے اس کی اقتدار کی۔ اُسْوَةٌ مادہ اسو سے مشتق ہے اور قرآن مجید میں صرف تین جگہ استعمال ہوا ہے۔ دو جگہ سورت ہذا میں لا آیت ۴، و ۶) اور آیت ۳۳-۲۱ میں۔ اُسْوَةٌ کا ترجمہ: نمونہ۔ نمونۂ عمل۔ اقتدار، پیروی۔
اُسْوَةٌ اسم ہے كَانَتْ کا۔ حَسَنَةٌ اس کی صفت ہے، فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ اس کی خبر۔ یا ابراہیم اسوۃ کی صفت بعد صفت ہے۔ لَكُمْ خبر ہے كَانَتْ کی۔ یا فی ابراھیم خبر بعد خبر ہے (پہلی خبر لکم ہے) مدم

= وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ : واؤ عاطفہ ہے اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر جس کا عطف ابراهیم پر ہے
مَعَهٗ اس کے ساتھ۔ صلہ اپنے موصول کا۔ جو اس کے ساتھ تھے۔ جو اس کے ساتھی تھے۔
مَعَهٗ سے کون مراد ہے ؟

والظاھر ان المراد بالذین معہ علیہ السلام اتباعہ المؤمنون (روح المعانی) لکن قال الطبری وجماعۃ : المراد بھم الانبیاء الذین کانوا قریبا من عصرہ علیہ وعلیہم السلام ظاھرًا۔

الذین معہ سے مراد (حضرت ابراہیم) علیہ السلام کے مومن پیروکار ہیں لیکن طبری اور ایک جماعت کا قول ہے کہ اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو ان کے قریب کے ماضی کے زمانہ (ماضی) میں تھے (علیہ وعلیہم السلام)

= اِذْ۔ ظرف زمان ہے اور اذ قالوا لقومھم ..... سے مراد "وقت وجودھم" (ان کے وجود یا زندگیوں کا زمانہ) ہے۔

اِذْ قَالُوْا یعنی جب حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم کے کافروں سے کہا (لِقَوْمِهِمْ)

= اِنَّا بُرَآءُ ...... وَحْدَهٗ یہ قَالُوْا کا مقولہ ہے۔

بُرَآءُ۔ ظَرِيْفٌ ظُرَفَاءُ کے وزن پر بَرِيْءٌ کی جمع ہے بَرَاءَةٌ مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے۔ بیزار۔ لاتعلق۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۹: ۱)
(اے اہل اسلام اب) خدا اور اس کے رسول کی طرف سے مشرکوں سے جن سے تم نے عہد کر رکھا تھا بیزاری (اور جنگ کی تیاری) ہے۔ (مادہ ب ر ء)

= مِنْكُمْ۔ اِنَّا بُرَآءُ مِنْكُمْ ؛ ہم بیزاری کرتے ہیں یا ہم بیزار ہیں تم سے، تمہاری ذات سے، تمہارے دستور زندگی سے، تمہارے افعال و کردار سے۔

= وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ ہے۔ مِمَّا مرکب ہے، مِنْ حرف جار اور مَا موصولہ سے۔ تَعْبُدُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، عبادۃ (باب نصر) مصدر تم عبادت کرتے ہو۔ تم پوجتے ہو۔ یہ مَا موصولہ کا صلہ ہے۔ جن کی تم عبادت کرتے ہو۔
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ اللہ کے سوا۔ (اور ہم بیزار ہیں ان سے (بھی)) اللہ کو چھوڑ کر جن کی

تم پرستش کرتے ہو (مثلاًبت، ستارے وغیرہ)

= کَفَرْنَا: ماضی جمع متکلم کُفْرٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم نے انکار کیا۔ ہم نے کفر کیا۔

= بِکُمْ۔ بٌ تعدیہ کا ہے کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

کَفَرْنَا بِکُمْ: ہم تم سے (قطعاً) انکار کرتے ہیں۔ یعنی ہم تم سے، تمہارے افعال و کردار سے، تمہارے رنگ ڈھنگ سے، تمہارے دستور زندگی سے اور تمہارے معبودانِ باطل سے۔ سب سے قطعاً لاتعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

= بَدَا۔ ماضی واحد مذکر غائب۔ بَدْوٌ۔ بَدَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ ظاہر ہوگیا۔ کھلم کھلا آشکار ہوگیا۔

= اَلْعَدَاوَۃُ: عداوت، دشمنی، دل سے تعلق اور وابستگی کا منقطع ہو جانا۔

= وَالْبَغْضَآءُ۔ بغض، حقارت، نفرت، مصدر ہے، حُبٌّ کی ضد ہے۔

= اَبَدًا: ہمیشہ، زمانہ مستقبل غیر محدود۔

= حَتّٰی: حرف جار ہے، انتہار غایت کے لئے آیا ہے

= تُؤْمِنُوْا مضارع جمع مذکر حاضر۔ اصل میں تُؤْمِنُوْنَ تھا۔ عامل کی وجہ سے نون اعرابی گر گیا۔ اِیْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان لے آؤ۔ حتیٰ کہ تم ایمان لے آؤ۔

= وَحْدَہٗ۔ مصدر منصوب، مضاف ٗہ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ یعنی ذات وصفات میں یکتا۔ تنہا۔ مفعول مطلق ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ وَحْدَہٗ۔ یعنی یہ عداوت تمہارے کفر و شرک میں پڑے رہنے تک ہے۔ ایمان لانے کے بعد بغض و عداوت، محبت و الفت میں بدل جائے گی۔

= اِلَّا۔ حرف استثناء ہے فِیْ اِبْرٰھِیْمَ مستثنیٰ منہ ہے مضاف محذوف ہے ای فی قول ابراھیم۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰھِیْمَ۔ قَوْلَ اِبْرٰھِیْمَ مستثنیٰ ہے۔

پورا کلام اس طرح ہوگا۔

قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ فِیْ قَوْلِ اِبْرٰھِیْمَ اِلَّا قَوْلَہٗ لِاَبِیْہِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَکَ۔ تمہارے لئے ایک عمدہ نمونہ ہے ابراہیم کے قول (و فعل و زندگی) میں سوائے ان کے اس قول کے اپنے باپ کے ساتھ کہ میں ضرور تمہارے لئے بخشش مانگوں گا

= اَسْتَغْفِرَنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ صیغہ واحد متکلم اِسْتِغْفَارٌ (استفعال)

مصدر۔ میں معافی چاہوں گا۔ میں بخشش چاہوں گا۔

= وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ۔ یہ جملہ قول مستثنیٰ کا تکملہ ہے اور اَسْتَغْفِرَنَّ کے فاعل سے حال ہے۔ مِنْ شَيْءٍ میں مِنْ زائدہ ہے اور شَيْءٌ مفعول محل نصب میں ہے۔

اور حال یہ ہے کہ میں خدا کے سامنے تیرے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا (یعنی میں صرف بخشش کی دعا ہی کر سکتا ہوں اس سے زیادہ مجھے کچھ اختیار نہیں۔ معاف کرنا نہ کرنا میرے بس میں نہیں ہے)

= رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا ...... اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ : یہ کلام مستانفہ ہے اور مفعول ہے ای قَالُوْا رَبَّنَا ...... الخ او امر من اللّٰهِ للمؤمنين بان يقولوا یا یہ مؤمنوں کے لئے اللہ کا حکم ہے کہ یوں کہیں۔ رَبَّنَا ...... الخ (بیضاوی)

تَوَكَّلْنَا ماضی جمع متکلم تَوَكُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ ہم نے بھروسہ کیا۔ ہم نے اعتماد کیا عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔

= اَنَبْنَا : (اِلٰی کے صلہ کے ساتھ) ماضی جمع متکلم اِنَابَةٌ (افعال) مصدر بمعنی رجوع ہونا اِلَيْكَ اَنَبْنَا۔ ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ ن ب و مادہ۔

= اَلْمَصِيْرُ۔ اسم ظرف مکان و مصدر صیر مادہ۔ لوٹنے کی جگہ۔ ٹھکانہ، قرارگاہ۔

۶۰ : ۵ = رَبَّنَا : مناجات کو محکم کرنے اور درخواستِ رحم میں مزید قوت پیدا کرنے کے لئے رَبَّنَا کا دوبارہ ذکر کیا گیا۔

= لَا تَجْعَلْنَا۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ تو ہم کو نہ بنا تو ہم کو نہ کر۔

= فِتْنَةً۔ ایک کثیر المعانی لفظ ہے۔ فَتَنَ کے اصل معنی سونے کو آگ میں گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہو سکے۔ اس لحاظ سے کسی انسان کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے قرآن مجید میں ہے يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱ : ۱۳) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

آیت زیر غور میں اس کے مندرجہ ذیل معانی ہو سکتے ہیں :۔

۱۔ ہم کو کافروں کے ظلم وستم کا تختۂ مشق نہ بنا۔

۲۔ کافروں کو ہم پر مسلط نہ کر۔ کہ وہ ہم کو دکھ دے سکیں۔

۶۰: ۵ — ہم کو کافروں کا آزمائش کا مقام نہ بنا۔ فِتْنَۃً بوجہ مفعول منصوب ہے۔
= اِغْفِرْ لَنَا۔ اِغْفِرْ واحد مذکر امر معروف۔ غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو بخش دے تو معاف کر دے۔

غَفْرٌ اصل میں ایسے لباس پہنا دینے کو کہتے ہیں جو ہر قسم کی گندگی اور میل سے محفوظ رکھ سکے۔

مغفرت الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو عذاب سے محفوظ رکھے۔ اسی اعتبار سے غَفْرٌ کا استعمال معاف کر دینے اور بخش دینے کے معنی میں ہوتا ہے

محاورہ ہے اِغْفِرْ ثَوْبَكَ فِي الْوِعَاءِ۔ اپنے کپڑوں کو صندوق میں ڈال کر چھپا دو۔"

= اَلْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ: زبردست، حکمت والا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۵۹: ۲۴)

۶۰: ۶ = لَكُمْ: ای یا امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لئے۔

= فِيْهِمْ۔ فی ابراهیم ومن معہ (حضرت ابراہیم اور ان کے ساتھیوں کے دستور زندگی میں اور اعتقاد وعمل میں۔

= لِمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ۔ یہ بدل ہے لَكُمْ سے۔ یعنی ان لوگوں کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کے ثواب کا نیز روز قیامت کے آنے کا یقین رکھتے ہیں۔

يَرْجُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب رِجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ امید رکھتا ہے وہ اندیشہ رکھتا ہے۔ وہ ڈرتا ہے۔

اَللّٰهَ بحالت مفعول منصوب ہے۔ اسی طرح اَلْيَوْمَ منصوب ہے۔

= وَمَنْ يَّتَوَلَّ۔ واؤ عاطفہ۔ مَنْ شرطیہ، جملہ شرط ہے۔

يَتَوَلَّ مضارع مجزوم بالشرط۔ اصل میں يَتَوَلّٰى تھا۔ تَوَلِّيٌ (تفعّل) مصدر سے اور جو منہ موڑے گا۔ اعراض کرے گا۔ روگردانی کریگا۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے روگردانی کریگا۔

= فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یعنی جو پیغمبروں کی پیروی سے روگردانی کرے گا (تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا) کیونکہ اللہ بالکل بے نیاز اور اپنی ذات میں محمود ہے

اَلْغَنِیُّ : صفت مشبہ کا صیغہ ہے الف لام تعریف کا ہے۔ بے نیاز، غیر محتاج۔
اَلْحَمِیْدُ، حَمْدٌ سے بروزن فعیل، صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول یعنی مَحْمُوْدٌ صفت کیا گیا۔ ستودہ۔ تعریف کیا ہوا۔
۶۰ : ۷ = عَسَی اللّٰہُ۔ عَسٰی : امید ہے، عنقریب ہے، اندیشہ ہے، کھٹکا ہے، جب اس کا استعمال اللہ کے لفظ کے ساتھ ہو تو بمعنی امید ہے۔ توقع ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۴۷ : ۲۲)
= اَنْ: مصدریہ ہے۔ یَجْعَلَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ :
= عَادَیْتُمْ : ماضی جمع مذکر حاضر، مُعَادَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ تم نے دشمنی کی، تم نے عداوت رکھی۔
= مِنْھُمْ : میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کفار مکہ کی طرف راجع ہے
= مَوَدَّۃً : محبت، دوستی، (ملاحظہ ہو ۶۰ : ۱۔ متذکرۃ الصدر) فعل یجعل کا مفعول عَسَی اللّٰہُ فاعل۔ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَّوَدَّۃً خبر ہے
فَائِدَہ :
جب آیت یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ ..... الخ نازل ہوئی تو جو مسلمان ہجرت کرکے مدینہ چلے آئے تھے انہوں نے اس آیت پر عمل کرتے ہوئے اپنے کافر عزیز و اقارب سے جو مکہ میں مقیم تھے قطع تعلق کر لیا۔
اگرچہ وہ بڑے صبر کے ساتھ اس پر عمل پیرا تھے لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور قریب ترین عزیزوں سے قطع تعلق کر لینا کتنا صبر آزما کام ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو تسلی دی کہ وہ وقت دور نہیں ہے کہ جب تمہارے یہی رشتہ دار مسلمان ہو جائیں گے اور آج کی دشمنی کل کو پھر محبت و الفت میں بدل جائے گی۔
آیت کا مطلب ہے کہ کفار مکہ میں سے جن اپنے عزیز و اقارب کے ساتھ اللہ کے حکم کی بجا آوری میں تم نے تعلقات توڑ لئے ہیں۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے تعلقات کو بحال کر دے۔ اور یہی ہوا۔ اس بشارتِ خداوندی کے چند ہی ہفتے بعد مکہ فتح ہو گیا اور ماسوائے چند ایک کے مسلمانوں کے سب عزیز و اقارب مشرف باسلام ہو گئے۔ اور ان کی باہمی قرابت پھر بحال ہو گئی۔
شاہ عبد القادر رح نے اس جملہ کا ترجمہ یوں کیا ہے در امید ہے کہ کر دے اللہ تم میں

اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں دوستی"!

— وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔
کلام سابقہ میں جو بشارت دی گئی تھی اس میں جو اس کی صفات کارفرما ہیں ان کی تقویت کے لئے یہ جملہ بیان ہوا۔

قَدِيْرٌ۔ قدرت والا۔ زبردست، قدرۃ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے
غَفُوْرٌ: بہت بخشنے والا۔ غُفْرَانٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
رَحِيْمٌ نہایت رحم والا۔ رَحْمَۃٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے اس کی جمع رُحَمَاءُ ہے۔

۶۰ : ۸ — لَا يَنْهٰكُمُ مضارع منفی واحد مذکر غائب نَهْيٌ (باب فتح) مصدر۔ منع کرنا۔ روکنا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، وہ تم کو منع نہیں کرتا ہے۔
— لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ: مضارع مجزوم نفی جحد بلم۔ مقاتلة (مفاعلة) مصدر۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم سے نہیں لڑے۔
— اَنْ تَبَرُّوْهُمْ: اَنْ مصدریہ تَبَرُّوْا مضارع جمع مذکر حاضر، اصل میں تَبَرُّوْنَ تھا۔ اَنْ کے عمل سے نون اعرابی ساقط ہوگیا۔ بِرٌّ و بَرٌّ (باب سمع) مصدر۔ تم نیکی کرتے ہو هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ کہ تم ان کے ساتھ احسان کرتے رہو۔
— وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تُقْسِطُوْا اى وان تقسطوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقْسَاطٌ (افعال) مصدر۔
اِلَيْهِمْ۔ جار مجرور۔ ان کی طرف۔ ان سے، (اور یہ کہ) تم ان سے انصاف سے پیش آؤ
ق س ط مادہ۔
قَسْطٌ و قُسُوْطٌ مصدر سے (باب ضرب) بمعنی بے انصافی کرنا۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (۷۲ : ۱۵) اور جو گنہگار ہوئے وہ دوزخ کا ایندھن بنے۔

اسی مادہ سے مصدر قِسْطٌ وَاَقْسَطُ (باب ضرب) سے اور (باب نصر) سے۔ بمعنی انصاف کرنا ہے۔ اسی سے قرآن مجید میں ہے وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (۴۹ : ۹) اور انصاف سے کام لو کہ خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے آیت زیر غور میں اسی معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ آیت یوں ہوگا! " جن لوگوں نے تم سے دین

کے بارے میں جنگ نہیں کی اور نہ تم کو تمہارے گھروں سے نکالا۔ ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کا سلوک کرنے سے خدا تم کو منع نہیں کرتا۔

= اَلْمُقْسِطِیْنَ ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ انصاف کرنے والے نیکی کرنے والے ۔ بھلائی کرنے والے۔

۶۰ : ۹ = ظَاهَرُوْا ، ماضی جمع مذکر غائب مُظَاهَرَةٌ (مفاعلة) مصدر۔ انہوں نے مدد کی، انہوں نے معاونت کی ۔ انہوں نے پشتیبانی کی ۔

= اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ، عَنِ الَّذِیْنَ میں اَلَّذِیْنَ (اسم موصول) سے بدل ہے۔ یعنی اللہ تو ان سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے لڑے ۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اور تمہارے نکالنے پر اور لوگوں کی مدد کی۔

اَنْ مصدریہ ہے تَوَلَّوْهُمْ ۔ تَوَلَّوْا مضارع جمع مذکر حاضر ہے۔ اصل میں تَتَوَلَّوْنَ تھا۔ ایک تاء حذف ہوگئی تَوَلَّوْنَ ہوگیا اَنْ کے عمل سے نون اعرابی گر گیا۔ تَوَلَّوْا رہ گیا۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔

= وَ مَنْ یَّتَوَلَّهُمْ ، مَنْ شرطیہ ہے جملہ شرطیہ ہے ۔ یَتَوَلَّ مضارع مجزوم (بوجہ شرط) واحد مذکر غائب ۔ تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر اصل میں یَتَوَلّٰی تھا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور جو ان سے دوستی کرے گا

= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ فَ جواب شرط کے لئے اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر هُمْ ۔ پس وہی لوگ ظالم ہیں۔

ظلم کے معنی ہیں کسی چیز کو اس کے مخصوص مقام پر نہ رکھنا۔ خواہ کمی یا زیادتی کرکے یا اسے اس کے صحیح وقت یا اصلی جگہ سے ہٹا کر۔

یہاں دین اسلام میں مسلمانوں سے لڑنے والوں کے ساتھ دوستی کرنے والوں کو ظالم کہا گیا ہے کہ انہوں نے ان سے بجائے عداوت کے دوستی اختیار کی ، یا انہوں نے اس طرح عذاب کو اپنے اوپر لاگو کرکے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

۶۰ : ۱۰ = اِذَا : جب ظرف زمان ہے یہاں پر شرط کے معنی کے لئے آیا ہے۔

= مُهٰجِرٰتٍ ۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث مُهَاجَرَةٌ (مفاعلة) مصدر ہے ۔ ہجرت کرنے والیاں ۔ یہ اَلْمُؤْمِنٰتُ سے حال ہے یعنی بحالت ہجرت یا مہاجر ہوکر آئیں ۔

= فَامْتَحِنُوْهُنَّ ۔ فَ جواب شرط کا ۔ اِمْتَحِنُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِمْتِحَانٌ

(افتعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ توان کا امتحان کرلو۔

= اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ۔ جملہ معترضہ ہے اَعْلَمُ افعل التفضیل کا صیغہ عِلْمٌ سے۔ خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ بِ تعدیہ کے لئے ہے۔ اِيْمَانِهِنَّ مضاف، مضاف الیہ۔ (اللہ ان کے ایمان کو بہتر جانتا ہے)۔

= فَاِنْ: فَ تعقیب کے لئے ہے اِنْ شرطیہ ہے۔ پھر اگر۔

= عَلِمْتُمُوْهُنَّ۔ عَلِمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ عِلْمٌ مصدر سے۔ تم جان لو۔ تم کو معلوم ہو جائے۔ واؤ اشباع کا ہے هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب ہے (مفعول اول) مُؤْمِنٰتٍ مفعول ثانی، عَلِمْتُمْ کا۔ ایمان والیاں۔

= فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ: فَ جواب شرط کے لئے۔ لَا تَرْجِعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر رَجْعٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی واپس کرنا۔ واپس پھیر دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تو مت واپس کرو ان کو۔

= لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ: یہ علت ہے ان کو واپس کفار کی طرف نہ کرنے کی۔ کیونکہ وہ عورتیں کافروں کے لئے حلال نہیں ہیں۔ اور نہ وہ ان عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ضمیر هُمْ کفار کے لئے ہے اور هُنَّ مہاجر مومن عورتوں کے لئے ہے حِلٌّ (باب ضرب) مصدر سے۔

= وَاٰتُوْهُمْ: واؤ عاطفہ، اٰتُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ ایتاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع ان مومن مہاجر بیویوں کے کافر خاوند ہیں جو وہ پیچھے چھوڑ آئیں۔

= مَا اَنْفَقُوْا۔ مَا موصولہ اَنْفَقُوْا اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر اٰتُوْا کا مفعول ثانی جو انہوں نے خرچ کیا۔ یعنی جو ان کے مشرک و کافر خاوندوں نے مہر یا وظیفہ وغیرہ کی صورت میں ان مومنات مہاجرات پر خرچ کیا تھا۔

اَنْفَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ جو انہوں نے خرچ کیا۔

= وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ۔ جواب شرط مقدم اِذَا اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ: شرط مؤخر، یعنی جب تم ان عورتوں کے مہر دے چکو تو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

لَا جُنَاحَ کوئی حرج نہیں، کوئی گناہ نہیں۔ لَا نفی جنس کا ہے اس کے عمل سے جُنَا

منصوب ہے۔

اَنْ مصدریہ تَنْكِحُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ نِکَاحٌ (باب ضرب) مصدر هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم ان (عورتوں) سے نکاح کرلو۔

اِذَا ظرف زمان شرطیہ آیا ہے۔ جب۔

اٰتَيْتُمُوْ هُنَّ۔ اٰتَيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ تم نے دیا۔ واؤ اشباع کا ہے هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ تم نے ان عورتوں کو ادا کردیا تم نے ان کو دیا۔ (جب تم ان کو ان کے مہر دے چکو)

= اُجُوْرَهُنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ثانی اٰتَيْتُمْ کا۔ ان کے حق، ان کے مہر

= لَا تُمْسِكُوْا۔ فعل نہی جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر۔ تم نہ روک رکھو۔

= عِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ عِصَمٌ جمع عِصْمَةٌ کی۔ اس کے اصل معنی رسی کے ہیں یہاں اس سے مراد عقدِ نکاح ہے۔ نکاح کے بندھن جیسے عقدِ موالات عقد نکاح وغیرہ۔

كَوَافِرِ۔ کافرہ یا کافر وکافرہ دونوں کی جمع ہے یہاں بمعنی "کافر عورتیں" ہے۔

لَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ۔ اور نہ روکے رکھو کافر عورتوں کے نکاح کی بندھنیں یعنی اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح کے بندھنوں میں مت جکڑے رکھو۔ ان کو اپنے نکاح میں قائم رہنے پر اصرار مت کرو۔ تم اپنی کافر بیویوں کو اپنے نکاح میں مت روکے رکھو

= وَاسْئَلُوْا۔ واؤ عاطفہ اِسْئَلُوْا۔ سُؤَالٌ سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تم مانگ لو

= مَا اَنْفَقْتُمْ مَا موصولہ۔ اَنْفَقْتُمْ صلہ۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اِنْفَاقٌ، (اِفْعَالٌ) مصدر۔ جو تم نے خرچ کیا۔

= وَلْيَسْئَلُوْا واؤ عاطفہ لِيَسْئَلُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر غائب اور مانگ لیں۔ یعنی کافر لوگ مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا۔

= يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ: ای الذی یحکم بینکم۔ جسے وہ تمہارے میں صادر فرماتا ہے

۶۰ : ۱۱ = وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ۔ جملہ شرطیہ ہے اِنْ شرطیہ۔ فَاتَكُمْ فَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، فَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ اَلْفَوْتُ کسی چیز کا ہاتھ سے نکل جانا۔ کسی چیز کا انسان سے اتنی دور ہو جانا کہ اس کا حصول اس کے لئے دشوار ہو۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ شَيْءٌ بمعنی

اَحَدٌ ہے تذلیل اور تحقیر کے لئے لفظ شَیٔ استعمال ہوا ہے۔
ترجمہ ہو گا۔
(اے مسلمانو!) اگر تمہاری بیبیوں میں کوئی عورت تم سے دور (تم کو چھوڑ کر کفار کی طرف چلی جائے اور اس کی واپسی کی کوئی امید نہ ہو)

= فَعَاقَبْتُمْ: فَ تعقیب کا۔ پھر۔ عاقبتم۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر معاقبۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ تمہاری نوبت آئے۔ تمہاری باری آئے۔

فَعَاقَبْتُمْ فجاءت عقبتکم ونوبتکم من اداء المھر بان ھاجرت امرأۃ الکافر مسلمۃ الی المسلمین ولزمھم اداء مھرھا (روح البیان، کشاف، بیضاوی)

پھر تمہاری نوبت مہر ادا کرنے کی آئے کہ کافر عورت مسلمان ہو کر مسلمانوں کے پاس آجائے اور ان پر اس کا مہر ادا کرنا لازم ٹھہرے۔

= فَاٰتُوا الَّذِیْنَ ذَھَبَتْ اَزْوَاجُھُمْ۔ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط ہے تو ادا کرو ان کو جن کی عورتیں جاتی رہی ہیں۔

= مِثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا۔ مِثْلَ۔ مانند۔ مثابہ، مَا موصولہ۔ اَنْفَقُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب انفاق (افعال) مصدر۔ جتنا انہوں نے خرچ کیا تھا (ان عورتوں پر جو کفار کے پاس چلی گئی تھیں)

= وَاتَّقُوا اللّٰہَ: واؤ عاطفہ۔ اِتَّقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتّقاءٌ (افتعالٌ) مصدر اللّٰہَ منصوب بوجہ مفعول۔ اور ڈرو اللہ سے۔

= اَلَّذِیْٓ اَنْتُمْ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ۔ (جس پر تم ایمان لائے ہو) اَلَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا صلہ۔ بِہٖ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب کا مرجع اللّٰہ ہے۔

مُؤْمِنُوْنَ اِیْمَانٌ (افْعَالٌ) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ایمان والے۔

۶۰:۱۲ = یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ یا حرفِ ندا۔ النبیُّ منادیٰ ہے۔ جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں اَیُّھَا اور مؤنث میں اَیَّتُھَا یا کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے جیسے کہ مذکر کی صورت میں یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ (آیت ہذا) اور مؤنث کی صورت میں یٰٓاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ (۸۹:۲۷) یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ۔ اے نبی۔

= اِذَا۔ ظرف زمان۔ شرطیہ۔ اِذَا جَآءَکَ ...... الخ جملہ شرطیہ ہے

= جَآءَكَ۔ تیرے پاس آئے۔ یہاں جَآءَ بمعنی صیغہ جمع ہے۔ جب تیرے پاس آئیں
= يُبَايِعْنَكَ۔ مضارع جمع مؤنث غائب مُبَايَعَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ وہ عورتیں بیعت کریں۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ تیری۔

جب آپ کے پاس مومن عورتیں بیعت کرنے کے لئے آئیں۔ يُبَايِعْنَكَ حال ہے اَلْمُؤْمِنٰتُ سے۔

= عَلٰٓى اس بات پر
= اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ۔ اَنْ مصدریہ ہے لَا يُشْرِكْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اِشْرَاكٌ (افعال) مصدر۔ وہ شریک قرار نہیں دیں گی۔
بِاللّٰهِ شَيْـًٔا۔ اللہ کے ساتھ کسی کو۔
= وَلَا يَسْرِقْنَ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ (لَا يُشْرِكْنَ) پر ہے۔ لَا يَسْرِقْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اور نہ وہ چوری کریں گی۔
= وَلَا يَزْنِيْنَ۔ اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے اور نہ زنا کریں گی۔
مضارع منفی جمع مؤنث غائب زِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔
= وَلَا يَقْتُلْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب قَتْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔
اور وہ قتل نہ کریں گی۔ ماقبل کی طرح اس کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے۔
= اَوْلَادَهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ اپنی اولاد کو
= وَلَا يَاْتِيْنَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ بِ کے صلہ کے ساتھ۔ یعنی وہ نہیں کریں گی۔ وہ نہیں لائیں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی لَا يُشْرِكْنَ پر ہے۔
= بِبُهْتَانٍ۔ مفعول ہے بوجہ حرف جر مجرور ہے۔ ایسا صریح جھوٹ کہ جس کو سن کر سننے والا حیران وششدر رہ جائے۔
= يَفْتَرِيْنَهٗ۔ يَفْتَرِيْنَ مضارع جمع مؤنث غائب اِفْتِرَاءٌ (افتعال) مصدر ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع بہتان ہے۔ جس کو وہ خود گھڑ رہی ہوں۔ اس صورت میں یہ يَاْتِيْنَ کی ضمیر جمع مؤنث سے حال ہے۔ یا جسے انہوں نے خود گھڑا ہو (اس صورت میں یہ بُهْتَانٌ کی نعت ہے)
= بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ۔ بَيْنَ کے معنی درمیان، بیچ، جدائی، ملاپ، دو چیزوں کے

درمیان وغیرہ ہیں۔

لیکن جب اس کی اضافت اَیْدِیْ یا اَرْجُلٍ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے ہوتے ہیں۔ یہاں بَیْنَ مضاف ہے اور اس کی اضافت ایدیھن کی طرف ہے اَیْدِیْھِنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہے بَیْنَ کا۔

اسی طرح اَرْجُلِھِنَّ کی صورت ہے لہذا اس کا معنی ہوگا۔ روبرو، سامنے، دیدہ دانستہ۔

جملہ کا ترجمہ ہوگا۔

اور وہ کوئی دیدہ دانستہ، خود ساختہ بہتان نہ باندھیں گی؛

= وَلَا یَعْصِیْنَکَ۔ واؤ عاطفہ، لَا یَعْصِیْنَکَ مضارع منفی جمع مؤنث غائب۔ عِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور وہ نافرمانی نہیں کریں گی۔ اس جملہ کا عطف بھی لَا یُشْرِکْنَ پر ہے

= فِیْ مَعْرُوْفٍ۔ معروف احکام میں۔ نیکی کے امور میں۔ یعنی وہ کسی (شرعی) نیکی کرنے میں اور گناہ اور بدی سے باز رہنے میں آپ کی نافرمانی نہیں کریں گی۔

= فَبَایِعْھُنَّ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے بَایِعْ امر واحد مذکر حاضر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ مُبَایَعَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ تو ان عورتوں کو بیعت کرلے یہاں مبایعت کا بیعت قبول کرنے اور عہد لینے اور معاہدہ کے معنی میں استعمال مجازاً ہے۔

= وَاسْتَغْفِرْ لَھُنَّ اللّٰہَ۔ جملہ سابقہ کا معطوف ہے اِسْتَغْفِرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر۔ تو بخشش مانگ۔ تو مغفرت کی دعا کر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کے لئے۔ اَللّٰہَ مفعول ثانی۔ تو ان کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کر۔

= اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ اَللّٰہَ اسم اِنَّ منصوب، غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ خبر (مرفوع)

۶۰ : ۱۳ = لَا تَتَوَلَّوْا۔ فعل نہی، جمع مذکر حاضر۔ تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر، دوستی مت رکھو۔ دوستی نہ کرو۔

= قَوْمًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ اس قوم سے۔

= غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع قَوْمًا ہے۔

جن پر اللہ کا غضب ہوا۔ جن پر اللہ غصہ ہوا۔ قَوْمًا کی نعت ہے۔ قوم سے مراد یا تو یہودی ہیں یا عام کافر مراد ہیں ۔

= قَدْ يَئِسُوْا۔ ماضی پر داخل ہوکر قَدْ تاکید کا فائدہ دیتا ہے يَئِسُوْا ماضی جمع مذکر غائب يَأْسٌ (باب سمع) مصدر۔ تحقیق وہ ناامید ہوگئے (آخرت سے) یہ بھی قَوْمًا کی نعت ہے۔

= كَمَا يَئِسَ ۔ كَمَا مرکب ہے کَ تشبیہ اور مَا موصولہ سے اور بعد کو آنے والا جملہ مَا کا صلہ ہے۔

يَئِسَ ۔ ماضی واحد مذکر غائب (اوپر ملاحظہ فرمائیں يَئِسُوْا آیت ہذا)

یعنی جس طرح کافر لوگ قبروں میں پڑے ہوئے لوگوں کے دوبارہ جی اٹھنے اور ان کے ثواب وعذاب پانے کی امید نہیں رکھتے۔ اسی طرح یہ لوگ بھی جن پر اللہ کا عذاب نازل ہوا آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۶۱) سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ (۱۴)

۱:۶۱ = سَبَّحَ لِلّٰہِ۔ سبّح ماضی واحد مذکر غائب تَسْبِیْحٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ اس نے پاکی بیان کی۔ تَسْبِیْحٌ بمعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ کہنا۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا۔
= مَا فِی السَّمٰوٰتِ مَا موصولہ فِی السَّمٰوٰتِ اس کا صلہ۔ جو کوئی چیز آسمانوں میں ہے (نیز ملاحظہ ہو ۵۷ : ۱)
= اَلْعَزِیْزُ۔ غالب۔ زبردست، عِزَّۃٌ سے (فعیل) کے وزن پر بمعنی فاعل۔ مبالغہ کا صیغہ ہے۔
= اَلْحَکِیْمُ : حکمت والا۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
۲:۶۱ = لِمَ یہ لفظ مرکب ہے لام تعلیل اور مَا استفہامیہ سے۔ مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط کر دیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس وجہ سے۔ کس لئے۔
= مَا لَا تَفْعَلُوْنَ، مَا موصولہ۔ لَا تَفْعَلُوْنَ صلہ۔ جو تم کرتے نہیں۔
۳:۶۱ = کَبُرَ مَقْتًا۔ کَبُرَ ماضی، واحد مذکر غائب۔ کِبْرٌ و کُبْرٌ (باب کرم) مصدر۔

عربی زبان میں جس لفظ کا اصلی مادہ ک ب ر سے مرکب ہوتا ہے اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں۔ لیکن بڑائی کی نوعیت جدا جدا ہوتی ہے۔ جیسے اَلْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ (۱۳ : ۹) مرتبہ اور عظمت میں بڑائی۔
اَصَابَہُ الْکِبَرُ (۲ : ۲۶۶) عمر میں بڑائی۔ پیری، بڑھاپا۔
فِیْهِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ (۲ : ۲۱۹) گناہ میں بڑائی۔ وغیرہ
مَقْتًا۔ بغض، عناد، غصہ، بیزاری، (باب نصر) سے مصدر ہے۔ بوجہ تمیز منصوب ہے ازروئے بیزاری، ازروئے ناپسندیدگی۔

= اَنْ تَقُوْلُوْا۔ اَنْ مصدریہ تَقُوْلُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ۔ جملہ اَنْ تَقُوْلُوْا بتاویل مصدر فاعل ہے۔
= عِنْدَ اللّٰہِ۔ متعلق کَبُرَ ہے۔ (یہ اَنْ تَقُوْلُوْا سے پہلے ہے مصنف کی غلطی سے ایسا ہوا)
= مَا لَا تَفْعَلُوْنَ۔ مَا موصولہ لَا تَفْعَلُوْنَ، صلہ ہے۔ جو تم نہیں کرتے۔ ترجمہ ہوگا۔

تمہاری وہ بات جو تم عملاً نہیں کرتے اللہ کے نزدیک بڑی ناپسندیدہ ہے:

۶۱:۴ = صَفًّا: قطار۔ صف۔ یہ اصل میں صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے صَفٌّ قطار، صف، جس کی جمع صُفُوْفٌ ہے۔ صَافٌّ اسم فاعل۔ صف یا قطار باندھنے والا۔ جمع صَافُّوْنَ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے

وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (۳۷: ۱۶۵) اور ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے۔

= كَاَنَّهُمْ۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بفعل، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب گویا وہ (ہیں)
= بُنْيَانٌ: عمارت، یہ واحد ہے۔ جمع نہیں کیونکہ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ میں بُنْيَانٌ کی صفت بھی مذکر ہے جمع ہوتی تو صفت مؤنث ہوتی۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ بُنْيَانٌ، بُنْيَانَةٌ کی جمع ہے جیسے شَعِيْرٌ شَعِيْرَةٌ کی اور تَمْرٌ تَمْرَةٌ کی۔ اور نَخْلٌ نَخْلَةٌ کی اور اس قسم کی جمع کی تذکیر و تانیث دونوں جائز ہیں۔

= مَّرْصُوْصٌ: رَصٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے رَصٌّ عمارت کو خوب بھینچی ہوئی بنانا۔ مَّرْصُوْصٌ سیسہ پلایا ہوا۔ مضبوط، ایسی عمارت کہ اس کے اجزاء کا باہم اتنا پیوستہ ہو جانا کہ خلا بالکل نہ رہے۔

صَفًّا حال ہے يُقَاتِلُوْنَ کے ضمیر فاعل سے۔

فِيْ سَبِيْلِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَللّٰہ ہے۔ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ یہ بھی يُقَاتِلُوْنَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے

۶۱:۵ = وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى۔ کلام مستانفہ ہے واؤ عاطفہ۔ اس سے قبل کلام محذوف ہے۔ ای اذکر الوقت اِذْ قَالَ مُوْسٰى (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو وہ وقت جب حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔

یا۔ اذکر لھٰؤلاء المعرضین عن القتال وقت قول موسٰی لقومہ۔
ان دشمنان دین سے قتال پر اعتراض کرنے والوں کو وہ وقت یاد کراؤ جب حضرت موسٰی (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا تھا
= یٰقَوْمِ ...... رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ یہ قال کا مقولہ ہے۔
لِمَ ۔ کیوں، کس لئے (ملاحظہ ہو آیت ۶۱: ۲ متذکرۃ الصدر)
تُؤْذُوْنَنِیْ، مضارع جمع مذکر حاضر، اِیْذَاءٌ (افعال) مصدر۔ نون وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم ہے۔ تم مجھے ستاتے ہو۔ تم مجھے ایذا دیتے ہو۔
= وَقَدْ تَعْلَمُوْنَ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ۔ جملہ حالیہ ہے ان کے انکار کی تاکید کے لئے آیا ہے۔ قَدْ تحقیق کے معنی میں اور مضارع کا استعمال استمرار کے لئے ہے۔
= فَلَمَّا فَ تعقیب کا ہے لَمَّا حرف شرط ہے لَمَّا زَاغُوْا جملہ شرط ہے اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ جملہ جزائیہ ہے۔ بعض کے نزدیک لَمَّا حرف شرط نہیں ہے بلکہ اسم ظرف ہے حِیْنَ کا ہم معنی۔
= زَاغُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب زَیْغٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھر گئے۔ وہ کج ہو گئے وہ بہک گئے۔
= اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَہُمْ۔ اَزَاغَ ماضی واحد مذکر غائب اِزَاغَۃٌ (افعال) مصدر قُلُوْبَہُمْ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اَزَاغَ کا۔ اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔
= وَ اللّٰہُ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ۔ جملہ معترضہ تذییلی۔ مضمون ماسبق کی تاکید کے لئے۔ یعنی کج روؤں کے دلوں کو ٹیڑھا کر دینا۔ اور اللہ نافرمانوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا۔
اَلْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۔ موصوف وصفت مل کر لَا یَہْدِیْ کا مفعول ۔
= وَاِذْ قَالَ عِیْسٰی۔ اس کا عطف اذ قال موسٰی پر ہے اور یاد کرو وہ وقت جب عیسٰی نے کہا۔
= یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ...... اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا قول ہے اور قَالَ کا بیان ہے ۔
= مُصَدِّقًا۔ حال مؤکدہ ۔ اس میں عامل رَسُوْلُ ہے مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ

مِنَ التَّوْرٰىۃِ۔ ای مصدقا لما تقدمنی من التوراۃ۔ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو مجھ سے پہلے (موجود) ہے۔

= مَا بَیْنَ یَدَیَّ۔ مَا موصولہ۔ بین یدیّ مضاف مضاف الیہ مل کر صلہ۔ بین یدی ای قبلی۔ میرے سے پہلے) الیسر التفاسیر (نیز ملاحظہو بین ایدیھن ۶۰: ۱۲)

= مُبَشِّرًا۔ یہ بھی حال ہے۔ یعنی اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں بحالیکہ میں تصدیق کرنے والا ہوں تورات کی جو میرے سے پہلے موجود ہے اور بشارت دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آنے والا ہے۔

= اِسْمُہٗٓ اَحْمَدُ: اِسْمُہٗ مضاف مضاف الیہ ہٗ کی ضمیر کا مرجع رسول ہے۔ جس کا نام احمد ہے۔ یہ رسول کی نعت ہے (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا نام ہے)

= فَلَمَّا۔ ف تعقیب کا ہے لَمَّا بمعنی حِیْنَ اسم ظرف زمان ہے۔ پھر جب، پس جب

= اَلْبَیِّنٰتِ۔ کھلی نشانیاں، روشن دلائل، بَیِّنَۃٌ کی جمع ہے۔

= سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔ موصوف وصفت۔ کھلا جادو۔

فَلَمَّا جَآءَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ: لفظی ترجمہ ہوگا:۔ پس جب وہ آیا اُن کے پاس روشن نشانیاں لے کر تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے

فَائِدَہ:۔

۱:۔ جَآءَ کی ضمیر فاعل اگر حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرف راجع ہے تو ھُمْ ضمیر کا مرجع بنی اسرائیل ہیں۔

اور اگر جَآءَ کی ضمیر فاعل کا مرجع اَحْمَدُ (یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تو ھُمْ سے مراد کفار قریش ہوں گے۔

اول الذکر کی صورت میں بینات سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے معجزات ہوں گے مثلاً مردوں کو زندہ کرنا۔ مادر زاد اندھوں بینا کرنا وغیرہ۔

مؤخر الذکر کی صورت میں ان سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہوں گے: مثلاً شق القمر، اور سب سے بڑھ کر دوامی معجزہ قرآن کریم پیش کرنا۔

۲:۔ اسی طرح قَالُوْا سے مراد اول الذکر میں بنی اسرائیل ہوں گے اور دوسری صورت میں کفار مکہ

۳:۔ ھٰذَا سے مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی صورت میں ان کے معجزات یا ان کی ذات،

اور دوسری صورت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یا ان کی ذات مبارکہ۔

۱۴۔ ھٰذَا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

بیضاوی لکھتے ہیں:۔ الاشارۃ الی ما جاء بہ او الیہ وتسمیتہ سحرًا للمبالغۃ (اس میں) اشارہ ہے ان بینات کی طرف جو وہ لائے یا ان کی ذات کی طرف ان کو یعنی ان کی کھلی ہوئی نشانیوں کو یا ان کی ذات کو سحر، بیان کرنا مبالغہ کے لئے ہے۔

۶۱: ۷ == وَمَنْ ۔واؤ عاطفہ، مَنْ استفہامیہ ہے۔

== اَظْلَمُ ظُلْمًا۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے زیادہ ظالم ۔زیادہ حق سے تجاوز کرنے والا

== مِمَّنْ۔ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَنْ اسم موصول سے۔ اس سے جو...

== اِفْتَرٰی : ماضی واحد مذکر غائب افتراءٌ (افتعال) مصدر سے جس کے معنی ہیں بہتان باندھنا۔ اِفْتَرٰی اس نے جھوٹ باندھا۔ اس نے بہتان باندھا۔

== الْکَذِبَ ۔جھوٹ کا۔ اِفْتَرٰی کا مفعول ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور اس سے بڑھ کر بھی کوئی ظالم ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔

== وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ : جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے ھُوَ سے مراد وہ شخص جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتا ہے۔

یُدْعٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب دَعْوَۃٌ باب نصر مصدر۔ اس کو بلایا جاتا ہے

== وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ، اور اللہ ایسے ظالم (ناحق شناس) لوگوں کو ہدایت یاب نہیں کرتا۔ یہ جملہ مضمون سابق کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

۶۱: ۸ == یُرِیْدُوْنَ ...... بِاَفْوَاھِھِمْ ۔ یہ جملہ ان کے افترار کی غرض وغایت بیان کرتا ہے۔

یُرِیْدُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِرَادَۃٌ (افعال) مصدر وہ چاہتے ہیں۔

لِیُطْفِئُوْا یہاں اَنْ مقدرہ ہے لام زائدہ تاکید کے لئے آیا ہے۔ کلام یوں ہوگا :

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا ۔ یُطْفِئُوْا مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ مقدرہ، جمع مذکر غائب اِطْفَاءٌ (افعال) مصدر۔ کہ وہ بجھا دیں۔

طَفِئَتِ النَّارُ کے معنی آگ بجھ جانے کے ہیں اور اَطْفَاْتُھَا (افعال) کے معنی پھونک سے بجھا دینے کے ہیں۔ ط ف ء مادہ:

== نُوْرَ اللّٰہِ. مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا نور۔ اللہ کے دین کی روشنی، اللہ کا دین، اس سے مراد قرآن مجید اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہو سکتے ہیں۔

== بِاَفْوَاهِهِمْ، بَ استعانت کی ہے۔ اَفْوَاهِهِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے منہ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے منہ سے (پھونک مار کر)

اَفْوَاهٌ فَمٌ کی جمع ہے۔ فَمٌ اصل میں فُوْہٌ تھا ہ کو گرا کر واو کو م سے بدل دیا گیا۔

== وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ جملہ حالیہ ہے اَللّٰهُ مبتدا۔ مُتِمُّ نُوْرِهٖ اس کی خبر۔ مُتِمُّ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف، اِتْمَامٌ (افعال) مصدر سے۔ پورا کرنے والا۔ کامل کرنے والا۔ نُوْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مُتِمُّ کا مضاف الیہ۔ حال یہ ہے کہ اللہ اپنے نور کو کامل کرنے والا ہے۔

== لَوْ: خواہ۔ لَوْ منصلہ ہے۔ یعنی کافروں کی خوشی ہو یا نہ ہو دونوں برابر ہیں۔

== كَرِهَ: ماضی واحد مذکر غائب كَرَاهَةٌ (باب سمع) مصدر۔ ناپسند کرنا۔ بُرا جاننا۔ نفرت کرنا (منکرین بڑے بُرا مانا کریں۔ خواہ کافر اس کو سخت ناپسند کریں)۔

۶۱: ۹ == هُوَ الَّذِىْٓ۔ وہ ذات ہے جس نے،

== اَلْهُدٰى۔ ای القراٰن۔

== دِيْنِ الْحَقِّ۔ اس کا عطف الہدیٰ پر ہے ای و بدین الحق۔ دینِ حق، دینِ الٰہی اسلام، ملتِ حنفیہ۔

== لِيُظْهِرَهٗ۔ لام تعلیل کا۔ يُظْهِرَ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) اِظْهَارٌ (افعال) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع دین حق ہے۔ يُظْهِرَ کی ضمیر فاعل اللّٰہ کی طرف راجع ہے۔ تاکہ وہ اس کو غالب کردے۔

== الدِّيْنِ كُلِّهٖ: ای جمیع الادیان المخالفۃ۔ اسلام کے مخالف جملہ دین۔

== وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ، مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔

۶۱: ۱۰ == هَلْ حرف استفہام ہے، مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے معنی کے لئے مخصوص کر دیتا ہے۔ کیا؟ تحقیق بمعنی قَدْ کے لئے بھی آتا ہے۔

== اَدُلُّكُمْ عَلٰى۔ اَدُلُّ مضارع واحد متکلم دَلَالَةٌ (باب نصر) مصدر۔ عَلٰى۔ صلہ کے ساتھ۔ کسی طرف رہنمائی کرنا۔ بتانا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا میں

تم کو بتاؤں یا آگاہ کروں۔ یا تمہاری راہنمائی کروں۔

== تُنْجِیْکُمْ: تُنْجِیْ مضارع واحد مؤنث غائب اِنْجَاءٌ (افعال) مصدر۔ نجات دینا۔ نجات پانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو نجات دے، وہ تم کو بچالے۔ یا۔ بچالیگی ن، ج، و، مادہ۔

۶۱: ۱۱ == تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ مضارع واحد مؤنث غائب اِیْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان لاؤ گے یا لاتے ہو۔ اللہ کے ساتھ۔

— وَتُجَاهِدُوْنَ واؤ عاطفہ۔ تُجَاهِدُوْنَ صیغہ جمع مذکر مضارع معروف۔ مُجَاهَدَۃٌ (مُفَاعَلَۃٌ) مصدر۔ بمعنی دشمن کی مدافعت میں مقدور بھر کوشش و طاقت صرف کرنا۔ تم جہاد کرتے ہو۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں:۔

۱:۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔

۲:۔ شیطان سے جہاد۔

۳:۔ نفس سے جہاد۔

تُجَاهِدُوْنَ کا عطف تُؤْمِنُوْنَ پر ہے۔

جملہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ...... وَاَنْفُسِکُمْ استیناف بیانیہ ہے۔ جیسا کہ کہا جائے مَا هٰذِهِ التجارۃ؟ دَلِّنَا عَلَیْهَا۔ اور جواب میں کہا جاتے: تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ.... الخ

ہر دو مواقع پر (تؤمنون و تجاہدون) مضارع بمعنی امر ہے۔

پوچھا جائے وہ کونسی تجارت ہے جو ہمیں عذاب الیم سے نجات دے گی؟ اور جواب دیا جائے کہ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے۔

== ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ ان کنتم تعلمون جملہ شرط ہے شرط مؤخر۔ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ جواب شرط مقدم ہے۔

ذٰلِکُمْ، ذَا اسم اشارہ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر خطاب کے لئے ہے یہ یہی، اس میں ایمان باللہ ایمان بالرسول وجہاد فی سبیل اللہ مشارٌ الیہ ہے۔

خَیْرٌ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ یعنی خواہشات کی پیروی کرنے اور جان و مال کو راہ خدا میں خرچ نہ کرنے سے بہتر ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ : اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو سمجھو اور یہ تجارت کرو اس کو نہ چھوڑو

۱۲:۶۱ = یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ : جواب شرط ہے اور شرط محذوف ہے۔ کلام یوں ہوگا۔

اِذَا فَعَلْتُمْ ذٰلِکَ یَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (الخازن)

جب تم ایسا کروگے تو (اللہ) تمہارے گناہ معاف کردے گا (تفسیر مظہری)

یَغْفِرْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب، وہ بخش دیگا۔ وہ معاف کردیگا

ذُنُوْبَکُمْ . مضاف مضاف الیہ۔ ذُنُوْبٌ جمع ذَنْبٌ کی۔ تمہارے گناہ۔

= وَیُدْخِلْکُمْ : واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف یَغْفِرْ لَکُمْ پر ہے مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط ہے اور تم کو داخل کرے گا۔

= جَنّٰتٍ منصوب بوجہ مفعول فیہ ہے۔ جنتوں میں، باغات میں۔

= تَحْتِھَا ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا ضمیر کا مرجع جَنّٰتٍ ہے۔ تَحْتَ نیچے۔ یہ فَوْقَ کی ضد ہے اسم ظرف مکان۔ ان کے نیچے

= مَسٰکِنَ طَیِّبَۃً : موصوف وصفت، عمدہ مکان۔ منصوب بوجہ عطف ہونے کے جَنّٰتٍ کے۔

مَسَاکِنَ جمع ہے مَسْکَنٌ کی بمعنی گھر، مکان، منزلیں۔ سُکُوْنٌ سے اسم ظرف مکان ہے۔

= جَنّٰتِ عَدْنٍ ۔مضاف مضاف الیہ۔ عدن کے باغات۔ عَدْن سات جنتوں میں ایک کا نام ہے۔ اسم عَلَم ہے۔

بعض کے نزدیک، یہ جنّت کی صفت ہے۔ اور جنّت عدن موصوف صفت ہے یعنی دائمی طور پر بسنا۔ ایسے باغات میں جہاں دائمی طور پر، سدا بسنا ہوگا۔

= ذٰلِکَ یعنی گناہوں کی مغفرت اور جنت میں داخلہ،

= اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔ موصوف وصفت۔ بہت بڑی کامیابی۔

۱۳:۶۱ = وَاُخْرٰی ۔ تقدیر کلام یوں ہے وَیُعْطِیْکُمْ اُخْرٰی ای یعطیکم نِعْمَۃً اُخْرٰی اور وہ تمہیں ایک اور نعمت عطا کرے گا۔

اُخْرٰی منصوب بوجہ یُعْطِیْکُمْ کے مفعول ثانی ہونے کے، نِعْمَۃً کی صفت کے ہے

= تُحِبُّوْنَھَا : ای التی تحبونہا۔ جسے تم پسند کروگے۔

== نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ: خبر ہیں مبتدا محذوف کی۔ ای ھی نصر من اللّٰہ یعنی وہ نعمتِ اُخریٰ اللہ کی مدد ہے اور جلد فتح یابی۔

== وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اور (اے رسول) آپ ایمان والوں کو بشارت دیدیجئے۔

صاحب تفسیر مظہری اس جملہ کی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

"وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی آپ قریبی فتح اور نصرت کی جس کا اللہ نے وعدہ کیا ہے مسلمانوں کو بشارت دیدیجئے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے پہلے امر کا صیغہ یعنی قُلْ محذوف ہے اور بَشِّرْ کا عطف قُلْ پر ہے (اس صورت میں امر کا عطف امر پر ہوگا) یا بَشِّرْ کا عطف تُؤْمِنُوْنَ پر ہو۔ کیونکہ تؤمنون بظاہر خبر ہے لیکن امر مُراد ہے۔

اب مطلب اس طرح ہوگا!

اے اہل ایمان اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنوں کو فتح کی بشارت دیجئے "

۶۱:۱۴ == کُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ۔ کُوْنُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر کَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ تم ہوجاؤ۔ تم بن جاؤ۔ اَنْصَارَ۔ منصوب بوجہ کُوْنُوْا کی خبر کے ہے نَصِیْرٌ کی جمع ہے۔ جیسے شَرِیْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے۔ مضاف ہے اللّٰہ مضاف الیہ

ترجمہ:۔

تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ بعض نے اس کا ترجمہ کیا ہے:۔

تم اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ (الخازن، مدارک التنزیل، علامہ پانی پتی"

علامہ مودودی اَنْصَارَ اللّٰهِ کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" اللہ کا مددگار اس لئے نہیں کہا گیا کہ اللہ رب العالمین معاذ اللہ کسی کام کے لئے اپنی کسی مخلوق کی مدد کا محتاج ہے بلکہ یہ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ زندگی کے جس دائرے میں اللہ تعالیٰ نے خود انسان کو کفر و ایمان اور طاعت و معصیت کی آزادی بخشی ہے اس میں وہ لوگوں کو اپنی قوتِ قاہرہ سے کام لے کر بجبر مؤمن و مطیع نہیں بناتا بلکہ اپنے انبیاء اور اپنی کتابوں کے ذریعے سے ان کو راہِ راست دکھانے کے لئے تذکیر و تعلیم اور تفہیم و تلقین کا طریقہ اختیار کرتا ہے اس تذکیر و تعلیم کو جو شخص برضا و رغبت قبول کرے وہ مؤمن ہے۔ جو عملاً مطیع و فرمانبردار بن جائے وہ مسلم و قانت اور عابد ہے۔ اور

جو خداترس کا رویہ اختیار کرلے وہ متقی ہے۔ جو اسی تذکیر و تعلیم کے ذریعے سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے لگے وہ محسن ہے اور اس سے مزید ایک قدم آگے بڑھ کر جو اسی تذکیر و تعلیم کے ذریعے سے بندگانِ خدا کی اصلاح اور کفر و فسق کی جگہ اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرنے کے لئے کام کرنے لگے اسے اللہ تعالیٰ خود اپنا مددگار قرار دیتا ہے :

— کَمَا مرکب ہے کَ تشبیہ اور مَا موصولہ سے :۔

ای انصروا دین اللّٰہ مثل نصرۃ الحواریین لما قال لھم عیسٰی (من انصاری الی اللّٰہ) فقالوا (نحن انصار اللّٰہ) اوکونوا انصارا للّٰہ کما کان الحواریون انصار عیسٰی حین قال لھم من انصاری الی اللّٰہ (شوکانی)

یعنی اللہ کے دین کی حواریوں کی طرح مدد کرو کہ جب ان سے حضرت عیسیٰ نے کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار تو انہوں نے کہا (ہم ہیں اللہ کے مددگار) یا: اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسے کہ حواریون حضرت عیسیٰ کے مددگار بن گئے تھے جب اس نے ان سے کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار۔

حواریون کی تشریح میں علامہ مودودی رحمہ تحریر فرماتے ہیں :۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے بائبل میں عموماً لفظ "شاگرد" استعمال کیا گیا ہے لیکن بعد میں ان کے لئے "رسول" کی اصطلاح عیسائیوں میں رائج ہو گئی۔ اس معنی میں نہیں کہ وہ خدا کے رسول تھے بلکہ اس معنی میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو اپنی طرف سے مبلغ بنا کر اطرافِ فلسطین میں بھیجا کرتے تھے۔

اس کے مقابلہ میں قرآن کی اصطلاح "حواری" ان دونوں مسیحی اصطلاحوں سے بہتر ہے اس لفظ کا اصل حَوَرٌ ہے جس کے معنی سفیدی کے ہیں دھوبی کو بھی حواری کہتے ہیں کیونکہ وہ کپڑے کو دھو کر سفید کر دیتا ہے۔ خالص اور بے آمیز چیز کو بھی حواری کہا جاتا ہے۔ جس آٹے کو چھان کر بھوسی نکال دی گئی ہو اسے حُوَّاری کہا جاتا ہے۔ اسی معنی میں خالص دوست اور بے غرض حامی کیلئے بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

ابن سیدہ کہتا ہے ہر وہ شخص جو کسی کی مدد کرنے میں مبالغہ کرے وہ اس کا حواری ہے (لسان العرب)

امام راغب اصفہانی رح لکھتے ہیں :۔

اَلْحَوْرُ (باب نصر) کے اصل معنی پلٹنے کے ہیں خواہ وہ پلٹنا بطور ذات کے ہو،

یا بلحاظ فکر کے۔
اور آیت کریمہ اِنَّہٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ (۸۴:۱۴) اور وہ خیال کرتا تھا کہ (خدا کی طرف) پھر کر نہیں آئے گا میں لَنْ یَّحُوْرَ سے دوبارہ زندہ ہوکر اٹھنا مراد ہے۔ اسی سے مِحْوَرٌ اس لکڑی کو کہتے ہیں جس پر چرخی گھومتی ہے۔
اور اسی سے المحاورۃ ہے ایک دوسرے کی طرف کلام کو لوٹانا۔ اسی سے تَحَاوُرٌ (تبادلۂ گفتگو) ہے۔
قرآن مجید میں ہے وَ اللّٰہُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَکُمَا (۵۸:۱) اور اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اور حُوْرٌ عِیْنٌ (۵۶:۲۲) اور بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں۔ میں حُوْرٌ (اَحْوَرُ۔ حَوْرَاءُ کی جمع) حُوْرٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی بقول بعض آنکھ کی سیاہی میں تھوڑی سی سفیدی ظاہر ہونے کو کہتے ہیں۔
کہا جاتا ہے اِحْوَرَّتْ عَیْنُہٗ اس کی آنکھ بہت سیاہی اور سفیدی والی ہے اور یہ آنکھ کا انتہائی حسن سمجھا جاتا ہے۔
== فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَۃٌ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ: فَاٰمَنَتْ میں فَ تعقیب کا ہے اٰمَنَتْ ماضی واحد مونث اِیْمَانٌ (افعال) مصدر کا مرجع طَآئِفَۃ ہے:
مِنْ تبعیضیہ ہے۔ بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت۔ یعنی بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت (حضرت عیسٰی پر) ایمان لے آئی۔
طَآئِفَۃ طَوْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث ہے۔ گروہ، جماعت، بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب کو طائفہ کہتے ہیں۔
علامہ شہاب الدین خفاجی رح فرماتے ہیں کہ:
تحقیق مقام یہ ہے کہ طائفہ اصل میں اسم فاعل مؤنث ہے طَوَافٌ سے جس کے معنی دوران (چکر لگانے، گھومنے) یا احاطہ (گھیر لینے) کے ہیں۔
== وَ کَفَرَتْ طَّآئِفَۃٌ اور ایک جماعت کافر رہی
== اَیَّدْنَا: ماضی جمع متکلم تَاْیِیْدٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر، ہم نے قوت دی، ہم نے مدد کی۔
== عَدُوِّھِمْ: مضاف مضاف الیہ۔ ان کے دشمن۔ ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کی طرف راجع ہے۔ یعنی (حضرت عیسٰی پر) ایمان لانے والوں کے دشمن

(جو کافر رہے تھے)

= فَاَصْبَحُوْا: فَ تعقیب کا ہے اَصْبَحُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر۔ جس کے معنی صبح کرنے کے ہیں۔ اَصْبَحُوْا: افعال ناقصہ میں سے ہے۔ وہ ہو گئے۔

= ظَاهِرِيْنَ: اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب) ظُهُوْرٌ (باب فتح) (بصلہ علیٰ) غالب ہونے والے۔ تو وہ غالب ہو گئے۔

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ پر فَاٰمَنَتْ کا، اور فَاَيَّدْنَا کا، اور فَاَصْبَحُوْا کا عطف فَ کے ذریعے سے ہے اور فَ محض تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے بعد بلا تاخیر ایمان لے آئے اور بعض نے انکار کر دیا۔ پھر ایمان لانے کے فوراً بعد اللہ نے مومنوں کی تائید کر دی اور کافروں پر ان کو غالب کر دیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حواریوں کے قول کے بعد بلا تاخیر مومنوں کا کافروں پر غلبہ ہو گیا۔ اس لئے یہ کہنا غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک کافروں کا مومنوں پر غلبہ رہا۔ اور بعثت محمدی کے بعد مومن لوگ کافروں پر غالب آگئے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۲) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱)

۶۲: ۱ == یُسَبِّحُ ، مضارع واحد مذکر غائب تَسْبِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ پاکی بیان کرتاہے۔ تسبیح کرتاہے۔ مضارع کا صیغہ استمرار کے لئے ہے۔

== لِلّٰهِ : لام استحقاق کا ہے۔ اللہ مفعول لہ ہے،

== مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔ مَا موصولہ ہے،

ترجمہ ہو گا:۔

جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (ہر وقت) اللہ کی تسبیح کرتی رہتی ہے۔ نیز ملاحظہ ہو آیت (۵۷:۱)

== اَلْمَلِكِ ، (بادشاہ)

== اَلْقُدُّوْسِ : (بہت پاک) جملہ نقائص سے منزہ قُدْسٌ سے مبالغہ کا صیغہ

== اَلْعَزِیْزِ۔ (غالب)

== اَلْحَکِیْمِ (دانا۔ حکمت والا)

یہ تمام اللہ (تبارک وتعالیٰ) کی صفات ہیں اور اسی نسبت سے مجرور ہیں۔

۶۲: ۲ == بَعَثَ ، ماضی واحد مذکر غائب بَعْثٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے بھیجا

== اَلْاُمِّیّٖنَ ، اُمِّیٌّ کی جمع بحالت جرّ، اُمِّیٌّ جو نہ لکھ سکے نہ کتاب پڑھ سکے (اَنْ پڑھ)، بے پڑھا لکھا۔ اُمِّیّٖنَ سے مراد اہل عرب ہیں جو اکثر ان پڑھ تھے۔

== رَسُوْلًا : پیغمبر۔ بَعَثَ کا مفعول ہے

== مِّنْهُمْ : ای من جملتہم و مثلہم۔ یعنی انہی میں سے کا ایک، انہیں جیسا (اُمّی)، یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے۔

== یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ : یہ دوسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔ پڑھ کر سناتا ہے

(اُمّیّٖن کو) اس (اللہ) کی آیات، یہ تیسری صفت ہے رَسُوْلًا کی۔
یَتْلُوْا مضارع واحد مذکر غائب۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھ کر سناتا ہے۔
وہ تلاوت کرتا ہے۔

= وَیُزَکِّیْھِمْ: اس کا عطف یَتْلُوْا پر ہے۔ یُزَکِّیْھِمْ مضارع واحد مذکر غائب تَزْکِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اور وہ پاکیزہ کر دیتا ہے ان کو ھِمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب یہ رَسُوْلًا کی صفت چہارم ہے۔

= وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ: اس کا عطف بھی یَتْلُوْا پر ہے اور سکھاتا ہے وہ ان کو (اللہ کی) کتاب اور حکمت (دانائی کی باتیں) یہ رَسُوْلًا کی صفت پنجم ہے
یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ: ھُمْ مفعول اول فعل یُعَلِّمُ کا الْکِتٰبَ (ای القرآن) مفعول ثانی وَالْحِکْمَۃَ مفعول ثالث،

= وَاِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔
واؤ عاطفہ ہے اِنْ مخففہ ہے (نون ثقیلہ) سے مخفف ہے۔ اِنَّ کا اسم محذوف ہے۔
عبارت یوں ہوگی!
وَاِنَّھُمْ کَانُوْا۔۔۔۔ الخ۔ مِنْ قَبْلُ۔ قَبْلُ مضاف ہے جس کا مضاف الیہ محذوف ہے۔ ای من قبل ارسال محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لَفِیْ میں لام فارقہ ہے
ترجمہ ہوگا۔

اور بلاشبہ یہ لوگ (بعثت محمدی سے) پہلے صریح گمراہی میں پڑے تھے۔

۶۲: ۳ = وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ اس کا عطف یُعَلِّمُھُمْ کی ضمیر پر ہے اور مِنْھُمْ کی ضمیر جمع مذکر غائب اُمِّیّٖنَ کی طرف راجع ہے۔ یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو امیین میں سے ہیں نہ صرف ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی یہی تعلیم دیتے ہیں اور یہ دوسرے لوگ بھی اول لوگوں میں سے ہی ہیں۔ (مِنْھُمْ) یعنی انہی کے ہم مذہب اور انہی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔

اٰخَرِیْنَ سے کون مراد ہیں اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱:۔ عکرمہ اور مقاتل نے کہا کہ اٰخَرِیْنَ سے مراد تابعین ہیں۔
۲:۔ ابن زید نے کہا کہ:۔
وہ تمام لوگ مراد ہیں جو قیامت تک حلقہ اسلام میں داخل ہونے والے ہیں" ابن

بحیح کی روایت میں مجاہد کا بھی یہی قول آیا ہے۔ لیکن

۲۔ عمرو بن سعید بن جبیر اور لیث کی روایت میں مجاہد کا قول یوں آیا ہے کہ اس سے مراد عجمی لوگ ہیں۔

= لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ : لَمَّا حرف جازم ہے اور لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اس کو جزم دیتا ہے اور مضارع کو ماضی منفی میں کردیتا ہے۔

یَلْحَقُوْا مضارع مجزوم بوجہ عمل لمّا۔ صیغہ جمع مذکر غائب۔ لُحُوْقٌ (باب سمع) مصدر۔ بِھِمْ میں بَ الصاق کے لئے ہے (حرف جار ہے) ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور جو امیّون کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

جو ابھی تک ان سے آکر نہیں ملے۔ یہ آخَرِیْنَ کی صفت ہے۔

لَمَّا کا استعمال مندرجہ ذیل آیت میں اسی معنی میں آیا ہے۔ وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ (۴۹:۱۴) اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

= وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ : اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۶۲ : ۴ = ذٰلِکَ اسم اشارہ، اس کا مشارٌ الیہ بعثتِ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلم) تعلیم رسُول۔ تزکیۂ گمراہان۔

= یُؤْتِیْہِ۔ مضارع واحد مذکر اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وُہ دیتا ہے۔ وُہ عطا کرتا ہے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع فَضْل ہے۔ مَنْ موصولہ، یَشَاءُ اس کا صلہ۔ جسے وُہ چاہتا ہے۔

= وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ: جملہ معترضہ تذیلی ہے ماسبق کی تائید کے لئے ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ بڑے فضل کا مالک ہے۔

ذُوْا مضاف الفضل العظیم موصوف صفت مل کر مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اللّٰہ کی صفت۔

= مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔

حُمِّلُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَحْمِیْلٌ (تفعیل) مصدر۔ ان پر لادا گیا۔ ان سے اٹھوایا گیا۔ یعنی ان کو تورات کا علم دیا گیا اور اس پر عمل کرنے کا اُن کو مکلف بنایا گیا۔

ضمیر نائب فاعل حُمِّلُوْا اَلَّذِيْنَ کی طرف راجع ہے۔ التوراۃ مفعول فعل حُمِّلُوْا کا
ثُمَّ التراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ لَمْ يَحْمِلُوْا، مضارع مجزوم نفی جحد بلم
حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (پھر) انہوں نے اس پر
عمل نہ کیا اور اس سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

كَ تشبیہ کا ہے۔ مَثَلِ الْحِمَارِ۔ مضاف مضاف الیہ۔

اَسْفَارًا جمع سِفْرٌ کی بمعنی کتابیں۔ يَحْمِلُ کا مفعول اوّل۔ يَحْمِلُ اَسْفَارًا
یہ صفت ہے الحمار کی، جو کتابیں اٹھائے پھرتا ہے۔

= بِئْسَ : بُری ہے۔ بُرا ہے۔ فعل ذم ہے۔ اس سے گردان نہیں آتی۔ بِئْسَ
اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن فَعِلَ (باب سمع) سے عین کلمہ کی اتباع میں اس کے
ف کلمہ کو کسرہ دیا گیا۔ پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر دیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

= مَثَلُ الْقَوْمِ مضاف مضاف الیہ۔ (اس) قوم کی مثال۔

= اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ۔ اَلَّذِيْنَ اسم موصول اگلا جملہ اس کا صلہ (جنہوں نے)
اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

بُری ہے مثال اس قوم کی جس نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا۔

القوم سے مُراد یہودی ہیں اور اٰيٰتِ اللّٰهِ سے مُراد تورات کی وہ آیات جو رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

٦٢ : ٦ = قُلْ : ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم۔

= يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ : يَا حرف ندا ہے جو قریب، بعید، اوسط، سب کی ندا کے لئے
موضوع ہے۔

اَيُّهَا وَ اَيَّتُهَا پر اکثر و بیشتر یہی حرف ندا آتا ہے۔ ندا میں جب منادیٰ پر الْ
داخل ہو تو مذکر میں اَيُّهَا اور مؤنث میں اَيَّتُهَا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہاں منادیٰ الذین
(اسم موصول) ہے۔

= هَادُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب هَوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پشیمان ہونا۔
حق کی طرف لوٹنا۔ یہودی ہونا۔ یہاں مُراد یہودی ہوئے۔ بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی تھی
اس لئے یہود کہلاتے۔ قرآن مجید میں ان لوگوں کو جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی خواہ
وہ بنی اسرائیل تھے یا نہیں اَلَّذِيْنَ هَادُوْا کے الفاظ سے ذکر کیا گیا ہے جبکہ جہاں

بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا ہے وہاں الفاظ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ استعمال ہوئے ہیں۔
= اِنْ زَعَمْتُمْ ...... مِنْ دُوْنِ النَّاسِ، جملہ شرط ہے اِنْ نافیہ زَعَمْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ زَعْمٌ باب نصر مصدر۔ تم نے سمجھا۔ تم نے دعویٰ کیا۔
= اَنَّکُمْ بے شک تم۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔
اَوْلِیَآءُ لِلّٰہِ : اللہ کے دوست، اللہ کے پیارے۔
یہاں اَوْلِیَاءُ لِلّٰہِ میں اللہ نے اولیاء کی اضافت اپنی طرف نہیں کی اور اولیاء اللہ کی بجائے اَوْلِیَاءُ لِلّٰہِ استعمال کیا ہے تاکہ مدعیٔ ولایت اور وہ جسے اللہ نے اپنی ولایت کے لئے مختص کردیا ہو فرق واضح ہو جائے۔
مِنْ دُوْنِ النَّاسِ ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر۔ یہ اِنَّ کے اسم کی ضمیر کی طرف راجع ہے اور اس سے حال ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجئے! اے لوگو! جو یہودی ہو گئے ہو اگر تم سمجھتے ہو کہ لوگوں کو چھوڑ کر (صرف) تم ہی اللہ کے پیارے ہو۔۔۔۔
= فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ : جملہ جوابِ شرط ہے فَ جوابِ شرط کے لئے ہے۔ تَمَنَّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، تَمَنِّیْ (تفعّل) مصدر۔ اَلْمَوْتَ مفعول بہٖ۔ تو موت کی تمنا کرو، موت کی آرزو کرو،
یعنی تم جو کہتے ہو کہ صرف ہم ہی اللہ کے دوست ہیں اور یہ کہ اللہ کے بیٹے اور لاڈلے ہیں اور یہ کہ صرف وہی جنت میں داخل ہو سکے گا جو یہودی ہوگا تو اس دنیا کی صعوبتوں سے رہائی پانے کے لئے کیوں نہیں موت کی التجا کرتے کہ جلد ہی اگلے جہاں کو جا کر جنت میں داخل ہو کر عیش و عشرت کی زندگی بسر کر سکو۔
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔
والذی نفس محمد بیدہ لو تمنوا الموت ما بقی علی ظھرھا یھودی الا مات۔
اس ذات کی قسم جس کی قدرت میں میری جان ہے اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو ان میں سے ایک بھی زندہ نہ رہتا۔ (ضیاء القرآن)

== اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ جملہ شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے ای ان کنتم صدقین فتمنوا الموت اذًا۔ اگر تم اپنے دعوئے میں سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔

۶۲: ۷ == وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًا، لَا يَتَمَنَّوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَمَنِّیْ (تَفَعُّلٌ) مصدر ہٗ ضمیر مفعول (جس کا مرجع الموت ہے) واحد مذکر غائب۔ اَبَدًا ہمیشہ زمانہ مستقبل غیر محدود۔ وہ اس کی کبھی بھی خواہش نہیں کریں گے۔ وہ اس کی کبھی بھی تمنا نہیں کریں گے۔

== بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ۔ بَ سببیہ ما موصولہ۔ قَدَّمَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگے بھیجنا۔

اَيْدِيْهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے ہاتھ۔ بسبب اس کے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا۔ (یعنی ان کے اعمال جن پر آخرت میں سزا وجزا مترتب ہوگی۔ ای بسبب مَا قدموا من الکفر والتکذیب (الخازن) یعنی بسبب کفر وتکذیب کے اعمال کے جو انہوں نے آخرت کے لئے کمائے ہیں۔

== عَلِيْمٌ۔ عِلْمٌ سے بروزن فعیل مبالغہ کا صیغہ ہے۔ خوب جاننے والا۔

۶۲: ۸ == قُلْ: ای قل یا محمد (صلی اللّٰه علیہ وسلم)

== تَفِرُّوْنَ۔ مضارع جمع مذکر حاضر۔ فِرَارٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بھاگتے ہو۔ تم فرار ہوتے ہو۔

== مِنْهُ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الموت ہے۔ ای من الموت

== فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ، ف زائدہ ہے مُلٰقِيْكُمْ اِنَّ کی خبر ہے۔ مُلَاقِیْ اسم فاعل واحد مذکر۔ مضاف، کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ تم کو پہنچنے والا۔ تم کو پالینے والا۔ ملاقاۃ (مفاعلۃ) مصدر۔

یعنی موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ ضرور تم کو آلے گی۔

== ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے پھر۔ تُرَدُّوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر۔ رَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ تم پھیرے جاؤ گے تم لوٹائے جاؤ گے۔

اِلٰى نہایت غایت کے لئے۔ کی طرف۔

= فَيُنَبِّئُكُمْ : فَ تعقیب کا ہے يُنَبِّئُ فعل مضارع واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعيلٌ) مصدر۔ وہ خبر دیدے گا۔ وہ بتادے گا۔

= بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ، ب الصاق کے لئے ہے مَا موصولہ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری۔ جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ وہ خبر دیگا اس چیز کی جو تم کیا کرتے تھے۔

۶۲: ۹ = اِذَا ۔ جب، ظرف زمان ہے بطور شرط آیا ہے اِذَا نُوْدِيَ للصلوٰۃِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَۃِ جملہ شرط ہے۔

نُوْدِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب نِدَاءٌ وَمُنَادَاةٌ (مُفاعلة) مصدر، بمعنی بلانا۔ کسی کام پر لوگوں کو بلانا۔ ن د ی مادہ۔ شریعت میں نداء الصَّلوٰۃِ نماز کی اذان کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے۔

= مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَۃِ ۔ جیم اور میم کے ضمہ کے ساتھ اور جیم کے ضمہ اور میم کے سکون کے ساتھ۔ دونوں طرح استعمال ہے۔ بمعنی اجتماع۔

= فَاسْعَوْا ۔ فَ جواب شرط کا ہے فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ جملہ جواب شرط ہے۔

اِسْعَوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر، سَعْيٌ (باب فتح) مصدر بمعنی تیز روی۔ تو تم دوڑو۔ تم تیزی سے چلو۔

= ذِكْرِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کے ذکر کی طرف، یعنی نماز کی طرف جیسا کہ فَاِذَا قضيت الصَّلوٰۃُ سے ظاہر ہے۔

= وَذَرُوا الْبَيْعَ ، واؤ عاطفہ، ذَرُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر اَلْبَيْعَ خرید وفروخت، اور چھوڑ دو خرید وفروخت کو، جملہ معطوف ہے۔ ذَرُوْا اس کا عطف اِسْعَوْا پر ہے۔

= ذٰلِكُمْ : یعنی کاروبار کا چھوڑ کر نماز جمعہ کی طرف جلدی سے چل پڑنا۔ جواب شرط مقدم

= اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ہ شرط مؤخر۔ اگر تم کو سمجھ ہو۔ اگر تم کو (اس کی صحیح) سمجھ ہے

۶۲: ۱۰ = فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلوٰۃُ ۔ فَ عاطفہ، اِذَا ۔ جب ۔ ظرف زمان، شرطیہ۔

قُضِيَتْ ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ نماز ادا کرنا ق ۔ ض ۔ ی ۔ مادہ۔

پھر جب نماز ادا ہو چکے۔ جملہ شرط ہے۔

= فَانْتَشِرُوْا ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اِنْتَشِرُوْا : فعل امر، جمع مذکر حاضر،

اِنْتِشَارٌ (اِفْتِعَالٌ) مصدر۔ تم منتشر ہو جاؤ۔ تم الگ الگ ہو جاؤ۔ تم بکھر جاؤ۔
عربی میں لوگوں کے انتشار کا مطلب ان کا پھیل کر اپنے اپنے کام میں لگ جانا ہے۔
جملہ جوابِ شرط ہے۔

= وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۔ واؤ عاطفہ۔ اِبْتَغُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔
ابتغاء (افتعال) مصدر۔ تم تلاش کرو۔
مِنْ تبعیضیہ ہے۔ فَضْلِ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا فضل،
فضل سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ بعض اہل علم نے کہا ہے کہ زمین پر پھیل جانے سے مراد دنیا کمانے کے لئے پھیلنا نہیں ہے۔ بلکہ بیمار کی عیادت، کسی جنازہ کی شرکت اور اللہ کی رضا کی خاطر دوست کی ملاقات کے لئے جانا ہے۔

۲۔ بعض نے خداداد روزی اس کا مطلب لیا ہے

۳۔ بعض نے اس سے علم حاصل کرنا مراد لیا ہے

فضل اللہ کی تلاش کے لئے پھیل جانا وجوبی نہیں ہے بلکہ اباحت کے لئے ہے
اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط میں ہے:

= وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ۔ یہ بھی جملہ معطوفہ ہے اور جوابِ شرط میں ہے۔
یعنی نہ صرف زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو بلکہ ہر حال میں اللہ کو ہرگز نہ بھولو اور اسے ہر وقت اور کثرت سے یاد کیا کرو، ذکر اللہ کو محض نماز تک مخصوص اور محدود نہ رکھو۔ بلکہ ہر وقت دوسرے دنیاوی کام کرتے وقت بھی اللہ کو یاد کیا کرو
اُذْكُرُوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ كَثِيْرًا صفت ہے موصوف محذوف ہے۔ ای ذِكْرًا كَثِيْرًا ۔ مفعول مطلق ہے۔

= لَعَلَّكُمْ ۔ تاکہ تم، بمعنی کَیْ ۔ تاکہ

= تُفْلِحُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر حاضر اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ تم فلاح پاؤ۔ تم فلاح پاؤ گے۔

۶۲: ۱۱ = وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا جملہ شرط۔ تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا مفعول اول ومفعول ثانی رَاَوْا کے۔
رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْيَةٌ (باب فتح ۔ رای مادہ) مصدر۔ رَاَوْا

اصل میں رَاَيُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اب الف اور واوٗ دو ساکن جمع ہو گئے۔ الف کو حذف کر دیا۔ انہوں نے دیکھا۔

== اِنْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا: جملہ جواب شرط ہے۔ اِنْفَضُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْفِضَاضٌ (انفعال) مصدر۔ وہ متفرق ہو گئے۔ ف ض ض مادہ۔

الفض کے معنی کسی چیز کو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے ہیں۔ جیسے فَضَّ خَتْمَ الْكِتٰبِ خط کی مہر کو توڑ دیا۔

اسی سے انفض القوم کا محاورہ مستعار ہے جس کے معنی متفرق و منتشر ہو جانے کے ہیں۔ آیت ہذا میں اسی کے معنی ہیں :۔

اور جب یہ لوگ کوئی سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو اُدھر بھاگ جاتے ہیں :۔ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (۳ : ۱۵۹) تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔

اِلَيْهَا: میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع لَهْوًا ہے۔

== تَرَكُوْكَ قَآئِمًا۔ جملہ جواب شرط ہے۔ تَرَكُوْا ماضی جمع مذکر غائب تَرْكٌ (باب نصر) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیونکہ آیت ہذا میں اُنہی سے خطاب ہے۔

قَآئِمًا۔ تَرَكُوْكَ کی ضمیر مفعول سے حال ہے۔

== قُلْ: ای قُلْ یا محمد۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

== مَا عِنْدَ اللّٰهِ : مَا موصولہ۔ عِنْدَ اللّٰهِ مضاف مضاف الیہ۔ عِنْدَ ظرف مکان ہے لیکن جب زمان کی طرف مضاف ہو تو ظرف زمان بھی ہوتا ہے۔ مثلاً عِنْدَ الصُّبْحِ۔ صبح کے قریب۔ اس پر حروف جر میں سے مِنْ کے علاوہ اور کوئی حرف نہیں آتا۔

عِنْدَ اللّٰهِ صلہ ہے مَا موصولہ کا۔

== خَيْرٌ۔ افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر۔ زیادہ اچھا۔ یہ خبر ہے مَا موصولہ کی

فالیہ سبحانہ وتعالیٰ اسعوا ومنہ عزوجل اطلبوا الرزق۔

پس اسی ذات سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف شتاب چلو۔ اور اسی ذات عزوجل سے رزق طلب کرو۔

== وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ۔ اور اللہ ہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۳) سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ ( )

۶۳ : ۱ = اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ جملہ شرط ہے۔ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ۔ جواب شرط۔

اِذَا۔ جب۔ شرطیہ۔ جَآءَكَ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اَلْمُنٰفِقُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر معرف باللام۔ نفاق کرنے والے مرد۔ دورُخی کرنے والے۔ یعنی زبان وعمل سے بظاہر مسلمان اور دل سے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھنے والے۔ یہ نافقاء ونفقۃ سے ہے جس کے معنی ہیں گوہ (جنگلی چوہا) کا بھٹ، جس کے کم ازکم دو منہ ہوتے ہیں ایک دہانے سے گوہ اسمیں داخل ہوتی ہے شکاری اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو دوسرے سوراخ سے باہر نکل جاتی ہے (تبریزی) ــــــــ اصطلاح قرآنی میں نفاق اور منافقت اسی دورُخی کا نام ہے بظاہر زبان سے آدمی مومن ہونے کا اقرار کرتا ہے اور دکھاوے کی نمازیں بھی پڑھتا ہے لیکن دل میں کافر رہتا ہے اسلام کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے ایسے آدمی کو عرفِ شریعت میں منافق کہا جاتا ہے۔

لیکن اگر عقیدہ مؤمنانہ ہو اور عمل کافرانہ تو دورخی کی ایک یہ بھی شکل ہوتی ہے ایک دروازے سے آدمی اسلام کے دائرے میں داخل ہوتا ہے اور دوسرے راستہ سے خارج ہوتا ہوا نظر آتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں ایسے آدمی کو منافق نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق اور عاصی کہا جاتا ہے (شرح عقائد نسفی)

قَالُوْا میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب المنافقون کی طرف راجع ہے نَشْهَدُ مضارع جمع متکلم شہادۃ (باب سمع) مصدر سے۔ ہم گواہی دیتے ہیں۔

لَرَسُوْلُ اللّٰهِ میں لام تاکید کا ہے۔ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ بے شک آپ ضرور اللہ کے رسول ہیں۔

== وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ ۔ اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ آپ بلاشبہ اس کے رسول ہیں ۔ جملہ معترضہ ہے کلام سابق کی تاکید کے لئے ہے ۔
== وَ اللّٰہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ، المنافقین اسم اِنَّ لَکٰذِبُوْنَ اس کی خبر ۔ جملہ اسمیہ ہوکر فعل یَشْھَدُ کا مفعول ۔ اَللّٰہُ فاعل ، فعلؔ فاعلؔ مفعولؔ مل کر جملہ فعلیہ ہوا ۔ لام تاکید کے لئے ہے ۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ منافق جھوٹے ہیں (یعنی زبان سے جو کہہ رہے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن ان کے دل میں ان کا اعتقاد بالکل اُلٹ ہے وہ دل کی بات صحیح طور پر نہیں بیان کر رہے)
۶۳ : ۲ == اِتَّخَذُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر سے انہوں نے اختیار کیا ۔ انہوں نے اختیار کرلیا ۔ انہوں نے ٹھہرالیا ۔ انہوں نے بنالیا ۔
== اَیْمَانَھُمْ : مضاف مضاف الیہ ان کی قسمیں (جو وہ اپنے جھوٹ کی تائید میں کھاتے ہیں)

جُنَّۃً ۔ ڈھال ۔ آڑ ، پردہ ، جُنَنٌ جمع ۔ جَنٌّ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا ۔ چونکہ ڈھال سے بدن کو چھپایا جاتا ہے اس لئے اس کو جُنَّۃ کہتے ہیں

اسی مصدر سے جَنَّۃٌ بمعنی جنت ۔ باغ ، بہشت ہے ۔ کیونکہ باغات کے درخت زمین کو چھپائے ہوئے ہوتے ہیں ۔ اور اسی مصدر سے جِنَّۃٌ بمعنی جنون دیوانگی ہے کہ عقل کو چھپادیتی ہے اور اسی سے جِنٌّ بمعنی جِنّ ہے کہ عام مخلوق سے پوشیدہ اور غائب رہتے ہیں ۔

یہاں جُنَّۃً اِتَّخَذُوْا کا مفعول ثانی ہے یہ جملہ مستانفہ ہے اور منافقین کی دروغ گوئی اور اس پر جھوٹی قسمیں کھانے کے بیان میں آیا ہے ۔
== فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ فَ ترتیب کا ہے صَدُّوْا ماضی جمع مذکر غائب صُدُوْدٌ (باب ضرب ونصر) رکنا ۔ اعراض کرنا ۔ عَنْ حرف جار سَبِیْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور ۔ پس وہ اللہ کی راہ سے اعراض کرتے رہتے ہیں ۔

صُدُوْدٌ مصدر لازم ہے بمعنی رکنا ۔ اعراض کرنا ۔ اس صورت میں ترجمہ وہی ہوگا جو اوپر تحریر ہے ۔ لیکن اگر فعل صَدُّوْا مصدر صَدٌّ (باب نصر) سے ہو تو یہ فعل متعدی ہوگا ۔ کیونکہ صَدٌّ بمعنی روکنا اور باز رکھنا ہے ۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ۔

وہ (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے اور باز رکھتے ہیں ۔

= سَآءَ ماضی واحد مذکر غائب سَوْءٌ (باب نصر) مصدر۔ یہ فعل ذم ہے۔ بُرا ہے بمعنی بِئْسَ آیا ہے۔
= مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ: مَا موصولہ اس سے اگلا جملہ اس کا صلہ۔ بُرا ہے (ان کا یہ فعل) جو وہ کرتے تھے، یا کیا کرتے تھے۔
۳:۶۳ = ذٰلِكَ: یعنی نفاق اور اسلام سے روگردانی، جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنا لینا۔
اشارۃ الیٰ ما ذکر من حالھم فی النفاق والکذب والاستجنان بالایمانِ الفاجرۃ (روح المعانی)
یہ اشارہ ہے ان کے نفاق اور تکذیب کی طرف اور جھوٹی قسموں کو بچاؤ کا ذریعہ بنانے کی طرف۔
= بِاَنَّهُمْ ب سببیہ ہے انّ حرف مشبہ بالفعل۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ یہ سب لوگ۔
= اٰمَنُوْا۔ وہ ایمان لائے۔ وہ ایمان دار ہوگئے (بظاہر مومنوں کے سامنے ایمان کا اقرار کرنے پر)
= ثُمَّ كَفَرُوْا۔ پھر وہ کافر ہوگئے (کلمات کفریہ کہہ کر یا اپنے ساتھیوں کے پاس تخلیہ میں پہنچ کر جہاں وہ اپنے اصلی اعتقاد کا برملا اظہار کیا کرتے تھے)
قرآن پاک میں ہے:۔
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ (۲: ۱۴)
اور جب اپنے شیاطینوں میں جاتے ہیں تو ان سے کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (اور پیروان محمد سے تو) ہم محض ہنسی مخول کیا کرتے ہیں۔
= فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ. ف سببیہ۔ ای بسبب نفاقھم ھذا (ان کے اس نفاق کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی۔ حَتّٰى يَمُوْتُوْا عَلَى الْكُفْرِ یہاں تک کہ وہ کفر کی حالت میں مر جائیں۔
طُبِعَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب طَبْعٌ (باب فتح) مصدر۔ مہر کردی گئی، بند کردی گئی۔
= فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ۔ ف ترتیب کے لئے۔ یعنی اس مہر لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اب کچھ سمجھتے ہی نہیں۔ لَا يَفْقَهُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب فِقْهٌ مصدر۔ باب سمع

معنی سمجھنا

۶۳ : ۴ = وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ جملہ شرط۔ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ جواب شرط۔ اِذَا شرطیہ (جب) رَاَيْتَ میں ضمیر واحد مذکر حاضر عام مخاطب کے لئے ہے (جب اے مخاطب تو ان کو دیکھے) یا خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ جب (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان کو دیکھیں۔

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ۔ تُعْجِبُ مضارع واحد مؤنث غائب اِعْجَابٌ (افعال) مصدر۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، وہ تجھے تعجب میں ڈال دے۔ وہ تجھے بھلی لگے۔ وہ تجھے خوشنما لگے۔ اَجْسَامُهُمْ ان کے جسم، ان کے ڈیل ڈول۔

= وَاِنْ يَّقُوْلُوْا۔ جملہ شرطیہ ہے اور اگر وہ گفتگو کریں۔

= تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ جواب شرط۔ تو تُو توجہ سے ان کی بات سُنے۔ تَسْمَعْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر حاضر۔ سَمْعٌ (باب سمع) مصدر

= كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ لِقَوْلِهِمْ میں ضمیر مجرور هِمْ سے حال ہے۔ حالانکہ وہ دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں (عقل سلیم اور علم و معرفت سے خالی اور کھوکھلی۔

كَاَنَّ حرف مشابہ بفعل ہے هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَاَنَّ کا اسم۔ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ موصوف و صفت مل کر اس کی خبر۔ حال یہ ہے کہ وہ سب گویا دیوار کے سہارے کھڑی ہوئی لکڑیاں ہیں۔

خُشُبٌ خَشَبٌ کی جمع جیسے بُدْنَةٌ کی جمع بُدْنٌ ہے (وہ گائے یا اونٹ کہ جس کی حج کے موقعہ پر مکہ میں قربانی کی جاتی ہے) موصوف

مُسَنَّدَةٌ صفت اسم مفعول واحد مؤنث تَسْنِيْدٌ (تفعيل) مصدر۔ دیوار کے سہارے لگائی ہوئی۔ یعنی جس سے پشت کا سہارا لگایا جائے۔ اَسْنَادٌ جمع سِنَادٌ قوی الجثہ دراز قامت اِسْنَادٌ (افعال) کسی بات کی طرف نسبت کرنا۔ تَسْنِيْدٌ (تفعيل) لکڑی کو دیوار وغیرہ کے سہارے لگا دینا۔

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ گویا وہ سب دیوار کے سہارے کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں۔ اچھی لکڑی عموماً فرنیچر اور چھت کے لئے استعمال میں لائی جاتی ہے ان منافقین کی یہ حالت ہے کہ یہ اس لکڑی کی مانند ہیں جو دیکھنے میں تو بڑی اچھی، جاذب نظر، دیر پا بننے والی معلوم دیتی ہے اور ہر دیکھنے والے کے دل کو لبھاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اندر سے

کھوکھلی اور بالکل بیکار اور ناکارہ ہے اس میں کسی اور کے بوجھ کا سہارا بننا تو کجا خود اپنے بوجھ کو اٹھا رکھنے سے عاری ہے اسے چھت کے نیچے کھڑا کرنے کی ضرورت پڑے تو دیوار کے ساتھ سہارا دیتے ہوتے اسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ ذرا کسی بیرونی یا اندرونی دباؤ کی وجہ چھت میں جنبش ہوئی اس کو یوں محسوس ہوا کہ گویا ساری قیامت اسی پر ٹوٹ پڑنے لگی ہے۔

اسی طرح یہ منافقین ظاہری شکل وصورت میں تو نہایت حسین ڈیل ڈول کے ہیں اوپرلے درجے کے باتونی اور چرب زبان ہیں زبانی کلامی اپنی عقل ودانش اور شجاعت و مردانگی کے قصے سنا سنا کر سامعین کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیں گے لیکن درحقیقت پرلے درجے کے بے جان، بزدل، علم ومعرفت سے بالکل خالی اور نرے کھوٹے سکے ہیں، نکمے بے فائدہ۔

= یَحْسَبُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ وہ گمان کرتے ہیں۔

= کُلَّ صَیْحَۃٍ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہر چیخ، ہر کڑک، ہر ہولناک آواز۔ صَیْحَۃٌ صَاحَ یَصِیْحُ کا مصدر ہے اور بمعنی حاصل مصدر بھی آتا ہے۔

اصل میں لکڑی کے چرنے یا کپڑے کے پھٹنے سے جو زور کے چرانٹے کی آواز پیدا ہوتی ہے اس آواز کے نکلنے کو الصیاح کہتے ہیں۔ صیحۃ اسی سے ہے اور چونکہ زور کی آواز سے آدمی گھبرا اٹھتا ہے اس لئے بمعنی گھبراہٹ اور عذاب کے بھی اس کا استعمال ہوتا ہے

= عَلَیْھِمْ: اپنے خلاف، یعنی ہر اونچی آواز کو اپنے اوپر پڑنے والی خیال کرتے ہیں۔

چونکہ اپنی اندرونی کمزوری اور اپنے اندر دل کے چور یعنی نفاق کو وہ جانتے ہیں اس لئے جب کسی کو اونچا بولتے سنتے ہیں یا کسی بھاگ دوڑ کی آواز ان کے کانوں میں آتی ہے تو وہ گھبرا اٹھتے ہیں شاید ان کے خلاف ہی نہ ہو۔ جیسے کہاوت ہے ’’چور کی ڈاڑھی میں تنکا‘‘

= ھُمُ الْعَدُوُّ۔ یہی (منافق) ہیں جو (پکے) دشمن ہیں (مسلمانوں کے)

= فَاحْذَرْھُمْ: فَ سببیہ۔ بِسَبَبِ ذٰلِکَ بایں سبب، لہذا۔ اس لئے۔

اِحْذَرْ: فعل امر واحد مذکر حاضر، حَذَرٌ (باب سمع) مصدر۔ تو بچا رہ۔ (اگر خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے) یا خطاب مسلمانوں سے ہے۔ اے مسلمانو! ان (منافقین) سے بچتے رہو۔ اس صورت میں اِحْذَرْ (واحد کا صیغہ) بمعنی اِحْذَرُوْا ہوگا۔

ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا منافقین ہیں۔

= قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ: اللہ کی ان پر لعنت ہو۔ خدا ان کو غارت کرے۔ ان پر اللہ کی مار ہو اللہ ان کو ہلاک کرے۔

یہ بد دعائیہ فقرہ ہے جس میں ان کی مذمت بھی ہے اور زجر و توبیخ بھی۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:۔

بظاہر یہ بد دعا ہے اور خود اپنی ذات سے منافقوں پر لعنت کرنے کی طلب ہے لیکن حقیقت میں مسلمانوں کو لعنت اور بد دعا کرنے کی تعلیم ہے۔

= اَنّٰی ۔ اسم ظرف ہے زمان اور مکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو بمعنی مَتٰی (جب)، ظرف مکان ہو تو بمعنی اَیْنَ (جہاں، کہاں) اور استفہامیہ ہو تو بمعنی کَیْفَ ۔ کیسے، کیونکر، ہوتا ہے۔

یہاں اَنّٰی بمعنی کَیْفَ اظہار تعجب کے لئے ہے کہ اتنی روشن دلیلوں کے باوجود وہ حق سے رد گرداں ہیں۔

= یُؤْفَکُوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر غائب۔ اِفْکٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پھیرے جاتے ہیں۔

اَلْاِفْکُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اپنے صحیح رُخ سے پھیر دی گئی ہو، اسی بنا پر ان ہواؤں کو جو اپنا اصلی رُخ چھوڑ دیں مُؤْتَفِکَۃ کہتے ہیں۔

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۔ خدا ان کو غارت کرے، یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں یہ کیسے بہکائے جاتے ہیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۹ : ۳۰)

جھوٹ بھی چونکہ اصلیت اور حقیقت سے پھرا ہوا ہوتا ہے اس لئے اس پر بھی افک کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (۲۴ : ۱۱) جن لوگوں نے بہتان باندھا ہے تم ہی لوگوں سے ایک جماعت ہے۔

۶۳ : ۵ = وَاِذَا ۔ واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان (شرطیہ) ۔ جب۔

= تَعَالَوْا ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر۔ تعال کے اصل معنی ہیں کسی کو بلند جگہ کی طرف بلانا۔ پھر عام بلانے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

تم آؤ۔ ع ل ی ۔ ع ل و ۔ مادہ کے حروف ہیں۔

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا : جملہ شرط ہے۔

= یَسْتَغْفِرْ۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ای تَعَالَوْا واحد مذکر غائب اِسْتِغْفَارٌ۔ (استفعال) مصدر۔ وہ معافی مانگیں گے (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)
یہ امر تَعَالَوْا کے جواب میں ہے۔ یعنی آؤ تا کہ اللہ کا رسول تمہارے لئے مغفرت طلب فرمائے۔

= لَوَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَلْوِیَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ ل ی ی مادہ۔ وہ موڑتے ہیں۔ گھماتے ہیں۔ لہراتے ہیں۔ اکڑاتے ہیں۔ یہ تمام علامت غرور کی ہے۔
مجرد لَوٰی یَلْوِیْ کا معنی بھی موڑنا۔ لہرانا۔ دوہرا کرنا ہے۔ باب تفعیل میں لاکر اس فعل میں زیادتی اور مبالغہ کا اظہار کیا گیا ہے۔ باب ضرب سے اس مادہ کے افعال لازم بھی آتے ہیں۔ اور متعدی بھی۔

صلات کے اختلاف سے مفہوم میں بہت اختلاف ہو جاتا ہے۔
مثلاً لَوَی الغلام (لڑکا بیس سال کا ہو گیا) لَوَی الْحَبْلَ (رسی کو دوہرا کیا) لَوٰی رَاْسَہٗ (اس نے سر کو موڑ لیا) وغیرہ وغیرہ۔

لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ جملہ جواب شرط ہے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا ...... کا جواب ہے۔ تو وہ سر ہلا دیتے ہیں۔

= یَصُدُّوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب۔ صَدٌّ (باب نصر) مصدر۔ وہ باز رہتے ہیں۔ وہ اعراض کرتے ہیں۔

= وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔ واؤ حالیہ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب۔ جس کا مرجع منافقین ہے جن کا ذکر اوپر ہو رہا ہے۔
مُسْتَكْبِرُوْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ تکبر کرنے والے۔ غرور کرنے والے۔ اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر سے۔ جملہ حالیہ ہے یَصُدُّوْنَ کے فاعل سے۔

۶۳: ۶ = سَوَآءٌ۔ برابر ہے۔ اسم مصدر۔ بمعنی استواء۔ یعنی دونوں طرف سے بالکل برابر ہونے کے۔ نہ اس کا تثنیہ بنایا جاتا ہے نہ جمع۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان میں لکھتے ہیں۔ جلد اوّل نوع ۴۰۔
سَوَاءٌ بمعنی مستوی (برابر) آتا ہے۔ لہذا کسرہ کے ساتھ قصر اور فتحہ کے ہمراہ مد کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ قصر کی مثال :۔ قولہٗ تعالیٰ مَكَانًا سُوًى (۲۰:۵۸)

جگہ برابر یعنی صاف اور ہموار۔ سِوًی۔ سین کے کسرہ کے ساتھ۔ ابوجعفر، نافع ابن کثیر، ابوعمرو نے پڑھا ہے۔ باقی قراء نے اسے سُوًی سین کے ضمہ کے ساتھ پڑھا ہے)

اور مد کی مثال ہے قولہ تعالیٰ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَ اَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ (۲:۶) انہیں تم نصیحت کرو یا نہ کرو۔

سَوَآءٌ وسط کے معنی میں بھی آتا ہے اس صورت میں بھی فتحہ کے ساتھ اس کو مد کرکے پڑھتے ہیں جیسے قولہ تعالیٰ: فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ (۳۷:۵۵) میں ہے (دوزخ کے وسط میں)

= عَلَيْهِمْ۔ عَلٰی حرف جار ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مجرور۔ ان پر۔

= اِسْتَغْفَرْتَ۔ ماضی واحد مذکر حاضر اِسْتِغْفَارٌ (اِسْتِفْعَالٌ) مصدر۔ خواہ تو بخشش مانگے۔ اصل میں ءَ استغفرت تھا (حسب تصریح شوکانی) پہلی ہمزہ استفہام (جو یہاں تسویہ کے معنی میں تھی) حذف کردی گئی۔ کیونکہ آیت میں اَمْ اس کے معنی پر دلالت کرنے کے لئے موجود ہے اور حسب تصریح ابوحیان ہمزہ تسویہ باقی ہے اور دوسری ہمزہ جو کہ ہمزۂ وصل تھی۔ وہ محذوف ہے۔

= اَمْ۔ خواہ۔

= لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر حاضر۔ (خواہ) تو بخشش نہ مانگے

= لَنْ يَّغْفِرَ۔ مضارع نفی تاکید بلَنْ واحد مذکر غائب۔ ہرگز نہیں بخشے گا۔

= اَلْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ موصوف وصفت مل کر مفعول فعل لَا يَهْدِيْ کا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ہدایت نہیں بخشتا۔ ہدایت نہیں دیا کرتا۔

۶۳:۷ = هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب جس کا مرجع الْفٰسِقِيْنَ (آیت ۶ متذکرۃ الصدر) ہے

= اَلَّذِيْنَ اسم موصول جمع مذکر۔

= يَقُوْلُوْنَ: صلہ۔ یہی ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں۔

= لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا۔ یہ مقولہ ہے ان لوگوں کا جو اوپر مذکور ہوئے۔

لَا تُنْفِقُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر، اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ مت خرچ کرو

عَلٰی پر۔ اوپر۔ (ان کے لئے) مَنْ موصولہ ہے عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اس کا صلہ

عِنْدَ نزدیک، قریب، پاس، منزلت میں قریب۔ یہاں اسم ظرف مکان مستعمل ہے

مضاف ہے۔

== رَسُوْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر عِنْدَ کا مضاف الیہ۔

ترجمہ ہوگا:۔

جو قدرومنزلت میں اللہ کے رسول کی قربت میں ہیں ان پر (کچھ) خرچ نہ کرو۔

== حَتّٰی۔ حرفِ جر ہے انتہار غایت کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔

== یَنْفَضُّوْا۔ مضارع منصوب جمع مذکر غائب۔ انفضاضٌ (انفعال) مصدر نفض مادہ۔ وہ منتشر ہو جائیں۔ یہاں تک کہ وہ (خود بخود) منتشر ہو جائیں۔ بھاگ جائیں۔ چھوڑ کر چلے جائیں (نیز ملاحظہ ہو ۶۲: ۱۱)

== وَ لِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... لَا یَفْقَھُوْنَ ہ جملہ حالیہ ہے

اور اللہ تعالیٰ فاسقین کی اس بڑھ کے مقابلہ میں کہ جو رسول کریم کی معیت میں ہیں ان پر خرچ کرنا بند کردو یہاں تک کہ یہ خود بخود چھوڑ کر چلے جائیں۔ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا خرچ کریں گے اور کیا بند کریں گے۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے تو کلی طور پر اسی کی ملکیت ہیں۔ ان میں وہ اپنی مشیت اور مرضی کے مطابق تصرف کا اکیلا ہی حق رکھتا ہے کسی اور کا اس میں کوئی عمل و دخل نہیں۔ لیکن یہ منافق سمجھ ہی نہیں رکھتے۔

وَاوَ حالیہ ہے لِلّٰہِ میں لام تملیک کا ہے اور اَلْمُنٰفِقِیْنَ بوجہ عمل لٰکِنَّ منصوب ہے

لَا یَفْقَھُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب، فِقْہٌ مصدر ہے (باب سمع)

وہ نہیں سمجھتے۔

۶۳: ۸ == لَئِنْ لام تاکید کے لئے ہے اِنْ شرطیہ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ جملہ شرط ہے

اگر ہم لوٹ کر گئے مدینہ کو۔

== رَجَعْنَا ماضی جمع متکلم رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم لوٹے۔ ہم واپس ہوئے

== لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ لَیُخْرِجَنَّ میں لام جواب شرط کا ہے۔ یُخْرِجَنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ صیغہ واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ نکال دے گا۔

اَلْاَعَزُّ۔ عِزٌّ سے باب ضرب مصدر افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ زور والا۔ زیادہ عزت والا۔ یُخْرِجَنَّ کا فاعل ہے مِنْھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب

کا مرجع المدینۃ ہے۔

اَلْاَذَلَّ۔ ذِلَّۃٌ (باب ضرب) مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر۔ زیادہ ذلیل۔ زیادہ کمزور۔ یُخْرِجَنَّ کا مفعول ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور (منافق) کہتے ہیں اگر لوٹ کر گئے مدینہ میں تو عزت والے ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے یا جو عزت والا (قوت وغلبہ والا) ہوگا۔ وہ ذلت والے کو (یعنی کمزور کو) مدینہ سے نکال باہر کردے گا۔

= وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں عزت (اور غلبہ اور قوت) تو اللہ اور اس کے رسول اور مؤمنین ہی کو حاصل ہے۔

اَلْعِزَّۃُ اس حالت کو کہتے ہیں جو انسان کو مغلوب ہونے سے محفوظ رکھے۔

عَزَّ یَعِزُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے اور بطور اسم بھی استعمال ہوتا ہے۔

۶۳:۹ = تُلْھِکُمْ۔ تُلْھِ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث اِلْھَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی غافل کردینا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر۔ تم کو غافل کردے۔ لَا تُلْھِکُمْ (وہ تم کو غافل نہ کردے) صیغہ نہی ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے۔

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ۔ (۱۰۲:۱) لوگو تم کو کثرت مال وجاہ اور اولاد کی خواہش نے غافل کردیا

ل ھ و۔ مادہ۔ سے مشتق ہے اَللَّھْوُ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو انسان کو اہم کاموں سے غافل کردے۔ باز رکھے۔ ہٹا دے۔

= مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ۔ مَنْ شرطیہ یَفْعَلْ مضارع لم مجزوم بوجہ شرط) صیغہ واحد مذکر غائب۔ جس کسی نے ایسا کیا۔

= فَاُولٰٓئِکَ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰٓئِکَ اسم اشارہ بعید جمع مذکر۔ پس وہی لوگ۔

= اَلْخٰسِرُوْنَ خُسْرٌ وَخُسْرَانٌ سے اسم فاعل جمع مذکر۔ گھاٹا پانے والے، نقصان اٹھانے والے۔ زیاں کار۔

۶۳:۱۰ = اَنْفِقُوْا۔ فعل امر جمع مذکر حاضر اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ تم خرچ کرو۔

= مِمَّا رَزَقْنٰکُمْ۔ رَزَقْنَا ماضی جمع متکلم رِزْقٌ (باب نصر) مصدر۔ کُمْ ضمیر

مفعول جمع مذکر حاضر،
اور خرچ کرلو اس رزق میں سے جو ہم نے تم کو دیا۔
== مِنْ قَبْلِ۔ اس سے پہلے۔
== اَنْ یَّاْتِیَ۔ اَنْ مصدریہ، یَاْتِیَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب کہ آجائے۔
== اَحَدَکُمُ۔ اَحَدَ مفعول فعل یَاْتِیَ کا۔ مضاف۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ
کہ آجائے تم میں سے کسی ایک کو موت:
== فَیَقُوْلَ۔ ف جواب امر کے لئے۔ یَقُوْلَ مضارع منصوب بوجہ عمل فَ جو جوابِ امر ادھو انفقوا میں واقع ہوئی ہے۔ تو پھر کہنے لگے۔
== رَبِّ۔ ای یَا رَبِّیْ۔
== لَوْلَآ۔ حرف تخضیض ہے۔ جس کا معنی فعل پر اُبھارنا۔ برانگیختہ کرنا ہے۔ کیوں نہ
== اَخَّرْتَنِیْ: اَخَّرْتَ ماضی واحد مذکر حاضر۔ تَاخِیْرٌ (تفعیل) مصدر بمعنی دیر کرنا ڈھیل دینا۔ نِ وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم۔ تونے مجھ کو ڈھیل دی۔ تونے مجھے مہلت دی۔
== اِلٰٓی اَجَلٍ۔ اِلٰی حرف جار اَجَلٍ مجرور۔ اَجَلٍ۔ موت، مدت، مہلت۔ موصوف۔ قَرِیْبٍ صفت، نزدیک، کچھ، تھوڑی، اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ تھوڑی سی مدت تک۔
== فَاَصَّدَّقَ۔ ف علت کا ہے لَوْلَآ کے جواب میں واقع ہے۔ تاکہ۔
اَصَّدَّقَ مضارع منصوب (بوجہ عمل فا، جو لَوْلَآ کے جواب میں واقع ہوکر اَنْ کا سا عمل کرتی ہے۔ صیغہ واحد متکلم۔ تَصَدُّقٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر بمعنی خیرات دینا صدقہ دینا۔ تاکہ میں خیرات کرلیتا۔
== وَاَکُنْ۔ واؤ عاطفہ (اس کا عطف فَاَصَّدَّقَ پر ہے) اَکُنْ اصل میں اَکُوْنَ تھا مضارع واحد متکلم۔ اور میں ہوجاتا۔
== مِنَ الصّٰلِحِیْنَ نیک لوگوں میں سے۔
۶۳: ۱۱ == وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ ...... واؤ عاطفہ لَنْ یُّؤَخِّرَ مضارع نفی تاکید بلَنْ صیغہ واحد مذکر غائب، تَاْخِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اور اللہ مہلت نہیں دیتا

نَفْسًا۔ اسم مفرد بمعنی جان، مراد شخص ۔ منصوب بوجہ مفعول فعل یُؤَخِّرَ کے۔ کسی شخص کو
= اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا: جب اس کی موت آجاتی ہے۔ جب اس کا وقت آجاتا ہے۔ جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث نَفْسًا کے لئے ہے۔
= وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کیا کرتے ہو۔
یہ عدم تأخر کی تاکید میں ارشاد فرمایا۔
اوّلاً یہ کہ جب کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس میں وہ تاخیر و تعجیل نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ محض تمہارے کہنے کی باتیں ہیں کہ اگر مہلت مل جائے تو نیک اعمال کرکے صالحین میں داخل ہوجائیں گے۔

اگر بالفرض مہلت مل بھی جائے تو تم پھر وہی کچھ کرو گے جو کرتے چلے آئے ہو۔ اسی مضمون میں اور جگہ ارشاد ہے:۔

(۱) وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (۱۴:۴۴)

اور لوگوں کو اس دن سے آگاہ کرو جب ان پر عذاب آجائے گا۔ تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کر تاکہ ہم تیری دعوت (توحید) کو قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کی اتباع کریں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھاتے تھے کہ تم (اس حال سے کہ جس میں تم ہو) زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔

۲:۔ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا (۲۳:۹۹:۱۰۰) (یہ لوگ اسی طرح غفلت میں رہیں گے) یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائیگی تو وہ کہیگا کہ اے میرے پروردگار! مجھے پھر دنیا میں واپس بھیجدے تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔ ہرگز نہیں یہ ایک (ایسی) بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہے (اور اس پر یہ عمل نہیں کرے گا)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۶۴) سورۃ التغابن مَدَنِيَّةٌ (۱۸)

۶۴: ۱ == يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (ملاحظہ ہو ۵۷: ۱-۶۲: ۱)
اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں۔
== لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ۔ اَلْمُلْكُ بادشاہت۔ اَلْحَمْدُ (الْ استغراق کا ہے یعنی ہر قسم کی تعریف) تعریف۔ لَهٗ میں لام تملیک کا ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ لَهٗ دونوں جگہ ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تقدیم مفید حصر ہے۔ یعنی اللہ ہی کے لئے ہر تعریف ہے اور اللہ ہی کی بادشاہت ہے۔
== وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ: جملہ ھذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا لَهٗ کی ضمیر واحد مذکر سے حال ہے۔ درآں حالیکہ وہ ہر شے پر قادر ہے
۶۴: ۲ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ: جملہ مستانفہ ہے۔ وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔
== فَمِنْكُمْ كَافِرٌ۔ فَ تعقیب کا ہے۔ یعنی پیدائش کے بعد کچھ لوگوں نے کفر اختیار کیا۔ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ (خلق کی تشریح اور تفصیل ہے۔
كَافِرٌ مبتدا، مِنْكُمْ مِنْ تبعیضیہ ہے كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، خبر۔ اسی طرح وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ مُؤْمِنٌ مبتدا — مِنْكُمْ خبر۔
خدا نے تم کو سب صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا پھر ان صلاحیتوں کو غلط یا صحیح انداز سے استعمال کر کے تم میں سے کوئی کافر ہو گئے اور کوئی مومن بن گئے۔
== وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ اَللّٰهُ مبتدا، بَصِيْرٌ خبر، بِمَا تَعْمَلُوْنَ متعلق خبر۔ اور اللہ تعالیٰ (خوب) دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کر رہے ہو۔
۶۴: ۳ == بِالْحَقِّ: حق کے ساتھ۔ بہمہ وجوہ ٹھیک ٹھاک:

== صَوَّرَکُمْ : فعل ماضی واحد مذکر غائب تَصْوِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ بمعنی صورت بنانا کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اس نے تمہاری صورت کھینچی، اس نے تمہاری شکل بنائی۔

== فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ فَ تعقیب کا ہے اَحْسَنَ ماضی واحد مذکر غائب اس نے اچھا بنایا۔ اِحْسَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ صُوَرَکُمْ : مضاف مضاف الیہ۔ صُوَرَ جمع ہے صُوْرَۃٌ کی، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ پھر اس نے تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا۔

== اَلْمَصِیْرُ : اسم ظرف مکان صَیْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ لوٹنے کی جگہ،

۶۴:۴ == مَا تُسِرُّوْنَ : مَا موصولہ۔ تُسِرُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ جو تم پوشیدہ رکھتے ہو، جو تم چھپاتے ہو۔

== وَ مَا تُعْلِنُوْنَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جو تم ظاہر کرتے ہو۔ تُعْلِنُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔ اعلان کرنا۔ آشکارا کرنا ظاہر کرنا۔

== وَ اللّٰہُ عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ باقی جملہ اس کی خبر۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے، اور اللہ کی صفات جو اوپر مذکور ہوئیں۔ ان کی تائید میں آیا ہے۔ عَلِیْمٌ۔ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے (خوب جاننے والا۔ عُلَمَاءُ، جمع۔ بَ حرف جار ہے ذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ متعلق خبر۔

علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں۔

یَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ، یعنی اللہ تمہارے اسرار اور ان خیالات سے واقف ہے جو تمہارے سینوں کے اندر پوشیدہ ہوتے ہیں۔ جو چیز معلوم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے خواہ وہ کُلّی ہو یا جُزئی اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔ کیونکہ ہر چیز سے اس کی نسبت (یعنی تخلیقی تعلق و نسبت) ایک جیسی ہے۔

قدرت کا علم سے پہلے ذکر اس لئے کیا کہ کائنات اپنے خالق پر براہِ راست دلالت کرتی ہے اور کائنات کا استحکامِ تخلیقی اور ہر حکمتِ بناوٹ اللہ کے علم کی دلیل ہے۔ علم کا دوبارہ ذکر درحقیقت مکرر وعید ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ کی نافرمانی

اور خلافِ رضا عمل کرتے ہیں۔

۶۴ : ۵ = اَلَمْ یَاْتِکُمْ۔ اَ ہمزہ استفہامِ انکاری کے لئے ہے۔ لَمْ یَاْتِ مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی آنا۔ آجانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، خطاب کفارِ مکہ یا تمام اہلِ مکہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس نہیں آئی۔ (اے اہلِ مکہ یا اے کفارِ مکہ)

= نَبَؤٌ اسم مرفوع۔ خبر۔ اطلاع۔ مضاف۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا اسم موصول و صلہ جنہوں نے کفر کیا۔

= مِنْ قَبْلُ۔ ای مِنْ قَبْلِکُمْ۔ تم سے پہلے۔ متعلق صلہ۔ اسم موصول وصلہ مل کر مضاف الیہ نَبَؤٌ کا۔ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جنہوں نے تم سے قبل کفر اختیار کیا (مثل قوم نوح و قوم ہودؑ۔ قوم صالحؑ وغیرہ)

= فَذَاقُوْا۔ فَ ترتیب کا ہے یعنی وہ خبر یہ ہے کہ انہوں نے کفر اختیار کیا اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والا انجام بھی انہوں نے چکھ لیا۔

ذَاقُوْا ماضی جمع مذکر غائب ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر۔ انہوں نے چکھا۔ انہوں نے چکھ لیا۔

= وَبَالَ اَمْرِھِمْ۔ اَمْرِھِمْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَبَالَ مضاف کا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل ذَاقُوْا کا۔

وَبَالٌ کسی کام کا انجامِ بد۔ وہ بوجھ اور سختی جو کسی کام کے انجام کے طور پر مترتب ہو۔ الوبیل۔ وہ طعام جو معدہ پر گراں گذرے۔ الوابل وہ بارش جو موٹی موٹی بوندوں والی ہو۔ پس چکھ لیا انہوں نے اپنے فعل کے انجام کا ضرر (اس دنیا میں)

= وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔ اور (آخرت میں) ان کے لئے ہے دردناک عذاب عَذَابٌ اَلِیْمٌ موصوف وصفت۔

۶۴ : ۶ = ذٰلِکَ یعنی عذاب جو انہوں نے اس دنیا میں بھگتا اور عذاب جو وہ آخرت میں بھگتیں گے۔

= بِاَنَّہٗ۔ بِ سببیہ ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ ذٰلِکَ بِاَنَّہٗ بے شک یہ (عذاب دنیا و عذاب آخرت) اس سبب سے ہے۔

= کَانَتْ تَاْتِیْھِمْ۔ ماضی استمراری صیغہ واحد مؤنث غائب (بمعنی جمع مذکر)

هِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کے پاس آیا کرتے تھے یا آیا کرتے تھے رُسُلُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل فعل کَانَتْ تَاْتِیْ کا۔ ان کے رسول۔ ان کے پیغمبران، یعنی خدا کے ارسال کردہ پیغمبر جو ان کی طرف بھیجے جاتے تھے۔

= بِالْبَیِّنٰتِ۔ ب تعدیہ کے لئے ہے اَلْبَیِّنٰتِ معجزات وواضح دلائل۔ واضح اور روشن دلائل لے کر آتے تھے۔

= فَقَالُوْٓا فَ عاطفہ، اس کا عطف کَانَتْ تَاْتِیْہِمْ پر ہے تو یہ (لوگ) کہتے۔ یا۔ تو انہوں نے کہا۔

= اَبَشَرٌ یَّھْدُوْنَنَا یہ ان کا مقولہ ہے ہمزہ استفہامیہ۔ بَشَرٌ مبتدا۔ یَھْدُوْنَنَا اس کی خبر۔ یَھْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ نَا ضمیر مفعول جمع متکلم۔ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے۔

= فَکَفَرُوْا ف ترتیب کا ہے، نتیجۃً انہوں نے انکار کیا (اپنے پیغمبروں کا)

= وَتَوَلَّوْا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور انہوں نے منہ موڑ لیا۔ روگردانی کی۔ تَوَلَّوْا ماضی جمع مذکر غائب تَوَلِّیْ (تفعل) مصدر بمعنی منہ موڑنا۔ پشت پھیرنا

= وَاسْتَغْنَی اللّٰہُ۔ یہ جملہ، جملہ ما قبل کا معطوف ہے اِسْتَغْنٰی ماضی واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر۔ اس نے بے پرواہی کی، یعنی اللہ نے ان کے ایمان اور ان کی طاعت سے بے پرواہی کا اظہار فرمایا۔

= وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ، جملہ معترضہ تذییلی ہے صفت مذکورہ ماقبل کی تائید کے لئے آیا ہے۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ غَنِیٌّ خبر اول حَمِیْدٌ خبر ثانی،

غَنِیٌّ غِنَاءٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ واحد مذکر ہے۔ مالدار۔ بے نیاز، بے پرواہ، غیر محتاج۔ اللہ تعالیٰ کا اسم صفت ہے۔

حَمِیْدٌ بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی مفعول۔ ای مَحْمُوْدٌ، جو اپنی ذات میں ہی مستحق حمد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے

۶۴: ۷ = زَعَمَ ماضی واحد مذکر غائب زَعْمٌ (باب نصر) مصدر۔ زَعْمٌ اصل میں ایسی بات نقل کرنے کو کہتے ہیں جس میں جھوٹ کا احتمال ہو اس لئے قرآن مجید میں یہ لفظ ہمیشہ اسی موقع پر آیا ہے جہاں کہنے والے کی مذمت مقصود ہو چنانچہ فرمایا۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا (۶۴: ۷) آیت ہذا) کفار یہ زعم کرتے ہیں اور بَلْ زَعَمْتُمْ

(۱۸: ۴۸) مگر تم یہ خیال کرتے ہو۔

اور اسی مادہ (ز ع م) سے زَعَامَۃٌ سے بَ کے صلہ کے ساتھ بمعنی مال وغیرہ کا ضامن بننا بھی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَاَنَا بِہٖ زَعِیْمٌ (۱۲: ۷۲) اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

== اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا۔ اَنْ مخفف ہے اَنَّ سے۔ بے شک۔ لَنْ یُّبْعَثُوْا مضارع منفی مجہول تاکید بہ لَنْ۔ ان کو (ہرگز موت کے بعد دوبارہ زندہ کرکے) اٹھایا نہیں جائے گا۔ بَعْثٌ (باب فتح) مصدر سے۔

== قُلْ۔ ای قُلْ لَھُمْ یا رسول اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلم)

== بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ، بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے۔

۱۔ ایک تو نفی ما قبل کی تردید کے لئے جیسا کہ آیت زیر غور میں ہے۔ زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ان لن یبعثوا قل بلٰی وربی لتبعثن (کافروں کا خیال ہے یا وہ دعوی کرتے ہیں کہ ہرگز وہ نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

۲۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو۔ جیسے

(۱) استفہام حقیقی جیسے اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی:

(۲) استفہام توبیخی، جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ ہ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ (۷۵: ۳: ۴) کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں بلکہ ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔

(۳) یا استفہام تقریری ہو۔ جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی شَھِدْنَا: (۷: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا ہاں! (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں

(نیز ملاحظہ ہو ۳: ۷۶)

== وَرَبِّیْ۔ واؤ حرف جر ہے لیکن یہاں بطور واؤ قسم مستعمل ہے۔ یہ صرف اسم ظاہر پر آتا ہے۔ جیسے وَاللّٰہِ (خدا کی قسم) وَالتِّیْنِ (قسم ہے انجیر کی۔

رَبِّیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرا رب وَرَبِّیْ (مجھے) اپنے رب کی قسم۔

فَائِدَہ :۔

بعث بعدالموت پر قرآن مجید میں رب کی قسم تین دفعہ کھائی گئی ہے!

۱۔ آیت ہذا : قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ (۶۴:۷)

۲۔ وَيَسْتَنْۢبِــُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؕ (۱۰:۵۳)

اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہہ دو ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔

۳۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ (۳۴:۳) اور کافر کہتے ہیں کہ قیامت (کی گھڑی) ہم پر نہیں آئے گی! کہہ دو! کیوں نہیں (آئیگی) میرے رب کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی۔

= لَتُبْعَثُنَّ مضارع مجہول بلام تاکید د نون ثقیلہ جمع مذکر حاضر، بَعْثٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بیدار کرنا۔ زندہ کرنا۔ مردہ کو زندہ کرکے دوبارہ اٹھانا۔ تم ضرور اٹھائے جاؤ گے

یہ جواب قسم ہے (وَرَبِّىْ کے جواب میں)

= ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے بمعنی پھر۔ ازاں بعد۔ لَتُنَبَّؤُنَّ مضارع مجہول بلام تاکید و نون ثقیلہ، صیغہ جمع حاضر۔ تمہیں بتایا جائے گا۔ تمہیں خبر دی جائیگی تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر بمعنی آگاہ کرنا۔ خبر دینا۔ بتلانا۔ یعنی تمہارے اعمال کا محاسبہ ہوگا اور ان پر جزا و سزا ملے گی۔ یہ جملہ بعث بعد الموت کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

= وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ۔ واؤ عاطفہ، ذٰلِكَ: یعنی یہ دوبارہ زندہ کرکے اٹھانا اور اعمال کا محاسبہ کرنا۔

يَسِيْرٌ۔ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر۔ ی س ر مادہ۔ آسان، سہل، ذٰلِكَ مبتدا۔ يَسِيْرٌ اس کی خبر، عَلَى اللّٰهِ متعلق خبر۔

۶۴:۸ = فَاٰمِنُوْا: فَ شرط محذوف کی طرف دلالت کر رہا ہے۔ ای اذا کان الامر کذلك۔ یعنی حسب حشر اور قبروں سے اٹھایا جانا اور اعمال کا محاسبہ ضروری اور یقینی ہے۔ فَاٰمِنُوْا تو ایمان لاؤ۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْمَانٌ (افعال) مصدر یمن مادہ۔ تم ایمان لاؤ۔

= اَلنُّوْرِ۔ ای القرآن۔

= وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ: جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ ایمان باللہ وایمانہ

بالرسول وایمان بالقرآن کے متعلق حکم کی تعمیل میں جو تم کرتے ہو۔ اللہ تمہارے ان اعمال سے باخبر ہے۔

۹:۶۴ = یَوْمَ یَجْمَعُکُمْ یوم فعل مقدرہ (اُذْکُرُوْا) کا مفعول ہے۔ یاد کرو وہ دن جب وہ تم کو اکٹھا کرے گا۔

= لِیَوْمِ الْجَمْعِ۔ لام تعلیل کے لئے ہے یَوْمَ الْجَمْعِ مضاف مضاف الیہ جَمَعَ یَجْمَعُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ جمع ہونے کا دن، جمع کرنے کا دن۔ اکٹھا کرنے کا دن۔ مراد اس سے روز قیامت ہے جب ملائکہ اور جن وانس اگلے پچھلے سب محاسبہ اور جزا وسزا کے لئے اکٹھے ہوں گے۔

= ذٰلِکَ ای ذٰلک الیوم یہ دن۔ یَوْمُ التَّغَابُنِ۔ یوم تغابن ہوگا۔ روز قیامت کو یوم تغابن کہا گیا ہے۔

= تَغَابُنِ۔ غ ب ن مادہ سے ثلاثی مجرد کے ابواب غَبَنَ یَغْبِنُ باہمی معاملہ میں پوشیدہ طور پر اپنے ساتھی کا حق مارنا) اور غَبِنَ یَغْبَنُ (رائے وغیرہ میں کسی کو دھوکہ دینا۔ کند ذہن ہونا، غَبْنٌ مصدر بمعنی غفلت، بھول، اپنے حق سے محروم رہ جانا۔ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو کسی غیر محسوس طریقے سے کاروبار میں یا باہمی معاملہ میں نقصان پہنچانا)

اسی مادہ سے ابواب ثلاثی مزید فیہ میں تغابن (تفاعل) ہے جس کے خواص میں سے ایک خاصیت اشتراک ہے یعنی کسی کام کے کرنے میں دو یا دو سے زیادہ اشخاص موجود ہوں۔ جس میں ہر ایک بطور فاعل بھی شامل ہو اور بطور مفعول بھی۔ اس صورت میں تغابن کا مطلب ہوگا:۔

دو یا دو سے زیادہ اشخاص کا ایک دوسرے کو نقصان پہنچانا۔

منتھی الارب میں اسے یوں بیان کیا ہے:۔

در زیاں افگندن بعض مر بعض را۔ اور یوم تغابن کے متعلق لکھتے ہیں:۔

” روز قیامت است بداں سبب کہ اہل جنت اہل دوزخ را در زیاں وغبن انداز ند “

اور غیاث اللغات میں ہے:۔

” یک دیگر را در زیاں افگندن “

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں

یَوْمُ التَّغَابُنِ سُود و زیاں والا دن۔
تفہیم القرآن میں لکھا ہے :۔
"تَغَابُنٌ: بعض لوگوں کا بعض لوگوں کے ساتھ غبن والا معاملہ کرنا۔ ایک شخص کا دوسرے شخص کو نقصان پہنچانا۔ اور دوسرے کا اس کے ہاتھوں نقصان اٹھانا۔ یا ایک کا حصہ دوسرے کو مل جانا اور اس کا اپنے حصہ سے محروم رہ جانا۔ یا تجارت میں ایک فریق کا خسارہ اٹھانا اور دوسرے فریق کا نفع اٹھالیجانا۔ یا کچھ لوگوں کا کچھ لوگوں کے مقابلہ میں ضعیف الرائے ہونا۔
مدارک التنزیل میں ہے :۔

وھو مستعار من تغابن القوم فی التجارۃ وھو ان یغبن بعضھم بعضًا لنزول السعداء منازل الاشقیاء التی کانوا ینزلونھا لوکانوا سعداء ونزول الاشقیاء منازل السعداء التی کانوا ینزلونھا لوکانوا اشقیاء — کما ورد فی الحدیث :

ترجمہ :۔ اور یہ محاورہ " تغابن القوم فی التجارۃ" سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی ہیں بعض لوگوں کا بعض لوگوں سے تجارت میں غبن کا معاملہ کرنا۔ نیکو کاروں کا بدکاروں کی جگہیں لے لینا جو بدکاروں کو ملتیں اگر وہ نیک ہوتے اور بدکاروں کا نیکو کاروں کی جگہیں لے لینا جو نیکوکاروں کے نصیب میں ہوتی اگر وہ بدکار ہوتے۔ حدیث شریف میں ایسا ہی آیا ہے۔ ان ہی معانی میں صاحب "ایسر التفاسیر" لکھتے ہیں۔
" ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ: ای یغبن المؤمنون الکفرین باخذ ھم منازل الکفار فی الجنۃ واخذ الکفار منازل المؤمنین فی النار۔
مومن لوگ کفار سے غبن کا معاملہ کریں گے جنت میں واقع ان کی جگہیں لے کر اور اہل کفار دوزخ میں واقع مومنین کی جگہیں لے کر۔"
= وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ۔ واؤ عاطفہ مَنْ شرطیہ يُؤْمِنْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ جملہ شرطیہ
= وَيَعْمَلْ صَالِحًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ يَعْمَلْ مضارع مجزوم بوجہ شرط۔ واحد مذکر غائب صَالِحًا سے قبل عَمَلًا محذوف ہے ای وَيَعْمَلَ عَمَلًا صَالِحًا۔ عَمَلًا مفعول مطلق صَالِحًا اس کی صفت بمعنی نیک "

صالح۔ اور جو نیک کام کریگا۔

= یُکَفِّرْ عَنْ، مضارع مجزوم بوجہ جوابِ شرط۔ واحد مذکر غائب تَکْفِیْرٌ (تفعیل) مصدر عَنْ کے صلہ کے ساتھ (خدا) اس کے گناہ معاف کر دیگا۔

سَیِّاٰتِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یُکَفِّرْ عَنْہُ کا۔ سَیِّاٰت جمع سَیِّئَۃٌ کی۔ گناہ۔ مضاف، ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ موصول شرطیہ ہے۔ اس کے گناہ

= یُدْخِلْہُ مضارع واحد مذکر غائب اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ ہُ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ اس کو داخل کرے گا۔

= تَحْتِھَا۔ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے نیچے۔ مراد جنتوں کے نیچے، باغوں کے نیچے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰتٍ ہے؛

= خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا (جملہ حالیہ ہے۔ جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے اسم فاعل جمع مذکر بحالتِ نصب، خُلُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے

فِیْھَا ای فِی الجنۃ۔

اَبَدًا ظرف زمان ہے جو مستقبل میں نفی و اثبات کی تاکید کے لئے آتا ہے مثلاً لَا اَفْعَلُہٗ اَبَدًا میں اس کو ہرگز نہیں کروں گا۔

= ذٰلِکَ ای ما ذکر من تکفیر السیّاٰتِ و ادخال الجنۃ۔ گناہوں کی بخشش اور جنت میں داخلہ کے متعلق جو مذکور ہوا ہے۔

= اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ: موصوف و صفت۔ بڑی کامیابی۔

۶۴: ۱۰ = وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَآ۔ موصول اور صلہ مل کر مبتداء۔ اُولٰٓئِکَ ..... الخ سارا جملہ اس کی خبر ہے۔

اور جنہوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ اس آگ میں ہمیشہ رہا کریں گے اور (وہ) برا ٹھکانا ہے۔

"جزا و سزا کی دونوں آیات (۶۴: ۹، ۱۰) تغابن کی تفصیل ہیں۔ یا یَوْمُ الْجَمْعِ میں جو سب کو جمع کیا جائے گا اس کی اصل غرض و مقصد کا اظہار اور دونوں فریقوں کے الگ الگ نتیجہ کا بیان ہے" (تفسیر مظہری)

۶۴: ۱۱ = مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ۔ مَا نافیہ ہے اَصَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مِنْ تبعیضیہ مُصِیْبَۃٍ اسم فاعل واحد مؤنث اِصَابَۃٌ (افعال) مصدر سے بمعنی

پہنچا مُصِيْبَةٌ پہنچنے والی۔ تکلیف۔ مصیبت، نہیں پہنچتی کوئی مصیبت۔
= وَ مَنْ يُّؤْمِنْ م بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ۔ واؤ عاطفہ، مَنْ موصولہ، شرطیہ۔
يَهْدِ قَلْبَهٗ، جملہ جواب شرط ہے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے (اللہ) اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے۔ یعنی اس کے دل کو صبر و رضا کی راہ دکھا دیتا ہے۔
يَهْدِ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ هِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔
= وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ واؤ عاطفہ، اَللّٰهُ مبتدا، عَلِيْمٌ اس کی خبر، بِكُلِّ شَيْءٍ ب حرف جار۔ كُلِّ شَيْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور، جار مجرور مل کر متعلق خبر۔ اور اللہ ہر بات کو جانتا ہے۔
۶۴: ۱۲ = فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ: جملہ شرطیہ ہے ف سببیہ ہے (ایمان و اطاعت کے امر پہنچا روگردانی کا سبب ہے۔ اِنْ شرطیہ بمعنی اگر، تَوَلَّيْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر تَوَلِّيْ (تفعّل) مصدر۔ بمعنی منہ پھیرنا۔ پھر جانا۔ روگردانی کرنا۔
اگر تم نے منہ موڑا۔ اگر تم پھر گئے۔
= فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ ف جواب شرط کے لئے ہے اور سابقہ جملہ کا جواب شرط ہے۔
اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ موصوف وصفت، اَلْبَلٰغُ پہنچا دینا۔ کافی ہونا۔ مصدر ہے اور قرآن مجید میں یہ لفظ بمعنی تبلیغ آیا ہے۔
اَلْمُبِيْنُ اِبَانَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ بمعنی ظاہر کرنے والا۔
اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ وہ تبلیغ جو تمام امور کو مفصل طور پر صاف صاف بیان کر دے
جملہ شرطیہ کے بعد جواب کی علت محذوف ہے۔ ای فلا بأس علیہ۔
ترجمہ یوں ہوگا:۔
اگر تم نے (اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت سے روگردانی کی۔ تو اس کا (اللہ کے رسول پر) کوئی ضرر نہیں۔ کیونکہ ہمارے رسول کے ذمہ تو صرف تبلیغ مبین تھی (جو وہ بطریق احسن فرض ادا کر چکے)
۶۴: ۱۳ = اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ: یہ جملہ حکم ایمان و اطاعت کی علت ہے۔ (اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو اس لئے کہ) وہی اللہ ہے اس کے سوا

قابل عبادت کوئی نہیں)

= فَلْيَتَوَكَّلْ: امر کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَوَكُّلٌ (تفعّل) مصدر۔ پس چاہئے کہ بھروسہ کرے (یہاں جمع کے صیغہ کے معنی میں آیا ہے: پس چاہئے کہ بھروسہ کریں مومن لوگ:

عَلَى اللهِ کا تعلق فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ سے ہے۔ تقدیم حصر کا فائدہ دیتی ہے۔ خاص اللہ پر ہی مومن لوگوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔

فائدہ

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔

اہل مکہ میں سے کچھ مرد مسلمان ہوگئے اور انہوں نے ہجرت کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لیکن ان کے اہل وعیال نے ان کو مکہ چھوڑ کر مدینہ جانے کی اجازت دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم نے تمہارے مسلمان ہونے کا تو صبر کرلیا۔ لیکن اب تمہاری جدائی ہمارے لئے ناقابل برداشت ہے، بیوی بچوں کی اس التجا کو انہوں نے مان لیا اور ہجرت کا ارادہ ترک کردیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

= اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ: اِنَّ حرف تحقیق اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے خبر کی تاکید و تحقیق مزید کے لئے آتا ہے

عَدُوًّا بالنصب اسم اِنَّ۔ اور مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ اس کی خبر (تفسیر حقانی)

مِنْ تبعیضیہ ہے ان میں سے بعض۔

ترجمہ ہوگا۔

مسلمانو! تمہاری بیویوں اور اولاد میں سے بعض تمہارے دشمن بھی ہیں۔

= فَاحْذَرُوْهُمْ: ف سببیہ اِحْذَرُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، حَذَرٌ (باب سمع) مصدر۔ کسی خوف کی بات سے ڈرنا۔ بچنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب پس تم ان سے بچو۔ (یعنی ان کا کہانہ مانو کہ ان کی وجہ سے، ہجرت چھوڑ بیٹھو)

= وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا۔ واؤ عاطفہ، اِنْ شرطیہ۔ تَعْفُوْا اصل میں تَعْفُوْنَ تھا۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا۔ عَفْوٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی معاف کرنا۔ درگذر کرنا۔ اور اگر تم معاف کردو

درگذر کرو۔

تَصْفَحُوْا اصل میں تَصْفَحُوْنَ تھا اِنْ شرطیہ کے عمل سے نون اعرابی حذف ہوا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے صَفْحٌ (باب فتح) مصدر۔ تم درگذر کرو۔

تَغْفِرُوْا اصل میں تَغْفِرُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی گر گیا مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بخشو، تم معاف کردو

یہ جملہ شرط ہے اس کے بعد جواب شرط محذوف ہے۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں کہ:

اس کے بعد کا جملہ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ہی جواب کے قائم مقام ہے۔ مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھی وہی معاملہ فرمائیگا جو تم ان (اپنے ازواج و اولاد) کے ساتھ کروگے۔ اور تم پر اپنا فضل کرے گا۔ کیونکہ وہ عزوجل بڑا غفور اور رحیم ہے

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:۔

ترمذی اور حاکم نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباس رض نے فرمایا:۔

جب وہ لوگ مدینہ پہنچ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو انہوں نے دیکھا کہ (ان سے پہلے ہجرت کرکے آنے والے) کچھ لوگ دینی مسائل سیکھ چکے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کو اپنے اہل و عیال پر غصہ آیا اور انہوں نے ارادہ کیا کہ اپنے اہل و عیال کو سزا دیں۔ کیونکہ بیوی بچوں ہی نے ان کو ہجرت سے روک رکھا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔

وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا.... الخ۔ یعنی اگر تم ان کا قصور معاف کردوگے اور ان سے درگذر کروگے اور ان کی خطا بخش دوگے تو اللہ بھی تم کو معاف فرمائے گا اور تم پر مہربانی کرے گا کیونکہ اللہ ہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۴: ۱۵ = اِنَّمَا: بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے۔ جو کہ حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے

= اَمْوَالُكُمْ (مضاف مضاف الیہ) تمہارے مال۔

= وَاَوْلَادُكُمْ: (مضاف مضاف الیہ) تمہاری اولادیں۔ اسم اِنَّ

= فِتْنَةٌ اس کی خبر۔

بے شک تمہارے مال اور تمہاری اولادیں (تمہارے لئے) آزمائش ہیں

الفتن کے دراصل معنی سونے کو آگ میں ڈالنے اور گلانے کے ہیں تاکہ اس کا کھرا کھوٹا ہونا معلوم ہوجائے اس لحاظ سے کسی کو آگ میں ڈالنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہ قرآن مجید میں ہے یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ (۵۱:۱۳) جب ان کو آگ میں عذاب دیا جائے گا۔

اور آزمائش اور امتحان لینے کے معنی میں بھی آیا ہے مثلاً وَفَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (۲۰:۴۰) اور ہم نے تمہاری کئی بار آزمائش کی،

مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو مفردات القرآن، امام راغب۔

— وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ. اس سے قبل عبارت محذوف ہے، یعنی اس آزمائش کے باوجود جس نے اللہ کی محبت اور اس کی اطاعت کو دنیاوی اموال واولاد پر ترجیح دی اس کے لئے اللہ کے پاس اجر عظیم ہے۔

ای و اللّٰہ عندہ اجر عظیم لمن اٰثر محبۃ اللّٰہ تعالیٰ وطاعتہ علی محبۃ الاموال والاولاد (روح المعانی)

فائدہ: آیت ۱۴ میں اہل وعیال کی عداوت کے اظہار کے موقعہ بیانِ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ فرمایا یعنی مِنْ تبعیضیہ ذکر کیا کہ تمہاری ازواج اور اولاد میں سے بعض (سارے نہیں) تمہارے دشمن ہیں لیکن دنیاوی مال واولاد کو سب کو بلا استثناء باعث فتنہ فرمایا۔ کیونکہ یہ سب آزمائش ہیں۔

۶۴:۱۶ — فَاتَّقُوا اللّٰهَ میں ف سببیہ ہے۔ یعنی اوپر جو آیات ۱۴، ۱۵ میں ازواج و اولاد و دنیاوی معاملات بیان ہوتے ہیں ان سب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جہاں تک ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔

— مَا اسْتَطَعْتُمْ ؛ مَا موصولہ اِسْتَطَعْتُمْ : اس کا صلہ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ استطاعۃ (افتعال) مصدر تم سے ہو سکے۔ تم کرسکو۔

مَا اسْتَطَعْتُمْ جو تم سے ہو سکے، جو تم کرسکو۔ جہاں تک تم سے ہو سکے، جہاں تک تم کرسکو،

ترجمہ ہوگا:۔

پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہا کرو، ڈرتے رہو۔

== وَاسْمَعُوْا۔ واؤ عاطفہ اِسْمَعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ سَمْعٌ باب سَمِعَ، مصدر اور (اس کا حکم) سنو۔

== وَاَطِيْعُوْا۔ واؤ عاطفہ، اَطِيْعُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر اور (اس کی) اطاعت کرو۔

== وَاَنْفِقُوْا۔ واؤ عاطفہ اَنْفِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو،

== خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں۔

۱۔ اگر خَيْرًا اور لِّاَنْفُسِكُمْ ایک ساتھ پڑھے جاویں تو اس صورت میں یہ جملہ اوامر متذکرہ بالا کے جواب میں کَانَ مقدرہ کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پس جہاں تک ہوسکے اللہ سے ڈرو، اور (اس کے احکام کو) سنو (اور بجالاؤ) اور (اس کی) اطاعت کرو۔ اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا

۲۔ خَيْرًا مصدر محذوف کی صفت بھی ہوسکتی ہے ای اَنْفِقُوْا اِنْفَاقًا خَيْرًا اس صورت میں انفاقًا مفعول مطلق اور خَيْرًا اس کی صفت ہوگی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اچھا خرچ (یعنی اپنی قیمتی شے خرچ کرو یا دل کھول کر خرچ کرو)

۳۔ خَيْرًا بمعنی مَالًا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں یہ اَنْفِقُوْا کا مفعول بہ ہوگا

ترجمہ ہوگا:۔

اور (اس کی راہ میں اپنا قیمتی مال) خرچ کرو،

خَيْرٌ بمعنی مال اور جگہ بھی آیا ہے مثلاً وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۱۰۰: ۸) اور وہ مال کی سخت محبت کرنے والا ہے۔

نوٹ:۔ نمبر ایک والی صورت زیادہ راجح ہے۔

== وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ۔ جملہ شرط ہے۔ مَنْ موصولہ يُوْقَ اس کا صلہ يُوْقَ مضارع مجہول واحد مذکر غائب وِقَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ یہ اصل میں يُوْقٰى تھا بوجہ شرط يُوْقَ ہوا۔ بمعنی بچایا گیا۔ بچالیا گیا۔

شُحَّ : امام راغب لکھتے ہیں کہ :۔
شُحّ وہ بخل ہے جس میں حرص ہو اور عادت بن گیا ہو۔ خود غرضی،
یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب، نصر، عَلِمَ تینوں سے آتا ہے۔ یہاں مضاف ہے
اور نَفْسِہٖ مضاف مضاف الیہ مل کر اس کا مضاف الیہ ہے۔
اور جو شخص اپنے طبعی بخل سے بچا لیا گیا۔
== فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ : جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط ہے۔
اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید۔ جمع مذکر۔ وہی لوگ۔
الْمُفْلِحُوْنَ : اسم فاعل جمع مذکر، اِفْلَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ فلاح پانے والے۔ کامیاب لوگ۔

۶۴ : ۱۷ == اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ : جملہ شرط ہے اِنْ شرطیہ۔ اگر : تُقْرِضُوْا۔ مضارع جمع مذکر حاضر، اِقْرَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ بمعنی قرض دینا۔ اَللّٰهَ مفعول فعل تُقْرِضُوْا کا یہ اصل میں تُقْرِضُوْنَ تھا۔ اِنْ شرطیہ کے آنے سے نون اعرابی ساقط ہو گیا۔
اگر تم اللہ کو قرض دو۔
قَرْضًا حَسَنًا۔ قَرْضًا مفعول مطلق۔ موصوف حَسَنًا صفت، قرضًا کی۔ بمعنی اچھا عمدہ۔ خوب۔ ہر لحاظ سے پسندیدہ،
== يُضٰعِفْهُ لَكُمْ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ يُضٰعِفْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب مُضَاعَفَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع قَرْضًا ہے۔ وہ اس کو بڑھا دے گا۔ دگنا کر دے گا۔ وہ اس کو بڑھا کر دے گا
لَكُمْ تم کو، تمہارے لئے۔
یعنی دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ جتنا اللہ چاہے گا اجر عطا فرمائے گا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (۲ : ۲۶۱) جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اُگیں اور ہر ایک

میں سودا نے ہوں۔ اور خدا جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے اور وہ بڑی ہی کشائش والا (اور) سب کچھ جاننے والا ہے۔

= وَ یَغْفِرْ لَکُمْ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

= وَاللّٰهُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ: اور اللہ شکور اور حلیم ہے؛

شَکُوْرٌ: وہ بندہ جو اطاعت الٰہی اور اس کی عبادت کی بجا آوری کے ذریعے جو کہ اس پر مقرر کی گئی ہے حق تعالیٰ کی شکر گذاری میں خوب کوشاں ہو۔

اور شَکُوْرٌ کا جب اللہ تعالیٰ کی صفات میں استعمال ہوگا تو اس کے معنی بڑے قدردان یعنی تھوڑے کام پر بہت بڑا ثواب دینے والے کے ہوں گے۔

شَکُوْرٌ۔ شَکَرَ یَشْکُرُ کا مصدر ہے شُکْرٌ و شُکْرَانٌ بھی مصدر ہے۔

حَلِیْمٌ۔ حِلْمٌ سے (باب کَرُمَ) مصدر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے حِلْمٌ بمعنی جوش غضب سے نفس اور طبیعت کو روکنا۔ یعنی بُردباری اور تحمل کرنا۔

حَلِیْمٌ، سزا دینے میں جلدی نہ کرنے والا۔ بُردبار۔ تحمل والا۔ باوقار۔ یہ اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ کیونکہ اصل حلم اُسی کا ہے؛

۶۴: ۱۸ = عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ۔ یعنی اس کے علم سے کوئی شے مخفی نہیں جس چیز کا لوگ مشاہدہ کرتے ہیں اور جو چیز لوگوں کے علم سے پوشیدہ ہے اللہ سب کو جانتا ہے۔

یا یہ مطلب ہے کہ:۔

جو چیز اس وقت موجود ہے اس کو بھی خدا جانتا ہے اور جو چیز پہلے ہو چکی یا آئندہ ہونے والی ہے۔ سب سے خدا تعالیٰ واقف ہے؛

= اَلْعَزِیْزُ۔ ہر شے پر غالب، جس کی قدرت بھی کامل ہے اور علم بھی ہمہ گیر۔ عِزَّةٌ سے فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی فاعل مبالغہ کا صیغہ ہے۔

اَلْحَکِیْمُ: حِکْمَةٌ سے بروزن فعیلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ حکمت والا اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے کیونکہ اصل حکمت اسی کی حکمت ہے؛

....

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۵) سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ (۱۲)

۱:۶۵ = یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ : یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ میں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ندار کی گئی ہے لیکن چونکہ آپ پیشوا، اُمّت ہیں اس لئے آپ کو ندار کرنا ساری امت کو ندار کرنا ہے گویا حکم طلاق کے مخاطب صرف آپ ہی نہیں ہیں بلکہ آپ کے ساتھ ساری امت کو بھی خطاب ہے جیسا کہ طَلَّقْتُمْ میں صیغہ جمع مذکر حاضر ظاہر کرتا ہے۔

اِذَا ظرف زمان ہے شرطیہ آیا ہے!

طَلَّقْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تَطْلِیْقٌ (تفعیل) مصدر۔ جب طلاق دو۔ طلاق دینے سے مراد طلاق دینے کا ارادہ کرنا ہے ارادہ فعل کی تعبیر فعل سے کی ، جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ (۹۸:۱۶) یعنی جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو پڑھنے سے پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھ لیا کرو۔

اَلنِّسَآءَ میں الف لام عہد کا ہے ۔ تمہاری عورتیں ، تمہاری اپنی عورتیں ۔ طلقتم کا مفعول ہے۔

یہ جملہ شرط ہے ۔ ترجمہ:۔

اے پیغمبر! (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو۔ یا طلاق دینے لگو: (یعنی طلاق دینے کا ارادہ کرو۔

= فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط کے لئے ۔ طَلِّقُوْا۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، تطلیق (تفعیل) مصدر ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اس کا مرجع النسآء ہے

لعدتھن : میں لام عاقبت کا ہے یعنی عورتوں کو طلاق دو تو اس کے

نتیجے میں عدت لازم ہے۔

عِدَّتِهِنَّ مضاف مضاف الیہ ان کی عدت۔ کہ طلاق کے بعد وہ عدت شروع کریں۔ یعنی ایسے موقعہ پر طلاق دو کہ اس موقعہ سے لے کر وہ اپنی عدت شمار کر سکیں۔

(متفقہ صورت یہ ہے کہ حیض سے پہلے طہر کی حالت میں طلاق دی جائے)

عِدَّةٌ وعَدٌّ بروزن فِعْلَةٌ بمعنی معدودٌ ہے جیسے کہ طِحْنٌ بمعنیٰ مَطْحُوْنٌ۔ اور اسی بنا پر انسانوں کی گنی ہوئی جماعت کو عِدَّةٌ کہتے ہیں اور عورت کی عدت بھی اسی معنی میں ہے یعنی اس کے گنے ہوئے دن۔ عورت کی عدت سے مراد وہ ایام کہ جن کے گذر جانے پر اسے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے

= وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ: واؤ عاطفہ، اَحْصُوْا امر جمع مذکر حاضر ہے۔ اِحْصَاءٌ (افعال) مصدر سے بمعنی گننا۔ شمار کرنا۔ اَلْعِدَّةَ مفعول ہے فعل اَحْصُوْا کا۔

اور عدت شمار کرتے رہو (ایسا نہ ہو کہ عدت کے بعد بھی تم رجوع کر لو یا عدت گزرنے سے پہلے عورت کسی اور مرد سے نکاح کرلے کیونکہ یہ دونوں امر ناجائز ہیں)

= وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ۔ واؤ عاطفہ اتقوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ۔ (افتعال) مصدر۔ تم ڈرو، تم ڈرتے رہو اَللّٰهَ، اللہ سے۔ رَبَّكُمْ: ای اَلَّذِیْ رَبُّكُمْ، جو کہ تمہارا رب (پروردگار) ہے (یعنی عدت کو طول دینے اور عورتوں کو ضرر پہنچانے کے لئے ایسا نہ کرو) اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اللہ صفت ربوبیت کو امر کی تاکید میں اور اتقاء کے وجوب میں مبالغہ کے لئے لایا گیا ہے:

= لَا تُخْرِجُوْهُنَّ فعل نہی جمع مذکر حاضر اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ ھُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ اس کا مرجع مطلقہ عورتیں ہیں۔ مت نکالو ان کو (اپنے گھروں سے)

= مِنْ بُيُوْتِهِنَّ مِنْ حرف جار۔ بُيُوْتِهِنَّ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ ان کے (اپنے) گھروں سے۔ گھروں سے مراد وہ گھر ہیں جن میں طلاق کے وقت وہ عورتیں رہتی ہوں۔

= وَلَا يَخْرُجْنَ۔ واؤ عاطفہ لَا يَخْرُجْنَ فعل نہی کا صیغہ جمع مؤنث غائب

اور نہ وہ عورتیں (خود) باہر نکلیں۔
= اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ۔ اِلَّا حرف استثناء، مُستثنیٰ منہ محذوف ہے لہٰذا یہ استثناء مفرغ ہے۔ یعنی ان کو اپنے گھروں سے کسی وقت باہر نہ نکالو! ہاں اگر وہ کھلی ہوئی بے حیائی کا کام کریں (تو نکال دو)۔

اَنْ مصدریہ ہے یَاْتِیْنَ مضارع کا صیغہ جمع مؤنث غائب ہے اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر بِ حرف جار فَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ موصوف وصفت مل کر مفعول یاتین کا مگر یہ کہ وہ کریں کھلی ہوئی بےحیائی کا کام۔

فَاحِشَۃٍ بے حیائی۔ زنا۔ بدکاری۔ فُحْشٌ سے اسم مصدر۔ موصوف مُبَیِّنَۃٍ اسم فاعل، واحد مؤنث۔ صفت۔ بمعنی تفصیل کرنے والی۔ بہت زیادہ روشن، ظاہر، عیاں۔

= وَ تِلْکَ، واوٗ عاطفہ، تِلْکَ اسم اشارہ بعید واحد مؤنث۔ یعنی احکام مذکورہ بالا
= وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ۔ واوٗ عاطفہ، مَنْ شرطیہ، یَتَعَدَّ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَعَدِّیٌ (تفعّل) مصدر عدو مادہ۔ اور جو حدود الٰہیہ سے تجاوز کرے گا:
= فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ۔ جملہ جواب شرط۔ تو اس نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔
= لَا تَدْرِیْ۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر، دَرْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ (دِرَایَۃٌ بھی مصدر ہے) دری مادہ۔ تو نہیں جانتا۔ یہاں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہو سکتا ہے اور ہر مخاطب سے بھی۔

لَا تَدْرِیْ صیغہ واحد مؤنث بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں اس کا فاعل نَفْسٌ (جان) ہوگا۔

= لَعَلَّ، حرف مشبہ بالفعل ہے ترجّی (امید یا خوف پر) دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے۔ اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔

بمعنی امید کہ۔ شاید کہ۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ۱۱: ۱۲: متذکرہ الصدر۔
= یُحْدِثُ مضارع واحد مذکر غائب اِحْدَاثٌ (افعال) مصدر۔ وہ پیدا کر دے۔

= بَعْدَ ذٰلِکَ اس کے بعد۔ یعنی طلاق دینے کے بعد۔
= اَمْرًا، اس کی جمع اُمُوْرٌ آتی ہے۔ بات۔ نئی بات، اَمْرًا۔ لَا تَدْرِیْ کا

مفعول ہے۔

یعنی اے مخاطب تو اس امر کو نہیں جانتا جو اللہ تعالیٰ اس کے بعد پیدا کرے گا۔

یہ جملہ واحصوا العدۃ ولا تخرجوھن کی علت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مرد کے دل میں عورت سے نفرت ہے وہ اس کو اپنے سے جدا کر رہا ہے لیکن ممکن ہے کہ شوہر کے دل میں اللہ تعالیٰ عورت کی محبت پیدا کردے اور وہ ملاپ کا خواستگار ہو جائے (اس لئے عدت کی پوری گنتی محفوظ رکھو)

۶۵ : ۲ ـــــ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ جملہ شرط ہے ف تعقیب کا ہے۔ اذا ظرف زمان ہے اور شرطیہ آیا ہے۔

بَلَغْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب۔ بُلُوْغٌ وبَلَاغٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پہنچنا۔

اَجَلَهُنَّ مضاف مضاف الیہ مل بَلَغْنَ کا مفعول۔

پھر جب وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں۔ یعنی جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں۔ بَلَغْنَ اور اَجَلَهُنَّ کی ضمیریں ان مطلقات کی طرف راجع ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔

ـــــ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ۔ جواب شرط۔ اَمْسِكُوْهُنَّ فعل امر جمع مذکر حاضر۔ اِمْسَاكٌ اِفْعَالٌ مصدر۔ بمعنی روکنا، روک لینا۔ رکھ لینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ اَوْ بمعنی یا۔ خواہ۔ وغیرہ حرف عطف ہے۔ فَارِقُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر مُفَارَقَةٌ (مفاعلۃ) مصدر بمعنی جدا کرنا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب،

بِمَعْرُوْفٍ: ب حرف جر مصاحبت کے لئے۔ مَعْرُوْفٍ مجرور۔ اسم مفعول واحد مذکر مَعْرِفَةٌ وعِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی اچھا کام۔ اچھی بات، دستور کے مطابق

اس جملہ میں بھی هُنَّ کی ضمیر کا مرجع بھی مطلقہ عورتیں ہیں جن کو رجعی طلاق دی گئی ہو۔

آیت کا ترجمہ یوں ہوگا۔

پھر جب وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو یا ان کو دستور کے مطابق (زوجیت میں) رکھ لو یا دستور کے مطابق چھوڑ دو۔

ـــــ وَاَشْهِدُوْا ذَوَىْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ۔ یہ نیا جملہ ہے۔ اَشْهِدُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِشْهَادٌ (افعال) مصدر۔ اور تم گواہ کرلیا کرو، گواہ کرلو، گواہ بنالو۔ یعنی رجعت یا فرقت پر دو گواہ بنالو۔ تاکہ جھگڑا ختم ہو جائے۔

ذَوَىْ عَدْلٍ۔ ذَوَىْ۔ ذَا کا تثنیہ بحالت نصب وجر۔ مضاف عَدْلٍ مضاف الیہ۔ دو صاحب عدل (گواہ) مِنْكُمْ، مِنْ تبعیضیہ ہے۔ تم میں سے کوئی دو۔

== وَ اَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ : واؤ عاطفہ، اَقِيْمُوا فعل امر، جمع مذکر حاضر، اِقَامَۃٌ (افعال) مصدر۔ تم قائم کرو، تم درست رکھو (شہادت کو) یعنی شہادت پر قائم رہو، لِلّٰهِ: اللہ کے لئے یعنی تمہاری شہادت کسی دنیاوی غرض اور لالچ کے لئے نہیں ہونی چاہیئے بلکہ محض اللہ کے واسطے شہادت دو۔

== ذٰلِكُمْ۔ یہ اسم اشارہ ہے۔ یہ ہی۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر خطاب کے لئے ہے یہ اشارہ شہادت دینے کی طرف ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ یہ اشارہ وقوع طلاق کے متعلق جو اوپر احکام بیان ہوئے ہیں ان کی طرف ہے۔ مثلاً عدت کا شمار۔ عدت کے دوران گھر سے باہر نہ نکلنا۔ عدت کے بعد امساک بالمعروف یا مفارقت بالمعروف اور اقامۃ الشہادۃ۔

ذٰلِكُمْ مبتدا، يُوْعَظُ فعل مجہول۔ مضارع واحد مذکر غائب مَنْ موصولہ مع اپنے صلہ کے مفعول مالم یسم فاعلہ۔ اور مبتدا کے بعد سارا جملہ اس کی خبر ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

یہ نصیحت کی باتیں اس کو سمجھائی جاتی ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔

== وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ جملہ شرط۔ اور جو اللہ سے ڈرے گا۔

يجعل له مخرجا۔ جواب شرط۔ تو وہ اس کے لئے مخلصی کی صورت بھی نکال دے گا۔ مخرجًا۔ اسم ظرف مکان خروجٌ (باب نصر) مصدر۔ نکلنے کی جگہ، خلاصی کا راستہ۔

== وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی جواب شرط ہے۔ وہ اس کو رزق دیتا ہے (اس میں ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ يتق الله میں مَنْ کی طرف راجع ہے) مِنْ حرف جار اور حَيْثُ (بمعنی جہاں، جس جگہ) اسم ظرف مکان مبنی بر ضمہ ہے۔

مِنْ حَيْثُ ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ لَا يَحْتَسِبُ مضارع منفی مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب اِحْتِسَابٌ (افتعال) مصدر۔ (جہاں سے) وہ گمان بھی نہیں کرتا

علامہ ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میں کہتا ہوں کہ:۔

رفتار آیت حضرت عوف کے قصہ کے موافق ہے اور سیاق عبارت کے مناسب

حکم عام ہے (یعنی مورد خاص اور حکم عام) اور جملہ معترضہ ہے۔ جملہ سابق حکم کی تائید کر رہا ہے۔ اس صورت میں آیت کا مطلب اس طرح ہو گا۔

جو مرد اللہ سے ڈرتا ہے اللہ کو بلاقصور نہیں ستاتا اور ظلم نہیں کرتا۔ اگر عورت کی بدزبانی بدمزاجی اور نافرمانی کی وجہ سے طلاق دے دے۔ اور یہ طلاق حیض کی حالت میں کبھی نہ ہو بلکہ طہر کی حالت میں دی گئی ہو اور عورت کی عدت لمبی کر کے اس کو ضرر پہنچانا بھی مقصود نہ ہو (کہ جب عدت کے ختم ہونے کا وقت آجائے تو رجوع کرلے اور پھر طلاق دیدے اور پھر ختم عدت کے وقت رجوع کرے اور پھر طلاق دیدے) اور عورت کو ایام عدت میں گھر سے نہ نکالے اور اللہ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز نہ کرے تو اللہ اس کے لئے گناہ سے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے اور اس بدزبان عورت، بدمزاج، نافرمان عورت کے بدلے فرمانبردار، نیک، پرہیزگار، بی بی عنایت فرما دیتا ہے جو اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

اسی طرح جو عورت اللہ سے ڈرے اور خاوند کی حق تلفی نہ کرے بدزبانی سے پیش نہ آئے بے وجہ طلاق کی خواستگار نہ ہو بلکہ شوہر اگر اس کو دکھ پہنچاتا ہو تو صبر کرے اور اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرے تو اللہ اس کے لئے راہ نجات نکال دیتا ہے اور اس کو بیگمان طریقے سے رزق عطا فرماتا ہے اور ظالم و بدمزاج شوہر کے بجائے نیک حق شناس شوہر مرحمت فرما دیتا ہے۔"

فائدہ :۔ بغوی نے بروایت مقاتل بیان کیا ہے کہ عوف بن مالک اشجعی کے بیٹے کے ہاتھ (دشمن کی کچھ) بکریاں اور سامان لگ گیا۔ وہ بکریاں اور سامان لے کر اپنے والد کے پاس واپس آگئے۔ حضرت عوف نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کر دیا اور دریافت کیا کہ کیا یہ چیزیں میرے لئے حلال ہیں جو بیٹا لے کر آیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں (حلال ہیں) (اس پر یہ آیت نازل ہوئی)

= وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے) جملہ شرط ہے فَهُوَ حَسْبُهٗ جواب شرط ہے (تو وہ اس کو بس ہے، اس کو کافی ہے)

حَسْبُهٗ مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر مَنْ کی طرف راجع ہے اور هُوَ کا مرجع اللہ ہے

حَسْبُ: حَسَبَ يَحْسُبُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی فاعل آیا ہے، بس ہے کافی ہے)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔
وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ (٨ : ٦٢) اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو خدا تمہیں کفایت کرے گا۔ (یعنی خدا تمہارے لئے کافی ہے۔ اور وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ (٢ : ٢٠٦) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ خدا سے خوف کر۔ تو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے سو ایسے کو (بطور سزا) جہنم ہی کافی ہے۔
= اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَللّٰهَ اسم اِنَّ بَالِغُ اَمْرِهٖ اِنَّ کی خبر (اَمْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَالِغُ مضاف، بَالِغُ بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ پہنچنے والا، پا لینے والا۔
ترجمہ ہوگا:۔
بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام تک پہنچ کر رہتا ہے یعنی پورا کرکے رہتا ہے کوئی اس کو تکمیل ارادہ سے نہیں روک سکتا۔
= قَدْرًا: بمعنی اندازہ، طاقت، گنجائش، فراخی (قاموس) آیت میں وقتی اندازہ یعنی مقررہ وقت مراد ہے (بیضاوی)
قَدَرَ يَقْدِرُ (باب ضرب) سے قَدْرٌ (مصدر) بمعنی اندازہ کرنا۔ اندازہ لگانا۔ قَدَرَ يَقْدُرُ (باب نصر) قَدْرٌ بمعنی کسی چیز پر قادر ہونا۔ اس کی طاقت رکھنا۔ اور اسی مصدر سے باب ضرب ونصر سے بمعنی خدا کا رزق تنگ کرنا ہے۔
آیت ہذا میں بمعنی کسی چیز کا اندازہ مقرر کرنا۔ وقت مقرر کرنا ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
١:۔ اور خدا نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے (مولنا فتح محمد جالندہری وتفسیر حقانی)
٢:۔ خدا نے ہر چیز کا وقت مقرر کر رکھا ہے جس میں کوئی تغیر وتبدل ممکن نہیں ہے (بیضاوی، روح المعانی)
(٣) مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ہر چیز کے لئے ایک اندازہ (ضیاء القرآن)
٤:۔ طلاق، عدت وغیرہ کی بابت ایک حد۔ ایک وقت مقررہ۔ ایک اندازہ کر رکھا ہے۔
(ایسر التفاسیر)
٦٥ : ٤ = اَلّٰٓـئِیْ۔ اسم موصول، اَلَّتِیْ کی جمع (وہ سب عورتیں) جو۔ جنہوں نے
= يَئِسْنَ، ماضی جمع مؤنث غائب يَأْسٌ (باب سمع) مصدر۔ يَئِسَ ماضی واحد مذکر غائب

يَئِسْنَ مضارع واحد مذکر غائب ی ء س مادہ مایوس ہونا، ناامید ہونا۔ يَئِسْنَ (جو) ناامید ہوگئی ہوں
= اَلْمَحِيْضِ ۔ اسم ظرف زمان (وقت حیض) ظرف مکان (مقام حیض) مصدر۔ (حیض آنا)
یا بمعنی حیض۔ وہ فاسد خون جو مخصوص زمانہ اور مخصوص حالت میں تندرست جوان غیر حاملہ عورت کے رحم
سے نکلتا ہے۔ مَحَاضٌ بھی مصدر ہے اس سے افعال باب ضرب سے آتے ہیں۔
= مِنْ نِّسَآئِكُمْ مِنْ تبعیضیہ ہے نِسَآئِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری عورتوں میں سے
بعض۔
= اِنِ ارْتَبْتُمْ جملہ شرط۔ اِنْ شرطیہ۔ اِرْتَبْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر اِرْتِيَابٌ (افتعال)
مصدر۔ ریب مادہ۔ اگر تم شک میں پڑو، اگر تمہیں کچھ شک ہو۔
= فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ جواب شرط۔ اَشْهُرٌ شَهْرٌ کی جمع۔ مہینے۔ تو ان کی
عدت کی میعاد تین مہینے ہے۔
= وَالّٰٓئِیْ لَمْ يَحِضْنَ واؤ عاطفہ، اَلّٰٓئِیْ اسم موصول لَمْ يَحِضْنَ مضارع نفی جحد بلم صیغہ
جمع مؤنث غائب۔ صلہ اَلّٰٓئِیْ کا۔ دونوں مل کر مبتدا۔ خبر محذوف ای فعدتہن کذلک ان کی
عدت بھی اسی طرح ہوگی۔
= وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اور حمل والیاں۔ اُولَاتُ اولوا کی مؤنث ذَاتٌ کی جمع علیٰ غیر لفظہٖ
مضاف۔ الاحمال حَمْلٌ کی جمع مضاف الیہ، مبتدا۔
= اَجَلُهُنَّ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ان عورتوں کی مدت مقررہ۔ مبتدا۔
= اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ اَنْ مصدریہ يَضَعْنَ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب
وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ کہ جن لیں۔ یا ان کے بچہ پیدا ہو جائے، ان کا وضع حمل ہو جائے۔
خبر اپنے مبتدا کی۔ اور سارا جملہ خبر ہے اُولَاتُ الْاَحْمَالِ کی۔

ترجمہ ہوگا:

اور حاملہ (مطلقہ، بیوہ) عورتیں تو ان کی عدت وضع حمل ہے۔
= وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ۔ جملہ شرط ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے یعنی جو شخص احکام خداوندی
کی تکمیل اور پابندی میں اللہ سے ڈرتا رہتا ہے۔
= يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔ جواب شرط۔ يُسْرًا۔ آسانی، سہولت (منصوب بوجہ
مفعول ہونے کے)

یعنی اللہ اس کے لئے امور دنیا و آخرت آسان کر دیتا ہے۔ اس کو بھلائی اور نیکی کی

کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ مِنْ بمعنی فِیْ اَمْرِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے کام میں۔

۵:۶۵ === ذٰلِكَ: اسم اشارہ واحد مذکر بمعنی احکام متذکرہ بالا۔

=== اَمْرُ اللّٰهِ، مضاف مضاف الیہ مل کر مشارٌ الیہ، یہ جو کچھ عدت اور اس کی تفصیل کے متعلق اوپر مذکور ہوا ہے یہ اللہ کا حکم ہے۔

=== اَنْزَلَهٗ۔ اَنْزَلَ میں فاعل اللہ ہے ہٗ ضمیر مفعول اَمر کی طرف راجع ہے جو اس نے (تمہاری طرف) نازل کیا ہے۔

=== وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ۔ جملہ شرطیہ ہے (ملاحظہ ہو آیت نمبر ۴ متذکرۃ الصدر)

=== يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ جملہ جواب شرط ہے يُكَفِّرْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب تَكْفِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ وہ دور کر دے گا۔ وہ زائل کر دے گا۔ سَيِّاٰتِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی برائیوں کو / اس کے گناہوں کو۔

=== وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ بھی شرط کے جواب میں ہے — يُعْظِمْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) واحد مذکر غائب۔ اِعْظَامٌ (افعال) مصدر۔ وہ بڑھا دے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول لہٗ واحد مذکر غائب۔ اَجْرًا مفعول ثانی، اور اس کے اجر کو بڑا کر دے گا۔

۶:۶۵ === اَسْكِنُوْهُنَّ۔ فعل امر حاضر اسکان (افعال) مصدر۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب۔ ان کو رہنے بسنے دو۔ ان کو ٹھہراؤ۔ ان کو سکونت مہیا کرو۔ سکونٌ اصل تو حرکت نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال رہنے بسنے میں بھی ہوتا ہے

=== مِنْ حَيْثُ: حَيْثُ، جہاں، جس جگہ۔ ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ ہے۔ مِنْ یا تو تبعیضیہ ہے یعنی اپنے رہنے والے بعض مکانوں میں ان کو بھی ٹھہراؤ۔ یا مِنْ زائدہ ہے۔ جہاں تم سکونت رکھتے ہو ان کو بھی وہاں ٹھہراؤ۔ سکونت دو، ان کو رکھو، بساؤ۔

=== سَكَنْتُمْ: جہاں تم خود سکونت پذیر ہو۔

=== مِنْ وُّجْدِكُمْ اپنی طاقت کے مطابق، اپنے مقدور کے موافق وُجْدِكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ وُجْد۔ طاقت، وسعت، وجد سے مالی حالت یا مقدور مراد ہے۔ اور غِنٰى (تونگری) کو وُجْد اور جِدَة سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مِنْ حرف جار وُجْدِكُمْ مجرور۔

=== وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ۔ واؤ عاطفہ۔ لَا تُضَآرُّوْا جمع مذکر حاضر فعل نہی مُضَارَّةٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ بمعنی تنگ کرنا۔ ستانا۔ رنج پہنچانا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب اور ان کو مت

تنگ کرو، ان کو ایذامت دو "۔

== لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ لام تعلیل کا ہے تُضَيِّقُوْا مضارع جمع مذکر حاضر تَضْيِيْقٌ ۔ (تفعیل) مصدر۔ تنگ کرنا۔ ضَيَّقَ عَلٰى۔ تنگ کرنا۔ سختی کرنا۔ تاکہ تم ان کو تنگ کرو، اصل میں تُضَيِّقُوْنَ تھا نون اعرابی لام کے عمل سے ساقط ہوگیا

ترجمہ۔ اور ان کو تنگ کرنے کے لئے یا ستانے کے لئے ایذاء مت پہنچاؤ۔

وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ ۔جملہ شرط ہے۔ اور اگر وہ حمل سے ہوں۔ حاملہ ہوں۔حمل والیاں ہو۔ ملاحظہ ہو۔ اُولَاتِ الْاَحْمَالِ آیت نمبر ۴ متذکرۃ الصدر۔

== فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ جواب شرط۔ انفقوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، انفاق (افعال) مصدر اَنْفَقَ عَلٰى۔ کسی پر خرچ کرنا۔ تو ان پر خرچ کرو۔

== حَتّٰى۔ انتہاء غایت کے لئے۔ حتی کہ۔ یہاں تک کہ۔

== يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۔ يَضَعْنَ مضارع منصوب جمع مؤنث غائب وَضْعٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی رکھنا۔ اتار دینا۔ الگ کرنا۔ پیدا کردیں۔ بچہ کو جنم دے چکیں۔ حَمْلَهُنَّ مضاف مضاف الیہ۔ اپنا حمل۔ حتی کہ ان کا وضع حمل ہو جائے۔

== فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ ۔ جملہ شرطیہ اَرْضَعْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی دودھ پلانا۔ عورت کا بچے کو اپنی چھاتی سے دودھ پلانا اور پستان چوسانا اور اگر وہ تمہارے بچے کو (نوزائیدہ کو) اپنی چھاتیوں سے دودھ پلادیں۔

== فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے۔ اٰتُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِيْتَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ هُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث غائب؛ تو تم ان عورتوں کو دو (ادا کرو)

اُجُوْرَهُنَّ مضاف مضاف الیہ، اٰتُوْا کا مفعول ثانی، تو ادا کرو ان عورتوں کو ان کی اجرتیں۔ اُجُوْر جمع اَجْرٌ کی، بمعنی حق، اجرت، عورت کے مہر کے لئے بھی آتا ہے

== وَاْتَمِرُوْا ۔ واؤ عاطفہ۔ اْتمروا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ایتمار (افتعال) مصدر جس کے اصل معنی حکم بجالانا کے ہیں۔ اور تَشَاوُرٌ (تفاعل) یعنی باہم مشورہ کرنے کو بھی ایتمار کہا جاتا ہے۔ کیونکہ مشورہ میں بھی ایک دوسرے کا حکم قبول کیا جاتا ہے چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ (۲۸:۲۰) شہر کے رئیس تمہارے بارے میں مشورہ

کرتے ہیں۔

بَیْنَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے آپس میں۔ تمہارے درمیان۔

بِمَعْرُوْفٍ، معروف ۔دستور (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۲ متذکرہ بالا)

اور (بچے کے بارے میں) پسندیدہ طریق کے مطابق (یا دستور کے مطابق) ایک دوسرے کی بات کو قبول کرو۔

== وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ: واؤ عاطفہ، جملہ شرط۔ تَعَاسَرْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، تَعَاسُرٌ (تفاعل) مصدر۔ بمعنی آپس کے معاملہ میں تنگی پیدا کرنا۔ دشواری پیدا کرنا۔ باہم ایک دوسرے کو تنگ کرنا۔ عُسْرٌ مادہ۔ اَلْعُسُرُ کے معنی تنگی اور سختی کے ہیں۔ یہ یُسْرٌ (آسانی، فارغ البالی) کی ضد ہے۔ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ اور اگر تم باہم ضد اور نا اتفاقی کروگے، ایک دوسرے کے لئے دشواری پیدا کروگے،

== فَسَتُرْضِعُ لَہٗٓ اُخْرٰی ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے، جملہ جواب شرط ہے۔ فَسَتُرْضِعُ سَ: جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے۔ تُرْضِعُ مضارع واحد مؤنث غائب اِرْضَاعٌ (افعال) مصدر۔ (اس کو) دودھ پلائے گی:

لَہٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب بچے کے باپ کے لئے ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور اگر تم باہم ضد اور نا اتفاقی کروگے تو (بچے کو) اس کے (باپ کے) کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔

اُخْرٰی (کوئی) دوسری عورت اٰخَرُ وَاٰخِرٌ، دونوں کی مؤنث اُخْرٰی آتی ہے۔

۶۵: ۷ == لِیُنْفِقْ ۔ فعل امر واحد مذکر غائب اِنْفَاقٌ (افعال) مصدر۔ چاہئے کہ وہ ایک مرد خرچ کرے۔

== ذُوْسَعَۃٍ ۔ مضاف مضاف الیہ۔ صاحب وسعت، صاحب طاقت، صاحب مال خوش حال۔

مِنْ سَعَتِہٖ، مضاف مضاف الیہ، اس کی وسعت، اس کی طاقت، مِنْ حرف جار سَعَتِہٖ مجرور۔ اپنی وسعت کے مطابق۔ اپنی گنجائش کے مطابق۔

ترجمہ ہوگا:۔

چاہئے کہ خرچ کرے صاحبِ وسعت اپنی وسعت کے مطابق۔ (یعنی اگر وہ صاحب مال ہے

تو اسے کھلے دل سے بچے پر خرچ کرنا چاہئے :

وَمَنْ قُدِرَ عَلَیْہِ رِزْقُہٗ ۔ اور جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہو۔ جملہ شرط ہے۔ قَدَرَ عَلٰی (اللہ کا کسی پر) رزق تنگ کرنا۔ قَدْرٌ (باب ضرب ونصر) مصدر۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰہُ فَقَدَرَ عَلَیْہِ رِزْقَہٗ (۸۹: ۱۶) اور جب (دوسری طرح وہ آزماتا ہے کہ اس پر روزی کو تنگ کر دیتا ہے.....

= فَلْیُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىہُ اللّٰہُ ۔ تو وہ خرچ کرے اس میں سے جو اللہ نے اسے دیا ہے جملہ جواب شرط ہے۔ اس میں فَ جواب شرط کے لئے ہے لام تاکید کا اور یُنْفِقْ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط۔ لِیُنْفِقْ امر واحد مذکر غائب تو اسے چاہئے کہ وہ خرچ کرے ؛

= مِمَّا مرکب ہے مِنْ تبعیضیہ اور مَا موصولہ سے اٰتٰىہُ اللّٰہُ صلہ ما موصولہ کا۔ جو اللہ نے اسے دیا ہے یعنی مفلس حسب استطاعت کچھ بھی خرچ کرے گا کافی ہوگا۔

= لَا یُکَلِّفُ ۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب تَکْلِیْفٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ تکلیف نہیں دیتا ہے۔ وہ مامور نہیں کرتا ہے۔

= نَفْسًا ۔ بوجہ مفعول منصوب ہے۔ کسی جان کو۔

= اِلَّا ۔ حرف استثناء مَآ اٰتٰہَا مَا موصولہ اٰتٰہَا اس کا صلہ۔

اٰتٰى ماضی واحد مذکر غائب ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب نفس کی طرف راجع ہے مگر اس قدر کہ جتنا اس کو دیا ہے۔

= سَیَجْعَلُ ۔ سَ مضارع سے قبل اس کو مستقبل کے لئے مخصوص کر دیتا ہے یَجْعَلُ مضارع واحد مذکر غائب، وہ کر دے گا۔

= بَعْدَ عُسْرٍ : مضاف مضاف الیہ۔ دشواری، تنگی، سختی، مشکل۔ یُسْرٍ کی ضد ہے مصدر ہے باب سمع اور کَرُمَ سے :

= یُسْرًا ۔ منصوب بوجہ مفعول ہے۔ اسم نکرہ۔ بمعنی آسانی، سہولت، فراخی، فراغت باب سمع : مصدر۔ بمعنی آسان ہونا۔

سَیَجْعَلُ اللّٰہُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۔ اللہ سختی کے پیچھے آسانی پیدا کر دیگا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (۹۴: ۵-۶) تحقیق مشکل کے

ساتھ آسانی ہے۔ تحقیق مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

مطلب آیت ہذا کا یہ ہے کہ اگر کسی وقت غربت اور تنگ دستی کا سامنا کرنا پڑے تو گھبراؤ نہیں جی لگا کر محنت کرو، صبر کا دامن ہاتھ سے مت چھوڑو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کوئی بعید نہیں کہ وہ تمہیں بہت جلد خوشحال اور متمول کردے۔ (ضیاء القرآن)

۶۵: ۸ == وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ۔ واؤ عاطفہ۔ كَاَيِّنْ بہت بکثرت، مِنْ تمیز، بہت سی بستیاں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۳: ۱۴۶)

عَتَتْ: ماضی واحد مؤنث غائب۔ عُتُوٌّ (باب نصر) مصدر۔ ع ت و، مادہ اس نے سرکشی کی، اس نے سرتابی کی، اس نے نافرمانی کی، وہ سرتابی میں حد سے گزر گئی یہاں یہ مؤنث کا صیغہ جمع کے معنی میں بستیوں کے لئے آیا ہے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ (۷: ۷۷) اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی۔

== رَبِّهَا: مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب بستیوں کے لئے ہے:

== وَرُسُلِهٖ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای وَعَتَتْ عَنْ اَمْرِ رُسُلِهٖ: اور اس (خدا) کے رسولوں کے حکم سے (بھی) سرکشی کی،

== فَحَاسَبْنٰهَا۔ فَ تعلیل کی ہے۔ بدیں وجہ۔ حَاسَبْنَا ماضی جمع متکلم مُحَاسَبَةٌ (مُفَاعَلَةٌ) مصدر۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب، (بستیوں کے لئے ہے) ہم نے ان کا حساب لیا۔ ہم نے ان کا محاسبہ کیا۔

== عَذَّبْنٰهَا۔ عَذَّبْنَا ماضی جمع متکلم تَعْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر بمعنی عذاب دینا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب (بستیوں کے لئے) عَذَابًا مفعول مطلق موصوف، نُكْرًا صفت، سخت، شدید، اور ہم نے ان کو سخت سزا دی۔

۶۵: ۹ == فَذَاقَتْ: فَ عاطفہ یا ترتیب کا ہے۔ پس چکھ لیا (ان بستیوں نے یعنی ان بستیوں کے رہنے والوں نے)

وَبَالَ اَمْرِهَا۔ اپنے فعل کے انجام کا ضرر (نیز ملاحظہ ہو ۶۴: ۵)

== وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا۔ كَانَ افعال ناقصہ سے ہے عَاقِبَةُ مضاف اَمْرِهَا مضاف مضاف الیہ۔ مل کر عَاقِبَةُ کا مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر كَانَ کا اسم۔ خُسْرًا اس کی خبر۔ اور ان کے کام کا انجام نرا خسارہ ہی رہا۔

لبعض کے نزدیک فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِھَا کا تعلق عذاب دنیا سے ہے اور وَکَانَ عَاقِبَۃُ اَمْرِھَا خُسْرًا۔ کا عذاب آخرت سے۔

لبعض اہل تفسیر نے لکھا ہے:۔

کہ آیت کے الفاظ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے کہ:۔

ہم نے دنیا میں ان کو بھوک، قحط، طرح طرح کے مصائب میں گرفتار کیا اور آخرت میں ان کی حساب فہمی سختی کے ساتھ کریں گے اور انجام کار ان کو خسارہ ہی ہوگا۔

لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک سب جگہ آخرت کا حساب اور عذاب ہی مراد ہے ماضی کے صیغے اس لئے استعمال کئے کہ یہ حساب و عذاب یقیناً ہوگا اس کا ہونا قطعی اور اتنا یقینی ہے کہ گویا ہو گیا۔ (تفسیر مظہری)

۶۵: ۱۰ == اَعَدَّ۔ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر، بمعنی کسی چیز کو اس طرح تیار کرنا کہ وہ شمار کی جا سکے۔ اس نے تیار کیا۔ لَھُمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب بستیوں میں رہنے والوں کے لئے ہے۔

== عَذَابًا شَدِیْدًا۔ عَذَابًا مفعول بہ موصوف، شَدِیْدًا صفت، سخت عذاب

فَائِدَہٗ:

اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ عَذَابًا شَدِیْدًا۔ (آخرت میں بھی اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے ترجمہ مولانا حقانی رح)

مخاطبین کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم نے لبستیوں کے مکینوں کا حال سُنا کہ کس طرح ان کی ربّ سے سرکشی اور اس کے رسول کی نافرمانی ان کے سخت محاسبہ اور شدید عذاب پر منتج ہوئی اور ان کا انجام خُسران یعنی گھاٹا ہی رہا۔

اب بتایا جا رہا ہے کہ یہ تو نتیجہ انہوں نے اپنی کرتوتوں کا اس دنیا میں دیکھ لیا آخرت میں عذاب شدید ان کے لئے تیار کیا گیا ہے۔

== فَاتَّقُوا اللّٰہَ میں ف سببیہ ہے۔ پس یا یں وجہ اِتَّقُوا اللّٰہَ اللہ سے ڈرو۔ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اتقاء (افتعال) مصدر سے پس ڈرو اللہ سے۔

یٰاُولِی الْاَلْبَابِ: یا حرف ندیٰ۔ اُولیٰ۔ والے جمع ہے۔ اس کا واحد نہیں آتا۔ لبعض ذُوْ کو اس کا واحد بتاتے ہیں اُولُوْا بحالت رفع اور اُولِیْ بحالت نصب یا جر ہوگا۔

یہاں اُولِیٓ منادیٰ ہے۔ اور مفعول بہٖ آتا ہے۔ لہٰذا منصوب ہے یہ مضاف ہے اور اَلْبَابُ جمع ہے لُبّ کی بمعنی عقلیں۔ مضاف الیہ ہے۔
یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ: اے عقلمندو۔ اے دانشمندو۔

فَائِدَہٗ۔ اَلْاَلْبَابِ پر معانقہ (∴) ہے اور اٰمَنُوْا پر بھی، معانقہ کی صورت میں اَلْاَلْبَابِ پر بھی وقف کرسکتے ہیں اور اٰمَنُوْا پر بھی۔ لیکن اَلْاَلْبَابِ پر معانقہ کے اشارہ کے ساتھ صلے کا اشارہ ہے جو الوصل اولیٰ کا اختصار ہے یعنی یہاں ملاکر پڑھنا بہتر ہے آگے اٰمَنُوْا پر اشارہ قف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ لہٰذا یہاں اٰمَنُوْا پر وقف کرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں عبارت یوں آئے گی،۔
فَاتَّقُوا اللّٰہَ یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ تو اس صورت میں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بدل ہوگا فَاتَّقُوا اللّٰہَ کا۔ یعنی اے ارباب دانش جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو۔ اُولِی الْاَلْبَابِ سے مقصود الذین اٰمَنُوْا ہے (مراد وہ مومن جو نزول قرآن کے بعد ایمان لائے)
== قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا۔ قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔ اور فعل کو زمانۂ حال کے قریب کر دیتا ہے۔
ذِکْرًا۔ ای القرآن۔
== رَسُوْلًا: اس سے قبل فعل محذوف ہے: ای وارسل رَسُوْلًا: رَسُوْلًا مفعول بہٖ ہے
== یَتْلُوْا عَلَیْکُمْ۔ یَتْلُوْا۔ مضارع واحد مذکر غائب تلاوۃٌ (باب نصر) مصدر وہ تلاوت کرتا ہے وہ پڑھتا ہے۔ یہ رَسُوْلًا کی صفت ہے ای الذی یتلوا علیکم۔
== اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول یتلوا کا۔ موصوف ہے اس کی صفت مُبَیِّنٰتٍ ہے (اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث) تفصیل کرنے والیاں، بہت زیادہ روشن یہ صفت ہے اٰیٰتِ کی؛
ترجمہ ہوگا:۔
اور اپنا پیغمبر بھی بھیجا۔ جو تمہارے سامنے خدا کی واضح المطالب آیات پڑھ کر سناتا ہے
== لِیُخْرِجَ۔ لام علت کا۔ یُخْرِجَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) صیغہ واحد مذکر غائب اخراجٌ (افعال)، مصدر۔ تاکہ وہ نکال لے آئے۔ یخرج کا فاعل اللہ بھی ہوسکتا ہے اور رسول بھی۔

== اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ صلہ موصول مل کر یُخْرِجَ کا مفعول۔
== مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ۔ اندھیروں سے روشنی کی طرف۔ کفر کی تاریکیوں سے ایمان کی روشنی میں۔
== وَ مَنْ یُّؤْمِنْ م بِاللّٰہِ۔ مَنْ شرطیہ / جملہ شرطیہ۔ یُؤْمِنْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب وَیَعْمَلْ صَالِحًا اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَعْمَلْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) صیغہ واحد مذکر غائب صٰلِحًا مفعول مطلق (محذوف) کی صفت ہے۔ ای عَمَلًا صٰلِحًا اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا:
== یُدْخِلْہُ مضارع مجزوم بوجہ جواب شرط صیغہ واحد مذکر غائب ادخالٌ (افعال) مصدر۔ ضمیر فاعل واحد مذکر غائب اللہ کی طرف راجع ہے: اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مَنْ شرطیہ کی طرف راجع ہے (تو) خدا اس کو داخل کرے گا۔
== خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا: یُدْخِلہ کی ضمیر مفعول سے حال ہے فِیْھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب جَنّٰتٍ کی طرف راجع ہے۔
خٰلِدِیْنَ جمع کا صیغہ بلحاظ معنی آیا ہے۔ اگرچہ اس کا مرجع یُدْخِلْہُ میں ضمیر مفعول ہٗ واحد مذکر ہے۔
== قَدْ اَحْسَنَ قَدْ تحقیق۔ اَحْسَنَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِحْسَانٌ (افعال) مصدر۔ تحقیق اس نے اچھا بنایا۔ اس نے اچھا کیا۔ اس نے احسان کیا۔
== رِزْقًا تمیز کی وجہ سے منصوب ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
بے شک خدا نے اس کو خوب رزق دیا ہے۔
قَدْ اَحْسَنَ اللّٰہُ لَہٗ رِزْقًا۔ یہ جملہ یا تو یُدْخِلْہُ کی ضمیر مفعول سے حال ہے یا خٰلِدِیْنَ کی ضمیر جمع مذکر غائب سے حال ہے۔
۶۵ : ۱۲ == اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ۔ اَللّٰہُ مبتدا۔ الَّذِیْ اسم موصول واحد مذکر۔ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ جملہ فعلیہ ہو کر صلہ اپنے موصول کا۔ صلہ موصول مل کر خبر اپنے مبتدا کی۔ خدا ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے۔
== وَمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای وخلق من الارض مثلھن۔ مِنْ بیان جنس کے لئے ہے۔ مِثْلَھُنَّ مضاف مضاف الیہ ھُنَّ ضمیر جمع مؤنث

غائب سَمٰوٰتٍ کی طرف راجع ہے۔ اور زمین بھی اسی نے ان کی مانند بنائی یا پیدا کی)
مِثْلَهُنَّ سے کیا مُراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔
۱:۔ مِثْلَهُنَّ۔ فی العدد (خازن، بیضاوی، جلالین) یعنی سات آسمانوں کی طرح سات زمینیں۔
۲:۔ وقیل الارض واحدۃ الا ان الاقالیم سبعۃ۔ کہتے ہیں کہ زمین ایک ہے لیکن مشتمل بر ہفت اقالیم ہے (مدارک التنزیل)
۳:۔ مِثْلَهُنَّ فِی الْخَلْقِ: یعنی اپنی خلقت کے لحاظ سے ساتوں آسمان اور زمین ایک ہی قسم کے مادہ سے بنائے گئے ہیں۔
۴:۔ تفہیم القرآن میں مِثْلَهُنَّ پر ایک نوٹ اس طرح دیا گیا ہے:
انہیں کی مانند کا مطلب یہ ہے کہ:۔
جیسے متعدد آسمان اس نے بنائے ہیں ویسی ہی متعدد زمینیں بھی بنائی ہیں۔ اور "زمین کی قسم سے" کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح یہ زمین جس پر انسان رہتے ہیں اپنی موجودات کے لئے فرش اور گہوارہ بنی ہوئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کائنات میں اور زمینیں بھی تیار کر رکھی ہیں جو اپنی آبادیوں کے لئے فرش اور گہوارہ ہیں بلکہ بعض مقامات پر قرآن میں یہ اشارہ بھی کر دیا گیا ہے کہ جاندار مخلوقات صرف زمین پر ہی نہیں ہیں بلکہ عالم بالا پر بھی پائی جاتی ہیں۔ (مثال کے طور پر ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد چہارم الشوریٰ آیت ۲۹ حاشیہ ۵۰)
بالفاظ دیگر آسمان میں یہ جو بیشمار تارے اور سیارے نظر آتے ہیں یہ سب ڈھنڈار پڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ زمین کی طرح ان میں بھی بکثرت ایسے ہیں جو اُن میں دنیائیں آباد ہیں۔
قدیم مفسرین میں سے صرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایسے مفسر ہیں جنہوں نے اس دور میں اس حقیقت کو بیان کیا تھا جب آدمی اس کا تصور تک کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ کائنات میں اس زمین کے سوا کہیں اور بھی ذی عقل مخلوق بستی ہے:
(مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد ۵ سورۃ الطلاق آیت ۱۲۔ حاشیہ ۲۳۔ اور روح المعانی تفسیر سورۃ الطلاق آیت ۱۲)
== يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ۔ یتنزل مضارع واحد مذکر غائب تَنَزُّلٌ (تفعل) مصدر۔ نازل ہوتا ہے، اترتا ہے۔
اَلْاَمْرُ۔ حکم، معاملہ، کام۔ یہاں مراد احکام خداوندی ہیں۔

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ. مطلب یہ ہے کہ انہی سات آسمانوں میں اور زمین میں خدائے عزّوجلّ کا حکم اور اس کی قضاء وقدر نافذ العمل رہتی ہے، ای یجری امر اللہ تعالیٰ و قضاءہ وقدرہ (روح المعانی)

= لِتَعْلَمُوْا - لام تعلیل کا ہے تَعْلَمُوْا مضارع جمع مذکر حاضر، عِلْمٌ باب سمع مصدر نون اعرابی عامل کے سبب سے حذف ہوگیا ہے۔ تاکہ تم جان لو۔

= اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ - اَنَّ تحقیق، بے شک، یقیناً حرف مشبہ بالفعل ہے اللّٰہَ اسم اَنَّ قَدِیْرٌ خبر۔ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ متعلق خبر۔ یہ جملہ مجموعاً تَعْلَمُوْا کا مفعول ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

= وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا - اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ، کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اپنے احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے۔

اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب احاطۃ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ عِلْمًا بوجہ تمیز منصوب ہے۔

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اللّٰہَ اسم اَنَّ قَدْ اَحَاطَ اس کی خبر بِكُلِّ شَىْءٍ عِلْمًا متعلق خبر:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(٦٦) سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (١٢)

٦٦: ١ — يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ يا حرفِ ندا۔ النَّبِيُّ منادیٰ۔ منادیٰ اگر معرف باللام ہو
تو اَيُّهَا کو حرفِ ندا اور منادیٰ کے درمیان لاتے ہیں۔ جیسے يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ
يٰاَيَّتُهَا الْمَرْاَةُ۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)
= لِمَ: یہ مرکب ہے لامِ تعلیل اور مَا استفہامیہ سے مَا کے الف کو تخفیفاً ساقط
کردیا گیا ہے۔ کیوں۔ کس لئے۔ کس وجہ سے۔
= تُحَرِّمُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر۔ تَحْرِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ تو حرام کرتا ہے
— مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ۔ مَا موصولہ اَحَلَّ ماضی واحد مذکر غائب اِحْلَالٌ (افعال)
مصدر۔ اس نے حلال کیا۔

ترجمہ:۔
اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کردیا ہے آپ
ان کو کیوں حرام کرتے ہیں؟
= تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ، تَبْتَغِيْ مضارع
کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تو تلاش کرتا ہے۔ تو ڈھونڈھتا ہے۔
تو چاہتا ہے۔
مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ: اَزْوَاجِكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مَرْضَاتَ
مضاف کا۔
مَرْضَاةٌ مصدر میمی و اسم مصدر۔ پسند کرنا۔ رضامند ہونا۔ پسندیدگی، خوشنودی
رضامندی۔
• ترکیب آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں :۔

۱۔ تُحَرِّمُ میں ضمیر فاعل سے حال ہے۔ یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم) اپنی بیویوں کی خوشنودی کی تلاش میں آپ اس چیز کو جو اللہ نے آپ کے لئے حلال کر رکھی ہے (اپنے اوپر) حرام کیوں کرتے ہیں؟

۲۔ یہ جملہ مستانفہ ہے آپ چاہتے ہیں اپنی بیویوں کی خوشنودی اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:۔

یا یہ جملہ مستانفہ ہے جس میں تحریم کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ: یعنی آپ سے یہ بات ہو گئی کہ اللہ نے جس چیز کو آپ کے لئے حلال کر دیا تھا آپ نے اس کو قسم کھا کر اپنے لئے حرام کر لیا۔ اللہ آپ کی اس بات کو معاف کرنے والا ہے۔

رَحِیْمٌ: یعنی اللہ نے آپ پر رحمت کی کہ خودساختہ تحریم سے نکلنے کا راستہ اس نے آپ کو بتا دیا اور آپ سے مؤاخذہ نہیں کیا اور آپ کو ناجائز امر سے بچانے کے لئے اظہار ناگواری کر دیا۔ (تفسیر مظہری)

۳۔ یا یہ جملہ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ جملہ مفسرہ ہے اور یہ تُحَرِّمُ کی تفسیر ہے اور ازواج کی خوشنودی مقصودِ تحریم ہو۔

۴۔ یہ استفہام انکاری ہے اور اس سے قبل ہمزہ استفہامیہ محذوف ہے ای اَتَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ کیا آپ اپنی بیویوں کی رضامندی ڈھونڈتے ہیں؟ یعنی کیا اس حرام کرنے میں اپنی بیویوں کی رضامندی چاہتے ہو! یعنی ایسا نہ کرو یہ ایک قسم کی ناپسندیدہ بات ہے (تفسیر حقانی)

فائدہ:۔ اکثر مفسرین کے مطابق علامہ آلوسی رح بھی تحریم کا مفہوم امتناع ہی بیان کرتے ہیں۔ والمراد بالتحریم الامتناع (روح المعانی) مطلب یہ کہ آپ ایک حلال چیز کو استعمال کرنے سے کیوں اجتناب کرتے ہیں۔

= وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہے۔ علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں۔

فِیْهِ تَعْظِیْمُ شانه صلی اللہ علیه وسلم لان ترك الاولی بالنسبة الی مقامه السامی الکریم یعد کالذنب وان لم یکن فی نفسه کذلك وان عتابه صلی اللہ علیه وسلم لیس الا لمزید الاعتناء به:

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں تعظیم شان ہے کہ آپ کے مقام عالی و مقام کریم کی نسبت سے

ترکِ اولیٰ کو بھی گناہ کی مانند لیا گیا اگرچہ فی نفسہٖ ایسا نہ تھا۔ اور آپ پر عتاب نہیں تھا۔ بجز اس کے کہ مزید اعتناء کی وجہ سے تھا۔

۲:۲۶ == قَدْ فَرَضَ اللهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے قسموں کا کھول دینا بھی فرض کر دیا ہے۔ (ترجمہ حقانی)

قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کی طرف قریب کر دیتا ہے۔

فَرَضَ لَكُمْ تم پر فرض کر دیا ہے۔ فرض کرنا عموماً عَلٰی کے صلہ کے ساتھ آتا ہے نہ کہ لام کے ساتھ اس کی تشریح علامہ پانی پتی رح یوں کرتے ہیں:۔

لام انتفاع کے لئے آتا ہے اور عَلٰی ضرر کے لئے۔ اور اس جگہ نفع کا مفہوم مقصود ہے کیونکہ کفارہ واجب کرنے سے یہ فائدہ ہو جاتا ہے کہ خود ساختہ تحریم حنث میں تبدیل ہو جاتی ہے اور قسم شکنی کا گناہ دور ہو جاتا ہے۔ کفارہ وہی ہے جس کا ذکر سورۃ مائدہ میں کر دیا گیا ہے۔

سورۃ مائدہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ (۵:۸۹)

(خدا تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر (جن کے خلاف کرو گے) مواخذہ کرے گا۔ تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا۔ جو تم اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یا ان کو کپڑے دینا۔ یا ایک غلام آزاد کرنا۔ اور جس کو یہ میسر نہ ہو وہ تین روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم قسم کھا لو (اور اسے توڑ دو) اور تم کو چاہیئے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو)

تَحِلَّةَ مصدر ہے حَلَّلَ کا۔ یہاں فَرَضَ لَكُمْ کے بطور مفعول مستعمل ہے لہٰذا منصوب ہے۔ تَحِلَّةَ کا وزن تفعلۃ ہے جو باب تفعیل کا دوسرا وزن ہے جیسے كَرَّمَ سے تَكْرِيْمٌ و تَكْرِمَةٌ اور كَمَّلَ سے تَكْمِيْلٌ و تَكْمِلَةٌ دونوں وزن آتے ہیں۔ یہ بھی حَلَّلَ تَحْلِيْلٌ کا دوسرا مصدر ہے۔ بمعنی گرہ کھولنا۔ کھول ڈالنا۔ حلال کرنا۔

جملہ قَدْ فَرَضَ اللهُ ...... اَيْمَانِكُمْ کا مطلب ہوا کہ خدا تعالیٰ نے تم لوگوں کی قسموں کی گرہ کشائی کا کفارہ بیان کر دیا ہے جس کو ادا کر کے گرہ کشائی فرض کر دی گئی ہے

پس قسم کھا کر جو گرہ تم نے ڈال لی تھی اس کے کھولنے کا طریقہ یہ ہے کہ کفارہ ادا کرو اور پابندی سے آزادی حاصل کرو۔

= اَیْمَانِکُمْ: مضاف مضاف الیہ مل کر تَحِلَّۃَ (مضاف) کا مضاف الیہ، اپنی قسموں کی گرہ کشائی

= وَاللّٰہُ مَوْلٰىکُمْ: اللہ تمہارا رفیق و کارساز ہے۔

وَلِیَ یَلِیْ وَلْیٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) سے اسم فاعل کا صیغہ وَالٍ، وَلِیٌّ ہے۔

اَلْوَلْیُ وَالْوِلَاءُ وَالتَّوَالِیْ کے اصل معنی دو یا دو سے زیادہ چیزوں کا اس طرح یکے بعد دیگرے آنا کہ ان کے درمیان کوئی ایسی چیز نہ آئے جو کہ ان میں سے نہ ہو۔ پھر استعارہ کے طور پر قرب کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے خواہ وہ قرب بلحاظ مکان یا نسب یا بلحاظ دین۔ دوستی یا نصرت کے ہو یا بلحاظ اعتقاد کے۔

اَلْوَلِیُّ وَالْمَوْلٰى دونوں کبھی اسم فاعل یعنی مَوَالٍ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں اور کبھی اسم مفعول یعنی مُوَالٰی کے معنی میں آتے ہیں۔ وَلِیٌّ (جمع اولیاء) کے معنی محبت کرنے والا دوست، مددگار، کارساز، حلیف، تابع، کام کا منتظم وغیرہ ہیں۔ اسم فاعل کے معنی کے استعمال کی صورت میں کہیں گے اَللّٰہُ وَلِیُّكَ اللہ تیرا حافظ و نگران ہے اور اسم مفعول کی صورت میں کہیں گے اَلْمُؤْمِنُ وَلِیُّ اللّٰهِ مومن اللہ کا فرمانبردار ہے۔ یا جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ (۳: ۶۸) اور اللہ مومنوں کا کارساز ہے۔ اور اسم مفعول کی صورت میں فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ (۶۶: ۴) اور اگر پیغمبر (کی ایذار) پر باہم اعانت کروگے تو خدا ان کا حامی اور دوست دار ہے

= وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ: اور وہ دانا اور حکیم ہے۔

اَلْعَلِیْمُ: عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اسماء الٰہی میں سے ہے۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال اکثر اللہ تعالیٰ کی صفت ہی میں ہوا ہے۔

اَلْحَكِیْمُ: حکمت والا۔ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے حکمۃ مصدر۔

صاحب تفسیر حقانی تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق و کارساز ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں تمہیں دقت اور تنگی پیش آئے گی اور ہمیشہ کے لئے ایک مباح چیز امت میں حرام سمجھی جائے گی۔ اور یہ اصول شریعت محمدیہ کے خلاف ہے اللہ تعالیٰ حکیم و علیم ہے کسی چیز کو ممنوع اور حرام قرار دینا اس کے عواقب امور پر نظر کرکے اسی کا کام ہے پھر جس کو وہ حرام نہ بنائے تم بھی حرام نہ بناؤ۔

۶۶:۳ == وَاِذْ واؤ عاطفہ ہے اِذْ فعل اُذْکُرْ (محذوف) سے موضع نصب میں ہے۔ اور یاد کر جب .....

== اَسَرَّ اِلٰی۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْرَارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے چھپا کر کہا۔ اس نے آہستہ بات کی۔ اس نے رازدارانہ بات کی۔

== اَزْوَاجِہٖ مضاف مضاف الیہ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّبیُّ ہے اپنی بیویوں (میں سے) ایک سے۔

== حَدِیْثًا۔ بات، احادیث جمع۔

== فَلَمَّا شرط۔

== نَبَّاَتْ بِہٖ۔ نَبَّاَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر۔ اس عورت نے خبر دیدی۔ بات بتادی۔ اطلاع دی۔ بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مؤنث غائب حَدِیْثًا کے لئے ہے۔

یعنی جب اس بیوی نے وہ بات جو اس سے رازدارانہ کہی گئی تھی آگے بیان کردی یعنی کسی دوسری کو بات بتادی۔

== وَاَظْھَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ واؤ عاطفہ اَظْھَرَ ماضی واحد مذکر غائب اظہار (افعال) مصدر بمعنی ظاہر کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع یا تو حَدِیْث ہے (یعنی وہ بات جو کہ رازدارانہ بتائی گئی تھی) یا اس راز دارانہ بات کو آگے کسی کو بتادینے کا فعل ہے۔ عَلَیْہِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع النّبِیّ ہے۔ اور اللہ نے اس کو نبی پر ظاہر کردیا۔

== عَرَّفَ بَعْضَہٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ عَرَّفَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل کا مرجع النّبِیّ ہے تعریف (تفعیل) مصدر۔ اس نے جتلایا۔ آپ (رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) نے (اس بیوی کو) کچھ بتلادیا۔ یعنی اس میں سے جو اللہ نے آپ پر ظاہر کیا۔ کچھ اس بیوی کو جتلادیا۔ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ اور (اس میں سے) کچھ سے اعراض کیا یعنی کچھ نہ بتلایا۔

== فَلَمَّا۔ شرط۔ پس جب .....

== نَبَّاَھَا۔ نَبَّاَ ماضی واحد مذکر غائب تَنْبِئَۃ (تفعیل) مصدر ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب جس کا مرجع وہ بیوی جس نے راز دارانہ بات آگے بتادی تھی اور جس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی ظاہر کردہ بات میں سے کچھ جتلائی تھی۔ بِہٖ ضمیر واحد مذکر

رازدارانہ بات کے لئے ہے۔

== قَالَتْ جوابِ شرط: تو اس (بیوی) نے کہا۔

== مَنْ اَنْبَاَكَ ۔ مَنْ استفہامیہ ۔ اَنْبَاَ ماضی واحد مذکر غائب ۔ اِنْبَاءٌ (افعال) مصدر ۔ بمعنی خبر دینا ۔ بتلانا ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر جس کا مرجع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ ھٰذَا یہ بات ۔ آپ کو اس بات کی خبر کس نے دی ہے ۔

== قَالَ ۔ ای قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۔

== نَبَّاَنِیَ ۔ اس نے مجھے بتایا ۔ اس نے مجھے آگاہ کیا ۔ نَبَّاَ ماضی واحد مذکر غائب تَنْبِئَۃٌ (تفعیل) مصدر ۔ نِ وقایہ یؔ ضمیر واحد متکلم ۔

== اَلْعَلِیْمُ : عِلْمٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ خوب جاننے والا ۔ بڑے علم والا ۔

== اَلْخَبِیْرُ خَبَرٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ۔ خبردار ۔ دانا ۔

۴:۶۶ == اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ جملہ شرط ہے ۔ جس کا جواب محذوف ہے ۔ تقدیر کلام یوں ہے ۔ اِنْ تَتُوْبَا اِلَى اللّٰهِ فھو الواجب ۔ اگر تم دونوں بیبیاں اللہ کے حضور توبہ کرلو تو یہ تمہارے لئے واجب ہے ۔

== فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۔ فَ تعلیلیہ ہے ۔ دل کی کجی موجب ہے گناہ کی اور گناہ کے بعد توبہ واجب ہے ۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو حال کے قریب تر لے آتا ہے ۔

== صَغَتْ : ماضی واحد مؤنث غائب صَغْوٌ صَغْیٌ (باب نصر، وفتح) جھک جانا جھک پڑنا ۔ مائل ہو جانا ۔ کیونکہ تمہارے دل (سیدھی راہ سے) ہٹ ہی گئے ہیں ۔

صاحب تفہیم القرآن تحریر فرماتے ہیں :-

اصل الفاظ ہیں فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا صَغْوٌ عربی زبان میں مڑ جانے اور ٹیڑھا ہو جانے کے معنی میں بولا جاتا ہے ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رح نے اس جملہ کا ترجمہ کیا ہے : "ہر آئینہ کج شدہ است دل شما"، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب رح کا ترجمہ ہے "کج ہو گئے ہیں دل تمہارے" ۔

حضرات عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ، سفیان ثوری رح اور ضحاک نے اس کا مفہوم بیان کیا ہے زاغت قلوبکما تمہارے دل راہ راست سے ہٹ گئے ہیں ۔

امام رازی رح اس کی تشریح میں کہتے ہیں ۔ عدلت و مالت عن الحق و ھو حق

الرسُولِ صلّی اللہ علیہ وسلم حق سے ہٹ گئے ہیں اور حق سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے۔

اور علامہ آلوسی رح کی تشریح یہ ہے:۔

مالت عن الواجب من موافقتہ صلّی اللہ علیہ وسلم یحب ما یحبہ کرا ھتہ مایکرھہ الیٰ مخالفتہ یعنی تم پر واجب تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ پسند کریں اسے پسند کرنے میں اور جو کچھ ناپسند کریں اُسے ناپسند کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کریں۔ مگر تمہارے دل اس معاملہ میں آپ کی موافقت سے ہٹ کر آپ کی مخالفت کی طرف مڑ گئے ہیں" (تفہیم القرآن جلد ششم)

== وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ۔ جملہ شرطیہ۔ تَظٰهَرَا۔ مضارع کا صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر، اصل میں تتظاھران تھا۔ ایک تاء حذف ہو گئی اور نون اعرابی اِنْ شرطیہ کے آنے سے ساقط ہو گیا۔

اگر تم دونوں (بیبیاں) آپ کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرو گی۔ آپ کے خلاف ایکا کرو گی۔ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو گی: تَظَاهُرٌ (تفاعل) مصدر۔

== فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ۔ جملہ جواب شرط۔ (تو خوب جان لو) کہ اللہ تعالیٰ آپ کا مددگار اور سازگار ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۲:۶٦ متذکرۃ الصدر)

مَوْلیٰ کا معنی یہاں ناصر ہے اور تمام کے لئے یہی معنی درست ہے۔

لا مانع من ان یکون المولیٰ فی الجمیع بمعنی الناصر (روح المعانی)

یعنی اللہ تعالیٰ بھی حضور کا مددگار ہے جبریل اور صالح المؤمنین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں۔

صالح بظاہر واحد ہے لیکن اس سے مراد جنس ہے جس کا قلیل اور کثیر سب پر اطلاق ہوتا ہے۔

بعض کا یہ قول ہے کہ اصل میں صالحون جمع تھا۔ اضافت کی وجہ سے نؔ گر گیا۔ صالح المؤمنین ہو گیا۔ لیکن یہاں واؤ کا تلفظ بھی نہیں کیا جاتا اس لئے کاتبان قرآن نے واؤ کی کتابت بھی ترک کردی اور صالح المؤمنین لکھنے پر اکتفار کیا۔ اس قسم کے شواہد قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں۔ سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۱ میں وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ مکتوب ہے اصل میں وَيَدْعُوْ ہے لیکن چونکہ واؤ کا تلفظ نہیں ہے اس لئے کتابت بھی ترک کردی گئی

صَالِحُ۔ نیک، اچھا، بھلا۔ صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ صَالِحُ الْمُؤمِنِیْن اضافتِ عہدی ہے مراد اس سے انبیاء علیہم السلام ہیں۔

ذھب غیر واحد الیٰ ان الاضافۃ للعھد فقیل: المراد بہ الانبیاء علیھم السلام۔ (روح المعانی)۔

لیکن بعض کے نزدیک اس سے مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں، بعض کے نزدیک حضرت ابوبکر اور بعض کے نزدیک حضرت عمر اور بعض کے نزدیک اس سے مراد جملہ خلفاء اربعہ ہیں۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اور بعض نے کہا ہے کہ صالح المؤمنین سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متبعین اور اعوان اور آپ کے گرداگرد جمع ہونے والے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور ساتھی ہیں۔

بعض نے اس سے مراد مخلص مومن لئے ہیں جو منافق نہیں ہیں:۔ واللہ اعلم:۔

ظَهِيْرٌ: پشتیبان۔ یاور، مددگار۔ مظاھرۃ (مفاعلۃ) مصدر سے بروزن فعیلٌ بمعنی فَاعِلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔

سید مرتضیٰ زبیدی تاج العروس میں لکھتے ہیں:۔

ظَهِيْرٌ بروزن اَمِيْرٌ بمعنی معین و مددگار ہے واحد اور جمع دونوں میں اس کا استعمال یکساں ہے اور ظہیر کی جمع اس لئے نہیں بنائی کہ فَعِيْلٌ اور فَعُوْلٌ دونوں میں مذکر و مؤنث اور جمع کا استعمال یکساں طور پر ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۲۶: ۱۶) بلاشبہ ہم دونوں رب العالمین کے فرستادہ ہیں۔

اور وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ (۶۶: ۴)

اگر فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ پر وقف کیا جائے تو اگلے جملہ میں جِبْرِيْلُ مبتدا۔ اور وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ دونوں معطوف جن کا عطف جبریل پر ہوگا۔ اور ظہیر سب کی خبر۔ اور بَعْدَ ذٰلِكَ متعلق خبر۔

۶۶: ۵ — عَسٰى۔ افعال مقاربہ میں سے ہے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتا ہے۔ اس کی خبر ہمیشہ فعل مضارع ہوتی ہے۔ عَسٰى امید کے واسطے آتا ہے اور خبر کے قرب کے لئے وضع کیا گیا ہے اس کی خبر کے ساتھ اکثر اَنْ آتا ہے یہ فعل غیر منصرف ہے اور ماضی کے سوا اس کوئی صیغہ نہیں آتا۔

اس کے معنی پسندیدہ بات میں امید کے اور ناپسندیدہ بات میں اندیشہ اور کھٹکے کے ہیں مثلاً قرآن مجید میں ہے:۔

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ (۲: ۲۱٦) اور توقع ہے کہ ایک چیز تم کو بُری لگے اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور اندیشہ ہے کہ ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ بُری ہو تمہارے حق میں۔

(نیز ملاحظہ ہو ۴۷: ۲۲)

عَسٰى رَبُّهٗ۔ عَسٰى فعل مقاربہ، رَبُّهٗ اس کا فاعل (اس کا اسم) اَنْ يُّبْدِلَهٗ ..... جملہ اس کی خبر ہے۔

= اِنْ طَلَّقَكُنَّ جملہ شرطیہ۔ عَسٰى رَبُّهٗ اَنْ يُّبْدِلَهٗ اَزْوَاجًا خَيْرًا ...... الخ جواب شرط۔ اَزْوَاجًا مفعول يُبْدِلَ کا بدیں وجہ منصوب ہے۔

خَيْرًا اور مُسْلِمَاتٍ ...... اَبْكَارًا صفات ہیں اَزْوَاجًا کی اور بوجہ صفت ہونے اپنے موصوف کی اَزْوَاجًا کی مطابقت میں منصوب ہیں۔

رَبُّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اِنْ خبریہ طَلَّقَكُنَّ۔ طَلَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تطلیق (تفعیل) مصدر بمعنی طلاق دینا کُنَّ ضمیر مفعول جمع مؤنث حاضر۔ اس نے تم کو طلاق دی۔ وہ تمہیں طلاق دیدے اَنْ مصدریہ۔ يُبْدِلَهٗ۔ يُبْدِلَ مضارع واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اِبْدَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ اس کو (تمہارے) بدلہ میں دیگا۔

= اَزْوَاجًا (منصوب بوجہ مفعول) بیبیاں زَوْجٌ کی جمع۔ اصل میں ازواج جوڑے کو کہتے ہیں۔ حیوانات کے جوڑے میں سے نر ہو یا مادہ ہر ایک کو زَوْج کہتے ہیں۔

= خَيْرًا۔ ازواجًا کی صفت ہے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ مِنْكُنَّ جار مجرور۔ تم میں سے بہتر۔ مُسْلِمٰتٍ مُسْلِمَةٌ کی جمع اِسْلَامٌ سے اسم فاعل کا صیغہ، فرمانبردار۔

مُؤْمِنٰتٍ مُؤْمِنَةٌ کی جمع اِيْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ایمان والیاں۔ ایماندار

قٰنِتٰتٍ قَانِتَةٌ واحد۔ قُنُوْتٌ (باب نصر) مصدر سے ق ن ت مادہ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، خشوع اور خضوع کرنے والیاں۔ قُنُوْتٌ کے معنی ہیں عاجزی اور خشوع کے ساتھ فرمانبرداری میں لگے رہنا۔ تٰٓئِبٰتٍ۔ تَوْبَةٌ (باب نصر) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث، توبہ کرنے والیاں۔

عٰبِدٰتٍ، عِبَادَۃٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل صیغہ جمع مؤنث، پوجنے والیاں، عبادت کرنے والیاں
سٰئِحٰتٍ۔ سیاح مادہ (س ی ح) (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث۔ لغوی کے اصل معنی سیاحت کرنے والے ہیں۔

مفسرین کے اس کی مراد کی تعیین میں مختلف اقوال ہیں۔

(۱) بعض کے نزدیک اس سے مراد روزہ دار ہیں۔

(۲) بعض کے نزدیک اس سے مراد طلباء علوم دینیہ ہیں۔

(۳) بعض نے اس سے مراد زاہد اور پارسا لئے ہیں۔ جو دنیا کی زندگی مسافرانہ طریقہ سے گذارتے ہیں اور آخرت کی زندگی کو اصل سمجھتے ہیں اور کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل پر عامل ہیں

لیکن اکثریت نے اس سے مراد روزہ رکھنے والے ہی لیا ہے اسی طرح آیت ہذا میں روزہ رکھنے والیاں ہی مراد لیا ہے جیسا کہ (۹: ۱۱۲) میں السائحون کا ترجمہ روزہ رکھنے والے ہی کیا ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المفردات، قاموس القرآن از قاضی زین العابدین۔

== ثَیِّبٰتٍ۔ ثَوْبٌ (باب نصر) کے اصل معنی ہیں کسی چیز کا اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ آنا۔ ثیبۃ بیوہ یا مطلقہ عورت کو کہا جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی خاوند سے جدا ہو کر (گویا اپنی پہلی حالت کی طرف) لوٹ آتی ہے۔

== اَبْکَارًا۔ بِکْرٌ کی جمع ہے بکرٌ کنواری لڑکی کو کہتے ہیں۔ کنواریاں۔

الفائدہ۔ آیات ۱۔۵ میں امہات المؤمنین کی ازدواجی زندگی کے تین واقعات بیان ہوئے ہیں۔

پہلا واقعہ آیات ۱۔۲ میں مذکور ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض بیویوں کی خوشنودی کی خاطر کسی ایسی چیز کو اپنے لئے ممنوع قرار دے دیا جو ان کا حلال تھی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا کرنا پیغمبر دین کے لئے زیبا نہیں لہٰذا حکم فرمایا کہ کفارہ ادا کرکے یہ قسم توڑ دی جائے

دوسرے واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی زوجہ محترمہ سے کوئی راز کی بات کہی تھی اور تنبیہ فرمائی کہ آگے کسی کو نہ بتانا لیکن انہوں نے ازواج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی سے یہ راز افشاء کر دیا اس کی بابت اللہ نے آپ کو مطلع فرما دیا آپ نے اس زوجہ محترمہ سے جس سے رازدارانہ بات کہی تھی اس امر کی شکایت کی انہوں نے دریافت فرمایا کہ آپ کو کیسے علم ہوا آپ نے فرمایا کہ خداوند علیم وخبیر نے مطلع فرمایا ہے،

دونوں بیویوں کی سرزنش فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ تم دونوں خدا سے اپنے کئے پر توبہ کرو تو تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایکا کر لیا تو تم ان کا کچھ نہ بگاڑ

سکو گی۔ ان کی مدد کے لئے خداوند تعالیٰ، جبریل، صالح المومنین، اور ملائکہ کی نصرت ہر وقت موجود ہے
(آیات ۳، ۴)

تیسرے واقعہ کا اشارہ آیت نمبر ۵ میں ہے اس کے پس منظر میں کئی عوامل ہیں منجملہ ان کے چند یہ ہیں۔

۱۔ پہلا واقعہ جو اوپر مذکور ہوا۔
۲۔ دوسرا واقعہ جو ابھی اوپر آیا ہے۔
۳۔ بیبیوں کی طرف سے وسعت نفقہ کی درخواست۔
۴۔ حضرت زینب کی طرف سے تین بار ہدیہ کا واپس کرنا اور ہر مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہدیہ میں اضافہ کرنا۔
۵۔ ازواج مطہرات کا قدرتی طور پر نسوانی فطرت کے زیر اثر ایک دوسری سے رشک و رقابت
۶۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت کہ جب آپ نے حالات کے تحت اپنی ازواج مطہرات سے کنارہ کشی کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ننگی چٹائی پر استراحت فرما ہیں جس کی وجہ سے پہلو پر چٹائی کے نشان پڑ گئے ہیں

جب ان حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر آپ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے ایک ماہ کے لئے کنارہ کشی کی تو ان کی تادیب میں آیت ۵ نازل ہوئی۔ ۲۹ دن گذر جانے پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر کہا۔ آپ کی قسم پوری ہو گئی ہے اور مہینہ مکمل ہو گیا ہے۔ اس دوران امہات المومنین نے آیت شریفہ میں مندرجہ تنبیہات کے پیش نظر اپنے کئے پر ندامت کا اظہار کیا اور پھر کبھی ایسی بات کا صدور نہ ہوا۔ (نیز ملاحظہ ہو سورت الاحزاب آیت نمبر ۳۳، ۲۸، ۳۴)

۶:۶۶ = يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ یا حرف ندا ہے الذین امنوا موصول و صلہ مل کر منادیٰ اے ایمان والو۔ اے مومنو! (نیز ملاحظہ ہو ۶۶:۱۔ يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ)

= قُوْا۔ فعل امر معروف جمع مذکر حاضر۔ لفیف مفروق وقایۃ مصدر (باب ضرب) قِ امر معروف واحد مذکر حاضر۔ یہ تَقِيْ مضارع معروف سے بنایا گیا ہے۔ علامت مضارع کو شروع سے اور ی حرف علت کو آخر سے گرا دیا گیا ہے قِ رہ گیا۔

گردان فعل امر حاضر یوں ہو گی۔

قِ۔ قِيَا۔ قُوْا۔ قِيْ، قِيَا، قِيْنَ۔ اسم فاعل واقٍ۔ وِقَايَةٌ وقاءٌ کے معنی ہیں کسی چیز کو مضر اور نقصان پہنچانے والی چیزوں سے بچانا۔ وق، ی مادہ تقویٰ بھی اسی مادہ سے مشتق ہے

قُوْا۔ تم بچاؤ۔

= اَنْفُسَكُمْ (اپنی جانوں کو) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ اور اَهْلِيْكُمْ (اپنی اہل و عیال کو) مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، معطوف علیہ اور معطوف مل کر دونوں قُوْا فعل امر کے مفعول اوّل۔ نَارًا مفعول ثانی۔ (اپنی جانوں کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

= وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ: نَارًا کی صفت۔

وَقُوْدُهَا مضاف مضاف الیہ، وَقُوْدُ ایندھن جس سے آگ جلائی جاتے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔ (جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں)

= عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ۔ یہ بھی صفت ہے نَارًا کی۔ (اس پر بے رحم اور زبردست فرشتے مقرر ہیں۔

عليها ملٰئكةٌ۔ ای انهم متو كلون عليها۔ ان کو نار جہنم پر پہرہ دار مقرر کیا گیا ہے

غِلَاظٌ؛ غلیظ کی جمع، سخت دل۔ بے رحم۔ شداد، شدید کی جمع، سخت، زبردست مضبوط۔ یہ فرشتوں کی صفت ہے۔

دوزخ کے فرشتوں کو زبانیۃ کہا جاتا ہے چنانچہ اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۔ (۹۶: ۱۸) ہم بھی اپنے مؤکلان دوزخ کو بلائیں گے۔

لَا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا اَمَرَهُمْ۔ مَلٰٓئِكَةٌ کی صفت ہے۔ لَا يَعْصُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ عِصْيَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نافرمانی نہیں کرتے۔ اَللّٰهَ اسم مفعول فعل لَا يَعْصُوْنَ کا۔ لہٰذا منصوب ہے مَا موصولہ عائد محذوف ای لا یعصون اللّٰہ الذی امرهم به۔ یعنی اللہ جس کا انہیں حکم دیتا ہے وہ اس کے بجالانے میں نہ نہیں کرتے

= وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔ یہ جملہ ملائکہ کی صفت ثانی ہے۔ واو عاطفہ ہے مَا موصولہ يُؤْمَرُوْنَ اس کا صلہ۔ موصول و صلہ مل کر يَفْعَلُوْنَ کا مفعول۔ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اَمْرٌ (باب نصر) مصدر۔ اور وہ وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا جاتا ہے۔

۶۶: ۷ = لَا تَعْتَذِرُوْا۔ فعل نہی۔ جمع مذکر حاضر۔ اِعْتِذَارٌ (افتعال) مصدر۔ تم بہانے مت بناؤ۔ تم عذر مت کرو۔ تم معذرت مت کرو۔ عذر کے معنی ہیں انسان کا کسی ایسی بات کو تلاش کرنا جو اس کے گناہوں کو مٹا دے۔

= اَلْيَوْمَ: اسم ظرف زمان۔ آج کے دن، یعنی قیامت کے دن۔ یہ کفار سے اس وقت کہا جائے گا جب ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ يقال لهم هذا عند دخولهم النار۔

= تُجْزَوْنَ : مضارع مجہول جمع مذکر حاضر جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم بدلہ دیئے جاؤ گے تم جزا دیئے جاؤ گے۔

= مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، مَا موصولہ كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ماضی استمراری۔ جو تم کیا کرتے تھے (دنیا میں)

۸:۶۶ = تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ۔ تُوْبُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر تَوْبَةٌ (باب نصر) مصدر، اللہ کے سامنے توبہ کرو۔

= تَوْبَةً نَّصُوْحًا۔ تَوْبَةً مفعول مطلق موصوف نَصُوْحًا (خالص) اس کی صفت، مفسرین نے نَصُوْحًا کے مختلف معانی لکھے ہیں۔

۱:۔ نَصُوْحٌ نِصَاحَةٌ سے مشتق ہے۔ اس کے معنی ہیں سینا (کپڑے کے ٹکڑوں کو جوڑ دینا) گناہوں کی وجہ سے دین اور تقویٰ میں شگاف پڑ جاتا ہے ، یہ اس شگاف کو جوڑ دیتے ہے

۲:۔ نصوح مبالغہ کا صیغہ ہے نصح (باب فتح) سے مشتق ہے۔ نُصْحٌ کا معنی ہے قول و عمل سے اپنے ساتھی کی خیر خواہی۔ حقیقت میں ناصح تائب کی صفت ہوتی ہے۔ توبہ کے ساتھ نصوح کا صیغہ کہنا مجازًا بطور مبالغہ ہے۔ یا

۳:۔ نُصْحٌ کا معنی خلوص ہے عَسَلٌ نَاصِحٌ۔ خالص شہد۔ خالص توبہ۔ یعنی ریا اور دکھاوے سے اور طلب شہرت سے خالص توبہ۔

۴:۔ بغوی نے لکھا ہے کہ عمر نے کہا کہ توبۂ نصوح یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرلے پھر گناہ کی طرف دوبارہ نہ لوٹے۔

۵:۔ حسن نے کہا کہ توبۂ نصوح یہ ہے کہ آدمی پچھلے گناہوں پر پشیمان ہو اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلے۔

۶:۔ کلبی نے کہا کہ زبان سے استغفار کرنا۔ دل سے پشیمان ہونا۔ اور اعضاء کو گناہ سے روک دینا توبۂ نصوح ہے۔ وغیرہ۔

= عَسٰى رَبُّكُمْ امید ہے کہ تمہارا پروردگار (نیز ملاحظہ ہو ۵:۶۶)

= اَنْ مصدریہ۔ يُّكَفِّرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ تَكْفِيْرٌ (تفعیل) مصدر، وہ دور کر دے۔ وہ ساقط کر دے۔ سَيِّاٰتِكُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہاری برائیاں۔ سیئات جمع ہے سیئۃ کی۔ برائی۔

وَيُدْخِلَكُمْ : واؤ عاطفہ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے (مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ)

اِدْخَالٌ (افعال) مصدر۔ اور وہ تم کو داخل کرے۔

= یَوْمَ یا تو یُدْخِلَکُمْ کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے یا فعل اُذْکُرْ محذوف کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

= لَا یُخْزِی۔ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِخْزَاءٌ (افعال) مصدر، وہ ذلیل نہیں کرے گا وہ رسوا نہیں کرے گا۔ وہ خوار نہیں کرے گا۔

اَلنَّبِیَّ مفعول فعل لا یخزی کا۔ الؔ عہد کا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَہٗ۔ اس جملہ کا عطف النبی پر ہے (جس روز اللہ نبی کو اور اس کے ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

= نُوْرُھُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْھِمْ وَ بِاَیْمَانِھِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ہر دو جملہ موضع حال میں ہیں۔

ان کا نور ان کے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہو گا اور وہ کہہ رہے ہوں گے، اے ہمارے رب ہمارا نور ہمارے لئے مکمل کردے اور ہم سے درگذر فرما۔ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔

ذیل میں صاحب تفہیم القرآن کی تشریح نقل کی جاتی ہے۔

" اس آیت کو سورۃ الحدید کی آیات ۱۲-۱۳- کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اہل ایمان کے آگے آگے نور کے دوڑنے کی یہ کیفیت اس وقت پیش آئے گی جب وہ میدان حشر سے جنت کی طرف جا رہے ہوں گے وہاں ہر طرف گھپ اندھیرا ہو گا جس میں وہ سب لوگ ٹھوکریں کھا رہے ہوں گے جن کے حق میں دوزخ کا فیصلہ ہو گا۔ اور روشنی صرف اہل ایمان کے ساتھ ہو گی جس کے سہارے وہ اپنا راستہ طے کر رہے ہوں گے اس نازک موقع پر تاریکیوں میں بھٹکنے والے لوگوں کی آہ و فغاں سُن سُن کر اہل ایمان پر خشیت طاری ہو رہی ہو گی اور اپنے قصوروں اور اپنی کوتاہیوں کا احساس کر کے انہیں اندیشہ لاحق ہو گا کہ کہیں ہمارا نور بھی نہ چھن جائے اور ہم ان بدبختوں کی طرح ٹھوکریں کھاتے نہ رہ جائیں اس لئے وہ دعا کریں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے قصور معاف فرما دے اور ہمارے نور کو جنت کے پہنچنے تک ہمارے لئے باقی رکھ۔

ابن جریرؒ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ:۔ کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ ان کا نور اس وقت تک باقی رکھا جائے

اور اُسے بجھنے نہ دیا جائے۔ جب تک وہ پل صراط سے بخیریت نہ گذر جائیں۔

حضرت حسن بصری رح اور حضرت مجاہدؒ اور ضحاک رح کی تفسیر بھی قریب قریب یہی ہے۔ ابن کثیر رح نے ان کا قول یہ نقل کیا ہے کہ:۔

”اہل ایمان جب دیکھیں گے کہ منافقین نور سے محروم رہ گئے ہیں تو وہ اپنے حق میں اللہ تعالیٰ سے تکمیلِ نور کی دعا کریں گے“

اَتْمِمْ۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، اِتْمَامٌ (افعال) مصدر۔ تو پورا کر دے۔

۶۶: ۹ = جَاهِدِ الْكُفَّارَ۔ جَاهِدْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، مُجَاهَدَةٌ (مفاعلۃ) مصدر تو جہاد کر، تو لڑائی کر، مجاہدۃ کے معنی دشمن کی مدافعت میں مقدور بھر کوشش و طاقت صرف کرنا۔

جہاد کی تین قسمیں ہیں:۔

۱:۔ ظاہری دشمن سے جہاد۔

۲:۔ شیطان سے جہاد۔

۳:۔ اپنے نفس سے جہاد۔

یہاں جہاد نمبرا، مراد ہے۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَ تُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ (۶۱: ۱۱) اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو، یہاں تینوں قسموں کا جہاد مُراد ہے۔

الْكُفَّارَ مفعول بہ وَالْمُنٰفِقِيْنَ مفعول ثانی۔ (جہاد کرو کفار اور منافقین سے)

= وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ: واؤ عاطفہ اُغْلُظْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ غِلْظَةٌ (باب نصر) مصدر بمعنی سختی کرنا۔ کسی کے خلاف تندخو ہونا، عَلَيْهِمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار و المنفقین ہیں۔

مَاْوٰهُمْ: مضاف مضاف الیہ مَاْوٰی اسم ظرف (مصدر۔ قیام کرنا۔ رہنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام، سکونت، ٹھکانا، اَوٰی یَاْوِیْ۔ ماضی و مضارع (باب ضرب) اُوِیٌّ بھی مصدر ہے اگر صلہ میں اِلٰی ہو تو پناہ پکڑنے اور فروکش کا معنی ہوگا۔ لیکن اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے۔ باب افعال سے اٰوٰی یُؤْوِیْ اِیْوَاءٌ متعدی ہے بمعنی کسی کو جگہ دینا۔

مَاْوٰهُمْ ان کا ٹھکانا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الکفار و المنفقین ہے۔

بِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ بِئْسَ فعل ذم ہے اس کی گردان نہیں آتی۔ اصل میں بَئِسَ تھا۔ بروزن سَمِعَ عین کلمہ کے اتباع میں اس کے فا کلمہ کو کسرہ دیا گیا پھر تخفیف کے لئے عین کلمہ کو ساکن کر لیا گیا بِئْسَ ہو گیا۔

اَلْمَصِيْرُ اسم ظرف لوٹنے کی جگہ، صَارَ يَصِيْرُ سے نیز صار یصیر کا مصدر بھی (مصدر میمی) بمعنی لوٹنا۔ بِئْسَ الْمَصِيْرُ بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ۔ ضَرَبَ فعل اَللّٰهُ فاعل۔ مَثَلًا مفعول اول۔ اِمْرَاَتَ نُوْحٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف علیہ واؤ عاطفہ اِمْرَاَتَ لُوْطٍ مضاف مضاف الیہ مل کر معطوف، ہر دو مفعول اول فعل ضرب کے، مفعول اول کو مؤخر اس لئے کیا گیا کہ وہ اور اس کی تفسیر متصل رہیں اور ان کے معنی کی وضاحت بھی ساتھ ہی رہے۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِمْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ بدل ہے مَثَلًا سے۔

ضَرَبَ کا معنی ایک چیز کو دوسری پر مارنا ہے۔ مختلف اعتبارات سے یہ لفظ بہت سے معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) فَضَرْبَ الرِّقَابِ (۴:۴۷) ان کی گردنیں اڑا دو۔

(۲) وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ (۴: ۱۰۱) اور جب تم سفر کو جاؤ۔ اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اور (آخر کار) ذلت ان سے چپٹا دی گئی۔ وغیرہ ذلک۔

ضَرْبُ الْمَثَلِ کا محاورہ ضَرْبُ الدَّرَاهِمِ (دراہم کو ڈھالنا) سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں کسی بات کو اس طرح بیان کرنے کے کہ اس سے دوسری بات کی وضاحت ہو

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا۔ متعلق مَثَلًا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال بیان فرمائی ہے

كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ جملہ مستانفہ ہے اور ضرب المثل (نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثال) کی تفسیر ہے۔

عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ موصوف وصفت (وہ دونوں عورتیں ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے ماتحت تھیں یعنی ان کی بیویاں تھیں)

فَخَانَتٰهُمَا، خَانَتَا ماضی تثنیہ مؤنث غائب خِیَانَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ ان دو عورتوں نے خیانت کی۔ ھُمَا ضمیر مفعول تثنیہ مذکر غائب ان دو مردوں کی، یعنی ان ہر دو عورتوں نے اپنے خاوندوں سے بے وفائی کی، دغا کی۔

فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْئًا۔ فَ تعقیب کا۔ لَمْ یُغْنِیَا مضارع نفی جحد بلم صیغہ تثنیہ مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دونوں مرد کام نہ آسکے۔ وہ دونوں (مرد) دفع نہ کرسکے۔ عَنْهُمَا میں ھُمَا ضمیر تثنیہ مؤنث غائب کے لئے ہے (یعنی وہ دونوں عورتیں)

مِنَ اللّٰهِ۔ اللہ کے عذاب سے۔ اللہ کے مقابلہ میں۔

شَیْئًا کچھ بھی۔

مگر وہ اللہ کے مقابلہ میں ان دونوں عورتوں کے کچھ کام نہ آسکے، (یعنی ان کو عذاب الٰہی سے نہ بچا سکے)

وَقِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ۔ ای وقیل لھما ادخلا۔ اور ان دونوں عورتوں کو کہا گیا (دونوں کو حکم دیا گیا) تم دونوں عورتیں داخل ہوجاؤ جہنم میں۔

الدّٰخِلِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ داخل ہونے والوں کے ساتھ۔

۶۶: ۱۱ = وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ اس کی ترکیب بھی آیت نمبر ۱۰ مذکورہ بالا کی طرح ہے۔

اِمْرَاَتَ فِرْعَوْنَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ فرعون غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِذْ قَالَتْ: ظرف لمحذوف ای وضرب اللّٰہ مثلا للذین اٰمنوا حال امرأت فرعون اذ قالت :۔ اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں (کی تسلی) کے لئے مثال کے طور پر فرعون کی بی بی کا حال بیان فرمایا ہے کہ جب اس نے کہا۔

مفسرین بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ جادوگروں پر غالب آگئے تو اس سے متاثر ہوکر حضرت آسیہ (فرعون کی بیوی) ایمان لے آئیں۔ فرعون کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے اسے طرح طرح کے عذاب دینے شروع کر دیئے۔ یہاں تک کہ اس نے حضرت آسیہ رضی کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ جب ان کو اس کا علم ہوا تو انہی مناجات میں اپنے رب سے دعا کی۔

رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ .... مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔

(تفسیر مظہری وتفسیر ایسر التفاسیر)

رَبِّ ۔ ای یا ربی ۔ اے میرے پروردگار۔

اِبْنِ ۔ فعل امر، واحد مذکر حاضر۔ بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو بنا، تو تعمیر کر دے

عِنْدَكَ : اپنے پاس ۔ قریبا من رحمتك ۔ اپنی رحمت کے قریب ۔ اللہ کی ذات مکان سے پاک ہے۔

نَجِّنِیْ ۔ نَجِّ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَنْجِیَۃٌ (تفعیل) مصدر ن ج و مادہ ۔ نِیْ ضمیر مفعول واحد متکلم ۔ تو مجھے نجات دے ۔

وَ عَمَلِہٖ ۔ اور اس کے عمل سے ای وھو الکفر وعبادۃ غیر اللہ تعالیٰ ۔ یعنی فرعون کا عمل اس کا کفر اور غیر اللہ کی عبادت ہے ۔ یا فرعون کے عمل سے مراد اس کی آسیہ کو ایذار رسانی ہے ۔

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ یعنی ان لوگوں سے نجات دے جنہوں نے کفر ومعصیت کر کے خود اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور اللہ کے بندوں کو عذاب دیتے ہیں اور ان پر ظلم کرتے ہیں مطلب یہ کہ ان قبطیوں سے نجات دے جو فرعون کے تابع ہیں ۔

اس قصہ کے ذیل میں بیان کیا گیا ہے کہ فرعون نے ایک بڑا پتھر حضرت آسیہ کے اوپر ڈال دینے کا حکم دیا ۔ حسب الحکم جب ان پر ڈالنے کے لئے ایک عظیم پتھر لایا گیا تو انہوں نے کہا ۔ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ ۔ دعا کرنی تھی کہ انہوں نے اپنا موتی کا گھر جنت میں دیکھ لیا اور روح بدن سے پرواز کر گئی ۔ جب پتھر ان پر ڈالا گیا تو نعش بے جان تھی، پتھر کے نیچے دبنے کی کوئی اذیت ان کو نہ پہنچی،

وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ ۔ واؤ عاطفہ، مریم ابنت عمران معطوف جس کا عطف امرات فرعون پر ہے ای وضرب اللہ مثلا للذین اٰمنوا مریم ابنت عمران اور اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے مومنوں کی تسلی کے لئے مثال مریم بنت عمران کی ۔

اَلَّتِیْ اسم موصول واحد مؤنث : جس نے ،

اَحْصَنَتْ ۔ ماضی واحد مؤنث غائب ۔ اِحْصَانٌ (افعال) مصدر بمعنی عصمت و عزت کی حفاظت ، اس عورت نے محافظت کی ،

فَرْجَھَا : مضاف مضاف الیہ ۔ اپنے فرج کی ، اَلْفَرْجُ وَالْفُرْجَۃُ کے معنی دو چیزوں کے درمیان شگاف کے ہیں ۔ جیسے دیوار میں شگاف ، یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی ، اور کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ (۲۳: ۵) اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

شگاف کے معنوں میں قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰: ۶) اور اس میں کوئی شگاف تک نہیں۔

اَلَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا: جس نے اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھا۔

فَنَفَخْنَا فِيْهِ۔ فَ عاطفہ، بمعنی پس، پھر، تو۔ نَفَخْنَا ماضی جمع متکلم: نَفْخٌ (باب نصر) مصدر فیہ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب کا مرجع فرج ہے۔ پھر ہم نے اس میں پھونک دیا۔ مطلب یہ ہے ہمارے حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونک ماردی۔

بندوں کے تمام افعال کا خالق اللہ ہی ہے اور اللہ کے حکم سے جبریل علیہ السلام نے پھونکا تھا پھونک کا خالق اللہ ہی تھا۔ اس لئے پھونکنے کی نسبت بجائے جبریل کے اپنی طرف کردی۔

مِنْ رُّوْحِنَا۔ اخفش کے نزدیک مِنْ زائد ہے۔ بغیر کسی توسط کے اللہ نے روح کو پیدا کی پس تخلیق روح کا تعلق براہ راست اللہ سے ہوا۔

مطلب یہ ہوا کہ ہم نے اس کے فرج میں اپنی روح کو پھونک دیا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ روح فی الواقع فرج میں ہی پھونکا جائے یا گریبان پر پھونکا جائے اور اس کا اثر شرم گاہ تک پہنچ کر حمل پر منتج ہو۔ حضرت عیسیٰ کی پیدائش ایک معجزہ ہے جس میں طبعیاتی جزئیات کو کوئی دخل نہیں پس خدا کی طرف سے اللہ کی خلق کردہ روح جسم میں حضرت مریم کے پھونک دی اور وہ حاملہ ہوگئی۔

فَائِدَہ: آیت ہذا میں حضرت مریم علیہا السلام کی چند صفات مذکور ہوئی ہیں،۔

۱:۔ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا۔ اس نے اپنی شرم گاہ کی محافظت کی،

۲:۔ وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا: اپنے رب کا کلام برحق سمجھتی تھیں

۳:۔ وَصَدَّقَتْ) بِكُتُبِهٖ اور اس کی کتابوں کی تصدیق کرنے والی تھیں۔

۴:۔ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ: اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھیں

صَدَّقَتْ۔ ماضی واحد مؤنث غائب تصدیق (تفعیل) مصدر اس نے تصدیق کی۔ اس نے سچ مانا۔

بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا۔ كَلِمٰت جمع کلمۃ کی بمعنی احکام۔ اس کے دیگر معانی بھی قرآن مجید میں آتے ہیں۔ کلمات مضاف رَبِّهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، اپنے رب کے احکام

مِنَ الْقٰنِتِیْنَ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ اَلْقٰنِتِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر۔ معرف باللام قُنُوْتٌ (باب نصر) مصدر بمعنی خضوع اور عاجزی کرنا۔ قَانِتٌ خضوع اور عاجزی کرنے والا۔ خضوع کے ساتھ اطاعت کرنے والا۔ فرماں بردار۔ اطاعت کے فرائض کو ادا کرنے والا۔

اور وہ اطاعت کرنے والوں میں سے تھیں۔

حدیث مرفوع میں ہے کہ:۔

کل قنوت فی القرآن فھو الطاعۃ (رواہ احمد فی مسندہٖ)

قرآن مجید میں ہر قنوت (سے مراد) طاعت ہے۔ اس لئے قَانِتٌ ہو یا قَانِتَاتٌ ہو یا قَانِتُوْنَ ہو۔ یا اس کا ماضی یا مضارع اس کے معنی میں اطاعت کا مفہوم ضرور ہوگا خواہ قرینے کو دیکھ کر یا شان نزول کے تحت کوئی بھی ترجمہ کیا جائے۔

اسی لئے امام راغب رح نے المفردات میں لکھا ہے کہ:۔

قُنُوْتٌ کے معنی ہیں۔ اطاعت مع الخضوع ۔

تمت بالخیر :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبَارَكَ الَّذِیْ (٢٩)

المَلک ، القَلم ، الحَاقة ، المَعارج
نوح ، الجنّ ، المزمّل ، المدثر
القیامة ، الدھر ، المرسلٰت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۶۷) سُوْرَۃُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ

۶۷: ۱ = تَبٰرَكَ: ماضی واحد مذکر غائب تَبَارُكٌ (تفاعلٌ) مصدر۔ وہ بہت برکت والاہے، وہ بڑی برکت والاہے، مخاطب کا تَبَارَكْتَ بھی آتاہے صرف ماضی کا صیغہ مستعمل ہے اور وہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے آتاہے اسی لئے بعض لوگ اسے اسم فعل بتاتے ہیں۔

البرکۃ کے معنی کسی شے میں خیرالٰہی ثابت ہونا کے ہیں۔ آیت ہذا میں تنبیہ کی ہے کہ وہ تمام خیرات جن کو لفظ تبارک کے تحت ذکر کیاہے ذات باری تعالیٰ ہی کے ساتھ مختص ہے

اَلَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ اَلَّذِیْ اسم موصول۔ الملک مبتدا، بِيَدِهٖ خبر، دونوں مل کر موصول کا صلہ اور یہ سارا جملہ مل کر فاعل ہے تَبٰرَكَ کا۔

بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں (دارین کی) بادشاہت ہے۔

= وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ واؤ عاطفہ، جملہ کا عطف صلہ بِيَدِهِ الْمُلْكُ پر ہے۔

اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نِ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ:

نِ۔ نون قطنی، جس حرف پر تنوین (یعنی دو زبر یا دو زیر یا دو پیش) ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نون مکسور سے بدل کر پڑھیں گے۔ قرآن مجید میں ایسے کئی مقامات پر چھوٹا سا نون بھی لکھا ہوا ہوتاہے اس نون کو نونِ قطنی کہتے ہیں۔

الذی اسم موصول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ اس کا صلہ، صلہ موصول مل کر خبر مبتدا محذوف کی

ای ھوالذی ....

لِیَبۡلُوَکُمۡ: لام تعلیل کا۔ یَبۡلُوَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام، واحد مذکر غائب بَلَاءٌ (باب نصر) مصدر تاکہ وہ آزمائش کرے۔ تاکہ وہ چھانٹ چھانٹ کر الگ الگ کردے کُمۡ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر (مفعول اول) اَیُّ استفہامیہ، مضاف کُمۡ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ اَحۡسَنُ افعل التفضیل کا صیغہ، بہت اچھا۔ عَمَلًا تمیز (ازروئے عمل) اَحۡسَنُ عَمَلًا خبر مبتدا کی۔ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا۔ جملہ مفعول دوم ہے فعل یَبۡلُوَ کا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

جس نے پیدا کیا موت اور زندگی کو تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے

وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ: واؤ عاطفہ ھُوَ مبتدا۔ اَلۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ: معطوف علیہ ومعطوف مل کر خبر مبتدا کی۔ اور وہ بڑا زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔

۶۷: ۳ = اَلَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا۔ یہ جملہ یا تو ھُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے یا اَلۡغَفُوۡرُ (آیت سابقہ) کی خبر ہے۔

طِبَاقًا کے منصوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ کی صفت ہے کیونکہ یہ مصدر ہے اس لئے جمع کی صفت واقع ہو سکتی ہے۔

طِبَاقًا۔ طبق بر طبق، تہ بر تہ۔ یعنی بے ہنگم اور بکھری ہوئی صورت میں نہیں بلکہ ایسی عمدگی سے ترتیب دیئے گئے کہ ایک دوسرے کے اوپر منطبق نظر آتے ہیں۔

مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ، تَفٰوُتٍ بروزن (تفاعل) مصدر ہے بمعنی بے ضابطگی، فرق، فَوۡتٌ سے مشتق ہے اختلافِ اوصاف کے معنی دیتا ہے گویا ایک کا وصف دوسرے سے فوت ہوگیا یا دونوں میں سے ہر ایک سے دوسرے کا وصف جاتا رہا۔

اگر مَا نافیہ ہے تو ترجمہ ہوگا:۔

تو رحمان کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق نہیں پائے گا۔

اور اگر مَا استفہام انکاری ہے تو ترجمہ ہوگا:۔

کیا تو نے رحمن کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کوئی فرق دیکھا۔؟

پورا جملہ۔ مَا تَرٰی فِیۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ مِنۡ تَفٰوُتٍ حال ہے سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ کا؛

مِنْ تَفٰوُتٍ مَا نافیہ کی صورت میں مِنْ زائدہ ہے یا تبعیضیہ ہے۔
مِنْ حرف جار ہے مختلف معانی کے لئے مستعمل ہے۔
۱:۔ ابتدائیہ بمعنی سے۔ اس معنی کے لئے مِنْ کا استعمال بکثرت ہے مثلاً اِنَّہٗ مِنْ سُلَیْمٰنَ (۳۰:۲۷) یا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (۱۷: ۱) وغیرہ۔
۲:۔ تبعیضیہ۔ جیسے مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ (۲: ۲۵۳) وغیرہ
۳:۔ بیانِ جنس کے لئے۔ یہ اکثر مَا یا مَھْمَا کے بعد آتا ہے۔ جیسے مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ (۳۵: ۲) اور مَھْمَا تَاْتِنَا بِہٖ مِنْ اٰیَۃٍ (۷: ۱۳۲) اور کبھی مَا و مَھْمَا کے بغیر بھی آتا ہے جیسے یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ۔ (۱۸: ۳۱)
۴:۔ تعلیلیہ۔ یعنی حکم کی علت اور سبب بیان کرنے کے لئے جیسے مِمَّا خَطِیْٓئٰتِھِمْ اُغْرِقُوْا (۷۱: ۲۵)
۵:۔ بدلیہ۔ بمعنی بجائے۔ بمقابل۔ جیسے اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ: ای بدل الاٰخرۃ۔
۶:۔ تجاوز کے لئے۔ عَنْ کا مرادف، جیسے فَوَیْلٌ لِّلْقٰسِیَۃِ قُلُوْبُھُمْ مِّنْ ذِکْرِ اللّٰہِ (۳۹: ۲۲) یعنی اللہ کی یاد کو چھوڑ کر جن کے دل سخت پڑ گئے ہیں۔
۷:۔ باء کا مرادف" جیسے یَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِیٍّ۔ (۴۲: ۴۵)
۸:۔ فِیْ کا مرادف جیسے اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ (۶۲: ۹) جب جمعہ کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے۔
۹:۔ عِنْدَ کا مرادف۔ جیسے لَنْ تُغْنِیَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ شَیْئًا۔ (۵۸: ۱۷) یہ قول ابو عبیدہ کا ہے عام علماء کے نزدیک اس جگہ مِنْ بدلیہ ہے۔
۱۰:۔ عَلٰی کا مرادف: جیسے وَنَصَرْنٰہُ مِنَ الْقَوْمِ (۲۱: ۷۷) یعنی عَلَی الْقَوْمِ
۱۱:۔ مِنْ فارقہ۔ یعنی ایک چیز کو دوسری چیز سے جدا کرنے کے لئے۔ یہ مِنْ دو متضاد چیزوں میں سے اول پر نہیں دوسری پر آتا ہے۔ جیسے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ (۲: ۲۲۰) یہ قول ابن مالک کا ہے
۱۲:۔ زائدہ۔ عموم کا معنی پیدا کرنے کے لئے جیسے مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ (۶۷: ۳)

۱۳۔ رُبَمَا کا مترادف : یہ قول صرف سیرافی اور ابن خروف، اور ابن طاہر کا ہے، قرآن مجید میں اس کی کوئی مثال نہیں۔

۱۴۔ غایت کے لئے : جیسے رَاَیْتُہٗ مِنْ ذٰلِکَ الْمَوْضِعِ : میں نے اس کو اس جگہ تک دیکھا۔ اس مثال میں مِنْ بمعنی اِلٰی ہے :

فَارْجِعِ الْبَصَرَ : یہ شرط محذوف کی جزاء ہے یعنی اگر تمہارا خیال ہو کہ بار بار دیکھنے سے آسمانوں کی تخلیق میں کچھ عدم تناسب دکھائی دے گا تو پھر دیکھ لو۔ (تفسیر مظہری)

فَ جواب شرط کے لئے ہے اِرْجِعْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ رُجُوْعٌ (باب نصر) مصدر تو لوٹا۔ پھر (نگاہ) لوٹا کر دیکھ لو۔

هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ۔ هَلْ استفہام تقریری ہے۔ مِنْ زائدہ ہے یا تبعیضیہ ہے فُطُوْرٌ۔ اسم فعل، رخنہ، عیب، شگاف، اَلْفَطْرُ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ کے اصل معنی کسی چیز کو (پہلی مرتبہ) طول میں پھاڑنے کے ہیں۔ اَفْطَرَ هُوَ فُطُوْرًا۔ روزہ افطار کرنا۔ اِنْفِطَارٌ پھٹ جانا۔ آیت ہذا میں فطور بمعنی شگاف یا خلل ہے۔ بھلا تجھ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے۔

ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ۔ اس جملہ کا عطف فَارْجِعْ پر ہے اور تثنیہ (یعنی لفظ کَرَّتَیْنِ جو کَرَّۃٌ کا تثنیہ ہے) تکثیر کے لئے ہے۔ صرف دو دفعہ دیکھنا مراد نہیں ہے بلکہ بار بار دیکھنا مراد ہے پھر بار بار نگاہ ڈالو۔

== یَنْقَلِبْ : مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر۔ وہ (نگاہ تیری طرف) لوٹے گی

خَاسِئًا : خَسْأٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، بمعنی درماندہ، ذلیل و خوار، تھک کر رہ جانے والا۔ دھتکارا ہوا۔ عربی میں ہے خَسَاْتُ الْکَلْبَ فَخَسَاَ میں نے کتے کو دھتکارا پس وہ دور ہو گیا۔

کسی کو دھتکارنے کے لئے عربی میں اِخْسَاْ کہا جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے :۔ اِخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ (۲۳:۱۰۸) اسی میں ذلت کے ساتھ پڑے رہو اور میرے ساتھ کلام نہ کرو، اسی سے خَسَاَ الْبَصَرُ کا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں نظر درماندہ ہو کر منقبض ہو گئی۔ (خ س ء۔ حروف مادہ)

خَاسِئًا حال ہے یَنْقَلِبْ کے فاعل اَلْبَصَرُ سے :

== وَهُوَ حَسِیْرٌ۔ یہ جملہ بھی اَلْبَصَرُ کا دوسرا حال ہے حَسِیْرٌ تھکا ہوا۔ درماندہ،

حَسُوْرٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی ہیں تھکنا عاجز ہونا۔ بروزن (فعیلٌ) صفت مشبہ کا صیغہ بمعنی فَاعِلٌ بھی ہوسکتا ہے یعنی تھکنے والا۔ عاجز، اور بمعنی مفعول بھی یعنی تھکا ہوا اور درماندہ۔

۶۷: ۵ = وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ : واؤ عاطفہ لَقَدْ میں لام تاکید کا اور قَدْ ماضی پر داخل ہوکر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے اور فعل ماضی کو حال سے قریب کردیتا ہے زَيَّنَّا ماضی جمع متکلم تَزْيِيْنٌ (تفعیل) مصدر۔ ہم نے زینت دی۔ ہم نے سنوارا۔ ہم نے آراستہ کیا۔ السَّمَآءَ موصوف الدُّنْيَا صفت، موصوف وصفت مل کر زَيَّنَّا کا مفعول الدُّنْيَا۔ دَانِيَةٌ اور دَنِيَّةٌ کا اسم تفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ اول صورت میں اس کے معنی بہت قریب اور نزدیک کے ہیں اور دوسری صورت میں بہت ذلیل اور بہت حقیر کے معنی ہیں۔ اس کی جمع دُنًى ہے جیسے کُبْرٰی کی جمع کُبَرٌ اور صُغْرٰی کی جمع صُغَرٌ ہے۔ جب دنیا کا استعمال آخرت کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی اول اور پہلے کے ہوتے ہیں اور جب قُصْوٰی کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب کے ہوتے ہیں۔

اَلسَّمَآءَ الدُّنْيَا نیچے والا آسمان جو دوسرے آسمانوں سے زمین کے سب سے زیادہ قریب ہے بِمَصَابِيْحَ۔ ب حرف جر مصابیح جمع جو منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور بوجہ غیر منصرف ہونے کے مفتوح ہے جیسے مَسَاجِدُ۔ مَصَابِيْحُ بمعنی چراغ۔ جمع ستاروں کو چراغ اس لئے کہا گیا کہ وہ بھی چراغوں کی طرح روشن وتاباں ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور ہم نے قریب کے آسمان کو (ستاروں کے) چراغوں سے روشن وآراستہ کر رکھا ہے

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ۔ جملہ معطوف ہے جَعَلْنَا کا عطف زَيَّنَّا پر ہے: هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع مَصَابِيْحَ ہے جَعَلْنَا کا مفعول اوّل ہے اور رُجُوْمًا مفعول ثانی ہے۔ رُجُوْمًا آلات سنگ باری رَجْمٌ کی جمع ہے رَجْمٌ اصل میں مصدر ہے اور جس چیز کے لئے سنگسار کیا جائے اس کے لئے بطور اسم مستعمل ہے۔

فَائِدَہ: مطلب آیت کا یہ ہے کہ شیاطین جب ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننا چاہتے ہیں تو ان کے مارنے کے لئے ستاروں کو ہم نے آتشیں پتھر بنایا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ستارے اپنی جگہ سے ہٹ کر شیطانوں پر پتھروں کی طرح برستے ہیں بلکہ ان سے مجسم شعلے پھوٹ کر

شیطانوں پر برستے ہیں۔

وَاَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ۔ اَعْتَدْنَا کا عطف زَیَّنَّا پر ہے لَھُمْ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع الشیاطین ہے۔ عَذَابَ السَّعِیْرِ مضاف مضاف الیہ مل کر اَعْتَدْنَا کا مفعول ہے۔

السَّعِیْرِ۔ دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ، سَعْرٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی آگ بھڑکانا۔ سے بروزن فعیل بمعنی مفعول ہے دہکتی ہوئی آگ۔ دوزخ

مطلب یہ کہ وہ شیاطین جو ملائکہ کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے ہیں ان کو شہاب ثاقب کی شکل میں ستاروں سے سنگباری ہوتی ہے۔ اور آخرت میں ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۶:۶۷ == وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ عَذَابُ جَھَنَّمَ۔ عَذَابُ جَھَنَّمَ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔ للذین کفروا بربھم خبر مقدم۔ جھنم غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ، جملہ حالیہ ہے یا جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ اور وہ برا ٹھکانا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو (۹:۶۶)

۶۷: ۷ — اِذَآ اُلْقُوْا فِیْھَا۔ اِذَا ظرف زمان ہے (شرطیہ) جب، جس وقت،

اُلْقُوْا ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈالنا۔ فِیْھَا میں ضمیر ھَا واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔ یعنی جب کافروں کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔

سَمِعُوْا لَھَا شَھِیْقًا: جواب شرط۔ لَھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے لَھَا حال ہے شَھِیْقًا سے جو سَمِعُوْا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔ شَھِیْقًا نکرہ تھا اس لئے حال کو اس سے پہلے مقدم کر دیا۔ (تفسیر المظہری)

شَھِیْقٌ گدھے کی آواز۔ یعنی گدھے جیسی آواز جہنم کی آگ سے نکلتی ہوئی سنیں گے یہ آگ کی آواز ہوگی یا ان لوگوں کی جو اِن داخل ہونے والوں سے پہلے جہنم میں جا چکے ہوں گے یا خود ان کی ہوگی" (المظہری)

وَھِیَ تَفُوْرُ: یہ جملہ لَھَا کی ضمیر سے حال ہے یا فِیْھَا کی ضمیر سے حال ہے ھِیَ ای جہنم۔ تَفُوْرُ: مضارع واحد مؤنث غائب۔ فَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی اچھلنا۔ جوش مارنا۔ فَوْرٌ کا استعمال آگ کے، ہنڈیا کے اور غصہ کے جوش مارنے اور ابلنے کے لئے ہوتا ہے۔

۶۷: ۸ = تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ، مِنَ الْغَيْظِ کا تعلق تَمَيَّزُ سے ہے اور پورے جملے میں تَفُوْرُ کے فاعل (یعنی جہنم) کی حالت بیان کی ہے۔

تَكَادُ مضارع واحد مؤنث غائب تَمَيَّزُ (تفعّل) مصدر اصل میں تَتَمَيَّزُ تھا۔ ایک ت حذف ہوگئی۔ ایک دوسرے سے جُدا ہونا۔ پھٹ جانا۔ (قریب ہے کہ) پھٹ جائے

صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں:۔

اثبات ان للنار حسًا و ادراکًا و ارادۃً والقران اثبت للنار انھا تغتاظ وتبصر وتتکلم و تطلب المزید کما قال ھھنا۔ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ۔ وقال: اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا۔

(۲۵: ۱۲) جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو (غضبناک ہو رہی ہو گی اور یہ) اس کے جوشِ (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔

وقال: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ؎

(۵۰: ۳۰) اس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کیا تو بھر گئی ہے؟ وہ کہیگی کچھ اور بھی ہے۔

غَيْظ کے معنی سخت غصہ کے ہیں۔ یعنی وہ حرارت جو انسان اپنے دل کے دورانِ خون کے تیز ہونے پر محسوس کرتا ہے۔

اگر غیظ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے انتقام لینا مراد ہوتا ہے جیسے فرمایا وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ۝ (۲۶: ۵۵) اور یہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔ یعنی وہ اپنی مخالفانہ حرکتوں سے ہمیں انتقام پر آمادہ کر رہے ہیں۔

اور تغیظ کے معنی اظہار غصہ کے ہیں (جو کبھی ایسی آواز کے ساتھ ہوتا ہے جو سنائی دے۔ جیسا کہ آیۃ ہذا زیرِ مطالعہ۔

ترجمہ ہو گا:۔

تو وہ اس کے جوش غضب اور اس کے چیخنے اور چلانے کو سنیں گے۔

= كُلَّمَا: یہ لفظ مرکب ہے كُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں ظرفیت کی وجہ سے لفظ كُلَّ ہمیشہ منصوب رہتا ہے۔ اس میں ظرفیت مَا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ مَا حرف مصدری ہے یا اسم نکرہ ہے بمعنی وقت کے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے جیسے آیت ہذا وغیرہ۔ جب، جب بھی۔

اُلْقِيَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی ڈالنا۔ اُلْقِيَ وہ

ڈالا گیا۔
فِیْھَا میں ھا ضمیر واحد مونث غائب جہنم (آیت ۶) کے لئے ہے۔
= فَوْجٌ: گروہ، لشکر، فوج۔ مراد یہاں کفار کی جماعت ہے۔
سَاَلَھُمْ خَزَنَتُھَا۔ سَاَلَ کا فاعل خَزَنَۃُ ہے جو خازِنٌ کی جمع ہے بمعنی داروغہ، نگہبان۔
چوکیدار، خزانچی، یہ مضاف ہے ھا مضاف الیہ، اس کا مرجع بھی جہنم ہے ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فَوْجٌ کے لئے ہے۔
اَلَمْ یَاْتِکُمْ: استفہام تقریری ہے۔ لَمْ یَاْتِ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، کیا تمہارے پاس نہیں آیا۔؟
نَذِیْرٌ، بمعنی جمع ہے جیسا کہ اگلا جملہ اِنْ اَنْتُمْ ..... سے ظاہر ہے یا یہ مصدر ہے اور مضاف الیہ ہے۔ جس کا مضاف محذوف ہے ای اَھْلُ اِنْذَارٍ (ڈرانے والے)
مطلب یہ کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے نہیں آئے تھے (یعنی پیغمبر)
۶۷: ۹ — قَالُوْا۔ ماضی بمعنی مستقبل۔ یعنی وہ لوگ جن سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تمہارے پاس اللہ کے عذاب سے ڈرانے والے رسول نہیں آئے تھے۔ وہ جواب میں کہیں گے۔
بَلٰی۔ ہاں۔ الف اس میں اصلی ہے بعض کہتے ہیں کہ زائد ہے۔ اصل میں بَلْ تھا۔ اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تانیث کے لئے ہے کیونکہ اس میں امالہ ہوتا ہے،
بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے:
۱۔ ایک تو نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ۔ (۶۴: ۷) کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔
۲۔ دوسرے یہ کہ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہے خواہ استفہام حقیقی ہو۔ جیسے الیس زید بقائم (کیا زید کھڑا نہیں ہے) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔
یا استفہام توبیخی، جیسے ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامہ بلٰی قادرین علیٰ ان نسوی بنانہ (۷۵: ۳، ۴) انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔ کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ اس کی پور پور درست کر دیں۔
یا استفہام تقریری ہو جیسے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی ج شَھِدْنَا (۷: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں (تو ہی ہے) ہم گواہ ہیں۔

قَدْ جَآءَ نَا نَذِيْرٌ: یہ جملہ بَلٰی کے مفہوم کی تاکید کے لئے ہے
فَكَذَّبْنَا: فَ بمعنی لیکن۔ لیکن ہم نے نذیر کو جھٹلایا۔ جھوٹا قرار دیا۔
وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اور ہم نے کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا۔ یعنی (اے ڈرانے والو!) نہ ہی تمہیں اللہ نے بھیجا۔ اور نہ ہی کوئی چیز نازل کی۔ (اس سے انہوں نے اللہ کے رسولوں اور اس کی نازل کردہ کتب سے انکار کر دیا)
اِنْ اَنْتُمْ: میں ان نافیہ ہے۔ تم لوگ خود ہی گمراہی صریح میں پڑے ہوئے ہو۔
۶۷: ۱۰ = وَقَالُوْا: اس کا عطف گذشتہ قَالُوْا پر ہے اور یہ کلام کفار کا دوزخ پر مامور فرشتوں سے ہے۔
لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ۔ لَوْ شرطیہ، جملہ شرطیہ ہے مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ: جواب شرط
اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ مضاف۔ مضاف الیہ۔ اہل دوزخ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۷: ۵ متذکرۃ الصدر)
اگر ہم خدا کے عذاب سے ڈرانے والے پیغمبروں کی بات گوش ہوش سے سن لیتے اور عقل سے کام لیتے ہوئے اس پر عمل کرتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔
۶۷: ۱۱ = فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ: قَالُوْا پر عطفِ تفسیری ہے یعنی انہوں نے اپنے جرم کا ایسے وقت اعتراف کیا جب اعتراف غیر مفید تھا۔ اعتراف (افتعال) کا معنی ہے پہچاننے کے بعد اقرار کرنا۔ اور (ذنب) گناہ سے مراد ہے کفر۔ ذَنْب چونکہ اصلاً مصدر ہے اور مصادر میں باعتبار اصل جمع نہیں ہوتی اس لئے ذنب کو بصورت جمع ذکر نہیں کیا۔
فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ۔ سُحْقًا مفعول مطلق ہے اور مصدر ہے اس کا فعل محذوف ہے ای فَاَسْحَقَهُمُ اللّٰهُ سُحْقًا: اللہ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ یہ جملہ بددعائیہ معترضہ ہے (تفسیر المظہری)۔
سُحْقٌ (باب سمع) مصدر، دور کرنا۔ دفع کرنا۔ سُحْقٌ سے سحیق بروزن فعیل بمعنی فاعل بمعنی دور، بعید۔ ۲۲: ۳۱ میں مستعمل ہے۔
اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل الذین موصول ۔ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ صلہ۔ بالغیب متعلق یخشون۔ مغفرۃ مبتدا۔ وَاَجْرٌ كَبِيْرٌ معطوف اس کا عطف مغفرۃ پر ہے لَهُمْ خبر مقدم ہے اِنَّ کی۔ اور موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ
يَخْشَوْنَ مضارع جمع مذکر غائب خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر۔ بمعنی ڈرنا۔ وہ ڈرتے ہیں
رَبَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے يَخْشَوْنَ کا۔

بِالْغَيْبِ : ڈرتے ہیں اس عذاب سے جو ابھی تک ان پر نہیں آیا یا ظاہر نہیں ہوا۔ یا تنہائی میں ڈرتے ہیں، یا اللہ کو دیکھے بغیر اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

اَجْرٌ كَبِيْرٌ۔ موصوف وصفت۔ بڑا ثواب، جس کے مقابلہ میں ہر لذت ہیچ ہو۔

۶۷: ۱۳ == وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ۔ کلام مستانفہ ہے اَسِرُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِسْرَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر تم چھپاؤ، تم چھپا کر کہو۔

اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ۔ اَوْ بمعنی یا۔ اِجْهَرُوْا فعل امر حاضر۔ جمع مذکر۔ جَهْرٌ (باب فتح) مصدر۔ تم زور سے کہو۔ تم کھلم کھلا کہو، تم بلند آواز سے کہو۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ۔ (۲۱: ۱۱۰) جو بات پکار کر کی جائے وہ اسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اس سے بھی واقف ہے۔

اَسِرُّوْا اَوِاجْهَرُوْا۔ دونوں امر کے صیغے ہیں لیکن امر بمعنی خبر ہے یعنی تمہارا چپکے چپکے باتیں کرنا اور بلند آواز سے بولنا دونوں علم الٰہی میں برابر ہیں۔

پہلے کفار کا ذکر غائبانہ تھا اب اس آیت میں تہدید کے طور پر غائب سے حاضر کی طرف کلام کو موڑ کر روئے خطاب کافروں کی طرف کر دیا گیا ہے

== اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔ بے شک وہ دلوں کی بات بھی (خوب) جانتا ہے یعنی زبان پر لانے سے پہلے ہی وہ ان باتوں کو جانتا ہے نہ اس کو بلند آواز سے بولنے کی ضرورت ہے نہ آہستہ آہستہ کہنے کی۔ یہ مساواتِ (سابقہ) یعنی بلند آواز یا آہستہ بولنے کا اس کے نزدیک برابر ہونا اس کی یہ علت ہے کہ وہ تو بولنے سے قبل ہی اس بات کا علم رکھتا ہے۔ اس لئے بلند آواز سے بولنا یا آہستہ بولنا سب اس کے نزدیک برابر ہے۔

۶۷: ۱۴ == اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ یہ استفہام انکاری ہے۔ اَلَا خبردار ہو جاؤ، جان لو اس رکھو، ذہن نشین کر لو،

يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ يَعْلَمُ فعل با فاعل مَنْ خَلَقَ موصول اور صلہ مل کر يَعْلَمُ کا مفعول۔ ترجمہ ہوگا:۔ اللہ جانتا ہے جس کو اس نے پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَا حرف تنبیہ ہے۔

۲۔ مَنْ خَلَقَ فاعل ہے يَعْلَمُ فعل۔ مفعول محذوف، ای من خلق یعلم ما خلق جس نے پیدا کیا وہ جانتا ہے اس نے کیا پیدا کیا۔ اس صورت میں اَلَا حرف استفہام ہے بہر حال کلام سابق کی یہ تاکید ہے۔

وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ: یہ جملہ خَلَقَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا علم ہر چیز تک رسائی رکھتا ہے۔ خواہ وہ چیز ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

لَطِیۡفٌ صیغہ صفت مشبہ حالت رفع۔ باریک بین۔ دقیقہ رس۔ امور دقیقہ کو جاننے والا۔ دقتِ نظر اور حسن تدبیر سے کام لینے والا۔ بندوں پر مہربان۔ نیکیوں کی توفیق دینے والا

کسی جسم کے لطیف ہونے کے معنی ہیں نازک ہونا۔ باریک ہونا۔

کسی بات کے لطیف ہونے کے معنی ہیں باریک ہونا دقیق ہونا۔

کسی حرکت کے لطیف ہونے کے معنی ہیں سبک ہونا۔ ہلکا ہونا۔ لُطۡفٌ نرمی، لطف الٰہی اس کی رحمت۔

خَبِیۡرٌ، خبردار۔ دانا۔ خبیر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے اللہ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ اور قرآن مجید میں یہ صرف ذات باری تعالیٰ کے لئے ہی مستعمل ہے۔

۶۷: ۱۵ = ھُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ ذَلُوۡلًا: الارض مفعول اول۔ فعل جعل کا ذَلُوۡلًا مفعول ثانی، لَکُمۡ متعلق فعل۔

ذَلُوۡلًا صیغہ صفت مشبہ، ذُلُلٌ جمع: ذُلٌّ و ذِلٌّ مصدر۔ پست، نرم، ہموار مطیع۔ یعنی اللہ نے تمہارے لئے زمین کو ایسا بنا دیا کہ تم آسانی کے ساتھ اس میں چل پھر سکو،

جَعَلَ بسیط ایک مفعول چاہتا ہے اس وقت بمعنی خلق ہو گا، جعل مرکب دو مفعول کو چاہتا ہے اس وقت بمعنی صَیَّرَ ہوگا۔ پہلی صورت میں ذَلُوۡلًا حال ہوگا الارض سے۔

فَامۡشُوۡا فِیۡ مَنَاکِبِهَا۔ فَ ترتیب کے لئے ہے ای لترتیب الامر بالمشی۔

اِمۡشُوۡا فعل امر۔ جمع مذکر حاضر، مَشۡیٌ باب ضرب مصدر، بمعنی چلنا۔ تم چلو پھرو۔

مَنَاکِبِهَا۔ مضاف مضاف الیہ، نکب مادہ سے منکب بمعنی کندھا۔ (جمع مناکب بمعنی کندھے) استعارہ کے طور پر زمین کے راستوں پر بولا جاتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں۔

اور یہ زمین کے لئے بطور استعارہ ایسے ہی استعمال ہوا ہے جیسا کہ آیت کریمہ مَا تَرَکَ عَلٰی ظَهۡرِهَا مِنۡ دَآبَّةٍ ط (۳۵: ۴۵) تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ میں ظھر کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

حسن، مجاہد، کلبی، مقاتل کا قول ہے۔

مناکب الارض سے مراد زمین کے راستے، گھاٹیاں، کنارے، اطراف ہیں۔ کس لئے کہ انسان کے مناکب بھی اس کے بدن کے کنارے، جوانب ہیں۔ اس مناسبت سے زمین

کے کناروں اور جوانب اور راستوں کو بھی مناکب کہنے لگے۔

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ۔ واؤ عاطفہ، كُلُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، اَكْلٌ (باب نصر) مصدر۔ کھاؤ۔ مِنْ تبعیضیہ ہے۔ رِزْقِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی دی ہوئی روزی سے

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں ؎

وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ای اُطْلُبُوْا۔ یعنی خداداد نعمت کی طلب کرو، کھانے سے مراد طلب کرنا۔ اور رزق سے مراد ہے نعمت خداوندی۔

وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ. جملہ مستانفہ ہے، اِلَيْهِ میں ضمیرہٖ واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ النُّشُوْرُ (باب نصر) مصدر ہے، بمعنی جی اٹھنا۔ یعنی جزار وسزا کے لئے دوبارہ زندہ ہوکر اٹھ کھڑا ہونا۔ مطلب ہے کہ روز قیامت دوبارہ زندہ ہوکر قبروں سے اُٹھ کر اسی ہی کی طرف جانا ہے۔

۶۷:۱۶ = ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے استفہام انکاری ہے "یعنی نڈر نہ ہونا چاہئے۔ اَمِنْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر، اَمْنٌ (باب سمع) مصدر۔ تم امن میں ہوئے تم مطمئن ہوگئے۔ تم نڈر ہو گئے۔

مَنْ اسم موصول۔ فِي السَّمَآءِ۔ صلہ۔ مَنْ محل نصب میں ہے بوجہ اَمِنْتُمْ کے مفعول ہونے کے، کیا تم نڈر ہوگئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے۔

اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ: اَنْ مصدریہ۔ يَخْسِفَ مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب۔ خَسْفٌ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دھنسنا۔ دھنسا دینا۔ کہ وہ تم کو دھنسا دے۔ خَسْفٌ فعل لازم بھی ہے اور متعدی بھی، بمعنی دھنسنا یا دھنسانا۔ خَسْفٌ سے بطور استعارہ۔ ذلت بھی مراد ہوتی ہے۔ مثلاً تَحَمَّلَ زَيْدٌ خَسْفًا: زید نے ذلت برداشت کی خُسُوْفٌ (چاندگرہن) بھی اسی مادہ خَسْفٌ سے مشتق ہے۔

فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ۔ اِذَا مفاجات (ناگہاں، اچانک) کے لئے ہے۔ اور تَمُوْرُ کا معنیٰ ہے ہلنے لگے۔ زمین میں زلزلہ آجائے۔ یعنی اچانک زمین میں لرزہ پیدا ہوجائے (اور اللہ کافروں کو زمین کے اندر دھنسا دے۔ (تفسیر مظہری)

(اور) کیا تم اس بات سے امن میں ہو گئے ہو کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور یکایک تمہارے دھنسانے کے لئے زمین ہلنے اور لرزنے لگے جیسا کہ زلزلے کے وقت ہوتا ہے زمین ہل کر پھٹ جاتی ہے اور آدمی اور بڑے بڑے مکانات اندر سما جاتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)

صاحب روح المعانی اور علامہ عبداللہ یوسف علی نے اِذَا کو مفاجات کی بجائے ظرفیت کے لئے بمعنی جب، جسوقت، لیا ہے۔ اور اس صورت میں اَنْ یَّخْسِفَ ..... تَمُوْرُ کا ترجمہ ہوگا کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے جب کہ وہ زلزلے کی صورت میں پھٹی پڑتی ہو۔

تَمُوْرُ۔ مضارع واحد مؤنث غائب مَوْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھرنا، تیز چلنا۔ وہ لرزتی ہے وہ پھرتی ہے، وہ جنبش کرتی ہے، وہ پھٹتی ہے۔

۶۷: ۱۷ = اَمْ اَمِنْتُمْ میں اَمْ بمعنی ھَلْ (استفہامیہ) ہے اور استفہام انکاری ہے یعنی نہیں ہونا چاہیئے۔

اَمِنْتُمْ: ماضی جمع مذکر حاضر اَمْنٌ (باب سمع) مصدر (ملاحظہ ہو ۶۷: ۱۶ متذکرۃ الصدر)

= یُرْسِلَ: مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب اِرْسَالٌ (افعال) مصدر وہ بھیجے، وہ بھیج دے۔

= حَاصِبًا: (منصوب بوجہ مفعول فعل یُرْسِلَ کا) حَصْبٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ کنکریاں اڑانے والی تیز ہوا۔ بادسنگ بار، سخت آندھی، حَصْبَاءُ کنکریاں۔ حَصَبٌ کنکر۔ ایندھن۔ جیسے اِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ (۲۱: ۹۸) تم اور جن کی تم خدا کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہوں گے

= فَسَتَعْلَمُوْنَ فَ عاطفہ س مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کردیتا ہے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

اس کا عطف کلام سابق کے مضمون پر ہے یعنی میں تم کو ڈراتا ہوں اور جب تم خود عذاب کو دیکھ لوگے تو تمہیں معلوم ہو جائے گا۔

كَيْفَ نَذِيْرِ: كَيْفَ حرف استفہام ہے بمعنی کیسا، کس طرح، کیونکر۔

نَذِيْرِ اصل میں نَذِيْرِیْ تھا۔ (مضاف مضاف الیہ) ی ضمیر واحد متکلم ساقط ہوگئی۔ کسرہ ی کے حذف ہوجانے کی دلیل ہے۔ میرا ڈرانا۔ نَذِيْرِ یہاں لطور مصدر مستعمل ہے بمعنی اِنْذَارٌ

۶۷: ۱۸ = وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ: قَبْلِهِمْ میں هِمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ پہلا کلام خطابی ہے اور اب یہ کلام بصورت غائب، یہ التفات جماعت کفار مکہ کی مسلسل روگردانی کے پیش نظر نفرت اور ناگواری کے اظہار کے لئے اختیار کیا گیا ہے،

والا لتفات الی الغیبۃ لابراز الاعراض عنھم (روح المعانی)

اَلَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ سے مراد وہ قومیں ہیں جو کفار مکہ سے قبل ہو گذریں اور جنہوں نے

پیغمبروں کو جھٹلایا، مثلاً قومِ نوح قوم عاد، قوم ثمود وغیرہ۔
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ سے قبل جملہ مقدرہ ہے "تم خود دیکھ لو"، میرا انکار کیسا تھا" اس کی ترکیب نحوی مثل کیف کان نذیر ہے۔

لغات القرآن میں جمل، روح المعانی کے حوالہ سے نکیر کی تشریح یوں تحریر ہے۔

نکیر: مصدر بمعنی انکار اصل میں نکیری تھا۔ انکار سے مراد ان آیات میں زبانی یا دلی انکار نہیں بلکہ ان کی حالت کو برعکس اور مخالف حالت سے بدل ڈالنا مراد ہے یعنی —— تغییر الضد بالضد مثلاً زندگی کو موت سے آبادی کو ویرانی سے بدل ڈالنا۔ (جمل)

کسی سخت ہیبت ناک، دشوار مصیبت میں مبتلا کر دینا ہی اللہ کی طرف سے انکار کرنے کا معنی ہے (روح المعانی)

۶۷: ۱۹ == اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ۔ ہمزہ استفہامیہ واؤ عاطفہ جس کا عطف کلام مقدرہ پر ہے ای اغفلوا ولم ینظروا...... کیا وہ بھول گئے اور اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا۔

طَيْرٌ طَائِرٌ کی جمع ہے جیسے صَاحِبٌ کی صَحْبٌ جمع ہے۔ اور راکِبٌ کی جمع رَكْبٌ ہے۔

ابو عبیدہ اور مطرب کا بیان ہے کہ لفظ طیر واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے جیسے آیت ہذا میں بمعنی جمع آیا ہے۔ اور آیت شریفہ فیکون طیرًا باذن اللہ (۳:۴۹) تو وہ ہو جاوے اڑتا ہوا (جانور) پرندہ اللہ کے حکم سے۔ میں طیر کا اطلاق واحد پر ہوا ہے۔

ابن الانباری نے کہا ہے کہ طیر جمع ہی ہے اور اس کی تانیث بہ نسبت تذکیر کے زیادہ مستعمل ہے اور واحد کے لئے طیر نہیں بلکہ طائر ہے

فَوْقَهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کے اوپر۔

صٰٓفّٰتٍ۔ پر باندھے، صف بستہ، پر کھولے ہوئے صَفٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ صَافَّةٌ کی جمع ہے۔

== وَيَقْبِضْنَ واؤ عاطفہ يَقْبِضْنَ مضارع جمع مونث غائب، قَبْضٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ (پر) سمیٹتے ہیں۔ اس کا عطف صٰٓفّٰتٍ پر ہے۔

ہر دو صٰٓفّٰتٍ و يَقْبِضْنَ: حال ہیں الطَّيْر سے۔

ترجمہ ہوگا۔ کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو نہیں دیکھا بحالیکہ وہ (اڑنے میں) پروں کو

کھولتے اور بند کرتے ہیں۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ ۔ مَا نافیہ، يُمْسِكُهُنَّ مضارع نفی واحد مذکر غائب هُنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب، اِمْسَاكٌ (افعال) مصدر بمعنی —— روکے رکھنا، تھامے رکھنا۔ هُنَّ کا مرجع الطیر ہے۔ یہ جملہ مستانفہ بھی ہو سکتا ہے اور يَقْبِضْنَ کے ضمیر فاعل سے حال بھی۔

مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ یعنی فضا میں پرندوں کو ان کی فطرت کے خلاف (کہ بھاری چیز ہمیشہ فضا میں زمین کی طرف گرتی ہے) صرف رحمٰن ہی روکے رکھتا ہے۔

اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ: یعنی وہ صرف پرندوں کو ہی ہوا میں اڑنے میں ان کی نگہبانی نہیں کرتا بلکہ کائنات میں ہر عجیب وغریب مخلوق کی تخلیق اور تدبیر سے واقف ہے۔

۶۷:۲۰ = اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ: اَمَّنْ مبتدا هٰذَا اس کی خبر، اَلَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ هٰذَا سے بدل يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ صفت ہے جُنْدٌ کی۔ مشارٌ الیہ، جُنْدٌ سے مراد غیر اللہ کی مدد ہے۔ (مدارک التنزیل)

اَمَّنْ: اَمْ بمعنی کیا، خواہ، بھلا، مَنْ استفہامیہ سے مرکب ہے، استفہام انکاری ہے جُنْدٌ فوج، واحد، جُنُوْدٌ جمع۔ مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ خدا کو چھوڑ کر، خدا کے سوا، خدا سے ورے، خدا کے مقابلہ میں۔

ترجمہ از شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ،،

بھلا وہ کون ہے جو فوج ہے تمہاری، مدد کرے گی تمہاری، رحمان کے سوا۔

مطلب یہ کہ تمہارا کوئی لشکر یا فوج نہیں کہ رحمان کے مقابلہ میں تمہاری مدد کر سکے۔

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ: اِنْ نافیہ ہے۔ غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی فریب، فریب دینا۔ کچھ نہیں کافر لوگ مگر محض دھوکہ میں پڑے ہوتے ہیں۔

۶۷:۲۱ = اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۔ اَمَّنْ مبتدا، هٰذَا اس کی خبر، اَلَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ بدل ہے هٰذَا سے۔

بھلا وہ کون ہے جو روزی دے گا تم کو اگر وہ رکھ چھوڑے (یعنی روکے رکھے) اپنی روزی

استفہام انکاری ہے، مراد یہ کہ اگر پروردگار اپنی روزی کو بندے سے روک دے، تو اس کے مقابلہ میں کوئی نہیں جو بندے کو روزی دے سکے۔

اِنْ شرطیہ ہے، اَمْسَکَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِمْسَاکٌ (افعال) مصدر بمعنی روکے رکھنا۔ روکنا۔ اگر وہ روکے رکھے اپنے رزق کو،

بَلْ حرف اضراب ہے، پہلے حکم کو برقرار رکھ کر اس کے مابعد کو اس حکم پر اور زیادہ کردیا گیا ہے یعنی کافرین نہ صرف شیطان کی طرف سے فریب و دھوکے میں ہیں بلکہ مزید برآں اس فریب خوردنی میں بڑھتے جاتے ہیں۔

لَجُّوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب، لجاج ولجاجۃ (باب سمع وضرب) مصدر۔ بمعنی اڑے رہنا۔ لجاج کسی ممنوع فعل پر اڑے رہنے کو کہتے ہیں"

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝ (۲۳: ۷۵) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور جو تکلیفیں ان کو پہنچ رہی ہیں وہ دور کردیں تو بھی وہ اپنی سرکشی پر اڑے رہیں (اور) بھٹکتے (پھریں)

= عُتُوٍّ: شرارت، سرکشی، نافرمانی، عَتَا يَعْتُوْا (باب نصر) سے مصدر ہے۔ جس کے معنی اطاعت سے اکڑنے، تکبر کرنے اور حد سے بڑھ جانے کے ہیں۔

وَنُفُوْرٍ واؤ عاطفہ اس کا عطف عُتُوٍّ پر ہے۔ نُفُوْرٌ (باب نصر وضرب سے مصدر ہے) بمعنی بھاگنا، دور ہونا۔ حق سے دور ہونا۔ (تباعد عن الحق) خازن

۶۷: ۲۲ = اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ فَ ترتیب کا ہے۔ مَنْ موصولہ مبتدا ہے يَمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ صلہ۔ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖ ضمیر فاعل یمشی سے حال ہے۔

يَمْشِيْ مضارع واحد مذکر غائب کا صیغہ، مَشْيٌ باب ضرب مصدر سے، وہ چلتا ہے۔

مُكِبًّا اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، اِكْبَابٌ (افعال) مصدر سے، سرنگوں، اوندھا یعنی رستہ کی دشواری و نشیب و فراز کی وجہ سے چلتے چلتے ٹھوکر کھا کر گر پڑتا ہے منہ کے بل:

اَهْدٰى، هِدَايَةٌ سے (باب ضرب) مصدر سے، افعل التفضیل کا صیغہ، بمعنی زیادہ ہدایت یافتہ، یہ مبتدا کی خبر ہے۔

اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تعلیل نحوی تقریبًا وہی ہے جو جملہ سابقہ کی ہے۔ سَوِيًّا سیدھا۔ درست، صحیح، بروزن فَعِيْلٌ صفت مشبہ

کا صیغہ ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں۔

سَوِیٌّ اس کو کہا جاتا ہے جو مقدار اور کیفیت دونوں حیثیت سے افراط و تفریط سے پاک ہو۔ محفوظ ہو، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا (۱۹: ۱۰) تین رات تک بھلا چنگا۔ اور دوسری جگہ فرمایا۔

مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ (۲۰: ۱۳۵) کون ہیں سیدھی راہ والے۔ اور رَجُلٌ سَوِیٌّ وہ ہے جس کے اخلاق بھی اور خلقت بھی افراط و تفریط کے اعتبار سے معتدل ہوں"

صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، موصوف و صفت، سیدھا راستہ،

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

بھلا جو شخص چلتا ہوا منہ کے بل گر پڑتا ہے وہ زیادہ سیدھے راستہ پر ہے (یا ہدایت یافتہ ہے) یا وہ جو سیدھے راستہ پر مسلسل چل رہا ہو۔ برابر چل رہا ہو۔

۶۷: ۲۳ = قُلْ هُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ: مذکورہ بالا دونوں آیات: اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ اور اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ یَرْزُقُکُمْ میں صراحت فرمائی تھی کہ کافروں کا کوئی حمایتی نہ ان کی مدد کر سکتا ہے اور نہ ان کو رزق دے سکتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر نصرت اور رزق کون عطا کرتا ہے؟

اس سوال مقدرہ کے جواب میں فرمایا۔

کہ تم کو نصرت اور رزق وہی عطا فرماتا ہے جس نے تم کو پیدا کیا تاکہ تم اس کو پہچانو اور اس کی عبادت کرو۔ (تفسیر مظہری)

اَنْشَاَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْشَآءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، تم کو،

اَلسَّمْعَ کان، سننا، اَلْاَبْصَارَ (آنکھیں) بَصَرٌ کی جمع۔ اَلْاَفْئِدَةَ (دل) فُؤَادٌ کی جمع۔ اَلسَّمْعَ اصل میں مصدر ہے۔ اور مصدر کی جمع (اصل وضع کے اعتبار سے) نہیں آتی۔ اس لئے السمع کو بصورت مفرد ذکر کیا۔ لیکن البصر اور الفؤاد کی یہ حالت نہیں (یہ مصدر نہیں ہیں) اس لئے اَلْاَبصار، الافئدۃ کو بصورت جمع ذکر کیا۔

ہر سہ السمع، الابصار، الافئدۃ منصوب بوجہ مفعول جعل کے ہیں

قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ۔ قلیلاً صفت مشبہ بحالت نصب بوجہ مفعول۔ تھوڑا۔ قِلَّۃٌ (باب ضرب)

مصدر۔ اگر یہاں مراد تھوڑا شکر لیا جائے تو یہ مفعول مطلق ہوگا۔ اور اگر اس کا مطلب "کم وقت میں" لیا جائے تو یہ مفعول فیہ ہوگا۔ دونوں صورتوں میں موصوف محذوف ہوگا۔

مَا لفظاً زائدہ ہے اور معنیٰ مفہوم قلت کی تاکید ہے۔

بہت ہی تھوڑے وقت میں شکر کرتے ہو، قلّتِ شکر سے مجازاً نفیِ شکر ہے۔ بالکل شکر نہیں کرتے، یا کسی وقت بھی شکر نہیں کرتے۔

تَشْكُرُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر حاضر شُكْرٌ باب نصر مصدر، تم شکر کرتے ہو۔

۶۷: ۲۴ = قُلْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کہہ۔ یہ لفظاً یہاں زائد ہے اور معنیً تاکید کے لئے مفید ہے۔

هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ: یہ جملہ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ سے بدل ہے

وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ: یہ جملہ ذَرَاَكُمْ کے فاعل (یعنی اللہ) سے حال ہے۔

ذَرَاَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ذَرْءٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے پیدا کیا۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے بکھیرا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ اس نے تم کو پیدا کیا۔ اس نے تم کو پھیلایا۔

تُحْشَرُوْنَ ہ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر حَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ تم جمع کئے جاؤگے۔ تم اکٹھے کئے جاؤگے۔

وَيَقُوْلُوْنَ: واؤ عاطفہ، يَقُوْلُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب، وہ کہتے ہیں یعنی کافر عتوّ اور نفور کی بنا پر مسلمانوں سے سوال کرتے ہیں: پوچھتے ہیں حجت کے طور پر۔

مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ: اَلْوَعْدُ سے مراد وعدۂ حشر ہے۔ یعنی کافر پوچھتے ہیں کہ وعدۂ حشر کب پورا ہوگا؟

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ: اِنْ شرطیہ ہے یہ جملہ شرطیہ ہے۔ جوابِ شرط محذوف ہے ای ان کنتم صدقین فیما تخبرونہ من مجیٔ الساعۃ والحشر فبینوا وقتہ

۶۷: ۲۶ = قُلْ: (تو کہہ دے) یعنی جب کفار یہ سوال کریں تو آپ یہ جواب دیں۔

اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ۔ اِنَّمَا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ سے مرکب ہے مَا کافہ حصر کے لئے آتا ہے۔ اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے، بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔

اَلْعِلْمُ ای علم وقت الساعۃ قیامت کے وقوع کے وقت کا علم۔

یعنی قیامت کب اور کس وقت وقوع پذیر ہوگی؟ اس کا ٹھیک ٹھیک علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے ۔

نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ۔ مرکب توصیفی ہے، واضح طور پر ڈرانیوالا۔ خبردار کرنے والا۔

۶۷: ۲۷ = فَلَمَّا رَاَوْهُ۔ ف ترتیب کا ہے ۔ پھر، لَمَّا: یہاں بطور کلمہ ظرف مستعمل ہے اور شرط کے لئے آیا ہے ۔ بمعنی جب ۔

رَاَوْهُ: ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الوعد (آیت ۲۵ میں مذکور ہے) الوعد سے مراد روز حشر، وقت وقوع حشر، حشر کے دن کا عذاب۔

زُلْفَةً: ای قریبا منہم، اپنے قریب ہی، اپنے پاس ہی، یہ رَاَوْهُ میں ہٗ ضمیر مفعول سے حال ہے

پھر جب وہ اسے اپنے قریب ہی پائیں گے یا دیکھیں گے ۔

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً جملہ شرط ہے ۔

سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا: جواب شرط۔ سِیْٓئَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب سَوْءٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی غمگین کرنا۔ بُرا سلوک کرنا۔ س و ء مادہ۔ اسی مادہ سے باب افعال سے اَسَاءَ یُسِیْءُ اِسَاءَةٌ خراب کرنا، بگاڑنا۔

وُجُوْهُ مفعول مالم یسم فاعلہ، مضاف، الذین کفروا صلہ وموصول مل کر مضاف الیہ کافر لوگوں کے چہرے،،

سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا۔ ای اَسَآءَ هَا اللّٰهُ فتغیرت بالا سواد والکابۃ وَالْحُزْنِ (ایسر التفاسیر) اللہ تعالیٰ ان کے چہرے بگاڑ دے گا اور وہ حشر کے روز متواتر تاریکی میں ٹھوکریں کھانے اور افتاں وخیزاں چلنے سے بگڑ جائیں گے (افمن یمشی مکبا علیٰ وجہہ اَهْدٰی ...... کی طرف اشارہ ہے)

اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ صیغہ ماضی معروف میں کیاہے۔ کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے

وَ قِیْلَ: ای وقیل لھم اور (ان کافروں سے) کہا جائے گا۔ قِیْلَ کا عطف سِیْٓئَتْ پر ہے

هٰذَا کا اشارہ عذاب آخرت کی طرف ہے۔

كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ: کنتم تدّعون ماضی استمراری جمع مذکر غائب اِدِّعَاءٌ افتعال مصدر۔ تم دعا کیا کرتے تھے، تم آرزو کیا کرتے تھے، تم مانگا کرتے تھے۔

۶۷: ۲۸ = قُلْ: ای قل یا محمد لمشرکی مکۃ الذین یتمنون هلاکک

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مکہ کے کافروں کو جو آپ کی موت کے متمنی ہیں کہہ دو۔

اَرَاَیْتُمْ: کیا تم نے دیکھا۔ یہ محاورہ بمعنی اَرُوْنِیْ (بھلا مجھے دکھاؤ تو) یا اَخْبِرُوْنِیْ

بھلا مجھے بتاؤ تو) استعمال ہوتا ہے۔

اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا۔ اِنْ حرفِ شرط ہے اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ جملہ شرطیہ ہے۔ وَمَنْ مَّعِيَ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرط ہے اَوْ حرفِ عطف رَحِمَنَا جملہ شرط جس کا عطف جملہ اول پر ہے۔

اَهْلَكَنِيَ۔ اَهْلَكَ ماضی واحد مذکر غائب اِهلاك (افعال)، مصدر ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم اگر وہ (یعنی اللہ) مجھے ہلاک کرے۔

وَمَنْ مَّعِيَ مَنْ موصول، مَعِيَ صلہ۔ اور ان کو جو میرے ساتھی ہیں (یعنی مؤمن)

فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ: جواب شرط۔ يُجِيْرُ مضارع واحد مذکر غائب اِجَارَةٌ (افعال) مصدر۔ کون پناہ دے گا جور مادہ۔ جارٌ پڑوسی، پناہ دینے یا لینے والا۔ جَوْرٌ ظلم۔ زیادتی۔

عَذَابٍ اَلِيْمٍ۔ موصوف صفت، دردناک عذاب"۔

یعنی کوئی بھی پناہ نہیں دے سکتا۔ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ جواب شرط میں۔

قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ۔ ای قل یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) هُوَ (یعنی اللہ) اَلرَّحْمٰنُ: یعنی اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار سے فرما دیجئے کہ وہ اللہ جس کے اختیار میں ہماری ہلاکت یا پناہ ہے وہ بہت ہی رحم کرنے والا ہے۔

(هُوَ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع آیت مندرجہ بالا ان اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ ... الخ میں اَللّٰهُ ہے

اٰمَنَّا بِهٖ (ہم اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔)

وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا (اور اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں) یہ دونوں جمع اَلرَّحْمٰنُ کی صفت ہیں۔ یا هُوَ ضمیر شان ہے۔ اور اٰمنا بہٖ وعلیہ توکلنا خبر ہے الرحمٰن کی۔

ضمیر شان کا فائدہ یہ ہے کہ مخبر عنہٗ (الرحمٰن) کی تعظیم اور بڑائی پر دلالت کرتی ہے اس طرح کہ پہلے اس کا مبہم طریقہ سے ذکر کرکے پھر اس کی تشریح کی جائے۔

عَلَيْهِ کو توکلنا سے مقدم ذکر کرنا حصر پر دلالت کرتا ہے (اسی پر ہمارا بھروسہ ہے) حصر کا مفہوم هُوَ الرَّحْمٰنُ سے بھی مستفاد ہوتا ہے مبتدا اور خبر جب دونوں معرفہ ہوں تو مفید حصر ہوتے ہیں۔ (وہی رحمٰن ہے) اس جملہ سے اس کی تائید ہوتی ہے گویا یہ جملہ سابق دونوں جملوں کی تاکید کررہا ہے۔ حقیقت میں اس آیت کا مفہوم نتیجہ ہے ان دلائل کا جو پہلے بیان کئے گئے ہیں اور اسی پر مؤمنوں اور کافروں کے آئندہ حکم کی بنا ہے اسی لئے اگلے جملے میں فَ سببیت کی لائی گئی ہے

(تفسیر المظہری)

فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ف سببیت کی ہے (جیسا کہ ابھی اوپر گذرا) س مضارع پر داخل ہوکر اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔

پس تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ کون صریح گمراہی میں پڑا ہوا ہے۔

مَنْ استفہامیہ محل نصب میں ہے کیونکہ تَعْلَمُوْنَ کا مفعول ہے۔

۶۷:۳۰ — اَرَاَيْتُمْ: ملاحظہ ہو ۶۷: ۲۸ متذکرۃ الصدر۔

اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا - اِنْ شرطیہ جملہ شرطیہ ہے۔

اَصْبَحَ: ماضی واحد مذکر غائب افعال ناقصہ میں سے ہے۔ اِصْبَاحٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ اس نے صبح کی۔ اس کو صبح ہوئی۔ ہوگیا۔

مَآؤُكُمْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا پانی، یعنی وہ پانی جو تمہارے استعمال کے لئے تمہیں مہیا کیا جاتا ہے۔ جیسے پینے کا پانی / فصلوں کی آبپاشی کے لئے مطلوبہ پانی۔

غَوْرًا: غَوْرٌ مصدر ہے بمعنی فاعل۔ غور کے معنی ہیں پانی کا زمین کے اندر گھس جانا۔ کسی چیز کا اندر کی طرف چلے جانا۔ (باب نصر)

یہاں آیت ہذا میں غَوْرٌ (مصدر) بمعنی غَائِرٌ زمین میں گھس کر خشک ہو جانے والا پانی، جو ہاتھ یا ڈول وغیرہ کی دسترس سے باہر ہوگیا ہو۔

نشیبی جگہ یا گڑھا کو بھی غَوْرٌ کہتے ہیں۔

غَوْرًا بوجہ خبر اَصْبَحَ کے منصوب ہے۔

فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ: جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط کے لئے۔

مَنْ استفہامیہ انکاریہ۔ کون؟ کوئی بھی نہیں۔

مَآءٍ مَّعِيْنٍ: موصوف و صفت، جاری پانی،

مَعِيْنٍ صیغہ صفت بروزن فعیلٌ بمعنی جاری۔ مَعْنٌ مصدر۔ جاری ہونا۔ جاری کرنا۔ گھاس کا سیراب ہونا۔

بعض کے نزدیک مَعِيْنٍ میں میم زائد ہے عین کا معنی ہے ظہور۔ وہ جاری پانی جس کو سامنے ہونے کی وجہ سے ہر کوئی دیکھ لے۔ کہیں جھاڑیوں اور جنگلوں میں چھپا ہوا نہ ہو معین کہلاتا ہے۔ بغوی نے اس کے معنی لکھے ہیں: بالکل سامنے، جس کو آنکھیں دیکھ سکیں اور

اور ہاتھوں اور ڈولوں سے اس کو لیا جا سکے۔
(اَللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

(۶۸) سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَکِّیَّۃٌ (۵۲)

۶۸:۱ = نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا یَسْطُرُوْنَ ○ نٓ: حروف مقطعات میں سے ہے۔
وَ الْقَلَمِ میں واؤ قسمیہ ہے الْقَلَمِ مقسم علیہ۔ قسم ہے قلم کی۔
وَمَا یَسْطُرُوْنَ: اس کا عطف القلم پر ہے مَا موصولہ یَسْطُرُوْنَ اس کا صلہ دونوں مل کر مقسم علیہ۔ اور قسم ہے (اس کی) جو کچھ وہ لکھتے ہیں۔
۶۸:۲ = مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ۔ جملہ جوابِ قسم ہے باء ثانیہ زائدہ ہے تاکید نفی کا فائدہ دیتی ہے۔ مَجْنُوْنٌ خبر ہے مَا کی۔ اور پہلی باء ملابست کے لئے ہے۔ اور جار مجرور خبر کی ضمیر سے موضع حال میں ہے۔ یعنی فضل خدا کی موجودگی میں آپ دیوانہ نہیں ہیں۔
نِعْمَۃِ سے مراد نبوت، شرافت، کمال فہم و عقل، عظمت مرتبہ، علوم اور دوسرے مکارم ہیں۔ بغوی رح نے لکھا ہے کہ کافر کہتے تھے یٰاَیُّھَا الَّذِیْ نُزِّلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ اِنَّکَ لَمَجْنُوْنٌ (۱۵:۶) اے وہ شخص جس پر نصیحت (کی کتاب) نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے۔ کافروں کے اس قول کے جواب میں آیت مذکورہ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ..... الخ نازل ہوئی۔ چونکہ کفار کا انکار شدید اور قوی تھا ان کے قول کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آیت مذکورہ کو قسم کے ساتھ مؤکد کیا اور خبر (مجنون) پر باء کو داخل کر کے نفی کو محکم کر دیا۔
وَاِنَّ لَکَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ یہ آیت بھی جواب قسم میں ہے۔
لَاَجْرًا لام تاکید کے لئے ہے اَجْرًا میں تنوین عظمتِ اجر کو ظاہر کر رہی ہے۔
مَمْنُوْنٍ اسم مفعول واحد مذکر مَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ م ن ن حروف مادہ کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غَیْرَ مَمْنُوْنٍ۔ یعنی اجر نہ کم ہوگا نہ منقطع اور ختم ہوگا۔ یعنی اے حبیب آپ نے نبوت

کے بارگراں کو جس خوبی سے اٹھایا ہے اور احکام رسالت کو جس تندہی وخوش اسلوبی سے لوگوں کے اذہان اور دلوں میں راسخ کر دیا ہے اس کا اجر آپ کو ہمیشہ ہمیشہ ملتا رہیگا اور کبھی منقطع نہ ہوگا۔

اور اگر مِنَّتٌ (بھاری احسان سے مشتق ہے تو معنی ہو سکتے ہیں کہ :۔

آپ کے لئے وہ اجر مقدر ہے جس کے لئے آپ کسی کے منت کش احسان نہیں ہوں گے۔ یعنی اللہ تعالیٰ خاص اپنی جناب سے آپ کو اجر دے گا۔

۶۸ : ۴ == وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ اور بے شک آپ عظیم خلق کے مالک ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب قسم میں سے ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ بڑے اخلاق کے مالک ہیں کیونکہ آپ ایسی ایذارساں اور توہین آمیز باتیں برداشت کر لیتے ہیں جو کہ دوسرے لوگ برداشت نہیں کر سکتے۔

اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے :۔

اللہ کے راستہ میں جو دکھ مجھے دیا گیا وہ کسی کو نہیں دیا گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ خلق عظیم سے مراد دین عظیم ہے یعنی دین اسلام ہے اس سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب مجھے کوئی مذہب نہیں ہے (تفسیر مظہری)

۶۸ : ۵ ــــ فَسَتُبْصِرُ، فَ اور سَ کے لئے ملاحظہ ہو ۶۷ : ۲۹ متذکرۃ الصدر۔

تُبْصِرُ مضارع واحد مذکر حاضر اِبْصَارٌ (افعال) مصدر۔ عنقریب تو (بھی) دیکھ لیگا۔

وَ يُبْصِرُوْنَ اور وہ (یعنی کافر لوگ بھی) دیکھ لیں گے۔

اس آیت کا ربط اگلی آیت سے ہے۔

۶۸ : ۶ ــــ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ، اس میں ب زائدہ ہے اور اَلْمَفْتُوْنُ، فُتُوْنٌ مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر، فتنہ میں ڈالا ہوا۔ فتنہ میں پڑا ہوا۔ دیوانہ، فرلفیتہ، مصیبت زدہ، آزمایا ہوا۔ فَتَنَ يَفْتِنُ (باب ضرب) فُتُوْنٌ و فتنۃ مصدر۔

اَيُّكُمْ اَىُّ استفہامیہ، مضاف كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، مضاف الیہ، تم میں سے کون؟

ترجمہ:۔ تم میں سے کون دیوانہ (مجنون) ہے۔

۶۸ : ۷ ــــ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ هُوَ ضمیر فصل ہے ملاحظہ ہو گرامر عربی مؤلفہ ڈبلیو رائٹ حصہ دوم۔

یعنی اللہ بخوبی واقف ہے کہ کون اس کے راستہ سے بہکا ہوا ہے (تفسیر مظہری)

اَعْلَمُ : عِلْمٌ سے (باب سمع) سے مصدر۔ افعل التفضیل کا صیغہ، بمعنی خوب جاننے والا۔ بہتر جاننے والا۔ جلالین میں ہے کہ اَعْلَمُ بمعنی عَالِمٌ ہے۔

مَنْ موصول ہے ضَلَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر وہ گمراہ ہوا۔ وہ بہکا۔ وہ راہ سے دور جا پڑا۔ سبیلہ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے راستہ سے ہ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ربّ ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور وہ بخوبی جانتا ہے راہِ ہدایت پانے والوں کو،

مُهْتَدِيْنَ : اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب، مھتدی کی جمع اِهْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر۔ ہدایت پانے والے۔

۶۸ : ۸ = فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ فَ سببیہ ہے۔ یعنی جب یہ بات کھل گئی کہ آپ ہدایت پر ہیں اور آپ کو جھوٹا قرار دینے والے بھٹکے ہوئے ہیں۔ تو اب ان کے کہنے پر نہ چلئے۔

لَا تُطِعْ ، فعل نہی واحد مذکر حاضر، اطاعۃ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت مت کر۔ تو کہا مت مان۔

اَلْمُكَذِّبِيْنَ اسم فاعل صیغہ جمع مذکر۔ تکذیب (تفعیل) مصدر سے، جھٹلانے والے۔

= وَدُّوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب، وَدٌّ و مَوَدَّةٌ (باب سمع) مصدر۔ انہوں نے دل سے چاہا۔ انہوں نے تمنا کی، اسی سے الوُدُوْدُ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ بہت محبت کرنے والا۔ ثواب دینے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔

وَدُّوْا کا فاعل آیت سابقہ میں المکذبین ہے۔

لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۔ لَوْ حرف شرط۔ لَوْ تُدْهِنُ جملہ شرط ہے۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ فَيُدْهِنُوْنَ جملہ جواب شرط۔ شرط و جواب شرط مل کر وَدُّوْا کا مفعول ہے

تُدْهِنُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر بمعنی تَدْهِيْنٌ یعنی چکنا کرنے اور تیل ڈالنے کے ہیں۔ دُهْنٌ بمعنی تیل۔ مگر مراد اس سے مدارات، ملائمت اور سستی لی جاتی ہے۔

يُدْهِنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِدْهَانٌ (افعال) مصدر۔ تیل ڈالنا۔ مکھن لگانا، نرمی کرنا ڈھیل دینا۔

ترجمہ"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اگر تم نرمی کرو تو یہ بھی نرم ہو جائیں گے ۔

٦٨ : ١٠ == وَلَا تُطِعْ : واؤ عاطفہ لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر، اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر۔ تو اطاعت نہ کر، تو کہنے میں نہ آ۔

كُلَّ : ہر۔ تمام، سب، مضاف

حَلَّافٍ۔ هَمَّازٍ۔ مَشَّاءٍ۔ مَنَّاعٍ، مُعْتَدٍ۔ اَثِيْمٍ، عُتُلٍّ۔ زَنِيْمٍ۔ مضاف الیہ، یعنی ان صفات کے مالک سب لوگ، یہ تمام لَا تُطِعْ کے مفعول ہیں یعنی ان تمام لوگوں کی اطاعت نہ کر، ان کے کہنے میں نہ آ۔

حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔ حَلَّافٍ بڑا قسمیں کھانے والا۔ حَلْفٌ سے بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

مَهِيْنٍ۔ ذلیل و خوار۔ حقیر، مَهَانَةٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر، حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ بہت قسمیں کھانے والا حقیر و ذلیل شخص ،

٦٨ : ١١ == هَمَّازٍ۔ هَمْزٌ مصدر (باب نصر، ضرب) سے۔ بڑا عیب گو، عیب جو، طعن کرنے والا۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ هَمْزُ الشَّيٰطِيْنِ شیطانی وسوسہ۔ هَامِزٌ عیب چین، چغل خور،

مَشَّاءٍ۔ بہت چلنے والا۔ مَشْيٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔

بِنَمِيْمٍ : بَ تعدیہ کا۔ نمیم مصدر و اسم۔ چغلی کھانا۔ مَشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ وہ شخص جو بڑی تندہی اور زور شور سے اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر چغلی کھاتا پھرے۔

٦٨ : ١٢ == مَنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ۔ مَنَّاعٍ مَنْعٌ سے مبالغہ کا صیغہ۔ نیکی سے بہت منع کرنے والا ہر کارِ خیر سے روکنے والا۔

مُعْتَدٍ اِعْتِدَاءٌ سے (باب افتعال سے مصدر اسم فاعل سے صیغہ واحد مذکر۔ حد سے آگے بڑھنے والا اصل میں مُعْتَدِيٌ تھا۔ اعتداء حدود حق سے ہٹ جانا۔ تجاوز کرنا۔ اسی سے تَعَدِّيٌ دوسرے کی طرف تجاوز کرنا۔

اَثِيْمٍ۔ اِثْمٌ (باب سمع مصدر سے / بروزن فعیل بمعنی فاعل گنہگار۔ اِثْمٌ (مصدر) بمعنی بُرا کام کرنا۔ ناجائز کام کرنا۔ گناہ کرنا۔

٦٨ : ١٣ == عُتُلٍّ۔ یہ عَتْلٌ مصدر سے صفت کا صیغہ ہے بمعنی سخت مزاج۔ گردن کش اجڈ، شوکانی کے نزدیک عُتُلٍّ وہ ہے جو جسم کا مضبوط اور اخلاق کا خراب ہو۔

عبدالرحمٰن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔
عُتُلٍّ: جو جسم کا مضبوط ہو، صحت مند ہو بڑا کھانے پینے والا ہو، جسے کھانے پینے کو ملتا ہے۔ لوگوں پر بہت ظلم کرتا ہو اور توند اس کی بڑی ہو۔
بَعْدَ ذٰلِكَ یعنی متذکرہ بالا صفات کے علاوہ (وہ زنیم بھی ہے)
زَنِيْمٌ ، الزَّنِيْمُ: یا مُزَنَّمٌ: اسے کہتے ہیں جو کسی قوم سے نسبتی تعلق تو نہ رکھتا ہو لیکن اس کے ساتھ یونہی ملحق ہو۔ جیسے کہ زنمتا الشَّاۃِ یعنی گوشت کے دو زائد ٹکڑے جو بکری کے گلے یا کان سے نیچے لٹک رہے ہوں
زَنِيْمٌ دَعِيٌّ (جمع ادعیاء) معنی لے پالک، غیر باپ کی طرف منسوب کو بھی کہتے ہیں اور دَعِیٌّ وہ شخص ہے جو کہ تم اس کو بیٹا بنا لو۔ یا وہ جو حرامی ہونے میں متہم ہو۔
اس سلسلہ میں تین کافروں کا نام لیا جاتا ہے جن میں مندرجہ بالا صفات کے علاوہ زنیم کی بھی صفت پائی جاتی تھی۔ مثلاً:۔
۱۔ ولید بن مغیرہ کہ وہ ۱۸ سال کا تھا جب اس کے باپ نے اس کے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اس کے گلے میں ایک لٹکاؤ بھی تھا جس سے اس کی شناخت ہو جاتی تھی۔
۲۔ اخنس بن شریق کہ اصل میں ثقفی تھا لیکن اس کا شمار بنی زہرہ میں سے کیا جاتا تھا۔
۳۔ اسود بن عبد یغوث۔
اکثر کے نزدیک شخص مذکور سے مراد ولید بن مغیرہ ہے۔
علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔
میں کہتا ہوں کہ شاید زنیم ہونے کی صفت مذکورہ بالا قبائح سے زیادہ بری تھی اسی لئے تو چند قبائح کا ذکر کرنے کے بعد زنیم کو ذکر کیا۔ یعنی مذکورہ بالا قبائح کے علاوہ وہ زنیم بھی ہے۔
۶۸: ۱۴ = اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ: اَنْ مصدریہ ہے اس سے قبل لام تعلیل محذوف ہے ای لان کان ذا مال.... الخ: یعنی اس وجہ سے اس کا کہنا نہ مان لینا کہ وہ مالدار اور بیٹوں والا ہے۔ ذامال خبر ہے کانَ کی، وَبَنِيْنَ اس کا عطف ذَامَالٍ پر ہے اور یہ خبر دوم ہے کَانَ کی۔
۶۸: ۱۵ = اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا، جملہ شرط ہے قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ جواب شرط ہے۔ تُتْلٰى مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پڑھی جاتی ہے اس کی تلاوت کی جاتی ہے۔ یعنی جب اس کو ہماری آیات پڑھ کر سنائی جاتی ہیں (یعنی قرآن مجید کی آیات)

اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ. مضاف مضاف الیہ، اَسَاطِیْرُ کہانیاں، من گھڑت لکھی ہوئی باتیں، اُسْطُوْرَۃٌ کی جمع وہ جھوٹی خبر جس کے متعلق اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔

اَلْاَوَّلِیْنَ اَوَّلُ کی جمع۔ بحالت نصب، پہلے لوگ، اگلے لوگ۔

۶۸: ۱۶ = سَنَسِمُہٗ: س مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے (ملاحظہ ہو ۶۷: ۲۹) نَسِمُ مضارع واحد متکلم وَسْمٌ باب ضرب مصدر سے اصل میں نَوْسِمُ تھا مثال واوی وَعَدَ یَعِدُ کی طرح وَسَمَ یَسِمُ ہے مصدر بمعنی داغ لگانا۔ نشان بنانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ہم اس کو داغ لگا دیں گے،

عَلَی الْخُرْطُوْمِ: جار مجرور۔ خُرْطُوْمٌ سونڈ۔ تھوتھنی، ہاتھی کی سونڈ۔ خنزیر کی تھوتھنی، کو خرطوم کہتے ہیں یہاں مراد ناک ہے۔ نفرت کے اظہار کے لئے خرطوم استعمال ہوا ہے یعنی ہم عنقریب ہی اس کی ناک کو داغ دیں گے،

کہتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ کی ناک بڑی اور بے ڈول ہونے کی وجہ سے ہاتھی کی سونڈ جیسی تھی بدر کی لڑائی میں کسی انصاری کی تلوار سے اس کی ناک پر چرکا لگا باوجود علاج کے اچھا نہ ہوا ایک داغ ہو گیا۔ اور آخر اسی مرض میں سخت تلخی اٹھا کر سیدھا جہنم میں گیا۔ (تفسیر حقانی)

۶۸: ۱۷ = اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ۔ بَلَوْنَا ماضی جمع متکلم۔ بَلَاءٌ وَبَلْوٌ (باب نصر) مصدر جس کا معنی آزمانے کے ہیں ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔ ہم نے ان کو آزمایا ہم ان کو آزما رہے ہیں۔

کفار مکہ کی اس آزمائش کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں۔

اِنَّا بَلَوْنٰھُمْ یعنی قحط اور بھوک سے ہم نے اہل مکہ کی آزمائش کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ والوں کے لئے بددعا کی تھی کہ الٰہی ان پر زمانہ یوسف جیسا قحط ڈال دے تو اللہ نے ان کو قحط میں مبتلا کر دیا۔ یہاں تک کہ لوگ مردار اور ہڈیاں کھا گئے۔

(تفسیر مظہری)

۲:۔ صاحب روح المعانی رقمطراز ہیں۔

انا بلونٰھم: ای اصبنا اھل مکتہ ببلیتہ وھی القحط بدعوۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا پر ہم نے ان پر بلا یعنی قحط نازل کر دیا۔

۳۔ صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں کہ:۔

اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ۔ ہم نے ان کو یہ فراخ دستی اور عیش وآرام دے رکھے ہیں یہ ان کی آزمائش ہے۔ (تفسیر حقانی)

۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی رح لکھتے ہیں

ہم نے جو اہل مکہ کو سامان عیش دے رکھا ہے، جس پر یہ مغرور ہو رہے ہیں تو ہم نے ان کو آزمائش میں ڈال رکھا ہے (کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں یا ناشکری و بے قدری کرتے ہیں) بیان القرآن وغیرہ

= كَمَا بَلَوْنَا أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ک تشبیہ کا مَا موصولہ اور اس کے بعد آنے والا جملہ اس کا صلہ الجنّۃ میں الف لام عہد کا ہے یعنی جس کا متکلم اور مخاطب کو علم ہو، یعنی یہ خاص باغ تھا جس کا علم کفار مکہ اور دیگران کو تھا۔

ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسا کہ ہم نے باغوالوں کی آزمائش کی تھی، (مولنا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)

باغ کے متعلق مولانا ممدوحؒ رقم طراز ہیں:۔

یہ باغ بقول حضرت ابن عباس رض حبشہ میں تھا۔ اور بقول سعید بن جبیرؓ یمن میں تھا کذا فی الد ر۔ اور یہ قصہ اہل مکہ کو معلوم تھا۔ اور جن باغ والوں کا یہ قصہ ہے ان کے باپ کا اپنے وقت میں معمول تھا کہ ایک بڑا حصہ باغ کے پھل کا مساکین میں صرف کیا کرتا تھا۔ جب وہ مرگیا تو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دے دیتا تھا اگر یہ سب گھر آوے تو کس قدر فراغت ہو۔ چنانچہ ان آیتوں میں ان کا بقیہ قصہ مذکور ہے۔

اِذْ اَقْسَمُوْا۔ اِذْ ظرفیہ ہے بمعنی جب، جس وقت،

اَقْسَمُوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب۔ اِقْسَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے قسمیں کھائیں۔

یعنی ہم نے اصحٰب الجنّۃ کو قحط میں اس وقت مبتلا کیا جب انہوں نے قسمیں کھا کر کہا کہ لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ: کہ صبح ہوتے ہی (مسکینوں کو اطلاع ہونے سے پہلے ہی) ہم باغ کے پھل توڑ لیں گے۔

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ: جوابِ قسم، لام تاکید کا۔ يَصْرِمُنَّ مضارع تاکید بانون ثقیلہ جمع مذکر غائب۔ صَرْمٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی کاٹنا۔ توڑنا۔ (پھل) کاٹنا۔ (کھیتی) کاٹنا۔ صَرِيْمٌ کٹا ہوا غلہ، صَارِمٌ کاٹنے والا۔ کاٹ دینے والا

ھَا ضمیر مفعول جس کا مرجع الجنۃ ہے۔

مُصْبِحِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصبی۔ صبح کے وقت کو پانے والے۔ صبح کرنے والے۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے۔ یَصْرِمُنَّ کے فاعل سے حال ہے۔

۱۸:۶۸ — وَلَا یَسْتَثْنُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب، استثناء (استفعال) مصدر۔ حکایت حال ماضی (فعل مضارع جو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے فعل ماضی کی بجائے استعمال کیا جائے) انہوں نے انشاء اللہ نہیں کہا۔ ثنی مادہ۔

اَقْسَمُوْا کے فاعل سے حال ہے یا یہ علیحدہ جملہ مستانفہ ہے۔

۱۹:۶۸ — فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّکَ فَسَبِّحْ۔ طَافَ ماضی واحد مذکر غائب طَوْفٌ (باب نصر) مصدر۔ جس کے معنی کسی چیز کے گرد پھرنے کے ہیں۔ پھر گیا۔ پھیرا کر گیا۔

عَلَیْھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب الجنۃ کے لئے ہے۔

طَآئِفٌ، طَوْفٌ سے اسم فاعل واحد مذکر، پھرنے والا۔ پھیرا کرنے والا۔ جو شخص حفاظت کے لئے گھروں کے گرد چکر لگاتا ہے اس کو بھی طائف کہتے ہیں۔

یہاں مراد لُو کا جھونکا ہے جس نے جلا کر باغ کو سیاہ کر دیا۔

فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ کا لفظی ترجمہ ہوگا۔

پس چکر لگا گیا اس (باغ) پر ایک چکر لگانے والا۔ یعنی رات کو اس باغ پر ایک جھونکا لُو کا تباہی پھیر گیا۔

= وَھُمْ نَآئِمُوْنَ: جملہ حالیہ ہے دراں حالیکہ وہ سو رہے تھے۔

۲۰:۶۸ = فَاَصْبَحَتْ: ف نتیجہ کی ہے اَصْبَحَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سو ہوگئی۔ مؤنث کا صیغہ الجنۃ کے لئے آیا ہے، یعنی (باغ) ہوگیا

اصبحت ای صارت:

کَالصَّرِیْمِ: کاف تشبیہ کا۔ الصَّرِیْم کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ صَرْمٌ سے جس کے معنی کاٹنے کے ہیں۔ بروزن فَعِیْلٌ بمعنی مفعول یعنی مصروم ہے۔ اصل معنی تو صریم کے یہی ہیں کٹا ہوا۔ ٹوٹا ہوا۔ جُدا کیا ہوا۔ پھر چونکہ صبح رات سے کٹی ہوئی ہے اور رات صبح سے کٹی ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے کبھی صریم کا استعمال صبح کے معنی میں ہوتا ہے اور کبھی رات کے معنی میں۔ اسی طرح اس ذرۂ ریگ کو صریم کہا جاتا ہے جو تودۂ ریگ سے جُدا ہوگیا ہو۔ چنانچہ الصریم کی تفسیر میں یہ سارے قول بیان کئے گئے ہیں۔ کہ باغ سوکھ کر ایسا سفید ہوگیا جیسے کہ دن ہوتا ہے یا جل کر

اتنا سیاہ ہوگیا جیسی کہ رات ہوتی ہے۔ یا اس طرح ٹوٹ ٹوٹ کے ذرہ ذرہ ہوگیا کہ جس طرح ذرہ ہائے ریگ تودۂ ریگ سے اڑ کر منتشر ہوجاتے ہیں۔

۶۸: ۲۱ == فَتَنَادَوْا: فَ عطف کا۔ پھر۔ تَنَادَوْا ماضی جمع مذکر غائب تَنَادِیٌ (تفاعل) مصدر سے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو آواز دی۔ (ندا کی) انہوں نے ایک دوسرے کو پکارا۔ جملہ معطوف ہے جس کا عطف اَقْسَمُوْا پر ہے دونوں جملوں کے درمیان کلام معترضہ ہے، جو اس باغ پر جو گذری اس کا بیان ہے۔

مُصْبِحِیْنَ۔ اِصْبَاحٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ صبح کرنے والے یعنی انہوں نے صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارا۔

۶۸: ۲۲ == اَنِ اغْدُوْا عَلٰی حَرْثِکُمْ۔ اَنْ مصدریہ۔ اِغْدُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، غُدُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ بمعنی تم سویرے چلو۔

اُغْدُوْا (فعل امر) فعل ناقص ہے عَلٰی حَرْثِکُمْ اس کی خبر ہے۔ یعنی صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔ یہ جملہ جواب شرط ہے اور شرط سے مقدم آیا ہے۔

اِنْ کُنْتُمْ صٰرِمِیْنَ۔ جملہ شرط ہے۔ صٰرِمِیْنَ اسم فاعل جمع مذکر بحالت نصب کاٹنے والے۔

ترجمہ ہوگا:۔

اگر تم اپنی کھیتی کو کاٹنا چاہتے ہو تو صبح سویرے اپنی کھیتی پر پہنچ جاؤ۔

۶۸: ۲۳ —— فَانْطَلَقُوْا۔ ف عاطفہ۔ اِنْطَلَقُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ اِنْطِلَاقٌ (افتعال) مصدر۔ پس وہ چلے۔

وَهُمْ یَتَخَافَتُوْنَ۔ جملہ حالیہ ہے یَتَخَافَتُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب تَخَافُتٌ (تفاعل) مصدر۔ خفیہ چپکے چپکے آپس میں بات کہنا۔

پھر وہ باہم چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے چلے۔

۶۸: ۲۴ —— اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ عَلَیْکُمْ مِّسْکِیْنٌ۔ اَنْ بمعنی کہ، یہ کہ، اَنْ مفسرہ ہے

فَائِدَہ:۔ اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں خواہ کہنے کے معنی پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو جیسے کہ اَوْحَیْنَآ اِلَیْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْکَ۔ (۲۳: ۲۷) پھر ہم نے اس کو حکم بھیجا یہ کہ تو کشتی بنا۔

یا دلالتِ معنوی جیسے وَانْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا (۳۸: ۶) اور ان میں سے کئی پنچ چل کھڑے ہوئے کہ چلو۔

یعنی ان کے اٹھ کر چلنے کا مطلب گویا یہ کہنا ہے کہ تم بھی چلو۔ اور آیت زیر غور میں ہے اَنْ سے قبل فعل یتخافتون آیا ہے۔ بمعنی وہ چپکے چپکے کہتے تھے۔

لَا یَدْخُلَنَّهَا۔ مضارع نفی تاکید بانون ثقیلہ، صیغہ واحد مذکر غائب، ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الجنۃ ہے۔ اَلْیَوْمَ آج۔ عَلَیْکُمْ تمہارے پاس۔

ترجمہ ہوگا:۔

کہ آج کوئی مسکین (محتاج) تمہارے پاس باغ میں ہرگز داخل نہ ہووے۔

۶۸: ۲۵ == وَغَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ۔ واؤ عاطفہ۔ غَدَوْا ماضی جمع مذکر غائب غُدُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ صبح کے وقت چلے۔ غُدُوٌّ صبح کے وقت سفر کرنا۔ غَدَاۃٌ صبح کا وقت تڑکا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاۃِ وَالْعَشِیِّ (۱۸: ۲۸) اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔ ان کے ساتھ صبر کرتے رہو۔

اور جگہ فرمایا:۔

یُسَبِّحُ لَہٗ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ (۲۴: ۳۶) (اور) ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کرتے ہیں

== حَرْدٍ۔ اس کے معانی میں مختلف اقوال ہیں۔ لیکن عام فہم اور موقع محل کے مطابق وہ معانی قابل ترجیح ہیں جو کہ صاحب ضیاء القرآن نے اختیار کئے ہیں۔ لکھتے ہیں:۔

حَرْدٌ کا معنی قصد اور ارادہ ہے یعنی انہوں نے جو یہ ارادہ کیا تھا کہ آج کسی غریب کو باغ میں ہم داخل نہیں ہونے دیں گے اور باغ کا پھل کاٹ لائیں گے وہ یہ خیال کر رہے تھے کہ جو ارادہ اور قصد ہم نے کیا ہے ہم اس کو عملی جامہ پہنانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

قٰدِرِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ قُدْرَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے، قدرت رکھنے والے۔ یہ غَدَوْا کی خبر ہے۔ حَرْدٍ متعلق بہ قٰدِرِیْنَ ہے۔

۶۸: ۲۶ == فَلَمَّا: فَ تعقیب کا ہے۔ لَمَّا۔ جب، (حرف ظرف) پھر جب،

رَاَوْھَا۔ رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (رَاٰی، یَرٰی) باب فتح مصدر سے رائی مادہ رَاَوْا اصل میں رَاَیُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل اس کا مفتوح اس کو الف سے بدلا۔ اب الف اور

واؤ دو ساکن جمع ہونے الف کو حذف کر دیا۔ سَاَوْا ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث۔ الجنۃ کے لئے ہے۔

پھر جب انہوں نے اس کو (یعنی اپنے باغ کو) دیکھا۔ قَالُوْا کہنے لگے .....

لَضَآلُّوْنَ : لام تاکید کا ہے ضَآلُّوْنَ گمراہ۔ بھٹکے ہوئے۔ راہ بھولے ہوئے، ضَلَالٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، ہم ضرور راہ بھول گئے ہیں۔

۶۸ : ۲۷ — بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ٭ بَلْ حرف اضراب ہے۔ ماقبل کی نفی اور مابعد کی تائید کے لئے آیا ہے۔ نہیں نہیں ہم راستہ نہیں بھولے (باغ وہی ہے)، بلکہ ہم اس کے پھل سے محروم ہو گئے ہیں۔

۶۸ : ۲۸ — قَالَ اَوْسَطُهُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ ان میں سے کا درمیانہ۔ اس سے مراد یا تو ان کا منجھلا بھائی ہے یا بمعنی اَعْقَلُهُمْ ہے ان میں سب سے زیادہ عقلمند۔ زیرک،

اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ : جملہ استفہام تقریری ہے ہمزہ استفہامیہ۔ لَمْ اَقُلْ مضارع نفی جحد بلم صیغہ واحد متکلم۔ کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا۔

لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ : لَوْلَا۔ کیوں نہیں ؛ تُسَبِّحُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب، تَسْبِیْحٌ (تفعیل) مصدر۔ تم تسبیح کرتے ہو۔ تم پاکی بیان کرتے ہو۔

یہاں آیت زیر غور میں مراد ہے تم انشاء اللہ کہتے ہو۔ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔ تم انشاء اللہ کیوں نہیں کہتے۔ یہاں انشاء اللہ کہنے کو تسبیح قرار دیا ہے اس لئے کہ انشاء اللہ کہنے میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس بات کا اقرار ہوتا ہے کہ اللہ کی مشیّت کے بغیر کسی کو کسی بات پر قدرت نہیں ہوتی (یہی تسبیح کا مفہوم ہے)

ابوصالح نے کہا ہے کہ وہ لوگ انشاء اللہ کہنے کے موقع پر سبحان اللہ کہا کرتے تھے اسی لئے انشاء اللہ کی جگہ تسبّحون کہا ہے۔

۶۸ : ۲۹ : قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ۔ بولے ہمارا رب پاک ہے۔ اس جملہ میں اس امر کا اقرار ہے کہ اللہ ظالم ہونے سے پاک ہے یعنی وہ ظالم نہیں ہے۔

اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ۔ (بلکہ) ہم ہی ظلم کرنے والے ہیں۔ یعنی ہم نے مسکینوں کا حق رکھ کر (اپنے اوپر) ظلم کیا۔

۶۸ : ۳۰ — اَقْبَلَ۔ ماضی واحد مذکر غائب اقبال (افعال) مصدر اس نے رُخ کیا۔ اَقْبَلَ عَلٰی وَ اِلٰی : وہ متوجہ ہوا۔ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ : وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے

یَتَلَاوَمُوْنَ ہ مضارع جمع مذکر غائب تَلَاوُمٌ (تفاعُلٌ) مصدر سے ایک دوسرے کو ملامت کرنا۔ یَتَلَاوَمُوْنَ اَقْبَلَ کے مفعول اور فاعل سے حال ہے جیسے بولا جاتا ہے لَقِیَہٗ رَاکِبَیْنِ وہ اسے اس حالت میں ملا کہ وہ دونوں سوار تھے۔

یہاں ترجمہ ہوگا:۔ وہ ایک دوسرے کو ملامت کرتے باہم متوجہ ہوئے۔

۶۸: ۳۱ — یٰوَیْلَنَا: یَا کلمہ ندا۔ وَیْلَنَا مضاف مضاف الیہ۔ وَیْلٌ ہلاکت، موت، بدبختی۔ جہنم میں ایک کنویں کا نام۔ وَیْلَنَا۔ کلمہ حسرت وندامت ہے بمعنی ہائے ہماری موت! ہائے ہماری بدبختی۔ ہائے افسوس:

طٰغِیْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ طُغْیَانٌ (باب نصر، سمع) مصدر سے، طَغٰی یَطْغٰی اس نے سرکشی کی۔ اس نے سر اٹھایا۔ اس نے حد سے تجاوز کیا۔ پانی کا حد سے نکل جانا طغیانی کہلاتا ہے طٰغِیْنَ۔ سرکش، حد سے نکلنے والے۔ شریر، طاغی کی جمع۔

۶۸: ۳۲ == عَسٰی رَبُّنَآ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْھَا۔ عَسٰی بمعنی ممکن ہے۔ توقع ہے، امید ہے، اندیشہ ہے۔ فعل جامد ہے۔ اس کی گردان نہیں آتی، صرف فعل ماضی مستعمل ہے رَبُّنَا مضاف مضاف الیہ۔ ہمارا رب، عَسٰی رَبُّنَا۔ امید ہے کہ ہمارا رب ...... یا ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ .... اَنْ مصدریہ۔ خَیْرًا افعل التفضیل کا صیغہ، مِنْھَا میں ھَا ضمیر کا مرجع الجنۃ ہے:

امید ہے کہ ہمارا رب بدلے میں ہمیں اس (باغ) سے بہتر (باغ) عطا کرے:

اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۔ اِنَّا بے شک ہم۔ اِلٰی انتہار رغبت کے لئے ہے راغِبُوْنَ جمع ہے رَاغِبٌ کی۔ رَغْبَۃٌ سے اسم فاعل کا صیغہ ہے رغبت کرنے والے۔ یہاں صفت مشبہ کے مفعول میں استعمال ہوا ہے اور دوام کا مفہوم ادا کرتا ہے۔،،

رغبت رجوع کے معنی کو بھی متضمن ہے۔ لہٰذا ترجمہ ہوگا:۔

ہم اب ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنے رب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور رب العزت کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اپنے ظالم ہونے کا اعتراف کرتے ہیں اور اپنے کئے پر نادم ہیں۔ ہمیں اپنی سرکشی کا بھی اعتراف ہے اور اب ہم سچے دل سے توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف دوامی طور پر رجوع کرتے ہیں،،

لہٰذا امید ہے کہ رب تعالیٰ ہماری توبہ قبول کرتے ہوئے اس سوختہ باغ سے بہتر ہمیں کوئی دوسرا باغ عطا فرمادے گا۔

اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ علت ہے انعام الٰہی کی کہ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْھَا۔

= کَذٰلِکَ الْعَذَابُ۔ اَلْعَذَابُ: مبتدا، مؤخر، کَذٰلِکَ اس کی خبر مقدم: کَ تشبیہ کا
ذٰلِکَ: وہ (عذاب) جس کا اوپر ذکر ہوا۔ جو باغ والوں کو ان کی سرکشی کے بدلے میں ملا۔
مطلب یہ ہے کہ جو باغی ہوتا ہے اس کو ہم ایسا عذاب دیتے ہیں (اور آخرت کا عذاب اس دنیاوی عذاب سے بہت سخت ہے)

لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: لَوْ حرف تمنائی ہے کاش وہ اسے جانتے، لَوْ شرطیہ بھی ہوسکتا ہے اور لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ جملہ شرطیہ۔ اس صورت میں گذشتہ کلام کا مفہوم ہی جزاء پر دلالت کرتا ہے جدید جزاء کی ضرورت نہیں۔ ای مَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ۔ اگر وہ جانتے تو ایسا کام کیوں کرتے،

۶۸: ۳۴ = جَنّٰتِ النَّعِيْمِ مضاف مضاف الیہ۔ راحت کے باغ۔ یعنی ایسے باغ جن کے اندر آسائش کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

النَّعِيْمِ اسم معرفہ، نعمت، راحت، عیش،

۶۸: ۳۵ = اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ۔ کیا ہم فرمانبرداروں کا حال مجرموں جیسا کردیں گے؟ استفہام انکاری ہے۔ مسلمانوں کے برابر مجرموں کو قرار دینے کا انکار ہے جس سے مسلمانوں پر مجرموں کی فضیلت کا انکار بطریق اولیٰ مستفاد ہوتا ہے، اس جملہ کا عطف جملہ محذوف پر ہے۔ اصل کلام یوں تھا:۔

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں پر فضیلت نہیں دیں گے اور کیا مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں گے؟

۶۸: ۳۶ = مَا لَكُمْ: تم کو کیا ہوا ہے۔ تم کو کیا ہوگیا ہے۔ تم کیسے ہو؟
اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط
(۲۵: ۷) اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا پیغمبر ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے۔

كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ہ كَيْفَ، حرف استفہام ہے، بمعنی کیسے، کس طرح؟ کیونکر
تَحْكُمُوْنَ: مضارع جمع مذکر حاضر۔ حُكْمٌ (باب نصر) مصدر سے تم حکم کرتے ہو، تم فیصلہ کرتے ہو؟ آیت کا ترجمہ:۔

تم کو کیا ہوگیا ہے کیسے فیصلے کر رہے ہو،

۶۸: ۳۷ = اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ہ اَمْ حرف عطف ہے۔ بمعنی یا۔

خواہ، کیا۔ استفہام کے معنی دیتا ہے: کبھی بمعنی بَلْ: یعنی بلکہ: اور کبھی بمعنی ہمزہ استفہام آتا ہے۔ اور کبھی زائدہ ہوتا ہے:

یہاں اَمْ منقطعہ ہے۔ یعنی پہلی بات سے اعراض ہے اور بمعنی بَلْ ہے۔ یعنی اگر تمہارے پاس کوئی عقلی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ مسلمانوں اور مجرموں کو ایک ہی طرح کا کر دیں۔ تو کیا تمہارے پاس اور کوئی نقلی دلیل ہے؟ یعنی کوئی آسمانی کتاب جو تمہارے خیال کی تائید میں ہو۔

کِتٰبٌ بمعنی آسمانی کتاب، منزل من اللہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ

فِیْہِ ای فی ذٰلِکَ الْکِتٰبِ۔ اس کتاب میں۔

تَدْرُسُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، دَرْسٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم پڑھتے ہو۔

۶۸: ۳۸ = اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ:

اِنَّ محل مفعول میں ہے اس لئے بالکسر نہیں ہونا چاہئے بلکہ اَنَّ بالفتح ہونا چاہئے عبارت اصل میں یوں ہونا چاہئے اَنَّ لَکُمْ فِیْہِ مَا تَخَیَّرُوْنَ (بفتح ھمزۃ اَنْ و ترك اللام فی خبرھا) جب لام کو تخیرون پر لایا گیا تو ہمزہ مکسور ہو گیا۔

اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ قولٌ محذوف ہے یعنی تم اس کتاب میں یہ قول پڑھتے ہو۔

کلام یوں ہو۔ اَمْ لَکُمْ کِتٰبٌ فِیْہِ تَدْرُسُوْنَ قَوْلَ اِنَّ لَکُمْ فِیْہِ لَمَا تَخَیَّرُوْنَ "، یا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم یہ قول پڑھتے ہو۔ تمہارے لئے وہاں (آخرت میں) وہی چیزیں ہوں گی جنہیں تم پسند کرو گے۔

فِیْہِ میں ضمیر ہٖ روز قیامت کے لئے ہے۔ الضمیر لیوم القیامۃ (روح البیان)

تَخَیَّرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ تَخَیُّرٌ (تفعل) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم پسند کرو گے۔ تم اختیار کرو گے!

۶۸: ۳۹ = اَمْ لَکُمْ اَیْمَانٌ عَلَیْنَا بَالِغَۃٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ اَمْ حرف عطف بمعنی یا۔ کیا۔ عَلَیْنَا۔ ہم پر (لازم) اَیْمَانٌ: یَمِیْنٌ کی جمع بمعنی قسم، عہد، بَالِغَۃٌ بُلُوْغٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ پہنچی ہوئی۔ پہنچنے والی، اَیْمَانٌ بَالِغَۃٌ، موصوف و صفت، تاکید میں انتہا کو پہنچی ہوئی قسمیں۔

اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ : اس کی دو صورتیں ہیں :۔
۱:۔ اس کا تعلق بَالِغَةٌ سے نہیں ہیں بلکہ فعل محذوف سے ہے یعنی ایسے عہد جو قیامت تک ہم پر لازم رہیں اس کی ذمہ داری سے ہم اس وقت تک سبکدوش نہ ہوں جب تک کہ قیامت کے دن تمہارے فیصلہ کے مطابق فیصلہ نہ ہوجائے۔
۲:۔ یا بَالِغَةٌ سے تعلق ہے۔ یعنی قیامت کے دن تک پہنچنے والے عہد (تفسیر المظہری)
اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۔ لفظ اَيْمَانٌ سے قسم کا مفہوم پیدا ہوتا تھا۔ یہ جملہ اس کا جواب (یعنی محل مفعول میں) ہے۔ یعنی کیا ہم نے قسم کھائی ہے کہ جو تم فیصلہ کروگے وہی تم کو ضرور ملیگا (تفسیر المظہری) (نیز ملاحظہ ہو ۶۸ : ۳۸ متذکرۃ الصدر)
مولانا اشرف علی تھانوی رح اپنی تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں :
اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ، کیا ہمارے ذمے کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا یہ مضمون ہو) کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو۔
۶۸ : ۴۰ = سَلْهُمْ : سَلْ فعل امر واحد مذکر حاضر مُسْئَالٌ (باب فتح) مصدر۔ تو سوال کر تو پوچھ لے۔ تو دریافت کرلے ۔ تو مانگ لے : س ء ل حروف مادہ۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع مشرکین ہے۔ سلهم ای المشرکین (مدارک التنزیل)
اَيُّهُمْ ۔ اَىُّ استفہامیہ ہے، مضاف ہے۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ ان میں سے کون ؟

ذٰلِكَ : کا اشارہ اس عہد و پیمان کی طرف ہے جو اوپر آیت ۳۹ میں مذکور ہوا۔
زَعِيْمٌ : ضامن ، ذمہ دار ۔ زَعَامَةٌ (باب فتح ، نصر) مصدر سے جس کے معنی ضامن بننا یا کفیل ہونا۔
سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ : (ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ان (مشرکین) سے پوچھیے کہ ان میں سے کون اس بات کا ضامن ہے یا اس کی ذمہ داری لیتا ہے کہ ان کا اللہ سے کوئی عہد و پیمان ہے کہ ان کو وہی ملیگا جس کو وہ چاہیں گے۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ (۱۲ : ۷۲) اور میں ہی اس کا ضامن ہوں:
۶۸ : ۴۱ = اَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ ۔ اَمْ بمعنی کیا۔ شُرَكَاءُ : شریک ، ساجھی ، شریک کی جمع۔ وہ معبودانِ باطل جن کو مشرکین اُلوہیت میں خدا کا شریک سمجھتے تھے ، یعنی کیا کافروں کو قیامت

دن مومنوں کے ہم رتبہ بنا دینے والے شرکاء الوہیت ہیں؟

فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ: جملہ جواب شرط میں ہے شرط محذوف ہے یعنی اگر ہیں تو لے آئیں اپنے ان شرکار کو۔ لِيَأْتُوا فعل امر جمع مذکر غائب اِتْيَانٌ (افعال) مصدر سے۔ پس لے آویں۔ تو لے آویں:

إِنْ كَانُوا صٰدِقِيْنَ: اگر وہ (اپنے دعوے میں) سچے ہیں۔ یہ جملہ شرط ہے اس کا جملہ جزائیہ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ ہو سکتا ہے یا گذشتہ کلام جو جزاء پر دلالت کر رہا ہے اس کے لئے کافی سمجھا گیا ہے اس جگہ جملہ شرطیہ کی جزاء کی ضرورت نہیں ہے:

فَائِدَہ:۔ مندرجہ بالا آیات ۳۳ تا ۴۱ میں منکرین اسلام اور متقین کی جزاء و سزا کا حال بیان کیا گیا ہے۔ آیت ۳۳ میں اصحاب الجنۃ باغ والوں کا حال بیان کر کے فرمایا۔ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ: اور آیت نمبر ۳۴ میں متقین کو عطار ہونے والی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ: اس کو سن کر کفار مکہ نے کہا کہ جب خدا نے دنیا میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہم کو مال و دولت دیا ہے تو آخرت میں بھی ان سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم برابر تو ضرور دے گا۔

اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس دعوے کا مفصل طور پر رد فرمایا ہے:۔

۱۔ فرمایا کہ تمہارے پاس اس بات کا کہ تم کو متقین سے بڑھ کر یا ان کے برابر انعامات دیئے جائیں گے کوئی عقلی ثبوت نہیں۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ٥ (آیات ۳۵، ۳۶)

۲۔ کسی عقلی ثبوت کے علاوہ تمہارے پاس کوئی نقلی ثبوت بھی تو نہیں۔ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ: إِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ (۳۷: ۳۸)

۳۔ پھر نقلی و عقلی ثبوت تو کجا ہے تمہارے پاس تو کسی کا کوئی وعدہ یا وعید بھی تو نہیں ہے کہ تم کو تمہارے کہنے کے مطابق دیا جائے گا۔ اگر ایسا ہے تو اس کا ضامن پیش کرو، اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ٥ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ (آیات ۳۹: ۴۰)

۴۔ اگر یہ بھی نہیں تو تمہارا سہارا وہ معبودانِ باطل ہی ہو سکتے ہیں جن کو تم خدا کی خدائی میں

شریک سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ قیامت کے دن وہ تمہارے معاون و مددگار ہوں گے: تو جاؤ ان کو لے آؤ۔ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ: (آیت نمبر ۴۱) ظاہر ہے کہ اس میں بھی وہ ناکام و نامراد رہیں گے:

۶۸: ۴۲ — يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ۔ يَوْمَ منصوب بوجہ مفعول اُذْكُرْ محذوف ہے اُذْكُرْ يَوْمَ: یاد کرو وہ دن جب ..... يُكْشَفُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب، كَشْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ کھول دیا جائے گا۔ سخت شدت ہوگی: سَاقٍ بمعنی پنڈلی۔

يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ سے کیا مراد ہے؟ اس میں مختلف اقوال ہیں:

۱۔ ای يُكْشَفُ عَنْ اقبل الامر۔ (بیضاوی، روح البیان) جب حقیقۃ الامر سے پردہ ہٹا دیا جائے گا۔

۲۔ کنایۃ عن شدۃ ھول القیامۃ۔ کلمات القرآن، تفسیر و بیان، حسنین محمد مخلوف)

۳۔ پنڈلی کے کشف سے مراد ہے میدان حشر میں نورالٰہی کی ایک خاص جھلک ایک مخصوص پرتو اندازی۔ وغیرہ۔

اکثر مفسرین نے اس سے مراد روز حشر کی ہولناک اور کرب عظیم کی صورت حالات ہی لیا ہے۔ جب گھمسان کی لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو عرب کہتے ہیں شَمَّرَتِ الْحَرْبُ عَنْ سَاقِهَا۔ جنگ نے اپنی پنڈلی سے تہبند اوپر اٹھالیا۔ راجز کا شعر ہے

قَدْ كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا فَشُدُّوْا وجدّت الحرب بکم فجدّوا

(اے بہادرو!) لڑائی نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی ہے۔ تو سب زور سے حملہ کرو۔ جنگ زوروں پر ہے اب تم بھی سنجیدگی سے داد شجاعت دو۔

جس سال قحط انتہا کو پہنچ جائے تو اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

فی سنۃ قد کشفت عن ساقھا۔ یہ اس سال کی بات ہے کہ جس نے اپنی پنڈلی ننگی کر دی۔

صاحب ضیاء القرآن لکھتے ہیں:

اس محاورہ کے مطابق آیت کا مطلب ہوگا۔ روز قیامت جب حالات بڑے تکلیف دہ اور ہولناک ہو جائیں گے اور ہر شخص جلال خداوندی سے لرزہ براندام ہوگا چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہوں گی، دل خوف سے دھڑک رہے ہوں گے اس وقت لوگوں کے ایمان یا کفر، خلوص یا نفاق کو

آشکارا کرنے کے لئے انہیں حکم دیا جائے گا کہ آؤ سب اپنے رب کو سجدہ کرو ، جن کے دلوں میں ایمان اور اخلاص ہوگا وہ فوراً سربسجود ہوجائیں گے ۔ لیکن کافر اور منافق بہت زور لگائیں گے کہ سجدہ کریں اور خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہوجائیں مگر ان کی کمر اکڑ جائے گی بڑی کوشش کے باوجود وہ سجدہ نہ کرسکیں گے ۔ اس رسوائی پر ان کی آنکھیں جھک جائیں گی ۔ سب کے سامنے ان کے کفر اور نفاق کو ظاہر کردیا گیا ۔ ان کے کھوکھلے دعووں کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا ذلت و رسوائی کی گرد ان کے چہروں پر پڑ رہی ہوگی "

وَ یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ ۔ جملہ عاطفہ ہے اس کا عطف یُکْشَفُ پر ہے ۔ یُدْعَوْنَ مضارع مجہول صیغہ جمع مذکر غائب دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر سے ، وہ بلائے جائیں گے ۔

السُّجُوْدِ ۔ سَجَدَ یَسْجُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے بمعنی سجدہ کرنا ۔ سر زمین پر رکھنا ۔ فروتنی کرنا ۔ السجود بمعنی نماز بھی آیا ہے ۔ جیسے : وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْہُ وَ اَدْبَارَ السُّجُوْدِ : (۵۰ : ۴۰) اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہہ کیا کرو ۔

فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ : یَوْمَ کے جواب میں ہے ۔ لا یستطیعون مضارع منفی جمع مذکر غائب اِسْتِطَاعَۃٌ (استفعال) مصدر ، ان میں (ایسا کرنے کی) طاقت نہ ہوگی ۔ یعنی وہ اس روز سجدہ نہ کرسکیں گے : کیونکہ دنیا میں انہوں نے کبھی خدائے بزرگ و برتر کے سامنے سجدہ کیا ہی نہ تھا رچہ ان کو متواتر سجدہ کے لئے بلایا جاتا رہا تھا ۔ لا یستطیعون کی ضمیر فاعل کل اہل دعوت کی ت راجع نہیں ہے ۔ بلکہ بعض کی طرف لوٹتی ہے یعنی وہ بعض اہل ایمان جو نماز بالکل نہیں پڑھتے ے یا پڑھتے تو تھے مگر خلوص کے ساتھ نہیں ۔

خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ : جملہ ضمیر یُدْعَوْنَ سے حال ہے ۔ خَاشِعَۃً ذلیل ہونے والی خوار ۔ دبی جانے والی ۔ خُشُوْعٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔

اَبْصَارُھُمْ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ ان کی آنکھیں ۔ یعنی شرم و ذلت کی وجہ سے ان کی آنکھیں جھکی جارہی ہوں گی ۔

تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ : تَرْھَقُ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب : رَھْقٌ (باب سمع) مصدر ۔ بمعنی کسی چیز کا کسی چیز پر زبردستی چھا جانا اور اس کو پا لینا ۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ ان پر ذلت چھا رہی ہوگی ۔ جملہ ماسبق کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے ۔

وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ : کافروں اور منافقوں کے متعلق ذکر چلا آرہا ہے ۔ قیامت کے روز جب شدتِ کرب کے ماحول میں سب کو سجدہ کیلئے

کہا جائے گا تو جو لوگ خلوص دل سے اللہ کے حضور دنیا میں سجدہ ریزی کرتے رہے تھے۔ وہ فوراً سجدہ میں چلے جائیں گے۔ لیکن کفار اور منافقین کی کمریں تختہ بن جائیں گی اور وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے۔

یہاں (وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ ..... الخ میں) یہ بتایا گیا ہے کہ یہ لوگ دنیا میں بحالت خیرو عافیت جب بھی سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے (یہ انکار کر دیتے تھے یا اگر سجدہ کرتے تھے تو دکھاوے کی خاطر یا طوعاً و کرہاً)

وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السجود ای فی الدنیا وَهُمْ سَالِمُوْنَ معافون فی ابدانهم ولا يسجدون تكبرًا وكفرًا بالله ربهم ولشرعها (ایسر التفاسیر)

یعنی دنیا میں جب کہ وہ جسمانی طور پر بخیرو عافیت تھے سجدوں کے لئے بلائے جاتے تھے تو تکبر کی بنا پر یا اپنے پروردگار سے تکفیر کی بنا پر انکار کر دیتے تھے (السجود بمعنی نماز بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر گذرا۔

كَانُوْا يُدْعَوْنَ ماضی استمراری مجہول جمع مذکر غائب کا صیغہ دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر بلائے جایا کرتے تھے۔ بلائے جاتے تھے،

وَهُمْ سَالِمُوْنَ: جملہ حال ہے كَانُوْا يُدْعَوْنَ کی ضمیر سے۔

۶۸: ۴۴ = فَذَرْنِىْ: ف سببیہ ہے ذَرْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر سے۔ تو چھوڑ دے۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم۔ تو مجھے چھوڑ دے۔ اس کی ماضی نہیں۔

وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ: واؤ عاطفہ مَنْ موصولہ محل نصب میں ہے۔ اس کا عطف ی ضمیر مفعول واحد متکلم پر ہے۔ يُكَذِّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَكْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔

هٰذَا اسم اشارہ قریب، واحد مذکر۔ اَلْحَدِيْثِ: ای القرآن، اور (چھوڑ) اس کو جو اس قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ اس کو جھٹلاتا ہے۔ یعنی الیوں سے نمٹنے کی فکر میں مت پڑ ان سے نمٹنا میرا کام ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ: س مضارع پر داخل ہو کر فعل کو مستقبل کیلئے خاص کر دیتا ہے اور اس کو زمانہ حال سے قریب کر دیتا ہے۔ بمعنی اب، ابھی، قریب، عنقریب:

نَسْتَدْرِجُ مضارع جمع متکلم اِسْتِدْرَاجٌ (استفعال) مصدر سے۔ دَرَجَةٌ زینہ کی سیڑھیاں تَدَرُّجٌ (تفعّل) درجہ بدرجہ چڑھنا۔ نَسْتَدْرِجُ ہم درجہ بدرجہ پکڑ لیں

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب مَنْ کی طرف راجع ہے۔ اور لفظ مَنْ اگرچہ مفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے اس لئے جمع کی ضمیر کا مرجع اس کی طرف صحیح ہے۔

سَنَسْتَدْرِجُھُمْ : ہم عنقریب ہی ان کو رفتہ رفتہ (عذاب میں گرفتار کرلیں گے :

مِنْ حَیْثُ مِنْ حرف جر ہے۔ حَیْثُ اسم ظرف مکان ہے مبنی بر ضمہ ہے بدیں وجہ حَیْثُ ضمہ کے ساتھ آیا ہے۔

ایسی جگہ سے، جہاں سے۔ مِنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ایسی جگہ سے جسے وہ جانتے ہی نہیں۔ ایسے طریقہ سے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو۔

۶۸ : ۴۵ ــــ وَاُمْلِیْ لَھُمْ۔ اُمْلِیْ میں ڈھیل دوں گا۔ میں مہلت دوں گا، میں ڈھیل دیئے جاتا ہوں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ اِمْلَاءٌ (افعال) مصدر۔ مہلت دینا۔ ڈھیل دینا۔

اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ : کَیْدِیْ مضاف مضاف الیہ، کَیْدٌ مکروفریب، خفیہ حیلہ۔ خفیہ تدبیر۔ کَیْدٌ (باب ضرب) سے مصدر بھی ہے، حیلہ کرنا۔ تدبیر کرنا۔ مکروفریب کرنا۔ یہ لفظ اچھے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

چنانچہ اچھے معنوں میں قرآن مجید میں آیا ہے :

کَذٰلِكَ کِدْنَا لِیُوْسُفَ (۱۲ : ۷۶) اسی طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کردی "، اور برے معنوں میں فَاَرَادُوْا بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَسْفَلِیْنَ ہ (۳۷ : ۹۸) غرض انہوں نے ان کے ساتھ چال چلنی چاہی اور ہم نے انہیں زیر کردیا۔

مَتِیْنٌ، صفت مشبہ۔ واحد مذکر، مضبوط۔ محکم، ریڑھ کی ہڈی کے دائیں اور بائیں کو مَتْن کہا جاتا ہے اسی سے مَتُنَ فعل بنالیا گیا یعنی اس کی پشت قوی ہوگئی اور مضبوط ہوگئی۔ مَتِیْنٌ مضبوط پشت والا۔ توسیع استعمال کے بعد متین کا معنی ہوگیا قوی، محکم، اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد عذاب ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ کَیْدٌ سے مراد ڈھیل دینا ہے اور مہلت دینا ہے جو کہ آخر کار موجب عذاب بنتی ہے، جیسے فرمایا : اِنَّمَا نُمْلِیْ لَھُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا : (۳ : ۱۷۸) (نہیں بلکہ) ہم ان کو مہلت اس لئے دیتے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کرلیں۔ (المفردات)

۶۸ : ۴۶ ــــ اَمْ تَسْئَلُھُمْ اَجْرًا۔ اَمْ حرف عطف، کیا۔ یا اَمْ منقطعۃ بمعنی بَلْ :

ای بَلْ تَسْئَلُهُمْ۔ تَسْئَلُ مضارع واحد مذکر حاضر، سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ تو ان سے سوال کرتا ہے۔ تو ان سے مانگتا ہے۔

اَجْرًا: اجرت، معاوضہ (تبلیغ احکام الٰہی کے لئے)

فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۔ ف عاطفہ سببیہ۔ مَغْرَمٍ اسم مصدر مجرور، تاوان۔ اَلْغُرْمُ مفت کا تاوان یا جرمانہ، وہ مالی نقصان جو کسی قسم کی خیانت یا جرم کا ارتکاب کئے بغیر انسان کو اٹھانا پڑے:

مُثْقَلُوْنَ: اِثْقَالٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر۔
کہ بدیں سبب وہ تاوان کے بوجھ کے نیچے دبے جا رہے ہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۵۲: ۴۰۔

۶۸: ۴۷ = اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ اَمْ حرف عطف۔ یا۔ کیا۔ (استفہام کے لئے آتا ہے)
الغیب سے یہاں مراد لوح محفوظ یا امور غیبیہ ہیں۔
مطلب یہ کہ:۔
کیا ان کے پاس لوحِ محفوظ یا امور غیبیہ کا علم ہے۔

فَهُمْ: ف عاطفہ ہے۔ يَكْتُبُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب کِتَابَۃٌ (باب نصر) مصدر وہ لکھتے ہیں۔ يَكْتُبُوْنَ ای ینقلون منہ و یحکمون، اور وہ اس سے نقل کرتے ہیں۔ اور فیصلہ کرتے ہیں۔

جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے یعنی ان کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

۶۸: ۴۸ = فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ۔ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ان مشرکین کی ایذار رسانی پر صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ابھی ڈھیل دے رکھی ہے۔ ان کے لئے اس تکلیف دہی کے بدلے جو سزا مقدر ہو چکی ہے اس کے لئے جلدی نہ کریں۔ ڈھیل کے بعد ان کی ضرور گرفت ہوگی۔ اور ان کو اپنے کئے کی سزا پوری پوری ملے گی۔ آپ اس فیصلہ خداوندی پر صبر کریں اور انتظار کریں۔

وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ واؤ عاطفہ ہے لَا تَكُنْ فعل نہی واحد مذکر حاضر كَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو مت ہو۔ آپ مت ہو ویں۔ کَ تشبیہ صَاحِبِ الْحُوْتِ مضاف مضاف الیہ۔ مچھلی والا۔ مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔
مطلب یہ کہ آپ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح تنگ دلی اور عجلت پسندی کا اظہار مت کریں۔

علامہ پانی پتی رح اپنی تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں !
وَ لَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۔ تنگ دلی اور عجلت پسندی میں (حضرت) یونس کی طرح نہ ہو جاویں۔

حضرت ابن مسعود کے مطابق حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں چالیس رات رہے پھر پتھریوں کی تسبیح کی آواز سن کر اندھیروں کے اندر ہی پکار اٹھے۔
لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ :
(اگلی آیت میں اسی نداء کا بیان ہے)

—— اِذْ نَادٰی وَھُوَ مَکْظُوْمٌ —— اَلْحُوْتِ ؕ پر م علامت وقف ہے یہ علامت وقف لازم کی ہے جہاں ضرور ٹھیرنا چاہئے۔ اس سے اگلا جملہ الگ جملہ ہے لہٰذا اِذْ کا تعلق وَلَا تَکُنْ نہی سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق اُذْکُرْ فعل محذوف سے ہے وَ لَا تَکُنْ کَصَاحِبِ الْحُوْ پر بات ختم ہو گئی ہے۔ کہ جس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کے عذاب میں عجلت پسندی کی تھی، آپ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا خیال دل میں نہ لادیں۔ ان کفار اور مشرکین کی کرتوتوں پر عذاب ان کا مقدر بن چکا ہے جلد یا بدیر ان کو مل کر رہے گا۔ (آیات ۴۴، ۴۵ متذکرۃ الصدر)

اِذْ نَادٰی ..... ای اُذْکُرْ اِذْ نَادٰی (بلکہ) یاد کرو جب اس (حضرت یونس علیہ السلام) نے جب کہ وہ غم و اندوہ سے بھرا ہوا تھا (اپنے پروردگار کو) پکارا۔
اِذْ اسم ظرف ہے نَادٰی ماضی واحد مذکر غائب نِدَاءٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ اس نے پکارا۔ یہاں پکارنے سے مراد حضرت یونس کا لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پڑھ کر خداوند تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے۔
ترجمہ:۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور بیشک میں قصوروار ہوں۔

(ملاحظہ ہو ۲۱ : ۸۷)

وَ ھُوَ مَکْظُوْمٌ جملہ حالیہ ہے ضمیر نَادٰی سے ھُوَ کی ضمیر کا مرجع حضرت یونس علیہ السلام ہیں۔ مَکْظُوْمٌ اسم مفعول واحد مذکر کَظْمٌ (باب ضرب) مصدر سے، غم آگیں، غم کی وجہ سے دم گھٹا ہوا۔ کَاظِمٌ غم کو پی جانے والا۔ غصہ کو روک لینے والا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ (۳ : ۱۳۴) اور غصہ کو روکنے والے ہیں
کَظْمٌ کے اصل معنی ہیں سانس کا رک جانا۔ برتن کا بھر جانا۔ جب انسان رنج و غم سے بھر جائے

تو اس کو بھی کَاظِمٌ کہتے ہیں۔

بھرنے کے معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ (۴۰ : ۱۸)

اور ان کو قریب آنے والے دن سے ڈراؤ جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے :

حضرت یونس علیہ السلام کن کن غموں سے اور صدموں میں گھٹ رہے تھے، مولانا عبد الماجد دریاآبادی رح اپنی تفسیر ماجدی میں یوں فرماتے ہیں :

۱۔ ایک رنج قوم کے ایمان نہ لانے کا ۔

۲۔ وقت پر عذاب موعود کے ٹل جانے کا

۳۔ بلا اذنِ صریح اپنے مقام سے چل پڑنے کا۔

۴۔ شکمِ ماہی میں محبوس ہو جانے کا۔

۶۸ : ۴۹ = لَوْ لَا ۔ امتناعیہ ہے یعنی اگر نہ ہوتا۔ لَوْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے، نیز ملاحظہ ہو ۲ : ۱۱۸ ۔ و ۱۱ : ۱۲ ۔

لَوْ لَا اَنْ تَدَارَكَهٗ نِعْمَةٌ کے متعلق صاحب تفسیر مظہری رقمطراز ہیں :

لَوْ لَا امتناعیہ ہے اور تَدَارَكَ ماضی کا صیغہ اَدْرَكَ کا ہم معنیٰ ہے نِعْمَةٌ اس کا فاعل ہے اور نعمۃ اگرچہ مؤنث ہے۔ اور تَدَارَكَ مذکر ہے مگر فعل اور فاعل میں ہٗ ضمیر کی وجہ سے فصل ہو گیا ہے اس لئے اس فعل کو مذکر لایا گیا ہے،

یا تَدَارَكَ فعل مضارع منصوب ہے، اصل میں تَتَدَارَكَ تھا۔ تفاعل کی تاء کو حذف کر دیا گیا۔ اس وقت حال ماضی کی حکایت ہو گئی اور اَنْ کی وجہ سے مضارع بمعنی مصدر ہو جائے گا۔

اوّل صورت میں ترجمہ ہو گا۔

اگر نہ پہنچ گئی ہوتی اس کو رب کی طرف سے نعمت۔

اور دوسری صورت میں ترجمہ یوں ہو گا۔

اگر نہ ہوتا نعمتِ رب کا پہنچنا۔

تَدَارَكَهٗ ۔ تَدَارَكَ ماضی واحد مذکر غائب تَدَارُكٌ (تفاعل) مصدر (بمعنی اَدْرَكَ) جس کے معنی (تَدَارُكٌ کے) پانے اور ایک دوسرے تک پہنچنے کے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو پا لیا۔ وہ اس تک پہنچ گیا۔ تَدَارُكٌ کا استعمال

زیادہ تر فریادرسی اور نعمت کے پہنچنے کے متعلق ہوتا ہے۔

نِعْمَۃٌ بمعنی رحمت:

مِنْ رَّبِّہٖ صفت رحمت ہے یعنی اگر اللہ کی طرف سے اس پر رحمت نہ ہوتی اور توفیق توبہ نہ ملتی اور توبہ قبول نہ ہوجاتی تو ..... تفسیر مظہری۔

جملہ لَوْ لَآ ..... مِنْ رَّبِّہٖ شرط ہے۔

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ جملہ جواب شرط ہے نُبِذَ فعل ماضی مجہول واحد مذکر غائب نَبْذٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی پھینکنا۔ وہ ضرور پھینک دیا جاتا۔

اَلْعَرَآءِ۔ چٹیل میدان۔ جس میں نہ گھاس ہو نہ درخت ہو نہ عمارتیں۔ ہموار میدان جس میں کوئی اوٹ نہ ہو۔

وَھُوَ مَذْمُوْمٌ: جملہ حالیہ ہے۔ اور اس حال میں وہ مذموم ہوتا (یعنی اس کی مذمت کی جاتی)

۶۸/۵۰ فَاجْتَبٰہُ رَبُّہٗ جملہ معطوف ہے جس کا عطف جملہ مقدرہ پر ہے ای فتدارکتہ نِعْمَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ (لیکن) اللہ کی طرف سے اس کی رحمت اس تک آپہنچی اور اسے توفیقِ توبہ نصیب ہوئی اور وہ (توبہ) مشرف بقبولیت ہوئی پس اس کے پروردگار نے اسے منتخب فرمالیا۔

فَاجْتَبٰہُ میں ف عاطفہ ہے اور تعقیب کا ہے اِجْتَبٰی ماضی واحد مذکر غائب اجتباءٌ (افتعال) مصدر بمعنی چن لینا۔ انتخاب کرلینا۔ پسند کرلینا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع یونس علیہ السلام ہیں۔

رَبُّہٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا پروردگار۔

اَلصّٰلِحِیْنَ۔ نیک مرد، نیک لوگ، کاملین، صَلَاحٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے سو اس نے اس کو نیک اور صالحین، کاملین میں شامل کرلیا۔ مراد یہ کہ نبیوں میں شامل کرلیا۔ (خازن)

فَائِدَہ: سورۃ ہذا کی آیات ۴۸ تا ۵۰ اور سورۃ صٰٓفّٰت کی آیات ۳۷ : ۱۴۰ تا ۱۴۷ کے مدنظر واقعہ یوں بنتا ہے:

جب کشتی منجدھار میں پھنس گئی تو اس وقت کے رواج کے مطابق ملاحوں نے قرعہ اندازی کی کہ کس کی وجہ سے کشتی ایسی حالت میں دوچار ہوگئی ہے، جب تین بار متواتر قرعہ حضرت

یونس علیہ السلام کے نام نکلا تو انہوں نے آپ کو دریا میں پھینک دیا۔ اور ایک بڑی مچھلی نے ان کو نگل لیا اس وقت ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے کئے پر اپنے کو ملامت کر رہے تھے (۳۷: ۱۴۲) (تفسیر ماجدی)

اس وقت اگر آپ اپنے پروردگار کی تسبیح نہ کرتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے یعنی ان کو مچھلی کے پیٹ سے نکلنا نصیب نہ ہوتا اور وہ اسی کی غذا بنا دیئے جاتے (۳۷: ۱۴۳، ۱۴۴) لیکن حضرت یونس جو صدموں اور غموں سے بھرے بیٹھے تھے تو سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیروں سے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (۲۱: ۸۷ اور ۶۸: ۴۸)

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل دست گیری نہ کرتا اور ان کی پکار کو شرف قبولیت نہ بخشتا تو ان کو چٹیل میدان میں ایسی حالت میں پھینک دیا جاتا کہ صبر نہ کرنے اور اپنی قوم کو چھوڑ کر بغیر اذنِ خدا چلے آنے پر مورد مذمت ہوتے۔ (۶۸: ۴۹)

لیکن اللہ کی طرف سے اس کی رحمت ان تک آن پہنچی اور توفیقِ توبہ نصیب ہوئی اور توبہ مشرف بہ قبولیت ہوئی اور اس نے ان کو مضمحل اور مریض کی حالت میں چٹیل میدان میں ڈال دیا اور ان پر ایک بیلدار درخت اگا دیا۔ (۳۷: ۱۴۵، ۱۴۶)

ان کو (اپنے انعامات کے لئے) منتخب کر لیا۔ اور صالحین و کاملین میں شامل کر لیا۔ (۶۸: ۵۰)

اور ان کو ایک لاکھ آبادی یا اس سے بھی زیادہ کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیج دیا (۳۷: ۱۴۷)

۶۸: ۵۱ == وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا: واؤ عاطفہ، اِنْ مخففہ ہے اِنَّ سے بمعنی تحقیق۔ يَكَادُ مضارع واحد مذکر غائب كَوْدٌ (باب سمع) مصدر۔ قریب ہے۔ كَادَ يَكَادُ اگرچہ افعال تامہ ہیں۔ لیکن استعمال میں ان کے بعد کوئی دوسرا فعل ضرور ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کے قرب کو كَادَ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً كَادَ اَنْ يَّقُوْمَ۔ قریب تھا کہ وہ کھڑا ہو جائے اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا صلہ موصول مل کر فاعل فعل يَكَادُ کا۔

لَيُزْلِقُوْنَكَ لام تاکید کا ہے۔ يُزْلِقُوْنَ مضارع معروف اِزْلَاقٌ (افعال) مصدر بمعنی پھسلا دینا۔ گرا دینا۔ اِزْلَاقٌ بِالْبَصَرِ غضب ناک نظر سے گھور کر دیکھنا۔ زَلَقٌ صاف چکنی زمین۔ زَلَقٌ مجرد (باب نصر) بھی اِزْلَاقٌ کے معنی میں آتا ہے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، لَمَّا ظرفیت کا ہے اَلذِّكْرَ ای اَلْقُرْاٰنَ۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔
تحقیق کافر لوگ جب (آپ سے) قرآن حکیم سنتے ہیں تو غضبناک نظروں گھور کر آپ کو دیکھتے ہیں (گویا آپ کے قدم اکھاڑ دیں گے)
۶۸: ۵۱ = وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے
اِنَّهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ لام تاکید کا ہے اور کہتے ہیں تحقیق یہ تو دیوانہ ہے۔
۶۸: ۵۲ = وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ: جملہ حالیہ ہے۔ حال یہ ہے کہ یہ قرآن تمام دنیا کے لئے صرف نصیحت ہے۔
مَا نافیہ هُوَ کا اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشارٌ الیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات ہو۔ کیونکہ آپ سارے جہان کے لئے پیغام ہدایت دینے والے اور ناصح ہیں۔
اس صورت میں ذِكْرٌ اگرچہ مصدر ہے لیکن بطور مبالغہ بمعنی اسم فاعل ہے جیسے زَيْدٌ عَدْلٌ زید انصاف ہے یعنی اتنا انصاف کرنے والا ہے گویا خود مجسم انصاف ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۶۹) سُوۡرَۃُ الۡحَاقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ (۵۲)

۶۹: ۱ = اَلۡحَاۤقَّۃُ : حق ہونے والی ، ثابت ہونے والی۔ حَقٌّ باب ضرب، نصر، مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث یہاں روز قیامت مراد ہے۔ قیامت کو الحاقۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا واقع ہونا ایک مسلّم حقیقت اور اٹل صداقت ہے۔ مبتدا ہے :

۶۹: ۲ ـــ مَا الۡحَاۤقَّۃُ : مَا استفہامیہ ہے۔ کیا ہے وہ ہو کر رہنے والی۔ اصل میں مَا ھِیَ تھا۔ جس صورت میں یہ مبتدا کی خبر ہے اگرچہ اصل میں مَا ھِیَ ہونا چاہئے تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا لیکن قیامت کی ہولناکی اور عظمتِ شان کو ظاہر کرنے کے لئے ضمیر کی جگہ اسم ظاہر معہ استفہام لایا گیا ہے۔

۶۹: ۳ = وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ استفہام انکاری ہے مَا بمعنی مَنۡ ہے کون ہے؟ اَدۡرٰىکَ اَدۡرٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ دری مادہ۔ یُدۡرِیۡ فعل مضارع کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر مَاۤ اَدۡرٰىکَ تجھے کون بتلائے۔ تجھے کون خبردار کرے۔ مَاۤ اَدۡرٰىکَ ۔ وَمَا یُدۡرِیۡکَ ، تم نہیں سمجھتے۔ (المنجد)

کیا تم کو معلوم ہے، کس چیز نے تم کو بتلایا۔ تم کو کیا معلوم ؟

یحیٰی بن سلام کہتے ہیں :۔

کہ قرآن مجید میں جہاں کہیں مَاۤ اَدۡرٰىکَ ماضی کے صیغہ سے آیا ہے آخر اسی چیز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا گیا ہے اور جہاں کہیں مَا یُدۡرِیۡکَ مضارع کا صیغہ آیا ہے وہاں وہ بات آپ سے مخفی رکھی گئی ہے۔

مَا الۡحَاۤقَّۃُ : کیسی ہولناک ہے قیامت ، جملہ استفہامیہ ہے جو قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کر رہا ہے۔ یعنی قیامت بڑی ہولناک چیز ہے۔

۶۹:۴ ـــــ ثَمُوْدُ: ثمود یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم۔ عَادٌ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم:
بِالْقَارِعَةِ: اقوامِ صالح اور ہود نے، قیامت کی تکذیب کی،
الْقَارِعَةُ: کھٹکھٹا دینے والی ساعت۔ یعنی قیامت جو ہر چیز کی پھوڑ توڑ، شکست و ریخت اور انتشار و پراگندگی کی وجہ سے لوگوں کے کانوں پر چوٹ لگائے گی: اس جگہ بھی ضمیر کی بجائے اسم ظاہر کو استعمال کیا گیا ہے۔ مگر ایسا مرادف لفظ لایا گیا ہے جو کہ شدت ہول میں زیادتی کو ظاہر کر رہا ہے۔

یہ جملہ سابقہ جملوں کے ساتھ مل کر بتا رہا ہے کہ قیامت کو نہ ماننا اور اس کی تکذیب کرنا ہلاکت و تباہی کا موجب ہے۔ الْقَارِعَةُ قَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ ہے واحد مؤنث کھٹکھٹانے والی۔ قَارِعُ الْبَابِ۔ دروازہ کھٹکھٹانے والا۔

۶۹:۵ ـــــ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ: یہ جملہ كَذَّبَتْ پر معطوف ہے۔ فَاَمَّا میں فاء سببیہ ہے اور اَمَّا سے مجمل کی تفصیل کی گئی ہے۔

اصل کلام یوں تھا۔
ثمود اور عاد نے قیامت کی تکذیب کی اس لئے تباہ کر دیئے گئے۔ ثمود تو طاغیہ کی وجہ سے ہلاک ہوئے (اور عاد کو سخت ٹھنڈی یا سخت شور انگیز ہوا سے ہلاک کر دیا گیا۔ آیت ۶)

اُهْلِكُوْا۔ ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ ہلاک کئے گئے۔
بِالطَّاغِيَةِ۔ سخت کڑک سے۔ طاغیۃ غیر معمولی چیز سے بالاتر۔ قتادہ نے یہی فرمایا ہے اور یہی صحیح ہے۔

صورت یہ ہوئی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ایک چیخ اتنی بلند ماری کہ سب مر کر رہ گئے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آسمان کی طرف سے ایک ایسی چیخ پیدا ہوئی تھی جس میں ہر تڑک ہر کڑک اور ہر زمینی چیز کی آواز تھی۔ جس سے سینوں کے اندر دل پارہ پارہ ہو گئے۔

اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ:۔
طَاغِيَةٌ، عَافِيَةٌ کی طرح مصدر ہے طُغْيَانٌ کا ہم معنی ہے یعنی ثمود اپنے طغیان (گناہوں میں حد سے آگے بڑھ جانے) کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ اس صورت میں باء سببیہ ہوگی۔
پیغمبر کی تکذیب کی، اونٹنی کو قتل کیا۔ وغیرہ۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ طاغیۃ میں تا مبالغہ کی ہے بڑا سرکش، اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا قاتل قدار بن سالف ہے۔

یہ بھی ایک قول ہے کہ :۔

طاغیۃ میں تاء تانیث ہے اور) اس سے مراد وہ جماعت ہے جس نے اونٹنی کے قتل پر اتفاق کیا اور قدار کو اس فعل پر آمادہ کیا تھا۔ یہی جماعت پوری قوم کی تباہی کا سبب بنی تھی۔

یہ تاویل یعنی طاغیۃ کو مصدر کہنا یا جماعت مراد لینا یا صرف قدار مراد لینا اور تاء کو مبالغہ کے لئے قرار دینا آئندہ آیت کے مناسب نہیں ہے کیونکہ آئندہ آیت میں فرمایا ہے :۔

فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ کہ عاد کو طوفان ہوا سے ہلاک کیا گیا (یعنی ذریعۂ ہلاکت بیان فرمایا ہے باعث ہلاکت بیان نہیں فرمایا۔ پس طاغیۃ سے مراد بھی ذریعۂ ہلاکت یعنی ہولناک چیخ ہونی چاہئے۔ (تفسیر مظہری)

۶:۶۹ — وَاَمَّا عَادٌ اور رہے عاد (یعنی جہاں تک عاد کا تعلق ہے) فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ، موصوف و صفت تو وہ ہلاک کئے گئے ریح صرصر سے۔ صَرْصَر سناٹے کی ہوا۔ عَاتِيَةٍ۔ صفت ثانی ریح صَرْصَرٍ کی۔ عُتُوٌّ (ع ت و حروف مادہ) (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث ہے۔ عُتُوٌّ کے معنی ہیں حد سے بڑھ جانا (قاموس) حد سے گذر جانا (المنجد) حکم عدولی کرنا (المفردات) گستاخ، متکبر، (الفرائد الدریہ)

قاضی شوکانی لکھتے ہیں :۔

عاتیۃ وہ جو اطاعت سے گردن تابی کرے۔ گویا وہ فرشتگانِ ہوا سے سرکشی کر رہی تھی، ان کی اطاعت نہیں کرتی تھی۔ اور وہ اس کے تیز و تند ہونے کے باعث اس کے تھامنے پر قادر نہ پاتے تھے یا عاد کے خلاف اس نے سرکشی کی تھی کہ وہ اس کو روک نہ سکے بلکہ الٹا اس نے ہی ان کو تباہ کر ڈالا۔ (لغات القرآن)

آیت کا ترجمہ ہوگا :۔

رہے عاد تو ان کو نہایت تیز و تند آندھی کے ذریعہ ہلاک کر دیا گیا۔

۷:۶۹ — سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ : جملہ مستانفہ ہے سخّر ماضی واحد مذکر غائب تَسْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر بمعنی زبردستی کسی کو خاص کام میں لگا دینا۔ کسی کو مقرر کرنا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع ریح صرصر ہے۔ اس نے یعنی اللہ نے اس (طوفان۔ باد تند و تیز) کو ان پر مسلط کر دیا۔

سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ: سات راتیں اور آٹھ دن۔ یہ ہوا بدھ کے روز صبح سے شروع ہوئی اور اگلے بدھ کی شام کو تھمی (تفسیر حقانی)

حُسُوْمًا: یہ حَسَمَ یَحْسِمُ کا مصدر بھی ہوسکتا ہے جس کے معنی ہیں :۔
۱:۔ جڑ سے کاٹ دینا ۲: زخم کو مسلسل داغ دینا۔
اور یہ (حُسُوْمًا) حَاسِمٌ کی جمع بھی ہوسکتا ہے جیسے شَاهِدٌ کی جمع شُهُوْدٌ ہے
اس صورت میں یہ حَسَمَ یَحْسِمُ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے ۔ بمعنی
۱:۔ جڑ سے کاٹ دینے والے۔
۲:۔ لگاتار، مسلسل، پیہم۔
مجاہد اور قتادہ نے اسی معنی میں لیا ہے۔
مطلب یہ کہ یہ طوفان متواتر سات رات اور آٹھ دن قوم عاد پر مسلط رہا۔ اور ان کی تباہی و بربادی کرتا رہا۔

فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعٰى۔ ف عاطفہ، تَرٰى مضارع واحد مذکر حاضر، رُؤْيَةٌ (رءی۔ حروف مادہ) باب فتح) مصدر۔ حال ماضی کی حکایت ہے۔ (فعل مضارع کو کسی گذشتہ بات کو بیان کرنے کے لئے ماضی کے بجائے استعمال کرنا) تو تُو دیکھتا، مخاطب عام ہے کوئی ہو۔ القوم سے مراد قوم عاد۔ فیہا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع مذکورہ بیل و نہار ہے صَرْعٰى ، صَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ صَرِيْعٌ (اسم مفعول) کی جمع ہے۔ زمین پر پڑے ہوئے۔ مَصْرُوْعٌ مرگی کا مریض۔ صَرْعٰى ۔ یا تو تَرٰى کا دوسرا مفعول ہے یا القوم سے حال ہے۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
(اگر تو اے مخاطب اس وقت موجود ہوتا) تو تُو دیکھتا قوم عاد کو ان دنوں میں (زمین پر) گرے پڑے۔

كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ۔ یہ جملہ بھی القوم سے حال ہے ك حرف تشبیہ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب ۔ بے شک وہ لوگ، اَعْجَازُ نَخْلٍ: مضاف مضاف الیہ۔ اعجاز۔ تنے۔ جڑیں۔ عَجْزٌ کی جمع ہے۔
نَخْلٍ کھجور کا درخت۔
خَاوِيَةٍ افتادہ۔ گری ہوئی۔ کھوکھلی۔ خَوَاءٌ (باب سمع) (خ و ی حروف مادہ) جگہ یا مکان کا خالی ہونا۔ اور باب ضرب سے بھی بمعنی خالی ہونا ہے ای خَوٰى بَطْنُهٗ مِنَ الطَّعَامِ اس کا پیٹ طعام سے خالی ہوگیا۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے یہ نَخْلٍ کی صفت ہے

گویا وہ کھوکھلی کھجور کے مڈھ (جڑیں) ہیں۔

۶۹: ۸ = فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ۔ استفہام انکاری ہے مخاطب کو اقرار پر آمادہ کیا جا رہا ہے یعنی کوئی بھی باقی نہیں۔ بَاقِيَةٍ صفت ہے موصوف مقدرہ کی ای من نفس باقیۃ۔ کیا تو ان میں سے کوئی جان باقی دیکھتا ہے؟ کیا تمہیں ان کا کوئی فرد نظر آتا ہے۔

۶۹: ۹ = وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ۔ واؤ عاطفہ ہے بالخاطئۃ ب تعدیہ کا ہے۔ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا۔

۱۔ فِرْعَوْنُ۔

۲۔ مَنْ قَبْلَهٗ

۳۔ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ فاعل ہیں فعل جَآءَ۔ بِ کے۔

جَآءَ (باب ضرب) فعل لازم ہے۔ بِ کے صلہ کے ساتھ فعل متعدی ہو جاتا ہے جَآءَ بمعنی وہ آیا۔ اور جَآءَ بِ وہ لایا۔ خَاطِئَةٍ گناہ۔ گنہگار۔ خَطِئَ يَخْطَأُ کا مصدر بھی ہے اور اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بھی۔

جَآءَ بِالْخَاطِئَةِ اس نے گناہ کیا۔ مَنْ موصولہ ہے۔ اور قَبْلَهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مَنْ کا صلہ۔ اور جو اس سے پہلے گزر چکے۔ یعنی فرعون سے پہلے۔

اَلْمُؤْتَفِكٰتُ: اسم فاعل جمع مؤنث المؤتفکۃ واحد۔ اِئْتِفَاكٌ (افتعال) مصدر (اف ک مادہ) الٹی ہوئی منقلب، مراد حضرت لوطؑ کی قوم کی بستیاں جو بحیرہ مردار کے ساحل پر آباد تھیں۔ اور جن کی تخت گاہ یا سب سے بڑا شہر سدوم تھا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا حکم نہ ماننے اور ظلم و لواطت سے باز نہ آنے کی وجہ سے اللہ نے ان کی زمین کا تختہ الٹ دیا اور اوپر سے کنکریلے پتھروں کی بارش کی:

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ جو الٹی ہوئی بستیوں میں رہتے تھے (سب نے) گناہ کا ارتکاب کیا۔

۶۹: ۱۰ = فَعَصَوْا۔ فَ عاطفہ اس جملہ کا عطف جَآءَ پر عطف تفسیری ہے (کیونکہ یہ جملہ جَآءَ بِالْخَاطِئَةِ کی تفصیل بیان کرتا ہے)

عَصَوْا ماضی جمع مذکر غائب مَعْصِيَةٌ و عِصْيَانٌ (باب ضرب۔ عصی مادہ) مصدر سے بمعنی نافرمانی کرنا۔ عَصَوْا۔ اصل میں عَصَيُوْا تھا۔ یا متحرک ماقبل اس کا مفتوح

اس لئے یاء کو الف سے بدلا گیا۔ اجتماع ساکنین سے الف گر گیا۔ عَصَوْا رہ گیا۔

رَسُوْلَ رَبِّهِمْ مفعول ہے عَصَوْا کا۔

ترجمہ ہوگا۔

پس انہوں نے اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی (یعنی ہر قوم نے اپنے رب کے رسول کی نافرمانی کی۔ ای فعصٰی کل امۃ رسولھم (روح المعانی)

فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ؕ ای فاخذھم اللہ ف سببیہ ہے۔ بدیں سبب اللہ نے ان کو پکڑ لیا۔

اَخْذَةً مفعول مطلق۔ موصوف،

رَّابِيَةً صفت۔ رُبُوٌّ (باب نصر) مصدر بمعنی بڑھنا۔ اور زائد ہونا۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

بدیں سبب اللہ نے ان کو نہایت سختی اور شدت کے ساتھ پکڑا۔

۶۹: ۱۱ = اِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَآءُ۔ اِنَّا مبتدا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔ تحقیق ہم نے۔ تحقیق ہم۔ حَمَلْنٰكُمْ مبتدا کی خبر۔ لَمَّا طَغَى الْمَآءُ ظرف حَمَلْنٰكُمْ کا۔

فِي الْجَارِيَةِ ای فی سفینۃ نوح علیہ السلام؛

لَمَّا بمعنی جب۔ طَغٰی ماضی واحد مذکر غائب طُغْيَانٌ (باب نصر و سمع) مصدر سے وہ حد سے نکل گیا۔ (جب نگاہ اپنی حد سے گذر جاتی ہے تو بہکنے لگتی ہے اور جب پانی اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے) یہاں مراد ہے: جب پانی ہر چیز سے اونچا ہو گیا تھا۔

الجاریۃ۔ کشتی۔

ترجمہ ہوگا۔

جب پانی حد سے گذر گیا تھا تو ہم نے تم کو کشتی میں سوار کر لیا تھا۔

فَائِدَة: حَمَلْنٰكُمْ میں کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر ہے اس سے مراد تمہارے اسلاف ہیں۔ کیونکہ تم اس وقت اپنے اسلافِ اعلیٰ کی پشتوں میں تھے۔ تو جب تمہارے اسلاف کو کشتی میں سوار کیا تو گویا تمہیں کشتی میں سوار کیا۔

= لِنَجْعَلَهَا تَذْكِرَةً ؛ ۔ لِنَجْعَلَهَا ۔ لام تعلیل کا ہے۔ نَجْعَلَ فعل مضارع جمع متکلم ۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ ہم بنا دیں ۔ ہم کر دیں ۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب ، مراد اس سے وہ فعل ہے جس سے مؤمنوں کو نجات نصیب ہوئی اور کافر ہلاک ہو گئے ۔

الضمیر للفعلۃ وھی نجاۃ المؤمنین واغراق الکفرۃ ۔ الکشاف ؛ ضمیر نجات المؤمنین و اغراق الکفرین کے فعل کی طرف راجع ہے ۔

فرّاء نے لکھا ہے کہ ضمیر الجاریۃ (السفینۃ) کے لئے ہے ۔

صاحب الیسر التفاسیر کا بھی یہی قول ہے ۔ لکھتے ہیں :۔

وقولہٗ لنجعلها لکم تذکرۃ : ای لنجعل السفینۃ تذکرۃ لکم و موعظۃ وعبرۃ

تذکرۃ ، یاد دہانی ، نصیحت ، یاد کرنے کے قابل چیز ، عبرت ، موعظت ، بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے ۔ اور فعل نجعل کا مفعول ثانی ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

تاکہ ہم اس کو (یعنی اس واقعہ کو) تمہارے لئے یادگار بنا دیں ۔

وَتَعِيَهَا ؛ واؤ عاطفہ ، تَعِيَ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ وَعْيٌ (باب ضرب) مصدر سے هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع وہی ہے جو نجعلها میں هَا کا ہے جس کی اوپر بحث ہوئی ہے (اور تاکہ اس کو) وہ یاد رکھے ۔

أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ، موصوف و صفت ، اُذُنٌ کان مجازاً اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو کان لگا کر سنے ۔ اور سن کر مانے ۔ واعِيَةٌ اسم فاعل ، واحد مؤنث ۔ وَعْیٌ باب ضرب مصدر ۔ یاد رکھنے والے ۔ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ یاد رکھنے والے کان ۔ وِعَاءٌ برتن کو کہتے ہیں جس میں کوئی چیز بھری جاتی ہے یا رکھی جاتی ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

اور تاکہ یاد رکھنے والے اس کو یاد رکھیں ۔ (سمجھیں اور غور کریں)

علامہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :۔

کان سننے اور یاد رکھنے کا ذریعہ ہے اس لئے یادداشت کا فاعل کان کو قرار دیا ۔ ورنہ حقیقت میں یاد رکھنے والا دل یا نفس ہے ۔ یا کان سے مراد کانوں والے (یعنی اصحاب اُذُن) مضاف (اصحاب) کو حذف کر کے مضاف الیہ (کان) کو اس کے قائم مقام کر دیا ۔

(اول مجاز فی الاسناد ہے اور دوسرا مجاز لغوی یا مجاز فی الحذف)

۶۹: ۱۳ = فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ. ف عاطفہ، اذا ظرف زمان ہے، پھر
جب۔ نُفِخَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ نَفْخٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پھونکنا۔ پھونک
مارنا۔ نَفِيْخٌ۔ ڈھولچی، وہ شخص جس کے ذمہ پھونکنے کی خدمت ہو۔ نَفْخَةٌ ایک بار پھونک مارنا۔
الصُّوْر نرسنگھا، سینگ، شاخ۔ وہ چیز کہ جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور
جلانے کے لئے پھونکیں گے۔ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ مفعول مالم یسم فاعلہ۔

ترجمہ ہوگا۔ پھر جب صور میں ایک بار پھونک ماردی جائے گی۔

فَائِدَہ:- آیات (۲۰:۵، ۳۶: ۵۱، ۱۸: ۹۹) میں نُفِخَ سے مراد نفخۂ دوم ہے آیت ۳۹:
۶۸: وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ میں نفخۂ اول مراد ہے اور
اسی آیت میں ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى میں نفخۂ دوم مراد ہے آیت زیر مطالعہ ۶۹:۱۳ میں نفخۂ اول مراد ہے
آیت ۲۳: ۱۰۱ مختلف فیہ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ نفخۂ دوم مراد ہے۔

سعید بن جبیرؒ کی روایت میں حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک نفخۂ اول مراد ہے اور عطار کی
روایت میں حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک نفخۂ دوم مراد ہے۔ (لغات القرآن)

۶۹: ۱۴ = وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ۔ جملہ معطوف ہے اور اس کا عطف نُفِخَ پر ہے
حُمِلَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ حَمْلٌ (باب ضرب) مصدر۔ اٹھانا۔ وہ اٹھائی گئی (وہ اٹھائی
جائے گی) یعنی زمین اور پہاڑوں کو ان کی جگہ سے اٹھا لیا جائے گا۔

دُكَّتَا: ماضی مجہول تثنیہ مؤنث غائب۔ دَكٌّ (باب ضرب) مصدر سے، بمعنی ریزہ ریزہ کرنا۔
ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کر ہموار کرنا۔ اصل میں دَكٌّ نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اور چونکہ نرم زمین
ہموار اور ریزہ ریزہ ہوتی ہے اسی لئے اسی مناسبت سے اس کی مصدر کے معنی مقرر ہوئے

تمام زمین کو واحد لایا گیا ہے اور تمام پہاڑوں کو واحد لایا گیا ہے۔ لہٰذا زمین اور پہاڑوں کے
لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اور جگہ آسمانوں اور زمین کو علیحدہ علیحدہ واحد لاکر
دونوں کے لئے تثنیہ کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت (۲۱: ۳۰) اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا۔ کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے ان دونوں کو
جدا جدا کردیا۔

دَكَّةً مفعول مطلق موصوف وَاحِدَةً صفت، اسم فاعل واحد مؤنث۔ ایک ہی بار میں۔

یعنی زمین اور پہاڑوں کو یکبارگی اٹھا کر کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا:

۶۹: ۱۵ = فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ۔ ف تعقیب کا ہے یَوْمَئِذٍ ظرف وَقَعَتْ کا پس اس روز وقوع پذیر ہو جائے گی وقوع پذیر ہونے والی۔ یعنی قیامت برپا ہو جائیگی

الواقعۃ: وَقْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث وَقْعٌ (باب فتح) مصدر۔

۶۹: ۱۶ = وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَھِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاھِیَۃٌ۔ واؤ عاطفہ۔ انشقت کا عطف وَقَعَتْ پر ہے یَوْمَئِذٍ ظرف ہے وَاھِیَۃٌ کا۔

اِنْشَقَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب انشقاق (انفعال) مصدر سے جس کا معنی شق ہو جانا۔ پھٹ جانا۔ اور (اس روز) آسمان پھٹ جائے گا۔

فَھِیَ میں ھِیَ ضمیر کا مرجع السّمآء ہے واھیۃ وَھْیٌ (باب ضرب، فتح، سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، بمعنی کمزور، بوسیدہ۔ پھٹا ہوا۔ وَھْیٌ کے معنی مشک پھٹ جانا۔ رسی کا بند کمزور اور ڈھیلا ہو جانا۔ ابر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا۔ گر پڑنا۔ کمزور ہو جانا۔ دیوار کا گرنے کے قریب ہو جانا ہے۔

فَھِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاھِیَۃٌ: پس وہ (یعنی آسمان) اس روز بالکل بودا ہوگا۔

۶۹: ۱۷ = وَّالْمَلَکُ عَلٰٓی اَرْجَآئِھَا۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ پر ہے۔ اَلْمَلَکُ سے مراد فرشتوں کی جنس ہے کوئی خاص فرشتہ مراد نہیں اَرْجَآئِھَا مضاف مضاف الیہ اَرْجَاء رَجًا کی جمع ہے یعنی کنارے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السمآء ہے اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔

صاحب ضیاء القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ فرشتے جو آج اپنے قیام، رکوع، سجود، سے آسمان کے چپہ چپہ کو مزین کئے ہوتے ہیں جب آسمان کا نظام درہم برہم ہو جائے گا تو وہ صفیں باندھ کر کناروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔

وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّکَ فَوْقَھُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ: اس جملہ کا عطف بھی سابقہ جملہ کی طرح فیومئذ وقعت الواقعۃ پر ہے۔

فَوْقَھُمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کے اوپر۔ فَوْقَھُمْ۔ ای فوق الملئکۃ الذین ھم علی الارجاء او فوق الثمٰنیۃ ہے۔ (بیضاوی) یعنی قیامت کے دن آٹھ فرشتے اطراف آسمان پر مقیم ملائکہ کے اوپر یا اپنے اوپر اللہ کے عرش کو اٹھائے ہوتے ہوں گے۔

ثَمٰنِیَۃٌ اسم عدد۔ آٹھ۔ یہاں آٹھ فرشتے مراد ہیں۔

(آیت کا) مطلب یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش پر تشریف فرما ہوگا۔ اور فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ اور پاک ہیں کہ وہ کسی مکان میں سما سکیں۔ عرش کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے ہے کہ اس نسبت سے عرش کی شان بلند ہو۔ نیز یہ مقام اللہ تعالیٰ کی خصوصی تجلیات کی جلوہ گاہ ہے۔ کائنات علوی و سفلی میں جس قسم کے تصرفات ہو رہے ہیں جن تدبیروں کا ظہور ہو رہا ہے ان سب کا مرکزیہ مقام ہے جسے عرش کہا جاتا ہے جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر بیٹھ کر اپنے فرائض جہانبانی انجام دیتا ہے اسی طرح عالم وجود میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا منبع اور مصدر یہ مقام ہے اس لئے اسے عرش یعنی تختِ الٰہی کہا گیا ہے (ضیاء القرآن)

لغات القرآن میں منجملہ دیگر توضیحات کے یہ بھی تحریر ہے۔

امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی المتوفی ۴۵۸ھ کتاب الاسماء والصفات میں لکھتے ہیں۔

مفسرین کے اقوال یہی ہیں کہ عرش سے مراد تخت ہی ہے اور یہ ایک جسم مجسم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اٹھائے رکھیں اور اس کی تعظیم اور طواف کے ذریعے عبادت کو بجالائیں۔ جس طرح کہ زمین میں اس نے ایک گھر پیدا فرمایا اور بنی آدم کو حکم دیا کہ اس کا طواف کریں۔ اور نماز میں اس کی طرف منہ کیا کریں۔ (لغات القرآن ج ۴ لفظ عرش کے محاذ)

۶۹: ۱۸ = یَوْمَئِذٍ۔ یَوْمَ اسم ظرف منصوب، مضاف اِذْ مضاف الیہ، اسی دن، اسی روز، ایسے واقعات کے دن۔

تُعْرَضُوْنَ۔ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر، عَرْضٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ہیں، سامنے ہونا۔ ظاہر و آشکار کرنا۔ تم پیش کئے جاؤ گے۔ تم روبرو لائے جاؤ گے۔ تم سامنے کئے جاؤ گے۔

(یہ پیشی نفخۂ بعث کے بعد ہوگی۔ خطاب تمام آدمیوں سے ہے یعنی اے انسانو! اس روز حساب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے تمہیں جانا ہوگا۔)

لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ۔ مضارع منفی واحد مؤنث غائب۔ خَفَاءٌ (باب سمع) مصدر سے نہیں چھپی رہے گی تم سے۔ خَافِيَةٌ خَفَاءٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ چھپنے والی پوشیدہ ہونے والی۔ بھید۔

مترجمین نے حسب ذیل اس کے ترجمے کئے ہیں۔

۱۔ تم میں سے کسی کا راز نہ چھپ سکیگا۔ (ترجمہ) تم سے کوئی شخص مخفی نہ رہ سکیگا نہ کوئی بات

مخفی رہے گی۔ (تفسیر) ــ تفسیر حقانی)
۲۔ تمہاری کوئی پوشیدہ حرکت بھی چھپی نہ رہ سکے گی۔ (تفسیر مظہری)
۳۔ تمہارا کوئی راز بھی چھپا نہ رہ جائے گا۔ (تفہیم القرآن) ضیاء القرآن)
۴۔ ای لا تخفی منکم سریرۃ من السرائر التی تخفونھا۔ (کوئی بھید جسے تم چھپائے رکھتے تھے وہ بھی پوشیدہ نہیں رہیگا) الیسر التفاسیر۔
۵۔ وقیل معناہ لا یخفی منکم یوم القیامۃ ماکان مخفیا فی الدنیا۔ (الخازن)
اس کا معنی یہ ہے کہ جو بات دنیا میں تم پر مخفی تھی قیامت کے روز وہ بھی مخفی نہ رہیگی۔

فَائِدَہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔
قیامت کے دن لوگوں کی تین پیشیاں ہوں گی۔ دو پیشیاں تو جھگڑا کرنے اور معذرتوں کے لئے ہوں گی اور تیسری پیشی کے وقت اعمالنامے ہاتھوں میں نمودار ہو جائیں گے۔ کوئی دائیں ہاتھ لینے والا ہوگا اور کوئی بائیں ہاتھ میں۔ (تفسیر مظہری)
۶۹:۱۹۔ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ ف ترتیب کا ہے بمعنی پھر، اَمَّا حرف شرط تفصیلیہ ہے بمعنی لیکن، یا۔ سو۔ مَنْ مفعول مالم یسم فاعلہ۔ اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ کِتٰبَہٗ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول اُوْتِیَ کا۔ بِ تعدیہ کا۔ یَمِیْنِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ دایاں ہاتھ۔ پس جو دیا جائے گا یا دیا گیا، اپنا اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں۔ جملہ شرطیہ ہے:۔
== فَیَقُوْلُ ۔ ف جزائیہ ہے۔ جملہ جزائیہ ہے، پس وہ کہیگا۔
هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَہْ ۔ یہ فعل یَقُوْلُ کا مقولہ ہے۔
هَآ ۔ عربی میں تین طرح آتا ہے۔

۱۔ اسم فعل، یعنی اسم بمعنی فعل امر، لے۔ لو۔ اس وقت الف کو ممدودہ پڑھنا بھی جائز ہے اور دونوں شکلوں میں اس کے بعد کبھی کَ خطاب تمام حالات میں آتا ہے جیسے هَاكَ هَاكِ هَاكُمَا هَاكُمْ۔ هَاكُنَّ۔
کبھی نہیں آتا اگر ممدودہ کے بعد کَ خطاب نہ ہو تو ہمزہ کے اعراب کو تذکیر، تانیث افراد، تثنیہ، جمع، مختلف احوال کو ظاہر کرنے کے لئے بولتے رہتے ہیں۔
مثلاً واحد مذکر میں هَاءَ واحد مؤنث میں هَاءِ ۔ تثنیہ مذکر و مؤنث میں هَاؤُمَا هَاؤُنَّ اور جمع مذکر میں هَاؤُمْ کہا جاتا ہے یہ آخری لفظ قرآن مجید میں آیت ہذا میں استعمال ہوا ہے

هَآؤُمُ اقْرَءُوْا کِتٰبِیَهْ : لو میرا اعمالنامہ پڑھو،

۲:۔ هَا کی دوسری صورت ضمیر واحد مؤنث غائب متصل ہے۔ جو بحالت نصب و جر مستعمل ہے۔ جیسے فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا (۹۱ : ۸) اول ضمیر منصوب اور آخری دونوں مجرور ہیں

۳:۔ هَا تنبیہ کے لئے یہ چار طرح مستعمل ہے

(ا) اسم اشارہ قریب پر آتی ہے جیسے کہ هٰذَا۔ هٰذَانِ۔ هَاتِیْ هَاتَانِ هٰٓؤُلَآءِ

(ب) اس ضمیر مرفوع پر آتی ہے جس کی خبر اسم اشارہ ہو جیسے هَآ اَنْتُمْ اُولَآءِ (اَنْتُمْ ضمیر مرفوع مبتدا، اور اُولَآءِ خبر)

(ج) ندا کی صورت میں اَیُّ کی لغت ہوتی ہے جیسے یَآاَیُّهَا الرَّجُلُ۔ اَیُّهَا السَّاحِرُ

(د) اگر حرف قسم حذف کر دیا گیا ہو اور اللہ کی قسم کھانا ہو تو لفظ اَللّٰهُ پر هَا کو لے آتے ہیں اور اللہ کی ہمزہ کو باقی رکھتے ہیں یا حذف کر دیتے ہیں۔ جیسے هَا اَللّٰهُ۔ هَا للّٰهُ

اِقْرَءُوْا، فعل امر جمع مذکر حاضر قِرَاءَةٌ (باب فتح و نصر) مصدر۔ تم پڑھو، تم پڑھ لیا کرو

کِتٰبِیَهْ۔ کِتٰبِیْ مضاف مضاف الیہ۔ میری کتاب، میرا اعمالنامہ۔ ۃ، ھاءِ سکتہ ساکنہ جو عموماً حالتِ وقف میں ماقبل کی حرکت کے اظہار کے لئے آتی ہے۔ کِتٰبِیَهْ اسم مفعول ہے اِقْرَءُوْا کا۔

۶۹ : ۲۰ = ظَنَنْتُ ماضی واحد متکلم ظَنٌّ (باب نصر) مصدر۔ میں نے یقین کیا۔ میں نے جانا۔

= اِنِّیْ، بے شک میں۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے۔

= اَنِّیْ، بے شک میں۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ی ضمیر واحد متکلم سے مرکب ہے :

= مُلٰقٍ۔ مُلَاقَاةٌ (مفاعلة) مصدر سے، اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل میں مُلَاقِیٌ تھا۔ پہنچنے والا۔ پانے والا۔ مضاف،

= حِسَابِیَهْ، حِسَابِیْ مضاف، مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، میرا حساب ۃ وقف کی ہے ملاحظہ ہو کِتٰبِیَهْ، آیت ۶۹ : ۱۹۔ متذکرۃ الصدر۔

مُلٰقٍ حِسَابِیَهْ : اپنے حساب کو، (یعنی اپنے اعمال کی سزا و جزا) پا لینے والا۔

۶۹ : ۲۱ = فَهُوَ فِیْ عِیْشَةٍ رَّاضِیَةٍ۔ فَ تعقیب کا یا ترتیب کا ہے۔ هُوَ سے مراد وہ شخص ہے جسے اس کے دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ لا دیا گیا ہو۔

عِیْشَةٍ زندگانی۔ گزران، عَاشَ یَعِیْشُ (باب ضرب) کا مصدر ہے، جس کے

معنی جینے کے ہیں۔ موصوف ہے۔

رَّاضِیَۃٍ: رِضًی۔ رُضًی (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے، پسندیدہ، من بھاتی، خوش، صفت، ھُوَ مبتدا رفِیْ عِیْشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ اس کی خبر،

ترجمہ:۔

پس وہ شخص پسندیدہ زندگی بسر کرے گا:

۲۲:۶۹ == فِیْ جَنَّۃٍ عَالِیَۃٍ: یہ مبتدا کی خبر کے بعد دوسری خبر ہے، بلند مرتبہ باغوں میں عَالِیَۃٍ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

۲۳:۶۹ == قُطُوْفُھَا دَانِیَۃٌ: قُطُوْفٌ جمع ہے قِطْفٌ کی، قُطُوْفٌ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ، قَطْفٌ مصدر۔ (باب ضرب) بمعنی پھل توڑنا درخت سے، قِطْفٌ (ق کی کسرہ سے) وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں یعنی خود گرے ہوئے نہ ہوں (خواہ توڑلئے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں مگر توڑے جانے کے قابل ہوں)

آیت میں وہ پھل مراد ہیں جو اہلِ جنت بیٹھے کھڑے توڑ سکیں گے)

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جنّۃ کے لئے ہے قُطُوْفُھَا سے مراد قُطُوْفُ اَثْمَارِھَا ہے یعنی ان باغوں کے پھل ہیں۔

دَانِیَۃٌ: دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے نزدیک، جھکی ہوئی۔ جھکنے والی۔ لٹکی ہوئی۔ لٹکنے والی۔

ان باغوں کے پھل جھکے ہوں گے۔

۲۴:۶۹ == کُلُوْا وَاشْرَبُوْا: ای قیل لھم کُلُوْا وَاشْرَبُوْا۔ ان سے کہا جائیگا کھاؤ اور پیو۔ ھُوَ کی ضمیر (آیت ۲۱ متذکرۃ الصدر) اگرچہ واحد کی ہے اور کُلُوْا وَاشْرَبُوْا جمع کے صیغے ہیں۔ لیکن معنی کے لحاظ سے ھُوَ جمع ہے۔ اس لئے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا کہنا صحیح ہے اس صورت میں یہ جملہ ھُوَ کی خبر ہو گی:

ممکن ہے کہ جملہ مستانفہ ہو۔

ھَنِیْٓئًا: ھَنَاءٌ (باب فتح و نصر، ضرب) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے: خوش مزہ۔ پاکیزہ۔ ھَنَاءٌ مصدر بمعنی خوراک کا خوشگوار ہونا۔ ھَنِیْٓئًا ضمیر کُلُوْا سے حال ہے۔ خوشگواری کے ساتھ بغیر کسی تکلیف کے کھاؤ پیو۔ مزے لے لے کر کھاؤ پیو۔ یا یہ مفعول مطلق کی صفت ہے اور کلام یوں ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا اَکْلًا وَّشُرْبًا

ھَنِیْٓئًا۔

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ ۔ ب بمعنی مقابلہ ہے یہ وہ بَ ہے جو عوض میں دی جانے والی چیزوں پر داخل ہوتی ہے مثلاً قولہٗ تعالیٰ ۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّۃَ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (۱۶:۳۲) تم لوگ اپنے نیک اعمال کے عوض جنت میں داخل ہو جاؤ۔

اس بَ کو سببیت کے لئے اس لئے قرار نہیں دیا کہ جو چیز معاوضہ میں ملا کرتی ہے وہ کبھی مفت میں بھی دیدی جاتی ہے لیکن مسبب کا بدون سبب کے پایا جانا ناممکن ہے (الاتقان حصہ اول چالیسویں نوع) ۔ مَا موصولہ : اَسْلَفْتُمْ صلہ۔

اَسْلَفْتُمْ ماضی جمع مذکر حاضر۔ اِسْلَافٌ (افعال) مصدر۔ تم آگے بھیج چکے ۔ تم پہلے کر چکے ۔ مَا سَلَفَ جو پہلے ہو چکا۔ اَسْلَافٌ پہلے لوگ (سَلَفٌ کی جمع) آباء و اجداد ۔ جو پہلے گذر چکے:

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ بعوض (اعمال صالحہ کے) جو تم پہلے (یعنی دنیا میں) کر چکے ۔

= اَلْاَیَّامِ الْخَالِیَۃِ ۔ موصوف وصفت ، اَلْخَالِیَۃِ : خُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی گذرنے والی ۔ گذشتہ ۔ گذشتہ ایام (میں) دنیا کے اندر ۔ خالی وہ زمانہ یا مکان جس کو کوئی بھرنے والا نہ ہو۔ خالی زمانہ ، وہ زمانہ جس میں اہل زمانہ باقی نہ رہے ہوں ۔ باقی نہ رہنے کے لئے گزر جانا لازم ہے ۔ اس لئے خالی کا معنی ہو گیا ماضی ،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ۔ (۳:۱۴۴) اس سے پہلے پیغمبر گذر چکے ۔

۶۹:۲۵ = فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِشِمَالِہٖ : بِشِمَالِہٖ مضاف مضاف الیہ ۔ اس کی بائیں طرف اس کے بائیں ہاتھ میں ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹:۱۹ متذکرۃ الصدر) ۔

فَیَقُوْلُ ۔ میں فَ تعقیب کی ہے ۔ جس پر وہ (اپنے اعمالِ بد اور ان کا برا انجام دیکھ کر) کہے گا ۔

یٰلَیْتَنِیْ ، یا حرف ندا ، منادیٰ محذوف (یعنی اے قوم) لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل : اسم کو نصب دیتا ہے اور خبر کو رفع ۔ تمنا کے لئے مستعمل ہے ۔ کاش ! نِیْ ۔ اسم ہے : یٰلَیْتَنِیْ : کاش مجھے ۔

= لَمْ اُوْتَ : مضارع مجہول نفی جحد بلم ، صیغہ واحد متکلم ۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر ۔ اُوْتَ اصل میں اُوْتِیَ تھا ۔ لَمْ کے عمل سے یٓ حذف ہو گئی ۔ اور مضارع ماضی کے معنی میں تبدیل ہو گیا ۔ کِتٰبِیَہْ : ہٖ ساکنہ ۔ (دیکھو متذکرۃ الصدر) کِتَابِیْ میرا اعمال نامہ ، میری کتاب ۔

ترجمہ ہوگا:۔

اے قوم کاش مجھے میرا اعمال نامہ نہ ہی دیا جاتا۔

۶۹: ۲۶ = وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِیَہْ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے، لَمْ اَدْرِ مضارع نفی حجد بلم۔ اَدْرِ اصل میں اَدْرِیْ تھا۔ لَمْ کے آنے سے ی حذف ہوگئی۔

لَمْ اَدْرِ نفی حجد بلم مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے۔ دِرَایَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی کسی چیز کے متعلق جاننے اور معلوم کرنے کے ہیں۔ وَلَمْ اَدْرِ اور میں جانتا ہی نہ ہوتا اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا۔

مَا حِسَابِیَہْ، مَا استفہامیہ ہے حِسَابِیَہْ میں ہ ساکنہ ہے جیساکہ اوپر آیت ۱۹ میں مذکور ہوا۔ جملہ ہذا لَمْ اَدْرِ کا مفعول ہے اور مجھے معلوم ہی نہ ہوتا کہ میرا کیا حساب ہے۔

۶۹: ۲۷ = یٰلَیْتَھَا۔ یا، حرف ندا۔ منادیٰ محذوف۔ لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل، ھَا اسم اے قوم کاش وہ..... ھَا سے مراد وہ نفخہ یا دنیاوی زندگی کے بعد موت ہے یا زندگی کے بعد عدم کی حالت ہے۔

کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ: کَانَتْ ماضی واحد مؤنث غائب، کَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ ہوگئی وہ ہوگئی ہوتی۔ (ماضی تمنائی) کَانَتْ کا اسم فاعل یٰلَیْتَھَا کی ھَا ہے یعنی دنیاوی زندگی کے بعد موت یا عدم کی حالت،

اَلْقَاضِیَۃَ۔ اسم فاعل واحد مؤنث، قَضَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی فیصلہ کرنا۔ طے کرنا۔ آخری قطعی حکم اور قطعی عمل: آیت ہذا میں عملی قضاء مراد ہے! یعنی ختم کردینے والی ایسی موت جس کے بعد زندگی نہ ہو۔ کام تمام ہوجائے۔ اَلْقَاضِیَۃَ خبر ہے کَانَتْ کی لہٰذا منصوب ہے یٰلَیْتَھَا کَانَتِ الْقَاضِیَۃَ: ای کاش دنیاوی زندگی کے بعد موت ہی کام تمام کردینے والی ہوتی (نہ میں دوبارہ زندہ ہوتا نہ اعمال نامہ دیکھنے کی نوبت آتی)

۶۹: ۲۸ = مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ۔ مَا نافیہ بھی ہو سکتا ہے اور استفہامیہ انکاریہ بھی کیا کام آیا مال۔ یعنی کام نہ آیا۔

اَغْنٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنادیا۔ اس نے دولت دی۔

مَالِیَہْ میں ہ سکتہ کی ہے۔ (دیکھو ۶۹: ۱۹ مذکورہ بالا)

مَالِیَ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میرا مال۔ میرا مال میرے کسی کام نہ آیا۔ مال میرے کسی کام آیا (یعنی نہیں آیا)

هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ: هَلَكَ ماضی واحد مذکر غائب هَلْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ مرگیا، وہ جاتا رہا۔ عَنِّيْ حرف جار۔ ن وقایہ ی ضمیر متکلم مجرور۔ مجھ سے: سُلْطٰنِيَهْ ہ سکتہ کی، سُلْطَانِيْ مضاف مضاف الیہ۔ میری حکومت، میری سلطنت، میری وہ حجتیں جو میں دنیا میں پیش کیا کرتا تھا۔ اور میری سلطنت مجھ سے جاتی رہی۔ میرا اقتدار مجھ سے جاتا رہا۔

۳۰:۶۹ == خُذُوْهُ ۔ خُذُوْا فعل امر، جمع مذکر حاضر اَخْذٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پکڑ لینا ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ ای قیل خذوہ۔ کہا جائے گا یا حکم ہوگا۔ اس کو پکڑ لو۔

== فَغُلُّوْهُ ف عاطفہ ہے غُلُّوْا فعل امر جمع مذکر حاضر۔ غَلٌّ (باب نصر) مصدر۔ اَلْغَلَلُ کے اصل معنی کسی چیز کو اوپر اوڑھنے یا اس کے درمیان میں چلے جانے کے ہیں۔ اسی سے غَلَلٌ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو درختوں کے درمیان سے بہہ رہا ہو۔ غُلٌّ (طوق) خاص کر اس چیز کو کہا جاتا ہے جس سے کسی کے اعضاء جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جاتا ہے اس کی جمع اغلال آتی ہے۔

غُلُّوْا طوق پہنادو۔ ہاتھ پاؤں اور گردن میں قید ڈال دو، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے۔

۳۱:۶۹ == ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے یعنی پھر، اس کے بعد،

صاحب تفسیر مظہری تحریر فرماتے ہیں:۔

اس جگہ اور اس کے بعد ثُمَّ کے لفظ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ہر آئندہ مصیبت پچھلی مصیبت سے بہت زیادہ سخت ہوگی۔ (اول گرفتاری، اس کے بعد ہاتھ پاؤں کی گردن سے بندش اس کے بعد جہنم میں داخلہ بہت سخت ہوگا۔)

اَلْجَحِيْمَ: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ، جَحْمٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی آگ کا زسخت) بھڑکنا یہ فعل صَلُّوْهُ کا مفعول ہے مفعول کو فعل سے پہلے حصر کے لئے لایا گیا ہے۔

صَلُّوْهُ: صَلُّوْا فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے: جس کے معنی آگ میں داخل کرنے کے ہیں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب، پھر اس کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دو،

۳۲:۶۹ == ثُمَّ پھر (نیز ملاحظہ ہو ۳۱:۶۹ متذکرۃ الصدر۔

سِلْسِلَةٍ زنجیر، واحد۔ سَلَاسِلُ جمع زنجیریں۔

== ذَرْعُهَا، مضاف مضاف الیہ۔ اس کا طول، اس کی درازی۔ اس کا ناپ۔ ذَرْعٌ (باب فتح) مصدر سے جس کے معنی پیمائش کرنے اور ناپنے کے آتے ہیں۔

ذِرَاعًا: ذِرَاعٌ واحد۔ اَذْرُعٌ (جمع) بازو، ہاتھ سمیت کہنی تک کا حصہ (اردو میں بھی

اس ماپ کو ہاتھ بھی کہتے ہیں مثلاً دو ہاتھ لمبا)

فَاسْلُكُوْهُ : ف زائد ہے اُسْلُكُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، سُلُوْكٌ (باب نصر) مصدر سے سَلَكَ يَسْلُكُ چلنا۔ داخل ہونا۔ داخل کرنا۔ اسی سے سِلْكٌ لڑی، تار۔ اور لاسلکی (بلاتار) ہے اور اسی سے مَسْلَكٌ طریقہ دین ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب :

ترجمہ ہوگا:

پھر ستر ہاتھ لمبے زنجیر میں اس کو جکڑ دو۔

۶۹: ۳۳ = اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ : یہ جملہ عذاب مذکور کی علت ہے یہ عذاب اسے اس لئے دیا جائے گا کیونکہ وہ عظمت والے اللہ پر ایمان نہیں رکھتا تھا۔

۶۹: ۳۴ = وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے : لَا يَحُضُّ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حَضٌّ (باب نصر) مصدر سے جس کا معنی ہے کسی کو کسی کام کے لئے آمادہ کرنا ہے۔ ترغیب دینا یا ابھارنا ہے۔

عَلٰى حروف جر میں سے ہے۔ کثیر المعانی ہے۔ یہاں اس کے معنی "کے لئے" ہیں

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ مضاف مضاف الیہ (مجرور)

ترجمہ ہوگا:۔

اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی (کسی دوسرے کو) ترغیب دیتا تھا۔

۶۹: ۳۵ = فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ف سببیہ ہے لعنی بہ سبب اس بات کے کہ وہ نہ عظمت والے اللہ پر ایمان رکھتا تھا اور نہ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی کسی کو ترغیب دیتا تھا (از خود کھانا کھلانا تو درکنار) آج کے دن اس کا کوئی یار و مددگار نہ ہوگا۔

اَلْيَوْمَ بوجہ ظرفیت منصوب ہے۔ هٰهُنَا حرف هَا حرفِ تنبیہ ہے هُنَا اسم ظرف یہاں۔ اس جگہ۔ حَمِيْمٌ دوست : مددگار۔ یار۔

۶۹: ۳۶ = وَلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ ہی (اس کے لئے یہاں) کھانا ہوگا سوائے غِسْلِيْن کے۔

غِسْلِيْنٍ۔ غُسْلٌ مصدر سے (باب ضرب)

(۱) زخموں کا دھوون لعنی کافر دوزخیوں کے زخموں سے نکلنے والا پانی۔ پیپ۔

(۲) دوزخ کے ایک درخت کا نام ہے

(۳) ای صدید اھل النار الخارج من بطو نھم لاکلھم شجرۃ الغسلین۔

غسلین کا درخت کھانے پر دوزخیوں کے پیٹ سے نکلنے والی پیپ :

۶۹ : ۳۷ = لَا یَاْکُلُهٗ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع غسلین ہے۔ لَا یَاْکُلُهٗ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ استثناء مفرغ ہے (یعنی وہ استثناء جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) یعنی خطا کاروں کے سوا اس کو کوئی نہ کھائے گا۔

خَاطِئُوْنَ۔ گنہگار، خَطْأٌ (باب سمع) مصدر۔ (خ ط ء مادہ) بمعنی چوک جانا۔ گناہ کرنا اَلْخَطَاءُ کے معنی صحیح جہت سے عدول کرنے کے ہیں۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱:۔ کوئی ایسا کام بالارادہ کرے جس کا ارادہ بھی مناسب نہ ہو۔ یہ خطاء تام ہے جس پر مؤاخذہ ہوگا : اس معنی میں فعل خَطِئَ یَخْطَأُ خِطْأً بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے۔

اِنَّ قَتْلَهُمْ کَانَ خِطْأً کَبِیْرًا (۱۷ : ۳۱) کچھ شک نہیں کہ ان کا مار ڈالنا بڑا سخت جرم ہے

۲:۔ ارادہ تو اچھا کام کرنے کا ہو لیکن غلطی سے برا کام سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں کہا جائے گا اَخْطَأَ یُخْطِئُ اِخْطَاءً فَهُوَ مُخْطِئٌ : (باب افعال)

۳: غیر مستحسن فعل کا ارادہ کرے لیکن اتفاق سے مستحسن فعل سرزد ہو جائے۔ اس صورت میں فعل تو درست ہے لیکن ارادہ غلط ہے لہٰذا اس کا قصد مذموم ہوگا مگر فعل بھی قابل ستائش نہیں ہے :۔

خَاطِئُوْنَ بالارادہ گناہ کرنے والے کو کہتے ہیں خِطْأٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بالارادہ گناہ کا ارتکاب کرنے والے۔ (المفردات)

۶۹ : ۳۸ = فَلَآ اُقْسِمُ۔ میں لَا نفی کا بھی ہو سکتا ہے جس کی دو صورتیں ممکن ہیں!

۱:۔ بات صاف ظاہر ہے قسم کھا کر پختہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲:۔ لا کا تعلق کلام محذوف سے ہے یعنی کافر جو یہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے قرآن کی نسبت خدا کی طرف غلط کی ہے۔ یہ خود شاعر اور کاہن ہے اور حشر و نشر کچھ نہ ہوگا۔ یہ باتیں سچ نہیں ہیں میں قسم کھاتا ہوں۔ (تفسیر مظہری)

جمہور مفسرین کے نزدیک لَآ اُقْسِمُ میں لَا تاکید کا ہے۔

لغات القرآن میں ہے :۔

اُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔ اِقْسَامٌ (افعال) سے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ مضارع کا صیغہ واحد متکلم۔ یہ دراصل قَسَامَةٌ سے ماخوذ ہے۔ قسامت وہ قسمیں ہیں جو اولیاء مقتول پر تقسیم کی جاتی ہیں :۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے تین چیزوں کی قسمیں کھائی ہیں۔
۱:۔ اپنی ذات مقدسہ کی؛
۲:۔ اپنے افعال حکیمانہ کی۔
۳:۔ اپنی مخلوق کی۔

مخالفین قرآن پر جو اعتراض کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قسمیں کیوں کھائیں۔ یہ اعتراض طرح طرح کی رنگ آمیزیوں کے ساتھ مختلف طور پر دہرایا جاتا رہتا ہے لیکن قسم کی حقیقت اور تاریخ پر ذرا غور و فکر کی زحمت گوارہ کی جائے تو یہ عقدہ خود بخود حل ہو جائے گا۔

اصل میں قسم کا استعمال ابتداءً اس طرح شروع ہوا کہ جب کوئی اہم واقعہ بیان کیا جاتا تو اس کی صحت اور تصدیق کے لئے کسی شخص کی گواہی پیش کی جاتی یہی طریقہ جب بڑھنے لگا تو انسان کے علاوہ حیوانات و جمادات کی شہادت بھی معرض ثبوت میں آنے لگی۔ مثلاً ہم خود اپنی زبان میں کہتے ہیں "در و دیوار اس بات پر شاہد ہیں" آسمان و زمین اس پر گواہ ہیں۔ اس نے جنگ میں جس طرح جانبازی کے جوہر دکھائے میدانِ جنگ اس کی گواہی دے سکتا ہے وغیرہ، وغیرہ۔ عربی زبان میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اس قسم کی شہادتوں سے اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ یہ چیزیں زبان حال سے اس کی شاہد ہیں۔ یعنی اگر ان میں ذرا بھی بولنے کی سکت ہوتی تو ضرور کہہ اٹھتیں کہ ہاں یہ واقعہ سچ ہے، یہی طریقہ آگے چل کر قسم کے معنی میں مستعمل ہونے لگا۔

چنانچہ خود قرآن مجید میں بھی شہادت کا لفظ قسم کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔
سورۃ منافقون میں ارشاد ہے۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ط (۶۳ : ۱-۲)

منافقین جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے لیکن خدا شہادت دیتا ہے کہ منافقین جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔
آیت مذکورہ میں منافقین کے الفاظ میں قسم کا کوئی لفظ مذکور نہیں ہے صرف

شہادت کا لفظ استعمال ہوا ہے قرآن مجید نے اس شہادت کو قسم قرار دیا ہے اس کا اثر یہ ہے کہ آج بھی ہم اپنی زبان میں قسم کھاتے ہیں تو کہتے ہیں " اللہ جانتا ہے، خدا گواہ ہے، خدا شاہد ہے"
عربی زبان نے جب وسعت اختیار کی تو بعض حروف قسم کے ساتھ خاص ہو گئے جیسے واؤ ب۔ ت۔ وَاللهِ۔ بِاللهِ۔ تَاللهِ۔ کہیں صاف لفظ قسم ہوتا ہے اور کبھی لَا کے ساتھ آتا ہے جیسے لَآ اُقْسِمُ، اور کبھی جملہ پر لام لا کر قسم کھائی جاتی ہے جیسے لَعَمْرُكَ (۱۵:۷۲)
اب قسم کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے:۔
ایک یہ ہے کہ جب کوئی چیز بیان کی جائے اور اس کے ثبوت پر کوئی شہادت پیش کی جائے چاہے وہ شہادت ذی روح کی ہو یا غیر ذی رُوح کی ہو، بزبان حال ہو یا بزبان قال۔
دوم یہ کہ کسی چیز کی توثیق و اثبات کے لئے کسی عظیم الشان شے یا کسی عزیز چیز کی قسم کھائی جائے
یہ دوسرے معانی قسم کے حقیقی معنی نہیں بلکہ مجازی ہیں جو بعد میں چل کر پیدا ہو گئے۔ جہاں جہاں قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے لئے قسم کا لفظ آیا ہے وہ پہلے معنی کے لحاظ سے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے شمس و قمر، لیل و نہار، ابر و باد، کوہ و صحرا، چرند، پرند، دریا اور سمندر غرض جا بجا مظاہر قدرت کی نسبت آیت کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی نشانی کے ہیں جن چیزوں کو اکثر مواقع پر آیات کے لفظ سے تعبیر کیا ہے انہی کی جا بجا قسم بھی کھائی ہے جس کے صاف معانی یہ ہیں کہ یہ تمام چیزیں اس کے وجود اور عظمت و شان پر شہادت دے رہی ہیں اور اس کی قدرت پر گواہ ہیں۔
یہ بھی خیال رہے کہ قسم، یمین، حلف، عام لوگ ان تینوں کو ہم معنی خیال کرتے ہیں جس کی بنا پر بڑی غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے حالانکہ ان سب الفاظ کے معانی اور مفہوم بالکل جُدا جُدا ہیں قسم کے معنی ہیں کسی چیز کی صحت اور تصدیق کے لئے گواہی پیش کرنا۔ قرآن مجید میں جو قسمیں مذکور ہیں ان سب کے یہی معنی ہیں کہ جن چیزوں پر قسم کھائی گئی ہے وہ خدا کے وجود پر، اس کی قدرت اور شان پر اور اس کی عظمت و اقتدار پر شہادت دے رہی ہیں۔
سورۃ فجر میں ارشاد ہے:۔
وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (۸۹: ۱-۵) (فجر دس راتیں جفت و طاق اور رات جب چلنے پر ہو ان سب باتوں میں صاحب عقل کے لئے قسم ہے) یعنی یہ سب چیزیں عقل مند کے نزدیک خدا کے وجود اور اس کی قدرت پر زبان حال سے گواہی دے رہی ہیں۔ يَمِيْنٌ کے معنی ہاتھ کے ہیں یہ لفظ عموماً

معاہدات کی توثیق کے لئے استعمال ہوتا ہے گویا دوسرے معاہد کو ضامن دینا ہوتا ہے۔
امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

والیمین فی الحلف مستعارٌ فی الید اعتبارًا بما یفعله المعاهد و المحالف غیرہٗ ۔ معاہدہ کرنے والا اور حلیف جو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہے یمین حلف کے معنی میں اسی فعل سے مستعار لیا گیا ہے:

یمین کا لفظ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے کہیں استعمال نہیں فرمایا۔
حلف کا لفظ ان دونوں لفظوں سے وسیع ہے لیکن اس کے مفہوم میں ذمہ داری و ذلت شامل ہے۔ اور اس کا استعمال بالکل اسی طرح ہوتا ہے جس طرح آجکل عوام قسمیں کھاتے ہیں اسی وجہ سے قرآن مجید میں حلاّف کے لئے مھین کا لفظ (قابل اہانت) استعمال کیا گیا ہے ارشاد باری ہے:۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ (۶۸: ۱۰) اور تو کہا نہ مان ہر قسمیں کھانے والے بے قدر کا یہ لفظ جہاں آیا ہے منافقین کی زبان سے آیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے لئے کہیں بھی استعمال نہیں فرمایا ہے۔

(ا) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو اپنی ذات پاک کی قسمیں کھائی ہیں وہ یہ ہیں۔

۱:۔ قُلْ اِیْ وَرَبِّیْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (۱۰: ۵۳) کہہ دو کہ ہاں خدا کی قسم یہ سچ ہے۔
۲:۔ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴: ۷) کہہ دو ہاں میرے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے۔
۳:۔ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّیٰطِیْنَ (۱۹: ۶۸) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان کو جمع کردیں گے اور شیطانوں کو بھی۔
۴:۔ فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۔(۱۵: ۹۲) تمہارے پروردگار کی قسم! ہم ان سے ضرور بازپرس کریں گے:
(۵) فَلَا وَرَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ (۴: ۶۵) تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ مومن نہیں ہوں گے:
۶:۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ (۷۰: ۴۰) پس میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے رب کی:

(ب) اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کے علاوہ اپنے فعل کی قسم کھائی ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے

وَ السَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰهَا ۔ وَ نَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا (۹۱: ۵-۷)
قسم ہے آسمان کی جس نے اسے بنایا۔ اور زمین کی اور اس کی جس نے اسے پھیلایا۔ اور انسان
کی اور اس کی جس نے اس کے اعضاء کو درست بنایا۔
(ج) اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مفعول (مخلوق) کی قسم بھی کھائی ہے، جیسے
۱۔ وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳: ۱) قسم ہے تارے کی جب غائب ہونے لگے۔
۲۔ وَ الطُّوْرِ ۔ (۵۲: ۱) قسم ہے (کوہِ) طور کی ۔
۳۔ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ (۵۲: ۲) اور قسم ہے کتاب کی جو لکھی ہوئی ہے ۔ وغیرہ ذلک
مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو:۔
(۱) التبیان فی اقسام القرآن، مصنفہ علامہ ابن قیمؒ
(۲) امعان فی اقسام القرآن " علامہ حمید الدین فراہی ۔
(۳) الاتقان فی علوم القرآن حصہ دوم نوع ۶۷ : مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ
== بِمَا تُبْصِرُوْنَ : مَا موصولہ، تُبْصِرُوْنَ صلہ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر
اِبْصَارٌ (افعال) مصدر ۔ تم دیکھتے ہو،
۶۹: ۳۹ == وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ : اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
اور ان چیزوں کی، جن کو تم نہیں دیکھ سکتے :
آیات ۳۸ : ۳۹ میں اول الذکر سے مراد وہ چیزیں ہیں جو صفات خداوندی کی
مظہر ہیں۔ اور جن کو عقل یا چہرہ کی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔
مؤخر الذکر سے مراد وہ صفات و ذوات مراد ہیں جن کی حقیقت نہ دانش و فہم سے
نظر آتی ہیں نہ آنکھوں سے ۔
ایک قول یہ بھی ہے کہ اول سے مراد اجسام اور دوسرے سے ارواح ۔
یا اوّل سے مراد انسان اور دوسرے سے مراد جنّ و ملائکہ،
یا اوّل سے مراد ظاہری اور دوسرے سے باطنی نعمتیں۔
یا اوّل سے مراد وہ علم ہے جس کو اللہ نے ملائکہ، جنّ و انس پر ظاہر کر دیا ہے اور
دوسرے سے مراد وہ خصوصی علم ہے جس سے اور کوئی واقف نہیں ہے۔
۶۹: ۴۰ == اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ جملہ جواب قسم ہے اِنَّ (حرف تحقیق، حروف
مشبہ بالفعل میں سے ہے) لام تاکید کی، اور جملہ اسمیہ، تینوں جواب قسم کی تاکید میں آئے ہیں۔

قَوْلُ - بات - کہنا (مصدر یا مفعول) مضاف رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بے شک یہ (قرآن) معزز رسول کا قول (کلام) ہے

۶۹: ۴۱ == وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ، یہ جملہ، جملہ سابقہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ کی تاکید کے لئے آیا ہے" اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ہ قَلِیْلًا میں نصب مصدریت (مفعول مطلق) کی بنار پر ہے یا ظرفیت (مفعول فیہ) کی بناء پر اور مَا زائدہ تاکید قلت کے لئے ہے یعنی بہت ہی کم نہ ہونے کے برابر۔

تفسیر ماجدی میں ہے:۔

قَلِیْلًا - یہ قلت دونوں جگہ عدم کے معنی میں ہے و قلیل یعبر به عن النفی (اور قلیل نفی سے تعبیر کی گئی ہے (راغب)

القلة فی معنی العدم قلت عدم کے معنی میں آیا ہے (الکشاف)

والعرب یقولون قلما یاتینا یریدون لا یاتینا۔ عرب قلما یاتینا (وہ بہت ہی کم ہمارے پاس آتا ہے) کہہ کر مراد یہ لیتے ہیں کہ وہ ہمارے پاس نہیں آتا، (تفسیر کبیر)

تفسیر مظہری میں ہے:۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ قلیل ایمان سے مراد نفی ایمان ہے یعنی بالکل ایمان نہیں رکھتے ہو، جیسے اس شخص سے تم کہو جو تمہاری ملاقات کو نہیں آتا کہ آپ تو بالکل کم ہی ہم سے ملاقات کرتے ہیں یعنی نہیں کرتے:

مندرجہ بالا تفاسیر کی روشنی میں ترجمہ ہوگا:۔

(لیکن تم ایمان ہی نہیں رکھتے۔

تُؤْمِنُوْنَ۔ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِیْمَانٌ (افعال) مصدر۔ تم ایمان رکھتے ہو

۶۹: ۴۲ — وَلَا بِقَوْلِ کَاهِنٍ، جملہ ھذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو تخمینے سے ماضی کے خفیہ واقعات کی خبر دیتا ہے چونکہ اس فن کی بنار ظن پر ہے جس میں صواب دخطاء کا احتمال پایا جاتا ہے لہذا اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ ہ (لیکن) تم غور ہی نہیں کرتے، لیکن تم لوگ بہت ہی کم دھیان

دیتے ہو (راغب)

۶۹:۴۳ = تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ ای ھو تنزیل من رب العالمین
ھُوَ مبتدا۔ تنزیلٌ اس کی خبر۔ من رب العلمین متعلق خبر۔

تنزیل بروزن تفعیل مصدر بمعنی اسم مفعول ہے۔ یعنی وہ قرآن اتارا ہوا ہے رب العالمین کی طرف سے:

۶۹:۴۴ = وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا: واؤ عاطفہ، لَوْ حرف شرط تَقَوَّلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَقَوُّلٌ (تفعّلٌ) مصدر سے۔ اس نے بنالیا۔ اس نے گھڑلیا۔ اس نے باندھ لیا۔
تقوّلٌ کے معنی اپنے دل سے گھڑکر دوسرے کی طرف سے کہہ دینا۔

اَقَاوِيْل جمع اقوال کی جو جمع ہے قَوْل کی، بمعنی بات جیسے ابابیت جمع ہے ابیات کی جو جمع ہے بَيْتٌ کی۔ تقول کی مناسبت سے یہاں اقوال سے مراد بھی اقوال المفتراۃ (من گھڑت اقوال) لیا جائے گا۔

ترجمہ ہوگا:۔
اگر وہ گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا۔

۶۹:۴۵ = لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ جملہ جواب شرط ہے۔ یمین سے مراد دایاں ہاتھ ہے یا اس کا معنی طاقت بھی ہے:
پہلی صورت میں ترجمہ ہوگا:
توہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے،
دوسری صورت میں ترجمہ ہوگا:۔
توہم اس کو پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

۶۹:۴۶ = ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۔ ثُمَّ عاطفہ تراخیٔ وقت کے لئے بمعنی پھر، لام تاکید کا قَطَعْنَا ماضی جمع متکلم قَطْعٌ (باب فتح) مصدر سے، ہم کاٹ دیتے مِنْهُ الْوَتِيْنَ اس کی زندگی کی رگ، دل کی رگ۔

لسان العرب میں ہے:۔
الوتین عرق فی القلب اذا انقطع مات صاحبہ ، دل کی رگ جب وہ کٹ جائے تو انسان فوراً مرجائے۔

ترجمہ ہوگا:۔ توپھر ہم اس کے دل کی رگ کاٹ دیتے۔

۶۹:۴۷ = فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ مَا نافیہ ہے مِنْكُمْ خطاب عام ہے ای ایھا الناس اے لوگو! مِنْ اَحَدٍ میں مِنْ زائدہ ہے اَحَدٍ مبتدا، حَاجِزِيْنَ اس کی خبر۔ (احد لفظاً واحد لیکن معنی جمع آیا ہے اس لئے حاجزین کو جمع لایا گیا ہے
عَنْهُ ای عن ھذا الفعل وھو القتل۔ اس سے مراد یہ فعل یعنی وتین کا کاٹ دینا اور صاحب رگ کو مار ڈالنا۔)
ترجمہ ہوگا
پھر تم میں سے کوئی ان کو اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا۔ (ترجمہ مولانا اشرف علیؒ)
حَاجِزِيْنَ: حَجْزٌ (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بمعنی روکنے والے۔ الحجز کے معنی دو چیزوں کے درمیان روک اور حد فاصل بنانے کے ہیں۔ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے وجعل بین البحرین حاجزا (۲۷:۶۱) اور (کس نے) دو دریاؤں کے درمیان اوٹ بنادی
۶۹:۴۸ — وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ: انّہٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب قرآن مجید کے لئے ہے لام تاکید کا۔ تذکرۃ بروزن (تفعلۃ) باب تفعیل کا مصدر ہے یاددہانی، نصیحت، یاد رکھنے کی چیز۔
مُتَّقِيْنَ اتقاءٌ (افتعال) سے مصدر۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت جر۔ پرہیزگار لوگ تَقْوٰی اسم مصدر بمعنی نفس کو خوف کی چیز سے بچانا۔ اور شرع کی اصطلاح میں گناہ کی بات سے نفس کی حفاظت کو تقویٰ کہتے ہیں۔
۶۹:۴۹ — وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ، واؤ عاطفہ اِنَّا بے شک ہم۔ لام تاکید کا۔ نَعْلَمُ مضارع جمع متکلم۔ عِلْمٌ باب سمع مصدر سے اَنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ بالفعل میں سے ہے بمعنی بے شک، مِنْ تبعیضیہ ہے مُكَذِّبِيْنَ تکذیب (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر۔ جھٹلانے والے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔
۶۹:۵۰ = وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ: واؤ عاطفہ، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بے شک، ہٗ کا مرجع قرآن مجید ہے لام تاکید کا۔ اور بے شک یہ قرآن باعث حسرت ہوگا کفار کے لئے۔
۶۹:۵۱ = وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ لام تاکید کا ہے حَقُّ الْيَقِيْنِ: صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے حق صفت ہے اور یقین موصوف ہے۔ مطلب ہے اِنَّهُ الْيَقِيْنُ

الْحَقِّ: یعنی ایسا یقین جو سراسر حق ہے جس میں باطل کی ذرا ملاوٹ تک نہیں۔
یہاں حق کی یقین کی طرف اضافت تاکید اور زیادت توضیح ہونے کے لئے ہے۔
بغوی نے لکھا ہے۔ اضافت الیٰ نفسہٖ ہے یقین اور حق دونوں ایک ہیں لیکن لفظ دو ہیں

۶۹:۵۲ — فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ: فَ ترتیب کا ہے پس، فَسَبِّحْ: امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ پس تو تسبیح بیان کر اپنے رب کی جو بڑے شان والا ہے

فائدہ: حق الیقین۔ حقیقت اگرچہ بذات خود ایک یقینی امر ہے لیکن انسانی قویٰ ادراک کے لحاظ سے اس کے مختلف مدارج ہیں۔ جہاں تک انسان کسی امر کو اپنی عقل وفہم اور متعلقہ شہادت کی بناء پر یقینی قرار دیتا ہے اسے علم الیقین کہتے ہیں۔ کہ اس کو حقیقت کی موجودگی کا علم کی بناء پر یقین ہوگیا ہے پھر جب اس حقیقت کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے تو اسے عین الیقین کہیں گے۔
لیکن ہمارا علم جو شہادت اور فہم وادراک پر مبنی ہو وہ کسی حد تک غلطی سے مبرا وبالاتر نہیں ہے۔
اور نہ ہی ہماری چشم دیدنی۔ کہ اکثر آنکھ بھی دھوکہ کھا سکتی ہے اس لئے عین الیقین بھی نقائص سے مبرا نہیں ہے ان ہر دو سے بالاتر حق الیقین ہے۔

اس کی بنیادی مثال یوں ہوسکتی ہے کہ ایک شخص نے دریا کی ہیئت وکیفیت کو کتابوں میں پڑھا اور لوگوں سے سنا تو اس کو دریا کے متعلق علم الیقین ہوگیا۔ پھر جب وہ دریا پر پہنچا اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی روانی کو ساحل دریا پر اس کے پانی کے عمل ودخل کو اس کی وسعت کو دیکھا اس کا علم الیقین عین الیقین میں بدل گیا لیکن اس کے باوجود اس کے ذہن سے بعض باتوں کے متعلق ابہام وتردد نہ گیا وہ دریا میں اتر گیا تو اس کے جملہ شکوک رفع ہوگئے اس نے حق الیقین کو پالیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۰) سُوۡرَۃُ الۡمَعَارِجِ مَکِّیَّۃٌ (۴۴)

۷۰: ۱ ـــ سَاَلَ سَآئِلٌۢ: سَاَلَ ماضی واحد مذکر غائب سُؤَالٌ (باب فتح) مصدر بمعنی سوال کرنا، دریافت کرنا۔ مانگنا۔ طلب کرنا۔ سَآئِلٌ اسی مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ سوال کرنے والا، پوچھنے والا۔ سَاَلَ سَآئِلٌ کسی پوچھنے والے نے پوچھا۔

بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ۔ ب بمعنی عَنْ ہے۔ جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَسۡـَٔلۡ بِہٖ خَبِیۡرًا (۲۵: ۵۹) تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کرلو۔

عَذَابٍ وَّاقِعٍ موصوف وصفت دونوں مل کر مفعول ثانی سَاَلَ کے، مفعول اول محذوف ہے ای سَاَلَ اللّٰہَ سَآئِلٌ کسی (یا ایک) سوال کرنے والے نے اللہ سے سوال کیا

وَاقِعٍ اسم فاعل صیغہ واحد مذکر وَقُوْعٌ باب فتح مصدر سے بمعنی نازل ہونے والا۔

فائدہ: اس سورت کا شان نزول یہ ہے جسے نسائی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہ عذاب کا سوال کرنے والا نضر بن حارث ابن کلدہ کافر تھا۔ سورۃ الحاقۃ سن کر اس سنگدل نے ازراہ تمسخر کہا کہ اگر یہ حق ہے تو یہ عذاب ضرور ہم پر آئے اور اسی طرح سے اور سیاہ باطن لوگ بھی تمسخر کرتے تھے۔ ان کے فکر میں قیامت کا آنا ایک امر محال تھا۔ اسی لئے انکار کے طور پر سوال کرتے تھے اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی جس میں اس دن کی ہیبت ناک کیفیت اور اس عذاب کا آنا مذکور ہے جو کسی تدبیر سے ٹالے نہیں ٹلے گا۔

سائل نضر بن حارث تھا مگر اس ذلیل کا نام نہیں لیا گیا کیونکہ وہ اس قابل نہ تھا۔ یا یہ کہ قرآن میں یہ عادت نہیں کہ معائب میں کسی کا نام لیا جائے۔ (تفسیر حقانی)

۷۰: ۲ = لِّلۡکٰفِرِیۡنَ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ یہ عذاب کی دوسری صفت ہے یعنی وہ عذاب جو کافروں پر نازل ہونے والا ہے۔

۲۔ یہ وَاقِعٍ سے متعلق ہے یعنی کافروں پر نازل ہونے والا۔
۳۔ یہ سوال محذوف کا جواب ہے، سوال ہوگا کہ کن لوگوں پر واقع ہوگا تو سوال کا یہ جواب ہوگا کہ کافروں پر واقع ہوگا۔
اور لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ عذاب کی صفت ہوگا یا جواب کے دائرہ میں آئے گا (مظہری)
لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ۔ مِّنَ اللّٰهِ۔ چونکہ اللہ کا ارادہ عذاب سے متعلق ہوجائے گا اس لئے خدا کی طرف سے اس عذاب کو دفع کرنے والا کوئی نہ ہوگا۔ (مظہری)
۷۰: ۳ = مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے اللہ کی۔ اللّٰهِ اور ذی المعارج بحالت جر ہیں بوجہ مِنْ حرف جار کے عمل کے۔
المعارج: عروج (باب نصر) مصدر سے اسم آلہ جمع کا صیغہ ہے اس کا مفرد مَعْرَجٌ اور مِعْرَاجٌ ہے بمعنی سیڑھی، الْعُرُوْجُ کے معنی اوپر چڑھنے کے ہیں جیسا کہ اگلی آیت ۴ میں ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ ..... الخ آیا ہے۔ (فرشتے اور روح اس کی طرف اس دن چڑھتے ہوں گے)
لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ کا ترجمہ ہوگا:۔
جس کو اللہ ذی مراتب کی طرف سے کوئی دفع نہیں کر سکتا۔ اللہ کو ذی المعارج اس لئے کہا کہ جملہ درجاتِ عالیہ اسی کے ہاتھ میں ہیں جس کو چاہے عطا کرے۔ اور یہ بھی کہ وہ خود بلند مرتبوں والا ہے اس تک پہنچنے کے لئے ایمان و اعمال و خلوص کی سیڑھیاں درکار ہیں۔
۷۰: ۴ = تَعْرُجُ، مضارع واحد مؤنث غائب عُرُوْجٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چڑھتی ہے وہ چڑھے گی۔
الرُّوْحُ: سے مراد کون ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔
اکثریت کے نزدیک اس سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ آیت ہذا میں ہے اور کئی جگہوں پر بھی اسی معنی میں قرآن مجید میں آیا ہے مثلاً نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ (۲۶: ۱۹۳) اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔
شیخ جلال الدین سیوطی رح نے اس کے علاوہ آٹھ اور معانی ذکر کئے ہیں۔
(۱) امر۔ وَرُوْحٌ مِّنْهُ (۴: ۱۷۱) اور اس کا امر ہے۔
(۲) وحی۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ (۱۶: ۲) اتارتا ہے فرشتے وحی دے کر۔
(۳) قرآن۔ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا۔ (۴۲: ۵۲) ہم نے وحی کی تیری طرف قرآن کی اپنے

حکم سے :

۴۔ رحمت ۔ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ ۔ (۵۸:۲۲) اوران کی مدد کی اپنی رحمت سے

۵۔ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ : (۸۹:۵۶) پس زندگی ہے اور روزی ہے ۔ رُوْح کو اکثر نے ر کی زبر سے پڑھا ہے لیکن بعض نے ضمہ سے بھی پڑھا ہے :

۶۔ ایک عظیم المرتبت فرشتہ : یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ (۷۸ : ۳۸) جس دن کھڑا ہو فرشتہ روح نامی

۷۔ ایک خاص فرشتوں کا لشکر ۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا (۹۷ : ۴) اترتے ہیں فرشتے اوران کا خاص لشکر اس میں ۔

۸۔ روح بدن ۔ جان ۔ وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (۱۷ : ۸۵) اور تجھ سے پوچھتے ہیں جان کے متعلق ۔

اِلَیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے یعنی اللہ کی طرف چڑھ کر جائیں گے یا چڑھتے ہیں ۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں :۔

یہ سارا مضمون متشابہات میں سے ہے جس کے معنی متعین نہیں کئے جا سکتے ، ہم نہ تو فرشتوں کی حقیقت کو جانتے ہیں نہ ان کے چڑھنے کی کیفیت کو سمجھ سکتے ہیں نہ یہ بات ہمارے ذہن کی گرفت میں آسکتی ہے کہ وہ زینے کیسے ہیں جن پر فرشتے چڑھتے ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور کر سکتے ہیں کہ وہ کسی خاص مقام پر جلوہ افروز ہے کیونکہ اس کی ذات زمان و مکان کی قید سے منزہ ہے ۔

(تفہیم القرآن جلد ششم)

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ .... اَلْفَ سَنَۃٍ جملہ مستانفہ ہے اور معارج کی بلندیوں اور طوالت کے بیان میں آیا ہے ۔ استئناف لبیان ارتفاع تلک المعارج وبُعْدِ مَدَارِھَا (بیضاوی)

ترجمہ ہوگا :۔

فرشتے اور رُوح (ان زینوں پر) خدا کی طرف ایک دن میں چڑھتے ہیں (اور) اس دن کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سالوں کے برابر ہے ۔

مِقْدَارُہٗ مضاف مضاف الیہ ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمٍ کے لئے ہے ۔

فائدہ :۔ یہاں ایک دن کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر بتائی گئی ہے اور سورۃ حج میں (۲۲ : ۴۷) ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال بتائی گئی ہے ۔ یہ کوئی مقررہ پیمانہ نہیں ہے محض انسان کو یہ بات ذہن نشین کرانے کے لئے ہے کہ دنیاوی پیمانے انسان کی اپنی محدود رسائی

ذہن کی پیداوار ہیں جو قدرت کے پیمانوں کے آگے ہیچ ہیں۔

۷۰: ۵ = فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا۔ ف سببیہ ہے اِصْبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر سے تو صبر کر۔ صَبْرًا مفعول مطلق موصوف، جَمِيلًا صفت۔ جَمِيلٌ بروزن فعیل جَمَالٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ خوب، خوب تر۔

مطلب یہ ہے کہ اگرچہ سوال کرنے والے نے استہزاءً پوچھا تھا ورنہ قیامت کے روز جزاء وسزا پر تو اس کا اعتقاد نہیں تھا۔ لیکن جواب میں بتا دیا گیا کہ عذاب فی الواقع آنے والا ہے کافروں پر اور اس کے آنے کو کوئی روک نہیں سکے گا اس لئے اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں بلکہ ان کی کرتوتوں پر صبر کیجئے یہ سب اپنے کیفر کردار کو ضرور پہنچیں گے

۷۰: ۶ = اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيدًا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے۔ بَعِيدًا۔ بُعْدٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ وہ عذاب کو امکان سے بعید یا عقل سے دور جانتے ہیں ان کے خیال میں عذاب کا احتمال اگر آتا بھی ہے تو ضعیف ہوتا ہے۔

۷۰: ۷ = وَنَرٰىهُ قَرِيبًا؛ واو عاطفہ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے نَرٰى مضارع جمع متکلم رُؤْيَةٌ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع عذاب ہے اور ہم عذاب کو قریب الوقوع دیکھ رہے ہیں۔ کیونکہ جو چیز آنے والی یقینی ہو تو وہ قریب ہی ہے۔

بَعِيدًا۔ قَرِيبًا دونوں ضمیر مفعول ہٗ سے حال ہیں۔

۷۰: ۸ = يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ۔ يَوْمَ بوجہ قَرِيبًا کی ظرفیت کے منصوب ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔

وَنَرٰىهُ قَرِيبًا يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ اور ہم اس (عذاب) کو قریب ہی دیکھ رہے ہیں۔ اس روز آسمان (پگھل کر) تانبے جیسا ہو جائے گا۔

كَالْمُهْلِ: ک تشبیہ کا ہے مُهْلٌ پگھلا ہوا تانبا۔ یا اور کوئی دھات، تیل کی تلچھٹ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ (۴۴: ۴۵) جیسے پگھلا ہوا تانبا پیٹوں میں کھولے گا۔

اَلْمُهْلُ کے اصلی معنی حلم وسکون کے ہیں اور مَهَلَ فِيْ فِعْلِهٖ کے معنی ہیں اس نے سکون سے کام لیا۔ اور اَمْهَلْتُهٗ کے معنی کسی کے ساتھ نرمی سے پیش آنے کے ہیں۔

چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا (۸۶: ۱۷) تو تم

کافروں کو مہلت دو۔ بس چند روز ہی مہلت دو۔

۷۰: ۹ = وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور پہاڑ اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۷۰: ۱۰ = وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا: یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی آیت نمبر ۸ پر ہے اور کوئی دوست کسی دوست کا حال نہیں پوچھے گا۔

۷۰: ۱۱ = يُبَصَّرُوْنَهُمْ: مضارع مجہول جمع مذکر غائب تَبْصِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مفعول۔ وہ ان کو دکھائے جائیں گے۔ ان کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا جائے گا۔ يُبَصَّرُوْنَ اي يَتَعَارَفُوْنَ (جلالین)

يُبَصَّرُوْنَهُمْ ہر دو حمیم۔ حَمِيْمًا (فاعل ومفعول سے حال ہے۔

فائدہ:- حَمِيْمًا پر وقف "صلے" ہے جو الوصل اولی (ملا کر پڑھنا بہتر ہے) کا اختصار ہے اور يُبَصَّرُوْنَهُمْ پر وقف مطلق کی علامت ہے اس پر ٹھہرنا چاہئے۔ لہٰذا یبصرونھم کا تعلق آیت نمبر ۱۱ سے ہے۔

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ مجرم چاہے گا۔۔۔۔ يَوَدُّ مضارع واحد مذکر غائب۔ مودۃ (باب سمع) سے مصدر۔ بمعنی پسند کرنا۔ خواہش کرنا۔ آرزو کرنا۔ چاہنا۔ المجرم اي المشرك،

لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ۔ لَوْ حرف تمنا۔ کاش، يَفْتَدِيْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ افتداء (افتعال) مصدر۔ افتدیٰ مِنْ کسی چیز سے بچنا۔ اور افتدیٰ ۔۔۔ ب۔ فدیہ دینا۔ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ۔ کاش وہ عذاب سے بچ جائے اپنے بیٹوں کو فدیہ میں دے کر،

عَذَابِ يَوْمِئِذٍ۔ يَوْمِ اسم ظرف المجرور۔ مضاف، اِذْ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر عذاب (مضاف) کا مضاف الیہ۔ اس دن کے عذاب سے، ب حرف جار بمعنی بدلے میں۔ بَنِيْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور۔ اپنے بیٹوں کے بدلہ میں۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

کاش وہ بچ سکے اس دن کے عذاب سے اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر۔

المجرم فاعل يَوَدُّ فعل لَوْ يَفْتَدِيْ ۔۔۔۔ ببنیه جملہ مفعول ہوگا۔

لَوْ بمعنی اَنْ بھی ہوسکتا ہے اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔
مشرک چاہے گا کہ وہ اپنے بیٹوں کو بدلہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔
۷۰: ۱۲ == وَصَاحِبَتِهٖ اور اپنی بیوی کو بدلہ میں دے کر۔
وَ اَخِيْهِ اور اپنے بھائی کو بدلہ میں دے کر۔

صاحبتہ واخیہ کا عطف بِبَنِیْهِ پر ہے

۷۰: ۱۳ == وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ۔ اس کا عطف بھی ببنیہ پر ہے اور (کہ وہ بچ جائے اس دن کے عذاب سے) اپنے خاندان کو فدیہ میں دے کر جو خاندان اسے (مشکل میں) پناہ دیتا تھا۔
فصیلتہ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ایک جدی گھرانہ۔ ایک دادا کی اولاد۔
تُؤْوِيْهِ۔ تُؤْوِيْ۔ مضارع واحد مؤنث غائب ایواء (افعال) مصدر اوی مادہ بمعنی ٹھکانا دینا۔ جگہ دینا۔ پناہ دینا۔ اسی مادہ سے (باب ضرب) سے اَوٰی یَاْوِیْ اُوِیٌّ و مَاْوًی بمعنی کسی جگہ پر نزول کرنا یا پناہ حاصل کرنا ہے۔
۷۰: ۱۴ == وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا: مَنْ موصولہ ہے فِي الْاَرْضِ اس کا صلہ۔ یا سارے (جن والنس) جو زمین پر ہیں۔ مَنْ کا عطف بھی بنیہ پر ہے۔ اور چاہے گا کہ زمین پر جو جن والنس بستے ہیں وہ سب فدیہ میں دے کر اس دن کے عذاب سے بچ جائے۔
ثُمَّ يُنْجِيْهِ: ثُمَّ حرف عطف ہے ینجی مضارع واحد مذکر غائب۔ اِنْجَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا فاعل الافتداء محذوف ہے پھر یہ افتداء اس کو بچالے۔
۷۰: ۱۵ == كَلَّا: جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے۔ لیکن بعض کے نزدیک یہ لَ تشبیہ اور لا نافیہ سے مرکب ہے حالت ترکیب میں لَ اور لَ کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اس لئے لام کو مشدد کیا گیا۔
كَلَّا۔ یعنی مذکورہ بالا تمام چیزوں کو اپنے عوض میں دے کر عذاب سے بچ جائیگا؛ یہ ہرگز نہ ہوگا۔

سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی صرف ردع اور روکنے کے ہیں۔ (خواہ بطور زجر و توبیخ کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے) اس لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ كَلَّا آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے، اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع

ہوتا ہے بعض لوگ تو یہاں تک قائل ہیں کہ چونکہ کفار مکہ سخت سرکش تھے اور تہدید آمیز کلام انہیں کے لئے زیادہ نازل ہوا ہے اور کَلَّا کے معنی بھی تہدید اور زجر کے ہیں اس لئے جن سورتوں میں کَلَّا آیا ہے ان کی اکثر آیات کو مکی ہی سمجھنا چاہیئے۔

اِنَّهَا لَظٰی: انھا ۔ بے شک وہ۔ بیشک بات یہ ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (ضمیر قصہ) لَظٰی ۔ انّ کی خبر۔

ھا ضمیر اس نار کی طرف راجع ہے جو معنیً لفظ عذاب سے معلوم ہو رہی ہے۔ لَظٰی اسم علم ہے اس صورت میں اس سے مراد دوزخ میں دوسرے درجے کے دوزخ کا نام ہے۔ مصدر بھی ہو سکتا ہے بمعنی آگ بھڑکنا۔ اسم مصدر بھی۔ بمعنی بغیر دھویں کے اٹھتا ہوا شعلہ، لپٹ، بھڑک یعنی ایسی آگ جس میں شعلے بھڑک رہے ہوں گے۔

مطلب یہ کہ بے شک وہ ایسی آگ ہوگی جو بھڑک رہی ہوگی اور شدت التہاب کا یہ اثر ہوگا کہ دھویں کے بغیر ہوگی!

۷۰ : ۱۶ ۔۔۔ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰی ۔ اِنَّ کی خبر ثانی، مصدر کا صیغہ ہے تَنْزِعُ (باب ضرب) مصدر۔ سخت کھینچنے والی ۔ اتار دینے والی۔ ادھیڑ دینے والی۔

نزع الشئی کے معنی کسی چیز کو اس کی قرارگاہ سے کھینچنے کے ہیں قرآن مجید میں ہے تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ‎(۵۴ : ۲۰) وہ لوگوں کو اس طرح اکھیڑے ڈالتی تھی گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔

اسی مادہ ن ز ع سے تنازع (تفاعل) باہم خصومت کرنا۔ باہم ایکدوسرے کو کھینچنا کے ہیں۔

شَوٰی کے مختلف معانی ہیں۔

کلیجہ، منہ کی کھال۔ سر کی کھال۔ اطراف بدن (یعنی بدن کے وہ حصے جن پر ضرب لگنے سے موت واقع نہیں ہوتی)، مثلاً ہاتھ، پاؤں وغیرہ،

شَوٰی ۔ شَوَاةٌ کی جمع ہے جیسے نَوٰی نَوَاةٌ کی جمع ہے۔

اس کے مختلف معانی کے لحاظ سے علماء نے اس کے مختلف معانی کئے ہیں۔

۱:۔ سر کی کھال اتار دینے والی۔ (مجاہد)

۲:۔ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کو اکھاڑ کر جدا کر دینے والی۔

۳:۔ ہڈیوں سے گوشت اتار دینے والی۔

(ابراہیم بن مہاجر)
۴۔ پٹھوں کو کھینچ لینے والی (ابن عباس رض)
۵۔ انسان کے گوشت اور پوست کو ہڈیوں سے ادھیڑ لینے والی۔ وغیرہ
۷۰ : ۱۷ ۔۔۔ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ تَوَلّٰى۔ تَدْعُوْا مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پکارے گی۔ وہ بلائے گی۔ وہ پکارتی ہے وہ بلاتی ہے (زبان حال سے یا زبان قال سے) واللہ اعلم بالصواب۔
مَنْ موصولہ اَدْبَرَ صلہ۔ صلہ اور موصول مل کر مفعول تَدْعُوْا کا۔
اَدْبَرَ ماضی معروف کا صیغہ واحد مذکر غائب ادبارٌ (افعال) مصدر۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ یعنی دوزخ کی آگ ہر اس شخص کو پکارے گی جس نے دنیا میں حق سے منہ موڑا تھا اِلَيَّ یا مشرك اِلَيَّ یا منافق، ادھر آ اے مشرک ادھر آ اے منافق۔
وَ تَوَلّٰى کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّيٌّ (تفعل) مصدر۔ اور جس نے پیٹھ پھیری۔ یا منہ موڑا۔
۷۰ : ۱۸ ۔۔۔ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى، اس کا عطف بھی مَنْ اَدْبَرَ پر ہے واو عاطفہ ہے جمع ای جمع مال الدنیا۔ اور دنیا کا مال اکٹھا کیا۔
فَاَوْعٰى میں فاء تعقیب کا ہے اَوْعٰى ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِيْعَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ جس کے معنی مال و اسباب کو کسی چیز میں محفوظ کر رکھنے کے ہیں۔
وَجَمَعَ فَاَوْعٰى: اور (دوزخ کی آگ اس کو بھی پکارے گی) جس نے دنیا کا مال اکٹھا کیا پھر محفوظ کر کے اسے بند کر لیا اور جہاں اسے خرچ کرنا چاہئے تھا وہاں خرچ نہ کیا۔
اَلْوِعَاءُ۔ کے معنی بوری یا تھیلہ کے ہیں جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جاتی ہیں اس کی جمع اَوْعِيَةٌ ہے
قرآن مجید میں ہے :۔
ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَاءِ اَخِيْهِ۔(۱۲ : ۷۶) پھر اپنے بھائی کے شلیتے میں سے اس کو نکال لیا۔ وَعْيٌ مادہ۔
۷۰ : ۱۹ ۔۔۔ هَلُوْعًا: هَلَعٌ (باب سمع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
علماء تفسیر نے اس کے کئی معانی لئے ہیں :۔
بہت بے صبرا۔ تھوڑ دلا۔ ناجائز چیز کی حرص کرنے والا۔ سخت کنجوس۔ تنگ دل

عکرمہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے ھَلُوْعًا کا مطلب پوچھا گیا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ھُوَ کما قال اللہُ تعالیٰ :

اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا وَاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا۔ آیات ۲۰ ر ۲۱ ر سورۃ ہذا۔

اس کا مطلب وہی ہے جو ان آیات کا ہے۔

ھَلُوْعًا: اَلْاِنْسَانُ سے حال ہے یعنی بحالت ھلع پیدا کیا گیا ہے !

علامہ پانی پتی رح فرماتے ہیں:۔

بہر حال انسان پیدائشی طور پر صفت ھلع کے ساتھ متصف ہے۔ اگر بالفعل متصف کہا جائے گا تو یہ آیت حال مقدرہ ہوگی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ آدمی کے اندر خصلت ھلع پیدا کی گئی ہے جو اس خصلت کا سرچشمہ ہے تو اس صورت میں یہ آیت حال محققہ ہوگی۔ بہرحال کلام سابق کی علت اس آیت میں بیان کی گئی ہے ! (تفسیر مظہری)

۷۰:۲۰ ـــــ اِذَا مَسَّہُ الشَّرُّ جَزُوْعًا: اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب، مَسَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مَسٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے۔

الشَّرُّ جس سے سب کو نفرت ہو وہ شر ہے جیسے غریبی۔ فاقہ، بیماری، مصیبت، وغیرہ یہ خیر کی ضد ہے۔ ہر وہ چیز جو سب کو پسند ہو خیر ہے۔ مثلاً مال و دولت، صحت، اولاد، کشائش رزق وغیرہ۔

جَزُوْعًا: جَزْعٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی گھبرا جانا) بروزن فعول صفت مشبہ کا صیغہ ہے گھبرا جانے والا۔ اضطراب کرنے والا۔

امام راغب المفردات میں رقم طراز ہیں:۔

اَلْجَزْعُ ۔ بے صبری۔ قرآن مجید میں ہے: سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا (۱۴:۲۱) اب ہم گھبرائیں یا صبر کریں۔ ہمارے حق میں برابر ہے۔ یہ حزن سے خاص ہے کیونکہ جزعٌ خاص کر اس غم کو کہتے ہیں کہ انسان جس چیز کے درپے ہو وہ اس سے پھر جائے اور اس سے قطع تعلق کرلے۔

جَزُوْعًا ھَلُوْعًا کی طرح حال ہے !

۷۰:۲۱ ــ وَاِذَا مَسَّہُ الْخَیْرُ مَنُوْعًا: اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے۔

مَنُوْعًا جَزُوْعًا کی طرح حال ہے مَنُوْعًا مَنْعٌ سے باب فتح سے مصدر۔ مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روکنے والا۔ بڑا کنجوس۔

۷۰: ۲۲ — اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ - اِلَّا استثنائیہ متصلہ : الْمُصَلِّيْنَ مستثنیٰ - الْاِنْسَانُ (آیت ۱۹) مستثنیٰ منہ - الانسان میں الف لام جنس ہے یا استغراقی ہے۔ لفظ انسان اگرچہ مفرد ہے، لیکن معنوی اعتبار سے جمع ہے اسی لئے اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ میں اِلَّا استثنائیہ متصلہ آیا ہے۔ ومثلہ قولہ تعالیٰ وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (۱۰۳ : ۱-۳) اضواء البیان -

مولانا پانی پتی تحریر فرماتے ہیں :-

مُصَلِّیْ سے مراد کامل مومن ہے جیسے آیت وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ (۲: ۱۴۳) میں ایمان سے مراد نماز ہے۔ کیونکہ مومن کے مراتب میں چوٹی کا درجہ نماز ہی ہے یہی مومن کی معراج اور دین کا ستون ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۰: ۲۳ — اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ : یہ المصلین کی صفت ہے جو اپنی نمازوں میں مداومت اور استقامت کرتے ہیں ای لا یقطعونہا ابداً ما داموا احیاءً جب تک زندہ رہتے ہیں نماز قضاء نہیں کرتے۔ (الیسر التفاسیر)

حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مرفوعاً مذکور ہے :-

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ اَدْوَمُهَا وَلَوْ قَلَّ : اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل اس پر استقامت ہے خواہ وہ عمل چھوٹا ہی کیوں نہ ہو"

حضرت عقبہ رضؓ نے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز میں دائیں بائیں اور پیچھے نہیں دیکھتے۔

احمد اور ابوداؤد، نسائی۔ دارمی نے حضرت ابوذر رضؓ کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :-

کہ بندہ جب تک نماز کے اندر ادھر ادھر نہیں دیکھتا۔ تو اللہ تعالیٰ جل شانہ برابر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب بندہ ادھر ادھر التفات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف سے توجہ ہٹا لیتا ہے۔

الانسان الھلوع کی مستثنیات کی یہ پہلی صفت ہے یعنی جو لوگ اپنی نمازوں کو استقامت و مداومت اور توجہ سے پڑھتے ہیں وہ الانسان الھلوع کی جنس سے مستثنیٰ ہیں

۷۰: ۲۴ — وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ -

۷۰: ۲۵ — لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ :

یہ متذکرہ بالا مستثنیات کی دوسری صفت ہے اور وہ لوگ بھی جنس الانسان ھلوعا سے مستثنیٰ ہے جن کے اموال میں سائل اور محروم کے لئے ایک متعین حصّہ ہے جیسے زکوٰۃ اور مقررہ صدقات۔ یا وہ مال جو انسان قربت الٰہی کے حصول کے لئے یا اپنے سے غریب و نادار لوگوں کو ازراہ ہمدردی وقتاً فوقتاً دیتا رہتا ہے اور اس مقصد کے لئے اپنے اموال سے ایک معیّن رقم کا استعمال اپنے اوپر لازم کر لیتا ہے۔

محروم سے مراد وہ شخص ہے جو از حد ضرورتمند ہونے کے باوجود بھی کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرنے سے ہچکچاتا ہو۔

۷۰: ۲۶ — وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ۔ یہ مستثنیات کی تیسری صفت ہے جو روز جزار کی تصدیق کرتے ہیں۔

يُصَدِّقُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَصْدِيْقٌ (تفعیل) مصدر سے۔ وہ تصدیق کرتے ہیں۔ وہ سچا مانتے ہیں۔

۷۰: ۲۷ = وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ: یہ مستثنیات کی صفت چہارم ہے۔ مُشْفِقُوْنَ اِشْفَاقٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ڈرنے والے۔ اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

۷۰: ۲۸ — اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ جملہ سابقہ میں عَذَابِ رَبِّهِمْ کی وضاحت میں اس کی شدت اور ہمہ گیری کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل (حرفِ تاکید) عَذَابَ اسم اِنَّ (منصوب) مضاف رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ عَذَابَ کا۔ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ اِنَّ کی خبر۔ مَاْمُوْنٍ اَمْنٌ (باب سمع) مصدر سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ۔

یعنی ایسا عذاب جس کا اندیشہ برابر لگے رہنا چاہئے۔ اس کی طرف سے نڈر ہو کر نہ بیٹھنا چاہئے۔ ناقابل بے خوفی، خطرناک۔

ان کے رب کا عذاب بے خطر چیز نہیں کیونکہ اس کو روکنے اور دفع کرنے کی کسی میں قدرت نہیں۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِى السَّمَآءِ (۶۷: ۱۶) کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے نڈر (بےخوف) ہو

۷۰ : ۲۹ = وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ہ مستثنیات کی پانچویں صفت ہے اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں :

فُرُوْجِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ فُرُوْج جمع ہے فَرْجٌ کی اَلْفَرْجُ والفُرْجَةُ کے معنیٰ دو چیزوں کے درمیانی شگاف کے ہیں۔ جیسے اَمْرٌ کی جمع اُمُوْرٌ ہے۔

جیسے دیوار میں شگاف یا دونوں ٹانگوں کے درمیان کی کشادگی۔ کنایہ کے طور پر فرج کا لفظ شرم گاہ پر بولا جاتا ہے اور کثرت استعمال کی وجہ سے اسے حقیقی معنی سمجھا جاتا ہے۔

بمعنی شگاف قرآن مجید میں ہے وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۵۰ : ۶) اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔

اور دوسری جگہ آیا ہے :۔

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (۷۷ : ۹) اور جب آسمان پھٹ جائے۔ یہاں فُرِجَتْ بمعنی اِنْشَقَّتْ ہے

حٰفِظُوْنَ ہ حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ حَافِظٌ کی جمع۔ نیز اس کی جمع حُفَّاظٌ بھی ہے۔ نگہبانی کرنے والے حفاظت کرنے والے۔ نگاہ رکھنے والے۔

مطلب یہ کہ اپنی شرمگاہوں کو ایسی جگہوں اور ایسے طریق سے استعمال کرنے سے باز رہتے ہیں جہاں سے شرع نے منع کر رکھا ہے۔ اگلی آیت میں اس کی تفصیل ہے۔

۷۰ : ۳۰ = اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ : یعنی اپنی شرم گاہوں کو بجز اپنی بیویوں کے اور لونڈیوں کے جنہیں مردوں کے دائیں ہاتھوں نے ملکیت میں لیا ہوا رکھتے ہیں۔

یہ استثناء مفرغ ہے یعنی اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں (لیکن یہ استثناء مفرغ تو کلام منفی میں ہوتا ہے اور یہ کلام مثبت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ بظاہر یہ کلام مثبت ہے لیکن حقیقت میں منفی ہے) حفظ کے اندر نفی کا معنیٰ ہے یعنی وہ لوگ اپنی شرم گاہوں کو اپنی بیویوں کے علاوہ استعمال نہیں کرتے۔

اَوْ بمعنی یا۔ مَا بمعنی مَنْ ہے۔ آدمی ذی عقل ہوتا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور ذی عقل کے لئے عربی میں مَنْ آتا ہے مَا نہیں آتا۔ لیکن یہاں مَا آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کفر کی دنیوی سزا دینے کے لئے شریعت نے باندی غلام کو جانور قرار دیا ہے اسی لئے ان کی خرید و فروخت اور ان سے خدمت لینی جائز رکھی ہے (تفسیر مظہری)

مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ: کے لفظی معنی ہیں۔ وہ جن کے مالک ان کے داہنے ہاتھ ہیں محاورہ میں اس سے مراد شرعی مملوکہ، غلام اور کنیزیں ہیں جن کا اب مدت دراز سے ہندوستان بلکہ دنیا کے اکثر ملکوں میں کہیں وجود نہیں ہے۔ اسیران جنگ کا معاملہ ہمیشہ ایک اہم اور دشوار رہا ہے۔ یعنی یہ کہ جو مرد اور عورتیں شکست خوردہ غنیم کے ہاں سے گرفتار ہوکر آئیں ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے؟ انہیں کہاں اور کیسے رکھا جائے کسی نے اس کا حل جبری مزدوری یا بیگار کو نکالا۔ کسی نے کچھ اور۔

لیکن ہماری شریعت اسلامیہ نے یہ حکم دیا کہ بجائے اس کے کہ ایک بڑی آبادی کا بار حکومت پر ڈالا جاتے اس تعداد کو افراد پر تقسیم کیا جائے اور ہر فرد اس نووارد کو اپنے خاندان کا ایک جزء بنائے اس سے کام ہر قسم کا لے۔ یقیناً لے لیکن اس کے آرام کا بھی ہر طرح خیال کرے اور ان میں جو عورتیں ہوں ان سے ہم بستری کا حق بھی حاصل ہے اس کا قیدی ہو کر آنا یہ خود اعلانِ نکاح کا قائم مقام ہے اس کے ہوتے ہوئے مزید کسی ایجاب وقبول اور شاہدین کی ضرورت نہیں اور یہ لوگ آسان شرائط پر اپنی آزادی ہر وقت خرید سکتے ہیں (شرائط کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں ملے گی) بلکہ ان کے آزاد کرنے کی فضیلیں، اور اس کے لئے طرح طرح کی ترغیبات خود قرآن مجید میں ہی درج ہیں اور حدیث میں تو اور زائد ہیں۔

حیرت ہے کہ ایسے سیدھے اور شریفانہ، حکیمانہ قانون سے شرمانے اور اسے غیروں سے چھپانے کی ضرورت تجدد زدہ مسلمان محسوس کرتے ہیں شاید اس لئے کہ ان کا ذہن معاً انگریزی کے لفظ اور ان ساری سختیوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو اس لفظ کے تخیل کے ساتھ وابستہ ہیں۔ حالانکہ ہمارے ہاں تو غلاموں اور غلام زادوں نے بارہا بادشاہتیں کی ہیں اور امراء تو ان میں کثرت سے ہوتے ہیں۔ اور دینی حیثیت سے بڑے بڑے علماء فقہاء وائمہ فن ان میں تابعین کے زمانہ سے ہی پیدا ہونے لگے تھے۔ کنیز کے حقوق بیوی سے کمتر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کا ادا کرنا بھی قدرۃً سہل ہے (تفسیر ماجدی ۴: ۳ حاشیہ نمبر ۹۴۲)

== فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ۔ غَيْرُ حرف استثناء مَلُوْمِيْنَ مستثنیٰ۔ (غیر کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے) مَلُوْمِيْنَ لَوْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول (بحالتِ جر) جمع مذکر کا صیغہ ہے بمعنی ملامت کئے گئے۔ ملامت زدہ۔

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ای فانهم علی ترك الحفظ غیر ملومین تو وہ اس ترک حفظ پر سزاوار ملامت نہیں۔ یعنی اپنی شرمگاہوں کو اپنی بیویوں اور کنیزوں سے محفوظ

نہ رکھنا اور شرعی طور پر ان سے قربت کرنا جائز ہے اور قابل مذمت فعل نہیں ہے۔
۷۰: ۳۱ = فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ جملہ شرطیہ ہے فَ عاطفہ، مَنْ شرطیہ (بمعنی جمع) جس نے۔ (جنہوں نے)، اِبْتَغٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر سے۔ اس نے چاہا، اس نے تلاش کیا۔
وَرَآءَ اصل میں مصدر ہے اس کا معنی ہے آڑ۔ حد فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا۔ پیچھے ہونا علاوہ۔ سوا۔ ہونا۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے۔ اس لئے سب معنی میں مستعمل ہے۔
ذٰلِكَ سے مراد اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ کسی اور سے یا کسی غیر مقام میں اپنی شرمگاہوں کو استعمال کرنا ہے۔
وَرَآءَ ذٰلِكَ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر اِبْتَغٰى کا مفعول۔
= فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ۔ فَ جواب شرط اور جملہ جواب شرط ہے۔
اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اُولٰٓئِكَ ہے ضمیر کو تاکید کے لئے اور تخصیص کے لئے لایا گیا ہے۔
اَلْعٰدُوْنَ حد سے گذرنے والے۔ حد سے بڑھنے والے۔ حد سے نکلنے والے۔ عَدْوٌ۔ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ عَادٌ کی جمع بحالت رفع۔
ترجمہ ہوگا:۔ سو وہی لوگ ہیں حد سے بڑھنے والے۔
(نیز ملاحظہ ہو ۲۳: ۵-۶-۷)
۷۰: ۳۲ = وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝
الانسان الھلوع کے مستثنیات کی چھٹی صفت ہے۔ اور جو اپنی امانتوں اور اقرار کا پاس کرتے ہیں۔
رٰعُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے رِعَايَةٌ وَرَعْيٌ (باب فتح) مصدر سے
اَلرَّعْيُ اصل میں حیوان یعنی جاندار چیز کی حفاظت کو کہتے ہیں خواہ غذا کے ذریعہ ہو جو اس کی زندگی کی محافظ ہے یا اس سے دشمن کو دفع کرنے کے ذریعہ ہو۔
اور رَعَيْتُهٗ کے معنی کسی کی نگرانی کرنے کے ہیں اور اَرْعَيْتُهٗ کے معنی ہیں میں نے اس کے سامنے چارہ ڈالا۔ اور رِعْيٌ چارہ یا گھاس کو کہتے ہیں اور مَرْعٰى (ظرف مکان) چراگاہ اور گھاس یا چارہ ہے۔
قرآن مجید میں ہے اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰهَا (۷۹: ۳۱) اس میں سے

اس کا پانی اور چارہ نکالا۔
اور رِعَایَۃٌ بمعنی حفاظت اور نگہداشت ہے۔
قرآن مجید میں ہے:۔
فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا۔ (۵۷ : ۲۷) لیکن جیسے اس کی نگہداشت کرنی چاہئے تھی انہوں نے نہ کی۔
اور رَعَی الْاَمِیْرُ رَعِیَّتَہٗ رِعَایَۃً: اپنی رعایا پر سیاست رانی کرنا۔
رَاعُوْنَ، رَاعِیْ کی جمع ہے بحالت رفع ہے۔ اصل میں رَاعِیُوْنَ تھا۔ ی مضموم ماقبل مکسور ی کا ضمہ ع کو دیا۔ یا اور واؤ دو ساکن جمع ہوئے ی ساقط کردی گئی۔ رَاعُوْنَ ہوگیا۔ نگہداشت رکھنے والے۔ نگرانی کرنے والے۔
نیز ملاحظہ ہو ۲۳ : ۸ ۔ متذکرۃ الصدر۔
۷۰ : ۳۳ = وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۔ یہ الانسان الھلوع کے زمرہ سے جو مستثنیٰ ہیں ان کی ساتویں صفت ہے۔ اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم رہتے ہیں
۷۰ : ۳۴ = وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۔ یہ مستثنیٰت کی آٹھویں صفت ہے۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔
علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں:۔
" یعنی نماز کے اوقات، ارکان، سنن، اور مستحبات کی نگہداشت کرتے ہیں۔ کسی (ضروری رکن یا سنت کو یا وقت) کو فوت نہیں ہونے دیتے۔
نماز کا تذکرہ دو جگہ آیا ہے:۔
شروع میں اور یہاں آخر میں اور دونوں جگہ تذکرہ کا طریقہ جُدا جُدا ہے۔ تکرار ذکر بتا رہا ہے کہ دوسرے ارکانِ اسلام کے مقابلہ میں نماز کو اہمیت حاصل ہے "
يُحَافِظُوْنَ ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ محافظۃ (مفاعلۃ) مصدر۔ وہ پابندی کرتے ہیں۔ وہ نگرانی رکھتے ہیں۔
نیز ملاحظہ ہو ۲۳ : ۹ ۔ متذکرۃ الصدر۔
۷۰ : ۳۵ = اُولٰٓئِكَ فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ : اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر، مراد موصوفین اوّل تا ہشتم، مذکورہ بالا جو الانسان الھلوع سے مستثنیٰ ہیں۔
فِیْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۔ هُمَا خبران ۔ یہ دونوں اُولٰٓئِكَ کی خبریں ہیں۔ (مدارک)

یہی لوگ باغہائے بہشت میں عزت واکرام سے ہوں گے۔

مُکْرَمُوْنَ اِکْرَامٌ (افعال) مصدر سے اسم مفعول (بحالت رفع) جمع مذکر کا صیغہ ہے

۷۰: ۳۶ = فَمَالِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا قِبَلَکَ مُھْطِعِیْنَ ف سببیہ۔ مَا استفہامیہ لام حرف جر۔ الذین کفروا موصول وصلہ مل کر مجرور۔ قِبَلَکَ مضاف مضاف الیہ۔ تیری جانب

مُھْطِعِیْنَ: صاحب قاموس نے لکھا ہے۔ ھَطَعَ ھُطُوْعًا و ھَطْعًا۔ تیزی کے ساتھ کسی کی طرف رُخ کرکے دوڑتے ہوئے اپنی نظر کو کسی چیز پر جمائے ہوئے آیا۔ اور کسی روکاوٹ کی پرواہ نہ کی۔ یعنی ھطع ثلاثی مجرد کو باب فتح سے قرار دیا گیا ہے اور اس کا مصدر ھَطْعٌ و ھُطُوْعٌ ہے۔ لیکن مُھْطِعِیْنَ مصدر اِھْطَاعٌ (باب افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اَھْطَعَ کا معنی ہے گردن بڑھائی سر اٹھایا۔

مھطعین حال ہے الذین کفروا سے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پس کافروں کو کیا ہوگیا ہے (یا کیا وجہ ہے کہ کافر لوگ) گردن بڑھائے سر اٹھائے تیری طرف دوڑے چلے آتے ہیں۔

بغوی نے لکھا ہے کہ:۔

کافروں کی ایک جماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جمع ہوکر کلام مبارک سنتی تھی مگر استہزاء اور تکذیب کرتی تھی۔ ان کو تنبیہ کرنے کے لئے اس آیت کا نزول ہوا۔ اور اللہ نے فرمایا کہ۔ کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے پاس بیٹھے آپ کو دیکھتے (اور کلام سنتے) ہیں مگر فائدہ حاصل نہیں کرتے۔

اکثر مفسرین نے حروف کی کمی بیشی کے ساتھ آیت کا یہی مطلب لیا ہے۔ لیکن علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

(جو ہدایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے کفار کے سامنے تھی) اور آپ کے کھلے معجزے بھی اپنی آنکھوں سے وہ دیکھ رہے تھے پھر باوجود ان تمام باتوں کے وہ بھاگ جاتے تھے۔ اور ٹولیاں ٹولیاں ہوکر دائیں بائیں کترا جاتے تھے جیسے اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَمَا لَھُمْ عَنِ التَّذْکِرَۃِ مُعْرِضِیْنَ (۷۴: ۴۹) (ان کو کیا ہوا ہے کہ نصیحت سے روگرداں ہیں) یہاں بھی اسی طرح فرمایا ہے کہ ان کفار کو کیا ہوگیا ہے یہ نفرت کرکے کیوں تیرے پاس سے بھاگے جارہے ہیں۔ کیوں دائیں بائیں سرکتے جاتے ہیں۔ اور کیا وجہ ہے کہ وہ

متفرق طور پر اختلاف کے ساتھ ادھر ادھر ہو رہے ہیں۔

صاحب اضواء البیان اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں :۔

ای بال اولئك الکفار المنصرفین عنك متفرقین ..... وکذلك ھنا فھم متفرقون عنه صلی اللّٰہ علیہ وسلم جماعات من کل جھة عن الیمین وعن الشمال ...... کقوله تعالیٰ فمالھم عن التذکرۃ معرضین۔ ان کفار کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹولے ٹولے ہو کر آپ کے پاس سے کھسک جاتے ہیں ..... اور اس طرح وہ ہر طرف سے دائیں بائیں سے گروہوں کی صورت میں آپ سے الگ ہو جاتے ہیں۔

۷۰: ۳۷ = عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِیْنَ۔ جمع عِزَۃٌ کی (بحالت نصب) الگ الگ ٹولے۔

قاموس میں ہے :۔

عِزَۃٌ بروزن عِدَۃٌ آدمیوں کا گروہ۔ عزون جمع (بحالت رفع)

عِزِیْنَ کا نصب بوجہ الذین کفروا سے حال ہونے کے ہے۔ عن الیمین وعن الشمال متعلق بہ مھطعین۔ (یعنی کوئی گروہ دائیں سے چلا آرہا ہے اور کوئی گروہ بائیں سے چلا آرہا ہے)

۷۰: ۳۸ = اَیَطْمَعُ : ہمزہ استفہامیہ۔ انکاریہ ہے۔ یعنی ان کو یہ طمع نہ کرنا چاہئے۔ یَطْمَعُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب طَمْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ امید رکھتا ہے۔ وہ لالچ رکھتا ہے۔ وہ خواہش رکھتا ہے۔

کُلُّ امْرِیٍٔ مِّنْھُمْ۔ مضاف مضاف الیہ ہر آدمی مِنْھُمْ میں ضمیر ھُمْ جمع مذکر غائب الذین کفروا کی طرف راجع ہے کیا ان میں سے ہر آدمی یہ امید رکھتا ہے

اَنْ مصدریہ۔ یُدْخَلَ مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب منصوب بوجہ عمل اَنْ :

جَنَّۃَ نَعِیْمٍ۔ جَنَّۃَ مفعول یُدْخَلَ کا۔ مضاف نعیم مضاف الیہ۔ نعمت وراحت راحت ونعمت کے باغ۔ یہ مفعول ہے یَطْمَعُ کا۔

۷۰: ۳۹ = کَلَّا ہرگز نہیں۔ نیز ملاحظہ ہو ۷۰: ۱۵ متذکرۃ الصدر۔

اِنَّا خَلَقْنٰھُمْ مِّمَّا یَعْلَمُوْنَ۔ ہم نے ان کو اس چیز سے پیدا کیا ہے جسے وہ جانتے ہیں۔ یعنی کیا ان میں سے ہر ایک کو طمع ہے کہ وہ جنت نعیم میں داخل کیا جائے گا؟ یہ ہرگز نہ ہو گا کس لئے کہ ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے کہ اس کو وہ بھی جانتے ہیں۔ یعنی منی سے جو کہ نہایت ہی حقیر ہے پھر اس عالم قدس میں بغیر اس کے کہ آثار بہیمیہ کو قوائے روحانیہ وملکوتیہ، ایمان واعمال صالحہ سے

جلا دے کر مٹا ڈالے کس طرح سے جا سکتا ہے۔

ابن کثیر نے اس کی تائید میں امام حسن بصری رح کا قول نقل کیا ہے۔

سچ ہے کہ گندہ انسان جب تک ایمان اور عمل صالح سے نورانیت اور پاکیزگی نہ حاصل کرلے محض مال اور دنیاوی حشمت و جاہ کی وجہ سے اس عالم قدس تک نہیں پہنچ سکتا وہ پاک جگہ ناپاکوں کے لئے نہیں ہے۔

۷۰: ۴۰ == فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝

۷۰: ۴۱ == عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ۔ ای اذا کان الامر کذلک کما ذکرنا من ان خلقہم مما یعلمون وھو النطفۃ القذرۃ فلا اقسم برب المشارق والمغارب۔ جب بات یہ ہے کہ جیسا ہم نے بیان کیا کہ ان کی تخلیق ایک ایسی چیز سے کی گئی ہے جسے وہ جانتے ہیں یعنی گندے نطفے سے تو ہم مشرقوں اور مغربوں کے رب کی قسم کھاتے ہیں۔ (یعنی اپنی ذات کی) کہ ہم اس بات پر قادر ہیں کہ ان سے بہتر لوگ بدل کر لے آئیں۔

واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ محذوف پر ہے لا زائدہ ہے تاکید کے لئے آیا ہے (نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۸ متذکرۃ الصدر۔

لَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ جملہ قسمیہ ہے اور انا لقٰدرون جواب قسم عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ متعلق قٰدرون:

اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اِقْسَامٌ (افعال) مصدر میں قسم کھاتا ہوں۔

بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ مشرقوں کے پروردگار کی مشارق جمع ہے مشرق کی، سورج کے طلوع ہونے کی جگہ۔ سال کے ۳۶۵ دنوں میں سورج کے نکلنے کی جگہ موسم کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے اس لئے ان ساری جگہوں کے لئے لفظ جمع کا استعمال کیا گیا ہے یہی وجہ مغارب کے استعمال کی ہے۔ سورج کے غروب ہونے کی جگہیں۔

لَقٰدِرُوْنَ لام تاکید کا ہے قٰدِرُوْنَ قُدْرَةٌ (باب ضرب و نصر و سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ ہم قدرت رکھنے والے ہیں۔

اُقْسِمُ میں صیغہ واحد آیا ہے اور اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ میں صیغہ جمع کا استعمال اپنی عظمت اور بزرگی اور قدرت کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے۔

اَنْ مصدریہ۔ نُبَدِّلَ مضارع جمع متکلم (منصوب بوجہ عمل اَنْ) تبدیل (تفعیل) مصدر سے بمعنی بدلے میں لانا۔ عوض میں لے آنا۔

خَیْرًا۔ ای خَلْقًا خَیْرًا مِّنْھُمْ: توہم لے آئیں ان کے بدلے میں (ایسی خلقت) جو ان سے بہتر ہو۔

وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ یہ جملہ دوسرا جواب قسم ہے یا قٰدِرُوْنَ سے حال ہے۔ اور ہم ایسا کرنے سے عاجز نہیں۔

مَسْبُوْقِیْنَ عاجز، وہ لوگ جن پر سبقت کر لی جائے۔ سَبْقٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ بحالت جر و نصب ہے۔ سَبْقٌ کے اصل معنی ہے چلنے میں آگے نکل جانا۔

۷۰: ۴۲ = فَذَرْھُمْ یَخُوْضُوْا وَیَلْعَبُوْا: فَ عاطفہ ہے بمعنی پس، سو، تو۔ ذَرْ فعل امر حاضر۔ واحد مذکر۔ وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر سے تو چھوڑ دے (اس کی ماضی نہیں آتی۔ مضارع کے صیغہ میں قرآن مجید میں ہے:۔

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّۃً لِّاَزْوَاجِھِمْ مَّتَاعًا اِلَی الْحَوْلِ (۲: ۲۴۰) اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنی عورتوں کے حق میں وصیت کر جائیں کہ ان کو ایک سال تک خرچ دیا جائے۔)

ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب: تو ان کو چھوڑ دے۔

یَخُوْضُوْا۔ مضارع مجزوم جمع مذکر غائب۔ خَوْضٌ (باب نصر) مصدر سے وہ مشغول ہوں۔ وہ مشغول رہیں۔ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر ہے۔

یَلْعَبُوْا: مضارع جمع مذکر غائب۔ لَعِبٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ کھیلتے رہیں۔ وہ کھیل میں پڑے رہیں۔ آپ ان کو رہنے دیں کہ خرافات میں لگے رہیں۔ اور کھیل کود میں مشغول رہیں۔

حَتّٰی حرف جر ہے۔ یہاں انتہاء غایت کے لئے ہے اور بمعنی اِلٰی آیا ہے۔ یہاں تک کہ یُلٰقُوْا یَوْمَھُمْ۔ یُلٰقُوْا مضارع جمع مذکر غائب منصوب۔ مُلَاقَاۃٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ (یہاں تک کہ) وہ پالیں (یا مل جائیں) اپنے (اس) دن کو (یعنی حشر کے دن کو)

یَوْمَھُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر یُلٰقُوْا کا مفعول۔

اَلَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ہ موصول وصلہ مل کر یَوْمَ کی صفت یُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب: وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ جس کا ان کو وعدہ دیا جاتا ہے یا۔ ان کو وعید دی جاتی ہے۔ یعنی وعید عذاب حشر۔ کیونکہ قیامت کا دن مومنوں کے لئے

وعید کا دن نہیں ہے۔

۷۰ : ۴۳ — یَوْمَ یَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا۔ یَوْمَ بدل ہے یَوْمَھُمْ سے سِرَاعًا مِنَ الْاَجْدَاثِ حال ہے یَخْرُجُوْنَ کے فاعل سے۔

سِرَاعًا دوڑتے ہوئے۔ جلدی کرتے ہوئے، بمعنی فاعل دوڑنے والے، جلدی کرنے والے سَرِیْعٌ کی جمع سُرْعَۃٌ سے جس کے معنی جلدی کرنے کے ہیں بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے جس طرح کَرِیْمٌ کی جمع کِرَامٌ ہے۔ اَلْاَجْدَاثِ جمع، جَدَثٌ واحد بمعنی قبر۔

= کَاَنَّھُمْ اِلٰی نُصُبٍ یُّوْفِضُوْنَ۔ یہ جملہ بھی یَخْرُجُوْنَ کے فاعل سے حال ہے۔ کَاَنَّھُمْ: کَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کَاَنَّ کا اسم۔ گویا وہ سب" نُصُبٍ اسم مفرد، اَنْصَابٌ جمع بمعنی بُت، جھنڈا، نشان۔

یُوْفِضُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب۔ اِفَاضَۃٌ (افعال) سے مصدر۔ وہ دوڑیں گے و ف ض مادہ۔ اصل میں الایفاض (افعال) کے معنی کسی کے دفضہ (چمڑے کا ترکش) کو اٹھا کر اس طرح تیزی سے بھاگنے کے ہیں کہ اس سے جھنکار کی آواز پیدا ہو۔ لہٰذا تیزروی کے معنی میں آتا ہے۔

نُصُبٍ کے مختلف معانی کی وجہ سے اس آیت کی تفسیر بھی مختلف طور پر مفسرین نے کی ہے مثلاً

(۱) جس طرح دنیا میں اپنے بتوں اور خیالی معبودوں کی طرف دوڑتے ہیں اسی طرح قبروں سے نکل کر میدان حشر میں رب العلمین کی طرف دوڑیں گے۔

(۲) قیامت کے دن قبروں سے نکل کر تختِ رب العالمین کی طرف اسی طرح دوڑیں گے جیسا کوئی شرط میں نشان گڑے ہوئے تک جلد جلد دوڑتا ہے۔

(۳) کلبی نے نصب کا ترجمہ عَلَمٌ کیا ہے یعنی جس طرح لشکری اپنے جھنڈے کی طرف لپکتے ہیں اسی طرح یہ حشر کے دن محشر کی طرف لپکیں گے۔

(۴) علامہ ابن کثیر اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں۔

جس دن خدا انہیں بلائے گا اور یہ میدان محشر کی طرف جہاں انہیں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اس طرح لپکتے ہوئے جائیں گے جس طرح دنیا میں کسی بُت یا علم کو یا تھان کو اور چلے کو چھونے اور نذر نذورت کرنے کے لئے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے ہوئے جاتے ہیں۔

۷۰: ۴۴ = خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ خَاشِعَةً منصوب ہے کیونکہ ضمیر يُوْفِضُوْنَ سے حال ہے اور اَبْصَارُهُمْ مرفوع ہے کیونکہ یہ خَاشِعَةً کا فاعل ہے خَاشِعَةً ذلیل ہونے والی۔ ذلیل وخوار۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ ان کی نگاہیں نیچی ہو رہی ہوں گی۔

تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ یہ جملہ بھی يُوْفِضُوْنَ سے حال ہے، ذلت ان پر چھا رہی ہوگی۔
تَرْهَقُ مضارع واحد مؤنث غائب رَهَقٌ (باب سمع) مصدر، جس کے معنی کسی چیز کا دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ (۱۰: ۲۶) اور ان کے چہروں پر نہ تو سیاہی چھائے گی اور نہ رسوائی۔

ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ۔ ذٰلِكَ مبتدا، اَلْيَوْمُ ...... الخ اس کی خبر۔

كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ماضی استمراری مجہول جمع مذکر غائب وَعْدٌ (باب ضرب) مصدر ان کو وعید دی جاتی تھی، یعنی یہ ہے دن جس کا ان سے وعدۂ عذاب کیا جا رہا تھا۔
یہ جملہ معترضہ ہے۔ ماقبل کی اہمیت کو ذہن نشین کرانے کے لئے آیا ہے۔
سورۃ القمر میں اس کا نقشہ یوں کھینچا ہے:۔

يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ۔ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ (۵۴: ۶ تا ۸)

(آپ بھی ان کی پرواہ نہ کریں) جس دن بلانے والا ان کو ایک ناخوش چیز کی طرف بلائیگا تو آنکھیں نیچی کئے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے گویا وہ بکھری ہوئی ٹڈیاں ہیں۔ اس بلانے والے کی طرف دوڑتے جاتے ہوں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن بڑا سخت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۷۱) سورۃ النوح مکیۃ (۲۸)

۷۱: ۱ — اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ : صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔
آغاز کلام میں اِنَّ (تحقیقیہ) لانے سے واقعہ کی اہمیت کو ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اِلٰی قَوْمِہٖ ظاہر کر رہا ہے کہ آپ کی رسالت صرف آپ کی قوم تک محدود تھی۔ تمام انسانوں کے لئے عمومی نہ تھی۔

اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَکَ میں اَنْ تفسیریہ ہے کیونکہ ارسال کے اندر قول کا معنی پوشیدہ ہے (اَنْ مفسرہ ہمیشہ اس فعل کے بعد آتا ہے جس میں کہنے کے معنی پائے جائیں۔ خواہ کہنے کے معنے پر اس فعل کی دلالت لفظی ہو یا معنوی) یعنی یہ کہنے کے لئے بھیجا۔ اس لئے اَنْ اَنْذِرْ قول مخفی کی تشریح ہے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اَنْ مصدریہ ہو اور قُلْنَا محذوف ہو یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اپنی قوم کو عذاب سے ڈراؤ۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ : مِنْ حرف جر۔ قَبْلِ مضاف اگلا جملہ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور: اَنْ مصدریہ ہے۔ اس سے پہلے کہ ان کو دردناک عذاب پہنچے۔

۷۱: ۲ — قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ لَکُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ قَالَ یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے خداوند تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا۔

لَکُمْ میں لام تقویت کے لئے ہے یا تعلیل کے لئے۔ ای لاجل نفعکم (تمہارے فائدہ کے لئے)

یٰقَوْمِ اصل میں قَوْمِیْ تھا۔ یٖ کو حذف کیا گیا ہے نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ موصوف اور صفت۔ صاف صاف کھول کھول کر ڈر سنانے والا۔

۷۱: ۳ — اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ اَنْ مصدریہ۔ جملہ متعلق نذیر ہے یعنی حضرت نوح

علیہ السلام نے نذیر کی حیثیت سے اپنی قوم سے کہا کہ:۔

۱:۔ اللہ کی عبادت کرو۔

۲:۔ اور اس سے ڈرو۔

== اِتَّقُوْا فعل امر جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے۔ تم ڈرو، تم پرہیزگاری اختیار کرو۔

۳:۔ اور میری اطاعت کرو، یعنی میں جو توحید اور طاعتِ الٰہی کی بابت تمہیں حکم دے رہا ہوں اس کو مانو۔

اَطِیْعُوْنِ امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر سے ن وقایہ ہے اور یَ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے۔

۷۱: ۴ == یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُؤَخِّرْکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی؛ جواب امر میں ہے متذکرہ بالا تینوں احکام کے جواب میں۔

یَغْفِرْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ مَغْفِرَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ تمہیں بخش دے گا۔

(۱) مِنْ تبعیضیہ بھی ہوسکتا ہے، وہ تمہارے بعض گناہ معاف کردے گا، یعنی وہ گناہ جن کا تعلق اس کی اپنی ذات سے ہے۔ عوام الناس سے نہیں۔

(۲) یا مِنْ زائدہ ہے وہ تمہارے گناہ معاف کردے گا۔

وَیُؤَخِّرْکُمْ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یُؤَخِّرْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ تَاْخِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تمہیں مہلت دے گا۔

اَجَلٍ مُّسَمًّی موصوف وصفت۔ اسم مفعول واحد مذکر تَسْمِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے مدتِ مقررہ۔ معینہ، تعین کیا ہوا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور (موت کے) وقت مقررہ تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔

== اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ: حقیقت یہ ہے کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت جب آجاتا ہے تو مؤخر نہیں کیا جاسکتا۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَجَلَ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اَجَلَ منصوب بوجہ

عملِ آن:

لَا یُؤَخَّرُ: فعل نہی مضارع مجہول صیغہ واحد مذکر غائب، تاخِیْرٌ مصدر سے، اس میں تاخیر نہیں کی جائے گی:

لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۔ کاش تم (یہ حقیقت) جانتے ہوتے۔

۷۱: ۵ = قَالَ ۔یہاں کلام میں اختصار کیا گیا ہے پورا کلام یوں تھا کہ۔

نوح (علیہ السلام) نے تبلیغ کی۔ قوم نے تکذیب کی، نوح (علیہ السلام) برابر دعوت دیتے رہے مگر قوم انکار پر اڑی رہی۔ آخر نوح (علیہ السلام) نے کہا (تفسیر مظہری)

فَائِدَہ: صاحب ضیاء القرآن یوں رقمطراز ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام منصب رسالت پر فائز ہونے کے بعد اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کو برا بھلا کہا جاتا۔ طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے، افتراء و بہتان کے طوفان اٹھائے جاتے، حتیٰ کہ آپ کو مار مار کر لہولہان کر دیا جاتا۔ آپ پہروں بیہوش پڑے رہتے۔ آپ کو کسی مکان میں بند کر دیا جاتا۔

لیکن اس جور و جفا کے باوجود یہ اللہ کا پیغمبر ان ناہنجاروں کی اصلاح میں لگا رہا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں ان کے لئے دعائیں مانگتا رہا۔ اور شب روز ان کو تبلیغ بھی کرتے رہے۔ عام اجتماعوں میں بلند آواز سے انہیں وعظ فرماتے اور جب اپنی خلوت گاہوں میں بیٹھے ہوتے تو آپ وہاں جا کر رازدارانہ طور پر اور چپکے چپکے ان کو گمراہیاں چھوڑنے کی تلقین کرتے اور یہ سلسلہ جاری رہا۔ سالوں نہیں بلکہ نو صدیاں بیت گئیں۔ اور ان میں حق پذیری کے آثار نمایاں نہ ہوئے۔ بلکہ ان کی ہٹ دھرمی اور تعصب میں روز بروز اضافہ ہوتا ہی چلا گیا۔

جب آپ کو ان کے ایمان لانے کی امید نہ رہی تو آپ نے اپنے پروردگار کے حضور میں اپنی روداد الم بیان کرنی شروع کی۔

عرض کرتے ہیں الٰہی! ان کو سمجھانے میں میں نے دن رات ایک کر دیا کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ لیکن جتنا میں ان کو حق کی طرف کھینچتا ہوں اتنا ہی وہ اس سے دُور بھاگتے ہیں اور ان کی نفرت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے:

رَبِّ اصل میں یَا رَبِّیْ تھا۔ شروع سے حرف ندا، اور آخر سے ی ضمیر واحد متکلم حذف ہو کر رَبِّ رہ گیا۔

= لَيْلاً وَّ نَهَارًا۔ دونوں دَعَوْتُ کے ظرف ہیں۔ رات اور دن۔
۷۱ : ۶ = فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْ اِلَّا فِرَارًا۔ ف بمعنی لیکن: لَمْ يَزِدْ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی بڑھانا هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب دُعَآءِيْ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل: اِلَّا فِرَارًا استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) فِرَارًا مفعول ثانی دَعَوْتُ کا۔
ترجمہ ہو گا۔
لیکن میری دعوت نے ان میں زیادتی نہ کی مگر فرار کی، یعنی میری دعوت نے ان پر اور تو کوئی اثر نہ کیا سوائے اس کے کہ وہ مجھ سے دور بھاگتے رہے۔
۷۱ : ۷ = وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ: واؤ عاطفہ ہے كُلَّمَا یہ لفظ مرکب ہے كُلَّ اور مَا سے۔ اس ترکیب میں لفظ كُلَّ ظرفیت کی وجہ سے ہمیشہ منصوب رہتا ہے۔ بمعنی وقت کے۔ اکثر كُلَّمَا کے بعد فعل ماضی آتا ہے۔ كُلَّمَا جب بھی، جس وقت بھی۔
لِتَغْفِرَ میں لام سببیہ ہے۔ بمعنی تاکہ۔ تَغْفِرَ۔ مضارع منصوب (بوجہ عمل لام) واحد مذکر حاضر۔ غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ لَهُمْ ان کو"
ترجمہ:۔ تاکہ تو ان کو بخش دے۔ یا معاف کردے۔
(۱) جَعَلُوْا اَصَابِعَهُمْ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ (تو لگے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونسنے)
(۲) وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ (اور لگے اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹنے)
(۳) وَاَصَرُّوْا۔ (اور ضد کرنے لگے)
(۴) وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ (اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے)
یہ چاروں جملے كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ کے جواب میں ہیں۔
اَصَابِعَهُمْ: مضاف مضاف الیہ۔ مفعول جَعَلُوْا کا۔ اَصَابِعَ جمع اِصْبَعٌ کی اپنی انگلیاں۔
اِسْتَغْشَوْا۔ ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِسْتِغْشَاءٌ (استفعال) مصدر بمعنی اپنے اوپر پردہ ڈال لینا۔ اپنے آپ کو کپڑے میں لپیٹ لینا۔ غشو، غشی مادہ۔ غَشِيَهٗ، غِشَاوَةً وَغِشَاءً: اس کے پاس اس چیز کی طرح آیا جو اسے چھپائے۔ غِشَاوَةٌ (اسم) پردہ جس سے کوئی چیز ڈھانپ دی جائے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں ہے وَعَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ

غِشَاوَةٌ (۲: ۷) اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ اور وَتَغْشٰی وُجُوْهَهُمُ النَّارُ (۱۴: ۵۰) اور ان کے چہروں کو آگ لپٹ رہی ہوگی:

اَصَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب اِصْرَارٌ (انفعال) مصدر۔ انہوں نے ضد کی۔ انہوں نے اصرار کیا۔

اِسْتَكْبَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِسْتِكْبَارٌ (استفعال) مصدر بمعنی گھمنڈ کرنا۔ تکبر کرنا

اِسْتِكْبَارًا مفعول مطلق تاکید کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور بڑا گھمنڈ کرنے لگے:

۷۱: ۸ — ثُمَّ حرف عطف ہے، ماقبل سے مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے خواہ یہ متاخر ہونا وقتی لحاظ سے ہو (تراخی فی الوقت) خواہ رتبہ (ترتیب) کے لحاظ سے (التراخی فی الرتبہ)

بصورت اوّل اس کے معنی ہوں گے پھر، اس کے بعد۔ صورت دوم میں اس سے بھی بڑھ کر معنی ہوں گے۔

صورت اول کی مثال:۔

وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

(۲: ۲۸) اور تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی، پھر وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹ جاؤ گے۔

صورت دوم کی مثال:۔

• حضرت علی کا شعر ہے:۔

فَعَارٌ ثُمَّ عار ثم عار - شقاء المرء من اکل الطعام۔

(شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے)

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

لفظ ثُمَّ کا اس جگہ استعمال دعوت کے مختلف طریقوں پر دلالت کرتا ہے کیونکہ سرّی دعوت سے جہری دعوت زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اور صرف سرّی یا صرف جہری دعوت سے سرّی اور جہری دعوتوں کا مجموعہ زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس طرح ہر ترتیبی صورت اول صورت سے بعد کو آتی ہے۔

= جِهَارًا۔ جَهَرَ يَجْهَرُ (باب فتح) کا مصدر ہے۔ پکارنا۔ بلند آواز کرنا۔ کھلم کھلا برملا۔ مصدر۔ موضع حال میں ہے ای مُجَاهِرًا۔

ترجمہ ہوگا۔
پھر میں نے ان کو کھلم کھلا بھی بلایا۔
۷۱: ۹ == اَعْلَنْتُ ۔ ماضی واحد متکلم اِعْلَانٌ (افعال) مصدر۔ میں نے کھلم کھلا کہا۔ میں نے اعلانیہ کہا۔
اَسْرَرْتُ : ماضی واحد متکلم۔ اسرارٌ (افعال) مصدر۔ میں نے پوشیدہ طور پر کہا
اِسْرَارًا مفعول مطلق تاکید کے لئے آیا ہے۔ اور ان کو بہت چپکے چپکے بھی کہا۔
۷۱: ۱۰ == فَقُلْتُ فَ حرف عطف ہے۔ سو میں نے (ان سے) کہا۔
اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ : امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر استغفار (استفعال) مصدر۔ تم مغفرت مانگو، تم بخشش چاہو۔
رَبَّكُمْ مضاف مضاف الیہ اپنے رب سے۔
== غَفَّارًا ۔ غُفْرَانٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد۔ مبالغہ کا صیغہ بہت بخشنے والا۔ منصوب بوجہ کان کی خبر کے ہے۔ کیونکہ وہ بہت بڑا بخشنے والا ہے۔
۷۱: ۱۱ == يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۔ يُرْسِلِ ۔ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) وصل کی وجہ سے مکسور ہے۔ اِرْسَالٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ بھیجے گا۔
السَّمَآءَ ابر۔ بارش، آسمان، یہاں بمعنی ابر آیا ہے يُرْسِلُ کا مفعول ہے۔
مِدْرَارًا ۔ دَرٌّ و دُرُوْرٌ (باب ضرب و نصر) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے۔
بہت آنسو بہانے والی آنکھ۔ بہت بارش برسانے والا بادل۔ مِدْرَارًا حال ہے السَّمَآءَ سے لہٰذا منصوب ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
تاکہ تم پر بہت برسنے والا بادل بھیجے۔
۷۱: ۱۲ == وَيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
يُمْدِدْ مضارع مجزوم (بوجہ جواب امر) واحد مذکر غائب۔ اِمْدَادٌ (افعال) مصدر وہ بڑھائے گا۔ وہ مدد کرے گا۔
بَنِيْنَ : اِبْنٌ کی جمع بحالت جر۔ بیٹے۔ مطلب یہ کہ تمہارے مال و اولاد کو بہت کر دیگا
وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ اور تمہیں باغات دے گا۔ يَجْعَلْ مضارع مجزوم بوجہ جواب امر۔ واحد مذکر غائب جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ کر دے گا۔ بنا دے گا۔

۷۱: ۱۳ ـــ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ: مَا استفہامیہ، لام حرف جر، تمہیں کیا ہو گیا ہے، نیز ملاحظہ ہو ۷۰: ۳۵)

لَا تَرْجُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر حاضر، رَجَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم امید نہیں رکھتے ہو مفسرین کے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ رَجَاءٌ بمعنی اعتقاد ہے۔ یعنی تم اپنے اعتقاد میں اللہ کی عظمت کو نہیں جانتے۔ (ابن عباس مجاہد)

۲۔ رَجَاءٌ بمعنی خوف ہے۔ یعنی کیا تم اللہ کی عظمت سے نہیں ڈرتے۔ (کلبی)

۳۔ کیا تم اللہ کا حق نہیں پہچانتے اور اس کی نعمت کا شکر نہیں کرتے۔ (حسن بصری)

۴۔ تم کو اپنی عبادت میں اس بات کی امید نہیں کہ ہم جو خدا کی تعظیم کرتے ہیں خدا اس کا ثواب بھی دے گا۔ (ابن کیسان)

۵۔ کیا اپنی عبادت میں تم کو اس امر کی امید نہیں ہے کہ خدا تمہاری عبادت کی قدر دانی کریگا

۶۔ تم کو کیا ہو گیا ہے کہ تم کیوں نہیں رکھتے امید اللہ سے بڑائی کی۔ (شاہ عبد القادر دہلوی ؒ)

وَقَارًا۔ اسم (مصدر) عزت و عظمت، توقیر و تعظیم کرنا۔

۷۱: ۱۴ ـــ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ جملہ حال ہے لَكُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے اور اَطْوَارًا حال ہے خَلَقَكُمْ کی ضمیر جمع مذکر حاضر سے۔

ترجمہ ہو گا:۔

حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا ہے۔

اَطْوَارًا طَوْرٌ کی جمع ہے۔ طرح طرح۔ طرح طرح کی شکل کے بھی ہو سکتے ہیں۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اول توحید کی دعوت دی اس کے بعد اس کے ثبوت میں چند دلائل دیئے۔ جن میں سے ایک یہ کہ:۔

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا۔ کہ اس نے تم کو طرح سے بنایا۔ کہ تم اول نطفہ تھے پھر علقہ ہوئے پھر مضغہ ہوئے۔ پھر انسان بنے۔

یا یہ کہ کسی کو امیر کسی کو غریب کسی کو خوبصورت کسی کو بدصورت بنایا۔ پھر سب کا ڈھانچہ ایک ہے مگر صورتیں جُدا جُدا۔ یہ نہ مادہ بے شعور کا کام ہے نہ طبیعت کی کاریگری کا۔ آخر کوئی علیم و خبیر ہے کہ جس نے یہ بڑا کام کیا ہے۔ یہ بڑی مستحکم دلیل ہے۔ جو انسان ہی سے متعلق ہے۔

مفسرین کے اس بارہ میں مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً:۔

۱۔ اطوار یعنی نطفہ ثم علقہ ثم مضغہ ای طور بعد طور الیٰ اتمام الخلق (ابن عباس)
یعنی پہلے نطفہ کی حالت پھر علقہ (جمے ہوئے خون کا ٹکڑا) پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) یعنی
کئی مرحلوں سے گذار کر مکمل صورت میں پیدا کیا۔
۲۔ وقیل اطوارًا۔ صبیانًا ثم شبانًا۔ ثم شیوخًا وضعفاء یعنی پہلے بچے کی حالت، پھر جوانی
پھر بڑھاپا اور ضعیف العمری۔
۳۔ وقیل اطوارًا۔ ای انواعًا صحیحًا وسقیمًا وبصیرًا وضریرًا وغنیا وفقیرًا۔ یعنی مختلف انواع
واقسام کی صورت میں۔ کوئی صحت مند، کوئی بیمار، کوئی بینا کوئی نابینا۔ کوئی غنی کوئی فقیر،
(قرطبی)

۷۱: ۱۵ = اَلَمْ تَرَوْا۔ الف استفہامیہ لَمْ تَرَوْا مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع مذکر حاضر
کیا تم نے نہیں دیکھا؟ استفہام حقیقی نہیں ہے مجازی بمعنی تعجّب ہے۔
کَیْفَ حرف استفہام ہے بمعنی کیسے، کیونکر، کس طرح،
طِبَاقًا: تہ بہ تہ۔ کئی پرت ہونا۔ اوپر تلے۔ منزل بہ منزل۔ طِبَاقًا بوجہ حال ہونے کے منصوب ہے
بمعنی ذات طباق تھا۔ ذات کو حذف کر کے طباقًا قائم مقام کر دیا۔
ترجمہ ہوگا:۔
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کیسے بنائے ہیں۔

۷۱: ۱۶ = فِیْهِنَّ سِرَاجًا۔ ھِنَّ ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع السَّمٰوٰتِ ہے۔
سِرَاجًا۔ چراغ۔ دیا۔ مجازًا ہر روشن چیز کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ آفتاب کو یہاں
سراجًا کہا گیا ہے۔
نُوْرًا وسِرَاجًا۔ القمر اور الشمس سے حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

۷۱: ۱۷ = وَ اللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا۔ اَنْبَتَ ماضی کا صیغہ واحد
مذکر غائب۔ اِنْبَاتٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی اگانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ نَبَاتًا
مفعول مطلق۔ اسم منصوب ہے۔
یہاں اَنْبَتَكُمْ (باب افعال) کی رعایت سے موضع مصدر میں لایا گیا ہے ای بمعنی
اِنْبَاتًا۔ (الخازن)
ترجمہ ہوگا:۔
اور اللہ نے تم کو زمین سے اگایا۔

فَائِدَہ:۔ اگانے سے مراد ہے پیدا کرنا۔ روئیدگی کا لفظ پیدائش کے لفظ سے زیادہ حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) کے مفہوم کو ظاہر کر رہا ہے اس لئے اَنْشَاَكُمْ کی بجائے اَنْبَتَكُمْ فرمایا ہے۔ (تفسیر مظہری)

فَائِدَہ (۲) انبات من الارض (زمین سے اگایا جانا) دو طرح سے ہے:۔

۱:۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا لہٰذا آپ کی نسل بھی ایک طرح سے مٹی ہی سے پیدا کی گئی۔

۲:۔ انسان نطفہ منی سے پیدا ہوتا ہے اور منی زمین کی غذاؤں سے بنتی ہے اور وہ غذائیں زمین سے اگتی ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ انسان کو خاک سے اگایا گیا (تفسیر حقانی وغیرہ)

فَائِدَہ: (۳) اللہ نے تم کو اگایا" میں ضمیر پر اکتفاء کرنے کے بجائے (لفظ اللہ) اسم ظاہر پر فرمایا کیونکہ محبوب کا نام لذت آفریں ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۱: ۱۸ == ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے یعنی پھر۔ اس کے بعد۔ يُعِيْدُ مضارع واحد مذکر غائب اِعَادَةٌ (افعال) بمعنی لوٹا دینا۔ كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ وہ تم کو پھر اسی میں لوٹا دے گا۔ فیھا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض ہے۔

وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ يُخْرِجُ مضارع واحد مذکر غائب اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ باہر نکال لینا۔ اِخْرَاجًا مفعول مطلق تاکید کے لئے اور پھر تم کو باہر نکال کھڑا کریگا۔

فَائِدَہ: پہلے اَنْبَتَكُمْ کی تاکید نَبَاتًا سے کی تھی اب یخرجکم کی تاکید کے لئے اخراجًا فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ تخلیق اول کی طرح حشر بھی یقینی ہے۔

۷۱: ۱۹ == بِسَاطًا۔ الارض سے حال ہے (اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے بصورت بستر بنایا) بساطًا اسم ہے۔ بچھونا۔ فرش، ہر پھیلی ہوئی چیز کو بساط کہتے ہیں۔ چنانچہ وسیع زمین کا نام بھی بساط ہے۔ بَسَطَ يَبْسُطُ (باب نصر) بَسْطٌ مصدر۔ بمعنی کشادہ کرنا

۷۱: ۲۰ == لِتَسْلُكُوْا لام تعلیل کا ہے تاکہ۔ تَسْلُكُوْا مضارع کا صیغہ جمع مذکر

حاضر، منصوب بوجہ عمل لام سُلُوكٌ (باب نصر) مصدر بمعنی چلنا پھرنا۔ داخل ہونا
مِنْهَا ای من الارض۔ سُبُلًا مفعول فیہ۔ سبیل کی جمع بمعنی راستے۔ موصوف،
فِجَاجًا صفت۔ بمعنی کھلا، کشادہ کرنا۔

ترجمہ ہوگا۔

تاکہ تم اس کے کھلے اور کشادہ راستوں میں چلو پھرو۔

۷۱ : ۲۱ == رَبِّ۔ ای یَارَبِّیْ؛

اِنَّهُمْ۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے افراد کی طرف راجع ہے

عَصَوْنِیْ، عَصَوْا ماضی جمع مذکر غائب مَعْصِيَةٌ وَعِصْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے
انہوں نے نافرمانی کی۔ انہوں نے اطاعت نہ کی، انہوں نے کہنا نہ مانا۔

عَصَوْا اصل میں عَصَیُوْا تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اجتماع
ساکنین کی وجہ سے الف کو گرا دیا گیا۔ عَصَوْا ہو گیا۔ ن وقایہ اور ی ضمیر واحد متکلم
انہوں نے میرا کہنا نہ مانا۔

وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗ اِلَّا خَسَارًا: واؤ عاطفہ، اِتَّبَعُوْا
فعل با فاعل مَنْ موصولہ، مفعول اتبعوا کا۔ لَمْ يَزِدْهُ ..... الخ صلہ

اِتَّبَعُوْا ماضی جمع مذکر غائب اتباع (افتعال) مصدر۔ انہوں نے اتباع کی۔
انہوں نے کہا مانا۔

لَمْ يَزِدْهُ: مضارع نفی جحد بلم واحد مذکر غائب زیادۃ (باب ضرب) مصدر
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اس نے اس کو فائدہ نہ دیا۔

اِلَّا حرف استثناء خَسَارًا مستثنیٰ۔ گھاٹا۔ ٹوٹا۔ ضمیر واحد مذکر غائب مذکور ہے
مگر مراد قوم کے سارے رؤسا ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور انہوں نے (میری قوم نے) پیروی کی یا کہا مانا ان لوگوں کا جن کے مال اور اولاد نے
ان کا کچھ نہ بڑھایا (یعنی کچھ نفع نہ دیا) سوائے ٹوٹے کے۔

مطلب یہ کہ چاہیے تو یہ تھا کہ مال کی فراوانی اور اولاد کی کثرت پر وہ محسنِ اعظم (یعنی
اللہ تعالیٰ) کا شکر کرتے اور اپنے گناہوں پر نادم ہوکر اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور
برائیوں سے بچتے نیکیاں بجالاتے۔ اس طرح آخرت کے لئے نفع کماتے۔ لیکن ہوا یہ کہ

وہ اور گھمنڈ اور تکبر میں ڈوب گئے۔ مال و اولاد کو اپنی کوششوں کا ثمرہ خیال کرنے لگے اور اس کے رسول کی مخالفت میں اور تیز ہوگئے اور اس طرح بجائے نفع کے الٹا اخروی خسارے اور محرومی کا سودا اپنے پلّے باندھ لیا۔ ساری قوم بھی بجائے رسول کے اتباع کرنے کے ایسے مال دار رئیسوں کے پیچھے لگ گئی۔

۷۱: ۲۲ = وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا۔ جملہ کا عطف مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ پر ہے۔ مَنْ گو لفظاً مفرد ہے لیکن معنی کے لحاظ سے جمع ہے یا اس کا عطف اتبعوا پر ہے۔

مکروا کی ضمیر فاعل کا مرجع رؤسا قوم نوح ہیں (جلالین) یا سرداروں اور نچلے طبقے کے منکرین ہر دو گروہوں کے لئے ہے۔ سرداروں کی طرف سے مکر یہ تھا کہ وہ لوگوں کو حضرت نوح علیہ السلام کو دکھ پہنچانے اور کفر کرنے پر ابھارتے تھے اور نچلے طبقے کا مکر یہ تھا کہ وہ حضرت نوح کو دکھ پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے یہی ان کی تدبیر تھی جس کو مکر کہا گیا ہے

مَكَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب مَكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے چال چلی انہوں نے خفیہ تدبیر کی۔ مصدر بمعنی دھوکہ دینا۔ فریب کرنا۔ کسی کو سزا دینے کی خفیہ تدبیر کرنا

مَكْرًا كُبَّارًا۔ مَكْرًا مفعول مطلق، فعل کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

كُبَّارًا اكبر سے مبالغہ کا صیغہ۔ بہت بڑا۔

ترجمہ اور وہ بہت بڑی چالیں چلے۔

۷۱: ۲۳ = وَقَالُوْا۔ ای وقال الرؤساء۔ یعنی انہوں نے آپس میں کہا۔

لَا تَذَرُنَّ: فعل نہی تاکید با نون ثقیلہ۔ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ (باب فتح وسمع) مصدر۔ تم ہرگز نہ چھوڑیو۔ یعنی ان کی پوجا کو ہرگز نہ چھوڑنا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۰: ۴۲)

= اٰلِهَتَكُمْ، مضاف مضاف الیہ۔ تمہارے معبود۔ اپنے معبودوں کو۔ اِلٰهٌ کی جمع

وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا۔ اور ہرگز نہ چھوڑو ودّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نہ نسر کو۔ (بھی ہرگز نہ چھوڑنا)

ودّ، سواع، یغوث، یعوق وغیرہ حضرت نوح کی قوم کی چند بتوں کے نام تھے۔ جو کہ دوسرے بتوں سے ممتاز تھے۔ ان کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے خصوصیت کے ساتھ نام لئے ورنہ اٰلِهَتَكُمْ میں بطور عموم ان کا ذکر بھی آگیا تھا۔

۷۱: ۲۴ = وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا۔ واؤ عاطفہ، قَدْ ماضی کے ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور فعل کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ اَضَلُّوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب اِضْلَالٌ

(افعال) مصدر سے۔ انہوں نے گمراہ کیا۔ انہوں نے بہکادیا۔ اس میں ضمیر فاعل قوم نوح کے سرداروں کی طرف راجع ہے یا بتوں کی طرف راجع ہے بہکانے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے بت گمراہی کا سبب ہیں وہ گمراہ نہیں کرتے، ان کے ذریعہ شیطان نے گمراہ کیا تھا۔ جیسا کہ آیت رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (۱۴: ۳۶) میں گمراہ کرنے کی نسبت بتوں کی طرف مجازی ہے۔

كَثِيْرًا: ای خَلْقًا كَثِيْرًا۔ ترجمہ ہوگا:۔

اور (اے پروردگار) انہوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کردیا ہے۔ جملہ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا حالیہ ہے اور اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا: واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف انهم عصونى پر ہے یا جملہ قَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا پر ہے۔

لَا تَزِدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر زِيَادَةٌ (باب ضرب) مصدر تو زیادہ نہ کر۔ تومت بڑھا الظّٰلِمِيْنَ ظلم کرنے والے۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔ اِلَّا ضَلٰلًا مستثنیٰ مفرغ۔ ضلال گمراہی۔ ہلاکت۔

ترجمہ:۔ اور تو نہ بڑھا ظالموں کو مگر گمراہی میں لیعنی ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھادے (تاکہ جلدی عذاب کا مزہ چکھیں۔)

فائدہ :۔ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ بددعا کسی بے صبری کا نتیجہ نہ تھی۔ بلکہ یہ اس وقت آپ کی زبان مبارک سے نکلی تھی جب صدیوں تک تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد وہ اپنی قوم سے مایوس ہوچکے تھے اور وحی الٰہی خود ان ظالموں کے قبول اسلام نہ کرنے سے مطلع کرچکی تھی سورۃ ہود میں ارشاد الٰہی ہے:۔

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (۱۱: ۳۶) اور نوح (علیہ السلام) کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں جو لوگ ایمان لاچکے (لاچکے) ان کے سوا اور کوئی ایمان نہ لائے گا۔ تو جو یہ کام کر رہے ہیں ان کی وجہ سے غم نہ کھاؤ۔

ایسے ہی حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون اور قوم فرعون کے لئے یہ بددعا کی تھی۔ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ

اَمْوَالًا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا رَبَّنَا لِیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِکَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِہِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ۔ (۱۱: ۸۸)
اور (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا اے ہمارے رب تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں (بہت سا) سازوبرگ اور مال وزر دے رکھا ہے اے پروردگار اس کا مآل یہ ہے کہ تیرے رستے سے گمراہ کردیں۔ اے پروردگار ان کے مالوں کو برباد کردے اور ان کے دلوں کو سخت کردے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا۔
قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا فَاسْتَقِیْمَا وَلَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِیْلَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ (۱۱: ۸۹) (خدا نے) فرمایا۔ کہ تمہاری دعا قبول کرلی گئی ہے تو تم ثابت قدم رہنا اور بے عقلوں کے راستے پر نہ چلنا۔

فائدہ نمبر ۲۔ بعض نے ضلال کے معنی ہلاکت کے لئے ہیں جیسے آیت ان المجرمین فِیْ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ (۵۴: ۴۷) میں ضلال سے تباہی مراد ہے۔

فائدہ ۳: صاحب تفسیر حقانی نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے (وہ بت ستمگاروں کو (یعنی اپنے پرستاروں کو تباہی کے سوا اور کچھ نہیں دیا کرتے۔

۷۱: ۲۵ == مِمَّا خَطِیْٓئٰتِہِمْ اُغْرِقُوْا۔ مِمَّا۔ مِنْ سببیہ اور مَا زائدہ سے مرکب ہے مَا زائدہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے خَطِیْٓئٰتِ مضاف ھِمْ مضاف الیہ۔ جمع ہے خطیئۃ کی بمعنی گناہ، تقصیر، خطاء ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب ان کی خطائیں۔ ان کی کی تقصیریں۔ ان کے گناہ۔
اُغْرِقُوْا: ماضی مجہول۔ جمع مذکر غائب۔ اُغْرِقُوْا - اغراق (افعال) مصدر سے وہ غرق کئے گئے وہ ڈبو دیئے گئے۔ بوجہ اپنی خطاؤں کے ڈبو دیئے گئے وہ۔
فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ ف عاطفہ ہے۔ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:۔
جہاں ترتیب اور تعقیب بتانا مقصود ہو یعنی یہ کام پہلے کام کے بعد ہوا اور اس کے بعد فوراً ہوا۔ تو یہ حرف استعمال ہوتی ہے۔ یعنی ان کے غرق ہونے کے بعد۔
فَاُدْخِلُوْا نَارًا۔ کہ انہیں معًا آگ میں ڈال دیا گیا۔ اسی سے اہلسنت عذاب قبر پر

استدلال کرتے ہیں..... الخ

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ رقمطراز ہیں :-

ہم کہتے ہیں یہ توجیہات مجازی ہیں اصل کلام میں حقیقت ہے : خواہ مخواہ حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار احادیث ہیں کہ عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے اجماع سلف صالحین بھی اسی پر ہے .... اس کے بعد آپ نے چند احادیث نقل فرمائی ہیں :-

= نَارًا مفعول فیہ آگ میں (یعنی عذاب قبر میں)۔

فَلَمْ يَجِدُوْا : ف عاطفہ ہے لَمْ يَجِدُوْا فعل مضارع نفی جحد بلم۔ جمع مذکر غائب : انہوں نے نہ پایا۔ لَهُمْ اپنے لئے۔

لَمْ يَجِدُوْا میں ضمیر فاعل اور لَهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب قوم نوح کے لئے ہے۔

اَنْصَارًا منصوب بوجہ مفعول ہونے لَمْ يَجِدُوْا کے۔ پھر انہوں نے اپنے لئے کوئی مددگار اللہ کے سوا نہ پایا (کہ ان کو اللہ کے عذاب سے بچاتے)۔

انصار جمع نصیر اور ناصِرٌ کی۔ قرآن مجید میں جہاں مہاجرین و انصار کا ذکر ہے وہاں انصار سے مراد انصار مدینہ ہیں۔ جو نصرتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اسی لقب سے سرفراز کئے گئے۔

۷۱ : ۲۶ = رَبِّ - ای یَارَبِّیْ ؛

لَا تَذَرْ۔ فعل نہی واحد مذکر حاضر، نہ چھوڑ، نیز ملاحظہ ہو : ۷۰ : ۴۲)

عَلَى الْاَرْضِ۔ میں الارض کا الف لام عہدی ہے مخصوص زمین یعنی وہ زمین جس میں قوم نوح آباد تھی۔ مطلب یہ کہ اس قوم کی زمین پر کسی کافر کو چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔

مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ، میں مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے بیانیہ ہے بیان جنس کے لئے ہے جیسے اور جگہ آیا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (۲۲ : ۳۰) تو بتوں کی پلیدی سے بچو۔ یہاں بھی آیت زیر مطالعہ میں من الکفرین سے کافروں کی جنس مراد ہے اور کافروں سے مراد بھی وہ کافر مراد ہیں جن کی طرف حضرت نوح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

دَيَّارًا۔ بسنے والا۔ گھومنے اور چلنے پھرنے والا۔

دَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی گھومنا۔ چلنا پھرنا۔ دَيَّارٌ دَوْرٌ سے فَيْعَالٌ کے وزن پر اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے اصل دَيْوَارٌ تھا واؤ کی حرکت ماقبل کو دی پھر واؤ کو ی سے

بدل دیا۔ یَ کو یَ میں مدغم کیا۔ دَیَّارٌ ہوگیا۔ گھومنے، چلنے پھرنے والا۔

دَیَّارٌ ان اسماء میں سے ہے جو فعل منفی کے بعد آکر عموم کا فائدہ دیتے ہیں یعنی کسی ایک کافر کو بھی زمین پر چلتا پھرتا نہ چھوڑ۔ (ابن کثیر)

۷۱ : ۲۷ = اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ ..... الخ یہ بددعا کی وجہ ہے۔

اِنْ تَذَرْهُمْ جملہ شرطیہ ہے يُضِلُّوْا عِبَادَكَ جواب شرط۔ اِنْ شرطیہ بمعنی اگر۔ تَذَرْ مضارع مجزوم بوجہ عمل اِنْ ۔ صیغہ واحد مذکر حاضر۔ وَذْرٌ (باب سمع، فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اگر تو نے ان کو چھوڑ دیا۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۰ : ۴۲) يُضِلُّوْا مضارع مجزوم (بوجہ جواب شرط) جمع مذکر غائب اضلال (افعال) مصدر۔ وہ بھٹکا ہیں گے وہ بہکا دیں گے۔ یا بھٹکاتے رہیں گے۔ بہکاتے رہیں گے۔ عِبَادَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے بندے۔ تیرے بندوں کو۔

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۔ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے واؤ عاطفہ ہے۔ لَا يَلِدُوْٓا مضارع منفی (مجزوم) جمع مذکر غائب وِلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ نہیں جنیں گے۔ وہ نہیں پیدا کریں گے۔

اِلَّا حرف استثناء۔ فَاجِرًا مستثنیٰ فُجُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، بدکار، فسق و فجور کرنے والا۔

كَفَّارًا ۔ بڑا کافر، مبالغہ کا صیغہ۔ یعنی وہ نہیں پیدا کریں گے مگر ایسی اولاد جو کہ بڑی فاسق و فاجر اور بڑی ناشکر گذار ہوگی۔

۷۱ : ۲۸ = رَبِّ ۔ ای یا ربی اے میرے پروردگار۔

اِغْفِرْ : امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، غَفْرٌ (باب ضرب) مصدر تو معاف کردے، تو بخش دے = لِیْ مجھے۔

وَلِوَالِدَيَّ اور میرے والدین کو۔ مضاف مضاف الیہ۔ وَالِدَيْنِ تثنیہ یٖ ضمیر واحد متکلم اضافت کی وجہ سے نون گرا کر ی کو ی میں ادغام کردیا وَالِدَيَّ ہوگیا۔ جیسے يَدَيَّ میرے دونوں ہاتھ، وَالِدَيَّ ۔ میرے دونوں والدین ۔ یعنی ماں اور باپ وَلِمَنْ ۔ مَنْ موصولہ۔ بمعنی اور وہ جو مُؤْمِنًا حالیہ (مومن ہوکر)

وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ اور مومن مردوں کو وَالْمُؤْمِنَاتِ اور مومن عورتوں کو۔

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ واؤ عاطفہ، لَا تَزِدْ فعل نہی واحد مذکر حاضر، زِيَادَةٌ (باب ضرب)

مصدر۔ اور نہ بڑھا۔ اور نہ زیادہ کر۔

الظّٰلِمِيْنَ : ظالم لوگ، ظلم کرنے والے۔ ناانصاف، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے

اِلَّا تَبَارًا۔ مستثنیٰ مفرغ۔ تَبَارًا ای ھَلَاکًا حال ہے ظّٰلِمِيْنَ سے، اور نہ بڑھا

ظالموں کو مگر بربادی اور ہلاکت لیعنی ظالم لوگوں کے لئے اور تباہی بڑھا دے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۲) سُوۡرَۃُ الۡجِنِّ مَکِّیَّۃٌ (۲۸)

۷۲: ۱ ــــ قُلۡ ای قُلۡ یَا مُحَمَّدُ (صلی اللہ علیہ وسلم)
اُوۡحِیَ اِلَیَّ: اُوۡحِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ اِیۡحَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی وحی کرنا۔ وحی بھیجنا۔ اشارہ کرنا۔ اِلَیَّ۔ اِلیٰ حرف جار اور یؔ صیغہ واحد متکلم سے مرکب ہے۔ میری طرف،

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وحی کے ذریعہ مجھے بتایا گیا ہے:
اَنَّہٗ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ۔ جملہ نائب فاعل ہے اُوۡحِیَ اِلَیَّ کا۔ اَنَّہٗ میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان اس کا اسم اور باقی جملہ استمع نفر من الجن اس کی خبر ہے۔

اِسۡتَمَعَ واحد مذکر غائب استماعٌ (افتعال) مصدر۔ اس نے غور سے سنا۔ اس نے اچھی طرح متوجہ ہو کر سنا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔
نَفَرٌ۔ اسم جمع۔ جماعت۔ گروہ، متعدد افراد کی ٹولی۔ نَفَرٌ تین سے دس تک کی جماعت کو کہتے ہیں۔ اس سے زیادہ کے لئے بھی اس کا استعمال جائز ہے۔ نَفَرٌ و نُفُوۡرٌ (باب ضرب) جانوروں کا بدک کر یا ڈر کر بھاگنا۔ نفرت کرنا۔ جماعت کی صورت میں جنگ وغیرہ کے لئے نکلنا۔
مِنَ الۡجِنِّ: مِنۡ تبعیضیہ ہے۔ جنوں میں سے (ایک گروہ)
ترجمہ ہوگا۔
کہ جنوں میں سے ایک گروہ نے (مجھ سے قرآن پڑھتے) سنا ہے

فَائِدَہ:- اَلۡجِنُّ ایک مخلوق ہے جو انسانوں کی نگاہ سے پوشیدہ رہتی ہے:

یہ جَنَّ وجُنُوْنٌ سے مشتق ہے اس کا واحد جِنِّیٌّ اور مؤنث جِنِّیَّۃٌ ہے۔ جَنَّ (باب نصر) بمعنی رات کا تاریک ہونا (کسی شے کو) چھپا لینا یا کسی چیز کا حواس سے چھپ جانا۔ جَنَّ الشَّیْئُ کے معنی ہیں اس نے اس شی کو چھپا دیا۔ جَنَّ عَلَیْہِ الَّیْلُ (۶:۷۶) رات نے اس کو (اپنی تاریکی میں) چھپا لیا۔ اَلْجَنِیْنُ اس بچے کو کہتے ہیں جو ماں کے پیٹ میں چھپا ہوتا ہے اور الجنین قبر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ میت کو چھپا لیتی ہے جَنَانٌ قلب کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ سینہ میں چھپا ہوتا ہے۔ الْجُنَّۃُ زرہ، بکتر کو بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ جسم کو چھپا لیتا ہے اسی طرح ڈھال کو بھی الجُنَّۃ کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی جسم کو اپنے پیچھے چھپا لیتی ہے۔ اسی طرح اَلْجَنَّۃ اس باغ کو کہتے ہیں کہ جس کے درخت اس کی زمین کو ڈھانپ لیں۔ پاگل پن کو جُنُوْنٌ کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل کو ڈھانپ لیتا ہے، لہٰذا جن اس مخلوق کو کہتے ہیں جو انسانی نگاہ سے پوشیدہ رہے۔

قوم کے بڑے آدمی کو بھی جنّ کہتے ہیں کیونکہ لوگوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر اسے چھپا رکھا ہوتا ہے (لسان)

وحشی کو بھی جنّ کہتے ہیں کیونکہ وہ لوگوں سے چھپا رہتا ہے (لسان)

تیز طرار آدمی کو بھی جن کہتے ہیں (لین)

جنّ اور مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کی ایک مستقل مخلوق ہے ان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے قرآن مجید میں ہے:۔

وخلق الجان من مارج من نَّارٍ (۵۵:۱۵) اور اس نے جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

لیکن ان کی تخلیق کی تفصیلی کیفیت سے ہم کو آگاہی نہیں ہے اور ہماری طرح یہ بھی احکام شرعیہ کے مکلف ہیں۔ ان میں توالد و تناسل کا سلسلہ بھی ہے اور ان میں نیک و بد بھی ہیں۔

امام راغب رح فرماتے ہیں کہ:۔

لفظ جن کا استعمال دو طرح پر ہوتا ہے۔

ایک بمقابلہ انسان ان تمام روحانیوں کے لئے جو حواس سے پوشیدہ ہیں۔ اس صورت میں فرشتے اور شیاطین بھی اس میں آجاتے ہیں۔ پس ہر فرشتہ جنّ ہے اور ہر جنّ فرشتہ نہیں ہے اور اسی طرح ابو صالح نے کہا ہے کہ سب فرشتے جن ہیں اور بعض کا قول ہے کہ نہیں بلکہ جنّ روحانیوں کی ایک قسم ہیں کیونکہ روحانیوں کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) اخیار۔ یعنی نیک ہی نیک

یہ فرشتے ہیں۔
۲۔ اشرار یعنی سر تا سر بد۔ یہ شیاطین ہیں۔
۳۔ اوسط۔ یعنی درمیانی۔ ان میں نیک بھی ہیں اور بد اور شریر بھی، یہ جن ہیں۔ چنانچہ ارشادِ الٰہی:
قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ سے لے کر وَّ اَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَ مِنَّا الْقٰسِطُوْنَ (یعنی ہم میں حکم بردار بھی ہیں اور بے انصاف بھی) اس بات کو بتلا رہا ہے۔

تمام اربابِ مذاہب کے نزدیک جو کسی آسمانی مذہب کے قائل ہیں جن کا وجود مُسلّم ہے لیکن بعض دانش فروشوں نے ان کے ماننے سے انکار کر دیا ہے حالانکہ عقلاً کوئی وجہ نہیں ہے انکار کی۔ سوائے اس کے کہ ان کا وجود ہماری نظروں سے اوجھل ہے اور ہمیں دکھائی نہیں دیتے۔ لیکن کسی چیز کا ہم کو نظر نہ آنا یا اس کی کیفیت کا ہمیں معلوم نہ ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل کب ہے۔

قرآن مجید و احادیث متواترہ کے نصوص جب صراحت کے ساتھ جن کے وجود کو ثابت کر رہے ہیں۔ اور بہت سی حدیثوں میں روایتِ جن کا ذکر بھی ہے تو پھر کسی مسلمان کو جن کے ماننے سے انکار کرنے کے کیا معنیٰ؟

قادیانیوں نے قرآن مجید میں جہاں جہاں جن کا ذکر ہے اس سے مراد انسان ہی لئے ہیں۔ جس کی وجہ سے ان کو جگہ جگہ ایسی تاویلیں کرنی پڑیں کہ ان کو بڑھ کر بے اختیار ہنسی آنے لگتی ہے اتنا نہیں سمجھتے کہ قرآن مجید میں ان کی پیدائش شعلۂ آتش سے بیان کی گئی ہے تو کیا انسان بھی آتش سے پیدا کئے گئے ہیں۔ حالانکہ حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق صاف تصریح ہے خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ (۳: ۵۹) (اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا) پھر یہ آگ سے پیدا شدہ انسان کون سے آدم کی نسل سے ہیں۔

حافظ الحدیث قاضی بدر الدین شبلی حنفی المتوفی ۷۶۹ھ کی کتاب آکام المرجان فی احکام الجان۔ جنوں کے حالات میں ایک مستقل اور مفصل تصنیف ہے۔ (از لغات القرآن)

حضرت پیر کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں لکھتے ہیں۔
کتب احادیث میں جنات کی حاضری کے بارے میں متعدد روایات ہیں۔ محدثین کی تحقیق یہ ہے کہ جنات چھ مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ مطہرہ میں حاضر ہوئے ہیں۔

پہلی حاضری وہ ہے کہ جس کا ذکر ان آیات میں کیا گیا ہے، صحیح روایت کے مطابق یہ واقعہ اس وقت رونما ہوا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے چند صحابہ کے ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جارہے تھے یہ جگہ مکہ سے دو رات کی مسافت پر ہے یہاں زمانہ جاہلیت میں میلے لگا کرتے تھے خرید و فروخت ہوتی تھی اور ارد گرد کے سارے قبائل وہاں جمع ہوتے تھے۔ نخلہ کے مقام پہ صبح کا وقت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز ادا کر رہے تھے اور سورۃ اقراء یا سورۃ طٰہٰ کی تلاوت ہو رہی تھی کہ جنات کے ایک گروہ کا ادھر سے گذر ہوا سوز و گداز میں ڈوبی ہوئی آواز جب انہوں نے سنی۔ تو وہاں رک گئے بڑی خاموشی اور توجہ سے اس کو سنتے رہے اس کلام پاک کے سننے سے ان کے دل کی کایا پلٹ گئی غفلت کے پردے چاک ہو گئے اور نور ایمان سے ان کے سینے روشن ہو گئے، دولت ایمان سے مالا مال ہو کر جب وہ اپنے قبیلہ میں پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی بتایا کہ ہمارے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا اور ہم نے کفر اور شرک سے توبہ کر لی ہے تمہارے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ تم جن گمراہیوں میں مبتلا ہو ان سے برأت کا اظہار کر دو اور اس رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعوت قبول کر لو۔

اللہ تعالیٰ نے ان جنات کی آمد، قرآن کریم کو غور سے سننے اور پھر اس کو اپنے قبیلہ میں جا کر بیان کرنے کے سارے حالات بذریعہ وحی اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بتا دیئے اور حکم دیا کہ آپ سب لوگوں میں اس کا اعلان کر دیں۔

== فَقَالُوْٓا ف کا عطف محذوف پر ہے۔ انی لما رجعوا الی قومہم فقالوا۔ جب وہ واپس اپنی قوم میں گئے تو انہوں نے کہا۔۔۔۔ الخ

قُرْاٰنًا عَجَبًا: موصوف و صفت بوجہ سمعنا کے مفعول ہونے کے منصوب ہے، عجبًا مصدر ہے اس کو صفت کے صیغہ میں مبالغہ کے لئے لاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ:

ہم نے ایک قرآن سنا ہے جو نہایت نادر اور عجیب ہے۔

۷۲: ۲ == یَهْدِیْٓ اِلَی الرُّشْدِ۔ یہ جملہ قرآن کی صفت ہے۔ یَهْدِیْ مضارع معروف واحد مذکر غائب ھدایۃ (باب ضرب) مصدر سے۔ یہ ہدایت کرتا ہے رہنمائی کرتا ہے

الرُّشْد، بھلائی۔ نیک راہ۔ راستی، راہ راست۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ ف تعلیل کا ہے۔ اٰمَنَّا ماضی جمع متکلم اِیْمَانٌ (افعال) مصدر سے۔ بِهٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ سو (اس لئے) ہم اس (قرآن) پر ایمان لے آئے۔

وَلَنْ نُّشْرِكَ - واؤ عاطفہ - اس کا عطف اٰمَنَّا بِہٖ پر ہے - لَنْ نُّشْرِكَ مضارع منفی تاکید بلن - صیغہ جمع متکلم اشراک (افعال) مصدر - ہم ہرگز شریک نہ ٹھہرائیں گے۔
اَحَدًا (کسی کو) منصوب بوجہ مفعول ہونے لَنْ نُّشْرِكَ کے۔

۳:۷۲ = وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا - واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان (اسم اَنَّ) جس کا مرجع رب ہے؟ اور تعالیٰ جَدُّ رَبِّنَا اس کی خبر
تَعَالٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعَالِیٌ (تفاعل) مصدر - وہ بلند و برتر ہے۔
باب تفاعل کی ایک خاصیت تکلف ہے لیکن یہاں اس کا استعمال تکلف کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے آیا ہے۔
جَدُّ رَبِّنَا - مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ جَدُّ کا - ہمارے رب کی بزرگی وعظمت
مجاہد، عکرمہ، قتادہ نے بھی جدّ کے معنی (بزرگی وعظمت) کئے ہیں۔
حضرت انس کا قول ہے:۔
کان الرجل اذا قرأ البقرۃ وآل عمران جدّ فینا - (جب کوئی آدمی سورۃ بقرہ اور آل عمران پڑھ لیتا تو ہم میں اس کا مرتبہ بڑھ جاتا۔ اس قول سے بھی مجاہد کی تفسیر کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن سدی نے جدّ کا معنے امر اور حسن نے غنا یعنی بے نیازی - حضرت ابن عباس نے قدرت اور ضحاک نے فعل، قرطبی نے نعمتیں اور اخفض نے حکومت اور اقتدار بیان کیا ہے۔
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
اور یہ کہ ہمارے رب کی شان بہت بلند ہے۔
مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا - مَا نافیہ ہے اِتَّخَذَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتخاذ (افتعال) مصدر بمعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔ صَاحِبَةً ساتھ رہنے والی، جورو، بیوی۔ صحبۃ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے منصوب بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے۔
وَلَدًا، اسم جنس، نکرہ - (منصوب بوجہ مفعول ہونے کے) کوئی بچہ ایک ہو یا چند۔ (ایک سے زیادہ) لڑکا ہو یا لڑکی۔
مطلب یہ ہے کہ نہ اس کی بیوی اور نہ کوئی اولاد۔ یہ جملہ اِنَّ کی خبر دوم ہے
۴:۷۲ = وَاَنَّهٗ - اس کا عطف جملہ سابقہ وَاَنَّهٗ تَعٰلٰى .... الخ پر ہے واؤ حرف عطف

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان و اسم انّ باقی جملہ اس کی خبر، ہٗ ضمیر کا مرجع سَفِیْھُنَا ہے
کَانَ یَقُوْلُ: ماضی استمراری صیغہ واحد مذکر غائب۔
سفیھنا مضاف مضاف الیہ۔ سفیہ سے مراد نادان ہے یا بقول قتادہ و مجاہد اس سے مراد ابلیس ہے اذ لیس فوقہٗ سفیہٌ کہ اس سے بڑھ کر کوئی نادان اور جاہل نہیں ہے
بیضاوی اور خازن نے بھی اس سے مراد ابلیس ہی لیا ہے۔ اور بعض کا قول ہے کہ اس سے مراد سرکش جنات ہیں اور سَفِیْھُنَا کا ترجمہ ہوگا۔
ہم میں سے کا جاہل و نادان۔
شَطَطًا۔ یہ مصدر ہے (باب نصر و ضرب) اس کے اصل معنی افراطِ بُعد کے ہیں۔ یعنی حد سے زیادہ دور ہونے کے ہیں اور چونکہ حد سے بڑھنا جور و ستم ہے اس لئے اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اسی لئے اس بات کو جو حق سے دُور ہو شطط کہتے ہیں۔ اور جگہ قرآن پاک میں آیا ہے
فَاحْکُمْ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ (۳۸:۲۲) تو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی سے کام نہ لیجئے گا۔
آیت ہذا کا ترجمہ ہوگا۔
اور یہ کہ ہم میں سے بعض بے وقوف (ایسے بھی ہو گزرے) ہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور دور از حق باتیں بنایا کرتے تھے (یعنی یہ کہ اللہ کے بیوی بچے ہیں)
۷۲: ۵ = وَاَنَّا ظَنَنَّا۔ اس کا عطف بھی جملہ وانہٗ تعالیٰ جد ربنا پر ہے ظننا ماضی جمع متکلم ظَنٌّ (باب نصر) سے مصدر۔ ہم سمجھے ہوتے تھے۔ ہمارا گمان تھا۔
اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ اَنْ مصدریہ بمعنی کہ "لَنْ تَقُوْلَ مضارع منفی تاکید بَلَن منصوب صیغہ واحد مؤنث غائب۔
کَذِبًا۔ صفت ہے موصوف محذوف کی۔ ای قَوْلًا کَذِبًا۔ جھوٹی بات۔
ترجمہ ہوگا۔
اور ہم تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ انسان اور جن اللہ پر جھوٹی بات نہیں بنایا کرتے۔
۷۲: ۶ وَاَنَّہٗ اور یہ کہ .... مِنَ الْاِنْسِ میں مِنْ تبعیضیہ ہے انسانوں میں سے بعض کچھ آدمی۔
یَعُوْذُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب عَوْذٌ و مَعَاذٌ (باب نصر) مصدر، پناہ طلب کرتے تھے۔ مِنَ الْجِنِّ میں بھی مِنْ تبعیضیہ ہے، جنات میں سے چند مردوں کی۔ رِجَالٌ

رَجُلٌ کی جمع۔ مرد۔

مطلب:۔ اور یہ کہ انسانوں میں سے بعض مرد بعض جنات مردوں کی پناہ طلب کیا کرتے تھے۔

فَزَادُوْھُمْ رَھَقًا ف تعقیب کی زَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب اس میں ضمیر فاعل کا مرجع رجال من الانس ہے زیادۃ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی زیادہ کرنا۔ بڑھانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب جس کا مرجع رجال من الجن ہے۔ انہوں نے ان کو زیادہ کیا۔ انہوں نے ان کو بڑھایا۔

رَھَقًا۔ سرکشی، تکبر، سرچڑھنا۔ ستم، زیادتی۔ زبردستی۔ رھق یرھق (سمع) سے مصدر ہے۔ اصل میں اس کے معنی ایک شے کے دوسری شے پر چھا جانے کے ہیں اور چونکہ اس کا نتیجہ تباہی ہے۔ اس لئے تباہ ہونے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور آیت ہذا میں اس کے معنی سرکشی و تکبر کے مراد ہیں۔

ترجمہ:۔

پس بڑھادیا انہوں نے (یعنی بنی آدم نے) ان کو (جنات کو) ازراہ تکبر و غرور یعنی بنی آدم کے اس فعل سے جنات مردوں کا غرور اور تکبر اور بڑھ گیا۔

فَائِدَہ:۔ کان الرجل من العرب اذا امسٰی فی واد قفر وخاف علٰی نفسہ نادٰی باعلٰی صوتہ یاعزیز ھذا الوادی اعوذ بك من السفہاء الذین فی طاعتك یرید الجن وکبیرھم فاذا سمعوا بذلك استکبروا۔ وقالوا اسدنا الجن والانس (روح المعانی)

یعنی:۔ اہل عرب میں سے کسی کو اگر کسی غیر آباد بیابان وادی میں رات بڑجاتی اور اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہوتا تو وہ بلند آواز سے پکارتا لے اس وادی کے سردار! میں ان تمام ظالموں و جاہلوں سے جو تیری اطاعت میں ہیں (یعنی جن اور ان کے کبائر) تیری پناہ مانگتا ہوں"

جب جن یہ پکار سنتے تو وہ اور غرور و نخوت سے بھر جاتے اور کہتے کہ ہم جنوں اور انسانوں سب کے سردار بن گئے ہیں۔

۷۲:۷ ــــ وَاَنَّھُمْ ظَنُّوْا کَمَا ظَنَنْتُمْ: واؤ عاطفہ، اَنَّھُمْ میں اَنَّ حرف مشبہ

بالفعل ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب، بے شک وہ سب لوگ ھُمْ ضمیر کا مرجع بنی آدم ہیں۔
ظَنُّوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ انہوں نے گمان کیا۔ انہوں نے خیال کیا۔ انہوں نے سمجھا
کَمَا میں ك تشبیہ کے لئے ہے اور مَا موصولہ ہے اور ظَنَنْتُمْ اس کا صلہ۔ جیساکہ
تم نے سمجھ رکھا تھا جیسا کہ تم نے خیال کیا۔ تُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر کا مرجع وہ جن ہیں کہ
جن کو مخاطب کرکے قرآن سن کر آنے والے جنات اپنے تاثرات بیان کر رہے تھے؛ وہ بتا
رہے تھے کہ انسانوں نے بھی وہی سمجھ رکھا تھا جو اے جنات تم نے سمجھ رکھا تھا۔ یعنی اللہ
کسی کو رسول مبعوث نہیں کرے گا۔

اَنْ لَّنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ اَحَدًا: اَنْ مصدریہ۔ لَنْ یَّبْعَثَ مضارع منصوب
نفی تاکید بلن۔ وہ ہرگز نہیں اٹھائے گا۔ وہ ہرگز نہیں بھیجے گا (رسول بناکر) کسی کو بھی
منصوب بوجہ مفعول ہے۔ کہ اللہ کسی کو بھی رسول بناکر نہیں بھیجے گا۔

۷۲: ۸ = وَاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ واؤ حرف عاطفہ، اَنَّا حرف مشبہ بفعل نا ضمیر جمع متکلم
بے شک ہم۔

= لَمَسْنَا السَّمَآءَ۔ لَمَسْنَا ماضی جمع متکلم لَمْسٌ باب نصر، ضرب) مصدر۔
ہم نے ٹٹولا۔ ہم نے ڈھونڈا۔ ہم نے قصد کیا۔ اور باب مفاعلہ سے بمعنی عورت سے جماع
کرنے کے آتا ہے مثلاً قرآن مجید میں آتا ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ (۵:۶) یا تم نے عورتوں
سے مباشرت کی ہو۔

(ایک قرأت میں لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ بھی آیا ہے)
لَمْسٌ کے اصل معنی مَسٌّ کی طرح اعضاء کی بالائی کھال کے ساتھ کسی چیز کو چھو کر
اس کا ادراک کر لینے کے ہیں۔

اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول ڈالا۔ ٹٹول دیکھا۔

فَوَجَدْنٰھَا۔ ف ماقبل کے انجام کے لئے بمعنی تو۔ ھَا ضمیر کا مرجع السماء ہے۔
تو ہم نے اس کو پایا۔

مُلِئَتْ: ماضی مجہول واحد مؤنث غائب مَلْأٌ (باب فتح) مصدر بمعنی بھرنا۔
حَرَسًا شَدِیْدًا۔ موصوف و صفت، حَرَسٌ۔ پاسبان۔ چوکیدار۔ حَارِسٌ کی جمع
خَدَمٌ یا خَرَمٌ کی طرح اسم جمع ہے۔
شَدِیْدًا۔ مضبوط۔ زبردست، شُھُبًا شِھَابٌ کی جمع ہے یعنی ستاروں سے ٹوٹ کر

نکلنے والا آگ کا شعلہ۔ حَرَسًا اور شُهُبًا بوجہ تمیز منصوب ہیں۔
مطلب یہ کہ ہم نے آسمان کو قوی نگرانوں سے یعنی ان ملائکہ سے جو آسمان تک پہنچنے سے روکتے ہیں ٹوٹنے والے شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔

۷۲ : ۹ = وَاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ واوَ عاطفہ، اَنَّا تحقیق ہم۔ یہ کہ ہم
كُنَّا نَقْعُدُ ماضی استمراری صیغہ جمع متکلم قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ ہم بیٹھتے تھے۔ ہم بیٹھا کرتے تھے۔

مِنْهَا: مِنْ حرف جار ها ضمیر واحد مؤنث غائب مجرور۔ کا مرجع السماء ہے
مَقَاعِدَ جمع مَقْعَدٌ کی۔ بیٹھنے کی جگہ۔ اسم ظرف مکان نقعد کا مفعول۔ قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔

اور یہ کہ ہم (پہلے) تو آسمانوں کے بعض ٹھکانوں میں (بیٹھنے کی جگہوں پر) سننے کیلئے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

فَمَنْ۔ ف عاطفہ، مَنْ شرطیہ جو کوئی۔

يَسْتَمِعِ۔ مضارع مجزوم، مکسور بالوصل۔ واحد مذکر، استماع (افتعال) مصدر۔ معنی سننے کے لئے کوشش کرنا۔

اَلْاٰنَ: اب، اسم ظرف زمان ہے مبنی بر فتحہ، ال بعض کے نزدیک تعریف کا ہے زائدہ اور بعض کے نزدیک لازم۔

يَجِدْ: مضارع مجزوم واحد مذکر غائب وَجْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ پاتا ہے وہ پائے گا۔

شِهَابًا رَّصَدًا۔ موصوف وصفت۔ شہاب انگارہ۔ وہ چمکدار شعلہ جو بھڑکتی ہوئی آگ میں سے نکلتا ہے۔ فضاء میں جو تارا ٹوٹا ہوا نظر آتا ہے۔

رَصَدًا: چوکیدار۔ نگہبان، گھات، رَصَدَ يَرْصُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی گھات لگانے اور نگاہ رکھنے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل و اسم مفعول دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز تثنیہ، واحد، جمع سب کے لئے آتا ہے۔ قرآن مجید میں جہاں لفظ رَصَدَ استعمال ہوا ہے ان سب کا احتمال ہے۔

۷۲ : ۱۰ = وَاَنَّا۔ اور یہ کہ۔
لَا نَدْرِيْ مضارع منفی جمع متکلم دِرَايَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہم نہیں جانتے تھے

اور ہم اس سے پہلے واقف نہ تھے کہ .....
اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ۔ ہمزہ استفہامیہ۔ شر مفعول مالم یسم فاعلہ (نائب فاعل)
اُرِيْدَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ بَ (حرفِ جر) الصاق کے لئے۔ مَنْ موصولہ فِي الْاَرْضِ اس کا صلہ۔
تقدیر کلام یوں ہے:
أبحراسةِ السماء ورمی الشہاب ارید شرٌّ بمن فی الارض۔
کیا آسمانوں کی نگہبانی میں اور آگ کے انگاروں کی بوچھاڑ سے زمین والوں کو کوئی عذاب دینا مقصود ہے؟
رَشَدًا، رَشَدَ يَرْشُدُ باب نصر کا مصدر ہے جس کے معنی راہ پانے کے ہیں راہ یابی۔ بھلائی، راستی، نیکی، بہتری، یا ان کا پروردگار ان سے کوئی بہتری کرنا چاہتا ہے
علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:۔
اچھائی ہو یا برائی۔ خیر ہو یا شر، سب اللہ کے ارادہ سے ہوتی ہے اور اسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ لیکن ادب کا تقاضا تھا کہ ارادۂ شر کی نسبت صراحۃً خدا کی طرف نہ کی جاتے اور ارادۂ خیر کا فاعل صراحۃً اللہ کو قرار دیا جائے اسی لئے شر کے ساتھ لفظ اُرِيْدَ بصیغۂ مجہول اور رشد کے ساتھ اَرَادَ بصیغۂ معروف ذکر کیا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:۔
کہ پروردگار عالم جب کسی بات کا حکم جاری کرتا ہے تو عرش کو اٹھانے والے ملائکہ سُبْحَانَ اللهِ کہتے ہیں۔ پھر ان سے متصل آسمان والے سبحان اللہ کہتے ہیں یہاں تک کہ اس نچلے آسمان والوں تک تسبیح کی نوبت آتی ہے۔
عرش کو اٹھانے والے کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ دوسرے بتاتے ہیں اسی طرح آسمانوں والے باہم پوچھتے ہیں اور جواب دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ بات اس آسمان تک پہنچتی ہے (مسلم۔ از مظہری)
یہاں آسمان دنیا کے نیچے مختلف ٹھکانوں پر جنات اس گھات میں چھپ کر بیٹھے ہوتے کہ کوئی بات ملائکہ سے یہ بھی سن لیں۔ جب یہ کوئی بات ملائکہ سے سن پانے میں کامیاب ہوجاتے تو اسے اپنے دیگر جنات کو نیچے کی طرف منتقل کر دیتے۔ تاآنکہ وہ بات

ان کے سب سے نیچے زمین پر موجود جنات تک پہنچ جاتی جو آگے اپنے دوست کاہنوں اور ساحروں کو دے دیتے۔ اور یہ کاہن اور ساحر اس میں مبالغہ کرکے اور کچھ اپنی طرف سے بڑھا کر انسانوں سے بیان کر دیتے۔ ایسی باتوں میں جھوٹ اور سچ کا عجیب اختلاط ہوتا۔

یہ طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تک کاہنوں اور ساحروں نے اپنایا ہوا تھا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو جنات نے دیکھا کہ عالم بالا میں یکلخت ایک عظیم تبدیلی آگئی ہے جونہی وہ آسمان کی طرف جانے کی کوشش کرتے ہر طرف سخت گیر پہرے دار متعین پاتے اور ہر طرف ان پر شہابوں کی بارش ہونے لگتی۔

جنات باہمی مشورہ کے لئے اکٹھے ہوئے کہ ان جدید انتظامات کی وجہ معلوم کریں۔ کہنے لگے کہ یا تو اہل زمین پر عذاب نازل کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں اور اس پروگرام کو صیغہ راز میں رکھنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ کوئی نبی مبعوث فرمانے والا ہے تاکہ ان خفتہ بخت انسانوں کو بیدار کرکے انہیں راہ ہدایت پر گامزن کرے۔

اس کی وجہ معلوم کرنے کے لئے متعدد دستے تشکیل دیئے گئے کہ روئے زمین پر گشت لگائیں اور اس کی وجہ معلوم کریں۔ انہیں میں سے ایک گروہ جو تہامہ کی چھان بین کے لئے مقرر ہوا تھا نخلہ کے پاس سے اس وقت گذرا جب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز صبح میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ وہاں ہی سماع قرآن کا واقعہ پیش آیا۔

اس سارے قصے میں تمام تفصیلات کا تعلق غیر مرئی اور حواس انسانی کی دسترس سے بالاتر واقعات سے ہے۔ اس لئے بعض اس پر یقین کرنے میں تامل کرتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کائنات کی ماہیت کا انسان کو علم ہے ہی کیا۔ ہزاروں صدیوں سے وہ اس کو سمجھنے کی کدو کاوش میں ہے لیکن ہنوز وہ اس بچے کی طرح ہے جو ایک بحر بے کراں کے کنارے کنکریوں سے کھیل رہا ہے اور اس کے سامنے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں بے حد وحساب موتیوں کے خزانے چھپے پڑے ہیں۔

جب ہمارے علم ناقص کی یہ حالت ہے تو ہمیں خالق کائنات کے فرمودات پر بلا چون وچرا یقین کرنے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں رہ جاتا۔

۷۲ : ۱۱ — وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ اور یہ کہ ہم میں سے بعض نیک بھی ہیں۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں۔

صالحون سے مراد ہیں وہ جنات جو گذشتہ انبیاء اور آسمانی کتابوں پر خصوصًا تورات

پر ایمان رکھتے تھے۔

وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ: دُوْنَ فَوْقَ کی نقیض ہے ظرف ہوکر استعمال ہوتا ہے بمعنی جو کسی کے نیچے ہو۔ دُوْنَ مضاف ذٰلِكَ مضاف الیہ۔ اور بعض ہم میں سے اس درجہ سے نیچے ہیں۔ یعنی صالحین کے درجے سے نیچے ہیں صالح نہیں ہیں۔ اس کے سوا ہیں۔ فتنہ پرور، شرارتی، فسادی وگمراہ ہیں۔

كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا۔ طَرَآئِقَ جمع ہے طریقۃ کی۔ راہیں۔ طریقے۔ آسمان کے طبقے۔ یہاں اس آیت میں مسلک، مشرب نیز درجات کا اختلاف مراد ہے۔

قِدَدًا جمع ہے قِدَّةٌ کی۔ مختلف راہیں۔ جدا جدا رائے رکھنے والے لوگ، یا گروہ کنا طرائق قددا۔ ای کنا ذوی طرائق قددا۔ ہمارے بھی کئی مسلک ہیں، ہم بھی کئی متفرق راستوں پر گامزن ہیں۔

۷۲: ۱۲ == وَّاَنَّا ظَنَنَّآ۔ اور یہ کہ اب ہم سمجھ گئے

اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ۔ اَنْ مصدریہ لَنْ نُّعْجِزَ مضارع منفی منصوب تاکید بہ لن۔ صیغہ جمع متکلم۔ اَللّٰهَ مفعول۔ ہم زمین پر بھی اللہ کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

هَرَبًا مصدر موضع حال میں ہے بمعنی ھاربین منھا اور نہ ہی ہم بھاگ کر اسے ہرا سکتے ہیں۔ هَرْبٌ (باب نصر) بھاگنا۔

۷۲: ۱۳ == لَمَّا کلمہ ظرف۔ جب۔

اَلْهُدٰى۔ ای القرآن۔

فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ ف سببیہ، مَنْ شرطیہ۔ يُؤْمِنْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب اِيْمَانٌ (افعال) مصدر سے جملہ شرطیہ ہے پس جو اپنے رب پر ایمان لاتا ہے

فَلَا يَخَافُ بَخْسًا۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے بَخْسًا۔ بَخْسٌ (باب سمع) کے معنی کوئی چیز ظلماً کم کرنا کے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (۱۱: ۱۵) اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جائے گی۔ اَلْبَخْسُ وَالْبَاخِسُ حقیر اور ناقص چیز۔

آیت ہذا میں بَخْسًا مصدر بمعنی اسم مفعول ہے تو نہ اس کو گھاٹے کا خوف ہے

وَلَا رَهَقًا، جملہ کا جملہ سابقہ پر ہے۔ اور نہ اس کو ظلم کا ڈر ہے۔ رَهَقًا سرکشی، تکبر

سر چڑھنا، ستم، ظلم، زیادتی، زبردستی، یہاں مصدر بمعنی مفعول ہے نیز ملاحظہ ہو ۷۲: ۶
اَلْمُسْلِمُوْنَ۔ اسم فاعل جمع مذکر۔ اَلْمُسْلِمُ فرماں بردار۔ مسلمان۔
اَلْقَاسِطُوْنَ۔ اسم فاعل۔ جمع مذکر۔ قَاسِطٌ واحد۔ اگر قِسْطٌ وَ اَقْسَطٌ (باب ضرب و نصر) مصدر سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے انصاف کرنے والا۔ اور اگر مصدر قَسْطٌ وَقُسُوْطٌ سے (باب ضرب) سے آئے تو اس کے معنی ہوں گے ظلم کرنے والا۔ ناانصافی کرنے والا۔ یہاں چونکہ القاسطون کے مدمقابل اَلْمُسْلِمُوْنَ آیا ہے لہٰذا یہ مصدر قَسْطٌ وَقُسُوْطٌ (باب ضرب) سے بمعنی ظلم کرنے والا، کج روی کرنے والا ہوگا۔

اسی مادہ (قسط) سے باب افعال سے اسم فاعل اَلْمُقْسِطُ کا مطلب ہے انصاف کرنے والا۔ قرآن مجید میں ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ (۴۹: ۹) بے شک خدا انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

فَمَنْ اَسْلَمَ ۔۔ ف بمعنی سو، پس، مَنْ شرطیہ۔ جملہ شرطیہ ہے پس جنہوں نے اسلام قبول کیا (مَنْ بمعنی جمع آیا ہے۔ جیسا کہ اُولٰئِکَ سے ظاہر ہے)

فَاُولٰئِکَ تَحَرَّوْا رَشَدًا: جملہ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔ اُولٰئِکَ اسم اشارہ جمع مذکر تحروا ماضی جمع مذکر حاضر۔ تَحَرِّیٌ (تفعل) مصدر جس کے معنی عمدہ اور مناسب ترین رائے کو ڈھونڈھنے اور اچھی چیز کا قصد کرنے کے ہیں قصد کیا۔

رَشَدًا واحد مذکر اسم مفعول۔ راستی، بھلائی، نیکی، راہِ حق، رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کا معنی راہ راست پانا۔ راہِ راست تلاش کرنا۔ یا ڈھونڈھنا ہے۔ تو انہوں نے راہِ حق تلاش کرلی۔ یہ جملہ سابقہ جملہ سے جواب شرط ہے۔

۷۲: ۱۵ = وَاَمَّا الْقَاسِطُوْنَ واؤ عاطفہ، اَمَّا حرف شرط۔ اَمَّا الْقَاسِطُوْنَ جملہ شرطیہ ہے اور جو کج روی کرنے والے ہیں۔

فَکَانُوْا لِجَہَنَّمَ حَطَبًا: ف جواب شرط کے لئے کَانُوْا فعل ناقص ماضی جمع مذکر غائب، ضمیر فاعل اسم کانوا حَطَبًا اس کی خبر، جملہ جواب شرط ہے۔ تو وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فجر کی نماز میں قرآن سن کر آنے والے جن استماعِ قرآن اور اپنے تاثرات کا جو ذکر اپنے قبیلہ کے جنوں سے بیان کر رہے ہیں جو کہ اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا سے

(آیت نمبرا) شروع ہوا تھا۔ یہاں ختم ہوگیا۔ بعد کا قصہ بیان نہیں فرمایا کہ مخاطب جنوں کی جماعت ایمان لائی یا نہیں۔ احادیث سے ثابت ہے کہ لائی۔ ان جملوں میں جنوں کی زبانی کلام بیان کرکے کفار مکہ کو سمجھانا مقصود ہے۔

۷۲: ۱۶ = وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ اس جملہ کا عطف اَنَّهُ اسْتَمَعَ (آیت نمبرا مذکرہ بالا) پر ہے۔

تقدیر کلام ہے: اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ ...... وَاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا ..... اَنْ مخففہ ہے جو اَنَّ ثقیلہ سے مخفف ہوکر اَنْ بن گیا ہے اَنْ کا اسم جو ضمیر شان ہے محذوف ہے یعنی اَنَّهٗ .... لَوْ حرفِ شرط۔ اِسْتَقَامُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ استقامۃ۔ (استفعال) مصدر۔ قائم رہنا۔ سیدھا رہنا۔ ثابت قدم رہنا۔

الطریقۃ۔ اللہ کا پسندیدہ راستہ، یعنی دین اسلام۔

مطلب یہ کہ:

میرے پاس اس بات کی بھی وحی ہے کہ اگر جن وانس دینِ اسلام پر قائم رہیں گے ...... یہ جملہ شرطیہ ہے اگلا جملہ اس کی جزاء ہے۔

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاءً غَدَقًا۔ جملہ سابقہ سے جواب شرط ہے لام تاکید کا ہے۔ اَسْقَيْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم ہے۔ اِسْقَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی پلانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ مَاءً مفعول ثانی، غَدَقًا صفت اپنے موصوف مَاءً کی۔ اَلْغَدَقُ کے معنی بہت زیادہ اور افراط کے ہیں۔ اصل میں یہ باب سمع سے مصدر ہے بمعنی پانی کا بہت ہونا۔ مبالغہ کے طور پر "بہت پانی" کے معنی میں آتا ہے۔

تو ہم ان کو پانی کی ریل پیل سے سیراب کردیں گے۔ (مال واولاد کھیتی باڑی، تندرستی، عافیت کو مَاءً غَدَقًا سے تعبیر کرنا عرب کا محاورہ ہے)

۷۲: ۱۷ — لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ لام علت کا ہے۔ نَفْتِنَ مضارع منصوب جمع متکلم۔ فِتْنَةٌ وَ فُتُوْنٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی امتحان لینا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب فِيْهِ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع فراوانی (مَاءً غَدَقًا) ہے تاکہ ہم ان کی آزمائش کریں۔ ای نختبر ھم ایشکرون ام یکفرون (ایسرالتفاسیر، اضواء البیان، بیضاوی، مظہری)

لبعض کے نزدیک ھُمْ کی ضمیر کا مرجع جنوں کے لئے ہے لیکن جمہور کے نزدیک اصح

بھی ہے کہ یہ کفار مکہ کے لئے ہے جیسا کہ استقاموا (آیت نمبر ۱۶) میں ہے۔

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ واؤ عاطفہ ہے مَنْ شرطیہ یُعْرِضْ مضارع مجزوم واحد مذکر۔ غائب اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر بمعنی روگردانی کرنا۔ اعراض کرنا۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا۔ جملہ شرطیہ ہے۔

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا۔ یہ جملہ جواب شرط ہے۔ یَسْلُکْ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب ضمیر فاعل رب کی طرف راجع ہے۔ سَلْكٌ وَ سُلُوْكٌ (باب ضرب) مصدر سَلَكَ فعل لازم ماضی۔ وہ چلا۔ متعدی اس نے چلایا۔ اس نے داخل کیا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جو مَنْ کی طرف راجع ہے۔

عَذَابًا صَعَدًا۔ موصوف وصفت صَعَدٌ مصدر ہے مصدر کو موصوف کی صفت میں مبالغہ کے لئے لائے ہیں۔

صَعَدًا سخت، شاق، کہ جو معذب کے اوپر چھا جائے۔

ترجمہ۔ وہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریگا۔

بعض کے نزدیک عَذَابًا صَعَدًا سے پہلے حرف جار فِيْ محذوف ہے۔ اس صورت میں عبارت يَسْلُكْهُ فِيْ عَذَابٍ ہونی چاہئے لیکن بعض کے قول کے مطابق سَلَكْتُ فُلَانًا فِيْ طَرِيْقِهٖ کی بجائے سَلَكْتُ فُلَانًا طَرِيْقًا بھی کہتے ہیں۔ اس لحاظ سے یَسْلُکْہُ فِیْ عَذَابٍ کی بجائے یسلکہ عذابًا بھی درست ہے۔ صَعَدًا کا اعراب اپنے موصوف کے مطابق ٹھیک ہے۔ (ملاحظہ ہو المفردات)

۷۲ : ۱۸ = وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ اس جملہ کا عطف جملہ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا پر ہے یعنی یہ بھی میری طرف وحی کیا گیا کہ مسجدیں یعنی وہ مقامات جو نماز کے لئے بنائے جاتے ہیں اللہ ہی کے لئے مخصوص ہیں (اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک قرار دینے کے لئے نہیں ہیں)

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل المساجد اس کا اسم اور لِلّٰهِ اس کی خبر ہے المساجد بوجہ عمل اَنَّ منصوب ہے۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ف سببیہ ہے لَا تَدْعُوْا فعل نہی جمع مذکر حاضر دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر۔ تم پکارو مت۔ تم نہ پکارو۔ اَحَدًا۔ (کوئی) ایک۔ لَا تَدْعُوْا کا مفعول۔

۷۲ : ۱۹ = وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ۔ اس کا عطف بھی جملہ اَنْ لَّوِ

استقاموا پر ہے یعنی اور مجھے یہ بھی وحی کی گئی ہے کہ جب اللہ کا بندہ اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے۔

اَنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر شان واسم اَنَّ ۔ باقی جملہ اس کی خبر۔

لَمَّا ظرف زمان ۔جب ۔ عَبْدُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ ۔ اللہ کا بندہ ۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

یَدْعُوْ مضارع واحد مذکر غائب ۔ دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ عبادت کرنا۔ پکارنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع اللّٰہ ہے ۔ یَدْعُوْہُ حال ہے قَامَ کے فاعل سے

کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ لِبَدًا ؕ یہ جملہ لَمَّا کے جواب میں ہے کَادُوْا ماضی جمع مذکر غائب کَوْدٌ (باب سمع) مصدر۔ راغب اور سیبویہ کے نزدیک (باب سمع ونصر) دونوں سے آتا ہے۔ کَادَ افعال مقاربہ میں سے ہے فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے۔

کَادَ اگر بصورت اثبات مذکور ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنیوالا فعل واقع ہی نہیں ہوا۔ قریب الوقوع ضرور تھا۔ جیسے یَکَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَھُمْ (۲:۲۰) قریب ہے کہ بجلی (کی چمک) ان کی آنکھوں (کی بصارت) کو اچک لیجائے۔ یعنی بجلی کی چمک نے ان کی آنکھوں کی بینائی کو اچک نہیں لیا تھا لیکن اچک لینے کے قریب تھی۔

اور اگر بصورت نفی ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ بعد کو آنے والا فعل واقع ہو گیا لیکن عدم وقوع کے قریب تھا۔ جیسے فَذَبَحُوْھَا وَمَا کَادُوْا یَفْعَلُوْنَ ؀ (۲:۷۱) انہوں نے (بڑی مشکل سے) اس (گائے) کو ذبح کیا۔ اور وہ ایسا کرتے معلوم نہ ہوتے تھے۔ یعنی انہوں نے گائے تو ذبح کر دی لیکن ذبح نہ کرنے کی حد تک پہنچ گئے تھے۔

کَوْدٌ کے معنی ارادہ اور خواہش بھی ہے مثلاً قرآن میں ہے اَکَادُ اُخْفِیْھَا (۲۰:۱۵) میں چاہتا ہوں کہ اس (کے وقت) کو پوشیدہ رکھوں۔

یَکُوْنُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ کَوْنٌ (باب نصر) وہ ہوں گے۔ کَادُوْا یَکُوْنُوْنَ قریب ہے کہ وہ ہو جائیں گے۔ عَلَیْہِ اس پر

لِبَدًا: لِبَدٌ۔ لِبْدَۃٌ کی جمع ہے۔ لِبَدٌ کا اصل معنی ہے ایسی جماعتیں جن میں کچھ لوگ اوپر ہوں کچھ نیچے۔ (ٹھٹ کے ٹھٹ) ہجوم۔ بھیڑ، جماعت درجماعت۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

حسن، قتادہ، ابن زید نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ توحید کی دعوت دینے کے لئے جب

اللہ کا بندہ کھڑا ہوا تو جن وانس سب کے سب دعوتِ توحید کو باطل کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے وہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے تھے مگر اللہ کا فیصلہ تھا کہ وہ اپنا نور پورا (پھیلا) کر رہے گا۔ اور تمام دشمنوں کے مقابلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کامیابی عطا فرمائے گا۔

بیضاوی لکھتے ہیں۔

یَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ مجتمعین لابطال امرہ، وہ اس کے گرد ٹھٹ کے ٹھٹ لگا دیتے اس کی بات کو جھٹلانے کے لئے۔

۷۲: ۲۰ == اَدْعُوْا رَبِّیْ۔ اَدْعُوْا مضارع واحد متکلم دَعْوَۃٌ (باب نصر) مصدر۔ میں پکارتا ہوں۔ رَبِّیْ مضاف مضاف الیہ۔ میرا رب، اپنے رب کو،

ترجمہ۔ آپ کہہ دیں میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں۔ یعنی صرف اسی کی عبادت کرتا ہوں۔

لَآ اُشْرِكُ۔ مضارع منفی واحد متکلم۔ میں شریک نہیں ٹھہراتا۔

اَحَدًا کسی کو۔ مفعول لَآ اُشْرِكُ کا۔

۷۲: ۲۱ == لَآ اَمْلِكُ، مضارع منفی واحد متکلم مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ میں مالک نہیں ہوں۔ میں اختیار نہیں رکھتا ہوں۔

ضَرًّا۔ مصدر ہے ضَرَّ یَضُرُّ (باب نصر) سے بمعنی ضرر پہنچانا۔ میں اختیار نہیں رکھتا تمہیں ضرر پہنچانے کا۔

وَلَا رَشَدًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ رَشَدًا مصدر ہے رَشَدَ یَرْشُدُ (باب نصر) سے بمعنی راہ راست پر چلنا۔ اور نہ (میں اختیار رکھتا ہوں تمہارے) راہِ راست پر چلنے کا۔

۷۲: ۲۲ == لَنْ یُّجِیْرَنِیْ۔ لَنْ یُّجِیْرَ مضارع منفی تاکید بَلَنْ (منصوب) صیغہ واحد صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِجَارَۃٌ (افعال) مصدر، نَ وقایہ یَ ضمیر واحد متکلم۔ کوئی مجھے ہرگز نہ بچا سکے گا۔

وَلَنْ اَجِدَ۔ واؤ عاطفہ لَنْ اَجِدَ مضارع منفی تاکید بلن (منصوب) وُجُوْدٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور نہ ہی میں ہرگز پا سکوں گا۔

مِنْ دُوْنِہٖ۔ مِنْ حرف جار۔ دُوْنِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مجرور۔ اس کے سوا

== مُلْتَحَدًا: اسم ظرف مکان بروزن مفعول اِلْتِحَادٌ (افتعال) مصدر۔ پناہ کی جگہ۔ یا مصدر میمی ہے باب افتعال سے بمعنی پناہ۔ جملہ میں اِنْ عَصَیْتُہٗ مقدر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

اگر میں نے اس کی (اللہ کی) نافرمانی کی تو میں اس کے سوا ہرگز پناہ نہ پاسکوں گا۔
لَحْدٌ و لُحْدٌ زمین کے اندر بغلی گڑھا (جو قبر میں کھودا جاتا ہے)

۷۲: ۲۳ == اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ - بَلٰغٌ مصدر (باب نصر) سے جس کے معنی پہنچا دینا۔ یا کافی ہونے کے ہیں ۔ قرآن مجید میں بمعنی تبلیغ آیا ہے یا کافی کے معنی میں جیسے کہ۔ اِنَّ فِیْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ - (۲۱ : ۱۰۶) اس میں کفایت ہے عبادت کرنے والی جماعت کے لئے ۔ (لغات القرآن)

آیت زیر غور کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱:۔ اِلَّا استثنائیہ نہیں ہے بلکہ اِنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے مرکب ہے ۔ معنی ہوں گے ان لا ابلغ بلاغًا لن اجد من دونہ ملتحدًا ۔ اگر میں (خدا کے احکام و پیغام کی کما حقہ) تبلیغ نہیں کروں گا تو اس کے سوا مجھے کہیں بھی پناہ نہیں ملیگی۔ (حقانی)
اس میں اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ جملہ شرطیہ ہوگا۔ اور لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا جواب شرط۔ (جزاء کو شرط سے قبل لایا گیا ہے)

۲:۔ حسن اور مقاتل نے اس طرح مطلب بیان کیا ہے کہ میں نہ خیر کا مالک ہوں نہ شر کا نہ ہدایت کا۔ ہاں تبلیغ احکام اور پیام رسانی کا فرض خدا کی طرف سے مجھ پر ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اِلَّا استثنائیہ نہیں بلکہ لٰکِنْ کے معنی میں ہے ۔ (مظہری)

۳:۔ قولہ تعالیٰ: الا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ای لا املك لكم ضرًّا ولا رشدًا الا بلٰغا من اللّٰهِ ورسٰلٰتہ فانی ابلغکم عنہ ما امرنی بہ وارشدکم الی ما ارسلنی بہ من الھدی والخیر والفوز (ایسر التفاسیر)
(نہ میرے ہاتھ میں تمہاری برائی ہے اور نہ راہ پر لانا میرے ہاتھ میں) سوائے اللہ کی طرف سے احکام کی تبلیغ کے (اور کچھ نہیں ہے) پس میں جو وہ حکم دیتا ہے تم تک پہنچا دیتا ہوں اور ہدایت و بھلائی اور نجات کے متعلق (تمہارے لئے) جو احکام وہ مجھے دیتا ہے میں ان کی طرف تمہاری راہنمائی کرتا ہوں۔

وَرِسٰلٰتِهٖ واؤ عاطفہ رِسٰلٰتِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا عطف بَلٰغًا پر ہے اور اس کے پیغام (کا تم تک پہنچانا)۔

== وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ محذوف پر ہے مَنْ شرطیہ یَعْصِ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب۔ اصل میں یَعْصِیْ تھا۔ شرط کی وجہ سے

مجزوم ہے عِصْیَانٌ (باب ضرب) مصدر یعنی نافرمانی کرنا۔
وَرَسُوْلَهٗ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے:۔
ترجمہ ہوگا:۔
اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ۔
فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ۔ جملہ جواب شرط ہے ۔ پس اس کے لئے جہنم کی آگ ہے ۔
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ۔
لفظ مَنْ کی رعایت سے يَعْصِ اور لَهٗ کی مفرد ضمیریں لائی گئیں اور معنی کے لحاظ سے لفظ خلدین بصورت جمع ذکر کیا گیا ہے ۔
خٰلِدِيْنَ خُلُوْدٌ سے بحالت نصب اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ہمیشہ رہنے والے، جملہ من یعص اللّٰہ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ۔
۷۲:۲۴ == حَتّٰی: حرف جار ہے انتہاوقت کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ اس کے متعلق دو قول ہیں:۔
۱۔ یہ یَکُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا (لوگ اس پر جھگٹا کرنے لگتے ہیں) کے متعلق ہے تقدیر کلام یوں ہے۔
انھم یتظاھرون علیہ بالعداوۃ حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ من یوم بدر او فتح مبین او یوم القیامۃ او وقت الموت فحینئذ یَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّ اَقَلُّ عَدَدًا ۔
وہ اس کے خلاف یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے جیسے یوم بدر، فتح مبین، یوم قیامت یا وقت موت پس اس وقت وہ جان لیں گے کہ کس کی مدد کمزور ہے اور گنتی میں کون کم ہے ۔
۲۔ یہ محذوف کے متعلق ہے مثلاً کہا جائے ۔ الکفار لایزالون علی ما ھم علیہ حتی اذا کان کذا وکذا۔
(کافر لوگ جس بات پر وہ ہیں وہ اس پر اڑے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اس عذاب کو دیکھ لیں گے)
اس کی نظیر سورۃ مریم کی آیت ہے حَتّٰٓی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ

وَاِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضْعَفُ جُنْدًا ۔ (۱۹: ۷۵) یہاں تک کہ
جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے خواہ عذاب اور خواہ قیامت تو اس
وقت جان لیں گے کہ مکان کس کا برا ہے اور لشکر کس کا کمزور ہے (اس میں اِذَا شرطیہ ہے اور
فَسَيَعْلَمُوْنَ اس کا جواب ہے)۔

آیت زیر مطالعہ میں بھی اذا رأوا ما یوعدون جملہ شرطیہ ہے اور فسیعلمون ....الخ
اس کا جواب)

مَا يُوْعَدُوْنَ: مَا موصولہ يُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب اس کا صلہ
جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا: مَنْ استفہامیہ ہے بمعنی کون! اَضْعَفُ۔ ضُعْفٌ (باب
نصر) مصدر۔ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ زیادہ کمزور، نَاصِرًا۔ نَصْرٌ (باب نصر) مصدر سے
اسم فاعل واحد مذکر، منصوب بوجہ تمیز ہونے کے ہے۔ ازراہ مددگار۔ یعنی مددگاروں کی
حیثیت سے کون زیادہ کمزور ہے۔ کس کی مدد کمزور ہے۔

وَاَقَلُّ عَدَدًا: جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اَقَلُّ، قِلَّةٌ (باب
ضرب) مصدر سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے بمعنی کم سے کم۔

عَدَدًا بلحاظ تعداد کے۔ گنتی میں۔

القلۃ والکثرۃ بلحاظ اصل وضع کے صفات عدد میں سے ہیں جیسا کہ عِظَمٌ وَصِغَرٌ
صفات اجسام سے ہیں بعدہ کثرت وقلت اور عظم وصغر میں سے ہر ایک دوسرے کی جگہ بطور
استعارہ کے استعمال ہونے لگا۔ چنانچہ قلیل عرصہ، قلیل نفع۔ مقدار کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں

۷۲: ۲۵ = قُلْ اِنْ اَدْرِیْ۔ اِنْ نافیہ ہے اَدْرِیْ فعل مضارع واحد متکلم دِرَايَةٌ (باب
ضرب) مصدر۔ میں نہیں جانتا ہوں۔ مجھے خبر نہیں۔

اَقَرِيْبٌ، میں ہمزہ استفہامیہ ہے آیا قریب ہے قَرِيْبٌ خبر مقدم ہے اور ما توعدون
مبتدا مؤخر۔ یا قَرِيْبٌ از قسم فعل مشبہ اور ما توعدون اس کا فاعل ہے۔

مَا تُوْعَدُوْنَ مَا موصولہ توعدون مضارع مجہول کا صیغہ جمع مذکر حاضر وَعْدٌ
(باب ضرب) مصدر سے۔ صلہ۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا وعدہ کیا گیا ہے۔
اس وعدہ سے مراد دنیوی عذاب یا قیامت ہے۔

= اَمْ۔ حرف عطف ہے بمعنی یا۔

یَجْعَلُ مضارع واحد مذکر غائب جَعْلٌ باب فتح مصدر، وہ مقرر کرتا ہے، وہ مقرر کرے گا
اس نے مقرر کردی ہے۔ لَہٗ میں ضمیر ہٗ کا مرجع ما تُوْعَدُوْنَ ہے
اَمَدًا: مدت، حد، انتہار اس کی جمع اٰمَادٌ ہے۔ اَمَدًا مدت مقرر کرنا
ترجمہ ہوگا۔

یا میرے رب نے اس عذاب (یا قیامت) کی (لمبی) مدت مقرر کردی ہے۔

اَمَدًا منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں:۔

انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ یہ کہ اوپر کی بات سن کر مخالفین نے طنز اور مذاق کے طور پر سوال کیا کہ وہ وقت جس کا ڈراوا آپ دے رہے ہیں آخر کب آئے گا؟

اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ:۔

ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اس وقت کا آنا تو یقینی ہے مگر اس کے آنے کی تاریخ مجھے نہیں بتائی گئی یہ بات اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے کہ آیا وہ جلدی آنے والا ہے یا اس کے لئے ایک طویل مدت مقرر کی گئی ہے۔

۷۲:۲۶ = عٰلِمُ الْغَیْبِ مضاف مضاف الیہ۔ غیب کا جاننے والا۔ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو عالم الغیب۔

= فَلَا یُظْھِرُ ف ترتیب کا ہے۔ لا یُظْھِرُ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِظْھَارٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ ظاہر نہیں کرتا ہے، وہ واقف نہیں کرتا ہے۔
غَیْبِہٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کا غیب، یعنی اپنے غیب کو، اپنے غیب کی باتوں کو
اَحَدًا۔ منصوب بوجہ مفعول۔ کسی کو بھی۔ وہ اپنی غیب کی باتوں کو ظاہر نہیں کرتا ہے

فائدہ غیب کیا ہے اس کے متعلق علامہ پانی پتی رقم طراز ہیں:۔

غیب سے مراد ہے وہ چیز جو ابھی تک نہیں آئی۔ جیسے معاد (عالم آخرت) کی خبریں۔ یا وہ چیز جو موجود ہونے کے بعد معدوم ہو گئی ہو جیسے آغاز آفرینش کی اطلاعات اور وہ گزشتہ واقعات جو صفحات تاریخ پر بھی موجود نہیں۔ یا غیب سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ اسمار اور صفات جو بندوں کو معلوم نہیں اور کسی دلیل سے بھی ان کا پتہ نہیں ملتا۔ لیکن جن صفات و اسمار پر برہان

قائم اور دلیل موجود ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کا ناقابل زوال ہونا۔ اس کا واحد ہونا اس کے اندر صفات کمال کا موجود ہونا۔ اور صفات نقص وزوال سے اس کا پاک ہونا۔ تو یہ چیزیں عالم شہادت کی ہوگئیں۔ ان کا شمار غائب میں نہیں ہے کیونکہ ان کے دلائل موجود ہیں اسی طرح حدوث عالم (وقوع عالم) کا مسئلہ بھی غیبی مسئلہ نہیں ہے بلکہ عالم شہادت کا ہے کیونکہ عالم کا تغیر پذیر ہونا محسوس ہے اور تغیر حدوث پر دلالت کرتا ہے، ان تمام اقسام غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ممکن ہے۔

۷۲ : ۲۷ ملہ الَّا مَنِ ارْتَضٰی - اِلَّا حرف استثناء ہے۔ مَنْ موصولہ، اِرْتَضٰی صلہ صلہ موصول مل کر مستثنیٰ اَحَدًا (آیۃ متذکرہ بالا) مستثنیٰ منہ۔ (ای احدًا من مخلوقاتہ) ارتضٰی ماضی واحد مذکر غائب ارتضاء (افتعال) مصدر سے۔ جس کے معنی راضی ہونا پسند کرنا کے ہیں۔ یعنی ماسوا اس کے جس کو وہ پسند کرے۔ جس پر وہ راضی ہو۔

مِنْ رَّسُوْلٍ متعلق من ارتضٰی۔ اس کا بیان ہے۔

اور کسی کو اپنے غیب پر آگاہ نہیں کرتا۔ ماسوائے اس رسول کے جس کو وہ پسند فرمائے۔

مدارک التنزیل میں ہے:

الا من ارتضٰی من رسول۔ ای الا رسولًا قد ارتضاہ لعلم بعض الغیب، سوائے اس پیغمبر کے جسے وہ غیب کے کسی امر پر آگہی کے لئے پسند فرمائے۔

تفسیر ابن کثیر میں ہے

رسول خواہ انسانوں میں سے ہوں خواہ فرشتوں میں سے ہوں جسے خدا جتنا چاہتا ہے بتلا دیتا ہے بس وہ اتنا ہی جانتے ہیں۔

فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا: فاء عاطفہ ہے یعنی جب اپنے کسی برگزیدہ ومرتضیٰ رسول کو غیب کا کوئی علم عطا کرتا ہے تو وہ اس رسول کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔

یَسْلُکُ۔ مضارع واحد مذکر سُلُوْکٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ مقرر کرتا ہے وہ چلاتا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۱۷ متذکرۃ الصدر۔

مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ، مِنْ حرف جار بَیْنِ مضاف یَدَیْهِ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بین کا۔

جب بین کی اضافت اَیْدِیْ کی طرف ہو تو اس کے معنی سامنے اور قریب کے

ہوتے ہیں۔ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ اس کے سامنے کی طرف سے۔

وَمِنْ خَلْفِهٖ واؤ عاطفہ، مِنْ حرف جار خَلْفِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور اور اس کے پیچھے کی طرف سے۔

رَصَدًا۔ چوکیدار، نگہبان، محافظ۔ رَصَدَ یَرْصُدُ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی نگاہ رکھنے اور گھات لگانے کے ہیں۔ مصدر مذکور اسم فاعل، اسم مفعول دونوں کے معنی میں مستعمل ہے نیز واحد تثنیہ جمع سب کے لئے آتا ہے

فائدہ:- مقاتل وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ جب اللہ کسی پیغمبر کو مبعوث فرماتا تھا تو ابلیس فرشتہ کی شکل میں نمودار ہو کر اس پیغمبر کو (کچھ اپنی طرف سے) اطلاع دیدیا کرتا تھا اس کی روک کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتے مقرر کردیئے جو شیطانوں کو مار بھگاتے تھے۔ اور حامل وحی فرشتہ کے پاس بھی نہیں آنے دیتے تھے اب اگر شیطان فرشتہ کی شکل میں اس پیغمبر کے پاس آتا تھا تو یہ ملائکہ پیغمبر سے کہہ دیتے تھے یہ شیطان ہے اس سے احتیاط رکھو۔ اور اگر اصل فرشتہ آتا تھا تو بتادیتے تھے کہ یہ اللہ کا فرستادہ ہے:۔

(تفسیر مظہری)

۷۲: ۲۸ لِیَعْلَمَ، لام حرف علت یَعْلَمَ۔ مضارع۔ (منصوب بوجہ عمل لام علت) صیغہ واحد مذکر غائب (باب سمع) مصدر۔ تاکہ وہ جان لے۔

فائدہ: یوں تو ہر چیز کا علم اللہ تعالیٰ کو پہلے سے ہے یہاں جاننے سے مراد ہے علمی تعلق کا کسی موجود کے ساتھ ظاہر ہونا۔ یہی مراد آیت لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ میں ہے (۵: ۹۴) (تاکہ معلوم کرے اللہ کہ اس سے غائبانہ کون ڈرتا ہے) شیاطین سے حفاظت کرنے کے لئے ملائکہ کو مامور کرنے کی یہ علت ہے۔

مطلب یہ ہے کہ حفاظتِ وحی کے بعد اللہ کو یہ معلوم ہو جائے کہ پیغمبروں نے اپنے رب کے پیام بلاکم وبیش پہنچا دیئے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ پیغمبر اللہ کے پیام کو بغیر تبدیل وتغیر اور آمیزش کے پہنچا سکیں اسی غرض کے لئے اللہ نے حفاظتِ وحی کے لئے فرشتوں کو مقرر کردیا ہے۔

(تفسیر مظہری)

ـــ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخففہ ہے اَنَّ ثقیلہ سے مخفف کیا گیا ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کا فائدہ دیتا ہے۔

اَبْلَغُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِبْلَاغٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے پہنچایا۔ انہوں نے پہنچا دیا۔

رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ رِسٰلَةَ کی جمع ہے بمعنی پیغام، مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر رِسٰلٰتِ کا مضاف الیہ۔ ان کے رب کا پیام۔

ترجمہ ہوگا:۔

کہ انہوں نے اپنے رب کے پیام پہنچا دیئے۔

اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ۔ اَنْ مخففہ اَنَّ سے۔ اَنَّ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اس کا اسم ضمیر محذوف ہے جو ضمیر شان ہے۔ قَدْ ابلغوا ..... اس کی خبر ہے۔

فَائِدَہٗ مولانا دریابادی اپنی تفسیر ماجدی میں رقمطراز ہیں:۔

لِيَعْلَمَ کی ضمیر فاعل کس کی جانب راجع ہے؟ اس پر بہت قیل وقال ہوئی ہے لیکن راقم آثم کو اپنے بعض اکابر کے اتباع میں وہی ترکیب مناسب معلوم ہوئی جو یہاں اختیار کی گئی ہے۔

یحتمل ان یکون الضمیر عائدًا الی اللہ عزوجل وھو قول حکاہ ابن الجوزی فی زاد المسیر۔ (ابن کثیر)

ای لیعلم اللہ (مدارک) وھو اختیار اکثر المحققین (کبیر) اَبْلَغُوْا سے مراد وہی جماعت انبیاء ہے ای الرسل (معالم، المدارک) بعض نے فرشتے بھی مراد لئے ہیں۔"

ترجمہ یوں ہوگا:۔

تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیامات پہنچا دیئے۔"

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)

وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ۔ یہ جملہ يَسْلُكُ کے ضمیر فاعل سے حال ہے۔ اَحَاطَ ماضی واحد مذکر غائب احاطۃ (افعال) مصدر۔ اس نے گھیر لیا۔ اس نے احاطہ کر لیا۔ اس نے قابو میں کر لیا۔ احاطہ کرنے کے معنی ہیں کسی شے پر اس طرح چھا جانا کہ اس سے

فرار ممکن نہ ہو۔

وَمَا لَدَيْهِمْ مَا موصولہ۔ لدیٰ پاس، نزدیک۔ اسم ظرف، مضاف ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ دونوں مل کر صلہ اپنے موصول کا۔ جو ان کے پاس ہے، ان کی ہر چیز ان کے سب حالات، ان کے سب کام،

ترجمہ ہوگا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ (حال یہ ہے کہ) ان کے تمام حالات اس کے قبضہ میں ہیں اور ان کی ہر چیز کا احاطہ کئے ہوتے ہے۔

وَأَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور یہ بھی لِيَعْلَمَ کے فاعل سے حال ہے۔ أَحْصٰى ماضی واحد مذکر غائب إِحْصَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے گن لیا۔ اس نے گن رکھا ہے۔ كُلَّ شَيْءٍ مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول أَحْصٰى کا۔

عَدَدًا منصوب بوجہ تمیز۔ بمعنی شمار کی رُو سے۔ تعداد کے لحاظ سے۔ اور اس نے ہر شے کا شمار کر رکھا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۷۳) سُورَۃُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۲۰)

۷۳ : ۱ = یَاَیُّھَا۔ یَا حرف ندا، اَیُّھَا بمعنی کونسا، جس، کس کس، کیا کیا؟ یہ استفہامیہ بھی ہوتا ہے۔ اور شرطیہ بھی، صفت بھی واقع ہوتا ہے۔ بحالت ندا، اَیٌّ، اَیَّۃٌ منادیٰ معرف باللام کو حرف ندا سے ملاتا ہے۔ ھَا حرف تنبیہ ہے جو اَیٌّ اَیَّۃٌ اور اپنے مابعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

ندا میں جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں اَیُّھَا اور مؤنث میں اَیَّتُھَا کو یَا حرف ندا کے ساتھ بڑھا دیا جاتا ہے مذکر کی مثال آیت ھٰذا۔

مؤنث کی مثال:۔ یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ (۸۹ : ۲۷) اے اطمینان پانے والی روح۔

یٰاَیُّھَا : اے۔

اَلْمُزَّمِّلُ : منادیٰ۔ تَزَمُّلٌ (تفعّل) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے اصل میں اَلْمُتَزَمِّلُ تھا۔ ت کو ز میں مدغم کیا گیا۔ کپڑے میں لپٹنے والا۔

۷۳ : ۲ = قُمِ الَّیْلَ۔ قُمْ۔ قَوْمٌ۔ قَوْمَۃٌ وَقَامَۃٌ (باب نصر) مصدر سے فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے بمعنی تو کھڑا ہوا کر، نماز (نفل) پڑھا کر۔ اَلَّیْلَ مفعول فیہ، رات بھر ساری رات۔

= اِلَّا قَلِیْلًا۔ اِلَّا حرف استثناء قَلِیْلًا مستثنیٰ۔ ای یَسِیْرًا منہ، اس سے تھوڑا کم۔

۷۳ : ۳ = نِصْفَہٗ : مضاف مضاف الیہ۔ اس کا نصف۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب اَلَّیْلَ کی طرف راجع ہے۔ نصفہٗ بدل ہے مِنَ الَّیْلِ سے، بدیں وجہ منصوب ہے۔

اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا - اَوْ بمعنی یا۔ مِنْهُ ای من نصف اللیل، نصف رات سے۔ اُنْقُصْ فعل امر، واحد مذکر حاضر نَقْصٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کم کر،
قَلِیْلًا مفعول اُنْقُصْ کا تھوڑا سا کم۔ یا اس سے تھوڑا سا کم کرو، یعنی نصف شب سے بھی تھوڑا سا کم۔
۴:۷۳ = اَوْ زِدْ عَلَيْهِ۔ اَوْ بمعنی یا۔ زِدْ فعل امر، واحد مذکر حاضر زِیَادۃٌ (باب ضرب) مصدر سے۔
عَلَیْہِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب نصف لیل کی طرف راجع ہے۔ یا نصف شب سے کچھ بڑھا دیا کرو،
آیات ۳: ۴ کا مطلب یہ ہوا کہ ساری رات کی بجائے کچھ کم وقت عبادت کیا کرو نصف شب یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ۔
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ط واؤ عاطفہ رَتِّلْ فعل امر واحد مذکر حاضر، ترتیلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تَرْتِیْلًا مصدر تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔ جملہ کا عطف قُمِ الَّیْلَ پر ہے
ترتیل کا معنی ہے الفاظ کا منہ سے درستی کے ساتھ بسہولت ادا کرنا۔ آہستہ آہستہ واضح اور صاف طور پر پڑھنا۔

الترتیل: ھو التوقف والترسل والتمھل والافھام وتبیین القرأۃ حرفاً حرفاً (الخازن)

ترتیل سے مراد ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا۔ آہستہ آہستہ پڑھنا۔ بغیر جلدی کے اطمینان سے پڑھنا۔ سوچ سمجھ کر پڑھنا اور قرأت میں ایک ایک حرف کو واضح طور پر ادا کرنا ہے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ:
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا:

لا تنثرہ نثر الدقل ولا تھذہ ھذ الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوا بہ القلوب ولا یکن ھم احدکم اٰخر السورۃ (روح المعانی)

جس طرح تم جلدی جلدی ردّی کھجوریں پھینکتے چلے جاتے ہو اور بال کاٹتے چلے جاتے ہو ایسا نہ کرو۔ جب کوئی نادر نکتہ آئے تو ٹھہر جاؤ اپنے دل کو اس کی اثر انگیزی سے متحرک کرو، تمہیں اس سورۃ کو جلدی جلدی ختم کرنے کی فکر نہ ہو۔
وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا: ای فی اثناء ما ذکر من القیام یعنی اثنار قیام میں

۷۳: ۵ = إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا: إِنَّا مرکب ہے إِنَّ حرف مشبہ بالفعل سے اور نا ضمیر جمع متکلم سے۔ بے شک ہم۔

سَنُلْقِي: س مضارع پر داخل ہوکر مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔ نُلْقِي مضارع جمع متکلم القاء (افعال) مصدر سے۔ ہم عنقریب ڈالنے والے ہیں آپ پر ایک بھاری بات کا بوجھ۔

قَوْلًا ثَقِيلًا: موصوف و صفت مشبہ، بھاری بات، مراد قرآن مجید۔ بعض کے قول کے مطابق قَوْلًا ثَقِيلًا سے مراد ہے نماز شب کا حکم، کیونکہ نماز شب نفس کے لئے بہت گراں ہے۔ اس تفسیر پر یہ جملہ سابق جملہ کی تاکید اور ضمیمہ ہے اور سَنُلْقِي میں سَ استقبال کے لئے نہیں ہے صرف تاکید کے لئے ہے۔

لغات القرآن میں اس سے مراد دعوت و تبلیغ اسلام لیا ہے۔

۷۳: ۶ = إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا: إِنَّ حرف مشبہ بالفعل نَاشِئَةَ اللَّيْلِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم إِنَّ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً اس کی خبر نَاشِئَةَ (منصوب بوجہ عمل إِنَّ) مصدر بروزن اسم فاعل۔ رات کو خواب سے بیدار ہوکر اُٹھ کھڑا ہونا۔ ن ش ء مادہ۔ اَلنَّشْأُ وَالنَّشْأَةُ کسی چیز کو پیدا کرنا۔ اور اس کی پرورش کرنا قرآن مجید میں ہے:۔ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ (۵۶: ۶۲) تم نے پہلی پیدائش تو جان ہی لی ہے۔

آیت زیر مطالعہ کا ترجمہ ہوگا:۔

کچھ شک نہیں کہ رات کا اٹھنا (نفس بہیمی کو) سخت پامال کرتا ہے۔ یہاں ناشئۃ کے معنی نماز کے لئے اٹھنے کے ہیں هِيَ ضمیر واحد مؤنث غائب ناشئۃ اللیل کی طرف راجع ہے اشدّ نہایت سخت شدۃ سے جس کے معنی سخت اور قوی کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے وَطْأً اسم ہے۔ تکلیف، مشقت، دشواری۔ و ط ء حروف مادہ

مفردات راغب میں ہے:۔

وَطُؤَ الشَّيْءُ فهو وطِيءٌ کے معنی کسی چیز کے پامال ہونے کے ہیں الوطاء ہر وہ شے جو پاؤں کے نیچے روندی جائے۔ جیسے فراش وغیرہ۔ وطأتہ برجلی وطأً و وطئۃً کسی چیز کو پاؤں کے نیچے روندنا۔

وَطْأً منصوب بوجہ تمیز کے ہے۔ از روئے نفس کشی

وَاَقْوَمُ قِيلًا ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اَقْوَمُ ۔ قِيَامٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی راست ہونے اور اعتدال پر رہنے کے بھی آتے ہیں، سب سے سیدھا، سب سے معتدل ۔

قِيلًا منصوب بوجہ تمیز کے ہے وَاَقْوَمُ قِيلًا اور وہ یعنی قیام لیل بات کرنے کے لحاظ سے یعنی ذکر کرنے یا دعا مانگنے کے لحاظ سے بھی بہت موزوں اور درست ہے ۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل سَبْحًا موصوف اسم اِنَّ طَوِيلًا صفت لَكَ فِي النَّهَارِ اس کی خبر۔

سَبْحًا یہ سَبَحَ يَسْبَحُ (باب سمع) کا مصدر ہے جس کے معنی مشغول ہونا، تیزی سے تیرنا۔

امام راغب فرماتے ہیں۔

سَبْحٌ کے معنی پانی اور ہوا میں تیز گذرنے کے ہیں ۔ مطلب یہ ہے کہ دن کے وقت ضروری کاموں کی تکمیل، تبلیغ، اور دعوت دین کے لئے آپ کو مصروفیت رہتی ہے رات فراغت کا وقت ہوتا ہے اس لئے آپ کو رات کو نماز پڑھنی چاہئے ۔ گویا کہ جملہ گذشتہ حکم کی علت ہے (تفسیر مظہری)

۷۳ : ۸ = وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف قُمِ الَّيْلَ پر ہے اُذْكُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر، تو یاد کر، اِسْمَ مضاف رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ ۔ مل کر اِسْمَ کا مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول فعل اُذْكُرْ کا ۔ اپنے رب کا نام لیا کر۔

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے تبتل فعل امر واحد مذکر حاضر تبتلٌ (تفعل) مصدر سے، جس کے معنی سب سے الگ ہو کر اللہ کے لئے عبادت اور نیت کے خالص کرنے کے ہیں۔ یعنی تو اخلاص نیت اور عبادت میں سب سے منقطع ہو جا۔ مصدر تَبْتِيلًا (مفعول مطلق) کو تاکید کے لئے لاتے ہیں ۔

قاعدہ کے مطابق مفعول مطلق فعل کے باب سے تبتلاً ہونا چاہئے تھا لیکن کیونکہ بَتَّلَ تَبَتَّلَ دونوں ہم معنی ہیں اس لئے باب تفعیل کا مصدر ذکر کر دیا۔ تاکہ توافی کی رعایت ہو جائے ۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ۔

اسے یہ جملہ خبر ہے اس کا مبتدا محذوف ہے۔ کلام یوں ہوگا ھُوَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ:
۲ـــ یہ جملہ مبتدا ہے اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس کی خبر ہے۔
لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ لَآ۔ لا، نہی ہے اِلٰہَ کا نصب لَاکے عمل سے ہے۔ اِلَّا حرف استثناء ہے ھُوَ مستثنیٰ۔ ماسوا الوہیت کی نفی کا ذکر ہے۔ یعنی اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ یہ خدا کی صفت ہے۔

فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ف سببیہ ہے اِتَّخِذْ فعل امر واحد مذکر حاضر، اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر ہے۔ تو بنالے۔ تو پکڑ رکھ۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع اللّٰہ ہے۔
وَکِیْلًا۔ وَکْلٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ مفعول کے ہے بمعنی کارساز مددگار۔ نگہبان، ذمہ دار۔

مطلب یہ کہ اللہ کی الوہیت منفردہ اس کے کارساز ہونے کی علت ہے جب اللہ ساری مخلوق کا رب ہے اور الوہیت میں منفرد ہے تو اس کا تقاضا ہے کہ تمام معاملات اسی کے سپرد کردیئے جائیں۔

۷۳: ۱۰ = وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ واؤ عاطفہ ہے ما موصولہ ہے۔ یقولون مضارع جمع مذکر غائب صلہ۔ اپنے موصول کا۔

مطلب یہ ہے کہ جو یہ کافر خرافات بکتے ہیں۔ تم کو شاعر۔ کاہن، ساحر، مجنون وغیرہ کہتے ہیں تم اس پر صبر کرو۔

وَاھْجُرْھُمْ ھَجْرًا جَمِیْلًا واؤ عاطفہ اُھْجُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، ھَجْرٌ باب نصر مصدر۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ جَمِیْلٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی بہتر، خوب تر۔ عمدہ۔

مطلب یہ کہ ان سے عمدگی کے ساتھ کنارہ کش ہوجاؤ۔ اور ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردو
۷۳: ۱۱ = ذَرْنِیْ۔ ذَرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب فتح، سمع) سے مصدر۔ جس کے معنی چھوڑ دینے کے ہوتے ہیں۔ ن وقایہ ی ضمیر مفعول واحد متکلم کی ہے۔ تو مجھے چھوڑ دے
وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ۔ واؤ عاطفہ، المکذبین اسم فاعل۔ جمع مذکر بحالت نصب بوجہ مفعول، تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ المکذبین کا عطف ذَرْنِیْ پر ہے یا المکذبین مفعول معہٗ ہے (مدارک التنزیل)
اُولِی النَّعْمَۃِ موصوف وصفت مل کر صفت ہے المکذبین کی۔ مال دار،

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

آپ مجھے اور (ان) جھٹلانے والے مالداروں کو (اپنی حالت پر) چھوڑ دیجئے۔

وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ؛ اس کا عطف ذَرْنِي پر ہے۔ واؤ عاطفہ، مَهِّلْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَمْهِيلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی مہلت دینا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع المکذبین ہے قَلِيلًا ای زمانا قلیلاً تھوڑی سی مدت کے لئے۔ تھوڑی سی مہلت۔

ترجمہ ہوگا۔

اور آپ ان کو تھوڑی سی مہلت دیں۔ یعنی آپ تھوڑا سا انتظار کریں ان کو سزا ملنے ہی والی ہے۔

يَقُولُونَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب اور وَاهْجُرْهُمْ میں ضمیر هُمْ مفعول جمع مذکر غائب اور المکذبین اولی النعمۃ سے مراد کفار مکہ اور سردارانِ قریش ہیں۔

مقاتل بن حبان نے کہا ہے کہ آیت وَذَرْنِي ...... الخ کا نزول مقتولین بدر کے بارے میں ہوا۔ کچھ ہی مدت گذری تھی کہ وہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ یا اس سے مراد دنیاوی زندگی کی مہلت ہے۔

۷۳: ۱۲ = إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ای ان لدینا للکفرین فی الاخرۃ انکالا وجحیما۔ تحقیق آخرت میں ہمارے پاس کافروں کے لئے بیڑیاں اور بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔

إِنَّ حرف تحقیق ہے لَدَيْنَا مرکب ہے لَدٰى (اسم ظرف، پاس، نزدیک، مضاف اور نَا ضمیر جمع متکلم مضاف الیہ سے۔ ہمارے پاس۔

أَنكَالًا۔ نِكْلٌ کی جمع ہے جس کے معنی سخت قید اور آہنی لگام کے ہیں۔ بیڑیاں۔

جحیما جحمٌ سے (باب سمع) بروزن فعیل بمعنی فاعل، دہکتی ہوئی آگ۔ أَنكَالًا اور جحیما منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔

۷۳: ۱۳ = وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ذَا بمعنی صاحب بحالت نصب مضاف، غُصَّةٍ مضاف الیہ۔ دونوں مل صفت طعاما کی۔

غُصَّةٍ کسی چیز کا حلق میں پھنسنا۔ وہ ہڈی جو حلق میں پھنس جاتے یہاں مراد درخت زقوم یا ضریع یا غسلین جو دوزخیوں کی خوراک ہوگی۔

اور (ہمارے پاس ان کے لئے) ایسی خوراک ہے جو حلق میں پھنس جانے والی ہے نہ نیچے اترے نہ باہر نکل سکے۔ ای ذا غصۃ یاخذ بالحلق لا ھو نازل ولا ھو خارج۔

وعذابًا الیمًا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف جحیمًا پر ہے یا طعامًا پر ہے اور ہمارے پاس ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ان لدینا ..... الیمًا۔ حکم سابق کی علت ہے یعنی ان جھٹلانے والے دولت مندوں سے نپٹنے کا کام تم ہم پر چھوڑ دو کیونکہ ان کے لئے ہمارے پاس بھاری بیڑیاں، بھڑکتی ہوئی آگ حلق میں پھنسنے والا کھانا۔ اور دردناک عذاب الیم ہے۔

حکم سابق کی علت (مظہری) تعلیل للامر (بیضاوی)

۷۳ : ۱۴ = یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ، یَوْمَ ظرف زمان ہے جس میں کسی فعل کا وقوع ہوتا ہے اس سے پہلے لَدَیْنَآ اَنْکَالًا وَّجَحِیْمًا میں فعل کا معنی موجود ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے۔

یَوْمَ منصوبٌ بما فی لدینا من معنی الفعل (مکذبین کے لئے یہ بیڑیاں، یہ بھڑکتی ہوئی آگ یہ حلق میں پھنس جانے والی خوراک اور یہ دردناک عذاب، ہم نے اس دن کے لئے رکھا ہوا ہے (یَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ الخ) جس دن زمین اور پہاڑ لرز جائیں گے الخ

تَرْجُفُ مضارع واحد مؤنث غائب رَجْفٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ لرزے گی۔ وہ کانپنے لگے گی۔ وہ کانپے گی۔

وَکَانَتِ الْجِبَالُ کَثِیْبًا مَّهِیْلًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور پہاڑ ریت کے بہتے ٹیلے ہو جائیں گے۔

کَانَتْ ماضی واحد مؤنث غائب۔ کَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے افعال ناقصہ سے ہے اَلْجِبَالُ اس کا اسم کثیبًا مَهِیلًا اس کی خبر۔ کثیبًا الرمل المجتمع ریت کا ٹیلہ۔ (موصوف) مھیلًا۔ رَمْلًا سَائِلًا متناثرًا۔ ایسی ریت کا ڈھیر جو کہ ہوا کے جھونکوں سے یا کوئی ٹھوکر لگنے سے پانی کی طرح بہنے لگتا ہے (صفت کثیبًا کی)

مَهِیْلًا اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ ھَیْلٌ باب ضرب مصدر سے ریگِ رواں ریگِ سیال اصل میں مَهْیُوْلٌ تھا۔ واؤ کو حذف کر کے ی کو ساکن کیا (تفسیر حقانی)

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا۔ کُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر، یہ خطاب مکہ کے المکذبین اُولِی النعمۃ سے ہے۔

شَاهِدًا عَلَيْكُمْ۔ ای یشہد یوم القیامۃ بما صدر منکم من الکفر والعصیان (روح المعانی) جو کفر و نافرمانی تم سے صادر ہوتی ہے قیامت کے روز وہ اس کی گواہی دے گا۔

شَاهِدًا۔ گواہ، حاضر ہونے والا۔ شہادت دینے والا۔ بتانے والا۔ شہادۃ وشہود (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ہے کیونکہ آپ قیامت میں امت کے گواہ اور دنیا میں تعلیم ربانی کے بتانے والے ہیں۔

شَاهِدًا صفت ہے رَسُوْلًا کی۔

كَمَا۔ کَ تشبیہ اور ما موصولہ سے مرکب ہے۔ کہ جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا

اَرْسَلْنَا یہ مصدر محذوف کی صفت ہے یعنی تمہاری طرف رسول کو بھیجنا ایسا ہی ہے جیسا فرعون کے پاس رسول کو بھیجا تھا۔

۷۳ : ۱۶ = فَعَصٰى۔ فَ تعقیب کا ہے عَصٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عصیان باب ضرب مصدر۔ اس نے نافرمانی کی۔ اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی۔

الرَّسُوْلَ۔ پیغمبر، رسول۔ یہاں مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا۔ فَ سببیہ ہے اَخَذْنَا ماضی جمع متکلم اَخْذٌ (باب نصر) مصدر ہم نے پکڑا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع فرعون ہے۔

اَخْذًا مفعول مطلق (پکڑ، موصوف) وَبِيْلًا۔ وَبُلَ يَوْبُلُ وَبْلٌ و وَبُوْلٌ (باب کرم) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ سخت، ناخوشگوار یہ صفت ہے اَخْذٌ کی۔ ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑا۔

۷۳ : ۱۷ = فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ۔ فَ بمعنی پس، پھر۔ كَيْفَ حرف استفہام ہے بمعنی کیسے۔ کس طرح۔ کیونکر۔

تَتَّقُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر بمعنی ڈرنا، پرہیز کرنا بچنا۔ پھر تم کیسے بچ سکو گے (خطاب کفار مکہ سے ہے)

اِنْ كَفَرْتُمْ۔ اِنْ شرطیہ كَفَرْتُمْ ماضی کا صیغہ جمع مذکر حاضر كُفْرٌ باب نصر مصدر۔ بمعنی انکار کرنا۔

یَوْمًا۔ ای عَذَابَ یَوْمٍ۔ اس صورت میں یَوْمًا کا تعلق تتقون سے ہے یَوْمًا مضاف الیہ ہے اور لفظ عذاب مضاف۔ مضاف کو حذف کرکے کے بعد مضاف الیہ کو اس کی جگہ کردیا اور اسی کا اعراب دیدیا۔ (مظہری)

ترجمہ ہوگا:۔

(اے کفار مکہ جب فرعون کو حضرت موسیٰ کی نافرمانی کی پاداش میں غرق کر دیا گیا اور وہ واصل بہ جہنم ہوگیا) تو پھر تم اس روز کے عذاب سے کیسے بچ سکتے ہو۔

یَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِیْبًا: یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے اور یجعل کا فاعل بھی یَوْمًا ہی ہے۔

فائدہ: یَجْعَلُ کی نسبت یَوْمًا کی طرف مجازی ہے۔ حقیقت میں اس روز بچوں کو بوڑھا بنانے والا تو خدا تعالیٰ ہی ہے لیکن روز قیامت کو بچوں کو بوڑھا بنانے والا قرار دینا بطور مبالغہ ہے۔

اصل کلام یوں ہے:۔

یومًا یجعل اللہ فیہ الولدان شیبًا۔ جس روز کہ اللہ بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔ (تفسیر مظہری)

اَلْوِلْدَانَ: وَلَدٌ کی جمع۔ بچے بچیاں، لڑکے، لڑکیاں۔

شِیْبًا۔ بوڑھے۔ (بوجہ مفعول منصوب ہے) اَشْیَبُ کی جمع ہے جیسے اَبْیَضُ کی جمع بِیْضٌ ہے۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفت ہے۔

۷۳:۱۸ — السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ۔ منفطر۔ اسم فاعل واحد مذکر۔ انفطارٌ (انفعال) مصدر۔ پھٹ جانے والا۔ یعنی پھٹ جائے گا۔ (اسم فاعل بمعنی مستقبل)

فَطْرٌ مصدر۔ (مجرد ثلاثی) بمعنی ہست سے نیست کرنا۔ عدم سے وجود میں لانا۔ پیدا کرنا۔ لغوی لحاظ سے فَطْرٌ کے مفہوم میں پھاڑنے کے معنی ضرور ہونا چاہئیں۔ کیونکہ لغت میں فَطْرٌ کے معنی ہیں پھاڑنا۔ عدم کے پردے کو پھاڑ کر وجود میں لانا یعنی پیدا کرنا۔ اسی مناسبت سے اس کا مفہوم قرار پایا۔

بِهٖ میں ب سببیہ ہے اور ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب یَوْمًا کے لئے ہے یعنی آسمان اس روز (اس کی شدت سے) پھٹ جائے گا۔

یا ب بمعنی فِیْ ہے: اس روز میں آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی

صفت ثانیہ ہے۔

وَكَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًاہ كَانَ افعال ناقصہ میں سے ہے وَعْدُهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم کَانَ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔

وَعْدُهٗ اس کا وعدہ یعنی وعدۂ عذاب

مَفْعُوْلًا۔ خبر ہے کَانَ کی۔ کیا ہوا۔ ہو گیا ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ :۔

خدا کا وعدۂ عذاب پورا ہو کر رہیگا۔ یہ جملہ یَوْمًا کی صفتِ ثالثہ ہے۔ ان دونوں جملوں کا عطف اول جملہ پر بغیر حرفِ عطف کے ہوگا، جیسے خلق الانسان ہ علمہ البیان۔(۵۵: ۳۔۴) کا عطف علم القرآن پر بغیر حرف عطف کے ہے۔

۷۳: ۱۹ — اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل هٰذِهٖ اس کا اسم۔ تَذْكِرَةٌ اس کی خبر۔ هٰذِهٖ۔ ای آیات القرآن۔ الآیات الناطقۃ بالوعید (مدارک التنزیل) عذاب کے متعلق آیات۔ آیات الموعدۃ۔ (بیضاوی) وعدۂ عذاب کے متعلق آیات۔

تَذْكِرَةٌ۔ نصیحت، یاددہانی۔ بروزن تفعلۃ باب تفعیل کا مصدر ہے

بے شک یہ قرآنی آیات، یا یہ قرآن ایک نصیحت ہے۔

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ پھر جو چاہے اپنے رب کی طرف آنے کا راستہ اختیار کرے۔ سَبِيْلًا بوجہ مفعول منصوب ہے۔

۷۳: ۲۰ — اِنَّ واَنَّ۔ تحقیق۔ بے شک، یقیناً، یہ دونوں حرف تحقیق ہیں اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں۔ خبر کی تاکید وتحقیق مزید کے لئے آتے ہیں۔ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتے ہیں۔

تَقُوْمُ۔ مضارع واحد مذکر حاضر، قِیَامٌ (باب نصر) تو کھڑا ہوتا ہے۔ تو اٹھتا ہے (نماز کے لئے)

اَدْنٰى۔ دُنُوٌّ۔ (باب نصر) سے افعل التفضیل کا صیغہ واحد مذکر ہے بمعنی زیادہ قریب زیادہ نزدیک۔ زیادہ کم۔

یہ جب اَكْبَرُ کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کے معنی اَصْغَرَ یعنی دوسرے کی بہ نسبت چھوٹے اور کم کے آتے ہیں جیسے وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ (۵۸: ۷) اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔ اور جب خیر کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی

اَرْذَل کے یعنی بہت گھٹیا کے ہوتے ہیں۔ جیسے اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ ھُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ ھُوَ خَیْرٌ (۲:۶۱) بھلا عمدہ چیزیں چھوڑ کر ان کے عوض ناقص چیزیں کیوں لیتے ہو۔

اور جب اَقْصٰی کے مقابلہ میں آتا ہے تو اس کے معنی زیادہ قریب اور زیادہ نزدیک کا ہوتا ہے جیسے ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ یُّعْرَفْنَ (۳۳ : ۵۹) یہ زیادہ قریب ہے کہ وہ جلد پہچانی جایا کریں۔ اَدْنٰی واحد مذکر اَدَانٍ جمع۔ دُنْیَا واحد مؤنث دُنًی جمع مؤنث۔

مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ مِنْ حرف جار ثُلُثَیْ (دو تہائی) ثُلُثٌ کا تثنیہ بحالتِ جر۔ نون تثنیہ اضافت کے سبب سے حذف ہو گیا۔ ثُلُثَیْ مضاف الَّیْلِ مضاف الیہ۔ رات کا دو تہائی۔

اَنَّكَ تَقُوْمُ ...... الجملہ مفعول ہے فعل یَعْلَمُ کا۔

وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ ہر دو کا عطف اَدْنٰی پر ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الیل کے لئے ہے۔ رات کا نصف، رات کا ایک تہائی۔

وَ طَآئِفَةٌ۔ اس کا عطف تقوم کے ضمیر فاعل پر ہے۔ مِنْ تبعیضیہ ہے اَلَّذِیْنَ مَعَكَ موصول وصلہ۔

ترجمہ ہو گا:۔

بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ آپ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان میں سے ایک گروہ (کبھی) دو تہائی رات کے قریب۔ اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) ایک تہائی رات (نماز تہجد میں) کھڑے ہوتے ہیں۔

طَآئِفَةٌ۔ گروہ۔ جماعت۔ بعض لوگ، کچھ لوگ، ایک اور ایک سے زائد سب طائفۃ کہلاتا ہے۔ طَوْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

وَاللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ۔ جملہ معطوف ہے اس کا عطف رَبَّكَ پر ہے۔ یُقَدِّرُ۔ مضارع واحد مذکر غائب۔ تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ اندازہ رکھتا ہے۔ بجائے ضمیر کے اسم ظاہر (لفظ اللہ) کو ذکر کیا۔ یعنی اللہ ہی مقدار شب و روز سے واقف ہے تم ان کی واقعی مقدار سے ناواقف ہو۔ اس وقت گھڑی یا کوئی دوسرا آلہ وقت شناسی کا نہ تھا

اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ۔ اَنْ مصدریہ۔ لَنْ تُحْصُوْا مضارع نفی تاکید بہ لن صیغہ جمع مذکر اِحْصَآءٌ (افعال) مصدر سے احاطہ کرنا۔ شمار کرنا۔ یہاں احصاء کے معنی اوقات کا شمار گھڑیوں کا گننا۔ اور ضبطِ اوقات مراد ہے۔

ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب ہے جس کا مرجع تقدیر لیل و نہار ہے۔ یا اس میں اَنْ

مخففہ ہے اَنَّ ثقیلہ سے۔ کہ ضمیر شان محذوف ہے۔
کلام یوں ہے:۔
علم انہ لا یصح منکم ضبط الاوقات (کشاف)
ترجمہ:۔ اس کو علم ہے کہ تم صحیح طور پر رات دن کے اوقات کا اندازہ نہ کر سکو گے۔
وقیل: کان الرجل یصلی اللیل کلہ مخافۃ ان لا یصیب ما امر اللہ بہ من القیام (الخازن)
یعنی بعض لوگ ساری ساری رات نماز میں کھڑے رہتے اس خوف سے کہ شاید ابھی وہ وقت پورا نہیں ہوا جو منشار الٰہی ہے۔
فَتَابَ عَلَيْكُمْ: میں فَ سببیہ ہے تَابَ ماضی واحد مذکر غائب. تَوْبٌ وتَوْبَةٌ (نصر) مصدر۔ بمعنی توبہ کرنا۔ پھر آنا۔ باز آنا۔ جب اس کا استعمال عَلٰی کے صلہ کے ساتھ آتے تو اس کا معنی توبہ قبول کرنا/معاف کرنا ہوتا ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
پس بدیں سبب اس نے مہربانی کی تم پر۔ (نصف وثلث شب کی قید اٹھادی)
فَاقْرَءُوا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ: فَ سببیہ ہے۔ پس بہ سبب نصف شب و ثلث شب کی قید اٹھ جانے کے اب جتنا آسانی سے ہو سکے قرآن (تہجد میں) پڑھ لیا کرو۔
اِقْرَءُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ قِرَاءَةٌ (نصر، فتح) مصدر سے تم پڑھو، تم پڑھ لیا کرو۔
مَا تَيَسَّرَ: مَا موصولہ۔ تَيَسَّرَ اس کا صلہ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَيَسُّرٌ (تفعل) مصدر۔ جس کے معنی آسان ہونا کے ہیں۔ جتنا آسان ہو۔
عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى۔
علامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:۔
عَلِمَ کا فاعل اللہ ہے اور اَنْ مخففہ ہے اور فاقرءوا کی تکرار تاکید کے لئے ہے/اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسرا فاقرءوا پہلے فاقرءوا کی تاکید نہیں ہے بلکہ جو نئی مصلحت مقتضی تخفیف تھی اس کے بیان کے لئے ہے۔ اسی لئے حکم کو اس پر متفرع کیا ہے۔ (جُدا فرمایا ہے (مظہری)
مِنْ تبعیضیہ ہے۔
ترجمہ:۔ اس نے جانا کہ تم میں سے بعض بیمار بھی ہوں گے:۔

وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ۔
اور(بعض) دوسرے لوگ زمین میں سفر کے لئے نکلیں گے۔
ضَرْبٌ فِی الْاَرْضِ۔ زمین پر چلنا۔ پھرنا۔ سفر کرنا۔ یعنی زمین پر مختلف مقامات و ممالک کا سفر کریں گے۔
یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ۔ جملہ یَضْرِبُوْنَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔ یَبْتَغُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب ابتغاء (افتعال) مصدر۔ بمعنی ڈھونڈھنا۔ تلاش کرنا۔ طلب کرنا۔ فَضْلِ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ۔ اللہ کا فضل، مراد تجارتی نفع، علم، ثواب، روزی، رزق اللہ کے فضل کی تلاش میں۔ اللہ کا فضل ڈھونڈتے ہوئے۔
وَاٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اور بعض دوسرے اللہ کی راہ میں لڑیں گے بھی یعنی جہاد کے لئے۔
یُقَاتِلُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ مقاتلۃ وقتال مصدر سے بمعنی لڑائی کرنا جنگ کرنا۔ قتال کرنا۔
فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْہُ۔ ای فاقرءوا ما تیسر من القراٰن۔ (اوپر ملاحظہ ہو) یعنی بیمار لوگ، طالب علم، طالب تجارت، حج کو جانیوالے۔ متلاشیان رزق، جہاد کو جانے والے قیام شب (دو ثلث رات، نصف شب، اس کا نصف، اس کا ثلث) کی سنت کو ادا نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا ایک مخصوص حصہ شب بیداری ختم کر دی گئی۔ اب جس قدر آسان ہو اتنا حصہ شب جاگ لیا کرو، اور جتنا قراٰن مجید آسانی سے اس وقت پڑھ سکتے ہو پڑھ لیا کرو۔
وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ اور (فرض) نماز ادا کیا کرو۔ اَقِیْمُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر اقامۃٌ (افعال) مصدر سے جس کا معنی ٹھیرانے اور قائم کرنے، درست رکھنے کے ہیں۔ یعنی نماز کو مداومت کے ساتھ پڑھا کرو۔ جملہ کا عطف فاقرءوا پر ہے۔
وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔ اس جملہ کا عطف بھی سابقہ جملہ کی طرح فَاقْرَءُوْا پر ہے اٰتُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ تم دو۔ تم دیا کرو۔ یعنی فرض زکوٰۃ ادا کیا کرو۔
وَ اَقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اس کا عطف بھی حسب بالا جملہ سابقہ فَاقْرَءُوْا پر ہے اور اللہ کو قرض حسنہ دیا کرو۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد ہے زکوٰۃ کے علاوہ

دوسرا صرف خیر ہے جیسا کہ رشتہ داروں سے سلوک، مہمان نوازی ۔

حضرت پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :۔

میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے اس سے عام اطاعتِ الٰہیہ مراد ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کو اچھے طریقہ پر ادا کرنا مراد ہو لفظ اَقْرِضُوا قَرْضًا حَسَنًا ۔ میں حَسَنًا اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور معاوضہ دینے کے وعدہ کی طرف طبائع کو مائل کرنا مقصود ہے ۔

اَقْرِضُوا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِقْرَاضٌ (افعال) مصدر سے تم قرض دو اللہ کو اللّٰہَ مفعول اَقْرِضُوا کا ۔ قَرْضًا مفعول ثانی حَسَنًا صفت ہے قَرْضًا کی ۔

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ ۔ جملہ مبتدا ہے ۔ **تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ** ۔ اس کی خبر ۔ مَا موصولہ ہے ۔ مِنْ خَيْرٍ میں مِنْ تبعیضیہ نہیں ہے بلکہ بیان جنس کے لئے ہے جو نیکی ۔ جونسی نیکی ۔

تُقَدِّمُوا مضارع جمع مذکر حاضر، تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر ۔ تم آگے بھیجو گے تم آگے بھیجو ۔ اصل میں تُقَدِّمُوْنَ تھا ۔ ن اعرابی عامل کے سبب سے ساقط ہو گیا ۔ لِاَنْفُسِكُمْ اپنی جانوں کے لئے ۔ اپنے لئے ۔

ترجمہ ہو گا ۔

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے (یعنی قیامت کے روز کے لئے)

تَجِدُوْهُ : مضارع جمع مذکر حاضر، نون اعرابی عامل کے سبب سے ساقط ہے ۔ تم پاؤ گے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع خَيْرٍ ہے یعنی تم اس نیکی کو اللہ کے ہاں پاؤ گے ۔

هُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا : اَعْظَمَ ۔ اَجْرًا دونوں تجدوا کے مفعول ثانی ہیں اس لئے منصوب ہیں ۔ هُوَ ضمیر فصل ہے ۔ اور اَجْرًا بوجہ تمیز کے منصوب ہے ۔

ترجمہ ہو گا :۔

اور جو نیکی تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے ہاں (جا کر) بہتر اور بڑے اجر کی چیز پاؤ گے ۔

اِسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ : امر جمع مذکر حاضر، اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر ۔ تم مغفرت مانگو اللہ سے ۔ تم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو ۔

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ : بے شک اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

فائدہ:۔ آخرت کے لئے نیکیاں کرنے کی تلقین کر کے بتایا کہ محض اپنی نیکیوں پر اعتماد اور بھروسہ کر کے نہ بیٹھ رہو۔ کیونکہ آدمی کی کوئی نیکی قصور سے خالی نہیں ہوتی۔ کتنی بڑی نیکی ہی سرزد ہو بارگاہ خداوندی کے شایانِ شان نہیں ہوسکتی جب تک اس کے ساتھ اپنی عاجزی، قصور اور حقارت کا اقرار شامل نہ ہو۔

لہذا نیکی کرتے ہوئے بھی اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے رہو۔ بے شک وہی قصوروں کو معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تھوڑے عمل کا بھی بہت بڑا ثواب دینے والا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ه

(۷۴) سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ (٥٦)

۷۴ : ۱ = یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ: یٰٓاَیُّهَا. اے. نیز ملاحظہ ہو ۷۳ : ۱۔
اَلْمُدَّثِّرُ: تَدَثُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر سے۔ اسم فاعل واحد مذکر کا صیغہ ہے۔ اصل میں مُتَدَثِّرٌ تھا۔ ت کو دال سے بدل کر دال کو دال میں ادغام کیا۔ اس کے معنی کپڑا اوڑھنے والے کے ہیں۔ دِثَارٌ اوپر پہننے کا کپڑا، چادر، کمبل۔ اَلْمُدَّثِّرُ کمبل اوڑھنے والا۔
یٰٓاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔ اے کمبل اوڑھنے والے۔ اے جس نے کمبل اوڑھ رکھا ہے۔
المدثر سے بالاتفاق جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں مگر آپ کو اس لقب سے کیوں ملقب کیا گیا۔ اس کے جواب میں مفسرین نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں۔
۱: دثار سے مراد ظاہری کمبل لینے والے اصحاب کا قول ہے۔
(۱) فرشتہ کو دیکھ کر دہشت ہوئی تھی۔ اور اس سے سردی محسوس ہوئی تھی جس لئے کپڑا اوڑھے ہوئے تھے۔ اس حالت میں تھے کہ یہ سورۃ نازل ہوئی اور اسی حالت میں محبت سے خطاب کیا گیا۔
(۲) کفار قریش نے جمع ہو کر لوگوں کو آپ سے بدگمان کرنے کے لئے لفظ ساحر تجویز کیا۔ اور پکار دیا۔ تو اس سے آپ کو رنج ہوا۔ اور طبع مبارک پر کسل طاری ہوا جس لئے کپڑا اوڑھے پڑے ہوئے تھے کہ اسی حالت میں مخاطب کرکے فرمایا۔
اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو
(۳) آپ کپڑا اوڑھے سو رہے تھے کہ اسی حالت میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں جتلایا جاتا ہے کہ کپڑا منہ سے اتار اور نیند سے ہوشیار ہو اور منصب نبوت پر قائم یعنی آمادہ ہو
۲ - ایک گروہ کا یہ کہنا ہے کہ ظاہری کپڑا اوڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ:۔

ا۔ یہ کہ اے نبوت و رسالت کی چادر اوڑھنے والے کھڑا ہو۔ جیسا کہ کہتے ہیں البسہ اللہ لباس التقوی و زینہ برداء العلم (اللہ نے اس کو تقوی کا لباس پہنایا اور علم کی چادر سے مزین کیا۔

۲۔ کپڑا اوڑھنے سے آدمی مخفی ہوجاتا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اے خلوت و گوشہ نشینی کی چادر اوڑھنے والے کب تک تو مخفی رہیگا کھڑا ہو اور لوگوں کو متنبہ کر۔ اس لئے کہ دنیا گناہوں میں ڈوبی ہوئی ہے۔

۳۔ یہ کہ اے خُلق عظیم و رحمت عالمین کی چادر اوڑھنے والے اس لباس کو پہن کر چپ کیوں بیٹھے ہو کھڑے ہوجاؤ اور لوگوں کو متنبہ کرو، دین حق کی منادی کرو۔

(از تفسیر حقانی)

۷۴: ۲ — قُمْ فَاَنْذِرْ۔ قُمْ۔ قِیَامٌ (باب نصر) مصدر سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر تو کھڑا ہوجا۔ تو اٹھ کھڑا ہو۔ اپنے بستر سے اُٹھ کھڑے ہوجاؤ۔ یا عزم اور حوصلہ کے ساتھ کھڑے ہوجاؤ۔

فَاَنْذِرْ۔ ف یہاں شرط کا فائدہ دیتا ہے۔ گویا کلام یوں ہے۔

حَذِّرْهُمْ من عذاب ربك ان لم یؤمنوا۔ (الخازن)

اگر وہ ایمان نہیں لائے تو ان کو اپنے رب کے عذاب سے ڈراؤ۔

اَنْذِرْ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ انذارٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی ڈرانا۔ ڈر سنانا۔

انذار متعدی بدو مفعول ہے ایک مُنْذَرٌ (اسم مفعول) دوسرا منذر بہ (مفعول بہ) یہاں ان دونوں میں سے کوئی بھی مذکور نہیں ہے۔ وھو متعد لمفعولین المنذَرُ باسم المفعول والمنذر بہ ولم یذکر ھنا واحد منھما۔ (اضواء البیان)

کلام یوں ہے:۔

فانذرھم بعذاب ربك یہاں ھم سے مراد کفار قریش سے ہے (الخازن، مدارک التنزیل)

یا یہ عامۃ الناس سب کے لئے ہے۔ صاحب اضواء البیان لکھتے ہیں:۔

وقد یکون للجمیع ای لعامۃ الناس کما فی قولہ تعالی:۔ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَا اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۱۰: ۲)

کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے انہی میں سے ایک مرد کو حکم بھیجا۔ کہ لوگوں کو ڈر سنا دو۔

۷۴: ۳ == وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ، تفسیر مظہری میں ہے :۔
اس جگہ اور اس کے بعد میں آنے والے جملوں میں (یعنی فَطَهِّرْ اور فَاهْجُرْ میں) فَ جزائیہ ہے۔
اصل کلام یوں تھا۔
کہ کچھ بھی ہو، کسی بھی حال میں ہو اپنے رب کی بڑائی کا اظہار کرو۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ رَبَّكَ فعل محذوف کا مفعول ہو اور فَكَبِّرْ اس کی تاکید ہو اور اس سے استمرار مقصود ہو (یعنی پیہم اللہ کی بڑائی کا اظہار کرو۔
كَبِّرْ۔ فعل امر واحد مذکر حاضر تکبیر (تفعیل) مصدر۔ بڑائی بیان کرنا۔
علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں :۔
تکبیر کا معنی ہے حدوث (کسی ایسی چیز کا وجود میں آنا جو پہلے نہ ہو) اور ہر زوال و نقصان کی علامات سے اللہ کو برتر قرار دینا۔ وجوب وجود اور الوہیت و عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ بنانا۔ کسی ممکن سے کسی طرح ذات اور اوصاف اور افعال میں اس کو مشابہ نہ ماننا۔ صرف اسی کے اندر اوصافِ کمال تسلیم کرنا۔ اور دوسروں کے اوصاف کو ناقص اوصاف جاننا۔" (تفسیر مظہری)
۷۴: ۴ == وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ۔ واؤ عاطفہ ثِيَابَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تیرے کپڑے ثِيَابٌ ثَوْبٌ کی جمع ہے ثَوْبٌ کے معنی کپڑے کے ہیں، یہ آیت جوامع الکلم میں سے ہے۔ ۱:۔ ثیاب سے مراد ظاہری کپڑے کے ہیں۔ اور اس سے مراد نفس بھی ہے : (راغب)
۲:۔ اس سے مراد دل بھی ہے :۔ جو روح کا قالب ہے (روح البیان)
۳:۔ اس سے مراد اخلاق بھی ہیں جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور اس سے مراد اعمال بھی ہیں جیسا کہ حدیث میں آیا ہے يُحْشَرُ الْمَرْءُ فی ثوبه الذین مات فیهما ای عمله الخبیث والطیب (روح البیان) انسان قیامت کے دن انہی کپڑوں میں اٹھیگا جن میں کہ وہ فوت ہوا۔ یعنی اپنے نیک و بد اعمال کے ساتھ ؛
۴:۔ اور اس سے مراد اہل و عیال بھی ہیں۔ والعرب تسمّی الاهل ثوبًا و لباسًا اور اہل عرب اپنے اہل و عیال کو ثوب اور لباس کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (۲: ۱۸۷) عورتیں تمہارا لباس ہیں

اور تم ان کا لباس ہو۔

اور ابن سیرین اور ابن زید نے کہا ہے کہ اس آیت میں کپڑوں کو ہی پاک رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

فَطَهِّرْ میں ف جزائیہ ہے ملاحظہ ہو ۷۴ : ۳ - متذکرہ بالا۔

طَهِّرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی پاک کرو۔

۷۴ : ۵ = وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ - واؤ عاطفہ - الرُّجْزَ - پلیدی، گناہ، عذاب، بُت لغوی لکھتے ہیں۔ رُجْز سے مراد اوثان یعنی بُت ہیں۔ بعض کا قول ہے رِجْسٌ (پلیدی) سے ہے بوجہ ہم مخرج ہونے کے سؔ اور زؔ کو ایک دوسرے کی جگہ لے آتے ہیں بعض کا قول ہے کہ رُجْز (ر کے پیش کے ساتھ) بمعنی بت۔ اور رؔ کی زیر کے ساتھ بمعنی نجاست و معصیت ہے۔

ف جزائیہ ہے (ملاحظہ ہو ۷۴ : ۳ مذکورہ بالا) اُهْجُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ هجر باب نصر مصدر بمعنی چھوڑ دینا۔ دور رہنا۔ اور بتوں سے (حسب سابق) دور رہیے

۷۴ : ۶ — وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرْ - واؤ عاطفہ، لا تمنن فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی احسان کرنا — تو احسان نہ رکھ۔ تو احسان نہ کر۔

تَسْتَكْثِرُ : مضارع معروف صیغہ واحد مذکر حاضر، اِسْتِكْثَارٌ (استفعال) مصدر تو زیادہ چاہتا ہے۔ زیادہ چاہتے ہوئے۔ ضمیر فاعل لا تمنن سے حال ہے۔ تو کسی پر احسان نہ کر درآنحالیکہ اس کے عوض زیادہ کی امید رکھے۔

۷۴ : ۷ — وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ اصل کلام تھا وَاصْبِرْ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ۔ حکم صبر کی تکرار تاکید کے لئے ہے۔ یا اقسام صبر کے گوناگوں ہونے کے زیر اثر۔ علماء کے اس بارے میں اقوال ہیں۔

(۱) اللہ کی خوشنودی اور ثواب کی طلب میں اس کی طاعت، حکم، ممانعت اور مصائب پر صبر کرو

(۲) تم کو جو دکھ دیا جائے اس پر صبر کرو - (مجاہد)

(۳) تم پر عرب و عجم کے مقابلہ کا جو بار عظیم پڑا ہے اس بار کو اٹھانے میں صبر کرو،

(۴) قضاء خداوندی پر اللہ کے لئے صابر رہو۔

۷۴ : ۸ — فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ - ناقور - صور، یہ لفظ نَقْرٌ سے بنا ہے

نَقْرٌ کا مطلب ہے آواز پیدا کرنا۔ اصل معنی ہے کسی چیز کو اتنا کھٹکھٹانا کہ آخر اس میں سوراخ ہوجائے۔ پرندے کی چونچ کو منقار اسی مناسبت سے کہتے ہیں :

فَاِذَا میں ف سببیہ ہے۔ گویا مطلب ہوا کہ کافروں کے دکھ پر صبر کرو ان کے سامنے ایک سخت ترین دن آرہا ہے جس میں تم کو صبر کا اچھا نتیجہ ملیگا۔

ترجمہ :۔ پھر جب کہ ناقور پھونکا جائے گا، اذا شرطیہ، جملہ شرطیہ ہے۔

۷۴ : ۹ = فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيْرٌ۔ ف جزائیہ ہے۔ ذٰلِكَ میں اشارہ وقتِ نقر (صور پھونکنے کے وقت) کی طرف اشارہ ہے۔ یہ مبتداء ہے اور یومئذ اس سے بدل ہے یَوْمٌ عَسِيْرٌ مبتداء کی خبر ہے۔ علی الکافرین متعلق بہ عَسِيْرٌ ہے۔

يَوْمٌ عَسِيْرٌ موصوف صفت ہے۔ عَسِيْرٌ عُسْرَةٌ سے (باب نصر وضرب) مصدر بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے سخت، تنگ، بھاری، مشکل۔

غَيْرُ يَسِيْرٍ: غَيْرُ حرف استثناء ہے اس کا مستثنیٰ ہمیشہ مجرور ہوتا ہے :

يَسِيْرٌ يُسْرٌ يُسْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے، بمعنی سہل، آسان، غیر یسیر تاکید ہے عَسِيْرٌ کی۔ یہ کافروں کے لئے وعید مزید ہے یہ کافروں کے لئے دنیا کی عسرت کی طرح نہیں ہوگی کہ اس کے بعد یُسر کی امید کی جائے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر جب صور پھونکا جائے گا۔ تو وہ دن (یعنی روز قیامت) کافروں پر بڑا مشکل ہوگا۔ دنیاوی مشکل کی طرح نہ ہوگا کہ اس مشکل کے بعد آسانی کی امید کی جا سکے۔

۷۴ : ۱۱ — ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا۔ ذَرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، وَذْرٌ (باب سمع فتح) مصدر سے۔ بمعنی چھوڑ دینا۔ ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم ہے تو مجھے چھوڑ دے۔

واؤ عاطفہ بمعنی مع ہے۔ مَنْ موصولہ ہے اور خَلَقْتُ صلہ ہے۔

مطلب یہ کہ۔ تو مجھے اور (بمعہ اس کے) جس کو میں نے پیدا کیا (اپنے اپنے حال پر) چھوڑ دے میں خود ہی اس سے نپٹ لوں گا۔

وَحِيْدًا۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں :۔

۱:۔ یہ ذَرْنِيْ کے مفعول سے حال ہے، مجھے اس کے لئے چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرف سے اس کے لئے کافی ہوں۔

۲:۔ یہ خَلَقْتُ کے فاعل سے حال ہے۔ میں نے تنہا خود بغیر کسی شریک کے پیدا کیا اس کو

۳ ۔ خَلَقْتُ کا مفعول محذوف ہے ای خلقتہٗ اور وَحِیْدًا اس مفعول کی ضمیر سے حال ہے۔ میں نے شرارت میں اس کو یکتا پیدا کیا۔

۴ ۔ وحید وہ شخص ہوتا ہے جس کا نسب کسی باپ سے نہ ملتا ہو۔ ولید بھی حرامی تھا۔ بغوی نے بیان کیا ہے کہ:۔

ولید کا خطاب قوم میں وحید تھا۔ اللہ نے بھی بطور استہزاء اور استخفاف کے اس کو وحید فرمایا۔

۷۴: ۱۲ ==== وَجَعَلْتُ لَہٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا۔ موصوف و صفت مل کر مفعول ثانی جعلت کا۔ مَمْدُوْدًا۔ اسم مفعول واحد مذکر منصوب، مَدٌّ (باب نصر) مصدر سے بڑھایا گیا۔ بڑھنے والا مال۔ جیسے کھیتی باڑی، تجارت، مویشی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور اس کو بڑھنے والا مال مہیا کیا۔

۷۴: ۱۳ ــــ وَبَنِیْنَ شُھُوْدًا۔ اس جملہ کا عطف سابقہ جملہ پر ہے۔ بَنِیْنَ شُھُوْدًا موصوف و صفت مل کر جعلت لہ کا مفعول ہے۔

بَنِیْنَ اِبْنٌ کی جمع ہے بحالتِ نصب، بیٹے۔ شُھُوْدًا جمع ہے شَاھِدٌ کی جیسے سجود جمع ہے سَاجِدٌ کی۔ حاضرین، موجودین۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے۔

۷۴: ۱۴ ==== وَمَھَّدْتُّ لَہٗ تَمْھِیْدًا۔ مفعول مطلق مصدر۔

مطلب یہ کہ:۔ میں اس کے لئے ریاست، جاہ و حشمت کا سامان فراہم کیا کہ کا کوئی رئیس اس کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا یہاں تک کہ اس کے ہم قوم اُسے "ریحانہ قریش" "قریش کا گلِ خنداں" کہا کرتے، یہ آپ کو وحید بن وحید یگانہ خلف یگانہ کے متکبرانہ الفاظ سے ملقب کیا کرتا۔

۷۴: ۱۵ ــــ ثُمَّ یَطْمَعُ اَنْ اَزِیْدَ۔ ثُمَّ تراخی فی المرتبۃ کے لئے ہے یعنی اس کو اس قدر دیا ہے پھر بھی وہ اس پر مزید کا طمع رکھتا ہے۔

یَطْمَعُ۔ مضارع واحد مذکر غائب طَمَعٌ باب سمع مصدر سے۔ وہ لالچ کرتا ہے۔ وہ امید رکھتا ہے۔

اَنْ اَزِيْدَ : اَنْ مصدریہ ہے۔ اَزِيْدَ مضارع واحد متکلم۔ زیادۃ باب ضرب مصدر سے۔ بمعنی زیادہ کرنا۔ کہ میں اس کو اور بھی زیادہ دوں۔ اَزِيْدَ منصوب بوجہ عمل اَنْ۔

۷۴ : ۱۶ = كَلَّا : ہرگز نہیں۔ حرف ردع میں سے ہے۔ (ردع بمعنی روکنا باز رکھنا۔)

اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا۔ یہ حرف ردع كَلَّا کی علت ہے۔ کیونکہ وہ ہماری آیات کا مخالف ہے اس لئے ہم اس کو مزید نہیں دیں گے۔ (ناشکری اور آیاتِ الٰہیہ کی مخالفت سے نعمت کا زوال ہوتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے۔

عَنِيْدًا۔ عناد رکھنے والا۔ راستے سے ادھر ادھر ہٹ جانے والا۔ عُنُوْدٌ (باب ضرب کرم) بروزن فعیل بمعنی فاعل۔ صفت مشبہ کا صیغہ ہے منصوب بوجہ خبر كَانَ ہے ضدی۔ سرکش، جانتے بوجھتے حق کی مخالفت کرنے والا۔

فَائِدَہ : آیات نمبر ۱۱ تا ۲۶ ولید بن مغیرہ المخزومی کے بارے میں نازل ہوئی تھیں خداوند تعالیٰ نے اس کو دنیاوی نعمتیں وافر عطا کر رکھی تھیں۔ جسمانی ومالی عنایات کے لحاظ سے مکہ میں اس کا کوئی ہمسر نہ تھا۔ مال و دولت جاہ و حشمت، آل و اولاد، غرضیکہ ہر قسم کی نعمتیں اسے میسر تھیں۔ تمام اہل مکہ اس کی عزت کیا کرتے تھے۔ اور اس کی ہر بات کو وقعت دی جاتی تھی۔ دل سے اگرچہ وہ جانتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس کلام کی تبلیغ کر رہے ہیں وہ حق ہے اور منجانب اللہ ہے۔ لیکن اپنی ناک کو اونچا دکھانے کے لئے جانتے ہوئے بھی وہ آیاتِ الٰہیہ کا مخالف تھا۔ اور دوسروں کو بھی کلام الٰہی کی مخالفت کی تلقین کیا کرتا تھا۔ اور اپنے صلاح ومشورہ سے اشاعتِ اسلام میں روڑے اٹکانے کی ترکیبیں بتایا کرتا تھا۔

چنانچہ ایک مجلس میں جو اس امر کے لئے منعقد کی گئی تھی کہ جو لوگ مکہ سے باہر کے زیارتِ کعبہ کے لئے آتے ہیں وہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت دریافت کریں۔ تو ان کو کیا جواب دینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ جوابات میں اختلاف پایا جائے

ولید بن مغیرہ جو ان کا پنچ بنا کر بیٹھا تھا کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم لوگوں نے کسی مجنون کی، کسی کاہن کی، کسی شاعر کی، کسی دروغ گو کی کوئی علامت پائی؟ سب نے کہا کہ نہیں! تو آخر وہ کیا ہے؟ ولید نے کہا۔ پھر دل ہی دل میں کچھ غور کیا۔ پھر نظر اٹھائی اور منہ بگاڑ کر

کہا کہ بس وہ جادو گر ہے اور کچھ نہیں! تم نے دیکھ لیا کہ وہ اپنے کلام سے میاں بیوی۔ باپ، اولاد اور بھائیوں میں جدائی ڈال دیتا ہے۔

کہتے ہیں کہ آیات ۱۵، ۱۶ کے مطابق اس دن سے ولید کا کاروبار، ماند پڑ گیا۔ زراعت و تجارت کی ترقی رک گئی اور خسارے کا چکر چلنے لگا۔

۷۴: ۱۷ — سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا۔ سَ مضارع پر داخل ہو کر اس کے معنی مستقبل قریب کے کر دیتا ہے۔ اُرْهِقُ مضارع واحد متکلم اِرْهَاقٌ (افعال) مصدر بمعنی کسی ناگوار کام کرنے پر انسان کو مجبور کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع ولید بن مغیرہ ہے۔

صَعُوْدًا بڑی چڑھائی، سخت گھاٹی۔ دوزخ میں ایک پہاڑ کا نام۔ منصوب بوجہ اُرْهِقُ کے مفعول ثانی کے۔

اصل میں صَعُوْدٌ اس گھاٹی کو کہتے ہیں کہ جس کی چڑھائی سخت ہو، جو سختیاں اور دشواریاں پیش آتی ہیں ان کے لئے یہ لفظ بطور مثال مستعمل ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آیت سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا کی تشریح میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

وہ دوزخ میں آگ کا ایک پہاڑ ہے ولید کو اس پر چڑھنے کا حکم ہوگا۔ جب وہ اپنا ہاتھ اس پر رکھیگا تو ہاتھ پگھل جائے گا۔ جب اٹھائے گا تو دوبارہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے گا اور جب اس پر اپنا قدم رکھیگا تو قدم بھی پگھل جائے گا پھر جب وہ قدم اٹھائے گا تو پھر وہ اپنی اصلی حالت پر ہو جائے گا۔ (بغوی)

ترجمہ ہو گا:۔

ہم عنقریب اسے صعود پر چڑھائیں گے (ترجمہ فتح محمد جالندھری)

میں ابھی اُسے جھنڈے پر چڑھاتا ہوں (حقانی)

میں اسے مجبور کر دوں گا کہ وہ کٹھن چڑھائی چڑھے۔ (ضیاء القرآن)

۷۴: ۱۸ — اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ۔ فَكَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَفْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر اس نے سوچا۔ اس نے غور کیا۔ اس نے تامل کیا۔

وَقَدَّرَ: واؤ عاطفہ، قَدَّرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے اندازہ کیا۔ اس نے بات طے کر لی۔ (کہ قرآن کے متعلق کیا کہے) یہ جملہ ولید کے عناد کا بیان اور اس کے استحقاقِ عذاب کی علت ہے۔

۷۴: ۱۹ ۔۔۔ فَقُتِلَ ۔ قُتِلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب قَتْلٌ (باب نصر) مصدر ۔ بمعنی مار ڈالنا ۔ قُتِلَ وہ مار ڈالا گیا ۔ یعنی وہ مارا جائے یہ بددعائیہ جملہ ہے ۔ لیکن اللہ کے کلام میں بددعا کے معنی حقیقی نہیں ۔ بددعا سے مراد کلام الٰہی میں ایجاد قتل ہوتا ہے یعنی اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کردیا ۔ یا رحمتِ خدا سے ان کو دور کردیا گیا ۔

قرآن مجید میں قُتِلَ لبطور بددعائیہ کلمہ کے دوجگہ آیا ہے ۔ ایک آیت ہذا میں ۔ دوسرا آیت قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ۔ (۸۵: ۴) میں ۔ مارے جائیں کھائیاں کھودنے والے ۔

کَیْفَ قَدَّرَ ۔ کیف کا استفہام انکاری اور زجری ہے اس کے اندازہ لگانے پر استہزاء اور تعجب ہے (یعنی اللہ سوال نہیں کررہا ہے اس کو سب کچھ معلوم ہے سوال استفہامی وہ کرتا ہے جس کو وہ شئ معلوم نہ ہو ۔

۷۴: ۲۰ ۔۔۔ ثُمَّ قُتِلَ کَیْفَ قَدَّرَ ۔ یہ جملہ تاکیدی ہے اور لفظ ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کو ظاہر کرتا ہے ۔ (اس پر) مزید اللہ کی مار ہو کیسا (بُرا) اندازہ لگایا اس نے

۷۴: ۲۱ ۔۔۔ ثُمَّ نَظَرَ ۔ ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے (درمیانی مہلت وقت کی ہے رتبہ کی نہیں) ثُمَّ نَظَرَ کا عطف فَکَّرَ اور قَدَّرَ پر ہے یعنی سوچا اور غور کیا قرآن کے بارہ میں ۔

ثُمَّ نَظَرَ ای فی امر القراٰن مرّۃ بعد اخریٰ (بیضاوی) یعنی قرآن کے متعلق دوبارہ غور کیا ۔

۷۴: ۲۲ ۔۔۔ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ : ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے بمعنی پھر ، عَبَسَ ماضی واحد مذکر غائب عَبَسٌ وعُبُوْسٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ترش رو ہونے اور تیوری چڑھانے کے ہیں ۔ پھر اس نے تیوری چڑھائی

وَبَسَرَ ۔ واؤ عاطفہ ، بَسَرَ ماضی واحد مذکر غائب بُسُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی منہ بنانا اور ترش رو ہونے کے ہیں ۔ اور اس نے منہ بنایا ۔ بَسَرَ عَبَسَ کی تاکید میں آیا ہے

۷۴: ۲۳ ۔۔۔ ثُمَّ اَدْبَرَ ۔ ثُمَّ مطابق آیت بالا متذکرہ الصدر ۔ اَدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِدْبَارٌ (افعال) مصدر سے پھر اس نے پیٹھ موڑ

وَاسْتَکْبَرَ ۔ استکبر ماضی واحد مذکر غائب اِسْتِکْبَارٌ (استفعال) مصدر سے اس نے غرور کیا ۔ اس نے گھمنڈ کیا ۔

۷۴ : ۲۴ = فَقَالَ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ۔ اور کہنے لگا یہ نہیں ہے مگر جادو جو سینہ بسینہ (پہلے سے) چلا آرہا ہے۔
ف تعقیب بلا مہلت ہے۔ (من غیر مہلۃ) یعنی اس نے سرداری اور مال کے غرور میں آکر بلا توقف کہہ دیا۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ
الفاء للدلالۃ علیٰ انہ لما خطرت ھذہ الکلمۃ ببالہ تفوہ بھا من غیر تلبث و تفکر (بیضاوی) ف اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ جب یہ کلمہ اس کے ذہن میں آیا تو اس نے بلا توقف اور تفکر اسے بول دیا۔ اِنْ نافیہ ہے۔ ھٰذَا سے مراد کلام الٰہی ہے (القرآن) ہے۔
یؤثر: مضارع مجہول واحد مذکر غائب، اَثْرٌ (باب نصر) مصدر (وہ نقل کیا جاتا ہے) وہ منقول ہے۔ یعنی روایۃً ایک دوسرے سے چلا آرہا ہے۔
۷۴ : ۲۵ = اِنْ ھٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ۔ اِنْ نافیہ۔ ھُوَ (ای القراٰن) قَوْلُ الْبَشَرِ مضاف مضاف الیہ۔ بشر کا کلام، انسان کا کلام۔
یہ جملہ اول کی تاکید میں ہے اسی وجہ سے اس کو اس پر عطف نہیں کیا گیا۔

فَائِدَہ :- ولید بن مغیرہ کی ان حرکات و سکنات کو صاحب ضیاء القرآن یوں تحریر فرماتے ہیں آخری اعلان سے پہلے ایک مرتبہ پھر رعونت سے مجمع پر نظر ڈالتا ہے۔ پھر اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں پھر وہ منہ بسورتا ہے، چہرے کو کرخت بناتا ہے پھر غرور تکبر سے منہ پھیر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ، کہ یہ جادو ہے اور اس کتاب کا لانے والا جادوگر ہے پھر لوگوں کو مطمئن کرنے کے لئے کہتا ہے۔ کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے اس کا رواج قدیم زمانے سے چلا آتا ہے ہر زمانے کے جادوگر اپنے شاگردوں کو اس کی تعلیم دیتے آئے ہیں :
۷۴ : ۲۶ — سَاُصْلِیْہِ سَقَرَ: سَ مضارع پر داخل ہو کر مستقبل قریب کے معنی پیدا کرتا ہے۔
اُصْلِیْہِ۔ اُصْلِیْ مضارع واحد متکلم۔ اِصْلَآءٌ (افعال) مصدر بمعنی آگ میں ڈالنا۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب سَقَرَ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام ہے بوجہ معرفہ و تانیث غیر منصرف ہے لہٰذا منصوب ہے۔ میں اس کو عنقریب ہی جہنم کی آگ میں ڈالوں گا۔
۷۴ : ۲۷ = وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ۔ واؤ عاطفہ مَا استفہامیہ اَدْرٰىكَ اَدْرٰی

ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر دری مادہ (مجرد باب ضرب سے آتا ہے)
کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ، تم کو کون بتائے یا تم کو کیا معلوم کہ سقر کیا ہے۔ جملہ استفہامیہ سقر کی عظمت کو بیان کررہا ہے۔

۷۴ : ۲۸ = لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ۔ لَا تُبْقِيْ فعل نہی واحد مؤنث غائب اِبْقَاءٌ (افعال) مصدر ، وہ باقی نہیں چھوڑتی۔

لَا تَذَرُ۔ واحد مؤنث غائب فعل نہی مضارع وَذْرٌ سے (اس فعل کی ماضی مستعمل نہیں ہوتی) اور نہ وہ چھوڑتی ہے نہ وہ چھوڑے گی۔ مطلب یہ کہ جو چیز اس میں ڈالی جائے گی اس کو باقی نہیں چھوڑتی (سقر) ہلاک کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔

۷۴ : ۲۹ = لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ۔ (ھِیَ مبتدا محذوف) لَوَّاحَةٌ خبر۔ للبشر متعلق خبر۔
لواحۃ صیغہ مبالغہ ہے لَوْحٌ مادہ۔ پیاس کی شدت ، تختہ ، ظہور ، تَلْوِیْحٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی رنگ کا بگاڑ دینا۔ گرمی سے سوختہ کر دینا۔ جھلسا دینا۔ بَشَرٌ جمع بَشَرَۃٍ کی۔ کھال کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔

انسان کو بشر اسی لئے کہتے ہیں کہ اور حیوانوں میں تو کسی کی کھال اون سے ڈھکی ہوئی ہوتی ہے اور کسی کی بالوں سے مگر انسان کی کھال سب حیوانات کے خلاف کھلی ہوئی ہوتی ہے۔ لفظ بشر کا استعمال واحد ، جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر ہوتا ہے : ہاں تثنیہ میں بَشَرَیْنِ آیا ہے۔ جیسے فَقَالُوْا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا (۲۳ : ۴۷) کہنے لگے کہ کیا ہم ان اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں۔

قرآن مجید میں انسان کے ظاہری جسم اور جثہ کو "بشر" کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے

۱۔ لواحۃ کا معنی ظاہر لے کر اور بشر کا معنی آدمی لے کر حسن بصری اور ابن کیسان نے آیت کا ترجمہ کیا ہے ، دوزخ آدمی کے سامنے نمایاں ہوگی یا ظاہر ہوگی۔ اسی طرح کا معنی آیت ، وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ (۲۶ : ۹۱) اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی " میں آیا ہے۔

۲۔ لیکن لواحۃ کا معنی رنگ بگاڑ دینے والی ، گرمی کی وجہ سے جھلسا دینے والی اور بشر کا معنی کھال کی بیرونی سطح لے کر جمہور نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔

(وہ دوزخ یعنی سقر) آدمی کی کھال کو جھلسا دینے والی ہوگی ، (کلام کے سیاق و سباق میں یہی معنی بہتر ہیں)

۷۴ : ۳۰ = عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ : اس پر انیس فرشتے مقرر ہیں۔ یتسلّط علی اھلھا

تسعة عشر ملکًا (کشاف) اس (جہنم یعنی سقر) کے دوزخیوں پر اللہ نے انیس فرشتے (مقرر) مسلط کر رکھے ہیں۔

عَلَیۡھَا میں ھا ضمیر کا مرجع سقر ہے۔ تسعة عشر اسم عدد جس کا معدود محذوف ہے یعنی فرشتے۔

تِسۡعَةَ عَشَرَ دو کلمات سے مرکب ہے اور دونوں جزء میں سے ہر ایک مبنی بر فتح ہے۔

۷۴ : ۳۱ ——— وَمَا جَعَلۡنَآ اَصۡحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِکَةً، واؤ عاطفہ مَا نافیہ ہے اَصۡحٰبَ النَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر جعلنا کا مفعول ہے۔ اِلَّا حرف استثناء مَلٰٓئِکَةً مستثنیٰ اور ہم نے دوزخ پر داروغے فرشتوں کو ہی رکھا ہے۔

== عِدَّتَھُمۡ: مضاف مضاف الیہ، ان کی تعداد، فِتۡنَةً آزمائش: اور ان کی تعداد کافروں کے لئے ہم نے آزمائش بنائی ہے۔

== لِیَسۡتَیۡقِنَ لام تعلیل کے لئے ہے۔ یَسۡتَیۡقِنَ مضارع منصوب واحد مذکر غائب استیقان (استفعال) مصدر بمعنی واضح طور پر جان لینا۔ یقین کے ساتھ جان لینا۔

یقین کا معنی ہے کسی بات کی قطعیت پر انسانی فہم کا قائم ہو جانا۔ چونکہ یقین علم حصولی کی صفت ہوتا ہے، اس لئے ملائکہ اور انسان کے علم کی صفت تو ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے علم کو موصوف بہ یقین نہیں کہا جا سکتا

لِیَسۡتَیۡقِنَ، تاکہ وہ واضح طور پر جان لیں (یعنی کافر لوگ)

== اَلَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ۔ الذین اسم موصول جمع مذکر، اُوۡتُوۡا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیۡتَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ دیئے گئے۔ ان کو ملا۔ اَلۡکِتٰبَ اسم مفعول۔ جن کو کتاب دی گئی اہل کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ۔

وَیَزۡدَادَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا واؤ عاطفہ، یَزۡدَادَ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب اِزۡدِیَادٌ (افتعال) مصدر۔ تاکہ بڑھ جائے۔ زیادہ ہو جائے۔

اِیۡمَانًا مفعول مطلق ہے۔ اور تاکہ ایمان والوں کا ایمان بڑھے۔

وَلَا یَرۡتَابَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ: واؤ عاطفہ، لَا یَرۡتَابَ مضارع منفی منصوب واحد مذکر غائب اِرۡتِیَابٌ (افتعال) مصدر بمعنی شک میں پڑنا۔

اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان دار شک میں نہ پڑیں۔

وَلِیَقُوۡلَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡکٰفِرُوۡنَ: واؤ عاطفہ لام تعلیل کا مَرَضٌ سے مراد نفاق ہے۔ اور تاکہ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے اور کافر لوگ یہ کہیں...

مَاذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِھٰذَا مَثَلًا ؕ ماذا کیا چیز ہے۔ کیا ہے یہ۔
مَاذَا کی لفظی ساخت میں اختلاف ہے۔ کوئی اس کو مرکب کہتا ہے کوئی بسیط۔ اور بسیط کہنے والوں میں سے بعض قائل ہیں کہ مَاذَا پورا اسم جنس ہے یا موصول ہے الذی کا ہم معنی۔ یا پورا حرف استفہام ہے جیسے مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (۲: ۲۱۹) اور یہ بھی تم سے پوچھتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کونسا مال خرچ کریں۔ کہہ دیں جو ضرورت سے زیادہ ہو۔ (قرات خیر ابو عمر)
مرکب کہنے والے کہتے ہیں کہ مَاذَا مرکب ہے مَا استفہام اور ذا موصول سے۔ یا مَا استفہامیہ اور ذا زائدہ سے۔ مَثَلًا: بیان، عجیب خبر، مثال۔

فَائِدَہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے دوزخ کے کارکن فرشتے بنائے ہیں اور ان کی تعداد کو کافروں کے لئے فتنہ بنایا ہے تاکہ:۔
۱۔ لیستیقن ...... اوتوا الکتٰب: تاکہ اہل کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا یقین کامل ہو۔
۲۔ وَیَزْدَادَ الَّذِیْنَ ..... اور تاکہ ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو جائے۔
۳۔ وَلَا یَرْتَابَ الَّذِیْنَ...... اور تاکہ اہل کتاب اور ایمان داروں کو آخرت کے بارے میں شک نہ ہو۔
۴۔ وَلِیَقُوْلَ الَّذِیْنَ .... اور تاکہ جن کے دلوں میں شک ہے اور منکر ہیں یہ کہیں کہ اس مثل یعنی بیان سے اللہ تعالیٰ نے کیا ارادہ کیا ہے۔ یعنی وہ اس میں نکتہ چینی کر کے اور زیادہ گمراہ ہوں۔
اس لئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اور اسی طرح سے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔
کَذٰلِکَ کاف حرف تشبیہ ذٰلِکَ اسم اشارہ۔ یعنی اسی طرح یُضِلُّ واحد مذکر غائب مضارع اِضْلَالٌ (افعال) مصدر۔ وہ گمراہ کرتا ہے۔ جُنُوْدُ جمع ہے جُنْدٌ کی بمعنی لشکر۔ فوجیں۔
وَمَا ھِیَ: مَا نافیہ ہے۔ ھِیَ ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع سقر ہے۔
ذِکْرٰی مصدر ہے ذکر یذکر کا۔ کثرت ذکر کے لئے ذکرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے

زیادہ بلیغ ہے۔ یہ محض انسان کی نصیحت کے لئے ہے۔

۷۴ : ۳۲ ـــــ کَلَّا، جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے اور تعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لا نافیہ سے۔ حالت ترکیب میں ک اور لا کے انفرادی معنی باقی نہ رہے اسی لئے لام کو مشدد کر دیا گیا ہے۔

سیبویہ، خلیل، مبرّد، زجاج اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک کَلَّا کے معنی حرف ردع (روکنا، باز داشت) اور رد کرنے کے ہیں (خواہ بطور زجر و توبیخ یعنی گھرکی یا سرزنش کے ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے ہو) اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے ان تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ کَلَّا آیا ہے وہاں کَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے اور بعد کو آنے والا کلام نئے سرے سے شروع ہوتا ہے۔

ابو حاتم نے اس کو استفتاحیہ (آغاز کلام میں آنے والا) بتایا ہے ابو حیان اور زجاج نے بھی اس میں ابو حاتم کی پیروی کی ہے۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن، الاتقان فی علوم القرآن حصہ اول،

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

کَلَّا: منکروں کے لئے اس لفظ سے باز داشت کی گئی ہے۔ یا منکروں کے نصیحت پذیر ہونے کا انکار ہے اگرچہ واقع میں یہ پیام نصیحت ہے۔

جلالین میں ہے: کَلَّا برائے استفتاح بمعنی اَلَا (خبردار، یاد رکھو۔

وَالْقَمَرِ: واؤ قسمیہ ہے اور القمر مقسم بہ ہے۔ قسم ہے چاند کی۔

۷۴ : ۳۳ ـــــ وَالَّیْلِ اِذَا اَدْبَرَ: واؤ قسم کے لئے ہے الیل مقسم بہ ہے اِذْ بمعنی جب ظرف زمان اَدْبَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ ادبار (افعال) مصدر بمعنی پیٹھ پھیرنا۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلے۔

۷۴ : ۳۴ == اَسْفَرَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اسفار (افعال) مصدر بمعنی روشن ہونا۔ اور قسم ہے صبح کی جب وہ روشن ہو جائے۔

۷۴ : ۳۵ == اِنَّھَا لَاِحْدَی الْکُبَرِ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب سقر کی طرف راجع ہے لام تاکید کے لئے ہے۔ اِحْدَی الْکُبَرِ۔ مضاف مضاف الیہ۔ بڑی بلاؤں میں سے یا مصیبتوں میں سے کی ایک۔ الکُبَرِ جمع ہے کَبِیْرٌ کی، بےشک یہ

(سقر) بہت بڑی بلاؤں میں سے ایک بلا ہے ۔

۷۴ : ۳۶ — نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۔ انسان کے ڈرانے کو، نذیرًا حال ہے انہا کی ضمیر واحد مؤنث سے لہذا منصوب ہے ۔

۷۴ : ۳۷ — لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۔ لِمَنْ شَآءَ بدل ہے للبشر سے یعنی تم میں سے دونوں فریقوں کے لئے نذیر ہے ایک فریق وہ جو خیر و طاعت میں آگے بڑھنا چاہتا ہے دوسرا وہ فریق جو کہ شر اور گناہ میں پڑا رہنا چاہتا ہے ،

مطلب یہ کہ تم کو سقر کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے اب تم میں سے جس کا جی چاہے اس سے ڈر کر بھلائی اور نیکی کے راستہ پر آگے بڑھے یا برائیوں میں پھنس کر پیچھے رہ جائے ۔

ان یتقدم ۔ اَنْ مصدریہ یتقدم مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب تقدم (تفعل) مصدر آگے بڑھنا۔ اَوْ بمعنی یا ۔ يَتَاَخَّرَ ای اَنْ يَّتَاَخَّرَ اَنْ مصدریہ یتاخر فعل مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ صیغہ واحد مذکر غائب۔ تاخُّر (تَفَعُّل) مصدر بمعنی پیچھے رہنا۔

۷۴ : ۳۸ — كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۔ كُلُّ نَفْسٍ مضاف مضاف الیہ سب جانیں، تمام اشخاص، ہر کوئی، ہر شخص، بِمَا میں بؔ سببیہ ہے مَا موصولہ كَسَبَتْ اس کا صلہ۔ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ كَسْبٌ باب ضرب مصدر ۔ اس نے کمایا۔

رَهِيْنَةٌ گروی، یہ رھین کی تانیث نہیں ہے کیونکہ نحو کا یہ قاعدہ ہے کہ جب فعیل مفعول کے معنی میں ہو تو مذکر اور مؤنث دونوں کے لئے صفت آتی ہے اگر یہ رھین بمعنی مرھون ہوتا تو یہاں اس کو مؤنث ذکر کرنے کی حاجت نہ ہوتی، بلکہ یہ شتیمۃ کی طرح مصدر ہے۔ اس کا مطلب رہن (گروی) ہونا ہے (ضیاء القرآن)

آیت کا مطلب ہے کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں گروی ہے ۔

تفسیر حقانی میں ہے :۔

رھینۃ اسم بمعنی الرھن کالشتیمۃ بمعنی الشتم ہے ۔

۷۴ : ۳۹ — اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ۔ استثناء متصل ہے چونکہ مستثنیٰ متصل (اصحب) اِلَّا کے بعد کلام موجب میں واقع ہے لہذا منصوب ہے ۔ (کلام موجب وہ ہے جس میں نفی نہی استفہام نہ ہو۔)

اصحب الیمین ۔ مضاف مضاف الیہ داہنے ہاتھ والے، مراد وہ اشخاص جن کو اعمال نامے

دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے یا وہ گروہ جو قیامت کے روز اللہ کے عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوگا۔ اگر یمین یمن سے ہے جس کے معنی برکت اور خیر و بہتری کے ہیں تو اس سے اہل خیر اور نیکوکار/ایماندار لوگ مراد ہیں۔

۷۴: ۴۰ ـــ یہاں اختتام آیت ۳۹ پر ہے اور لفظ جَنّٰتٍ (آیت ۴۰) پر معانقہ ہے
۷۴: ۴۱ ـــ اگرچہ جنّٰت پر وقف کی علامت ہے لیکن آیت ۴۰ پر بھی وقف کیا جاسکتا ہے۔ اگر پہلی علامتِ معانقہ پر وقف کیا جائے تو آیت ۳۹ کا ترجمہ "سوائے اصحاب یمین کے" پر جملہ ختم ہو جائیگا۔ اور فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ اکٹھا پڑھا جائے گا۔ اور جنّٰتٍ ظرف مکان یَتَسَآءَلُوْنَ کا ہوگا۔ اور فِیْ جَنّٰتٍ سے قبل ھُمْ محذوف ہوگا اور آیت ۴۱ اس کے ساتھ ہی پڑھی جائے گی۔ اور کلام یوں ہوگا۔

ھُمْ فِیْ جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ وہ باغوں میں مجرموں سے پوچھیں گے

اور اگر دوسری علامت معانقہ پر وقف کیا جائے تو فِیْ جَنّٰتٍ کا ربط جملہ ماسبق سے ہوگا۔ اور کلام یوں ہوگا۔ الا اصحٰب الیمین فی جنت سوائے اصحاب یمین کے جو جنتوں میں ہوں گے اس صورت میں یتساءلون عن المجرمین جملہ حالیہ ہوگا۔ جو اصحاب یمین کی کیفیت بیان کرتا ہے

آیت ۳۸ تا ۴۲ کا بار بط ترجمہ یوں ہوگا۔

ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے میں گروی ہے سوائے اصحب الیمین کے کہ وہ باغہائے بہشت میں ہوں گے اور گنہگاروں سے پوچھتے ہوں گے۔

یَتَسَآءَلُوْنَ بمعنی یَسْئَلُوْنَ ہے (قرطبی)

۷۴: ۴۲ ـــ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ: یہ سوال ہے اصحاب الیمین کا مجرمین سے۔ مَا استفہامیہ ہے۔ سَلَکَ ماضی واحد مذکر غائب۔ سَلْکٌ مصدر (باب نصر) سے جس کے معنی چلانے اور داخل کرنے کے ہیں۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔

کس نے تم کو دوزخ میں داخل کیا۔ یا کون تم کو دوزخ میں لایا۔ سَقَرَ: جیساکہ اوپر بیان ہوا۔ دوزخ کا ایک نام ہے بوجہ علمیت و تانیث غیر منصرف ہے

۷۴: ۴۳ ـــ قَالُوْا۔ یعنی اہل دوزخ (المجرمین) کہیں گے۔

۱۔ لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ۔ لَمْ نَکُ مضارع نفی حجد بلم (مضارع مجزوم بوجہ عمل لَمْ) نَکُ اصل میں نَکُوْنُ تھا۔ ہم نمازی نہ تھے۔

۲۔ وَلَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ۔ نُطْعِمُ مضارع جمع متکلم اِطْعَامٌ (افعال)

مصدر کھانا کھلانا۔ اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۴۵ ــــ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ۔ نَخُوْضُ مضارع جمع متکلم۔ خَوْضٌ سے (باب نصر) مصدر۔ مشغلہ کرنا۔ ہم باتوں کا مشغلہ کیا کرتے تھے۔ خَوْضٌ کا اصل معنی ہے پانی میں گھسنا اور چلنا۔ قرآن مجید میں اکثر قابل ذم کام کو مشغلہ بنانے کے معنی میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ (۶: ۶۸) اور جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات کے بارے میں بیہودہ بکواس کر رہے ہیں تو ان سے الگ ہو جاؤ۔

۷۴: ۴۶ ــــ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ اور ہم روز قیامت کو جھٹلایا کرتے تھے۔

۷۴: ۴۷ ــــ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ۔ حَتّٰى یہاں تک کہ۔ اَتٰىنَا اَتٰى ماضی واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (افعال) مصدر۔ نَا ضمیر جمع متکلم وہ ہمارے پاس آ پہنچا۔ اَلْيَقِيْنُ۔ ای الموتُ۔ باجماع جمہور المفسرین۔ یعنی موت۔ یہاں تک کہ ہم کو موت آ پہنچی۔

۷۴: ۴۸ ــــ فَمَا تَنْفَعُهُمْ ف سببیہ ہے۔ مَا تَنْفَعُ مضارع منفی واحد مؤنث غائب نَفْعٌ (باب فتح) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ پس (بدیں سبب) ان کو نفع نہ دیگی۔

شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ مضاف مضاف الیہ۔ سفارش کرنے والوں کی سفارش۔ شَفَاعَةٌ شَفَعَ يَشْفَعُ سے (باب فتح) مصدر۔ یعنی سفارش کرنا۔ شَافِعِيْنَ۔ شَفَاعَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، سفارش کرنے والے۔

۷۴: ۴۹ ــــ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ۔ ف بمعنی پھر، مَا استفہامیہ ہے پھر ان کو کیا ہو گیا ہے۔

عَنِ التَّذْكِرَةِ۔ جار مجرور، اَلتَّذْكِرَةِ ای القراٰن، جار مجرور مل کر متعلق مُعْرِضِيْنَ۔ مُعْرِضِيْنَ اسم فاعل جمع مذکر منصوب، اِعْرَاضٌ (افعال) مصدر سے اعراض کرنے والے، رخ موڑنے والے۔ اجتناب کرنے والے۔

معرضین نصب علی الحال کقولک مالک قائمًا: اس کا نصب بوجہ حال ہے جیسا کہتے ہیں مَا لَكَ قَائِمًا۔ تو کیوں کھڑا ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔

پھر ان کو کیا ہو گیا ہے جو نصیحت سے منہ موڑ رہے ہیں۔

۷۴: ۵۰ ــــ كَاَنَّهُمْ۔ كَاَنَّ۔ حرف مشابہ بفعل۔ اس کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے

لہٰذا ھُمْ کَانَّ کا اسم اور حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ اس کی خبر۔
حُمُرٌ حِمَارٌ کی جمع ۔ گدھے مستنفرۃ اسم فاعل واحد مؤنث استنفار (استفعال) مصدر سے، بدک کر بھاگنے والے۔ نفر مادہ ۔ نفارٌ (باب ضرب) دوڑنا۔ دور ہوجانا۔ نفورٌ بھاگنے والا۔ کَاَنَّھُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَۃٌ گویا کہ وہ بدک کر بھاگنے والے گدھے ہیں ۔

۷۴: ۵۱ — فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَۃٍ ۔ جملہ حُمُرٌ سے حال ہے فَرَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب فِرَارٌ و مَفَرٌّ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بھاگی ۔ فِرَارٌ خوف سے بھاگنا؛ ڈر کر بھاگنا۔ قَسْوَرَۃٍ شیر۔ جمع قَسَاوِرُ ق س ر مادہ ۔ شیر کے ڈر سے بھاگے جا رہے ہیں ۔

۷۴: ۵۲ — بَلْ یُرِیْدُ کُلُّ امْرِئٍ مِّنْھُمْ اَنْ یُّؤْتٰی صُحُفًا مُّنَشَّرَۃً : بَلْ یہاں ابتدائیہ ہے اور محض انتقالِ مضمون کے لئے لایا گیا ہے کلام سابق سے اعراض مقصود نہیں اہل تفسیر نے بیان کیا ہے کہ کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم میں سے ہر شخص کے سرہانے صبح کو ایک کھلی چٹھی برآمد ہونا چاہئے جس میں لکھا ہو کہ آپ خدا کے رسول ہیں آپ کے کہنے پر عمل کرنا ضروری ہے ۔

اَنْ مصدریہ ہے یُؤْتٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب ایتاء (افعال) مصدر بمعنی دینا۔ صُحُفًا صحیفہ کی جمع ہے بمعنی صحیفے، کتابیں، نوشتے، اوراق، صحف بوجہ مفعول منصوب ہے، اور موصوف ہے اس کی صفت منشرۃ ہے، صحیفہ کی جمع صحف نادر ہے کیونکہ فعیلۃ کی جمع فُعُلٌ نہیں آتی ۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سفینہ کی جمع سُفُنٌ ہے

مُنَشَّرَۃً صفت ہے صُحُفًا کی اسم مفعول ہے واحد مؤنث ہے ۔ تَنْشِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ کھلی ہوئی، پھیلی ہوئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

بلکہ ان میں سے ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلی ہوئی کتابیں دی جائیں

یہی مضمون ایک اور جگہ بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔

وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ (۱۷: ۹۳) اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب دلاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں ۔

۷۴: ۵۳ — کَلَّا : ہرگز نہیں ۔ یہ ہرگز نہیں ہوگا۔ یہ ان کے اس ارادہ پر سرزنش ہے کہ ہمیں کھلی چٹھی ہر ایک کو مل جائے، فرمایا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ کس لئے کہ ہر ایک میں اس سے مخاطب ہونے

کی قابلیت واہلیت ہی نہیں ہے۔

بَلْ لَّا یَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ. بَلْ حرف اضراب ہے مطلب یہ کہ ان کا قرآن مجید سے اعراض اوران کی یہ طلب کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کھلا پروانہ اللہ کی جانب سے جاری ہو معقول وجوہ پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان کی محض ہٹ دھرمی ہے بات اصل میں یہ ہے کہ ان کو آخرت کا اندیشہ ہی نہیں ہے۔

لَا یَخَافُوْنَ: مضارع منفی جمع مذکر غائب خَوْفٌ باب فتح مصدر سے، وہ نہیں ڈرتے۔ ان کو خوف ہی نہیں ہے۔ ان کو اندیشہ ہی نہیں ہے۔

۷۴: ۵۴ — کَلَّا۔ کلا ردع۔ (بازداشت، روکنا، جھڑکی، سرزنش) ہے ان کی بے باکی پر۔ ایک بازداشت ہے۔ یا گذشتہ کلّاً کی تاکید ہے۔

اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ، میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن مجید ہے۔ تذکرۃ یادداشت نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔ اللہ تعالیٰ کی جلالی وجمالی صفات اور رحمت وعذاب کا اس میں ذکر ہے۔

۷۴: ۵۵ — فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ، ف سببیہ ہے مَنْ جو شخص، شَآءَ ماضی واحد مذکر غائب۔ مَشِیْئَةٌ (باب فتح) سے مصدر، بمعنی چاہنا۔ ارادہ کرنا۔ ذَکَرَ ماضی واحد مذکر غائب ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے یاد کیا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے۔ پس جس کا جی چاہے اسے یاد رکھے، یعنی اس سے نصیحت حاصل کرے،

۷۴: ۵۶ — وَمَا یَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ۔ واؤ حالیہ ہے مَا یَذْكُرُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے جس کے معنی ہیں ذکر کرنا۔ یاد کرنا۔ بیان کرنا پند ونصیحت حاصل کرنا۔ قبول کرنا۔

اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ استثناء مفرغ ہے (اس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے)

مطلب یہ کہ یہ قرآن مجید ایک نصیحت ہے جو چاہے اس کو حاصل کرے۔ لیکن نصیحت چاہنے والے کا نصیحت حاصل کرنا محض اور صرف اس کی اپنی مشیت پر مبنی نہیں ہے بلکہ مشیت ایزدی اور اس کی کرم نوازی پر منحصر ہے۔ نصیحت کا پالینا تبھی ممکن ہوگا جب اللہ بھی چاہیگا۔

وھذا تصریح بان افعال العباد بمشیۃ اللہ عزوجل بالذات او بالواسطۃ (روح المعانی) یہ صریحاً ظاہر ہے کہ بندوں کے افعال بالذات یا بالواسطہ اللہ عزوجل کی مشیت سے وابستہ ہیں۔

(نصیحت پذیر ہونے کی چاہت کرنے والے) کسی وقت نصیحت پذیر نہیں ہو سکتے مگر اسی وقت

جب کہ خدا ان کی مشیت اور نصیحت پذیری کا ارادہ کرے ، یہ آیت صراحۃً دلالت کررہی ہے کہ انسانی اعمال وافعال اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے وابستہ ہیں ۔ (تفسیر مظہری)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا (۷۶ : ۳۰) اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو خدا کو منظور ہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے ۔

یہ اس لئے کہ بندے کی مشیت خواہ کتنی ہی عقل و فہم پر مبنی ہو وہ محدود اور نقائص ومعائب سے مبرا نہیں ہوسکتی ۔ اور اس علیم وحکیم کی مشیت کے مقابلہ میں بالکل ہیچ ہے عقل کا تقاضا یہی ہے کہ وہ دانائے کل کے تابع رہے ۔

هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰی وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۔ هُوَ ای اللّٰہُ ۔

اَهْلٌ ۔ والا ۔ والے ۔ وہ سب لوگ اہل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا بسنا یا کسی مخصوص صفت اور پیشہ میں شریک ہونا ۔ غرض کسی خاص صفت سے منسوب ہونا یا متصف ہونا ۔ ایک سلسلہ میں منسلک کردے ۔ کسی چیز کا مستحق یا سزاوار ہونا ۔

عربی میں بولتے ہیں فُلَانٌ اَهْلٌ لِکَذَا ۔ فلاں اس کا مستحق اور سزاوار ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

وہی اس قابل ہے کہ اس سے ڈرا جائے اور وہی اس لائق ہے کہ بخش دے :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۷۵) سُوۡرَۃُ الۡقِیٰمَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۴۰)

۷۵ : ۱ ___ لَاۤ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ، لَا زائدہ ہے اور کلام کو مزین و آراستہ کرنے اور مزین کرنے کے لئے لایا گیا ہے ،

بعض کے نزدیک کفار کے انکار قیامت کا رد ہے ، عرب جب کہتے ہیں : لَا وَاللّٰہِ لَا افعل فَلَا ردٌّ لکلام قد مضیٰ و فائدتہا توکید القسم فی الرّدّ۔ یعنی لَا سے پہلے کلام کا رد و ابطال مقصود ہوتا ہے ۔ اور بعد میں قسم اٹھائی جاتی ہے اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ قسم مؤکد ہوجاتے۔ (ضیاء القرآن)

اُقۡسِمُ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے ، جس کے معنی قسم کھانا کے ہیں۔ میں قسم کھاتا ہوں ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹ : ۳۸)

بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ ۔ روز قیامت کی۔

۷۵ : ۲ == وَ لَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ ، اور قسم کھاتا ہوں نفس لوامہ کی ،
اَلنَّفۡسِ اللَّوَّامَۃِ موصوف و صفت ۔ اللَّوَّامَۃِ ۔ لَامَ یَلُوۡمُ لَوۡمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل واحد مؤنث مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ بہت ملامت کرنے والی۔

النفس اللَّوَّامۃ سے کیا مراد ہے ۔ اس میں مختلف اقوال ہیں :-

۱ ۔ النفس اللوّامۃ میں لام جنسی ہے ہر نفس مراد ہے (کافر ہو یا مؤمن ، نیک ہو یا بد) فراء نے کہا ہے کہ ہر شخص نیک ہو یا بد قیامت کے دن اپنے آپ کو ملامت کرے گا ۔ اگر اس نے اچھے کام کئے ہوں گے تو نفس سے کہیگا ۔ اس سے زیادہ تو نے نیکی کیوں نہیں کی ! اور بدی کی ہوگی تو کہے گا کہ تو نے برے کام کیوں کئے ۔ (فراء)

۲۔ اس سے کافر مراد ہے ہر کافر قیامت کے دن اپنے نفس کو بُرا کہیگا کہ دنیا میں حقوق اللہ کی ادائیگی میں اس نے قصور کیوں کیا۔ (مقاتل) قتادہ اور مجاہد کا بھی یہی قول ہے
۳۔ نیک ہو یا بد، مؤمن ہو یا کافر۔ آیت میں ہر شخص مراد ہے کیونکہ کسی شخص کو سکھ پر قرار ہے نہ دکھ پر، خیر ہو یا شر ہر شخص اپنے کو بُرا ہی کہتا ہے (سعید بن جبیر، عکرمہ)
۴۔ نفسِ لوامہ مؤمن کا نفس ہے جو ہر وقت جو ہر وقت اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں پر اپنے آپ کو ملامت کرتا رہتا ہے خواہ کتنی ہی نیکی کرے۔ کہتا ہے کہ اس سے زیادہ کیوں نہ کی (حسن بصری، مجلی)
۵۔ صوفیائے کرام کہتے ہیں کہ نفس سرکش کو نفسِ امارہ کہتے ہیں جو امر کا مبالغہ ہے کیونکہ وہ ہر وقت برے کاموں کا حکم کرتا رہتا ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی یاد میں کوشاں ہو جاتا ہے تو مولیٰ کریم کی خصوصی توجہ اور جذبے سے اس پر اس کے عیوب و نقائص منکشف ہو جاتے ہیں اس پر وہ پشیمان ہوتا ہے اور اپنے آپ کو بُرا بھلا کہتا ہے اس نفس کو نفس لوامہ کہتے ہیں اور جب وہ ہر ماسوائے اللہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اس کا دل مطمئن ہو جاتا ہے تو اس کو نفس مطمئنہ کہتے ہیں۔

فائدہ یہاں دو قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن مقسم بہٖ محذوف ہے ای لَتُبْعَثُنَّ کہ تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔

۷۵: ۳ — اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ۔ استفہام انکاری و توبیخی ہے، یَحْسَبُ مضارع معروف واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ خیال کرتا ہے وہ گمان کرتا ہے، اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے۔

اَلْاِنْسَانُ: میں الف لام جنس کا ہے اس سے جنس انسان مراد ہے جس میں وہ شخص بھی داخل ہے جو منکر بعث و حشر تھا۔

یا الف لام عہدی ہے اور کوئی معین شخص مُراد ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ یہ آیت عدی بن ربیعہ کے حق میں نازل ہوئی۔ عدی خاندان زہرہ کا حلیف اور اخنس بن شریق ثقفی کا داماد تھا عدی اور اخنس کے سلسلہ میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی۔ الٰہی مجھے میرے برے ہمسائے سے محفوظ رکھ۔

بات یہ ہوئی کہ عدی نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اے محمد (صلی اللہ

علیہ وسلم) مجھے بتاؤ قیامت کب ہوگی؟ اس کے کیا احوال ہوں گے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قیامت کی کیفیت بتائی تو وہ کہنے لگا کہ اگر میں قیامت کو دیکھ بھی لوں تو بھی تمہاری بات کی تصدیق نہیں کرونگا اور نہ تمہیں سچا جانوں گا۔ کیا خدا ہڈیوں کو اکٹھا کردے گا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر مظہری)

اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ اَلَّنْ مرکب ہے اَنْ مخفف اَنَّ سے اور لَنْ نافیہ سے۔ لَنْ نَّجْمَعَ مضارع منصوب نفی تاکید بلن۔ صیغہ جمع متکلم جَمْعٌ (باب فتح) مصدر سے ہم ہرگز جمع نہیں کریں گے۔

عِظَامَہٗ۔ عِظَامٌ عَظْمٌ کی جمع ہڈیاں (بحالت مفعول) مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ اس کی ہڈیاں۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم ہرگز اس کی ہڈیاں جمع نہیں کریں گے۔

۷۵:۴ —— بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ۔ کیوں نہیں ہم قدرت رکھتے ہیں کہ ہم اس کی پور پور درست کردیں (نیز ملاحظہ ہو ۷۶:۳)

بَلٰی حرف جواب ہے اور کلام مخاطب کی نفی اور اس کے ابطال کے لئے آتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:۔

۱:۔ کلام استفہام سے خالی ہو۔ جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ۔ (۶۴:۷) جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کیوں نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے:

۲:۔ یہ کلام استفہامی ہو۔ خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ کے جواب میں کوئی کہے بَلٰی:

خواہ توبیخی ہو جیسے آیت زیر غور۔ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَہٗ اور جواب میں کہا جائے گا بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰٓی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَہٗ۔

قٰدِرِیْنَ منصوب بوجہ نجمع کے فاعل کے حال سے ہے۔ ای نجمعھا قادرین ..... قٰدِرِیْنَ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر (بحالت نصب) بمعنی قدرت رکھنے والے۔

اَنْ نُّسَوِّیَ۔ اَنْ مصدریہ۔ نُسَوِّیَ مضارع منصوب بوجہ عمل اَنْ، جمع متکلم تَسْوِیَۃٌ

(تفعیل) مصدر۔ ہم درست کردیں گے: ہم درست کردیں۔
بَنَانَهٗ: بَنَانٌ (مفعول فعل نُسَوِّيَ کا) مضاف ہٗ ضمیر مضاف الیہ۔ اس کی انگلیوں کے پورے انگلیوں کے سرے: بَنَانَةٌ کی جمع جس طرح تَمْرَةٌ کی جمع بحذف ۃ تَمْرٌ ہے۔
۷۵: ۵ — بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ۔ بَلْ عاطفہ ہے اس کا عطف يَحْسَبُ پر ہے (استفہام کے تحت ہے) اس کو سوالیہ بھی کہا جا سکتا ہے اور تحقیقیہ بھی کیونکہ سابق سائل یا سوال سے اعراض (اور دوسری بات کو بیان کرنے کی طرف مائل ہونا) درست ہے (یعنی یہ دوسرا انسان پہلے انسان سے غیر ہوگا تو سائل اوّل سے اعراض ہو جائے گا۔ اور اگر سائل وہی ہو مگر اس کے سوال سے اضراب اور دوسرے مسئلہ کا بیان ہوگا (تفسیر مظہری)
لِيَفْجُرَ میں لام زائدہ ہے اور اَنْ ناصبہ مقدرہ ہے ای اَنْ يَّفْجُرَ۔ اَمَامَهٗ مضاف مضاف الیہ میں اَمَامَ ظرف ہے۔ ای لیفجر فیما یستقبل،
يَفْجُرَ مضارع منصوب۔ واحد مذکر غائب فُجُوْرٌ باب ضرب مصدر۔ بمعنی دین کی پردہ دری یعنی نافرمانی کرنا۔
اَلْفَجْرُ کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا اور شق کرنا۔ کہتے ہیں فَجَرْتُهٗ فَانْفَجَرَ میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہہ گیا۔
قرآن مجید میں ہے فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا (۲: ۶۰) (حضرت موسیٰ نے لاٹھی ماری) تو پھر اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ صبح کو فجر اس لئے کہا جاتا ہے کہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے۔
لِيَفْجُرَ کہ وہ دین کی پردہ دری کرتے ہوئے علی الاعلان گناہ کرتا پھرے۔ اَمَامَهٗ اس کے آگے اس کے سامنے۔ ظرف زمان بمعنی اس کے مستقبل میں۔ اَمَامٌ قُدَّامٌ کی طرح ہے اسم بھی ہوتا ہے اور ظرف بھی ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔
روح المعانی میں ہے:۔
وھو یرید لیدوم علی فجورھا فیما بین یدیہ من الاوقات وفیما یستقبل من الزمان۔ یعنی وہ چاہتا ہے کہ زندگی کے آئندہ اوقات میں بھی وہ دین کی پردہ دری کرتا رہے
۷۵: ۶ = يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ۔ یہ اس کی دین کی پردہ دری کی ڈھٹائی کی تفسیر ہے۔ استہزاءً پوچھتا ہے اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ، اَيَّانَ (کب) خبر مقدم ہے

اور یَوْمُ الْقِیَامَۃِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا مؤخر۔

۷۵: ۷ — فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ: ف جواب کا ہے ۔ یہ آیت اور اگلی دو آیات انسان کے سوال اَیَّانَ یَوْمُ الْقِیٰمَۃِ کے جواب میں ہیں۔

بَرِقَ ماضی واحد مذکر غائب بَرَقٌ (باب سمع) مصدر سے ،جس کے معنی نظر کے متحیر اور خیرہ ہونے کے ہیں۔ بَرْقٌ کے معنی بجلی کے ہیں اور اسی اعتبار سے اس کے معنی چمکنے کے آنے لگے لیکن جب آنکھ کے ساتھ اس کا استعمال ہو تو اس کے معنی خوف سے پتلیوں کے پھرنے اور نظر کے خیرہ ہونے کے آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔ پھر جب نظر چندھیا جائے گی ۔

۷۵: ۸ — وَخَسَفَ الْقَمَرُ اور چاند گہنا جائے گا: خَسَفَ ماضی واحد مذکر غائب خُسُوْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔جس کے معنی چاند گرہن کے ہیں اور جب چاند گہنا جائے گا بے نور ہو جائے گا ۔ سورج گرہن کو کسوف کہتے ہیں ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔

۷۵: ۹ — وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ اِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پر ہے اور جب سورج اور چاند اکٹھے کر دیئے جائیں گے ، یعنی دونوں بے نور اور سیاہ کر دیئے جائیں گے یہی ان کے اجماع کا مطلب ہے یا اس کا مطلب یہ ہے کہ کشش ثقل کا جو قانون اس عالم میں کارفرما ہے اور جس کے ماتحت نظام شمسی کے ثوابت و سیارات اپنے اپنے مقامات پر پختگی کے ساتھ موجود ہیں یہ ختم ہو جائے گا اور چاند سورج کے ساتھ جا ملے گا ،

اَیْنَ الْمَفَرُّ۔ کافر کا مقولہ ہے ۔

اَیْنَ ۔ کہاں ۔ ظرف ہے ۔جس طرح مَتٰی سے زمان کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اسی طرح اَیْنَ سے مکان دریافت کیا جاتا ہے ۔

اَلْمَفَرُّ مصدر میمی ہے ، فرار ، بھاگنا ۔ الفرار ۔خوف سے بھاگنا ۔ باب ضرب سے مصدر ہے ترجمہ ہوگا ۔

کہاں ہے بھاگ ، کہاں ہے بھاگ کر جانے کی جگہ ۔

۷۵: ۱۱ — کَلَّا لَاوَزَرَ: نہیں نہیں ، ہرگز نہیں ۔حرف ردع ہے ۔یہاں طلب مفر سے باز داشت ہے ، معنی ۔ نہیں نہیں (وہاں) بھاگ جانے کی کوئی جگہ نہیں ہے ۔

وَزَرَ ۔ اسم منصوب ، پناہ گاہ ۔ زمخشری نے لکھا ہے ۔

لاوزر ای لا ملجأ وکل ما التجأت الیہ من جبل او غیرہ وتخلصت بہ

فھو وزرك. لَا وَزَرَ کے معنی ہیں لَا مَلْجَأَ (کوئی پناہ گاہ نہیں) ہر وہ چیز جس کو تو طلب کرے پناہ کے طور پر خواہ وہ پہاڑ ہو یا کچھ اور جس کے دامن میں تو پناہ اور خلاصی پائے وہ تیرے لئے وَزَرٌ ہے۔

وَزَرٌ کا ماخذ وِزْرٌ ہے جس کا معنی ہے بوجھ۔

۷۵:۱۲ــــ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِ الْمُسْتَقَرُّ، اِسْتِقْرَارٌ (استفعال) سے اسم مفعول واحد مذکر (اسم ظرف مکان، واحد) ٹھہرایا ہوا۔ قرار یافتہ شدہ، ٹھہرنے کی جگہ ــــ مبتدا۔ اِلٰى رَبِّكَ اس کی خبر، يَوْمَئِذٍ متعلق خبر،

رَبِّكَ میں كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے اور تخصیص کے معنی کے لئے لائی گئی ہے۔ صرف آپ کے ربّ کے پاس ہی اس روز ٹھکانہ ہوگا

۷۵:۱۳ ــــ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ۔ يُنَبَّؤُ امضارع مجہول واحد مذکر غائب تَنْبِئَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اسے بتادیا جائے گا۔ اسے خبر دیدی جائے گی۔ ن ب ء مادہ۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف، منصوب، مضاف اِذٍ مضاف الیہ، اس دن، ایسے واقعات کے دن۔ مفعول فیہ۔ (اس روز) اس دن انسان کو بتادیا جائے گا۔

بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ۔ بَ، ساتھ، متعلق، مَا موصولہ قَدَّمَ اس کا صلہ، واؤ عاطفہ اَخَّرَ معطوف جس کا عطف مَا قَدَّمَ پر ہے۔ قَدَّمَ ماضی واحد مذکر غائب۔ تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے آگے بھیجا۔ اَخَّرَ ماضی واحد مذکر غائب تَاْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ اس نے پیچھے چھوڑا۔ ترجمہ:۔ اس روز انسان کو بتادیا جائے گا (ہر اس عمل کے متعلق جو اس نے آگے بھیجا اور جو وہ پیچھے چھوڑ آیا۔

۷۵:۱۴ ــــ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ : بَلْ حرف اضراب ہے۔ الانسانُ مبتدا۔ بَصِيْرَةٌ اس کی خبر، عَلٰى نَفْسِهٖ متعلق خبر، لبصیرۃ کی تاء مبالغہ کے لئے ہے جیسے اَلْعَلَّامَةُ میں ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

دنیوی زندگی کے اعمال فقط یاد دہانی سے ہی اسے نظر آجائیں گے اطلاع دینے کی بھی ضرورت ہی نہ ہوگی:۔

ترجمہ ہوگا:۔

(انسان کو بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ پر متنبہ کرنے کی بھی ضرورت ہی نہیں، وہ خود ہی اپنے آپ کو (اعمال کے

تناظرین) خوب دیکھنے اور جاننے والا ہے۔

۷۵: ۱۵ —— وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ: واؤ وصلیہ، لَوْ بمعنی اگرچہ۔ خواہ۔ اَلْقٰى۔ ماضی واحد مذکر غائب (ضمیر فاعل الانسان کی طرف راجع ہے) اِلْقَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر بمعنی ڈالنا۔

مَعَاذِيْرَ جمع مَعْذِرَةٌ واحد۔ مصدر بمعنی عذر۔ معذرت۔ عُذْرٌ اور عُذُرٌ ایسی بات جس سے قصور پر گرفت نہ ہو۔

عذر تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ ارتکاب جرم سے انکار کر دینا۔

۲۔ ارتکاب جرم کی کوئی ایسی وجہ بیان کرنا جس سے جرم کی سزا سے بچ جائے۔

۳۔ اقرار جرم کے بعد آئندہ جرم نہ کرنے کا وعدہ کرنا۔ اس تیسری شق کو توبہ کہا جاتا ہے۔

وَلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ۔ ای ولوجاء بکل معذرۃ ماقبلت منہ (جلالین) خواہ وہ تمام عذرات پیش کرے وہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔

خواہ وہ زبان سے ہزار بہانے بنائے۔ (ضیاء القرآن)

مَعَاذِيْرَ میں نصب بوجہ مفعول ہونے کے ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے

۷۵: ۱۶ ——

فَائِدَہ: بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بوقت نزول وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوتا تھا کہ نازل شدہ آیات کا کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے اس لئے دوران نزول میں چپکے چپکے لبوں کو حرکت دیتے رہتے تھے۔ اس کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ...... ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ بطور جملہ معترضہ ارشاد فرمایا بات کرتے وقت اگر مخاطب بھی بولنے لگے تو متکلم اس سے کہتا ہے ذرا خاموش رہو میری بات نہ کاٹو، پوری بات سُن لو، پھر تم کو بولنے کا حق ہے یہ درمیانی کلام بطور ہدایت بول کر متکلم پھر اصل مدعا پر کلام شروع کر دیتا ہے یہاں قیامت کا بیان چل رہا تھا اس جملہ معترضہ کے بعد پھر وہی سلسلہ کلام جاری ہے

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ۔ لَا تُحَرِّكْ فعل نہی واحد مذکر حاضر تَحْرِيْكٌ (تفعیل) مصدر بمعنی حرکت دینا۔ چلانا۔ تو زبان نہ چلا۔ بِهٖ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے والضمیر للقرآن لدلالۃ سیاق الاٰیۃ نحو انا انزلنہ فی لیلۃ القدر ای لاتحرك

بالقرآن لسانك عند القاء الوحی من قبل ان یقضٰی الیك وحیہٗ (روح المعانی)
ضمیر قرآن کے لئے ہے جیسا کہ آیت کا سیاق دلالت کر رہا ہے۔ جیسے انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر (میں ہے یعنی القاء وحی کے وقت اس کے مکمل ہو جانے سے قبل قرآن کے (یاد رکھنے کے لئے اس کے) ساتھ ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دیتے رہو۔

لِتَعْجَلَ بِهٖ - لام علت کا ہے۔ تَعْجَلَ مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عَجَلٌ (باب سمع) مصدر سے منصوب بوجہ عمل لام۔ کہ تو جلدی کرے بِهٖ اس کو یاد کرنے کی، ضمیر ہ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔ قرآن کے لئے ہے۔

اسی مضمون میں اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّقْضٰٓی اِلَیْكَ وَحْیُهٗ (۲۰: ۱۱۴) اور قرآن کی وحی جو تمہاری طرف بھیجی جاتی ہے اس کے پورا ہونے سے پہلے قرآن کے (پڑھنے کے) لئے جلدی نہ کیا کرو۔

۷۵: ۱۷ ـــــ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ - عَلَیْنَا ہمارے ذمہ ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔ ای ان علینا جمعہ فی صدرك بحیث لا یذھب علیك شئ من معانیہ یعنی قرآن کا تمہارے سینہ میں اس طرح جمع کر دینا کہ اس کے معانی سے کوئی شے کبھی تم سے مخفی نہ رہ جائے یہ ہمارا ذمہ ہے۔

وَقُرْاٰنَهٗ - اس کا عطف جَمْعَهٗ پر ہے دونوں منصوب بوجہ عمل اِنَّ ہیں
قرآن مصدر ہے بمعنی پڑھنا۔ یہ اللہ کی کتاب کا خاص نام ہے جو کہ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی کسی دوسری آسمانی کتاب کا نام قرآن نہیں ہے۔

قرآن کی وجہ تسمیہ کے متعلق متعدد اقوال ہیں:

پروفیسر عبدالرؤف کے مطابق قرآن کہنے کی وجہ صرف قرات اور تلاوت ہے اللہ کی کتاب عموماً جہر کے ساتھ نمازیں۔ دینی محافل میں، مدارس میں اور دوسری تقریبات میں پڑھی جاتی ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرثیہ میں ایک شاعر نے کہا تھا۔

ضحوا باشمط عنوان السجود بہ - یقطع الیل تسبیحا وقرانا -

لوگوں نے ایک ایسی بڑی عمر والے سردار کو ذبح کر دیا جس کی پیشانی پر سجدے کا نشان تھا جو راتیں تسبیح اور تلاوت میں کاٹ دیتا تھا۔

آیت زیر مطالعہ میں تو ویسے ہی صاف ظاہر ہے کہ جمع قرآن سے قرات قرآن الگ چیز ہے مطلب یہ ہے کہ:۔
قرآن کا تمہارے سینہ میں جمع کرنا اور پھر اس کا تمہاری زبان پر رواں کرنا ہمارے ذمہ ہے

۷۵: ۱۸ — فَاِذَا : فَ تعقیب کا ہے اِذَا ظرف زمان ہے۔ پس جب :
قَرَاْنٰهُ ۔ قَرَاْنَا۔ ماضی جمع متکلم۔ قَرْءٌ، قِرَاءَةٌ اور قُرْاٰنٌ مصادر (باب نصر و فتح) سے بمعنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب قرآن کے لئے ہے۔
مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔
۱۔ جب ہم قرآن تمہارے سینہ میں جمع کردیں تو تم اس پر عمل کرو (حضرت ابن عباس)
۲۔ جب ہم قرآن کو بیان کردیں تو ہمارے بیان کے موافق تم اس پر عمل کرو (منتہی الارب)
۳۔ جب ہم (بوساطت جبرائیل) قرآن پڑھیں تو تم اس کو کان لگا کر سنو۔ (محلی و محمود آلوسی)
اسی محلی اور آلوسی رح کے ترجمہ کو اکثر مفسرین نے لکھا ہے۔
فَاتَّبِعْ : فَ تعقیب کا ہے اِتَّبِعْ : فعل امر واحد مذکر حاضر اِتِّبَاعٌ (افتعال) مصدر تو پیروی کر، تو اتباع کر۔ قُرْاٰنَهٗ مضاف مضاف الیہ (منصوب بوجہ مفعول) اسی کی قرات کی

۷۵: ۱۹ — ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ : ثُمَّ تراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ پھر۔ ازاں بعد اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ بَیَانَ اسم اِنَّ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ
پھر اس کی وضاحت اور اظہار مطالب ہمارا ذمہ ہے۔ ہٗ کا مرجع قرآن ہے۔

فائدہ:

خدائے پاک نے اپنے وعدے کو سچا کردیا قرآن مجید کو ایک جگہ مجتمع بھی کرادیا اس لئے کہ ٹکڑے ٹکڑے اور سورتیں سورتیں ہو کر نازل ہوا ہے اب سب یکجا ترتیب کے ساتھ موجود ہے اور آپ کے سینہ میں جمع بھی کرادیا۔ آپ پورے قرآن مجید کے حافظ تھے اور آپ کی برکت سے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حافظ تھے۔ اور بعدہٗ اُمت میں بھی آج تک لاکھوں حافظ ہیں ایک ایک حرف اور زبر زیر پر حاوی ہیں۔
یہ عہد آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک کسی مذہبی کتاب کی بابت نہ دیکھا گیا اور نہ سنا گیا اور قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور یہ ایک کھلا ہوا معجزہ ہے جس کی آنکھیں ہوں دیکھے جس کے کان ہوں سنے دل ہو سمجھے:

۷۵: ۲۰ = کلام معترضہ ختم ہوا اب پھر قیامت اور اس کی نسبت انسانی طبائع کا تعلق بیان فرمایا جا رہا ہے۔

کَلَّا: ہرگز نہیں۔ ردع عن انکار البعث: (انکار حشر پر بازداشت ہے (المدارک)

ای لیس الامر کما تزعمون انہ لا بعث ولا جزاء (الیسر التفاسیر)

بات یہ نہیں جیسا کہ تم خیال کرتے ہو کہ نہ حشر ہوگا نہ جزا ہوگی

علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

کَلَّا سے بازداشت کی گئی ہے خواہ انکار حشر پر یا فجور پر یا ایسے کار عذر پیش کرنے پر۔

بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ: بَلْ حرف اضراب ہے تُحِبُّوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر۔ اِحْبَابٌ (افعال) مصدر۔ تم پسند کرتے ہو۔ تم محبت کرتے ہو، تم دوست رکھتے ہو۔

اَلْعَاجِلَۃَ، عَجْلٌ وَعَجَلَۃٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے:

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ نہ کوئی حشر و نشر ہوگا نہ جزا و سزا۔ بلکہ تم ہی ہو کہ دنیا پر ریجھ گئے ہو۔

۷۵: ۲۱ — وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ واؤ عاطفہ، تَذَرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر وَذْرٌ مصدر سے تم چھوڑ دیتے ہو اَلْاٰخِرَۃَ مفعول فعل تَذَرُوْنَ کا۔ اور آخرۃ کو تم نے چھوڑ رکھا ہے،

۷۵: ۲۲ = وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ۔ وُجُوْہٌ مبتدا، نَاضِرَۃٌ اس کی خبر، اور یَوْمَئِذٍ خبر کا ظرف۔ نَاضِرَۃٌ و نَضْرٌ وَنَضَارَۃٌ (باب نصر، سمع، کرم) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ بمعنی تر و تازہ، پُر رونق،

وُجُوْہٌ: مبتدا ہے یہاں یا تو مضاف الیہ کو حذف کر دیا گیا ہے یعنی اہل قرب کے چہرے یا صفت محذوف ہے، یعنی بہت سے چہرے: کیونکہ وُجُوْہٌ نکرہ ہے اور جب تک اس میں کوئی تخصیص نہ ہو مبتدا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یا تو مضاف الیہ کو محذوف مانا جائے گا یا صفت مخصصہ کو۔

یا یوں کہا جائے کہ وُجُوْہٌ سے وُجُوْہٌ مِّنْھُمْ مراد ہے یعنی انسانوں کے کچھ چہرے ہوں گے (اس وقت وُجُوْہٌ خبر ہوگا اور مِنْھُمْ مبتدا۔ یا مِنْھُمْ ظرف اور وُجُوْہٌ اس کا فاعل)

۷۵: ۲۳ — اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ۔ نَاظِرَۃٌ خبر اِلٰی رَبِّھَا متعلق خبر، نَاظِرَۃٌ

نَظْرٌ باب ضرب و سمع) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی دیکھنے والی۔

ترجمہ آیات ۲۲، ۲۳ — کئی چہرے (یا اہل قرب کے چہرے) تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔

۷۵: ۲۴ —— وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ : واؤ عاطفہ ہے وُجُوْهٌ (اہل قرب کے چہرے کے بالمقابل کافروں کے چہرے یا کچھ چہروں کے مقابل میں کچھ اور چہرے) مبتدا۔ بَاسِرَةٌ اس کی خبر۔ یومئذ متعلق خبر،

بَاسِرَةٌ اداس، بے رونق، پریشان، بَسُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اصل میں بَسُوْرٌ کے معنی ہیں وقت سے پہلے کسی چیز کے متعلق جلدی کرنے کے ہیں یہاں وقت سے پہلے اداس ہونا۔ اور تیور بگڑ جانا مراد ہے، مجازاً اس کے معنی ترش رو ہونے اور منہ بگاڑنے کے بھی آتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا۔

اور کئی چہرے یا کافروں کے چہرے اس روز اداس اور بے رونق ہوں گے۔

۷۵: ۲۵ —— تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ یہ جملہ بَاسِرَةٌ کی صفت ہے تَظُنُّ مضارع واحد مؤنث غائب۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ گمان کرتی ہے وہ خیال کرتی ہے اَنْ مصدریہ يُفْعَلَ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) بِهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب وجوہ باسرۃ کے لئے ہے۔

فَاقِرَةٌ اسم فاعل واحد مؤنث، یہ اگرچہ اسم فاعل مؤنث ہے لیکن غالباً ان اسماء کی جگہ اس کا استعمال ہوتا ہے جو موصوف سے بے نیاز ہیں۔ اور بغیر کسی ذات کے اس کا استعمال ہوتا ہے جیسے دَاهِيَةٌ (آفت، بلا)، دَاهِيَةٌ (ہوشیار، چالاک، عیار مرد و عورت) اسی لئے منتہی الارب میں اس کا ترجمہ بلا و سختی لکھا ہے اور محلیؒ نے فقرات ظہر، یعنی پشت کے مہرے توڑ دینے والی مصیبت لکھا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

(وجوہ باسرہ) خیال کرتے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا (ضیاء القرآن)

خیال کرتے ہوں گے کہ ان پر کوئی کمر توڑ مصیبت ڈالی جائے گی (تفسیر حقانی)

اور سمجھ رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ برتاؤ ہونے والا ہے (تفہیم القرآن)

۷۵: ۲۶ ـــ کَلَّا۔ یہ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَۃَ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَۃَ سے بازداشت ہے
علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :۔
یہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے سے بازداشت ہے۔ گویا یوں کہا گیا ہے دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے سے باز رہو۔ موت کو یاد کرو، موت کے وقت دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور غیر فانی آخرت سامنے آجائے گی۔

ـــ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ: اِذَا شرطیہ ہے اور اِلٰی رَبِّکَ..... جزاء ہے بَلَغَتْ ماضی واحد مؤنث غائب بُلُوْغٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ پہنچی، بَلَغَتْ کا فاعل نَفْسٌ محذوف ہے التَّرَاقِیَ تَرْقُوَۃٌ کی جمع ہے بمعنی ہنسلی۔ ہنسلی کی ہڈیاں۔ ہنسلی کی ہڈیوں تک جان کا آجانا موت کا قریب آجانا ہے۔

۷۵: ۲۷ ـــ وَقِیْلَ مَنْ رَاقٍ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے قِیْلَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ قَوْلٌ (باب نصر) مصدر اور کہا جائے گا یعنی پاس والے لوگ کہیں گے
مَنْ استفہامیہ ہے بمعنی کون ؟
رَاقٍ رَقْیٌ و رُقْیَۃٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے جادو ٹونہ کرنے والا۔ دم کرکے پھونکنے والا۔ جھاڑ پھونک کرنے والا۔

ترجمہ ہوگا:۔
اور (لوگ) کہیں گے ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا۔

۷۵: ۲۸ ـــ وَظَنَّ اَنَّہُ الْفِرَاقُ: اس کا عطف بھی جملہ بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ پر ہے ظَنَّ ماضی واحد مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ اس نے جان لیا۔ اس کو یقین ہو گیا۔ ضمیر فاعل مرنے والے کی طرف راجع ہے۔ اور مرنے والے کو یقین ہو گیا کہ اب آیا وقت جدائی کا۔
ظَنٌّ بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔ اٹکل کرنا بھی آتا ہے۔

۷۵: ۲۹ ـــ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے اور اس کا عطف بھی حسبِ سابق ہے۔ اِلْتَفَّتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِلْتِفَافٌ (افتعال) مصدر۔ لَفٌّ مادہ بمعنی لپٹ جانا۔ منضم ہو جانا۔ سَاقٌ: پنڈلی۔
یعنی جب ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جائے گی (اور آدمی کو اس کے ہلانے کی طاقت نہیں ہوگی)

۷۵ : ۳۰ — اِلٰی رَبِّکَ یَوْمَئِذِنِ الْمَسَاقُ یہ جملہ، جملہ شرطیہ کا جواب ہے۔
الْمَسَاقُ مبتدا۔ اِلٰی رَبِّکَ اس کی خبر، یَوْمَئِذٍ ظرف، خبر کو حصر کے لئے مقدم لایا گیاہے۔ یعنی اس روز اللہ ہی کی طرف مرنے والے کا رجوع ہوتا ہے۔ اللہ ہی جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے کسی اور کی طرف مرنے کی واپسی نہیں ہوتی۔

۷۵ : ۳۱ — فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰی۔ لَا صَدَّقَ ماضی منفی واحد مذکر غائب۔ تَصْدِیْقٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ اس نے تصدیق نہیں کی۔ اس نے سچ نہ مانا۔ یعنی اس نے رسول یا قرآن کی تصدیق نہیں کی۔ یا مال کی زکوٰۃ نہیں دی۔

وَلَا صَلّٰی اور نہ ہی اس نے فرض کردہ نماز ادا کی۔

فَلَا صَدَّقَ کا عطف اَیَحْسَبُ کے مضمون پر ہے کیونکہ استفہام سے مراد ہے زجر۔ اور کسی چیز پر زجر کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ وہ چیز واقع ہو چکی ہو۔ اسی لئے اس پر زجر کی جاتی ہے) تو گویا مطلب اس طرح ہوگا۔

انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں نہیں جوڑیں گے اور اس کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرکے نہیں اٹھائیں گے۔ اسی لئے نہ وہ تصدیق کرتا ہے اور نہ نماز پڑھتا ہے۔

صَدَّقَ وَصَلّٰی کی ضمیریں الانسان کی طرف راجع ہیں۔

کلام کی رفتار بتا رہی ہے کہ آیت میں عدی بن ربیعہ مراد ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ۷۵ : ۳۔ لیکن بغوی کے نزدیک ابوجہل مراد ہے۔ یعین شخصی اس وقت مراد ہوگی اگر الْاِنْسَانُ کے الف لام کو ال عہدی قرار دیا جائے لیکن اگر الف لام جنسی ہو تو عدی، ابوجہل (اور ان جیسے سب انسان) الانسان میں داخل ہوں گے (تفسیر مظہری)

۷۵ : ۳۲ — وَلٰکِنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی بلکہ اس نے تکذیب کی (رسول کی) اور (آپ پر ایمان لانے سے) منہ پھیر لیا۔

تَوَلّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر۔ اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیری۔ تَوَلِّیٌ کا تعدیہ جب بلاواسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی کسی سے دوستی رکھنے، والی یا حاکم ہونے کے ہوتے ہیں جیسے کہ وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ (۵ : ۵۱) اور جو کوئی تم میں سے ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں سے ہے۔ اور جب عَنْ کے ساتھ متعدی ہو خواہ عَنْ لفظوں میں مذکور ہو یا پوشیدہ ہو تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں جیسے فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ (۵۱ : ۵۴) تو ان سے اعراض کرو

تم کو (ہماری طرف سے) کوئی ملامت نہ ہوگی۔

۷۵: ۳۳ — یَتَمَطّٰی۔ مضارع واحد مذکر غائب تَمَطِّیٌّ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ غرور سے اکڑتا ہوا۔ ناز سے مٹکتا ہوا۔ ذَھَبَ کے فاعل سے حال ہے۔

۷۵: ۳۴ — اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی۔ اَوْلٰی افعل التفضیل کا صیغہ ہے (جملہ بد دعائیہ ہے) زیادہ لائق۔ زیادہ قریب۔ زیادہ مستحق۔ ولی سے، جس کے معنی پے در پے اور مسلسل واقع ہونے کے ہیں اور اسی لحاظ سے قریب ہونے کے معنی میں آیا ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ (۳۳: ۶) پیغمبر مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں۔ اور پیغمبر کی بیویاں ان کی مائیں ہیں

جب اَوْلٰی کا صلہ لام واقع ہو (جیسا کہ آیت زیر مطالعہ میں) تو یہ ڈانٹ اور دھمکی کے لئے آتا ہے اس صورت میں برائی اور خرابی سے زیادہ قریب اور اس کے زیادہ مستحق ہونے کے معنی ہونگے۔

سو اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی کے معنی ہوں گے: تیرے لئے خرابی ہی خرابی ہے،، گذشتہ کلام میں یَتَمَطّٰی تک الانسان کا ذکر بصیغہ غائب تھا۔ یہاں خطاب کی ضمیر نفرت اور حقارت کے اظہار کے لئے لائی گئی ہے۔

۷۵: ۳۵ — ثُمَّ اَوْلٰی لَکَ فَاَوْلٰی: ثُمَّ یہاں تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے ایسے موقع پر معنی ہوتے ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر، یعنی تیرے لئے اس سے بھی بڑھ کر خرابی اور بربادی ہو۔

اسی معنی میں حضرت علی کا شعر ہے۔

نَعَارٌ ثُمَّ عَارٌ ثُمَّ عَارٌ۔ شِقَاءُ الْمَرْءِ مِنْ اَکْلِ الطَّعَامِ:

شرم کی بات ہے بہت شرم کی بات ہے بہت ہی شرم کی بات ہے۔ کہ آدمی کھانا کھا کر بیمار ہو جائے

۷۵: ۳۶ — اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی، جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ: ملاحظہ ہو ۷۵: ۳ متذکرۃ الصدر، کیا انسان خیال کرتا ہے اَنْ مصدریہ بمعنی کہ۔ یُتْرَکَ مضارع مجہول (منصوب بوجہ عمل اَنْ) تَرْکٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ چھوڑ دیا جائے گا۔ سُدًی۔ بے قید، مہمل۔ کہ نہ کسی بات پر مامور ہو اور نہ کسی چیز سے اسے روکا جائے۔ اِسْدَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی مہمل چھوڑ دینے کے ہیں۔ اسم ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مساوی طور پر استعمال ہوتا ہے۔

سُدًی۔ بے کار چھوڑے ہوئے اونٹ۔ شتر بے مہار۔ سُدًی۔ یُتْرَکَ کی ضمیر نائب فاعل سے حال ہے۔

مطلب یہ ہے کہ کیا انسان یہ سوچتا ہے کہ اس کو یوں ہی بے کار چھوڑ دیا جائے گا نہ کسی کام کا حکم دیا جائے گا اور نہ کسی فعل سے منع کیا جائے گا۔ حالانکہ انسان کی پیدائش کی غرض ہی پابندی امر ونہی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ (۵۱: ۵۶) اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری ہی عبادت کریں۔

۷۵: ۳۷ — اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی: جملہ مستانفہ ہے، انسان کے خیالِ بالا کے ابطال کے لئے آیا ہے۔ اَ۔ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ لَمْ یَكُ مضارع نفی جحد بلم کیا وہ نہیں تھا۔

نُطْفَةً فعل لَمْ یَكُ کے فاعل سے حال ہے ایک نطفہ کی حالت میں۔ نطفہ مائع چیز کا وہ قطرہ جو بوقت مجامعت مرد کے آلہ تناسل سے اچھل کر عورت کے رحم میں ٹپک جاتا ہے۔ اس کی جمع نُطَافٌ ہے۔

مِنْ مَّنِیٍّ نطفہ کی صفت، منی کا قطرہ،

یُّمْنٰی مضارع مجہول واحد مذکر غائب، جو ٹپکایا جاتا ہے جو ٹپکایا گیا۔ اس میں ضمیر نائب فاعل منی کی طرف راجع ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

کیا وہ نہیں تھا (ابتدار میں) منی کا ایک (حقیر) قطرہ جو (رحم مادر میں) ٹپکایا جاتا ہے

۷۵: ۳۸ — ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً: ای صار المنی قطعۃ دم جامد بعد اربعین یوما (مدارک التنزیل۔ پھر وہ منی ایک منجمد خون کا لوتھڑا بن گئی۔

فَخَلَقَ فَسَوّٰی۔ فَ تعقیب کا۔ سَوّٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ تَسْوِیَةٌ (تفعیل) مصدر سے، جس کے معنی بلندی یا پستی میں برابر بنانے کے ہیں۔ پھر اس نے پورا پورا بنایا۔ ای فخلق اللہ منہ بشرًا سویا۔ (مدارک۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس لوتھڑے سے ایک مکمل انسان پیدا کیا۔

۷۵: ۳۹ — فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ، پھر اس انسان کا زوج (دو ہم نظیر شکلوں کا جوڑا) بنایا۔

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی، مرد اور عورت۔ یہ زوجین کا بدل ہے۔

۷۵: ۴۰ — اَلَیْسَ ذٰلِكَ: اَ: ہمزہ استفہامیہ اقراری ہے۔ یعنی قادر ہے۔ لَیْسَ

ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اَلَیْسَ کیا وہ نہیں ہے۔ اس سے صرف ماضی کی گردان آتی ہے مضارع، امر، اسم فاعل، اسم مفعول، اس سے مشتق نہیں ہوتے۔ اس لئے یہ غیر منصرف کہلاتا ہے افعال ناقصہ میں سے ہے اور ماضی کا معنی رکھتا ہے۔

ذٰلِکَ ای ھو الذی فعل ھذا وانشأ الاشیاء اول مرۃ - وہ ذات کہ جس نے یہ سب کچھ بنایا۔ اور ہر چیز کو اول مرتبہ نیست سے ہست کر دیا۔ خدائے پاک ذات خالق کائنات،

— اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی - اَنْ مصدریہ۔ یُحْیِیَ مضارع واحد مذکر غائب یہاں مضارع بمعنی مصدر ہے۔ زندہ کرنے پر۔

اَلْمَوْتٰی - مَیِّتٌ کی جمع ہے۔ مُردے۔

ترجمہ ہوگا:۔

تو کیا ایسی ذات اس پر قدرت نہیں رکھتی کہ مُردوں کو زندہ کر دے؟

سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ بَلٰی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۷۶) سُوْرَۃُ الدَّھْرِ مَکِّیَّۃٌ (۲۱)

۷۶ : ۱ــــ ھَلْ اَتٰی : استفہام تقریری ہے ھَلْ بمعنی قَدْ ہے۔ بیشک آچکا ہے بے شک گذر چکا ہے ۔عَلَی الْاِنْسَانِ۔ انسان سے عام انسان مراد ہے یا حضرت آدم علیہ السلام؛

اگلی آیت میں الانسان کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ اسے نطفہ امشاج سے پیدا کیا۔ امام فخر الدین رازی نے دونوں جگہ الانسان سے مراد عام انسان لیا ہے (اضواء القرآن)

ــــ حِیْنٌ : طائفۃ محدودۃ من الزمان الممتد الغیر المحدودۃ (بیضاوی) طویل ولامحدود زمانہ کا ایک محدود حصہ :

الدَّھْرُ : طویل غیر محدود زمانہ

ــــ لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا جملہ محل نصب میں ہے اور الانسان سے حال ہے لَمْ یَکُنْ مضارع نفی جحد بلم۔ وہ نہیں تھا۔ شَیْئًا موصوف مَذْکُوْرًا۔ ذِکْرٌ سے اسم مفعول۔ صفت شئ کی۔

مطلب آیت کا یہ ہے کہ :۔

انسان پر ایک ایسا وقت گذرا ہے کہ اس وقت نہ یہ دنیا میں موجود تھا نہ اہل دنیا میں اس کا تذکرہ تھا۔ کوئی انسان کے نام سے واقف نہ تھا۔

۷۶ : ۲ــــ نُطْفَۃٍ اَمْشَاجٍ، موصوف وصفت نطفۃ قطرہ منی،

اَمْشَاجٍ ۔ مَشَجَ یَمْشُجُ مَشْجٌ (باب نصر) بمعنی ملانا۔ خلط ملط کرنا، سے مشتق ہے اَمْشَاجٌ بمعنی مخلوط یہ جمع ہے اور نطفہ کی صفت استعمال ہوا ہے نطفہ اگرچہ لفظاً واحد ہے لیکن معنیً اس بناء پر جمع لیا گیا ہے کہ اس میں مرد و عورت کا نطفہ (پانی) مخلوط ہوتا ہے :

اور ہر نطفہ اجزاء، خواص، رقت، قوام کے لحاظ سے مختلف و منفرد ہوتا ہے

نَبْتَلِيْهِ: مضارع جمع متکلم اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر سے ہ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے، ہم اس کی آزمائش کریں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں:۔

۱:۔ یہ خَلَقْنَا کے فاعل سے حال ہے والمراد مریدین ابتلاءہ واختبارہ بالامر والنهی (مدارک التنزیل، روح المعانی)

اور مراد ہماری اس کی آزمائش اور امتحان اوامر و نواہی کا مکلف بنانے کے بعد لینا تھا۔

۲:۔ یہ معلول ہے جس کی علت الانسان کو نطفہ امشاج سے پیدا کرنا ہے لام علت محذوف ہے۔ ای خلقنہ لنختبرہ بالامر والنهی تاکہ اوامر و نواہی کے ذریعہ اس کی آزمائش کریں۔ (تفسیر خازن)

اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (۶۷ : ۲) اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے تم میں سے کون اچھے کام کرتا ہے

فَجَعَلْنٰهُ۔ ف سببیہ ہے ای بسبب ذٰلک (جلالین) ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر الانسان کے لئے ہے۔ ہم نے اس کو بنایا۔

سَمِيْعًا بروزن (فعیل) صفت مشبہ کا صیغہ ہے سننے والا۔ اسماء حسنیٰ میں سے ہے جب یہ حق تعالیٰ شانہٗ کی صفت واقع ہو تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات جس کی سماعت ہر شے پر حاوی ہو۔

بَصِيْرًا۔ بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے بمعنی دیکھنے والا۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک ہم نے انسان کو ایک نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔ تاکہ ہم اس کی آزمائش کریں بدیں وجہ ہم نے اس کو سنتا اور دیکھتا بنا دیا۔

۷۶ : ۳ ــــ اِنَّا هَدَيْنٰهُ۔ هَدَيْنَا ماضی جمع متکلم هِدَايَةٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی ہدایت یاب کرنا۔ راستہ بتا دینا۔ ہدایت کرنا۔ بھلائی برائی کے حصول کے فطری راستے بتا دینا۔ یہاں اس کا مطلب ہے، ہم نے اس کو حق کا راستہ بتا دیا۔

کٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

السَّبِیْلَ: منصوب بوجہ مفعول ھَدَیْنَا کے۔ والسبیل الطریق السوی سیدھا راستہ، راہِ حق۔

اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا: اِمَّا بمعنی اگر، یا۔ شَاکِرًا شُکْرٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ شکرگذار، احسان مند۔

کَفُوْرًا۔ کُفْرَانٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر۔ بڑا ناشکرا۔ بڑا احسان فراموش۔

شَاکِرًا اور کَفُوْرًا کے انتصاب میں متعدد اقوال ہیں۔

۱:۔ دونوں کٗ ضمیر مفعول واحد مذکر سے حال ہیں۔

۲:۔ کلام یوں ہے: انا ھدینٰہ السبیل لیکون اما شاکرًا واما کفورًا۔ ہم نے اس کو راہ حق بتادی اب چاہے وہ شکرگذار بنے یا چاہے احسان فراموش بنے۔

عربی میں کہتے ہیں:۔

قد نصحت لك ان شئت فاقبل وان شئت فاترك میں نے تجھے نصیحت کردی ہے اب چاہے قبول کر یا چھوڑ دے۔

۳:۔ اِمَّا مرکب ہے انْ شرطیہ اور مَا زائدہ سے۔ ای بینا لہ الطریق ان شکر وان کفر۔ ہم نے اس کو سیدھا راستہ بتادیا ہے اگر وہ شکرگذار ہوتا ہے یا وہ انکار کرتا ہے (یہ اس کی مرضی ہے)

۷۶:۴ ـــ اَعْتَدْنَا ماضی جمع متکلم اِعْتَادٌ (افعال) مصدر ہم نے تیار کر رکھا ہے۔

سَلٰسِلَا: سِلْسِلَۃٌ کی جمع ہے زنجیریں۔ بعض کے نزدیک یہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہے اور یہ قائم مقام دو اسباب منع صرف کے ہے۔ اسی لئے غیر منصرف ہے اور بدیں وجہ اس پر تنوین نہیں آئی

اَغْلٰلًا۔ غُلٌّ کی جمع۔ طوق، ہتھکڑیاں۔ غُلّ اس شے کو کہتے ہیں جس سے قید کیا جائے اور اس میں اعضا باندھ دیئے جائیں۔

ـــ سَعِیْرًا دھکتی ہوئی آگ۔ دوزخ۔ سَعْرٌ سے جس کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں۔ بروزن فعیلٌ بمعنی مفعول ہے۔

سَلٰسِلَا واَغْلٰلًا۔ وسَعِیْرًا منصوب بوجہ مفعول فعل اَعْتَدْنَا کے ہیں۔

۷۶: ۵ ـــــ اَلْاَبْرَارَ: نیک لوگ، بَرٌّ یَا بَارٌّ کی جمع۔ (رباب ضرب، سمع) مصدر، معنی نیک ہونا۔ راست باز ہونا۔ بِرٌّ (باب نصر، ضرب) اچھا سلوک کرنا۔ اطاعت کرنا
اَلْبَرُّ بَحْرٌ کی ضد ہے۔ (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر وسعت معنی کے لحاظ سے اس سے البِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا ہے جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنا کے ہیں اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۵۲: ۲۸) بیشک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے۔ اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ (یعنی بندے نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی)

چنانچہ جب اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی ثواب عطا کرنے کے ہوتے ہیں اور جب اس کی نسبت بندہ کی طرف ہو تو اطاعت اور فرمانبرداری کے ہوتے ہیں
اَبْرَارٌ سے مراد وہ اہل ایمان ہیں جو اپنے ایمان میں سچے اور اپنے رب کے فرمانبردار ہیں
يَشْرَبُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب شُرْبٌ (باب سمع) مصدر، وہ پئیں گے
مِنْ كَاْسٍ: كَاْسٌ شربت (کوئی بھی پینے والی چیز، پانی وغیرہ) سے بھرے ہوئے برتن کو کہا جاتا ہے۔ مثلاً شَرِبْتُ كَاْسًا طَيِّبَةً میں نے پاکیزہ پیالہ پیا۔ یعنی پیالہ میں پاکیزہ شربت پیا۔

مِنْ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ مِنْ ابتدائیہ ہے یعنی ابرار پینے کی چیزیں پینے کے برتن سے پئیں گے۔
۲۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پینے سے پینے کی چیز مراد ہو اس وقت مِنْ زائدہ ہوگا۔
۳۔ مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی کچھ شربت پئیں گے۔
۴۔ مِنْ بیانیہ ہے۔ سوال ہے کہ کیا پئیں گے جواب ہوگا شربت پئیں گے۔

ـــــ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا۔ كَانَ فعل ناقص مِزَاجُ مضاف اسم کان هَا مضاف الیہ (ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع كَاْسٌ ہے) كَافُوْرًا اس کی خبر مَزَاجٌ مصدر ہے۔ باہم ملانا۔ ملا کر یک ذات کرنا۔ ملاوٹ، ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ مَزَجَ يَمْزُجُ (باب نصر) مِزَاجٌ باہم پانی سے ملانا۔ ترجمہ ہوگا:

جس میں کافور کی آمیزش ہوگی:

فائدہ : سوال پیدا ہوتا ہے کہ کافور نہ تو پینے والی چیز ہے اور نہ ہی اس کا ذائقہ مرغوب ہے تو بہشت کے اس مشروب کو خصوصی طور پر کافور کیوں بیان کیا گیا ہے ؟

جواب یہ ہے کہ :۔

۱۔ بہشت کی نعمتیں دنیوی نعمتوں سے کئی گنا بہتر ہوں گی، ان کو اس دنیا کے نام سے بیان کرنا محض انسان کو سمجھانے کے لئے ہے

۲۔ کافور سے مراد یہ بھی لی جا سکتی ہے کہ ٹھنڈک اور سکون آوری میں وہ بہشتی مشروب کافور کی مانند ہوگا

۳۔ سکون مشروب کے پینے سے اور اس کی خوشبو سے حاصل ہوتا ہے ہو سکتا ہے کہ اس کو پیتے وقت کافور کی سی خوشبو آئے گی۔

۶:۷۶ ۔۔۔ عَیْنًا بعض کے نزدیک کافور بہشت میں ایک چشمے کا نام ہے اس صورت میں عَیْنًا کَافُوْرًا سے بدل ہے۔

اس صورت میں مطلب ہوگا :۔

کہ وہ مشروب جو ابرار لوگ بہشت میں پئیں گے اس میں چشمہ کافور کا شربت بھی شامل ہوگا

یَشْرَبُ بِھَا۔ اس کی تشریح میں علامہ پانی پتی رح رقمطراز ہیں۔

بار زائدہ ہے۔ اس کو پئیں گے۔ یا۔ یشرب لذت کے معنی کو متضمن ہے اور یَلْتَذُّ کے مفعول پر بَ آتی ہے اس لئے یشرب کے مفعول پر بھی بَ لائی گئی ہے۔ یا ممزوجًا محذوف ہے بِھَا اس سے متعلق ہے۔ یا۔ باد ابتدائیہ کے معنی میں ہے اس سے پئیں گے

عِبَادُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر یشرب کا فاعل، جسے اللہ کے بندے پئیں گے۔

۔۔۔ یُفَجِّرُوْنَھَا تَفْجِیْرًا۔ یُفَجِّرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ تَفْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر وہ بہا کرلے جائیں گے۔ وہ اس چشمہ میں سے کاٹ کر (نکال کرلے جائیں گے۔

الفجر کے معنی کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنے اور شق کر دینے کے ہیں۔ فَجَرْتُہٗ فَانْفَجَرَ: میں نے پانی کو پھاڑ کر بہایا پس وہ بہہ گیا۔

صبح کو فجر کہا جاتا ہے کیونکہ صبح کی روشنی بھی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے

ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب عَیْنًا کے لئے ہے تَفْجِیْرًا مفعول مطلق، مصدر کو تاکید کے لئے

لایا گیا ہے۔ یعنی اللہ کے بندے جنت کے اندر اپنے مکانوں اور محلات میں اوپر نیچے جہاں جا ہیں گے اشارہ سے لے جائیں گے بلندی یا پستی یا اس قسم کی کوئی اور چیز اس میں رکاوٹ نہ بن سکے گی۔

۷:۷۶ — یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ جملہ مستانفہ ہے جس میں ابرار کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس میں ان اعمال حسنہ اور اخلاق حمیدہ کا بیان ہے جن کی وجہ سے ان کو جنت کی مذکورہ بالا نعمتیں عطا ہوں گی۔

یُوْفُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِیْفَاءٌ (افعال) مصدر، وہ پوری کرتے ہیں۔ وفی مادہ۔ اَلْوَافِیْ مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔

النَّذْرِ۔ بطور اسم، بمعنی منت بطور مصدر بمعنی منت ماننا۔ نذر کا لغوی معنی ہے غیر واجب چیز کو اپنے اوپر واجب کر لینا۔

النذر کی تشریح کرتے ہوئے فقہاء کرام لکھتے ہیں۔

النذر ھو ایجاب المکلف علیٰ نفسہ من الطاعات مالو یوجبہ لم یلزمہ۔ یعنی کسی مکلف (عاقل بالغ مومن کا) اپنے اوپر کسی ایسی چیز کا (نیکی اور عبادت کا) واجب کر لینا۔ کہ اگر وہ خود اس کو لازم نہ کرے تو یہ اس پر لازم نہ ہو۔

گویا ابرار کی پہلی صفت یہ ہوگی کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔

وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے کَانَ فعل ناقص شَرُّهٗ (مضاف مضاف الیہ) اسم کَانَ۔

مُسْتَطِيْرًا۔ اِسْتِطَارٌ (استفعال) مصدر سے اسم فاعل واحد مذکر صفت ہے یَوْمًا کی۔ یَوْمًا سے مراد روز قیامت ہے۔

مادہ ط ی ر سے مشتق ہے بمعنی پھیلا ہوا۔ عام۔ طَيَرَانٌ کا اصل معنی ہے اڑنا مجازًا کبھی اس سے سرعت رفتار مراد ہوتی ہے۔ جیسے فَرَسٌ مُطَارٌ تیز رفتار گھوڑا۔ کبھی منتشر ہونا۔ اور پھیلنا۔ جیسے غُبَارٌ مستطار پھیلا ہوا غبار۔ اِسْتَطَارَ الْحَرِيْقُ: آگ بہت پھیل گئی۔ اِسْتَطَارَ الْفَجْرُ۔ صبح کی روشنی بہت پھیل گئی۔ اسی مادہ سے ہے طَائِرٌ بمعنی پرندہ۔ طَيَّارَةٌ۔ بمعنی ہوائی جہاز۔ اور مَطَارٌ ہوائی اڈہ، ایئرپورٹ

شَرُّهٗ (مضاف مضاف الیہ) اس کا شر۔ اس کی برائی۔ اس کی ہولناکی۔

یعنی قیامت کے روز آسمان پھٹ جائیں گے۔ آسمان خاک ہو کر اڑ جائیں گے۔ پہاڑ ریزہ

ریزہ ریزہ ہوجائیں گے وغیرہ وغیرہ۔
ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یَوْمًا ہے۔
یہ ابرار کی دوسری صفت ہوگی۔ کہ وہ ڈرتے ہیں اس دن سے کہ جس کا شر ہر سو پھیلا ہوا ہوگا

۷۶:۸ —— وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یُطْعِمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب۔ اِطْعَامٌ (افعال) مصدر۔ وہ کھانا کھلاتے ہیں۔
عَلٰى حُبِّهٖ اس کی محبت پر۔ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔ اور وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ کی محبت میں۔
مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا۔ مسکینوں کو، یتیموں کو، اسیروں کو، (ہر سہ منصوب بوجہ مفعول ہونے فعل یطعمون کے) اسیر بمعنی قیدی۔ یہ ابرار کی تیسری صفت ہے، خوبی ہے

۷۶:۹ —— اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا، جملہ حالیہ ای قائلین اِنَّمَا ..... یہ کہتے ہوئے: ہم تمہیں کھلاتے ہیں اللہ کی رضا کے لئے۔ ہم نہ تم سے کوئی بدلہ چاہتے ہیں اور نہ کسی شکر کے متمنی ہیں۔
لِوَجْهِ اللّٰهِ۔ لام (حرف جر) تعلیل کا۔ وَجْهِ مضاف بمعنی رضا۔ اللہ مضاف الیہ اللہ کی رضا کی خاطر۔
لَا نُرِيْدُ۔ فعل نہی۔ جمع متکلم۔ اِرَادَةٌ (افعال) مصدر۔ ہم نہیں چاہتے ہیں۔
شُكُوْرًا۔ شَكَرَ يَشْكُرُ کا مصدر ہے بمعنی شکر کرنا۔ شکرگذاری۔

۷۶:۱۰ —— اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا۔ اطعام کی پہلی علت لوجہ اللہ تھی۔ یہ دوسری علت ہے گویا حرف عطف اور حرف جر کو حذف کرکے لِوَجْهِ اللّٰهِ پر عطف کردیا گیا ہے۔
اصل کلام یوں تھا۔
نُطْعِمُكُمْ طَمَعًا وَّخَوْفًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی اللہ کی خوشنودی اور ثواب کی طلب میں اور اللہ کے عذاب اور غضب کے خوف سے ہم تم کو کھانا کھلاتے ہیں۔
مِنْ رَّبِّنَا کا معنی ہے مِنْ عَذَابِ رَبِّنَا یعنی ہم اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں
يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا۔ یَوْمًا منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ ظرفیت کے "یہ عذاب اس دن ہوگا" یا اس دن کے عذاب سے" جو عبوس اور قمطریر ہوگا۔ عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا دونوں بوجہ یَوْمًا کی صفت کے منصوب ہیں۔
عَبُوْسًا: منہ بنانے والا۔ تیوری چڑھانے والا۔ ترش رو، سخت، مُنہ بگاڑ دینے والا۔

عَبَسَ وَعُبُوْسٌ سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ قرآن پاک میں یہ یَوْمًا کی صفت واقع ہوا ہے۔ علامہ احمد فیومی نے مصباح میں لکھا ہے کہ:۔

علبس الیوم کے معنی ہیں دن کے سخت ہونے کے۔ اس اعتبار سے یوم عبوس کے معنی سخت دن کے ہیں۔

اور قاموس میں یَوْمًا عَبُوْسًا کی تشریح میں لکھا ہے:

ای کریھًا تعبس منہ الوجوہ۔ ایسا مکروہ دن کہ جس سے منہ بگڑ جائیں۔

علامہ خازن نے تصریح کی ہے کہ:۔

یوم کو جو عبوس سے موصوف کیا ہے یہ مجاز ہے جس طرح کہ نھارہ صائم بولتے ہیں اور اس سے مراد وہ شخص ہوتا ہے کہ جس نے اس دن کا روزہ رکھا ہے۔

غرض مطلب یہ ہوا کہ اس دن میں لوگوں کے چہرے اس کے ہول اور شدت سے بگڑ جائیں گے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ:۔

چونکہ اس دن میں سختی اور شدت ہے اس لئے اس کو عبوس سے موصوف کیا گیا ہے

قَمْطَرِيْرًا: مصیبت اور رنج کا بہت طویل دن۔ (یعنی روز قیامت) اصل محاورے میں قَمْطَرَتِ النَّاقَۃُ اس وقت بولا جاتا ہے جب اونٹنی دُم اٹھا کر ناک چڑھا کر، منہ بنا کر مکروہ شکل اختیار کرے۔ اس معنی کی مناسبت سے ہر مکروہ، بُرے، رنج دہ دن کے لئے استعمال ہونے لگا۔

اصل مادہ قطر ہے م زائدہ ہے۔ جملہ سابقہ کی طرح یہ جملہ بھی حالیہ ہے۔

آیت کا ترجمہ ہو گا:۔

ہم ڈرتے ہیں اس روز کے اللہ کے عذاب سے جو بڑا ترش اور سخت ہے۔

۷۶:۱۱ —— فَوَقٰهُمُ اللّٰهُ۔ ف تعقیبیہ ہے، وَقٰی (وہ بچالے گا) ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وَقَايَۃٌ (باب ضرب) مصدر۔ وقی مادہ۔

یہاں اگرچہ فعل ماضی کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور واقعہ کا تعلق مستقبل سے ہے: مستقبل کی تعبیر ماضی کے صیغہ سے اس لئے کر دی ہے کہ گویا ایسا ہو ہی گیا۔

هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اَلْاَبْرَارُ ہے۔ جن کا اوپر ذکر چلا آرہا ہے: مطلب یہ کہ:۔ بہ سبب اس کے کہ وہ اپنی منتیں پوری کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں،

اور اسیروں کو خدا کی رضا کی خاطر اور روز قیامت کی سختی کے خوف سے کھانا کھلاتے ہیں اور ان سے کسی شکر گذاری اور اجر کی خواہش نہیں رکھتے اللہ ان کو روز قیامت کے شر سے بچائے گا۔

شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ : ذٰلِكَ اسم اشارہ الیوم مشار الیہ دونوں مل کر شَرَّ مضاف کا مضاف الیہ۔ اس دن کے شر سے۔ جملہ فعل وَقٰی کا مفعول ہے شَرَّ سے مراد اس دن کی سختیاں

وَ لَقّٰهُمْ نَضْرَةً وَّ سُرُوْرًا۔ واؤ عاطفہ لَقّٰی ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب تَلْقِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اور ان کو عطا کرے گا۔

اصل میں لَقّٰی کا مطلب ہے کسی کی طرف کسی چیز کو پھینکنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ (۶۷ : ۸) جب بھی اس میں کوئی جتھا پھینکا جائیگا اس لئے تلقیۃ کا مطلب ہے پھینکنا۔ لیکن اللہ کی طرف سے تَلْقِيَةٌ کا مطلب ہے وحی، عطاء۔

نَضْرَةً اسم منصوب۔ تروتازگی۔ رونق (چہرہ کی)

چنانچہ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ (۷۵ : ۲۲) کئی چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے،

لَقّٰی کا مفعول ثانی۔

سُرُوْرًا۔ خوشی۔ جو خوشی کہ اندر چھپ رہی ہو اس کا نام سُرُور ہے۔ لَقّٰی کا مفعول سوم ہے۔

اس آیت سے لے کر آیت ۲۱ تک ان انعامات کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عالم آخرت میں عطا فرمائے گا۔

۷۶ : ۱۲ — وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ واؤ عاطفہ، جَزٰی ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ بدلہ دے گا۔ وہ جزا دے گا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب (مفعول اول) ان کو۔ بَ سببیہ۔ مَا موصولہ۔ صَبَرُوْا اصلہ اور وہ ان کو صبر کے بدلہ میں عطا کرے گا۔ جَنَّةً : جنت۔ مفعول دوم۔ وَحَرِيْرًا اور ریشمی لباس مفعول سوم۔ حریر۔ ریشم (اسم ہے)

۷۶ : ۱۳ — مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ۔ جملہ حال ہے۔ جَزٰىهُمْ کی ضمیر مفعول هُمْ سے۔ مُتَّكِئِيْنَ : اسم فاعل جمع مذکر منصوب مُتَّكِئٌ واحد۔ اِتِّكَاءٌ (افتعال) مصدر۔ تکیہ لگائے ہوئے۔ پیچھے کو گاؤ تکیہ سے سہارا لگائے ہوئے۔ فِيْهَا میں هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جنۃ ہے اَلْاَرَآئِكِ اریکۃ کی جمع۔ بہت سے تخت۔ اَرِيْكَةٌ

اس تخت کو کہتے ہیں جو مزین ہو اور جس پر پردہ لگا ہوا ہو۔

لَا يَرَوْنَ فِيهَا۔ لَا يَرَوْنَ، مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں دیکھیں گے۔ وہ نہیں پائیں گے۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (مفعول فیہ) کا مرجع جنۃ ہے

شَمْسًا مفعول دوم۔ سورج بمعنی سخت گرمی۔

وَلَا زَمْهَرِيرًا۔ مفعول سوم۔ زَمْهَرِيرٌ۔ سخت ٹھنڈ۔ مطلب یہ کہ۔ وہاں جنت میں نہ سخت گرمی ہوگی اور نہ سخت ٹھنڈ ہوگی بلکہ وہاں کی ہوا معتدل اور خوشگوار ہوگی۔

جملہ محل نصب میں ہے اور ھُمْ ضمیر مفعول سے حال ہے۔ یا متکئین کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔

۷۶: ۱۴ ـــــ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا : اس جملہ کا عطف جملہ ماقبل پر ہے۔ اور اسی طرح یہ بھی حال ہے۔ دَانِيَةً۔ دُنُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی قریب، نزدیک، جھکنے والی، لٹکنے والی۔ ظِلَالُهَا مضاف مضاف الیہ۔ ان کے سائے جنت کے (باغوں کے) سائے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور جنت کے باغوں کے سائے ان پر جھک رہے ہوں گے۔

وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ، اس کا عطف دَانِيَةً پر ہے جیسے فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا (۶: ۹۷) میں جعل کا عطف فَالِقُ پر ہے۔ یا دَانِيَةً کے ذوالحال سے حال ہے اور ذوالحال کی طرف راجع ہونے والی ضمیر محذوف ہے یعنی ذُلِّلَتْ لَهُمْ (تفسیر مظہری)

ذُلِّلَتْ ماضی مجہول۔ واحد مؤنث غائب۔ تَذْلِيلٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ پست کردی گئی۔ وہ مسخر کردی گئی۔ وہ تابع کردی گئی۔

قُطُوفُهَا۔ قُطُوفٌ جمع قِطْفٌ کی۔ مضاف مضاف الیہ۔ ھا کا مرجع جنت کے پھل ہیں۔

قَطْفٌ مصدر۔ درخت سے پھل توڑنا۔ قِطْفٌ وہ پھل جو درخت سے توڑے جائیں۔ (خواہ توڑے گئے ہوں یا توڑے نہ گئے ہوں۔ توڑے جانے کے قابل ہوں) یہاں وہ پھل مراد ہیں جو اہل جنت کھڑے بیٹھے توڑ سکیں گے۔

تَذْلِيلٌ (تفعیل)، مصدر ہے۔ بطور مفعول مطلق برائے تاکید استعمال ہوا ہے۔ ذِلَّ

صعوبت کی ضد ہے۔ مطلب یہ کہ جنت کے باغوں کے پھلوں کا حصول ان کے لئے آسان بنا دیا جائے گا۔

۷۶ : ۱۵- وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ واؤ عاطفہ ہے یہ بیانِ سابق کا تتمہ ہے جنتیوں کے لئے پہننے اور میوؤں اور پھلوں کے علاوہ سامان خورد و نوش بھی شاہانہ ہوگا۔

يُطَافُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب اِطَافَةٌ (افعال) مصدر۔ دور چلایا جائیگا

عَلَيْهِمْ اُن پر۔ یا اُن میں۔ یعنی بہشتیوں میں۔

اٰنِيَةٍ جمع اِنَاءٌ کی جیسے اَكْسِيَةٌ جمع ہے كِسَاءٌ کی (کمبل) یا اَغْطِيَةٌ جمع ہے غِطَاءٌ کی، (پردہ)

مِنْ بیانیہ ہے۔ فِضَّةٍ۔ چاندی۔ یعنی چاندی کے بنے ہوئے برتن۔

مطلب ہے کہ خورد و نوش کی چیزیں چاندی کے بنے ہوئے برتنوں میں مہیا کی جائیں گی!

وَاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۔ اس جملہ کا عطف جملہ ما قبل پر ہے۔ اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے۔

اَكْوَابٌ جمع ہے كُوْبٌ کی اس آبخورے یا پیالے کو کہتے ہیں جس کا دستہ نہ ہو

اَلْكُوْبَةُ اس ڈگڈگی کو کہتے ہیں جو تماشہ کے وقت مداری بجاتے ہیں۔

كَانَتْ قَوَارِيْرَا صفت ہے اَكْوَابٍ کی، قَوَارِيْرَا جمع ہے قَارُوْرَةٌ کی شیشہ۔ شیشے کا برتن، گلاس ہو یا صُراحی یا کچھ اور۔ چاندی کے قواریر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چاندی کی سفیدی اور شیشے کی طرح صفائی ان برتنوں میں ہوگی۔

كَانَتْ اگر فعل تام ہے تو قَوَارِيْرَا حال ہوگا یعنی وہ کوزے بنے ہوتے ہیں اور مثل بلور کے ہیں اور كَانَتْ فعل ناقص لیا جائے تو قَوَارِيْرَا اس کی خبر ہوگا۔ یعنی وہ کوزے صفائی بلوری جام کی طرح ہیں (تفسیر مظہری)

۷۶ : ۱۶- قَوَارِيْرَا مِنْ فِضَّةٍ یہ جملہ بدل ہے پہلے قَوَارِيْرَا کا جو آیت ۱۵ میں آیا ہے

قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا۔ یہ جملہ صفت ہے قواریرا کی۔

قَدَّرُوْا ماضی کا صیغہ۔ جمع مذکر غائب۔ تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع قواریرا ہے۔ وہ (یعنی اہل جنت کے خادم) پینے والوں کی خواہش کے بقدر دیں گے۔

تَقْدِيْرًا مفعول مطلق ہے اور تاکیدًا لایا گیا ہے۔

وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا۔ واؤ عاطفہ، اس کا عطف جملہ یُطَافُ عَلَیْہِمْ پر ہے ۔ یُسْقَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور وہ پلائے جائیں گے ۔ یعنی ان کو پینے کے لئے دیا جائے گا۔

فِیْهَا ای فی الجنۃ۔

کَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا : (ایسی شراب کے جام جن میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی) زنجبیل، سونٹھ، جنت میں ایک چشمہ کا نام۔ نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۵ متذکرۃ الصدر۔

۷۶: ۱۸ ـــ عَیْنًا فِیْهَا: اگر زنجبیل کو چشمہ کا نام کہا جائے تو عَیْنًا اس سے بدل ہوگا. ورنہ کَاْسًا سے بدل ہوگا۔ اور مضاف محذوف ہوگا۔

تُسَمّٰی سَلْسَبِیْلًا۔ اس چشمہ کا نام سلسبیل ہے جو مشروب آسانی کے ساتھ حلق میں اترجائے اور خوش گوار ہو وہ سلسبیل ہے سَلْسَلَ سَلْسَالًا وسَلْسَبِیْلًا آسانی اور خوش گواری کے ساتھ حلق میں اترگیا۔

۷۶: ۱۹ ـــ وَیَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۔ اس جملہ کا عطف بھی یُطَافُ عَلَیْہِمْ پر ہے ۔

یَطُوْفُ مضارع واحد مذکر غائب، طَوْفٌ (باب نصر) مصدر۔ چکر لگاتے رہیں گے، ان کی خدمت کے لئے گھومتے ہونگے۔

وِلْدَانٌ جمع وَلَدٌ واحد بچے، جنت کے غلمان۔ مُخَلَّدُوْنَ، تَخْلِیْدٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر: سدا رہنے والے، یعنی نہ مریں گے اور نہ بوڑھے ہوں گے۔

اِذَا رَاَیْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۔ اس میں پہلا جملہ شرط ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط ہے۔

جب تو انہیں دیکھے تو سمجھے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں ۔ حَسِبْتَهُمْ۔ حَسِبْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، حِسْبَانٌ (باب حَسِبَ یَحْسِبُ) مصدر بمعنی گمان کرنا۔ خیال کرنا۔ سمجھنا۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ تو نے ان کو جانا۔ تو نے ان کو خیال کیا ۔ تو ان کو سمجھے یا خیال کرے۔

لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا۔ موصوف وصفت ، بکھرے ہوئے موتی، لُؤْلُؤٌ اکی جمع لَآلِیٌ ہے ۔ مَنْثُوْرًا۔ نَثْرٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول واحد

مذکر ہے۔ بکھرا ہوا۔ لؤلؤا منثورًا ھُمْ ضمیر مفعول سے حال ہے
۷۶: ۲۰ ــــ وَاِذَا رَاَیْتَ ثَمَّ۔ واؤ عاطفہ رایتَ ماضی واحد مذکر حاضر رَاَیْتَ فعل متعدی ہے لیکن یہاں ظاہر یا مقدر اس کا مفعول مذکور نہیں ہے لہٰذا قائم مقام فعل لازم کے ہے۔

ثَمَّ بمعنی وہاں۔ وہیں، اس جگہ۔ اسم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار اصل کے ظرف ہے۔ یہاں رایتَ کے ظرف مکان کے طور پر آیا ہے بمعنی وہاں۔ لیعنی جنت میں۔

اِذَا کی مختلف صورتیں ہیں:۔
۱۔ یہ ظرف زمان ہے۔ (زجاج۔ ریاشی)
۲:۔ یہ ظرف مکان ہے (مبرد، سیبویہ)
(۳) اکثر وبیشتر اِذا شرط ہوتا ہے۔

مفسرین نے تینوں معنوں میں اس کا استعمال کیا ہے۔
۱۔ ظرف زمان: اور جب تو وہاں (کی نعمتیں) دیکھے گا۔ تو تجھ کو وہاں بڑی نعمت اور شاہی ساز وسامان نظر آئے گا۔ (تفسیر حقانی)
۲:۔ ظرف مکان۔ اور جدھر بھی تم وہاں دیکھو گے تمہیں نعمتیں ہی نعمتیں اور وسیع مملکت نظر آئیگی (تفسیر ضیاء القرآن)
۴:۔ اذا شرطیہ۔ اور اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھے بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (تفسیر ماجدی)

مطلب یہ کہ جنت میں نعمتیں ہی نعمتیں نظر آئیں گی اور ایک وسیع مملکت ہوگی جو خداوند کریم نے اپنے ایک ایک بندے کو دیدی ہے

نَعِیْمًا۔ اسم منصوب۔ کثیر نعمت، مُلْکًا بادشاہی، سلطنت (باب ضرب سے مصدر بھی ہے) مُلْکًا کا عطف نَعِیْمًا پر ہے اور کَبِیْرًا صفت ہے مُلْکًا کی۔ بڑی وسیع مملکت۔

۷۶: ۲۱ ــــ عٰلِیَهُمْ ثِیَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ۔ عٰلِیَهُمْ ان کے اوپر کی پوشاک۔ جو چیز اوپر ہے اور بالا ہو وہ عالی ہے۔ اوپر کی پوشاک میں بھی چونکہ یہ بات موجود ہے اس لئے وہ بھی عالی ہے اور یہاں اس لفظ سے یہی معنی مراد ہیں۔ عَالِیٌ

مضاف (بمعنی فوق) ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب مضاف الیہ۔ عَالِیَ منصوب بوجہ ظرفیت کے ہے (ای فوق)، ھُمْ کی ضمیر کا مرجع اہل جنت ہیں نہ کہ ان لڑکوں کے لئے ہے جو اہل جنت کی خدمت کے لئے دوڑے پھر رہے ہوں گے (تفہیم القرآن جلد ششم فٹ نوٹ نمبر ۳۳ زیر آیت ۲۱۔ سورۃ الدھر)

ثِیَابُ ثَوْبٌ کی جمع ہے کپڑے۔ لباس

سُنْدُسٍ۔ باریک ریشم، باریک دیبا۔ خُضْرٌ سبز، ہرے۔ اَخْضَرُ، خَضْرَاءُ کی جمع (اَفْعَلُ فَعْلَاءُ فُعْلٌ کے وزن پر)

اِسْتَبْرَقٌ ریشم کا زریں موٹا کپڑا۔ دیبا۔

ثِیَابُ خُضْرٌ مبتدا مؤخر۔ عٰلِیَھُمْ خبر مقدم ہے:

ثِیَابُ سُنْدُسٍ مضاف مضاف الیہ خُضْرٌ صفت ہے ثِیَابٌ کی، واو عاطفہ سندس مبتدا مؤخر (عٰلِیَھُمْ خبر مقدم)

ترجمہ ہوگا:۔

ان (اہل جنت) کے اوپر لباس ہوگا سبز باریک ریشم کا۔ اور ریشم کے دبیز موٹے کپڑے کا

وَحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّۃٍ۔ واؤ عاطفہ، حُلُّوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب تحلیۃ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی زیور پہنانا۔ ان کو زیور پہنایا گیا۔ ان کو آراستہ کیا گیا۔

حَلْیٌ زیور۔ (واحد) حُلِیٌّ (جمع۔ جیسے ثَدْیٌ کی جمع ثُدِیٌّ ہے (بمعنی پستان)

حُلُّوْا ماضی بمعنی مستقبل ہے ان کو پہنائے جائیں گے۔ وہ پہنائے جائیں گے۔

اَسَاوِرَ۔ سِوَارٌ کی جمع۔ کنگن، پہنچیاں، منصوب بوجہ مفعول ہونے کے۔

مِنْ فِضَّۃٍ میں مِنْ بیانیہ ہے۔ چاندی کی بنی ہوئی۔ چاندی کی،

اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

آیت ۱۸: ۳۱ میں ہے یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَھَبٍ (ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے)

صاحب تفہیم القرآن اس فرق کی وضاحت یوں فرماتے ہیں:۔

سورۃ الکہف ۳۱ میں فرمایا گیا ہے و یحلون فیھا من اساور من ذھب۔ اور یہی مضمون سورۃ الحج ۲۲ آیت ۲۳ اور سورہ فاطر ۳۵- ۳۳) میں بھی ارشاد ہوا ہے ان سب آیتوں کو ملا کر دیکھا جائے تو تین صورتیں سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ کبھی وہ چاہیں گے تو سونے

کے کنگن پہنیں گے۔ اور کبھی چاہیں گے تو چاندی کے کنگن پہنیں گے دونوں چیزیں ان کے حسب خواہش موجود ہوں گی۔

دوسرے یہ کہ سونے اور چاندی کے کنگن وہ بیک وقت پہنیں گے کیونکہ دونوں کو ملا دینے سے حُسن دو بالا ہوتا ہے۔

تیسرے یہ کہ جس کا جی چاہے گا سونے کے کنگن پہنیگا اور جو چاہے گا چاندی کے کنگن استعمال کرے گا۔ (تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ الدھر فٹ نوٹ نمبر ۲۴)

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے سَقٰی ماضی (بمعنی مستقبل) واحد مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی پلانا۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع اہل جنت ہے۔

رَبُّهُمْ مضاف مضاف الیہ۔ شَرَابًا طَهُوْرًا موصوف صفت منصوب بوجہ مفعول فعل سَقٰی۔ اور ان کا پروردگار ان کو شَرَابًا طَهُوْرًا پلائے گا۔

شَرَابًا طَهُوْرًا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

علامہ بیضاوی لکھتے ہیں:۔

ان اقوال سے بہتر وہ قول ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہاں شراب کی ایک اور خاص قسم مراد ہے جو دونوں مذکورہ اقسام (متصف بہ مزاج کافور و متصف بہ مزاج زنجبیل) سے اعلیٰ ہے اسی کو عطا فرمانے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی ہے اور اسی کو شراب طہور فرمایا ہے کیونکہ اس کو پینے والا تمام حسی لذتوں کی طرف میلان اور غیر اللہ کی رغبت سے پاک ہو جاتا ہے صرف جمالِ ذات کا معائنہ کرتا ہے اور دیدارِ الٰہی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور یہ صدیقین کے درجہ کی انتہا ہے اور ابرار کے ثواب کا اختتام ہے:

۷۶: ۲۲ —— اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً: اِنَّ حرف تحقیق ھٰذَا اسم اشارہ جس کا مشار الیہ وہ نعمتیں اور فیوض ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا۔ جو ابرار کو ان کے اعمال صالحہ کے بدلے میں جنت میں ان کو دیئے جائیں گے۔ ھٰذَا اسم کان لَكُمْ جَزَآءً خبر کان۔ جملہ سے قبل عبارت قِيْلَ لَهُمْ محذوف ہے۔

یعنی اہل جنت سے کہا جائے گا یہ تھی تمہاری جزاء اور تمہاری دنیاوی کوششوں ایمان اور عمل صالح اور محبت الٰہی کا بدلہ جو تمہارے لئے پہلے سے تیار تھا۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے كَانَ فعل ناقص

سَعْیُکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ اسم کانَ مَشْکُوْرًا اس کی خبر۔ اور کہا جائے گا، تمہاری کوششیں مقبول ہوئیں۔

مَشْکُوْرًا کا معنی مقبول، پسندیدہ، ستائش کے لائق۔ قابل ثواب:

۷۶: ۲۳ ـــــ نَزَّلْنَا۔ ماضی جمع متکلم تنزیل (تفعیل) مصدر۔ بطور مفعول مطلق تاکیدًا لایا گیا ہے، مراد یہ کہ قرآن مجید کو ہم نے آیت آیت کرکے نازل کیا۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مراد یہ ہے کہ آیت آیت کرکے نازل کیا ایک دم مجموعہ نازل نہیں کیا۔ نَحْنُ مسندالیہ (مبتدا) ہے نَزَّلْنَا خبر فعلی ہے۔ جملہ کو اِنَّا سے شروع کیا ہے نَزَّلْنَا خود جمع متکلم ہے لیکن نَحْنُ کا اس پر اضافہ کرکے فاعل کی طرف فعل کی اسناد کو مکرر کر دیا۔ یہ طرز کلام کلام کو بہت مؤکد کر دیتا ہے اس میں اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ تفریق کے ساتھ قرآن کو نازل کرنے میں حکمت اور مصلحت ہے (ایک دم مجموعہ نازل کرنے سے وہ مصلحت اور فائدہ حاصل نہیں ہوتا) پھر فعل کی نسبت اپنی طرف کرنے سے اختصاص کا بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے (کہ ہم نے ہی نازل کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں یہ فعل ہمارا ہی ہے) اور حکیم کا فعل مُباز حکمت ہوتا ہے۔ (خدا حکیم ہے اس کا یہ فعل حکمت سے خالی نہیں)

۷۶: ۲۴ ـــــ فَاصْبِرْ لِحُکْمِ رَبِّکَ ف سببیہ ہے ہطرف سے پہلے کا کلام بعد والے حکم کا سبب ہے۔ یعنی جب تم نے نیکوں اور بدوں کا حال جان لیا۔ اور جزاء، دسزا کی تاخیر کا سبب بھی جان لیا۔ تو کافروں کی طرف سے پہنچنے والے دکھ پر صبر کرو۔ کافروں کو عذاب دینے کی جلدی مت کرو۔ کافروں پر فتح یاب ہونے میں جو تاخیر ہو رہی ہے اس سے رنجیدہ نہ ہو اور جب تم جانتے ہو کہ قرآن خدا نے ہی نازل کیا ہے تو اس کے تشریعی احکام پر صبر کرو۔

اِصْبِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، صَبْرٌ (باب ضرب) مصدر۔ تو صبر کر۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ: واؤ عاطفہ، لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر۔ اِطَاعَۃٌ (افعال) مصدر تو اطاعت نہ کر۔ تو حکم نہ مان۔

مِنْهُمْ میں مِنْ تبعیضیہ ہے۔ ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

اٰثِمًا اَوْ کَفُوْرًا۔ اٰثِمًا: اِثْمٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ گناہ کرنے والا۔ گنہگار۔ اَوْ بمعنی یا۔ کَفُوْرًا کُفْرٌ (باب نصر) مصدر

صفت مشبہ منصوب۔ ناشکرا۔ ناشکر گذار۔ کافر (مراد وہ کافر جو کفر کی طرف بلانے والا ہے)

فائدہ:۔ اَوْ بمعنی یا کے استعمال سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ اٰثِمًا یا کفورًا کی اطاعت سے منع کیا گیا ہے یعنی اختیار دیا گیا ہے کہ تم آثم اطاعت مت کرو یا کفور کی اطاعت مت کرو، دونوں میں سے کسی ایک کی اطاعت مت کرو۔ یعنی ایک کا کہنا مت مانو دوسرے کا مانو،

اس شبہ کا ازالہ یہ ہے کہ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا دونوں نکرہ ہیں جو تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اس لئے ممانعت میں عموم کا فائدہ دیا جا رہا ہے یعنی کوئی گناہ کی دعوت دے یا کفر کی یا دونوں کی تم کسی کی اطاعت مت کرو اگر بجائے اَوْ کے آیت میں واؤ ہوتا تو یہ مطلب ہو جاتا کہ اس شخص کی اطاعت مت کرو جو تم کو اثم اور کفر دونوں کی دعوت دیتا ہو اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ تنہا آثم یا صرف کفر کی دعوت دیتا ہو کی اطاعت نہ کرو۔ (تفسیر مظہری)

اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا دونوں لَا تُطِعْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں

۷۶: ۲۵ — وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ واؤ عاطفہ اُذْكُرْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی یاد کرنے یا ذکر کرنے کے ہیں اِسْمَ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اُذْكُرْ کا مفعول۔ اپنے رب کے نام کا ذکر کر: یہاں ذکر سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ ای وَصَلِّ لِرَبِّكَ اپنے رب کی نماز پڑھ۔ بُكْرَةً دن کا اول حصہ۔ یا اس سے مراد فجر کی نماز ہے۔ اَصِيْلًا شام۔ عصر و مغرب کے درمیانی وقت کو کہتے ہیں۔ دن کا پچھلا حصہ۔ اس سے مراد ظہر اور عصر کی نمازیں ہیں۔ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا منصوب بوجہ مفعول فیہ ہونے کے یا بوجہ اُذْكُرْ کے ظرف ہونے کے۔

۷۶: ۲۶ — وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ۔ واؤ عاطفہ، مِنْ تبعیضیہ ہے اور رات کے بعض حصہ میں۔ فَاسْجُدْ میں فَ زائدہ ہے اور اَمَّا شرطیہ ہے جو مقدر ہے۔ اصل کلام یوں ہے۔ وَاَمَّا مِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ (تفسیر مظہری)

اُسْجُدْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر۔ تو سجدہ کر۔ یہاں سجدہ سے مراد نماز پڑھنا ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا۔ سَبِّحْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَسْبِيْحٌ (تفعیل) مصدر

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع ربّ ہے تو اس کی تسبیح بیان کر۔ تو اس کی پاکی بیان کر۔
لَیۡلًا مفعول فیہ۔ رات کو، رات کے دوران۔
طَوِیۡلًا۔ لمبا۔ طویل۔ دراز، طُوۡلٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ یہاں طَوِیۡلًا مصدر محذوف کی صفت ہے۔ یعنی تَسۡبِیۡحًا طَوِیۡلًا۔ مراد اس سے آدھی رات یا اس سے کچھ کم و بیش ہے۔ (تفسیر مظہری)
تسبیح سے مراد نماز شب ہے۔ مدارک التنزیل میں ہے۔
ای تھجد لہٗ ھزیعًا طویلًا من اللیل ثلثیہ او نصفہ او ثلثہ۔ اس کے لئے تہجد کی نماز پڑھ۔ رات کے طویل حصہ میں اس کا دو تہائی یا نصف یا اس کا ایک تہائی حصہ۔
۷۶:۲۷ — اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ وَيَذَرُوۡنَ وَرَآءَهُمۡ يَوۡمًا ثَقِيۡلًا
اِنَّ حرف تحقیق ہے۔ خبر کی تحقیق و تاکید مزید کے لئے آتا ہے۔ اپنے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔
هٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ اسم اِنَّ۔ يُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ جملہ فعلیہ خبر اِنَّ۔ يُحِبُّوۡنَ مضارع جمع مذکر غائب اِحۡبَابٌ (افعال) مصدر۔ وہ پسند کرتے ہیں۔ وہ دوست رکھتے ہیں۔ وہ محبت رکھتے ہیں۔
اَلۡعَاجِلَةَ: جلد ملنے والی۔ دنیا اور دنیا کی آسودگی مراد ہے۔ عَجَلٌ اور عَجَلَةٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے

ترجمہ:۔
بے شک یہ لوگ جلد آنے والی (یعنی دنیا) کو پسند کرتے ہیں۔
وَ يَذَرُوۡنَ ...... اس کا عطف يُحِبُّوۡنَ ...... پر ہے۔ اور یحبون کی طرح اِنَّ کی خبر ہے
يَذَرُوۡنَ جمع مذکر غائب وَذۡرٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی چھوڑ دینا۔ اس مصدر سے صرف مضارع اور امر کے صیغے آتے ہیں۔ اور چھوڑ دیتے ہیں۔ وَرَآءَهُمۡ مضاف مضاف الیہ ان کے آگے یا پس پشت۔
يَوۡمًا: يَذَرُوۡنَ کا مفعول۔ موصوف ثَقِيۡلًا صفت يَوۡمًا کی۔

ترجمہ:۔
اور اپنے پس پشت چھوڑ دیتے ہیں بھاری دن کو۔
يَوۡمٌ کو ثقیل اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن معاملہ بہت سخت ہوگا: گویا وہ دن

سخت اور بھاری ہوگا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ یہ جو مکہ کے کافر لوگ ہیں یہ سب کچھ دنیا کے لئے کرتے ہیں اور اسی کے ہی خواہاں ہیں۔ اور آخرت کو انہوں نے بھلا رکھا ہے اس لئے آپ ان کے کہنے پر نہ چلیں۔ گویا یہ پورا جملہ کفار کی اطاعت کی ممانعت کی علت ہے۔

۷۶ : ۲۸ ـــ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ۔ ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔ ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب کا مرجع کفار مکہ ہیں۔

وَشَدَدْنَآ اَسْرَھُمْ: اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ شَدَدْنَا ماضی جمع متکلم شَدٌّ (باب نصر و ضرب) مصدر سے جس کا معنی مضبوط باندھنے کے ہیں۔ اَسْرَھُمْ مضاف مضاف الیہ ان کی جوڑ بندی، ان کی قید کی بندش (حاصل مصدر)

اَلْاَسْرُ کے معنی قید میں جکڑ لینے کے ہیں یہ اَسَرْتُ الْقَتَبَ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں: میں نے پالان کو مضبوطی سے باندھ دیا۔ قیدی کو اسیر اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ رسی وغیرہ سے باندھا ہوتا ہے۔

آیت ہذا میں " ہم نے ان کی بندش کو مضبوطی سے باندھ دیا" میں اس حکمتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو انسان کی ہیئت ترکیبی میں پائی جاتی ہے۔ قدرت الٰہی نے انسان کے مختلف اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ پٹھوں، ریشوں اور رگوں کے ذریعے بڑی پختگی سے جوڑ دیا ہے سب اعضاء اپنے فرائض انجام دیتے رہتے ہیں اس کے باوجود ایک دوسرے سے پیوستہ بھی ہیں۔ ایک دوسرے کی قوت و طاقت کا ذریعہ بھی ہیں ایک دوسرے کا بوجھ بھی اٹھاتے ہوئے ہیں۔ اگر اسی ایک بات پر تم غور کرو تو تمہارے شکوک و شبہات کے بادل سب چھٹ جائیں گے۔ (راغب، ضیاء القرآن)

وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا۔ شِئْنَا کا مفعول محذوف ہے ای اِھْلَاکَھُمْ اَوْ تَبْدِیْلَھُمْ،

اِذَا بمعنی جب، شِئْنَا کا ظرف۔ شِئْنَا ماضی جمع متکلم مشیئۃ (باب سمع) مصدر، ہم نے چاہا۔ ہم چاہیں۔ اس کا عطف شددنا پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ بَدَّلْنَا اَمْثَالَهُمْ جواب شرط ہے۔ بَدَّلْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم تَبْدِيْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر ہم نے بدل ڈالا۔ ہم بدل ڈالیں۔ اَمْثَالَهُمْ مضاف مضاف الیہ، ان کی مثالیں، ان جیسے

تَبْدِيْلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے

ترجمہ ہوگا:۔

ہم نے ہی ان کو پیدا کیا ہے اور ان کے جوڑ مضبوط کئے ہیں۔ اور جب ہم چاہیں ان کی شکلوں کو بدل کر رکھ دیں۔ (مودودی)

مودودی صاحب تفہیم القرآن کے فٹ نوٹ میں رقم طراز ہیں:

اِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا اس جملہ کے کئی معنی ہو سکتے ہیں۔

ایک یہ کہ ہم جب چاہیں انہیں ہلاک کرکے ان ہی کی جنس کے دوسرے لوگ ان کی جگہ لا سکتے ہیں۔ جو اپنے کردار میں ان سے مختلف ہوں گے۔

دوسرے یہ کہ ہم جب چاہیں ان کی شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔ یعنی جس طرح ہم کسی کو تندرست اور سلیم الاعضا بنا سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ کسی کو مفلوج کر دیں کسی کو لقوہ مار جائے اور کوئی بیماری یا حادثہ کا شکار ہو کر اپاہج ہو جائے۔

تیسرے یہ کہ ہم جب چاہیں موت کے بعد ان کو دوبارہ کسی اور شکل میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

۷۶ : ۲۹ — اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ۔ اِنَّ حرف تحقیق۔ حرف مشبہ بالفعل هٰذِهٖ (یہ سورۃ یا یہ آیات) اسم اشارہ واحد مؤنث (اسم اِنَّ) تَذْكِرَةٌ۔ اِنَّ کی خبر۔ بروزن تَفْعِلَةٌ باب تفعیل کا مصدر۔ یاد دہانی، نصیحت، یاد کرنے کی چیز۔

ترجمہ ہوگا:۔

یہ (آیات یا یہ سورۃ) ایک نصیحت ہے۔ (سب کے لئے)

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا۔ ف عطف کے لئے ہے بمعنی پس، پھر، مَنْ شرطیہ ہے۔ شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ مشیئۃٌ (باب سمع) مصدر۔ شَآءَ اصل میں شَيِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح۔ اس کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا۔ اِتَّخَذَ۔ ماضی واحد مذکر غائب: اتخاذ (افتعال) مصدر بمعنی اختیار کرنا۔ پسند کرنا۔

سَبِيْلًا۔ راستہ۔ راہ سبیل۔ منصوب بوجہ اِتَّخَذَ کے مفعول ہونے کے ہے۔

سبیل کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جا سکے خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی اس سے مراد لیا جاتا ہے۔ یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے جیسے وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ اور اگر راستی کا راستہ دیکھیں تو اسے (اپنا) راستہ نہ بنائیں۔ اور بطور مؤنث بھی مستعمل ہے جیسے قُلْ هٰذِهٖ

سَبِیْلِیْ (۱۲: ۱۰۸) کہہ دو میرا راستہ تو یہ ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
پھر جس نے چاہا اس نے اپنے رب تک پہنچنے کا راستہ اختیار کر لیا۔ یا بس جس کا جی چاہے اپنے رب کے قرب کا راستہ اختیار کرے۔

۷۶: ۳۰ — وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ مَا نافیہ، تَشَآءُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر حاضر، اِلَّا حرف استثناء اَنْ مصدریہ۔ تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ خود چاہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۶: ۲۹ متذکرۃ الصدر)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا: اِنَّ حرف تحقیق اَللّٰهَ منصوب بوجہ عمل اِنَّ کَانَ کا اسم ہے۔ عَلِيْمًا حَكِيْمًا کَانَ کی خبر ہیں۔ بے شک اللہ بڑا علیم و حکیم ہے۔
عَلِيْمٌ عِلْمٌ سے بروزن فَعِیْلٌ مبالغہ کا صیغہ ہے خوب جاننے والا۔ واؤ عاطفہ محذوف ہے حَكِيْمًا کا عطف علیمًا پر ہے حَكِيْمًا حِكْمَةٌ سے بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے حکمت والا۔

۷۶: ۳۱ — مَنْ يَّشَآءُ: مَنْ موصولہ یَشَآءُ اس کا صلہ اس کا فاعل اَللّٰهُ ہے وہ جسے اللہ چاہتا ہے۔ مَنْ یَّشَآءُ مفعول ہے یُدْخِلُ کا۔ اور اس کا فاعل بھی اللہ ہے۔ رَحْمَتِهٖ۔ مضاف مضاف الیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع بھی اللہ ہے
ترجمہ ہوگا:۔
اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے۔
رحمت سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک جنت ہی ہے۔ (روح المعانی۔ ایسر التفاسیر، تفسیر مظہری)
کیونکہ آخرت میں جنت ہی محل رحمت ہے۔ (تفسیر مظہری)

وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۔ واؤ عاطفہ، اَلظّٰلِمِيْنَ مفعول فعل محذوف کا ہے ای ویکفأ الظلمین اور وہ ظالموں کو دھتکارتا ہے۔ یکفأ کا عطف یُدْخِلُ پر ہے۔
حسب محاورۂ قرآنی سیاق میں ظالم سے مراد کافر ہی ہیں۔ جنہوں نے اپنے ارادہ واختیار سے کام نہ لیا۔
ای الکافرین۔ (مدارک) اے المشرکین (معالم) وھم الکافرون (جلالین)
اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا جملہ حالیہ ہے (ان ظالمین کا حال یہ ہے کہ ان کے لئے اس نے

درد ناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اَعَدَّ ماضی واحد مذکر غائب اِعْدَادٌ (افعال) مصدر۔ اس نے تیار کیا ہے اس نے تیار کر رکھا ہے۔

عَذَابًا اَلِیْمًا۔ موصوف وصفت: درد ناک عذاب، دکھ دینے والا عذاب اَلَمٌ یُاَلِمُ اِیْلَامٌ (افعال) مصدر سے بروزن فَعِیْلٌ بمعنی فَاعِلٌ ہے۔ عَذَابًا بوجہ اَعَدَّ کے مفعول ہونے کے منصوب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۷) سُوۡرَۃُ اَلۡمُرۡسَلٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۵۰)

۷۷: ۱ ـــ وَ الۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا۔ واؤ قسمیہ۔ المُرۡسَلٰتِ اسم مفعول جمع مؤنث: اَلۡمُرۡسَلَۃُ واحد۔ اِرۡسَالٌ (افعال) رَسۡلٌ اونٹ یا بکری ہیم نرم رفتار کو کہتے ہیں۔ اگر یکے بعد دیگرے قطار در قطار ہو کر گھوڑے یا اونٹ آئیں یا آدمی آئیں تو جاءُوۡا اِرۡسَالًا کہا جاتا ہے۔

آیت ہذا اور اگلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ مثلاً

۱: اَلۡمُرۡسَلٰتِ:
۲:۔ العٰصِفٰتِ:
۳:۔ النّٰشِرٰتِ:
۴:۔ اَلۡفٰرِقٰتِ:
۵:۔ اَلۡمُلۡقِیٰتِ:

ان چیزوں سے جن کی قسم کھائی گئی ہے کیا مراد ہے؟ اس میں مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ مثلاً:۔

۱:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ملائکہ ہیں: (مقاتل)
۲:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں، (مجاہد، قتادہ)
۳:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد ایک قسم کی چیزیں نہیں ہیں۔ بلکہ متعدد چیزیں مراد ہیں پھر اس میں بھی مختلف اقوال ہیں:۔

۱:۔ بعض کہتے ہیں پہلی چار چیزوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور پانچویں سے ملائکہ
۲:۔ بعض کہتے ہیں کہ اول دونوں سے مراد ہوائیں ہیں۔ اور اخیر تینوں سے ملائکہ ہیں۔
۳:۔ ان پانچوں چیزوں سے مراد آیات قرآنیہ ہیں۔ (فراء)

۴:۔ یہ بھی احتمال ہے کہ ان پانچوں چیزوں سے مراد نفوس انبیاء ہیں۔
چونکہ جمہور مفسرین اس طرف گئے ہیں کہ ان سے مراد ہوائیں ہیں لہذا ہم یہاں سے ہوائیں مراد لے کر تشریح کریں گے:۔
عُرْفًا۔ نیکی، احسان، بخشش، متواتر، پے درپے۔ عرف کا استعمال دو معنی میں ہوتا ہے۔
ایک بمعنی معروف، یعنی نیکی اور نیک کام۔
دوسرے پے درپے۔
محاورہ ہے جَآءَ الْقَوْمُ عُرْفًا عُرْفًا: یعنی لوگ پے درپے اور لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آئے: اس معنی میں یہ عرف الفرس سے ماخوذ ہے۔ "عرفِ فرس" گھوڑے کے ایال (گردن کے لمبے لمبے بال) کو کہتے ہیں۔ یعنی جس طرح ایال کے بال لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کی آمد ورفت ہوئی۔
آیت والمرسلت عُرْفًا میں دونوں معنی کئے گئے ہیں۔ یعنی نیکی اور خوبی کے ساتھ بھیجی ہوئی۔ یا پے درپے بھیجی ہوئی ہوائیں۔
عُرْفًا کے منصوب ہونے کی چار وجہیں ہوسکتی ہیں:۔
۱:۔ مفعول لہٗ ہونے کی بناء پر منصوب ہے یعنی اَلْمُرْسَلٰتِ لِاَجْلِ الْعُرْفِ اس صورت میں عُرْف بمعنی خوبی و احسان ہوگا۔
۲:۔ حال ہونے کی وجہ سے یعنی متتابعۃ۔ (پے درپے) یعنی اس حال میں بھیجی گئیں کہ وہ پے درپے تھیں۔
۳:۔ مفعول مطلق ہے بمعنی مصدر۔ اور اِرْسَالًا کے معنی دے بمعنی المرسلٰت اِرْسَالًا اس صورت میں بھی اِرْسَالًا بمعنی لگاتار اور پے درپے ہوگا:
۴:۔ منصوب ہے بنزع خافض (زیر دینے والے حرف کو حذف کرنا) بمعنی المرسلت بالعرف اس صورت میں عرف بمعنی معروف ہوگا۔
آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
قسم ہے ان ہواؤں کی جو پے درپے بھیجی جاتی ہیں یعنی وہ ہوائیں جو پیہم چلتی ہیں نرم نرم خوشگوار، روئیدگی میں مدد دینے والی۔ ابر اٹھانے والی۔ بابرکت،
۷۷:۲ —— فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا۔ ف عاطفہ ہے اس کا عطف اَلْمُرْسَلٰتِ پر ہے

عَصْفًا مصدر کو بطور مؤکد لایا گیا ہے۔

پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو تند و تیز چلتی ہیں۔ عٰصِفٰت جو نکا دینے والی۔ وہ ہوائیں جو تیز و تند چلتی ہیں۔ آندھیاں۔ وہ ہوائیں جو چیزوں کو توڑ کر بھس بنا دیں کیونکہ عصف بھس کو کہتے ہیں۔ عَصْفٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

۳:۷۷ ـــــ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا واؤ قسمیہ، النّٰشِرٰتِ نَشْرٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی پھیلانا اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث نَاشِرَۃٌ اسم فاعل واحد مؤنث۔ (ابر کو) پھیلانے والی اور اس کو اٹھاکر بارش لانیوالی ہوائیں۔ نَشْرًا مصدر کو بطور مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ترجمہ" اور قسم ہے ان ہواؤں کی جو بادل کو پھیلا کر اٹھاکر بارش لاتی ہیں، اس جملہ کا عطف اَلْمُرْسَلٰتِ پر ہے۔

۴:۷۷ ـــــ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا۔ ف عاطفہ، واؤ قسمیہ محذوف۔ اَلْفٰرِقٰتِ فَرْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔ اَلْفَارِقَۃُ واحد فَرْقًا مصدر جو کہ بطور تاکید لایا گیا ہے۔ اس کا عطف بھی مُرْسَلٰتِ پر ہے۔

ترجمہ:۔ پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (بادلوں کو) پارہ پارہ کرنے والی ہیں۔

فَالْمُلْقِیٰتِ ذِکْرًا۔ ف عاطفہ واؤ قسمیہ محذوف۔ اَلْمُلْقِیٰتِ اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث۔

بقول ابن کثیر بالاجماع یہاں مراد فرشتوں کی جماعت ہے، جو اللہ کی وحی کو انبیاءؑ تک پہنچانے والے ہیں۔

صاحب ضیاء القرآن نے ان پانچ چیزوں سے ہوائیں مراد لیتے ہوئے یہ ترجمہ کیا ہے:۔

پھر قسم ہے ان ہواؤں کی جو (دلوں میں) ذکر کا القاء کرنے والی ہیں۔ ذِکْرًا مفعول بہ ہے۔

۶:۷۷ ـــــ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا۔ اس آیت کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں جو کتب تفسیر میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔

عُذْرٌ کے معنی ہیں وہ دلیل کہ جس کے ذریعے عذر پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اور نُذْرًا

بمعنی ڈرانا۔ ہر دو ذِکْرًا سے بدل ہیں۔

یعنی وہ ذکر جو پہلوں کے لئے الزام اتارنے کے لئے معذرت پیش کرنا اور دوسروں کے لئے اعمال سُوء سے بچنے کے لئے ڈرانا ہے۔ (ملاحظہ ہو لغات القرآن، روح المعانی تفسیر مظہری وغیرہ)

۷۷ : ۷ — اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ: یہ جملہ جوابِ قسم ہے جو آیات متذکرہ بالا میں مذکور ہیں۔

اِنَّمَا مرکب ہے حرفِ تاکید اور مَا بمعنی اَلَّذِیْ سے۔ تُوْعَدُوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر حاضر (باب ضرب) مصدر سے (جس کا) تم سے وعدہ کیا گیا ہے (یعنی قیامت)

لَوَاقِعٌ لام تاکید کا ہے وَاقِعٌ وَقُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ اِنَّ کی خبر ہے۔ وہ ضرور وقوع پذیر ہوگی۔ وہ ضرور آئے گی۔

۷۷ : ۸ — فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ۔ فَاِذَا شرطیہ ہے اسی طرح اگلی آیات نمبر ۹-۱۰-۱۱ میں اِذَا شرطیہ ہے اور سارے جملے شرطیے ہیں جن کا جواب محذوف ہے "یعنی اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جُدا جُدا کر دیا جائے گا۔

طُمِسَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔ طَمْسٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ وہ مٹائی گئی۔ یا بمعنی مستقبل۔ وہ مٹائی جائے گی۔ (وہ ستارے مٹا دیئے جائیں گے، بے نور کر دیئے جائیں گے۔

طَمْسٌ کا استعمال متعدی اور غیر متعدی دونوں طرح پر ہوتا ہے۔ یعنی مٹانے اور محو کر دینے کے معنی بھی آتے ہیں، اور مٹ جانے اور محو ہو جانے کے بھی۔

آیت ہذا میں بعض اہل لغت نے اس کے معنی "جب ستارے مٹائے جائیں" لئے ہیں۔ لیکن ابن سیدہ نے محکم میں تصریح کی ہے کہ نجم، قمر، بصر، کے ساتھ جب طمس کا استعمال ہوگا تو "بے نور ہونے" اور "روشنی زائل ہو جانے" کے معنی ہوں گے۔ اسی طرح ازہری نے تہذیب اللغۃ میں لکھا ہے کہ طموس الکواکب کے معنی ستاروں کے بے نور ہونے اور روشنی ماند پڑ جانے کے ہیں۔

اس اعتبار سے آیت ہذا میں ستاروں کا بے نور ہونا اور ماند پڑ جانا مراد ہوگا۔

۷۷ : ۹ — وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (جملہ شرطیہ۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۸ متذکرہ بالا۔

فُرِجَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب فَرْجٌ (باب ضرب) مصدر اور جب آسمان پھاڑ دیا جائے گا۔

۷۷: ۱۰۔۔۔ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (جملہ شرطیہ) نُسِفَتْ ماضی مجہول (بمعنی مستقبل) صیغہ واحد مؤنث غائب۔ نَسْفٌ (باب ضرب) مصدر۔ اور آسمان ریزہ ریزہ کرکے بکھیر دیئے جائیں گے

۷۷: ۱۱۔۔۔ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ (جملہ شرطیہ) اُقِّتَتْ ماضی (بمعنی مستقبل) مجہول واحد مؤنث غائب۔ تَوْقِيْتٌ (تفعیل) مصدر بمعنی وقت مقرر کرنا۔ اور جب پیغمبروں کو اکٹھا کرنے کا وقت مقرر کیا جائے گا۔

اُقِّتَتْ اصل میں وُقِّتَتْ تھا۔ واؤ مضموم کو ہمزہ سے بدل لیا کیونکہ ہر وہ واؤ جو کہ مضموم ہو اور اس کا ضمہ لازم ہو اس کو ہمزہ سے بدلنا جائز ہے۔ وقت مادہ)

ان چاروں جملوں (آیات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱) کا جواب شرط "تو اس روز اہل جنت اور اہل دوزخ کو جُدا جُدا کر دیا جائے گا" محذوف ہے۔ (تفسیر مظہری)

۷۷: ۱۲۔۔۔ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ۔ لام حرف جار علت کے لئے ہے اَيِّ استفہامیہ ہے۔ لِاَيِّ يَوْمٍ۔ کس دن کے لئے۔ کون سے دن کے لئے۔

اُجِّلَتْ۔ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب: تَاْجِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ دیر کی گئی ملتوی کیا گیا۔

لِاَيِّ يَوْمٍ کا تعلق اُجِّلَتْ سے ہے یہ استفہام (نا معلوم چیز کو معلوم کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ) مجازاً تعجب اور روز قیامت کی ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے یعنی حوادث میں تاخیر کیوں ہے۔ اور ان کے واقع ہونے کا کونسا وقت مقرر کیا گیا ہے۔

۷۷: ۱۳۔۔۔ لِيَوْمِ الْفَصْلِ۔ لِاَيِّ يَوْمٍ سے بدل ہے یعنی حوادث مذکور کی تاخیر و تعجیل فیصلہ کے دن کے لئے ہے۔

يَوْمِ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ جس دن تمام مقدمات و اختلافات کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

۷۷: ۱۴۔۔۔ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ مَا استفہامیہ ہے بمعنی کیا۔ کون، کس نے۔

اَدْرٰىكَ: ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی واقف کرنا۔

بتانا۔ ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کس چیز نے تجھے بتایا کہ یوم الفصل کیا ہے : مطلب یہ کہ تجھے کیا علم کہ یوم الفصل کیا ہے ۔ فعل تعجب اظہار تعجب کے لئے ہے تعجب بالائے تعجب یوم الفصل کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے ۔ مطلب یہ کہ یوم الفصل عظیم الشان چیز ہے تم کو اس کی حقیقت معلوم نہیں نہ اس کی مثل تم نے کوئی دن دیکھا ۔ (مظہری)

۷۷ : ۱۵ — وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِلْمُكَذِّبِينَ ۔ وَيْلٌ باوجود نکرہ ہونے کے مبتدا ہے اصل میں مصدر منصوب قائم مقام فعل محذوف کے تھا۔ عدول کر کے اس کو رفع دیا گیا تاکہ اس کے معنی (ہلاکت) کے ثبات اور دوام پر دلالت ہو جائے (مدارک التنزیل والکشاف) مثال اس کی سلام علیکم ہے ۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں :۔

وَيْلٌ مصدر ہے اصل میں اس کا معنی ہے تباہی اور خرابی پیدا ہو جانا۔ یہ جملہ فعلیہ تھا۔ اور وَيْلًا مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب تھا۔ اور فعل محذوف تھا۔ مفعول کی بجائے وَيْلٌ کو بصورت مبتدا مرفوع لایا گیا۔ تاکہ تباہی اور خرابی کے دوام پر دلالت ہو جائے (کیونکہ فعل سے عدول کر کے جملہ اسمیہ کو ذکر کرنا ثبات و دوام فعل پر دلالت کرتا ہے) یہ جملہ بددعائیہ ہے

يَوْمَئِذٍ اسم ظرف ہے منصوب ۔ يَوْمَ مضاف اِذٍ مضاف الیہ ۔ اس دن ، یہ مبتدا کا ظرف ہے ۔ للمکذبین اس کی خبر ہے ۔ مکذبین تکذیب (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ جھٹلانے والے ۔ یعنی توحید و رسالت ، بعث بعد الموت ، سزاء وجزاء کی تکذیب کرنے والے ۔

۷۷ : ۱۶ — اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِينَ ۔ الف استفہام انکاری کے لئے ۔ لَمْ نُهْلِكْ مضارع نفی جحد بلم کا صیغہ جمع متکلم اِهْلَاكٌ (افعال) مصدر سے ، اَلْاَوَّلِينَ الاوّل کی جمع ۔ اگلے ۔ پہلے لوگ ، کیا ہم نے پہلوں کو غارت نہیں کر دیا تھا۔ (جیسے قوم نوح قوم عاد ، قوم ثمود وغیرہ)

۷۷ : ۱۷ — ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِينَ ۔ ثُمَّ معنی پھر ، نُتْبِعُ مضارع جمع متکلم اتباع (افعال) مصدر هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب ۔ ہم ان کے پیچھے بھیج دیتے ہیں یا بھیج دیں گے ۔ اَلْاٰخِرِينَ : پیچھے آنے والوں کو ، اس سے مراد اہل مکہ کے کفار ہیں جو تکذیب انبیاء کے راستہ پر کفار سلف کی طرح چلتے تھے ۔ یعنی ہم پھر ان کفار سلف کے پیچھے ان دوسروں کو چلائیں گے ۔ یعنی ان کو بھی ان کی طرح عذاب سے ہلاک کر دیں گے ۔

۷۷: ۱۸ ـــ كَذٰلِكَ. کاف تشبیہ کا۔ ذٰلِكَ کا اشارہ ہے کفار سلف کے ارتکابِ جُرم کی پاداش میں ہلاک ہونا۔
مطلب یہ کہ ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرتے ہیں ۔
۷۷: ۱۹ ـــ وَيْلٌ ...... الخ: یعنی اللہ کی وعید کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اس روز ویل ہے۔

۷۷: ۲۰ ـــ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ: اَ ھمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نَخْلُقْ مضارع نفی جحد بلم كُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ کیا ہم نے تم کو پیدا نہیں کیا۔
مَآءٍ مَّهِيْنٍ موصوف و صفت، مَهِيْنٍ هُوْنٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ یہ اصل میں مَهْيُوْنٌ تھا۔ بروزن مفعول۔ حقیر، ذلیل، گندہ مراد یہاں نطفہ منی سے ہے۔ کیا ہم نے تمہیں حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا۔ یعنی ضرور کیا ہے
۷۷: ۲۱ ـــ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ۔ جملہ کا عطف اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ کے مضمون پر ہے اور فَجَعَلْنٰهُ میں فَ تفسیری ہے تعقیبی نہیں ہے (یعنی جملہ سابقہ کی تفصیل اور تشریح اس جملہ میں ہے ایسا نہیں ہے کہ فعلِ تخلیق کے بعد رحم مادر میں استقرار نطفہ ہوتا ہے)
قَرَارٍ مَّكِيْنٍ : موصوف و صفت، قَرَارٍ۔ آرام کی جگہ، ٹھہرنے کی جگہ۔ پانی ٹھہرنے کی جگہ۔ رحم۔ مَكِيْنٍ۔ عزت والا۔ مرتبہ والا۔ محفوظ جگہ، پختہ اور مضبوط جگہ۔
مکانتہ (باب کرم) مصدر سے۔ صفت مشبہ کا صیغہ، واحد مذکر، پھر ہم نے رکھ دیا اس کو ایک محفوظ جگہ میں۔ (رحم مادر میں)
۷۷: ۲۲ ـــ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ایک معینہ مدت تک، یعنی ایک اتنے وقت تک جس کی مقدار عرفاً (عام لوگوں کو) معلوم ہے، یا ایک ایسی مدت تک جو اللہ کو معلوم ہے ۔
قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ موصوف و صفت۔ ایک معلوم مقدار۔ ایک معلوم مدت۔
۷۷: ۲۳ ـــ فَقَدَرْنَا۔ ف تعقیب کا ہے قَدَرْنَا ماضی جمع متکلم۔ قَدْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ پھر ہم نے ایک اندازہ مقرر کیا۔

(یعنی ہم نے ماں کے پیٹ میں رہنے کا، وقت پیدائش کا۔ پیدا ہونے کے بعد اعمالِ زندگی، مدت زندگی، اور رزق کا اور نیک بخت یا بد بخت ہونے کا ایک اندازہ مقرر کردیا۔
(تفسیر مظہری)
== فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ : نِعْمَ فعل ہے اور انشاء (بیان) ومدح (تعریف) کے لئے

آتا ہے اس کی گردان نہیں آتی۔

ترجمہ آیت:۔

(۱) پس ہم کتنے بہتر اندازہ ٹھہرانے والے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

(۲) ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ (فتح محمد جالندہری)

(۳) پھر ہم کیا ہی اچھے قادر ہیں۔ (تفسیر حقانی) اَلْقَادِرُوْنَ اندازہ کرنے والے۔

۷۷: ۲۴ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے

۷۷: ۲۵ — اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا۔ استفہام تقریری ہے۔ ہمزہ استفہامیہ لَمْ نَجْعَلْ مضارع نفی جحد بلم۔ صیغہ جمع متکلم۔ جَعْلٌ (باب فتح) مصدر سے: کیا ہم نے نہیں بنایا۔ اَلْاَرْضَ مفعول نَجْعَلْ کا۔ كِفَاتًا مفعول ثانی،

صاحب قاموس نے لکھا ہے کہ كِفَات جمع کرنے کے مقام کو بھی کہتے ہیں۔ اس صورت میں مطلب بغیر کسی توجیہ کے بالکل واضح ہے۔ کیا ہم نے زمین کو مخلوق کے جمع کرنے کا مقام نہیں بنایا۔ (یعنی ضرور بنایا ہے)

مثل مشہور ہے کہ:۔

المنازل كفات الاحياء و المقابر كفات الاموات مکان زندوں کو سمیٹنے کے مقام ہیں اور قبریں مردوں کو،

اصل عبارت یوں ہوگی:۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا لِّلْخَلْقِ:

۷۷: ۲۶ — اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا۔ اَحْيَاءٌ حَيٌّ کی جمع زندہ لوگ۔ اَمْوَاتًا مَيِّتٌ کی جمع مردہ لوگ:

دونوں خَلْق (محذوف) سے حال ہیں۔ بدیں وجہ منصوب ہیں۔ (مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری۔

۷۷: ۲۷ — وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ۔ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف جملہ سابقہ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ پر ہے فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب الْاَرْض کے لئے ہے۔ رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ موصوف صفت مل کر جَعَلْنَا کا مفعول:

رَوَاسِيَ جمع ہے رَاسِيَةٌ کی بمعنی بوجھ۔ پہاڑ۔ رَوَاسِيَ کا استعمال ٹھیرے ہوتے پہاڑوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ رُسُوٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی کسی چیز پر قائم

رہنے اور استوار ہونے کے ہیں۔
شٰمِخٰتٍ۔ شُمُوْخٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے، بمعنی بلند، اونچا۔ رَوَاسِیَ شٰمِخٰتٍ بلند وبالا پہاڑ جو ایک جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں
وَّاَسْقَیْنٰکُمْ مَّآءً فُرَاتًا: جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ ماقبل پر ہے
اَسْقَیْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم اِسْقَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی سیراب کرنا۔ پلانا۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ مَآءً فُرَاتًا موصوف وصفت مل کر اسقینا کا مفعول ثانی
فُرَاتًا فُرُوْتَۃٌ (باب کرم) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ بحالت نصب ہے، بہت شیریں پانی شیریں ہونا۔ لیکن اسی مادہ ف رت سے (باب نصر) سے فَرَتَ یَفْرُتُ مصدر سے معنی ہونگے زناکار اور بدچلن ہونا۔ اور باب سمع سے معنی ہوں گے بیوقوف ہونا۔ اسی سے ہے پیر فرتوت بے وقوف، کمزور رائے والا آدمی۔
۷۷: ۲۸ — وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ، تباہی ہے اس روز جھٹلانے والوں کیلئے
۷۷: ۲۹ — اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ۔ ای قیل لھم انطلقوا: فعل امر جمع مذکر حاضر۔ (ان سے کہا جائے گا) چلو (اب) تم اسی چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔
اِنْطِلَاقٌ (انفعال) مصدر۔ تم چلو۔ مَا موصولہ، اگلا جملہ اس کا صلہ۔
کُنْتُمْ تُکَذِّبُوْنَ۔ ماضی استمراری جمع مذکر حاضر۔
مطلب یہ کہ منکرین حشر کو کہا جائے گا کہ تم اس کے وقوع پذیر ہونے کی تکذیب کیا کرتے تھے (اب) واقع ہوگئی ہے چلو اور اپنی ہٹ دھرمی کا مزہ چکھو۔
۷۷: ۳۰ = ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ۔ ظِلٍّ۔ ضِحٌّ (دھوپ) کی ضد ہے ہر اس جگہ کو جہاں دھوپ نہ پہنچی ہو ظِلٌّ کہتے ہیں۔ اور کبھی ہر اس شے کو جو ڈھانپنے والی ہو ظِلٌّ کہہ دیتے ہیں۔
جمہور اہل تفسیر نے لکھا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد یہاں جہنم کا دھواں ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ ظِلٌّ سے مراد سایہ ہے۔
علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں کہ:۔
یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ آیت میں ظِلٌّ سے مراد خود جہنم کی آگ ہے۔
شُعَبٌ۔ شُعْبَۃٌ کی جمع ہے بمعنی شاخیں۔ ثَلٰثِ شُعَبٍ تین شاخوں والا سایہ

ذِیْ مضاف ثَلٰثِ شُعَبٍ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ظِلٍّ موصوف۔ یہ اول کلام کی تاکید ہے یا اس سے بدل ہے۔ چلو اس سایہ کی طرف جو کہ تین شاخوں والا ہے

۷۷: ۳۱ —— لَا ظَلِیْلٍ۔ یہ ظِلٍّ کی صفت ہے یعنی وہ سایہ عرش اور جنت کے سایوں کی طرح (فرحت بخش) نہیں ہے۔

ظَلِیْلٍ گھن کی چھاؤں۔ ٹھنڈا سایہ۔ سایہ دینے والا۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں۔

ظلیل صیغہ صفت ہے جو لفظ ظِلٍّ عرب کی عام عادت کے مطابق تاکید کیلئے مشتق ہوا ہے، جس طرح یَوْمٌ اَیْوَمُ (بڑا سخت دن) اور لَیْلٌ اَلْیَلُ (لمبی اور بھیانک رات) لغات القرآن۔

وَلَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ: اس جملہ کا عطف ظَلِیْلٍ پر ہے اور یہ سایہ کی تیسری صفت ہے۔

لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ وہ کام نہ آئیگا۔ وہ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ وہ دفع نہیں کرے گا۔

اَللَّھَبِ (باب سمع) مصدر۔ آگ کا مشتعل ہونا شعلہ آنچ، وہ آگ کے شعلوں کو دفع نہیں کرے گا۔

۷۷: ۳۲ —— اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ۔ اِنَّھَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب ظِلٍّ کی طرف راجع ہے بشرطیکہ ظِلٍّ سے مراد جہنم لیا جائے۔ ورنہ اس کا مرجع مذکور نہیں ہے۔ گو رفتارِ کلام سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ مرجع جہنم ہے۔

تَرْمِیْ: مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب رَمْیٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ پھینکتی ہے۔ وہ پھینکے گی۔

شَرَرٍ شَرَرَۃٌ کی جمع۔ چنگاریاں۔ شرارے۔

کَالْقَصْرِ: کَ تشبیہ کیلئے۔ اَلْقَصْرِ یعنی پتھر کا مکان۔ قلعہ، ایک گاؤں۔

وہ (جہنم کی آگ) بڑے بڑے شرارے پھینک رہی ہوگی جیسے محل ہوں۔

۷۷: ۳۳ —— کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ: کاف تشبیہ کا۔ اَنَّہٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع قصر ہے یا شرر ہے۔ جِمٰلَتٌ (موصوف) جمع ہے جَمَلٌ

کی معنی اونٹ صُفْرٌ صفت) زرد۔ صُفْرَۃٌ سے جس کے معنی زردی کے ہوتے ہیں بروزن فُعْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ (اَصْفَرُ صَفْرَاءُ صُفْرٌ)

راغب نے لکھا ہے :۔

چونکہ زردی سیاہی سے زیادہ قریب ہوتی ہے اس لئے کبھی صفرۃ کی تعبیر سوداء (سیاہی) سے بھی کی جاتی ہے۔ چنانچہ حسن بصری ؒ نے ارشادِ الٰہی صَفْرَاءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا (۲: ۶۹) میں صفراء کی تفسیر سَوْدَاء (سیاہ رنگ والی) سے کی ہے۔

(مفردات)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ :۔

جہنم کی آگ کی چنگاریاں تارکول کی طرح سیاہ ہوں گی۔ اونٹ کے رنگ کی سیاہی زردی مائل ہوتی ہے۔ اس لئے عرب اونٹ کے رنگ کو صُفْرٌ کہتے ہیں۔

قَصْر کے ساتھ تشبیہ مقدار کی بڑھائی میں تھی۔ اور جِمٰلَتٌ صُفْرٌ کے ساتھ تشبیہ رنگ، کثرت تسلسل، باہم اختلاط اور سرعتِ حرکت میں ہے۔

۷۷: ۳۴ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ: دوزخ کی عذاب کی تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہے۔

۷۷: ۳۵ — هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ هٰذَا مبتدا۔ يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ اس کی خبر۔ یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ نہ بول سکیں گے۔

لَا يَنْطِقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ نُطْقٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی بولنا۔ وہ نہیں بول سکیں گے۔ وہ نہیں بولتے ہیں۔

۷۷: ۳۶ — وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ۔ وَلَا يُؤْذَنُ کا عطف لَا يَنْطِقُوْنَ پر ہے۔ یعنی عذر پیش کرنے کی ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ معذرت کر سکیں۔ فَيَعْتَذِرُوْنَ کا عطف لَا يُؤْذَنُ پر ہے۔ یعنی نہ ان کو اجازت ملے گی نہ وہ معذرت کریں گے۔

فَيَعْتَذِرُوْنَ، لَا يُؤْذَنُ لَهُمْ کی نفی کا جواب ہی نہیں ہے یعنی عدمِ معذرت کی وجہ عدمِ اذن نہیں ہے ورنہ یہ وہم پیدا ہو سکتا ہے کہ :۔

چونکہ ان کو معذرت پیش کرنے کی اجازت نہیں ہوگی اس لئے معذرت پیش نہ کر سکیں گے حقیقت میں ان کے پاس عذر ہوگا۔ اگر اجازت اس کی مل جائے

تو پیش کر سکیں۔ (تفسیر مظہری)

لیکن قیامت کے روز ان کے لبوں کو بند کر دیا جائے گا۔ اور ان کو کسی قسم کا عذر بہانہ پیش کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ (ضیاء القرآن)

عذر پیش کرنے کا موقعہ نہ دینا یا اس کی اجازت نہ دینے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صفائی کا موقع دیئے بغیر ان کے خلاف فیصلہ صادر کر دیا جائے گا۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا جرم اس طرح قطعی طور پر ناقابل انکار حد تک ثابت کر دیا جائے گا کہ وہ اپنی معذرت میں کچھ نہ کہہ سکیں گے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے ہم کہتے ہیں کہ میں نے اس کو بولنے کا موقع ہی نہیں دیا یا میں نے اس کی زبان بند کر دی تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے اس پر ایسی حجت تمام کی کہ اس کے لئے زبان کھولنے یا کچھ بولنے کا موقع باقی نہ رہا۔ (تفہیم القرآن)

بولنے کی اجازت بھی اس لئے نہ ہوگی کہ کوئی عذر ہی موجود نہ ہوگا۔ جسے وہ پیش کر سکیں (تفسیر ماجدی)

لَا يُؤْذَنُ۔ مضارع منفی مجہول جمع مذکر غائب اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے۔ (ان کو) اجازت نہیں دی جائے گی۔

فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ فَ تعقیب کا ہے يَعْتَذِرُوْنَ، مضارع جمع مذکر غائب اِعْتِذَارٌ (افتعال) مصدر سے کہ وہ معذرت کریں۔ وہ معذرت کرتے ہیں۔

۷۷: ۳۷ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے تباہی اور ہلاکت ہوگی۔ کیونکہ اپنے ارتکاب جرم کا ان کے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔

۷۷: ۳۸ — هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔ هٰذَا مبتدا۔ يَوْمُ الْفَصْلِ اس کی خبر۔ هٰذَا ای یوم القیامۃ۔ يَوْمُ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ۔ فیصلہ کا دن۔ یعنی اہل جنت اور اہل جہنم کے الگ الگ کر دینے کا دن۔ (نیز ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۳ متذکرۃ الصدر)

= جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ: یہ هٰذَا کی خبر ثانی ہے۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

"یہ هٰذَا کی دوسری خبر ہے یا یوم الفصل کی کہ اجتماعی ہے اور ضمیر محذوف ہے۔ یعنی اس دن ہم نے جمع کیا تم کو۔ یا یوم الفصل ہونے کی علت ہے، یعنی یہ فیصلہ کا دن اس لئے ہے کہ ہم نے تم سب کو جمع کیا ہے۔ یا فَصْل کی تاکید اور بیان ہے"۔

۷۷: ۳۹ — فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ جملہ شرط ہے

فَكِيْدُوْنِ: اس کا جواب ہے۔

كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر ہے، بمعنی مکر و فریب کرنا۔ تدبیر کرنا۔ مکر و فریب اور خفیہ تدبیر کے معنی بھی دیتا ہے۔

اَلْكَيْدُ کے معنی حیلہ جوئی کے ہیں یہ اچھے معنوں میں مستعمل ہوتا ہے اور برے معنوں میں بھی۔ مگر عام طور پر برے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔

اچھے معنوں میں استعمال کی مثال:

جیسے كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ (۱۲: ۷۶) اس طرح ہم نے یوسف کے لئے تدبیر کردی۔ یہاں آیت زیر غور میں بمعنی تدبیر، حیلہ، مکر، داؤ ہے۔

كِيْدُوْا: فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔ نِ وقایہ یٰ ضمیر واحد متکلم محذوف ہے ترجمہ ہوگا:۔

پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہے تو میرے خلاف استعمال کرو۔

۷۷: ۴۰ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ۔ عذاب کی تکذیب کرنے والوں کے لئے اس روز تباہی ہوگی۔

۷۷: ۴۱ — فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ۔ ظلال (سائے) سے مراد حقیقی معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ جنت میں تو سورج ہی نہیں ہوگا۔ اس لئے سایہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مطلب یہاں جنت کے گنجان درختوں سے ہے۔

عُيُوْنٍ سے مراد ایسے چشمے ہیں جو سدا جاری رہیں گے اور جن کا پانی کبھی خراب نہ ہوگا خواہ پانی ہو یا شہد ہو اور دودھ ہو۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَلْمُتَّقِيْنَ۔ اسم اِنَّ۔ فِيْ ظِلٰلٍ خبر، وَعُيُوْنٍ کا عطف ظِلٰلٍ پر ہے۔

۷۷: ۴۲ — وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ۔ واؤ عاطفہ فَوَاكِهَ کا عطف بھی ظِلٰلٍ پر ہے۔ فَوَاكِهَ جمع فَاكِهَةٌ کی۔ منصوب بوجہ غیر منصرف ہے۔

مِمَّا مرکب ہے مِنْ بیانیہ اور مَا موصولہ سے۔ يَشْتَهُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب اِشْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر۔ وہ چاہیں گے۔ وہ پسند کریں گے۔ صلہ۔

آیات ۴۱: ۴۲ کا لفظی ترجمہ ہوگا:۔

بے شک پرہیزگار ٹھنڈی چھاؤں اور چشموں اور دل پسند پھلوں، میووں میں رہیں گے،

متقین پرہیزگار ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں گھنے درخت ہوں گے اور جاری نہریں ہوں گی جن کا پانی کبھی خراب ہونے والا نہ ہوگا۔ ایسے دودھ کے ہوں گے جو کبھی بھی بدمزہ نہ ہوگا۔ ایسی شراب کے ہوں گے جو پینے والوں کے لئے سراسر لذت ہوگی اور صاف شدہ شہد کے ہوں گے۔ اور جہاں طرح طرح کے پھل اور میوے ہوں گے جن کا مزہ حسب اشتہاء ہوگا۔

۷۷:۴۳ — كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا۔ ای یقال لھم کلوا واشربوا ..... الخ۔ (ان سے کہا جائے گا) کھاؤ پیو۔ مزے لے کر۔

كُلُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ اَكْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم کھاؤ۔ واؤ عاطفہ اِشْرَبُوْا امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر شُرْبٌ (باب سمع) مصدر سے ہے۔ هَنِيْٓـًٔا فعل كُلُوْا کی ضمیر فاعل جمع مذکر سے حال ہے۔ تم بخوشی، بلا تکلف، مزے لے کر۔ (نیز ملاحظہ ہو ۶۹:۲۴)

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ بٌ سببیہ ہے مَا موصولہ۔ ان اعمال کے بدلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ: اِنَّا مرکب ہے اِنَّ حرف تحقیق اور نَا ضمیر جمع متکلم سے۔ تحقیق ہم۔ كَ حرف تشبیہ ہے۔ ذٰلِكَ اسم اشارہ جس کا مشار الیہ وہ نعمتیں ہیں جو آیات (۴۱، ۴۲، ۴۳) مذکورہ بالا میں بیان ہوئی ہیں۔

نَجْزِیْ مضارع جمع متکلم۔ جَزَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ ہم بدلہ دیتے ہیں۔ ہم جزاء دیتے ہیں۔

مُحْسِنِيْنَ: اِحْسَانٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، منصوب، احسان کرنے والے۔ اپنے فریضہ سے زیادہ ادا کرنے والے۔

اعمال میں احسان دو طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ کسی کو اس کے حق سے زیادہ دینا اور اپنے حق سے کم لینا۔

۲۔ اپنے اعمال میں خوبی پیدا کرنا یعنی فرض سے آگے بڑھ کر مستحبات کو بھی ادا کرنا۔ جو چیز واجب نہ ہو اور اس میں کچھ نہ کچھ شرعی خوبی ہو اس کو بھی ادا کرنا۔

احسان فی العبادت کی تشریح حدیث میں اس طرح آئی ہے:۔

کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا اس کو دیکھ رہے ہو اگر ایسا نہ ہو سکے تو یہ سمجھتے رہو

کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے (بخاری ومسلم)

احسان بمعنی اول کے مفعول پر الیٰ یا بَا آتا ہے جیسے اَحْسِنْ اِلیٰ زَیْدٍ زید سے بھلائی کر۔ یا۔ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا۔ ماں باپ سے اچھا سلوک کرو۔

احسان بمعنی دوئم۔ متعدی بنفسہٖ ہے۔ مفعول پر کوئی حرفِ جر نہیں آتا۔ جیسے اَحْسِنِ الْوُضُوْءَ۔ اچھی طرح سے وضو کرو۔

آیت ہذا میں متقین اور محسنین کو ایک ہی مرتبہ میں رکھا ہے۔ معطی کی عطا کو اچھی طرح ذہن نشین کرانے کے لئے فرمایا کہ "ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔

۷۷: ۴۵ — جنت اور جنت کی نعمتوں کو جھٹلانے والوں کے لئے اس روز (قیامت) میں تباہی و ہلاکت ہے۔

۷۷: ۴۶ — كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ۝ كُلُوْا تم کھاؤ تم کھالو۔ تَمَتَّعُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تَمَتُّعٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے۔ تم فائدہ اٹھالو۔ تم مزے لے لو۔

قَلِيْلًا۔ ای زمانًا قليلًا۔ تھوڑے وقت کے لئے، قلیل عرصہ کے لئے۔ ظرف محذوف کی صفت کی وجہ سے منصوب ہے۔

اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ: بلاشک وشبہ ہو تو تم مجرم ہی۔ یہ جملہ تہدید سابق کی علت ہے (یعنی کلوا وتمتعوا قلیلاً تھوڑا سا وقت کھا پی لو اور عیش کرلو۔ یہ ایک تہدیدی اور زجر آمیز امر ہے)

اس جملہ کا اطلاق کسی زمانہ پر ہے۔ صاحب کشاف لکھتے ہیں:۔

ويجوز ان يكون كلوا وتمتعوا كلامًا مستانفا خطابًا للمكذبين فى الدنيا

ہوسکتا ہے کہ کلام کلوا و تمتعوا مستانفہ (نیا) ہے۔ اور دنیا میں مکذبین سے خطاب ہے مطلب یہ ہے کہ دنیا میں چند روز یہاں کی چیزیں کھا پی لو اور عیش وعشرت کرلو آخر مرنے پر یہ سلسلہ ختم ہو ہی جانا ہے۔ تم بلاشک وشبہ مجرم تو ہو ہی مرنے کے بعد روز قیامت تمہیں اپنے کئے کی پاداش میں سزا بھگتنا ہی ہوگی۔

صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

سورۃ کے اختتام سے پہلے منکرین قیامت کو جھنجھوڑا جا رہا ہے کہ طرح طرح کے لذیذ کھانے خوب سیر ہوکر کھالو دنیوی عزتیں اور بڑائیاں جو تمہیں حاصل ہیں اور جو عیش وعشرت

کا سامان تمہیں میسر ہے اس سے جی بھر کر فائدہ اٹھالو۔ یہ رونق میلہ چند روزہ ہے۔، درحقیقت تم بدترین مجرم ہو صرف مہلت کی مدت گزرنے اور مقررہ گھڑی گذر جانے کی دیر ہے تمہیں اپنا انجام معلوم ہو جائے گا۔

۷۷ : ۴۷ — وَيۡلٌ يَّوۡمَئِذٍ لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ : تکذیب کرنے والوں کے لئے ہلاکت ہی انجام ہے۔

۷۷ : ۴۸ — وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ۔

ابن منذر نے مجاہد کی روایت سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثقیف کے نمائندوں سے کہا کہ ایمان لاؤ اور نماز پڑھو انہوں نے جواب دیا مگر تجبیہ نہیں کریں گے۔ کیونکہ یہ گالی ہے یعنی بڑی ذلت ہے۔

تجبیہ کا معنی ہے گھٹنوں یا زمین پر ہاتھ رکھنا یا سرنگوں ہونا۔ اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا جملہ شرط ہے لَا يَرۡكَعُوۡنَ۔ اس کا جواب اِرۡكَعُوۡا رُكُوۡعٌ (باب فتح) مصدر سے امر کا صیغہ جمع مذکر حاضر ہے تم جھکو، تم رکوع کرو۔ لَا يَرۡكَعُوۡنَ : مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ وہ نہیں جھکتے ہیں۔ وہ رکوع نہیں کرتے ہیں۔

آیت کی مندرجہ ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱۔ شانِ نزول متذکرہ بالا کی بنا پر اس جملہ میں کافروں کی مذمت کی گئی ہے؛

۲۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا عطف مجرمون پر ہو اور تفننِ عبارت کے لئے خطاب سے غیبت کی طرف انتقال کیا گیا ہو اس وقت حاصل مطلب یہ ہوگا کہ۔

تم مجرم ہو۔ تم کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تم رکوع نہیں کرتے۔

۳۔ یہ بھی احتمال ہے کہ للمکذبین کے مفہوم پر عطف ہو۔ یعنی ان لوگوں کے لئے ویل ہے جنہوں نے تکذیب کی اور جب ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے تو نماز نہیں پڑھتے۔

وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمُ ارۡكَعُوۡا لَا يَرۡكَعُوۡنَ ہ کے مندرجہ ذیل معانی لکھے گئے ہیں

۱۔ واذا قیل لھم صلوا لا یصلون۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ نماز پڑھو تو نہیں پڑھتے۔ (مدارک التنزیل۔ الخازن)

۲۔ اللہ کے آگے جھکنے سے مراد صرف اس کی عبادت کرنا مراد ہی نہیں ہے بلکہ اس کے

بھیجے ہوئے رسول اور اس کی نازل کردہ کتاب کو ماننا اور اس کے احکام کی اطاعت کرنا بھی اس میں شامل ہے (تفہیم القرآن)

۴۸۔ یعنی جب کفار کو کہا جاتا ہے کہ سرکشی اور نافرمانی کی روش ترک کردو اور اپنے رب کے حضور میں تواضع اور انکساری اختیار کرو اور اس کے احکام کے سامنے اپنی اکڑی ہوئی گردنیں جھکا دو اور اس کے رسول کے فرمان کو قبول کرلو اور نمازیں پڑھا کرو تو انہیں یہ سچی بات سمجھ میں ہی نہیں آتی اور نماز کو ادا کرنے کے لئے ان کے دل میں شوق ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اِرْكَعُوْا سے مراد پوری نماز ادا کرنا ہے نماز کو رکوع سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بنی ثقیف کو جب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا تو کہنے لگے کوئی ایسی نماز بتائیں جس میں یہ رکوع وسجود نہ ہو۔ ہم رئیسوں کے لئے یوں جھکنا اور پھر منہ کے بل زمین پر گر پڑنا بڑے عیب کی بات ہے (ضیاء القرآن)

۷۷: ۴۹ — وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ. تباہی ہوگی اس روز جھٹلانے والوں کے لئے جو اوامر ونواہی کی تکذیب کرتے ہیں۔

۷۷: ۵۰ — فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ: یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے۔ بَعْدَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔

اَيِّ۔ کونسا۔ کس (پر) اب اس قرآن کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے یعنی وہ قرآن جس کے اندر طرح طرح کا لفظی ومعنوی اعجاز ہے جس میں کھلے ہوئے دلائل اور روشن براہین ہیں اگر اس پر ایمان نہیں تو پھر کسی دوسری دلیل کو یہ نہیں مانیں گے

حدیث۔ جمع احادیث۔ بات۔ ہر وہ کلام جو انسان تک پہنچ سکے؛ خواہ بذریعہ سماعت، خواہ بذریعہ وحی۔ عالم خواب میں ہو یا بحالت بیداری اُس کو حدیث کہتے ہیں۔

تمت بالخیر بعون اللہ وبفضلہ

۳؍ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمّ

النبأ - النّٰزِعٰت، عبس، التكوير ، انفطار - مطففين، انشقاق
البروج - الطارق - الاعلىٰ - الغاشية - الفجر، البلد، الشمس
اليل، الضحٰى، الانشراح، التين، العلق، القدر، البينة، الزلزال
العٰديٰت، القارعة، التكاثر، العصر، الهمزة، الفيل، القريش، الماعون
الكوثر - الكافرون، النصر، اللّهب، الاخلاص، الفلق، الناس،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۷۸) سُوۡرَۃُ النَّبَاِ مَکِّیَّۃٌ (۴۰)

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ

۷۸: ۱ — عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ: عَمَّا کس چیز سے۔ یہ اصل میں عَنۡ مَّا تھا
نون کا میم میں ادغام کیا گیا ہے۔ کیونکہ نّ اور مّ دونوں غنّے میں شریک ہیں۔
اور مَا کے الف کو اس لئے حذف کیا گیا تاکہ مَا استفہامیہ اور مَا خبریہ میں تمیز باقی
رہے۔ جس طرح سے فِیۡمَ اور مِمَّ میں آیات ذیل میں ہوا ہے۔

۱۔ فِیۡمَ کی مثال: اِنَّ الَّذِیۡنَ تَوَفّٰھُمُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیۡۤ اَنۡفُسِھِمۡ
قَالُوۡا فِیۡمَ کُنۡتُمۡ قَالُوۡا کُنَّا مُسۡتَضۡعَفِیۡنَ فِی الۡاَرۡضِ (۴: ۹۷)
ان لوگوں کی جان جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہے جب فرشتے قبض کریں گے
تو ان سے کہیں گے کہ تم کس کام میں تھے۔ وہ بولیں گے ہم اس ملک میں بے بس تھے

(ترجمہ عبدالماجد دریا بادی رح)

۲۔ مِمَّ کی مثال:۔ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ مِمَّ خُلِقَ: (۸۶: ۵)
تو انسان کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا۔

یَتَسَآءَلُوۡنَ: مضارع جمع مذکر غائب تَسَاءُلٌ (تفاعل) مصدر۔ وہ ایک دوسرے
سے پوچھیں گے۔ وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔

یَتَسَآءَلُوۡنَ میں ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع کون ہے اس کے متعلق مختلف
اقوال ہیں —

۱:۔ جمہور کے نزدیک یہ پوچھنے والے یا چرچا کرنے والے کفار تھے۔ اس لئے کہ اس کے بعد کلّا سَیَعۡلَمُوۡنَ اور ھُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ میں ضمیریں کفار کی طرف پھرتی ہیں اس لئے یَتَسَآءَلُوۡنَ کی ضمیر بھی انہیں کی طرف پھرنی چاہئے۔

۲:۔ دوسرا قول یہ ہے کہ مسلمان وکفار باہم ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ کفار مسلمانوں پر شبہات پیش کرتے تھے۔ وہ جواب دیتے تھے۔ لہذا ضمیر جمع مذکر غائب ہر دو فریقین کی طرف پھر لوٹتی ہے۔

۳:۔ تیسرا قول یہ ہے کہ مسلمان وکفار سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرتے تھے مسلمان اس لئے کہ اور بھی یقین قوی ہوجائے اور کفار تمسخر کی راہ سے یا شکوک و شبہات وارد کرنے کی غرض سے (تفسیر حقانی)۔ اوّل اولیٰ وارجح ہے۔

۷۸ : ۲ ـــــ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ : نبأٌ بمعنی خبر۔ عظیم بہت بڑی۔ اس سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد قیامت ہے بمصداق آیت شریفہ: قُلۡ ھُوَ نَبَؤٌا عَظِیۡمٌ اَنۡتُمۡ عَنۡہُ مُعۡرِضُوۡنَ (۳۸: ۶۷: ۶۸) کہ وہ ایک بڑی (ہولناک چیز کی) خبر ہے جس کو تم دھیان میں نہیں لاتے۔

۲:۔ نَبَاِ الۡعَظِیۡمِ سے مراد قرآن شریف ہے۔

۳:۔ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت ہے۔

جمہور کے نزدیک نبأ العظیم سے مراد قیامت ہے۔ راجح واولیٰ قول بھی یہی ہے

جملہ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱:۔ یہ عَنۡ (اول) سے بدل ہے۔ وہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھتے ہیں۔

۲:۔ عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ سے پہلے فعل یَتَسَآءَلُوۡنَ محذوف ہے۔ اس صورت میں یہ عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ (جملہ استفہامیہ) کا جواب ہوگا۔ سوال یہ تھا کہ یہ کس چیز کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔

جواب ہوگا: یہ ایک بہت بڑی (ہولناک چیز کی) خبر کے متعلق پوچھ رہے ہیں

۳:۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ دوسرا جملہ بھی استفہامیہ ہو اور حرف استفہام محذوف ہو: کیا یہ نباء عظیم کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ اس صورت میں دوسرا جملہ پہلے

جملہ کی تاکید ہوگا۔
۳:۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دوسرا استفہام پہلے استفہام کی تاکید نہ ہو بلکہ انکاری ہو یعنی کیا یہ سچ مچ ہی نبأ عظیم کے متعلق پوچھ رہے ہیں حالانکہ نبأ عظیم کے متعلق پوچھنا زیبا ہی نہیں ہے کیونکہ اس کی حالت تو کھلی ہوئی ہے۔ اس کی شدتِ وضوح ناقابلِ سوال ہے۔ اس کو تو مان لینا ہی ضروری ہے (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری)

۷۸: ۳ —— اَلَّذِیْ هُمْ فِیْهِ مُخْتَلِفُوْنَ: اَلَّذِیْ اسم موصول باقی جملہ اس کا صلہ ہے۔ موصول وصلہ مل کر نبأ کی صفت ہے۔
هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب یَتَسَآءَلُوْنَ کی ضمیر کی طرح کفار مکہ کی طرف راجع ہے یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ سوال استہزائی یا انکاری قرار دیا جائے۔ اس حالت میں نبأ عظیم کے متعلق کفار مکہ کے مختلف ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کچھ لوگ نبأ عظیم کی صداقت کے قطعی منکر ہیں اور کچھ تردد میں پڑے ہیں۔
یہ بھی احتمال ہے کہ یَتَسَآءَلُوْنَ اور هُمْ کی ضمیریں اہل مکہ کی طرف راجع ہوں اہل مکہ میں کچھ مؤمن تھے اور کچھ کافر نبأ عظیم کے متعلق سوال کرنے والے دونوں گروہ تھے۔ ایک گروہ تصدیق کرتا تھا لیکن زیادتی یقین اور انکشافِ حالات کے لئے سوال کرتا تھا۔
دوسرا گروہ منکر تھا اور محض استہزا کے لئے سوال کرتا تھا۔ (ایضًا)

۷۸: ۴ —— كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ: جمہور کے نزدیک كَلَّا حرف بسیط (سادہ غیر مرکب) ہے ثعلب نحوی کے نزدیک مرکب ہے کاف تشبیہ اور لَا نافیہ سے، حالتِ ترکیب میں کَ اور لَا کے انفرادی معنی باقی نہیں رہے اسی لئے لام کو مشدد کر دیا گیا۔
سیبویہ، خلیل، مبرد، زجاج، اور اکثر بصری ادیبوں کے نزدیک كَلَّا کے معنی حرف رَدَع اور روکنے کے ہیں۔ خواہ زجر و توبیخ کے طور پر ہو یا بطور تربیت اور ادب آموزی کے۔

اسی لئے ان علماء کے نزدیک قرآن مجید کے تمام ۳۳ مقامات میں جس جس جگہ كَلَّا آیا ہے ہر جگہ كَلَّا پر وقف کرنا جائز ہے۔ لیکن مغنی اللبیب کے مصنف نے اس رائے سے اتفاق نہیں کیا۔ کسائی اور ابو حاتم کا قول ہے کہ كَلَّا اکثر زجر و منع کے لئے آتا ہے اور کبھی دوسرے معنی کے لئے۔ لیکن دوسرے معانی کیا ہوتے ہیں اس کی

تعیین میں اختلاف ہے۔

صغار کے نزدیک کَلَّا اسم ہے اور کسی کلام کو مسترد کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور کبھی حقًّا کے معنی میں مستعمل ہے یہ کیسے معلوم ہو کہ کَلَّا رَدَعٌ اور رَدٌّ کے معنی میں استعمال ہوا ہے یا حَقًّا کے معنی میں؟ اس بارہ میں علامہ زرکشی کا قول ہے:۔

اگر وقف کَلَّا پر ہو تو اس وقت رَدَعٌ اور رَدٌّ کے معنی میں ہوگا۔ اور اگر کَلَّا سے پہلے وقف ہو اور کَلَّا سے اگلے جملہ کی ابتداء ہو تو اس وقت حَقًّا کے معنی میں ہوگا

جملہ زیر مطالعہ اور جملہ آئندہ (آیت ۵) میں جملہ کی ابتداء کَلَّا سے ہو رہی ہے اور وقف اس سے پہلے ہے اس لئے یہاں کَلَّا بمعنی حَقًّا ہوگا۔ دیکھو ضیاء القرآن)

سَیَعْلَمُوْنَ، میں سَ مضارع پر داخل ہو کر اس کو مستقبل کے لئے خاص کر دیتا ہے۔ اور مستقبل قریب کے معنی دیتا ہے۔

یَعْلَمُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب عِلْمٌ (باب سمع) مصدر سے یَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے۔ یعنی قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو۔

ترجمہ ہوگا:۔

بے شک (یہ لوگ) عنقریب (قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو) جان لیں گے،

۷۸: ۵ ــــ ثُمَّ کَلَّا سَیَعْلَمُوْنَ: ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کے لئے آیا ہے پس ضرور ہی وہ بہت جلد قیامت کے وقوع پذیر ہونے کی حقیقت کو جان لیں گے، جملہ کا تکرار مبالغہ کے لئے آیا ہے

۷۸: ۶ ــــ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا، یہاں سے لے کر آیت نمبر ۱۶ تک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نو (۹) مصنوعات کا ذکر کر کے اپنی توحید پر، قدرتِ حشر پر اور اپنی عطا کی ہوئی نعمتوں کے وجوبِ شکر پر دلیل ذکر کی ہے تاکہ توحید و عبادت کے داعی کی دعوت کو لوگ مانیں اور اس کا اتباع کریں۔

اَ ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ نَجْعَلْ مضارع منفی جحد بلَمْ صیغہ جمع متکلم۔ کیا ہم نے نہیں بنایا۔

اَلْاَرْضَ مفعول اول مِهٰدًا مفعول ثانی، جَعَلْنَا کے۔

مِهٰدًا۔ بستر، ہموار میدان۔ اس کی جمع مُهُدٌ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ کیا ہم نے زمین کو (تمہارے رہنے چلنے پھرنے کے لئے) فرش نہیں بنا دیا ہے (یعنی ضرور بنا دیا ہے) جملہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی استفہام کی غرض یہ ہے کہ

مخاطب کو اقرار و عبادت پر آمادہ کیا جائے۔
یا یہ استفہام انکاری ہے اور انکارِ نفی ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔
۷:۷۸ — وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ ای الم نجعل الجبال اوتادا۔ کیا ہم نے پہاڑوں کو میخیں نہیں بنا دیا۔
زمین کی ساخت ایک نہایت پیچیدہ مسئلہ ہے جن مختلف عناصر سے اس کی ترکیب عمل میں لائی گئی ہے وہ اپنی اپنی کیفیات میں مختلف ہیں۔ اپنے حجم میں۔ اپنے وزن میں اپنی مختلف النوع خصوصیات میں ہر عنصر دوسرے عناصر سے مختلف ہے اور ہر ایک کی کششِ ثقل نہ صرف اس کے اپنے جزئیات کو مربوط رکھے ہوئے ہیں بلکہ باہمی تعامل سے ایک عنصر دوسرے عنصر کو اپنے ساتھ جکڑے ہوئے رکھے ہے۔
نتیجۃً زمین نے لکھو کھہا ئے اجزائے ترکیبی اپنے داخلی عمل کے علاوہ خارجی طور پر زمین کی سطح کو ایک ایسی صورت میں قائم و دائم رکھے ہوئے ہیں کہ اس پر بنی نوعِ انسان اور دوسری ذی روح مخلوقات بس رہی ہے۔ اور چل پھر رہی ہے۔
اسی تناظر میں پہاڑ اپنی ضخامت اور جسامت میں چونکہ باقی اجزائے ترکیبی سے نمایاں ترین ہیں اس لئے خصوصی طور پر ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اَوْتَادًا وَتَدٌ کی جمع ہے بمعنی میخیں۔
۸:۷۸ — وَخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا۔ اس کا عطف مضارع منفی پر ہے اَزْوَاجًا حال ہے خَلَقْنٰكُمْ کی ضمیر مفعول كُمْ سے۔ اور ہم نے تم کو جوڑے جوڑے پیدا کیا۔
۹:۷۸ — وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا۔ واؤ عاطفہ، جَعَلْنَا ماضی جمع متکلم جَعْلٌ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی بنانا۔ کرنا۔ پیدا کرنا۔ نَوْمَكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر جَعَلْنَا کا مفعول اول: سُبَاتًا مفعول ثانی ہے۔
نَوْمٌ آرام۔ راحت، سکون۔ تکان کا رفع کرنا۔
امام راغب لکھتے ہیں:۔
السَّبْتُ کے اصل معنی ہیں قطع کرنا۔ اور اسی سے کہا جاتا ہے سَبَتَ السَّيْرَ اس نے تسمہ کو کاٹا۔ سَبَتَ شَعْرَهٗ اس نے اپنے بال مونڈے سَبَتَ اَنْفَهٗ اس نے اس کی ناک کاٹ ڈالی آیت وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا میں سبات

کے معنی ہیں حرکت و عمل کو چھوڑ کر آرام کرنا۔ اور یہ رات کی اس صفت کی طرف اشارہ ہے جو کہ آیت لتسکنوا فیہ (۲۸ : ۷۳) (تاکہ تم رات میں راحت کرو) میں مذکور ہے یعنی رات کو راحت اور سکون کے لئے بنایا ہے۔

ابن الاعرابی نے آیت ہذا میں سبات کو بمعنی قطع کرنے کے لیا ہے گویا جب سو گیا تو لوگوں سے قطع ہو گیا۔

زجاج کہتے ہیں کہ سُبات یہ ہے کہ حرکت سے منقطع ہو جائے اور روح بدن میں موجود ہو۔ پس معنی یہ ہیں کہ تمہاری نیند کو تمہارے لئے راحت بنایا۔

اور علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں رقم طراز ہیں۔

اور ہم نے نیند کو تمہارے اعمالِ (بیداری) کو قطع کر دینے والی چیز بنایا تاکہ تمہارے جسمانی اعضا کو سکون و آرام مل جائے

۷۸ : ۱۰ — وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا: اور ہم نے رات کو اوڑھنا بنا دیا۔ الَّيْلَ۔ لِبَاسًا مفعول اول وثانی ہیں جَعَلْنَا کے۔

رات کو لباس اس واسطے کہا کہ یہ پردہ دار ہے اس پردہ میں کوئی برائی کرتا ہے کوئی بھلائی، چور چوری کرتا ہے، زناکار چھپ کر زنا کرتا ہے عابد وزاہد نماز تہجد اور مراقبہ ذکر میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور نیند کا وقت بھی رات ہی ہے۔ ستر کی وجہ سے رات کو لباس کہنا استعارہ

۷۸ : ۱۱ — وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا: النہار اور معاشا بوجہ مفعول ہونے کے منصوب ہیں۔ مَعَاشًا اسم ظرف زمان بھی ہے۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہو سکتا ہے مَعَاشًا مصدر بھی ہے۔ عَاشَ يَعِيشُ (ضرب) سے۔ زندگی گذارنا۔ معاش۔ ذریعہ زندگی (ع ی ش مادہ) اور ہم نے دن روزگار کے لئے بنایا۔

۷۸ : ۱۲ — وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا۔ واؤ عاطفہ۔ بنینا ماضی جمع متکلم بَنٰى يَبْنِيْ بِنَاءً (باب ضرب۔ ب ن ی مادہ) مصدر۔ بنانا۔ تعمیر کرنا۔ فَوْقَكُمْ مضاف مضاف الیہ۔ متعلق فعل۔ سَبْعًا اسم عدد مفعول۔ سات (آسمان) موصوف، شِدَادًا۔ صفت، مضبوط، سخت، شَدِيْدٌ کی جمع۔ اور تمہارے اوپر ہم نے سات مضبوط (آسمان) بنائے۔

۷۸ : ۱۳ — وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا: سِرَاجًا چراغ۔ وہ چیز جو بتی اور تیل سے روشن ہوتی ہے۔ مجازاً ہر روشن چیز کو سِرَاجٌ کہا جاتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں ہے

وَجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (۷۱ : ۱۶) اور اس نے سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔ وَهَّاجًا
وَهَجَ يَهِجُ وَهْجٌ (باب ضرب) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ ہے بہت روشن، بھڑکتا ہوا
جگمگاتا ہوا۔ مقاتل نے کہا ہے کہ وھج کا معنی ہے ایسی روشنی جس میں گرمی بھی ہو اللہ نے
سورج میں نور بھی پیدا کیا اور گرمی بھی۔
آیت ۷۱ : ۱۶ مذکرہ بالا کی روشنی میں آیت زیر مطالعہ میں بھی سراج سے مراد سورج ہے
۷۸ : ۱۴ — وَاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا : الْمُعْصِرٰتِ اِعْصَارٌ (افعال)
مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔ نچوڑنے والیاں، الْمُعْصِرَةُ واحد۔ مراد
وہ ہوائیں جو بادلوں کو دبا کر نچوڑتی ہیں۔ یا وہ ہوائیں جو گرد اڑاتی ہیں جن کے اندر بگولے ہوتے
ہیں۔ یا وہ بادل جو بھرا ہوا ہوتا ہے اور برسنے ہی والا ہوتا ہے: حسن بصری کے نزدیک المعصرات
سے مراد آسمان ہیں۔ مَآءً ثَجَّاجًا موصوف و صفت مل کر مفعول اَنْزَلْنَا کا، ثَجَّاجًا
زور شور کے ساتھ برسنے والا۔ ثَجٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی زور شور کے ساتھ
پانی کے برسنے اور بہنے کے ہیں۔ بروزن فَعَّالٌ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ اور ہم نے بادلوں کو
نچوڑنے والی ہواؤں سے یا بادلوں سے زور شور سے برسنے والا پانی برسایا۔ مَآءً منصوب
بوجہ مفعول اَنْزَلْنَا کے ہے۔ ۷۸ : ۱۵-۱۶ — لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا وَّ
جَنّٰتٍ اَلْفَافًا : ل۔ لام علت کا۔ نُخْرِجَ مضارع منصوب بوجہ عمل لام، صیغہ جمع متکلم۔
اِخْرَاجٌ (افعال) مصدر۔ بِهٖ میں ب سببیہ ہے ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَآءً ہے
حَبًّا دانہ، غلہ، اناج۔ گندم اور جو وغیرہ اناج کے دانے کو حبّ اور حَبَّةٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع حُبُوبٌ
ہے۔ نَبَاتًا گھاس، زمین سے لگنے والی ہر چیز، سبزی جَنّٰتٍ اَلْفَافًا موصوف و صفت اَلْفَافًا معنی
لپٹے ہوئے، ایک دوسرے سے پیوست، گنجان درخت، یہ لَفٌّ کی جمع ہے جیسے جَذْعٌ کی اَجْذَاعٌ
ہے۔ یا لَفِيْفٌ کی جمع ہے جیسے شَرِيْفٌ کی جمع اَشْرَافٌ ہے یا ایسی جمع جس کا کوئی واحد نہیں ہے
جیسے اَوْضَاعٌ اگر لَفٌّ کی جمع قرار دیا جائے تو یہ صیغہ جمع الجمع ہوگا۔ کیونکہ لَفٌّ۔ لَفَّافَةٌ کی جمع ہے
اگر درخت گھنے ہوں تو ان کو اَلْفَافٌ کہا جاتا ہے جنۃ الفاف
حَبًّا۔ نَبَاتًا۔ جَنّٰتٍ منصوب بوجہ مفعول فعل نُخْرِجَ کے۔
ترجمہ ہوگا:۔ تاکہ ہم اس سے یعنی اس پانی کے سبب سے غلہ اور گھاس اور گھنے باغ پیدا کریں
۷۸ : ۱۷ — اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا :۔ کفار مکہ وقوع قیامت سے
منکر یا متردّد تھے اور اکثر پوچھ گچھ کرتے رہتے تھے۔ اس کا جواب تو آیات ۵ اور ۶ میں

پہلے ہی دیا جاچکا تھا۔ لیکن اتمام حجت کے لئے چند مظاہر قدرت آیات ۶ تا ۱۶ میں بطور ثبوت مذکور ہوتے۔

اب جب قطعی طور پر منکرین و متردین پر ثابت کردیا گیا کہ جو ذات اقدس تمہاری چندروزہ دنیاوی زندگی کے لئے یہ سازوسامان پیدا کرسکتی ہے وہ تمہیں دوبارہ زندہ کرکے قیامت کے برپا کرنے پر بھی قادر ہے۔

پھر اس کے بعد چند احوال قیامت کے ارشاد ہوتے ہیں اور منکرین و مومنین کی سزاوجزار کا بیان ہوتا ہے۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ۔ يَوْمَ الْفَصْلِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ ۔ كَانَ مِيْقَاتًا خبر اِنَّ۔

اَلْفَصْلِ ، دوچیزوں میں سے ایک کو دوسری سے اس طرح الگ کرنا کہ درمیان میں فاصلہ ہوجائے ۔ اسی سے مَفَاصِلُ (مَفْصَلٌ کی جمع) ہے جس کے معنی جسم کے جوڑ کے ہیں ۔ قیامت کو يَوْمَ الْفَصْل اس لئے کہا گیا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ حق کو باطل سے الگ کردے گا ۔ لوگوں کے درمیان (انصاف سے) فیصلہ کردے گا ۔

— مِيْقَاتًا ۔ اسم ظرف زمان، منصوب ، مقررہ وقت ،

ترجمہ ہوگا۔

بیشک فیصلہ کا دن مقرر و معین ہوچکا ہے ۔

اور جگہ ارشاد فرمایا۔

اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ (۴۴:۴۰) کچھ شک نہیں کہ فیصلے کا دن سب کے اٹھنے کا دن ہے ۔

۷۸ : ۱۸ — يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا : یہ يَوْمَ الْفَصْلِ سے بدل ہے یا عطف بیان ہے ۔ یا مِيْقَاتًا سے بدل ہے یا كَانَ کی دوسری خبر ہے

يُنْفَخُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب نَفْخٌ (باب نصر) مصدر ۔ وہ پھونکا جائے گا ۔ سانس ، پھونک ، جھونکا ، غرور ،

الصُّوْرِ ۔ نرسنگا ۔ سینگ ۔ وہ چیز جس کو حضرت اسرافیل علیہ السلام خلق کو مارنے اور جلانے کے لئے پھونکیں گے ۔

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۔ فَ تعقیب کا ہے تَاْتُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر،

اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر۔ تم آؤ گے۔
اَفْوَاجًا: تَاْتُوْنَ کے ضمیر فاعل سے حال ہے، غول کے غول، فوج درفوج۔
ترجمہ ہوگا۔
جس دن صور پھونکا جائے گا اور تم جوق درجوق چلے آؤ گے۔

۷۸:۱۹ ــــ وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ اَبْوَابًا: آسمان کو کھول دیا جائے گا اور وہ دروازے ہی بن جائے گا، بطور مبالغہ آسمان کو ابواب قرار دیا۔ اَبْوَابًا بوجہ کَانَتْ کی خبر کے منصوب ہے۔

۷۸:۲۰ ــــ وَسُیِّرَتِ الْجِبَالُ فَکَانَتْ سَرَابًا۔ سُیِّرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَسْیِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر بمعنی چلانا۔ (س ی ر حروف مادہ)
اور جب وہ پہاڑ چلائے جائیں گے (یعنی زمین سے اکھاڑ کر فضا میں ذروں کی طرح پھیلا دیئے جائیں گے تو وہ سراب کی مانند بے حقیقت) ہو جائیں گے کہ جسے آدمی پانی سمجھ کر آگے بڑھتا ہے جب قریب پہنچتا ہے تو وہاں کچھ بھی نہیں پاتا۔
سَرَابًا بوجہ کانت کی خبر کے منصوب ہے۔

۷۸:۲۱ ــــ اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا۔ رَصَدَ یَرْصُدُ (باب نصر) سے اسم ظرف مکان ہے۔ بمعنی گھات (فیروز اللغات عربی اردو) گھات کی جگہ (لغات القرآن از ندوۃ المصنفین و تفسیر ماجدی)
الرَّصْدُ مصدر بمعنی گھات لگا کر بیٹھنا۔
امام راغب لکھتے ہیں:۔
اَلْمَرْصَدُ گھات لگانے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاقْعُدُوْا لَهُمْ کُلَّ مَرْصَدٍ (۹:۵) اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو اور مِرْصَادٌ بمعنی مَرْصَدٌ آتا ہے لیکن مِرْصَادٌ اس جگہ کو کہتے ہیں جو کہ گھات کے لئے مخصوص ہو۔ قرآن میں ہے اِنَّ جَهَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا (۷۸:۲۱) بے شک دوزخ گھات میں ہے۔
تو آیت میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ جہنم کے اوپر سے لوگوں کا گذر ہوگا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْکُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹:۷۱) اور تم میں سے کوئی (انسان بشر) نہیں جو جہنم سے اوپر ہو کر نہ گذرے۔

آیت ہذا میں مِرْصَادًا بوجہ خبر ہونے کَانَتْ کے منصوب ہے
۷۸: ۲۲ــــ لِلطّٰغِیْنَ مَاٰبًا۔ اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو فقط کفار کے لئے مراد لیا جائے تو طٰغِیْنَ آیت ۲۱ کے ساتھ آئے گا ای اِنَّ جَھَنَّمَ کَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِیْنَ: (بے شک دوزخ طاغین کی گھات میں ہے۔ اس صورت میں مَاٰبًا بدل ہوگا مِرْصَادًا سے۔
اور اگر آیت ۲۱ میں جہنم کو کفار و مؤمنین دونوں کے لئے مراد لیا جائے تو مَاٰبًا خبر ثانی ہوگی کَانَتْ لِلطّٰغِیْنَ کی، (لوٹنے کی جگہ)
مَاٰبًا مصدر بھی ہے اور اسم ظرف مکان و زمان بھی، یعنی لوٹنا، لوٹنے کی جگہ، لوٹنے کا وقت۔ اَوْبٌ اِیَابٌ بھی مصدر ہیں۔ اٰب یَئُوْبُ (باب نصر) اَوَّابٌ اَوَّابِیْنَ اسی سے مشتق ہیں۔ تَاْوِیْبٌ دن کے چلنے کو کہتے ہیں۔
طَاغِیْ جمع طٰغِیْنَ۔ گناہوں میں حد سے بڑھ جانے والے۔ طَغٰی یَطْغٰی طُغْیَانٌ (باب ضرب) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ طٰغِیْنَ بحالت جر و نصب، طَاغُوْنَ بحالت رفع:
۷۸: ۲۳ــــ لٰبِثِیْنَ فِیْہَا اَحْقَابًا: جملہ طاغین کی ضمیر مستکن سے حال ہے لہٰذا منصوب ہے۔
لٰبِثِیْنَ لَبْثٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے: لَبْثٌ۔ لَبَاثٌ و لَبَاثَۃٌ بمعنی دیر تک رہنا۔ مدت تک رہنا۔ فِیْھَا میں ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جہنم ہے۔
اَحْقَابًا: حَقَبٌ کی جمع ہے اور بوجہ ظرفیت منصوب ہے:
حَقَبٌ کتنی مدت کو کہتے ہیں اس میں اسلاف و اہل لغت کا اختلاف ہے۔
مثلاً حقب ۸۰ سال جس کا ہر دن ہزار برس کا۔ (حضرت علی کرم اللہ وجہہ)
حقب ۷۰ ہر خریف کا ہر خریف ۷۰۰ سال کا، ہر سال ۳۶۰ دن کا ہر دن ہزار برس کا۔ (مجاہد)
اسی طرح دوسرے اقوال ہیں۔ لیکن کتنی ہی مدت بیان کی جائے پھر بھی وہ میعاد ختم ہو جائے گی۔ دوامی نہ ہوگی: اس لئے مقاتل نے صاف کہہ دیا کہ آیت فَلَنْ نَّزِیْدَکُمْ اِلَّا عَذَابًا سے یہ آیت منسوخ ہے۔

لیکن حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔
کہ احقاب جمع ہے اور جمع کی کوئی آخری حد نہیں۔ اس لئے ہر حقب گذرنے کے بعد دوسرا حقب شروع ہو جائے گا اور اس طرح حقب کا سلسلہ ختم نہ ہو گا۔
امام حسن بصری کی تشریح کے مطابق اس جگہ لفظ احقابًا کی وجہ سے لٰبِثِيْنَ کا مطلب ہو گا ہمیشہ رہنے والے (لغات القرآن) وہ اس میں حقبوں پڑے رہیں گے۔
۷۸:۲۴ — لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا: لَايَذُوْقُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب ذَوْقٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ نہیں چکھیں گے۔ فِيْهَآ ای فی جہنم۔ بَرْدًا۔ ٹھنڈک، شَرَابًا پینے کی چیز، ہر وہ چیز جس کو چبانا نہ پڑے بلکہ پیا جائے عربی میں اس کے لئے شراب کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

ترجمہ ہو گا:۔
وہ وہاں نہ تو ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے اور نہ کسی پینے کی چیز کا: (یعنی ان کو نہ تو ایسی ٹھنڈک نصیب ہو گی جو جسم کو آرام اور سکون دے۔ اور نہ کوئی پینے کی چیز ایسی ملے گی جو پر ذائقہ بھی ہو اور پیاس کو بھی بجھا دے)
۷۸:۲۵ — اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا۔ حَمِيْمًا۔ سخت گرم، کھولتا ہوا پانی، غَسَّاقًا پیپ، کچ لہو۔ وہ گندا مادّہ جو زخموں سے نکلتا ہے۔ بہتی پیپ، اس صورت میں حَمِيْمًا کا استثناء بَرْدًا سے ہے اور غَسَّاقًا کا استثنا شرابًا سے ہے۔
مطلب یہ ہے کہ جب دوزخیوں (طاغین) کو دوزخ کی آگ اندر سے اور باہر سے جلا رہی ہو گی اور وہ ٹھنڈک کے لئے بیتاب ہوں گے تو ان کو ٹھنڈک کی بجائے گرم اور کھولتا ہوا پانی پینے کو ملے گا: جو ان پر گرمی کی شدت کو اور تیز کر دے گا:
اسی طرح جب ان کو شراب کی طلب ہو گی یعنی پینے کی ایسی چیز جو کہ پر ذائقہ بھی ہو اور ان کی پیاس کو تسکین بھی بخشے تو ان کو پینے کے لئے کچ لہو اور دوزخیوں کے زخموں سے بہتی ہوئی گندی پیپ پینے کو دی جائے گی جو پینے کو اور بھی ناقابل برداشت کر دے گی۔
آیت ۲۴ میں بَرْدًا وَّ شَرَابًا۔ يَذُوْقُوْنَ کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں اور سارا جملہ لٰبِثِيْنَ کے ضمیر جمع مذکر سے حال ہے اور یہی صورت آیت ۲۵ میں حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا کی ہے۔

۷۸ : ۲۶ ـــــ جَزَآءً وِّفَاقًا ، موصوف و صفت ، جَزَآءً ۔ جزار ، بدلہ ، معاوضہ وفاقًا مصدر (مفاعلۃ) ہے بمعنی موافق ، یعنی مصدر بمعنی اسم فاعل ہے جتنا جرم ہے اتنی سزا۔ جَزَاءً فعل محذوف سے مفعول مطلق ہے۔

فراء اور اخفش کے نزدیک عبارت یوں تھی۔

جازینا ھم جزاءً وفاقًا۔ (ہم نے اُن کو اُن کے جرم کے موافق سزا دی۔

زجاج نے کہا:۔

جوزوا جزاءً وفاقًا اور ان کو ان کے جرم کے موافق سزا دی گئی)

۷۸ : ۲۷ ـــــ اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا ۔ جملہ مستانفہ ہے اور سزار مذکور کی علت ۔

یعنی ان کو ان کے گناہوں کی پوری پوری سزا دی گئی کیونکہ وہ لوگ تو حساب کی توقع ہی نہ رکھتے تھے۔

کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ ماضی استمراری جمع مذکر غائب کا صیغہ ، رِجَاءً (باب نصر) مصدر سے ۔ وہ یقین نہیں رکھتے تھے۔ وہ امید نہیں رکھتے تھے۔

۷۸ : ۲۸ ـــــ وَکَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا کِذَّابًا ۔ کِذَّابًا مصدر ہے تکذیب کا ہم معنی ، یہ استعمال عمومی ہے۔ اور انہوں نے ہماری آیات کی پوری پوری تکذیب کی

۷۸ : ۲۹ ـــــ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ کِتٰبًا : کِتَابًا یا تمیز ہے یا حال ہے اور کتاب مصدر بمعنی مکتوب ہے یا مفعول مطلق ہے۔ جیسے ضَرَبْتُہٗ سَوْطًا میں نے اس کو ضرب تازیانہ لگائی۔

یعنی ہم نے ان کے ہر عمل کا اس طرح احصار کر لیا ہے جیسے تحریر احصار کر لیتی ہے یا کتٰبًا فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے۔ یعنی ہم نے ان کے اعمال کو احاطہ کر لیا ہے اور لوح محفوظ میں یا کراما کاتبین کے اعمال ناموں میں لکھ رکھا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ جملہ معترضہ ہے میرے نزدیک یہ وِفَاقًا کی علت ہے جیسے اِنَّھُمْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ حِسَابًا علت ہے جَزَآءً کی ،

مطلب یہ ہوگا کہ ہم ان کو اس لئے سزا دیں گے کہ وہ حساب کا انکار اور تکذیب کرتے تھے اور یہ سزا ان کے اعمال کے موافق ہوگی کیونکہ ان کے اعمال اور بیہودگیاں ہم نے لکھ رکھی ہیں۔ کوئی چیز بغیر لکھے نہیں رہی اس کے مطابق ان کو سزا ہوگی ۔

وَكُلَّ شَيْءٍ یہ فعل محذوف کا فعل ہے جس کی تشریح آئندہ فعل میں کی گئی ہے یعنی طاغیوں کے ہر عمل اور ہر بیہودگی کو ہم نے گھیر لیا ہے۔ (احاطۂ عددی کرلیا ہے) (تفسیر مظہری)

۷۸: ۳۰ ـــــ فَذُوقُوا فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا: ف سببیہ ہے اور بطور التفات (کلام کے رُخ کو موڑنا) طٰغین کو خطاب ہے۔ وقیل الالتفات شاھد علی شدۃ الغضب۔ (التفاتِ ضمائر شدت پر شاہد ہے)

طاغین سے کہا جائے گا کہ، چونکہ ہم نے تمہارے اعمال کا احاطہ کرلیا ہے لہٰذا اب لبسبب کفر عن الحساب وتکذیب آیات عذاب کا مزہ چکھو،

فَلَنْ نَزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا: ہم نہیں زیادہ کریں گے تم پر مگر عذاب کو، ف عاطفہ لَنْ نَزِيدَ مضارع نفی تاکید بلن۔ صیغہ جمع متکلم ہے ہم ہرگز زیادہ نہیں کریں گے۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر، اِلَّا حرف استثناء عَذَابًا مستثنیٰ (تمیز) ہم ہرگز زیادہ نہیں کریں گے تم پر مگر عذاب۔

قیل ھذہ الاٰیۃ اشد اٰیۃ فی القراٰن علی اھل النار کلما استغاثوا من نوع العذاب اغیثوا باشد منہ (الخازن)

کہا گیا ہے کہ یہ آیت قرآن میں دوزخیوں کے خلاف سخت ترین آیت ہے جب بھی وہ ایک عذاب سے نجات کے لئے مدد طلب کریں گے ان کی اس عذاب سے زیادہ شدید عذاب سے مدد کی جائے گی۔

۷۸: ۳۱ ـــــ **فائدہ:**

اب آیت ہذا سے ان لوگوں کے اوپر خدا کے لطف وکرم کا ذکر ہے جو روز قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے دربار میں حاضری کا خوف ان کو ہر گناہ سے باز رکھتا تھا۔ (ضیاء القرآن)

اِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا۔ مَفَازًا مصدر بمعنی کامیابی۔

یہ فَوْزٌ سے اسم ظرف بھی ہو سکتا ہے۔ الفوز کے معنی ہیں سلامتی کے ساتھ خیر حاصل کرلینا۔ مَفَازًا اسم اِنَّ ہے۔ لہٰذا منصوب ہے۔ للمتقین اس کی خبر۔ ضرور پرہیزگاروں کے لئے کامیابی ہے۔

۷۸: ۳۲ ـــــ حَدَائِقَ وَاَعْنَابًا: حَدَائِقَ باغات حَدِيْقَةٌ کی جمع جس کے

معنی اس باغ کے ہیں جس کے گرد چار دیواری کھینچی ہوئی ہو۔ باغ کا نام حدیقہ اس مناسبت سے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنی ہیئت اور شکل میں حدقہ یعنی آنکھ کی پتلی کے متشابہ ہے جس طرح وہ گھری ہوئی اور بارونق اور باآب وتاب ہوتی ہے۔ اس طرح حدیقہ ہوتا ہے۔ حَدَآئِقَ بدل ہے مَفَازًا سے۔ اَعْنَابًا۔ عِنَبٌ کی جمع ہے بمعنی انگور اور یہ حَدَآئِقَ کا معطوف ہے۔

۷۸: ۳۳ — وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا: موصوف صفت ہیں۔ واؤ عاطفہ ہے اور كَوَاعِبَ کا عطف اَعْنَابًا پر ہے۔ كَوَاعِبَ كَاعِبٌ کی جمع۔ نوخیز شباب لڑکیاں جن کے پستان خوب ابھرے ہوئے ہوں۔ اِمْرَأَةٌ كَاعِبٌ ابھرے ہوئے پستانوں والی لڑکی كَعْبُ الرِّجْلِ (ٹخنہ) اس ہڈی کو کہتے ہیں کہ جو پاؤں اور پنڈلی کے جوڑ ہوتی ہے اور اَلْكَعْبَةُ ہر اس مکان کو کہتے ہیں جو ٹخنے کی شکل پر چوکور بنا ہوا ہو۔ اسی سے بیت الحرام کو الکعبۃ کے نام سے پکارا گیا ہے

اَتْرَابًا، ہم سن عورتیں،

امام راغب فرماتے ہیں :-

اَتْرَابٌ (۳۸: ۵۲) کے معنی ہیں: ہم عمر جنہوں نے اکھٹی تربیت پائی ہوگی۔ گویا وہ عورتیں اپنے خاوندوں کے اس طرح مساوی و مماثل یعنی ہم مزاج ہوں گی جیسے سینوں کی ہڈیوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے یا اس لئے کہ گویا زمین پر بیک وقت واقع ہوئی ہیں اور بعض نے یہ بھی وجہ بیان کی ہے کہ وہ اکٹھی ایک ساتھ مٹی میں کھیلتی رہی ہیں۔

ترب مٹی۔ تَرَائِبُ پسلیاں۔

۷۸: ۳۴ — وَّكَاْسًا دِهَاقًا واؤ عاطفہ۔ كَاْسًا دِهَاقًا موصوف وصفت۔ كَاْسًا کا عطف كَوَاعِبَ پر ہے كَاْسٌ اس جام کو کہتے ہیں جو شراب سے پُر ہو، جس جام میں شراب نہ ہو اس کو كَاْسٌ نہیں کہتے۔ دِهَاقًا۔ دَهْقٌ (باب فتح) مصدر سے اسم صفت ہے۔ بھرا ہوا۔ چھلکتا ہوا۔

۷۸: ۳۵ — لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا: یہ جملہ متقین کی ضمیر سے حال ہے فِيْهَا کی ضمیر واحد مونث غائب کا مرجع

ا:۔ كَاْسًا کی طرف راجع ہے یعنی دنیوی شراب پینے کے وقت جس طرح لغو اور بیہودہ باتیں سنی جاتی ہیں جنت کی شراب پیتے وقت وہ نہیں سنی جائیں گی۔

۲۔ فیھا کی ضمیر مَفَازًا کی طرف راجع ہے اور مَفَازًا سے مراد ہے حدائق اور جنتیں۔
۳۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ھَا ضمیر کا مرجع جنت ہے۔ وہاں متقین کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے اور نہ کوئی جھوٹ (خرافات)
کِذَّابًا: مصدر۔ منصوب بوجہ مفعول مطلق (باب تفعیل) کسی کو جھوٹا قرار دینا ۔ جھوٹا سمجھنا۔
۷۸: ۳۶ — جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا: جَزَآءً اور عَطَآءً دونوں مصدر ہیں اور مفعول مطلق ہیں فعل محذوف کے، ای جَازَا هُمْ جَزَآءً واَعْطَا هُمْ عَطَآءً

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔
یہ بدلہ ہے آپ کے رب کی طرف سے بڑا کافی انعام۔
یہ انعام واکرام چونکہ ان کے اعمال صالحہ کے عوض میں ہے اس لئے اسے جزاء کہا گیا کیونکہ اس میں اس کا فضل واحسان جلوہ نما ہے اس لئے اسے عطاء کہا گیا ہے پھر عطاء کی صفت حِسَابًا ذکر کی گئی ہے۔ قتادہ نے اس کا معنی کثیرًا بتایا ہے یُقَالُ اَحْسَبْتُ فُلَانًا۔ ای کثرت له العطاء حتی قال حسبی۔ (کہتے ہیں اَحْسَبْتُ فُلَانًا یعنی میں نے اس کو اس کثرت سے دیا یہاں تک کہ وہ کہہ اٹھا میرے لئے (یہی) کافی ہے)۔ (ضیاء القرآن)
حِسَابًا مصدر ہے لیکن صفت کے قائم مقام ہے۔ ای کثیرًا بہت زیادہ
۷۸: ۳۷ — رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ: جملہ ربّ السّمٰوٰتِ والارض و ما بینهما بدل ہے رَبِّكَ سے الرَّحْمٰن بھی ربك سے بدل ہے یا اس کی صفت:
ترجمہ ہوگا:۔
جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان دونوں کے اندر کی سب چیزوں کا جو بڑا رحم وکرم کرنے والا ہے۔
لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا۔ یہ جملہ مستانفہ ہے۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب۔ مِلْكٌ (باب ضرب) مصدر۔ وہ اختیار نہیں رکھتے۔

وہ رب السمٰوٰت و الارض وما فیہا ہے اور رحمٰن بھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ ہیبت اور جبروت بھی ہے کہ کوئی بھی بغیر اذن کے اس سے بات نہیں کر سکتا۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں۔

اور کوئی اپنے استحقاق کی بابت اس سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔ جس کو جو کچھ بھی دیا وہ محض فضل ہی فضل ہے، جس کو نہیں دیا وہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ چیز مجھے کیوں نہیں دی۔ کیونکہ اس کو کسی کا دینا نہیں آتا جو وہ اپنا حق جتلائے اور گلہ کرے :

لَا یَمْلِکُوْنَ میں ضمیر فاعل جمع مذکر غائب تمام اہل سمٰوٰت والارض کے لئے ہے اور مِنْہُ کی ضمیر واحد مذکر غائب اللہ کے لئے ہے (مدارک)

خِطَابًا۔ کلام، بات، گفتگو۔ مصدر۔ منصوب بوجہ تمیز۔

۷۸ : ۳۸ ـــــ یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا: آیت سابقہ نمبر ۳۷ میں خِطَابًا پر علامت وقف ج ہے جو وقف جائز کی علامت ہے اور یہاں ٹھہرنا بہتر ہے۔ اس صورت میں یَوْمَ ظرف ہے لَا یَتَکَلَّمُوْنَ کا۔ بوجہ ظرفیت منصوب ہے ہم اس دن۔

یَقُوْمُ مضارع واحد مذکر غائب۔ قیام مصدر (باب نصر) سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوگا یہاں بمعنی جمع ہے۔ وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔

الرُّوْحُ : کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ اس سے مراد ہے ارواح بنی آدم۔

۲:۔ بنی آدم فی انفسہم۔

۳:۔ خدا کی مخلوق میں سے بنی آدم کی شکل کی ایک مخلوق جو نہ فرشتے ہوں ہیں نہ بشر۔

۴:۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام

۵:۔ القرآن

۶:۔ جمیع مخلوق کے بقدر ایک عظیم فرشتہ وغیرہ۔ (اضواء البیان)

(ا) ابن جریر نے ان جملہ اقوال میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے سے توقف کیا ہے

(ب) مودودی، پیر محمد کرم شاہ، صاحب تفسیر مدارک، جمہور کے نزدیک حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں۔

ج: مولانا اشرف علی تھانوی رح کے نزدیک تمام ذی ارواح۔
مولانا عبدالماجد دریا بادی رح کے نزدیک اس سیاق میں روح سے مراد ذی روح مخلوق لی گئی ہے۔

یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ صَفًّا کا اکثر نے مطلب لیا ہے کہ الروح ایک صف میں اور ملائکہ ایک صف میں کھڑے ہوں گے، اس کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ الروح اور فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

صَفًّا یہ لَا یَتَکَلَّمُوْنَ کی ضمیر فاعل سے حال ہے صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی صف باندھنے کے آتے ہیں اور خود قطار کے معنی میں بھی بطور اسم مستعمل ہے۔ صُفُوْفٌ جمع۔ قطاریں۔ صف باندھے۔

لَا یَتَکَلَّمُوْنَ مضارع منفی جمع مذکر غائب تَکَلُّمٌ (تفعل) مصدر۔ وہ بات نہیں کریں گے۔

اِلَّا۔ استثناء متصل۔ اے لا یتکلمون احد الا الماذون من الرحمٰن کوئی کلام نہ کرے گا سوائے ان کے جن کو الرحمٰن کی طرف سے اجازت دی گئی ہو گی

اَذِنَ ماضی واحد مذکر غائب اِذْنٌ (باب سمع) مصدر سے اس نے اجازت دی۔

وَقَالَ صَوَابًا اس کا عطف اَذِنَ پر ہے صَوَابًا۔ ٹھیک بات، حق، راست درست، خَطَاءٌ کی ضد ہے۔ اور وہ کہیگا بھی حق بات، یعنی شفاعت یا شہادت کے سلسلہ میں اجازت پر وہ لگی لپٹی کہے بغیر سچی سچی اور بلا کم و کاست ٹھیک بات کہیگا۔

۷۸: ۳۹ —— ذٰلِکَ الْیَوْمُ الْحَقُّ۔ ذٰلِکَ اسم اشارہ واحد مذکر۔ مبتداء الیوم الحق موصوف و صفت مل کر خبر۔ وہ برحق دن ہے۔ یا ذٰلِکَ الْیَوْمُ (مذکورہ بالا احوال والادن) اسم اشارہ۔ ومشارٌالیہ مل کر مبتداء الحق اس کی خبر (حق ہی ہے۔ بلاریب) حقانیت اور صداقت پر یہ دن مبنی مقصود ہے۔ یعنی الحق خبر ہے۔ اور خبر پر الف لام مفید حصر ہی ہے پس مطلب یہ ہوا کہ قیامت کا دن یقیناً حق ہی ہے (تفسیر مظہری)

فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا۔ ف سببیہ ہے کیونکہ اللہ تک پہنچانے کا راستہ اختیار کرنے کا سبب قیامت کا برحق ہونا ہے۔

مَاٰبًا مفعول ہے اِتَّخَذَ کا اور اِلٰی رَبِّہٖ متعلق مَاٰبًا ہے

اِتَّخَذَ ماضی واحد مذکر غائب اِتِّخَاذٌ (افتعال) مصدر۔ اختیار کرنا۔ مَاٰبًا مفعول

اٰبَ یَؤُوْبُ (باب نصر) مصدر بمعنی لوٹنا۔ اسم ظرف زمان بھی ہو سکتا ہے بمعنی لوٹنے کا وقت۔ اسم ظرف مکان بھی ہو سکتا ہے بمعنی لوٹنے کی جگہ۔ یہاں یہی مراد ہے۔
مطلب ہے اللہ کے قرب تک پہنچانے والا راستہ، یا لوٹنے کی جگہ سے مراد ہے جنّت۔ (الخازن، جلالین)
پس جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنالے۔
۷۸ :۴۰ — اِنَّآ اَنْذَرْنٰکُمْ عَذَابًا قَرِیْبًا۔ اَنْذَرْنَا ماضی جمع متکلم اِنْذَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ ہم نے تم کو ڈرایا۔ ہم نے تم کو ڈر سنایا۔
عَذَابًا قَرِیْبًا موصوف و صفت۔ مل کر اَنْذَرْنَا کا مفعول ثانی۔ عذاب قریب اس سے مراد عذاب آخرت ہے۔ کیونکہ جو آنیوالا ہے وہ قریب ہی ہے۔ یا اس سے مراد عذاب قبر ہے اور موت جوتے کے تسمہ سے زیادہ قریب ہے (تفسیر مظہری)
یَوْمَ یَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ یَدٰہُ۔ اس کی تفسیر میں علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں۔
یَوْمَ۔ عَذَابًا کا مفعول فیہ ہے۔ کیونکہ عذاب بمعنی تعذیب (مصدر) ہے مَا قَدَّمَتْ میں مَا یا تو سوالیہ ہے اور قَدَّمَتْ کا مفعول ہونے کی وجہ سے محل نصب میں ہے یا موصولہ ہے اور یَنْظُرُ کا مفعول ہے اور صلہ میں ضمیر محذوف ہے یعنی قَدَّمَتْہُ۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن اپنے اس عمل کو جو پہلے اس نے دنیا میں کر کے بھیجا ہوگا اپنے اعمال نامہ میں دیکھے گا۔ یا اس کا بدلہ آخرت میں دیکھے گا یا قبر میں دیکھے گا۔
اعمال کو بھیجنے کی نسبت ہاتھوں کی طرف اس لئے کی کہ عموماً کام ہاتھ ہی سے ہوتے ہیں۔
وَیَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا: واؤ عاطفہ، یَقُوْلُ کا عطف یَنْظُرُ پر ہے۔ لَیْتَ حرف تمنا و طمع ہے۔ گذشتہ کوتاہی پر اظہار تاسف کے لئے آتا ہے اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے۔
یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا (۲۵ : ۲۷) اے کاش میں نے پیغمبر کے ساتھ راستہ اختیار کیا ہوتا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۷۹) سُوْرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۴۶)

۷۹: ۱ —— وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا: واؤ قسمیہ ہے۔ النّٰزِعٰتِ مقسم بہا ہے۔
غَرْقًا اسم ہے لیکن بجائے مصدر کے مستعمل ہے یعنی مفعول مطلق من غیر
لفظہ ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوْسًا میں جُلُوْسًا مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے
جواب قسم محذوف ہے:

النّٰزِعٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث النازعۃ واحد، نَزْعٌ (باب
ضَرَبَ) مصدر سے۔ کھینچنے والیاں۔ کھینچ کر نکالنے والیاں۔ نَزْعٌ کھینچنا، نکالنا
جان نکالنا۔ مُنَازَعَۃٌ (مفاعلۃ) باہم کشیدگی۔ خصومت۔ تَنَازُعٌ (تفاعل)
باہم خصومت کرنا۔

غَرْقًا۔ ڈوبنا۔ گہرائی سے شدت کے ساتھ کھینچنا
ترجمہ ہوگا:—

قسم ہے گہرائی میں جاکر شدت کے ساتھ کھینچنے والیوں کی۔

۷۹: ۲ —— وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا واؤ عاطفہ ہے۔ واؤ قسمیہ مقدرہ ہے النّٰشِطٰتِ مقسم
بہا ہے۔ نَشْطًا مفعول مطلق تاکید کے لئے ہے جواب قسم محذوف ہے۔

النّٰشِطٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث ہے: الناشطۃ واحد۔ بند کھولنے والیاں
یہ لفظ نَشَطَ الدَّلْوَ۔ ڈول کو آسانی کے ساتھ بغیر تکلیف کے نکال لیا۔ کے محاورہ سے
ماخوذ ہے۔ یا نَشَطَ الْحَبْلَ سے ماخوذ ہے یعنی رسّی کو اتنا ڈھیلا چھوڑ دیا کہ وہ
کھل گئی۔ اور قسم ہے آسانی کے ساتھ گرہ کھولنے والیوں کی۔ (آسانی سے روح
قبض کرنے والیوں کی)

۷۹: ۳ —— وَالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا واؤ عاطفہ (واؤ قسمیہ مقدرہ ہے) السّٰبِحٰتِ

مقسم بہا۔
سَبۡحًا مفعول مطلق: سَبۡحٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ہے۔ تیرنے والیاں۔ اور قسم ہے تیرنے والیوں کی۔
۷۹: ۴ — فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ف عاطفہ، واؤ قسمیہ مقدرہ السّٰبِقٰتِ مقسم بہا۔
سَبۡقًا مفعول مطلق سَبۡقٌ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے پھر ان کی قسم جو دوڑ کر آگے بڑھنے والیاں ہیں۔
۷۹: ۵ — فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا: ف عاطفہ (واؤ قسمیہ مقدرہ ہے) المدبرات مقسم بہا ہے۔ اَمۡرًا مفعول بہ ہے۔ اَلۡمُدَبِّرٰتِ تدبیر (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مؤنث ہے کسی کام کی تدبیر کرنے والیاں۔
پھر ان کی قسم جو (تفویض کئے گئے) امور میں تدبیر و تنظیم کرتی پھرتی ہیں۔
بغوی کی روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس کے نزدیک وہ ملائکہ مراد ہیں جن کے سپرد کچھ کام بحکم خدا کئے گئے ہیں اور ان کو انجام دینے کے طریقے اللہ تعالیٰ نے ان کو تعلیم فرما دیئے ہیں:

فائدہ:

آیات ۱ تا ۵ میں مقسم بہا کا ان کے نام کے بجائے ان کے اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔
۱۔ جمہور کے نزدیک ان سے مراد فرشتے ہیں۔ اس صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نازعات، ناشطات، سابحات، سابقات، مدبرات، سب صیغے مؤنث کے ہیں حالانکہ فرشتے مؤنث نہیں ہیں۔ بلکہ خدائے پاک نے کفار کو فرشتوں کو مؤنث کہنے میں الزام دیا ہے۔ تنبیہ فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:۔
وجعلوا الملئكة الذين هُمۡ عباد الرحمٰنِ اِنَاثًا..... الخ
(۴۳: ۱۹) اور انہوں نے فرشتوں کو کہ وہ بھی اللہ کے بندے ہیں (خدا کی) بیٹیاں مقرر کیا ہے.....
اس کے متعلق علامہ حقانی فرماتے ہیں:۔
"اس کا جواب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں جمع اور جماعات کو بصیغہ مؤنث

تعبیر کرتے ہیں۔ اور ملائکہ سے اشخاص و مراد نہیں بلکہ جماعات مراد ہیں :

ان فرشتوں میں سے نازعات سے وہ فرشتے مراد ہیں جو جان نکالتے ہیں ۔ اور کھینچ کر (جان) نکالنے والے وہ ہیں جو کفار کی جان کنی پر مامور ہیں ۔ کفار کی رُوح عالم آخرت کے مصائب سے ڈر کر ان کے بدن میں اِدھر اُدھر تمام اطراف وجوانب میں چھپتی پھرتی ہے ۔ اس لئے وہ ملائکہ بھی ان کے اجسام میں گھس کر ان کی روح کو نکالتے ہیں

اسی طرح ناشطات، سابحات، سابقٰت، مدبرات سے مراد بھی ملائکہ ہیں جن کو باعتبار ان کی صفات اور حالات کے مختلف صفات سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

۲:۔ امام حسن بصری رح نے ان سے مراد ستارے لئے ہیں ۔

۳:۔ بعض کے نزدیک ان پانچوں کلمات سے مراد ارواح ہیں ۔

۴:۔ بعض کہتے ہیں کہ ان پانچوں سے مراد غازیوں کے گھوڑے ہیں ۔

۵:۔ ابومسلم اصفہانی کہتے ہیں کہ ان پانچوں کلمات سے مراد غازی ہیں ۔
(تفسیر حقانی)

فَائِدَہ :۔

یہ پانچ قسمیں کھائی گئی ہیں لیکن جواب قسم محذوف ہے یعنی لَتُبْعَثُنَّ ۔ کہ تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کرکے اٹھایا جائے گا ۔

۷۹: ۶ ــــ یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ : یَوْمَ منصوب ہے ظرف زمان ہے اور قسم کے جواب محذوف سے متعلق ہے ۔

تَرْجُفُ مضارع واحد مؤنث غائب رَجْفٌ (باب نصر) مصدر سے بمعنی وہ لرزے گی ۔ وہ کانپے گی ۔

الرَّاجِفَۃُ رَجْفٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ جب تھرتھرانے والی تھرتھرائے گی ۔

علامہ آلوسیؒ روح المعانی میں لکھتے ہیں ۔

راجفۃ سے مراد تمام وہ چیزیں ہیں جو ساکن ہیں ۔ اور وہ اس وقت زور زور سے کانپنے اور لرزنے لگیں گی ۔ جیسے زمین، پہاڑ ۔ وغیرہ ۔

یعنی نفخہ اولیٰ ہوگا اور نظام کائنات کے درہم برہم ہونے کا حکم صادر ہوگا ۔

تو یوں محسوس ہوگا کہ زبردست زلزلہ کے جھٹکوں سے زمین، پہاڑ، قلعے، مکان اور درخت سب کے سب لرزنے لگیں گے۔

۷:۷۹ — تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ: تَتْبَعُ مضارع واحد مؤنث غائب تَبْعٌ (باب سمع) مصدر سے۔ بمعنی پیچھے چلنا۔ پیچھے پیچھے آنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الراجفۃ ہے۔

الرَّادِفَةُ: رَدْفٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث پیچھے سوار ہونے والی۔ پیچھے جانے والی۔ تَرَادُف ایک دوسرے کے پیچھے آنا۔ یا سوار ہونا۔ لفظوں کا ہم معنی ہونا۔ مترادف ہم معنیٰ۔

اس کے پیچھے آئے گی ایک اور لرزاہٹ، بھونچال، زلزلہ،

فَائِدَہ:

بعض کے نزدیک ردف سے مراد نفخہ ثانیہ ہے جو پہلے نفخہ کے بعد ہوگا، جس کے بعد سب مُردے دوبارہ زندہ ہوجائیں گے۔

صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الراجفۃ۔ اس روز کہ لرزنے والی چیزیں لرزیں یعنی زمین اور پہاڑ ہلیں۔ اور تتبعہا الرادفۃ پے در پے لرزے پر لرزہ آئے، یہ نفخ صور اول کے وقت ہوگا۔ کہ زمین ہل جائے گی اور پے در پے لرزے آنے سے یہ تمام دنیا نیست و نابود ہوجائے گی۔

اس کے بعد بار دیگر ہر ایک انسان زندہ ہوگا۔ ابتدائے نفخ صور اول سے لے کر نفخ ثانی تک ایک متصل زمانہ ہے اس لئے اس میں زندہ ہونا صحیح ہوسکتا ہے ورنہ تو صرف نفخ اوّل صور میں تو کوئی زندہ نہ ہوگا بلکہ زندہ لوگ بھی مرجائیں گے۔ گویا آیت نمبر ۶ اور آیت نمبر ۷ دونوں نفخ صور اول کی کیفیات ہیں۔ نفخ ثانی بعد میں ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ سے مراد وہ ہیبت ناک آواز ہے جو نفخہ اُولیٰ کے وقت ہوگی۔ جس سے زمین و آسمان، وحوش و طیور، حیوان و انسان نیست و نابود ہوجائیں گے

اور تتبعها الرادفۃ سے مراد نفخۂ ثانیہ ہے (یعنی بار دیگر صور پھونکنا) جس سے تمام حیوان و انسان بارِ دیگر زندہ ہوں گے۔ اور ان دونوں نفخِ صور میں بمقدار چالیس برس کا زمانہ ہوگا۔

(تفسیر حقانی، مظہری، خازن)

۷۹: ۸ — قُلُوْبٌ یَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَۃٌ۔ قُلُوْبٌ مبتدا۔ یَوْمَئِذٍ اسم ظرف زمان ہے اور تتبعها الرادفۃ سے متعلق ہے۔ وَاجِفَۃٌ، قُلُوْبٌ کی صفت ہے اور مبتدا کی خبر۔

(کتنے ہی) دل اس روز ترساں و لرزاں ہوں گے۔ وَاجِفَۃٌ۔ وَجْفٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

وَجْفٌ۔ وَجِیْفٌ (باب ضرب) کے معنی تیز رفتاری کے ہیں۔ اور اَوْجَفْتُ الْبَعِیْرَ کے معنی ہیں میں نے اونٹ کو تیز دوڑایا۔

قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے :۔

فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّلَا رِکَابٍ (۵۹: ۶) کیونکہ اس کے لئے نہ تم نے گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ۔

مثل مشہور ہے اَوْجَفَ فَاَعْجَفَ: گھوڑے کو تیز دوڑا کر دبلا کر دیا۔

وَجْفُ الشَّیْءِ کسی چیز کا مضطرب ہونا۔ قَلْبٌ وَاجِفٌ ۔ مضطرب دل؛

۷۹: ۹ — اَبْصَارُھَا خَاشِعَۃٌ : اَبْصَارُھَا مبتدا۔ خَاشِعَۃٌ خبر۔ اَبْصَارُھَا ای ابصار اصحٰب القلوب (ان کانپتے دل والوں کی آنکھیں) ھَا ضمیر کا مرجع قلوب ہے۔

خَاشِعَۃٌ۔ خُشُوْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے بمعنی ذلیل ہونے والی۔ خوار ہونے والی۔ نیچی ہونے والی۔ ان دل والوں کی آنکھیں ڈر اور ذلت و خواری سے نیچی ہو رہی ہوں گی :

فَائِدَہ — آیات ۸ و ۹ میں مذکور حال کفار و منافقین کا ہوگا۔ اللہ کے نیک بندے اس روز حُزن و غم سے محفوظ ہوں گے۔ ان کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے لَا یَحْزُنُھُمُ الْفَزَعُ الْاَکْبَرُ وَ تَتَلَقّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ھٰذَا یَوْمُکُمُ الَّذِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ؈ (۲۱: ۱۰۳) ان کو (اس دن کا)

بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا اور فرشتے ان کو لینے آئیں گے (اور کہیں گے کہ یہی وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

فَائِدَہ:- حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کے مطابق یَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَۃُ (آیت ۶) میں نفخۂ اُولیٰ مراد ہے اور تَتْبَعُهَا الرَّادِفَۃُ (آیت ۷) میں الرادفۃ سے مراد نفخہ ثانیہ ہے۔ اور آیات ۸، ۹، میں مذکور مضامین نفخۂ ثانیہ سے متعلق ہیں۔

۷۹: ۱۰ — یَقُوْلُوْنَ: یعنی کافر آیاتِ بالا متعلقہ وقوعِ آخرت و مناظرِ آخرت سُن کر استہزاءً) کہتے ہیں۔

ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ: یہ جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے، بھلا پھر ہم لوٹائے جائیں گے پہلی حالت کی طرف۔

ءَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِنَّا حرف مشبّہ بالفعل ہے یہ اِنَّ حرفِ تحقیق اور حرف مشبہ بالفعل اور نا ضمیر جمع متکلم سے مرکب ہے۔

لَمَرْدُوْدُوْنَ میں لام تاکید کا ہے، مَرْدُوْدُوْنَ۔ رَدٌّ (باب نصر) مصدر اسم مفعول جمع مذکر ہے۔ واپس پھیرے گئے۔ لوٹائے گئے۔

جب کوئی شخص اسی راستے سے پلٹ جائے جس پر وہ چل کر آیا تھا تو عرب کہتے ہیں رجع فلان لی حافرتہ ای طریقۃ التی جاء فیھا فحفر۔ یعنی جس راستہ کو وہ پہلے اپنے قدموں سے کھود آیا ہے اور اپنے نقوش پا ثبت کر آیا ہے اسی پر وہ لوٹ گیا۔

الحافرۃ پہلی حالت۔ اُلٹے پاؤں۔ زمین۔ حَفْرٌ سے جس کے معنی زمین کھودنے کے ہیں۔ اسم فاعل واحد مؤنث۔ عرب میں "حَافِرَۃٌ" اُلٹے پاؤں لوٹنے اور پہلی حالت پر پلٹنے کے لئے ضرب المثل ہو گیا ہے۔

امام بغوی رح لکھتے ہیں:۔

اور بعض کا قول ہے کہ "حافرۃ" کے معنی روئے زمین کے ہیں جس میں ان کی قبریں کھدتی ہیں۔

۷۹: ۱۱ — ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً: یہ جملہ بھی استفہام انکاری ہے انکا

کے بعد انکار مزید تاکید کے لئے ہے۔
ءَ ہمزہ استفہامیہ ہے اِذَا ظرفِ زمان ہے زمانۂ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اور کبھی زمانۂ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔
وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوًا انْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا (۶۲: ۱۱) جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیئے۔
اور اگر قسم کے بعد واقع ہو تو زمانۂ حال کے لئے آتا ہے جیسے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی (۵۳: ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔
کُنَّا ماضی جمع متکلم بمعنی مضارع۔ ہم ہوں گے۔
عِظَامًا نَّخِرَۃً: موصوف وصفت مل کر کَانَ کی خبر۔
عِظَامًا۔ عَظْمٌ کی جمع ہڈیاں۔ جیسے سِھَامٌ سَھْمٌ کی جمع ہے
نَخِرَۃً عِظَامًا کی صفت ہے۔ نَخْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت کا صیغہ واحد مؤنث۔ بوسیدہ۔ نخرۃ: من نخر العظم ای بلی وصار الجوف تمر بہ الریح فیسمع لہ نخیر ای صوت (روح المعانی)
جب ہڈی بوسیدہ ہوجائے اس کے اندر کا گودا گل جائے اور وہ خالی ہوجائے اور اس میں سے ہوا گذرنے لگے جس سے نخیر پیدا ہو ایسی ہڈیوں کو عِظَامًا نَّخِرَۃً کہتے ہیں۔
۷۹: ۱۲ — قَالُوْا۔ اس کا عطف یَقُوْلُوْنَ پر ہے (اور) وہ کہتے ہیں۔
تِلْكَ اِذًا كَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ۔ تِلْكَ اسم اشارہ واحد مؤنث۔ بمعنی وہ مبتدا ہے۔ اِذًا حرف جزا ہے۔ تب، اس وقت۔
كَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ موصوف صفت مل کر مبتدا کی خبر،
ترجمہ ہوگا:۔
پھر تو یہ (زندگی کی واپسی) بڑی گھاٹے کی ہوگی (یہ وہ استہزاءً کہتے ہیں)
خَاسِرَۃٌ خُسْرٌ وخُسْرَانٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے گھاٹے والی۔
مندرجہ ذیل وہ مقولے ہیں جو کہ کافر لوگ قیامت کی وقوع پذیری اور

منکرینِ حشر کی حالت زاری کی آیات سُن کر ٹھٹھے کے طور پر کہتے ہیں۔
۱:۔ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَۃِ۔
۲:۔ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَۃً۔
۳:۔ تِلْكَ اِذًا كَرَّۃٌ خَاسِرَۃٌ۔

۷۹ : ۱۳ —— فَاِنَّمَا هِیَ زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ کفار کے استہزائیہ مقولوں کے جواب میں ارشادِ الٰہی ہوتا ہے، فانما ھی زجرۃ واحدۃ۔ ای لا تحسبوا تلك الکرۃ صعبۃ علی اللّٰہ عزّوجل فانھا سھلۃ ھینۃ فی قدرتہ فما ھی الا صیحۃ واحدۃ (فانما ھی زجرۃ واحدۃ) یرید النفخۃ الثانیۃ (مدارک) یعنی زندگی کی واپسی کو خدائے عزوجل کے لئے مشکل خیال نہ کرو، کیونکہ اس کی قدرت کاملہ کے لئے یہ بہت ہی سہل اور آسان ہے وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے مراد اس سے نفخہ الثانیہ ہے:

اِنَّمَا : بے شک، تحقیق، سوائے اس کے نہیں۔ وہ تو صرف (یہ) ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔ اور زَجْرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ خبر اِنَّ ہے۔

زَجْرَۃٌ۔ زَجْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی ڈانٹنا، جھڑکنا، زجر کرنا سے بمعنی ڈانٹ، جھڑک، زجر۔

۷۹ : ۱۴ —— فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَۃِ : فاء عطف کے لئے ہے اور اِذَا مفاجاتیہ ہے۔ (اچانک اور ناگہاں کے معنی میں) ہے۔ اِذَا کے آنے سے هُمْ بِالسَّاهِرَۃِ جو جملہ اسمیہ تھا جملہ فعلیہ کی قوت میں ہو گیا۔ اسی لئے اس کا عطف جملہ فعلیہ پر صحیح ہو گیا۔

مطلب یہ ہو گا کہ:۔

دنیا میں یہ ایسی باتیں کہہ رہے ہیں مگر جب یہ زمین کے اوپر ایک میدان میں ہوں گے تو ناگہاں وہ وقت آہی جاتے گا۔ اس صورت میں فانما ھی زجرۃ واحدۃ جملہ معترضہ ہو گا، جو معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان اس بات کو ظاہر کر رہا ہے کہ جس لرزہ کے یہ منکر ہیں اس کو لانا اللہ کے نزدیک آسان ہے کچھ دشوار نہیں ہے۔ (تفسیر مظہری)

اَلسَّاهِرَةِ: سَهْرٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی نیند اڑ جانے کے ہیں۔ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ مفسرین کے اس کے متعلق کئی اقوال ہیں:۔

۱:۔ ساھرۃ سفید ہموار زمین کو کہتے ہیں۔ اس کے موسوم ہونے کی دو وجہیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر چلنے والا خوف سے سوتا نہیں۔

دوم یہ کہ اس میں سراب رواں ہوتا ہے یہ عرب کے محاورہ عین ساھرۃ سے ماخوذ ہے۔

تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ زمین کا نام ساہرہ اس لئے پڑا کہ شدت خوف کے باعث اس میں انسان کی نیند اڑ جاتی ہے تو وہ زمین کہ جس کے اندر قیامت کے موقع پر کافر جمع ہوں گے نہایت ہی خوف میں ہوں گے لہذا اس زمین کا نام ساھرۃ اس بناء پر ہوا۔

(تفسیر کبیر امام رازی رح)

۲:۔ اس سے مراد روئے زمین ہے۔ سب لوگ زمین پر جمع ہو جائیں گے جو سفید ہو گی اور بالکل صاف اور خالی ہو گی جیسے میدے کی روٹی ہوتی ہے اور جگہ ہے يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ ..... الخ (۱۴: ۴۸) جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین ہو جائے گی۔ اور آسمان بھی بدل جائیں گے اور سب مخلوق اللہ تعالیٰ واحد قہار کے روبرو پیش ہو گی۔

تفسیر ابن کثیر)

۳:۔ اس کے معنی ہیں کہ لوگ قیامت کے دن موت کی نیند سے فوراً جاگ اٹھیں گے یہ معنی زیادہ مناسب بھی ہیں کیونکہ موت کو خواب سے زیادہ مشابہت ہے اور سھر بیداری کو کہتے ہیں۔ حیات اخروی بیداری اور موت خواب سے بہت مشابہ ہے۔ (تفسیر حقانی)

سورۃ یٰسٓ میں ہے:۔

قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔ (۳۶: ۵۲) کہیں گے اے ہے ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا کر) اٹھایا۔

۴:۔ ثوری کہتے ہیں مراد اس سے شام کی زمین ہے۔

(ب) عثمان بن ابو العالیہ کا قول ہے کہ اس سے مراد بیت المقدس کی زمین ہے۔
(ج) وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بیت المقدس کی ایک طرف کا پہاڑ ہے
(د) قتادہ کہتے ہیں کہ جہنم کو بھی ساھرۃ کہتے ہیں۔
لیکن یہ اقوال سب کے سب غریب ہیں۔ (تفسیر مظہری)

۷۹: ۱۵ ـــ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى: (قیامت کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک روئے سخن فرعون کی طرف چلا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارِ مکہ انکار قیامت پر سختی سے ڈٹے ہوتے تھے کسی دلیل سے وہ متاثر نہیں ہو رہے تھے اس لئے ان کے سامنے ایک ایسے شخص کا دردناک انجام پیش کیا جا رہا ہے جو کہ وہ بھی قیامت کا منکر تھا اور اسی وجہ سے وہ سرکشی اور طغیان میں اتنا دور نکل گیا تھا کہ خدائی دعویٰ کیا کرتا تھا۔
انہیں بتایا جا رہا ہے کہ اے میرے رسول کے ساتھ ٹکر لینے والو اور اس کی باتوں کا انکار کرنے والو! تم سے پہلے فرعون جیسے مطلق العنان حکمران نے میرے رسول موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اسی طرح ٹکر لی تھی وہ بھی ان کی تکذیب کرتا اور قیامت کو تسلیم نہیں کرتا تھا اس کا جو انجام ہوا وہ تم نے بارہا سنا ہے کیا تم اپنے لئے اسی طرح کا انجام پسند کرتے ہو۔ (تفسیر ضیاء القرآن)

هَلْ استفہامیہ ہے اَتٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتْيَانٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی آنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کا مرجع حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تیرے پاس۔ حَدِيْثُ مُوْسٰى مضاف مضاف الیہ۔ حدیث ہر وہ بات جو انسان تک پہنچے سماع یا وحی کے ذریعہ اسے حدیث کہا جاتا ہے ۔ بات، احادیث جمع ۔ حَدِيْثُ مُوْسٰى۔ موسیٰ کی بات۔ موسیٰ کی خبر۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى استفہام تقریری ہے۔ یعنی آپ کے موسیٰ والی خبر آچکی ہے۔ آپ کے پاس موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی اطلاع آچکی ہے۔

۷۹: ۱۶ ـــ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى: اذ ظرف زمان ہے دونوں میں اختلاف کے مدنظر اس کا تعلق حَدِيْثُ سے ہے نہ کہ اَتٰىكَ سے
هٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مُوْسٰى ہے۔
نَادٰى۔ نِدَاءٌ سے (باب افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے
بَ ظرفیت کے لئے ہے۔

اَلْوَادِ الْمُقَدَّسِ : موصوف صفت ۔ مقدس وادی ۔
طُوًى اس کا نام ہے جو اَلْوَادِ کا عطف بیان ہے ۔
ترجمہ ہوگا۔
آپ کے پاس موسیٰ سے تعلق رکھنے والی اس وقت کی بات تو آہی چکی ہوگی جب اللہ نے ان کو وادی مقدس (یعنی) طویٰ میں پکارا تھا۔

۷۹ : ۱۷ ـــــ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى : یہ جملہ ندار کی تفسیر ہے یا اس سے قبل وَقَالَ محذوف ہے ۔ اور (اس سے) کہا کہ فرعون کی طرف جاؤ ..... الخ

طَغٰى ۔ طُغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے جب گناہ اپنی حد سے نکل جاتی ہے تو بھکنے لگتی ہے اور اسی طرح پانی جب اپنی حد سے متجاوز ہوتا ہے تو طغیانی آجاتی ہے ۔ طَغٰى کا استعمال ان دونوں معنوں میں اسی اعتبار سے ہے ۔

اِنَّهٗ طَغٰى : ای تجاوز الحدّ فی الکفر و الفساد ۔ کفر اور فساد میں حد سے نکل گیا ہے ۔

طُغْيَانٌ مصدر سے جب فعل واوی ہوتا ہے تو باب نصر سے آتا ہے طَغٰى يَطْغُوْا طُغْيَانًا ۔ اور جب فعل یائی ہوتا ہے تو فتح اور سمع دونوں سے آتا ہے طَغٰى يَطْغٰى طُغْيَانٌ وَ طَغِيَ يَطْغٰى طُغْيَانٌ ۔ قرآن مجید میں باب فتح سے آیا ہے
اِنَّهٗ طَغٰى علت ہے جملہ سابقہ کی :
آپ فرعون کے پاس جائیں کیونکہ وہ کفر و فساد میں حد سے بڑھ گیا ہے ۔

۷۹ : ۱۸ ـــ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰى اَنْ تَزَكّٰى ۔ فَ تعقیب کا ہے قُلْ فعل امر صیغہ واحد مذکر حاضر هَلْ استفہامیہ ہے لَكَ متعلق باسم محذوف ہے اَنْ مصدریہ ۔ تَزَكّٰى ۔ تَزَكِّيٌ (تفعل) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے اصل میں تَتَزَكّٰى تھا ۔ ایک تاء حذف ہوگئی ۔ تو سنور جاتے ، تو پاک ہو جائے
تفسیر المدارک میں ہے :ـــ
هَلْ لك میل (رغبة) الیٰ ان تتطهر من الشرك و العصیان بالطاعة و الایمان ۔ کیا تیری خواہش ہے کہ تو اطاعت اور ایمان کے ذریعے شرک و سرکشی سے

پاک ہو جائے (اپنے آپ کو پاک کرلے)

۱۹:۷۹ —— وَاَھْدِیَكَ اِلٰی رَبِّكَ فَتَخْشٰی: جملہ معطوف ہے واؤ عاطفہ ہے اَھْدِیَكَ کا عطف تَزَکّٰی پر ہے۔ فَ سببیہ ہے۔

اَھْدِیَكَ۔ اَھْدِیَ مضارع کا صیغہ واحد متکلم منصوب بوجہ عمل اَنْ جملہ سابقہ ھِدَایَةٌ (باب ضرب) مصدر ك ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ میں تجھ کو راہ بتاؤں۔ میں تجھ کو راہ دکھاؤں۔

تَخْشٰی۔ خَشْیَةٌ (باب سمع) مصدر سے مضارع واحد مذکر حاضر۔ تو ڈرے

مطلب یہ ہے:

اور کیا تجھے اس بات کی خواہش ہے کہ میں تجھے اللہ کی معرفت، عبادت اور توحید کا راستہ دکھاؤں اور نتیجہ میں تو اس کے عذاب سے ڈرنے لگے۔

۲۰:۷۹ —— فَاَرٰىهُ الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی۔ فَاَرٰىهُ ف کا عطف محذوف پر ہے ای فذھب وبلغ فارٰہ الاٰیۃ الکبرٰی۔ (بیضاوی)۔

حضرت موسٰی گئے اور فرعون کے پاس پہنچے اور اس کو بڑی نشانی دکھائی۔

اَرٰی۔ اِرَاءَةٌ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے اس کو دکھلایا۔

اَلْاٰیَةَ الْكُبْرٰی صفت موصوف مل کر مفعول ثانی اَرٰی کا۔ بڑی نشانی وھی قلب العصا حیۃ فانہ کان المقدم والاصل (بیضاوی) اور یہ عصا کا سانپ کی شکل میں تبدیل ہوجانا ہے اور یہ ہی پہلا اور اصل معجزہ تھا۔

یا الْاٰیَةَ الْكُبْرٰی سے مراد ہیں معجزات۔ لیکن تمام معجزات چونکہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے میں ایک ہی معجزہ کی طرح تھے۔ اس لئے بصیغہ واحد ذکر کیا گیا۔ (تفسیر مظہری، بیضاوی)

۲۱:۷۹ —— فَكَذَّبَ وَعَصٰی۔ ای فکذب فرعون موسٰی وعصی اللہ بعد ظھور الاٰیۃ (بیضاوی) معجزہ کے اظہار کے بعد بھی فرعون نے حضرت موسٰی (علیہ السلام) کو جھٹلایا۔ اور خدا کی نافرمانی کی اس نے کہا نہ مانا۔ اس نے اطاعت نہ کی

۲۲:۷۹ —— ثُمَّ اَدْبَرَ یَسْعٰی۔ ثم تراخی فی الوقت کے لئے ہے۔ پھر۔ اس کے بعد۔ اَدْبَرَ۔ اِدْبَارٌ (افعال) سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، اس نے

پیٹھ پھیری: دُبُرٌ سے جس کے معنی پیٹھ کے ہیں۔
یَسْعٰی۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ (باب فتح) مصدر سے، وہ دوڑتا ہے۔ وہ دوڑے گا: دوڑتا ہوا۔ تدبیریں کرتا ہوا۔ یہاں ضمیر فاعل اَدْبَرَ سے حال ہے پھر روگرداں ہوکر (فتنہ انگیزی میں) کوشاں ہوگیا۔ یا سانپ کو اپنی طرف آتا دیکھ کر دوڑتا ہوا پیچھے مڑا۔

۷۹: ۲۳ — فَحَشَرَ فَنَادٰی: ہر دو فاء عاطفہ بمعنی ثُمَّ ہیں۔ فَحَشَرَ ای ثُمَّ حشر (جمع) قومه وجنوده والسحرة (مدارک، خازن)
پھر اس نے اپنی قوم کو، افواج کو اور جادوگروں کو جمع کیا۔
حَشَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب حَشْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی اکٹھا کرنا۔
فَنَادٰی: ف عاطفہ نَادٰی ماضی واحد مذکر غائب مُنَادَاةٌ وَنِدَاءٌ (مفاعلۃ) مصدر۔ (ن د ی حروف مادہ) بمعنی پکارنا۔ آواز دینا۔ پھر اس نے (ان کو مخاطب کرکے) پکارا۔

۷۹: ۲۴ — فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی۔ ف عاطفہ، انا ربکم الاعلٰی۔ نادٰی کا بیان ہے۔ (یعنی فرعون نے نداء میں یہ) کہا کہ میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔ مجھ سے اوپر کوئی رب نہیں۔
یا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ تمہارے کام کے کرتا دھرتا ہیں میں ان سب سے بڑا ہوں۔ یا اس کلام سے مراد فرعون کی یہ تھی کہ یہ بت دیوتا ہیں اور میں ان کا بھی دیوتا ہوں۔ اور تمہارا بھی (المدارک، الخازن، المظہری)

۷۹: ۲۵ — فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰی۔ فَ عاقبت کا ہے۔ بمعنی آخر کار۔ نَكَالَ بمعنی تَنْكِيْل فعل محذوف کا مفعول مطلق برائے تاکید ہے بمعنی عبرتناک سزا دینا۔ یعنی اللہ نے اس کو پکڑا اور اس کو سخت عبرت بنادیا۔ بان اغرقه فی الدنیا ویدخله فی النار فی الاٰخرة (دنیا میں اس کو اللہ نے دریا میں غرق کردیا اور آخرت میں اس کو جہنم میں داخل کریگا۔ (الخازن)
اَلْاُوْلٰی۔ اَوَّلُ کا مؤنث ہے۔ قرآن مجید میں جہاں آخرۃ کے مقابلہ میں اس کا استعمال ہوا ہے وہاں اس سے مراد عالم دنیا ہے کیونکہ وہ آخرت سے پہلے ہے

۷۹: ۲۶ — اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰی: فِيْ ذٰلِكَ ای فیما

ذکر من قصہ فرعون وما فَعَلَ وما فُعِلَ بہ۔ یعنی جو قصہ فرعون (اوپر) مذکور ہوا۔ جو اس نے کیا اور جو اس کے ساتھ کیا گیا (روح المعانی)

لام مبالغہ کے لئے ہے ۔ عِبْرَةً اسم اِنَّ۔ فِیْ ذٰلِکَ اس کی خبر۔

بے شک اس میں ہر ڈرنے والے کے لئے بڑی عبرت ہے۔

۷۹ : ۲۷ — ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا: (آیت میں کلام کا رُخ بدل کر منکرینِ حشر سے خطاب ہے)

ءَ استفہامیہ ہے اَنْتُمْ مبتدار ہے اَشَدُّ اس کی خبر۔ خَلْقًا تمیز۔ اَلسَّمَآءُ مبتدار خبر محذوف کی ۔ ای اشد (یعنی زیادہ مشکل) یعنی تخلیق کے اعتبار سے تم زیادہ سخت ہو یا آسمان زیادہ سخت ہے۔ یہ استفہام تقریری ہے، یعنی آسمان کی تخلیق زیادہ سخت ہے۔ آسمان سے مراد ہے آسمان مع ان تمام چیزوں کے جو اس کے اندر ہیں کیونکہ مقامِ تفصیل میں زمین اور پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور اس کے موجودات کی تخلیق تمہاری تخلیق سے زیادہ سخت ہے۔ تم کائناتِ سماوی کا جزو ہو اور جزو کی تخلیق کل کی تخلیق سے بداہتہً آسان ہوتی ہے پھر دوبارہ تخلیق تو خلقِ اوّل سے سہل ہی ہے۔ (المظہری)

بَنٰهَا۔ جملہ مستانفہ ہے۔ بَنٰی ماضی واحد مذکر غائب بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے ۔ اس نے بنایا۔ اس نے تعمیر کیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب السمآء کے لئے ہے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اس کی تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

"اللہ نے آسمان کو بنایا ہے۔ یہ جملہ السمآء کی صفت ہے (لیکن جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے اور السمآء معرفہ ہے اور معرفہ کی صفت معرفہ ہونی چاہئے) اور السماء میں الف لام زائد ہے (فرد غیر معین کے لئے ہے) جیسے کہ وَلَقَدْ اَمُرُّ عَلَى اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ جملہ ہونے کے باوجود اَللَّئِیْم معرف باللام کی صفت ہے۔ کیونکہ اللئیم سے فرد غیر معین مراد ہے۔ یا اَلَّتِیْ موصول محذوف ہے۔ یعنی وہ آسمان جس کو خدا نے بنایا۔

یا دوسرے جملہ کا پہلے جملہ پر عطف ہے اور حرفِ عطف محذوف ہے دونوں جملوں کو ملانے سے پوری دلیل اس طرح بنتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان

بنایا جس کی تخلیق تمہاری تخلیق سے زیادہ دشوار ہے اور جو اس کی تخلیق پر قدرت رکھتا ہے وہ ایسی چیز کو جو آسمان سے کمزور ہے۔ دوبارہ بنانے پر (بدرجۂ اُولیٰ) قدرت رکھتا ہے؟ (تفسیر مظہری)

۷۹ : ۲۸ ـــــ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا۔ سَمْكَهَا مضاف مضاف الیہ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّمَآءَ کے لئے ہے۔ فَ عاطفہ ہے تراخی فی الوقت کے لئے ہے پھر، اس کے بعد۔

السمك چھت کو کہتے ہیں اور سَمَكَهٗ (باب نصر) کے معنی بلند کرنے کے ہیں۔ سَوّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی اس نے پورا پورا بنایا۔ اس نے برابر کیا۔

ترجمہ ہوگا۔

اس نے اس کی (آسمان کی) چھت کو بلند کیا۔ پھر اس (آسمان) کو درست کیا۔ یعنی اس طرح راست کیا کہ اس میں کوئی شکن کوئی جھول، کوئی شگاف نہ رہنے دیا

۷۹ : ۲۹ ـــــ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰهَا۔ اَغْطَشَ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْطَاشٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی تاریک ہونا اور تاریک کرنا کے ہیں۔

ضُحًى کے معنی دھوپ کے پھیلنے اور دن کے چڑھنے کے ہیں۔ نیز وقتِ چاشت کو ضُحًى کہتے ہیں۔ وہ وقت جب دھوپ چڑھ جائے۔

ترجمہ ہوگا۔

اس نے تاریک کیا اس کی رات کو اور ظاہر کیا اس کے دن کو۔ ھَا ہر دو جگہ آسمان کے لئے ہے۔

رات کی سیاہی اور دن کے اجالے کو آسمان کی طرف منسوب کیا کیونکہ اس کا تعلق آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہے جو اجرام سماویہ میں سے ہے:

۷۹ : ۳۰ ـــــ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا۔ اَلْاَرْضَ (آیت ہذا میں) اور اَلْجِبَالَ آیت ۳۲ میں) منصوب ہیں کیونکہ ان سے قبل ان کے فعل محذوف ہیں۔ ای دَحَى الْاَرْضَ اور اَرْسَى الْجِبَالَ۔ دونوں اپنے فعل محذوف کے مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہیں۔ فعل محذوف کی تفسیر (ہر دو جملہ میں) دَحٰىهَا

الکشاف میں ہے:۔

ونصب الارض و الجبال باضمار دحٰی وارسٰی وھو الاضمار علیٰ شریطۃ التفسیر:

الارض اور الجبال کا نصب دحی اور ارسٰی کے اضمار (محذوف ہونا) سے ہے۔ اور یہ اضمار شرائط تفسیر کے مطابق ہے ؎ (الکشاف)

بَعْدَ ذٰلِکَ یعنی آسمان کی تخلیق کے بعد اور اس کی چھت کو بلند و بالا کرنے اور اس کو راست کرنے کے بعد:

دَحٰھَا۔ دَحٰی یَدْحُوْا۔ دَحْوٌ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ اس نے پھیلایا۔ اس نے ہموار کیا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث الارض کے لئے ہے یعنی زمین کو ہموار بنایا۔ پھیلایا۔ بچھایا۔

(صاحب تفسیر ماجدی تحریر فرماتے ہیں:۔

دَحٰی کے معنی کسی چیز کو اس کے اصل مقر سے ہٹا دینے کے ہیں۔ دَحٰھَا ای ازالھا عن مقرھا۔ اس کو اپنے اصلی مقر سے ہٹا دینا۔ اس سے گویا اشارہ اس طبیعیاتی حقیقت کی طرف ہوگیا کہ یہ کرۂ ارض کسی اور بڑے سماوی جرم کا ٹکڑا ہے جو اس سے کٹ کر ایک مستقل وجود میں آگیا ہے)

مطلب یہ کہ آسمان اور اس کے متعلقات کی تخلیق کے بعد اس نے کرۂ ارض کو مناسب اطراف میں۔ مناسب مدارجِ سطح کے لحاظ سے مناسب حدود تک بچھایا یا پھیلایا۔

فَائِدَہ: زمین اور آسمان کی تخلیق اور ان کی تکمیل میں وقت کی مدت کے لحاظ سے تعین میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل آیاتِ قرآنی کو ملاحظہ کریں۔

۱۔ قُلْ اَئِنَّکُمْ لَتَکْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَہٗ اَنْدَادًا (۴۱:۹) اے نبی! ان سے کہو کیا تم اس خدا سے کفر کرتے ہو اور دوسروں کو اس کا ہمسر ٹھہراتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنا دیا۔

۲۔ وَقَدَّرَ فِیْھَا اَقْوَاتَھَا فِیْۤ اَرْبَعَۃِ اَیَّامٍ ..... الخ (۴۱:۱۰) اور ٹھہرائیں

اس میں خوراکیں اس کی چار دن میں ..... الخ۔

۳۔ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ..... (۲: ۲۹) وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنایا ..... الخ

۴۔ ثُمَّ اسْتَوٰۤی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ ..... الخ (۴۱: ۱۱) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا جو اس وقت محض دھواں تھا۔

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِیْ یَوْمَیْنِ .... الخ (۴۱: ۱۲) تب اس نے دو دن کے اندر سات آسمان بنا دیئے۔

۵۔ اَلَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ...... الخ (۲۵: ۵۹)
جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا ..... الخ

۶۔ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا (۷۹: ۲۷) بھلا تمہارا بنانا مشکل ہے یا آسمان کا؟ اسی نے اس کو بنایا۔

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا (۷۹: ۳۰) اور اس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ زمین و آسمان میں سے کس کو پہلے بنایا اور کس کو بعد میں زمین و آسمان کے بنانے میں کل کتنے دن لگے۔

علماء نے اس کے متعدد جوابات دیئے ہیں۔

(۱) علامہ پانی پتی رح تحریر فرماتے ہیں۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا۔

بغیر اس کے کہ آسمان کی تخلیق سے پہلے زمین پھیلائی جائے اللہ نے زمین کو پیدا کر دیا پھر براہ راست آسمان کو بنانے کا ارادہ کیا اور دو روز میں سات آسمانوں کو ٹھیک ٹھیک بنا دیا پھر دو روز میں زمین کو بچھا دیا۔ غرض زمین مع اپنی موجودات کے چار روز میں بنائی گئی۔

بعض نے کہا ہے کہ بَعْدَ ذٰلِكَ کا معنی ہے مَعَ ذٰلِكَ یعنی اس کے ساتھ ہی اللہ نے زمین کو بچھا دیا۔ جیسے آیت میں آیا ہے عُتُلٍّ م بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸ : ۱۳) سخت خو اور اس کے علاوہ بدذات ہے۔

بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لفظ بَعْد اس جگہ حقیقی معنی میں مستعمل ہے اور آیت ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ میں ثُمَّ تراخی زمانی کے لئے نہیں ہے بلکہ بُعدِ مرتبہ کے لئے ہے۔ آسمان وزمین کی تخلیق میں ایک عظیم الشان فرق ہے۔ جیسے آیت ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۹۰ : ۱۷) [پھر وہ ان لوگوں میں بھی داخل ہوا جو ایمان لائے] میں ثُمَّ فرق مرتبہ (یعنی ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی) کو ظاہر کر رہا ہے۔

"تفسیر اول چونکہ سلف کے کلام سے ماخوذ ہے اس لئے اولیٰ ہے۔
(تفسیر مظہری)

(ب) پیر محمد کرم شاہ صاحب اپنی تفسیر ضیاء القرآن میں اس موضوع پر بحث کرتے ہوئے رقمطراز ہیں :-

لیکن اس کی جو تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے وہ اتنی واضح ہے کہ اس کے بعد کسی اور تاویل کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

(ج) حضرت مولانا دریابادی رحمہ اللہ بَعْدَ ذٰلِكَ کی تشریح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

خوب خیال رکھا جائے کہ اس خاص آیت میں ذکر زمین کی آفرینش کا نہیں صرف اس کے بچھائے جانے کا ہے :

(د) تفہیم القرآن میں لکھا ہے :-

"اس کے بعد زمین کو بچھانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آسمان کی تخلیق کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی بلکہ یہ ایسا ہی طرز بیان ہے جیسے ہم ایک بات کا ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ :- "پھر غور طلب بات یہ ہے" اس سے مقصود ان دونوں باتوں کے درمیان واقعاتی ترتیب بیان کرنا مقصود نہیں ہوتا کہ پہلے یہ بات ہوئی اور اس کے بعد دوسری بات بلکہ مقصود ایک بات کے بعد دوسری بات کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے اگرچہ دونوں ایک ساتھ پائی جاتی ہوں۔

اس طرز بیان کی متعدد نظیریں خود قرآن مجید میں موجود ہیں مثلاً سورۃ القلم میں فرمایا

عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (۶۸ : ۱۳) جفا کار ہے۔ اور اس کے بعد بد اصل۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے وہ جفا کار بنا اور اس کے بعد بد اصل ہوا۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ شخص جفا کار ہے اور اس پر مزید یہ کہ وہ بد اصل بھی ہے۔

اسی طرح سورۃ البلد میں ہے فَكُّ رَقَبَةٍ..... ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۹۰ : ۱۷) "غلام آزاد کرے....... پھر ایمان لانے والوں میں ہوا"۔ اس کا بھی یہ مطلب نہیں کہ پہلے وہ نیک اعمال کرے پھر ایمان لائے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان نیک اعمال کے ساتھ ساتھ اس میں مؤمن ہونے کی صفت بھی ہو۔

اس مقام پر یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ قرآن میں کہیں زمین کی پیدائش کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور آسمان کی پیدائش کا ذکر بعد میں جیسے کہ سورۃ بقرہ آیت ۲۹ میں ہے۔ اور کسی جگہ آسمان کی پیدائش کا ذکر پہلے ہے اور زمین کی پیدائش کا ذکر بعد میں کیا گیا ہے جیسے کہ ان آیات میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ یہ دراصل تضاد نہیں ہے ان مقامات میں سے کسی جگہ بھی مقصودِ کلام یہ بتانا نہیں ہے کہ کسے پہلے بنایا گیا اور کسے بعد میں بلکہ جہاں موقع محل یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے کمالات کو نمایاں کیا جائے وہاں آسمانوں کا ذکر پہلے کیا گیا ہے اور زمین کا بعد میں اور جہاں سلسلہ کلام اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ لوگوں کو ان نعمتوں کا احساس دلایا جائے جو انہیں زمین پر حاصل ہو رہی ہیں وہاں زمین کے ذکر کو آسمانوں کے ذکر پر مقدم رکھا گیا ہے۔

(تفہیم القرآن جلد ششم سورۃ النازعات

حاشیہ نمبر ۱۶۔

۷۹ : ۳۱ — اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰىهَا۔ مَرْعٰىهَا مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اَلْاَرْض کے لئے ہے مَرْعٰى اسم ظرف مکان ہے۔ رَعْیٌ وَ رِعَایَۃٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی چراگاہ جانوروں اور انسانوں کی خوراک یعنی گھاس۔ غلہ۔ پھل وغیرہ کو بھی مَرْعٰى کہتے ہیں۔

اصل میں رَعْیٌ کا معنی ہے جاندار کی حفاظت اور اس کو باقی رکھنا: حفاظت کی تین صورتیں ہیں:۔

۱۔ خوراک کے ذریعہ سے۔

۲۔ دشمنوں سے حفاظت کرنا۔

۳۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حق دار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔ انہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے رَاعِیْ چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی اور ہر نگران کو بھی۔ یہاں آیت میں مراد زمین میں پیدا ہونے والی جانوروں اور انسانوں کی خوراک ہے۔ (سیوطیؒ)

مطلب یہ کہ:۔

اللہ تعالیٰ نے زمین سے چشموں وغیرہ کی صورت میں پینے اور آبپاشی کے لئے پانی نکالا اور خوراک کے لئے سبزہ گھاس وغیرہ اگایا:۔

۷۹: ۳۲ — وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا: اَرْسٰی اِرْسَاءٌ (افعال) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اَرْسٰی کے معنی ٹھہرانے اور استوار کرنے کے ہیں۔ (لنگر باندھنا، ثابت رکھنا۔ رکھو نٹے کا زمین میں) گاڑنا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور اس نے (زمین کو ٹھہرانے کے لئے اور استوار رکھنے کے لئے) پہاڑوں کو (اس میں) گاڑ دیا۔ مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا کیا تو وہ ہلنے لگی پروردگار نے پہاڑوں کو پیدا کر کے زمین پر گاڑ دیا جس سے وہ ٹھہر گئی۔ (ابن کثیر)

پہاڑوں کو معنی ثبات کے اعتبار سے اور جگہ قرآن مجید میں اَوْتَادًا فرمایا (یعنی میخیں) سورۃ النباء آیت ۶-۷ میں ہے اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا۔ کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں۔

هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث اَلْجِبَالَ کے لئے ہے۔

۷۹: ۳۳ — مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ۔ مَتَاعٌ سامان زندگی، برتنے کی چیز، مَتَاعًا مفعول لہٗ۔ لِاَنْعَامِكُمْ لام حرفِ جر۔ انعام مجرور۔ مضاف۔ كُمْ ضمیر جمع مذکر حاضر مضاف الیہ۔ انعام بمعنی مویشی۔ تمہارے مویشی۔ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے برتنے کے لئے۔

مطلب یہ کہ:۔

زمین سے بذریعہ چشمے یا کنویں کے پانی کا مہیا کرنا اور پہاڑوں کا زمین میں گاڑ کر زمین میں ثبات پیدا کرنا کہ وہ ہلے نہیں یہ سب تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے برتنے کے

لئے ہیں۔
۷۹ : ۳۴ — فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی۔ علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

فَ سببیہ ہے یعنی جب اس کائنات کی ایجاد سے اللہ کا قادر ہونا ثابت ہوگیا اور قیامت کا امکان ہوگیا اور پھر اللہ تعالیٰ کے خبر دینے سے حشر کا ثبوت بھی ہوچکا تو اب طَآمَّۃُ الْکُبْرٰی کا لفظ بول کر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے آنے کا وقت اور اس کے احوال بتا دیئے۔

یہ لفظ اس لئے اختیار کیا کہ (تفصیل بیان کرنے سے پہلے) عنوان سے ہی قیامت کے کچھ احوال معلوم ہوجائیں لغت میں طَمٌّ کے معنی ہیں غلبہ۔ سمندر کو طَمٌّ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ ہر چیز پر غالب ہے۔ عرب ناقابل برداشت مصیبت کو طامۃ کہتے ہیں۔ قیامت کو طَآمَّۃ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ حادثہ قیامت تمام حوادث و مصائب پر غالب ہے: (سب سے بڑی مصیبت ہے۔ الْکُبْرٰی، الطَّآمَّۃُ کی صفت تاکیدی ہے اور اِذَا ظرفیہ ہے (بمعنی جس وقت) لیکن معنی شرط کو متضمن ہے (بمعنی جب بھی)

۷۹ : ۳۵ — یَوْمَ یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰی۔ یَوْمَ، اِذَا سے بدل ہے۔ یَتَذَکَّرُ۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر سے وہ نصیحت پکڑے گا، وہ یاد کرے گا۔

مَا موصولہ سَعٰی ماضی واحد مذکر غائب۔ سَعْیٌ (باب فتح) مصدر۔ اس نے کوشش کی۔

ترجمہ ہوگا:۔

جس دن کہ انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا۔

۷۹ : ۳۶ — وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِمَنْ یَّرٰی۔ واؤ عاطفہ بُرِّزَتْ کا عطف جَآءَتْ پر ہے:

لِمَنْ میں لام حرفِ جر ہے (تملیک کے لئے آیا ہے) مَنْ موصولہ ہے یَرٰی۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب رَأْیٌ و رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی دیکھنا۔

بُرِّزَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب تَبْرِیْزٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ ظاہر

کردی گئی۔ یہاں بمعنی مستقبل ہے۔ یعنی وہ ظاہر کردی جائے گی۔
ترجمہ ہوگا:۔
اور جب دوزخ کو ہر دیکھنے والے کیلئے ظاہر کردیا جائے گا (یعنی جس جہنم کا وہ آج تک انکار کرتا رہا تھا وہ اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کردی جائے گی (ضیاء القرآن)
مقاتل نے کہا:۔
کہ دوزخ کا سرپوش ہٹادیا جائے گا اور کافر اس میں داخل ہو جائیں گے اور مؤمن اس کی پشت پر قائم شدہ پل صراط سے گذر جائیں گے۔
اِذَا (شرطیہ) کا جواب محذوف ہے۔ یعنی جس دن قیامت کا دن بپا ہوگا اور انسان اپنے ان اعمال کو جن کے لئے اس نے دنیا میں کوشش کی تھی اور جنہیں وہ بھول چکا تھا اب جب کہ ان کو اپنے نامۂ اعمال میں مندرج پائے گا اور وہ سب اسے یاد آجائیں گے اور جس دن کہ جہنم کو اس کے روبرو کردیا جائے گا۔ تو پھر کیا ہوگا! یہ جواب محذوف ہے۔
تقدیر کلام کچھ یوں ہوگی! دخل اھل النار النار واھل الجنۃ الجنۃ۔ جہنمی جہنم میں داخل ہوں گے اور جنتی جنت میں۔
لیکن صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔
ظاہر ہے کہ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں ہے آئندہ جو تفصیلِ احوال آرہی ہے (فَاَمَّا مَنْ سے لے کر آیت ۴۰ کے اخیر تک) وہی اِذَا کا جواب ہے۔
صاحب تفسیر حقانی رقمطراز ہیں:۔
اِذَا کا جواب فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ...... الخ ہے
المدارک میں ہے:۔
فَاَمَّا جواب فَاِذَا ای اِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّۃُ الْکُبْرٰی فان الامر کذلک
یعنی جب طامۃ الکبریٰ وقوع پذیر ہوگی تو صورت الامر یوں ہوگی:۔
۷۹: ۳۷ــــ فَاَمَّا مَنْ طَغٰی ف ترتیب کا ہے۔ یعنی ان متذکرہ بالا احوال سے یہ امر مترتب ہوگا کہ:۔
اَمَّا شرطیہ ہے بمعنی لیں۔ سو۔ مَنْ موصولہ۔ طَغٰی ماضی واحد مذکر غائب طُغْیَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی وہ حد سے نکل گیا۔ اس نے سرکشی کی، اس نے

نافرمانی کی۔

جاوزالحد فکفر (مدارک)

جو معصیت میں حد سے بڑھ گیا یہاں تک کہ کافر ہو گیا (مظہری)

۷۹: ۳۸ — وَاٰثَرَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ واؤ عاطفہ اٰثَرَ کا عطف طَغٰی پر ہے اٰثَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِیْثَارٌ (افعال) مصدر سے، اس نے ترجیح دی۔ اس نے بہتر سمجھا۔ اس نے پسند کیا۔ اس نے اختیار کیا۔

الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا، موصوف صفت مل کر فعل اٰثَرَ کا مفعول۔ اور جس نے دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ ہر دو آیت ۳۷، ۳۸ میں جملے شرطیہ ہیں۔

۷۹: ۳۹ — فَاِنَّ الْجَحِیْمَ هِیَ الْمَاْوٰی۔ یہ متذکرہ بالا ہر دو شرطیہ جملوں کا جواب ہے تقدیر کلام یوں ہے:۔

هِیَ الْمَاْوٰی لَهٗ تو بے شک دوزخ ہی اس کا ٹھکانا ہوگا۔ یا اَلْمَاْوٰی میں الف لام مضاف الیہ کے عوض میں آیا ہے۔ ای فان الجحیم هی مَاْوٰهُ:

۷۹: ۴۰ — وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ واؤ عاطفہ ہے جملہ کا عطف کلام سابقہ پر ہے۔ یہ جملہ شرطیہ ہے۔ مَقَامَ رَبِّهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ مَقَامَ مصدر میمی و اسم ظرف مکان ہے۔ کھڑا ہونا۔ کھڑے ہونے کی جگہ خَافَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ خَوْفٌ (باب فتح) مصدر۔ اور (قیامت کے دن حساب کے لئے) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا۔

وَنَهَی النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰی۔ اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے نَهٰی ماضی واحد مذکر غائب نَهْیٌ (باب فتح) مصدر سے۔ اس نے روکا، اس نے باز رکھا اَلْهَوٰی اسم مصدر (باب سمع) ناجائز نفسانی خواہش، ناجائز رغبت، اور اس نے نفس کو ناجائز خواہشات سے روک رکھا۔

۷۹: ۴۱ — فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی۔ تو بے شک جنت اس کے لوٹنے کی جگہ ہوگی (ملاحظہ ہو ۷۹: ۳۹ متذکرۃ الصدر)

مَاْوٰی۔ مصدر اور اسم ظرف مکان۔ قیام کرنا۔ سکونت پذیر ہونا۔ مقام سکونت۔ ٹھکانا۔ اَوٰی یَاْوِیْ (ماضی و مضارع) باب ضرب سے۔ اَوِیٌّ بھی مصدر ہے۔ اگر صلہ میں اِلٰی ہو تو پناہ پکڑنے، ٹھکانا بنانے اور فروکش ہونے کے معنی ہوں گے، جیسے قَالَ

سَاٰوِیْۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (١١: ٤٣) اس نے کہا میں ابھی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا۔ وہ مجھے پانی سے بچالے گا۔

اگر اس کے بعد لام آئے تو مہربانی اور رحم کرنے کے معنی ہوں گے مثلاً اَوَیْتُ لَهٗ میں نے اس پر رحم کھایا۔

٧٩: ٤٢ — یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے، یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں۔ پوچھتے ہیں۔ دریافت کرتے ہیں۔

اَلسَّاعَةِ۔ یعنی قیامت۔ اَیَّانَ۔ اسم ظرف زمان مبنی بر فتح۔ مبتدا۔ مُرْسٰهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ یہ جملہ سوال کا بیان ہے۔

اَیَّانَ: مَتٰی کے قریب المعنی ہے اور کسی شے کا وقت معلوم کرنے کے لئے آتا ہے۔ بعض لوگ اس کی اصل اَیَّ اٰوَانٍ بمعنی "کونسا وقت" بتاتے ہیں۔ الف کو حذف کرکے واؤ کو یاء کیا گیا پھر یَ کو یَ میں ادغام کیا گیا اَیَّانَ ہو گیا۔

مُرْسٰی مصدر میمی ہے اور اِرْسَاءٌ (افعال) مصدر (لازم و متعدی) سے اسم ظرف زمان و مکان کی ہے۔ اَرْسَا اِرْسَاءٌ بمعنی ٹھیرنا۔ ثابت ہونا۔ (بحری جہاز کو) لنگر انداز کرنا۔ (کھونٹے کو زمین میں) گاڑنا۔ نیز ملاحظہ ہو ٧٩: ٣٢ متذکرۃ الصدر)

ترجمہ:۔

(اے پیغمبر لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کہیں اس کا تھل بیڑا بھی ہے (یعنی کب واقع ہو گی)۔

٧٩: ٤٣ — فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا۔ فِیْمَ۔ میں فِیْ حرف جر ہے اور مَا استفہامیہ ہے۔ حرف جر کے آنے کی وجہ سے اس کے آخر سے الف حذف کر دیا گیا ہے اور فتحہ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے تاکہ مَا موصولہ اور مَا استفہامیہ میں امتیاز ہو سکے کیونکہ مَا موصولہ میں الف کو حذف نہیں کیا جاتا۔

فِیْمَا ای فِیْ اَیِّ شَیْءٍ اور یہ خبر ہے مبتدا اَنْتَ کی۔

ذِكْرٰىهَا مضاف مضاف الیہ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب السَّاعَة کے لئے ہے:

مِنْ ذِكْرٰىهَا بیان ہے اَیِّ شَیْءٍ کا۔ سارا جملہ استفہام انکاری ہے بمعنی لَسْتَ فِیْ شَیْءٍ من ذکر وقت القیامۃ (آپ کو قیامت کے آنے کے وقت کا بالکل علم نہیں ہے

ذِكْرٰىهَا بمعنی علم ہے جیساکہ محاورہ ہے لیس فُلَانٌ فِی الْعِلْمِ شَیْءٌ یعنی فلاں شخص کو بالکل علم نہیں ہے۔

۷۹: ۴۴ ـــــ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا۔ مُنْتَهٰى۔ ن ھ ی مادہ سے باب افتعال سے اسم ظرف زمان ہے یا اسم ظرف مکان ہے بمعنی آخری وقت یا آخری حد۔ مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث مضاف الیہ جس کا مرجع الساعۃ ہے۔ اس کے علم کی آخری حد۔ (بغوی)

یعنی قیامت کے بپا ہونے کے متعلق آخری یعنی فائنل وقت یا حتمی کا علم تیرے پروردگار پر ختم ہے" وہ جب چاہے گا قیامت برپا ہوجائے گی (ضیاء القرآن)

ای منتھٰی علمھا الی اللّٰہ وحدہٗ لا یعلمھا سواہٗ (ایسر التفاسیر)

قیامت کے بپا ہونے کا حتمی علم اللہ کے پاس ہے اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

یہ جملہ انکار سابق کی علت ہے:

۷۹: ۴۵ ـــــ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا۔ سوال کرنے کی ممانعت جو پہلے کلام سے مستفاد ہوتی تھی اس کی یہ جملہ تاکید کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

لوگ فضول آپ سے پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی آپ کو تو اس کا علم ہی نہیں یعنی آپ کو تو اس کے متعلق بتایا ہی نہیں گیا (نہ آپ اس کا دعویٰ کرتے ہیں) اس کا علم تو صرف تیرے اللہ کے پاس ہے آپ کو تو محض اہل خشیت کو شدائد قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا گیا ہے۔

اِنَّمَا، تحقیق، بے شک، سوائے اس کے نہیں، اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور مَا کافہ ہے جو حصر کے لئے آتا ہے اور اِنَّ کو عمل لفظی سے روک دیتا ہے۔

مُنْذِرُ۔ اِنْذَارٌ (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ڈرانے والا۔ مضاف مَنْ موصولہ ہے بمعنی جو،

يَخْشٰى مضارع واحد مذکر غائب۔ خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر سے۔ جو ڈرتا ہے ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّاعۃ ہے۔ مَنْ يَّخْشٰهَا مضاف الیہ۔

ترجمہ:۔

تحقیق آپ خبردار کرنے والے ہیں ہر اس شخص کو جو اس سے ڈرتا ہے۔

۷۹: ۴۶ ـــــ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا۔ كَاَنَّ حرف مشبہ بالفعل

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب كَانَ کا اسم لَمْ يَلْبَثُوْا اس کی خبر۔
يَوْمَ يَرَوْنَهَا: ظرف زمان لَمْ يَلْبَثُوْا کا۔ يَرَوْنَهَا میں ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّاعَة ہے۔
لَمْ يَلْبَثُوْا مضارع نفی جحد بلم لَبْثٌ باب سمع مصدر۔ وہ نہیں ٹھہرے۔ وہ نہیں رہے۔
ترجمہ ہوگا۔
جس دن کہ وہ (منکرین قیامت) اس کو دیکھ لیں گے (تو یہی سمجھیں گے کہ دنیا میں) وہ نہیں ٹھہرے مگر۔۔۔۔ ای يَظُنُّوْنَ انهم لم يلبثوا فی الدنيا الا (حقانی)
اِلَّا حرف استثناء عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا: مستثنیٰ۔ ضُحٰهَا مضاف مضاف الیہ ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع عشیۃً ہے ای عشية يوم او بكرته دن کا پچھلا وقت یا اس کا پہلا وقت۔ عشیۃ دن کے زوال کے وقت سے لے کر غروب تک کا وقت اور الضُّحٰى صبح سویرے سے لیکر زوال کے وقت تک۔
اَوْ بمعنی یا۔
مطلب یہ کہ یوم قیامت جس کے متعلق استہزاءً یہ سوال کرتے رہے جب یہ اس دن کو دیکھ لیں گے تو اس کی ہولناکیوں کے پیش نظر دنیا کی زندگی ان کو ایک مختصر سا وقفہ معلوم دے گی اور قیامت کی سختی اور عذاب کا دن ایک طویل اور لامتناہی مدت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۸۰) سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ (۴۲)

۸۰: ۱ — عَبَسَ وَ تَوَلّٰى: **شانِ نزول**: حضرت ابن ام مکتوم (عبد اللہ بن شریح بن مالک بن ربیعہ فہری) حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام مکتوم حضرت خدیجہ کے والد خویلد بہن بھائی تھے۔

ایک دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اکابرِ مکہ عتبہ بن ربیعہ، ابوجہل بن ہشام، عباس بن عبد المطلب، ابی بن خلف، امیہ بن خلف سے خاموشی کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے کہ اسی دوران میں ابن ام مکتوم وہاں آئے (جو کہ نابینا تھے) اور کہنے لگے یارسول اللہ! علّمنی مما علّمك اللّٰهُ (اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھا دیجئے) ان کو معلوم نہیں تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف متوجہ ہیں ان کی اس طرح قطع کلامی پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر کچھ کراہت کے آثار نظر آئے اور آپ نے ترش رو ہو کر ابن ام مکتوم کی طرف سے رُخِ انور موڑ لیا اور جن لوگوں سے گفتگو کر رہے تھے ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اس پر یہ سورۃ مبارکہ نازل ہوئی۔

عَبَسَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب عَبْسٌ وعُبُوسٌ (باب ضرب) مصدر سے جس کے معنی ترش رو ہونا۔ منہ بنانا۔ تیوری چڑھانا کے ہیں۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

دل تنگی سے ماتھے پر بل آجائے۔ نام عبوس ہے۔

تفسیر کبیر میں ہے:۔

عَبَسَ يَعْبِسُ (باب ضرب) فهو عابسٌ کا استعمال ماتھے پر بل ڈالنے کے لئے ہوتا ہے اور اگر اسی ترش روئی میں دانت بھی ظاہر ہو جائیں تو ہم کلح بولتے ہیں اور اگر منہ

بنانے کا فکرو اہتمام بھی ہو تو اس کے لئے بسر آتا ہے اور اگر تیوری پر بل ڈالنے کے ساتھ غصہ بھی ہو جائے تو پھر لبسل کہا جاتا ہے:

وَتَوَلّٰى۔ واؤ عاطفہ، تولّٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعل) مصدر سے، اس نے منہ موڑا۔ اس نے پیٹھ پھیر دی۔ وہ پھر گیا۔ اور حاکم ہونا بھی اس کا معنی آتا ہے۔

۸۰: ۲ — اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى: اَنْ مصدریہ ہے۔ جَآءَهُ الْاَعْمٰى علت ہے جملہ سابقہ کی یعنی مفعول لہٗ ہے۔ اَعْمٰی عَمًی سے (بمعنی بینائی کا مفقود ہو جانا) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے نابینا۔ یہاں مراد عبداللہ بن ام مکتوم ؓ ہے۔

بینائی دل کی جاتی رہے یا آنکھوں کی دونوں کے لئے عَمًی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ دل کے اندھاپن کے متعلق ارشاد ہے فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى (۴۱: ۱۷) اور ثمود تھے ان کو ہم نے سیدھا راستہ دکھایا مگر انہوں نے ہدایت کے بجائے اندھاپن پسند کیا۔

۸۰: ۳ — وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰى۔ مَا استفہامیہ ہے بمعنی کون۔ یُدْرِیْ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ دری مادہ سے مجرد باب ضرب سے آتا ہے، جیسے مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ (۴۲: ۵۲) تم نہ تو کتاب کو جانتے تھے۔ باب افعال سے بمعنی بتانا۔ سمجھانا۔ مَا یُدْرِیْكَ تجھے کون بتائے، تمہیں کون سمجھائے۔ تمہیں کون خبر اطلاع دے۔ یعنی تم کو کہاں معلوم۔ تم کو اس کے حال پر کون واقف بنائے۔ مَا استفہامیہ انکاریہ ہے بمعنی نفی کے ہے۔

علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں رقمطراز ہیں۔

بہر حال اس لفظ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک عذر مترشح ہے کہ تم واقف نہ تھے۔ اگر نابینا کے حال سے واقف ہوتے تو دوسروں کی طرف متوجہ اور اس کی طرف سے روگرداں نہ ہوتے۔ آیت میں چند وجوہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز موجود ہے۔

۱:۔ آغازِ کلام میں ہی اعراض کے سبب کو بصیغۂ ماضی بیان کیا۔ مخاطب کا صیغہ ذکر نہیں کیا گویا مخاطب کے ذہن کو اس طرف موڑا کہ اس فعل کا صدور تم سے نہیں کسی اور سے ہوا۔ تم ایسے نہیں کہ ایسا کام تم سے صادر ہو۔ اس کی توجیہ اس طرح ہوگی کہ اعمال کا

مدار نیت پر ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت اس کی طرف سے منہ موڑنے کی بالکل نہ تھی بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ شخص تو مومن ہی ہے اگر اس کی تعلیم میں کچھ تاخیر بھی ہو جائے تو اس کا کچھ نقصان نہ ہوگا نہ اس کی طرف سے انحراف اور چلے جانے کا کوئی اندیشہ ہے۔ اور قریش کے سردار اپنی طرف سے میرے رُخ کو پھرا دیکھ چلے جائیں گے انتظار نہیں کریں گے اور اگر یہ سردار مسلمان ہو گئے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور دائرہ اسلام وسیع ہو جائیگا۔

اِن ہی مقاصد کے زیر اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ گویا واقعی طور پر ان کی طرف سے روگردانی نہیں کی اگرچہ ظاہری طور پر اس فعل کا وقوع ہو گیا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے معذرت بھی اشارۃً بتا دی کہ آپ ناواقف تھے ورنہ ایسا نہ کرتے۔

۳۔ صیغہ غائب سے صیغۂ خطاب کی طرف کلام کا رُخ پھیرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانوس بنانا اور آپ کے دل سے ملال دور کرنا مقصود ہے اور صیغہ غائب سے جو وہم پیدا ہوتا تھا کہ خدا نے آپ کو ساقط الالتفات سمجھ لیا ہے صیغہ خطاب سے اس وہم کا ازالہ کر دینا مقصود ہے۔

۴۔ مُوجب عذر (عدم علم) کی اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صریحی تخاطب کے ساتھ بتا رہی ہے کہ آپ سے جو فعل سرزد ہو گیا اس میں آپ معذور تھے۔

مختلف علماء نے اپنی اپنی تاویلات کی ہیں جن کا ما حاصل یہ ہے کہ آپ کا فعل نیک نیتی پر مبنی تھا۔

لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰۤی۔ لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہے تَرَجِّی (امید یا خوف) پر دلالت کرنے کے لئے اس کی وضع ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے، جیسے لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا (۶۵: ۱) (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا معلوم شاید خدا اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کر دے۔ نیز ملاحظہ ہو۔ ۱۱: ۱۲ ہٗ ضمیر فاعل واحد مذکر غائب اَلْاَعْمٰی کے لئے ہے۔

یَزَّکّٰی مضارع معروف صیغہ واحد مذکر غائب تَزَکِّیْ (تَفَعُّلٌ) مصدر۔ اصل میں یَتَزَکّٰی تھا تَ کو زَ میں مدغم کیا گیا ہے معنی پاکیزگی حاصل کرنا۔ پاک ہو جانا

لَعَلَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ اس کا اسم اس کا مرجع اَلْاَعْمٰی ہے۔ یَزَّکّٰی اس کی خبر، شاید کہ وہ کامل طور پر پاک ہو جاتا۔

۸۰:۴ —— اَوْ یَذَّکَّرُ: اَوْ بمعنی یا۔ یَذَّکَّرُ مضارع مرفوع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّلٌ) مصدر، اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا۔ ت کو ذ میں مدغم کیا گیا۔ اس کا عطف یَزَّکّٰی پر ہے۔ اور یہ بھی ترجّی (لَعَلَّ کے حکم میں داخل ہے۔

فَتَنْفَعَهُ ف جواب تمنّٰی کے لئے ہے اور ف کے عمل سے مضارع منصوب ہے ہٗ کی ضمیر الاعمٰی کی طرف راجع ہے۔ تَنْفَعَ مضارع واحد مؤنث غائب نَفْعٌ مصدر (باب فتح) وہ اس کو نفع پہنچائے گی: اس میں ضمیر فاعل واحد مؤنث غائب ہے جس کا مرجع الذکرٰی ہے۔

الذکرٰی تنبیہ، نصیحت، یاد، ذَکَرَ یَذْکُرُ کا مصدر بھی ہے۔ کثرتِ ذکر کے لئے بھی ذِکْرٰی بولا جاتا ہے۔ یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

یا وہ نصیحت کی باتیں یا دکرتا اور غور و فکر کرتا سو اس کو نصیحت نفع دیتی (یعنی اس کثرتِ ذکر سے اس کا حضورِ قلب بڑھ جاتا اور قربِ الٰہی کے درجات حاصل ہوتے

۸۰:۵ —— اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی اَمَّا۔ لیکن۔ یا۔ سو۔ حرفِ شرط ہے۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے اس صورت میں اَمَّا کا تکرار ضروری ہے اس کے شرط ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے بعد حرف فاء کا آنا لازم ہے۔ یہاں اس آیت میں یہ تفصیل کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مَنْ شرطیہ ہے۔ اِسْتَغْنٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِسْتِغْنَاءٌ (استفعال) مصدر لاپروائی کرنا۔ لیکن جس نے لاپروائی کی۔ جملہ شرطیہ ہے۔ اس شرط کا جواب فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ہے

۸۰:۶ —— فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی۔ ف جوابِ شرط کے لئے ہے تَصَدّٰی مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَصَدِّیٌ تَفَعُّلٌ مصدر سے۔ جس کے معنی کسی شے کے درپے ہونے کے ہیں۔ یا آمنے سامنے ہونے کے۔ صَدًی آواز بازگشت کو کہتے ہیں، اس اعتبار سے تصدّی کے معنی ہوئے کسی چیز کے اس طرح مقابل ہونے کے جس طرح صدائے بازگشت مقابل ہوتی ہے۔

تَصَدّٰی اصل میں تَتَصَدّٰی تھا۔ ایک تاء حذف کردی گئی ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
آپ اس کی طرف تو متوجہ ہیں آپ اس کے درپے ہیں کہ طہارت اور تزکیہ کا موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔

۸۰ : ۷ ــــ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۔ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ اس کے پاکیزہ نہ بننے سے آپ کا کوئی حرج نہیں۔ واؤ حالیہ مَا نافیہ ہے۔ اَلَّا مرکب ہے اَنْ شرطیہ اور لَا نافیہ سے۔ يَزَّكّٰى۔ مضارع واحد مذکر غائب' وہ پاک ہوجاتا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۰: ۳) متذکرۃ الصدر۔

۸۰ ـ ۸ ــــ وَ اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى واؤ عاطفہ ہے: اَمَّا ملاحظہ ہو ۸۰: ۳ ــــ متذکرۃ الصدر۔ مَنْ شرطیہ يَسْعٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب سَعْیٌ (باب فتح) تیزی سے چلتا ہوا۔ دوڑتا ہوا۔ یہ مَنْ شرطیہ سے حال ہے۔ اور جو آپ کے پاس دوڑتا ہوا آیا۔ یا آئے۔

۸۰: ۹ ــــ وَهُوَ يَخْشٰى ۔ جملہ حالیہ ہے مَنْ سے۔ اور وہ ڈر رہا ہے۔ يَخْشٰى مضارع واحد مذکر غائب، خَشْيَةٌ (باب سمع) مصدر سے۔

۸۰ : ۱۰ ــــ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ۔ جملہ شرطیہ ہے اور اَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى کا جواب ہے۔ آپ اس سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ تَلَهّٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَلَهِّیٌ (تفعل) مصدر سے جس کے معنی کھیلنے اور کسی چیز میں وقت گذارنے اور مشغول ہونے کے ہیں۔ اور جب اس کے صلہ میں عَنْ آتا ہے تو اس کے معنی تغافل کرنے کے ہوتے ہیں۔
تَلَهّٰى اصل میں تَتَلَهّٰى تھا۔ ایک تاء گر گئی۔
ترجمہ ہوگا۔
سو آپ اس سے لاپروائی کرتے ہیں۔

۸۰: ۱۱ ــــ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۔ كَلَّا حرفِ ردع وزجر ہے۔ ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا (نیز ملاحظہ ہو ۴۷ : ۳۲)
اِنَّهَا ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اسم اِنَّ۔ تَذْكِرَةٌ اس کی خبر۔ هَا کا مرجع القرآن ہے تانیث خبر کے اعتبار سے ہے۔ بے شک قرآن ایک

نصیحت ہے۔
تَذْكِرَةٌ۔ نصیحت، یاددہانی، موعظت، یاد کرنے کی چیز،
۸۰: ۱۲ — فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ۔ مَنْ شرطیہ ہے۔ ذَكَرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ذِكْرٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی یاد کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع قرآن ہے آیت ۱۱ مذکرہ بالا میں ھَا کی تانیث بطور خبر کے تھی (دونوں ضمیریں قرآن کے لئے ہیں)
(بیضاوی)
یعنی جو نصیحت پذیر ہونا اور اللہ کی یاد کرنا چاہے اس کو یاد کرے۔
جملہ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ جملہ سابقہ انھا تذکرۃ اور جملہ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ کے مابین جملہ معترضہ ہے۔
۸۰: ۱۳ — فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ۔ یہ تَذْكِرَةٌ کی صفت ہے صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ موصوف وصفت، مکرم صحیفوں میں لکھا ہوا۔
صُحُفٌ بمعنی صحیفے، کتابیں، اوراق، صَحِيْفَةٌ کی جمع۔
واضح رہے کہ یہ جمع نادر ہے کیونکہ فَعِيْلَةٌ کی جمع صُحُفٌ نہیں آتی۔ ندرت اور قیاس میں اس کی مثال سَفِيْنَةٌ اور سُفُنٌ ہے۔
مُكَرَّمَةٍ، تَكْرِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے عزت والے۔ قابل ادب، معزز۔
علامہ پانی پتی رحمہ اللہ نے صحف مکرمۃ کی تشریح یوں کی ہے:
صحیفوں سے مراد ہے لوح محفوظ، یا لوح محفوظ کی نقلیں جو فرشتے لکھ لیتے ہیں، یا انبیاء کے صحیفے کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (۲۶: ۱۹۶) اور اس کی خبر پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں لکھی ہوتی ہے۔
اور — اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى۔ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى (۸۷: ۱۸-۱۹) یہی بات پہلے صحیفوں میں بھی مرقوم ہے (یعنی) ابراہیم اور موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں۔ یا وہ صحیفے مراد ہیں جو کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر لکھ رکھے تھے۔
۸۰: ۱۴ — مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ۔ یہ بھی تَذْكِرَةٌ کی صفات ہیں۔ مَرْفُوْعَةٍ رَفْعٌ و رَفَاعَةٌ (باب فتح) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، بلند مرتبہ

عالی قدر۔ اللہ کے ہاں عزت والے۔
مُطَهَّرَةٍ۔ یہ بھی تذکرۃ کی صفت ہے تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث، ہرطرح کی نسوانی، جسمانی اور نفسانی کثافتوں سے پاک کی ہوئی، یا جنب، بے وضو، حائضہ اور نفساء (نفاس والی عورتوں) کے چھونے سے پاک، جیساکہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (۵۶: ۷۹) اس کو نہیں چھوتے مگر جو پاک کئے گئے ہیں، اس کو وہی ہاتھ لگاتے ہیں جو کہ پاک ہیں۔
۸۰: ۱۵ — بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ: ای ھذہ کتبۃ ینسخونہا من اللوح المحفوظ (ایسر التفاسیر)
یہ وہ تحریر ہے جسے لوح محفوظ سے نقل کیا ایسے کاتبوں کے ہاتھوں نے جو بڑے بزرگ اور نیکوکار ہیں (ضیاء القرآن)
بِاَيْدِيْ جار مجرور۔ اَيْدِيْ سَفَرَةٍ مضاف مضاف الیہ، کاتبوں کے ہاتھوں سے سَفَرَةٍ جمع سَافِرٌ کی۔ جیسے کَتَبَةٌ جمع ہے كَاتِبٌ کی۔ سَفَرَةٍ۔ سَفْرٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی لکھنا۔ اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ اسی مناسبت سے کتاب کو سَفْرٌ کہتے ہیں۔ جس کی جمع اَسْفَارٌ ہے جیساکہ قرآن مجید میں ہے۔
كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا (۶۲: ۵) مثل اس گدھے کے جو اٹھائے پھرتا ہے کتابیں۔
ابن عباس اور مجاہد کا قول ہے کہ:۔
سَفَرَةٍ سے مراد ہیں اعمال لکھنے والے فرشتے، یا انبیاء یا وحی کو لکھنے والے لوگ۔
دوسرے علماء کا قول ہے کہ:۔
سَفَرَةٍ سَفِيْرٌ کی جمع ہے سفیر وہ درمیانہ آدمی جو قوم میں باہمی صلح کرانے کے درپے ہوتا ہے۔ یہاں مراد ہیں فرشتے اور انسانوں میں اللہ کے پیغمبر
علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔
کہ وحی کے کاتب اور علمائے امت بھی اسی طرح کے سفیر ہیں۔ رسول اور امت کے درمیان ان میں سے ہر ایک سفیر ہے۔
۸۰: ۱۶ — كِرَامٍ بَرَرَةٍ۔ ہر دو سفرۃ کی صفات ہیں اور اسی مناسبت سے منصوب ہیں: — كِرَامٍ۔ كَرِيْمٍ کی جمع ہے، باعزت۔ بزرگ؛

بَرَرَةٍ۔ بَرٌّ کی جمع ہے، نیکوکار۔ بَرَرَةٍ اَبْرَارٌ کی نسبت زیادہ بلیغ ہے کیونکہ اَبْرَارٌ بَارٌّ کی جمع ہے۔ اور بَرَرَةٌ بَرٌّ کی۔ اور جس طرح عَدْلٌ (یعنی سرتاپا انصاف) عَادِلٌ سے زیادہ بلیغ ہے اسی طرح بَرٌّ بَارٌّ سے زیادہ بلیغ ہے، قرآن مجید میں یہ فرشتوں کی صفت میں استعمال ہوا ہے۔

۸۰: ۱۷ — قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَا اَکْفَرَہٗ: لفظی ترجمہ۔ مارا گیا انسان، غارت ہوا انسان۔ لعنت ہو انسان پر۔ یہ اللہ کی طرف سے انسان کے لئے بدترین بددعا ہے (مجاہد کہتے ہیں قرآن مجید میں جہاں بھی قُتِلَ الْاِنْسَانُ آیا ہے وہاں انسان سے مراد کافر ہے، ضیاء القرآن۔ یہ جملہ قرآن مجید میں صرف اسی جگہ آیا ہے)

مَا اَکْفَرَہٗ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

۱:۔ یہ استفہام توبیخی ہے۔ ای ای شیئ حملہ علی الکفر۔ مدارک التنزیل، خازن (الیسر التفاسیر) کس شے نے اس کو اس کفر پر ابھارا۔

۲:۔ یہ صیغۂ تعجب ہے: ای ما اشد کفرہ وہ (انسان) کیسا ناشکرا ہے۔ (مدارک التنزیل)

مَا اشد کفرہ باللّٰہ مع کثرۃ احسانہ الیہ (الخازن) باوجود اللہ کے احسانات کی کثرت کے (انسان) کتنا ناشکرا ہے اللہ کا۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

یہ (آیت) انسان کے لئے بدترین بددعا ہے۔ اور تعجب ہے کہ شکرگذاری اور ایمان کے تمام اسباب موجود ہونے کے بعد بھی انسان انتہائی ناشکری کرتا ہے یہ الفاظ انتہائی مختصر ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے انتہائی غضب اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے پوری پوری مذمت پر دلالت کر رہے ہیں۔

۸۰: ۱۸ — مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں۔

اللہ نے اس کو کس چیز سے بنایا۔ یہاں سے ایمان و شکر کے دواعی (اسباب مقتضی) کا بیان ہے۔ مبدأ تخلیق کا ذکر سب سے پہلے اس لئے کیا کہ تمام نعمتوں سے پہلے اسی کا درجہ (یا زمانہ) ہے۔

یہ استفہام تقریری ہے یعنی مخاطب کو آمادہ کیا گیا ہے کہ وہ اقرار کرے کہ اللہ نے اس کو نطفہ سے بنایا ہے۔ مَا اَکْفَرَہٗ میں جو استفہام ہے اس کا بیان مِنْ

اَيِّ شَيْءٍ سے کیا۔ اس طرح کلام کا اثر زیادہ دل نشین ہوگیا۔ پھر نطفہ سے تخلیق کو بیان کرکے انسان کی حقارت کو ظاہر فرمایا ہے اور یہ خلقی تحقیر تکبر کے منافی ہے۔ (اس لئے انسان کا تکبر بے بنیاد اور نازیبا ہے)

۸۰:۱۹ —— مِنْ نُّطْفَةٍ ط مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (آیت سابقہ) کے استفہام کا جواب ہے۔ یعنی انسان کی قطرۂ منی سے پیدا کیا۔

خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الْاِنْسَان کے لئے ہے۔ قَدَّرَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَقْدِيْرٌ (تفعیل) مصدر۔ جس کا معنی ہے:۔ سوچ کر، سمجھ کر، غور کرکے اندازہ کرنا۔ ہر پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر چیز کا اندازہ کرنا۔

ترجمہ ہوگا۔

اللہ نے اسے پیدا کیا۔ پھر اس کی ہر چیز اندازہ سے بنائی پھر اس کی تقدیر مقرر کی:

صاحب تفہیم القرآن یوں تشریح فرماتے ہیں۔

یہ ابھی ماں کے پیٹ میں بن ہی رہا تھا کہ اس کی تقدیر طے کردی گئی، اس کی جنس کیا ہوگی۔ اس کا رنگ کیا ہوگا! اس کا قد کتنا ہوگا۔ اس کی جسامت کیسی اور کس قدر ہوگی۔ اس کے اعضاء کس حد تک صحیح وسالم اور کس حد تک ناقص ہونگے اس کی شکل وصورت کیسی ہوگی اور آواز کیسی ہوگی۔ اس کے جسم کی طاقت کتنی ہوگی اس کے ذہن کی صلاحیتیں کیسی ہونگی، کس سرزمین، کس خاندان، کن حالات اور کس ماحول میں پیدا ہوگا۔ پرورش اور تربیت پائے گا اور کیا بن کر اٹھے گا۔ اس کی شخصیت کی تعمیر میں موروثی اثرات، ماحول کے اثرات اور اس کی اپنی خودی کا کیا اور کتنا اثر ہوگا۔ دنیا کی زندگی میں یہ کیا کردار ادا کریگا۔ اور کتنا وقت زمین پر اسے کام کرنے کے لئے دیا جائیگا اس تقدیر سے یہ بال برابر بھی ہٹ نہیں سکتا۔ نہ اس میں ذرہ برابر ردوبدل کرسکتا ہے، پھر یہ کیسی اس کی جرأت ہے کہ جس خالق کی بنائی ہوئی تقدیر کے آگے یہ اتنا بے بس ہے اس کے مقابلے میں کفر کرتا ہے۔

تفہیم القرآن جلد ششم آیت ۱۹ حاشیہ ۱۲)

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:۔

اوّل اس (انسان) کو ماں کے رحم کے اندر نیست سے ہست کیا۔ اس کے بعد اس کے

لئے ایک اندازہ مقرر کیا یعنی اللہ کے حکم سے مؤکل فرشتوں نے اس کے لئے چار باتیں لکھ دیں
(۱) مقدار عمل۔
(۲) مدتِ زندگی۔
(۳) رزق۔
(۴) شقی یا سعید ہونا۔ جیسا کہ ہم سورۃ المرسلت میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ نقل کر چکے ہیں۔ اور مسلم و بخاری اس کے ناقل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر مظہری سورۃ المرسلت کی آیات ۲۰ تا ۲۲)

بعض اہل تفسیر نے اس آیت کی تشریح اس طرح کی ہے کہ تقدیر سے اعضا و شکل بنانا مُراد ہے یا حالتِ نطفہ سے تکمیلِ تخلیق تک جتنے احوال جنین پر گذرتے ہیں وہ مراد ہیں۔ ہماری تشریح ان اقوال سے اولیٰ ہے۔

حدیث مذکورہ تفسیر مظہری میں یوں منقول ہے:

حضرت ابن مسعود کی روایت ہے کہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں ہر ایک کا تخلیقی قوام ماں کے پیٹ کے اندر چالیس روز تک (بصورتِ) نطفہ رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بستہ خون رہتا ہے پھر اتنی ہی مدت میں بصورت لوتھڑا رہتا ہے پھر اللہ اس کے پاس فرشتہ کو چار باتوں کے لئے بھیجتا ہے۔

فرشتہ اس کا (آئندہ) عمل اور مدت زندگی اور رزق اور شقی یا سعید ہونا لکھتا ہے پھر اس میں جان پھونکتا ہے۔ پس قسم ہے خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم میں سے بعض لوگ جنت والوں کا کام کرتے ہیں یہاں تک کہ اُن کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ لکھا ہوا غالب آجاتا ہے اور وہ دوزخیوں کا عمل کرتے ہیں اور دوزخ میں چلے جاتے ہیں۔

"بخاری، مسلم، نافع، کسائی کے علاوہ دوسروں نے فَقَدَّرْنَا پڑھا ہے:
(فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ؕ ۷۷: ۲۳۔ سورۃ المرسلت) یعنی ہم اس کو ہست کرنے، نیست کرنے کے علاوہ پیدا کرنے پر قادر ہیں" تفسیر مظہری ۷۷: ۲۳)

۸۰: ۲۰ــــ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ: ثُمَّ تراخی زمان کے لئے ہے، پھر، اس کے بعد۔ السَّبِيْلَ فعل محذوف کا مفعول ہے لہذا منصوب ہے۔ تقدیر کلام یوں ہو گی:

ثُمَّ یَسَّرَ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ، ثُمَّ تراخی وقت کے لئے۔ پھر، ازاں بعد۔
السَّبِیْلَ۔ راستہ، راہ، سبیل اصل میں اس راہ کو کہتے ہیں جو واضح ہو اور اس میں سہولت ہو۔

امام راغبؒ لکھتے ہیں :۔

سَبِیْلٌ کا استعمال ہر اس شے کے لئے ہوتا ہے جس کے ذریعے کسی شے تک پہنچا جا سکے۔ خواہ وہ شے شر ہو یا خیر۔ نیز واضح راستہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے یہ لفظ مذکر بھی استعمال ہوتا ہے اور مؤنث بھی۔

اس کی تذکیر ارشادِ الٰہی ہے :۔

وَاِنْ یَّرَوْا سَبِیْلَ الرُّشْدِ لَا یَتَّخِذُوْهُ سَبِیْلًا ۚ (۷: ۱۴۶)

اور اس کی تانیث : ارشادِ الٰہی ہے :۔

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِیْرَةٍ (۱۲: ۱۰۸) میں ظاہر ہے۔
یَسَّرَہٗ۔ یَسَّرَ مضارع واحد مذکر غائب تَیْسِیْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ اس نے آسان بنا دیا۔ ای سَهَّلَ لَهٗ (اس کے لئے سہل کر دیا) اس صورت میں ہٗ کا مرجع الانسان ہے اور اگر ہٗ کا مرجع سبیل ہے تو ترجمہ ہوگا :۔

اس نے راستہ کو آسان کر دیا :

ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَہٗ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں :۔

۱۔ (ا) سبیل الخروج من بطن امہ۔ اپنی ماں کے پیٹ میں سے نکلنے کا راستہ (جننے کے وقت) (الیسر التفاسیر)

(ب) طریق خروجہ من بطن امہ۔ (ترجمہ ایضاً) (الخازن)

(ج) سبیل الخروج من بطن امہ (ترجمہ ایضاً) (مدارک التنزیل)

۲:۔ (ا) العلم بطریق الحق و الباطل (حق و باطل کے راستہ کا علم۔ خازن)

(ب) بیّن لہ سبیل الخیر والشرّ۔ خیر اور شر کا راستہ اس کے لئے واضح کر دیا۔ (مدارک التنزیل)

(ج) پیغمبر بھیج کر اور کتابیں بھیج کر اللہ نے راہِ حق اور اپنے تک پہنچنے کی راہ آسان کر دی تاکہ تکمیل حجت ہو جائے۔

اسی مضمون پر دلالت کر رہی ہے یہ آیت :۔ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (۹۲: ۵-۶-۷) تو جس نے (خدا کے راستہ میں مال) دیا۔ اور پرہیزگاری کی اور نیک بات کو سچ جانا ہم اس کو آسان طریقہ کی توفیق دیں گے۔

۳ مـ وقیل یسر علی کل احد ما خلق له وقدر علیه۔ اللہ نے جو چیز انسان کے لئے پیدا کی اور جس پر اس کو اختیار دیا اس پر عمل کرنا اس کے لئے آسان کر دیا۔ (خازن)

(۴) وقیل السبیل ای الدین فی وضوحه ویسر العمل به۔ اور السبیل سے مراد الدین ہے جو واضح اور سہل العمل ہے کقوله تعالیٰ: انا هدینٰه السبیل امّا شاکرًا وّامّا کفورًا۔ (۷۶: ۳) تحقیق ہم نے اسے راستہ بھی دکھا دیا۔ اب وہ خود شکر گذار ہو خواہ ناشکرا۔

جہاں تک نطفہ قرار پانے سے لے کر شکم مادر سے باہر نکلنے تک کے اندازوں کا تعلق ہے اس میں انسان کی ذات ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ حیوانات میں بھی تقریباً یہی عمل کارفرما ہوتا ہے اس لئے السبیل سے مراد سبیل الدین ہے یعنی دنیاوی زندگی کا وہ زمانہ جب انسان احکامِ شریعت کا مکلّف ہوتا ہے اس مدت العمر میں راہِ ہدایت کی نشان دہی خدا نے اپنے فرستادہ پیغمبروں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے واضح کر دی۔ سیدھے راستہ پر چلنے والے کے لئے وہ راستہ آسان فرما دیا اور کجرو اور گمراہ کے لئے گمراہی کا راستہ آسان کر دیا۔ زانی کو جس طرح عورتِ فاحشہ کا ملنا آسان کر دیا۔ بخیل کو پیٹ پر پتھر باندھ کر مال و زر جمع کرنا آسان کر دیا اسی طرح باخدا کو رات میں جاگنا اور تہجد پڑھنا آسان کر دیا اور سخی کے لئے مال کا راہِ خدا میں خرچ کرنا آسان کر دیا۔ بزدل کو بھاگنا اور بہادر کو میدانِ جنگ میں کود پڑنا۔ پارسا کو پارسائی تو فاحشہ کو بے حیائی یہ حیاتِ دنیا کا تمام نقشہ اس مختصر جملہ میں ختم کر دیا۔ (تفسیر حقانی)

۸۰: ۲۱ ــــ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ۔ ثُمَّ حرف عطف ہے۔ پھر۔ اَمَاتَهٗ۔ اَمَاتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِمَاتَةٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی موت دینا۔ مار ڈالنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

ترجمہ:۔ پھر اس (خدا) نے اُسے (انسان کو) موت دی۔

فَاَقْبَرَهٗ۔ فَ تعقیب کا۔ اَقْبَرَ: ماضی واحد مذکر غائب اِقْبَارٌ (افعال) بمعنی

قبر میں رکھوانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب پھر اس کو قبر میں رکھوایا۔ یعنی اَمَرَ اَنْ یُّقْبَرَ حکم دیا کہ اس کو قبر میں دفن کیا جائے۔

۸۰: ۲۲ — ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَہٗ۔ اَنْشَرَ ماضی واحد مذکر غائب اِنْشَاءٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی زندہ کرنا۔ اٹھا کھڑا کرنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب اَلْاِنْسَان کے لئے ہے۔ اِذَا ظرف زمان شَآءَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب: مَشِیَّۃٌ (باب سمع) مصدر سے۔ مشیئۃ (ش ی ء مادہ) سے شَآءَ اصل میں شَیِئَ تھا۔ ی متحرک ماقبل مفتوح ی کو الف سے بدلا۔ اس نے چاہا۔ اس نے ارادہ کیا، پھر جب وہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا۔

۸۰: ۲۳ — کَلَّا حرف ردع وزجر ہے۔ کافر انسان کے لئے ڈانٹ ہے کہ اسے ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیئے تھا۔ یعنی خدا کی متذکرہ بالا قدرتوں اور اس کی گوناگوں نعمتوں کے باوجود اسے متکبر نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ اور نہ ہی کفر پر اصرار کرنا چاہیئے تھا۔

بعض کے نزدیک کَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یعنی حق یہ ہے کہ لَمَّا یَقْضِ مَآ اَمَرَہٗ جو اللہ نے اسے حکم دیا وہ اسے بجا نہ لایا۔

لَمَّا یَقْضِ لَمَّا حرف جازم ہے لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے اور اس کو جزم دیتا ہے۔ اور مضارع کو ماضی منفی میں کر دیتا ہے۔ لَمَّا سے جس نفی کا حصول ہوتا ہے وہ زمانۂ حال تک ممتد، مسلسل اور مستمر ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۲: ۲۱۴)

یَقْضِ مضارع مجزوم واحد مذکر غائب، قَضَآءٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی پورا کرنا۔ ادا کرنا۔ اصل میں یَقْضِیْ تھا۔ لَمَّا کے داخل ہونے پر یَقْضِ ہو گیا۔ لَمَّا یَقْضِ اس نے پوری طرح ادا نہیں کیا۔ اس نے پورا نہیں کیا۔ اس نے ادا نہیں کیا۔ ضمیر فاعل الانسان کے لئے ہے۔

مَآ اَمَرَہٗ: مَا موصولہ، اَمَرَہٗ اس کا صلہ، صلہ اور موصول مل کر لَمَّا یَقْضِ کا مفعول۔ جس چیز کا اس کو حکم دیا گیا تھا۔ اس نے اس کو پورا نہیں کیا۔ اَمَرَہٗ میں اَمَرَ کی ضمیر فاعل اللہ کے لئے ہے۔ اور ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔

۸۰: ۲۴ — فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖ (قرآن مجید کا اسلوب بیان یہ ہے کہ

کسی مقصد کے لئے دلائل انفسی کے بعد دلائل آفاقی بیان فرمایا کرتا ہے تاکہ دل میں زیادہ اثر پیدا کرے۔ یہاں غرورِ انسان کا ابطال کیا تھا اور زیادہ تر مقصود اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار تھا کہ جس میں کسی کو بھی شرکت نہیں جس سے ردِّ شرک اور اثباتِ توحید ظاہر و عیاں تھا۔ اور اس مقصود کے اثبات سے یہ مطلوب تھا کہ وہی خدائے قادر وحدہٗ لاشریک انسان کو مارنے کے بعد بھی دوبارہ زندہ کر سکتا ہے اور اس کے اعمال نیک و بد کی جزاء و سزا بھی دے سکتا ہے؛

اس مقصود کے اثبات کے لئے پہلے پہلے وہ دلائل بیان فرمائے تھے کہ جن سے خود انسان کی پیدائش اور اس کے حالات کا تعلق تھا۔

اب بیرونی دلائل بیان فرماتا ہے۔ فقال: فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ کہ آدمی اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے اس کو کس طرح پیدا کیا ہے۔

(تفسیر حقانی)

آیت کا کلام سابق کے مفہوم پر عطف ہے یعنی انسان کو اوّل آغاز خلقت سے آخر حیات تک اپنے اوپر غور کرنا چاہئے؛ پھر اپنی غذا کو دیکھنا چاہئے کہ ہم نے اس کی غذا کا کیسے بندوبست کیا اور کس طرح اس کو لطف اندوز ہونے کا موقع دیا۔

فَلْيَنْظُرْ ف عاطفہ لِيَنْظُرْ امر واحد مذکر غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر سے چاہئے کہ وہ دیکھے؛

۸۰ : ۲۵ ـــــ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ؛ جملہ مستانفہ ہے اَنَّا تحقیق ہم نے صَبَبْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم صَبٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی اوپر سے بہانا۔ متعدی ہے۔

اسی مصدر سے باب ضرب سے (بمعنی اوپر سے بہنا (فعل لازم) آیا ہے۔ لیکن قرآن مجید میں یہ متعدی آیا ہے۔ صَبًّا مفعول مطلق۔ مبالغہ کے لئے۔ ہم نے آسمان سے خوب (مینہ) برسایا۔

۸۰ : ۲٦ ـــــ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ پھر، ازاں بعد۔ شَقَقْنَا ماضی جمع متکلم۔ شَقٌّ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی پھاڑنا۔ چیرنا۔ شَقًّا مفعول مطلق پھر ہم نے زمین کو خوب چیرا۔ پھاڑا۔

مطلب یہ ہے کہ زمین کو ہل وغیرہ سے تیار کیا۔ چیرنے پھاڑنے کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے کی ہے کہ ہر فعل کا وہی مسبب ہے۔

۸۰: ۲۷ ــــ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا۔ ف تعقیب کا ہے۔ اَنْۢبَتْنَا ماضی جمع متکلم اِنْۢبَاتٌ (افعال) مصدر سے، پھر ہم نے اگایا۔ فِيْهَا میں ضمیر واحد مؤنث کا مرجع الارض ہے حَبًّا۔ اَنْۢبَتْنَا کا مفعول ہے۔ اناج، غلہ، گندم، جو وغیرہ۔ اناج کے دانہ کو حَبٌّ اور حَبَّۃٌ کہتے ہیں۔ پھر ہم نے زمین میں سے اناج اگایا۔

۸۰: ۲۸ ــــ عِنَبًا وَّقَضْبًا: واؤ عاطفہ، عِنَبًا معطوف، واؤ عاطفہ قَضْبًا معطوف ہر دو عِنَبًا، قَضْبًا کا عطف حَبًّا پر ہے عِنَبٌ بمعنی انگور۔

امام راغب لکھتے ہیں،

عِنَبٌ انگور کو بھی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو بھی، اس کا واحد عِنَبَۃٌ ہے اور جمع اَعْنَابٌ ہے۔

قَضْبًا کھیرا۔ یا عام سبزترکاری۔ قَضْبٌ وقَضِيْبٌ دونوں کے معنی تروتازہ، لیکن درخت کی تروتازہ شاخوں کو بھی قَضِيْبٌ کہا جاتا ہے۔

۲۹ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا اور زیتون اور کھجور کے درخت۔

۸۰-۳۰ ــــ وَحَدَآئِقَ غُلْبًا: اور گھنے باغ، زیتون، نخل (کھجور کے درخت) اور گھنے باغ سب کا عطف حَبًّا پر ہے۔

حَدَآئِقَ جمع حَدِيْقَۃٌ واحد۔ وہ باغ جس کی چاردیواری ہو، موصوف۔

غُلْبًا: حُمْرٌ، حَمْرَاءُ حُمْرٌ کے وزن پر اَغْلَبُ غَلْبَاءُ کی جمع ہے صفت بمعنی گھنے، غليظة الشجر، ملتفۃ۔ گھنے درختوں والا جن کی شاخیں ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی ہوں۔

۸۰: ۳۱ ــــ وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔ اور پھل (جن کو مزہ کے لئے کھایا جاتا ہے) فقہاء نے کہا ہے کہ اگر کسی نے فاکھۃ نہ کھانے کی قسم کھا لی تو کھجور، انگور، زیتون کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی کیونکہ یہ پھل طاقت کے لئے کھائے جاتے ہیں۔ تنہا مزے کے لئے نہیں کھائے جاتے۔ اسی طرح اس پھل کو کھانے سے بھی قسم نہیں ٹوٹے گی جس سے مقصود غذاء اور دواء دونوں ہوتے ہیں۔ جیسے انار۔

اَبًّا۔ گھاس، چراگاہ۔ جانوروں کے کھانے کی گھاس اور چارہ: فَاكِهَةً وَّاَبًّا کا عطف بھی حَبًّا پر ہے۔ اور ہم نے پھل اور چارہ (بھی) اگائے۔

۸۰: ۳۲ ــــ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ یہ اَنْۢبَتْنَا کی علت ہے۔ ان چیزوں کو

کو ہم نے تمہارے لئے اور تمہارے چوپاؤں کے لئے اگایا۔
مَتَاعًا منصوب ہے کیونکہ:۔
۱:۔ یہ اَنْبَتْنَا کا مفعول لہٗ ہے۔
۲:۔ یہ اَنْبَتْنَا کے لئے بطور مصدر مؤکدہ آیا ہے، کیونکہ اشیاء کا پیدا کرنا انسان اور حیوان دونوں کے لئے متاعِ حیات ہے۔

اَنْعَامِكُمْ: مضاف مضاف الیہ، تمہارے مویشی، بھیڑ، بکری، گائے، اونٹ مویشی کو اس وقت انعام نہیں کہا جا سکتا جب تک ان میں اونٹ داخل نہ ہوں یہ نَعَمٌ کی جمع ہے جس کے معنی اصل میں تو اونٹ کے ہیں مگر بھیڑ بکری اور گائے بھینس پر بھی بولا جاتا ہے۔

۸۰: ۳۳ —— فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ: ف ترتیب کا، مابعد کی ماقبل پر ترتیب کی دلالت کرتا ہے اِذَا ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے گو کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے۔ جیسے وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا (۶۲: ۱۱) اور جب انہوں نے سودا بکتا دیکھا یا تماشہ ہوتا دیکھا تو جھٹک کر اسی طرف چل دیئے۔ اِذَا اکثر و بیشتر شرط ہی ہوتا ہے، مفاجات کے لئے بھی آتا ہے۔
آیت ہذا میں بطور ظرف زمان آیا ہے بمعنی جب (شرطیہ)

الصَّآخَّةُ: (ص خ خ مادہ) یہ صَخَّ يَصِخُّ صَخًّا فَهُوَ صَاخٌّ سے ہے جس کے معنی کسی ذی نطق کی آواز کی سختی اور کرخت پن کے ہیں:
پھر جب قیامت کا غل مچے گا۔ غل۔ کان پھوڑ دینے والی چیخ:
ابو اسحاق نے کہا ہے کہ:۔
صَاخَّة وہ شور ہے جس میں قیامت برپا ہوگی اور جو کانوں کو پھوڑ ڈالے گا اور بہرا کر دے گا کہ بجز اس آواز کے جو زندہ ہونے کے لئے دی جائے گی اور کوئی چیز سنائی نہ دے گی۔ (تاج العروس)

الصَّآخَّةُ:
۱:۔ کان بہرا کر دینے والا شور۔ (ضیاء القرآن)
۲:۔ ای النفخۃ الثانیۃ۔ صور میں دوسری بار پھونک مارنا۔ (ایسر التفاسیر)
۳:۔ کان بہرہ کر دینے والی آواز (تفہیم القرآن)

۴۔ کانوں کو بہرا کر دینے والا شور۔ (بیان القرآن)
۵۔ صیحۃ القیامۃ (قیامت کی چیخ (الخازن)
۶۔ الصاخۃ الصیحۃ وسمیت بہا لشدۃ صوتھا کانھا تصخ الأذان
(الصاخۃ کو الصیحۃ اس کی آواز کی شدت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ کانوں کو بہرہ کئے دیتی ہے:

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ: جملہ شرطیہ ہے اس کی جزاء محذوف ہے پورا جملہ شرطیہ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ (آیت ۸۰: ۱۱) سے مربوط ہے۔

اس طرح پورا معنی یوں ہوگا:۔

یہ قرآن ایک یادداشت اور نصیحت ہے۔ جب صور کی آواز آئے گی اس وقت نصیحت قبول کرنے والوں کا حال قبول نہ کرنے والوں کے حال سے جدا ہوگا۔

اختلافِ حال کیا ہوگا؟ اس کا بیان آئندہ آیات: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ ..... الخ میں کیا گیا ہے (۸۰: ۴۰)

۸۰: ۳۴ ـــ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ۔ يَوْمَ۔ اِذَا جَآءَتْ سے بدل ہے (جلالین وتفسیر حقانی)

یعنی جس دن کہ ...... يَفِرُّ مضارع واحد مذکر غائب فِرَارٌ (ضرب) مصدر سے وہ بھاگے گا۔ جس دن کہ انسان اپنے بھائی سے (دُور) بھاگے گا

۸۰: ۳۵ ـــ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ۔ اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے (بھی دور بھاگے گا)
اُمِّهٖ وَاَبِيْهِ کا عطف اَخِيْهِ پر ہے۔

۸۰: ۳۶ ـــ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۔ اس کا عطف بھی اَخِيْهِ پر ہے۔ صَاحِبَتِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ صَاحِبَةٍ، صُحْبَةٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ ساتھ رہنے والی، بیوی، جورو،

بَنِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے بیٹے،۔

ترجمہ:۔

اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں (یعنی اولاد) سے بھی دور بھاگے گا۔

بھاگنے کی یا تو یہ وجہ ہوگی کہ اس کو اپنا خوف پڑا ہوگا یا اُن کے کفر یا اُن کی بدحالی کی وجہ سے ہر شخص کو اپنے اقرباء سے نفرت اور عداوت ہو جائے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ:۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے دو بچوں کی کیفیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کی جن کا انتقال اسلام سے پہلے ہو گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ سن کر ناگواری ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے چہرہ پر ناگواری کا اثر دیکھ کر فرمایا اگر تم بھی ان کے مقام کو دیکھ لو تو تم کو بھی اُن سے نفرت ہو جائے گی! (الحدیث رواہ احمد)

۸۰:۳۷ ـــ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ : یہ جملہ سبب ہے قیامت کے روز انسان کے اپنے عزیز و اقارب سے دور بھاگنے کا۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ ـ خبر۔ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ مبتدا۔ يَوْمَئِذٍ اس کا ظرف (تفسیر حقانی)

ہر شخص کی اس روز ایسی حالت ہوگی جو اس کو اوروں کی طرف سے بے پرواہ کردے گی! (ہر ایک کو اپنی ہی پڑی ہوگی)

لِكُلِّ امْرِئٍ میں لام حرفِ جر ہے علّت کے لئے آیا ہے۔ كُلِّ امْرِئٍ مضاف مضاف الیہ۔ اِمْرَءٌ بمعنی مرد۔ انسان، شخص۔

اِمْرُءٌ۔ کی ہمزہ بحالت رفع واؤ کی شکل میں اور بحالت نصب الف کی شکل میں اور بحالتِ جر ی کی شکل میں آتی ہے۔ اِمْرِئٍ چونکہ بحالتِ جر ہے اس لئے ہمزہ کو ی کی شکل میں لایا گیا ہے۔

مِنْهُمْ میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب جملہ مذکورین کے لئے ہے یعنی کہ اَخِيْهِ۔ اُمِّهٖ۔ اَبِيْهِ۔ صَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب: اِذٍ مضاف الیہ، اس دن۔ ایسے واقعات کے دن۔ شَاْنٌ۔ دھندا۔ فکر، حال، کسی اہم معاملہ کو خواہ بُرا ہو یا بھلا شَاْنٌ کہتے ہیں۔ اس کی جمع شُئُوْنٌ ہے۔

يُغْنِيْهِ۔ يُغْنِيْ: مضارع واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر۔ ہٖ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب وہ اس کو مشغول رکھے گا۔ یعنی دوسرے کی خبر نہ لینے دے گا۔ بے پرواہ کردے گا۔ يُغْنِيْ میں ضمیر فاعل شان ہے۔

۸۰:۳۸ ـــ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ، وُجُوْهٌ مبتدا، مُسْفِرَةٌ خبر، يَوْمَئِذٍ

متعلق بمُسْفِرَةٌ:
وُجُوْہٌ۔ وَجْہٌ کی جمع۔ چہرے، کئی چہرے، کتنے ہی چہرے، اکثر چہرے۔
یَوْمَئِذٍ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۳۷ متذکرۃ الصدر)
مُسْفِرَۃٌ۔ اِسْفَارٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔
چمک دار۔ روشن۔ سَفْرٌ کا معنی ہے سرپوش یا پردہ ہٹانا۔ جیسے سفر العمامۃ عن الرأس: سر سے عمامہ ہٹا دیا۔ سَفَرَ باب ضرب، سفر کرنا۔ سِفْرٌ حقائق کو کھول دینے والی کتاب۔ سَفِیْرٌ (اَسْفَارٌ جمع) ایلچی، سفیر۔ جو مُرسل کی حقیقت اور غرض کو کھول دیتا ہے۔ سَفَرَۃٌ اعمال نامے لکھنے والے فرشتے۔
۸۰: ۳۹ — ضَاحِکَۃٌ: ضِحْکٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔ جس کا مرجع وُجُوْہٌ ہے ضَاحِکَۃٌ وُجُوْہٌ کی خبر ثانی ہے۔ مُسْفِرَۃٌ خبر اول
ہنستے ہوئے۔ خنداں۔
مُسْتَبْشِرَۃٌ۔ اِسْتِبْشَارٌ (استفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث
شگفتہ، شاداں۔ خوش، ایسی چیز پانے والے جس سے شگفتگی اور خوشی پیدا ہو جائے
یہ وُجُوْہٌ کی خبر ثالث ہے۔
ترجمہ آیات ۳۸ تا ۳۹۔
کتنے ہی چہرے اس روز دمکتے، ہنستے، شاداں ہوں گے:
۸۰: ۴۰ — وَوُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ عَلَیْہَا غَبَرَۃٌ: واؤ عاطفہ۔ وُجُوْہٌ (جمع وَجْہٌ کی) بمعنی چہرے: مبتداء۔
یَوْمَئِذٍ (ملاحظہ ہو آیت ۳۰ مذکورہ بالا) متعلق خبر عَلَیْہَا غَبَرَۃٌ خبر۔ بمعنی خاک، اور وہ اثر جو کسی چیز پر جمی ہوئی خاک دور ہونے کے بعد باقی رہ جاتا ہے۔ مراد یہ کہ غم کے سبب چہروں کا رنگ بگڑ جائے گا۔
ترجمہ ہو گا۔
اور کتنے ہی چہروں پر خاک اس دن پڑی ہو گی۔
۸۰: ۴۱ — تَرْہَقُہَا قَتَرَۃٌ، یہ وُجُوْہٌ آیت نمبر ۴۰ مبتدا کی خبر ثانی ہے۔
تَرْہَقُ: رَہْقٌ (باب سمع) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے،
ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث کا مرجع وُجُوْہٌ ہے۔ وہ خاک ان (چہروں) پر چھا رہی

ہو گی۔ چڑھی آرہی ہوگی۔

رَهَقٌ کے معنی کسی چیز کے دوسری چیز پر زبردستی چھا جانے کے ہیں اور پالینے کے ہیں۔

قَتَرَةٌ: غبار۔ دھویں کی طرح غبار نما بدرونقی جو چہرے پر چھا جاتی ہے۔ اس کے اصل معنی ہیں کسی لکڑی کا اٹھتا ہوا دھواں۔

کنجوس آدمی گویا کہ دھواں دے کر دوسرے کو بہلا دیتا ہے اس لئے کنجوس اور بخیل کو بھی قَاتِرٌ کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا (٢٥: ٦٧) اور وہ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں۔

٨٠: ٤٢ ـــ أُولَئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ۔ أُولَئِكَ مبتداء۔ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ، خبر۔ وہی لوگ منکر و بدکار ہوں گے۔

كَفَرَةٌ کافر کی جمع اور فَجَرَةٌ فاجر کی جمع ہے۔ فُجُوْرٌ کا معنی ہے پھاڑ دینا۔ یعنی دین اور دیانت کو پھاڑ دینا۔ فُجُوْر بڑے درجے کا کفر ہے۔

اَلْكَفَرَةُ موصوف ہے اور اَلْفَجَرَةُ اس کی صفت ہے، موصوف اور صفت مل کر خبر ہے اپنے مبتداء کی۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(٨١) سورۃ التکویر مکیّۃ ( )

٨١: ١ ـــ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ، اِذَا شرطیہ (جب) الشَّمْسُ فعل محذوف کا فاعل ؛ کُوِّرَتْ اسی فعل محذوف کی تفسیر ہے ۔ کُوِّرَتْ ۔ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَکْوِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی تہ کرکے لپیٹنا ۔ سر پر عمامہ باندھنے کے لئے تکویر العمامۃ کے لفظ بولے جاتے ہیں ۔ اکار العمامۃ علی راسہ اس نے پگڑی کو اپنے سر کے گرد لپیٹا ، کیونکہ عمامہ پھیلا ہوا ہوتا ہے اور پھر سر کے گرد اس کو لپیٹا جاتا ہے اسی نسبت سے اس روشنی کو جو سورج سے نکل کر سارے نظام شمسی میں پھیلتی ہے عمامہ سے تشبیہ دی ہے اور بتایا گیا ہے کہ قیامت کے روز یہ پھیلا ہوا عمامہ سورج پر لپیٹ دیا جائے گا ۔ یعنی اس کی روشنی کا پھیلنا بند ہو جائے گا ۔

آیت یُکَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَ یُکَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ (٣٩ : ۵) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے میں مطالع شمسی کے تبدیل ہونے سے دن رات کے بڑھنے اور گھٹنے کو تکویر سے تعبیر کیا گیا ہے ۔

حضرت ابن عباس رض نے کُوِّرَتْ بمعنی اُظْلِمَتْ (تاریک ہو جائے گا) فرمایا ہے اِذَا شرطیہ جہاں جہاں آیا ہے اس کا جواب آیت نمبر ١٤ (عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ) میں دیا گیا ہے ۔

٨١: ٢ ـــ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۔ اس کا عطف آیت سابقہ پر ہے ۔ اِنْکَدَرَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِنْکِدَارٌ (انفعال) مصدر سے انکدار اس تغیر کو کہتے ہیں جو کسی چیز کے بکھر جانے سے واقع ہوتا ہے "

ترجمہ آیت کا ہوگا ۔ اور جب ستارے بکھر کر بے نور ہو جائیں گے :

الکَدَرُ (مادہ ک د ر) کے معنی کسی چیز میں گدلاپن کے ہیں۔ اور یہ صَفَاءٌ کی ضد ہے۔ الکُدْرَۃُ کے معنی بھی گدلاپن کے ہیں مگر اس کا استعمال خصوصیت کے ساتھ رنگ میں ہوتا ہے اور کَدُوْرَۃٌ کا پانی اور زندگی میں۔

۸۱:۳ ۔۔۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُیِّرَتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے ترکیب بھی وہی ہے۔

سُیِّرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ تَسْیِیْرٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر۔ وہ چلائی جائے گی وہ (پہاڑ) چلائے جائیں گے۔ سَیْرٌ بمعنی چلنا۔ سیر کرنا۔

الجِبَالُ جمع۔ اَلْجَبَلُ واحد، پہاڑ۔

۸۱:۴ ۔۔۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ، اس کا عطف بھی آیت نمبر ۱ پر ہے اور ترکیب بھی وہی ہے

العِشَارُ دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں۔ ایسی اونٹنی اہل عرب کے نزدیک ایک نفیس ترین سمجھی جاتی ہے اس کا واحد عُشَرَاءُ ہے۔

علامہ فیومی کے نزدیک اس طرح کے واحد اور جمع کی نظیر صرف نُفَسَاءُ اور نِفَاسٌ ہی ہے اور ان دونوں کے علاوہ تیسری نظیر موجود نہیں ہے۔

عُطِّلَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَعْطِیْلٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر، جس کا مطلب ہے یوں ہی چھوڑ دینا۔ دیکھ بھال نہ کرنا۔ نفع نہ اٹھانا۔ بے کار چھوڑ دینا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور جب دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں یوں ہی آوارہ پھریں گی۔

۸۱:۵ ۔۔۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ۔ عطف حسب بالا۔

اَلْوُحُوْشُ وَحْشٌ کی جمع، صحرائی جانور، جنگلی جانور، حُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب حَشْرٌ (باب نصر) مصدر سے، جب جنگلی جانور یکجا کر دیئے جائیں گے۔

۸۱:۶ ۔۔۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اس کا عطف بھی حسب بالا ہے: ترکیب بھی وہی ہے

اَلْبِحَارُ جمع ہے اَلْبَحْرُ کی بمعنی سمندر، دریا۔ سُجِّرَتْ ماضی مجہول صیغہ واحد مؤنث غائب تَسْجِیْرٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ آگ سے پُر کی گئی، اس کا پانی بہایا گیا۔ وہ خالی کی گئی، وہ پُر کی گئی۔

مصدر تَسْجِیْرٌ بمعنی زور سے بھڑکانا آگ کو، پانی کا بہانا، خالی کرنا۔ پُر کرنا۔

امام فخر الدین رازی رح آیت ہذا وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جب دریا جھونکے جائیں گے) کی تفسیر میں رقمطراز ہیں:۔

یہ بالتخفیف بھی پڑھایا گیا ہے اور بالتشدید بھی یعنی سُجِرَتْ اور سُجِّرَتْ بھی اور اس کی

مختلف وجہیں ہیں:۔

یہ اصل میں کلمہ سجرت التنور سے ہے جو تنور جھونکنے اور اس میں آگ بھڑکانے کے لئے آتا ہے اور کسی چیز میں جب آگ بھڑکائی جاتی ہے تو کچھ رطوبت جو اس میں ہوتی ہے وہ بھی خشک ہو جاتی ہے تو اس وقت سمندر میں ذرا سا پانی بھی نہیں بچے گا پھر چونکہ حسب تصریح وَ سُیِّرَتِ الْجِبَالُ پہاڑ چلائے جائیں گے۔ اس لئے اس آن سمندر اور زمین انتہائی حرارت اور سوزانی میں ایک تنے بن جائیں گے۔

اور یہ بھی احتمال ہے کہ جب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ان کے اجزاء منتشر ہوں اور وہ مٹی کی طرح ہو جائیں۔ تو وہ مٹی سمندروں کی تہ میں جا پہنچے اور سطح زمین سمندروں کے ساتھ برابر ہو جائے اور سب مل کر ایک دھکتا ہوا سمندر بن جاتے۔

۲:۔ سُجِّرَتْ بمعنی فُجِّرَتْ ہو جو پانی کے رواں ہونے کے لئے آتا ہے اور یہ اس لئے کہ چونکہ حسب ارشاد: مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ہ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ (۵۵: ۱۹، ۲۰) (چلائے دو دریا مل کر چلنے والے۔ ان دونوں میں ہے ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے، سمندروں کے مابین آڑ ہے) پس جب اللہ تعالیٰ اس آڑ کو ہٹا دے گا ایک دوسرے میں رواں ہونے لگے گا اور سارے سمندر ایک ہی سمندر بن جائیں گے، کلبی کا یہی قول ہے۔

۳:۔ سُجِّرَتْ بمعنی اوقدت یعنی آگ بھڑکانے کے ہو۔

قفال نے کہا ہے کہ اس تاویل میں مختلف وجوہ کا احتمال ہے۔

اول یہ کہ:۔ جہنم سمندروں کی تہ میں ہو۔ اس طرح سمندر اس وقت تو نہیں دہکتے کہ دنیا کو قائم رکھنا ہے لیکن جب دنیا ختم ہو جائے گی تو حق تعالیٰ شانہ آگ کی تاثیر کو سمندروں تک پہنچا دے گا۔ اس لئے وہ پورے طور پر کھولنے لگیں گے

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ آفتاب و مہتاب اور ستاروں کو سمندر میں ڈال دے گا تو وہ کھول اٹھیں گے۔

سوم یہ کہ:۔ اللہ تعالیٰ سمندروں میں آتش عظیم پیدا کر دیں گے کہ پانی ابل جائیں گے۔

میں (یعنی امام رازی) کہتا ہوں کہ ان تمام وجہوں میں تکلف سے کام لیا گیا ہے ان میں سے کسی کی حاجت ہی نہیں ہے کیونکہ جو ذات تخریب اور قیامت کے قائم کرنے پر قادر ہے یقیناً وہ اس پر بھی قادر ہے کہ سمندروں کے ساتھ جو چاہے کرے ان کو کھولا دے یا ان کے

پانیوں کو آگ کی شکل میں بدل ڈالے بغیر اس کے کہ اُسے ان میں آفتاب وماہتاب ڈالنے کی حاجت ہو یا ان کے نیچے جہنم کی آگ ہو'' (لغات القرآن)

۸۱: ۷ ـــــ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ : عطف علی آیہ نمبرا۔

النفوس جمع ہے النفس کی اشخاص، لوگ ۔ زُوِّجَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، تَزْوِیْجٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ اس کا جوڑا ملا دیا جائے گا ۔

تزویج کے معنی ہیں ایک شے کا دوسری شے کے جُفت وقرین کر دینا۔ اسی اعتبار سے مرد اور عورت کے عقد کرنے کے معنی بھی آتے ہیں ۔

بیہقی رح نے حضرت نعمان بن بشیر رض کے حوالہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ:۔

آیت اذا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ میں وہ شخص مراد ہیں جو ایک ہی کام کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے دونوں جنت یا دوزخ میں چلے جائیں گے ۔

امام راغبؒ نے تین قول نقل کئے ہیں ۔

۱۔ ہر گروہ کو اس کے گروہ کے ساتھ جنت یا دوزخ میں ملا دیا جائے گا۔

۲۔ ارواح کو اجساد کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

۳۔ نفوس کو اپنے اعمال کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

۸۱: ۸ ـــــ وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ عطف حسب بالا۔ اَلْمَوْءُدَةُ ۔ وَادٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ۔ زندہ دفن کی ہوئی ،

اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عرب کے بعض قبائل مفلسی اور عار کی وجہ سے لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے کسی کو داماد بنانا باعث عار جانتے تھے لڑکی کمائی تو کر نہیں سکتی تھی اس لئے اس کو کھلانا دشوار تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت عکرمہ مروی ہے کہ گڑھا کھود کر حاملہ عورت اس کے کنارہ پر بیٹھ جاتی تھی اگر لڑکا ہوا تو خیر۔ اگر لڑکی ہوتی تو فوراً گڑھے میں پھینک کر اوپر سے مٹی پاٹ دی جاتی تھی ،

ترجمہ:۔ اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا۔

صاحب تفسیر مظہری لکھتے ہیں:۔

آیت میں مدفونہ سے سوال کرنے کی غرض یہ ہے کہ دفن کرنے والے کی تذلیل کی جائے

جیسے آیت لِعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (۵: ۱۱۶) میں نصاریٰ کی تذلیل مقصود ہے۔

یا یوں کہا جائے کہ مَوْءٗدَۃُ کی طرف سوال کی نسبت مجازی ہے یعنی آیت میں مراد اس سے سوال کرنا نہیں بلکہ اس کے متعلق سوال کرنا ہے جیسا کہ آیت اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (۱۷: ۳۴) کہ عہد کے بارے میں ضرور پرسش ہوگی) میں عہد سے سوال کیا جانا مقصود نہیں بلکہ صاحب عہد سے عہد کے متعلق بازپرس کی جانی مقصود ہے۔

یا مَوْءٗدَۃُ بمعنی دَاۗئِدَۃٌ ہے یعنی دفن کرنے والی سے بازپرس کی جائے گی (اسم مفعول کو بمعنی اسم فاعل بولا جاتا ہے جیسے آیت اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا (۱۹: ۶۱) ہے بیشک اس کا وعدہ نیکو کاروں کے سامنے آنے والا ہے۔

یا الموءٗدۃ سے مراد الموءٗدۃ لها (مدفونہ کی ماں اور دائی جن کی سازش سے بچی کو دفن کیا جاتا تھا) ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الوائدۃ والموءٗدۃ لها فی النار یعنی وائدہ (دفن کرنے والی دائی) اور موءٗدۃ لها جس کی طرف سے دائی جا کر بچی کو دفن کرتی تھی یعنی ماں) دونوں دوزخی ہیں۔

اس حدیث کو ابو داؤد نے اچھی سند کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے اور سوائے مذکورہ بالا تاویل کے کوئی صورت مفہوم حدیث کی صحت کی نہیں ہے

۸۱: ۹ — بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ: کس گناہ کے مارے قتل کی گئی تھی۔

۸۱: ۱۰ — وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اس کا عطف بھی اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ پر ہے الصُّحُفُ صحیفۃ کی جمع ہے۔ (نیز ملاحظہ ہو ۸۰: ۱۳)

نُشِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نَشْرٌ (باب ضرب) مصدر سے، کھولے جائیں گے۔ یعنی جب اعمال نامے حساب کے لئے کھولے جائیں گے۔ یا جن کے اعمال نامے ہوں گے ان کو تقسیم کئے جائیں گے۔

۸۱: ۱۱ — وَاِذَا السَّمَاۗءُ كُشِطَتْ، كُشِطَتْ، ماضی مجہول واحد مؤنث غائب كَشْطٌ (باب نصر) مصدر۔ بمعنی برہنہ کر دینا۔ جگہ سے ہٹا دینا۔ گھوڑے کے اوپر سے جھول ہٹا دینا۔ اونٹ وغیرہ کی کھال اتار دینا۔ کسی چیز کو ہٹا کر لپیٹ دینا۔

یہاں بمعنی آسمانوں کو اپنی جگہ سے ہٹا کر لپیٹ دیا جائے گا۔

۸۱: ۱۲ — وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ: الجحیم: دوزخ، دہکتی ہوئی آگ: جَحْمٌ کے معنی

آگ کے سخت بھڑکنے کے ہیں۔ جحیم اسی سے مشتق ہے بروزن فعیل بمعنی فاعل ہے،

امام ابن جریج سے مروی ہے کہ جہنم کے سات طبقے ہیں:

۱۔ جہنم:
۲۔ لظی
۳۔ حطمہ۔
۴۔ سعیر
۵۔ سقر
۶۔ جحیم:
۷۔ ہاویہ

سُعِّرَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تَسْعِيْرٌ (تفعيل) مصدر سے وہ دھکائی گئی، وہ بھڑکائی گئی۔ جب دوزخ کو خوب بھڑکایا جائے گا۔

۸۱:۱۳ — وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ۔ اُزْلِفَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِزْلَافٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی قریب لانے کے ہیں۔ جب جنت قریب لائی جائے گی:

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ: (۵۰:۳۱) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کردی جائے گی کہ (مطلق) دور نہ ہوگی:

مُزْدَلِفَةٌ بھی اسی سے ہے: لیلۃ المزدلفۃ (مزدلفہ کی رات) کو اس نام سے اس لئے پکارتے ہیں کہ حجاج عرفات سے لوٹنے کے بعد اس رات منیٰ کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور حدیث میں ہے ازدلفوا الی اللہ برکعتین کہ دو رکعت نماز سے اللہ کا قرب حاصل کرو۔

۸۱:۱۴ — عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ۔ آیت ۱ سے لے کر ۱۳ تک جہاں جہاں اِذَا شرطیہ آیا ہے یہ آیت سب کے لئے جواب ہے۔

اس وقت ہر شخص اپنی کی ہوئی اچھائی یا برائی کو جان لے گا۔ اَحْضَرَتْ ماضی معروف واحد مؤنث غائب احضار (افعال) مصدر سے۔ اس نے حاضر کیا۔ وہ ساتھ لایا۔

۸۱:۱۵ — فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ، اس میں الفاء تفریع کے لئے ہے (تفریع المسائل من الاصل۔ اصل سے استنباط کرکے فروعی مسائل نکالنا

یہاں اس (فاء تفریع) کا مطلب یہ ہے کہ:

جب ہم نے احوالِ قیامت کے متعلق آیات نازل کردیں تو (آئندہ کی خبریں دینے سے ملکا

سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس پر کوئی دروغ بیانی نہیں کی گئی۔ میں قسم کھاتا ہوں
لَا اُقْسِمُ کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔
۱:۔ لَا زائدہ ہے مطلب ہے اُقْسِمُ میں قسم کھاتا ہوں۔
۲:۔ بعض کے نزدیک لا زائدہ نہیں ہے بلکہ نافیہ ہے تب اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں ان ستاروں کی قسم نہیں کھاتا ہوں کیونکہ غور کرنے والے کے نزدیک خود بخود قرآن کی صداقت ظاہر ہے
۳:۔ لَا اُقْسِمُ: میں لَا کا الف زائدہ ہے اصل میں لَاُقْسِمُ ہے اس صورت میں لام تاکید کا ہوگا۔

بِالْخُنَّسِ: الْمُقْسَمُ بِهٖ (جس کی قسم کھائی گئی ہو) خُنَّسٌ (باب ضرب ونصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔ جس کے معنی ہیں چھپ جانیوالے: پیچھے ہٹ جانیوالے: پھر جانیوالے رک جانیوالے۔ خَانِسٌ کی جمع۔

۱:۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد سیارے ہیں۔ کیونکہ وہ دن میں چھپ جاتے ہیں اور
۲:۔ بعض کے نزدیک چاند اور سورج کے علاوہ پانچوں سیارے کہ جن کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں، مراد ہے: یہ پانچ سیارے ہیں۔ مریخ، زحل، عطارد، زہرہ، مشتری، ان کو خمسہ متحیرہ (حیران کر دینے والے سیارے) اس لئے کہتے ہیں کہ ان کی چال کچھ اس ڈھب کی ہے کہ کبھی یہ مشرق سے مغرب کی طرف چلتے ہیں اور کبھی یہ ٹھٹھک کر اُلٹے پھرتے ہیں۔ اور کبھی یہ سورج کے قریب آکر غائب رہتے ہیں۔
۳:۔ اور بعض کے نزدیک نیل گائے مراد ہے کیونکہ اس میں بھی پیچھے ہٹ جانے، پھر جانے، رکنے اور چھپنے کی صفت موجود ہے

یہ تینوں تفسیریں سلف صحابہ اور تابعین سے مروی ہیں۔ خنّاس بھی اسی سے ہے یہ خَانِسٌ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اور شیطان کا لقب بھی ہے

۱۶:۸۱ — الْجَوَارِ الْكُنَّسِ یہ دونوں الخنس کی صفت ہیں الجوار جمع ہے جَارِيَةٌ کی۔ یعنی جاری ہونے والی۔ یعنی سیدھا چلنے والی۔

الْكُنَّسِ كَانِسٌ کی جمع ہے۔ كِنَاسٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا جمع مذکر کا صیغہ ہے كِنَاسٌ ہرن کے رہنے کی جھاڑی کو بھی کہتے ہیں اور اس میں ہرن کے چھپنے کو بھی۔ یہاں چھپنے والے سیارے مراد ہیں۔

بعض کے نزدیک عام ستارے مراد ہیں جو رات کو نکلتے ہیں اور دن کو نمودار نہیں ہوتے ترجمہ ہر دو آیات کا یہ ہوگا:۔ پس میں قسم کھاتا ہوں خُنَّس کی جو الجوار اور الکنّس ہیں:

۸۱:۱۷ ــــ وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ : واؤ قسمیہ اللیل المقسم بہ۔ اِذَا ظرف زمان۔
عَسْعَسَ ماضی واحد مذکر غائب۔ عَسْعَسَۃٌ (باب فعللۃ) مصدر سے : یہ کلمہ اضداد میں سے ہے اور اس کے معنی اَقْبَلَ اور اَدْبَرَ دونوں کے ہیں یعنی رات کا اندھیرا چھاجانے کے بھی اور چھٹ جانے کے بھی۔ اور یہ کیفیت رات کی ابتدا میں بھی ہوتی ہے اور انتہا میں بھی ترجمہ ہوگا۔ اور قسم ہے رات کی جب وہ ڈھلنے لگے یا چھاجائے۔

۸۱:۱۸ ــــ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ واؤ قسمیہ ہے الصبح المقسم بہ۔ اِذَا ظرف زمان
تَنَفَّسَ ماضی واحد مذکر غائب تَنَفُّسٌ (تفعل) مصدر سے جس کا معنی سانس کی آمد و شد، مطلب ہے کہ اس نے سانس لیا۔ اس نے دم کھینچا۔ صبح کے تنفس کا مطلب ہے پو پھٹنا، قسم ہے صبح کی جب وہ سانس لے۔

۸۱:۱۹ ــــ اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ یہ جملہ ہر سہ قسم اول و دوم و سوم کا جواب ہے قسم اول، اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ۔ قسم دوم وَالَّیْلِ اِذَا عَسْعَسَ : قسم سوم وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ :۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان واحد مذکر غائب : کا مرجع قرآن حکیم ہے باقی جملہ اِنَّ کی خبر ہے، لَقَوْلُ میں لام تاکید کا ہے قَوْلُ مضاف رسول کریم موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ۔ بیشک یہ (قرآن) ایک معزز رسول کی زبانی ہے۔ رسول کریم سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو اللہ سے اس کا کلام لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے۔

۸۱:۲۰ ــــ ذِیْ قُوَّۃٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَکِیْنٍ : اس آیت اور اس سے اگلی آیت میں رسول کریم کی چند صفات بیان کی گئی ہیں کہ وہ رسول کریم بڑا طاقت ور ہے مالک عرش کی جناب میں اس کا رتبہ بڑا بلند ہے اور تمام ملائکہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور ان کی امانت میں کسی کو ادنیٰ واہمہ بھی نہیں۔

(جب لانے والا ان اوصاف عالیہ سے متصف ہو اور ان مراتب رفیعہ پر فائز ہو
تو کون یہ خیال کرسکتا ہے کہ اس نے اس کلام میں کوئی کمی بیشی کی ہوگی)

ذِیْ قُوَّۃٍ یہ رسول کریم کی دوسری صفت ہے پہلی صفت آیت سابقہ میں کَرِیْمٍ آئی ہے، رَسُوْلٍ بوجہ مضاف الیہ مجرور ہے چونکہ صفت اعراب میں اپنے موصوف کے تابع ہوتا ہے اس لئے کَرِیْمٍ مجرور آیا ہے، ذِیْ قُوَّۃٍ مضاف مضاف الیہ مل کر رسول کریم کی دوسری

صفت ہے لہذا اعراب میں اپنے موصوف رسول کے تابع ہونے کی وجہ سے مجرور ہے:
ذِی قُوَّۃٍ بڑی طاقت والا (بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کی زبانی ہے جو بڑی طاقت والا ہے۔

عِنْدَ۔ نزدیک، پاس (اس کے) ہاں۔ ظرف زمان ظرف مکان دونوں طرح آیا ہے جیسے عِنْدِیْ مَالٌ۔ (میرے پاس مال ہے) عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ: سورج طلوع ہونے کے قریب، بطور مضاف استعمال ہوتا ہے۔ عِنْدَ مضاف ذی العرش مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ، اپنے مضاف (عِنْدَ) کا۔

صاحب عرش کے نزدیک۔ مَکِیْنٍ: کَوْنٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر: عزت والا۔ مرتبہ والا (جو صاحب عرش یعنی اللہ کے نزدیک بڑی عزت اور مرتبہ والا ہے یہ رسول کی تیسری صفت ہے۔

۸۱: ۲۱ ــــ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ: اطاعۃ (افعال) مصدر سے۔ اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ (طوع مادہ) اطاعت کیا گیا۔ وہ جس کی دوسرے تابعداری کریں۔ مراد حضرت جبرائیل جو سید الملائکہ ہیں۔ اور فرشتے ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ رَسُوْلٍ کی چوتھی صفت ہے۔

ثَمَّ اسم اشارہ ہے مکان بعید کے لئے آتا ہے اور باعتبار اصل کے ظرف ہے بمعنی وہاں، وہیں۔ اس جگہ۔ ای فی السَّمٰوٰتِ آسمانوں میں (جلالین)

اَمِیْنٍ: امانت دار۔ معتبر، امن والا۔ امانۃ باب کرم مصدر سے، بمعنی امانت دار ہونا۔ امین ہونا۔ اور اَمْنٌ باب سمع مصدر بمعنی امن میں ہونا۔ مطمئن ہونا۔ محفوظ ہونا سے اسم فاعل کا صیغہ بھی ہو سکتا ہے اور اسم مفعول کا بھی کیونکہ فعیلٌ کا وزن دونوں میں مشترک ہے یہ رسول کی پانچویں صفت ہے اور وہ وہاں کا امین ہے۔ پُر اعتماد ہے۔

۸۱: ۲۲ ؛ وَمَا صَاحِبُکُمْ بِمَجْنُوْنٍ۔ اس آیت کا عطف انہ لقول رسول کریم پر ہے اور یہ بھی جواب القسم ہے۔ وھو عطف علیٰ جواب القسم (مدارک التنزیل۔ وھذا ایضا جواب القسم (جلالین)

واؤ عاطفہ ہے صَاحِبُکُمْ مضاف مضاف الیہ، تمہارا رفیق، تمہارا ساتھی، اور کُمْ ضمیر کا مرجع کفار مکہ ہیں صاحب سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

یہاں صاحب کہہ کر کفار کو اس امر پہ متنبہ کرنا ہے کہ تم ان کے ساتھ رہ چکے ہو ان کا تجربہ کر چکے ہو، ان کے ظاہر و باطن کو پہچان چکے ہو۔ پھر بھی تم نے ان میں کوئی خرابی یا دیوانگی

نہیں پائی ہے۔

کافروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا تھا اَفْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَمْ بِہٖ جِنَّۃٌ (۳۴: ۸) یا تو اس نے خدا پر جھوٹ باندھا ہے یا اسے جنون ہے، یہ آیت زیر مطالعہ اس قول کفار کا رد ہے۔

۸۱: ۲۳ — وَلَقَدْ رَاٰہُ بِالْاُفُقِ الْمُبِیْنِ: اللام جواب قسم محذوف ای و تاللہ لقد رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم جبریل بالافق المبین (تفسیر حقانی) لام جواب قسم محذوف کے لئے ہے یعنی خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل کو مطلع صاف میں دیکھا۔

رَاٰہُ میں ضمیر فاعل باتفاق علماء رسول کریم کی طرف راجع ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب یا تو ذی العرش (خدا) کی طرف راجع ہے یا رسولٍ کریم (جبریل) کی طرف راجع ہے۔

ذی العرش کا مرجع ہونے کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ہٗ کی ضمیر جبریل کی طرف راجع ہے۔

روح المعانی میں ہے:۔

ای و باللہ تعالیٰ لقد رأی صاحبکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرسول الکریم جبریل علیہ السلام علی کرسی بین السماء والارض بالصورۃ التی خلقہ اللہ تعالیٰ علیہا لہ ست مائۃ جناح:

(خدا کی قسم تمہارے رفیق رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول کریم یعنی جبریل علیہ السلام کو زمین و آسمان کے درمیان کرسی پر بیٹھے دیکھا اس صورت میں کہ جس میں خدا تعالیٰ نے اس کو پیدا کیا اس کے چھ سو پر تھے۔

بالافق المبین موصوف و صفت، روشن اُفُق، کنارۂ آسمان۔ اٰفاق جمع، اُفق اصل میں آسمان کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جہاں زمین و آسمان ملے ہوئے ہیں

بعض نے اس کے معنی مطلع آفتاب کے لئے ہیں۔ المبین ابانۃ (افعال) مصدر (بَیْنٌ مادّہ) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر بمعنی ظاہر، کھلا ہوا، ظاہر کرنے والا، مصدر تَبْیِیْنٌ (تفعیل) اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر مُبَیِّنٌ، کھول کر بیان کرنے والا، کھلا ہوا۔

ترجمہ: بے شک انہوں نے (حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس پیغامبر (حضرت جبریل علیہ السلام) کو آسمان کے روشن کنارے پر دیکھا تھا۔ یا دیکھ چکے ہیں،

فائدہ: کافروں کے دل میں شک تھا کہ اگرچہ آپ سچے ہیں اور دیوانہ بھی نہیں ہیں لیکن

ممکن ہے کہ آپ نے جبریل سے کلام نہ سنا ہو اور جبریل کو دیکھا بھی نہ ہو کوئی اور شیطان آ کر القا کر جاتا ہو اور وہ اس کو جبریل سمجھتے ہوں اُن کے اس شک کو رد کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

سورۃ النجم میں بھی اسی مضمون پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۱) مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (۲) ....

..... مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (۱۱) (۵۳: ۱ تا ۱۱)

علماء فرماتے ہیں کہ افق الاعلیٰ اور افق المبین ایک ہی جگہ ہے یعنی مشرقی کنارہ

۸۱: ۲۴ ـــــ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ: واو عاطفہ مَا نافیہ ہے ضَنِيْن، ظَنٌّ (باب ضرب، سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے بمعنی بخیل، کنجوس۔ فَيَقْصُرُ فِىْ تَبْلِيْغِهٖ (کلمات القرآن) یعنی غیب جو اس پر وحی آتی ہے اس کی تبلیغ میں وہ کسی قسم کی کوتاہی یا کمی بیشی نہیں کرتا۔ غیب کے جو حقائق بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر کھولے جاتے ہیں وہ سب کچھ تمہارے سامنے بلا کم و کاست بیان کر دیتا ہے (تفہیم القرآن)

اور وہ وحی پر بخیل نہیں کہ جو چیز ان کو وحی سے معلوم ہو وہ کسی کو نہ بتائیں نہ سکھائیں۔ (مظہری)

۸۱: ۲۵ ـــ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ اور نہ یہ (قرآن) کسی شیطان مردود کا کلام ہے کہ چوری سے سُن کر اپنے دوست کاہن کے دل میں ڈال دیا ہو۔

۸۱: ۲۶ ـــ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ۔ ف سببیہ ہے اور جملہ استفہام انکاری ہے پس تم کہاں جا رہے ہو۔

مراد یہ ہے کہ:۔

جب وحی کا بھیجنے والا برحق ہے اور وحی لانے والا صادق و امین ہے اور جس پر وحی نازل ہوئی ہے وہ وحی لانے والے کو اچھی طرح جانتا پہچانتا ہے اور وہ نہ شاعر ہے نہ مجنون ہے نہ کاہن ہے تو وہ وحی منزل من اللہ جو ایک سچا اور مستقیم راستہ بتلاتی ہے اور جسے وہ (جس پر یہ وحی نازل ہوئی ہے) بے کم و کاست اس کے ظاہر و باطن مضامین کو واضح طور پر بیان کر دیتا ہے تو وحی کے بتائے ہوئے راہِ راست کو چھوڑ کر تم اور کس راستہ پر چل پڑے ہو، ایسا نہ کرو۔

۸۱: ۲۷ ـــ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ اِنْ نافیہ بمعنی مَا هُوَ ای القراٰن اِلَّا حرف استثنا ذِكْرٌ مستثنیٰ مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو) کلام غیر موجب (جس میں نفی، نہی، یا کہ استفہام موجود ہو) لہٰذا ذِكْرٌ مرفوع آیا ہے۔

للعٰلمین میں لام تملیک کا ہے یا تخصیص کا (سارے جہان کے لئے)۔
عَالَمِیْنَ عَالَمٌ کی جمع ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام مخلوق کو خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمانوں میں ہو یا ان کے درمیان، ہمارے علم میں ہو یا باہر، اس کو عالَم کہتے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو لغات القرآن جلد پنجم زیر لفظ عالمین)

ترجمہ ہوگا:۔
نہیں ہے یہ (قرآن) مگر نصیحت اہل جہاں کے لئے۔
ذِکْرٌ، ذکر، پند و نصیحت، بیان، یادداشت۔

۸۱: ۲۸ — لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ: یہ جملہ العٰلمین سے بدل ہے اَنْ مصدریہ ہے۔ يَسْتَقِيْمَ: بتاویل مصدر شَآءَ کا مفعول ہے:

ای لمن شاء منکم الاستقامۃ تم میں سے ان کے لئے جو استقامت کا خواستگار ہو یہ قرآن نصیحت ہے۔

یستقیم مضارع منصوب (بوجہ عمل اَنْ) واحد مذکر غائب استقامۃ (استفعال) مصدر سے۔ سیدھا چلنا، راہ مستقیم پر چلنا، راہ راست پر چلنا اور اس پر ثابت قدم رہنا: چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ (۴۱: ۳۰) جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر اس پر قائم رہے۔

صحیح مسلم میں ہے:۔
سفیان بن عبد اللہ ثقفی نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اسلام کی کوئی ایسی بات کہہ دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے اس کے متعلق کسی سے نہ پوچھنا پڑے۔ فرمایا۔ کہو اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمْ۔ کہ میں خدا پر ایمان لایا اور پھر اس پر ثابت قدم رہ۔

یہ ق و م سے مشتق ہے اس مادہ سے کثیر التعداد مشتقات مختلف المعانی میں مستعمل ہے:

۸۱: ۲۹ — وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ مَا نافیہ ہے۔ تَشَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر، مَشِيْئَةٌ (باب فتح) مصدر (ش ی ء مادہ) مَا تَشَآءُوْنَ تم نہیں چاہو گے۔ یا نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے اَنْ مصدریہ ہے

ای الّاَ بمشیۃ اللہ تعالیٰ۔

رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ مضاف مضاف الیہ، جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ یہ جملہ معترضہ تذییلی ہے۔ اللہ کی بڑائی کے لئے لایا گیا ہے۔

صاحبِ تفسیر ضیاء القرآن رقمطراز ہیں:۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ تم از خود اس کی خواہش بھی نہیں کر سکتے جب تک کہ توفیق الٰہی دست گیری نہ کرے فہم و خرد کے سارے چراغ بجھے رہتے ہیں۔ راہِ راست پر ایک قدم بھی نہیں اٹھ سکتا۔ اور جب اس کی نظرِ لطف چارہ سازی کرتی ہے تو سب حجاب اُٹھ جاتے ہیں اور ساری رو کاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان پوری یکسوئی کے ساتھ اس منزل کی طرف رواں دواں ہو جاتا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۸۲) سورۃ الانفطار مکیّۃ (۱۹)

۸۲:۱ — اِذَا، جب، ناگہاں، جب، اس وقت۔ ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے۔ کبھی زمانہ ماضی کے لئے بھی آتا ہے جیسے وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَۃً اَوۡ لَھۡوَا ن انۡفَضُّوۡا اِلَیۡھَا (۶۲:۱۱) اور بعض لوگوں نے جب دیکھا کسی تجارت یا تماشا کو تو بکھر گئے اس طرف۔ اگر قسم کے بعد واقع ہو تو محض زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے وَالنَّجۡمِ اِذَا ھَوٰی (۵۳:۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے۔

اِذَا اکثر و بیشتر شرط ہوتا ہے مگر مفاجات (کسی چیز کے اچانک پیش آجانے) کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے یہاں اس آیت میں بمعنی جب (شرطیہ) مستعمل ہے۔

اِنۡفَطَرَتۡ: ماضی واحد مؤنث غائب انفطار (انفعال) مصدر سے۔ وہ پھٹ گئی وہ چیر گئی۔ یہاں ماضی بمعنی مستقبل آیا ہے، جب آسمان پھٹ جائے گا۔

۸۲:۲ — وَاِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ: اِنۡتَثَرَتۡ اِنۡتِثَارٌ (افتعال) مصدر سے واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے مادہ ن ث ر سے۔ بمعنی جھڑ جانا۔ بکھر جانا۔ پراگندہ ہونا۔ نَثَرٌ ضد ہے نَظۡمٌ کی۔

کَوَاکِبُ جمع ہے کوکب کی بمعنی ستارے۔ اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔

۸۲:۳ — وَاِذَا الۡبِحَارُ فُجِّرَتۡ۔ البحار جمع بَحۡرٌ کی بمعنی دریا، سمندر، بحر اصل میں اس وسیع مقام کا نام ہے جہاں بہت کثرت سے پانی ہو اور اسی اعتبار سے سمندر کو بحر کہتے ہیں۔ سمندر میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک پانی کی کثرت و وسعت اور دوسرے نمکینی اور کھاراپن انہی دونوں مفہوموں کے لحاظ سے کبھی بحر کا استعمال کسی چیز کی زیادتی اور وسعت کے متعلق ہوتا ہے اور کبھی ملاحت اور نمکینی کے سلسلہ میں۔

فُجِّرَتۡ: ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب تفجیر (تفعیل) مصدر سے:

بمعنی پھاڑ دیئے جائیں گے یعنی ایک کا دہانہ دوسرے کی طرف کھول دیا جائے گا اور سب سمندر آپس میں مل جائیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا (۱۷: ۹۱) اور پھاڑ نکالے (بہادیوے) تو اس کے بیچ میں نہریں بافراط۔

۸۲: ۴ — وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ. بُعْثِرَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب بَعْثَرَةٌ (فعلل۔ رباعی مجرد) مصدر سے، بمعنی الٹ پلٹ کرنا، بکھیرنا۔ سامان کو الٹنا پلٹنا۔ جن علماء کی رائے ہے کہ رباعی وخماسی دو ثلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعْثِرَ۔ بُعِثَ اور اُثِيْرَ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بعثرة میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں پس جس طرح بَسْمَلَ (اس نے بسم اللہ پڑھی) اور هَلَّلَ (اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھا) بنا ہے اسی طرح لفظ بَعْثَرَةٌ بَعَثَ اور اِثَارَةٌ سے بن گیا ہے۔

جب قبریں زیروزبر کردی جائیں گی یعنی مُردوں کو ازسرنو زندہ کرکے قبروں سے اٹھایا جائے گا۔

۸۲: ۵ — عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ یہ جملہ ہائے شرطیہ مذکورہ آیت نمبرا تا ۴ کا جواب شرط ہے۔

مَا موصولہ ہے قَدَّمَتْ ماضی صیغہ واحد مؤنث غائب تَقْدِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے جو اس نے آگے بھیجا۔

اَخَّرَتْ ماضی واحد مؤنث غائب تَاْخِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ (جو) اس نے پیچھے چھوڑا

صاحب تفہیم القرآن اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

ان الفاظ کے کئی مفہوم ہو سکتے ہیں۔ اور وہ سب ہی یہاں مراد ہیں۔

۱:۔ جو اچھا یا برا عمل آدمی نے کرکے آگے بھیج دیا۔ وہ مَا قَدَّمَتْ ہے اور جس کے کرنے سے وہ باز رہا وہ مَا اَخَّرَتْ ہے۔

۲:۔ جو کچھ پہلے کیا وہ ما قدمت ہے اور جو کچھ بعد میں کیا وہ ما اخرت ہے یعنی آدمی کا پورا نامۂ اعمال ترتیب وار و تاریخ وار اس کے سامنے آجائے گا۔

۳:۔ جو اچھے یا برے اعمال آدمی نے اپنی زندگی میں کئے وہ ما قدمت ہیں اور ان اعمال کے جو آثار و نتائج وہ انسانی معاشرے میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا وہ ما اخرت ہیں۔

۶:۸۲ ـــ يَاَيُّهَا الْاِنْسَانُ يا حرف ندا بمعنی اے ۔ ایُّ بحالت ندا۔ منادیٰ معرف باللام کو حرف ندا۔ سے ملاتا ہے ھَا حرف تنبیہ ہے جو ایُّ اور اپنے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے استعمال ہوتا ہے (یہی عمل یاایتھا میں ہے)

اَلْاِنْسَانُ منادیٰ۔ اس سے کس کو خطاب ہے اس میں مختلف اقوال ہیں :۔

۱:۔ انسان سے مراد کافر ہے کیونکہ وہی قیامت کا منکر ہے۔ قیل الخطاب لمنکری البعث : (مدارک التنزیل) خطاب منکرین بعث سے ہے ۔

۲:۔ عطا فرماتے ہیں کہ یہ ولید بن مغیرہ کے حق میں ہے ۔

۳:۔ کلبی اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ ابن الاسد بن کلدہ بن اسید کافر کے حق میں ہے کہ اس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کی مگر اس پر خدا نے دنیا میں اس کو سزا نہ دی جس پر وہ اور بھی اترا گیا تب یہ آیت نازل ہوئی ۔

۴:۔ اور دیگر علماء فرماتے ہیں کہ یہ کافر اور گنہگار مومنوں سب کو شامل ہے، مومن ہی سہی لیکن جب وہ ایک گناہ کرتا ہے اور باز نہیں آتا تو گویا اس کا حال سزا اور جزا کا برپا ہونا نہیں مانتا اور سزا کا اندیشہ دل میں نہیں۔ اور یہ اندیشہ نہ ہونا غرور اور عدالت آسمانی کا انکار ہے ۔ (تفسیر حقانی)

مَا غَرَّكَ : مَا استفہامیہ ہے غَرَّ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب غُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر بمعنی فریب دینا۔ بہکانا، غرور کرنا۔ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر، کس چیز نے تجھے بہکایا، غرور میں ڈالا۔ دھوکہ میں رکھا۔ غافل کیا۔

بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ : ب حرف جر بمعنی عَنْ ۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ الکریم صفت رب کی۔ بمعنی بزرگ، بڑی عزت والا۔ مخلوق پر احسان وکرم کرنے والا۔ مسلسل و لگاتار نعمتوں سے نوازنے والا۔ صیغہ واحد مذکر صفت مشبہ ہے ۔

ترجمہ ہوگا :۔

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کے بارے میں غرور میں رکھا :

۷:۸۲ ـــ اَلَّذِيْ خَلَقَكَ ۔ الذی اسم موصول خَلَقَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ اس کا صلہ ۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ جس نے تجھے پیدا کیا۔ یہ رب کی صفت ثانیہ ہے یا الکریم صفت ہے رب کی ۔ اور اَلَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ فِيْ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ اس کی کرم نوازیاں ہیں ۔

فَسَوّٰىكَ فَ عاطفہ ہے اور سَوّٰىكَ کا عطف خلقك پر ہے پھر اس نے تجھ کو برابر کیا پورا پورا بنایا۔ سَوّٰى تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب (س و ی مادہ) تسویہ کے معنی کسی چیز کے پستی یا بلندی میں برابر بنانے کے ہیں۔

یہاں مطلب یہ ہے کہ اس نے تمہارے اعضاء کو درست بنایا اور اس قابل کر دیا کہ وہ اپنے اپنے فرائض بخوبی ادا کر سکیں۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

فَعَدَلَكَ: فَ عاطفہ ہے اس کا عطف خَلَقَكَ پر ہے عَدَلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ عَدْلٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے جس کے معنی ہیں برابر کرنا۔ لوٹنا، پھرنا۔

ابو علی فارسی کہتے ہیں کہ عَدَلَكَ کے معنی ہیں کہ تیرے بعض اعضاء کو بعض اعضاء کے ساتھ اس طرح برابر کر دیا کہ سب میں اعتدال آگیا۔

۸۲: ۸ — فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ۔ یہ کلام عَدَلَكَ کا بیان ہے اس لئے اس کو کسی کی طرف معطوف نہیں کیا گیا اور دونوں جملوں کے درمیان حرف عطف نہیں لایا گیا۔

صُوْرَةٍ میں تنوین تنکیر ہے اور تنکیر کی تاکید میں مَا کو لایا گیا ہے اور اس جگہ تنکیر مفید تکثیر ہے یعنی جس جس صورت میں چاہا تمہیں جوڑ دیا۔

الذی سے لے کر رَكَّبَكَ تک پورا کلام رَبِّكَ کی دوسری صفت ہے جس سے رب کی ربوبیت کا ثبوت اور کریم کے کرم کی وضاحت ہو رہی ہے اور اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ جو خدا اول تخلیق میں ایسے ایسے کام کر سکتا ہے وہ دوسری تخلیق پر بھی قادر ہے اس سے ممانعت کفران کی تاکید اور غرور و کفران پر زجر کرنی بھی مقصود ہے کیونکہ جس کی شان ایسی ہو اس کی ناشکری جائز نہیں۔ (تفسیر مظہری)

۸۲: ۹ — كَلَّا۔ یہ اللہ کے کرم سے فریب خوردہ ہونے سے باز داشت ہے (تفسیر مظہری) یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنی کرم نوازی سے ہماری لغزشوں کی سزا فوری نہیں دیتا اور اپنی نعمتیں باوجود ہماری ناشکری کے اور غرور کے پیہم جاری و ساری رکھتا ہے تو ہمیں کسی قسم کے غرور یا دھوکہ میں مبتلاء نہیں ہونا چاہئے۔

صاحب تفسیر حقانی اس کی تشریح کچھ یوں فرماتے ہیں:۔

کہ کیا جس انسان کو رب کریم نے یہ کچھ دیا یہ اس کے مقابلہ میں شکر گذاری کرتا ہے؟ كَلَّا ہرگز نہیں (مزید ملاحظہ ہو ۷۴: ۳۲)

— بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ، بَلْ حرفِ اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی

تصحیح کے لئے آیا ہے۔ یعنی رب کریم کی کرم نوازیوں کا شکر بجالانا تو کجا بلکہ تم لوگ تو (اے السان) دین کی تکذیب کرتے ہو۔

الدین سے مراد ہے اسلام یا جزار وسزا۔ دین۔ دَانَ یَدِیْنُ (باب ضرب کا مصدر ہے۔

۸۲: ۱۰ — وَ اِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ واؤ حالیہ اِنَّ حرف تحقیق بمعنی بے شک، یقینا۔ لَحٰفِظِیْنَ میں لام تاکید کا ہے۔ حافظین، حِفْظٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب، حفاظت کرنے والے۔ نگہبان یہ جملہ حالیہ ہے اور تکذبون کے فاعل سے حال ہے۔

کِرَامًا۔ کَاتِبِیْنَ۔ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ، صفات ہیں حٰفِظِیْنَ کی۔

۸۲: ۱۱ — کِرَامًا بزرگ، عزت والے، باوقار لوگ، کَرِیْمٌ واحد۔

کَاتِبِیْنَ کتابۃ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، بزرگ اور معزز لکھنے والے اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کی حفاظت اور اس کے اعمال واقوال کی کتابت پر مامور ہیں۔

۸۲: ۱۲ — یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ: مَا موصولہ ہے وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو۔

صاحب تفسیر ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔

ان کا علم ادھورا اور ان کی معلومات ناقص نہیں تمہاری ہر بات تمہارا ہر کام بلکہ اس کے پس پردہ تمہارے جو جذبات اور نیتیں ہیں وہ ان سے بھی باخبر ہیں۔ تم غور کرو کہ ایسے غیر جانبدار، دیانت دار اور ہر بات سے خبردار تمہارے اعمال کا جو ریکارڈ تیار کریں گے اس کو تم کس طرح جھٹلاؤ گے:

۸۲: ۱۳ — اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق، الْاَبْرَارَ اس کا اسم فِیْ نَعِیْمٍ اس کی خبر۔ الْاَبْرَارَ بَرٌّ و بَارٌّ کی جمع۔ نیک آدمی، نیک لوگ،،

البَرُّ یہ بَحْرٌ کی ضد ہے (اور اس کے معنی خشکی کے ہیں) پھر معنی وسعت کے اعتبار سے البِرُّ کا لفظ مشتق کیا گیا۔ جس کے معنی وسیع پیمانے پر نیکی کرنے کے ہیں۔

پھر اس کی نسبت کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے جیسے اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ (۵۲: ۲۸) بے شک وہ احسان کرنے والا مہربان ہے اور کبھی بندہ کی طرف جیسے بَرَّ الْعَبْدُ رَبَّهٗ۔ بندہ نے اپنے رب کی خوب اطاعت کی۔

اَلْبِرُّ نیکی دو قسم پر ہے: اعتقادی، عملی، آیت کریمہ لَیْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا

وُجُوْهَکُمْ .... (۲: ۱۷۷) دونوں قسم کی نیکیوں کے بیان پر مشتمل ہے،
بِرُّ الْوَالِدَیْنِ کے معنی ماں باپ کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ اور احسان کرنا جیسے وَ
جَعَلَنِیْ، بَرًّا م بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا (۱۹: ۳۲) اور مجھے اپنی ماں کے ساتھ
نیک سلوک کرنے والا بنایا ہے) اور سرکش و بدبخت نہیں بنایا۔
نَعِیْمٍ اسم نکرہ مجرور۔ نعمت، راحت، عیش،
ترجمہ:۔ بے شک نیک لوگ عیش و آرام میں ہوں گے۔
۸۲: ۱۴ ـــ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ: جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملے
الحفظ۔ الکتاب من الثواب والعذاب کے نتیجے کا بیان ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلْفُجَّارَ
اسم اِنَّ لَفِیْ جَحِیْمٍ: خبر اِنَّ، اور بدکار لوگ دوزخ میں ہوں گے۔
الفجار۔ فاجر کی جمع فجور (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، فَاجِرٌ دین کا
پردہ پھاڑنے والا۔ علی الاعلان گناہ کرنے والا۔ حق سے انحراف کرنے والا۔
الفجر کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور شق کر دینا۔ صبح کو فجر اس واسطے کہا
جاتا ہے کہ صبح کی روشنی رات کی تاریکی کو پھاڑ کر نمودار ہوتی ہے (نیز ملاحظہ ہو ۸۲: ۳)
جَحِیْمٍ دوزخ، سخت بھڑکتی ہوئی آگ،
۸۲: ۱۵ ـــ یَصْلَوْنَهَا یَوْمَ الدِّیْنِ: یہ جملہ یا تو الجحیم کی صفت ہے یا جملہ مستانفہ
ہے۔ سوال مقدر کا جواب ہے۔ جیسے کہا جائے مَا حَالُھُمْ (ان کا کیا حال ہوگا؟) جواب ہوگا: یَصْلَوْنَهَا
یَوْمَ الدِّیْنِ (روز جزاء کو وہ اس میں داخل ہوں گے) تفسیر حقانی)
یَصْلَوْنَ مضارع جمع کا صیغہ جمع مذکر غائب ضمیر فاعل کا مرجع الفجار ہے صَلْیٌ
(باب ضرب) مصدر بمعنی بھوننا۔ آگ میں پھینکنا، بدخواہی کرنا۔ ہلاکت میں ڈالنا۔ دھوکہ دینا
خوشامد کرنا۔ داخل کرنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الجحیم ہے
فجار دوزخ میں داخل ہوں گے۔
یَوْمَ مفعول فیہ اور مضاف ہے الدّین مضاف الیہ، روز جزا کو، قیامت کے دن۔
۸۲: ۱۶ ـــ وَمَا ھُمْ عَنْهَا بِغَائِبِیْنَ یہ جملہ بھی جحیم کی صفت ہے (تفسیر حقانی)
ایسا دوزخ جس سے وہ کبھی باہر نہ نکلیں گے۔
مَا نافیہ۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الجحیم ہے۔ غَائِبِیْنَ غِیَابٌ
(باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ غائب ہونے والے، چھپ جانے والے۔

پوشیدہ ہونے والے، ھُمْ ضمیر جمع مذکر غائب فجار کے لئے ہے۔ اور وہ فاجر لوگ کبھی دوزخ سے غائب نہ ہوں گے۔ یعنی ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ ھُمْ ضمیر الفجار کی طرف راجع ہے اس میں الف لام عہد کا ہے اور معہود وہی فجار ہوں گے جو یوم دین کی تکذیب کرتے ہیں یعنی کافر۔ (تفسیر مظہری)

۸۲: ۱۷ — وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ اور تجھے کیا پتہ کہ یوم الدین کیا ہے (اور تجھے کیا معلوم کہ روز جزا کیا ہے) مَا استفہامیہ ہے اَدْرٰى ماضی واحد مذکر غائب۔ اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے بمعنی خبردار کرنا، بتانا، واقف کرنا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر یَوْمُ الدِّیْن مضاف مضاف الیہ، جزار کا دن، روز جزار۔

۸۲: ۱۸ — ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ پھر تجھے کیا معلوم کہ روز جزار کیا ہے! ثُمَّ حرف عطف بمعنی پھر۔۔ دوہرے دوہرے سوالات عربی اسلوب بلاغت وخطابت کے مطابق اہمیت خصوصی کے اظہار کے لئے ہیں۔ (تفسیر ماجدی)

یوم الدین کی عظمت شان کو مؤکد کرنے کے لئے جملہ کی تکرار کی گئی ہے (تفسیر مظہری)

۸۲: ۱۹ — يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا؛ يَوْمَ بر قرات ابن کثیر و ابو عمرو مَا يَوْمُ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا ھُوَ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔

اور بر قراتِ جمہور يَصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ میں يَوْمَ الدِّيْنِ سے بدل ہے یا فعل محذوف کا ظرف ہے۔ یعنی دونوں فریقوں کو اس روز بدلہ ملیگا جبکہ کوئی کسی کے کام کچھ بھی نہ آئے گا۔ یا اُذْكُرْ فعل محذوف ہے یعنی اس روز کو یاد کر جبکہ کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا۔

یہ لفظ محل رفع میں ہے۔ لیکن چونکہ اس کی اضافت غیر متمکن کی طرف ہو رہی ہے اس لئے منصوب پڑھا جاتا ہے لِنَفْسٍ میں نفس سے مراد کافر ہے۔ (کذا قال مقاتل) (تفسیر مظہری)

وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ط واو عاطفہ اَلْاَمْرُ مبتدا، لِلّٰهِ خبر، يَوْمَئِذٍ يَوْمَ اسم ظرف منصوب اِذٍ مضاف الیہ متعلق بہ خبر۔

اَمْرٌ کام، معاملہ، حالت، حکم، اَمْر کا لفظ تمام اقوال وافعال کے لئے عام ہے جیسے وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ (۱۱: ۱۲۳) اور تمام امور کا مرجع اسی کی طرف ہے۔

اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :۔
۱۔ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (۴۰: ۱۶) آج کس کی بادشاہی ہے؟ خدا کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔
۲۔ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (۲۵: ۲۶) اس دن سچی بادشاہی خدا ہی کی ہوگی۔
۳۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (۱: ۳) انصاف کے دن کا حاکم ۔ وغیرہ ذٰلک ،
مطلب سب کا یہی ہے کہ ملک و ملکیت اس دن صرف خدائے واحد و قہار و رحمٰن ہی کی ہوگی گو آج بھی اسی کی ملکیت ہے وہی تنہا مالک ہے اسی کا حکم چلتا ہے مگر اُس دن وہاں تو کوئی ظاہر داری حکومت اور ملکیت اور امر والا بھی نہ ہوگا ۔

....

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۸۳) سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ (۳۶)

۸۳: ۱ — وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ہ مُطَفِّفِيْنَ۔ کے لئے ویل ہے۔ وَيْل بمعنی ہلاکت عذاب، دوزخ کی ایک وادی، عذاب کی شدت،

وَيْلٌ کے کئی معانی ہیں۔

ا۔ شر اور بدی میں داخل ہونا۔ دردمند کرنا۔ مصیبت زدہ بنانا۔ (ان معانی میں ویل مصدر ہے) افسوس، سختی، کلمہ وعید وزجر، کلمۂ عذاب، عذاب، جہنم کی ایک وادی کا نام، جہنم کے ایک کنویں کا نام، جہنم کے ایک دروازہ کا نام، کلمۂ حسرت و ندامت،

وَيْلَةٌ رسوائی۔ تباہی،۔

وَيْلٌ یا وَيْلَةٌ کی اضافت اگر ضمیر کی جانب ہو تو غیبت اور خطاب اور تکلم کی علامات بدلتی رہتی ہیں اور وَيْل پر ہمیشہ نصب رہتا ہے۔

ہاں یاء متکلم کی جانب اضافت ہو تو یاء کی وجہ سے مجبورًا ویل کے لام کو کسرہ دیا جاتا ہے۔ نصب کی وجہ علماء نے یہ فرض کی ہے کہ ویل اور ویلۃ بصورت اضافت فعل محذوف کے مصدر (یعنی مفعول مطلق) ہوتے ہیں۔

المطففین۔ تطفیف (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ تول ناپ میں کم دینے والے۔ طفیف تھوڑی چیز، طُفَافَةٌ ناقابل اعتناء چیز۔

حقوق العباد میں جان بوجھ کر، دیدہ دانستہ کمی بیشی کرنا۔ عربی میں اسے تطفیف کہتے ہیں اور اس کے مرتکب کو مطفف خصوصًا لین دین میں زیادہ لینا اور کم دینا تول یا پیمانہ کے ذریعہ سے :

علامہ قشیری رح اور دیگر بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ لفظ (تطفیف) کثیر المعانی ہے پیمائش در تول کی خیانت کو بھی شامل ہے اور اس کے علاوہ ہر قسم کی خیانت اور خست کو بھی۔ آپس کے معاملات میں بھی اور اللہ تعالیٰ کے معاملات میں بھی۔

وَیْلٌ مبتدا اور مطففین اس کی خبر ہے۔

۲:۸۳ — اَلَّذِیْنَ اِذَا اکْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ یَسْتَوْفُوْنَ: یہ جملہ مطففین کی صفت ہے۔ یہ لوگ مطففین وہ ہیں کہ اگر لوگوں سے اپنا حق ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا ناپتے ہیں۔ اِکْتَالُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِکْتِیَالٌ (افتعال) مصدر سے۔ جب وہ پیمانہ سے ناپ کر لیتے ہیں اکتیال کے معنی ہیں پیمانہ سے تول کر لینا۔ اَلْکَیْلُ (باب ضرب) غلہ ناپنا، تولنا۔ کَیْلَ بَعِیْرٍ (۱۲: ۶۵) اونٹ کے بوجھ کے برابر غلہ۔ مکیال المطر بارش ماپنے کا آلہ۔

عَلَى النَّاسِ (جو ان کا حق لوگوں کے ذمہ ہے) بجائے مِنَ النَّاسِ (لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں) کے بجائے علی الناس (لوگوں پر) فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ علی الناس کہنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں پر ان کا جو حق ہوتا ہے اس کو وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ لوگوں پر اپنا حق ٹھونس کر وصول کرتے ہیں۔

یَسْتَوْفُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب استیفاء (استفعال) مصدر سے۔ وہ پورا پورا لیتے ہیں۔ وف ی مادہ الوافی مکمل اور پوری چیز کو کہتے ہیں۔ اَوْفٰی (وَفَاءٌ باب ضرب) بِعَھْدِہٖ یعنی اس نے عہد و پیمان کو پورا کیا۔ لیکن قرآن حکیم میں اَوْفٰی (افعال) سے استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے اَوْفُوْا بِعَھْدِیْ اُوْفِ بِعَھْدِکُمْ (۲: ۴۰) تم اس اقرار کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا تھا۔ اور میں اس اقرار کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

جو جب لوگوں سے اپنا حق لیتے ہیں تو ٹھوک بجا کر پورا پورا ناپ لیتے ہیں۔

۳:۸۳ — وَاِذَا کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ یُخْسِرُوْنَ اِذَا ظرف زمان ہے بمعنی جب۔

کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ اصل میں کَالُوْا لَھُمْ اَوْ وَزَنُوْا لَھُمْ تھا۔ دونوں میں حرف جار محذوف ہے۔

کَالُوْا ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب کَیْلٌ (باب ضرب) مصدر

ناپنا۔ تولنا۔ لَهُمْ ان کے لئے۔

یعنی جب دوسروں کو تول کر یا ناپ کر دیتے ہیں (ان کے لئے تولتے ہیں) اَوْ حرف عطف وَزَنُوْا ماضی جمع مذکر غائب وَزْنٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ یا ان کو وزن کرکے دیتے ہیں۔

يُخْسِرُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب اِخْسَارٌ (افعال) مصدر (تو) کمی کردیتے ہیں۔ یعنی کم دیتے ہیں۔

۸۳: ۴ — اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ۔ جملہ مستانفہ ہے ہمزہ استفہامیہ اور لَا نافیہ ہے۔ اور يَظُنُّ کے ساتھ مل کر اسے مضارع منفی بناتا ہے لَا يَظُنُّ مضارع منفی واحد مذکر بمعنی جمع مذکر غائب ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے بمعنی یقین کرنا۔ گمان کرنا۔

اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر لَا يَظُنُّ کا فاعل۔ اس کا مشار الیہ المطففین ہے۔ اَنَّهُمْ میں اَنَّ حرف مشبہ بالفعل هُمْ اسم اِنَّ۔ مَبْعُوْثُوْنَ اس کی خبر۔ مَبْعُوْثُوْنَ بعث (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول جمع مذکر کا صیغہ ہے۔ دوبارہ زندہ کرکے اٹھائے جانیوالے۔ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مفعول ہے يَظُنُّ کا۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا وہ (ڈنڈی مار۔ ناپ تول میں کمی کرنے والے) خیال (بھی) نہیں کرتے کہ وہ دوبارہ زندہ کرکے (قبروں سے) اٹھائے جائیں گے۔

۸۳: ۵ — لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ۔ لام علت کا ہے۔ یعنی یوم عظیم کے حساب کے لئے۔ یا ظرفیہ بمعنی فِیْ ہے یعنی یوم عظیم میں۔ روز قیامت کو یوم عظیم اس لئے قرار دیا کہ اس دن کے واقعات عظیم ہوں گے۔ يَوْمٍ عَظِيْمٍ موصوف صفت، عظیم دن، ایک بڑا دن۔

۸۳: ۶ — يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یہ يَوْمٍ عَظِيْمٍ سے بدل ہے اور غیر متمکن کی طرف اضافت کی وجہ سے مفتوح ہے یعنی وہ دن جس دن لوگ رب العلمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (مظہری) یعنی اپنے اعمال کی جواب دہی کے لئے اس کے حضور کھڑے ہوں گے۔

۸۳: ۷ — كَلَّا: کلمہ ردع و تنبیہ ہے ای لیس الامر کما زعمتم انہ لاحساب ولاجزاء۔ بات یہ نہیں جیسے تم خیال کرتے ہو کہ کوئی حساب وجزاء نہ ہوگی:

تفسیر مظہری میں ہے۔
کَلَّآ یہ بجائے خود پورا کلام ہے۔ اور تطفیف مذکور سے بازداشت ہے۔
امام حسن بصری رح نے فرمایا۔
کَلَّآ اس جگہ ابتدائیہ ہے بعد والے کلام سے اس کا ربط ہے اور حَقًّا (یقینًا) کا ہم معنی ہے۔

اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ كِتٰبَ الْفُجَّارِ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ لَفِيْ سِجِّيْنٍ اس کی خبر۔ تحقیق فجار کی کتاب سجین میں ہوگی۔
کتاب سے مراد نامۂ اعمال ہے جو کراماً کاتبین اس کام کے لئے ہر شخص پر متعین ہیں اور ہر وقت تیار کرتے رہتے ہیں۔

اَلْفُجَّار۔ فُجُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے الفجر کے معنی ہیں کسی چیز کو وسیع طور پر پھاڑنا۔ اور فُجُوْر کے معنی ہیں دین کی پردہ دری کرنا۔ یعنی کہ نافرمانی کرنا۔ فَاجِرٌ بمعنی بدکار۔ مُفْرَد ہے۔

سِجِّيْنٍ۔ سِجْنٌ سے مشتق ہے سجن کا معنی ہے۔ حبس۔ قید۔ قاموس میں ہے کہ سجین بروزن سکّین، دوامی سخت قید، اخفش نے کہا کہ سِجِّيْن سجن سے بروزن فِعِّيْلٌ ہے جیسے شِرِّيْبٌ (بہت پینے والا) فِسِّيْقٌ (بڑا فاسق) ایسے ہی سجّین (سخت قید) عکرمہ نے کہا کہ سجّین سے مراد ہے ذلت اور گمراہی حقیقت میں فجار کے مندرجہ کتاب اعمال ان کی قید، ذلت اور گمراہی کے موجب ہیں (یعنی اپنے اعمال کی وجہ سے کافر قید اور گمراہی میں ہوں گے) مگر مجازًا کتب کو قید اور ذلت میں قرار دیا۔
احادیث اور آثار میں سے ظاہر ہے کہ سجین اس مقام کا نام ہے جہاں کفار کا رجسٹر ہے، سجین کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ کافروں کی روحیں بند کردی جاتی ہیں۔ (تفسیر مظہری)

٨٣ : ٨ ـــ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ: اور تمہیں کیا معلوم (یا تمہیں کون چیز سمجھائے) کہ سجّین کیا ہے یہ استفہام سجین کی عظمت اور ہولناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔
الکشاف میں سجین کی تشریح یوں کی گئی ہے کتاب جامع ھو دیوان الشرّدوّن اللّٰہ فیہ اعمال الشیاطین واعمال الکفرۃ والفسقۃ من الجن والانس وھو کتاب مرقوم بین الکتابۃ۔ یہ ایک جامع کتاب ہے جو ایک دیوان (رجسٹر) ہے (فجار کی برائیوں کا) جسے اللہ نے ترتیب دے رکھا ہے اور جس میں جنّ وانس کے شیاطین کفار اور فاسق لوگوں کے اعمال

درج ہیں ۔ وہ واضح تحریر کی ایک کتاب ہے ۔

صاحب تفہیم القرآن فرماتے ہیں :۔

اصل میں لفظ سجین استعمال ہوا ہے جو سجن (جیل یا قیدخانہ) سے ماخوذ ہے اور آگے اس کی جو تشریح کی گئی ہے اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ رجسٹر ہے جو سزا کے مستحق لوگوں کے اعمال نامے درج کئے جاتے ہیں (تفہیم القرآن)

مولانا عبد الحق دہلوی رح اپنی تفسیر حقانی میں فرماتے ہیں کہ :۔

سجین مجرموں کا ایک قیدخانہ عالم سفلی میں ہے وہاں دفتر ہے جیسا کہ جیل خانوں میں دفتر ہوتا ہے کہ جب کوئی قیدی آتا ہے تو اس کا اس میں نام لکھ لیا جاتا ہے اس لحاظ سے اس سجین کو دفتر کی جگہ کہنا نامناسب نہیں اور ہے دراصل یہ قیدخانہ ۔

اور علیین جس کا ذکر اگلی آیتوں میں آتا ہے یہ عالم بالا میں ایک پُر فضا مقام اور فرحت کی جگہ ہے قیامت تک بد لوگ سجین میں پھر جہنم میں اور نیک لوگ علیین میں پھر جنت میں رہیں گے ۔ سجین جہنم کا ابتدائی طبقہ ہے اور علیین جنت کا ابتدائی مقام ہے ۔

علامہ پانی پتی فرماتے ہیں :۔

(میرے نزدیک) ظاہر یہ ہے کہ سجین کافروں کے روحوں کی قرارگاہ بھی ہے اور ان کے اعمالناموں کا گودام بھی ہے اور کلام میں ایک لفظ محذوف ہے یا تو ما سجین اصل میں ما کتٰبُ سجین تھا ۔ یا کتٰبٌ مرقوم اصل میں محلّہٗ کتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ تھا ۔

۸۳ : ۹ ـــــ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۔ موصوف و صفت ، سجین بمعنی کتاب جامع (رجسٹر ، دیوان) کی تشریح ہے ۔

مَرْقُوْمٌ : رَقْمٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ، لکھا ہوا ۔ جلی خط سے لکھا ہوا ۔ (نیز ملاحظہ ہو ۸۳ : ۸ متذکرہ بالا) یعنی سجین کیا ہے ایک تحریر کردہ شدہ دفتر ایک لکھی ہوئی کتاب !

۸۳ : ۱۰ ـــــ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۔ حق کو جھٹلانے والوں کے لئے اس دن بربادی (خرابی) ہوگی (نیز ملاحظہ ہو ۷۷ : ۱۵)

۸۳ : ۱۱ ـــــ اَلَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۔ جملہ المکذبین (آیت نمبر ۱۰ مذکورہ بالا) سے بدل ہے یا اس کی صفت ذم ہے ۔ (ان مکذبین کی خرابی ہوگی) جو روز انصاف کو جھٹلاتے ہیں ۔

۸۳: ۱۲ ـــــ وَ مَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ واؤ عاطفہ مَا نافیہ یکذب مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب، تکذیب (تفعیل) مصدر سے بِہٖ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع یوم الدین ہے۔

اِلَّا کے متعلق علامہ سیوطی الاتقان فی علوم القرآن میں رقمطراز ہیں:

الرُّمانی نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اِلَّا کے وہ معنی جو اسے لازم ہیں یہ ہیں کہ وہ جس چیز کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے دوسری چیزوں کو چھوڑ کر اسی کا ہو رہتا ہے مثلاً اگر تم کہو کہ جَآءَ فِي الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا تو اس کلام میں تم نے زید کو نہ آنے کے ساتھ مخصوص کر دیا اور اگر کہا جائے کہ مَاجَآءَنِيْ اِلَّا زَيْدٌ تو اس مثال میں زید ہی آنے کے لئے خاص ہو گیا۔ اسی طرح وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖۤ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ میں مُعْتَدٍ تکذیب کے لئے خاص ہو گیا یعنی صرف مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ہی یوم الدین کی تکذیب کرتے ہیں۔

كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ میں كُلُّ مضاف مُعْتَدٍ موصوف اَثِيْمٍ صفت، موصوف اور صفت مل کر مضاف الیہ۔

مُعْتَدٍ اِعْتِدَاءٌ (افتعال) مصدر سے: اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ حد سے آگے بڑھنے والا۔ حدودِ حق سے ہٹ جانے والا۔ تجاوز کرنے والا۔ اَثِيْمٍ۔ اِثْمٌ سے (باب سمع) صفت کا صیغہ واحد مذکر ہے۔

علامہ پانی پتی لکھتے ہیں:

یعنی یوم الدین کی تکذیب صرف معتد اثیم ہی کرتا ہے، مُعْتَدٍ وہ شخص جو کہ جہالت اور جاہل آباء واجداد کی پیروی میں حد سے آگے بڑھ گیا ہو، یہاں تک کہ دوبارہ پیدا کرنے پر خدا کو قادر نہ سمجھتا ہو۔

اَثِيْمٍ وہ گنہگار جو خواہشات نفس میں منہمک اور اتنا مشغول ہو کہ مخالفِ خواہش امور کو اس نے پس پشت ڈال دیا ہو اور اس انہماک نفسانی نے اس کو مخالفِ نفس چیزوں کے انکار پر آمادہ کر لیا ہو۔

ترجمہ:۔ اور نہیں جھٹلاتا اُسے (یعنی یوم الدین کو) مگر وہی جو حد سے گذرنے والا گنہگار ہے

۸۳: ۱۳ ـــــ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ پہلا جملہ شرط ہے اور دوسرا جملہ جواب شرط۔ واؤ عاطفہ، اِذَا (شرطیہ) ظرف زمان بمعنی جب، تُتْلٰى مضارع واحد مؤنث غائب۔ تِلَاوَةٌ مصدر (باب نصر) بمعنی پڑھنا۔ تلاوت کرنا۔ اٰيٰتُنَا مضاف،

مضاف الیہ۔ یل کر مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔ عَلَیْہِ میں ضمیر ہ واحد مذکر غائب مُعْتَدٍ کی طرف راجع ہے۔ جب اس پر ہماری آیات تلاوت کرکے سنائی جاتی ہیں۔

قَالَ : تو وہ کہتا ہے اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ۔ یہ تو پہلے لوگوں کے افسانے ہیں۔

اَسَاطِیْرُ جمع ہے اُسْطُوْرَۃٌ کی۔ وہ خبر جس کے متعلق یہ اعتقاد ہو کہ وہ جھوٹ گھڑ کر لکھ دی گئی ہے۔ اسطورہ کہلاتی ہے۔

اَوَّلِیْنَ جمع ہے اوّل کی، یعنی پہلے۔ اگلے (لوگ)

۸۳ : ۱۴ ۔۔۔ کَلَّا ۔ ہر معتد اثیم کے لئے حرف ردع و توبیخ ہے یعنی ہر معتد اثیم کو اس تکذیب سے اور اس قول (اساطیر الاولین) سے باز رہنے کے لئے سرزنش ہے ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

۔۔۔ بَلْ ۔ حرف اضراب ہے۔ یہاں پر اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے آیا ہے کہ ماسبق برائیاں تو ان میں ہیں ہی لیکن مابعد کی برائیاں اس سے بھی بڑھ کر ہیں یعنی یوم جزار کی تکذیب اور آیات الٰہی کو اساطیر الاولین کہنا تو ان کے گناہ کے پلڑے میں تھا ہی اب اس سے بڑھ کر ایک اور بدتر گناہ ان کے میزان عمل کو بری طرح متاثر کر رہا ہے ان کے کردہ گناہوں سے ان کے دل زنگ آلود ہوتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے وہ ظلمت و عصیاں کے تاریک گڑھوں میں گرتے ہوئے نیچے ہی جا رہے ہیں۔

علامہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

بَلْ : اس لفظ سے کلام سابق سے اعراض کرکے یہ بات بتائی ہے کہ ادراکِ حق اور باطل کی تمیز کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے (یعنی پہلے صرف یہ کہا گیا تھا کہ وہ یوم جزار کی تکذیب کرتے ہیں پھر کَلَّا کہہ کر ان کو اس تکذیب سے روکا گیا۔ اس کے بعد کہا گیا کہ یہ لوگ صرف تکذیب ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے دلوں پر بد اعمالی کا زنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے ادراکِ حق کی قابلیت ہی ان کے دلوں میں نہیں ہے

رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ :

رَانَ ۔ رَیْنٌ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے زنگ پکڑا۔ وہ زنگ آلو ہوا۔ عَلٰی کے صلہ کے ساتھ۔ وہ غالب آگیا۔ وہ چھا گیا۔ مَا موصولہ کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۔ اس کا صلہ۔ جو وہ کمایا کرتے تھے۔ یہ جملہ فاعل ہے رَانَ کا۔ یعنی جو (کرتوتیں)

وہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کے دلوں پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ ان کے دلوں کو زنگ آلود کر دیا ہے
ان کے دلوں پر چھا گیا۔ ان کے دلوں پر غالب آگیا۔
یَکْسِبُوْنَ: مضارع معروف جمع مذکر غائب کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر۔ کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ
ماضی استمراری۔ وہ کیا کرتے تھے۔ وہ کمایا کرتے تھے۔
۸۳: ۱۵ — کَلَّآ حرف ردع ہے زنگ پیدا کرنے والے گناہوں کے ارتکاب سے بازداشت
ہے۔ ان کو ایسا کرنے سے باز رہنا چاہئے۔ یا کَلَّآ بمعنی حَقًّا ہے: بے شک، یقینًا۔
اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل بمعنی تحقیق۔
ھُمْ اسم اِنَّ مَحْجُوْبُوْنَ خبر، یَوْمَئِذٍ ظرف ہے مَحْجُوْبُوْنَ کا، عَنْ رَّبِّھِمْ
متعلق خبر۔ لَمَحْجُوْبُوْنَ میں لام تاکید کا ہے۔
مَحْجُوْبُوْنَ حَجْبٌ وحِجَابٌ مصدر (باب نصر) سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر
حَجْبٌ وحِجَابٌ بمعنی روکنا۔ محجوب اوٹ میں رکھا جانے والا۔ دیکھنے سے روک لیا جانے والا
ترجمہ ہوگا:
بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب (کے دیدار) سے روک لئے جائیں گے:
۸۳: ۱۶ — ثُمَّ اِنَّھُمْ لَصَالُوا الْجَحِیْمِ: ثُمَّ حرف عطف ہے ماقبل سے
مابعد کے متاخر ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ خواہ یہ متاخر ہونا بالذات ہو یا باعتبار مرتبہ کے ہو یا
وضع کے لحاظ سے۔ یہاں بلحاظ مرتبہ آیا ہے۔ پھر جہنم میں داخل ہوں گے (جو ان کے لئے دیدار
الٰہی کی محرومی سے بڑھ کر عذاب ہوگا) صَالُوْا صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ
جمع مذکر ہے۔ مضاف ہے اضافت کی وجہ سے نون جمع حذف ہوگیا ہے اصل میں صَالُوْنَ تھا
الجحیم مضاف الیہ۔ صَالُوا الْجَحِیْمِ: دوزخ میں داخل ہونے والے۔
۸۳: ۱۷ — ثُمَّ یُقَالُ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ، ثُمَّ ملاحظہ ہو
سابقہ آیت نمبر ۱۶۔ ثُمَّ یہاں بلحاظ وضع کے ہے بمعنی پھر۔ یُقَالُ مضارع مجہول واحد مذکر
غائب مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ۔ اور جملہ ھٰذَا الَّذِیْ ...... الخ مفعول ہے یُقَالُ کا۔ پھر ان سے
کہا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔
۸۳: ۱۸ — کَلَّآ اِنَّ کِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ: یہ جملہ مستانفہ ہے ابرار کے
حال کے بیان کے لئے ہے۔ کَلَّآ حرف ردع ہے تکذیب عذاب سے بازداشت کے لئے
آیا ہے۔ یا بمعنی حَقًّا (یقینًا) مستعمل ہے۔ مقاتل نے کہا کہ اس جگہ کَلَّآ کا مفہوم یہ ہے

کہ جس عذاب میں وہ داخل ہوگا اس پر ایمان نہیں لاتا تھا۔

آیت کا ترجمہ ہوگا۔

بیشک نیکوں کا روزنامچہ علیین میں ہوگا۔

عِلِّیِّیْنَ ۔ ۱۔ بعض کے نزدیک یہ سب سے جنت کا اعلیٰ مقام ہے جس طرح کہ سجین سب سے بدتر دوزخ کا نام ہے۔ ملاحظہ ہو آیات ۸۳: ۷، ۸ متذکرۃ الصدر۔

۲۔ بعض کا خیال ہے کہ یہ وہاں رہنے والوں کا نام ہے اور عربیت کے لحاظ سے یہی معنی زیادہ قریب ہیں۔ کیونکہ جمع ذوی العقول کے ساتھ مخصوص ہے۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ چونکہ یہ ملائکہ کی صفت ہے اس لئے واؤ نون کے ساتھ جمع آئی ہے

۴۔ فراء کا خیال ہے کہ یہ اسم ہے جو جمع کے وزن پر وضع کرلیا گیا ہے مگر اس کے لفظ سے کوئی واحد نہیں آتا۔ جیسے کہ عشرین اور ثلاثین ہیں جو کہ اسم عدد ہیں اور جمع کے وزن پر ہیں مگر جمع نہیں ہیں۔ کیونکہ عشرین اگر جمع ہوتا تو کم از کم تین عشر یعنی تیس کے لئے بولا جاتا۔ حالانکہ اس کے معنی بیس کے ہیں اسی طرح ثلٰثین اگر ثلث کی جمع ہوتا تو اس کے معنی کم از کم نو کے ہوتے حالانکہ اس کے معنی تیس کے ہیں۔

اور عرب کا دستور ہے کہ جب وہ ایسی جمع بنائیں کہ جس کے واحد اور تثنیہ کا کوئی صیغہ نہ ہو تو وہ مذکر اور مؤنث دونوں میں واؤ نون کے ساتھ بولا کرتے ہیں۔

علامہ زمخشری نے مندرجہ ذیل اقوال بیان کئے ہیں:۔

۱۔ اس سے مراد یا تو فرشتے ہیں یا بلند مقامات۔

۲۔ یہ نیکی کے رجسٹر کا نام ہے۔ کہ جس میں وہ تمام چیزیں مدون ہیں جو کہ فرشتے اور تمام صلحاء جن وانس انجام دیا کرتے ہیں۔

۳۔ اس کے معنی دوگنی چوگنی بلندی پر بلندی کے ہیں (لغات القرآن)

۴۔ یا یہ ساتویں آسمان پر وہ اعلیٰ مقام ہے جہاں ابرار کی روحیں جمع ہیں۔

۸۳: ۱۹ ـــــ اور تو کیا جانے کہ علیین کیا ہے، تجھے کیا چیز سمجھائے کہ علیین کیا ہے

۸۳: ۲۰ ـــــ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ: ملاحظہ ہو ۸۳: ۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۳: ۲۱ ـــــ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ: یہ کتاب (کتاب الابرار) کی دوسری صفت ہے۔ يَشْهَدُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب شُهُوْدٌ (باب سمع) مصدر سے بمعنی حاضر ہونا۔ ای یحضرون المقربون ذلک الکتب ویحفظونه لانه یحمل امانا

لصاحبہ من النار وفوزہ بالجنۃ (تفسیر حقانی، الیسر التفاسیر)
یعنی الملائکۃ المقربون اس کتاب پر حاضر رہتے ہیں اور اس کی (ہر طرح سے) حفاظت کرتے ہیں۔
کیونکہ اس میں اس کے لئے دوزخ سے امان اور جنت کی کامیابی (کے احوال) مندرج ہیں۔
یَشْهَدُهُ میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کتاب کے لئے ہے،
اَلْمُقَرَّبُوْنَ تقریب (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ جمع مذکر۔ زیادہ عزت والے قریب کئے گئے، قرب پالینے والے۔ قریبی۔
۲۲:۸۳ — اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ اِنَّ حرف تحقیق، مشبہ بالفعل۔ اَلْاَبْرَارَ: اسم اِنَّ لَفِيْ نَعِيْمٍ: اس کی خبر۔ لام تاکید کا۔
نَعِيْمٍ بمعنی نعمت، راحت، عیش۔
۲۳:۸۳ — عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ جملہ سابقہ سے حال ہے الارائک جمع اریکۃ کی: وہ مزین تخت جس پر پردہ لٹکا ہوا ہو
يَنْظُرُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب نَظْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دیکھ رہے ہوں گے وہ نظارے کر رہے ہوں گے۔ (جنت کے عجائبات و مناظر کا) یا جمال الٰہی کا۔ چونکہ یہ (ینظرون) محجوبون کے مقابلہ میں آیا ہے اس لئے قرینہ بھی اسی معنی کو چاہتا ہے (تفسیر ماجدی)
ترجمہ آیات ۲۲ : ۲۳ ۔
بے شک نیک لوگ عیش میں ہوں گے درآنحالیکہ تختوں پر بیٹھے ہوئے جمالِ الٰہی کا نظارہ کر رہے ہوں گے:
۲۴:۸۳ — تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ: یہ بھی جملہ حالیہ ہے (اور حال ابرار کا یہ ہوگا کہ اے مخاطب تجھے ان کے چہروں پر تازگی دکھائی دے گی۔
تَعْرِفُ مضارع معروف واحد مذکر حاضر مَعْرِفَةٌ و عِرْفَانٌ (باب ضرب) مصدر سے تو پہچانتا ہے، تو پہچانے۔
کسی چیز کی نشانیوں پر غور و فکر کے بعد اس چیز کے ادراک کرنے کا نام معرفت اور ادراک ہے یہ علم سے اخص ہے اور انکار اس کی ضد ہے۔
فُلَانٌ يَعْرِفُ اللّٰهَ (فلاں اللہ کو پہچانتا ہے) بولتے ہیں۔ يَعْلَمُ اللّٰهَ (وہ اللہ کو جانتا ہے) نہیں بولتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک نہیں ہو سکتا بلکہ آثارِ قدرتِ الٰہی پر تدبر و غور و فکر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ادراک ہوتا ہے اسی طرح ذات باری

تعالیٰ کے لئے "علم" کا لفظ استعمال ہوتا ہے معرفت کا نہیں ۔ اَللّٰہُ یَعْلَمُ کَذَا اور یَعْرِفُ کَذَا نہیں کہتے کیونکہ معرفت کا لفظ اس علمِ قاصر کے متعلق ہوتا ہے جس پر غور و فکر کے بعد رسائی ہوتی ہے۔

نَضْرَۃَ النَّعِیْمِ مضاف مضاف الیہ، نَضْرَۃَ اسم منصوب بوجہ مفعول ہونے فعل تَعْرِفُ کے نَضْرٌ و نَضَارَۃٌ مصدر باب سمع و نصر، نَضْرَۃٌ بمعنی تروتازگی، رونقِ چہرہ۔ نعیم عیش راحت، خوش حالی ۔ نضرۃ النعیم : عیش و راحت کی وجہ سے چہرہ کی تروتازگی۔

۸۳ : ۲۵ — یُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ یہ جملہ بھی الابرار سے حال ہے اور ان کو پلائی جائے گی خالص شراب :

یُسْقَوْنَ مضارع مجہول جمع مذکر غائب سَقْیٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ سَاقِیْ شراب پلانے والا۔ رَحِیْقٍ مَّخْتُوْمٍ موصوف صفت، رحیق شراب ناب، اسم جامد ہے وہ شراب صاف جس میں ذرا آمیزش نہ ہو اور جس کے پینے سے بے ہوشی نہ ہو۔ مختوم یہ صفت ہے رحیق کی سربمہر، ختم و ختام (باب ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر جس پر مہر لگائی گئی ہو۔

۸۳ : ۲۶ — خِتٰمُہٗ مِسْکٌ جس کی مہر مشک (کی) ہوگی، یہ رحیق کی دوسری صفت ہے۔

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (جملہ معترضہ ہے۔ واؤ عاطفہ ہے فِیْ ذٰلِکَ ای لذلک۔ الی ذلک۔ یعنی ایسی شراب حاصل کرنے کے لئے۔ فلیتنافس فعل امر واحد مذکر غائب : تَنَافُسٌ (تفاعل) مصدر سے۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر کسی چیز کی حرص کرنا۔ ایک دوسرے سے جلدی کرنا۔ مبادرت کرنا، کسی چیز میں کسی سے جلدی کرنا۔ سبقت کرنا۔ س وصل کی وجہ سے مکسور ہے ؛

قرطبی نے لکھا ہے :۔

والیٰ ذٰلک فلیتبادر المتبادرون ، اس کی طرف تم ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرو۔

اَلْمُتَنَافِسُوْنَ. تَنَافُسٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ ایک دوسرے سے بڑھ کر حرص کرنے والے ۔

ترجمہ ہوگا : پس چاہئے کہ شوق رکھنے والے اس رحیق مختوم کے حاصل کرنے کے لئے

ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی حرص کریں۔
۸۳ : ۲۷ —— وَ مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ اور اس کی آمیزش ہوگی تسنیم سے یہ رحیق مختوم کی ایک اور صفت ہے کہ اس میں تسنیم کو ملایا جائے گا۔ مِزَاجُهٗ مضاف مضاف الیہ۔
مِزَاجٌ و مَمْزَجٌ مصدر (باب نصر سے) بمعنی پانی وغیرہ سے ملانا۔ ملاوٹ کے بعد جو ایک جدید کیفیت ہوتی ہے اس کو بھی مزاج کہتے ہیں۔ یعنی آمیزش، ملاوٹ، جو چیز ملائی جائے مثلاً دودھ میں پانی یا چینی ملائی جائے اس کو بھی مِزَاجٌ کہتے ہیں جیسے موجودہ صورت میں مزاج سے مراد تسنیم ہے یہ مضاف ہے اور ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب رحیق کے لئے ہے مضاف الیہ
مِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ۔ اس میں تسنیم کی آمیزش ہوگی۔
تسنیم جنت میں ایک چشمے کا نام ہے۔ لغت میں تسنیم اس چیز کو کہتے ہیں جو خوشبو یا ذائقہ کے لئے شربت یا پانی میں ملاتے ہیں۔ جیسے روح گلاب یا روح کیوڑہ بیدمشک وغیرہ
قتادہ کہتے ہیں کہ:۔
لفظ تسنیم کی وضعی ساخت بلندی کے مفہوم کی حامل ہے چونکہ سنام کا معنی ہے اونچی چیز۔ اس لئے سنام اونٹ کے کوہان کو کہتے ہیں۔
۸۳ : ۲۸ —— عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ :
عَيْنًا کے منصوب ہونے کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:
۱۔ یہ منصوب بوجہ تسنیم سے حال ہونے کے ہے
۲۔ اس کا نصب اَمْدَحُ یا اَعْنِیْ فعل مقدرہ کی بنا پر ہے۔
بِهَا کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:
۱۔ بِ بمعنی مِنْ۔ مِنْهَا یعنی اس میں سے پئیں گے
۲۔ بِ زائدہ ہے۔ معنی ہوں گے۔ اسے مقربین پئیں گے۔
۳۔ يَشْرَبُ چونکہ يَلْتَذُّ (باب افتعال بمعنی لذیذ پانا) کے معنی کو متضمن ہے اس لئے اس کے بعد بِهَا لایا گیا ہے یعنی اس شراب سے لذت یاب ہوں گے۔
تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، روح المعانی
ترجمہ:۔ وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے (خدا کے) مقربین پئیں گے۔
فائدہ: آیت مندرجہ بالا سے معلوم ہوا کہ بہشت میں جنتی رحیق (شراب مصفیٰ) پئیں گے اور ابرار کا درجہ چونکہ عام جنتیوں سے بلند تر ہوگا ان کو یہ شراب مصفیٰ تسنیم کی آمیزش

سے زیادہ لذیذ بنا کر پینے کو دی جائے گی: مقربین کا رتبہ ابرار سے بھی اوپر ہے وہ خاص اسی تسنیم کو پیا کریں گے۔

۸۳: ۲۹ ـــ اِنَّ الَّذِیْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَضْحَكُوْنَ:
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الذین اَجْرَمُوْا موصول وصلہ مل کر اسم اِنَّ: كَانُوْا فعل ناقص ضمیر متصل اس کا اسم۔ یَضْحَكُوْنَ اس کی خبر۔ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا متعلق خبر۔
اَجْرَمُوْا: ماضی جمع مذکر غائب: اِجْرَامٌ (افعال) مصدر۔ انہوں نے جرم کیا۔ (یہاں ضمیر فاعل کا مرجع ابوجہل۔ ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل، اور ان کے ساتھی دوسرے مشرکین مکہ ہیں۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے مراد ہیں حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب، حضرت بلال اور ان کے دوسرے ساتھی نادار مسلمان رضی اللہ عنہم اجمعین
یَضْحَكُوْنَ: مضارع جمع مذکر غائب ضِحْكٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ہنستے تھے۔ یعنی یہ مجرم لوگ مومنوں کا مذاق اڑانے کے لئے ان سے ہنستے تھے۔

۸۳: ۳۰ ـــ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ یَتَغَامَزُوْنَ، یہ دوسری قبیح حرکت تھی جو کفار مکہ مسلمانوں سے کرتے تھے۔
واؤ عاطفہ ہے اِذَا ظرف زمان بمعنی جب، مَرُّوْا ماضی جمع مذکر غائب مُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ گذرتے تھے۔
بِهِمْ: ب الصاق کا ہے (حرف جار ہے) هِمْ مجرور۔ ضمیر هِمْ مسلمانان مکہ کے لئے ہے۔
یَتَغَامَزُوْنَ: مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب تَغَامُزٌ (تفاعل) مصدر سے وہ آنکھوں سے اشارے کرتے تھے۔ وہ آنکھیں مارتے تھے۔ بطور استہزاء اشارے کرتے تھے۔ اور جب کافر مومنوں کی طرف سے گذرتے تھے تو وہ کافر مسلمانوں کی طرف بطور استہزاء اشارے کرتے تھے آنکھوں سے۔

۸۳: ۳۱ ـــ وَاِذَا انْقَلَبُوْا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِیْنَ۔ یہ کفار مکہ کی تیسری شرارت تھی جو وہ مسلمانوں کے معاملہ میں کرتے تھے۔
واؤ عاطفہ ہے۔ اِذَا ظرفیہ ہے بمعنی جب، جب شرط کے معنوں میں بھی ہو سکتا ہے اس صورت میں واذا انقلبوا الی اھلھم جملہ شرط ہوگا اور دوسرا جملہ جواب شرط۔

اِنْقَلَبُوْا ماضی جمع مذکر غائب اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر۔ وہ لوٹے، وہ پھرے
اَھْلِھِمْ مضاف مضاف الیہ۔ اَھْلٌ: والا۔ والے۔ وہ سب لوگ اھل کہلاتے ہیں جن کو مذہب یا نسب یا ان دونوں کے علاوہ اور کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق ہو مثلاً ایک گھر یا ایک ہی شہر میں رہنا۔ بسنا۔ یا کسی مخصوص صنعت یا پیشہ میں شریک ہونا غرض کسی خاص صفت سے متصف ہونا ایک سلسلہ میں منسلک کردے
ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب:
اَھْلِھِمْ ان کے گھر والے۔
فَکِہِیْنَ فَکِہٌ کی جمع۔ باتیں بناتے ہوئے، اتراتے ہوئے، مذاق اڑاتے ہوئے ۔۔۔
اَلْفَکَاھَۃُ خوش طبعی کی باتیں، خوش گپیاں۔
فَکِہِیْنَ اِنْقَلَبُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے۔
اور جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتے تو خوش گپیاں مارتے، مزے اڑاتے جاتے ۔

۸۳: ۳۲ ۔۔۔ وَاِذَا رَاَوْھُمْ جملہ شرطیہ، رَاَوْا ماضی جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر۔ اس میں ضمیر فاعل کفار مکہ کے لئے ہے اور ھُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب (مسلمانوں کے لئے)، یعنی جب وہ کافر مسلمانوں کو دیکھتے (یہ جملہ شرطیہ ہے)
قَالُوْا اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ جملہ جواب شرط ہے، یعنی کفار مکہ کہتے اِنَّ ھٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ یہ مقولہ ہے قَالُوْا کا۔
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ھٰٓؤُلَآءِ اسم اشارہ جمع یہ اِنَّ کا اسم ہے لام تاکید کا ہے
ضَآلُّوْنَ۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بمعنی بہکے ہوئے۔ گمراہ۔ راہ بھولے ہوئے۔ اِنَّ کی خبر ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
(جب کافر لوگ مسلمانوں کو دیکھتے) تو کہتے درحقیقت یہی لوگ گمراہ ہیں ۔ یہ کافروں کی مسلمانوں کے خلاف جو تھی تبلیغ حرکت تھی۔

۸۳: ۳۳ ۔۔۔ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَیْھِمْ حٰفِظِیْنَ۔ جملہ حالیہ ہے۔ قَالُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے واؤ حالیہ ما نافیہ ہے اُرْسِلُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر اِرْسَالٌ (افعال) بمعنی بھیجنا۔ ارسال کرنا۔

حٰفِظِیْنَ حِفْظٌ سے (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر بحالت نصب بمعنی حفاظت کرنے والے۔ نگہبانی کرنیوالے۔

عَلَیْہِمْ میں ھِمْ ضمیر کا مرجع مسلمان اہلِ ایمان ہیں۔

ترجمہ:۔ حالانکہ یہ ان پر نگہبان بناکر نہیں بھیجے گئے تھے۔

۸۳: ۳۴ — فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْکُفَّارِ یَضْحَکُوْنَ: ف عاطفہ ہے بمعنی پس، اَلْیَوْمَ روز قیامت، آج۔ آج کے دن۔ دن۔ یَضْحَکُوْنَ کا مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا موصول وصلہ مل کر فاعل یَضْحَکُوْنَ کا۔ اہل ایمان مسلمان۔

مِنَ الْکُفَّارِ۔ کفار سے۔ کفار پر۔ جیسے آیت ۲۹: مذکورہ بالا میں ہے۔

یَضْحَکُوْنَ۔ مضارع جمع مذکر غائب۔ ضِحْکٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ہنستے ہیں وہ ہنسیں گے۔

ترجمہ ہوگا۔ پس آج مؤمن کافروں سے ہنسی کریں گے۔ کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳: ۳۵ — عَلَی الْاَرَآئِكِ یَنْظُرُوْنَ۔ جملہ یَضْحَکُوْنَ سے حال ہے۔ یعنی جب مومن اپنی مسہریوں پر بیٹھے دیدار خدا کر رہے ہوں گے اور کافروں کو طوق و زنجیر میں بندھا ہوا دوزخ میں دیکھیں گے۔ تو اس روز مومن کافروں پر ہنسیں گے۔

۸۳: ۳۶ — ھَلْ ثُوِّبَ الْکُفَّارُ مَا کَانُوْا یَفْعَلُوْنَ، ھَلْ حرف استفہامیہ ثُوِّبَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب تَثْوِیْبٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے بدلہ دیا گیا

تثویب کا استعمال قرآن مجید میں برے اعمال کی جزاء ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے

ثَوَابٌ۔ انعام، جزاء، بدلہ۔ ثواب۔ ثوب (مادہ) سے مشتق ہے۔ انسان کے اعمال کی جزا کو ثواب کہا جاتا ہے۔

لغوی حیثیت سے گو ثواب کا استعمال اچھے اور برے اعمال دونوں کی جزاء کے لئے ہوتا ہے لیکن عرف میں زیادہ تر یہ نیک اعمال کی جزاء کے لئے مستعمل ہے۔ اور باب تفعیل سے برے اعمال کی جزاء کے لئے آیا ہے۔

مَا موصولہ۔ کَانُوْا یفعلون اس کا صلہ۔ جو فعل وہ کیا کرتے تھے۔

ھَلْ (استفہامیہ) کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ یہ استفہام تقریری ہے یعنی کافروں کو اسی استہزاء کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ دنیا میں

کرتے تھے۔ (تفسیر مظہری)

۲۔ اس فقرے میں ایک لطیف طنز ہے چونکہ وہ کفار کارِ ثواب سمجھ کر مومنوں کو تنگ کرتے تھے اس لئے فرمایا گیا کہ آخرت میں مؤمن جنت میں مزے سے بیٹھے ہوئے جہنم میں جلنے والے ان کافروں کا حال دیکھیں گے اور اپنے دلوں میں کہیں گے کہ خوب ثواب انہیں ان کے اعمال کا مل گیا۔ (تفہیم القرآن)

۳۔ هَلْ یہاں سوالیہ نہیں مؤکدہ ہے قَدْ کے معنی میں آیا ہے۔ ترجمہ ہوگا۔ واقعی کافروں کو ان کے کرتوتوں کا خوب بدلہ مل کر رہا۔ (تفسیر ماجدی)

۴۔ یہ سوالیہ ہے جواب محذوف ہے ای هل جوزی الکفار بما کانوا یفعلون من الکفر والشر والفساد۔ کیا کفار کو جو وہ کفر و شر اور فساد کے کام کیا کرتے تھے ان کی جزا مل گئی۔

والجواب نعم۔ نعم۔ نعم۔ جواب ہوگا ہاں۔ ہاں۔ ہاں۔

(الیسیر التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۸۴) سُوْرَۃُ الْاِنْشِقَاقِ مَکِّیَّۃٌ ( )

۸۴:۱ — اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ اِذَا بمعنی جب، اس وقت: ناگہاں ظرف زمان ہے زمانہ مستقبل پر دلالت کرتا ہے اکثر و بیشتر شرطیہ ہوتا ہے۔ آیت ہذا میں بعض کے نزدیک اِذَا شرطیہ ہے جواب شرط محذوف ہے جس کے مضمون پر آئندہ آیات دلالت کر رہی ہیں۔ یعنی جب ایسا ایسا ہوگا تو انسان اپنی کوشش کو پا لیگا۔ اور اس کے دائیں ہاتھ میں اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا تو وہ خوش خوش لوٹے گا۔ اور اگر پیٹھ کے پیچھے سے اس کو اعمال نامہ دیا گیا تو ہلاکت کو پکارے گا۔ (مظہری)

مولانا عبد الحق اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

اِذَا۔ اِذَا کر کے یہ تو بیان فرما دیا کہ جب ایسا ہوگا اور جب ایسا ہوگا۔ مگر یہ نہیں فرمایا کہ جب یہ ہوگا تو کیا ہوگا؟ یعنی اذا شرطیہ کی جزاء یا شرط کا جواب نہیں فرمایا۔ کہ اس کو اہل زبان کے مذاق پر چھوڑ دیا کہ وہ خود سمجھ لیں گے: کہ اس وقت ضرور انسان کا یہ خیال غلط ثابت ہو جائے گا۔ کہ اس کو مر کر کسی دارِ جزاء و سزاء کی طرف جانا نہیں ہے۔ اور اسی لئے بعد میں اس مقصود کی تشریح کر دی جس کو بعض نے جوابِ شرط سمجھ لیا۔ (تفسیر حقانی)

بعض نے کہا ہے کہ:۔

لیست بشرطیۃ بل ھی منصوبۃ باذکر المحذوف: وھی مبتداء وخبرھا اذا الثانیۃ والواو زائدۃ (ایضًا)

بعض نے کہا ہے کہ یہ شرطیہ نہیں ہے بلکہ اذکر محذوف سے منصوب ہے اور مبتداء ہے جس کی خبر دوسرا اِذَا ہے واوَ زائدہ ہے۔

= انشقت فعل محذوف کی تفسیر ہے جس کا السماء فاعل ہے کلام یوں ہوگا:۔

اِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (جب آسمان پھٹ جائے گا)

اِنْشَقَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب اِنْشِقَاقٌ (انفعال) مصدر سے۔ جس کا معنی ہے شق ہوجانا۔ پھٹ جانا۔ وہ (آسمان) پھٹ جائے گا۔ (عربی میں السماء مؤنث مستعمل ہے)

۲:۸۴ — وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا واؤ عاطفہ اَذِنَتْ کا عطف انشقت پر ہے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع السماء ہے۔

اَذِنَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اَذَنٌ (باب سمع) مصدر۔ اَذِنَ لَہٗ۔ سننا کان لگا کر سننا۔

اِذْنٌ باب سمع مصدر سے۔ اَذِنَ لَہٗ اجازت دینا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ (۳۸:۷۸) مگر جس کو (خدا) رحمٰن اجازت بخشے۔

آیت زیر مطالعہ میں اَذِنَتْ اَذَنٌ مصدر سے ہے اگرچہ باب و مادہ دونوں کا ایک ہی ہے۔

وَحُقَّتْ یہ اَذِنَتْ کی ضمیر فاعل سے حال ہے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب حَقٌّ (باب ضرب) مصدر سے حَقَّ عَلٰی واجب ہونا۔ لازم ہونا۔ حَقَّ لَکَ اَنْ تَفْعَلَ تمہارے لئے اس کا کرنا موزوں ہے۔ حُقَّتْ وہ اسی لائق ہے۔ اس کے لئے حق یہی ہے (کہ سنے اور عمل کرے)

ضحاک نے کہا کہ:۔

حُقَّتْ ای حق لہا ان تطیع رَبَّہَا۔ اس کے لئے واجب ہے کہ اپنے رب کی اطاعت کرے۔ یعنی جو اسے حکم دیا گیا بلا چوں و چرا بجا لائے۔

۳:۸۴ — وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ اس کا عطف بھی آیت نمبر ا پر ہے مُدَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب مَدٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ پھیلا دی گئی۔ وہ ہموار کردی گئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور جب زمین پھیلا دی جائے گی:

۴:۸۴ — وَاَلْقَتْ مَا فِیْهَا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے جس کا عطف سابقہ جملہ پر ہے اَلْقَتْ ماضی واحد مؤنث غائب اِلْقَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی ڈالنا۔

نکال ڈالنا۔ دونوں کے ہیں:

مَا موصولہ **فیہا**۔ اس کا صلہ موصول اور صلہ مل کر مفعول انشقت کا۔ اور وہ (زمین) نکال پھینکے گی جو کچھ اس میں ہے (از قسم مردہ انسان، حیوان، جنّ، دفینے، خزانے وغیرہ۔ جیسا کہ اور جگہ ہے واخرجت الارض اثقالہا (۹۹:۲) جب زمین اپنے بوجھ۔ یعنی دفینے وغیرہ نکال پھینکے گی۔

وَ تَخَلَّتْ: اس کا عطف والقت پر ہے **تَخَلَّتْ** ماضی واحد مؤنث غائب **تَخَلِّیٌ** (تفعّل) مصدر۔ سے بمعنی خالی ہونا۔ **تفعّل** کے وزن پر فعل میں تکلف کی خاصیت پائی جاتی ہے لہذا ترجمہ ہوگا،

اور (زمین) بہ تکلف (اپنی پوری کوشش سے) اپنے مافیہا سے خالی ہو جائے گی (کہ کوئی چیز اندر نہ رہ جائے)

۸۴:۵ — **وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ** اور اپنے رب کا حکم کان لگا کر سنے گی اور اس کو بجالائے گی۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۴:۲ متذکرۃ الصدر۔

فائدہ: جن علماء کے نزدیک **اِذَا** (۸۴: ۱-۳) شرطیہ ہے (اور اس کا جواب شرط محذوف سمجھا گیا ہے مندرجہ ذیل جواب محذوف نقل ہوا ہے:۔

۱:۔ جواب شرط محذوف ہے۔ تقدیر کلام یوں ہے اذا .... **بعثتم** جب ...... تو تم قبروں سے دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے۔

۲:۔ جواب شرط آیت ۸۴:۶ ہے ای یایہا الانسان .... الخ

۳:۔ جواب شرط قول ربانی: **فَاَمَّا مَنْ** .... الخ ہے یہ قول المبرد اور الکسائی کا ہے

۴:۔ جواب شرط **فَمُلٰقِيْهِ** ہے۔ یہ قول اخفش کا ہے: (تفسیر حقانی)

۸۴:۶ — **يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ**۔ یا حرف ندا ہے **اَيُّهَا** جب منادیٰ پر الف لام داخل ہو تو مذکر میں **اَيُّهَا** اور مؤنث میں **اَيَّتُهَا** یاء کے ساتھ بڑھایا جاتا ہے الانسان میں منادیٰ پر چونکہ الف لام داخل ہے اس لئے حرف نداء کے بعد الف لام بڑھا دیا گیا ہے **يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ**۔ اے آدمی۔ اے انسان،

مؤنث کی مثال ہے۔ **يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ** (۸۹:۲۷) اے اطمینان پانے والی روح۔

الانسان منادیٰ ہے اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

ا:۔ بعض نے کہا ہے کہ الانسان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کے معنی یہ لئے ہیں کہ اے انسان! یعنی اے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابلاغ رسالت میں اور ارشاد و تعلیم میں جو کوشش بلیغ اور سرگرمی دکھا رہے ہیں آپ اس کا نیک بدلہ ضرور پائیں گے آپ کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی:

۲:۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد کافر ابوجہل و ابی بن خلف ہے کہ تمہاری تکذیب اصرار رسالت کی تکذیب اور دنیا کی طلب آخر رنگ لائے گی اور ہیبت ناک شکل میں قیامت کے روز تیرے سامنے ہوگی!

۳:۔ بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ خطاب سب بنی نوع انسان سے ہے ہر ایک اپنے کئے کا بدلہ ضرور پائے گا۔

اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا: اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل کَ ضمیر متصل اسم اِنَّ كَادِحٌ اس کی خبر۔ كَدْحًا مفعول مطلق اِلٰى رَبِّكَ متعلق خبر۔ كَادِحٌ۔ كَدْحٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر، کسی چیز کے حصول و کسب میں محنت و مشقت اٹھانا۔ كَدْحٌ کہلاتا ہے لغت عرب میں اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان دنیا و آخرت کے سلسلہ میں کسی کام میں کوشاں ہو۔ اس کے دل میں اس کی خواہش بھی ہو اور اس کی یہ کوشش لگاتار جاری رہے ان سب امور کے مجموعہ کو کدح کہتے ہیں۔

امام راغب المفردات میں لکھتے ہیں:۔

الکدح بمعنی کوشش کرنا مشقت اٹھانا ہے،

ترجمہ ہوگا:۔

اے انسان تو اپنے پروردگار کی طرف (پہنچنے میں) خوب کوشش کر رہا ہے:

آیت ہذا کے ذیل حاشیہ د پر تفہیم القرآن میں تحریر کرتے ہیں۔

یعنی وہ ساری تگ و دو اور دوڑ دھوپ جو تو دنیا میں کر رہا ہے اس کے متعلق چاہے تو یہی سمجھتا رہے کہ یہ صرف دنیا کی زندگی تک ہے اور دنیوی اغراض کے لئے ہے لیکن درحقیقت تو شعوری یا غیر شعوری طور پر (کشاں کشاں) اپنے رب ہی کی طرف جا رہا ہے اور آخر کار تجھے وہیں پہنچ کر ہی رہنا ہے۔

فَمُلٰقِيْهِ، ف بمعنی انجام کار، پس، مُلٰقِيْهِ مضاف مضاف الیہ۔ مُلٰقِيْ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ مُلَاقَاةٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔ ملنے والا۔ پالینے والا۔ پاس پہنچنے والا۔

مضاف ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب۔ مضاف الیہ، اس کا مرجع رب ہے۔ انجام کار تجھے وہیں پہنچنا ہے۔

۸۴ : ۷ ــــ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ۔ ف بمعنی پھر، پس۔ اَمَّا تفصیل کے لئے ہے بمعنی یا۔ سو۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّہُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّہِمْ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا مَثَلًا (۲ : ۲۶) سو جو لوگ ایمان لا چکے ہیں تو وہ یہی سمجھیں گے کہ وہ (مثال) یقیناً حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے اور جو لوگ کفر اختیار کئے ہوئے ہیں وہ یہی کہتے رہیں گے کہ اللہ کا اس مثال سے مطلب کیا تھا؟

مَنْ شرطیہ ہے اور اُوْتِیَ کِتٰبَہٗ بِیَمِیْنِہٖ جملہ شرط ہے اُوْتِیَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے وہ دیا گیا۔ اس کو ملا۔ کِتٰبَہٗ مضاف مضاف الیہ اس کی کتاب، اس کا اعمالنامہ۔

یَمِیْنِہٖ اس کا دایاں ہاتھ۔ اس کا سیدھا ہاتھ۔

ترجمہ:۔ پھر جس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

۸۴ : ۸ ــــ فَسَوْفَ یُحَاسَبُ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے سَوْفَ فعل مضارع پر داخل ہو کر مستقبل کے لئے مختص کر دیتا ہے اور زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے۔ عنقریب، اب ہی۔

حِسَابًا یَّسِیْرًا موصوف و صفت مل کر فعل یُحَاسَبُ کا مفعول۔

یَسِیْرًا۔ یُسْرٌ (باب سمع) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ آسان سہل۔ اس کا آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔

حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ:۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حساب یسیر کیا ہوگا؟ فرمایا اس کا کتابچہ دیکھ کر درگذر کی جائے گی۔ البتہ جس کی حساب فہمی پوچھ گچھ کے ساتھ کی جائے گی وہ ہلاک ہو جائے گا:

۸۴ : ۹ ــــ وَّیَنْقَلِبُ اِلٰٓی اَھْلِہٖ مَسْرُوْرًا واؤ عاطفہ، یَنْقَلِبُ مضارع واحد مذکر غائب اِنْقِلَابٌ (انفعال) مصدر سے وہ لوٹے گا۔ قَلْبُ الشَّیْءِ کے معنی کسی چیز کو پھیرنے

اور ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ انقلاب کے معنی پھر جانے کے ہیں
انسان کے دل کو قلب اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ کثرت سے الٹتا پلٹتا رہتا ہے
اَهْلِهٖ مضاف مضاف الیہ۔ اس کے اہل۔ اپنے لوگ، اپنے اہل۔ اپنے لوگوں سے
مراد آدمی کے وہ اہل وعیال، رشتہ دار، ساتھی جو اسی کی طرح معاف کئے گئے ہوں گے
تفہیم القرآن) نیز ملاحظہ ہو ۳۱:۸۳۔
یَنْقَلِبُ کا عطف یُحَاسَبُ پر ہے،
مَسْرُوْرًا۔ سُرُوْرٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر (بحالت
نصب) خوش کیا ہوا، خوش، اترایا ہوا۔ جو خوشی اندر چھپ رہی ہو وہ سرور ہے انیز ملاحظہ
ہو ۷۶:۱۱) مَسْرُوْرًا حال ہے مَنْ سے۔
۸۴:۱۰ — وَرَآءَ ظَهْرِهٖ۔ ظَهْرِهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف ہے وَرَآءَ
مضاف الیہ کا۔ اس کی پشت کے پیچھے سے :
وَرَآءَ مصدر ہے لیکن اس کا معنی ہے آڑ، حدِ فاصل۔ کسی چیز کا آگے ہونا، پیچھے
ہونا۔ چاروں طرف ہونا۔ سوا۔ علاوہ۔ فصل اور حد بندی پر دلالت کرتا ہے اس لئے سب معنی
میں مستعمل ہے۔
ظَهْر بمعنی پشت، اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ
(۶۹:۲۵)، اور جسے اس کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔
اس کی تشریح میں علامہ بیہقی نے مجاہد کا قول نقل کیا ہے کہ اس کا بایاں ہاتھ پشت
کے پیچھے کر دیا جائے گا۔ اور اعمال نامہ کو وہ بائیں ہاتھ سے لے گا :
وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ جملہ شرط ہے اور اگلا جملہ اس کا جواب
۸۴:۱۱ — فَسَوْفَ یَدْعُوْا ثُبُوْرًا۔ جوابِ شرط ہے۔ ف جواب شرط کے لئے ہے
سَوْفَ ملاحظہ ہو ۸۴:۸ مذکورہ بالا۔
یَدْعُوْا مضارع واحد مذکر غائب باب نصر۔ مصدر سے۔ وہ پکارے گا۔ وہ
بلائے گا۔ ثُبُوْرًا۔ مفعول یَدْعُوْا کا۔ باب نصر۔ ثَبَرَ یَثْبُرُ کا مصدر ہے
بمعنی ہلاکت۔ بربادی۔ موت، تو وہ موت کو پکارا پکارے گا۔
۸۴:۱۲ — وَیَصْلٰی سَعِیْرًا۔ جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یَصْلٰی مضارع واحد
مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ سَعِیْرًا مفعول فیہ۔ یعنی

دوزخ میں۔ سَعِیْرٌ۔ سَعْرٌ (باب فتح مصدر سے جس کا معنی آگ بھڑکانا کے ہیں فَعِیْلٌ کے وزن پر بمعنی مفعول ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ، دوزخ :

۸۴ : ۱۳ —— اِنَّهٗ كَانَ فِیْۤ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا۔ یہ جملہ موت کو پکارنے کی علت ہے کیونکہ وہ تو اپنے گھر والوں میں خوشیاں منایا کرتا تھا۔ نہ اللہ کا ڈر تھا نہ حلال وحرام کی تمیز نہ آخرت کی فکر بس عیش وعشرت میں غرق نفسانی خواہشات کا غلام ہو کر دنیاوی رنگ رلیوں میں مگن رہتا تھا۔

اس کے برخلاف اللہ کے نیک بندوں کی حالت مختلف ہوتی تھی۔ قرآن مجید میں ہے قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِیْۤ اَهْلِنَا مُشْفِقِیْنَ (۵۲ : ۲۶) اللہ کے مومن بندے بہشت میں اس کی نعمتوں سے حظ اٹھا رہے ہوں گے اور ایک دوسرے سے ہم کلام ہو کر وہ کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر میں (خدا سے) ڈرتے رہا کرتے تھے۔

مَسْرُوْرًا۔ خوش۔ نیز ملاحظہ ہو ۸۴ : ۹ متذکرۃ الصدر۔

۸۴ : ۱۴ —— اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ یَّحُوْرَ۔ تحقیق اس نے سمجھ رکھا تھا کہ اس نے کبھی پلٹ کر جانا ہی نہیں ہے۔

ظَنَّ۔ ظَنٌّ (باب نصر) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے اس نے خیال کیا۔ اس نے سمجھا۔ اس نے گمان کیا۔

اَنْ مصدریہ لَنْ یَّحُوْرَ مضارع منفی تاکید بلن واحد مذکر غائب حَوْرٌ (باب نصر) مصدر سے معنی پلٹنا۔

۸۴ : ۱۵ —— بَلٰی۔ ہاں۔ بَلٰی کا استعمال دو جگہ پر ہوتا ہے :۔

ا۔ نفی ماقبل کی تردید کے لئے جیسے زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ لَّنْ یُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ (۶۴ : ۷) کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ تو کہہ دے کیوں نہیں قسم ہے میرے رب کی تمہیں ضرور اٹھایا جائے گا۔

آیت زیر مطالعہ بھی نفی ماقبل کی تردید کے لئے ہے :

۲۔ اس استفہام کے جواب میں آئے جو نفی پر واقع ہو خواہ استفہام حقیقی ہو جیسے (الف) اَلَیْسَ زَیْدٌ بِقَائِمٍ (کیا زید کھڑا نہیں) اور جواب میں کہا جائے بَلٰی۔

یا استفہام توبیخی ہو جیسے اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ بَلٰی قٰدِرِیْنَ عَلٰۤی اَنْ نُّسَوِّیَ بَنَانَهٗ (۷۵ : ۳-۴) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی (بکھری ہوئی)

ہڈیاں اکٹھی نہیں کریں گے۔ ضرور کریں گے (اور) ہم اس بات پر بھی قادر ہیں کہ اس کی پور پور درست کردیں۔ (نیز ملاحظہ ہو ۷۶:۳)

اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۔ یہ رجوع (خدا کی طرف پلٹنا) کو ثابت کرنے کی علت ہے یعنی اس کی واپسی خدا کی طرف ضرور ہوگی۔ اللہ اس کو ضرور سزا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کو دیکھ رہا ہے، بخوبی واقف ہے۔ اس کے اعمال کو یوں ہی رائیگاں نہیں چھوڑ یگا ضرور انتقام لے گا۔

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل رَبَّهٗ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۔ اِنَّ کی خبر۔ كَانَ فعل ناقص ضمیر فاعل اس کا اسم بَصِيْرًا اس کی خبر، بِهٖ متعلق خبر۔ جملہ محل رفع میں ہے۔ ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع وہ شخص ہے جس کا اعمالنامہ اس کی پشت کی طرف سے دیا گیا۔

۸۴: ۱۶ —— فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۔ ف عاطفہ ہے لَا زائدہ ہے اُقْسِمُ مضارع واحد متکلم اقسام (افعال) مصدر سے میں قسم کھاتا ہوں نیز ملاحظہ ہو ۶۹: ۳۸

الشفق مقسم بہ (جس کی قسم کھائی جائے) الشفق آسمان کی سرخی جو غروب آفتاب کے بعد ہوتی ہے یا وہ سفیدی جو اس سرخی کے بعد نمودار ہوتی ہے۔

امام راغب ؒ فرماتے ہیں:۔

سورج کے غروب کے وقت دن کی روشنی کا رات کی سیاہی سے ملنا شفق ہے
میں شفق کی قسم کھاتا ہوں۔

۸۴: ۱۷ —— وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۔ اس کا عطف الشفق پر ہے۔ اور میں قسم کھاتا ہوں رات کی اور میں قسم کھاتا ہوں اس کی جسے رات اکٹھا کر لیتی ہے۔

مَا موصولہ وَسَقَ اس کا صلہ دونوں مل کر اُقْسِمُ کا مقسم بہ۔ وَسَقَ وَسْقٌ (ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سمیٹ کر جمع کر لیا۔

مجاہد کا قول ہے کہ:۔

مَا وَسَقَ کا معنی یہ ہے کہ جس چیز کو رات اپنی لپیٹ میں لے لے اور تاریکی میں چھپالے

سعید بن جبیر نے کہا کہ:۔

رات میں جو کچھ کیا جائے (سب ماوسق میں داخل ہے)

یعنی قسم ہے شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ دیتی ہے یا جن کو

رات اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے یا ان کی جو رات میں کیا جاتا ہے۔

۸۴ : ۱۸ —— وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ : اس کا عطف بھی آیت نمبرا پر ہے اور میں قسم کھاتا ہوں چاند کی جب وہ پورا ہو جائے۔

اِتَّسَقَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اتساق (افتعال) مصدر ہے۔ وہ پورا ہوا وہ مکمل ہوا۔

۸۴ : ۱۹ —— لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۔ جملہ جواب قسم ہے۔ لَتَرْكَبُنَّ ۔ مضارع معروف بلام تاکید و نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر، رکوب (باب سمع) مصدر بمعنی سواری کرنا۔ اس کے اصل معنی تو جانور کی پشت پر سوار ہونے کے ہیں لیکن یہ کشتی پر سوار ہونے کے لئے بھی مستعمل ہے جیسے فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (۲۹ : ۶۵) پھر جب یہ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو خدا کو پکارتے ہیں (اور) خالص اسی کی عبادت کرتے ہیں۔

یہاں آیت زیر مطالعہ میں مجازاً ایک منزل کے بعد دوسری منزل سے گذرنے اور ایک حال سے دوسرے حال سے گذرنے کے لئے اس کا استعمال ہوا ہے۔

طَبَقًا مفعول فعل لَتَرْكَبُنَّ کا۔ عَنْ طَبَقٍ صفت طَبَقًا کی ہے طَبَقٌ بمعنی طبقہ درجہ، منزل، حال ۔ حالت، طَبَقًا اصل میں مطلقاً اس چیز کو کہتے ہیں جو دوسری چیز کے مطابق ہو اور عرف میں یہ لفظ اس حال کے لئے خاص ہو گیا ہے جو دوسرے حال کے مطابق ہو امام راغب لکھتے ہیں :-

ارشادِ الٰہی ہے : لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (تم کو ضرور ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے یعنی ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف ترقی کرنی ہے۔ دنیا میں جو انسان مختلف حالات کی طرف ترقی کرتا ہے یہ اُن حالات کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ آیت کریمہ۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ (۲۲ : ۵) تم کو بنایا مٹی سے پھر بوند پانی سے یہ فرما کر بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے ۔ نیز آخرت میں حشر و نشر، حساب و کتاب، اور پل صراط سے لے کر جنت دوزخ میں ٹھکانا ہونے تک جو مختلف حالات پیش آنے والے ہیں یہ ان کی طرف اشارہ ہے۔

(المفردات)

۸۴ : ۲۰ —— فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۔ مَا استفہامیہ ہے پھر ان کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے —— علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں :-

اس استفہام سے مقصود ہے انکار اور تعجب کا اظہار۔ وعدۂ ابرار اور وعید فجار جو اوپر گذرا اس سے یہ کلام تعلق رکھتا ہے۔ درمیان میں جملہ فَلَآ اُقْسِمُ بطور معترضہ ذکر کیا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کلام کا ربط آیت لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ سے ہو کیونکہ تبدیل احوال سے تبدیل کرنے والے کی ہستی کا پتہ چلتا ہے پھر کیا وجہ کہ اس کو نہیں مانتے۔
(تفسیر مظہری)

۸۴:۲۱ — وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ جملہ معطوف ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے۔

۸۴:۲۲ — بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ۔ بَلْ حرف اضراب ہے حکم ماقبل کو برقرار رکھتے ہوئے حکم مابعد کو حکم ماقبل پر زیادہ کرنے کے لئے آیا ہے یعنی قرآن کو سن کر سجدہ کرنا تو کجا رہا یہ اس سے بدتر عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں یعنی اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ بلکہ یہ کفار الٹا اسے جھٹلاتے ہیں۔

۸۴:۲۳ — وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ جملہ حالیہ ہے۔ حالانکہ جو انہوں نے اپنے اندر بھر رکھا ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے؛

يُوْعُوْنَ مضارع کا صیغہ جمع مذکر غائب اِيْعَاءٌ (افعال) مصدر۔ سادہ وع ی حفاظت کے لئے جمع کرنا۔ بوری یا تھیلا کو جس میں دوسری چیزیں اکٹھی کر کے رکھی جائیں اس کو دعار کہتے ہیں اور اس کی جمع اَوْعِيَةٌ ہے جیسا قرآن مجید میں ہے فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ اَخِيْهِ (۱۲:۷۶) پھر اس (یوسف) نے اپنے بھائی کے شلیتے سے پہلے ان کے تھیلوں کو دیکھنا شروع کیا۔
(راغب)

۲:۔ اپنے اعمالناموں میں جمع کرتے ہیں (محلی)

۳:۔ چھپاتے ہیں۔ پوشیدہ رکھتے ہیں (یعنی اپنے دلوں میں) حضرت ابن عباس رض قتادہ کے نزدیک مطلب یہ کہ:۔

یہ کافر لوگ اور کذاب لوگ اپنے سینوں میں کفر و عناد اور عداوتِ حق اور برے ارادوں اور فاسد نیتوں کی جو گندگی لئے پھرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

۸۴:۲۴ — فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ف سببیہ ہے تکذیب سبب بشارت ہے — عذاب سے ڈرانے کی بجائے عذاب کی خوشخبری دینے کا حکم استہزاءً دیا ہے (یعنی ان کے حق میں یہی بشارت ہے)

بَشِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر تَبْشِيْرٌ (تفعیل) مصدر، هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع تکذیب کرنے والے ہیں۔ تو ان کو بشارت (خوشخبری) دیدے:

عَذَابٍ اَلِيْمٍ موصوف صفت دردناک عذاب:

۸۴: ۲۵ ـــ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ

استثنا منقطع یا استثنا متصل ہے یعنی اِلَّا کا معنی لٰكِنَّ ہے۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کو بشارت نہ دو جو ان میں سے ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں۔ کیونکہ ان کے لئے اجر لازوال ہے یا غیر ناقص (پورا پورا) ثواب ہے۔ یا بلامنت ثواب ہے۔ یہ استثنار کی عِلَّتْ ہے

مَمْنُوْنٍ ۔ مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر: کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ غیر ممنون صفت ہے اجرٌ کی جو موصوف ہے کم نہ کیا ہوا۔ غیر منقطع۔

غَيْرُ حرف استثناء ہے اس کے بعد مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے۔

ایسا اجر جس میں کبھی کمی نہ کی جائے گی اور نہ کبھی منقطع ہوگا۔

ترجمہ: لیکن وہ لوگ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کو بے انتہا، دوامی اجر ملیگا

- - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۸۵) سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۲۲)

۸۵: ۱ — وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ : واؤ قسمیہ، السَّمَآءِ مقسم بہ و نیز موصوف۔
ذَاتِ الْبُرُوْجِ : مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السَّمَآءِ کی : برجوں والا۔ برجوں سے کیا مُراد ہے؟ اس کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں ،

۱۔ آسمان کے بارہ حصے۔ ان کا نام بُرج۔ ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، حدیں رکھی ہیں حساب کو"
(موضح القرآن از شاہ عبدالقادر ۲۵: ۶۱)

علم نجوم کے جاننے والوں نے ستاروں کے حساب سے آسمان کو بارہ حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے ہر ایک بُرج کی اپنی خصوصیات ہیں جن کے حساب سے ماہرینِ علم نجوم پیشین گوئیاں کرتے ہیں یہ بُرج یہ ہیں :

برج ہا دیدم کہ از مشرق برآوردند سر
جملہ در تسبیح و در تہلیلِ حق لایموت ؛
چوں حمل چوں ثور چوں جوزا و سرطان و اسد
سنبلہ، میزان و عقرب و قوس و جدی و حوت ؛

۲۔ بعض کے نزدیک یہ بروج منازلِ قمر ہیں۔
۳۔ بعض کا خیال ہے کہ بروج بڑے ستاروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ بروج کے لغوی معنی ظہور کے ہیں اور جو ستارے روشن اور ظاہر ہوں ان کو بروج کہتے ہیں۔
یہ حضرت ابن عباس رضؓ و مجاہد و ضحاک، حسن، قتادہ اور سدی کا قول ہے
اور یہ معنی مذاق عرب العرباء سے زیادہ چسپاں ہیں۔
۴۔ منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں عمدہ پیدائش
آیت کا ترجمہ ہوگا۔
اور قسم ہے آسمان برجوں والے کی :

۸۵:۲ — وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ۔ واؤ عاطفہ، واؤ قسم محذوف ہے۔ اور قسم ہے الیوم الموعود کی۔ موصوف وصفت۔ وعدہ کئے ہوئے دن کی۔ یعنی روز قیامت کی۔

۸۵:۳ — وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ یہ جملہ بھی عطفیہ ہے۔ اس کا عطف بھی السماء پر ہے واؤ قسم محذوف ہے۔ اور قسم ہے شاہد اور مشہود کی۔

شاھد سے کیا مراد ہے:

لغت میں شاہد کے معنی سامنے ہونے والے کے ہیں۔ اور پاس آنے والے کے اور گواہی دینے والے کے۔ لفظ وسیع المعنی ہے اور اس کے کئی معنی ہیں۔ اس کے متعلق علماء کے متعدد اقوال ہیں:-

۱:- بعض علماء نے فرمایا کہ شاہد جمعہ کا دن ہے کہ ہر شہر اور ہر مسجد میں آتا ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے کہ تمام بلاد و اطراف سے حاجی وہاں حاضر ہوتے ہیں۔
چونکہ جمعہ ہر ہفتہ میں ایک بار اور عرفہ ہر سال آتا ہے اس لئے ان کو نکرہ لایا گیا ہے اور قیامت کا دن چونکہ ایک ہی ہے اس لئے معرف باللام لایا گیا ہے:

۲:- بعض مفسرین نے ہر ایک مجمع کو جو ذکر الٰہی اور دین کے لئے ہو مشہود اور جماعت کو شاہد بتایا ہے اس میں عیدین و جمعہ و عرفہ بھی شامل ہیں۔

۳:- بعض علماء نے شاہد اور مشہود میں صرف گواہی کے معنی کا لحاظ کر کے کہا ہے کہ:-
شاہد سے مراد حق سبحانہ و تعالیٰ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ خود اس نے فرمایا ہے وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا (۴۸:۲۸)

(ب) نیز جملہ پیغمبر اور خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ وہ قیامت میں گواہی دیں گے:

(ج) اور سورتوں میں مشہود توحید اور اُمت ہیں۔

(د) انسان کے اعضاء بھی شاہد ہیں جیسا کہ فرمایا يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ (۲۴:۲۴) اس صورت میں مشہود انسان کی ذات ہوگی۔ وغیرہ۔

فَائِدَة: آیت ۱ تا ۲: میں جو قسمیں آئی ہیں ان کا جواب محذوف ہے۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

۱:- اس کا جواب محذوف ہے۔ لَتُبْعَثُنَّ او نحوہ۔ یعنی جوابِ قسم لتبعثن (تم ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے) یا ایسا کوئی اور کلام۔

۲:۔ بعض نے کہا ہے کہ جواب قسم ہے قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ لیکن یہ قول ضعیف ہے ۔ کیونکہ قسم کا جواب لغیر لام کے بہت کم آتا ہے ۔
۳:۔ بعض کے نزدیک اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ؛ جواب قسم ہے ۔
۸۵ : ۴ — قُتِلَ ۔ فعل ماضی مجہول صیغہ واحد مذکر غائب ہے قتل کیا گیا ۔ مارا گیا، برباد ہوا ۔ بددعائیہ جملہ ہے ۔ قتل ہو، مارا جائے ۔ برباد ہو ۔ کلام الٰہی میں بددعا سے مراد ہوتا ہے اللہ نے ان کے لئے قتل کیا جانا مقرر کر دیا ۔ یا اللہ کی رحمت سے ان کو دور کر دیا گیا ۔
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ النَّارِ ۔ اَصْحٰبُ مفعول مالم یسم فاعلہ ۔ مضاف ، اَلْاُخْدُوْدِ النَّارِ ۔ موصوف وصفت مل کر مضاف الیہ ۔
اُخْدُوْد ۔ کھائی ، خندق ۔ اَخَادِيْدُ جمع ۔ آگ کی خندق والے لوگ ۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے خندقیں کھود کر ان میں آگ جلائی اور اپنا صحیح دین نہ چھوڑنے والوں کو ان میں جھونک دیا ۔

فائدہ : اصحاب الاخدود کون تھے اس کے متعلق قرآن حکیم نے صریحاً کوئی تفصیل نہیں بتائی ۔ محض ایک فرقہ مذہب کے دوسرے فرقہ مذہب پر ظلم واستبداد کی وضاحت کے لئے ایک عام مثال کو بیان کر دیا ہے قرون وسطیٰ کے یورپ میں ایسی متعدد مثالیں موجود ہیں اس لئے جب قرآن نے متعین کرنے کی ضرورت کو چنداں اہمیت نہیں دی تو ہمیں اس میں کریدنے کی کیا پڑی ہے ۔ پھر بھی بعض نے اس کو متعین کرنے کی کوشش کی ہے اور اکثریت نے اسے ذو نواس کی طرف منسوب کیا ہے ذو نواس حمیری خاندان سے یمن کا آخری حکمران تھا ۔ مذہب کا یہودی تھا ۔ اس نے نجران کے عیسائی مذہب کے پیروکاروں کو جبراً اپنے دین سے منحرف ہو کر یہودیت قبول کرنے کی کوشش کی اور ان کے انکار پر بڑی بڑی خندقیں کھود کر اس میں آگ بھڑکا کر ان کو اس میں پھینک دیا ۔
۸۵ : ۵ — اَلنَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ، ذَاتِ الوقود مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے النَّارِ کی ۔ یعنی ایسی آگ جو ایندھن سے بھڑکائی گئی ہو ۔
وَقُوْدٌ بمعنی ایندھن ۔ جیسے اور جگہ آتا ہے فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (۲ - ۲۴) تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے ۔
۸۵ : ۶ — اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۔ اِذْ ظرف زمان ہے بمعنی جب ، جبکہ ، جس وقت

ظرف مکان یا حسن مفاجات میں بھی مستعمل ہے لیکن حق یہ ہے کہ اِذْ اور اِذَا دونوں اسم ظرف ہیں جن کے لئے ظرفیت لازمی ہے یعنی اکثر مواقع پر مفعول فیہ ہوتے ہیں۔

هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع اصحب الاخدود ہے۔ یعنی جب کہ وہ خود "

عَلَيْهَا میں ضمیر هَا واحد مونث غائب کا مرجع الاخدود ہے۔

قُعُوْدٌ (باب نصر) مصدر بھی اور قَاعِدٌ کی جمع بھی۔ بیٹھنے والے۔ قُعُوْدٌ اور جُلُوْسٌ میں یہ فرق ہے کہ قُعُوْدٌ کے اندر طولِ مکث کی قید معتبر ہے۔ یعنی قعود کا اطلاق دیر تک بیٹھنے کے لئے ہوتا ہے اور جُلُوْسٌ مطلق بیٹھنا ہے خواہ دیر تک ہو یا جلدی ختم ہو جائے۔

قرآن مجید میں جہاں بھی قُعُوْدٌ آیا ہے یا اس کے مشتقات کا استعمال ہوا ہے وہاں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ، جب کہ وہ خود اس پر بیٹھے تھے۔

۸۵ : ۷ ــــ وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ: جملہ حالیہ ہے ترجمہ ہوگا۔ درآنحالیکہ جو وہ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔

مَا موصولہ يَفْعَلُوْنَ اس کا صلہ۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ متعلق يَفْعَلُوْنَ۔ شُهُوْدٌ اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے۔ موجودین، حاضرین۔ شَاهِدٌ کی جمع، جیسے سَاجِدٌ کی جمع سُجُوْدٌ

۸۵ : ۸ ــــ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ، واؤ عاطفہ، مَا نافیہ نَقَمُوْا مِنْهُمْ: نَقَمُوْا ماضی جمع مذکر غائب۔ نَقْمٌ باب ضَرَبَ مصدر۔ نَقَمَ۔۔۔۔ مِنْهُ وَعَلَيْهِ: کسی کو کسی چیز کا مجرم گردانتا۔ ملامت کرنا۔ باب افتعال سے بمعنی انتقام لینا۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور انہوں نے ان کو (یعنی مومنین کو) کسی عیب کا مجرم نہ پایا۔ اِلَّآ حرف استثناء سوائے اس کے کہ۔

اَنْ يُّؤْمِنُوْا۔ اَنْ مصدریہ۔ يُؤْمِنُوْا مضارع (منصوب بوجہ عمل اَنْ) جمع مذکر غائب۔ اور بتاویل مصدر مفعول ہے فعل نَقَمُوْا کا۔ کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔

(چونکہ نَقَمُوْا ماضی ہے اس لئے يُؤْمِنُوْا (مضارع) بھی ماضی کے معنی میں ہے

بِاللّٰهِ جار مجرور۔ اللہ پر۔

مطلب یہ ہے کہ ان مؤمنین کا جن کو آگ کی کھائیوں میں پھینک کر کفار نظارہ کر رہے تھے اور کوئی قصور نہ تھا سوائے اس کے کہ وہ اللہ پر ایمان لاتے تھے۔

اَلْعَزِیْزِ (ایسا غالب اور جو اتنا با اقتدار ہے کہ اس کے عذاب کا اندلیشہ کیا جاتا ہے)
اَلْحَمِیْدِ (ایسا مستحق حمد محسن کہ اس سے ثواب کی امید کی جاتی ہے) دونوں باری تعالیٰ کی صفات ہیں۔

۸۵: ۹ — اَلَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ: یہ بھی باری تعالیٰ کی صفت ہے۔ اللہ وہ ذات ہے کہ جس کے قبضہ میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔
وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ۔ جملہ معترضہ تذییلی ہے: جملہ سابقہ کی تاکید میں آیا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔

۸۵: ۱۰ — اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ، اِنَّ حرف تحقیق حرف مشبہ بالفعل۔ اَلَّذِیْنَ اسم موصول فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اس کا صلہ۔ صلہ موصول مل کر اسم اِنَّ:
ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا اسم اِنَّ کے متعلق۔
فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ اِنَّ کی خبر۔ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ: اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے یہ پہلے جملہ کی تاکید ہے۔
فَتَنُوْا ماضی جمع مذکر غائب فِتْنَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ انہوں نے دکھ دیا انہوں نے ایذا دی۔ انہوں نے عذاب دیا۔
فَتَنٌ کے لغوی معنی ہیں سونے کو آگ میں تپا کر کھوٹا کھرا جانچنا۔ یا آگ میں ڈالنا۔
قرآن مجید میں فتنۃ کے لفظ اور اس کے مشتقات کو مختلف معانی کے لئے استعمال کیا گیا ہے مثلاً:
آزمائش کرنا۔ آزمائش میں ڈالنا۔ آفت، مصیبت، فساد۔ ایذا۔ دکھ عذاب وغیرہ۔
اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ دونوں فَتَنُوْا کے مفعول ہیں۔
ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا۔ ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ لَمْ یَتُوْبُوْا مضارع نفی جحد بلم صیغہ جمع مذکر غائب۔ تَوْبٌ (باب نصر) مصدر۔ پھر توبہ نہیں کی:
فَلَهُمْ: ف بمعنی پھر۔ انجام کار۔ تو۔
عَذَابُ الْحَرِیْقِ: مضاف مضاف الیہ۔ حَرِیْق۔ آگ جلانے والی۔ حَرْقٌ باب نصر، مصدر سے بروزن فَعِیْلٌ صفت مشبہ کا صیغہ واحد مذکر ہے فَاعِلٌ مَفْعُوْلٌ

دونوں کے معنی دیتا ہے۔ یہاں اس آیت میں معنی آگ مستعمل ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
بے شک جن لوگوں نے ایذا دی مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو پھر توبہ بھی نہ کی۔ تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور جلانے والا عذاب بھی ہے۔

۸۵:۱۱ — اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ، اِنَّ حرف تحقیق جرف مشبہ بالفعل۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسم اِنَّ۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ خبر اِنَّ۔ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ صفت جَنّٰتٌ کی هَا ضمیر کا مرجع جَنّٰتٌ ہے۔

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ۔ ذٰلِكَ یعنی باغات اور ان کے نیچے جاری نہروں کا حصول یہ بڑی کامیابی ہے۔ الفوز الکبیر موصوف وصفت مل کر صفت ذٰلِكَ کی۔

۸۵:۱۲ — اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ: اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ بَطْشَ مضاف اسم اِنَّ۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ بَطْشَ کا۔ لام تاکید کا شَدِيْدٌ خبر اِنَّ کی۔ بے شک تیرے رب کی گرفت بڑی سخت ہے۔

فائدہ: اوپر ایمان داروں کو ستانے والوں اور دکھ دینے والوں کے لئے عذاب جہنم اور عذاب حریق کا اور مؤمنوں اور اعمال صالح کرنے والوں کے لئے باغات اور ان میں جاری وساری نہروں کا ذکر کیا۔ اس کے بعد ان کے مترادف اپنی صفات ارشاد فرمائیں۔ کفار کی سزا کے مقابلہ میں فرمایا کہ اس کی گرفت بڑی مضبوط ہے اس سے کسی صورت چھٹکارا انہیں مل سکیگا اور ایمان والوں کی نعمتوں کے مقابلہ میں اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں:

۱:۔ اس نے مخلوقات کو پہلی مرتبہ نیست سے ہست کیا۔
۲:۔ اسی قدرت کاملہ سے وہ مرنے کے بعد نئی زندگی عطا کرے گا۔
۳:۔ وہ غفور اور وُدود ہے۔
۴:۔ وہ صاحب عرش ہے۔
۵:۔ وہ مجید ہے۔
۶:۔ وہ فعال لما یرید ہے۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے بلا تکلف کرسکتا ہے۔

۸۵:۱۳ — اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ: يُبْدِئُ مضارع واحد مذکر غائب اِبْدَاءٌ

(افعال) مصدر سے وہ ایجاد کرتا ہے وہ تخلیق اول کرتا ہے۔ ب د ء مادہ۔
اسی مادہ سے باب افتعال سے: اِبْتِدَاءٌ بمعنی شروع کرنا ہے۔
يُعِيْدُ۔ مضارع معروف واحد مذکر غائب: اِعَادَۃٌ (افعال) مصدر سے لوٹانا۔
اعادہ کرنا۔ دوبارہ پیدا کرنا۔ وہ دوبارہ پیدا کرے گا۔

۸۵:۱۴ ــــ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ۔ غَفُوْرٌ غُفْرَانٌ سے (باب ضرب) مبالغہ کا صیغہ ہے
بہت بخشنے والا۔ غَافِرٌ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بخشنے والا۔
وَدُوْدٌ مَوَدَّۃٌ (باب سمع) مصدر سے مبالغہ کا صیغہ بہت محبت کرنے والا۔ بہت
چاہنے والا۔ ثواب دینے والا۔ وُدٌّ محبت کرنا۔ یہ بھی مصدر ہے۔
دونوں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔

۸۵:۱۵ ــ ذُوالْعَرْشِ مضاف مضاف الیہ۔ صاحب عرش، عرش والا۔ تخت والا
اَلْمَجِيْدُ بڑی شان والا۔ یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔
مَجَدَ يَمْجُدُ مَجْدٌ و مَجَادَۃٌ کے معنی کرم و شرف اور بزرگی میں وسعت اور
پہنائی کے ہیں۔ یہ دراصل مَجَدَتِ الْاِبِلُ کے محاورہ سے مشتق ہے جس کے معنی
ہیں اونٹوں کا کسی وسیع اور زیادہ چارے والی چراگاہ میں پہنچ جانا؛
المجید کے معنی ہیں وہ ذات جو اپنے فضل و کرم سے نوازنے میں نہایت
وسعت اور فراخی سے کام لینے والی ہو۔
قرآن کریم کی صفت میں بھی المجید آیا ہے کیونکہ قرآن پاک بھی تمام دنیوی و
اخروی مکارم پر مشتمل ہونے کی وجہ سے جلیل القدر کتاب ہے، چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد
باری تعالیٰ ہے بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ۔

۸۵:۱۶ ــــ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ، فَعَّالٌ فِعْلٌ مصدر سے مبالغہ کا صیغہ واحد مذکر ہے
بہت کام کرنے والا۔ یعنی جب بھی جس کام کو وہ کرنا چاہے اسے بلا روک ٹوک کر گذرتا ہے کوئی
اس کے کام میں مانع نہیں ہو سکتا۔ زبردست کام کرنے والا، خود مختاری سے کام کرنے والا۔
مَا يُرِيْدُ۔ مَا موصول يُرِيْدُ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب اس کا صلہ اِرَادَۃٌ (افعال)
مصدر۔ فَعَّالٌ مبتدا محذوف کی خبر ہے ای هُوَ فَعَّالٌ، لِمَا يُرِيْدُ متعلق خبر۔

۸۵:۱۷ ــــ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ۔ جملہ استفہام تقریری ہے۔ تمہارے
پاس لشکروں کا قصہ آ ہی چکا ہے۔

۱۸:۸۵۔۔ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ: یہ الجُنُوْدِ سے بدل ہے یا جُنُوْدِ محذوف ہے یعنی فرعون اور ثمود کی فوجوں کا قصہ۔

مطلب یہ کہ فرعون اور ثمود اور اُن کے لشکروں کا حال تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ کفر و عناد میں وہ کس حد تک پہنچ گئے تھے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے نتیجے میں ان کے ساتھ کیا بنی؟ اور خدا کی طرف سے ان پر کیسا عذاب نازل ہوا۔ ایک کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ اور دوسرے کو ایک زلزلہ نے آ لیا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔

فَائِدَہ: اوپر آیات ۱۲ تا ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی چند صفات ارشاد فرمائیں کہ اس کی گرفت (جب وہ پکڑنا چاہے) نہایت شدید ہے مخلوقات کو اس نے اوّلاً پیدا کیا اور اسے پھر دوبارہ بھی امرنے کے بعد) زندہ کرے گا۔ وہ غفور ہے، ودود ہے صاحب عرش ہے عظیم المرتبت ہے اور یہ کہ جس امر کا وہ ارادہ کرتا ہے اسے کر گذرتا ہے کوئی اس کے ارادہ کی تکمیل میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتا۔

یہ صفات ذہن نشین کرانے کے بعد دو ٹھوس مثالیں بیان ہوئیں۔

ایک فرعون کی کہ وہ اپنے جاہ و حشم کے بل بوتے پر خدائی کا دعویٰ رکھتا تھا لیکن باوجود اتنی کرّوفر کے ذلیل موت مارا گیا اور اپنے لشکر جرار کے ہمراہ سمندر میں ڈبو کر ہلاک کر دیا گیا (۷۹: ۱۵ تا ۲۶) اور (۷: ۱۳۳ تا ۱۳۶) وغیرہ

دوسری قوم ثمود کی جو کہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم تھی یہ ایک زبردست اور پُرشوکت قوم تھی فنِ تعمیر میں یدِطولیٰ رکھتی تھی پہاڑوں کو تراش کر سر بفلک عمارتیں بنانا ان کا دستور تھا۔ بت پرست اور ستارہ پرست تھے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی میں ان پر عذاب الٰہی ایک زلزلہ کی صورت میں نازل ہوا اور سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے چند ایمان لانے والوں کے تمام قوم تباہ و برباد ہو گئی۔ (۷: ۷۳ تا ۷۹) وغیرہ

قرآن مجید میں قوم ثمود کی ہلاکت کو کہیں رجفۃ زلزلہ (۷: ۷۸) کہیں صاعقۃ کڑک (۴۱: ۱۷) اور کہیں صیحۃ چیخ (۱۵: ۸۳) سے تعبیر کیا ہے۔

یہ مثالیں یعنی فرعون کی غرقابی اور قوم ثمود کی بربادی اہل مکہ کے علم میں تھیں۔ کانت قصتھم عند اھل مکۃ مشھورۃ۔ ان کی کہانی اہل مکہ میں مشہور و معروف تھی لہٰذا کفار مکہ کو چاہئے تھا کہ ان سے عبرت حاصل کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا بلکہ انہوں نے

قرآن کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر تکذیب کا ارتکاب کیا۔

۸۵: ۱۹ — بَلِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِیْ تَكْذِیْبٍ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کی حالت کو برقرار رکھتے ہوئے مابعد کے حکم کو اس پر اور زیادہ کیا گیا ہے۔

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا موصول وصلہ۔ مراد اس سے کفار مکہ ہیں۔ ای من قومک یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) (الخازن)

تکذیب جھٹلانا۔ جھوٹ کی طرف منسوب کرنا۔ بروزن تفعیل مصدر ہے۔

فی تکذیب۔ ای فی تکذیب لک وللقران کما کذب من کان قبلھم من الامم ولم یعتبروا بمن اھلکنا منھم۔ یعنی آپ کی اور قرآن حکیم کی تکذیب میں اس طرح منہمک ہیں جس طرح ان سے پہلی امتیں (اپنے پیغمبروں اور کتب سماوی کی) تکذیب میں لگی رہتی تھیں۔ لیکن ان میں سے جن (پہلی امتوں) کو ہم نے (ان کے اس فعل پر) ہلاک کر دیا ان سے انہوں نے سبق حاصل نہ کیا اس لئے یہ مکہ والے کافر لوگ پہلی امتوں کے کفار سے سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ کیونکہ جو ظواہر و شواہد ان کے سامنے ہیں اُن کے سامنے موجود نہ تھے۔

علامہ پانی پتی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

بلکہ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری قوم کے یہ کافر تو نزول عذاب کے گذشتہ اقوام اور سابق امتوں کے مقابلہ میں سزا کے زیادہ مستحق ہیں۔ انہوں نے تو گذشتہ اقوام کی ہلاکت کے قصے سُن بھی لئے اور ان کی بربادی کے نشانات بھی دیکھ لئے اس کے باوجود یہ قرآن کی تکذیب میں اس قدر منہمک ہیں کہ پچھلے کافر تکذیب انبیاء میں اتنا انہماک نہیں رکھتے تھے۔ گذشتہ آسمانی کتابیں نہیں تھیں اور قرآن کی عبارت بھی معجزہ ہے۔ تکذیب میں تنوین تعظیم ہے۔ (تفسیر مظہری)

۸۵: ۲۰ — وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِیْطٌ۔ جملہ حالیہ ہے کفروا کے فاعل سے حال ہے وَرَآءِ مصدر ہے بمعنی آگے ہونا۔ پیچھے ہونا۔ ہر طرف ہونا۔ سوا ہونا۔ وَرَآئِهِمْ ان کے ہر طرف۔

مُحِیْطٌ اِحَاطَةٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے ہر طرف سے گھیرنے والا۔ ہر طرف سے گرفت میں رکھنے والا۔ ایسا قابو میں رکھنے والا کہ اس سے چھوٹ جانا ناممکن ہو۔ اور حال یہ ہے کہ وہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔

۸۵: ۲۱ — بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ۔ بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال

اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے یعنی ان کفار مکہ کی جانب سے قرآن مجید کی تکذیب صحیح نہیں کہ کبھی اس کو کسی کاہن کا کلام کہہ دیا کبھی من گھڑت کلام سے تعبیر کیا اور کبھی یہ کہا کہ یہ کسی شاعر کا کلام ہے یوں نہیں بلکہ یہ تو قرآن بڑی شان والا ہے عظیم المرتبت ہے۔

تفسیر خازن میں ہے :۔

ای کریم شریف، کثیر النفع والخیر لیس ھو کما زعم المشرکون انه شعر وکھانة۔ یعنی کریم ہے، شریف ہے کثیر النفع والخیر اور مشرکین کے زعم کے مطابق نہ تو یہ شاعرانہ کلام ہے اور نہ کسی کاہن کا کلام۔

۸۵ : ۲۲ — فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ صفت ہے لوح کی۔ جو ایسی لوح میں لکھا ہوا ہے جو محفوظ ہے یعنی شیطان کی دسترس اور کمی بیشی سے محفوظ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ( )

۸۶:۱ــــ وَ السَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ط واؤ قسمیہ، السَّمَآءِ مقسم بہٖ واؤ قسمیہ الطَّارِقِ مقسم بہ۔ السمآء معطوف علیہ۔ الطارق معطوف، قسم ہے آسمان کی اور رات کے آنے والے کی۔

الطارق اصل لغت کے اعتبار سے راستہ پکڑنے والا۔ رات کو آنے والا۔ طَرْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ رات کا راہ گیر، صبح کا ستارہ، عام استعمال میں رات کو نمودار ہونے والے کو طارق کہتے ہیں۔

۸۶:۲ــــ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ: مَا استفہامیہ، کون، کیا چیز، اَدْرٰىكَ ماضی واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر: تمہیں کیا چیز بتائے۔ تمہیں کون بتائے، تمہیں کون واقف کرے، خبردار کرے۔ تمہیں کیا خبر؟ تمہیں کیا معلوم؟ کہ رات کو نمودار ہونے والا ستارہ کیا ہے؟

۸۶:۳ــــ اَلنَّجْمُ الثَّاقِبُ۔ جملہ مستانفہ ہے اور مبتدا محذوف کی خبر ہے ای ھو النجم الثاقب: یہ الطارق کی تشریح ہے جیسے سوال کیا جائے کہ ما الطارق؟ جواب ہوگا ھو النجم الثاقب: ترکیب توصیفی ہے (موصوف وصفت) النجم کوئی ستارہ۔ ال جنسی ہے۔ اور عہدی بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عرب ثریا کو النجم کہتے ہیں۔ اس صورت میں النجم ثریا ستارہ ہوگا۔ لیکن یہاں ال جنسی ہی مستعمل ہے اور النجم سے کوئی خصوصی ستارہ مراد نہیں ہے۔ بلکہ کوئی بھی ستارہ ہو۔

الثاقب۔ ثُقُوْبٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ ثُقُوْبٌ کے معنی سوراخ کرنے کے ہیں۔ اندھیرے میں روشنی کی کرن ایسے دکھائی دیتی ہے

گویا اس نے اندھیرے کی دیوار میں سوراخ کر دیا ہے، اس لئے وہ ستارہ جو نہایت چمکدار ہو اور جس کی تیز روشنی اندھیرے کو چیرتی ہوئی دور سے نظر آئے اُسے النجم الثاقب کہتے ہیں۔

لہٰذا آیت ہٰذا کا مطلب یہ ہوا کہ الطارق ایک نہایت چمکدار ستارہ ہے۔

بعض نے کہا ہے کہ صبح کو نمودار ہونے والے ستارے کو الطارق کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صبح کا پیغام بر بن کر طلوع ہوتا ہے اور بڑی شان و شوکت رکھتا ہے۔

۸۶:۴ — اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے اِنْ نافیہ ہے۔ لَمَّا استثنائیہ ہے گو شرطیہ بھی آتا ہے جیسے فَلَمَّا نَجّٰكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ (۱۷: ۶۷) پھر جب وہ تم کو بچا کر خشکی پر لے جاتا ہے تم منہ پھیر لیتے ہو۔

اور بطور حرف جازم بھی آتا ہے اور لَمْ کی طرح فعل مضارع پر داخل ہو کر اس کو جزم دیتا ہے اور ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے جیسے کہ وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۴۹: ۱۴) اور ایمان تو ابھی تک تمہارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور اِلَّا بمعنی مگر کا ہم معنیٰ ہے ترجمہ ہوگا۔

کوئی نفس نہیں مگر اس پر نگران (فرشتہ) مامور ہے۔

۸۶: ۵ — فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ۔ ف سببیہ ہے۔ نگران فرشتوں کا وجود (اور ہر چھوٹے بڑے عمل کا اندیشۂ اندراج) اس امر کا سبب ہے کہ آدمی اپنے حالات پر غور کرے:

لِيَنْظُرْ فعل امر واحد مذکر غائب (باب نصر) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ دیکھے۔

مِمَّ مرکب ہے مِنْ حرف جار اور مَا استفہامیہ سے اصل میں مِنْ مَا تھا۔ کس چیز سے

خُلِقَ۔ ماضی مجہول واحد مذکر غائب، پیدا کیا گیا۔

پس آدمی خود ہی دیکھے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ جملہ مِمَّ خُلِقَ مفعول ہے يَنْظُرْ کا۔

۸۶: ۶ — خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ۔ جملہ مستانفہ ہے، سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ دَافِقٍ مَآءٍ کی صفت ہے۔ دَفْقٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ کودنے والا۔ اچھلنے والا۔ پانی کی طرف دَفْق کی نسبت مجازی ہے۔ دَافِقٍ اسم مفعول بھی ہوسکتا ہے (اچھل کر نکالا گیا) جیسے کہ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ (۱۰۱: ۷) میں رَاضِيَةٍ (پسند کرنے والی) بمعنی مَرْضِيَّةٍ (پسندیدہ) ہے۔

جیب دافق کا معنی یکدم بہنا، سرعت کے ساتھ بہنا۔ اچھل کر تیزی سے گرنا۔

لئے جائیں تو دافق کی نسبت مَآءٍ کی طرف حقیقی ہوگی۔
ترجمہ ہوگا۔
اچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔

۸۶ : ۷ —— يَخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ۔ یخرج میں ضمیر فاعل ماء کی طرف راجع ہے۔ جملہ ماء کی صفت ہے، جو پشت اور سینہ کے درمیان سے نکلتا ہے۔

الصُّلْب ۔ صُلْب کا معنی ہے مضبوط۔ اور مضبوطی کی وجہ سے ہی (اعضاء انسانی میں سے) پشت کو صُلب کہا جاتا ہے۔ اور مراد اس سے مرد کی پشت ہے۔

التَرائب ۔ چھاتیاں ۔ تریبۃ کی جمع ہے جس کے معنی چھاتی کی ہڈی اور سینہ کی پسلی کے ہیں۔ یہاں مراد عورت کے سینہ کی ہڈیاں ہیں۔
ترجمہ ہوگا:۔
جو پیٹھ اور سینہ کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۸۶ : ۸ —— اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ۔ اِنَّهٗ میں ضمیر ہٗ خالق کی طرف لوٹتی ہے گو لفظاً مذکور نہیں ہے مگر خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ سے اس کا مفہوم سمجھ میں آرہا ہے۔

اور رَجْعِهٖ میں ضمیر ہٖ کا مرجع الانسان ہے رَجْعِهٖ میں رَجْعٌ (مصدر) مضاف ہے اور ہٖ ضمیر مضاف الیہ ہے۔

لَقَادِرٌ میں لام تاکید کا ہے قَادِرٌ۔ قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے زبردست قدرت رکھنے والا۔
ترجمہ ہوگا۔
وہ اس کے لوٹانے پر بھی قدرتِ کاملہ رکھتا ہے۔

۸۶ : ۹ —— يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ : يَوْمَ سے مراد یوم قیامت ہے۔ اور فعل محذوف اُذْكُرْ کے مفعول ہونے کی وجہ سے يَوْمَ منصوب ہے

تُبْلٰى فعل مضارع مجہول واحد مؤنث غائب۔ وہ آزمائی جائے گی، وہ جانچی جائے گی اس کا امتحان کیا جائے گا۔ بَلَاءٌ۔ بَلْوٌ (باب نصر) مصدر۔ ب ل ی، ب ل و مادہ

صاحب ضیاء القرآن تُبْلٰى کے متعلق اپنی تفسیر کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔
تُبْلٰى کے دو معنی بتائے گئے ہیں۔
ا۔ تُبْلٰى بمعنی تُظْهَرُ۔ یعنی اس دن تمام راز (فاش) ظاہر کر دیئے جائیں گے۔ کوئی

بات پوشیدہ نہیں رہے گی۔
۲:۔ دوسرا معنی۔ تُبْلٰی۔ تُمْتَحَنُ۔ تُخْتَبَرُ (قرطبی) ان کو پرکھا جائے گا۔ کھوٹا کھرا الگ الگ کر دیا جائے گا۔
جن اسرار کو فاش کرنے کا ذکر فرمایا جارہا ہے ان میں وہ باتیں بھی ہیں جن کو صرف کرنے والا تو جانتا تھا لیکن دوسرے لوگوں کو اس کا علم ہی نہ ہو سکا۔ یا علم تو ہوا لیکن اس کے پس پردہ جو نیت کارفرما تھی وہ صیغہ راز میں رہی اور بعض راز ایسے ہیں کہ جن کا کرنے والے کو بھی علم دنیا میں نہ ہو سکا۔ یعنی جو کام اس نے کئے ہیں اس کے نتائج کیسے نکلے اور ان نتائج کے اثرات کہاں تک اور کب تک موجود رہے یہ ساری باتیں اس روز کھول کر سامنے رکھ دی جائیں گی
السَّرَائِرُ، سَرِیْرَۃٌ کی جمع۔ راز، پوشیدہ باتیں۔ بھید۔ اسی وزن پر قَبِیْلَۃٌ کی جمع قَبَائِلُ ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
یاد کرو اس دن کو جب سب راز فاش کر دیئے جائیں گے۔
۸۶: ۱۰ــــ فَمَا لَہٗ مِنْ قُوَّۃٍ وَّلَا نَاصِرٍ۔ فَ عاطفہ بمعنی پھر۔ مَا نافیہ۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب الانسان کے لئے ہے۔
مِنْ قُوَّۃٍ جار مجرور۔ طاقت، زور، پھر نہ تو اس روز انسان کا کوئی زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار (جو اسے عذاب سے بچالے) نَاصِرٍ کا عطف قُوَّۃٍ پر ہے۔
۸۶: ۱۱ــــ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ۔ جملہ قسمیہ ہے ذَاتِ الرَّجْعِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت السَّمَآء کی۔ الرَّجْع (باب ضرب) مصدر پھر آنا، لوٹ آنا۔ مینہ، بارش یہاں بطور اسم بمعنی بارش۔ استعمال ہوا ہے۔ یعنی قسم ہے آسمان بارش والے کی۔
۸۶: ۱۲ــــ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ اس آیت کا عطف آیت سابقہ پر ہے وَالْاَرْضِ اور قسم ہے زمین کی۔ ذَاتِ الصَّدْعِ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت ہے الْاَرْض کی الصَّدْعِ۔ صَدَعَ یَصْدَعُ (باب فتح) مصدر سے بمعنی شگافتہ ہونا۔ پھٹنا، شق ہونا یہاں زمین سے کھیتی کا پھوٹ نکلنا مراد ہے۔ قسم ہے زمین کی جس سے کھیتی پھوٹ نکلتی ہے
۸۶: ۱۳ــــ اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔ جملہ جواب قسم ہے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع القرآن ہے۔ (روح المعانی، الخازن، بیضاوی)
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہٗ ضمیر اسم اِنَّ لَقَوْلٌ فَصْلٌ اس کی خبر، قَوْلٌ فَصْلٌ

موصوف وصفت فَصْلٌ باطل سے حق کو الگ کرنے والا کلام،
بلاشبہ یہ (قرآن) حق اور باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا کلام ہے۔
۸۶: ۱۴ ــــ وَ مَا هُوَ بِالْهَزْلِ یہ قول کی صفت ثانی ہے، هَزْلٌ (باب سمع، ضرب) مصدر ہے بمعنی کھیل کرنا۔ بے ہودگی کرنا۔ یہاں بطور اسم مستعمل ہے بمعنی بیہودہ کھیل۔
اور یہ (کلام) بیہودہ یا کھیل اور دل لگی نہیں ہے۔
۸۶: ۱۵ ــــ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا۔ انهم میں هم ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع مشرکین مکہ ہیں۔ (الخازن)
يَكِيْدُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر، بمعنی خفیہ تدبیر کرنا۔ كَيْدًا مفعول مطلق (تاکید کے لئے۔)
ای یحتالون بالمکر بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وذلک حین اجتمعوا فی دار الندوۃ وتشاوروا فیہ (الخازن)
یعنی جب وہ اپنے چوپال میں جمع ہوتے ہیں اور باہم مشورہ کرتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مکر وفریب کی خفیہ تدبیریں سوچتے ہیں۔
۸۶: ۱۶ ــــ وَ اَكِيْدُ كَيْدًا۔ اَكِيْدُ مضارع واحد متکلم كَيْدٌ (باب ضرب) مصدر كَيْدًا مفعول مطلق۔ میں بھی خفیہ حیلہ وتدبیر کرتا ہوں۔ یعنی ان کو ڈھیل دیتا ہوں (یعنی ان کو اس راستہ پر چلاتا ہوں کہ بالآخروہ اپنی سازش میں ناکام رہیں۔ یا ان کو آخرت میں ان کے فریب کی سزا دوں گا)
۸۶: ۱۷ ــــ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ۔ ف سببیہ ہے مَهِّلْ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ تَمْهِيْلٌ (تفعیل) مصدر۔ تو مہلت دے۔ یعنی چونکہ میں خود ان سے نپٹ رہا ہوں جب چاہوں گا ان کی کرتوتوں کا ان کو مزہ چکھا دوں گا آپ ان کافروں کو ذرا مہلت دیں ان کی ہلاکت کے لئے بددعا نہ کریں۔ اور ان کی فوری سزایابی کے لئے پریشان نہ ہوں
اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا۔ یہ پہلے حکم مہلت کی تاکید ہے۔ مَهِّلْ اور اَمْهِلْ دونوں کے ایک ہی معنی ہیں۔ محض تغیر لفظی ہے۔
رُوَيْدًا تھوڑی سی مہلت۔ اسم فعل ہے۔ ابن خالویہ کہتے ہیں یہ اصل میں اِرْدَادًا ہے۔ یہ رُوَيْدًا اس کی تصغیر ہے۔ رُوَيْدًا کے معنی مہلت دینے اور ٹھہرنے کے ہیں کہا جاتا ہے اِمْشِ مَشْيًا رُوَيْدًا۔ آہستہ چل۔ جلدی نہ کر۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الا تقان میں لکھا ہے۔
رُوَیْدًا اسم ہے ہمیشہ مُصَغَّر اور مامور بہ ہو کر بولا جاتا ہے یہ رَوْدٌ کی تصغیر ہے جس کے معنی مہلت کے ہیں۔
ترجمہ ہوگا:۔
پھر تم ڈھیل دو منکروں کو۔ ڈھیل دو ان کو۔ صبر کرو۔
(ترجمہ شاہ عبدالقادر دہلوی رح)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۸۷) سورۃ الاَعۡلیٰ مکیّۃ (۱۹)

۸۷: ۱ــــ سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلیٰ: سَبِّحۡ فعل امر واحد مذکر حاضر تَسۡبِیۡحٌ (تفعیل) مصدر سے۔ تو تسبیح کر، تو پاکی بیان کر، تو عبادت کر۔

اِسۡمَ مفعول سَبِّحۡ کا مضاف رَبِّکَ مضاف مضاف الیہ مل کر اِسۡمَ کا مضاف الیہ اپنے رب کے نام کی۔

اَلۡاَعۡلیٰ صفت ہے رَبّ کی۔ عُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے اور عَلَا یَعۡلُوۡا کا مصدر ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

(اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

بعض علماء کا قول ہے کہ آیت میں اسم سے مراد ذات مسمّٰی ہے جیسے آیت مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِلَّاۤ اَسۡمَآءً سَمَّیۡتُمُوۡھَاۤ اَنۡتُمۡ وَاٰبَآؤُکُمۡ (۱۲: ۴۰) جن چیزوں کی تم خدا کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں۔ جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں (یہاں اسماء سے مراد مسمّٰی ہیں) یعنی بُت۔

بعض علماء کے نزدیک لفظ اِسۡمَ زائد ہے۔ مراد یہ ہے کہ زبان سے اپنے رب کی پاکی بیان کرو۔

۸۷: ۲ــــ اَلَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی۔ اَلَّذِیۡ خَلَقَ موصول وصلہ مل کر رب کی صفت ثانی ہے۔

فَسَوّٰی کا عطف اَلَّذِیۡ (موصول ماقبل) پر ہے ای والذی فَسَوّٰی (پاکی بیان کرو اس رب کی) کہ جس نے (انسان کو) پیدا کیا۔ اور پھر ٹھیک بنایا۔ (فَسَوّٰی بھی رب کی صفت ہے) یعنی اس نے انسان کو پیدا کیا اور پیدا کرکے یونہی بے ڈول اور

بے کار نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس کو ٹھیک اور درست بھی کیا جس کے لئے جس عضو اور جس قوت کی اور صورت کی حاجت تھی وہی اس کو عطا کی۔

۸۷ : ۳ ــــ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی (یہ بھی رب کی صفت ہے) اور رب تعالیٰ وہ ذات ہے کہ پیدا کرنے کے ساتھ ہی اپنی مشیت کے مطابق چیزوں کے اجناس، انواع، افراد، مقادیر، احوال، افعال، رزق اور مدت بقاء کو مقرر کر دیا۔

قَدَّرَ (تَقْدِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ اس نے سوچ کر۔ غور کر کے اندازہ کیا۔ مثلاً یہ اندازہ کر لیا کہ یہ حیوان تمام عمر میں اس قدر کھائے گا۔ اور اتنے دنوں جئے گا اور اتنے اندازہ کردہ ایام میں اتنی مقرر کردہ خوراک ہضم کرنے میں اس کو قوتِ ہضم کی یہ مقدار ضروری ہو گی۔ اپنی مدت العمر میں اس کو اتنا چلنا پھرنا ہوگا۔ اور اس مسافت کے طے کرنے کے لئے اس کی ٹانگوں اور پاؤں میں اس قدر قوت درکار ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ۔

فَهَدٰی۔ ف عاطفہ، هَدٰی فعل ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب هِدَایَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ اس نے رہنمائی کی۔ یعنی اس کی ضروریات کی تحصیل کے لئے اس کی راہنمائی کی۔

مجاھد نے کہا:۔

انسان کو اچھائی برائی، سعادت شقاوت کا راستہ بتا دیا۔ حیوانات کو چراگاہوں کا

۸۷ : ۴ ــــ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰی۔ یہ بھی رب کی صفت ہے۔ وہ ذات جس نے چارہ نکالا۔

اَلْمَرْعٰی اسم ظرف مکان۔ چراگاہ۔ جانوروں اور انسانوں کی خوراک، یعنی گھاس غلّہ۔ پھل وغیرہ، اصل میں رَعْیٌ کے معنی ہیں جانور کی حفاظت کرنا۔ اس کو باقی رکھنا حفاظت کی تین صورتیں ہیں:۔

۱:۔ خوراک کے ذریعے سے۔

۲:۔ دشمنوں سے نگرانی کر کے۔

۳:۔ مناسب انتظام کر کے۔ اچھی سیاست کر کے، حقدار کو اس کا حق دے کر۔ ہر چیز کا اس کے مناسب لحاظ کر کے۔

اِن ہی معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے مراعی چرواہے کو بھی کہتے ہیں اور حاکم کو بھی

اور ہر نگراں کو بھی۔

٨٧: ٥ــــ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى: فَ بمعنی پھر۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اَلْمَرْعٰى ہے۔

غُثَآءً مفعول ثانی جَعَلَ کا۔ بمعنی سیلاب کا کوڑا اور جھاگ:

هو ما يقذف به السيل على جانب الوادي من الحشيش والنبات:
سیلاب کا کوڑا اور جھاگ، سوکھے سڑے گلے پتے۔ (روح المعانی)

غ ث و۔ حروف مادہ غَثَا يَغْثُوْا (باب نصر) غَثْوٌ مصدر

اَلْغُثَآءُ ہانڈی کی جھاگ، اور وہ کوڑا کرکٹ جسے سیلاب بہا کر لائے۔ یہ ہر اس چیز کے لئے ضرب المثل ہے جسے بوجہ بے سود ہونے کے ضائع ہوتے دیا جائے۔ (المفردات)

اَحْوٰى۔ غُثَآءً کی صفت ہے۔ کالا سیاہ مائل بہ سبزی، سرخ مائل بہ سیاہی۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر اس (المرعی) کو کالا سیاہ مائل بہ سبزی کوڑا کرکٹ بنا دیا۔ (اس میں مخلوق خصوصاً حضرت انسان کی انتہا کی طرف کس عمدہ پیرایہ میں اشارہ ہے کہ جس سے غور کرنے والے دل پر چوٹ لگتی ہے۔ (تفسیر حقانی)

٨٧: ٦ــــ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى: سَ جب مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو خالص مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے پھر خود اس کا ایک جزو بن جاتا ہے اسی لئے مضارع میں کوئی عمل نہیں کرتا۔

نُقْرِئُكَ۔ نُقْرِئُ مضارع جمع متکلم اِقْرَاءٌ (افعال) مصدر، کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ ہم آپ کو پڑھا دیا کریں گے۔

اَلْقَرْءُ (ق ر ء مادہ) بمعنی عورت کو حیض آنا کے ہیں۔ مثلاً قَرَءَتِ الْمَرْءَةُ عورت کو حیض آنا شروع ہوگیا۔ عورت حیض میں آگئی۔ اس کے اصل معنی طہر سے حیض میں داخل ہونے کے ہیں۔ اور چونکہ یہ لفظ طہر اور حیض دونوں کا جامع ہے اس لئے دونوں پر اس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو اسم دو چیزوں کے لئے بحیثیت مجموعی وضع کیا گیا ہو وہ ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جا سکتا ہے مثلاً لفظ مائدہ کو دسترخوان اور کھانا دونوں کے مجموعہ کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر ہر ایک پر انفراداً بھی بولا جاتا ہے لہذا قُرُوْءٌ نہ صرف

حیض کا نام اور نہ صرف طہر کا (بلکہ دونوں کے لئے وضع کیا گیا ہے) اس کی دلیل یہ ہے کہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسے ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہا جاتا اور ایسے ہی حائض جسے متواتر خون آرہا ہو۔ اور نُفَسَاء (صاحب نفاس) کو بھی ذَاتُ قَرْءٍ نہیں کہتے۔ اور آیت کریمہ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ (۲: ۲۲۸) "تین حیض تک اپنے تئیں روکے رکھیں" میں تین مرتبہ طہر سے حالت حیض کی طرف منتقل ہونے کے ہیں۔

بعض اہل لغت کا قول ہے کہ:۔

قَرْءٌ کا لفظ قَرَءَ سے مشتق ہے جس کے معنی جمع کرنے کے ہیں تو انہوں نے زمانۂ طہر کو اور زمانۂ حیض کو جمع کرنے کے معنیٰ کا اعتبار کیا ہے کیونکہ زمانۂ طہر میں خون رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔

اَلْقِرَاءَةُ کے معنی حروف و کلمات کو ترتیل میں جمع کرنے کے ہیں کیونکہ ایک حرف کے بولنے کو قراءت نہیں کہا جاتا۔ اور نہ یہ ہر عام چیز کے جمع کرنے پر بولا جاتا ہے لہٰذا اَجْمَعْتُ الْقَوْمَ کے بجائے قَرَءْتُ الْقَوْمَ کہنا صحیح نہیں ہے (المفردات)

لہٰذا القراءۃ کے معنی ہوئے حروف اور کلمات کو حسنِ تناسب کے ساتھ منظم اور مرتب کرکے ادا کرنا (پڑھنا) اِقْرَأْتُ فُلَانًا كَذَا کے معنی کسی کو کچھ پڑھانے کے ہیں اسی طرح سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى (آیت ہذا) کا ترجمہ ہوگا:۔

ہم تمہیں پڑھا دیں گے کہ تم فراموش نہ کروگے۔

فَلَا تَنْسٰى کہ تم بھولو گے نہیں۔ تَنْسٰى نِسْيَانٌ سے (باب سمع) مصدر (بمعنی بھولنا۔ فراموش کرنا) سے مضارع کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔

لَا تَنْسٰى کی مندرجہ ذیل دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

۱:۔ مضارع منفی واحد مذکر حاضر کا صیغہ ہے تو نہیں بھولے گا۔ یعنی ہم قرآن مجید کو تمہارے یوں ذہن نشین کرائیں گے کہ تم پھر اس کو نہیں بھولوگے۔

۲:۔ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر ہے سٰی کے بعد الف کی زیادتی فواصل آیات کی رعایت سے کردی گئی ہے۔ ہم اسے تم کو پڑھا دیں گے پس تم اسے نہ بھولنا۔

۸۷: ۷ ۔۔۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ۔ صاحب تفسیر مظہری اس کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں۔

"مگر جس کا فراموش کیا جانا اللہ چاہے وہ تم کو فراموش ہو جائے گا۔"

اور تفسیر جمہور کے موافق اس سے مراد قرآن کا وہ حصہ ہے جس کی تلاوت بھی منسوخ

ہوگئی اور حکم بھی جیسے آیت مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (۲ : ۱۰۶) ہم جس آیت کو منسوخ کر دیتے ہیں یا اسے فراموش کرا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی اور آیت بھیج دیتے ہیں) میں فرمایا ہے۔

اِنْسَاءٌ (فراموش کرا دینا) بھی نسخ ہی کی ایک قسم ہے اس تشریح کی بناء پر آیت میں دو طرح کا معجزہ ہے۔

۱۔ اوّل نسیان بالکل نہ ہونا باوجودیکہ نسیان انسان کے فطری عوارض میں سے ہے

۲۔ آئندہ ہونے والی چیز کی پہلے خبر دینا (یہ کل تفصیل اس صورت میں ہوگی جب کہ فَلَا تَنْسٰی کو فعل منفی قرار دیا جائے) تو استثناء کا معنی یہ ہوگا کہ قرآن کی یادداشت کے مطابق واجب ہے لیکن اگر خدا ہی فراموش کرا دینا چاہے تو آدمی معذور ہے۔ (تفسیر مظہری)

فائدہ :۔ ان آیات سَنُقْرِئُكَ ..... الخ کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام جب وحی لاتے تھے تو آپ اس خوف سے کہ کہیں کچھ بھول نہ جاؤں جبریل کے ساتھ ساتھ جلدی جلدی پڑھتے جاتے۔ یہ آپ کے لئے بڑی مشقت تھی اس مشقت کے دور کرنے کو یہ آیات نازل فرمائیں کہ آپ بھول جانے کے اندیشہ کو دل سے نکال دیجئے۔ اس کا یاد کرانا ہمارا کام ہے آپ نہیں بھولیں گے اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ مگر جس قدر خدا چاہے کہ بشریت کی وجہ سے آپ کو نسیان یا سہو ہو جائے نہ یہ کہ بالکل ذہول ہو جاوے (تفسیر حقانی)

اِنَّهٗ یَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا یَخْفٰی یہ جملہ ماقبل کی تعلیل ہے اِنَّ حرف مشبہ بالفعل ہے ہٗ ضمیر شان ہے بعد کا جملہ مفسرہ ہے جو ہٗ کی خبر ہے۔

یَعْلَمُ۔ عِلْمٌ (باب سَمِعَ) مصدر سے۔ مضارع واحد مذکر غائب۔

اَلْجَهْرَ (باب فتح) مصدر۔ بمعنی زور سے کہنا۔ زور سے ظاہر کرنا۔ ظاہر ہونا۔ آشکارا ہونا اصل میں دیکھنے یا سننے میں کسی چیز کا کھلم کھلا ظاہر ہونے کا نام جَهْر ہے۔ یہ یَعْلَمُ کا مفعول اوّل ہے۔

وَمَا یَخْفٰی۔ واؤ عاطفہ، مَا موصولہ یَخْفٰی مضارع واحد مذکر غائب اِخْفَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ بمعنی پوشیدہ ہونا۔ صلہ۔ موصول اور صلہ مل کر مفعول ثانی ہے یَعْلَمُ کا۔

ترجمہ ہوگا۔
بے شک وہ جانتا ہے ہر اس کو جو ظاہر ہے اور (ہر اس کو) جو پوشیدہ ہے۔
۸۷: ۸ — وَ نُیَسِّرُكَ لِلْیُسْرٰی واؤ عاطفہ ہے۔ نُیَسِّرُكَ کا عطف سَنُقْرِئُكَ پر ہے
ہم تیرے لئے آسان بات کو سہل کر دیں گے۔
نُیَسِّرُ فعل مضارع صیغہ جمع متکلم تَیْسِیْرٌ (تفعیلٌ) مصدر سے كَ ضمیر واحد مذکر حاضر۔ تیرے لئے ہم سہولت پیدا کر دیتے ہیں یا کر دیں گے۔ یُسْرٌ ضد ہے عُسْرٌ کی۔ آسانی، سہولت۔
اَلْیُسْرٰی۔ واحد مؤنث اسم تفضیل معرف باللام۔ اَلْیَسَرُ واحد مذکر، یُسْرٌ مصدر ہے یَسُرَ یَیْسِرُ کا۔ (آسان ہونا۔ آسان (شریعت) یا عملِ جنت، یعنی عمل خیر (ابن عباس رضی) آسان طریقہ۔ یعنی وہ عمل جو رضاء الٰہی کے حصول کا سبب ہو۔ (معالم التنزیل)
صاحب تفسیر ضیاء القرآن اس آیت کی تشریح میں حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں۔
حقیقت میں شریعت اسلامیہ کا بنایا ہوا طریقہ بڑا آسان ہے کیونکہ اس کے قوانین فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں۔ اس کے صلاحیتوں کی نشو ونما میں بڑے معاون ثابت ہوئے ہیں لیکن بعض لوگ جن کے مزاج بگڑ چکے ہوتے ہیں انہیں اس راہ پر قدم اٹھانا بڑا مشکل معلوم دیتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ وہ اس دین کو قبول کرنا آسان بنا دے۔
اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے لئے اس کا رہبند رہنا آسان بنا دیا ہے اسی لئے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ، آپ کا خلق قرآن تھا۔
۸۷: ۹ — فَذَكِّرْ: فَ سببیہ ہے ذَكِّرْ فعل امر واحد مذکر حاضر، تَذْكِیْرٌ (تفعیلٌ) مصدر۔ تو یاد دلا۔ تو سمجھا۔ تو نصیحت کر، یا۔ تو سمجھاتا رہ۔ تو یاد دلاتا رہ، تو نصیحت کرتا رہ۔ یعنی جب قرآن اور شریعت کو ہم نے تمہارے لئے آسان کر دیا تو تم اس کے ذریعے سے دوسروں کو ہدایت کرتا رہ۔
اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰی۔ اِنْ شرطیہ۔ نَفَعَتْ ماضی واحد مؤنث غائب نَفْعٌ (باب فتح) مصدر بمعنی نفع دینا۔ نفع مند ہونا۔ اصل میں تَ ساکن تھی بعد کو آنے والے لفظ کے ساتھ ملانے کی وجہ سے متحرک ہوگئی۔ لِاَنَّ السَّاكِنَ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ، کہ جب

ساکن کو حرکت دی جائے گی تو کسرہ کی حرکت دی جائے گی۔

ترجمہ۔ اگر مفید ہو۔ ماضی شرط کی وجہ سے بمعنی مستقبل ہوگئی ۔

الذِّکْرٰی (باب نصر) سے مصدر ہے۔ نصیحت کرنا، ذکر کرنا۔ یاد۔ پند، موعظت۔ کثرتِ ذکر کے لئے ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذکر سے زیادہ بلیغ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ:۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر ان مخاطبین کو کسی قدر بھی نفع ہوجانے کی توقع ہو تو آپ ان کو سمجھاتے رہئے۔

فَائِدَہ: گذشتہ حکم مضمون جزاء پر دلالت کر رہا ہے اس لئے اس شرط کو جزار کی ضرورت نہیں۔

بعض علماء کا قول ہے کہ بار بار نصیحت کرنے کے باوجود بعض لوگوں کے ایمان لانے سے مایوس ہونے کے بعد پھر (حکم تذکیر کے بعد) اس جملہ شرطیہ کو لانے کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جان کو دکھ میں نہ ڈالیں۔ اور ان بے ایمانوں کی حالت پر افسوس نہ کریں جیسا کہ آیت (۵۰ : ۴۵) میں آیا ہے وَمَا اَنْتَ عَلَیْہِمْ بِجَبَّارٍ (آپ ایمان لانے پر ان کو مجبور کرنے والے نہیں ہیں۔

بعض عالموں نے کہا ہے کہ بظاہر یہ شرطیہ کلام ہے لیکن حقیقت میں بے ایمانوں کی مذمت اور نصیحت کے اثر آفریں نہ ہونے کا اظہار ہے (تفسیر مظہری)

۸۷ : ۱۰ — سَیَذَّکَّرُ۔ سین کے لئے ملاحظہ ہو ۸۷ : ۶ متذکرۃ الصدر۔ یَذَّکَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر۔ یہ اصل میں یَتَذَکَّرُ تھا ت کو ذال میں مدغم کیا۔ یَذَّکَّرُ ہوگیا۔ نصیحت پکڑے گا۔

مَنْ یَّخْشٰی۔ مَنْ موصول، یَخْشٰی (صلہ) مضارع واحد مذکر غائب خَشْیَۃٌ (باب سمع) مصدر بمعنی ڈرنا۔ مَنْ یَّخْشٰی جو ڈرتا ہے۔

۸۷ : ۱۱ — وَیَتَجَنَّبُہَا الْاَشْقٰی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ یَتَجَنَّبُ مضارع واحد مذکر غائب تَجَنُّبٌ (تفعّل) مصدر۔ ھا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الذِّکْرٰی ہے۔ اور اس کو ترک کرتا ہے۔ اس سے دور رہتا ہے۔ اس سے پرے (ایک طرف) رہتا ہے۔

اَلْاَشْقٰی۔ شَقِیَ یَشْقٰی شِقْوَۃٌ وشَقَاوَۃٌ (باب سمع) مصدر سے افعل

التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بدبخت۔ بڑا بدقسمت۔
ترجمہ ہوگا:۔
اور اس نصیحت سے تو بدبخت ہی الگ رہتا ہے۔
۸۷: ۱۲ — اَلَّذِیْ یَصْلَی النَّارَ الْکُبْرٰی یہ جملہ صفت ہے اَلْاَشْقٰی کی۔ جو بڑی آگ میں پڑے گا۔
یَصْلٰی مضارع واحد مذکر غائب صَلْیٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ وہ پڑیگا
النَّارَ الکُبْرٰی۔ موصوف وصفت مل کر مفعول یَصْلٰی کا۔ کُبْرٰی کَبِیْرٌ کا مؤنث ہے۔
۸۷: ۱۳ — لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ لَا یَمُوْتُ فعل مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ مَوْتٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ نہیں مرے گا۔ فِیْهَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع النار ہے۔
لَا یَحْیٰی مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ حَیَاۃٌ (باب سمع) مصدر، اور نہ جئے گا۔
یعنی نہ وہ خوشگوار زندگی ہی پائے گا۔
۸۷: ۱۴ — قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنیٰ دیتا ہے اور اس کو زمانہ حال سے قریب کر دیتا ہے۔
اَفْلَحَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِفْلَاحٌ (افعال) مصدر۔ اس نے فلاح پائی اس نے کامیابی یا مقصد کو پالیا۔ وہ مراد کو پہنچا۔
مَنْ تَزَکّٰی۔ مَنْ موصولہ۔ تَزَکّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَزَکِّیٌ (تفعّل) مصدر سے جس کے معنیٰ زکوٰۃ دینے اور پاک ہونے کے ہیں۔ وہ پاک ہوا۔ وہ سنور گیا۔
۸۷: ۱۵ — وَذَکَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰی: ذَکَرَ کا عطف تَزَکّٰی پر ہے۔ اور صَلّٰی کا عطف ذَکَرَ پر ہے:۔
اور جو اپنے رب کا نام لیتا رہا اور نماز پڑھتا رہا پس وہ فلاح پا گیا۔
۸۷: ۱۶ — بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ تُؤْثِرُوْنَ مضارع جمع مذکر حاضر اِیْثَارٌ (افعال) مصدر سے تم اختیار کرتے ہو۔ تم ترجیح دیتے ہو۔ تم پسند کرتے ہو (نیز ملاحظہ ہو ۷۹: ۳۸)
بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل سے اعراض اور مابعد کا اقرار۔ یعنی اے بدبختو (خطاب کفار مکہ سے ہے) تم نہ تزکیہ کرتے ہو نہ اللہ کی یاد کرتے ہو نہ نماز پڑھتے ہو بلکہ آخرت کی زندگی پر

دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ (تفسیر مظہری)

بَلْ اس کلام مقدرہ سے اعراض ہے جس کی طرف سیاقِ کلام (رفتار کلام، ترتیب کلام) دلالت کررہا ہے۔ اور جو تم نہیں کررہے ہو بلکہ تم دنیا کی لذاتِ فانیہ و عاجلہ (جلدی ہاتھ آنے والی) کو آخرت کی نعمتوں پر جو کہ باقی رہنے والی اور بہتر ہیں ترجیح دے رہے ہو۔ (تفسیر حقانی)

ترجمہ ہوگا:۔

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دے رہے ہو۔

اَلْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا موصوف صفت مل کر مفعول ہے تُؤْثِرُوْنَ کا۔

۸۷: ۱۷ــــ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی۔ واؤ حالیہ ہے اَلْاٰخِرَۃُ مبتداء خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی اس کی خبر۔

جملہ یُؤْثِرُوْنَ کے فاعل سے حال ہے۔ خَیْرٌ۔ اَخْیَرُ کے معنی میں افعل التفضیل کا صیغہ بھی ہے اور اسم بھی۔ اس صورت میں اس کی جمع خِیَارٌ وَاَخْیَارٌ ہوگی!

اَبْقٰی۔ بَقَاءٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے۔ اگر یہ لفظ اللہ کی صفت ہوگا تو اس کے معنی سدا باقی رہنے والا کے ہوں گے۔ ورنہ دیر تک رہنے والے کے ہوں گے۔

ترجمہ ہوگا:۔

حالانکہ آخرت (کا گھر) بہتر اور سدا رہنے والا ہے۔

۸۷: ۱۸ــــ اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی۔ اِنَّ حرفِ تحقیق، بے شک، ھٰذَا یہ مضمون۔ جو اَفْلَحَ سے چوتھی آیت تک مذکور ہے (تفسیر مظہری و خازن)

۲۔ شروع سے لے کر وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی تک (جریر، ابن ابی حاتم عن ابن زید)

۳۔ قَدْ اَفْلَحَ سے لے کر آخر تک (مدارک التنزیل)

الصُّحُفِ الْاُوْلٰی موصوف وصفت، پہلے صحیفوں میں۔ گذشتہ انبیاء کی آسمانی کتابوں میں۔

۸۷: ۱۹ــــ صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی یہ بدل ہے الصُّحُفِ الْاُوْلٰی سے یعنی منجملہ اور آسمانی کتابوں کے حضرت ابراہیم اور حضرت موسٰی (علیہما السلام) کے صحیفے بھی تھے ان میں بھی یہی مضمون مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۸۸) سُوْرَۃُ الْغَاشِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ (۲۶)

۱:۸۸ — هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ؕ هَلْ استفہام اقراری ہے:
یعنی بے شک تمہارے پاس آگئی۔
یا هَلْ بمعنی قَدْ بھی ہو سکتا ہے یعنی تحقیق تمہارے پاس آچکی ہے:
اَتٰىكَ، اَتٰی: اِتْیَانٌ (باب ضرب) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، تیرے پاس آئی۔ آچکی۔ آگئی۔
حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر اَتٰی کا فاعل۔ حَدِيْثُ بمعنی بات
اَلْغَاشِيَةِ۔ غَشْیٌ و غِشَاءٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ہر چھپا لینے والی۔ ڈھانک لینے والی۔ چھا جانے والی چیز۔ یہ اصل وصفی معنی ہے لیکن مراد قیامت ہے۔ اس لئے کہ اس کی ہولناکیاں سب پر چھا جائیں گی (جلالین، المفردات)
حاصل مطلب یہ کہ لغوی اعتبار سے وصفی معنی تھا۔ کسی چیز کا نام نہ تھا لیکن قرآنی اصطلاح میں قیامت کا علم بن گیا۔

ترجمہ ہوگا:-
بے شک تمہارے پاس قیامت کی خبر آچکی (اس طرز سے سوال کرنے میں سامع کی پوری توجہ اور آئندہ کلام کو حضورِ دل سے سنوانا مقصود ہے۔

۲:۸۸ — وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ۔ وُجُوْهٌ۔ وَجْهٌ کی جمع۔ چہرے۔ کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے تنوین لائی گئی ہے، یعنی بہت سے چہرے۔
یا تنوین مضاف الیہ کے عوض میں ہو۔ یعنی کافروں کے چہرے، چہروں سے مراد ہیں چہروں والے۔ ای اصحاب وجوہ۔
يَوْمَئِذٍ۔ اس روز۔ اس کا تعلق غاشِیَۃٌ سے ہے یعنی غاشیہ کے دن

بہت سے چہرے ؛
خَاشِعَۃٌ، خُشُوْعٌ (باب سمع) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ذلیل ہونے والی ۔ خوار، عاجزی کرنے والی ۔ دب جانے والی ۔ غم اور حقارت کی وجہ سے ذلیل ترجمہ ہوگا۔
اس روز (قیامت کے دن) بہت سے چہرے ذلیل و خوار ہوں گے ۔
۸۸ : ۳ ـــ عَامِلَۃٌ، نَّاصِبَۃٌ، عَامِلَۃٌ: عَمَلٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ؛ عمل کرنے والی ۔ محنت کرنے والی ۔ مشقت کرنے والی ۔ (تھکی ہوئی)
نَاصِبَۃٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ۔ عاجز، مصیبت میں مبتلا ہونے والی ۔
یہ بھی وُجُوْہٌ مبتدا کی خبر ہے ۔ یعنی قیامت کے دن بہت سے چہرے (یا چہرے والے) اپنے دنیاوی اعمال کی وجہ سے ذلیل و خوار ہوں گے اور مشقت سے عاجز اور مصیبت میں مبتلا ہوں گے ۔
۸۸ : ۴ ـــ تَصْلٰی نَارًا حَامِیَۃً یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ کی خبر ہے (دہکتی ہوئی آگ میں پڑے ہوں گے)
تَصْلٰی ۔ صَلْیٌ سے (باب سمع) مصدر ۔ مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب ۔ وہ آگ میں پڑیں گے ۔ وہ آگ میں داخل ہوں گے : نَارًا حَامِیَۃً موصوف وصفت مل کر تَصْلٰی کا مفعول ۔
حَامِیَۃً ۔ حَمْیٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بمعنی دہکتی ہوئی ۔ گرم تیز ۔
۸۸ : ۵ ـــ تُسْقٰی مِنْ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ ۔ یہ جملہ بھی وُجُوْہٌ مبتدا کی خبر ہے ۔ ان کو کھولتے چشمے کا پانی پلایا جائے گا ۔
تُسْقٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب ؛ سَقْیٌ (باب ضَرَبَ) مصدر سے ۔ اسے پلایا جائے گا ۔ وہ پلائی جائے گی ۔ عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ موصوف وصفت، سخت ابلتا ہوا چشمہ ۔ سخت کھولتا ہوا چشمہ ۔
اٰنِیَۃٍ ۔ اَنْیٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے ۔ اَنَی الشَّیْءُ اس کا وقت قریب آگیا ۔ وہ اپنی انتہا اور پختگی کو قریب پہنچ گئی ۔

اٰنَی الْحَمِیْمُ پانی حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ: وہ چشمہ جس کا پانی حرارت میں اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہو۔ گرم ابلتا ہوا کھولتا ہوا۔

عَیْنٍ اٰنِیَۃٍ: میں عَیْنٍ (بوجہ عمل مِنْ (حرف جار) مجرور ہے اور اٰنِیَۃٍ اپنے موصوف کی مطابقت میں۔

فَائِدَہ: خَاشِعَۃٌ، عَامِلَۃٌ، نَاصِبَۃٌ: اسم فاعل کے صیغے واحد مؤنث ہیں لیکن بمعنی جمع وُجُوْہٌ کے لئے آئے ہیں۔ اسی طرح تَصْلٰی وَ تُسْقٰی واحد مؤنث کے صیغے بمعنی جمع وُجُوْہٌ کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔

۸۸: ۶ —— لَیْسَ لَھُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِیْعٍ لَّا یُسْمِنُ وَ لَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اہل نار کے حال کے بیان میں۔ حال ان کا یہ ہوگا کہ ان کی خوراک ضریع کے علاوہ کچھ نہ ہوگی۔

ضَرِیْعٌ کے متعلق حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

ضَرِیْعٌ ایک چیز ہے ایلوے (ناگ پھنی خاندان کا ایک پودا) سے زیادہ تلخ، مردار سے زیادہ بدبودار اور آگ سے زیادہ گرم، شوک یعنی کانٹے کی طرح ہوگی۔ جب کسی کو کھلائی جائے گی تو نہ اس کے پیٹ میں اترے گی نہ منہ تک اٹھ کر آئے گی۔ (بیچ میں پھنس جائے گی) نہ فربہی پیدا کرے گی اور نہ بھوک کو دفع کرے گی اور اس کے درمیان اس کو (کھولتا ہوا) پانی پلایا جائے گا۔

سعید بن جبیر کا قول ہے کہ ضریع زقوم (تھوہر) ہے۔

مجاہد اور عکرمہ کا قول ہے کہ ایک خاردار گھاس ہوتی ہے قریش اس کو شبرق کہتے ہیں لیکن جب اس کی لکڑی سوکھ جائے تو اسے ضریع کہتے ہیں۔ یہ بدترین خوراک ہے۔

ابن ابی زید نے کہا ہے کہ:۔

دنیا میں جس خاردار خشک جھاڑ میں پتے نہ ہوں وہ ضریع ہے اور آخرت کا ضریع آگ کا جھاڑ ہوگا۔

۸۸: ۷ —— لَا یُسْمِنُ وَلَا یُغْنِیْ مِنْ جُوْعٍ: یہ ضریع کی صفت ہے (جو) نہ موٹا کرے گا اور نہ بھوک دور کرے گا۔

لَا یُسْمِنُ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِسْمَانٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ وہ فربہ (موٹا) نہیں کرتا ہے یا کرے گا۔ سَمَنٌ گھی۔ سَمِیْنٌ موٹا۔

واؤ عاطفہ لَا یُغْنِیْ مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ دفع نہیں کرے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ یعنی نہ وہ بھوک کو دور کرے گا۔

جُوْعٌ۔ بھوک:

۸۸: ۸ ــــ وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۔ وُجُوْهٌ۔ مبتدا۔ نَاعِمَةٌ اس کی خبر۔ یَوْمَئِذٍ خبر کا ظرف۔ بہت سے چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے۔

نَاعِمَةٌ: نُعُوْمٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے خوش، تروتازہ ہشاش بشاش۔

۸۸: ۹ ــــ لِسَعْیِهَا رَاضِیَةٌ: لام تعلیل کا نہیں بلکہ بمعنی بَ ہے اور متعلق خبر ہے۔ ای رَاضِیَةٌ لِسَعْیِهَا۔ (وُجُوْهٌ مبتدا۔ رَاضِیَةٌ خبر بعد خبر۔ لِسَعْیِهَا متعلق خبر) سَعْیِهَا مضاف مضاف الیہ اس کی سعی۔ اس کی کوشش ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کے لئے ہے:

ترجمہ ہوگا۔ وہ اپنی کاوشوں پر خوش ہوں گے۔ (ضیاء القرآن)

اپنی کوشش سے خوش ہوں گے (تفسیر حقانی) تشریح میں لکھتے ہیں:۔

اپنی دنیاوی کوششوں سے جو انہوں نے اللہ کی راہ میں کی تھیں خوش ہوں گے کہ ہماری کوششیں نیک ثمرہ لائیں۔

انہوں نے اللہ کی اطاعت میں رہ کر دنیا میں جو کوششیں کی تھیں آخرت میں ان کا ثواب دیکھ کر وہ خوش ہوں گے۔

ای لسعیها فی الدنیا راضیة فی الاخرة حیث اعطیت الجنة بعملها دنیا میں اپنی کوششوں پر آخرت میں خوش ہوں گے جب ان کے اعمال کے بدلے میں انہیں جنت عطا کی جائے گی۔

۸۸: ۱۰ ــــ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ ۔ ای وجوه یومئذ راضیة فی جنة عالیة یعنی اکثر چہرے قیامت کے روز عالی مرتبہ اور بلند مقام والی جنت میں خوش ہوں گے۔

فِیْ جنة۔ خبر وجوه کی عالیة صفت ہے جنت کی بمعنی عالی مرتبہ۔ بلند مقام۔

۸۸: ۱۱ ــــ لَا تَسْمَعُ فِیْهَا لَاغِیَةً: یہ جملہ جنت کی صفت ہے۔ لَا تَسْمَعُ مضارع منفی، واحد مذکر حاضر، تو (اے مخاطب) نہیں سنے گا اس میں کوئی لغویات ھا ضمیر واحد

مؤنث غائب جنۃ کے لئے ہے۔

لَا غِیَۃً مفعول ہے لا تَسْمَعُ کا۔ لَغَا یَلْغُوْا لَغْوٌ ولَا غِیَۃٌ بروزن فاعِلَۃٌ (باب نصر) مصدر ہے۔ بغیر سمجھے بوجھے بولنا۔ بیہودہ بولنا۔ اول فول بکنا۔ لَغْوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث بھی ہے۔ بکواس (بیہودہ بات)

۸۸:۱۲ — فِیْهَا عَیْنٌ جَارِیَةٌ یہ جملہ بھی جنۃ کی صفت ہے وہاں بہتا چشمہ ہوگا۔

فِیْهَا ای فی جنۃ۔ عَیْنٌ جَارِیَةٌ موصوف وصفت، عَیْنٌ بمعنی چشمہ عُیُوْنٌ جمع۔ جَارِیَۃٌ جَرْیٌ۔ (باب ضَرَبَ) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، جاری رواں۔ جاریۃ کشتی کو بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ بھی سطح آب پر چلتی ہے۔

۸۸:۱۳ — فِیْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ، یہ جملہ بھی جنت کی صفت ہے۔ سُرُرٌ جمع ہے سَرِیْرٌ کی۔ اَلسَّرِیْرُ (تخت) وہ کہ جس پر ٹھاٹھ سے بیٹھا جاتا ہے۔ یہ سُرُوْرٌ سے مشتق ہے کیونکہ خوشحال لوگ ہی اس پر بیٹھتے ہیں۔

مَرْفُوْعَةٌ۔ رَفْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے بلند۔ اوپر اٹھائی ہوئی۔ اور اس میں اونچے اونچے تخت ہوں گے۔

۸۸:۱۴ وَّ اَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے "اور آبخورے (قرینے سے) رکھے ہوئے۔

اَکْوَابٌ جمع کُوْبٌ کی جس کے معنی اس پیالہ کے ہیں جس کا دستہ (کنڈا) نہ ہو مَوْضُوْعَةٌ۔ وَضْعٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے؛ (قرینہ سے) رکھے ہوئے۔ اور (اس میں قرینے سے) رکھے ہوئے آبخورے ہوں گے

۸۸:۱۵ — وَنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ، اس جملہ کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ نَمَارِقُ جمع نُمْرُقَةٌ واحد۔ بمعنی تکیئے۔ گدے۔ سہارا لینے کے لئے تکیئے۔ گاؤ تکیئے مَصْفُوْفَةٌ، صَفٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول واحد مؤنث۔ صفوں میں لگے ہوئے، قطار در قطار لگے ہوئے۔

۸۸:۱۶ — وَزَرَابِیُّ مَبْثُوْثَةٌ۔ زَرَابِیُّ۔ مخمل کے نہالچے۔ زِرْبٌ کی جمع ہے: ایک قسم کا عمدہ کپڑا ہے اور ایک موضع کی طرف منسوب ہے تشبیہ اور استعارہ کے طور پر بمعنی فرش کے بھی آتا ہے۔ قاموس میں ہے۔ زَرَابِیُّ قالیچے اور فرش ہیں۔ یا ہر وہ چیز جو بچھائی جائے۔

بَثٌّ (باب نصر، ضرب) مصدر سے اسم مفعول کا

صیغہ واحد مؤنث پھیلانا۔ غبار اڑانا۔ مَبْثُوْثَةٌ پھیلا ہوا۔ بکھرا ہوا۔ لمبے چوڑے بچھے ہوئے فرش۔ اصل میں بَثّ کے معنی ہیں کسی چیز کو متفرق اور پراگندہ کرنا۔ جیسے بَثَّ الرِّیْحُ التُّرَابَ. ہوا نے خاک اڑائی یا فَکَانَتْ ھَبَآءً مُّنْبَثًّا (۵۶ :۶) پھر وہ منتشر ذرات کی طرح اڑنے لگیں، یا کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ (۱۰۱ :۴) منتشر پتنگوں کی طرح۔

۸۸ :۱۷ — اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ : علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ کا قول نقل کیا ہے کہ جب اللہ نے جنت کے او صاف بیان فرمائے تو گمراہ لوگوں کو تعجب ہوا اور انہوں نے اس کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے آیت اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ نازل فرمائی۔

صاحب مدارک نے لکھا ہے کہ آیت وَسُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ نازل ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ تختوں کی بلندی اتنی اتنی ہوگی۔

اور اَکْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ کی تشریح میں فرمایا کہ وہ بے شمار ہوں گے ان کی گنتی مخلوق نہ کر سکے گی اور تکیوں کا طول اور مسندوں کا عرض حضور نے بیان فرمایا تو کافروں نے تکذیب کر دی اور کہنے لگے کہ ان تختوں پر چڑھنا کیسے ممکن ہوگا اور اتنی کثرت سے کوزے اور اتنے لمبے تکیے اور اتنی چوڑی مسندوں کا فرش کیسے ہوگا۔ دنیا میں تو کبھی ایسا دیکھنے میں نہیں آیا اس وقت اللہ تعالیٰ نے آیت اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ نازل فرمائی۔ اس میں استفہام زجری ہے فَ عطف کے لئے ہے اور معطوف علیہ محذوف ہے (ای یعجبون فَلَا یَنْظُرُوْنَ. کیا وہ تعجب کرتے ہیں کیا وہ نہیں دیکھتے ..... "

اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ ۔ اونٹوں کی طرف کہ کیسے پیدا کئے گئے۔ یعنی کن کن عجیب وغریب خصوصیات کے حامل بنائے گئے۔

منجملہ دیگر خصوصیات کے اتنا لمبا جانور جب بیٹھتا ہے تو دوزانو جھک جاتا ہے پھر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اونٹوں کی طرح وہ تخت بھی مومنوں کے بیٹھنے کے لئے جھک سکتے ہیں

اَلْاِبِلِ اسم جنس ہے واحد اور جمع دونوں کے لئے مستعمل ہے اسی رعایت سے خُلِقَتْ صیغہ واحد مؤنث غائب لایا گیا ہے۔ خُلِقَتْ خَلْقٌ (باب نصر) مصدر سے ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب ہے۔ وہ پیدا کی گئی۔

۸۸ :۱۸ — وَاِلَی السَّمَآءِ کَیْفَ رُفِعَتْ جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ (پھر کیا) وہ

آسمانوں کو (نہیں دیکھتے کہ) کس طرح ان کو بلند کیا گیا ہے (فلکیات کا سارا انظام اس میں آگیا ہے)

۸۸: ۱۹ــــ وَاِلَی الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ، کیا یہ پہاڑوں کو نہیں دیکھتے کہ کیسے جمائے گئے ہیں۔

نُصِبَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب نَصْبٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی نصب کرنا: کھڑا کرنا۔ گاڑنا۔ كَيْفَ نُصِبَتْ کیسے ایک جگہ کھڑے ہوئے ہیں اور جمے ہوئے ہیں کہ باوجود اتنے طول اور جسامت کے اِدھر اُدھر نہیں جھکتے۔

۸۸: ۲۰ ــــ وَاِلَی الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۔ اور زمین کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح ہمواری کے ساتھ اس کا فرش بچھایا گیا ہے۔

سُطِحَتْ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مؤنث غائب سَطْحٌ (باب فتح) مصدر سے وہ بچھائی گئی۔

اَلسَّطْحُ مکان کے اوپر کے حصے یعنی چھت کو کہتے ہیں اور سَطَحْتُ الْبَيْتَ: کے معنی چھت ڈالنے کے ہیں۔ لیکن سَطَحْتُ الْمَكَانَ کے معنی کسی جگہ کو چھت کی طرح ہموار کرنے کے ہیں۔

فَائِدَہ: آیات ۱۷ تا ۲۰ تک سے یہ بتانا مقصود ہے کہ اگر یہ لوگ آخرت کی یہ باتیں سن کر کہتے ہیں کہ آخر یہ سب کچھ کیسے ہو سکتا ہے۔ تو کیا یہ خود اپنے گرد و پیش کی دنیا پر نظر ڈال کر انہوں نے کبھی نہ سوچا کہ یہ اونٹ کیسے بن گئے؟ یہ آسمان کیسے بلند ہو گیا؟ یہ پہاڑ کیسے قائم ہو گئے؟ یہ زمین کیسے بچھ گئی۔؟ یہ ساری چیزیں اگر بن سکتی تھیں اور بنی ہوئی ان کے سامنے موجود ہیں۔ تو قیامت کیوں نہیں آسکتی؟ آخرت میں ایک دوسری دنیا کیوں نہیں بن سکتی؟ دوزخ اور جنت کیوں نہیں ہو سکتیں" (تفہیم القرآن)

۸۸: ۲۱: فَذَكِّرْ۔ فَ ترتیب کا ہے۔ امر مابعد کا ماقبل پر مترتب ہونا۔

ذَكِّرْ: فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَذْكِيْرٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر سے۔ تو یاد دلاتا رہ۔ تو نصیحت کرتا رہ۔ تو سمجھاتا رہ۔ یعنی آپ دلائل متذکرہ بالا کی روشنی میں ان کو سمجھائیں۔ نصیحت کریں:

اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ: تحقیق تم نصیحت کرنے والے ہی ہو۔ یعنی آپ کا کام ان کو

نصیحت کرنا ہے۔ آپ کا ذمہ صرف نصیحت پہنچا دینا ہے۔ یہ نصیحت کرنے کی علت کا بیان ہے
مُذَكِّرٌ۔ تَذْكِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ نصیحت کرنے والا۔ یاد دلانے والا۔

۸۸: ۲۲ — لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ۔ المصیطر۔ المسیطر۔ المسلّطُ علی الشئَ لِيُشْرِفَ علیہ و یتعھد احوالہ و یکتب عملہ۔ یعنی وہ شخص جس کو کسی پر مسلط کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی نگرانی کرے۔ اس کے احوال کی خبر رکھے اور اس کے اعمال کو لکھتا رہے۔ اُسے مصیطر کہتے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے سَيْطَرَةٌ مصدر سے جس کے معنی ہے کسی کام پر مقرر ہونا، ذمہ دار ہونا۔ لہٰذا مصیطر کے معنی ہوئے ذمہ دار۔ مقرر۔ نگران۔

اس آیت میں اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ کے مفہوم کی تاکید ہے یعنی آپ کا ذمہ صرف نصیحت کرنا ہے وہ غور نہ کریں یا نصیحت نہ پکڑیں تو آپ ذمہ دار نہیں ہیں۔ یہی مطلب آیت وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ (۵۰: ۴۵) اور آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہیں) کا ہے۔

۸۸: ۲۳ — اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ: استثناء منقطع ہے۔ اِلَّا۔ لٰكِنْ کے معنی میں ہے مَنْ تَوَلّٰى جملہ شرطیہ ہے وَكَفَرَ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ہر دو جملے شرطیہ ہیں اور اگلی آیت جواب شرط میں ہے۔

تَوَلّٰى ماضی واحد مذکر غائب تَوَلِّيْ (تفعّل) مصدر سے ہے جس کے معنی پیٹھ پھیرنے۔ منہ موڑنے۔ روگردانی کرنے کے ہیں۔

كَفَرَ اس نے (اللہ کا) انکار کیا

ترجمہ ہوگا۔

لیکن جس نے (ایمان سے) روگردانی کی اور (اللہ کا) انکار کیا۔

۸۸: ۲۴ — فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ۔ فَ جواب شرط کے لئے ہے يُعَذِّبُ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَعْذِيْبٌ (تفعیل) مصدر۔ وہ عذاب دے گا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

اَلْعَذَابَ الْاَكْبَرَ موصوف وصفت مل کر عَذَّبَ کا مفعول۔

ترجمہ ہوگا:۔ تو اللہ اس کو بڑا عذاب دے گا۔

فائدہ ایمان سے روگردانی کرنے والوں کو اور اللہ کا انکار کرنے والوں کو اس دنیا میں بھی کئی قسم کے عذاب ملیں گے مثلاً بھوک، قحط، قتل، بیماری وغیرہ۔ لیکن یہ عذاب، آخرت کے عذاب (یعنی عذاب جہنم) سے دکھ اور تکلیف میں بہت کم درجے کے ہوں گے اور آخرت کا عذاب ان تمام عذابوں سے بہت بڑا اور دردناک ہوگا۔

۸۸ : ۲۵ — اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اِيَابَهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ۔ اِلَيْنَا۔ اس کی خبر۔ اِيَابَ مصدر ہے اٰبَ يَؤُوْبُ کا (باب نصر سے) هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب کا مرجع وہ لوگ ہیں جو ایمان سے پھر گئے۔ اور اللہ کے منکر ہوئے

ترجمہ :۔

بے شک ان کو پھر کر ہمارے پاس ہی لوٹنا ہے۔

اَوْب اس کا مادہ ہے۔ اَلْاَوْبُ گو اس کے معنی رجوع ہونے کے ہیں لیکن رجوع کا لفظ عام ہے۔ جو حیوان اور غیر حیوان دونوں کے لوٹنے پر بولا جاتا ہے لیکن اَوَابٌ کا لفظ خاص کر حیوان کے ارادۃً لوٹنے پر بولا جاتا ہے۔ اٰبَ، اَوْبًا، اِيَابًا، مَاٰبًا : وہ لوٹ آیا۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا (۷۸ : ۳۹) جو شخص چاہے اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانہ بنائے۔

اَلْاَوَّابُ۔ تَوَّابٌ سے صیغہ مبالغہ ہے۔ یعنی وہ شخص جو معاصی کے ترک اور فعل طاعت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا ہو۔

قرآن مجید میں ہے :۔ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ۔ (۵۰ : ۳۲) یعنی ہر رجوع لانے اور حفاظت کرنے والے کے لئے۔

۸۸ : ۲۶ — ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ : ثُمَّ تراخی فی الرتبہ کے لئے ہے، بے شک ان سے حساب لینا ہمارا ذمہ ہے :۔

-۸۸۸۸-

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۸۹) سُوۡرَةُ الۡفَجۡرِ مَكِّيَّةٌ (۳۰)

۸۹ : ۱ — وَالۡفَجۡرِ واؤ قسمیہ ہے الفجر مقسم بہٖ۔
الفَجۡرِ سے کیا مراد ہے اس میں کئی اقوال ہیں:۔
۱:۔ الفجر: سے مراد ہر روز کی فجر مراد ہے (ابن عباس، عکرمہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔
۲:۔ اس سے مراد نمازِ فجر ہے (عطیہ) رضؓ۔
۳:۔ اس سے مراد محرم کے پہلے دن کی فجر مراد ہے۔ اسی سے دنیا کا سال پھوٹتا ہے (قتادہ)
۴:۔ اس سے مراد ماہِ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ کی فجر ہے کیونکہ اس سے ذوالحجہ کی دس راتیں (ابتدائی عشرہ) متصل ہے۔ (ضحاک)

۸۹ : ۲ — وَلَيَالٍ عَشۡرٍ۔ واؤ عاطفہ ہے جس کا عطف الفجر پر ہے لَيَالٍ عَشۡرٍ موصوف وصفت (عددی) مل کر مقسم بہٖ۔ واؤ قسم محذوف۔ اور قسم ہے دس راتوں کی۔ اس سے کون سی دس راتیں مراد ہیں۔ ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں۔ رمضان کی آخری دس راتیں۔ محرم کی پہلی دس راتیں۔ تینوں قول ہیں۔

۸۹ : ۳ — وَالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ: واؤ عاطفہ جس کا عطف حسب جملہ سابقہ الفجر پر ہے۔ واؤ قسم مقدرہ۔ الشفع۔ الوتر مقسم بہٖ اور قسم ہے الشفع کی۔ اور الوتر کی۔

الشفع والوتر کی تشریح میں صاحب تفسیر ضیاء القرآن لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد فرمایا: قسم ہے الشفع کی (یعنی جفت کی) اور الوتر (طاق) کی اس کے مصداق کے بارے میں متعدد اقوال ہیں: ان میں سے مجھے یہ قول پسند ہے کہ شفع سے مراد مخلوق اور وتر سے مراد خالق۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ عطیہ، مجاہد، اور دیگر جلیل القدر علماء تفسیر نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی تشریح یوں کی ہے کہ ساری مخلوق دو، دو ہے

کفر و ایمان ، ضلالت و ہدایت ، سعادت و شقاوت ، لیل و نہار ، زمین و آسمان ، بحر و بر ، شمس و قمر ، جن و انس ، مذکر و مؤنث ، زندگی اور موت ، عزت و ذلت ، علم اور جہالت ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام شانوں اور صفات میں یکتا ہے ، اور طاق ہے ۔ وہاں زندگی ہے موت نہیں ۔ عزت ہے ذلت نہیں ہے ۔ علم ہے جہالت نہیں ہے ۔ قوت ہے ضعف نہیں ہے ۔ اس کی ذات بھی یکتا ہے اور صفات بھی یکتا ہیں ۔

الشفع کے معنی کسی چیز کو اس جیسی دوسری چیز کے ساتھ ملا دینے کے ہیں ۔ اور جفت چیز کو شفع کہا جاتا ہے ۔ الشفاعۃ کے معنی دوسرے کے ساتھ اس کی مدد یا سفارش کرتے ہوئے مل جانے کے ہیں ۔ عام طور پر کسی بڑے یا عزت آدمی کا اپنے سے کمتر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے شامل ہو جانے پر بولا جاتا ہے اور قیامت کے روز شفاعت بھی اسی قبیل سے ہوگی ۔

اَلْوَتْرُ : یہ ضد ہے الشفع کی ، الشفع (جفت جو دو پر تقسیم ہو سکے) الوتر (طاق ۔ جو دو پر تقسیم نہ ہو سکے)

فائدہ : الشفع والوتر سے کیا مراد ہے علماء میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے ۔ ہر ایک نے اپنی استعداد کے مطابق اپنی تاویل کو دلائل سے ثابت کرنے کی سعی کی ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ تمام معانی ہی مراد ہوں ۔

۸۹ : ۴ ۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۔ واؤ عاطفہ ، واؤ قسمیہ مقدرہ ۔ اَلَّيْلِ سے مراد جنس شب ہے کوئی رات ہو ۔

مجاہد اور عکرمہ کے نزدیک مزدلفہ کی رات مراد ہے ۔

اِذَا : بمعنی اس وقت ۔ جس وقت ۔ جب ۔ ظرف زمان ہے اور قسم کے بعد واقع ہو تو زمانہ حال کے لئے آتا ہے جیسے یہاں اس آیت زیر مطالعہ میں ۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى (۵۳ : ۱) اور قسم ہے تارے کی جب وہ گرنے لگے ۔ ڈھلنے لگے ۔

يَسْرِ مضارع واحد مذکر غائب ۔ سَرْيٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی رات کو چلنا ۔ شب روی ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے ۔ سُبْحٰنَ الَّذِىْٓ اَسْرٰى

لِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى (۱۷:۱) پاک ہے وہ ذات جو ایک رات اپنے بندے کو لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔

یَسْرِ اصل میں یَسْرِیْ تھا۔ یؔ کو حذف کیا گیا ہے۔

۸۹: ۵ ۔۔۔ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ جملہ استفہام تقریری ہے۔ یعنی بے شک اور قَسَمٌ میں تنوین تعظیم کی ہے۔ یعنی بلاشبہ اشیاء مذکورہ کی قسم عظیم الشان کافی ہے کیونکہ جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے وہ بہت بڑی ہیں اللہ کی قدرت کی عجوبہ کاری اور حکمت کی ندرت کا ان سے پتہ چلتا ہے۔

ذِيْ حِجْرٍ۔ مضاف مضاف الیہ (بحالت جر) صاحب عقل، دانا۔ یہ اَلْحَجْرُ سے ہے۔ جس کے معنی سخت پتھر کے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (۲:۷۴) گویا وہ پتھر ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت۔ اَلْحَجْرُ وَالتَّحْجِيْرُ کے معنی ہیں کسی جگہ پر پتھروں سے احاطہ کرنے کے۔ کہا جاتا ہے حَجَرْتُهٗ حَجْرًا فَهُوَ مَحْجُوْرٌ اور جس جگہ کے اردگرد پتھروں سے احاطہ کیا گیا ہو اسے حِجْرٌ کہا جاتا ہے۔ اس لئے حطیم کعبہ اور دیارِ ثمود کو حِجْرٌ کہا گیا ہے۔ وَلَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ: (۱۵: ۸۰) اور (وادی) حجر کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی۔

اور حِجْرٌ (پتھروں سے احاطہ کرنا) سے حفاظت اور روکنے کے معنیٰ لے کر عقلِ انسانی کو بھی حِجْرٌ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ بھی انسان کو نفسانی بے اعتدالیوں سے روکتی ہے مثال کے لئے آیت زیرِ مطالعہ کو پیش رکھیں۔

فائدہ: ان آیات (۸۹: ۱ تا ۴) کی تفسیر میں مفسرین کے درمیان بہت اختلاف پایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ جفت وطاق کے بارے میں تو ۳۶ اقوال ملتے ہیں۔ بعض روایات میں ان کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب بھی کی گئی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی تفسیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ اور تابعین اور بعد کے مفسرین میں سے کوئی بھی آپ کی تفسیر کے بعد خود ان آیات کے تعین کرنے کی جرأت کرتا۔ (تفہیم القرآن جلد ششم حاشیہ زیر آیت ۸۹: ۵)۔

فائدہ آیات (۱ تا ۴) میں مذکور قسموں کا جواب القسم محذوف ہے (۱) لَتُبْعَثُنَّ

ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ (الیسر التفاسیر) (قسم ہے ان چیزوں کی) تم ضرور دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے جاؤ گے پھر تم کو تمہارے اعمال سے متنبہ کیا جائے گا۔

۲:۔ جواب قسم مقدر ہے کہ منکروں کو ضرور سزا ہوگی۔

بعض کے نزدیک آیت ۱۴ - اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ، جواب القسم ہے۔ کما فی الجلالین جس پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین کی تعذیب کا ذکر ہے۔

(بیان القرآن)

۸۹:۶ ۔۔ اَلَمْ تَرَ: ہمزہ استفہامیہ انکاریہ ہے جب نفی پر داخل ہوتا ہے تو اسے اثبات میں بدل دیتا ہے۔ کیونکہ جب نفی پر داخل ہوا تو نفی کی نفی ہوئی اور نفی کی نفی اثبات ہے۔ لَمْ تَرَ۔ نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر حاضر (خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے) کیا تو نے (دل کی آنکھوں سے) نہیں دیکھا۔

ای الم تنظر بعینی قلبك كیف فعل ربّكَ ۔۔۔۔ الخ (الیسر التفاسیر) کیا آپ نے اپنے دل کی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ یعنی آپ نے ضرور دیکھا ہوگا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر الاتقان حصہ اول میں رقمطراز ہیں :۔

جب ہمزہ استفہام "رَأَيْتَ" پر داخل ہوتا ہے تو اس حالت میں رؤیت کا آنکھوں یا دل سے دیکھنے کے معنی میں آنا ممنوع ہوتا ہے اور اس کے معنی اَخْبِرْنِي (مجھے خبر دو۔ مجھے بتاؤ) کے ہوتے ہیں۔

اکثر مفسرین نے اس کا ترجمہ "کیا آپ نے نہیں دیکھا" ہی کیا ہے۔

عَادٍ سے مراد قوم عاد یا قبیلہ ہے۔ عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں ایک شخص گذرا ہے جس کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت نوح علیہ السلام سے جا ملتا ہے۔ اس کی نسل بھی اسی نام سے موسوم ہوئی۔ جو طوفانِ نوح کے بعد ملک عرب میں پہلی با اقتدار حکمران قوم تھی۔

۸۹:۷ ۔۔ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ۔ یہ عاد کا عطف بیان ہے اور اس کی وضاحت کرتا ہے یعنی وہ عاد جو قبیلہ ارم ستونوں والوں سے تھا۔

اِرَمَ کے متعلق لغات القرآن میں ہے :۔

اس کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے لیکن زیادہ قرین صحت یہی ہے کہ یہ ایک قبیلہ کا نام ہے جو جدّ قبیلہ ارم بن سام بن نوح علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے۔ عرب

باندہ میں سے عادِ اُولیٰ اسی قبیلہ میں سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ قرآن عظیم میں بِعَادٍ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں عاد سے مراد عاد اُولیٰ اور ارم سے ان کا قبیلہ مُراد ہے۔

اِرَمَ۔ یا تو تانیث اور علمیت کی بنا پر غیر منصرف ہے یا علمیت اور عجمیت کی وجہ سے لہٰذا منصوب ہے۔

ذَاتِ الْعِمَادِ مضاف مضاف الیہ۔ ستونوں والے۔ عِمَاد جمع ہے عِمَادَۃٌ کی بمعنی ستون۔

علامہ احمد فیومی المصباح میں لکھتے ہیں: عماد وہ چیز ہے کہ جس کا سہارا لیا جائے۔ اس کی جمع عَمَدٌ (بفتحتین) ہے۔ امام راغب بھی یہی معنی لکھتے ہیں چنانچہ اور جگہ قرآن مجید میں ہے:۔

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (۹:۱۰۴) (اس کے شعلے) لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں ہونگے۔

آیات ۶-۷ کا ترجمہ ہوگا:۔

(اے مخاطب) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے قومِ عاد سے یعنی قومِ ارم ستونوں والی سے کیا کیا۔

تاجُ العُروس میں ہے:۔

آیت شریفہ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ میں بعض نے "ذات العماد" کے معنی دراز قامت بیان کئے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ستونوں والی بلند عمارت والے ہیں۔ اور اس کی جمع عَمَدٌ ہے۔

۸۹ : ۸ — اَلَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ : یہ جملہ عاد کی صفت ہے یا اِرَمَ کی صفت ہے۔ چونکہ عاد سے قبیلۂ عاد اور اِرَمَ سے قبیلۂ ارم مراد ہے اس کی رعایت سے اَلَّتِيْ بصیغہ تانیث لایا گیا ہے۔

لَمْ يُخْلَقْ مضارع مجہول نفی جحد بلم۔ نہیں پیدا کیا گیا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب قبیلۂ عاد یا ارم کے لئے ہے۔

اَلْبِلَادِ۔ بَلَدٌ کی جمع بمعنی شہر یا ملک۔ جس (قبیلہ) کی مثل (دنیا کے) ملکوں میں پیدا نہیں کیا گیا۔

۸۹ : ۹ — وَثَمُوْدَ۔ واؤ عاطفہ، ثَمُوْدَ کا عطف عَادٍ پر ہے کیونکہ ایک قبیلہ کا

نام ہے اس لئے تعریف اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہذا منصوب آیا ہے۔
اَلَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ۔ یہ ثمود کی صفت ہے اور دکیا کیا تیرے رب نے، ثمود کے ساتھ جو وادیوں میں پتھروں کو تراشتے تھے۔

ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کا نام ہے۔ فن سنگ تراشی اور تعمیر عمارات میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ حضرت صالح کی اونٹنی کا واقعہ ان ہی کے ساتھ پیش آیا تھا۔

الذین۔ اسم موصول۔ جمع مذکر۔ جو۔ جو لوگ، وہ سب لوگ؛ وہ سب مرد۔ الذی کی جمع ہے۔ باقی جملہ اس کا صلہ ہے اور سارا جملہ ثمود کی صفت ہے۔

جَابُوْا ماضی جمع مذکر غائب جَوْبٌ (باب نصر) مصدر سے۔ انہوں نے تراشا وہ تراشتے تھے۔

الصَّخْرَ۔ صَخْرَةٌ کی جمع۔ سخت پتھر۔ اَلْوَادِ۔ اسم مفرد۔ اَلْاَوْدِيَةُ جمع اصل میں الوادی تھا۔ دو پہاڑوں کے درمیان کا میدان۔ قتادہ کے نزدیک شام کی ایک وادی (وادی القریٰ) مراد ہے جو کہ مدینہ کے قریب بجانب شام ہے۔ یا وہ پہاڑی وادی مراد ہے جہاں وہ لوگ پتھروں کو تراش کر مکان نما غار بنا کر رہتے تھے۔

۸۹: ۱۰ — وَفِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ۔ واؤ عاطفہ، فِرْعَوْنَ بوجہ علمیت وعجمیت غیر منصرف ہے اور اس کا عطف بھی عاد پر ہے۔ ای اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ وَّ فِرْعَوْنَ ذِى الْاَوْتَادِ۔ (اے مخاطب) کیا تو نے دیکھا تمہارے رب نے (قوم) عاد سے کیا کیا۔ اور فرعون ذی الاوتاد سے کیا کیا۔

ذی الاوتاد۔ مضاف مضاف الیہ مل کر فرعون کی صفت ہیں۔ چونکہ فرعون بوجہ معطوف عاد محل جر میں ہے اس کی صفت اعراب میں اس کے مطابق ہوگی۔ لہذا ذِىْ بمعنی والا۔ صاحب، بحالت جر ہے۔

اوتاد۔ جمع ہے وَتَدٌ کی بمعنی میخیں۔ ذی الاوتاد بمعنی میخوں والا۔ کی تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ اوتاد۔ لشکروں کو کہتے ہیں۔ کیونکہ حکومت وسلطنت کی یہی میخ ہوتی ہیں۔ یہی ابن عباس کا قول ہے:

۲۔ یہ کہ اس قدر گھوڑے اور خیمے تھے کہ بے شمار میخیں ساتھ چلا کرتی تھیں گھوڑے باندھنے کے لئے اور خیمے گاڑنے کے لئے:

۳:- یہ کہ وہ موذی (فرعون) ایمان والوں کو جو میخا کرتا تھا اس لئے میخیں رکھ چھوڑی تھیں مجاہد اور مقاتل بن حیان نے کہا کہ آدمی کو زمین پر چت لٹاکر ہاتھ پاؤں سیدھے کرکے ان میں میخیں ٹھونک دیتا تھا۔

۸۹: ۱۱— اَلَّذِیْنَ طَغَوْا فِی الْبِلَادِ: الذین۔ اسم موصول جمع مذکر۔ جنہوں نے ان سب نے۔ (یعنی عاد وثمود و فرعون نے)

طَغَوْا۔ ماضی جمع مذکر غائب طغیان (باب نصر، سمع) مصدر۔ سے بمعنی انہوں نے سرکشی کی۔ وہ حد سے گذر گئے۔ جنہوں نے ملکوں میں سرکشی کی حد کردی

یہ جملہ عاد وثمود اور فرعون کی صفت ہے۔

۸۹: ۱۲— فَاَکْثَرُوْا فِیْهَا الْفَسَادَ: ف عاطفہ ہے۔ اور انہوں نے ان ملکوں میں بڑا ہی فساد مچا رکھا تھا۔

۸۹: ۱۳— فَصَبَّ عَلَیْهِمْ رَبُّکَ سَوْطَ عَذَابٍ: ف سببیہ۔ بسبب ان کی اس سرکشی کے۔

صَبَّ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ صَبٌّ مصدر۔ لازم اور متعدی دونوں طرح مستعمل ہے۔

پہلی صورت میں بہانے کے معنی ہوں گے۔ اور اس کا فعل باب نصر سے آئیگا۔

دوسری صورت میں بہنے کے معنی ہوں گے۔ اور فعل باب ضرب سے آئے گا۔ قرآن مجید میں یہ متعدی ہی استعمال ہوا ہے۔ اس نے اوپر سے بہایا۔ اس نے اوپر سے ڈالا۔

سَوْطَ عَذَابٍ میں صفت کی اضافت موصوف کی جانب ہے۔ اصل میں عَذَابٍ سَوْطٍ تھا۔ سَوْط کا اصل لغوی معنی ہے مخلوط کردینا۔ کوڑے میں مختلف بل مخلوط ہوتے ہیں۔ اسی لئے اس کو سوط کہتے ہیں آخرت کے عذاب کے مقابلہ میں دنیا کا عذاب ایسا ہے جیسے تلوار کے مقابلہ میں کوڑا۔ اسی لئے دنیوی عذاب کو کوڑے سے تشبیہ دی۔

ترجمہ:- پس آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔ یعنی طرح طرح کا عذاب ان پر نازل کیا۔

۸۹-۱۴— اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ: بعض کے نزدیک یہ ان قسموں کا جو آیات ا تا ۴ میں مذکور ہیں جواب ہے۔ اس صورت میں درمیانی کلام کلام معترضہ ہوگی۔

ترجمہ ہوگا:- قسم ہے ان چیزوں کی یا امور کی جو آیات ا تا ۴ میں مذکور ہیں کہ بے شک

تیرا رب گھات لگائے ہوئے ہے۔

صاحب تفہیم القرآن اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

ظالموں اور مفسدوں کی حرکات پر نگاہ رکھنے کے لئے گھات لگائے ہوئے ہونے کے الفاظ تمثیلی اور استعارے کے طور پر استعمال ہوئے ہیں۔ گھات اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص کسی کے انتظار میں اس غرض سے چھپا بیٹھا ہوتا ہے کہ جب وہ زد پر آئے تو اسی وقت اس پر حملہ کردے۔ وہ جس کے انتظار میں بیٹھا ہوتا ہے اسے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ اس کی خبر لینے کے لئے کون کہاں چھپا ہوا ہے انجام سے غافل، بے فکری کے ساتھ وہ اس مقام سے گذرتا ہے اور شکار ہو جاتا ہے۔

یہی صورت حال اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں ان ظالموں کی ہے جو دنیا میں فساد کا طوفان برپا کئے رکھتے ہیں۔ انہیں اس کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا کہ خدا بھی کوئی ہے جو ان کی حرکات کو دیکھ رہا ہے وہ پوری بے خوفی کے ساتھ روز بروز زیادہ سے زیادہ شرارتیں کرتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ حد آجاتی ہے جس سے آگے اللہ تعالیٰ انہیں بڑھنے نہیں دینا چاہتا اسی وقت ان پر اچانک اس کے عذاب کا کوڑا برس جاتا ہے۔

اَلْمِرْصَادِ۔ ظرف مکان۔ مفرد، جمع مراصد۔ گھات لگانے کی جگہ۔

اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ بیشک تیرا رب گھات میں ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح گھات لگا کر کسی مخفی مقام پر بیٹھنے والے سے ادھر سے گذرنے والا دشمن بچ کر نکل نہیں سکتا۔ اور گھات لگانے والے سے دشمن مخفی نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح در پردہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کے تمام اعمال سے واقف اور باخبر ہے اس سے بچ کر، چھپ کر کوئی شخص راہِ زندگی طے نہیں کرسکتا۔ لَبِالْمِرْصَادِ میں لام تاکید کے لئے ہے۔

۸۹:۱۵ — فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ ، ف حرف عطف ہے اَمَّا حرف شرط ہے۔ اور اکثر حالات میں تفصیل کے لئے آتا ہے۔ اور کبھی تاکید کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور یہاں تاکید کے لئے مستعمل ہے۔

اور جو انسان ہے، لیکن انسان ایسا ہے، مگر انسان ہے کہ۔۔۔

اِذَا شرطیہ اور مَا زائدہ ہے۔

اِبْتَلٰهُ۔ اِبْتَلٰی، ماضی واحد مذکر غائب، اِبْتِلَاءٌ (افتعال) مصدر۔ بمعنی آزمانا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ الانسان کے لئے ہے۔ لیکن انسان ایسا ہے کہ

اس کا پروردگار اس کو آزماتا ہے۔
فَاَکْرَمَهٗ فَ بمعنی پس۔ اَکْرَمَهٗ۔ اَکْرَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِکْرَامٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب انسان کے لئے ہے۔ پھر اس کو (آزمائش کے لئے) عزت بخشتا ہے۔
وَنَعَّمَهٗ اور اس کو نعمت عطا کرتا ہے۔
فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ: فَ جواب شرط کے لئے ہے۔ اَکْرَمَ ماضی واحد مذکر غائب ن وقایہ، ی ضمیر واحد متکلم محذوف۔ تو کہتا ہے کہ اس نے مجھے عزت بخشی (کیونکہ وہ میرے اعمال پر خوش ہے)

۸۹:۱۶ — وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ۔ اور جب وہ اس کو (اور طرح) آزماتا ہے
فَقَدَرَ عَلَیْهِ رِزْقَهٗ۔ اور اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے قَدَرَ ماضی واحد مذکر غائب قَدْرٌ (باب نصر، ضرب) مصدر۔ بمعنی خدا کا کسی کا رزق تنگ کر دینا۔ (جملہ شرطیہ ہے)
فَیَقُوْلُ رَبِّیْٓ اَهَانَنِ؛ جملہ جواب شرط ہے اَهَانَنِ: ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِهَانَةٌ (افعال) مصدر سے ن وقایہ ی ضمیر واحد متکلم (محذوف) اس نے میری اہانت کی۔ اس نے مجھے ذلیل کیا۔
فائدہ:-
انسان کا یہ حال ہے کہ وہ رات دن حصول دنیا اور اس کی لذات و شہوات میں مشغول ہے۔ اگر دنیا میں دولت و راحت مل گئی تو کہنے لگا میرا خدا مجھ سے خوش ہے جب ہی تو اس نے مجھے عزت دی ہے اور جو تنگ دستی یا تکلیف پیش آگئی تو کہنے لگا کہ خدا ناراض ہے جبھی تو اس نے مجھے ذلیل کر رکھا ہے۔
گویا خداوند تعالیٰ کی رضامندی اور اس کا عزت و اکرام حصولِ دولت اور راحتِ دنیا پر منحصر جانا۔ اور اس کی ناراضگی اور توہین کو دنیاوی فقر و فاقہ اور تکالیف پر محمول کیا۔ یہ اس کا خیال باطل ہے کیونکہ دنیا کی راحت و نعمت اور اسی طرح افلاس و فقر، بیماری و خواری اس کی آزمائش ہے کہ نعمت و راحت پا کر کیسی شکر گذاری و وفاداری کرتے ہیں اور مصیبت میں کیونکر صبر کرتے ہیں۔ (تفسیر حقانی)
۸۹:۱۷ — کَلَّا۔ حرف ردع و زجر (ڈانٹ، جھڑک)، اور کسی کام سے روکنے

کے لئے آتا ہے) ہرگز نہیں ۔یعنی جیسا کہ انسان نعمت وراحت اور تنگ دستی وتکلیف کو معیار عزت افزائی و توہین خیال کرتاہے ایسا نہیں ہے ۔

بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ : بَلْ حرف اضراب ہے ماقبل کے ابطال اور مابعد کی تصحیح کے لئے آیا ہے ۔

مطلب یہ ہے کہ بات یوں نہیں کہ فقیر رکھ کر اللہ نے تمہاری بے عزتی کرتا ہے بلکہ اس تو تم کو مال عطا فرما کر تم کو نوازا ہے مگر تم یتیم کو نہیں نوازتے اس کی پاسداری نہیں کرتے نہ اس سے محبت کرتے ہو نہ اس پر خرچ کرتے ہو۔

ترجمہ ۱۔ بلکہ بات یہ ہے کہ) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے ۔

فائدہ : تکرمون (آیۃ ۱۷) تحاضون (آیۃ ۱۸) تاكلون (آیۃ ۱۹) اور تحبون (آیۃ ۲۰) میں جمع حاضر کے صیغے آئے ہیں اور ان کی ضمیریں انسان کی طرف راجع ہیں کیونکہ جنس انسان مراد ہے ایک انسان مراد نہیں ہے ۔لیکن لفظ انسان مفرد ہے اس لئے ابتلٰہُ اکرمہٗ، نعّمہٗ ، يقولُ (آیۃ ۱۵) کی مفرد ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع کی گئی ہیں ۔

۸۹ : ۱۸ ۔ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے لَا تَحٰٓضُّوْنَ مضارع منفی کا صیغہ جمع مذکر حاضر ۔ مُحَاضَّۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے تم باہم ایک دوسرے کو رغبت نہیں دلاتے ہو ۔(اس کا مفعول محذوف ہے)

عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ : مسکین کو کھانا کھلانے کی ۔

۸۹ : ۱۹ ۔ اَلتُّرَاثَ ، میراث ، مردے کا مال ۔ اصل میں وِرَاثٌ تھا ۔ واؤ کو ت سے بدل لیا گیا ہے ۔

اَكْلًا مفعول مطلق تاکید کے لئے لایا گیا ہے یہ موصوف ہے اور لَمًّا اس کی صفت ہے اور میراث کا سارا مال ہضم کر جاتے ہو ۔

علامہ قرطبی فرماتے ہیں :۔

وكان اهل الشرك لا يورثون النساء ولا الصبيان بل ياكلون ميراثهم مع ميراثهم ۔یعنی مشرکین بچوں اور عورتوں کو ورثہ میں سے کچھ نہ دیتے تھے بلکہ ان کے حصے کو بھی اپنے حصہ کے ساتھ ملا کر ہڑپ کر جاتے تھے ۔

لَمًّا ۔ جَمْعًا ۔ اصل اللمّ في كلام العرب الجمع . يقال لممت الشئ الـمّہ لَمًّا اذا جمعتہ ۔ترجمہ : لَمًّا کا معنی ہے جمع کرنا ۔ کلام عرب میں لمم کا مادّہ

اسی مفہوم پر دلالت کرتا ہے۔ جب تو کسی چیز کو جمع کرے گا اور سمیٹ لے گا تو تُو کہیگا لَمَمْتُ الشَّیْئَ اَلُمّہ لَمًّا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)۔
لَمًّا مصدر ہے۔ لَمَّ یَلُمُّ لَمًّا (باب نصر) اپنا اور دوسروں کا حصّہ کھا لینا۔
۸۹: ۲۰ — وَتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا۔ اس کا عطف بھی جملہ مذکورہ بالا پر ہے حُبًّا۔ مفعول مطلق۔ فعل کی تاکید میں لایا گیا ہے۔ موصوف، جَمًّا اس کی صفت بیحد۔ بہت جی بھر کر۔ مصدر ہے۔ ہر شے کی کثرت اور زیادتی کے لئے آتا ہے
اور تم دولت سے بیحد محبت کرتے ہو۔
۸۹: ۲۱ — کَلَّآ اِذَا دُکَّتِ الْاَرْضُ دَکًّا دَکًّا: کَلَّآ حرف ردع اور زجر ہے۔ ہرگز نہیں۔ یہ مذکورہ حرکتوں سے باز داشت ہے۔
مقاتل نے کہا (یہ نفی ہے یعنی) جو حکم ان کو دیا گیا ہے یہ اس کی تعمیل نہیں کریں گے یا بعد والے کلام کی تحقیق کے لئے ہے۔ یعنی جس وعید عذاب اور ان کے حسرت و افسوس کا بیان بعد والی آیات میں کیا گیا ہے اس سے شک کو دور کرنے کے لئے لفظ کَلَّآ استعمال کیا گیا ہے۔
اِذَا۔ ظرف زمان۔ جب۔ دُکَّتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب۔
دَکٌّ (باب نصر) مصدر ہے۔ دَکٌّ بمعنی ریزہ ریزہ کرنا۔ ڈھا کر برابر کرنا۔ کوٹ کوٹ کر برابر کرنا۔ دَکٌّ اصل میں نرم اور ہموار زمین کو کہتے ہیں اور چونکہ نرم اور ہموار زمین ریزہ ریزہ ہوتی ہے۔ اسی لئے اسی مناسبت سے اس کے مصدر کے معنی مقرر ہوئے۔
دَکًّا مصدر منصوب فعل کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے دوسری بار دَکًّا مزید تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔
ترجمہ:۔
جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا۔
۸۹: ۲۲ — وَجَآءَ رَبُّکَ وَالْمَلَکُ صَفًّا صَفًّا، واؤ عاطفہ جَآءَ کا عطف دُکَّتْ پر ہے۔ صَفًّا صَفًّا اَلْمَلَکُ سے حال ہے۔ اَلْمَلَکُ میں الف لام جنسی ہے یعنی ملائکہ۔
ترجمہ:۔
اور جب تیرا پروردگار جلوہ افروز ہو گا اور فرشتے قطار اندر قطار حاضر ہوں گے:

صَفًّا یہ اصل میں صَفَّ یَصُفُّ (باب نصر) کا مصدر ہے جس کے معنی قطار باندھنے کے آتے ہیں۔ اور خود قطار کے معنی میں بھی لطور اسم مستعمل ہے صَفٌّ بمعنی اسم فاعل صَافٌّ (قطار باندھنے والا) بھی آتا ہے۔ جیسے وَ اِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ (۳۷: ۱۶۵) اور ہم جو ہیں سو ہم ہی ہیں قطار باندھنے والے:

۸۹: ۲۳ ـــــ وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍۢ بِجَهَنَّمَ: واؤ عاطفہ، جِایْٓءَ ماضی مجہول واحد مذکر غائب۔ مَجِیْءٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ ج ی ء مادہ۔ جہنم مفعول مالم یسم فاعلہ۔ فاعل کا قائم مقام ہے۔

یَوْمَئِذٍ۔ اسم ظرف منصوب۔ مضاف۔ اِذْ مضاف الیہ۔ اس دن۔ اس جملہ کا عطف بھی دُکَّتْ پر ہے:

اور اس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا۔

یَوْمَئِذٍ اس دن۔ یہ ماقبل کے یَوْمَئِذٍ سے بدل ہے۔

یَتَذَکَّرُ الْاِنْسَانُ: یَتَذَکَّرُ مضارع واحد مذکر غائب تَذَکُّرٌ (تفعّل) مصدر وہ نصیحت پکڑتا ہے۔ اس کے چند ایک تراجم حسب ذیل ہیں:

۱:۔ اس دن انسان سمجھے گا۔ (تفسیر حقانی)

۲:۔ اس دن انسان کو سمجھ آئے گی۔ (ضیاء القرآن)

۳:۔ اس روز انسان کو سمجھ آوے گی۔ (بیان القرآن)

۴:۔ اس روز انسان کو سمجھ آئے گی (تفہیم القرآن)

۵:۔ ای یتذکر معاصیہ او یتعظ لانہ یعلم قبحھا فیندم علیھا

یعنی انسان اپنے گناہوں کو یاد کرے گا یا نصیحت قبول کرے گا: کیونکہ وہ ان گناہوں کی قباحت سے متنبہ ہو جائے گا اور ان پر ندامت محسوس کرے گا:

(بیضاوی)

۶:۔ ای یتعظ الکافر و یتوب: یعنی کافر نصیحت پکڑے گا اور توبہ کرے گا (الخازن)

۷:۔ یتوب: توبہ کرے گا۔ (رازی)

مطلب یہ کہ:۔ قیامت کے دن انسان اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا: جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے اور نادم ہو گا۔ کیونکہ اس کو معلوم ہو جائے گا کہ

انبیاء اللہ نے اسے جو خبر دی تھی وہ برحق تھی اور اس کی اپنی سرکشی اور نافرمانی سراسر گمراہی:
وہ اپنے کئے پر توبہ کرنا چاہے گا لیکن بے فائدہ۔

الانسان سے مراد یہاں وہی کافر انسان ہے جو دنیوی سکھ میں رَبِّیْٓ اَکْرَمَنِ
اور دکھ میں رَبِّیْٓ اَہَانَنِ کہا کرتا تھا۔ (آیات ۱۵-۱۶)

وَ اَنّٰی لَہُ الذِّکْرٰی۔ جملہ فاعل یَتَذَکَّرُ سے حال ہے اَنّٰی۔ کیسے، کیونکر
اسم ظرف ہے۔ زمان ومکان دونوں کے لئے آتا ہے۔ ظرف زمان ہو تو متیٰ (کب) کے
معنی دیتا ہے اور اگر ظرف مکان ہو تو اَیْنَ (کہاں، جہاں) کے معنی دیتا ہے۔ اور اگر
استفہامیہ ہو تو کیف (کیسے، کیونکر) کے معنی دیتا ہے جیسے کہ آیت ہذا میں ہے۔

جملہ استفہام انکاری ہے۔ یعنی اس بعد از وقت ندامت سے اور توبہ سے
کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ توبہ کی شرط تو ایمان بالغیب ہے قیامت کے ظہور کے بعد تو غیب نہ رہا
سامنے دیکھ کر تو ہر ایک کو ہی ماننا پڑیگا۔

الذِّکْرٰی: ذَکَرَ یَذْکُرُ (باب نصر) کا مصدر ہے کثرتِ ذکر کے لئے
ذِکْرٰی بولا جاتا ہے یہ ذِکْرٌ سے زیادہ بلیغ ہے نصیحت کرنا۔ ذکر کرنا۔ یاد۔ پند،
موعظت، (اب نصیحت پکڑنے یا توبہ کرنے کا کیا فائدہ۔

۸۹:۲۴ — یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ۔ یہ یَتَذَکَّرُ کی تفسیر ہے
کافر انسان دنیا میں اپنے کفر اور سرکشی پر قیامت کے روز ندامت اور حسرت محسوس کرتے
ہوئے کیا کہے گا۔

یٰلَیْتَنِیْ ...... لِحَیَاتِیْ مقولہ مفعول ہے یَقُوْلُ کا۔ یعنی وہ یہ کہے گا۔

یَا حرف ندا ہے۔ اے۔

لَیْتَ حرف مشبہ بالفعل ہے اسم کو نصب اور خبر کو رفع دیتا ہے۔ تمنا کے لئے
مستعمل ہے کاش! نِیْ اسم۔ اے کاش! میں ......

قَدَّمْتُ۔ ماضی واحد متکلم تَقْدِیْمٌ (تفعیل) مصدر سے۔ میں نے آگے بھیجا
میں آگے بھیجتا۔

حَیَاتِیْ۔ مضاف مضاف الیہ۔ میری زندگی۔ میری حیات۔

ترجمہ ہوگا۔

اے کاش! میں اپنی اس زندگی کے لئے (کچھ) آگے بھیجتا۔

بعض نے لام کو بمعنی فِيْ لیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا:۔
اے کاش میں اپنی (دنیاوی) زندگی میں اعمال صالحہ کر کے پہلے ہی (اس لازوال زندگی کے لئے) آگے بھیجتا۔

۸۹: ۲۵ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ
۸۹: ۲۶ اَحَدٌ۔ سو اس دن نہ کوئی اس کے عذاب کی طرح کا (کسی کو) عذاب دے گا اور نہ کوئی اس کے جکڑنے کی طرح (کسی کو) جکڑے گا۔

يَوْمَئِذٍ: اس روز۔ لَا يُعَذِّبُ اور لَا يُوْثِقُ کا ظرف زمان ہے۔ لَا يُعَذِّبُ مضارع منفی صیغہ واحد مذکر غائب۔ اور لَا يُوْثِقُ مضارع منفی واحد مذکر غائب۔ اِيْثَاقٌ (افعال) مصدر۔ وہ نہیں جکڑتا ہے۔ وہ نہیں جکڑے گا۔
عَذَابَهٗ اور وَثَاقَهٗ میں ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع اللہ ہے۔
تفسیر الیسیر التفاسیر میں لکھا ہے۔
ای لا یعذب مثل عذاب اللہ احد فی قوته وشدته ولا یوثق احد مثل وثاق اللہ عزوجلّ۔ یعنی قوت اور شدت میں اللہ کے عذاب کی طرح کوئی عذاب نہیں دے گا۔ اور نہ کوئی اللہ عزوجلّ کی جکڑ کی مانند جکڑے گا۔

۸۹: ۲۷ — يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ: اس جگہ يُقَالُ محذوف ہے، یہ جملہ مستانفہ ہے۔ گویا ایک فرضی سوال کا جواب ہے۔ سوال پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ کافر کی حالت تو مندرجہ بالا آیات سے واضح ہوگئی۔ مگر مومن کی کیا حالت ہوگی؟۔ جواب ہے کہ اس سے کہا جائیگا يٰٓاَيَّتُهَا....... (تفسیر مظہری)
یا، حرف ندا ہے اَيٌّ (مذکر) اَيَّةٌ (مونث) بمعنی اے۔ بحالت ندا۔ منادیٰ معرف باللام کو حرفِ ندا سے ملاتا ہے۔
هَا حرف تنبیہ ہے جو اَيٌّ اور اَيَّةٌ اور ان کے بعد کے اسم معرف باللام کے درمیان فصل کے لئے مستعمل ہوتا ہے۔ مذکر صیغہ کی صورت میں اس کی شکل يٰٓاَيُّهَا الرَّجُلُ ہوگی اور مونث کی صورت میں يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ (آیت زیر مطالعہ) ہوگی!
نَفْسٌ حی، شخص، (مونث آتا ہے) موصوف ہے۔
المطمئنة۔ اِطْمِيْنَانٌ (افعیلال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مونث قطعی سکون پانے والا۔ طمانیت اور اطمینان۔ وہ سکون اور ٹھہراؤ جو مشقت اور کوفت

کے بعد حاصل ہو ایمان کے بعد ایک مرتبہ سکون قلب کا آتا ہے جس کے حصول کے بعد کوئی شبہ اور وسوسہ ہی پیدا نہیں ہوتا جس کو صوفیا کی اصطلاح کے مطابق اگر عین الیقین کا درجہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

علماء نے اس کے کئی معانی بیان کئے ہیں:۔

۱:۔ اللہ کے رب ہونے کا یقین رکھنے والا۔ (مجاہد)

۲:۔ ایمان اور یقین رکھنے والا۔ (حسن بصری)

۳:۔ اللہ کے حکم پر راضی۔ (عطیہ)

۴:۔ اللہ کے عذاب سے محفوظ۔ (کلبی)

۵:۔ اللہ کی یاد سے سکون پانے والا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ (۱۳: ۲۸) اور سن رکھو کہ خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ: اے نفسِ مطمئنہ:

۸۹: ۲۸ — اِرْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ اِرْجِعِيْ فعل امر واحد مؤنث حاضر رُجُوْعٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ تو واپس آ۔ (اپنے رب کی طرف۔

رَاضِيَةً: یہ اِرْجِعِيْ کے فاعل سے حال ہے۔ رِضًى سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث، راضی۔ خوش۔

مَرْضِيَّةً۔ رِضًى سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث: پسند کی ہوئی۔ راضی کی ہوئی۔ خوش کی ہوئی۔

یعنی تو اللہ کی داد و دہش و عنایات پر خوش ہونیوالی۔ اور اللہ کی طرف سے داد و دہش سے خوش کی ہوئی۔ یہ بھی اِرْجِعِيْ کے فاعل سے حال ہے۔

۸۹: ۲۹ — فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ: ف سببیہ ہے کیونکہ اطمینانِ نفس اور نفس راضیۃً مرضیۃً ہونا ہی خالص عبدیت کے حصول اور باطل الوہیتِ نفسانی کی رسّی سے گلو خلاصی اور شیطانی وسوسوں سے نجات مل جانے کا سبب ہے۔

اُدْخُلِيْ۔ فعل امر واحد مؤنث حاضر۔ دُخُوْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو داخل ہو جا۔

فِيْ عِبٰدِيْ: میرے بندوں میں۔ (اے نفس مطمئنہ) تو داخل ہو جا میرے بندوں میں

یہ وہی نیک بندے تھے جن میں داخل ہونے کی دُعا حضرت سُلیمان علیہ السلام نے
کی تھی۔ عرض کیا تھا: وَاَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ۝ (۲۷:
۱۹) اور حضرت یوسُف علیہ السلام نے بھی اِن ہی کے ساتھ شامل ہونے کے لئے
عرض کیا تھا۔ تَوَفَّنِیۡ مُسۡلِمًا وَّاَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ (۱۲: ۱۰۱)
(تفسیر مظہری)

۸۹: ۳۰ — وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور میری جنّت
میں داخل ہو جا۔

- - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - -

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵)

۹۰: ۱ — لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ: لَا- زائدہ: اُقْسِمُ، مضارع واحد متکلم میں قسم کھاتا ہوں: هٰذَا- اسم اشارہ واحد مذکر، اَلْبَلَدِ: مشارٌ الیہ مراد شہر مکہ ہے۔ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی۔

۹۰: ۲ — وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ: واؤ حالیہ ہے اور جملہ هٰذَا الْبَلَدِ سے حال ہے۔ حِلٌّ۔ حَلَّ يَحِلُّ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔ بمعنی حلال۔ حلال ہونا۔ اترنا۔ نازل ہونا جائز ہونا۔ بمعنی کسی جگہ اترنے والا بھی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔ مَا زِلْتُ حِلًّا بِهٰذَا الْبَلَدِ۔ میں اس شہر میں ہمیشہ اترنے والا ہوں۔ (المنجد) یعنی میں اس شہر میں ہمیشہ رہنے والا ہوں۔ اس سے محلّہ ہے۔ رہنے کی جگہ۔ اترنے کی جگہ۔ فروکش ہونے کی جگہ۔ شہر کا ایک حصہ جہاں رہائش رکھی جاتی ہو۔

یہاں حِلٌّ بمعنی حَالٌّ۔ بمعنی اسم فاعل آیا ہے۔ رہنے والا۔

اَلْحَلُّ کے اصل معنی گرہ کشائی کے ہیں چنانچہ آیت کریمہ ہے۔ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ (۲۰: ۲۷) اور میری زبان کی گرہ کھول دے۔ اور حَلَلْتُ کے معنی کسی جگہ پر اترنا اور فروکش ہونا بھی تے ہیں۔ اصل میں یہ حَلُّ الْاَحمال عند النزول سے ہے جس کے معنی کسی جگہ اترنے کے کے لئے سامان کی رسیوں کی گرہ کشائی کے ہیں۔ پھر محض اترنے کے معنی میں استعمال ہونے لگا ہے۔ لہٰذا حِلٌّ کے معنی کسی جگہ اترنا کے ہیں۔ (المفردات)

مولانا فتح محمد جالندہری اپنے ترجمہ کے اخیر میں فوائد کے عنوان کے تحت نمبر ۳۲۹ پر رقمطراز ہیں۔

مفسرین نے حِلٌّ کے معنی حلال بھی کئے ہیں۔ اور لکھا ہے کہ خدا نے اس شہر میں مقاتلہ ہمیشہ کے لئے حرام کیا ہے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس میں فتح مکہ کے دن قتال کرنا

جائز کیا تھا۔ اس بناء پر آیت کا ترجمہ یوں ہونا چاہئے۔ کہ تم کو اس شہر میں (قتال) حلال ہونے والا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک زیادہ مناسب یہ ہے کہ حِلٌّ کے معنی حَالٌّ یعنی ساکن و نازل لئے جائیں۔ اسی وجہ سے ہم نے ترجمہ کیا ہے ”و تم اسی شہر میں رہتے ہو“۔ اس صورت میں مکہ معظمہ کی دوسری فضیلتوں میں سے ایک یہ فضیلت بھی اس کی قسم کھانے کا موجب ہو گی کہ وہ حضرت خاتم النبیین کا مسکن تھا۔

۹۰ : ۳ — وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ : واؤ عاطفہ ہے۔ وَالِدٍ کا عطف بَلَدٍ پر ہے وَالِدٍ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں یا حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ یا ہر والد (کوئی ہو)۔

وَالِدٍ وِلَادَةٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ باپ۔

وَمَا وَلَدَ: واؤ عاطفہ ہے اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے مَا کا لفظ تنکیر پر دلالت کر رہا ہے اور تنکیر اظہار عظمت کے لئے ہے مَنْ کی جگہ مَا استعمال تعجب کے لئے ہے جیسے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ (۳ : ۳۶) میں مَنْ کی بجائے مَا کا ذکر کیا گیا ہے۔

وَلَدَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، وِلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر سے (جس کا) وہ باپ ہوا۔ مَا وَلَدَ بمعنی اولاد مراد اس سے کل اولاد آدم۔ یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے پیغمبر یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تفسیر مظہری)

۹۰ : ۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۔ یہ جواب قسم ہے لام تاکید کا ہے۔ قَدْ فعل ماضی ساتھ تحقیق کے معنی دیتا ہے اور اس جملہ فعلیہ میں جو کہ قسم کے جواب میں آیا ہو تاکید کا فائدہ دیتا ہے۔ تحقیق ہم نے پیدا کیا۔

اَلْاِنْسَانَ ۔ خَلَقْنَا کا مفعول ہے۔ اس میں الف لام جنس کا ہے (کوئی انسان ہو) یا یہ الْ عہد کا ہے۔ لیکن یہ اس روایت کے بموجب ہوگا۔ کہ یہ آیت ابو الاشد کے متعلق نازل ہوئی۔ اس کا نام اسید بن کلدہ بن الجمحی تھا۔ بڑا طاقتور تھا۔ عکاظی چمڑا اپنے پاؤں کے نیچے دبا کر کہتا تھا کہ جو اس چمڑے سے میرے قدم ہٹا دے گا اس کو اتنا انعام ملے گا۔ لیکن کوئی اس کے قدم کو ہٹا نہ سکتا یہاں تک کہ چمڑا کھینچنے سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا تھا اور قدم اپنی جگہ جما رہتا تھا۔

كَبَدٌ بمعنی فضا، ریت کے تودے کا درمیانی حصہ۔ دن کا وسط۔ مصیبت، مشقت۔ اَلْكَبَدُ بمعنی جگر ہے اور اَلْكَبْدُ بطور كَبَدَ يَكْبِدُ کے مصدر کے جگر پر مار کر زخمی کرنا ہے۔

ترجمہ آیت:۔
تحقیق ہم نے انسان کو تکلیف ومشقت (کی حالت) میں (رہنے والا) بنایا ہے۔
اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ انسان کی ساخت ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ اس قسم کی بنائی ہے کہ جب تک دین کی گھاٹی پر ہو کر نہ گذرے وہ نہ تو رنج ومشقت سے نجات پاسکتا ہے اور نہ ہی اُسے (حقیقی) چین نصیب ہو سکتا ہے۔
جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ (۱۹:۸۴) تم درجہ بدرجہ (رتبۂ اعلیٰ پر) چڑھو گے (المفردات)
بعض علماء کے نزدیک مشقت میں پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان پیدائش سے لے کر موت تک کسی نہ کسی مشقت ومصیبت میں گرفتار رہتا ہے خواہ وہ مصیبت اس کی اپنی ذات سے ہو یا دوسروں کے ساتھ معاشی ومعاشرتی روابط کے سلسلہ میں پیش آنے والی ہو۔ (نیز ملاحظہ ہو تفسیر حقانی)
۹۰: ۵ ۔ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے
الانسانُ يَحْسَبُ کا فاعل ہے۔ ضمیر فاعل کس کی طرف راجع ہے اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔
۱۔ یہ کہ اگر الانسان میں الف لام جنسی ہے تو ضمیر فاعل عام انسان کی طرف راجع ہوگی اور مطلب یہ ہوگا کہ باوجودیکہ انسان مصائب کش پیدا ہوا ہے سدا کا دکھیا ہے پھر بھی اس پر اس کو یہ غرور کہ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ اَحَدٌ؛ (کہ اس پر کوئی قابو نہ پائے گا)
(تفسیر حقانی، تفسیر مظہری، ضیاء القرآن)
۲:۔ اگر الف لام عہد کا ہے تو ضمیر کا مرجع وہ کافر ہے جو اپنی قوت وطاقت پر گھمنڈ کر رہا ہے یعنی ابو الاشد اسید بن کلدۃ (الخازن، بیضاوی، الیسر التفاسیر)
۳:۔ بعض کے نزدیک ضمیر کا مرجع الولید بن المغیرہ المخزومی ہے۔ (تفسیر الخازن)
يَحْسَبُ مضارع واحد مذکر غائب حُسْبَانٌ (سمع) مصدر سے جس کا معنی ہے خیال کرنا۔
اَنْ مخفف اصل میں اَنَّ تھا۔
لَنْ يَّقْدِرَ مضارع منفی تاکید بلَنْ۔ قُدْرَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ قدرت نہیں رکھتا ہے۔ عَلَيْهِ میں ہٖ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے اَحَدٌ

یَقۡدِرَ کی ضمیر فاعل کا مرجع ہے۔ بمعنی کوئی۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا وہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کوئی قابو نہیں پائے گا۔

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

یا اَحَدٌ سے مراد اللہ ہے کہ جس نے ابوالاشد کو اتنی عظیم الشان طاقت وقوت عطا فرمائی تھی کہ اس کا خیال تھا کہ خدا بھی اس سے انتقام لینے کی قدرت نہیں رکھتا۔

اَنۡ لَّنۡ یَّقۡدِرَ عَلَیۡہِ اَحَدٌ مفعول ہے یَحۡسَبُ کا۔

۹۰: ٦ — یَقُوۡلُ اَھۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا۔ اَھۡلَکۡتُ ماضی واحد متکلم۔ میں نے ہلاک کردیا۔ میں نے اڑا دیا۔ میں نے بہا دیا۔

مَالًا لُّبَدًا۔ موصوف وصفت مل کر مفعول اَھۡلَکۡتُ کا۔

لُبَدًا۔ مال کثیر۔ لُبَدٌ اور لَابِدٌ کا بھی یہی مطلب ہے۔ اصل میں لِبۡدٌ اور لِبۡدَۃٌ اور لُبۡدَۃٌ کا معنی ہے نمدا۔ اور گوند یا پانی وغیرہ سے چپکایا ہوا اون یا نمدہ ہو۔ یا چپکایا ہوا اون سب میں تہ برتہ جمائی جاتی ہے۔ توسیع استعمال کے بعد لُبَدٌ (لُبۡدَۃٌ کی جمع جیسے غُرَفٌ غُرۡفَۃٌ کی جمع ہے) کثیر مال کو کہنے لگے۔ اتنا کثیر کہ تہ برتہ چڑھ جائے۔

لِبَدًا۔ لُبُوۡدٌ اور لَبَدٌ (باب نصر، سمع) ایک جگہ جم کر بیٹھ گیا۔

لِبَدٌ جمع لِبۡدَۃٌ واحد۔ ٹھٹ کے ٹھٹ۔ ہجوم، بھیڑ، جماعت در جماعت (لغات القرآن)

لُبَدٌ بہت مال۔ لُبُوۡدٌ سے صفت مشبہ۔ جس کے معنی چمٹنا۔ اور بعض اجزار کا بعض سے چپکنا ہیں۔ (قاموس القرآن)

فَائِدَہ:۔ یہ نہیں کہا اَنۡفَقۡتُ مَالًا لُّبَدًا، (میں نے ڈھیر سا مال خرچ کردیا) بلکہ کہا اَھۡلَکۡتُ مَالًا لُّبَدًا۔ (میں نے ڈھیر سا مال ہلاک کردیا۔ یعنی اڑا دیا۔ لٹا دیا۔ گویا کہنے والے کو اپنی مال ودولت پر کتنا فخر تھا۔ جو زر کثیر اس نے اپنی نشو ونمود اور اپنی حفاظت میں بے فائدہ گنوائی۔ اس کی مجموعی دولت کے مقابلہ میں اسے ہیچ معلوم دیتی تھی۔

یَقُوۡلُ کی ضمیر فاعل یا تو اَلۡاِنۡسَان ‏ ‏ کے لئے ہے یا کافر ابوالاشد

کے لئے۔ جملہ اَھْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا مفعول ہے یَقُوْلُ کا۔

۹۰:۷ — اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗٓ اَحَدٌ: (کیا وہ گمان کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا ہی نہیں) جملہ استفہامیہ انکاریہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ یقیناً اسے مال خرچ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ ضرور اس سے بازپرس کرے گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا)۔

لَمْ یَرَهٗٓ اَحَدٌ یہ جملہ مفعول ہے یَحْسَبُ کا۔

لَمْ یَرَ مضارع نفی جحد بلم۔ واحد مذکر غائب۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب یا کافر ابوالاشد کے لئے ہے یا عام انسان کے لئے۔

۹۰: ۸
۹۰: ۹ } اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ۔ (کیا ہم نے نہیں بنائیں اس کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان دو ہونٹ)۔ لَهٗ میں ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب یَرَهٗ کی طرح یا عام انسان کی طرف راجع ہے یا ابو الاشد کی طرف۔

اَلَمْ نَجْعَلْ استفہام تقریری ہے۔ یعنی ہم نے بنائی ہیں (اس کے لئے)

عَیْنَیْنِ مفعول لہٗ متعلق نَجْعَلْ:

لِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ دونوں کا عطف عینین پر ہے۔

آنکھیں انسان کے لئے خارج کے محسوسات و مدرکات کے باب میں سب سے بڑی نعمت ہیں۔ اور زبان اور ہونٹ مافی الضمیر کے اظہار کا ذریعہ ہیں شاید اسی لئے یہی تین نعمتیں نام کی صراحت کے ساتھ یہاں بیان ہوئیں۔ (تفسیر ماجدی)

ان نعمتوں کے فائدے یوں بیان کئے گئے ہیں:۔

بغوی نے لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم اگر تیری زبان ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے تو میں نے اس کے خلاف تیری مدد کے لئے دو ڈھکن تجھے دیئے ہیں تو اس کو ڈھکن میں بند کردے (اور ناجائز بات زبان سے نہ نکال) اور اگر تیری نگاہ ناجائز چیزوں کے لئے تجھ سے کشاکش کرے، تو تیری مدد کے لئے میں نے دو غلاف تجھے دیدیئے ہیں۔ تو ان غلافوں میں اس کو بند رکھ، اور اگر تیری شرمگاہ ناجائز امور کی طرف تجھے کھینچے تو میں نے تیری امداد کے لئے دو پردے دیدیئے ہیں ان پردوں میں اس کو بند رکھ — (تفسیر مظہری)

۹۰:۱۰ — وَهَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ۔ واؤ عاطفہ، هَدَیْنَا ماضی جمع متکلم هِدَایَةٌ (باب ضرب) مصدر۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ النَّجْدَیْنِ مفعول ثانی هَدَیْنَا

کا۔ اور ہم نے اسے (حق و باطل کے) دونوں راستے دکھا دیئے۔
التَّجْدَيْنِ۔ اسم تثنیہ منصوب۔ دو روشن راستے۔ یعنی نیکی اور بدی کے راستے
النجد۔ کے لغوی معنی بلند اور سخت جگہ کے ہیں۔
۹۰: ۱۱ —— فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ۔ اقْتَحَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اقتحام (افتعال) مصدر۔ بمعنی گھس پڑنا۔ بغیر دیکھے بھالے اپنے آپ کو کسی شے میں جھونک دینا۔
عَقَبَة۔ پہاڑ میں چڑھائی کا جو دشوار گذار راستہ ہوتا ہے اس کو عقبۃ کہتے ہیں اس کی جمع عُقَبٌ و عِقَابٌ ہے۔ العقبۃ مفعول ہے اقتحم کا۔
تفسیر مظہری میں اس آیت کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔
فَلَا میں لَا بعض کے نزدیک اپنے اصل معنی (نفی) میں نہیں بلکہ ھَلَّا کے معنی میں آیا ہے کیونکہ جب تک تکرار نہ ہو لَا ماضی پر نہیں آتا۔
اس وقت مطلب اس طرح ہوگا۔
کہ اللہ تعالیٰ کی طاعت میں اس نے مال خرچ کیوں نہیں کیا۔ کہ اس کے ذریعہ سے گھاٹی کو عبور کر لیتا۔ (زندگی کی یا جنت کی یا طاعت کی گھاٹی) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں صرف کرنے سے طاعتِ رسول میں صرف کرنا اس کے لئے بہتر ہوتا۔
اور بعض علماء نے کہا ہے کہ لَا اپنے معنی پر ہے لَا کا مدخول اگرچہ لفظاً مکرر نہیں مگر معنوی تعدد ضرور ہے۔ کیونکہ عقبۃ کے مرادی معنی میں تعدد ہے۔ (عقبۃ سے مراد ہے (۱) فَكُّ رَقَبَةٍ (۲) اور اِطْعَامُ مِسْكِيْنٍ (۳) اور مومن ہونا)
اصل کلام اس طرح تھا۔
فَلَا فَكَّ رَقَبَةٍ وَلَا اَطْعَمَ مِسْكِيْنًا وَلَا كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ نہ اس نے کسی بردہ کی گلو خلاصی کی نہ مسکین کو کھانا دیا۔ اور نہ مومنوں میں سے ہوا۔
اول الذکر تقدیر پر اس جملہ کا عطف اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا پر ہوگا۔ اور مؤخر الذکر تفسیر پر جواب قسم پر عطف ہوگا۔
مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے انسان کو اوامر و نواہی کے دکھ میں پیدا کیا مگر وہ تعمیل احکام کی گھاٹی میں داخل ہی نہیں ہوا۔ اور نہ اس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کیا۔
یا اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ وَلِسَانًا ..... الخ کے مضمون پر عطف ہوگا۔
مطلب یہ ہوگا۔ کہ ہم نے انسان کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ دیئے اور

دوراستے بھی اس کو بتا دیئے مگروہ طاعت کی راہ میں داخل ہی نہیں ہوا۔ کہ ان نعمتوں کا صرف ان کے مصرف میں ہوجاتا۔ اور منعم کے انعام کا کچھ شکر ہوجاتا

عقبۃ اصل میں پہاڑی راستہ کو کہتے ہیں۔ **اقتحام**۔ گھسنا یہاں مراد ہے۔ اوامر ونواہی کی پابندی کی مشقت برداشت کرنا اور ادار واجب سے عہدہ برآ ہونا۔ کیونکہ گنہگار پر گناہ کرنے کا بار اور ادار واجبات کی ذمہ داری پہاڑی گھاٹی کے مشابہ ہے اور فرائض مذکورہ کو ادا کردینا گھاٹی کو عبور کر لینے سے مشابہت رکھتا ہے۔

ابن زید نے کہا:۔

"اللہ فرماتا ہے: پھر کیوں راہِ نجات پر نہیں چلتا۔ (راہِ نجات کونسی ہے، آئندہ خود ہی اس کو بیان فرمادیا"

۹۰: ۱۲ــــ **وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ**: **مَا** استفہامیہ۔ کیا چیز۔ کون۔

اَدْرٰىكَ۔ اَدْرٰی ماضی واحد مذکر غائب **اِدْرَاءٌ** (افعال) مصدر سے معنی خبردار کرنا۔ بتانا۔ واقف کرنا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، کون تجھے بتائے۔ کیا چیز تمہیں خبردار کرے؛

مطلب یہ کہ تجھے کیا خبر، تجھے کیا معلوم۔

مَا العقبۃ۔ **مَا** استفہامیہ؛ کیا۔ (العقبۃ) کیا ہے، تم کیا جانو کہ گھاٹی کیا ہے؟

۹۰: ۱۳ــــ **فَكُّ رَقَبَةٍ**۔ ای ھی فک رقبۃ۔ **فَكٌّ** (باب نصر) سے مصدر ہے بمعنی چھڑا دینا۔ آزاد کرنا۔ مضاف۔ **رَقَبَةٍ** مضاف الیہ۔ کسی گردن کا آزاد کرنا۔ غلام کو آزاد کرنا۔ یا قیمت دے کر آزاد کرانا۔

رَقَبَۃ۔ گردن۔ غلام۔ باندی۔ اس کے اصل معنی گردن کے ہیں پھر اس کو بول کر انسان مراد لیا جانے لگا۔ پھر عرفِ عام میں غلام کا نام پڑ گیا۔ جیسا کہ رأس اور ظھر بول کر مرکوب (جس پر سواری کیجائے) اور سواری مراد لی جاتی ہے۔

مطلب یہ کہ عقبہ غلام آزاد کرانے کو کہتے ہیں۔ غلام آزاد کرنا۔ یتیم اور مسکین کو کھانا کھلانا۔ عقبہ کی تفسیر ہیں۔

۹۰: ۱۴ــــ **اَوْ اِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ**۔ **اَوْ** حرف عطف ہے **اِطْعَامٌ** کا عطف **فَكٌّ** پر ہے۔ ای **اَوْ ھِیَ اِطْعٰمٌ**...الخ **اطعام** (باب افعال) سے مصدر بمعنی کھانا کھلانا۔

فِيْ حرف جرّ یَوْمٍ مجرور، موصوف ۔ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت یَوْم کی۔

مَسْغَبَةٍ مصدر میمی۔ بھوک، کھانے کی خواہش۔ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ۔ بھوک والے دن میں۔ بھوکے ہونے کی نسبت یَوْم کی طرف حقیقی نہیں (دن بھوکا نہیں ہوتا) مجازی ہے۔

۹۰: ۱۵ — يَتِيْمًا: مفعول اِطْعٰمٌ کا۔ موصوف، ذَا مَقْرَبَةٍ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت یتیمًا کی۔

مَقْرَبَةٍ (مصدر میمی) قرابت داری۔ قربت۔ يَتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ قرابت دار یتیم کو،

۹۰: ۱۶ — اَوْ مِسْكِيْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ۔ اَوْ۔ حرف عطف۔ (اس کا عطف یتیمًا پر ہے) مفلس، نادار۔ موصوف۔ ذَا مَتْرَبَةٍ مضاف مضاف الیہ مل کر صفت مِسْكِيْنًا کی مَتْرَبَةٍ۔ اسم، سخت ناداری۔ ایسی مفلسی جو زمین سے چمٹا دے۔ اٹھنے کی سکت نہ چھوڑے۔

آیات ۱۲ تا ۱۶ کا ترجمہ یوں ہوگا۔

اور آپ کو کیا معلوم کہ عقبہ کیا ہے۔ وہ کسی غلام کو آزاد کرانا ہے یا بھوک (قحط سالی) میں کسی قرابت دار یتیم کو یا سخت نادار (خاک نشین) مسکین کو کھانا کھلانا ہے

۹۰: ۱۷ — ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔

صاحب تفسیر حقانی تحریر کرتے ہیں:۔

ثُمَّ اس مقام پر تراخی ذکر کے لئے ہے۔ یعنی ان سب باتوں کا ذکر کرنے کے بعد میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اُسے ایمان دار بھی ہونا چاہیئے۔

بعض علماء کے نزدیک ثُمَّ اس جگہ تاخیر وقوع کے لئے ہے۔ یعنی کفار کے اعمالِ خیر توقف میں رہتے ہیں۔ اگر آخر میں ایمان لے آیا تو یہ اعمال مقبول ہوجاتے ہیں ورنہ مردود۔

چنانچہ حکیم بن حزام نے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں نے حالتِ کفر میں بہت سے نیک کام کئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے ایمان نے ان سب کو

نیک اور مقبول بنادیا۔
اولیٰ یہی ہے کہ ثُمَّ تراخی ذکر کے لئے ہے۔
ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا کا ترجمہ ہوگا۔
پھر وہ ان لوگوں میں جو ایمان لائے۔ یعنی بغیر ایمان کے کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی، ایمان جڑ ہے، ایمان ہی بنیاد ہے۔ اعمال صالحہ اس پر عمارت ہے کوئی عمارت بغیر بنیاد کے قائم نہیں رہ سکتی۔

وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ اس کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے۔ تَوَاصَوْا ماضی جمع مذکر غائب ہے انہوں نے باہم وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔ تَوَاصِیْ تفاعل، مصدر ہے وہ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرتے ہیں۔

وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ مَرْحَمَةٌ رَحِمَ يَرْحَمُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔ مہربانی کرنا۔ رحم کرنا۔ ترس کھانا۔ وہ ایک دوسرے کو رحم کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔

۹۰: ۱۸ —— اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ جمع مذکر۔ وہ لوگ، وہی لوگ، یعنی اوپر مذکورہ صفات والے۔ مبتدا، اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ المیمنۃ سیدھا ہاتھ۔ دائیں سمت۔ یعنی دائیں سمت والے۔ بابرکت، باسعادت

ترجمہ:۔
وہی لوگ باسعادت اور خوش نصیب ہیں۔

۹۰: ۱۹۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ، واؤ عاطفہ، الذین اسم موصول جمع مذکر۔ كَفَرُوْا جمع مذکر غائب۔ كُفْرٌ (باب نصر) مصدر۔ صلہ۔ بِاٰيٰتِنَا متعلق كَفَرُوْا۔ اسم موصول بمعہ اپنے صلہ کے مبتدا۔
اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تخصیص کے لئے لائی گئی ہے۔
اور جن لوگوں نے ہماری آیات سے انکار کیا۔ وہی منحوس (بدبخت) ہیں۔
مَشْئَمَةٌ: (ش ء م، حروف مادہ) بائیں طرف (جلالین)
اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ۔ بائیں طرف والے۔

۹۰ : ۲۰ — عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ۔ یہ صفت ہے نَارٌ کی، اسم مفعول واحد مؤنث اِیْصَادٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ بند کی ہوئی۔

صاحب تفسیر حقانی لکھتے ہیں۔

مُؤْصَدَۃٌ۔ قرأ الجمهور بالواو وقرئ بالهمزة والمعنى واحد والمراد عليهم نارٌ ابوابها مغلقة۔ لا تفتح ابدًا۔

(جمہور نے اسے واؤ کے ساتھ پڑھا ہے ہمزہ کے ساتھ بھی اسے پڑھا گیا ہے معنی ہر دو صورت میں ایک ہی ہیں۔ مراد یہ ہے کہ وہ آگ کے اندر ہوں گے جس کے دروازے بند ہوں گے اور ابد تک نہیں کھولے جائیں گے۔

صاحب ضیاء القرآن تحریر فرماتے ہیں۔

جب دروازے کو بالکل بند کر دیا جائے تو اہل عرب کہتے ہیں اوصدت الباب ای اغلقتہ۔ یعنی ان کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔ اور دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور نکلنے کی کوئی صورت باقی نہ رہے گی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

(۹۱) سورۃ الشمس مکیّۃ (۱۵)

۹۱: ۱ ـــ وَالشَّمۡسِ وَضُحٰهَا۔ واؤ قسمیہ، الشمس مقسم بہ۔ قسم ہے آفتاب کی۔ واؤ قسمیہ ضُحٰهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مقسم بہ۔

ضُحٰی کے معنی میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ طلوع کے وقت آفتاب کی روشنی (مجاہد، کلبی)

۲۔ ضُحٰی سے مراد پورا دن ہے۔ (قتادہ)

۳۔ ضُحٰی سے سورج کی گرمی مراد ہے۔ (مقاتل)

۴۔ قاموس میں ہے ضَحِيَّۃٌ بروزن عَشِيَّۃٌ دن چڑھ جانا۔ ضحی بغیر مدہ کے اور ضحاءٌ مدہ کے ساتھ قریب دوپہر۔

ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کی طرف راجع ہے۔

قسم ہے آفتاب کی اور اس کی روشنی کی۔

۹۱: ۲ ـــ وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا۔ واؤ قسمیہ اِذَا ظرف زمان۔ جب۔

تلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تُلُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ (ت ل و مادہ) بمعنی پیچھے پیچھے چلنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشمس ہے۔

ترجمہ:۔ اور قسم ہے چاند کی جب وہ اس کے (یعنی سورج کے) پیچھے پیچھے چلے۔ (ایسی صورت ہر مہینے کے نصف اول میں ہوتی ہے (تفسیر مظہری)

اصل میں تلٰی کا استعمال کسی چیز کی متابعت اور پیروی کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور پیروی کبھی جسم کے ذریعے پیچھے پیچھے چل کر ہوتی ہے اور کسی حکم کی اقتدار کرنے سے۔ اس صورت میں اس کے مصدر تُلُوٌّ اور تُلُوٌّ آتے ہیں اور کبھی پیروی پڑھنے اور معنی میں غور کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے لئے تِلَاوَۃٌ کا مصدر استعمال ہوتا ہے۔ آیت شریفہ زیر مطالعہ میں اتباع بر سبیل اقتدار و مرتبہ میں پیچھے ہونا مراد ہے کیونکہ چاند کی روشنی

آفتاب سے لی ہوئی ہے اور وہ آفتاب کا بمنزلہ خلیفہ ہے۔ (لغات القرآن)

۹۱:۳ —— وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا۔ واؤ قسمیہ ہے اِذَا ظرف زمان ہے۔ جَلّٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ ضمیر فاعل النہار کی طرف راجع ہے۔ جَلّٰى تجلیۃ (باب تفعیل) مصدر سے ہے۔ جس کے معنی ہیں روشن کرنا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب الشمس کے لئے ہے قسم ہے دن کی جب کہ وہ (آفتاب کو) روشن (یعنی نمایاں) کرے۔

۹۱:۴ —— وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا۔ واؤ قسمیہ اِذَا ظرف زمان۔ يَغْشٰى مضارع واحد مذکر غائب غَشْيٌ (باب سمع) مصدر سے ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع الشمس ہے۔ قسم ہے رات کی جب وہ آفتاب کو چھپالے۔ اس پر پردہ ڈال دے۔ ڈھانک دے اس کو۔

۹۱:۵ —— وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا۔ واؤ قسمیہ ہے۔ واؤ دوم میں اختلاف ہے کہ قسمیہ ہے یا عاطفہ ہے۔ مَا کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ مَا مصدریہ ہے۔

۲۔ ما موصولہ بمعنی مَنْ ہے۔

بَنٰى ماضی واحد مذکر غائب ہے بِنَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے ہے۔ اس نے بنایا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع السَّمَآء ہے اس نے آسمان کو بنایا۔

ترجمہ (بصورت ما مصدریہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (اس آسمان) کی بناوٹ کی۔ (آسمان کی بناوٹ جو قدرتِ کاملہ کا نمونہ ہے)

ترجمہ: (بصورت موصولہ) اور قسم ہے آسمان کی اور (قسم ہے) اس (آسمان) کے بنانے والے کی۔

۹۱:۶ —— وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا۔ واؤ قسمیہ، واؤ ثانی قسمیہ یا عاطفہ۔ مَا مصدریہ یا موصولہ طَحٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ طَحْىٌ و طَحْوٌ (باب نصر) مصدر بمعنی پھیلانا۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔

اللیث نے کہا ہے کہ طَحْوٌ۔ دَحْوٌ کے ہم معنی ہے جس کے معنی بَسْطٌ یعنی پھیلانے کے ہیں۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع الارض ہے۔

ترجمہ: (بصورت مَا مصدریہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی فراخی اور کشائش کی۔ (یعنی کیا ہی اس میں وسعت اور کشائش رکھی ہے)

ترجمہ: (بصورت مَا موصولہ) اور قسم ہے زمین کی اور اس کی جس نے اس کو وسعت بخشی

فراخ وکشادہ بنایا۔

۹۱: ۷ — وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا - واؤ قسمیہ۔ نَفْسٍ نفس انسانی، انسانی جان واؤ ثانی عاطفہ یا قسمیہ ہے۔ مَا مصدریہ یا موصولہ ہے۔ سَوّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَسْوِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ بمعنی کسی چیز کو بلندی یا پستی میں برابر بنانا۔ هَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٌ ہے۔

ترجمہ (بصورت مَا مصدریہ کے) اور قسم ہے انسان کی جان کی اور اس کی آراستگی کی۔

.. بصورت مَا موصولہ کے) اور قسم ہے انسانی جان کی اور اس کی کہ جس نے اس کو آراستہ کیا۔

فائدہ: علامہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:۔

(آیات ۵-۶-۷ میں) اول دوسرا۔ تیسرا واؤ باتفاق علماء واؤ قسمیہ ہے اور اس کے بعد والے واؤ میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک وہ بھی قسم کے لئے ہے بہرحال پہلے تینوں واؤ عطف کے لئے نہیں ہیں۔

۹۱: ۸ — فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا: فَ عاطفہ بمعنی پھر۔ اَلْهَمَ کا عطف سَوّٰی پر ہے۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔ فُجُوْرَهَا مضاف مضاف الیہ مل کر اَلْهَمَ کا مفعول۔ اسی طرح تَقْوٰهَا مضاف مضاف الیہ مل کر مفعول ہے اَلْهَمَ کا۔

اَلْهَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِلْهَام (افعال) مصدر سے جس کے معنی کسی چیز کو دل میں ڈال دینے کے ہیں۔

اِلْهَامٌ لَهْمٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی نگلنے کے ہیں چونکہ الہام میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بات ڈال دی جاتی ہے اس لئے اس کا نام الہام ہوا۔ اَلْهَمَ کا فاعل محذوف ہے یعنی اللہ تعالیٰ۔

فُجُوْرٌ۔ مصدر ہے فَجَرَ يَفْجُرُ (باب نصر) سے۔ فُجور کا لغوی معنی ہے سوار کا زین سے ایک طرف کو جھک جانا۔ جھوٹ بولنا۔ کسی کو جھوٹا قرار دینا۔ نافرمانی کرنا۔ مرادی معنی ہیں دین کا پردہ پھاڑنا۔ علی الاعلان گناہ کرنا۔ فَجَرَ عَنِ الْحَقِّ۔ حق سے روگردانی کرنا۔

آیت ہذا میں بدکاری اور شریعت کی نافرمانی مراد ہے۔

هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔

تَقْوٰىهَا مضاف مضاف الیہ۔ تَقْوٰی ۔ اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر سے اسم ہے۔ معنی پرہیز گاری ۔ بچنا۔ لغت میں تقویٰ کے معنی ہیں نفس کا اس چیز سے بچانا اور حفاظت میں رکھنا جس کا خوف ہو۔ لیکن کبھی کبھی خوف کو تقویٰ سے اور تقویٰ کو خوف سے موسوم کرتے ہیں

عرفِ شرع میں "تقویٰ" نفس کو ہر اس چیز سے بچانے کا نام ہے جو گناہ کی طرف لے جائے یہ بات ممنوعات کے اجتناب سے حاصل ہوتی ہے مگر اس کی تکمیل اس وقت ہوتی ہے کہ جب بعض مباحات کو بھی ترک کیا جائے ۔

چنانچہ مروی ہے ۔

الحلال بیّن و الحرام بیّن و من وقع حول الحمٰی فحقیق ان یقع فیہ۔ (حلال کھلا ہوا ہے اور حرام کھلا ہوا ہے اور جو چراگاہ کے ارد گرد چرائے گا تو (اس کے حال کو دیکھتے ہوئے یہ خطرہ ہے) درست معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس میں داخل ہو جائے)

ھا ضمیر نفس کی طرف راجع ہے ۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر اس کی نافرمانی کو اور اس کی پارسائی کو اس کے دل میں ڈال دیا ۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کے سامنے خیر و شر اور اطاعت و معصیت کا راستہ کھول دیا تاکہ خیر و طاعت کو اختیار کرے اور شر و معصیت سے پرہیز کرے ۔

۹۱: ۹ — قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۔ جمہور کے نزدیک یہ اور اگلا جملہ جواب قسم ہے ۔ اور جواب قسم کا لام مقدرہ ہے ۔

تقدیر کلام یوں ہے ۔ لَقَدْ اَفْلَحَ ...... الخ ۔ یا زجاج کے مطابق طولِ کلام لام کا عوض ہوا ۔ (تفسیر مدارک التنزیل)

بعض علماء کا قول ہے کہ ۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا کے بعد یہ اور اس کے بعد آنے والا جملہ معترضہ ہے اور دونوں فریق (کافر و مومن) کے فرق کو واضح کرنے کے لئے اس کو ذکر کیا گیا ۔ اور قسم کا جواب محذوف ہے ۔ جس پر آیت كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا دلالت کر رہی ہے ۔ کیونکہ قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو تباہ کر دیا ۔ پس تکذیبِ ثمود کی طرح جب کفارِ مکہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں

تو ان کو بھی خدا تعالیٰ تباہ کر دے گا: (تفسیر مظہری)
قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ: تحقیق وہ فلاح پا گیا۔
بے شک وہ کامیاب ہو گیا۔ یقیناً وہ کامیاب ہوا۔
زَکّٰهَا۔ زَکّٰی ماضی واحد مذکر غائب تَزْکِیَةٌ (تفعیل) مصدر۔ اس نے سنوارا۔ اس نے پاک کیا۔
زَکّٰی کا فاعل کون ہے؟
اس کی دو صورتیں ہیں۔
۱:۔ اس کا فاعل مَنْ ہے۔ اس صورت میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَفْسٍ ہے۔ ترجمہ ہوگا:۔
بے شک وہ شخص کامیاب ہوا جس نے (اپنے) نفس کو (گناہوں سے) پاک کر لیا۔
(یہ ترجمہ تفسیر حقانی، تفسیر ضیاء القرآن، مولانا فتح محمد جالندہری، ایسر التفاسیر نے اختیار کیا ہے)
۲:۔ زَکّٰی کا فاعل اللہ ہے اور علامہ پانی پتی نے یہی اختیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:۔
کامیاب ہوا وہ شخص جس کے نفس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ زَکّٰی کا فاعل اللہ ہے اور ھا ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے (مگر مَنْ مذکر ہے اور ھا ضمیر مؤنث ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مَنْ سے واقع میں نفس ہی مراد ہے اور نفس مؤنث ہے)
تفسیر الخازن میں ہے:۔
ای فازت وسعدت نفس زَكّٰهَا الله ای اصلحها الله وطهرها من الذنوب ووفقها للطاعة۔ کامیاب رہی اور نیک بخت ہوئی وہ جان جس کو اللہ نے پاک کر دیا۔ یعنی اللہ نے اس کی اصلاح کی اس کو گناہوں سے پاک رکھا اور طاعت کی توفیق بخشی۔
اور تفسیر مدارک التنزیل ہے:۔
ای طهرها الله واصلحها اللہ نے اس کو پاک کر رکھا اور اس کی اصلاح کی۔
۹۱: ۱۰۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۔ خَابَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب خَيْبَةٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ وہ نامراد ہوا۔ وہ خراب ہوا۔ اس کا مطلب فوت ہوا۔
دَسّٰهَا۔ دَسّٰی۔ تَدْسِيَةٌ (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب

اس نے خاک میں ملادیا۔ اس نے چھپادیا۔

دَسّٰهَا۔ دَسَّ اصل میں دَسَّسَ تھا۔ آخری سَ کو الف سے بدل دیا۔ اور تدسیس کے معنی ہیں اخفاء یعنی چھپانا۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ (۱۶: ۵۹) یا اس کو مٹی میں چھپادے۔ آیت میں ہلاک کرنا مراد ہے کیونکہ ہلاک کرنا چھپانے کو مستلزم ہے،

نیز ملاحظہ ہو آیت ۹ مذکورہ بالا۔

۹۱: ۱۱ ـــ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا۔ ثمود سے مراد قوم ثمود ہے۔ اسی بناء پر كذبت صیغہ واحد مؤنث لایا گیا ہے۔ ب سببیہ ہے طغوٰىها مضاف مضاف الیہ۔ ان کی سرکشی ھا ضمیر واحد مؤنث غائب قوم ثمود کے لئے ہے۔

طَغْوٰى۔ طُغْيَانٌ (باب نصر) مصدر سے اسم ہے جیسے دُعَاءٌ سے دَعْوٰى ہے۔ ثمود نے اپنی سرکشی سے جھٹلایا۔ كَذَّبَتْ کا مفعول محذوف ہے (یعنی حضرت صالح علیہ السلام کی نبوت اور ہدایت)

یعنی قوم ثمود نے اپنی سرکشی کے سبب حضرت صالح اور ان کی نبوت و ہدایت کی تکذیب کی۔

۹۱: ۱۲ ـــ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰهَا۔ اِذْ ظرف زمان ہے كذبت کا یا طغوىٰ کا اِنْبَعَثَ بَعَثَ کی انفعالی حالت کو ظاہر کرنے کے لئے باب انفعال سے لایا گیا ہے۔ کسی فعل کو رضامندی اور فرمانبرداری سے کرنا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ انبعاث (انفعال) مصدر سے۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

اَشْقٰهَا۔ اَشْقٰى افعل التفضیل کا صیغہ۔ بڑا بدبخت۔ شَقَاوَةٌ سے جس کے معنی بدبختی کے ہیں۔ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب مضاف الیہ کا مرجع قوم ثمود ہے۔ اس قوم کا سب سے بڑا بدبخت

۹۱: ۱۳ ـــ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا۔ منصوب بوجہ مفعول ہونے کے ہیں۔ فعل محذوف ہے ای فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ذَرُوْا اَوْ احْذَرُوْا نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا خدا کے رسول نے ان سے (قوم ثمود سے) کہا۔ خدا کی اونٹنی کو اور اس کے پانی پینے کو نہ چھیڑو۔ یعنی نہ تو اس کو کسی قسم کی جسمانی گزند پہنچاؤ اور نہ اس کی پانی پینے کی باری کو چھیڑو۔

سُقْيَا۔ سَقْیٌ سے اسم ہے۔ مضاف، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب۔ مضاف الیہ
اس کا پانی پینا۔ اس کو پانی پلانا۔ اس کے پانی پینے کا انتظام یا طریقہ کار۔

۹۱: ۱۴ — فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا، فَ۔ تعقیب کا ہے۔ پس۔ سو، ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب۔ جس کا مرجع حضرت صالح علیہ السلام ہیں۔ عَقَرُوْا ماضی جمع مذکر غائب عَقْرٌ (باب ضرب) مصدر سے۔ عَقْرٌ بمعنی کونچیں کاٹنا۔ کونچیں کہتے ہیں پاؤں کے پٹھوں کو جو پیچھے کی طرف ایڑی کے پاس ہوتے ہیں۔

عرب میں دستور تھا کہ اونٹ کو حلال کرنا ہوتا تو پہلے اس کی کونچیں کاٹتے تاکہ بھاگ نہ جائے۔ پھر اس کو نحر کرتے (یعنی حلال کرتے) ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع ناقۃ (اونٹنی) ہے۔

۹۱: ۱۵ — فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ، فَ تعقیب کا ہے دَمْدَمَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب دَمْدَمَةٌ (فَعْلَلَةٌ) مصدر سے۔ جس کے معنی ہیں ہلاک کرنا۔ غلبہ ہونا۔ اس نے الٹ مارا۔ اس نے تباہی لا ڈالی۔ اس نے ہلاکت لا ڈالی
عَلَيْهِمْ میں ضمیر مفعول ھِمْ جمع مذکر غائب کا مرجع ثمود کے لوگ ہیں۔
بِذَنْۢبِهِمْ، بَ سببیہ ہے۔ ذَنْۢبِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا گناہ۔

ترجمہ۔
پھر تو ان کے رب نے ان کے گناہ کے سبب ان کو ہلاک کر ڈالا۔

فَسَوّٰىهَا۔ فَ تعقیب کا۔ سَوّٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَسْوِيَةٌ (تفعیل) سے مصدر۔ اس نے برابر کر دیا۔ ھا ضمیر واحد مؤنث غائب (مفعول) کا مرجع قوم ثمود ہے۔

مطلب یہ کہ" پھر اس نے سب کی تباہی ایک سی کر دی۔ ہلاکت عام کر دی چھوٹا بڑا کوئی نہ بچا۔ (سوائے حضرت صالح علیہ السلام اور ان کے وہ پیروکار جو ان پر ایمان لے آئے تھے۔

۹۱: ۱۵ — وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا، عُقْبٰى۔ انجام، بدلہ، عاقبت۔ مضاف، ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع کفار کو سزا دینے کا فعل ہے۔ مضاف الیہ
جملہ حالیہ ہے۔ ای فعل ذٰلك وھو لا یخاف عُقْبٰھَا۔ اس نے یہ کیا دراں حالیکہ اسے اس کے انجام کا کوئی ڈر نہ تھا۔

لَا یَخَافُ میں فاعل کی ضمیر کس کی طرف راجع ہے اس کے متعلق مندرجہ ذیل صورتیں ہوسکتی ہیں۔

۱۔ لَا یَخَافُ کی ضمیر فاعل اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف راجع ہے یعنی اللہ کو اِس تباہی یا قوم ثمود کی بربادی کے انجام کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔

۲۔ ضحاک، سدی، کلبی نے کہا کہ لَا یخاف کی ضمیر فاعل اَشْقٰی کی طرف راجع ہے اور کلام میں کچھ تقدیم وتاخیر ہے۔ اصل کلام اس طرح تھا۔ اِذَا انْبَعَثَ اَشْقٰهَا وَلَا یَخَافُ عُقْبٰهَا۔ یعنی سب سے بڑا بدبخت اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے فوری تیار ہوگیا اور اس کے نتیجہ کی طرف سے اس کو کچھ بھی خوف نہ آیا۔

۳۔ لا یخاف کی ضمیر حضرت صالح علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ ان کو وعدہ دیا گیا تھا کہ کافروں کے ساتھ تم ہلاک نہیں ہوگے۔

لیکن اول معنی زیادہ بہتر اور مناسب ہیں کہ ضمیر اللہ سبحانہٗ کی طرف راجع ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ؕ

(۹۲) سُوۡرَةُ الَّيۡلِ مَكِّيَّةٌ (۲۱)

۹۲ : ا ــ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰى ، جملہ قسمیہ ہے ۔ اِذَا ۔ ظرف زمان ۔ بمعنی جب ۔
يَغۡشٰى مضارع واحد مذکر غائب ۔ مفعول يَغۡشٰى محذوف ہے ۔
اس کی یہ صورتیں ہو سکتی ہیں ۔
ا ۔ يَغۡشٰى کا مفعول الشمس ہے ۔ جیسا کہ وَالَّيۡلِ اِذَا يَغۡشٰهَا (۹۱ : ۴) میں آیا ہے :
قسم ہے رات کی جب سورج کو ڈھانپ لے ۔
۲ ۔ یا النَّهَار اس کا مفعول ہے ۔ جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ
رات سورج کو ڈھانپ لے ۔ (۷ : ۵۴)
۳ ۔ یا اس کا مفعول ہے ہر وہ چیز جو رات کے اندھیرے میں چھپائی جاتی ہے جیسے آیت
زیر مطالعہ ۔ قسم ہے رات کی جب وہ (ہر چیز پر) چھا جائے (ترجمہ تفسیر ضیاء القرآن)
۹۲ : ۲ ــ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۔ اَلنَّهَارَ کا عطف اَلَّيۡلِ پر ہے ۔
تَجَلّٰى ۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَجَلِّیٌ (تفعّل) مصدر سے ۔ وہ روشن ہوا
ترجمہ ۔ اور قسم ہے دن کی جب وہ روشن ہو جائے ۔
۹۲ : ۳ ــ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡاُنۡثٰى ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔
واؤ قسمیہ ہے ۔ مَا کی آیات (۹۱ : ۵ - ۶ - ۷) کی دو صورتیں ہیں ۔
ا ۔ مَا مصدریہ ہے ۔
۲ ۔ یا موصولہ ہے ۔ پہلی صورت میں ترجمہ ہو گا ، قسم ہے نر و مادہ پیدا کرنے کی
اور دوسری صورت میں ترجمہ ہو گا ۔ اور قسم ہے اس ذات پاک کی (یعنی اپنی)
کہ جس نے نر و مادہ پیدا کئے ۔
۹۲ : ۴ ــ اِنَّ سَعۡيَكُمۡ لَشَتّٰى ۔ جواب قسم ہے ۔ اِنَّ حرفِ تحقیق ۔ بے شک ۔

تحقیق، حرف مشبہ بالفعل۔ سَعْیَکُمْ مضاف مضاف الیہ۔ تمہاری کوشش۔ اسم اِنَّ لَشَتّٰی اس کی خبر۔ لام تاکید کا۔ شَتّٰی۔ طرح طرح۔ جُدا۔ جدا۔ متفرق، مختلف، پراگندہ
بعض کے نزدیک یہ لفظ مفرد ہے اور بعض نے اس کو شَتِیْتٌ کی جمع بیان کیا ہے
جیسے مَرِیْضٌ کی جمع مَرْضٰی۔

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی۔ بے شک تمہارے اعمال، تمہاری کوششیں مختلف ہیں
کوئی دوزخ سے گلوخلاصی اور مراتبِ جنت و مدارجِ قرب کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔
اور کوئی اپنے نفس کو ہلاک کرنے کی۔

۹۲ : ۵ — فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰی وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی : (یہ اختلاف سعی کی صورتیں بیان ہو رہی ہیں)

جملہ شرطیہ ہے۔ اَمَّا حرفِ شرط۔ بمعنی سو۔ پھر۔ مَنْ شرطیہ جس نے
اَعْطٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ (افعال) مصدر۔ اس نے دیا۔
اس نے عطا کیا۔

واؤ عاطفہ، اِتَّقٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِتِّقَاءٌ (افتعال) مصدر
وہ ڈرا۔ اس نے پرہیز کیا۔ اور اس نے پرہیزگاری اختیار کی۔

اتقٰی کا عطف اَعْطٰی پر ہے۔

ترجمہ ہوگا۔ پھر جس نے (اللہ کی راہ میں) دیا۔ اور پرہیزگاری اختیار کی

۹۲ : ۶ — وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی ۔ واؤ عاطفہ۔ اس کا عطف فَاَمَّا مَنْ
اَعْطٰی پر ہے۔ صَدَّقَ ماضی واحد مذکر غائب تَصْدِیْقٌ (تفعیل) مصدر
اس نے سچ مانا۔ اس نے تصدیق کی۔ وہ یقین لایا۔

اَلْحُسْنٰی۔ حُسْنٌ سے بروزن فُعْلٰی افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے
اچھی۔ عمدہ بات۔ (یعنی کلمۂ توحید) اور اس نے نیک بات (کلمۂ توحید) کو سچ جانا۔

۹۲ : ۷ — فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰی ۔ جملہ جواب شرط ہے ف جواب شرط کے لئے ہے۔
س بمعنی سَوْفَ۔ عنقریب۔ نُیَسِّرُ مضارع جمع متکلم تَیْسِیْرٌ (تفعیل) مصدر سے
ہم آسان کر دیتے ہیں۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ ہے یُسْرٰی اسم تفضیل کا
صیغہ واحد مؤنث معرف باللام۔ اَیْسَرُ واحد مذکر یُسْرٌ مصدر۔ آسان طریقہ، یعنی
وہ عمل جو رضائے الٰہی کا موجب ہو۔ تو ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیں گے۔ اس کو

توفیق دیں گے یُسریٰ کی۔ یعنی ایسے خصائل کی جو اس کو
یُسر اور راحت تک پہنچا دیں گے۔
مطلب یہ ہے کہ ایسے عمل کی توفیق دیں گے جو اللہ کی خوشنودی اور جنت کے
حصول کا ذریعہ ہوگا۔
یہ لفظ یسّر الفرس کے محاورہ سے ماخوذ ہے۔ یسر الفرس کا معنی ہے
اس نے گھوڑے کو زین اور لگام دی۔
۹۲: ۸ ۔۔۔ وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى۔ جملہ عاطفہ اور شرطیہ ہے ف عاطفہ
اور مَنْ شرطیہ ہے۔ بَخِلَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب بُخْلٌ (باب سمع) مصدر۔ اس
نے بخل کیا۔ اس نے کنجوسی کی،
واؤ عاطفہ اِسْتَغْنٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناء (استفعال) مصدر
اس نے بے پروائی کی۔ اس کا عطف بَخِلَ پر ہے۔ اور جس نے کنجوسی کی اور (آخرت کی)
پرواہ نہ کی۔
۹۲: ۹ ۔۔۔ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور اس نے سچ بات
کو جھٹلایا۔ کذّب تکذیب (تفعیل) مصدر سے۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب
۹۲: ۱۰ ۔۔۔ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى۔ ہم اس کے لئے سہولت پیدا کر دیتے ہیں۔ (ملاحظہ
۹۲: ۷۔ مذکورہ بالا)
لِلْعُسْرٰى۔ عُسْرٰى، سختی، دشواری۔ سخت چیز، مشکل کام، عُسْرٌ سے بروزن فُعْلٰى
افعل التفضیل کا صیغہ واحد مؤنث ہے اَعْسَرُ صیغہ واحد مذکر۔
جملہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کلمۂ توحید و رسالت کا انکار کرے اور جھٹلائے تو ہم اس کو
ایسی خصلتوں کی توفیق دیں گے جو اس کو دشواری، شدت، اور دوزخ کی طرف لیجائیں گی
مقاتل نے عُسْرٰى کی تشریح میں کہا۔
بھلائی کے کام کرنا اس کے لئے دشوار ہو جائے گا۔
الیُسْرٰى اور العُسْرٰى کی تفسیر میں علماء کے متعدد اقوال ہیں۔
۱۔ یُسْرٰى سے مراد جنت ہے اور عُسْرٰى سے مراد دوزخ ہے۔
۲۔ یُسْرٰى سے مراد خیر ہے اور عُسْرٰى سے مراد شر ہے۔
۳۔ یُسْرٰى سے مراد طاعت کی طرف مڑنا اور عُسْرٰى سے مراد قبائح کی طرف رجوع کرنا۔

مثلاً بخل سے کام لینا۔ توحید اور رسالت سے انکار کرنا۔

۹۲ : ۱۱ — وَمَا يُغْنِي : مضارع منفی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر۔ کام نہیں آئے گا۔ فائدہ نہیں پہنچائے گا۔ دفع نہیں کرے گا۔

اِذَا ظرف زمان۔ تَرَدّٰى ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَرَدِّیٌ (تفعل) مصدر نیچے گرنا۔ گڑھے میں گرنا۔ (ردی مادہ) یہاں مراد قبر کے گڑھے میں گرنا یا جہنم کے گڑھے میں گرنا۔ یعنی جب وہ قبر کے گڑھے میں چلا جائے گا۔ مرنے کے بعد تو اس کا مال اوروں کے کام آئے گا اس کے اپنے کسی کام نہ آئے گا اور اگر جہنم میں پہنچ گیا تو یہ مال اس سے عذاب کو دفع نہ کر سکے گا۔

۹۲ : ۱۲ — اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى : اِنَّ حرف تحقیق مشبہ بالفعل اَلْهُدٰى اسم اِنَّ عَلَيْنَا اس کی خبر۔ تحقیق ہم پر (صرف) رہنمائی کر دینا ہے۔

۹۲ : ۱۳ — وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى۔ لَلْاٰخِرَةَ معطوف علیہ وَالْاُوْلٰى معطوف۔ دونوں مل کر اسم اِنَّ۔ لَنَا خبر اِنَّ۔ مجموعاً جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور آخرت و دنیا (دونوں) ہمارے ہی بس میں ہیں۔

۹۲ : ۱۴ — فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى۔ فَ سببیہ ہے اللہ کا مالک دارین اور خالق کونین ہونا سبب تخویف ہے۔ نَارًا متعلق اَنْذَرْتُكُمْ ہے اور موصوف ہے تَلَظّٰى اس کی صفت ہے۔ صیغہ واحد مؤنث غائب۔ وہ بھڑکتی ہے۔ وہ شعلہ مارتی ہے۔ تَلَظِّیٌ (تفعل) مصدر ہے۔ جس کے معنی آگ کے لپٹیں مارنے، شعلے بلند کرنے اور بھڑکنے کے ہیں۔ یہ اصل میں تَتَلَظّٰى تھا۔ تخفیفاً ایک تاء کو حذف کر دیا گیا۔

ترجمہ:۔ پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں۔

۹۲ : ۱۵ — لَا يَصْلٰهَآ اِلَّا الْاَشْقَى۔ لَا يَصْلٰى مضارع منفی واحد مذکر غائب صَلْيٌ (باب سمع) مصدر۔ وہ داخل ہوگا۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع نَارًا ہے۔ اس آگ میں نہیں کوئی داخل ہوگا۔

اِلَّا الْاَشْقَى۔ استثناء متصل۔ یعنی سوائے اَشْقٰى (بدبخت) کے کوئی دوامی طور پر اس میں داخل نہیں ہوگا۔

اور اَشْقٰى وہ کافر اور مشرک ہے اَلَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى (اگلی آیت) اس جگہ اَشْقٰى (اسم تفضیل) بمعنی شَقِیٌّ (صفت مشبہ) کے ہے۔ اس لئے کافر بھی اس میں

داخل ہے اور وہ مسلم فاسق بھی جس کی مغفرت نہ کی جائے۔

۹۲: ۱۶ — اَلَّذِیْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى۔ الذی کذب اسم موصول وصلہ تولیٰ معطوف علیٰ تولیٰ۔ دونوں جملے صفت ہیں الاشقیٰ کی۔

تولیٰ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب تَوَلِّیٌ (تفعّل) مصدر سے۔ پیٹھ پھیرنا۔ روگردانی کرنا۔ جو (دین حق کو) جھٹلاتا رہا۔ اور اس سے منہ موڑے رکھا۔

۹۲: ۱۷— وَ سَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى۔ واؤ عاطفہ۔ سَ بمعنی تحقیق۔ یُجَنَّبُ مضارع مجہول واحد مذکر غائب۔ تَجْنِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ ایک جانب رکھا جائے گا۔ ایک طرف رکھا جائے گا۔ بچایا جائے گا۔ محفوظ رکھا جائے گا۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع نار ہے۔

اَلْاَتْقٰى: وَقْیٌ سے افعل التفضیل کا صیغہ ہے یہ بھی اَشْقٰى کی طرح بمعنی تَقِیٌّ (صفت مشبہ) آیا ہے۔ اور یُجَنَّبُ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

اور تحقیق اس آگ سے محفوظ رکھا جائے گا وہ پکا پرہیزگار .....

۹۲: ۱۸— اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَكّٰى۔ الذی اسم موصول واحد مذکر یُؤْتِیْ صلہ مَالَهٗ متعلق یُؤْتِیْ۔ یَتَزَكّٰى حال ہے ضمیر فاعل یُؤْتِیْ سے۔ جملہ صفت ہے اَلْاَتْقٰى کی۔

یُؤْتِیْ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ وہ دیتا ہے۔

یَتَزَكّٰى مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب تَزَكِّیٌ (تفعّل) مصدر سے۔ وہ پاک کرتا ہے (کہ وہ پاک ہو جائے)

دونوں آیات کا ترجمہ ہوگا۔

اور تحقیق اس آگ سے وہ پکا پرہیزگار محفوظ رکھا جائے گا جو اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کرتا ہے کہ وہ پاک رہے۔

۹۲: ۱۹ — وَ مَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى۔ جملہ فاعل یُؤْتِیْ سے حال ہے — اور حال یہ ہے کہ) اس پر کسی کا احسان بھی نہیں کہ جس کا بدلہ اسے اتارنا ہو لِاَحَدٍ کسی کا۔ عِنْدَهٗ میں ضمیر ہٗ واحد مذکر غائب مُؤتی (خرچ کرنیوالا) کی طرف راجع ہے۔

تُجْزٰی مضارع مجہول واحد مؤنث غائب جَزَاءٌ (باب ضرب) مصدر سے وہ بدلہ دی جائے گی۔ اس کا بدلہ دیا جائے گا۔ وہ بدلہ ہوگی۔

۹۲: ۲۰ — اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى۔ یہ یا تو استثناء منقطع ہے۔ بلکہ اپنے رب کی خوشنودی کی طلب میں ایسا کیا۔

یا استثناء متصل ہے مگر مستثنیٰ منہ محذوف ہے۔ یعنی وہ کسی غرض کے لئے اور احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ایسا نہیں کرتا سوائے اس کے کہ وہ اپنے رب کی مرضی طلب کرتا ہے اور اس کی خوشنودی کا طلب گار ہے۔

اِبْتِغَاءٌ (افتعال) مصدر ہے بمعنی چاہنا۔ تلاش کرنا۔ مضاف رَبِّهٖ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ وَجْهِ کا جو مضاف ہے۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ ہوئے اِبْتِغَاءَ کے۔

اَلْاَعْلٰى۔ عُلُوٌّ سے افعل التفضیل کا صیغہ سب سے برتر، سب سے اعلیٰ، سب سے اوپر، غالب،

ترجمہ ہوگا:۔

سوائے (اس کے کہ) اپنے پروردگار اعلیٰ کی خوشنودی کی طلب میں (خرچ کرتا ہے)

۹۲: ۲۱ — وَلَسَوْفَ يَرْضٰى۔ واؤ عاطفہ۔ لام موطئۃ القسم ہے۔ ای وتاللہ لسوف یرضٰی بما نؤتیہ من الاجر العظیم۔ خدا کی قسم وہ عنقریب اس اجر عظیم پر خوش ہو جائے گا جو اسے دیا جائے گا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۳) سورۃ وَالضُّحٰی مَکِّیَّۃ (۱۱)

۹۳: ۱ — وَالضُّحٰی واؤ قسمیہ، الضُّحٰی مقسم بہٖ۔ اس کے معنی ہیں وقتِ چاشت
دن چڑھے۔ وہ وقت جبکہ دھوپ چڑھ جائے اور سورج روشن ہوجائے، آفتاب کی
روشنی کی قسم۔ (ض ح و مادہ)
۹۳: ۲ — وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی۔ واؤ قسمیہ اِذَا ظرفِ زمان، بمعنی جب: سَجٰی ماضی
واحد مذکر غائب۔ سُجُوٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ چھا گیا۔ اس نے آرام لیا۔ اس نے
قرار پکڑا۔

ابن خالویہ لکھتے ہیں:۔

جب رات میں ہوا تھم جائے اور اس کی اندھیاری خوب بڑھ جائے تو کہا جاتا ہے
لَیْلٌ سَاجٍ، اسی طرح جب سمندر تھم جاتا ہے تو بَحْرٌ سَاجٍ بولتے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔

اور قسم ہے رات کی جب اس کا اندھیرا خوب چھا جائے۔ (س ج و مادہ)
۹۳: ۳ — مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ۔ جواب قسم ہے۔ مَا نافیہ، وَدَّعَ ماضی کا صیغہ
واحد مذکر غائب تَوْدِیْعٌ (تفعیل) مصدر۔ بمعنی چھوڑنا۔
تَوْدِیْعٌ کے اصل معنی ہیں مسافر کو الوداع کہنا۔ آیت ہذا میں بمعنی چھوڑنا مستعمل
ہوا ہے۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔

تیرے پروردگار نے تجھے نہیں چھوڑا۔

وَمَا قَلٰی: واؤ عاطفہ مَا نافیہ۔ قَلٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب قِلًی اسم
مصدر۔ بمعنی سخت نفرت، انتہائی بغض، قَلٰی یَقْلِیْ (باب ضرب) اور قَلٰی یَقْلُوْا
(باب نصر) کے معنی ہیں پھینکنا۔ پھینک دینا۔ قابلِ نفرت چیز یا دشمن کو دل اپنے اندر

جگہ نہیں دیتا۔ باہر نکال کر پھینک دیتا ہے۔

قلیٰ اس نے نفرت کی، وَ مَا قَلٰی اور نہ ہی اس نے (تجھ سے) نفرت کی یا بیزاری کی۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِّنَ الْقَالِیْنَ: (۲۶: ۱۶۸) اور (لوط علیہ السلام نے) کہا کہ میں تمہارے کام سے سخت بیزار ہوں۔

۹۳: ۴ — وَ لَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی۔ لام جواب قسم کے لئے ہے یا بہ قسم محذوف ہے یا یہ آیت گذشتہ آیت کے جوابِ قسم سے ملحق ہے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ:۔

ممکن ہے یہ آیت گذشتہ آیت سے پیوستہ ہو۔ وابستگی کی وجہ یہ ہے کہ آیت مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی کے ضمن میں یہ بات آگئی ہے کہ اللہ وحی بھیج کر تم کو اپنے ساتھ ملائے رکھیگا۔ تم حبیب خدا ہو اور اس سے زیادہ فضیلت اور کیا ہو سکتی ہے۔ اب اس آیت میں بتایا کہ آخرت میں تمہارا درجہ اس سے بڑا ہوگا۔ وہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہوگی۔ تمام انبیاء کی سرداری ہوگی، مقام محمود عطا کیا جائے گا۔ جس پر پچھلے اگلے رشک کریں گے۔

یا آیت کا یہ معنی بھی ہو سکتا ہے کہ دوسری حالت پہلی حالت سے تمہارے لئے بہتر ہوگی اور انجامِ امر آغاز سے اچھا ہوگا۔

وہ آخرت میں آپ کو نعمتیں اس سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ملیں گی۔ آخرت کے لفظی معنی لیکر ترجمہ یوں بھی ہو سکتا ہے " آپ کی پچھلی حالت پہلی حالت سے بہتر رہے گی" مراد یہ کہ آپ کی زندگی کا ہر دور اپنے دورِ ماقبل سے بہتر ہی ہوگا۔" (تفسیر ماجدی)

۹۳: ۵ — وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ واؤ عاطفہ، لام ابتدائیہ۔ مؤکدہ ہے مضمون جملہ کی تاکید کے لئے لایا گیا ہے۔

ھی لام الابتداء المؤکدۃ لمضمون الجملۃ (کشاف)

یُعْطِیْکَ مضارع واحد مذکر غائب۔ اِعْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر وہ تمہیں عطا کرے گا: یُعْطِیْکَ کا دوسرا مفعول اس لئے محذوف ہے کہ کسی نعمت کو ذکر کرنے سے خصوصیت پیدا ہو جاتی اور عمومِ مفعول کا فائدہ حاصل نہ ہوتا۔

فَتَرْضٰی میں ف سببیہ ہے۔ بوجہ ان تمام نعمتوں کی عطائیگی کے جو آپ کو دی جائیگی آپ خوش ہو جائیں گے :

سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر فعل کو حال کے نزدیک لانے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ عنقریب۔

۹۳ : ۶ — اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی۔ أ ہمزہ استفہام انکاری ہے

لَمْ یَجِدْ مضارع نفی جحد بلم۔ نفی کی نفی۔ اثبات۔ گویا اَلَمْ یَجِدْكَ کا مطلب ہوا قَدْ وَجَدَكَ : یَتِیْمًا حال ہے كَ ضمیر مفعول سے۔

لفظی ترجمہ ہوگا :۔

کیا اس نے تمہیں یتیمی کی حالت میں نہیں پایا ؟ (مطلب یہ کہ بے شک اس نے تمہیں یتیمی کی حالت میں پایا۔

فَاٰوٰی : فَ تعقیب کا ہے۔ اٰوٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اِیْوَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے جگہ دی۔ اس نے اتارا۔ پھر اس نے (تمہیں) جگہ دی یعنی تمہاری عافیت کا انتظام کیا۔

۹۳ : ۷ — وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

ضَآلًّا۔ ضَلَالٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ ناواقف بےخبر۔ حیران، ضَلَّ یَضِلُّ۔ گمراہ ہوا۔ بہکا۔ بھٹکا۔ دور جا پڑا۔ کھو گیا۔ ضائع ہو گیا ہلاک ہو گیا۔

ترجمہ ہوگا :۔

اور آپ کو راستہ سے ناواقف پایا تو سیدھا راستہ دکھا دیا۔

۹۳ : ۸ — وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی۔ اس جملہ کا عطف کلام سابق پر ہے۔

عَآئِلًا۔ عَیْلٌ وَعَیْلَةٌ (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر تنگ دست، عیالدار۔ نادار، محتاج۔

اَغْنٰی : ماضی واحد مذکر غائب اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے۔ اس نے غنی بنا دیا۔

امام راغب لکھتے ہیں :۔

ارشاد ہے وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی اور تجھ کو فقیر پایا سو غنی کر دیا، یعنی فقرِ

نفس کو دور کر کے تجھے غنا ر اکبر عطا کی ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غنار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا الغنیٰ عن النفس (کہ اصل غنیٰ تو نفس کی بے نیازی ہے)

۹۳: ۹ ـــ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۔ اَمَّا بمعنی لیکن یا سو، حرف شرط ہے اور اکثر حالت میں تفصیل کے لئے آتا ہے اور کبھی تاکید کے لئے بھی ۔ یہاں تفصیل کے لئے آیا ہے

لَا تَقْهَرْ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تو نہ دبا۔ تو ظلم نہ کر۔ قَهْرٌ (باب فتح) سے جس کے معنی دوسرے پر غلبہ کرنے ، دبانے اور ذلیل کرنے کے ہیں ۔

قَهْرٌ کے معنیٰ میں غلبہ اور تذلیل دونوں ایک ساتھ ملحوظ ہیں اور ان دونوں میں سے ہر ایک معنی میں علیحدہ علیحدہ بھی استعمال ہوتا ہے ۔

چنانچہ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ (۶: ۱۸) (وہی غالب ہے اپنے بندوں پر) میں محض غلبہ کے معنی میں آیا ہے ۔ اور آیت زیر مطالعہ میں محض تذلیل کے معنی میں آیا ہے، کہ یتیم کو ذلیل مت کرو ۔

تفسیر الخازن میں ہے ۔

ای لا تحقر الیتیم فقد کنت یتیمًا ۔ یتیم کی تحقیر مت کرو آپ بھی تو یتیم تھے

یہاں سے اخیر سورۃ تک معترضہ جملے ہیں ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یتیم اور عائل یعنی نادار ہونے کا ذکر کر کے ذیل میں یتیم اور سائل کے احکام کا ذکر کر دیا (تفسیر مظہری)

۹۳: ۱۰ ـــ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۔ اَمَّا کے لئے آیت بالا ملاحظہ ہو ۔

لَا تَنْهَرْ فعل نہی کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَهْرٌ (باب فتح) مصدر سے ۔ جس کے معنی سختی کے ساتھ ڈانٹنے اور جھڑکنے کے ہیں ۔ تو نہ ڈانٹ ۔ یہ بھی جملہ معترضہ ہے ۔

۹۳: ۱۱ ـــ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ واؤ عاطفہ ، اَمَّا (ملاحظہ ہو ۹۳: ۹ مذکورہ بالا) نِعْمَةِ ۔ انعامات ۔ مضاف ، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر نعمۃ کا مضاف الیہ

حَدِّثْ فعل امر واحد مذکر حاضر کا صیغہ ، تَحْدِيْثٌ (تفعیل) مصدر سے ۔ تو بیان کر تو بیان کرتا رہ ۔ شکر ادا کرتا رہ ۔

نعمتوں سے کیا مراد ہے ؟ تین نعمتیں تو اوپر بیان ہوئیں ۔ (۱) یتیمی میں سہارے کا بندوبست (۲) راہ حق کی طلب میں راہ نمائی (۳) تنگ دستی سے خلاصی دلا کر غنی بنا دینا ۔

علاوہ ازیں بعض کے نزدیک فَهَدٰى میں ہدایت کی نعمت سے مراد نبوت ہے جو بلاشبہ بہت بڑی نعمت ہے۔ ان کے علاوہ اور ان گنت نعمتیں جو پروردگار عالم نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے نشاور کیں ان سب نعمتوں کے شکر ادا کرنے کا حکم ہو رہا ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۴) سورۃ الم نشرح مکیۃ (۸)

۹۴ : ۱ — اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ : ہمزہ استفہام انکاری کے لئے ہے اور یہ انکار نفی (لم نشرح) کے لئے ہے۔ انکارِ نفی، اثبات کو مستلزم ہے۔ گویا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کا مطلب ہوا۔ شَرَحْنَا لَكَ صَدْرَكَ ہم نے تمہارا سینہ تمہارے لئے کھول دیا ہے۔

لَمْ نَشْرَحْ مضارع منفی جحد بلم۔ جمع متکلم۔ شَرْحٌ (باب فتح) مصدر سے۔ (کیا) ہم نے نہیں کھولا۔ یا کھول دیا۔ صَدْرَكَ مضاف مضاف الیہ۔ تمہارا سینہ۔

اکثر علماء نے شرح صدر کو شقِ صدر کے معنی میں لیا ہے حالانکہ عربی زبان کے لحاظ سے شرح صدر کو کسی طرح بھی شقِ صدر کے معنی میں نہیں لیا جا سکتا۔

علامہ آلوسی اپنی تفسیر روح المعانی میں رقمطراز ہیں۔

حمل الشرح علیٰ شق الصدر ضعیف عند المحققین (محققین کے نزدیک اس آیت میں شرح صدر کو شقِ صدر پر محمول کرنا ایک کمزور بات ہے۔ (تفہیم القرآن)

انشراح صدر سے مراد یہ ہے کہ نبوت سے قبل اگرچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہر قسم کے ملحدانہ اور مشرکانہ اعتقادات سے پاک و منزہ تھی اور آپ کا کوئی قول یا فعل شریعت کے خلاف نہ تھا لیکن دل میں اصل حقیقت کے متعلق ایک خلجان اور تردد سا رہتا تھا جو غیر اطمینانی کیفیت پیدا کئے رکھتا تھا۔ خدا نے تمام حقائق اور سربستہ راز آپ پر عیاں کر دیئے جس پر آپ کی ذہنی گھٹن ختم ہو کر دل کو اطمینان اور سکون آ گیا۔ نبوت کے بعد آپ کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔ ناسازگار حالات کے مدنظر فرائض نبوت سے عہدہ برآ ہونا دشوار معلوم دیتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان حالات کا خاطر خواہ مقابلہ کرنے کی طاقت

کہ آپ کو مطمئن کردیا۔ ایسی ہی دشواریوں کے پیش نظر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ..... لیکن یہ شرح صدر مانگنے پر ملی اور وہ بن مانگے عطا ہوئی۔

۹۴: ۲ ـــ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ، جملہ کا عطف اَلَمْ نَشْرَحْ پر ہے۔
وَضَعْنَا ماضی کا صیغہ جمع متکلم وَضْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ ہم نے اتار دیا۔ ہم نے ہلکا کردیا۔

عَنْكَ متعلق وَضَعْنَا۔ وِزْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر وَضَعْنَا کا مفعول۔
وِزْرٌ۔ بوجھ۔ اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔
(۶: ۱۶۵) اور کوئی شخص کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائیگا۔

وِزْر سے مراد وہ امور مباح جو احیاناً آپ سے بنابر تصور کسی حکمت کے صادر ہو جاتے تھے اور بعد میں ان کا خلافِ حکمت وخلافِ اولیٰ ہونا ثابت ہوجاتا تھا اور آپ بوجہ علوِ شان وغایتِ قرب کے جس طرح کوئی گناہ سے مغموم ہوتا ہے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے۔ اس میں بشارت ہے ان امور پر مؤاخذہ نہ ہونے کی۔

(کذا فی الدر المنثور عن مجاہد وشریح بن عبید الحضرمی)

ترجمہ: اور کیا ہم نے آپ سے آپ کا (وہ) بوجھ نہیں اتار دیا جو......

۹۴: ۳ ـــ اَلَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ یہ جملہ وِزْرٌ کی صفت ہے۔ اَلَّذِیْ اسم موصول اَنْقَضَ صلہ۔ ظَهْرَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر متعلق اَنْقَضَ۔ اَنْقَضَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِنْقَاضٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ اس نے توڑدی۔ اس نے جھکادی۔
ترجمہ ہوگا۔ جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی۔

۹۴: ۴ ـــ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور کیا ہم نے آپ کے ذکر کا آوازہ بلند نہیں کیا۔ یعنی ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کردیا۔
کیسے بلند کیا۔؟ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اتانی جبریل علیہ السلام وقال ان ربك یقول اتدری کیف رفعتُ ذکرکَ قلتُ اللّٰہ تعالیٰ اَعْلَمُ بہٖ۔ قال اذا ذُکرتُ ذُکرتَ معی۔

میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ آپ کا رب پوچھتا ہے کہ کیا آپ جانتے

ہیں کہ میں نے آپ کے ذکر کو کیسے بلند کیا میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جبریل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جب میرا ذکر کیا جائے گا تو میرے ساتھ آپ کا ذکر بھی کیا جائیگا۔

اور صورت رفع ذکر کی یہ ہے حضرت حسان بن ثابت کا شعر ہے:۔

وضم الالٰہ اسم النبی الیٰ اسمہٖ
اذا قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ۔
فذو العرش محمود وھذا محمد

اللہ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے نبی کا نام ملا دیا ہے۔ جب کہ پانچوں وقت مؤذن اشھد کہتا ہے۔ اور ان کی عزت افزائی کے لئے اپنے ہی نام سے ان کا نام نکالا ہوا ہے۔ پس مالک عرش تو محمود ہے اور وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

علامہ آلوسی رح لکھتے ہیں:۔

(ترجمہ) اور اس سے بڑھ کر رفع ذکر کیا ہوسکتا ہے کہ کلمۂ شہادت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نام کے ساتھ اپنے محبوب کا نام ملا دیا۔ حضور کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ ملائکہ کے ساتھ آپ پر درود بھیجا۔ اور مؤمنوں کو درود پاک پڑھنے کا حکم دیا۔ اور جب بھی خطاب کیا معزز القاب سے مخاطب کیا۔ جیسے یاایھا المدثر۔ یاایھا المزمل پہلے آسمانی صحیفوں میں بھی آپ کا ذکر خیر فرمایا۔ تمام انبیاء اور ان کی امتوں سے وعدہ لیا کہ وہ آپ پر ایمان لے آئیں۔

علیٰ ھذا القیاس رفع ذکر کی ہزاروں مثالیں مل سکتی ہیں

۹۴: ۵ —— فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل وحرف تحقیق۔ اسم اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ اس کی خبر۔

اَلْعُسْرَ دشواری، تنگی، سختی، مشکل، یہ یُسْرٌ کی ضد ہے۔ عُسْرٌ مصدر ہے اور اس کا فعل باب سمع اور کَرُمَ سے آتا ہے۔ چونکہ فقیری میں بھی تنگی اور سختی ہوتی ہے اس لئے تنگ دست ہونے میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔

عَسِیْرٌ بروزن فعیل صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ بمعنی سخت، بھاری، مشکل (۷۴: ۹)

یُسْرًا اسم نکرہ۔ آسانی، سہولت، عُسْرٌ کی ضد ہے۔

ترجمہ :۔ پھر بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

۹۴: ۶ ـــ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۔ بے شک تنگی کے ساتھ فراخی بھی ہے۔

صاحب تفہیم القرآن حاشیہ پر لکھتے ہیں۔

اس بات کو (یعنی بے شک تنگی کے ساتھ فراخی ہے) دو دفعہ دہرایا گیا ہے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری طرح تسلی ہو جائے کہ جن سخت حالات سے آپ گذر رہے ہیں یہ زیادہ دیر تک رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بعد قریب ہی اچھے حالات آنے والے ہیں۔ بظاہر یہ بات متناقض معلوم ہوتی ہے کہ تنگی کے ساتھ فراخی ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں بیک وقت جمع نہیں ہوتیں۔ لیکن تنگی کے بعد فراخی کہنے کی بجائے تنگی کے ساتھ فراخی کے الفاظ اس معنی میں استعمال کئے گئے ہیں کہ فراخی کا دور اس قدر قریب ہے کہ گویا وہ اس کے ساتھ ہی چلا آرہا ہے۔

آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (تفسیر ماجدی)

کررہٗ لتاکید الوعد ۔ آیت کی تکرار وعدہ کی تاکید کے لئے آئی ہے۔ (الخازن)

یحتمل ان یکون تکریرًا للجملۃ السابقۃ لتقریر معناھا ۔ (روح المعانی)

ہو سکتا ہے کہ تکرار آیت سابقہ آیت کے معنی کی تائید میں ہو۔

بعض مفسرین نے لغوی باریکیوں میں جا کر اور معانی بھی اخذ کئے ہیں جس کے لئے تفسیر مظہری، روح المعانی، مدارک التنزیل وغیرہ تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔

۹۴: ۷ ـــ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۔ اِذَا شرطیہ ہے۔ فَاِذَا فَرَغْتَ جملہ شرطیہ ہے فَ جواب شرط کے لئے ہے اِنْصَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، نَصَبٌ (باب سمع) مصدر سے۔ جس کے معنی جدوجہد کرنا ہے۔ اس جگہ عبادت میں جدوجہد کا حکم ہے۔

جب تو (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جائے تو عبادت میں محنت کیا کر۔

حضرت ابن عباس، قتادہ، ضحاک، مقاتل، اور کلبی نے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ جب فرض نماز یا مطلق نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا کرنے کے لئے محنت کرو، اور رب سے مانگنے کی طرف راغب ہو۔

حسن اور زید بن اسلم نے کہا کہ :۔

جب دشمن سے جہاد کرنے سے فارغ ہو جاؤ تو عبادت کے لئے محنت کرو۔

منصور کی روایت سے مجاہد کا قول منقول ہے کہ جب امور دنیا سے فارغ ہو جاؤ

تو عبادتِ ربّ میں محنت کرو۔

۹۴: ۸ — وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ، یہ فَانْصَبْ پر عطف تفسیری ہے یعنی اللہ سے مانگنے کی رغبت کرو دوسرے سے مت مانگو۔

اِلٰی رَبِّكَ فعل محذوف سے متعلق ہے ای فَارْغَبْ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ پس اپنے رب کی عبادت کی طرف اچھی طرح لگ جا۔

اِرْغَبْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ رَغْبَۃٌ (باب سمع) مصدر سے جس کے معنی دل لگانے اور متوجہ ہونے کے ہیں ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۹۵) سورۃ التین مکیۃ (۸)

۹۵ : ۱ — وَالتِّیۡنِ وَالزَّیۡتُوۡنِ ۔ واؤ قسمیہ۔ قسم ہے تین کی اور قسم ہے زیتون کی۔

التین اور الزیتون سے کیا مراد ہے اس کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ تین سے مراد یہی انجیر ہے جسے تم کھاتے ہو اور زیتون سے مراد یہی زیتون ہے جس کے پھل سے روغن نکالتے ہو۔ اپنی اپنی افادیت اور خصوصیات کی وجہ سے ممیز ہیں اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کھائی ہے (ابن عباس، مجاہد، حسن بصری، ابراہیم، عطاء، مقاتل، کلبی)۔

۲۔ تین اور زیتون دو پہاڑ ہیں۔ (عکرمہ)

۳۔ تین وہ پہاڑ ہے جس پر دمشق آباد ہے اور زیتون مسجد بیت المقدس ہے (قتادہ)

۴۔ اصحاب کہف کی مسجد تین ہے اور ایلیا زیتون ہے (ابو محمد بن کعب)

جمہور کی رائے اس طرف ہی گئی ہے کہ تین اور زیتون وہی عام پھل ہیں جو ہم استعمال کرتے ہیں۔

۹۵ : ۲ — وَطُوۡرِ سِیۡنِیۡنَ ۔ واؤ قسمیہ، طُوۡرِ مضاف، سینین مضاف الیہ اور قسم ہے سینین یا سینار کے طور کی۔

طور وہ پہاڑ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا تھا۔

سِیۡنِیۡنَ کے متعلق مختلف اقوال ہیں:۔

۱۔ ضحاک نے سینین کو نبطی لفظ قرار دیا ہے جس کے معنی ہیں خوبصورت۔ اچھا۔

۲۔ مقاتل نے کہا ہے کہ جس پہاڑ پر پھل دار درخت ہوں اس کو نبطی زبان میں سینین اور سینار کہتے ہیں۔

۳۔ عکرمہ کا قول ہے کہ وہ خطہ جہاں طور واقع ہے اس کو سینین اور سینار کہتے ہیں

۴۔ بعض نے اس کو سریانی لفظ کہا ہے جس کے معنی ہیں گھنے درختوں کا پہاڑ۔

۵: کسی نے کہا ہے کہ حبشی لفظ ہے۔
۶: کلبی نے کہا ہے کہ اس کا معنی درخت ہے یعنی درختوں والا پہاڑ۔
۷: بعض نے کہا ہے کہ یہ ایک خاص پتھر ہوتا ہے اس قسم کے پتھر کوہِ طور کے قریب تھے اس لئے طور کی اضافت سینین کی طرف کردی گئی۔

میرے نزدیک عکرمہ کا قول صحیح تر ہے کہ جس خطے میں کوہ طور واقع ہے اور ترکیب اضافی کے مطابق طُوْرِ سِيْنِيْنَ کا مطلب ہوگا سینین کے خطہ میں واقع کوہِ طور۔ سِيْنِيْنَ بوجہ عجمہ و معرفہ غیر منصرف ہے۔

۹۵: ۳ — وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ: واؤ قسمیہ، هٰذَا اسم اشارہ واحد مذکر۔ اَلْبَلَدِ الْاَمِيْنِ. موصوف و صفت مل کر مشار الیہ۔ اس امن والے شہر کی، یعنی مکہ مکرمہ کی۔

۹۵: ۴ — لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ: یہ جملہ مذکورہ بالا چاروں قسموں کا جواب ہے اور فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ" اَلْاِنْسَانَ سے موضع حال میں ہے لام جواب قسم کے لئے ہے۔ قَدْ ماضی پر داخل ہو کر تحقیق کے معنی دیتا ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

بے شک ہم نے انسان کو بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا ہے۔

الانسان سے جنس انسان مراد ہے یعنی حضرت آدم اور ان کی اولاد۔

اَحْسَنَ۔ اسم تفضیل۔ بہت خوبصورت، بہت حسین۔

تَقْوِيْمٍ بروزن (تفعیل) مصدر ہے۔ درست کرنا۔ ٹھیک کرنا۔ یعنی شکل و صورت، قد و قامت، عقل و ذہن۔ قلبی اور روحانی قوتوں میں نہایت اعتدال کے ساتھ اور تسویہ کے ساتھ۔ ترجمہ ہوگا۔

بے شک ہم نے پیدا کیا انسان کو (عقل و شکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر

۹۵: ۵ — ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ: ثُمَّ تراخی وقت کے لئے یا تراخی فی الرتبہ کے لئے۔

رَدَدْنَا ماضی جمع متکلم رَدٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ ہم نے لوٹا دیا، ہم نے پھیر دیا۔ ہم نے واپس کر دیا۔ یہاں بمعنی جَعَلْنَا (ہم نے بنا دیا) ہے ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔

اَسْفَلَ السّٰفِلِیْنَ ۔ مضاف مضاف الیہ ۔ (اَسْفَلُ ۔ اَعْلٰی کی ضد ہے سب سے نیچا ۔ سُفُوْلٌ سے جس کے معنی نیچے ہونے کے ہیں افعل التفضیل کا صیغہ ہے) مل کر رَدَدْنَا کا مفعول ثانی ہے ۔

اَسْفَلَ السّٰفِلِیْنَ کی دو صورتیں ہیں ۔

۱۔ یہ مفعول (ہٗ) سے حال ہے ۔ اس صورت میں تقدیر کلام ہوگا ۔

رَدَدْنٰہُ حَالَ کَوْنِہٖ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ ۔ ای ارذل ۔ اس حال میں کہ وہ ان سب سے رذیل ترین ہوگا ،

۲۔ یہ بھی جائز ہے کہ یہ مکان کی تعریف ہو ۔ ای رددنٰہ مکانًا اسفل السافلین ہم اس کو (جہنم کی) سب سے نیچی جگہ (کی طرف) پھیر دیں گے ۔

۹۵ : ۶ ــــ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۔ یہ استثناء متصل ہے کیونکہ نیکوکار مؤمن دوزخ کی طرف نہیں لوٹائے جائیں گے اور نہ بدترین حالت کی طرف انہیں لے جایا جائے گا ۔

فَلَهُمْ : میں ضمیر هُمْ جمع مذکر غائب صالح الاعمال مؤمنوں کے لئے ہے اور ف سببیہ ہے ۔ یعنی بسبب ان کے صالح اعمال کے (ان کو اجر غیر ممنون ملے گا)

اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۔ اَجْرٌ ۔ بدلہ ، صلہ ، ثواب ۔ مزدوری ۔

غَیْرُ کا استعمال مختلف جگہ مختلف معنوں میں ہوا ہے ۔ قرآن مجید میں اس کا استعمال چار طور پر ہوا ہے ۔

۱۔ صرف نفی کے لئے ۔ جیسے هُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (۴۳ : ۱۸) دلیل پیش کرنے کے وقت ، مناظرہ کرنے کے وقت وہ کھول کر بیان نہیں کر سکتا ۔

۲۔ لفظ اِلَّا کی طرح صرف استثناء کے لئے ۔ جیسے هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ (۳۵ : ۳) کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق بھی ہے (نہیں ہے)

۳۔ اصل چیز کو باقی رکھتے ہوئے صرف ظاہری شکل و صورت کی نفی کے لئے جیسے کہ :

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا : (۴ : ۵۶) جب دوزخیوں کے بدن کی کھال جل جائے گی تو اللہ ان کی کھال کی صورت از سر نو بدل دیگا

۴۔ صورت اور اصل شے سب کی نفی ۔ یعنی کسی شے کی مکمل نفی کر کے دوسری شے کو اس کی جگہ قائم کرنا ۔ جیسے اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا (۶ : ۱۶۵) کیا اللہ کو چھوڑ کر

میں کوئی اور رب ڈھونڈوں۔
مَمْنُوْنٍ: مَنٌّ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ کم کیا ہوا۔ قطع کیا ہوا۔ منقطع۔ ختم ہوا ہوا۔ یعنی ان کا اجر نہ کم کیا جائے گا نہ منقطع اور ختم ہوگا:
یا اسی مصدر سے بمعنی احسان کرنا۔ احسان جتلانا۔ یا کم کرتا ہے۔ مَمْنُوْنٌ احسان جتلایا ہوا۔ کم کیا ہوا۔
غَیْرُ مَمْنُوْنٍ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت اَجْرٌ کی۔ غَیْرُ کی صورت وہی ہوگی جو اوپر مذکور ہوئی (۱) میں۔ یعنی صرف نفی کی اور اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ کا ترجمہ ہوگا وہ ثواب آخرت جو بے حساب ہوگا۔ ہمیشہ رہنے والا ہوگا۔ کبھی کم نہ ہوگا اور احسان جتا کر اس کا مزہ بھی کرکرا نہ کیا جائے گا۔
فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ جملہ علتِ استثنار کے مقام میں ہے کہ احسان کو پختہ کر رہا ہے۔
آیات ۴-۵-۶ میں ارشاد خداوندی ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین انداز میں پیدا کیا اور اس میں ہر قسم کی جسمانی اور روحانی طاقتیں ودلیعت کردیں۔ پھر جس نے ان سے خاطر خواہ فائدہ نہ اٹھایا وہ ضلالت اور رذالت کے گڑھے میں پڑ گئے اور جنہوں نے مشیتِ ایزدی کے مطابق ان سے صحیح فائدہ اٹھایا اور مؤمن بن کر اعمال صالحہ کئے وہ اجر غیر ممنون کے مستحق ٹھہرے۔
۹۵: ۷ — فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ۔ ما استفہامیہ ہے مَا بمعنی مَنْ
یُکَذِّبُکَ میں کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر ہے۔ اور یُکَذِّبُ میں ضمیر فاعل مَنْ کی طرف راجع ہے۔ بِالدِّیْنِ میں باء سببیہ ہے۔ بَعْدُ ظرف، متعلق بالفعل ہے (بَعْدُ کو اضافت لازمی ہے جب بغیر اضافت کے آئے گا تو ضمہ پر مبنی ہوگا یعنی بَعْدُ آئے گا)
فرّاء کے نزدیک تقدیر کلام ہے:۔
فَمَنْ یُکَذِّبُکَ (یا محمد) بعد ظهور هذه الدلائل بالدین۔ قیامت یا جزاء کے متعلق ان دلائل کے بعد آپ کو کون جھٹلا سکتا ہے۔
اَلدِّیْنُ۔ کے معنی ہیں۔ جزاء، اطاعت، شریعت، یوم الدّین، روز قیامت
۹۵: ۸ — اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ: سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم، پھر کیا

اللہ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔
اَلَیْسَ ، ہمزہ استفہامیہ۔ لَیْسَ فعل ناقص ماضی واحد مذکر غائب۔ بمعنی نہیں ہے
اس فعل سے ماضی کی پوری گردان آتی ہے۔ لیکن مضارع۔ امر۔ اسم فاعل، اسم مفعول
اس سے مشتق نہیں ہے۔

اَللّٰہُ فاعل۔ اور بِاَحْکَمِ الْحَاکِمِیْنَ اس کی خبر۔
اَحْکَمُ۔ حُکْمٌ سے اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ بہتر حکم کرنے والا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

(۹۶) سُوْرَۃُ الْعَلَقِ مَكِّيَّۃٌ (۱۹)

۹۶ : ۱ — اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ط اِقْرَاْ ۔ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر قِرَاءَۃٌ (باب فتح ونصر) مصدر سے تو پڑھ ۔ اِقْرَاْ کا مفعول محذوف ہے ۔ ای اقرأ مایُوْحیٰ اِلَیْکَ ۔ یعنی پڑھ جو تجھے وحی کیا جاتا ہے ۔

بِاسْمِ رَبِّكَ متعلق بمحذوف، بَ استعانت کے لئے ہے ۔ حرف جار ۔ اِسْمِ مجرور — مضاف ، رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ ۔ مل کر مضاف الیہ ۔ اپنے رب کے نام کے ساتھ ۔

اَلَّذِيْ خَلَقَ : موصول وصفت مل کر جملہ صفت ہوا رَبِّكَ کی ۔

ترجمہ ہوگا ۔

پڑھ اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کچھ) پیدا کیا ۔

۹۶ : ۲ — خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ جملہ سابقہ کی تفسیر ہے ۔ عَلَقٌ عام خون وہ خون جو زیادہ سرخ ہو یا جما ہوا خون ۔ خون کی پھٹکی جو منی سے پیدا ہوتی ہے ۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا ۔

۹۶ : ۳ — اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ : اِقْرَاْ دوبارہ تاکید کے لئے لایا گیا ہے واؤ حالیہ رَبُّكَ مضاف مضاف الیہ مل کر موصوف ، اَلْاَكْرَمُ صفت ، بڑا کریم ۔ كَرَمٌ سے جس کے معنی باعزت ہونے اور سخاوت کرنے کے ہیں ۔ اسم تفضیل کا صیغہ ہے ۔

وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ضمیر اقرار سے حال ہے ۔ پڑھ ۔ اور تمہارا رب بڑا کریم ہے ۔

۹۶ : ۴ — اَلَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۔ اَلَّذِيْ اسم موصول ۔ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ اس کا صلہ دونوں مل کر صفت ثانیہ ہوئی رَبُّكَ کی ۔ جس نے قلم کے واسطہ سے علم سکھایا ۔

۹۶ : ۵ — عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ عَلَّمَ، تَعْلِيْمٌ (تفعیل) مصدر سے ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ اس نے سکھایا، اس نے علم دیا۔ الانسان مفعول۔ مَا موصول لَمْ يَعْلَمْ مضارع منفی جحد بلم۔ صیغہ واحد مذکر غائب۔ صلہ۔ صلہ موصول مل کر مفعول ثانی عَلَّمَ کا۔ جس نے انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

۹۶ : ۶ — كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ۔ كَلَّا کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱:۔ كَلَّا بمعنی حَقًّا ہے۔ یہ الکسائی کا مذہب ہے۔

۲:۔ ابن حبان کا قول ہے کہ كَلَّا تنبیہ کے طور پر بمعنی اَلَا آیا ہے جیسا کہ آیت اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ (۲: ۱۲) میں ہے۔

۳:۔ علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جو مشرک حد سے بڑھ کر رسالت کے منکر تھے اور نماز سے روکتے تھے۔ ان کو بازداشت کی گئی ہے اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے۔ مگر سیاقِ کلام یا حال اس پر دلالت کرتا ہے

۴:۔ علامہ بیضاوی رح لکھتے ہیں:۔

ردع لمن کفر بنعمۃ اللہ بطغیانہ وان لم یذکر لدلالۃ الکلام علیہ۔ ردع اس کے لئے ہے جو سرکشی کرتا ہوا اللہ کی نعمت سے انکار کرتا ہے۔ اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہے مگر کلام اس پر دلالت کر رہا ہے۔

اِنَّ حرف تحقیق ہے۔ حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے۔ اَلْاِنْسَانَ اسم اِنَّ لَيَطْغٰىٓ اس کی خبر۔

يَطْغٰى مضارع کا واحد مذکر غائب طُغْيَانٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی حد سے بڑھنا سرکشی کرنا۔

اَلْاِنْسَانَ میں اگرچہ الف لام جنسی ہے مگر اس میں بعض افراد کا لحاظ پیش نظر ہے مدارک التنزیل میں ہے:۔

نزلت فی ابی جہل الی اٰخر السورۃ (اس سورۃ کے آخر تک کلام ابی جہل کے بارہ میں نازل ہوا) لہٰذا بعض کے نزدیک الانسان سے مراد ابوجہل ہے اس لئے جملہ کا مطلب یہ ہے کہ ابوجہل کفر میں اور اللہ تعالیٰ کے مقابل غرور و سرکشی میں حد سے بڑھ رہا ہے۔

بعض نے الانسان سے مراد عام انسان ہی لیا ہے۔

۹۶ : ۷ — اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى۔ اَنْ اصل میں لِاَنْ تھا۔ لام تعلیل کا اور اَنْ مصدریہ ہے

لام کو حذف کر دیا گیا ہے۔ لِاَنْ ، (یہ) اس لئے کہ۔ اس بناء پر کہ۔ اس وجہ سے کہ۔
ضمیر فاعل ابوجہل کی طرف راجع ہے یا الانسان کی طرف راجع ہے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر
غائب بھی ابوجہل کے لئے ہے یا الانسان کے لئے ہے۔
رَاٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب جس کا معنی دیکھنا ہے لیکن یہاں رؤیۃ بمعنی علمٌ
آیا ہے۔ یا دل کی آنکھوں سے دیکھنا مراد ہے۔ آنکھوں سے دیکھنا مراد نہیں ورنہ
مرفوع اور منصوب دونوں ضمیروں کا مرجع ایک ہوگا اور یہ ناممکن ہے۔
اِسْتَغْنٰی ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب استغناءٌ (استفعال) مصدر سے
بمعنی مستغنی ہونا۔ بے نیاز ہونا۔ یہ رَاٰی کا مفعول ثانی ہے۔
اب آیات ۶ و ۷ کا ترجمہ ہوگا:۔
. انسان (یا ابوجہل) اللہ کے مقابل غرور اور سرکشی کر رہا ہے اس لئے کہ اپنے
آپ کو بے پرواہ جان رہا ہے۔
۹۶ : ۸ — اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ الرُّجْعٰی اس کا
اسم۔ اِلٰی رَبِّكَ اس کی خبر۔
رُجْعٰی بروزن بُشْرٰی (باب ضرب) مصدر ہے۔ الرُّجْعٰی میں الف لام مضاف
الیہ کے عوض میں ہے۔
رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ كَ ضمیر واحد مذکر حاضر الانسان کے لئے ہے (بیضاوی،
کشاف)
اے طاغی انسان تیری واپسی تیرے ربّ ہی کی طرف ہوگی (وہ تجھے اس طغیان
کی سزا دیگا۔
۹۶ : ۹ — اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی } اَرَاَیْتَ (کیا تو نے دیکھا) بمعنی اَخْبِرْنِیْ (تو
۹۶ : ۱۰ — عَبْدًا اِذَا صَلّٰی } مجھے بتا) آیا ہے۔ اس میں ہمزہ اولیٰ محض استفہام
کے لئے نہیں ہے بلکہ تقریر و تنبیہ کے لئے ہے۔ رَاَیْتَ کا فاعل ضمیر مستتر ہے یعنی اَنْتَ
اَلَّذِیْ اسم موصول یَنْھٰی عَبْدًا اس کا صلہ۔ (عَبْدًا مفعول فعل یَنْھٰی کا)
یَنْھٰی فعل مضارع واحد مذکر غائب نَھْیٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ منع کرتا ہے
وہ روکتا ہے) موصول اور صلہ مل کر اَرَاَیْتَ کا مفعول ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔ اے مخاطب: (یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کیا تو نے دیکھا بھلا بتاؤ تو

سہی اس شخص کے متعلق جو منع کرتا ہے یا روکتا ہے ایک بندے کو جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

اس میں نماز پڑھنے والے سے مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور روکنے والا ابوجہل لعین ہے۔ ان العبد المصلی ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والناھی ھو اللعین ابوجہل۔ (روح المعانی)

اَلَّذِیْ یَنْہٰی سے مراد ابوجہل ہے اور عبدًا سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ (تفسیر مظہری)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی کے تحت کعبہ میں نماز پڑھنا شروع کی تو خبر ابوجہل تک پہنچی تو اس نے قریش کے لوگوں سے دریافت کیا تصدیق ہونے پر اس نے آپ کو دھمکایا اور کہا کہ حرم میں اس طریقہ پر عبادت نہ کریں اور کہا کہ اگر میں نے اس طرح حرم کعبہ میں نماز پڑھتے دیکھ لیا تو گردن پر پاؤں رکھ کر منہ زمین میں رگڑ دوں گا پھر ایسا ہوا کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نماز پڑھتے دیکھ لیا۔ تو وہ آگے بڑھا تاکہ آپ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھے مگر یکایک لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے۔ لوگوں کے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ میرے اور ان کے درمیان آگ کی خندق تھی جس نے مجھے ان کے قریب نہ جانے دیا۔ (تفہیم القرآن)

۹۶ : ۱۱ اَرَاَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰىٓ ۔ بھلا دیکھئے تو اگر وہ ہدایت پر ہے۔

۹۶ : ۱۲ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۔ یا پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے اور دونوں جملہ شرطیہ ہیں اور دونوں میں جواب شرط محذوف ہے کلام یوں ہوگا۔

بھلا بتاؤ تو اگر وہ شخص جس کو نماز پڑھنے سے روکا جا رہا ہے ہدایت پر ہے یعنی خود بھی راہ حق پر چل رہا ہے اور دوسروں کو بھی راہ حق پر چلنے کی تلقین کرتا ہے تو کیا یہ دوسرے شخص کے لئے جائز ہے کہ اسے اس فعل سے روکے یا اگر وہ شخص پرہیزگاری کی تبلیغ کرتا ہے تو کیا یہ جائز ہے کہ اسے اس کام سے منع کیا جائے۔

۹۶ : ۱۳ — اَرَاَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۔ یہ جملہ بھی شرطیہ ہے جس کا جواب شرط محذوف ہے مطلب یہ ہے کہ بھلا بتاؤ تو اگر یہ شخص (جو اللہ کے بندے کو اس نیک کام سے روک رہا ہے) حق کو جھٹلائے یا منہ موڑے (تو کیا اپنے اس فعل کی پاداش سے بچ سکے گا۔

۹۶:۱۴ ـــ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۔ ہمزہ استفہام انکاری ہے لَمْ يَعْلَمْ مضارع منفی جحد بلم ہے ۔ کیا تونے نہیں دیکھا۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے ۔ لَمْ يَعْلَمْ کی ضمیر فاعل اس شخص کے لئے ہے جو کہ دوسرے کو ہدایت اور تقویٰ کے کام سے روک رہا ہے يَرٰى کی ضمیر فاعل اللہ کی طرف راجع ہے اس کا مفعول محذوف ہے ۔ مراد ہر دو نوں شخص ہیں اللہ ہدایت پر چلنے والے کو بھی دیکھ رہا ہے اور کاذب سرکش کو بھی دیکھ رہا ہے۔ ہر دو کو اپنے اپنے اعمال کی جزاء وسزا مل کر رہیگی ، یہ جملہ مستانفہ وعیدیہ ہے ۔

۹۶:۱۵ ـــ كَلَّا ۔ ہرگز نہیں ۔ یہ شخص جو دھمکی دیتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھیں گے تو وہ ان کی گردن پاؤں سے دبا دوں گا۔ یہ ہرگز ایسا نہ کر سکے گا۔

ردع للناھی اللعین وزجر لہٗ ۔ (روح المعانی)

منع کرنے والے لعین کی بازداشت اور ڈانٹ کے لئے ہے ۔ یہاں لعین سے مراد ابوجہل ہے

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ، لام موطئۃ للقسم ہے ای واللہ ۔ اِنْ شرطیہ ۔ لَمْ يَنْتَهِ مضارع نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر غائب ۔ اِنْتِهَاءٌ (افتعال) مصدر سے وہ نہیں رکا۔ وہ باز نہیں آیا۔ يَنْتَهِ اصل میں يَنْتَهِيْ تھا۔ عمل لَمْ کی وجہ سے ی ساقط ہو گئی۔ خدا کی قسم اگر وہ باز نہ آیا۔

لَنَسْفَعًا ۔ اصل میں لَنَسْفَعَنْ تھا۔ مضارع بلام تاکید جواب شرط کا ہے ۔ ونون تاکید کا صیغہ جمع متکلم ہے ۔ قرآن کے رسم الخط کا اتباع کرتے ہوئے اسے لنسفعًا کی صورت میں لکھا گیا ہے ۔ یہ سَفْعٌ (باب فتح) مصدر سے ہے جس کے معنی کسی چیز کو زور کے ساتھ کھینچ کر گھسیٹنے کے ہیں ۔

النَّاصِيَةِ : اسم نکرہ ، مفرد ۔ پیشانی ، مراد پورا آدمی ۔ (اطلاق جزء علی کل جزء کا اطلاق کل پر) لنسفعًا بالناصیۃ جملہ جواب شرط میں ہے ۔ ہم (اس کو) پیشانی (کے بالوں) سے پکڑ کر ضرور گھسیٹیں گے۔

۹۶:۱۶ ـــ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ : وہ پیشانی جو جھوٹی (اور) خطاکار ہے پیشانی پر جو بال ہوتے ہیں اس کو ناصیۃ کہا جاتا ہے لیکن مراد اس سے پورا شخص بھی لیا جاتا ہے ۔ اس لئے آیت کا مطلب ہوگا ۔

یہ ناہنجار سراسر جھوٹا اور خطاکار ہے ۔

كَاذِبَةٍ ۔ كِذْبٌ سے (باب ضرب) مصدر سے ۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے جھوٹی ۔ ۔

خَاطِئَةٍ۔ خَطَاءٌ (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ خطا کار گنہگار۔

نَاصِيَةٍ بدل ہے اَلنَّاصِيَةِ (آیت ۱۵ مذکورہ بالا) سے۔

۹۶: ۱۷ — فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۔ فَلْيَدْعُ میں فَ محذوف عبارت پر دلالت کرتا ہے

ترمذی اور ابن جریر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے اور ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ ابوجہل آگیا۔ اور کہنے لگا کہ کیا میں نے اس (نماز) سے منع نہیں کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جھڑک دیا۔ وہ کہنے لگا کہ تو خوب جانتا ہے کہ مکہ میں میری چوپال (نشست گاہ، مجلس) سے بڑی کوئی چوپال نہیں (یعنی میرا جتھا بڑا ہے) تو مجھے جھڑکتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اس وادی کو تیرے خلاف اعلیٰ گھوڑوں کے سواروں اور نوجوان پیادوں سے بھر دوں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ (تفسیر مظہری)

روح المعانی میں ہے۔

ومرّ ابوجهل برسول الله صَلَّى اللّٰهُ عليه وسلّم وهو يصلى فقال الم انهك فاغلظ عليه الصلوٰة والسلام له۔ فقال اتهددنى وانا اكثر اهل الوادى ناديًا۔

ابوجہل کا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا جب کہ آپ نماز پڑھ رہے تھے، بولا: کیا میں نے آپ کو منع نہیں کیا ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سختی سے جواب دیا۔ بولا کیا آپ مجھے جھڑکتے ہیں حالانکہ میں وادی کے رہنے والوں میں جتھے کے لحاظ سے سب سے زیادہ کثرت رکھتا ہوں۔

لِيَدْعُ امر کا صیغہ واحد مذکر غائب دُعَاءٌ (باب نصر) مصدر سے۔ چاہئے کہ وہ پکارے۔ چاہئے کہ وہ بلائے۔

نَادِيَهٗ۔ نَادِيَ اسم مضاف، ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب مضاف الیہ۔ اپنی مجلس (نشستگاہ۔ چوپال) کے ساتھیوں کو۔ نَادِيَ مفعول ہے لِيَدْعُ کا۔

یعنی: اس کو اگر اپنی چوپال پر اتنا ہی گھمنڈ ہے تو بلا لے اپنی چوپال کو،

۹۶: ۱۸ — سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ۔ شرط محذوف کا جواب ہے: س جب مضارع پر

داخل ہوتا ہے تو اسے مستقبل قریب کے معنی میں کر دیتا ہے۔
نَدْعُ مضارع جمع متکلم دَعْوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ ہم بلائیں" یا "ہم بلالیں گے
الزَّبَانِيَةَ: سیاست کے پیادے۔ دوزخ کے فرشتے زبانیۃ۔ عربی زبان میں سیاست کے پیادے۔ یعنی پولیس کے سپاہی کو کہتے ہیں۔ یہ زَبْنِیٌّ کی جمع ہے جو زَبْنٌ (باب ضرب) مصدر سے ماخوذ ہے جس کے معنی دفع کرنا، ہٹانا کے ہیں۔

ترجمہ ہوگا:۔
ہم بھی دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ زبانیۃ، قہر الٰہی کے وہ فرشتے ہیں جن کے مقابلہ کی کسی کو بھی طاقت نہیں۔

۹۶: ۱۹ — كَلَّا - ردع لذلك اللعین (روح المعانی)
ای ارتدع ایها الکافر الکاذب (الیسر التفاسیر) یہ جھڑک ہے ملعون ابوجہل کے لئے۔ اے جھوٹے کافر باز رہ۔ (ایسی بے جا حرکتوں سے باز رہ)
لَا تُطِعْهُ: لَا تُطِعْ فعل نہی واحد مذکر حاضر اِطَاعَةٌ (افعال) مصدر سے ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب۔ تو اس کی اطاعت نہ کر۔ تو اس کا کہنا مت مان۔ نماز پڑھتا رہ۔ اسے مت چھوڑ۔

یہ جملہ مستانفہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سوال ہو سکتا تھا کہ جب یہ روکتا ہے تو میں کیا کروں؟ اس کا جواب دے دیا کہ اس کی بات مت مانو۔
وَاسْجُدْ۔ یہ لفظاً لَا تُطِعْهُ پر معطوف ہے اور معنوی اعتبار سے لَا تُطِعْ کے معنی کی تاکید ہے۔
واؤ عاطفہ ہے۔ اُسْجُدْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر سُجُوْدٌ (باب نصر) مصدر سے۔
وَاقْتَرِبْ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر اِقْتِرَابٌ (افتعال) مصدر سے۔ تو نزدیک ہو۔ تو قربت حاصل کر۔ یعنی نماز کے ذریعہ اللہ کا قرب حاصل کرو۔
علامہ پانی پتی رقمطراز ہیں:۔
سورۃ الانشقاق میں سجدۂ تلاوت کے مبحث میں ہم لکھ چکے ہیں کہ اس جگہ لفظ اُسْجُدْ اللہ کی طرف سے سجدۂ تلاوت کا حکم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل

اس کی دلیل ہے۔ کیونکہ مسلم نے حضرت ابوہریرہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ (۸۴: ۲۱) اور اقرأ (سورۃ زیر مطالعہ) میں سجدہ کیا۔

جمہور کے نزدیک اُسْجُدْ کا عطف جو لَا تُطِعْهُ پر ہے اس لئے اس سجدہ سے مراد نماز ہے۔ جزء بول کر کُل مراد لیا گیا ہے۔ پس یہ نماز پڑھنے کا حکم ہے (سجدہ کا حکم نہیں ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اقرأ میں سجدہ کیا ہے تو آپ کے عمل کا اتباع سُنّت ہے۔ اس سے سجدۂ اقرأ کا مسنون ہونا ثابت ہوتا ہے وجوب نہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۹۷) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۹۷: ۱ — اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ اِنَّا۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اور ضمیر متکلم نا سے مرکب ہے۔ بے شک۔

اَنْزَلْنٰهُ: اَنْزَلْنَا ماضی جمع متکلم اِنْزَالٌ (افعال) مصدر سے۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر جس کا مرجع القرآن ہے اگرچہ معہود اور معلوم ہونے کی وجہ سے اس سے قبل مذکور نہیں ہے (سورۃ کے نازل ہونے کے وقت قرآن کا عام چرچا تھا اور مکہ میں غلغلہ مچا ہوا تھا)

فِيْ متعلق بِاَنْزَلْنَا ہے۔

لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ مضاف مضاف الیہ ہے۔ مل کر اسم ظرف زمان (قدر کی رات کے دوران)

یہ سارا جملہ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ۔ خبر ہے مبتداء کی۔ تحقیق ہم نے اس کو (یعنی قرآن مجید کو) شب قدر میں اتارا۔

لیلۃ القدر کیا ہے۔ قَدْرٌ مصدر ہے بمعنی قدرت، قَدْرٌ (دال کے سکون کے ساتھ) مصدر ہے اور قَدَرٌ (دال کی حرکت کے ساتھ) یہ اسم ہے۔ معنی دونوں کے ایک ہی ہیں۔ قدر کے معنی ہیں اندازہ کرنا۔ اور قدر (اسم) کے معنی ہیں شرف ومنزلت۔

چنانچہ کہتے ہیں: لِفُلَانٍ قَدَرٌ عِنْدَ فُلَانٍ۔ یعنی فلاں شخص کی فلاں شخص کے نزدیک قدر یعنی عزت ہے۔ سورۃ میں قَدَرٌ دال کی حرکت کے ساتھ آیا ہے لہٰذا المعنی قدر ومنزلت ہے۔ لیلۃ القدر کا مطلب ہوا۔ قدر ومنزلت والی رات،

حضرت ابن عباس رضؓ فرماتے ہیں:۔

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات میں برس بھر کی آنے والی

باتیں عالم بالا میں مقدر و معین کی جاتی ہیں کسی کا مرنا۔ بیمار ہونا، رزق کی فراخی، عزت و ذلت جو کچھ سال بھر میں اس جہاں میں ظاہر ہوگا وہ سب اس رات کو عالم بالا میں مشہور کر دیا جاتا ہے اور ہر کام پر ملائکہ معین کر دیئے جاتے ہیں۔

زہری فرماتے ہیں کہ :۔

اس رات کو لیلۃ القدر اس لئے کہتے ہیں کہ اس رات نیک بندوں کی خدا تعالےٰ اور عالم بالا کے لوگوں کے نزدیک نہایت قدر و منزلت ہوتی ہے۔

یہ رات ماہِ رمضان کے تیسرے عشرہ کی طاق راتوں میں آتی ہے بعض کے نزدیک یہ ستائیسویں کی رات ہے۔ اس ایک رات کی عبادت دوسرے دنوں کی ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر درجہ پاتی ہے۔

۹۷ : ۲۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ جملہ استفہامیہ ہے۔ مَا استفہامیہ۔ کون۔ کیا چیز۔

اَدْرٰىكَ۔ اَدْرٰى۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ اور کیا چیز تمہیں بتائے۔ واقف کرے۔ یا خبردار کرے۔

مَا استفہامیہ بمعنی کیا ہے۔ تو کیا جانے۔

لفظی ترجمہ ہوگا :۔

تجھے کیا چیز خبردار کرے۔ کیا چیز تمہیں بتائے، کہ شب قدر کیا ہے ؟

۹۷ : ۳ ۔۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ۔ مکمل جملہ مذکورہ بالا استفہام کا جواب ہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ مضاف مضاف الیہ۔ مل کر مبتدا۔ باقی جملہ مبتدا کی خبر۔

لیلۃ القدر ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے یعنی اس رات کی عبادت ایک ہزار ماہ سے بہتر ہے

۹۷ : ۴ ۔۔ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ تَنَزَّلُ اصل میں تَتَنَزَّلُ تھا۔ ایک تار حذف ہو گئی۔

تَنَزُّلٌ (تَفَعُّلٌ) مصدر سے مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب (بمعنی جمع) وہ اترتے ہیں۔

وَالرُّوْحُ کا عطف الملئکۃ پر ہے (خاص کا عطف عام پر)۔

فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع لیلۃ القدر ہے۔ اترتے ہیں فرشتے

اور روح اس (رات) میں ۔

اَلرُّوْحُ۔ سے کیا مراد ہے ؟

بعض مفسرین کہتے ہیں الروح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں جو گروہِ ملائکہ کے سردار ہیں ۔ اس لئے ان کا ذکر خاص کیا گیا ورنہ ملائکہ میں یہ بھی شامل تھے۔

بعض کے نزدیک ۔ رُوح ایک اور فرشتے کا نام ہے جس کو روح القدس کہتے ہیں ۔

بعض علماء کا قول ہے کہ روح سے ایمان داروں کی روحیں مراد ہیں ۔

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ۔ ای بامر ربھم۔ اپنے رب کے حکم سے یہ جملہ تنزل سے متعلق ہے

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۔ ای من اجل کل امر (بیضاوی، کشاف) یعنی ہر اس کام کی غرض سے جو اس رات اگلے سال کے لئے مقدر ہوتا ہے ۔

سَلٰمٌ ؛ معانقہ کی وجہ سے اس کی دو صورتیں جائز ہیں ۔

۱:۔ وقف سَلٰمٌ سے قبل مِنْ كُلِّ اَمْرٍ پر کیا جاوے ۔ اس صورت میں اگلے جملہ کے هِيَ کے ساتھ ملا کر سَلٰمٌ هِيَ پڑھا جائے گا۔ سَلٰمٌ خبر مقدم اور هِيَ مبتدا مؤخر ہوگا۔

بیضاوی اور زمخشری نے اسی کو اختیار کیا ہے ۔

۲:۔ وقف سَلٰمٌ کے بعد کیا جاوے ۔ اور سَلٰمٌ سے قبل هِيَ محذوف متصور ہو۔ اس صورت میں هِيَ سَلٰمٌ میں هي مبتدا محذوف اور سَلٰمٌ اس کی خبر ہوگی اس کو بیان القرآن اور بیضاوی میں اختیار کیا گیا ہے ۔ یعنی یہ رات سلامتی کی ہے شیطانی آفات اور اس کے مکر و زُور کے مصائب جو ابن آدم کے لئے تیار رہتے ہیں ۔ اس رات نیک ایمانداروں کے لئے ان سے سلامتی اور امن ہوتا ہے مفسرین نے سَلٰمٌ کے اور بھی کئی وجوہات لکھے ہیں۔

۹۷:۵ — هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ هِيَ مبتدا ۔ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ اس کی خبر، هِيَ ای لیلۃ القدر۔ یہ رات غروب آفتاب سے لے کر طلوعِ فجر تک رہتی ہے (الیسر التفاسیر)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

(۹۸) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۸)

۹۸ : ۱ — لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ ؛

لَمْ يَكُنْ مضارع منفی جحد بلم، فعل ناقص۔ كَوْنٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ نہ ہوئے۔

اَلَّذِيْنَ اسم موصول۔ كَفَرُوْا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر اسم کان۔ من حرفِ جار اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مجرور۔

مُنْفَكِّيْنَ۔ اِنْفِكَاكٌ (انفعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر، باز آنے والے۔ خبر کَانَ کی۔

اور جگہ قرآن مجید میں ہے فَكُّ رَقَبَةٍ (۹۰ : ۱۳) غلام کا آزاد کرنا۔ اسی سے ہے فَكُّ الرَّهْنِ : رہن کا فک کرا لینا۔ یعنی کسی رہن شدہ چیز کو چھڑا لینا (رہن کی شرط پوری ہونے پر)

المشرکین کا عطف اھل الکتب پر ہے۔ مِنْ یہاں تبعیضیہ نہیں بلکہ بیانیہ ہے آیت کا ترجمہ علماء نے یوں کیا ہے :۔

۱:۔ جو لوگ کافر ہیں یعنی اہل کتاب اور مشرک وہ (کفر سے) باز رہنے والے نہ تھے۔ (مولنا فتح محمد جالندہری)

۲:۔ جو اہل کتاب اور مشرک کفر کرتے تھے وہ اپنے کفر سے باز رہنے والے نہ تھے۔ (تفسیر مظہری)

۳:۔ اھل الکتاب و ھم الیھود والنصاری والمشرکون ھم عباد الاصنام لَمْ یکونوا منفصلین عما ھم علیہ من الدیانۃ۔ (ایسر التفاسیر)

اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین بُت پرست جس مذہب پر وہ چل رہے تھے اس سے دُور ہٹنے والے نہ تھے۔

۴۔ کافر لوگ یعنی اہل کتاب اور بُت پرست اپنے باطل مذہب سے دور ہونے والے نہیں تھے۔

حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ، حَتّٰى انتہار غایت کے لئے آتا ہے۔ یہاں تک جب تک،

تَأْتِيَ: مضارع واحد مؤنث غائب اِتْيَانٌ (افعال) مصدر۔ وہ آتی ہے وہ آئے گی۔ وہ آجائے۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔

اَلْبَيِّنَةُ۔ الحجۃ الْوَاضِحَۃُ۔ واضح دلیل۔ کھلی دلیل۔ وہ آگئی (مستقبل بمعنی ماضی) یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آجائے یا آگئی۔ (یعنی رسول کریم کی ذاتِ مبارک) صلی اللہ علیہ وسلم۔

۹۸:۲ ـــ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ،

رَسُوْلٌ بدل ہے البینۃ سے۔

قال الزجاج :۔

رَسُوْلٌ۔ رفع علی البدل من البینۃ: رسولٌ مرفوع ہے کیونکہ البینۃ سے بدل ہے۔ مِنَ اللّٰهِ صفت ہے رَسُوْلٌ کی۔ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔ یہ رَسُوْلٌ کی صفت ثانی ہے رَسُوْلٌ کی یا رَسُوْلٌ سے حال ہے۔

يَتْلُوْا۔ تِلَاوَةٌ (باب نصر) مصدر سے۔ مضارع کا صیغہ واحد مذکر غائب ہے۔ وہ تلاوت کرتا ہے۔ وہ پڑھتا ہے۔

صُحُفًا مُّطَهَّرَةً: موصوف و صفت مل کر يَتْلُوْا کا مفعول۔

صُحُفٌ بمعنی صحیفے، کتابیں۔ اوراق، نوشتے، صحیفۃ کی جمع ہے جو شاذ ونادر ہے۔ کیونکہ فَعِيْلَةٌ کی جمع فُعُلٌ پر نہیں آتی۔

قیاس میں اس کی مثال؛ سَفِيْنَةٌ اور سُفُنٌ ہے۔ قرآن مجید کی ہر ایک سورت ایک صحیفہ ہے۔ جس طرح توریت کے ابواب صحیفے ہیں۔

مُطَهَّرَةً: تَطْهِيْرٌ (تفعیل) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مؤنث ہے پاک کی ہوئی۔ پاک۔ یعنی قرآنی صحیفے جو ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں اور ان میں عمدہ اور

مستحکم مضامین مندرج ہیں۔

۹۸:۳ — فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ، ھا ضمیر واحد مؤنث غائب صُحُفًا کی طرف راجع ہے
كُتُبٌ قَيِّمَةٌ موصوف صفت۔ قَيِّمَةٌ صیغہ صفت۔ مرفوع۔ مؤنث۔ نکرہ ہے۔
بمعنی درست، سچی، یا معاش اور معاد کو ٹھیک کرنے والی۔

مطلب یہ کہ:۔
گذشتہ آسمانی صحیفے اور کتابیں درست تھیں مستقیم اور انسانی زندگی کی اصلاح کرنے والی تھیں۔ قرآن مجید ان کا نچوڑ ہے اور ان کے مضامین کو حاوی ہے۔
جملہ صُحُفًا کی صفت ہے یا ضمیر ھا سے حال ہے۔

۹۸:۴ — وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ
الْبَيِّنَةُ : جملہ مستانفہ ہے۔ واؤ عاطفہ، مَا نافیہ۔ تَفَرَّقَ مضارع صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَفَرُّقٌ (تفعّل) مصدر سے۔ وہ متفرق ہوگیا۔ وہ پھوٹا۔ وہ جُدا ہوا۔

الَّذِينَ اسم موصول۔ أُوتُوا الْكِتَابَ صلہ۔ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ فاعل تَفَرَّقَ کا۔

أُوتُوا ماضی مجہول جمع مذکر غائب اِیْتَاءٌ (افعال) مصدر بمعنی دیئے گئے۔ ان کو دی گئی۔ الْكِتَابَ مفعول ثانی أُوتُوا کا۔

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ۔ جن کو کتاب دی گئی۔ یعنی اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)
إِلَّا۔ استثناء مفرغ (جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو)
الْبَيِّنَةُ۔ مراد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ ملاحظہ ہو آیت نمبر ۱۔ ۲۔ مذکورہ بالا)

ترجمہ ہوگا:۔
اور نہیں بٹے فرقوں میں اہل کتاب مگر بعد اس کے کہ آگئی ان کے پاس روشن دلیل (یعنی رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)
یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کے بعد ہی رسول پر ایمان لانے کے متعلق اہل کتاب کے اندر اختلاف پیدا ہوا۔ ورنہ تو آپ کی بعثت سے پہلے تو یہ آنے والے رسول کی تصدیق پر سب کا اتفاق و اتحاد تھا۔ اور سب بعثتِ نبی کے

منتظر تھے۔ کافروں کے خلاف نبیِ منتظر کے وسیلے سے فتح کی دعا کیا کرتے تھے (وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ (۲: ۸۹) یعنی وہ پہلے (ہمیشہ) حضور کے وسیلہ سے کفار پر فتح طلب کیا کرتے تھے۔ لیکن جب حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے تو انہوں نے نہ پہچانا آپ کے ساتھ کفر کرنا شروع کر دیا۔ (ضیاء القرآن)

لیکن جب وہ جانا پہچانا نبی آگیا تو محض حسد وعناد کی وجہ سے اس کی تصدیق نہیں کی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اگرچہ بعض اہل کتاب کا عقیدہ صفاتِ الٰہیہ کے متعلق درست نہ تھا۔ اللہ کو مخلوق کا باپ قرار دیتے تھے (اور بعض اہل کتاب کا عقیدہ درست تھا) لیکن بعثتِ نبی پر سب کا اتفاق تھا کیونکہ آنے والے نبی کے اوصاف ان کی کتابوں میں بیان کر دیئے گئے تھے۔

چونکہ قبل البعثت تصدیق نبی پر صرف اہل کتاب کا اتفاق تھا اور مشرکین اس اتفاق میں شریک نہ تھے۔ اس لئے اس آیت میں صرف اہل کتاب کا ذکر کیا تاکہ جن اہل کتاب نے تصدیق رسول نہیں کی ان کی مزید شناخت ہو جائے۔ (تفسیر مظہری)

۹۸: ۵ ــــ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ: یہ سارا جملہ اَلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ سے حال ہے۔

ای والحال انہم ما امروا بشئ یخالف اصول دینہم بل بشئ یطابقہا۔ حال یہ ہے کہ ان کو کسی ایسی چیز کے متعلق حکم نہیں دیا گیا تھا جو ان کے دین کے اصول کے خلاف ہو بلکہ (جو حکم دیا گیا ان کے دین کے اصول کے) مطابق تھا۔

مَا نافیہ۔ اُمِرُوْا ماضی مجہول کا صیغہ جمع مذکر غائب۔ ان کو حکم دیا گیا۔

اِلَّا حرف استثناء۔ لِيَعْبُدُوْا میں لام زائدہ ہے اور اَنْ محذوف مقدر ہے ای اِلَّا اَنْ يَّعْبُدُوا اللّٰهَ۔ اور یہ مَآ اُمِرُوْا کا مفعول ہے۔ یعنی ان کو صرف اللہ کا حکم دیا گیا تھا۔

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ یہ يَعْبُدُوْا کی ضمیر فاعل سے حال ہے خالصۃً اس کی اطاعت کی نیت سے۔

مُخْلِصِيْنَ۔ اِخْلَاصٌ (افعال) سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔ کسی چیز کو آمیزش سے پاک رکھنے والے۔ الدین۔ اطاعت، شریعت۔

حُنَفَاءَ۔ مُخْلِصِیْنَ کی ضمیر سے حال ہے۔ یک رُخے ہوکر۔ یہ حَنِیْفٌ کی جمع ہے۔ حنیفی، اللہ کی طرف ہونے والے، یعنی دوسرے سب عقائد چھوڑ کر صرف اللہ کے راہِ مستقیم پر چلنے والے۔

مائلین من جمیع العقائد الزائغۃ الی الاسلام۔ (روح المعانی) ٹیڑھے عقائد سے ہٹ کر اسلام کی طرف مائل ہونے والے۔

وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ: دونوں کا عطف یَعْبُدُوْا پر ہے دونوں میں نون اَنْ مقدرہ کی وجہ سے ساقط ہوگیا ہے۔

آیت کا ترجمہ ہوگا:

اور ان کو کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ اللہ کی عبادت کیا کریں۔ خالص اسی کی اطاعت کی نیت سے یک رُخے ہوکر اور نماز پڑھا کریں اور زکوٰۃ دیا کریں۔

ذٰلِكَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ۔ ذٰلک: ای الذی امروا بہ (الخازن)

جس کا ان کو حکم دیا گیا۔ یعنی

۱۔ خالصۃ اللہ کی اطاعت کی نیت سے اسی کی عبادت کرو۔

۲۔ نماز قائم کیا کرو۔

۳۔ زکوٰۃ دیا کرو۔

یہی دینِ قیّم ہے ــــ قیم بمعنی سچا، صحیح، مستحکم، مضبوط۔

دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ: مضاف مضاف الیہ۔ اصل میں موصوف وصفت ہیں۔ القیمۃ میں تاء تانیث کی نہیں ہے بلکہ مبالغہ کی ہے جیسے عَلَّامَۃٌ میں۔ دین کو جو اصل میں موصوف ہے صفت کی طرف مضاف کیا گیا ہے۔

القیمۃ۔ التی لاعوج فیہا۔ جس میں کوئی کجی نہ ہو۔

۹۸: ۶ ــــ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ:

اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا۔ موصول وصلہ۔ مِنْ بیانیہ، اَهْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ بیان ہے کَفَرُوْا کا۔ الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین۔ اسم اِنَّ۔ فِیْ نَارِ جَهَنَّمَ۔ سارا جملہ خبر ہے اِنَّ کی۔

نَارِ جَهَنَّمَ مضاف مضاف الیہ۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا - یہ جہنم میں جانیوالے کافر اہل کتاب وکافر مشرکین، سے حال ہے۔ یعنی جن اہل کتاب اور مشرکوں نے کفر کیا۔ وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے (اور) اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

فِيْهَا میں ضمیر ھا واحد مؤنث غائب کا مرجع نار جہنم ہے۔

اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ۔ اُولٰٓئِكَ اسم اشارہ بعید ہے جمع مذکر، مبتدا۔ هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب تاکید کے لئے لائی گئی ہے۔

شَرُّ الْبَرِيَّةِ مضاف مضاف الیہ مل کر خبر ہے مبتدا کی۔

جس سے سب کو نفرت ہو وہ شرؒ ہے۔

الْبَرِيَّةِ۔ مخلوق، خلق۔ بَرْءٌ (باب نصر) مصدر سے فَعِيْلَةٌ کے وزن پر بمعنی مفعول واحد مؤنث ہے۔ بَرْءٌ کے معنی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں۔ اسی سے بَارِئٌ ہے جو خدا تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے۔ پیدا کرنے والا، نیست سے ہست میں لانے والا۔

۹۸ : ۷ — اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ - اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اسم اِنَّ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ اس کی خبر (نیز ملاحظہ ہو آیت (۶) مذکورہ بالا)

ترجمہ ہوگا:۔

اور وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہی سب خلق سے بہتر ہیں۔

۹۸ : ۸ — جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ: جَزَآؤُهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا۔

(هُمْ ضمیر جمع مذکر غائب اُولٰٓئِكَ (آیت سابقہ) کی طرف راجع ہے)

عِنْدَ ظرف مکان ہے بمعنی پاس، قریب۔ مضاف، رَبِّهِمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مضاف الیہ۔ عِنْدَ رَبِّهِمْ (اپنے رب کے ہاں) ظرف ہے جس کا تعلق جزاء سے ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ: مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا کی خبر۔

عَدْنٍ۔ رہنا، بسنا۔ کسی جگہ مقیم ہونا۔ یہ مصدر ہے اور اس کا فعل باب ضرب اور

نصر سے آتا ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ کا معنی ہے۔ رہنے بسنے کے باغات، یعنی وہ جنتیں جہاں ہمیشہ رہنا ہوگا۔

تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ یہ جملہ صفت ہے جَنّٰتٍ کی، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ هَا ضمیر واحد مؤنث غائب کا مرجع جَنّٰت ہے۔

خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔ یہ حال ہے جَزَآؤُهُمْ کی ضمیر هُمْ سے۔ اَبَدًا تاکید کے لئے ہے۔ یا یہ خٰلِدِیْنَ کا ظرف ہے یعنی ان باغات میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ۔ یہ جَزَآؤُهُمْ کی خبر ثانی ہے۔

رَضِیَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وہ راضی ہوا۔ وہ خوش ہوا۔ رِضًی (باب سمع) مصدر سے۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اللہ کا بندے سے راضی ہونا یہ کہ اس کو اپنے حکم کا فرماں بردار اور اپنی نہی سے پرہیزگار دیکھے۔ اور یہ کہ جو کچھ اس پر قضاء الٰہی سے جاری ہو وہ اُسے مکروہ نہ سمجھے۔

رَضُوْا ماضی جمع مذکر غائب رِضًی مصدر۔ وہ راضی ہوئے۔

ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ : ذٰلِكَ مبتدا۔ لِمَنْ خَشِیَ رَبَّهٗ اس کی خبر۔

ذٰلِكَ اسم اشارہ بعید واحد مذکر۔ اس میں ذا اسم اشارہ ہے اور كَ حرف خطاب ہے۔ خَشِیَ ماضی واحد مذکر غائب کا صیغہ خَشْیَةٌ (باب سمع) مصدر سے۔ وہ ڈرا۔ اس نے خوف کھایا۔ رَبَّهٗ مضاف، مضاف الیہ مل کر خَشِیَ کا مفعول۔

اپنے رب سے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۹۹) سورۃ الزلزال مدنیۃ (۸)

۹۹: ۱ ـــ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۔ اِذَا شرطیہ، زُلْزِلَتْ ماضی مجہول واحد مؤنث غائب، زِلْزَالٌ (فعلال) مصدر سے۔ اَلْاَرْضُ مفعول مالم یُسَمَّ فاعلہ۔ زِلْزَالَهَا میں زلزال مفعول مطلق مضاف ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب (جس کا مرجع الارض ہے) مضاف الیہ۔ (زلزال مصدر ہے اور اپنے فاعل کی طرف مضاف ہے) مطلب یہ کہ مصدر کو مفعول مطلق لانے کا مقصد فعل کی تاکید ہے۔ یعنی حرکت الارض حرکۃ شدیدۃ ۔ یعنی زمین شدت کے ساتھ بار بار ہلائی جائے گی۔ جیسے کہ دوسری جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا (۵۶:۴) جب زمین بھونچال سے لرزے گی!

اِذَا شرطیہ۔ ظرف زمان بمعنی جب۔ زلزالٌ ہلانا۔ جھڑجھڑ دینا۔ زلزلہ میں ڈالنا۔

۹۹: ۲ ـــ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

اَثْقَالَهَا: اثقال ۔ ثِقْلٌ کی جمع ہے بمعنی بوجھ۔ مضاف۔ ھَا ضمیر واحد مؤنث غائب جس کا مرجع الارض ہے۔ مضاف الیہ۔ اپنا بوجھ،

جب زمین اپنے بوجھ نکال پھینکے گی۔ بوجھ سے مراد دفینے اور خزانے ہیں۔

۹۹: ۳ ـــ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۔ اس کا عطف بھی اذا زلزلت پر ہے۔

اَلْاِنْسَانُ سے مراد یا تو جنس انسانی ہے یا کافر لوگ ہیں جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے لیکن راجح یہی ہے کہ یہاں مراد جنس انسان ہے۔

کافر لوگ تو متعجب اس لئے ہوں گے کہ ان کو قبروں سے دوبارہ اٹھنے کی امید ہی نہیں تھی اور مؤمن واقعہ کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہیں گے کہ بے شک یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔

مَالَهَا میں مَا مبتدا اور لَهَا اس کی خبر، اس کو کیا ہوگیا ہے۔ جملہ استفہامیہ قَالَ کا مفعول ہے۔

۹۹:۴ — يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا. یہ جملہ، مذکورہ بالا تینوں جملہ ہائے شرطیہ کا جواب ہے۔ يَوْمَئِذٍ بدل ہے اِذَا سے۔

اَخْبَارَهَا (مضاف مضاف الیہ) مفعول ثانی ہے تُحَدِّثُ کا۔ النَّاسَ مفعول اول محذوف ہے۔ يَوْمَئِذٍ تحدث الناس اخبارها (اس روز زمین لوگوں کو اپنی خبریں سنائے گی)

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب، مضاف، اِذٍ مضاف الیہ۔ اس روز۔ ان واقعات کے دن۔

تُحَدِّثُ مضارع معروف صیغہ واحد مؤنث غائب: تَحْدِيثٌ (تفعیل) مصدر سے بمعنی کہنا۔ باتیں کرنا۔ بیان کرنا۔ وہ بتائے گی۔ وہ بیان کرے گی۔

حَدِيثٌ بات، بیان۔

۹۹: ۵ — بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا: بِ سببیہ، لام بمعنی اِلٰى ہے۔ اَنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ رَبَّكَ مضاف مضاف الیہ۔ اسم اَنَّ۔ اَوْحٰى لَهَا اس کی خبر۔ یعنی زمین کی تحدیث (خبر دینا) اس سبب سے ہوگا۔ کہ اللہ کی طرف سے اس کو یہی وحی ہی ہوگی۔ (اس کو یہی اشارہ یا اذن ہوگا) یا یہ بھی ممکن ہے کہ یہ کلام قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا کے جواب میں ہو۔ یعنی انسان کے سوال کے جواب میں زمین یہ کہے گی کہ مجھے اللہ کا حکم ہی یوں ملا ہے۔

۹۹: ۶ — يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ۔

يَوْمَئِذٍ۔ پہلے يَوْمَئِذٍ سے بدل ہے بمعنی اس روز۔ ان واقعات کے وقوع کے دن۔

يَصْدُرُ مضارع واحد مذکر غائب صَدْرٌ (باب نصر، ضرب) سے مصدر بمعنی لوٹنا۔ مڑنا۔ سینہ پر مارنا۔ پانی پی کر گھاٹ سے واپس ہونا۔ صَادِرٌ چشمہ سے پانی پی کر واپس آنیوالا۔ اسم فاعل وَارِدٌ کی ضد ہے۔

مَصْدَرٌ وہ اسم جس سے تمام افعال اور صفت کے صیغے مشتق ہوتے ہیں۔ اَشْتَاتًا۔ جدا جدا۔ طرح طرح۔ شَتٌّ اور شَتَاتٌ کی جمع ہے۔

اَشْتَاتًا فاعل ہے یَصْدُرُ کے فاعل سے ،
لِیُرَوْا۔ لام تعلیل کا ہے یُرَوْا ماضی مجہول جمع مذکر غائب رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر کہ ان کو دکھائے جائیں۔
اَعْمَالَھُمْ ، مضاف الیہ۔ مل کر یُرَوْا کا مفعول مالم یسم فاعلہٗ۔
اس روز لوگ مختلف حالتوں میں پھر کر آئیں گے تاکہ ان کے اعمال ان کو دکھائے جائیں۔
مطلب یہ کہ حساب کی پیشی کے بعد مقامِ حساب سے لوگ متفرق طور پر لوٹیں گے کچھ دائیں جانب سے جنت کو جائیں گے اور کچھ بائیں سمت کو دوزخ کی طرف ۔ یہ اس لئے کہ ان کو ان کے اعمال کی جزاو سزا دکھا دی جائے ، یعنی جنت اور دوزخ کے اندر اپنے مقامات پر جاکر اتریں ۔ (تفسیر مظہری)
۹۹: ۷ — فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ (یہاں سے لے کر اخیر سورۃ تک لِیُرَوْا کی تفسیر ہے)
فَ تفسیریہ ہے مَنْ شرطیہ۔ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ جملہ شرطیہ یَّرَہٗ جواب شرط۔
مِثْقَالَ اسم مفرد۔ مَثَاقِیْل جمع ۔ ہموزن ، برابر۔ ثقل مادہ۔ ثقیل بھاری۔ وزنی، مضاف ۔
ذَرَّۃٍ ۔ ذرہ ۔جمع ذَرَّات ۔ چھوٹی چیونٹی۔ ذرہ کے ہم وزن نیکی، چھوٹی چیونٹی کے ہم وزن۔ مضاف الیہ۔ مضاف مضاف الیہ مل کر یَعْمَلْ کا مفعول ۔
خَیْرًا ۔ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ کا بدل ۔ ذرّہ کے ہموزن نیکی ۔
پھر جس نے بھی ذرّہ بھر نیکی کی ۔ (جملہ شرطیہ)
یَرَہٗ: میں ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب جس کا مرجع خَیْرًا ہے ۔ وہ اسے دیکھ لے گا۔ (جواب شرط)
۹۹: ۸ — وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ ۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے ۔ اور جس نے ذرّہ بھر برائی کی وہ اس کو دیکھ لے گا۔
ترکیب کے لئے آیت بالا ۹۹: ۷ ۔ ملاحظہ ہو ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۰۰) سُوۡرَةُ الۡعٰدِیٰتِ مَکِّیَّةٌ (۱۱)

۱:۱۰۰ — وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا ۔ جملہ قسمیہ ہے۔ واؤ قسم کے لئے ہے۔
العٰدِیٰتِ جمع ہے عَادِیَةٌ کی۔ اس کا مادہ عدو ہے جس سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث عادوۃ ہے واو ماقبل مکسور کو یاء سے بدل دیا عَادِیَةٌ ہوا۔ جس کی جمع عادیات ہوئی جیسے غَزۡوٌ کی جمع غَازِیَاتٌ (جمع مؤنث غائب کا صیغہ)

ضَبۡحًا ۔ کی درج ذیل دو صورتیں ہیں۔

۱۔ ضَبۡحًا مصدر ہے منصوب ہے جس کا فعل یَضۡبَحۡنَ (باب فتح) محذوف ہے ای یَضۡبَحۡنَ ضَبۡحًا اور جملہ موضع حال میں ہے۔

۲۔ ضَبۡحًا مفعول مطلق ہے اسم فاعل کی تاکید کے لئے ہے۔

اَلۡعٰدِیٰتِ : تیز دوڑنے والی گھوڑیاں یا گھوڑے ۔ عَدۡوٌ سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ہے۔

امام راغب فرماتے ہیں:۔
عَدۡوٌ کے معنی ہیں تجاوز کرنے اور پیوستگی ختم کرنے کے ۔ اگر یہ چیز چلنے میں ہو تو اس کو عَدۡوٌ (دوڑنا) کہتے ہیں۔

یہاں عٰدِیٰت سے کیا مراد ہے اس کے متعلق مفسرین کے دو قول ہیں۔

۱۔ حضرت ابن عباس رض، مجاہد، عکرمہ، حسن بصری، کلبی، قتادہ، مقاتل اور ابوالعالیہ کا قول ہے کہ یہ غازیوں کے گھوڑوں کی صفت ہے۔

۲۔ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مراد اونٹنیاں ہیں۔

ضَبۡحٌ مصدر۔ جس کے معنی ہیں (گھوڑے کا دوڑنے کے سبب پیٹ سے

آواز نکالنا۔ ہانپنا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ:۔

چو پاؤں میں سے سوائے کتے اور گھوڑے کے کوئی جانور نہیں ہانپتا۔

سو آیت کا ترجمہ ہوگا:۔

قسم ہے (غازیوں کے) ان گھوڑوں کی جو سرپٹ دوڑنے سے ہانپتے ہیں۔

۱۰۰:۲ — فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا۔ اس کا عطف آیت نمبر ا پر ہے۔

مُوْرِيٰتِ اسم فاعل جمع مؤنث۔ مُوْرِيَةٌ واحد۔ اِيْرَاءٌ (افعال) مصدر۔ آگ روشن کرنے والے (کرنے والیاں) مراد وہ گھوڑے جو پتھریلی زمین پر چلتے ہیں تو ان کے سموں کی آگ کی چنگاریاں نکلتی ہیں۔ دِيَةٌ وہ چیز جس سے آگ جلائی جاتی ہے۔

اِيْرَاءٌ ۔ لکڑی، پتھر وغیرہ کو رگڑ کر آگ نکالنا۔

قَدْحًا: مصدر ہے (باب نصر سے چقماق کو مار کر آگ نکالنا۔ پتھر پر پتھر مار کر یا لوہے کو مار کر آگ نکالنا۔ یہاں مراد ہے گھوڑے (یا گھوڑیوں) کا نعل وار ٹاپوں کو پتھریلی زمین پر مار کر آگ نکالنا۔

مطلب پھر قسم ہے ان گھوڑوں یا گھوڑیوں کی جن کے نعل جب رات کے وقت تیزی سے چلتے ہیں پتھروں پر کھٹا کھٹ پڑتے ہیں تو آگ چمک اٹھتی ہے۔

۱۰۰:۳ — فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا۔ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ پھر (قسم ہے) المغیرات کی۔

صُبْحًا ظرفیت کی وجہ سے منصوب ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

پھر قسم ہے (ان کی) جو صبح ہوتے ہی (دشمنوں پر) دھاوا کرتے ہیں۔ المغیرات جمع ہے المغیرة کی۔ اغارة (افعال) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مؤنث ٹوٹ پڑنے والے۔ چھاپہ مارنے والے۔

یعنی پھر قسم ہے (غازیوں کے) ان چھاپہ مار گھوڑوں کی جو صبح ہوتے ہی ٹوٹ پڑتے ہیں۔

۱۰۰:۴ — فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا۔ یہ جملہ بھی معطوف ہے ف کا عطف کلام محذوف

پر ہے۔ ای عَدَوْنَ فَاَثَرْنَ۔ وہ (حملہ کرتے وقت) سرپٹ دوڑتے یا دوڑتی ہیں پھر غبار اڑاتی یا اڑاتے ہیں (گھوڑے)

اَثَرْنَ ماضی کا صیغہ جمع مؤنث غائب اِثَارَۃٌ (باب نصر، ضرب) مصدر بمعنی اٹھانا۔ برانگیختہ کرنا۔ اڑانا۔

نَقْعًا: مفعول بہ۔ گرد وغبار، خاک، بِہٖ کی ضمیر دشمن پر چھاپہ مارنے کے وقت کی طرف راجع ہے۔ (بیضاوی) یعنی وہ گھوڑے جو چھاپہ مارنے کے وقت (جوش میں اپنے سموں سے) غبار اڑاتے ہیں۔

فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا۔ای ھَیَّجْنَ فِی الصُّبْحِ غُبَارًا۔ (کلمات القرآن) وہ صبح کے وقت (جب دشمن پر حملہ کرتے ہیں) غبار اٹھاتے ہیں۔

بعض کے نزدیک بِہٖ کی ضمیر دشمن کے مقام کی طرف راجع ہے بِہٖ ای بمکان عدوھا۔ یعنی اپنے دشمن کے مقام پر (غبار اٹھاتی ہیں) (السیر التفاسیر) پھر ان کی قسم جو صبح میں دھاوے کے وقت بڑے زور سے دوڑنے میں گرد وغبار اٹھاتے ہیں۔

۱۰۰: ۵ — فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا: اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے ف حرف عاطفہ وَسَطْنَ ماضی جمع مؤنث غائب وَسْطٌ (باب ضرب) مصدر سے درمیان میں ہونا، درمیان میں بیٹھنا۔ یہاں بمعنی درمیان میں جا گھسنا ہے۔

بِہٖ ای بذلک الوقت۔ او بالعدو او بالنقع۔ اس وقت دشمن کے درمیان گرد وغبار کے اندر (بیضاوی وغیرہ)

جمعًا: حال ہے۔ اکٹھے، جماعت کی جماعت۔ یا یہ وَسَطْنَ کا مفعول ہے اور جَمْعًا سے مراد جموع الاعداء۔ دشمنوں کا گروہ ہے۔

ترجمہ، پھر وہ اسی وقت (دشمن کے لشکر میں) گھس جاتے ہیں۔ (ضیاء القرآن) پھر ان کی قسم جو صبح کے وقت دھاوا کرنے اور غبار اٹھانے کے بعد مخالفوں کے انبوہ میں گھس جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ دھمکی دے کر رہ جاتے ہیں پھر وقت پر نامردی کرتے ہیں۔

دد یہ پانچ وصف جنگی گھوڑوں کے ہیں بالترتیب، لیکن بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ حج میں جانے والے اونٹوں کے اوصاف ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے

اس بارے میں ایک روایت بھی کرتے ہیں (تفسیر حقانی)
۱۰۰: ۶ ـــــ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ: یہ جملہ اور آئندہ آنے والے دو جملے متذکرہ بالا جملہ ہائے قسمیہ کے جواب القسم ہیں۔
اِنَّ حرف مشبہ بالفعل اَلْاِنْسَانَ اسم جنس۔ بنی نوع انسان۔ اسم اِنَّ۔
لَكَنُوْدٌ لام تاکید کا ہے۔ كَنُوْدٌ بمعنی ناشکرا۔ بخیل، نافرمان، اِنَّ کی خبر۔ لِرَبِّهٖ متعلق خبر۔ بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔
۱۰۰: ۷ ـــــ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ۔ جملہ ھذا کا عطف ما قبل پر ہے۔
واؤ عاطفہ۔ اِنَّ حرف مشبہ بالفعل۔ ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع الانسان ہے۔ اسم اِنَّ۔
لَشَهِيْدٌ۔ لام تاکید کے لئے ہے شَهِيْدٌ خبر اِنَّ: عَلٰى ذٰلِكَ متعلق خبر، ذٰلِكَ کا اشارہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں پر انسان کا بخل، جحود اور نافرمانی کی طرف ہے۔
اور وہ اپنے اس بخل کو دیکھ بھی رہا ہے۔ اس کے اپنے اعمال و اطوار اس کے بخل و ناشکری کے گواہ ہیں۔ یہ جملہ بھی جواب القسم میں ہے۔
۱۰۰: ۸ ـــــ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ: (ترکیب نحوی کے لئے ملاحظہ ہو آیت سابقہ۔
اَلْخَيْرِ سے یہاں مراد مال و دولت ہے اور مال و دولت سے انسان کی محبت اظہر من الشمس ہے۔ گناہوں کا یہ سیل بے پناہ، مظالم کی یہ آندھیاں، مزدور اور سرمایہ دار کے درمیان یہ خونریز تصادم، سب کے پس پردہ دولت کی یہی بے پناہ محبت اور للچ کارفرما ہے۔
ترجمہ:۔
اور بے شک وہ (یعنی انسان) مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔
۱۰۰: ۹ ـــــ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ۔ أ ہمزہ استفہامیہ ہے۔ ف کا عطف محذوف پر ہے۔ ای الا ینظر فلا یعلم۔ يَعْلَمُ کا مفعول محذوف ہے ای الوقت۔
تقدیر عبارت ہوگی: الا ینظر فلا یعلم الوقت۔ کیا وہ نہیں دیکھتا ہے پھر نہیں جانتا ہے اس وقت کو (کہ جب......)

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ۔ اِذَا ظرفیہ ہے بمعنی جب۔ بُعْثِرَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب بَعْثَرَۃٌ مصدر سے بمعنی کریدکر نکالا جانیوالا۔ الٹ پلٹ کرنا کے ہیں۔ مَا موصولہ فِی الْقُبُوْرِ اس کا صلہ۔ موصول صلہ مل کر بُعْثِرَ کا مفعول مالم یسم فاعلہ۔ یہاں مَا موصولہ بمعنی مَنْ ہے جس سے مراد مردہ انسان ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں۔

جب جو کچھ قبروں میں ہے کرید کر نکال لیا جائے گا۔ یعنی مردہ انسانوں کو قبروں سے نکال لیا جائے گا۔

بَعْثَرَۃٌ: بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ رباعی اور خماسی۔ دو ثلاثی سے مل کر بنتی ہے ان کے خیال میں بُعِثَ اور اُثِیْرَ سے مل کر بنا ہے اور یہ بات کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ بَعْثَرَۃٌ میں دونوں فعلوں کے معنی موجود ہیں۔

پس جس طرح بَسْمَلَ (اس نے بسم اللہ پڑھی) بِسْمِ اور اللہ کے لام سے مرکب ہے اسی طرح لفظ بَعْثَرَۃٌ لفظ بعث اور اثارۃ کی راء سے مرکب ہے۔

۱۰۰: ۱۰ ــــ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ۔ اس کا عطف بھی جملہ سابقہ پر ہے۔ حُصِّلَ ماضی مجہول کا صیغہ واحد مذکر غائب تَحْصِیْلٌ (تفعیل) مصدر سے۔ جس کے معنی چھلکے سے گودا نکالنے کے ہیں۔

مَا موصولہ فِی الصُّدُوْرِ اس کا صلہ، موصول وصلہ مل کر حُصِّلَ کا مفعول مالم یسم فاعلہ۔ وہ حاصل کیا گیا۔ وہ ظاہر کیا گیا۔

اور جو کچھ سینوں میں ہے اسے ظاہر کیا جائے گا۔ سینوں کے راز آشکارا کر دیئے جائیں گے ــ (لوگوں کے پوشیدہ افعال، خفیہ ارادے، مخفی نیتیں، سربستہ راز، قلبی جذبات، باطنی کیفیات سب ظاہر کر دیئے جائیں گے)

۱۰۰: ۱۱ ــــ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ۔ اِنَّ حرف تحقیق، حرف مشبہ بالفعل، رَبَّهُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر اسم اِنَّ: لَخَبِيْرٌ اس کی خبر باقی کلام متعلق خبر۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اِذَا بُعْثِرَ تا فِی الصُّدُوْرِ جملہ شرطیہ ہو اور اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ۔ جواب شرط۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ شرط اور جواب شرط فعل يَعْلَمُ کا مفعول ہو۔

ترجمہ ہوگا:۔ یقیناً ان کا رب ان سے اس دن خوب باخبر ہوگا۔ (اگرچہ

اللہ تعالیٰ آج بھی ان کے حالات سے اچھی طرح واقف ہے لیکن اس روز کی آگاہی اور باخبری کی کیفیت اس روز جداگانہ ہوگی (ضیاء القرآن)

زجاج کا بیان ہے کہ:۔

خَبِيْرٌ سے مراد ہے بدلہ دینے والا۔ سو مطلب یہ ہے کہ ان کا رب اس دن بدلہ دے گا۔ (تفسیر مظہری)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

١٠١ سورة القارعة مكيّة (١١)

١٠١: ١ — اَلْقَارِعَةُ۔ مبتدا (ا)

١٠١: ٢ — مَاالْقَارِعَةُ: مَا مبتدا۔ اَلْقَارِعَةُ خبر۔ مبتدا۔ اور خبر مل کر مبتدأ (ا) کی خبر۔

١٠١: ٣ — وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ مَا استفہامیہ مبتدا۔ اَدْرٰىكَ خبر۔ مَاالْقَارِعَةُ۔ مَا مبتدا۔ اَلْقَارِعَةُ خبر۔ مبتدا اور خبر مل کر اَدْرٰىكَ کا مفعول ثانی (مفعول اول كَ ضمیر واحد مذکر حاضر)

اَلْقَارِعَةُ اسم فاعل واحد مؤنث قَارِعَاتٌ و قَوَارِعُ جمع۔ مصیبت، بلا، حادثہ۔ یا۔ اچانک آجانے والی مصیبت۔ اصل مادہ قَرْعٌ ہے اس میں (باب فتح) کے معنی ہیں کھٹکھٹانا۔ مثلاً قَرَعَ الْبَابَ۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ یا قَرَعَ رَأْسَهٗ بِالْعَصَا۔ اس کے سر کو لاٹھی سے کھٹکھٹایا۔ یعنی لاٹھی سر پر ماری۔ قَرَعَ زَيْدٌ سِنَّهٗ۔ زید نے اپنے دانت پیسے یعنی پشیمان ہوا۔

قَرْعٌ سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث قَارِعَةٌ ہے۔

ساعت قیامت بھی ناگہاں آجانے والی مصیبت اور حادثہ عظیم ہے اس لئے قیامت کو اَلْقَارِعَةُ کہا گیا ہے۔ اصل میں یہ صیغہ صفت تھا۔ پھر قیامت کا وصفی نام بنا دیا گیا۔

مَا استفہامیہ ہے بمعنی کیا ہے۔ اَدْرٰىكَ اَدْرٰى ماضی واحد مذکر غائب اِدْرَاءٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی واقف کرنے اور بتانے کے ہیں۔ كَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر۔ مَآ اَدْرٰىكَ۔ تجھے کون بتائے۔ تجھے کون خبردار کرے۔ محاورۃً تجھے کیا معلوم تجھے کیا خبر، تو کیا جانے۔ (کہ کھٹکھٹا دینے والی چیز کیا ہے)

١٠١: ٤ — يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ يَوْمَ ظرف منصوب ہے اس کا فعل محذوف مضمر ہے جس پر اَلْقَارِعَةُ کا لفظ دلالت کر رہا ہے یعنی

وہ ساعت اس روز کھٹکھٹاتے گی جب لوگ اِس طرح ہوں گے (یعنی کالفراش المبثوث)

یا لفظ یَوْمَ کا نصب اس وجہ سے ہے کہ اس جگہ جملہ کی طرف مضاف ہے ورنہ اس کو مرفوع ہونا چاہیے۔ کیونکہ مبتدا محذوف کی خبر ہے یعنی وہ ساعت ایسا دن ہوگا جس میں لوگ کالفراش المبثوث ہوں گے۔ (تفسیر مظہری)

کَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ۔ ک حرف تشبیہ۔ الفراش جمع۔ الفراشۃ واحد پتنگے، پروانے، موصوف۔

الْمَبْثُوْثِ۔ بَثٌّ (باب ضرب، نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر۔ پراگندہ، بکھرے ہوتے۔ صفت۔ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح۔ (جس روز لوگ بکھرے ہوتے پتنگوں کی طرح ہوں گے)

۱۰۱: ۵ — وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔

الْعِهْن وہ رنگین اون جو مختلف رنگوں میں رنگی ہوئی ہو۔

مَنْفُوْش۔ نَفْشٌ (باب نصر) مصدر سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے دھنکی ہوئی۔

اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے۔

۱۰۱: ۶ — فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ (یوم یکون الناس میں انسانوں کی حالت مجمل بیان کی گئی تھی یہاں سے تفصیل شروع ہے)

یہ جملہ شرطیہ ہے۔ ف بمعنی پھر، اَمَّا حرف شرط ہے اکثر تفصیل کے لئے آتا ہے بمعنی سو ہے۔ مَنْ شرطیہ استعمال ہوا ہے۔ بمعنی جس کا۔

ثَقُلَتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب ثِقْلٌ (باب کرم) مصدر سے ہے جس کا معنی گراں بار ہونے کے ہیں۔

مَوَازِيْنُهٗ جمع ہے مَوْزُوْنٌ کی یا مِيْزَانٌ کی جو وزن سے اسم مفعول کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ وزن کیا ہوا۔

مَوَازِيْنُ وہ اعمال جو ترازو میں تولے گئے ہوں جو وزن کئے گئے ہوں۔ مضاف ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب جس کا مرجع مَنْ ہے۔

ترجمہ ہوگا۔

پھر تو جس کے اعمال تول میں بھاری ہوں گے:

۱۰۱:۷ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔ جواب شرط۔ ف جواب شرط کے لئے ہے۔

عِيْشَةٍ موصوف: زندگی۔ زندگانی، عَاشَ يَعِيْشُ (باب ضرب) کا مصدر ہے۔

رَاضِيَةٍ۔ رِضَیً (باب سمع) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث ہے: بمعنی پسند کرنے والی۔ پس وہ پسند کرنے والی زندگی میں ہوگا۔

عِيْشَةٍ کی طرف پسند کی نسبت مجازی ہے۔ اصل میں پسند کرنیوالا زندگی والا ہوتا ہے نہ کہ خود زندگی۔

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ۔ اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ جملہ شرطیہ ہے۔ خَفَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ خِفَّةٌ (باب ضرب) مصدر سے بمعنی ہلکا ہونا۔

اور جس کے اعمال کا تول ہلکا ہوگا:

۱۰۱:۹ — فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ جملہ جواب شرط ہے فَ جواب شرط میں ہے۔ اُمُّهٗ مضاف مضاف الیہ۔ اس کی ماں۔ اس کا ٹھکانا۔ مسکن، ماں کو مسکن اس لئے کہا جاتا ہے کہ اولاد کے سکون کا مقام ماں ہی ہوتی ہے۔

ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کا مرجع مَنْ ہے۔

هَاوِيَةٌ دوزخ میں ایک درجہ کا نام ہے یہ ایک نہایت ہی گہرا گڑھا ہے جس کی گہرائی خدا ہی کو معلوم ہے۔

پس اس کا ٹھکانا ھاویۃ ہوگا۔

۱۰۱:۱۰ — وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ، واؤ عاطفہ مَا استفہامیہ، ھاویۃ کی ہولناکی کو ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ هِيَ کی ضمیر ھاویۃ کی طرف راجع ہے۔

مَا هِيَهْ میں ہ سکتہ کے لئے ہے۔ حمزہ نے اس کو وصل کی حالت میں بغیرہ کے پڑھا ہے اور باقی قراء نے ہ کو ہر حالت میں سکتہ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی مَا هِيَهْ وہ کیا ہے۔

۱۰۱:۱۱ — نَارٌ حَامِيَةٌ۔ یہ هَاوِيَةٌ سے بدل ہے۔ یعنی وہ آگ ہے دہکتی ہوئی یا مبتدا محذوف ہے اور نَارٌ اس کی خبر ہے۔ (نَارٌ حَامِيَةٌ۔ موصوف وصفت)

ای ھی نَارٌ حَامِیَۃٌ۔ ھِیَ مبتدا محذوف، نَارٌ حَامِیَۃٌ موصوف صفت مل کر مبتدا کی خبر۔

حَامِیَۃٌ۔ دہکتی ہوئی، جلتی ہوئی۔ حَمْیٌ سے جس کے معنی دہکنے اور گرم ہونے کے ہیں۔ اسم فاعل کا صیغہ واحد مؤنث۔ اسی سے ہے حَامِیْ حمایت کرنے والا۔ مدافعت کرنے والا۔ دوست: کیونکہ دوست دوست کی مدافعت میں گرمی اور جوش میں آجاتا ہے:

: اللہ اکبر :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

(۱۰۲) سورۃ التکاثر مکیّۃ (۸)

۱۰۲: ۱ — اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ: اَلْھٰی ماضی واحد مذکر غائب اِلْھَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے بمعنی زیادہ ضروری چیز سے غافل رکھنا۔
کُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر حاضر۔ تم کو غفلت میں رکھا۔
التکاثر۔ بہتات۔ زیادہ طلبی، دولت وجاہ، عزت ومرتبہ، مال اور اولاد کی کثرت کے لئے باہم جھگڑنا۔
بروزن تفاعل مصدر ہے۔ مال ومتاع کی مزید چاہت وطلب (حرص) نے تم کو غافل کر رکھا۔ باب تفاعل کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت باہمی اشتراک بھی ہے یعنی ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے تم نے مال ومتاع کی مزید سے مزید طلب وسعی میں دیگر بہتر اور زیادہ ضروری امور سے غفلت برتی۔

۱۰۲: ۲ — حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ۔ حتّٰی انتہاء غایت کے لئے ہے۔ یہاں تک کہ۔
زُرْتُمْ۔ ماضی جمع مذکر حاضر زِیَارَۃٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تم نے جا دیکھا۔ تم نے جا زیارت کی۔
اَلْمَقَابِرَ۔ جمع مَقْبَرَۃٌ کی، قبریں۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

۱۰۲: ۳ — کَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ کَلَّا حرف ردع وزجر ہے۔ کسی امر سے بازداشت (روکنے) اور جھڑک دینے کے لئے ہے۔ یہاں تکاثر سے بازداشت کے لئے ہے مطلب یہ کہ تمہیں ایسا نہ کرنا چاہئے۔
سَوْفَ مضارع پر داخل ہو کر اسے مستقبل سے حال کی طرف زیادہ قریب کر دیتا ہے

سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ: تم عنقریب جان لوگے،
تَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی عذاب کے وقت تم جان لوگے کہ اس تکاثر کا انجام کیا ہے؟

۱۰۲: ۴ — ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔ ثُمَّ یہاں تراخی رتبہ کے لئے آیا ہے یعنی یہ دوبارہ وعید پہلی دھمکی سے زیادہ سخت ہے۔ اس کو وعید اول کی تاکید و تائید مزید کے لئے لایا گیا ہے۔ تمہیں پھر خبردار کیا جاتا ہے کہ تم قریب ہی اس تکاثر کے انجام کو جان لوگے۔

۱۰۲: ۵ — كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ: كَلَّا یہ ممانعت تکاثر کی تاکید در تاکید کے لئے آیا ہے (تم کو پھر خبردار کیا جاتا ہے)

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ جملہ شرطیہ ہے تَعْلَمُوْنَ کا مفعول محذوف ہے یعنی اس تکاثر و تفاخر کا انجام۔

عِلْمَ کا نصب بوجہ مصدر ہونے کے ہے۔ اور عِلْمَ الْيَقِيْنِ میں موصوف کی اضافت اس کی صفت کی طرف ہے۔ اگر تم کو (اس انجام کار کا) یقینی علم ہوتا اگر تم یقینی طور پر جان لیتے)

جواب شرط محذوف ہے یعنی: تو تم اس تکاثر و تفاخر میں وقت ضائع نہ کرتے اور ضروری امور سے غافل نہ رہتے۔

۱۰۲: ۶ — لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ۔ جملہ جواب قسم میں ہے جس کا جملہ قسمیہ محذوف ہے ای وَاللّٰهِ لترون الجحیم۔ خدا کی قسم تم دوزخ کو ضرور دیکھوگے۔ یعنی تم کو دوزخ ضرور دیکھنا ہوگا۔

(یہ سب کو خطاب ہے یعنی نیک و بد دونوں دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ نیک لوگوں کے لئے یہ محض ایک گذرگاہ ہوگا اور وہ سرعت کے ساتھ گذر جائیں گے اور بدوں کے لئے یہ گھر ہوگا کہ اس میں ہی رہیں گے۔

اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا (۱۹: ۷۱) اور تم میں سے کوئی شخص نہیں مگر اُسے اس پر گذرنا ہوگا۔

لام جواب قسم کا ہے تَرَوُنَّ رُؤْيَةٌ سے مضارع تاکید بانون ثقیلہ کا صیغہ

جمع مذکر حاضر،

۱۰۲: ۷ — ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ، ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے۔ بمعنی پھر

لَتَرَوُنَّهَا۔ لام تاکید کا۔ تَرَوُنَّ مضارع تاکید با نون ثقیلہ کا صیغہ جمع مذکر حاضر۔ ھَا ضمیر مفعول واحد مؤنث غائب کا مرجع جحیم ہے۔

پھر (یعنی قبروں سے اٹھنے کے بعد، قیامت کے روز) تم اس کو ضرور بالضرور دیکھ لوگے۔

عَيْنَ الْيَقِيْنِ مضاف مضاف الیہ۔ یقین کی آنکھ۔ یہ لَتَرَوُنَّ کا مفعول مطلق ہے

علامہ پانی پتی رح لکھتے ہیں:۔

رؤیت اور معائنہ ہم معنی ہیں۔(اس لئے یہاں علم سے مراد ہے مشاہدہ) عین الیقین لَتَرَوُنَّ کا مفعول مطلق ہے اگرچہ دونوں کا مادہ جداجدا ہے مگر معنی ایک ہی ہے۔ اس تقریر سے رؤیت کو اس جگہ بمعنی علم قرار دینے کا قول دفع ہوگیا۔

مطلب یہ ہے کہ تم اپنی آنکھوں سے ایسا معائنہ کرلوگے جو یقین کا موجب ہوگا۔ یہی سبب ہے کہ رویت اور مشاہدہ سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس کو عین الیقین کہا جاتا ہے رؤیت چشم حصول علم کا سب سے قوی ذریعہ ہے (تفسیر مظہری)

۱۰۲: ۸ — ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ: ثُمَّ تراخی وقت کے لئے ہے بمعنی پھر۔

لَتُسْئَلُنَّ مضارع مجہول لام تاکید با نون ثقیلہ صیغہ جمع مذکر حاضر۔ تم ضرور پوچھے جاؤ گے۔ تم سے ضرور سوال کیا جائے گا۔

يَوْمَئِذٍ۔ يَوْمَ اسم ظرف منصوب۔ مضاف اِذٍ مضاف الیہ۔ اس دن، ایسے واقعات کے دن۔

اَلنَّعِيْمِ: اسم معرفہ مجرور، نعمت، راحت، عیش۔ مراد اللہ تعالیٰ کی جملہ نعمتیں۔

ترجمہ:۔ پھر اس روز تم سے نعمتوں کے متعلق پوچھا جائے گا:

اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بے حد وحساب ہیں جیسا کہ فرمایا وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ (۱۴: ۳۴) اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو تم ان کو گن نہ سکو گے نعماء ظاہریہ، باطنیہ۔ تندرستی، جسم کے اعضاء کی خوبی۔ رزق، روزی۔ گرمیوں میں ٹھنڈا پانی، سایہ وغیرہ۔ جس سے کوئی فرد بشر خالی نہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار نعمتیں ہیں جن کا بندہ

شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ اکبر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۰۳) سورۃ العَصْرِ مَکِّیَّۃٌ (۳)

۱:۱۰۳ — وَالْعَصْرِ: واؤ قسمیہ ہے اَلْعَصْرِ مقسم بہٖ۔ قسم ہے عصر کی۔
اَلْعَصْرِ سے کیا مراد ہے اس میں علماء کے متعدد اقوال ہیں: مثلاً

(۱) اس سے مراد زمانہ ہے۔ (حضرت ابن عباس رض)
(۲) اس سے مراد رات و دن ہے۔ (ابن کیسان رح)
(۳) اس سے مراد زوال سے غروب آفتاب تک العصر ہے۔ (حسن بصری رح)
(۴) دن کی آخری گھڑی العصر ہے (قتادہ)
(۵) اس سے مراد عصر کی نماز ہے (مقاتل)
(۶) الدھر کلہ (زمانہ مطلقاً) (ایسر التفاسیر)
(۷) الزمن کلہ او جزء منہ (زمانہ مطلقاً یا اس کا کوئی حصہ) (اضواء البیان)
وغیرہ۔

قسم اس شے کی کھائی جاتی ہے جو قسم کھانے والے کے نزدیک اہم اور عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں بھی قسم کھائی ہے اپنی مخلوق کی یا اپنی صفات کی، وہاں مقصد عظمت و حکمت کے اظہار کو مد نظر رکھتے ہوئے کھائی ہے لہٰذا متذکرہ بالا مختلف معانی جو علماء نے العصر کے لئے ہیں وہ سب اس تعریف میں صادق آتے ہیں

۲:۱۰۳ — اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ: یہ جملہ جواب قسم ہے۔ اِنَّ حرف مشبہ

بالفعل اَلْاِنْسَانَ اس کا اسم اور لَفِیْ خُسْرٍ اس کی خبر۔

خُسْرٍ۔ گھاٹا۔ ٹوٹا۔ نقصان، خسران۔ اس میں تنوین مفید عظمت ہے۔ کیونکہ خُسْرٌ کا معنی ہے اصل پونجی کا ضائع ہوجانا۔ اور انسان۔ اپنی جان، اپنی عمر، اپنا مال ایسے کاموں میں برباد کرتا ہے جو آخرت میں اس کے لئے ہرگز سود مند نہ ہوں گے۔

خُسْرٌ۔ خَسِرَ یَخْسَرُ (باب سمع) کا مصدر ہے۔

۱۰۳: ۳ — اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ اِلَّا حرف استثناء یہ اَلْاِنْسَانَ سے استثناء متصل ہے۔ اور اگر الانسان سے یہاں مراد کافر لئے جاویں تو استثناء منقطع ہے۔

اَلَّذِیْنَ اسم موصول اٰمَنُوْا اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر مستثنیٰ۔ اور اَلْاِنْسَانَ مستثنیٰ منہ۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ تینوں جملوں کا عطف اٰمَنُوْا پر ہے اور تینوں اِلَّا کے تحت مستثنیٰ ہیں

تَوَاصَوْا۔ تَوَاصِیٌ (تفاعل) مصدر سے ماضی کا صیغہ جمع مذکر غائب ہے۔ انہوں نے وصیت کی۔ وہ کہہ مرے۔ انہوں نے تاکید کی۔

چونکہ باب تفاعل کی خاصیت میں سے ایک خاصیت اشتراک بھی اہم خاصیت ہے۔ لہٰذا معنی ہوں گے:

اور باہم حق بات کی تلقین کرتے رہے اور صبر کی تاکید باہم کرتے رہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

(۱۰۴) سُوۡرَۃُ الۡهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۹)

۱:۱۰۴ — وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۔ وَيۡلٌ مبتدا ۔ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ اس کی خبر۔

وَيۡلٌ دوزخ کی ایک وادی کا نام ۔ عذاب، ہلاکت، عذاب کی شدت۔

لِكُلِّ هُمَزَةٍ ۔ لام حرف جار۔ كُلِّ هُمَزَةٍ مضاف مضاف الیہ مجرور لُمَزَةٍ معطوف: اس کا عطف هُمَزَةٍ پر ہے۔ واؤ عاطفہ محذوف ہے

هُمَزَةٍ صیغہ صفت برائے مبالغہ۔ بڑا عیب گو۔ بہت غیبت کرنیوالا۔ طعن کرنے والا۔

هَمۡزٌ (باب ضرب و نصر) مصدر۔ بطور طعن آنکھ سے اشارہ کرنا۔ چبھونا۔ عیب گوئی کرنا۔ دور کرنا۔ مارنا۔ کاٹنا۔ توڑنا۔

اور صرف باب نصر سے، زمین پر ٹپکنا۔ هَمۡزُ الشيطٰن شیطانی وسوسہ هَمۡزٌ کی جمع هَمَزَاتٌ ہے۔

مِهۡمَزٌ ۔ مِهۡمَازٌ ۔ سوار کے جوتے کی ایڑی پر جو لوہا نکلا ہوتا ہے اور اس سے گھوڑے کے پہلو پر (تیز چلانے کے لئے) مارتا ہے۔

مِهۡمَزَةٌ (اردو میں مہمیز) کوڑا۔ کوبہ۔ لاٹھی۔ وہ لکڑی جس کے سرے پر کیل لگی ہوتی ہے اور اس سے جانور کے آر چبھوئی جاتی ہے۔

هَمَّازٍ ۔ بڑا عیب گو، (مبالغہ کا صیغہ) هُمَزَةٍ کا ہم معنیٰ ہے؛

لُمَزَةٍ ۔ یہ لَمۡزٌ (باب ضرب) مصدر سے صیغہ صفت برائے مبالغہ ہے لَمَّازٌ بھی بمعنی لُمَزَةٍ ہے۔ یعنی عیب چین، غیبت کرنے والا۔ پس پشت برائی

کرنے والا۔
لَمْزٌ کا معنی ہے طعن کرنا۔ چبھونا۔ ابرو اور آنکھ سے بطور طنز اشارہ کرنا۔
اور جگہ قرآن مجید میں ہے۔
وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ۔ (۹ : ۵۸) اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ تقسیم صدقات میں تم پر طعن زنی کرتے ہیں۔
ترجمہ ہوگا۔
ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لئے جو روبرو طعنے دیتا ہے اور پس پشت عیب جوئی کرتا ہے۔
هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کی تشریح کرتے ہوئے صاحب تفہیم القرآن رقمطراز ہیں:۔
اصل الفاظ ہیں هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ۔ عربی زبان میں هَمْزٌ و لَمْزٌ معنی کے اعتبار سے باہم اتنے قریب ہیں کہ کبھی دونوں ہم معنی استعمال ہوتے ہیں اور کبھی دونوں میں فرق ہوتا ہے مگر ایسا فرق کہ خود اہل زبان میں سے کچھ لوگ هَمْزٌ کا جو مفہوم بیان کرتے ہیں کچھ دوسرے لوگ وہی مفہوم لَمْزٌ کا بیان کرتے ہیں اور اس کے برعکس کچھ لوگ لَمْزٌ کے جو معنی بیان کرتے ہیں وہ دوسرے لوگوں کے قریب هَمْزٌ کے معنی ہیں۔ یہاں چونکہ دونوں لفظ ایک ساتھ آئے ہیں اور هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں اس لئے دونوں مل کر یہ معنی دیتے ہیں کہ اس شخص کی عادت ہی یہ بن گئی ہے کہ وہ دوسروں کی تحقیر و تذلیل کرتا ہے کسی کو دیکھ کر انگلیاں اٹھاتا اور آنکھوں سے اشارے کرتا ہے کسی کے نسب پر طعن کرتا ہے کسی کی ذات میں کیڑے نکالتا ہے کبھی منہ در منہ چوٹیں کرتا ہے کبھی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائیاں کرتا ہے کہیں چغلیاں کھا کر اور لگائی بجھائی کر کے دوستوں کو لڑواتا ہے اور کہیں بھائیوں میں پھوٹ ڈلواتا ہے لوگوں کے برے نام رکھتا ہے ان پر چوٹیں کرتا ہے اور ان کو عیب لگاتا ہے۔"

= قرآن مجید کی عبارت میں لُّمَزَةِ نِ الَّذِیْ آیا ہے۔ یہ چھوٹا سا نون۔ نون قطنی کہلاتا ہے۔ جس حرف پر تنوین ہو اور اس کے بعد والے حرف پر جزم ہو تو اس تنوین کو نونِ مکسور سے بدل کر پڑھیں گے ایسے مقامات پر چھوٹا سا نون لکھدیا جاتا ہے اس نون کو نونِ قطنی کہتے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے:۔
مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ

الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ (۱۴: ۱۸) جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ آندھی کے دن اس پر زور کی ہوا چلے (اور) اسے اڑا کر لے جائے۔

۱۰۴: ۲ ـــــ نِ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ یہ جملہ كُلِّ سے بدل ہے۔
یعنی ہر وہ شخص جس نے مال جمع کیا اور اس کو (بار بار) گنا۔
ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب مال کی طرف راجع ہے۔
عَدَّدَ ماضی واحد مذکر غائب تَعْدِيْدٌ (تَفْعِيْلٌ) مصدر۔ بمعنی بار بار گننا۔ گن گن کر رکھنا۔

امام ابو جعفر بیہقی نے تاج المصادر میں تعدید کے معنی لکھے ہیں:۔
بڑی تعداد میں مال جمع کرنا۔ نہایت اہتمام سے کسی چیز کا گننا۔
علامہ فیومی نے مصباح میں تصریح کی ہے کہ:۔
عَدَّدَ بالتشدید کا استعمال مبالغہ کے لئے ہوتا ہے۔
امام رازی رح تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں:۔
ارشادِ الٰہی وَعَدَّدَهٗ کے معنی کئی طرح ہو سکتے ہیں۔

۱:۔ یہ کہ عُدَّةٌ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ذخیرہ کے ہیں چنانچہ اَعْدَدْتُ الشَّيْءَ لِكَذَا۔ اور عَدَّدْتُهٗ کا استعمال ایسے موقع پر ہوتا ہے جب کہ اس غرض کے لئے مال کو روک رکھا ہو اور حوادثِ زمانہ کے خیال سے اس کا ذخیرہ اور اندوختہ کیا جائے۔

۲:۔ یہ کہ عَدَّدَ کے معنی ہیں اس کو خوب گننا اور تشدید کثرت معدود کے لئے آتی ہے جس طرح کہ کہا جاتا ہے فُلَانٌ يُعَدِّدُ فَضَائِلَ فُلَانٍ (فلاں شخص فلاں کی فضیلتوں کو بہت گنتا ہے)

اسی لئے سدّی نے عَدَّدَهٗ کے معنی بیان کئے ہیں کہ:۔
اَحْصَاهُ یعنی اس نے خوب شمار کر رکھا ہے اور کہتا ہے یہ بھی میرا ہے یہ بھی میرا ہے غرضیکہ دن بھر اسی مالی مصروفیت میں ختم ہو جاتا ہے۔ اور رات آتی ہے تو چھپا کر رکھ دیتا ہے۔

۳:۔ یہ کہ عَدَّدَهٗ بمعنی كَثَّرَهٗ ہے یعنی اس کو خوب زیادہ کر لیا۔ محاورہ ہے

فِیْ بَنِیْ فُلَانٍ عَدَدٌ۔ یعنی بنو فلاں میں بڑی کثرت ہے۔
اخیر کی دونوں توجیہوں کا تعلق عدد کے معنی سے ہے اور پہلی کا عُدَّۃٌ کے معنی سے ہے۔
زجاج نے پہلے معنی ہی کو اختیار کیا ہے۔
اور ضحاک نے اس کی تفسیر ان لفظوں میں کی ہے۔ اَعَدَّ مَالَہٗ لِوَرَثَتِہٖ۔
یعنی اپنے وارثوں کے لئے مال کا اندوختہ کیا۔ اس تفسیر پر بھی یہ عُدَّۃٌ سے ماخوذ ہے
۱۰۴ : ۳ — یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗ اَخْلَدَہٗ۔ یہ جملہ محل نصب میں ہے اور جَمَعَ کے فاعل سے حال ہے۔
اَنَّ حرف تحقیق اور حروف مشبہ بالفعل میں سے ہے مَالَہٗ اسم اَنَّ اَخْلَدَہٗ اس کی خبر۔
(اَخْلَدَ ماضی کا صیغہ بمعنی مضارع ہے) اَخْلَدَ وہ سدا رہا۔ اِخْلَادٌ (افعال) مصدر ہے جس کا معنی ہمیشہ رہنے کا ہے۔
ترجمہ ہوگا۔
وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہیگا۔ (تفسیر ماجدی)
وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس ہمیشہ رہیگا۔ کبھی فنا نہ ہوگا کبھی ختم نہ ہوگا۔ (تفسیر ضیاء القرآن)
سورۃ الکہف میں صاحب الجنۃ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے۔
قَالَ مَا اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا (۱۸ : ۳۵) کہنے لگا میں خیال نہیں کرتا کہ یہ باغ تباہ ہو۔
۱۰۴ : ۴ — کَلَّا۔ حرف ردع و زجر ہے شخص مذکور کے حسبان باطل سے باز داشت کے لئے۔
علامہ آلوسی رقمطراز ہیں :۔
انا لا اریٰ باسًا فی کون ذلک ردعًا لہ عن کل ما تضمنتہ الجمل السابقۃ من الصفات القبیحۃ۔
میرے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ گذشتہ جملوں میں اس شخص کی جو صفات قبیحہ بیان ہوئی ہیں (مثلاً اس کے ہمزہ، لمزہ ہونے کی حیثیت سے کرتوتیں۔

اس کی ذخیرہ اندوزی، اس کی مال کی محبت اور طولِ آرزو وغیرہ ان سب سے بازداشت کے لئے کَلَّا آیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں جیساکہ وہ سوچ رہا ہے یا خیال کر رہا ہے اس کے اعمال کی حشر کے دن بازپرس ہوگی اور اپنے افعال شنیعہ کی سزا اس کو ضرور ملیگی یہ عذاب کس صورت میں ہوگا اس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

لَيُنْبَذَنَّ ۔ قسم مقدر کا جواب ہے۔ اور لام قسم مقدر کے جواب کے لئے۔

ينبذن ۔ مضارع مجہول واحد مذکر غائب تاکید با نون ثقیلہ۔ نَبْذٌ (باب نصر) مصدر۔ وہ ضرور ہی پھینکا جاوے گا۔

اَلْحُطَمَۃِ ۔ اس کے اصل معنی ہیں کسی چیز کو توڑنا۔ ریزہ ریزہ کرنا اور روندنے پر حَطْمٌ کا لفظ بولا جاتا ہے۔ جیسے کہ قرآن مجید میں اور جگہ آیا ہے۔

لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ (۲۷: ۱۸) ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کا لشکر تم کو روند ڈالیں۔

کہا جاتا ہے کہ حَطَمْتُہٗ فَانْحَطَمَ میں نے اسے توڑا چنانچہ وہ چیز ٹوٹ گئی تشبیہ کے طور پر بہت زیادہ کھانے والے کو حُطَمَۃ کہا جاتا ہے۔ دوزخ کو بھی حُطَمَۃ کہتے ہیں کیونکہ دوزخ میں جو چیز بھی ڈالی جائے گی تو اس کی آگ اُسے توڑ موڑ دے گی اسی وجہ سے اس کا نام حطمۃ ہوا۔

بہت زیادہ کھانے کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (۵۰: ۳۰)

اس روز ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟

۱۰۴: ۵ —— وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَۃُ ۔ اور تمہیں کیا چیز بتائے کہ حطمہ کیا ہے، تمہیں کیا معلوم کہ حطمہ کیا ہے یہ استفہام سوالیہ نہیں بلکہ جملہ معترضہ ہے اور جہنم کی عظمتِ شان کو بتانے کے لئے ذکر کیا گیا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ تم جہنم کی شدت کو نہیں جانتے۔ اس کی شدت ناقابل تصور ہے

۱۰۴: ۶ —— نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَۃُ ؛ نَارُ اللّٰهِ مبتدا محذوف کی خبر ہے۔ ای ھی نار اللّٰه وہ اللہ کی آگ ہے۔ آگ کی نسبت اللہ کی طرف، نار کی عظمت کو ظاہر کر رہی ہے

اَلْمُوْقَدَۃُ : اسم مفعول واحد مؤنث اِیْقَادٌ (افعالٌ) مصدر سے۔ بھڑکائی ہوئی۔ یہ آگ کی صفت ہے یعنی وہ آگ بھڑکائی گئی ہے۔
(فاعل مذکور نہیں ہے کیونکہ اگر فاعل متعین ہو اور فعل ایک ہی فاعل سے مخصوص ہو تو فاعل کو مبہم رکھنا اور ذکر نہ کرنا فعل کی عظمت پر دلالت کرتا ہے)
مطلب یہ ہے کہ سوائے خدا کے اس کو بھڑکانے والا کوئی دوسرا نہیں اور خدا کی لگائی ہوئی آگ کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔ (تفسیر مظہری)
وَقْدٌ وُقُوْدٌ (باب ضرب) آگ بھڑکانا۔ وَقُوْدٌ ایندھن، شعلہ، اِیْقَادٌ (اِفْعَالٌ) بھڑکانا۔

۱۰۴: ۷ —— اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ۔ یہ آگ کی صفت ہے۔ یعنی وہ آگ جو دلوں تک پہنچے گی۔
اطلاع اور بلوغ (پہنچنا) دونوں ہم معنی ہیں۔ عرب کا محاورہ ہے اِطَّلَعْتَ اَرْضَنَا۔ تو ہماری زمین تک پہنچ گیا۔

۱۰۴: ۸ —— اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ۔ جملہ مستانفہ ہے۔ سوال تھا کہ دوزخی دوزخ سے کیوں نہیں نکلیں گے اور کیوں نہ بھاگ سکیں گے۔ اس سوال کے جواب میں فرمایا دوزخ (اوپر سے) بند ہوگی۔
اِنَّھَا میں ھا ضمیر واحد مؤنث غائب نار اللہ کی طرف راجع ہے۔
عَلَیْھِمْ کا تعلق مُؤْصَدَۃٌ سے ہے اور جمع غائب کی ضمیر اس لئے ذکر کی کہ لفظ کُلِّ (آیت نمبر ۱) معنوی حیثیت سے جمع ہے۔
مُؤْصَدَۃٌ اسم مفعول واحد مؤنث اِیْصَادٌ (افعال) مصدر۔ بمعنی بند کی ہوئی۔ وَصْدٌ بننا۔ وَصِیْدٌ اور وَصِیْدَۃٌ جانوروں کے لئے پتھروں کا بنایا ہوا حظیرہ (باڑہ) لکڑیوں سے بنایا ہوا باڑہ۔
اِیْصَادٌ (افعال) باڑہ بنانا۔ دروازہ بند کرنا۔ قفل لگانا۔ جب کسی دروازے کے کواڑوں کو کھینچ کر بند کر دیا جائے اور کنڈی لگا دی جائے اور ان کے دوبارہ ان کے کھلنے کی کوئی صورت نہ رہے تو عرب کہتے ہیں اَوْصَدْتُ الْبَابَ۔ میں نے دروازہ بند کر دیا۔
ترجمہ ہوگا:۔ بے شک وہ آگ ان پر بند کر دی جائے گی۔

۱۰۴:۹ — فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ : لمبے ستونوں کے اندر۔ اس کا تعلق مُؤْصَدَۃٌ سے ہے۔
عَمَدٍ۔ عُمُوْدٌ کی جمع ہے بمعنی ستون۔ یعنی اس آگ کے شعلے لمبے لمبے ستونوں کی صورت میں بلند ہوں گے نہ وہ بجھیں گے اور نہ ان دوزخیوں کے درد و الم میں تخفیف ہو گی۔
مُمَدَّدَۃٍ اسم مفعول واحد مؤنث تَمْدِیْدٌ (تفعیل) مصدر لانبے کئے گئے۔ لمبے لانبے۔

الله اکبر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۰۵) سُوْرَۃُ الْفِیْلِ مَکِّیَّۃٌ (۷)

۱۰۵:۱ — اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ہ جملہ استفہام انکاری ہے جو کہ مفید تقریر ہے۔ کیونکہ نفی کی نفی اثبات ہوتی ہے۔ یا یہ استفہام تقریری ہے بمعنی تریٰ ہے۔ ترایٰ میں الف بوجہ جازم (لَمْ) حذف کردیا گیا ہے
آ: ہمزہ استفہامیہ ہے لَمْ تَرَ نفی حجد بلم رُؤْیَۃٌ (رَأٰی یریٰ باب فتح رائی مادہ) مصدر۔ بمعنی دیکھنا۔ رائے رکھنا۔ خیال رکھنا۔ خیال کرنا۔
محاورۃً بولتے ہیں اَلَمْ تَرَ۔ کیا تمہیں نہیں معلوم؟ (یہاں علم کو بمعنی رُؤیۃ سے تعبیر کیا گیا ہے)
کَیْفَ یہ تعجب آگین استفہام ہے اسی لئے مَا فَعَلَ کی جگہ کَیْفَ فَعَلَ فرمایا۔
اَصْحٰبِ الْفِیْلِ مضاف مضاف الیہ۔ ہاتھی والے۔

فائدہ:۔ باوجودیکہ اَصْحٰب جمع کا صیغہ ہے الفیل کو مفرد ذکر کیا گیا ہے۔ اسکی وجہ؟
۱:۔ ضحاک نے کہا کہ ہاتھی آٹھ تھے اور سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا۔
بعض نے کہا کہ محمود کے علاوہ بارہ ہاتھی تھے۔ الفیل کہہ کر اس سب سے بڑے ہاتھی کی طرف سب کی نسبت کرنا مقصود ہے۔
۲:۔ بعض نے کہا کہ مقطع آیات کے توافق کے لئے ایسا کیا گیا ہے۔
۳:۔ الفیل۔ اسم جنس ہے اور جمع کے معنی میں آیا ہے۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔

۱۰۵:۲ ـــ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَھُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ: ترکیب مطابق آیت نمبرا (استفہام تقریری)

کَیْدَ ھُمْ مضاف مضاف الیہ ۔ کَیْدَ مصدر و اسم مصدر ۔ بُری تدبیر، مکر چال، فریب، داؤں، چالاکی ۔ اور یہ لفظ حسن تدبیر کے معنوں میں بھی آیا ہے ۔ مثلاً ۔ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ ۔(۷ : ۱۸۳) اور میں انہیں مہلت دیئے جاتا ہوں میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ۔

تَضْلِیْلٍ: بروزن (تفعیل) مصدر ہے ۔ بے راہ کرنا ۔ غلط کرنا ۔ کسی تدبیر کا ناکام ہوجانا ۔ کسی کوشش کا بارآور نہ ہونا ۔ کسی جدوجہد کا اکارت جانا ۔

ترجمہ ہوگا:۔

کیا اس نے ان کے مکروفریب کو (یا بری تدبیروں کو) ناکام نہیں بنادیا ۔

۱۰۵:۳ ـــ وَاَرْسَلَ عَلَیْھِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ: وَاَرْسَلَ کا عطف اَلَمْ یَجْعَلْ پر ہے کیونکہ اَلَمْ یَجْعَلْ کا معنی جَعَلَ ہے (اس لئے خبر کا عطف خبر پر ہوگیا ۔ (تفسیر مظہری)

اَرْسَلَ فُلَانًا عَلَیْہِ ۔ کسی کو کسی پر مسلط کرنا ۔ کسی کو کسی کے خلاف مقابلہ کے لئے بھیجنا ۔ تسلط جمانے کے لئے ان پر بھیجا ۔

طَیْرًا ۔ اَرْسَلَ کا مفعول ہے (واحد وجمع) پرندہ ۔ (طَیْرٌ جمع اور واحد، مذکر، مؤنث سب کے لئے آتا ہے ۔)

اَبَابِیْلَ یہ طَیْرًا کی صفت ہے، بمعنی جھنڈکے جھنڈ، پرے کے پرے، چنانچہ اہل عرب بولتے ہیں جاءت الخیل ابابیل من ھٰھنا وھٰھنا (ادھر اور ادھر سے سواروں کے پرے کے پرے آئے)

اخفش اور فرار کے نزدیک اس کی واحد نہیں ہے ۔ جیسے شماطیط (ٹولی ۔ جاءت الخیل شماطیط ۔ گھوڑے مختلف ٹولیوں میں بٹے ہوتے آئے) اور عَبَادِیْدُ (لوگوں کے فرقے، گھوڑوں کے گلے) کی واحد نہیں آتی ۔ اور کسائی کے قول کے مطابق عِجُّوْلٌ (واحد) عَجَاجِیْل (جمع) کے وزن پر ابابیل کی واحد

اِبَّوْلٌ ہے۔
ترجمہ ہوگا:۔
اور ان پر پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے۔

۱۰۵: ۴ــــ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ۔ یہ جملہ طَیْرًا کی صفت ثانی ہے (اول صفت حسب متذکرہ بالا ابابیل ہے) یعنی وہ پرندے اصحاب فیل پر کنکر والے پتھر مار رہے تھے۔

تَرْمِیْ، مضارع کا صیغہ واحد مؤنث غائب۔ رَمْیٌ باب ضرب مصدر سے۔ جس کے معنی پھینکنے کے ہیں۔ لیکن اس کا استعمال اجسام کے متعلق بھی ہوتا ہے مثلاً پتھر پھینکنا، تیر پھینکنا۔ جیسے کہ اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی ۔(۸: ۱۷) اور (اے محمد) جس وقت تم نے کنکریاں پھینکی تھیں وہ تم نے نہیں پھینکی تھیں بلکہ اللہ نے پھینکی تھیں۔

اور تہمت لگانے کے معنوں میں بھی اس کا استعمال ہوتا ہے مثلاً:۔

وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ (۲۴: ۴) اور جو لوگ پاکدامن عورتوں کو بدکاری کا عیب لگائیں۔

حِجَارَةٌ پتھر۔ حِجْرٌ کی جمع۔

سِجِّیْلٍ ۔ اس میں مفسرین کے مختلف، متعدد اقوال ہیں:۔

۱۔ بعض کہتے ہیں یہ سنگِ گِل کا معرب ہے اور سنگِ گِل (مٹی کا پتھر) وہ ہے جو بھٹی میں پک کر مٹی پتھر بن جاوے۔ جس کو کھنگر کہتے ہیں۔

۲۔ بعض کہتے ہیں کہ اصل میں سجّین تھا۔ نَ لاَم سے بدل گیا جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں اور پتھر معمولی کنکر نہ تھے بلکہ عالم غیب میں اس طبقہ کے تھے کہ جہاں ارواحِ کفار کو عذاب دیا جاتا ہے ان کنکریوں کی یہ تاثیر تھی کہ جس پر پڑتی تھیں پار نکل جاتی تھیں۔

۳۔ بعض کہتے ہیں کہ سجل سے مشتق ہے جس کے معنی لکھنے کے ہیں یا لکھی ہوئی چیز یا دفتر۔ جس میں اشارہ ہے کہ وہ کنکریاں ازل میں ان بدبختوں کے لئے لکھی ہوئی تھیں اور یہ ان کے لئے موت کے پروانے یا وارنٹ تھے ہر کنکری پر

بخطِ غیب جس کو اس جہان کے لوگ پڑھ نہیں سکتے لکھا تھا کہ یہ فلاں بن فلاں کے لئے ہے
تَرْمِیْهِمْ میں ضمیر فاعل طیرًا ابابیل کی طرف راجع ہے اور ھِمْ ضمیر جمع مذکر غائب اصحاب فیل کے لئے ہے۔

۱۰۵: ۵ — فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ ۔ فَ سببیہ ہے۔ جَعَلَهُمْ میں ضمیر فاعل واحد مذکر غائب ربّ کی طرف راجع ہے۔ اور هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب اصحب الفیل کے لئے ہے كَ تشبیہ کا ہے۔

العَصْفِ۔ حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق وہ چھلکا ہے جو گیہوں کے دانہ پر ہوتا ہے۔ سورۃ الرحمٰن میں بھی اسی معنی میں آیا ہے:۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (۵۵:۱۲) اور (اس میں) اناج ہے جس پر بھس ہوتا ہے۔

مَأْكُوْلٍ، اسم مفعول واحد مذکر اَكْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ کھایا ہوا۔ عَصْفٌ کی صفت ہے۔

پس بنا ڈالا ان کو کھایا ہوا بھوسہ۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ:

بسم اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

(۱۰۶) سورۃ قریش مکیّۃ (۴)

۱:۱۰۶ــــ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۔ اس پہلے حرف لام کے متعلق مختلف اقوال ہیں

۱:۔ عربی زبان کے ماہرین نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ عربی محاورے کے مطابق تعجب کے معنی میں ہے۔

مثلاً عرب کہتے ہیں لِزَیْدٍ وَمَا صَنَعْنَا بِہٖ یعنی ذرا اس زید کو تو دیکھو کہ ہم نے اس کے ساتھ کیسا نیک سلوک کیا ہے۔ اور اس نے ہمارے ساتھ کیا کیا۔

پس لِاِیْلٰفِ کا مطلب یہ ہوا کہ قریش کا رویہ بڑا ہی قابل تعجب ہے کہ اللہ ہی کے فضل کی بدولت وہ منتشر ہونے کے بعد جمع ہوئے اور ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوگئے جو ان کی خوشحالی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور وہ پھر بھی اللہ ہی کی بندگی سے روگردانی کر رہے ہیں۔ یہ رائے اخفش، کسائی، فراء کی ہے اور اس رائے کو ابن جریر نے ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

عرب اس لام کے بعد جب کسی بات کا ذکر کرتے ہیں تو وہی بات یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے جو شخص کوئی رویہ اختیار کر رہا ہے وہ قابل تعجب ہے۔

۲:۔ بخلاف نمبر (۱) متذکرہ بالا کے خلیل بن احمد، سیبویہ اور زمخشری کہتے ہیں کہ:۔ یہ لام تعلیل ہے اور اس کا تعلق آگے کے فقرے فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ سے ہے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ یوں تو قریش پر اللہ کی نعمتوں کا کوئی شمار نہیں ہے لیکن کسی اور نعمت پر نہیں تو اسی ایک نعمت کی بناء پر وہ اللہ کی بندگی کریں کہ اس کے

فضل سے وہ ان تجارتی سفروں کے خوگر ہوئے۔ کیونکہ یہ بذات خود ان پر اس کا بڑا احسان ہے۔ (تفہیم القرآن)

۳۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ لِاِیْلٰفِ کو سابق سورۃ (الفیل) کے آخری حصہ سے وابستہ قرار دیا جائے۔ اس صورت میں دونوں سورتوں کا معنوی ربط اس طرح ہوگا کہ اللہ نے اصحاب فیل کو ہلاک کردیا اور ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنا دیا تاکہ گرمی اور جاڑے کے سفر میں قریش کے ساتھ لوگوں کو مانوس بنا دیا جائے

یعنی اس کی علت یہ ہے کہ قریش کی پاسداری کے لئے اللہ نے اصحاب فیل کو تباہ کیا۔ تاکہ اس خبر کو سن کر لوگ قریش کی تعظیم اور پاسداری کریں اور اس طرح ہر سفر میں قریش کو امن حاصل ہو۔ اور کوئی ان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرے

اس معنوی تعلق کی وجہ سے کچھ لوگ قائل ہیں کہ سورۃ فیل اور یہ سورت دونوں ایک ہی ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضؓ کے مصحف میں بھی ان دونوں سورتوں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ اس توجیہ پر لا یلف کا لام جَعَلَهُمْ سے متعلق ہوگا"
(تفسیر مظہری)

لیکن جمہور صحابہ وغیرہم کے نزدیک یہ ایک الگ سورت ہے ان کا آپس میں کوئی تعلق نہیں۔ (الخازن)

موجودہ عثمانی قرآن کی ترتیب میں یہ سورۃ سورۃ فیل سے علیحدہ ہے اور دونوں کے درمیان بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کا فاصلہ بھی موجود ہے (ابن کثیر)

اِیْلٰفِ قُرَیْشٍ مضاف مضاف الیہ۔ یہ اَلْفٌ سے ہے جس کے معنی خوگر ہونے مانوس ہونے۔ پھٹنے کے بعد مل جانے اور کسی چیز کی عادت اختیار کرنے کے ہیں اُردو میں الفت اور مالوف کے الفاظ بھی اسی سے ماخوذ ہیں۔ (تفہیم القرآن)

ایلاف (افعال) کے وزن پر مصدر ہے۔ الفت کرنا۔ مانوس رکھنا، ہم آہنگی پیدا کرنا مالوف کرنا (راغب)

اگر لِاِیْلٰفِ کا لام تعجب کے لئے یا جَعَلَهُمْ سے متعلق مانا جائے تو فاء عاطفہ اور سببیہ ہوگی۔ اور اگر لام کو يَعْبُدُوْا سے متعلق کیا جاوے تو ف زائدہ ہوگا!

قریش۔ نضر بن کنانہ کی اولاد کو قریش کہتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی قبیلہ سے ہیں۔ آپ کا نسب نامہ یہ ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ

بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب
بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ قریش کے مالوف کرنے کے سبب میں، قریش کے دلوں
میں محبت پیدا کرنے کی بنا پر۔ قریش کے خوگر ہونے کی بنا پر، قریش کے شوق کے لئے

۱۰۶: ۲ ـــ اِلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ۔ یہ لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ سے بدل ہے
یعنی ان کا سردیوں اور گرمیوں میں سفر کا خوگر ہونا۔

اِلٰفِهِمْ مضاف مضاف الیہ۔ ان کا خوگر ہونا۔

رِحْلَةَ، (منصوب بوجہ ظرفیت) مضاف۔

الشِّتَآءِ (جاڑے کا موسم) مضاف الیہ۔

وَالصَّيْفِ۔ واؤ عاطفہ، الصَّيْفِ (گرمی کا موسم) مضاف الیہ۔ رحلۃ مضاف
ای ورحلۃ الصیف: یعنی سردیوں اور گرمیوں کے موسم کا سفر،

۱۰۶: ۳ ـــ فَلْيَعْبُدُوْا۔ فعل امر کا صیغہ جمع مذکر غائب: عِبَادَةٌ (باب نصر) مصدر سے
چاہئے کہ وہ عبادت کریں۔

رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ۔ هٰذَا اسم اشارہ۔ اَلْبَيْتِ مشارٌ الیہ۔ دونوں مل کر
مضاف الیہ رَبَّ مضاف۔ (مفعول فعل لیعبدوا کا) اس گھر کے رب کی،

۱۰۶: ۴ ـــ اَلَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ: الذی اسم
موصول۔ اَطْعَمَهُمْ ..... الخ صلہ۔ موصول وصلہ مل کر رَبَّ کی صفت۔

اَطْعَمَهُمْ: اَطْعَمَ ماضی واحد مذکر غائب اِطْعَامٌ (افعال) مصدر سے۔
هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو کھانا کھلایا۔

جُوْعٍ بھوک،

اٰمَنَ ماضی واحد مذکر غائب اِیْمَانٌ (افعال) مصدر سے جس کے معنی امن
دینے کے بھی آتے ہیں۔ هُمْ ضمیر مفعول جمع مذکر غائب۔ اس نے ان کو امن دیا۔

ترجمہ:۔ جس نے ان کو کھانے کو دیا اور خوف سے امن میں رکھا۔

جُوْعٍ۔ خَوْفٍ دونوں کا صیغہ نکرہ۔ بھوک اور خوف کی شدت اور اہمیت
کے اظہار کے لئے ہے۔ (الکشاف، تفسیر کبیر)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱۰۷) سورۃ الماعون مکیّۃ (۷)

۱:۱۰۷ — اَرَاَیْتَ: اَ ھمزہ استفہامیہ ہے۔ رَاَیْتَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر حاضر رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے بمعنی تونے دیکھا۔

اَرَاَیْتَ (کیا تونے دیکھا۔ بھلا تونے دیکھا) میں الف اولیٰ بلفظ استفہام تقریر وتنبیہ کے لئے ہے محض استفہام کے لئے نہیں ہے۔

امام راغب لکھتے ہیں:۔

اَرَاَیْتَ ۔ اَخْبِرْنِیْ (تو مجھے بتا) کے قائم مقام ہوتا ہے اور اس پر کَ داخل ہوتا ہے اور تَ کو تثنیہ، جمع، تانیث میں اسی کی حالت پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور تغیر وتبدل کَ پر ہوتا ہے تَ پر نہیں۔ جیسے:۔ قَالَ اَرَاَیْتَكَ ھٰذَا الَّذِیْ (۶۲:۱۷) قُلْ اَرَاَیْتَكُمْ (۴۰:۶)

بحر مواج میں ہے کہ:۔

یہ استفہام تقریری ہے اور رؤیت بمعنی علم ہے۔ کیا تجھے معلوم ہے؟ کیا تو جانتا ہے؟

= اَلَّذِیْ: ایک روایت میں مقاتل کا قول ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے متعلق نازل ہوئی۔ بعض نے کہا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی۔ ضحاک نے کہا کہ عمرو بن عامر مخزومی کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت ابن عباس کے نزدیک یہ آیت ایک منافق شخص کے حق میں نازل ہوئی ان تمام روایات پر الذی عہدی ہوگا۔ بعض لوگوں نے الف لام جنس کا قرار دیا ہے اَلَّذِیْ اسم موصول۔ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ صلہ۔ دونوں مل کر مفعول رَاَیْتَ کا۔

دِیْنِ سے مراد اسلام یا روز جزار ہے۔
بھلا تم نے اس شخص کو جانتے ہو جو روز جزار کو جھٹلاتا ہے۔
یُکَذِّبُ : مضارع واحد مذکر غائب، تَکْذِیْبٌ (تفعیل) مصدر۔ جھٹلانا۔
۱۰۷: ۲ — فَذٰلِكَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ۔ جملہ جواب شرط ہے اور شرط محذوف ہے ای ان لم تعرفه فذلك .... الخ ف جزائیہ جواب شرط کے لئے ہے۔
الذی اسم موصول واحد مذکر۔ یدع الیتیم اس کا صلہ، دونوں مل کر ذٰلك کی صفت، یا ذلك مبتدار ہے اور باقی اس کی خبر،
(اگر تم اُسے نہیں جانتے تو سمجھ لو) یہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے۔
یَدُعُّ مضارع واحد مذکر غائب دَعٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ وہ دھکے دیتا ہے
اور جگہ قرآن مجید میں آیا ہے:۔
یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (۵۲: ۱۳) جس دن ان کو نار جہنم کی طرف دھکیل دھکیل کر لے جایا جائے گا۔
۱۰۷: ۳ — وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ، اس جملہ کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔
واوؔ عاطفہ۔ لَا یَحُضُّ مضارع منفی واحد مذکر غائب حَضٌّ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کا معنیٰ ہے آمادہ کرنا۔ ترغیب دینا۔ ابھارنا۔ وہ ترغیب نہیں دیتا
اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ (۸۹: ۱۸) اور نہ مسکین کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتے ہو۔
۱۰۷: ۴ — فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ۔ فویل مبتدار۔ للمصلین اس کی خبر، ف ترتیب کے لئے ہے۔ یعنی ف کے ماقبل پر یہ نتیجہ مترتب ہوتا ہے کہ مصلین کے لئے ویل ہے۔
یا ف سببیہ ہے یعنی ماقبل ف مابعد ف کا سبب ہے۔
(لھم کی جگہ للمصلین فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے مخلوق کے ساتھ معاملات کا ذکر تھا اور اب اس جگہ خدا کے ساتھ معاملہ کرنے کا ذکر ہے)
وَیْلٌ۔ عذاب، دوزخ کی ایک وادی کا نام، رسوائی، تباہی، ہلاکت، شدتِ عذاب۔ (وَیْلٌ قرآن مجید میں ۲۷ جگہ آیا ہے)

مُصَلِّیْنَ تَصْلِیَۃٌ (تفعیل) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر۔
نماز پڑھنے والے:

۱۰۷ : ۵ — اَلَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ صَلٰوتِھِمْ سَاھُوْنَ : یہ آیت اور اگلی آیت مصلین کی صفت میں ہیں۔ پہلی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔ وقت پر نماز نہیں پڑھتے، رکوع وسجود پورا نہیں کرتے۔ پرواہ نہیں کرتے پڑھ لی تو پڑھ لی نہ پڑھی تو نہ پڑھی۔ وغیرہ۔

سَاھُوْنَ بے خبر، بھولنے والے، غافل، سَھْوٌ (باب نصر) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ جمع مذکر ہے۔

یہ اصل میں سَاھِیُوْنَ تھا۔ ی مضموم ماقبل مکسور۔ ضمہ ی پر ثقیل ہوا نقل کرکے ماقبل کو دیا۔ اب واؤ اور ی دو ساکن جمع ہو گئے ی کو حذف کر دیا گیا سَاھُوْنَ ہو گیا۔

۱۰۷ : ۶ — اَلَّذِیْنَ ھُمْ یُرَآءُوْنَ (آیت بالا سے چل کر دوسری صفت ہے) جو ریاکاری کرتے ہیں۔

یُرَآءُوْنَ مضارع جمع مذکر غائب مُرَاءَۃٌ (مفاعلۃ) مصدر سے۔
وہ دکھاوٹ کرتے ہیں۔ وہ ریاکاری کرتے ہیں۔

جنابِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا اور جس نے دکھاوے کی خیرات کی اس نے شرک کیا۔

۱۰۷ : ۷ — وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ۔ اس کا عطف یُرَاءُوْنَ پر ہے اور برتنے (روزمرہ کے استعمال) کی چیزیں نہیں دیتے۔ (اور وہ ماعون کو روک رکھتے ہیں)

یَمْنَعُوْنَ : مضارع جمع مذکر غائب مَنْعٌ (باب فتح) مصدر سے۔ وہ روک رکھتے ہیں۔ وہ نہیں دیتے، وہ منع کرتے ہیں۔

اَلْمَاعُوْنَ سے کیا مراد ہے اس میں چند اقوال ہیں:۔

ا۔ لغت میں ماعون تھوڑی سی چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہاں مراد زکوٰۃ ہے (حضرت علی رض۔ حضرت ابن عمر رض۔ حسن بصری رح۔ قتادہ۔ ضحاک) زکوٰۃ کو ماعون

کہنے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مال کی زکوٰۃ تھوڑی سی ہوتی ہے (صرف ڈھائی فیصد)
۲:۔ ماعون سے مراد روزمرّہ کے استعمال کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔مثلاً کلہاڑی
ڈول، ہانڈی وغیرہ (حضرت ابن مسعود رضؓ، حضرت ابن عباس رضؓ)
۳:۔ ماعون سے مراد مستعار لی ہوئی چیز ہے۔ (مجاہد)
۴:۔ ماعون سے مراد وہ معروف چیزیں ہیں جن کا لین دین لوگ آپس میں کرتے ہیں!
(عکرمہ)
۵:۔ قطرب نے کہا۔ ماعون شے قلیل ہے عرب کا محاورہ ہے مَالَهٗ سَعَةٌ
وَلَا مَعْنَةٌ نہ اس کے پاس کوئی بڑی چیز ہے اور نہ چھوٹی۔
۶:۔ بعض لوگوں کا قول ہے ماعون وہ چیز ہے جس سے کسی کو روکنا شرعاً حلال
نہیں جیسے پانی، نمک، آگ وغیرہ۔
۷:۔ مَاعُوْن لغتِ اضداد میں سے ہے جو چیز کسی مانگنے والے کی مدد کے لئے دیجاتی
وہ بھی ماعون ہے اور جو روک لی جائے وہ بھی ماعُون ہے۔
۸:۔ اس کے علاوہ ماعون بمعنی بھلائی، حسنِ سلوک، بارش، پانی، گھر کا
سامان، فرمانبرداری، زکوٰۃ وغیرہ بھی مستعمل ہے؛
اَللّٰهُ اَکْبَرُ؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:

(۱۰۸) سورۃ الکوثر مکیّۃ (۳)

۱۰۸ : ۱ — اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ اِنَّا مبتدا، اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ اس کی خبر۔

اَعْطَیْنَا ماضی جمع متکلم اِعْطَاءٌ (اِفْعَالٌ) مصدر سے۔ عطا کرنا۔ دینا۔ کَ ضمیر مفعول واحد مذکر حاضر، (مفعول اول اَعْطَیْنَا کا)

الکوثر: مفعول ثانی اَعْطَیْنَا کا۔

ترجمہ:۔ تحقیق ہم نے آپ کو (اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم) کوثر عطا کی۔

الکوثر کے متعلق چند اقوال ہیں:۔

۱:۔ الکوثر جنت کی ایک نہر اور حوض کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی طور پر عطا کی ہے (عن انس مرفوعاً۔ مسلم)

۲:۔ حضرت ابن عمر رضی کی مرفوع روایت سے ثابت ہے کہ جنت کے ایک حوض کا نام ہے (معالم التنزیل)

۳:۔ اس سے مراد قرآن ہے (حسن بصری)

۴:۔ اس سے مراد قرآن اور نبوت ہے (عکرمہ)

۵:۔ اس سے مراد عام خیر کثیر ہے: (سعید بن جبیر از ابن عباس رض)

اہل لغت نے لکھا ہے کہ کوثر۔ کثرۃ سے بنا ہے جیسے نَوْفَلٌ۔ نَفْلٌ سے جو چیز تعداد میں کثیر اور مرتبے میں باعظمت ہو اس کو اہل عرب کوثر کہتے ہیں۔

صاحب معجم القرآن نے حضرت ابن عباس رض کے قول کو ترجیح دی ہے۔

علامہ نیشاپوری رح اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:۔

اس آیت میں گوناگوں، مبالغہ ہے:۔ ابتدا اِنَّ سے کی گئی ہے جو تاکید پر دلالت

کرتا ہے پھر ضمیر جمع استعمال کی گئی ہے۔ جو تعظیم کا مفہوم دیتی ہے۔

نیز یہاں اعطاء کا استعمال ہوا ہے ایتاءٌ کا نہیں اور اعطاء میں ملکیت پائی جاتی ہے ایتاء میں یہ مفہوم نہیں پایا جاتا۔ پھر یہاں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے جو تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی کام ہو گیا۔ (ضیاء القرآن)

علماء تفسیر نے الکوثر کی تفسیر میں متعدد اقوال ذکر کئے ہیں چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ کوثر سے مراد جنت کی وہ نہر ہے کہ جس سے جنت کی ساری نہریں نکلتی ہیں (ابن عمرؓ)

۲۔ کوثر اس حوض کا نام ہے جو میدان حشر میں ہو گا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے پیاسوں کو سیراب فرمائیں گے۔

۳۔ اس سے مراد نبوت ہے۔

۴۔ اس سے مراد قرآن شریف ہے۔

۵۔ اس سے مراد دین اسلام ہے۔

۶۔ اس سے مراد صحابہ کرام کی کثرت ہے۔

۷۔ اس سے مراد رفع ذکر ہے۔

۸۔ اس سے مراد مقام محمود ہے

۹۔ اس سے مراد خیر کثیر ہے۔ (ابن عباس)

۱۰۔ امام جعفر صادق کے نزدیک حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل کا نور ہے

(اقتباس از ضیاء القرآن)

۲:۱۰۸ —— فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ فَ سببیہ ہے۔ صَلِّ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، تَصْلِيَةٌ (تفعیل) مصدر۔ تو نماز پڑھ۔

لِرَبِّكَ صَلِّ سے متعلق ہے۔ اپنے پروردگار کی۔ لِ حرف تملیک۔ رَبِّكَ مضاف مضاف الیہ۔

وَانْحَرْ، واوٌ عاطفہ، اِنْحَرْ امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ نَحْرٌ (باب فتح) مصدر سے۔ بمعنی اونٹ کو گلے میں نیزہ مار کر ذبح کرنا۔ تو ذبح کر۔ تو قربانی کر۔ تو اسی کے لئے قربانی کر۔ اِنْحَرْ کا عطف صَلِّ پر ہے۔

۳:۱۰۸ —— اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ط، اِنَّ حرف تحقیق، مشبہ بالفعل۔ شَانِئَكَ مضاف مضاف الیہ مل کر اِنَّ کا اسم۔ هُوَ تاکید کے لئے ہے

اَلْاَبْتَرُ خبر اِنَّ کی۔
یا ھُوَ ضمیر فصل ہے اور اَلْاَبْتَرُ اِنَّ کی خبر ہے۔ خبر پر اَل اور مبتدا، خبر کے درمیان ضمیر فصل کا لانا حصر پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی تمہارا دشمن ہی ابتر ہے تم ابتر نہیں ہو۔
یا ھُوَ مبتدا ہے اور اَلْاَبْتَرُ اس کی خبر۔
شَانِئٌ: شَنْاٌ (باب فتح) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر۔ بمعنی بغض رکھنے والا۔ نفرت کرنے والا۔ بدخواہ، دشمنی رکھنے والا۔
شَانِئٌ کی جمع شُنَّاءٌ اور مؤنث شَانِئَۃٌ ہے۔
اَلْاَبْتَرُ: دُم کٹا۔ جس کی اولاد نہ ہو۔ جس کا ذکر باقی نہ رہے۔ بَتْرٌ (باب نصر) مصدر سے صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔
بَتْرٌ کاٹنا۔ اَبْتَرَ (اللہ کا کسی کو) بے اولاد کرنا۔
اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ: تحقیق تمہارا بدخواہ ہی دُم بریدہ ہے۔ اس کا کوئی نام لیوا نہیں ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

(۱۰۹) سورۃ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ (۶)

۱:۱۰۹ — قُلْ یٰۤاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۔ قُلْ فعل امر، واحد مذکر حاضر، قَوْلٌ (باب نصر) مصدر۔ تو کہہ دے۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) باقی ساری سورت قُلْ کا مقولہ ہے۔

یٰۤاَیُّھَا حرف ندا ہے الْکٰفِرُوْنَ منادیٰ۔ (اے کافرو!)

ابن حاتم نے سعید رض کی روایت بیان کی ہے کہ:۔

ولید بن مغیرہ رض۔ عاص بن وائل، اسود بن عبد المطلب، امیہ بن خلف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے اور کہا کہ تم اس کی پوجا کرو کہ جس کو ہم پوجتے ہیں اور ہم اس کی پوجا کریں جس کو تم پوجتے ہو۔ اس تمام معاملہ میں ہم تم شریک ہوجائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی اور اس میں خاص طور پر خطاب کافروں کی اس جماعت سے ہے۔

۲:۱۰۹ — لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ، بیضاوی نے کہا ہے کہ:۔

فان لَا۔ لاتدخل الا علی مضارع بمعنی الاستقبال کما ان ما لا تدخل الا علی مضارع بمعنی الحال۔

(لَا صرف مضارع پر آتا ہے جو مستقبل کے معنی میں ہو جیسے مَا صرف اس مضارع پر آتا ہے جو بمعنی حال ہو۔)

ترجمہ ہوگا:۔

(اے کافرو) میں عبادت نہیں کروں گا (ان معبودانِ باطل کی) جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۳:۱۰۹ — وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۔ اور نہ تم آئندہ عبادت کرنے

والے ہو (چونکہ یہ جملہ لَآ اَعۡبُدُ کے مقابل آیا ہے اس لئے یہاں بھی مستقبل کی نفی ہے) جس خدائے وحدہٗ لاشریک) کی میں عبادت کرتا ہوں۔

یہاں لفظ مَا جو بے علم چیزوں کے لئے استعمال ہوتا ہے بجائے مَنۡ کے (جو اہل علم کے لئے استعمال ہوتا ہے) ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مَآ اَعۡبُدُ میں مَا سے مراد اللہ کی ذات ہے اور اللہ سب سے بڑا عالم ہے اس لئے مَنۡ کہنا چاہئے تھا۔ اس کی وجہ یا تو صرف لفظی مطابقت ہے۔ (کہ پہلے مَا تَعۡبُدُوۡنَ تھا اس کے مطابق یہاں بھی مَآ اَعۡبُدُ فرمایا) محض وصفِ معبود ملحوظ ہے۔ بے علم اور ذی علم ہونے کی حیثیت ملحوظ نہیں ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس جگہ مَا مصدریہ ہے موصولہ نہیں ہے۔

۱۰۹:۴ — وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدۡتُّمۡ اور نہ میں (ماضی میں نہ آئندہ) عبادت کرنے والا ہوں اُن (معبودانِ باطل) کی جن کی تم عبادت کرتے ہو۔

۱۰۹:۵ — وَلَآ اَنۡتُمۡ عٰبِدُوۡنَ مَآ اَعۡبُدُ : اور نہ تم عبادت کرنے والے بنوگے اس (خدائے واحد لاشریک) کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔

فائدہ (۱) متذکرہ بالا آیات میں تکرار کلام ہے اور عرب کسی کلام میں یا لفظ میں تکرار اس وقت کرتے ہیں جب مخاطب کو سمجھانا اور اس کلام یا لفظ کو مؤکد کرنا ہوتا ہے جس طرح کلام میں اختصار اس وقت کرتے ہیں جب تخفیف اور اعجاز پیش نظر ہوتا ہے پس اس جگہ تکرارِ کلام تاکید کے لئے ہے۔ کلام عرب میں اس قسم کی تاکید نظم و نثر دونوں میں کثیر الاستعمال ہے۔

چنانچہ ایک شعر ہے :-

نعق الغراب ببین لیلیٰ غدوۃ ؛ کم کم وکم بفراق لیلیٰ ینعق

(جدائی کا کوّا صبح کے وقت لیلیٰ کی جدائی کی خبر دینے کے لئے بولا۔ وہ کب تک، کب تک لیلیٰ کے فراق پر چلاتا رہیگا۔)

فائدہ (۲) ان آیات کی تفسیر میں متعدد اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے چوتھی آیت دوسری آیت کی تاکید کر رہی ہے کیونکہ دوسری آیت جملہ فعلیہ ہے جو تجدد اور حدوث پر دلالت کرتا ہے اور چوتھی جملہ اسمیہ ہے جو ثبات اور پختگی پر دلالت کرتا ہے

چوتھی آیت سے دوسری آیت کو مؤکد کر دیا۔
تیسری آیت کی تاکید پانچویں آیت کر رہی ہے۔ کیونکہ الفاظ بالکل یکساں ہیں۔

فائدہ (۳) اس تکرار کا مدعا یہ ہے کہ کفار کو ہمیشہ کے لئے مایوسی ہوجائے کہ مسلمان ان کے کفر کو ایک لمحے کے لئے بھی قبول نہیں کریں گے۔ نیز ان کے بارے میں بتا دیا کہ وہ کبھی مسلمان نہیں ہوں گے۔

۱۰۹: ۶ — لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ؛ دِيْنُكُمْ مضاف مضاف الیہ مل کر مبتدا (مؤخر) لَكُمْ خبر (مقدم) واؤ عاطفہ۔ دِيْنِ اصل میں دِيْنِيْ تھا۔ ی ضمیر واحد متکلم کو حذف کر دیا گیا۔ یہ مبتدا مؤخر ہے۔ لِيَ خبر مقدم۔ تمہیں تمہارا بدلہ ملیگا اور مجھے میرا بدلہ ملیگا۔

مولانا دریابادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ توحید پہ انعام اور شرک پر عذاب۔
بعض لوگوں نے عجب خوش فہمی سے کام لے کر اس آیت کو اسلام کی رواداری اور مرنجاں مرنج پالیسی کے ثبوت میں پیش کیا ہے کہ اسلام ہر مذہب والے کو اپنی اپنی جگہ پر قائم اور باقی رہنے کی اجازت دی ہے حالانکہ واقعہ اس کے بالکل برعکس ہے۔
آیت تو اکبر (فرمانروائے ہند) کے نکالے ہوئے مخلوطی دین اور اسی قبیل کی ساری کوششوں کی لاحاصلی اور ناکامی کا اعلان کر رہی ہے۔
دین بے شک اردو میں مذہب کے مترادف ہے لیکن عربی میں اس کے یہ معنی صرف ثانوی اور مجازی ہیں۔ اصلی اور اوّلی معنی جزاء اور بدلہ کے ہی ہیں۔

الدین ھوالحساب۔ ای لکم حسابکم ولی حسابی۔ (تفسیر کبیر)
جائز ہے کہ یہاں بھی دینکم سے مراد شرک اور دینی سے مراد توحید لی جاتے۔
ای لکم شرککم ولی توحیدی۔ (کشاف)

آیت کی ترکیب حصر کے معنی دے رہی ہے لیعنی تمہاری جزاء تمہی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔ اور میری جزاء مجھی کو ملے گی نہ کہ کسی اور کو۔

یفید الحصر ومعناہ لکم دینکم ولا لغیرکم ولی دینی لا لغیری (کبیر)

مُرشد تھانویؒ نے فرمایا ہے کہ سورت میں اہل ضلال سے تبری، مفارقت کی تصریح ہے

اور اسی کا دوسرا نام بغض فی اللہ ہے۔
علامہ پانی پتی فرماتے ہیں:۔
یہ دونوں جملے خبری ہیں یعنی جس دین پر تم ہو کبھی اس کو نہیں چھوڑو گے اور جس دین پر میں ہوں انشاء اللہ میں کبھی اس کو نہیں چھوڑوں گا۔

اللہ اکبر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۱۱۰) سُوۡرَۃُ النَّصۡرِ مَدَنِیَّۃ (۳)

۱:۱۱۰ ۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۔ اِذَا شرطیہ بمعنی اِذۡ ظرفیہ۔ نَصۡرُ اللّٰہِ مضاف مضاف الیہ مل کر فاعل؛

وَالۡفَتۡحُ: واؤ عاطفہ، الفتح کا عطف نَصۡرُ پر ہے۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آچکی:

نَصۡرٌ مصدر۔ بمعنی مدد۔ اَلنَّصۡرُ مدد کرنا۔ مطلوب کے حاصل کرنے میں مدد۔ اور اَلۡفَتۡحُ مطلوب کا حاصل کرلینا۔

الفتح سے کونسی فتح مراد ہے: اس میں متعدد اقوال ہیں:۔

۱:۔ اس سے فتح مکہ مراد ہے۔
۲:۔ اس سے مراد خیبر کی فتح ہے:
۳:۔ جمیع فتوحات مراد ہیں۔
۴:۔ فتوحات غیبیہ و علوم اسرار ملکوتیہ مراد ہیں (تفسیر حقانی)
۵:۔ فتح مکہ اور فتح بلاد شرک مراد ہیں۔ (مدارک)

جمہور کے نزدیک الفتح سے مراد فتح مکہ ہے۔
۲:۱۱۰ —— وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔ واوَ عاطفہ رَاَیْتَ ماضی واحد مذکر حاضر، رُؤْیَۃٌ (باب فتح) مصدر سے رَاَیْتَ کا عطف جَآءَ پر ہے اَلنَّاسَ مفعول فعل رَاَیْتَ کا۔
اگر رُؤْیَۃٌ بمعنی علم لیا جائے تو اَلنَّاسَ اس کا مفعول اوّل اور یَدْخُلُوْنَ مفعول ثانی ہوگا۔
اور اگر بمعنی دیکھنا لیا جائے تو یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ حال ہوگا اَلنَّاسَ سے ہر دو صورت میں اَفْوَاجًا فاعل یَدْخُلُوْنَ سے حال ہے۔
اور آپ نے لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہوتے دیکھ لیا۔
۳:۱۱۰ —— فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْہُ: جملہ جوابِ شرط ہے فَ جوابِ شرط کے لئے ہے۔
سَبِّحْ فعل امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر۔ تَسْبِیْحٌ (تَفْعِیْلٌ) مصدر سے۔
تو تسبیح کر۔ تو پاکی بیان کر۔ تو عبادت کر۔
بِحَمْدِ رَبِّکَ محل نصب میں ہے اور حال ہے ای سَبِّحِ اللّٰہَ حَامِدًا لَہٗ اللہ کی پاکی بیان کر اس کی حمد و ستائش کرتے ہوئے۔
وَاسْتَغْفِرْہُ واوَ عاطفہ، اِسْتَغْفِرْ فعل امر واحد مذکر حاضر اِسْتِغْفَارٌ (استفعال) مصدر سے بمعنی بخشش مانگنا۔ معافی مانگنا۔ ہٗ ضمیر مفعول واحد مذکر غائب کا مرجع رَبِّکَ ہے۔ اور اس سے معافی مانگ۔
اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا۔ یہ جملہ جملہ استغفرہ کی تعلیل ہے۔ کیونکہ توبہ قبول کرنا اس کی شان ہے۔
کَانَ فعل ناقص۔ اِنَّہٗ اسم کان۔ تَوَّابًا اس کی خبر۔
تَوَّابًا۔ تَوْبَۃٌ (باب نصر) مصدر سے فَعَّالٌ کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے لغت میں توبہ کرنے والے اور توبہ قبول کرنے والے دونوں کو تَوَّابٌ کہا جاتا ہے۔ بندہ توبہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اس لئے اس کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندہ دونوں کے لئے ہوتا ہے۔
جب بندہ کی صفت میں آئے تو اس کے معنی کثرت سے توبہ کرنے والے بندہ کے

ہوں گے ۔ چنانچہ جب وہ یکے بعد دیگرے گناہوں کو مسلسل ہر وقت چھوڑتے
چھوڑتے بالکل تارک الذنوب ہو جاتا ہے تو تَوَّابٌ کہلاتا ہے ۔
اور جب اللہ تعالیٰ کی صفت میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی کثرت سے
مسلسل بار بار بندوں کی توبہ قبول فرمانے والے کے ہیں ۔
قرآن مجید میں جتنی جگہ تَوَّابٌ کا لفظ آیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی صفت
میں آیا ہے ۔
ترجمہ ہوگا:۔
بے شک وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے ۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

(۱۱۱) سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ (۵)

۱:۱۱۱ ۔ تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ ط یہ دونوں جملے تَبَّتْ یَدَآ
اَبِیْ لَھَبٍ اور وَّتَبَّ ؛ بد دعا کے لئے ہیں ۔
تَبَّتْ ماضی کا صیغہ واحد مؤنث غائب : تَبٌّ و تَبَابٌ (باب
ضرب) مصدر بمعنی ٹوٹنا ۔ یا ٹوٹے میں رہنا ۔
یَدَا اصل میں یَدَانِ تھا ۔ اضافت کی وجہ سے نَ گرا دیا گیا ۔ مضاف
دونوں ہاتھ ۔ اَبِیْ لَھَبٍ مضاف الیہ ۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ
تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ ۔ ابی لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں ۔

لغتِ عرب میں یَدٌ کے مختلف معانی ہیں۔

آیت بَلْ یَدَاہُ مَبْسُوْطَتٰنِ یُنْفِقُ کَیْفَ یَشَآءُ (۵: ۶۴) میں بمعنی جود وکرم مستعمل ہے۔ بلکہ اس کے دونوں ہاتھ کھلے ہیں۔ یعنی وہ بڑا صاحبِ جود وسخا ہے وہ جس طرح اور جتنا چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

اور آیت وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدَاہُ (۱۸: ۵۷) میں بمعنی ذات، شخص ہے۔ اور بھول گیا جو اعمال وہ آگے کر چکا۔ وغیرہ۔

وَتَبَّ واؤ عاطفہ، جملہ ہذا کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ اور وہ ہلاک ہوا۔ وہ ٹوٹ گیا۔ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ تَبَابٌ مصدر سے بمعنی ہلاک ہونا۔ ٹوٹے میں رہنا۔

تَبَّ کی ضمیر فاعل ابولہب کی طرف راجع ہے۔ آیندہ ابولہب یقینی طور پر ہلاک ہونے والا تھا اس لئے بجائے مستقبل کے ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

۱۱۱: ۲ — مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ وَمَا کَسَبَ: مَا نافیہ۔ اَغْنٰی فعل عَنْہُ متعلق بہ فعل۔ مَالُہٗ اس کا فاعل۔ (معطوف علیہ)

واؤ عاطفہ مَا موصولہ کَسَبَ اس کا صلہ۔ موصول وصلہ مل کر (معطوف)

اَغْنٰی عَنْہُ کَذَا۔ کسی چیز کا کافی ہونا۔ فائدہ بخشنا۔

مَا اَغْنٰی عَنْہُ مَالُہٗ نہ تو اس کا مال ہی اس کے کچھ کام آیا۔

اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ مَا اَغْنٰی عَنِّیْ مَالِیَہْ۔ (۶۹: ۲۸) میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا۔

کہتے ہیں:۔ ھٰذَا مَا یُغْنِیْ عَنْکَ شَیْئًا۔ یہ تجھے کوئی فائدہ نہ دیگا۔

اَغْنٰی ماضی کا صیغہ ماضی واحد مذکر غائب۔ اِغْنَاءٌ (افعال) مصدر سے وہ کام آیا۔ اس نے غنی بنا دیا۔ اس نے دولت دی۔ غَنِیٌّ مالدار اَغْنِیَاءُ جمع مالدار لوگ:

کَسَبَ ماضی واحد مذکر غائب۔ کَسْبٌ (باب ضرب) مصدر۔ بمعنی مال کمانا۔ کمائی کرنا۔

یہاں آیت ہذا میں وَمَا کَسَبَ (اور جو اس نے کمایا) سے مراد اولاد ہے یعنی نہ ہی اس کی اولاد اس کے کام آئی

۱۱۱:۳ ـــ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ: س مستقبل قریب کے لئے ہے یعنی عنقریب۔

يَصْلٰى مضارع واحد مذکر غائب صَلْيٌ (باب سمع) مصدر سے وہ داخل ہوگا۔ ضمیر فاعل ابو لہب کی طرف راجع ہے۔

نَارًا مفعول بہ۔ موصوف، ذَاتَ لَهَبٍ، مضاف مضاف الیہ۔ مل کر صفت۔ وہ عنقریب داخل ہوگا آگ شعلہ زن میں۔

ذَاتَ لَهَبٍ۔ ذَاتَ (والی۔ صاحبہ) ذو کا مؤنث مضاف۔ لَهَبٍ شعلہ۔ مضاف الیہ۔ شعلوں والی آگ۔ لَهَبٌ (باب سمع) مصدر بمعنی آگ کا مشتعل ہونا۔

۱۱۱:۴ ـــ وَامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ، واؤ عاطفہ، اِمْرَاَةٌ معطوف جس کا عطف ہٗ ضمیر متصل پر ہے۔ اور اس کی جورو بھی (دہکتی ہوئی آگ میں عنقریب داخل ہوگی)

حَمَّالَةَ الْحَطَبِ۔ یہ جملہ اِمْرَاَةٌ سے حال ہے۔ (جو اس حال میں پھرتی ہے کہ) لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے ہوئے ہے

حَمَّالَةٌ خوب اٹھانے والی۔ حِمْلٌ سے، بروزن فَعَّالَةٌ مبالغہ کا صیغہ واحد مؤنث ہے۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے والی۔ ابولہب کی بیوی کی صفت ہے اس کا نام اروٰی بنت حرب ہے۔ کنیت اُمِّ جمیل اور لقب عوراء (کانی) ہے اپنے بدبخت شوہر کی طرح اس شقیہ کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت ترین عداوت تھی۔

ایندھن سر پر لئے پھرنے کو بعض نے حقیقت پر محمول کیا ہے ان لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ خست کے مارے ایندھن جنگل میں سے خود چن کر لاتی تھی اور کانٹے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں ڈال دیتی تھی تاکہ آتے جاتے چبھیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ سخن چینی سے استعارہ ہے چونکہ چغل خوری کے سبب قبیلہ میں لڑائی کی آگ بھڑکاتی تھی اس لئے قرآن مجید نے اس کو حمالۃ الحطب کہا ہے۔

الحطب۔ لکڑی، ایندھن۔ ہیزم۔

۱۱۱:۵ ـــ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ: یہ جملہ حمالۃ کی ضمیر واحد مؤنث سے

حال ہے۔ دراں حالیکہ مونج کی رسّی اس کی گردن میں ہے۔

جِيْدِهَا مضاف مضاف الیہ۔ جید بمعنی گردن۔ جُیُوْد واَجْیَادٌ جمع ہے هَا ضمیر واحد مؤنث غائب اِمْرَاَتُهٗ کی طرف راجع ہے۔ اس کی گردن۔

حَبْلٌ موصوف مِنْ مَّسَدٍ اس کی صفت۔ موصوف وصفت مل کر مبتدا مؤخر۔ فِيْ جِيْدِهَا خبر مقدم۔

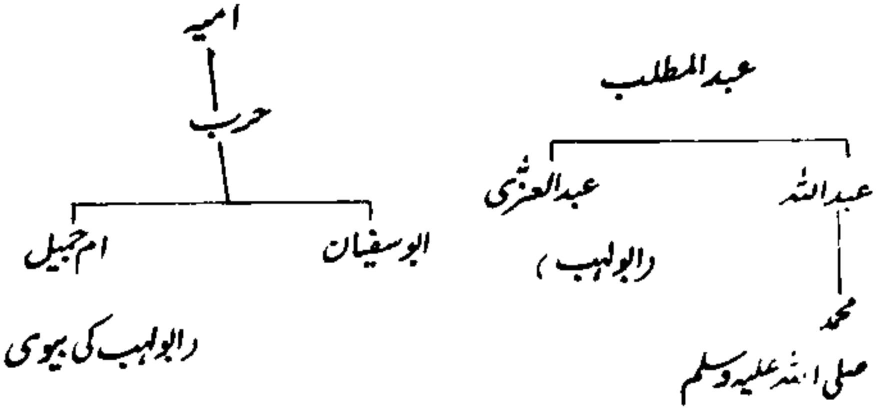
یہ بھی کہا گیا ہے کہ اِمْرَاَتُهٗ مبتدا۔ حمالۃ الحطب اس کی خبر۔ فی جیدھا حمالۃ کی ضمیر سے حال ہے۔

حَبْلٌ۔ رسی۔عہد، پیمان، اس کے اصل معنی تو رسی کے ہیں لیکن مجازًا عہدو پیمان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

مَسَدٍ اسم۔ درختِ کھجور کی شاخوں سے نکالے ہوئے ریشے، مُونج۔

مَسْدٌ (باب نصر) رسی بٹنا۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا نسب نامہ مختصرًا۔



اَللّٰهُ اَکْبَرُ :

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

(۱۱۲) سورۃ الاخلاص مَکِّیَّۃٌ (۴)

۱۱۲: ۱ — قُلۡ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔ قُلۡ فعل امر واحد مذکر حاضر، ای قُلۡ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ دے (ان کافروں سے)

ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ : ھُوَ ضمیر شان مبتدا ہے اور آئندہ جملہ (اللہ احد) اس کی خبر۔ (روح المعانی وتفسیر مظہری)

صاحب تفسیر مظہری فرماتے ہیں :۔

ھُوَ ضمیر شان مبتدا ہے اور آئندہ جملہ اس کی خبر ہے اس صورت میں مرجع کی ضرورت نہیں ہے۔

یا ھُوَ ضمیر ہے اور اس رب کی طرف راجع ہے جس کے اوصاف سوال کرنے والوں نے پوچھے تھے۔

یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ میرے رب کے اوصاف جو تم پوچھتے ہو تو وہ اللہ ایک ہے۔ اَحَدٌ بدل ہے اللہ سے۔ یا ھُوَ کی دوسری خبر ہے۔

اَحَدٌ اصل میں وَحَدٌ تھا۔ وحد اور واحد دونوں ہم معنی ہیں۔

اگر ھُوَ کو ضمیر شان اور اللہ کو مبتداء اور اَحَدٌ کو خبر کہا جائے تو کلام کی صحت ظاہری معنی پر مبنی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ جزئی حقیقی کا نام ہے اور جزئی حقیقی میں یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ چند اشخاص پر اس کا اطلاق ہو سکے۔

(مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو تفسیر مظہری جلد دوازدہم)

ترجمہ ہوگا:۔

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہہ دیجئے اللہ یگانہ (یکتا) ہے۔

۲،۱۱۲ ـــ اَللّٰهُ الصَّمَدُ۔ اَللّٰهُ مبتدا۔ اَلصَّمَدُ خبر۔

صَمَدٌ کے لغت میں دو معنی ہیں:۔

اوّل: قصد وارادہ کرنے کے۔ اس تقدیر پر صمد بمعنی مصمود ہوگا۔ اس لئے کہ فعل بمعنی مفعول زبانِ عرب میں بکثرت مستعمل ہے۔ اس صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ ہر ایک کا مقصود ہے۔ ہر کوئی اس کی طرف قصد کرتا ہے۔

دوم: صمد کے معنی ہیں ٹھوس کے کہ اس پر کوئی تغیر نہیں آتا۔ وہ قوی اور مستقل ہے اس تقدیر پر یہ لفظ واجب الوجود کے معنی میں ہے۔

یہ تو لغوی معنی کی تحقیق تھی۔ مگر عرف عرب میں یہ لفظ بہت سے معانی میں مستعمل ہے اس لئے مفسرین میں سے ہر ایک نے ایک ایک معنی اختیار کئے ہیں۔

۱۔ یہ وہ جمیع اشیاء کا جاننے والا ہے کس لئے کہ بغیر اس کے حاجت روائی کرنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔ ابنِ مسعود کا قول ہے کہ اس کے معنی ہیں سردار کے۔ جو سب سے اعلیٰ سردار ہیں

۳:۔ اصم کہتے ہیں کہ صَمَدُ جمیع اشیاء کے خالق کو کہتے ہیں:۔

۴:۔ سُدّی کہتے ہیں کہ صَمَدُ اس کو کہتے ہیں کہ جو ہر کام میں مقصودِ اصلی ہو اور اس کی طرف فریاد لے جاتے ہوں۔

۵:۔ حسین بن فضل کہتے ہیں کہ صمد وہ ہے کہ وہ جو چاہے کرے:

۶:۔ صمد: فردِ کامل اور بزرگ کو کہتے ہیں۔

۷:۔ صمد: بے نیاز۔ کہ جس کو کسی کی کسی بات میں حاجت نہ ہو۔

۸:۔ صمد: وہ کہ جس کے اوپر کوئی بالادست نہ ہو۔

۹:۔ صمد: قتادہ کہتے ہیں کہ وہ جو نہ کھائے نہ پئے۔

۱۰:۔ صمد: وہ جو مخلوق کے فناء ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے فنا نہ ہو جائے

۱۱:۔ صمد: وہ ہے کہ جس کو زوال نہ ہو، جیسا تھا ہمیشہ ویسا ہی رہے (حسن بصری)

۱۲۔ صَمَدْ وہ ہے جو کبھی نہ مرے اور نہ کوئی اس کا وارث بنے (ابی بن کعب)
۱۳۔ صَمَدْ وہ ہے جو نہ کبھی سوئے نہ بھولے ۔ (یمان ۔ ابو مالک)
۱۴۔ صَمَدْ وہ ہے کہ کوئی دوسرا اس کی صفات سے متصف نہ ہو ۔
۱۵۔ صَمَدْ وہ ہے جو بے عیب ہو ۔ (مقاتل بن حیان)
۱۶۔ صَمَدْ وہ ہے کہ جس پر کوئی آفت نہ آئے ۔ (ربیع بن انس)
۱۷۔ صَمَدْ وہ ہے جو اپنی جمیع صفات اور افعال میں کامل ہو ۔
(سعید بن جُبیر)
۱۸۔ صَمَدْ وہ ہے جو غالب رہے کبھی مغلوب نہ ہو ۔ (جعفر صادق)
۱۹۔ صَمَدْ وہ ہے جو سب سے بے نیاز اور سب سے بے پرواہ ہو ۔
(حضرت ابوہریرہ رضؓ)
۲۰۔ صَمَدْ وہ ہے جس کی کیفیت اور ریاضت کرنے سے مخلوق عاجز ہو ۔
(ابوبکر ورّاق)
۲۱۔ صَمَدْ وہ ہے کہ جو کسی کو نظر نہ آسکے ۔
۲۲۔ صمد وہ ہے جو نہ کسی کو جنے اور نہ کسی نے اس کو جنا ہو ۔
۲۳۔ صمد وہ ہے وہ بڑا کہ جس کے اوپر کوئی بڑا نہ ہو ۔
۲۴۔ صمد وہ ہے جو زیادتی اور نقصان سے پاک ہو
۲۵۔ چند اور صفات قرآن مجید میں اسی سورت میں آئی ہیں ۔
(۱) لَمْ يَلِدْ ۔ کہ اس نے کسی کو نہیں جنا ۔ یعنی وہ کسی کا باپ نہیں ہے
(۲) وَلَمْ يُوْلَدْ : اور وہ کسی سے پیدا بھی نہ ہوا ۔ یعنی کوئی اس کا باپ نہیں
(۳) وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ : وہ اس سے بھی پاک ہے کہ کوئی اس کا مثل اور ہمسر اور کنبہ و قبیلہ ہو ۔

(تفسیر حقانی سے)

اَللّٰهُ اَحَدٌ کہنے کے بعد اَللّٰهُ الصَّمَدُ اور بعد والے جملے کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی کیونکہ اَللّٰهُ اَحَدٌ کے اندر یہ تمام معانی موجود ہیں ہاں ان جملوں کو مزید تاکید کی طرح قرار دیا جا سکتا ہے ۔

۱۱۲: ۳ ــــ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ مضارع معروف نفی جحد بلم اور مضارع مجہول نفی جحد بلم کا صیغہ واحد مذکر غائب۔ وِلَادَةٌ (باب ضرب) مصدر بمعنی جننا
یہ دونوں جملے الصمد کی تفسیر ہیں۔ یعنی الصمد وہ ہے جس نے نہ کسی کو جنا اور نہ اس کو کسی نے جنا۔

۱۱۲: ۴ ــــ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ اس کا عطف جملہ سابقہ پر ہے۔ واؤ عاطفہ۔ لَمْ يَكُنْ مضارع معروف نفی جحد بلم۔ فعل ناقص۔ اَحَدٌ اسم کان اور اس کی خبر کی دو صورتیں ہیں :۔

۱:۔ یہ كُفُوًا كَانَ کی خبر ہے اور لَهٗ متعلق كَانَ ہے

۲:۔ لَهٗ كَانَ کی خبر ہے اور كُفُوًا حال ہے اَحَدٌ سے ای وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ اَحَدٌ كُفُوًا۔ مرتبہ میں برابر۔ مساوی القدر۔

فضائل اس سورۃ کے بے شمار ہیں خدا تعالیٰ ہم سب کو نصیب میں فرماتے۔ آمین:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ:
وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱۱۳) سُوۡرَۃُ الۡفَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۵)

۱:۱۱۳ قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ : قُلۡ فعل امر واحد مذکر حاضر۔ قَوۡلٌ (باب نصر) مصدر سے تو کہہ۔ (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو یوں دعا مانگ) چونکہ قُلۡ کا لفظ اس پیغام کا ایک حصہ ہے جو تبلیغ رسالت کے لئے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ وحی نازل ہوا ہے۔ اس لئے اگرچہ اس ارشاد کے اولین مخاطب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں مگر آپ کے بعد ہر مومن بھی اس کا مخاطب ہے۔

اَعُوۡذُ: مضارع کا صیغہ واحد متکلم عَوۡذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے، اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں۔ مَیں پناہ چاہتا ہوں۔

بِرَبِّ الۡفَلَقِ ب جار متعلق بِاَعُوۡذُ۔ رَبِّ الۡفَلَقِ مضاف مضاف الیہ۔ صبح کا رب۔ (پروردگار) میں پناہ چاہتا ہوں صبح کے رب کی۔

رب الفلق کی تشریح میں صاحب تفہیم القرآن رقم طراز ہیں۔

فَلَقَ کے اصل معنی پھاڑنے کے ہیں مفسرین کی عظیم اکثریت نے اس سے مراد رات کی تاریکی کو پھاڑ کر سپیدۂ صبح نکالنا لیا ہے کیونکہ عربی زبان میں فَلَقُ الصبح کا لفظ طلوعِ صبح کے معنی میں بکثرت استعمال ہوتا ہے اور قرآن میں اللہ تعالیٰ کے لئے فَالِقُ الۡاِصۡبَاحِ کا لفظ استعمال ہوا ہے (یعنی وہ جو رات کی تاریکی کو پھاڑ کر صبح نکالتا ہے) (۶ : ۹۶)

اور فلق کے دوسرے معنی خَلَقَ کے بھی لئے گئے ہیں کیونکہ دنیا میں جتنی

چیزیں بھی پیدا ہوئی ہیں وہ بھی کسی نہ کسی چیز کو پھاڑ کر ہی نکلتی ہیں تمام نباتات بیج اور زمین کو پھاڑ کر اپنی کونپل نکالتے ہیں تمام حیوانات یا تو رحمِ مادر سے برآمد ہوتے ہیں یا انڈہ توڑ کر نکلتے ہیں یا کسی اور مانع ظہور چیز کو چیر کر باہر آتے ہیں۔

تمام چشمے پہاڑ یا زمین کو شق کر کے نکلتے ہیں۔ دن رات کا پردہ چاک کر کے نمودار ہوتا ہے بارش کے قطرے بادلوں کو چیر کر زمین کا رخ کرتے ہیں۔

غرض موجودات میں سے ہر چیز کسی نہ کسی طرح کے انشقاق کے نتیجے میں عدم سے وجود میں آتی ہے۔ حتیٰ کہ زمین اور سارے آسمان بھی پہلے ایک ڈھیر تھے جس کو پھاڑ کر ان کو جدا جدا کیا گیا۔

كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا (۲۱: ۳۰) پس اس معنی کے لحاظ سے فَلَق کا لفظ تمام مخلوقات کے لئے عام ہے۔

اب اگر پہلے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ:۔

میں طلوعِ صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں۔

اور اگر دوسرے معنی لئے جاویں تو آیت کا مطلب یہ ہوگا:۔

میں تمام مخلوق کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔

اس جگہ اللہ تعالیٰ کا اسم ذات چھوڑ کر اس کا اسمِ صفت "رب" اس لئے استعمال کیا گیا ہے کہ پناہ مانگنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے "رب" یعنی مالک و پروردگار اور آقا و مربی ہونے کی صفت زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

پھر رب الفلق سے مراد اگر طلوع صبح کا رب ہو تو اس کی پناہ لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ:۔

جو رب تاریکی کو چھانٹ کر صبحِ روشن نکالتا ہے میں اس کی پناہ لیتا ہوں تاکہ وہ آفات کے ہجوم کو چھانٹ کر میرے لئے عافیت پیدا کر دے۔

اور اگر اس سے مراد ربِ خلق ہو تو معنی یہ ہوں گے:۔

کہ میں ساری خلق کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تاکہ وہ اپنی مخلوق کے شر سے مجھے بچالے۔

۲:۱۱۳ — مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ: جملہ متعلق بِاَعُوْذُ ہے مَا موصولہ ہے بمعنی اَلَّذِیْ: اس صورت میں ترجمہ ہوگا۔ (میں پناہ چاہتا ہوں

صبح کے پروردگار کی) ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا۔ ای من شرّ کل ماخلق)

یا مَا مصدریہ ہے اور ترجمہ ہوگا:

میں پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) تمام مخلوق کے شر سے۔

(یہ استعاذہ عام ہے۔ بعد کے شرورِ ثلاثہ تخصیص کے لئے ہیں)

۱۱۳: ۳ ـــ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ۔ جملہ معطوف ہے یعنی خاص کا عطف عام پر ہے۔

شَرِّ غَاسِقٍ مضاف مضاف الیہ۔ تاریک رات کے شر سے۔

غَاسِقٍ غَسْقٌ سے (باب ضرب) مصدر سے اسم فاعل کا صیغہ واحد مذکر ہے۔ غَسْقٌ رات کا تاریک ہونا۔ غَاسِقٍ تاریک ہونے والا۔ بمعنی تاریک رات۔

اس کے اور معانی بھی ہیں:۔

۱:۔ گرہن کے سبب سیاہ پڑجانے والا چاند۔

۲:۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریکی۔

۳:۔ غروب آفتاب کے بعد آنے والی تاریک رات،

۴:۔ ڈوبنے والا چاند۔

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر چاند کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:۔

تعوّذی باللہ من شر ھذا فانہ الغاسق اذا وقب:

اس کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ کیونکہ جب یہ ڈوب جاتا ہے تو سخت تاریکی لاتا ہے۔

رات کو آنے والی مصیبتوں سے بچاؤ دشوار ہوتا ہے دشمن کا شب خون۔ چوری، نقب زنی، ڈاکہ اور طرح طرح کے حوادث عموماً رات کی تاریکی میں ہوتے ہیں۔ اسی لئے عربی ضرب المثل ہے۔

اللیل اخفیٰ للویل۔ رات اپنے اندر ہلاکتوں کو چھپائے رکھتی ہے۔

وَقَبَ ماضی کا صیغہ واحد مذکر غائب، وُقُوْبٌ (باب ضرب) مصدر (جب) داخل ہوجائے۔ (جب) چھا جائے۔
محلی نے لکھا ہے کہ:۔
الیل اذا اظلم او القمر اذا غاب۔ یعنی اگر غاسق سے مراد رات ہو تو وقب کے معنی ہو گا تاریک ہوجانا۔
اور اگر غاسق سے مراد چاند ہو تو وقب کے معنی ہوں گے۔ ڈوب جانا۔ غائب ہوجانا۔
رات کی نسبت سے قرآن مجید میں ارشاد ہے:۔
اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ۔ (۱۷: ۷۸) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سورج کے ڈھلنے سے رات کی تاریکی تک نمازیں (ظہر، عصر، مغرب، عشاء) اور صبح کو قرآن پڑھا کرو،
ترجمہ ہوگا:۔
اور (خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) رات کی تاریکی کے شر سے جب وہ چھا جائے۔
۱۱۳: ۴ — وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ۔ (ملاحظہ ہو آیات مذکورہ بالا ۲ تا ۳)
ترجمہ ہوگا:۔
(اور خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں صبح کے پروردگار کی) ان کے شر سے جو پھونکیں مارتی ہیں گرہوں میں۔
اَلنَّفّٰثٰتِ جمع نَفَّاثَةٌ کی۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جمع مؤنث۔ نَفْثٌ باب ضرب، نصر) مصدر سے۔ خوب دم کرنے والیاں۔ خوب پھونکیں مارنے والیاں۔ نَفْثٌ کے معنی ہیں قدرے تھوک تھوکنا۔
علامہ ابن منظور کہتے ہیں:۔
تھوڑی تھوک تھوکنے کو اَلتَّفْل کہا جاتا ہے نَفْثٌ بھی اس سے نیچے کا درجہ ہے جو پھونک مارنے کے زیادہ مشابہت رکھتا ہے۔
عُقَدِ جمع ہے عُقْدَةٌ کی جس کے معنی گرہ (گانٹھ) کے ہیں۔ یہاں مُراد

وہ گرہیں ہیں جن کو جادوگرنیاں ڈوروں پر افسوں پڑھ کر پھونکنے کے بعد لگایا کرتی ہیں اسی لئے عربی میں ساحِر کو مُعَقِّدْ بھی کہتے ہیں۔

آیت ھذا میں اَلنَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ سے مراد لبید بن اعصم یہودی کی لڑکیاں ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا۔

۱۱۳: ۵ ـــ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ؛ (ملاحظہ ہو آیات ۲-۳ متذکرہ بالا)

ترجمہ :ـــ (اور میں خصوصی طور پر پناہ مانگتا ہوں) حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔

حاسد کے شر سے اس وقت پناہ مانگنے کو فرمایا جب وہ حسد کو عملی جامہ پہنائے کیونکہ اس سے قبل حسد کی آگ خود حاسد کے اندر ہی بھڑکتی رہتی ہے اور اس کی اپنی ذات کے لئے سوہان روح بنی رہتی ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ

(۱۱۴) سُوْرَةُ النَّاسِ مَكِّيَّةٌ (۶)

۱:۱۱۴ — قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ؕ قُلْ فعل امر واحد مذکر حاضر قَوْلٌ (باب نصر) مصدر سے۔ تو کہہ۔ تم (یوں) کہا کرو۔ تم (یوں) دعا کیا کرو۔ خطاب گو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر آپ کے بعد ہر مومن اس کا مخاطب ہے۔

اَعُوْذُ مضارع کا صیغہ واحد متکلم عَوْذٌ (باب نصر) مصدر سے۔ جس کے معنی دوسرے سے التجا کرنے اور اس سے متعلق ہونے اور پناہ مانگنے کے ہیں۔ میں پناہ چاہتا ہوں۔

بِرَبِّ النَّاسِ۔ بِ جار متعلق بِاَعُوْذُ ہے۔ رَبِّ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ مل کر مجرور (میں پناہ مانگتا ہوں) لوگوں کے رب (پروردگار) کی۔

۲:۱۱۴ — مَلِكِ النَّاسِ۔ عطفِ بیان ہے رب الناس کا (وہ اسم جو صفت نہ ہو اور اپنے متبوع کی وضاحت کرے) یعنی وہ لوگوں کا رب کون ہے؟ لوگوں کا بادشاہ۔ (یعنی میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی) سب انسانوں کے بادشاہ کی۔

۳:۱۱۴ — اِلٰهِ النَّاسِ: سب انسانوں کے معبود کی۔ یہ بھی رب الناس کا عطف بیان ہے۔

۴:۱۱۴ — مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ متعلق بِاَعُوْذُ ہے اور المستعاذ منہ ہے یعنی وہ جس سے پناہ لینے کی دعا کی جا رہی ہے۔

شَرِّ۔ برائی (خیر کی ضد) مضاف اَلْوَسْوَاسِ: مضاف الیہ۔ یہ موصوف بھی ہے اور الخناس اس کی صفت ہے۔

اَلْوَسْوَاسِ: بروزن الزلزال اسم ہے وسوسہ کا ہم معنی ہے۔ وسوسہ

اس خفیف آواز کو کہتے ہیں جس کا مفہوم تو دل تک پہنچ جائے اور تلفظ سنائی نہ دے۔ یعنی ذہنی آواز۔

یہاں وسواس سے مراد شیطان ہے یعنی وسوسہ پیدا کرنے والا۔ یا تو اس وجہ سے کہ مبالغۃً مصدر کو بجائے اسم فاعل استعمال کر لیا جاتا ہے یا مضاف محذوف ہے۔ یعنی وسوسہ ڈالنے والا۔

اَلْخَنَّاسِ: یہ الوسواس کی صفت ہے۔ خَنَسٌ و خُنُوسٌ کا معنی ہے چپکے سے پیچھے ہٹنا۔

شیطان کا طریقہ اور معمول یہ ہے کہ اللہ کی یاد کے وقت پیچھے ہٹ جاتا ہے اس لئے اس کو خَنَّاس فرمایا۔

الوسواس الخناس کی وضاحت فرماتے ہوئے صاحب ضیاء القرآن رقمطراز ہیں۔

جب کوئی شخص کسی کو اس کی افتاد طبع کے خلاف کسی کام پر اکساتا ہے تو اس کا پہلا ردعمل شدید ہوتا ہے اور وہ بڑی حقارت سے اس خیال کو جھٹک دیتا ہے۔ ہر وسوسہ انداز اصرار نہیں کرتا بلکہ پیچھے کھسک جاتا ہے بظاہر پسپائی اختیار کرتا ہے پھر موقعہ ملنے پر وہی بات کانوں میں ڈالتا ہے اگر پھر بھی وہ تیوری چڑھائے تو وہ دبک جاتا ہے یہ تسلسل جاری رہتا ہے آہستہ آہستہ اس کا ردعمل کمزور ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ وہ دن آجاتا ہے کہ یہ شخص جس بات پر پہلی بار برافروختہ ہوگیا تھا وہ خود لپک کر اس کی طرف بڑھتا ہے۔

شیطان کا یہی طریقہ ہے کہ وہ انسان کو گمراہ کرتے تھکتا نہیں بلکہ لگاتار اپنی کوشش میں لگا رہتا ہے۔ کبھی حملہ کرتا ہے کبھی پسپائی اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ وہ بڑے سے بڑے زیرک انسان کو بھی اگر اسے اپنے رب کی پناہ حاصل نہ ہو تو چاروں شانے چت گرا دیتا ہے اس کی ان دونوں چالوں کو وَسْوَاسِ اور خَنَّاسِ کے الفاظ استعمال کر کے بیان کر دیا۔

مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کا ترجمہ ہوگا۔

بار بار وسوسہ ڈالنے والے بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے۔

۱۱۴: ۵ — اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔ جو لوگوں کے سینوں کے

اندر وسوسہ پیدا کرتا ہے۔ یعنی جب اللہ کا ذکر نہ کریں۔

اَلَّذِیْ سے الوسواس کی دوسری صفت بیان کی گئی ہے اس لئے (محلاً) مجرور ہے یا (محلاً) منصوب علی الذم ہے۔ یا محذوف مبتدا کی خبر ہونے کی وجہ سے مرفوع ہے۔

یُوَسْوِسُ مضارع معروف واحد مذکر غائب وَسْوَسَۃٌ (رباعی مجرد) مصدر۔ وہ وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

صُدُوْرِ النَّاسِ مضاف مضاف الیہ۔ لوگوں کے سینے، صُدُوْرٌ صَدْرٌ کی جمع ہے۔ بمعنی سینے۔

۱۱۴: ۶ — مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ: اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:۔

۱۔ یہ جملہ وَسْوَاسِ کا بیان ہے یا اَلَّذِیْ کا۔ (مطلب دونوں صورتوں میں ایک ہی ہوگا) یعنی وسوسہ پیدا کرنا جنّات کا فعل بھی ہے اور انسانوں کا بھی۔ اور جگہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ (۶: ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن (بہت سے) شیطان، انسان اور جنّات (دونوں) میں سے پیدا کر دیئے تھے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ جنّ وانس کے شر سے پناہ مانگو۔

۲۔ یا مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ کا تعلق یُوَسْوِسُ سے ہے۔ یعنی لوگوں کے سینوں کے اندر جنات اور انسانوں کے معاملات کے متعلق وسوسہ پیدا کرتا ہے۔

۳۔ کلبی نے کہا ہے کہ صُدُوْرِ النَّاسِ میں جو اَلنَّاسِ ہے (جملہ) مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ اسی کا بیان ہے۔ گویا انسان کا لفظ دونوں کو شامل ہے جنّ کو بھی اور انسان کو بھی۔

(یعنی انسان جنّ بھی ہوتا ہے اور آدمی بھی)

جنّ پر انسان کا اطلاق اسی طرح کیا گیا جس طرح کہ آیت وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (۷۲: ۶) اور انسانوں میں سے بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے۔ میں رجال کا اطلاق جنّ پر کیا گیا ہے۔

۴۔ یہ بھی جائز ہے کہ مِنَ الْجِنَّةِ بیان ہو اَلْوَسْوَاسِ کا۔ اور النَّاس پر عطف ہو۔ اس صورت میں مطلب ہوگا:۔

میں پناہ مانگتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے جنّ شیطان کے شر سے اور انسانوں کے شر سے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ:

الحمد لِلّٰه بعونہ ومنہ تعالیٰ آج قرآن مجید کی لغوی وضاحت میری استطاعت کے مطابق مکمل ہوئی یااللہ العالمین اس بندہ ناچیز کی یہ حقیر سی محنت قبول فرما۔

(اٰمین)

دُعَاءِ خَتمِ الْقُرْاٰنِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ ۝

وَنَحْنُ عَلٰى ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِكُلِّ حَرْفٍ مِّنَ.

الْقُرْاٰنِ حَلَاوَةً وَّ بِكُلِّ جُزْءٍ مِّنَ الْقُرْاٰنِ جَزَآءً - اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا

بِالْاَلِفِ اُلْفَةً وَ بِالْبَآءِ بَرْكَةً وَ بِالتَّآءِ تَوْبَةً وَ بِالثَّآءِ ثَوَابًا وَّ

بِالْجِيْمِ جَمَالًا وَ بِالْحَآءِ حِكْمَةً وَّ بِالْخَآءِ خَيْرًا وَّ بِالدَّالِ دَلِيْلًا

وَ بِالذَّالِ ذَكَاءً وَ بِالرَّآءِ رَحْمَةً وَ بِالزَّآءِ زَكٰوةً وَّ بِالسِّيْنِ

سَعَادَةً وَّ بِالشِّيْنِ شِفَآءً وَّ بِالصَّادِ صِدْقًا وَ بِالضَّادِ ضِيَآءً وَّ

بِالطَّآءِ طَرَاوَةً وَ بِالظَّآءِ ظَفَرًا وَ بِالْعَيْنِ عِلْمًا وَّ بِالْغَيْنِ غِنًى

وَّ بِالْفَآءِ فَلَاحًا وَّ بِالْقَافِ قُرْبَةً وَّ بِالْكَافِ كَرَامَةً وَّ بِاللَّامِ لُطْفًا

وَّ بِالْمِيْمِ مَوْعِظَةً وَّ بِالنُّوْنِ نُوْرًا وَّ بِالْوَاوِ وُصْلَةً وَّ بِالْهَآءِ هِدَايَةً

وَ بِالْيَاءِ يَقِيْنًا ۝ اَللّٰهُمَّ انْفَعْنَا بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ۝ وَارْفَعْنَا بِالْاٰيٰتِ

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ وَتَقَبَّلْ مِنَّا قِرَاءَ تَنَا وَتَجَاوَزْ عَنَّا مَا كَانَ

فِيْ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ مِنْ خَطَاٍ اَوْ نِسْيَانٍ اَوْ تَحْرِيْفِ كَلِمَةٍ عَنْ

مَوَاضِعِهَا اَوْ تَقْدِيْمٍ اَوْ تَاخِيْرٍ اَوْ زِيَادَةٍ اَوْ نُقْصَانٍ اَوْ تَاْوِيْلٍ

عَلٰى غَيْرِ مَا اَنْزَلْتَهُ عَلَيْهِ اَوْ رَيْبٍ اَوْ شَكٍّ اَوْ سَهْوٍ اَوْ سُوْءِ اِلْحَانٍ

اَوْ تَعْجِيْلٍ عِنْدَ تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ اَوْ كَسَلٍ اَوْ سُرْعَةٍ اَوْ زَيْغِ

لِسَانٍ اَوْ وَقْفٍ بِغَيْرِ وُقُوْفٍ اَوْ اِدْغَامٍ بِغَيْرِ مُدْغَمٍ اَوْ اِظْهَارٍ

بِغَيْرِ بَيَانٍ اَوْ مَدٍّ اَوْ تَشْدِيْدٍ اَوْ هَمْزَةٍ اَوْ جَزْمٍ اَوْ اِعْرَابٍ

بِغَيْرِ مَا كَتَبَهُ اَوْ قِلَّةِ رَغْبَةٍ وَّرَهْبَةٍ عِنْدَ اٰيَاتِ الرَّحْمَةِ

وَاٰيَاتِ الْعَذَابِ فَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا وَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ

نَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَزَيِّنْ اَخْلَاقَنَا بِالْقُرْاٰنِ وَنَجِّنَا مِنَ

النَّارِ بِالْقُرْاٰنِ وَاَدْخِلْنَا فِي الْجَنَّةِ بِالْقُرْاٰنِ ۝ اَللّٰهُمَّ اجْعَلِ

الْقُرْاٰنَ لَنَا فِي الدُّنْيَا قَرِيْنًا وَّفِي الْقَبْرِ مُوْنِسًا وَعَلَى الصِّرَاطِ

نُورًا وَفِي الْجَنَّةِ رَفِيقًا وَمِنَ النَّارِ سِتْرًا وَحِجَابًا وَإِلَى
الْخَيْرَاتِ كُلِّهَا دَلِيلًا فَاكْتُبْنَا عَلَى التَّمَامِ وَارْزُقْنَا أَدَاءً
بِالْقَلْبِ وَاللِّسَانِ وَحُبِّ الْخَيْرِ وَالسَّعَادَةِ وَالْبِشَارَةِ مِنَ
الْإِيمَانِ ۝ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ مَّظْهَرِ
لُطْفِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ
اَجْمَعِيْنَ ۝ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ۝